لِیُعَلِّمَکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُعَلِّمُکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی مشکوٰۃ لامع انوار فیوض سبحانی مجموعہ معارف حقائق ذخیرہ اسرار دقائق یعنی تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمعیل بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کے ساتھ بہت مفید اردو زبان میں ترجمہ کی گئی ہے اور وہ بمعاونت ایمان

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قالع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل فرد افضل عمدۃ الاجلہ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب مترجم فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ وعین الہدایہ ملقب بطاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ فرد اہل زمانہ اعلم العلماء احسن اللہ تعالیٰ

مطبع نامی منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحروف جلی چھپی

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لیے موجود ہے جسکی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ وملاحظہ سے شائقان اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہین قیمت بہت ارزان ہے - اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے انمین بعض کتب بزبان اُردو فارسی وعربی کی درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اُس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانونکو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل چہار جلد کا ملحقہ حاشیہ عربی خفائی مصر

تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمّی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۰۲ / ر

تفسیر سورۂ یوسف - چو مصرعہ از مولوی اشرف علی ۵ / ر

تفسیر مرادیہ - پارہ عم کی تفسیر عم بلا وضعات

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ - متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد سے بلا جلد سے ر

تفسیر اسرار فاتحہ - مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف ۸ / ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمّی بہ سواطع الالہام علم سے سر کا تاج کیجیے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین مثل گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجیے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اُسپر عجیب بلاغت وسلاست پھر مبتدا وخبر اور شرط وجزا کی اصطلاح بے نقط فرعون وقارون کا نام بے نقط روات کا ترجمہ سب بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا دیا نہیں پایا جیسا سُنا تھا - مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا ہے عمدہ چھپا - لعہ بلا جلد - مجلد عہ ر

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم ومغفور کامل چار جلدین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اُسکا ترجمہ اُردو مین - للعہ

تحفۃ الاخیار - ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی خرم علی - ۸ / ر

ترجمۂ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے - اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ ومحدود ہین - جلد اول سے ر

ایضاً - جلد دوم - حسب مراتب بالا سے ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن - شرح مشکوٰۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلدات زیر طبع

ایضاً عربی

تیسیر الوصول فی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف - سے ر

دلائل الخیرات - باترجمۂ فارسی اسمائے متبرکہ وخواص اسمائے حسنے معروف - ۸ / ر

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرہ احادیث مولانا غلام یحیٰ - ۰۵ / ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار - ترجمۂ اردو در مختار مترجمۂ مولوی خرم علی ومولوی محمد احسن کامل چار جلدین عـہ ر

راہ نجات - ضروری مسائل نماز وروزہ وغیرہ ۸ / ر

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ / ر

حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ بے نمازان ۸ / ر

ترجمۂ فتاوی عالمگیری - کامل چار جلد مع مقدمہ یعنے جلد اول مترجمۂ مولانا احتشام الدین ومابقی ہر سہ جلد مع مقدمہ مترجمہ مولانا امیر علی - بیـہ ر بلا وضعات

کشف الحاجۃ - ترجمہ اردو مالا بدمنہ از مولوی محمد نور الدین - ۴ / ر

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ (۴) مناجات بہ درگاہ باری تعالے (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۸ / ر

شرع محمدی - منظوم مسائل فقہیہ محمد خان قندھاری - ۳ / ر

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ

اللہ کو خوش نہیں آتا بری بات کا پکارنا

إِلَّا مَن ظُلِمَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ○ إِن تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا

مگر جسپر ظلم ہوا ہو اور اللہ ہے سنتا جانتا اگر تم کھلی کرو کچھ بھلائی یا اسکو چھپاؤ یا معاف کرو

عَن سُوءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا

برائی کو تو اللہ ہے بیشک معاف کرنے والا ہے مقدور رکھتا

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ ۔ من احد ای یعاقب علیہ ۔ یعنے من احد متعلق لا یحب کے ہے اور عدم محبت کے معنے یہ کہ اُسپر عذاب کریگا اور حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ کسی سے بدگوئی آشکارا کرنا پسند نہیں کرتا ۔ **إِلَّا مَن ظُلِمَ** ۔ مگر جو ظلم کیا گیا ف تو اُسنے اگر سوء القول سے جہر کیا تو اس سے مواخذہ نہ فرمائیگا اور طریقہ اُسکا یہ کہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے ظلم سے لوگونکو یا حاکم کو خبر دے اور اُسپر بددعا کرے ۔ واضح ہو کہ مفسر رح نے من احد سے مستثنے منہ کے مقدر ہونیکا اشارہ کیا لیکن ظاہر المفسر رح کے نزدیک الا من ظلم ۔ استثنا منقطع ہے ورنہ الا من ظلم ہوتا اور نیز معنے میں بھی فساد ہے کیونکہ استثنا متصل کی صورت میں یہ معنی ہونگے کہ لیکن جب مظلوم نے ایسا کیا تو اسکو پسند کرتا ہے حالانکہ یہ نہیں بلکہ اُس سے مواخذہ نہیں ہے پس حق یہ کہ استثنا منقطع ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قول ابن عباس رض کہ اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ اللہ تعالےٰ نہیں پسند کرتا کہ بددعا کرے کوئی دوسرے پر لیکن اگر مظلوم ہووے تو اُسکو رخصت ہے کہ اپنے ظالم پر بقدر ظلم کے بددعا کرے اور یہی معنی ہیں قولہ الا من ظلم کے اور اگر وہ صبر کرے تو اُسکے لیے بہتر ہے رواہ علی بن ابی طلحۃ عنہ ۔ پھر اہل علم نے جہر بالسوء کی کیفیت میں جو مظلوم کے واسطے روا ہے اختلاف کیا پس ظاہر معنی یہ کہ مظلوم کو روا ہے کہ ایسا کلام اپنے ظالم کے حق میں نکالے جو بد ہووے ۔ اور ابن مالک جزری نے اس آیت میں کہا کہ کوئی اگر تجھکو بری بات کہے تو بھی اُسکو بری بات کہہ لے لیکن اگر وہ تجھپر بہتان باندھے تو تو اُسپر بہتان مت باندھ ۔ اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دو آدمی جو آپس میں گالی گلوج کریں تو گناہ اُسپر ہے جسنے پہل کی جب تک کہ مظلوم اس سے تجاوز نہ کرے رواہ مسلم و ابو داؤد ۔ اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ جسنے اپنے اوپر ظلم کرنے والے کے حق میں بددعا کی تو اُسنے بدلا لے لیا رواہ الترمذی ابن ابی شیبہ ۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل جس شخص نے بعد ظلم کے بدلا لیا تو ایسوں پر مواخذہ کی راہ نہیں ہے ۔ اور بعض نے کہا کہ مہمان کے حق میں اُتری ہے کہ اگر کسی قوم کے یہاں مہمان اُترا اور اُنھوں نے اُسکی ضیافت نہ کی تو اُسکو روا ہے کہ کھلے خزانے اس بات کا شکوہ کرے جو اُسکے ساتھ کیگئی ہے یعنے یوں کہے کہ میری ضیافت میں اُنھوں نے قصور کیا اور برا کیا اور یہی مجاہد رح سے مروی ہے اور ظاہر یہ کہ آیت عام ہے ہر طرح کے ظلم کو شامل ہے اور یہیں سے بعض نے استدلال کیا کہ مہمان کی ضیافت درصورت استطاعت واجب ہے اور دیگر احادیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں اور بعض نے کہا کہ قولہ الا من ظلم کے یہ معنے ہیں کہ لیکن اگر کسی پر ظلم کیا جاوے کہ تو جہر سے بدبات کہہ تو اُس کو عفو ہے کہ زبان سے بری بات نکالے اگرچہ خلاف شرع ہو اور اس قول پر یہ آیت دربارۂ اکراہ

ہوگی یعنے ظالم نے زبردستی کسی غریب کو دھمکایا کہ تجھے قتل و قید کرونگا ورنہ تو زبان سے ایسا کلمہ بد نکال ولیکن ارجح وہی ہے جو مفسر نے بیان کیا۔ وَكَانَ
اللّٰهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ۔ اور اللہ تعالیٰ کی شان سمیع علیم ہے ف اسمین ظالم کو تہدید ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور مظلوم کو تنبیہ ہے کہ جسقدر ظالم نے کیا ہے اس سے تجاوز
نکرے پھر مظلوم کو ایسے امر کی طرف ارشاد فرمایا جو اسکے حق مین بہتر ہے۔ إِنْ تُبْدُوا اظہروا خَيْرًا من اعمال بر أَوْ تُخْفُوهُ تعلوہ سرا۔ اگر تم
ظاہر کرو کسی نیک کام کو یا پوشیدہ عمل مین لاؤ۔ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوٓءٍ ظلم یا عفو کرو کسی سو یعنی ظلم کو فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا
تو اللہ تعالیٰ عفو کرنے والا قادر ہے یعنے یہ تمھارے حق مین بہتر ہے کہ تمکو ثواب جمیل ملیگا اور اللہ تعالیٰ کی صفات مین سے ہے کہ وہ تعالیٰ قادر سلطان ہوکر
بھی عفو فرماتا ہے اور ایک خبر مین ہے کہ حاملان عرش تسبیح کرتے ہین بعض کہتے ہین کہ پاک ہے تو کہ بعد علم کے حلم فرماتا ہے اور بعض کہتے ہین کہ پاک ہے تو کہ قدرت کے
باوجود عفو فرماتا ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ زکوۃ دینے سے کوئی مال کم نہین ہوتا اور عفو کرنے سے بندے کو اللہ تعالیٰ عزت ہی بڑھاتا ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ
کیواسطے تواضع اختیار کی اسکو اللہ تعالیٰ نے بلند کرتا ہے ف فی العرائس قوله لا يحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم ۔ اسمین اللہ تعالیٰ نے اپنے بندونپر
اپنی شفقت ظاہر فرمائی کیونکہ حبیب اپنے حبیب پر یہ رضامندی نہین فرماتا کہ غیر شخص اسپر کھلی کھلی تشنیع کرے پھر کیونکر راضی ہوگا کہ خود اسکی پردہ دری فرماوے
اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ غیور ہے یعنے بہت غیرت والا اسیواسطے جہر سے بدگفتگو کو نہین پسند فرماتا ہے اور یہ جو فرمایا الا من ظلم یعنے مظلوم کو رخصت و
اجازت دی تو اسواسطے کہ مظلوم کی زبان درازی ہے اور حجاب الٰہی مین وہ دل کیونکر اس انقباض کو دفع کرتا ہے جو ظالم کے فعل سے اسکو پہنچا ہے اور
یہ اجازت نہین کہ فحش بات کہے بلکہ بقدر بددعا ہے اور اللہ تعالیٰ سمیع ہے یعنے ظالم پر مظلوم کی بددعا سنتا ہے اور یہ بمانند قوله تعالیٰ ولمن انتصر بعد
ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل الآیہ ہے۔ اور یہ مظلوم کے واسطے تسلی و تشفی ہے واسطی نے کہا کہ مومنون سے بدگوئی نہوگی کیونکہ یہ کافرونکا شیوہ ہے قال تعالیٰ

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهِ
جو لوگ منکر ہین اللہ سے اور اسکے رسولون سے اور چاہتے ہین کہ فرق نکالین اللہ مین اور اسکے رسولون مین
وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذٰلِكَ
اور کہتے ہین ہم مانتے ہین بعضون کو اور نہین مانتے ہین بعضون کو اور چاہتے ہین کہ نکالین بیچ مین ایک
سَبِيلًا ۝ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ۝
راہ ایسے لوگ وہی ہین اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھی ہے منکرون کے واسطے ذلت کی مار
وَالَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولٰٓئِكَ سَوْفَ
اور جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور اسکے رسولون پر اور جدا نکیا کسیکو اُنمین اُنکو دے گا
يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝ ع ۲۱ ۱۱
اُنکے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان

إِنَّ الَّذِينَ یہ موصول عام ہے اور یہود اسمین بدرجۂ اولی داخل ہین اور نصاری بھی۔ يَكْفُرُونَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ
کیونکہ یہ لوگ بعض رسولون پر ایمان لائے اور بعض سے کفر کیا تو ایک رسول سے بھی انکار کرنا بمنزلہ سب رسولونسے انکار کے ہے اور رسولونسے
انکار کرنا ہی اللہ تعالیٰ سے انکار ہے جیسے رسول کی فرمانبرداری وہی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے اور یہانسے ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کے واحد ہونیکا
اقرار کرے اور رسول صلعم سے انکار کرے تو وہ کافر ہے علاوہ اسکے نصرانی ایسے خدا پر ایمان لایا جسکا بیٹا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے تو وہ

اللہ تعالیٰ سے کافر رہا۔ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔ اور چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسولوں میں
پھوٹ ڈالیں ف یعنے تفریق یا بین طور کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاویں اور رسولوں پر ایمان نہ لاویں۔ اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ انھوں نے
بعض رسولوں سے انکار کیا تو یہ کل رسولوں سے انکار ہوا پس یہ فعل اللہ تعالیٰ و رسولوں کے درمیان تفریق ہوا۔ اور یہ ظاہر ہے اسواسطے کہ
اہل کتاب نے کل رسولوں سے انکار نہیں کیا تھا اور نہ ایسا کیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں سے منکر ہوں مگر اسی طرح پر جیسے بیان ہوا چنانچہ
خود تفسیر فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ۔ اور یوں کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے ہیں بعض رسولوں پر
اور انکار کرتے ہیں بعض سے ف چنانچہ یہود نے موسیٰ علیہ السلام کا اقرار کیا اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد علیہما السلام سے انکار کیا اور نصاریٰ
نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور حضرت عیسیٰ پر بہتان باندھکر انکار کیا کیونکہ وہ تو ایسے مسیح پر ایمان لائے جو خدا کا بیٹا ہو تو عیسیٰ بن مریم
علیہ السلام سے منکر ہوئے۔ پھر احتمال ہے کہ ان لوگوں نے یہ قول بوجہ عداوت و سرکشی کے صاف کہا ہو یا یہ مراد ہے کہ جب یہود نے حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی نسبت کہا کہ ہم ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ و حضرت محمد صلعم کی نسبت کہا کہ ہم انپر ایمان نہ لائے تو گویا انھوں نے کہا کہ نؤمن ببعض
ونکفر ببعض وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ یعنے اہل کتاب یہود و نصاریٰ چاہتے ہیں کہ کفر و ایمان کے
درمیان میں ایک بیچ کا راستہ نکالکر اسپر چلیں ف حالانکہ بیچ میں کوئی راہ نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان جبھی ایمان ہوگا کہ سب سچے رسولوں پر ایمان لاوے
اور جو کچھ وہ لائے ہیں اسکی اجمالاً یا تفصیلاً تصدیق کرے اور اگر اسمیں سے کسی جزو سے انکار ہوا تو کل کی تصدیق نہ رہی پس ایمان نہ رہا جو حق ہے
اور بعد حق کے سوائے گمراہی کے اور کچھ نہیں اسیواسطے فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ یعنے جنکی یہ صفت ہے وہ کافر ہی ہیں —
حَقًّا۔ ضرور حقاً منصوب ہے بنابر آنکہ مفعول مطلق فعل محذوف کا ہے ای حق ذلک حقاً پس تاکید ہے اپنے جملہ ما قبل کے مضمون کی اور حقاً کیا ہے کہ وہ
مدعی توسط تھے یعنے آنکہ یہ کفر نہیں ہے تو جملہ اسمیہ اور ہم ضمیر فاصل اور خبر بالف لام و حقاً مصدر موکد سے رد کردیا اور حاصل آنکہ ایسے لوگ کفر میں پورے
ہیں قتادہ رح نے فرمایا کہ یہ لوگ دشمنان خدا یہود و نصاریٰ ہیں کہ یہودی تو توریت و موسیٰ پر ایمان لائے اور عیسیٰ و انجیل سے انکار کیا اور نصاریٰ
نے محمد صلعم اور قرآن سے انکار کیا اور یہودیت و نصرانیت نکالی حالانکہ یہ دونوں بدعتیں ہیں اسلام کو چھوڑ دیا جسپر اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو
بھیجا تھا اور ایسا ہی سدیؒ و ابن جریجؒ سے مروی ہے بالجملہ انکے کافر و مشرک ہونے میں شک نہیں پھر فرمایا۔ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
عَذَابًا مُّهِيْنًا۔ اور ہم نے کافروں کے لیے عذاب ذلت مہیا فرمایا ہے ف مہین صیغہ اسم فاعل ہے پس اگر یہ معنے اہانت دینے والا کہا
جاوے تو عذاب کو ایسا کہنا مجاز ہے پس یہ مجنی نسبت ہے یعنے ایسا عذاب کہ ذلالت ۔ یعنے خواری والا ہے اور وہ عذاب دوزخ ہے اور دنیا کرنا آخرت
میں لازم اور دنیا میں بھی بحکمت ہے اور واضح ہے کہ جو اخلاق پسندیدہ ہیں جیسے سچ بولنا اور ترس کھانا اور آپسمیں اتفاق رکھنا اور ہمدردی کرنا اور
جوانمردی سے بسر کرنا اور لہو و لعب اور عیش و طرب میں گرفتار نہونا اور کھانے پہننے میں اہتمام نکرنا وغیر ذلک یہ سب عمدہ اچھے اخلاق ہیں اگر انکے ساتھ جمع
ہوں مثلاً مومنین جوانمرد آپسمیں متفق ہمیشہ غالب و باسلطنت و ہیبت ہونگے اور اگر انکے ساتھ نہوئے تو بھی اپنا اثر دکھلاوینگے کہ دنیا میں فلاح و عزت
دنیاوی کے ساتھ ہونگے پس اہل اسلام پر فرض ہے کہ آپسمیں اخلاق نبوت کی پیروی کریں۔ دیکھیں کہ اللہ عزوجل نے اہل ایمان کاملین کی کیسی تعریف
فرمائی بقولہ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ۔ اور جو بندے کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسولوں پر ایمان لائے ف یعنے سب رسولوں پر
ایمان لائے یعنے دل سے تصدیق کی کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد صلعم تک سب اللہ تعالیٰ کے سچے رسول برحق تھے اور جو کچھ وہ اللہ تعالیٰ
کی طرف سے لائے سب برحق ہے اگرچہ ہمپر پیروی کرنا اسوقت فقط حضرت محمد صلعم کی واجب ہے ولیکن ہم ایمان و تصدیق سب کی رکھتے ہیں تو جنھوں نے

ایسا کیا - وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ - یعنے یہ نہین کیا کہ بعض کو مانتے اور بعض کو نہ مانتے بلکہ سب کے نبی برحق ہونیکی تصدیق کی اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ - تو ایسے نیک ایمان والے جو بندے ہین عنقریب ہم انکو اُنکے اجور یعنی اُنکے اعمال کے ثواب دینگے ف قال ابن کثیر رح اس اولئک اسم موصول مبہم سے امت محمد صلعم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ و سب رسولون پر ایمان لاتے ہین جسطرح کہ آیۃ آمن الرسول سے واضح ہے پھر نؤتیہم نون اکثر دکی قراءت ہے پس حضرت حق عز و جل نے اپنی عظمت کے سبب کلام فرمایا پس جو کچھ ثواب عطا فرمایا جائیگا کسی بندے کے خیال مین کہان آسکتا ہے اور حفص کی قراءۃ مین یؤتیہم بالیا را لتحیۃ ہے ای یؤتیہم اللہ تعالیٰ - وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اپنے اولیا کیواسطے غفور ہے اور اپنے بندون کیلیے رحمت والا ہے ف یعنے جو بندے اُسکے اور پر اور اسکے رسولونکے ایمان لاکر شرک و کفر چھوڑ کر اُسکے ولی ہوگئے ہین اللہ تعالیٰ انکی لغزشین بخشنے والا اور فرمانبردار بندون پر رحم فرمانیوالا ہے اور اس آیت مین بڑی امید نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسولونپر ایمان لانیکا خاتمہ مغفرت و رحمت فرمایا پس اللہ تعالیٰ کے واسطے حمد و ثنا ہے کہ ضعیف بندون سے اسیقدر قبول فرمایا اللہ تعالیٰ ہمارا و سب مسلمانونکا ایمان صحیح سلامت رکھکر خاتمہ بخیر فرماوے

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ

تجھسے مانگتے ہین کتاب والے کہ اُنپر اُتار لاوے کتاب آسمان سے سو مانگ چکے ہین موسیٰ سے اس سے بڑی

مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا

چیز بولے ہمکو دکھاوے اللہ سامنے پھر انکو پکڑا بجلی نے اُن کے گناہ پر پھر بنا لیا

الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝

بچھڑا نشانیان پہونچنے پیچھے پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا اور دیا موسیٰ کو غلبہ صریح

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا

اور ہمنے اُٹھایا اُنپر پہاڑ اُنکے قول لینے مین اور ہمنے کہا داخل ہو دروازے سے سجدہ کرکر اور ہم نے کہا

لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

زیادتی مت کرو ہفتہ کے دن مین اور اُنسے لیا قول گاڑھا

اوپر کے کلام سے ظاہر ہوا کہ ایمان لانا انبیا علیہم السلام پر اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے کہ اسی ایمان کو قبول فرماتا ہے اور یہود و نصاریٰ نے جانبداری اور اغراض نفسانی سے اتباع کرنی شروع کی جو خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نہ تھی اور نفس کی پیروی ہے جو پسند کیا اُسکو لے لیا اور سب سے بڑھکر یہ حالت یہودیونکی تھی چنانچہ اس کلام مین اُنکے وہ واقعات چند ذکر فرمائے جو صریح اُنکی حالت مذکورہ پر دلیل ہین اور اسکے ضمن مین بکثرت اخلاق و نصائح و نفس کے عیوب درج ہین کہ اُنسے کامل فائدہ اخلاص ایمان و اصلاح نفس ہے چنانچہ غور سے دیکھنا چاہیے کہ فرمایا - يَسْـَٔلُكَ - یا محمد - اَهْلُ الْكِتٰبِ - الیہود - اے محمد تجھسے کتاب والے یعنے توریت والے جو اپنے کو یہود کہتے ہین مانگتے ہین کہ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ - تو اُتار لاوے اُنپر ایک کتاب آسمان سے ف ان لوگونکی مراد یہ تھی کہ ایکبارگی مجموعہ ایک کتاب اُتار لا جیسے موسیٰ پر توریت اُتری تھی اور یہ قرآن مجید نہ مانا جو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل ہوتا تھا اور یاد رکھو کہ اُنکا یہ سوال کچھ اس غرض سے نہ تھا کہ ہم ایمان لے آوینگے بلکہ تعنتاً تھا یعنے سرکشی و عداوت سے ایسی باتین کرتے تھے - کذا قال محمد بن کعب والسدی وقتادہ اور ابن جریج نے کہا

کہ یہودیوں نے یہ سوال کیا تھا کہ ایک لکھی ہوئی کتاب فلان شخص فلان کے اوپر اُتار دے کہ جو تو لایا ہے اُسکی تصدیق ہو اور اس سے انکا عناد ظاہر ہے کہ امر حق و معجزات باہرہ و راہ صواب کلام اعجاز جو جامع فضائل قرآن میں تھا اُسکو نہ مانا جو مقتضائے عقل تھا مگر نفس کی پیروی میں ایک کھیل تماشا چاہا اور یہ بہ نسبت کفار قریش کے بھی زیادہ الحاد تھا اگرچہ ان لوگون نے بھی سرکشی سے قالوا لن نومن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیات میں سوال عناد کیا تھا اور ہر حق پسند آدمی جانتا ہے کہ حق طریقہ پر چلنے سے اور راہ صواب سے کتنی دور ہٹی ہوئی یہ باتیں ہیں قرآن کو جس سے اللہ عزوجل کی وحدانیت اور اُسکی کھلی دلیلیں و اخلاق کریمہ سے آراستہ ہونے کے طریقے اور دنیا و آخرت کی اصلاح و انتظام کامل کی راہیں ظاہر باہر ہیں بدون غور و نظر کے چھوڑ کر بیوقوفون اور عناد والونکی طرح یہ سوال کیا اس سے انکی افسوسناک حالت ظاہر ہوگئی کہ کفر و ہواپرستی و نفس کی پیروی و عقل کی دشمنی انہیں کسقدر جمی ہوئی ہے اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ یعنے اگر تو نے اس سوال کو انکی طرف سے بڑی گستاخی خیال کیا تو اُنکے باپ دادون نے تو موسیٰ علیہ السلام سے اس سے کہیں بڑھکر طلب کیا تھا جس سے ظاہر ہے کہ کفر میں انکا قدم کہانتک جما ہوا ہے چنانچہ اُنکے باپ دادون کا سوال نقل کیا کہ فَقَالُوْۤا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً یعنی موسیٰ سے کہا کہ دکھلا دے ہمکو اللہ تعالیٰ کو جہر سے یعنے آنکھون کے سامنے۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ سو پکڑ لیا انکو صاعقہ نے ف یعنے موت نے انکو عذاب کرنے کیواسطے یعنے اس سوال کی گستاخی میں انپر یہ عذاب نازل ہوا کہ صاعقہ یعنے آگ آسمان سے اُتری جسنے انکو مار ڈالا کذا ذکرہ المفسرون اور شیخ جلال رح نے صاعقہ کی تفسیر موت بیان کی اور شاید لفظ صوت ہو یعنے ہیبت آواز آسمان سے آئی کہ اُنکے دل پھٹ گئے اور یہی سورۂ بقرہ میں مذکور ہے واللہ اعلم۔ حاصل آنکہ اس گستاخی کے عذاب میں وہ صاعقہ سے ہلاک ہوئے۔ بِظُلْمِهِمْ بسبب اُنکے ظلم کرنیکے ف کیونکہ انہون نے اس سوال میں تعنت کیا اور اس وجہ سے نہیں کہ انہون نے دیدار کا سوال کیا تھا جیسا کہ بدعتی فرقے کہتے ہیں کہ دیدار باری تعالیٰ محال ہے چنانچہ اسکا سوال کرنیکے پر عذاب ہوا یہ ان بدعتیون کی غلطی ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو موسیٰ بدرجہ اولی ماخوذ ہوتے کیونکہ انہون نے بھی بقولہ رب ارنی انظر الیک یہی سوال کیا تھا خصوصاً جبکہ موسیٰ نے دیکھ لیا تھا کہ ان لوگونپر دیدار کے سوال سے عذاب ہوا پس یہ تو بدعتیونکا وہم و خیال بالکل غلط ہے صحیح یہ ہے کہ ان لوگون نے تعنت کیا تھا چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت سے واضح ہے کہ فرمایا و اذ قلتم یا موسیٰ لن نومن لک حتی نری اللہ جهرة الآیۃ۔ اور آگے انشاء اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ کے سوال دیدار میں تحقیق بیان ہوگا کہ حضرت باری تعالیٰ کا دیدار محال نہیں بلکہ قیامت میں اہل ایمان کو حاصل ہوگا الحمد للہ محمد اکثیر اجلی انعامہ و افضالہ اور مدارک میں لکھا کہ قولہ بظلمهم یعني بسبب انکے اس ظلم کے کہ انہون نے بے محل یا سبب چیز مانگی اور کسی چیز کو اُسکے موقع و محل سے ہٹانا ظلم ہے اسی سے شرک کو ظلم عظیم فرمایا اسواسطے کہ جو امر مانند عبادت وغیرہ کے مخصوص بجانب باری تعالیٰ ہے اسکو بجانب غیر میں ثابت کر کے شرک کیا تو ظلم عظیم ہے پس یہ انکی تعنت و سرکشی کا حال ہے کہ بے ادبی میں کمال کو پہونچے ہوئے تھے اہل ایمان کو زبان و دل سے جناب اللہ تعالیٰ کی جناب میں انتہا کا ادب چاہیے ہے اور رسول اللہ صلعم کی شان میں اور نیز ہر بندۂ نیک کے حق میں ہر ایک کے درجہ کے موافق مخلوق اللہ تعالیٰ کیواسطے ادب چاہیے ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگونکی دوسری بدخصلت بیان فرمائی۔ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ پھر بنا لیا ان لوگون نے بچھڑے کو معبود یعنے سامری نے جو بچھڑے کی صورت اپنے ہاتھون ڈھال کر بنا دی اور اُسمین سے گائے کی طرح آواز نکلی تو اُسی کو پوجنے لگے باوجودیکہ معرفت ذات و صفات الٰہی در شرک و کفر کو سن چکے تھے مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ یعنی انہون نے یہ حرکت کی بعد ازانکہ آچکی تھین اُنکے پاس بینات ف یعنے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر معجزے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھون پہونچ چکے تھے پھر بھی نور ایمان سے عقل ستور ہوئی اور نفس کی پیروی میں وہم کی پابندی سے بچھڑے کو معبود بنا لیا حالانکہ بدون دلیل نقلی کے بھی نورانی عقل کو الا کبھی اپنے مانند اشرف المخلوقات

ین سے کسی کی بندگی کرنا تجویز نہ کریگا پھر کہاں کہ بیل بیوقوف جانور کی پرستش کرنے لگے قال اللہ تعالیٰ اولٰئک کالانعام بل ہم اضل۔ اور یہی بھید ہے کہ
حقیقت باطنی مین چونکہ بدتر جانور سے بھی گرے ہوے تھے تو یہ بچھڑا انکو ایسا اشرف معلوم ہوا کہ اسکو پوجنے لگے۔ اور بعض علما نے ذکر کیا کہ اس بچھڑے
پر چونکہ خاک حیات سے ایک اثر تھا یہ اور زیادہ باعث ہوا اسیواسطے فرمایا۔ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ پھر ہمنے ان لوگونکو عفو کیا ف یعنی جڑ سے نابود
نہین کیا۔ وَآتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطَانًا مُّبِينًا۔ اور دیا ہمنے موسیٰ کو تسلط کھلا ہوا ف ظاہر ان لوگونکے اوپر چنانچہ موسیٰ نے انکو حکم دیا کہ تم
اپنی جانونکو توبہ مین قتل کرو یعنی تمھاری توبہ یہی ہے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو پس انھون نے موسیٰ کی اطاعت کی اور انکار نہ کر سکے۔ اور محتمل ہے کہ سلطان مبین
سے حجت واضحہ مراد ہو یعنے توریت و دیگر آیات کہ منجملہ انکے یہ واقعہ توبہ بھی ہے فعلی ہذا عفو کیواسطے توجیہ ہوگی کہ اگرچہ وہ لوگ معجزات باہرہ دیکھ
چکے تھے لیکن بوجہ اسکے کہ اعمال شریعت سے مرتاض نہوے تھے اور جسم مین کثافت کفر باقی تھی تو معاف کر کے توریت عطا ہوئی لیکن انھون نے
اُسکے احکام کو جو ایکبارگی مجموعہ لکھے ہوے تھے دیکھکر سخت جانا اور انکار کیا تو آگے فرمایا۔ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ۔ اور اونچا کیا ہمنے
اُنکے اوپر طور کو یعنے پہاڑ کو ف اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جس پہاڑ پر سبزہ و نباتات ہو وہ طور کہلاتا ہے پس مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ معروف پہاڑ
طور سینا مراد نہین ہے پس بلند کرنا اس پہاڑ کا انکے سرون پر مانند سائبان کے۔ بِمِيثَاقِهِمْ۔ اسواسطے تھا کہ انسے عہد لیا جائے کہ اسپر عمل
کرینگا عہد و پیمان کرو ورنہ پہاڑ تمپر ڈالدیا جاویگا تاکہ خوف کر کے اسکو قبول کرلین اور یہ واقعہ کوہ طور سینا سے ہیٹ و ساحل بحیرۂ قلزم پر جہان
عبور کر کے ہلاک فرعون کے بعد بنی اسرائیل پڑے ہوے تھے واقع ہوا اسیطرح انکی دوسری سرکشی بیان فرمائی۔ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا
الْبَابَ۔ اور ہمنے انسے فرمایا کہ تم داخل ہو دروازہ مین ف یعنے اس قریہ کے دروازے مین گھسو۔ سُجَّدًا۔ سجدہ کرتے ہوے ف
اور یہان پیشانی رکھکر سجدہ کرتے ہوے مراد نہین بلکہ رکوع کے طور پر جھکے ہوے جانا مراد ہے کیونکہ قرینہ سے یہ معنی ظاہر ہین۔ حاصل یہ کہ ان سرکشون نے تعدی سے
اس حکم کو بھی جسطرح کہا گیا تھا نہ کیا بلکہ چوتڑونکے بل گھسیلتے ہوے چلے۔ واضح ہو کہ توریت قبول کرانیکا جب عہد لیا گیا تھا تو پہاڑ انپر بلند کیا
جانا کلام مجید مین مذکور ہے اور مفسر جلالؒ نے مانند بیضاوی و نسفی وغیرہ کے قریہ مین داخل ہونیکے وقت بھی انپر پہاڑ بلند کیے جانیکی
قید ذکر فرمائی ہے حالانکہ توریت کے مشاہدہ کے بعد بنی اسرائیل ایک مدت تک جنگل مین پھنسے رہے پھر اسکے بعد قریہ فتح ہوا بلکہ حضرت موسیٰ نے
اُسی زمانہ مین جبکہ یہ لوگ جنگل مین پھنسے تھے وفات پائی ہے پس شاید کہ یہ دوبارہ واقع ہوا ہو یا سہو قلم سے نکلگیا اور باوجود اسکے بھی مقام مین
تامل ہے قصہ مین خلط واقع ہوگیا ظاہرا اکثر روایات آئین بنی اسرائیل سے لیگئی ہین لہذا اصوب یہ ہے کہ جسقدر آیات کریمہ مین آیا ہے اسیقدر پر اکتفا کیا جاوے
اور قصص انکو دخل نہ دیا جاوے کیونکہ آیات کلام اللہ سبحانہ کا سمجھنا ان قصون پر موقوف نہین ہے اور مترجمؒ انشاء اللہ تعالیٰ مابعد مین اسکو تحقیق کریگا۔
اور قتادہؒ سے روایت ہے کہ ہمسے بیان کیا جاتا تھا کہ یہ قریہ بیت المقدس تھا اور ابن کثیرؒ نے بھی جزم کیساتھ بیت المقدس ہی لکھا ہے اور بعض نے کہا کہ
ایلیا اور بعض نے کہا اریحا وغیرہ اقوال ہین کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی زندگی مین بنو اسرائیل بیت المقدس مین داخل نہین ہوے۔ لیکن یہان منصوص
نہین کہ یہ زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مین حکم ہوا تھا بلکہ سیاق انکی نافرمانیونکی تعداد ہے اسی سے سبت کا قصہ فرمایا کہ۔ وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا
فِي السَّبْتِ۔ یعنے اور ہمنے انکو حکم دیا کہ تجاوز مت کرو سنیچر کے دن مین ف یعنے سنیچر کے روز جو محض عبادت کیواسطے سب کامون سے فارغ کیا گیا ہے
تو اسمین حد سے تجاوز مت کرو کہ اس روز مچھلیونکا شکار کرو۔ اور ورش نے نافع سے لاتعدوا بالفتح عین و تشدید دال روایت کیا پس اصل لاتعتدوا
تھا کہ تا کو دال مین ادغام کر دیا اور یہ قصہ زمانہ داؤد علیہ السلام مین واقع ہوا اور وجہ یہ تھی کہ سمندر مین سنیچر ہی کے روز چڑھاؤ ہوتا تھا اور اُسی روز
مچھلیان کثرت سے آتی تھین ورنہ باقی ایام خالی جاتے تھے اور حاصل یہ کہ ان لوگون نے نہ مانا۔ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا۔

ہمنے انسے اس بات پر گہرا عہد و پیمان لیا تھا ف پھر بھی اُنھون نے توڑ دیا یہ سب تو اُنکی گستاخیون و بدعہدیون کا بیان ہوا جو اُنھون نے حضرت
موسیٰ و مابعد پیغمبرون کے ساتھ کین جنکے واسطے آج تعصب کرتے ہین اور آیندہ اُنکی سزا ذکر ہے بقولہ تعالےٰ

سو اُنکے قول ... توڑنے پر ... اور منکر ہونے پر ... اللہ کی آیتون سے ... اور خون کرنے پر ... پیغمبرون کا ... ناحق ... اور اس کہنے پر کہ ہمارے دلپر

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا

غلاف ہے ... کوئی نہین پر اللہ نے مہر کی ہے اُنپر مارے کفر کے ... سو یقین نہین لاتے ... مگر کم ... اور اُنکے کفر پر ... اور مریم پر

غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى

بڑا طوفان بولنے پر ... اور اس کہنے پر کہ ہمنے مارا ... مسیح ... عیسیٰ ... مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا ... اور

مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ

نہ اُسکو مارا ہے ... اور نہ سولی پر چڑھایا ولیکن وہی صورت بنگئی اُنکے آگے ... اور جو لوگ اس مین کئی باتین نکالتے ہین وہ اسجگہ شبہہ مین پڑے ہین

مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ

کچھ نہین ... انکو اسکی خبر ... مگر اٹکل پر چلنا ... اور اُسکو مارا نہین بیشک ... بلکہ اسکو اُٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ زبردست حکمت والا

مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ - اس مین ما زائد ہے جو تاکید سببیہ کے واسطے بڑھایا گیا یعنی قوی سبب سے ایسا ہوا - اور بار سببیہ ہے اور تعلق اُس کا فعل محذوف سے ہے ای لعناہم بسبب نقضہم یعنی ہم نے اُنکو ملعون کیا بسبب اُن کے توڑ دینے کے عہد میثاق کو - ھ - اور یہ حذف فعل بقرینہ دوسری آیت کے ہے کہ فرمایا فبما نقضہم میثاقہم لعناہم کما لعنا اصحاب السبت الآیہ - اور میثاق یہ تھا کہ صفت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ظاہر کرین کذا قیل ولیکن اوجہ یہ ہے کہ یہ بھی منجملہ ان امور کے تھا جو میثاق مین داخل تھے کیونکہ لعنت اُن پر قبل سکے واقع ہوئی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت مین تحریف کرنا اور چھپانا انسے وقوع مین آوے اسلیے کہ تحریف واخفا کرنیوالے تو یہ لوگ ہوئے جو زمانہ آنحضرت صلعم مین تھے اور حاصل ان ان گستاخونکے عہد توڑنیکے سبب سے - وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - اور آیات الٰہی سے کفر کرنیکے سبب سے ف وہ آیات جو توریت مین تھی یقینًا عیسیٰ اور محمد صلعم کی صدق نبوت پر دلالت کرتی تھین وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ اور انبیاء کو قتل کرنیکے سبب سے ف جیسے زکریا و یحییٰ کو قتل کر ڈالا - بِغَيْرِ حَقٍّ بغیر کسی سبب کے جس سے استحقاق قتل ثابت کرین بلکہ محض نفسانیت و عداوت حق کیوجہ سے قتل کیا - وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ اور بسبب انکے اس قول کے کہ قلوبنا غلف ف یعنے آنحضرت صلعم سے یہود نے ایسا کہا تھا چنانچہ سورۂ بقرہ مین گذرا بقولہ تعالےٰ وقالوا قلوبنا غلف - اور احتمال ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام سے ان یہودیوں کے باپ دادے کہا کرتے ہون اور معنی اُسکے یہ کہ ہمارے دل ڈھکے ہین جیسا کہ ابن عباس و مجاہد و جماعہ تابعین سے مروی ہے اور یہ مانند قول مشرکین کے ہے کہ قالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ الآیہ - اور بعض نے کہا کہ جمع اغلف ای قلوبنا اوعیۃ للعلم ہمارے دل تو خزانہ علم ہین ہمکو کسی رسول کی شریعت وغیرہ کی حاجت نہین ہے اور اول اصح ہے اور معنی یہ کہ طعن سے کہتے کہ ہمارے دل تو ڈھکے ہوئے ہین تمھاری بات انمین نہین سماتی ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا بقولہ - بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ - ای ختم اللہ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ یعنے اُنپر ڈھکنا نہین بلکہ اس سے بڑھکر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اُنپر مہر کر دی بسبب اُنکے کفر کے پس کوئی نصیحت سود رسان

ہو ہمین نہین سماتی ہے۔ **فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا** پس نہین ایمان لاتے مگر انمین سے تھوڑے ف جنکے دلونپر مہر نہین ہے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ
اور اسکی تفسیر سورۂ بقر مین گذر چکی۔ اور بعض نے کہا کہ الا ایمانا قلیلا۔ یعنے تھوڑا ایمان یعنے پورا ایمان نہین لاتے بلکہ بعض رسولونپر مانند موسیٰؑ کے جو کالعدم
ہے اسواسطے کہ بعض پر ایمان اور بعض سے انکار بمنزلہ کل سے انکار کے کفر ہے۔ **وَبِكُفْرِهِمْ** ثانیا یعنے وکرر الباء للفصل بینہ وبین ما عطف علیہ
یعنے اور ملعون کیا ہمنے انکو بسبب انکے کافر ہونیکے ف یعنی دوسری بار حضرت عیسیٰؑ سے کفر کیا اور یہ معطوف ہے بنقضہم پہ بالکفر ہم پہ لیکن بار کو پھر اعادہ
فرمایا اسوجہ سے کہ معطوف و معطوف علیہ کے درمیان قولہ بل طبع اللہ علیہا الخ سے فصل ہوگیا تھا اور نیز جب معطوف دراز ہو جاوے تو اعادہ بلا فصل
بھی مستحسن ہے۔ **وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا** اور بسبب انکی بدگوئی کے مریمؑ پر بہتان عظیم لگاکر ف کیونکہ یہود نے ان پاک
بندی کو زنا کی تہمت لگائی لعنۃ اللہ علیہم ایسا ہی ابن عباس سے مروی ہے اور عظیم اسوجہ سے کہ زنا بدفعل ہے جس سے فرزند کا خون ہوتا ہے
خصوص بلا کسی دلیل کے خصوص جبکہ ولادت کے بعد حضرت عیسیٰؑ سے پوری بریت کے معجزات ظاہر ہوئے خصوص جبکہ حضرت یحییٰؑ اسکے قریب
ہی تھے کہ بہوس بڑھے و بڑھیا سے پیدا ہوئے جیسے حضرت عیسیٰؑ بدون باپ کے مانند آدمؑ کے بدون ماں و باپ کے پیدا ہوئے تھے۔
وَقَوْلِهِمْ یفخرون اور بسبب اس قول کے جو فخر کرتے ہوئے اُنھون نے کہا کہ۔ **إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ**
اللَّهِ ہمنے قتل کیا ہے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو ف لفظ رسول اللہ کو یہ لوگ مسخرہ پن و ٹھٹھول سے کہتے تھے جیسے مشرکین کہتے حضرت
صلعم کو کہا کہ یا ایہا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون یس معنی یہ کہ ہمنے قتل کر دیا مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کو جو اپنے واسطے رسول اللہ ہونیکے مدعی تھے اور
شاید اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کی تکریم کے لیے یہ وصف ذکر فرمایا بہرحال مراد یہ ہے کہ اپنے زعم مین وہ لوگ ایسا جانتے تھے کہ ہمنے مسیح علیہ السلام کو قتل
کر دیا حاصل یہانتک یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمنے مجموع ان سب باتونکی وجہ سے جو مذکور ہوئی ہین انکو عذاب لعنت مین گرفتار کیا پھر اللہ
تعالیٰ نے ان مردودونکے دعوے قتل مین تکذیب کی چنانچہ فرمایا۔ **وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ** اور انھون نے
عیسیٰ بن مریمؑ کو قتل نہین کیا اور نہ اسکو سولی دی ولیکن اُنپر مشتبہ کیا گیا ف یعنے ان بیباکون نے تو اپنے زعم مین حضرت عیسیٰؑ کو جو اللہ عز وجل کا
رسول تھا قتل کرکے گناہ عظیم جو کفر ہے سمیٹا لیکن یہ گمان انکا غلط ہے حقیقت مین وہ قتل نہین کرنے پائے اور نہ سولی دی ولیکن انکی نظر مین مشتبہ
کر دیا گیا ای شبہ لہم المقتول والمصلوب یعنی صاحبہم یعنی ای القی اللہ شبہہ علیہ فظنوہ ایاہ یعنی جو مقتول و مصلوب ہوا وہ انھین کا ساتھی منافق
تھا جو سراغ بتانے کو گیا تھا وہ عیسیٰؑ کے مشابہ کر دیا گیا یعنے اللہ تعالیٰ نے اس منافق کے فقط چہرے پر حضرت عیسیٰؑ کی شباہت ڈال دی پس
یہود نے اسی کو عیسیٰؑ گمان کرکے قتل کیا اور سولی دی اور عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا مترجم کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہنے کی وجہ
یا تو یہ کہ جبرئیل علیہ السلام نے اُنپر برکت کا ہاتھ پھیرا تھا پس مسیح بمعنے ممسوح تھے یا یہ کہ مبروص اندھے و کوڑھی کو مسح کرتے وہ اچھا ہو جاتا پس بمعنے
ماسح تھے یا اسکے سیاح زمین یعنے دائمی مسافر رہتے تھے اور مروی ہے کہ یہود مردود کے ایک گروہ نے کھلے خزانے حضرت عیسیٰؑ کے منہ پر انکی
ماں کو گالی دی و بہتان باندھا پس حضرت عیسیٰؑ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ اے میرے اللہ تعالیٰ جامع صفات کمال تو ہی میرا پروردگار ہے
تجھی نے مجھ بندے کو اپنے کلمہ سے پیدا کیا اور رسول کیا مین ان لوگونکی ہدایت چاہتا ہون اور یہ اسطرح مجھے خوار بنانا چاہتے ہین تو
انکو لعنت فرما اور مجھے عفو کر دے پس ناگاہ ان ملعونونپر جنھون نے گالی دی تھی عذاب نازل ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو سور و بندر کر دیا اور
بعض روایتون مین ہے کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا ایک مرتبہ سور ہوئے اور دوسرا گروہ بندر ہوئے تھے باوجود اسکے ان ملعونونکو تنبیہ نہوئی اور
راہ راست نہ سوجھی بلکہ اور بھی سمجھ بیٹھے کہ بڑا ساحر زبردست ہے اور بادشاہ پر جادو و اثر نہ کرسکیگا لہذا بادشاہ دمشق کے پاس گئے جو کافر

لہ اے شخص جسپر قرآن اتارا گیا ہے تو مجنون ہے اقول یہ کفار خود ہی خبیث ملعون مجنون تھے جو طعنہ دیتے تھے ۱۲ م

ستارہ پوجتا تھا اُسکو آمادہ کیا کہ اُسنے حضرت عیسیٰ کے قتل کا فرمان بھیجا اور بیت المقدس کا حاکم اپنے ساتھ یہودیوں کو لیکر اُنکی تلاش میں ہوا اور شیخ ابن کثیر
نے ذکر فرمایا کہ قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن سنان حدثنا ابو معاویہ عن الاعمش عن المنہال بن عمرو عن سعید بن جبیر عن ابن عباس - کہا ابن عباسؓ نے کہ
جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اُٹھا لینا چاہا تو حضرت عیسیٰ نکلکر اپنے یاروں کے پاس آئے اور مکان میں بارہ حواری تھے پس مکان کے
چشمہ سے نکلکر اُنکے پاس کوٹھری میں آئے گویا اُنکے سر سے پانی ٹپکتا تھا اور فرمایا کہ تم میں ایک شخص ایسا ہے کہ بارہ مرتبہ میرے ساتھ کفر کریگا بعد اسکے کہ
اُسنے مجھپر ایمان لانا ظاہر کیا ہے پھر فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کون اس بات کو اختیار کرتا ہے کہ بجائے میرے قتل کیا جاوے اور جنت میں میرے درجہ
میں میرے ساتھ ہو اور اسکے چہرے پر میری شباہت ڈالی جائیگی پس ایک نوجوان اُٹھ کھڑا ہوا کہ میں قبول کرتا ہوں اور یہ سب سے کمسن تھا پس آپنے
فرمایا کہ تو بیٹھ جا گویا حضرت عیسیٰ نے اسکو نا تجربہ کار سمجھکر بٹھلایا پھر دوبارہ وہی بات کہی تب بھی وہی نوجوان کمسن اُٹھ کھڑا ہوا پھر بٹھایا پھر تیسری بار
اعادہ کیا تب بھی وہی نوجوان اُٹھ کھڑا ہوا پس آپنے فرمایا کہ تیری ہی قسمت میں یہ دولت ہے پھر عیسیٰ کو ذرا سی نیند آگئی (وہ آسمان کو اُٹھا لیے گئے
اور اس نوجوان کے چہرے پر عیسیٰ کی شباہت ڈالی گئی اور یہود کی دوڑ آگئی انھوں نے اس شخص کو گرفتار کر لیا جسپر شباہت پڑی تھی اور قتل کر کے
سولی دیدی پھر انمیں سے بعض نے حضرت عیسیٰ سے بارہ مرتبہ کفر کیا بعد اسکے کہ انپر ایمان لایا تھا اور یہ سب تین گروہ ہوگئے ایک گروہ نے کہا کہ
ہم میں اللہ تعالیٰ رہا جب تک اُسنے چاہا پھر آسمان کو چڑھ گیا - یہ لوگ تو یعقوبیہ فرقہ ہے اور دوسرے نے کہا کہ ہم میں اللہ تعالیٰ کا بیٹا تھا پھر
اُسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا اور یہ نسطوریہ فرقہ ہے اور تیسرے فرقہ نے کہا کہ ہم میں اللہ کا بندہ اور اُسکا رسول برحق رہا پھر اُسکو اللہ تعالیٰ نے
نے اُٹھا لیا اور یہی مسلمان فرقہ تھا پھر دونوں کافر فرقوں نے ملکر فرقہ مسلمان کو قتل کر ڈالا اور برابر فرقہ مسلمان مٹا ہوا رہا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے
محمد صلعم کو مبعوث فرمایا اور آپپر حق بات کو نازل فرمایا تو ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل کا یعنی وہ گروہ جو زمانہ عیسیٰ میں ایمان لایا تھا اور کفر کیا ایک
گروہ بنی اسرائیل نے یعنے جسنے زمانہ عیسیٰ میں کفر کیا تھا پس قولہ تعالیٰ فایدنا الذین آمنوا یعنے محمد صلعم کی مدد سے مسلمان فرقہ کے دین کو کافر فرقہ پر
مدد دی **قال ابن کثیر** وہذا اسناد صحیح وقد رواہ سعید بن منصور والنسائی وابن مردویہ وقد روینا القصۃ بالفاظ مختلفۃ فیما رواہ ابن جریر وعبد بن
حمید وابن المنذر و محمد بن اسحاق بن یسار رحمہم اللہ تعالیٰ مترجم عفی عنہ کہتا ہے کہ مختصر زوائد ان روایات مختلفہ کے ذکر کرد یئے کیونکہ مزید افادہ سے خالی
نہیں ولیکن روایت مذکورۂ بالا میں اپنے موقع پر رکھنا چاہیئے **قال ابن کثیر** اور اس شخص پر عیسیٰ کی شباہت ڈالی گئی گویا وہی عیسیٰ ہے اور کوٹھری
کی چھت میں ایک روزنہ ہوگیا اور عیسیٰ کو نیند آگئی اسی حال میں آسمان کو اُٹھا لیے گئے کما قال تعالیٰ اذ قال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی الآیہ
پھر ساتھ والے باہر نکلے تو جب یہود کے دوڑ والوں نے نوجوان کو دیکھا تو عیسیٰ گمان کر کے رات میں پکڑ کر سولی دیدی اور نصاریٰ کے ایک گروہ نے بھی
یہود کے دعوی کو کہ ہمنے عیسیٰ کو قتل کیا ہے اپنی جہالت و نادانی سے مان لیا سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکا اُٹھایا جانا آنکھوں دیکھ لیا تھا
حتیٰ کہ باقیوں نے اپنی کتابوں و انجیلوں میں گمان یہود کے موافق یہی ذکر کیا کہ سولی دیے ہوئے کے پاس مریم رو رہی تھیں اور کہا گیا کہ بیٹے کو
حضرت عیسیٰ نے زندہ کیا تھا اُسنے ساتھ دیا - بالجملہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا امتحان ہے کہ اُسنے بندوں کو اسمیں مبتلا کیا اور اس ضمن میں عجیب عجیب حکمتیں
ہیں از انجملہ ان لوگوں کو جنکی جبلت یہی کہ اوہام و گمان کی پیروی میں بہ نسبت امور عقلی و یقینی کے زیادہ سرگرم تھے مبتلا کر دیا چنانچہ فرمایا - **وَإِنَّ
الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ** - اور جن لوگوں نے دربارہ عیسیٰ کے اختلاف کیا ہے **لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ** - تو وہ اس سے شک میں تھے (شک
ای من قتلہ حیث قال بعضہم لما رأوا المقتول الوجہ وجہ عیسیٰ والجسد لیس بجسدہ فلیس ہو وقال آخرون بل ہو یعنے عیسیٰ کے قتل سے شک میں
تھے چنانچہ بعض نے جسمیں شک تھا اس مقتول کو دیکھا اور کہا کہ چہرہ تو عیسیٰ کا چہرہ ہے مگر بدن وہ نہیں ہے اور دوسروں نے کہا کہ نہیں وہی ہے اور بدن

بوجہ ہجوم کے گڑبڑ گیا ہی۔ وَمَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۔ اور اُسکے قتل کے ساتھ اُنکو کچھ قطعی علم نہین تھا۔ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ لیکن فقط گمان کی
پیروی کرتے تھے ف یہ استثنار منقطع ہی کہ الا بمعنے لکن ہی ای لیکن یہ لوگ پیروی کرتے اُس گمان کی جو اُنھون نے اپنے خیال مین تخیل کر لیا اور گڑھ لیا تھا
وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۔ اور نہین قتل کیا اُسکو درحالیکہ یہ بات یقینی ہی۔ پس یقینًا حال ہی جو نفی قتل کا موکد ہی وقال ابن کثیر ای ماقتلوہ متیقنین ۔
یعنے نہین قتل کیا اُسکو درحالیکہ یقین رکھتے ہون بلکہ شک و وہم کرنے والے تھے کہ شاید بدن بگڑ گیا ہو اور چہرہ تو وہی معلوم ہوتا ہی پس مشکوک
تھے اور یقینًا قتل نہین کیا۔ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے اسکو اپنی طرف اُٹھا لیا ف اور جب عیسیٰؑ کے حوارین نے مدت کے
بعد لوگون سے اپنا معائنہ ظاہر کیا تو اور بھی زیادہ شک ہو گیا اگر کہا جاوے کہ الیہ کی ضمیر بجانب حق تعالیٰ راجع ہی حالانکہ بالیقین وہ تعالےٰ
جسم و جہت سے پاک ہی اور یہ امور اسکی شان پاک کے لائق ہی نہین ہین تو جواب یا گیا کہ مضاف محذوف ہی ای الی سمائہ یعنے اپنے آسمان کیطرف اُٹھایا۔ اور
اعتراض کیا گیا کہ اضافت کا کوئی فائدہ نہین بلکہ الی السماء چاہیے تو جواب یا گیا کہ نہین بلکہ اضافت سے یہ فائدہ ہی کہ ایسے مقام کی طرف اُٹھا لیا
جہان کسی آدمی کا ہاتھ نہین پہنچ سکتا اسیواسطے اہل تفسیر نے کہا کہ قولہ الیہ ای الی مکان لا یصل ہناک حکم انسان۔ اور یہ معنے نہین کہ ضمیر مذکور راجع
بجانب مکان ہی کیونکہ آل عمران مین قولہ انی متوفیک و رافعک الی۔ الآیۃ مین ضمیر کا رجوع بجانب او تعالیٰ اصرح ہی۔ اور بعض نے کہا کہ بسبب عظمت و جلال الٰہی
کے جہت علو کی نسبت حضرت باری تعالیٰ کیطرف قرار دیگئی ہی چنانچہ ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے عرش کو ساتون آسمان کے اوپر فرمایا ہی مگر یہ
اس معنے کر نہین کہ فی الحقیقت اللہ تعالےٰ سبحانہ کے واسطے جہت اعلیٰ محل استقرار ہی کیونکہ بالقطع معلوم ہی کہ او تعالےٰ جسم و جہت سے مبرا ہی پس معنے قولہ رفعہ اللہ
الیہ کے یہ کہ رفعہ الی السماء اسیواسطے احادیث مین آسمان کیطرف اُٹھا لیا جانا مذکور ہی۔ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا ۔ فی ملکہ اور اللہ تعالےٰ غالب ہی اپنی بادشاہت
مین حَكِيمًا ۔ فی صنعہ جو کرتا ہی وہ کمال حکمت سے ف اگرچہ بندہ ناچیز مخلوق کی عقل اس حکمت کو نہ پہونچے پھر واضح ہو کہ وہب بن منبہ کے قول
مین سترہ حوارین سب بصورت عیسیٰؑ ہو گئے اور آخر ایک نے اپنی جان فدا کی بامید جنت اور عیسیٰؑ اُٹھا لیے گئے اور دوسری روایت مین یہ ہی کہ صبح ہوتے
حواریون سے ایک شخص کی نسبت حضرت عیسیٰؑ نے مرتد ہو جانے کا مبہم اشارہ فرمایا تھا اور کہا تھا کہ مجھے قلیل داموں کو فروخت کریگا وہ یہود کے پاس بتہ
بتانے گیا اور تیس درم پر اُنکو لایا اور اللہ تعالےٰ نے نوجوان پر عیسیٰؑ کی شباہت ڈالی اور قتل ہوا پھر جو مرتد ہوا تھا نادم ہو کر اپنا گلا گھونٹ کر مر گیا۔ رواہ ابن جریر
اور محمد بن اسحٰق نے طول روایت مع نام حوارین کے ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ یہودی جب ڈر لیکر داخل ہوئے تو تعداد عیسیٰؑ مع حوارین کے جانتے تھے پھر
جسپر شبہ عیسیٰؑ ڈالی گئی تھی اُسکو قتل کیا اور عیسیٰؑ اُٹھالیے گئے پھر منجملہ تعداد معلوم کے ایک کو جسکا نام یودس زکریا یوطا تھا گم پایا اسی مین اختلاف ہوا کہ
یہ جسم تو اسی حواری کا ہی مگر چہرہ البتہ چہرہ مسیح ہی اور اگر یہ مسیح ہی تو وہ کہان گیا غرضکہ اختلاف پڑ گیا اور بعض نصاری کا گمان ہی کہ اسی نے اُنکو پتہ بتایا
مگر چونکہ اسی پر شباہت ڈالی گئی تو اُسکو قتل کیا حالانکہ وہ چلاتا تھا کہ مین نے ہی انکو پتا دیا ہی مین عیسیٰؑ نہین ہون مگر اسکو قتل کیا پھر اللہ تعالیٰ دانا ہی کہ
بات کیا واقع ہوئی لیکن قطعی معلوم ہی کہ اللہ تعالےٰ نے مسیح علیہ السلام کو اُٹھا لیا اور دنیاوی خواہش غذا و پانی وغیرہ سے اُنکو منقطع کر دیا اور عیسیٰ کا معاملہ
اُنپر مشتبہ کر دیا گیا۔ اور ابن جریر نے یا ختیار کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کی شباہت اُنکے تمام اصحاب پر طاری ہو گئی تھی اور یہود نے کہا کہ ہمکو سحر مین بست لاؤ ٹھیک
بتا بتاؤ ورنہ ہم تم سب کو قتل کرینگے اور انہین سے ایک نے اپنی جان فدا کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُٹھالیے گئے تو تعداد مین کمی پائی جانے کی وجہ سے
آخر انمین اختلاف ہو گیا اور شبہ پیدا ہوا اور مترجم کہتا ہی کہ روایت ابن ابی حاتم وغیرہ من طریق سعید بن جبیر عن ابن عباس صحیح الاسناد ہی واللہ اعلم
ف عارف سید اس مشابہت واقع ہو جانے کے اسرار کو یون بیان کیا کہ قولہ ولکن شبہ لہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالےٰ کی خلقت میں ملکیت و
روحانی تھی جسنے ظہور اسرار الٰہی تھا پس اس نور کے ظہور سے وہ مردونکو زندہ کرتے تھے کیونکہ یہ ظہور خالص اللہ تعالےٰ کیطرف سے تھا لیعنے قدرت کا ظہور اس

ف ای جہت علو میں مکان کی کوئی خاص نہین ۱۲

لباس مین تھا پھر جب اللہ تعالے نے انکو اپنے قرب مین اُٹھا لینا چاہا تو انکی روح سے پردہ اُٹھا دیا پس انکے بعض خاص مریدون پر انکی روح کا ظہور ہوا جس سے
وہ شخص انکے نقش سے منقوش ہوگیا اسواسطے کہ عیسیٰؑ کی صورت انکی روح کے نقش سے منقوش تھی اور یہ ظہور قوت الٓہیہ کا تھا اور اس سے عیسیٰؑ کو تائید
تقلیب اعیان تھی یعنے اعیان موجودات کو بدل دیتے تھے اور یہ نہین ہوسکتا مگر اسی طرح کہ اللہ عزوجل کا فعل ہو اگرچہ ظہور اسکا ایک مظہر خاص سے ہو لیکن فعل
الٰہی عزوجل اس سے پاک منزہ ہے کہ اسمین انسانی ناسوت کو لاہوت سے کچھ لگاؤ ہوجاوے یعنے مثلاً انسان اگر جمادات سے کوئی کام لیتا ہے تو اسمین دخل فی الکلیہ
جمادات کو بھی ہوجاتا ہے اور فعل باری تعالے کے ظہور مین مظہر عیسیٰؑ کو کچھ بھی امتزاج نہ تھا۔ اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے جو عیسیٰؑ کو اس کیفیت سے
اُٹھا لیا اسمین یہ دقیق اشارہ ہے کہ اللہ تعالے کے علم قدیم مین یہود و نصاریٰ کی طبیعتین معلوم تھین وہ تمام لوگون پر ظاہر کردین کہ یہ لوگ تقدیس اور تنزیہ سے نفرت
کرتے ہین اور تشبیہ کیطرف مائل ہین پس اللہ عزوجل کمال منزہ و مقدس ہے کسی تصور و وہم و خیال و قیاس کو مجال نہین کہ اسکو ذہن مین لاوے وہ ہر شباہت
سے بری ہے کوئی چیز اسکے مانند نہین ہے اور یہ لوگ ایسے معبود کیطرف مائل ہوتے ہین جسمین مشابہت ہو کیونکہ یہ لوگ ایسے ہین کہ خیال و وہم کے بندے ہین کیا تو
نہین دیکھتا کہ بچھڑے کے پوجنے والے کیسی محبت سے اُسکے بندے بن بیٹھے تھے اور تو نہین دیکھتا کہ نصاریٰ کس جرأت سے کلمہ کفر بولتے ہین کہ ان اللہ
ھو المسیح ابن مریم اللہ وہی مسیح بن مریم ہے پس اس علت سے اُٹھا لینا انکو قدس صفات کی معرفت ہوتی لیکن وہ غلطی و بدراہی میں انکی الوہیت کے قائل ہوگئے پھر دوسری بلا یہ کہ

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ

اور نہین کوئی اہل کتاب مین سے مگر البتہ ضرور وہ عیسیٰ پر ایمان لاویگا اسکی موت سے پہلے اور قیامت کے روز عیسیٰ ان لوگون پر گواہ ہوگا

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ۔ یعنے اہل کتاب یہود و نصاریٰ مین سے کوئی نہین مگر وہ ضرور ایمان لاوے گا
عیسیٰؑ پر۔ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔ اپنی موت سے پہلے فقط جبکہ ملائکہ موت کو معائنہ کریگا مگر اُسوقت یہ ایمان کچھ نفع نہ دیگا یا یہ معنی ہین کہ عیسیٰؑ کی موت سے
پہلے کیونکہ وہ قیامت کے قریب زمین پر اُتارے جاوینگے جیسا کہ ایک حدیث مین آیا ہے۔ جاننا چاہیے کہ ان نافیہ ہے اور قولہ لیؤمنن بہ جملہ قسمیہ صفت ہے
موصوف محذوف کی چنانچہ احد کو مفسرؒ نے مقدر کیا اور بہ کی ضمیر حضرت عیسیٰؑ کیطرف راجع ہے اور عیسیٰ پر ایمان لانے کے یہ معنی کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ عزو
جل کا بندہ اور اسکا رسول برحق تھا اور قبل موتہ کی ضمیر مین بعض نے کہا کہ اہل کتاب مین سے ہر فرد کی طرف راجع ہے یا حضرت عیسیٰؑ کیطرف راجع
ہے اور مفسرؒ نے یہان دونون قول نقل کیے اور ترجیح نہین دی کیونکہ سلف سے دونون قول ثابت ہین مگر قول دوم ترجیح دیا گیا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے مقام کو
اچھی تفصیل سے بیان فرمایا جسکی تلخیص یہ ہے کہ اہل تاویل نے معنے آیت مین اختلاف کیا اگرچہ سب تاویلات کے معنے صحیح ہین پس علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت
کی کہ اُنھون نے آیت کی تفسیر مین کہا کہ نہین مریگا کوئی یہودی مگر آنکہ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لاویگا اور ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی
کہ اہل کتاب سے خاصۃً یہود مراد ہین وقال عکرمۃ کوئی یہودی نہ مریگا مگر آنکہ گواہی دیگا کہ عیسیٰؑ بندہ اللہ کا اور اسکا رسول برحق ہے وعنہ قال اگر یہودی کی
گردن ماری جائیگی تو بھی اُسکی روح نہ نکلیگی یہانتک کہ عیسیٰؑ پر ایمان لاوے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابن عباسؓ سے یہ صحیح ثابت ہے اور ایسا ہی مجاہد
عکرمہ و محمد بن سیرین سے صحیح ہے اور یہی قول ضحاکؒ و جویبر وغیرہ کا ہے اور توجیہ اس قول کی یہ کیگئی کہ ہر ملت والا جب اُسکی روح نکلنے کا وقت ہوتا ہے
تو اسکو حق ظاہر ہوجاتا ہے اگرچہ اُسوقت ایمان لانا یعنے حق کو سچ جان لینا دو وجہ سے کچھ فائدہ نہین دیتا ایک یہ کہ ایمان کا مدار تصدیق بالغیب پر ہے
اور اُسنے معائنہ کرکے تصدیق کی پس ایمانی تصدیق نہوگی دوم یہ کہ نزع روح کا وقت وہ وقت نہین ہے جس وقت کہ ایمان لانے کی اُسکو تکلیف دی
گئی تھی پس بے وقت جب تصدیق کی تو بے فائدہ ہے۔ پس اس تاویل کی صحت پر حضرت اُبی بن کعب کی قرأۃ بھی دلالت کرتی ہے کہ انھون نے
قولہ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہم پڑھا ہے کیونکہ اس قرأۃ پر قبل موتہم کی ضمیر لامحالہ اہل کتاب کیطرف راجع ہے ایسے ہی قبل موتہ مین بھی

واحد از اہل کتاب کیطرف راجع ہو۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ ضمیر اول بجانب محمد صلعم اور دوسری بجانب ہر واحد از اہل کتاب راجع ہی ابن جریرؒ نے اس کو ذکر کرکے اپنی اسناد سے عکرمہؒ سے روایت کی کہ انھون نے فرمایا کہ کوئی نصرانی یا یہودی نہین مریگا مگر آنکہ وہ محمد صلعم پر ایمان لاویگا پھر یہی آیت پڑھی **قال المترجم** قول عکرمہؒ اس آیت کی تفسیر نہین ہی ورنہ اس سے ضمیر اول کا بجانب حضرت صلعم راجع ہونا معلوم ہوتا ہی بلکہ ظاہر یہ کہ عکرمہؒ نے علم شرع سے یہ بات بیان فرمائی کہ ہر یہودی و نصرانی اگر زندگی مین آنحضرت صلعم پر ایمان نہین لاتا تو موت کے وقت جبکہ کچھ فائدہ نہ دیگا ضرور یقین جان لیگا کہ محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے رسول و بندے ہین بدلیل آنکہ عیسیٰؑ کی نسبت قولہ و ان من اہل الکتاب الآیۃ سے یہ بات ثابت ہی پس ظہور حق جو وہان ہی وہی یہان ہی لہذا ضرور اس حق کو بھی معائنہ کرکے مریگا بنا بر آنکہ توجیہ قول اول مین مذکور ہوا ہی۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ ہر دو ضمیر حضرت عیسیٰؑ کی طرف راجع ہین یعنے اہل کتاب مین سے کوئی کتابی نہین مگر آنکہ ضرور حضرت عیسیٰؑ پر عیسیٰؑ کی موت سے پہلے ایمان لاویگا اور اسکی توجیہ یہ ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب خبیث دجال کو قتل کرنیکو اسطے اترینگے تو اس زمانہ مین جہاد سے سب ملتین ایک ہو جاوینگی اور وہ ملت اسلام بشریعت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہی۔ اور سعید بن جبیرؒ و عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ و ان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ کہا ابن عباسؓ نے یعنے قبل موت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے اور ابو مالکؒ نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت ہوگا کہ اہل کتاب مین سے کوئی باقی نہ رہیگا مگر آنکہ ان پر ایمان لاویگا **قال المترجم** یعنے یہ ایمان لاویگا کہ عیسیٰؑ بندہ اللہ تعالیٰ کا و اسکا رسول برحق تھا اور انھون نے جو محمد صلعم کے رسول ہونیکی خبر دی تھی وہ برحق ہی جو محمد صلعم پر ایمان لاویگا اور حضرت عیسیٰؑ آنحضرت صلعم ہی کی شریعت پر چلینگے۔ اور حسن بصریؒ سے مانند قول ابن عباسؓ کے مروی ہی اور یہی قول قتادہ و عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم اور بہتیرونکا ہی اور ابن جریرؒ نے اسی قول کو اولیٰ بصحت لکھا ہی اور **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ یہی قول بےشک صحیح ہی کیونکہ یہود نے و انکے ساتھ ہو کر جاہل نصرانیون نے حضرت عیسیٰؑ کے مقتول و مصلوب ہونیکا دعویٰ کیا تھا پس اس دعوی کو مردود و باطل ظاہر کرنا ان آیات کے سیاق سے مقصود ہی پس اللہ تعالیٰ نے ان آیات مین خبر دی کہ بات تحقیقی یون نہین ہی جیسے یہود و نصاریٰ کہتے ہین کہ عیسیٰؑ مقتول ہوے بلکہ یہودیون نے تو فقط ایک شخص غیر کو جسپر حضرت عیسیٰؑ کی مشابہت ڈالی گئی تھی قتل کیا حالانکہ انپر یہ بات خود نہین کھلی اور عیسیٰؑ کو حق تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا اور وہ زندہ موجود ہی اور قیامت سے کچھ پہلے اترینگا اور دجال کو قتل کریگا اور صلیب توڑ دیگا اور جزیہ قبول نہ فرماویگا بلکہ حکم دیگا کہ اسلام لاوین یا تلوار سے قتل کیے جاوین پس اس آیت کریمہ سے آگاہی ہوئی کہ اسوقت تمام اہل کتاب اسی بات پر ایمان لاوینگے کوئی بھی باقی نہ رہیگا **قال المترجم** اس سے رد ہوگیا قول زجاجؒ کا کہ آیت کریمہ مین عموم ہی اور اس قول مین خاص اسوقت کے لوگ ہوے اور وجہ رد یہ کہ بعموم اسوقت کے لوگونکی طرف راجع ہی یعنے جو لوگ اسوقت ہونگے انہین سے کوئی بھی بدون اسکے باقی نہوگا کہ ایمان نہ لاوے اور مترجم نے سورۂ بقرہ کے پارۂ الم کی تفسیر مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت دربارہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مفصل لکھدی ہی جسمین مذکور ہی کہ مسیح کی نسبت جو بہتانات لگائے جاوینگے انکو وہی پیغمبر خاتم النبیین آکر دور کریگا اور اپنے مسیح کو جاہلونکے بہتان سے چھوڑا دیگا **قال ابن کثیرؒ** اور قول اول اس آیت کی تفسیر مین ایک بیان واقعی ہی اسواسطے کہ حضور موت کے وقت ہر نفس کو حق ظاہر ہو جاتا ہی اگرچہ معائنہ ملک الموت کیوقت کا ایمان کچھ نافع نہین اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ مقصود بھی اس آیت سے یہی ہی **قال المترجم** مفسر جلالؒ کا کلام مشیر ہی کہ انکے نزدیک راجح معنے اول ہین اور شاید بنظر آخر آیت یہ اختیار فرمایا۔ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا۔ یعنے قیامت کے روز انپر عیسیٰؑ گواہ ہونگے اور ان اہل کتاب پر اسی طرح گواہ ہونگا جو انھون نے اسوقت کی جبکہ عیسیٰؑ انمین موجود تھے عمل کیا تھا یعنے قیامت کے روز اہل کتاب کے اعمال کی گواہی دیگا جو انھون نے دنیا مین کیے ہین چنانچہ یہود پر یہ گواہی دینگے کہ انھون نے مجھے جھٹلایا اور میرے اوپر بہتان باندھا اور نصاریٰ پر یہ گواہی دینگے کہ انھون نے راہ توحید سے برخلاف میرے حقیقت فرمانے کے مجھے خدا قرار دیا جیسا کہ انمین بعض یون اور قتادہؒ نے

کہاکہ اس امر کے گواہ ہونگے کہ میں نے اپنے پروردگار کی رسالت اُنکو پہونچادی تھی اور اپنے اوپر بندہ ورسول ہونیکا اقرار کیا تھا و قال ابن کثیر یعنے حضرت عیسیٰ اپنے اُٹھالئے جانے سے پہلے کے اور اپنے اُتارے جانے سے بعد کے اعمال کی اہل کتاب پر گواہی دینگے پھر شیخ ابن کثیر نے حضرت عیسیٰ کے قرب قیامت نازل ہونیکی احادیث میں سے جنکی بابت متواتر المعنے ہونیکی تصریح کی ہے ایک ٹکڑا اصلح الاحتجاج ذکر فرمایا لیکن مترجم بخوف تطویل کلام ہر حدیث میں جزائد بات آتی جائے گی ایک بعد دوسرے کے بترتیب مذکورہ تفسیر شیخ برمزو اشارہ بیان کرنا مصلحت وقت دیکھتا ہے ـــــ

ذکر احادیث نزول عیسیٰ بقرب قیامت یا دعوت توحید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی ہریرہ مرفوعاً قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قریب ہوا کہ عیسیٰ بن مریم تمھارے درمیان حکم عدل نازل ہوگا اور صلیب توڑے اور سور مار ڈالے اور جزیہ اُٹھا دیگا اور مال سے ایسا فیض دیگا کہ کوئی اُسکو قبول نہ کریگا حتیٰ کہ ایک سجدہ آدمی کو دنیا و ما فیہا سے بہتر معلوم ہوگا پھر ابوہریرہ کہتے کہ پڑھو تمھارا جی چاہے قولہ تعالےٰ وان من اہل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ الآیۃ رواہ البخاری ومسلم اور سجدہ فقط اکیلے رب العٰلمین کیواسطے ہوگا رواہ ابن مردویہ قسم ہے کہ ضرور تلبیہ کہیگا عیسیٰ بن مریم راہ روحا سے حج کا یا عمرہ کا یا دونوں کی نیت جمع کریکے دونوں کا۔ رواہ احمد ومسلم اور ایک روایت ہے کہ روحا میں آکر اُتریگا پھر وہاں حج کل الخ رواہ احمد وابن ابی حاتم ۔ عن ابی ہریرہ مرفوعاً کیف انتم یعنے کیا خوشی کا حال تمھارا ہوگا کہ تم میں عیسیٰ بن مریم اُتریگا اور تمھارا امام تمھیں میں سے ایک ہوگا البخاری واحمد ومسلم۔ اور وہ یعنے عیسیٰ تم میں اُترنے والے ہیں جب تم اُنکو دیکھنا تو پہچان لینا کہ مرد گندم گون بدن سرخی سپیدی مارتا ہوا رنگ اُنپر دو کپڑے معصفر ہونگے گویا انکے سر سے پانی ٹپکتا ہے اگرچہ سرکو تری نہ پہونچی ہوگی ۔ لوگونکو اسلام کی طرف بلاوینگے اور سوائے اسلام سب اہل زمین کے مذہب مٹ جاوینگی امانت زمین پر نازل ہوگی حتیٰ کہ اونٹ شیر کے ساتھ چرینگے اور گاؤں کے ساتھ چیتے اور بکریونکے ساتھ بھیڑیے پھرینگے اور سانپوں کیساتھ لڑکے کھیلینگے کچھ ضرر نہ ہوگا چالیس برس زندہ رہکر مرینگے اور مسلمان اُنپر نماز پڑھینگے ہکذا فیما رواہ احمد وابوداؤد وابن جریر وفیہ قال او رلوگونپر اسلام لانے کو جہاد کرینگے وعن ابی ہریرہ مرفوعاً قیامت قائم نہوگی یہانتک کہ روم اُتریگے اعماق میں یا دابق میں پس اُنسے مقابلہ کو مدینہ سے ایک لشکر جو اُسوقت روے زمین کے لوگوں میں سے بہتر ہونگے نکلینگے پھر جب صف باندھیں گے تو روم والے کہینگے کہ تم ہمارے اور ان لوگونکے درمیان روک چھوڑ دو جنھوں نے ہم میں سے لوگ قید کیے ہیں ہم اُنسے لڑینگے پس اہل اسلام کہینگے کہ ہرگز نہیں ۔ واللہ ہم یہ نہیں کرینگے کہ اپنے بھائیونکو اور تمھارے درمیان تخلیہ کردیں پس اُنسے قتال کرینگے پھر مسلمانوں میں سے ایک تہائی لشکر شکست کھا کر بھاگیگا کہ اللہ تعالیٰ کبھی اُنکی توبہ قبول نہ فرماویگا اور ایک تہائی لشکر شہید ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ نہایت بزرگ شہید ہونگے اور ایک تہائی لشکر فتح پاویگا جو کبھی شکست نہ پاوینگے پس یہ لوگ قسطنطنیہ فتح کرینگے سو جب لوٹ کا مال تقسیم کرتے ہونگے اور اپنی تلواریں درختوں سے لٹکا ئے ہونگے کہ ناگاہ اُنمیں شیطان آواز دیگا کہ دجال نے تمھارے پیچھے تمھارے گھر بار کو تباہ کیا پس یہ لوگ قسطنطنیہ سے نکل کر روانہ ہونگے حالانکہ شیطان کا ڈرانا جھوٹا ہوگا پھر جب شام میں آوینگے تو دجال مقابل ہوگا پس جب نماز کی صفیں درست کرتے ہونگے کہ نماز کی اقامت کہی جائیگی تو عیسیٰ بن مریم اُتر ینگے پس اُنھیں کی امامت نماز پڑھینگے پھر جب دجال مردود اُنکو دیکھیگا تو جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے پگھلیگا سو اگر عیسیٰ اسکو یوں ہی چھوڑ دیتے تو پگھلکر مرجاتا ولیکن اللہ تعالےٰ اُنکے ہاتھوں اسکو قتل کریگا پس عیسیٰ اُسکے خون سے بھرا ہوا حربہ لوگونکو دکھلائینگے رواہ مسلم اور معراج میں عیسیٰ علیہ السلام نے بیان کیا کہ پھر اللہ تعالیٰ دجال کو میرے ہاتھوں ہلاک کریگا یہانتک کہ درخت و پتھر بولینگے کہ اے مسلمان بندۂ خدا میرے نیچے یہ کافر ہے اسکو قتل کر دے پس اللہ تعالیٰ اُنکو ہلاک کریگا پھر لوگ اپنے شہروں و وطنوں کو لوٹ جاوینگے اور اسوقت یاجوج و ماجوج نکلینگے جس چیز پر پہونچینگے اسکو ہلاک کرینگے اور جس پانی پر پہونچینگے اُسکو پی جاینگے پھر لوگ اُنکی شکایت لاوینگے واُسوقت عیسیٰ اُنکو پہاڑ پر لیجاوینگے پس میں دعا کرونگا کہ اُنکو اللہ تعالےٰ موت دیدیگا اور زمین اُنکی بدبو سے گھنیا جائیگی اور اللہ تعالیٰ پانی برسائیگا کہ اُنکے جسم بہا کر سمندر میں ڈالیگا ۔ قال عیسیٰ کہ پھر جب ایسا ہوگا تو اُسوقت قیامت ایسی ہوگی جیسے پوری دنوں والی حاملہ عورت کہ نہیں معلوم کسوقت رات یا دن ناگہان جنے

کذا فیہا۔ رواہ احمد وابن ماجہ عن ابن مسعود رفعہ۔ مسلمان تین شہر بساوینگے ایک شہر دو دریاؤنکے ملاپ پر اور ایک حیرہ مین اور ایک شام مین۔ دجال کے ساتھ ستر ہزار تاجدار یلکہ اکثر یہودی وعورتین ہونگی۔ لوگونکو سخت بھوک پیاس کی تکلیف پہونچیگی نماز فجر کیوقت عیسیٰ علیہ السلام آوینگے پس کہینگے کہ اسی امت مین سے بعضے بعضونپر امیر رہینگے پس انکا سردار بڑھکر نماز پڑھائیگا پھر بعد نماز کے عیسیٰ حربہ لیکر دجال کیطرف جاوینگے اور قتل کرینگے کذا فیہا۔ رواہ احمد عن عثمان بن ابی العاص و رابو امامہ باہلی رض سے عبدالرحمن المحاربی کے طریق سے مرفوعاً آنکہ حضرت ابو امامہ رض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے ہمکو خطبہ سنایا پس اسمین زیادہ بیان دجال کا تھا جس سے ہمکو بہت ڈرایا چنانچہ یہ بھی فرمایا کہ جب سے اللہ تعالےٰ نے آدم کی اولاد کو پیدا کیا تو زمین کے فتنون مین سے فتنہ دجال سے بڑھکر کوئی فتنہ نہین اور اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہین پیدا کیا جسنے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو اور مین سب انبیا سے آخر ہون تو تم سب سے آخری امت ہو تو لامحالہ وہ تم مین ہوگا سو اگر اسوقت نکلا کہ مین تمھارے بیچ مین موجود ہون تو مین ہر مسلمان کیطرف حجت کرنیوالا ہون اور اگر میرے بعد نکلا تو ہر مسلمان اپنی ذات کیواسطے حجت کرنیوالا ہوگا اور اللہ تعالےٰ ہر مسلمان پر میرا خلیفہ ہے اور جان رکھو کہ دجال مردود شام وعراق کے درمیان ایک راہ سے نکلیگا اور دائین بائین پامال کریگا اے لوگو اے بندگان خدا تم اسوقت مضبوطی سے ثابت قدم رہیو اور مین اسکی پہچان ایسی صاف بتلائے دیتا ہون جو پہلے کسی نبی نے نہین بیان کی ہے بایطور کہ وہ پہلے ظاہر ہوتے ہی دعوی کریگا کہ مین نبی ہون سو میرے بعد کوئی نبی نہین وہ جھوٹا ہے پھر زبان بدلجائیگا اور کہیگا کہ مین تمھارا پروردگار ہون سو یاد رکھو کہ تم اپنے پروردگار کو دیکھ نہین سکتے ہو جبتک نہ مرو یعنے وہ جھوٹا ہے اور وہ کانا ہوگا اور تمھارا پروردگار کانا نہین ہے اور اس خبیث کی دونون آنکھونکے بیچ مین کافر لکھا ہے جسکو ہر پڑھا اور بے پڑھا مسلمان مومن پڑھ لیگا اور اسکے فتنہ مین سے ایک یہ بھی ہے کہ اسکے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی سو اسکی دوزخ تو جنت ہے اور اسکی جنت دوزخ ہے پس جو اسکی دوزخ مین مبتلا ہو وہ اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگے اور سورہ کہف کے شروع کا رکوع پڑھے تو وہ آگ اسپر ٹھنڈک و سلامتی ہوجائیگی جیسے ابراہیم پر نمرود کی آگ ٹھنڈک و سلامتی ہوگئی تھی اور اسکے فتنہ سے یہ بھی ہے کہ گنوار سے کہیگا کہ اگر مین تیرے مرے ہوئے ماں باپ کو بلوا دون تب تو گواہی دیگا کہ مین تیرا پروردگار ہون وہ گنوار کہیگا کہ ہان پس شیطان اسکے ماں باپ کی صورت بنکر آوینگے اور کہینگے کہ ہان میرے بیٹے تو اسکی پیروی کر یہ تیرا پروردگار ہے اور اسکے فتنہ سے یہ ہے کہ ایک مومن پر مسلط ہوگا کہ اسکو چیر کر دو ٹکڑے کردیگا پھر کہیگا کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ مین ابھی اسکو زندہ کرکے اٹھاتا ہون پھر بھی وہ گمان کرتا ہے کہ اسکا پروردگار کوئی اور ہے پھر اللہ تعالیٰ اسکو زندہ کردیگا تو خبیث دجال اس بندے سے کہیگا کہ بتا تیرا پروردگار کون ہے وہ فرمویگا کہ میرا پروردگار میرا اللہ عز وجل ہے اور تو اے دشمن خدا کے دجال ہے اور قسم اللہ تعالیٰ کی کہ مجھے تیرے حال سے جتنی آج کے روز آنکھون دیکھی خوب آگاہی ہوئی اتنی پہلے نہ تھی (پھر دوبارہ اسپر قابو نہ پاویگا) محاربی نے ابو سعید رض سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ شخص جنت مین بڑے درجہ کا ہوگا۔ ابو سعید رض نے فرمایا کہ واللہ ہم لوگ جانا کرتے تھے کہ یہ شخص کوئی نہوگا سوائے عمر بن الخطاب رض کے یہانتک کہ وہ اپنی راہ طے کرگئے۔ پھر محاربی رح نے کہا کہ ہم حدیث ابو امامہ رض کیطرف رجوع کرتے ہین کہا آنحضرت صلعم نے کہ اور اسکے فتنہ سے یہ ہوگا کہ آسمان کو پانی برسانیکا حکم کریگا وہ پانی برساویگا اور زمین کو اگانیکا حکم کریگا وہ اگادیگی۔ اور اسکے فتنہ سے یہ ہوگا کہ ایک قوم پر گذریگا جو اسکی تکذیب کرینگے اور جھٹلاوینگے تو ایک ساعت ہی انکے وہان ٹھہریگا کہ وہ تباہ ہوجاوینگے اور ایک گروہ پر گذریگا جو اسکے قول کی تصدیق کرینگے اور مان لینگے تو آسمان کو برسانیکا حکم دیگا اور زمین کو اگانیکا حکم دیگا پس اس گروہ کے چوپایہ اسی روز پہلے سے موٹے تازے کوکھین بھرے تھن دودھ سے بھرے واپس آوینگے۔ اور زمین مین کوئی جگہ باقی نرہیگی جسکو دجال پامال نکرے اور اسپر غالب نہو سوائے مکہ و مدینہ کے کہ ان دونون شہرونمین جس راہ سے گھسنے کا قصد کریگا وہان ننگی تلوارین لیے ہوئے فرشتے ملینگے یہانتک کہ سرخ ٹیلہ کے پاس اتریگا جہان کنکریلی شور زمین ختم ہوئی ہے پس مدینہ مین اسروز تین دفعہ ہلاڈولا آویگا پس کوئی منافق مرد یا عورت اس مدینہ مین باقی نرہیگی بلکہ نکلکر اسکے پاس چلا جاویگا پس جیسے بھٹی لوہے کے میل کو صاف کردیتی ہے اسیطرح مدینہ انکو دور کردیگا اور لوگ اسدن کو یوم الخلاص کہنے لگینگے اتنے مین ام شریک بنت ابی العکر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسروز عرب کہان

چلے جاوینگے آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اسوقت مین بہت تھوڑے ہونگے اور اسمین سے بھی بڑا گروہ تو بیت المقدس مین ہوگا اور انکا پیشوا سردار ایک مرد صالح ہوگا اور
وہ انکو صبح کی نماز پڑھانیکو آگے بڑھا ہوگا کہ اسیوقت عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتارا جاویگا پس یہ امام مذکور الٹے پاؤن پیچھے ہٹے گا تاکہ عیسیٰ امامت کرے پس عیسیٰ
اپنا ہاتھ اسکے کندھونکے درمیان رکھکر فرماویگا کہ آگے بڑھکر نماز پڑھا کہ یہ امامت نماز کی تیرے ہی واسطے قائم ہوئی ہے پس امام مذکور سب کو نماز پڑھائیگا پھر بعد سلام
کے عیسیٰ فرمائیگا کہ دروازہ کھولو پس کھولا جائیگا اور باہر کر دجال مع ستر ہزار یہودی تاجدار روبہلی جڑاؤ تلوارون والونکے ہوگا پھر جب دجال مردود اپنی آنکھ
سے حضرت عیسیٰ کو دیکھیگا تو پانی مین نمک کیطرح گھلنے لگیگا اور بھاگ جانیکو پیٹھ پھیر کر چلیگا تو حضرت عیسیٰ فرماوینگے کہ میرا ایک وار تیرے جسم ناپاک پر ہے تو
اس سے بچ نہین سکتا پس شرقی دروازۂ لد پر اسکو جا لیگا اور قتل کر ڈالیگا اور یہود مردود بھاگ نکلینگے پھر اللہ تعالیٰ کے مخلوق مین کوئی چیز نہ باقی رہیگی
جسکی آڑ مین یہودی مردود پوشیدہ ہو مگر اللہ تعالے اسکو گویائی دیدیگا خواہ درخت ہو یا پتھر ہو دیوار ہو یا جانور ہو وہ بولیگا کہ اے بندۂ خدا مسلمان یہ
یہودی میرے پیچھے چھپا ہے آکر اسکو قتل کر دے سوائے ایک غرقد کے کہ وہ ان خبیثونکا درخت ہے وہ نہ بولیگا۔ اور رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دجال کے
سب دن چالیس ہونگے اس حدیث مین بعد ذکر عیسیٰ کے فرمایا اور زمین مین نور ہوگا اور زمانہ آدم علیہ السلام کے مانند نباتات مین برکت ہوگی کہ ایک خوشہ
انگور سے ایک انار سے چند آدمی سیر ہو جاوینگے اور اسی حدیث مین ہے کہ۔ اور خروج دجال سے پہلے تین سال سخت ہونگے لوگونکو اسمین کھانے پینے کی
تکلیف پہونچیگی اور اللہ تعالے اول سال آسمان کو حکم دیگا کہ ایک تہائی بارش روک لیگا اور زمین کو حکم کریگا کہ ایک تہائی پیداوار روک لیگی پھر دوسرے سال
اللہ تعالے آسمان کو حکم دیگا کہ دو تہائی بارش روک لیگا اور زمین کو حکم دیگا کہ دو تہائی پیداوار روک لیگی پھر تیسرے سال آسمان کو حکم دیگا کہ پوری بارش روک لیگا
پس ایک قطرہ نہ برسیگا اور زمین کو حکم دیگا کہ بالکل پیداوار روک دیگی پس ایک سبزی بھی نہ اگیگی پس کھرون والے جانور مرجاوینگے مگر اسقدر رہینگے جنکو اللہ
تعالے زندہ رکھنا چاہے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ اس زمانہ مین لوگونکی زیست کس چیز سے ہوگی تو فرمایا کہ تہلیل و تکبیر و تسبیح و تحمید انہین کھانے پینے کا کام
دیگی رواہ ابن ماجہ اور کہا کہ مین نے ابو الحسن الطنافسی سے سنا کہ مین نے عبد الرحمن محاربی سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ یہ حدیث چاہیے کہ معلمونکو کتب مین دیدی
جاوے کہ لڑکونکو پڑھا دیا کرین **قال ابن کثیر** یہ حدیث غریب ہے اور اسکے شواہد مین سے حدیث نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ بروایت صحیح مسلم ذکر فرمائی
اور اسمین بھی شام و عراق کے درمیان سے نکلنا مذکور ہے وفیہ ایضا۔ ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کتنے دنون زمین مین رہیگا فرمایا کہ چالیس روز تک کہ
ایک روز اسکا مانند ایک سال کے اور ایک روز مانند ایک ماہ کے اور ایک روز مانند ایک جمعہ کے اور باقی ایام مثل تمہارے ایام کے ہونگے۔ ہمنے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ جو روز مثل ایک سال کے ہے اسمین ہمکو ایک روز کی نماز کافی ہوگی فرمایا کہ تم اسکے اندر بقدر پنج وقتی نماز کے اندازہ کر لینا یعنے بقدر ایک شب و روز
کے پانچ نمازین پڑھنا (مترجم کہتا ہے کہ جہان رات بہت کم ہوتی ہے وہان بھی عشاء و فجر کا اندازہ ہوگا واللہ تعالے اعلم والبحث فی عین الہدایہ) ہمنے عرض کیا
کہ یا رسول اللہ اسکی جلدی و تیزی کیونکر ہے فرمایا مانند بادل کے جسکو ہوا اڑا لیجاتی ہے الحدیث پھر اسمین دجال پر ایمان لانیوالے گروہ کا حال مانند قحط پیداوار وغیرہ
کا مانند حدیث بالا بیان کیا اور اس سے انکار کرنیوالونکا یہ حال بیان کیا کہ وہ صبح کو اٹھینگے اس حال مین کہ انکے مالو مین سے انکے ہاتھ کچھ نہوگا مترجم
کہتا ہے کہ ظاہرا بربادی سے اور یکی حدیث مین یہی مراد ہے کہ انکے مال تلف ہوجاوینگے پھر اسمین بیان ہے کہ دجال کے حکم سے اجڑے ہوے مقامونکے خزانے
شہد کی مکھیونکی طرح اسکے پیچھے پیچھے زمین سے نکلکر ساتھ ہو لینگے۔ اور اسمین مذکور ہے کہ سپید منارۂ شرقی دمشق پر دو فرشتونکے بازؤن پر ہاتھ رکھے اترینگے۔ اور اسمین
ہے جو کافر انکی سانس کی خوشبو پاویگا مرجاویگا کہ اسکو یہ خوشبو حلال نہین ہے اور انکی سانس کی خوشبو اتنی دور پہونچیگی جہانتک انکی نظر پہونچیگی پھر اسمین خروج
یاجوج و ماجوج کا قصہ مذکور ہے پھر زمین و نباتات و پھلونکی برکات مذکور ہین اور مجمع بن جاریہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام دجال کو
باب لد پر قتل کرینگے رواہ الترمذی واحمد وغیرہ وقال الترمذی حدیث صحیح وفی الباب عن عمران بن حصین وابی برزہ وحذیفہ بن اسید وابی ہریرہ وکیسان وعثمان

بن ابی العاص وجابر وابی امامہ وابن مسعود وعبد اللہ بن عمرو وسمرہ بن جندب والنواس بن سمعان وعمرو بن عوف وحذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم یعنے دجال کے بارہ مین ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت کثیر سے احادیث مروی ہین شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ان صحابہ کثیر رضی اللہ عنہم کی احادیث اور انکے ساتھ مجمع بن جاریہ وابو شریحہ کی حدیثے آنحضرت صلعم سے متواتر طور پر ثابت ہوا کہ حضرت عیسی علیہ السلام اترینگے اور معلوم ہوا کہ دمشق کے اندر سپید منارہ شرقی پر اترینگے مترجم کہتا ہی کہ اول نماز عصر کیوقت اترینگے اور اسوقت نماز خود پڑھاوینگے پھر صبح کی نماز مین امام مہدی رض کو حکم کرینگے کہ تم پڑھاؤ پھر نماز فجر پڑھکر دجال سے لڑنے چلین گے۔ شیخ رح نے لکھا کہ اس زمانہ مین سنہ ۷۴۱ ہجری مین جامع دمشق اموی کا ایک منارہ شکستہ ہوجانے سے سنگ مرمر کا ایک منارہ اتفاق سے جانب شرقی پر تیار ہوا اس سے گمان غالب ہوا کہ شاید یہی منارہ حضرت عیسے علیہ السلام کا محل نزول ہوگا مترجم کہتا ہی کہ عجیب مخفی نہ رہے یہ بات یہ ہوئی کہ جامع دمشق سب سنگ سرخ کی بنی ہی اور حدیث مین آیا کہ جامع دمشق کے شرقی منارہ سپید پر اترینگے تو عجب قدرت الٰہی عز وجل دیکھو کہ منارہ شرقی کے نیچے ایک یہودی کی دوکان تھی اتفاق سے بارود اڑی تو وہ منارہ گر گیا پس یہودی نے اپنی جان ومال کے خوف سے فوراً سنگ مرمر کا منارہ بہت جلد بنایا اور حضور سلطان مین ہاتھ جوڑکر حاضر ہوا اور دمشق کے مسلمانونکو سفارشی لایا کہ مین نے عداوت سے یہ حرکت نہین کی اسوقت سلطان نے اسکو معاف کیا لیکن کہا کہ تو نے سنگ سرخ مین یہ سنگ مرمر کیون لگایا اسنے عرض کیا حضور مین نے جان کے خوف سے بجائے سنگ سرخ کے سنگ مرمر بنادیا تاکہ مسلمانونکو میری جانب سے شک نہو اور یہ غلطی بیشک ہوئی پھر یہودی کو روپیہ دیدیا گیا لیکن علماء رح نے فتوی دیا کہ اب اسکو گرانا نچاہیے پھر جب حدیث پر نظر پڑی تو تیقن ہوا کہ شاید یہ وہی سفید منارہ تیار ہوا ہی جس پر عیسی اترینگے الحمد للہ رب العلمین پھر ابن کثیر رح نے محل نزول عیسی اور انکا حلیہ ذکر کرنیکے بعد لکھا کہ اوپر حدیث ابوہریرہ رض سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی بعد نزول کے چالیس برس ٹھہرینگے پھر وفات پاوینگے اور مسلمان انپر نماز پڑھینگے اور مسلم کی حدیث عبد اللہ بن عمرو مین ہی کہ سات برس ٹھہرینگے پس واللہ اعلم احتمال ہی کہ قبل اٹھائے جانے اور بعد اتارے جانیکے انکی مجموع اقامت زمین پر یہ ہو کیونکہ صحیح قول ہی وہ تینتیس برس کے اٹھائے گئے تھے اور ایک حدیث مین ہی کہ عیسی تینتیس برس مذکور ہین اور ابن عساکر نے جو اپنی تاریخ مین حضرت عیسی کا ایک سو پچاس برس کی عمر مین اور حاکم نے ایک سو بیس برس مین روایت و اٹھایا جانا حکایت کیا ہی وہ قول شاذ غریب بعید ہی اور مترجم کہتا ہی کہ شیخ جلال رح نے بھی اس تفسیر مین یہی قول جو ابن کثیر رح نے صحیح کہا ہی اختیار کیا اور مترجم نے آل عمران مین ولادت عیسی واٹھائے جانے کی تفسیر قولہ اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی الآیہ مین یہ بحث ذکر کی ہی اور ابن عساکر نے تاریخ مین بعض سلف سے حکایت کی کہ وہ نبی صلعم کے حجرے مین دفن ہونگے قلت ایسا ہی دیگر محدثین نے بھی اسکو بعض آثار کی طرف منسوب کیا اور لطیفہ یہ کہ حجرہ مبارک مین ایک جگہ خالی ہی

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ

سو یہود کے گناہ سے ہمنے حرام کین انپر کتنی پاک چیزین جو انکو حلال تھین اور اس سے کہ اٹکتے تھے اللہ کی راہ

اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ

سے اور انکے سود لینے پر اور انکو اس سے منع ہوچکا ہی اور لوگون کے مال کھانے پر

بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ

ناحق اور تیار رکھی ہی ہمنے انمین منکرون کے واسطے دکھ کی مار لیکن جو ثابت ہین علم پر

مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ

انمین اور ایمان والے سو مانتے ہین جو اترا تجپر اور جو اترا تجھ سے پہلے اور آفرین نماز پر

ع ۱۰ ۲۲

الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ
قائم رہنے والونکو اور دینے والے زکوٰۃ کے اور یقین رکھنے والے اللہ پر اور پچھلے دن پر ایسون کو ہم دینگے

اَجْرًا عَظِيْمًا
بڑا ثواب

فَبِظُلْمٍ ۔ ای بسبب ظلم یعنی بسبب ظلم صادر ہونے کے اور بیضاوی نے لکھا ای فبای ظلم یعنی بہت بڑے ظلم صادر ہونے پر ۔ مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۔ ہم الیہود ۔ ان لوگون کیطرف سے جو ہود ہوے اور وہ یہودی ہین ۔ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ
ہم نے حرام کردین اُنپر وہ طیبات جو اُنکے لیے حلال تھین ف یہ طیبات جنکو حرام فرمایا وہ سورۂ انعام کے قولہ وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر الآیۃ مین مذکور ہین ۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ سے اتنا ضرور معلوم ہوگیا کہ یہود پر اللہ تعالےٰ نے طیبات کو اُنکی طرف سے ظلم صادر ہونے کے سبب سے حرام کیا اور رہی تفصیل تو واحدیؒ نے لکھا کہ وجہ تحریم طیبات کی کس نبی کی زبان پر اور کیونکر اور کب ہوئی گئی تو اسمین مجھے کوئی قطعی بات نہین ملی اور خازنؒ نے اس قول کی تصدیق کی اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ تحریم کبھی تو قدری ہوتی ہے اسکے یہ معنے کہ اللہ تعالےٰ نے اجراء تقدیر انپر اسطرح کی کہ اُنھون نے کتاب توریت مین اسطرح تاویل وتحریف وتبدیل کی جس سے اشیاے حلال اُنپر حرام ہوگئین بسبب اللہ تعالےٰ کے شکنجہ مین کھینچ دینے سے اُنھون نے اپنے اوپر سختی کرکے بہت چیزین حرام کرلین ۔ اور کبھی شرعی یعنے اُنکا اللہ تعالےٰ نے توریت مین بہت وہ چیزین جو پہلے حلال تھین سواے اُنکے جو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کرلی تھین حرام کردین کما مر فی قولہ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الآیۃ ۔ اور باوجود اسکے وہ لوگ افترا باندھے جاتے تھے کہ یہ چیزین کچھ ہمپر نہین بلکہ نوحؑ و ابراہیمؑ سے حرام چلی آتی ہین چنانچہ اسکا بیان گزر چکا ۔ پھر بظلم پر عطف کیا قولہ ۔ وَبِصَدِّهِمْ ۔ الناس عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ دینہ صدا ۔ كَثِيْرًا ۔ اور بسبب اُنکے روکنے کے لوگونکو سبیل اللہ یعنی اللہ کے دین سے بہت روکنا ف یہان یہودیونپر طیبات حرام ہونے کے سبب بیان فرمائے جنکا مرجع اُنھین یہودیونکے فسق وفجور ہین اول سبب یہ کہ اُنھون نے ظلم بہت کیا دوم سبب یہ کہ اُنھون نے راہ حق سے لوگونکو خوب روکا سبب سوم قولہ تعالےٰ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ ۔ اور یہود کے سود لینے سے حالانکہ اُس سے منع کیے گئے ف یعنی توریت مین اس سے منع کیے تھے اور سبب چہارم قولہ تعالےٰ ۔ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۔ اور ناحق لوگونکے مال کھانے سے ف ناحق مال کھانے سے یہ مراد کہ معاملات کے فیصلہ کرنین رشوت لیکر ناحق حکم دیتے تھے جو توریت کے خلاف ہوتا ۔ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ اور ہمنے ان کافرون کے لیے عذاب الیم مہیا کیا ہے ف پھر چونکہ یہود مین وہ بعض بھی تھے جو ایمان لائے مانند عبد اللہ بن سلامؓ کے تو اُنکا استدراک فرمایا بقولہ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِى الْعِلْمِ مِنْهُمْ ۔ لیکن وہ مستثنی ہین جو اُنمین سے راسخین فی العلم ہین ف جیسے عبد اللہ بن سلام حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ای عبد اللہ بن سلام وثعلبہ بن سعید وزید بن سعید واسید بن عبید جو کہ اسلام مین داخل ہوے اور محمد صلعم وقرآن کی تصدیق کی اُنکے حق مین یہ آیت نازل ہوئی بقولہ لکن الراسخون فی العلم ۔ اور رسوخ فی العلم سے مراد یہ کہ علم نافع کے ساتھ دین مین اُنکا قدم ثابت ہے ۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۔ المہاجرون والانصار یعنے مؤمنون سے مراد معہود مہاجرین وانصار ہین جو انحضرت صلعم پر ایمان لائے بدون اسکے کہ اہل کتاب ازسابق ہون اور یہود کے راسخین فی العلم بھی اگرچہ مؤمنین تھے لیکن وہ اہل کتاب مین سے ایکنام سے معروف تھے الحاصل جو لوگ یہود مین سے علم حق پر ثابت قدم ہین اور مؤمنین مہاجرین وانصار يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۔ یہ سب یقین مانتے ہین جو تجھپر اُترا اور جو تجھسے پہلے اُترا ۔ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ

ایک جماعت کی قرارۃ مین والمقیمون الصلوٰۃ ہی پس ماقبل پر عطف ہی اور ایسا ہی مصحف ابن مسعودؓ مین ہی ولیکن جمہور کی قرارۃ مین والمقیمین بنصب ہی اور
یہی مصحف ابی بن کعب مین ہی اور ابن جریرؒ نے کہا کہ جمیع مصاحف الائمہ مین یون ہی ہی اور جسنے اسکو کاتب کا سہو شمار کیا اُسکا قول مردود ہی اور یہی قرارۃ ثابت
صحیح ہی پھر اعراب نصب اُسکو بنا بر آنکہ منصوب علی المدح ہی ای وامدح المقیمین الصلوٰۃ اور مدح کرتا ہون ان لوگونکی جو نماز ٹھیک کھڑے ہین جیسے قولہ تعالےٰ و
الموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصابرین فی الباساء الآیۃ مین آیا ہی اور یہ وجہ اعراب رجح ہی ابن جریرؒ نے کہا کہ کلام عرب مین ایسا شائع ہی اور ابن جریرؒ نے
اختیار کیا کہ مراد اس سے ملائکہ ہین اور ابن کثیرؒ نے اسکو منظور فیہ قرار دیا اور بعض نے کہا کہ انبیاء مراد ہین یعنی ایمان لاتے ہین بما انزل الیک وما
انزل من قبلک انبیاء پر اور یہ وجہ ہی اور اخفشؒ نے جو اسکو مستبعد جانا تو مبردؒ نے بتوجیہ وجیہ اُسکو رد کر دیا ہی اور جاننا چاہیے کہ عائشہؓ سے مروی ہی کہ
اُنسے جب المقیمین الصلوٰۃ وغیرہ کو پوچھا گیا تو جواب دیا کہ یہ کاتب کی غلطی ہی پوشیدہ نہین کہ ابوعبید وغیرہ نے ایسے آثار کو اخراج کیا اور ایک ٹکڑا
مفسر جلالؒ نے مقدمہ اتقان مین نقل کیا ہی ولیکن محفوظ ہونا ان آثار کا اگرچہ جسطرح منقول ہی بنظر ظاہر بدون جرح راوی ہو لیکن بلا علت ہونا غیر
مقبول ہی اور ایسا ہی جو عثمانؓ سے مروی ہی کہ مصحف جب لکھکر اُنکے سامنے گیا تو کہا کہ مین اسمین کچھ لحن دیکھتا ہون جسکو عرب اپنی زبان مین درست کرلینگے
تب کہا گیا کہ آپ کیون نہین بنا دیتے ہین تو کہا کہ چھوڑ دو اس سے کوئی حرام حلال یا حلال حرام نہین ہوا جاتا ہی۔ یہ روایت بھی غیر مقبول ہی اور ابن الانباریؒ
نے کہا کہ اسکی اسناد متصل نہین ہی اور مفسرؒ نے متعدد طرق سے مقدمہ مین نقل کرکے جواب کیطرف اشارہ کیا کہ اسناد متصل ہی لیکن یہ طرق و روایات سب اُسی طرق
سے ہین جنکا محفوظ و غیر معلول ہونا ثابت نہین ہوا اور ابن الانباریؒ نے خوب کہا کہ یہ بات محال تھی کہ عثمانؓ اپنی نظر سے کوئی فاسد چیز مصحف مین دیکھتے
اور اُسکو غیر کے اصلاح کرنے پر چھوڑ دیتے اور علاوہ برین قرآن تو رسول اللہ صلعم سے متواتر منقول ہی پس کیونکر ہوسکتا ہی کہ اسمین لحن ہو جبکہ حفاظ صحابہ متقین نے
مجتمع ہوکر جمع کیا اور انھین سے لحن ہو تو دوسرے عرب کیا اصلاح کرینگے علاوہ برین دقائق خط مصحف اور اسکی خوبیان جیسا کہ مفسرؒ نے مقدمہ اتقان مین لکھا
ہی صحابہؓ کو بخوبی معلوم تھا پھر کیونکر یہ گمان روا ہوگا مترجم کہتا ہی کہ سب سے صریح یہ بات ہی کہ قرآن مجید انسے متواتر منقول ہی اور یہ روایات آحاد شاذ متفرد ہین تو بھلا متواتر
کے مقابلہ مین کہین ایسی روایت پر التفات ہوسکتا ہی نہین معلوم کہ راوی نے کیا سنا اور کس موقع پر سنا اور کیا سمجھ لیا اور ہی روایت کر دیا۔ اور زمخشریؒ
نے کشاف مین لکھا کہ جو کوئی یہ گمان کرے کہ مصحف کے خط مین لحن واقع ہوا اُسکی بات قابل التفات نہین ہی ہان ایسے بعض لوگون نے اسطرف التفات
کیا ہی جنھون نے سیبویہ رحمہ اللہ کی کتاب پر کبھی نظر نہین ڈالی اور نہ انکو زبان عرب اور انکی بول چال کے طریقون سے آگاہی ہی اور نہ انکو نصب بمدح
واختصاص کی خوبیان جس سے کلام مین تفنن تمام حاصل ہوتا ہی کچھ خبر ہی حالانکہ یہ ایک باب وسیع ہی جسکو سیبویہؒ نے مثالون و شواہد سے خوبصورت
ذکر فرمایا ہی اور یہ بات اُسپر پوشیدہ رہی کہ اگلے طبقہ والے باوجودیکہ بلند ہمت تھے اور اسلام پر غیرت رکھتے تھے کیسے وہ کتاب اللہ عزوجل مین ایسا رخنہ
چھوڑ جاتے جسکو پچھلے نادان لوگ جنکو مذاق عرب مین اسقدر دستگاہ نہین ہی بند کرین حالانکہ یہ لوگ توسیکھی زبان سے اپنے کو انمین ملاتے ہین انتہی کلامہ
اور یہ تقریر بہت عمدہ ہی اور بک بک کرنا فضول ہی مرد دیندار کو حق سے درگزر کرنا زہر سے بدتر ہی اور قول سیبویہ کو زجاج وغیرہ ائمہ نحو و تفسیر نے ارجح قرار
دیا ہی اور نماز کو قائم رکھنا اعلیٰ و اشرف و بہت قابل مدح ہی اور یہ ایک رکن قریب باصل اعتقاد ہی پس اللہ تعالےٰ نے ایک اعراب سے بتلا دیا کہ مین اُن بندونکی
مدح کرتا ہون جو نماز ٹھیک رکھتے ہین۔ **وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ** ۔ اور ایسے بندونکی مدح ہی جو زکوۃ دیتے ہین۔ **وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ** ۔ اور اُن بندونکی مدح فرمائی ہی جو اللہ تعالےٰ و روز قیامت پر ایمان لاتے ہین۔ **اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ** ۔ بنون اکثر کی قرارۃ
ہی اور سیؤتیہم بالیاء حمزہؒ کی قرارۃ ہی۔ **اَجْرًا عَظِيْمًا** ۔ ایسے بندونکو ہم (اللہ تعالےٰ) ثواب عظیم عطا کرینگے ف وہ جنت ہی اور اُوسکے آگے اس اجر عظیم
مین سے جنت بھی ہی مگر مفسرؒ نے بنظر مقابلہ کہا کہ یہود وکافرون کو عذاب الیم سے وعید ہوئی جو دوزخ ہی پس راسخون و مومنون و مقیمون الصلوٰۃ

ونوتون الزکوٰۃ کو اجر عظیم کا وعدہ ہوا وہ جنت ہے ف قال فی العرائس قولہ لکن الراسخون فی العلم یعنے وہ لوگ جو مستقیم و ثابت رہتے ہین اللہ تعالےٰ کے خطاب خاص سُننے مین بدون اُسکے کہ اُنکے نفس معارضہ کرنے پاوین اور انکے اسرار باطنہ کو اضطراب ہو کیونکہ وہ الہام حقائق و وسوسہ شیطانی سے تمیز کرتے اور پہچانتے ہین اور لمہ ملکی اور لمہ نفسی شیطانی مین فرق جانتے ہین بلکہ خطاب عقل و قلب و نفس و روح و ملک و سر باطن و شیطان ہر ایک کو بنور خطاب الٰہی جان لیتے ہین اور ہر خطاب کا موقع پہچانتے ہین انکا علم لدنی ہے اور اُنکی زبان الہامی ہے اور قلب عرشی ہے اور روح ملکوتی ہے اور اُنکے اسرار باطنہ مین علوم غیبہ بھرے ہین اور باوجود اسکے ہر خطاب کو وہ لوگ قرآن و سنت کی ترازو پر تولنا جانتے ہین اور کلام اولیا سے پرکھ لیتے ہین اور بعض نے کہا کہ راسخین فی العلم وہ عالم باللہ و عالم بامر اللہ تعالےٰ ہین جو ہر حال مین سنت رسول اللہ صلعم کے پیرو ہین اُس سے تجاوز نہین کرتے ہین اور بعض نے کہا کہ وہ لوگ ہین جو علم کے حدود و شرائط پر ٹھہرے اور ثابت رہتے ہین اُسکے حدود سے کسی رخصت و تاویل کے ساتھ تجاوز نہین کرتے ہین اور بعض نے کہا جو برہان حقائق بیان تک پہونچتے ہین۔

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ

ہمنے وحی بھیجی تیری طرف جیسے وحی بھیجی نوح کو اور نبیون کو اُسکے بعد اور وحی بھیجی ابراہیم کو اور اسمٰعیل کو

وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا

اور اسحٰق کو اور یعقوب کو اور اُسکی اولاد کو اور عیسےٰ کو اور ایوب کو اور یونس کو اور ہارون کو اور سلیمان کو اور ہمنے دی

دَاوُۥدَ زَبُورًا ۞ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ

داؤد کو زبور اور کتنے رسول جنکا احوال سنایا ہمنے تجھکو آگے اور کتنے رسول جنکا احوال نہین سُنایا

عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ۞ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ

تجھکو اور باتین کین اللہ نے موسےٰ سے بول کر کتنے رسول خوشی اور ڈر سنانے والے تا نہ رہے

لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ ٱلرُّسُلِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا

لوگون کو اللہ پر الزام کی جگہ رسولون کے بعد اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

محمد بن اسحاق نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہودی سکین اور عدی بن زید نے کہا کہ اے محمد ہم نہین جانتے کہ موسیٰ کے بعد اللہ تعالےٰ نے کسی بشر پر کچھ اُتارا تو اسی بارہ مین اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ إِبْرَٰهِيمَ - یہ بھی تشبیہ ہے - وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ - یعنے حضرت ابراہیم کے دونون بیٹے جنمین سے اسمٰعیل بڑے تھے وَيَعْقُوبَ - یعنے اسحٰق کے بیٹے - وَالْأَسْبَاطِ - اولادہ - یعنے یعقوب کی اولاد کیونکہ اسرائیل یعنے یعقوبؑ کی اولاد مین سبط و اسباط کا لفظ ایسا ہی بولا گیا جیسے کہ اولاد اسمٰعیل مین قبیلہ و قبائل کا لفظ بولا جاتا ہے۔ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ - اباہ - یعنے سلیمانؑ کے باپ کو - زَبُورًا - زبور بالفتح جمہور کی قراءۃ ہے اور یہ نام اُس کتاب کا سمانی ہے جو داؤدؑ کو ملی تھی اور اسمین اخلاق و نصائح و ذکر و اذکار تھے اور عمل احکام و شرائع کا توریت ہی پر رہا پھر انجیل سے کچھ توریت منسوخ ہوئی ہے اور حمزہ کی قراءۃ مین زبور بالضم ہے پس وہ مصدر ہے بمعنے مفعول یعنی مزبور ہے اور معنے اُسکے مکتوب ہین حاصل یہ کہ محمد ہمنے تجھے وحی فرمائی جیسے ہمنے وحی فرمائی تھی نوحؑ پر اور اُنکے بعد والے انبیا پر اور جیسے ہمنے وحی فرمائی تھی ابراہیمؑ پر اور اُنکے دونون بیٹے اسمٰعیل و اسحٰق پر اور اسحٰق کے بیٹے یعقوبؑ پر اور یعقوبؑ کی اولاد

اسحاقؑ پر اور عیسیٰؑ والیوبؑ ویونسؑ وہارونؑ وسلیمانؑ پر اور ہمنے داؤدؑ کو زبور عطا فرمائی ف ان انبیاء مین سے اکثر وہ ہین جنکی نبوت کو یہودی مانتے ہین تو انکو
وحی آتی تھی بالخصوص داؤد علیہ السلام کو زبور وحی فرمائی جو معروف ومشہور ہے پھر یہود خبیث کیونکر انکار کرتے ہین کہ بعد موسیٰؑ کے کسی کو وحی نہین ہوئی ہے
حالانکہ ہر پیغمبر کو وحی ہوا کرتی ہے اور یہ سب رسول تھے جنکا نام بیان فرمایا۔ **وَرُسُلًا** ای وارسلنا رسلا اور بھیجا ہمنے ایسے رسولون کو۔ **قَدْ
قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ** جنکا حال ہمنے تجھ پر وحی مین پہلے بیان کیا اور ایسے رسولون
کو جنکا حال تجھ پر بیان نہین کیا ف واضح ہو کہ آیت کریمہ سے اتنا معلوم ہوا کہ جسقدر رسول کلام مجید مین مذکور ہین انکے سوائے اور بھی رسول اللہ تعالیٰ
نے بھیجے لیکن انکی تعداد و نام وغیرہ معلوم ہونے مین کوئی نفع نہین جیسے معلوم ہو نہین سوائے ایک آگاہی کے کوئی اور فائدہ بھی نہین ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے
سوائے چند انبیاء کے جنکے بیان احوال مین جامع نمونہ بیان درج ہین اور اسیقدر مین کفایت ہوگئی باقیونکو ذکر نہین فرمایا پس جنکو ذکر فرمایا وہ آدمؑ۔ ادریسؑ
نوحؑ۔ ہودؑ۔ صالحؑ۔ ابراہیمؑ۔ لوطؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ اسحٰقؑ۔ یعقوبؑ۔ یوسفؑ۔ شعیبؑ۔ موسیٰؑ۔ ہارونؑ۔ یونسؑ۔ داؤدؑ۔ سلیمانؑ۔ الیسعؑ۔ ذکریاؑ۔ عیسیٰؑ۔ یحییٰؑ۔ اور اکثرون
کے نزدیک ذوالکفلؑ اور سب کے سردار محمد صلعم **کذا ذکرہ ابن کثیر** اور کہا گیا کہ ایوبؑ والیاسؑ اور سورہ قصص مین سب کا ترجمہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرونگا
پھر جنکو نہین ذکر کیا اسمین روایات ہین قال المفسر مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی بھیجے جنمین سے چار ہزار تو بنی اسرائیل مین سے اور چار ہزار باقی
لوگون مین سے تھے یہ **جلال الدین محلی** رحمہ اللہ تعالیٰ نے سورہ غافر مین لکھا ہے **قال المترجم** اور **مفسر سیوطیؒ** نے جوامع مین اسپر تنصیص کی ہے
و قد رواہ الحاکم وابو یعلی عن انسؓ مرفوعا وضعفہ ابن کثیر ثم رواہ عن شیخہ الحافظ ابو عبداللہ الذہبی باسنادہ الی انس بن مالکؓ قال قال رسول اللہ صلعم فذکر
نحوہ وقال ہذا حدیث غریب من ہذا الوجہ واسنادہ لا باس بہ رجالہ کلہم معروفون الا احمد بن طارق فانی لا اعرفہ بعدالۃ ولا جرح واللہ اعلم۔ یعنی **ابن کثیرؒ** نے
اپنے **شیخ ذہبیؒ** کی اسناد سے حدیث انس رضی اللہ عنہ روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل مین چار ہزار انبیاء بھیجے اور باقی لوگون مین چار ہزار بھیجے۔
اسکی اسناد مین سب لوگ مشہور ہین سوائے احمد بن طارق کے مین انکے بارہ مین کچھ واقف نہین ہون پھر ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث بروایت محمد بن الحسین
الآجری اوردی کہ ابوذرؓ نے کہا کہ مین مسجد مین گیا ناگاہ رسول اللہ صلعم تنہا بیٹھے تھے پس مین آپکے پاس بیٹھ گیا الی آخر الحدیث اور اسمین مذکور ہے کہ پھر مین نے پوچھا کہ
یا رسول اللہ انبیاء کتنے ہوئے ہین فرمایا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ مین نے کہا اسمین سے رسول کتنے ہین فرمایا کہ تین سو تیرہ ایک جم غفیر ہین۔ مین نے کہا
کہ پہلا کون ہے فرمایا کہ آدمؑ مین نے کہا وہ بھی نبی مرسل تھے۔ فرمایا کہ ہان اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اسمین اپنی روح پھونکی اور برابر کیا
پھر فرمایا کہ ای ابوذرؓ انمین سے چار سریانی تھے آدمؑ وشیثؑ وخنوخؑ یعنے ادریسؑ جسنے پہلے پہل قلم سے لکھا اور نوحؑ اور چار عرب سے تھے۔ ہودؑ وشعیبؑ
وصالحؑ وتمھارا نبیؐ اور فرمایا کہ ای ابوذر اول الانبیاء بنی اسرائیل مین موسیٰؑ اور آخری عیسیٰؑ تھا اور اول الرسل آدمؑ اور آخری محمد صلعم ہین مین نے کہا یا
رسول اللہ کتنی کتابین اللہ تعالیٰ نے اتارین فرمایا کہ ایکسو چار پس شیثؑ پر پچاس صحیفے اور خنوخؑ پر تیس اور ابراہیمؑ پر دس اور موسیٰؑ پر قبل توریت کے
دس صحیفے اور توریت وانجیل وزبور وفرقان چار کتابین بھیجین مین نے کہا کہ یا رسول اللہ صحف ابراہیمؑ مین کیا تھا فرمایا کہ یون کہ ای نمرود مسلط مبتلی
مغرور مین نے تجھے اسطرح نہین مبعوث کیا کہ تو دنیا کو بعض کو بعض پر جمع کرے بلکہ اسواسطے مبعوث کیا کہ مجھسے مظلوم کی دعا ہٹائے رکھے کہ مین مظلوم کی
دعا اگرچہ کافر ہو واپس نہین کرتا ہون۔ اور اسمین نصائح ہین کہ عاقل پر واجب ہے کہ اسکی چند ساعتین ہون ایک ساعت مین اپنے پروردگار سے مناجات
کرے اور ایک ساعت مین اپنے نفس سے حساب لے اور ایک ساعت مین اللہ تعالیٰ کی صنعت مین فکر کرے اور ایک ساعت مین اپنے کھانے پینے ضروری
حاجات کے واسطے فراغت کرے اور عاقل پر واجب ہے کہ مشغول تجہیز نہو مگر تین کام کرے یا تو اپنی آخرت کا توشہ تیار کرے یا معاش کی محنت کرے یا حلال لذت
اٹھاوے اور عاقل پر واجب ہے کہ اپنے وقت کو نگاہ رکھے اپنے حال پر متوجہ رہے اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جسنے اپنے کلام کو کام مین شمار کیا وہ کم بولیگا

اسیقدر کہ بولنا مقصود ہو۔ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ صحف موسیٰ کیا تھے فرمایا کہ سب عبرت تھے عجب اُس شخص سے جو اپنے مرنے کا یقین کرے پھر وہ خوش ہوتا ہی عجب اُس سے جو تقدیر کو مانتا ہی پھر کوشش کرنے پر آمادہ ہو کر رنج کرتا ہی عجب اُس سے جو دنیا اور اُسکی لوٹ پوٹ کو دیکھتا ہی پھر اُسپر مطمئن ہوتا ہی عجب اُس سے جو عاقبت مین کل کے روز حساب کا یقین کرتا ہی پھر عمل نہین کرتا ہی۔ مین نے کہا یا رسول اللہ جو آپ پر نازل ہوا اُسمین بھی کچھ ایسے نصائح و عبرت مین سے ہی جو ابراہیم و موسیٰ پر اُترے تھے۔ فرمایا ہان پڑھ اُسکو قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والآخرۃ خیر و ابقی ان ہذا لفی الصحف الاولی صحف ابراہیم و موسی۔ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے وصیت فرمائیے۔ فرمایا کہ مین تجھے اللہ تعالے سے تقوی کرنیکی وصیت کرتا ہون کہ یہ تیرے سب کام کا سر ہی۔ مین نے کہا کہ کچھ زیادہ کیجیے۔ فرمایا کہ تلاوت قرآن و یاد الٰہی کو لازم کر لے کہ تیرے لیے آسمان مین ذکر اور زمین مین نور ہی۔ مین نے کہا کہ اور زائد کیجیے فرمایا کہ بہت ہنسی سے بچا رہ کہ دلکو مارتی اور چہرے کا نور کھوتی ہی۔ مین نے کہا اور کچھ زائد کیجیے۔ فرمایا کہ جہاد کرنا لازم کر لے کہ میری امت کی رہبانیت یہی ہی۔ مین نے کہا اور زائد کیجیے۔ فرمایا کہ خاموشی اختیار کر مگر نیک بات مین بول کیونکہ خاموشی شیطانکو بھگاتی ہی اور دینی کام پر مدد کرتی ہی۔ مین نے کہا کچھ اور زائد کیجیے۔ فرمایا کہ اپنے سے نیچے کو دیکھ اور اونچے کو مت دیکھ اس سے سزاوار ہی کہ تو نعمت الٰہی کی تحقیر نہ کرے اور نہ بدکاوے۔ مین نے کہا کہ اور زائد کیجیے۔ فرمایا کہ مسکینونکو دوست رکھ اور انکے ساتھ بیٹھا کر کہ یہ سزاوار ہی کہ تو نعمت الٰہی کو اُس سے نہ بدکاوے۔ مین نے کہا کہ اور زائد۔ فرمایا کہ اپنے قرابتیوں سے میل رکھ اگرچہ تجھے الگ کرین۔ مین نے کہا کہ اور زائد۔ فرمایا کہ حق بات کہدے اگرچہ کڑوی لگے۔ مین نے کہا کہ اور زائد۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین کسی کی ملامت سے مت ڈر۔ پھر میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ اے ابوذر نہین عقل مانند تدبیر کے اور نہین پرہیزگاری مثل باز رہنے کے اور نہین کوئی حسب مانند خوش خلقی کے ہکذا اوردہ ابن کثیر بطولہ وقد رواہ ابو حاتم معلما بالصحۃ وغیرہ وتکلم فیہ ابن الجوزی من اجل ابراہیم بن ہاشم الراوی الذی تکلم فیہ غیر واحد من ائمۃ الجرح والتعدیل وقد وقع عدد الانبیاء ازید من الف الف فی روایۃ احمد وغیرہ وصححہ ابن حبان و الحاکم یعنے ابن کثیر نے جو روایت وارد کی اسمین ابن الجوزی نے بوجہ ابراہیم بن ہاشم راوی کے کلام کیا اور روایت امام احمد مین تعداد انبیاء قریب ایک لاکھ مذکور ہی اسکو ابن حبان و حاکم نے صحیح کہا ہی۔ **وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى** ۔ بلا واسطہ **تَكْلِيمًا** ۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا موسیٰ سے بدون کسی واسطہ کے کلام کرنا صاف اور معنے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے سُننے کا حجاب اُٹھا دیا یہانتک کہ موسیٰ نے کلام باری تعالیٰ کو سُنا اور یہ فضیلت خصوص موسیٰ کو حاصل ہوئی۔ اور مفسرؒ نے بلا واسطہ کی قید زائد نہین لگائی بلکہ توضیح کر دی جو نفس کلام سے محاورہ جاننے والے کو معلوم ہی اور وہ تاکید بقولہ تکلیما ہی کیونکہ اس سے یہ توہم جاتا رہا کہ شاید کہ تکلیم مجازاً ہو چنانچہ فراءؒ نے کہا کہ اہل عرب ہر بات کو جو پہونچ جاوے کسی طریق سے ہو کلام کہتے ہین جبتک کہ مصدر سے تاکید نہ لائی جاوے پھر جب مصدر سے تاکید ہو تو فقط حقیقی کلام مراد ہوگا اور نحاسؒ نے فرمایا کہ نحویون نے اس امر پر اجماع کیا ہی کہ جب فعل کو اسکے مصدر سے مؤکد کیا جاوے تو وہ مجازاً نہوگا یہانسے معتزلہ وغیرہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے درخت وغیرہ کسی چیز مین کلام پیدا کیا تھا اس سے موسیٰ نے سنا تھا اور بعض کم بختون نے اعراب مین تحریف کی کہ اسم اللہ کو نصب سے پڑھا اور موسیٰ کو کلم کا فاعل قرار دیا یعنے موسیٰ نے اللہ سے کلام کیا حالانکہ اس صورت مین قراءۃ متواتر کی مخالفت لازم آتی ہی اور تکلیما کا کوئی فائدہ نہین رہتا ہی علاوہ برین یہ قطعاً مردود ہی بدلیل قولہ تعالے ولما جاء موسی لمیقاتنا وکلمہ ربہ۔ کیونکہ اسمین خواہ مخواہ ربہ فاعل ہی اور کلمہ کی ضمیر منصوب راجع بموسیٰ ہی۔ اور واضح رہے کہ بنی اسرائیل نے تکلیم موسیٰ کی کیفیت وغیرہ مین عجیب خلط ملط قصہ روایت کیے ہین جنکا ذکر کرنا بیفائدہ تطویل ہی۔ **رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ** ۔ ہمنے یہ رسول ایسے بھیجے کہ جو ایمان لاوے اُسکو ثواب کی خوشخبری سنانیوالے۔ **وَمُنْذِرِيْنَ** اور جو کفر کرے اُسکو عذاب سے ڈرانے والے ہین۔ **لِئَلَّا يَكُوْنَ** ۔ ای ارسلناہم لئلا یکون۔ **لِلنَّاسِ** ۔ یعنے بھیجا ہمنے ان رسولونکو تاکہ نہووے بندونکے لیے۔ **عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ** ۔ اللہ تعالے پر کوئی حجت ف یعنے گفتگو و عذر۔ اسواسطے حجت یعنے دلیل سے دوسرے پر غلبہ کرنا تو یہان بن ہی نہین سکتا اور یہ عذر رفع کرنا بھی محض اللہ تعالے کا فضل ہی پس معنے یہ ہوئے تاکہ بندونکو کوئی عذر کی مجال نہ

بحضور باری تعالیٰ نہو۔ بَعْدَ۔ ارسال۔ الرُّسُلِ۔ الیہم۔ بعد اسکے کہ رسولونکو اُنکی طرف ارسال فرمادیا۔ حاصل معنی یہ کہ تاکہ بعد اسکے بندون کافرونکو کوئی عذر نہو بایںطور کہ کہین کہ ای پروردگار کیون نہین تونے ہمپر کوئی رسول بھیجا تاکہ ہم تیری آیتونکی پیروی کرتے اور مومنین سے ہوجاتے جیساکہ کلام مجید مین دوسرے مقام پر صریح ہے پس ہمنے رسول اُنکے عذر قطع کرنیکو بھیجدیے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۔ اللہ غالب ہر اور دانا ف یعنے مخلوق کی مصلحت کو خوب جانتا ہی۔ وفی العرائس قولہ انا اوحینا۔ آنحضرت کے ذکر کے ساتھ دیگر انبیاء کو ذکر کرنا آنحضرت صلعم کے حق مین تسلی وتثبیت ہی اور زیادت قرب محبت کی عبرت ہی۔ قولہ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ انبیاء کے درمیان سے موسیٰ کو خطاب خاص بلا واسطہ سے تخصیص دی اور حضرت موسیٰ نے ایک گونہ سیادت کی کہ دیدار کا سوال کر بیٹھے پس حق تعالیٰ نے انکو خلاف انبساط مین توقف کہا اور دیدار خالص سے ممنوع رکھا اور ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرار پر بار شوق اُٹھایا اور انبساط مین آکر سوال دیدار نہ کیا تو آنکو یہ کرامت عطا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے چشم سر اور چشم قلب سے بمشاہدہ وبمعائنہ ظاہر وباطن دیدار خاص سے مشرف فرمایا اور بلا واسطہ وبلا حجاب اپنا کلام سنایا چنانچہ فرمایا فاوحی الی عبدہ ما اوحی ما کذب الفؤاد ما رای الآیۃ۔ مترجم کہتا ہی کہ صحاح کی روایات اس مضمون کی شاہد ہین جیسا شیخ نے لکھا ہی اور اول آیت بلا تکلف مثبت مدعا ہی اور بعض محققین نے ذکر کیا کہ جمہور کے نزدیک آنحضرت صلعم کو دیدار نصیب ہوا فافہم۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی نبی یا ولی کو اپنا کلام سنانا چاہتا ہی یعنے آنکہ ازل سے اُسکے مقدر مین ہوتا ہی تو اپنی طرف سے اسکو ایک قوت سننے کی دیتا ہی جس سے وہ سنتا ہی کہ اروی عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع الحدیث۔ جو کہ گذر چکی ہی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام سنایا وہان کچھ حروف وآواز کو دخل نہ تھا بلکہ حروف ازلی وآواز قدرت سے سنایا جو وسواس النفاس کے سمجھ سے بالا ہی اور ولایت ازلی مین رسم اجلی کو دخل نہین

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ أَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ يَشْهَدُونَ

لیکن اللہ گواہی دیتا ہی اُسکی جو اُسنے تیری طرف نازل کیا اُسکو اللہ نے اپنے علم کے ساتھ اُتارا اور ملائکہ بھی گواہی دیتے ہین۔

وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا ۝

اور کافی ہے اللہ تعالیٰ گواہ ہونے کو

آنحضرت صلعم نے یہود سے اپنی نبوت کو پوچھا یعنے توریت مین میری بشارات کو ذکر پاتے ہو پس اُنھون نے چھپایا اور ظاہر مین کہا کہ ہم نہین جانتے مین تب نازل ہوا کہ یہ کفار اگر انکار کرین تو تجھے کچھ پروا نہونا چاہیے۔ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ۔ لیکن اللہ تعالیٰ تیری نبوت کو ظاہر فرماتا ہی ف کیونکہ شہادت کے معنے ظاہر کرنا ہے جنکا انکار کیے ہوے کا پھر یہ شان نزول جو شیخ مفسر رح نے ذکر کیا ہی اُسکو حافظ ابن کثیر رح نے ابن عباس رض سے بروایت محمد بن اسحاق رح ادا کیا اور باوجود اسکے تفسیر مین کہا کہ چونکہ قولہ انا اوحینا الیک سے آخر تک متضمن اثبات نبوت آنحضرت صلعم اور صریح ان لوگونپر رد ہی جو اہل کتاب ومشرکین سے منکر تھے تو فرمایا لکن اللہ یشہد۔ اور قریب اسکے بیضاوی رح نے کہا کہ یہ استدراک از مفہوم ماقبل ہی گویا بات یہ ہوئی کہ ہر گاہ انھون نے آسمان سے اُتار دینے کتاب نازل کرنیکے سوال مین تعنت کیا اور قولہ انا اوحینا الیک الآیۃ۔ سے اُنپر حجت کیگئی کہ طریقہ وحی بر آنحضرت صلعم ویسا ہی ہی جیسا کہ نوح ودیگر انبیاء علیہم السلام پر تھا تو ٹھہرا کہ یہ لوگ اپنی خباثت سے گواہی نہ دینگے ولیکن اللہ تعالیٰ شاہد ہوتا ہی اور یہ لوگ انکار کرینگے ولیکن اللہ تعالیٰ اُسکو خوب ظاہر وثابت فرماتا ہی۔ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ۔ من القرآن المعجز۔ یعنے ساتھ اُس چیز کے ظاہر فرماتا ہی تیری نبوت کو قرآن سے جو جن وانس کو اپنے مثل فصاحت بلاغت واخبار غیب کو لانے سے عاجز کرنیوالا ہی پس یہ اس طرف سے جب اعجاز ظاہر ہو تو وہ بچا ہی۔ واضح ہو کہ دعوت حضرت محمد صلعم عام تام ہی ولیکن اعجاز قرآن جو معجزہ عظیم ہی دو وجہت کر دیا کہ عارفون زبان کو دانا پر واضح وظاہر ہی اور غیر زبان والونپر بسبب فنون بلاغت نجاننے کے خفی ہی اور یہ حالت کلیہ ہی چنانچہ شعر واشعار ونظم و

نثر ہر ایک شخص اُنکی خوبیوں سے آگاہ نہیں ہوتا مگر وہی جو نظم کے قواعد و خوبی و نثر کے فنون سے آگاہ ہو مثل مشہور ہے کہ جوہر کو جوہری ہی جانتا ہے پس اسقدر اس اعجاز میں
خفا رکھنا رحمۃ للعالمین کے مناسب ہے کیونکہ اتنا بھی خفا اگر نہوتا تو ظہور میں پردرنگی موجب غضب بد انجامی منتردد کیلیے ہوتا اور معلوم ہو کہ بعض ہیں جز اسلام و توحید
اور کچھ جزیہ وغیرہ قبول نہیں ہے فافہم۔ اہل عرب میں سے باوجود انکی لڑائی و جنگ جدال و عداوت بہتا تکے اُنکے فصیح و بلیغ معروف و مشہور شعرا و قتادہ و نیسے
کلام مجید و معجز حمید سے حق میں بڑے بڑے کلمات تعریف کے متواتر مروی ہیں اگرچہ ایمانکے طور پر اُنھوں نے نہیں سراہا کیونکہ آمین اُنکی ہتک ذلت ہے مگر یہ کہنا
کہ ایسا کلام آدمی کی مجال نہیں اور یہ کلام کسی جن کا ہے اور اسکے مقابلے میں قلم توڑ دیا یہ سب اسکے معجز ہونے پر صریح دلیل ہیں اور بہتیرے مسلمان ہو گئے اور
بعض اعراب نے کہا کہ سجدت لفصاحۃ ہذا الکلام یعنی میں نے اس کلام کی فصاحت کو سجدہ کیا پس عاقل جانتا ہے کہ جن کی کیا مجال ہے جو ایسا کلام لاسکے اور
اعرابی کو چاہیے کہ اس کلام کے کہنے والے کو سجدہ کرے۔ اور بعض متقدمین نے اسکی فصاحت و بلاغت میں کتابیں لکھی ہیں باین معنی کہ اسقدر کمالات اس
ظاہر ہوتے اور وہ میں اس سے بڑھکر مذاق پہونچتا ہے اور فصحاء عرب کے اقوال سب جمع کیے ہیں پس اسکو مانیں جو یعنی کافر و مشرک اس سے تردد ظاہر کرتے
اور جاہل مسلمان اُنکی باتوں سے شک میں پڑتے ہیں اسکا منشا حماقت و جہالت ہے زبردست فصحاء عرب جنکی نظم و نثر ہوتو میں تولی جاتی تھی اور موجود تھے
جب انھوں نے اسکے مقابلے میں پناہ نہ پکڑا اور سوائے تعریف و تحسین کے مجال نہوئی تو اس زمانہ کے بیوقوف جاہل بیتمیز ونکو کیا مجال ہے اور یہ ظاہر ہے کہ عرب والے
سخت دشمن تھے اگر کچھ بھی گنجائش پاتے یا کوئی بات بدکی ہوتی تو شیطانکی طرح زمانہ میں مشہور ہوجاتے اور اگر مسلمان نقل نکرتے تو یہود و نصاریٰ کا کتنے [illegible]
بکر اچھا لیکن سوائے یہود کے اہل عرب میں زمانہ کفر میں بھی دیانت باین معنی موجود تھی کہ معاملات میں سچائی کا برتاؤ رکھتے تھے اگرچہ خونریز اور جنگجو تھے سو یہاں
تو یہودیونکی بھی زبان بند تھی یہ نہیں کہتے تھے کہ بشر کا کلام ہے بلکہ کہتے تھے کہ جبرئیل نے وحی لانے میں عداوت کرکے بنی اسرائیل کو چھوڑا اور عرب کے ایک شخص
کو پہونچائی اس حماقت کو دیکھو اسکا رد ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ تیری صدق رسالت کی گواہی دیتا ہے بذریعہ اس قرآن کے کہ جو تجھ پر نازل فرمایا ہے۔ أَنْزَلَهُ
بِعِلْمِهِ۔ درحالیکہ اللہ تعالیٰ نے اُتارا اس کلام کو اپنی آگاہی سے ف یعنے درحالیکہ وہ تعالیٰ اسکا عالم ہے تو سزاوار نبوت وہی ہے یا یہ مراد ہے کہ اپنے علوم
کیساتھ نازل کیا یعنے اسمیں اسکا علم موجود ہے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ اُسنے یہ کلام معجز ارسال فرمایا مع علوم و اخبار غیب کے جسکے مثل کوئی نہیں
لاسکتا۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ۔ الآیۃ یعنے ملائکہ بھی تیرے صدق نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہیں ف فقط جبرئیل علیہ السلام نہیں
بلکہ میکائیل و اسرافیل وغیرہ سب گواہ ہیں قال البیضاوی اسمیں تنبیہ ہے کہ یہ لوگ کافر جو چاہتے ہیں کہ بے تامل و غور کے تیری نبوت کا صحیح ہونا جان
لیں چنانچہ آسمان سے بھی لکھائی کتاب اُتار لانیکو انکھوں کے سامنے مانگتے ہیں تو اُسکے واسطے نور و صفا سے تام چاہیے اور یہ فقط فرشتوں کو حاصل ہے آدمی کو تو ابتدا
میں یہ نہیں ہوتا بلکہ اگر نظر صحیح سے غور کریں جیسے کہ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح الآیات ارشاد کیا تو فوراً جان لیں قال المترجم اس تنبیہ
کا نفع سوائے لغت و عناد والونکے اوروںکی طرف عاید ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ علی ذلک۔ یعنے اللہ تعالیٰ کا شاہد ہونا اسپر کافی ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ○ اِنَّ الَّذِيْنَ
جو لوگ منکر ہوئے اور اُنکے روکا اللہ کی راہ سے وہ دور پڑے ہیں بھول کر بیشک لوگ
كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ○ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ
منکر ہوئے اور حق دبا رکھا ہرگز اللہ بخشنے والا نہیں اُنکو اور نہ اُنکو ملاوے راہ مگر راہ دوزخ کی
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ○ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَكُمُ
پڑے رہیں اُسمیں ہمیشہ اور یہ اللہ پر ہے آسان ہے لوگو تم پاس [illegible]

الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

رسول آچکا ٹھیک بات لیکر تمہارے رب کی سو مانو کہ بھلا ہو تمہارا اور اگر نہ مانوگے تو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان

وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اور زمین میں اور اللہ سب خبر رکھتا ہے حکمت والا

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا اللہ تعالے کے ساتھ ف بایں طور کہ رسول برحق نے جس طرح ایمان لانیکو کہا اُسکو نہ مانا بلکہ رسول ہی کو نہ مانا کیونکہ انکار رسول عین کفر باللہ تعالے ہے اور باوجود اس کفر کے۔ وَصَدُّوْا ۔ الناس ۔ اور روکا لوگوں کو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ راہ خدا سے ف یعنے دین اسلام میں داخل ہونے سے بایں طور روکا کہ انھوں نے صفت محمد صلعم کی جو توریت میں موصوف و راسپر عہد لیا گیا تھا اُسکو چھپایا بلکہ بدل ڈالا پس الذین سے یہود مراد ہیں ۔ حاصل آنکہ جنہوں نے گمراہی اختیار کی اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۔ تو یہ لوگ بہت دور کی گمراہی میں بھٹکے ہیں ف پس ضلال تو گمراہی تھی اور اضلال سے اشد گمراہی میں بعید از حق ہو گئے پس ضلال و ظلم دونوں جمع کیے جنکا عذاب بیان فرمایا بقولہ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنہوں نے کفر کیا اللہ تعالے سے۔ وَظَلَمُوْا ۔ اور ظلم کیا ف اللہ تعالے کے نبی صلعم کیساتھ بایں طور کہ اُسکی صفت چھپائی یا لوگوں کو روکا کہ اُنکو سچی صفت کے سوائے تحریف کر کے بتلائی اور ایمان سے محروم کیا اور جاہل یہود یوں سے کہا کہ نبوت اولاد ہارون و داؤد سے باہر نہوگی تو ایسے لوگوں کا عذاب یہ کہ۔ لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۔ تو اللہ تعالیٰ کی شان نہیں کہ اُنکو بخشے اور نہ اُنکو کسی راہ کی ہدایت دے ف تو ہمیشہ بدکردار رہینگے اور کوئی راہ نہیں دیے جاوینگے۔ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ ۔ سوائے راہ جہنم کے ف یعنے اُنکے لیے کوئی راہ نہیں سوائے ایسی راہ کے جو انجام کار جہنم میں پہونچادے اور وہ یہی طریقہ جسپر موجود تھے پس معنے یہ کہ جبتک اسپر چلینگے تبتک اللہ تعالیٰ نہیں بخشیگا بلکہ جہنم میں پہونچا دیگا۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ ۔ مقدرین الخلود فیہا اذا دخلوہا۔ اس تقدیر سے کہ جب داخل ہونگے تو انکے لیے اسمین رہنا ہمیشہ مقدر ہوگا۔ اَبَدًا ۔ تاکید خلود ہے اور تصریح ہے کہ خلود کے معنی یہاں مدت دراز تک رہنے کے نہیں بلکہ ہمیشہ پڑے رہنے کے ہیں اور بعض نے کہا کہ الا طریق جہنم استثناء منقطع ہے یعنے لیکن جہنم کا راستہ اُنکو دیگا۔ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ۔ اور یہ سب اللہ تعالے پر آسان ہے ف یعنے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کچھ چیز نہیں ہے وہ جو چاہے کرے۔ پس کوئی عاقل اُسکو روا نہیں رکھیگا کہ موت پر اُسکو یقین ہو پھر ایک ایسے شخص کی پیروی نہ کرے جو عقلاً و نقلاً راہ نیک بتاتا ہے اور اپنے نفس بد اخلاق کی پیروی کر کے دائمی عذاب میں گرفتار ہو لہذا ارشاد کیا کہ۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ۔ اے اہل مکہ گویا یہود کو قابل خطاب نہ جانکے تعریض فرمائی اور مشرکین مکہ کو خطاب کیا مگر بلفظ عام جو مشرکین مکہ و یہود و نصاریٰ وغیرہ سب خلق کو شامل ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ یا ایہا الناس ۔ قرآن میں اہل مکہ کو خطاب ہے۔ قَدْ جَاۗءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۔ آچکا تمہارے پاس یہ رسول مکرم تمہارے رب کیطرف سے حق کے ساتھ ف یعنے جو کچھ وہ لایا ہے حق ہے اللہ کیطرف سے۔ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۔ ای فآمنوا بہ واقصدوا خیرا لکم ۔ پس ایمان لاؤ اُسپر اور قصد کرو خیر اپنے واسطے ف كذا قال الخليل وسيبويه ۔ فآمنوا یکن خیرا لکم ۔ ایمان لاؤ تمہارے لیے بہتر ہوگا یعنے بہتر ہوگا اُس کفر سے جسمیں تم پڑے ہو کیونکہ تم اپنے گمان میں اسکو بہتر سمجھو مگر وہ سراسر بدتر ہے پھر تمہارے گمان سے بھی تمہارا ایمان لانا بہتر ہے۔ وَاِنْ تَكْفُرُوْا ۔ اور اگر اس سے کفر کروگے ف تو اللہ تعالے بے پرواہ غنی ہے تو اپنی عاقبت خراب کروگے اور کسی کا کچھ نہیں بگاڑوگے۔ فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ کیونکہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالے ہی کا ہے ف اُسی کی ملک ہے اُسی کے مخلوق ہیں اُسیکے غلام بندے و باندیاں ہیں پس تمہارا کفر کرنا اُسکی سلطنت کو کچھ مضر نہیں ہے۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا ۔ بخلقہ۔ حَكِيْمًا ۔ فی صنعہ بہم ۔

اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے آگاہ و خوب جاننے والا ہے جو صنع اُنہیں رکھی اور جاری کی ہے وہ حکمت سے ہے پس ہدایت کے قابل کو ہدایت دیتا ہے اور گمراہی کے قابل کو گمراہی نصیب ہے پھر اللہ تعالیٰ نے گمراہ نصرانیوں کی مذمت کے ساتھ عام نصیحت فرمائی تاکہ سب گمراہوں پر حجت پوری ہو۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ

اے کتاب والو مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت بولو اللہ کے حق میں مگر بات تحقیق مسیح جو ہے عیسیٰ بیٹا

مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ

مریم کا رسول ہے اللہ کا اور اسکا کلام جو ڈال دیا مریم کی طرف اور روح ہے اسکے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اسکے رسولوں کو

وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ

اور مت بتاؤ اسکو تین یہ بات چھوڑو کہ بھلا ہو تمہارا اللہ جو ہے سو ایک معبود ہے اس لائق نہیں کہ اسکے اولاد ہو

لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿١٧١﴾

اسی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اور اللہ بس ہے کام بنانے والا

ع ۲۱ / ۹

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ۔ اے اہل کتاب یعنی اے اہل انجیل لَا تَغْلُوا۔ ای لا تجاوزوا الحد۔ فِي دِينِكُمْ۔ مت تجاوز کرو حد سے اپنے دین میں پس یہود خبیث تو عیسیٰ کو مع اُنکی والدہ کے بہتان قبیح سے یاد کرتے تھے یہ غلو قبیح تھا جیسے خوارج دربارہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبیح کلام کرتے ہیں۔ اور یہودی عزیر کو خدا کا بیٹا بتاتے تھے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اور نصاریٰ کو ٹڑھ چلنے میں غلو تھا کہ حضرت عیسیٰ و مریم کو خدا کی نسبت ایسی باتیں کہتے ہیں جس سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ جیسے روافض دربارہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرح طرح کے خیالات لگاتے ہیں۔ اور امین یہ ہے کہ راہ مستقیم مانند پل صراط کے بہت باریک ہے اور افراط و تفریط دونوں سے گمراہی میں پڑ جاتا ہے چنانچہ انس بن مالک سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کو ایک شخص نے کہا کہ اے ہمارے سید اور ہمارے سید کے بیٹے تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو بات سمجھ کر کہو اور شیطان تم کو نہ بہکاوے میں محمد بن عبد اللہ ہوں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اسکا رسول پس قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ مجھے پسند نہیں ہے کہ جس منزلت و درجہ پر مجھے اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے تم اس سے مجھکو بڑھاؤ۔ رواہ احمد اور ابن عباس نے عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم میرے حق میں اتنا اکرام نہ بڑھاؤ جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ کو بڑھایا میں بندہ ہوں مجھے اللہ تعالیٰ کا بندہ و رسول اللہ کہو۔ رواہ احمد و البخاری اور روایت صحیح سے ثابت ہے کہ قریب حضور وفات کے اس بارہ میں بہت تاکید فرمائی حتی کہ فرمایا اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔ الخ۔ اور فرمایا کہ تم لوگ میری قبر کو عید مت بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو جہاں ہو کہ تمہارا درود و سلام مجھے پہونچایا جاتا ہے تم جہاں ہو۔ الخ۔ اور نصاریٰ نے یہاں تک کفر اختیار کیا کہ عیسیٰ کو درجہ نبوت سے الوہیت پر کہنے لگے بلکہ یہود کا بھی یہی حال ہے کہ حق میں ہوا بلکہ دونوں فرقوں نے اپنے عالموں و درویشوں کی نسبت معصوم ہونے کا دعویٰ کیا کہ جو کچھ حق و باطل انہوں نے کہا اس کو آمنا و صدقنا کر لیا اور یہ پورا کفر ہے کما قال اللہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ الآیۃ۔ حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ کے بندہ کو تم اسکو معبود جانتے تھے تو حق بات سے تجاوز نہ کرتے نہ کمی کیطرف نہ زیادتی کیطرف اسواسطے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ۔ اور اللہ تعالیٰ پر سوائے حق کے کچھ مت کہو یعنی قول حق کہو کہ اللہ عز و جل پاک ہے ہر طرح کی شرکت و شریک سے اور کوئی اسکا فرزند نہیں ہے نہ لڑکا نہ لڑکی نہ جورو وہ عیب سے پاک ہے یہ چیزیں اسکی شان ہی سے نہیں اور یہی نہیں سکتی ہیں یہ لوگ عجیب بیوقوف ہیں اللہ تعالیٰ سے ہم مسلمان دعا کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ہدایت پر رکھے۔ لوگو عبرت سے دیکھو کہ یہ نصرانی جو دنیا کے کاموں میں چالاک و ہوشیار ہیں دین میں ایسے بیوقوف ہیں پس یقین کرو کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے تم شریک و فرزند کے نام سے تعجب کرتے ہو

اور نصرانی اسی پر جمے ہوئے اعتقاد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ انکو رد کرتا ہے کہ ۔ اِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ ۔ یعنے مسیح تو مریم کا پوت عیسیٰ
تھا اللہ تعالیٰ کا ایلچی رسول یعنے اللہ تعالیٰ نے اسکو بزرگی دی تھی کہ اپنا رسول کیا تھا اور نصاری کو وہم بس اتنی ہی بات پر ہوا کہ بدون باپ کے عیسیٰ کو پیدا کر دیا تو
فرمایا ۔ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ ۔ اسکا کلمہ کہ اسکو مریم کی طرف پہونچا دیا ۔ وَرُوحٌ مِّنْهُ ۔ ای ذو روح منہ ۔ اور اللہ تعالیٰ کیطرف سے ایک
روح اور بندہ تھا ۔ حاصل آیت یہ ہے کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ اور مخلوقات میں سے ایک مخلوق تھا کہ حکم دیا ہو جا وہ ہو گیا اور یہ جو فرمایا
کہ روح منہ یعنے روح من اللہ تو مفسرین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف اسکی اضافت ہونا اسکا فخر ہے ۔ جسکو اللہ تعالیٰ فرماوے کہ میرا بندہ ہے اسکے لیے فخر ہے اگرچہ
درحقیقت سب اسی کا ہے اور یہ نہیں ہے کہ جیسا تم نصرانیوں نے گمان کیا کہ وہ اللہ کا بیٹا یا اللہ کا ساتھی شریک یا تین میں سے ایک ہے کیونکہ روح والا تو مرکب ہو کر بنا
ہے ضرور بعض اجزا سے بنا ہے ان اجزا کا محتاج ہے کیونکہ جبتک مرکب کے اجزا نہ ہوں تبتک مرکب نہ ہوگا اور اگر جوڑ ملا کسی چیز کا محتاج ہوتا ہے یا کبھی نہ ہو وہ معدوم ہوتا ہے
اور جو الٰہ معبود ہے وہ ترکیب سے جدا جیسے پاک ہے اور قتادہ وغیرہ سے روایت ہے قولہ کلمتہ القاہا الی مریم ۔ بمانند قولہ قال لہ کن فیکون ہے اور اضافت جیسے قولہ ہذہ
ناقۃ اللہ وغیرہ میں ہے قال المترجم اضافت کی توجیہ بے فائدہ ہے کیونکہ سیاق آیت کریمہ اسیواسطے ہے کہ عیسیٰ بندہ خدا اور رسول اللہ تھا اور جو نصاری تین
کا قول کفر کہتے ہیں بیٹا یا ساتھی یا تین میں سے ایک تھا سب غلط و کفر ہے پس یہود و نصاری میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا لہذا فرمایا ۔
فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۔ پس تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اسکے رسولوں کو مانو اور تین مت کہو ۔ ف ۔ یعنے جب تم نے حق
بات جان لی تو ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ و اسکے رسولوں پر اور مت کہو ثلثہ ۔ ای لا تقولوا الآلہۃ ثلثۃ اللہ و عیسیٰ و امہ یعنی مت کہو کہ تین الٰہ ہیں ایک اللہ اور دوسرا
عیسیٰ اور تیسری اسکی ماں پس جو لوگ بیٹا کہتے تھے وہ تو بندہ مخلوق ثابت ہونے سے رد ہوا پھر جب تین الٰہ کہنے والوں کا رد ہوا تو جو فقط شریک کہتے تھے
وہ بھی رد ہوئے پس حق یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ بندے اللہ تعالیٰ کے اور رسول برحق اور اللہ تعالیٰ کے یہاں آبرودار بندہ ہیں اور واضح ہو کہ قولہ رسلہ
میں اشارہ ہے کہ سب رسولوں پر ایمان لاؤ اور اگر عیسیٰ کو فقط بندہ و رسول مان لیا تو بھی ایمان صحیح نہ ہوگا بلکہ ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے ہر شریک و فرزند
وغیرہ عیب سے پاک منزہ ہے اور عیسیٰ اسکا بندہ و رسول برحق تھا اور اللہ تعالیٰ کے سب رسول برحق ہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا بندہ و رسول برحق ہے و قرآن برحق
ہے یعنے ایمان کی سب باتوں پر اعتقاد کرو ۔ اور تثلیث و شرک کے قائل مت ہو ۔ اِنْتَهُوا ۔ عن ذلک ۔ خَيْرًا لَّكُمْ ۔ منہ و ہو التوحید ۔ باز رہو اس شرک
و تثلیث سے اور لاؤ اس سے بہتر کو اپنے واسطے ف ۔ اور وہ توحید ہے یعنے توحید بجا لاؤ ۔ إِنَّمَا اللَّهُ ۔ مبتدا ۔ إِلَٰهٌ ۔ خبر ۔ وَاحِدٌ ۔ تاکیدی صفت ہے یعنے
اللہ تو وہی الوہیت والا اکیلا ہے ۔ سُبْحَانَهُ ۔ تنزیہا لہ عن ۔ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۔ تنزیہ ہے اللہ تعالیٰ کو اسواسطے اس بات سے کہ اسکے واسطے فرزند
ہووے ۔ ف ۔ جاننا چاہیے کہ نصاری کے اقوال حضرت عیسیٰ کے بارہ میں بہت مختلف و بے انتظام اور نہایت حماقت آمیز ہیں چنانچہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اس آیت
میں تین الٰہ کا قول مذکور ہے اور ایسے ہی آخر سورہ مائدہ میں بقولہ و اذ قال اللہ یا عیسیٰ بن مریم أأنت قلت للناس اتخذونی و امی الٰہین الآیہ ۔ یعنے جب عیسیٰ سے
اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ اے عیسیٰ کیا تو نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے مجھے اور میری ماں کو دو الٰہ بنا لو ۔ ف ۔ یہ نسطوریہ فرقہ ہے اور اول سورہ میں کہا و لقد کفر
الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم الآیہ ۔ واللہ کافر ہوگئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ وہی مسیح بن مریم ہے ۔ ف ۔ قال ابن کثیرؒ اور نصاری کی جہالت
اس درجہ پہنچی کہ نہ انکا کوئی ضابطہ ہے اور نہ کفر کی حد ہے انکے فرقے بہت ہیں اور مختلف رائیں پریشان اقوال ہیں اور بعض متکلمین نے خوب کہا کہ یہ نوبت پہنچی
ہے کہ اگر دس نصرانی جمع ہوں تو گیارہ قول متفرق ہونگے اور سائیدین بطریق جو انکے علما میں سے ایک مشہور شخص تھا اور سنہ ۴۰۰ ہجری کے حدود میں اسکندریہ میں
آیا تھا لکھتا ہے کہ نصاری زمانہ شاہ قسطنطین کے عہد میں جمع ہوئے اور دو ہزار اسقف سے زیادہ تھے مگر چالیس پچاس اور بعض چھپن کم و بیش متفرق اقوال کہنے
لگے مگر ایک قول پر تین سو اٹھارہ نفر مجتمع ہوئے تو اسی کو بادشاہ نے قوت دیکر جو اس فرقے نے بیان کیا اسکے اقوال جمع کر کے قوانین و کتابیں بنائیں اور انکو ملک میں

کہتے ہیں پھر دوسرے مجمع میں ایک فرقہ یعقوبیہ پیدا ہوا پھر تیسرے جلسہ میں نسطوریہ پیدا ہوا اور انہیں سے ہر فرقہ مسیح میں تین اقنوم کا قائل ہوا اور اسکی کیفیت میں باہم مختلف ہیں اور اپنے زعم میں لاہوت و ناسوت میں جھگڑتے ہیں کہ انمیں اتحاد ہے یا نہیں ہے یا امتزاج ہے یا حلول ہے اور انہیں سے ہر ایک فرقہ دوسرے فرقے کو کافر سمجھتا ہے اور اہل اسلام و ایمان و توحید ان سب فرقوں کو بد اعتقادی کی وجہ سے کافر جانتے ہیں سوائے اسکے جو یہ اعتقاد کرے کہ عیسیٰ بن مریم بندہ اللہ کا اور رسول اللہ تھا علیہ السلام **قال المترجم** اس زمانہ میں اہل اسلام نے کتاب اللہ کی پیروی اور اسکے احکام پر اعتقاد کو سپید رکھنے میں سستی شروع کی اور جو حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اس امت والے بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلینگے اسکے آثار نظر آئے۔ اللھم اید الاسلام بالاید المتین اللھم لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ واجعل لنا من لدنک سلطانا نصیرا یا حی یا قیوم وصل علی عبدک و رسولک محمد و آلہ و اصحابہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے بتاکید شدید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے پاک منزہ ہے اس سے کہ اسکے فرزند ہو پھر برہان واضح بیان فرمائی۔ **لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ** اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسکے بندی غلام اور مخلوق ہیں اور ملک ہیں تو عیسیٰ و انکی ماں بھی منجملہ تمام مخلوقات کے ملک ہوئے اور جو چیز ملک ہو وہ کیونکر بیٹا ہو گی سوا اسکے دونوں منافات ہے بیٹا تو باپ کی قسم سے ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ محض کفر و بہتان و غلو ہے جو عیسیٰ کی نسبت ایسا کہے۔ **وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا** اور اللہ تعالیٰ شاہد کافی ہے و حاصل **قال البیضاوی** یعنی تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی نسبت کیسے چھوٹے منہ سے بیٹے کا حرف کہتے ہیں وہ حی قیوم ہے تمام مخلوقات جسکی انتہا بشر کے حیطۂ امکان سے خارج ہے اور تمام دنیا بلکہ زمین و آسمان ایک فی ذرہ ہے کہ ہے اسکی جناب عظمت میں حرف کن سے انتظام پائی بلکہ حرف کن بھی سمجھانے کو کہا گیا اسکی کچھ
درحقیقت کچھ ہستی نہیں پس اسکے فرزند وغیرہ کیسا تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا

لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰہِ وَلَا الْمَلٰٓئِکَۃُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ عَنْ عِبَادَتِہٖ

مسیح ہرگز برا نہ مانے اس سے کہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتے نزدیک والے اور جو کوئی کنیاوے اللہ کی بندگی سے

وَیَسْتَکْبِرْ فَسَیَحْشُرُھُمْ اِلَیْہِ جَمِیْعًا ○ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور تکبر کرے سو وہ جمع کرے ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو ایمان لائے ہیں اور عمل کیے نیک

فَیُوَفِّیْھِمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدُھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْکَفُوْا

انکو پورا دے گا انکا ثواب اور بڑھتی دے گا اپنے فضل سے اور جو کنیائے

وَاسْتَکْبَرُوْا فَیُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

اور تکبر کیا سو انکو ماریگا دکھ کی مار اور نہ پاوینگے اپنے واسطے اللہ کے سوا

وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ○ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ

کوئی حمایتی نہ مددگار لوگو تم پاس پہونچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ○ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ

اور اتاری ہمنے تمپر روشنی واضح سو جو یقین لائے اللہ پر اور اسکو مضبوط پکڑا تو انکو داخل کریگا

فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ ۙ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ○

اپنی مہر میں اور فضل میں اور پہونچا دیگا اپنی طرف سے سیدھی راہ

لَنْ یَّسْتَنْکِفَ ۔ یتکبر و یانف ۔ نہیں تکبر کر سکتا و ناگوار نہیں سمجھ سکتا کبھی ۔ **اَلْمَسِیْحُ** ۔ الذی زعمتم انہ الہ ۔ مسیح بن مریم جسکو

جنے زعم کیا کہ وہ معبود ہی اَنْ یَّکُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ اس امر سے کہ ہووے بندہ اللہ تعالے کا ف یعنے مسیح کبھی اس امر سے تکبر و الفنا نکریگا کہ وہ اللہ تعالے
کا بندہ ہو سبحان اللہ تعالے اسکا بندہ ہونا عین فخر ہی جسکو نصیب ہووہی جہان سے بزرگ ہی معالم وغیرہ مین ہی کہ وفد نجران نے حضرت صلعم سے کہا کہ آپ عیسیٰ
کو عیب لگاتے ہین کہ اُنکو بندہ کہتے ہین تو آپنے فرمایا کہ مسیح کے حق مین یہ عار نہین کہ اللہ تعالیٰ کا بندہ و رسول ہو پس یہ آیت نازل ہوئی قال المترجم اس آیت کریمہ
کا تعلق اوپر سے ظاہر ہی کہ جمیع جو کچھ آسمان و زمین مین ہی سب اللہ عز و جل کے بندے و مخلوق و مملوک ہین پھر فرمایا کہ مسیح اس سے استنکاف نہین کرسکتا اور واضح
ہو کہ لن یستنکف مین اشارہ ہی کہ مسیح بندہ صالح و رسول برگزیدہ ہی اس سے یہ ہرگز صادر نہین ہوگا اسیواسطے یون نفرمایا کہ لا یستطیع المسیح ان یستنکف یا لیس لہ
ان یستنکف پس مسیح سے خود اقرار بطور تحقیق ثابت ہی کہ اِنِّی عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِیَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِی نَبِیًّا الآیہ مین اللہ تعالے کا بندہ ہون اُسنے مجھے کتاب دی اور مجھے نبی بنایا ہی
پس چہرہ انکار کو اسیقدر کافی ہی اور اسپر بلغت کرکے زائد کیا۔ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ عند اللہ لا یستنکفون ان یکونوا عبید الہ اور نہ ملائکہ مقربین
یعنے جو ملائکہ اللہ تعالے کے نزدیک مقرب ہین نہیں استنکاف کرینگے اس امر سے کہ وہ اوتعالیٰ کے بندے ہون ف یہ زائد کلام استطراداً فرمایا اور نہایت عمدہ
استطراد ہی جو اسواسطے مذکور ہوا کہ ایسے لوگون پر رد ہو جو ملائکہ کو معبود یا اللہ تعالے کی بیٹیان گمان کرتے ہین جیسے پہلے کلام سے نصاری پر رد ہی جو یہی زعم کرتے تھے
پس مقصود تو خطاب سے نصاری کا رد ہی اور اس حسن استطراد سے مشرکین مذکور کا رد نکل آیا مترجم کہتا ہی کہ مفسر نے اس کلام سے زمخشری و غیرہ بعض معتزلہ کا رد کر دیا
جو اس امر پر استدلال کرلیتے تھے کہ ملائکہ افضل ہین انبیاء سے اور دلیل یہ لاتے کہ معطوف علیہ کا درجہ معطوف سے افضل ہوتا ہی ورنہ ملائکہ کے عدم استنکاف عیسیٰ کا
عدم استنکاف لازم نہ آویگا پس معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے کا بندہ ہونے سے مسیح استنکاف نہین کریگا اور نہ ملائکہ مقربین جو اس سے افضل ہین اور بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ
اگر یہی بات ہوتی جو معتزلہ نے بیان کی تو آیت جبھی نصاری پر حجت ہوسکتی تھی کہ جب وہ مان لیتے کہ ملائکہ افضل عیسیٰ سے ہین اور بدون اسکے حجت نہو گی حالانکہ نصاری
کا تو یہ حال ہی کہ انھون نے عیسیٰ کو درجہ الوہیت تک پہونچا یا ملائکہ کا کیا ذکر ہی پس یہ عطف از باب ترقی نہین ہی بلکہ استطراد و تمیم رد ہی اور ابن کثیر نے کہا کہ استنکاف
یعنے انکار کرنا اور ملائکہ کو بنسبت عیسیٰ کے انکار سے زیادہ قدرت ہی پس زیادہ قادر ہونے سے انکا افضل ہونا لازم نہین آتا ہی قال المترجم یہ جواب بنا بر آنکہ عطف
مذکور از باب ترقی ہی و لیکن ترقی قدرت استنکاف مین زیادتی کی ہی نہ افضلیت مین اور بقاعی نے بر تقدیر تسلیم ترقی کہا کہ ترقی زیادہ عجیب پیدائش مین ہی کیونکہ
وہ زیادہ سے پیدا نہین ہین پس عیسیٰ کیا بلکہ آدم سے بھی زیادہ عجیب پیدائش کے ہین پس معنی یہ کہ انکار نہین کریگا عیسیٰ جو فقط بدون باپ کے پیدا ہوا اور نہ
ملائکہ مقربین جو زیادہ دونون طرح بغیر پیدا ہوئے ہین اس بات سے کہ اللہ تعالے کے بندے ہون قال المترجم صاحب اصطلاحات صوفیہ وغیرہ اہل حق نے خوب کہا ہی
کہ اہل بدعت کو شیطان نے بیکار اس مسئلہ مین پھنسایا جسمین کوئی نص از جانب شارع نہین تاکہ رجحاً بالغیب اسپر بحث کرے مسائل ثابتہ حقہ سے بر بنا مذکور منکر
ہوجاوین کیونکہ ظاہر ہی کہ شرع مین اس مسئلہ کے ظہور پر دار ایمان و اعمال سے کچھ بھی موقوف نہین پس بیکار اسمین بحث کرنا لغو فضول ہی پھر اللہ تعالے نے آگاہ
فرمایا کہ اسکی تنزیہ الوہیت جو تمہاری ہین ملائکہ و عیسیٰ سب اسکی بندگی سے فخر کرتے ہین اور اسکے قبضہ قدرت مین مسخر ہین انکے واسطے کچھ مجال مخالفت نہین بلکہ فرمایا
وَمَنْ یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا اور جسنے اسکی عبادت سے انکار کیا اور تکبر کیا پس تو
اللہ تعالے اپنی طرف سبکو حشر فرما ویگا ف یعنے آخرت مین سبکو اپنی طرف محشور فرما دیگا اور جمیعًا سے مراد یہ کہ استنکاف کرنیوالے اور نکرنیوالے یعنے نیک و بد سبکو
اللہ تعالے قیامت کو میدان حشر مین جمع فرماویگا پھر ان دونون قسمون کی تفصیل فرمائی بقولہ تعالے۔ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ پس جو لوگ کہ ایمان لائے اور نیک کام کیے تو اللہ تعالے انکو اپنی مزدوری پوری دیگا ف یعنے اُنکے عملون کے ثواب
پورے عطا فرماویگا۔ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ۔ اور اپنے فضل سے اُنکے لیے بڑھا دیگا ف یعنے ثواب اعمال پر زائد عطیہ دیگا وہ ایسی چیز ہی کہ کسی
آنکھ نے نہین دیکھی اور نہ کسی کان نے سُنی اور نہ کسی بشر کے دل پر اسکا تصور گذرا۔ یہ الفاظ حدیث صحیح ہین اور قولہ الحسنیٰ و زیادہ کی تفسیر مین زیادت کی تفسیر بدیدار

حضرت باری تعالیٰ عزوجل صحیح ہوئی ہے الحاصل مخلوق دو قسم ہین ایک وہ جنھون نے عبادت الٰہی سے تکبر و استنکاف کیا اور دوم اُنکے برخلاف جنھون نے
اللہ تعالےٰ کی بندگی کو اپنا فخر جانا پس جنھون نے استنکاف نہین کیا بلکہ ایمان لائے و نیک اعمال بندگی کے ادا کیے تو اللہ تعالےٰ اُنکو اس حشر کے
مجمع مین اُنکی نیکوکاریون کے ثواب عطا کریگا اور اسپر اپنی طرف سے بڑھتی عطا دیگا جو کسی نے نہ دیکھا اور نہ سنا اور اُسکے خیال مین آیا اور سب سے افضل رضوان
اُنکو دیدار باریتعالیٰ ہے پس ان بندونکی بزرگی کون قیاس کر سکتا ہے وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْکَفُوْا وَاسْتَکْبَرُوْا ۔ اور رہے وہ جنھون نے اللہ تعالیٰ
کی بندگی سے استنکاف و استکبار کیا۔ فَیُعَذِّبُھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۔ تو انکو اللہ تعالےٰ عذاب الیم دیگا ف وہ عذاب دوزخ ہے جسمین بے موت
جلا کرینگے ختم ہوگا اور کوئی تدبیر بن نہ آویگی۔ وَلَا یَجِدُوْنَ لَھُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلِیًّا ۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اپنا ولی نہین پاوینگے
جو اُنسے عذاب دور کرے۔ وَّلَا نَصِیْرًا ۔ اور نہ کوئی ایسا مددگار کہ اپنے قابو سے اُنکے سر سے عذاب کو روکے۔ یہانتک اہل کتاب کو تنبیہ کر دی
اور جس وہم و گمان پر وے بھٹکے تھے اسکو صریح حق بیان سے زائل و دفع کر کے عام خطاب فرمایا بقولہ یٰاَیُّھَا النَّاسُ ۔ اے لوگو یعنی اہل کتاب
یہود و نصاریٰ و اے مشرکین بت پرست و آتش پرست وغیرہ سب کے سب ادھر متوجہ ہو کر جانو کہ۔ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ آگئی تمہارے
رب کیطرف سے حجت ف ابن جریج وغیرہ نے کہا کہ مراد قرآن مجید ہے اور معالم مین کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہین اور یہی مفسر نے
اختیار کیا بالقرینۃ بالبعد۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ۔ اور ہمنے تمہاری جانب نور واضح اتار دیا ف یعنے قرآن مجید اور مبین سے معنے لازمی
یعنے بین ظاہر مراد ہے اور نور کی صفت حسب بَیِّنٌ قرار دی تو انتہاء ظہور ہو گیا پس اس نور ظاہر پر صدق دل سے یقین لاؤ اور وہ تمہارے حقمین یہی نعمت ہے
فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ ۔ پس جن بندون نے اللہ تعالےٰ پر یقین کیا اور اس نور کو مضبوط پکڑ لیا۔ فَسَیُدْخِلُھُمْ
فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ ۔ تو اللہ تعالیٰ اُنکو اپنی طرف سے رحمت و فضل مین داخل کریگا۔ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۔ اور اُنکو
اپنی جانب راہ مستقیم دیدیگا ف جس سے اپنی مراد کو پہونچینگے اور عذاب سے نجات پاوینگے اور اگر نہ مانے تو عذاب دوزخ و دائمی خواری و ذلت اُنپر لازم ہے ف اِلّا الامر نے
قولہ تعالیٰ لن یستنکف المسیح الخ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عبودیت کا اقرار کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُسکو نور توحید مین مستغرق کر دیا تھا لہٰذا ابن منصور حلاج کا دعویٰ
انانیت مرتبۂ تلوین مین ناقص تھا پھر عیسیٰ کیساتھ ملائکہ کے ذکر سے ملائکہ پرستوں کا رد ہو گیا اور ظاہر آیت سے عیسیٰ پر ملائکہ کی تفضیل نکلتی ہے اور مراد اس سے یہ
کہ ملائکہ بندگان آسمانی و نجیب درگاہ و زیادہ قدرت والے رکھے گئے ہین اور اس امر مین وہ عیسیٰ سے افضل ہین اور یہ کافرونکے وہم و زعم کے موافق ہے ورنہ عیسیٰ
سے ملائکہ افضل نہین ہو سکتے ہین اور کسی نبی پر انکو فضل نہین ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام جمالی و جلالی قدسی ہین اور ملائکہ علیہم السلام روحانی ملکوتی ہین ف ذوالنون
مصری نے کہا کہ قولہ نورا مبینا الخ مخلوق پر تاریکی چھائی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت و نور سینہ مین چمکتا ہے کوئی اپنا حصہ لیگیا اور کسی نے اندھیرے مین ٹکر کھائی
ف قال المترجم پھر جو اپنا حصہ لیگیا وہ قرب مین مجرمونکے حصہ کا وارث ہے بقولہ تعالیٰ اولئک ہم الوارثون الذین یرثون الفردوس یعنی یہی نورانی بندے
وارث ہین جو فردوس اعلیٰ کو میراث لیتے ہین۔ ھ یعنے دنیا سے بلعونہ کو اپنے نسبی بھائیونکیلیے یعنے کافرون و مشرکون کیلیے چھوڑتے ہین اور خود اُنکے مقامات جنت
کو میراث لیتے ہین اور کافرونکا یہ حال ہے کہ آدم اول اور خاتم المرسلین آخر دونون سے منقطع ہو گئے اور شیطان کی ذریات مین داخل ہو کر منقطع و معدوم ہو گئے کیونکہ کافر
مردہ ہو جاتا ہے تو گویا اس دائرہ مین اول و آخر سب سے خارج ہو گئے جیسے دنیاوی مال کے میراث مین کلالہ ہوتا ہے کہ نہ باپ ہا اور نہ بیٹا اور اصل و فرع دونون سے
مٹ گیا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارک کو مسئلہ کلالہ پر ختم فرمایا جیسے ابتدائے سورہ مین میراث کا ذکر ہے اور اس سورہ مین جملہ مواریث تین بیان
ہین اول تو اصول و فروع کی میراث اور دوم جورو و مرد کی میراث اور مادری بھائی بہن کی میراث ان سب کا بیان ہو چکا اور سوم میراث کلالہ در سینے ولی الارحام
تو اُنکی میراث کا بیان آخر انفال مین ہے پس کلالہ کو فرمایا۔

يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَّلَهُ أُخْتٌ

حکم پوچھتے ہین تجھسے تو کہہ کہ اللہ حکم بتاتا ہی تمکو کلالہ کا اگر ایک مرد مرگیا اور اسکو بیٹا نہین اور اسکو بہن ہے

فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا

تو اسکو پہونچے آدھا جو چھوڑ مرا اور وہ بھائی وارث ہر اس بہن کا اگر نہ ہے اسکو بیٹا پھر اگر بہنین دو ہون تو اُنکو پہونچے

الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

دو تہائی جو کچھ چھوڑ مرا اور اگر کئی شخص ہین اس ناتے کے مرد اور عورتین تو مرد کو دو برابر حصہ

الْأُنْثَيَيْنِ ۗ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا ۗ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ع ٥

عورت کا بیان کرتا ہے اللہ تمھارے واسطے کہ نہ بہکو اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

يَسْتَفْتُونَكَ - فی الکلالة تجھسے فتوی چاہتے ہین ف کلالہ کے بارہ مین پس سوال مین سے کلالہ حذف ہوا کیونکہ جواب مین مذکور ہے وہ اسپر دلالت کرتا ہی کیونکہ جواب مطابق سوال ہونا چاہیے۔ اور سائل اگرچہ جابر رضؓ اکیلے تھے جیسا کہ شان نزول مین آتا ہی پس یستفتونک بصیغۂ جمع بوجہ اسکے کہ سوال ایسی چیز سے نہ تھا جسکا اختصاص حضرت جابرؓ سے ہو پس گویا سوال از جانب صحابہ ایک نے بیان کیا تھا بلکہ جمیع امت کی طرف سے ایک نے سوال کیا پس عموم مرعی ہے اگرچہ بلفظ عموم نہ ہو۔ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ تمکو کلالہ کے بارہ مین فتوی دیتا ہی ف یہانسے سبب کہ فتوی واضح عبارت مین ہوا اور بیت و تشان سے صریح نقل کیا جائے - إِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ - امرؤ مرفوع بفعل محذوف ہے جسکی تفسیر فعل بعد سے ہی ان ہلک امرؤ یعنے اگر مرگیا کوئی مرد جسکی صفت یہ کہ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ ای لا والد وہو الکلالة۔ یعنے ایسا مرد مرا کہ نہین اسکے کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی۔ اور نہ اسکا والد ہی یعنی باپ پس یہی کلالہ ہے کہ جسکی موت کیوقت نہ فرزند ہو نہ والد ہو۔ اور والد کا نہونا دلالۃ النص سے ثابت ہے جیسا کہ آتا ہے۔ وَّلَهُ أُخْتٌ من ابوین او اب اور اُسکی بہن موجود ہو ف اور مراد بہن سے وہ ہی جو ایک ماں و باپ سے ہو یا فقط باپ کیطرف سے ہو اور یہان وہ سری ہو اور وہ بہن مراد نہین جو فقط ماں کیطرف سے ہو۔ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ - تو اس بہن کو جو عینی یا علاتی ہے نصف ترکہ ملیگا۔ وَهُوَ يَرِثُهَا ای الاخ کذلک ان تہا جمیع ترکت اور اگر بھائی ایسا ہے کہ اُسکی عینی یا علاتی بہن مری تو بھائی اُسکے کل ترکہ کا وارث ہوگا۔ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ بشرطیکہ بہن مذکورہ کا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی نہو اور اگر اس بہن کی اولاد ہو تو دو صورتین ہین اگر لڑکا ہی تو بھائی کو کچھ نہین ملیگا اور اگر لڑکی ہی تو اُسکے نصف حصہ کو دیکر جو کچھ بچے وہ بھائی کو ملیگا اور اگر بھائی یا بہن عینی یا علاتی نہین بلکہ فقط ماں کیطرف سے ہی تو وہ کلالہ نہین ہے اسکا مفروضہ چھٹا حصہ ہے جیسا کہ اسی سورہ کے اول مین گذرا اور ایسے بھائی بہن کے مذکر و مونث مین کچھ تفاوت بھی نہین ہے چنانچہ وہان مفصل مذکور ہوچکا پھر بطور کلالہ میراث پانیوالی بہن ایک سے زیادہ ہو یا بہنوں کے ساتھ بھائی بھی ہون تو انکو بیان فرمایا۔ فَإِنْ كَانَتَا ای الاختان۔ اثْنَتَيْنِ پھر اگر دو عورتین ہون ف یعنے اگر بہنین عینی یا علاتی دو ہون اور مراد انکہ دو ہو یا دو سے زیادہ ہونا اس دلیل سے کہ آیت کا نزول حضرت جابرؓ کے حق مین ہوا اور وہ دو سے زیادہ بہنین چھوڑ نیوالے تھے کما سیاتی تو معلوم ہوا کہ ایک سے زیادہ جسقدر ہون انکا حکم یہ کہ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ الاٰخ۔ تو ان دونوں کو دو تہائی اُس مال کا ملیگا جو بھائی چھوڑ مرا ہی اور اگر دو سے زیادہ ہون تب بھی یہی حکم ہے۔ وَإِنْ كَانُوا ای الورثة۔ إِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاءً۔ اور اگر وہ رشتہ برادری مرد ہون اور عورتین یعنی ہون عینی یا علاتی وارثون مین بھائی بہن دونوں موجود ہون۔ فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ تو اُن مین سے مرد کیلئے دو عورتونکے حصہ برابر حصہ ہے ف یعنے بھائی کو بہن سے دو چند ملیگا۔ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا ای یبین اللہ لکم شرائع دینکم لان لا تضلوا بیان کرتا ہی اللہ تعالیٰ تمھارے لیے دین کے شرائع تاکہ تم نہ بہکو

وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف منہ المیراث اور منجملہ کل شی کے ایک میراث بھی ہے جیسے بیان فرمائی شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ
نے اچھی تفصیل و تفسیر سے مسئلہ بیان کیا جسکی تلخیص لانا پسندیدہ ہے براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ آخر جو سورہ نازل ہوا وہ سورۂ براءۃ ہے اور آخر جو آیت
نازل ہوئی وہ قولہ یستفتونک الآیۃ ہے (رواہ الشیخان) قال المترجم اور شیخ سیوطیؒ نے لکھا کہ مراد یہ کہ فرائض میں جو سب سے آخر آیت اُتری وہ یہی
آیت ہے اور تفصیل اسکی تحت قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت الآیۃ مترجم لکھ چکا ہے جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم میرے
پاس آئے درحالیکہ میں مریض تھا اور کچھ سمجھتا نہ تھا پھر وضو فرما کر مجھ پر پانی چھڑکا یا کہا کہ آپکے حکم سے لوگوں نے چھڑکا پس میں ہوش میں آگیا اور میں نے عرض کیا
کہ میرا کوئی وارث نہیں سوائے کلالہ کے تو میراث کیونکر ہوگی پس اللہ تعالیٰ نے فرائض کی آیت اُتاری (رواہ الشیخان) اور دوسری روایت میں ہے کہ پس اللہ تعالیٰ
نے آیۂ میراث قولہ یستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ الآیۃ نازل فرمائی۔ (کذا رواہ الجماعۃ) اور جابرؓ نے کہا کہ میرے ہی معاملہ میں یہ آیت یستفتونک
قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ نازل ہوئی (رواہ ابن ابی حاتم) اور لفظ کلالہ ماخوذ از اکلیل ہے جیسے اکلیل سر کو محیط ہوتا ہے اپنے کناروں سے ایسے ہی میت کے حواشی
اُسکے وارث ہوں تو کلالہ ہے اسیواسطے اکثر علماء نے کلالہ کی تفسیر میں کہا کہ وہ میت جسکے فرزند و والد نہو اور بعض نے کہا کہ کلالہ وہ میت جسکے فرزند نہ ہو
قال المترجم بعض نے کہا کہ کلالہ وہ ورثہ ہیں جو بجز فرزند و باپ کے میت کے وارث ہوں قال ابن کثیر اور کلالہ کا حکم حضرت عمرؓ پر مشکل ہو گیا تھا جیسے جدہ کی
میراث میں اور ربوا کی بعضی صورتوں میں انکو اشکال تھا قال المترجم یعنی ان میں اجتہاد کو مساغ ہو گیا اور قطعی کوئی امر کھلا ہوا نہیں ملا چنانچہ خود عمرؓ سے مروی ہے کہ مجھے
تمنا ہے کہ جد و کلالہ و ربوا میں حضرت صلعم نے ہمسے کوئی عہد لیا ہوتا کہ جہاں حد پر ہم قطعاً ٹھہرتے (کما رواہ الشیخان) اور نیز روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم
اس سے زیادہ کسی چیز میں سوال نہیں کیا جسقدر کلالہ میں پوچھا یہانتک کہ آپنے میرے سینہ میں اپنی انگلی ماری اور کہا کہ تجھکو آیۃ الصیف جو آخر سورۂ نساء میں
ہے کافی ہے (رواہ احمد و مسلم) پھر عمرؓ نے کہا کہ کاش اگر میں نے رسول اللہ صلعم سے سمجھ لیا ہوتا تو وہ مجھکو سرخ اونٹ سے زیادہ محبوب تھا (رواہ احمد) اور معنی یہ کہ آنحضرت
صلعم نے جب آیۃ الصیف کا کافی ہونا فرمایا تو عمرؓ مطمئن ہو گئے اور خوب سمجھ نہ لیا کہ کفایت کیونکر ہے اور آیۃ الصیف اسواسطے کہ گرمی میں اُتری تھی واللہ اعلم اور
قتادہؓ نے کہا کہ ہمسے ذکر کیا گیا کہ ابوبکر صدیقؓ نے اپنے خطبہ میں کہا کہ خبردار رہو کہ سورۂ نساء کے اول میں جو آیت اُتری فرائض کے بارہ میں وہ ماں باپ و اولاد کے
حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور دوسری آیت جورو و مرد اور ماں کی طرف والے بھائی ہونے کے حق میں ہے اور ختم سورۂ نساء پر جو آیت ہے وہ ایک ماں باپ کے سگے
بھائی بہنوں کی میراث میں نازل فرمائی ہے اور جو سورۂ انفال کے ختم پر ہے وہ اولی الارحام میں بعض سے بعض اولی ہونے کے حق میں یعنی ان عصبات میں ہے جو قرابت کی جہت سے
ہیں (رواہ ابن جریر) پھر قولہ تعالیٰ ان امرؤ ہلک لیس لہ ولد ظاہر قول سے بعض نے استدلال کر کے کہا کہ کلالہ ہونے کی شرط سے نہیں ہے کہ باپ بھی نہ ہو بلکہ فقط فرزند نہ ہونا
چاہیئے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت یہی ہے کما رواہ ابن جریر عنہ باسناد صحیح لیکن جس قول کیطرف مرجع ہے وہ یہی ہے کہ باپ نہونا بھی شرط ہے اور یہی
جمہور صحابہؓ کا قول ہے اور حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے صریح کر دیا کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند نہو اور باپ نہو اور اسی پر دلالت کرتا ہے قولہ تعالیٰ ولہ اخت فلہا نصف ما ترک
کیونکہ اگر اخت کیساتھ باپ موجود ہو تو اخت کو کچھ بھی ارث نہیں ہوتی اسلیئے کہ بالاجماع باپ اُسکو محروم کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ کلالہ کیواسطے یہ تو قرآن مجید میں ظاہر صریح مذکور
ہے کہ فرزند نہو اور دلالۃ النص سے نکلا کہ اسکا باپ بھی نہو اور مکحول و عطیہ و حمزہ و راشدؒ نے زید بن ثابتؓ سے روایت کی کہ زید بن ثابتؓ سے پوچھا گیا کہ ایک میتہ کا شوہر
اور عینی بہن ہے تو زیدؓ نے شوہر کو نصف اور بہن کو نصف دیا پس زیدؓ سے اس میں گفتگو کیگئی تو فرمایا کہ میں رسول اللہ صلعم کے حضور میں حاضر تھا کہ جب آپنے ایسا حکم دیا تھا
(رواہ احمد) اور ابن جریر وغیرہ نے ابن عباسؓ و ابن الزبیر سے نقل کیا کہ وہ دونوں کہتے تھے کہ میت نے دختر و بہن چھوڑی تو بہن کو کچھ نہیں ملیگا کیونکہ حق تعالیٰ نے
فرمایا کہ ان امرؤ ہلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلہا نصف ما ترک سو جب اسکی دختر موجود ہے تو فرزند موجود ہے پس بہن کو کچھ نہیں ملیگا اور جمہور صحابہؓ کا قول ان دونوں سے
برخلاف ہے کہ وہ اس مسئلہ میں آدھا دختر کو اور باقی آدھا بوجہ عصبہ ہونیکے بہن کو دوسری آیت کی دلیل سے دلواتے ہیں اور معاذ بن جبلؓ نے زمانہ آنحضرت صلعم میں ایسا

یہی فیصلہ کیا تھا اور ابن مسعودؓ نے بحوالہ فیصلہ آنحضرت صلعم یہی حکم دیا اور صورت مسئلہ روایت ابن مسعودؓ یہ ہے کہ میت کی دختر اور پوتی اور بہن ہے پس دختر کو نصف
اور پوتی کو چھٹا حصہ یکر دو تہائی پورا کرکے باقی بہن کو دیا (رواہ البخاری) مقصود آنکہ بہن اس صورت میں وارث ہے قولہ وہو یرثہا ان لم یکن لہا ولد یعنی بھائی کو بہن
کی پوری میراث ملیگی اگر بہن اس حال سے مرجاوے کہ اسکی میراث کلالہ ہو کہ اُسکے فرزند نہو یعنی فرزند نہو اور باپ بھی نہو کیونکہ اگر باپ موجود ہوا تو بھائی محروم ہوگا
کچھ بھی نہ پاویگا۔ اور اگر فرض کیا جاوے کہ سوائے باپ کے اور کوئی ذوی الفروض میں سے مانند شوہر یا اخیافی بھائی بہن کے اس عینی یا علاتی بھائی کے ساتھ موجود
ہو تو جو اُسکا فرض مقرر ہے وہ دیکر جو باقی رہا وہ عینی یا علاتی بھائی کو ملیگا بدلیل آنکہ ابن عباس نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ آپنے فرمایا کہ فرض حصہ والونکو انکا
حصہ پہونچا دیکر جو فرائض سے باقی رہے وہ اولی مرد مذکر کا ہے (رواہ الشیخان وغیرہما) قولہ فان کانتا اثنتین فلہما الثلثان مما ترک یعنی اگر دو بہنیں ہوں تو انکو ترکہ سے
دو تہائی ملیگا پس معلوم ہوا کہ دو بہنوں کے واسطے دو تہائی حصہ ہوتا ہے اسی سے جماعت جمہور نے دو دختروں کا حکم نکالا ہے کیونکہ اولاد کی میراث میں دختروں کے حق میں فرمایا
فان کن نساء فوق اثنتین فلہن ثلثا ما ترک یعنی بیٹیاں اگر دو سے اوپر ہوں تو انکا دو تہائی ہے۔ اور دو دختروں کا حصہ مذکور نہیں ہے یعنی یہاں دو سے
زیادہ دختروں کے واسطے دو تہائی مذکور ہے اور فقط دو دختروں کیواسطے کچھ صریح نہیں پس جب یہاں دو بہنوں کیواسطے دو تہائی مذکور ہے تو اس سے مستفاد ہوا کہ دو تہائی
حصہ ایک سے زائد کیواسطے ہے خواہ دو ہوں یا دو سے بھی زائد ہوں اور ایسی ہی دختروں کی میراث میں جماعت کے واسطے دو تہائی صریح مذکور ہے وہاں سے مستفاد ہوا کہ اگر
بہنیں دو سے زیادہ ہوں تو بھی دو تہائی پاوینگی **قال المترجم** قرآن میں یہ لطافت واسطے مراتب علماء کے اللہ تعالیٰ نے لطیف کردیے اور ہمارے نزدیک یہ
استدلال اچھا ہے یہ سبب اُسکے شیخ **سیوطیؒ** نے یہاں دو سے زائد بہنوں کیلیے دو تہائی ہونے پر اسطرح استدلال کیا ہے کہ سبب نزول جابر رضی اللہ عنہ کے
حق میں ہے اور انکی بہنیں دو سے زائد تھیں اور وجہ اجود ہونیکی یہ ہے کہ سبب نزول تو بروایت بخاری ہے لیکن انکی بہنوں کے زائد ہونیکی تعداد بعض اخبار آحاد سے ثابت ہے اور حنفیہ
باحتیاط و جہاں اس امر کو روا نہیں رکھتے ہیں کہ ہر خبر احاد سے کتاب اللہ تعالیٰ پر جو قطعی ہے زیادتی کریں **قال المترجم** حق یہ ہے کہ یہاں ہر خبر آحاد بعد از آنکہ قابل احتجاج
ہو بالاتفاق قبول ہونا چاہیے کیونکہ اس سے ایسی زیادتی لازم نہیں آتی جو حکم کتاب اللہ میں کوئی تغیر پیدا کریگی اور نیز مترجم کو امام ابوحنیفہ و صاحبین رحمہم اللہ سے
کوئی صریح روایت اس مسئلہ کی نہیں ملی کہ کتاب پر زیادتی بخبر واحد نہیں جائز ہے بلکہ موطائے امام محمدؒ سے ظاہر سکتا ہے کہ حدیث جبکہ صحیح ہو جاوے تو اُسکو بحث
اجتہادی میں قبول کرنا انکا دستور تھا اور یہ ضرور نہیں کہ جو ظاہر حدیث ہے وہی اس سے مراد بھی ہو بلکہ یہ تو بعض آیات میں بھی نہیں ہے چنانچہ اسی آیت کلالہ میں کلالہ
وہی نہیں جسکے فقط فرزند نہو بلکہ باجتہاد یہ ثابت کیا گیا کہ فرزند اور باپ دونوں نہوں اور بعض شراح منہاج بیضاوی نے اسکو مصرح لکھا ہے جسکی طرف میں نے
اشارہ کیا اور ظاہر یہ ہوتا ہے کہ متاخرین فقہا نے یہ مسئلہ نکالا ہے چنانچہ **مولانا شاہ ولی اللہؒ** نے اسکو صریح بیان کیا ہے اور حذیفہؓ سے روایت ہے کہ آیت کلالہ آنحضرت
صلعم پر ایسے حال میں اُتری کہ آپ سفر میں چلے جاتے تھے پس آپ ٹھہر گئے اور ناگاہ حذیفہ کی اونٹنی کا سر آپکے راحلہ کے ردیف پاس تھا پس آپنے دیکھکر حذیفہ کو یہ
آیت تلقین کی پھر حذیفہؓ نے جو نظر کی تو عمرؓ کو پایا اور انکو یہ آیت تلقین کی پھر جب حضرت عمر رضہ کی خلافت کا زمانہ تھا تو عمر رضہ نے حذیفہ کو بلا کر اُنسے یہ آیت پوچھی تو
حذیفہؓ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلعم نے یہ آیت تلقین فرمائی پس میں نے تمکو ویسی ہی تلقین کردی جیسے مجھے رسول اللہ صلعم نے تلقین کی تھی اور واللہ میں سچا
ہوں (رواہ الحافظ ابو بکر احمد بن عمر البزار) اور پھر عمر رضہ یہ کہا کرتے کہ اے میرے پروردگار اگر تو نے حذیفہ پر اسکے معنی کھولدیے ہیں تو مجھپر ابتک کھلے نہیں ظاہر ہوے
(رواہ ابن جریر بعدہ الزیادۃ) اور عمر رضہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کلالہ میں اجماع کرنے پر اکٹھا کیا تھا کہ ناگاہ گھر میں ایک سانپ نکل آیا پھر لوگ متفرق ہو گئے تو عمرؓ نے
کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو یہ امر پورا کرنا منظور ہوتا تو پورا کردیتا (رواہ ابن جریر عن طارق بن شہاب باسنادہ صحیح) اور جاننا چاہیے کہ حضرت عمر رضہ نے جیسے حضرت
صلعم سے تین باتیں نہ پوچھنے پر افسوس کیا تھا ویسے ہی حضرت ابوبکرؓ سے بھی نہ پوچھنے پر افسوس کیا ہے اور حضرت عمر رضہ کہتے تھے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ میں ابوبکرؓ
سے خلاف کروں اور واضح ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ فرماتے تھے کہ کلالہ ماعدا الوالد والولد ہے یعنی میراث کلالہ میں فرزند اور باپ دونوں نہونا شرط ہے **قال**

ابن کثیر جو قول حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے اُسی پر جمہور صحابہؓ و تابعینؒ ہین اور یہی مذہب چارون فقیہ اماموں اور فقہاء سبعہ مدینہ کا ہی قولہ یبین اللہ لکم ان تضلوا بعض نے ان تضلوا بمعنے لان لا تضلوا ۔ بیان کیا اور یہ کسائی و فراء و کوفیین کا قول ہی اور ابو عبیدہ نے کہا کہ مین نے کسائی کو حدیث ابن عمرؓ سنائی کہ لا یدعوا احدکم علی ولدہ ان یوافق من اللہ ساعۃ اجابۃ ۔ یعنے مت بد دعا کرے کوئی تم مین سے اپنے فرزند پر تاکہ ایسا نہو کہ اتفاق سے وہ گھڑی ہو جسمین دعا قبول ہوجاتی ہی مقصود یہ کہ ان یوافق بمعنے لان لا یوافق ہی جیسے آیت مین ان تضلوا بمعنے لان لا تضلوا ہی بصریون نے کہا کہ معنے یہین کہ یبین اللہ لکم کراہۃ ان تضلوا ۔ یعنے کھلا بیان فرماتا ہی اللہ تعالیٰ بوجہ کراہت اس امر کے کہ تم گمراہ ہوجاؤ یعنی چونکہ وتعالیٰ کو کمال رحمت سے تمہارا بھٹکنا منظور نہین لہٰذا صاف صاف تمھاری شریعت کے احکام بیان فرماتا ہی اور اجتہاد کی گنجایش چھوڑ دینا بھی آسانی ہو رحمت اور موجب مزید ثواب ہے اسیکو کشاف مین لیا اور بیضاوی نے مرجح قرار دیا واللہ اعلم

سورۃ المائدۃ مدنیۃ مائۃ وعشرون آیۃ واثنان و ثلث

[رکوعاتہا ۱۶]

اس سورہ کا نام سورۂ مائدہ ہی اور وہ ایک سو بیس آیتین ہین یا ایک سو بائیس یا ایکسو تیئیس آیتین ہین **قرطبی** رح نے کہا کہ اس سورہ کے مدنیہ ہونے پر اجماع ہی اور محمد بن کعب یعنے قرظیؒ نے کہا کہ حجۃ الوداع مین مکہ و مدینہ کے درمیان حالت رفتار مین اُتری ہی اور اسماء بنت یزید سے روایت ہی کہ مین حضرت صلعم کی اونٹنی عضباء کی مہار پکڑے ہوئے ہون کہ ناگاہ آپ پر سورۂ مائدہ پوری اُتری و قریب تھا کہ اُسکے بوجھ سے اونٹنی کا بازو کوفتہ ہوجاوے (رواہ احمد بسند صالح) حالت وحی مین ایک سخت بار عظیم پڑتا تھا حتی کہ حضرت صلعم کے سخت جاڑے مین پسینہ آجاتا تھا اور کبھی اگر کسی صحابی کی ران پر سر مبارک ہوا تو اسکی ران پھٹنے لگتی تھی (م) اور ابن لہیعہ کی روایت مین ہی کہ وہ اُٹھا نہ سکی حتی کہ آپ اتر پڑے **قال المترجم** یہ روایت ضعیف ہی کہ آپ اتر پڑے بلکہ ثابت پہلی روایت ہی اور ام عمرو نے اپنی پھوپھی سے مانند روایت اول کے روایت کیا (رواہ ابن مردویہ) اور حضرت عائشہؓ سے ہی کہ یہ سورۃ آخر نازل ہوئی ہی سو اسمین جو تم حلال پاؤ اسکو حلال رکھو اور جو حرام پاؤ اسکو حرام رکھو (رواہ الحاکم وصححہ) اور جبیر بن نفیر نے کہا کہ پھر مین نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت صلعم کا خلق عظیم کیا تھا فرمایا کہ قرآن (رواہ احمد بسندہ الزیادۃ والنسائی ایضاً) اور ضمرہ بن حبیب و عطیہ بن قیس سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سورۂ مائدہ قرآن مین سے آخر مین اُتاری گئی تو اُسکے حلال کو حلال رکھو اور اُسکے حرام کو حرام رکھو (رواہ ابو عبید) اور عمرو بن شرحبیل سے ہی کہ مائدہ مین سے کچھ منسوخ نہین ہوا ۔ اور شعبیؒ نے استثناء کیا قولہ یا ایہا الذین آمنوا لا تحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام ولا الہدی ولا القلائد اور ابن عباسؓ نے استثناء زائد کیا قولہ فان جاؤک فاحکم بینہم او اعرض عنہم الآیۃ ۔ اور میسرہؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قولہ والمنخنقۃ سے قولہ اذا حضر احدکم الموت تک متفرق اٹھارہ حکم اس سورہ کے سوائے قرآن کے اور سورتوں مین نہین فرمائے فقلت اور انیسواں حکم یہ زائد کیا گیا قولہ اذا قمتم الی الصلوٰۃ یعنی اذان کا ذکر اسی سورہ مین ہی اور سورۂ جمعہ مین مخصوص بجمعہ ہی اور واضح رہے کہ آخری نزول اسکا باعتبار احکام حلال و حرام کے یا باعتبار پوری سورہ بتفسیر سکے ہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَوۡفُواْ بِٱلۡعُقُودِۚ أُحِلَّتۡ لَكُم بَهِيمَةُ ٱلۡأَنۡعَٰمِ إِلَّا مَا يُتۡلَىٰ عَلَيۡكُمۡ

اے ایمان والو پورا کرو اقرار کو حلال ہوئے تم کو چوپائے مواشی اُسکے سوائے جو تم کو سنائے جائینگے

غَيۡرَ مُحِلِّي ٱلصَّيۡدِ وَأَنتُمۡ حُرُمٌۗ إِنَّ ٱللَّهَ يَحۡكُمُ مَا يُرِيدُ

مگر حلال نہ جانو شکار کو اپنے اوپر احرام مین اللہ حکم کرتا ہی جو چاہے

واضح ہو کہ یہ آیت بہت کھلی ہوئی بلاغت اس درجہ پر ہے کہ آدمی کی عقل حیران ہوتی ہے وہ یہ بات ہے کہ اتنا مختصر کلام اور اس میں اتنے احکام۔ ایک اوفوا بالعقود ہے کہ یہ معنی وضع و حکم ظاہر حالانکہ تفصیل میں بڑے بڑے دفتر لکھے گئے ہیں دوم بہیمۃ الانعام کی تحلیل سوم استثناء انکا جو حلال نہیں چہارم احرام باندھے آدمی پر شکار کی تحریم پنجم جو محرم نہ ہو اسکے پر شکار کی تحلیل ششم اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے ہفتم اللہ تعالیٰ کیواسطے ارادہ کرنا ثابت ہے یہ تو صریح ہیں اس سے نکلتے ہیں اور جو مندرج و مشتمل ہیں انکو بیان کرنا بہت طوالت چاہتا ہے اور نقاش رحمہ اللہ نے حکایت لکھی کہ فیلسوف کندی کے لوگوں نے اس سے کہا کہ اے یونانیوں کے فخر ای حکیم دانا تو ہمارے لیے ایسی قرآن کے مثل بنادے اُسنے کہا کہ اچھا میں اس میں سے ایک ٹکڑے کے مثل بنائے دیتا ہوں جو باقی کیواسطے دلیل ہوگا بس بہت دنوں تک پوشیدہ رہا پھر نکلا کر کہا کہ میں نے قصور نہیں کیا مگر سچ یہ ہے کہ واللہ میں ایسا نہیں بنا سکتا ہوں اور کوئی نہیں بنا سکتا ہے میں نے اس کتاب کو کھولا تو سورہ مائدہ نکلی پھر میں نے غور کیا تو اسکی دو سطر دیکھیں پس وفاء عہد کا حکم اور عہد شکنی سے ممانعت اور تحلیل عام و استثناء حرام اور خبر از کمال قدرت و حکمت بھرا ہوا ہے اور یہ کسی میں طاقت نہیں کہ کلام فصیح و بلیغ و الفاظ پاکیزہ و شستہ عبارت اور ایسے مضامین اور اتنے احکام اور ایسے واضح اور اتنے حرفوں میں لا کر دے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکی دانشمندی نے اُسکو انصاف پر مجبور کیا کہ اُسنے سچ بات کہدی اور دانائی سے بھی خالی نہیں کیونکہ اگر بناتا تو علما و حکما کے نزدیک فضیحت ہوتا اور اعتبار جاتا رہتا اور واللہ ثم باللہ العظیم اگر وہ اور اسکے اگلے پچھلے بلکہ تمام جن و انسان بلکہ تمام عالم جمع ہوں تو اس قرآن معجز نظام کے مثل بلکہ اسکی ایک سورہ بلکہ ایک آیت کے مثل نہیں لا سکتے ہیں قال تعالیٰ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا۔ یہ خطاب اہل ایمان کو ہے جو اللہ عزوجل کے احکام کے مطیع ہیں کیونکہ نافرمانی کرنیوالوں کو خطاب غیر مستحسن ہے اور بیکار ہے اسیواسطے علمائے حنفیہ نے کافروں کو فروع اعمال سے مکلف نہیں قرار دیا اور علمائے شافعیہ نے اس نظر سے مکلف قرار دیا کہ سزائے عذاب بیشک کچھ بڑھیگی تابعی جلیل زہری سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایہا الذین آمنوا۔ تو اس خطاب میں آنحضرت صلعم بھی شامل ہیں رواہ ابن ابی حاتم اور عبداللہ بن مسعود رضی نے فرمایا کہ جب تو سنے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یا ایہا الذین آمنوا تو خوب کان لگا کر سن کہ وہ کوئی بھلائی ہوگی جسکا تجھکو حکم فرماتا ہے یا کوئی برائی ہوگی کہ جس سے تجھکو منع فرماتا ہے رواہ ابن ابی حاتم چنانچہ یہاں حکم دیا کہ۔ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔ تم پورے کرو عقود یعنی العہود المؤکدۃ التی بینکم و بین اللہ تعالیٰ والناس یعنی عقود جمع عقد کی ہے یعنی گرہ۔ اور مراد وہ تاکیدی پکے عہد ہیں جو ایمان والوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں یا مومنوں اور لوگوں کے درمیان ہیں اور لوگ عام ہیں خواہ وہ بھی مومن ہوں یا کافر ہوں اور اللہ تعالیٰ کے عہد سے تکالیف شرعی نماز روزہ بجالانا و حرام و ممنوع سے باز رہنا مراد ہیں۔ پھر ابن عباس رض و مجاہد و دیگر ائمہ سلف سے عقود کی تفسیر عہود آئی ہے اور ابن جریر نے اسپر اجماع نقل کیا مگر مفسر سیوطی نے العہود المؤکدۃ تفسیر کی تو اسکی وجہ یہ ہے کہ عقد کا استعمال حقیقت میں اجسام میں ہے چنانچہ عقدت الحبل یعنی میں نے گرہ دی یا خوب بل دیا اور جب اسکو معانی میں استعمال کرتے ہیں تو مراد اس سے لزوم و احکام شدید ہوتا ہے پس چونکہ یہاں اسی معنی میں مستعمل ہوا لہٰذا مؤکدۃ اسکی صفت خود ظاہر ہے اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ اوفوا بالعقود یعنی عہود جو اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اور جو حرام کیا اور جو فرض کیا اور تمام حدود جو قرآن میں ہیں اور یہ کہ غدر و بیوفائی مت کرو اور عہد مت توڑو اور واضح ہو کہ جو عہود حدیث سے ثابت ہیں وہ بھی اسمیں داخل ہیں اور قتادہ وغیرہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں حلف وغیرہ کے ساتھ باہم عہد و قسم وغیرہ اور حق یہ ہے کہ ابن عباس رض نے فقط عہد الٰہی کی تفسیر کی اور قول قتادہ بھی اسمیں داخل ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ عہد جاہلیت کو اسلام سے شدت و مضبوطی ہوگئی لیکن جدید حلف باہم الفت سے منع فرمادیا ہے چنانچہ قولہ ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون الآیہ کی تفسیر میں مذکور ہو چکا ہے اور یہ آیت عام ہے جملہ عہود کو شامل ہے جیسا کہ مفسر نے لکھا لیکن انہیں عہود کا وفا کرنا لازم و مؤکد ہے جو موافق کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم ہوں اور جو ایسے نہ ہوں بلکہ اسکے خلاف ہوں تو وہ عہد ہی نہیں ہیں حتیٰ کہ قسم جو کسی معصیت کرنے پر ہو اسکا توڑ دینا لازم ہے اور لزوم کفارہ بوجہ قسم کے ہے نہ بوجہ پورے نہ ہونے کے اگر کہا جائے کہ کافر سے اگر صلح کرے تو اسکا توڑ دینا جائز ہے تو جواب یہ ہے کہ اُنکو کہلا بھیجے کہ ہمنے صلح توڑ دی پھر جو چاہے کرے اور یہ روا نہیں ہے کہ حالت صلح میں بدون ذکر کئے اگر وہ ملک اسلام میں آویں تو انکو قتل کرے

یا خلاف عہد کوئی پیدا ہو نچا ہو حتی کہ اگر وہ ہمارے ساتھ ایسا کریں تو ہمکو اُنکے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے اور زید بن اسلم سے روایت ہے کہ قولہ اوفوا بالعقود۔
یہ چھ عہد ہیں عہد اللہ تعالیٰ و عقد الحلف و عقد الشرکت یعنی تجارت وغیرہ میں اور عقد البیع اور عقد النکاح اور عقد قسم اور جو علما اسطرف گئے ہیں کہ عقد بیع میں بعد ایجاب و
قبول ہو جانیکے پھر مجلس بیع میں اسی حال پر موجود ہونیکے باوجود بائع و مشتری میں سے کسیکو خیار مجلس نہیں رہتا ہے انہوں نے اسی آیت سے استدلال کیا کیونکہ
لزوم بیع کے بعد اسکا وفا کرنا واجب ہے اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ و امام مالک کا ہے اور جمہور نے اسمیں خلاف کیا بدلیل آنکہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب دو شخص باہم خرید و
فروخت کریں تو دونوں میں سے ہر ایک کو اختیار ہے جبتک کہ دونوں جدا ہو جاویں (رواہ البخاری) اور یہ منافی آیت نہیں کیونکہ اس عقد کے مقتضیات میں سے
ہے پس اسکا التزام بھی اسکے عقد کے وفا کرنے میں داخل ہے اور تمام یہ بحث متعلق بالفروع ہے بالجملہ غرض یہ کہ با مدار تمام عہود کو وفا کرے خواہ اللہ تعالیٰ سے عہد ہو
اور وہ قرآن و حدیث میں ہیں یا کسی بندے سے موافق شرع شریف کے عہد ہو مانند عہد امانت معاملات وغیرہ کے سب پورے کرے جسطرح عہد کیا ہو اور اسی
حکم کی تفصیل ہے جو اس سورہ میں احکام مذکور ہیں از انجملہ فرمایا۔ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ تمہارے لیے بہیمۃ الانعام حلال کیے گئے یعنی
اونٹ و گائے و بکری بعد ذبح کے کھانا۔ مفسر رح نے بہیمۃ الانعام میں تین قسم بیان کیں اونٹ اور گائے اور بکری کذا فسرہ قتادہ و الحسن و غیر واحد۔ گائے میں
بھینس کی قسم بھی شامل ہے اور بکری میں دنبہ و بھیڑ و مینڈھا سب شامل ہے اور قولہ بعد ذبح کے کھانا یعنی انکی حلت از راہ اکل ہے کیونکہ کھانا حلال ہے کیونکہ حلت
و حرمت کا تعلق فعل سے ہے کسی چیز کی ذات سے متعلق نہیں ہوتا ہے اور یہی فخر الاسلام بزدوی نے صریح لکھا ہے چنانچہ جو جانور مثلاً غیر اللہ کے نام پر
ذبح کیا گیا تو اس جانور کی ذات میں کچھ خرابی پیدا نہیں ہوتی تا کہ اس سے چھونا و دیکھنا بھی روا نہ ہو بلکہ اسکا کھانا حرام ہے اور دوسری قید مفسر نے ذبح کی بڑھا دی اور
وہ ظاہر ہے اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے انعام کے جانوروں میں سے بیان کر دیا جو حلال ہیں بشرط اسکے کہ انکو ذبح کرے پھر واضح ہو کہ یہ تین قسمیں جو
مفسر رح نے بیان کی ہیں انعام کی لفظ سے لغت میں بھی یہی مراد ہوتی ہیں کما قال ابن جریر اور در اصل بہیمہ چوپایہ کو کہتے ہیں لیکن اہل لغت کا اسپر اجماع
ہے کہ بہیمہ والے چوپایہ اسمیں شامل نہیں ہیں اور بہیمہ ہر چوپایہ کو کہتے ہیں پس اسکی اضافت عام سے خاص کی ہے جیسے سورۃ المائدہ یا انعام چوپایہ جو انعام میں ہیں تو
اضافت بیانیہ ہوگی اور بہیمہ سے چونکہ بعض مراد لی لہذا اسکو جمع نہیں فرمایا۔ شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس و ابن عمر و غیر واحد نے اس آیت سے
استدلال کیا کہ اگر انعام میں سے کوئی مادہ ذبح کی گئی اور اسکے پیٹ میں مردہ بچہ نکلا تو وہ حلال ہے اور یہ ایک حدیث میں بھی منصوص ہے چنانچہ ابو سعید خدری رض
سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کبھی اونٹنی یا گائے یا بکری ذبح کی جاتی ہے اور اسکے پیٹ میں سے بچہ نکلتا ہے تو ہم اسکو پھینک دیں
یا کھاویں تو فرمایا کہ تمہارا جی چاہے تو کھاؤ کیونکہ اسکی ماں کا ذبح کر لینا وہی اسکا ذبح کرنا ہے (رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ و الترمذی و قال حسن) و عن جابر مرفوعاً قال
ذکوۃ الجنین ذکوۃ امہ۔ (رواہ ابو داؤد) یعنی پیٹ کے بچہ کا ذبح کرنا وہی اسکی ماں کا ذبح ہے (ابو داؤد) اور یہی قول امام ابو یوسف و محمد و دیگر ائمہ کا ہے اور امام ابو حنیفہ
کے نزدیک بچہ اگر مردہ نکلے تو اسکو کھانا حلال نہیں ہے پھر عموم بہیمۃ الانعام کی حلت سے استثنا فرمایا بقولہ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ سوائے اسکے کہ تلاوت
کیگئی یعنی تحریم اسکی بقولہ تعالیٰ حرمت علیکم المیتۃ والدم الآیۃ یعنی پس استثنا منقطع ہے اور ہو سکتا ہے کہ استثنا متصل ہو اور تحریم بسبب عوارض موت وغیرہ عارض
ہو جانیکے ہے پس مفسر رح نے مقدر کیا الا ما تلی تحریمہ علیکم یعنی سوائے اس چوپایہ کے جسکی تحریم تم پر تلاوت کیگئی ہے اور مراد تلاوت سے منصوص بقولہ حرمت علیکم
المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الآیۃ ہے ایسا ہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور اس صورت میں استثنا متصل نہ ہوگا سوا اسکے کہ مستثنیٰ از جنس
مستثنیٰ منہ ہو ورنہ ہی اور یتلی علیکم بمعنی تلی علیکم ہوگا ولیکن بصیغہ مضارع بمعنے حال اس غرض سے کہ فی الحال وہ ذہن میں حاضر ہو جاوے کہ بلا [illegible] میں آئیے اور شیخ
ابن کثیر رح نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ مراد اس سے یہ ہے جو آگے آتا ہے یعنی قولہ حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اہل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ و
النطیحۃ وما اکل السبع کیونکہ یہ چیزیں اگرچہ انعام میں سے ہیں لیکن ان عوارض سے حرام ہوئیں کہ اپنی موت سے مر کر کھانیکے حقمیں مردار ہوگئیں یا گلا گھونٹے جانیسے

مری وغیر ذلک۔ پس تتلی علیکم بمعنے سیتلے علیکم ہوگا یعنے آگے تحریم آتی ہے کیونکہ یہ سورہ پورا ایکبارگی نازل ہوگیا پس یہان مین تاخیر نہین بلکہ تلاوت مین آگے آتا ہے۔ غَيْرَ
مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ۔ درحالیکہ تم شکار کو حلال کرنیوالے نہو حالانکہ تم محرم ہو۔ ف جاننا چاہیے کہ حرم بضمتین جمع حرام ہے بمعنے وہ شخص جسنے
حج یا عمرہ کا احرام باندھا یا حرم کعبہ مین داخل ہوا اور بنص و اجماع اسکو شکار کرنا یا بتانا یا مدد کرنا حرام ہے پس یہان بہیمۃ الانعام کی حلت کو مقید کردیا اس سے
یعنے بہیمۃ الانعام سوائے ماتیلی کے تمپر حلال اس قید سے ہین کہ انکو کھاؤ درحالیکہ تم شکار کے حلال کرنیوالے نہو جس حالت مین کہ تم احرام باندھے ہو اس سے
ظاہر ہوا کہ جو شخص احرام مین ہے اسکو شکار کا گوشت کھانا حرام نہین جبکہ کسی حلال نے شکار کرکے دیا ہو اور یہ اسکا محل نہوا ہو (دم) پس احلت لکم مین
لکم کی ضمیر سے جو بقوت فاعل ہے غیر محلی الخ حال واقع ہے بمعنے عادین احلال الصید اور قولہ انتم حرم حال ہے ضمیر محلی الصید سے اور جو کمالین مین ہے
کہ ای احلت لکم ہذہ الاشیاء الا محلین الصید۔ تو اس صورت مین غیر محلی الصید استثناء ہوا جاتا ہے حالانکہ اسمین تعسف ہے جیساکہ بیضاوی رح نے کہا
کیونکہ وہم ہوتا ہے کہ محلین الصید سے مطلقاً انکی حلت منتفی ہے حالانکہ ایسا نہین (کذا قیل) پھر وارد ہوتا ہے کہ بہیمۃ الانعام تو پالو جانور ہین جیساکہ بیان
ہوا اور صید وحشی جانور ہوتے ہین تو جواب کمالین یہ کہ جو لوگ استثناء قرار دیتے ہین وہ البتہ بہائم مذکور کو عام شامل ہرن نیل گائے وغیرہ کو لیتے ہین
اور ہمنے اسکو حال قرار دیا تو معنے یہ ہین کہ حلال کردینا اللہ تعالی کیطرف سے احسان ہے اور حرام مین شکار کرنا ممنوع ہے پس حاصل آنکہ ہمنے تمپر بعض بہیمۃ الانعام
حلال کیے درحالیکہ تم باز رہو حالت احرام مین شکار کرنیسے کہ جس سے ممانعت ہے تو یہ انعام جاتا رہے کذا قال الزمخشری فی الکشاف
مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر ضعیف ہوگی جبکہ غیر محلی الصید کو حال مقید فقط بدین غرض قرار دیا جاوے کہ مرتکب جرم نہو حالانکہ غیر تارک الصلوۃ والصوم
وغیرہ اس سے بھی بڑھکر جرم ہین اور غیر محلی الصید کی خصوصیت ترجیح بلا مرجح ہے اور اگر بہیمۃ الانعام عام لیا جاوے جو وحشی و صید کو شامل ہو پھر یہ تقریر بلا تکلف جاری
تو ایراد نہین ہوتا ہے اور کلام زمخشری اسکو محتمل ہے اور جو اسنے لفظ بعض بہیمۃ الانعام کہا ہے تو اس سے یہ مراد نہ لیجاوے کہ وحشی کو نکالدیا اور پالو کو رکھا
لہذا البعض انعام رہے جیساکہ کمالین مین ہے یا بعض انعام اس معنی کر کہ ما یتلی علیکم مستثنے کردیے ہین لہذا البعض کہے گئے فلیتامل فی ہذا المقام فانہ مع وضوحہ من
مزال الاقدام۔ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ۔ اللہ تعالی جو ارادہ فرماتا ہے وہ حکم دیتا ہے۔ ف یعنی حلال کرنا و حرام کرنا جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے اسپر کوئی
اعتراض نہین ہے اور یہ ظاہر ہے اور اس سے کافرونکے ساتھ بحث کرنیکا طریقہ ظاہر ہوا کہ پہلے انکو قائل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالے قادر مختار ہے جب مانین
تو خود ثابت ہے کہ جو چاہے وہ حکم کرے اسمین سراسر حکمت ہے اور کوئی مالک مختار پر اعتراض نہین کرسکتا ہے اور انھین باتونسے معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقہ جو
فلاسفہ کا جھوٹا چاٹنے والے ہین انکا قول مردود ہوا کہ وہ لوگ گستاخی سے کہتے ہین کہ اللہ تعالے پر واجب ہے کہ جو بندونکے واسطے مصلحت ہو وہ حکم کرے
اور اہلسنت کہتے ہین کہ یہ گستاخی محض جھوٹ ہے اللہ تعالی قادر مختار ہے اسپر واجب و فرض کیسا یہ تو بندونپر احکام کی پابندی ہے اور اگر معتزلہ وغیرہ
جاہل یہ کہتے کہ اللہ تعالی جو کچھ حکم فرماتا ہے وہ سراسر حکمت و مصلحت ہے کیونکہ وہ علیم و خبیر ہے تو انکے حق مین بہتر ہوتا۔ ف عرائس مین ہے کہ قولہ یا ایہا الذین
آمنوا۔ اللہ تعالی کیواسطے پاکیزہ صفات کے نام ہین ازانجملہ المؤمن نام الٰہی ہے پس اس نام کا نور اپنے خاص بندونکو دیکر مؤمن انکے نام سے خطاب فرمایا وہ
اسکے نور سے دیکھتے ہین اور اسکی ہدایت پر نور صفات تک پہونچتے اور وہان یقین و سکون سے متصف ہوتے ہین۔ ابن عطاء نے کہا ایسے بندونکے ہین
ایسے قلب ہین جو غافل نہین ہوتے اور ہمارے استاد شیخ ابو عبد اللہ بن خفیف نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے ہمین امور غیب سے خبر دی انکو دل سے سچا ماننا
یہی ایمان ہے اور ابو الحسین فارسی نے کہا کہ قولہ اوفوا بالعقود۔ بندونکو حکم دیا کہ معاملات مین سیاست کو اور محاسبات مین باحفاظت کو اور خطرات مین روک
ٹوک کو اور مشاہدات مین ادب کو نگاہ رکھین کیونکہ بندونکو عالم اسباب مین ان امور سے چارہ نہین ہے اور بعض نے کہا معرفت کے ساتھ قلب کا عہد ہے اور اللہ تعا
کی ثنا و صفت بیان کرنے مین زبان کا عہد ہے اور اعضا کو خشوع و خضوع سے رکھنے مین عہد جوارح کو پورا کرین اور جعفر بن محمد رح نے فرمایا کہ یا ایہا الذین آمنوا

ف ۱۵ [illegible]

مین چار باتین ہین ندا و کنایہ و اشارہ و شہادت پس یا تو ندا ہے اور ای مخصوص ندا ہے اور ہا کنایہ ہے اور الذین اشارہ ہے اور آمنوا شہادت ہے اور شیخ رحمہ اللہ نے اس تفسیر مین اشارہ رکھا ہے پس شاید مراد یہ کہ یا تو ندا ازل ہے جس سے مشتاقونکو تقاضائے شوق ازلی کی طرف بلایا۔ اور ای اہل انبساط مین سے خاص لوگونکو خطاب بسط ہے اور ہا ان لوگونکو ہے جو جلال و عظمت مین غائب متحیر ہین اور الذین ان لوگونسے اشارہ ہے جو جلال عظمت مین کھڑے اسکے دیدار کے مشتاق ہین آمنوا انکا وصف بدین اعتبار ہے کہ امانت ازلی کو انھون نے قبول کیا اور یہ وہی معرفت ہے جو آسمانون و زمین و پہاڑون پر پیش کیگئی تھی اور انھون نے اسکی عظمت اور اپنی حقارت کو دیکھکر برداشت کرنیکا اقرار نہ کیا قولہ تعالی اوفوا بالعقود۔ یہ خطاب صیغۂ امر ہے جو واسطے طلب فعل کے ہوتا ہے ان لوگونسے طلب کیا گیا کہ اس عہد ازل کو پورا کر دو جو تمنے امانت معرفت قبول کرنیکے وقت اقرار کیا تھا اور مشاہدہ کے ساتھ ربوبیت کا اقرار کر چکے یہ عہد ان روحونکے ساتھ تھا جنکو اپنی صفات ظاہر کر کے ازل مین روشن کر دیا تھا پس ہر صفت کے کشف مین ایسی روح کیساتھ ایک عہد ہو گیا کیونکہ روح مذکور اس صفت سے متصف ہو گئی اور اسکے نور مین اجسام کے اندر اپنے مولے حق سبحانہ کی طلب مین بلند پرواز ہے اور ارواح و اشباح اجسام پر اسیقدر وفا کرنا لازم ہے جسقدر انکو صفات ازلی سے متصف ہونیکی وجہ سے تخلق حاصل ہوا اسیواسطے اوفوا بالعقود کہا کیونکہ عقود جمع عقد و عہد ہے اور عہود یہان زائد ہین چنانچہ اول عہد وہ ہے جو ارواح نے قبل اجسام کے میدان ازل مین قبول کیا اور بعض نے کہا کہ اول عقد تجرید و قبول اس بات کا ہے کہ اللہ تعالی ہمارا پروردگار ہے پس غیر کیطرف رجوع کر کے عہد شکن سست ہو عقد دوم امانت برداشت کرنا اسکو بہت سے ٹوٹ واسطی نے کہا کہ عقود کیساتھ جبتک نیت بالجزم نہو تو مقصود تک پہونچنے مین طرح طرح کے رنگ بدلتے ہین اور جریری نے کہا کہ وفا اصل بصفا ہے استاد نے فرمایا کہ ندا دی انکو قبل اسکے کہ ظہور مین لایا جاوے اور مومن انکا نام رکھدیا قبل اسکے کہ انسے اہلیت پائی جاوے وہ ازل مین ہوا یہ ابد سے ملا تو قولہ یا ایہا الذین آمنوا۔ سے مشرف کیا اور اوفوا بالعقود سے مکلف کیا اور چونکہ تکلیف موجب مشقت ہے تو پہلے نام کا شرف دیکر پھر انکو کام کی مشقت دی قولہ غیر محلی الصید و انتم حرم یہان پس محرم کو ذکر فرمایا اشارہ مین وہ بندہ ہے جسنے حرم قرب مین انوار عزت کا لباس پہنا اسکو منع کیا کہ عبودیت کے جنگل مین حظوظ النفس کا شکار نہ کھیلے کیونکہ جس شکار کا قصد کرتا ہے وہ آہوان صفات ہین اور درحقیقت یہ خود صید ہے اور جو صید ہو گیا اسکے حق مین نکلنا حرام ہے استاد نے فرمایا کہ محرم تو اپنی ذات سے مجرد ہے اسکی طرف ہمہ تن قصد رکھتا ہے اسکی صفات کے لائق یہ ہے کہ ہر جاندار کے اذیت دینے سے باز رہے **قال المترجم** حیوان جملہ مخلوقات الٰہی ایک وجہ خاص سے ہین جو اسکی معرفت پر قربان ہین پس حلال نہین کہ کسی جانور کو غیر حق کیواسطے قربان کرے پس یہ کمال تشریف ہے کہ بندہ عارف موحد ان جانور بہائم کیلیے قربانی کا مقصود کافی قرار پایا اور بھید ظاہر ہے پس اگر یہ نہو تو ذبح جانور پر ماخوذ ہونا بضمن اپنے بد افعال کے اقرب ہے واللہ اعلم فافہم قولہ تعالی ان اللہ یحکم ما یرید۔ یہین نفوس کی امید کاٹ دی کہ وہ اپنی خواہشون کو تدبیر سے حاصل نہین کر سکتے ہین اور کوئی چاہے کہ سابقۂ مشیت کو اپنی تدبیرات و مشقت سے بدل دے تو اسکی تمنا بیکار ہے اپنی ہی نفس ات عالی متعالی کو فرد واحد قرار دیا کہ ازل مین جو حکم چاہا دیدیا چنانچہ مخلوق کے ارادات باوجود کمال کوشش و تدبیر کے پورے نہین ہوتے یہی دلیل کافی ہے اولیاء پر بلا مین نازل فرماتا ہے مگر رحمت ہے کہ پہلے انکو جمال سے بیہوش کر دیا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو مت بے حرمت کرو نشانیون اللہ کی کو اور نہ مہینے حرام کو اور نہ وہ جانور کہ نیاز کعبہ کی ہو اور نہ جنکے گلے مین پٹا ڈالکر لیجاوین کعبہ کو

آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنْ رَبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۚ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا

قصد کرنیوالون گھر حرمت والے کو کہ چاہتے ہین فضل پروردگار اپنے کی سے اور رضامندی اور جب حلال ہو تم یعنی احرام سے نکلو پس شکار کرو

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ۘ وَتَعَاوَنُوا عَلَى

اور نہ باعث ہو تم کو دشمنی کسی قوم کی اسواسطے کہ بند کیا تم کو مسجد حرام سے یہ کہ حد سے نکلجاؤ اور مددگاری کرو آپس مین اوپر

وقف لازم

لربع الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

بھلائی کے اور پرہیزگاری کے اور نہ مددگاری کرو اوپر گناہ کے اور تعدی کے اور ڈرو اللہ سے تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خطاب اہل ایمان کو ہے۔ لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ۔ ای ایمان والو تم حلال مت کرو یعنی شعائر الٰہی کو۔ شعائر جمع شعیرہ بروزن فعیلہ اور بعض نے کہا کہ نیز واحد اسکا شعارہ بروزن فعالہ ہے اور یہ احسن ہے اور اسی سے ماخوذ ہے اشعار ہدی و مشاعر جمع مشعر بمعنی معالم جمع معلم اور وہ جگہیں جنپر نشانات ظاہر کیے گئے ہوں پس شعائر اللہ بمعنی مشاعر دین الٰہی ہے بحذف مضاف۔ اور حاصل یہ کہ احرام میں شکار کرنے سے ان چیزونکو جو دین الٰہی کے شعائر میں حلال مت کرو کیونکہ احرام میں شکار حرام ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ شعائر اللہ سے مناسک حج مراد ہیں یعنی مواقف حج و مطاف و سعی و دیگر افعال جنسے حاجی پہچانا جاتا ہے اور مجاہد نے کہا کہ صفا و مروہ و ہدی و بدنہ شعائر اللہ میں سے ہے اور معنی ان دونوں قول پر یہ ہیں کہ مت حلال کر دان دو امور کو باینطور کہ انمیں سے کوئی فعل بجا نہ لاؤ یا جو بجا لاتا ہو اسکو روکو اور اشعار ہدی یوں ہے کہ دھار دار چیز سے سنام البعیر پر چونک دے کہ کچھ خون بہے اور یہ علامت ہو کہ یہ اونٹ ہدی کا ہے کوہان ۱۲ اس سے کوئی تعرض نہ کرے اور یہ اونٹ و گائے میں سنت ہے بکری میں نہیں ہے اور احادیث صحیحہ اسپر دلیل ہیں اور یہی امام ابو یوسف اور محمد و دیگر ائمہ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ نے جو اسکو مکروہ کہا تو اشعار کو جو سنت ہے مکروہ نہیں کہا بلکہ اسوقت کے لوگ اسقدر تیز زخم کر دیتے تھے جو موجب اذیت تھا کذا قالوا۔ اور بعض نے کہا کہ شعائر اللہ سے محارم مراد ہیں یعنی جو امور اللہ تعالیٰ نے حرام کیے ہیں انکو حلال مت کرو۔ پھر تخصیص کر کے عطف کیا بقولہ۔ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ اور نہ ماہ حرام۔ اور مراد الشہر سے جنس ہے پس اسمیں ذی قعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب چاروں مہینے داخل ہیں اور معنے آنکہ ولا تحلوا الشہر الحرام بالقتال فیہ۔ یعنے ماہ حرام میں لڑائی کرنے سے اسکو حلال مت کرو۔ قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ اور مراد اس سے یہ کہ اسکی تحریم رکھو اور اسکی تعظیم کا اقرار کرو اور جس چیز سے ممانعت ہے وہ اسمیں مت کرو۔ وقد قال تعالیٰ یسئلونک عن الشہر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر۔ اور فرمایا ان عدۃ الشہور عند اللہ اثنا عشر شہرا تا قولہ منہا اربعۃ حرم الآیۃ۔ وعن ابی بکرۃؓ فی خطبۃ حجۃ الوداع مرفوعا کہ زمانہ اسی ہیأت پر گھوم گیا جیسا آسمان و زمین پیدا کرنیکے روز تھا۔ سال بارہ مہینہ کا جنمیں سے چار ماہ حرام ہیں۔ تین مہینے پے در پے ذی القعدہ اور ذی الحجہ و محرم اور ایک رجب جو درمیان جمادی الثانی و شعبان کے ہے کما فی روایۃ البخاری۔ اسمیں دلالت ہے کہ اسکی تحریم تا قیامت ہے جیسا کہ سلف میں سے ایک گروہ کا مذہب ہے۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے اسکی تفسیر میں نقل کیا کہ یعنی آنکہ ان مہینوں میں قتال کرنا حلال مت کرو۔ وکذا قال مقاتل بن حیان و عبد الکریم بن مالک الجزری۔ اور اسکو ابن جریر نے اختیار کیا اور جمہور علما کا مذہب ہے کہ یہ منسوخ ہے چنانچہ ماہہائے حرام میں اپنی طرف سے قتال کی ابتدا کرنا کافرونکے ساتھ روا ہے بدلیل قولہ تعالیٰ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم۔ اور امام ابو جعفر نے اجماع نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ماہ حرام و غیر حرام سب میں مشرکوں سے قتال کرنا حلال کر دیا اور اسیطرح اجماع ہے کہ اگر کوئی مشرک تمام درختان حرم کے ریشوں سے گردن و ہاتھ لپیٹ لے تو یہ اسکو امان نہو گی جبکہ پہلے سے اسکو امان نہ دیگئی ہو۔ قَالَ الْمُتَرْجِمُ مفسر سیوطیؒ نے تفسیر مطابق قول ابن عباسؓ بیان کی لیکن اسکو منسوخ قرار دیا کما سیاتی۔ وَلَا الْهَدْيَ اور نہ تم لوگ ہدی کو حلال جانا یعنی ہدی نام اس جانور کا انعام میں سے ہے جو حرم کو ہدیہ بھیجا جاوے جیسا کہ آیت الحج میں گذرا اور ولا تحلوا الہدی کے معنی یہ ہیں کہ ہدی کو حلال مت کیجیو باینطور کہ اس سے تعرض کرو اور ہدی جمع ہدیہ ہے اور یہ اگرچہ شعائر اللہ میں داخل ہے پھر مخصوص اسکو بیان کرنا اسکی مزید خصوصیت پر تنبیہ ہے۔ وَلَا الْقَلَآئِدَ اور نہ تم قلائد کو حلال بنایئو۔ قلائد جمع قلادہ ہے جو ہار کے طور پر گلے میں ڈالیں چنانچہ جاہلیت کے لوگ حرم کے درختوں سے ریشہ وغیرہ گلے میں ڈال لیتے تاکہ بخوف جاویں اسلیے کہ پھر انسے کوئی تعرض نکرتا اگرچہ کسیکے باپ کو بھی قتل کیا ہو اور عرب میں یہ صفت امانت کی تھی حاصل آنکہ قلائد سے یا صاحبان قلائد سے تعرض مت کرو اور کہا گیا کہ تقلید ہدی ہے اور وہ اسطرح کہ ہدی کی گردن میں جوتی وغیرہ کے مانند لٹکا دیتے یا اونٹ کی گردن میں باندھ دیتے کہ یہ علامت ہدی ہونیکی تھی اس سے تعرض نہ کرتے اور مراد اس سے یہ کہ ہدی کے تعرض سے باز رہنے کی تاکید ہے اور بعض نے کہا کہ اصحاب قلائد مراد ہیں و بعض نے کہا کہ قلادہ سے ممانعت ہے یعنے

درختان حرم کے ریشہ مت توڑو بغرض قلادہ ڈالنے کے اور **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ نے قولہ ولا الہدی ولا القلائد کی تفسیر میں دو معنی بیان کیے یعنی لا تحلوا الہدی
ولا القلائد کے یہ معنی ہیں کہ بیت الحرام کو ہدی بھیجنا ترک مت کرو کیونکہ بھیجنے میں شعائر اللہ کی تعظیم ہے اور نیز اسکی تقلید کرنیکو مت چھوڑو بلکہ اسکی گردنمیں
قلادہ دو تاکہ دیگر انعام سے متمیز ہو اور جو اس سے تعرض کرنیکا قصد کرتا ہو وہ اس علامت سے ہدی جانکر اجتناب کرے اور جو دیکھے اسکو بھی ہدی بھیجنے کا شوق پیدا
ہو کیونکہ جو کسی امر خیر مشروع پر دوسرے کو ہدایت کرتا ہے تو اسکو بھی کرنیوالے کا ثواب ملتا ہے وقد قال تعالیٰ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب اور جسنے
شعائر الٰہی کی تعظیم کی تو یہ دلونکا تقوی ہے۔ **مترجم** کہتا ہے کہ یہ معنی بھی اچھے ہیں لیکن اسقدر تامل ضرور ہوگا کہ ہدی بھیجنا و قلادہ کرنا واجب بنایا جاتا ہے
حالانکہ ہدی تو واجب نہیں ہے اور قلادہ بالاتفاق سنت ہے ہاں ہدی جسکے قلادہ ہو اس سے تعرض کرنا حرام ہے پس شاید یہ مراد ہو کہ لا تحلوا سے ہتک حرمت کے معنے
مقصود ہیں فلیتامل۔ پھر لکھا کہ مقاتل بن حیان کا قول ہے کہ قلائد کو حلال مت رکھو اور زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ ماہہائے حرام کے سوائے اور مہینوں میں جب
اپنے وطنوں سے نکلتے تو اپنی گردنمیں بالوں اور ریشم کے قلادہ ڈال لیتے اور اہل حرم وہاں کے درختوں کی چھالون اور ریشوں سے قلادہ ڈال لیتے پس امن میں رہتے تھے
(رواہ ابن ابی حاتم) اور مجاہد رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اس سورہ میں سے دو آیتیں منسوخ ہیں ایک تو آیت قلادہ اور دوم فان جاؤک فاحکم بینہم او
اعرض عنہم الآیۃ منسوخ ہیں (رواہ ابن ابی حاتم) **مترجم** کہتا ہے کہ نسخ باینمعنے ہوگا کہ قلادہ باندھنے سے کافر کو امن نہوگا بدلیل آیت سورہ براءۃ کہ آیمیں کافروں کو
حل و حرم سب جگہ قتل کرنیکا حکم ہے اور اس آیت میں تھا کہ قلادہ والے سے تعرض مت کرو اور عطاء رح سے روایت ہے کہ وہ لوگ درختان حرم سے قلادہ ڈالتے تو اللہ تعالیٰ نے
نے درختان حرم قطع کرنے سے منع فرمایا **وکذا قال مطرف بن عبداللہ** پس لا القلائد کے یہ معنی ہوئے کہ قلادہ بنانا درختان حرم سے حلال مت
رکھو یعنی مت کاٹو درخت حرم کے۔ اور اس تقدیر پر نسخ نہوگا اور حسن بصری رح سے پوچھا گیا کہ سورۂ مائدہ میں سے کچھ منسوخ ہے فرمایا کہ کچھ نہیں اور ان اولی ان
اقوال میں سے مفسر رح کے نزدیک قول مقاتل یا عطاء رح ہے اور ما بعد سے پتہ ملتا ہے کہ بعض رسوم جاہلیت اگرچہ بلا اذن شرع تھیں لیکن جبکہ ان سے تعظیم شعائر اللہ پیدا تھا
اسکی عظمت دلوں سے نہیں گھٹائی ہے پھر قول مفسر رح ای فلا تتعرض لہا ولا لاصحابہا کے معنی یہ ہیں قلائد سے تعرض مت کرو یعنے درختان حرم سے قلائد مت بناؤ
جیسا کہ عطاء و مطرف بن عبداللہ سے مذکور ہوا یا یہ معنی ہیں کہ ان قلادہ والوں سے تعرض مت کرو پس درخت کاٹنے سے ممانعت نہوگی جیسا کہ مقاتل سے مذکور ہوا
فافہم۔ **وَلَآ آٰمِّیۡنَ** ای و لا تحلوا قاصدین۔ **الۡبَیۡتَ الۡحَرَامَ** بان تقاتلوہم۔ اور مت حلال کرو ان لوگونکو جو قصد کرنیوالے ہوں بیت الحرام کا قصد
یعنے انکا خون کرنا بایں طور کہ انسے مقاتلہ کرو اسکو حلال مت رکھو اگرچہ وہ کافر ہیں پھر ان لوگونکا حال ظاہر کیا کہ کفر اگرچہ فساد ہے مگر فعل انھوں نے نیکی کی
نیت سے کیا ہے اور تمہیں فساد نہیں ہے شاید راہ پر آویں چنانچہ فرمایا۔ **یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّہِمۡ وَ رِضۡوَانًا** ای حال کونہم یطلبون رزقا
من ربہم بالتجارۃ و رضوانا منہ بزعمہم بسبب قصد البیت بزعمہم یعنی بیت الحرام کے قصد کرنیوالوں سے تعرض کرو در حالیکہ وہ لوگ بزعم اپنے ایسے ہیں
ہیں کہ تجارت کرکے پروردگار کے فضل سے روزی پاویں اور بیت الحرام کا حج و قصد رکھنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ کی بڑی رضامندی حاصل کریں یہ سبب
انھوں نے اپنے زعم کے موافق سمجھا ہے مفسر رح نے کہا کہ وہذا منسوخ بآیۃ البراءۃ اور یہ منسوخ ہے بسبب آیۃ سورۂ براءۃ کے واضح ہو کہ آیۃ سورۂ براءۃ میں دو
احتمال ہیں یا تو مراد قولہ تعالیٰ اقتلوہم حیث وجدتموہم الآیۃ پس استدلال سے قولہ ولا الشہر الحرام سے لیکر یہانتک منسوخ ثابت ہوگا اور یہی اولی ہے
یا مراد اس سے قولہ انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا الآیۃ ہے تو قولہ ولا آمین فقط یا مع قولہ ولا الہدی سے یہانتک منسوخ ہوگا کیونکہ
مشرک کا حج روا نہوا تو ہدی و قلائد سے اسکو امن نہوگا اور **شیخ حافظ الثقہ عماد الدین المعروف بابن کثیر** رح نے جو اپنی تفسیر میں لکھا کہ اسکا حاصل یہ ہے کہ
قولہ ولا آمین البیت الخ یعنے مت حلال رکھو لڑنا ان لوگوں سے جو قصد کرنیوالے ہوں بیت الحرام کیطرف جسکی شان میں ہے کہ جو اسمیں پہونچگیا وہ بخوف ہے در حالیکہ
وہ فضل الٰہی و رضوان الٰہی چاہتے ہیں **قال المترجم** اس جملہ حالیہ سے نکل آیا کہ جو وہاں الحاد و ظلم کی خواہش سے جانا چاہے وہ روکا جاوے جیسا کہ ہندہ

خود کلام مجید میں آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پھر شیخ نے قولہ یبتغون فضلا من ربہم کی تفسیر جلیبی میں نسر سیوطی رحمہ نے ذکر فرمائی ہے حضرت مجاہد و ابو العالیہ وغیرہ واحد علما تابعین سے
نقل کی اور ابن عباسؓ نے کہا کہ قولہ رضوانا ای اپنے حج کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی چاہتے اور عکرمہ و سدی وغیرہ نے ذکر کیا کہ یہ آیت کریمہ دربارہ حطیم
بن ہند البکری نازل ہوئی کہ اُسنے ایک سال مدینہ کے گلہ اونٹ وغیرہ پر چھاپہ مارا اور دوسرے سال عمرہ ادا کرنیکو خانہ کعبہ کیطرف گیا تو بعض صحابہؓ نے
چاہا کہ راستہ میں اُس سے تعرض کریں تب نازل ہوا قولہ ولا آمین البیت الحرام الخ۔ اور ابن جریر نے اختیار کیا کہ قولہ ولا القلائد سے مراد یہ کہ درخت حرم سے
اگر اُسنے قلادہ ڈال لیا تو اُسکو امن دیا اور کہا کہ عرب والے برابر عار دلاتے جو اُسکو نہ مانتا تھا پھر ابن جریر نے اجماع نقل کیا کہ اگر مشرک کو امان نہ دیگئی ہو تو اُسکا
قتل کرنا روا ہے اگرچہ وہ بیت اللہ کا قصد رکھتا ہو پس جو حکم یہاں مذکور ہے وہ منسوخ ہے قال المترجم اگر کہا جاوے کہ احمد و نسائی کی روایت میں حضرت عائشہؓ
سے موقوفاً و مرفوعاً آیا ہے کہ سورۂ مائدہ کے حلال حرام پر عمل کرو کیونکہ یہ آخر نازل ہوئی جیسا کہ حدیث اوپر مذکور ہو چکی تو کمالین میں جواب دیا کہ یہ باعتبار اکثر کے ہے
کلیہ نہیں ہے بدلیل روایت ابن عباسؓ مذکورہ بالا کہ آیۃ القلادۃ و قولہ اذا جاؤک لایۃ دونوں منسوخ ہیں وقد رواہ ابو داؤد فی ناسخہ والحاکم وصححہ وَاِذَا حَلَلْتُمْ
فَاصْطَادُوْا ای فاذا حللتم من الاحرام فلکم الاصطیاد فالامر للاباحۃ۔ اور جب احرام سے فارغ ہو کر حلال ہو جاؤ تو تمکو روا ہے کہ شکار کرو ف پس صیغہ امر یہاں وجوب کے
واسطے نہیں بلکہ اباحت کے واسطے ہے اور اسوجہ سے کہ شکار پہلے مباح تھا جو بسبب احرام کے ممنوع ہوا پھر احرام سے فارغ ہونیکے بعد پھر واجب نہیں ہو جائیگا اور یہ وجہ نہیں ہے
جو بعض اصولیون نے گمان کی کہ بعد ممانعت کے جو امر ہوتا ہے وہ اباحت کے لیے ہوتا ہے کیونکہ یہ کلیہ درست نہیں بدلیل قولہ تعالیٰ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا
المشرکین الآیۃ کیونکہ اسمین فاقتلوا کا حکم بعد ممانعت کے ہوا کہ ماہہائے حرام میں مشرکونکو قتل کرنا منع ہوا تھا پھر ماہ حرام گذرنے پر حکم دیا کہ انکو مارو حالانکہ یہ حکم
اباحت نہیں بلکہ وجوب ہے اور ایسے ہی قولہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروہا یعنی میں نے تمکو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرو حالانکہ
زیارت واجب نہیں ہو گئی ہے پس صحیح قاعدہ یہ ہے کہ قبل ممانعت کے جس صفت پر تھا اُسی صفت پر یہ آجاتا ہے اگر پہلے واجب تھا تو واجب جیسے آیۃ القتال میں ہے اور اگر
پہلے مباح تھا تو مباح ہو جاتا ہے جیسے آیۃ الاصطیاد میں اور اگر مستحب تھا تو مستحب جیسے حدیث زیارت میں ہے اور یہ درصورتیکہ امر مطلق ہو اور اگر بعد نہی کے اجازت
میں وجوب یا استحباب کی تصریح کر دی جاوے تو وہی ہوگا۔ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اور نہ کمواوے تمکو بغض کسی قوم کا اَنْ صَدُّوْکُمْ
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اس جہت سے کہ تمکو اُنھوں نے مسجد الحرام سے روکا تھا۔ اَنْ تَعْتَدُوْا علیہم بالقتل وغیرہ یہ کمائی کہ تم اُنپر ظلم کرو
قتل وغیرہ سے ف یعنی جس قوم نے تمکو مسجد الحرام کا عمرہ ادا کرنے سے سال حدیبیہ میں روکا تھا جس سے تمکو اُنکی جانب غصہ پیدا ہوا تو یہ غصہ تمکو اس
قوم پر ظلم کرنیکے واسطے آمادہ نکرے جس سے تم گناہگار ہو جاؤ۔ اور ابن مسعودؓ نے یُجْرِمَنَّکُمْ بضم یا از اجرم۔ پڑھا اور کسائی نے کہا کہ جرم اور اجرم ایک معنے ہیں
اور بصریین علماء لغت اجرم نہیں جانتے بلکہ اُنکے نزدیک صرف جرم ہے پھر شنآن بفتح نون اکثرونکی قراءۃ ہے اور بسکون نون کو ابن عامرؓ نے پڑھا اور ابوبکر عاصم
سے اور اسمٰعیل نے نافع سے روایت کیا اور قولہ ان صدوا مفعول لہ ہے اور وہ شنآن کی علت ہے یعنی بغض قوم کا جو اس جہت سے پیدا ہوا کہ تمکو اُنھوں نے
بیت الحرام سے روکا تھا اور حال آنکہ سال حدیبیہ میں کفار نے حضرت صلعم مع اصحاب کو عمرہ ادا کرنے سے روکا تھا تو منع فرمایا کہ وہ بغض جی میں رکھکر کفار سے
قصاص بچا لینے پر آمادہ مت ہو جیو بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا حکم ہو اُسی حد پر رہیو اور عدل کو نگاہ رکھیو اور یہ مانند آیت دیگر ہے جو آئی ہے یعنی قولہ ولا یجرمنکم شنآن قوم
علی الا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب للتقوی اور زید بن اسلمؓ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم و صحابہؓ حدیبیہ میں تھے جبکہ اُنکو مشرکون نے روکا تھا اور یہ
اُنپر بہت گران گذرا تھا پھر مشرق کیطرف والے مشرکونکا ایک گروہ عمرہ ادا کرنیکے ارادہ سے جاتا تھا تو صحابہؓ نے کہا کہ ہم ان لوگونکو روکینگے جیسے اُنکی ملت والون
نے ہمکو روکا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری رواہ ابن ابی حاتم بالجملہ کلام پاک کے معنے تو بلا تامل واضح ہیں کہ تم حکم الٰہی سے اور حق و عدل سے تجاوز مت کرو
بسبب عداوت ایسی قوم کے جنھون نے ظلماً تمکو بیت الحرام سے روکا تھا پس تم بھی بعد صلح کے ناانصافی کرو خواہ بایطور کہ اُسی قوم سے قتل وغیرہ کا کوئی

ایسا فعل کرو جو حکم الٰہی سے تجاوز ہو یا اس قوم کے بھائی بندونسے بدلا لو جسکا تجاوز ہونا ظاہر ہے کہ روکا کہ والون نے اور بدلا لیتے ہو غیرون سے کما روی عن زید بن
اسلم اور قطع نظر خصوص سبب کے عموم لفظ سے یہ معنی ہین کہ ای ایمان والو عدل کے پابند رہو موافق حکم الٰہی کے اور کسی قوم کے بغض کی وجہ سے جسنے تمھارے ساتھ کچھ برائی
کی ہو تم عدل سے اور حکم الٰہی سے قدم باہر مت رکھو **مترجم** کہتا ہے کہ حد سے تجاوز کرنے سے ممانعت پر یہ کلام نص ہے پس قطعاً معلوم ہوا کہ منسوخ ہونیکی کوئی وجہ
نہیں ہے اور جہاد کا حکم تو حد فرض ہے پھر حد سے تجاوز کہان ہوا جیسے قصاص وغیرہ کا حال ہے پس مراد یہ کہ جو تمپر شرع عدل ہے اس سے تجاوز مت کرو **وَتَعَاوَنُوا
عَلَى الْبِرِّ** اور مدد کرو اس کام کے کرنے پر جسکا تم حکم دیے گئے ہو ف اور یہ بنا بر آنکہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ بر وہ ہے جسکا تجھے حکم دیا گیا ہے اور ابن عطیہ
نے کہا کہ البر شامل ہے واجب و مستحب دونون کو اور شاید حضرت ابن عباس کے کلام مین بھی حکم دیا جانا بمعنے عام ہے یعنی مدد کرو جس کام کا حکم دیا گیا خواہ وجوبًا
یا استحبابًا۔ **وَالتَّقْوٰى** اور معاونت کرو تقویٰ پر یعنی ترک کرنے پر ایسی چیز کے جس سے تم منع کیے گئے ہو اور حاصل آنکہ آپسمین ایک دوسرے کی معاونت کرنی
چاہیے نیکی بجا لانے مین و ممنوع سے باز رہنے مین یعنی جس کام پر شرع مین ثواب کا وعدہ ہے اسکے کرنے مین ایک دوسرے کی مدد کرو اور جس سے ممانعت ہے اسکے
ترک کرنے مین مدد کرو یعنی کہ ایک دوسرے کو سمجھاؤ کہ یہ منع ہے اسکو مت کرو حتی کہ بار کر چھڑاؤ۔ **وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ** اور مت
معاونت کرو آپسمین کسی جنس کے گناہ پر اور اللہ تعالیٰ کے حدود سے تجاوز کرنے پر ف اور بعض نے کہا کہ اثم سے مراد کفر ہے اور عدوان سے مراد ظلم ہے حاصل آنکہ
اللہ تعالیٰ نے بندگان مومنین کو حکم فرماتا ہے کہ نیک کام کے کرنے پر اور ممنوعات کے چھوڑنے پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور اثم و عدوان پر معاونت نہ کرو اور ظاہر ہے کہ یہ معاونت
اسوقت ہو سکتی ہے کہ باہم متفق و خیر خواہ ہون لہذا اتفاق رکھنا اور ایک دوسرے کی خیر خواہی چاہنا باقتضاء النص واجب ہے اور یہ مستقل دلائل سے بھی ثابت ہے
اور پہلے اشارہ ہوا کہ بر ہر کار خیر کو جو شرع مین نیک ہو جبکہ اسکا ثبوت ہوتا ہے شامل ہے اور معاونت کرنا بھی عام ہے کہ ہاتھ سے زبان سے مال سے جس طرح ممکن ہو
اعانت کرے اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مدد کرو اپنے بھائی کی خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ
جب وہ مظلوم ہو تو نصرت مدد ہوئی اور جب ظالم ہو تو کیونکر مدد کرین تو فرمایا کہ اسکو ظلم سے روکو و منع کرو کہ یہی اسکی مدد ہے کما رواہ البخاری و مسلم اور نیز حدیث مین ہے
کہ جو مومن کہ لوگونمین مل جلکر بسر کرے اور انکی ایذا و نیز صبر کرے اسکو بڑا ثواب ہے بہ نسبت اس مومن کے جو لوگونمین مخالطت نہ رکھے اور انکی ایذاؤن پر صبر
نہ کرے کما رواہ احمد و الترمذی پھر اثم و عدوان جسپر معاونت سے منع فرمایا اسکا جاننا ضرور ہے پس اثم ہر وہ فعل ہے جو شرع سے ممنوع ہوا اور یہ بتقریر مقابلہ بر
کے ہے پس اگر کوئی شخص کسی سنت ترک کرتا ہو تو دبانے سے اسکے حق مین کوئی ایسی بات نہ کہنی چاہیے جس سے اسکے نفس کو جرأت ہو یا غصہ پیدا ہو بلکہ اچھے کلام سے
اسکو نصیحت کرے اور دعا دے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسکو توفیق دے اور ابن جریرؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دین مین جو حدود مقرر کر دیے ہین انسے تجاوز کرنا عدوان
ہے تو عدوان مین کسیکی مدد نہ کرے خواہ اسکا نفس خود تجاوز کرے یا کوئی غیر تجاوز کرے اور سب سے بڑھکر آدمی کو اپنے نفس سے حساب لینا چاہیے اور احادیث
مین ارشاد ہوا کہ ہر نیک ہر گناہ کو اپنے دل کی کھٹک سے پہچان لے چنانچہ وابصہ رضی اللہ عنہ کو حضرت صلعم نے فرمایا کہ بر وہ ہے جسپر دل مطمئن ہو اور اثم وہ ہے جو دل
مین کھٹکے اور سینہ مین تردد رہے اگرچہ لوگ تجھے اسکی بابت فتوی دیدین (رواہ البخاری فی تاریخہ واحمد و عبد بن حمید) پس حدیث مین ایسے نیک دل کو تقویٰ
سمجھایا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک نیت ہو پس اگر مفتی اسکو فتوی دیدے کہ یہ جائز ہے مگر اسکے نیک دل مین کھٹکے تو اسکو چھوڑ دے اور نواس بن سمعانؓ سے روایت
کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے البر والاثم کو پوچھا تو فرمایا کہ بر تو خوش خلقی ہے اور اثم وہ ہے جو تیرے دل مین کھٹکے اور تو برا سمجھے لوگونکے آگاہ ہونیکو برا جانے (رواہ البخاری
فی الادب واحمد و مسلم وابن ابی شیبۃ والترمذی والحاکم والبیہقی) اور ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے سوال کیا کہ اثم کیا
ہے فرمایا کہ جو تیرے دل مین کھٹکے اسکو چھوڑ دے اسنے کہا کہ ایمان کیا ہے فرمایا کہ جسکو اسکی برائیان رنج دین اور بھلائیان خوش کرین وہ مومن ہے (رواہ احمد و
الطبرانی وابن حبان والحاکم والبیہقی) اور معنی یہ ہین کہ اگر نیکی کرے تو اسکا دل خوش ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اور دل مین نور سے فرحت پاوے

اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص کسی ظالم کے ساتھ چلا تاکہ اسکی معاونت کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ گار بھی اسلام سے باہر ہوا۔ رواہ الطبرانی) اب غور کرو کہ ظالم کسقدر خوار ہوگا ظالم وہ شخص جو کسی خلاف شرع فعل کو کرے اگر دوسرا اس کام میں ظالم کا ساتھ دیوے یا مدد کرے تو وہ بھی ظالم کے مانند ہے اور اسلام سے باہر ہوا اور باہر ہو جانیکے یہ معنی ہیں کہ اس فعل میں اسلام سے خارج ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس حکم مذکور کے بعد تہدید و تاکید فرمائی - وَاتَّقُوا اللّٰهَ - اور اللہ تعالےٰ کے عذاب سے خوف کرو ف بایں طور کہ جو فرمایا اسکی اطاعت کرو - اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ - اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنیوالا ہے ف اس بندے کو جو اسکی مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب بہت سخت شدید ہے وہ مخلوقات پر قیاس نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ اگر مخلوقات میں ایک آدمی دوسرے پر عذاب میں سختی کرے تو چاہے جسقدر سختی کرے آخر جب وہ مظلوم بیہوش ہو کر مرگیا تو عذاب بھی ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب میں جہنمیوں کو نہ موت آوے نہ عذاب کم ہو بلکہ جب کھال گوشت جلکر گریگا تو پھر دوبارہ دیسا ہی پیدا ہو جائیگا اعاذنا اللہ تعالیٰ من عذابہ و عقابہ ف۲ فی العرائس قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لا تحلوا شعائر اللہ واضح ہو کہ ابتدا میں جب آدمی شرک و کفر میں گرفتار ہوتا ہے تو وہ اپنے رب عز و جل کے نام ہی کی تعظیم نہیں کرتا پھر جب اسلام لایا تو اب اسکو تعلیم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی تعظیم رکھی ہے مثلاً خانۂ کعبہ و رسول و قرآن وغیرہ کسی کی بے ادبی نکریں پھر جب اعلیٰ درجہ پر پہونچے تو وہاں کے آداب میں بے ادبی نکریں چنانچہ شیخ نے لکھا کہ ادب مراقبہ یہ کہ دنیاوی کشف کیطرف توجہ نہو سوا اسکے کشف کی نسبت کیجاتی ہے نفس کی خواہش میں موافقت کرنا بے ادبی ہے غرضکہ احرام بیت اللہ کعبہ و قلب کی حرمت رکھیں پھر واضح ہو کہ بعض مشائخ نے فرمایا کہ تقوی کے مرتبہ میں ہر وہ چیز ہے کہ علم شرع سے سب اماموں کے نزدیک بھلائی معلوم ہو اور کسیکے نزدیک وہ مکروہ نہو اور خواہش نفس سے مخالفت کرنا تقوی ہے اور شبہات کے اندر قدم رکھنا عدوان ہے بعض نے فرمایا کہ بر وہ ہے کہ جسکی طرف تیرا دل مطمئن ہو اور قولہ ولا تعاونوا علی الاثم میں اشارہ ہے کہ دنیا میں مشغول ہو اور عدوان یہ کہ نفس کی خواہش میں گرے شیخ سہل رحہ نے فرمایا کہ بر تو ایمان ہے اور تقوی سنت ہے اور اثم کفر ہے اور عدوان معاصی ہیں

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ

حرام ہوا تمپر مردہ اور خون اور گوشت سور کا اور جس چیز پر نام پکارا گیا اللہ کے سواے کا اور جو مرا گھٹکر اور جو مرا چوٹ سے

وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا

اور جو مرا گرکر اور جو مرا سینگ مارے سے اور جسکو کھایا درندے نے مگر جو تم نے ذبح کر لیا اور جو ذبح ہوا کسی استھان پر اور یہ کہ بانٹا کرو

بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۭ

پانسے ڈالکر یہ گناہ کا کام ہے آج ناامید ہوے کافر تمھارے دین سے سو انسے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ

آج میں نے پورا کر دیا تمھارا دین اور تمام کردی میں نے تمپر اپنی نعمت اور پسند کیا تمھارے لیے دین اسلام پھر جو

اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

کوئی لاچار ہو گیا بھوک میں کچھ گناہ پر نہیں ڈھلتا تو اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ - ای اکلہا - تمپر مردار کا کھانا حرام کیا گیا ف کیونکہ حلال و حرمت تو کھانے سے متعلق ہوتی ہے اور خود اس چیز سے متعلق نہیں ہے اسلیے کہ مثلاً کسی نے حلوا پکایا اسکو دوسرا شخص اٹھا لیگیا تو اسکو کھانا حرام ہے پھر اگر مالک اسکو اجازت دیدے تو اب حلال ہے پس وہ چیز اپنے حال پر رہتی ہے اور یہاں مراد ایسی چیز ہے کہ وہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتی مردار سے وہ جانور مراد ہے جو خود بخود اپنی موت سے بدون ذبح کیے اور بدون شرعی شکار کیے

مراد ہو (ابن کثیر) پھر علی العموم مردار حرام ہے لیکن اس میں سے مچھلی و ٹیڑی مستثنیٰ ہیں۔ وَالدَّمُ۔ اور پھر خون کھانا حرام کیا گیا ف خون سے مراد خون مسفوح ہے یعنے
جو جوش سے بہنے والا ہو اور یہاں اگرچہ مطلق ہے لیکن سورۂ انعام میں تحریم کے بیان میں فرمایا او دمًا مسفوحًا اور یہی تفسیر حضرت عائشہؓ و ابن عباسؓ و سعید بن جبیر سے
صحیح مروی ہے اور عکرمہ نے کہا کہ ابن عباس سے تلی کا حکم پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسکو کھاؤ تو عرض کیا گیا کہ وہ تو خون ہے فرمایا کہ حرام تو دم مسفوح رکھا گیا ہے (رواہ
ابن ابی حاتم) اور ابن عمرؓ سے مرفوعًا روایت ہے کہ ہمارے واسطے دو مردہ جانور اور دو خون حلال رکھے گئے ہیں پس مردہ جانور دونوں تو مچھلی و ٹیڑی ہیں
اور خون دونوں یہ تلی اور جگر ہیں (رواہ الشافعی و احمد و ابن ماجہ والدارقطنی والبیہقی) ابوزرعہ الرازی نے کہا کہ صحیح روایت میں یہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول
ہے مچھلی کیواسطے حدیث ابوہریرہؓ کافی ہے کہ آنحضرت صلعم سے بحر کے پانیکو پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسکا پانی پاک کرنیوالا ہے اور اسکا مردار حلال ہے (رواہ مالک والشافعی
و احمد و ابوداؤد والترمذی والنسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و ابن خزیمہ) اور واضح ہو کہ زمانۂ جاہلیت والونمیں جب کوئی بھوک سے تکلیف اٹھاتا تو کسی دھار دار
چیز سے اپنے اونٹ کو زخمی کر کے اس سے خون نکال لیتا اور اسکو پی جاتا یا جمنے کے بعد کھالیتا پس اس خونخواری کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا وَلَحْمُ
الْخِنْزِيْرِ۔ اور سور کا گوشت ف یعنی کل سور سر سے پاؤں تک نجس و حرام ہے لیکن چونکہ غالبًا گوشت ہی کھایا جاتا ہے اور یہاں کھانیکی چیزونکا
بیان ہے لہذا فرمایا لحم الخنزیر پھر حرام کیا گیا پس سور کھانا حرام ہے خواہ پالتو ہو یا جنگلی ہو اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ لحم کہنا شامل ہے تمام اجزا کو بلحاظ زبان
عرب کے اور نیز باعتبار عرف کے بھی اور حدیث صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے نردشیر سے کھیلا گویا اسنے سور کے گوشت و خون میں اپنا
ہاتھ ڈالا (رواہ مسلم) تو خون کا نجس ہونا ظاہر ہو گیا پس جب چھونے سے ایسی نفرت دلائی تو اسکو غذا کرنے میں کیسی نفرت ہوگی جسکے تصور سے قے آتی ہے
پس اس میں دلالت ہے کہ اسکی چربی و کھال وغیرہ سب اجزا اسکے گوشت کے حکم میں ہیں اور صحیحین میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب و مردار
و سور اور بتونکی بیع حرام کی تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ لوگ مردار کی چربی کام میں لاتے ہیں کہ اس سے کشتیوں پر روغن کیا جاتا اور چمڑے چکنائے جاتے
اور لوگ اسکی بتی جلاتے ہیں بھلا آپ اسکو روا رکھتے ہیں تو فرمایا کہ نہیں یعنی نہیں روا ہے۔ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ اور وہ چیز حرام کی گئی کہ غیر اللہ کیلیے
پکاری گئی ہو ف یہ حکم عام ہر چیز کو شامل ہے حتی کہ شیطانونکے نام کی روٹی کھانا حرام ہے اور یہاں جانوروں میں اسطرح کہ ذبیحہ کسی غیر کے واسطے ہو یا گوشت
کسی نے شیطانونکے نام کا دیا تو اسکا کھانا حرام ہے۔ جاننا چاہیے کہ اہلال کہتے ہیں آواز بلند کرنیکو پس معنی یہ کہ اور وہ جانور کہ آواز بلند کی گئی اسپر واسطے
غیر اللہ کے اور مفسرین نے کہا کہ اس طور سے کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی غیر کے نام سے وہ ذبح کیا گیا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے کہ اسکی مخلوق
اسکیلیے پاک نام سے ذبح ہوں سو جب اس سے عدول کر کے ذبیحہ پر کسی بت وغیرہ کا نام لیا گیا اگرچہ تمام مخلوقات میں سے کوئی ہو تو وہ بالاجماع حرام ہوگا
اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ اسنے عمدًا ایسا کیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کا نام چھوڑا تو عمدًا کی صورت میں حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ذبیحہ مردار و حرام ہوگا اور یہی قول صحیح ہے
اور اسمیں جو اختلاف ہے وہ سورۂ انعام میں انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا اور حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو ذبیحہ بقصد تعظیم کسی مخلوق کے ہو وہ مردار ہے چنانچہ
کتاب الذبائح میں لکھا ہے کہ اگر مہمان کی تعظیم کے قصد سے ذبح کیا تو ذبیحہ مردار و کھانا حرام ہوگا قال لو ذبح عند قدوم الضيف تعظيما له لا يحل اكلها
وكذا عند قدوم الامير وغيره تعظيما و اما اذا ذبح لاجل الضيافة فانه لا باس به (جوہرہ نیرہ) یعنی مہمان کی تعظیم کیلیے اگر ذبح کیا تو ذبیحہ کھانا حلال نہیں ہے
اسیطرح اگر بادشاہ و حاکم وغیرہ کی آمد میں اسکی تعظیم کیلیے ذبح کیا تو حرام ہے ہاں اگر اسکی ضیافت و مہمانداری کیلیے اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا
تو مضائقہ نہیں ہے (جوہرہ نیرہ) اور اسی پر ائمہ فقہاء نے اتفاق کیا ہے و النص عليه لقوله لغير الله به اسواسطے کہ تقسیم شامل ہے [illegible]
تعظیم غیر کیلیے ذبیحہ حرام ہے پس عجب ان لوگوں سے کہ خالی منطق و فلسفہ پڑھکر فتوی بے علم لکھتے ہیں اور شیخ صدو کے نام کا بکرا اور مانند اسکے جائز بتاتے ہیں بخلاف
ائمہ حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ بلکہ خلاف مذہب فقہاء و ائمہ مجتہدین ہے جسکا گناہ تا قیامت اپنے سر پر لیتے ہیں نعوذ باللہ من الضلال ہاں اگر خالص اللہ تعالیٰ کی جناب میں

القربۃ قربانی کی نیت ہو پھر وہ گوشت کسی ولی کیواسطے فاتحہ دیدے تو جائز ہی اور اگر شیطان کے نام پر دیا تو گنہگار ہوگا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب **وَالْمُنْخَنِقَةُ**
المنخنقۃ یعنی حرام کیگئی وہ مردار جو خنق سے مرجاوے **فائدہ** گلا گھٹ جانیسے خواہ بانیطور کہ آدمی خود گلا گھونٹ دیوے جیسے زمانہ جاہلیت والے کرتے تھے اور اس زمانہ
میں قصاری کی طرح جیسی مرغی معروف ہی اور خواہ بانیطور کہ اتفاق سے جانور خود اپنا گلا کسی بندھن وغیرہ میں اسطرح پھنسائے کہ گھٹکر مرجاوے پس درحقیقت مردار
ہی اور فرق یہ کہ مردار وہ جو بلا کسی ظاہری سبب کے مرا ہو اور منخنقہ بسبب خنق مرا ہی۔ **وَالْمَوْقُوْذَةُ** المقتولۃ ضربا یعنی حرام کیا گیا تمپر وہ جانور جو کہ چوٹ سے مارا گیا یعنی
کسی بھاری چیز سے جو دھاردار نہیں ہی مارا یہانتک کہ وہ مرگیا (قال ابن کثیر) اور اولیٰ یہ کہ بھاری کا لفظ نکالا جاوے اور ابن عباس وغیرہم نے کہا کہ لکڑی کی چوٹ
سے مار ڈالے اور مراد وہی ہی جو شیخ نے بیان کی اور زمانہ جاہلیت والے لاٹھی سے مردہ کرکے کھاتے تھے کما قال قتادہ اور صحیح بخاری میں عدی بن حاتم سے ہی کہ میں
نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میں معراض سے شکار مار لیتا ہوں تو فرمایا کہ جب تو معراض سے مارے اور وہ شکار کو پھاڑ دے تو اسکو کھا اور اگر اسکی ڈنڈی سے مرجاوے تو وہ
وقیذ ہی اسکو مت کھا۔ حاصل یہ کہ اسکی نوک کی تیزی سے زخمی ہو کر مرنیوالے جانور کو جائز فرمایا جبکہ تیر کیطرح اسپر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ لیا ہو اور چوٹ کھائے مردار
کو حرام کیا اور اسپر فقہا کا اجماع ہی اور شکار کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہی پھر جاننا چاہیے کہ **شیخ ابن عبد البر** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علما میں بندقہ (غلہ ۱۲) و تیر و معراض
و عصا جیسا کہ سر دھاردار ہی انکے شکار میں اختلاف ہی اور بندقہ سے مراد غلہ ہی جو معروف ہی اور معراض سے مراد وہ تیر جسکے پھل نہیں ہی پس جو علما اسطرف گئے ہیں
کہ وہ وقیذ ہی تو اسکا کھانا حرام ہی مگر اس صورت میں حلال ہوگا کہ زندہ پاکر اسکو ذبح کر پاوے جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی اور یہی قول امام مالک کا اور امام ابو حنیفہ
و انکے اصحاب کا اور ثوری و شافعی رحمہم اللہ کا ہی **یقول المترجم** اس زمانہ میں بندوق سے شکار مارنیکا مسئلہ پیش آیا جسکا حکم علماء متقدمین سے مروی نہیں ہی جو
کلام ہمیں متاخرین بلکہ ہجری دسویں صدی و مابعد کے علما سے ملسکتا ہی پس اگر تسمیہ کہکر بندوق سے گولی ماری اور جانور مرگیا قبل اسکے کہ اسکے زندہ حلال کر ڈالنے
پر قابو پاوے تو کیا حکم ہی مؤلف فتح البیان نے **شیخ شوکانی** سے نقل کیا کہ مجھے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ وہ حلال ہی کیونکہ گولی خرق کرتی اور ایک جانب سے دوسری جانب پار
ہو جاتی ہی اور حدیث عدی بن حاتم میں شکار کے حلال ہو جانے میں خرق معتبر فرمایا ہی انتہی اور یہی مؤلف فتح البیان رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار و تسلیم کیا اور **مترجم**
کہتا ہی کہ میرے نزدیک یہ حکم صحیح نہیں ہی بلکہ میں نے پایا کہ **شیخ شوکانی** رحمہ نے خود نیل الاوطار میں اسکو حرام لکھا ہی اور تحقیق مسئلہ میں یہ ہی کہ بندقہ یعنی غلہ کا اور بندوق
کی گولی کا ایک حکم ہی پس غلیل میں ہاتھ کی قوت سے جو غلہ مارا جاتا ہی اس سے چھوٹی چڑیاں اکثر مرجاتی ہیں اور بسا اوقات پھٹکر زخم آجاتا اور خون جاری ہو جاتا
ہی لیکن اسمیں اتنی قوت نہیں ہوتی کہ پار نکلجاوے بخلاف بندوق کی گولی کے کہ بارود کے سبب سے اسکا زور ایسا ہوتا ہی جو مشاہدہ ہی پس خرق اسکا بوجہ دھار
کے نہیں ہی حاصل آنکہ کمان کے غلہ اور بندوق کی گولی کا اثر یکساں ہی پس فرق یہ کہ غلہ کمزور ہوتا ہی اور گولی بسبب طاقت زور کے بسا اوقات پار نکلجاتی ہی مگر دونوں
میں دھار نہیں ہی پس دونوں کا حکم یکساں ہی اب غلہ کا حکم تلاش کرنا چاہیے واضح ہو کہ غلیل کے غلہ سے شکار کا حکم امام احمد کی حدیث عدی بن حاتم میں گذر چکا
چنانچہ فرمایا کہ ولا تاکل من البندقۃ الا ما ذکیت یعنی غلہ کے مارے ہوئے شکار سے مت کھا مگر وہی شکار کہ جسکو تو حلال کرنے پاوے (رواہ احمد) اور ابن عمر رضی اللہ عنہما
نے غلہ سے مارے ہوئے شکار کو فرمایا کہ وہ وقیذ ہی یعنی موقوذہ کی مثل حلال نہیں بلکہ مردار حرام ہی (رواہ البخاری فی الصحیح) اور ایسا ہی سالم و قاسم و مجاہد و ابراہیم و
عطا و حسن رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسکا مکروہ تحریمی ہونا نقل فرمایا لیکن ہمیں مکروہ تحریمی و حرام یکساں ہی اور ڈھیلے و کنکر کے شکار کا بھی یہی حکم ہی چنانچہ عبد اللہ بن مغفل
سے ہی کہ آنحضرت صلعم نے کنکر مارنیسے منع کیا اور کہا کہ نہ وہ شکار کرتا ہی اور نہ دشمن کو نکایت پہنچاتا ہی لیکن دانت توڑ دیتا ہی اور آنکھ پھوڑ دیتا ہی (کما فی الصحیحین وغیرہما) اور بغیر
دھار والے پتھر کا بھی یہی حکم ہی پس جب غلہ کا یہ حکم معلوم ہوا تو گولی بندوق کا بھی یہی حکم ہی اور گولی میں سوائے زور کی چوٹ کے اور کچھ فرق نہیں ہی اور چوٹ کی شدت
سے جانور کا جسم پھٹ جانا معتبر نہیں ہوتا کیا نہیں دیکھتے کہ اگر بہت زور سے لاٹھی مارے اور جسم پھٹ جاوے تو جانور حلال نہوگا پس صحیح ہوا کہ گولی کے شکار میں
اگر جیتا ہوا پاکر ذبح کرنے پاوے اور قبل ذبح کے جانور مرجاوے تو حرام و وقیذ ہی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب اب یہ کہ اگر زندہ پاوے تو ذبح کیلیے کسقدر زندگی کافی ہی

اسکا بیان انشاء اللہ تعالی آویگا۔ **وَالْمُتَرَدِّيَةُ**۔ اور تمپر متردیہ حرام کیا گیا یعنے جو جانور کہ اوپر سے نیچے گر کر مرگیا ہو۔ قال ابن عباسؓ متردیہ وہ جو پہاڑ سے نیچے گر کر مرے (رواہ علی بن ابی طلحۃ عنہ) وقال قتادۃ جو کنوئیں میں گر کر مرے وہ متردیہ ہی پس خلاصہ یہ کہ جو اوپر سے نیچے گرنے سے مرجاوے خواہ وہ خود گر پڑے یا کوئی گرادے۔ **وَالنَّطِيحَةُ**۔ اور تمپر نطیحہ حرام کیگئی ف نطیحہ وہ کہ دوسرے کے سینگ مارنے سے مرگئی ہو مثلاً دو بکریاں یا دو ہرن یا گائے وغیرہ آپس میں لڑیں یا ایک نے دوسری کو سینگ مارا کہ وہ مرگئی تو مردار حرام ہی۔ **وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ**۔ اور وہ جانور کہ جسمیں سے درندہ نے کھایا یعنی اسمیں سے کچھ کھا گیا اور مرا ہوا باقی رہا تو وہ حرام ہی جبکہ تمنے اسکو زندہ نہ پایا ہو کہ ذبح کرلو جیسے موقوذہ وغیرہ میں حکم ہی۔ **إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ**۔ باستثناء اسکے جسکو تم نے ذبح کرلیا ف یعنی موقوذۃ ونطیحۃ ومتردیۃ وغیرہ حرام کی گئیں جبکہ مردار ہوجاویں لیکن اگر انمیں سے کسیکو تمنے زندہ پاکر ذبح کرلیا تو یہ ذبیحہ حلال ہی۔ **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ منخنقۃ سے لیکر ما اکل السبع تک جسکو زندہ پاکر ذبح کرلیا ہو وہ حرمت سے مستثنی ہی پھر انمیں ذبح کے قابل زندگی وہ ہی جو انمیں مستقر ہو مثلاً بھیڑیے نے بکری کا پیٹ پھاڑ دیا تو ذبح کے قابل ہی اور اگر اسنے دو ٹکڑے کر ڈالے جو پھڑک رہے ہیں تو ذبح کے قابل نہیں ہی۔ پھر ذکر کیا کہ طاؤس وحسن وقتادہ وغیر واحد علمائے تابعین سے مروی ہی کہ جانور نے اگر بعد ذبح کے ایسی حرکت کی جیسے ذبح کے بعد ہوتی ہی تو معلوم ہوا کہ اسمیں حیات باقی ہی پس وہ حلال ہی اور یہی جمہور فقہا کا مذہب ہی اور یہی قول امام ابوحنیفہ وشافعی واحمد کا ہی اور امام مالک کا قول دلالت کرتا ہی کہ ایسی حالت باقی ہو کہ بعد درندہ کے پھاڑنے کے وہ زندہ رہ سکتا ہو ورنہ ذبح سے حلال نہوگا لیکن ظاہر آیت عام ہی جس سے قول ابوحنیفہؒ وغیرہ موافق ہی اور امام مالکؒ نے جو زندگی کی شرط لگائی تو اسکے واسطے کوئی دلیل مخصص چاہیے ہی واللہ تعالی اعلم۔ اور لبہ وحلق سے ذبح ونحر معروف ہی ولیکن حدیث ابو العشراء عن ابیہ میں آیا ہی کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ذکوۃ تو لبہ ودر حلق ہی سے ہوگی فرمایا کہ اگر تو اسکی ران میں نیزہ مارتا تو تجھکو کافی تھا (رواہ احمد واہل السنن) اور یہ حدیث صحیح ہی ولیکن محمول ہی کہ انھوں نے ایسی صورت بیان کی گئی جب لبہ وحلق سے ذبح کرنا ممکن نہ تھا مثلاً اونٹ یا ہرن چھوٹ بھاگا تھا تو ایسی صورت میں سب کے نزدیک جہاں ممکن ہو نیزہ وغیرہ مارے اور عنقریب شکار کے مسئلہ میں بیان آویگا۔ **وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ**۔ اور تمپر وہ جانور حرام کیا گیا جو بتوں کے اوپر ذبح کیا گیا ہو ف نصب بضمتین جمع نصاب بمعنے اصنام ہی جو جمع صنم کی بمعنے بت ہے مجاہد وابن جریج نے فرمایا کہ گرد خانہ کعبہ کے یہ پتھر تھے اور ابن جریج نے بیان کیا کہ وہ تین سو ساٹھ تھے اور عرب اپنی جاہلیت میں ان پتھروں بتوں کے پاس ذبح کرتے اور ذبائح کے خون کو خانہ کعبہ کیطرف چھڑکتے اور گوشت کے ٹکڑے کاٹکر بتوں پر رکھتے تھے اور ایسا ہی دیگر علمائے تابعین نے بیان کیا ہی پس اللہ تعالی نے مؤمنوں کو اس حرکت سے منع فرمایا اور ایسے ذبائح کا کھانا حرام کیا اگرچہ بتوں کے پاس ذبح کرنے کیوقت ذبیحہ پر اللہ تعالی کا نام لیا جاوے کیونکہ یہ بتوں کے واسطے تقرب ہی جو شرک اللہ تعالی نے سخت بدتر کبیرہ فرمایا ہی اور اس کلام کو اسی معنی پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ اوپر ما اہل بہ لغیر اللہ کی تحریم گذر چکی ہی ذکرہ الشیخ ابن کثیرؒ۔ **وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ**۔ ای ان تطلبوا القسم والحکم بالازلام یعنی حرام ہی تمپر اے ایمان والو یہ کہ طلب کرو تم قسمت یعنی حکم کو ازلام سے (کذا قال ابن جریر) اور ازلام جمع زلم بالفتح وبالضم وفتح لام یعنی چھوٹے چھوٹے تیر جنمیں نہ ریش تھا اور نہ پیکان اور یہ دربان خانہ کعبہ کے پاس سات عدد تھے جنپر علامتیں بنی تھیں اور وہ انکو پھینکتے تھے پس اگر پانسہ میں نکلا کہ کرو تو اسکی فرمانبرداری سے کرتے تھے اور اگر اسمیں منع آیا تو نہیں کرتے تھے (ابن عباسؓ سے ابن ابی حاتم نے روایت کیا) اور محمد بن اسحاق نے بیان کیا کہ یہ ساتوں ازلام بڑے بت ہبل کے پاس تھے جو کعبہ کے اندر کنوئیں پر تھا اور مانند قول ابن عباسؓ کے مجاہد وابراہیم وحسن وغیرہم سے منقول ہی اور **ابن کثیرؒ** نے کہا کہ تین قداح تھے ایک پر لکھا تھا کہ یہ کام کر دوسرے پر تھا کہ مت کر تیسرا خالی تھا اور ایک تھیلی میں بھرے تھے جب ہاتھ ڈالتے پہلا نکلا تو کام کرتا اور دوسرا نکلا تو نہ کرتا اور تیسرا نکلا تو پھر ہاتھ ڈالتا یہانتک کہ دونوں میں سے ایک نکلے اور عرب الٹے اسی پر قطعی یقین کرتے اور یہ شرک تھا اور مؤمنوں پر اسکو حرام فرمایا اور ابو الدرداءؓ سے مرفوعاً روایت ہی کہ نہ پہنچیگا درجات کو وہ شخص جو کاہن سے پوچھے یا استقسام کرے یا شگون لیکر سفر سے باز رہے (رواہ ابن مردویہ) اور **زجاجؒ** نے کہا کہ اسمیں اور نجومیوں کے قول میں کہ اس ستارے کیوجہ سے سفر نہ کرو یا کرو کچھ فرق نہیں ہی اور امام نووی وغیرہ نے

رسل وغیرہ کو اسی مین داخل کیا۔ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ۔ یہ امر فسق ہی یعنی فسق سے شرک مراد ہی کیونکہ فسق تو فرمانبرداری سے خروج ہی پس جسنے اسکو کیا وہ گمراہی جہالت
و شرک مین پڑا کیونکہ علم غیب سوائے اللہ تعالےٰ عزوجل کے اور کسیکو اپنے قصد سے نہین معلوم ہوسکتا ہان اللہ تعالےٰ جسکو چاہتا ہی آگاہ کردیتا ہی قال الشیخ
اور اللہ تعالےٰ نے مومنون کو جب اپنے کسی کام مین متردد ہون تو استخارہ کرنیکا حکم دیا بایطور کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم ہمکو
کامون مین استخارہ کرنا سکھلاتے جیسے ہمکو قرآن کی سورت سکھاتے تھے اور فرماتے کہ جب تم مین سے کسیکو کسی کام مین فکر ہو تو دو رکعت نفل پڑھے پھر کہے اَللّٰھُمَّ
اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْاَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰھُمَّ اِنْ
كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ (اپنی حاجت کہے) خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ اَوْ قَالَ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدُرْهُ
لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّهٗ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَدُنْیَایَ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ
وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ کَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِهٖ۔ الٰہی مین استخارہ و بھلائی مانگتا ہون تیری آگاہی سے اور توانائی مانگتا ہون تیری قدرت سے اور تیرا ہی
فضل مانگتا ہون کیونکہ تجھ مین سب قدرت ہی اور مجھ مین نہین اور تو جانتا ہی اور مین نہین اور تو ہی سب غیب کا جاننے والا ہی۔ الٰہی اگر تیرے علم مین یہ کام (کام
بیان کرے) میرے حق مین میرے دین و دنیا و معاش و انجام کار مین (یا فرمایا کہ فی الحال و انجام کار مین) بہتر ہو تو مجھے اسپر قابو دے اور مجھپر آسان کردے پھر مجھے اسمین
برکت دے اور اگر تیرے علم مین ہو کہ یہ کام (کام مذکور) میرے دین و دنیا و معاش و انجام کار مین بد ہو تو اسکو مجھسے اور مجکو اس سے پھیر دے اور جہان بہتری ہو میرے
لیے مقدر فرما پھر اسی پر مجھے راضی کردے (رواہ احمد والبخاری والترمذی وغیرہم) یہانتک ممنوعات محرمات کا بیان ختم ہوا پھر آگے کا کلام پاک حجۃ الوداع
مین عرفہ کے روز نازل ہوا۔ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ۔ آج کافر لوگ تمھارے دین سے ناامید ہوے ف اسطرح کہ
تم اب اس دین سے نہین پھروگے حالانکہ پہلے انکو اسکی طمع تھی تو یا اسوجہ سے کہ انھون نے تمھارے دین کی قوت دیکھ لی (کذا روی عن ابن عباس وغیر واحد) اور
صحیح حدیث مین ہی کہ شیطان ناامید ہوگیا کہ جزیرۂ عرب مین نمازی اسکو پوجین ولیکن انمین جھگڑے ڈالوانیکی امید رکھتا ہی (البخاری وغیرہ) اور واضح ہو کہ یہ امر ایک وقت
خاص تک ہی ورنہ حدیث صحیح مین بعض قبائل عرب کا بت پوجنا آخر زمانہ مین آیا ہی چنانچہ فرمایا کہ یہ رات و دن ختم نہونگے کہ پھر لات و عزیٰ پوجے جاوینگے اور ایک حدیث
مین آیا کہ میری امت کے قبائل مشرکون مین داخل ہونگے اور ایک روایت مین فرمایا کہ قبیلہ دوس کی عورتین ذی الخلصہ بتخانہ کے گرد مٹکینگی علما نے فرمایا کہ آخر زمانے مین
بعد مہدی رضی اللہ عنہ کے ہوگا۔ بالجملہ اسوقت نازل فرمایا کہ اے اہل ایمان آج مشرکون کو تمھارے دین سے مایوسی ہوئی۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ
پس تم انسے مت ڈرو اور مجھی سے ڈرو ف اس آیت کریمہ سے بعض علماء نے اشارہ لیا کہ اگر اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے ڈرتے اور کافرون اہل شرک و کفر سے نہ ڈرتے تو
اللہ تعالیٰ انکو دنیا مین بھی اونچا و بلند رکھتا مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین آیا ہی کہ میری امت سے ایک گروہ برابر کافرون پر غالب رہیگا وہ کبھی مغلوب نہونگے خواہ کوئی انکی مدد کرے یا نکرے
انکو کچھ ضرر نہوگا۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔ آج مین نے تمھارے لیے تمھارا دین پورا کردیا ف یعنی دین کے احکام اور فرائض کو آج پورا کردیا چنانچہ اسکے
بعد کوئی حلال و حرام کا حکم نہین اترا۔ اگرچہ اسکے بعد وحی اتری چنانچہ قولہ تعالیٰ وَاتَّقُوْا یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْهِ اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ الآیۃ۔ آخری جسکے بعد نو ۹
راتین حضرت صلعم نے زندہ رہکر ربیع الاول مین وفات پائی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وعلی الانبیاء والمرسلین صلوٰۃ وسلاما زاکیۃ تامۃ الی یوم القیامۃ و
الحمد للہ رب العالمین۔ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ اور مین نے تمپر اپنی نعمت پوری کردی ف از انجملہ یہ کہ دین تمھارا پورا کردیا اور بعض نے کہا اسطرح
کہ مکہ مین تم بے کھٹکے امن سے داخل ہوے۔ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ اور مین نے تمھارے لیے دین اسلام کو اپنی پسند پر دیا ف
شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ آیت کریمہ اس امت مرحومہ پر اللہ تعالےٰ کی نعمتون مین سے بڑی عظیم نعمت ہی کہ اللہ تعالےٰ نے انکے لیے انکا دین کامل کردیا کہ کسی دوسرے دین
کے محتاج نہین اور سوائے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے نبی کے محتاج نہین اسیواسطے آنحضرت صلعم کو خاتم الانبیاء علیہم السلام کرکے جن و انسان سب کیطرف

مرسل فرمایا بس وہی حلال ہے جسکو حلال کیا اور وہی حرام ہے جسکو حرام کیا اور وہی دین ہے جو شریعت محمدی ہے اور جو خبر دی وہی سچ ہے اسمیں کچھ دروغ نہیں و قد قال تعالے وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا جو خبریں ہیں سب سچ ہیں اور جو امر و نواہی ہیں سب عدل ہیں لہذا قال الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ۔ علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ دین وہ اسلام ہے اور اللہ تعالے نے نبی صلعم و مومنون کو خبر دی کہ انکا دین کامل کیا کہ کبھی اسپر زیادتی کے محتاج نہو نگے اور تمام کر دیا کہ کبھی ناقص نہ فرماویگا اور پسند کیا کہ کبھی اس سے ناخوش نہو گا انتہی دین میں جن احکام کی ضرورت ہے یا مخصوص طور پر منصوص ہیں یا عموم کے تحت میں مذکور ہیں اور قیاس اُسی کا نام ہے کہ جو فرد کسی عموم کے تحت میں شامل ہے اسکو اظہار کرے پس اللہ تعالے عز و جل نے دین کو بانیمنے کامل کر دیا کہ اہل بیان کو اپنے واقعات سب شرع متین سے مل سکتے ہیں بعض صورتیں جو صریح نہیں تو مانند صریح کے اہل علم و اجتہاد کے درجات بڑھانیکو چھوڑ دیں جنھوں نے جد و جہد سے ان احکام کو اجتہاد کیا و باللہ التوفیق پھر بیان محرمات کے بعد فرمایا **فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ** پھر جو شخص مضطر ہوا بھوک میں ان حرام چیزوں میں کسی چیز کے کھانیکی طرف بسبب اُسنے کھایا۔ **غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ** درحالیکہ وہ معصیت کیطرف مائل نہیں ہے یعنی اس کھانے میں اُسنے حد سے تجاوز نہیں کیا یا اس حالت میں وہ کسی بدکاری کیلیے نہیں جاتا ہے۔ **فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ**۔ لہ بخلاف المائل لاثم ای المتلبس بہ کقاطع الطریق والباغی مثلا فانہ لا یحل لہ الاکل۔ تو اللہ تعالے بخشنے والا ہے اسکو جو اُسنے کھا لیا اور رحم کرنیوالا ہے اسپر اُسکے حق میں کہ اسقدر مباح کر دیا۔ یہ **شیخ سیوطی** کا قول ہے اور ہمارے علمائے حنفیہ نے کلام کیا کہ جو شخص بھوک سے مضطر ہو کر حرام چیز کھائے تو یہ جائز ہونا کسطرح ہے آیا اُسوقت اس شخص مضطر کے حق میں یہ چیز مباح ہو جاتی ہے یا یہ چیز تو حرام رہتی ہے مگر اسپر سے گناہ ساقط ہو جاتا ہے پس بعض نے کہا کہ گناہ ساقط ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ مباح ہو جاتی ہے **مترجم** کہتا ہے کہ اُسکا کھانا حرام تھا تو یہ فعل حرام نہیں ہوا اب فرمایا کہ غیر متجانف لاثم کے کیا معنے ہیں یعنی گناہ کیطرف مائل نہو پس ائمہ حنفیہ نے کہا کہ اس کھانے میں حد سے تجاوز مقصود نہو بلکہ جان باقی رکھنا مقصود ہو اور شافعیہ نے کہا کہ بلکہ یہ مراد ہے کہ وہ اس حالت میں گناہ کا مرتکب نہو چنانچہ **مفسر سیوطی** نے کہا کہ مخمصہ میں یہ چیزیں ایسے شخص کو مباح ہو جاتی ہیں جو گناہ کا مائل نہو۔ برخلاف اُس بندے کے جو گناہ کیطرف مائل ہو یعنی گناہ میں متلبس ہو جیسے راہزن اور سلطان عادل سے بغاوت کرنیوالا پس ایسے شخص کیواسطے ان حرام چیزوں میں کھانا نہیں روا ہے اور اگر کھائیگا تو اپنے گناہ کیساتھ اس گناہ میں بھی پکڑا جائیگا اور ایسے ہی سورۂ بقر میں لقولہ غیر باغ ولا عاد۔ سے ایسے لوگوں کا لاجو بغاوت و عدوان سے گناہ میں پھنسے ہوں۔ پھر واضح ہو کہ یہ معنی فقہائے حجاز کے نزدیک ہیں اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہے اور فقہائے عراق کے نزدیک معنے غیر متجانف لاثم کے یہ کہ سد رمق سے زائد نہ کھاوے اور حد سے تجاوز نہ کرے اور قرأۃ غیر متجنف بھی اسپر دلالت کرتی ہے کیونکہ تجنف کے معنے سیری سے زائد کھانا اور محصل معنی یہ ہیں کہ جو شخص ان محرمات میں سے کسی چیز کے تناول کیطرف بسبب ضرورت کے مجبور ہوا تو اُسکو تناول روا ہے بشرطیکہ وہ اس حرام کی خواہش نکرے اور حد سے تجاوز نہ کرے اور اللہ تعالے غفور رحیم ہے اُسکو بندے کا محتاج ہونا معلوم ہے پس اسکو عفو فرماتا ہے۔ مسند احمد و صحیح ابن حبان میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے دوست رکھتا ہے کہ اُسکی رخصت پر عمل کیا جاوے جیسے وہ مکروہ رکھتا ہے کہ معصیت کیجاوے اور ایک روایت احمد میں ہے کہ جو اللہ تعالے کی رخصت قبول نکرے اُسپر جبال عرفہ کے برابر گناہ ہوگا۔ اسیواسطے فقہاء نے فرمایا کہ کبھی مردار کھانا واجب ہو جاتا ہے جبکہ اپنی جان جانیکا خوف ہو اور سوائے مردار کے کچھ نہ پاوے اور کبھی مستحب ہوتا ہے اور کبھی مباح ہوتا ہے اور واضح ہو کہ مردار تناول کرنیکی شرط یہ نہیں ہے کہ تین روز اسطرح گذر جاویں کہ آدمی کو کھانا نہ ملے جیسے کہ بہتیرے عوام وغیرہ وہم کرتے ہیں بلکہ اضطرار شرط ہے چنانچہ جسوقت مردار تناول کرنے پر مضطر ہو جاوے اُسیوقت اُسکو روا ہو جائیگا ذکرہ اقال ابن کثیر رح ثم ذکر حدیثا عن ابی واقد اللیثی انہم قالوا یا رسول اللہ انا بارض تصیبنا المخمصۃ فمتی تحل لنا بہا المیتۃ فقال اذا لم تصطبحوا ولم تغتبقوا ولم تحتفئوا بقلا فشانکم بہا۔ یعنی ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ ایسی زمین میں رہتے ہیں کہ ہمکو مخمصہ پہونچتا ہے یعنی کھانے پانی کی تکلیف و فاقہ پہونچتا ہے تو مخمصہ کیوجہ سے کب ہمکو مردار حلال ہو جاتا ہے آپنے فرمایا کہ جب تم اصطباح نہ ملے یعنی صبح کا کھانا نہ پاؤ اور اغتباق یعنی شام کا نہ پاؤ اور کھانیکو ساگ پات

بھی نہ ملے تو پھر تمکو مردار میں اختیار ہے (رواہ احمد وتفرد بہذا الوجہ وہو اسناد صحیح علی شرط الشیخین) وعن ابن عون قال وجدت عند الحسن رح کتاب سمرۃ رض فقرأتہ علیہ فکان فیہ ویجزی من الاضطرار غبوق او صبوح یعنی ابن عون رح نے کہا کہ مین نے حسن بصری رح کے پاس سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا خط پایا تو مین نے حسن رح کو پڑھ سنایا اور اُسمین یہ بھی لکھا تھا کہ اگر کسی شخص کو شام یا صبح کو ایک وقت ملجاوے تو اضطرار دفع ہونیکے لیے کافی ہے یعنی پھر اضطرار نہین رہیگا (رواہ ابن جریر) اور اصطباح سے صبح کا کھانا اور اغتباق سے شام کا کھانا مراد ہے اور بعض روایات مین ایک پیالہ دودھ ان دو اوقات مین کفایت نہین ہے چنانچہ ابوداؤد رح کے سنن مین نجیع عامری رض سے روایت ہے کہ نجیع نے آنحضرت صلعم کے پاس آکر سوال کیا کہ یا رسول اللہ مردار سے ہمارے واسطے کیا حلال ہے فرمایا کہ تمھارا طعام کیا ہے عرض کیا کہ نصطبح و نغتبق یعنی صبح کو اور شام کو دودھ پھر ملجاتا ہے تو فرمایا کہ یہ تو واللہ بھوک ہے اور اس حال پر انکو مردار حلال کردی (تفرد بہ ابوداؤد) ابو نعیم یعنی فضل بن دکین نے فرمایا کہ ابن عقبہ نے نصطبح و نغتبق کی تفسیر فرمائی کہ ایک پیالہ صبح کو اور ایک شام کو ابن کثیر رح نے فرمایا کہ شاید صبح و شام سب کو اسیقدر ملتا تھا کہ جان رکھنے کو کافی نہو سکتا تھا پس قدر کفایت تک انکے لیے حلال کردیا واللہ اعلم اور اسمین اختلاف ہے کہ سد رمق جائز ہے یا سیری بھر جائز ہے یا ذخیرہ رکھ لیوے یہ بھی جائز ہے پس یہ اقوال ہین اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک سد رمق جائز ہے واللہ تعالی اعلم ف قال فی العرائس قولہ فلا تخشوہم واخشون خوف الٰہی یہان حوالہ ہے اُس دیدار کیطرف جو ازل مین جاری ہوا انکو حاصل ہوا تھا یعنی جب امر امتحان تمیز بواسطہ مخلوق کے واقع ہوا تو معرفت کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوا اور اُنسے خوف نکھو اسپر ثابت رکھو کیونکہ وہ لوگ میرے امتحان کی جگہ قرار پائے ہین سو جب تمنے مجھے پہچانا تو میرے امتحان کی جگہ جان لی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ

تجھسے پوچھتے ہین کہ انکو کیا حلال ہے تو کہہ تمکو حلال ہین ستھری چیزین اور جو سدھاؤ شکاری جانور دوڑانے کو

تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

انکو سکھلاتے ہو اس مین سے جو اللہ تعالے نے تمکو سکھلایا ہے سو کھاؤ اسمین جو کچھ رکھ چھوڑین تمھارے واسطے اور اللہ کا نام لو اسپر اور ڈرتے رہو اللہ تعالی

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

اللہ شتاب لینے والا ہے حساب

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ من الطعام مفسر رح نے من الطعام سے ماذا کا بیان تبلایا کہ مراد اُنکی اس سوال سے یہی تھی کہ کھانیکی چیزون مین انکو کیا حلال ہے بقرینہ مابعد کے اور جواب اسکا تفصیل نہین فرمایا جیسے محرمات کو بافراد نوعی فرمایا ویسے ہی حلال چیزونکو فرمایا کہ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ المستلذات یعنی طیبات سے مراد وہ چیزین ہین جنکو طبع سلیم لذیذ سمجھے اور اُسکو نجس نجانے اور یہ بنا بر قول امام شافعی رح کے ہے چنانچہ جن چیزونکو عرب والے نجس جانتے ہین وہ اُنکے نزدیک حرام ہین ولیکن پوشیدہ نہین کہ جنکو عرب کے لوگ نجس نہین جانتے اُنکا طیبات مین شمار ہونا دشوار ہوگا کیونکہ مردار و خون قبل تحریم کے عرب والے حتی کہ قریش اُنکو استعمال کرتے و کھاتے تھے اور نیز اُسکا موکول ہونا عرب کی رائے پر بہت محل تامل ہے کیونکہ اہل بادیہ عرب بہت سی چیزونکو جنکا طیبات مین سے نہونا قطعی ہے طیبات مین سے جانتے ہین اور اگر بادیہ والے نہین مراد ہین تو تخصیص کیواسطے دلیل چاہیے علاوہ برین غیر بادیہ والونمین سے قریش کا حال بیان ہوا پھر اُنمین طبع سلیم والونکی تخصیص بھی دلیل چاہتی ہے اور نیز طبع سلیم ہونا امر خفی ہے اُسکی شناخت دشوار ہے اور نیز اختلاف طبائع ممکن بلکہ قطعًا موجود ہے اور رہا یہ کہ سبھی وہ طیب کا اطلاق کرین اور خون و مردار پر یہ اطلاق نہ تھا تو یہ کیسی دشواری ہے کہ دور و دراز والے اطلاق عرب کے محتاج رہے باوجودیکہ بعثت عام ہے اور نیز بہت چیزین عرب والے جانتے ہین بالجملہ تفسیر طیب کی ہمارے نزدیک وہ ہے کہ جسکی حرمت یا کراہت تحریمی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلعم واجماع امت سے ثابت نہو اور مقاتل رح نے کہا کہ طیبات وہ رزق حلال ہے پس ہر چیز سے اُنکو حلال لینے کا حکم کیا اور تفسیر

ابن کثیر میں ہی کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ عدی بن حاتم و زید بن مہلہل نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ حضرت باریتعالے نے مردار حرام فرمایا پس ہمارے واسطے کیا حلال ہی تو
نازل ہوا یسئلونک ماذا احل لہم الآیۃ سعید بن جبیر نے کہا کہ مراد ذبائح ہیں کہ یہ انکو حلال طیب ہیں رواہ ابن ابی حاتم اور آنحضرت صلعم کی صفت میں سورۂ اعراف میں
فرمایا ہی کہ ہمارے دین کیلیے طیبات حلال کرتا ہی اور خبائث انپر حرام کرتا ہی اور حق یہہ ہی کہ لفظ طیبات و خبائث کے اطلاق کو بھی دخل ہی واللہ اعلم لیکن شناخت طیب و خبیث
مینر لوگونپر مدار نہیں ہو سکتا اور قولہ تعالے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق الآیۃ ۔ سے نکالا گیا ہی کہ اصل اشیا میں اباحت ہی
مگر وہ کہ مخصوص بکتاب و سنت و اجماع ہو پس حرام کلیات کتاب و سنت و اجماع سے نکالنے کے بعد حلت ہی ۔ **وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ** اور جو
سکھلایا تمنے جوارح میں سے یعنی باز و کتے وغیرہ جیسا کہ آتا ہی مگر چونکہ خود یہہ چیزیں حلال نہیں لہذا مفسرؒ نے صید مقرر کیا یعنے شکار پکڑا ہوا ان جانوروں کا
جنکو تمنے سکھلایا اور وہ جوارح ہیں شیخ ابن کثیرؒ نے اوپر کی آیت سے ملا کر حاصل یہہ بیان کیا کہ حلال ہوئے ذبائح جنپر اللہ تعالی کا نام ذکر کیا گیا اور رزق میں سے
طیبات اور حلال کیا گیا تمھارے لیے وہ جو تمنے صید کیا جوارح سے یعنے کتوں و شکرے و باز وغیرہ ایسے شکاری جانور و پرندے جیسا کہ مذہب جمہور صحابہؓ
و تابعین و ائمہ فقہ کا ہی اور یہی ابن عباسؓ سے ابن ابی حاتم نے بطریق علی بن ابی طلحہ روایت کیا اور کہا کہ یہی خیثمہ و طاؤس و مجاہد و مکحول و یحیی بن ابی کثیر سے
مروی ہی اور امام علی بن الحسین (زین العابدینؒ) رضی اللہ عنہما سے ہی کہ باز و شکرہ جوارح میں سے ہی و مثلہ عن الحسن البصری ایضاً ۔ اور ابن عمرؓ سے بسند جید روایت کی کہ باز وغیرہ
شکاری پرندونسے جو شکار کرے سو جسکو تو ذبح کر پاوے وہ تجکو حلال ہی ورنہ اسکو مت کھا اور کراہت سعید بن جبیر و مجاہد سے مروی منقول از ضحاکؒ و سدی ہی
قال ابن کثیر جمہور سے ذکر کیا گیا کہ شکاری پرندونسے شکار کرنا مانند شکاری کتونکے شکار کے ہی کیونکہ وہ اپنے پنجونسے شکار کو پکڑتے ہیں کتونکے مانند کلب
ہیں پس کچھہ فرق نہیں ہی اور یہی مذہب چاروں فقہا و سوائے انکے غیرہم کا ہی اور اسیکو ابن جریر نے اختیار کیا و قال حدثنا ہناد و حدثنا عیسی بن یونس عن مجالد عن الشعبی
عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ باز سے شکار کا کیا حکم ہی فرمایا کہ جو شکار وہ تیرے واسطے پکڑ رکھے اسکو کھا **قال ابن کثیر**
اور امام احمدؒ نے سیاہ کتے کو مستثنے کیا کیونکہ انکے نزدیک واجب القتل ہی اس سے شکار کرنا نہیں جائز ہی و فی الحدیث الکلب الاسود شیطان یعنی سیاہ کتا شیطان ہی کما فی صحیح
مسلم وغیرہ ۔ اور ان حیوانونکو جنسے شکار کیا جاتا ہی جوارح نام رکھا گیا ماخوذ از جرح بمعنے کسب چنانچہ عرب بولتے ہیں فلان جرح اہلہ خیراً یعنی اسکے واسطے
بھلی کمائی کردی ۔ و یقولون لاجارح لہ یعنی اسکا کوئی کمانیوالا نہیں ہی و قال اللہ تعالی و یعلم ما جرحتم بالنہار یعنی جانتا ہی اللہ تعالے جو کچھہ تم بھلائی و برائی
دن میں کماؤ ۔ پھر سبب نزول آیت میں ابو رافع مولی رسول اللہ صلعم سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے کتونکے مار ڈالنے کا حکم کیا تو میں نے کتے مار ڈالے پھر لوگوں
نے آکر عرض کیا کہ اس امت سے جسکے قتل کا آپنے حکم دیا ہمکو کیا حلال ہی پس آپ خاموش رہے پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا یسئلونک ماذا احل لہم الآیۃ پس حضرت صلعم
نے فرمایا کہ جب آدمی نے اپنا کتا چھوڑا اور بسم اللہ پڑھ دی پھر کتے نے شکار پکڑ کر اسکے واسطے روک لیا تو جبتک اس نے نہیں کھایا تبتک کھاوے (رواہ
ابن ابی حاتم و ابن جریر و الحاکم و صححہ) اور عکرمہ و محمد بن کعب سے بھی اسکے مانند مروی ہی کہ سبب کتونکا قتل واقع ہوا اور مفسرؒ نے قولہ من الجوارح کی تفسیر میں کہا اسکے
الکواسب من الکلاب والسباع والطیر یعنی جوارح جمع جارح یعنی کواسب جمع کاسب یعنی کمانیوالا جانور اسکے کہ کلاب یعنی کتے ہوں یا سباع یعنے چیتا سیاہ گوش وغیرہ
ہوں اور یا طیر یعنے شکاری پرند مانند باز و شکرہ وغیرہ ہوں پھر فرمایا **مُكَلِّبِيْنَ** مکلبین صیغۂ اسم فاعل از تکلیب اور یہہ حال ہی ضمیر علمتم سے یعنی سکھلایا
تمنے درحالیکہ تم مکلب ہو یعنی سکھلاتے ہو اور ادب دیتے ہو شکار پر چھوڑنے کے واسطے تمنے خوب ہوشیاری سے سکھلایا ہی اور عرب بولتے ہیں کلبت الکلب
میں نے کتے کو شکار پر چھوڑا **قال ابن کثیر** احتمال ہی کہ جوارح سے حال ہو یعنی درحالیکہ یہہ جوارح مکلبات ہوں یعنی پنجونسے شکار کو یا منہہ سے دبوچ لینے
والے ہوں و قال ایضاً اس صورت میں دلیل ہوگی کہ اگر کتے نے اپنے دھکے و صدمہ سے قتل کیا تو شکار روا نہوگا و سیاتی الکلام فیہ چونکہ اسوجہ کا ضعف
پوشیدہ نہیں لہذا مفسرؒ نے وجہ اول پر اکتفا کیا پھر اللہ تعالے نے تعلیم جوارح کی مقید تاکید فرمائی **تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ** یعنی سکھلایا تم نے

جوارح کو درحالیکہ تم مکلب ہو چھوڑتے ہو ایسے ہوئے شکار پر حذاقت سے سکھلا کر درحالیکہ تم انکو ادب سکھلانیوالے ہو وہ آداب شکار جو تمکو اللہ تعالیٰ نے عقل دیکر تعلیم فرمائے ہیں۔ **فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ** پس کھاؤ اس شکار میں سے جو تمہارے جوارح نے تمہارے لیے رکھ لیا ہو یعنی تمہارے واسطے رکھنا یا بایں طور کہ مار کر آپ اس میں سے خود نہ کھاویں پس حلال ان جوارح کا شکار ہوا جو اسطرح سکھلائے گئے ہوں کہ شکار پکڑ کر مالک کیلیے رکھ چھوڑیں برخلاف ایسے جوارح کے جو سکھے ہوئے نہوں کہ انکا شکار مارا ہوا حلال نہیں ہے پھر سکھے ہوئے ہو جانیکی پہچان یہ ہے کہ جب تو چھوڑے تو روان ہو اور جب تو زجر کرے تو باز رہے اور شکار کو پکڑے و مارے مگر آپ اس میں سے کچھ نہ کھاوے اور یہی مذہب ہے امام مالک کے باقی تینوں ائمہ کا ہے لیکن امام ابو حنیفہ نے شکاری پرندوں میں اس شرط کو تعزیہ کیواسطے قرار دیا کیونکہ انکی تعلیم اس حد تک متعذر ہے اور امام مالک کے نزدیک چوپایہ و پرند کسی میں یہ شرط نہیں کہ نہ کھاوے لیکن اصح یہ ہے کہ شکاری جانوروں میں شرط مذکور معتبر ہے پھر حسب تین بار ایسا کرے کہ جب چھوڑے تب جاوے اور زجر سے باز آوے اور شکار پکڑے مگر نہ کھاوے تو یہ سب کم تعداد ہے جس سے اسکا سیکھ جانا پہچانا جاتا ہے پھر اگر جارح نے شکار میں سے کچھ کھا لیا تو ظاہر ہوا کہ اسنے اپنے مالک کیواسطے نہیں پکڑا تھا پس اس شکار کو کھانا حلال نہیں جیسا کہ عدی بن حاتم طائی کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے عدی کو فرمایا کہ جب تو اپنا سیکھا ہوا کتا چھوڑے درحالیکہ تو نے اللہ تعالیٰ کا نام پڑھ دیا تو جو شکار وہ تیرے واسطے پکڑ رکھے تم اسکو کھا میں نے عرض کیا کہ اگرچہ مار ڈالے فرمایا کہ ہاں اگرچہ مار ڈالے جبتک کہ اسکے ساتھ دوسرا کتا جو ایسا نہیں ہے شریک نہ ہو گیا ہو کیونکہ تو نے اپنے کتے پر تسمیہ پڑھا ہے اور دوسرے پر نہیں پڑھا ہے پھر اگر اسنے پکڑ کر اس میں سے کھا لیا تو اس میں سے تو مت کھا کیونکہ خوف ہے کہ اسنے شاید اپنے واسطے شکار مارا ہو یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اگر تسمیہ کہکر تیر سے شکار مارا تو بھی جوارح کے شکار کے مثل حلال ہے اور تسمیہ کہنا ہمارے نزدیک شرط ہے بقولہ تعالیٰ۔ **وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ** اور چھوڑنے و روان کرنے کے وقت بسم اللہ تعالیٰ کا نام پڑھ دو یعنی ائمہ حنفیہ کا اور یہی جمہور کا مذہب ہے پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مما امسکن فرمایا یعنی من تبعیضیہ سے بایں وجہ فرمایا کہ شکار وغیرہ جانوروں میں سے بعض اجزا حرام ہوتے ہیں مانند کھال ہڈی و غیرہ کے اور فقہ حنفیہ میں سات شمار کیے ہیں اور مولف فتح البیان نے لکھا کہ اگر سکھے ہوئے جارح نے بدون روان کرنے کے خود کوئی شکار مارا تو جمہور علماے سلف و خلف کے نزدیک اسکا کھانا حلال نہیں ہے اور ایک جماعت صحابہ و تابعین و فقہا کا نام لیکر کہا کہ ان لوگوں نے کہا کہ اسکا شکار کھایا جاوے اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک ائمہ مذکورہ سے یہ غلطی فاحش سرزد ہوئی اور مجھے نہیں معلوم کہ کسی نے ایسا کہا ہو اور یہ تو کھلی بات ہے کہ اگر یہ نقل صحیح ہو دے تو قولہ تعالیٰ واذکروا اسم اللہ بالکل لغو ہوا جاتا ہے بسبب یقین اس امر کے کہ جب کسی نے اسکو روان نہیں کیا تو جانور خود تسمیہ نہیں کہہ سکتا ہے پھر مترجم یہاں تلخیص کلام شیخ ابن کثیر لاتا ہے جس سے مولف مذکور کا منشا غلط ظاہر ہو جائیگا کہ بے سمجھے مضمون لیا ہے واضح ہو کہ شیخ نے حدیث عدی بن حاتم کو صحیحین سے ذکر کر کے کہا کہ امام بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے فان اکل فلا تاکل فانی اخاف ان یکون انما امسک علی نفسہ یعنی آنحضرت صلعم نے عدی کو کہا کہ پھر سکھے ہوئے کتے نے جسکو تو نے چھوڑا اور اسنے شکار پکڑا ہو اگر شکار میں سے کھا لیا تو اسکو مت کھا کیونکہ مجھے خوف ہے کہ جارح نے اسکو اپنے واسطے پکڑا ہو پھر شیخ نے لکھا کہ یہ حدیث جمہور علما کی دلیل ہے اور شافعی کا یہی صحیح قول ہے کہ جب کتے نے شکار میں سے کھا لیا تو وہ مطلقاً حرام ہوتا ہے اور اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے اور سلف کے ایک گروہ سے نقل کیا جاتا ہے کہ وہ مطلقاً حرام نہیں ہوتا پھر بروایت ابن جریر از سلمان فارسی و سعد بن ابی وقاص و ابو ہریرہ و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم وارد کیا کہ کتا اس شکار میں سے کھاوے یا نہ کھاوے اسکا کھانا حلال ہے اور لکھا کہ اسانید ان آثار کے ثابت ہیں اور کہا کہ حضرت علی و ابن عباس سے بھی یہی قول نقل کیا جاتا ہے اور عطا و حسن بصری سے اختلاف اقوال منقول ہے اور یہی قول شیخ زہری و ربیعہ و مالک کا ہے اور یہی شافعی کا قدیم قول ہے پھر ابن جریر کی اسناد بطریق سعید بن المسیب از سلمان فارسی مرفوعاً وارد کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ آدمی نے جب اپنا کتا شکار پر چھوڑا پھر اسکو پایا درحالیکہ اسنے شکار میں سے کھا لیا ہے تو چاہیے کہ باقی کو کھاوے قال ابن جریر اس حدیث کی اسناد میں نظر ہے اور سعید کا سلمان سے سننا معلوم نہیں اور ثقات راوی اسکو بدون

رفع کے سلمانؓ کا کلام روایت کرتے ہیں **قال ابن کثیر** یہ قول ابن جریر کا صحیح ہے لیکن یہ معنی تو دوسرے وجوہ سے مرفوعًا مروی ہیں چنانچہ ابو ثعلبہؓ یعنی خشنیؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب تو اپنا کتا سکھایا ہوا چھوڑے اور اللہ تعالیٰ کا نام پڑھ دے تو شکار رکھا اگرچہ کتے نے اس میں سے کھا لیا ہو (رواہ ابو داؤد والنسائی) **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ ان دونوں کی اسناد جید ہیں اور کہا کہ جسکے نزدیک کتے اور اُسکے مانند جانور کے کھا لینے سے شکار حرام نہیں ہوتا یہی احادیث و آثار اسکی حجت ہیں اور ایک جماعت نے دونوں میں توفیق دی اس طرح کہ اگر پکڑتے ہی کھا لیا تو حرام ہے بدلیل حدیث عدی ابن حاتمؓ اور اگر دیر تک منتظر رہا کہ اُسنے مالک کے لیے پکڑا تھا حتی کہ جب لالچ آیا پھر بھوک وغیرہ کی وجہ سے کھا لیا تو حلال رہیگا حرام نہو جائیگا اور ایک جماعت نے کہا کہ کتے کے کھانے سے حرام ہو جاتا ہے بدلیل حدیث عدیؓ وغیرہ اور شکرہ وغیرہ کے کھانے سے حرام نہیں ہوتا کیونکہ وہ کھلا کر سکھلائے جاتے ہیں اور ابن عباسؓ سے بھی ابن جریر نے روایت کی ہے یعنی یہ کہ شکاری پرندے اگر پر نوچ ڈالے اور کچھ کھا لیا تو شکار رکھانا حلال رہا اور یہی ابراہیم نخعی و شعبی و حماد بن ابی سلیمان کا قول ہے اور **ابن کثیر** نے کہا کہ اُنکے واسطے یہ بھی حجت لائی جاتی ہے جو ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ حدثنا اسید حدثنا المحاربی حدثنا مجالد عن الشعبی عن عدی بن حاتم کہا کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم ایسی قوم ہیں کہ کتوں و بازوں سے شکار کرتے ہیں سو ہمکو اس میں سے کیا حلال ہے فرمایا کہ حلال ہے تمکو ما علمتم من الجوارح مکلبین تعلمونہن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ پھر فرمایا کہ جو کتا تو چھوڑے اور اسپر اللہ تعالیٰ کا نام لیلے تو جسکو وہ تیرے واسطے پکڑ رکھے اسکو کھا میں نے کہا اگرچہ قتل کر ڈالے فرمایا اگرچہ قتل کر ڈالے جبتک کہ اس میں سے نہ کھاوے میں نے کہا یا رسول اللہ اگر ہمارے کتوں کے ساتھ غیر کتے ملجاویں فرمایا کہ تو مت کھا یہانتک کہ تجھکو معلوم ہو جاوے کہ تیرے ہی کتے نے پکڑا ہے میں نے کہا کہ ہم لوگ تیر مارتے ہیں سو ہمکو کیا حلال ہے فرمایا کہ جسپر تو نے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر مارا اور اُسنے خرق کیا تو اس شکار کو کھا **قال ابن کثیر** پس جہ دلالت یہ ہے کہ کتے کے حق میں یہ شرط لگائی کہ وہ شکار میں سے نہ کھاوے اور بازمیں یہ شرط نہیں لگائی پس دلالت پائی گئی کہ ان دونوں میں حکم کا فرق ہے واللہ تعالیٰ اعلم **قال المترجم** پہلے مذکور ہوا کہ امام ابو حنیفہؒ نے یہی فرق کیا ہے پھر واضح ہو کہ یہاں فقہی مسئلہ باقی رہے اول آنکہ آیت مقتضی ہے کہ کتے و شکاری جانوروں کا تعلیم کرنا و رکھنا اور سوائے کھانے کے اور انتفاع مانند بیع وغیرہ کے حاصل کرنا مباح ہے اور فقہ میں سکھے ہوئے کتے و فہد وغیرہ کی بیع کا جواز منصوص ہے و لیکن صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ جس گھر میں کتا ہو تو فرشتے نہیں آتے پس ان میں سے توفیق یہ کہ سکونت کی جگہ سے الگ رکھے اور یہ ظاہر یہ ہے کہ یہ ایسے شخص کیواسطے روا ہوگا جسکو اپنی بسر اوقات میں اُسکے شکار کی احتیاج ہو کیونکہ حدیث صحیح میں یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو شخص بلا ضرورت کتے کو پالے ہر روز اسکی پانچ نیکیاں گھٹ جاتی ہیں لیکن صحیح ہوا کہ چرواہے کو چارپایوں کی نگہبانی کیلیے اور باغ والے کو اسکی نگہبانی و شکاری کو اپنی معاش کی ضرورت سے کتا پالنا روا ہے اور فتاویٰ میں بعض اقسام کو بڑھایا ہے اور یہاں چور وغیرہ کا خوف ہو اُسکو اس ضرورت سے پالنے کا جواز فتاویٰ میں صحیح ہے پس یہ قیاس مذکورہ بالا ہے پس بضرورت جواز کا فتوی ہوگا واللہ اعلم اور امت کا اجماع ہے کہ کتا اگر سیاہ نہو اور مسلمان نے اسکو سکھلایا اور مسلمان نے اسکو شکار پر چھوڑنے کے وقت تسمیہ پڑھا ہے پھر اسنے شکار اسکے لیے پکڑ رکھا اس میں سے خود کچھ نہ کھایا اور شکار کو مجروح کر کے یا دانت گڑا کر مار ڈالا ہے تو بلا خلاف علماء وہ شکار کا حلال ہے بدون ذبح کے کھایا جاوے پھر اگر ان شروط میں سے کوئی شرط بدلی یا نہ پائی گئی تو اختلاف آجائیگا اور نفرکو بیان بالا سے اسکی تفصیل معلوم ہو چکی ہے فقد یہ مسئلہ دوم آنکہ اگر کتے کو شکار پر تسمیہ پڑھکر چھوڑا پس اُسنے بدون زخمی کرنے کے بوجھ یا دبانے کی چوٹ سے قتل کیا پس آیا حلال ہے یا نہیں تو تلخیص میں ہے **قال ابن کثیر** اس میں علما کے دو قول ہیں ایک یہ کہ حلال ہے بدلیل عموم قولہ تعالیٰ فکلوا مما امسکن علیکم اور ایسے ہی عموم روایات و حدیث عدی بن حاتم وغیرہ سے اور نووی و رافعی وغیرہ متاخرین نے شافعیؒ سے یہ نقل کر کے تصحیح کیا مگر میرے نزدیک یہ کلام شافعی سے ظاہر نہیں ہے و کلام محتمل ابو حبیب ادر ابن الصباغ نے بروایت حسن بن زیاد از ابو حنیفہؒ بھی یہی قول نقل کیا اور ابن جریر نے سلمان و ابو ہریرہ و سعد بن ابی وقاص و ابن عمر رضی اللہ عنہم سے حکایت کیا و لیکن یہ غریب ہے کہ ان بزرگوں سے اسکی تصریح نہیں پائی گئی شاید ابن جریر نے تصرف سے استنباط کیا ہو قولہ فی دمہ اس مسئلہ میں یہ کہ جو جانور بدون زخم و جرح کے حلال نہیں اور

یہی امام شافعیؒ کا ایک قول در مزنیؒ کا مختار و بقول ابن الصباغؒ مرجح ہے اور یہی امام ابو یوسف و محمد نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا اور یہی مشہور از امام احمد بن حنبل اور یہی اشبہ بصواب و انفق اصول شرع ہے اور ابن الصباغ نے اُسپر یہ حجت پیش کی کہ رافع بن خدیجؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم کل دشمن سے بھڑنیوالے ہیں اور ہمارے پاس چھری نہیں سو بھلا ہم تصبے سے ذبح کرلیں فرمایا کہ جو چیز خون بہادے اور نام الٰہی ذکر کیا جاوے اُسکو کھاؤ الحدیث تمامہ جو صحیحین مین ہے پس یہ وارد اگرچہ سبب خاص مین ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک اعتبار عموم لفظ کا ہے پھر اس مسئلہ مین کتے سے خون بہانا پایا گیا تو شکار حلال ہوا اگر کہا جاوے کہ آلۂ ذبح سے سوال تھا چنانچہ قولہ لیس السن والظفر حدیث مین استثنا موجود ہے یعنی ہر خون بہانیوالی چیز سے ذبح کرلو سوائے دانت و ناخن کے پس کتا جو آلۂ ذبح نہیں بلکہ ذکوٰۃ کیواسطے شکار میں ایک چیز ہے اُسمین دخل ہوگا تو جواب یہ کہ لفظ حدیث عام جامع ہے **وقال المزنیؒ** ہر مین خرق یعنی گھائل کرنا معتبر ہے اور کہتے ہین کوئی شرط نہین ہے پس شکار مین دونوں متحد ہوے تو کتے مین بھی یہی معتبر ہوگا کیونکہ اتحاد موجب مین مطلق کو مقید پر محمول کرنا واجب ہے **قال المترجم** یہ بنا بر اصل اتفاقی کے ہے پس ہماری طرف سے جواب یہ کہ تیر جب لکڑی کی چوٹ سے قتل کیا تو حلال نہین پس کتے نے جب بدون جرح کے قتل کیا تو اسی پر قیاس ہے اور علت جامعہ دونوں مین یہ کہ دونوں آلۂ صید ہین اگر کہا جاوے کہ آیت سے عموم ثابت ہے پھر قیاس کیون کیا تو جواب یہ کہ قیاس سے جو ظاہر ہو وہ عموم آیت پر مقدم ہوتا ہے جیسا کہ چاروں ائمہ فقہا بلکہ جمہور علما کا مذہب ہے اور نیز قولہ فکلوا مما امسکن علیکم اپنے عموم پر قطعاً نہین ہے کیونکہ اگر اُسنے ایسے شکار کو پکڑا جو حلال نہین ہے تو نہ کھایا جائیگا بالجملہ اجماع ہے کہ عموم نہین رہا اور موقوذہ عموماً حرام ہے پس جسکا عموم باقی ہے وہ اسپر مقدم ہے اور وہ قولہ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ الآیہ ہے اور نیز صید مسئلہ مذکورہ مین سے دم مسفوح نہین نکلا تو مردار پر قیاس کرکے حرام ہوا نیز آیۃ التحریم یعنی قولہ حرمت علیکم المیتۃ والدم الی آخرہا محکم ہے کچھ بھی اُسمین سے نسخ نہین ہوا اور نہ تخصیص ہوئی ایسی ہی آیۃ التحلیل یعنی یسئلونک ماذا احل لھم الآیہ ہونا چاہیے پس ان دونوں مین بالکل تعارض نہونا چاہیے اور سنت اُسکے بیان کے واسطے ہے پس یہ کہ مسئلہ مین جو عرض سے قتل ہوا اسکو سنت نے بیان کردیا کہ داخل آیۃ التحریم ہے اور جو گھائل ہوکر مرا وہ داخل آیۃ التحلیل ہے پس کتے کی صورت مین بھی یون ہی ہونا واجب ہے چنانچہ جب مجروح کیا تو داخل آیۃ التحلیل ہے اور جب اسطرح قتل کیا جیسا مسئلہ مین بحث ہے تو داخل آیۃ التحریم ہے مگر بوجہ نادر الوقوع ہونے کے اسکی تفصیل نہین فرمائی اسیواسطے شکار مین سے جب کتا کھالیوے تو یہ صورت کثیر الوقوع تھی اسکو حدیث عدی بن حاتم مین جو صحیحین وغیرہ مین ہے بیان فرمادیا اور یہی عموم آیۃ التحلیل سے اکثرون کے نزدیک تخصیص ہے کیونکہ صحیح یہ کہ اکثرون کے نزدیک اگر پکڑے ہوئے شکار سے کتے نے کچھ کھالیا تو پھر اُسکا کھانا حلال نہین چنانچہ یہی حضرت ابو ہریرہؓ و ابن عباسؓ سے منقول اور حسن بصری و شعبی و نخعی کا قول اور ابو حنیفہ و صاحبین اور احمد و مشہور شافعیؒ کا مذہب ہے واللہ اعلم پھر جب بحمد اللہ فراغت ہوئی تو تفسیر کیطرف رجوع کرنا چاہیے کہ بعد اس تحریم و تحلیل کے اللہ تعالیٰ نے تاکید فرمائی بقولہ **وَاتَّقُوا اللّٰهَ** یعنی ڈرو اللہ سے ف یعنی جو حدود مقرر فرمائے ہین اُنسے تجاوز مت کرو اور مواخذہ و محاسبہ اپنی گردن پر مت لو **اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ** اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب کرنیوالا ہے ف اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے بندونکی ماہیت و حقیقت ظاہری و باطنی جسکی انکو خود خبر نہین سب جانتا ہے اور تمام عالم جسکا علم سے نادان ہے سب اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے علم مین ہے پس یہ سب بندونکی سمجھ کے واسطے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنیوالا ہے چنانچہ اول سے آخر تک تمام ادھے دن کی مقدار پر ہو جائیگا جیسا کہ حدیث مین ہے ف عرائس البیان مین ہے قولہ یسئلونک ماذا احل لھم الآیہ یہان سالکون پر صدقہ ہے کہ جو درگاہ الٰہی مین حضرت کے دروازہ پر پڑے ہین دنیا و آخرت مین طیبات ان بندون کیواسطے جو حضرت خالق عز و جل کی محبت مین غرق ہین و مشاہدہ ہے اور ما سوا اسکے اُنپر حرام ہے کیونکہ ان لوگونکو سوال یہ ہے کہ کیا حلال ہے اور حلال فقط مشاہدہ ہے اور سوائے اسکے درحقیقت حلال نہین ہے اور تصدیق اسکی اس مشہور قول سے ہے کہ دنیا ان لوگون پر حرام ہے کہ اہل آخرت ہین اور آخرت ان لوگون پر حرام ہے جو اللہ والے ہین **شیخ نوریؒ** سے پوچھا گیا کہ عارف کا رزق کیا ہے فرمایا

حق سبحانہ تعالیٰ رزاق ہے۔ حدیث صحیحین وغیرہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کھلاتا پلاتا ہے یہ اول دلیل ہے کہ یہ حالت انسانی اس اوہام سے بالاتر ہے ولیکن جبتک شریعت حقہ وار نبوت پر قیام نہ کرے تبتک اُن اوہام سے نہ نکلیگا اور حدیث الدجال میں یہ ہے کہ اُس وقت میں کہ پانی و دانہ کچھ نہ ملیگا تو یاد آلہی و اُسکی ثنا وصفت اہل ایمان کو کھانے و پانی کا کام دیگی اقول بغیر آب و دانہ ہمارے شیخ عارف محدث رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قریب ایک ہفتہ کے یا زیادہ بسر فرمایا اور خود مجھسے قریب چھ ماہ تک دوسرے شخص کا تذکرہ فرمایا اور یہ نصائح و اشارات ہیں و اللہ الہادی الی الصواب والیہ المرجع والمآب شیخ یوسف ابن الحسین نے فرمایا کہ پاکیزہ رزق تیرے لیے وہ ہے جو بدون تکلف کے اور بدون حرص نفس کے تجکو ملجاوے

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ

آج حلال ہوئین تمکو سب چیزین ستھری اور کتاب والونکا کھانا تمکو حلال ہے اور تمھارا کھانا اُنکو حلال ہے اور قیدوالی

مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

عورتین مسلمان اور قیدوالی عورتین اُن لوگون سے جوکتاب دیے گئے تم سے پہلے جب تم اُنکو اُنکے مہر دید و

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ

قید مین ہو جانیکو نہ مستی نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی کرنے کو اور جو کوئی منکر ہو جاوے ایمان سے اُسکی محنت ضائع ہوئی

ع ۵ ۵

وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ع

اور آخرت مین وہ خسارہ والون مین سے ہے

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۔ الیوم سے وہ دن مراد ہے جسمین نزول ہوا اور بعض نے کہا کہ الف لام عہد کا اور مراد الیوم اکملت کا دن ہے بعض نے کہا کہ یوم سے مین مراد نہین بلکہ اب ایسا کر دیا گیا کہ تمھارے لیے حلال کیگئین طیبات حلال پاکیزہ چیزین۔ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ اور یہود و نصاریٰ کے ذبح کیے ہوئے جانور تمکو حلال ہین پس مفسر نے طعام کو مخصوص کیا ذبائح سے اور الذین اوتوا الکتاب عام تھا جو صحف ابراہیم کے متبع وغیرہ کو شامل تھا اسکو فقط یہود و نصاریٰ یعنی پیروان توریت و انجیل سے مخصوص کیا قال فی الکمالین اس بات پر اجماع ہے کہ طعام سے مراد خاصۃً ذبائح ہین اسواسطے کہ باقی اطعمہ حلال ہونیکی خصوصیت اہل کتاب سے نہین اور اسواسطے کہ آیت سے پہلے صید و ذبائح کا بیان تھا انتہی اور اس دعوی اجماع مین تامل ہے اور طعام ہر اُس چیز کا نام ہے جو کھائی جاوے خواہ فی الحال جیسے روٹی یا بعد اصلاح کے اسواسطے گیہون کو اور عام اناج کو طعام بولتے ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباسؓ و ابو امامہ رضی اللہ عنہما و مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و عطا و حسن و مکحول و نخعی و سدی و مقاتل نے کہا کہ طعام سے مراد اُنکے ذبائح ہین اور علما کے درمیان اس امر پر اجماع ہے کہ اُنکے ذبائح مسلمانونکے لیے حلال ہین اسلیے کہ وے لوگ غیر اللہ تعالیٰ کیواسطے ذبیحہ حرام ہونیکے قائل ہین اور اپنے ذبیحہ پر فقط اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہین اگرچہ جناب باریتعالیٰ مین ایسے امر کا اعتقاد رکھتے ہوں جس سے وہ وحدہ لاشریک پاک منزہ ہے تعالیٰ اللہ علواً کبیرا پس جو شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا یہی اہل کتاب کے ساتھ گمان کیا جائیگا کیونکہ وہ آسمانی کتاب ہونیکے معتقد اور بظاہر مین مدعی ہین جنمین ذبائح کا حکم مذکور ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ فرمایا تم لوگ ذبیحہ بنی تغلب کا مت کھاؤ کہ وے لوگ نصرانیت کے دین مین سے کسی چیز کو نہین پکڑتے ہین سواے شراب پینے کے اور مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ حضرت عائشہؓ و ابن عمرؓ و علیؓ نے فرمایا کہ جب تو نے کسی کو اہل کتاب مین سے کہ ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کا نام لیتا ہے تو اُس ذبیحہ کو مت کھا اور یہی قول طاؤس و حسن بصری کا ہے اور تمسک اُنکا بقول اللہ تعالیٰ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیہ ہے۔ قال المترجم اور یہی اصحاب حنفیہ کا مذہب ہے جیسا کتب فقہ مین مصرح ہے اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم کو یہود خیبر نے ایک بکری بھُنی ہوئی ھدیہ دی اور اُسکے دست مین

زہر پھر دیا تھا اور آپکو دست اچھا معلوم ہوا تھا الغرض آپ نے دست سے لیکر نوچا پھر دست نے آپسے کہا کہ آپ مجھے نہ کھائیں مجھ میں زہر ملا ہوا ہے تو آپنے پھینک دیا اور آپکے
ساتھ بشر بن البراء بن معرور رضی اللہ عنہ نے کھایا تھا وہ مرگئے اور زینب نامی یہودیہ جسنے زہر ملایا تھا اُس سے پوچھا گیا کہ تونے کیوں ملایا اُسنے کہا میں سوچی
کہ نبی نہونگے تو مرجاوینگے اور ہمکو نجات ہوگی اور اگر نبی ہونگے تو اثر نہوگا پھر وہ قصاص میں قتل کیگئی اور ایسے ہی مگر احادیث میں اہل کتاب کے یہانکا گوشت کھانا مذکور ہے
اور مؤلف فتح البیان نے لکھا کہ یہود و نصاریٰ ہی یہان مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونیکے پہلے دیگر امم سے جو کوئی اُنکے دین میں گیا وہ بھی
انھین کے حکم میں ہے لیکن جو اُسکے بعد اُنکے دین میں داخل ہوا اُسکا ذبیحہ حلال نہیں اور یہی قول حضرت علی و ابن مسعود کا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک جو بعد نزول
قرآن کے داخل ہوا اُسکا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور ابن عباس سے پوچھا گیا کہ نصاریٰ عرب کے ذبائح کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اور پڑھا قولہ ومن
یتولھم منکم فانہ منھم الآیہ اور یہی قول حسن و عطاء بن ابی رباح و شعبی و عکرمہ کا اور مذہب ابو حنیفہؒ کا ہے شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کے سوائے سامرہ
و صابئہ و متمسک بدین ابراہیم و شیث وغیرہ از انبیاء علیہم السلام اور عرب کے نصاریٰ مانند بنو تغلب و تنوخ و لخم و جذام و عاملہ وغیرہ کے ان سب کا ذبیحہ جمہور کے
نزدیک نہ کھایا جائیگا پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول درباب بنو تغلب روایت ابن جریر ذکر کرکے کہا کہ ایسا ہی سلف و خلف میں سے بعضونکا قول ہے اور سعید
بن المسیب و حسن کے نزدیک نصاریٰ بنی تغلب کے ذبیحہ میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ قرطبیؒ نے فرمایا کہ جمہور امت کا قول ہے کہ نصرانی کا
ذبیحہ حلال ہے خواہ بنو تغلب میں سے ہو یا کوئی اور ہو اور یہی حکم یہود کا ہے اور پوشیدہ نہیں کہ اس زمانہ میں جو نصاریٰ دیکھے جاتے ہیں وہ گردن مروڑ کر مرغی و کبوتر
وغیرہ بدون ذبح کے روا رکھتے ہیں اور یہ کچھ بھی تمسک بکتاب آسمانی نہیں ہے اسیواسطے فتویٰ دیا جاتا ہے کہ انکا ذبیحہ روا نہیں واللہ اعلم اور تفسیر ابن کثیرؒ میں ہے
کہ رہے مجوس یعنی آگ کے پوجنے والے لوگ (اور ایسے ہنود وغیرہ اہل شرک) تو اگرچہ مجوس سے جزیہ لینے میں انکو اہل کتاب سے ملایا گیا کیونکہ صحیح بخاری میں عبد الرحمن
بن عوف سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے مجوس ہجر سے جزیہ قبول کیا لیکن اسپر اتفاق ہے کہ انکے ذبیحے نہ کھائے جاویں اور نہ انکی عورتوں سے نکاح کیا جاوے اور اسمین تنہا
خلاف کرنیوالے فقط ابو ثور شاگرد امام شافعی ہیں سو جب انکا یہ قول ظاہر ہوا تو فقہا نے اس سے سخت انکار کیا یہانتک کہ امام احمد نے فرمایا کہ ابو ثور اس مسئلے میں اپنے نام پر گیا ہے
بالجملہ اس قول ابو ثور کا کچھ اعتبار نہیں ہے قال المترجم اس زمانہ میں بعضے گمراہ جاہل جنکی خبر حدیث صحیح میں ہے کہ آخر زمانہ میں پیدا ہونگے اور بے علم خود گمراہ و لوگوں کو
گمراہ کرینگے اب انھوں میں لکھے جاتے ہیں جو ہنود و مجوس کو اہل کتاب شمار دیکر بیہودہ باتیں لکھتے و گمراہ کرتے ہیں پس واجب ہے کہ جبتک وہ کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ
صلعم سے جو کتب حدیث میں موجود ہو دلیل نہ لاوے تبتک اُسکو گمراہ جانیں وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ای طعامکم ایاھم حل لھم اور طعام تمھارا اُن کیلیے
حلال ہے یعنی تمکو اجازت ہے کہ انکو کھانا کھلاؤ زجاجؒ نے فرمایا کہ معنی یہ ہیں کہ ویحل لکم ان تطعموھم من طعامکم یعنی تمکو حلال ہے کہ تم انکو اپنے طعام سے کھلا دیں
خطاب مومنین کو اور یہ بطریق مکافات و مجازات کے ہے اور بعض نے فرمایا کہ اس کلام کا فائدہ یہ ہے کہ ذبیحہ تو طرفین سے حلال ہے انکا ہمکو اور ہمارا انکو اور آگے جو
حکم انکی عورتوں سے نکاح کا ہے وہ جانبین سے نہیں ہے فقط یہی روا ہے کہ مرد مسلمان کسی کتابیہ عورت سے نکاح کرلے اور یہ روا نہیں ہے کہ عورت مسلمہ کسی کتابی
مرد کو بیاہی جاوے پس متنبہ رہنا چاہیے اور بالجملہ تالیف قلوب و دیگر مصالح کی رعایت ہے وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ یعنی حلال کردیں تمھارے
واسطے مومنہ عورتوں سے آزادہ پاکدامن عورتیں اور یہ مابعد کے توطیہ کے طور پر مذکور ہے یعنی قولہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
مِنْ قَبْلِكُمْ یعنی حلال کردی گئیں تمکو اہل کتاب میں سے محصنات یعنی مفسرؒ نے یہان محصنات کی تفسیر حرائر سے بیان کی جمع حرہ یعنی آزادہ عورت
یہ بنا بر آنکہ شافعیؒ کے نزدیک کتابیہ باندی سے نکاح نہیں درست ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ محصنات کی تفسیر حرائر کے ساتھ ابن جریر نے مجاہد سے
نقل کی پس احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ آزادہ عورتیں نہ باندیاں آدمیوں کی یا یہ مراد ہو کہ حرائر یعنی پاکدامن عورتیں نہ بدکار جیسا کہ مجاہد سے دوسری روایت نقل کی
اور یہی اس مقام پر جمہور کا قول ہے کہ محصنات سے عفیفہ عورتیں مراد ہیں اور گمان آیت سے ظاہر ہے کہ محصنات وہ عورتیں مراد ہیں جو زنا سے پاکدامن ہوں جیسے

دوسری آیت میں فرمایا محصنات غیر مسافحات ولا متخذات اخدان پھر لکھا کہ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ آیا ہر کتابیہ عورت مراد ہے خواہ آزاد ہو یا باندی تو ابن جریر
نے ایک گروہ سلف سے جنھوں نے محصنات کی عفیفہ سے تفسیر کی ہے یہی قول حکایت کیا اور بعض نے کہا کہ اہل کتاب کی عورتوں سے یہاں بنی اسرائیل کی عورتیں
مراد ہیں اور یہی شافعی کا مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ ذمیہ عورتیں مراد ہیں بقولہ تعالیٰ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر یعنی اس آیت کے آخر میں اہل کتاب
مذکور ہیں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نصرانیہ عورت سے نکاح روا نہیں جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر کیا شرک ہوگا کہ وہ عورت کہے
کہ عیسیٰ میرا پروردگار ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن الآیۃ۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ قولہ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن الآیہ نازل ہوئی
تو کتابیہ عورتوں سے لوگ باز رہے یہانتک کہ یہ آیت اتری یعنے قولہ والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب الآیہ پس لوگوں نے اہل کتاب کی عورتوں سے
نکاح کیا (رواہ ابن ابی حاتم) اور صحابہ میں سے ایک جماعت نے اہل کتاب کی عورتوں یہودیہ و نصرانیہ سے نکاح کیا اسی آیت کی دلیل سے اور کچھ مضائقہ
نہیں سمجھا اور اس آیت کو سورۂ بقرہ کی آیت کا مخصص قرار دیا بشرطیکہ سورۂ البقرہ کی آیت میں زنان اہل کتاب بھی مشرکات میں شامل ہوں کیونکہ یہود و
نصاریٰ بھی مشرک ہیں ولیکن عرف قرآن مجید میں اکثر اطلاق مشرک کا ایسے فرقہ پر آیا جو کسی پیغمبر کو نہ مانتے ہوں ورنہ انکو اہل کتاب فرمایا ہے اور واضح
ہو کہ محصنات کی تفسیر عفیفہ عورتوں سے بھی قول جمہور وارجح ہے پس آیت عام ہے خواہ عفیفہ آزاد ہو یا باندی ہو پس یہی آیت دلیل حنفیہ ہے کہ کتابیہ باندی سے نکاح
روا ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رح کا مذہب ہے اور اسی وجہ سے مسلمان باندی سے بدرجہ اولیٰ نکاح روا ہے اور امام شافعیہ کا قول اضعف ہے کہ کتابیہ باندی سے
نکاح نہیں جائز ہے اور مسلمان باندی سے بضرورت جائز کہتے ہیں الحاصل یہاں اجازت دی کہ تمکو محصنات مومنات حلال ہیں اور کتابیہ محصنات بھی حلال
ہیں۔ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ ای حل لکم ان تنکحوھن یعنی حلال ہے تمکو انسے نکاح کر لینا جبکہ دیدو تم انکے اجور یعنے مہور جمع مہر پس
پس اذا شرطیہ نہیں ہے کیونکہ شرطیہ سے یہ وہم ہوتا ہے کہ مہر دیدینا شرط جواز ہے حالانکہ نکاح بدون مہر و بدون التزام مہر کے بھی جائز ہے گو مہر بقدر ضرور دینا ہوگا
اور یہ وہم بتقدیر اذا شرطیہ قرار دینے کے زیادہ متاکد ہوتا تھا لہذا مفسر نے اذا ظرفیہ اختیار کیا اور ابن کثیر رح نے کہا یعنی جیسے وہ عفائف ہیں ویسے
ہی خوشی خاطر سے انکے مہر انکو دیدو اور جابر بن عبداللہ اور عامر شعبی و ابراہیم نخعی و حسن بصری نے فتویٰ دیا کہ مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح کیا اور مہر سب
دیا یا کچھ دیا پھر اسکے ساتھ دخول ہونے سے پہلے اس عورت نے زنا کیا تو دونوں میں تفریق کردیجاوے اور عورت مذکورہ اس مہر کو جو مرد نے دیا ہے واپس
کردے (رواہ ابن جریر) پھر یہ حلت عورتوں سے بطریق نکاح و عفت ہے اور بطور متعہ و کسب نہیں ہے لہذا تصریح فرمایا بقولہ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ
مُسٰفِحِیْنَ یعنے الیکہ تم نکاح کر لینے والے ہو یعنے انسے باعلان زنا کرنیوالے نہو۔ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ ۔ اور نہ یار بنانیوالے ہو کہ پوشیدہ
انسے زنا کرو اخدان جمع خدن کی وہ شخص جو پوشیدہ یاری رکھتا ہو خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو پس معنی یہ کہ ظاہر و خفیہ کسی طرح انسے زناکاری و عشقبازی میں
نہ پڑے ہو۔ قال ابن کثیر پس جیسے عورتوں میں احصان و عفت کو شرط کیا کہ زنا سے پاک ہوں ویسے ہی مردوں میں بھی عفیف ہونا شرط کیا اور مسافح وہ ناکح
جو گناہ سے پروا نہ کرے اور جو سامنے آوے اس سے اپنے کو نہ بچاوے اور متخذی اخدان یہ کہ عورت سے آشنائی کرکے خفیہ زنا کرے اور ہر صورت میں
مرد بدکار و عورت بھی بدکارہ ہوئی اور یہ اجرت کچھ مہر نہیں ہے اور دوسری آیت میں ایسی عورتوں کے نکاح سے پرہیز کا حکم دیا جنکے ظاہر و خفیہ یار و آشنا
ہوں یہیں سے امام احمد کا مذہب ہے کہ جبتک عورت کا ہو تبتک اسکا نکاح مرد عفیف سے صحیح نہیں ہوتا یہانتک کہ توبہ کرے اور ایسے ہی جبتک مرد بدکار
توبہ نکرے اسکا نکاح عورت عفیفہ سے صحیح نہیں ہوتا۔ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ ۔ اور جسنے ایمان سے کفر کیا یعنے مرتد
ہوگیا تو مٹ گیا اسکا عمل یعنی جو عمل صالح کہ مرتد ہونے سے پہلے کیا تھا سب مٹ گیا اسکا کچھ شمار نہیں اور نہ اسپر کچھ ثواب ملیگا۔ وَھُوَ فِی
الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۔ اور وہ آخرت میں برے حال خسارہ والوں میں ہوگا اگر ایسا ہو کہ اسی حال پر مرے یعنی مرتد کافر مرے

اور اگر توبہ کرے تو قبول ہوت قال فی العرائس قولہ تعالیٰ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ اشارہ یہ ہر کہ ایمان یہان معرفت ہر یعنی جو شخص کہ معرفت کے بعد نکرت
مین خوار ہو کر ڈوب گیا اور توحید کے کنارے نہ نکلا جہان سے ذات و صفات کیطرف رسائی ہوئی ہر تو وہ اللہ تعالیٰ سے محجوب ہر اور اسکے لیے عقد
محبت و معرفت بندھا ہی نہین اور جو کچھ اسنے راہ طریقت مین پایا تھا سب جاتا رہا اور اس سے زیادہ دقیق اشارہ یہ ہر کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اور اسکی معرفت کو پہونچا پھر
انوار توحید سے سست ہو کر ہستی مین انانیت کا دعویٰ کر بیٹھا جو جاہل کی صفت اور خوار کرنیوالی ہر تو وہ محجوب ہے کیونکہ اسنے بسبب انانیت کے ربوبیت کا کفر کیا پس جو کچھ اعمال معرفت اسنے
کیے تھے سب باطل ہوئے کیونکہ اعمال تو عبودیت کے تھے اور وہ ربوبیت کیطرف نکل بھاگا ہر تو پھر جب عبودیت کیطرف رجوع کرے اور ربوبیت پہچانے تو از سر نو عبودیت کیواسطے عمل
کرے کیونکہ جو کچھ وہ کر چکا تھا وہ تو بسبب اسکے دعویٰ باطل کے مٹ گئے بعض نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ کی معرفت و یقین عطا فرمانے پر اسکا شکر ادا نہ کیا تو اسنے اعلیٰ درجہ ایمان سے اپنے
آپکو گرا دیا جس سے اسکے اعلیٰ ریاضات و اجتہادات مٹا دیے گئے اور بعض نے فرمایا کہ جس نے خصائص ایمان مین سابقہ احسان الٰہی عز وجل کو نہ دیکھا وہ محل شکر سے نہ دیار

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ فَٱغْسِلُوا۟ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى ٱلْمَرَافِقِ وَٱمْسَحُوا۟
اے ایمان والو جب تم اٹھو نماز کو تو دھو ڈالو اپنے منھون کو اور ہاتھونکو کہنیون تک اور مسح کرلو
بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى ٱلْكَعْبَيْنِ ۚ وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَٱطَّهَّرُوا۟ ۚ وَإِن كُنتُم مَّرْضَىٰٓ أَوْ عَلَىٰ
اپنے سرونکو اور دھو ڈالو پاؤن ٹخنون تک اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح پاک ہولو اور اگر تم بیمار ہو یا
سَفَرٍ أَوْ جَآءَ أَحَدٌ مِّنكُم مِّنَ ٱلْغَآئِطِ أَوْ لَٰمَسْتُمُ ٱلنِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوا۟ مَآءً فَتَيَمَّمُوا۟ صَعِيدًا
سفر مین ہو یا کوئی تم مین سے آیا جائے ضرور سے یا لگے ہو عورتونسے پھر تمکو پانی نملے تو قصد کرو زمین
طَيِّبًا فَٱمْسَحُوا۟ بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُم مِّنْهُ ۚ مَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ وَ
پاک کا سو مسح کرلو اپنے منھونکو اور ہاتھونکو اسمین سے اللہ تعالیٰ نہین چاہتا کہ تمپر کچھ مشکل رکھے
لَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ○ وَٱذْكُرُوا۟ نِعْمَةَ ٱللَّهِ
لیکن چاہتا ہر کہ تم کو پاک کردے اور تم پر اپنا احسان پورا کردے شاید تم احسان مانو اور یاد کرو احسان اللہ کا
عَلَيْكُمْ وَمِيثَٰقَهُ ٱلَّذِى وَاثَقَكُم بِهِۦٓ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ
اپنے اوپر اور عہد اسکا جو تم سے مضبوط ٹھہرا جبکہ تم نے کہا تھا کہ ہمنے سنا اور مانا اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ تعالیٰ
عَلِيمٌۢ بِذَاتِ ٱلصُّدُورِ ○
جانتا ہر جیون کی بات کو

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِذَا قُمْتُمْ اے ایمان والو جب تم کھڑے ہو یعنی جب تم قیام کا ارادہ کرو إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ ۔ نماز کیطرف
ف وانتم محدثون اور حال یہ ہو کہ تم کو حدث ہو یعنی پیشاب پاخانہ وغیرہ کیوجہ سے وضو نہو اور اسی کو فقہا حدث بولتے ہین اور مفسر نے اشارہ کیا
کہ قمتم یہان بمعنے ارادہ قیام ہر اور مراد قیام سے یہ کہ نماز مین مشغول ہونا اور اعلیٰ رکن اسکا قیام ہر جو عذر کیوجہ سے البتہ ساقط ہوتا ہر کہ بیٹھکر پڑھتے ہین
پھر اگر درمیان نماز مین مثلاً قعدہ مین وضو ٹوٹ جاوے تو وضو کرکے اسی قعدہ پر بیٹھے پھر واضح ہو کہ قیام نماز کے ارادہ کرنیکے وقت وضو کا حکم دیا پس
ایک جماعت اسی طرف گئی ہر کہ جب ارادہ نماز ہو تب ہی وضو واجب ہے خواہ پاک ہو یا محدث ہو اور ابن کثیر رح نے کہا کہ بہت بزرگان سلف یعنی صحابہ نے کہا
کہ مراد یہ ہر کہ جب تم ایسے حال مین نماز کا ارادہ کرو کہ تم محدث ہو تب وضو واجب ہے اور دوسرون نے کہا کہ اذا قمتم من النوم الی الصلوٰۃ یعنی نیند سے اٹھکر

نماز کی طرف ارادہ کرو اور یہ دونون معنی قریب ہی قریب ہین ۔ اور ایک گروہ نے فرمایا کہ آیت مین یہ حکم ہی کہ نماز کیطرف قیام کے ارادہ کیوقت وضو کرو سو اگر ارادہ
کرنا بحدث ہو تو اُسپر وضو واجب ہے اور اگر طاہر ہو یعنی اُسکا وضو موجود ہی تو اُسپر پھر وضو کر لینا مستحب ہی اور کہا گیا کہ ابتدائے اسلام مین یہ واجب تھا پھر جو طاہر
ہو اُسکے حق مین منسوخ ہوا بالجملہ بدون وضو کے اللہ تعالےٰ نماز قبول نہین فرماتا اسپر اجماع ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم وضو پر وضو کیا کرتے تھے چنانچہ انسؓ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے وقت وضو کیا کرتے تھے تو عمرو بن عامر راوی نے پوچھا کہ پھر آپ لوگ کیونکر کرتے تھے تو فرمایا کہ ہم نمازونکو
ایک ہی وضو سے پڑھتے جبتک کہ ہمکو حدث نہوتا (رواہ البخاری واحمد واہل السنن) اور بریدہؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم ہر نماز کیوقت وضو کیا
کرتے تھے پھر جب فتح مکہ کا روز ہوا تو آپنے وضو کیا اور اپنے دونون موزونپر مسح فرمایا اور نمازون کو ایک ہی وضو سے ادا کیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا
کہ یارسول اللہ آپ نے ایسی بات کی جو آپ کبھی نہین کرتے تھے تو فرمایا کہ ای عمر مین نے اسکو عمدًا کیا ہی (رواہ مسلم واحمد واہل السنن) اور یہ حدیث متعدد
طرق سے مروی ہی اور فتح مکہ سے پہلے غزوہ خندق مین بھی آنحضرت صلعم نے چار نمازین ایک ہی وضو سے ادا کین اور شیخ ابن کثیرؒ نے یہان کثرت سے
احادیث نقل کی ہین بالجملہ یہ متقرر ہو گیا کہ مراد آیت مین وہی معنی ہین جو مفسرؒ نے بیان کیے اور یہی جمہور اہل علم کا قول ہی اور وضو ایک طہارت ہی جو
فضیلت خود بھی ہی پس اس راہ سے نیت ضرور ہی تاکہ ثواب حاصل ہو اور قرآن مین جس وضو کا حکم ہی وہ عبادت پوری ہو اور اگر نیت نہوئی تو نماز کے
واسطے جو طہارت شرط ہی وہ پائی جاویگی پس نماز اُس سے ادا ہو جائیگی اور یہی امام ابوحنیفہ کے مذہب مین صحیح ہی اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک وہ نیت کے
دھتو نہوگا ۔ پھر اللہ تعالےٰ نے فرائض وضو مین سے چار باتین ذکر فرمائی ہین اول قولہ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ ۔ وضو مین لوگ اپنے چہرونکو دھوؤ ف
اور مستحب ہے کہ برتن مین ہاتھ ڈالنے سے پہلے ہاتھ دھو ڈالے اگر نجس نہو ورنہ واجب ہوگا پس تین مرتبہ دہانہ دھووے پھر تین مرتبہ کلی کرے پھر تین
مرتبہ ناک مین اچھی طرح پانی دیکر صاف کرے اور یہ سب سنت ہین پھر چہرہ دھووے تو ایک مرتبہ تو فرض ہی اور چاہیے کہ دو مرتبہ یا درجۂ اوسط یہی
امام محمد رحؒ نے موطا مین کہا اور ابن الہمام نے اسمین کلام کیا ہی اور اعلیٰ واولیٰ یہ کہ تین مرتبہ چہرہ بھی دھووے اور سنت یہی اگر دو مرتبہ کرے تو بھی کافی
ہی لیکن تین مرتبہ اسمین بھی اعلیٰ ہی اور چہرہ بال جمنے سے ٹھوڑی تک اور کان سے دوسرے کان تک ہی اور کنپٹی بھی اصح یہ کہ چہرہ مین ہی اور ڈاڑھی کی
تمام تحقیق عین الہدایہ مین ہی بیہقیؒ نے کہا کہ ڈاڑھی مین خلال کرنا عمار و عائشہ و ام سلمہ سے مرفوعًا اور حضرت علیؓ وغیرہ سے موقوفًا مروی ہوا اور اُسکے
ترک کی اجازت ابن عمر و حسن بن علی اور ایک جماعت تابعین سے جنمین نخعی بھی ہین مروی ہوئی اور کلی کرنا و ناک مین پانی دینا غسل مین امام ابوحنیفہ
کے نزدیک واجب ہی اور وضو مین سنت ہے پھر فرض دوم قولہ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ ۔ اور دھوؤ ہاتھونکو مرافق تک یعنی کہنی تک مرافق کے جیسا کہ سنت
سے اُسکا بیان وارد ہوا ہی ظاہر یہ کہ مفسرؒ نے اسمین خلاف پایا کہ الیٰ کا مابعد اپنے ماقبل کے حکم مین داخل ہوتا ہی یا نہین تو سنت کیطرف مرجع قرار دیا اور
سیبویہ اور ایک جماعت نے کہا کہ مابعد اگر جنس ماقبل سے ہو تو داخل ہوتا ہی ورنہ نہین اور ایک قوم نے کہا کہ الیٰ فقط غایت کیواسطے ہی اور مابعد کا داخل
ہونا یا نہونا دلیل پر ہی جہان جیسی دلیل موجود ہو ویسا ہی ہوتا ہی اور بعض نے کہا کہ مابعد نہین داخل ہوتا ہی اور جملؒ نے کہا کہ نحویون کے نزدیک یہی اصح ہی اور
بعض نے کہا کہ الیٰ بمعنے مع ہی اور یہی ابن کثیرؒ نے تفسیر مین اختیار کیا اور حاصل آنکہ جمہور کے نزدیک مرافق کا دھونا فرض ہی دارقطنیؒ نے باسناد حسن از عثمان
رضی اللہ عنہ روایت کی اور اُسمین ہی کہ پھر ہاتھ دھوئے مرفقین تک یہانتک کہ بازو کے اطراف تک چھو گیا اور بعد وضو کے کہا کہ دضو رسول اللہ صلعم کا ایسا ہی
تھا اور ضعیف اسناد سے جابرؓ سے مرفوعًا ایسی روایت ہی اور ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ مین نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ مومن کا زیور وہانتک ہوگا
جہانتک اُسکا وضو پہونچا ہی (رواہ مسلم) و نیز ابوہریرہؓ کی دوسری روایت مین وضو بڑھانیکی تاکید ہی پس کوتاہی کرنا اعضاء وضو مین اصل ہی نہین ہی پھر فرض
سوم بقولہ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ ۔ اور مسح کرو اپنے سرونکو مفسرؒ نے کہا یعنے الصاق کرو مسح کو اپنے سرونکے ساتھ بدون پانی بہانے کے اور

مسح اسم جنس ہے پس کافی ہے کمتر اسقدر جسپر مسح صادق آجاوے اور وہ سر کے بعض بال کا چھونا اور یہی مذہب شافعیؒ کا ہے اور **مترجم** کہتا ہے کہ مفسرؒ نے فقط
اپنا مذہب بیان کر دیا اور تفصیل یہ ہے کہ بعض کے نزدیک باء زائدہ ہے آی امسحوا رؤسکم۔ پس تمام سر کا مسح ہوا کما فی قولہ تعالیٰ ولیطوفوا بالبیت العتیق۔
اور قولہ تعالیٰ فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ۔ یعنی تیمم مین مسح اور یہی مالکؒ کا مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ باء واسطے الصاق کے ہے اور یہی مذہب سیبویہ کا اور یہی **زمخشری** نے کہا
اور شرح مہذب مین ایک جماعت سے ہے کہ باء جب غیر متعدی پر داخل ہو تو الصاق کیلیے جیسے قولہ تعالیٰ ولیطوفوا بالبیت مین اور جب متعدی پر داخل ہو جیسے آیت
مین تو تبعیض کیلیے ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ زبان عرب مین ایسی صورتین جسقدر پر فعل صادق آوے اسیقدر کافی ہوتا ہے مثلا زید نے عمرو کو حکم دیا کہ بکر کو مار یا چھوے تو یہ
ضرور نہین ہے کہ وہ بکر کے تمام اجزا کو بالاستیعاب مارے یا چھوے بلکہ جسقدر پر مارنا صادق آوے کافی ہے اسیطرح یہان بھی جسقدر پر مسح صادق آوے کافی ہے اب شافعیہ
نے تو کہا کہ ایک بال یا تین بال چھو لینے سے مسح ہو گیا اور یہ مسلم نہین کیونکہ یہ عقلی صورت ہے اور عرف لغت مین جسپر مدار ہے اسکو مسح نہین کہتے لہذا سنت کیطرف رجوع
کرنے سے بعض حصہ سر کا ادنی درجہ معلوم ہوا جیسا کہ حدیث مغیرہؓ مین ناصیہ پر کہ چوتھائی سر ہے مسح مروی ہے پس اسیقدر لیا گیا اور اس سے کم پر اگرچہ صادق آنا
ممنوع نہین جیسا کہ **ابن کثیرؒ** نے اعتراض کیا لیکن شرع مین فرض مقدر ہے اور مقدار متعین نہین پس ادنی مقدار چونکہ اس سے کم ثابت نہین ہوئی لہذا
اسی پر مدار ہوا اور کلام کو اسمین مجال باقی ہے فلیتامل واللہ اعلم بالجملہ احادیث مین تمام سر کا مسح کرنا کثرت سے آیا ہے لہذا آدمی کو چاہیے کہ تمام سر کا مسح کیا کرے کہ
اس اختلاف سے بچ جاوے اور حضرت عثمانؓ سے صحاح مین جو احادیث ہین وہ دلالت کرتی ہین کہ مسح تمام سر کا ایک بار ہے اور بعض روایات مین تین بار آیا ہے اور اول یعنی ایک بار
مختار ہے اور تین بار منع نہین ہے اور واضح ہو کہ مسح کہتے ہین بھیگا ہاتھ پھیرنے کو پس پانی بہانیکو غسل کہتے ہین پھر جو بہا فرق قولہ۔ **وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى
الْكَعْبَيْنِ**۔ اور دھو اپنے پاؤنکو ٹخنون تک۔ وارجلکم ایک قراءۃ مین نصب سے پڑھا گیا ہے اور یہ اکثر ہے پس یہ عطف ہے وجوہکم پر اور یہ ظاہر ہے اور بیچ
مین وامسحوا برؤسکم۔ سے فصل ہے بوجہ رعایت ترتیب کے اور ایک قراءۃ مین ارجلکم بالجر پڑھا گیا پس اصل تو اسکو نصب ہے لیکن برؤسکم کے پڑوس ہونیکی وجہ
سے ارجلکم زیر کیساتھ آسانی سے نکلتا تھا لہذا اسکو بھی بالجر پڑھا گیا اگرچہ معنی مین نصب کے صورت والے معنے مراد ہین اسلیے کہ مسح یہان ٹخنون تک کہنے سے مقصود ہی
نہین ہے پس چنانچہ دونون قراءۃ پر معنی یہ ہین کہ دھو تم اپنے پاؤنکو کعبین تک یعنی کعبین سمیت جیسا کہ سنت سے اسکا بیان آگیا ہے اور کعبین صیغہ تثنیہ ہے اور وہ دو
ہڈیان ابھری ہوئی ہر پیر مین پنڈلی و قدم کے جوڑ پر ادھر ادھر ہوتی ہین اور یہی چارون اماموں و جمہور کا قول ہے اور جسنے کلام کے یہ معنی لیے کہ مسح کرو پاؤنکا
کعبین تک وہ کہتا ہے کہ کعب وہ جگہ ہے جہان انگلیونکی نسین جا کر ملگئی ہین اور وہ قدم کی پشت پر ہے ساق کی جڑ پاس اور یہ رد کر دیا گیا اسطرح کہ وہ تو ہر پاؤن مین ایک
ایک ہے حالانکہ کعبین صیغہ تثنیہ ہے پس اگر وہی مراد ہوتی تو ارجلکم الی الکعاب ہوتا جیسے وجوہ و مرافق و رؤس مین جمع کا صیغہ ہے علاوہ برین اہل اللغۃ کے بالکل خلاف ہے
اگر وہم ہو کہ پھر چاہیے تھا کہ پاؤنکا دھونا مقصود تھا تو منھ و ہاتھونکے ساتھ بیان کر دیا جاتا تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ قال المفسرؒ آیت مین جس ترتیب سے جسکا دھونا و مسح کرنا مذکور ہے
یہ ترتیب بھی فرض ہے چنانچہ منھ و ہاتھ دھوئے جاتے ہین اور پاؤن بھی دھوئے جاتے ہین لیکن انکے بیچ مین سر کا مسح مقدم ہے تو اس سے افادہ یہ کہ ان عضاء کے پاک کرنے
مین ترتیب رکھو اگر وہم ہو کہ اس سے پاؤنپر مسح کرنیکا وہم پیدا ہوا جواب یہ کہ یہان یہ وہم فقط ایک لفظ کعبین سے دفع ہو گیا کیونکہ مسح تو سیدھا ساق تک ہوتا ہے پس
معنے یہ کہ دھو ڈالو کعبین تک پھر ترتیب کو مفسرؒ نے کہا کہ یہ ترتیب واجب ہے اور یہی شافعیؒ کا مذہب ہے اور یہی امام مالکؒ و احمدؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ترتیب
سنت مؤکدہ ہے اور واو ترتیب کیواسطے اہل لغت کے نزدیک نہین ہے پس فصل کر دینے مین اور مسح کے بعد پاؤن دھونا بیان کرنے مین تنبیہ و ارشاد ہے کہ پاؤنپر پانی
بہانے مین اسراف نہ کرے کیونکہ یہ مظنہ اسراف ہین۔ **وذکرہ العلامۃ الزمخشری** قال المفسرؒ اور سنت سے یہ بات نکالی گئی کہ وضو مین پہلے سے نیت کرنا واجب ہے
جیسے اور عبادات مین ہے اور یہی دیگر ائمہ کا قول ہے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک یہ مسلم کہ عبادات مین بدون نیت کے ثواب نہین لیکن وضو مین دو جہت ہین ایک تو وہ خود عبادت
ہے اور دوم یہ کہ وہ نماز کیواسطے شرط ہے پس اگر نیت کر لی تو وضو مین عبادت کا ثواب بھی ہوگا اور شرط نماز بھی ہو جائیگا اگر نیت نہ کی تو ثواب نہ ہوگا لیکن نماز کیواسطے صحیح

[illegible] ۱۴۱

ہو جائیگا یعنے اس سے نماز ادا ہو جائیگی بخلاف نماز کے کہ اگر اسمین خالص نیت نہوئی تو وہ کچھ بھی نہوگی کیونکہ آمین ایک ہی جہت ہی پھر واضح ہو کہ مفسر رحمہ نے اکلیل مین کہا
کہ ارجلکم مین قرأۃ نصب تو پاؤن دھونیکے واسطے ہی اور جر کی قرأۃ موزہ پر مسح کرنیکے واسطے ہی کیونکہ قراءتوں کا متعدد ہونا بمنزلہ تعدد آیات کے ہی اور یہ قول ٹھیک نہین بلکہ
ٹھیک صواب یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ قراءتین دونون ثابت ہین پس سنت کیطرف رجوع کیا گیا تو بانسے معلوم ہوا کہ دھونا واجب ہے کیونکہ احادیث مشہور بلکہ متواتر ہین کہ
آنحضرت صلعم وصحابہ رضی اللہ عنہم پاؤن دھویا کرتے تھے اور حدیث ویل للاعقاب من النار یعنی جو ایڑیان سوکھی رہجاوین وضو کے اندر دھونیمین تو اُنکی سزا ایک
دوزخ کی آگ سے جلین گی اس حدیث کو اتنی جماعت نے صحابہؓ مین سے روایت کیا کہ مرتبہ شہرت کو پہونچگئی ہی اور **حافظ المحدثین ابن حجر** نے کہا کہ صحابہؓ مین سے
کسی سے پاؤن دھونیمین اختلاف ثابت نہین سوائے حضرت علی وابن عباس وانس بن مالک کے کہ انسے مسح کا قول ملتا ہی اگرچہ اُنکا فعل ثابت نہین کہ کھلے پاؤن پر
کبھی اُنھون نے مسح کیا ہو اور یہ بھی ثابت ہو کہ ان لوگون نے اس قول سے رجوع کیا ہی اور ابن جریرؒ نے اسی سے استدلال کیا کہ غسل کرنے اور دھونیمین مفوکر دینا
کو اختیار ہی انتہی کلامہ **ابن العربیؒ** نے کہا کہ امت نے اتفاق کیا ہی کہ پاؤن دھونا وضو مین واجب ہے اور مجھے نہین معلوم کہ کسی نے اس سے خلاف کیا ہو سوائے
ابن جریرؒ کے جو فقہائے مسلمین سے تھے اور ماسوائے انکے اور لوگون سے فرقہ رافضہ نے خلاف کیا ہی **قال ابن کثیر** رحمہ قولہ تعالیٰ وارجلکم الی الکعبین اسمین ارجلکم بنصب
پڑھا گیا کہ عطف ہی وجوہکم وایدیکم پر اور عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابن عباسؓ نے وارجلکم پڑھا بنصب لام کہدیا کہ مین نے اسطرف رجوع کیا کہ پاؤن کا
دھونا واجب ہے اور عبد اللہ بن مسعود وعروہ وعطا وعکرمہ وحسن ومجاہد وابراہیم وضحاک وسدی ومقاتل وزہری وابراہیم تیمی سے مانند اسکے مروی ہی اور اس قرأۃ پر پاؤن
دھونیکا واجب ہونا ظاہر ہی جیسا کہ سلف کا قول ہی اور یہین سے جو وضو مین ترتیب واجب ہونیکا قائل ہی ترتیب واجب ہونا ثابت کرتا ہی نظر برینکہ چہرہ و ہاتھ جنکا دھونا واجب
ہی اُنکے بعد بیچ مین مسح سر کو بیان کر کے پھر وجوہکم پر ارجلکم کو عطف کیا بوجہ وجوب ترتیب کے ورنہ بدون فاصل کے عطف ہوتا اور یہی جمہور کا مذہب ہی مگر امام ابو حنیفہؒ نے
اسمین خلاف کیا اور کہا کہ ترتیب واجب نہین ہی کیونکہ آیۃ کریمہ ان اعضا کے طاہر کرنیکا حکم کرتی ہی اور واؤ کو ترتیب پر دلالت نہین ہی پھر دوسری قرأۃ اسمین ارجلکم بالجر ہی اور
اسی سے فرقہ شیعہ نے مسح راس پر عطف کر کے پاؤنکا مسح نکالا ہی اور سلف صالحین سے بعض ایسی عبارات مروی ہین جنسے وہم ہوتا ہی کہ شاید وہ بھی پاؤن پر مسح کے قائل تھے
حالانکہ اُنکے قول کا یہ مطلب نہین ہی جیسا کہ مدلل بیان ہوگا اور وہ روایات یہ ہین کہ ابن جریر نے موسی بن انس سے روایت کی کہ موسی نے انسؓ سے کہا کہ ای ابو حمزہ
ہمکو اہواز مین حجاج نے خطبہ سنایا اور کہا کہ اپنے منھ ہاتھ دھوو سر پر مسح کرو اور پاؤن دھوو اور آدمی مین کوئی چیز زیادہ قریب خبث کے بہ نسبت اُسکے پاؤنکے نہین
ہی سو تم پیرونکے تلو سے اور اوپر اور ایڑیان مع اُسکی جانب کے دھویا کرو تو انسؓ نے یہ سنکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہی اور حجاج جھوٹا ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا وامسحوا برؤسکم
وارجلکم موسی بن انس نے کہا اور انسؓ جب اپنے پاؤنکو مسح کرتے تو دونوں کو تر کر دیتے تھے **وقال المترجم** معنی اس روایت کے یہ ہین کہ حجاج نے لوگونکو پاؤن دھونے
مین مبالغہ کرنے اور زیادہ پانی بہانیکو کہا تھا سو حضرت انسؓ نے رد کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے وارجلکم کو وامسحوا برؤسکم کے بعد فرما کر ارشاد کیا ہی کہ پاؤن دھو
کیوقت بقدر ضرورت پانی بہاؤ جیسے مسح مین ہوتا ہی اور اسراف نہ کرو پس مسح سے مراد خفیف دھونا قریب بمسح کے ہی اسیواسطے حضرت انسؓ اپنے پاؤن تر کر دیتے تھے
اور یہین سے زمخشری وغیرہ نے جواب پایا کہ مسح سر کے بعد پاؤن دھونیکا حکم بوجہ وجوب ترتیب کے نہین ہی جیسا کہ شافعیہؒ نے گمان کیا بلکہ اس فائدہ کیواسطے
ہی کہ پاؤن دھونے مین مسح پر نظر رکھو اور خفیف دھو یعنی پانی بستے ہاتھ دھلا دھلا دو پھر **ابن کثیر** نے باسناد ابن جریر رحمہ اللہ حضرت انسؓ سے روایت کی کہ نازل ہوا
قرآن بمسح اور سنت بغسل (اسنادہ صحیح ایضًا) اور ابن جریر نے عکرمہ عن ابن عباس روایت کی کہ وضو دو دھونے اور دو مسح ہین ابن ابی حاتم نے یوسف بن
مہران عن ابن عباس روایت کی کہ قولہ وامسحوا برؤسکم وارجلکم الی الکعبین کہا کہ یہ مسح ہی پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عمرؓ وعلقمہ وابو جعفر محمد باقر وحسن بصری فی روایۃ
وجابر بن زید ومجاہد فی روایۃ سے اسیکے مانند مروی ہی اور ایوب نے کہا کہ مین نے عکرمہ کو دیکھا کہ دونون پاؤن پر مسح کرتے شعبی نے کہا کہ جبرئیلؑ مسح کا حکم لائے
اور کہا کہ تو نہین دیکھتا کہ تیمم یہ ہی کہ جو دھویا جاتا تھا اسپر مسح کیا جاتا ہے اور جسپر مسح کیا جاتا تھا وہ لغو ہوا۔ (رواہ ابن جریر) **قال المترجم** یہ چند آثار

ہین اور بعض اسناد اگرچہ بظاہر مستقیم ہے لیکن وہ نبی صلعم کا قول و فعل نہین روایت ہوا اور نہ وہ سنت کے نام سے مروی ہے اور نہ انہین پوری توضیح ہے اور نہ
ان روایات کے محفوظ ہونے پر محدثین و ناقدین مین سے کسی کی تصریح ہے کیونکہ بسا اوقات ظاہر اسناد مستقیم ہوتی ہے لیکن انمین تنقید کرنیوالے عارفین
حدیث کے نزدیک علل خفیہ ہوتے ہین جیسا کہ اصول حدیث مین مصرح ہے چنانچہ انھین آثار کو ظاہر علت کے ساتھ **شیخ ابن کثیر**ؒ نے کہا کہ ان آثار مین
غرابت ہے اور سخت غریب ہین اور اگر لیے جاوین باوجودیکہ کوئی مرفوع حدیث و سنت نہین ہے تو اس طرح محمول کر کے لین کہ انمین مسح سے مراد
خفیف دھونا ہے کیونکہ ہم عنقریب صحیح سنت ثابتہ سے پاؤن دھونیکا واجب ہونا بیان کرینگے اور قراءۃ بالجر کو بعض نے کہا کہ پاؤنمین موزہ ہونیکی
صورت مین مسح کرنے پر محمول ہے یہ قول امام شافعیؒ کا ہے **قال المترجم** اور پوشیدہ نہین کہ ہر دو قراءۃ ثابت ہین پس قرآن مجید جو سات حرف پر
نازل ہوا از انجملہ یہ بھی ہے کہ قراءۃ بالنصب و بالجر یہان مفید دو احکام ہے اور مفسرؒ نے مقدمہ مین اسکو مشرح لکھا ہے پس اسکو غلط و خلاف صواب ٹھہرانا
جیسا کہ کمالین سے ظاہر ہوتا ہے بعید ہے اسلیے کہ قراءۃ بالنصب کے ساتھ احادیث متواترہ یا مشہورہ مفید غسل ہین اور قراءۃ بالجر کے ساتھ کوئی حدیث
و سنت نہین تو لامحالہ قراءۃ بالجر کے معنے بیان کرنے چاہیے ہین تو منجملہ تاویل کے ایک یہ جو مذکور ہوئی اور بعض نے کہا کہ قراءۃ بالجر اگرچہ دلالت کرتی ہے مسح پر
و لیکن دوسری قراءۃ سے و احادیث مذکورہ سے یہان مسح بمعنے خفیف دھونا **و قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ اسپر وارد ہوتا ہے کہ جر کی صورت مین عطف
رؤسکم پر ہے اور وہان مسح سے غسل خفیف مراد نہین ہے تو جواب ہے کہ اسجا مین مسح سے ایک معنی اعم جو بھیگا ہاتھ پھیرنے و خفیف دھونے دونونکو شامل ہین
خواہ بطریق عموم مجاز یا بطریق عموم مشترک مراد ہین پس اشکال مندفع ہو گیا فافہم اور **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ غسل خفیف پر مسح کا اطلاق ہونے کیواسطے
بہت اچھی دلیل وہ روایت ہے جو **حافظ بیہقی** نے اچھی اسناد سے نزال بن سبرہ رح سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز ظہر پڑھکر رحبہ کوفہ
مین لوگونکے حوائج و مقدمات کے واسطے بیٹھے یہانتک کہ عصر کا وقت آ گیا پھر انکے پاس ایک چھوٹے برتن مین پانی آیا اس سے لپ بھر کر منہ و ہاتھون
و سر و پاؤنکو مسح کیا پھر کھڑے ہو کر باقی پی لیا اور فرمایا کہ کچھ لوگ کھڑے پانی پینے کو مکروہ جانتے ہین اور رسول اللہ صلعم نے ایسا ہی کیا جیسے مین نے
کیا اور فرمایا کہ یہ وضو اس شخص کا ہے جسکو حدث نہین یعنی یہ ایسے شخص کا وضو ہے جسکو حدث نہو (صحیح بخاری مین بھی اسکے بعض معنی مروی ہین) بالجملہ بدلیل آیت و احادیث متواترہ
پاؤن دھونا ضرور واجب ہے اور جسنے اپنی خواہش سے مسح کو نکالا وہ خود گمراہ و گمراہ کرنے والا ہے اور ایسے ہی جسنے دونونکا مسح و دونونکا دھونا تجویز کیا اسنے
بھی خطا کی ہے اور جسنے شیخ ابن جریر کا یہ مذہب نقل کیا کہ اسنے آیت سے پاؤن پر مسح کرنا نکالا اور احادیث سے دھونا واجب نکالا تو اس کو
شیخ ابن جریر کے مذہب کی تحقیق نہوئی کیونکہ تفسیر مین شیخ ابن جریر کا کلام فقط اتنی بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسنے برخلاف دیگر اعضا کے
پیرونکا ملنا اسوجہ سے ضروری کہا کہ خاک کیچڑ وغیرہ سے ملے رہتے ہین پس ملنا ضرور ہے تاکہ انپر جو کچھ ہو وہ جاتا رہے لیکن اس ملنے کو مسح سے تعبیر کیا پس
جسنے غور نہین کیا وہ شیخ کی مراد سمجھنے مین غلط کر گیا۔ بالجملہ اعلیٰ و اولیٰ و اصوب یہ کہ احادیث کیطرف رجوع کیا جاوے پس اگر غسل ہی ثابت ہے جو قراءۃ
بالنصب کے معنے ہین تو وہی مذہب ہے پھر ایسے آثار مذکورہ کا عدم وجود برابر ہے اور قراءۃ بالجر ضرور ماؤل ہے پس **ابن کثیر**ؒ نے ان احادیث کو اسطرح
ذکر فرمایا کہ حدیث بروایت حضرت علی و عثمان و ابن عباس و معاویہ و عبداللہ بن زید بن عاصم و مقداد بن معدی کرب پہلے گذرین کہ رسول اللہ
صلعم وضو مین پاؤن دھوتے تھے اور نیز حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ گذری کہ رسول اللہ صلعم نے وضو مین پاؤن دھوئے پھر فرمایا کہ
یہی وضو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہین قبول کرتا ہے نماز کو مگر اسی کے ساتھ اور عبداللہ بن عمرو کی حدیث جسمین صحابہؓ سفر مین آگے بڑھکر وضو کرتے تھے
اور آنحضرت صلعم پیچھے تھے جب وہان پہونچے تو عبداللہ بن عمرو کہتے ہین کہ ہم لوگون نے اپنے پیرونکو چھپڑنا شروع کیا پس آپنے بلند آواز سے
فرمایا کہ بھر پور وضو کرو ایڑیون کیلیے آگ دوزخ سے عذاب ہے (والحدیث فی الصحیحین) اور ایسی ہی صحیحین مین یہ حدیث حضرت ابوہریرہ سے

موجود ہے اور صحیح مسلم میں بھی حدیث عائشہؓ سے ہے کہ آنحضرت صلعم سے ہے کہ فرمایا اسبغوا الوضوء ویل للاعقاب من النار۔ اور عبداللہ بن الحرث بن الجزء سے ہے کہ رسول اللہ صلعم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ ویل للاعقاب ولبطون الاقدام من النار۔ ایڑیوں اور تلووں کے لیے آگ سے عذاب ہے (رواہ البیہقی والحاکم) اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے۔ جابر بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے ویل للعراقیب من النار (رواہ احمد) اور نیز جابر ابن عبداللہ سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک مرد کے پانوں میں بقدر درہم کے خشک دیکھا جسکو اُسنے نہیں دھویا تھا تو فرمایا کہ ویل للاعقاب من النار (رواہ احمد وابن ماجہ وابن جریر) اور جابرؓ سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک قوم کو وضو کرتے دیکھا جنکی ایڑیوں کو پانی نہیں پہونچا تھا تو فرمایا۔ ویل للاعقاب من النار (رواہ ابن جریر) اور معیقیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ویل للاعقاب من النار (رواہ احمد) اور ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ویل للاعقاب من النار ویل للاعقاب من النار یعنی مکرر بتاکید فرمایا پس مسجد میں کوئی شریف ووضیع نہ باقی رہا مگر آنکہ میں نے دیکھا تو وہ ایڑیوں کو پھیر کر دیکھتا تھا (رواہ ابن جریر) اور ابو امامہ کے بھائی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک قوم کو نماز پڑھتے دیکھا اور اُنمیں سے ایک کی ایڑی میں یا ایک کے ٹخنے میں بقدر ایک درم کے یا بقدر ایک ناخن کے خشک جگہ تھی جسکو پانی نہیں چھوا تھا تو فرمایا۔ ویل للاعقاب من النار۔ کہا کہ پھر آدمی نے یہ کرنا شروع کیا کہ جب اپنی ایڑی میں ایسی کچھ جگہ پاتا جسکو پانی نہیں پہونچا تو وضو کا اعادہ کرتا۔ (رواہ ابن جریر) ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان احادیث سے وجہ دلالت ظاہر ہے کہ اگر پانوں پر مسح کرنا فرض ہوتا یا ایسا جائز ہوتا تو اُسکے ترک پر آتش دوزخ کی وعید نہ فرمائی جاتی کیونکہ مسح سے تمام پانوں بالاستیعاب نہیں تر ہوتا ہے اسباغ درکنار رہا بلکہ مسح میں تو اسیقدر کافی ہے جیسے موزہ پر مسح کرنے میں ہوتا ہے۔ **اور شیخ امام ابو جعفر ابن جریر** نے فرقہ شیعہ پر یہی حجت واردکی ہے اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے وضو کیا اور ایک ناخن برابر جگہ اپنے قدم میں خشک چھوڑی تو نبی صلعم نے دیکھکر اُسکو حکم دیا کہ لوٹ کر اچھی طرح وضو کر (رواہ مسلم فی صحیحہ) اور بیہقی رحمہ اللہ نے انس بن مالکؓ سے روایت کی کہ ایک شخص وضو کر کے اُسیوقت نبی صلعم کے پاس آیا حالانکہ اُسکے قدم پر ایک ناخن برابر جگہ خشک رہگئی تھی تو آنحضرت صلعم نے اُس سے فرمایا کہ واپس جاکر اچھی طرح وضو کر اور کذا (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ وقال ابن کثیر الاسناد جید رجالہ کلہم ثقات) یعنے اس حدیث کی اسناد جید ہے سب راوی ثقہ ہیں۔ لیکن ابو داؤدؒ نے کہا کہ یہ حدیث معروف نہیں ہے اسکو فقط ابن وہبؒ نے روایت کیا ہے حالانکہ مجھے موسیٰ بن اسمٰعیل نے باسناد خود اس حدیث کے معنے حضرت حسن بصری سے مرسلاً روایت کیے ہیں اور امام احمدؒ نے کہا کہ حدثنا ابراہیم بن ابی العباس حدثنا بقیہ حدثنی بحیر بن سعد عن خالد بن معدان عن بعض ازواج النبی صلعم کہ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا اور اسکے پشت قدم پر ایک خشک ٹپا بقدر ایک درہم کے تھا جسکو پانی نہیں پہونچا تو رسول اللہ صلعم نے اسکو حکم دیا کہ وضو کا اعادہ کرے اور ابو داؤدؒ نے اس کو حدیث بقیہ سے روایت کیا جسمیں اسقدر زائد ہے کہ وضو اور نماز کو اعادہ کرے (وہذا اسناد جید قوی صحیح) اور حدیث حُمران عن عثمانؓ میں جو دربارۂ صفت وضوء آنحضرت صلعم بھی موجود ہے کہ پانوں کی انگلیوں میں خلال کیا اور لقیط بن صبرہ سے ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ مجھے وضو سے خبر دیجیے فرمایا کہ پھر پورا وضو کر اور انگلیوں میں خلال کر اور ناک میں پانی چڑھانے میں اچھی طرح مبالغہ کر مگر آنکہ تو روزہ دار ہو (رواہ اہل السنن) اور امام احمد نے فرمایا کہ حدثنا عبداللہ بن یزید ابو عبدالرحمن المقری حدثنا عکرمہ بن عمار حدثنا شداد بن عبداللہ الدمشقی کہا کہ کہا ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگوں سے عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ مجھے آپ وضو سے آگاہ فرمائیے فرمایا کہ نہیں کوئی تم میں سے جو وضو کرنے لگے پس کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور ناک جھاڑے مگر آنکہ اُسکے

سلہ تفسیر ابن جریر ج ۲ ص ۲۱۲

گناہ اُسکے منھ اور نتھنون سے پانی کے ساتھ گر جاوینگے جبکہ ناک جھاڑیگا پھر وہ اپنا چہرہ دھووے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حکم کیا ہی مگر آنکہ اسکے
چہرے کے گناہ اُسکے چہرے کے کنارون سے پانی کے ساتھ گر جاوینگے پھر دھوئے دونون ہاتھ کہنیون تک جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہی مگر آنکہ اُسکے دونو
ہاتھون کے گناہ اسکی انگلیون کے پورون کے سرون سے گر جاوینگے پھر اپنے سر پر مسح کرے مگر آنکہ اُسکے سر کے گناہ اُسکے بالونکے اطراف سے پانی
کے ساتھ گر جاوینگے پھر دھووے دونون قدم ٹخنون تک جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حکم کیا مگر آنکہ اُسکے قدمونکے گناہ اُسکی انگلیونکے کنارون سے
پانی کے ساتھ گر جاوینگے پھر کھڑا ہو کر اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرے ایسی چیز کے ساتھ جو اُسکے لائق ہی پھر دو رکعتین پڑھے مگر آنکہ وہ اپنے گناہون سے
ایسا نکل جائیگا جیسے اُس دن تھا کہ جس دن اُسکی مان اُسکو جنی تھی ابو امامہ نے کہا کہ اے عمرو دیکھ تو کیا کہتا ہی کہ مین نے اسکو رسول اللہ صلعم سے
سنا ہی بھلا ایسا شخص یہ سب ایک ہی ٹھکانے دیدیا جائیگا تو عمرو بن عبسہؓ نے کہا کہ واللہ میرا سن بڑھاپا ہوگیا اور ہڈیان رقیق ہوگئین اور
موت میری نزدیک پہونچی اور مجھے کوئی حاجت نہین کہ مین اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلعم پر جھوٹ باندھون پھر اگر مین نے ایک و تین بار
ہی سنا ہوتا مین تو اسکو حضرت صلعم سے سات بار یا زیادہ سنا ہی (رواہ احمد وہذا اسناد صحیح وہو فی صحیح مسلم من وجہ آخر) **قال المترجم**
اور اسی معنی کے قریب حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیحین مین ثابت ہی اور صحیح مسلم کی اس روایت مین ہی کہ پھر اپنے دونون پانون دھووے جیسے
اُسکو اللہ تعالےٰ نے حکم کیا ہی پس دلیل ظاہر ہی کہ قرآن مجید مین پانون دھونیکا حکم ہی اور ایسا ہی ابو اسحاق سبیعی نے حارث کے طریق سے
علی بن ابی طالبؓ سے روایت کی کہ علیؓ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے قدمونکو ٹخنون تک دھو جیسا کہ تم حکم کیے گئے ہو اور یہین سے اس حدیث کی
مراد ظاہر ہوتی ہی جو عبد خیرؒ کے طریق سے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے دونون قدمون پر
پانی چھڑکا حالانکہ دونون پانون مین جوتیان تھین پس انکو مل دیا۔ مراد یہ کہ جوتیونکے اندر انکو خفیف دھویا پس اسمین تو کوئی تامل نہین
کہ جوتی کے اندر پانون کو دھووے بخصوص جبکہ عرب کی جوتیان ہون لیکن بیان حدیث ایسے وسوسہ والون کا رد ہی جنکو اپنے وسوسہ مین
تعمق ہوتا ہی اور یہی حال اُس حدیث کا ہی جو ابن جریرؒ نے حضرت حذیفہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم ایک قوم کے گھورے پر گئے اور کھڑے
پیشاب کیا پھر پانی مانگا اور وضو کیا اور دونون نعلین پر مسح کیا (ہذا حدیث صحیح) اور ابن جریر نے اسکا جواب یہ دیا کہ ثقہ حفاظ نے اعمش
کے طریق سے حذیفہ سے اسی حدیث کو روایت کیا اسمین بجائے مسح علی نعلیہ کے مسح علی خفیہ یعنے اپنے موزون پر مسح کیا ہی **شیخ ابن کثیرؒ** نے لکھا
کہ دوسری روایت سے نکلا کہ موزے نعل ارایعنی موزون پر نعلین تھین پس مراد ایک ہی ہی اور ایسی ہی حدیث امام احمد از حضرت اوس بن اوس
کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ وضو کیا اور نعلین پر مسح کیا پھر نماز کو کھڑے ہوے (وقد رواہ ابو داؤد ایضا) اور معنی یہ کہ موزونپر مسح
کیا یا موزے منعل تھے اور بعض علما نے جو وہم کیا کہ اس آیت سورۂ مائدہ سے موزون پر مسح منسوخ ہوگیا تو یہ وہم ہی چنانچہ جریر بن عبد اللہ
البجلی سے روایت ہی کہ جریرؓ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزون پر مسح کیا تو اُنسے پوچھا گیا تو فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ
پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزون پر مسح کیا (کما رواہ فی الصحیحین) اور مسلم کی روایت مین ہی کہ اعمشؒ نے کہا کہ ابراہیمؒ نے فرمایا کہ سلف
صالحین کو حدیث جریر بہت خوش آتی تھی کیونکہ جریرؓ بعد نزول مائدہ کے مسلمان ہوے تھے اور یہی امام احمد کی روایت جریر مین
خود جریرؓ سے مصرح ہین اور بتواتر آنحضرت صلعم سے موزون پر مسح کرنا ثابت ہوا ہی بقول و بفعل پس روافض نے جو اسمین خلاف
کیا وہ جہل و گمراہی سے ہی اور روافض کا حال کیا پوچھتے ہو کہ دیکھو صحیح مسلم مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم
نے متعہ حرام کیا مگر یہ لوگ اسکو اپنی خواہش نفسانی سے مباح رکھتے ہین اور جواز مسح موزہ اور حرمت متعہ مین جیسے یہ مخالف ہین ایسے ہی

اس آیت کریمہ سے جو پاؤن دھونا فرض ہونے پر دلیل ہی مع ان احادیث متواترہ کے جو وجوب غسل پر دلالت کرتی ہین بالکل مخالفت کرتے ہین حالانکہ اپنے اصلی طریقہ کے موافق وہم کے پابند ہین کوئی دلیل واقعی اُنکے پاس نہین ہی اور اہل حق واہل سنت نے جو اللہ تعالےٰ و رسول اللہ صلعم کے حکم و طریق کے پابند ہین اُسکو بدلیل قطعی ثابت کر دیا والحمد للہ رب العالمین اور دیکھو کہ پاؤن کے مسح کے قائل ہو کر کعبین کے معنی اپنی طرف سے تراشے کہ وہ تو پشت قدم پر ساق کی جڑ پاس ہر پاؤن مین ایک ایک ہی حالانکہ جمہور امت کے نزدیک ساق و قدم کے جوڑ پر ہر پاؤن کے دونون طرف دو اُبھری ہڈیان عربی مین کعبین کہلاتی ہین اور اُردو مین ٹخنے کہلاتے ہین پس ہر قدم مین دو دو ہین جیسے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہی اور امام شافعی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ کعبین جنکو اللہ تعالےٰ نے ہر قدم مین ذکر فرمایا ہی یہی دونون ہڈیان ہین جو لوگون مین معروف ہین اور لغت مین کہین اُسکے خلاف نہین ہی اور سنت صحیح مین صریح موجود چنانچہ صحیحین کی روایت عثمانؓ مین ہی پھر اپنا دایان پاؤن کعبین تک دھویا پھر بایان پاؤن کعبین تک دھویا نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہم لوگون کی طرف اپنا چہرہ مبارک متوجہ کر کے فرمایا کہ ٹھیک راست قائم کرو تم اپنی صفون کو اس کو تین مرتبہ فرما کر کہا کہ واللہ تم لوگ یا تو اپنی صفین ٹھیک قائم کروگے ورنہ اللہ تعالےٰ تمھارے دلون مین پھوٹ ڈال دیگا کہا نعمانؓ نے کہ مین نے دیکھا تو آدمی اپنے برابر والے کے کعب سے کعب ملاتا ہی (رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ و ابوداؤد و علقہ البخاری جزما) یہ صریح ہی کہ کعبین یہی دونون ہڈیان ہین جو لوگون مین ٹخنے کہلاتی ہین وقال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا موسی بن اسمعیل اخبرنا شریک عن یحیی بن الحرث التیمی الجابر یعنی یحیی الجابر نے کہا کہ مین نے زید بن علی بن الحسین کے ساتھیون مین جو مقتول ہوئے تھے دیکھا کہ انمین سے بعض کی کعب اُنکے قدم کی پشت پر ہو گئی تھی اور یہ اللہ تعالےٰ کا عذاب تھا کہ یہ لوگ روافض تھے جو حق سے مخالفت کرتے تو اللہ تعالیٰ نے دنیا مین اُنکو فضیحت کر دیا **قال المترجم** یہ تلخیص کلام **ابن کثیر** رحمہ اللہ ہی اور متبع راہ سنت و مطیع حق کو اس سے صریح معلوم ہو گیا کہ وضو مین پاؤن دھونا فرض ہی اور بعد اس تفصیل و توضیح و تحقیق کے گمراہ ہوگا مگر وہی جسکے حق مین گمراہی و ضلالت مقدر ہو چکی ہے اور ہم اللہ تعالےٰ سے پناہ مانگتے ہین کہ ہمارے دل کج ہون پھر حکم وضو کے بعد غسل و تیمم کا حکم اللہ تعالےٰ نے اپنے کرم سے بیان فرمایا۔ **وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا**۔ فاغتسلوا۔ اور اگر تم لوگ جنب ہو تو خوب نکھر لو یعنی غسل کر لو۔ اور چونکہ اطّہر بتشدید مبالغہ ہی اسیواسطے کلی کرنا اور ناک مین پانی دینا بھی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غسل مین احتیاطاً واجب ہی پھر تیمم سے آسانی دیدی بقولہ تعالےٰ۔ **وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى**۔ اور اگر تم بیمار ہو یعنی ایسے مرض سے بیمار ہو کہ اُسکو پانی ضرر پہونچاتا ہی اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک غالب گمان مضرت کا تیمم مباح ہونے کو کافی ہی۔ **اَوْ عَلٰى سَفَرٍ**۔ یا تم مسافر ہو یعنی راہ راہ منزل بیابان طے کرتے جاتے ہو جہان پانی کم ملتا ہی۔ **اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ**۔ یا کوئی تم مین سے پخانہ سے آیا ف یعنی اُسکو حدث ہوا پس پخانہ سے آنا اکثری حالت کے موافق ہی اور مراد یہ کہ اُسکو کسی وجہ سے حدث ہوا خواہ پخانہ جانے سے یا پیشاب سے یا ریح صادر ہونے سے اور ایسے ہی دیگر اسباب ہین۔ **اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ**۔ یا تم نے ملامسہ کیا عورتونکو جماع کیا یا فقط چھوا ہر حال اگر مرض یا سفر وغیرہ کی حالت پیش آئی۔ **فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً**۔ پھر تمنے پانی نہ پایا ف اگرچہ تلاش کیا یا یہ معنی کہ تم کو پانی کے استعمال پر قدرت نہین ہی کیونکہ مریض جو پانی کو استعمال مین نہین لا سکتا اگر پانی ملا تو بمنزلہ نہ ملنے کے ہی تو ایسی صورت مین یہ حکم ہے کہ **فَتَيَمَّمُوْا**۔ پس قصد کرو۔ **صَعِيْدًا طَيِّبًا**۔ روے زمین پاک کا۔ **فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ**

مِّنْهُ ۔ پس اس پاک زمین سے اپنے چہروں و ہاتھوں پہ مسح کرو ف ہاتھوں سے مع کہنیاں مراد ہے۔ اور مفسرؒ نے ظاہر کردیا کہ مسح بدو ضرب ہے یعنے ایک دفعہ دونوں ہاتھ پاک مٹی پر مار کر چہرے پہ پھیرو اور دوسری دفعہ مار کر ہاتھوں پر کہنیوں سمیت مسح کرو جیسا کہ معروف ہے اور سنت سے یہ ظاہر ہوا کہ مسح میں چہرے و دونوں ہاتھوں کا استیعاب مراد ہے یعنے پورے چہرے پر اور پورے دونوں ہاتھوں کو مسح کرنا چاہیے ہے اور یہی مذہب چاروں ائمہ فقہ کا ہے اور یہی احوط ہے اور ایک جماعت محدثین کے نزدیک ایک ضرب سے چہرہ و دونوں ہاتھوں پہنچوں تک مسح کرنا تیمم ہے اور ابن حجرؒ نے اسکو بھی قوی کہا ہے اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ شعبیؒ سے جو وضو میں پیروں کے مسح کا قول غریب مذکور ہوا بایں تقریر کہ دیکھو تیمم میں مغسول کا مسح رہا اور ممسوح کا مسح لغو ہوا تو یہ کوئی استدلال نہیں کیونکہ بنا بر قول محدثین رحمہم اللہ تعالےٰ وابن عباسؓ وعمار بن یاسرؓ وایک جماعت صحابہؓ کے ہاتھوں کا فقط پہونچوں تک مسح ہے حالانکہ وضو میں کہنیوں تک ہاتھ دھونا فرض تھا پھر واضح ہو کہ دو ضرب سے کہنیوں تک مسح کرنا قوی و اصح ہے چنانچہ ابن حجرؒ نے اسپر ایک حدیث حسن مبیّن کی اور طحاویؒ نے حدیث بیر جمل میں تیمم کی یہ کیفیت باسناد حسن روایت کی اور اُسکو ابوداؤد نے بھی روایت کیا اور امام احمد سے نقل کیا کہ حدیث منکر ہے یعنی محمد بن ثابت العبدی متفرد راوی ہے ولیکن اُسکی متابعت موجود ہے تو روایت حسن الاسناد سے کم نہو گی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُم مِّنْ حَرَجٍ ۔ اللہ تعالےٰ نہیں چاہتا کہ تمپر دین میں تنگی رکھے ف اسی لیے تمپر وضو وغسل کی فرضیت کے ساتھ تیمم بھی مشروع فرمادیا حالانکہ وضو وغسل وتیمم کے فرض کرنے سے بھی کچھ تنگی مقصود نہیں بلکہ پاک کرنا چنانچہ فرمایا۔ وَلَٰكِن يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ ۔ ولیکن اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ تمکو پاک کردے ف حدث و گناہوں سے۔ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ ۔ اور تمام کردے تمپر اپنی نعمت ف یعنے اسلام کی نعمت پوری کرے بایں طور کہ دین پسندیدہ کے سب شرائع بیان کردے۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۔ شاید تم شکر کرو اُسکی نعمتوں کا۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ ۔ اور تم لوگ یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالےٰ کی نعمت کو ف یعنے نعمت اسلام کو۔ وَمِيثَاقَهُ ۔ عہدہ۔ اور اللہ تعالےٰ کے عہد کو۔ الَّذِي وَاثَقَكُم بِهِ ۔ جو ہے تم علیہ۔ جسکو تمنے باندھا تھا۔ إِذْ قُلْتُمْ ۔ جبکہ تمنے نبی صلعم سے بیعت کرتے وقت کہا تھا کہ۔ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۔ ہمنے گوش دل سے سنا و فرمانبرداری کی ف ہر اُس چیز میں جسکا آپ ہمکو حکم کرینگے یا منع کرینگے خواہ ایسی چیز ہوگی جو ہمارے جی کو پسند ہے یا ایسی نہو گی ہم ہر طرح فرمانبرداری کرینگے اور یہ عہد اگرچہ آنحضرت صلعم کے ساتھ ہوا تھا لیکن اللہ تعالےٰ نے اسکو اپنا عہد فرمایا یعنے اپنی طرف اُسکی اضافت فرمائی تو اسلیے کہ آنحضرت صلعم نے اُسکو بحکم اللہ تعالےٰ لیا تھا اور اسمیں یہود کو یاد دہانی ہے کہ اُنھوں نے بھی عہد کیا تھا کہ پیغمبر آخر الزمان کے اوصاف ظاہر کرینگے اور اُسپر ایمان لاوینگے حالانکہ اُسکو توڑ بیٹھے تھے کہ محمد صلعم کے اوصاف چھپاتے اور اُنپر ایمان نہیں لاتے تھے (رواہ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس)۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۔ اور ڈرو اللہ تعالےٰ سے ف یعنے اللہ تعالےٰ کے عہد توڑنے سے ڈرو۔ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۔ اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے جو دلوں میں پوشیدہ ہے ف پس جو پوشیدہ نہیں ہے وہ بدرجۂ اولیٰ جانتا ہے ف اشارات عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالےٰ یا ایہا الذین آمنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ الآیۃ پہلے چہرہ دھونے سے شروع فرمایا کیونکہ وہ تجلی حق شروع ہونے کا محل ہے جو ارواح کیواسطے حدیث ظاہر ہوئی پس اُسکے لطائف کا عکس چہرہ پر پڑا اور پانی سے دھونے میں حکمت یہ ہے کہ غبار شہوات سے گرد آلودہ و حدوث سے میلا ہے اور جوہر آب کی خاصیت یہ ہے کہ اول الفطرۃ سے اللہ تعالیٰ نے اسکو پیدا کیا جبکہ جوہر اول پر اپنے نور قدس و عظمت سے تجلی فرمائی تھی

پس جب وہ چہرے پر پہونچیگا تو سوائے حق کے غیر کی طرف توجہ سے جو اُسپر پھیل گیا ہی پانی کے نور و برکت سے وہ اس کثافت سے پاکیزہ ہو جائیگا اور یہی حال دیگر اعضا کا بھی ہی پس جبکہ بندہ اس صفت سے پاکیزہ ہوا تو لائق ہی کہ اس چہرہ سے اللہ تعالے کیطرف متوجہ ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے وضو کیا اور وضو کو اچھی طرح کیا تو اُسکی خطائین اُسکے جسم سے حتی کہ اُسکے ناخنون کے نیچے سے نکل جاتی ہین **قال المترجم** روایت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ اسی تفسیر مین گذری اور حدیث صحاح مین بروایت حضرت ابوہریرہ وغیرہ مطول مذکور ہے اگرچہ اسمین تصریح کل جسم کی نہین ہی ولیکن دوسری حدیث جید مین مرفوعًا ہی کہ جسنے وضو کرتے وقت اللہ تعالے کا نام لیکر شروع کیا تو اُس کا سب جسم پاک ہو جاتا ہی اور جسنے اللہ تعالے کا نام نہ لیا تو فقط وہی اعضاء پاک ہوتے ہین جنکو اُسنے دھویا۔ قال الشیخ اور آیت مین اشارہ ہی کہ اسرار کو بھی اغیار کی طرف التفات کرنے سے پاک کرے تاکہ انوار حاصل ہون اور اسکا پاک کرنا محبت کے پانی سے جو محبت قلب کی نہرون مین بہتا ہی پھر جب وہ غیر حق سے پاک ہوا تب نماز اُس کی مواصلت ہی اور حرکات اُسکے قربت ہین اور قرارت اُس کی درجہ ہے اور قیام اُسکا محبت ہی اور رکوع اسکا خشیت ہی اور سجدہ اُسکا شہود ہے اور مناجات اُسکی انبساط ہی اور دعائین اُسکی مستجاب ہین حاصل آنکہ جب تم اپنی خودی سے پاک ہوکر میرے وصال و مشاہدہ کی طرف کھڑے ہوے تو دریاے ربوبیت مین اپنے آپکو حدوث کے میل سے پاک کرو **شیخ ابو عثمان**رح نے فرمایا کہ طہارت کی شرطین تو مشہور ہین لیکن اُنکی حقیقت کو کوئی نہین پاتا سوا اُن بندون کے جنکو توفیق مل گئی ہی اس طرح کہ وہ اپنے سر باطنی کو پاک رکھتے ہین اور حلال کھاتے اور دل سے وسواس دور کرتے ہین اور جہانتک ہو سکتا ہی حکم بجا لاتے ہین اور **سہل**رحمہ اللہ نے کہا کہ سب سے بڑھکر طہارت یہ ہی کہ بندہ اپنی طہارت پر نظر رکھنے سے پاک رہے قولہ ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج الآیۃ۔ رخصتون کو چھوڑکر فقط عزیمتون ہی پر جم جانا یہ حرج سخت ہی مگر اُنھین لوگون کے واسطے جو ماسوا سے بے رغبت اور فقط اللہ عزوجل سے مانوس ہین اور جو بندے کہ مجاہدہ مین ہین اُنکو ان قیود سے یہ نفع پہونچتا ہی کہ عالم شہوات مین سے گھسنے کی جراُت نہین ہوتی ہی پس محبین سے حرج اُٹھادیا اور مشتاقین کے لیے کرم مبذول فرمایا اور عارفون پر بندگی کے احکام آسان کر دیے بایں طور کہ رخصتون کے احکام رکھے تاکہ حضرت حق عزوجل کے مشاہدہ کی طرف اُنکے شوق بڑھین اور انوار مشاہدہ سے اُنکے اسرار کو پاکیزگی حاصل ہو پس حاصل اشارہ اس کلام پاک سے یہ ہی کہ اللہ تعالے نہین چاہتا کہ اہل مشاہدہ پر مجاہدہ کا تعلق رکھے بلکہ فرمایا ولکن یرید لیطہرکم پس اُنکے اسرار کا پاکیزہ فرمانا اپنی جناب پاک کیطرف نسبت کیا اور ان بندون کی طرف منسوب نہین فرمایا چنانچہ یون نہ کہا کہ تم پاکیزہ ہو جاؤ پس ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے خود بذات پاک اُنکو اُنکے وجود و ہستی سے پاک فرماتا ہی اسطرح کہ اپنے نور مشاہدہ مین اُنکو مستغرق کرتا ہی بعض اکابر نے فرمایا کہ حاصل یہ کہ اللہ تعالے تمکو تمھارے افعال و احوال و اخلاق و یقین سب سے صاف پاک فرماتا ہی تاکہ بدون کسی سبب علاقہ و تعلق کے حقیقی فقر سے اُسکی طرف رجوع کرو حضرت استادرح نے فرمایا کہ اس آیت مین اشارہ یہ ہی کہ جب کوئی بندہ احکام ارادت سے خالی ہو تو صحن عبادت مین اپنا بستر جماوے اور جب اُسکے سرائر سے لطائف معدوم ہون تو ظاہری وظائف پر برابر جاری رہے اور جب احکام عبودیت پورے نہو سکین تو آداب شریعت سے خالی نہونا چاہیے اور جب فضیلت مین ثابت نہو تو حلال ادنے درجہ ہی پھر اس سے گر کر حرام و شبہہ مین آلودہ نہو اور قولہ ولکن یرید لیطہرکم مین اشارہ فرمایا کہ اپنی نگاہداشت سے تمھارے ظاہر کو لغزش سے پاک فرماتا ہی اور اپنی رحمت سے تمھارے باطن کو غفلت سے پاک فرماتا ہی۔ قولہ ولیتم نعمتہ علیکم الآیۃ۔ نعمت پوری کرنا یہان یہ ہی کہ بندون کے واسطے بندگی کا طریقہ اور آخرت کے آداب تعلیم فرماتا تاکہ اس سے اپنے انعام فرمانے والے معبود حق سبحانہ کو پہچانین اس صفت کے ساتھ کہ جو بندگی اور جو ادب اُسکی جناب عظمت مآب کے لائق

تھا وہ کسی طرح ہمسے ادا نہوا اور شرم سے سر در گریبان رہین ؎ باز آی کز شرم گنہ سرتا قدم بگداختم + کوہی کہ در سر داشتم از گریہ ہامون
گردش + اور یہی وہ شکر ہی جو قولہ لعلکم تشکرون سے بندون کو ارشاد ہوا ہی حضرت استاد رح نے فرمایا کہ تمام نعمت ایک قوم کے واسطے تو اُنکے
نفوس کی نجات ہی اور دوسری قوم کے واسطے اُنکے نفوس سے اُنکی نجات ہی اور دونون مین بڑا تفاوت ہی قولہ واذکروا نعمة اللہ علیکم الآیہ نعمت
الٰہی یہان ازلی ہدایت ہی جو اہل معرفت کے واسطے اُنکے نفوس سے چھوڑا کر اپنی ذات پاک کی معرفت دی اس طرح کہ اپنے مشاہدہ و دیدار کا شوق
اُنکے دلون مین بھر دیا اور میثاق جس سے بندون کو مضبوط عہد مین لیا ہی یہ ہی کہ کبھی اُسکے سوا اسے غیر سے مشغول نہون اگرچہ جنت اُس کی نعمتین
ہون **شیخ ابو عثمان** نے فرمایا کہ نعمتین بہت کثرت سے ہین جنکا شمار نہین ہوسکتا ہان یہ بات معلوم کہ سب سے بڑھکر نعمت معرفت
ہے اور مواثیق بہت ہین اور سب سے بڑا میثاق و عہد یہ ہی کہ ایمان لاوین **قال المترجم** یہ نہایت پاکیزہ قول ہی اور واجب ہی کہ آب
زر سے لکھکر تفسیر مین داخل کیا جاوے و **واسطی** رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنی مخلوق پر نعمتین فرمائین تاکہ نعمتون سے منعم پر شاہد ہون
قال المترجم یہ قول بھی اچھا استنباط ہی چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق اولم یکف بربک
انہ علی کل شیء شہید جان رکھو کہ اہل کفر و شک و الحاد و زندقہ کا ہر وہم و شک آیات آفاق و انفس سے خود دفع ہوسکتا ہی اگر ایک دم غور کرین اور
قلب مین توفیق الٰہی کی درخواست کرین اور بعد ہدایت کے بندے کی آنکھ کھلتی ہی تو سب حق و سب یقین ایسے عقلی برہان و دلائل اذعان
سے اُسکے سامنے آئینہ ہوتا ہی کہ فلاسفہ جو بڑے کفر و وہم کی جڑ ہین اُسکے سامنے بالکل اوہام کے بندے معلوم ہوتے ہین اللہم اہدنا الصراط المستقیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ
اے ایمان والو کھڑے ہوجایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی اور ایک قوم کی دشمنی کے باعث
عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ
عدل نہ چھوڑو عدل کرو یہی بات لگتی ہی تقوی سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خبر ہے جو کرتے ہو

يا ايها الذين آمنوا خطاب عام ہی کسی قوم کے ساتھ خاص نہین ہی۔ **كونوا قوامين لله**۔ اے ایمان والو اللہ تعالے کے
واسطے خوب قائم ہوجاؤ ف یعنے حقوق الٰہی ادا کرنے مین اللہ تعالی کیواسطے قائم رہو پس قوام صیغہ مبالغہ بغرض تاکید ہی اور للہ تعالی ہونیکی یہہ
ہین کہ اُسکی تعظیم و ثواب کے واسطے اور **شیخ ابن کثیر** رح نے کہا یعنے حق پر اللہ تعالی ہی کیواسطے قیام کرو لوگونکے دکھلانے سنانیکو نہو۔ **شهداء بالقسط**
بالعدل شاہد ہو عدل سے ف یعنے ظلم و جور پر شاہد نہو اور نعمان بن بشیر رض سے صحیحین مین روایت ہی کہ میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا تو عمرہ بنت رواحہ میری
مان نے کہا کہ مین اسقدر پر اکتفا نہین کرتی ہون جبتک کہ تو رسول اللہ صلعم کی گواہی کرا دے پس میرا باپ مجھے لیکر آنحضرت صلعم کے حضور مین آیا تاکہ آپکو اس
عطیہ پر گواہ کرے تو آپنے فرمایا کہ تو نے اپنے ہر فرزند کو اسکے مثل عطیہ دیا ہی میرے باپ نے عرض کیا کہ نہین تو فرمایا کہ ڈرو تم لوگ اللہ تعالے سے اور عدل
کرو اپنی اولاد کے درمیان اور فرمایا کہ مین جور پر گواہ نہین ہوتا ہون پس میرا باپ لوٹ آیا اور یہ عطیہ رد کر دیا۔ **ولا يجرمنكم**
شنآن قوم۔ اور تمکو نہ آمادہ کرے بغض کسی قوم کا **على ان لا تعدلوا**۔ اس بات پر کہ تم عدل نہ کرو ف پس اُس نے
کسر نکالو بسبب ان کے ساتھ عداوت کے یعنے ہر دوست و دشمن کے ساتھ عدل کا برتاؤ کرو بعض نے کہا کہ یہود خیبر کے حق مین نازل ہوئی جنہون نے
حضرت صلعم کے قتل کا قصد کیا تھا اور وہ ملک مسلمانون نے فتح کرلیا تھا پس تنبیہ کردی کہ جو حکم حق ہی اس سے درگذر نہ کرو اور بعض نے کہا
کہ قریش کے حق مین نازل ہوئی کہ مکہ فتح ہوا اور قریش نے سابق مین ایذائین دی تھین تو حکم دیا کہ انسے خلاف عدل کوئی برتاؤ مت کرو

اور حق یہ ہے کہ آیت کریمہ کا حکم عام ہے خلاصہ یہ کہ عدل ایک حق الٰہی ہے خواہ حکم ہو یا گواہی پس کسی قوم سے بغض و عداوت کی وجہ سے عدل حق کو چھوڑنا نچاہیے اگرچہ اس قوم نے ظلم و بدکاری کمائی ہو پس تم اُنکے مثل مت ہو جیو۔ اِعْدِلُوْا۔ عدل کرو دشمن اور دوست دونوں کے حق مین ف یہ تصریح زیادہ تاکید کے واسطے ہے اگرچہ اُوپر سے خود سمجھ لیا گیا تھا۔ هُوَ۔ اے العدل۔ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى عدل کرنا تقوی سے بہت نزدیک ہے ف یہان یہ مراد نہین کہ ظلم کرنا کم نزدیک ہے کیونکہ ظلم تو خلاف تقوی ہے یہان افعل التفضیل کا استعمال ایسے محل مین ہے کہ دوسری جانب کچھ نہین ہے کیونکہ یہ معنی نہین کہ عدل کرنا اقرب ہے اور غیر عدل قریب تقوی ہے حالانکہ غیر عدل خلاف تقوی ہے اور یہ استعمال بہت آیا ہے جیسے قولہ اصحاب الجنۃ یومئذ خیر مستقرا واحسن مقیلا۔ کیونکہ روز قیامت اہل جنت کے سواے کسی کو مستقر احسن وحسن کچھ نہین ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور ڈرو اللہ تعالےٰ سے ف اُسکے حکم کے برخلاف مت کیجیو اسمین اور زیادہ تاکید ہے اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اللہ تعالےٰ تمھارے کامون سے خوب آگاہ ہے ف تمھاری نیکیون پر ثواب دیگا۔ اس مین تاکید کے ساتھ وعدہ ثواب بھی ہے کہ تقوی کرنا اللہ تعالےٰ پر پوشیدہ نہین پس ثواب جمیل عطا فرما دیگا اور اسمین خوف بھی دلایا کہ دلون کا بھید و حیلہ پوشیدہ نہین ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ وَالَّذِيْنَ

وعدہ دیا اللہ نے   ایمان والون کو جو نیک عمل کرتے ہین   کہ اُنکو بخشنا ہے   اور بڑا ثواب ہے   اور جو لوگ

كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا

منکر ہوے اور جھٹلائین ہماری آئتین   وہ ہین   دوزخ   والے   اے ایمان والو   یاد رکھو

نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ

احسان   اللہ کا   اپنے اوپر   جب قصد کیا ایک لوگون نے کہ تمپر   ہاتھ   چلادین   پھر روک لیے تم سے اُنکے ہاتھ

عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

اور ڈرتے رہو اللہ سے   اور اللہ پر   چاہیے بھروسا   ایمان والون کو

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ وعدہ دیا اللہ تعالےٰ نے اُن بندون کو جو ایمان لائے و نیک کام کیے اچھا وعدہ۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ اُنکے لیے مغفرت اور ثواب عظیم ہے ف یہ بہت اچھا وعدہ ہے اور وہ جنت ہے اور ان بندون کے مقابلہ مین کفار رہین تو اُنکا حال سنو لقولہ تعالےٰ۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۔ اور جن لوگون نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو یہ لوگ جہنم کے رہنے والے ہین ف ہمیشہ اسمین خوار عذاب ہونگے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ۔ اے ایمان والو اپنے اوپر اللہ تعالےٰ کی نعمت یاد کرو جب ایک قوم نے قصد کیا ف اس قوم سے مراد قریش ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اس سے مراد صلح کے موقع کا حال ہے کچھ یون ہی مار دھاڑ ہوئی تھی یعنے ہجرت کے چھٹے سال آپنے عمرہ ادا کرنیکا قصد کیا اور آخر قریش لڑنے سے صلح کیطرف مائل ہوے و لیکن قریب اسّی اوباش لوگون نے کوہ تنعیم کی طرف سے اُتر کر چاہا کہ چھاپہ مارین لیکن اللہ تعالےٰ نے اُنکو اسقدر مخبوط کر دیا کہ صحابہ مین سے ایک ایک آدمی اُنمین سے دس دس بارہ بارہ کو بکریونکی طرح ہانک لایا اور مقید کرکے بٹھلایا پھر حضرت صلعم نے رحم کرکے اُن سب کو

چھوڑ دیا۔ اور بعض نے کہا کہ صلوۃ الخوف کا سبب نزول والا قصہ ہے جو قولہ تعالے۔ واذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوۃ الآیات کی تفسیر میں گذر چکا
اور بعض نے کہا کہ عمرو بن امیہ ضمریؓ نے دو اسلمیون کو مشرک سمجھ کر قتل کر ڈالا تھا اور حضرت صلعم مع خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کے یہود بنو قریظہ
دیت میں شرکت کو لینے گئے جنھون نے دیت میں شرکت و نہ لڑنیکا معاہدہ کیا تھا اور ان خبیثون نے اوپر سے پتھر آپ پر گرانیکا قصد کیا
اور جبرئیل نے آپ کو خبردار کر دیا کہ آپ مدینہ کو بہانہ سے لوٹ آئے جیسا کہ بعض روایات مغازی میں ہے پس یہ آیت اس قصہ کیطرف اشارہ ہے
اور بعض نے کہا کہ اشارہ اس قصہ کیطرف ہے جو جابرؓ سے روایت ہے اور نبی صلعم ایک منزل پر اترے اور لوگ متفرق ہو کر درختون کے سایہ میں
ہو گئے اور آنحضرت صلعم نے اپنے ہتھیار ایک درخت سے لٹکائے پس ایک اعرابی آیا اور آنحضرت صلعم کی تلوار نیام سے گھسیٹکر آنحضرت
صلعم پر آیا اور کہا کہ اب تجھے کون مجھسے بچاویگا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے مجھے محفوظ رکھیگا۔ اعرابی نے دو یا تین بار یہی کہا
اور آنحضرت صلعم نے ہر بار یہی فرمایا پس اعرابی نے خود بخود تلوار میان میں کی اور مقہور بیٹھ گیا پھر آنحضرت صلعم نے اصحاب کو بلایا اور انکو اعرابی
کی حرکت سے آگاہ فرمایا اور اعرابی مذکور آپ کے پہلو میں بیٹھا تھا آپ نے اسکو کچھ عذاب نہیں کیا (رواہ عبد الرزاق و ابن جریر و ابن المنذر
و البیہقی) اور معمرؒ نے کہا کہ قتادہؒ اسکے مانند ذکر کرتے اور یہ بھی بیان کرتے کہ جب نبی صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے بچاویگا تو تلوار اس کے
ہاتھ سے گر گئی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لیکر فرمایا کہ تجھکو مجھسے کون بچاویگا تو اعرابی نے کہا کہ آپ رحم کرنیوالے ہو جائیے پھر اسنے گواہی
دی کہ لا الہ الا اللہ **قال المترجم** ایسا ہی **ابن کثیر** وغیرہ نے ذکر کیا اور سابق میں یہی روایت مذکور ہو چکی اور اسمین یون ہے کہ جب اعرابی
نے کہا کہ آپ اچھے لینے والے ہو جائیے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تو گواہی دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ۔ اسنے کہا کہ نہیں تو لیکن میں یہ عہد
کرتا ہون کہ کبھی آپ سے نہ لڑون اور نہ لڑنے والون کا ساتھ دون پھر اسنے قوم سے جاکر کہا کہ میں تمہارے پاس آدمیون میں سب سے بہتر
آدمی کے پاس سے آتا ہون **قال المترجم** یہ روایت صحیح ہے اور شاید کہ وہ اول انکار کے بعد مسلمان ہو گیا ہو اور معالم وغیرہ میں ہے کہ جبرئیل نے
اسکو مار کر اوندھا جھکایا اور تلوار ہاتھ سے گر گئی تھی چنانچہ سابق روایت میں بھی اسکا جھکنا اور تلوار گرنا مذکور ہے اور اس حدیث کو حاکم نے
بھی روایت کر کے صحیح کہا اور اسمین اعرابی کا نام غورث بن الحرث مذکور ہے اور حق یہ ہے کہ اعرابی کا قصہ ایک نہیں ہے بلکہ دو یا تین مرتبہ ایسا
واقع ہوا ہے پھر یہان تفسیر کی وجہ یہ ہے کہ جو معمر کی روایت قتادہؒ میں ہے کہ عرب میں سے ایک قوم نے آنحضرت صلعم کے واسطے فریب ودغا
کرنے کے لیے اس اعرابی کو بھیجا تھا اور قصہ اعرابی مذکور کا خود صحیحین میں موجود ہے پھر ان وجوہ تاویل میں سے ہر ایک میں قصد قوم ظاہر ہے
لیکن اقرب وارجح وہی معلوم ہوتا ہے جو **مفسر سیوطیؒ** نے اختیار فرمایا ہے کہ قولہ اذ ہم قوم ۔ میں قوم سے مراد قریش ہیں پھر قوم کا قصد بیان
فرمایا بقولہ۔ **اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ** ۔ وہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھا دین ف۔ کہ تمہارے ساتھ فتک کرین اور
فتک یعنی غفلت میں قتل کرنا۔ **فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ** ۔ پس اللہ تعالے نے تم سے انکے ہاتھ روک دیے ف۔
اور تمکو انکے مکر سے بچا لیا۔ **وَاتَّقُوا اللّٰهَ** ۔ تقوی کرو اللہ تعالے سے وہی بچانے والا ہے اسی پر بھروسا کرو۔ **وَعَلَى اللّٰهِ
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ** ۔ اور اللہ تعالے ہی پر مومنون کو توکل چاہیے ہے ف۔ مومنون کو یقین ہے کہ اسکے قبضہ قدرت میں سب
چیزیں ہیں جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے خود کسیکے فعل میں کوئی تاثیر نہیں پس جو کچھ اللہ تعالے فرماوے اسمین اسکی اطاعت یقین و خوشی کیساتھ
ضروری ہے اور منجملہ ان امور کے جہاد ہے جسکے واسطے اللہ تعالے نے عہد وپیمان بزبان رسول اللہ صلعم لیا پس اسکو قطعاً اللہ تعالے کے بھروسے پر
پورا کرنا فرض ہے اور یہ سب امتحان ہے پس موت مقدر کے سوائے جہاد سے کوئی مرتا نہیں ہے مگر ظاہر میں آزمائش ہے پھر بنی اسرائیل و اگلے عہد شکن

بندون کو جنھون نے اپنے وسیلے سے اللہ تعالےٰ پر بھروسا نہ کیا تو خوار ہوے اور بھروسا کیا تو آبرو دار ہوے اور اللہ تعالےٰ نے جو چاہتا ہے وہ
کرتا ہے وہی بیان ذکر فرمایا اور تلخیص یہ کہ بنی اسرائیل نے جہاد کا عہد لیا اُنھون نے جبابرہ عمالقہ کی قوت سے خوف کرکے عہد توڑا تو خوار ہوے
اور جنھون نے اللہ تعالےٰ پر توکل کیا وہ عمالقہ پر غالب آئے

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا ۖ وَقَالَ اللَّهُ
اور لے چکا ہے   اللہ   عہد   بنی اسرائیل کا   اور اُٹھائے ہمنے اُنمین   بارہ   سردار   اور کہا اللہ نے
إِنِّي مَعَكُمْ ۖ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي وَعَزَّرْتُمُوهُمْ
مین تمھارے ساتھ ہون   اگر تم کھڑی رکھوگے نماز   اور دیتے رہوگے زکوٰۃ   اور یقین لاؤگے میرے رسولون پر اور اُنکی مدد کروگے
وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ
اور قرض دوگے   اللہ کو   اچھی طرح کا قرض   تو مین اُتارونگا   تمسے   بُرائیان تمھاری   اور داخل کرونگا تمکو باغون مین
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ
کہ بہتی   نیچے اُن کے   نہرین   پھر جو منکر ہوا تممین   اُسکے بعد   وہ   بیشک بھولا   سیدھی   راہ
فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ۖ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ
سو اُنکے عہد   توڑنے پر   ہمنے اُنکو   لعنت کی   اور کر دیے   اُنکے دل   سیاہ   بدلتے ہین کلام کو
مَوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِنْهُمْ
اپنے ٹھکانے سے   اور بھول گئے ایک فائدہ لینا اُس نصیحت سے جو اُنکو کی تھی   اور ہمیشہ تو خبر پاتا ہے   اُنکی ایک دغا کی
إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَمِنَ
مگر تھوڑے لوگ اُنمین   سو معاف کر   اور درگذر اُنسے   اللہ چاہتا ہے   نیکی والون کو   اور وہ
الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا
جو کہتے ہین   آپ کو نصاریٰ   اُنسے بھی لیا تھا ہمنے عہد اُنکا   پھر بھول گئے   ایک فائدہ لینا اُس نصیحت سے جو اُنکو کی تھی پھر لگا دی ہمنے
بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ
اُنکے آپسمین   دشمنی   اور کینہ   قیامت کے دن تک   اور آخر جتا دیگا   اُنکو اللہ جو کچھ   کرتے تھے

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ - اور بیشک اللہ تعالےٰ نے بنی اسرائیل کا عہد لیا تھا یعنے پختہ
عہد لیا اور یہ ایک قسم کا عہد وہ ہے جو مابعد مین بقولہ لئن اقمتم الصلوٰۃ الخ مذکور ہے کذا فی الکمالین اور ظاہر یہ ہے کہ بنی اسرائیل سے اقامت دین
و جہاد وغیرہ پر عہد لیکر اپنی طرف سے یہ وعدہ دیا تھا مگر اُنھون نے جب تک پورا کیا تب تک اچھے رہے اور جب عہد توڑا تو ملعون ہوگئے
یہان سے اگلی امتون یہود و نصاریٰ سے عہد لینے اور اُنکے توڑنے اور بدولت ملعون ہونیکا بیان ہے تاکہ عبرت ہو اور حدیث مین ہے کہ سعید
وہ ہے جو غیر سے نصیحت پکڑے قولہ تعالےٰ - وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا - اور ہمنے بنی اسرائیل مین سے بارہ نقیب
مقرر کیے ف یعنے ہر قبیلۂ بنی اسرائیل مین سے جو بارہ بیٹون حضرت یعقوب کی اولاد بارہ فرقے تھے ایک ایک نقیب مبعوث کیا

جو اپنی قوم پر عہد وفا کرنے کا کفیل ہوا اور بنی اسرائیل پر خوب استحکام کے طور پر تھا پس نقیب بمعنے کفیل وشاہد ہے اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں اور قول بہتر یہ کہ نقیب قوم وہ شخص جو اس قوم میں بزرگ و اُنکا کارپرداز ہو پس ہر نقیب نے اپنی قوم کی طرف سے کفالت کر لی تھی کہ وہ لوگ ایمان اور تقوی پر رہینگے۔ وَقَالَ اللّٰهُ۔ اور اُن لوگوں سے اللہ تعالے نے بتاکید فرمایا کہ۔ اِنِّیْ مَعَكُمْ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں ف یعنے تمہارا مددگار و معاون ہوں۔ لَئِنْ۔ لام قسم یعنی قسم ہے مجکو اپنی ذات پاک کی کہ اگر تم۔ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ۔ قائم رکھو گے نماز کو ف اور مروی ہوا کہ پچاس وقت کی نماز اُنپر مفروض تھی وحدیث معراج اسکی مؤید ہے۔ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ۔ اور ادا کرو گے فرض زکوٰة کو۔ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ۔ اور ایمان لاؤ گے میرے رسولوں پر ف یعنے ایمان لاتے رہو اور قائم رہو گے چونکہ نجات کے لیے نماز و زکوٰة کے تو یہود قائل تھے لیکن بعضے رسولوں کے جھٹلانے پر اڑے ہوئے تھے اسلیے اسکو بیان فرمایا کہ نماز و زکوٰة جبھی کہ میرے رسولوں پر سب پر ایمان لاؤ اور شاید پوری تصدیق مراد ہو جو وقت امتحان جہاد کے زائل نہو چنانچہ فرمایا۔ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ بمعنی نصرتموہم اور اُنکی مدد کرو گے ف یعنے رسولوں کی مدد کرو گے اور یہی مجاہدؒ سے مروی ہے وعن ابن عباس اُنکی اعانت کرو گے اور تعزیر بمعنے رد کرنا اور نیز بمعنے تعظیم و توقیر پس بنا بر اول معنے آنکہ رسولوں سے دشمنوں و کافروں کو رد کرو گے یا ہر بُری بات اُنسے دور کرو گے اور بنا بر دوم اُنکی توقیر رکھو گے۔ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا۔ اور اللہ تعالے کو قرض حسنہ دو گے ف اس طرح کہ اُسکی راہ جہاد میں خرچ کرو گے کہا گیا کہ ادا زکوٰة سے فرض مراد ہے اور اس سے مستحب و مندوب عام ہے پس اسکی شرافت پر تنبیہ ہے اور فرائض کے جبر نقصان کی تکمیل کا ارشاد ہے اور شاید کہ یہ جان و مال کو شامل ہو بمانند قولہ تعالے ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ الآیۃ۔ حاصل یہ کہ اگر یہ سب امور ادا کرو گے تو۔ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ۔ تیرے تمہارے گناہ کفارہ کر دونگا ف تم کو بخشدونگا پس جہنم سے بچوگے ہو جاؤ گے۔ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اور تم کو ایسے باغات میں داخل کرونگا جنکے نیچے نہریں جاری ہیں ف تو اس بے مثل و بے مثال نعمت میں سرفراز ہو جاؤ گے اور یہ انتہا سے مراد ہے بلکہ مزید یہ کہ دنیا میں بھی بنی اسرائیل کو بادشاہ شام و مصر کر دیا تھا جب تک عہد پر قائم رہے یعنے قوم میں اکثر لوگ عہد پر رہے۔ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ۔ پھر بعد اس میثاق کے جو کوئی تم میں سے کافر ہوا۔ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ۔ تو وہ راہ حق سے بھٹکا ف اور سواء در اصل بمعنے وسط ہے اور ثابت ہو لیا کہ جو راہ ٹھیک وسط ہو وہی راہ مستقیم ہے اسیواسطے یہ باریک راہ اللہ تعالے نے اپنی شرع و رسولوں علیہم السلام سے واضح کر دی کیونکہ ذرا بھی اس سے بھٹکا تو شیطانی راہ پر ہو رہا اور اسیکا نمونہ جہنم کا پلصراط ہے پس جو یہاں صراط مستقیم پر ہے وہ اس پُل سے گذر جائیگا پھر بنی اسرائیل نے عہد مذکور توڑ دیا جیساکہ آگے کا کلام دلالت کرتا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے بروایت ابن اسحاق ذکر کیا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نقیبوں کا قائم کیا جانا اُسوقت تھا کہ بنی اسرائیل کو عمالقہ شام کے جہاد کا حکم ہوا اور نیز ابن اسحاق نے کلام طویل میں ان نقیبوں کے نام ذکر کرنے کے بعد لکھا کہ اسی طرح آنحضرت صلعم نے لیلۃ العقبہ میں جب انصار سے بیعت و عہد لیا تو اُنہیں بارہ نقیب تھے اُسید بن حضیر۔ سعد بن خیثمہ رفاعۃ بن عبد المنذر وقیل ابو الہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہم یہ تین نقیب تو قبیلہ اوس کے تھے اور اسعد بن زرارہ سعد بن الربیع عبد اللہ بن رواحہ رافع بن مالک براء بن معرور عبادہ بن الصامت سعد بن عبادہ عبد اللہ بن عمرو بن حرام منذر بن عمرو بن خنیش یہ سب نو آدمی خزرج کے تھے اور مقصود آنکہ یہی لوگ اپنی قوم کے کارپرداز عارف اور اُنکی طرف سے سمع و طاعت پر حضرت صلعم سے بیعت و معاہدہ کرنے والے تھے اور جابر بن سمرہؓ سے صحیحین میں روایت ہے

کہ برابر لوگون کا کام چلتا رہیگا جب تک انمین بارہ شخص متولی ہونگے اور سب قریش سے ہونگے اسمین بشارت ہی کہ آپ کی امت مین بارہ
مرد خلیفہ عادل وحق قائم رکھنے والے ہونگے چنانچہ انمین سے چارون خلیفہ رضی اللہ عنہم پے درپے ہوے اور عمر بن عبد العزیز بھی انھین بارہ مین
سے ہین اور یہ نہین ہی کہ سب کے سب پے درپے ہون چنانچہ مہدی علیہ السلام جنکی بشارت ہی انھین مین سے ہونگے اور مترجم کہتا ہی کہ انکے
پیدا ہونیکے نشانات جو روایات مین آتے ہین قریب قریب سب ہی موجود ہین فقط قسطنطنیہ ابھی مسلمانون کے قبضہ سے نہین نکلا
اور نیز مصر وغیرہ لیکن قسطنطنیہ نکلنے کے بعد اسی سال کے اندر حضرت مہدی علیہ السلام مسلمانون کے بنانے سے امام بن جاوینگے سو
مبارک اسکو جسکو انپر جان ومال سے فدا ہونیکی دولت ملے ولیکن اہل اسلام پر اُنسے پہلے کچھ فتنہ وسختیان ہین اسپر اللہ تعالےٰ ہمکو تمکو ثابت
وقائم رکھے اور رافضہ نے جو وہم کیا ہی کہ وہ سرداب سامرا سے نکلینگے یہ محض جہالت اور شیطانی دھوکا ہی تاآنکہ جب وہ شام مین ظاہر
ہونگے تو اس اعتقاد والے غالبًا اُنسے منحرف ہو کر نہ مانینگے اللھم احفظنا اور شیخ ابن کثیرؒ نے بعد اسکے لکھا کہ بہت سے جاہل یہودی
جو مسلمان ہوے تو شیعہ نے اُنکو وہم دلایا کہ یہ بارہ خلیفہ یہی بارہ امام اہل بیت ہین وہ جاہل لوگ وہم کے نیچے اسکو مان گئے اعوذ باللہ
من الضلال پھر جب بنی اسرائیل نے یہ عہد توڑا تو اُن پر جو عذاب ہوا وہ آگے فرمایا بقولہ تعالےٰ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ
لَعَنّٰهُمْ پھر بنی اسرائیل کو بوجہ اپنا عہد توڑنے کے ہمنے ملعون کردیا ف یعنے دور کردیا ہمنے ان عہد شکنون کو اپنی رحمت سے
وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۔ اور انکے دل سخت کردیے ف کہ ایمان کو مان لینے کے واسطے نرم نہین ہوسکتے اور
یہان سے کھل گیا کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہین کہ بندہ اپنے کام مین خود مختار ہی وہ جھوٹے جاہل ہین اور صحیح حدیث مین مضمون
ہی کہ دل سب اللہ تعالےٰ کے اختیار مین ہین جدھر چاہتا ہی پھیرتا ہی اور آنحضرت صلعم خود ایمان پر ثابت رہنے کی دعا مانگتے تھے اور یہ
حضرت باریتعالےٰ عز وجل کی شان بے نیازی پر نظر تھی اگرچہ اوتعالےٰ عز وجل نے آپکو تمام عالم اول وآخر سے محبوب اکرم پیدا فرمایا تھا۔
اہل ایمان کو لازم ہی کہ پانچون وقت نماز مین۔ اھدنا الصراط المستقیم۔ جو پڑھنا واجب فرمایا ہی عاجزی سے اس دعا کو مانگا کرین پھر بنی اسرائیل
باستثناے اُنکے جنکو خود حق تعالےٰ نے محفوظ فرمایا تھا باقی ملعون وسخت دل ہونیکے بعد بدحرکت بدافعال ہوگئے کہ منھ سے ایمان
کے دعوے کرتے اور دل مین کچھ نہین اور فرمایا۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۔ کلمات کو اپنی جگہ سے پھیرتے ف
یحرفون الکلم الذی فی التوراۃ من نعت محمد صلعم وغیرہ عن مواضعہ التی وضعہ اللہ علیہا ای یبدلونہ۔ یعنے تحریف کرنے لگے ان کلمات کو
جو توریت مین آنحضرت صلعم کی شان مین تھے اور نیز دیگر مانند آیت رجم وغیرہ کے تھے ان کلمات کو تحریف کرنے لگے کہ اُنکی جگہون سے
جہان اللہ تعالےٰ نے اُنکو رکھا تھا تبدیل کرنے لگے پس مفسر کے نزدیک صحیح ہی کہ ان لوگون نے توریت کے کلمات مین تحریفًا تبدیل کی
ہی اگرچہ خاص کتاب توریت مین نہ کی ہو علیحدہ لکھکر یہ تحریف کی ہو اور لوگون سے کہا کہ یہ توریت ہی اور ابن خلدون نے بدلیل قولہ تعالےٰ
عندہم التوراۃ فیہا حکم اللہ الآیۃ۔ اور قولہ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صادقین الآیہ کے اور بدلیل روایت بخاری از ابن عباس رضؓ کے کہ تحریف
فقط تاویل مین تھی اس بات کو صحیح نہین سمجھا کہ اُنھون نے کتاب توریت مین تبدیل کی تھی اور حق یہ ہی کہ اُنھون نے توریت مین سے
ابتدا مین کچھ نکالا نہ تھا بلکہ یحرفون الکلم عن مواضعہ کلمات کو اپنی جگہ سے تبدیل کرتے تھے اور اسمین دو صورتین شامل ہین ایک
لفظی اور دوم معنوی پس لفظ مین تو عیسیٰ علیہ السلام ومحمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بشارات اور آیات کو اپنے موقع سے نکالکر دیگر انبیا
علیہم السلام کے ساتھ لاحق کردیا اور معنوی تحریف ہر فرقے نے اپنے قول کے موافق معنے بگاڑ لیے لہذا بعض علمانے کہا کہ تمام تحریف

انکی یہی تھی کہ معانی بگاڑتے اور مراد اللہ تعالے کی نہین بیان کرتے اور ساتھ ہی الگ کتابین لکھتے انکو توریت بتلاتے۔ وَنَسُوا
حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهٖ۔ ای ترکوا نصیبا مما امروا بہ فی التوراۃ من اتباع محمد صلعم۔ یعنے چھوڑ دیا بڑا حصہ اُس چیز کا جس کا
توریت مین حکم کیے گئے تھے ف اور وہ بڑا حصہ یہ کہ جب محمد صلعم مبعوث ہون تو تم لوگ اُسکی جان و دل سے پیروی کیجیو۔ وَلَا
تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ۔ آنحضرت صلعم کو خطاب ہے کہ برابر تو انکی خیانتون پر اور چوریون پر مطلع ہوتا رہیگا
ف کہ عہد شکنی وغیرہ کرینگے۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ۔ سوائے ان مین سے قلیل کے ف یعنے سب تو یہ ایسے ہی خائن ہین سوا
انہین سے قلیل آدمیون کے جو مسلمان ہوگئے کہ وہ ایسے نہین تھے۔ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِيْنَ۔ پس اُنسے عفو و درگزر کر اللہ تعالے نیکی کرنیوالون کو دوست رکھتا ہے ف مفسرین نے فرمایا کہ عفو و چشم پوشی کا حکم
آیۃ السیف سے منسوخ ہے یعنے قولہ قاتلوا الذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ اور یہی قتادہ کا قول ہے اور مجاہد وغیرہ نے فرمایا
کہ یہ بطریق تالیف قلوب ہے اور بعض نے کہا کہ یہ ایسے لوگون سے مخصوص ہے جنکے ساتھ معاہدہ تھا منسوخ نہین ہے واللہ اعلم۔ وَ
مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى۔ یعنے اُن لوگون سے جنھون نے اپنے حق مین دعوی کیا کہ ہم نصاری ہین اور عیسی علیہ السلام
کے پیرو ہین اگرچہ اس دعوے مین جھوٹے ہین اسیواسطے حقیقی نصاری نفرمایا یا بالجملہ یہ متعلق ہے بقولہ۔ اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ
یعنے ان لوگون سے عہد لیا ف یعنے لیا ہمنے ان عیون سے عہد ویسا ہی جیسا ہمنے بنی اسرائیل یہودیون سے لیا تھا کہ ہر نبی
پر ایمان لادینگے اور خصوص محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاکر مدد کرینگے پس انھون نے بھی عہد توڑ دیا کما قال۔ فَنَسُوْا حَظًّا
مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ۔ پس فراموش کردیا بڑا حصہ اُس چیز سے جسکے ساتھ نصیحت کیے گئے تھے ف یعنے انجیل مین اُن کو گمراہی
سے بچنے کی جو نصیحت تھی اسمین سے بہت بڑا حصہ اُنھون نے بھلا دیا کہ پیغمبر آخر الزمان پر ایمان نہ لائے اور عہد توڑ کر شرک و کفر مین
پڑگئے فَاَغْرَيْنَا۔ ادقعنا۔ بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ پس ہمنے اُنکے درمیان باہم عداوت
و بغض ڈالدیا قیامت تک ف باینطور کہ آپسمین پھوٹے اور اپنی اپنی خواہشون مین مختلف ہین ہر فرقہ اپنے نفس کی ہوس پر
جو پسند کرتا ہے اُسکو دین سمجھتا ہے پس ہر فرقہ دوسرے کی تکفیر کرتا ہے اور یہ نصاری مین مشاہدہ ہے کہ کثرت سے فرقے ہین اور بعضے بعض کو
کافر کہتے ہین اور ہر ایک دوسرے سے عداوت و بغض رکھتے ہین اور دین کی راہ سے انمین دوستی نہین اگرچہ براہ دنیا ایک کام پر متفق
ہون اور کثرت سے موجودہ زمانہ مین دہریہ ہین اور سب تن انکی ہمت دنیا پر مقصور ہے تو یہ لوگ درحقیقت دہریہ ہین اگرچہ برائے نام اپنے آپکو نصرانی
کہین پس جسقدر نام مین شامل ہین اسیقدر انمین عداوت ہوگی برخلاف اُنکے جنھون نے نصرانیت کو اپنا دین بنایا ہے اُنمین ضرور بغض و عداوت
قائم رہیگی اور اغراء بمعنے للکارنا و آمادہ کرنا پس اسمین اشارہ ہے کہ یہ لوگ اس عداوت و بغض پر حریص رہینگے۔ وَسَوْفَ
يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ اور قریب اُنکو اللہ تعالے بتلاویگا جو وے کرتے رہے ف پس ان اعمال پر
انکو سزا دیگا اور یہ آخرت مین ضرور ہوگا اور دنیا مین جہانتک اللہ تعالے کو منظور ہے ف قال فی العرائس قولہ تعالے ولقد اخذ اللہ میثاق
بنی اسرائیل حضرت حق سبحانہ تعالے نے جب امر عظیم کو اپنے بندہ مومن چاہا تو پہلے اُسکو اولیا پر رکھا تاکہ اللہ تعالے کی مراد کے موافق قیام کرین
اس وجہ سے کہ خلق ضعیف ہے اور اُنکی نہایت مین قصور ہے پھر جب دلیا الٰہی نے اسمین بقدر حیثیت اسکی عبودیت کو بصفت رضا و تسلیم ادا
کیا تو اُسکے بعد اللہ تعالے شانہ نے عوام پر اسکو آسان کردیا کیونکہ عوام کی پیدایش بصفت ضعف ہے اور اولیا کی پیدایش بصفت قوت ہے

اور ہر امت میں اللہ تعالیٰ نے کچھ بندے ایسے پیدا کیے جو عارف و کوا شمت کا بار اٹھائے ہوئے تھے اور وہی بلا و امتحان کے میدان میں
در آئے اور منظور نظر ازل تھے اور یہ خود اقسام ہیں کہ نقیب و ابدال و نجیب و اولیا و اصفیا و ستر ہیں و عارفین و موحدین و صدیقین و شہداء و صالحین و
اخیار و ابرار وغیرہ ہوتے ہیں ان سب کا رئیس بنام غوث ہے اور پیشوا اُنکے مختار ہیں اور عرفا بنام سیاحین سبعہ ہیں اور نقیب اُن کے دس
عدد اور نجیب اُنیں چالیس عدد اور خلفا اُنیں ستر عدد اور اُمنا اُنیں تین سو عدد ہوتے ہیں اور اُنیں سے ہر ایک کی صورت انبیاء علیہم السلام
میں سے کسی کی صورت پر اور رسولوں علیہم السلام میں سے کسی کی سیرت پر ہوتی ہے اور قلب اُن کا کسی فرشتے کے قلب پر ہوتا ہے مگر
اُنکو کوئی پہچان نہیں سکتا مگر وہی جو اُنکے مثل ہو اور وے خود درحقیقت سوائے حق عز و جل کے کچھ نہیں پہچانتے ہیں چنانچہ بقول معروف
اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم سوائی - میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں اُنکو میرے سوائے کوئی نہیں پہچانتا ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے
مرفوعا روایت ہے کہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے تین سو بندے آدم علیہ السلام کے قلب پر ہوتے ہیں اور چالیس بندے حضرت موسیٰ کے قلب پر
ہیں اور سات بندے حضرت ابراہیم کے قلب پر ہوتے ہیں اور پانچ بندے حضرت جبرئیل کے قلب پر ہوتے ہیں اور تین بندے حضرت
میکائیل کے قلب پر ہوتے ہیں اور ایک بندہ حضرت اسرافیل کے قلب پر ہوتا ہے پھر جب اُنیں سے یہ ایک جو قلب اسرافیل ہے مرا تو
اللہ تعالیٰ بجائے اُسکے تین میں سے ایک کو کر دیتا ہے اور جب تین میں سے کوئی مرا تو اُسکی جگہ پانچ والوں میں سے ایک کو کر دیتا ہے اور
جب پانچ والوں میں سے مرا تو سات والوں میں سے ایک اسکی جگہ کر دیتا ہے اور جب سات میں سے مرا تو چالیس والوں میں سے ایک اسکا
قائم مقام کر دیتا ہے اور جب چالیس میں سے مرا تو تین سو میں سے ایک اُسکے قائم مقام فرماتا ہے اور جب تین سو میں سے کوئی مرا تو عام میں سے
کوئی سرفراز ہو کر اُسکا قائم مقام ہوتا ہے اور یہ لوگ امت کے بہتری کی دعا مانگتے ہیں سو انہیں زیادتی و کثرت ہوتی ہے اور جبر و ظلم کرنیوالوں پر بددعا
کرتے ہیں کہ اُنکی کمر ٹوٹ جاتی ہے اور مینہ کا پانی مانگتے ہیں تو بارش ہوتی ہے اور سوال کرتے ہیں تو مخلوق کے واسطے کھیتی اُگتی ہے اور دعا کرتے ہیں تو
مخلوق سے بلا دفع ہوتی ہے **شیخ ابو بکر الوراق** نے کہا کہ یہ ابرار اُنکی امت سے اخیار و ابدال و نجیب و اوتاد ہوتے چلے آئے ہیں چنانچہ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وبعثنا منہم اثنی عشر نقیبا - اور یہی وہ لوگ ہیں کہ ضرورتوں اور حاجات و مصیبتوں میں اُن کی طرف رجوع لائی جاتی
ہے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اس امت میں چالیس بندے خلق ابراہیم پر ہونگے اور سات بندے خلق موسیٰ پر
ہونگے اور تین بندے خلق ابراہیم پر ہونگے اور ایک بندہ خلق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوگا اور یہ ہر وقت ہوتا رہیگا الخ یہی لوگ اپنے
اپنے مرتبے کے موافق تمام خلق کے سردار ہیں **قال المترجم** یہ حدیث اور حضرت ابن مسعود سے مرفوع روایت کی دونوں اہل نقد کے
نزدیک ثابت نہیں ہوئی اور چونکہ آنحضرت صلعم کی طرف بدون ثبوت کے کسی امر کی نسبت کرنا سخت گناہ ہے چنانچہ حدیث صحیح بلکہ متواتر
میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو عمداً مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لیوے یعنی وہ جہنمی ہے اور ظاہراً شیخ رحمہ اللہ کو یہ بات
ظاہر نہ ہوئی ہوگی کہ حدیث بدرجہ ثبوت نہیں پہونچی ہے واللہ اعلم پھر **مترجم** کہتا ہے کہ بدون تعداد کے بیان کے صحیح طبرانی میں ایک دو صحیح
کی روایات میں وجود بندگان خاص الٰہی کا ذکر ہے اور بعض یا پانچ سو اولیا خاص کا وجود ہر زمانہ میں حدیث [illegible] مروی ہے اور اس
میں اگرچہ اہل تنقید نے کلام کیا ہے چنانچہ **شیخ ابن الجوزی و صاغانی** نے افراط کیا و لیکن حدیث درجہ حسن تک نازل نہیں ہے اور
شوکانی نے اسکے حسن ہونیکا اقرار کیا ہے بالجملہ بعد ثبوت اصل ایک مسئلہ کے علماء ظاہر کا کلام صرف اسماء غوث و ابدال وغیرہ میں
میرے نزدیک کچھ نہیں ہے اسواسطے کہ مرجع اسکا ایک لفظی کی طرف ہوا جاتا ہے کیونکہ اسکا کوئی ثواب بیان کرنے کے [illegible] میں

نہین تاکہ اُسکے ثبوت پہ دلیل شرعی درکار ہو ورنہ کہا جاوے کہ بلا دلیل شرعی کہنے والا نعوذ باللہ بدعی ایسے امر کا ہوا جاتا ہی جو شان نبوت
اسلیے کہ ثواب وعذاب کی خبر دینا فقط نبی کی شان ہی اور امت والون مین سے کوئی نہین کہہ سکتا کہ فلان چیز مین ثواب یا عذاب ہی مگر
اُسی صورت مین کہ شارع علیہ السلام کے دلائل شرعی سے استدلال لاوے پس جب یہ اس معنے کر شرعی مسئلہ نہوا اور ظاہر ہی کہ ائمہ
کبار از اولیا ابرار جنکی صلاحیت پہ اتفاق ہی وہ متفق ہین کہ انہین ایسے ایسے اقسام ہین اور نام انکے بمناسبت معنوی رکھ لیے گئے ہین تو انکی
طرف نیک گمان کرکے ایسا خیال کرنا کچھ مضر نہین معلوم ہوتا واللہ اعلم بالصواب۔ اور مراد میری اولیا سے کیا ہے وہ بزرگ ہین جو
عارف شریعت تابع سنت متقی پرہیزگار عارف باللہ تعالے صابر و شاکر محقق جامع فضائل شرعی تھے جنکی نسبت امام علامہ
نسفی مؤلف مدارک نے اپنے رسالہ مین اچھے کلمات لکھے ہین اور انکی پیروی پہ آمادگی دلائی ہی اور ماسوا ایسے اُنکے گیارہ اقسام اباحیہ
وشمراخیہ وغیرہ کے احوال کو بتفصیل لکھ کر اہل ایمان کو انکے مکر وفریب سے نہایت درجہ ہوشیار کیا اور بہت نصیحت کی ہی کہ ہرگز انکے اقوال
وافعال پہ کاربند نہون اور ایک علامہ نسفی کیا سبھی اُس سے ہوشیار کرتے ہین مولوی روم علیہ الرحمہ نے کہا ہے ؎ اے بسا ابلیس آدم
روے ہست ۔ پس بہر دستے نشاید داد دست ۔ بالجملہ میری غرض یہ کہ شرع سے بیباک لوگ ہر کسی کے معتقد نہون جب تک اسکو شرع پر
نہ پاوین اور اللہ تعالے سے ڈرین اور رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم سے شرم کرین کہ آپ کس کوشش سے شرع پاک پہ لوگونکو راست
کیا اور یہ وہی شرع ہی جسپر شیطان یا کوئی شیطانی پیر نہین چل سکتا ہی پس جو شرع پر نیک چلن نظر آوے وہ گویا یقینی ولی ہی اور جو شرع پر نہیں
وہ اگر مجذوب ہو گیا تو خیر مگر اس سے کچھ فائدہ نہین پہنچ سکتا جیسا کہ اکابر اہل تصوف نے اسکو صریح لکھدیا ہی اور اگر وہ بنا ہوا مجذوب ہے
یا اور کسی حال پہ ہی بہر حال وہ شیطان کا پیرو ہی پھر مرد ایماندار سے کبھی نہوگا کہ حضرت سید عالم محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم و پاک صحابہ
و اچھے تابعین و دیگر نیکون اولیا اللہ تعالے فرمان وحکم وچال چلن سے برخلاف ہو کر اُس شخص کے جو خلاف شرع بیان ہوا ہے چال
چلے یہان سعدی علیہ الرحمہ نے سچ وخوب فرمایا ہے ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید ۔ یعنی آنحضرت
صلعم کے برخلاف وہی شخص چال چلیگا جو ہرگز منزل مقصود جنت مین پہونچنے والا نہین بلکہ مرتے ہی جہنم مین جا پڑنے والا ہی نعوذ باللہ منہ
اور دوسری غرض میری یہ ہی کہ جو لوگ تفریط کرتے ہین اور اولیاء اللہ تعالے کے اُن باتون مین بھی جو مسائل شرعیہ نہین ہین تامل کرتے
ہین وہ لوگ عدل وانصاف وحق کی پیروی سے درگذر نکرین و اسلام شیخ ابو عثمان مغربی رح نے فرمایا کہ ابدال چالیس ہین اور امنا
سات ہین اور خلفاء ائمہ تین ہین اور قطب ایک ہوتا ہی پس قطب تو ان سب کو جانتا ہی اور وہ اُنکے احوال پہ مطلع ہوتا رہتا ہی مگر اسکو
کوئی نہین پہچانتا ہی اور وہ سب اولیا کا امام ہوتا ہی اور تین جو خلیفہ ہین وہ سات کو پہچانتے ہین اور چالیس کو بھی پہچانتے ہین اور سات
جو امنا ہین وہ چالیس ابدال کو پہچانتے ہین مگر ابدال اُنکو نہین پہچانتے ہین اور ابدال چالیس دیگر اولیا کو امت مین سے پہچانتے ہین
اور اولیا مین سے اُنکو کوئی نہین جانتا ہی پھر جب چالیس مین سے کوئی کم ہوا تو اولیا امت مین سے اللہ تعالے کسی کو قائم مقام فرماتا
ہی اور جب سات مین سے کوئی کم ہوا تو اللہ تعالے چالیس مین سے کوئی اُسکی جگہ کر دیتا ہی اور جب تین مین سے کوئی کم ہوا تو اللہ تعالے
سات مین سے ایک اسکے قائم مقام فرماتا ہی اور جب قطب جو ایک ہی فوت ہوا تو تین مین سے ایک اُسکے قائم مقام ہوتا ہی اور یہی
حال جاری ہی یہانتک کہ قیامت قائم ہووے **قال المترجم** قطب وقت کے دو وزیر دائین و بائین ہوتے ہین اور حدیث ترمذی مین
ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمانی اور دو وزیر زمینی ہوتے ہین پس میرے دونون وزیر آسمانی جبرئیل ع و میکائیل ع

ہین اور دونون وزیر ارضی ابوبکر و عمر ہین وقدم مشیرتھا قولہ تعالیٰ فبما نقضہم میثاقہم لعنّاہم ۔ حب اللہ تعالیٰ غافلون کو اپنی جناب سے دور کرنا چاہتا ہی تو اُنکے نفوس کو ایسے امور کے مرتکب ہونے پر آمادہ فرماتا ہی کہ جنپر قہر کے احکام طاری ہوتے ہین اور اُنسے دوری واجب ہوتی ہی پس وہ دور ہوجاتے ہین پھر اُسکے بعد حکم کی مخالفت اور اس عہد کا توڑنا جو ایمان کی جڑ ہی واقع ہوتا ہی **یوسف بن الحسین** رح نے فرمایا کہ صحیح عہد کو توڑنا اور میثاق کے برخلاف کرنا لعنت کا موجب ہی **قال المترجم** شیخ یوسف رحمہ اللہ نے آیت کریمہ سے ایک مسئلہ ثابت کیا اور وہ یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے ملعون اور سخت دل ہوجانیکا صریح سبب یہ بیان فرمایا کہ اُنھون نے عہد توڑ دیا اور اس سبب پر قیاس کرنے سے ظاہر ہوا کہ جہان جس شخص سے عہد شکنی ہو وسے وہ اس سزا کا مستوجب ہی پس اگر ایمان کا عہد توڑا تو ملعون یعنے مرتد ہوگیا اور اگر کسی اور عہد کو جسکا کرنا واجب تھا یا نہ کرنا واجب تھا مثلاً نماز فرض پڑھنے پر عہد کیا یا شراب نہ پینے پر عہد کیا یا کسی غیر کا واجبی مال ادا کرنے پر عہد کیا تو اُسکے توڑنے سے فاسق ہوگا اور دوہرا گناہ ہوگا ایک تو یہ کہ فرض و واجب بجا نہ لایا اور دوم خود عہد توڑا اور اگر ظہر سے پہلے چار سنتین پڑھنے کو ضرور آج لازم کرلیا پھر توڑ دیا تو عہد توڑنے سے ایک حرام کا مرتکب ہوگا اور یہ استنباط صحیح جید ہی واللہ اعلم اور معلوم کہ عہد سے سوال ہوگا جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ بعض اکابر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے عہد توڑنا یہ ہی کہ اس کے سوائے کسی چیز سے سکون کرے **قال المترجم** اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاری کی عہد شکنی کو بیان کرکے پھر انکو ارشاد و ہدایت اپنے کلام پاک سے فرمائی جو بطور معجزہ اُنکے واسطے پوری نصیحت ہی چنانچہ فرمایا

يَٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ

اے کتاب والون آیا ہے تم پاس رسول ہمارا کھولتا ہی تمپر بہت چیزین جو تم چھپاتے تھے

الْكِتٰبِ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ ۚ قَدْ جَآءَكُم مِّنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتٰبٌ مُّبِينٌ ۙ يَهْدِي

کتاب کی اور درگذر کرتا ہی بہت چیزسے تم پاس آئی ہی اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب بیان کرتی جس سے اللہ

بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ إِلَى النُّورِ

راہ پر لاتا ہی جو کوئی تابع ہوا اسکی رضا کا بچاؤ کی راہ پر اور اُنکو نکالتا ہی اندھیرون سے روشنی مین

بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلٰى صِرٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

اپنے حکم سے اور انکو چلاتا ہی سیدھی راہ

يَٰٓأَهْلَ الْكِتٰبِ ۔ خطاب عام ہی یہود و نصاری دونونکو شامل ہی یہی مفسرین نے موافق دوسری جگہ کے اختیار کیا ہی اور الکتاب میں لام جنس شامل ہی توریت و انجیل دونون کو حاصل آنکہ اے یہود و نصاری **قَدْ جَآءَكُمْ رَسُولُنَا** ۔ آیا تمھارے پاس ہمارا رسول **ف** یعنے محمد صلعم اس حال سے کہ **يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتٰبِ** ظاہر کرتا ہی تمپر بہت باتونکو جو تم کتاب مین سے یعنے توریت و انجیل مین سے چھپاتے تھے **ف** مانند آیۃ الرجم کے چنانچہ کتاب آسمانی مین حکم تھا کہ محصن مرد یا عورت اگر زنا کرے تو سنگسار کرڈالو جیسے ہماری شریعت مین حکم ہی مگر یہودی اسکو چھپاتے اور کہتے کہ منھ کالا کرکے گدھے پر سوار کرکے تشہیر کرانے کے بعد کوڑے مارو پس آیۃ الرجم کو چھپا گئے الا اور مانند اُن آیات کے جو اس رسول کی صفت مین تھین انکو بھی اس رسول صلعم نے ظاہر کردیا پس یہود کو بتلایا کہ تمھاری توریت مین محمد صلعم کی ایسی ایسی صفت و اخلاق و حلیہ و اُنکی امت کے فضائل

و وضع و اخلاق و بعض مسائل و رسیود کو انپر ایمان لانے کا حکم مذکور ہی اور نصاری پر ظاہر کیا کہ عیسی علیہ السلام نے اپنے بعد احمد مصطفےٰ صلعم
کے رسول ہونے کی خبر سے نصرانیوں کو عام آگاہ فرمایا ہی اور یہ امور اگرچہ اہل علم یہود و نصاری پر ظاہر تھے ولیکن چھپتے رہے ہیں کہ تمھاری کتاب
میں ہونے کو کھُلے کھُلے بیان فرماتا ہی۔ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ۔ اور ترک کرتا ہی بہتیر کو اسمین سے ف پس بہت کو بیان نہیں کرتا جب تک
اسمین کوئی مصلحت متعلق نہیں الا یہ کہ اقتضاء حکم اور بعض نے کہا کہ یہ دوسرا احال بطریق صفت ہی یعنی الیسا رسول آیا ہی کہ تم میں سے بہتوں کو
عفو کرتا ہی مواخذہ نہیں فرماتا لیکن اول ارجح ہی حاصل آنکہ تمنے بہت پوشیدہ کیا سو اسمین سے بہت باتین ایسی ہین جنکے بیان سے کوئی فائدہ
متعلق نہیں تو انکو چھوڑ کر باقی جن سے مصلحت و تعلق کا حکم ہی انکو بیان فرماتا ہی اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ جسنے رجم کے حکم سے انکار کیا
اسنے قرآن سے انکار کیا اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہی کہ یا اہل الکتاب قد جاءکم رسولنا یبین لکم کثیرا مما تخفون من الکتاب پس رجم اس میں سے
تھا جسکو انھون نے چھپایا تھا۔ رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد۔ قَدْ جَاءَكُم مِّنَ اللَّهِ نُورٌ۔ نور سے مراد آنحضرت اور تفسیر نسبت
اسلام و حق کے زیادہ مربوط و ارجح ہی یعنے آگیا تمھارے پاس اللہ تعالےٰ کیطرف سے نور یعنے محمد خاتم النبیین۔ وَكِتَابٌ مُّبِينٌ
اور قرآن ظاہر ف مبین یعنے ظاہر ہی یا یعنے حق کو باطل سے جدا کرنیوالا۔ تو اسمین اشارہ ہی کہ اہل کتاب نے جن باطل امور کو پھیلایا تھا
انکو یہ قرآن مجید مٹاتا ہی اور حق کو لاتا ہی پھر اس کتاب مجید کی صفت فرمائی بقولہ۔ يَهْدِي بِهِ اللَّهُ یعنے یہ کتاب ایسی ہی کہ اللہ تعالےٰ
اُسکے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہی۔ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ۔ ہر اس بندے کو جو پیروی کرے اللہ تعالےٰ کے رضیات کی بایں طور کہ ایمان لاوے
سُبُلَ السَّلَامِ۔ ای طرق السلامۃ۔ راہین سلامتی کی۔ حاصل آنکہ یہ ایسی کتاب ہی کہ جو بندہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لایا اسکو اللہ تعالےٰ
سلامتی کی راہونکی ہدایت فرماتا ہی اور یہ راہین بھی شرائع اسلام ہین جو صراط مستقیم پر چلنے کے طریقہ ہین یہان سے معلوم ہوا کہ جو اللہ تعالےٰ کی
مرضی پر چلنا چاہے وہ قرآن مجید کی راہ چلے اور نکلا کہ قرآن مجید کے برخلاف چلنا اللہ تعالےٰ کی خلاف مرضی چلنا ہی جسکا انجام جہنم ہی کیونکہ
مخالف تو باطل راہ پر ہی اور جس بندے نے قرآن کی پیروی کی وہ راہ سلامت پر جنت دار السلام کو جاتا ہی۔ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ
إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ۔ اور قرآن ایسے شخصونکو تاریکیون سے نور کیطرف لاتا ہی بارادۂ الٰہی ف یعنے اللہ تعالےٰ کے ارادہ و تاثیر و
توفیق سے اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے والونکو یہ کتاب مجید کفر کے اندھیرے سے نکالکر نور ایمان پر لاتی ہی پس جسکو اللہ تعالےٰ نے گمراہ کیا وہ
اندھیرے سے نکلتا ہی نہیں کہ اسکو روشنی سوجھے وہ ایمان ہی نہیں لاتا اور نیز مسلمانونکو مژدہ ہی کہ قرآن مجید کو دل سے پڑھیں اور اسکے
حکمون پر عمل کرین انکے دل روشن ہوجائینگے اور حدیث صحیح میں ہی کہ قیامت میں وہ نور و حجت ہی اور نیز ثابت ہی کہ پڑھنے و عمل کرنیوالے اقربا کا
خوشنود ارسول کا درخت ہی اور ثابت ہوا کہ قرآن ہی الاعارف بالمال اور اسکا دل منور اور ایمان یقین روشن ہوتا ہی اور خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَيَهْدِيهِمْ
۲ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ اور یہ کتاب اللہ تعالےٰ کی مرضیات کی متبعین بندونکو صراط مستقیم کی راہ بتلاتی ہی اور صراط مستقیم
جیسا کہ مفسرینؒ نے کہا کہ وہ دین اسلام ہی پس معلوم ہی کہ جو شخص اسلام پر یقین کامل کے ساتھ ثابت ہو وہ ہر وقت نماز میں صراط مستقیم کی ہدایت مانگے اور قرآن پڑھے
اور اسپر عمل کرے تو کسقدر اسکے دل کو انوار حاصل ہونگے اور اسکا یقین چمکتا ہوا نہ جدا ہوگا یا ہی کسقدر تاریکی دور ہوجاوے سے منور ہوگا جیسے کہ ...
سبب گناہونکے جو اسکے دل پر تہ بہ تہ جم گئے ہین آخر کار ایسا ہوجاتا ہی کہ اسکے دل کو گویا یقین ہی نہیں ہوا اور اسی سے کہا گیا کہ ایمان
گھٹتا بڑھتا رہتا ہی فتنہ قال فی العرائس قولہ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین۔ آیت اشارہ ہی کہ اہل ایمان کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے
ع ۱۲ نور معرفت بدون کسی حیلہ و سبب کے حاصل ہوتا ہی پھر نور و کتاب دونوں ازل کے صفات میں سے دو صفت ہین کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ...

چلنے والونکی جذب کر لینے کو ظاہر ہوئی ہین بعض نے فرمایا کہ تم نور توحید ونور کتاب کو اُسی کی عنایت ازلی کی وجہ سے پہونچے ہو قال المترجم شاید یہ تفسیر بنظر قولہ باذنہ ہی اور شاید کہ قولہ جاءکم من اللہ - سے نکالا ہو کہ جاء لازمی ہی یعنے آنا اُسکا محض لفضل حق سبحانہ ہی پس ازل مین جنکو مختار کر لیا تھا درحقیقت اس نور وکتاب کا آنا اُنھین کے واسطے ہی ورنہ دوسرون پاس آنا اور نہ آنا یکسان ہی قولہ تعالے یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام یہان نور وکتاب مین سے فقط ایک ہی کو ذکر فرمایا اسواسطے کہ یہ دونون مقام عین الجمع یعنے معدن الصفات مین واحد ہین - اور اس کلام پاک مین اشارہ یہ ہی کہ اللہ تعالے سبحانہ اپنی ہی صفت سے اپنی معرفت کی راہون کی طرف ہدایت فرماتا ہی اور اپنی ذات سے اپنی صفات کی معرفت کی راہین بتاتا ہی قال المترجم توجیہ اس اشارہ کی یہ ہی کہ کتاب و نور جب صفات ازلی ہین تو اسی سے ہدایت فرمانے کے یعنے یہ ہوئے کہ صفت سے اپنی طرف ہدایت کی اور رہا یہ امر کہ ذات سے صفات کیطرف ہدایت اس وجہ سے کہ اس معرفت کے ساتھ ان لوگون کو مخصوص فرمایا کہ جنکو بقولہ من اتبع رضوانہ - سے سرفراز فرمایا ہی یعنے ایمان لانیوالون کو اور ایمان بتوحید ذات ہی پس ذات سے صفات کیطرف معرفت ہوئی اور یہ اشارہ دلطیف دقیق جید اگر مرد سلیم القلب اسکو غور سے دل مین اُٹھالے تو بہت شیطانی وساوس دور ہون اور حکمت ربانی کا ظہور ہو اور مذہب اہل سنت وجماعت درباب مسئلہ جبر واختیار وقضا وقدر و توحید ذات اور یہ کہ ہدایت اسکی طرف سے ہی اور جملہ حکمت ہی سب اُسکے سامنے آئینہ کی مثال ظاہر ہون اور جو شخص ان مقامات مین وساوس شیطانی آنے سے تنگ ہو اسکو یہ آیت کریمہ ابعد صدق ایمان کے بہت مفید ہی اللھم اہدنا الصراط المستقیم - رضوان الٰہی وہ ہی جو اللہ تعالے نے انبیاء واولیاء کے واسطے ازل مین پسند فرمایا جسکو یہ مل گیا وہ رضوان اکبر کے مقام مین پہونچگیا اور نشان یہ ہی کہ اسکی حسن تجلی مین اسکی مراد کے موافق عنایت کے ساتھ زندگی بسر کر جاوے مگر متابعت نہین ملتی لیکن اُسی شخص کو جسکے حق مین سابقہ ازل مین اُسکی رضامندی ہو چکی ہو بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالی ہدایت فرماتا ہی نہایت سلامتی کی راہ پر اپنے ارادے کی راہون مین سے اس شخص کو جسکو پیدا کرنے سے پہلے اپنے رضوان سے مخصوص کر دیا تھا تاکہ یہ رضوان اُسکو محل رضا وتسلیم مین لاتا ہی پھر اللہ تعالے نے یہود ونصاری کے اندیشے پن اور وسوسات اور شیطانی خیالات و اُسکے دعوے اور اُنکا بیہودہ ہونا بیان کرکے رد کر دیا بقولہ تعالے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا

بیشک کافر ہوئے جنھون نے کہا اللہ وہی مسیح ہی مریم کا بیٹا تو کہہ پھر کسکا کچھ چلتا ہے اللہ سے

اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

اگر وہ چاہیے کہ کھپا دے مسیح مریم کے بیٹے کو اور اُسکی مان کو اور جتنے لوگ ہین زمین مین سارے اور اللہ کو ہی سلطنت

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ

آسمان اور زمین کی اور جو دونون کے بیچ ہی بناتا ہی جو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہی اور کہتے ہین یہود

وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ ۭ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ

و نصارے ہم بیٹے ہین اللہ کے اور اُسکے پیارے تو کہہ پھر کیون عذاب کرتا ہی تمکو تمھارے گناہون پر کوئی نہین تم بھی ایک انسان ہو

مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اُسکی پیدائش مین بخشے جسکو چاہے اور عذاب کرے جسکو چاہے اور اللہ کو ہی سلطنت آسمان اور زمین کی

وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ۝

اور جو دونون کے بیچ ہی اور اُسیکی طرف رجوع ہی۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ اور قطعًا کفر کیا ان لوگون نے جنھون نے کہا کہ اللہ
وہی مسیح ابن مریم ہی ف حیث جعلوہ الٰہا وہم الیعقوبیۃ فرقۃ من النصاری۔ واضح ہو کہ نصاری بہت فرقے ہو گئے تھے اور اب بھی موجود ہین
اور بہت سے مٹ گئے جیسے معتزلہ وغیرہ مسلمانون مین سے گویا مٹ گئے ہین پس ان فرقہائے نصاری مین اول تین فرقے تھے چنانچہ اوپر بیان
گذرا کہ حضرت عیسیٰ کے اُٹھائے جانے پر اُنکے ساتھیون کے تین فریق ہوے ایک تو ایمان پر ثابت رہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو اُٹھا لیا
اور یہ لوگ موحد و دینمند تھے اور دوسرے فریق نے کہا کہ وہ اللہ تعالےٰ کا بیٹا تھا اُسکو اپنے پاس بلا لیا اور تیسرے فریق نے کہا کہ نہین ہم مین
خدا تھا ہمکو معلوم نہ تھا سو جب ہمنے نافرمانی کی تو چلا گیا اور ان دونون کافر فریق نے ملکر فریق اول کو جو مسلمان رہے تھے قتل کر ڈالا کذا ذکرہ
ابن کثیر اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ نصاری نجران بھی اسی اعتقاد پر تھے لیکن اس روایت کے ثبوت مین کلام ہی اور اکثر مفسرین نے
کہا کہ یہ اُنکے قول سے لازم آتا ہی کیونکہ اُنھون نے مسیح علیہ السلام کو الٰہ معبود ٹھہرایا اور قطعًا معلوم ہی کہ الٰہ معبود فقط ایک پاک پروردگار ہی پس
گویا اُنھون نے کہا کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہی چنانچہ یہی تاویل کلام مفسرؒ سے ظاہر ہی ولیکن یہ جو مفسرؒ نے فرمایا کہ یہ ایک یعقوبیہ فرقہ ہی نصاری
مین سے تو اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ صریح اُنھون نے کہا کہ اللہ وہی مسیح ابن مریم ہی جیسا کہ ابتدائی تین فریق مین سے فریق سوم کا قول مذکور ہوا
اور یہی ظاہر آیت ہی اور سب نصاری کا یہ قول نہین بلکہ اُنہین سے کچھ لوگ ایسے ہین فافہم اور لقد کفر سے تاکید اُنکا حکم کافر ہونیکا پہلے بتلا دیا پھر
اُنکا قول ذکر کیا تاکہ معلوم رہے کہ یہ نہایت سخت بات کہنے والا قطعی کافر ہی اور واضح ہو کہ مسیحؑ کو ابن مریم سے بیان کیا تاکہ کسی سے لکھون والا
ان کافرونکا اندھاپن سمجھے کہ جو مریم کا بیٹا ہو وہ خالق و معبود بلکہ اپنی ماں کیونکر خالق ہو سکتا ہی اور اگر قادر معبود ہوتا تو اپنی ماں کو
جنھون نے غم و رنج کے ساتھ انتقال کیا اور دنیا کو مصیبت و تکلیف سے بسر کیا کیون غم و رنج مین چھوڑتا اور کیون مرنے دیتا اور البتہ اسکو
اللہ عزوجل نے رد فرمایا بقولہ۔ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا۔ یعنے محمد صلعم تو کہدے کہ پھر کون حفاظت کر سکتا ہی حکم
الٰہی سے۔ إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ۔ اگر اللہ تعالےٰ چاہے کہ ہلاک کر دے مسیح ابن مریم کو اور
اسکی ماں کو بلکہ۔ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا۔ اور جو کوئی زمین مین ہی سب کو ف یہ استفہام بطور ملامت و مذمت کے ہے
یعنے ایسا کوئی بھی نہین ہی جسکو یہ طاقت ہو اور اگر مسیح علیہ السلام الٰہ ہوتا تو اُسکو ایسی قدرت ہوتی۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ۔ اور اللہ تعالےٰ ہی کا ہی ملک آسمانون اور زمین اور ان دونون کے بیچ کا
وہ جو چاہتا ہی پیدا کرتا ہی۔ ف یعنے سب عالم اُسی کی ملک و خلق ہی وہ جو چاہتا ہی کرتا ہی جسطرح چاہے پیدا کرے پھر اگر مسیح علیہ السلام
کو بدون باپ کے پیدا کیا اور اُسکے ہاتھون مُردے جلائے تو یہ اللہ تعالےٰ کی قدرت ہی۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ اور اللہ
تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے کرے اور جس بندے کو جسطرح چاہے برگزیدہ کرے پس سب اُسکی مخلوق و بندے ہین اور ہر مسلمان
و ہندو و نصرانی و یہودی پر فرض عین ہی کہ اُسکی عبادت کرین شرک نہ کرین اور اُسنے جو حکم دیے ہین اُنکو بجا لاوین اور عذاب سے ڈرین جیسا
کرینگے پاوینگے زبانی باتین نہ بناوین جیسے یہود و نصاری اتراتے ہین۔ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى۔ یعنے انہین سے ہر ایک
فریق نے الگ الگ کہا کہ۔ نَحْنُ أَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَأَحِبَّٰٓؤُهُ۔ ہم لوگ اللہ کے بیٹے اور پیارے ہین ف سراج وغیرہ مین ہی

کہ مفسرین نے خیال کیا کہ یہود و نصاری اس کلمہ سے کیا مطلب لیتے تھے چنانچہ چار وجہ سے اسکے معانی بیان کیے اول آنکہ اسمین حذف مضاف ہی اور معنے آنکہ نحن ابناء رسل اللہ۔ یعنے ہم لوگ اللہ تعالے کے رسولون کی اولاد ہین پس ان یہود و نصاری سے مراد بنی اسرائیل کے یہود و نصاری ہونگے کیونکہ بنی اسرائیل ہی مین انبیاء علیہم السلام بہت گذرے ہین اور ان بدکارونکی غرض یہ تھی کہ ہمارے باپ دادونکا فخر ہمکو حاصل ہی مترجم کہتا ہی کہ اُنکی وہی مثل تھی کہ نسل چڑیلون کی اور مزاج پریونکا حالانکہ آدم کی اولاد مین سب ہی آدمی ہین دوم آنکہ لفظ ابن جیسے نطفہ کے فرزند پر بولا جاتا ہی ایسے ہی جسپر مزید شفقت و محبت سے تخصیص ہو اُسکو بھی کہتے ہین قال المترجم اور مفسرین نے بھی اسی تاویل کو لیا کہ مراد یہ تھی کہ اللہ تعالے کے یہان ہم لوگ قرب و منزلت مین بمانند فرزندون کے ہین اور وہ ہمپر شفقت و رحمت فرماتے ہین ہمارے باپ کے مانند ہی سوم آنکہ یہود نے زعم کیا کہ عزیز علیہ السلام اللہ تعالی کا بیٹا ہی اور نصاری نے مسیح علیہ السلام کو یہی زعم کیا اور چونکہ یہ دونون انھین مین سے تھے تو کہا کہ ہم لوگ ایسے ہین کہ ابناء اللہ ہین یعنے ہمارے جنس مین خدا کے بیٹے گذرے ہین حالانکہ یہ قول اُنپر لعنت تھا چہارم آنکہ ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ نبی صلعم نے ایک جماعت یہود کو دین اسلام کی طرف بلایا اور عذاب الٰہی سے خوف دلایا تو بولے کہ ہمکو کیا عذاب سے ڈراتے ہو ہم تو ابناء اللہ و احباء اللہ ہین قال ابن کثیر قولہ نحن ابناء اللہ و احباؤہ ای ہم لوگ اُسکے انبیا سے نسبت رکھتے ہین جو اُسکے بیٹے ہین جنپر اُسکی عنایت مبذول ہی اور وہ ہمکو محبوب رکھتا ہی اور اپنی کتاب سے نقل لائے کہ اللہ تعالے نے اپنے بندے اسرائیل یعنے یعقوبؑ سے کہا کہ انت ابنی بکری۔ پس اسکو اُسکی تاویل صحیح سے پھیر کر غلط معنے پر محمول کیا اور تاویل مین تحریف کر دی چنانچہ بہت سے اُنکے عقلا جو اسلام پر ہوے اُنھون نے انکو رد کر دیا اور کہا کہ اسکا اطلاق اُنکے عرف مین تشریف و اکرام پر ہوتا تھا جیسے نصاری نے اپنی کتاب سے نقل کیا کہ عیسی علیہ السلام نے اُنسے کہا کہ انی ذاہب الی ابی و ابیکم۔ یعنے ربی و ربکم یعنی عیسےؑ نے کہا کہ مین اپنے باپ و تمھارے باپ کیطرف چلا جانیوالا ہون یعنے اپنے پروردگار و تمھارے پروردگار کیطرف جانیوالا ہون اور یہ بات معلوم ہی کہ ان لوگون نے اپنی ذات کے واسطے وہ دعوی بیٹا ہونیکا نہین کیا جو عیسےؑ کے واسطے دعوی کیا ہی پس اُنکی مراد یہی کہ ہملوگ اللہ تعالے کے نزدیک معزز و مکرم ہین قال فی المدارک ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ یہود نے توریت مین پایا کہ یا ابناء احباری پھیرے احبار کی اولاد پس اسکو بدلکر یا ابناء ابکاری کر ڈالا یعنے کنواریونکی اولاد پھر کہنے لگے کہ نحن ابناء اللہ و احباؤہ۔ بہرحال کوئی معنے لیے جاوین حاصل کلام یہ ہی کہ یہود و نصاری اپنے واسطے بہ نسبت اور مخلوق کے اللہ تعالے کے نزدیک فضل و کرامت ثابت کرتے تھے یہانتک کہ یہ دعوی کیا کہ ہم اُسکے بیٹے و محبوب ہین پس اللہ تعالے جل جلالہ نے اسکو رد کر دیا کہ قُلْ لہم یا محمد۔ کہدے ان جھوٹے لوگون سے اے میرے رسول محمد صلعم فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ۔ پھر کیون تم کو تمھارے گناہون پر عذاب کرتا ہی ف اگر تم اسمین سچے ہو حالانکہ باپ اپنے بیٹے کو عذاب نہین کرتا اور نہ حبیب اپنے محبوب کو عقاب کرتا ہی حالانکہ اُسنے تکو عذاب کیا کہ مسخ کر کے بندر و سور کر دیا تھا جو تڑپ تڑپ کر مر گئے پس ظاہر ہوا کہ تم بڑے جھوٹے ہو اور امام رازی وغیرہ نے نکالا کہ اسمین رد یون بھی ہی کہ بیٹا بھی باپ کی جنس سے ہوتا ہی اس سے وہ امر صادر نہین ہوتا جو باپ سے صادر ہونا محال ہو حالانکہ تم لوگ گناہ کرتے ہو یعنے گناہ تمپر ثابت ہی اور حبیب اپنے حبیب کو عذاب نہین کرتا حالانکہ تم معذب ہوتے ہو چنانچہ دنیا مین تو بندر و سور کیے گئے اور آخرت مین اقرار کرتے ہو کہ لن تمسنا النار الا ایاما معدودات۔ یعنے گنتی کے چند دن ہم کو دوزخ کی آگ لگیگی پس تم جھوٹے ہو یہ تمھارا دعوی خلاف ہی اور یہ برہان اہل فن کے نزدیک برہان الخلف کہلاتی ہے قال ابن کثیر رح

مشائخ صوفیہ مین سے ایک نے ایک فقیہ عالم سے پوچھا کہ قرآن مین کہان یہ پایا گیا کہ حبیب اپنے حبیب کو عذاب نہین کرتا تو فقیہ عالم نے کچھ جواب نہ دیا تب شیخ صوفی نے یہی آیت پڑھ دی **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ شیخ صوفی کا یہ استدلال اچھا ہے اور اسکا شاہد مسند امام احمد مین موجود ہے چنانچہ کہا کہ حدثنا ابن ابی عدی عن حمید عن انس رض کہا کہ آنحضرت صلعم چند صحابہ کے ساتھ جاتے تھے کہ ناگاہ راہ مین ایک لڑکا کھیلتا تھا سو جب اُسکی ماں نے دیکھا کہ لوگ آتے ہین تو ڈری کہ کچل نجاوے تو تیز چال آئی اور کہتی جاتی کہ میرا لڑکا میرا لڑکا اور دوڑ کر اُسکو لے لیا پس صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس عورت سے نہین ہوسکتا کہ اپنے فرزند کو آگ مین ڈالدے پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی بھی واللہ کبھی اپنے حبیب کو آگ مین نہ ڈالیگا (تفرد بہ احمد) اور کتاب الزہد مین امام احمد نے حسن بصری رح سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ ہرگز نہین عذاب کریگا اللہ تعالے اپنے محبوب بندے کو ولیکن کبھی اُسکو دنیا مین مبتلاے مصیبت کرتا ہے (یہ حدیث مرسل) اور مدارک مین کہا کہ قولہ فلم یعذبکم۔ ای فلم عذب من قبلکم بذنوبہم فمسخہم قردۃ وخنازیر۔ یعنے کیون تمہارے اگلو نکو اس سبب سے عذاب کیا تھا کہ اُن سے گناہ صادر ہوے پس اُنکو مسخ کرکے بندر و سور کردیا یعنے تم لوگ تو سراسر ناپاک ہو تمہارے بعضے باپ دادے جنپر فخر کرتے ہو اُنکو بندر و سور کردیا تھا پس تم اس دعوی مین صریح جھوٹے ہو۔ **بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ**۔ بلکہ تم بھی بشر ہو منجملہ اُن بشر کے جنکو پیدا کیا ہے ف سو بھلائی کی بات جیسے اُنکے لیے ویسی ہی تمہارے لیے اور برائی و عذاب جسطرح اُنپر ہوتا ہے ویسی ہی تمپر ہوتا ہے تم سب کا یکسان حال ہے۔ **یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ**۔ اللہ تعالے جسکو چاہتا ہے بخشتا ہے۔ **وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ**۔ اور عذاب کرتا ہے جسکو عذاب دینا چاہتا ہے ف اور تعالے مالک مختار ہے اُسپر کچھ اعتراض نہین ہے جو چاہے کرے اور جو کریگا اپنے مملوک مخلوق چیز مین ہے کسی کا اجارہ نہین۔ **وَلِلّٰہِ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَہُمَا**۔ اور اللہ تعالے ہی کا ہے ملک آسمانون و زمین کا و اُنکے بیچ کا ف یعنے تمام عالم اُسیکا مملوک مخلوق ہے اُسکا کرم ہے کہ حکم دیدیا جو بندہ جیسا کرے ویسا پاوے۔ **وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ**۔ اور اُسیکی طرف لوٹ کر ٹھکانا ہوگا ف عرائس البیان مین ہے کہ قولہ وقالت الیہود والنصاری نحن ابناؤ اللہ واحباؤہ۔ کا قران یہود و نصاری نے یہ سن لیا کہ اہل حقیقت ساحت کبریائی مین کشف مشاہدہ لقا سے پہونچے اور وجد قدم سے مست ہوکر مجلس اُنس مین حالت انبساط مین بسبب بیہوشی کے مدعی قرب ہوے اور انس کی بیہوشی و حلاوت انبساط سے انوار اسرار کی فرزندی کا حرف زبان سے نکالا پس یہود و نصاری نے اپنے اگلے لوگونکے کلام کو اپنی جہالت سے نہ سمجھا پس اللہ تعالے نے اُنکی ناک گردن توڑ دی چنانچہ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی سے حجت بھیجکر اُنکو مردود کیا بقولہ قل فلم یعذبکم بذنوبکم۔ اسمین حق سبحانہ تعالے نے آگاہ فرمادیا کہ جو بندہ معرفت و محبت سے راہ ازلی طے کرگیا وہ جسمانی امتحان سے نکل گیا قولہ تعالے بل انتم بشر ممن خلق۔ یعنے او جھوٹ دعوی کرنیوالو ایسا نہین جیسا کہ تم دعوی کرتے ہو تم اس مرتبہ کو نہین پہونچے ہو بلکہ اپنے نفس مین گرفتار مقام بشریت مین باقی پڑے ہو اور مقام محبت اس شخص کے واسطے مسلم ہے جو ماسواے حق عزوجل سے پاک ہوگیا ہے قولہ تعالے یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء اشارہ ہے کہ اس مقام مقدس مین امت محمد صلعم مین سے جس ولی کو چاہتا ہے پہونچاتا ہے اور اُسکی تقصیر پر کچھ پروا نہین فرماتا ہے اور اس مقام مقدس کی خوشبو بھی دشمنون مین سے کسی کو نہین پہونچتی بعض نے کہا کہ بخشدینا محض فضل ہے اور عذاب کرنا عدل ہے

یٰٓاَہْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ عَلٰی فَتْرَۃٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ

اے کتاب والو آیا ہے تم پاس رسول ہمارا بیان کرتا ہے واسطے تمہارے اوپر موقوف ہو جانے پیغمبرون کے

لہ یعنی یہ حدیث زوائد امام احمد سے ہے کہ صحیح حدیث ... ۱۲

تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنۡ بَشِيرٍ وَّلَا نَذِيرٍ فَقَدۡ جَاءَكُمۡ بَشِيرٌ وَّنَذِيرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيرٌ ع ۳

کبھی تم کہو کہ ہم پاس نہ آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا سو آچکا تمھارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا اور اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے

يَاۤ اَهۡلَ الۡكِتٰبِ ۔ یعنی اے یہود و نصاریٰ ۔ قَدۡ جَاۤءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا ۔ تمھارے پاس بے شک ہمارا رسول خاتم النبیین آگیا یعنے محمد صلعم اور یہ قطعی دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت کچھ عرب سے مخصوص نہ تھی بلکہ عام تھی چنانچہ یہود و نصاریٰ کیواسطے ثابت فرمایا بہ خلاف نبوت موسیٰ کے کہ مخصوص بنی اسرائیل تھی اور یہی حال نبوت عیسیٰ کا تھا پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سب جہان کے واسطے عام بھیجا ۔ يُبَيِّنُ لَكُمۡ ۔ جو تمھارے دین کے شرائع کو ظاہر کھلا ہوا بیان فرماتا ہے ۔ عَلٰى فَتۡرَةٍ ۔ انقطاع ۔ مِّنَ الرُّسُلِ ۔ یعنے محمد صلعم کا آنا اس موقع پر ہوا کہ رسولوں کی آمد کا انقطاع درمیان میں ہوگیا تھا ۔ اذ لم یکن بینہ و بین عیسیٰ رسول و مدۃ ذلک خمسمائۃ و تسع و ستون سنۃ کیونکہ آنحضرت صلعم و عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان میں کوئی رسول نہیں ہوا اور اس فترت کی مدت پانچ سو انہتر سال تھی اور فترۃ در اصل بمعنے سکون ہے یعنی رکجانا اور ٹھہر جانا اور ابو علی فارسی رحمہ اللہ وغیرہ نے بمعنے انقطاع بیان کیا اور یہی مفسرین نے لیا ہے اور حاصل آنکہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے ایک مدت تک رسولوں کا انقطاع ہوگیا تھا اور یہاں سے وہ قول رد ہوا جو سراج وغیرہ میں بعض سے منقول ہے کہ عیسیٰ و محمد صلعم کے درمیان چار انبیا ہوئے تین بنی اسرائیل سے اور ایک بنام خالد بن سنان العبسی جزیرہ عرب سے اور یہ قول اسواسطے مردود ہے کہ ظاہر آیت سے صریح خلاف ہے اور نیز حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔ انا اولی الناس بابن مریم انہ لیس بینی و بینہ نبی یعنے عیسیٰ بن مریم سے میری ولایت سب سے اقرب ہے کیونکہ میرے اور اُسکے بیچ میں کوئی پیغمبر نہیں ہوا (رواہ البخاری) پس یہ صریح ہے کہ آنحضرت صلعم اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا بلکہ فترۃ و انقطاع کا زمانہ رہا اور اس مدت کے بیان میں اقوال مختلف ہیں چنانچہ سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ چھ سو برس کا فرق تھا (رواہ البخاری) اور قتادہؒ سے ہے کہ پانچسو ساٹھ برس کا زمانہ تھا اور مفسر سیوطیؒ نے ابن عباسؓ کی روایت لی کہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان ایک ہزار نوسو برس کا فرق تھا مگر ان دونوں کے درمیان فترت و انقطاع نہ تھا کیونکہ درمیان میں ہزار نبی تو فقط بنی اسرائیل میں سے بھیجے گئے ماسوا اُنکے جو اور نسل میں سے بھیجے گئے اور ولادت عیسیٰ و محمد صلعم کے درمیان پانچسو انہتر برس کا زمانہ تھا

قال المترجم ولادت عیسیٰ کا سال شمسی اسوقت ۱۸۸۷ء ہے اور ہجرت آنحضرت صلعم کا سال قمری ۱۳۰۵ھ ہے پس جسنے پانچ سو بیاسی برس کا فرق نکالا اُسنے خطا کی اسوجہ سے کہ شمسی و قمری سال میں تفاوت ہوتا ہے اور چونکہ بعض نے سال شمسی سے شمار کیا اور بعض نے قمری سے اور بعض نے درمیان ولادت عیسیٰ و محمد علیہما السلام کے اور بعض نے دونوں کے مبعوث ہونے کیوقت سے فرق نکالا اسوجہ سے روایات مختلف ہوگئیں اور میرے نزدیک سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روایت بخاری ارجح ہے اور اسمیں کوئی بڑا فائدہ متعلق نہیں لہذا التطویل کلام بیفائدہ ہے مقصود یہ کہ اوتعالےٰ عز و جل نے محمد صلعم کو فترۃ الرسل و طموس سبل و تغیر ادیان و کثرۃ عبادۃ اوثان و نیران و صلبان کے وقت مبعوث فرمایا کہ نعمت اسوقت اتم اور حاجت اعظم تھی کہ فساد و طغیان جمیع بلاد میں اور جہل و فساد تمام عباد میں پھیل گیا تھا سوا اسے چند بندوں کے جو اگلی شریعت پر ٹھیک قائم اور رائشا ذکالمعدوم کے حکم میں تھے چنانچہ حدیث عیاض مجاشعیؓ میں ہے کہ نبی صلعم

نے ایک روز ہمکو خطبہ سنایا اور خطبہ مین فرمایا کہ اور میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا کہ تمکو سکھلاؤن جن باتون سے تم جاہل ہوگئے ہو منجملہ اُسکے جو آج مجھے تعلیم فرمایا اللہ تعالے فرماتا ہی کہ ہر مال جو مین نے بندونکو عطا کیا وہ حلال ہی اور مین نے سب اپنے بندونکو حنفاء یعنے مسلمان مائل بحق پیدا کیا پھر شیاطین اُنکے پاس آئے اور اُنکو اُنکے دین سے بھٹکایا اور جو مین نے اُنپر حلال کیا تھا وہ اُنپر حرام بتلایا اور اُنکو حکم کیا کہ میرے ساتھ شرک کرین اُس چیز سے جسکے لیے مین نے کوئی حجت ظاہر نہین اُتاری پھر اللہ عزوجل نے اہل زمین کی طرف نظر فرمائی تو عرب و عجم سب کو ممقوت رکھا سواے چند بندون کے کہ بنی اسرائیل مین سے جو حق پر باقی تھے اور مجھکو فرمایا کہ مین نے تجکو اسواسطے بھیجا کہ تجھے مبتلا کرون اور تیرے سبب مبتلا کرون اور تجپر مین نے ایسی کتاب نازل فرمائی کہ پانی اُسکو نہین دھو سکیگا تو اُسکو سوتے اور جاگتے پڑھے پھر اللہ تعالے نے مجھے حکم دیا کہ قریش کو اللہ تعالے کا پیغام پہونچاؤن تو مین نے عرض کیا کہ ای میرے پروردگار وہ تو میرا سر کچلکر روٹی کر ڈالینگے فرمایا کہ تو اُنکو نکال باہر کر جیسے انھون نے تجھے نکالا اور اُنپر جہاد کر اور اُنپر مال خرچ کر کہ عنقریب تجکو مال دیا جائیگا اور تو ایک لشکر روانہ کر اور ہم اُسکے پانچ گونہ برابر بھیجینگے اور جنھون نے تیری فرمانبرداری کی اُنکو لیکر ایسے لوگون سے جنھون نے تیری نافرمانی کی ہی جہاد کر اور جنتی بندے تین قسم کے ہین ایک حاکم عادل موفق متصدق اور دوم مرد رحیم دل رقیق القلب ہر مسلمان قرابت دار کے واسطے سوم مرد عفیف فقیر عیالدار اور دوزخی بندے پانچ قسم ہین ایک وہ ضعیف جسکا کچھ دین نہین دوم وہ جو تم مین تابع ہین نہ اہل چاہتے ہین اور نہ مال سوم خائن کہ نہین ظاہر ہوتی اُسکے لیے کوئی طمع اگرچہ خفیف ہو مگر اُسکی خیانت کرتا ہی یعنے شہوات حقیر کے پیچھے شریعت سے منحرف ہوتا ہی چہارم وہ مرد کہ نہین صبح کرتا اور نہ شام مگر اُسکو تیرے اہل و مال سے تجکو فریب دیتا ہی اور حضرت صلعم نے بخیل وجھوٹے فاحش کا بیان کیا (رواہ احمد ومسلم والنسائی) الحاصل اہل کتاب کو نصیحت کی کہ ہم نے تمھارے پاس بعد زمانہ فترت کے جب دین سب مٹ گئے تھے اپنا رسول برحق بھیجدیا۔ اَنْ۔ لَا۔ تَقُولُوا۔ تا کہ جب تم عذاب کیے جانے لگو تو یون نہ کہو کہ۔ مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ۔ ہمارے پاس تو نہین آیا کوئی خوشی سنانے والا اور نہ ڈر سنانے والا۔ف اور واضح ہو کہ فترت کے بعد بندون کو ظاہر مین ایک عذر تھا کہ ای پروردگار تیری عبادت واجبی ہی ولیکن ہم طریقہ عبادت کا نہین جانتے تھے بسبب فترۃ الرسل کے کہ خلط و خبط ہوگیا تھا اور بدون رسول کے زمانہ دراز گذر گیا تھا پس حضرت صلعم کو بھیجا۔ ہذا حاصل ما قالہ الرازی فی الکبیر۔ اور البقاعی نے کہا کہ قولہ یبین لکم۔ مین صیغہ مضارع سے تعبیر فرمانے مین شاید اشارہ ہی کہ آنحضرت صلعم کا دین و بیان اگرچہ زمانہ دراز گذر جاوے کبھی منقطع نہوگا اسوجہ سے کہ اللہ تعالے نے کلام مجید کو معجزہ باقی کردیا اور بقولہ وانا لہ لحافظون سے حفاظت فرمائی ہی پس برابر اس امت مین اللہ تعالے اپنے کرم سے کسی ایسے عالم کو پیدا کریگا جو اسی کتاب عزیز معجز قائم کے ساتھ لوگونکو اس بیان معجز نظام کیطرف بلاویگا اور برابر یہی ہوتا رہیگا پس کسی نبی کی حاجت نہوگی جو دین کو تازہ کرے سواے فتنہ دجال و یاجوج و ماجوج کے کہ عالمونکو اُسکے دفعیہ کی طاقت نہوگی۔ (انتہت ترجمۃ کلامہ) اور حدیث مین بھی یہ مضمون ہی کہ ہر صدی مین اس دین کا ایک مجدد عالم ہوگا اور مترجم کہتا ہی کہ یہین سے بعض اکابر نے استنباط کیا کہ علماء ہذہ الامۃ کانبیاء بنی اسرائیل۔ اس امت کے عالم لوگ مانند بنی اسرائیل کے انبیا علیہم السلام کے ہین یعنے جیسے بنی اسرائیل مین نبی آتے اور دین کو تازہ کرتے تھے اسیطرح اس امت مرحومہ مین یہ امر اس امت کے عالمون سے پورا ہوگا اور یہ معنی اور یہ استنباط صحیح ہی لیکن عوام مین یہ کلام ایک حدیث مشہور ہوگیا اور اُسکے اور ہی معنے لینے لگے اور بات یہ ہی جو مترجم نے بیان کی واللہ تعالے اعلم بالجملہ اللہ تعالے نے بندون کے اوپر ظاہری حجت بھی پوری کردی پھر فرمایا۔ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ۔ اب تمھارے پاس

لہ جبر عضہ ختم کیا جاوے ۱۲ ش ۲ یعنے امتحان مین ڈالون تجکو اور تیرے سبب سے کافرون کو ۱۲ م

بشیر و نذیر آچکا ہے یعنے اب تو تمھارے لیے کوئی عذر نہیں رہا یعنے لگتا ہوا عذر اگرچہ لنگڑا ہی سہی کچھ نہ رہا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ
شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے فرمن تعذیبکم ان لم تتبعوہ۔ اور منجملہ ہر شے کے ہے کہ تمکو عذاب دیگا اگر تم اس رسول
پاک صلعم کی پیروی نہ کروگے اور منجملہ ہر شی کے یہ ہے کہ چاہے رسولوں کو تترا یعنے ایک بعد دوسرے کے آگے پیچھے بھیجے جیسے موسیٰ علیہ السلام
کے بعد ہوا اور چاہے علی فترۃ بھیجے جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ہوا اور شیخ ابن کثیرؒ نے قولہ واللہ علی کل شئی قدیر۔ میں قول شیخ ابن جریر
رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقل کیا کہ اُسکے معنے یہ کہ او تعالیٰ بندہ نافرمان کے عذاب دینے پر اور بندہ فرمانبردار کے ثواب دینے پر قادر ہے واللہ اعلم

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ یٰقَوۡمِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ
اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب پیدا کیے تم میں نبی
وَجَعَلَکُمۡ مُّلُوۡکًا ۖ وَّاٰتٰىکُمۡ مَّا لَمۡ یُؤۡتِ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ یٰقَوۡمِ ادۡخُلُوا الۡاَرۡضَ
اور کردیا تمکو بادشاہ اور دیا تم کو جو نہیں دیا کسیکو جہان میں اے قوم داخل ہو زمین
الۡمُقَدَّسَۃَ الَّتِیۡ کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمۡ وَلَا تَرۡتَدُّوۡا عَلٰۤی اَدۡبَارِکُمۡ فَتَنۡقَلِبُوۡا خٰسِرِیۡنَ ○
پاک میں جو لکھدی ہے اللہ نے تم کو اور اُلٹے نہ جاؤ اپنی پیٹھ پر پھر جا پڑوگے نقصان میں
قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِنَّ فِیۡہَا قَوۡمًا جَبَّارِیۡنَ ٭ۖ وَاِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَہَا حَتّٰی یَخۡرُجُوۡا مِنۡہَا ۚ فَاِنۡ
بولے اے موسے وہاں ایک لوگ ہیں زبردست اور ہم ہرگز وہاں نجاوینگے جبتک وہ نکل جاوین وہاں سے پھر جو
یَّخۡرُجُوۡا مِنۡہَا فَاِنَّا دٰخِلُوۡنَ ○ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِیۡنَ یَخَافُوۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمَا ادۡخُلُوۡا
اگر وہ نکلین وہان سے تو ہم داخل ہونگے کہا دو مرد نے ڈر والوں میں سے خدا کی نوازش تھی اُن دو پر پیٹھ جاؤ
عَلَیۡہِمُ الۡبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلۡتُمُوۡہُ فَاِنَّکُمۡ غٰلِبُوۡنَ ۬ۚ وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوۡۤا اِنۡ کُنۡتُمۡ
اُن پر حملہ کرکر دروازے میں پھر جس وقت اُسمین پیٹھو تو تم غالب ہو اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر
مُّؤۡمِنِیۡنَ ○ قَالُوۡا یٰمُوۡسٰۤی اِنَّا لَنۡ نَّدۡخُلَہَاۤ اَبَدًا مَّا دَامُوۡا فِیۡہَا فَاذۡہَبۡ اَنۡتَ
یقین رکھتے ہو بولے ای موسے ہم ہرگز نجاوین ساری عمر جبتک وہ رہینگے اسمین سو تو جا اور تیرا
وَرَبُّکَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا ہٰہُنَا قٰعِدُوۡنَ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ
رب دونوں لڑو ہم یہاں ہی بیٹھے ہیں بولا اے رب میرے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی
فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ○ قَالَ فَاِنَّہَا مُحَرَّمَۃٌ عَلَیۡہِمۡ اَرۡبَعِیۡنَ
سو تو فرق کر ہم میں اور بے حکم قوم میں کہا تو وہ اُنپے بند ہوئے چالیس
سَنَۃً ۚ یَتِیۡہُوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ فَلَا تَاۡسَ عَلَی الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ○
برس سرمارتے پھرینگے ملک میں سو تو افسوس نہ کر بے حکم لوگوں پر

وَاِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖ تعلق ظرف کا بفعل محذوف ہے یعنے واذکر اذ قال۔ اور ذکر کر جبکہ کہا موسے نے اپنی قوم سے
پس یہ خطاب آنحضرت صلعم کی طرف ہے۔ یٰقَوۡمِ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَعَلَ فِیۡکُمۡ اَنۡۢبِیَآءَ

اے قوم یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جبکہ تم مین انبیا بنا دیے ف یہ یاد دہانی تو طیہ تمہید ہی اور فیکم بمعنے منکم ہے یعنے
تمھین مین سے یہ انبیا بنائے کیونکہ یہ تمام نعمت ہی ورنہ کسی قوم مین اور قوم کا نبی ہونا بھی اُنپر احسان ہی پھر اگر انھین مین سے ہو
تو نعمت زیادہ ہوگئی جیسے عرب کو عجم پر باوجود باہمہ حضرت صلعم فضیلت ہی اور معنے قولہ اذ جعل فیکم انبیاء ۔ آنکہ حضرت ابراہیم ہو کے
وقت سے حضرت موسیٰ تک اُسوقت ظاہر تھے اور مابعد مین بشارت تھی چنانچہ حضرت عیسیٰ تک برابر یہ دستور رہا کہ جب کوئی نبی وفات
ہوا تو دوسرا نبی قائم ہوا بلکہ بسا اوقات مختلف قبائل مین سے ہر ایک کے واسطے ایک ایک نبی یا زیادہ ہوتے یہانتک کہ مجموعی تعداد
صدہا ہو جاتی تھی یہانتک کہ حضرت عیسیٰ پر انبیاء بنی اسرائیل کا خاتمہ ہوا پھر بعد فترت کے ایک زمانہ الگ کر کے آنحضرت صلعم کو تمام
انبیا و رسولوں کا خاتم علی الاطلاق مبعوث فرمایا اور آپ اپنے اگلوں سب سے ہر ایک سے اشرف تھے کما ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ
وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا ۔ اور تمکو ملوک بنایا ف اور مفسر نے ملوک کی تفسیر خدم و حشم والے بیان کی اور قتادہؓ سے مروی ہی کہ پہلے
پہل انھین لوگوں کو خادم ملے ورنہ انسے پہلے خادم والے نہین ہوتے تھے اور ابن ابی حاتم نے ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت کی کہ
بنی اسرائیل مین جب کسی پاس کوئی باندی غلام اور جورو اور گھوڑا ہوتا تو وہ ملک لکھا جاتا تھا اور ابن عباسؓ سے بھی مانند اسکے مروی ہی
اور یہ بات جورو کے مکان مذکور رہی پس حاصل معنے یہ ہوے کہ اللہ تعالیٰ نے تمپر یہ احسان کیا کہ تمکو خدم اور حشم والا کر دیا اور بعض نے کہا یعنے
تمکو تمہاری ذات کا مالک مختار کر دیا بعد اسکے کہ تم فرعون کی غلامی مین ذلیل پڑے تھے اور بعض نے کہا کہ بقرینہ اذ جعل فیکم انبیاء کے یہان
بھی تقدیر کلام یون ہی کہ وجعل فیکم ملوکا اور تم مین ملوک بادشاہ بنائے پس فیکم ظرف بسبب ظہور قرینہ مذکور کے اور بعض اس اشعار کے
نہین بادشاہ ہونا اقوام غیر پر قومی فخر ہی کہ ہم وہ خاندان ہین کہ ہماری بادشاہت ہی اور بادشاہ حقیقی معروف معنی مراد ہین اور یہی ظاہر ہی
مقابلہ نبوت کے فافہم اور بعض نے یہان سوال وارد کیا کہ اگر کہا جاوے کہ غیر لوگ بھی ملوک کیے گئے جیسے بنی اسرائیل کیے گئے پھر جواب دیا
کہ انمین ملوک بہت ہوے یہ وجہ احسان رکھنے کی ہی مترجم کہتا ہی کہ سوال ہی مہمل ہی اسواسطے کہ بادشاہت ایک فضل ہی جس قوم مین
اللہ تعالیٰ نے دیدیا سب پر احسان ہی لہذا غیروں پر بھی یہ احسان موجود ہی ہان کمال نعمت یہ کہ بادشاہ دیانتدار عادل ہو اور یہ بھی بنی
اسرائیل مین واقع ہو انتہی ۔ وَآتَاكُمْ مَا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ۔ اور دیا تمکو وہ کچھ کہ نہین دیا کسی کو عالمین مین سے
ف مفسر نے اس مبہم کی تفسیر مین کہا کہ یہ من و سلوی تھا اور سمندر کا پارہ پارہ ہونا اور اسی کے مانند دیگر نعمتین پس عالمین سے مراد اگلے
پچھلے سب عالم ہین اور مفسر نے بنظر ظاہر کلام اسی کو مرجح سمجھا مگر شیخ ابن کثیر وغیرہ نے اسکو بصیغہ تمریض ایک قول قرار دیا اور
اسمین شک نہین کہ اسمین ایک علت ظاہر یہ موجود ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بزبان موسی علیہ السلام نقل کیا اور وہ بظاہر اسی وقت
و زمانہ تک کیواسطے مخصوص معلوم بیان فرمائین علاوہ برین بالاجماع مابعد خصوص اس امت مرحومہ کو اگرچہ یہی چیزین نہین دی
گئین مگر سب سے یہ تو صادق ہوا کہ عالمین مین سے کسیکو نہین دی گئین ولیکن اس سے افضل دی گئین تو سوق کلام جب امتنان کیواسطے
ہی وہ جاتا رہتا ہی اسواسطے کہ بادشاہ کے پہلو مین وزیر سے یہ کہنا زیبا نہین کہ تجکو وہ کچھ ملا کہ عالمین مین سے کسی کو نہین ملا پس
مرجح وہ ہی جو مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ من العالمین ای الذین بین ظہرانیہم یومئذ ۔ یعنے عالمین سے وہ سب لوگ مراد ہین
جو بنی اسرائیل کے وقت تک گذشتہ و سلسلہ موجود تھے رواہ الحاکم وصححہ پھر اس احسان و امتنان الٰہی کو یاد دلا کر حرف مقصود بیان فرمایا
يَا قَوْمِ ادْخُلُوا الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۔ اے قوم تم اس زمین مقدسہ مین داخل ہو جو

اللہ تعالٰے نے تمھارے لیے لکھدی ہی ف یعنے اس پاک زمین مین داخل ہونے کا حکم دیا ہی جسمین داخل ہونے کا حکم دیا ہی اور وہ زمین شام تھی پس قولہ کتب اللہ لکم کے یہ معنی بیان کیے کہ تمکو اللہ تعالٰے نے اسمین داخل ہونے کا حکم دیا اور یہ سدیؒ سے مروی ہی اور قتادہؒ نے فرمایا یعنے تم پر فرض کردیا مانند نماز وغیرہ کے اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یعنے تمھارے باپ حضرت یعقوبؑ کی زبان پر یہ زمین تمھاری میراث ہونیکا وعدہ دیدیا اور لوح ازل مین مقدر کیا کہ تمھاری ہوگی جو تم مین سے ایمان لاوین اور یہ قول اچھا و زیادہ چسپان ہی پھر زمین مقدس کی تفسیر مین مختلف اقوال ہین اور جامع قول قتادہؒ ہی کہ وہ تمام ملک شام ہی اور احادیث صحیحہ مین ملک شام کے فضائل زیادہ مروی ہین اور توریت مین یہ بھی ہے کہ بادشاہت امت محمدی زمین ہوگی اور صحیح ہوا ہی کہ وہ برابر اہل اسلام کے قبضہ مین رہیگا واللہ اعلم پس موسٰےؑ نے بنی اسرائیل کو اس زمین موروثی مین داخل ہونے کا حکم دیا اور فرمایا۔ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ۔ اور مت لوٹ پڑنا اپنی پیٹھ کی ف والحاصل لا تنہزموا خوف العدو۔ حاصل آنکہ دشمن کے خوف سے پیٹھ نہ پھیرنا۔ بات یہ تھی کہ اس زمانہ مین ملک شام مین عمالقہ بقیہ قوم عاد بڑے زبردست زور آور لوگ قابض و ساکن تھے تو حضرت موسٰی علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو انکے مقابلہ مین پائداری کی تاکید کی اور فتح و ظفر کا وعدہ دیا اور تنبیہ کی کہ اپنے وہم پر خوفناک ہو کر مت بھاگنا۔ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ۔ یعنے اگر بھاگوگے تو انجام یہ ہوگا کہ اپنی کوشش مین خوار ہو جاؤگے ف پھر جب بحکم الٰہی عزوجل موسٰی علیہ السلام اس نصائح و وعظ سے بنی اسرائیل کو جہاد پر آمادہ کرکے ایک بڑا لشکر لیکر روانہ ہوئے اور حدود شام مین قریب شہر اریحا کے اترے تو اس لشکر مین سے بارہ آدمی وہی جنکو اللہ تعالٰے نے نقیب فرمایا ہی روانہ کیے تا کہ قوم عمالقہ کی خبر لاوین وہ چلے اور پہنچے تو انکو ایک مرد عمالقہ مین سے جوان تنومند قوی ہیکل بڑا لنبا چوڑا ہولناک ملا اور اسنے ان سب کو اپنی چادر مین باندھکر اپنے اوپر لادا اور شہر مین لاکر اپنی قوم والون کو جمع کیا انھون نے پوچھا کہ تم کون ہو ان نقبا نے جواب دیا کہ ہم موسٰےؑ کے جاسوس ہین تو عمالقہ جبارین نے انکو ایک انگور دیا جو ایک مرد کیواسطے کافی تھا پھر انکو چھوڑ دیا اور کہا کہ جاکر اپنی قوم کو خبر کرو کہ انکے انگور کی یہ مقدار ہی کذا رواہ ابن ابی حاتم من طریق علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس) پھر ان نقبا نے عہد کیا کہ اس حال سے فقط موسٰیؑ کو آگاہ کرین ورنہ قوم بد دل ہوگی لیکن آخر مین سوائے دو کے دس نے عہد توڑا اور قوم کو آگاہ کیا تو قوم نے موسٰیؑ کو انکاری جواب دیا چنانچہ اللہ تعالٰے نے ذکر فرمایا۔ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ۔ قوم نے کہا اے موسٰی اس زمین مین قوم جبارین ہین ف یعنے جبار عمالقہ جو بچے ہوئے قوم عاد کے دراز قد بڑی قوت ور تھے اور یحیٰی بن عبدالرحمٰن سے روایت ہی کہ مین نے انس بن مالکؓ کو دیکھا کہ عصا لیکر نہین جانتا کہ کس قدر ناپا مگر زمین مین پچاس یا پچپن عصا کا اندازہ کیا اور فرمایا کہ عمالقہ کے قد و نکی لنبائی ایسی تھی (رواہ ابن ابی حاتم) انھین جبارین کا حال سنکر بنی اسرائیل ڈر گئے اور کہا۔ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا۔ اور ہم ہرگز نہین داخل ہونگے اس زمین مین یہانتک کہ یہ لوگ اسمین سے نکل جاوین ف شاید غرض یہ تھی کہ حضرت موسٰیؑ کی دعا وغیرہ سے یہ لوگ نکل جاوین۔ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ۔ فیہا۔ پھر اگر وہ لوگ اسمین سے نکل جاوین تو ہم داخل ہونگے ف یعنے اس زمین مین داخل ہونیکا حکم دیا جاتا ہے تو ان لوگون کو نکال دیا جاوے تو ہم داخل ہونگے ورنہ ہم سے اس حکم کی تعمیل نہین ہو سکتی ہی جب بنی اسرائیل نے یہ جواب دیا تو قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ۔ ان لوگون نے کہا دو مرد نے منجملہ ان لوگون کے جو خوف کرتے تھے اللہ تعالٰی کے حکم سے برخلاف کرنے مین ف اور یہ دونون مرد حضرت یوشع و کالب تھے منجملہ بارہ نقبا کے جنکو حضرت موسٰیؑ نے جبارین کا حال دریافت کرنے کو

یا ڈرنے والون سے کہا ۱۲

بھیجا تھا اور ان دونوں کا حال یہ تھا کہ ۔ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ۔ ان دونوں پر اللہ تعالےٰ نے انعام فرمایا تھا ف یعنی طور کہ اُن کو گناہ
سے معصوم کر دیا تھا چنانچہ بعد حضرت موسیٰ کے یہی نبی ہوئے پس انھیں دونوں نے تو جو کچھ جبارین کے حال سے آگاہی پائی تھی اُس کو
چھپایا فقط موسیٰ سے بیان کیا برخلاف باقی نقبا کے کہ اُنھوں نے عمالقہ کے زبردست و نہایت قوی ہونے کو مع اُس کے جو گذرا
تھا فاش کر دیا کہ بنی اسرائیل پر نامردی چھا گئی بالجملہ اُن دونوں بندوں نے جو خوف خدا رکھتے اور اللہ تعالےٰ کیطرف سے انعام کیے ہوئے
تھے بنی اسرائیل سے کہا کہ ۔ اُدْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۔ ای بنی اسرائیل تم عمالقہ پر دروازے سے داخل ہو ۔ یعنے اس شہر کے
دروازے سے اُنپر گھس چلو اور اُنکی ظاہری صورت سے مت ڈرو کیونکہ وہ بیدل کے جسم ہیں فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ
غٰلِبُوْنَ ۔ سو جب تم اُنپر گھس پڑے تو تم ہی غالب ہوگے ف یہ بات کہ تمھیں غالب ہوگے ان دونوں نے بوجہ اسکے کہی کہ اُنکو
اللہ تعالےٰ کی مدد و نصرت اور وعدہ پورا کر دینے پر یقین تھا پس اُنھوں نے اٹکل سے یا عوام کیطرح بات نہیں کہی تھی بلکہ عین ایمان و اعتقاد
کی بات تھی ۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ اور ان دونوں نے بنی اسرائیل کو کہا کہ اللہ تعالےٰ ہی پر
تم لوگ بھروسا کرو اگر تم ایمان والے ہو ف یعنے جب اللہ تعالےٰ نے فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا تو ایماندار کو یقین کامل چاہیے پس جب
تم ایماندار ہو تو اللہ تعالےٰ ہی پر بھروسا کر کے چلو گھسو اور لڑو ۔ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عین مرضی تھی اسیواسطے بنی اسرائیل نے
حضرت موسیٰ کو جواب دیا ۔ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا ۔ یعنے بنو اسرائیل کہنے لگے
کہ ای موسیٰ ہم ہرگز نہیں داخل ہونگے کبھی جب تک جبابرہ لوگ اسمیں موجود ہیں ۔ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ
سو تو جا اور تیرا رب اور جا کر دونوں لڑو ان عمالقہ سے ۔ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۔ ہم یہیں بیٹھے ہیں ف بنی اسرائیل نے سخت
بےتمیزی و بے ادبی کا جواب دیا اور جو اُنکی اصلی جبلت تھی کہ ظاہری صورت و حواس کو اُنہیں بہت وقعت ہوتی تھی اسی سے ظہور کیا
پس عمالقہ کے ظاہری ہیبت ڈیل ڈول سے نہایت ہراسان ہوئے اور ایسا بیہودہ جواب دیا اور جہاد سے پھرے اور اپنے رسول علیہ السلام
سے صریح مخالفت کی اور بیان کیا جاتا ہی کہ اُنکی طرف سے یہ بڑی سخت بات دیکھکر خوفناک ہو کر حضرت موسیٰ و ہارون نے جناب باری تعالیٰ
میں سجدہ کیا اور نقل کیا گیا کہ یوشع بن نون و کالب بن یوقنا نے اپنی قوم کو بہت ملامت کی مگر کچھ اثر نہوا الا کہ کہا گیا کہ بنو اسرائیل نے دونوں کو
بہت پتھر وغیرہ مارے واللہ اعلم ۔ اور کمال و بے انتہا حمد و ثنا ہی اُس پاک پروردگار کو کہ اُسنے حضرت محمد صلعم کی قوم کو پاک جبلت سے پیدا
کیا اور ایسی ناپاک قوم سے بیزار فرمایا چنانچہ دیکھو بدر کے روز جب مشرکین و سرداران قریش قریب ایکہزار کے تمام خود و سامان و زرہ و تلوار
و نیزہ و سپر و جوشن سے درست نزدیک آئے اور حضرت محمد صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو تین سو تیرہ آدمی شکستہ حال بے سامان تھے
مشورہ لیا تو اول ابوبکر رض نے اچھا جواب دیا پھر آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ ای لوگو مشورہ دو اور آپ انصار رضی اللہ عنہم کی طرف کنایہ کرتے
کیونکہ وہی لوگ اسوقت زیادہ تھے تو سعد بن معاذ نے جو انصاری نقیبوں میں سے تھے عرض کیا کہ شاید آپ ہم لوگوں کی طرف اشارہ رکھتے ہیں
تو قسم ہی اُس ذات پاک کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ اگر آپ ہمکو اس سمندر پر پیش کریں اور آپ اسمیں گھسیں تو ہم سب گھس
پڑینگے ہم میں سے کوئی ایک بھی نہیں پیچھے رہیگا اور یہ بات ہمکو بری نہیں لگتی کہ آپ ہمکو لیکر ہمارے دشمن سے بھڑیں ہمکو آپ لڑائی میں صابر
و صادق پاوینگے امید ہی کہ اللہ تعالےٰ آپکو ہم سے ایسی بات دکھلاوے کہ جس سے آپکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں پس آپ ہمکو اللہ تعالےٰ کی برکت
کے ساتھ لیکر چلیں آنحضرت صلعم سعد کے اس کلام سے بہت خوش ہوئے اور حضرت انس رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے

بدر کے جانے مین مشورہ لیا تو عمرؓ نے مشورہ دیا پھر آپ نے مشورہ مانگا تو انصار کے سرداروں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے گروہ انصار تم سے
کون رسول اللہ صلعم کو چاہتا ہی تو وہ بولے کہ ہم سب مطمئن رہو کہ ہم اسوقت آنحضرت صلعم سے ایسے نہین کہینگے جو نبو اسرائیل نے موسیٰ
سے کہا تھا کہ۔ اذہب انت وربک فقاتلا انا ہہنا قاعدون۔ بلکہ یون کہینگے کہ اذہب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون۔ بلکہ ہم بھی
تمھارے ساتھ ہوکر دشمنون سے لڑینگے (رواہ ابن مردویہ) اور طارق بن شہاب سے مروی ہی کہ مقداد بن عمرو الکندی نے مشورہ کے وقت
آنحضرت صلعم کو یہی جواب دیا تھا کما رواہ احمد وقد رواہ عن عبداللہ بن مسعود ایضا وقد رواہ البخاری فی المغازی والتفسیر پس اللہ تعالیٰ
کے واسطے حمد وثنا مرضیہ ہی کہ اس امت مرحومہ کا یہ سجیہ پیدا کیا برخلاف بنو اسرائیل کے کہ اپنے نبی علیہ السلام کی تصدیق سے پھسل گئے اور ڈری اپنے
حواس کے پابند ہوے جبکہ عمالقہ کے ڈیل وڈول کو مہیب دیکھا اور واضح ہے کہ یہان بنی اسرائیل وغیرہ کی دروغ بنائی ہوئی جھوٹی باتین بعض
تفسیر والون نے بدون تنقید وتحقیق کے اپنی اپنی تفاسیر مین لکھدین چنانچہ لکھا کہ ان عمالقہ مین عوج تھا اور وہ عنق کا بیٹا تھا جو آدم علیہ السلام کی
بیٹی تھی اور تین ہزار وچار ہزار گز کے درمیان لنبا اسکا قد تھا اور عوج کی درازی تو بے تعداد تھی اور موسیٰ نے اسکو عصا سے قتل کیا شیخ
ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ ایسی باتین ہین کہ جنکے نقل کرنے سے شرم آتی ہی اور سراسر خلاف اُس حدیث کے ہی جو صحیحین مین ثابت ہی چنانچہ اسمین
ہی کہ قد آدم ساٹھ گز کا تھا اور روز بروز مخلوق کے قد وجسم مین کمی آتی گئی ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ بیان کرتے ہین کہ وہ کافر ولدالزنا تھا اور
کشتی نوح مین جانے سے انکار کیا اور طوفان اُسکے گھٹنون تک نہ پہونچا یہ سب جھوٹ وافترا ہی اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی بددعا
نقل فرمائی کہ رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ اور یہ فرمایا۔ وانجیناہ ومن معہ فی الفلک المشحون ثم اغرقنا بعد الباقین۔ یعنے اور ہم
نے نوحؑ کو مع کشتی والون کے نجات دی اور بعد کو باقیون کو غرق کردیا اور فرمایا۔ لاعاصم الیوم من امر اللہ الامن رحم۔ یعنے جسپر اللہ تعالیٰ
کا رحم ہی اسکے سواے آج کوئی بچنے والا نہین ہی پھر جب نوحؑ کا بیٹا جو کافر تھا غرق ہوا تو عوج بن عنق کافر وولدالزنا کیسے بچ سکتا ہی یہ سب
بیہودہ باتین ہین کہ شرع وعقل کوئی اُسکو جائز نہین رکھتی ہی فافہم بالجملہ بہت سے ایسی ہی جھوٹی باتین لوگون نے داخل دفتر کرلی ہین
کہان تک اُنکے دفعیہ مین کوئی کوشش کرے اور کلام کو بڑھاوے ہان اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو لایعنی باتون سے بچاوے اور اُنکو کلام
خدا ورسول کے معانی کا شوق دلاوے جو اُنکے کام آوے اب تفسیر کیطرف رجوع ہی جب بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو یہ جواب دیا اور
ملک مصر کی طرف پھر جانے کا قصد کیا تو موسیٰ ملول ہوے اور جناب باری مین عرض کیا۔ قَالَ موسیٰ حینئذ۔ یعنے موسیٰ نے اسوقت کہا
کہ۔ رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ۔ الا۔ اَخِیْ۔ ولا املک غیرہما فاجبرہم علی الطاعۃ۔ اے پروردگار میرے مین نہین مالک
ہون الا اپنی جان کا اور الا اپنے بھائی کا اور ان دونون کے سواے دوسرون کا مالک نہین ہون کہ انکو فرمانبرداری پر مجبور کرلون
فَافْرُقْ۔ ای فافصل۔ بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۔ پس تو فیصلہ کردے ہمارے اور قوم فاسق کے درمیان مین۔
ف پس اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو وحی کی۔ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَیْهِمْ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً۔ یعنے فرمایا کہ زمین مقدس مین
داخل ہونا انپر چالیس برس تک حرام کیا گیا در حالیکہ۔ یَتِیْهُوْنَ فِی الْاَرْضِ۔ متحیر پھرینگے اس زمین مین جہان بیٹھے ہین دشت
اور وہ نو فرسخ تھی جیسا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا ہی حاصل آنکہ یہ لوگ مصر کو واپس نہین جاسکتے ہین اور متحیر پھرنا اور بھٹکنے رہنا اُنپر عذاب
تھا۔ فَلَا تَاْسَ۔ ای فلاتحزن۔ عَلَی الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۔ پس تو فاسقون پر غمناک مت ہو جیوف روی انہم کانوا
یسیرون اللیل جادین فاذا اصبحوا اذاہم فی الموضع الذی ابتدؤا منہ ویسیرون النہار کذلک حتی انقرضوا کلہم الامن لم یبلغ العشرین

قیل وکانوا ستمائۃ الف۔ روایت ہے کہ یہ لوگ رات مین کوشش سے قصد کرکے چلتے پھر جب صبح ہوئی تو اپنے آپ کو وہین دیکھتے جہان سے چلنا شروع
کیا تھا اور دن مین اسی طرح چلتے اور یہی انجام شام کو ہوتا اُنکو کہین قرار نہ تھا متحیر پھرتے تھے (کما رواہ ابن ابی حاتم عن ابن عباس)
پس ان سب کا یہی حال تھا اور درمیان مین من وسلوی اُترنا وابر کا سایہ ہونا اور کپڑے پرانے ومیلے نہونا اور پتھر سے بارہ چشمے
بضرب عصائے موسیٰ جاری ہونا وغیرہ عجیب عجیب خوارق عادات ظاہر ہوے جو اُنکے حواس ونظر کی بنیاد کو کاٹنے والے تھے جیسے ہمارے
زمانہ کے فرقۂ نیچر اسی بلا مین گرفتار ہین اور راہ نہین پاتے ہین اور نہین سمجھتے کہ اللہ تعالےٰ قادر مختار ہے ہر چیز ہر دم اسیکے حکم وتاثیر سے
اپنا کام دیتی ہے جیسے نمرود کی آگ حضرت ابراہیم کے حق مین گلزار تھی پس اللہ تعالےٰ کی قدرت تمام مخلوقات ذلیل پر بلطف وقہر ہر طرح
جاری ہے اور یہ بات کھلی ظاہر ہے بہر حال یہ لوگ اس جنگل مین اسی طرح حیران پھرے آخر سب کے سب فنا ہو گئے سوائے اُسقدر لوگونکے
جو بیس برس کی عمر کو نہ پہونچے تھے اور بیان کیا گیا ہے کہ یہ لشکر بنی اسرائیل کا چھ لاکھ آدمی تھے اور بعض نے کہا کہ فقط یوشع وکالب بچے
تھے اور باقی سب جنھون نے کہا تھا کہ انا لن ندخلہا ابدا۔ انہین سے کوئی نہین بچا اسی سے بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ قال فانہا محرمۃ علیہم
پر وقف تام ہے یعنے زمین مقدس مین داخل ہونا ان سب پر دائمی حرام کیا گیا۔ پھر اگر کہا جاوے کہ اوپر ذکر آیا کہ ادخلوا الارض المقدسۃ التی
کتب اللہ لکم۔ حالانکہ یہان محرمۃ علیہم سے انپر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی کہ مرگئے اور داخل نہوے۔ توجواب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اہل طاعت
بنی اسرائیل کے واسطے لکھی تھی اسمین خصوصیت اُنھین لوگونکی نہ تھی جنکو وعظ فرمایا تھا یہانتک کہ اُنکی ذریات اس چالیس برس کی
مدت کے بعد آخر وہان داخل ہوئی۔ اور اکثر مفسرین کے نزدیک قولہ فانہا محرمۃ علیہم اربعین سنۃ۔ پر وقف ہے اور قولہ یتیہون فی الارض
حال ہے پھر مفسر نے لکھا۔ ومات ہارون وموسی علیہما السلام فی التیہ وکان رحمۃ لہما وعذابا لاولٰئک وسال موسی ربہ عند موتہ ان یدنیہ
من الارض المقدسۃ رمیۃ بحجر فادناہ کما فی الحدیث۔ یعنے ہارون وموسیٰ نے اسی جنگل مین وفات پائی اور گرفتاری اُن دونون کے حق مین
رحمت تھی اور بنی اسرائیل کی قوم کے حق مین عذاب تھی۔ اور موسیٰ نے اپنی موت کے وقت پروردگار سے سوال کیا کہ مجھے زمین مقدس سے
اسقدر نزدیک فرما دے کہ پتھر پھینکا جاوے تو وہان گرے پس اللہ تعالےٰ نے اسیقدر نزدیک کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح مین ہے قال
المترجم اسمین اختلاف ہے کہ آیا موسیٰ وہارون علیہما السلام بنی اسرائیل کے ساتھ اس جنگل مین تھے یا نہین تھے تو صحیح یہ ہے کہ تھے پھر آیا وہ بھی
نہین نکل سکتے تھے یا نکل سکتے تھے پس اسکو اللہ تعالےٰ جانتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ نکل سکتے تھے ولیکن ان دونون کو وہان ہونا اُنکے واسطے رحمت
تھا اور قوم بنی اسرائیل پر جنھون نے نافرمانی کی تھی اُنپر عذاب تھا پھر ہارون علیہ السلام نے پہلے وفات پائی پھر موسیٰ علیہ السلام نے جس ترتیب سے
مفسر نے ذکر کرنے مین اشارہ کیا ہے صحیح بخاری کی حدیث مین قصہ وفات موسیٰ طول کے ساتھ مذکور ہے اور اسمین نشان قبر حضرت موسیٰ سے
قریب بیت المقدس کے تودۂ ریگ احمر پاس مروی ہے اور حدیث معراج مین رسول اللہ صلعم نے موسیٰ کو اپنی قبر مین نماز پڑھتے دیکھا تھا
پھر مفسر نے لکھا کہ ونبی یوشع بعد الاربعین وامر بقتال الجبارین فسار بمن بقی معہ وقاتلہم وکان یوم الجمعۃ ووقفت لہ الشمس ساعۃ حتی فرغ
من قتالہم وروی احمد فی مسندہ حدیثا ان الشمس لم تحبس علی بشر الا لیوشع لیالی سار الی بیت المقدس۔ یعنے پھر چالیس برس گذرنے کے
بعد یوشع علیہ السلام نبی کیے گئے اور اُنکو جبارین سے لڑنیکا حکم ہوا پس جو لوگ بچے تھے اُنکو لیکر چلے اور جبارین سے لڑے اور یہ جمعہ کا
روز تھا اور سورج اُنکے واسطے ایک ساعت ٹھہر گیا یہانتک کہ لڑائی سے فارغ ہوے اور امام احمد نے مسند میں ایک حدیث روایت کی کہ
آفتاب کسی بشر کے واسطے نہین روکا گیا سواے یوشع بن نون کے جن ایام مین کہ وہ بیت المقدس کو گئے تھے قال المترجم اسمین اختلاف ہے

کہ سورج کیونکر حبس ہوا تو بعض نے کہا کہ پیچھے پھر گیا بعض نے کہا کہ ٹھہرا دیا گیا اور بعض نے کہا کہ اُسکی رفتار سست کردی گئی اور صحیحین مین رد
شمس کا قصہ بدون نام کے ایک نبی کے واسطے مذکور ہے بروایت ابوہریرہؓ مرفوعًا اور اولی یہ ہے کہ سورج بمانند ابر و ہوا وغیرہ کے ایک محکوم مجبور
چیز ہے جیسے ہوا کو جب حکم ہوتا ہے چلتی ہے اور ابر کو جب اور جہان کو حکم ہوا بتدبیر مقدرہ جاریہ الٰہی چلتا ہے اسیطرح سورج چلتا ہے اور جب حکم
ہوا تو نہین چلا اور غرض صرف یہ ہے کہ غروب نہین ہوا پس بہ متعدد وجوہ سے ممکن ہے جسطرح ہوا ہو جائز ہے اسمین گفتگو کرنا فضول ہے بعد
یقین اس امر کے کہ سورج محکوم و مقہور حکم الٰہی ہے پھر شیخ ابن جریر و قرطبی نے یہ اختیار کیا کہ تریہا اریحا کو حضرت موسیٰ نے فتح کیا تھا
اور یوشع اُن کے مقدمۃ لشکر پر تھے اور ابن جریر نے اسپر یون استدلال کیا کہ یہود کے مورخین نے اجماع کیا کہ عوج بن عنق کو موسیٰ علیہ السلام
نے قتل کیا وہ بعد گرفتاری تیہ مذکور کے ہوگی ورنہ بنی اسرائیل کیون ڈرتے اور نیز بلعام باعورا نے جبارین کی خوشامد سے بعد تیہ کے
موسیٰ کے لشکر پر بد دعا کی تھی قال ابن کثیر شیخ ابن جریر کا استدلال ہے یعنی محض ہیچ و بے ثبوت ہے کیونکہ عوج و عنق کا حال تو پہلے معلوم ہوا
اور شیخ ابن جریر نے جو ابن عباس سے عوج کا قصہ جسطرح موسیٰ کا اُسکو قتل کرنا عوام مین مشہور ہے روایت کیا تو اُسکی اسناد مین راوی ابن عطیہ
مع اپنے شیخ کے ضعیف ہے اور نیز نوف البکالی سے جو روایت کیا وہ اضعف ہے پس عجب کہ بلا ثبوت بات پر اعتماد کرکے حدیث صحیح جس مین
موسیٰ کا تیہ مین وفات پانا مذکور ہے سہو ہوگئی۔ مگر وجہ اسکی یہ پیش آئی ہے کہ واقعات ابتدا سے انتہا تک حضرت موسیٰ کے ترتیب وار معلوم
نہ ہونے سے یہ پیچیدگی پڑتی ہے اور نیز قولہ تعالےٰ قال اتستبدلون الذی ہو ادنیٰ بالذی ہو خیر الآیہ۔ وغیرہ کو تیہ مین گرفتار رہنے پر محمول
کرنے کی وجہ سے توفیق مین تردد ہوتا ہے اور نیز جیسے اس مقام پر سرحد جبارین پر ایک جنگل مین چالیس برس پھنسے رہنے مین صریح غور
واقع ہوتا ہے کہ جبارین نے کیون تعرض نہ کیا وغیر ذلک بالجملہ حضرت موسیٰ نے اپنے لشکر سے راستہ کے بہت سے مقامات فتح کیے اور وہ
اُنکی عملداری مین تھے اور آخر جبارین کے معاملہ مین جو پانچ قلعون پر قابض تھے یہ واقعہ پیش آیا اور منجملہ اُنکے بیت المقدس بھی تھا جس سے محروم
رہے اور مترجم نے سورۃ البقرہ الم کی تفسیر مین تحقیق لکھدی ہے جس سے سب تردد جاتا رہے فافہم واللہ اعلم ف عرائس مین ہے کہ قولہ تعالےٰ
وجعلکم ملوکا حقیقت کرامت، بادشاہی بولایت و معرفت صفات ہے اور نیز ملوک بایں معنے کہ تمکو اپنے نفوس کا مالک کردیا کہ غیر کی طاعت سے اسکو
باز رکھتے ہو قصریؒ نے کہا کہ بادشاہت تمہاری یہی کہ اپنے نفوس پر علم شریعت سے سیاست رکھتے ہو اور سہلؒ نے فرمایا کہ اپنے نفوس کے
مالک ہو اور تمہارے نفوس تمہارے مالک نہین ہین اور حسینؒ نے کہا کہ عالم کی بندگی سے آزاد ہو کسی چیز سے تعلق خاطر نہین رکھتے ہو قولہ
تعالےٰ واٰتاکم مالم یؤت احدًا الخ اسمین بھی کامل نعمت مشاہدہ حضرت عزت اور آیات و معجزات مین اور بعض نے کہا کہ نبوت و سلطنت و علوم
کے آداب سے آراستہ کردیا اور جب اللہ تعالےٰ کسی قوم کو دنیا مین و دین مین سرفراز کرتا ہے تو آداب الہام کردیتا ہے قولہ وعلی اللہ فتوکلوا الخ مایوس ہونے
کے وقت اللہ تعالےٰ سے امیدوار رہو اور اگر عارف اور کلام الٰہی کی تصدیق رکھتے ہو تو قہر الٰہی کے وقت اُسکے لطف پر توکل کرو کہ وہ
لطیف و خبیر ہے شقیقؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے وعدہ پر قلب کا مطمئن ہونا یہی توکل ہے سہلؒ نے کہا کہ دل کو ربوبیت سے
لگانا اور بدن کو عبادت مین پھنسانا یہی توکل ہے واسطیؒ نے کہا کہ جسنے کسی سبب کی وجہ سے اللہ تعالےٰ پر توکل کیا تو وہ اللہ تعالےٰ پر
متوکل نہین کیونکہ اُسنے اپنے مقصود کی طرف اُسکو سبب کردیا اور اسمین معرفت الٰہی کی قلت ہے قال المترجم شاید مراد شیخ یہ ہے کہ اگر
مثلًا رزق کی طرف سے بدین سبب توکل کیا کہ اللہ تعالےٰ نے نوکری دی ہے تو یہ عامی ہے اور جسنے مثلًا رزاق سے اللہ تعالےٰ پر
توکل کیا اسلیے کہ واللہ تعالےٰ نے رزق پہونچانے کا وعدہ فرمایا ہے تو اُسنے درحقیقت اس وعدہ پر بھروسا کیا لیکن یہ اقرب ہے لہذا اللہ

تعالےٰ پر توکل ہی فافہم واللہ تعالےٰ اعلم ۔ قولہ رب انی لا املک الخ اشارہ ہی کہ ذرہ برابر بھی کوئی اپنے نفع وضرر کو نہین پہچانتا بس آگاہ کردیا کہ سلطان قہر الٰہی ہر چیز پر غالب ہی اور کبریائی کی ردا بیت مین حدوش کی ہستی کیا ہی قال المترجم توجیہ اشارہ یہ ہی کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام نے سوائے نصیحت کے بنو اسرائیل سے خطاب قدرت کچھ نہین کیا اور رسیدہ سے جناب الٰہی مین دست بدعا ہوکر اسی طرح عرض کیا جو درحقیقت مشعر تعلیم کبریا وجلال ہی فافہم واضح ہو کہ شیخ ابن کثیرؒ نے قولہ تعالےٰ فلا تاس علی القوم الفاسقین ۔ مین کہا کہ اسے موسیٰ ہمنے جو کچھ انکے حق مین حکم دیدیا تو اس سے غمگین مت ہو کیونکہ یہ لوگ اسی کے مستحق ہین اس قصہ مین ان یہود کے لیے جو بالفعل موجود تھے اور اپنے کبر سے اپنے آپکو محبوب مقدس تبلاتے تھے تو انکی واجبی سرکوبی و انکے فضائح وعیوب کا تحقیقی اظہار ہے کہ اللہ تعالےٰ ورسول سے مخالفت انکا شیوہ قدیم ہی کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے مخالفت کی جسکی ذات قدسی صفات سے فرعون کی غلامی وعذاب سے رہا ہوکر بجاے فرعون کے مرتبہ بادشاہت پر پہونچے اور انکی آنکھون دیکھتے فرعون دریاے الم مین غرق عذاب الیم ہوا اور ہنوز دیر ہوئی تھی کہ بت پرستی اور شرک مین پڑے وہ بھی حضرت وحدہ لاشریک نے بطفیل آنحضرت کلیم اللہ معاف فرمایا اسپر بھی عمالقہ سے جو دسوان حصہ نہونگے باوجود وعدہ فتح وظفر کے ڈر گئے اس جبلت والے کالانعام ہین انکے قبائح مانند پنچریون کے ظاہر خاص وعام ہین لیکن بہتان وافترا سے یہی کہے جاتے ہین کہ ہم ابناء اللہ واحباء ہین دنیا کی چندروزہ عیش وعشرت کے پیچھے دین کھویا اور مرتے ہی اپنے آپ کو قعر جہنم مین ڈبو یا اللّٰھم احفظنا ایماننا وجمیع المسلمین وانصرنا علی الکافرین

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ

اور سنا انکو احوال تحقیق آدم کے دو بیٹونکا جب نیاز کی دونون نے کچھ نیاز پھر قبول ہوئی ایک سے اور نہ قبول ہوئی

الْآخَرِ قَالَ لَأَقْتُلَنَّكَ قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ○ لَئِنْ بَسَطْتَ إِلَيَّ يَدَكَ

دوسرے سے کہا مین تجھکو مار ڈالونگا وہ بولا اللہ قبول کرتا ہی سو ادب والون سے اگر تو ہاتھ چلا دے گا

لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ○

مجھپر مارنیکو مین ہاتھ نہ چلاؤنگا تجھپر مارنے کو مین ڈرتا ہون اللہ سے جو صاحب ہے سب جہان کا

إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوءَ بِإِثْمِي وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ

مین چاہتا ہون کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور اپنا گناہ پھر ہو دوزخ والون مین اور یہی ہے سزا

الظَّالِمِينَ ○ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَاسِرِينَ ○

بے انصافونکی پھر اسکو راضی کیا اسکے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے پھر اسکو مار ڈالا تو ہوگیا زیان والون مین

فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ

پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا کریدتا زمین کو کہ اسکو دکھلا دے کسطرح چھپاتا ہے عیب اپنے بھائی کا

قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَٰذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ ○

بولا اے خرابی کہ مجھسے اتنا نہ ہوسکا کہ ہون برابر اس کوے کے کہ مین چھپاؤن عیب اپنے بھائی کا پھر لگا پچھتانے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ ۔ ای اتل یا محمد ﷺ تو مکا ای محمد اپنی قوم کو پڑھ سنا ف یعنے امت کو تنبیہ کر کہ ظلم اور بدخصلت سے

احتراز کریں جیسے یہود میں ظلم و عہد شکنی کی خصلت دیسی ہی جیسی ایک فرزند آدم سے ظاہر ہوئی تھی۔ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ خبر دو فرزند آدم کی بحق ف یعنے حقیقت کے ساتھ سنا دے اُنکو خبر دو بیٹوں آدم کی ف جنکا نام ہابیل و قابیل تھا ابن کثیرؒ کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ بغاوت و حسد و ظلم و بدعہدی کا انجام بُرا ہوتا ہے تو یہود و انکے مانند لوگونکو جو بغاوت و حسد و عہد شکنی میں سرگرم ہیں آدم کے دو بیٹونکا قصہ سنائے کہ دونوں میں سے ظالم و حاسد کا کیسا بد انجام ہوا اور جمہور کے نزدیک دونوں حضرت آدم کے نطفہ سے بیٹے تھے اور حسن و ضحاک سے مروی ہوا کہ ابن آدم کا اطلاق بایں معنی کہ دو آدمی تھے بنی اسرائیل میں سے جنکی مثل واسطے اظہار حسد و ظلم یہود کے بیان ہوئی ہے اور انھیں کی وجہ سے بنی اسرائیل پر حکم قتل لکھا گیا چنانچہ آئندہ آیات میں ظاہر اور یہ کلام بھی محتمل ہے اور اکثر صحابہ و تابعین سے مروی ہوا کہ ان دونونکا نام قابیل و ہابیل تھا سدیؒ نے ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ و چند صحابہؓ روایت کی کہ جب آدم علیہ السلام کے کوئی اولاد ہوتی تو لڑکا اور اُسکے ساتھ لڑکی بھی ہوتی تھی پس اس بطن کی لڑکی و دوسرے بطن کا لڑکا بیاہ دیتے تھے یہانتک کہ اُنکے دو لڑکے ہابیل و قابیل ہوئے پھر قابیل کھیتی کرتا اور ہابیل کے پاس مویشی تھیں اور قابیل بڑا تھا اور قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی تھی (اُسکا نام اقلیما تھا) اور وہ ہابیل کی جوڑ یا لڑکی سے (جسکا نام لبوذا تھا) خوبصورت تھی پس ہابیل نے قابیل کی بہن سے نکاح کی درخواست کی اُسنے انکار کیا۔ اور کہا کہ وہ تیری بہن سے اچھی ہے اور میری جوڑ یا ہوئی ہے میں ہی اُسکا مستحق ہوں مگر باپ نے حکم دیا کہ ہابیل سے بیاہ دے اُسنے نانا اور دونوں نے اللہ تعالےٰ کی نذر میں قربان رکھا کہ دونوں میں سے کون اس لڑکی کا مستحق ہے (بعض روایت میں قربان رکھنا اس سبب سے نہ تھا بلکہ اس وقت میں کوئی فقیر نہ ملتا تھا ان دونوں نے بغرض ثواب و رضائے آلٰہی کے ایسا کیا تھا اور یہی اصح و ظاہر قرآن مجید ہے) اور آدم علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ زمین پر تو میرا گھر جانتا ہے عرض کیا کہ نہیں تو ارشاد ہوا کہ مکہ میں ہے وہاں جاکر حج ادا کر تو آدم علیہ السلام نے آسمان سے کہا کہ میری اولاد کی حفاظت کر امانت کے ساتھ اُسنے انکار کیا اور زمین سے کہا اُسنے بھی اور پہاڑوں سے کہا انھوں نے بھی انکار کیا پھر قابیل سے کہا اُسنے کہا اچھا میں امانت کے ساتھ حفاظت کا عہد کرتا ہوں تم جاؤ اور لوٹکر اپنی اولاد کو خوشی سے دیکھو گے پس آدم علیہ السلام اس زمانہ میں بھی حج کو گئے تھے کہ دونوں نے قربان نذر رکھا اور قابیل فخر کیے جاتا کہ میں ہابیل سے بڑا اور باپ کا وصی ہوں و اپنی جوڑ یا کا زیادہ مستحق ہوں پس ہابیل نے اپنے مواشی میں سے سب سے عمدہ موٹا تازہ خوبصورت نوجوان مینڈھا نذر رکھا اور قابیل ایک گٹھا بالیاں لایا جسمیں ایک خوشہ بہت عمدہ تھا اُسکو توڑکر کھا لیا (یعنے بدنیتی سے رکھا تھا کہ اسکے قربان کا عمل کرے بلکہ چاہے کچھ ہو اقلیما کو باوجود یکہ اُسپر منع تھی اپنے ہی تصرف میں لاویگا) پس جب دونوں نے میدان میں قربان رکھا تو (بعض روایت میں ہے کہ آدمؑ موجود تھے انھوں نے دعا مانگی) آسمان سے بدون دھوئیں کے لطیف آگ اتری اور ہابیل کا نذرانہ کھا گئی اور قابیل کا نذرانہ چھوڑ دیا پس قابیل دل میں جل گیا (بعض روایت میں آدمؑ سے کہا کہ آپ نے ہابیل کے نذرانہ پر دعا کی تو وہ مقبول ہوا) اور ہابیل سے کہا کہ میں تجھے مار ڈالونگا کہ تو میری بہن سے نکاح نکریگا تو ہابیل نے کہا کہ اللہ تعالےٰ تو پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے رواہ ابن جریرؒ سعید بن جبیرؒ عن ابن عباسؓ کہا کہ آدم علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ اپنی اولاد میں ایک ہی پیٹ کے جوڑ یا لڑکا و لڑکی کو باہم نکاح نکردیں بلکہ دوسری بار کی پیدائش کی دختر کو اول بطن کے پسر سے بیاہیں اور ہر بطن سے اُنکے ایک لڑکا و ایک لڑکی جوڑ یا ہوتی تھی پس یہی ہوتا تھا پھر اُنکے ایک بار ایک لڑکا و اُسکے ساتھ ایک خوبصورت لڑکی ہوئی اور دوسرے بطن سے ایک لڑکا اور ایک بدشکل لڑکی ہوئی پس بدشکل لڑکی کیساتھ والے نے خوبصورت لڑکی والے سے کہا کہ تو مجھے اپنی بہن بیاہ دے اور میں تجھے اپنی بہن بیاہ دوں اُسنے انکار کیا اور کہا کہ میں اپنی بہن کا خود

ف سوائے شیث علیہ السلام کے کہ وہ بعد اس واقعہ کے ایک مدت گذرنے کے فقط تنہا بدون کسی دختر کے پیدا ہوئے تھے جیسا کہ بعض روایات میں مصرح ہے ۱۲ منہ

زیادہ مستحق ہوں پھر دونوں نے قربان پیش کیا تو مینڈھے والے یعنے ہابیل کا نذرانہ قبول ہوا اور کھیتی والے یعنے قابیل کا قبول نہوا پس قابیل نے اسکو قتل کر ڈالا رواہ ابن ابی حاتم قال ابن کثیر اسنادہ جید یعنی اللہ تعالے نے فرمایا کہ واتل علیہم نبأ ابنی آدم۔ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا۔ ای اللہ وہو کبش لہابیل و زرع لقابیل۔ جبکہ دونوں نے نذر پیش کیا قربان کو اللہ تعالے کی جناب مین ف اور وہ ہابیل کا تو ایک مینڈھا تھا اور قابیل کا زرع یعنے بالیونکا گٹھا تھا۔ اور قربان وہ چیز جس سے اللہ تعالے کی جناب مین تقرب چاہا جاوے اور انگلی امتون مین یہ دستور بطور مذکورہ بالا جاری تھا اور ظاہر کلام پاک دلالت کرتا ہے کہ یہ امر بغرض تقرب تھا کوئی سبب مانند عورت وغیرہ کے نکاح کے نہ تھا جیسا کہ ابن جریر نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ حال یہ تھا کہ اس زمانہ مین کوئی فقیر و مسکین نہ ملتا تھا کہ جسکو صدقہ دیوین پھر ایک وقت ہابیل و قابیل دونوں بیٹھے تھے آپسمین کہنے لگے کہ آؤ ہم تم قربان پیش کرین پس ہابیل نے اپنی بکریون مین سے عمدہ مینڈھا دیا اور قابیل نے اپنی زرع مین سے اپنے نزدیک خراب کو دیا۔ فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا۔ پس ایک سے قربان قبول ہوئی ف وہ ہابیل تھا یعنے دونون مین سے ایک جس سے قبول کیا گیا اسکا نام ہابیل تھا اور قبول یون ہوا کہ آسمان سے بے دھوین کی آگ اتری اور اسنے قربان ہابیل کو کھا لیا اور یہی قبولیت کی شناخت تھی قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی حدثنا ابو سلمۃ حدثنا حماد بن سلمۃ عن عبد اللہ بن عثمان بن خثیم عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ فی قولہ تعالے اذ قربا قربانا فتقبل من احدہما کہا ابن عباس نے کہ بکریون والا ایک مینڈھا بڑی بڑی آنکھون اور بڑے سینگ والا سپید لایا اور کھیتی والا اناج کی ایک ڈھیری لایا پس اللہ تعالے نے مینڈھا قبول فرمایا اور اسکو جنت مین چالیس خریف تک محفوظ رکھا اور یہی وہ مینڈھا تھا جو ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کے ذبح مین فدیہ دیا گیا اسناد صحیح (فدیہ اسمعیل علیہ السلام ہونا ابن جریر نے اسمعیل بن رافع المدنی سے بھی روایت کیا) اور ابن کثیر نے کہا کہ یہ ابن عباس وغیرہ کا قول ہے قولہ تعالے۔ وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ اور دوسرے بیٹے سے قربان نہ قبول کیا گیا ف وہ قابیل تھا یعنے جس دوسرے سے مقبول نہوا کہ آگ نے نہین کھایا اسکا نام قابیل تھا پس وہ غضبناک ہوا اور دلمین حسد پوشیدہ رکھا یہانتک کہ آدم علیہ السلام حج خانہ کعبہ کو گئے قال المترجم ابن عباس و ابن عمرو وغیرہما سلف سے تصریح آئی ہے کہ قابیل نے خراب ناکارہ کو قربان مین رکھا تھا یعنے آنکہ اسکی نیت خراب تھی اور امام محمد باقر کی روایت ابن ابی حاتم مین ہے کہ آدمؑ نے دونون سے کہا تھا کہ اللہ تعالے نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ میری ذریت مین ایسے بندے ہونے والے ہین جو تقرب بقربان حاصل کرینگے سو تم دونون قربان لاؤ تاکہ میری آنکھین ٹھنڈی ہون الخ اور ابن جریر کی روایت عوفی عن ابن عباسؓ مین بھی یہی دلالت ہے کہ قابیل کو حسد وغصہ صرف اسی بات پر آیا کہ قربان ہابیل قبول ہوا اور اسکا قربان قبول نہوا چنانچہ اسنے بھائی سے کہا کہ تو لوگون مین نامور پھریگا کہ تیرا قربان قبول ہوا اور مین بدنام ہونگا کہ میرا قربان رد ہوا اور روایت امام محمد باقر مین حضرت آدمؑ کا اسوقت موجود ہونا مذکور ہے اور مفسر سیوطیؒ کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہے کہ قابیل نے حسد چھپا رکھا یہانتک کہ آدمؑ جب حج بیت اللہ کو گئے تو یہ واقعہ ہوا جو آگے فرمایا قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ۔ ای قال قابیل لاخیہ لاقتلنک قال لم قال تقبل قربانک دونی۔ یعنے قابیل نے اپنے بھائی سے کہا کہ مین تجھے قتل کر دونگا اسنے کہا کہ کیون تو بولا کہ تیرا قربان قبول ہوا تو نامور ہوا اور میرا رد ہوا۔ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ تو ہابیل نے کہا کہ اللہ تعالے تو متقیون ہی سے قبول فرماتا ہے ف پھر اگر تیرا قبول نہوا تو میرا اسمین کیا قصور ہے سراج مین لکھا کہ اگر کہا جاوے کہ قولہ لاقتلنک کا جواب۔ انما یتقبل اللہ من المتقین کیونکر ہوا تو جواب یہ دیا گیا کہ ہابیل کے قربان قبول ہونے سے جو حسد اسکو اپنے بھائی سے ہوا تھا یہی اسکو آمادہ کرتا تھا کہ اپنے بھائی کو قتل سے

[illegible]

وعیدکے تو جواب دیا کہ تجکو جو کچھ پہونچا وہ تیرے نفس کی طرف سے ہو کیونکہ وہ لباس تقوی سے برہنہ ہوگیا اور تجھے میری طرف سے کچھ ضرر نہین پہونچا پس تو مجھے کیون قتل کرتا ہو اور کیون اپنے نفس کو عذاب نہین کرتا اور اسکو اللہ تعالے کے تقوے پر آمادہ نہین کرتا جس سے قبولیت ہو جاتی ہو پس یہ جواب نہایت حلم کے ساتھ مختصر اور جامع معانی ہو اور اسمین اشارہ ہو کہ حاسد کو چاہیے کہ اپنی محرومی کو اپنے قصور کی وجہ سے دیکھے اور وہ بات کرے جس سے اسکی وجہ محرومی کی زائل ہو جاوے اور اسمین دلالت ہو کہ طاعت اُسی بندے سے قبول ہوتی ہو جو مومن متقی ہو انتہی کلامہ اور معاذ بن جبل رض سے روایت ہے کہ لوگ حشر مین ایک میدان مین جمع ہونگے اور پکارنے والا آواز دیگا کہ متقین کہان ہین پس سب متقین کنف الرحمن مین ہو جاوینگے اُنسے حضرت باری تعالے کے درمیان کچھ حجاب نہ ہوگا پھر معاذ رض سے پوچھا گیا کہ متقین کون لوگ ہین کہ فرمایا لوگ جو شرک سے اور بت پرستی سے بچتے ہین اور خالص بندگی اللہ تعالے ہی کیواسطے ادا کرتے ہین پس وہ جنت مین چلے جاوینگے رواہ ابن ابی حاتم۔ لَئِنۡ بَسَطۡتَ اِلَیَّ یَدَكَ ۔ واللہ اگر تونے بڑھایا میری طرف اپنا ہاتھ لِتَقۡتُلَنِیۡ تاکہ تو مجھے قتل کرے مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیۡكَ لِاَقۡتُلَكَ اِنِّیۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۔ تو مین اپنا ہاتھ دراز کرنے والا نہین تاکہ تجکو قتل کردون مین اللہ رب العلمین سے خوف کرتا ہون ف واضح ہو کہ آدم علیہ السلام کے صالح بیٹے ہابیل کے کلام مین اشارہ ہو کہ مین بھی یہ فعل کر سکتا ہون ولیکن خالص بخوف خدا سے تعالے اسکو ترک کرتا ہون اور عبد اللہ بن عمر رض نے فرمایا کہ قسم ہو اللہ تعالے کی کہ آدم کے دونون بیٹون مین جو مقتول ہوا وہ قاتل سے زبردست تھا ولیکن اسکو تقوی اس بات سے مانع ہوا کہ بھائی کو قتل کرنے کیلیے ہاتھ بڑھاوے (رواہ ابن جریر) اور صحیحین مین روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب دو مسلمان اپنی تلوارون سے مقابل ہوے تو قاتل و مقتول دونون دوزخی ہین تو صحابہ رض نے عرض کیا یا رسول اللہ ایک تو قاتل ہوا پھر مقتول کیون دوزخ مین گیا تو فرمایا کہ وہ بھی تو اپنے قاتل کے مار ڈالنے پر حریص تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہو کہ اُنھون نے حضرت عثمان بن عفان رض کی شہادت کے فتنہ کے وقت کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا تھا کہ عنقریب ایک فتنہ واقع ہوگا اسمین بیٹھا ہوا آدمی کھڑے ہوے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہوا آدمی چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا آدمی دوڑنے والے سے بہتر ہوگا تو مین نے عرض کیا کہ اگر کوئی میرے گھر مین گھسکر مجھے مار ڈالنے کو دست درازی کرے تو مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ تو آدم علیہ السلام کے بیٹے کے مانند ہو جائیو اور آپنے یہ آیت پڑھی لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط الآیہ۔ رواہ احمد والترمذی وابوداود اور ترمذی نے کہا کہ اس باب مین ابوہریرہ وخباب بن الارت وابوبکر وابن مسعود وابو واقد و ابوموسی وخرشہ بن الحر رضی اللہ عنہم سے روایت ہو اور بعض نے اسکو لیث بن سعد راوی سے روایت کیا اور اسناد مین ایک مرد کو بڑھایا ہو قال الحافظ ابن العساکر وہ مرد مذکور حسین الاشجعی ہین اور یہ معنے حضرت ابوذر رض کی حدیث مرفوع مین بروایت احمد ومسلم واہل سنن ثابت ہین چنانچہ اس حدیث مین ہو کہ حضرت صلعم نے ابوذر رض سے کہا کہ اے ابوذر اگر تو دیکھے کہ بعضے لوگ بعض کو قتل کرتے ہین تب تو کیا کرے مین نے عرض کیا کہ اللہ تعالے و اُسکے رسول کو اسکا علم خوب ہو فرمایا کہ تو اپنے گھر بیٹھ رہ اور اپنا دروازہ بند کر لے مین نے کہا کہ اگر مین نہ چھوڑا جاؤن تو فرمایا کہ انہین جا جنمین تو ہو اور انہین رہ مین نے عرض کیا کہ اپنے ہتھیار اُٹھاؤن فرمایا کہ ہتھیار اُٹھاویگا تو جس حال مین وہ ہین اسمین تو بھی اُنکا شریک ہو جائیگا ولیکن اگر تجھے ڈر ہو کہ تلوار کی چمک سے تجھے روع ہوگا تو اپنی چادر کا کونا اپنے چہرے پر ڈال لے تاکہ قاتل اپنے اور تیرے گناہ سمیت واپس جاوے قال المترجم اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ ایوب سختیانی رحمہ اللہ نے جو طبقہ تابعین سے ہین فرمایا کہ قولہ لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک الآیہ۔ پر اس امت مین سے جنھنے پہلے پہل عمل کیا وہ حضرت

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہین - اور صحیح و سنن مین وہ حدیث ثابت ہی کہ آنحضرت صلعم نے حضرت ابو بکر و عمر کو جنت کی بشارت دی اور پھر
عثمان آئے تو انکو بھی جنت کی بشارت دی ایک فتنہ کیوجہ سے جو عثمان کو پہونچیگا اور نیز ثابت ہی کہ حضرت عثمان کو اشارہ سے فرمایا کہ اگر
اللہ تعالے تجھکو کوئی خلعت پہنا دے تو لوگون کے کہنے سے مت اُتارنا اسی وجہ سے اُنھون نے فتنہ و ترینہ کے وقت خلافت سے دست بردار
ہونا قبول نفرمایا لیکن چونکہ حضرت صلعم نے انکو صبر کی وصیت کی تھی جیسا کہ صحاح مین ثابت ہی لہذا باغیون سے قتال بھی نہین کیا اور صبر
کے ساتھ کلام اللہ تعالے پڑھتے ہوے جان دی پھر واضح ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دونون بیٹے دو باتون کے نمونہ ہین چنانچہ
ہابیل تو بھلائی مین نمونہ ہوے کہ انکی اس بارہ مین اقتدا کیجاتی ہی اور قابیل برائی و ظلم و قتل کا نمونہ ہوا چنانچہ اسکا بدانجام آگے مذکور ہوگا
اور ہابیل کی اقتدا کے بارہ مین اوپر حدیث مذکور ہوئی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایسے فتنہ کے وقت تو حضرت آدم کے دونون بیٹون مین سے
پہلے بیٹے یعنے ہابیل کے مانند ہوجا اور حضرت صلعم نے یہ آیت پڑھ دی اور کیون نہو کہ ہابیل نے سچے خوف الٰہی کے مقابلہ مین باوجود زبردست
ہونے کے گردن جھکا کر جان دی پھر مجاہد رح سے مروی ہی کہ اس زمانہ مین انپر یہ فرض تھا کہ کوئی دوسرے پر مار ڈالنے کا حربہ نکرے اور قاتل
کو مانع نہو اور ابن جریج رحمہ اللہ سے بھی اسی کے مانند مروی ہی قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے علما نے کہا کہ اسطرح بندگی فرض
ہونا ممکن ہی اور شاید کہ اس زمانہ مین یہی حکم ہو لیکن ہماری شرع مین جو شخص خواہ مخواہ قتل کی نیت سے حملہ آور ہو اسکو دفع کرنا
اور روکنا بالاجماع جائز ہی پس جائز ہونے مین تو کسی کو خلاف نہین ہان اسمین اختلاف ہی کہ آیا دفع کرنا و روکنا واجب ہی یا نہین تو
اصح یہ ہی کہ روکنا واجب ہی کیونکہ ایسا حملہ آور ایسی بات کرنا چاہتا ہی جو شرع مین سخت حرام ہی اور حرام و منکر سے منع کرنا و روکنا واجب ہی
اور فرقہ حشویہ مین سے ایک قوم ہی جنکے نزدیک حملہ آور کو روکنا بدلیل حدیث ابو ذر رضی اللہ عنہ مذکورہ بالا نہین جائز ہی لیکن ہمارے
علما نے اس حدیث کو اس معنے پر محمول کیا کہ جب مسلمانون مین فتنہ واقع ہو تو لڑائی کو ترک کرے اور جس لڑائی مین شبہہ ہو وہان ہاتھ روکے
جیسا کہ مین نے تذکرہ مین صاف بیان کیا ہی انتہی کلامہ علی ما فی الفتح پھر واضح ہو کہ قول مجاہد و ابن جریج رحمہما اللہ تعالے کہ اُس زمانہ والون پر
فرض تھا کہ جو شخص قتل کا ارادہ کرے تم اسکو نہ روکے اس قول کے ذکر کرنیکی جبھی ضرورت ہی کہ قابیل نے ہابیل کو انکی بیداری و ہوشیاری
مین قتل کیا ہو اور ہابیل نے بخوف الٰہی نہین روکا اور صبر سے جان دی اور اگر یہ ہوا ہو کہ قابیل نے ہابیل سے کہا کہ مین تجھکو مار ڈالونگا اور
ہابیل نے نصیحت کر دی کہ اگر میرے خون مین ہاتھ آلودہ کرنا چاہتا ہی تو مین تیرے خون مین ہاتھ آلودہ کرنا نہین چاہتا ہون پھر قابیل نے
سوتے مین یا غفلت مین ہابیل کو قتل کیا تو تاویل مذکور کی ضرورت نہین ہی و لیکن عامہ آثار دلالت کرتے ہین کہ بیداری مین مارا اور بعض آثار
مین ہی کہ سوتے مین مارا جیسا کہ انشاء اللہ تعالے آتا ہی - اِنِّیۡۤ اُرِیۡدُ اَنۡ تَبُوۡٓاَ بِاِثۡمِیۡ وَ اِثۡمِکَ فَتَکُوۡنَ مِنۡ اَصۡحٰبِ
النَّارِ - یعنے مین چاہتا ہون کہ تو پھرے میرے قتل کے گناہ کے ساتھ اور اپنے دیگر گناہون کے ساتھ جنکا تو پہلے سے مرتکب ہوا ہے
پھر تو دوزخیون مین سے ہوجائیگا یعنے مین یہ نہین چاہتا ہون کہ مین پھر جاؤن تیرے گناہ قتل کے ساتھ کہ تجھکو قتل کرون اور دوزخیون مین سے
ہوجاؤن اس سے وہم ہوتا ہی کہ ہابیل نے قابیل کے دوزخی ہونیکو چاہا و ارادہ کیا تو زمخشری رح نے جواب دیا کہ یہ ارادہ بمعنے حقیقی نہین ہی بلکہ
بات یہ ہی کہ جب ہابیل نے جانا کہ وہ خواہ مخواہ مجھے قتل کریگا قتل ہونا یا قتل کرنا دونون مین سے اپنے نفس کو بخوف الٰہی و خواہش ثواب کے
قتل ہونے و گردن جھکانے پر مضبوط کر لیا تو مجازاً گویا اس بات کے ارادہ کرنے والے ہوے اگرچہ درحقیقت یہ ارادہ نہین تھا اور نیز اسمین
لطیف نصیحت ہی کہ یہان دو ہی باتین ہین یا تو مقتول کے قتل کا گناہ سر پر لاد کر جہنمی ہوا اور یا قاتل کو جہنمی ہونے دے خود اس سے بچے پس

نفس مطمئنہ انہین سے یہی اختیار کریگا کہ جہنمی ہونے سے بچے پس قولہ انی ارید کے معنے یہ کہ انی اختیر یعنے مین ان دونون باتوں مین سے یہ
اختیار کرتا ہون کہ تو ہی ای قاتل جہنمی ہو اور مین نہون اور یہان ایجاز لطیف بحسن بلاغت ہے کہ جو مذکور ہے وہ محذوف پر دلالت کرتا ہے پھر قولہ تعالے ان
تبوء باثمی واثمک کے معنے مین مفسرین نے اختلاف کیا بوجہ اسکے کہ ظاہر یہ ہوتا ہے کہ قاتل پر مقتول کے گناہ لد جاتے ہین حالانکہ قولہ تعالی الا تزر
وازرۃ وزر اخری یعنے نہین اُٹھاتی کوئی جان دوسری جان کے گناہ کو صریح دلالت کرتا ہے کہ قاتل پر مقتول کے گناہ نہین بار ہوتے بلکہ اپنے
اُسکے گناہ اور قتل کرنیکا گناہ عظیم ہوتا ہے تو بعض مفسرین نے کہا کہ ہابیل کی مراد یہ تھی کہ مین یہ اختیار کرتا ہون کہ تو میرے اس گناہ کیساتھ جو
مجھپر ہو جاتا اگر مین تیرے قتل پر حریص ہوتا اور اس گناہ کے ساتھ جو تو میرے قتل سے اُٹھاویگا اور بعض نے کہا کہ قولہ باثمی سے مراد وہ گناہ
جو میرے افعال سابقہ سے میرے اوپر ثابت ہو چکے ہین وہ بھی تیرے مجھپر ظلم کرنے سے تجھپر ڈالے جاوین اور اس سے یہ نہین سمجھنا چاہیے کہ قاتل پر مقتول
کے گناہ لد جاتے ہین بلکہ باین معنی کہ جیسے حدیث صحیح مسلم مین حضرت صلعم سے ثابت ہے کہ قیامت مین ظالم و مظلوم لائے جاوینگے پس ظالم کی
نیکیان لیکر مظلوم کی نیکیون مین بڑھائی جاوینگی یہانتک کہ انصاف ہو جاوے اور اگر ظالم کی نیکیان نہوین یا کافی نہوین تو مظلوم کی بُرائیان لیکر
ظالم کے اوپر بڑھائی جاوینگی پس یہ حکم تو جملہ مظالم مین ہے پھر قتل تو سب سے سخت اور بڑا مظلمہ ہے اور تحقیق اسکی تفسیر قولہ تعالے ولیحملن اثقالہم واثقالا مع
اثقالہم الآیۃ۔ مین انشاء اللہ تعالے آویگی اور اکثر علما نے فرمایا کہ قولہ انی ارید ان تبوء باثمی۔ ای باثم قتلی میرے قتل کرنے کے گناہ کے ساتھ
واثمک ای وباثمک الذی ارتکبتہ من قبل ۔ اور اُس گناہ کے ساتھ جسکا تو میرے قتل کرنے سے پہلے مرتکب ہو چکا ثعلبی نے کہا کہ یہی عامہ
مفسرین منے معنے بیان کیے ہین اور مترجم کہتا ہے کہ یہی شیخ سیوطی رح نے اختیار کیے ہین پھر آگے جو فرمایا۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ
تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تتمہ قول ہابیل ہے ولیکن شیخ مفسر رح نے اُسکو اللہ تعالے کا کلام قرار دیا یعنے اوتعالے فرماتا ہے کہ جہنمی ہونا یہی ان ظالمون کی
سزا ہے جو اسطرح قتل کے مرتکب ہون اور جو شیخ مفسر نے قرار دیا یہی صحیح ہے اور کلام مجید مین بہت جگہ ایسا آیا ہے اور اسکو اہل علم ماہر جانتے ہین
اسیواسطے رسم الخط مین جائز و مطلق و وقف وغیرہ لکھے جاتے ہین تاکہ عوام دھوکا نہ کھاوین پھر فرمایا۔ فَطَوَّعَتْ لَهٗ۔ طوعت وطاعت
بمعنے واحد ہین قال ابن کثیر ای حسنت وسولت لہ نفسہ وشجعتہ۔ اچھا کام جتایا اور ملمع بنایا اور اُسکو شجاعت دلائی وقال المفسر رح
کما قال قتادۃ رح ای فزینت لہ۔ اسکی نظر مین مزین دکھایا۔ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ ۔ یعنے اُسکے جی نے اُسکو اپنا بھائی مار ڈالنا
اچھا کام دکھلایا پس اُسنے بھائی کو قتل کر ڈالا مترجم کہتا ہے کہ اسمین تنبیہ ہے کہ آدمی کو اللہ تعالے و اُسکے رسول کے احکام کو تحقیق
جاننا چاہیے ورنہ اگر اپنی راے پر چلا تو قابیل کی طرح اکثر یہی ہوگا کہ بد باتون کو اچھا سمجھیگا دیکھو قابیل نے اپنی راے ونفس پر اعتماد کیا تو کیا خوار
وخراب ہوا اور واضح رہے کہ حواس سے کام لینا منع نہین لیکن جو امور کہ عقل وراسے کے ہین جنمین حواس ظاہرہ و باطنیہ کو دخل نہین ہے
اُنمین کبھی راے پر اعتماد نہ کرے جیسے نیچریہ فرقے والے گمراہ ہین اس اعتماد پر کہ دوربین سے آسمان نظر نہین آتا حالانکہ ذراسی بات یہ ہے کہ
اگر وہ محض تاریکی و منتہاے نظر ہوتا تو پانی مین عکس کس چیز کا نظر آتا ہے باوجودیکہ یقین اس امر کے کہ سوائے اجسام کے تاریکی وغیرہ کا عکس
نہین پڑتا اسی طرح حواس کے لیے اللہ تعالے سے توفیق چاہیے ورنہ غلطی اُٹھاویگا بہت سے نظر بندی و بھان متی سے عاجز ہو جاتے ہین
اور بد حواس ہو کر ہاتھ کی صفائی وغیرہ کہنے لگتے ہین یہ سب قابیل کے ساتھی ہین ۔ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ ہوگیا بسبب قتل
کرنے اپنے بھائی کے ایسے لوگون مین سے جنکو دونون جہان مین خسارہ و خواری ہے ف یعنے بھائی کو قتل کرکے دونون جہان مین
خوار ہوا شیخ ابن کثیر وغیرہ نے نقل کیا کہ امام محمد باقر رض کی روایت مین قابیل نے بھائی کو دھاردار ہتھیار سے قتل کیا اور

قول سدی از ابن عباس و ابن مسعود و جماعۃ صحابہ جو ابتدائے قصہ مین بروایت ابن جریر تھوڑا مذکور ہوا اسکا تتمہ یہ ہی کہ پھر قابیل کے نفس نے اسکو آراستہ کر دکھایا اور اسکی رائے مین یہی خوب نظر آیا کہ بھائی کو قتل کرے سو تلاش مین رہا اور ہابیل جسکی عمر بیس برس کے قریب تھی اپنی بکریان لیکر پہاڑ و نکو بھاگ گیا ناگاہ اسنے ایک روز تلاش کر پایا اور وہ سوتا تھا اسپر پتھر اٹھا کر اسکا سر کچل دیا اور لاش میدان مین پڑا چھوڑ دیا اور مروی ہی کہ قتل کا ڈھنگ نجانتا تھا تو ابلیس نے اسکے روبرو ایک جانور کو پتھر سے سر کچل کر مارا اسنے سیکھ لیا روایۃ ابن ابی حاتم اور زید بن اسلم سے ہی کہ خود اسکو شیطان نے سکھلایا اور جب قتل کر چکا تو شیطان نے حوا علیہا السلام سے آکر ماجرا بیان کر دیا انھون نے چیخ ماری اور آدم علیہ السلام نے دو بار سبب پوچھا تو جواب نہ پایا پس آدم علیہ السلام نے کہا کہ تجھپر اور تیری بیٹیون پر بھی چیخ رہے اور مین اور میرے پسر اس سے بری ہین کما رواہ ابن ابی حاتم اور مروی ہی کہ بعد قتل مذکور کے سات روز زمین کو زلزلہ رہا اور درخت کانٹے دار و رنگ متغیر ہوا اور قابیل کا گورا جسم سیاہ پڑگیا اور زمین نے ہابیل کا خون چوس لیا تھا جب قابیل نے کہا کہ مین مارتا تو خون ظاہر ہوتا تبھی سے خون زمین مین جذب ہونا ممنوع ہو و عن الواقدی حبشی لوگ سب قابیل کی اولاد ہین و عن محمد بن اسحق حام نے اپنے باپ نوح علیہ السلام کو سوتے مین برہنہ دیکھکر نہین چھپایا تو حام کا جسم سیاہ ہو گیا اور حبشی اسی کی اولاد ہین نقل ہی کہ بعد قتل کے آدم علیہ السلام سو برس تک نہین ہنسے اور ابن عباس سے ہی کہ جسنے کہا کہ آدم نے ہابیل کے مرثیہ مین اشعار کہے وہ جھوٹا ہی تمام انبیا علیہم السلام شعر کہنے سے بری ہین مروی ہی کہ ہابیل کے قتل سے پچاس برس بعد اللہ تعالےٰ نے آدم سے شیث کو پیدا کیا اور یہ ہابیل کا نعم البدل تھا اور شیث کو اللہ تعالےٰ نے ساعات شب و روز و اوقات عبادت مخلوق سکھلائے و پچاس صحیفہ نازل فرمائے اور آدم کا ولی عہد یعنے پیغمبر کیا اور قابیل کو مردود و مطرود کیا وہ اقلیما کو لیکر عدن کو بھاگ گیا اور شیطانکی راہ سے اولاد آدم مین سب سے پہلے اسی نے آگ پوجنا شروع کی و عن مجاہد اولاد قابیل نے بربط و طنبورہ و مزامیر و ڈھول باجے وغیرہ آلات لہو نکالے اور شراب خواری و آتش پرستی و زناکاری و فواحش مین منہمک ہوئے یہانتک کہ نوح علیہ السلام کے طوفان مین اللہ تعالےٰ نے سب کو غرق کر دیا اور شیث علیہ السلام کی اولاد باقی رہی ایسی ہی اور روایات کثرت سے ہین اور بقاعی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ اللہ تعالےٰ دانا تر ہی کہ یہ روایات جو اس قصہ مین مروی ہوئے یہ سب کیسے ہین اور ہم ایسی روایات پر اعتماد نہین کر لیتے ہین اور انپر اعتماد کرنا نہین چاہیے اور شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے صاف کہدیا کہ اللہ تعالےٰ نے دو فرزند آدم اور انکی قربان رکھنے اور ایک دوسرے کو ظلم سے قتل کرنیکی خبر فرمائی ہی وہ قطعی ہی اور جو فائدہ چاہیے وہ اسی قدر سے حاصل ہی اور اس سے زیادہ جو کچھ روایات مین مذکور رہے خصوص جیسے یہ بات کہ کس کیفیت سے قتل کیا اور کیونکر واقعہ ہوا اور کس چیز سے قتل کیا اور کہان قتل کیا اور کیا سبب عداوت کا تھا اور آدم موجود تھے کہ نہ تھے ان سب روایتون پر قطعی یقین نہین ہو سکتا اور دین مین اسکی حاجت نہین کہ ہم اسکی تصحیح کرنے کے درپے ہون کہ واقعی بات کیونکر ہوئی ہی اور ظاہر آنکہ یہ روایات پہلی تاریخون اور بنی اسرائیل سے لی ہوئی ہین واللہ اعلم ۔ یہ معلوم ہوا کہ ظلم سے قتل کا اور اللہ تعالےٰ کی نافرمانی و مطاوعت نفس کا نتیجہ نہایت خراب ہی چنانچہ فرمایا فاصبح من الخاسرین یعنے دنیا و آخرت مین خوار و خراب ہوا چنانچہ دنیا مین قیامت تک بدنام ہوا حالانکہ ایسی بدنامی ستانے اور حسد سے یہ سخت گناہ کیا تھا اور والدین کی نظر سے مردود ہوا اور آخرت مین عذاب جہنم مین سختی سے مبتلا ہوگا اور سب سے بڑھکر خسارہ و خواری وہ ہی جو امام احمدؒ نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی نفس نہین قتل کیا جاتا ہی ظلم سے مگر آنکہ اول پسر آدمؑ پر اسکے خون کا ایک کفل ہوتا ہی کیونکہ اسی نے پہلے پہل ظلم سے قتل کا طریقہ نکالا ہی و قد رواہ البخاری و مسلم و بقیۃ الجماعۃ غیر ابی داؤد و سپس یہ نہایت صحیح حدیث ہی اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم یہ بات پاتے ہین کہ آدمؑ کا جو بیٹا

لہ اخرجہ ابن جریر منہ اسکے الفاظ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا ہوا النبی ... البقرہ ۱۲

اپنے بھائی کا قاتل ہوا وہ دوزخیوں سے ٹھیک بٹوارہ کرتا ہی کہ دوزخیوں کے عذاب کا آدھا اسپر ہوتا ہی اور ابن جریر نے ابن عمرو سے اور ابراہیم نخعی سے معنے حدیث مرفوع کو بھی موقوفاً روایت کیا ہی پھر جب قابیل قاتل قتل کر چکا تو اسکا یہ حال ہوا جو مفسر سیوطی رح نے لکھا کہ ثم لم یدر ما یصنع بہ لانہ اول میت علی وجہ الارض من بنی آدم فحملہ علی ظہرہ - پھر قاتل مذکور کو کچھ نہین سوجھتا تھا کہ مین اسکو کیا کرون کیونکہ بنی آدم مین سے روے زمین پر یہ پہلی میت تھی پس اسکو اپنی پیٹھ پر لادے پھرا - اور سابق مین سدی رح کی روایت سے گذرا کہ اسنے مقتول کو میدان مین پڑا چھوڑ دیا تھا لیکن اس حیرت مین تھا کہ کیا کرے - فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ - پس بھیجا اللہ تعالےٰ نے ایک کوا جو کریدتا تھا زمین مین وقت اللہ تعالےٰ نے ایک کوا بھیجا جو اپنے ساتھ مرا ہوا کوا لایا اور چونچ و پنجون سے زمین کرید کر اسکی مٹی دوسرے کوے پر جو مرا ہوا اسکے ساتھ تھا ڈالنی شروع کی یہانتک کہ اسکو چھپا دیا اور سدی کی روایت مذکورہ مین ہی کہ دو کوے لڑے یہانتک کہ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا اور جو باقی رہا اسنے ایسا کیا - لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ - تاکہ اسکو دکھلاوے کہ اپنے بھائی کی سوأۃ کو کیونکر چھپاوے اور سوأۃ بمعنے جیفہ ہی یعنے مردہ بدن - اور نیز سوأۃ وہ چیز جسکا کھولنا نہین جائز ہی کما قال تعالیٰ بدت لہما سوآتہما الآیہ - چونکہ قابیل نے کپڑے بھی اتار لیے تھے لہذا سوأۃ کا چھپانا لازم آیا پھر جب قابیل نے غراب کو دیکھا تو - قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ - کہا کہ مجھے موت آوے مین اس سے بھی عاجز نکلا کہ اس کوے کے مثل ہوتا - فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ - تاکہ اپنے بھائی کے مردے کو پوشیدہ کر دیتا - فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ - پس شرمندہ ہو گیا اس امر پر کہ مردے کو لادے پھرا یہ کہکر اسکے لیے گڑھا کھودا اور اسمین توپ دیا و اصبح ہو کر ندامت اسکو اس بات پر نہین ہوئی تھی کہ مین اس گناہ عظیم کا مرتکب کیون ہوا بلکہ جیسا مفسرین نے کہا کہ مردا لادے رہنے پر نادم ہوا یا والدین کی ناخوشی پر اور عوام مین بدنامی پر نادم ہوا کہ کچھ حاصل نہ نکلا ف قال فی العرائس قولہ تعالےٰ اذ قربا قربانا فتقبل الخ - ازل مین جسکے واسطے عنایت الٰہی شامل نہین ہوئی تو اسکی انتہائی نکوئی و طاعت سب برائی و معصیت ہو جاتی ہی ہابیل نے اپنی جان اللہ تعالےٰ کے واسطے قربان کی اور قابیل نے بغاوت و حسد سے اپنے حظ نفس کے واسطے کیا ناچار اسکا انجام ظلم اکبر کی طرف عود کر گیا - قولہ انما یتقبل اللہ من المتقین ہابیل نے اشارہ سے بتلایا کہ سابقہ عنایت اور سابقہ خواری مقدر ہو چکی ہی پس جو ازل سے متقی ہوا وہ مقبول و طاعت قبول ہی کہ بعد طاعت کے اسکی عظمت سے ڈرتے ہین کہ دیکھو قبول فرماوے یا نہ فرماوے سہل رح نے فرمایا کہ بدن کی عبادات قبول ہونے کے لیے تقوی و اخلاص دو شرط ہین ابن عطا رح نے فرمایا کہ متقی وہ کہ اپنے کام مین اور کلام مین اخلاص رکھتے ہون سلامی رح نے کہا کہ قربان کئی طرح کے ہوتے ہین اور سب سے زیادہ تقرب اس قربان سے جسکے قبول کا اللہ تعالےٰ نے وعدہ فرمایا اور وہ سجدہ مین یاد الٰہی ہی چنانچہ فرمایا و اسجد و اقترب - یعنے سجدہ کر اور نزدیکی حاصل کر قال المترجم حدیث مین ہی کہ سب سے زیادہ نزدیک اللہ تعالےٰ کی طرف بندہ اسوقت ہوتا ہی کہ سجدہ مین ہوتا ہی اور اہل خوف کی علامت یہ ہی کہ وہ کسی سے قتال نہین کرتے کیونکہ تقدیر سابق پر نظر کر کے وسیلہ ساقط رکھتے ہین قال المترجم قابیل نے جو نکہ مطیع نفس و بندہ واسطہ تھا بخواہش نفس اسنے ہابیل کو قتل کر ڈالا اور جو اللہ تعالےٰ نے حرام کیا اسکا ہتک کیا لہذا فرمایا

معانقہ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ

اسی سبب سے لکھا ہمنے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی مار ڈالے ایک جان سوا اسے بدلے جان کے یا فساد کرنے پر

فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا ۖ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا ۚ
ملک میں تو گویا مارڈالا سب لوگوں کو اور جسنے جلایا ایک جان کو تو گویا جلایا سب لوگوں کو
وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم بَعْدَ ذَٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ
اور لا چکے اُن پاس رسول ہمارے صاف حکم پھر بہت لوگ اُنہیں اسپر بے ملک میں دست درازی کرتے ہیں

مِنْ أَجْلِ ذَٰلِكَ ۔ الذی فعلہ قابیل۔ یعنے اسی فعل کی جہت سے جو قابیل سے واقع ہوا۔ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ ہمنے لکھدیا بنی اسرائیل پر یہ حکم جو آگے مذکور ہے پس فرض کر دینے کا یہ سبب واقع ہوا اور بعض نے یہاں اشکال پیش کیا کہ بنی اسرائیل پر قصاص واجب کرنا آگے مذکور ہے تو اسمین اور واقعہ قابیل و ہابیل مین کچھ مناسبت نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اشکال فقط غور نہ کرنے سے پیش آیا کیونکہ اسکا سیاق یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر وجوب قصاص کی یہ علت ظاہر کر دی گئی کہ قاتل اس لائق نہین کہ زندہ چھوڑا جاوے کیونکہ جب اسنے ایک جان کو حرام طور پر قتل کر کے ہتک حرمت کی تو گویا اُس نے تمام جہان کو قتل کر ڈالا کیونکہ حرمت سب جانون کی یکسان ہے پس اس بیباک و بے ادب کا زندہ رکھنا نہین چاہیے پس قصاص واجب ہے چنانچہ پہلے گذر چکا کہ لکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب۔ بالجملہ من ابتدائیہ ہونے پر جمہور مفسرین واہل تاویل نے اتفاق کیا اور بعض نے کہا کہ وہ ماسبق سے متعلق ہے کہ فاصبح من النادمین من اجل ذلک۔ یعنے ندامت اسکو اسی جہت سے ہوئی کہ لاوے پھرنے سے خفیف ہوا اور ماہر کلام جانتا ہے کہ یہ کچھ نہین ہے اور صحیح قول جمہور ہے اور واضح رہے کہ مترجم نے جو تقریر کر دی اُس سے یہ وہم بھی دفع ہوا کہ من اجل ذلک کتبنا۔ سے وہم ہوتا ہے کہ احکام الٰہی حادث ہین حالانکہ ایسا نہین بلکہ تعلق اُن کا حادث ہوتا ہے پس اس ایجاب وکتابت سے اظہار مقصود ہے نہ ایجاد اصل حکم فافہم قال ابن کثیر چونکہ قابیل نے اپنے بھائی کو ظلم و عدوان سے قتل کیا اس جہت سے ہم نے لکھا بنی اسرائیل پر یعنے بنی اسرائیل کے لیے فرض مشروع کیا اور اُن کو آگاہ کر دیا کہ۔ إِنَّهُ اے الشان۔ بات یہ ہے کہ مَن قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ جس نے قتل کیا کسی دوسری جان کو بغیر عوض کسی جان کے یعنے جس نے دوسرے کو بغیر قصاص کے مار ڈالا۔ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ۔ یا بغیر فساد کے مارا جسکا دوسرا النفس مرتکب ہوا ہو۔ اور مراد فساد سے جیسے کفر کرنا یا زنا کرنا یا راہ مارنا اور مانند اس کے تو فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا گویا اُسنے سب جانون کو مار ڈالا کیونکہ نفس کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا اور اُسکے مار ڈالنے کا حکم نہین دیا اور اس کی حرمت رکھی کہ اُسکو نہ مٹاوے پس جسنے اُسکو مار ڈالا اُسنے ہتک حرمت کی پس گویا سب کو مار ڈالا عمداً قاتل و راہزن و زانی کا احترام نہین ہے یعنے جس نفس پر قصاص آتا ہو اسطرح کہ اسنے خود کسی کو عمداً ناحق قتل کیا ہو جس سے قصاص عائد ہوا تو ایسے قاتل نفس کی حرمت اٹھا دی گئی ہے اور نیز خاص کر دیا کہ بغیر فساد فی الارض ہو کیونکہ فساد ہرگز مرضی حق نہین ہے لہذا جب اُسنے کفر کیا تو اللہ تعالےٰ خالق رازق کی بندگی چھوڑی اور اپنے نفس کو اُسنے مار ڈالا کیونکہ کافر و مردہ برابر ہے پس اسی سے جہاد مشروع ہوا باوجودیکہ اگر کافر لوگ فساد کفر نہ کرین تو پھر جہاد مین بھی اُنکا قتل نہوگا چنانچہ جزیہ دیکر رہین اور زنا کرنا جبکہ مرد جورو والا ہو اور عورت خاوند والی ہو بلا عذر قتل نفس ہے پس اُسکی حرمت برطرف ہوئی اور راہ مارنا جامین ہلاک کرنا ہوا ایسے نفوس کی حرمت بھی اٹھا دی گئی حاصل آنکہ جن نفوس کی حرمت خود اٹھا دی گئی ہے اُنکے سواے باقی سب نفوس محفوظ و محترم ہین اُنمین اگر ایک کی ہتک حرمت کی تو گویا سبکو

مار ڈالا اور اسیطرح اسکے مقابلہ مین فرمایا۔ وَمَنْ اَحْيَاهَا ۔ بان اتبع من قتلها ۔ اور جسنے ایک نفس کو زندہ کیا ف یعنے زندہ
باقی رکھا بایں طور کہ اُسکے قتل سے باز رہا چاہے کوئی نفس ہوا گرچہ اپنا خود نفس ہو مثلاً اپنے نفس کو اسکے خالق کی بندگی و توحید پر رکھا
اور کفر چھوڑ دیا اور مثلاً جبر و والا ہو کر شیطانی فساد نہ پھیلایا اور زنا نہ کیا اور اسیطرح راہ زنی نہ کی غرضکہ جو فساد ایسے ہین کہ انکا کرنیوالا
شرع مین واجب القتل ہی اور لوگ کہتے ہین کہ یہ مفسد مرجاتا تو اچھا تھا ایسے افعال نہ کرے اور اگر کسیکو فساد مین دیکھے تو بچاوے جیسے ڈوبتے
اور جلتے کو بچاوے جب ایسا کرے۔ فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۔ گویا اُسنے سب جانون کو زندہ کیا کیونکہ حرمت
نفس واحد کو مصئون و محفوظ رکھنا اُسکے سب ہم مثل کا حفظ ہی۔ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ ۔ اور آچکے بنی اسرائیل کے
پاس۔ رُسُلُنَا ۔ ہمارے بہت رسول۔ بِالْبَيِّنٰتِ ۔ بالمعجزات معجزات کے ساتھ یا معجزات کو لائے لیکن ان ازلی
بدبختون کو کچھ فائدہ نہوا۔ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ۔ پھر اس کے بعد
بھی اُنمین کے بہتیرے ملک مین فساد کرتے ہین ف یعنے کفر و قتل وغیرہ و فسادات کے مرتکب ہو کر حد سے تجاوز کرنیوالے ہو رہے
ہین ف قال فی العرائس قولہ من احیاہا الخ۔ اسمین ایک لطیف اشارہ ہی کہ نفس کی طرف سے جب بدی پر نیت دوڑی اور اُس نے
بدکام پورا کیا تو گویا اس نفس کے رکھنے والے نے اللہ تعالے کے سب گناہ صادر کیے کیونکہ حرمت تو نظر سے کھوئی پھر اگر سب شہوات و
گناہون پر قدرت پاتا تو انکو کر ڈالتا پس عذاب و ثواب کا تعلق نیت پر ہی اسیطرح اگر نیکی پر نیت ہوئی اور ایک نیکی کی تو گویا سب
خیر اسکی نیت سے سرانجام ہوے کیونکہ بشرط قدرت سب کر لیتا اسی وجہ سے حدیث مین یہ مضمون ہی کہ مومن کی بھلائی کی نیت اُسکے
کرنے سے بہتر ہی اسمین ایک اور اشارہ ہی کہ اللہ تعالے نے نفوس کو ایک ہی مادہ سے پیدا کیا اور اختلاف انمین از راہ استعداد پیدا کیا
پس جسنے ایک نفس کو قتل کیا اسکا اثر تمام نفوس مین پہونچیگا خواہ اوروں کو بسبب اُسکے تاثیر ظاہر ہو یا نہو اور جسنے نفس مومن کو یاد الٰہی
و توحید سے زندہ کیا کہ اُسنے اپنے خالق کی محبت حاصل کی اور معرفت سے زندہ ہوا اور مشاہدہ سے روح تازہ پائی تو اسکی زندگانی کا اثر دریا تمام
نفوس مین پہونچتا ہی پس گویا اُسنے تمام نفوس کو زندہ کیا اور اس آیت مین گمراہی کے پیشواؤن کو سخت تہدید ہی اور ہدایت کے پیشواؤن کو تشریف و تحسین ہی
اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا
یہی سزا ہی اُنکی جو لڑائی کرتے ہین اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور دوڑتے ہین ملک مین فساد کرنے کو کہ اُنکو قتل کرے
اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ
یا سولی چڑھائے یا کاٹے اُنکے ہاتھ اور پاؤن مقابل کا یا دور کرنے اُس ملک سے یہ
لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ
اُنکی رسوائی ہی دنیا مین اور اُنکو آخرت مین بڑی مار ہے مگر جنھون نے توبہ کی
۵ ع ۸ ۹ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
تمہارے ہاتھ پڑنے سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہی

ونزل فی العرنیین لما قدموا المدینۃ وہم مرضی فاذن لہم النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان یخرجوا الے الابل ویشربوا من ابوالہا والبانہا فلما صحوا قتلوا
الراعی واستاقوا الابل۔ اور نزول اس کلام کا عرینہ کے چند آدمیون کے بارہ مین ہوا جو مدینہ مین آئے اور وہ بیمار تھے پس نبی صلعم نے

اجازت دی کہ جنگل اونٹون کی طرف جاوین اور انکے موت اور دودھ پیا کرین پھر جب تندرست ہوگئے تو چرواہے کو قتل کرکے اونٹ ہانک
لے گئے قال المترجم مفسر رحمہ اللہ نے بہت تنگ عبارت مین سبب نزول بیان فرمایا کہ وہ خود محتاج تفسیر و تشریح ہی اور مترجم چاہتا ہے
کہ حسن ترتیب سے توضیح و اختلاف مسئلہ بیان کرے لہذا جاننا چاہیے کہ یہان تین مقام ہین اول تفسیر متعلق بزبان عرب دوم ذکر سبب
نزول سوم ذکر مذاہب ائمہ فقہا پس مقام اول مین مختصر کلام یہ کہ قولہ تعالے۔ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗ۔ محاربت لڑائی و جنگ جدال وہ جناب باری تعالے سے ممکن نہین مگر رسول اللہ صلعم سے ممکن ہی لیکن حقیقت مین
آپ کی حیات مین آپکے ساتھ واقع ہوا اور اب تو ممکن نہین حالانکہ حکم عام ہی تو مراد آنکہ یحاربون بمحاربۃ المسلمین۔ یعنے اللہ تعالے
و رسول کے ساتھ محاربہ یون ہی کہ مسلمانون سے محاربہ کرین پس مسلمانون کی تکریم و تشریف کے واسطے اور اس گناہ کے سخت و عظیم ہونے
کو ظاہر فرمانے کے واسطے اللہ و رسول کی طرف محاربہ منسوب کیا یا یہ معنے کہ حکم خدا و رسول سے تعدی و جدال کے ساتھ خلاف
کرین پس محاربت یعنے ضد کرنا اور خلاف کرنا اور یہ معنے صادق ہین کفر کرنے و راہ مارنے اور دھمکانے سب پر اور ایسے ہی زمین مین فساد
کرنے پر سعی کرنا کسی طرح کے شر و فساد پر صادق ہی یہان تک کہ سعید بن المسیب وغیرہ سلف نے کہا کہ درم و دینار کا قرض بھی ملک مین فساد
کرنے مین شامل ہی تقتیل پارہ پارہ کرکے مار ڈالنا اور یہان ایک بعد دوسرے کے مار ڈالنا اور تصلیب سولی دینا اور خلاف سے
ہاتھ پاؤن کاٹنے کے یہ معنے کہ جس طرف کا ہاتھ کاٹا اُسکے خلاف دوسری طرف کا پاؤن کاٹا اور یحاربون پر عطف ہی قولہ۔ وَيَسْعَوْنَ
فِي الْاَرْضِ فَسَادًا۔ اور فسادًا کو نصب بنابر آنکہ حال ہی ای مفسدین یا مفعول لہ ہی یعنے لغرض فساد کرنے اور مفسر رحمہ نے
فساد مین سعی کرنے کی تفسیر قطع طریق سے بیان کی یعنے سعی در فساد اس طرح کہ راہ مارین خواہ شہر مین ہو یا باہر ہو اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ
کے نزدیک شہر مین نہین بلکہ باہر کے ساتھ مخصوص ہی چنانچہ آویگا انشاء اللہ تعالے پھر جزاء الخ مبتدا ہی اور خبر اسکی قولہ۔ اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا
اَوْ يُصَلَّبُوْٓا۔ کہ قتل کیے جاوین یا سولی دیے جاوین۔ اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ
یا کاٹے جاوین اُنکے ہاتھ اور پاؤن جانب خلاف سے ایدیہم الیمنی وارجلہم الیسری۔ یعنے داہنا ہاتھ اور بایان پاؤن کاٹے
جاوین۔ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ۔ یا زمین سے نکال دیے جاوین یعنے ایک شہر سے دوسرے شہر کو نکال دیے جاوین
یا مراد یہ کہ قید کیے جاوین اور مفسر رحمہ نے کہا کہ نکالے جانے کے مانند قید وغیرہ کی سزا لاحق کی گئی یعنے اگر شہر بدر کرنے مین مضرت
واقع ہو تو قید کرے یا اُسکے مانند کوئی سزا دیوے اب اسکے سبب نزول مین کلام ہی جو مقام دوم ہی پس اسمین دو وجہ ہین ایک کہ
نزول کا واقعہ کیا تھا دوم آنکہ حکم عام ہی یا کسی گروہ سے مخصوص ہی یا منسوخ ہی پس تلخیص تفسیر شیخ ابن کثیر یہ ہی کہ عکرمہ و
حسن نے کہا کہ یہ آیت مشرکون کے حق مین ہی کہ گرفتار ہونے سے پہلے اگر اُسنے توبہ کرلی تو سزائے مذکور نہ پاویگا کیونکہ اسلام اپنے
سے پہلے گناہ مٹا جاتے ہین اور مرد مسلمان نے اگر ایسا کیا اور کفار سے جا ملا تو اُسپر حد جاری ہونے سے کوئی مانع نہین رواہ ابن جریر
اور ایسا ہی بطریق عکرمہ از ابن عباسؓ نسائی و ابو داؤد نے روایت کیا قال المترجم شاید معنے یہ ہین کہ قبل قدرت کے توبہ کرلینے
سے سزا یاب ہونا ہو آخر آیت ہی وہ دلالت کرتا ہی کہ نزول اسکا مشرکین کے حق مین ہی کیونکہ اس بات پر اجماع ہی کہ مشرک جب
اسلام لایا بایں طور کہ شرک سے توبہ کی تو اُسکا خون حرام ہو جاتا ہی وقد قال تعالے قل للذین کفروا ان ینتہوا یغفر لہم ما قد سلف
الآیہ۔ کافرون سے کہدے کہ کفر چھوڑ دو جو تم کرچکے وہ تمکو معاف کیا جائیگا۔ ھ۔ اور فی الحدیث الاسلام یہدم ما کان قبلہ رواہ مسلم وغیرہ

لیکن یہ توجیہ ٹھیک نہین بلکہ یہ نوعین اسکی دلیل ہی کہ آیت کا نزول ان گنہگار مسلمانون کے حق مین ہی جو نکلکر راہ مارین اسیلیے کہ آخر آیت
مین یون فرمایا کہ فان تابوا من قبل ان تقدروا علیہم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم ۔ یعنے تمہارے ہاتھ گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرین تو
اللہ تعالے بخشنے والا ہی حالانکہ مشرک خواہ گرفتار ہونے سے پہلے یا پیچھے کسی وقت توبہ کرے یعنے کفر چھوڑکر اسلام لاوے تو معاف
ہوجاتا ہی بدلیل آیت وحدیث واجماع مذکورۂ بالا پس آخر آیت سے معلوم ہوا کہ یہ اُن گنہگار مسلمانونکے حق مین ہی جو نکلکر راہزنی کرین یہی
قول ابوحنیفہ ومالک وشافعی وغیرہم کا ہی اور ابن المنذر نے اسیکو صحیح کہا ہی پھر تفسیر ابن کثیر رح مین بروایت علی بن ابی طلحہ از ابن عباس رض
ہی کہ فرمایا کہ اہل کتاب مین سے ایک قوم کے اور نبی صلعم کے درمیان عہد وپیمان تھا انھون نے عہد توڑا اور فساد کیا تو اللہ تعالی نے آنحضرت
صلعم کو اختیار دیا کہ عفو یا سزا ہاے مذکورہ سے جو سزا چاہین دین (رواہ ابن جریر) اور مصعب بن سعد عن ابیہ سعد بن ابی وقاص سے آنکہ نزول
اسکا حروریہ کے حق مین ہوا (رواہ ابن مردویہ) **قال المترجم** یعنے حروریہ خوارج اسی حکم مین داخل ہین **قال ابن کثیر** صحیح یہ ہی کہ
آیت عام ہی خواہ مشرک ہون یا مسلمان جو ایسا کرے اُسکی یہی سزا ہی اور **قرطبی** رح نے بھی کہا کہ آیت اگرچہ یہود یا مرتدون کے واقعہ مین
نازل ہوئی ہو لیکن حکم اسکا اُن مسلمانونکو بھی شامل ہی جو اسطرح محاربہ وفساد کرین اور اسمین اہل علم کے درمیان کچھ اختلاف نہین
ہی پھر واقعہ نزول جسکا حاصل **شیخ سیوطی** رح نے ذکر کیا ہی تفسیر ابن کثیر مین اسطرح مذکور ہی کہ انس بن مالک نے فرمایا کہ چند نفر
قبیلۂ عرینہ کے رسول اللہ صلعم کے پاس مدینہ مین آئے اور اسکی آب ہوا سے انکو استسقا ہوا یعنے پیٹ بڑھ گئے اور ہاتھ پاؤن دُبلے
پڑگئے پس رسول اللہ صلعم نے انکو صدقہ کے اونٹون کے وہان بھیجدیا اور حکم کیا کہ اُنکا موت اور دودھ پیین اُنھون نے یہی کیا
جب تندرست ہوے اسلام سے مرتد ہوگئے اور چرواہے کو قتل کرکے اونٹ ہانک لے گئے پھر آنحضرت صلعم نے اُنکے نشان قدم پر
لوگ روانہ کیے پس وہ پکڑ لائے تو حضرت صلعم نے اُنکے ہاتھ پاؤن جانب خلاف سے کٹوا ڈالے اور آنکھون مین کیلین گڑوائین
اور حرہ مین اُنکو ڈلوادیا حضرت انس رض نے کہا کہ مین نے اُنکو دیکھا کہ پیاس سے کوئی کوئی اُنمین زمین چاٹتا ہی یہانتک کہ سب مر گئے
اور نازل ہوا قولہ انما جزاء الذین یحاربون اللہ الآیہ ۔ رواہ البخاری ومسلم والترمذی والبوداؤد وغیرہم بالفاظ مختلفہ اور بعض روایت مین
ہی کہ یہ لوگ قبیلۂ عکل وعرینہ کے تھے اور بعض مین مصرح ہی کہ اسی بارہ مین نازل ہوا قولہ انما جزاؤا الذین الآیہ اور بعض روایات مین ہی کہ جریر
بن عبد اللہ البجلی کو سردار کرکے بیس سوار انصاری اُنکے پیچھے روانہ کیے تھے اور اُنکے ساتھ ایک قیافہ دان کردیا تھا جو ان لوگون کے
نشان قدم پہچانتا تھا اور صحیح مسلم کی ایک روایت مین ثابت ہوا کہ ان خبیثون نے چرواہے کی آنکھون مین ببول کے کانٹے چبھوئے
تھے اسکے عوض مین حضرت صلعم نے قصاص کے طور پر انکی آنکھون مین کیلین چبھوئی تھین اور عبد الرزاق نے ابوہریرہ سے قصہ روایت
کیا پھر ابوہریرہ رض نے کہا کہ اُنھین لوگون کے حق مین قولہ انما جزاؤا الذین نازل ہوا اور کہا کہ اسکے بعد آنحضرت صلعم نے آنکھون کی
تسمیر چھوڑدی اور ابن مردویہ نے حضرت سلمۃ بن الاکوع سے ان خبیثون کا قصہ روایت کیا اور اسمین ہی کہ پھر جب یہ اونٹون کا موت اور
دودھ پی کر توانا و تندرست ہوے تو اُنھون نے یسار پر جو حضرت صلعم کا آزاد کیا ہوا غلام اور اُن اونٹونکا نگہبان چرواہا تھا یہ ظلم
کیا کہ پیچھا کرکے اسکو ذبح کیا اور اسکی دونون آنکھون مین ببول کے کانٹے چبھوئے تھے پھر اونٹ ہانک لیگئے تا آخر حدیث اور یہ قصہ
ایک جماعت صحابہ رض سے مروی ہی اور سعید بن جبیر نے بھی قصہ روایت کیا اور آخر مین کہا کہ رسول اللہ صلعم نے اس سے پہلے یا اسکے بعد
کبھی کسیکو مثلہ نہین کیا اور فرماتے تھے کہ شامت کرو (رواہ ابن جریر) **قال المترجم** مثلہ کرنے سے ممانعت کی حدیث مرفوع صحاح مین

ف بعض روایت مین یون ہی پیٹ انکے گوشت اور رنگ زرد ہوگیے واللہ اعلم ۱۲م ۔ گرم کنکریلی زمین ۱۲م

ثابت ہی اور علماے حنفیہ نے قصہ عرنیین مین جسکی بعض روایت مین آنکھونکی تسمیر اور بعض مین تسمیل مذکور ہی اسکے یہی معنے بیان کیے کہ انھون نے چرواہے کے ساتھ یہی کیا تھا پس اسکا قصاص لیا چنانچہ صحیح مسلم وغیرہ کی بعض روایت مین صریح مذکور ہی اور بعض نے کہا کہ پھر نزول آیت سے عذاب مخصوص ہو گیا اور چونکہ آنکھون کی تسمیل آیت مین نہین ہی لہذا وہ دور ہوئی اور بعض نے کہا کہ جب حضرت صلعم نے مثلہ سے منع فرمایا تو آنکھون کی تسمیل منسوخ ہوئی پھر واضح ہو کہ سعید بن جبیرؓ سے کسی نے اونٹ کے پیشاب کا مسئلہ پوچھا تو انھون نے یہی قصہ روایت کر دیا اور اس سے دو حکم متعلق ہین اول آنکہ اونٹ کا پیشاب کپڑے وغیرہ کو لگ جاوے تو پاک رہے پس صحیح یہ ہی کہ نجاست خفیفہ ہی اور ایسی ہی ہر حیوان کے پیشاب کا جو کھایا جاتا ہی یہی حکم ہی دوم آنکہ اُسکے پینے کا حکم تو بعض نے کہا کہ بدلیل اس قصہ کے جائز ہی اور بعض نے کہا کہ دوا کی ضرورت سے جائز ہی اور صحیح یہ ہی کہ نہین جائز ہی اور چونکہ نجس کو کھانا منع ہی اور جو منع ہی اسمین شفا نہین جیسا کہ حدیث دیگر سے ثابت ہوتا ہی اور وہ حدیث قولی عام ہی اور یہ ایک خاص قوم کے واسطے تھی لہذا منع کی حدیث لینا ضرور ہی اور بعض نے یہان خوب نکتہ کہا کہ یہ چند نفر مدینہ کے مرتد و پلید تھے جنکو مدینہ طیبہ کی آب و ہوا موافق نہوئی چنانچہ اُسکی تعریف مین صحیح حدیث مین ہی کہ وہ پلیدی کو اسطرح دور کرتا ہی جیسے لوہے سے میل کو بھٹی دور کرتی ہی پس ان پلید ونکو یہ پاک نا موافق ہوا اور انکو اونٹ کا پیشاب علاج ہوا جس سے چنگے ہو گئے لہذا اسپر پاکیزگی کا مسئلہ قیاس نہین ہو سکتا فافہم پھر واضح ہو کہ آیت مین محاربت عام ہی خواہ شہر مین ہو یا باہر راستو نمین ہو اور اسی عموم سے جمہور علما نے استدلال کرکے دونون جگہ محاربت کو یکسان قرار دیا اور نیز قولہ ویسعون فی الارض فسادا سے عموم ظاہر ہی اور یہی مذہب امام مالکؒ و اوزاعیؒ و لیث بن سعد و شافعی و احمد رحکا ہی یہانتک کہ مالکؒ نے کہا کہ اگر کوئی کسیکو فریب سے گھر مین داخل کرکے مال لیلیوے تو یہ محاربت ہی پس مسلمانونکا سردار اُسکے خون پر سزا دیگا اور مقتول کے وارث کے معاف کرنے سے معاف نہوگا اور امام ابو حنیفہ و اُنکے اصحاب نے کہا کہ محاربت فقط راستونمین ہو سکتی ہی اور شہرون یعنی آبادیونکے اندر نہین ہو سکتی کیونکہ اگر فریاد کرے تو مددگار پہونچ سکتا ہی بخلاف راستہ کے کہ وہان مددگار نہین ملتا اور ایک روایت مین مالکؒ نے بھی آبادی مین محاربت ہونا فرمایا ہی جیسا کہ ابن المنذر نے نقل کیا پھر قولہ تعالی ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع الخ مین بعض نے کہا کہ او یہان تخییر کے واسطے ہی اور بعض نے کہا کہ مختلف صورتونمین مختلف حکم متعلق ہونے کیواسطے ہی پس علی بن ابی طلحہؓ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جسنے اسلام مین ہتھیار نکالے اور راہ گیرونکی تخویف و فساد کیا پھر وہ گرفتار ہوا تو مسلمانون کے امام کو اُسکے حق مین اختیار ہی چاہے قتل کرے اور چاہے سولی دے اور چاہے اُسکے ہاتھ پاؤن کو کاٹ دے یہی قول سعید بن المسیبؒ و مجاہد و عطا و حسن بصری و ابراہیم نخعی و ضحاک کا ہی یہ سب ابن جریر نے روایت کیا اور یہی انس بن مالکؓ کا قول نقل کیا اور آیت سے اسکا استنباط ظاہر ہی اور بعض دیگر احکام قرآن مین بھی لفظ او سے تخییر مذکور ہوئی ہی جیسے قولہ ففدیۃ من صیام او صدقۃ او نسک درباره ترفہ در احرام۔ اور جمہور علما نے کہا کہ آیت مین او مختلف صورتونمین مختلف حکم کے واسطے ہی جیسا کہ امام شافعیؒ نے روایت کیا کہ انبانا ابراہیم بن ابی یحیی عن صالح مولی التوامۃ عن ابن عباس۔ رہزنونکے حق مین بیان کیا کہ رہزنون نے اگر قتل کرکے مال لیا ہی تو قتل کیے جاوین اور سولی دیے جاوین اور اگر قتل کیا اور مال نہین لیا تو فقط قتل کیے جاوین اور سولی نہ دیے جاوین اور اگر فقط مال لیا اور قتل نہین کیا تو انکے ہاتھ پاؤن خلاف جہت سے کاٹے جاوین اور اگر مال بھی نہین لیا فقط راہ والونکو خوف دلایا ہی تو اُس سرزمین سے خارج کیے جاوین وقد رواہ ابن ابی شیبۃ ایضا بنحوہ و رابو مجلز و سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی و حسن و قتادہ و سدی و عطا خراسانی سے اسکے مانند مروی ہی اور یہی بہتیرے سلف صالحین و ائمہ فقہ کا قول ہی لیکن جس صورت مین اُسنے راہ گیر کا مال لیا اور قتل بھی کیا تو امام ابو حنیفہ نے کہا کہ امام کو اختیار ہی کہ قتل کرنے اور سولی دینے سے پہلے چاہے اُسکے ہاتھ پاؤنکو

خلاف جہت سے کاٹ دے یا نہ کاٹے اور ابو یوسف و اوزاعی کے قول میں ہر صورت میں قتل ضرور ہے اور دار پہ کر یعنی زندہ سولی دیا جاوے یا پیٹ میں نیزہ مار کر اور اتار اجاوے یا تین دن چھوڑ دیا جاوے یہ سب فقہ میں مذکور ہے اور حنفیہ کے نزدیک سولی والے پر جرم کیا اسکے جنازہ پر نماز نہ پڑھی جاوے کیونکہ آیت انکے نزدیک مسلمان راہزنوں کے واسطے ہے پھر قولہ تعالٰے او ینفوا من الارض بعض نے کہا کہ اسکی یہ صورت ہے کہ نکالکر تلاش کیا جاوے تاکہ گرفتار ہو پس اسپر حد جاری کیجاوے یا وہ دار الاسلام سے نکلکر کافروں کے ملک میں چلا جاوے رواہ ابن جریر عن ابن عباس و انس بن مالک و سعید بن جبیر و الضحاک و الربیع بن انس و الزہری و مالک و دوسروں نے کہا کہ ایک شہر سے دوسرے شہر یا صوبہ کو نکالا جاوے اوروں نے کہا کہ نفی سے مراد یہاں قید خانہ میں بند کرنا اور یہی امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب کا قول ہے اور زمین سے نفی یا یں معنے ہوئی کہ روے زمین کشادہ ہے اور اسپر کھلا پھرتا تھا اب بند ہو کر تنگی میں گیا پس روے زمین سے نفی کیا گیا اور بعض نے کہا کہ ایک شہر سے نکالکر دوسرے شہر میں قید خانہ میں بند کیا جاوے اور اسکو شیخ ابن جریر اور قرطبی نے اختیار کیا اور مکحول نے روایت کی کہ اس بات میں حضرت عمرؓ نے پہلے قید خانہ میں قید کرنا نکالا اور کہا کہ میں بند رکھونگا اور دوسرے شہر میں نہ نکالونگا کہ وہاں والونکو آزار پہنچاوے یہ سب سزا اُن بدکارونکی ہے جو محاربت کریں اور پھر فرمایا۔ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا۔ یعنے یہ سزاے مذکورہ اُن کے لیے دنیا میں خواری ہے اور اسی خواری کے لفظ سے نکلا کہ اس جرم میں جو مسلمان مصلوب ہو اسپر نماز نہ پڑھنا چاہیے۔ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ اور آخرت میں انکے لیے عذاب دوزخ ہے۔ اسی سے بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت مشرکون کے حق میں یا مرتدون کے حق میں ہے اور پہلے مذکور ہوا کہ صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے ولیکن یہ عذاب عظیم البتہ مشرکون کے حق میں مخصوص ہے کیونکہ واقعہ نزول عرینہ کے مرتد واقع ہوے تھے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر مسلمان نے کوئی گناہ ایسا کیا جسکی سزا میں کوئی حد مقرر ہے اور وہ سزا اُسکو دیگئی تو یہ یقینی نہیں کہ عاقبت میں اسکے واسطے اب عذاب نہوگا چنانچہ اسی آیت میں آخرت میں عذاب عظیم کی تہدید ہے پھر او تعالٰے قادر مختار ہے چاہے اس مستحق کو وہاں عذاب کرے اور چاہے معاف کرے اور یہ قول سنجیدہ ہے اگرچہ ایک جماعت علماء نے اصرار کیا کہ بعد عذاب دنیاوی کے آخرت کا عذاب نہیں رہتا بدلیل چند احادیث کے حالانکہ اُنسے حجت تمام نہیں جیسا کہ آتا ہے اور اس آیت میں یہ تاویل کی کہ یہ وعید مخصوص مشرکون کے واسطے ہے اور رہے گنہگار مسلمان جنسے ایسی حرکت صادر ہوئی ہو تو عبادہ بن الصامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جیسے عورتوں سے عہد لیا ویسے ہی ہم سے عہد لیا کہ ہم لوگ اللہ تعالٰے کے ساتھ کچھ شرک نہ کریں اور چوری نکریں اور زنا نہ کریں اور اپنی اولاد کو قتل نکریں اور نیک کام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی نکریں پس جسنے تم میں سے عہد وفا کیا اُسکا ثواب اللہ تعالٰے کے پاس ہے اور جسکو ان میں سے کوئی بات پہنچی اور وہ سزا دیدیا گیا تو وہ اُسکا کفارہ ہو گیا اور جسکے حق میں اللہ تعالٰے نے پردہ پوشی کردی تو اللہ تعالٰے کو اختیار ہے چاہے اُس کو عذاب دے اور چاہے عفو کردے (رواہ مسلم) اور علی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے دنیا میں کوئی گناہ کیا اور اللہ تعالٰے نے اُسکا پردہ چھپا دیا و عفو کیا تو اللہ تعالٰے بڑا کریم ہے اُس سے کہ جس چیز کو عفو کیا اُسپر دوبارہ مواخذہ کرے رواہ احمد والترمذی و ابن ماجہ و قال الدارقطنی رفعہ صحیح و قد روی موقوفا اور پوشیدہ نہیں کہ ہر دو حدیث کو ملانے سے مطلب ظاہر ہو جاتا ہے پھر آیت میں ایک تاویل یہ بھی ہے کہ قولہ ولہم فی الآخرۃ عذاب عظیم اُسوقت ہے کہ توبہ نہوئی ہو ولیکن آگے خود فرمایا۔ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا یعنے محاربہ کرنے والون و رہزنون میں سے جن لوگون نے توبہ کرلی مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ۔ پہلے اس سے کہ تم قابو پاؤ یعنے گرفتار ہونے سے پہلے توبہ کرلی تو۔ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ آگاہ رہو کہ اللہ تعالٰے غفور

رحیم ہے یعنے توبہ کرنے سے جو اُنھون نے بُرائی کی اُسکو بخش کر رحمت کرنے والا ہے۔ عبر بذلک دون فلا تحدوہم لیفید انہ لا یسقط عنہ بتوبۃ الا الحدود اللہ
تعالے دون حقوق الآدمیین کذا ظہر لی ولم ار من تعرض لہ واللہ اعلم فاذا قتل واخذ المال یقتل ویقطع ولا یصلب ہو اصح قولی الشافعی ولا تفید
توبتہ بعد القدرۃ علیہ شیئا وہو اصح قولیہ ایضا۔ یعنے اللہ تعالے نے قبل گرفتاری کے توبہ کرنے والونکے حق مین فرمایا کہ تم آگاہ رہو کہ
اللہ تعالے غفور رحیم ہے اور یون نہین فرمایا کہ تم انکو سزاے مذکور مت دو تو یہ اس فائدہ کے لیے کہ اُسکے توبہ کرنے سے فقط اللہ تعالے
کے حدود ساقط ہونگے یعنے جو خالص سزا گناہ کی اللہ تعالے نے مقرر کی ہے وہ ساقط ہوگی اور آدمیون کے حق ساقط نہونگے چنانچہ جسکا
مال لے لیا ہے یا تو اُسکا مال دیدے یا اُس سے کسی طرح خوشامد سے معاف کرادے پھر مفسر رح نے کہا کہ یہ نکتہ مجھے ظاہر ہوا اور مین نے نہین دیکھا
کہ کسی مفسر رح نے اس سے تعرض کیا ہو واللہ اعلم اور مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ کہ خصوص اس مقام پر کسی نے تنبیہ نہین کی ورنہ آخر آیۃ السرقۃ مین
اُسکے مثل مقام پر شیخ ابن کثیر نے متنبہ کردیا ہے چنانچہ آتا ہے اور اس ضعیف کو بحمد اللہ قبل افادہ حضرت مفسر رح کے اسی کلام پاک سے ظاہر
ہوگیا تھا اور بعد افادہ حضرت مفسر کے قابل اعتماد ہوگیا اگرچہ ایک نکتہ یہ بھی ظاہر ہوا ہے کہ اُنھین لوگون کو تنبیہ ہے کہ خلق الٰہی پر کاربند ہوکر
وہ بھی اپنے حقوق معاف کرین اسیواسطے فان اللہ غفور رحیم نہین فرمایا بلکہ فاعلموا ان اللہ غفور رحیم فرمایا فافہم واللہ اعلم اب تلخیص افادہ
شیخ الحافظ ابن کثیر یہ ہے کہ یہ عفو و مغفرت درصورتیکہ آیت دربارۂ اہل شرک ہو جیسا کہ بعض کا قول ہے تو ظاہر ہے اور رہے گنہگار مسلمان
جنھون نے محاربہ کیا پس اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرلی تو وجوب قتل و سولی و قطع رجل ساقط ہوگا اور ہاتھ کٹنے مین دو قول ہین اور ظاہر آیت سے یہ ہے
کہ یہ بھی ساقط ہوگا اور اسی پر صحابہ رض کا عمل تھا چنانچہ شعبی رح نے کہا کہ حارثہ بن بدر التیمی اہل بصرہ مین سے مرتکب محاربہ و فساد ہوا پھر
اُسنے حسن بن علی و ابن عباس و عبد اللہ بن جعفر سے کہا اُنھون نے حضرت علی رض سے اسکے بارہ مین کہا مگر حضرت علی رض نے اسکو امان نہ دی
پس وہ سعید بن قیس ہمدانی کے پاس آیا وہ اُسکو گھر مین چھوڑ کر حضرت علی رض کے پاس گئے اور عرض کی کہ یا امیر المومنین اللہ تعالے نے فرمایا کہ انما
جزاء الذین تا قولہ ان اللہ غفور رحیم تو آپ اُسمین کیا حکم دیتے ہین فرمایا کہ مین اسکے واسطے امان لکھونگا تو سعید رح نے کہا کہ یا امیر المومنین
ایسا شخص حارثہ بن بدر ہے رواہ ابن جریر اور نیز شعبی رح نے کہا کہ بنی مراد مین سے ایک شخص حضرت ابو موسی رض کے پاس جبکہ وہ زمانہ خلافت
عثمان رض مین کوفہ پر حاکم تھے آیا اور ابو موسی نماز پڑھکر بیٹھے تھے پس اُسنے کہا کہ یہ مقام آپکی طرف پناہ لانیوالے کا ہے مین فلان بن فلان
المرادی ہون مین نے اللہ و رسول سے محاربت کی تھی پھر قبل اسکے کہ تم مجپر قدرت پاؤ مین خود توبہ کرکے حاضر ہوگیا تب ابو موسی کھڑے
ہوگئے اور کہا کہ یہ فلان بن فلان ہے اور قبل ہمارے اُسپر قابو پانے کے یہ توبہ کرکے آیا اور پہلے محاربہ کرچکا ہے پس اب اس سے کوئی سوا
بھلائی کے تعرض نہ کرے سو اگر یہ سچا ہے تو سچی راہ پاویگا اور اگر جھوٹا ہے تو اپنے گناہون مین پکڑا جاویگا پھر وہ شخص رہا جب تک اللہ تعالے
نے چاہا پھر نکل گیا سو اپنے گناہ مین ماخوذ ہوکر قتل ہوا رواہ ابن جریر اور نیز روایت کی کہ علی اسدی نے رہزنی و محاربہ کیا اور راہ خوفناک
کردی اور ناحق خون مین ہاتھ بھرے اور مال ناحق لیا اور عوام و امام سب نے اُسکو پکڑنا چاہا مگر قابو نہ پایا یہانتک کہ اُسنے خود توبہ کرلی اور بات
یہ ہوئی کہ اُسنے ایک مرد کو یہ آیت پڑھتے سنا قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ہو
الغفور الرحیم پس ٹھہر گیا اور کہا کہ اے بندہ خدا اسکو دوہرا تو اُسنے پھر یہی آیت پڑھدی پس اُسنے اپنی تلوار میان مین کرلی پھر تائب
ہوکر مدینہ مین آیا اور سحر کے وقت غسل کرکے مسجد رسول اللہ صلعم مین آکر نماز صبح پڑھی پھر حضرت ابو ہریرہ کے گرد اُنکے اصحاب
کے ساتھ بیٹھ گیا پھر جب اُجالا ہوگیا اور لوگون نے اُسکو پہچانا تو اُسکی طرف کو کھڑے ہوے اُسنے کہا کہ تمھارے لیے کوئی راہ اب میری

طرف نہین ہی بن تمھارے قابو پانے سے پہلے توبہ کرکے آیا ہون تو ابو ہریرہؓ نے کہا کہ یہ سچا ہی اور اُسکا ہاتھ پکڑکے مروان بن الحکم کے پاس لائے اور وہ امیر معاویہؓ کی طرف سے مدینہ پر حاکم تھا اور کہا کہ یہ شخص توبہ کرکے آیا ہی تمکو اسکی طرف کوئی راہ نہین اور نہ قتل ہو سکتا ہی پس وہ سب مواخذہ سے چھوڑا گیا پھر علی اسدی کی توبہ اچھی ہوئی اور وہ سمندر مین جہاد کو روانہ ہوے پس رومیون سے مقابلہ ہوا پس ان لوگون نے اپنی کشتی کو اُنکی کشتی سے قریب کر دیا پس علی اسدی حملہ کرکے رومیون کی کشتی پر گھس گیا اور وہ اُسکے سامنے بھاگ کر کشتی کے دوسرے کنارے پر جا پڑے پس کشتی ایک طرف لنگر کھا کر لوٹ گئی اور سب کے سب سمندر مین غرق ہو گئے **قال المترجم** اسمین توبہ کی بڑی فضیلت ظاہر ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اُس تک وسیلہ اور لڑائی کرو اُسکی راہ مین

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ أَنَّ لَهُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ

شاید تمھارا بھلا ہو جو کافر ہین اگر اُنکے پاس ہو جتنا کچھ زمین مین ہی سارا اور اُسکے

مَعَهُ لِيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

ساتھ اُتنا اور کہ چھڑوائی مین دین اپنے قیامت کے عذاب سے وہ اُنسے قبول نہ ہو اور اُنکو دُکھ کی

أَلِيمٌ ○ يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ

مار ہی چاہین گے کہ نکل جاوین آگ سے اور وہ نکلنے والے نہین اور اُنکو

عَذَابٌ مُقِيمٌ ○

عذاب دائم ہی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ - خافوا عقابہ بان تطیعوہ - یعنے تقوی کرنے سے یہان مراد یہ کہ اتقوا عقاب اللہ - یعنے عقاب الٰہی سے خوف کرو اور بچو باین طور کہ اللہ تعالے کی طاعت و فرمانبرداری کرو اور مخالفت و محاربت کرو۔ **وَابْتَغُوا** ای اطلبوا اور طلب کرو۔ **إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** - اللہ تعالے کی طرف وسیلہ - ای ما یقربکم الیہ من طاعتہ - یعنے وہ چیز ڈھونڈو جو تمکو اللہ تعالے سے نزدیک کرے جو اُسکی بندگی ہی در اصل وسیلہ وہ چیز ہی جس سے مقصود حاصل کرنے کی طرف توسل لیا جاوے اور یہان ابن عباسؓ سے وسیلہ کی تفسیر قربت مروی ہوئی اور مراد اس سے وہ چیز ہی جس سے قربت حاصل ہو یعنے طاعات جو وسیلہ تقرب ہین اُنہین سے بھی دلی آرزو کے ساتھ ایسی چیز تلاش کرو جس سے تقرب ہو اور آگے خود جہاد کا حکم فرمایا جو اعلی وسیلہ ہی اور بعض صوفیہ کی عبارات جن سے ظاہر ہوتا ہی کہ کافرون سے لڑائی تو چھوٹا جہاد ہی اور نفس کشی بڑا جہاد ہی تو مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ محض لڑائی ظاہری تو آسان ہی اور نفس کو حرام و شبہات و ممنوعات مین پڑنے سے روکنا یہ زیادہ سخت ہی کیونکہ یہ دشمن سامنے نہین اور چوٹ نہین کھاتا اور حاوی ہو رہا ہی اور یہ ظاہر ہی کہ جو بندے خالص نیت سے تقوی کے ساتھ جہاد کرتے ہین تو ظاہر ہی کہ وہ جہاد اصغر و اکبر دونونکے جامع ہین اور سابق مین مختصر عبارت مین اسکے فضائل بیان ہو چکے بالجملہ وسیلہ کی تفسیر قربت سے جو ابن عباسؓ سے مروی ہی وہی مجاہدؒ و ابو وائلؒ و ابن زیدؒ و بہتیرون سے مروی ہی اور ابن زیدؒ نے اسپر شاہد دوسری آیۃ قولہ اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ الآیۃ پڑھ دی اور قتادہؒ نے کہا یعنے اُسکی طاعت و مرضیات پر عمل کرو **قال الشیخ ابن کثیرؒ** تقوی کا لفظ جب طاعت کے ساتھ بیان ہوتا ہی

تو مراد اُس سے یہ ہوتی ہے کہ حرام چیزوں سے باز رہو اور جو منع ہیں اُنکو چھوڑ دو اور جو تفسیر ان ائمہ صالحین سے مروی ہوئی اسی معنے کر ہے اور مفسرین کے درمیان اس تفسیر میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور یہ جان لینا چاہیے کہ وسیلہ ایک خاص منزلت جنت کا نام بھی ہے اور وہ منزلت فقط رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص ہے یہاں مراد نہیں ہو سکتی ہے اور یہ عرش سے سب چیز سے زیادہ قریب ہے عمرو بن العاص رضؓ نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ جب تم لوگ اذان دینے والے سے سنو تو تم بھی اُسکے مثل کہتے جاؤ پھر مجھپر درود پڑھو کیونکہ البتہ جسنے مجھپر ایک مرتبہ درود پڑھا تو اللہ تعالےٰ اُسپر دس مرتبہ رحمت فرماتا ہے پھر اُسکے بعد تم میرے واسطے درخواست کرو کہ اللہ تعالےٰ وسیلہ مجھے عطا کرے اور وہ جنت میں ایک درجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بندوں میں سے ایک ہی کے واسطے ہو سکتا ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہونگا سو جسنے میرے واسطے وسیلہ کی درخواست کی اُسکو میری شفاعت روزی ہوگی رواہ مسلم اور یہ معنے امام احمد و ترمذی و ابن مردویہ نے صحیح اسانید کے ساتھ ابو ہریرہؓ سے روایت کیے اور نیز اسکو طبرانی اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ اور ابن مردویہ نے ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے معنے یہ ہونگے کہ یہ منزلت فقط آنحضرت صلعم کے واسطے ہوگی پھر آپ کے ساتھ آپ کے صالحین اہل بیت رضوان اللہ علیہم ساکن ہونگے پس اب روایات صحاح کے معنے میں موافقت ہوگئی۔ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ ۔ لاعلاء دینہ یعنے اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کرنے کے یہ معنے ہیں کہ اُسکا دین بلند کرنے کے واسطے جہاد کرو تب ہی اللہ تعالےٰ کی راہ میں ہوگا چنانچہ حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ لوگوں نے کافروں سے لڑنے والوں کے اقسام باعتبار نیت کے بیان کرکے پوچھا کہ انمیں سے اللہ تعالےٰ کی راہ میں لڑنے والا کون ہوا تو آپ نے فرمایا من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا فہو فی سبیل اللہ یعنے جسنے اس نیت سے قتال کیا کہ اللہ تعالےٰ کا کلمہ بلند ہو تو وہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں جہاد کرنیوالا ہے الحاصل ہے ایمان والو اللہ تعالےٰ سے تقویٰ رکھو اور نیک اعمال سے اسکی جناب میں تقرب ڈھونڈو اور اسی کا کلمہ بلند ہونے کے لیے جہاد کرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ تفوزون تاکہ فوز حاصل کرو اللہ تعالےٰ نے بندگان اولیا کو پہلے تو حرام و ممنوع سے پرہیزگاری رکھنے کا حکم دیا پھر پاکیزہ کرکے طاعات کی رغبت دلائی اور جہاد پر آمادہ کیا کہ وہ فوز عظیم ہے پھر بندگان اولیا کے حال کے بعد اُن مخلوق کا حال خراب بیان فرمایا جو نافرمانی کرتے اور نیک و بد نہیں سمجھتے اور عاقبت کا وبال و عقاب اپنے سر سمیٹتے ہیں یہ مخلوق مملوک مقہور ہیں اور یہ لوگ بالکل مباین از اول فریق ہیں اسیواسطے ان خبیثوں کو بالکل الگ کرکے بدون واو عطف وغیرہ کے ذکر فرمایا۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ جو لوگ کفر و شرک پر مرگئے۔ لَوْ اَنَّ ای لو ثبت ان ۔ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۔ اگر یہ صورت فرض کیجاوے کہ تمام زمین میں جو کچھ مال و خزانہ وغیرہ ہے سب انکے لیے ہے۔ وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ ۔ اور اسکے برابر اور بھی ہے۔ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۔ تاکہ قیامت کے عذاب سے چھٹکارے کے لیے اس سب کو وہ فدیہ دیں تو بھی۔ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۔ اُنسے یہ قبول نہ کیا جائیگا۔ بلکہ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ اُنکے لیے درد دینے والا عذاب ہوگا اور سراج میں کہا کہ ولہم ای لا لعصاۃ المسلمین ۔ یعنے انھیں کافروں کیواسطے عذاب الیم ہوگا اوروں کے واسطے نہوگا چنانچہ متقی مومنوں کے واسطے بالکل نہوگا اور گنہگار مسلمانوں کے واسطے ایسا عذاب نہوگا اور نیز گنہگار مسلمان بعد چندے اپنی معصیت کی سزا اُٹھاکر نکالے جاوینگے برخلاف کافروں کے کہ کبھی نہ نکلینگے چنانچہ فرمایا۔ يُرِيْدُوْنَ ای یتمنون ۔ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ ۔ تمنا کرینگے کہ نکلیں آگ سے لیکن حکم قطعی ہو چکا کہ۔ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۔ کبھی وہ آگ سے نہیں نکلنے والے ہیں ۔ اسیواسطے جملہ اسمیہ وغیرہ مفید تاکید و استمرار سے بیان کیا تاکہ سمجھ لیا جاوے اور جو نکہ

کفر بڑی جہالت و اندھاپن ہی جس سے دنیا کی سمجھ جو حواس سے متعلق ہی چاہے کتنی تیز ہو لیکن آخرت و راہ حق کی سمجھ جو عقل سے متعلق ہی
اسمین بالکل نادان ہوتے ہین چنانچہ اس زمانہ مین فرقۂ نصاری کو دیکھکر عبرت حاصل کرو کہ دنیا کے کامون مین کتنے ہوشیار اور ہوش و حواس والے ہین اور
دین کے معاملہ مین وہی تین خدا کہے جاتے ہین اور جب دلائل سے بحث مین پکڑے جاتے ہین تو بغلین جھانکتے ہین لہذا اللہ تعالے نے قولہ
وما ہم بخارجین منہا ۔ سے جو مفہوم تھا اسکو تصریح سے بھی فرمادیا کہ ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۔ اور انکے لیے عذاب دائمی ہے
ف مقیم بمعنے ٹھہرا ہوا کہ جنبش نہ کرے اور کبھی نہ ٹلے یعنے دائمی عذاب ہی اور اسمین بھی خبر مقدم کرکے انحصار کردیا کہ یہ مخصوص کافرون کے
لیے ہی اور گنہگار مسلمانون کے حق مین ایسا نہوگا اور احادیث سے گنہگار مسلمانونکا دوزخ سے نکلنا مصرح ثابت ہوا پس فرقۂ معتزلہ وغیرہ
جو کہتے ہین کہ مسلمان اگر کبیرہ گناہ کرکے بلا توبہ مرگیا تو وہ بھی دائمی دوزخی ہی تو انکا قول مردود ہی جیسا کہ آیت کریمہ سے مفہوم اور
احادیث سے مصرح ثابت ہوا اور تعجب ہی زمخشری معتزلی نے کشاف مین جابجا بہت سی روایتون کو جو بنائی ہوئی موضوع وضعیف وغریب ومنکر
ہین استدلال مین پیش کیا اور جب اس مقام پر پہونچا تو صحیح حدیثون کو کہنے لگا کہ یہ تو محدثین اہل سنت وجماعت نے گڑھ لی ہین صاحب
فتح البیان نے سچ کہا کہ ایسے ناواقف وبیخبر آدمی سے کیونکر اس غرض سے گفتگو کی جاوے کہ جو حق بات ہی وہ ظاہر ہو جسکو روایت کے
فن سے وقوف نہین اور صحیح وضعیف وموضوع مین اسکو تمیز نہین ہی یہ کتنی بڑی جہالت ہی کہ موضوع ومنکر سے تو دلیل لاوے اور گنہگار
مسلمانونکے دوزخ سے نکالے جانے کی صحیح مشہور بلکہ متواترات حدیثونکو موضوع بتلاوے لیکن مترجم اہل ایمان و انصاف کی آگاہی کیواسطے
اختصار سے بیان کرتا ہی واضح ہو کہ نہایت صحیح احادیث واخبار سے جو بتعداد کثیر ہین یہ بات ثابت ہوگئی ہی کہ کچھ گنہگار اہل توحید و اسلام
اگلی امتونکے اور اس امت کے بھی دوزخ مین جاوینگے پھر نکالے جاوینگے اور رہے کفار سو وہ کبھی نہین نکلینگے چنانچہ حضرت انس رض سے روایت
ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دوزخی آدمی لایا جائیگا اُس سے کہا جائیگا کہ ای آدمی تو نے اپنا ٹھکانا کیسا دیکھا یہ عرض کریگا کہ بہت ہی برا
ٹھکانا ہی حکم ہوگا کہ زمین بھر سونا تو اپنے فدیہ مین دیسکتا ہی کہیگا کہ ہان ای پروردگار مین دیدونگا اور تعالے فرماویگا کہ تو جھوٹا ہی اس سے بہت
آسان تجھسے کہا گیا اگر تو نے نہین کیا پھر حکم ہوگا کہ دوزخ کو اسے لیجاؤ رواہ مسلم والنسائی والبخاری اور ابن صہیب نے جابر بن عبد اللہ رضی
عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دوزخ مین سے ایک قوم نکالے جاوینگے اور جنت مین داخل کیے جاوینگے
تو ابن صہیب نے کہا کہ اللہ تعالے تو فرماتا ہی کہ یریدون ان یخرجوا من النار وما ہم بخارجین منہا حضرت جابر رض نے جواب دیا کہ آیت کو
اول سے پڑھو یعنے ان الذین کفروا لو ان لہم ما فی الارض الی آخر الآیۃ ۔ آگاہ ہو کہ یہ انھین لوگون کے حق مین ہی جو کافر ہین رواہ
ابن مردویہ واحمد ومسلم فی صحیحہ وابن ابی حاتم وابن المنذر اور بعض روایت مین ابن صہیب نے بیان کیا کہ پہلے تو مین غصہ ہوا پھر حضرت جابر رض
کی تحقیق کرنے اور قرآن مجید مجھے سمجھانے کے بعد مین تحقیق پر ہوگیا اور ایسا ہی طلق بن حبیب سے ثابت ہوا اور ایسا ہی عکرمہ نے ابن الازرق
کے جواب مین ابن عباس سے روایت کیا ہی بالجملہ صحاح احادیث سے اسطرح متواتر المعنے ثابت ہو کر ضروریات مین سے ہوگیا ہی اسواسطے کتب
عقائد مین بیان کیا جاتا ہی ف عرائس البیان مین ہی کہ قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ اشارہ ہی کہ حسن تقوی اچھا
وسیلہ ہی اور تقوی یہ کہ سوائے اللہ تعالے کے سب سے نظر اٹھا لیوے اور غیر کی طرف نظر نہ رکھے اور اسی تقوی سے اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈھے
کہ سوائے حق تعالے کے بندون کا اسکی طرف کچھ وسیلہ نہین ہی کیونکہ وہی پاک خود بندون کے لیے وسیلہ ہی یہ عمدہ معنے مفہوم ہین
چنانچہ تو دیکھ کہ شاعر کہتا ہی ؎ ایا جود معن ناج معنا بحاجتی + فلیس الی معن سواک شفیع + یعنے معن جو مرد کریم وسخی ہی اسکی صفت کرم کو

خطاب کرکے کہتا ہی کہ ای محسن کرم تو ہی محسن ہے میری حاجت کو چپکے سے بیان کردے کیونکہ محسن ایسا کریم ہی کہ اُسکے پاس کسی غیر کی سفارش کی ضرورت نہین وہی خود بذریعہ اپنے کرم کے اپنے پاس سفارشی ہی پھر وسیلہ یہان محبت ومعرفت الٰہی ہی اور اسی سے اسکی طرف استعانت ہی کہ بندہ مراد کو پہونچ جاتا ہی **قال المترجم** سلسلۂ کلام یون ہی کہ ظلم وغدر یہود واہل کتاب پھر قصۂ ہر دو پسر آدم علیہ السلام ونیک کا نیک وبد کا بد انجام پھر بیان آنکہ بعد فہمایش رسولون کے بھی اہل بیوفائی کو اثر نہونا اور وہی فساد وظلم کیے جانا جسکا نتیجہ پہونچنا عین عدل ہو پھر سزا اہل محاربہ تاکہ اہل طاعت کو امن ملے مگر غلبۂ رحمت سے توبہ کرنے والون کو عفو کرنا پھر ارشاد یہ کہ نفس ودنیا سے منھ موڑ کر اوتعالے کی طرف

تقوے سے وسیلہ پکڑین لیکن کافر اپنے ہاتھوں ذبح لیتے ہیں اور اپنے ہاتھوں فساد کرتے ہیں اُنکے ہاتھ قلم کرو

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ

اور جو کوئی چور ہو مرد یا عورت تو کاٹ ڈالو اُنکے ہاتھ سزا اُنکی کمائی کی تنبیہ اللہ کی طرف سے اور اللہ

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ

زور آور حکمت والا ہی پھر جسنے توبہ کی اپنی تقصیر کے پیچھے اور سنوار پکڑی تو اللہ اُسکو معاف کرتا ہی بیشک اللہ

غَفُورٌ رَحِيمٌ ○ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يُعَذِّبُ مَنْ

بخشنے والا مہربان ہی تونے معلوم نہین کیا کہ اللہ کو ہی سلطنت آسمان اور زمین کی عذاب کرے

يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○

جسکو چاہے اور بخشے جسکو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہی

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا - جو کوئی مرد یا جو کوئی عورت چوری کرے تو اُنکے ہاتھ کاٹ دو ۔ سرقہ بکسر الراء اُس چیز کا نام ہی جو چُرائی جاوے اور سرق مصدر ہی اور وہ آنکھوں سے پوشیدہ کوئی چیز لے لینے کو کہتے ہین جیسے محاربہ وقطع طریق یہ ہی کہ ظاہر کھلے ہوے لے لینا اور اس بیان سے ماسبق سے مناسبت بھی ظاہر ہوگئی پھر سرقہ مین سارق مرد کو سارقہ عورت سے مقدم کیا بوجہ اسکے کہ اکثر یہ فعل مردون سے زیادہ واقع ہوتا ہی جیسے سورۂ نور مین قولہ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منہما مائۃ جلدۃ - مین زانیہ عورت کو زانی مرد سے مقدم کیا کیونکہ زیادہ میلان اس فعل زنا کا عورتون مین ہی پھر قولہ فاقطعوا ایدیہما مین قطع بمعنے ابانت یعنے جدا کردینا اور معنے یہ کہ دونون مین سے ہر ایک کا ہاتھ کاٹ دو پس یدیہما نہین فرمایا کیونکہ اجتماع دو تثنیہ کا عرب کی زبان مین کراہت ہی جیسے قولہ فان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما - مین قلباکما - نہین آیا ہی اور مراد ید سے یہان داہنا ہاتھ ہی اور کمالین مین کہا کہ یہ بدلیل قراءۃ ابن مسعود رض کے کہ فاقطعوا ایمانہما ای دونونکے داہنے ہاتھ کاٹ دو اور اسی پر اجماع منعقد ہوا ہی **قال ابن کثیر** یہ قرارت شاذ ہی صرف مؤید اس تفسیر کی ہی کہ ہاتھ سے داہنا مراد ہی ورنہ احادیث صحاح واجماع سے یہ بات متعین ہوگئی کہ داہنا ہاتھ مراد ہی پھر لفظ ید کا اطلاق پہونچا تک اور کہنی تک اور مونڈھے تک ہوتا ہی اور جمہور سلف وفقہ کے چارون اماموں کے قول مین مراد پہونچا تک ہی کہ کوع سے جو کہ پنجہ اور کلائی کا جوڑ ہی کاٹا جاوے اور تل دیا جاوے تاکہ خون بند ہوجاوے اور یہی صحیح حدیث مین مروی ہی **قال المفسر** وبینت السنۃ ان الذی یقطع فیہ ربع دینار فصاعدا - وانہ ان عاد قطعت رجلہ الیسرے من مفصل القدم ثم الید الیسری ثم الرجل الیمنی وبعد ذلک یعزر - اور سنت نبی صلعم نے ظاہر فرمادیا کہ سرقہ اگرچہ قلیل مال چرایا ہو یا کثیر مال لغت مین سب پر

صادق ہو لیکن شرع میں جس سرقہ میں ہاتھ کاٹا جائیگا وہ سرقہ ہو کہ چوتھائی دینار یا اُس سے زیادہ ہو خواہ نقد یا اتنے کا مال ہو یہی امام شافعیؒ کا مذہب ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک دس درم یا اتنے کا مال ہو اور یہ بھی سنت سے ظاہر کیا کہ دایان ہاتھ کاٹے جانے کے بعد اگر اس نے دوبارہ چوری کی تو دوسری طرف کا پائون یعنے بایان پائون اُس جوڑ پر سے جہان قدم و ساق ملے ہین کاٹا جاوے پھر اگر تیسری بار چوری کی تو بایان ہاتھ کاٹا جاوے پھر اگر چوتھی بار چرایا تو دایان پائون کاٹا جاوے پھر اُسکے بعد اگر چرایا تو تعزیر دی جاوے اور یہ سب امام شافعی کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک پہلی بار دایان ہاتھ اور دوسری بار بایان پائون کاٹا جاوے پھر تیسری بار اُسکو تعزیر دیجاوے گی۔ قال المترجم تحقیق کلام از ابن کثیر وغیرہ یون ہو کہ چور کے واسطے سزاے قطع زمانۂ جاہلیت مین بھی قریش کی ایجاد سے موجود ہو رہی تھی کہ اُنھون نے خانۂ کعبہ کے خزانہ چرانے والے کا ہاتھ قلم کیا کہ پھر چوری سے بندگان خدا امن مین ہوگئے اور مانند قسامت و دیت وغیرہ کے شرع مین یہ سزا بھی متوافق وار د ہوئی اور ان سب پر شروط زیادہ ہوے ہین اور بعض فقہا اہل ظاہر اس طرف گئے ہین کہ چور اگر کوئی چیز چراے خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر ہو تو اُسکا ہاتھ کاٹا جاوے بدلیل آنکہ آیت عام ہو اسمین سرقہ کی مقدار مین کوئی تخصیص نہین ہو پس ان لوگون نے مال مسروقہ مین کوئی مقدار محدود نہین رکھی اور یہ بھی قید نہین اعتبار کی کہ وہ مال محرزہ چراوے اور تمسک انکا اُس حدیث سے ہو جو صحیحین مین حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لعنت کرے اللہ تعالے چور پر کہ ایک بیضہ چراتا ہو پس اُسکا ہاتھ کاٹا جاتا ہو اور رسی چراتا ہو پس اُسکا ہاتھ کاٹا جاتا ہو پھر سواے ان اہل ظاہر کے باقی جمہور علما نے سرقہ مین حرز و نصاب کا اعتبار کیا اگرچہ اسکی مقدار مین اختلاف ہو حتی کہ چارون ائمہ فقہ مین سے ہر ایک کا قول اسکی مقدار مین علحدہ ہو پس امام مالک کے نزدیک تین درم سکہ دار کھرے یا اس قدر دامون کا مال یا اُس سے زیادہ کو اگر حرز سے چرا دے تو ہاتھ کاٹا جاوے اور اس سے کم مین سزاے دیگر کا اختیار ہو ہاتھ نہین کاٹا جائیگا اور حجت اُنکی حدیث ابن عمرؓ ہو کہ حضرت صلعم نے ایک ڈھال چرانے والے کا ہاتھ کاٹا جسکی قیمت تین درم تھی رواہ البخاری ومسلم ایضًا اور مالکؒ نے کہا کہ عثمانؓ نے ایک اترجہ چرانے والے کا جسکے دام تین درم اندازہ کیے گئے تھے ہاتھ کاٹ دیا مالکؒ نے کہا کہ اس باب مین یہ اثر مجھے زیادہ محبوب معلوم ہوا اور اسکو مالک نے مؤطا مین باسناد صحیح از عمرہ بنت عبد الرحمن روایت کیا کہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ مین ایک چور نے اترجہ چرایا تو عثمانؓ نے اُسکی قیمت اندازہ کرائی پس تین درم کو اندازہ کی گئی پس عثمانؓ نے ہاتھ کاٹ دیا فقہاے مالکیہ نے کہا کہ یہ کام جو کیا گیا خواہ مخواہ مشہور ہوا ہوگا اور اس پر صحابہؓ مین سے کسی سے انکار ثابت نہین ہوا تو ایسے صنیع پر اجماع سکوتی نقل کیا جاسکتا ہو اور اسمین دلالت ہو کہ پھلون کی چوری مین ہاتھ کاٹا جاوے لیکن حنفیہ فقہا نے اسمین خلاف کیا اور شاید انکے نزدیک یہ تاویل ہوگی کہ وہ توڑ کر حرز مین کر لیا گیا ہوگا اور بغیر اثر بحیثیت مذکورہ حنفیہ و شافعیہ دونون پر حجت ہو کہ اول نے دس درم اور دوم نے چہارم دینار کا کیون اعتبار کیا کیونکہ اسمین تین درم کی مقدار مذکور ہو۔ قال المترجم اس حدیث و اثر مین اگرچہ یہ تنصیص نہین کہ تین درم سے کم مین نہ کاٹا جاوے لیکن آگے تنصیص آتی ہو ان میں حدیث فعلی ہو قولی نہین اور اثر عثمانؓ انکا خود فیصلہ ہو وہ حدیث مرفوع نہین ہو اسکو یاد رکھو اور آگے چلو پھر شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ امام شافعیؒ نے چور کا ہاتھ کاٹے جانے کیواسطے چوتھائی دینار یا اسکے مساوی مالیت کا اعتبار کیا اور دلیل انکی حدیث عائشہؓ ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ کاٹا جاوے چور کا ہاتھ چہارم دینار یا زیادہ مین رواہ البخاری ومسلم قال المترجم اس روایت مین اگرچہ یہ تصریح نہین کہ اس سے کم مین نہ کاٹا جاوے لیکن دوسری روایت صحیح مسلم مین یون ہو کہ نہ کاٹا جاوے چور کا ہاتھ مگر چہارم دینار مین یا زیادہ ہو قال ابن کثیر یہ حدیث قولی فاصل ہو اس مسئلہ مین اور چہارم دینار منجملہ دینار ابن نفسہٖ

شیخ ابن کثیرؒ نے حدیث مالک کا جواب اصحاب شافعیہ سے یون نقل کیا کہ دینار اس زمانہ مین بارہ درم کا تھا تو تین درم ڈھال کی قیمت چہارم
دینار ہو گیا پس دونون حدیثین معنے مین متفق ہین **وقال المترجم** اعتبار نصاب کا سرقہ مین بنظر مالیت ہوگا اور یہ مستبعد ہے کہ چہارم ہونے کو بدلالت
ہو حتی کہ دینار بارہ درم کا تھا تو تین درم مین اور جب چالیس درم کا ہو تو دس درم مین جیسا کہ حنفیہ نے کہا اور اگر ایک دینار چھوٹا کہ آٹھ ہی درم
کا بنایا جاوے تو دو ہی درم مین حتی کہ بہت چھوٹا چار درم کا ہو تو ایک ہی درم مین ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا جاوے پس اس حدیث کو مسئلہ مین فاصل
قرار دینا بعید ہے کیونکہ سرقہ مختص بدینار نہین پھر دینار مختلف ہین ہان اس زمانہ مین جبکہ آپ نے چہارم دینار کا حکم کیا تھا تو دلالت حال سے حکم معلوم
تھا پس اگر بارہ درم کا دینار تھا تو تین درم یا چہارم دینار یا اسکے مساوی کا اعتبار متعین ہوگا اور اگر یہ معلوم ہونا متعذر ہو جاوے تو کیونکر نقص ہونا
مان لیا جائیگا مگر اسی طرح کہ چہارم دینار جسکے تین درم ہون پس قول مالکؒ سے کچھ خلاف نہوگا پھر فرمایا کہ چہارم دینار معتبر ہونیکا مذہب حضرت عمرؓ
وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے و عمر بن عبد العزیز ولیث بن سعد و اوزاعی و شافعی و اسحاق و ابو ثور و داؤد ظاہری کا قول ہے **قال المترجم**
امام مالک نے جو اثر حضرت عثمانؓ سے روایت کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دینار بارہ درم کا تھا جسکا چوتھائی معتبر ہوا ہے اور اسی سے اسحاقؒ سے
ایک روایت مین انکا مذہب یہ مروی ہوا کہ تین درم یا چہارم دینار دونون مین سے کوئی چراوے ہاتھ کاٹا جاویگا اور یہی قول امام احمدؒ کا ہے اور امام
احمدؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ چوتھائی دینار مین چور کا ہاتھ کاٹو اور اس سے کم مین مت کاٹو اور اسوقت مین
چوتھائی دینار تین درم کا تھا اور دینار بارہ درم کا تھا کذا رواہ احمد اور نسائی کی ایک روایت مین ہے کہ نہ کاٹا جائیگا چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے
کم مین تو عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ ڈھال کی قیمت کیا ہے انھون نے فرمایا کہ چوتھائی دینار **قال المترجم** اسمین صریح دلالت ہے کہ چہارم دینار کہنے سے مالیت
معلومہ مراد ہے اور خصوصیت چہارم کے لفظ کی نہین ہے کیونکہ بالاتفاق ڈھال کی قیمت کا اعتبار نہین تا کہ اگر عمدہ ڈھال بیس درم کی ہو تو بیس درم سے
کم مین ہاتھ نہ کاٹا جاوے حالانکہ روایت نسائی مین یہ لفظ ہے کہ ڈھال کی قیمت سے کم مین ہاتھ نہ کاٹا جاوے پس ظاہر ہوا کہ ڈھال کی قیمت یا چہارم دینار سے
غرض مالیت ہے اور اثر مالکؒ سے معلوم ہو گیا کہ کھرے تین درم مراد ہین پس اب غور کرنے کے قابل مذہب امام مالکؒ ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ تین درم کھرے یا
بارہ درم والے دینار کا چہارم یا اسقدر مالیت کی چیز چرالے تو ہاتھ کاٹا جاوے اگرچہ فی الجملہ مبہم رہا کہ درم کی کیا مقدار تھی ہان صحابہ رضی اللہ عنہم کو بسبب
دلالت حال کے یہ بات معلوم تھی پس ممکن ہے کہ ایک وزن کے حساب سے تین درم ہون اور دوسرے وزن سے زیادہ ہون پھر شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا و اما الامام ابو حنیفہ
واصحابہ ابو یوسف ومحمد وزفر وکذا سفیان الثوری رحمہم اللہ فانہم ذہبوا الی ان النصاب عشرۃ دراہم مضروبۃ غیر مغشوشۃ۔ یعنی امام ابو حنیفہ و انکے شاگرد ابو یوسف
ومحمد وزفر اور اسی طرح شیخ سفیان ثوری رحمہم اللہ ان سب کا مذہب یہ ہے کہ نصاب سرقہ کھرے دس درم سکہ دار ہین جنمین میل نہو واحتجوا بان ثمن المجن الذی
قطع فیہ السارق علی عہد رسول اللہ صلعم کان ثمنہ عشرۃ دراہم وقد روی ابو بکر بن ابی شیبۃ حدثنا ابن نمیر وعبد الاعلی عن محمد بن اسحاق عن عمرو
بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقطع ید السارق فی دون ثمن المجن وکان ثمن المجن عشرۃ دراہم قالوا فہذا
ابن عباس وعبد اللہ بن عمرو قد خالفا ابن عمر فی ثمن المجن فالاحتیاط الاخذ بالاکثر لان الحدود تدرأ بالشبہات انتہی بلفظہ۔ اور حجت ان
لوگون کی یون ہے کہ حضرت صلعم کے وقت مین آپ کے حکم سے جس ڈھال چرانے والے کا ہاتھ کاٹا گیا تھا اس ڈھال کی قیمت دس درم تھی اور ابو بکر
بن ابی شیبہ نے باسناد مذکور عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ڈھال سے کم داموں کی چوری مین چور کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے
اور ڈھال کی قیمت دس درم تھی ان فقہا کی دلیل یہ ہوئی کہ دیکھو یہاں ابن عباس و عبد اللہ بن عمرو دونون نے ڈھال کی قیمت بیان کرکے عبد اللہ بن عمر سے خلاف
کیا یعنے عبد اللہ بن عمرؓ نے تو تین درم بیان کیے تھے اور یہ دونون کہتے ہین کہ دس درم قیمت تھی تو شبہہ پڑا تو جنھون نے زیادہ قیمت بیان کی ہے

ہی احتیاط کرکے لینا چاہیے کیونکہ اسمین تین درم کم مقدار بھی آگئی تو دس درم کی مقدار نصاب ہونا قطعی ہوا اور تین درم کی مقدار نصاب لینے
مین شبہہ رہا اور بالاتفاق یہ کلیہ اصل مسلم ہی کہ حدود یعنے سزائین مقرری جن شروط کے ساتھ ہین اگر کسی مین کچھ شبہہ ہو تو حد ساقط ہو جاتی
ہی لہذا جب تین درم ہونے مین شبہہ رہا تو اس مقدار سے حد یعنے چور کا ہاتھ کاٹنا ساقط ہوگا **قال المترجم** پوشیدہ نہین کہ حدیث ابن ابی شیبہ
کی اسناد درجہ حسن سے کسی طرح کم نہین اور اسمین شیخ ابن نمیر و عبد الاعلیٰ تو شیوخ بخاری و مسلم ہین اور محمد بن اسحٰق کی ترمذی نے بخاری سے توثیق
نقل کی اور اسناد عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ۔ سے جہابذۃ المحدثین وغیرہم نے استدلال کیا اور طحاوی رح نے اسی کو ابن عباس و عبد اللہ بن
عمرو اور ام ایمن سے باسانید جیدہ روایت کیا ہی پس اسنادین جو ظاہر متصل ہی جسکو کلام ہو وہ تا انصاف متعصب ہی اسکو اللہ تعالیٰ سے خوف
چاہیے پھر توجیہ استدلال مین بھی کوئی شبہہ نہین ہی اور ترجیح روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ بسبب روایت صحیحین یا اعتضاد بقضیہ حکم عثمان رضی
اللہ عنہ کچھ مفید نہین کیونکہ شبہہ باقی رہیگا اگرچہ ضعیف ہو اور خصوص اس صورت مین کہ شیخ ابن کثیر نے اسکے بعد لکھا کہ بعضے سلف رضی اللہ
عنہم کا یہ مذہب ہی کہ دس درم یا ایک دینار یا انہین سے کسی ایک کے برابر قیمت کے مال چرانے مین چور کا ہاتھ کاٹا جائے گا اور یہی قول
حضرت علی و ابن مسعود رضی اللہ عنہم و ابراہیم نخعی و ابو جعفر باقر رحمہما اللہ کا نقل کیا جاتا ہی بہرحال جمہور سلف و خلف و ائمہ فقہ کے قول مین
سرقہ کی سزا ہاتھ کاٹنے کی دو شرط سے ہی ایک یہ کہ حرز سے مال چرایا و نکالا ہو اور دوم وہ مال بقدر نصاب ہو اور نصاب مین اختلاف بیان
ہوا اور بعضے اہل ظاہر جنہون نے حدیث ابو ہریرہ مرفوع سے بیضہ یا حبل کی چوری پر ہاتھ کاٹے جانے سے استدلال کرکے حد سرقہ کا
کوئی نصاب نہین قرار دیا تو جمہور نے ان لوگون کو یہ جواب دیا کہ تمنے جس حدیث ابو ہریرہ رضؓ سے استدلال کیا اسکے معنے جو تم سمجھے ہو وہ نہین
ہین کیونکہ ہمنے جو صحیح احادیث اوپر بیان کردین انسے اتنا صریح ثابت ہوا کہ تین درم سے یا چہارم دینار سے یا ڈھال کے دام سے کم مقدار
چرانے مین ہاتھ نہین کاٹا جائیگا پس یہ تو متعین ہو گیا کہ سرقہ کی حد جاری کرنے مین کچھ نصاب معتبر ہی اور مطلقا سرقہ پر یہ حد جاری نہین ہی اور
یہی وہ حدیث ابو ہریرہ رضؓ تو اسمین بیضہ و حبل کا لفظ ہی پس بیضہ کا لفظ کئی معنے پر بولا جاتا ہی ایک تو انڈا جو معروف ہی اور دوم لڑائی مین جو
آہنی کلاہ سر پر رکھتے ہین جسکو خود بھی کہتے ہین وغیر ذلک پس بیضہ سے مراد یہان لوہے کا خود ہی جسکی قیمت نصاب سرقہ سے کم نہو
اور ایسی ہی حبل بمعنے رسی تو جہاز و کشتی وغیرہ کا رسا مراد ہی جسکی قیمت نصاب سے کم نہو اور جو مراد ہمنے بیان کی یہی بخاری وغیرہ نے
حضرت اعمش رح سے حکایت کی ہی اور اگر بیضہ و حبل سے انڈا اور رسی کے معنی مراد ہون تو بھی حدیث کا سیاق تو چوری کی مذمت تو ہین ہی
پس احتمال ہی کہ آپنے زمانہ جاہلیت والونکی رسم پر بطور اخبار کے مذمت فرمائی کیونکہ وہ لوگ تھوڑی و بہت چوری پر ہاتھ کاٹ ڈالتے تھے تو مذمت
کی کہ چور بیوقوف بدکار ہی کہ اسکی اس عادت کا یہ انجام ہی کہ اپنا قدر و قیمت والا ہاتھ ایک حقیر مال کے پیچھے تباہ کر دیتا تھا اور اسی طرح اولا با
ہین مترجم نے اسیقدر کافی سمجھکر اقتصار کیا بہرحال جمہور کے موافق حاصل تفسیر یہ ہوا کہ جو مرد یا عورت یعنے شخص مکلف کا جسکے خفیہ مال لینے کو
چوری اعتبار کیا جاوے اسقدر مال جو بقدر نصاب سرقہ ہی اور وہ حنفیہ رح کے نزدیک دس درم کم سے کم ہی خفیہ چراوے اور وہ مال محرزہ ہو اسکو
حرز سے باہر نکال لاوے اور توبہ یا عفو کرنے سے پہلے گرفتار ہو جاوے تو تم اسکا داہنا ہاتھ کاٹو اور تل دو پھر اگر دوبارہ چراوے تو بایان پاؤن
کاٹو اور تل دو پھر تیسری بار مین حنفیہ کے نزدیک قطع نہین ہی اور شافعیہ کے نزدیک چار بار تک چارون ہاتھ پاؤن کی قطع ہی پھر پانچوین بار
تعزیر دیا جاوے پس یہ حاصل تفسیر قولہ تعالیٰ ہی والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیہما **جزاءً بما کسبا**۔ یعنے جزا و سزا دو انکو بدلے
اس فعل کے جو دونون نے کمایا کہ غیر کا مال اپنے ہاتھون سے چرایا پس جزاءً کو نصب بنا بر آنکہ مفعول مطلق واقع ہی جیسے ۔ **نکالاً** ۔

عقوبۃً مِنَ اللّٰہِ ۔ یعنے اللہ تعالے کی طرف سے اُنکے حق مین یہ عقوبت واقع ہوئی ۔ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۔ اے اللہ تعالے اپنے حکم
مین غالب اور اپنی صنع مین حکمت والا ہی ۔ فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِہٖ ۔ پھر جسنے رجوع کیا اور نادم ہوکر چوری سے توبہ
کرلی ۔ وَاَصْلَحَ ۔ اور اپنے اعمال کو حکم اللہ ورسول کے موافق یعنے شرع کے مطابق ٹھیک کیا ۔ فَاِنَّ اللّٰہَ یَتُوْبُ عَلَیْہِ
تو اللہ تعالے اُسکی توبہ قبول فرماتا ہی ۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ اسمین انہ غفور رحیم ۔ کی جگہ نام پاک جلیل کو ظاہر فرمایا بغرض
تصور عظمت وقال المفسرؒ فی التعبیر بہذا اما تقدم فلا یسقط بتوبتہ حق الآدمی من القطع ورد المال ۔ یعنے فان اللہ یتوب علیہ فرمایا اور یون
نہ فرمایا کہ وہ عفو ہی پس اسمین وہی نکتہ ہی جو آیت محاربہ مین اوپر بیان ہوا یعنے اشارہ ہی کہ اسکے توبہ کرنے سے اللہ تعالے کی نافرمانی کا جو جرم
ہی وہی عفو ہوگا پس اشارۃ النص سے ثابت ہوا کہ اسکی توبہ سے جس آدمی کا مال چرایا ہی اُسکا حق قطع ورد المال ساقط نہوگا پس مفسرؒ کے
نزدیک ہاتھ کاٹا جانا بھی حق آدمی ہی ثم قال نعم بثبت السنۃ ان عفی عنہ قبل الرفع الی الامام سقط القطع وعلیہ الشافعی ۔ ہان سنت سے یہ بات
ظاہر ہوگئی کہ اگر امام المسلمین کے حضور مین لائے جانے سے پہلے چور کو عفو کیا گیا تو ہاتھ کا کاٹا جانا اُسکے ذمہ سے ساقط ہوجائیگا اور یہی
شافعی کا قول ہی اور کمالین مین کہا کہ یہی ابو حنیفہ وجمہور فقہا کا قول ہی پھر واضح ہو کہ قولہ فان اللہ یتوب علیہ کی تفسیر مین ابن کثیرؒ نے لکھا
یعنے جس شخص نے چوری کرنے کے بعد اللہ تعالے کی طرف رجوع کیا اور توبہ کی تو اللہ تعالے اُسکی توبہ قبول کرتا یعنے فیما بینہ وبین اللہ توبہ
قبول کرتا ہی یعنے خالص جرم الٰہی معاف ہوجاتا ہی اور رہے لوگون کے مال تو جمہور علما کے نزدیک چور پر واجب ہی کہ اگر وہ مال بعینہ موجود ہون
تو واپس کرے ورنہ انکا بدل واپس کرے اور امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ جب اُسکا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور وہ کمایا ہوا تلف کرچکا ہی تو وہ جزا پاچکا
اب وہی ضمان اُسپر واجب نہوگی کیونکہ ہاتھ تو کٹ چکا اور واضح ہو کہ صحیحین مین حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہی کہ قریش کو اس عورت کے
حال سے غم لاحق ہوا جسنے حضرت صلعم کے زمانہ مین غزوۂ فتح مکہ مین چوری کی تھی تو آپسمین بولے کہ اُس عورت کے بارہ مین کون شخص ہی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرے پس بعض کہنے لگے کہ یہ جرأت کسکو ہی سوائے اسامہ بن زید کے جو حضرت صلعم کا پیارا ہی پھر وہ عورت لائی
گئی حضرت صلعم کے پاس پس اُسامہ بن زید نے اُسکے بارہ مین سفارش کی پس حضرت صلعم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا کہ اللہ تعالے
کی حدود مین سے ایک حد کے بارہ مین تو سفارش کرتا ہی پس اُسامہؓ نے عرض کیا کہ مین استغفار کرتا ہون آپ میرے حق مین استغفار فرما دیں
پھر جب تیسرے پہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلعم نے خطبہ پڑھا اسمین اللہ تعالے کی حمد وثنا ایسی بیان کی جو جناب باری تعالے کی شان کے
لائق ہی پھر فرمایا اما بعد واضح ہو کہ تم سے اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوے کہ انمین جب کوئی شریف چوری کرتا تو اُسکو چھوڑ دیتے اور جب
کوئی ضعیف چوری کرتا تو اُسپر حد جاری کرتے تھے اور قسم ہی اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ اگر فاطمہ بنت محمد چوری
کرتی تو مین اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالتا پھر آپ نے اُس عورت کے واسطے جسنے چوری کی تھی حکم دیا کہ اُسکا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا حضرت عائشہ رضہ
نے فرمایا کہ پھر اس عورت نے اچھی توبہ کی اور ایک مرد سے نکاح کرلیا اور اُسکے بعد وہ آیا کرتی تو جو کوئی حاجت اپنی بیان کرتی اُسکو مین
حضرت صلعم سے عرض کردیتی تھی ۔ بلفظ مسلم ۔ اَلَمْ تَعْلَمْ ۔ اسمین استفہام برائے تقریر ہی یعنے تو بالیقین جانتا ہی کہ اَنَّ
اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اللہ کے لیے ہی ملک آسمانون وزمین کا ف یعنے وہی اُسکا مالک اور
وہی حاکم ہی اُسکے حکم کے پیچھے کسی کا حکم نہین جو چاہتا ہی کرتا ہی ۔ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ۔ جسکی تعذیب کو یعنے عذاب دینے
کو چاہتا ہی اُسکو عذاب دیتا ہی ۔ وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ۔ اور جسکے لیے مغفرت کو چاہتا ہی اُسکی مغفرت کردیتا ہی ۔ وَاللّٰہُ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ
اے رسول نہ غمگین کریں تجکو وہ لوگ کہ جلدی کرتے ہیں بیچ کفر کے اُن لوگوں میں سے کہ کہتے ہیں ایمان لائے ہم ساتھ مونہوں اپنے کے

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ
اور نہ ایمان لائے دل اُن کے اور اُن لوگوں میں سے کہ یہودی ہوئے سننے والے ہیں واسطے جھوٹ کے سننے والے ہیں واسطے قوم دوسری کے

يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ
کہ نہیں آئے تیرے پاس بدل ڈالتے ہیں باتوں کو اُسکا ٹھکانا چھوڑکر کہتے ہیں اگر دیے جاؤ تم یہ پس لے لو اُسکو

وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ
اور اگر نہ دیے جاؤ تم وہ پس بچو اور جو شخص کہ ارادہ کرے اللہ تعالیٰ گمراہ کرنا اُسکا پس ہرگز نہ مالک ہوگا تو واسطے اُسکے اللہ کی طرف سے کچھ

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖۚ وَّلَهُمْ
یہ لوگ وہ ہیں کہ نہ ارادہ کیا اللہ نے یہ کہ پاک کرے دلوں اُنکے کو واسطے اُنکے بیچ دنیا کے رسوائی اور واسطے اُنکے

فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ
بیچ آخرت کے عذاب ہے بڑا بہت سننے والے ہیں جھوٹ کے بہت کھانیوالے ہیں حرام کو پس اگر آویں تیرے پاس

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ
پس حکم کر درمیان اُنکے یا منہ پھیر لے اُن سے اور اگر تو منہ پھیرے گا اُن سے پس ہرگز نہ زیان پہونچا وینگے تجکو کچھ

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ وَكَيْفَ
اور اگر حکم کرے تو پس حکم کر درمیان اُنکے ساتھ انصاف کے تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو اور کیونکر

يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ
منصف کریں تجکو اور پاس اُنکے توریت ہے بیچ اُسکے حکم ہے اللہ کا پھر پھر جاتے ہیں پیچھے اُسکے اور نہیں

اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ
یہ لوگ ایمان لانے والے تحقیق اُتاری ہم نے توریت بیچ اُسکے ہدایت ہے اور روشنی ہے حکم کرتے تھے ساتھ اُسکے پیغمبر

الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ
وہ جو مطیع تھے خدا کے واسطے اُن لوگوں کے کہ یہودی ہوئے اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم ساتھ اُس چیز کے کہ نگہبانی کروائی گئے تھے کتاب

اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ
اللہ کی سے اور تھے اوپر اُسکے گواہ پس مت ڈرو اُن لوگوں سے اور ڈرو مجھے اور مت مول لو بدلے نشانیوں میری کے

ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝
مول تھوڑا اور جو کوئی نہ حکم کرے ساتھ اُس چیز کے کہ اُتارا اللہ نے پس یہ لوگ وہ ہیں کافر

یہودی زمانۂ موسیٰ علیہ السلام سے لیکر حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم تک شریعت کے احکام پر عمل کرنے سے اُکتا گئے اور اُنکے دل سخت
ہوکر ظاہر کے خلاف باطن مین منافق ہوگئے تو آخرت سے شک مین ہوکر دنیاوی مال ومتاع کو نقد سمجھتے اور وعدہ آخرت کو موہوم و اُدھار جانتے
پس دنیاوی راحت ولذات نفس کے پیچھے اُنکو شرع سے مخالفت بلکہ کفر کرنے مین ڈر نہ تھا اور موافق اخبار غیب کے اِس امت اسلامیہ مین بھی
آخر مین بعضے فرقے ضرور ایسے ہی ہونگے اللہ تعالے نے فرمایا۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ۔ ای محمد صلعم۔ لَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ
يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ۔ غمگین کرے تجکو بازرہنا اور انکار کرنا ایسے لوگونکا جو جلدی کرتے ہین کفر مین ف یعنے گرے پڑتے ہین
کفر مین جلدی کے ساتھ یعنے جبھی موقع پاتے ہین تو کفر مین گرجاتے ہین اسمین اشارہ ہے کہ ایمان مین داخل نہین ہوے اور کفر کے اندر گھس
پڑتے ہین اور وہین ٹھہرے ہوے ہین اب سنکر تعجب ہوگا کہ ایسے لوگونکی کیا حالت ہے اللہ تعالے نے بیان فرمایا مِنَ الَّذِينَ۔ ایسے لوگ ہین جنھون
نے قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ۔ اپنے منھون سے آمنا کہا کہ ہم ایمان لائے یعنے اپنی زبانون سے آمنا کہا۔ وَلَمْ تُؤْمِن
قُلُوبُهُمْ۔ حالانکہ اُنکے دل یقین نہین لائے ف یعنے ایک فرقہ منافق ہے کہ ظاہر مین زبان سے کہتے کہ ہم ایمان لائے حالانکہ دلمین
یقین نہین ہوتا تھا دوسرا فرقہ یہود ہے۔ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا۔ بعض مفسرین نے اول کو منافقین کے حق مین قرار دیکر قولہ ومن الذین
ہادوا۔ کو الگ جملہ قرار دیا اسطرح کہ من الذین ہادوا خبر ہے اور قوم۔ مبتدا مقدر اور مابعد اسکی صفت ہے یعنے یہودین سے ایک قوم ایسی
ہے کہ۔ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ۔ خوب سننے والی ہے دروغ کو ف یعنے یہود مین ایک جاہل قوم ہے جو دل سے جھوٹی باتین مانتی ہے جو
اُنکے عالمون نے گڑھی ہین۔ اور نیز یہ قوم ایسی ہے کہ۔ سَمَّاعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَمْ يَأْتُوكَ۔ سننے والے ہین جیسے یہود مین سے
ایک دوسری قوم کے واسطے جو کہ تیرے پاس حاضر نہین ہوئے ف یہ دوسری قوم والے مقام خیبر کے یہودی تھے اور قوم اول جو
اُنکے واسطے سننے کو آئے تھے وہ بنی قریظہ تھے جو کہ مدینہ کے رہتے تھے اور بات یہ ہوئی کہ خیبر کے یہود مین سے ایک شریف مرد وایک شریف
عورت نے زنا کیا اور اُس زانی کی جورو موجود تھی اور اس زانیہ کا خاوند موجود تھا اور یہ زنا پکڑا گیا لیکن اُن لوگون نے مکروہ جانا کہ یہ دونون شریف
ہین سنگسار کیونکر ہون تو اُنھون نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا کہ تم لوگ اس نبی کے پاس جاؤ اور اس کی شریعت مین آسانی رکھی گئی ہے پس اگر
دیکھو کہ وہ تکو یہ حکم دیگا کہ اُنکے منھ کالے کرکے دُرّے مار دو تو یہانتک لے لینا اور اُس سے بچنا کہ سنگسار کرنے کا حکم دیوے تو یہی پوچھنے اور سننے
کو بنو قریظہ آئے تھے اور یہ قصہ صحیحین مین مروی ہے اور حاصل آنکہ اس فرقۂ یہود کی دو بد خصلتین ہین ایک تو اپنے عالمونکی مفتریات کو گوش دل سے
سنتے اور عوام کو حق سے بہکاتے ہین اور دوم حق بات کو پیغمبر سے سنتے اور تحریف کرتے ہین جیسے اُنکی عادت بیان فرمائی کہ۔ يُحَرِّفُونَ
الْكَلِمَ۔ الذی فی التوراۃ کآیۃ الرجم تحریف کرتے ہین اُن کلمات کو جو توریت مین ہین مانند آیۃ الرجم وغیرہ کے۔ مِن بَعْدِ مَوَاضِعِهِ
بعد انکے مواضع کے جنپر اللہ تعالے نے کلم کو رکھا ہے اور حاصل آنکہ توریت کے کلمات کو اپنی جگہ سے تبدیل کرتے ہین حالانکہ پہلے سے یہ کلمات اپنے
اپنے موقع پر ٹھیک تھے قسطلانی شرح بخاری مین ہے کہ بہت سے علما نے بیان فرمایا ہے کہ یہود ونصاریٰ نے توریت وانجیل کے اکثر الفاظ
بدل ڈالے اور اپنی طرف سے بجائے اُنکے دوسرے الفاظ داخل کردیے ہین اور نیز بہت سے معانی کو بیجا تاویل کرکے بگاڑ دیا اور بعض نے
کہا کہ اُنھون نے الفاظ ومعانی دونونکو بدل ڈالا لیکن اس قول مین تامل ہے اسواسطے کہ بہت سے آثار واخبار مین دلالت موجود ہے کہ ان دونون
کتابون مین زمانہ آنحضرت صلعم تک بہت چیزین بدون تبدیل کے باقی تھین اور بعض نے کہا کہ تبدیل فقط معانی مین ہے الفاظ مین نہین ہے
لیکن یہ قول ٹھیک نہین ہوسکتا اسواسطے کہ دونون کتابون مین ایسے الفاظ موجود ہین کہ اللہ تعالے کی طرف سے

انکا ہونا ہرگز جائز نہین ہوسکتا **قال المترجم** اور نیز انہین بعض مضامین مستحیل ایسے مندرج ملتے ہین کہ اُنکے ذکر کی جرأت نہین ہوتی
چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام و اُنکی بیٹیون کا قصہ لکھا کہ جب حضرت لوط ضعیف ہوے تو اُنکی دو بیٹیون نے مشورہ کیا کہ باپ کی نسل جاتی
رہنے سے نبوت اس خاندان مین نہین رہیگی لہذا باپ کو شراب پلاکر بدہوش کرکے اُنسے جماع کیا اور نطفہ لے لیا کہ جو لڑکا پیدا ہو وہ نبی ہو
مترجم کہتا ہی کہ اسکی شناعت مین بیان کی حاجت نہین ہی فافہم پھر قسطلانی نے لکھا کہ بعض نے اجماع نقل کیا ہی کہ توریت و انجیل کو لکھنا و
پڑھنا و دیکھنا جائز نہین ہی پھر امام احمد و بزار وغیرہ کی روایت سے جو حدیث عمر رضی اللہ عنہ کی توریت پڑھنے پر حضرت صلعم کے غضبناک
ہونے کی آئی ہی نقل کی اور فتح الباری سے تلخیص کا حوالہ دیکر لکھا کہ میرے نزدیک مسئلہ مین تفصیل ہی اسطرح کہ عالم کو توریت و انجیل پر نظر
کرنا تاکہ مخالفین کو الزام دیکر قائل کرے جائز ہی اور عوام کو جسکو رسوخ نہوا ہو نہین جائز ہی **قال المترجم** ظاہر کلام مفسر رحمہ اللہ یہ ہی
کہ ان کتابون مین فی الجملہ تبدیل واقع ہوئی ہی پس حاصل تفسیر یہ کہ یبدلون الکلم من بعد ان کان ذا مواضع ۔ یعنے کلم کو بدل ڈالتے ہین
اور بے جگہ کر ڈالتے ہین بعد ازانکہ وہ اپنی ٹھیک جگہ پر تھے ۔ **یَقُوْلُوْنَ** ۔ لمن ارسلوہم ۔ کہتے ہین ان لوگون سے جنکو بھیجا کہ ۔
اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا ۔ الحکم المحرف ای الجلد ای افتاکم محمد بہ ۔ اگر دیے جاؤ تم یہ حکم تحریف کیا ہوا یعنے کوڑے مار نا یعنے اگر تمکو محمد فتوی
دین کہ کوڑے مار دو ۔ **فَخُذُوْهُ** ۔ اقبلوہ ۔ تو سے لو یعنے اُسکو قبول کر لینا ۔ **وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ** ۔ بل افتاکم بخلافہ ۔ اور اگر تم یہ
حکم نہ دیے جاؤ بلکہ محمد تمکو اسکے خلاف حکم دین ۔ **فَاحْذَرُوْا** ۔ ان تقبلوا ۔ تو اُسکے قبول کرنے سے پرہیز کرو ۔ **شیخ ابن کثیر**
نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ یہود نے ایک شخص مقتول کے بارہ مین بھیجکر فتوی لیا تھا کہ دیت کا حکم دین تو لینا اور اگر قصاص کا حکم دین تو نہ لینا
کہا کہ صحیح یہ ہی کہ نزول اس آیت کا ان دو یہودیون کے حق مین ہی جنھون نے زنا کیا تھا اور اسمین چند احادیث وارد ہوئی ہین چنانچہ
مسلم مین عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم کے پاس ایک یہودی و ایک یہودیہ دونون لائے گئے جنھون نے باہم زنا کیا
تھا پس رسول اللہ صلعم چلکر یہود کے پاس آئے اور فرمایا کہ تم توریت مین کیا حکم پاتے ہو ایسے شخص کے حق مین جو زنا کرے بولے کہ ہم انکا
مُنھ سیاہ کرکے ہم اُنکو شہر مین پھراتے ہین پھر وہ کوڑے مارے جاتے ہین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر سچے ہو تو توریت لاکر پڑھو پس یہود اُسکو لائے
اور پڑھا یہانتک کہ جب پڑھنے والا رجم کی آیت پر پہونچا تو اُسنے اُسپر ہاتھ رکھ لیا اور اس سے پہلے اور پیچھے پڑھ گیا تو عبد اللہ بن سلام
نے جو حضرت صلعم کے ساتھ تھے عرض کیا کہ آپ اسکو حکم دین کہ ہاتھ اُٹھا دے پس اُسنے اُٹھایا تو اُسکے نیچے رجم کی آیت نکلی تب آنحضرت
صلعم نے حکم دیا کہ دونون سنگسار کیے گئے عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ مین بھی رجم کرنے والون مین تھا پس مین نے مرد زانی کو دیکھا کہ عورت کو
اپنی تئین آڑ دیکر پتھر کی چوٹ سے بچاتا ہی و قد رواہ البخاری وغیرہا ایضا اور روایت احمد و ابو داؤد مین ہی کہ یہود نے بعض نے بعض سے کہا
کہ ان دونون کو اس نبی کے پاس لیجاؤ کیونکہ وہ مبعوث ہوا تخفیف کے ساتھ یعنے اُسکی شریعت کے احکام آسان کر دیے گئے ہین پس اگر اُسنے
ہمکو رجم سے کم سزا کا فتوی دیا تو ہم قبول کر لینگے اور ہمکو اللہ تعالے کے پاس حجت ہو جائیگی کہ ایک نبی نے ایسا فتوی دیا پس وہ آنحضرت
صلعم کے پاس آئے الحدیث اور اسمین ہی کہ حضرت صلعم نے یہود سے پوچھا کہ تمنے کیون حکم آلہی مین خلاف کیا تو انھون نے بیان کیا کہ ہمارے
ایک بادشاہ کے قرابت دار نے زنا کیا تھا تو اُسنے رجم نہ کیا پھر اسکے بعد ہی عام لوگون مین سے ایک نے زنا کیا تو بادشاہ نے سنگسار کرنا چاہا
پس اُسکی قوم والے حمایت پر اُٹھ کھڑے ہوے کہ ہمارا آدمی تو سنگسار نہین ہوسکتا جب تک تو اپنا قرابتی نہ لاوے کہ وہ بھی سنگسار کیا جاوے
پس سب نے ملکر باہم صلاح کر لی کہ زنا کی سزا رجم چھوڑ کر یون ہی کہ منھ کالا کرکے شہر مین فضیحت کیا جاوے پھر کوڑے مار دیا جاوے اور ایک روایت

مسلم مین ہے کہ حضرت صلعم نے یہود کے ایک عالم کو قسم دلائی کہ تجھے اُسی پاک پروردگار کی قسم جسنے موسی علیہ السلام پر توریت اُتاری ہے کیا تم لوگ اپنی کتاب مین زانی کی یہی حد پاتے ہو وہ بولا کہ واللہ نہین - اور اگر آپ مجکو قسم نہ دلاتے تو مین آپکو آگاہ نہ کرتا ہم اپنی کتاب مین یون پاتے ہین کہ ایسے زانی کو سنگسار کیا جاوے ولیکن زنا ہم لوگون کے شریفون مین کثرت سے واقع ہوا پس جب ہم کسی شریف کو پکڑتے تو اسکو رہا کر دیتے اور جب ضعیف کو پکڑتے تو اُسپر حد جاری کرتے تو ہم نے آپسمین یہ صلاح ٹھہرائی کہ آؤ ایک ایسی حد مقرر کرین کہ شریف و ضعیف سب پر جاری کرین تو ہم نے کوڑے مارنے اور منھ سیاہ کرنے پر اتفاق کیا پس نبی صلعم نے فرمایا کہ اے میرے پاک پروردگار مین اول وہ شخص ہون کہ تیرے حکم شریعت کو جبکہ اُن لوگون نے مٹایا اور مین اُسکو زندہ کرتا ہون پس آپنے حکم دیا کہ یہودی مرد و عورت زناکار سنگسار کیے گئے پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا یا ایہا الرسول لا یحزنک تا قولہ ان اوتیتم ہذا فخذوہ یعنے کہتے ہین کہ محمد پاس جاؤ سو اگر تمکو منھ کالا کرنے اور کوڑے مارنے کا فتوی دین تو لیلو اور اگر سنگسار کرنے کا فتوی دین تو پرہیز کرو - تا قولہ و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون - فرمایا کہ یہ یہود کے حق مین ہے اور قولہ و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الظالمون - فرمایا کہ یہ یہود کے حق مین ہے اور قولہ و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفاسقون - کہا کہ یہ سب کفار کے حق مین ہے تفرد بہ مسلم عن البخاری و قد رواہ ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ اور بعض روایات مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے چار گواہ بلائے جنھون نے گواہی دی کہ ہمنے اس یہودی مرد کے آلہ تناسل کو اس یہودیہ کی فرج مین دیکھا جیسے سرمہ دانی مین سلائی ہوتی ہے اور ابن صوریا نے توریت مین ایسی ہی گواہی پر سنگسار کرنے کی حد کا اظہار کیا تھا رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ اور اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ قاضی اسلام کے حضور مین اگر کافرون پر کافر گواہ ہون تو قبول ہونگے پھر اوتعالے نے بیان فرمایا کہ یہود مغضوب علیہم ہین - وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا - اور جس کے حق مین اللہ تعالے نے گمراہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو تجھے کوئی چیز نہ ملیگی جو اُسکے دفع کرنے کے واسطے مفید ہو - یعنے جسکے حق مین اللہ تعالی نے پاک کرنا نہین چاہا تو ارادۂ الٰہی کو کوئی روک نہین سکتا - اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ - یہ یہودی ایسے ہی لوگ ہین کہ اللہ تعالے نے نہین چاہا پاک کرنا اُنکے دلون کو کفر سے ف اور اگر اوتعالے چاہتا تو ہو جاتا اس سے صریح فرقۂ قدریہ کا رد ہے اور اہل سنت کے واسطے صریح حجت ہے کہ گمراہ کرنا اور ہدایت دینا اللہ تعالے کے ارادہ سے ہے بندہ خود مختار نہین ہے - لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ - اُنکے واسطے دنیا مین خواری ہے ف یعنے دنیا مین تو فضیحت و رسوا ہو کر جزیہ ادا کرنے سے انکو ذلت و خواری ہے - وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ - اور آخرت مین اُنکے لیے عذاب عظیم ہے ف یعنے دوزخ مین رہنا اور دوزخ کے نیچے طبقہ مین سخت عذاب کی کیفیت - سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ - سحت بضمتین ابو عمرو اور ابن کثیر و کسائی کی قراءة اور بضم و سکون باقیون کی قراءت ہے اور صواب یہ ہے کہ وہ جملہ انواع حرام کو شامل ہے (المعنی) یہ قوم (یہود) دروغ کو خوب دل لگا کر سننے والے اور سُحت یعنے حرام کے کھانے مین سخت بیباک ہین شاید مراد یہان حکم سے رشوت ہو یعنے یہود رشوت لیکر خلاف خدا و رسول کے حکم دیتے تھے اور حضرت علی رضہ سے روایت ہے کہ سُحت یعنے رشوت خواری تو عرض کیا گیا کہ کیا حکم دینے مین رشوت لینا فرمایا کہ یہ تو کفر ہے اور حضرت صلعم سے روایت ہے کہ لعنت کی اللہ تعالے نے حکم مین رشوت دینے والے اور لینے والے کو (رواہ الترمذی عن ابی ہریرة و ابو داؤد عن بن عمرو بن العاص) اور بعض فقہا نے دینا جائز کہا جبکہ مظلوم دیکھے کہ میرا سچا حق بدون رشوت دینے کے حاکم ظالم بگاڑ دیگا تو دینا مباح ہے (ترجمۂ عالمگیریہ) فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ

سو اگر یہ لوگ جنکی بدخصلتین اوپر بیان ہوئین تیرے پاس آوین اس غرض سے کہ تو اُنکے درمیان حکم کر دے تو۔ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ
أَعْرِضْ عَنْهُمْ۔ تیری جاہے اُنمین حکم کر یا اعراض فرما۔ یعنے تجھے اختیار ہی قال المفسر یہ اختیار منسوخ ہی بقولہ تعالے وان احکم
بینہم الآیۃ۔ چنانچہ ابن عباس رض سے شروع سورہ پر بیان ہوچکا پس انکے درمیان حکم کرنا واجب ہی جبکہ وہ مسلمان حاکم کے یہان مرافعہ
کرین اور شافعی کے دو قول مین سے یہی اصح قول ہی اور یہی ابوجعفر النحاس نے امام ابوحنیفہ و اُنکے اصحاب سے نقل کیا ہی اور اگر کسی
مسلمان کے ساتھ مین مرافعہ کرین تو بالاجماع واجب ہوگا۔ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ۔ اور اگر تو نے اعراض کرنا اختیار کیا تو فَلَنْ
يَضُرُّوكَ شَيْئًا۔ تیرا کچھ نہین بگاڑ سکینگے۔ وَإِنْ حَكَمْتَ۔ اور اگر تو نے اُنکے درمیان حکم کرنا اختیار کیا۔ فَاحْكُمْ
بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ۔ العدل۔ تو اُنمین حکم کر قسط یعنے عدل سے۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ۔ اللہ تعالے دوست
رکھتا ہی مقسطین کو یعنے اُن بندون کو جو حکم مین عدل کرین اور مراد آنکہ اُنکو ثواب دیتا ہی اور یہین سے نخعی و شعبی و زہری
و سعید بن جبیر نے کہا کہ قولہ فاحکم بینہم او اعرض عنہم منسوخ نہین ہی اور یہی امام احمد کا مختار ہی کیونکہ قولہ ان احکم بینہم بما انزل اللہ الآیۃ
مین عدل کے ساتھ حکم کرنے کا امر ہی اور ابن الجوزی نے کہا کہ یہی صحیح ہی اور تخییر کا حکم بنظر اسکے کہ یہ لوگ کچھ اس سے اتباع حق نہین چاہتے
تھے بلکہ غرض یہ تھی کہ ایسے حکم کو شاید پاوین جو اُنکی خواہشون کے موافق ہی ورنہ حق تو کتاب توریت مین معلوم تھا اسیواسطے آگے
تعجب لایا بقولہ۔ وَكَيْفَ يُحَكِّمُونَكَ۔ اور کیسے وہ سچے حکم تلاش کرنے کو تیرے پاس آنے پر مجبور ہونگے۔ وَعِنْدَهُمُ
التَّوْرَاةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ۔ حالانکہ اُنکے پاس توریت ہی جسمین حکم اللہ تعالے موجود ہی یعنے محصن زناکارون کو رجم
کرنے کا حکم موجود ہی یہ استفہام تعجب لانے کو ہی حاصل آنکہ تیرے پاس حکم کے لینے آنے مین انکا مقصد یہ نہ تھا کہ جو سچا حکم ہی وہ جان لیوین کیونکہ
یہ جان لینا تو اُنپر آسان تھا بلکہ درحقیقت جانتے تھے جیسا کہ اوپر کی روایات قصہ سے واضح ہوچکا پس توریت مین تو یہ حکم جانتے اور منھ
سے توریت ہی پر ایمان بیان کرتے تھے۔ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ۔ پھر منھ پھیرتے اسکے بعد یعنے منھ موڑتے ہین تیرے
حکم سے بھی جو اُنکی کتاب کے موافق ہی پس اس تحکیم کے یہ زیادہ عجیب ہی۔ وَمَا أُولَٰئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ۔ یعنے یہ لوگ در ایمان
نہین رکھتے یا آنکہ اپنی کتاب پر بھی ایمان نہین رکھتے صرف زبانی دعوی کرتے ہین کیونکہ اُسمین جو حکم موجود تھا پہلے اس سے انحراف کیا
اور دوبارہ جب اُسکے موافق حکم دیا گیا تو پھر اس سے اعراض کرنے لگے۔ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ۔ ہم نے
توریت اُتاری تھی اس شان سے کہ اُسمین ہدایت و نور ہی فی ہدایت یعنی کہ سچے عقائد بیان تھے جنکی پیروی سے گمراہی نہوتی اور نور
یہ کہ حکمونکا بیان صاف تھا۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ۔ من بنی اسرائیل۔ الَّذِينَ أَسْلَمُوا۔ انقادوا للہ۔ لِلَّذِينَ
هَادُوا۔ حکم کرتے اس کتاب کے ساتھ انبیاء بنی اسرائیل جو اللہ تعالے کے مطیع و منقاد تھے ان لوگون کے حق مین حکم کرتے
جنھون نے اپنے کو یہود کہا۔ واضح ہو کہ بعد موسی علیہ السلام کے بہت انبیاء بنی اسرائیل گذرے جنکو توریت کے موافق حکم کرنے کا
فرمان تھا اور یہی حکم حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی تھا اور کتاب زبور مین وعظ و نصائح و اسرار الہی درج تھے احکام دینیہ وہ توریت ہی پر
تھا اور اسی طرح حضرت عیسی پر انجیل سے بعض احکام منسوخ کیے باقی سب توریت پر عمل رہا۔ واضح ہو کہ جمہور علماء و فقہا نے کہا کہ اگلی شرائع
ہمپر واجب العمل ہین جہانتک منسوخ نہون اور صحیح یہ ہی کہ اگلی شرائع مین سے جو کچھ ہمپر لیاد تعلیم عمل نقل کیا گیا اُسپر ہم عمل کرتے ہین اور یہ
درحقیقت اپنی کتاب مجید کے موافق عمل ہی اگرچہ اسکو شرع سابقین سے توافق ہو کیونکہ شرع محمد صلعم بذات خود کامل و مکمل در بلدان

انفہام شرع سابق کے جامع ہے اور یہان سے جنھون نے استدلال کیا وہ کچھ دلیل نہین یہان تو صرف یہ بیان فرمایا کہ جو لوگ اپنے آپکو یہودی
کہتے ہین اُنکے درمیان اللہ تعالے کے انبیاے سابقین جو موحدین تھے حکم کیا کرتے تھے۔ وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ۔ اور انبیا کی نیابت مین حکم
کرتے ربانیون یعنے اُنہین سے جو حقانی عالم تھے۔ وَالْاَحْبَارُ۔ الفقہا اور فقیہ لوگ۔ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا۔ ای لسبب الذی
استودعوہ ای استحفظہم اللہ ایاہ۔ مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ ان یبدلوہ۔ بسبب اُس چیز کے محفوظ کردیے گئے تھے یعنے اللہ تعالے نے
اُنکے حفظ مین رکھا اُس چیز کو کتاب الٰہی سے اور حفاظت اس امر کی کہ اُسکو بدل ڈالین۔ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ۔ اور وہ لوگ
اس محفوظ پر شاہد تھے کہ وہ حق ہے قال فی السراج قولہ استحفظوا وکانوا کی ضمیر نبیون و ربانیون و احبار سب کی طرف راجع ہے اور اللہ تعالے
نے کتاب الٰہی کے حفظ کا علما سے ان دو وجہون سے عہد لیا ایک تو ضائع ہو جانے اور تحریف سے بچا دین چنانچہ حفظ کی جاوے تاکہ
سہو نہو اور زبان سے پڑھا وین اور دوم آنکہ اُسکے احکام و شرائع کو مہمل نچھوڑین بالجملہ اللہ تعالے نے توریت کی تعریف فرمائی کہ اسمین ہدایت
و نور تھا اور انبیاے بنی اسرائیل اُسکے موافق حکم دیتے اور ربانیون و احبار جنھون کو کتاب الٰہی مستحفظ کی گئی تھی یعنے تحریف و تبدیل
و مہمل چھوڑنے سے اللہ تعالے نے اُنکو محفوظ رکھا تھا اور وہ شاہد تھے کہ اُسکے احکام وغیرہ سب حق ہین وہ بھی ہدایت و نور کے ساتھ متصف
ہوکر حکم کرتے تھے بطریق نیابت انبیا علیہم السلام کے پھر پچھلے بلا یہود مین یہ پھیلی کہ اُنھون نے کتاب اللہ تعالے کی نگہداشت چھوڑنی
شروع کی کہ نہ محفوظ رکھی اور نہ اُسی پر مدار عمل رکھا آخر انجام یہ ہوا کہ اپنی ہوا و ہوس کے پابند ہوگئے اور منجملہ اُسکے احکام کے یہ رجم تھا
وہ بھی ترک کیا اور منجملہ اُسکے آنحضرت صلعم کی پیروی و ایمان تھا اس سے بھی انکار کیا اور نوبت یہ کردی کہ کتاب مین تبدیل و تحریف
خود کر ڈالی بچانا و حفاظت کیسی پس اللہ تعالے نے اُنکو اول حال کو یاد دلایا کہ اپنے کیے پر پچھتا دین اور راہ پر آدین کیونکہ اللہ تعالی ہی کی
فرمانبرداری و توحید و ایمان کی غرض سے ماننا تھا لہذا العبد اس تنبیہ کے انکو ارشاد کیا کہ۔ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ۔ اب بھی مت ڈرو
لوگون سے اے یہودیو اس بات کے اظہار مین جسکا علم تمھارے پاس ہے مانند آنکہ محصن مرد و عورت زنا کرے تو سنگسار کیا جاوے اور یہ
آخر زمانہ مین محمد صلعم عرب سے مبعوث ہونگے جنکی ایسی ایسی صفتین ہونگی اور اُنکی اتباع کل سب جہان جن و انسان پر فرض ہوگی پس ان
باتونکو جو تمھاری کتاب مین ہین جب اُسکو حق جانتے ہو تو لوگون کے ڈر سے مت چھپاؤ کہ رجم ظاہر کرنے مین مارے جاؤگے یا صفت محمد صلعم
کے ظاہر کرتے ہین سب لوگ مسلمان ہو جائینگے تو تمھاری آمدنی جاتی رہیگی ان باتون سے مت ڈرو ظاہر کرو کیونکہ رزاق اللہ تعالے ہے
وَاخْشَوْنِ۔ اُسکے چھپانے مین البتہ مجھسے ڈرو یعنے اللہ تعالے دنیا و آخرت مین خوار کریگا۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا
قَلِيْلًا۔ اور مت خرید و میری آیات کے عوض تھوڑا مول یعنے مبادلہ مت کرو کہ میری آیات کے عوض جو توریت مین ہین تھوڑے
دام لے لو۔ حاصل آنکہ دنیا خود حقیر اور اُسمین سے اُن آیات کے چھپانے پر جو تمکو ملیگا وہ نہایت ہی حقیر ہوگا تو اس کو میری آیات کے
بدلے مت لو۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ اور جسنے اللہ تعالے کے اُتارے
حکم کے موافق حکم نکیا تو ایسے لوگ کافر ہین۔ یعنے جو کچھ اللہ تعالے نے اُتارا ہے جو کوئی اُسکے موافق حکم نہ کرے وہ اس سے
کفر کرنے والا ہوا اور توضیح سے اسکا بیان عنقریب آتا ہے انشاء اللہ تعالے اور یہان شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان آیات کیواسطے
دوسرا سبب نزول ذکر کیا اور مناسب و نافع سمجھکر مترجم اُسکو لاتا ہے حضرت ابن عباس رض نے فرمایا کہ ان آیات کو اللہ عز و جل نے یہود کے
دو فریق کے حق مین نازل کیا جنمین زمانہ جاہلیت کی لڑائی سے ایک زبردست عزت والا ہوگیا تھا اور وہ بنو نضیر تھے جیسا کہ دوسری

روایت مین ہی اور دوسرا ضعیف و مقہور ہو گیا تھا دو ہ بنو قریظہ تھے پھر ان دونون نے آپسمین صلح کر لی تھی کہ نضیرین سے جو قتل ہو اُس کی دیت ستّو وسق اور جو ضعیف قریظہ مین سے مقتول ہو اسکی دیت پچاس وسق ہی پس اسی پر تھے یہانتک کہ سخت لڑائی کے چند برس بعد رسول اللہ صلعم مدینہ مین تشریف لائے پس قریظہ مین سے کسی نے نضیر مین کے ایک شخص کو قتل کیا تو بھیجکر سو وسق مانگے پس قریظہ نے کہا کہ دو گروہ جنکا ایک ہی دین ایک ہی نسب اور ایک ہی شہر ہو کہین ہو سکتا ہی کہ ایک کا خون بہا دوسرے سے آدھا ہو اور جب ہمنے تکو دیا تھا تو تمھارے ڈر سے تھا اب تو محمد یہان آ گئے ہین اب ہم تکو اس حساب سے نہین دینگے (انصار سب مسلمان ہو گئے تھے انسے مدد تو ملتی نہین اسیواسطے ایک فریق کو جرأت ہو گئی) یہانتک کہ دونون فریق مین لڑائی ہونے کو قریب پہونچی پھر اس امر پر راضی ہوے کہ محمد صلعم کو حکم بنا وین پھر نضیر نے آپسمین کہا کہ واللہ محمد تکو دونا دلوانے والے نہین ہین تو جاسوس متعین کرو کہ پتا چلا دے کہ آیا ہمین محمد کی کیا راے ہی پس اگر تمھارے موافق ہو تو حکم کر لو ورنہ پرہیز کرو پس چند منافقون کو اس خبر ورسانی کے واسطے مقرر کیا پس اللہ عز وجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کمبختون کی راے وارادہ سے آگاہ کر دیا پس نازل فرمایا یا ایہا الرسول لا یحزنک الذین الآیات (رواہ احمد والبوداؤد والنسائی وابن جریر) اور اوپر وہ احادیث بیان ہو چکین جنمین دو زناکارون کے واقعہ مین یہود کا تحکیم لانا مذکور ہی تحکیم کا قصہ اوپر مذکور ہوا اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے اُسیکو صحیح کہا اور یہان تامل کیا کہ واللہ اعلم کون بات واقع ہوئی میرے نزدیک ظاہر ایہ دونون واقعہ متقارب ہوے اور دونون اسمین شامل ہین ف عرائس مین ہی کہ قولہ ومن یرد اللہ الخ اسمین صریح ہی کہ مخلوق مین سے کسیکو قدرت ایجاد نہین اور وہ منحصر بذات قدیم ذوالجلال ہی اسی سے فتنہ کی نسبت اپنی طرف فرمائی اور فتنہ یہ کہ بندہ کو اُس کے نفس کے حوالے کر کے ایسی شہوات مین مبتلا کرے جو راہ حق سے کاٹ دیتے ہین تاکہ قلب مین اندھیرا ہو جاوے پھر اسمین نور برہان معرفت نہ سماوے خواص رحمہ اللہ نے اشارہ کیا کہ او تعالے جسکی خاطر پریشان فرماتا ہی اُسکے جمع کرنے مین کوئی قدرت نہین رکھتا اسی کے مانند ابن عطاء نے کہا ہی کہ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ مراقبہ و مراعات سے محروم فرماتا ہی ابوبکر وراق رح نے کہا کہ قلب کی پاکیزگی دو چیزون مین ہی ایک تو دل سے حسد نکال ڈالے دوم آنکہ جماعت مسلمین سے نیک گمان رکھے قولہ تعالے سماعون للکذب اکالون للسحت ۔ اس کلام کے معنے مین ہمارے زمانہ کے مکار صوفی داخل ہین جو گوشے مین بیٹھتے اور زہد و ترک دنیا ظاہر کرتے ہین اور صورت یہ کہ کندھون پر عمدہ طیلسان ڈالتے اور دنیادارون کی مدح اپنے حق مین سنتے ہین کہ یا حضرت آپ کے مثل سب تو دنیا مین نہین ہو آپ ایسے اور آپ ویسے اور یہ زاہد بےعقل اُنکی فریبی و تکبر و غرور دلانے والی باتین خوب سنتا ہی حالانکہ زاہد مذکور ایسا ہی بھی نہین اور دنیادار اس غرض سے بتاتے ہین کہ بادشاہ وشرار وغیرہ سے ہماری سفارش کرے اور زاہد مذکور کو اپنا وسیلہ بناتے ہین اور اپنی مراد حاصل ہونے کے لیے اُسکو رشوتین دیتے ہین پس یہ زاہد بےتمیز سماعون للکذب یعنے جھوٹ باتین سننے والا ہی اور اکالون للسحت ۔ یعنے رشوتین کھانے والا ہی اللہ تعالے ایسے کمبختون سے روے زمین کو پاک کرے اور ہمکو اُنکی صحبت و بدافعال سے بچاوے کیونکہ یہ لوگ دین سے تو نکل بھاگے ہین اور دین بیچکر دنیا لے لی ہی بعض مشائخ نے فرمایا کہ سماعون للکذب یعنے جھوٹے دعوے سننے اکالون للسحت ۔ یعنے دین بیچ کھانے والے ہین قولہ والربانیون والاحبار جاننا چاہیے کہ ربانی وہ بندہ ہی جو معرفت و محبت و توحید کے ساتھ اللہ تعالے کی طرف منسوب ہو پھر جب وہ ان مراتب سے واصل ہوا تو شہود جلال وجمال مین مستقیم و ادب کے ساتھ رہنے سے صفات حق تعالے سے موصوف ہو جاتا ہی پھر جب وہ اپنے نفس سے فنا ہوا اور رب تعالے کے ساتھ باقی رہا تو ربانی ہو گیا اور مثال

اسکی جیسے آگ مین لوہا جبکہ آگ مین نہین تو آگ قبول کرنیکی استعداد رکھتا ہی اور جب آگ مین پہونچا اور سرخ ہوگیا تو ناری ہوگیا یہی
حال عارف کا ہی کہ جب منور بانوار باری تعالےٰ ہوا تو ربانی کہلایا اور موصوف بہ ربانی روحانی نورانی ملکوتی جبروتی ہوگیا اور احبار وہ
ہین جو اللہ تعالےٰ سے کلام آلٰہی کو بلا واسطہ بدون بیان کیفیت کے سنتے اور نور آلٰہی سے حق و باطل مین تمیز و فرق کرتے ہین بعض
مشائخ نے کہا کہ ربانی وہ ہین جو سب حال مین اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع رکھتے ہین اور احبار وہ علما ہین جو اللہ تعالےٰ و اسکی آیات سے
عارف ہین بعض مشائخ نے کہا کہ ربانی وہ جو اللہ تعالےٰ سے عارف ہین اور احبار وہ جو احکام آلٰہی سے واقف ہین ابن طاہر نے مجمل
اشارہ کیا کہ ربانی تو صحابہ رضی اللہ عنہم ہین جنھون نے کلام آلٰہی کو حضرت سرور عالم صلعم سے سنا اور احبار وہ علما ہین جنھون نے کتاب و سنت سے
علم حاصل کر کے اسپر عمل کیا قولہ تعالےٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ہم الکافرون ۔ واضح ہو کہ یہان ظاہر آیت سے معلوم
ہوتا ہی کہ جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا اسکے موافق حکم نہ کرنے سے کافر ہوجاتا ہی حالانکہ یہ ایک فعل ہی اور کفر کا مرجع ایسے اعتقاد کی طرف
ہوتا ہی جو توحید ایمان سے ضد و منافی ہو ۔ پس یہان دو مقام ہین اول آنکہ یہ کفر کس معنے مین ہی اور دوم آنکہ مخصوص بنی اسرائیل کیساتھ
ہی یا عام ہی کہ اس امت کو بھی شامل ہی پس توضیح و تحقیق مقام اول یہ ہی کہ قولہ تعالےٰ یا ایہا الرسول لایحزنک الذین سے آخر تک مین سبب
نزول دو بیان ہوئے ایک تو یہود خیبر مین سے ایک مرد و عورت شریف کا زنا کرنا اور خیبر والونکا بذریعہ یہود قریظہ و بذریعہ بعض منافقون کے
دربارہ مین حضرت کی رائے دریافت کرنا دوسرا سبب یہ کہ قریظہ سے نضیر کا دوچند دیت مانگنا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انمین حکم قرار دینا ہی
و حال یہ ہی کہ کوئی سبب ہو یا دونون سبب ہون اتنا ضرور ثابت ہی کہ بنی اسرائیل نے توریت کے حکم مین تحریف کرلی تھی چنانچہ قولہ یحرفون الکلم من بعد
مواضعہ الخ سے صاف ظاہر ہی پس مجموعی حالت موجودہ پر بنی اسرائیل کے حق مین کہا کہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ہم الکافرون اسواسطے
کہ انھون نے ما انزل اللہ کو تحریف کر کے دوسرا حکم نکالا اور حکم توریت پر راضی نہوئے بلکہ نکالے ہوئے حکم پر اصطلاح ٹھہرائی اور یہی کفر ہی اور
ایسے اعراض و تحریف سے کافر ہونے مین کوئی خصوصیت بنی اسرائیل کی نہین بلکہ نصرانیون و مسلمانون سب کو شامل ہی اور یہی مقام دوم ہی
شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ براء بن عازب و حذیفہ بن الیمان و ابن عباس رضی اللہ عنہم و ابو مجلز و ابو رجاء عطاردی و عکرمہ و عبید اللہ بن عبد اللہ
و حسن بصری وغیرہم نے کہا کہ قولہ ومن لم یحکم الخ اہل کتاب کے حق مین نازل ہوا اور حسن بصری نے اسقدر زیادہ کیا کہ اور ہمپر بھی واجب
ہی اور سفیان ثوری نے ابراہیم نخعی سے کہا کہ بنی اسرائیل کے حق مین ان آیات کا نزول ہی اور اس امت کے واسطے بھی اگر ایسا کرین تو بھی یہی حکم ہی
(رواہ ابن جریر) ابن جریر کا استاد مسروق نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رشوت کو پوچھا تو فرمایا کہ یہ سحت مین سے ہی تو دونون نے عرض کیا کہ اور حکم مین
رشوت لینا ۔ تو فرمایا کہ یہ کفر ہی پھر پڑھا ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٰئک ہم الکافرون (رواہ ابن جریر) مترجم کہتا ہی کہ شاید پہلا سوال
یہ ہو کہ اگر رشوت لیکر کسی حقدار کو حق پہونچا وے یا حق پہونچانے مین ڈھیل کرے کہ وہ مجبوری رشوت دے یا ناحق سعی کرے تو یہ رشوت حرام
ہی پھر دوبارہ سوال یہ کہ اگر حاکم جانتا ہو کہ یہ حکم ہی پھر رشوت لیکر حکم بدل دے تو جواب دیا کہ یہ کفر ہی فافہم اور سدی نے کہا کہ معنے یہ کہ جو حکم اللہ تعالےٰ
نے اتارا اگر اسکو عمداً چھوڑا یا جان بوجھکر ظلم کیا تو وہ کافرون مین سے ہی علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس کہا کہ جسنے ما انزل اللہ سے انکار کیا تو
کافر ہوا اور جسنے اقرار کیا مگر اسکے موافق حکم نہ کیا تو ظالم فاسق ہی (رواہ ابن جریر) اور ابن جریر نے اختیار کیا کہ مراد اس سے اہل کتاب ہین جو
کوئی اس حکم سے انکار کرے جو اللہ تعالےٰ نے کتاب مین اتارا ہی قال المترجم اگر کوئی شخص یقین کرے کہ یہ حکم رسول ہی پھر انکار کرے وہ کافر
خواہ حکم مستحب ہو یا واجب یا فرض ہو یا کسی امر سے نہی تنزیہی یا تحریمی ہو سب یکسان ہین کہ منکر کافر ہو جائیگا اور چونکہ قولہ ومن لم یحکم ۔ مین

من بصیغۂ عموم ہے لہذا ہر شخص کو خواہ اہل کتاب مین سے ہو یا اہل اسلام مین سے ہو شامل ہے شعبی سے پوچھا گیا اور وہ بن علم حکیم تو کہا کہ مسلمانون کے حق مین بھی ہے یعنے مسلمانون کو بھی شامل ہے (رواہ عبد الرزاق وابن جریر) اور بعض نے کہا کہ یہ کفر بمقابلہ ایمان نہین ہے لیکن اس حکم کیساتھ کفر ہے جو اتارا گیا تھا یعنے وہ اس حکم سے منکر ہے (رواہ عبد الرزاق والحاکم عن ابن عباس) اور ابن طاؤس نے کہا کہ یہ کفر بمانند کفر باللہ وملائکہ وکتب ورسل نہین ہے اور شیخ مفسر رح نے کہا کہ ہم الکافرون بہ یعنی اس حکم سے کافر ہین مترجم کہتا ہے اس لیے کہ حکم سے عمداً کفر کرنا عین کفر ہے فافہم ان یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس نے درحقیقت اس حکم کے حق ہونے سے انکار نہین کیا مگر اپنے نفس کی رشوت خواری سے دوسرا حکم ناحق دیا تو گویا اول حکم سے منکر ٹھہرا پس جب تک حقیقۃً منکر نہو تب تک حقیقی کفر نہو اور اللہ تعالیٰ اعلم

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ وَالْأُذُنَ

اور لکھدیا ہمنے اُنپر اُس کتاب مین کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے

بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ لا وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ط فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ط وَ

بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخمون کا بدلا برابر پھر جسنے بخشدیا تو وہ اُس سے پاک ہوا اور

مَن لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّٰلِمُونَ ○

جو کوئی حکم نکرے اللہ کے اُتارے پر سو وہی لوگ ظالم ہین بے انصاف

ان آیات مین یہود کو ملامت ہے کہ توریت مین اُنپر اسطرح قصاص کا حکم لکھا گیا اور وہ اسمین عمداً اعناد سے مخالفت کرتے تھے چنانچہ مدینہ کے گروہ اسے یہود مین سے اگر قرنظیہ والا نضیری کو قتل کرتا تو قصاص لیتے اور نضیری اگر قرظی کو قتل کرتا تو دیت ہی دیتے اور قتل خطائی در مین نضیری کی دیت قرظی سے دو چند لیتے تھے پس جیسے اسمین خلاف توریت کیا ویسے ہی محصن زناکار کی سزا مین نص توریت سے خلاف کی اور رجم چھوڑ کر مُنھ سیاہ کرنے وکوڑے مارنیکی اصطلاح ٹھہرائی اسواسطے وہان اُنکو فاولئک ہم الکافرون کہا کیونکہ عمداً اخلاف کیا اور یہان فاولئک ہم الظالمون کہا کیونکہ اُنھون نے ظالم ومظلوم کا کچھ انصاف نہین کیا - وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ - اور ہمنے توریت مین ان لوگون پر فرض کیا تھا کہ - إِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ - جان بعوض جان کے ہے یعنے جو شخص کسی دوسرے نفس کو عمداً قتل کرے تو وہ قصاص مین قتل کیا جاوے - وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ - اور آنکھ پھوڑ دی جاوے بعوض آنکھ کے - وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ - اور ناک کاٹی جاوے بعوض ناک کے - وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ - اور کان کاٹا جاوے بعوض کان کے - وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ - اور دانت اُکھاڑا جاوے بعوض دانت کے - ف کسائی نے نفس وعین وانف واذن کو رفع سے پڑھا - وَالْجُرُوحَ - برفع قراۃ ابن کثیر وابوعمرو وابن عامر وکسائی ہے اور باقیون نے دونون جگہ نصب پڑھا - قِصَاصٌ - اور جروح قصاص ہین ف جروح جمع جرح بمعنے زخم یعنے جراحتون مین قصاص لیا جاوے جہان ممکن ہو جیسے ہاتھ وپاؤن وآلۂ تناسل ومانند اسکے اور جہان جروح مین قصاص نہین ممکن ہے وہان دو عادل آدمی حکم قرار دیے جاوین جسقدر رجیہ مانند وہ تجویز کرین وہ دلایا جاوے - اگر کہا جاوے کہ ہماری شرع مین کیا یہ حکم کسی آیت سے لیا جاتا ہے مفسر رح نے جواب دیا کہ یہ حکم اگرچہ بنی اسرائیل پر فرض کیا گیا تھا لیکن وہ ہماری شرع مین بھی مقرر ہے ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اصولی وفقہا مین سے بہتیرے اسطرف گئے ہین کہ ہمسے اگلی امتون پر جو شرع تھی وہ ہمپر بھی شرع ہے لیکن اس شرط سے کہ وہ ہمارے واسطے اسیطرح مقرر منقول ہوئی ہو منسوخ نہوئی ہو اور یہی قول جمہور کا مشہور ہے اور ابن ابی حاتم نے حسن بصری رح سے روایت کی کہ یہ حکم

بنی اسرائیل پر اور یہہ عام ہی اور امام نووی نے اگلون کی شریعت کے بارہ مین تین قول حکایت کیے اور تیسرا قول یہ کہ یہہ شرع ابراہیم حجت ہی
نہ غیر ولیکن صحیح یہ کہ نہین بلکہ یہہ شرع مستقل ہی اور اس آیت سے بھی یہہ شرع ہی امام ابو منصور بن الصباغ نے شامل مین نقل کیا کہ علما نے
بالاتفاق اسی آیت سے قصاص کا حکم لیا ہی پھر سورۂ بقرہ مین ہی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالانثی یعنے قصاص فرض ہی آزاد بمقابلہ آزاد کے
اور غلام بمقابلہ غلام کے اور عورت بمقابلہ عورت کے .. ھ۔ اور یہان النفس بالنفس ہی یعنے جان بمقابلہ جان کے اور یہ عام ہی خواہ
عورت بمقابلہ مرد ہو یا برعکس ہو لہذا سب ائمہؒ نے اسی آیت سے حجت پکڑی کہ مرد نے اگر عورت کو قتل کیا تو قصاص مین قتل کیا جاوے
بسبب عموم اس آیت کے اور روایت نسائی وغیرہ مین بھی حدیث ہی کہ آنحضرت صلعم نے عمرو بن حزم کے خط مین لکھا کہ مرد بعوض عورت کے قتل
کیا جاوے وہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہی اور نیز مسلمانون کے خون مساوی ہونے کی حدیث بھی اسی پر دلالت کرتی ہی اور یہی جمہور علما کا قول ہی کیونکہ
عموم صحیح تام ہی اور ایسے ہی امام ابو حنیفہ نے اس آیت کے عموم سے حجت پکڑی کہ ذمی کافر کے عوض مسلمان قتل کیا جاوے اور اسیطرح غیر کے غلام کو
قتل کرنے کے عوض قتل کیا جاوے لیکن جمہور علماے امام ابو حنیفہؒ سے اسمین خلاف کیا چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ کافر کے عوض مسلمان قتل نہ کیا جاوے رواہ البخاری ومسلم ابو حنیفہؒ نے کہا یعنے حربی کافر کے عوض مسلمان قتل نہ کیا جاوے قال
ابن کثیر اور غلام کے بارہ مین سلف سے آثار متعدد آئے ہین کہ وہ لوگ غلام کے عوض مین آزاد مرد سے قصاص نہین لیتے تھے اور اس مسئلہ
مین کچھ حدیثین نقل کیجاتی ہین ولیکن صحیح نہین ہین اور شافعی نے اسمین قول حنفیہ کے برخلاف اجماع نقل کیا ہی ولیکن اس سے حنفیہ کے
قول کا باطل ہونا لازم نہین آتا جب تک کہ اس آیت کریمہ کی تخصیص کرنیوالی کوئی دلیل صحیح نہو صحیحین مین ربیعؓ کے دانت توڑنے کی حدیث
ثلاثیات بخاری سے ہی حدثنا محمد بن عبد اللہ الانصاری ثنی حمید ان انسا رضی اللہ عنہ حدثہم یعنے انس بن مالکؓ نے اپنے شاگردون سے حدیث
بیان کی کہ ربیعؓ نے جو نضرؓ کی دختر تھی ایک لڑکی (یعنے نوجوان لڑکی) کے اگلے دونون دانت توڑ دیے تو ربیع والون نے اس لڑکی والون سے درخواست کی کہ جرمانہ
لیلو اور عفو کردو انھون نے نہ مانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے پس آپ نے قصاص کا حکم دیا پس انس بن النضر یعنے ربیع کے بھائی نے کہا کہ کیا ربیع کے
دانت توڑے جاوینگے نہین یا رسول اللہ قسم ہی اس ذات پاک کی جسنے آپکو حق کے ساتھ بھیجا ہی کہ ربیع کے دانت نہ توڑے جاوینگے تو آپ نے
فرمایا کہ اے انس کتاب اللہ مین قصاص ہی پھر پس وہ لوگ جو مدعی قصاص تھے راضی ہوگئے اور انھون نے عفو کر دیا پس نبی صلعم نے فرمایا کہ اللہ
کے بندون مین سے ایسے لوگ ہین کہ اگر اللہ تعالے پر قسم کھالین تو اللہ تعالے انکی قسم سچی کر دیتا ہی پھر واضح ہو کہ جراحت کبھی جوڑ پر ہوتی ہی جیسے
ہاتھ اُس جوڑ سے جو پہونچا سے ملا ہی اور قدم اُس جوڑ سے جو پنڈلی سے ملا ہی یا اسکے مانند کاٹ ڈالا تو بالاجماع اسمین قصاص واجب ہی اور کبھی ایسی
نہین ہوتی اور کبھی اُسکے مقدار طول وعرض وعمق کی معلوم نہین ہوتی اور کبھی درصورت قصاص کے مرجانیکا خوف ہوتا ہی پس اگر ہڈی پر زخم ہو
تو سوا اسکے جو ٹوٹ کے تو امام مالکؒ نے کہا کہ سوا ران کے اور سب مین قصاص ہی اور ران وغیرہ کے مانند مین بسبب خوف موت کے قصاص
نہین اور امام ابو حنیفہ وصاحبین نے کہا کہ سواے دانتون کے اور کسی ہڈی کے زخم مین قصاص نہین ہی اور شافعیؒ نے جملہ زخمہاے
استخوان سے انکار کیا اور یہی عمر بن الخطابؓ وابن عباسؓ سے مروی ہی اور یہی حسن وعطاء وشعبی وزہری ونخعی وعمر بن عبد العزیزؒ کا قول ہی اور یہی
سفیان ثوری ولیث کا مذہب اور مشہور مذہب احمدؒ کا ہی ولیکن امام ابو حنیفہؒ نے حدیث ربیعؓ مذکورۂ بالا سے حجت لی ہی مگر اس مین یہ کلام ہی
کہ شاید دانت بدون ٹوٹنے کے جڑ سے گرے ہونگے **قال المترجمؒ** روایات مین ضرور کسر کا لفظ موجود ہی اور قلع کا لفظ کسی روایت مین
نہین ہی پس ظاہر لفظ قابل استدلال ہی اگرچہ احتمال باقی ہی واللہ اعلم اگر مجنی علیہ نے یعنے زخمی نے مجرم سے قصاص لیا اور قصاص کی

وجہ سے جانی مرگیا تو مالک و شافعی و احمد کے نزدیک مجنی علیہ قصاص لینے والے پر کچھ واجب نہیں قال ابن کثیر اور یہی جمہور صحابہ و تابعین کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ قصاص لینے والے کے مال سے اسکی دیت واجب ہوگی عامر شعبی و عطاء و طاؤس و عمرو بن دینار و حماد بن ابی سلیمان و زہری و ثوری نے کہا کہ دیت قصاص لینے والے کے مددگار برادری پر واجب ہوگی اور حضرت ابن مسعود و نخعی و حکم بن عتیبہ نے کہا کہ قصاص لینے والے سے بقدر اُس زخم کے ساقط ہو کر باقی دیت اپنے مال سے اسپر ادا کرنی واجب ہوگی۔ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ۔ جسنے قصاص تصدق کیا یعنی قصاص تصدق کرنے کے یہ معنے کہ اپنی جان پر قصاص لینے کا قابو دیدیا۔ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ۔ تو یہ اُسکے جرم کا کفارہ ہے چنانچہ بعد قصاص کے اسکے اوپر سے گناہ اُتر جاویگا۔ اور معالم میں کہا کہ ایسے ہی معنے ابن عباس و مجاہد و زید بن اسلم سے مروی ہیں اقول پوشیدہ نہیں کہ اس کلمات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جرم کی سزا پانے سے گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے لیکن معنے میں استبعاد ہے اور اظہر وہ ہے جو زمخشری نے کہا کہ جس شخص نے تصدق کیا قصاص کو یعنی معاف کر دیا اور قصاص نہ لیا تو یہ اُسکے واسطے کفارہ ہے یعنی بقدر اُس عفو کے اُسکے گناہ معاف ہونگے یہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے اور ابو الدرداءؓ سے مرفوع روایت ہے کہ جس مسلمان کو کوئی مصیبت اُسکے جسم میں پہونچائی گئی پس اُسنے معاف کر دی تو اسکے عوض اللہ تعالیٰ اُسکا درجہ بلند کرتا اور اسکے عوض اُسکے گناہ کو کفارہ کر دیتا ہے وفی الحدیث قصۃ رواہ ابن جریر و احمد و الترمذی و رواہ ابن مردویہ و النسائی عن عبادۃ بن الصامت و رواہ احمد عن المحرر بن ابی ہریرۃ عن رجل من اصحاب النبی صلعم۔ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ۔ جسنے اللہ تعالیٰ کے نازل کیے ہوئے حکم کے موافق حکم نہ کیا خواہ قصاص ہو یا نہ ہو۔ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت سے مخالفت کر کے اپنی جان کو عذاب میں ڈالتے ہیں اور یہ یہودیوں کی عادت تھی کہ توریت میں جو احکام انکو ناگوار ہوئے انکو تحریف و تبدیل کر کے اپنی رائے سے حکم نکالے اور اہل انجیل نے بھی انھیں کے قدم بقدم کیا

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ

اور پیچھا ڑی میں بھیجا ہم نے انھیں کے قدموں پر عیسیٰ مریم کا بیٹا سچ بتاتا توریت کو جو آگے سے تھی اور اُس کو

الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً

دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچائی کرتی اپنی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت

لِّلْمُتَّقِينَ ۝ وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا

ڈر والوں کو اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے اُسپر جو اللہ نے اتارا اُس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے

أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے حکم

وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ اور ہمنے اُن کے نشان قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا یعنی انبیاء بنی اسرائیل جو موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوئے اور برابر متواتر تشریف لائے اُنکے پیچھے ہی بعد ان زمانہ فترت کے ہمنے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ۔ درحالیکہ وہ تصدیق کرنے والا تھا اُس چیز کی جو اُسکے سامنے تھی یعنی اُسکے قبل تھی وہ توریت ہے یعنی اُسکے پہلے سے جو توریت چلی آتی اور اُسکے روبرو موجود تھی

وہ اُسکی تصدیق کرنے والا تھا - وَاٰتَیۡنٰهُ الۡاِنۡجِیۡلَ فِیۡهِ هُدًی - اور ہمنے عیسی کو انجیل دی جسمین ہدایت ہے ف
ہدایت ہے گمراہی سے یعنی جو اسکو مضبوط پکڑے وہ گمراہ نہو بشرطیکہ پوری انجیل کی پیروی کرے اور یہ نہین کہ بعض کی پیروی کرے
اور بعض کو چھوڑے جیسے اہل کتاب کا دستور رہا - وَّنُوۡرٌ - اور اُسمین نور ہے ف یعنے احکام کا کھلا ہوا اظہار ہے پس بعض نے جو زعم کیا کہ عیسی
علیہ السلام کو احکام توریت پر عمل کرنیکا حکم تھا اور انجیل مین فقط نصائح و مواعظ تھے اُنکا زعم غلط ہے بلکہ انجیل مین بعضے احکام بھی
تھے - وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ التَّوۡرٰىةِ - لما فیہا من الاحکام - اور درحالیکہ مصدق ہے کتاب انجیل اپنی
پہلی والی کتاب توریت کی یعنے توریت کے احکام کی ف اسواسطے کہ جملہ احکام توریت برقرار رکھے سوائے چند احکام کے جن کو
منسوخ کیا تو ناسخ اُس چیز کی تصدیق کرتا ہے جو منسوخ ہوئی کیونکہ نسخ بیان مدت ہے پس وہ بیان کرتا ہے کہ حکم منسوخ اسوقت تک کیواسطے
صحیح و ثابت تھا - وَهُدًی وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِیۡنَ - درحالیکہ یہ کتاب انجیل ہادی و واعظ تھی ان لوگون کے واسطے
جو اللہ تعالے سے تقوی کرین ف یعنے ایمان شرعی پر ثابت رہین کیونکہ المتقین کو اس سے نفع ہے - وَلۡیَحۡكُمۡ اَهۡلُ
الۡاِنۡجِیۡلِ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِیۡهِ - یعنے ہم نے کہدیا کہ حکم کرین اہل انجیل اُس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالے نے انجیل مین اُتاری
ہے ف پس یہ عطف ہے و قفینا پر اور حمزہ کی قراءۃ مین یحکم کا نصب اور لام اول کو کسرہ ہے پس یہ اتیناہ کے معمول پر عطف ہے
یعنے ہمنے عیسی کو انجیل دی تاکہ حکم کرین اہل انجیل موافق اُسکے احکام کے مکی نے کہا کہ قراءۃ بجزم مختار ہے کیونکہ وہی جماعت کی قراءت ہے
نحاس رح نے کہا کہ میرے نزدیک دونون قراءتین عمدہ ہین کیونکہ اللہ تعالے نے ہر کتاب عمل ہی کے واسطے اُتاری ہے پھر معنے موافق قراءۃ
جماعت کے بصیغہ امر یہ ہین کہ ہمنے اسوقت عمل کرنے کے واسطے یہ حکم دیا تھا کہ اہل توریت و انجیل اپنی کتاب پر ٹھیک عمل کرین پھر اِن دونون
کتابون پر ٹھیک عمل یہی ہے کہ اُنمین لکھا ہوا ہے کہ جب محمد صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہون تو اُنپر ایمان لاوین اور اُنھین کی پیروی کرین
وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ - اور جو کوئی حکم نہ کرے اُس حکم کے ساتھ جو اللہ تعالے
نے اُتارا تو ایسے لوگ فاسق ہین ف یہ آیت درحق نصاری ہے اور یہی ظاہر ہے

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمُهَیۡمِنًا
اور تجھپر اُتاری ہمنے | کتاب | تحقیق | سچا کرتی اگلی کتابون کو | اور سب پر شامل ہے
عَلَیۡهِ فَاحۡكُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَقِّ
حق راہ | چھوڑکر | اللہ نے اور اُنکی خوشی پر مت چل | جو اُتارا | اُنمین | سو تو حکم کر
لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ
اور | کرتا | ایک دین | اور اللہ چاہتا تمکو | ایک دستور اور راہ | ہر ایک کو تم مین دیا ہمنے | جو تیرے پاس آئی
لٰكِنۡ لِّیَبۡلُوَكُمۡ فِیۡ مَاۤ اٰتٰىكُمۡ فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ ؕ اِلَی اللّٰهِ مَرۡجِعُكُمۡ جَمِیۡعًا
تم سب کو پہونچنا ہے | پاس | اللہ کے | خوبیان | سو تم بڑھکر لو | اپنے دیے حکم مین | لیکن تمکو آزمایا چاہتا ہے
فَیُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ فِیۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ۙ وَاَنِ احۡكُمۡ بَیۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَ
اور یہ | جو اللہ نے اُتارا | اُن مین | اور یہ فرمایا کہ حکم کر | تمکو اختلاف تھا | جس بات مین | پھر جتاوے گا

لَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ ۚ فَإِنْ
مت چل اُنکی خوشی پر اور بچتا رہ اُنسے کہ تجھکو بہکا نہ دین کسی حکم سے جو اللہ نے اُتارا تجھ پر پھر اگر

تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ
نہ مانین تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا ہے کہ پہونچاوے اُنکو کچھ سزا اُنکے گناہون کی اور لوگون مین بہت ہین

النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝ أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۚ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا
بے حکم اب کیا حکم چاہتے ہین کفر کے وقت کا اور اللہ سے بہتر کون ہے حکم کرنے والا

لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝
یقین رکھتے لوگون کو

جب اللہ تعالے نے توریت اور انجیل کی اتباع کامل کا حکم دیا تو لازم آیا کہ اب قرآن عظیم جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے اور اب وہ تمام کتب سابقہ کا ناسخ ہے اُسپر عمل کرین وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ - اور ہمنے تجھ پر اے محمد صلعم قرآن نازل کیا - بِالْحَقِّ حق کے ساتھ یعنے نازل کیا حق کے ساتھ جسمین کوئی شک وشبہہ نہین ہے اور قرآن کا حال یہ ہے کہ - مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ - ای قبلہ - مِنَ الْكِتَابِ - وہ سچی بتلاتا ہے ان کتابون کو جو اس سے پہلے کی ہین یعنے توریت وانجیل وزبور وغیرہ جو آسمانی کتابین سابق کے انبیا علیہم السلام پر اُتری تھین سب کو سچی بتلانے والا ہے یعنے قرآن مجید مین صریح اللہ تعالی کا حکم موجود ہے کہ توریت وانجیل کو اللہ تعالے نے نازل فرمایا - اور قرآن نے اگر اُنکو نسخ کردیا تو یہ تصدیق کرنے کے منافی نہین بلکہ اور موکد ہے کیونکہ نسخ کے یہی معنے ہین کہ نسخ کرنے والا یہ ظاہر کرتا ہے کہ جو منسوخ ہوا وہ ناسخ سے پہلے تک کے واسطے تھا اب نہین ہے پس تصدیق کی کہ منسوخ بھی ایک وقت خاص تک کے واسطے صحیح تھا - واضح ہو کہ انزال کے معنے اُتارنا خواہ ایکبارگی یا کئی دفعہ کر کے اور تنزیل بمعنے کئی دفعہ کر کے نازل کرنا پس اگلی کتابون پر فقط انزال صادق ہے الا آنکہ مجازاً تنزیل بولا جاوے اور قرآن مجید پر انزال بایں معنے کہ ایکمرتبہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر سب کا سب اُتار گیا تاکہ ملائکہ اُسکے اہتمام شان سے اسکی بزرگی جانین پھر وہان سے تھوڑا تھوڑا کر کے اُترا تاکہ سبق سبق کر کے بہترین امت صحابہ رضی اللہ عنہم تعلیم پاوین اور نہایت آراستہ ہو جاوین اور یہ بزرگی سوائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے کسی کو اگلون وپچھلون مین سے نصیب نہوئی اور قرآن مجید سے پہلے جو کتابین اُتاری گئی تھین اُنکو یہود ونصاری نے اسطرح تحریف وتبدیل کیا کہ حق بات دنیاوی بات کا امتیاز باقی نہ رہا پس قرآن سے اللہ تعالی نے اُنکا اختلاف کھول دیا اسواسطے فرمایا - وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ - اور قرآن شاہد ہے کتابون منسوخہ پر - عن ابن عباس ای موتمنا علیہ - یعنے قرآن ہر اگلی کتاب پر امین ہے اور یہی قول عکرمہ وسعید بن جبیر ومجاہد ومحمد بن کعب وعطیہ وحسن وقتادہ وعطاء خراسانی وسدی وابن زید کا ہے اور ابن جریج نے اُسکے معنے یہ بیان کیے کہ قرآن ہر اگلی کتاب کا امین ہے جو کچھ اگلی کتاب مین سے ایسی بات بیان کیجاوے کہ قرآن سے موافق ہے تو وہ حق ہے اگرچہ منسوخ ہو اور جو اس سے مخالف بیان کیجاوے وہ باطل ہے عوفی عن ابن عباس یعنے اگلی کتابون پر حاکم ہے اور اُسکا نکتہ وہی ہے جو پہلے بیان ہوا کہ اللہ تعالے نے توریت وانجیل اُتاری تھی تاکہ اپنی راے چھوڑکر اختلاف سے منہ موڑکر ایک راہ ہو جاوین پھر اہل کتاب نے باہم پھوٹ ڈالی اور ایسی تحریف ہر فرقہ سے ہر زد

ہوئی کہ اصل کتاب کا پتہ نہیں چلتا ہی تو قرآن کو حاکم کیا۔ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ۔ پس اے محمد تو ان لوگوں کے درمیان
اسی کتاب سے حکم کر جو اللہ تعالے نے نازل فرمائی ف یعنے جب اہل کتاب تیرے حضور مین اپنا مقدمہ لا دین تو اُن کے درمیان
حکم کر اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالے نے تجھ پر نازل فرمایا یعنے قرآن مجید کے حکم سے انکا فیصلہ کر اور واضح رہے کہ سنت رسول اللہ صلعم بھی
اسمین شامل ہی چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ مجھے قرآن و اُسکے ساتھ اُسکے برابر اور دیا ہی۔ حق یہ ہی کہ سنت رسول اللہ صلعم وحی خفی ہی جو قرآن
کے خفی معنی کو ظاہر کرتی ہی پھر بینہم کی ضمیر بعض مفسرین نے اہل کتاب کیطرف راجع کی اور شیخ ابن کثیرؒ نے عام لوگوں کیطرف راجع کی یعنی قرآن کے موافق
لوگوں کے درمیان حکم کر خواہ عرب ہوں یا عجم خواہ کتابی ہوں یا غیر کتابی پھر اسپر مذکور ہوا کہ اہل ذمہ جو مسلمانوں کے ماتحت ہین اگر وہ حاکم اسلام کے پاس
مرافعہ کریں تو انمین حکم الٰہی کے موافق حکم دینا واجب ہی چنانچہ حکم دیدیا کہ فاحکم بینہم بما انزل اللہ۔ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ۔ اور مت پیروی کیجیو
اُنکے اہوا کی یعنے اُنکی رائے کی جو اُنھوں نے گڑھ لی ہین۔ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ۔ عدول کرتے ہوے اس چیز سے جو تیرے پاس
آچکی ہی حق سے ف یعنے حق سے عدول کر کے اُنکی گڑھی ہوئی رائے کی پیروی مت کیجیو اور یہ خطاب اگرچہ آنحضرت صلعم کو ہی لیکن مراد اس سے انکی امت
لوگ ہین کیونکہ آنحضرت صلعم نے کبھی انکی رائے کی پیروی نہین کی اور نہ ممکن تھا۔ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ۔ خطاب اُن سب کی طرف ہی مانند یہودی نصرانی
اور مسلمان۔ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا۔ یعنی اے امتو تم مین سے ہر ایک کیواسطے ہم نے ایک شریعت اور ایک واضح راہ بنادی جسپر تم چلتے ہو الشرعۃ جس سے
کسی چیز کیطرف راستہ لیجاوے اور شریعہ جس سے پانی کیطرف شروع کیا جاوے یعنے پانی تک پہونچنے کی راہ جسکو گھاٹ بولتے ہین اور دین کو شرع کہنا بطریق تشبیہ
کیونکہ اس سے آب حیات وحی تک پہونچ جاتا ہی اور یہان سے معلوم ہوا کہ دین پر مستقیم ہونے سے مقصود خاص رضاے الٰہی ہی اس سے اکابر نے کہا کہ شریعت طریقہ نورانی
ہی پھر اس طریقہ کو طی کر کے حقیقت و مراد کو پہونچتا ہی اور خلاصہ یہ کہ اے لوگو تمہارا اصل مقصود دین ایک ہی اور وہ توحید الٰہی و معرفت ہی اور یہ شرائع جو انبیا علیہم السلام
لائے جنمین حلال و حرام کا فرق ہی تو یہ دین پر چلنے کے طریقے ہین اور اصل مقصود واحد ہی چنانچہ صحیح بخاری مین ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ
ہم گروہ انبیا علاتی بھائی ہین ہمارا دین ایک ہی یعنی ہم سب توحید پر ہین اور اللہ تعالی نے فرمایا وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا
انا فاعبدون۔ اور فرمایا۔ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت الآیہ پس حقیقت و مقصود دین تو سب متفق اور شرائع
مین جو اختلاف ہی تو وہ علم او امر و نواہی مین ہی چنانچہ ایک ہی چیز کسی شرع مین حلال کر دی اور کسی شرع مین حرام کر دی اور کسی مین خفیف
اور کسی مین شدید کر دی تاکہ مطیع و عاصی ظاہر ہو اور وہ دین جسکے سوائے اللہ تعالے کچھ نہین قبول کرتا وہ توحید و اسلام ہی کہ اُسی کے
واسطے سب رسول آئے تھے۔ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً۔ علی شریعۃ واحدۃ۔ اور اگر اللہ تعالے چاہتا
تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا۔ وَلٰكِنْ۔ فرقکم فرقا لِيَبْلُوَكُمْ۔ لیختبرکم۔ فِي مَا آتَاكُمْ۔ ولیکن تفریق کر دیا تم کو فرقہ فرقہ تاکہ
امتحان کرے تمکو اس چیز مین جو تمکو دی ہی ف یعنے مختلف شرائع حاصل انکہ اسواسطے تمھاری شریعتوں مین او امر و نواہی مختلف کر دیے
تاکہ ظاہر ہو جاوے کہ کون تم مین سے اطاعت کرتا ہی اور کون نافرمانی کرتا ہی چنانچہ امت محمد صلعم پر شراب حرام کر دی اگرچہ ابتداے اسلام
مین حرام نہ تھی پھر جس وقت حرام ہونے کا حکم آیا اسوقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے جسکے پاس شراب تھی بہا دی اور برتن توڑ دیے پس یہ لوگ
مطیع خداوند تھے اور اپنے نفس و خواہش کے مطیع نہ تھے پس نفس کو مکلف کرنا دین ہی اگر ہر نفس اپنی خوشی پر چھوڑا جاتا تو بالیقین دنیا کا کوئی انتظام
باقی نہ رہتا پھر جنھوں نے اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کی وہ طاعت الٰہی سے خارج و مردود ہوے اور جنھوں نے احکام الٰہی کی
پابندی کی وہ اللہ تعالے کے نبدے مقبول اور آخرت مین کرامت کے ساتھ ہون گے پس حاصل معنے یہ ہوے کہ او تعالے

[illegible]

[illegible]

بندون کے حقائق و اُنکی ظاہر و پوشیدہ خواہشون سے آگاہ ہے اُسنے توحید کو سب مخلوق پر لازم کیا پھر ہر زمانہ مین اُسوقت کی اُمت
کے واسطے ایک شرع و قاعدہ مقرر فرمایا کہ اگر اُسپر چلیں تو اُنکی دنیا و دین دونون درست ہوتے اور یہ بھی ظاہر ہو تاکہ یہ لوگ اپنے نفس کے بندے
نہین بلکہ اوتعالےٰ کے مطیع بندے ہین پھر تمام فساد کے بعد دوسرے نبی کو بھیجا اور حکمت کاملہ سے اُسکی شرائع کو مقرر فرمایا پس اول
شرع سے جو کچھ چاہا منسوخ کردیا اور جسقدر چاہا زیادہ و کم فرمایا پھر یہی طریقہ برابر چلا آیا یہانتک کہ اوتعالےٰ نے اپنے ایک بندۂ خاص
رسول کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر رسالت ختم کرکے تمام روے زمین انسان و جن سب پر آپ کی
متابعت فرض کردی اور پہلی سب شرائع منسوخ فرماکر آپ ہی کی شریعت قائم لازم فرمائی قال فی السراج یہ آیت و اُسکے مثل دیگر آیات اس
امر پر دلالت کرتی ہین کہ ہم لوگون پر اگلی شرائع لازم نہین ہین اور رہا قولہ تعالےٰ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الآیۃ۔ و اُسکے مانند
تو مراد اس سے توحید و اسلام ہے اور فروع و امر و نواہی مراد نہین ہین قال المترجم جمہور علما کے نزدیک شرائع سابقہ جو منسوخ نہین
اور ہمپر بطور تعلیم عمل نقل ہوے ہین وہ ہمپر لازم ہین و مترجم کے نزدیک صحیح اس بحث کا لفظی ہے کیونکہ جو شرائع ہمپر بطور تعلیم عمل لکھی گئی
ہین وہ ہمپر اسی راہ سے لازم ہین اگرچہ وہ شرائع سابقہ بھی ہون پھر تفریق شرائع سے یہ امتحان منظور ہے کہ خالص بندے جو اُسکا حکم ہو
مان لین لہذا فرمایا۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ پس جلدی کرو خیرات کی طرف یعنے اس بھلائی کو جلدی قبول کرو مراد
آنکہ جس چیز کے کرنے کا حکم دیے گئے اسکو کرو اور جس سے منع کیے گئے ہو اسکو ترک کرو و قال ابن کثیرؒ وہ طاعت الٰہی و اتباع
اس شرع کی ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے متقرر و ثابت فرمایا اور پہلے سب شرائع کا اُسکو ناسخ کردیا ہے اور یہی معنی یہان مناسب ہین کیونکہ
اللہ تعالےٰ نے خبر دی کہ اُسنے ہر امت کے واسطے ایک شرع مقرر کی اور آیندہ وہ منسوخ ہوتی گئی ہے پھر قرآن مجید کو نازل فرمایا جو سب
اگلی شرائع کا ناسخ ہے تو اب خیرات کی طرف جلدی کرو تاکہ وقت فرصت بسبب موت کے ہاتھ سے نجاوے یہ اسی قرآن مجید و شرع
آخری کے موافق ہے اور آیندہ قیامت ہے۔ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا۔ اللہ تعالےٰ ہی کی طرف تمہارا سب کا مرجع ہے یعنے
سب اُٹھائے جانے کے قبرون سے یا جہان جسطرح خاک مین ملے ہو یا پانی وغیرہ مین قیامت کے روز اللہ تعالےٰ ہی کیطرف واپس ہوگے
فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ۔ تو اللہ تعالےٰ تمکو آگاہ کریگا جسمین تم اختلاف کرتے تھے ف یعنے
امر دین جسمین تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مخالفت کرتے اور جھگڑتے تھے اللہ تعالےٰ کے یہان ظاہر ہوگا کہ تم جھوٹے تھے
اور بدون تامل و فکر و دلیل کے اپنی راے و خواہش سے جھگڑتے اور دنیا و اپنے تن کی شہوات کے لیے یہ کام کرتے تھے پس ہر ایک کو اسکے
کامونکا بدلا دیگا پس جھگڑنے و نافرمانی کرنے والے دوزخ مین جاوینگے اور نیک کام والے ثواب و جنت پاوینگے۔ وَأَنِ احْكُمْ
بَيْنَهُمْ۔ یہ عطف ہے الکتاب پر اے انزلنا الیک الکتاب بالحق وان احکم۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ اوپر جو تخییر مذکور ہوئی
کہ چاہے اہل کتاب کے درمیان ما انزل اللہ کے ساتھ حکم کرین چاہے نہ کرین تو یہ تخییر اس آیت سے منسوخ ہوئی یہی ابن عباسؓ سے
روایت ہے اور ابن الجوزیؒ نے کہا کہ نہین دونون آیتین محکم ہین بالجملہ یہان حکم دیا کہ اہل کتاب مین حکم کر بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا
تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ۔ موافق اسکے جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا اور اہل کتاب کی گڑھی ہوئی باتون کی جو انھون نے خواہش
نفس کے مطابق بنائی ہین اُنکی پیروی مت کر ف اور حضرت صلعم تو اس سے بری تھے کہ اُنکی خواہشون کی پیروی کرین بلکہ مراد یہ کہ
امت والے حاکم عدل و انصاف پر چلین اور خلاف حکم الٰہی کی پیروی نہ کرین اگر پوچھا جاوے کہ اوپر بھی یہ حکم آچکا پھر یہان مکرر کیا

جواب یہ کہ نہیں بلکہ اوپر یہ بیان تھا کہ ہمنے تجپر قرآن بحق نازل کیا تاکہ سب لوگون کے درمیان تجکو حکم کرنے کے لیے حکم حق مل جاوے اور
لوگون کی گڑھی باتون کی حاجت نہو اب بیان فرمایا کہ تو اسی حکم حق پر مضبوط رہیو کیونکہ شیطان کی پیروی والے دھوکا دیا کرتے ہین
وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ - اور پرہیز رکھیو اس سے کہ تجکو وہ لوگ فتنہ مین
نہ ڈالین بعض اُس حکم سے بھٹکانے مین جو اللہ تعالے نے تیری طرف نازل فرمایا یعنے جو احکام اللہ تعالے نے تجپر نازل فرمائے ہین
اُنمین سے کسی حکم سے بھی تجھے یہ فسادی لوگ دھوکا نہ دینے پاوین انسے پرہیز رکھیو اس سے ظاہر ہوا کہ بعض سے خلاف کرنا بھی نہین واہیے کیونکہ
یہ کل سے مخالفت ہوگی اگر عمدًا کیا گیا اسیواسطے اگر کوئی شخص کسی شرعی بات کو جان بوجھکر انکار کرے تو وہ کافر ہوجاتا ہے اگرچہ باقی کا انکار نہ کرے
اور معالم وغیرہ مین مذکور ہے کہ بعض یہود جو اُنکے نزدیک عالم تھے وہ حضرت صلعم سے درخواست کرتے تھے کہ ہمارے موافق فیصلہ کر دیجیے
تو ہم ایمان لاوین پس حضرت صلعم کو اللہ تعالے نے متنبہ وہوشیار کر دیا کہ لوگونکے مسلمان ہوجانے کی لالچ سے آپ کبھی ایسا نہ کرینگے
اگرچہ وہ لوگ اپنی خیانت ومکاری سے دھوکا دین بلکہ حق صریح کے ساتھ حکم دینگے۔ پھر ایک حکمت تقدیر سے تسکین دی کہ فَإِنْ تَوَلَّوْا
پھر اگر یہ لوگ منہ موڑین ف یعنے جو سچا حکم اللہ تعالے نے اُتارا ہے اگر اُس سے یہ لوگ اعراض کرین اور اسکے سوائے باطل حکم چاہین
فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ - تو جان لے کہ اللہ تعالے کے ارادہ مین یون ہو چکا
ہے کہ ان لوگون کے بعض گناہ کے عوض اُنکو دنیا مین بھی مصیبت پہونچا وے ف اگرچہ آخرت مین اُنکے سب گناہون پر اُنکو
عذاب دیگا واضح ہو کہ قولہ فاعلم انما الخ سے علم استدلالی ہے یعنے اگر اہل کتاب اس حکم حق سے اعراض کرین تو جان لے کہ تقدیر یون جاری
ہے۔ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ - اور لوگون مین سے بہتیرے فاسق ہین ف اُنکی جبلت ایسی خراب
ہے کہ رب عز وجل کے دائرۂ توحید وطاعت سے خارج رہنا چاہتے ہین اسیواسطے شرع حق سے مخالف فیصلے کے خواہشمند ہوتے
أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ - یہ فاسق لوگ حکم جاہلیت کی خواہش کرتے ہین ف جو حق سے خارج اور جہالت پر مبنی
ہے کیونکہ اُنھون نے صاف حکم حق سے اعراض کیا یبغون بیاء تحتانیہ اکثرون کی قراءت ہے اور ابن عامر نے تبغون بتاء فوقانیہ پڑھا
پس غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہے یعنے مخاطب کرکے یون جھڑکا کہ اگر تم کو توریت پر یقین ہوتا تو تم اُس سے بر خلاف جہالت
کیون مانگتے جو گمراہی ہے اور اللہ تعالے کے حکم سے کیون منہ موڑتے۔ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ
يُوقِنُونَ - اور کون ہے اللہ تعالے سے بہتر حکم مین ایسی قوم کے نزدیک جو یقین رکھتے ہین ف یعنے مومنون کے نزدیک
اللہ تعالے سے بہتر کسیکا حکم نہین ہے مومنون کی خصوصیت اسواسطے فرمائی کہ اللہ تعالے کے حکم حق کو یہی بندے سمجھتے ہین
بر خلاف کافر ومشرک کے جو اپنی رائے کے اٹکل ملاتے ہین اور بسبب بیعقلی کے اپنی رائے کو صحیح ٹھہراکر شیطان ونفس کے بندے ہوجاتے ہین ف قال
فی العرائس قولہ تعالے لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجًا۔ شرع الٰہی مین دو قسم کے احکام ہین ایک وہ جنسے جسم پاکیزہ ہوجاتا ہے اور دوم وہ کہ جنسے روح
اپنے کمالات معرفت پر پہونچتی ہے پھر وضو وغسل وذکر زبان وتلاوت قرآن ونظر صنعت الٰہی وقدم براہ جہاد وحج وغیرہ سے شریعت طہارت
جسم ہے اور اسی مین معانی سے کمال روح ہے اسیواسطے ذکر تلاوت وغیرہ مین زبان سے پڑھے اور دل سے غور رکھے تاکہ شریعت کی شرع
یعنے گھاٹ سے مقصود آب حیات تک پہونچے اور دائمی زندگی پاوے ورنہ کافر مردہ ہوتا ہے پھر اعمال ظاہری مانند روزہ نماز کے خود ظاہر
ہین اور باطنی معانی کو شیخ رحمہ نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالے نے قدم وبقا کے آب حیات پر پہونچنے کے واسطے ارواح قدسیہ اور قلوب

عارفہ اور معقول نورانیہ ہر ایک کے گھاٹ علیحدہ مقرر کیے ہین پس بعض کے لیے علم اور بعض کے لیے قدرت اور بعض کیلیے صمدیت اور بعض
کیلیے حکمت اور بعض کیلیے کلام وخطاب اور بعض کیلیے معرفت ومحبت اور بعض کیلیے عظمت وکبریا یعنے جدا جدا گھاٹ ہین پھر اُن کے
لیے مناہج یعنے نورانی راستے ہین کہ صفات سے ذات کی طرف اور ذات سے صفات کی طرف اور صفات سے صفات کیطرف اور اسمار سے
نعوت کی طرف اور نعوت سے اسمار کی طرف اور اسمار سے افعال کی طرف جداگانہ راستے ہین تاکہ ہر ایک اپنے ذوق ومشرب کے موافق
معرفت حاصل کرلے پھر انہین باہم جدائی اور نزدیکی دونون متحقق ہوسکتی ہین چنانچہ جسکا گھاٹ دوسرے سے موافق ہے تو انہین باہم موافقت
ہی اور جنہین ایسی موافقت نہین وہ ایک دوسرے کو نہین پہچانتے ہین اور انمین آپسمین جھگڑا بھی ہوجاتا ہی اسی وجہ سے علماء ربانی مین
باہم اتحاد توحید کے ساتھ اختلاف اجتہادی بھی ہی اور یہ اللہ تعالے کی غیرت قدیم ہی تاکہ بند وہین سے بعضے دوسرونکی طرف ظہور انوار
خاص سے میل نہ کرین اور اُنپر سوائے اُس پاک تعالے کے کوئی مطلع نہو اور یہ درحقیقت رحمت ہی جو اعلی العموم جمہور پر واقع ہوئی ہی اور
اُس تفاوت مین فوائد ہین کہ علوم غیبی سے اللہ تعالے کی مراد کو متفاوت وجوہ پر جو درحقیقت ایک ہی سلسلہ ہین ہر صرف نزدیکی مین فرق ہے
لوگ حاصل کرلائے اور یہی مشہور نکتہ ہی کہ عالمونکا اختلاف عام امت کیواسطے رحمت ہی قال المترجم اور یہانسے ظاہر ہوا کہ ہر عالم راہ
صواب پر ہی اگرچہ انہین بعض کو زیادہ قرب ہی اور اجتہاد مین بھی ایک نے مثلاً ایک جانور کو مباح نکالا اور دوسرے نے مکروہ کہا کیونکہ مناسب
جداگانہ کے واسطے روا ہی کہ ایک ہی چیز ایک کے حق مین مباح ہو اور دوسرے مشرب کے حاصل کرنے کیواسطے حرام ہو اور اسکی مثال
یہ ہی کہ دو بیمارون کو صحت مطلوب ہی تو ممکن ہی کہ خطمی ایک کیواسطے مفید ہو اور دوسرے کو مضر ہو اور یہی نکتہ ہی جو حدیث مشہور مین وارد
ہوا کہ میرے صحابہ سب ستارے ہین جسکے وسیلہ سے راہ ڈھونڈھو تم راہ پاؤگے اور یہ حدیث حسن صحیح ہی پھر ہر شخص جانتا ہی کہ مطلوب ایک
ہی باوجود اسکے ہر صحابی کو ستارہ ہدایت قرار دیا تو بھید انمین یہی ہی جو اوپر بیان ہوا ہی اور یہ مقام نہایت لطیف ہی اور بسیط تحقیق چاہتا
ہی لیکن گنجایش نہین اور اہل فہم کو ایک اشارہ متنبہ کرتا ہی۔ واللہ یہدی من یشاء۔ قولہ تعالے ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ چونکہ اسرار صفات
بے نہایت ہین پس جیسے صفت رحمت وغضب کے مظاہر مختلف کیے کہ انمین چند بیشمار راہ رحمت مین مؤمن ہین اور راہ غضب مین کفار ہین
اسی طرح ہر ایک مین طرح طرح کے اصناف ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ کفر مین کسقدر بیشمار مختلف ملتین ہین اور وہ دنیاوی شہوات مین ظاہر ہین اور
جانب رحمت مین درجات آخرت کے لیے مشارب متعدد ہین تاکہ جمیع ظہورات کے مظاہر ہون پس ایکسی امت نہین کیا قولہ ولکن لیبلوکم فیما آتاکم۔ پس نعمت
توحید مین اپنی اپنی کوشش کرتے ہین قولہ فاستبقوا الخیرات۔ طلب مین سرگرم رہو اسلیے کہ درجات بے انتہا ہین۔ حاصل آنکہ جو کچھ معرفت تم کو
حاصل ہوئی وہ سمندر سے ایک قطرہ ہی اور اصل حقیقت کی انتہا نہین پس مشاہدات کی بہتری حاصل کرنے مین جلدی کرو پھر ان کو عین
جلال کی طرف متفرد کیا بقولہ الی اللہ مرجعکم جمیعا۔ یعنے ہر حال مین تم اپنے مقامات مین حضرت او تعالے کیطرف محتاج ہو تاکہ زیادت قرب
ومعرفت حاصل کرو اور وہان تمھارے درجات آپسمین ظاہر ہونگے اور جو لطائف وعلوم تمسے پوشیدہ ہین اُسی روز قیامت مین تم کو مزید
عنایت سے معلوم ہونگے چنانچہ فرمایا فینبئکم بما کنتم فیہ تختلفون۔ حاصل آنکہ مختلف مدارج کے اسرار وہان ظاہر ہونگے بعض مشائخ نے قولہ
لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنہاجا مین کہا کہ اللہ تعالے کی طرف ہر نفس کے واسطے ایک طریق کشادہ ہی قال المترجم شیخ جنید رح کا قول ہی کہ
الطرق الی اللہ تعالے بعدد انفاس الخلائق ولا تفتح الا لمن اقتفی اثر الرسول۔ یعنے راہ مستقیم مین ہر بندے کا راستہ حضرت باری تعالے
خاص ہی اور یہ راستہ کھلتا نہین مگر اُسی شخص کے حق مین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے پس جسقدر جسکی پیروی مین اخلاص مزید ہی

اسقدر اسکا رتبہ مزید ہی اور جس مشرب کے لائق ہر کسی مشرب سے پہونچتا ہی پھر جو شخص طریق سنت پر مستقیم رہا تو وہ جناب باری تعالے تک پہونچ گیا اور جو الٹا چلا وہ راہ شیطان مین پڑگیا اور راہ راست سے بھٹک گیا شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی طرف راہین بتعداد مخلوقات ہین ولیکن سعید وجنتی وہ ہی جو اتباع نبوت کی راہون مین سے کسی راہ کو پاگیا شیخ استاد نے قولہ ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ مین کہا کہ اگر اللہ تعالے چاہتا تو تمھارے مراتب برابر کر دیتا ولیکن تم مین تفاوت اس سبب سے کر دیا کہ تم کو امتحان کرے اور اسی امتحان کی وجہ سے تمکو اسمین فضیلت دی اور قولہ فاستبقوا الخیرات مین کہا کہ ہر ایک اپنی استعداد کے لائق خیر مین کوشش کرے پس عابدون کے حق مین مسارعت یہ کہ عبادات و وظائف مین کوشش کرین اور عارفون کے مناسب یہ کہ استغراق پیدا کرین اور بعض نے کہا کہ زاہدون کی سبقت یہ کہ دنیا سے کمال بے تعلقی پیدا کرین یعنے تجرید مین کامل ہون اور عابدون سے سبقت یہ ہی کہ خواہش قطع کرین یعنے زاہد ہون اور عارفون کی سبقت یہ ہی کہ خود بینی سے خارج ہون اور موحدون کی سبقت یہ کہ خلق ودنیا وعقبیٰ سب فراموش کردین قال المترجم مراد یہ کہ سب لوگ اپنے حسب حال نیکیاں حاصل کرنے کیلیے جناب باری تعالی مین سعی کرین

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

اے ایمان والو مت پکڑو یہود و نصارے کو رفیق وہی آپسمین رفیق ہین ایک دوسرے کے

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور جو کوئی تم مین اُنسے رفاقت کرے وہ اُنھین مین ہی اللہ راہ نہین دیتا بے انصاف لوگون کو

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا

اب تو دیکھے گا جنکے دل مین آزار ہی دوڑ کر ملے جاتے ہین اُنھین کہتے ہین کہ ہمکو ڈر ہی کہ نہ آجاوے ہمپر

دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا

گردش سو شاید اللہ جلد بھیجے فیصلہ یا کچھ حکم اپنے پاس سے تو صبح کو لگین اپنے جی کی چھپی

فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ؕ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

بات پر پچتانے اور کہتے ہین مسلمان کیا یہی لوگ ہین کہ قسمین کھاتے تھے اللہ کی

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝

تاکید سے کہ ہم تمھارے ساتھ ہین خراب گئے اُنکے عمل پھر رہ گئے نقصان مین

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ ای ایمان والو ۔ لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ ۔ مت بناؤ یہود ونصاریٰ کو اپنے اولیاء جمع ولی بمعنے دوست وراز دار ۔ یعنے یہود ونصاریٰ کو تم اپنا راز دار دوست مت بناؤ پھر مفسرین نے اسمین کلام کیا کہ یہ خطاب الذین آمنوا سے خالص ایمان والون کو ہی جو درحقیقت مومن ہین یا اس سے ایسے لوگونکو خطاب ہی جو فقط ظاہر مین زبان سے ایمان ظاہر کرتے تھے یعنے منافق تھے یا خطاب عام ہی کہ مومن خالص ومنافق دونون کو شامل ہی پس بعض نے کہا کہ سچے مومنون کو منع کیا کہ یہود ونصاریٰ کو دلی دوست نہ بناوین اسواسطے کہ جس سے محبت ہو اسکے آثار آدمی مین ظاہر ہوتے ہین لہذا اگر بضرورت خلط ملط رکھنا پڑے تو بدون دلی دوستی کے ہو اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب منافقون کو ہی اور چونکہ زبان سے وہ لوگ

کلمہ ایمان ظاہر کرتے تھے اسواسطے اُنکو صورت ظاہری کے اعتبار سے مومن فرمایا اور حق یہ کہ خطاب تاقیامت سبکو عام ہی اگرچہ حکم کا مقصود یہی منافق
ہین کیونکہ یہی لوگ باطن مین یہود و نصاری سے دلی دوستی رکھتے تھے اسیواسطے آگے فرمایا فتری الذین فی قلوبھم مرض چنانچہ عنقریب آتا ہی حضرت
ابن عباس نے فرمایا کہ عبد اللہ بن اُبی ابن سلول نے اسلام ظاہر کیا پھر ایک روز کہنے لگا کہ میرے اور بنو قریظہ کے درمیان قسم ہی اور مین
گردش زمانہ سے مصیبت کا وقت پڑنے سے ڈرتا ہون پس اسلام سے مرتد کافر ہوگیا شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدی رحمہ اللہ نے بیان
فرمایا کہ جنگ احد مین جب مسلمانون کو بسبب نافرمانی کرنے کے شکست ہوئی سوا اسکے کہ حضرت صلعم وچند صحابہ آپ کے ساتھ
قائم رہے تو اس واقعہ کے بعد دو شخصون نے آپسمین گفتگو کی اور اُنکو شیطانی وسوسہ سما گیا پس ایک نے کہا کہ مین اس یہودی سے جاکر
گاڑھی دوستی پیدا کرتا ہون مجھے امید ہی کہ اگر کوئی حادثہ پیش آیا اور مسلمانون کا دین تمام ہوا تو وہ مجھے ہر طرح قوت دیگا اور دوسرا بولا کہ
مین ملک شام کو جاتا ہون وہان فلان نصرانی سے گاڑھی دوستی کرکے نصرانی ہونگا کہ میرے گاڑھے وقت پر آڑے آوے پس اللہ عزوجل نے
یہ آیات نازل فرمائین قال المترجم یہ دونون آدمی منافق تھے عکرمہؒ سے روایت ہی کہ ابولبابہ بن عبد المنذر کے حق مین اُتری کہ یہود بنی قریظہ
سے زمانہ جاہلیت مین اُنسے دوستی تھی اُنکو رسول اللہ صلعم نے بنو قریظہ پاس بھیجا کہ ہمارے حکم پر اپنے قلعہ سے اترین تو اُنھون نے ابولبابہ
سے پوچھا کہ ہمارا انجام کیا ہوگا اُنھون نے اپنے حلق کیطرف اشارہ کیا کہ ذبح کیے جاؤگے (رواہ ابن جریر) اور یہ ابولبابہ سچے مسلمان تھے
لیکن اُنسے یہ حرکت بمقتضائے بشریت واقع ہوئی ولیکن اس واقعہ کے سبب نزول ہونے مین تامل ہی اور تحقیق یہ ہی کہ سبب نزول
وہ واقعہ کہلاتا ہی جسکے بعد آیت نازل ہوئی تو جسقدر اقوال مذکور ہوے شاید اُنکے بعد آیت اُتری ہو ولیکن اسمین شک نہین کہ یہ سب
اقوال اس آیت کے حکم مین داخل ہین یعنے یہ سب موالات کی صورتین حرام ہین اور ابن جریر نے عطیہ بن سعد اور زہری سے روایت کی
کہ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ نے یہود کے موالات سے بیزاری کی تو عبد اللہ منافق مذکور نے کہا کہ مین تو اُنکی دوستی سے بیزاری
نہین کرسکتا کیونکہ اُنکی موالات سے چارہ نہین ہی اور اُسکا بیان وہ ہی جو کتاب المغازی مین محمد بن اسحاق نے روایت کیا کہ یہود مدینہ نے
حضرت صلعم سے معاہدہ کرلیا تھا کہ ہم نہین لڑینگے پھر جنگ بدر و نیز بعد غزوہ خندق مین یہی پہلی قوم تھی جسنے عہد توڑا اور حضرت صلعم سے
لڑائی کی اور آخر یہ لوگ عاجز و خوار ہوکر اپنے قلعون سے اس شرط پر اُترے کہ ہمارے حق مین جو کچھ فلان شخص حکم کردے وہ منظور ہی لیکن
عبد اللہ بن اُبی ابن سلول نے اُنکے بچانے مین بہت ہی جد وجہد کیا اور کہا کہ مین ایسا شخص ہون کہ گردش زمانہ سے ڈرتا ہون مجھے اُنکی
موالات کی ضرورت ہی اور حضرت عبادہ بن الصامتؓ نے حضرت صلعم سے یہودیون و اُنکی موالات سے بیزاری بیان کی اور کہا کہ مین فقط اللہ
تعالی و اُسکے رسول صلعم سے موالات کرتا ہون اور یہودیون و اُنکی موالات سے بیزاری کرتا ہون پس حضرت عبادہؓ اور ابن ابی منافق کے
حق مین سورۂ مائدہ کی یہ آیات نازل ہوئین یاایھا الذین آمنوا لاتتخذوا الیھود والنصاری اولیاء۔ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ
یہود و نصاری آپسمین ایک دوسرے کے ولی ہین ف اسوجہ سے کہ کفر مین دونون متحد ہین معنے یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور اسلام سے عداوت کرنے مین یہود و نصاری آپسمین ایک دوسرے کی معاونت و مدد کرتے ہین اور بعض نے کہا کہ مراد اُنکہ یہود آپسمین
ایک دوسرے سے موالات رکھتے ہین اور نصاری آپسمین ایک دوسرے سے موالات رکھتے ہین اور ظاہر یہ ہی کہ موالات دنیاوی مراد ہی کہ
معاملات دنیا مین انکا یہ برتاؤ ہی ورنہ دین کے معاملہ مین یہود کہتے ہین کہ نصاری کچھ نہین اور برعکس اور نیز نصاری آپسمین ایک دوسرے سے
عداوت وبغض رکھتے ہین اور یہ ہر زمانہ مین ظاہر ہی اور برابر ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہین بالجملہ حاصل یہ کہ اہل ایمان الوھم یہود و نصاری سے

موالات مت کرو انکی موالات جو بمقتضائے کفر ہی انھین کے درمیان جاری ہی اور انھین کی حالت کے لائق ہی وہ تمھارے حال کے لائق نہین پس تم انکا فعل مت اختیار کرو کہ انھین کے مانند ہو جاؤ اسیواسطے فرمایا۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اور جو کوئی تم مین سے ان کافرون سے موالات رکھے وہ بھی انھین مین سے ہی ف یعنے دین کے حکم مین اسکا اُنکا حکم یکسان ہی اور یہ بمانند آنکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انھین مین سے ہی یہ حدیث بکثرت طرق کے سے بدرجہ حسن ہی اور تفسیر مدارک و ابو السعود وغیرہ مین ہی کہ اسمین اہل اسلام کو سخت زجر و تشدید ہی کہ مخالفان دین اسلام سے دوستی دلی و موالات قلبی نہ رکھین اور جو لوگ دین اسلام مین معتزلہ و جبریہ و جہمیہ و رافضہ کے مانند بدعتین نکالتے اور دین مین خرابی ڈالتے ہین وہ بھی مخالفان اسلام کے حکم مین شامل ہین اور ابن عباس رضہ سے مرفوع روایت مین ہی کہ اللہ تعالے کے نزدیک بہت مبغوض وہ شخص ہی جو اسلام مین زمانہ کفر و جہالت کی رسم و راہ کو چاہے الحدیث رواہ البخاری اور محبت عمدہ چیز ہی اسنے جب ایسے کفار مین اسکو صرف کیا تو بڑا ظلم کیا اسیواسطے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ یعنے اللہ تعالے ایسی قوم کو ہدایت نہین دیتا جو کافرون سے موالات کرکے اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین ف حضرت حذیفہ رضہ نے فرمایا کہ ہر ایک تم مین سے اس بات سے بچا رہے کہ وہ یہودی یا نصرانی ہو جاوے اور اسکو معلوم بھی نہو پھر یہی آیت کریمہ پڑھ دی (رواہ ابن ابی حاتم عن عبد اللہ بن عتبہ) اور ابو موسی اشعری رضہ سے روایت ہی کہ انھون نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہی تو حضرت امیر المومنین رضہ نے جھڑکا اور فرمایا کہ تجھے اس سے کیا مطلب تھا تو نے کوئی مرد دیندار کیون نہین رکھا دکھا رواہ ابن ابی حاتم) اور ابن عباس رضہ سے من طریق عکرمہ روایت ہی کہ اُنسے نصارائے عرب کے ذبیحہ کا مسئلہ پوچھا گیا تو جواب دیا کہ اللہ تعالے فرماتا ہی ومن یتولہم منکم فانہ منہم۔ یعنے جائز نہین ہی رواہ ابن ابی حاتم باسناد حسن اور ابو الزناد سے اسکے مانند مروی ہی اور سابق مین تفسیر قولہ الیوم احل لکم الطیبات مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایسی ممانعت مذکور ہو چکی ہی۔ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ۔ اب تو دیکھے ان لوگون کو جنکے دلون مین روگ ہی کہ یہود و نصاری کی دوستی مین جلدی کرتے ہین ف یہ قیامت تک رہیگی منافق لوگو نہین نظر آتا ہی چنانچہ ہر زمانہ مین اس کا نمونہ موجود ہی۔ حاصل آنکہ جو لوگ سچے مسلمان نہین بلکہ منافق ہین وہ یہود و نصاری کی موالات مین جلدی و سبقت کرتے ہین اور لباس و چال و چلن مین انسے مشابہت کرنے پر مرتے ہین اور کلام مین لطیف بلاغت ہی کہ منافقون کی رغبت اُنکی موالات مین اس درجہ ہی کہ گویا وہ انھین مین داخل ہو جانے پر جلدی کرتے ہین پھر ان منافقون کا ایک عذر انھین کے قول سے بیان فرمایا جو گناہ سے بھی بدتر ہی یعنے يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ۔ یعنے منافق لوگ یہود و نصاری سے موالات کرنے مین یہ عذر بیان کرتے ہین کہ ہمکو خوف ہی کہ ہمکو کوئی گردش پہونچے یعنے زمانہ کی گردش و سختی مانند قحط وغیرہ کے پہونچے اور محمد کا یہ سب کام پورا نہو تو اگر ہم ان لوگون سے موالات نہ رکھینگے تو یہ لوگ جو مالدار ہین ہمکو کھانے کو نہ دینگے چونکہ یہ لوگ بیعقلی سے خلاف ایمان بات کہتے تھے لہذا انکو جواب نہین دیا گیا بلکہ اہل ایمان کو وعدہ لطیف سے سرفراز فرمایا جسمین ان منافقون کو بھی شرمسار کر دیا بقولہ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ۔ یعنے قریب ہی کہ اللہ تعالے فتح دیوے ف یعنے اپنے نبی صلعم کو اپنے اظہار دین سے مدد و نصرت دیوے امتحان مین امید دلائی حالانکہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے قطعی ہی پس معنے یہ ہین کہ ضرور اللہ تعالے اپنے نبی صلعم کو فتح دیگا اور احادیث صحیحہ کثرت سے وارد ہین کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ کو قطعی بشارت دی کہ جلدی مت کرو تمام عرب مین دین توحید و اسلام پھیلیگا

ف یعنے جو نصاری کا ذبیحہ کھاوے یا رکھا دین ۱۲ ام

اور ہر شخص یمن سے انتہا عرب تک بے کھٹکے جائیگا کہ سوائے اللہ عزوجل کے اسکو کسی سے خوف نہوگا لیکن منافقونکو امتحان میں ڈالنے کیلیے فرمایا کہ امید ہو کہ اللہ تعالے تمکو فتح کردے۔ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِہٖ یا اپنی طرف سے ایک امر لاوے ف یعنے منافقونکا پردہ کھولدے کہ وہ سب یمن سواہون اور سدی نے کہا کہ فتح سے تو مکہ کا فتح ہونا مراد ہے پس منافقونکو جو غلبہ مشرکین قریش کا اور امر اسلام پورا ہونیکا شک تھا وہ رد کردیا اور قولہ امر من عندہ سے مراد یہ کہ یہود و نصاری پر جزیہ باندھے جانے کا وعدہ دیا پس منافقونکو جو اُنکی شان وشوکت سے امید مددگاری تھی وہ توڑدی کہ یہود وغیرہ آپ ہی خوار ہونگے منافقونکی مددگاری کون کریگا پس جب ایسا ہوگا تو منافقون نے جو اپنے دلون مین خیالات پوشیدہ کیے تھے کہ دل مین نفاق اور کافرون کی موالات رکھتے تھے اسکا یہ نتیجہ ہوگا۔ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ تو یہ منافق لوگ اپنے دلون کی پوشیدہ کی ہوئی باتون پر نادم ہوجاوینگے ف واضح ہو کہ یہی نتیجہ اس تدبیر وفکر کا ہے جو بہ خلاف حکم خدا اور رسول کے عقل کے دشمن اپنے آپ کو دانا وہوشیار سمجھکر نکالتے ہین چنانچہ منافقون کا حال پہلے پوشیدہ تھا اُنھون نے اپنی راے سے وہ باتین نکالین جنسے بھلائی سمجھتے تھے حالانکہ صریح خلاف خدا ورسول تھین پس وہ درحقیقت عین فساد تھین کہ آخرکار دنیا ہی مین اللہ تعالے نے خالص مومنین کو اُنکا حال ظاہر فرمادیا۔ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا۔ واضح ہو کہ بصری قرا کی قراءۃ مین ویقول بواو ہے اور شامی وحجازی قرا کی قرات مین بدون واو ہے اور یقول کبھی بالرفع پڑھا گیا اور بالنصب بھی پڑھا گیا پس بواو ہو یا بلا واو ہو اگر بالرفع ہے تو استیناف ہے یعنے از سر نو جملہ شروع ہوا اور بالنصب مین عطف ہے یاتی پر یا ان یاتی وان یقول الذین آمنوا یعنے مومنین تعجب کی راہ سے بعض منافقونکو کہین کہ۔ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ کیا یہی لوگ ہین کہ جو قسم کھایا کرتے تھے نہایت کوشش سے کہ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ فی الدین۔ دین مین بیشک بالتحقیق ہم تمھارے ساتھ ہین ف حالانکہ اب ظاہر ہوگیا کہ محض جھوٹے منافق تھے حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ۔ اُنکے اعمال سب مٹگئے جمہور مفسرین نے کہا کہ اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے کہ ان منافقون کے وہ اعمال جنکو اُنھون نے دکھلانے سنانے کو اعمال نیک کی صورت پر کیا تھا سب باطل ونیست ہوگئے۔ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ۔ یعنے دنیا وآخرت مین برباد ہوے چنانچہ دنیا مین تاقیامت بدنام وفضیحت ہوے اور آخرت مین کچھ نہ ملا جس سے کچھ راحت ہوتی بلکہ بجاے اُسکے دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ مین آگ کے صندوقون مین شکنجہ کرکے ڈالے گئے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ

اے ایمان والو جو کوئی تم مین پھریگا اپنے دین سے تو اللہ آگے لاویگا ایک لوگ کہ اُنکو چاہتا ہے

وَيُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ

اور وہ اُسکو چاہتے ہین نرم دل ہین مسلمانون پر اور زبردست ہین کافرون پر لڑتے ہین

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

اللہ کی راہ مین اور ڈرتے نہین الزام سے یہ فضل ہے اللہ کا دیگا

يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

جسکو چاہے اور اللہ کشایش والا ہے خبردار

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ۔ نافع وابن عامر نے یرتدد بدون ادغام پڑھا اور باقیون نے یرتد بادغام

پڑھا اور قواعد لغت سے یہ دونون طریقے صحیح ثابت ہین اور ارتداد کے معنے لوٹ جانا پھر جانا - اور حاصل آنکہ ای ایمان فی الوجو پھر گیا
مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ - تم مین سے اپنے دین سے ف کفر کی طرف تو اللہ تعالے اُسکے بجاے قوم محبوب لاویگا جیسا کہ آگے
فرمایا اللہ تعالے نے یہ خبر دیدی ایسی بات کی جسکے واقع ہونیکا اللہ تعالے کو علم تھا چنانچہ نبی صلعم کے قریب زمانہ وفات مین اور بعد وفات
کے عرب کے بہت سے گروہ مرتد ہوگئے چنانچہ صاحب کشاف وغیرہ نے یہان لکھا کہ کافرون سے موالات کرکے بے ایمان ہوجانیکے بعد عام
طور پر بموالات یا بدون موالات کے اسلام سے مرتد ہوجانے کا ذکر شروع فرمایا اور اسطرح خبر دی کہ جو کچھ اللہ تعالے کے علم غیب کے موافق
واقع ہونے والا تھا اُسکے واقع ہونے سے پہلے آگاہ فرمایا کیونکہ فسوف یاتی اللہ بقوم قطعی وعدہ ہے کہ مرتدون کے بدلے اللہ تعالے
ایک گروہ مضبوط سچے مومنون کا لاویگا اور یہی واقع ہوا کہ عرب کے گیارہ فرقے مرتد ہوے چنانچہ آخر زمانہ حضرت صلعم مین قوم بنو مدلج
اور بنو حنیفہ یعنے قوم مسیلمہ کذاب اور بنو اسد قوم طلیحہ بن خویلد الاسدی یہ تین فرقے مرتد ہوے اور زمانہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
مین سات فرقے عیینہ بن حصن کی قوم فزارہ اور قرہ بن سلمہ کی قوم غطفان اور فجارہ بن عبد یالیل کی قوم بنو سلیم اور مالک بن نویرہ کی قوم
بنو یربوع اور قوم سجاح بنت المنذر اور اشعث بن قیس کی قوم کندہ اور خطمی بن یزید کی قوم بنو بکر بن وائل مرتد ہوئے اور حضرت ابو بکر
رضی اللہ عنہ نے ان سب قومون کو بعد محاربہ عظیم کے زیر کیا اور جبلہ بن الایہم کی قوم بنو غسان زمانہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین مرتد ہوکر ملک شام
کو بھاگ گئی اور دنیا کے لالچ سے نصرانی ہوگئی پھر اللہ عز وجل نے وعدہ فرمایا کہ ان مرتدون کے عوض مین ایک قوم صالح لاؤنگا چنانچہ فرمایا
فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ - بدلہم - بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ پس لاویگا اللہ تعالے بدلے اُن مرتدون کے ایسی قوم کو
کہ جنکو وہ تعالے دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالے سے محبت رکھتے ہین - واضح ہو کہ یہان صریح ظاہر ہے کہ محبت ایک صفت خاص ہے
جیسا کہ اکابر صوفیہ واہل تحقیق کا قول ہے اور یہان تاویل کرنا کہ محبت بمعنے ثواب دینے کے ہے تو ایسی تاویل بعید ہے تحقیق یہی ہے کہ ایک
صفت خاص ہے کہ اُسکی ماہیت سے اللہ تعالے دانا تر ہے اور بندہ جب اس صفت سے متصف ہوتا ہے تو آگاہ ہوجاتا ہے بالجملہ اس قوم
کی ایک یہ تعریف ہے کہ وہ تعالے انکو محبوب رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالے کو محبوب رکھتے ہین اور دوسری صفت یہ کہ - اَذِلَّةٍ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ - یعنے عطوفت ومہربانی فرمانے والے ہین مومنون پر اور - اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ - یعنے سخت وشدید
ہین کافرون پر چنانچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم کی تعریف مین سورۂ فتح مین فرمایا - اشداء علی الکفار رحماء بینہم - یعنے کافرون پر نہایت
سخت وشدید ہین اور آپس مین ایک دوسرے پر نہایت مہربان ہین تیسری صفت یہ کہ - يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرتے ہین چوتھی صفت یہ کہ - وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ - اور نہین خوف کرتے ہین کسی
ملامت کرنے والے کی ملامت کا ف برخلاف منافقون کے کہ وہ کافرون کی ملامت سے خوف رکھتے ہین پھر مفسرین مین اختلاف
ہے کہ یہ کون قوم ہین بعض نے کہا کہ وہ تابعین ہین بقرینہ سوف یاتی اللہ - یعنے آیندہ وہ لائے جاوینگے اور مفسر نے لکھا کہ قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم قوم ہذا واشار الی ابی موسی الاشعری (رواہ الحاکم فی صحیحہ) یعنے اس آیت مین حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ لوگ
اُس شخص کی قوم ہین اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا (رواہ الحاکم وابن ابی حاتم وابن جریر وہو فی الصحاح
ایضاً) اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ وہ اہل قادسیہ ہین اور مجاہد رح نے کہا کہ شہر سبا کی ایک قوم ہے اور
سعید بن جبیر نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ وہ ایک قوم اہل یمن سے پھر کندہ سے پھر سکون سے ہے قال المترجم روایات

متعلق ہین اور اُسلئے یہ ظاہر ہی کہ مراد خصوص اُن لوگون کے حق مین نزول نہین بلکہ شمول ہی یعنے جن لوگون کے حق مین نزول ہوا انہین کی
صفات سے یہ لوگ بھی قریب قریب متصف ہین کیونکہ اوتعالے نے اس قوم کو واحد فرمایا جو بہرحال ایک رئیس کے زیر حکم ہون اور منجملہ
اُنکی صفات کے یہ قرار دیا کہ یجاہدون فی سبیل اللہ ۔ یعنے یہ اوصاف اُنمین موجود ہین پس ان اقوال مذکورہ مین بدون تکلف و تاویل کے
یہ بات صادق نہین ہی اور خصوص روایت سعید بن جبیر از ابن عباس اس امر پر دلیل واضح ہی کہ مراد شمول ہی اور محمد بن کعب سے مروی ہی کہ
وہ قریش کے سردار اسلام ہین یعنے جو مسلمان ہوگئے اور حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر کے زمانہ کی حالت کے بیان مین
اسکا نزول ہوا لہذا کہا گیا کہ اس قوم سے مراد ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ و اُنکا لشکر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم ہی جنھون نے مرتدین سے
جہاد کیا اور شمول آمین ہر اُس قوم کا ہی جنھون نے خلوص ایمان سے مابعد کے زمانہ مین مرتدون کو قتل کیا بعضے صحابہ نے کہا کہ انبیاء
علیہم السلام کے بعد کوئی شخص حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل نہین ہوا کہ مرتدون سے لڑائی کرنے مین وہ انبیاء مین سے ایک
نبی کے قائم مقام ہوئے جب حضرت ابوبکرؓ نے مرتدون پر جہاد کا قصد کیا تو صحابہ نے اُسکو مکروہ جانا اور بعض نے کہا کہ وہ اہل قبلہ ہین انپر
کیونکر جہاد ہوسکتا ہی بعض نے کہا کہ ہم کہانتک اس بیشمار قوم سے لڑینگے حالانکہ رسول اللہ صلعم نے اسقدر مدت تک مشقت اُٹھائی تھی
غرض کہ سب نے اختلاف کیا لیکن حضرت ابوبکرؓ نے تنہا اُنپر جہاد کرنیکا قصد فرمایا اور تلوار حمائل کرکے باہر نکلے پس خواہ مخواہ سب لوگ
اُنکے پیچھے نکلے اور آخر اللہ تعالے نے اسلام کو فتح دی پس ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ہمنے ابتدا مین اس جہاد کو مکروہ جانا تھا پھر انتہا مین ہم نے
حضرت ابوبکرؓ کا شکر یہ ادا کیا یعنے اگر وہ نہوتے تو اسلام مٹ جاتا بالجملہ یہ صفات ایسی قوم کے ہین جنکو ایمان کامل حاصل ہو حضرت
ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مجکو میرے خلیل صلے اللہ علیہ وسلم نے سات باتون کی وصیت کی پس مجھے حکم دیا کہ مسکینون سے محبت
رکھون اور حکم دیا کہ اپنے سے کم مرتبہ کو دیکھون اور اوپر کی طرف نظر نہ رکھون اور حکم دیا کہ ناتے کو ملائے رکھون اگرچہ بدتر کیا جاؤن اور حکم دیا
کہ کسی سے کچھ سوال نہ کرون اور حکم دیا کہ حق بات کہون اگرچہ کڑوی ہو اور حکم دیا کہ اللہ تعالے کے دین مین کسی ملامت کرنیوالے سے نہ ڈرون
اور حکم دیا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ۔ بہت پڑھا کرون کیونکہ یہ خزانہ زیر عرش سے ہی (رواہ احمد) اور صحیح مین ثابت ہی کہ مومن کو نہین چاہیے
کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اپنے نفس کو کیونکر ذلیل کریگا فرمایا کہ اسقدر بلا برداشت کرے کہ اسکو اُٹھا
نہین سکتا ہی کذا فی تفسیر ابن کثیر واضح ہو کہ فرائض و واجبات کے علاوہ ہر کام مین جہانتک رخصت ہی اسکو لحاظ رکھے اور کبھی کبھی
رخصت کو اختیار کرے ۔ شیخ ابن الہمام رحمہ نے فتح القدیر مین آیات و احادیث سے اس بحث کو مدلل لکھا ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی امت کے واسطے آسانی کو پسند فرماتے تھے لہذا آسانی کا طریقہ لینا مستحب ہے اور سختی ہر جگہ و ہر وقت آدمی کو مغلوب کردیتی ہی ۔ بالجملہ
ہر مسلمان کو چاہیے کہ ضعیف و کام کاج والے اور متفکر لوگون سے جہانتک ممکن ہو آسانی و سہولت سے دین کی پابندی ادا کرا دے
اور ہر ایک کو عزیمت ہی پر آمادہ نہ کرے واللہ اعلم ۔ ذٰلِكَ ۔ یہ جو اوصاف مذکور ہوئے ۔ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔
اللہ تعالے کا فضل ہی جسکو چاہے دیدے ۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۔ اللہ تعالے کا فضل وسیع ہی اور وہی خوب جانتا ہی کہ کون
بندہ و کون قوم اُسکے لائق ہی ف عرائس مین ہی کہ قولہ تعالے فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم دیکھو نہ اسمین اسلام سے مرتد ہوجانے
والون کو تو بیخ ہی کہ انکو اللہ تعالے کی محبت سے کچھ نصیب نہین ہوا اسی سبب سے مرتد ہوگئے اور اسمین خبر دیدی کہ اوتعالے ایک ایسی قوم
لادیگا کہ ازل ہی مین اُنکو محبوب کرلیا ہی اور وہ لوگ بھی اللہ تعالے کے محبوب بنا کر نے سے اوتعالے عزوجل سے محبت شدید رکھتے ہین الخ

یہ لوگ ضرور ہیکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ وسنت سے موافق ہین اور شرط محبت سے اسی طریقہ وسنت پر چلتے ہین اسواسطے
کہ محبت کی شرط یہ ہیکہ محبوب سے ظاہر و باطن مین موافق ہو یعنے اُسکی راہ پر اُسکی تابعداری کرے اور اس کلام مین ظاہر فرمادیا کہ جو مطیع موافق
نہو وہ محبت رکھنے والا نہین ہی اور صریح اللہ تعالے نے فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیہ یعنے کہدے ای محمد صلے اللہ
علیہ وسلم اگر تم اللہ تعالے سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالے تمکو محبوب فرمادیگا اس آیت مین صحابہ و تابعین و مابعد والونکی شرف بزرگی کا بیان
ہی اور اللہ تعالے نے ظاہر کردیا کہ محبت اسکی صفت ازلی ہی کیونکہ اللہ تعالے نے بذات خاص اپنے احبا کو محبوب فرمایا ہی اور ذات پاک اسکی موصوف بمحبت ازلیہ
تھی اسیطرح یہ لوگ بھی اپنی ذاتون وصفات سے اُس سے محبت رکھتے ہین اور ہرطرح اُسکی محبت کا دم بھرتے ہین سواسطے کہ محبت کا جہانتک وجود تھا وہ قدم ازل
ہی اور وہان کسی فعل کا وجود ہی نہ تھا اور بندونکی محبت کا مصدر خود انکے قلوب ہین اور وہان بھی کوئی فعل نہین ہی اور اصل محبت کا وقوع از جانب باریتعالے
ہی بدون کسی علت کے یعنے نعمتین و احسان وغیرہ کسی وجہ سے اصل محبت کا وجود نہین ہوتا اور کسی فعل و حرکت کیوجہ سے پیدا نہین ہوتی ہی اللہ تعالے نے
اپنے علم قدیم سے اپنے اولیا کو محبوب کیا قبل اسکے کہ اُنکو پیدا کرے اور قبل اسکے کہ اُنسے کوئی ایسے افعال صادر ہون جو برگزیدہ ہونے
کی علامات ہین پس محبت الٰہی اپنے خاص بندون سے اسوقت متحقق تھی جب وہ لوگ عدم تھے اور بندگان خاص جو اُس سے محبت
رکھتے ہین تو اس طور پر ہیکہ اُنکے دلون پر اُسکی اس صفت کی تجلی ہوتی ہی یعنے اُنکے قلوب مین نور محبت سماجاتا ہی پس جب انکی ارواح کی
آنکھین سرمۂ محبت سے منور ہوئین تو ان آنکھون نے عجیب بینائی پائی اور اسیکے طالب ہوے آخر بفضل اللہ سبحانہ تعالے مشاہدۂ
ازل کو بے پردہ پایا پھر اسکو محبت اصلی سے چاہنے لگے جو کبھی اپنی اصل سے دوسری طرف نہین پھرتی ہی سلامی رح نے کہا کہ اُسی کے
فضل محبت سے اُنھون نے اُسکی محبت مین اپنے آپکو قربان کیا اور اُسیکی یاد کے فضل سے اُنھون نے اسکی یاد مین اپنے آپکو
فراموش کردیا۔ یوسف بن الحسین رح نے فرمایا کہ محبت ایثار ہی قال المترجم مراد آنکہ اپنے نفس کو چھوڑکر اُسی کو اختیار کیا اور
محبت کا قیاس شہوات پر نہین ہی حتی کہ بہت جاہل اسمین شیدا ہوتے ہین ع عشق آن نبود کہ در مردم بود + این فساد خوردن
گندم بود + اور محبت ایمانی فنا ے نفس ہی اور اختیار محبوب ہی اسی محبت کی شان ہی کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا حضرت انس رض
نے کہا کہ صحابہ رض کو اس حدیث سے بعد اسلام کے سب چیزسے بڑھکر خوشی ہوئی اور کہا کہ مین ابوبکر و عمر رض کو محبوب رکھتا ہون اگرچہ
میرے اعمال ویسے نہین ہین الخ پھر اللہ تعالے نے اہل محبت و ایمان کامل کی تعریف فرمائی کہ اُسکے دوستون سے تواضع
رکھتے ہین اور دشمنون پر غلبہ رکھتے ہین چنانچہ فرمایا اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین پھر ذکر فرمایا کہ محبت مین اپنی جانین اسطرح
قربان کرتے ہین کہ اسکے حکم سے اسکے دشمنون پر جہاد کرتے ہین اور جو کچھ اُسنے حکم دیا بجا لاتے ہین اور جس سے منع فرمایا اس سے
بے تردد باز رہتے ہین اور کسی ملامت کرنے والے سے نہین ڈرتے ہین پھر ان سب اوصاف کے بعد آگاہ فرمایا کہ یہ انکی کسی ذاتی استحقاق
سے نہین بلکہ محض فضل و رحمت سے ہی جیسے اپنی محبت کی وجہ سے انکی محبت بیان کی شیخ ابوبکر وراق رح نے کہا کہ جہاد تین طرح کا ہی ایک تو
جہاد اپنے نفس کے ساتھ دوم جہاد دشمنان دین کے ساتھ سوم جہاد اپنے قلب کے ساتھ پس راہ خدا مین جہاد یہ ہے کہ
قلب سے مجاہدہ اس طرح ہو کہ کسی طرح غفلت اُس مین نہ آنے پاوے اور نفس کا جہاد اسطرح ہی کہ بندگی سے کسی حال مین فتور نہو اور شیطان
پر جہاد اسطرح ہی کہ تجھمین وہ کوئی ایسی غفلت نہ پاوے کہ جس سے تیرا حصہ فرصت پاکر تجھسے اُچک لیجاوے پھر اللہ تعالے نے یہودیونکی دوستی
سے بیزاری ظاہر کرکے مومنون کی دوستی پر رضامندی ظاہر فرمائی بقولہ

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

تمہارا رفیق وہی اللہ ہے اور اُسکا رسول اور ایمان والے جو قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں

الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ○ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ

ع ۸ زکوۃ اور وہ رکوع کرنیوالے ہیں اور جو کوئی رفاقت پکڑے اللہ کی اور اُسکے رسول کی اور ایمان والون کی

حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○ ع

تو اللہ کی جماعت وہی ہونگے غالب

عبد اللہ بن سلام جو علماے یہود میں سے پاکیزہ صفت اور مسلمان ہوگئے تھے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگونکو ہماری قوم نے چھوڑ دیا تب یہ آیتین نازل ہوئین اور حاصل آنکہ اوتعالے نے اُنکو تسلی یا اشارہ کردی کہ یہود ایسی قوم ہے کہ اُسپر اللہ تعالے کا غضب ہے سواے چند لوگون کے جو ایمان سے مشرف ہوں پس اگر اُنھون نے تمکو چھوڑا تو عین خوشی کا مقام ہے کہ تم ایسے مغضوب علیہم کی دوستی مین نہین ہو اور **شیخ ابن کثیرؒ** نے ذکر فرمایا کہ محمد بن اسحٰق کی روایت و دیگر احادیث الباب سے جو پہلے مذکور ہوئین معلوم ہوچکا کہ یہ سب آیات حضرت عبادہ بن الصامت انصاری کے حق مین نازل ہوئین کہ جب اُنھون نے یہود یونکی دوستی سے بیزاری کی اور اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم و اہل ایمان کی دوستی پر خوشی و رضامندی ظاہر کی پس اللہ تعالے نے اول منع فرمایا کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی مت رکھو پھر آگاہ فرمایا۔ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ تمہارا ولی اللہ تعالے ہے اور اُسکا رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ۔ اور وہ ایمان والے ہین جنکی یہ صفت ہے کہ نماز قائم کرتے ہین یعنے خوب اچھی طرح ادا کرتے ہین اور زکوۃ دیتے ہین اور وہ رکوع کرنے والے ہین راکعون سے یا تو یہ مراد ہے کہ نماز مین خشوع کرنے والے ہین اسلیے کہ یقیمون الصلوۃ سے انکا نماز پڑھنا تو معلوم ہوگیا پھر راکعون بمعنے نماز پڑھنے والے لینے مین تکرار غیر مفید لازم آتی ہے لہذا راکعون بمعنے خشوع کرنیوالا یا یہ معنے ہین کہ اول سے فرائض و واجبات ادا کرنے والے اور اس سے نوافل و مستحبات ادا کرنے والے مراد ہین یعنی باوجود اداے فرائض کے نوافل وغیرہ بھی ادا کرتے ہین **قال المترجم** جبکہ اقامت نماز اُنکی صفت بیان فرمائی تو بدون خشوع کے جو نماز کا مغز ہے کیونکر اقامت صادق ہوگی اور نماز تطوع یعنے نوافل پر محمول کرنا البتہ وجہ رکھتا ہے اور اولی یہ ہے کہ وہم راکعون ای والذین ہم راکعون یعنے آنکہ ہمیشہ اس پر ثابت و قائم ہین اور اقامت نماز فقط یہی ہے کہ جس نماز کو ادا کیا اُسکو پوری شرائط و ارکان سے اچھی طرح ادا کیا لیکن اس سے یہ بات نہین کہ ہمیشہ بدون قضا کرنے کے ادا کرین لہذا بعد اقامت کے اس کلام سے نماز پر دوام و استمرار بیان کیا تاکہ مفید ہو کہ اقامت کے ساتھ ہمیشہ ادا کرتے ہین واللہ اعلم **قال ابن کثیر** بعض لوگون کو وہم ہوا کہ قولہ وہم راکعون موضع حال مین ہے قولہ یؤتون الزکوۃ سے تو معنے یہ ہونگے کہ ادا کرتے ہین زکوۃ کو درحالیکہ رکوع مین ہین لیکن اگر ایسا ہوتا تو رکوع مین زکوۃ دینا بہ نسبت اور حالت مین ادا کرنے کے بہتر ہوتا حالانکہ مین نہین جانتا کہ علما مین سے جسکو فتوی کی لیاقت ہے کسی نے ایسا کہا ہو **قال المترجم** بلکہ علماے حنفیہ کے نزدیک اگر اسنے ایسا کیا کہ رکوع کی حالت مین زکوۃ کسی کو دی تو نماز فاسد ہو جائیگی پھر **مترجم** کہتا ہے کہ اگر اس جملہ کے معنے یہ لیے جاوین کہ وہ نماز پر مداومت کرنے والے ہین یعنے زکوۃ دیتے ہین اس حال مین کہ وہ اس صفت سے موصوف ہین تو ہوسکتا ہے **قال ابن کثیر** اور بعض لوگون نے

یؤتون الزکوۃ سے اسکو حال ڈالا اور حالت رکوع مین ادا ے زکوۃ قرار دی وہ آمین حضرت علی بن ابی طالبؓ سے ایک اثر روایت کرتے ہین کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان مین نازل ہوئی کیونکہ وہ رکوع مین تھے اور ایک سائل مانگتا ہوا گذرا تو آپنے اپنی انگوٹھی اسی حالت رکوع مین اسکو اتار دی پھر اس اثر کی اسانید و طرق کو شیخ نے بالاستیعاب ذکر کیا اور اسکی تلخیص یہ ہے کہ اس اثر کو ابن ابی حاتم وعبد الرزاق و ابن جریر و ابن مردویہ و ابو الشیخ و ابن عساکر نے روایت کیا ہے پس ابن ابی حاتم نے سلمہ بن کہیل و عتبہ بن ابی حکیم سے روایت کیا اور اسناد ضعیف ہے اور ابن جریر نے مجاہد و سدی و ابو جعفر الباقر و والبی عن ابن عباس روایت کیا اور عبد الرزاق نے عبد الوہاب بن مجاہد عن مجاہد عن ابن عباس روایت کیا اور عبد الوہاب لائق احتجاج نہین اور ابن مردویہ نے ضحاک از ابن عباس حالانکہ ضحاک نے ابن عباس کو نہین پایا اور کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس حالانکہ کلبی متروک ہے اور عن میمون بن مہران عن ابن عباس حالانکہ میمون ضعیف ہے اور نیز ابن مردویہ و ابو الشیخ و ابن عساکر نے ابو رافع و ابن یاسر و حضرت علی رضی اللہ عنہم سے یہی اثر روایت کیا پھر کہا کہ انمین سے کوئی روایت صحیح نہین ہوئی کیونکہ انکی اسانید مین ضعف ہے اور اسانید کی راوی مجہول ہین اور کہا کہ احادیث سابقہ سے جو تفسیر قولہ لاتتخذوا الیہود والنصاری اولیاء الآیہ مین گذرین اسمین معلوم ہوچکا کہ نزول ان آیات کا عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کے حق مین ہے **قال المترجم** بلکہ صیغہ جمع لاتا کرتا ہے کہ خطاب مومنون کو ہے اور عبادہ بن الصامت آمین داخل ہین لیکن اس سے کوئی منافات لازم نہین آتی اگر والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ سے مومنین صحابہ رضی اللہ عنہم و حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ مراد ہون بشرطیکہ اثر مذکور صحت کو پہونچ جاوے فافہم۔ **وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** معنے یہ ہین کہ جو کوئی ولی پکڑے اللہ و اسکے رسول و ایماندارون کو تو اللہ تعالیٰ انکی اعانت فرماتا اور نصرت دیتا ہے۔ **فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ** کیونکہ اللہ تعالے کے گروہ ہی غالب ہین ف اسوجہ سے کہ اللہ تعالے انکی نصرت فرماتا ہے پھر واضح ہو کہ آیت مین تو فرمایا کہ حزب اللہ ہی غالب ہین حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ جہاد و لڑائی مین کبھی مومنونکو فتح ہوتی ہے اور کبھی کافر قوی ہوجاتے ہین تو اس حصر کے معنے کیونکر ہین تو جواب یہ ہے کہ آدمی کے حق مین دنیا ایک راہ ہے اور موت پر یہ راہ ختم ہوجاتی ہے پس غلبہ کا نتیجہ جسکو حاصل ہوا وہی غالب ہے اور وہ فلاح دارین ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ فقط اللہ تعالے و اسکے رسول و مومنین کی ولایت رکھتے ہین اور جہاد کرتے ہین اور اعمال خیر کرتے ہین ہر کام مین انھین کو ثواب ہے خواہ وہ شہید ہوجاوین یا فتح پاوین اور نیز غلبہ باعتبار انجام حال کے ہے اور اللہ تعالے نے یہ فرض فرمایا ہے کہ انجام مین رسول ہی غالب ہے خواہ باعتبار ظاہر و باطن دونوںکے یا فقط باطن کی راہ سے کہ عاقبت انھین کیواسطے ہے اسلیے کہ انھون نے اگرچہ دنیاوی صدمہ اٹھایا تاہم انھین کو فلاح حاصل ہوئی اور بعض نے کہا کہ یہ غلبہ باعتبار حجت و برہان کے ہے کہ حق ہمیشہ غالب ہے اور باطل ہمیشہ مغلوب ہے چنانچہ دین اسلام سے کسی فرقہ کا فرو مرتد نے کبھی حجت و دلیل سے غلبہ نہین پایا ف عرائس مین ہے کہ قولہ انما ولیکم اللہ و رسولہ الخ۔ اللہ تعالے کی محبت یہ ہے کہ بدون استحقاق کے ازلی عنایت مبذول فرمائی تھی کہ دنیا مین ایمان نصیب ہوا اور رسول اللہ صلعم کی محبت یہ ہے کہ انھون نے شریعت کا ادب سکھلایا جسکے بدون ہرگز درگاہ کبریائی کی لیاقت نہین ہوتی ہے اور مومنین کی محبت یہ ہے کہ اپنا بھائی کرلیا اور نطفہ کے بھائی سے بڑھکر جان و مال سے انکے واسطے موجود ہین **سہل** رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالے کی ولایت یون ہے کہ جسنے اس سے محبت کی اسکو بندہ برگزیدہ کرلیا اور رسول اللہ صلعم کی ولایت یہ کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول کو آگاہ فرمایا کہ فلان بندہ میرا ولی ہے پس رسول پر واجب ہے کہ جسکو اللہ تعالے نے ولی کیا اسکو ولی کرین **قال المترجم** اسی واسطے حدیث مین ہے کہ حضرت صلعم نے حضرت علیؓ سے کچھ مشورہ کیا تو بعض منافقون نے کہا کہ دمیر ہو رہی ہے اور وہ تو اپنے چچازاد بھائی سے مشورہ مین مشغول ہین تو آپ نے فرمایا کہ مین نے اسکو مشورہ کے واسطے نہین چھانٹا بلکہ اللہ تعالے نے اسکو اسواسطے چھانٹا ہے اور اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے حق مین

صحیح کہا کہ یابی اللہ والمومنون الا ابا بکر ۔ یعنے سواے ابوبکرؓ کے دوسرے کسی کو پیشواے خلق بنانے سے اوتعالے انکار فرماتا ہی اور اوتعالے کے مطیع بندے جو مومنین ہین وہ بھی انکار کرتے ہین اور یہان سے بعض بدعتیونکا قول رد ہوگیا جو کہتے ہین کہ خلافت کبریٰ حضرت علیؓ کو تھی اور خلافت صغریٰ باقی حضرات ثلثہ کو ہوئی ۔ اللہ تعالے ہدایت دے اُن بیوقوفونکو جو دین مین خواہ مخواہ بدعت نکالتے ہین قولہ ومن یتول اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ہم الغالبون ۔ یعنے جسکے حق مین اللہ تعالے کی طرف سے محبوب بنالینا واقع ہوا کہ اس کو اپنی محبت ومشاہدہ عطا کرکے ولی بنایا اور جسکے حق مین آنحضرت کی طرف سے ولی بنانا واقع ہوا بایطور کہ اوتعالے کی بندگی مین اس نے حضرت رسول اللہ صلعم سے موافقت کی یعنے ہرطرح آپکی سنت پر مستقیم رہا اور جسکے حق مین مومنون کی تولیت ودوستی واقع ہوئی بایطور کہ اُنکے چہرون سے اُسکو انوار غیب نظر آئے تو ایسا شخص اللہ تعالے واُسکے رسول صلعم ومومنون کا محبوب ہوا اور ایسا شخص ہمیشہ بسبب مدد ونصرت الٰہی کے اپنے نفس وشیطان پر غالب ہوگا **قاسم**ؒ نے کہا کہ اللہ تعالے سے موالات جبھی ہوتی ہی کہ رسول اللہ صلعم سے موالات ہو اور رسول اللہ صلعم سے موالات جبھی ہوتی ہی کہ مومنین صالحین سے موالات ہو پس جسنے اہل ایمان سے موالات نہ رکھی اسکو موالات الٰہی عزوجل سے کچھ بھی حاصل نہوگا چنانچہ حدیث مین ہی کہ جسنے ہم مین سے یعنے مومنین مین سے بڑے کی تعظیم نہ کی وہ ہممین سے نہین ہی اور جسنے اپنے سے چھوٹے پر شفقت نہ کی وہ ہم مین سے نہین ہی **قال المترجم** حدیث مین آیا ہی کہ یہ امت بھی قیامت کے قریب مانند یہود ونصاریٰ کے حرکتین کریگی اور آثار قیامت مین بھی مذکور ہی کہ اس امت کے پچھلے لوگ اپنے اگلون پر طعن کرینگے چنانچہ فرقہ رافضہ نے توسب سے پہلے اسلام مین یہ بات ایجاد کی کہ نفس وشیطان کے گمراہ کرنے سے بزرگون پر طعن کرنے لگے اور اس زمانہ مین عموماً یہ بلا پھیل گئی ہی اللہ تعالے راہ مستقیم کی ہدایت فرماوے **قال الشیخ** اور بعض نے فرمایا کہ حزب اللہ وہ خاص بندے ہین جو اللہ تعالے کی طاعت مین ٹھیک قائم رہتے ہین اب اللہ تعالے نے موالات یہود ونصاریٰ سے منع کرکے عموماً کافرون ومشرکون مع بدعتیون ومنافقون وفاسقون کی موالات سے صریحاً یا دلالۃً منع فرمایا بقولہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ

اے ایمان والو رفیق نہ پکڑو انلوگونکو جو ٹھہراتے ہین تمھارا دین ہنسی اور کھیل اور جنکو

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ

کتاب دیے گئے تم سے پہلے اور وہ جو کافر ہین اور ڈرو اللہ سے اگر

مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ

یقین رکھتے ہو اور جسوقت پکارو نماز کو اسکو ٹھہراوین ہنسی اور کھیل یہ اسواسطے

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝

کہ وہ لوگ بے عقل ہین

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ یہ خطاب ہی سچے مومنون کو اور جو لوگ سچا مومن ہونا چاہین اُنکو بھی شامل ہی اگرچہ وقت نزول خطاب کے وہ موجود نہین تھے یعنے ای ایسے بندے جنکی صفت ایمان الٰہی ہی ۔ **لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ** ۔ مت بناؤ ان لوگونکو جنھون نے تمھارے دین کو ہزو اور لعب بنایا ہی اُسکے ۔

اہل کتاب کو اور کافرون کو اپنا اولیا دوست ف الذین مع صلہ کے مفعول اول ہی اور مفعول دوم اولیا ہی یعنے ایسے لوگونکو اولیا دوست بنائیو
یہہ جنکو دوست بنانے سے منع کیا انکی صفت کلی یہ بیان فرمائی کہ جنھون نے تمھارے دین کو ہزو اور لعب بنایا یعنے ایسی چیز بنالیا جس سے
ٹھٹھا کھیل کرتے ہین حاصل یہ کہ اہل کتاب یہود و نصاری کو اور دیگر کفار آگ و بت وغیرہ پوجنے والونکو دوست بنائیو اور یہ بیان بر سبیل
تفہیم ہی کیونکہ یہ بات ظاہر ہی کہ سوا اہل کتاب و کفار کے دیگر بہت سے فرقۂ آتش پرست وغیرہ ہین کہ وہ بھی اپنی جہالت سے اسلام کی
شرع کو بدون غور کرنے کے ٹھٹھا بناتے ہین پس ظاہر ہوا کہ بدعتی وغیرہ جو ظاہر مین مسلمان بنتے اور نیچر کے لباس مین چھپے پھرتے ہین اور اذان
و نماز وغیرہ شرائع کو پرانا طریقہ کہکر ٹھٹھا کرتے ہین یہ سب انھین لوگو مین شامل ہین اور خلاصہ کلام یہ کہ جس شخص کو دیکھا جاوے کہ دین اسلام
کی باتون مین سے کسی بات پر ٹھٹھا کرتا ہی وہ اسی حکم مین ہی۔ **وَاتَّقُوا اللّٰهَ** ۔ اور تقوی رکھو اللہ تعالے سے بایں طور کہ ایسے گمراہون سے
موالات چھوڑدو۔ **اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ** ۔ اگر تم سچے ایمان والے ہوف تو راہ توحید و اسلام پر چلو کہ جو شخص راہ توحید کی
کسی بات پر ٹھٹھا کرتا ہو وہ دوست نہین بلکہ دشمن ہی۔ **وَاِذَا نَادَيْتُمْ** ۔ ای و الذین اذا دعوتم۔ **اِلَى الصَّلٰوةِ** ۔ بالاذان
اور وہ لوگ ہین کہ جب تم بلاتے ہو نماز ادا کرنے کی طرف اذان کے ساتھ تو۔ **اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا** ۔ نماز کو ہزو اور لعب
بناتے ہین یعنے اس سے ٹھٹھا کرتے اور آپس مین ہنستے ہین یعنے ایسے لوگونکی دوستی چھوڑدو۔ **ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ**
لَّا يَعْقِلُوْنَ ۔ انکا یہ کھیل بنالینا اسی وجہ سے ہی کہ یہ قوم بے عقل ہین انکے پاس فقط حواس کام دیتے ہین جیسے جانورون کے
حواس کام دیتے ہین اگرچہ انکے حواس بہت سی چیزین بنانے مین بظاہر بہت خوبصورت نظر آوین جیسے بعضے جانورونکے کام بہت
عجیب و غریب ہوتے ہین آذان پر بھی بعض اہل نفاق و کفر نے تمسخر کیا تھا اور اذان پر ایسی حرکتین انھین لوگونکا کام ہی جو شیطان کے
پیرو ہین چنانچہ اذان سے شیطان کا بھاگنا اور بری حالت سے خوار ہونا احادیث صحاح مین مصرح ہی اور ابن ابی حاتم نے زہری سے روایت
کی کہ انھون نے اسی آیت سے اذان کا کلام مجید مین مذکور ہونا بیان کیا اور بعض نے کہا کہ قولہ اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ مین بھی
اذان مذکور ہی تو وہ مخصوص جمعہ کی لفظ کے ساتھ ہی اور یہان ہر نماز کے واسطے ہی سدی سے روایت ہی کہ مدینہ مین ایک نصرانی رہتا
تھا جب وہ مسلمانون کی اذان مین موذن سے اشہد ان محمدا رسول اللہ کا کلمہ سنتا تو کہتا کہ جل جاوے جھوٹا۔ پھر ایک روز رات کو وہ
اور اسکے گھر والے سوتے تھے کہ اسکا خادم آگ لایا اسمین سے ایک شرارہ اڑا اور گھر مین نہایت جلد و تیز آگ لگ گئی نوکر تو نکل بھاگا اور
وہ مع گھر اور گھر والون کے جل مرا۔ (رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر) خوب سچ ہوا کہ جو جھوٹا تھا وہی جل گیا اور محمد بن اسحق نے ذکر کیا کہ رسول اللہ
صلعم سال فتح مکہ مین خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوے اور بلال رض ساتھ تھے حکم دیا کہ اذان کہے اور ابوسفیان بن حرب اور حرث بن ہشام وغیرہ
تین آدمی فناء کعبہ مین بیٹھے تھے ایک نے کہا کہ فلان بزرگ تھا کہ ناگوار کلام سننے سے پہلے مرگیا۔ اور حرث بن ہشام نے کہا کہ اگر واللہ
مین جانتا کہ وہ حق پر ہی تو مین اسکی پیروی اختیار کرتا اور ابوسفیان نے کہا کہ مین کچھ نہین بولونگا اور اگر بولا تو یہ سنگریزے میری خبر دینگے
پس اتنے مین آنحضرت صلعم نکلکر ان لوگون کے پاس آئے اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا جو تم نے باتین کین پھر وہ باتین بعینہ آپنے بیان کردین
تو عتاب و حرث نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ رسول اللہ ہین ہمارے پاس یہان کوئی نہ تھا کہ ہم یہ گمان کرین کہ اسنے جا کر آپسے
کہدیا ہو۔ ابومحذورہ نے اپنا قصہ اسطرح نقل کیا کہ حنین سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع لشکر جب واپس آتے تھے تو راہ مین ہم نے
بھی دیکھا پس ایک مقام پر حضرت صلعم کے موذن نے اذان دی تو ہم لوگون نے اسکی آواز پر ٹھٹھے سے آوازین لگائین اور رسول اللہ

صلعم نے اسکو سنا اور سمجھکر ہم سب کو پکڑ بلایا یہانتک کہ ہم آپ کی حضور مین کھڑے کیے گئے پس آپ نے فرمایا کہ مین نے تم مین سے کس کی
آواز بلند سنی تو قوم نے میری طرف اشارہ کیا اور انھون نے سچ کہا پس آپ نے مجھے روک رکھا اور باقی سب کو چھوڑ دیا اور مجھے فرمایا کہ کھڑے
ہو کر اذان دے پس مین کھڑا ہوا حالانکہ مجھے کوئی چیز زیادہ مکروہ رسول اللہ صلعم و اس فعل سے نہ تھی جسکا مجھے حکم دیا مگر ناچار مین آپ کے روبرو
کھڑا ہوا اور آپ نے خود اپنی زبان سے کلمات اذان مجھے تلقین کیے جب مین اذان کہہ چکا تو مجھے بلاکر ایک تھیلی دی جس مین کچھ چاندی تھی
پھر اپنا دست مبارک ابو محذورہ کی پیشانی پر رکھا اور اسکو ابو محذورہ کے چہرے تک مسح کرتے لائے پھر میرے دونون پستان تک لائے
پھر جگر پر لائے یہانتک کہ آپ کا دست مبارک مسح کرتا ہوا ابو محذورہ کی توندی تک پہونچا پھر فرمایا کہ اللہ تعالے تجھین برکت کرے
پس مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے حکم دیجیے کہ مین مکہ مین اذان کہا کرون تو آپ نے فرمایا کہ ہان مین نے تجھے اجازت دی اور جو کچھ حضرت
صلعم کی طرف سے مجھین کراہت تھی وہ سب جاتی رہی اور بجاے اسکے آپکی محبت مجھین بھر گئی الحدیث ایسا معجزہ بارہا واقع ہوا ہے ف
قال فی العرائس قولہ تعالے واذا نادیتم الی الصلوۃ اتخذوہا ہزوا ولعبا ۔ ندا حق انھین خاص بندون کے کان مین آتی ہے جنھون نے ندا
ازلی کو سنکر قبول کا جواب محبت کے ساتھ دیا تھا اس سے ظاہر ہوا کہ اذان اس آواز غیب کا نمونہ ظاہر اور حقیقت باطن ہے اور اسکا
جواب بنا دینا وہی جواب ہے جو ازل مین دیا تھا کہ ہان تو ہمارا معبود ہے اور یہی بھید ہے کہ ہر شخص سننے والے پر اجابت لازم ہے فلیتفکر واللہ اعلم
استاد نے کہا کہ اذان سے لوگ پکارے جاتے ہین کہ مقام مناجات مین حاضر ہون پس جسکو بلند مقام مین منزلت حاصل ہے وہ اذان
سنکر خوش و دل شاد ہو جاتا ہے اور جو حقیقت حال سے غافل ہے وہ اسکو لہو و لعب کے کانون سے سنتا ہے ۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ
تو کہہ اے کتاب والون کیا بیر ہے تمکو ہم سے مگر یہی کہ ہم یقین لائے اللہ پر اور جو ہمکو اترا اور جو اترا
مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً
پہلے اور یہی کہ تم مین اکثر بے حکم ہین تو کہہ مین تمکو بتاؤن ان مین کس کی بُری جزا ہے
عِنْدَ اللّٰهِ ۭ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ
اللہ کے ہان وہی جسکو اللہ نے لعنت کی اور اسپر غضب ہوا اور اُنہین بعضے بندر کیے اور
الْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۭ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ
سور اور پوجنے لگے شیطان کو وہی بدتر ہین درجہ مین اور بہت بہکے
السَّبِيْلِ ۝
سیدھی راہ سے

یہود نے آکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ رسولون مین سے کن پر ایمان لاتے ہین تو آپ نے وہ آیت پڑھ دی جسمین اللہ
تعالے و ملائکہ و انبیا علیہم السلام پر ایمان لانے کا ذکر ہے اور اسمین عیسی علیہ السلام کے سچے رسول ہونیکا بھی ذکر ہے تو جب آپ نے
عیسے علیہ السلام کو بھی ذکر کیا تو کہنے لگے کہ ہم کسی دین کو اس دین سے زیادہ بدتر نہین جانتے ہین پس نازل ہوا قولہ قُلْ
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ ۔ کہدے کہ اے یہود یو ۔ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ ۔ تم نہین انکار کرتے ہو ہم سے ۔ اِلَّآ اَنْ

آمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۔ مگر یہ کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور جو ہم پر اتارا گیا اور جو ہم سے پہلے اتارا گیا دیگر انبیاء سابقین پر ۔ وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ اور تم میں اکثر فاسق ہیں اور معنے یہ ہیں کہ تم نہیں انکار کرتے ہو مگر ہمارا ایمان لانا حالانکہ یہ ایسی بات نہیں جو انکار کی جاوے حاصل آنکہ ای یہودیو تم نہیں انکار کرتے ہمسے مگر یہی بات کہ ہم ایمان میں داخل ہوئے اور تم ایمان سے خارج ہوئے اور فاسق وہی ہے جو طاعت سے خارج ہو اور بیضاوی وغیرہ نے وجوہ دیگر بھی بیان کیے ہیں اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا یعنے ای اہل کتاب تم نہیں انکار کرتے یا نہیں عیب لگاتے ہو ہمپر مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور قرآن پر اور اگلے انبیاء کیطرف اتاری ہوئی کتابوں پر حالانکہ یہ کوئی طعنہ وعیب کی بات نہیں ہے پس استثنا منقطع ہے اور قولہ وان اکثرکم فاسقون یعنے ای یہودیو تم کچھ منکر نہیں مگر یہی کہ بہتیرے تم میں سے فاسق وخارج از ایمان ہیں اور ہم لوگ ایمان لائے ہیں پھر فرمایا ۔ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ ۔ کہدے بھلا میں تم کو خبر دیدوں بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ ۔ اس سے بدتری ۔ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۔ از راہ ثواب کے اللہ تعالیٰ کے یہاں یعنے جس چیز سے تم انکار کرتے ہو اور عیب لگاتے ہو اسکو اعتقاد رکھنے والوں سے بھی بدتر نتیجہ والے تمکو بتلادوں حاصل آنکہ بھلا میں تمکو بتلادوں کہ جس دین والوں کو تم بدتر کہتے ہو اس سے بدتر بدلے والے کون ہیں پھر بتلادیا ۔ ہو ۔ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۔ ہو وہ شخص ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے لعنت کی یعنے غضب کرکے رحمت سے دور کردیا ۔ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ ۔ اور انمیں سے بعضے بندر وسور کردیے یعنے مسخ کرکے صورتیں بگاڑ دیں اور یہ لوگ یہودی ہیں اور یہودی خود بیان کرتے ہیں کہ روز سنیچر جو عبادت ہی کے واسطے خاص کردیا گیا تھا انمیں نافرمانی کرنے سے بندر ہوگئے اور بعض دیگر ایسے ہی نافرمانی سے سور کیے گئے اور واضح ہو کہ ایک قوم نصاریٰ میں سے بھی سور کردیے گئے تھے پس حکم آیت کریمہ کا جملہ اہل کتاب کو شامل ہوگا حاصل اپنے زعم میں جنکو بدتر کہتے ہو فقط اتنی بات ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر برحق جانتے ہیں تو انسے بدتر تمکو بتلاؤں وہ قوم جسکو اللہ تعالیٰ نے غضب کرکے ملعون کردیا اور انہیں ظاہر صورت بھی مسخ کرکے بندر وسور بنالیے اور جس قوم نے بت پوجے چنانچہ فرمایا ۔ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ۔ ای ومن عبد الطاغوت وہو الشیطان بطاعتہ ۔ اور وہ بدتر ہے جسنے پوجا طاغوت کو یعنے شیطان کو بایں طور کہ شیطان کی پیروی کی اور واضح رہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ یہ لوگ انہیں مسخ کیے ہوئے بندروں وسوروں کی اولاد ہیں کیونکہ جو مسخ ہوئے تھے انکی نسل نہیں رہی اور نہ انسے نسل ہوئی اور نہ وہ تین روز سے زیادہ زندہ رہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ بندر وسور انہیں یہود کی نسل ہیں جو مسخ ہوئے تھے پس آپ نے فرمایا کہ نہیں اور اللہ تعالیٰ نے جب کسی قوم کو انہوں کرکے مسخ کیا تو انکی نسل ہرگز نہیں رکھی ہے اور بندر وسور تو اللہ تعالیٰ کے مخلوق پہلے سے موجود تھے پھر جب اللہ تعالیٰ نے یہود پر غضب کیا تو مسخ کرکے بندروں وسوروں کے مثل کردیا رواہ مسلم وابوداؤد والطیالسی واحمد پھر ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حاصل معنے یہ ہیں کہ ای اہل کتاب تم جو ہمارے دین میں طعن کرتے ہو حالانکہ ہمارا دین یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرتے ہیں اسکے سوائے کسی کی پرستش نہیں کرتے ہیں تو تم بھلا ہم میں کیا طعن کروگے تمہارا تو یہ حال ہے کہ شیطان تمنے پوجا اور نافرمانیاں تمنے اس درجہ سخت بدترین کہ ملعون ہوکر بندر وسور کیے گئے اسیواسطے فرمایا ۔ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا ۔ یعنے

لوگوں کا ٹھکانا بہت بدتر ہی کیونکہ دوزخ ہی اُنکا ٹھکانا ہی۔ وَأَضَلُّ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۔ اور نہایت گمراہ ہیں سواء السبیل سے یعنی راہ حق سے اور اصل سواء یعنے وسط ہی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جو ٹھیک وسط میں راہ ہو وہی مستقیم ہوگی لہٰذا چاہیے یون کہا جاوے کہ راہ مستقیم سے سخت گمراہ ہیں اور بہت ہی دور بھٹکے ہوے ہین

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ

اور جب تم پاس آوین کہین ہم یقین لائے اور منکر ہی آئے تھے اور اسیطرح نکلے اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ۝ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

خوب جانتا ہی جو چھپا رہے تھے اور تو دیکھے بہتا اُنہین دوڑتے ہین گناہ پر اور زیادتی پر

وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ

اور حرام کھانے پر کیا برُے کام ہین جو کر رہے ہین کیون نہین منع کرتے اُنکے درویش

وَالْأَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ

اور علما گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے کیا برُے عمل ہین جو کر رہے ہین

وَإِذَا جَاءُوكُمْ ۔ اے اہل ایمان جب یہود کے منافق تمھارے پاس آتے ہین۔ قَالُوا آمَنَّا ۔ تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے ہین یعنے یہ قوم غضب الٰہی مین گرفتار ہی سوا اسکے چند لوگون کے چنانچہ انہین سے بعض کا دل ایمان کیطرف چلا تو وہ بھی منافق ہین کہ تمھارے پاس آکر ایمان ظاہر کرتے ہین ۔ وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ ۔ حال یہ کہ تمھارے پاس آئے تب بھی کفر سے ملتبس تھے وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ... اور جب تمھارے پاس سے نکلے تب بھی کفر سے ملتبس نکلے ایمان ہرگز نہین لائے اگرچہ ظاہر مین کہدیا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ۔ اور اللہ خوب جانتا ہی جو نفاق وہ اپنے دلون مین چھپاتے ہین۔ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِنْهُمْ ۔ اور دیکھتا ہی تو بنظر تعجب کہ یہود مین سے بہتیرے ہین۔ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ کہ جھوٹ بولنے مین اور ظلم مین جلدی کرتے پڑتے ہین غرضکہ جھوٹ و بدگوئی مین اور ہر طرح کی بیجا حرکتون مین گھسنے کیلیے جلدی کرتے ہین۔ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۔ اور اپنی حرام خوری مین تیز ہین جیسے خوب رشوتین کھاتے ہین۔ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔ البتہ نہایت بدتر ہی اُنکا یہ عمل اور یہود کے چھوٹے بڑے سب کے سب گناہ کرنے مین یکسان دلیر ہوگئے چنانچہ فرمایا۔ لَوْلَا ۔ حرف زجر ہی ای ہلا۔ يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ منہم ۔ یعنے انہین سے جو احبار و ربانی بنتے ہین وہ کیون نہین یہود کو منع کرتے ہین۔ عَنْ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ ۔ اُنکے اثم کہنے سے یعنے جھوٹ بولنے سے۔ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۔ اور حرام کھانے سے منع کیا کرین مگر اللہ عزوجل کی نافرمانی مین اُنکے علما خود رشوتین کھانے لگے اور جھوٹے فتوے دینے لگے اللہ تعالےٰ اہل ایمان کو ان قبائح اعمال سے پاک فرماوے و پاک رکھے۔ اہل اسلام کو غور کرنا چاہیے کہ جھوٹ بولنے اور خلاف شرع چلنے و ظلم و تعدی کرنے و حرامخواری و رشوتستانی کی صفتین اُن یہودیون کی تھین جنپر اللہ تعالےٰ نے غضب کرکے اُنکو ملعون و بندر و سور بنادیا تھا پھر کئی صدی گذرنے کے بعد اہل اسلام مین بھی یہ بلائین پھیلین اور انھون نے یہی عادتین اختیار کین اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی تھی کہ یہ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلیگی وہ ظاہر ہونا شروع ہوا یہانتک کہ اس زمانہ مین افعال کی خرابی بدرجہ غایت پہونچ گئی افسوس کہ رشتہ نہین

جو تم حضرت خالق عز وجل کی جناب مین توحید و ایمان سے سر جھکانے والی تھی وہی اس حال مین اپنے آپکو خوار کیے ہوئے ہر اب اگر ہمارے عیوب سبب وقت بھر جاوین تو بعید نہین حالانکہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ تعالٰے کے فضائل مین دفتر بھرے ہین بالجملہ اسلام و دین محمد صلعم اپنی سچی خوبی کا ہر لیکن عموماً جو اہل اسلام نظر آتے ہین انکو اور ہمکو اللہ تعالٰے دین اسلام نصیب کرے اور یہود و نصاریٰ کی بد خصلتون سے بچاوے چنانچہ آیت مین عموماً یہود کا حال مذکور ہوا کہ عوام و خواص کی حرکات نہایت خراب و معصیت تھی اور اللہ تعالٰے نے فرمایا۔ لَبِئۡسَ مَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ۔ اور بہت بری ہر وہ چیز جو یہود کے سرگروہ کرتے تھے یعنے عوام کو بری حرکتون سے منع نکرنا اور یہان سے معلوم ہوا کہ جو امور شرع مین منکر ہین اُنسے عوام کو منع کرنا چاہیے۔ واضح ہو کہ جو آیات اسطرح مذمت مین وارد ہین تو جیسے افعال پر مذمت ہر ویسے اہل اسلام کو بھی باز رہنے کی تعلیم ہر اور علی ہذا جو اسی طور پر اگلے لوگون کی کسی نیکوکاری کی تعریف ہر وہ بھی اہل اسلام کو تعلیم ہر اور نیز اسلوب بلاغت سے ماہران علوم قرآن دیگر وجوہ مین بھی سمجھتے و نکالتے ہین چنانچہ قولہ تعالٰے وکتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس الآیہ مین علما کا اجماع ہر کہ یہی آیت اہل اسلام پر بھی واجب التعمیل ہر اگرچہ شروع آیت مین یون ہر کہ اور فرض کیا ہمنے بنی اسرائیل پر کتاب توریت مین یہ کہ الی آخر الآیۃ۔ لیکن چونکہ آخر آیت مین بصیغۂ عموم فرمایا ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون۔ تو سمجھ لیا گیا کہ ہمکو تعلیم دی اور ایسی خوبی کے ساتھ کہ جو اس سے نافرمانی کرنیوالے گذرے انکا انجام ایسا خراب ہوا پس ماہر فن بلاغت اور دانشمند حکیم ایسے مقامات کو دیکھکر قرآن مجید کے معجز و انتہائے درجۂ بلاغت پر ہونے کا اقرار کرتا ہر بالجملہ آیت کریمہ اہل توحید کو تعلیم ہر اور اسی پر دلالت کرتا ہر جو ابن عباس رضی نے کہا کہ قرآن مجید مین اس آیت سے زیادہ کوئی آیت توبیخ و سرزنش کرنیوالی نہین یعنے قولہ لولا ینہاہم الربانیون تا قولہ یصنعون۔ رواہ ابن جریر اور مانند اسکے ضحاک رح نے بھی روایت کی ہر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی نے خطبہ پڑھا اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ ای لوگو تمسے اگلی امتون و اسے لوگ اسی وجہ سے برباد ہوے کہ معصیات و گناہون کے پابند ہوگئے اور علما و فقہا نے انکو منع نہین کیا پھر جب بڑھ چلے تو عذاب الٰہی نے انکو پکڑ لیا سو تم لوگ شرعی اچھی باتونکے بجا لانے کے لیے لوگونکو فہمایش کرو اور جو باتین شرع مین منع ہین انسے لوگون کو منع کرو پہلے اُسوقت کے آنے سے کہ تمپر وہی بلا نازل ہو جاوے جو انپر نازل ہوگئی اور آگاہ رہو کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کسی کی روزی نہین کاٹ سکتا اور نہ کسیکی موت کو وقت سے پہلے لاتا ہر رواہ ابن ابی حاتم و ابوداؤد اور جریر رضی نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا کہ نہین کوئی مرد جو ایک قوم کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ لوگ اُسکے رُوکنے پر قدرت رکھتے ہون پھر انھون نے نہ روکا مگر ضرور انکو اللہ تعالٰے عذاب مین مبتلا کردیگا قبل اسکے کہ وہ لوگ مرین (رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ) واضح ہو کہ آپسمین بھائی مسلمانونکو ایک دوسرے کو سمجھانے و منع کرنے مین خوش خلقی و خوش زبانی و نیک ڈھنگ سے سمجھانا چاہیے اور کسیکی تحقیر و تذلیل نہ کرین اور اللہ تعالٰے نے جو فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا و صابروا و رابطوا و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ اسپر اپنا دار و مدار رکھین والسلام ف قال فی العرائس قولہ تعالٰی لولا ینہاہم الربانیون الآیہ۔ ربانی وہ علما ہین جو اللہ تعالٰے و اسکے حقوق کے عارف ہون اور احبار وہ علما ہین جو اللہ تعالٰے و اسکے عذاب و ثواب کے جاننے والے ہون یعنے جنکو عرف مین اولیاء و فقہا کہتے ہین پس آیت مین ان دونونکو تحذیر فرمائی کہ عوام اہل اسلام کو ہر طرح خوش زبانی سے جھڑکی سے مال سے مارنے سے جہان جسطرح مناسب ہو سمجھاوین و راہ حق پر لاوین اور انکو انکے نفس پر نچھوڑین و نافرمانیون سے منع کرین اور صاف فرمادیا کہ جو شخص دین مین مداہنت کریگا اگرچہ وہ عالم ربانی و ولی و مجتہد فقیہ کیون نہو ضرور اسکو اللہ تعالٰے

یعنی اگلی امتون پر نازل ہوچکی ۱۲م

عذاب کریگا اور حضرت رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہین کوئی مرد کہ ایک قوم کے پڑوس مین رہکر انکے روبرو گناہ کرے اور وہ اسکا ہاتھ نہ روکین مگر اسکو یقینی جان لو کہ اللہ تعالےٰ ان سب کو اس عذاب مین مبتلا کریگا ۔ واسطیؒ نے کہا کہ ربانی وہ علماے عارفین ہین جو جانب حق سے مخلوق کے اندازہ ومقدار کو جانتے ہین اور احبار وہ لوگ ہین جنکو معروف کا حکم کرنا اور منکرات سے منع کرنا سپرد ہوا ہے

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ

اور یہود کہتے ہین اللہ کا ہاتھ بندھ گیا انہین کے ہاتھ باندھے جاوین اور لعنت ہے انکو اس کہنے پر بلکہ اسکے دونون ہاتھ

مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ

کھلے ہین خرچ کرتا ہے جسطرح چاہے اور اس حکم سے جو تم کو اترا

اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ

تیرے رب کی طرف سے انکو بڑھے گی شرارت اور انکار اور ہمنے ڈال رکھی ہے انمین دشمنی اور بیر

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ

قیامت کے دن تک جب ایک آگ سلگاتے ہین لڑائی کے واسطے اللہ اسکو بجھاتا ہے اور دوڑتے ہین

فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ○

ملک مین فساد کرتے اور اللہ نہین چاہتا فساد والون کو

وقف لازم

اللہ تعالےٰ نے یہود سے توریت مین مضبوط عہد لیا تھا کہ جب محمد رسول اللہ صلعم مبعوث ہون تو ضرور اسپر ایمان لاوین اور نصرت ومدد کرین پھر انکے علما نے مبعوث ہونے کے وقت اپنے مریدون کے مسلمان ہوجانے کے ڈر سے انکار کیا کہ انکی آمدنی وپیری جاتی رہیگی پس حضرت صلعم کی نعت وصفت کو بدل ڈالا اور چھپایا اور طرح طرح کی نافرمانیان ظہور مین آئین پس جس چیز سے انھون نے چھپایا تھا وہی بلا اللہ تعالےٰ نے انپر ڈالی کہ مال سے انکو تنگی پہونچی حالانکہ پہلے سب سے زیادہ مالدار لوگ تھے اور جب انھون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا اور نمانا تو اللہ تعالےٰ نے انکو محتاج کرنا شروع کردیا تب مردود زبان درازی کرنے لگے پس اللہ تعالےٰ نے ان کافرون کا قول بیان فرمایا ۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۔ مغلول کی صورت یہ ہوتی ہے کہ دونون ہاتھ اٹھاکر گردن کی طرف باندھ دیے جاوین پس یہود مردود نے جو مغلولہ کہا تو معنے یہ کہ بقبضہ مین لینے اور کھینچ ہوئے ہین اس بات سے کہ ہمپر رزق کا ادرار ہو اور برابر جاری رہے اور مراد ان کافرون کی یہی تھی کہ وہ بخیل ہے نعوذ باللہ من کلمۃ الکفر ۔ اور تعالےٰ ایسی باتون سے پاک ہے اور یہودیون کی یہ نئی بات نہین بلکہ پہلے گذرا کہ خبیث کہتے تھے کہ ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء ۔ ویسے ہی یہان کہا کہ ید اللہ مغلولۃ ۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہودیون کی یہ مراد نہ تھی کہ اسکے ہاتھ جکڑے ہوئے نیست ہین بلکہ یہ مراد لیتے تھے کہ بخل کی وجہ سے جو اسکے پاس ہے وہ روکے رکھا ہے یہی مجاہد وغیرہ علماے تابعین نے مثلہ بیان کیے ہین اور صریح وہ ہے جو محمد بن اسحاق نے ابن عباس سے روایت کی کہ نباش بن قیس یہودی نے کہا کہ تیرا پروردگار بخیل ہے خرچ نہین کرتا تو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا وقالت الیہود ید اللہ مغلولۃ اور عکرمہ نے کہا کہ یہ قول فنحاص یہودی کا تھا جسنے اللہ تعالےٰ کو فقیر بھی کہا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسکو تھپیڑ مارا تھا ۔ بالجملہ یہ یہودیون کا

قول تھا معلوم نہین کرکتنون نے کہا پھر اللہ عزوجل نے فرمایا۔ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ ای امسکت عن فعل الخیرات نیکیاں کرنے سے یہودیون کے ہاتھ مغلول ہوے یا اللہ تعالےٰ کی طرف سے غضب بھرا ہوا حکم اس اسلوب پر ہے جیسے بد دعا کیجاتی ہے اور یہ حسن بلاغت بطور محاورہ زبان عرب ہے ورنہ اللہ تعالےٰ کیطرف سے قطعی حکم غضب ہے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ کلام مجید مین بندون کے مناسب بول چال پر فہمایش ہے لیکن معنے مین شان جناب باری تعالےٰ ملحوظ ہے اور فرمایا۔ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ای ملعون ہوے اپنے اس قول سے قیامت تک اللہ تعالےٰ کے نزدیک بھی اور جن وانس و تمام مخلوقات کے نزدیک بھی پھر رد کر دیا اور حقیقی حال بیان فرمایا۔ بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوْطَتَانِ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ۔ بلکہ اُسکے دونون ہاتھ مبسوط ہین جیسے چاہتا ہے نفقہ دیتا ہے قال المفسر جیسے مغلول ہونا ہاتھ کا کنایہ ہوتا ہے بخل سے ویسے ہی بسط الید کنایہ ہوتا ہے جود و سخاوت سے اور بہت خرچ کرنے سے چنانچہ قولہ تعالیٰ ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطها کل البسط الآیہ مین دونون معنے ظاہر ہین پس یہان جو فرمایا کہ بل یداہ مبسوطتان تو یہ نہایت جود سے موصوف ہونے کا کنایہ ہے یعنے اسکے یہ معنے نہین ہین کہ او تعالےٰ عزوجل کیواسطے دو ہاتھ ہین اور وہ دونون پھیلے ہوے ہین کیونکہ او تعالےٰ جسم و جسمانیات اور ہر چیز سے پاک و الگ ہے کوئی چیز اسکے مانند و مشابہ نہین ہے چنانچہ خود فرمایا لیس کمثلہ شیٔ الآیہ۔ بلکہ مراد اس سے کنایہ از کمال بخشش ہے اسیواسطے یہود نے اگرچہ کہا تھا کہ ید اللہ یعنے لفظ ید واحد کہا تھا مگر اُنکے رد مین او تعالےٰ نے تثنیہ کر دیا چنانچہ یداہ کہا تاکہ مفید کثرت ہو کیونکہ سخی جب اپنا مال نہایت درجہ پر دینا شروع کرے تو یہ کریگا کہ دونون ہاتھون سے دیوے پس یہ اشارہ ہے کہ او تعالےٰ نہایت ہی کریم و سخی و جواد ہے لیکن حکمت سے سخاوت ہے اور وہ پاک پروردگار بالکل قادر مختار ہے جسطرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہے کم و زیادہ دیتا ہے اور واضح ہو کہ مفسر نے جو معنے بیان کیے یہ اچھی تاویل ہے اور بعض نے قدرت و نعمت وغیرہ سے تاویل کی ہے اور توضیح مقام یہ ہے کہ ید کا لفظ عرب کے محاورہ مین چند معنے پر بولا جاتا ہے ہاتھ جو عضو معروف ہے و بمعنے قدرت و بمعنے نعمت و بمعنے تائید و بمعنے ملک و بمعنے سخاوت پس عضو معروف کے معنے تو جناب باری تعالےٰ کی شان مین محال ہین اور فرقہ مجسمہ و یہود جو او تعالےٰ کی شان مین جسم و جسمانیات کا اعتقاد رکھتے ہین وہ کافر بیوقوف ہین اور دیگر معانی مذکورہ بجسب موقع ہو سکتے ہین لیکن یہان بمعنے قدرت و نعمت و ملک مناسب نہین ہان بمعنے جود و سخاوت مناسب ہین جیسا کہ بیان ہوا اور امام رازی نے شیخ ابو الحسن الاشعری سے نقل کیا کہ ید اور وجہ وغیرہ صفات خاصہ ہین اور اُن کی ماہیت نہین معلوم لیکن قطعًا و یقینًا وہ اعضاء جوارح معروف یا کوئی چیز مخلوق کے مانند نہین جیسا کہ فرقہ گمراہ مجسمہ و یہود اعتقاد کرتے ہین اور جماعت محدثین کا بھی یہی مذہب ہے کہ جو شیخ اشعری سے منقول ہوا اور امام غزالی کے استاد وغیرہ محققین متکلمین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور یہ مذہب سدید و قوی ہے بشرطیکہ کوئی جاہل گمراہ یون نہ سمجھے کہ ہاتھ کے لفظ سے جو اسکے تصور مین آتا ہے وہ مراد ہے جیسے عرش کی لفظ سے جو تصور مین آتا ہے یعنے تخت مربع یا کسی شکل کا مراد نہین ہے بلکہ وہ تخت ہے جسکی ماہیت و صورت وہم و گمان سے خارج ہے جیسے دیگر صفات الٰہی علم و قدرت و سمع و بصر کا حال ہے جیسے ذات الٰہی عزوجل تصور و قیاس و گمان و وہم سب سے پاک برتر ہے ویسے ہی اسکے جملہ صفات بھی پاک ہین لیکن چونکہ عوام لوگ سمجھ سے ناقص ہوتے ہین لہذا علما نے تاویل کا طریقہ اختیار کیا اور حدیث ابی ہریرہؓ مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ید اللہ ملاٰی لا تغیضها نفقۃ سحار اللیل والنهار ارایتم ما انفق منذ خلق السموات والارض فانہ لم ینقص ما بیدہ وکان عرشہ علی الماء و بیدہ الاخری الفیض او القبض یرفع و یخفض رواہ البخاری و مسلم اور کثرت سے احادیث و آیات ہین جنمین ید و وجہ

ان لعنۃ تا بداء ۱۲ — ید اللہ علی الجماعۃ ۱۲ — بیدہ عقدۃ النکاح ۱۲

وغیرہ صفات کا اثبات ہی اور ائمہ تصوف و اکابر اولیا سب متفق ہیں کہ یہ صفات صحیح ثابت ہیں اور انکار کرنے والے معتزلہ وغیرہ بدعتی فرقے ہیں جنکو انوار باطن سے کچھ نصیب نہیں اور تفصیل اس مقام کی بہت بسط چاہتی ہی انشاء اللہ تعالے کسی دوسرے مقام پر مذکور ہوگی۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُم مَّا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ ۔ یعنے قرآن — طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۔ اور تیرے رب کی طرف سے جو قرآن تجپر اترا ہی وہ انہین سے بہتیرون کو طغیان و کفر بڑھا وے گا ف کیونکہ قرآن سے کفر کرتے ہیں حاصل آنکہ سوا ے بعض یہود کے جو مسلمان ہوے ہیں باقی بہت سے یہودیونکو قرآن سے طغیان و کفر زیادہ بڑھتا ہی چنانچہ فرمایا وننزل من القرآن ما ہو شفاء ورحمۃ للمومنین ولا یزید الظالمین الا خسارا ۔ یعنے ہم قرآن سے جو اتارتے ہیں وہ مومنون کے حق میں شفا ہی اور ظالمین کو اس سے خسارہ ہی بڑھتا ہی۔ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۔ اور ہمنے قیامت تک انہین باہمی عداوت و بغض ڈال دیا ف پس انہین سے ہر فرقہ دوسرے سے مخالف ہی خواہ فقط دین میں یا دنیا میں بھی لیکن یہ مخالفت باہم فریقون میں ہی اور اہل ایمان مشاہدہ کرین کہ یہی حالت نصاری میں موجود ہی اور حضرت ابراہیم نخعی تابعی رحمہ اللہ نے کہا کہ معنے یہ کہ دین کے بارہ میں انہین خصومات وجدال پڑے رہینگے (رواہ ابن ابی حاتم) اور یہ قطعًا واقع ہی پھر یہ معجزہ صدق کلام حضرت سید المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہوا و اضح ہو کہ آپ نے اس امت کیواسطے بھی فرمایا کہ یہود و نصاری کے قدم بقدم چلیگی چنانچہ بطور مشاہدہ ہی کہ مدت سے تو بدعتی لوگ مانند معتزلہ و جہمیہ وغیرہ کے اہل حق سے خلاف کرتے تھے اب اہل حق آپسمین پھوٹ گئے اور دین کے بارہ میں متفق نہین رہے اور یہ سخت بد علامت ہی اللہ تعالے آپسمین اتفاق دے اور انکو راہ مستقیم حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی سچی محبت سے نصیب کرے پھر یہود کو بیان کیا کہ۔ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ ۔ ہر بار جب انھون نے لڑائی کی آگ بھڑکائی ف یعنے نبی صلعم سے لڑائی کرنے کے لیے جب آگ جلائی۔ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۔ تب ہی اسکو اللہ تعالے نے بجھا دیا ف یعنے جب انھون نے لڑائی کا ارادہ کیا تب ہی اللہ تعالے نے انکو مردود کیا بایں طور کہ حضرت صلعم کو انپر فتح دی یا وے آپسمین جھگڑا کرنے لگے اور مومنون کے ساتھ لڑائی کرنے سے باز رہے اور بیضاوی میں کہا کہ یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ لوگ جب ہی کسی سے لڑے تب ہی مردود ہوے یعنے مغلوب ہوے چنانچہ جب انھون نے حکم توریت سے مخالفت کی تو اللہ تعالے نے انپر بخت نصر کو مسلط کیا پھر جب دوبارہ فساد کیا تو انپر قسطوس رومی کو مسلط کیا پھر تیسری بار فساد کیا تو انپر مجوس کو مسلط کیا پھر چوتھی بار فساد کیا تو اللہ تعالے نے توریت و انجیل منسوخ کر کے اہل اسلام اہل قرآن کو مبعوث فرمایا اور یہ سب خوار ہوے۔ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا ۔ اور چلتے ہیں زمین میں درحالیکہ فساد ہیں یعنی مفسد ہیں ہیں اپنے گناہون سے زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں۔ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۔ اور مفسدونکو اللہ تعالی پسند نہین کرتا ف یعنے اللہ تعالے انکو عذاب کرتا ہی اور بجاے ضمیر کے مفسدین کا لفظ ظاہر لانے میں اشعار ہی کہ آخرت میں تو عذاب ہوگا لیکن فساد کرنیوالے دنیا میں بھی عذاب پاوینگے ف قال فی العرائس قوله بل یداہ مبسوطتان بنفق کیف یشاء اللہ تعالی نے بندونکی سمجھ کے لائق مثال نہین بلکہ تمثیل فرمائی کہ دست قدم اور دست بقاء دو صفت ہیں پس دست قدم یعنے قدرت قائمہ بذات پاک ہی بمقتضاے ارادہ برگزیدہ بندے ایجاد فرماتا ہی اور بقا سے تربیت ہی

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ

اور اگر — کتاب والے — ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم اتار دیتے — انکی — برائیاں — اور انکو داخل کرتے

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ

نعمت کے باغون مین　اور اگر وہ　قائم رکھین توریت　اور انجیل کو　اور جو اترا　انکو

رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ ۹

انکے رب کیطرف سے　توکھاوین اپنے اوپر سے　اور　پاؤن کے　نیچے سے　کچھ لوگ　انمین سے　سیدھے ہین　اور ع ۱۰

كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝

بہت　انمین سے　برے کام کر رہے ہین

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا - اور اگر اہل کتاب (یہود و نصاری) ایمان لاتے ف یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے - وَاتَّقَوْا - اور کفر سے بچتے - لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ - تو انکے اوپر سے انکے گناہون کو ہم کفارہ کردیتے یعنے انکے گناہون کا انسے مواخذہ نہوتا کیونکہ صحیح مین ثابت ہوا کہ اسلام لانا اگلے گناہونکو مٹا دیتا ہے - وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ - اور ہم انکو جنات نعیم مین داخل کرتے ف حاصل آنکہ اگر وہ کفر چھوڑکر ایمان لاتے تو دنیا مین انکے پہلے گناہو کا مواخذہ نہوتا اور آخرت مین مغفور ہوکر اہل اسلام کے ساتھ جنت مین داخل ہوتے - وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ - اور اگر اہل کتاب یعنے یہود و نصاری توریت و انجیل کو قائم کرتے ف یعنے ان دونون کتابون مین جو کچھ احکام ہین ان سب کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے اور منجملہ ان احکام کے ایک یہ بھی تھا کہ محمد صلعم کے مبعوث ہونے کے وقت انپر ایمان لاکر پیروی کرین پس اگر یہ لوگ توریت و انجیل کے جملہ احکام پر عمل کرتے تو ضرور تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لاتے - وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ - اور جتنی کتابین انپر انکے پروردگار کیطرف سے اتاری گئی ہین سب پر قائم رہتے لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ - تو کھاتے اپنے اوپر سے اور اپنے پیرونکے نیچے سے ف کنایہ ہے کہ انپر رزق کی وسعت دیدی جاتی اور ہر طرف سے انپر رزق کا فیضان ہوتا اور واضح ہو کہ توریت و انجیل و تمام کتابون پر قائم ہونے کے یہ معنے نہین ہین کہ ایک ہی وقت مین ان سب کے احکام بجا لاتے کیونکہ یہ ہو نہین سکتا اسلیے کہ توریت مین بہت چیزین حرام تھین وہ انجیل مین حلال ہوئین اور ایسے ہی قرآن مجید مین بہتیرے احکام سابقہ منسوخ ہوے بلکہ اقامت کے یہ معنے ہین کہ جسطرح ان پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا اسی طرح عمل کرتے اس سے تجاوز نہ کرتے پس صحف ابراہیم علیہ السلام وغیرہ پر اقامت یہ کہ انکو سچ جاننا اور توریت پر اقامت یہ کہ جبتک منسوخ نہ تھی تب تک اسکے سب احکام پر عمل کرنا اور جب انجیل سے بعض احکام منسوخ ہوے تو باقی احکام توریت پر و ناسخ احکام انجیل پر عمل کرنا پھر جب انجیل منسوخ ہوئی تو قرآن مجید پر پورا پورا عمل کرنا یہی اقامت ہے اور یہانسے معلوم ہوا کہ شرائع سابقہ جسقدر منسوخ نہین ہوے وہ واجب العمل ہین جیسا کہ جمہور علما کا مذہب ہے اور حضرت محمد صلعم پر ایمان لانے کا حکم توریت مین سے منسوخ نہین ہوا بلکہ انجیل سے اسکی تاکید صریح ہوگئی اور بعض نے کہا کہ ما انزل الیهم من ربهم سے مراد قرآن مجید ہے کیونکہ قرآن مجید جو آنحضرت صلعم پر اترا وہ تمام مخلوقات کی طرف اترا ہے کیونکہ سب پر اسکی تعمیل احکام واجب ہے اور ابن عباس نے قوله لاكلوا من فوقهم مین کہا کہ مراد یہ ہے کہ آسمان انپر ادرار کرتا اور زمین انکے واسطے خوب اگاتی اور آیت مین دلیل ہے کہ اللہ تعالے کی فرمانبرداری کرنا روزی کی کشایش کا سبب ہے تو بندہ مطیع کو بہت کچھ رزق بواسطہ طاعت الٰہی حاصل ہوتا ہے اور یہ آیت

بمانند قولہ ولو ان اہل القری آمنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض یعنے جو گاؤن عذاب سے ہلاک کیے گئے اگر وہان کے لوگ ایمان لاتے اور شرک سے باز رہتے تو انپر اللہ تعالے آسمان وزمین سے برکات کشادہ کردیتا اور نیز فرمایا ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب - اور نیز فرمایا فقلت استغفروا ربکم انہ کان غفارا الآیات پس جو بندہ مومن کہ سب طرح حسب حال اپنے مطیع ہے اسکو طاعت سے رزق وسیع حاصل ہوتا ہے اور اقامت احکام الٰہی پر انسان کو چاہیے کہ جناب باری تعالے سے توفیق طلب کرے اور مضبوطی سے قائم رہے ور نہ حدیث زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حضرت صلعم سے کوئی بات بیان کیگئی یا آپنے بیان فرمائی پھر فرمایا کہ یہ بات علم جاتے رہنے کے وقت ہوگی تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم کیونکر جاتا رہیگا حالانکہ ہم لوگ قرآن پڑھتے ہین اور اپنے بیٹون کو پڑھاتے ہین اور وہ اپنے بیٹونکو پڑھاوینگے یہی قیامت تک ہوتا رہیگا تو آپنے فرمایا ای لبید مین تجھے مدینہ کے لوگون مین سے دین مین زیادہ سمجھدار جانتا تھا ارے کیا یہ یہود و نصاری توریت و انجیل کو نہین پڑھتے حالانکہ جو کچھ ان کتابون مین ہے اس سے کچھ نفع نہین پاتے ہین رواہ احمد وابن ماجہ وابن ابی حاتم قال ابن کثیر اسنادہ صحیح الحاصل اہل کتاب جس کتاب پر ایمان لانیکا دعوی کرتے ہین اگر اسپر پورے احکام سے ٹھیک عمل کرتے اور قرآن پر ایمان لاتے تو اس محتاجی و ذلت مین نہ پڑتے بلکہ اللہ تعالے انکو دنیا مین بھی عزت وثروت و برکت دیتا مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ - اہل کتاب مین سے ایک امت اقتصاد کے ساتھ ہے یعنے وہ ان کتابون پر عمل کرتی ہے اور جو کچھ اللہ تعالے کی طرف سے نازل ہوا اسپر ایمان لاتی ہے اور یہ وہ لوگ ہین جو بمقتضائے عمل واقامت کتب سابقہ کے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے مانند عبداللہ بن سلام و انکے ساتھیون کے علماے یہود مین سے اور مانند نجاشی بادشاہ حبشہ و اسکے ساتھیون کے نصاری مین سے پس یہ لوگ تو مطیع رہے - وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ - اور بہتیرے انمین سے بہت برے کام کرتے ہین ابن کثیر نے تفسیر مین لکھا ہے کہ بنی اسرائیل مین سے نیک لوگونکے واسطے بلند و اعلی مقام بھی اقتصاد قرار دیا اور اس امت مرحومہ کیواسطے اقتصاد درجہ اوسط ہے اور اس سے اوپر مرتبہ سابقین چنانچہ فرمایا - ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ ذلک ہو الفضل الکبیر پھر ہمنے کتاب الٰہی کا وارث ایسے لوگونکو بنایا جنکو ہمنے اپنے بندون سے چھانٹ لیا ہے یعنے انمین سے اپنی جان پر ظالم ہین اور بعضے درمیانی چال چلتے ہین اور بعضے اللہ تعالی کی ارادت سے نیکیون کی جانب سبقت کرنے والے ہین اور یہی بڑا فضل ہے - اھ - اور صحیح یہ ہے کہ یہ تینون اقسام جو اس امت سے بیان فرمائے ہین سب جنت مین داخل ہونگے قال المترجم احادیث صحیح سے بھی یہی ثابت ہوا اور ظاہر ہے کہ مقتصد اور سابق بالخیرات کے جنتی ہونے مین تو کلام نہین ہے فقط ظالم لنفسہ مین کلام ہوتا ہے تو یہ ظلم انکا اپنے نفس پر ہے جو انہین طاعت حق تعالے ہے جیسے آیہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات مین انسان کو ظلوم جہول فرمایا حالانکہ یہ اسی انسان کو فرمایا جو امانت اٹھانیوالا ہے بالجملہ اس آیت کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے کلام لطیف آویگا پھر شیخ نے اسکے بعد یہود و نصاری و اس امت کے متفرق ہونے کی حدیث ذکر کرکے کہا کہ یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہوئی ہے اور مؤلف فتح البیان نے لکھا کہ اس حدیث مین اخیر کا جملہ یعنے سب دوزخی ہین سوائے ایک فرقے کے تو اس جملہ کی نسبت ایک جماعت نے کہا کہ ضعیف روایات مین آیا ہے بلکہ ابن حزم نے کہا کہ یہ جملہ بنا کر حدیث مین لگا یا گیا ہے قال المترجم ابو داؤد و ترمذی نے اسکو یا دستی کے ساتھ روایت کیا ہے اور اسمین شک نہین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم جس حال پر آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے ویسا فرقہ تو ضرور جنتی ہے پھر جس فرقہ نے اختلاف کیا اور جماعت سے نکلا اسکی نفی ہے ہان یہ امر قابل بحث ہے کہ جماعت سے مخالفت و افتراق کرنیوالا فرقہ دائمی دوزخی ہے یا نہین تو خطابی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ستفترق امتی ۔ کا لفظ کہا اسمین دلالت ہی کہ وہ امت سے خارج نہونگے اور مترجم کہتا ہی کہ یہ استدلال کچھ نہین ہی اسواسطے کہ افتراق طاری ہونیکے وقت وہ امت تھی کیونکہ اگر اسوقت بھی امت مسلمان نہوتی تو وہ افتراق کسی اور امت کا فرقہ مشرکہ کا ہوتا نہ امت مسلمہ کا پس حدیث سے اسیقدر ثابت ہوا کہ افتراق طاری ہونیکے وقت وہ مسلمان تھے پھر آیا بعد مفترق ہونے کے بھی مسلمان رہے تو یہ حدیث سے ثابت نہین بلکہ حق یہ ہی کہ اہل بدعت مین بعض اقسام ایسے ہین کہ انکے کافر و مرتد ہوجانے پر دلائل قائم ہین پس وہ مرتد فرقہ ہوگا نہ مسلمان بھلا یہ نہین دیکھتے کہ صحیح مسلم و ابوداؤد و الترمذی مین حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہی ولا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین وحتی تعبد قبائل من امتی الاوثان وانہ سیکون من امتی ثلثون کذابا کلہم یدعی انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی الی آخر الحدیث ۔ یعنے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت قائم ہونے سے پہلے ضرور میری امت کے چند قبائل مشرکون سے ملجاوینگے یعنے مشرک ہوجاوینگے اور ضرور میری امت کے چند قبائل بتونکو پوجینگے اور ضرور عنقریب میری امت سے تیس آدمی انتہا کے جھوٹے ہونگے ہر ایک انمین سے نبوت کا دعوی کریگا حالانکہ مین خاتم المرسلین ہون میرے بعد کوئی نبی نہین ہی الحدیث پس اس سے ثابت ہوا کہ امت اسیوقت تک تھی کہ ان پر فساد طاری ہوا پھر بعد فاسد ہونے کے ظاہر ہی کہ مشرکین سے لاحق ہونے والے یا بت پوجنے والے یا نبوت کے دعوی کرنیوالے ہرگز مسلمان نہین ہین لہذا تحقیق ہوا کہ جس حال پر صحابہ رضی اللہ عنہم تھے اسی سے مخالف و مفترق ہونے والا فرقہ باستدلال شرعی دیکھا جاوے کہ اسکا کیا حال ہی چنانچہ اگر بت وغیرہ پوجنے لگا ہی تو قطعاً کافر ہی اور اگر دین مین ایسی کوئی بدعت نکالی ہی جسپر کفر کا حکم نہین دیا جائیگا تو وہ مبتدع ہی کافر و مرتد نہین ہی فافہم ف قال فی العرائس قولہ تعالے ولو انہم اقاموا التوراۃ والانجیل الآیہ ۔ اسمین اشارہ ہی کہ اگر اعمال خیر بجالانے مین وہ مستقیم رہتے اور شہوات نفسانی جلی یا خفی کے پیرو نہوتے تو انپر انوار ملکوت کشف ہوتے کیونکہ انکی ارواح و عقول مین یہ قوت حاصل ہوتی پھر قولہ ومنہم مقتصد ۔ سے ظاہر فرمایا کہ انمین بعض ایسے ہین کہ جن مین اس کمال کی استعداد ہی ۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَۖ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥۚ

اے رسول پہونچادے جو تجھپر اُتارا گیا تیرے رب سے اور اگر یہ نہ کیا تو تونے اس کا پیغام کچھ نہ پہونچایا

وَٱللَّهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ ٱلنَّاسِۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهۡدِي ٱلۡقَوۡمَ ٱلۡكَٰفِرِينَ ۝

اور اللہ تجھکو بچالیگا لوگون سے البتہ اللہ راہ نہین دیتا ہے منکر قوم کو

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغۡ مَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ مِن رَّبِّكَ ۔ اے رسول جو کچھ تجھپر تیرے رب کی طرف سے اُتارا گیا وہ پہونچادے ف کچھ بھی مخفی مت رکھ یعنے اسمین سے کوئی چیز اس خوف سے مت چھپائیو کہ شاید لوگون کیطرف سے تجھے ایسی چیز پہونچے جسکو تو بُرا جانتا ہی ۔ وَإِن لَّمۡ تَفۡعَلۡ فَمَا بَلَّغۡتَ رِسَالَتَهُۥ ۔ اور اگر تونے تمام وہ چیز نہ پہونچادی جو تجھپر اُتاری گئی ہی تو تونے اللہ تعالے کی رسالت نہین پہونچائی ف کیونکہ بعض باتین چھپانا جیسے کل چھپانا کیونکہ حرمت ساقط ہوگئی پھر رسالت بلفظ مفرد اکثرون کی قراءۃ ہی اور نافع و ابن عامر و ابوبکر نے رسالات بلفظ جمع پڑھا ہی ولیکن چونکہ مقام نفی تبلیغ کا ہی پس نفی اور رسالت واحدہ ابلغ ہی بہ نسبت نفی جمع کے کما صرح فی علم البیان اور واضح ہو کہ ما لفظ مفید عموم ہی پس آنحضرت صلعم پر فرض تھا کہ جو کچھ اُتارا گیا اسکو امت کو پہونچا دین اور اسمین سے کچھ نہ چھپا دین اور اسمین صریح دلیل ہی کہ جو کچھ نازل

ہو ادہ آنحضرت صلعم نے تبلیغ کردیا اپنے خوب واضح کھلے کھلے لوگون کو سنا دیا اور کچھ بھی کسی سے پوشیدہ نہین رکھا اسیواسطے صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ جسنے زعم کیا کہ محمد صلعم نے وحی مین سے کچھ چھپایا تو وہ جھوٹا ہی اللہ تعالے فرماتا ہی یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الآیہ ۔ اور نیز صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ اگر محمد صلعم قرآن مین سے کچھ چھپانے والے ہی ہوتے تو یہ آیت چھپاتے وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشی الناس واللہ احق ان تخشاہ ۔ حاصل آنکہ جب ایسی آیت نہین چھپائی تو اور کچھ کیون چھپاتے اور بعض عقیدوں یہ گمان کیا کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم بعض اسرار سے مخصوص تھے اور قرآن مین مصحف فاطمہؓ و مصحف علی بھی شامل تھا یہ سب کفر و افترا و بہتان ہے عن ہارون بن عنترہ عن ابیہ روایت ہی کہ ہم لوگ حضرت ابن عباسؓ کے پاس تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا کہ ہم لوگون کے پاس بعضے آدمی آتے ہین اور ہمکو یہ خبر سناتے ہین کہ تم اہلبیت کے پاس کچھ ایسی باتین ہین جنکو رسول اللہ صلعم نے لوگون پر ظاہر نہین فرمایا ہی تو ابن عباسؓ نے کہا کہ ایسے تو یہ نہین جانتا کہ اللہ تعالے نے فرمایا یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ قسم اللہ تعالے کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمکو اس قدر بھی نہین دیا کہ جس قدر سپیدی مین سیاہی ممکن ہو (رواہ ابن ابی حاتم) **وقال ابن کثیر** ہذا اسناد جید اور ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ السوائی سے روایت ہی کہ مین نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بھلا آپ اہلبیت کے پاس کچھ وحی ایسی بھی ہی جو قرآن مین مکتوب نہین ہی تو فرمایا کہ ہرگز نہین ہی قسم ہی اسی ذات پاک کی جسنے دانہ اُگایا اور آدمی پیدا کیے ہین لیکن ہان قرآن مین سمجھ البتہ ہی جسکو اللہ تعالے کسی بندہ کو دیدیتا ہی اور یہ جو میرے اس صحیفہ مین ہی تو مین نے عرض کیا کہ آپکے اس صحیفہ مین کیا ہی آپنے فرمایا کہ اسمین مین نے دیت دینے کے مسائل و رقیدی کا چھٹانا اور یہ کہ کافر کے عوض مسلمان قتل نہین کیا جائیگا لکھ رکھا ہی (رواہ البخاری) **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ آنحضرت صلعم کی امت نے آپکے واسطے گواہی ادا کی کہ آپنے رسالت و امانت الٰہی کو خوب طرح سے تبلیغ فرما دیا جبکہ آپ نے حجۃ الوداع کے خطبہ مین ان لوگون سے گواہی طلب کی تھی اور اسوقت آپکے اصحاب مین قریب چالیس ہزار آدمی کے موجود تھے چنانچہ صحیح مسلم کی روایت مین جو جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ہی منجملہ آپکے خطبہ کے مذکور ہی کہ آپنے اُس روز خطبہ مین فرمایا کہ لوگو تمسے میرے حال کو دریافت کیا جائیگا سو تم کیا کہو گے تو لوگ بولے کہ ہم گواہی دینگے کہ آپنے رسالت کی تبلیغ کی اور امانت الٰہی ادا کردی اور خوب نصیحت کردی الی آخر الحدیث اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ تعالے وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ یعنے اگر تونے کوئی آیت چھپائی منجملہ اسکے جو تیرے پروردگار کیطرف سے تجپر نازل ہوئی ہین تو تونے اسکی رسالت نہین پہنچائی ۔ **وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ** ۔ اور اللہ تعالے حفاظت مین رکھیگا تجکو بندون سے ف یعنے تو رسالت الٰہی پہونچا اور کچھ خطرہ مت کر کہ اللہ تجھے اپنی حفاظت مین رکھیگا اور کوئی شخص تجھے ہلاک نہین کرسکتا ہی اسوقت عرب مین چھوٹی لڑائیان ہوتی تھین اور اکثر خواب مین لوگ اپنے دشمنون کو مار ڈالتے تھے لہذا اصحابہ جان نثار بھی رات مین مسلح ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دیا کرتے تھے روایت ہی کہ جب آیت اُتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تم لوگ پہرہ مت دو کہ اللہ تعالے نے میری حفاظت فرمائی (رواہ الحاکم واحمد والترمذی) اوہام ناقص اسطرف دوڑتے ہین کہ جنگ احد مین آنحضرت صلعم کو زخم پہونچے حالانکہ یہان حفاظت مین فرمایا ہی اور بعض نے جواب دیا کہ یہ آیت بعد واقعۂ احد کے نازل ہوئی اور ابن ابی حاتم کی روایت مین احد کین نازل ہونا مروی ہوا ہی لیکن یہ جواب متکلف ہی اور ظاہر یہ ہی کہ آنحضرت صلعم ہر وقت محفوظ تھے اور توریت وغیرہ مین مصرح ہی کہ اللہ تعالے اس پیغمبر مصطفی کو وفات نہ دیگا جبتک کہ ملت جو اسوقت بہت کج و ٹیڑھی ہوگئی ہوگی وہ ٹھیک راست ہوجاوے اور اسی پر دلالت کرتا ہی قولہ تعالے واللہ متم نورہ ولو کرہ المشرکون لہذا مفسر رح نے

کہا اے محمد ان لوگون سے یعنے تجکو اللہ تعالی محفوظ رکھیگا کہ وہ تجکو قتل نہین کر سکینگے پس اور کسی قسم کے صدمہ و چوٹ وغیرہ سے حفظ کا وعدہ نہین ہے حتی کہ یہود یہ خیبر یہ نے آپکو زہر دیا اور ایکنے آپ پر جادو کیا چنانچہ تفسیر سورۂ معوذتین مین انشاء اللہ تعالی بیان ہوگا اور مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی کیجاتی تھی یہانتک کہ یہ آیت نازل ہوئی پس آپنے فرمایا کہ تم لوگ اپنی جگہ پھر جاؤ کہ اللہ تعالی نے مجھے محفوظ کر دیا رواہ الحاکم یعنے اللہ تعالی کے آگاہ فرمانے سے مجھے معلوم ہوگیا کہ اب بطریقہ عالم اسباب سے حفاظت کرنا مجھپر لازم نہین ہے بلکہ اللہ تعالی نے یہ تکلیف مجھپر سے مرتفع کر دی اور یہانسے ظاہر ہوا کہ بطریقہ عقل کا برتاؤ کرنا انسان پر لازم ہے اگرچہ قطعی یقین رکھے کہ جملہ تاثیر فقط اللہ تعالی کی طرف سے ہے لہذا یہ حفاظت رکھے کہ چراغ جلتا نچھوڑے اور آگ کھلی نچھوڑے اور گڑھے بدھنے ڈھکے رکھے اور سانپ بچھو دن کی زہریت مین جہانتک ممکن ہے حفاظت کرے اور سنکھیا کھانے و مانند اسکے افعال و حرکات سے احتراز رکھے لیکن جو شخص یہ سمجھے کہ میری حفاظت ہی سے بچاؤ ہوا ہے وہ کافر ہے پس جو لوگ کہتے ہین کہ اگر ایسا نہ کرتے تو یہ نہوتا حالانکہ ضرور ہے یہ کام کیا تھا انھون نے شیطان کو اپنے اوپر مسلط کیا اور جس شخص نے بدون احتیاط کے کوئی کام کیا اگر اسکو دوسرا اندیشہ سمجھاوے کہ تونے بد احتیاطی مین خطا کی تو اچھی نصیحت ہے لیکن یہ اعتقاد نکرے کہ اگر یون احتیاط کرتا تو ایسا نہوتا بلکہ اسکے یہ معنے ہین کہ مقتضائے عقل سے چلنا لازم تھا اسمین تونے کیون خلاف کیا پس اگر تو احتیاط کی راہ چلتا پھر بھی ایسا واقع ہوتا تو تو معذور رہتا اسیواسطے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی کو بدون تحریر و گواہی کے قرضہ دے اور قرضدار اس سے منکر ہو جاوے تو عاقبت مین سزا پاویگا لیکن دنیا مین قرضخواہ کی دعا اس بارہ مین قبول نہوگی کیونکہ اللہ تعالی نے قرض لین دین مین تحریر و گواہی کا حکم دیا ہے اور یہین سے اکثر مسائل فقہ مین یون دلیل لائی جاتی ہے کہ جسنے خود اپنی جانب احتیاط نہ کی لہذا قاضی اسکی جانب احتیاط نکریگا مثال اسکی یہ کہ زید نے بکر سے ایک کتاب خریدی اس شرط سے کہ تین دن تک مجھے اختیار ہے یعنے تین روز کی جانکر پرانتے داموں کو لیے جاتا ہون پھر تیسرے روز پھیرنے لایا اور بیچنے والا روپوش ہوگیا یہانتک کہ تین دن گذر گئے اور بیع لازم ہوگئی تو اس مسئلہ مین اگر تیسرے روز مشتری نے جاکر قاضی سے درخواست کی کہ بائع منہ چھپا گیا ہے لہذا آپ اسکی طرف سے کوئی شخص قائم کر دین جسکو مین پھیر دون تو نوادر مین امام محمد رح سے مروی ہے کہ قاضی اسکو نہین قبول کریگا اسواسطے کہ اسکو جب بائع کی جانب سے یہ احتمال تھا تو اسنے کوئی کفیل لیکر مضبوطی کیون نہ کرلی پس جب اسنے خود اپنی احتیاط نہ کی تو قاضی بھی اسکی رعایت نہ رکھیگا فافہم اور یہان سے ظاہر ہوا کہ توکل یہ نہین ہے کہ آدمی کام و کمائی چھوڑدے اور اسباب سلطنت و آلات حرب ایجاد کرنے یا مہیا کرنے مین تدابیر اور ہنر کو کام مین نہ لاوے حتی کہ بلاد اسلام مقہور ہو جاوین اور جو لوگ گوشۂ فقیری مین کمائی کی تدبیر نہین کرتے غلط جہالت ہے اور عجب کہ یہ لوگ ہاتھ بڑھا کر کھاتے ہین اور سردی سے جان بچاتے ہین اور کوٹھے سے سیڑھی تا کل کر اترتے اور بچانہ جانے مین سب طرح عالم اسباب کی تدابیر کا برتاؤ کرتے ہین مگر مفت خوری کی چاٹ مین لوگون کو مجہول بناتے ہین اور فوج و سلطنت کی بربادی کراتے ہین حتی کہ مسلمانون کو نتیجہ تقدیر مین بہکا کر غلط معنے بتلاتے ہین اور اقالیم انھین مکارون کی شیطنت سے خراب ہوئے اعاذنا اللہ تعالی من شرہم اللہم اہدنا الصراط المستقیم اور صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالی پر ہر کام مین توکل کرے یعنے حواس قدرت کو کام مین لاوے لیکن یہ نہین کہ اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا بلکہ وہی پیدا ہوگا جو اللہ تعالی پیدا کریگا پس کامل کوشش و مشورت سے کام کرے اور اس حالت مین یقین رکھے کہ نتیجہ وہ پیدا ہوگا جو اللہ تعالی نے چاہا ہے اور ہر کام کا پیدا کرنیوالا اللہ تعالی ہے روایت ہے کہ ایک سفر مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت سے تلوار لٹکائی اور استراحت فرمائی کہ ناگاہ ایک اعرابی نے آپکی تلوار کھینچکر کہا کہ آپکو مجھ سے کون

بچاویگا ۔ آپنے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ پس اسنے تلوار رکھدی اور بیٹھ گیا پھر آپنے اسکو عفو کیا (الصحیحین) دوسری مرتبہ ایک اعرابی نے ایسا کیا تھا تو اسکے ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑی اور آپنے اٹھاکر فرمایا کہ اب تجھے کون بچاویگا اسنے کہا کہ معاف فرمائیے (الصحاح) اور محمد بن کعب القرظی وغیرہ سے مرسل روایت مین ایک اعرابی کا حال مذکور ہے کہ اسنے بھی اسیطرح سفر مین ناگہان آکر تلوار کھینچکر آپ پر حملہ کیا اور کہا کہ کون بچاویگا آپنے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ پس اعرابی کے ہاتھ کانپنے لگے اور تلوار گر پڑی اور اسنے اپنے سر کو ایک درخت مین اس زور سے مارا کہ بھیجا ناک کے راستہ آگیا (رواہ ابن جریر) روایت ہی کہ جبرئیل علیہ السلام نے اسکو درخت سے ٹکرادیا تھا اور آیت مین دلیل ہی کہ جن امور کا اللہ تعالےٰ نے جسطرح حکم دیا ہی انکے اسطرح بجالانے مین اپنے وہم و وساوس سے خوف نہ کرے اور اللہ تعالےٰ اُسمین حفاظت فرماویگا ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ اللہ تعالےٰ قوم کافر کو راہ نہین دیتا ۔ ف اس سے معلوم ہوا کہ قولہ من الناس ۔ مین الف لام عہد کا ہی یعنے کافر مراد ہین اور معنے یہ کہ اللہ تعالےٰ تجکو کافرون سے بچاویگا کہ وہ تجکو قتل نہین کرسکینگے متعدد روایات مین ہی کہ جنگ احد مین بہت سے کافر آپ کے قتل کے ارادہ سے نکلے اور آپ کے پاس ٹھہرے اور نکل گئے آخرکار کہنے لگے کہ محمد ہمسے محفوظ کیے گئے ہین ہمنے ہرچند تلاش کیا اور نہ پایا ۔ اور یہین سے ظاہر ہو گا کہ بدون تاثیر الٰہی کے خطا کرتی ہی اور فقط نگاہ پر کسی امر کا یقین نہین ہوسکتا لہذا فرقہ نیچر نے جو یہ دعوی کیا کہ دوربین سے آسمان نہین سوجھتا ہی پس آسمان کے وجود سے انکار کیا اور آیات و احادیث کا انکار کر گئے تو یہ لوگ گمراہ ہین ف قال فی العرائس قولہ تعالےٰ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک الآیۃ ۔ اللہ تعالےٰ جل جلالہ نے اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات باعظمت و کبریا سے تخویف کی تاکہ آنحضرت صلعم کے دل مین سوائے حق عز و جل کے کوئی باقی نہ رہے اور تمام مخلوق انکی آنکھ سے ساقط ہو جاوے اور مخلوق کی بیماریان و عیب ظاہر کرنے مین انسے بالکل نہ ڈرین اور آمادہ فرمایا کہ جو نور و شفا اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا اسکو اچھی طرح پہونچادین تاکہ پرہیز کرنے والا مریض اچھا ہو جاوے اور بدپرہیز مرجاوے واسطی نے کہا کہ وحی رسالت بیان کرنیکا حکم دیا جو اُتارا گیا ہی اور معارف بیان کرنے کا حکم نہین دیا کیونکہ حقائق رسالت کے اگر پہاڑ پر رکھے جاوین تو وہ پگھل جاوے مگر اہل عالم کو بقدر انکی طاقت کے تھوڑا ظاہر کیا جاتا ہی تو نہین دیکھتا کہ یون فرمایا ۔ بلغ ما انزل الیک من ربک اور یون نہین فرمایا ما تعرفنا بہ الیک یعنے تمام معرفت بیان کردے (یہ حکم نہین دیا) اور وہ انوار عرفان جو قلب محمد صلعم پر ظاہر ہوئے انکی کوئی بشر طاقت نہین رکھتا ہی اور وہ وحی رسالت نہین اور نہ قابل بیان ہی بلکہ عین معرفت ہی ۔

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰیۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ
تو کہہ اے کتاب والو تم کچھ راہ پر نہین ہو جبتک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو تمکو اترا ہی تمھارے رب سے

وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا ج فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ
اور اُنمین بہتون کو بڑھیگی اس کلام سے جو تجکو اترا تیرے رب سے شرارت اور انکار سو تو افسوس مت کھا اس قوم

الْکٰفِرِیْنَ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ
منکر پر البتہ جو مسلمان ہین اور جو یہود ہین اور صابئین اور نصاری جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر

وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ○
اور پچھلے دن پر اور عمل کرے نیک تو انپر نہ ڈر ہی اور نہ وہ غم کھاوینگے

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ ۔ اے یہود و نصاری ۔ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ ۔ تم دین مین کسی ایسے حال پر نہین ہو جسکا کچھ شمار

ہو حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۔ یہانتک کہ قائم کرو تم توریت کو اور انجیل کو ف یعنے توریت پر قائم ہو اگر یہود
بنے ہو پس قرآن پر ایمان لاؤ اور انجیل کو قائم کرو اگر نصرانی ہو پس قرآن و توریت پر ایمان لاؤ اور انجیل کے احکام پر عمل کرو ۔ وَمَآ اُنْزِلَ
اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ ۔ اور قائم کرو اس چیز کو جو تمھاری طرف اُتار آگیا ف مجاہدؒ نے کہا کہ مراد قرآن عظیم ہی اور مفسرین نے اور یکی
آیت میں ما اُنزل الیکم ۔ کو دیگر کتب آسمانی سے تفسیر کیا اور یہی ظاہر ہے کیونکہ اگر وہ قرآن ہی پر ایمان لاوین توریت و انجیل قائم کرنے کی
ضرورت نہین کیونکہ قرآن مین ان دونون کا حق جاننا تو ایمان کی شرط ہی اور عمل کرنے کے واسطے قرآن دونون کا ناسخ ہی پس مراد ما انزل سے
دیگر کتب آسمانی ہین حاصل آنکہ حکم دیا کہ تو کہدے کہ ای اہل کتاب یہود و نصاری وغیرہ تم کسی پایۂ اعتبار پر نہین ہو جبتک کہ تم توریت و انجیل
و دیگر کتب آسمانی جنکے ماننے کا دعوے کرتے ہو انپر قائم نہو اور ان کتابونکی سب بات کو پورے طور سے مانو اور اُسپر چلو کیونکہ بعض سے انکار کرنا
مثل کل کے انکار کے ہی اور جو کچھ انمین ہی بجملہ اسکے یہ بھی ہی کہ محمد صلعم پر ایمان لاؤ پس محصول کلام یہ نکلا کہ ای اہل کتاب تم کسی آسمانی دین
پر نہین ہو جب تک کہ تم جس کتاب کو مانتے ہو اُسکے موافق نہ چلو اور اسکے موافق چلنے مین ضرور ہی کہ مجھپر ایمان لاؤ اور جبکہ تم مجھپر و قرآن پر
ایمان نہ لائے تو تم اپنی کتاب پر نہ چلے کیونکہ تمھاری کتاب تمکو اسطرح ایمان لانے کا حکم کرتی ہی پس تمنے اپنی کتاب کو نہ مانا لہذا تم کچھ نہین
ہو ۔ وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ۔ یعنے قرآن ۔ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا ۔ اور بیشک تیرے
رب کی طرف سے جو کچھ تجھپر اُتار آگیا وہ اُنمین سے بہتون کو سرکشی و کفر بڑھاتا ہی ف کیونکہ وہ اس قرآن سے کفر و انکار کرتے ہین
فَلَا تَاْسَ ۔ پس مت افسوس کر ۔ عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ۔ ایسی کافر قوم پر ف جبکہ تجھپر ایمان نہ لاوین حاصل آنکہ اُنکے
حال پر جو تجکو افسوس و غم لاحق ہوتا ہی کہ یہ لوگ کافر رہے جاتے ہین اور عاقبت مین دائمی دوزخی ہونگے تو تجکو یہ غم نہین کرنا چاہیے کیونکہ
باوجود کھلے دلائل و خوبی دین کے انکار کرتے ہین ف قال فی العرائس قولہ ولیزیدن کثیرا منہم الخ خطاب الٰہی عزوجل ہی وصفت مین
ایک صفت قہر و دوسری صفت لطف پس قرآن سے جسکے دل پر صفت لطف سے تجلی کی اُسکے دل کی بینائی اس کلام کے لطیف
حکمت و اسرار دیکھکر زیادہ ہوجاتی ہی اور اسکے دقیق بیانات و معجزات سے اسکے ایمان و توحید کو ترقی ہوتی ہی اور اس نور و ترقی سے ظاہر
و باطن خطاب سے آگاہ ہوجاتا ہی اور جسکے قلب پر قرآن سے قہر کی تجلی ہوئی اسکے قلب کو تاریکی و نادانی و اندھاپن بڑھ جاتا ہی حتی کہ خطاب
ظاہر ہی اُسکی سمجھ مین نہین آتا ہی اور دم بدم اُسکا اندھاپن بڑھتا جاتا ہی کیونکہ قرآن درحقیقت صفت الٰہی ہی اور اسکی صفت کی انتہا
نہین ہی خواہ تجلی بلطف ہو یا بقہر ہو چنانچہ اگر تجلی بلطف ہو تو نور بصیرت بھی دم بدم بڑھتا جائیگا ۔ واسطیؒ نے کہا کہ یہ قوم کافر
وہی لوگ ہین جنکا گمراہ کرنا اور جنکو دریافت حکمت سے بچھیرنا اللہ تعالے نے ازل مین مقدر کر دیا ہی ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ
هَادُوْا ۔ جو لوگ ایمان لائے ہین اور جو یہودی بنے ہین ۔ وَالصّٰبِـُٔوْنَ ۔ اور جو لوگ صابی کہلاتے ہین ۔ وَالنَّصٰرٰی
اور جو لوگ نصرانی بنے ہین ف یعنے عیسی علیہ السلام کی پیروی کا دعوی کرتے ہین ف تو انمین سے کسی عوی کا اعتبار نہین ہی بلکہ حقیقت
ایمان کا اعتبار ہی چنانچہ فرمایا ۔ مَنْ اٰمَنَ ۔ جو انمین سے ایمان لایا ۔ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا ۔ اللہ تعالے
اور روز آخرت یعنے قیامت پر اور عمل کیا نیک ۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ ۔ تو ایسے مومن صالح پر کچھ خوف نہوگا ۔ وَلَا هُمْ
یَحْزَنُوْنَ ۔ اور نہ وے غمگین ہونگے ف یعنے آخرت مین اُنپر کچھ خوف و غم نہین ہی کیونکہ دنیا مین انھون نے اللہ تعالے کے
خوف سے آخرت کا غم کھایا تھا ۔ واضح ہو کہ صابئہ مین اختلاف ہی پس سعید و مجاہد سے ایک روایت مین ہی کہ وہ نصاری و مجوس مین سے

ایک گروہ ہی جنکا کچھ دین نہین اور ایک روایت مین کہا کہ یہود و مجوس مین سے ہی اور حسن رحمہ نے کہا کہ وہ مجوس کے مانند ہین اور قتادہ رحمہ نے کہا کہ وہ ملائکہ کے پوجنے والے ہین اور زبور پڑھتے ہین اور وہب بن منبہ نے کہا کہ وہ فقط اللہ تعالےٰ کے قائل ہین اور انکی کوئی شریعت نہین اور انھون نے کوئی عمل کفر پیدا نہین کیا اور ابو الزناد نے کہا کہ وہ ایک قوم قریب عراق کے رہتے ہین وہ سب انبیا علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہین اور ہر سال مین تیس روزہ رکھتے ہین اور ہر روز یمن کی طرف متوجہ ہو کر پانچ نمازین پڑھتے ہین اور صابیہ کے بارہ مین دیگر اقوال آئے ہین (ابن کثیر) اور مقصود یہ ہی کہ ہر فرقہ جو ٹھیک ایمان لایا اور نیک کام کیے یعنے شریعت محمد مصطفےٰ صلعم کے موافق بعد ازانکہ آپ مبعوث ہوے ہین تو آخرت مین ثواب عظیم سے مشرف ہوگا قال المترجم صابیہ کی تفسیر مین چونکہ اختلاف ہی اسیواسطے امام ابو حنیفہ و انکے شاگردون مین انکے ذبیحہ مین اختلاف ہی ولیکن فتوی کے واسطے واجب ہی کہ ذبیحہ حرام ہونے پر فتوی دیا جاوے کیونکہ حرمت و حلت کے درمیان دائر ہی اور واضح ہو کہ آیت مین دو احتمال ہین اول آنکہ اللہ تعالےٰ نے یہ بیان کیا کہ ہر زمانہ مین جو قوم اللہ تعالےٰ پر ایمان لائی وہ آخرت مین مغفور ہی پس حضرت موسی علیہ السلام کے وقت مین یا انکی شرع باقی رہنے کے وقت تک جو لوگ ایمان صحیح و عمل صالح پر موافق شرع کے رہکر مرے ہین وہ آخرت مین بیخوف ہونگے اور اس صورت مین صابیون ایک فرقہ اہل کتاب مین سے ہوگا اور معنے دوم یہ کہ جو فرقہ اپنے اپنے نام سے مدعی ہین تو جو شخص انمین سے ٹھیک قرآن پر عامل ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق اللہ تعالےٰ و روز آخرت پر ایمان لایا وہ بے خوف جنتی ہی اور سورۂ بقرہ مین اسکے مثل گذرا ہے۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ

ہم نے عہد لیا تھا بنی اسرائیل سے اور بھیجے انکی طرف رسول جب آیا ان پاس

رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا

کوئی رسول ایسی بات لیکر جو نہ خوش آئی انکے جی کو تو کتنون کو جھٹلایا اور کتنے کو قتل کرنے لگے اور خیال کیا کہ کچھ

تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ

خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہو گئے اور بہرے تو پھر اللہ تعالےٰ متوجہ ہوا انپر پھر اندھے اور بہرے ہوے انمین بہت

مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

اور اللہ دیکھتا ہی جو کرتے ہین

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا ف کہ اللہ تعالےٰ و اسکے رسولون پر ایمان لاوین چنانچہ موجودہ زمانہ کے یہودی اپنے باپ دادو نکی تقلید سے حضرت موسی اور انسے پہلے انبیا علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہین مگر یہ اس ایمان کا کچھ اعتبار نہین ہی۔ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۔ اور ہمنے انکی طرف بہت رسول بھیجے ف چنانچہ ایک ہزار سے زائد رسول فقط بنی اسرائیل پاس بھیجے گئے ولیکن ان کمبختون نے یہ کیا جو اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ۔ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ ہر بار جب انکے پاس رسول آیا ف یعنے انھین کی قوم مین سے جبکوئی رسول آیا ۔ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۔ ایسی چیز کے ساتھ جسپر انکے نفس نہین رغبت کرتے تھے ف یعنے شرع کے ایسے احکام لایا جنکو انکے نفوس رغبت سے نہین لیتے تھے تو اسکو نہ مانا اور اسمین زیادہ شناعت ہی کہ حق بات کے قبول کرنے مین یہانتک نفس کے پابند تھے کہ وہی قبول کرتے تھے جسپر انکے نفس کی رغبت ہو حالانکہ امر

حق ہمیشہ نفس سے خلاف ہوتا ہی تو جب کوئی رسول انکے پاس انکی خواہش نفس کے خلاف شریعت لایا۔ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا
يَقْتُلُونَ ۔ تو ان رسولوں میں سے ایک فریق کو جھٹلایا اور ایک فریق کو قتل کرتے ہین ف جیسے زکریا و یحیی علیہما السلام کو
قتل کر ڈالا اور سابق مین قصہ مذکور ہوا کہ حضرت یحیی علیہ السلام اس بات سے منع کرتے تھے کہ بھائی کی دختر سے نکاح نہین جائز ہی پس
بادشاہ نے خواہش نفس پر قتل کر ڈالا اور یقتلون کے معنے حالیہ ہین یعنے قتل کرتے ہین حالانکہ انکا قتل کرنا زمانۂ ماضی ہین واقع ہوا
تھا لیکن قتلوا نہین فرمایا بلکہ زمانۂ ماضی ہین جسوقت مین واقع ہوا اسیکو بطور حکایت کے یقتلون فرمایا جسکے معنے یہ ہوے کہ قتل کر رہے
ہین کیونکہ اسکے تصور مین زیادہ شناعت ہی اور نیز اسمین اشارہ ہی کہ قتل انبیا علیہم السلام جو نہایت شنیع فعل ہی اُس قوم کی عادت ہوگئی
تھی۔ وَحَسِبُوٓا ۔ اور انھون نے گمان کر لیا ف یعنے ان قاتلون بدکارون نے اپنے زعم مین یہ گمان کیا کہ۔ اَلَّا
تَكُونَ فِتْنَةٌ ۔ کوئی عذاب انپر نہوگا ف یعنے رسولون کے جھٹلانے و اُنکے قتل کرنے سے عذاب و غضب نہوگا فَعَمُوا
وَصَمُّوا ۔ پس حق کو دیکھنے و سننے سے اندھے و بہرے ہوگئے۔ ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۔ پھر اللہ تعالے نے اُنپر رجوع فرمایا ف
اور انکو توبہ کی توفیق دی۔ پہلے بیان ہوا کہ حضرت یحیی علیہ السلام کے قتل کرنے پر اللہ تعالے نے غضب کر کے بخت نصر حاکم بابل کو مسلط
کیا اور بنی اسرائیل کثرت سے قتل و قید ہوے آخرکار بنی اسرائیل نے توبہ کی اور وہ قبول ہوئی لیکن جس قوم کا یہ حال ہو نبوت کی شان سے
واقف ہو کر پھر دلیری کر کے قتل کرے اسکی قساوت قلبی سے سلامتی بعید ہی لہذا پھر وہی بیحرمتی اختیار کی۔ ثُمَّ عَمُوا وَصَمُّوا
كَثِيرٌ مِّنْهُمْ ۔ پھر بہتیرے انمین سے اندھے و بہرے ہوگئے۔ وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ۔ اور اللہ تعالے اُن کے
اعمال کا بصیر ہی ف مقصود یہ کہ انکو انکے کامون کی سزا دیگا اور تہدید ہی کہ وہ اگرچہ اندھے و بہرے ہین مگر اللہ تعالے خوب دیکھتا ہی
اس سے کچھ پوشیدہ نہین ہی ف قال فی العرائس قولہ وحسبوا ان لا تکون فتنۃ الآیہ۔ اللہ تعالے نے ایک قوم یہود کا حال بیان
فرمایا کہ وہ حق کے دیکھنے اور خطاب کے سننے سے اندھے و بہرے ہین کیونکہ وہ لائق اسرار نہ تھے تو غیرت حق نے اُنکی آنکھو نپر پردے
ڈالدیے اور اُنکے کانون مین گمراہی کے ٹھیٹھے دیدیے پس انھون نے عذاب سے بچنے کو نہ پہچانا کہ یہ استدراج و امتحان ہی بلکہ یہ سمجھے کہ
ہم اللہ تعالے کے نزدیک اچھے ہین اور یہ نظر نہ آیا کہ درجات کرامت سے درکات جہنم مین گرے چلے جاتے ہین پھر اللہ تعالے نے اپنی رحمت
عام سے انکو دکھلایا تو اپنی تقصیرات کو دیکھکر نادم ہوے پھر بے ادبی کی تو وہین قہر کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور توفیق کی راہ بند کر دیگئی
تو پھر وہ لوگ دل سے اندھے ہوگئے بعض نے کہا کہ اُنھون نے یہ گمان کیا کہ اپنے جی کی خواہش پر چلنے سے فتنہ مین
نہین پڑینگے پس حق بات کو دیکھنے اور سننے سے اندھے بہرے ہوے لیکن جسکو اللہ تعالے نے رحمت مین
نکال لیا وہ اس ورطہ سے نکل آیا اور اسکی ہدایت کی آنکھ کھل گئی بعض نے فرمایا کہ انکو یہ گمان تھا کہ ہم کبھی فتنہ مین نہین
پڑینگے اور نفس پر اعتماد کر کے شہوات مباحات کے مرتکب ہو کر اندھے بہرے ہوگئے

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَٰبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ
البتہ کافر ہوے وہ لوگ جنھون نے کہا کہ اللہ وہی ہی مسیح بیٹا مریم کا اور مسیح نے کہدیا تھا کہ اے بنی اسرائیل
اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّى وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ
بندگی کرو اللہ تعالے کی جو رب ہی میرا اور تمھارا مقرر جسنے شرک کیا اللہ تعالے سے تو اللہ تعالے نے اُسپر جنت حرام کردی اور

وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

اور دوزخ ہی اُسکا ٹھکانا ہے اور گنہگاروں کا کوئی مدد کرنے والا نہین البتہ کافر ہوے جو لوگ کہتے ہین کہ اللہ

ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ

تین مین کا ایک ہے حالانکہ کسی کی بندگی نہین سواے ایک معبود کے اور اگر نہ چھوڑینگے جو کہتے ہین

لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ

تو پہونچیگی ان لوگون کو جو منکر ہوے ہین دکھ کی مار کیون نہین توبہ کرتے ہین اللہ تعالے سے

وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ

اور اس سے بخشواتے اور اللہ تعالیٰ ہی بخشنے والا مہربان کچھ نہین مسیح مریم کا بیٹا مگر ایک رسول ہے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۭ

گذر چکے پہلے اس سے بہت رسول اور اُسکی ماں ولی ہے دونون کھاتے تھے کھانا

اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝

دیکھ کیسے بتاتے ہین ہم اُنکو نشانیان پھر دیکھ کدھر سے کہان اُلٹے جاتے ہین

اللہ عزوجل نے ان آیات مین نصاریٰ کے بیشتر فرقون کا کفر و بہتان بیان کیا جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں اُلوہیت گمان کرکے احمق ہو رہے ہین چنانچہ فرمایا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ یعنے واللہ کافر ہوگئے وہ لوگ جنھون نے کہا کہ اللہ وہی مسیح پسر مریم ہے اور تعجب ہے کہ مریم کا بیٹا بھی کہتے ہین پھر اسکو اللہ ٹھہراتے تھے اور پہلے بیان ہو چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُٹھائے جانے کے بعد ہی اس فرقہ کو گمراہی نے گھیرا اور ایسا کلمہ کہنے لگے اور مسیح علیہ السلام نے رسالت توحید الٰہی جو کچھ انکو پہونچائی تھی سب بھلادی۔ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ۔ حالانکہ مسیح نے عمدہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی جو میرا پروردگار اور تمھارا پروردگار ہے یعنی بنی اسرائیل کو تعلیم کی تھی کہ لائق عبادت کے کوئی بت و فرشتہ وغیرہ کچھ نہین ہے سواے ایک اللہ تعالیٰ کے جو میرا و تمھارا پروردگار ہے الوہیت اُسکے سواے کسی مین نہین ہے پس جسنے پیدا کیا وہی خالق و رازق و جامع صفات کمال معبود حق ہے اُسی کی عبادت فرض ہے پس گویا یہ کہدیا تھا کہ مین بندہ ہون اور ہرگز مین معبود نہین ہون اور معبود کیسا کہ مین شریک بھی نہین بلکہ حضرت باری جل جلالہ کی جناب مین کسی مخلوق کو شرکت نہین ممکن ہے اور جو شریک سمجھے وہ بڑا بیوقوف اور سخت جھوٹا و ظالم و خبیث ہے بلکہ یہ صریح کہدیا کہ۔ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ۔ جو کوئی کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے نہ خواہ افعال مین شرک کرے اسطرح کہ جو باتین اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت قرار دی ہین وہ کسی مخلوق کے واسطے بجالاوے مثلاً کسی کے واسطے روزہ رکھے یا نماز پڑھے یا سجدہ کرے یا رکوع کرے یا ہاتھ باندھ کر تعظیم بجالاے کہ جناب باری تعالیٰ کے واسطے کھڑا ہوتا ہے ایسی تعظیم سے کسیکے واسطے کھڑا ہو یا کسیکے واسطے طواف کرے خواہ زندہ ہو یا مردہ ہو یا قبر ہو یا کسیکے نام پر قربانی کرے یا ایسے ہی وہ افعال جو خاص جناب باری تعالیٰ کیواسطے ہین انکو کسیکے واسطے بجالاوے یا اعتقاد مین شرک کرے مثلاً کسیکو رازق و خالق وغیرہ اعتقاد کرے یا کسی سے اسطرح ڈرے جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے یا اُسکے حکم کو شریعت سمجھے

اور اسی کے مانند تمام وہ صفات جو مخصوص جناب باری تعالیٰ کیواسطے ہیں کسی مخلوق میں اعتقاد کرے اور اسی کے مانند موت و زندگی
وغیرہ ہے بالجملہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال میں کسی طرح شرک کرے۔ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ ۔ تو
اللہ تعالیٰ نے ایسے خبیث مشرک پر جنت حرام کردی ہے یعنے جنت میں داخل ہونا اسپر ممنوع و محال کردیا ہے کیونکہ اس خبیث نے
اپنے مالک و خالق و رزاق و منعم حقیقی کی شان میں بے ادبی سے اپنی بیحرمتی کی جسنے اس مخلوق نابود کو عدم سے وجود میں نکالا اور نعمتوں سے
تندرست پالا اسنے یہ حرکت کی کہ اسکی عبادت سے منہ موڑا اور اسکی ایک مخلوق کی عبادت کی یا مخلوق کو لائق عبادت سمجھا پس وہ
قطعاً جہنم کے لائق ہے اسیواسطے فرمایا۔ وَمَأْوٰىهُ النَّارُ ۔ اور ایسے مشرک خبیث ظالم کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ
مِنْ اَنْصَارٍ ۔ اور ظالمونکا کوئی بھی مددگار نہیں ہے جو اسکو عذاب الٰہی سے بچالیوے اور ظلم کے معنے یہ ہیں کہ جو چیز جہاں کے
لائق ہے اسکے سوائے دوسری جگہ اسکو رکھے پس کامل درجہ کا ظلم وہ ہے جو عبادت الٰہی کو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے کسی مخلوق کے
واسطے کردے بھلا اگر بادشاہ کا کوئی نوکر جو آدمی ہونے میں بادشاہ کے مثل ہے صرف صفت میں نوکری و بادشاہی کا فرق ہے اگر یہ نوکر بادشاہ
کو چھوڑ کر اسکے سامنے بادشاہ کے غلام کو اپنا بادشاہ بنادے تو اس نوکر کی کیا سزا ہے بالاتفاق یہی کہ بالکل نیست کردیا جاوے پھر اس سے
بدتر حال مشرک کا ہے کیونکہ بادشاہ و غلام تو آدمی ہونے میں برابر ہیں اور خالق و مخلوق میں کسی آدمی کو کوئی نسبت نہیں ہے پھر غور کرو کہ جو
باتیں جناب باری تعالیٰ سے مخصوص ہیں وہ مشرک نے مخلوق کی شان میں اعتقاد کیں پھر ذرا غور کرو کہ یہ نوکر اگر بادشاہ سے معافی
مانگے تو یقین نہیں ہے کہ بادشاہ قبول ہی کرڈالیگا لیکن پاک ہے جناب باری تعالیٰ عزوجل کہ بندہ ایسی حرکتیں کرتا ہے پھر توبہ کرکے نیک کام کرے
تو معاف فرماتا ہے اور بڑا کرم یہ ہے کہ اسکو مقبول بندہ فرماکر اسپر ہزاروں انعام سے جنت میں جگہ دیتا ہے پس بڑا مردود شقی بدبخت وہ بندہ ہے
کہ پھر بھی دم تک اللہ تعالیٰ کو نہ مانے اور شرک و کفر ہی پر مرجاوے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول و انبیا علیہم السلام برابر سمجھاتے ہیں کہ دیکھو شرک
نہ کرو مگر وہ نہیں مانتا اور اللہ تعالیٰ کے ایلچیوں کی بدگوئی کرتا ہے تو سب کے نزدیک یہ مشرک مردود ایسی سزا کے قابل ہے جو کوئی مخلوق
اپنے مانند کسی مخلوق کو نہ دے سکتا ہو پھر جہنم ایسی ہی ہے کہ جسکا عذاب قیاس سے باہر ہے چنانچہ سرکش مشرک اگر دیکھ لے تو جان نکلجاوے
پھر اس عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کس مخلوق کو دم مارنے کی مجال ہے پھر یہ فرقہ نصرانی دیکھو اور اسکے
دین کی سمجھ دیکھو کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صریح کہدیا تھا پر اسکو نہ مانا بھلا اگر وہ خدا ہوتے تو کیا جھوٹ بولتے تھے اور اگر کہو کہ نہیں
سچ بولتے تھے تو پھر کیوں نہیں مانتے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے و رسول تھے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ
ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۔ البتہ کافر ہیں وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تیسرا ہے تین الٰہ کا یعنے تین آلہ میں سے ایک اللہ تعالیٰ اور
باقی دونوں عیسیٰ و اسکی ماں ہے اور واضح ہو کہ نصرانی بہت فرقے متفرق و مختلف ہیں پس بعضے یہ کہتے ہیں کہ مجموعہ ان تین کا الٰہ ہے اور یہ
تین اسکے اقنوم ہیں جیسے تین عناصر سے مرکب کوئی چیز ہو اور یہ صریح باطل ہے کیونکہ جو چیز مرکب ہے وہ تو اپنے اجزا کی محتاج ہے کہ جبتک
یہ اجزا اسمیں یکجا جمع نہوں تب تک وہ مرکب کہاں سے ہوگا پس خدا تعالیٰ اپنی وجود میں محتاج ہوا جیسے مخلوق کو اپنے وجود
میں خالق کی احتیاج ہے پھر یہ نہیں سمجھتے کہ ان اجزا کو ترکیب دینے والا کون ہے پس وہ کوئی دوسرا خدا ماننا چاہیے جسمیں یہ محتاجی نہو
تو وہی خالق خود مختار ہے جب چاہے جس چیز کو پیدا کرے اور جو کچھ چاہے کرے سو جب اسنے چاہا تو عیسیٰ کو بدون باپ کے پیدا کردیا
اور جب چاہا عیسیٰ کی ماں کو موت دیدی بالجملہ ہر زمانہ کے حکما و عقلا آج تک متفق ہیں کہ دنیا میں کوئی مذہب ایسا بودا نہیں جیسا

یہ قول واعتقاد ہی کہ اللہ تعالے تین الٰہ کا ایک ہی۔ اور اہل ایمان یون سمجھتے ہین کہ۔ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ کوئی بھی
نہین الٰہ ہی سوائے ایک اللہ تعالے کے ف لا الٰہ الا ہو الرحمن الرحیم۔ اور اللہ تعالے ان کافرون کے خوار کرنے کو اپنے رسول عیسی علیہ السلام
سے قیامت مین خطاب فرمادیگا۔ اذ قال اللہ یا عیسی بن مریم انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ قال سبحانک الآیۃ
یعنے تعجب فرمادیگا اللہ تعالے کہ ای عیسی بیٹے مریم کے کیا تونے کہا تھا لوگون سے کہ تم مجھکو اور میری مان کو دو الٰہ معبود بنالو اللہ کو چھوڑ کر تو عیسی
کہیگا کہ ای میرے معبود تو پاک ہی الی آخر الآیۃ۔ پھر اللہ تعالے نے ان کافرون کو بہتان وکفر پر وعید وتہدید فرمائی بقولہ۔ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا
عَمَّا يَقُوْلُوْنَ۔ اور اگر باز نہ رہے یہ لوگ اس چیز سے جو کہتے ہین ف یعنے اگر مسیح کو خدا کہنے سے یا تین الٰہ کہنے سے باز نہ رہے
اور اللہ تعالے کو واحد لاشریک لہ اعتقاد نہ کیا تو۔ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ ضرور پہونچیگا
انہین کافرون کو عذاب الیم ف یعنے دوزخ مین ضرور پڑینگے اور ہمیشہ جلا کرینگے اور دنیا مین بھی خوار ہونگے پس اگر موت سے پہلے
مسلمان ہوگئے اور اللہ تعالے کو وحدہ لاشریک جانا اور حضرت عیسی علیہ السلام کو بندہ ورسول اعتقاد کیا اور تمام رسولون وکتابون کو
مانا اور محمد صلعم کو بندہ ورسول برحق جانا اور قرآن کو سچ مانا تو وہ جنتی ہونگے جیسے مومنین موحدین کا حال ہی فافہم مسئلہ
اگر کسی نے عربی مین کہا کہ ان اللہ ثالث ثلثہ۔ تو واحدی رح نے کہا کہ اگر اس شخص کی یہ مراد ہی کہ دو آدمی جو آپس مین باتین کرتے ہین
وہان تیسرا اللہ تعالے کا علم ہی جیسے بولتے ہین کہ یہان تو مین اور تم ہی ہو اور تیسرا اللہ تعالے ہی یعنے ہمارے تمہارے حال سے کوئی واقف
نہین سوائے اللہ تعالے کے تو ایسے شخص کو کافر نہین کہا جائیگا اور سورہ مجادلہ مین اللہ تعالے نے فرمایا وَمَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا
هُوَ رَابِعُهُمْ۔ یعنے نہین کوئی تین جنے خفیہ مشورہ کرنے والے مگر انکا چوتھا اللہ تعالے ہی اور نہ پانچ مگر انکا چھٹا اللہ تعالے ہی یعنے
بندونکو ہوشیار رہنا چاہیے کہ اللہ تعالے سب خفیہ وعلانیہ باتون پر واقف ہی اور اسکا علم سب کو محیط ہی اور آنحضرت صلعم نے غار مین
حضرت ابوبکر صدیق کو خطاب کیا کہ ما ظنک باثنین اللہ ثالثہما۔ یعنے تو جو کافرونکے مطلع ہونے سے ڈرتا ہی کہ یہان ہم دو ہی آدمی ہین تو تجھکو
ایسے دو آدمیون کے ساتھ کیا گمان ہی جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالے ہو۔ یعنے اللہ تعالے جسکے ساتھ ہی اسکے مقابلہ مین تمام دنیا کی مخلوق کچھ
ہستی نہین رکھتی ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اگر کسی نے ان اللہ ثالث ثلثہ کہا اور یہی معنے مراد لیے کہ اللہ تعالے کا علم محیط ہی تو بھی اس طرح کہنا
حرام ہی اگرچہ وہ شخص کافر نہوگا اسوجہ سے کہ اسکی نیت مین کفر کا مضمون نہ تھا لیکن چونکہ اسنے خلاف ادب گفتگو کی اسلیے ممنوع ہی
ہان اگر وہ کہے کہ ہمارے ساتھ تیسرا اللہ تعالے کا علم ہی تو کچھ مضائقہ نہین ہی پر اللہ تعالے اعلم پھر حق تعالے نے ان کافرون وغیرہ کو
نصیحت فرمائی اور راہ راست کی رغبت دلائی بقولہ تعالے۔ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ۔ انکو کیا ہوا ہی کہ اللہ تعالے کیطرف رجوع
نہین لاتے اور نادم ہوکر توبہ نہین کرتے ہین۔ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ۔ یعنی اور استغفار نہین کرتے اپنے قول تثلیث وغیرہ
سے اور یہ بڑی ملامت ہی کہ کیون ایسا نہین کرتے حالانکہ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ اور اللہ تعالے غفور ورحیم ہی ف
جو بندہ توبہ کرے اور مغفرت مانگے اسکی توبہ قبول کرکے اپنے فضل سے اسپر رحم فرماتا ہی حدیث صحیح مین مضمون ہی کہ جب کوئی بندہ
اللہ تعالے کی جناب مین توبہ کرتا اور نادم ہوکر مغفرت مانگتا ہی تو اللہ تعالے کو بہت پسند آتا ہی گویا یون قیاس کرنا چاہیے کہ رحمت
الٰہی ایسے جوش مین آتی ہی جیسے کوئی بادشاہ اپنے غلام کے کسی کام پر خوش ہوجاوے پھر واضح ہو کہ نصاری فقط اس وجہ سے کہ شاید
سے توبہ نہین کرتے کہ مسیح علیہ السلام الٰہ یا شریک الٰہ ہین اور انکو بندہ مخلوق نہین مانتے ہین لہذا انکا شبہہ زائل کردیا کہ۔ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ مسیح بن مریم کچھ نہیں سوا اسکے کہ رسول ہے ف یعنے مسیح جو مریم کا بیٹا اسکے پیٹ سے پیدا ہوا جیسے آدمی پیدا ہوتے ہیں اور مدت تک حمل رہا اور پہلے مسیح کا وجود ہی نہ تھا تو مسیح بن مریم فقط ایک رسول ہے اور بعضے علمانے یہاں ایک نکتہ بیان کیا کہ اللہ تعالے نے کلام مجید میں کسی عورت کا نام نہیں ذکر فرمایا سوائے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے تو اسمیں نکتہ یہ ہے کہ کافرون کے دل سے وہم دور ہو کہ مجمع عام میں کوئی مہذب شخص اپنی جورو کا نام و اسکا واقعہ پوری داستان سے نہیں بیان کرتا پس مریم کی طرف سے وہ گمان شیطانی جو کافر رکھتے ہیں محض بیجا و صریح کفر ہے بلکہ مریم تو ایک بندی تھی جسکے پیٹ سے عیسیٰ اللہ تعالی کا بندہ و رسول پیدا ہوا پس وہ رسول ہی تھا۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ مسیح سے پہلے اور بہت رسول گذر چکے۔ ف پس عیسیٰ بھی انکے مثل گذر جانے والا ہے پس وہ الٰہ ہرگز نہیں جیسے کہ کافر لوگ گمان کرتے ہیں ورنہ وہ کیون گذر جاتا اور ظاہر ہے کہ موسیٰ و یحیی و زکریا و ابراہیم وغیرہم علیہم السلام سب بندے و رسول تھے پھر عیسیٰ کو کیون خدا یا بیٹا کہتے ہو نعوذ باللہ منہ حالانکہ جو چیز متغیر ہو جاوے اور بدل جاوے کہ کبھی بچہ ہو اور کبھی جوان اور کبھی کسی حال میں اور کبھی کسی حال میں وہ حادث و ممکن ہوگا پس عیسیٰ علیہ السلام بھی حادث و ممکن ہوے کچھ واجب و قدیم نہیں انمیں الوہیت کا نام بھی نہیں ہے اور اگر یہ فقط اسوجہ سے کہتے ہو کہ وہ بدون باپ کے پیدا ہوے تو بھی خود ظاہر ہے کہ جو پیدا ہوا وہ مخلوق ہے اور اگر یہ بھی نہیں سمجھے تو بغیر باپ کے کوئی مخلوق پیدا کرنا اللہ تعالی کی قدرت میں بالکل آسان ہے وہ تو جو چاہے کرے کیا یہ نہیں دیکھتے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بدون ماں و باپ کے پیدا کردیا اور حضرت صالح کی اونٹنی کو پہاڑ سے پیدا کردیا اور اسیوقت اُسنے بچہ دیا اور وہ جوان ہوگیا پھر تعجب ہے کہ اتنے سے وہم پر کافر ہوگئے یہ محض بے عقلی ہے بلکہ قطعاً الیقین کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام تو ایک بندہ و رسول اللہ تھا جیسے اور انبیا علیہم السلام اس سے پہلے گذر رہے ویسے ہی یہ بھی گذرا ہے جیسے وہ سب بندے خاص تھے یہ بھی بندہ خاص ہے۔ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ۔ اور عیسیٰ کی ماں ایک صدیقہ بندی تھی ف جسکو اللہ تعالے نے پیدا کیا تھا اور صدیقہ کے معنے یہ کہ سچائی میں بہت پوری تھی چنانچہ اُسنے کوئی بے حرکت نہیں کی اور اللہ تعالے پر ایمان لانے اور عبادت گذاری میں سچی ہی یہود مردود جو کہتے ہیں کہ اُسنے یوسف نجار سے زنا کیا جس سے عیسیٰ پیدا ہوا تو وہ یوسف نجار کا بیٹا تھا اور یہی بہت سے نصرانی کہتے ہیں یہ محض بہتان و کفر ہے وہ جھوٹے ہیں بلکہ اللہ تعالے نے اسکو بدون باپ کے اپنی نیک بندی مریم کے پیٹ سے پیدا کیا اور یہ دونون آدمی تھے انھیں کیطرح زندہ رہے۔ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ۔ دونون طعام کھایا کرتے تھے ف یعنے عیسیٰ و اُس کی ماں دونون طعام و اناج کھاتے تھے۔ جیسے اور حیوانات کھاتے پیتے ہیں اور اسکا گوہ گوبر پیشاب پھرتے ہیں اور جو ایسا ہے وہ الٰہ نہیں ہوسکتا ہے اور یہ مراد نہیں کہ جو کوئی ان نقائص سے پاک ہے وہ الٰہ ہو جاوے اور یہ اعتراض لازم آوے کہ فرشتون میں کھانے پینے وغیرہ کی احتیاجی نہیں ہے حالانکہ وہ کچھ بھی الوہیت نہیں رکھتے ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جسمیں یہ نقائص موجود ہون وہ الٰہ نہیں ہوسکتا اور یہ مراد نہیں کہ جسمیں نہون وہ الٰہ ہو جاوے پس جسمیں ایسے نقائص ہون انمیں الوہیت سمجھنا ایسی بڑی حماقت ہے کہ جانورمین نہ ہوگی اور الٰہ تو اللہ وحدہ لاشریک جامع صفات کمال معبود برحق ہے اور سوائے اسکے کسی مین الوہیت کا نام بھی نہیں بلکہ ممکن نہیں ہے پھر واضح ہو کہ قولہ وامہ صدیقۃ۔ مین صریح دلالت ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بھی مرتبہ صدیقیت حاصل تھا وقد قال تعالے وصدقت بکلمات ربہا۔ یعنے مریم نے کلمات پروردگار کی تصدیق کی تھی اور حدیث صحیح میں چند عورتون کا اپنی جنس میں کمال کو پہونچنا بیان ہوا ہے منجملہ انکے مریم ہیں اور ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فضیلت عورتون پر مذکور ہے پس معلوم ہوا کہ مریم نبی نہیں ہیں جیسا کہ ابن حزم وغیرہ نے

فقط ملائکہ کے خطاب کرنے سے مریمؑ و سارہؑ و مادر موسیٰؑ کے نبی ہونے کا زعم کیا ہی اور جمہور کے نزدیک اللہ تعالےٰ نے نبی کوئی عورت نہین بھیجی اور شیخ ابو الحسن الاشعری نے اسپر اجماع نقل کیا ہی پھر اللہ تعالےٰ نے نصاریٰ کی جہالت پر تعجب دلایا بقولہ۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ۔ یعنے تعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم بیان کرتے ہین ان کافرون کے واسطے آیتین ف جو ہماری وحدانیت پر صریح دلالت کرتی ہین اور اُنکے اوہام وکفر کے خیالات کو کھلے کھلے باطل وجھوٹ ظاہر کرتی ہین۔ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ پھر تو دیکھ کہ یہ کافر لوگ کیسے پھرے جاتے ہین ف حق بات سے باوجودیکہ کھلے کھلے دلائل واضح قائم ہین اور حکم بلفظ النظر فقط تعجب ہی کہ نصاریٰ بندہ اور رب مین فرق نہین معلوم ہوتا حالانکہ یہ عجیب ہی کہ کہان خالق قادر فاعل مختار اور کہان بندہ مجبور مخلوق کچھ نہین کر سکتا اسیواسطے آگے حکم دیا بقولہ

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ

ترجمہ تم ایسی چیز کو پوجتے ہو اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر جو مالک نہین تمھارے برے کے نہ بھلے کے اور اللہ تعالےٰ وہی ہی

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝

سنتا جانتا

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ۔ یہ خطاب نصاریٰ کو اولاً اور باقی سب کو عموماً ہی یعنے کہدے ای محمد صلعم کیا تم پوجتے ہو۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوائے دوسرے کو۔ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔ جو نہین مالک ہی تمھارے واسطے کسی ضرر کا اور نہ نفع کا ف یعنے ایسے کو تم کیون معبود و آلہ بناتے ہو جو تمھارے نفع وضرر کا مالک نہین ہی اور یہ استفہام انکاری ہی کہ مت ایسی چیزکو پوجو اگرچہ کچھ بھی عقل رکھتے ہو پھر لطف سے معبود حقیقی کی طرف راہ بتلائی بقولہ۔ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ اور اللہ تعالےٰ تمھاری دعاؤن کا سننے والا اور تمھارے احوال کا جاننے والا ہی ف اور کوئی مخلوق یہ قدرت نہین رکھتا واضح ہو کہ مالا یملک فرمایا اور من لا یملک۔ نہین فرمایا اگرچہ یہ فہمایش نصاریٰ کو ہی اور مراد اس سے مسیح علیہ السلام بھی ہین یعنے مسیح کو تم کیون معبود وآلہ بناتے ہو حالانکہ کوئی شان الوہیت انمین نہین ہی بلکہ لفظ ما اختیار کیا جو ذوی العقول وغیر ذوی العقول سب کو شامل ہی تو اسواسطے کہ ٹھیک معلوم کرین کہ مسیح مین کوئی الوہیت نہین بلکہ وہ بھی انھین مخلوقات مین شامل ہین جنکو کوئی قدرت وطاقت نہین آگاہ رہو کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نبی بزرگ کے حق مین اوتعالےٰ جل جلالہ کا یہ فرمان ہی کہ وہ میرا بندہ میرے تحت قدرت ہی وہ کسیکے نفع وضرر کا مالک نہین ہی تو مقتضائے ایمان یہ ہی کہ بندۂ مومن تمام مخلوقات مین سے کسیکو خواہ نبی ہو یا ولی ہو یہ اعتقاد نہ کرے کہ وہ نفع یا ضرر پہونچا سکتا ہی بلکہ نیک بندونکو جناب باری جل جلالہ مین دعا کرنیکا اختیار وہ بھی اسکی توفیق سے ہی اور قادر مختار فقط اللہ تعالےٰ ہی جو چاہے کرے ف قال فی العرائس لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثہ۔ یعنے یہ اندھے لوگ دیدار حقائق وحدانیت الٰہی عز وجل سے اندھے رہے حالانکہ حقائق وحدانیت کے منزہ از اجتماع واقتران وامتزاج بناسوت ہین انکو کسی حادث مین حلول نہین ہی وہ لطائف آیات وبراہین معجزات سے اہل یقان کامل کی آنکھون پر ظاہر ہوتے ہین اور جو کچھ درباب وحدانیت کے اوہام وخیال وغیرہ مین آوے اس سب سے وہ منزہ ہی چنانچہ فرمایا وما من الہ الا الہ واحد کوئی اسکی ضد نہین اور کوئی تشبیہ نہین اور کسیکو اس سے کوئی نسبت نہین ہی تو اوہام وتصورات وخیالات کی مجال ہی ندار و ہی پھر جب وتعالےٰ نے ظاہر فرمایا کہ حضرت مریم اور عیسیٰ علیہ السلام یہ دونون اللہ تعالےٰ کے خالص بندے اور اسکی آیات وصفات کے واسطے مقامات تجلی ہین اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک آبرودار اور مقبول ہین تب ظاہر فرمایا کہ ان کرامتون کے باوجود یہ لوگ بندہ وبشر ہونے سے خارج نہین ہین

اور وہی انسانی عاجزی اور بشریت کا ضعف انہین موجود ہی کما قال تعالے ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل و امہ صدیقۃ حاصل
آنکہ عیسی علیہ السلام تو ایک بندہ خاص و رسول مخصوص ہی اسکو بندگان مومنین کی ہدایت و عرفان کے واسطے بھیجا گیا ہی تاکہ وہ لوگ اسکو
سچا رسول مانکر اس کی ہدایت کے موافق اللہ تعالے کی بندگی بجا لاوین اور سب سے پہلے اسکی مان نے اسکی تصدیق کی کیونکہ آیات و صفات
کے ظہور مین اسکو زیادہ لگاؤ تھا پھر آدمی و بشر کی ضروری حاجتون سے انکا محتاج ہونا ظاہر کیا بقولہ کانا یاکلان الطعام ۔ اور اس سے
کنایہ ہی کہ دونون حادث تھے اور الوہیت سے بالکل بری تھے اور بھلا کہین قدم مین بھی ایسی باتین ہو سکتی ہین جیسے حدوث لوٹ پوٹ ہوتا رہتا ہے

قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ
تو کہہ ای اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات مین ناحق کا اور مت چلو خیال پر ایسی قوم کے جو
ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ ۝ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
آپ بہک مرے ہین تم سے پہلے اور بہکایا بہتیرون کو اور بھٹکے ہین سیدھی راہ سے لعنت کھائی منکرون نے
مِنْ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا
بنی اسرائیل مین سے زبان سے داؤد کی اور عیسی بیٹے مریم کے یہ اس سبب سے کہ گناہ کرتے اور حد سے
يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝
بڑھ چلتے تھے آپسمین منع نکرتے تھے برے کام سے جو کر رہے تھے کیا برا کام ہی جو کرتے تھے
تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ أَنْ
تو دیکھے اُنمین سے بہت لوگ رفیق ہوتے ہین کافرون کے بری تیاری بھیجی ہی اپنے واسطے
سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ
کہ اللہ تعالے کا غضب ہوا اُن پر اور عذاب مین وہ ہمیشہ رہینگے اور اگر یہ لوگ یقین رکھتے اللہ تعالے پر اور نبی پر
وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝
اور جو اُسپر اُتارا گیا ۔ تو اُنکو رفیق نہین ٹھہراتے لیکن انمین سے بہت لوگ بے حکم ہین

یہان سے تمام اہل کتاب کو جو بالفعل قیامت تک پائے جاوین پاکیزہ نصیحت سے ارشاد کیا اور انپر حجت پوری ہوگئی ۔ قُلْ
يَاأَهْلَ الْكِتٰبِ ۔ کہدے ای محمد صلعم اہل کتاب یہود و نصاری سب سے کہ ۔ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ
مت حد سے تجاوز کرو اپنے دین مین ایسا تجاوز کرنا جو خلاف حق ہو ف باین طور کہ جو عیسی علیہ السلام کا مرتبہ ہی اس سے
گھٹاؤ جیسے یہودی خبیث کرتے کہ حضرت عیسی کو رسول نہین مانتے اور بہتان کرتے تھے اور نہ باینطور کہ جو عیسی علیہ السلام کا مرتبہ ہی اس سے
انکو بڑھاؤ اور معبود و خدا یا اُسکا بیٹا کہنے لگو کہ یہ سب کفر و بے انصافی ہی ولیکن ان یہود و نصاری نے توریت کو اور انجیل کو اپنے اگلون
کی بگاڑی ہوئی حالت مین پایا اور جو روایتین انسے پائین انھین کو پیشوا بنایا اور دین الہی مین بلا دلیل و بغیر فہم کے محض تقلید کرلی حالانکہ
اپنے خالق عز و جل کی وحدانیت و اسکی جانب سے رسالت کا اعتقاد کرنے مین تقلید بالکل باطل و حرام ہوتی ہی لہذا جملہ اہل کتاب کو منع کیا
بقولہ تعالے ۔ وَلَا تَتَّبِعُوْا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ ۔ یعنے تمھارے اگلے جو غلو اور حد سے تجاوز کر گئے ہین

انکی نفسانی خواہشون کی پیروی ست کرو کیونکہ وہ غلو کرکے خود گمراہ ہوچکے۔ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا۔ اور بہتیرے لوگون کو گمراہ کیا۔
وَضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔ اور راہ حق سے بھٹک گئے اور سوا ر در اصل بمعنے وسط ہی پس وسط راہ کو چھوڑا تو بھٹک کر
یا افراط مین پڑے جیسے نصرانی یا تفریط مین جیسے یہودی پس اول ضلوا و اضلوا سے یہ بیان ہی کہ خود گمراہ ہوے اور دوسرون کو گمراہ کیا
اور دوم ضلوا سے یہ بیان ہی کہ غلو کرکے افراط و تفریط مین پڑ گئے اور درمیانی راہ عدل و صراط مستقیم کو چھوڑ دیا بالجملہ اس آیت مین دلالت
ہی کہ اہل ایمان کو لازم ہی کہ انکے باپ دادا وغیرہ اگلے لوگ جو رسم و راہ خلاف شرع یا جو اعتقاد خلاف حق نکال گئے ہون انمین انکی پیروی نکرین
ورنہ خود گمراہ ہونگے اور اپنی گمراہی کا وبال جیسا اپنا اوپر ڈالینگے ویسا ہی اگلو نپر ڈالینگے اور آگاہ رہو کہ علماے دین جنکے متبع سنت و طریق
حق پر ہونیکا علم ہی اگر انمین سے کسی شخص سے اجتہاد مین کوئی سہو ہوا ہو کیونکہ وہ آخر بندے و امتی ہین تو انکو اپنی کوشش کا ثواب مل چکا
پھر اگر اسکا اجتہاد تمھارے علم مین دوسرے مجتہد کے دلائل سے خطا ظاہر ہو تو تم اپنا معاملہ اپنے معبود عز وجل کے مراقبہ سے خلوص نیت پر رکھو
اور تعصب سے کسی عالم کے بندے ست ہو مگر ہرگز زبان درازی و طعن ست کرو کیونکہ یہ نفس و شیطان کی پیروی ہی اور حدیث مین قیامت کے آثار
مین سے یہ بھی آیا ہی کہ اس امت کے پچھلے لوگ اپنے اگلو نپر لعنت کرینگے چنانچہ فرقہ رافضہ تو کھلے خزانے ایسا کرتا ہی اور جو کوئی لعنت نکرے
بلکہ طعن کرے وہ بھی انھین کے قریب قریب ہی۔ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ
دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ ملعون کر دیے گئے بنی اسرائیل مین سے کفر کرنیوالے بزبان داؤد و عیسیٰ بن مریم ف چنانچہ
شہر ایلہ والون نے تو حضرت داؤد علیہ السلام کی نصیحت اور حکم خداے تعالیٰ سے نافرمانی کی تو انکی بددعا سے بندر ہوگئے اور یہ قصہ آگے
انشاء اللہ تعالیٰ مفصل آویگا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچہزار آدمیون نے آسمان سے خوان نعمت پکا پکایا اترنے کی درخواست
کی تھی انمین رکھ چھوڑنا منع تھا آخر کار جمع کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بددعا سے سور ہوگئے تھے چنانچہ یہ قصہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ
آویگا۔ ذٰلِكَ۔ اللعن۔ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ یہ لعنت کرنا بسبب انکی نافرمانی اور حد سے تجاوز کرنے کے تھا
ف اور اس آیت سے ظاہر ہوتا ہی کہ بعضی نافرمانی و تجاوز قالب سے کافر ہو جاتا ہی چنانچہ ان لوگون کو دیکھو کہ کیونکر ملعون ہوگئے حالانکہ
زبان سے ظاہر مین نبوت و رسالت کا انکار نہین کرتے تھے چنانچہ مفصل قصہ سے ہی ظاہر ہوگا اور فرمایا کہ۔ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ
عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ۔ ان لوگون کی حالت یہ تھی کہ آپس مین ایسے فعل کرنے سے جو ممنوع ہی نہین روکتے تھے ف یعنے اس
حیثیت سے بسر کرتے کہ بعض کو بعض منع نہین کرتا تھا کہ جس فعل منکر خلاف شرع کو تمنے کیا ہی دوبارہ اسکو ست کرنا اور فعلوہ کی ضمیر
ان سبکی طرف راجع کردی گئی حالانکہ اس فعل منکر کا کرنیوالا انمین سے بعض ہی تھے سب نہ تھے تو بعض نے لکھا کہ اسوجہ سے کہ اس فعل کا
مرتکب چونکہ انھین مین سے تھا تو فعل کو مجازاً سب کیطرف نسبت کردیا اور مترجم کہتا ہی کہ اسمین اشارہ ہی کہ ایک قوم مین سے جب بعض نے کوئی
خلاف شرع فعل کیا اور دوسرے اسکو منع کرسکتے ہین لیکن انھون نے منع نہ کیا تو وہ بھی گویا اس فعل کے مرتکب ہوے حتیٰ کہ جو عذاب آوے گا
وہ ان سب پر نازل ہوگا۔ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ فعلہم ہٰذا۔ انکا یہ فعل بہت برا تھا جسکے مرتکب تھے ف
یعنے فعل منکر سے آپس مین ایک دوسرے کو منع نکرنا بہت بری بدفعلی تھی۔ مدارک مین کہا کہ اسمین دلیل ہی کہ فعل منکر سے منع کرنا شرع مین
بہت ضروری کام ہی ہاے افسوس مسلمانونکے حال پر کہ انھون نے اس سے منھ موڑ لیا اور توجہ چھوڑ دی ہی انتہیٰ کلامہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب بنی اسرائیل کے لوگ گناہون مین مبتلا ہوگئے تو انکے عالمون نے انکو منع کیا مگر وہ لوگ باز نہ آئے

پس علما بھی انکی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور راوی نے کہا ہے کہ شاید یہ کہا کہ انکے بازاروں میں بیٹھنے لگے اور اُنکے ساتھ کھانے پینے لگے پس اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں میں نفاق ڈالدیا اور حضرت داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان پر اُنکو ملعون کیا اور یہ ملعون کرنا بسبب انکی نافرمانیوں و حد سے تجاوز کرنیکے تھا راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلعم تکیہ دیے ہوئے تھے پھر سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ تمپر بھی انکار ہوگا جبتک کہ لوگوں کو حق پر آمادہ نہ کرو (رواہ احمد) اور دوسری روایت میں ابن مسعودؓ سے مرفوع یوں ہے کہ پہلی خرابی جو بنی اسرائیل پر پھیلی وہ یہ تھی کہ ایک آدمی دوسرے سے ملتا اور کہتا کہ اے شخص تو اللہ تعالیٰ سے تقوی اختیار کر اور چھوڑدے یہ فعل جو تو کرتا ہے کیونکہ یہ حلال نہیں ہے پھر دوسرے روز اسکو ملتا تو اسکو اسی حال پر ناجائز فعل کا مرتکب پاتا پس اسکو اس ہوس پر منع نکرتا کہ پیانا نہیں ہے اب میں منع نکروں تاکہ اسکے کھانے پینے میں ہم جلسہ ہوں پھر جب بنی اسرائیل نے کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکے دلوں میں پھوٹ ڈالدی پھر پڑھی یہ آیت لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل تا قولہ فاسقون پھر فرمایا کہ ہرگز نہیں پس قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ تم لوگ حکم کروگے معروف شرعی کا اور ضرور منع کروگے بُری باتوں سے اور ضرور ظالم کا ہاتھ روکوگے اور انکو حق ہی پر مقصود رکھوگے یا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قلوب میں بھی نفاق ڈالدیگا پھر شاید کہ تمکو بھی ملعون کرے جیسے بنی اسرائیل کو ملعون کردیا (رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجہ) حذیفہ بن الیمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ضرور تم امر معروف کا حکم کروگے اور ممنوع سے منع کروگے یا یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمپر اپنے پاس سے عذاب بھیجے پھر تم اُس سے دعا کروگے اور تمہاری دعا قبول نہوگی (رواہ احمد والترمذی) صحیحین میں ابوسعید خدریؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو کوئی تم میں سے ممنوع بات دیکھے یعنے کسی شخص سے کسی بدفعلی دیکھے جو شرع میں ممنوع ہے تو اسکو ہاتھ سے ہٹادے اور اگر نہ کرسکے تو زبان سے اور اگر نہ کرسکے تو دل سے بُرا جانے اور یہ سب سے ضعیف ایمان ہے عدی بن عمیرہ سے مرفوع روایت ہے کہ خاص خاص لوگوں کی بداعمالی سے اللہ تعالیٰ سب کے سب کو عذاب نہیں کرتا ہے تاوقتیکہ یہ نہو کہ وہ اپنے روبرو بداعمالیاں کرتے دیکھیں اور باوجودیکہ اُسکو روک سکتے ہیں مگر اسکو انکار نکریں اور نہ ہٹاویں پھر جب ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ خاص وعام سب کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے (رواہ احمد) بُرے فعل پر جو راضی ہوا وہ گویا وہاں موجود تھا اور جسنے بُرا جانا یا انکار کیا تو وہ اگرچہ وہاں موجود ہو تب بھی ایسا ہے جیسے وہاں نہ تھا یہ روایت ابوداؤد سے ثابت ہے اور حذیفہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ مسلمان کو نہ چاہیے کہ اپنے آپ کو ذلیل کرے عرض کیا گیا کہ ذلیل کیونکر کرے فرمایا کہ ایسی بلا کے ساتھ تعرض کرے جسکی اُسکو طاقت نہیں ہے (رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا گیا کہ یا رسول اللہ امر معروف و نہی از منکر کب چھوڑی جائیگی تو فرمایا کہ جب تم میں وہ باتیں ظاہر ہوں جو اگلی امتوں میں ظاہر ہوئی تھیں ہم لوگوں نے عرض کیا کہ اگلوں میں کیا ظاہر ہوئی تھیں فرمایا کہ بادشاہت وسرداری تمہاری کمینوں میں اور زناکاری وبدکاری بڑے بڑوں میں اور علم فاسقوں میں ہو تب یہ اٹھ جائیگا (رواہ ابن ماجہ) اور روایات اس باب میں بہت ہیں اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ بنی اسرائیل نے تینتالیس انبیا علیہم السلام دن چڑھتے قتل کیے پھر ایک سو بارہ آدمی انکے عابد و مومنین سے کھڑے ہوئے اور انکو امر معروف کیا اور منکر باتوں سے منع کیا پس آخر اسی دن میں ان سب کو بھی قتل کر ڈالا پس وہی مراد ہیں قولہ لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل الآیات میں ۔ تَرٰى كَثِيرًا مِّنْهُمْ ۔ تو دیکھتا ہے اے محمد صلعم بہتیروں کو انہیں سے ف یعنے یہودیوں میں سے مانند کعب بن الاشرف وغیرہ کے اور مجاہدؒ سے مروی ہے مراد اس سے منافقین یہود ہیں کہ انکو تو رسالت کی نظر سے دیکھتا ہے کہ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۔ دوست ولی بنالیتے ہیں کافروں کو یعنے مکے کے مشرکوں کو تیرے ساتھ بغض نکالنے کے واسطے اپنا ولی دوست بناتے ہیں ۔ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ أَنفُسُهُمْ أَن سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ

البتہ بہت بری ہی وہ چیز جو انھون نے اپنی ذات کے واسطے پہونچا رکھی ہی یعنے برے اعمال انھون نے اپنی آخرت کیلیے پہونچا رکھے ہین جو
انکے واسطے یہ واجب کر دینے والے ہین کہ غضب کرے اللہ تعالے ان لوگون پر ف بعض نے کہا کہ قولہ ان سخط اللہ علیہم ۔ بتاویل ان
مصدریہ کے مخصوص بالذم ہی اور معنے یہ ہین کہ انھون نے اپنے جو بد اعمال اپنے لیے بھیج رکھے ہین وہ یہ ہی کہ ان پر اللہ تعالے کا غضب ہی وَفِي الْعَذَابِ
هُمْ خٰلِدُوْنَ ۔ اور عذاب ہی مین یہ لوگ ہمیشہ رہینگے ف حاصل کلام یہ کہ ان لوگون نے اللہ تعالے و اُسکے رسول سے دلمین
دشمنی کی اور اُسکے مقابلہ مین بت پرست کافرون کو دوست رکھا تو ان لوگون کو کتاب آسمانی سے کچھ علاقہ نہین ہی حالانکہ اہل کتاب
ہر حال مین مشرکون سے اپنے ہم جنس یعنے دوسرے اہل کتاب کو پسند کرتے ہین یہین سے فقہا نے کہا ہی کہ جو کتابی ہی یعنے کسی آسمانی کتاب کا اعتقاد رکھتا ہی
اگرچہ اسپر ٹھیک نہ قائم ہو تاہم وہ بہ نسبت مجوسی کے بہتر ہی جو آگ پوجنے والا یعنے کسی دین آسمانی کا قائل نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ پھر اس زمانہ کے مسلمانون سے تعجب
ہی کہ آپسمین ایک دوسرے کو وہابی و بدعتی قرار دیکر ایک دوسرے کو دشمن رکھتے ہین انکے واسطے دین و دنیا مین یہی بہتر ہی کہ اللہ تعالے کی توحید پر و آنحضرت
خاتم المرسلین صلعم کی رسالت پر سچا ایمان رکھین اور شرک بے ایمانی کی باتون سے پرہیز کرین اور سنت نبوی صلعم پر قائم رہین اور انکے علماے صالحین کے
واسطے رحمت کی دعا کرین اور علم حاصل کرین اور دنیا مین مشقت اُٹھانیکی عادت ڈالین اور فاسقون سے پرہیز کرین اور آپسمین ایک دوسرے کو امر معروف
و نہی از منکر سے نصیحت کرین اور تکبر و غرور سے اور دنیا کی محبت سے دل اُٹھادین اور مروت کو غنیمت جانین و السلام ۔ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ ۔ اور اگر یہ لوگ اپنے دلونمین یقین اُتار لیتے اللہ تعالے کا اور پیغمبر کا اور جو وحی
پیغمبر پر نازل ہوئی ہی ف تو کافرون و مشرکون سے کیون محبت کرتے ولیکن یہ لوگ منافق ہین یہی مجاہد کی تفسیر ہی بعض نے کہا
کہ نبی سے مراد وہ نبی جسکو اہل کتاب مانتے ہین اور ما انزل الیہ سے جو کتاب اسپر نازل ہوئی ہی کیونکہ اسمین مشرکون و مجوس وغیرہ سے
موالات کی ممانعت اور محمد صلعم پر ایمان لانیکی ہدایت ہی اور بعض نے کہا کہ نبی سے محمد صلعم و ما انزل الیہ سے قرآن مراد ہی اور یہی مفسر جرنے
اختیار کیا ہی پس معنے یہ ہوے کہ اگر یہ لوگ ایمان رکھتے ہوتے اللہ تعالے پر اور محمد صلعم پر اور قرآن پر جو اسکی طرف نازل کیا گیا ہی تو
مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ نہ بناتے کافرون کو اپنا ولی و لیکن
بہتیرے انمین سے فاسق ہین یعنے ایمان سے خارج ہین ف پس بسبب کافر ہونے کے دونون یکسان ہونے مین باہم موالات
کرتے ہین ۔ اور بر تقدیر اول یہ معنے ہین کہ اگر یہودی ایمان رکھتے اللہ تعالے و موسی علیہ السلام و توریت پر تو کفار مکہ سے
موالات نہ کرتے جیسے مسلمان لوگ یہ نہین کرتے ہین ولیکن یہود مین سے بہتیرے دین سے خارج ہین پس انکا کوئی دین نہین ہی ۔
ف قال فی العرائس قولہ تری کثیرا منہم الی آخر الآیۃ ۔ اسمین اللہ تعالے نے ظاہر کر دیا ہی کہ کفر مین ایک جنس کے کافر
دوسری جنس کے کافرون کی طرف مائل ہین اور ایمان والے آپسمین ایک دل ہین اور یہ حکمت ازل کا مقتضا ہی کہ موالات
کفار مین بغض ظاہر ہوا اور محبت و موالات اولیا مین محبت کا ظہور ہو لہذا کفار آپسمین ایک دوسرے سے دنیا دکفر کے معاملات
مین رازداری کرتے ہین مگر بسبب بغض الٰہی کے ہرگز متفق نہین ہین بخلاف مومنون کے کہ باہم ایکدل ہو جاتے ہین پھر ظاہر فرمایا
کہ کافرونکی موالات سے انپر اللہ تعالے کا دائمی غضب اُترتا ہی اور ہمیشہ اُسکے عذاب مین باقی رہتے ہین
لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ
تو پاویگا سب لوگون سے زیادہ عداوت مین مسلمانون کے ساتھ یہود کو اور شرک کرنے والون کو

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ

اور تو پاویگا سب سے نزدیک محبت مین مسلمانون کے ساتھ ان لوگون کو جو کہتے ہین کہ ہم نصاری ہین اسو اسطے

بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝

کہ ان مین عالم ہین اور درویش ہین اور یہ کہ وہ لوگ تکبر نہین کرتے ہین

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

یعنے اے محمد تو مومنون کے ساتھ سب سے زیادہ عداوت کرنے والا یہودیون اور مشرکون کو پاوے گا ف اس وجہ سے کہ ان لوگون کا کفر کڑی گونہ اور جہالت دو بالا ہی اور یہ لوگ اپنے نفس کی خواہشون مین منہمک و ڈوبے پڑے ہین اور والذین اشرکوا سے بت پرست اور مجوسی وغیرہ ایسے لوگ مراد ہین جو کسی آسمانی کتاب کے قائل نہین ہین ورنہ یہود و نصاری بھی مشرک ہین وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۔ یعنے اے محمد تو مومنون کے ساتھ سب سے زیادہ دوستی کرنے والا ایسے لوگون کو پاوے گا جو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہین ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ یہ بات اسوجہ سے ہی کہ انہین قسیس یعنے علما اور رہبان یعنے زاہد گوشہ نشین لوگ ہین اور وہ غرور نہین کرتے ہین ف واضح ہو کہ نصاری ہین الخین کو مومنون سے زیادہ موت تھی جنہین یہ باتین جاری تھین کہ انہین علما و زاہد ہوتے تھے اور انکو غرور نہ تھا بلکہ اللہ تعالے کے واسطے نرم رہتے تھے اور چونکہ سب خرابی کی جڑ یہی محبت دنیا ہی اسلیے نصاری جو اس سے بیزار تھے وہ مومنون سے زیادہ مودت رکھتے تھے اور آنحضرت صلعم نے لشکر اسلام کے مجاہدون کو منع کر دیا تھا کہ کسی راہب کو قتل نہ کرین اور نہ کسی عورت کو اور نہ کسی بچہ کو جیسا کہ احادیث مین مصرح ہی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم باوجود راہبون کی سخت کلامی کے اُنسے کچھ نہین کہتے تھے اور کبھی کسی بچہ یا عورت کو قتل نہین کیا اور باقی لڑنے والون سے بھی اسیوقت تک لڑے جبتک وہ لڑائی پر آمادہ رہے اور جب ہی انھون نے صلح کا پیغام دیا تب ہی لڑائی موقوف کر دی اور انہین عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جیسا کہ روایات السیر مین مصرح بلکہ متواتر ہی پھر بعض علما نے استنباط کیا ہی کہ یہودیون کا یہ اعتقاد تھا کہ جو کوئی انکے مذہب سے مخالف ہو اسکو ہر طرح کی تکلیف و ایذا پہونچانا ثواب سمجھتے ہین جسطرح ممکن ہو مانند قتل کرنے و مارنے و مال لوٹنے و چھین لینے اور طرح طرح کے مکر و حیلہ کرنے کے بہر حال اذیت و تکلیف پہونچانا اپنے مذہب کے مخالف کو واجب جانتے ہین اور یہ اعتقاد مسلمانون مین سے بعض مبتدع شیعہ و رفض کرنے والونکا بھی ہی لیکن جو مسلمان کہ توحید و سنت پر جماعت سے قائم ہین وہ ایسی باتون کو بہت بُرا جانتے ہین اور ایسے بیجا ظلم کرنے والے کو دوزخی جانتے ہین پس یہود کے اس بد اعتقادی نے انکو مسلمانون سے سخت عداوت پر آمادہ کیا تھا اور نصاری کا مذہب یہودیون کے برخلاف ہی کیونکہ نصاری یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ کسی کو ایذا دینا حرام ہی پس انکو مومنین سے زیادہ مودت ہوئی اور بعض نے لکھا کہ یہ وجہ بھی تھی کہ یہودیون مین حرص شدید و دنیا طلبی نہایت تھی اور جو ایسا ہو وہ ایمان کی باتون سے عداوت رکھیگا اور نصاری کا حال یہ تھا کہ دنیا اور اسکی لذتون سے دور تھے تو ایسا شخص ہمیشہ نرم ہوگا پس انکو مومنون سے زیادہ مودت ہوئی بلکہ علت تو قرآن مجید مین خود منصوص ہی کہ انکو مومنین سے اسوجہ سے مودت زیادہ ہی کہ انمین قسیس جمع قس یعنے عالم دین نصاری تے ہین

اور رہبان جمع راہب بمعنے نصرانی گوشہ نشین ہوتے ہین اور انکو غرور نہین ہوتا ہی اور مجاہدؒ سے روایت ہی کہ یہ نصاری وہ ہین جو
ملک حبش سے آئے تھے اور عطاءؒ نے کہا کہ قرآن مین جہان نصرانیون کو بھلائی سے ذکر کیا گیا وہ نجاشی بادشاہ حبشہ و اسکے ساتھی ہین
اور ظاہر یہ ہی کہ جو امور خیریت کے ایمان کے متعلقات سے ہین تو وہ ایسے ہی نصاری کے حق مین ہین اور جو امور اسپر موقوف نہین بلکہ عموماً
ہو سکتے ہین انمین تخصیص نہین جیسے یہان ہی چنانچہ اکثر فرق نصاری کے مسلمانونسے وہ عداوت نہین رکھتے جو یہودیونکو تھی اگرچہ مودت
بھی پوری نہین رکھتے تو کلام مجید مین فقط اسیقدر ہی کہ یہودیون سے برخلاف نصرانیون کو مسلمانون سے زیادہ مودت ہی
ف قال فی العرائس قولہ ذلک بان منہم قسیسین ورہبانا ۔ واضح ہو کہ یہودی تو اللہ تعالے کے سخت غضب کے مستحق ہو گئے
اور انکی حرکتین نہایت ظلم و بیرحمی تک پہونچ گئین اور بالکل حواس ہی کے پابند ہو گئے چنانچہ حضرت موسی علیہ السلام کی حیات
شریف مین پہلے تو گوسالہ حیوان پوجنے کی الفت سے اپنے آپکو خوار کیا پھر حیوان سے گر کر موسی علیہ السلام سے مورت مانگی کہ ایک
مورت ہمارا خدا بنا دو پس یہ لوگ ہر ایسے شخص کے دشمن ہو گئے جسکو حضرت قدیم عز وجل سے ربط ہو اور مومنین صحابہ رضی اللہ عنہم
چونکہ اس نسبت مین کامل تھے لہذا انسے ان یہودیون کو بدرجہ کمال عداوت ہو گئی پھر رہے نصاری تو یہ لوگ وحدت لیے ہوے
ایک تو بیٹا بنایا تو سخت ضلالت کے مستحق ہوے اور دوسری جانب محبت و عدم غرور و دنیا سے بے رغبتی وغیرہ پس انکی ہمت بلند
تھی کہ الہیت کی طلب مین دوڑے لیکن عیسی علیہ السلام پر یہ گمان دوڑایا اور بھٹکے اسوجہ سے کہ عیسی علیہ السلام جمیع آیات الہی
تھے چونکہ الوہیت و توحید مین انکو قلیل ادراک تھا اس سبب سے حضرت عیسی علیہ السلام سے ظہور صفات کے وقت دھوکے
مین پڑ گئے لیکن اتنی استعداد انمین تھی کہ آیت سے ظہور کو قبول کیا اس سبب سے اسلام قبول کرنے مین بہ نسبت یہود کے زیادہ
قریب ہوے اور اسلام محض توحید الہی عز وجل ہی اور رہبان جن قسیسین و رہبان کی تعریف فرمائی ہی یہ وہ لوگ ہین جو حق عز وجل
کی طلب مین بسبب راہ گم کرنے کے نصرانیت مین پڑے تھے پھر جب انکو امر حق لائح و واضح ہوا تو غیر حق سے نکلکر حق کیطرف رجوع
لائے اور مسلمان ہو گئے اور حالت نصرانیت مین بھی طلب الہی مین سچے تھے پس رحمت نے انکو گڑھی ہوئی باتون سے نکال لیا اور
شکوک انکے دل مین نہین چھوڑے اور راہ شک سے راہ یقین پر بلایا پھر انکا وصف بیان کیا بقولہ وانہم لا یستکبرون یعنے
برہان حق روشن ہونے کے وقت انکو خضوع ہوا کہ راہ تمرد جو شیطان کی راہ ہی فوراً ترک کر دی

ذیل در بیان ولایت

ولایت دراصل بمعنے قربت ہی اور ولی کو قربت رب تبارک سے ولی کہتے ہین اور یہ قرب جسمانی نہین ہی بقولہ تعالے نحن اقرب الیہ من
حبل الورید ۔ شہرگ گردن سے زیادہ قرب الہی تعالے صریح بتلاتا ہی کہ یہ صفت جسمانیت نہین ہی اور وہ حق تعالے کی طرف سے عامہ مومنین کو
حاصل ہی بقولہ تعالے ۔ اللہ ولی الذین آمنوا ۔ مومن بندونکا اللہ تعالے ولی ہی ۔ اور فرمایا وہو یتولی الصالحین ۔ وہ نیکوکارونکا متولی ہی
اصل اسمین محبت ہی اور وہ بھی جانبین سے ثابت ہی بقولہ تعالے الذین آمنوا اشد حبا للہ ۔ جو ایمان لائے انکو اللہ تعالے سے بہت سخت محبت
ہی و بقولہ تعالے یحبہم ویحبونہ ۔ اللہ تعالے ان بندونکو محبوب رکھتا ہی اور وہ اللہ تعالے کو محبوب رکھتے ہین علماء نے اجماع کیا کہ اللہ تعالی کی جناب
مین محبوب کا لفظ بولنا جائز نہین ہی اسواسطے کہ عوام مین یہ لفظ معشوق کے معنے مین معروف ہو گیا ہی اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حق مین ، بولنا نہین جائز ہی جب محبت لازمہ ولایت ٹھہری تو جس کسی سے محبت ہو اسکو اپنا ولی بنانا ثابت ہوگا کیونکہ ولایت مین

محبت اصل ہے اور محبت سے عکس اتحادی پیدا ہوتا ہے اور محبت مین دو صورتین ہوتی ہین اول یہ کہ دونون طرف سے حبیب محب ہو۔ اور یہ ولایت ایمانی ہین بندۂ صالح کو جناب احدیت جل شانہ مین یہی معنے حاصل ہوتے ہین کیونکہ اول اللہ تعالے ہی کی طرف سے محبت ہوتی ہے اور یہ قسم **ولی مراد** ہے اور کبھی بتحریک سلسلہ نعمت ہوتی ہے تو یہ **ولی مرید** ہے پس اگر کفر و شرک و بدعت وغیرہ سے محبت ہو تو آخری نتیجہ یہ کہ ایمان سے محروم ہو جاوے۔ خصوص صورت دوم مین وہ یہ ہے ایک طرف سے جانب محبت غالب ہو اور دوسری طرف سے محبوبیت غالب ہو تو جو رنگ محبوب ہے وہی رنگ محب ہو جائیگا۔ اسیواسطے اگر مخلوقات مین سے کوئی محبوب ہو تو محب دائرۂ امکان سے خارج نہوگا تو کبھی واصل نہوگا۔ ہان اگر محبت عقلی ہو مثلاً کسی ولی سے محبت ہے کہ اُسنے راہ حق مین کس طرح جان فدا فرمائی تو خود بھی اسیطرح جان فدا کرے پس واصل ہوگا اور یہ درحقیقت اول سے محبت حق ہے **شیخ جوزجانی** نے فرمایا کہ ولی وہ کہ اپنے حال نفس سے فانی ہو کر دیدار آیات حق مین باقی ہے اسکو اپنی حالت بیان کرنا یا غیر کی طرف التفات کرنا غیر ممکن ہے **ابراہیم ادہم** نے فرمایا کہ اگر تجھے یہ مطلوب ہے تو دنیا و آخرت سے منہ موڑ کر اللہ تعالے کیطرف متوجہ ہو **امام قشیری** نے فرمایا کہ ولی وہ ہے کہ اللہ تعالے اسکو اُسکے جی کے اختیار مین نہین چھوڑتا بلکہ خود متولی ہو جاتا ہے ولیکن اسکے واسطے لازم ہے کہ بندہ اسکے احکام عبادت کا متولی ہو لہذا جس شخص پر **شرع** کیطرف سے **اعتراض** ہو وہ مغرور فریب مین گرفتار ہے **بایزید** نے فرمایا کہ جو شخص **شرع** کے آداب مین امانت دار نہو وہ اسرار کا امانت دار نہین ہو سکتا **شعرانی** رح نے طبقات کبری مین لکھا کہ اس قوم صوفیہ کا طریقہ قرآن و حدیث و اجماع سلف پر مضبوط ہے یہ صریح امام **جنید** کا قول ہے اور **مشائخ** بالاجماع متفق ہین کہ وہی راہ حق مین چلنے والا ہے جو علم شریعت مین ماہر ہو و متبع ظاہر امام **شاذلی** رح نے تنبیہ کی کہ خبردار ایسے لوگون سے بے علم مرید نہ بنا بیت الیجیو جنکو خود اس قوم کی راہ نہین معلوم ہے انتہی اس ذیل سے تجھے معلوم ہوگا کہ اہل کفر و شرک و بدعت و اہل دنیا و خلاف شرع کی ولایت و محبت مین کسقدر عظیم ضرر ہے اور رب عز و جل نے اپنے بندون کو اعلی ہدایت سے سرفراز فرما کر آیات کثیرہ مین موالات کفار سے منع فرمایا اور حدیث مین ہے کہ جو شخص جس سے محبت کرے اسی کے ساتھ ہوگا یہ اہل ایمان کے واسطے محبت ابرار سے بڑی نعمت و امید کا مقام ہے۔ اللهم اجعلنا من یحب نبیک صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

تَمَّ الجزء السَّادس بحمد الله تعالى وَتوفيقه وَيتلوه السَّابع من قوله تعالى

وَإِذَا سَمِعُوا الآية. وَالحَمدُ لِلّٰهِ رَبِّ العٰلَمِينَ ٥

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ - ۱۰/
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری - ۱/
جواب السائلین۔ بطور استفتا - ۲/
کنز الدقائق۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان - عہ/
حیل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری - ۱/
رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر - ۱/

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو جلد کامل عللہ/
شرح سفر السعادت۔ از مولانا عبد الحق دہلوی معروف - ۸/
حجج الحجج۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ - عہ/
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام/
تبیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین - ۱/
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی - ۲/
نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری /
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ - ۶/
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی - ۸/
مسلک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی الٰہ یار خان - عہ/

فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از منشی نصیر الدین - عہ/
قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم - ۸/
شرح فارسی مختصر وقایہ از عبد الرحمن جامی - عہ/
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین برہانی محشے مع فرہنگ - ۱۳/
مالا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ - ۶/
شرح مختصر وقایہ کو رمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی - ۸/
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران - ۱/
رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان - ۴/

فقہ عربی

برجندی۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح - ۳/
فتح القدیر۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخیم جدید الطبع - عہ گذشتہ عہ
ہدایہ۔ حاشیہ جدید نہایت عمدہ زوائد و فوائد بہ تحشی مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل۔
۱۔ جلدین اولین عبادات للعہ/
۲۔ جلدین آخرین معاملات - صہ/
فتاوائے عالمگیری۔ ہر چہار جلد کامل در یک جلد زیر طبع

ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل۔
ایضاً جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح للعہ/
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب - للعہ/
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل معہ/
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلاں خوشخط و صحیح - عہ/
شرح وقایہ خرد۔ مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم - ۱/
الاشباہ والنظائر۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول - ۸/
ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا بتحشیہ جدیدہ - عہ/
کنز الدقائق۔ محشی متداول درسی کتاب مجموع
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول - عہ/
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلدات میں بتفصیل ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات میں - عہ/
(۲) جلدین آخرین معاملات میں - عہ/
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول ۱۱/
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم - ۱/

قدوری محشی - تالیف امام ابوالحسن قدوری
متداول - ۸ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی - ۷ر
باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان - ۴ر
ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین
مترجمہ مولانا ابوالحسن فریدآبادی - ۴ر
مخزن دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش - ۲ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲ر
آبحیات - اخلاق و موعظت مین مصنفہ
منشی کالکا پرشاد - ۳ر
کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان
شرائف علم و ادب - ۲ر
پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل
مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین
بتفصیل ذیل -
(جلد اول) ترجمہ دفتر ا و ۲ و ۳ - زیر طبع
(جلد دوم) ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا
روم - مترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۴ر
عشق فیض - نظم ترجمہ اُردو پند نامہ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ
از مولوی عبدالغفور خان بہادر - ۲ر
مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی
مع چہار جلد کامل طبع جلد پنجم - ۵ر
تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی - ۲ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان - جلی قلم کاغذ سفید کندہ تحریرہ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۔
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم - آخر مین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی وسفید ۱ر
گلستان بالتصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی ۱ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی تحریرہ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اُردو - اسمین طلبا کی آسانی
کے لیے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین ۱ر
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب
اکبرآبادی شارح مثنوی مولانا روم آئین
تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱ر
گلستان مترجم - فارسی با ترجمہ اُردو - ۱ر
گلستان خرد - فارسی - ۵ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب
تفتہ سکندرآبادی نے اس صفائی سے
گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی
اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۱ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین
قابل قدر کتاب ہے - از مولانا جامی - ۵ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز
گلستان سعدی از ملا مجیدالدین ۸ر
عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب گلستان
و بوستان - ۹ر

بوستان جلی قلم - تحریرہ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی ۔
بوستان محشی متوسط کلان - اسمین ضروری
حواشی درج ہین - ۱ر
بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی منشی
علی بخش صاحب - ۸ر
بوستان محشی خرد - ۵ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہین ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستانی بحر مین ہر شعر کا شعر
مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱ر
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی
ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بے مثل شرح ہے ۸ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس
مین ہے اور عموماً طلباء کے درس مین داخل ہے ۱ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین
داخل ہے - اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیرالدین طوسی کاغذ سفید کندہ ۱ر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ
کاشفی ۸ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین لکھی
گئی ہے - از حکیم منور حسین صاحب مرحوم ۲ر
مجموعۂ صد پند سودمند - حضرت لقمان کی
سو قابل قدر نصائح - ۳ر ۶ پائی -

المشتہر منیجر صیغۂ بکڈپو
نولکشور پریس لکھنؤ

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشی لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف و حقائق ذخیرۂ اسرار و دقائق جسمین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر کے افادات کیساتھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین ایمان

موسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم النقلیۃ والعقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الخابرین حادی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولٰنا مولوی سید امیر علی صاحب نقادی الہند مترجم عالمگیریہ وعین الہدایہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین بحسن حق جھپی

اطلاع ۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے ۔ جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے اور معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرماسکتے ہین قیمت بہت ارزان ہے ۔ اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ۔ ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدین ہے
تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲۰ر
تفسیر سورۂ یوسف ۔ چہ مصرعہ از مولوی اشرف علی ۵ر
پنجسورہ مترجم ۔ با ترجمۂ اُردو ۔ ۲ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ہے
تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف ۸ر ۔ بلا کمیشن

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط الفیضی مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج ایسی جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین کو ہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط سواہ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا وقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و بیسا ہی پایا جیسا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ بلا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا ۔ لعہ بلا جلد ۔ مجلد عہ

احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمۂ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اُسکا ترجمہ اُردو مین اس مرتبہ مین اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے عہ
تحفۃ الاخیار ۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی خرم علی ۔ عہ ر
ترجمۂ جامع ترمذی ۔ حامل المتن جلد اوّل مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری ولاوری لاہوری ۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے ۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین ۔ للعہ ر
ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ۔ ہے ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع عہ

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف ۔ ہے
دلائل الخیرات ۔ با ترجمۂ فارسی و اسماے متبرکہ

و خواص اسماء حسنے معروف ۔ ۸ر
زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ۔ ذخیرہ احادیث مولفۂ مولانا غلام یحیی ۔ ۵ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ترجمۂ اُردو درمختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدین عہ
راہ نجات ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۱ر
مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۴ر
حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان ۔ ار
ترجمۂ فتاوی عالمگیری ۔ اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس وقت ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل عہ
کشف الحاجۃ ترجمۂ اُردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۴ر
ہزار مسئلہ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ۳ر
شرح محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ ۳ر

وَاِذَا سَمِعُوا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا

اور جب سنیں جو اُتارا گیا رسول پر تو دیکھے اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اسپر جو پہچان لی بات

مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ

حق۔ کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا ہو تو لکھ دے ہمکو ماننے والے کیساتھ۔ اور ہم کو کیا ہوا کہ یقین نکریں اللہ تعالیٰ پر اور جو پہونچا ہم پاس حق۔ اور ہمکو توقع ہو کہ

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

داخل کرے رب ہمارا ہم کو نیک بختوں کے ساتھ میں۔ پھر اُن کو بدلا دیا اُن کے رب نے اس کہنے پر باغ۔ اُن کے نیچے نہریں بہتی ہوئی رہا کریں اُن میں۔

وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ○

اور یہی نیکی کرنیوالوں کا بدلا ہے۔ اور جو منکر ہوئے اور جھٹلانے لگے ہماری آیتیں۔ وہ ہیں دوزخ کے لوگ۔

اوپر مذکور ہوا کہ نصاریٰ لوگ بہ نسبت یہود کے مومنوں سے زیادہ مودت رکھتے ہیں اور وہ یہودیوں و اہل ہند کی طرح حق سے تکبر نہیں کرتے ہیں اور نزول آیت کا اسوقت ہوا جبکہ حبش کے راستے واپس آنے والے صحابہ کیساتھ ایک گروہ نصاریٰ کا نجاشی بادشاہ حبشہ کی طرف سے آیا تھا اور حضرت صلعم نے اُن کو سورۂ یٰسین سنائی تھی پس وہ سنکر رونے لگے اور مسلمان ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ بہت ہی مشابہ ہے اُس کلام سے جو عیسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا اور یہی اللہ تعالیٰ نے اُن کے حال سے خبر دی ہے بقولہ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ اور جب اُنھوں نے سنا جو اُس رسول پر اُتارا گیا ف یعنی محمد صلعم پر جو قرآن اترا اُس کو سنا تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ تو تو اُن کی آنکھیں دیکھتا ہے کہ آنسو سے اُن کی آنکھیں جاری ہیں بوجہ اس حق کے جو اُنھوں نے پہچانا ف یعنی حق پہچانکر اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری دیکھے اس سے ثابت ہوا کہ اثر عرفان و جوش قلب ہے کہ بندہ کے آنسو جاری ہوں خصوص جبکہ کلام حضرت باری تعالیٰ شانہ کو سُنے اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ کلام مجید سنکر ظاہر سے بیہوش ہو جاتے تھے حتیٰ کہ اُن کی زخمی ٹانگ کاٹ لی گئی اور اُن کو خبر نہ ہوئی اور یہاں اس گروہ نجاشی رضی اللہ عنہ کا حال بھی یہی تھا کہ حق کی معرفت سے اُن کو جوش گریہ نے لیلیا يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا یعنی کہنے لگے کہ اے پروردگار ہمارے ہم ایمان لائے ف یعنی ہم نے تیرے رسول محمد صلعم اور تیری پاک کتاب قرآن مجید کی تصدیق کی تو فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ لکھدے ہم کو شاہدین کے ساتھ میں ف یعنی اُن لوگوں کیساتھ میں جو اقرار کرنے والے ہیں تیرے رسول و کتاب کے سچ ہونے کے۔ اور عکرمہ نے ابن عباس رضی سے روایت کی کہ قولہ مع الشاہدین اے محمد صلعم کی اُمت کے ساتھ میں اور وہی شاہدین ہیں کہ محمد صلعم کے واسطے یہ گواہی دینگے کہ اُنھوں نے ہم کو اللہ تعالیٰ کی رسالت پہونچائی اور باقی رسولوں کے واسطے گواہی دینگے کہ اُنھوں نے اپنی قوموں کو رسالت پہونچائی ہے رواہ الحاکم وصححہ اور واضح ہو کہ اُمت محمد صلعم سے اس روایت میں صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں اور ابن عباس رضی سے مروی ہے کہ قولہ اذا سمعوا الآیات اُن کا نزول اس گروہ کے حق میں ہے جو جعفر بن ابی طالب کے ساتھ حبش سے نصرانی بادشاہ نجاشی کے بھیجے ہوئے آئے تھے کہ تم علما و زاہد ہو جا کر اس رسول کا کلام سنو اور اسکے اوصاف کو پہلی بشارت سے ملاؤ پس جب رسول اللہ صلعم نے اُن کو قرآن مجید سنایا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور سب کے سب فوراً مسلمان ہوگئے پھر رسول اللہ صلعم نے اُن سے کہا کہ شاید تم اپنے ملک میں واپس جا کر اپنی قوم کے دین کی طرف پھر جاؤ تو کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین اسلام سے کبھی نہیں پھرینگے پس اللہ عزوجل نے انکا یہ پوشیدہ قول و جناب باری تعالیٰ میں دعا کرنا نازل فرمایا رواہ الطبرانی پھر مروی ہوا ہے کہ وہ جب مسلمان ہوگئے تو یہود مردودوں نے اُن کو عار دلایا کہ اپنا دین تم نے چھوڑ دیا تو ان کے جواب میں کہنے لگے کہ۔ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ہم کو کیا ہوا کہ ہم یقین نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر جو ہمارے پاس آیا ہے ف یعنی ہم کو کوئی مانع نہیں اور مقتضی موجود ہے پھر کیوں ہم اللہ تعالیٰ اور قرآن پر اور آنحضرت صلعم کی رسالت سے ایمان نہ لائیں حاصل آنکہ جب حق ظاہر ہوگیا تو ایمان لانا ہم پر ضرور ہے کوئی مانع نہیں ہے کیونکر نہ ایمان لاویں

... رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ اور ہم آرزو کرتے ہین کہ ہمارا پروردگار ہمکو قوم صالحین کے ساتھ داخل کرے ف یعنی مومنین کے ساتھ داخل کردے
یا سکتی ہین ملادے یا اُن کے ساتھ جنت مین داخل کردے اور مفسر سیوطی نے کہا کہ نطمع کا عطف نومن پر ہے پس معنی یہ ہوئے کہ ہم کیون نہ طمع کرین کہ ہمارا
پروردگار ہم کو قوم صالحین کیساتھ جنت کے اندر داخل کرے۔ یہ اسواسطے کہ عطف جملہ اسمیہ وفعلیہ ہو۔ بعض نے کہا کہ اسمین کوئی برائی نہین ہے جیسا کہ
بعض محققین کا قول ہے۔ اور حسب معنی حال ہے یعنی کیون ہم ایمان نہ لاوین ہمکو تو یہ آرزو ہے کہ پروردگار تعالی ہم کو قوم صالحین کے ساتھ لادے پس جو لوگ کہ
صالحین کے ساتھی ہونا نہین چاہتے ہین وہ البتہ ایمان نہ لاوین گے۔ بالجملہ جب یہ اُن کی باتین اور اُن کی سچی نیت کو اللہ تعالی نے ظاہر فرمایا تو حضرت صلعم وصحابہ
رضی اللہ عنہم کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ سچے ہین اور ان لوگون کا ایمان زیادہ بڑھ گیا اور صریح اللہ تعالی نے اُن کے جنتی ہونے کی خبر فرمائی۔ بقولہ۔ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ
بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ تعالی نے اُن کو اُن کے قول کے بدلے جنات عطا فرمائین جنکے نیچے نہرین
جاری ہین درحالیکہ اُنمین ہمیشہ رہین گے اور یہی محسنین کا ثواب ہے۔ ف یعنی جو لوگ ایمان لاکر مرتبہ احسان کو فائز ہوئے اور احسان ایک مرتبہ تحقیق ایمان کا نام ہے
کہ اللہ تعالی کی عبادت ایسے خلوص سے ہو کہ گویا مشاہدہ ہے۔ کما فی الصحاح۔ اور اس بشارت کے ساتھ ہی یہود وغیرہ کافرون کے وعید بھی فرما دئے بقولہ
وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ۔ اور جنھون نے کفر کیا اور ہماری آیات جھٹلائین ایسے بدکار لوگ جہنم کے لوگ ہین ف حاصل آنکہ کلام الٰہی
واسکے رسول کے سچ ماننے کا نتیجہ جنت دار السلام ہے اور جھوٹ ماننے کا بدانجام آگ کا مقام وعذاب کا ٹھکانا جہنم ہے ف عرائس مین ہے کہ قولہ واذا سمعوا
ما اُنزل الی الرسول الآیۃ۔ اللہ تعالی نے اشارہ سے اپنے خالص بندون کا حال بیان فرمادیا کہ خالص بندون کا یہ حال ہوتا ہے کہ قرآن خطاب سننے
کے وقت اچھی طرح کان رکھتے ہین پس اُن کی عقلین اچھی انبساط وکشادگی کے ساتھ کتاب مجید کے شواہد وآیات کو مشاہدہ کرتی ہین اور اُن کے دل اس خطاب
کی حلاوت کو لیتے ہین اور اُن کی روحین جمال انبیاء علیہم السلام کو مشاہدہ کرتی ہین اور انکے اسرار باطنہ اور انوار صفات کو مشاہدہ کرکے اس کے نادر عجیب علوم غیبیہ کے
لطائف ادراک کرتے ہین پھر اس سے خطاب فرمانیوالے کے جمال کی طرف شوق اُنکا دوڑتا ہے پھر جب بطریق یقین وصول کے اس کی معرفت حاصل کرلیتا
ہے تو اسکی الہیت پہچان جاتا ہے اور اُس کی وحدانیت پر مطمئن ہوجاتا ہے لیکن اس بیدارے اُسکا عاشق صادق ہوجاتا ہے پس اس سے اُس کے جسم کو اثر
ہوتا ہے اور وہ مضطرب بیتاب ہوکر آنکھون سے شوق کے آنسو بہاتا ہے اور جلکر فنا ہوجانا چاہتا ہے تاکہ روح کے مانند باقی رہے اور ذکر ویاد کی مجلس مین یہ
دل بھی عشق کی آگ مین جل جاتا ہے پھر ان لوگون کی یہی کیفیت ہوئی کہ ان کی سچی معرفت توحید کی صحیح علامت یہ پیدا ہوئی کہ عشق ومحبت کے آنسو ان کی آنکھون
سے جاری ہوئے پس آگاہ فرمایا کہ واذا سمعوا ما اُنزل الی الرسول الآیۃ یعنی جب اُنھون نے سماع خطاب مین پایا جو اُن سے گم تھا یعنی لطیف حقائق اسرار وشواہد
علوم غیب کو اور خطاب کرنے والے اور جسپر خطاب اترا ہے ہر ایک کی شان کو پہچان لیا تو اس کو پاکر بہت خوش ہوئے اور جتنی عمر برباد ہوگئی اس سے رنج کیا پس
اس خوشی ورنج نے اُن کو جوش دلایا کہ گریہ شوق مین آنسو بہانے لگے۔ اور یہ گریہ اسی سبب سے ہوا کہ اُن کے دل کی آنکھین معرفت غیب تک پہونچین اور اُنکی روحین
مشاہد قربات تک واصل ہوئین پھر ایسے بہت گذرے ہین جن کو قرآن مجید کی تلاوت سے بہت سی معرفتون کے ہجوم نے اور کثرت سے انوار غیب کے ورود نے
اُن کو قتل کرڈالا اور ہمیشہ کیواسطے زندہ کردیا۔ اور جنید رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ مین ایک رات مین ایک زمین پر ٹھہرا ہوا قرآن پڑھتا تھا پس مین نے یہ آیت پڑھی کل نفس
ذائقۃ الموت۔ پس مین نے اس کو کئی بار دوہرایا پھر گھر کے ایک کونے کی طرف سے آواز آئی کہ کب تک تو اس آیت کو دوہرائے جاویگا۔ کہ چار جن کو تو نے قتل
کرڈالا جنھون نے اپنے سر آسمان کی طرف نہین اُٹھائے یہانتک کہ مرگئے بسبب تیرے اس آیت کو بار بار پڑھنے کے۔ اور صحیح مین ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر
رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید پڑھنے کے وقت اپنی سنبھال نہین رہتی تھی یعنی بے اختیار روتے تھے پھر اللہ عزوجل نے انجیل والون مین سے ایمان لانے والون کی
پاکیزہ تصدیق کو فرمایا جو صدق سے ظاہر فرمایا بقولہ یقولون ربنا آمنا فاکتبنا مع الشاہدین۔ یعنی ہم نے تیری تصدیق کی بواسطہ اس معرفت کے جو ہم کو تیری توفیق

دینے سے تیرے پیچھے رسول محمد صلعم سے ظاہر ہوئی اور ہم نے تیرے رسول کی اور اسکے یارون کی پوری قدر پہچانی کہ وہ تیرے قرب و وصال کے شاہد ہین۔ اور ابن عطاؒ نے قولہ واذا سمعوا کے معنی اشارہ مین کہا کہ آنحضرت صلعم کے مشاہدہ سے کلام مجید سننے سے پہلے ان کے دل کے ہاتھ پانون قریب تھا کہ بول اُٹھین کہ ہم نے اس رسول کی وحی کو قبول کیا پھر جب وحی کو سنا تو ہرگز تاب نہ رہی مگر اسی طرح کہ آنسو بہا کر کلمہ شہادت بول اُٹھے اور یہ جوش عشق و معرفت تھا جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ مما عرفوا من الحق۔ اور شیخ استاذؒ نے کہا کہ خطاب حق سننے سے دل کی آنکھین کھلین اور مقام تحقیق کو پہچانکر جوش گریہ سے تسکین پائی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ○

اے ایمان والو حرام مت ٹھہراؤ ستھری چیزین جو اللہ تعالیٰ نے تم کو حلال کردین اور حد سے نہ بڑھو اللہ تعالیٰ نہین چاہتا حد سے بڑھنے والے کو۔

وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ ○

اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کے دیئے سے حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے جس پر تم یقین رکھتے ہو۔

نزول اس کلام کا اُسوقت ہوا کہ جب ایک قوم نے صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے یہ قصد کیا تھا کہ برابر جن دنون کے روزے جائز ہین سب دن برابر روزہ رکھین اور ہر شب تمام رات نماز مین قائم رہین اور عورتون سے نزدیک نہ ہون اور خوشبو کو نہ چھوئین اور گوشت نہ کھاوین اور بچھونے پر نہ سوئین اور عبدالرزاق نے مرسل روایت کی جسمین حضرت علی و عثمان بن مظعون و عبداللہ بن عمروؓ کا نام ہے اور معالم مین دس صحابہ کا ایک مکان مین جمع ہوکر ایسا مشورہ کرنا مذکور ہے جن کے نام یہ بیان کیئے کہ وہ ابوبکر و علی و ابن مسعود و ابوذر و سلمان و سالم و معقل بن مقرن و عثمان بن مظعون و مقداد بن اسود و عبداللہ بن عمرو ہین۔ وقال المترجم رواہ ابن جریر عن مجاہد والسدی وغیر واحد من التابعین مرسلا ولہ شاہد فی الصحیحین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت ایک جماعت صحابہ کے حق مین ہے پھر ان کے ارادہ راہبون کے مانند بیان کرکے کہا کہ نبی صلعم نے اُن سے کہا کہ مین روزے بھی رکھتا اور افطار بھی کرتا اور نماز پڑھتا اور سوتا بھی ہون اور عورتون سے نکاح بھی کرتا ہون پس جس نے میری سنت کو لیا وہ مجھ سے ہے اور جس نے میری سنت کو نہ لیا وہ مجھ سے نہین ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور صحیحین مین ہے کہ چند صحابہؓ نے حضرات ام المؤمنین سے آنحضرت صلعم کی پوشیدہ عبادت کو دریافت کیا جب معلوم ہوا تو بولے کہ کہان ہم اور کہان آنحضرت صلعم۔ اُن کو تو اللہ تعالیٰ نے بخشدیا ہے پھر متفرق بعض نے کوئی بات ترک کرنا اور بعض نے کوئی بات ترک کرنا بیان کی پھر آنحضرت صلعم کو یہ خبر پہونچی تو آپ نے مانند حدیث مذکورہ بالا کے بیان فرمایا اور نیز ابن عباسؓ سے ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلعم سے آکر عرض کیا کہ جب مین گوشت کھاتا ہون تو مجھے عورتون کی خواہش ہوتی ہے اور مین نے اپنے اوپر گوشت حرام کرلیا تب یہ آیت نازل ہوئی رواہ الترمذی وحسنہ وابن جریر۔ وقد روی موقوفا و مرسلا۔ بالجملہ اتنا ثابت ہوا کہ بعض مومنین نے اپنے اوپر بعض لذیذ چیزین حرام کرنے کا قصد کیا تھا تب نازل ہوا قولہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا اے ایمان والو مت حرام کرو۔ ف اپنے اوپر۔ طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ۔ پاکیزہ لذیذ چیزین مطعومات ان چیزون سے جو اللہ تعالیٰ نے تم پر حلال کردی ہین ف اور ابن جریرؒ نے لکھا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مسلمان کو حلال اشیاء حلال سے کوئی اپنے اوپر حرام کر لینا روا نہین ہے اور چونکہ خیر الہدیٰ ہدی محمد صلعم ہین تو ایسا کرنا جو خلاف سنت ہے جائز نہین اور افضل اتباع سنت و فعل ثواب ہے پس قدرت کے وقت اچھے کپڑے و کھانا چھوڑ کر ردی و خراب کی طرف رجوع لانا اگرچہ اس غرض سے ہو کہ کم قیمت سے جو بچے وہ مساکین کو صدقہ کرے تو بھی روا نہین ہے کیونکہ اپنے نفس پر صرف کرنا مقدم ہے۔ قال المترجم اسمین بعض تامل ہے۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا کہ حلال مین سے لذیذ چیزون و پاکیزہ کو اپنے اوپر حرام مت کرلو۔ وَلَا تَعْتَدُوا اور تجاوز مت کرو ف یعنی حکم آلٰہی سے تجاوز مت کرو۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ اللہ تعالیٰ تجاوز کرنے والون کو دوست نہین رکھتا ہے ف یعنی تجاوز کرنیوالے محبوب بندے نہین ہین پھر حکم دیدیا کہ۔ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا اور کھاؤ اس چیز سے جو تم کو رزق دیا اللہ تعالیٰ نے حلال طیب کو ف یعنی مرزوق مین سے حلال لذیذ کھاؤ پس رزق کبھی حرام بھی ہوتا ہے بخلاف معتزلہ کے کہ وہ حلال سے مخصوص جانتے ہین اور بحث اوپر بیان ہو چکی ہے اور معنی یہ کہ جائز رکھو کھانا ہر لذیذ حلال کا

چنانچہ جب اللہ تعالی نصیب کرے تو اسکو کھاؤ اگرچہ چاہے اور اپنے اوپر حرام مت کرو۔ پس تقدیر کلام آنکہ کلوا حلالا طیبا حال کو نہ مما رزقکم اللہ تعالی اور اعراب ظاہر ہے اور آیت میں
دلیل واضح ہے کہ اللہ تعالی ہی ہر بندہ کے رزق کا کفیل ہے پھر یہ وصیت کر دی کہ واتقوا اللہ الذی انتم بہ مؤمنون اور اسی اللہ تعالی کا تقوی رکھو جس پر تم ایمان لائے
ہو۔ یعنی اللہ تعالی کے ممنوعات سے تقوی رکھو پس بندہ مطیع و مکلف جبھی ثواب کا مستوجب ہے کہ معارضہ نفس کے وقت اطاعت پر ثابت ہے پس اگر کسی نے
آلہ تناسل قطع کر دیا تو اس کو یہ مدح کرنا کہ واہ واہ یہ شخص زنا نہیں کرتا ہے محض مہمل ہے کیونکہ عصمت بی بی از بے چادری ہے۔ کمال اسوقت تھا کہ خوب مرد ہوتا
پھر بخوف الہی اس کا مرتکب نہ ہوتا۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے اسی آیت سے ان لوگوں کو سمجھایا جنھوں نے زہد کے واسطے حلال کو حرام کر لیا
تھا اور واضح ہو کہ بعض نے یہاں یہ تفصیل کی ہے کہ اگر حلال میں سے کسی چیز کو حرام کر لے تو اسی آیت سے منع ہے اور اگر حرام نہ کرے مگر زہد اختیار کرے اور نہ
کھاوے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن ظاہر حدیث صحیحین و دیگر احادیث اسی امر پر شاہد ہیں کہ اپنے نفس سے معارضہ کرے اور کھاوے چنانچہ معلوم ہوگا اور مؤلف
فتح البیان نے دعوی کیا کہ جمہور علماء اس طرف گئے ہیں کہ جس نے اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کر لیا تو اسپر حرام نہیں ہوتی اور اسپر کفارہ بھی لازم نہیں
آتا ہے۔ اور ابو حنیفہ و احمد و انکی اتباع کا قول ہے کہ حرام ہو جاتی ہے اور اسپر کفارہ لازم آتا ہے اگر تناول کرے۔ پھر کہا کہ یہ قول مخالف اس آیت کے ہے اور مدلول احادیث
صحیحہ سے بھی خلاف ہے۔ قال المترجم اس آیت میں فقط اس امر سے ممانعت ہے کہ جو حلال ہیں ان میں سے اپنے اوپر کوئی چیز حرام نہ کرو پس اگر وہ حرام نہیں ہو سکتی ہے
تو ممانعت کس چیز سے ہے۔ پس آیت کی نہی ویسے ہی ہے جیسے اور امور میں نہی ہے اور یہ مذہب نہیں ہے کہ وہ چیز فی نفسہ حرام ہو جاتی ہے بلکہ بالاجماع حلال کو
حرام سمجھنا کفر ہے جبکہ ضروری العلم ہو بلکہ مراد یہ کہ قسم سے اُسنے اپنے اوپر ممنوع کر لیا تو قسم توڑنے پر کفارہ لازم آئیگا۔ پس مؤلف فتح البیان نے جو مخالف آیت کے قرار دیا
عجیب ہے اور کچھ عجب نہیں بلکہ یہ مؤلف مذکور کا تکیہ کلام ہے۔ شاید مؤلف مذکور کو شروع پارہ چہارم یاد نہ آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم
اسرائیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ الآیۃ پس یہ صریح ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فقط اپنے اوپر حرام کر لیا تھا ورنہ وہ اوروں پر حلال تھا۔ حافظ الحدیث
ثقہ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے لکھا کہ مسروق نے کہا کہ ہم عبد اللہ بن مسعودؓ کے پاس تھے پس اُن کے پاس کھیرے لائے گئے تو ایک شخص فراہٹ گیا پس عبد اللہ رضہ نے
فرمایا کہ قریب آکر کھالے۔ اُس نے کہا کہ میں نے اپنے اوپر اسکو کھانا حرام کر لیا ہے پس عبد اللہؓ نے فرمایا کہ قریب آکر کھا اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کر۔ اور یہی آیت پڑھی۔
یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات الآیۃ رواہ ابن ابی حاتم۔ باسناد صحیح و رواہ الحاکم من طریق جریر عن منصور بہ وصححہ وقال علی شرط الشیخین۔ قال ابن کثیر اور عبد اللہ بن
رواحہ کے یہاں کوئی مہمان آیا اور وہ حضرت صلعم کے پاس تھے جب گھر گئے تو دیکھا کہ گھر والوں نے عبد اللہ رواحہ کے انتظار میں مہمان کو اسوقت تک نہیں
کھلایا ہے تو اپنی جورو سے کہا کہ تو نے میرے انتظار میں میرے مہمان کو کھانا نہیں دیا یہ کھانا مجھپر حرام ہے۔ پس جورو نے کہا کہ وہ مجھ پر حرام ہے اور مہمان نے کہا کہ وہ
مجھپر حرام ہے جب انھوں نے یہ دیکھا تو اپنا ہاتھ ڈالا اور کہا کہ کھاؤ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ پھر نبی صلعم کے پاس جا کر یہ ماجرا بیان کیا۔ تب اللہ تعالی نے نازل کیا۔
یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا الآیۃ۔ قال ابن کثیر یہ اثر منقطع ہے اور صحیح بخاری میں حضرت ابو بکر الصدیق کا قصہ اسکے مشابہ آیا ہے اور اسمیں امام شافعی وغیرہ ان علماء
کی دلیل نکلتی ہے کہ جس نے عورتوں کے سوائے کوئی کھانے پینے کی چیز کو اپنے اوپر حرام کیا اسپر حرام نہیں ہوتی اور کفارہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ نبی صلعم نے
اُس شخص کو جس نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا تھا کفارہ دینے کا حکم نہیں کیا اور کہا کہ دوسرے علماء جنمیں سے امام احمد بھی ہیں اس طرف گئے ہیں کہ جس نے
کھانے پینے وغیرہ کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو اس پر قسم کا کفارہ لازم آویگا چنانچہ اگر اس نے قسم کے ساتھ ترک کرنیکا التزام کیا تو کفارہ ہے اور اگر اُس نے
خالی اپنے اوپر حرام کر لیا تو بھی جو اُس نے التزام کیا اُسپر مواخذہ ہوگا اور اسی پر ابن عباسؓ نے فتوی دیا ہے اور ایسے ہی قولہ تعالی یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ
لک الآیۃ میں ظاہر ہے یعنی ماریہ قبطیہ کو بعض ازواج کی رعایت سے اپنے اوپر حرام کیا تھا اسکو اللہ تعالی نے منع کیا پھر قسم کا کفارہ دینے کا حکم کیا۔ ایسا ہی یہاں
ہے کہ تحریم حلال سے ممانعت کے بعد وہ آیت بیان فرمائی ہے جسمیں قسم کا کفارہ مذکور ہے۔ قال المترجم سدی رح سے جو دس اصحاب کا قصہ موافق مذکورہ سابق کے مفصل

روایت ہے اسمین آخر مین ہے کہ قولہ لا تعتدوا یعنی عثمان بن مظعون نے جو خصی ہونے کا قصد کیا تھا اُن کو ممانعت ہے کہ خصی مت ہوا اور یہی اعتدا ہے پھر اُن کو حکم کیا کہ اپنی قسمون
کے کفارہ ادا کرین۔ رواہ ابن جریر بطولہ۔ واضح ہو کہ قولہ ولا تعتدوا مین شیخ ابن کثیر نے یہ بھی احتمال بیان کیا کہ مراد یہ ہو کہ مباحات اپنے اوپر حرام کرنے مین حد سے زیادہ (حد سے تجاوز کرنا ۱۲)
تنگی مت کرلو۔ اور یہ بنا بر قول بعض سلف کے ہے جو اس امر کے قائل ہین کہ آدمی کو بدون تحریم حلال کے بالجملہ مباحات کو جن سے فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو ترک کرنا
چاہیئے مترجم کہتا ہے کہ امام بخاری رح نے تعلیقاً ابن عمر رض کا قول بھی ترک مباحات مین احتیاطاً کمال تقوی قرار دیا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ حلال چیزون کے لینے و
تناول کرنے مین حد سے تجاوز مت کرو بلکہ کفایت وحاجت کے مقدار تناول کرو جیسے قولہ وکلوا واشربوا ولا تسرفوا الآیۃ مین ہے ف قال فی العرائس قولہ یا ایہا الذین
امنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم۔ شیخ نے اشارہ اس سے یہ نکالا کہ یہ خطاب اہل مشاہدہ کو ہے یعنی جب وہ مقام مشاہدہ تک پہونچ جاوین تو اپنے دلون کو مجاہدہ مین
مشغول کر کے مردہ نہ کرین کیونکہ مجاہدہ تو نفس کیلیئے ہے اور قلب کے لیئے مشاہدہ تھا اور جب قلب کو مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے تو نفس کا اسمین کچھ اثر نہین رہتا ہے اور
اللہ تعالی نے اس سے اپنے ان خاص بندون کو جو مقام اُنس وبسط تک پہونچے ہین آگاہ فرمایا کہ جو کچھ ان پر ابتدائے حال مین جاری ہوا تھا کہ کھانے پینے وغیرہ
مین سے طیبات ولذائذ کو چھوڑین وہ ان مقامات مین جائز نہین کہ ابتدائی حال کی طرف لوٹ جائین کیونکہ یہان تو مجاہدہ نفس ہی لائق نہین ہے اسواسطے کہ آپ
تو وہ اُنس ونور بقا مین پگھلے جاتے ہین۔ حاصل آنکہ ابتدائی حال مین نفس کے مجاہدہ کے واسطے بہت ہی حلال ولذیذ چیزین بدین غرض متروک کرنی پڑتی ہین کہ اس
ریاضت مین پورے ہون پھر جب تکمیل ہوگئی تو اب وہ مجاہدہ نہین رہا پس منع ہوا کہ اب حرام نہ کرو کیونکہ یہان اب مقام قلب ہے اور حالت دوسری ہوگئی جیسے کنواری لڑکی
کو امور زینت و دیگر زیبایش بیجا ہے پھر بیاہی گئی تو اُسکو وہ سب جائز ہین جو پہلے روا نہ تھین ایسے ہی شیوخ کو وہ چیزین روا ہین جو مریدون کو نہین روا ہین پس شیوخ عمدہ
غذائین وعمدہ پوشاک سے بسبب آنکہ باقی ہین انتفاع حاصل کرین تاکہ واردات وجد سے سوختہ نہ ہوجاوین۔ تو نہین دیکھتا کہ سبب نزول اس آیت کا یہ ہے کہ چند صحابہ رضی اللہ
عنہم مانند عثمان بن مظعون وابوبکر الصدیق وعلی بن ابی طالب وعبد اللہ بن مسعود وعبد اللہ بن عمرو۔ وابوذر غفاری وسالم مولی حذیفہ ومقداد بن الاسود وسلمان فارسی و
معقل بن مقرن۔ کے اس امر پر متفق ہوئے کہ عورتین وخوشبو اور گوشت چھوڑ دین اور ہمیشہ روزہ رکھنا اور ہمیشہ رات کو قیام یعنی نماز پڑھنا اور زمین مین سفر کرتے پھرنا اور راہب
بن جانا یعنی آلۂ نسل قطع کردینا اور راہبون کا لباس وترک دنیا اختیار کرین پس اللہ تعالی و رسول اللہ صلعم نے ان کو اس سے منع کیا اور رسول اللہ صلعم نے اُن کو فرمایا
کہ البتہ تمھارے نفوس کا تم پر حق ہے پس روزہ بھی رکھو اور ناغہ بھی کرو۔ اور رات کو نماز پڑھو اور خواب بھی کرو چنانچہ مین قیام بھی کرتا ہون اور سوتا بھی ہون اور روزہ
رکھتا اور افطار کرتا ہون اور گوشت روغن دار بھی کھاتا ہون اور عورتون کے پاس بھی جاتا ہون پس جو شخص کہ میری سنت سے منہ موڑے وہ مجھ سے نہین ہے اسمین ظاہر کردیا کہ
جو لوگ اہل مقامات حال ہین اُن کو ابتدائی مقامات کی طرف پھر جانا نہین چاہیئے اور اس بات کی تصدیق اس دوسری آیت سے ہوتی ہے کہ فرمایا وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا
طیبا۔ واضح ہو کہ حلال وہ ہے جو عارف کو خوان غیب سے بدون انسانی تکلیف کے پہونچ جائے اور طیب ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالی کے شوق مین اسکے دل کو قوت دے
اور اسکے جلال قدیم دائم کو یاد دلاوے۔ سہل رح نے قولہ لا تحرموا مین کہا کہ یہ یون ہے کہ نرمی کرے ان اسباب معاش کے ساتھ جن سے حصول ہے بدون آنکہ جد وجہد کرے اور
نفس اسطرف نظر لگائے رہے کہ مطمئن نہ ہو اور گردن اُٹھا اُٹھا کر تاک لگائے اور کبھی اہل معرفت ایسا کرتے ہین کہ ظاہر مین معلوم ہوتا ہے کہ جو سبب کمائی کا ہے اس کو خوبی
سے طلب کرتے ہین حالانکہ درحقیقت وہ اس رزق کو سبب حقیقی عز وجل ہی سے لیتے ہین یعنی اُن کی نظر ان اسباب پر نہین ہوتی ہے کیونکہ کمال یہی ہے کہ باوجود استحکام
اسباب کے نظر کو ٹھیک رکھے بعض نے کہا کہ رزق آلہی جو تجھکو روزی کیا ہے وہ ہے جو بغیر تیری حرکت کے اور بغیر نفس کے آرزومندانہ گردن اُٹھانے کے تجھکو ملا جسمین
حلال طور سے تو نے کوشش کی اور اس سے تجھکو سکون ہوا اور اس کے تناول سے تیرا دل خوش ہوا۔ شیخ اُستاذ رح نے فرمایا کہ منجملہ ان چیزون کے جنکو لذات مین سے
مباح فرمایا ایک یہ ہے کہ خلوت مین نسیم قرب سے راحت حاصل کرے اور اسکا حرام کرلینا یون ہے کہ لوگون سے مخالطت کر کے یہ حالت بدل ڈالے بدون آنکہ عزلت اختیار
کرے اور یہی خواہی عظیم ہے اسکو تفسیر قولہ لا تحرموا طیبات الخ مین ذکر کیا اور قولہ کلوا مما رزقکم اللہ۔ کے معنی مین کہا کہ حلال وہ کھانا ہے کہ جو شہود کی حالت مین کھا دے

اور اگر اس سے نیچا درجہ ہو تو اسکی یاد رکھا وے کیونکہ غفلت کی حالت پر رکھنا ارادت کی راہ مین حرام ہے - اور مجھے حلال وحرام مین ایک لطیفہ ظاہر ہوا وہ یہ ہے کہ حلال وہ ہے کہ جو خزانۂ قدرت سے عارف دیکھکر اسمین سے بوصفت رضا و تسلیم حاصل کر لیوے اور حرام وہ ہے جو غیر کیواسطے مقدر کیا گیا اور یہ اسکو اپنے واسطے حاصل کر لینے کی کوشش کرتا ہے اور بسبب اپنی نادانی کے اسکو اختیار کرتا ہے اور اگر مقدر کے معنی جانتا اور عرفان کا نمونہ حاصل کرتا تو ایسا نہ کرتا لیکن عقل سے یہ علم نہین حاصل ہوتا ہے - اور واضح رہے کہ جو امر کہ شریعت مین ناپسند ہے وہ معرفت مین بھی ہرگز پسندیدہ نہین ہے قال المترجم یہ مقام یاد رکھنا چاہیئے اور زمانہ مین جو شیطانی فقیر و درویش ایسے ہین کہ خلاف شرع حرکات واقوال کو اہل اللہ و اکابر اولیاء کی طرف نسبت کرکے بدنام کرتے ہین وہ لوگ ہرگز ولی نہین اور حدیث مین ہے کہ اللہ کا ولی جاہل نہین ہوتا - فافہم -

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ

نہین پکڑتا تمکو اللہ تعالی تمھارے بے فائدہ تمھارے قسمون پر ولیکن تم کو پکڑتا ہے اس قسم پر جو تم نے گرہ باندھی - سو اس کا اتارا ہے کھلانا دس

مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ

محتاجون کو بیچ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والون کو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک بردہ آزاد کرنا پھر جس کو نہ ملے تو روزے ہین تین دن کے - یہ

كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

اُتارا ہے تمھاری قسمون کا جب تم قسم کھا بیٹھو اور نگاہ رکھتے رہو اپنی قسمون کو یون بتاتا ہے تم کو اللہ تعالی اپنے حکمون کو شاید تم احسان مانو -

مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام اپنے ماسبق سے با این معنی مربوط ہے کہ اوپر تحریم حلال سے منع فرمایا پس جس نے حرام کر لیا اپنے اوپر حلال کو وہ قسم توڑ دے اور کفارہ ادا کرے اور اگر حفاظت قسم کے واسطے کوئی امر مندوب پر قسم نہ ہونے کی صورت مین باقی رکھے تو روا ہے مثال آنکہ کسی نے مسکہ اپنے اوپر حرام کر لیا - پس اسکو یہ نہین چاہیئے اور تحریم سے نادم ہو اور قسم توڑے اور اگر مہمان کیساتھ کھانا اپنے اوپر حرام کیا تو توڑنا مستحب ہے اور بعض نے کہا کہ واجب ہے لیکن یہ ربط بنا بر قول ان فقہاء کے ہے جو تحریم حلال پر قسم منعقد و اس کا کفارہ واجب ہونے کے قائل ہین جیسا کہ اوپر گذرا اور سیاق نظم کلام اسی کا مؤید ہے قال تعالی لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ ط اللہ تعالی تمکو ایسے لغو پر ماخوذ نہین کرتا جو تمھاری قسمون مین ہو وے یعنی ایسے لغو کی وجہ سے جو تمھاری قسمون مین پایا جاوے یعنی ایسی قسم پر مواخذہ نہین جو لغو پر مبنی ہو - واضح ہو کہ یمین کی تین قسم ہین - یمین لغو - یمین منعقدہ اور یمین غموس - پھر آیت مین فرمایا کہ یمین لغو پر مواخذہ نہین ہے اور ظاہر آنکہ مواخذہ از راہ کفارہ نہین ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالی کی قسم کھا لینے مین مسادات کر لینا کسی راہ سے ہو وہ بدلیل عموم قولہ لاتجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم - کے جو سورۂ بقرہ مین گذر چکی ہے ممنوع و منکر ہے - پھر یمین لغو کی تفسیر مین اختلاف ہے عن سعید بن جبیر جو شخص کہ حلال چیز پر قسم کھاوے وہ قسم لغو ہے عن مجاہد - دو آدمی خرید و فروخت مین لغو قسم کھا دین - ایک کہے کہ واللہ مین نہین بیچونگا دوسرا کہے واللہ مین نہین خریدونگا عن ابراہیم النخعی - لغو یہ ہے کہ اپنے کلام مین حلف کو ملا دے مثلاً واللہ کھاؤنگا اور واللہ پیونگا - اور ایسے کلام سے قسم مقصود نہین ہوتی ہے اور عمداً قسم نہین کھاتا ہے پس وہ لغو قسم ہے اور اس پر کفارہ بھی نہین ہے - ابن کثیر نے ذکر کیا کہ لغو قسم آدمی کا یون کہنا کہ لا واللہ - اور بلی واللہ - بدون قصد قسم کے اور بعض اہل التفسیر نے ذکر کیا کہ یہی تفسیر جمہور علماء سلف سے مروی ہے اور ابن کثیر نے کہا کہ یہی امام شافعی رح کا مذہب ہے اور بعض نے کہا کہ وہ معصیت پر قسم ہے یعنی معصیت نہین کرونگا اور بعض نے کہا کہ غالب گمان پر قسم ہے اور یہی قول امام ابو حنیفہ و امام احمد کا ہے - ابن کثیر نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ بدون قصد کے جو قسم ہو وہی لغو ہے - بدلیل قولہ ولکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان یعنی بتصمیم و قصد سے جو قسم کھاوے اسپر مواخذہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ احوط و احسن ان اقوال مین سے قول نخعی ہے اور جو تفسیر سلف سے مروی ہے اسکا محمل یہی ہے اور یہ بعد از اہل صادق کے اسلم ہے اور اللہ تعالی اعلم - ولیکن مفسر کو طرح

نے وہی قول اختیار کیا جو شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے کہ بدون قصد کے لا واللہ و بلیٰ واللہ کہنا لغو قسم ہے اور پوشیدہ نہین کہ اگر وہ داخل قسم ہے تو عرضہ ہے پس مواخذہ نہونے کے یہ معنی کہ کفارہ لازم نہوگا ولیکن ممنوع ہے۔ اور قول ابو حنیفہ و احمد رحمہما اللہ کی یہ تفسیر ہے کہ کسی کو غالب گمان یہ ہے کہ بات یون ہی ہے پس اُسنے کہا کہ بلیٰ واللہ۔ یا اسکو غالب گمان ہے کہ یون نہین ہے تو اُسنے کہا کہ لا واللہ۔ اور اس تقدیر پر عرضہ نہین لازم آتا ہے بالجملہ لغو پر کفارہ نہین ہے۔ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ط ولیکن اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ کریگا اس قسم پر جو تم نے معقود کی ف واضح ہو کہ عَقَدْتُم بفتحہ قاف بدون تشدید کے حمزہ و کسائی و ابوبکر کی قراءۃ ہے اور باقیون کی قراءۃ مین بتشدید قاف ہے اور ابن ذکوان نے ابن عامر سے عاقدتم روایت کی۔ حاصل آنکہ لغو پر کفارہ نہین ولیکن جس پر تم عقد یمین کرو اسکے مقابلہ مین مواخذہ ہے پس اسکی صورت یہ کہ قصد سے ایک چیز پر قسم کھاؤ۔ اور اس تفسیر پر یمین غموس جو تیسری قسم ہے وہ بھی اسمین داخل ہوگی اور معنی یمین غموس کے یہ ہین کہ کوئی بات گذری ہوئی ہے اسپر جان بوجھکر اُس کے برخلاف قسم کھائی مثلاً زید نے ایک آدمی کو دس روپئے دیئے ہین اور یہ جانتا ہے پھر اُس نے قسم کھائی کہ نہین دیئے ہین تو تفسیر مذکور پر یہ قسم بھی بقصد و نیت ہے لہٰذا کفارہ لازم ہوگا اور یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام ابو حنیفہ وغیرہ علماء نے کہا کہ عقد الایمان کے یہ معنی ہین کہ جس بات پر قسم کھائی ہے اُس کو پورا کرنے پر عزم مصمم ہو اور یہ بات یمین غموس مین ہو نہین سکتی ہے پس یمین غموس اسمین داخل نہین ہے و مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ یمین غموس ایک قسم زور ہے کہ مکر و فریب و جھوٹ کیساتھ پس ایسی قسم کھانے والا اسکا سخت گناہ اپنے سر پر لاد لیتا ہے اور وہ معقود نہین اور نہ اسپر کفارہ ہے اور یہی جمہور علماء سلف و خلف کا قول ہے اور شافعی رح نے کہا کہ وہ معقود ہوتی ہے کیونکہ مکتسب بقلب و معقود بخبر و مقرون باسم اللہ تعالیٰ ہے لیکن قول جمہور علماء ماخوذ ہے اور حقنی حدیثین کہ قسم کا کفارہ دینے مین وارد ہین سب اسی قسم معقود کی طرف راجع ہین اور یمین غموس کی طرف کوئی بھی راجع نہین بلکہ یمین غموس مین سوائے سخت وعید کے اور کچھ نہین اور احادیث سے ثابت ہے کہ یمین غموس یا یمین الزور بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے جس کو ایمان مٹنے والا ظاہر فرمایا اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ رح کا ہے فَكَفَّارَتُهٗ پس کفارہ قسم ف جب جھوٹ ہو جاوے یعنی وہ قسم توڑے تب کفارہ ہے و لیکن لفظ یمین مؤنث ہے پس ضمیر اسکی طرف راجع ہونا چاہیے کہ شیخ عکبری وغیرہ نے کہا ہے بایں معنی ہے کہ یمین بمعنی حلف ہے اور بعض نے کہا کہ ما موصولہ کی طرف پس تقدیر کلام آنکہ فکفارۃ نکثہ یعنی کفارہ قسم توڑنے کا چنین چنان ہے اور یہی زمخشری رح نے مقدر کیا اور یہی اولیٰ ہے پھر کفارہ بیان فرمایا کہ تین چیزون مین سے ایک چیز ہے اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ کھانا دینا دس مسکینون کو اوسط اس چیز سے کہ کھلاتے ہو تم اُس سے اپنے اہل و عیال کو ف یعنی نہ اعلیٰ درجہ کا ہو اور نہ ادنیٰ درجہ کا ہو بلکہ جو غالب استعمال مین ہو پھر اطعام مین آیا کھلانا ضرور ہے یا ان کو مباح کر دینا بھی کافی ہے اور کھلانے مین ایک وقت ہو یا دونون وقت اور ہر مسکین کے واسطے کیا مقدار ہو اور مساکین کوئی ہون یا اسی شہر والے ہون جہان کا قسم کھانے والا ہے۔ جواب آنکہ چاہے کھلاوے اور چاہے مباح کرے و شافعی رح کے نزدیک مالک کر دے اور کھلانے مین دونون وقت کھلاوے تب ادا ہوگا اور ابن عبد البر نے کہا کہ فقہاء امصار ائمۃ الفتویٰ کا یہی قول ہے اور حسن بصری و محمد بن الحنفیہ سے روایت ہے کہ ایک ہی وقت کافی ہے پھر پیٹ بھرے چاہے جسقدر ہو اور اگر دیوے تو ہر مسکین کو آدھا صاع گیہون یا چھوہارے کا دیوے اور یہی قول حضرت عمر و علی و عائشہ و مجاہد و سعید و شعبی و ابراہیم و ابو مالک وغیرہ کا ہے اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ گیہون سے آدھا صاع اور دوسرے طعام سے ایک صاع دیوے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ہر مسکین کو گیہون کا ایک مُد دیوے اور اس کے ساتھ کے کھانے کو بھی دیوے روکھا نہ دیوے۔ اور یہی ابن عمر و زید بن ثابت و سعید بن المسیب و مجاہد و عطا و عکرمہ و جابر بن زید و قاسم و سالم و زہری و ابو سلمہ و سلیمان بن یسار و حسن و محمد بن سیرین سے مروی ہے اور شافعی رح نے کہا کہ نبی صلعم کی مُد سے ایک مُد ہر مسکین کو دیوے ولیکن اسکے ساتھ کے واسطے کچھ نہین کہا اور امام احمد نے کہا کہ گیہون سے ایک مُد دیوے اور دیگر طعام سے دو مُد دیوے۔ پھر یہ شرط نہین کہ مسکین اسی شہر کے ہون بلکہ جو حاجت والا قدر کفایت نہ پاتا ہو اس کو کھلاوے اور بالاتفاق ایک ہی مسکین کو دینا کافی نہین ہے جیسے کپڑے مین ہے۔ پھر دوسری چیز سے کفارہ بیان فرمایا اَوْ كِسْوَتُهُمْ یعنی یا دس مسکینون کو کپڑا دیوے۔ پھر یہ کسوہ کسقدر ہو تو مفسرین نے بنا بر

مذہب شافعیؒ کہا کہ اسقدر ہے جو کسوۃ یعنی لباس کہلاتا ہو مانند قمیص و عمامہ و ازار یعنی تہبند کے اور ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اسقدر مراد ہے کہ جس سے اکثر بدن ڈھک جاوے۔
اور مالکؒ و احمدؒ نے کہا کہ ہر مسکین کو لباس اسقدر دینا ضرور ہے کہ جسمیں نماز صحیح ہو جاتی ہے مرد کو مرد کے لائق اور عورت کو اس کے لائق ہو وے اور ابراہیم نخعی
نے کہا کہ جامع کپڑا ہو مانند دولائی و چادر کے اور فقط کرتا و کرتی اوڑھنی کے مانند اُن کے نزدیک جامع نہیں اور کافی نہیں ہے۔ پھر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک
اگر ایک ہی مسکین کو دس روز کھانا متفرق دیا تو جائز ہے اور ایک ہی دفعہ دیدینا بالاتفاق نہیں جائز ہے اسواسطے تفریق منصوص ہے پھر تیسری بات بیان کی بقولہ اَوْ
تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ یا آزاد کرنا ایک بردہ کا خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ رہا یہ کہ مسلمان ہونا شرط ہے یا نہیں تو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ مسلمان بردہ شرط ہے کیونکہ یہاں
اگرچہ مطلق بردہ مذکور ہے کوئی خصوصیت مسلمان کی نہیں لیکن کفارۂ ظہار و کفارۂ قتل میں مسلمان ہونیکی قید منصوص ہے پس یہاں کے مطلق کو اسی مقید پر محمول کیا گیا
اور یہ ایک جماعت علماء کا قول ہے۔ اور اکثر علماء نے ظاہر آیت پر کہا کہ مسلمان ہونا شرط نہیں ہے چاہے کافر بردہ آزاد کردے تو کافی ہے اور یہی امام ابو حنیفہؒ کا
قول ہے فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَۃِ اَیَّامٍ پھر جس نے نہ پایا تو روزے تین دن کے ف اسکا کفارہ ہے جبکہ طعام و لباس و بردہ میں سے کوئی نہ پاوے پس
اسمیں اتفاق ہے کہ اگر اشیاء مذکورہ بالا میں سے کوئی نہ پاوے تب تین دن کے روزے کافی ہیں۔ اب رہا یہ کہ تین دن پے در پے ہوں یا چاہے متفرق تین روز
روزہ رکھے پس مفسر سیوطیؒ نے بنا بر قول امام شافعیؒ کے لکھا کہ ظاہر آیت یہ ہے کہ پے در پے ہونا شرط نہیں ہے اور یہی امام مالکؒ کا قول ہے اور امام ابو حنیفہؒ
و احمدؒ و ثوریؒ نے اسکو شرط کیا بسبب اسکے کہ حضرت ابن مسعودؓ کی قرأۃ میں فصیام ثلٰثۃ ایام متتابعات آیا ہے اور یہی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأۃ منقول ہے
اور یہ قرأۃ ایسی مشہور ہے کہ اس سے کتاب یعنی مصحف کے اندر بحسب معنی زیادت کرنا روا ہے یعنی اس قرأۃ کی دلیل سے فصیام ثلٰثۃ ایام کے جو مطلق ہیں پے در پے مراد
ہونیکے معنی لئے جائینگے اگر کہا جائے کہ قضائے رمضان کے مسئلہ میں تم کیوں پے در پے معتبر نہیں لکھتے حالانکہ اسمیں بھی ابی بن کعبؓ کی قرأۃ فعدۃ من ایام اُخر
متتابعات مروی ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ روایت مشہور نہیں بلکہ شاذ ہے اور شافعیہ نے جواب دیا کہ قرأۃ ابن مسعودؓ کی منسوخ ہے یعنی پہلے تتابع کی قید تھی پھر منسوخ ہوئی
اور ظاہر ناسخ اُس روایت کو ٹھہرایا جو دارقطنی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی کہ پہلے نزول ہوا فصیام ثلٰثۃ ایام متتابعات پھر ساقط ہوا متتابعات۔ پس
ظاہر اس سے یہ ہے کہ حکم و تلاوت دونوں منسوخ ہوئے پھر یہ جواب شافعیہ کی طرف سے بنا بر آنکہ اکثر اصحاب شافعی کے نزدیک شاذ قرأۃ پر عمل روا ہے اور بعض کے
نزدیک نہیں روا ہے تو اُن کی طرف سے یہی جواب ہے لیکن اُنپر وارد ہوتا ہے کہ چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے میں قرأۃ ابن مسعودؓ یعنی فاقطعوا ایمانہما سے حجت پکڑی حالانکہ
شاذ ہے پھر ان کے جواب میں یہی کہا جائیگا کہ قرأۃ ابن مسعودؓ کی مشہور ہے اگرچہ متواتر نہ ہو لیکن اسکے اثبات میں اشکال ہے واللہ اعلم۔ اور اولیٰ جواب یہ ہے کہ روایت
دارقطنی از عائشہؓ جسکو ناسخ قرار دیا ہے نسخ کے معنی میں محکم نہیں باوجودیکہ نسخ آخری رتبہ رکھتا ہے جب تک توفیق ممکن ہے نسخ مرجوح ہوگا پس قرأۃ ابن مسعودؓ کی طرف
اسکو راجع کرنا بطریق تاویل کے متعین ہوا اور بعد تعین قرأۃ تتابع کے وہ حجت ہے واللہ اعلم۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں ایک مقام پر یہ بھی
منصوص کردیا کہ ان روزوں میں پے در پے رکھنا واجب ہے جیسا کہ حنفیہ و حنابلہ کا قول ہے اور ابی بن کعبؓ وغیرہ سے مروی ہوا کہ یہ لوگ ثلٰثۃ ایام متتابعات پڑھتے تھے یہ واہ
ابو العالیہ عن ابی بن کعبؓ حکاہا مجاہد والشعبی و ابو اسحٰق عن عبد اللہ بن مسعودؓ اور ایسا ہی ابراہیم نخعی نے بھی بیان کیا اور اعمش نے کہا کہ ابن مسعودؓ کے شاگرد یہی قرأۃ
پڑھتے تھے۔ قال ابن کثیرؒ یہ قرأۃ اگرچہ متواتر ثابت نہو تب بھی اس سے کم نہیں کہ خبر واحد یا تفسیر احد یا تفسیر صحابہ سے ہے اور وہ مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے پھر ابن مردویہ
کی روایت ابن عباسؓ ذکر کی کہ اس آیت کے نزول پر حذیفہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ مختار ہیں فرمایا کہ ہاں تو مختار ہے چاہے بردہ آزاد کرا اور چاہے کپڑا دیدے اور چاہے
کھانا کھلاوے اور جو اسکو نہ پاوے تو وہ پے در پے تین روزے رکھے قال حدیث غریب جدا۔ ذٰلِکَ ذلک کا اشارہ مذکور کی طرف ہے اسی واسطے تلک نہیں فرمایا اگرچہ
ہو سکتا تھا اور ایسے ہی مقامات سے استنباط کرکے کہا گیا کہ حرف قرآن قرأۃ مجید میں جہاں بصیغۂ مذکر و مؤنث میں اختلاف ہو تو معنی کی راہ سے اگرچہ دونوں
بن سکتے ہوں لیکن مذکر راجح ہے چنانچہ یہاں باوجودیکہ تلک کا اشارہ ان اشیاء کی طرف اظہر تھا مگر ذلک آیا بتاویل آنکہ ذلک المذکور۔ کَفَّارَۃُ اَیْمَانِکُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ

یہ جو مذکور ہوا تھا تمہاری قسم کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ ف یعنی جبکہ قسم کھاؤ اور اسمین حانث ہو جاؤ ۔ بایں طور کہ تم سے پوری نہ ہو سکے خواہ اپنے اختیار سے اسکو عمداً توڑ دو خواہ بطریق گناہ کے مثلاً آج کے روز ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھنے پر قسم کھائی مگر عمداً نہین پڑھی تو حانث ہوا اور یہ حرام ہے یا بطریق اجازت شرعی کے مثلاً کسی امر نیک کے نکرنے پر قسم کھائی جیسے کہا کہ ظہر کی دو سنتین کبھی نہین پڑھونگا تو شرع لازم کرتی ہے کہ قسم توڑے اور اگر بجائے دو سنت کے نفل کہی ہوتی تو قسم توڑنا مستحب تھا اور اگر فرض یا واجب کہی ہوتی تو قسم توڑنا فرض تھا پس اس صورت مین قسم توڑنے سے گنہگار نہ ہوگا لیکن کفارہ واجب ہوگا بخلاف عمداً بلا اجازت شرعی توڑنے کے کہ اسمین گناہگار بھی ہوگا اور کفارہ بھی واجب ہوگا اسی واسطے فرمایا ۔ وَاحْفَظُوْٓا اَیْمَانَکُمْ اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی ف اور یہ کمال تاکید ہے حالانکہ مقصود الفاظ قسم کی حفاظت نہین بلکہ قسم کو توڑنے سے بچائے رکھو اور معلوم ہو چکا کہ یہ اسی قسم کے بارہ مین ہے جو کسی نیک کام نہ کرنے یا لوگون کے درمیان اصلاح و درستی نکرنے پر ہو ورنہ اسکا توڑنا مباح یا واجب یا فرض ہوگا اور سورۂ بقرہ کی آیت مین ایسی قسم توڑنے کا حکم مذکور ہو چکا ہے ۔ کَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ ایسے ہی بیان کرتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے نفع کیلئے اپنے احکام کو لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم اس نعمت پر شکرگزاری کرو ف اگر بندہ نے حکم الٰہی پر عمل کیا تو اس نے شکر ادا کیا اور اسمین تنبیہ ہے کہ بیان شریعت بھی بڑی نعمت ہے کیونکہ اس سے حصول جنت و رضائے الٰہی و درستی اخلاق ہے جس سے زندگانی دائمی حاصل ہوتی ہے اور اس سے بڑھکر کون نعمت ہوگی کہ جسمین یہ اوصاف ہون فتدبر ۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ

اے ایمان والو یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے گندے کام ہین شیطان کے سو ان سے بچتے رہو شاید

تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ

تمہارا بھلا ہو شیطان یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم مین دشمنی اور بیر شراب سے اور جوئے سے اور روکے تمکو اللہ کی یاد سے

عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝

اور نماز سے پھر اب تم باز آؤ گے ۔ اور حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ یہی ہے پہونچا دینا کھولکر

اوپر کے کلام سے ظاہر ہوا کہ بیان شرائع نعمت ہے از انجملہ قسم کے احکام بیان ہو چکے اور اس کے حفاظت کی تاکید ہے اور شراب سے جو بد دماغی ہوتی ہے وہ کسی حفاظت کو باقی نہین رکھتی حتیٰ کہ کلام اللہ تعالیٰ بھی بھول جاتا ہے پس بعد ترغیب اس امر کے کہ شرائع جو بیان ہون ان کو نعمت غیر مترقبہ سمجھکر دل و جان سے عزیز کرلو اور نفس کی خواہش پر نظر نہ کرو بیان حرمت شراب وغیرہ مذکور فرمایا ۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو ف کہا گیا خطاب مومنون کو بسبب اُن کے مطیع ہونے کے ہے ورنہ ذمی و کافر سب پر حرام ہے اور بعض نے کہا کہ مخصوص مومن مخاطب ہین اور یہ مسئلہ فرع ہے اس اصل کی کہ کافرون کو ایمان و فروع مسائل دونون سے خطاب ہے یا فقط ایمان سے خطاب پھر بعد ایمان کے اُن پر فروع احکام لازم ہونگے اور فائدہ اس اختلاف کا ایسی صورت مین ظاہر ہوتا ہے کہ مثلاً رمضان مین کسی ایسے کافر نے پانی مانگا جو کچھ عذر نہین رکھتا چنانچہ مسلمان ہوتا تو اسپر اس دن روزہ رکھنا فرض ہوتا پس بنابر قول اول کے پانی دینا مکروہ ہوگا اگرچہ روا ہے کہ بطور فسق کے روزہ نہ رکھے اور بنابر قول دوم کے نہین مکروہ ہے اور یہی قول علماء حنفیہ ہے چنانچہ یہان بھی مومنون کو خطاب کیا کہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ خمر اور قمار اور بت اور قداح تو سب خبیث پلید شیطان کے کام ہین سو تم اس جنس سے پرہیز کرو ف پھر ان مین سے ہر ایک کی تفصیل ضرور ہے ۔ واضح ہو کہ مفسر سیوطی رح نے کہا کہ خمر وہ نشہ کی چیز ہے جو عقل کو مخمور کردے اور صحیح یہ کہ بیہوش ہو جانا شرط نہین ہے و صحیح یہ کہ فقط انگور سے ہونے پر منحصر نہین ہے بلکہ چھوہارے و انگور و شہد و دیگر کشمش اقسام کی شراب ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک خمر منصوص فقط انگور یا مع خرما یعنی چھوارہ ہے اور باقی بذریعہ نصوص حدیث کے

حرام ہین جبکہ نشہ ہو المیسر قمار ہے جو معروف ہے اور ظاہر یہ کہ فعل قمار حرام ہے خواہ داؤ پر مال ہو یا نہ ہو۔ بسند ضعیف از حضرت علیؓ آنکہ شطرنج بھی میسر مین سے ہے
عن عطاء و مجاہد۔ اخروٹ سے بچون کا کھیلنا بھی میسر ہے۔ ظاہر مراد آنکہ یہ فعل بھی یہی ہے اگرچہ لڑکے بسبب صغر کے ماخوذ نہ ہون پس اُن کے بڑے
منع نہ کرنے والے پکڑے جاوینگے عن ابن عمرؓ میسر قمار ہے اور کہا کہ شطرنج بدتر از نردشیر ہے اور نردشیر کے بارہ مین صحیح مسلم وغیرہ مین مرفوع حدیث
ہے کہ جو اسکو کھیلے گویا اُس نے سور کے خون و گوشت مین ہاتھ سونے۔ اور ایک روایت احمد مین ہے کہ پھر نماز کو کھڑا ہوا تو ایسا کہ جیسے کوئی قئ لہو اور
خون سے وضو کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہو۔ عن سعید بن المسیب زمانہ جاہلیت والون کا قمار یہ تھا کہ گوشت کو ایک بکری یا دو بکری کے بدلے فروخت کیا۔ قال المترجم
اسمین دلالت ہے کہ گوشت مین بڑھتی نہین جائز ہے اور تحقیق فقہ کیواسطے ترجمہ عالمگیری و عین الہدایہ کی طرف متوجہ ہو۔ عن الزہری عن الاعرج رح پھلون و مال پر قدلح
پھینکنا۔ قال المترجم جیسے اس زمانہ مین کوڑی وغیرہ مال پر چھٹی ڈالنا حرام ہے عن القاسم بن محمد جو چیز کہ یاد آلہی سے اور نماز سے غافل کرے وہ میسر ہے اور حضرت
علیؓ و ابن عمرؓ سے مذکور ہوا کہ شطرنج تو خود نردشیر سے بھی بدتر ہے اور مالک و ابو حنیفہؒ و احمدؒ نے شطرنج حرام ہونے پر تنصیص کردی ہے اور شافعیؒ نے مکروہ
کہا ہے۔ قال المترجم شرح مسلم مین مولوی عبد العلی بحر العلوم و میزان شعرانی وغیرہ کتابون مین لکھدیا کہ امام شافعی جائز رکھتے ہین اور امام نووی نے شرح مسلم
مین کہا کہ صحیح قول شافعی یہ ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے اور یہی ہدایہ مین حنفیہ سے نقل کیا اور بعض سے نقل کیا کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے اور اگر بازی لگا کر
شطرنج کھیلے تو بالاجماع حرام ہے۔ الانصاب۔ عن ابن عباس و مجاہد و عطاء و سعید بن جبیر و حسن وغیرہم۔ یہ پتھر تھے جن کے پاس مشرکین اپنی قربانی کے جانور
ذبح کرتے تھے اور معنی اسکے دوسری روایات سے معلوم ہوئے کہ بتون مین تفصیل تھی بعض کے پاس ذبح کرتے اور بعض کے حضور مین بدلوجہ پیش کرتے
پس مراد آنکہ انصاب وہ بت ہین جنکے سامنے قربانی کرتے تھے اور آیت کریمہ مطلق بت کے تعلق سے ممانعت ہے پھر جس مخلوق کی تعظیم مین ذبح ہو وہ جانور
مردار ہوگا چنانچہ فقہ مین مصرح ہے لہذا شیخ صدو کا بکرا اور اسی کے مانند دیگر بھی حرام ممنوع ہین۔ الازلام۔ یہ بھی تیر کے مانند چھوٹی چھوٹی ڈنڈیان تھین جنسے
فال لیا کرتے تھے اور اوپر اسکی تفسیر گذر چکی ہے رجس بالفتح و بالکسر عمل قبیح اور رکس بمعنی پلیدی و بدبو اور رجز بمعنی عذاب و بت وغیرہ ایسا ہی ابن زیدؒ
سے منقول ہے اور عمل شیطان سے یہ مراد کہ اسی کی زینت دینے و بہلا دکھانے سے یہ کام ہوتے ہین اور یہ مراد نہین کہ وہ خود اپنے ہاتھون کرتا ہے اور بعض نے
کہا کہ پہلے اس نے خود کیے پھر آدمیون نے اسکی پیروی کی اور یہ اس تقدیر پر کہ شیطان بصورت حیوان مجسم ہوا۔ اور ضمیر فاجتنبوہ۔ یا تو رجس کی طرف راجع
ہے یا بجانب ہر واحد از مذکور راجع ہے یعنی فاجتنبوا کل واحد مما ذکر یعنی ہر ایک امر پلید مذکورہ سے اجتناب کرو۔ اور قولہ لعلکم تفلحون۔ اے فلاح پاؤ ان
محرمات کے چھوڑنے سے۔ اور کشاف مین کہا کہ خمر و میسر کی حرمت کو اس کلام پاک سے جسمین بچند وجوہ بلاغت تاکید ہے مؤکد فرمایا از انجملہ یہ کہ انما سے مصدر
کیا باوجودیکہ جملہ اسمیہ ہے اور از انجملہ یہ کہ خمر و میسر کو بت پرستی سے مقارن کیا جیسے روایت ہے کہ شراب خوار جیسے بت پرست دونون برابر ہین از انجملہ یہ اسکو رجس
فرمایا جیسے بتون کی نسبت فرمایا۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان۔ از انجملہ یہ کہ دونون کو شیطان کے عمل سے قرار دیا حالانکہ شیطان سے سوائے خالص
شر کے کوئی نیک کام تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین ہو ہی نہین سکتا ہے از انجملہ یہ کہ اُن کے ارتکاب سے اجتناب کرنے کا حکم دیا۔ از انجملہ یہ کہ اُن کے اجتناب سے فلاح
پانے کو فرمایا پس جبکہ اجتناب سے فلاح ہوئی تو ارتکاب سے ضرور خواری و بربادی ہوگی۔ از انجملہ یہ کہ جو وبال ان دونون سے پیدا ہوتا ہے وہ
آئندہ ذکر فرمایا یعنی شراب خوارون و جواریون کے درمیان آپس مین ایک دوسرے سے حسد و بغض پیدا ہوتا ہے اور نیز جو نتیجہ ان دونون چیزون
کا اعمال آخرت مین ہے وہ بھی ذکر فرمایا یعنی ذکر آلہی سے باز رہنا اور نماز کے اوقات کی نگہداشت نہ کرنا انتہی ما فی الکشاف۔ اور
اہل علم نے بیان فرمایا ہے کہ شراب کا حرام کیا جانا بتدریج ہوا ہے کیونکہ لوگون کو شراب پینے کی عادت تھی پس کمال رحمت سے اسکو رفتہ رفتہ
حرام فرمایا پس پہلی آیت جو اس بارہ مین اتری وہ قولہ یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر و منافع للناس ہے پس اسی پر بعض نے پینا چھوڑ دیا اور

بعض نے نہیں چھوڑا پھر نازل ہوا۔ قولہ۔ لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون الآیۃ۔ پس بعض نے چھوڑا اور کچھ باقی رہے جنھوں نے نماز کے اوقات
کے سوائے وقتوں میں پینا باقی رکھا یہانتک کہ یہ آیت اُتری۔ انما الخمر والمیسر والانصاب الآیۃ پس بالکل حرام ہوگئی اور اس کی حرمت میں جو تشدید و تاکید ہے
وہ اہل بلاغت خوب سمجھتے ہیں وجنید وغیرہ اوپر مذکور ہوئیں اور احادیث صحیحہ میں اس کے پینے والے بلکہ لانے والے و بیچنے والے و اعانت کرنیوالے پر
حتیٰ کہ دس پر بہت وعید شدید آئی ہے جنکا ذکر عین الہدایہ میں ہے۔ بالجملہ اسکے کبیرہ گناہ ہے اور مسلمانوں کے سب فرقے اس پر اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ یہ
حرام ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے کہا کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے پس سورۂ بقرہ کی آیت یسئلونک عن
الخمر والمیسر قل فیہما اثم کبیر الخ نازل ہوئی تو عمرؓ کو بلاکر انکو سنائی گئی عمرؓ نے پھر دعا کی کہ اے پروردگار ہمارے واسطے خمر کے بارہ میں بیان شافی بھیجدے
پھر سورۂ نساء کی آیت لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ نازل ہوئی پس آنحضرت صلعم کا منادی بروقت حی علی الصلوٰۃ کے پکارتا کہ جو شخص شراب سے نشہ میں
ہو وہ نماز کے پاس نہ آئے پھر عمرؓ کو بلاکر ان کو سنائی گئی تو عمرؓ نے دعا مانگی کہ اے پروردگار شراب کے بارے میں بیان شافی بھیجدے پس سورۂ مائدہ کی آیت
انما الخمر والمیسر الخ نازل ہوئی پس عمرؓ کو بلاکر ان کو سنائی گئی تو جب قولہ تعالیٰ فہل انتم منتہون تک پہونچے تو عمرؓ نے کہا کہ اے پروردگار ہم باز رہے
ہم باز رہے۔ رواہ احمد و ابوداؤد والنسائی والترمذی و صححہ ہو و علی بن المدینی۔ اور واضح رہے کہ جمہور علماء کے نزدیک خمر کا لفظ شراب انگور سے
مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر شراب کو جو مسکر ہو شامل ہے اور صحیحین میں عمر بن الخطابؓ سے ثابت ہوا کہ انھوں نے منبر پر خطبہ میں فرمایا کہ اے لوگو خمر کا حرام ہونا
نازل ہوا اور خمر پانچ چیزوں سے تھی۔ ایک انگور سے دوم چھوہارے سے سوم شہد سے۔ چہارم گیہوں سے اور پنجم جو سے اور خمر وہ ہے جو مخامر عقل ہو۔ قال
المترجم آخر کا جملہ اس امر کا بیان ہے کہ خمر انھیں پانچ چیزوں سے مخصوص نہیں بلکہ جو چیز پینے کی ایسی ہو کہ عقل کی مخامرت کرے وہ خمر و حرام ہے اور یہ فقہاء
کے نزدیک بالاتفاق ہے اور خلاف ابوحنیفہ رح یعنی قطعی و ظنی ہے پس وہ نہیں ہے کہ کوئی شخص شراب کے دو ایک قطرے پئے اور گمان کرے کہ اسقدر سے مخامرت
نہ ہوگی اور حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہو کہ اسکے کسی مقدار بھر پینے سے نشہ ہوتا ہو تو وہ تھوڑی بھی حرام ہے اور کلیہ اسمیں وہ حدیث ہے کہ ہر مسکر حرام ہے۔ پھر واضح ہو کہ مسکر
کے مانند مخدر بھی حرام ہے یعنی جسکے استعمال سے بسبب تخدیر کے حواس میں اختلال ہوجاتا ہے جیسے افیون و بھنگ وغیرہ کیونکہ سنن ابوداؤد میں حضرت ام سلمہؓ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہر مسکر و ہر مخدر سے نہی فرمائی ہے اور اسناد اس حدیث کی حسن حجت ہے اور نہی سے مراد تحریم ہے بقرینہ عطف مسکر کے اور عین الہدایہ
للمترجم وغیرہ میں لبن الخشخاش یعنی افیون کے مکروہ تحریمی ہونے کا فتویٰ منصوص مذکور ہے جس شخص کو عادت ہو اگر عزم کیا چھوڑدے تو توبہ کرے بہ تقلیل کرنے
تک کہ چھوٹ جائے عفو ہے اور ایک بارگی چھوڑنا واجب نہیں ہے۔ یہی ابن حجرؒ نے فتویٰ دیا۔ کمافی الشامی اور تحریم خمر و اس کی وعید و مذمت میں
بہت کثرت سے احادیث ہیں جنمیں سے ایک بھاری ٹکڑا شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے تفسیر میں وارد کیا ہے اور چونکہ یہ احادیث صحیحہ توضیح آیۂ
کریمہ کی ہیں پس اسقدر تنبیہ کافی ہے تاکہ آیت میں غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر نہایت تاکید سے اس کو حرام کیا بقولہ انما الخمر والمیسر والانصاب
والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ۔ پھر اس سے اجتناب کرنے پر وعدہ ثواب فرمایا بقولہ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ ف حرف لعل جہاں اللہ
تعالیٰ عزوجل کی طرف سے آیا ہے وہ قطعی ہے یعنی جو بندے اس سے اجتناب کرینگے درحالیکہ مومن ہیں تو وہ ضرور فلاح پاوینگے پھر ان کے مفاسد دنیاوی
و اُخروی کی طرف اشارہ کیا بقولہ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ خمر و میسر میں تمہارے
درمیان عداوت و کینہ ڈالے ف یعنی جب تم شراب پیوگے اور جوا کھیلوگے تو شیطان تم میں عداوت و بغض ڈالیگا کیونکہ ان دونوں سے طرح طرح کے
فتنہ و شر پیدا ہوتے ہیں۔ پس ان دونوں کے مرتکب ہونے سے شیطان کی دو مرادیں حاصل ہیں ایک یہ کہ تم میں عداوت و بغض ڈلوادے اور
دوم کو یوقع پر عطف کرکے بیان فرمایا۔ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ اور یہ کہ باز رکھے تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے ف جبکہ تم شراب خواری

وجہ سے ہین مشغول ہو۔ اور خاص کرکے یاد آلہی و نماز کو ذکر کیا حالانکہ دیگر افعال مثل روزہ و حج و زکوۃ و عدل وغیرہ سے بھی باز رہنا ہوگا تو یہ خصوصیت بسبب
اسکے کہ جملہ افعال خیر مین سے یہ دونون سب مین سے بڑے اور دائمی ہین پھر تاکید فرمائی بقولہ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ پس بھلا تم باز رہنے والے ہو ف اور یہ
استفہام لفظ مین ہے اور مراد یہ کہ پھر تم باز رہو ان دونون کے کرنے سے اور اوپر حدیث عمر رضی اللہ عنہ مین گذرا کہ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اے پروردگار
ہم باز رہے ہم باز رہے اور حضرت انسؓ سے حدیث طویل مین یہ مضمون روایت ہے کہ ابو طلحہؓ کے گھر مین لوگ شراب کی دعوت مین تھے اور مین ہی
سب کو پلاتا پھرتا تھا کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم کے منادی سے سنا کہ لوگو خبردار ہو جاؤ کہ شراب حرام ہوگئی پس قسم ہے اللہ تعالیٰ عزوجل کی کہ
پھر کسی نے شراب کو منھ نہ لگایا اور ابو طلحہؓ نے حکم دیا کہ اے انس تو سب شراب کو گلی مین بہا دے۔ اور نیز مروی ہے کہ مدینہ کے جنگل و گلی کوچہ مین شراب
بہتی تھی۔ پھر واضح ہو کہ اکثر احادیث مین آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے شراب کی فروخت کرنے سے منع فرمایا اور اسکی قیمت معاوضہ کو حرام کیا اور ابن عباسؓ نے
بھی یہی فتویٰ دیا کہ شراب کو بیچکر اسکے دام کھانا حرام ہین اور بخاری وغیرہ مین حدیث سے ثابت ہے کہ شراب کو اپنے عمل سے سرکہ کرنا بھی منع ہے اور اگر خود
سرکہ ہو جائے تو روا ہے لیکن فقہ کی بعض روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرکہ کر ڈالنا جائز ہے اور تمام بحث عین الہدایہ للمترجم مین ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ
نے اس سے اجتناب کو اطاعت فرما کر تاکید کی بقولہ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا۔ اور اللہ تعالیٰ و رسول کی طاعت کرو اور پرہیز رکھو ف
نافرمانی و جملہ معاصی کے ارتکاب سے۔ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تم نے منھ موڑا طاعت سے تو فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَىٰ رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ جان رکھو کہ ہمارے رسول
پر یہی لازم ہے کہ تم کو کھلا بیان پہونچا دے ف اور تم کو بدلا دینا ہمارے اختیار مین ہے یعنی نہ مانوگے تو سزا پاؤگے جیسے مانوگے تو ثواب جمیل ملیگا اور دنیا چند
روزہ ہے اور آخرت باقی و دائم ہے ف فی العرائس جب اللہ تعالیٰ نے بندون کو اپنے لطف و انعام سے بقولہ وکلوا مما رزقکم اللہ حلالا طیبا۔
سرفراز و ممنون فرمایا تب پھر اپنی اطاعت و رسول علیہ السلام کی طاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا تا کہ ان کو آداب درگاہ و علامات عبودیت و خدمت
کی تعلیم سے آراستہ فرماوے اور ایک دم کی مخالفت سے بھی تحذیر فرمائی بقولہ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و احذروا۔ پس اللہ تعالیٰ کی طاعت تو اسکے
ہیبت کی دیدار سے ہے اور رسول علیہ السلام کی طاعت اسکی حلاوت محبت سے ہے اور حذر اس طرح کہ قدم کے جو اوصاف ہین ان کے ساتھ کسی حدث و
معدوم کا لگاؤ نہ رکھے اور ارواح کو منازل اجلال مین محبوس کرے اور حاصل آنکہ معاملات مین مستقیم رہو اور ان معاملات پر نظر رکھنے اور ان کے عوض و
ثواب پر نظر رکھنے سے بچو تاکہ اس نظر کی وجہ سے انعام دینے والے کے مشاہدہ سے محجوب ہو۔ قال المترجم بہت سے اکابر نے تصریح کردی ہے کہ عمل نیک کے
ثواب وغیرہ کسی چیز پر جب تک نظر ہے تب تک عبادت مین خلوص نہ ہوگا لیکن معنی یہ ہین کہ اپنی طاعت کو دیکھے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کرنا بالکل محال
ہے اور اگر ثواب کی نیت رکھے تو یہ جائز ہے کہ ثواب جنت یا نجات جہنم مقصود ہو لیکن اعلیٰ یہ ہے کہ رضائے حق عزوجل مراد ہو اور نیز حذر کرو اس امر سے کہ
طاعت آلہی یا طاعت رسول مین کوئی ریا پوشیدہ ہے یعنی طاعت خدا و رسول مین ظاہری ریاکاری تو خود ہر شخص کو معلوم ہے اور ایک قسم کی پیچیدہ و
خفیہ ریاکاری ہوتی ہے وہ بھی نہ آنے پائے اور طاعت رسولؐ مین کسی قسم کا خفیہ شک بھی نہ رہے اور اس امر سے حذر کرو کہ طاعت بجالانے مین تمہارے نفوس کو
کراہت ہو بلکہ عین محبت و اخلاص سے طاعت ادا کرو تاکہ انانیت کے دعوی سے خارج ہو کر سوزش عشق کے مرتبہ پر پہونچو کیونکہ جو شخص اخلاص و محبت
سے اللہ تعالیٰ کی بندگی ادا کرتا ہے وہ ربوبیت کے وصف سے متصف ہو جاتا ہے لیکن یہ مقام خطرہ کا ہے چنانچہ اخبار مین آیا ہے کہ المخلصون
علی خطر عظیم۔ جو اخلاص والے ہین وہ بڑے خطرہ مین پڑے رہتے ہین اور نیز یہ وجہ ہے کہ وہان قدم مین حدث کا فنا پایا جاتا ہے اور فنا ہونیوالا جو
درحقیقت حادث ہے وہ اس گمان غلط مین پڑ جاتا ہے کہ مکر ازلی کا تیر سو رہا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ اور
واسطی نے اس آیت مین کہا کہ حذر رکھنا بندے سے کسی حال مین زائل نہین ہوتا اگرچہ وہ صفات کے تحت مین مندرج ہو جائے آداب اسی مین ہے

کہ موافقات پر قائم رہے اور جہان تک جب کبھی سر باطنی کو علم مزید حاصل ہو تو اسی قدر خوف آلہی بڑھتا جاوے۔ قال المترجم عظمت و جلال آلہی غیر متناہی ہے و لیکن پردۂ پندار سے خواب غفلت ہے جیسے علم کی انتہا نہیں ہے پس جسقدر علم میں کمال ہوتا جاوے اُسیقدر اسکو اپنی لاعلمی کا یقین بڑھتا جائیگا اور یہی علامت علم ہے ایسے ہی جسقدر علوم ظاہری سے ترقی بجانب علوم باطنی ہوتی جائے گی اُسیقدر عظمت کا انکشاف ہوگا اور خوف بڑھیگا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بندگان کرام کی شان میں فرمایا و ہم من خشیۃ ربہم مشفقون یعنی وہ لوگ اپنے پروردگار کے خوف سے تھرتھراتے رہتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ انا اخشاکم اللہ یعنی تم میں سب سے زیادہ خوف آلہی عز و جل مجھپر طاری ہے۔ کما فی الصحیح۔ فافہم۔ اور نیز حذر کرنے کے یہ معنی کہ اپنی فرمانبرداری کو ملاحظہ کرنے سے حذر کرو کیونکہ ایسا کروگے تو درجۂ کمال سے گر جاؤگے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوا وَّآمَنُوا وَعَمِلُوا

جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے اُن پر نہین گناہ جو کچھ پہلے کھا چکے جب آگے ڈرے اور ایمان لائے اور عمل

الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوا وَّآمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّأَحْسَنُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ع

نیک کئے پھر ڈرے اور یقین کیا پھر ڈرے اور نیکی کی اور اللہ چاہتا ہے نیکی والون کو

شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب شراب حرام ہوئی تو لوگون نے کہا کہ یا رسول اللہ اُن لوگون کا کیا حال ہوگا جنھون نے اُن کو حرام ہونے سے پہلے پیا ہے تب نازل ہوا قولہ لیس علی الذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ ابوداؤد والطیالسی والترمذی و قال حسن صحیح۔ اور بیہقی کی روایت ابن عباسؓ میں ہے کہ منافقین نے یہ اعتراض کیا تھا اور ابوبکر البزار کی روایت جابرؓ میں ہے کہ یہود نے ایسا کہا تھا و اسناد اسکی صحیح ہے لیکن غریب ہے اور روایت احمد از ابن عباسؓ میں ہے کہ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے اُن ساتھیون کا کیا حال ہوگا جو مر گئے حالانکہ اسکو پیتے تھے اور بخاریؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جنگ اُحد کے روز صبح کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگون نے شراب پی تھی حالانکہ بعد اسکے اسی روز سب شہید ہوئے اور یہ واقعہ قبل تحریم الخمر کے تھا۔ وقد رواہ ابوبکر البزار ایضاً مترجم کہتا ہے کہ توفیق ان روایات میں یہ ہے کہ یہود نے اور یہودی منافقون نے مومنون پر یہ اعتراض کیا اور بعض مومنین نے رسول اللہ صلعم سے بھی دریافت کیا تب نازل ہوا۔ قولہ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا۔ کچھ بھی گناہ نہین ان بندون پر جو ایمان لائے و نیک کام کئے ایسی چیزین جو اُنھون نے کھائی ہون **ف** پس اسمین لیس حرف سلب و بالکلیہ نفی کو مقدم کرکے تنبیہ کی کہ گناہ نہ ہونا پہلے ہی مستقر رکھو اور اسکے تحت مین جناح نکرہ داخل کیا جس سے عموماً بالکل ہر گناہ کی نفی ہوگئی یعنی اس کے متعلق بالکل کوئی گناہ نہین ہے اور طعم کا استعمال کھانے مین ہے اور پینے کی چیزین بھی آتا ہے جیسے فرمایا۔ ومن لم یطعمہ فانہ منی۔ یعنی جو کوئی اس نہر کا پانی نہ چکھے گا وہ میرے گروہ سے ہے پھر ظاہر یہ ہے کہ سبب گو فقط سوال خمر کا تھا لیکن جواب عام ہے چنانچہ مفسر سیوطیؒ نے کہا۔ اے فیما اکلوا من الخمر والمیسر قبل التحریم یعنی حرام ہونیسے پہلے جو کچھ اُنھون نے شراب پی یا مال قمار کھایا اسکا اُن پر کچھ گناہ نہین۔ اور یہ ظاہر ہے کیونکہ گناہ و ثواب کا مدار عقل پر نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے یا نہ چلنے سے ہے پس جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو کرے تو ثواب ہے خواہ بروقت داعی موجود ہونیکے باز رہنے سے ثواب ہے یا عزم مصمم پر ثواب ہے جیسا کہ اصول فقہ مین اسکی بحث مذکور ہے اور جو حکم کو نہ مانے وہ کافر ہے اور جو اعتقاد رکھے لیکن حد سے تجاوز کر گیا بسبب نفس و شیطان کے غلبہ کے وہ فاسق ہے۔ پس جبتک اسکو اللہ تعالیٰ نے حرام نہین کیا تب تک جس نے اس کو کھایا اسپر گناہ نہین۔ إِذَا مَا اتَّقَوا جبکہ اُنھون نے تقویٰ کیا۔ **ف** ان چیزون سے جو حرام کی گئین اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا شرک و کفر سے اور بعض نے کہا کہ تقویٰ کیا یا یہ طور کہ حکم آلہی کو قبول کیا اور سچ مانا۔ بالجملہ ظرف کچھ تخصیص حکم کے لئے نہین ہے تا کہ اس سے استدلال کیا جائے کہ مباحات شرعی مانند مردار وغیرہ کے بوقت مخمصہ کے اسی شرط پر حلال ہے

جب طاعت مین ہو ورنہ نہین بلکہ یہ ظرف فقط بیان ایمان و تقوی ہی۔ وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور ایمان لائے و نیک کام کئے ف یعنی جو اعمال اللہ تعالی نے نیک فرمائے ہین اُن کو جس طرح ادا کرنے کا حکم دیا ہے اُن کو بجالائے فرض کو اور واجب کو بطور وجوب کے ضرور بجالائے اور مستحب و نفل کو بطور تطوع کے بجالائے اور بعض نے کہا کہ شرک سے تقوی کیا اور ایمان لائے۔ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا پھر تقوی کیا اور ایمان لائے ف یعنی پھر ثابت رہے تقوی و ایمان پر ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا یعنی پھر تقوی رکھا اور نیک عمل کئے ف اور بعض نے کہا کہ پہلا تقوی تو بندہ اور اُسکے نفس کے درمیان ہی اور دوسرا تقوی اُسکے لوگون کے درمیان ہی اور تیسرا تقوی اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان ہی۔ اور بعض نے کہا کہ اول تقوی از حرام ہی اور دوم از شبہات ہی اور سوم از بعض مباحات ہی تاکہ طبیعت و قلب پر میل کچیل نہ آوے اور بعض نے کہا کہ اول تقوی تو اسلام مع تصدیق کیساتھ جہانتک ممکن ہو اور دوم تقوی مع ایمان تصدیق کامل ہی جو اسلام کے اعمال صالحہ سے بسبب صفائی قلب کے ظاہر روشن ہو جاتی ہے اور تیسرا تقوی مرتبہ احسان کیساتھ ہے اور یہی مرتبہ کمال ہی لہذا فرمایا۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ اور اللہ تعالی محسنین کو محبوب رکھتا ہے ف مفسرین نے کہا کہ مراد انکا نیک کام کرنیوالون کو یعنی شرع مین جو نیک کام جس طور پر مشروع ہین اُنکے بجالانیوالون کو اللہ تعالی ثواب جمیل عطا فرماتا ہے اور محبت کے یہی معنی ہین اور حق یہ ہی کہ محبت کی حقیقت سے اللہ تعالی دانا تر ہے لیکن یقین ہی کہ جنکو اللہ تعالی محبوب فرماتا ہے انکو ثواب جمیل ضرور ملتا ہے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے مجھسے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا کہ اے ابن مسعود تو انہین محسنین مین سے ہی۔ رواہ مسلم والنسائی والترمذی ف فی العرائس قولہ تعالی لیس علی الذین آمنوا الآیۃ جب تک اللہ تعالی کسی چیز پر جو بندون کیلیے محل امتحان ہے لطف سے تجلی فرماتا ہے تو وہ بندون کیواسطے مباح ہوتی ہے اور وہ اُسکے تناول سے اور استعمال مین لانے سے ماخوذ نہین ہوتے ہین جب تک اسمین یہ حالت نظر آتی رہی پھر جب اسپر سے نور تجلی لطف اُٹھا لیا گیا تو وہ اُن پر حرام ہو گئی اور سمجھدار کیلیے لطیف اشارہ ہی اب مین اشارات کی طرف رجوع کرتا ہون جس سے سر دست مجکو شغل ہے سو واضح ہو کہ عارف عاشق جبتک کہ اللہ عز و جل کی طرف چلا جاتا ہے اس صفت کیساتھ کہ وہ ماسوائے اللہ تعالی کے سب سے تجرید و ترک تفرید کئے ہوئے ہے اور مراقبۂ اجلال سے اسکی نظر فقط اللہ تعالی کی درگاہ پر ہے تب تک وہ اپنی حیات و زندگانی مین چاہے مباحات و رخصت کو استعمال کرے اور چاہے رفاہیت و عمدہ آسودگی سے بسر کرے بشرطیکہ علم آلہی و شرع پاک کے موافق ہو اس کو یہ اوقات و رفاہیت و فراخی سے بسر کرنے کی کچھ مضرت نہین پہونچاتے ہین کیونکہ اصل نظر اسکی ان چیزون پر کچھ بھی نہین ہی۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اس نے حلال کھانا پینا تلاش کیا جس طرح شرع مین حکم ہے اور اسمین بھی کفایت سے زائد نہ لیا تو جسقدر اُس نے برداشت کیا وہ عین نور اور بالکل ثواب ہی قال المترجم۔ آیت بیان اسی باس ہی کہ اعمال فروعیہ کی بنیاد تقوی پر ہے لہذا اگر ایک مجتہد عالم کے شرعی اجتہاد مین کوئی چیز مباح ہے تو وہ اسی پر عمل کرے اور دوسرے مجتہد کے شرعی اجتہاد مین وہی چیز مکروہ ہے تو وہ ہرگز مباح نہ کرے اور اسی تکلیف پر عمل کرنے سے ہر ایک کو ثواب ملے گا۔ فافہم۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ

اے ایمان والون البتہ تمکو آزماوے گا اللہ کچھ ایک شکار کے حکم سے جس پر پہونچین تمہارے ہاتھ اور نیزے کہ معلوم کرے اللہ کون اُس سے ڈرتا ہے

بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ

بن دیکھے۔ پھر جس نے زیادتی کی اسکے بعد تو اس کو دُکھ کی مار ہے۔ اے ایمان والون نہ مارو شکار جسوقت ہو تم احرام مین اور جو

قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ

کوئی تم مین اسکو مارے جانکر تو بدلا ہے اُس مارے کے برابر مواشی مین سے وہ ٹھہرا دین دو معتبر تمہارے کہ نیاز ہو پہونچادے کعبہ تک یا

كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْعَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ

گناہ کا اُتار ہے کئی محتاج کا کھانا یا اُس کے برابر روزے کہ چکھے سزا اپنے کام کی اللہ نے معاف کیا جو ہو چکا اور جو کوئی

عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

پھر کریگا اُس سے بدلہ لیگا اللہ اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا

یاایہا الذین اٰمنوا اسمین اختلاف ہے کہ خطاب کن لوگون کو ہے تو امام مالک رح سے مروی ہے کہ ایسے لوگون کو خطاب ہے جو احرام نہین باندھے ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ احرام باندھے ہوئے لوگون کو خطاب ہے ولیکن اس تخصیص کیواسطے کوئی وجہ ظاہر نہین بلکہ اظہر یہ ہے کہ مطلقاً مومنون کو خطاب فرمایا کہ اے ایمان والو لیبلونکم اللہ اسمین لام قسم ہے اے واللہ لیجزینکم اللہ ۔ واللہ تمکو امتحان فرمادیگا اللہ تعالیٰ بشیءٍ من الصید کچھ شکار سے ف اسمین بعض نے کہا کہ من بیانیہ ہے اے بشیٔ حقیر من الصید یعنی ایک حقیر چیز سے امتحان کریگا وہ صید ہے اور تنوین شیٔ کی تحقیر کیواسطے ہے اور صید مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی ایسی چیز سے جو شکار کی جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ من تبعیضیہ ہے یعنی بعض صید ہے اور وہ خشکی کے جانور لائق شکار ہین نہ دریائی جانور اور یہی شیخ ابن جریر وغیرہ کا قول ہے اور ظاہر کلام مفسرح اول وجہ پر دلالت کرتا ہے کیونکہ کہا اے بشیٔ یرسلہ لکم من الصید یعنی صید تم پر بھیجکر تم کو امتحان فرمادیگا ۔ اگر کہا جائے کہ لیبلونکم اللہ بالصید کیون نہین فرمایا تو جواب آنکہ امتحان بالشیٔ خود نہایت توجہ کے لائق ہے پھر من الصید سے بیان نہایت موثر ہوگا جیسا کہ علم بلاغت مین ثابت ہوا اور دیگر آنکہ بشیٔ سے اظہار ہوا کہ یہ امتحان کچھ بڑے امتحانون مین سے نہین ہے ۔ پھر واضح ہو کہ اہل عرب کو شکار کی بہت عادت تھی بلکہ بعض حرکون کا گذران اسی پر تھا پس انکو امتحان کیا اس طور پر کہ احرام کی حالت مین ان پر شکار کرنا حرام کر کے ایک جھنڈ شکاری جانورون کا اُن کے مکانون و خیمون مین ڈالدیا کہ وہ جانور خود بخود چلے آتے تھے لیکن الحمد للہ کہ مومنین صحابہ رض ثابت و مستقیم رہے اور یہ ویسا ہی امتحان تھا جو شہر ایلہ کے بنی اسرائیل پر زمانہ داؤد علیہ السلام مین مچھلیون کے شکار کے حق مین ڈالا تھا چنانچہ وہ قصہ مجملاً مذکور ہوا اور مفصل انشاء اللہ تعالیٰ آویگا ۔ پھر اسی شیٔ کی جو صید ہے یہ صفت بیان کی کہ تنالہ ایدیکم اُن کو پاوین گے تمھارے ہاتھ ف یعنی اس صید مین سے چھوٹے بچہ و ضعیف کو تمھارے ہاتھ پاجاوین گے جا ہو ہاتھ سے پکڑلو ۔ ورماحکم اور تمھارے نیزے ف یعنی بڑے صید توانا کو تمھارے نیزے پاوینگے جسکو چاہو نیزہ سے مارلو ۔ اور واضح رہے کہ نیزے کی خصوصیت مقصود نہین بلکہ اکثر ہاتھون ہی سے شکار پکڑ لیتے یا عرب والے اکثر وحشی ٔ مندہ کو نیزے سے مارتے تھے اس معنی کر ہاتھ و نیزے کو ذکر فرمایا اور مقاتل رح سے مروی ہے کہ عمرہ حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال یہ آیت اُتری تھی اور حالت یہ ہوئی کہ وحشی چرند و پرند مومنون کے ڈیرون خیمون مین چھائے پڑتے تھے چنانچہ سابق زمانہ مین کبھی ایسی کیفیت نہین دیکھی گئی تھی پس اللہ تعالیٰ نے حالت احرام مین اُن کے شکار کرنے سے منع فرمایا اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ اُن کو امتحان کریگا صیود بھیجکر جو اُن کے ڈیرون مین چھاوین گے اس طرح کہ وہ لوگ اُن کو ہاتھون سے پکڑنے و نیزون سے مار لینے یعنی آسانی سے شکار کر لینے پر قادر ہونگے لیکن احرام مین انکو شکار سے ممانعت کی جاوے گی لیعلم اللہ من یخافہ بالغیب تاکہ اللہ تعالیٰ جانے کہ کون اسکی غیبت کے باوجود ڈرتا ہے ف یعنی یہ امتحان اسواسطے ہوگا تاکہ اللہ تعالیٰ جو ظاہر و پوشیدہ سب جانتا ہے وہ بطور علم ظہور کے جان لیوے کہ کون بندہ اس سے خوف رکھتا ہے درحالیکہ وہ غائب ہے یعنی اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو نہین دیکھا ہے پس خوف کر کے شکار مارنے سے اجتناب کریگا اور مراد علم ظہور سے یہ ہے کہ مخلوق پر ظاہر ہو جاوے اور پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جانا اور کہا حالانکہ مراد یہ ہے کہ جو معلوم ہے وہ واقع و ظاہر ہو یا اس سے علم قدیم متعلق ہونا مراد ہے اور مترجم کہتا ہے کہ دوسری پارہ مین بحث مفصل گذرچکی ہے اب دوبارہ تطویل ہے پھر ایمان کا مدار اسی غیب پر ہے اسواسطے مرتے دم جبکہ ہر کافر والا ایمان کو سامنے عذاب پھر چیز مین شکار کا انکار کرنا تھا کھل جاتی ہے تو اسوقت کا ایمان قبول نہین تا فمن اعتدیٰ بعد ذٰلک پھر جس نے حد سے تجاوز کیا بعد اسکے ف یعنی شکار سے ممانعت کر دیئے بعد حکم سے تجاوز کیا اور شکار کیا تو فلہ عذاب الیم اسکو دکھ دینوالی مار ہوگی ف دنیا مین یا آخرت

ہیں یا دونوں جگہ جس طرح اللہ تعالی چاہے۔ پھر اسکے بعد علی العموم حالت احرام میں شکار مارنے سے منع فرمایا بقولہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اے ایمان والو تم شکار نہ مارو درحالیکہ تم حرم ہو۔ حرم جمع حرام بمعنی محرم ہے اے حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہو یعنی حالت ہی میں مت شکار مارو۔ اور صید ہر جانور جو وحشی ہو اگرچہ کھایا نہ جائے جیسے شیر ہے اور ایک جماعت علماء نے خاص اُسی کو صید کہا جو کھایا جائے۔ اول مختار حنفیہ ہے دوم مختار شافعیہ بدلیل حدیث جابرؓ کہ ایک نے جابرؓ سے پوچھا کہ کیا ضبع بھی صید ہے فرمایا کہ ہاں۔ تو کہا میں اسکو کھاؤں۔ فرمایا کہ ہاں۔ تو کہا آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرمایا کہ ہاں (ابوداود والترمذی وغیرہ) پس عرب اُسی جانور کو صید کہتے جو کھایا جاوے پھر صید عام ہے خشکی کے جانور ہوں یا تری کے لیکن آگے کی آیت میں تصریح موجود ہے لہذا صید سے مراد فقط خشکی کے شکار ہیں اور خشکی والے صید عام ہے چنانچہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ براہ معنی کے یہ لفظ عام شامل ہے ان جانوران شکار کو جو کھائے جاتے ہیں اور جو نہیں کھائے جاتے ہیں اور جو ماکول و غیر ماکول سے پیدا ہوتے ہیں لیکن شافعیؒ کے نزدیک جو خشکی کے جانور نہیں کھائے جاتے ہیں انکو قتل کرنا احرام باندھے ہوئے آدمی کو روا ہے کیونکہ صید نہیں ہیں اور جمہور علماء نے کہا کہ نہیں بلکہ ان کو قتل کرنا بھی حرام ہے اور انمیں سے کچھ بھی مستثنی نہیں سوائے پانچ جانوروں کے جو صحیحین کی حدیث ام المؤمنین عائشہؓ میں مذکور ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور فاسق ہیں ان کو حل و حرم میں قتل کرنا روا ہے وہ غراب و چیل و بچھو اور چوہا اور کلب عقور ہے اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں مصرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پانچ جانور ہیں جن کے قتل کرنے میں احرام باندھے ہوئے آدمی پر کچھ گناہ نہیں اور وہ غراب و چیل بچھو و چوہا و کلب عقور ہے۔ رواہ البخاری ومسلم ایضاً۔ ایوب رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے نافع رحمہ اللہ سے کہا کہ پھر سانپ کا کیا حکم ہے تو فرمایا کہ اسکے قتل کئے جانے میں کچھ شک نہیں ہے اور اسمیں اختلاف نہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ نسائی کی روایت حضرت عائشہؓ میں یوں ہے کہ پانچ جانور ہیں جنکو محرم قتل کرے سانپ چوہا و چیل و غراب ابقع اور کلب عقور۔ اسی روایت سے بعض نے استدلال کیا کہ غراب یعنی کوے سے مراد وہ کوا ہے جو ابقع ہو یعنی اُس کے پیٹھ و پیٹ پر سپیدی ہوتی ہے اور کالا کوا و سپید کوا مراد نہیں ہے ولیکن جمہور نے کہا کہ سب مراد ہیں کیونکہ روایت صحیحین میں لفظ عام ہے اسمیں غراب ابقع بھی داخل ہے پس اس سے تخصیص نہیں ہوسکتی ہے پھر کلب عقور کے معنی کٹہا کتا۔ اور مانند امام مالک و احمد کے بعض علماء نے کلب عقور میں بھیڑیا و سیاہ گوش و چیتا و شیر درندے شامل کئے ہیں کیونکہ کلب عقور سے انکا ضرر زائد ہوتا ہے۔ اور زید بن اسلم و سفیان بن عیینہ نے کہا کہ کلب عقور کا لفظ ان سب درندوں کو شامل ہے جو حملہ آور ہوتے ہیں اور ان لوگوں نے اس حدیث عتبہ سے استیناس کیا کہ آنحضرت صلعم نے عتبہ بن ابی لہب کے حق میں بد دعا کی تھی کہ
تنبیہ اے پروردگار اسپر اپنے کلاب میں سے ایک کلب کو مسلط کردے پھر اس کا انجام یہ ہوا کہ مقام زرقا میں اسکو بھیڑیئے نے پھاڑ ڈالا۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اگر سوائے انکے لومڑی و سیاہی و غیرہ کو مارا تو اسکا فدیہ دینا پڑیگا پھر ان پانچوں کے ساتھ ان کے پیچھے بھی لاحق کئے گئے ہیں اور شافعی رحمہ اللہ غیر ماکول کا قتل روا رکھتے ہیں تو اُنکے نزدیک چھوٹے و بڑے میں کچھ فرق نہیں ہے اور فقط نہ کھایا جانا اُنکے نزدیک علت جامعہ ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ نے کہا کہ محرم کو روا ہے کہ کلب عقور کو قتل کرڈالے اور بھیڑیئے کو بھی قتل کرسکتا ہے کیونکہ وہ بھی کلب بری ہے اور اگر ان دونوں کے سوائے کسی درندے کو قتل کیا تو اس کا فدیہ دیوے لیکن اگر کسی درندے نے اسپر حملہ کیا اور اس نے قتل کر ڈالا تو اسپر کچھ فدیہ نہیں ہے اور یہی قول اوزاعی و حسن بن صالح کا ہے۔ اور شیخ زفر رحمہ اللہ نے کہا کہ کلب عقور کے سوائے باقی درندوں کے قتل کی اجازت درصورت حملہ آور ہونے کے ہے ولیکن اسکا فدیہ دینا پڑیگا۔ پھر واضح ہو کہ اس ممانعت میں مرد و عورتیں سب شامل ہیں کیونکہ محرم دونوں پر بولا جاتا ہے چنانچہ رجل حرام اور امرأۃ حرام۔ پس عورت پر بھی اسکی پابندی لازم ہے۔ اور احرم الرجل بمعنی زمین حرم میں داخل ہوا اور محرم وہ شخص جو احرام باندھے ہو اگرچہ زمین حل میں موجود ہو پھر جو لوگ کہ حرم میں ہیں خواہ وہ وہیں رہتے ہیں یا وہاں چلے جاویں وہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں اگرچہ احرام باندھے نہ ہوں اور بعض نے کہا کہ آیت کریمہ ہی سے دونوں مراد ہیں حاصل آنکہ زمین حرم کا جانور تو مطلقاً شکار سے ممنوع ہے خواہ آدمی احرام باندھے ہو یا نہ ہو اور زمین حل کا جانور حالت احرام میں شکار کرنا منع ہے اور جب احرام میں نہ ہو تو شکار کرسکتا ہے پھر جسنے حالت احرام میں شکار کیا یا حرم کی سرزمین کا شکار مارا تو اسکی سزا یوں بیان فرمائی۔ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ

مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ اور جس نے تم میں سے صید کو عمداً قتل کیا تو واجب جزا ہے مثل اسکے جو قتل کیا نعم سے ف نعم صرف اونٹ گائے بکری کے اقسام ہیں یعنی
نعم سے مثل مقتول کا تاوان ہے۔ رہا یہ کہ مثل صورت ہو یا مثل معنوی یعنی قیمت ہو تو اسمیں دونوں احتمال ہیں اسی وجہ سے فقہا میں اختلاف ہے واضح ہو کہ جزاءً کو رفع
ہے اور مبتدا مقدر ہے اے فجزاءٌ ہو مثلُ ما قتل اور ایک قراۃ میں باضافت ہے اے فجزاءُ مثلِ ما قتل۔ پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے متعمداً فرمایا جو تعمد کر کے قتل کرے
یعنی احرام کو جان بوجھکر یاد رکھتا ہوا اور قصد کر کے قتل کرے جیسے خطا کرنیوالا وہ کہ کسی اور چیز کا قصد رکھتا تھا لیکن شکار کے لگ گیا۔ اور بھولا ہوا وہ قصد کر کے
شکار کو مارے مگر احرام یاد نہ ہو۔ اکثر ایت میں ابن عباس و احمد بن حنبل نے اور داؤد ظاہری نے اس سے استدلال کیا کہ جزا فقط اسی پر عائد ہوتی ہے جسنے
متعمداً قتل کیا ہو اور یہی قول سعید بن جبیر و طاؤس و ابو ثور کا ہے۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے طاؤس سے بروایت ابن ابی حاتم یہ قول نقل کر کے کہا کہ یہ مذہب غریب ہے اور مجاہدؒ
نے کہا کہ متعمد سے مراد یہاں وہ شخص ہے جس نے احرام کو بھول کر عمداً اسکا قتل کیا ہو اور اگر احرام یاد کر کے قتل کیا تو یہ بڑا گناہ ہے کفارہ سے پورا نہ ہوگا اور اسکا احرام باطل
ہوگیا۔ رواہ ابن جریر بوجوہ عنہ۔ اور یہ بھی قول غریب ہے اور جمہور فقہاء جمیعین سے ائمہ اربعہ بھی ہیں اس قید تعمد کو بطریق غالب احوال کے قرار دیا جیسے قولہ و ربائبکم اللاتی
فی حجورکم میں ہے پس وہ عمداً قتل کرے یا خطا سے یا بھولکر ہر صورت اسپر جزا واجب ہوگی اور یہی حضرت عمر و ابن عباس و حسن بصری و نخعی و زہری سے مروی ہے اور شیخ
ابن کثیر نے ذکر کیا کہ زہری رح نے فرمایا کہ قرآن مجید دلالت کرتا ہے کہ تعمد کرنیوالے پر جزا ہے اور سنت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بھولے ہوئے پر بھی جزا ہے اور حاصل آنکہ
قرآن مجید میں تعمد کرنیوالے پر ضمانت کے باوجود گناہ بھی مذکور ہے اور سنت و احکام صحابہؓ سے خطا سے قتل کرنے والے پر بدون گناہ کے جزا و ضمان مذکور ہے قال
ابن کثیر اور شکار کے قتل کرنے میں اسکو تلف کرنا ہوتا ہے اور تلف کردینا ہر حال میں مضمون ہوتا ہے خواہ عمداً ہو یا خطاءً ہو لیکن فرق اسی قدر ہے کہ عمداً میں ملامت بھی
ہے اور خطا میں ملامت نہیں ہے پھر رہا جزا کا بیان تو مفسر سیوطی رح نے کہا کہ یہ مثل ما قتل من النعم اے شبہہ فی الخلقۃ یعنی جو صید قتل کیا اسکے مثل جزا ہے یعنی خلقت میں
اسکے مشابہ جانور جو نعم میں سے ہووے اسکا بدلا ہے پس مماثلت اس تفسیر پر باعتبار خلقت صورت کے ہوگی اور ابن جریر رح نے حضرت ابن مسعود سے حکایت کیا کہ
انھوں نے فجزاءُہ مثل ما قتل پڑھا ہے اور اسمیں دلیل ہے کہ جو محرم نے قتل کیا اسکے مثل جزا ہے اور یہ مثل لیا جاوے انعام میں سے اور یہی امام مالک و شافعی و احمد و
جمہور فقہا کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ نے کہا کہ قیمت واجب ہوگی یعنی مثل معنوی مراد ہے کیونکہ جو جانور صید کہ محرم قتل کرے اسکا مثل بسبب تفاوت فاحش کے
پیدا نہیں ہے حتی کہ مثلاً ہرن مارا تو اسکا مثل ہرن نہیں ہو سکتا ہے بلکہ فرق ہوگا اور خصوصاً اس صورت میں کہ وہ انعام میں سے ہووے تو ہرن کے مثل اونٹ
یا گائے یا بکری سے کیونکر لیا جائے یا خرگوش مارا یا کبوتر مارا تو مثل کہاں سے آوے پس ظاہر ہوا کہ صورت میں مثل ہونا مراد نہیں ہے بلکہ معنوی مثل ہونا مراد
ہے اور وہ باعتبار قیمت کے ہے کیونکہ ہر چیز کی قیمت اسکی مماثل معنوی ہے پھر اس قیمت سے البتہ نعم میں سے کوئی جانور خرید کر قربانی کر دیا جاوے بشرطیکہ قیمت اسقدر
ہو ورنہ مثل معنوی ادا کرے لہذا ہر صورت میں اسکو اختیار ہے کہ چاہے یہی قیمت پہونچاوے یا اس قیمت کے عوض کوئی جانور از قسم انعام خرید کرے بشرطیکہ قیمت
اسقدر تک پہونچتی ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ صید مقتول یا تو ایسا ہوگا کہ انعام سے اسکا مثل کوئی چوپایہ پایا جاتا ہے یا نہیں پس جبکہ صورت میں اسکا مثل
پایا جاوے تو وہی مثل قرار دیا جاویگا اور صحابہؓ نے مثلی میں باعتبار صورت کے مثل کا حکم دیا ہے جیسے نعامہ قتل کرنے میں بدنہ کا حکم دیا اور نیل گاؤ مارنے
میں گاؤ کا حکم دیا اور ہرن قتل کرنے میں مینڈھے کا حکم دیا اور یہ باسانید صحیحہ ثابت ہوا ہے پس درصورت مثلی موجود ہونے کے قضاء صحابہ رضی اللہ عنہم کو لینا اولیٰ
ہے مترجم کہتا ہے کہ اصول حنفیہ سے بھی یہی موافق تھا کیونکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جہاں حدیث نہ ہو وہاں صحابہ کی تقلید لازم ہے لیکن ظاہر مذہب حنفیہ میں وہ ہے جو
مذکور ہوا پھر شیخ رح نے لکھا اور در صورتیکہ صورت میں مثل موجود نہ ہو تو ابن عباسؓ نے حکم دیا کہ اسکے دام لیکر مکہ میں پہنچائے جاویں۔ کما رواہ البیہقی عنہ۔
پھر اس مثل ہونے کو دو عادلوں کی رائے پر چھوڑ فرمایا بقولہ یَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اسکے ساتھ تم میں سے دو صاحبان عدل حکم کرینگے ف یعنی صید مقتول کا مثل
وہ کہ جو حکم کریں دو مرد صاحبان عدل تم میں سے۔ مفسر سیوطی رح نے کہا جن کو ایسی دانائی حاصل ہو کہ اسکی وجہ سے وہ تمیز کر لیں کہ اس صید مقتول کے مشابہ

چوپایون مین سے کون جانور ہے چنانچہ حکم دیا ابن عباس نے و عمرؓ نے نعامہ شکار کے عوض بدنہ کا یعنی کسی شخص نے نعامہ کو احرام مین قتل کر ڈالا تھا تو
ابن عباس و عمر بن خطابؓ نے حکم دیا کہ اسکا فدیہ مشابہ ایک بدنہ ہی (رواہ ابن ابی شیبہ) اور بیل گائے اور جنگلی گدھے کے عوض مین ابن عباس و ابوعبیدہ
بن الجراح نے پالو گائے کا حکم دیا اور ابن عمرؓ و عبدالرحمن بن عوف نے ہرن کے عوض بکری کا حکم دیا۔ رواہ مالکؒ اور ابن عباس و عمر بن الخطاب وغیرہ نے
کبوتر کے عوض بکری کا حکم دیا کیونکہ بغیر چوسے پانی پینے مین بکری مشابہ کبوتر کے ہے۔ قال المترجم یہ سب اسی قول جمہور کے موافق ہے کہ مراد مثل سے جسمانی
مشابہت ہے اور بنا بر قول امام ابو حنیفہؒ کے معنی یہ ہونگے کہ دو عادل مرد اس مثل معنوی کا یعنی قیمت کا حکم کرین لیکن جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ آثار صحیح ہو
تو کوئی شک نہین کہ بقول شیخ ابن کثیرؒ کے اسکو لینا اولی ہوگا اگرچہ قول ابو حنیفہؒ آسان اور اس زمانہ کے موافق ہی بسبب آنکہ اہل عدل بصیر کمیاب ہوگئے
لیکن عمل ممکن ہی واللہ تعالی اعلم۔ علاوہ برین درصورت عدم مثل کے قیمت اسکا مثل ضروری لیا گیا ہی جیسا کہ معلوم ہوا بالجملہ بقول شیخ ابن کثیرؒ کے درصورت
مثل ہونیکے صورت کا مشابہ لینا اولی ہی اور روا ہے کہ قیمت لے لی جائے خواہ اسکے عوض کوئی جانور چوپایہ لائق قربانی کے خریدا جائے یا نہ خریدا جاوے
پھر بیان فرمایا کہ یہ مثل لیکر کعبہ کو پہونچایا جاوے چنانچہ کہا۔ هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ درحالیکہ ہدی ہو جو کعبہ کو پہونچے ف پس ہدیا مصدر بمعنی مفعول حال ہے
جزاء سے اور بالغ الکعبۃ صفت ہدیا ہے۔ قال المفسرؒ بالغ الکعبۃ کے معنی یہ کہ مثل لیکر حرم مین پہونچایا جاوے اور وہان ذبح کیا جاوے اور وہین کے
مسکینون کو صدقہ بانٹ دیا جائے اور یہ جائز نہین ہی کہ جس مقام پر اُس نے شکار قتل کیا ہے وہین ذبح کیا جاوے اور بالغ الکعبۃ کو نصب اسوجہ سے کہ ہدیا کی
صفت ہی اور اگر یہ وہم ہو کہ ہدیا نکرہ ہے اور بالغ الکعبۃ مین بالغ کو معرف باللام کی طرف اضافت ہی تو جواب یہ ہی کہ یہ اضافت لفظیہ ہی جس سے معرفہ نہین
ہوتا پس نکرہ رہا تو صفت نکرہ ہو سکتا ہے۔ یہ سب اُس صورت مین ہی کہ صید مقتول کا مثل چوپایہ مین سے پایا جاوے اور اگر اسکا مثل نہ پایا جاوے جیسے مثلاً
گرگٹ یا کو مارا یا چیڑی مار ڈالی تو ایسی صورت مین اس کی قیمت واجب ہوگی۔ پھر واضح ہو کہ یہان دو مقام باقی رہے اول آنکہ سلف صحابہ وغیرہ رضی اللہ عنہم
نے جو مثل کسی جانور کا قرار دیا ہے وہ ہم پر لازم ہے یا نہین اور دوم آنکہ جس شخص نے شکار کو قتل کیا وہ بھی دو حکم مین سے ایک ہو سکتا ہے یا نہین پس توضیح
مقام اول آنکہ مثل ہونا تو ضرور معتبر ہے اور دو عادل فقط اسی مثل کے حکم کرنے کو ہین حتی کہ اگر دونون نے کسی غیر مماثل کا حکم دیا تو نافذ نہ ہوگا پھر ظاہر یہی ہے
کہ ہر واقعہ کے وقت دو عادل حکم کرین اور اُنھون نے ویسے واقعہ مین سلف کا کوئی حکم لیا تو اس کی مطابقت لازمی نہین ہی اگرچہ بعض جہت سے اولی ہوگا
کیونکہ مثل کے دریافت مین ایک نوع بصیرت ضرور ہے جیسے کہ مومن کی فراست کی بابت حدیث آئی ہے کہ وہ نور آلہی سے دیکھتا ہی اور ہمین شک نہین کہ
وہ لوگ اس نور بصیرت و تمیز مین اعلی و اقدم ہین لیکن ہر واقعہ پیش آنے پر دو عادل کا حکم جائز ہونے سے یہ کہا گیا کہ حکم سلف لازمی نہین ہی اور یہ اللہ تعالی کی طرف
سے وسعت رحمت ہی اور امام مالکؒ و ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ جب حادثہ پیش آوے ہر ہر حادثہ پر دو عادلون سے حکم لینا واجب ہی خواہ ویسے واقعہ مین صحابہؓ سے
کوئی حکم پایا جاوے یا نہ پایا جاوے کما ذکرہ ابن کثیر۔ توضیح مقام دوم آنکہ علماء نے اختلاف کیا ہے پس امام مالکؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جس نے صید کو قتل کیا
وہ مثل کیواسطے خود ایک حکم نہین ہو سکتا ورنہ وہ خود اپنے نفس پر حکم کرنیوالا ہوگا اور ایک ہی واقعہ مین ایک شخص خود حاکم و محکوم نہین ہو سکتا ہے اور امام شافعیؒ
و احمدؒ وغیرہ نے کہا کہ ہان ہو سکتا ہے اور اول اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالی نے اس جرم کا دوسرا کفارہ فرمایا۔ أَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسَاكِينَ یا کفارہ طعام
مساکین ہے ف یعنی مثل دے یا اُسپر کفارہ واجب ہی یعنی جو جزاء اوپر مذکور ہوئی اُسکا غیر یہ کفارہ ہے چاہے اسکو دیدے اگرچہ اُسکو جزاے مذکور پر بھی
دسترس ہو یعنی حرف او یہان ترتیب کیواسطے نہین ہے جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اور یہی شافعیؒ کا ایک قول ہی ولیکن مفسر سیوطیؒ کے نزدیک مختار
قول دوم شافعیؒ ہے کہ حرف او یہان تخییر کے واسطے ہے پس مجرم کو اختیار ہے چاہے جزاے مذکور یعنی مثل از چہارپایہ دیدے اور چاہے اسکو نہ دے بلکہ
کفارہ دیدے جو کہ طعام مساکین ہی اور یہی قول امام مالکؒ و امام ابو حنیفہؒ و ان کے دونون شاگردونکا اور مشہور قول امام احمدؒ کا ہے۔ پھر اسکی صورت مین اختلاف ہے،

پس ابراہیم نخعی و حماد بن ابی سلیمان و ابوحنیفہ رح و صاحبین و مالک رحمہم اللہ کے نزدیک جس صید کو قتل کیا ہے اسکی قیمت اندازہ کر کے اتنے کا اناج خریدے اور
شافعی رح کے نزدیک اس کے مثل چوپایہ کی قیمت اگر موجود ہوتا اندازہ کر کے اُس کا اناج خریدے اور قیمت سے مساوات اسواسطے کہی کہ اس کے مثل جزاء
تو فرضی ہے موجود نہیں ہے تاکہ اسی کی قیمت کہی جاوے بلکہ اگر ہوتی تو جو کچھ اسکی قیمت ہوتی اسی کے مساوی سے اناج خریدے ہاں یہ البتہ بیان ہونا چاہیئے
کہ ہر مسکین کو کس قدر دیوے تو مفسر سیوطی رح نے بیان کر دیا کہ ہر مسکین کو ایک مُد دیوے اور یہ قول امام شافعی و امام مالک و فقہاء حجاز کے نزدیک ہے اور یہی ابن جریر رح نے
اختیار کیا ہے اور ابوحنیفہ رح و ان کے اصحاب نے کہا کہ ہر مسکین کو دو مُد دیوے اور یہی مجاہد رح کا قول ہے اور امام احمد نے کہا کہ گیہوں ہوں تو ایک مُد دیوے اور
دوسرا اناج ہو تو دو مُد دیوے کذا ذکرہ ابن کثیر اور مدارک میں امام ابوحنیفہ رح کا قول یہ نقل کیا کہ گیہوں سے نصف صاع اور دوسری چیز سے ایک صاع دیوے
پھر مفسر رح نے کہا کہ ایک قرأۃ میں کفارہ مضاف ہے طعام مساکین کی طرف اور یہ اضافت بیانیہ ہے پس معنی یہی ہیں جو قرأۃ اولیٰ کے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے تیسرا
اختیار دیا بقولہ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا یعنی یا اسپر یہ واجب ہے کہ برابر اس طعام کے روزے رکھے ف ہر مسکین کے عوض ایک روزہ رکھے اگرچہ اسکو
طعام دینے کی دسترس ہو پس حرف اَوْ واسطے تخییر کے ہے اور ترتیب کے لئے نہیں ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پھر ہر مجتہد کے نزدیک جسقدر اناج ایک مسکین کو
دینا چاہیئے۔ اسکے عوض ایک روزہ ہے۔ بالجملہ بنابر قول امام ابوحنیفہ رح کے گیہوں سے یا اور اناج سے جو قیمت صید کے عوض اندازہ کیا جائے اسمیں جسقدر مسکینوں
کا حساب ہوتا ہو بجائے ہر مسکین کے ایک روزہ رکھے اور اگر کسی قدر اناج زائد ہو جو ایک مسکین کا پورا نہ ہوتا ہو تو اسقدر صدقہ کر دے یا اسکے عوض روزہ
رکھے اور پوری تفصیل فقہ میں مذکور ہے پھر جزا مشروع ہونے کا سبب فرمایا لِّيَذُوقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ تاکہ اپنے امر کا وبال چکھے ف یعنی یہ تکلیف مذکور جو اسپر
واجب ہوئی اسلئے کہ چکھے بھاری بدلا اپنے اس کام کا جو اس نے کیا ہے۔ اور ذوق اگرچہ چکھنے کی چیزوں کے واسطے ہے ولیکن یہاں استعارہ ہے بمعنی مشقت اٹھانے
کے اور اسکے فعل کے ناپسند ہونے کی طرف تنبیہ ہے اور وبال کے معنی قاموس میں بوجھ و سختی و شدت کے مذکور ہیں اور طعام وبیل وہ کھانا جو ثقیل ہو پس نفس نے
جو اپنی خواہش کے واسطے صید کو قتل کیا تھا اس کے عوض مال کے نقصان سے یا روزہ کی تکلیف سے اسکو حزن و اندوہ دیا گیا۔ پھر اسمیں اختلاف کہ مساکین
کو کھانا کہاں دیوے تو امام شافعی رح نے کہا کہ حرم میں دیوے اور یہی حضرت عطاء رح کا قول ہے اور حضرت مجاہد نے کہا کہ جہاں شکار مارا ہے یا اس سے جو
گاؤں و آبادی زیادہ قریب ہو وہاں دیوے اور امام ابوحنیفہ رح نے کہا کہ چاہے حرم میں دیوے اور چاہے کہیں اور دیوے عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ جو گذر چکا
اللہ تعالیٰ نے عفو کیا ف عطاء رح سے روایت ہے کہ معنی یہ ہیں کہ جاہلیت میں جو ہو گذرا اسکو اللہ تعالیٰ نے عفو کیا اور صحیح یہ ہے کہ جو مفسر رح نے کہا کہ شکار مارنا
حرام ہونے سے پہلے جس نے صید کو قتل کیا ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے عفو فرمایا۔ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ اور جو لوٹا اللہ تعالیٰ اُس سے انتقام لیگا ف
یعنی جو بعد حرام ہونے اور حکم شرعی پہنچنے کے قتل صید کی طرف عود کریگا اس سے اللہ تعالیٰ انتقام لیگا۔ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ یعنی اور اللہ تعالیٰ اپنے امور
میں غالب ہے اور جو نافرمانی کرے اس سے انتقام لینے والا ہے ف بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جو شخص بعد اس بیان تحریم کے پھر کسی شکار کو قتل کریگا۔ تو
اللہ تعالیٰ آخرت میں اُس سے انتقام لیگا یعنی اسکو عذاب دیگا اور فقط کفارہ سے معاف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ مراد انتقام سے یہی ہے کہ وہ
اس کفارہ مذکورہ کے واسطے ماخوذ ہوگا۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے فرمایا کہ میں نے حضرت عطاء رح سے کہا کہ آپ کو عود کی کوئی حد معلوم ہے تو
فرمایا کہ نہیں میں نے کہا کہ آپکے نزدیک امام المسلمین پر واجب ہے کہ اس کو سزا دیوے۔ فرمایا کہ نہیں یہ تو اُسنے فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ ایک گناہ کیا ہے ولیکن
اسکو فدیہ دینا پڑیگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور بعض نے کہا کہ اس کو کفارہ میں ماخوذ کر کے انتقام لیگا۔ اور یہ قول سعید بن جبیر کا ہے۔ پھر جمہور سلف و خلف کا یہ قول
ہے کہ ہر بار جب محرم نے کسی صید کو قتل کیا تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا خواہ پہلی بار ہو یا دوسری بار ہو یا مکرر کئی بار واقع ہو اور خواہ عمداً ہو یا خطائً ہو۔
اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جس نے خطاء سے احرام میں شکار کو قتل کیا تو جتنی بار اس سے واقع ہو ہر بار دو عادل حکم کریں اور وہ جزاء

دیوے اور اگر اُس نے عمداً ایسا کیا تو ایکبار ایسا کیا جائے گا اور اگر دوبارہ عود کیا تو اُس سے کہا جائیگا کہ تجھ سے اللہ تعالیٰ انتقام لیگا اور یہی عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی قول ابن جریج و مجاہد و سعید بن جبیر و حسن بصری و نخعی کا ہے جیسا کہ ابن جریر نے روایت کیا اور خود ابن جریر نے قول اول ہی کو اختیار کیا ہے اور ابوالمعلی نے حسن بصریؒ سے روایت کی کہ ایک شخص نے احرام میں عمداً شکار کیا تو اُس سے درگذر کی گئی پھر اُس نے دوبارہ یہی کیا تو آسمان سے ایک آگ اُتری اُس نے اُس شخص کو جلا دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ واضح رہے کہ یہ تنبیہ عمدہ تھی ولیکن ہمیشہ ایسا واقع ہونا ضرور نہیں اور یہ زیادہ سخت ہے کہ چھوڑ دیے جاویں آخرت کیلئے کہ وہ عذاب شدید ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انتقام الٰہی کے بعد دنیا میں اسپر جزا کیوں ہے تو جواب یہ کہ عمداً اُس کی بیباکی اور نافرمانی کی سزا میں یہ وعید ہے اور جو اس سے ایذا رسانی سرزد ہوئی اُسکے عوض میں جزاء مذکور ہے پس وعید مذکورہ اُسپر جزاء مذکور واجب ہونے سے مانع نہیں ہے

پھر یہ سب خشکی کے شکار کیواسطے مذکور ہوا رہا بیان شکار دریائی تو فرمایا

أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۖ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي

حلال ہوا تم کو دریا کا شکار اور اُسکا کھانا فائدے کو تمھارے اور مسافروں کے اور حرام ہوا تم پر شکار جنگل کا جب تک رہو احرام میں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پاس

إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ

جمع ہو گے اللہ نے کیا ہے کعبہ گھر بزرگی کا ٹھہراؤ لوگوں کے واسطے اور مہینہ بزرگی کا اور قربانی لیجانی اور گلے میں لٹکن

ذَٰلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

ایسا کر دیا اسواسطے کہ تم سمجھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے

الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ مَّا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے رسول پر ذمہ نہیں مگر پہونچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو ظاہر میں کرو گے اور جو چھپا کر۔

اُحِلَّ لَكُمْ یہ خطاب عموماً سب لوگوں کو ہے خواہ احرام میں ہوں یا حلال ہوں صَيْدُ الْبَحْرِ تمھارے لیے صید البحر حلال کیا گیا ف یعنی صید مصدر بمعنی مفعول ہے اور مراد اس سے یہ کہ دریائی شکار کو صید کر کے اس کو کھانا تم کو حلال کیا گیا ہے اور یہ مراد نہیں کہ شکار کھیلنا حلال ہے کیونکہ ضرورت سے شکار مارنا تو مباح ہے اور مراد بحر سے یہاں ہر وہ چیز ہے جسمیں دریائی شکار پایا جاوے خواہ سمندر ہو یا دریا ہو یا نہر ہو یا تالاب ہو اور خواہ اُسکا پانی میٹھا ہو یا کھاری ہو اور ظاہر ہے کہ سمندر و دریا تو منصوص ہے اور نہر و تالاب کے دریائی شکار اس سے ملحق کیے گئے ہیں صید البحر کی تعریف مفسر سیوطیؒ نے یہ بیان کی کہ جو سوائے بحر کے اور جگہ زندہ نہ رہے مانند مچھلی کے پس کیکڑا وغیرہ ایسے نہیں ہیں کیونکہ بحر و بر دونوں جگہ جیتے رہتے ہیں اور اولیٰ یہ ہے کہ دریائی وہ جانور قرار دیئے جاویں جو پانی ہی میں زندہ رہتے ہیں اور وہیں انڈے بچے دیتے ہیں اور حاصل آنکہ آبی جانور دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ کہ سوائے پانی کے اور جگہ زندہ نہیں رہتے ہیں اور دوم وہ کہ پانی میں بھی جیتے ہیں اور خشکی میں بھی زندہ رہتے ہیں پس مفسرؒ نے صید البحر انھیں جانوروں کو قرار دیا جو از قسم اول ہیں وَطَعَامُهُ اور طعام البحر حلال کیا گیا طعام البحر وہ چیز ہے جسکو مرا ہوا کنارے پھینکدے۔ اور یہ تفسیر حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ و ابن عباسؓ و ابوہریرہؓ وغیرہ بہت سے صحابہ و تابعین سے مروی ہے۔ اور ابن عباسؓ سے ایک روایت میں و سعید بن جبیر و سدی و سعید بن المسیب سے مروی ہوا کہ طعام البحر وہ جو نمک لگائی ہوئی خشک کی ہوئی ہو اور صید البحر جو تر و تازہ ہو اور بعض نے کہا کہ طعام البحر اسکا نمک و دیگر نباتات ہیں اور زمخشری نے کشاف میں کہا کہ صید البحر وہ جانور ہیں جو دریا سے شکار کیے جائیں خواہ وہ کھائے جاویں یا نہ کھائے جاویں پس اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ کے یہ معنی ہیں کہ دریائی جانوروں کو شکار کرنا تم کو حلال ہوا پھر فرمایا وطعامہ یعنی طعام البحر اور طعام وہ ہے جو اُس کے شکاروں میں سے کھایا جاتا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ سمندر سے جو کچھ

تم شکار کرو اس سے نفع حاصل کرنا تم کو حلال کیا گیا اور تمہارے واسطے اسمین سے کھانے کے جانوروں کو کھانا حلال ہوا - اور وہ فقط مچھلی ہے انتہی کلامہ اور یہ تفسیر بنا بر قول ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہے کہ دریائی جانوروں مین سے فقط مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی کہ مردار ہو کر اترا وے وہ بھی حلال نہین ہے اور شیخ ابن کثیر نے تفسیر مین کلام بسیط بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہے کہ طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا کنارے پھینکدے یہ مشہور روایت ابن عباس ہے اور یہی ابوبکر الصدیق و زید بن ثابت و عبد اللہ بن عمرو و ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم و عکرمہ و ابو سلمہ و نخعی و حسن بصری سے مروی ہے - وعن الصدیق رض طعام البحر سب جو اسمین ہے - رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم - قال المترجم ہو منقطع - اور ابن جریر نے یہی اختیار کیا کہ طعام البحر جو اسمین مر جاوے - وعن ابی ہریرۃ مرفوعاً و موقوفاً طعام البحر جسکو وہ مرا ہوا پھینکدے - قولہ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ - یعنی یہ حلال کر دیا تمہارے واسطے و مسافروں کے واسطے تمتع ہے ف - کہ تم حاضر ہونے کی حالت مین اس سے کھاؤ اور سفر مین مسافر لوگ اس سے زاد راہ لیوین - سیارۃ جمع سیار یعنی سیر کرنیوالے یعنی چلنے والے مسافر لوگ - ابن کثیر رح نے کہا کہ جمہور علماء نے مردار مچھلی کے حلال ہونے پر اس آیت سے استدلال کیا اور نیز اس حدیث سے جو جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک لشکر بجانب ساحل روانہ کیا اور اُن پر ابو عبیدہ بن الجراح کو امیر کیا اور وہ تین سو آدمی تھے اور مین بھی انھین مین سے تھا پس ہم لوگ روانہ ہوئے پھر راہ مین ہمارے زاد راہ فنا ہو گئے یعنی زاد راہ نہ رہا پس ابو عبیدہ نے تمام لشکر کو زاد راہ جمع کرنے کا حکم دیا وہ دو مزود چھوہارے نکلا پھر ہر روز وہ ہم کو تھوڑا تھوڑا دیتے یہانتک کہ وہ بھی ہو چکا اور ہم کو ایک ایک چھوہارہ ہی ملا کرتا تھا اسپر بھی بالکل ختم ہو جانے پر ہمارے دل غمناک ہوئے پھر آخر ہم سمندر کنارے پہونچے تو ناگاہ ہم نے ایک بہت بڑی مچھلی جسکو عنبر کہتے ہین کنارے پڑی دیکھی پس اس سے تمام لشکر نے اٹھارہ روز تک کھایا پھر ابو عبیدہ رض نے حکم دیا کہ اسکی دو پسلیاں کھڑی کی گئین پھر اونٹ پر کجاوہ باندھنے کا حکم دیا اور اُسکے نیچے سے روانہ کیا تو وہ گذر گیا اور اس سے نہ لگا رواہ مالک اور یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم مین کئی طرق سے جابر رض سے مروی ہے اور بعض روایت مین ہے کہ کنارے پر مانند بڑے بھاری تودہ ریگ کے تھا پھر قریب پہونچکر ہم نے دیکھا تو ایک جانور دریائی تھا جسکو عنبر کہتے ہین اور بعض روایت مین ہے کہ ابو عبیدہ رض نے مردار قرار دیا پھر بوجہ اضطرار کے اسکو کھانے کا حکم دیا - اور بعض روایات مین ہے کہ اس سے زاد راہ لائے تھے اور جب مدینہ پہونچکر حضرت صلعم سے بیان کیا تو آپنے فرمایا کہ وہ اللہ تعالی کا رزق تھا اور اسمین سے کچھ تمہارے پاس موجود ہو تو ہم کو بھی کھلاؤ پس ہم نے کچھ گوشت بھیجا تو آپنے اسمین سے کھایا - اور بعض روایات مین ہے کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کیساتھ تھے - پس بعض علماء نے یہ تاویل کی کہ دو مرتبہ ایسا واقعہ ہوا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ پہلے یہ لوگ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے پھر آپنے ابو عبیدہ رض کو سردار کر کے ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے روانہ کر دیا - اور نیز اس حدیث سے استدلال کیا جو ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم سمندر مین سفر کرتے ہین اور تھوڑا پانی اپنے ساتھ لیتے ہین سو اگر اس سے وضو کرین تو پیاسے رہجاتے ہین بھلا سمندر کے پانی سے وضو کرین تو فرمایا کہ سمندر کا پانی طہور ہے اور اس کا مردار حلال ہے رواہ الشافعی و احمد و اہل السنن و صححہ البخاری و الترمذی و ابن خزیمہ و ابن حبان و غیرہم اور اسی آیت سے مع دلالت احادیث بعض فقہاء نے دریائی کل جانوروں کے حلال ہونے پر استدلال کیا اور کچھ استثناء نہین کیا اور بعض نے مچھوے و نہنگ کو مستثنی کیا اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ جو دریا مین مر جاوے وہ خشکی کے مرے ہوئے کے مانند نہ کھائی جائیگی بسبب عموم قولہ تعالی حرمت علیکم المیتۃ اور جمہور فقہاء نے حدیث عنبر مذکور و حدیث ابو ہریرہ مذکور و غیرہ سے حجت قائم کی اور شیخ سیوطی رح نے حدیث ابو ہریرہ مذکور کو مشہور بلکہ متواترات مین سے شمار کیا ہے - وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی خشکی کے شکار کو حالت احرام مین شکار کرنا تمپر حرام کیا گیا جب تک کہ تم احرام مین ہو ف اور بری صید وہ ہین جو خشکی مین جیتے ہین اور مفسر سیوطی رحمۃ اللہ نے یہ قید بھی لگائی کہ ایسے وحشی جانور ہون جنکا کھانا حلال ہے اور پہلے معلوم ہوا کہ یہ فقط شافعی رح کا مذہب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک کھائے جاتے ہون یا نہ کھائے جاتے ہون سب کا شکار حالت احرام مین ممنوع ہے پھر کہا کہ سنت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اگر خشکی کے جانور صید کو کسی حلال نے

شکار کیا ہو تو محرم اسکو کھا سکتا ہے بشرطیکہ اسکے واسطے شکار نہ کیا گیا ہو جیسا کہ روایت ابو داؤد مین مصرح ہے اور یہی امام ابو حنیفہ رح و مالک رح و شافعی رح و احمد رح کا مذہب ہے اور توضیح کلام یہ ہے کہ آیت کریمہ اصطیاد بحالت احرام کے حرام ہونے پر دلالت کرتی ہے پس اگر عمداً محرم نے شکار مارا تو گنہگار ہوگا اور تاوان دے جیسا کہ مذکور ہوا اور اگر خطا سے ایسا کیا تو فقط تاوان دیدے اور محرم پر اسکا کھانا حرام ہے کیونکہ اسکے حق مین یہ شکار مثل مردار کے ہے اب رہا یہ کہ دوسرے لوگون کے حق مین کیا حکم ہے تو امام مالک و ابو حنیفہ رح اور بنا بر یکی از دو قول شافعی وہ ہر دوسرون کے حق مین بھی مردار ہے خواہ وہ محرم ہون یا حلال ہون اور یہی قول عطار و سالم و قاسم و ابو یوسف و محمد بن الحسن وغیرہم کا ہے اور اگر محرم یا محل نے اسمین سے کچھ کھایا تو اسمین علمار کے دو قول ہین ایک یہ کہ اسپر جزار لازم آویگی اور عطار رح سے مروی ہے کہ اگر ذبح کرکے کھایا ہو تو اسپر دو جزار لازم ہونگی اور دوسرا قول یہ کہ کھانیوالے پر جزار نہ ہوگی اور یہ امام مالک نے صریح کہا ہے اور ابن عبد البر رح نے کہا کہ جمہور علمار و فقہار کا یہی قول ہے بقیاس آنکہ اگر کسی نے وطی کے پھر حد مارے جانے سے پہلے اور دو ایک بار وطی کر لی تو اسپر ایک ہی حد لازم آتی ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ جو کچھ اُس نے کھایا اسکی قیمت اسپر لازم آئیگی اور یہ قول احسن و اصوب ہے۔ اور اگر کسی حلال نے شکار کیا اور محرم کو ہدیہ بھیجا تو بعض علما اس طرف گئے ہین کہ مطلقاً مباح ہے خواہ حلال نے اس کے واسطے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو اور ابن عبد البر نے یہی قول حضرت عمر بن الخطاب و ابو ہریرہ و زبیر بن العوام و کعب احبار و مجاہد و عطار فی روایۃ اور سعید بن جبیر سے حکایت کیا اور یہی فقہار کوفہ کا مذہب ہے لیکن مترجم نے ظاہر مذہب حنفیہ مین امام ابو حنیفہ رح سے اسکے خلاف پایا ہے۔ **قال** اور ابو ہریرہ رض سے سوال کیا گیا کہ جس صید کو محل نے
جیسے یہ امام ابو حنیفہ رح بھی ہین ۱۲
شکار کیا اسکو محرم کھاوے تو فتوی دیا کہ ہان کھاوے پھر عمر بن الخطاب رض سے اپنا یہی فتوی دینا بیان کیا تو عمر رض نے فرمایا کہ اگر تو اسکے سوائے اور فتوی دیتا تو مین تیرے سر کو دکھ پہونچاتا۔ رواہ ابن جریر من طریق سعید بن المسیب عنہ۔ **قال المترجم** لم یصح لسعید روایۃ عن عمر رض عند المحدثین **قال**۔ اور دوسرے فقہار نے کہا کہ محرم کو شکار کا گوشت کھانا مطلقاً حرام ہے بسبب عموم اس آیہ کریمہ کے اور ابن عباس و ابن عمر سے مروی ہے کہ دونون نے اسکو مکروہ جانا اور ابن عبد البر رح نے کہا کہ یہی قول طاؤس و جابر بن زید کا اور مذہب ثوری وغیرہ کا اور مروی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہے۔ کما رواہ ابن جریر من طریق ابن المسیب عنہ و مالک و شافعی رح و احمد و اسحٰق نے اور جمہور نے کہا کہ اگر محل نے شکار کرنے مین یہ قصد کیا کہ فلان محرم کیواسطے شکار کرتا ہے تو محرم کو کھانا روا نہین ہے بسبب حدیث صعب بن جثامہ کے کہ حمار وحشی ہدیہ بھیجا اور آنحضرت صلعم مقام ابوا مین یا ودان مین تھے پس آپ نے رد کر دیا پھر جب صعب بن جثامہ کے چہرہ سے ملال دیکھا تو فرمایا کہ ہم نے اسی وجہ سے اسکو قبول نہین کیا کہ ہم محرم ہین اور یہ حدیث صحیحین مین موجود ہے پس ان فقہار نے کہا کہ حضرت صلعم نے اسی گمان سے رد کیا کہ اُس نے ہمارے ہی واسطے شکار کیا ہے اور اگر حلال نے شکار مین محرم کا قصد نہ کیا ہو تو محرم کو اس کا گوشت کھانا جائز ہے بسبب حدیث ابو قتادہ رض کے کہ حمار وحشی شکار کیا اور ساتھی احرام مین تھے اُنھون نے نہ کھایا اور حضرت صلعم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ بھلا تم مین سے کسی نے اُسکی طرف اشارہ یا اعانت کی تھی بولے کہ نہین تو فرمایا کہ پھر کھاؤ اور خود بھی اسمین سے کھایا اور یہ حدیث بھی صحیحین مین ہے۔ **قال المترجم** یہی مذہب ابو حنیفہ رح ہے۔ **قال** اور حدیث مطلب بن عبد اللہ بن حنطب از جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً آنکہ خشکی کا شکار درحالیکہ تم محرم ہو تمھارے واسطے اس شرط سے حلال ہے کہ تم نے خود نہ شکار کیا ہو اور نہ تمھارے واسطے شکار کیا گیا ہو۔ رواہ احمد و ابو داؤد و النسائی و الشافعی و الترمذی۔ یہ حدیث بھی اسپر دلالت کرتی ہے ولیکن ترمذی رح نے کہا کہ مطلب رح کا جابر سے سماع مجھے معلوم نہیں ہوا اور کبھی اس کی تقویت کی جاتی ہے۔ اثر عثمان رض سے کہ وہ مقام عرج مین تھے اور شکار کا گوشت لایا گیا تو اصحاب سے فرمایا کہ تم کھاؤ اُنھون نے کہا کہ آپ کیون نہین کھاتے ہین تو فرمایا کہ میرا تمھارا یکسان حال نہین ہے کہ یہ میرے ہی واسطے شکار مارا گیا ہے۔ رواہ مالک۔ اس تفصیل پر احادیث صحاح مین توفیق ہو جاتی ہے مترجم کہتا ہے لیکن معلوم ہوا کہ حلال نے جس محرم کے لئے شکار کیا اسپر مردار ہے اور باقیون پر حلال ہے۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذہب تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بندون کو مخالفت احکام سے پرہیز کرنے پر تاکید فرمائی بقولہ۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے جسکی یہ شان ہے کہ اُسی کی طرف

حشر کیے جاؤگے ف یعنی مآل کار بندوں کا قطعاً موت ہے پس زندگی میں موافقت رکھیں تاکہ ثواب و راحت پاویں اور مخالفت نہ کریں ورنہ عذاب و دکھ پاوینگے جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ کعبہ اس کا نام بوجہ اسکے کہ مربع ہے ماخوذ از تکعیب بمعنی مربع کر دینا اور عرب کے اکثر گھر مدور ہوتے تھے اور یا بوجہ اونچے و ابھرے ہونے کے خواہ سطح مکہ سے یا ابتدائے حال میں سطح پانی سے اور اسی سے ٹخنہ کو کعب کہتے ہیں اور ارجح قول یہ ہے کہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے قدیم سے مقرر فرمایا ہے پھر کعبہ کا عطف بیان یا بدل ہے قولہ الْبَيْتَ الْحَرَامَ یعنی ایسا بیت کہ حرام کر دیا گیا اسمیں قتل و خونریزی و جملہ فسق و فجور اور بندوں کے واسطے اسکا احترام لازم کیا گیا اور زمخشری نے بر تقدیر عطف بیان کے اسکو بطریق مدح قرار دیا نہ بطریق توضیح۔ اور بیت درحقیقت وہ کہ چہار دیواری و چھت و دروازہ ہو اگرچہ اسمیں سکونت نہ ہو یعنی اسمیں کوئی رہتا نہ ہو اور بیت الحرام کعبہ کیواسطے بمنزلہ علم کے ہو گیا اور جعل یہاں متعدی بدو مفعول ہے اور ارجح آنکہ بمعنی صیّر یعنی ایسا کر دیا بقرینہ دعائے حضرت ابراہیم ع جو سورۂ حج وغیرہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگی لیکن صواب یہ ہے کہ دعائے ابراہیم موافق قضائے ازلی کے واقع ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ازل ہی سے یہ مقرر فرمایا تھا۔ بالجملہ یہاں دو مفعول ہیں۔ اول کعبہ ہے اور دوسرا مفعول فرمایا قِيَامًا لِّلنَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس بیت الحرام کو بندوں کیواسطے قیام کر دیا ف اسے لیقوم امر دینهم بالحج الیه و دنیاهم بامن داخله و عدم التعرض له و جبی ثمرات کل شیء الیه یعنی اس خانۂ کرم کے سبب مردوں کے دین و دنیا کے کام قائم و ٹھیک ہوتے ہیں پس دین کے کام اس طرح کہ اسکا حج کرتے اور خلوص نیت و تقویٰ کے ساتھ ثواب عظیم و انوار جلی و خفی ایسے پاتے ہیں کہ زبان سے انکا بیان نہیں ہو سکتا اور سوائے حقوق العباد کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور دنیا کے کام اس طرح کہ بحکم قولہ تعالیٰ ومن دخله کان آمنا۔ جو اسمیں گھس گیا وہ جب تک اسمیں ہے کوئی اس سے تعرض نہیں کر سکتا وہ امن میں ہو گیا۔ اور بقولہ یجبی الیه ثمرات کل شیء ہر قسم کے پھل و پیداوار اس کی طرف لوگ لیجاتے ہیں اور یہ عظیم قدرت الٰہی کا ظہور ہے کہ اس ریگستان میں بندے جو قدرت کے قبضہ میں مسخر ہیں ضرور یہ نعمتیں وہاں لیجاتے اور بیچتے و تجارت کرتے اور کھاتے پیتے ہیں اور کھجور و پانی ہر سوں ان کی غذا ہے اور کچھ مضرت نہیں پہنچاتی۔ حالانکہ طبیب و حکیم متفق ہیں کہ اس سے جذام ہو جاتا ہے ولیکن ظہور قدرت الٰہی ہے کہ وہاں کچھ ضرر نہیں ہوتا۔ ف فی قراءۃ قیما بلا الف۔ اور ابن عامر کی قراءۃ میں قیاماً کی جگہ قیماً بکسر اول و فتح دوم بدون الف کے بھی مصدر ہے قام کا اور اسکا عین کلمہ یعنی یائے تحتانیہ میں تعلیل نہیں ہوئی ہے تاکہ یہ اعتراض ہو کہ بانضمام حول و عور کے تعلیل نہ ہونا چاہیے پس قیم دراصل قوم نہ تھا بلکہ یہ اصلی ہے اور اخفش نے کہا کہ اسمیں تین لغات ہیں۔ قیام و قوام و قیم اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ ہے کہ صیّر اللہ الکعبۃ البیت الحرام حال کونها قیاما للناس یعنی اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو بیت الحرام کر دیا درحالیکہ وہ لوگوں کیلئے قیام ہے۔ ھ۔ لیکن قول راجح واظہر ہے اور وہی مفسرین نے اختیار کیا۔ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ ای جعل الشہر الحرام قیاما لهم بامنهم القتال فیها یعنی اور اللہ تعالیٰ نے شہر حرام کو بھی ان کے واسطے قیام کر دیا کہ ان مہینوں میں لڑائی و قتال سے مامون رہتے ہیں اور الف لام جنس کا ہے اور مراد اشہر حرم یعنی ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم و رجب ہیں۔ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ای جعل اللہ الہدی و القلائد قیاما لهم بامن صاحبهم من التعرض۔ یعنی ہدی و قلائد کو بھی بندوں کیلئے قیام کر دیا بسبب اسکے کہ جو شخص ہدی و قلادہ والا ہو اس سے تعرض نہیں کیا جاتا ہے اور تمام تفسیر قولہ تعالیٰ ولا الہدی ولا القلائد ولا آمین البیت الحرام یبتغون فضلا من ربهم الآیہ کے تحت میں بیان ہو چکی ہے وہاں رجوع کرو تو معلوم ہوگا کہ خود ہدی و قلادہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ اس سے تعرض نہیں کرتے تھے۔ ذلک الجعل المذکور یعنی ذلک کا مشار الیہ وہ مضمون ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اسواسطے سب کہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے سب جو آسمانوں میں ہے اور سب جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ف کیونکہ تمہارے نفع حاصل ہونے و مضرتیں دور ہونے کیواسطے وقوع ہونے سے پہلے ایسا کر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ جو موجود ہے اور جو ہونے والا ہے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور اسمیں قوی دلیل ہے آنحضرت صلعم کے صدق نبوت پر کہ قوانین شرع اسلام اپنے تمام ارکان کیساتھ نہایت قوی و عدل و انصاف کے ساتھ قائم ہیں اور زمانہ کی گردش سے ان میں کوئی تغیر نہیں پس اگر اہل اسلام ان پر مستقیم رہتے

تو اُن کے دین و دنیا دونون کیواسطے نہایت خوبی و بھلائی ہے لیکن لوگون نے اس قانون عدل کو برباد چھوڑ دیا تو لامحالہ قانون علم سے مقہور ہوئے کیونکہ
شیطان نے صراط مستقیم سے بیراہ کیا اور طریقہ جور مین لاکر خوار کیا نعوذ باللہ من ذلک فتدبر۔ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ جان رکھو
کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے ف یعنی کفر و شرک انکار و خلاف کرنے والون کے حق مین۔ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ
غفور الرحیم ہے ف یعنی فرمانبرداری و طاعت و ایمان لانیوالون کے حق مین مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ اور رسول پر کچھ نہین مگر کھلا حکم ہوپنچا دینا
ف یعنی تم کو حکم آلہی ہوپنچا دینا ہی رسول صلعم پر واجب ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو ف جو اعمال تم
کھلے کھلے کرتے ہو۔ وَمَا تَكْتُمُوْنَ اور تم جو اعمال کہ لوگون سے چھپے کرتے ہو ف پس تمھارے اعمال کی تم کو جزا دیگا اگر اچھے ہین تو ثواب اور اگر برے ہین تو
عذاب ملیگا۔ اسمین سخت تہدید ہے اور عمدہ وعدہ ہے مفسرؒ نے لوگون سے چھپے ہونے کی قید سے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہین
ہوسکتی ہے۔ واضح ہو کہ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرنا چاہیئے اور لوگون سے چھپانے مین نجات نہین ہے لیکن اگر کسی شخص نے بدکاری کو اسطرح
کیا کہ لوگون پر بھی ظاہر کیا تو یہ دونا عذاب ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض گنہگارون کو مخفی فرماویگا کہ تونے یہ گناہ کیا تھا وہ اقرار کریگا پھر فرماوے گا
مین نے دنیا مین تجھ پر پوشیدہ کردیا اور آج تجھے عفو کرتا ہون (الصحیح) اور حدیث مین ہے کہ بدکار فاحش بدتر شخص ہے (من الصحاح) ف عرائس
مین ہے کہ قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیاما للناس کعبہ معظمہ ظاہر مین ایک مکان پتھر وغیرہ سے بنا ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی آیات سے
روشن اور نور صفات کے پرتو سے منور فرمایا ہے پس وہ ان انوار کے ادراک کیلئے آئینہ ہے اسی واسطے جو لوگ حج کرتے ہین ہر ایک اپنی استعداد کے موافق
اسکے فیض سے پاکیزہ ہو کر مکمل ہوتا ہے چنانچہ اہل معرفت کو اس سے کشف عظمت و کبریائی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور ارکان حج کے ہر موقف مین ان کو صفات
کے انوار کا چاند اور جلال قدم کا آفتاب نظر آتا ہے اور غیرون کی نظرین اس سے محروم ہین اسی واسطے وہ ممنوع ہین اور کعبہ کو بیت الحرام بنایا اور وہ
عالم کیواسطے جو بمنزلہ ایک شخص کے ہے قلب مقرر کیا اور عارفون کی نظر مین اس سے انوار جلال ظاہر ہوتے ہین جیسے موسیٰؑ کو کوہ طور سے اور عیسیٰؑ کو مصیصہ
سے ظاہر ہوئے ویسے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی اُمت کو کعبہ معظمہ سے ظاہر ہوئے اور یہی معنی ہین جو آیا ہے کہ جاء اللہ من سیناء واستعلن
بساعیر واشرق من جبال فاران۔ اللہ تعالیٰ سیناء سے آیا اور ساعیر سے اعلان ہوا اور فاران سے چمکا۔ فاران جبال مکہ ہین اور یہ قول انجیل
وغیرہ کتب انبیاء مین ہے۔ اسی طرح قلب عارف بھی قبلۂ مشاہدہ ہے اور وہ ہر تصور و خیال و اعتبار سے ممنوع ہو کر محل نظر قدسی ہو جاتا ہے پس
اُس کے آثار جلال عارفون کے چہرے سے ظاہر ہوتے ہین شبلیؒ نے کہا کہ چشمہائے مردم کا امام کعبہ ہے اور قلوب اہل ایمان کا امام خالق کعبہ ہے۔
بعض مشائخ نے کہا کہ بیت الحرام بایں معنی کہ اسکے جوار مین مخالفت کرنا سخت حرام ہے قال المترجم کعبہ مین جس طرح نیکیون کا ثواب ایک لاکھ تک
زائد ہے یعنی اس کثرت سے ثواب مین ترقی ہے ویسے ہی مخالفت کرنے مین بھی وہان اسی کثرت سے عذاب اندیشہ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہان بھی حرام
ہے بندے پر کہ مخلوق پر نظر رکھے بلکہ اسکے خالق عز و جل پر نظر رکھے اور بعض نے قولہ قیاما للناس سے اشارہ لیا کہ جو کوئی بسبب ارتکاب معصیت کے کج
اور ٹیڑھا ہو گیا ہو جب وہ اگر کعبہ معظمہ سے لپٹ جاوے اور قلبی تعلق اُس سے پیدا کرے تو ان انوار کی برکت سے قیام یعنی مستقیم ہو جاویگا۔ اگر
کہا جاوے کہ ہزارون کرورون خانہ کعبہ سے محروم ہین اور ہزارون جا کر کورے آتے ہین تم صرف تھوڑے لوگ ہو جو اسلام کی خوبی و شرائع کی مرغوبی کا دعوی
کرتے ہو اسکی کیا وجہ ہو کہ تم ہی عالم ہو اور باقی لوگ جاہل ہین جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون کا خود ہی رد کردیا جو شیطانی بندے ہو کر اندھے ہوئے ہین

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ع

تو کہہ برابر نہین گندا اور پاک اگر تجھکو خوش لگے گندے کی بہتایت سو ڈرتے رہو اللہ سے اے عقلمندو شاید تمھارا بھلا ہو۔

قُلْ لَّا یَسْتَوِی کہدے اے محمد صلعم کہ برابر نہیں۔ الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ خبیث اور طیب ف خواہ آدمی ہو یا مال ہو یا بات ہو یا اور کوئی چیز ہو چنانچہ آدمیوں میں مومن و کافر یکساں نہیں ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور مال حلال و حرام یکساں نہیں اور اچھی بات و بری بات برابر نہیں بالجملہ جس چیز میں خبث ہو اور جو چیز طیب ہے وہ دونوں مساوی نہیں ہیں بلکہ طیب ہی خوب ہے اور خبیث خراب ہے وَلَوْ اَعْجَبَکَ کَثْرَۃُ الْخَبِیْثِ اگرچہ تجھے خبیث کی کثرت سے عجب ہو ف یعنی اگرچہ نظر میں جو خبیث ہے وہ بسبب کثرت کے تجکو بھلی نظر آوے یا تجھے اس امر سے تعجب ہو کہ خبیث ایسا اسقدر کثرت ہے کہ اسکے مقابلہ میں خوب پاکیزہ بہت کم ہیں کیونکہ قلت و کثرت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ خبث و پاکیزگی کا اعتبار ہے چنانچہ لعل و موتی اگر کم ہیں تو کنکر اپنی کثرت کیوجہ سے اُن سے اچھے نہیں ہو سکتے ہیں اور اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر خلقت میں یہ بات جاری ہو چکی ہے کہ بھلے کم ہوں گے اور برے بہت ہونگے اور مفسر رحمہ اللہ نے خبیث کو حرام سے اور طیب کو حلال سے تفسیر فرمایا اور یہ تخصیص بنظر سیاق ہے ورنہ اعتبار عموم لفظ کا ہے اور وہی یہاں از راہ حکم کے معتبر ہے۔ پھر اعجبک میں خطاب ہر ایسے شخص کو ہے جو عبرت و نصیحت کی لیاقت رکھتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ علی العموم ہر شخص مخاطب کو خطاب ہے اگرچہ اس سے عبرت و نصیحت اسی شخص کو حاصل ہوگی جو عقل نورانی رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ پس اے اہل عقول تم تقویٰ الٰہی کیطرف یعنی جب یہ بات اہل عقل نے سمجھ لی تو اے عقل والو خبیث کو چھوڑو اور طیب پر اکتفا کرو لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پاؤ یا البتہ تم فلاح پاؤ گے اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو آگاہ فرمایا کہ خبیث و طیب اسکے نزدیک برابر نہیں یعنی قلیل حلال نافع بہ نسبت کثیر حرام کے بہتر ہے چنانچہ خبر میں آیا کہ ما قل و کفی خیر مما کثر و الہیٰ یعنی قلیل جو کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے جو بہت ہو اور لہو میں ڈالدے۔ اور بغوی رحمہ اللہ نے اپنے معجم میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو امامہؓ سے روایت کی کہ ثعلبہ بن حاطب نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے مال دے تو فرمایا کہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے اچھا ہے جس کی تجھے طاقت نہ ہو۔ بالجملہ طیب پر ترغیب اور خبیث پر تحذیر ہے اور اس آیت میں اہل عقل و ایمان کیلئے وسوسہ شیطان سے کافی تنبیہ ہے کہ دنیا میں اُن کے سامنے یہ منظر عجیب آویگا کہ اہل کفر و ضلالت میں جو دنیائے ملعونہ کو آراستہ کریں بہت دنیاوی عروج میں کثرت سے ہونگے پس کبھی اپنے نور ایمان سے متزلزل نہ ہو کہ اگر اسلام حق ہوتا تو یہ دنیا سنوارنے والے بھلا کیوں نہ ہاتے پس اس آیت سے تنبیہ حاصل کرے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیائے ملعونہ کو انہیں لوگوں کو دیگا جو ملعون ہیں لہذا اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سب سلطنتیں فتح کیں تو صرف عدل و حق پھیلایا اور دنیاوی حصہ کچھ نہ لیا چنانچہ اُن کا زہد و تقویٰ تمام متواترات روایات میں ماثور ہے فاستقم و اللہ تعالیٰ ہو الموفق۔ پھر واضح ہو کہ تقویٰ یہ نہیں ہے کہ ذرا ذرا سی بات میں کرید کر کے اپنے اوپر سختی کرے بلکہ نرمی کیساتھ حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے لہذا حق تعالیٰ نے اپنے عادل بندوں صحابہ رضی اللہ عنہم کو سوال پوچھ پوچھ مسائل سے منع فرمادیا۔ حدیث میں ہے کہ وہ شخص بدتر ہے کہ اسکے پوچھنے سے کوئی چیز حرام کر دی گئی حالانکہ پہلے مباح تھی لہذا فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ

اے ایمان والوں مت پوچھو بہت چیزیں کہ اگر تم پر کھولے تو تم کو برے لگیں اور اگر پوچھو گے جس وقت قرآن اترتا ہے تو

تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِیْنَ

کھولی جاویں گی اللہ نے اُن سے درگذر کی ہے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا۔ ویسی باتیں پوچھ چکے ہیں ایک لوگ تم سے پہلے پھر ہو گئے اُن سے منکر ہو گئے۔

لوگوں نے آنحضرت صلعم سے کثرت سے سوال کرنے شروع کئے تو نازل ہوا قولہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اے ایمان والو چیزوں کو مت پوچھو ف واضح ہو کہ سیبویہ و خلیل کے نزدیک لفظ اشیاء اسم جمع ہے یعنی لفظاً مفرد اور معناً جمع ہے اور فراء و اخفش و کسائی و ابو حاتم وغیرہ نے اسکو لفظ شئے کی جمع قرار دیا لیکن نحو میں مفروضہ باہم اختلاف ہے اور معنی یہ کہ جن چیزوں کی ضرورت نہیں ہے ان کو مت پوچھو اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

یعنی اگر بیان کردی جائین گی تو تم کو ناخوشی دینگی ف بسبب اس مشقت کے جو ان چیزون مین ہو۔ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ اور اگر تم ان چیزون کو جب قرآن نازل ہو رہا ہے پوچھوگے تو تمھارے واسطے ظاہر کردی جائین گی ف معنی یہ ہین کہ اگر آنحضرت صلعم کے زمانہ حیات مین تم چیزون کو پوچھوگے تو اُن کے اظہار کے واسطے قرآن نازل ہوگا اور جب اظہار ہوگا تو تم کو رنج دیگا۔ لہذا تم ان سے نہ پوچھو۔ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا اللہ تعالی نے اس سے عفو کیا ف عنہا کی ضمیر بجانب مسالت راجع ہے جو تسألوا سے مفہوم ہو اور معنی یہ کہ عفو کر دیا اللہ تعالی نے مسالت کو پس دوبارہ ایسا نہ کرنا اور بعض نے اشیاء کی طرف راجع کی لیکن اس نوع اشیاء کی طرف راجع ہو جس سے ممانعت کی گئی ہے اور احتمال ہے کہ معنی یہ ہون کہ اشیاء سے خواہ دین کے متعلق ہون یا دنیا کے متعلق ہون سوال مت کرو کیونکہ ظاہر کی جاوینگی تو تم کو گوارا نہ ہونگی خواہ بوجہ دنیاوی ایسے امر کے جو نفس پر ناگوار ہوتا ہے مثلاً کوئی شخص اولاد زنا ہے تو اظہار قرآن سے ناگوار ہوگا اور خواہ بوجہ مشقت بجا آوری کے دین مین مثلاً ہر سال حج فرض ہو جاوے جیسے ایک شخص نے حج کو پوچھا تھا۔ اور علی ہذا عفا اللہ عنہا کے یہ معنی کہ جو سوال ہو چکا اسکو اللہ تعالی نے عفو کیا اور آیندہ ایسا نہ کرنا اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہون کہ اللہ تعالی نے ان اشیاء کو عفو و مباح رکھا ہے چنانچہ مقرر ہوا کہ اشیاء کے حق مین اصل یہ ہو کہ مباح ہین سوائے ان خاص اشیاء کے جن کی نسبت کوئی دلیل شرعی کسی حکم پر دلالت کرتی ہو مثلاً تاڑی کی حرمت پر حدیث کل مسکر حرام سے دلیل قائم ہوئی پس سوال کرنے سے یہ ضرر بندون کے حق مین پیدا ہوگا کہ ان مباح چیزون مین سے بعض واجب بعض حرام وغیرہ سے مکلف ہو جاوینگے حالانکہ پہلے بسبب رحمت الٰہی کے عفو تھین پس اگر صحابہ رضی اللہ عنہم اسکو ادا کر لیجاتے تو مابعد والے حتی کہ اس زمانہ والے ایک مشقت شدید و فتنہ عظیم مین پڑجاتے پس سوال سے ممانعت بھی اس امت مرحومہ کیلئے خاص رحمت ہو اور حاصل آنکہ اللہ تعالی نے سوائے مکلف بہا چیزون کے باقی سے عفو کیا اور ترک فرمایا ہے پس سوال کر کے اُنکو اپنے اوپر لازم مت کرلو کیونکہ آخر بجا نہ لاؤگے اور خراب ہوگے پس اللہ تعالی اپنی رحمت سے تم کو منع فرماتا ہے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالی غفور حلیم ہے ف بندون کے گناہ بخشنے والا ہے اور اُن کی بے ادبی پر انکو علت سے جلد ماخوذ فرمانے والا نہین ہے۔ قَدْ سَاَلَهَا یعنی ایسی ہی چیزون سے سوال کیا تھا۔ قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ایک قوم نے جو تم سے پہلے ہو گذرے ہین ف یعنی اگلی امتون مین سے ایک قوم نے سوال کیا تھا ان چیزون کے احکام کا اپنے انبیاء علیہم السلام سے پس ان کے احکام بیان کر کے جواب دیدیا گیا اور ان کا انجام خراب ہوا چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ پھر وے لوگ ان چیزون سے کافر ہوگئے ف باین طور کہ ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ واضح ہو کہ یہان ترک عمل پر کفر کا اطلاق کیا باین معنی کہ ان لوگون نے ان احکام کو کچھ نہین سمجھا اور ان کو مباح کر لیا کہ بے تردد اُن کے ساتھ اباحت کا معاملہ کرنے لگے پس کافر ہوگئے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ کفر کا اطلاق سوائے کفر بمعنی عدم ایمان کے بھی معصیت پر آتا ہے چنانچہ امام بخاری رح نے اس بارہ مین باب باندھا ہے۔ واضح ہو کہ شیخ ابن کثیر رح نے متعلق سبب نزول چند احادیث جو مفید معنی آیت و افادات دیگر ہین بیان کین اور مترجم اسکی تلخیص لاتا ہے کہ عن انس بن مالک کہا کہ رسول اللہ صلعم نے ایسا خطبہ ایک روز پڑھا کہ مین نے ویسا نہین سنا تھا اور اس خطبہ مین یہ بھی کہا کہ جو کچھ مین جانتا ہون اگر تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت رویا کرتے اور مین نے دیکھا کہ اصحاب رسول اللہ صلعم منہ چھپائے روتے ہین حتی کہ رونے کی باریک آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہو تب یہ آیت نازل ہوئی۔ یا ایہا الذین آمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیہ۔ رواہ البخاری و مسلم و احمد والترمذی والنسائی۔ وعن انس بن مالک ایضاً کہا کہ لوگون نے حضرت صلعم سے سوال کرنے شروع کئے یہانتک کہ بہت مبالغہ کیا پس ایک روز آپ نکلکر منبر پر بیٹھے اور فرمایا آج جو کچھ تم پوچھوگے مین ضرور تم سے بیان کرونگا پس صحابہ رضی اللہ عنہم ڈر گئے کہ شاید کوئی واقعہ پیش آنیوالا ہو پس مین دائین بائین جدھر نظر کرتا تھا ہر ایک کو دیکھتا تھا کہ اپنے کپڑے سے منہ ڈھکے ہوئے رو رہا ہے پھر ایک شخص اپنے باپ کے سوائے دوسرے کی طرف نسبت کیا جاتا تھا پوچھنے لگا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہو فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہو

پھر عمر بن الخطابؓ نے کھڑے ہو کر یہ عرض کرنا شروع کیا کہ ہم راضی ہوئے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اور اسلام ہمارا دین ہے اور محمد صلعم ہمارے واسطے رسول ہیں ہم لوگ سب شر فتنہ سے پناہ مانگتے ہیں پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا اور فرمایا کہ خیر و شر میں آج کے دن سا میں نے نہیں دیکھا کہ جنت و دوزخ کی تصویر میرے روبرو کر دی گئی کہ میں نے اس دیوار کے ادھر دیکھی۔ رواہ ابن جریر والبخاری ومسلم اور ایک روایت میں ابوہریرہؓ سے ہے کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک سرخ تھا جب منبر پر آئے۔ اور یہ بھی زیادہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے بعد کلمات مذکورہ کے یہ بھی کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کا زمانہ جاہلیت و شرک تھوڑے دن ہوئے دور ہوا ہے سو آپ ہم لوگوں کی بے ادبیاں عفو کریں اللہ تعالیٰ آپ کو عفو فرماوے پس آنحضرت صلعم کا غصہ فرو ہوا۔ رواہ ابن جریر باسناد جید اور مرسل روایات میں اکثر تابعین سے یہ قصہ مروی ہے اور سدیؒ کی روایت قصہ میں یہ بھی ہے کہ عمرؓ نے کھڑے ہو کر آپ کے پاؤں چوم لئے اور وہی اعتذار کیا جو اوپر مذکور ہوا اور برابر یہی کہتے رہے یہاں تک کہ غصہ فرو ہوا۔ عن ابن عباسؓ ایک قوم سوال کیا کرتی رسول اللہ صلعم سے بدون کسی ضرورت و مراد کے بعض کہتا کہ یا رسول اللہ میرا باپ کون ہے اور کوئی کہتا کہ میری اونٹنی گم ہو گئی وہ کہاں ہے تو ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے نازل کیا قولہ لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ البخاری۔ عن علیؓ جب یہ آیت اتری وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الآیۃ تو بعض لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال یہ واجب ہے آپ خاموش رہے پھر یہی کہا پھر آپ خاموش رہے پھر انھوں نے یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں اور فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور اگر ہر سال واجب ہو جاتا تو تم سے ہرگز نہ ہو سکتا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ یا ایہا الذین امنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ۔ رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وقال غریب۔ اور یہ معنی بروایت ابوہریرہؓ و ابوامامہؓ بھی مروی ہیں اور ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ فرمایا۔ اور اگر میں ہاں کہہ دیتا تو واجب ہو جاتا اور اگر واجب ہوتا تو تم نہ کر سکتے اور اگر چھوڑ دیتے تو کافر ہو جاتے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا الحدیث۔ یہ دلیل ہے کہ حج چھوڑنے کی معصیت کو کفر فرمایا۔ تو یہ کفر مقابل ایمان نہیں بلکہ کفران نعمت ہے اور ابوامامہ کی روایت میں مصرح ہے کہ پوچھنے والا ایک اعرابی تھا۔ اور نیز اس میں ہے کہ آپ نے بعد اس ملامت کرنے کے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے امتوں کو ان میں کے ایسے سرکشہ لوگوں نے برباد کیا جو فتنہ وحرج میں ڈالنے والے ہوئے اور قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ اگر میں تمہارے لئے تمام وہ چیزیں جو روئے زمین پر ہیں حلال کر دوں اور فقط ایک موزہ بھر جگہ انہیں سے حرام کر دوں تو تم اسی قدر میں فتنہ میں پڑ جاؤ گے۔ رواہ ابن جریر باسناد ضعیف اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ظاہر آیت میں سوال ایسی چیزوں سے ممنوع ہے کہ بیان ہونے پر آدمی کو ناگوار ہوں۔ اور نیز آیا کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں میں سے وہ بڑا مجرم ہے جس نے ایسی چیز سے سوال کیا جو حرام نہ تھی پھر اس کے پوچھنے سے حرام ہو گئی ولیکن اگر قرآن مجید میں مجمل نازل ہوا تو اس کے بیان کو پوچھنا جائز رہا کیونکہ ان کو اس کی ضرورت تھی۔ وقولہ عفا اللہ عنہا اے جو اپنی کتاب مجید میں نہیں فرمایا وہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جن کو عفو فرمایا ہے تو تم بھی اس سے سکوت کرو جیسے اللہ تعالیٰ نے نہیں بیان کیا ہے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ چھوڑ دو مجھ کو جب تک میں تم کو چھوڑے رکھوں کیونکہ تم سے اگلے لوگ اسی سبب ہلاک ہوئے کہ اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت سوال کرتے پھر مخالفت کرتے تھے۔ اور نیز حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرائض مقرر کئے ہیں ان کو ضائع مت کرو اور جو حدود باندھے ہیں ان سے تجاوز مت کرو اور کچھ چیزیں حرام کر دیں ان کی ہتک حرمت نہ کرو اور بہت چیزوں سے سکوت فرمایا وہ تم پر رحمت کرنے کے واسطے سکوت ہے کچھ بھول کی وجہ سے نہیں ہے تو تم ان چیزوں سے سوال مت کرو۔ اور حدیث ابن عباسؓ میں جو قصہ فرضیت حج میں ہے۔ یوں فرمایا کہ پھر تم لوگ مجھ سے سوال چھوڑ دو جب تک میں تم کو چھوڑوں اور جب تم کو کسی امر کا حکم دوں تو اس کو بجا لاؤ اور جب کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی پھر ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سوال کرنے اور پوچھنے سے منع کر دیا جیسے نصاریٰ نے مائدہ آسمان سے اترنے کی درخواست کی تھی پھر کافر ہو گئے پس اللہ تعالیٰ نے اسی سے اس امت کو منع فرمایا کہ اگر قرآن میں سختی سے کوئی حکم نازل ہوتا تو تم کو گوارا نہ ہوگا اور تم منتظر ہو قرآن مجید خود نازل ہوگا سو جس چیز سے تم سوال کرتے تھے

اس کا بیان خود قرآن مین مل جائیگا رواہ ابن جریر من طریق العوفی عنہ وقال المترجم کلام مجید مین جملہ احکام سب چیزون کے موجود ہین لیکن اُنکو
نکالنے اور جاننے کے واسطے اجتہاد وکمال ایمان وتوفیق الٰہی ضرور ہے پس اگر ہر چیز کا حکم صریح الگ الگ ہوتا تو ایک ہی امر قطعی ہو جاتا اور اب اس
اُمت کو مانند اگلی اُمتون کے کتاب الٰہی مین اجتہاد کا حکم دیا اور یہ کمال رحمت ہے کہ علماء کے اجتہاد آسانی وتنگی مین مختلف آتے ہین اور اسی قدر
پر اُن کو معذور رکھا اور ہر ایک کی اجتہاد کے مطابق عمل کرنے پر اس کو ثواب دیا پس یہ کمال رحمت ہے اسی واسطے کہا گیا کہ اختلاف علماء رحمت ہے
فافہم اور مجاہد کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قولہ لا تسئلوا عن اشیاء۔ یہ اشیاء وہی بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وحام ہین۔ تو نہین
دیکھا کہ آگے فرمایا ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا کذا ولا کذا۔ اور عکرمہ نے کہا کہ وہ لوگ آیات معجزات کا سوال کیا کرتے تو اس سے منع کر دیئے گئے۔ رواہ
ابن جریر یعنی مراد عکرمہ کی یہ ہے کہ ان آیات سے سوال کرتے ہین جبکہ لائے گئے جاوین تو بعد اُسکے اگر کفر وانکار ہو تو عذاب نازل ہوگا جیسے اگلی اُمتون
پر ہوا تھا لیکن مترجم کہتا ہے کہ اگرچہ یہ قول فی نفسہ عمدہ ہو لیکن آیت کریمہ سے موافقت تفسیری نہین رکھتا ہے چنانچہ ادنیٰ تامل سے واضح
ہے پھر جاننا چاہیئے کہ سوال سے ممانعت جو اس آیت مین ہے ضرور ہے کہ ایسے سوالات کیساتھ مقید ہے جن کی حاجت نہین اور نیز تکلیف کے
موجب ہین جیسا کہ اوپر بیان ہوا اسواسطے کہ اُمور دین ودنیا مین سے جن کی حاجت وضرورت ہے اُن کا سوال کرنا جائز فرمایا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ
نے کہا۔ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور حدیث مین جب ایک زخمی آدمی کو اسکے ساتھیون نے تیمم جائز نہ بتلایا اور نہانے ہی پر مقصور رکھکر ہلاک کیا تو
آنحضرت صلعم نے اس واقعہ کے بیان پر فرمایا۔ قاتلہم اللہ الا سألوا فانما شفاء العی السوال یعنی ان کمبختون نے دریافت کیون نہین کیا فقط اسی سے
کیون کہا کہ تیمم نہین روا ہے کیونکہ نہ جاننے والے کی دوا یہ ہے کہ دریافت کر لے پس ظاہر ہوا کہ ضروری اُمور مین سوال جائز ہے۔ فافہم۔ اگر کہا
جاوے کہ جب یہ بات ہے تو تم لوگون نے کیون فقہ کی کتابون مین ایسی صورتون کے احکام جمع کئے جو مذکور نہین ہین بلکہ بعض کبھی واقع نہین
ہوتی ہین جواب اسکا بہت تفصیل سے ہے لیکن مختصر یہ ہے کہ فقہ والون نے ہر اصل نکالنے کا طریقہ سمجھایا ہے کیونکہ حکم دینا تو بعد واقع ہونے کے
ہوا کرتا ہے چنانچہ امام دارمی نے مسند مین بہت آثار بلکہ اخبار روایت کئے جن سے قبل واقعہ کے حکم نکالنا مذموم ہے پس طریقہ اجتہاد جاننے سے
مجتہدون پر آسانی حاصل ہو گئی جو پچھلے زمانہ مین عالم ہوئے ہین لیکن اس زمانہ مین جہال اس کثرت سے پھیل گئے کہ انہون نے اس غرض کو برباد
کر کے یہان تک تعصب کیا کہ ہر فرقہ یہ چاہتا ہے کہ دین صرف اسی کے مذہب مین منحصر ہو جائے اور یہ بدتر مخلوق ہے جو دین اسلام مین مفسد اور اسرار
شریعت سے جاہل اور نفاق پھیلانے والی ہے نعوذ باللہ من الضلال ف فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین اٰمنوا لا تسئلوا عن اشیاء الآیۃ
اس سے بطریق اشارت ثبوت ہوا کہ جب غیب کے دیدار ومکاشفہ سے وقوف نہ ہو اور اہل معرفت وکشف کے درجہ کو نہ پہونچا ہو تو اُس کے حقائق کو
مت دریافت کرے کیونکہ جب اہل اسرار کی باتون مین کوئی عارف اس کے دقائق کو بیان کریگا تو نادان لوگ اسکو ادراک نہین کرینگے پس اُن کی محرومی
اُن کو رنج دیگی اور بسا اوقات وہ بعض اسرار سے منکر ہون گے اور اللہ تعالیٰ عزوجل اغیار کو غیب سے مطلع نہین فرماتا ہے اور اسمین مریدون کو تنبیہ ہے
کہ ابتدائی حال مین مشائخ کے حالات وان کے قصص وحکایات دریافت کرنے مین نہ پڑین۔ بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ صدیقین
واولیاء کے مقامات ودرجات مت دریافت کرو کیونکہ خالی بیان سے تم کو فائدہ نہین اور اگر اسمین سے کچھ انکار کروگے تو مضرت ہے کہ تباہ ہو جاؤگے
شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غیب کے حالات ومقامات کو زبانی دریافت کرنا تو پردہ حجاب ادب ہے اور اگر کوئی اسکا دعویٰ کریگا۔ تو وہ کمبخت قاسی القلب
ہو گیا یعنی زبانی دریافت کیا تھا یا کتاب مین دیکھ لیا تھا پھر خود مدعی کاذب بن بیٹھا تو بدکار مکار ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو بھی کیا فائدہ ہوا بلکہ وہ ایک
حجاب مین پڑ گیا کہ اسکا دھیان اسطرف لگ گیا بلکہ یہان تو خلوص طاعت وعمل معرفت چاہیئے ہے مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اگر ظاہر شریعت مین

دیکھو تو ہر شخص مدعی علم و مدعی مذہب ہے حالانکہ اعمال ظاہرہ میں خود فاجر ہے اور اگر اعمال قلبی میں دیکھو یعنی علاوہ ظاہری اعمال کے صدق و صفا و حسن نیت و اخلاص وغیرہ قلبی اعمال کو دیکھو تو کچھ نہیں سوائے اسکے کہ ہر فاجر بدکار خلاف شرع جاہل نے عوام کو دھوکا دیا کہ یہ علم طریقت کچھ اور ہی چیز ہے اور وہ مدعی ولایت بن بیٹھا عوام کو دیکھو تو وہ آخرت کو موہوم جانتے ہیں اور دنیا کو نقد خیال کر کے اس مدعی کاذب کے پاس دنیا لینے جاتے ہیں اور آخرت کا وعظ کہنے والے لوگوں کو علم حقیقت سے گمراہ سمجھکر شریعت کی باتیں بنانیوالا سمجھتے ہیں اور شریعت سے اس گمراہ نے پہلے ہی اُن کو بہکا دیا تھا اور یہ عوام نہیں سمجھتے کہ خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو چلا وہ جہنم میں گیا پھر عجب ہے کہ اسکو ولی جانتے ہیں اور خود عارف کامل بنکر اسکو پہچان جاتے ہیں نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیأت اعمالنا۔ راہ مستقیم یہی ہے کہ ظاہر و باطن میں سنت پر ثابت قدم ہو اور اپنی رائے و قیاس کو کچھ بھی دخل نہ دے جیسے کافرون مشرکون بدعتیون روافض و خوارج وغیرہ کا قاعدہ ہے کہ اپنی رائے سے حرام و حلال و عذاب و ثواب بناتے ہیں اور حکم الٰہی و سنت رسالتپناہی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رائے لگاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافرون کی مذمت بلیغ فرمائی۔ بقولہ تعالیٰ

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْۢ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ
نہیں ٹھہرایا اللہ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی اور لیکن کافر باندھتے

عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ ؕ وَاَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی
اللہ پر جھوٹ اور اُن میں بہتون کو عقل نہیں اور جب کہئے ان کو آؤ اس طرف جو اللہ نے نازل کیا اور رسول

الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
کی طرف کہیں ہم کو کفایت ہے جسپر پایا ہے ہم نے اپنے باپ دادون کو بھلا اگرچہ اُن کے باپ نہ علم رکھتے ہون

شَیْئًا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ۝
کچھ اور نہ راہ جانتے ہون۔

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْۢ بَحِیْرَۃٍ اے ماشرع اللہ نہیں مشروع فرمایا اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ پس جعل بمعنی شرع و وضع لیا جیسا کہ ابن عطیہ و زمخشری و عکبری نے کہا اور نیز عکبری رح نے بمعنی سمّٰی تجویز کیا یعنی نہیں نام رکھا اللہ تعالیٰ نے کسی جوان کا بحیرہ۔ اعتراض کیا گیا کہ اہل لغت نے جعل کے یہ معنی نہیں بیان کئے اور رد کیا گیا کہ جعل کسی شئی کا فعل ہے خواہ اسکے نفس ذات کا جو کہ خلق ہے یا اسکے خلق کا کسی صفت پر یا کسی صفت سے دوسری صفت پر خواہ بطریق تعبدی ہو اور وہ شرع ہے اور خواہ غیر تعبدی ہو پس یہان جعل تکوینی نہیں بلکہ تشریعی ہے۔ شیخ ابو السعود رح نے کہا کہ ما جعل یہان بمعنی ماشرع ہے اسی واسطے مفعول واحد یعنی بحیرہ کی طرف متعدی ہوا اور سائبہ وغیرہ عطف ہیں بحیرہ پر اور من زائدہ ہے بغرض تاکید نفی کیونکہ جعل تکوینی جیسے کبھی دو مفعول کی طرف مانند قولہ جعل لکم الارض فراشًا۔ اور کبھی ایک مفعول کی طرف کما فی قولہ خلق السمٰوات والارض متعدی ہوتا ہے ایسے ہی جعل تشریعی کبھی متعدی بدو مفعول مانند قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام قیامًا للناس کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت کریمہ میں ہے اور بعض نے جعل بمعنی صیّر تجویز کیا اے ماصیّر اللہ من بحیرۃ مشروعۃ اور ابن عطیہ وغیرہ نے اسکو منکر ٹھہرایا کیونکہ تقدیر مفعول دوم بلا ضرورت ہے علاوہ برین مقادیہ ہوگا کہ اس سے بحیرہ ہونے کی نفی نہ نکلے گی غایت یہ کہ بحیرہ مشروع ہونے کی نفی ہے حالانکہ من بحیرہ میں من کی زیادت بغرض نفی مطلق بحیرہ ہے از جانب حق تعالیٰ پس صحیح وہی معنی ماشرع اللہ من بحیرۃ۔ ہیں پھر بحیرہ بروزن نطیحہ مشتق از بحر ہے بمعنی کان پھاڑ دینا۔ اور واضح ہو کہ ان جانورون کے واسطے ان کے جسم میں علامات ہوتے تھے اور اُن کے ساتھ برتاؤ کے قواعد ہوتے تھے اور وجہ اُن کی بحیرہ وغیرہ کر دینے کی خاص خاص ہوتی تھیں اور یہ سب کافرون نے اپنی طرف سے بنائی تھیں اُن میں سے کوئی اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمائی بلکہ قولہ فلیبتکن آذان الانعام سے ثابت ہوا کہ شیطان نے اُن کو یہ باتیں کرنے کی راہ بتائی تھی اور جب یہ معلوم ہوا تو آئندہ جو روایات آئی ہیں اُن میں تطبیق دینا آسان ہے۔ وَلَا سَآئِبَۃٍ اے سیبۃ جو چھٹے پھرے جیسے سانڈ بیل۔ وَلَا وَصِیْلَۃٍ اے وصل کی ہوئی اور وجہ اُسکے مابعد میں مذکور ہون گے۔

وَلَا حَامٍ کیونکہ اُسنے سواری سے اپنی پیٹھ کی حمایت کر لی کیونکہ اسپر سوار ہونا روا نہین رکھتے تھے بالجملہ معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بحیرہ نہین کیا۔ اور نہ کوئی سائبہ اور نہ کوئی وصیلہ و نہ کوئی حامی جیسے کہ زمانہ جاہلیت والے اُن کو بتایا کرتے تھے **قال المفسر** بخاری رحمۃ اللہ نے سعید بن المسیب رح سے روایت کی کہ بحیرہ وہ اونٹنی ہے جس کا دودھ فقط طواغیت یعنی بتون کیلئے کر دیتے اور آدمیون مین سے اُسکو کوئی نہین دوہتا تھا **قال فی الکمالین** بحیرہ خواہ اونٹ ہو یا اونٹنی اور ابو عبیدہ رح نے کہا کہ دودھ اسکا فقط عورتون سے ممنوع ہوتا تھا۔ فافہم۔ اور سائبہ جسکو اپنے بتون کے واسطے چھوڑ دیتے جہان چاہے جائے اور وصیلہ وہ جوان اونٹنی جو پہلے بیدین مادہ جنی پھر دوسرے بیدین بھی مادہ جنی تو اسکو بتون کیواسطے اُنکے نام پر چھوڑ دیتے اس جہت سے وصیلہ ہوئی کہ اُسنے ایک مادہ بچہ کو دوسری مادہ بچہ سے ملا دیا اور دونون بیدون کے بیچ مین کوئی نر بچہ نہین جنی ہے اور حام وہ نر اونٹ ہے جو چند محدود جفتیان کھا چکا پھر جب وہ اسقدر جفتیان پوری کرتا تو اسکو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے اور بوجھ لادنے سے معاف کرتے پس اسپر کچھ لادا نہین جاتا تھا اور حامی اسکا نام رکھتے تھے۔ وَلٰكِنَّ یہ واو حالیہ ہے جیسا کہ زمخشری نے کہا اور بعض نے عاطفہ قرار دیا ولیکن اول اولی ہے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے تو کوئی بحیرہ و سائبہ و وصیلہ و حام نہین مشروع کیا مگر حال یہ ہے کہ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ جو کافر مشرک ہوے ہین وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کا افترا باندھتے ہین ف چنانچہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ اور ان مین سے بہتیرے سمجھتے نہین ف کہ یہ افترا ہے کیونکہ انہون نے اس معاملہ مین اپنے باپ دادون کی تقلید کی تھی اور تقلید مین مقلد کو کوئی دلیل تو معلوم نہین ہوتی ہے صرف یہ نیک گمان ہوتا ہے کہ ضرور ہمارے بزرگ نے عقلمندی و دلیل ہی سے ایسا کیا ہوگا تو ضرور یہی ٹھیک ہے۔ واضح ہو کہ سعید بن المسیب رح سے بخاری رح نے جو روایت کی ویسی ہی مسلم رح و نسائی رح نے بھی روایت کی ہے اور یہ روایت بمنزلہ روایت مرفوع کے ہے اور خود بخاری رح نے ابو الیمان رح کے قول سے روایت کیا کہ سعید بن المسیب نے کہا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلعم سے اسکے مانند سنا ہے اور روایت بخاری از سعید رحمہ اللہ جو مفسر **سیوطی** رح نے ذکر کی ہے اسمین سائبہ کے ذکر کے بعد یہ بھی ہے کہ سعید رح نے کہا کہ ابو ہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین نے عمرو بن عامر خزاعی کو دیکھا کہ دوزخ مین اپنی آنتین چکی کی طرح کھینچتا پھرتا ہے اسی نے پہلے سائبہ کرنا نکالا تھا اور بخاری رح نے حضرت عائشہ رض سے اسکے مانند روایت کی۔ ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اکثم بن الجون سے کہا کہ مین نے عمرو بن لحی بن قمعہ بن خندف کو دیکھا کہ اپنی آنتین دوزخ مین چکی کی طرح گھمائے پھرتا ہے سو مین نے کوئی شخص اُسکے ساتھ زیادہ مشابہ تجھ سے نہین دیکھا پس اکثم نے کہا کہ یا رسول اللہ مین خوفناک ہون کہ اسکی مشابہت مجکو ضرر کرے تو آپنے فرمایا کہ نہین بلکہ تو مومن ہے اور وہ کافر ہے اسی نے پہلے پہل دین ابراہیم کو بدلا اور بحیرہ کرنا نکالا اور سائبہ بنایا اور حامی نکالا ہے۔ رواہ ابن جریر بسند ثنا عن ہناد عن یونس بن بکیر عن محمد بن اسحاق عن محمد بن ابراہیم بن الحرث عن ابی صالح عن ابی ہریرہ وقد رواہ عن ہناد عن عبدة عن محمد بن عمرو عن ابی سلمة عن ابی ہریرة مرفوعا بنحوہ او مثلہ ولیس ہذان الطریقان من الکتب **قال المترجم** اور ایک حدیث مین اسکی نسبت آیا کہ یہی بحار مین پہلے بت لایا ہے اور عبداللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پہلے جس شخص نے سائبہ کرنا نکالا اور بتون کو پوجا وہ خزاعہ کا باپ عمرو بن عامر ہے اور مین نے دیکھا کہ جہنم مین اپنی آنتین کھینچے پھرتا ہے رواہ احمد یعنی گھسیٹتا ہے کی طرح چکی کے مانند گھماتا ہے اور یہ اسکے حق مین شدت عذاب ہے۔ اور زید بن اسلم سے مرسل روایت مین اول جسنے دین ابراہیم علیہ السلام بدلا وہ عمرو بن لحی ہے اور بحیرہ نکالنے والا پہلا شخص ایک بنی مدلج مین سے ہے جسنے اپنی دو اونٹنیون کو بحیرہ کیا کہ کان کاٹے اور دودھ حرام کیا اور اس روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نے آگ مین اُسکو دیکھا کہ وہی دونون اونٹنیان اُسکو منھون سے کاٹتی اور کھرون سے روندتی ہین **قال ابن کثیر** رح یہ عمرو بن لحی بن قمعہ رئیس خزاعہ ہے جو جرہم قبیلہ کے بعد خانہ کعبہ کے متولی ہوے پس اس عمرو نے سب سے پہلے دین ابراہیم یعنی توحید و اسلام کو بگاڑا اور حجاز مین بت لایا اور لوگون کو اُن کی پرستش کرنے کو کہا اور یہ شرائع بحیرہ وغیرہ نکالین **قال المترجم** اور کئی روایت مین بحیرہ کا حکم مذکور ہے اور نیز فقط اونٹ کے

قسم مین بحیرہ وغیرہ کا ذکر ہوا حالانکہ عرب کے بت پرست گائے بکری وغیرہ جانورون سے بھی بحیرہ وسائبہ وغیرہ بناتے تھے اور نیز مختلف قبائل وگروہ مین
جداجدا طریقہ تھا اور احکام بھی مختلف تھے اور سورۂ انعام مین انشاء اللہ تعالیٰ کچھ ذکر آویگا ولیکن اہل تفسیر کے موافق مختصر ذکر یہان بھی مترجم کو لکھنا اولیٰ معلوم ہوا۔
عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ اونٹنی جب پانچ بید جنتی تو پانچوین کو دیکھتے اگر وہ نر ہوتا تو ذبح کرتے اور اسکو فقط مرد کھاتے عورتین نہین اور اگر مادہ بچہ ہوتا
تو کان کاٹ کر بحیرہ کرتے **قال المترجم** اس سے معلوم ہوا کہ بحیرہ یہ بچہ ہوتا تھا واللہ اعلم اور شافعی رح نے کہا ناقہ جب پانچ بید مادہ مادہ جنتی تو اونٹنی کو بحیرہ کرکے
حرام کردیتے تھے اور مجاہد رح نے سائبہ کو کہا کہ وہ بکری ہوتی اور وہی کیفیت بحیرہ کے مانند اسمین بھی تھی مگر اتنا فرق کہ چھ بید تک تو اپنے حال پر رہتی پھر ساتوین بید پر
اگر بکرا یا دو بکرے جنتی تو بچہ ذبح کرکے مرد کھاتے اور عورتون پر حرام تھا اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سائبہ اونٹنی تھی جب دس بید مادہ جنتی جنمین نر کوئی نہ ہوتا تو چھوڑ دی
جاتی کہ اسپر کوئی سوار نہ ہوتا اور نہ اسکے بال کاٹے جاتے اور نہ اسکا دودھ دوہا جاتا سوائے مہمان کے واسطے اور ابوروق نے کہا کہ کوئی بیمار ہوتا یا کسی کا عزیز
کہین جاتا تو وہ نذر مین اونٹنی چھوڑتا سو جو اس سے بچہ ہوتے وہ بھی اسی کے ساتھ رہتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس وصیلہ وہ بکری کہ اسکے ساتوین بید
کو دیکھتے اگر نر ہوتا تو مرد بانٹ کھاتے عورتون پر حرام ہوتا اور اگر مادہ ہوتا یا نر و مادہ ایک ہی جھول مین ہوتے تو وصیلہ کردیتے۔ عن سعید بن المسیب وصیلہ اونٹنی ہے
کہ پہلے بید پر مادہ جنی پھر دوسری بار مادہ جنی تو وصیلہ اسکا نام رکھتے کہ اسنے دو مادہ کو ملادیا پس کان کاٹ کر بتون کے نام پر چھوڑدیتے **وکذا قال مالک** رح
اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ وصیلہ وہ بکری کہ پانچ بید مین ہر بار دو بکریان جنی تو اسکو وصیلہ کہتے اور چھوڑتے پھر جو نر یا مادہ جنتی وہ مردون کو حلال و عورتون پر حرام جانتے
تھے اور اگر مردہ بچہ جنی تو اسمین مرد وعورتین شریک ہوجاتے تھے۔ رہا حام تو عوفی عن ابن عباس مروی ہے کہ دس دفعہ وہ مادہ پر چھوڑا گیا تو کہتے کہ حام ہوا اسکو چھوڑ دو
کذا قال ابوروق وقتادہ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ حام نر اونٹ جبکہ اسکے بچے کے بچہ ہوا تو کہتے کہ حمی ہذا ظہرہ۔ اسنے اپنی پیٹھ کی حمایت کرلی پس
اسپر نہ سواری لیتے اور نہ کچھ لادتے۔ اور نہ اس کے بال کاٹتے اور جا بجے جسکی چراگاہ و حوض مین چلا جاتا کوئی اسکو منع نہین کرتا۔ اور اسی طرح اور مختلف اقوال
بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وحام کے بیان مین وارد ہوئے ہین اور منشا انکا یہی ہے کہ عرب والے مختلف خیالات وطرح طرح کے گھڑے ہوئے شیطانی اعتقادات
رکھتے تھے حتی کہ قبیلہ وگروہ آپس مین مختلف تھے لہذا التفاسیر مختلف مروی ہوئی ہین اور مقصود اس سے یہ ہے کہ یہ سب طریقے خلاف حکم الٰہی ہین اور ابن ابی حاتم
نے من طریق ابی اسحاق السبیعی عن ابی الاحوص الجشمی عن ابیہ مالک بن نضلہ روایت کی کہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پرانے پھٹے دو کپڑے
میرے بدن پر تھے تو آپنے مجھ سے فرمایا کہ بھلا تیرے پاس مال ہے مین نے کہا کہ ہان۔ فرمایا کہ کون مال ہے مین نے عرض کیا کہ اونٹ بکری گھوڑے غلام
باندی سب قسم کا مال ہے تو فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے تو اپنے اوپر اس سے زیادہ خرچ کر۔ پھر فرمایا کہ تیرے اونٹ پورے کان والے بچہ
جنتے ہین مین نے کہا کہ ہان۔ تو فرمایا کہ ہان اونٹ تو یون ہی جنتے ہین پھر فرمایا کہ شاید تو استرہ لیکر انمین سے بعض کے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بحیرہ
ہین اور بعض کے کان پھاڑ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ حرام ہین۔ مین نے کہا کہ جی ہان فرمایا کہ ایسا مت کیا کر۔ جو کچھ تجکو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ سب تیرے
واسطے حلال ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ ماجعل اللہ من بحیرۃ الآیۃ۔ اور واضح ہو کہ مشرکین عرب مین بعضے تو بتون کے نام پر چھوڑتے اور بعضے اللہ تعالیٰ
کے واسطے بھی چھوڑتے تھے اور باہم احکام مین اختلاف رکھتے تھے مسئلہ جس شخص نے سانڈ چھوڑ دیا یعنے اپنے ملک سے بت وغیرہ کے نام پر نکالا حالانکہ وہ مالک ہونے
کے قابل نہین لہذا اختلاف ہے کہ وہ کسی کی ملک مین رہا یا غیر مملوک ہو گیا کیونکہ بت کے ملک مین دینا تو کچھ نہین ہے اور اگرچہ ہمارون سے لیکر جرمیان چھوڑے
تو وہ ملک سے خارج نہین ہوتی ہے پس باب الکراہۃ ترجمہ ہدایہ یعنی عین الہدایہ للمترجم دیکھو۔ اور جس نے کسی بت وغیرہ کے نام پر کوئی بکرا وغیرہ جانور ذبح
کیا وہ مردار ہے اور کرنے والے پر خوف کفر ہے اور جس شخص نے کسی جانور کا گوشت یا دودھ اپنے اوپر حرام کرلیا تو حرام نہین ہوجاتا ولیکن یہ قسم ہوجاتی
ہے پس قسم کا کفارہ دیوے تب کھاوے **وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ** اور جب ان مشرکون سے کہا جاتا ہے کہ **تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ** آؤ اس چیز کی طرف جو

اللہ تعالیٰ نے اُتاری **ف** یعنی قرآن کی پابندی کرو۔ وَاِلَى الرَّسُوْلِ اور آؤ رسول کی طرف **ف** یعنی قرآن اور رسول کے حکم کو مانو کہ جو کچھ تم نے حرام سمجھ رکھا ہو وہ حلال ہے۔ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا کہتے ہیں کہ کافی ہے ہم کو وہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادون کو پایا **ف** یعنی جس راہ و طریقے پر ہمارے باپ دادے گذرے وہ ہمکو کافی ہے یعنی اپنے باپ دادون کی تقلید پر اڑے ہوئے تھے اور اسی کو عمدہ و کافی سمجھتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ اے احسبهم ذلک ولو کان آباؤهم۔ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ کیا کافی ہو گئی اُن کو یہ تقلید اپنے باپ دادون کی اگرچہ بات یہ کہ اُن کے باپ دادے کچھ نہیں جانتے اور نہ راہ پاتے تھے حق بات کی طرف **ف** اور یہ استفہام انکاری ہے۔ اور بعض نے کہا ہمزہ استفہام انکاری تعجب و لانے کو واؤ حالیہ پر داخل ہے اور معنی یہ کہ تقلید جہالت کافی جانتے ہیں گو اُن کے باپ دادے نہ کچھ جانتے اور نہ ہدایت پاتے تھے اور حاصل آنکہ دین میں اقتدار تو اسی عالم کی صحیح ہے جو ایسا ہدایت یافتہ ہو کہ اپنے اقوال کا ذکر درمیان میں نہ لاوے بلکہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم و دلیل شرعی سے جو حکم نکلتا ہو وہ بیان کر دے چاہے اسکے نفس کی یا کسی اور کی رائے و عقل اسکے مطابق ہو یا نہ ہو۔ اور توضیح یہ ہے کہ آدمی پر اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی پیروی فرض ہے اور یہی عین ایمان ہے پس اگر حکم خدا و رسول کو خود جان سکتا اور سمجھ سکتا ہے تو وہ کسی کی پیروی نہ کرے جیسے علمائے مجتہدین پر دوسرے کی تقلید کرنا حرام ہے اور اگر آدمی خود نہیں سمجھ سکتا اور اُس کو کسی مسئلہ میں حاجت ہوئی تو کسی عالم سے دریافت کرے مگر اسی عالم پر اعتماد کرے جو ہدایت یافتہ ہو اور اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کا حکم صریح یا قیاس شرعی سے حکم نکالکر بیان کر دے پس یہ شخص اس حکم کو جو بدلیل شرعی ہے لیکر اسپر عمل کرے اور اگر وہ عالم اپنا قول یا اپنی رائے یا بدون دلیل شرعی کے اپنا قیاس بیان کرے تو اسکو نہ مانے ورنہ وہی مذمت اُسپر عائد ہو گی جو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے حق میں فرمائی بقوله اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله کیونکہ حدیث میں اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وہ لوگ تو اپنے علماء و درویشون کو رب نہیں بناتے تھے تو فرمایا کہ اُن کی ہر بات کو مان لیتے تھے عرض کیا گیا کہ ہاں یہ تو تھا۔ تو فرمایا کہ یہی ہے (رواہ الترمذی وصححہ) پھر واضح رہے کہ احادیث و آثار میں یہ بیان ہوا ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے جو خلاف حکم خدا و رسول کے باتیں بناوینگے اور اُن کو اللہ تعالیٰ و رسول صلعم کا حکم ظاہر کرینگے لہذا اکثر علماء و فقہاء نے یہ مصلحت دیکھی کہ چہ مذاہب ائمہ مدون و اُن کی کتابیں شائع ہوئی ہیں انھیں کو لوگ لیویں تاکہ اس فتنہ سے محفوظ رہیں اور اس زمانہ میں فقہ و حدیث کی کتابیں ترجمہ ہو گئی ہیں لہذا ہر دیندار پر آسان ہے کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے وقوف حاصل کرے اور فقہ کے مسائل و اجتہادات فقہاء سے واقف ہو اور شر و فتنہ سے اپنے دین کو محفوظ رکھے واللہ الموفق۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

اے ایمان والو تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو بہکا جب تم ہوتے راہ پر۔ اللہ پاس پھر جانا ہے

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

تم سب کو پھر وہ جتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ اے ایمان والو لازم پکڑو اپنے نفسون کو **ف** مراد آنکہ حفاظت رکھو اپنے نفوس کی اور اپنے نفوس کی درستی اور اصلاح پر قائم رہو۔ محاورہ میں بولتے ہیں۔ علیک زیداً اے لازم پکڑ زید کو پس انفسکم کا نصب بطریق اغراء ہے اور نحویون نے علیکم اور اسکے مانند کی ضمیر متصل میں اختلاف کیا کیونکہ ظاہرا بعد حرف جر ہے مثل علیکم۔ اور الیک عنی مجھ سے دور رہ اور مکانک۔ اپنی جگہ ٹھہر اور ظاہرا مضاف الیہ ہے پس صحیح قول یہ ہے کہ وہ موضع جر میں ہے جیسے کہ اغراء کی طرف منتقل کرنے سے پہلے وہ موضع جر میں تھی اور یہ سیبویہ کا قول ہے۔ اور حاصل معنی یہ کہ اے

مومنو تم اپنے نفوس کی اصلاح و درستی کرنے پر قائم رہو۔ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ نہین ضرر دیگا تم کو وہ شخص جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر ہو

ف۔ اور بعض نے مضاف مقدر کیا یعنی نہین ضرر دیگا تم کو گمراہ ہونا کسی شخص کا جو گمراہ ہو جبکہ تم ہدایت پر ہو۔ پس بدون تقدیر مضاف کے ظاہر معنی یہ ہین کہ اہل ایمان کو آمادہ کیا وہ اپنے نفوس کو ایمان و ہدایت پر رکھین و ثابت و قائم رہین اور کسی گمراہ سے نہ ڈرین کہ کسی گمراہ سے اُن کو کچھ ضرر نہ ہوگا جبکہ وہ مضبوطی کے ساتھ ہدایت پر قائم رہین۔ اور تفسیر مین اسکے اختلاف ہے چنانچہ مفسر رح نے کہا کہ بعض کے نزدیک مراد یہ کہ نہین ضرر دیگا تمکو وہ شخص جو اہل کتاب مین سے گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت پر مضبوط رہو اور بعض کے نزدیک غیر اہل کتاب مراد ہین بدلیل حدیث ابو ثعلبۃ الخشنی رضی اللہ عنہ کے کہ مین نے حضرت صلعم سے اس آیت کو دریافت کیا تو آپنے فرمایا کہ آپس مین ایک دوسرے کو معروف شرعی باتون کا حکم کرو اور مانو اور آپس مین ایک دوسرے کو ممنوع باتون سے منع کرو یہان تک کہ جب تو یہ نوبت دیکھے کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا اختیار کی جاتی ہے اور ہر شخص رائے لگانے والا اپنی رائے کو اچھا سمجھتا ہے تو ایسے وقت تو فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ۔ رواہ الحاکم وغیرہ۔ **قال المترجم** یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ ایمان والا اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑے اور کوئی گمراہ ہو کچھ پرواہ نہ کرے اور کسی کو نیک بات کرنے کیواسطے یا بد بات نہ کرنے کیواسطے نصیحت نہ کرے تو شاید اسی وہم دور کرنے کو ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے معنی دریافت کئے۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے بھی جواب دیا کہ معروف باتون کا حکم کرنا اور بد باتون سے منع کرنا ضروری ہے لیکن اسکے واسطے ایک میعاد لگادی کہ جب لوگ بخل کی تابعداری کرین اور خواہش نفس کی پیروی کرین اور دنیا کو دین پر اختیار کرین اور ہر شخص اپنی رائے پر نازان ہو تو اسوقت اپنے نفس کی اصلاح پر رہے اور روا ہے کہ لوگون کو نصیحت نہ کرے ورنہ امر بمعروف و نہی از منکر نہایت ضروری و واجب و فرض ہے اگر اسکو چھوڑ دیگا تو خود ہدایت پر کیونکر ہو سکتا ہے اور وجوب نصیحت پر آیات و احادیث دلالت کرتی ہین پس ضرور ہے کہ اس آیت کا محل یہ ہے کہ جب امر بمعروف پر قدرت نہ ہو یا کسی حال مین اسکا اثر نہ خیال کرے یا اُس سے اپنے اوپر دینی و دنیاوی ایسے ضرر پہونچنے کا گمان غالب ہو کہ جسکے ہوتے ہوئے امر بمعروف و نہی از منکر چھوڑنے کی گنجایش ہو تب البتہ ترک کر سکتا ہے جیسا کہ حدیث ابو ثعلبۃ الخشنی رضی اللہ عنہ سے مستفاد ہے اور اس حدیث کو ابو الشیخ و ابن مردویہ و بیہقی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و بغوی و طبرانی و ابن ماجہ و حاکم و ترمذی نے روایت کیا اور حاکم اور ترمذی نے اُسکو صحیح کہا اور بعض طرق اس حدیث مین اسطرح زیادت ہے کہ تو ایسے وقت فقط اپنے نفس کو لازم پکڑ اور عوام کے امر کو اپنے سے چھوڑ دے اور البتہ تمہارے پیچھے ایسے دن آنیوالے ہین کہ انمین صبر کرنا ایسا مشکل ہوگا جیسے چنگاری کو پکڑ لیا ایسے دنون مین راہ راست پر عمل کرنے والے کو پچاس آدمیون کا ثواب ملیگا تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ ہم مین کے پچاس مردون کا سا ثواب یا اُن مین کے پچاس کا سا ثواب تو فرمایا کہ نہین بلکہ تم مین کے پچاس آدمیون کا سا ثواب ملیگا۔ **قال المترجم** اب وہ زمانہ ہے کہ جو علامات حدیث شریف مین مذکور ہین وہ پورے ہونے کے قریب ہین لیکن از راہ بلاغت یہ نکلتا ہے کہ ابھی بالکل پورے نہین ہوئے ہین اگرچہ ایسا ہے کہ ٹھوڑی تک پانی آگیا پس اے اہل اسلام لوگون کو سمجھاؤ اور باز نہ رہو واللہ الموفق والمعین۔ ابو عامر الاشعری رض سے روایت ہے کہ ایک اندھا چند روز حضرت صلعم کے پاس نہ آیا پھر آیا تو آپنے پوچھا اُسنے کہا کہ مین نے یہ آیت پڑھی۔ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ۔ تو نبی صلعم نے فرمایا کہ تم کہان پہونچے اسکے تو یہ معنی ہین کہ کافرون مین سے جو گمراہ ہوا وہ تم کو مضر نہین جب کہ تم راہ پر ہو۔ رواہ احمد و ابن ابی حاتم والطبرانی و ابن مردویہ اس روایت سے واضح ہے کہ امر بمعروف اسوقت تک اس سے موقوف نہ تھا اور نہ آیت مین اس بات پر دلالت تھی اور یہ مؤید قول اول ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا کہ اے لوگو تم یہ آیت یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم الآیۃ پڑھتے ہو اور تم اسکو اسکے ٹھکانے سے دوسرے ٹھکانے رکھتے ہو یعنی دوسرے معنی سمجھتے ہو کہ امر بمعروف و نہی از منکر ضرور نہین ہے حالانکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ لوگون نے جب ایسے کام کرتے دیکھا جو شرع مین منع ہین اور اسکو نہ مٹایا یعنی سمجھایا اور نہ منع کیا تو قریب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ

ان سب کو عذاب مین مبتلا کرے اور ایک روایت مین کہا کہ واللہ یا تو تم امر بمعروف ونہی از منکر کرو اور یا تم سب کو علی العموم اللہ تعالیٰ کا عذاب پہونچے گا - رواہ الدارقطنی وابن حبان واحمد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن المنذر وابن ماجہ والنسائی وابو داؤد وصححہ الترمذی اور مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کی تاویل ایک معجزہ ہے کہ وہ ہر زمانہ کو شامل ہو چنانچہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین اس آیت کریمہ کے یہی معنی تھے کہ مسلمان اپنے دین پر مضبوط رہین اور کافر جو گمراہ ہوئے انسے انکو کچھ ضرر نہین اور مومنین آپس مین اپنے نفسون کو یعنی باہم مومنون کو ایک دوسرے کو ہدایت و راہ راست و عمل صالح پر رکھین - پھر ایک زمانہ اخیر آنیوالا ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے خاص نفس کو دین پر ثابت رکھے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین انفسکم جمع کا حکم بمنزلہ نفس واحد کے تھا اسی واسطے ثابت ہوا کہ مومنون نفس واحدہ کے ہین تو آپس مین ایک دوسرے کو سمجھانا و راہ پر رکھنا بمنزلہ اپنے نفس کی اصلاح کے تھا کیونکہ انمین حقد وحسد وکینہ تھا اور یہ بات ان کی باہمی جھگڑون کے خیال سے لغوت سمجھو بات وہی ہے جو مین نے بیان کی اور تا وقتیکہ ایمان کو استقامت نہ ہوا اور دل منور نہ ہوا اسکی بحث مت کرو اور یہ اشارہ جان لو کہ چراغ کے پتنگے ایک دوسرے پر گرتے مرتے ہین حالانکہ باہم انہین دلی حقد وحسد نہین ہے فلیتفکر والیا اولی الالباب واللہ الملہم للصواب پس جب معلوم ہوا کہ بات یون ہے تو تفسیر آیت مین اس زمانہ کے گمراہون کی گمراہی سے علامہ حضرت اور مسلمانون کی ہدایت واہیون کو لازم ہے تا ہکی صحیح ہے اور یہ بات کہ اسکی تاویل آئندہ زمانہ مین آویگی یہ بھی صحیح ہے - ابن مسعودؓ سے ایک نے یہی آیت پوچھی تھی آپنے فرمایا کہ اس آیت کا یہ زمانہ نہین یہ تو اس زمانہ مین مقبول ہے لیکن قریب ہے ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ تم (یعنی جو اسوقت مومن ہوگا وہ) امر معروف کا حکم کروگے تو تمھارے ساتھ ایسا ایسا برتاؤ کیا جائیگا یا یون کہا کہ تم سے یہ نصیحت قبول نہ ہوگی تو ایسے وقت مین تم کو لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو درست کیے رہو - ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مضمون آیا ہے کہ یہ آیت ایسے لوگون کے واسطے ہے جو ہمارے بعد آوینگے اگر کہین گے تو ان کی بات قبول نہ ہوگی اور ابن مردویہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلعم کے سامنے اس آیت کا ذکر ہوا تو آپنے فرمایا کہ مآل کار اس آیت کا جو وقت ہے ابھی نہین آیا اور عیسیٰ بن مریم جب تک نہین اترینگے تب تک نہ آویگا - اور ابی بن کعبؓ نے بھی کہا کہ قیامت کے قریب آخر زمانہ مین اسکی تاویل کا وقت ہوگا - ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد بیٹھے تھے اور دو آدمیون مین ایسی کچھ رنجش تھی جیسے لوگون مین ہوا کرتی ہے سو ایک دوسرے کی طرف اٹھے پس حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگردون مین سے ایک نے کہا کہ بھلا مین اٹھکر ان کو امر بمعروف ونہی از منکر کی فہمایش نکرون تو دوسرے شاگرد نے کہا کہ تو اپنے نفس کی اصلاح کو لازم پکڑ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن مین فرماتا ہے علیکم انفسکم الآیۃ - سو ابن مسعودؓ نے سنکر فرمایا کہ ٹھہر اے شخص اس آیت کی تاویل ابھی نہین آئی ہے اور قرآن اترا جب اترا ولیکن اسمین چند آیات ایسے ہین کہ ان کی تاویل تو اترنے سے پہلے ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین ان کی تاویل واقع ہو چکی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ آنحضرت صلعم کے کچھ ہی دن بعد ان کی تاویل واقع ہوئی اور کچھ آیتین ایسی ہین کہ انکی تاویل قیامت کے روز واقع ہوگی سو جبتک تمھارے دل ایک ہین اور خواہشین ایک ہین تو آپس مین ایک دوسرے کو نیکی کا حکم کرو اور برائی سے منع کرو پھر جب تمھارے دل اور تمھاری خواہشین مختلف ہو جائین تو فقط اپنے نفس کو حکم کرو اور اسوقت مین ہم مسلمانون پر اسکی تاویل آویگی - رواہ ابن جریر - ابن عمرؓ نے کہا کہ یہ آیت میرے اور میرے اصحاب کیلیے نہین ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم نے ہم لوگون کو فرمایا کہ خبردار تم مین جو حاضر ہین وہ غائبون کو میرا حکم پہونچادین سو ہم لوگ تو حاضر تھے اور تم لوگ غائب تھے ولیکن یہ آیت ایسی اقوام کے حق مین ہے جو ہم سب کے بعد آوینگی - رواہ ابن جریر - اور قتادہ رح نے ابو مازن رح سے روایت کی کہ مین زمانہ عثمانؓ مین مدینہ مین آیا تو مین نے مومنون کی ایک جماعت کو بیٹھا دیکھا ان مین سے ایک نے یہی آیت پڑھی تو ان مین سے بہت نے فرمایا کہ آج تک تو اس کی تاویل کا وقت نہین آیا ہے - رواہ ابن جریر - اور جبیر بن نفیر سے روایت ہے کہ مین صحابہ رسول اللہ صلعم کے حلقہ مین بیٹھا اور مین سب سے چھوٹا تھا اور انھون نے امر بمعروف ونہی از منکر کا ذکر کیا تو مین بولا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن مین نہین فرمایا کہ علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل الآیۃ - تو سب کے سب ایک زبان مجھ پر جھک پڑے اور بولے کہ تو نے قرآن مین سے ایک آیت جدا کر لی تجکو اس کی مراد نہین معلوم اور نہ اسکی تاویل جانتا ہے - مجھے یہ تمنا ہوئی کہ کاش مین نہ بولا ہوتا پھر وہ لوگ باتین کرتے رہے جب اٹھنے لگے تو مجھ سے فرمایا کہ تو ابھی کمسن لڑکا ہے

اور تو نے ایک آیت نکالی تجھے اسکی تاویل نہیں معلوم اور نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے اور شاید تجھے اس کی تاویل کا زمانہ ملجائے جب تو دیکھے کہ خواہش مال
و اسکی چاہ مین بخل کی تابعداری کی جاتی ہے اور خواہش نفس کی پیروی ہوتی ہے اور ہر رائے والا اپنی رائے پر نازان ہے اور دنیا کی دوستی اختیار کی گئی
ہے تب تجھ پر لازم ہوگا کہ اپنے نفس کو لازم پکڑ سو جو کوئی گمراہ ہوگا وہ تجھے ضرر نہیں کریگا۔ رواہ ابن جریر۔ اور حسن بصریؒ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ الحمد للہ
کوئی مومن گذشتہ زمانہ مین اور کوئی مومن آیندہ زمانہ مین ایسا نہیں کہ ضرور اسکے پہلو مین ایک منافق نہ ہو جو اسکے اعمال کو برا جانے۔ سعید بن المسیبؒ نے کہا کہ جب
تو نے معروف شرعی کا حکم کر دیا اور منکر سے منع کر دیا تو پھر جو کوئی گمراہ ہو جائے تجکو کچھ مضر نہیں ہے اور ایسا ہی قول حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہی سلف
کے بہت بزرگون سے مروی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ قال المترجم قول سعید بن المسیب وغیرہ رحمہم اللہ سے آیت کی تیسری تاویل یہ نکلی کہ قولہ یا ایہا الذین
آمنوا علیکم انفسکم یعنی ہو مومنو تم اپنے نفس کو لازم پکڑو کہ فرائض و واجبات ادا کرو اور ازانجملہ یہ ہے کہ دوسرون کو امر معروف اور نہی از منکر کرو۔ پھر لا یضرکم من ضل
اذا اہتدیتم۔ جو کوئی گمراہ ہو جاوے وہ تم کو کچھ مضر نہ ہوگا جبکہ تم نے ہدایت کی بات اختیار کی یعنی امر معروف و نہی از منکر جو تم پر واجب تھا ادا کر دیا پس فسق و فجور
والون کے عذاب مین تم گرفتار نہ ہوگے۔ شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ نے بعد بیان اقوال کے کہا کہ ان اقوال مین سے اولی و اصح قول ہمارے نزدیک وہ ہے جو حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہوا کہ اے مومنو طاعات الٰہی کو بجا لاؤ اور جو تم پر امر معروف و نہی از منکر اور ظالم و فاسق کا ہاتھ روکنا واجب لازم ہے اسکو ادا کرو تو پھر کوئی
گمراہ ہوا کرے تم کو کچھ مضر نہیں ہے۔ ابن المبارکؒ نے کہا کہ قولہ علیکم انفسکم یعنی انفس المسلمین یعنی تم مسلمانون کے نفس کی اصلاح لازم پکڑو کہ آپسمین ایک دوسرے کو
نصیحت کرو پس اس آیت مین امر معروف و نہی از منکر کی نہایت تاکید ہے۔ قال المترجم یہ معنی اس آیت مین بہت جید و قوی ہین اور ظاہر آیت سے بہت مربوط
ہین اور مترجم ضعیف نے بتوفیق الٰہی عزوجل ایک بیان تحقیقی کی طرف اشارہ کیا اس سے ظاہر ہوگیا کہ جو اقوال علماء سلف و بزرگان دین سے اسکی تفسیر مین
مروی ہین سب بجائے خود صحیح ہین درحقیقت کچھ اختلاف نہیں ہے فلیتامل۔ الی اللہ مرجعکم جمیعا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تم سب کا مرجع ہے
ف۔ یعنی آخرت مین ہر مطیع و ہر عاصی کا اور ہر راہ پائے ہوئے و ہر گمراہ کا رجوع اسی کی طرف ہے اور یہ ایک جھگڑے مین فیصلہ ہے۔ فینبئکم بما کنتم
تعملون۔ پس تم کو تمہارے اعمال سے آگاہ کریگا۔ ف۔ حتی کہ ایسے اعمال خیر و شر سے جن سے کرنیوالا خود آگاہ نہیں ہوا اور محصول اسکا یہ کہ ہر مطیع کو اسکا ثواب
اور ہر عاصی و گمراہ کو اسکا عذاب دیگا پس اسمین ہر دو فریق کو وعدہ و وعید ہے اور تنبیہ ہے کہ کوئی کسی غیر کے اعمال سے ضرر نہ پائے گا۔ اور حدیث مین یہ مضمون آیا ہے
کہ زبان کی حفاظت چاہیئے بسا اوقات بندہ ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی ناپسند ہوتی ہے کہ قیامت تک اس کی گردن پر وبال لکھا جاتا
ہے حالانکہ اسکو خود شعور نہین ہوتا اور بسا اوقات ایسی بات کہہ جاتا ہے کہ تا قیامت اُسکے واسطے ثواب لکھا جاتا ہے حالانکہ بندہ نہیں جانتا ہے پس جو
حالت زبان کی ہے اسی پر نفس کو قیاس کرو کہ اسکی حفاظت کہانتک واجب و لازم ہے ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم
الآیۃ۔ ظاہر معنی آیت کے لینا اہل تصوف کا مذہب ہے اور وہی معنی صحیح ہین اور تکلف و تاویل کرنا بایں گمان کہ نہیں بنتے ہین یہ فقط نفس و وہم کا قصور و فتور ہے پس
اس آیت کریمہ مین ظاہری معنی سے یہ نہیں لازم آتا کہ بھلی باتون کا حکم نہ کرو اور بری باتون سے منع نہ کرو بلکہ یہ تو ضرور کرو۔ لیکن آیت کریمہ مین ایک لطیفہ ہے کہ
قولہ علیکم انفسکم یعنی تم پر واجب ہے کہ اپنے نفس امارہ کی چھپی باتون کو دیکھتے و پہچانتے رہو۔ اور اسکو غفلت مین مت چھوڑو کیونکہ اگر غافل چھوڑا تو وہ ربوبیت کا
دعوی کریگا جیسے فرعون نے انا ربکم الاعلی سے دعوی کیا تھا اور جب تم نفس کے مکر و فریب کو جانو گے تو قہر ازلی کا بھید تم پر کھل جائے گا اسی واسطے معروف ہوا
کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور جس نے او تعالیٰ عزوجل اپنے رب کو پہچانا تو اپنے رب کی بندگی مین مستقیم ہوا اور اسکی نظر رحمت مین آگیا پھر اسکو کسی کافر و مکار کا مکر و
فریب ٹیڑھی راہ نہیں لیجا سکتا ہے کیونکہ وہ حفظ الٰہی مین محفوظ ہوگیا بلکہ جو کوئی اسکے ساتھ ضرر کرتا ہے تو ضرر اسکے حق مین نفع ہو جاتا ہے اور فساد اس کے حق
مین اصلاح ہو جاتا ہے سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نفس کے اندر سر پوشیدہ ہے وہ کسی مخلوق کیواسطے آج تک ابھرا نہیں فقط فرعون کی آنکھون مین ابھرا

تھا تو وہ کہنے لگا کہ انا ربکم الاعلیٰ۔ اور اس بھید پر سات آسمانی اور سات زمینی پردے پڑے ہیں اور بندہ جب اپنے نفس کو ایک ایک پردہ زمین میں دفن کرتا جاتا ہے
تو اسکا قلب ایک ایک آسمان کے پردہ پر چڑھتا جاتا ہے یہان تک کہ جب وہ نفس کو تحت الثریٰ میں دفن کرتا ہے تو اسکا قلب زیر عرش پہونچ جاتا ہے۔ محمد
بن علی بن الحسین نے فرمایا کہ اپنے نفس کی حفاظت کر اگر تو نے لوگون سے اُسکے شر کو دور کیا تو یہ بڑا حصہ تو نے ادا کر دیا۔ حسین بن منصور کا خادم اس رات اُنکے
پاس گیا جسکے صبح کو اپنے قتل ہوجانے کا وعدہ کیا تھا یعنی خبر دی تھی پس اُس نے کہا کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے۔ تو کہا کہ اپنے نفس کی نگہبانی کر کہ اگر تو اسکو بندگی مین
مشغول نہ کریگا تو وہ تجھے مشغول کر دیگا۔ شیخ ابو عثمان سے یہی آیت کریمہ پوچھی گئی تو کہا کہ اپنے نفس کی حفاظت لازم کر لے۔ اگر تو اس کی برائیون کی اصلاح
کرنے مین اور اُس کے عیبون کے دور کرنے مین مشغول ہوگا تو مخلوق پر نظر کرنے اور ان مین گرنے سے تیری حفاظت رہیگی ورنہ وہ تجھکو بلا مین ڈالکر ہلاک کر دیگا۔
نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ لطیفہ جو اس آیت کے اشارہ مین شیخ رحمہ اللہ نے مع تحقیق سری بیان کیا ہے سونے کے پانی سے لکھ لینے کے لائق
ہے فلیتفکر۔ اور جب نفس سے ادائے امانت و استقامت ہے اور بخل و خود رائی نہین تو زمین عدل سے معمور ہے لہذا فرمایا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ
اے ایمان والون گواہ تمھارے اندر جب پہونچے کسی کو تم مین موت جب لگے وصیت کرنے دو شخص
ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُم مُّصِيبَةُ الْمَوْتِ
معتبر چاہین تم مین سے یا دو اور ہون تمھارے سوائے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک مین پھر پہونچے تم پر مصیبت موت کی۔
تَحْبِسُونَهُمَا مِن بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ إِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ
دو نون کو کھڑا کرو بعد نماز کے وہ قسم کھاوین اللہ کی اگر تم کو شبہہ پڑے کہین ہم نہین بیچتے قسم مال پر اگرچہ کسی کو ہم سے
ذَا قُرْبَىٰ ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَّمِنَ الْآثِمِينَ ۝ فَإِنْ عُثِرَ عَلَىٰ
قرابت ہو۔ اور ہم نہین چھپاتے اللہ کی گواہی نہین تو ہم گنہگار ہین۔ پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ
أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرَانِ يَقُومَانِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ
دو نون حق دبا گئے گناہ سے تو دو اور کھڑے ہون اُن کی جگہ کہ جن کا حق دبا ہے اُن مین جو بہت
الْأَوْلَيَانِ فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِن شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَا إِنَّا إِذًا
نزدیک ہین پھر قسم کھاوین اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیق ہے اُن کی گواہی سے اور ہم نے زیادہ نہین کیا نہین تو ہم
لَّمِنَ الظَّالِمِينَ ۝ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَىٰ وَجْهِهَا أَوْ يَخَافُوا أَن
بے انصاف ہین اس مین لگتا ہے کہ شہادت ادا کرین راہ پر یا ڈرین کہ اُلٹی پڑیگی قسم ہماری
تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ أَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝ ع ۱۴
اُن کی قسم کے بعد اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ راہ نہین دیتا بے حکم لوگون کو

واضح ہو کہ ابو جعفر النحاس رح نے کہا کہ یہ تین آیتین علماء معانی کے نزدیک از راہ اعراب و معنی و تفسیر و حکم کے بہت مشکل ہین۔ کذا ذکرہ القرطبی۔ اور مکی نے کہا کہ اس مین جو علوم
ہین وہ چار جزو سے زیادہ مین بیان ہونے کے لائق ہین اور تفتازانی نے حاشیہ کشاف مین کہا کہ علماء معانی متفق ہین کہ بندون پر قرآن کی آیات مین سے یہ آیتین
از راہ اعراب و نظم کلام کی توضیح کرنے مین بہت مشکل ہین اور سخاوی رح نے کہا کہ مین نے کسی کو نہین دیکھا جس نے اول سے آخر تک اس کلام کی تلخیص کی ہو اور مین خ

نے یہاں بہت زور دیا جیسا کہ بعض اہل عصر کی نقل پریشان سے ظاہر ہے بالجملہ یہ کلام باری تعالیٰ متین و دقیق ہے چنانچہ ایک ہی آیت کی متانت میں بانی علم والے بندے وقت میں آ گئے لیکن اللہ عزوجل کے واسطے حمد و ثنا ہے کہ اُسنے کلام پاک ایسا بلیغ و فصیح ہونے کے باوجود ایسا واضح فرمایا کہ بندے مطیع اس کو سمجھتے اور حکم لیکر پابندی کرتے ہیں اور جسقدر اطاعت و فرمانبرداری سے اُن کے قلوب منور ہوتے ہیں اُسیقدر اسرار و اشارات و حکمت و حقائق و دقائق سے ان کو کشف انوار حاصل ہوتے ہیں والحمد للہ رب العالمین تفسیر ان آیات کی حاصل کرنا چاہیے پس فرمایا۔ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یہ کلام مستانف متعلق باموردنیا مربوط باموراً خرت ہے اسلئے کہ کوئی امر دنیاوی نہیں جو مومن کے حق میں ثواب کا مورث نہ ہوئے اور اہل ایمان کو خطاب کرنا خود اسکو مشعر ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا فرمایا۔ شَهَادَةُ بَیْنِکُمْ چاہیے کہ گواہ ہو جاویں تمہارے درمیان میں پس یہ خبر بمعنی امر ہے اور شہادة کی اضافت بجانب بین بطریق اتساع ہے کیونکہ ظرف ہے جیسا کہ قولہ ہذا فراق بینی وبینک۔ اور بعض نے کہا کہ اصل میں شہادة ما بینکم تھا جیسا کہ ہذا فراق ما بینی ۔ ہے۔ اور شہادت کے معنی میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ یہاں بمعنی وصیت ہے اور بعض نے کہا کہ شہادت بمعنی حضور ہے یعنی حاضر ہونا بالغرض وصیت قبول کرنے کے۔ اور ابن جریرؒ نے کہا کہ بمعنی قسم ہے اے یمین ما بینکم ان یحلف اثنان اور اسی کو قفالؒ نے اختیار کیا اور ابن عطیہؒ نے اسکو ضعیف کیا اور خود یہ اختیار کیا کہ شہادت شرعی مراد ہے بمعنی خبر او اگر نا کسی کے حق کی یا کسی حق واجبی کی دوسرے شخص کیلیے یا کسی دوسرے شخص کے اوپر جیسا کہ فقہ میں مشرح مذکور ہے اور وجہ اس اختلاف کی اور منشا اس تاویل کا آیندہ واضح ہوگا۔ پہلے نظم کلام کو ذہن نشین کرنا چاہیے کہ شَهَادَةُ بَیْنِکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ یعنی شہادت تمہارے درمیان میں جبکہ تم میں سے کسی کی موت حاضر ہو دو شخص ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ شہادة مبتدا اور اثنان خبر ہے اور یہ بنتا نہیں تو جواب یہ ہے کہ شہادة بصورت خبر اور بمعنی امر ہے یعنی گواہ ہو ویں دو شخص کما قال الشیخ المفسرؒ اور بعض نے کہا کہ ذوالشہادة اثنان یعنی گواہ ہو جانیوالے وہ ہیں یا شہادة بینکم شہادة اثنین یعنی گواہی تمہارے درمیان دو مردوں کی گواہی ہے اور حین بدل اذا سے ہے یا حضر کا ظرف ہے۔ اور بدل کی تقویت کی گئی بنا بر اینکہ اسمیں تنبیہ ہے کہ وصیت ایک امر مہم ہے اسمیں سستی و غفلت نہ چاہیے ۔ اگر کہا جاوے کہ حضور موت کے وقت وصیت کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ متعذر ہے تو جواب یہ کہ حضور موت سے مراد یہ کہ موت کے اسباب و علامات ظاہر ہوں اگرچہ پیچھے وہ نہ مرے لیکن ان علامات سے غالب گمان ہو وصیت پوری کر دے ۔ حاصل آنکہ جب کسی کی موت کے علامات ظاہر ہوں تو گواہ کر دے وصیت کے وقت دو مردوں کو پھر دونوں کو بیان کیا۔ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْکُمْ یعنی دونوں تم میں سے دو عادل ہوں پس تین احتمال ہیں کہ منکم یعنی من المؤمنین اے مومنوں میں سے ہوں۔ دوم آنکہ منکم اے من قبیلة الموصی وصیت کرنے والے کے قبیلہ سے ہوں۔ سوم آنکہ منکم اے من اقاربکم وصیت کرنیوالے کے اقارب میں سے ہوں کیونکہ وہ میت کے حال سے زیادہ واقف اور اپنی پرہیزگاری سے اُسکے ہمدرد خیرخواہ و اصلاح کرنیوالے ہوں گے اور ظاہر آنکہ میت وصیت کنندہ اتنا خود جانتا ہے کہ پہلے وہ اقارب پرہیزگار کو وصی کریگا ورنہ اپنی قوم والوں میں سے ورنہ اپنی ملت اسلام والوں میں سے وصی کریگا کیونکہ مسلمان دیندار عادل لامحالہ اصلاح و عدل واجب جانے گا۔ ہاں بعض اوقات اتفاق سے یہ پیش آتا ہے کہ انہیں سے کوئی ممکن نہیں ہوتا مثلاً تجارت کفرستان میں گیا لہذا اہل کفر ہی یہاں ملیں گے یا ساتھی کافر ہوں اسی واسطے آگے فرمایا۔ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِکُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْکُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَیُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِیْنَ ○

شیخ ابن کثیرؒ نے بروایت و حکایت ابن ابی حاتمؒ کے حضرت ابن عباسؓ ایک جماعت کبار تابعین سے اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر یہ بیان کی کہ دو مرد عادل مسلمین سے ہوں اور کہا کہ یہی جمہور کا قول ہے اور علی ہذا قولہ او آخران کے یہ معنی ہوئے کہ یا شاہد ہوں دو مرد تمہارے غیر سے یعنی تمہاری ملت اسلام کے سوا اسکے غیر ملت سے دو مرد گواہ کر لو اگر یہ اتفاق پیش آوے کہ تم نے سفر کیا ہو زمین کے کسی ملک میں اور وہاں تم کو موت کی مصیبت پیش آئی۔ قال فی الکمالین ظاہر یہ ہے کہ شرط مذکور یعنی قولہ ان ضربتم فی الارض الخ فقط آخران من غیرکم کے ساتھ قید ہے اور معنی یہ ہیں کہ حضور موت کے وقت چاہیے کہ تم میں سے دو مرد عادل

گواہ ہوں اگر تم میں سے ملنا متعذر ہو جیسے سفر کی حالت میں اتفاق سے مصیبت موت پیش آئی تو دو مرد تمہارے غیر ملت ہوں اور بعض نے کہا کہ یہ شرط اصل شہادت میں ہے یعنی آنکہ یوں شاہد کر لینا اس شرط پر کہ تم نے سفر کیا اور وہاں مصیبت موت پیش آئی - **قال المترجم** مفسر رح کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اول ہی مختار ہے کیونکہ کلام مابعد کو آخران کی صفت قرار دیا اور شرطیہ جملہ بیچ میں معترضہ ہے بغرض بیان اس بات کے کہ آخران من الغیر جبھی روا ہیں کہ حالت سفر وغیرہ سے اتفاقی موت آنے میں ذوا عدل منکم - پائے نہ جاویں - تو غیر ملت سے دو مرد شاہد کر لو اور چونکہ ان کی عدالت بسبب کفر و شرک کے معتبر نہیں ہے لہذا اگر شک ہے تو ان سے قسم لے لی جاوے - **قال ابن کثیر**رح اور ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ او آخران من غیرکم - کہا کہ غیر مسلمین میں سے یعنی اہل کتاب یہود و نصاریٰ میں سے - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایک جماعت کثیر تابعین سے مانند عبیدہ سلمانی و شریح و سعید بن المسیب و یحییٰ بن یعمر و محمد بن سیرین و عکرمہ و مجاہد و سعید بن جبیر و شعبی و ابراہیم نخعی و قتادہ و ابو مجلز و سدی و مقاتل و عبدالرحمن بن زید وغیرہم سے اسکے مانند مروی ہے اور ابن جریر نے عکرمہ و عبیدہ و چند علماء دیگر سے ذوا عدل منکم کی تفسیر میں نقل کیا کہ مراد آنکہ دو عادل تمہارے قبیلہ سے ہوں یعنی وصیت کرنیوالے کے قوم و قبیلہ سے ہوں - ابن کثیر نے کہا کہ بنا بر اس قول کے قولہ او آخران من غیرکم سے یہ مراد ہوگی کہ یا دو مرد موصی کے قبیلہ کے سوائے دوسرے کسی قبیلہ سے ہوں **قال المترجم** قول اول پر تو ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان پر کافروں کی مطلقاً شہادت یا کافروں میں سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی شہادت فی الجملہ روا ہے اگرچہ خاص ایسے واقعہ میں ہو - اور دوسرے قول کے موافق کافران اہل کتاب کی شہادت مسلمان کے حق میں روا ہونا ثابت نہیں ہوتی خصوص جبکہ اور حدیث صحیح و آیت دیگر اس عدم جواز کے تخصیص کرتی ہے کیونکہ موصی کے غیر قبیلہ سے ہونا ضرور نہیں کہ کافروں سے ہوں بلکہ دوسرے قبائل اسلام سے ہوں گے بدلیل حدیث و آیت دیگر کے فافہم - اور بر تقدیر یکہ قول جمہور کے موافق منکم کی تفسیر من المسلمین ہو اور من غیرکم کی تفسیر من غیر المسلمین ہو تب بھی یہ لازم ہوتا کہ فی الجملہ ایسی صورت میں کافر کی شہادت مومن پر روا ہے یہ جبھی لازم آویگا کہ شہادۃ بینکم سے شرعی گواہی مراد ہو اور اگر اسکو وصی کر دینا مراد ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ کافروں میں سے دو مرد وصی کر لو پس وہ محذور وارد نہ ہوگا مگر آنکہ معنی وصیت میں تامل ہے - ابن کثیر رح نے فرمایا کہ قولہ او آخران من غیرکم اے من غیر قبیلۃ الوصی اسکو ابن ابی حاتم نے حسن بصری و زہری رحمہما اللہ سے بھی روایت کیا - اور فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان انتم ضربتم فی الارض - اے اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں فاصابتکم مصیبۃ الموت پھر وہاں تم کو مصیبت موت کی آ پہونچی ہو پس مومنوں کے نہ ملنے کے وقت ذمیوں و کافروں کا گواہ کر لینا انھیں دونوں شرطوں سے جائز قرار پایا ایک یہ کہ ایسے سفر میں ہو اور دوم آنکہ یہ وصیت میں ہو اور شریح قاضی رحمۃ اللہ نے اسکی تصریح کر دی چنانچہ اعمش رح نے ابراہیم نخعی سے انھوں نے شریح سے روایت کی کہ فرمایا یہود و نصاریٰ کی گواہی نہیں جائز ہے مگر سفر میں اور اسمیں بھی نہیں جائز ہے مگر فقط وصیت میں رواہ ابن جریر ثم رواہ عن ابی کریب عن ابی بکر بن عیاش عن ابی اسحاق السبیعی عن شریح رحمہ اللہ بمثلہ اور یہی قول امام احمد بن حنبل سے بھی مروی ہے - **قال ابن کثیر**رح امام احمد رح اس مسئلہ میں منفرد ہیں اور باقی تینوں امام یعنی امام ابو حنیفہ رح و مالک و شافعی رحمہم اللہ نے خلاف کیا اور کہا کہ ذمیوں کی گواہی مسلمانوں پر نہیں جائز ہے ہاں امام ابو حنیفہ رح نے یہ جائز رکھا ہے کہ ذمی لوگ آپس میں ایک دوسرے پر گواہی دیں تو ذمی کی گواہی دوسرے ذمی پر قبول ہوگی اگرچہ اُن کی ملت مختلف ہو مثلاً کوئی یہودی ہو کوئی نصرانی ہو - **قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ ان ائمہ فقہاء کے نزدیک آیت کریمہ کے کیا معنی ہیں تو جواب یہ ہے دو وجہ ہیں - الاول معنی آنکہ دو عادل گواہ اپنے قبیلہ سے لیوے یا دو گواہ غیر قبیلہ سے لیوے مگر مسلمان ہوں زہری رح نے کہا کہ سنت میں یہ بات مقرر ہو چکی کہ کافر کی گواہی مسلمان پر نہیں روا ہے نہ حضر میں اور نہ سفر میں اور یہ آیت تو مسلمان کی گواہی میں ہے ولیکن ایک اور اشکال وارد ہوتا ہے کہ گواہ پر قسم نہیں عائد ہوتی ہے اور یہاں قسم مذکور ہے - اور یہ اشکال جواب کی وجہ دوم سے منحل ہو سکتا ہے اور وجہ دوم آنکہ شہادت سے مراد وصیت ہے **قال ابن کثیر**رح شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ اسمیں علماء کے دو قول ہیں محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ اس آیت میں ایسے مرد کا حکم بیان ہے کہ اپنے مال لیکر سفر کیا اور وہاں

اُسکو موت آئی پس اگر وہ دو مرد مسلمان پاوے تو اُن کو اپنا ترکہ دیوے اور اُن پر دو عادل مسلمان گواہ کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم بسند منقطع **قال المترجم** اور یہ بیان اُس آیت کے ظاہر سے خلاف ہے اور شاید بطریق اجتہاد کے نسخ و تخصیص و توفیق کے مفاد بعد آیت کریمہ یہ بیان فرمایا یا فقط اثنان ذوا عدل منکم کی تفسیر ہے۔ فافہم اور کہا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ دونوں گواہ ہونگے اور یہی ظاہر سیاق آیت ہے غایت آنکہ اگر وہی ہوں تو وہ وصی و شاہد دونوں وصف سے موصوف ہوں گے جیسا کہ قصہ تمیم الداری و عدی بن بدا سے ظاہر ہے جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہوگا اور شیخ ابن جریرؒ نے اشکال پیش کیا کہ ہم کو کوئی ایسا حکم نہیں معلوم ہوتا کہ جسمیں گواہ پر قسم عائد ہو اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ آیت تو خود مستقل ہے کسی دوسرے احکام پر اسکے حکم کا قیاس نہیں پس نہ معلوم ہونا اسکے حکم کا مانع نہیں ہو سکتا علاوہ بریں یہ حکم خاص گواہی خاص در محل خاص ہے اور اسمیں وہ امور پیدا ہوئے جو اور صورتوں میں نہیں ہیں پس جب اُس کے گواہ میں شک ہوا تو بمقتضائے مدلول آیت کریمہ اس سے قسم لیجائیگی۔ وجہ سوم آنکہ آیت کریمہ منسوخ ہے جیسا کہ عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی اور حماد بن ابی سلیمان نے ابراہیم نخعی سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہ رد کر دیا گیا کہ دعویٰ نسخ بدون دلیل ہے اور ابن جریر نے کہا جمہور کے نزدیک محکم ہے منسوخ نہیں ہے اور سبب نزول بھی مؤید جواز شہادت کافر بر مسلم فی الجملہ یعنی ایسے واقعہ وصیت سفر میں ہے جیسا کہ آتا ہے۔ اور معنی قولہ تحبسونہما من بعد الصلوٰۃ یعنی سفر میں۔ اگر کفرستان میں یا ایسے مقام پر موت آوے کہ تمکو مسلمان عادل نہیں اور تمنے مسلمانوں کے سوائے کسی دوسری ملت کے گواہ کر لئے اور ترکہ دیدیا اور موصی مر گیا اور یہ دونوں ترکہ لیکر موصی کے وطن میں آئے تو اگر ترکہ پورا بدون شک و شبہ کے وارثوں نے پایا تو خیر ورنہ ان دونوں کو روک لو بعد نماز کے وقت میں یعنی بعد نماز کے وقت میں کھڑا کرو اور نماز سے مراد نماز عصر ہے جیسا کہ ابن عباسؓ و جماعت کثیر علماء تابعین سے مروی ہے اور آیت میں اسواسطے معین نہیں کیا کہ خود ان لوگوں کے نزدیک متعین تھا اور یہ وقت ایسا ہے کہ جو اس میں جھوٹی قسم کھاوے وہ مورد غضب الٰہی ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ اس وقت سب دین والے اسوقت کو معظم جانتے تھے اور اسوقت جھوٹی قسم سے خوف و اجتناب کرتے تھے اور زہریؒ نے کہا کہ مسلمانوں کی نماز کے بعد یعنی کوئی نماز ہو اور یہی قرطبی نے ذکر کیا ہے اور سدیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ان دونوں گواہوں کے دین میں جو نماز ہو اسکے بعد اور یہ بھی ایک جماعت کا قول ہے اور مقصود یہ ہے کہ دونوں کو ایسے وقت میں کھڑا کیا جاوے جسوقت لوگ مجتمع ہوں کہ اُن کے حضور میں قسم کھاویں تا کہ فضیحت سے خوف کریں اور قولہ فیقسمان باللہ ان ارتبتم لا نشتری بہ ثمنا ولو کان الخ یعنی ان ارتبتم فیہما فیقومان بعد الصلوٰۃ ولیقسمان۔ حاصل آنکہ در صورتیکہ موصی میت کے وارثوں کو ترکہ وغیرہ میں شک ہو تو بعد نماز کے دونوں گواہوں کو کھڑا کرکے تم دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاویں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھانے اور اُس کے عوض میں یعنی اُس کے عہد کے عوض ثمن قلیل دنیاوی فانی نہ بدلیں گے اگرچہ وہ شخص جسکے واسطے قسم کھاتے ہیں یا جسکے واسطے گواہی دیتے ہیں ہماری قرابت والا ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کی گواہی جسکے ٹھیک قائم رکھنے کا اسنے حکم کیا ہے نہیں چھپا دینگے اور اگر ہم اسکو چھپا دیں تو گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ واضح ہو کہ قولہ لا نکتم شہادۃ اللہ کے اشارہ سے ابن عباسؓ وغیرہم نے کہا ہے کہ آخران من غیرکم سے اہل کتاب مراد ہیں اور سبب نزول میں بھی دونوں نصرانی تھے۔ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓی اَنَّھُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا یعنی پھر اگر دونوں گواہوں کے قسم کھانے کے بعد اطلاع ہوئی اس بات پر کہ دونوں مستحق ہوئے ہیں کسی گناہ کے یعنی دونوں نے کوئی ایسا فعل کیا ہے جو گناہ کا موجب ہے مانند خیانت کے یا گواہی میں جھوٹ بولنے کے بایں طور کہ مثلاً دونوں کے پاس یا ایک کے پاس کوئی ایسی چیز پائی گئی جس سے دونوں پر خیانت کا اتہام ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے اسکو میت سے خریدا ہے یا میت نے ہمارے دینے کو اس کی وصیت کر دی تھی۔ فَاٰخَرٰنِ یَقُوْمٰنِ مَقَامَھُمَا تو دوسرے دو شخص قائم ہوں ان دونوں کے مقام میں یعنی اس بات میں قائم مقام ہوں کہ قسم اُن کی طرف متوجہ ہو یعنی قسم کھاویں دوسرے دونوں۔ پھر یہ دوسرے دونوں کون ہیں تو بیان فرمایا مِنَ الَّذِیْنَ اسْتَحَقَّ عَلَیْھِمُ الوصیۃ وہم الورثۃ یعنی دوسرے دونوں ان لوگوں میں

مین سے ہون جن پر استحقاق ہوا ہے یعنی وصیت کا ان پر استحقاق ہوا اور وہ موصی میت کے وارث لوگ ہین پھر وارثون مین سے بھی کیسے دونون وارث
ہون تو بیان فرمایا۔ الْأَوْلَيَانِ اے کل واحد اولی بالمیت اے الاقرب الیہ یعنی یہ دونون ایسے وارث ہون کہ ان مین سے ہر ایک میت موصی کیساتھ
ناتے مین اولی ہو یعنی بہت قریب ہو بہ نسبت باقی وارثون کے۔ وفی قرأۃ الاولین جمع اول صفۃ او بدل من الذین اور ایک قرأۃ مین جو غیر مشہور ہے
بجائے اولیان کے اولین آیا اور وہ جمع اول ہے پس یہ الذین سے بدل ہے یا صفت ہے۔ حاصل آنکہ اگر میت کے گواہون پر خیانت وغیرہ کا اتہام ہو تو
میت موصی کے وارثون مین سے دو آدمی جو زیادہ قریب ہون وہ بجائے گواہون کے اس بات مین قائم مقام ہون کہ ان سے قسم لی جاوے۔
فَيُقْسِمَانِ بِاللَّهِ۔ پس وہ دونون قسم کھائین اللہ تعالی کی ف۔ کہ میت کے دونون گواہون نے خیانت کی اور کہین لَشَهَادَتُنَا
أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا کہ ہماری گواہی احق ہے بہ نسبت ان دونون کی قسم کے ف۔ یعنی ہماری قسم بہ نسبت اُن دونون کے سچی ہے۔ وَمَا
اعْتَدَيْنَا۔ اور ہم نے اعتدا نہین کیا۔ ف۔ یعنی قسم کھانے مین سچائی اور حق بات سے تجاوز نہین کیا اور اگر ایسا کیا ہو تو إِنَّا إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ
روی البخاری ان رجلا من بنی سہم خرج مع تمیم الداری وعدی بن بداء وہما نصرانیان فمات السہمی بارض لیس فیہا مسلم فلما قدما بترکتہ فقدوا جاما من فضۃ
مخوصا بالذہب فرفعا الی النبی صلعم فنزلت فاحلفہما ثم وجد الجام بمکۃ فقال ابتعناہ من تمیم وعدی فنزلت الآیۃ الثانیۃ فقام رجلان من اولیاء السہمی فحلفا
وفی روایۃ الترمذی فقام عمرو بن العاص ورجل آخر منہم فحلفا وکانا اقرب الیہ۔ وفی روایۃ فمرض فاوصی الیہما وامرہما ان یبلغا ما ترک اہلہ فلما مات اخذا الجام
ودفعا الی اہلہ ما بقی۔ مفسر نے ان آیت کریمہ کے معنی خلاصہ کرکے بیان کر دیئے ہین اگرچہ آیت کریمہ مین دلالات دیگر ہین بالجملہ جو مفسر نے معنی بیان کئے
وہ توضیح کے ساتھ یون ہین کہ اس کلام پاک کے یہ معنی ہین کہ جس مسلمان پر موت کے اسباب ظاہر ہون تو چاہیئے کہ گواہ کرے اپنی وصیت پر دو مرد یا یہ
معنی ہین کہ وصی کرے دو مرد کو اور یہ دو مرد اسکے دین والے یعنی مسلمان ہون یا اگر سفر کے مانند کسی وجہ و اتفاق سے مسلمان نہ ملین تو غیر ملت سے ہون
تاکہ درستی کے ساتھ اس میت کی وصیت و ترکہ بحفاظت اس کے وارثون کو پہونچا دین پھر اگر وارثون کو ان دونون کی طرف شک پیدا ہوا اور وارث دعوی
کرین کہ ان دونون نے کوئی چیز ترکہ مین سے لیکر خیانت کی یا کسی شخص کو دیدی اس زعم کے ساتھ کہ میت نے اس شخص کو یہ چیز دینے کی وصیت کی تھی تو
چاہیئے کہ ان دونون سے قسم لی جاوے اور قسم مین وقت کی تغلیظ کی جاوے یعنی بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے اور عبارت قسم مین تغلیظ کی جاوے جیسا کہ فیقسمان
باللہ لا نشتری بہ ثمنا ولو کان تا قولہ لمن الآثمین۔ مذکور ہے پھر اگر یہ دونون اس طرح قسم کھا گئے اور بعد اس کے کوئی ایسی علامت پر اطلاع ہوئی جس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونون نے جھوٹ قسم کھائی ہو مثلاً جو چیز گم ہوئی ہے وہ ان دونون مین کسی کے پاس نکلی اور ان دونون نے دعوی کیا کہ میت نے ہم کو
ہبہ کر دی یا ہم نے اس سے خریدی ہے اور وارثون نے اس سے انکار کیا حتی کہ منکر پر گواہ لانا یا قسم کھانا واجب ہوا اور گواہ نہین پس قسم کھلائی گئی
تو میت کے وارثون مین سے جو سب سے قریب ناتے دار ہون وہ اُن دونون کے جھوٹے ہونے اور اپنے دعوے کے سچے ہونے پر قسم کھا دین قال
المترجم۔ وارث اپنے دعوے کی سچائی پر قسم کھاوینگے اور اس مین دلیل ہے کہ قسم مین تغلیظ کرنا روا ہے مثلاً جو وقت تعظیم کے ہین مانند عصر وغیرہ کے
اسوقت مین قسم کو بھاری کرے یا مثلاً مکہ مین رکن و مقام کے درمیان کھڑا کر کے قسم لے یا مدینہ مین مسجد نبوی مین یا بیت المقدس کی مسجد مین یا دوسرے
شہرون کی بڑی مسجد یا جامع مسجد مین قسم لے ولیکن فقہائے حنفیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالی کی صفات مانند اللہ وحدہ لا شریک حی قیوم خالق رازق علیم و
شاہد حاضر ناظر ایسے صفات سے تغلیظ کرے اور جو باتین ممنوع ہین اُن سے تغلیظ نہ کرے مانند آنکہ نصرانی سے صلیب کی قسم یا یہودی سے اسیطرح
کی بے بنیاد بات پر جو فسق ہے تغلیظ نہ کرے۔ پھر آگے مفسر نے اس اشکال کا کہ گواہ پر قسم نہین ہوتی ہے یون جواب دیا کہ۔ آیت مین موت کے وقت درپیش
ہو جانے پر دو مردون کو مقرر کرنے سے اگر مراد یہ کہ دو وصی مقرر کرے تو جیسا کہ آیت نازل ہونے کے وقت حکم ہوا تھا ویسا ہی اب بھی برابر باقی ہے

اور اگر مراد یہ کہ دو گواہ مقرر کرے تو دوسری آیت واحادیث سے ثابت ہوا کہ حکم منسوخ ہے کیونکہ سنت مستقر ہو چکی کہ گواہ پر قسم نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ بعد کو اس آیت کا حکم منسوخ ہو گیا اور یہی امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے لیکن فتاوی حنفیہ میں مذکور ہے کہ اگر گواہ کی عدالت و پرہیزگاری جاننے والا کوئی نہ ملا اور دوسرے فریق مخاصم نے (مدعی نے یا مدعا علیہ نے ۱۲) گواہ میں طعن کیا کہ یہ عادل نہیں جھوٹا ہے تو احتیاطاً اُس سے قسم لی جائے اور بعض مفسرین نے کہا کہ جیسے گواہوں سے قسم لینا منسوخ ہے ایسے ہی سوائے مسلمانوں کے غیر ملت والوں کی گواہی بھی مسلمان پر جائز ہونا منسوخ ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بقولہ واشہدوا ذوا عدل منکم میں مسلمانوں پر مسلمان گواہ ہونا فرمایا ہے اور حدیث میں صحیح ہوا کہ کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہیں ہے اور امام احمدؒ نے برخلاف تینوں اماموں کے خاص ایسے واقعہ میں کافر کی گواہی مسلمان پر جائز سمجھی ہے اور من بعد الصلوٰۃ یعنی بعد نماز عصر کے قسم لئے جانے کی خصوصیت فقط اسواسطے کہ وہ وقت بڑی برکت وجماعت کا باہر قوم وملت کے نزدیک لائق تعظیم وقت ہے تو قسم بھاری ہو گی کہ جھوٹی قسم نہ کھائے گا اور آیت میں وارثوں میں سے سب سے قریب ان وارثوں میں سے فقط دو وارث کی خصوصیت قسم کھانے میں مقصود نہیں بلکہ جتنے وارث کہ زیادہ قریب ہوں سب برابر ہیں اور آیت میں دو ہی کا ذکر فقط اس خاص واقعہ کی وجہ سے ہے جسکے سبب سے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے چنانچہ مفسرین علماء سلف وخلف کے نزدیک بالاتفاق اس آیت کا سبب نزول یہ قصہ ہوا جو ابوالشیخ و ابن مردویہ و ابن جریر و ابن المنذر و طبرانی و نحاس و ترمذی و بخاری نے تاریخ میں ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ بنی سہم میں سے ایک شخص سفر کو نکلا تمیم الداری و عدی بن بداء کے ساتھ اور یہ دونوں اسوقت نصرانی تھے۔ پھر سہمی ایسے شہر میں (یعنی ملک شام میں ۱۲) مرگیا جہاں کوئی مسلمان نہ تھا پھر جب دونوں ساتھی نصرانی اسکا ترکہ یعنی چھوڑا ہوا مال لیکر آئے تو سہمی کے وارثوں نے ایک جام گم پایا جو چاندی کا تھا اور اسپر سونے کی تحریریں تھیں (اور یہ اسکی تجارت کا عمدہ مال تھا جو وہ بادشاہ روم کے لیے لے گیا تھا) پس اُس کے وارث ان دونوں کو نبی صلعم کے پاس نالش کرنے کو حاضر لائے تب یہ آیت اُتری (بعض روایت میں ہے کہ قولہ انا اذا لمن الآثمین تک اُتری تھی) پس آنحضرت صلعم نے دونوں سے قسم لی اور دونوں قسم کھا گئے۔ پھر وہ جام مکہ معظمہ میں پایا گیا اور جس کے پاس نکلا اُسنے کہا کہ ہم نے تمیم وعدی سے خریدا ہے پس دوسری آیت نازل ہوئی (یعنی فان عثر علی انہما استحقا اثما الآیہ) پس سہمی کے وارثوں میں سے دو مرد کھڑے ہوئے اور انھوں نے قسم کھائی۔ اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ عمرو بن العاص (مشہور صحابی ۱۲) بن وائل السہمی اور ایک دوسرا مرد سہمی دونوں نے قسم کھائی اور یہ دونوں ہی اس مرد میت کے اقرب وارث تھے۔ اور دوسری روایت ترمذی میں مصرح ہے کہ مرد سہمی نے اس سفر میں مریض ہو کر تمیم وعدی کو اپنا وصی مقرر کیا تھا اور کہا تھا کہ جو مال میں چھوڑ کر مروں وہ میرے وارثوں کو پہونچا دینا پھر جب وہ مر گیا تو دونوں نے جام مذکور نکال لیا اور باقی مال وارثوں کو دیدیا تھا

قال المترجم ابن عباس نے تمیم الداری رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ لوگ سب اس آیت سے بری ہیں سوائے میرے اور عدی بن بداء کے اور ہم دونوں نصرانی تھے اور ملک شام کو تجارت کے واسطے آتے جاتے تھے اور ہم شام میں تھے کہ ناگاہ بنو سہم کا آزاد کیا ہوا غلام جس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا مال تجارت لئے ہوئے شام میں وارد ہوا اور اسکے پاس ایک چاندی کا جام تھا جو بادشاہ شام کے پاس لئے جاتا تھا اور یہی اس کی تجارت میں بڑی چیز تھی وہ بیمار ہوا اور ان دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا کہ میرا ترکہ میرے لوگوں کو پہونچا دینا تمیم نے کہا کہ جب وہ مر گیا تو ہم نے وہ جام لیکر ہزار روپیہ کو بیچا اور آدھا آدھا بانٹ لیا پھر جب ہم لوگوں پاس لوٹ کر آئے تو اُسکا مال جو ہمارے ساتھ تھا دیدیا ان کو وہ جام نہ ملا تو ہم سے پوچھنے لگے ہم نے کہا کہ ہم کو اُسنے یہی دیا تھا اور کچھ نہیں دیا تمیم نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے کے بعد جب میں مسلمان ہوا تو مجھکو خوف پیدا ہوا کہ میں نے وہ بڑا گناہ کیا ہے پس میں اسکے لوگوں پاس آیا اور میں نے سب حال بیان کیا اور پانچ سو روپیہ اُن کو دیدیئے اور آگاہ کر دیا کہ اسی قدر میرے دوسرے ساتھی پاس ہیں تو یہ لوگ اس پر چڑھ دوڑے پس آنحضرت صلعم نے اُن کو حکم دیا کہ قسم دلا دیں الحدیث۔ رواہ ابن ابی حاتم والترمذی وابن جریر اور یہ روایت بسبب ابوالنضر محمد بن السائب کلبی کے جس سے تفسیر میں ذکر آتا ہے صحیح نہیں ہے ولیکن یہ قصہ ابن عباسؓ سے بنا بر روایت مذکورہ تفسیر کے بروایت محمد بن ابی القاسم کے مختصر طور پر اہل سنن نے روایت کیا

اور محمد بن القاسم کو کہا گیا کہ صالح الحدیث ہے اور اس قصہ کو مرسل طور پر بہت سے علمار ثقات تابعین نے بیان کیا ہے اور اسمین بیان ہے کہ قسم لینا
بعد نماز عصر کے واقع ہوا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ تابعین رحمہم اللہ سے بہ کثرت روایت بطریق ارسال کے اس بات کی دلیل ہے کہ یہ قصہ
ان مین مشہور تھا اور اس کی صحت کی شاہد وہ روایت ہے جو ابو موسیٰ اشعری کے زمانہ مین کوفہ مین واقع ہوا اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور
اسمین مذکور ہے کہ ابو موسیٰؓ نے کہا کہ یہ نادر واقعہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین واقع ہونے کے بعد پھر نہین ہوا تھا اور اس واقعہ کے
بھی دونون وصی نصرانی تھے اُن سے بعد نماز عصر کے حضرت ابو موسیٰؓ نے اللہ تعالیٰ کی قسم لی کہ تم نے خیانت نہین کی ہے اور نہ کچھ جھوٹ بنایا
اور نہ کچھ بدلا اور نہ کچھ چھپایا اور نہ کچھ بگاڑا ہے اور یہ اس مرد مسلمان کی وصیت اور یہی اُسکا ترکہ ہے اور ابن جریر نے اسکو دو طریق سے ابو موسیٰؓ
سے روایت کیا اور دونون اسناد صحیح ہین۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ تمیم بن اوس الداری کا مسلمان ہونا ہجرت کے نوین سال مذکور ہے پس جو شخص اس
آیت کے حکم کو منسوخ ٹھہراتا ہے حالانکہ اتنا متاخر ہے وہ کسی دلیل فاصل کو لاوے۔ **قال المترجم** تمیم داری کا مسلمان ہونا مع قصہ جساسہ کے
کتاب الانر الطیح صحیح مسلم مین مروی ہے ولیکن اُنکے اسلام متاخر ہونے سے حکم کا امتداد اسوقت تک ضرور نہین کیونکہ وہ اُن کی جہالت کے حال کا واقعہ ہے
مگر آنکہ فیصلہ ابو موسیٰؓ البتہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حکم منسوخ نہین ہے فتدبر۔ اور ابن جریر کی روایت قضار ابو موسیٰؓ مین ابن عباسؓ سے ہے
کہ ابو موسیٰؓ نے چاہا کہ عصر کے بعد دونون نصرانیون سے قسم لیوین تو مین نے کہا کہ یہ دونون آدمی نماز عصر کے بعد کی کچھ پروا نہین کرتے ہین آپ ان
دونون سے ان کے دین کے موافق اُن کی نماز کے بعد قسم لیجئے۔ **قال المترجم** شاید ابو موسیٰؓ نے اسکو نہین مانا بلکہ احتیاطاً جسوقت مین حضرت صلعم
کے زمانہ مین قسم لی گئی تھی وہی وقت برقرار رکھا لیکن کلام ابن عباسؓ سے نکلا کہ عصر کی خصوصیت نہین بلکہ تغلیظ مقصود ہے عن ابراہیم النخعی و سعید بن جبیر
ان دونون نے کہا کہ جب سفر مین کسی کی وفات کا وقت آجاوے تو وہ مسلمانون مین سے دو آدمی گواہ کرے اور اگر نہ پاوے۔ تو اہل کتاب مین سے
دو مرد گواہ کرے پھر جب وہ دونون ترکہ لاوین پس اگر وارث لوگ اُن کی تصدیق کرین تو دونون کا قول قبول ہوگا اور اگر دونون کو متہم سمجھین تو
نماز عصر کے بعد دونون سے قسم لی جاوے کہ واللہ باللہ ہم نے نہین چھپایا اور نہ جھوٹ باندھا اور نہ خیانت کی اور نہ کچھ بدلا۔ رواہ ابن جریرؒ۔
علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فی تفسیر ہذہ الآیۃ۔ اگر وارثون نے دونون کی گواہی مین شک کیا تو دونون سے بعد نماز عصر کے قسم لی جاوے کہ
واللہ باللہ ہم نے اپنی گواہی کے بدلے ثمن قلیل نہین خریدا پھر اگر میت کے اولیار اس امر پر مطلع ہون کہ دونون کافرون نے اپنی گواہی مین جھوٹ
بولا تو اولیار مین سے دو مرد کھڑے ہون اور قسم کھاوین کہ واللہ دونون کافرون کی گواہی باطل ہے اور ہم نے حد سے تجاوز نہین کیا پس کافرون
کی شہادت رد کر دیجائے گی اور اولیار کی شہادت جائز رکھی جائے گی۔ وہکذا روی العوفی الیضاً عنہ کما رواہما ابن جریر۔ اور اسی طرح بمقتضائے
آیت کریمہ ہذا اس حکم کو بہت سے ائمہ تابعین و سلف رضی اللہ عنہم نے یون ہی تقریر کیا ہے اور یہی امام احمدؒ کا مذہب ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ۔ یہ حکم ایسا ہے کہ بہت قریب لگتی ہے یہ بات کہ ادا کرین شہادت کو اوپر اسکے طریقہ کے ف
یعنی یہ جو حکم دیا گیا کہ بصورت خیانت کے وارثون سے قسم لیکر ان کی قسم پر اعتبار کیا جائے تو یہ حکم ایسا ہے کہ اسکی وجہ سے نہایت قریب لگتی ہے
یہ بات کہ میت کے گواہ لوگ (بنابر ایک تفسیر کے) یا میت کے دونون وصی (بنابر دوسری تفسیر کے) شہادت یا وصیت کو اسی وجہ پر ادا کرین
جس وجہ پر وہ گواہ ہوئے ہین یعنی ٹھیک ٹھیک بات بیان کر دین اسمین کچھ تحریف و کچھ خیانت نہ کرین۔ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ
اَيْمَانِهِمْ یا خوف کرین کہ پھیر دی جائے گی قسم بعد اُن کے قسم کھانے کے ف یعنی ان کے قسم کھانے کے بعد وارثون کی طرف۔ حاصل آنکہ
یہ لگتی بات ہے کہ یا تو ٹھیک شہادت دین یا اُن کی قسم کے بعد وارثون کو قسم کا حق مل جائے گا اور یہ محاورہ ایسا ہے جیسے بندہ کہتا ہے کہ

ف جو لوگ نماز عصر کے بعد وظیفہ اور ذکر کا ورد رکھتے ہین اسکی وجہ یہی ہے کہ اس وقت کی قسم بہت بڑی ہے اور معصیت پر زیادہ گناہ ہے ... (حاشیہ، [illegible])

یا تو سچ بولنا اختیار کریا فضیحت ہو۔ اور مفسر رح نے لکھا۔ او اقرب الی ان یخافوا ان ترد ایمان بعد ایمانهم علی الورثة المدعین فیحلفون علی خیانتهم وکذبهم فیفتضحون ویغرمون فلا یکذبوا یعنی یا زیادہ قریب ہے اس بات کی طرف کہ وہ خوف کریں کہ اُن کے قسم کھانے کے بعد پھیر دیجائے گی قسم وارثوں کی طرف جو اُن کی خیانت کے مدعی ہیں پس وہ ان کی خیانت کرنے پر قسم کھالیں گے تو یہ ناحق فضیحت ہوں گے اور مال بھی پھیر دینا پڑیگا لہذا جھوٹ نہ بولیں گے۔ قال فی المدارک اگر کہا جاوے کہ یہاں حرف او کے کیا معنی ہیں تو میں کہونگا کہ یہ معنی ہیں کہ یہ حکم مذکور اقرب ہے اس بات کی طرف کہ گواہی کو سچائی کے ساتھ ادا کریں خواہ بخوف وحق الٰہی عزوجل یا بخوف آنکہ فضیحت ہو کر شرمندہ ہوں گے۔ اس حکم سے بعض نے حجت پکڑی کہ مدعی کی طرف قسم پھیرنا روا ہے اور جواب دیا گیا کہ نہیں بلکہ جو شخص منکر ہو اسی پر قسم عائد ہوتی ہے چنانچہ وارثوں نے اس قصہ میں دونوں نصرانیوں پر دعویٰ کیا تھا کہ ان دونوں نے خیانت کی اور ان دونوں نے انکار کیا اور منکر ہو کر قسم کھائی اور چھوٹ گئے پھر جب وہ جام نکلا اور اُن کا جھوٹ قسم کھانا کھلا تو دونوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نے میت سے خریدا ہے اور وارثوں نے انکار کیا تو قاعدہ کے موافق وارثوں پر قسم عائد ہوئی کیونکہ وہ خرید واقع ہونے سے منکر تھے۔ قال المترجم مفسر رحمہ اللہ نے بھی بیان معنی میں بقولہ فان اطلع علی امارة تکذبهما فادعیا دافعاله، سے وصی کے مدعی اور وارثوں کے منکر ہونے پر اشارہ کیا تاکہ وارثوں کی طرف قسم عائد ہونے کی توجیہ ہو اور سبب نزول اسکا شاہد صریح موجود ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور ڈرو اللہ سے ف یعنی ہر ایسی بات جو اسکی مرضی کے خلاف ہے از انجملہ یہ کہ خیانت کرنا و جھوٹ بولنا سو سبکو بھی چھوڑو۔ وَاسْمَعُوْا۔ اور سنو۔ ف یعنی جو کچھ کہ تم کو حکم دیا جاتا ہے اور کانوں سے بہرے نہیں ہو لیکن دل سے قبول کرنے کا سننا سنو اور یاد رکھو کہ جو اپنے خالق معبود و پروردگار سے مخالفت کرے وہ کھٹکا پھریگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا راہ خیر کی طرف اُس قوم کو جو فاسق ہیں ف یعنی اُسکی فرمانبرداری سے باہر ہیں۔ پس قولہ الی سبیل الخیر متعلق لا یهدی ہے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝

جس دن اللہ جمع کریگا رسول پھر کہے گا تم کو کیا جواب دیا بولیں گے ہم کو خبر نہیں تو ہی ہے چھپی بات جاننا

يَوْمَ يَجْمَعُ۔ زجاج نے کہا کہ جس دن اللہ تعالیٰ جمع کریگا رسولوں کو ف وہ دن قیامت ہے اور یہ یا تو متعلق ہے اتقوا کے یعنی ڈرو اللہ تعالیٰ سے اس دن کہ جس دن رسول اور تمام خلائق محشر میں جمع ہوں اور یا علیحدہ جملہ ہے اور اذکروا یا اسکے مانند پوشیدہ ہے۔ یعنی بیان کردے اور نصیحت کردے کہ یاد کریں وہ دن کہ جس میں اللہ تعالیٰ جمع کریگا رسولوں کو اور وہ روز قیامت ہے۔ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ پھر فرمادیگا اللہ تعالیٰ تم کو کیا جواب دیا گیا ف یعنی اللہ تعالیٰ قوم کی سرزنش و ملامت کے واسطے رسولوں سے ارشاد فرمادیگا کہ وہ کیا جواب ہے جو تم کو دیا گیا جبکہ تم نے قوم کو توحید کی طرف بلایا۔ حاصل آنکہ او تعالیٰ علام الغیوب ہے اسکو خوب معلوم ہے جو کچھ قوم نے جواب دیا ولیکن یہ دریافت کرنا فقط قوم کو ملامت و فضیحت کرنے کے واسطے ہے جیسے فرمایا۔ واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت یعنی زمانہ جاہلیت کے عرب جو لڑکی کو زندہ درگور کردیتے اور توپ دیتے تھے تو فرمایا کہ اس موؤدہ لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ تو بیچاری کس گناہ پر ماری گئی اور مقصود اس کے قاتل زندہ درگور کرنے والے کی سرزنش ہے کہ اسپر حجت قائم ہوجائے اور ما استفہامیہ ہے اور ذا بمعنی الذی ہے اور بعض نے کہا کہ ذا زائدہ اور ما منصوب با جبتم ہے۔ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا۔ بولے ہم کو اسکا علم نہیں ہے ف یعنی بولیں گے کہ پروردگار ہمارا کچھ علم نہیں اور ماضی بجائے مضارع کے اشارہ ہے کہ یہ امر یقینی ہے اور پہلے یجمع و یقول فرمایا تاکہ اہل ایمان دنیا میں اس کی تاویل کے منتظر نہ ہوں۔ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ بیشک تو ہی ہے چھپی بات جاننا ف پس تو خوب جانتا ہے کہ جو کچھ اُنھوں نے ہم کو جواب دیا اور اپنے دل میں

چھپا یا جس کو ہم نہین جانتے ہین غیوب جمع غیب کی مصدر اور حاصل مصدر دونون معنی مین آتا ہے وہ در اصل مصدر ہے اور مراد وہ چیز جو غائب ہے - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی کے نزدیک کچھ بھی غائب نہین تو جواب یہ کہ یہ تو اسی آیت سے ثابت ہے کہ تو خوب جاننے والا ہے - اس سے پوشیدہ کہان لیکن مراد یہ کہ جو بندون کے علم سے پوشیدہ و غائب ہو وہ تجھی کو معلوم ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ جنت و دوزخ کا عیانی علم کسی کو نہ ہو بلکہ فرشتہ اور حضرت صلعم اسکو جانتے تھے بلکہ مراد یہ ہو کہ جو کسی بندہ کی شان سے نہین وہ بھی او تعالی جانتا ہے اور کسی بندہ پر یہ صادق نہین ہو کہ وہ عالم علی الاطلاق ہو حتی کہ کوئی بندہ ہو اس سے جاہل ہے کہ قیامت کب ہوگی اور وہ کہان مرے گا کوئی قطعی و یقینی طور پر نہین جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ رسل علیہم السلام کو جو جواب دیا گیا تھا اس کو وہ جانتے تھے پھر اُنھون نے یہ کیونکر کہا کہ لا علم لنا - تو جواب یہ ہو کہ قولہ ماذا اُجبتم - مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ ظاہر تم کو کیا جواب دیا گیا اور دوم یہ کہ تمھاری دعوت توحید کو قوم نے کس قبولیت سے قبول کیا یعنی صدق و اخلاص سے قبول کیا یا نفاق سے قبول کیا - پس دوسری صورت مین اُن کا جواب ظاہر ہے کہ در واقع اُن کو اسکا کلیہ علم نہ تھا کہ نفاق ہے یا اخلاص ہو الا اسی قدر کہ اللہ تعالی کے معلوم کرانے سے ان کو معلوم تھا اسی واسطے کہا گیا کہ معنی یہ ہین کہ ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ مین گویا معدوم ہے کیونکہ ظاہر و باطن تصدیق و ایمان کا علم تو تجھی کو ہے اور قولہ لا علم لنا - مین بھی کہا گیا کہ مراد نفی العلم مطلقاً نہین ہو بلکہ ادب کے ساتھ تمام علم حضرت باری تعالی کو تفویض کیا کہ تو ہی علام الغیوب ہو ہمارا علم کچھ علم نہین - امام رازی نے کبیر مین کہا کہ رسولون کو یہ تو معلوم تھا کہ یہ سوال بطور اس قوم بدبخت کی توبیخ کے ہو کہ آخر یہ لوگ ابھی عقاب مین پڑینگے اور اُن کو معلوم تھا کہ ایسا عالم و دانا ہے کہ اس کو کسی وجہ پر جہل نہین اور حلیم ہو کہ وہان سفہ کا نام نہین اور عادل ہو کہ وہان ظلم کو دخل نہین تو اُنھون نے جان لیا کہ ہمارے قول سے نہ کچھ کسی کو بھلائی حاصل اور نہ کچھ برائی دور ہوگی کیونکہ وقت عدل و پاداش ہو تو اُنھون نے ادب اسی مین دیکھا کہ سکوت کرین اور تمام علم حضرت باری تعالی کی طرف سپرد کرین اور اسی کے عدل پر چھوڑین پس کہا کہ لا علم لنا - اور بعض نے کہا اے ہم کو علم نہین جو اُنھون نے ہمارے پیچھے برتاؤ کیا اور یہ ضعیف ہو اور اسی طرح جو بعض نے کہا کہ ہمارا علم اُن کی بابت ایسا نہین جیسا تیرا علم ہے اور مفسرین نے جواب دیا کہ - ذہب عنہم العلم لشدۃ ہول یوم القیامۃ و فزعہم ثم یشہدون علی اممہم لما یسکنون - یعنی محققین علماء نے احادیث و آیات سے بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز اوقات و مقامات ہونگے پس یہ حال اُسوقت ہوگا کہ روز قیامت کے ہول و دہشت سے اور نہایت فزع و گھبراہٹ سے بالکل دل بھولے ہوئے ہون گے پس اُن سے یہ علم جاتا رہیگا کہ اُن کو قوم نے کیا جواب دیا اور کیونکر قبول کیا تھا پھر بعد کو جب سکون پاوینگے تو اپنی قوم پر گواہی دینگے کہ اُنھون نے ایسا اور ایسا کیا اور یہی جواب صحیح و یہی سلف سے مروی ہے - ذکرہ الشیخ ابن کثیر حضرت مجاہد و حسن بصری و سدی نے کہا کہ رسولون سے یہ قول بسبب ہول روز قیامت کے ہوگا عبدالرزاق نے مجاہد سے روایت کی کہ جب او تعالی جل جلالہ فرماویگا کہ ماذا اجبتم تو فزع و گھبراہٹ سے عرض کرینگے کہ لا علم لنا - اے پروردگار ہم کو تو معلوم نہین - رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم - قال اسباط عن السدی فی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم قالوا لا علم لنا - وہ لوگ ایسے مقام مین ہون گے کہ وہان عقلون کو ذہول ہوگا تو جب پوچھے جاوینگے تو کہین گے کہ لا علم لنا پھر دوسرے مقام مین اُتارے جاوینگے تب اپنی قوم پر گواہی دینگے - رواہ ابن جریر - عن ابن جریج فی قولہ ماذا اجبتم - اے تمھارے بعد اُنھون نے کیا کام کیے اور تمھارے بعد کیا نئی بدعتین نکالین تو رسول جواب دینگے کہ لا علم لنا انک انت علام الغیوب - ایسا ہی ابن جریر نے من طریق الحجاج عن ابن جریج روایت کیا - علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رض فی الآیۃ رسل علیہم السلام حضرت حق عز و جل سے عرض کرینگے کہ ہمارا علم کیا ہو کچھ نہین تو ہی خوب دانا ہے کہ ہم کو کیا جواب ملا - رواہ ابن جریر - قال ابن کثیر ان تین اقوال مین سے شیخ ابن جریر نے اسی تفسیر

قول کو اختیار کیا اور اس مین شک نہین کہ یہ اچھا قول ہے اور یہ بطریق ادب کے ہے کہ اوتعالیٰ کے علم محیط کے سامنے جو درحقیقت علم ہے ہمارا کچھ علم نہین یعنی ہم کو اگرچہ جواب دیا گیا اور جس نے قبولیت سے جواب دیا ہم نے اسکو پہچانا لیکن کچھ ہم کو ظاہری شناخت ہوئی باطنی بعض کی شناخت نہین ہوئی اور اے ہمارے مالک مولا عزوجل تو ہر چیز پر ہر طرح خوب مطلع دانا و بصیر ہے تو ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ مین گویا کچھ نہین ہے۔ **قال المترجم** کوئی شک نہین کہ اہل تحقیق کے نزدیک جو صفات ایسے ہین کہ لفظ مین بندون پر بھی اطلاق ہوتے ہین جیسے علم و بصارت و ارادہ و قدرت وغیرہ یہ سب ایک معنی مناط تکلیف مین جسکو اہل الحق یون تعبیر کرتے ہین کہ نہ بندہ محض مجبور مانند پتھر وغیرہ کے ہے اور نہ مختار ہے بلکہ امر بین بین یعنی بیچ بیچ مین ہے اور چونکہ تاویل حقیقت ایک حالت ہے کہ بیان سے اعلیٰ اور حیوانی عقل سے باہر ہے لہذا اس عبارت مین تعبیر کرتے ہین اور حقیقت ان صفات کی مخصوص بجناب باری تعالیٰ جل جلالہ ہے پس صفات اسی کی جناب مین اس کی شان پر حقیقت مین صادق ہین اور مرد مومن متقی جو بدعتی نہ ہو اگر اپنے ظاہر و باطن کو شرع کے موافق اصلاح پر رکھے اسکو حضرت حق عزوجل اس ہدایت سے سرفراز فرماتا ہے اور وہ آئینہ کے مانند جانتا ہے کہ مخلوق کی کسی صفت کو جو عقل حیوانی ثابت کرتی ہے اسی نام کی صفت باری تعالیٰ سے کوئی نسبت ہی نہین ہے۔ پس لا علم لنا ہر طرح سچ ہے اسمین دروغ کو دخل ہی نہین ہے پس یہ اعتراض کرنا کہ لا علم لنا دروغ ہوا جاتا ہے محض جہالت کا اعتراض ہے لیکن چونکہ عوام کی عقل حیوانی اسمین ادراک سے عاجز ہے لہذا جواب اسلم وہ ہے جو مجاہد و سدی و حسن وغیرہ سے بربنائے اختلاف مقامات مذکور ہوا کہ اول حالت مین بسبب ہول و فزع کے ایسا کہین گے اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ رسل علیہم السلام فزع سے نجات پائے ہوئے ہین۔ کما قال تعالیٰ۔ لا یحزنہم الفزع الاکبر الآیۃ۔ اور جواب دیا گیا کہ فزع اکبر کی نفی سے مطلق فزع کی نفی نہین۔ اور نیز حزن بمعنی غم ہے کسی چیز کے فوت ہونے پر اور انبیا علیہم السلام ہمہ تن مطیع رہے ہین اُن کو رضاء حق سے محرومی نہ ہوگی اور نیز عدم حزن بفزع اکبر۔ دوسرے مقام پر ہوگا اور کثرت سے احادیث صحاح اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ رسل علیہم السلام اُسدن بہت دہشت مین ہون گے ہر ایک اپنے نفس و اپنی ذات کی سلامتی کا متمنی ہوگا بسبب ظہور غضب و جلال آلہی عزوجل کے سوائے ایک سالت مآب محمد مصطفےٰ صلعم کے کہ آپ کو اُمت عاصی کا خیال ہوگا اور یہ آپکے خصوصیات مین سے ہے فلیتفکر ثم اشکروا والحمد للہ رب العالمین ف۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول الآیۃ۔ صفات و سبحات ذات تعالیٰ و تقدس کے ظہور کیلئے بندون کی ارواح کو مواقع و اوقات ہین سو حالت حیات مین جبتک دائرہ دہر و حدوث مین گرفتاری ہے ظہور بطریق کشف و عرفان کے ہے پھر شیخ نے کہا کہ اور جب کشف کلی اور ظہور تمام منظور ہوگا جیسا کہ خطاب ازلی سے مفہوم ہے یعنی قیامت مین کہ دن وہ زمانہ وہان آخر ہے تو سب خالص بندے مرسلین نبیین و ملائکہ جمع کئے جائین گے اور یہی بڑی حضوری کا دن ہے تو عارفین وہان جمال حق و قرب و وصال سے متمتع ہون گے۔ اور قیامت ایک نہایت عجیب و غریب شہر ہے کہ یہان کے مردے وہان زندہ ہین تو وہ ہمیشہ وہان میدان سرور مین نور کے گھوڑون پر سوار درگاہ اُنس مین خوشحال جاوینگے اور وہان مقامات بہت ہین پس ایک مقام پر تو اُن کو بقا ہوگی جبکہ حضرت جل جلالہ ان نابود بندون کیلئے بسط عنایت سے مشاہدہ کی نعمت مرحمت فرما دیگا۔ اور ایک مقام مین اُن کو فنا ہوگی اور یہ سطوات عظمت کے ہجوم و تراکم سے جبکہ کبریا و عظمت کا ظہور ہوگا اور اسی مقام پر حدوث تو جو کچھ اسمین ہے سب کچھ عزت و قدم مین مضمحل ہو جاوینگے پس کبھی تو جلال سے فنا اور کبھی جمال سے بقا ہونگے اور کبھی لطف سے اور کبھی قہر سے مخاطب ہون گے اور ایسے ہی خطاب ہے۔ قولہ لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ اور ایسے ہی قولہ یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ماذا اجبتم۔ اُن کے خطاب سے اُن کو بیمارفنا کر دیا کہ ربوبیت مین عبودیت عاجز ہے اور قدم مین حدوث فنا ہے اور یہ اُن کو خطاب ندا ہی سے معلوم ہو چکا تھا اب بالعیان بعد خبر کے مشاہدہ کرا دیا اور یہ علم صادق وہ ہے کہ خبر اُسمین مطابق معائنہ ہے اور یہ نہین کہ عرفان کے لئے اور کافرون کے خذلان کیلئے

ہے ورنہ او تعالیٰ شانہ کو علم محیط قدیم ازلی ابدی ہے ہرگز وہان جہل کا نام نہین بلکہ جہل کی نفی کرنا شرم ہے کیونکہ نفی وہان کرنی چاہیے جہان اس چیز کا وہم تو ہو سکے
اور یہان علم و جہل اسکی مخلوق ہین یعنی آنکہ ظہور انکا معانی ہین اسکی تکوین ہے علاوہ ازین عدم مخلوق ہونا یا نہ ہونا اور انکا عدم داخل قدرت ہین یا نہین مترجم
کے نزدیک جاہلون کے خیالات ہین اور شیطان نے ایک مضحکہ بنایا ہے اس طرف توجہ کرنیوالے اہل ایمان و اہل عرفان کے نزدیک بیابان جہالت کے
سرگردان ہین تو کبھی اس مضحکہ مین گرفتار نہوں اور کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم سے معرفت حاصل کرتا کہ روشن راہ پر چلاوے والسلام۔ واضح ہو
کہ رسل علیہم السلام نے جو جواب دیا کہ لا علم لنا اسکے یہ معنی ہین کہ ہم کو اسکا علم نہین جو تیری ہم سے مراد اور ہماری قوم سے جن پر ہم بھیجے گئے تھے مراد
ہے اور ہم کو اسکا علم نہین تو تو نے ازل مین ہم سب پر جاری کیا اور ہم کو اسکا علم نہین جو ہمارے نفوس مین ہے بجز جو تیری مراد ہے اسکا علم تو بڑی بات ہے
اور ہم کو علم نہین مگر ایک مخلوق علم حادث جو تیرے علم پاک و تعلیم پاک سے ملا اور وہ درحقیقت تیرا ہی علم ہے اسی واسطے فرمایا کہ انک انت علام الغیوب
اور نیز اس سے بھی شرمائے کہ ہم اس امر کو اظہار کرین کہ لا علم لنا۔ اسی واسطے عرض کیا کہ حکم کی بجا آوری تھی ورنہ ہم یقین جانتے ہین کہ انک انت علام
الغیوب۔ اور اسی واسطے اس کلام کو حرف ان و ضمیر فصل اور صیغہ مبالغہ و باوجود غیب مصدر ہونے کے اسکی جمع اور جملہ اسمیہ وغیرہ تاکیدات سے مؤکد کیا
حالانکہ وہان منکر کوئی نہین ہے فافہم۔ قال الشیخ۔ اور ہرگاہ کہ کشف عظمت مین مبہوت و متحیر و حیران و از خود رفتہ ہوگئے تو ارواح و پاکیزہ و خرم ہوئین لیکن
اشباح و صورتین مضمحل و از خود رفتہ ہوگئین اسواسطے ان کو یہ طاقت نہ رہی کہ جو ان کے دلون مین ہے وہ ادا کرسکین بسبب رعب و دبدبہ خطاب
حضرت رب العزت جل جلالہ کے۔ اور نیز وہ شرمائے کہ قوم ناہنجار نے جو اُن کو جواب دیئے تھے وہ حضرت او تعالیٰ کی عظمت و جلال کے حضور مین
اظہار کرین یعنی یہ کہ دنیا مین شیطان کے پیرو ایسے بیہودہ جواب دیتے ہین کہ اُن کی باتون سے پروردگار جل جلالہ کی معرفت فی الجملہ حاصل
رکھنے والون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور جب قیامت مین ان ناپاکون کی آنکھین کھلین گی تو معلوم ہوگا کہ کس درجہ بیحیائی کرچکے ہین پھر بندگان
خاص سے وہ ناپاک جواب ادا نہ ہوسکے تو انھون نے علم الٰہی پر تفویض کیا اور مترجم پہلے بیان کرچکا ہے کہ لا علم لنا سے حقیقی علم کی نفی ہر حال مین صادق ہے مگر تو ایسے
شخص کے سامنے جو اُس کو نہ جانے روانہ ہوگا۔ فافہم۔ قال الشیخ اور نیز لا علم لنا یعنی جو کچھ تو نے ان کے اسرار مین مخفی کیا وہ ہم کو نہین معلوم کیونکہ غیب
تو ہی جانتا ہے اسی واسطے کہا کہ انک انت علام الغیوب۔ واسطی رح نے کہا کہ اظہار کیا اسکو جو ان کی طرف سے ان بندون سب کی طرف تھا تو خاص بندے
بولے کہ ہم کیونکر کہین کہ امت نے ایسا کیا یا ہم نے یون کیا تو وہان حقیقت کے حال مین زبانین بند ہوگئین۔ اور کہا کہ رسولون کو خطاب فرمایا نہ قوم کو
کیونکہ او تعالیٰ دانا تر ہے کہ یہ مخلوق خطاب کے بوجھ اُٹھانے والی ہین اور انبیا کی شناخت مین بڑی بات یہ ہے کہ خطاب کو مشاہدہ مین برداشت کرتے
ہین اور یہ نہایت سخت منزلت ہے اسی واسطے جواب ظاہر نہ کیا اور نہ بول سکے مگر یہی عاجزی کی زبان سے کہا کہ لا علم لنا۔ ہم کو علم ایسی حالت مین کہان کہ
تو نے جبروت کو کشف فرمایا ہے۔ جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ ان کے ساتھ رفق و نرمی تھی کہ سمجھے نہین اور اگر سمجھتے و جانتے تو جواب خطاب وارد ہونے
کی وجہ سے بسبب ہیبت کے مرجاتے۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ ہم کو تیرے سوال کی سمجھ نہین اور ہم سے کوئی جواب نہین ہے بعض نے کہا کہ جب انپر ظہور حق تجلی علم و سبقت ہوا تو وہ اپنے علوم بھول
گئے اور لا علم لنا ادب کی پابندی ہے اور یہ نہین تھا کہ جو کچھ انکو جواب تھا اس سے نادان تھے محمد بن الفضل رح نے کہا کہ جو جواب اس سوال کے لائق ہو اسکا ہم کو کچھ علم نہین ہے۔ فافہم

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ

جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی مان پر جب مدد کی مین نے تجکو روح پاک سے

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَىٰةَ

تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین اور جب سکھائی مین نے تجکو کتاب اور پکی باتین اور توریت

وقف لازم

وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ
اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے پھر دم پھونکتا اس میں تو ہو جاتا
طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ
جانور میرے حکم سے اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ اندھا اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑے کرتا مردے میرے حکم سے
وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لایا اُن پاس نشانیاں تو کہنے لگے جو کافر تھے
مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا
اُن میں اور کچھ نہیں یہ جادو ہے صریح اور جب میں نے دل میں ڈالا حواریوں کے کہ یقین لاؤ مجھ پر
بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ۝
اور میرے رسول پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں

واضح ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں سے ان لوگوں کے جواب کی نسبت جو انھوں نے رسولوں کو دیا سوال کرنے سے ان لوگوں کو توبیخ کیا بعد ازاں اس آیات معجزات کو جو اپنے رسولوں کو عطا فرمائے بیان کرکے توبیخ فرمائی کہ باوجود معائنہ ان آیات و معجزات باہرہ کے پھر بھی ان لوگوں میں سے بعض نے ان کو جھٹلایا اور ساحر کہا اور بعض نے اسقدر غلو کیا کہ ان کو معبود و الٰہ تصور کیا چنانچہ بیان فرمایا۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ جب کہیگا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے ف اذ ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہے اور یہ یاددہانی و نصیحت ہے کہ ایسا ہونیوالا ہے پس اسوقت سے نیکبخت لوگ اپنی پیش بینی کریں اسی واسطے قال ماضی فرمایا حالانکہ قیامت میں واقع ہوگا بمعنی آنکہ قطعی الوقوع بمانند ماضی کے ہے۔ اور تخصیص عیسیٰ علیہ السلام کی ظاہر ہے کہ دو بڑے گروہ یہود و نصاریٰ مختلف ہیں کہ یہود تو ایسی سخت بدی کرنے لگے کہ اونکو جھوٹا مانا اور رسول نہ جانا اور نصاریٰ ایسا غلو کرنے لگے کہ انکو الٰہ یا خدا کا بیٹا کہنے لگے جس سے اہل ایمان کے دین کھڑے ہوتے ہیں اور یہ بیان انعامات عیسیٰ و اُن کی والدہ کے اصلی حالات مقدمہ تمہید ہے آئندہ کلام کی اور وہ قولہ انت قلت للناس اتخذونی و امی الٰہین من دون اللہ۔ جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پس پہلے ان آیات میں جو عیسیٰ علیہ السلام و اُن کی والدہ پر انعامات وغیرہ اور اُن کی دعا سے پیروی کرنے والوں پر فضل ہوا اور نافرمانوں پر عقاب ہوا ہے سن کر نصیحت لینا چاہیے چنانچہ فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندہ و رسول عیسیٰ علیہ السلام کو غرق منت و احسان فرماویگا اور ان کے بارہ میں افراط و تفریط کرنے والوں کو ملامت و سرزنش کرنے کو یوں خطاب کریگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ یاد کر میری نعمت کو جو تجھ پر ہوئی اور تیری والدہ پر ہوئی ف یاد کرنے سے یہ مراد کہ اس کی شکرگزاری کر۔ اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام ہر حال میں یاد رکھنے اور شکر ادا کرتے تھے مگر مقصود اس سے اس امر کا اظہار ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برگزیدہ بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا پس وہ ناہنجار قوم جو اس کو نہ مانتی تھی خوار ہوا اور نیز وہ قوم جو اس کو آلہ و معبود و بیٹا سمجھتی تھی اپنی غلطی پر افسوس کرے کہ وہ ایک بندہ تھا جس پر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے مانند معجزات وغیرہ سے انعام کیا تھا چنانچہ اس کو رسول کیا اور اس کی ماں کو پاک بندی عبادت کرنیوالی واس زمانہ کی تمام عورتوں سے برگزیدہ دیندار بنادی پھر خاص خاص انعام کو یاد دلایا۔ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ قف جبکہ میں نے تجکو قوت دی اپنے خاص فرشتہ جبرئیل سے ف اور قدس بمعنی پاکیزگی ہے اور مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ رہتے جہاں جاتے وہاں ساتھ جاتے اور جو معاملات واقع ہوتے ان میں مدد کرتے اور علوم و معارف ان کو بطریق الہام کے سکھلاتے اسی واسطے عجیب خلاف عادت

باتین حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سرزد ہوتی تھین اور بعض نے کہا کہ رُوح القدس وہ کلام تھا جس سے مردے کو زندہ کرتے تھے اور یہ ضعیف ہے بلکہ وہی اعانت جبریل علیہ السلام مراد ہے اسی واسطے تائید کا بیان فرمایا بدون عطف کے تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا تو کلام کرتا لوگون سے گود مین اور بڑی عمر مین ف یہ جملہ اعراب مین ایدتک کے کاف خطاب مفعول سے حال واقع ہے اور مہد مین یعنی حالت طفولیت مین وکہل مین یعنی زمانہ سن کہولت مین - حاصل آنکہ مین نے روح القدس سے تیری تقویت کی درحالیکہ تو باتین کرتا تھا لوگون سے بچپن و جوانی مین چنانچہ جب مریم کو لوگون نے بہتان لگایا تو مہد یعنی گہوارہ مین سے چند روز کے بچہ تھے بولے کہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب الآیۃ - یعنی مین اللہ تعالیٰ کا بندہ ہون مجھے اس نے کتاب دیکر اپنا رسول کیا ہے حالانکہ اسوقت تک انجیل اتری بھی نہ تھی اور اسی حال مین اپنی مان کا پاک ہونا ظاہر کیا - اگر کہا جاوے کہ مہد مین یون کمال عقل کی باتین کرنا تو احسان و معجزہ ہے اور حالت کہل مین تو سب ہی باتین کرتے ہین ان کی تخصیص کیا ہے تو جواب یہ ہے کہ معنی کلام کے یہ ہین کہ تجھ پر دونون حالتین یکسان تھین کچھ فرق نہ تھا - بخلاف اور لوگون کے اور نیز اظہار ہے کہ وہ بندہ تھا مخلوق کہ اسکے بچپن و شباب و جوانی کی حالتین سن کی بدلتی تھین جیسے آدمیون پر گذرتی ہین علاوہ برین کہل مین لوگون سے کلام کرنا بھی ایک نشان قدرت ہو گیا - کما قال المفسر لیفید نزولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکہولۃ کما سبق فی آل عمران - کیونکہ وہ سن کہولت سے پہلے آسمان کو اُٹھائے گئے ہین اور قیامت سے کچھ پہلے اُتارے جاوینگے تو اسقدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم مین ان کو کچھ تغیر نہ ہوگا بلکہ اترین گے تو وہی سن قریب کہولت کے ہوگا اور سات برس دنیا مین جہاد وغیرہ سے دین محمدی صلعم کی تائید کرینگے پھر مر جاوین گے اور مسلمان انکے جنازے پر نماز پڑھکر دفن کرینگے - یہان سے نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا اقتضار النص سے ثابت ہے اور جاننا چاہیئے کہ مشرکون و کافرون سے بڑا تعجب ہے کہ اہل اسلام کی کتب احادیث مین جو آثار و اخبار مروی ہین وہ مفصل یک ایک موجود و ظاہر ہوتے جاتے ہین اور دین اسلام نہایت عمدہ اخلاق و پاکیزہ قانون پر مبنی ہے حتیٰ کہ اُسی سے نصاریٰ نے اپنا قانون بنایا پھر بھی یہ لوگ اہ دیکھتے اور نہین مانتے ہین اور کہتے ہین کہ مسلمانون کی حالت اچھی نہین اور یہ اور بھی عجیب ہے کیونکہ گفتگو دین اسلام کی خوبی مین ہے اور مسلمان لوگ اگر اپنے دین پر نہین چلتے تو یہ ان کا قصور ہے اور اسی سے اُن کی حالت خراب ہے - تم دین اسلام پر چلو اور مسلمانون کی چال کو مت دیکھو واللہ الہادی وہو المضل و نعوذ باللہ من الضلال -

بالجملہ اوتعالیٰ نے اپنے رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ احسان رکھا کہ اسکو روح القدس سے تائید دی کہ طفولیت و کہولت مین اُن کی یکسان باتین ہین اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تیس برس کے سن مین رسول ہوئے پھر دو برس چھ مہینہ رسالت پر رہے پھر اللہ تعالیٰ نے اُٹھا لیا پھر سن کہولت مین زمین پر اتارے جاوین گے اور آل عمران مین یہ بحث گذری کہ مواہب و اس کی شرح وغیرہ مین باستدلال بیان ہوا کہ چالیس برس کے سن سے پہلے کوئی نبی نہین ہوا اور حاکم کی روایت مین ایک سو بیس برس کے سن مین اُٹھایا جانا مذکور ہوا ہے لیکن شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو ابن عساکر کی روایت غریب قرار دیا اور تینتیس برس کے سن مین اُٹھایا جانا مسلم رکھا ہے کما مر سابقاً - اور بر بنائے روایت حاکم و قول شرح مواہب وغیرہ کے سن کہولت مین انکا کلام واقع ہو گیا اور یہی ظاہر آیت ہے الا آنکہ کہا جائے کہ قیامت مین اتنان کے وقت ایسا وقوع ہو جائیگا کہ طفولیت و کہولت مین انکا باتین کرنا متحقق ہوگا اور صحیح ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ نے طفولیت و مہد مین صرف ایک مرتبہ کلام کیا تھا اور وہ قولہ تعالیٰ حکایۃ عنہ انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیۃ مین مذکور ہے اور مؤلف فتح البیان نے جو اس مقام پر لکھا کہ یہ مخصوص بزرگی فقط حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہوئی اُن سے پہلے کسی اور کو حاصل نہین ہوئی تھی تو یہ مؤلف مذکور کا سہو ہے اور صحیح ہوا کہ چند بچے ایسے ہوئے ہین جنھون نے مہد مین کلام کیا اور مفسر جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ نے ان کو بالاستیعاب نظم کیا ہے از انجملہ جس طفل نے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت پر گواہی دی تھی وہ بھی شیر خوار تھا اور وہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت پہلے ہوا ہے - فافہم - اور ابو موسیٰ اشعریؓ سے مرفوع روایت ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو انبیا علیہم السلام

و اُن کی اُمتیں بلائی جاوینگی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلائے جاوینگے اُن کو مقرب فرماکر اوتعالیٰ اُن کو اپنی نعمتیں یاد دلاویگا پس فرماویگا یا عیسیٰ بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلی والدتک الآیۃ پھر فرماویگا انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ پس عیسیٰ علیہ السلام انکار کرینگے کہ اے پروردگار مین نے نہین کہا اور اگر مین نے کہا ہوتا تو ضرور تجھے معلوم ہوتا پس نصاریٰ بلائے جاوینگے اور اُن سے پوچھا جاویگا تو وہ کہین گے کہ ہان اس نے ہم کو یہی حکم دیا تھا تا آخر حدیث اور انجام آمین یہ مذکور ہی کہ حجت قائم ہو کر نصاریٰ کو صلیب آگے کر دی جائے گی کہ اسکے پیچھے پیچھے دوزخ کو جاوین گے۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن عساکر وفیہ ضعف پھر اللہ تعالیٰ نے اونعمت یاد دلائی بقولہ۔ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ اوجب سکھائی مین نے تجکو کتاب اور پکی باتین ف۔ بعض نے کہا کہ کتاب سے جنس مراد ہے عموماً اور ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کیا کہ کتاب سے لکھنا مراد ہے اور حکمت سے فہم اور کلام محکم بقرینہ قولہ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ۔ اور توراۃ اور انجیل ف۔ اور توریت سے مراد وہ کتاب آلٰہی جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور ابن کثیر نے کہا کہ حدیث مین بعض مقام پر توریت کا اطلاق اس سے اعم معنی پر ہوا ہی اور بنا بر قول اول کے یعنی کتاب سے جنس کتب مراد ہے تو پھر عطف بطریق تخصیص بعد تعمیم ہوگا بسبب اسکے کہ حضرت عیسیٰ کو ان دونون کتابون سے مزید خصوصیت تھی کیونکہ یہود جو آپ سے جھگڑے کرتے تھے تو آپ توریت سے ان کو قائل کرتے اور اپنی رسالت کو اس سے ثابت کرتے تھے جیسا کہ انجیل مین جو ملحقات حواریین مین اینین یہ بات مصرح ہے پھر اونعمت یاد دلائی بقولہ۔ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ۔ اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم سے ف۔ یعنی مٹی سے پرند کی ہیات کے مانند تصویر بناتا تھا پس خلق یہان تصویر بنانے کے معنی مین ہی اور پیدا کر دینے کے معنی مین نہین ہوسکتا بقرینہ مابعد کے اور تصویر بنانا اگرچہ حرام ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا تو یہ مشروع نہ تھا اور یا خاص اجازت تھی جیسا کہ قولہ باذنی دلالت کرتا ہے اور یہ ظاہر نظم ہے اور بعض نے کہا کہ اذن سے مراد آسان کر دینا اور کہیئۃ الطیر مین کاف اسمیہ بمعنی مثل ہے اور وہ مفعول تخلق ہے اور مروی ہوا کہ فقط چمگادڑ بنایا تھا اور آل عمران مین تمام تفسیر گذر چکی ہے۔ معنی آنکہ اور یاد کر جبکہ تو ہماری اجازت سے پرند کی صورت کے مثل کو مٹی سے بناتا تھا فَتَنْفُخُ فِيْهَا پھر تو دم مارتا اس ہیات مین ف۔ یعنی ساختہ تصویر مین پھونکتا تھا۔ فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ۔ پس ہو جاتا جانور میرے حکم سے ف۔ یعنی یہ تصویر تیرے پھونکنے کے بعد پرند ہو جاتی تھی میرے ارادہ وتاثیر قدرت سے۔ پس باذنی سے تصریح کر دی کہ اوتعالیٰ نے عیسیٰ کے اوپر یہ کرامت فرمائی تھی کہ یہ قدرت وارادت کی تاثیر ان کے نفخ پر ہو جاتی تھی اور یہی حال جملہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ہے اور یہی جملہ اولیاء رحمہم اللہ کی کرامات کا ہے کہ ان کو یہ اختیار نہین کہ جو چاہین وہ کرین بلکہ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے صرف اتنا فرق ہے کہ محل ظہور کرامت وہ ہوتے ہین اور عوام اس کرامت کے لائق نہین ہین پس عوام جاہل اور بہتیرے پڑھے لکھے جو خواہ مخواہ یہ سمجھتے ہین کہ فلان ولی چاہین تو ایسا ہو جاوے حتیٰ کہ یون سمجھتے ہین کہ اگر نذر نیاز نہ کروگے تو وہ ایسا ضرر پہونچاوین گے یہ سب اُن کی جہالت وگمراہی ہے شاہ ابوالحسن رح نے خوب لکھا ہے ولی کو گو کہ قرب کردگار ؛؛ پر نہیں تقدیر مین کچھ اختیار ؛؛ جو دو موثر اس کو گر سمجھے کوئی ؛؛ یہ غباوت ذہن کی ہے اور کجی ؛؛ اور مولوی روم علیہ الرحمۃ نے جو لکھا ہے اولیاء را ہست قدرت از الٰہ ؛؛ تیر جستہ باز گرداند زراہ ؛؛ اسکو جاہل اپنی کج فہمی سے سند لاتے اور نہین سمجھتے کہ اس کے تو صاف یہی معنی ہین کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو قدرت کی یہ تاثیر مل جاتی ہے کہ اگر کمان سے تیر نکل گیا ہو تو بیچ مین سے پھر آوے اور پھیر لانا اسوجہ سے کہا کہ جس شخص کے وسطہ سے ظہور تاثیر قدرت ہوتا ہے ظاہر مین وہی کرنے والا معلوم ہوتا ہے چنانچہ یہی کہتے ہین کہ حضرت عیسیٰ نے مردے کو زندہ کیا حالانکہ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے جو حضرت عیسیٰ کے وسطہ سے ظاہر ہوئی وہ مردہ زندہ ہو گیا پس اہل اسلام و توحید کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب مین شرک نہ کرنا چاہیئے اور انبیاء و اولیاء کی بزرگی وبڑائی اور پاک ومقبول بندے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہونے کا قائل ہونا چاہیئے۔ زیادہ بیان

گنجایش نہیں تفسیر کی طرف رجوع کروں۔ پھر اور کرامت یاد دلائی بقولہ۔ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِي عطف ہے تخلق پر یعنی اور یاد کر کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے اندھے مادرزاد کو اور کوڑھی کو چنگا کرتا تھا۔ پس جالینوس وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے طبیب مشہور جو اس زمانہ میں موجود تھے اپنی جہالت سے حیران تھے اور سب نے عاجزی کا اقرار کیا۔ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِإِذْنِي ۔ اے واذکر اذ تخرج الموتی من قبورہم احیاء باذن اللہ یعنی اور یاد کر بڑی کرامت یہ کہ تو میرے ارادہ و تاثیر قدرت کے ظہور سے مردوں کو ان کی قبروں سے نکالتا تھا یعنی زندہ نکلتے تھے چنانچہ سام بن نوح و دو مرد و ایک عورت و ایک لڑکی زندہ کیا تھا اور قصہ مفصل گذر چکا اور آگاہ رہو کہ چاروں جگہ لفظ باذنی کو مکرر فرما کر تنبیہ کی کہ یہ سب جو عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہونا معلوم ہوتا تھا اسمیں حضرت عیسیٰ کی قدرت و اختیار کو دخل نہ تھا بلکہ محض اللہ عزوجل کی تاثیر قدرت کا ظہور تھا لیکن حضرت عیسیٰؑ مکرم و خاص بندے تھے کہ اس ظہور قدرت کیواسطے وہ محل قرار پائے تھے۔ اور آگاہ رہنا چاہیئے کہ ظہور تاثیر قدرت کے واسطے مشیت و ارادہ الٰہی ضرور ہے اسی واسطے مفسر نے باذنی کی بارادتی سے تفسیر کی پس جہاں مشیت نہیں متعلق ہے وہاں ظہور نہ ہوگا حتی کہ سوائے مذکورین کے اگر عیسیٰؑ کسی اور کو چاہتے تو وہ کبھی زندہ نہ ہوتا لیکن مقام اس سے بھی بالاتر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ خاص بندے از خود فانی ہوتے ہیں اور بقاء حق سے باقی ہوتے ہیں پس ان کی مشیت و ارادت وہی ہوتی ہے جو تقدیر رو تعالیٰ کی ہے اور یہ اس تقدیر کے موافق خواہ مخواہ خود بخود کام کرینگے اور واضح ہو کہ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے کہا حدثنا ابی حدثنا مالک بن اسمٰعیل حدثنا محمد بن طلحۃ یعنی بن مصرف عن ابی بشر عن ابی الہذیل۔ کہا ابو الہذیل نے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام جب موافق ارادہ قدرت کے کسی مردے کو زندہ کرنا چاہتے تو دو رکعت نماز پڑھتے اور پہلی رکعت میں تبارک الذی بیدہ الملک پڑھتے اور دوسری رکعت میں الم تنزیل السجدہ پڑھتے پھر جب اس سے فارغ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی مدح وثنا بیان کرتے پھر سات ناموں سے دعا کرتے یا قدیم یا خفی یا دائم یا فرد یا وتر یا احد یا صمد اور جب آپکو کوئی سخت بات پیش آتی تو اور سات ناموں سے دعا کیا کرتے تھے یا حی یا قیوم یا اللہ یا رحمٰن یا ذا الجلال والاکرام یا نور السموات والارض وما بینہما ورب العرش العظیم یا رب۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ہذا اثر عظیم جدا یعنی یہ روایت جو تابعی سے مروی ہوئی ہے ضرور عظیم ہے لیا ہی نسخہ موجود میں ہے اور شاید ہذا اثر غریب جدا ہوا اگرچہ اسناد جید ہے اور ہمیں شک نہیں کہ باوجود ثبوت ایک امر عظیم کے تاویل ضروری ہوگی اور شاید تبارک الذی والم تنزیل السجدہ انکو اللہ تعالیٰ نے بطور وحی خاص کے قرآن مجید سے یا لوح محفوظ سے تعلیم فرمایا ہو واللہ اعلم بالصواب۔ پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ ۔ اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے ف یعنی جس وقت انہوں نے تیرے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۔ جب تو لایا ان پاس نشانیاں ف یعنی جبکہ تو ان کے پاس رسالت الٰہی پہونچانے کو معجزات کیساتھ گیا تھا۔ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ ۔ ان میں سے انکار کرنے والے کہنے لگے تھے ف یعنی کفار لوگ کہ۔ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ۔ نہیں یہ جو تو لایا مگر کھلا ہوا جادو ف یعنی اس طرح منکر ہو کر تیرے قتل پر آمادہ ہوئے تھے تو میں نے باز رکھا۔ اور ایک قرأۃ میں بجائے سحر کے ساحر ہے پس معنی یہ ہیں کہ نہیں یہ شخص مگر ایک کھلا جادوگر۔ اور بنی اسرائیل کو باز رکھنا عیسیٰ علیہ السلام سے یوں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو آسمان پر اٹھا لیا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب بنی اسرائیل ایمان لاتے اور یہ قصد ہی نہ کرتے اور اگر چاہتا تو سب ہلاک ہو جاتے ولیکن حکمت کاملہ اسی میں تھی جو واقع ہوا علاوہ ازیں وہ تعالیٰ قادر مختار ہے جس طرح جو کچھ چاہے وہ کرے پھر اور انعام یاد دلایا بقولہ۔ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي ۔ اور یاد کر جبکہ میں نے وحی کی حوارین کی طرف یہ کہ ایمان لاؤ مجھ پر ف یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ پر اس صفت توحید کے ساتھ جو عیسیٰ علیہ السلام تعلیم کرے۔ وَبِرَسُولِي ۚ اور میرے رسول پر ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام پر اور عیسیٰؑ پر ایمان لانا متضمن جملہ انبیاء و کتب و انجیل پر ایمان کو ہے اگر کہا جاوے کہ وحی مخصوص بانبیاء علیہم السلام ہے حوارین کو نبوت نہ تھی تو جواب دیا گیا دو وجہ سے اول آنکہ وحی کلام عرب میں بمعنی امر ہے اسے حکم دیا میں نے حوارین کو بزبان عیسیٰ علیہ السلام۔ اور یہی مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا اور قولہ ان آمنوا بی وبرسولی یعنی اوحیت بان آمنوا بی الخ اسکا مؤید ہے۔ وجہ دوم آنکہ وحی سے مراد وحی الہامی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ الآیۃ

مین ہے کہ بلاخلاف یہان وحی الہامی مراد ہے اور جیسے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا ومن الشجر الآیہ مین وحی الہامی ہے ایسا ہی بعض سلف نے اس آیت مین قولہ اذا وحیت الی الحوارین کے وحی کو کہا کہ ان کو الہام ہوا پس انھون نے اسکی پابندی کی قال الحسن البصری رح اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا الہام فرمایا۔ **قال السدی رح** اُن کے دلون مین یہ بات ڈالدی۔ قالوا آمنا بولے ہم یقین لائے ف یعنی اللہ تعالیٰ واسکے رسول عیسیٰ پہ پورا ایمان لائے واشہد بانّنا مسلمون اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہین ف پہلے ایمان وپھر اسلام ذکر کیا تو اسلام بمعنی اخلاص وتوحید و مرادف ایمان ہے اور نیز اظہار ہے کہ دل سے بھی ہم ایمان لائے اور ظاہر مین بھی انقیاد واطاعت کی ف۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ اذ قال اللہ یعیسی ابن مریم اذکر نعمتی علیک الآیہ یعنی خالص ارادت ومحبت والون سے بیان کردے جو مین نے تجھ پر کشف جمال واظہار علوم غیب وتجلی کا انعام کیا اور تیری مان پر کلمہ خاص القا کیا جبکہ اُس سے انوار کا ظہور ہوا اور نور الوہیت سے ملتبس تیرا وجود ہوا اور یہ بروقت تائید روح القدس تھا چنانچہ فرمایا۔ اذ ایدتک بروح القدس۔ یعنی بروح معرفت جو روشن بصبح ازل تھی اور یہ وہ نفخ اول ہے جو اللہ تعالیٰ نے روح متجلی بجلال وجمال سے آدم علیہ السلام مین پھونکی تھی کیا تو نہین دیکھتا کہ فرمایا۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم الآیہ۔ صورت عیسیٰ پہ انکشاف قدس فرمایا کہ اس سے زندہ ہوگئے اور لاہوتیت اور ناسوتیت کے امتزاج کی تہمت سے بسبب روح القدس کے مقدس ہوگئے پس تمام وجود عیسیٰ علیہ السلام قدسی پیدا ہوا۔ تو یہ نہین دیکھتا کیونکر باذن اللہ تعالیٰ مردے کو زندہ کرتا تھا یعنی اللہ تعالیٰ کی تائید ونور روح قدس کے جلال سے مردہ زندہ کرتا تھا اور نیز معنی قولہ اذ ایدتک بروح القدس آنکہ مین نے تجھکو بندہ جبرئیل علیہ السلام سے تائید دی تاکہ تجھکو مقام عبودیت وبشریت پہنچاوے اور بشریت کے گہوارہ مین تیرے ساتھ ہے کیونکہ تیرا اصدر نور ربوبیت سے ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو تجھکو مقام ہستی مین سکون نہ ہوسکتا بلکہ تو فانی ونابود ہوجاتا بعض مشائخ نے انبیاء علیہم السلام کے حال مین لکھا کہ ان مین سے بعض پر القاے روح النبوۃ تھا اور بعض پر القاء روح الصدیقیت۔ اور بعض پر روح المشاہدہ۔ اور بعض پر روح الصلاح والحرمۃ اس طرح مختلف تجلیات سے القا ہوا اور اُن کے اسرار مین وہ باتین پوشیدہ دین کہ انکا بیان وتعبیر نہین ہوسکتی ہے وہ ایسا علم ربانی ہے کہ اسکا وصف غائب او حظ باقی ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت کی روانی نہین مگر جبھی کہ روح کو صحبت قدم میسر آئی ہو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المہد وکہلا پس جس کو قدم مین صحبت روح سے فیض ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی معیت سے سرفراز ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ اذ ایدتک بروح القدس مین واسطی رح نے کہا کہ اس مقام پر روح کے ذکر سے ایک اشارہ لطیف یہ ہے کہ روح محض مستتر اور پوشیدہ ہے اسی طرح قرب الٰہی محض پوشیدہ ہے وہ وہم وگمان وبیان سے باہر ہے بعض مشائخ نے قدس سے اشارہ لیا کہ روح عیسیٰ پاکیزہ جوہر تھا کہ اسکو اشارہ کیا کہ وہ تیری ہیکل جسمی مین سے کسی چیز سے ممتزج ومرکب ومیل نہین پائے گی بلکہ مین نے اسکو تیرے جسم سے اور تیری طبع سے اسکو مقدس ومطہر کردیا ہے تاکہ تو میرے سوائے کسی غیر کو نہ دیکھے اور نہ مشاہدہ کرے اور مین نے تجھکو اس جسم مین بطور عاریت کے بسایا ہے جیسے ابتدائے حال مین آدم کو جنت مین مستعار رکھا تھا اور فائدہ اس کا یہ ہے کہ تیرا جسم بھی اس روح کی مجاورت سے ہستی دنیاوی کے میل کچیل سے طاہر وپاک ہوجاوے چنانچہ انجام یہ ہوا کہ دونون پاکیزہ ہوگئے اور دونون کو محل قدس کی طرف اُٹھالیا اور تمام نعمت الٰہی اپنے بندہ رسول عیسیٰ علیہ السلام پر یہ تھی کہ مہد مین اُس کے جسم کو بمانند اسکی روح کے پاکیزہ کردیا اور یہ محض قوت الٰہیہ وظہور قدرت ہے اور اسی سے مہد مین عیسیٰ علیہ السلام نے او تعالیٰ کی تنزیہ وصف وقدس وجلال وربوبیت وکمال کا اقرار کیا اور عبودیت کو آہین فانی کیا اور یہ قدرت کا ظہور اسمین تازمانہ کہولت رہا حتیٰ کہ بندگان الٰہی کو او تعالیٰ کی تنزیہ صفات وقدس جلال وحسن جمال سے عارف کرکے مالا مال کیا اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا بقولہ تکلم الناس فی المہد وکہلا۔ اور اسمین اور زیادہ فرمایا بقولہ واذ علمتک الکتاب۔ یہ خاص تجلی بقدرت الید تھی کہ بغیر سیکھے سکھلائے عیسیٰ نے لکھنا جان لیا **قال المترجم** قدرۃ الید سے شیخ کی مراد یہ ہے کہ او تعالیٰ نے جو فرمایا۔ بل یداہ مبسوطتان الآیہ۔ تو اکابر اولیاء اللہ اور مشائخ صوفیہ واکابر محدثین

وسلف کے نزدیک ید کے معنی یہ ہاتھ نہین بلکہ یہ ایک صفت ہر او تعالیٰ کی صفات سے اور اسکی حقیقت سے کوئی بندہ آگاہ نہین ہر اور یہ بحث
اوپر تحت آیہ کریمہ مقصودہ بیان ہو چکی ہے یہان شیخ نے یہی کہا کہ او تعالیٰ نے جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق مین یہ انعام یاد دلایا کہ اذ علمتک الکتاب۔
یعنی یاد کر کہ مین نے تجھکو لکھنا سکھلایا۔ تو لکھنا اُن کو تعلیم آلہی سے اس طرح آیا کہ ایک صفت کی اُسپر تجلی فرمائی اور وہ صفۃ الید ہے پس لکھنا آگیا۔ پھر اور زیادہ
فرمایا بقولہ والحکمۃ۔ اور مراد اس سے معارف محبت ہین اور طرق کشف ملکوت اور بطون افعال مع اُن کی ماہیات کے۔ پھر اور زیادہ فرمایا بقولہ والتوراۃ
پس عیسیٰ علیہ السلام کو وہ بھی سکھلایا جو موسیٰ کو سکھلایا تھا باین طور کہ نور توریت سے اسپر تجلی فرمائی تاکہ اسکو معرفت کے شرائع اور ربوبیت کے آداب احکام معلوم
ہون پھر زیادہ کیا بقولہ۔ والانجیل۔ اسمین ظہور صفات ابدیہ سے اوصاف قدم کو پہنچوایا اور وصف پر وصف بڑھایا کہ صفت قائمہ و قدرت آلہیہ کا ظہور اسکے
مظہر سے قرار دیا کہ جو روح قدس اسمین تھی اسکے نفخ سے پرندے کے خاکہ کو زندہ کر دیا اور یہ اس بات کی علامت ہر کہ قدرت خلق جو اوصاف ربوبیت مین سے ہے
اسکا ظہور اس بندۂ خاص پر کرامت کیا اسی وجہ سے اندھے مادرزاد اور کوڑھی اچھے ہو جاتے اور مردے زندہ ہو جاتے اور جو امور عوام بندون کی نظر سے غائب
و پوشیدہ تھے وہ ظاہر ہوتے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام لوگون سے کہتے۔ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم چنانچہ دوسرے مقام پر یہ آیت مذکور ہے
شیخ ابو علی رودباری رح نے کہا کہ جب بندہ عبودیت کی جائے نماز پر ٹھیک قائم و مستقیم رہتا ہر تو اس سے نور تجلی اوصاف ربوبیت سے بقدر اسکی لیاقت و
استعداد کے ظاہر ہوتے ہین ولیکن یہ سب اسکی قضا و قدر کے موافق ہر تعالیٰ اللہ عز وجل۔ پھر اور نعمت یاد دلائی بقولہ واذ اوحیت الی الحواریین ان آمنوا بی و
برسولی۔ وحی آلہی جو رسولون علیہم السلام کی طرف ہوتی ہر وہ خاص ہوتی ہر اور عام اور خاص وحی جو انبیاء علیہم السلام کو ہوتی ہے وہ بلا واسطہ ہوتی ہے
اور عام بواسطہ جبرئیل علیہ السلام ہوتی ہر اور وحی خاص کے چند مراتب ہین۔ وحی بالفعل یعنی فعل سے وحی خاص اور وحی بالصفۃ۔ اور وحی بالذات
پھر جو وحی کہ بذات تعالیٰ و تقدس ہر وہ خاص مقام توحید مین بدار عظمت و کبریا کے وقت ہوتی ہر اور وہ مقام فنا ہر اور وحی صفات ہوتی ہر مقام معرفت مین
جبکہ تجلی جلال ہوتی ہر اور وہان محل بقا ہے۔ **قال المترجم** فنا اول مقام توحید کا مکر فنا ہے اور بقا معرفت بعد فنا کے بقا ہے فافہم واللہ اعلم۔
اور وحی بفعل مقام عشق و محبت مین ہوتی ہر اور وہان منازل انس و انبساط ہین اور اس مقام مین تو اولیاء کو بھی انبیاء علیہم السلام کے طفیل مین حصہ ہر
اور جو وحی کہ فرشتے کے ارسال سے ہوتی ہر اسمین اولیاء کو کچھ بھی حصہ نہین ہر۔ **قال المترجم** ولی کو طاقت نہین کہ فرشتے سے اسکو اتصال ہو سکے اور
یہ تو خیر اسپر ٹھکر یہ کہ خطاب کا تحمل اسقدر پردون کے بعد نہین ہو سکتا کجا کہ باتصال فرشتہ ہو حالانکہ فرشتہ سے بھی اصل کلام نفسی تک اللہ تعالیٰ جانے
کسقدر حجاب بیچ گئے ہین اور لوح محفوظ اور وہان سے آسمان دنیا پر نازل ہونا اشارات لطیف ہین ان حجابات سے اور اہل الحق کو سخت دقت واقع ہوتی
ہے کہ پڑھے لکھے عالمون کی تو یہ نوبت ہر کہ ظہور ان معانی کی چمک سے کہین اثر نہین لو کفار و مشرکین عوام کو کیونکر سمجھاوین حاشا و کلا کہ دروغ بولتے
ہون لیکن اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دیوے کہ بطفیل سرور عالم صلعم اُنھون نے راہ مستقیم دکھلانے کو ہماری آنکھون کے سامنے کے کوڑے کرکٹ کو
بہت صاف کیا لیکن اب بھی یہ سوجھے تو یہ مشیت حضرت مالک الملک لاشریک لہ ہر وہی قادر و مختار ہر جو چاہتا ہے کرتا ہے کیا مجال کہ کوئی بے بنیاد
دم مارے لایسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ پھر شیخ نے لکھا کہ وحی منزل توحید کی بکلام ہے۔ (من قول المترجم ۱۲) قلت ہذا کما قال تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی الآیۃ۔ اور
وحی منزل معرفت کی بحدیث ہر قلت ہذا کما قال تعالیٰ وکلم اللہ موسیٰ تکلیما۔ اور تمام اشارہ باظہار مفعول مطلق یعنی تکلیما ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ اور وحی منزل عشق
کی الہام ہے اور مقام الہام کی تین قسمین ہین۔ الہام ذاتی۔ والہام صفاتی۔ والہام فعلی۔ **قال المترجم** استیناس ہر کہ مقام الہام ذاتی اگرچہ منجملہ منزل
وحی عشق سے ہر لیکن بعد اسرار منزل توحید ہر اسلئے مختص اس سے انبیاء علیہم السلام یا جو اولیاء اُن کے قدم پر ہون بشرطیکہ منزلت اُن کی بھی منزلت
توحید ہو اور یہ اشارہ قصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام فی قولہ رب ارنی کیف تحیی الموتیٰ الآیۃ مین اور قصہ عزیر علیہ السلام فی قولہ انی یحیی ہذہ اللہ بعد موتہا الآیۃ

مین و اس سے سابق دو مقام پر گذرا ہی یاد کرو اور سمجھ دیکھو اور اللہ تعالیٰ دانا تر ہے۔ پھر شیخ نے لکھا کہ بسا اوقات الہام فعلی بواسطہ فرشتہ و روح و قلب و عقل و سر و باطن و حرکت فطرت کے ہوتا ہے اور بسا اوقات کان پر ہاتف غیب کی آواز ظاہر آتی ہے اور بسا اوقات زبان خلق سے حرکات حدوث کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ ولیکن ان مقامات کو کوئی پہچانتا نہین سوائے اُسی بندہ کے جسکو معرفت خواطر و حقائق علوم مین ایک منصب خاص حاصل ہو۔ پھر واضح ہو کہ یہان یعنی قولہ واذا وحیت الی الحوارین مین الہام فعلی کے اقسام مین سے وحی صفاتی ہے جس سے بندہ کو ایمان و معرفت پیدا ہوتا ہے اسی واسطے فرمایا کہ واذا وحیت الی الحوارین ان آمنوا بی و برسولی یعنی جو انوار غیب مین نے تم پر کشف کر دیے اس سے تم مجکو پہچانو و تصدیق کرو اور میرے رسول سے میری اس معرفت کے شرائط عبودیت حاصل کرو تو حواریون نے تسلیم کیا جیسا کہ فرمایا۔ قالوا امنا واشہد باننا مسلمون۔ اور قولہ امنوا بی مقام الجمع ہے اور قولہ برسولی۔ اے آمنوا برسولی مقام التفرقہ ہے۔ قال المترجم معلوم ہو گیا کہ الہام سے جو وحی ہوتی ہے وہ بزبان خلق بحرکات حادث ہوتی ہے یعنی انکشاف الہامی بذریعہ اسوجہ کے بھی ہوتا ہے تو زبان عیسیٰ علیہ السلام سے وصف تنزیہ و تقدس حضرت باری تعالیٰ کا اثر الہامی و صفاتی الہام باطن حواریین پر ہوا جس سے ایمان متولد ہوا اسی سے ان لوگون نے حضرت عیسیٰؑ کو خطاب کیا کہ واشہد باننا مسلمون۔ اور گواہ کر لینا اشارت ہے کہ وحی الہامی سے قلب کے ساتھ معاملت ایمان بحضرت باری تعالیٰ جل جلالہ طے پائی اور عیسیٰؑ کو اُسپر گواہ کر لیا تا کہ یہ مفہوم نہ ہو کہ تاثیر نصیحت عیسیٰؑ تھا بلکہ بہدایت فقط او تعالیٰ عز و جل سے ہے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ علماء ظاہر نے جو دو تفسیرین اس کلام کی بیان فرمائی ہین وہ درحقیقت ایک ہی قول ہے ان دونون مین کوئی اختلاف نہین ہے

فتدبر اور جمع کے لیے تفرقہ کی ہدایت مین تحصیل کمال جنت سے دنیا مین نزول کی حکمت اصح ہے فتفکر۔

اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

جب کہا حواریون نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تیرے رب سے ہو سکے کہ اُتارے ہم پر خوان بھرا

مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا

آسمان سے بولا ڈرو اللہ سے اگر تم کو یقین ہے بولے ہم چاہتے ہین کہ کھاوین اُسمین سے

وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝

اور چین پاوین ہمارے دل اور ہم جانین کہ تو نے ہم کو سچ بتایا اور رہین ہم اُس پر گواہ

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا

بولا عیسیٰ مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے

لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ

ہمارے پہلون اور پچھلون کو اور نشانی تیری طرف سے اور روزی دے ہم کو اور تو ہے بہتر روزی دینے والا کہا اللہ نے مین

ربع ع ۱۵ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ع

اُتارونگا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم مین ناشکری کرے اس پیچھے تو مین اسکو وہ عذاب کرون گا جو نہ کرونگا کسی کو جہان مین

یہی قصہ نزول مائدہ از آسمان ہے اور اسی پر سورہ کا نام سورۃ المائدہ ہے اور اسمین حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اُن کی دعا قبول ہونے کا امتنان ہے اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ۔ یاد کر جبکہ کہا حواریون نے ف اور ظرف متعلق بمقدر مانند اذکر ہے یعنی یاد کر جبکہ کہا حواریون نے یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ۔ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے ف اس سے ظاہر ہوا کہ حواری ان کے وقت مین حضرت عیسیٰؑ کو بندہ اور مریم کا بیٹا جانتے تھے اور اسی نسبت سے پکارا

اور کیون نہین کہ اسی پر ایمان لائے تھے چنانچہ کہا یا عیسی ابن مریم هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تیرے رب سے ہو سکے کہ اُتارے ہم پر خوان بھرا آسمان سے ف۔ اسمین دو قرأۃ ہین بعض نے تستطیع ربک بتا فوقانیہ بمضارع مخاطب و بنصب ب پڑھا او معنی یہ کہ بھلا تو استطاعت رکھتا ہے اپنے پیدا کرنے والے معبود سے یعنی اپنے پروردگار سے سوال کر سکتا ہے۔ یہ کہ نازل کرے تیرا پروردگار ہم پر مائدہ آسمان سے اور دوسری قرأۃ جو اکثر قرار کی ہے وہ یستطیع ربک ہے بیار تحتیہ و رب کو رفع۔ او معنی آنکہ بھلا استطاعت رکھتا ہے تیرا پیدا کرنیوالا معبود یہ کہ ہم پر آسمان سے مائدہ اُتارے۔ اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ حواری تو اہل ایمان و اسلام تھے اُنھون نے قدرت مین کیونکر شک کیا۔ تو جواب دیا گیا کہ یہ انکا ابتدائی حال تھا اسوقت تک معرفت الٰہی و اسکی صفات کمالیہ کا علم اُن مین مستحکم نہین ہوا تھا اسی واسطے عیسی علیہ السلام نے جواب مین فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم مومن ہو یعنی قدرت الٰہی مین شک مت کرو وہ ہر بات پر قادر ہے۔ اور زمخشری نے جو کہا کہ وہ مومن خالص نہ تھے تو یہ لغو ہے اور اجماع مفسرین کے خلاف ہے۔ اور قرأۃ اولی یعنی ہل تستطیع ربک بمضارع مخاطب اس امر پر دلیل ہے اور معاذ بن جبل کو آنحضرت صلعم نے یہی قرأۃ پڑھائی۔ کما رواہ الحاکم وصححہ والطبرانی وابن مردویہ وہی قرأۃ ابن عباس و علی رضی اللہ عنہما و سعید بن جبیر و مجاہد رحمہما اللہ تعالیٰ ہے پس قرأۃ دوم متوافق بمعنی اول ہے اور یہ عرب کا عمدہ محاورہ ہے کہ جب اُن کو کسی شخص کی طرف سے شک ہوتا ہے کہ وہ یہ کام کرے گا یا نہ کریگا تو کہتے ہین کہ ہل یستطیع فلان ذلک۔ اس کے یہ معنی نہین کہ وہ کر سکتا ہے یا نہین کر سکتا ہے بلکہ مراد یہ کہ بھلا ہو سکتا ہے کہ وہ کہنے سننے سے ایسا کرے۔ پس شک اس فعل کے وقوع و عادۃً وقوع مین ہوتا ہے اور یہ نہین کہ فلان مذکور کو طاقت ہے یا نہین ہے پس یہی معنی ہین قول حوارین کے کہ بھلا پروردگار تعالیٰ تمھارے سوال و دعا وغیرہ سے ایسا کریگا کہ ہم پر آسمان سے مائدہ نازل فرمائے اور یہ وہی قرأۃ اولی کے معنی ہین اور اسمین و تعالیٰ عزوجل کی بے نیازی و عظمت بہت نکلتی ہے کہ او تعالیٰ بے نیاز ہے اور غنی و پاک بے پروا ہے پس عیسی علیہ السلام اگرچہ نبی مقبول ہین لیکن شاید اُن کی دعا بھی قبول ہو یا نہ ہو۔ اور دوسری قرأۃ مین بھی ایسے معنی ہین کہ اے عیسیٰ تم ایسا کر سکتے ہو کہ ایسی دعا کرو اگرچہ اُمید ہے کہ تمھاری دعا پر قبولیت کا اثر ہوگا۔ قال ابن کثیر رح مائدہ وہ خوان جسپر کھانا لگا ہوا ہو۔ وقیل اگر کھانا نہ ہو تو مائدہ نہین بلکہ خوان ہے جیسے تراشا ہوا بنا ہو تو قلم ورنہ انبوب یعنی کلک ہے اور چمڑا پکایا ہوا ہو تو جراب ورنہ اہاب یعنی ادھوڑی کھال ہے اور پانی سے بھرا ہوا ہو تو ذنوب و سجل ورنہ دلو یعنی خالی ڈول ہے۔ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ تقوی کرو اللہ تعالیٰ سے اگر تم سچے ایمان والے ہو ف۔ یعنی جواب مین عیسی علیہ السلام نے حواریون سے یہ کہا۔ اس جواب کی توجیہ مین چار قول ہین اول جو مفسرین نے کہا کہ سچائی کیلئے اتنی نشانیان مت مانگو کہ ایمان بالغیب رہے جو درحقیقت ایمان ہے بلکہ ڈرو اگر تم ایمان والے ہو۔ دوم جو ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ بعض علماء تابعین نے کہا کہ یہ لوگ فقیر محتاج تھے تو اُنھون نے سوال کیا تھا کہ مائدہ بے محنت مل جایا کرے تا کہ نفس کے مخمصہ سے فارغ ہو کر عبادت پر قوت پاوین پس عیسی علیہ السلام نے اُن کی درخواست کو منظور کیا کہ دعا کرونگا لیکن اُن کو یہ کہا کہ اتقوا اللہ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب مین تقوی و ڈر کرو اور بہتر ہوگا کہ اسکو مت مانگو کیونکہ شاید یہ فتنہ و عذاب کا باعث نہ ہو جائے اور نیز رزق حلال پیدا کرنے کے ثواب سے محروم نہ ہو پس رزق کی طلب مین مشقت کرو اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرو۔ سوم آنکہ تقوی کرو تا کہ تمھاری مراد حاصل ہو کیونکہ متقی اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا و یرزقہ من حیث لا یحتسب الآیۃ۔ چہارم آنکہ جو ابن عباس رض سے مروی ہے کہ عیسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ بھلا تم سے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تیس (۳۰) روزے رکھو پھر جو مانگو وہ پاؤ کیونکہ مزدور کی مزدوری اسپر ہے جس کے لئے کام کیا ہو پھر اُنھون نے ایسا ہی کیا پھر روزے پورے ہونیکے بعد کہا کہ اے بھلائی کے سکھلانے والے ہم نے یہ کام کیا اور اگر کسی بندہ کے واسطے کرتے تو فراغت پر ہم کو خوب کھانا کھلاتا پھر مائدہ کی درخواست کی تو عیسی علیہ السلام نے کہا۔ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ قالوا نرید ان نأکل منھا۔ بولے ہم چاہتے ہین کہ کھاوین اسمین سے

...رواہ ابن
...ن پیس
...و علی عن
...بن اللیث
...ن ابن
...ہبی عن
...ن وقال
...الا سناد
...اسناد
...بجد

ف یعنی سوال مائدہ کا اس جہت سے ارادہ کرتے ہیں کہ ایک تو ہم اسمین سے کھاوین اور دوسرے وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا اور چین پاوین ہمارے دل ف
یعنی الیقین بڑھ جاوے جس سے ہمارے دلون کو خوب تسکین ہو اور تیسرے یہ کہ وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا جانین ہم کہ تم دعوی نبوت مین
سچ بولے ہو ف یعنی ہمارا الیقین اور علم تمھاری نبوت مین زیادہ بڑھ جاوے۔ وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَ اور ہین ہم اسپر گواہ ف
یعنی جو غائب ہین ان کو ہم شہادت دین گے یا اللہ تعالی کی قدرت کو مشاہدہ کرین یا بات کے مشاہدہ کرنے والے ہون نہ فقط سُنی سُنائی
کہنے والے۔ حاصل آنکہ ہماری محتاجی دور ہو اور علم استدلالی و علم مشاہدہ ملکر الیقین بڑھ جاوے اور تصدیق رسالت مین ترقی ہو اور غائب لوگون
کیلئے ہم مشاہدہ بیان کرنے والے ہون۔ واضح ہو کہ اثر ابن عباس رض مذکورہ وجہ چہارم مین اشارہ ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اُن کو مزدور آخرت
بنایا اور اُنھون نے مزدوری مین دنیا مانگی اور یہ بہت پستی ہو اگرچہ خروج از درجہ ایمان نہین لیکن اشعار ہو کہ قوم اعلی کا یہ حال تھا تو ما بعد والون کا
کیا حال ہوگا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک جماعت سے مروی ہو کہ اچھی طرح پیٹ بھر کھانا خود بخود ملتا تو یاد کر کے روتے کہ
ہمارے بدلے شاید ہم کو دنیا مین ملے جاتے ہین پس کتنا بڑا فرق ہو واللہ اعلم۔ اور بلاغت و نظم کلام اس بات کے مشعر ہے کہ معرفت الٰہی مین ان کا
قدم اسوقت تک درجہ اوسط پر بھی نہین پہونچا تھا اسواسطے کہ جو مدارج کمال اس اُمت مرحومہ کے واسطے ہین ان مین سے اوسط درجہ اگلی اُمتون کا اعلی درجہ
تھا جیسا کہ سابق مین اسکا بیان بکلام شیخ الحافظ ابن کثیر رح گذرچکا ہے فتذکر۔ بالجملہ جب حضرت عیسی علیہ السلام کو اُن کی غرض معلوم اس بیان کے
موافق معلوم ہوئی تو قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا
بولا عیسی مریم کا بیٹا اے اللہ رب ہمارے اُتار ہم پر خوان بھرا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہمارے اگلون اور پچھلون کے لئے ف یعنی مائدہ
اُترنے کا دن ہمارے واسطے عید ہو اور لاولنا بدل ازلنا ہے باعادہ حرف جار اور مراد اولین خود یہ لوگ و مراد آخرین سے وہ لوگ جو بعد کو پیدا
ہونگے اور روز عید ہونے کے یہ معنی کہ ہم اس کی تعظیم و تشریف کرین بعض کا برے گذرا کہ اَللّٰہم سے دعا کرنا جامع اسماء صفات اور محبوب نام سے دعا
ہے اور ربنا بدل ہے تاکہ رحمت پرورش کی تجلی ہو بعض نے ذکر کیا کہ یکشنبہ یعنی اتوار کو نازل ہوا تھا تو اسکی تعظیم کرتے ہین اور صحیح یہ ہو کہ روز جمعہ
روز مبارک ہو وہ اگلی اُمتون کو نہ ملا ملکہ یہود کی سنیچر پر جمے وہی اُن پر مفروض ہوا اور نصاری اتوار پر وہی مفروض ہوا اور مومنین اہل اسلام کو اللہ تعالی
نے روز جمعہ کی ہدایت فرمائی فالحمد للہ رب العالمین۔ اور یہ مضمون احادیث باب جمعہ سے واضح ہو۔ اور عید خوشی کا دن کہلاتا ہے اور نام اسکا خواہ بوجہ
اُسکے کہ وہ زمانہ کے معین اوقات مین عود کرتا ہے یا بوجہ آنکہ اسمین عود الناس یعنی لوگون کا اجتماع ہو یا فرح و سرور پھیر لاتا ہے یا عادت معود ہو یا مانند اسکے
اہل لغت کے وجوہ بیان ہین۔ حاصل دعا آنکہ اے پروردگار مائدہ اُتار دے کہ ہمارے زمانہ والون و پچھلے آنے والون کی عید ہو جاوے وَاٰيَةً مِّنْكَ
تیری قدرت پر اور میری صدق پر نشانی ہو جاوے وَارْزُقْنَا اور روزی دے ہم کو ف یہ عطف ہو انزل علینا پر یعنی مائدہ اُتارے اور ہم کو یہ رزق
دے وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ تو ہی ہو بہتر روزی دینے والا ف یہ بندون کی سمجھ کے موافق نصیحت ہو کہ مجازاً غیر کو بھی رازق سمجھتے ہین ورنہ در حقیقتا
رازق وہی پاک پروردگار ہے اور اس باب در حقیقت محض ایک بہانہ ہو بلکہ نظر کی خطا ہو اور بندے کو اسکی وسعت صرف کرنے اور پھر بھی اللہ تعالی پر توکل
کرنے کا امتحان ہو اور تحقیق اس کی قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیہ کی تفسیر مین مذکور ہو چکی ہے فتذکر اور اس امتحان مین بہتیرے
حواس کے بندے عقل سے اندھے گمراہ ہوئے کہ تدبیر پر مدار رکھتے ہین حالانکہ ہزار دفعہ اُن کی تدبیر پوری نہین ہوتی اور یہی تقدیر کی علامت ہو مگر نہین
سمجھتے ہین اللہ تعالی اپنے فضل سے ہدایت فرما دے۔ اس کلام مین اشارہ ہو کہ امر خیر جو مورث فرحت و سرور ہو وہ او تعالی کی طرف سے عید ہوتا ہو جیسے
روز جمعہ وغیرہ اور کسی کے بنانے سے نہین بنتا ہو اسی واسطے تجعلہا عیدا نہین کہا یعنی ہم اسکو عید بنا دین نہین فرمایا اور مومنین کیلئے رمضان کی عید الفطر

اس امر کا کمال منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزے پورے کیے حالانکہ ان روزون کے کیا فضائل ہین اور ایسی ہی عید اضحی قربانی کی عید مشروع ہے کہ حیات نفس کو کمالات
حاصل کرنے کیلیے باقی رکھا اور جانور کو اس کا فدیہ مقبول فرمایا جس کے فضائل مروی ہوئے ہین پس عوام جو اس عید مین دنیا کی تمام ہوس و تکلف کو جمع کرنا
عین عید جانتے ہین یہ ہوا و ہوس ہے ہان پاکیزگی و لطافت و غریب مسلمانون کیلیے کھانے پینے مین آسانی دینا اچھی بات ہے - فافہم - بالجملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
یہ دعا فرمائی اور روایت ہے کہ اس دعا کرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ نے موٹے کپڑے یا بالون کے کپڑے پہنے اور دو رکعت نماز پڑھی اور سر نیچا کیا اور خوب روئے پھر دعا
مانگی اور پھر روئے - قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ کہا اللہ نے مین اُتارونگا وہ خوان تم پر ف یعنی اللہ تعالیٰ نے قبولیت کا جواب اسطرح فرمایا کہ البتہ
مین اس مائدہ کو تم پر اُتارنے والا ہون - عاصم و نافع و ابن عامر نے منزلها بتشدید از تنزیل پڑھا اور باقیون نے منزل از انزال بتخفیف پڑھا اور اول مین معنی
تکرر و بار بار نازل ہونے کے اظہر ہین حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کیا کہ اچھا مین اُتارونگا لیکن یہ بھی فرمایا کہ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ پھر جو کوئی ناشکری
کرے اس پیچھے ف یعنی بعد مائدہ اُترنے کے - مِنْكُمْ تم لوگون مین سے ف یعنی جن پر مائدہ اُتریگا - فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عذاب کرونگا مین اسکو
عَذَابًا ایسا عذاب لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ وہ عذاب کسی اور کو عالمین مین سے نہ کرونگا ف بعض علماء نے کہا کہ عالمین سے اُن کے زمانہ
والے عالمین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ تمام عالمین مراد ہین اور یہی اصح ہے اسواسطے کہ ان پر مسخ ہو کر سور و بندر ہو جانے کا جو عذاب اُترا تھا وہ اُن سے
پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت مین ایلہ کے بعض یہودیون پر بھی ہوا تھا لیکن آیت کریمہ مین آئندہ اُن کے بعد اس عذاب سے معذب ہونے کی خبر ہے
جیسا کہ قولہ لا اعذبہ صریح دلالت کرتا ہے اور لم اعذبہ نہین ہے جس کے معنی یہ ہوتے کہ عالمین مین سے کسی کو ایسا عذاب نہین کیا پس عالمین سے
تمام عالمین مراد لینا صحیح ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اُمت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام پر یہ عذاب نہ ہوگا جب تک کہ وہ مسلمان قول سے ہین اور یہ جو
حدیث شریف مین آیا ہے کہ اس اُمت مین بھی خسف و مسخ ہے تو احتمال ہے کہ ایسے لوگون پر ہوگا جو دین سے خارج ہو جاوین جیسے فرمایا کہ میری اُمت
مین سے ایک گروہ مشرکون سے مل جاویگا اور ایک گروہ بت پرستی کریگا اور میری اُمت مین سے قریب تیس (۳۰) کے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کریگا - الی آخر
ما فی حدیث مسلم وقد ذکر سابقا اور احتمال ہے کہ شاید مسخ باطنی ہوا لا آنکہ خسف باطنی غیر منصور ہے اور احتمال ہے کہ مسخ ایسا نہ ہو جو اصحاب مائدہ کے حق مین
ہوا اور احتمال اول ارجح ہے بالجملہ اللہ تعالیٰ نے مائدہ نازل کرنے کا وعدہ کیا مگر اس تہدید سخت کے ساتھ کہ جس کا پایان نہین ہے - اور مروی ہے کہ جب حواریین
نے یہ تہدید سخت سنی تو خوف ہوا کہ شاید کوئی کفر کرے اور ظاہر او کفر سے کفران نعمت ہے یعنی شکر گزاری و فرمانبرداری نہ کر سکے کیونکہ مدار اس فارغ البالی کا یہی
کہ طاعت و عبادت مین بے فکر رہین بہرحال خوف کر کے عفو چاہا اور کہا کہ ہم نہین مانگتے ہین پس مائدہ نازل ہوا اور یہی قول مجاہد و حسن رح سے مروی ہوا لیکن
ثبوت مین تامل ہے اور صحیح یہ ہے کہ مائدہ نازل ہوا جیسا کہ قولہ انی منزلها علیکم سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ وعدہ ہے اور خلاف وعدہ ہو نہین سکتا اور یہی جمہور اُمت
و مشاہیر ائمہ علماء کا قول ہے - قال المفسر رح فنزلت الملائکة بها من السماء علیها سبعة ارغفة و سبعة احوات فاکلوا منها حتی شبعوا قال ابن عباس مفسر رح نے کہا
کہ پھر ملائکہ آسمان سے آنکھون دیکھتے مائدہ لیکر اُترے پس ملائکہ نظر نہ آتے اور خوان نظر آتا یہان تک کہ سامنے لا کر رکھا - اسپر سات گردہ روٹیان اور سات
مچھلیان تھین پس حواریون نے اسمین سے کھایا یہان تک کہ سب سیر ہو گئے یہ ابن عباس رض نے فرمایا ہے و فی حدیث انزلت المائدة من السماء خبزا و
لحما فامروا ان لا یخونوا ولا یدخروا لغد فخانوا و ادخروا لغد فرفعت و مسخوا قردة و خنازیر یعنی اور ایک حدیث مرفوع مین آیا ہے آسمان سے مائدہ اُترا روٹیان و گوشت
تھا پس اُن کو حکم دیا گیا کہ کل کے واسطے نہ رکھین اور نہ ذخیرہ اندوختہ کرین مگر آخر اُنھون نے خیانت کی اور کل کے واسطے رکھ چھوڑا پس مائدہ تو
منقطع ہوا اور وہ لوگ جنھون نے ایسا کیا تھا مسخ کر کے بندر و سور کر دیے گئے - قال فی الکمالین - اس کو ترمذی رح نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ
سے مرفوعا روایت کیا اور کہا کہ عمار سے دیگر اسناد سے موقوف انکا قول روایت ہے اور یہی اصح ہے وقد رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ

وابن مردویہ ایضا۔ اشارۃ واضح ہو کہ قولہ عید الاولنا وآخرنا۔ کے بعض نے یہ معنی بیان کئے کہ جماعت کثیر ہین سے اگلے اس خوان پر بیٹھکر کھانے والے اور پچھلے کھانے والے یکسان پاوین۔ بدلیل روایت ابن عباس رض کہ ملائکہ آسمان سے خوان لائے جس پر سات روٹیان وسات مچھلیان تھین وہ اُن کے سامنے رکھا پس اس مین سے جیسے اگلون نے کھایا ویسے ہی پچھلون نے سیر ہوکر کھایا۔ وعن عمار خوان پر جنت کے میوے بھی تھے۔ کما رواہ ابن جریر۔ وفی روایۃ عن عمار یہ قصہ مائدہ والون کا اور اُن پر عذاب ہونے کا بیان کرکے کہا کہ اے گروہ عرب تم اپنی حالت یاد کرو کہ اونٹون وبکریون کو چراتے پھرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم مین اپنے ایسے بزرگ کرم رسول صلعم کو بھیجا جس کا حسب نسب تم خوب جانتے ہو اُس نے تم کو خبر دی کہ تم خزانہ بادشاہان عجم کو اپنے قبضہ مین لاؤ گے اور تم کو منع کردیا کہ سونے وچاندی کو خزانہ بناکر اس طرح نہ رکھنا کہ اسکی زکوۃ نہ دو اور جو حقوق ہین اُن مین خرچ نہ کرو اور قسم ہے اللہ پاک کی کہ رات دن نہین گذرینگے کہ تم ان کو خزانہ بناکر اس طور سے رکھوگے جس سے تم کو ممانعت ہے اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو سخت عذاب کریگا۔ رواہ ابن جریر قال المترجم اس اثر کے واسطے حدیث صحیح شاہد ہے کہ اسمین آیا ہے کہ بنی اسرائیل پر جو فتنہ شروع ہوا تو وہ عورتون سے شروع ہوا تھا اور میری اُمت کا فتنہ مال سے ہے یعنی مال سے شروع ہوگا۔ پھر عذاب فتنہ مین پڑکر وہی بدافعال کرنے لگین گے جو بنی اسرائیل واگلی اُمتون سے سرزد ہوئے تھے۔ اور جو حالت خوان مائدہ کی بیان ہوئی وہ ظاہری مختصر صورت بعض بیان ہے اور پوری حالت اور کیفیت مذکور نہین ہے اور سلمان خیر رحمہ اللہ سے اس سے زیادہ طویل قصہ مذکور ہے اور اس مین ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام برابر روتے تھے بوجہ ان شرطون کے جو نزول مائدہ مین مشروط تھین اور کہتے تھے کہ اے تعالیٰ میرے اسکو رحمت کر اور عذاب مت کر۔ آلٰہی مین نے بہت عجیب باتین مانگین اور تو نے دی ہین آلٰہی ہم بندون کو اس کا شکرگذار کردے آلٰہی مین پناہ مانگتا ہون کہ اسکو تو نے غضب اُتارا ہو۔ آلٰہی اسکو سلامت وعافیت کردے اور اسکو فتنہ مت کر۔ برابر اسی طرح وہ دعا کرتے رہے یہانتک کہ وہ عیسیٰ وحواریون کے روبرو اُترا۔ اور ساتھیون نے اس سے ایسی پاکیزہ خوشبو پائی کہ کبھی ہرگز نہین پائی تھی اور عیسیٰ وحواریین شکر کے سجدے مین گر پڑے کہ ان کو ایسی جگہ سے رزق دیا جہان سے خیال بھی نہ تھا اور ایک عجیب نشانی اُن کو دکھلائی جس سے عبرت ہوتی ہے اور یہودی متوجہ ہوکر دیکھنے لگے اور اُنھون نے ایک عجیب بات دیکھی جس سے اُن کو غم وغصہ وحسد وعداوت زیادہ ہوئی۔ اور نیز اس روایت مین ہے کہ اُسپر سے سرپوش اُٹھانے کے وقت پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نیا وضو کیا اور مصلے پر نماز پڑھی اور بہت روئے۔ اور نیز اس مین مچھلیون کی صفت وپاکیزگی اور سوائے کراث یعنی گندنا کے ہر قسم کے بقول وترکاریان وانار وغیرہ میوہ جات مذکور ہین۔ اور نیز اسمین ہے کہ شمعون نے جو حواریون مین سے سردار تھا سوال کیا کہ یہ دنیا کے طعام سے ہے یا جنت سے ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھر منع کیا کہ سوالات سے باز نہین آتے ہو خوف کرو کہ یہ آیات عذاب نہ ہوجائین تو شمعون نے کہا کہ قسم ہے پروردگار اسرائیل کی کہ اے صدیقہ کے بیٹے مین نے اس سے سوال کا قصد نہین کیا تھا پس عیسیٰ نے جواب پایا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ دنیا کا طعام نہین اور جنت کا بھی نہین ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت قاہرہ سے ایجاد کردیا ہے اسکی قدرت ایسی ہے کہ پلک مارنے کی دیر نہین ہوتی اور جو مراد ہے وہ پیدا ہوجاتا ہے پھر حواریون نے کہا کہ یا عیسیٰ اسمین کوئی اور نشانی دیکھنے کی ہم کو خوشی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے لوگو تم اکتفا نہین کرتے اس سے یہانتک کہ اور آیت مانگتے ہو۔ پھر مچھلی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہوجا وہ زندہ ہوگئی اور اس سے وہی بو آنے لگی جو زندہ مچھلی سے آتی ہے یہ دیکھکر لوگ گھنائے تو فرمایا کہ لوگو یہ کیا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارا پروردگار جب اپنی قدرت کی نشانیان دکھلاتا ہے تو تم کو کراہت ہوتی ہے مجھے بڑا خوف ہے کہ تم اس حرکت پر عذاب نہ کئے جاؤ اور مچھلی کی طرف مخاطب ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت وارادت سے ویسی ہی ہوجا پھر وہ بھُنی ہوئی پاکیزہ ہوگئی جیسے دسترخوان پر تھی۔ پھر حواریون نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہل کرنے کو اصرار کیا اور آپنے پہل نہ کی تو حواریون نے بھی ہاتھ کھینچا

پس حضرت عیسیٰ نے محتاجوں اور لولے لنگڑوں کو بلایا اور کہا کہ بسم اللہ کرکے اپنے پروردگار کا طعام کھاؤ کہ تم پر گوارا ہوا اور دوسروں پر عذاب ہے انھوں نے فرمان قبول کیا اور مرد و عورت مل کر ایک ہزار تین سو آدمیوں نے کھایا پس جنھوں نے کھایا تھا وہ تونگر ہوئے کہ مرتے دم تک تونگر رہے اور سب بیمار اچھے ہوگئے اور حواریوں و لوگوں پر ندامت چھا گئی اور کہا کہ اتنے آدمیوں کے کھانے کے بعد عیسیٰؑ و حواریوں نے جو اسکو دیکھا تو اپنے حال پر تھا اس میں کوئی کمی نہیں آئی تھی پس وہ خوان اٹھایا گیا یہاں تک کہ نظروں سے غائب ہوگیا پھر جب اس کے بعد مائدہ اترتا تو اس کا اثر فقط آسودہ ہوجانا تھا۔ پس تونگر و فقیر و بیمار و تندرست سب نکلکر ہجوم کرتے۔ اور اسمیں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے عیسیٰ اس طعام کو فقیروں و یتیموں و لولے لنگڑوں کے واسطے قرار دے اور تونگروں کو مت دے۔ اور نیز مذکور ہے کہ اسکی باری مقرر کر دی تھی کہ دوسرے روز نوبت آتی تھی۔ پس تونگروں کے دلوں میں بیہودہ خیالات و شیطانی وسواس و شک پیدا ہوئے اور بہت لوگوں کو شک میں ڈالا آخر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ قسم ہے مجکو میرے پروردگار کی کہ تم ہلاک ہوئے کہ یہ شرط کے خلاف کرتے ہو پھر اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ میں جھٹلانے والوں کو عذاب کرونگا حتی کہ خنزیرات میں مسوخ ہوگئے۔ رواہ ابن ابی حاتم وقد جمعہ ابن کثیرؒ وقد اخذت من مواضع من القصۃ وقال ابن کثیر اثر غریب جدا پھر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مجاہد و حسن سے روایات نقل کیں کہ مائدہ نازل نہیں ہوا اور ابن کثیر نے کہا کہ ان روایات کی اسانید صحیح ہیں اور تقویت اس قول کی یوں بھی ہوتی ہے کہ نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں ذکر نہیں کیا اور قرآن مجید میں کوئی امر منصوص نہیں ہے ہاں قولہ انی منزلہا علیکم سے ابن جریر وغیرہ نے استدلال کیا کہ وعدہ ہے پس نازل ہوا اور اخبار و آثار سلف بھی اسپر دلالت کرتے ہیں اور شاید یہی صواب ہو واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ انی منزلہا علیکم میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ میں اتارونگا لیکن جب یہ شرط قبول کرو کہ جو منکر ہو تو اس کو ایسا عذاب کرونگا جو کسی کو نہیں کیا ہے لیکن چونکہ انھوں نے اس شرط سے احتراز کیا اور ڈرے تو نازل نہیں ہوا۔ بالجملہ قرآن مجید میں یہ امر منصوص نہیں کہ نازل ہوا یا نہیں نازل ہوا اور نہ اس سے چنداں بحث متعلق ہے ہاں سلف سے آثار و اخبار مختلف مروی ہیں بعض میں ہے کہ نازل ہوا اور بعض میں ہے کہ نہیں نازل ہوا و قول اول اصح ہے واللہ اعلم۔

ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ واذ قال الحواریون یا عیسیٰ ابن مریم الآیۃ۔ اس قوم کو اللہ تعالیٰ نے چشم بصیرت دیدی تھی کہ الہام ایمانی سے دیدار غیب حاصل ہوا تھا اور منازل قرب خطاب کو قلوب ارواح سے دیکھ چکے تھے لیکن ظاہری تائید و معجزہ سے تقویت و منزلت دریافت کرنے کا خیال سمایا اسواسطے کہ حالت تمکن پر پہونچے نہ تھے تو ان کو تلوین میں دوران تھا اور نفس و دشمن کا معارضہ ابھی اُن پر طاری تھا پس انھوں نے دفعہ معارضہ نفس و دشمن کے لئے و قلب کی طمانیت حاصل ہونے کیلئے ظاہری معجزہ مانگا تھا اور یہ لوگ تو آخر بندے عوام میں سے ترقی پر تھے تو نہیں دیکھا کہ خواص میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بزرگ نبی تھے اُنھوں نے ابتدائی حال میں کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کی کہ۔ اولم تومن۔ تو عرض کیا کہ بعد دفع وسواس کے کہ۔ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی۔ پس اللہ تعالیٰ نے فعل میں قدرت دکھلا دی کہ یوں ہی مناسبت تمام ہے چنانچہ قولہ فخذ اربعۃ من الطیر الآیۃ سے واضح ہے اور ان دونوں صنفوں میں کوئی شک نہیں ہوتا نہ جانب نبوت سے اور نہ جانب ولایت سے۔ بالجملہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے یہ کلمہ سنا تو اُن پر سخت شاق گذرا اور اُن کی حالت سے تعجب کیا کہ بعد یقین کے یہ وسواس خاطر دامنگیر ہے اسی واسطے جواب دیا بقولہ اتقوا اللہ ان کنتم مومنین۔ یعنی جو وسواس خاطر تم پر طاری ہوتے ہیں اسمیں اللہ تعالیٰ سے خوف کرو۔ حاصل آنکہ اپنے اوپر لازم کر لو کہ جو خطرات تم کو تمھارے نفس کی وساطت سے آتے ہیں اُن کے دفع کرنے میں مشغول ہو جاؤ تاکہ غیر الٰہی میں تمھارا شغل نہ رہے اور اس سے محجوب نہ ہو جاؤ۔ اور جو شخص کہ عارف دیدار غیب ہو کر واصل ہوا اس سے بھلا نہیں معلوم ہوتا کہ محسوسات سے آیات دیکھکر یقین کا خواستگار ہووے کیونکہ یہ ابتدائی مریدین کا

حال ہے پس قوم نے اپنی عاجزی بیان کی اس بات سے کہ اہل تمکین کے مرتبہ پر ہماری رسائی نہیں ہے چنانچہ کہا۔ قالوا نرید ان ناکل منھا الی آخرہ حاصل آنکہ ہماری مراد یہ ہے کہ آپ ہمارے بدنوں کو جو ابھی محل وسواس و خواطر ہیں اسی طرح غذا ء جنت سے تربیت فرمائے۔ جیسے آپ ہماری ارواح کو غذائے روحانی و مشاہدۂ غیب سے تربیت فرماتے ہیں اور اس سے ہمارے قلوب کو بھی تسکین و اطمینان بڑھ جائیگا کیونکہ قبول خواطر نفس سے اطمینان ہو جائیگا پس اجتماع زیادہ ہوگا اور آپ کی تصدیق و محبت زیادہ ہوگی یہاں تک کہ ہم میں کوئی معارضہ طبیعت کا باقی نہ رہیگا اور ہم دید ار معجزہ سے مشاہدہ خاص حاصل کرنے میں شاہد ہونگے اور ما بعد کے مریدین ہمارے آثار قدم کا اقتدار کرینگے اور آپنے ہم کو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے خاص محبوب قرار دیا ہے تو ہم کو فی الجملہ تسکین ہوگی کہ ہم محبوب ہیں اور آپ سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں یعنی محبت کی تاکید مزید ہوگی پس عیسیٰؑ نے اُن کی مراد کی درخواست کی بقولہ اللھم انزل علینا مائدۃ من السماء۔ آسمان سے طلب کیا اور زمین سے نہیں مانگا اسواسطے کہ آسمین روحانیت و طمانیت و ملکوتیت ہوتی ہے اور آسمین ان عناصر کا میل نہیں ہوتا جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پیدا ہوتی ہے اور آسمان سے طلب کرنے میں خصوصیت معجزہ کی تو ملحوظ ظاہر ہے۔ قولہ تکون لنا عیدا لاولنا و آخرنا یعنی تو اسکو عید وصال کرنے اور وعید ہجر مت فرما یعنی اسکے آثار سے ایسی برکت ہو کہ لوگوں کے واسطے عید ہو جائے اور ایسے اعمال صالحہ کریں کہ جس سے مستحق قبولیت ہوں اور یہ وبال نہ ہو کہ ناشکری میں گرفتار ہوں جس سے مردود و مہجور ہو جائیں اور نیز عید با ین معنی کہ آیات سے صفات کے دیدار کی طرف عود حاصل ہو اور ہمارے اول کے واسطے عید ہو یعنی ابتدائی حال والوں کے واسطے جو مقام ادا دستان میں ہیں اور آخر والوں کی عید ہو یعنی عارفوں کے واسطے ۔ اور قولہ و آیۃ منک یعنی تیری طرف سے تیری ہی دلیل ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے سوال کو قبول کیا اور کفران نعمت سے اُن کو تہدید کی بقولہ انی منزلہا علیکم فمن یکفر الآیۃ ۔ یعنی جس نے میری آیات و افعال سے قدرت کو دیکھا اور صفات کو مشاہدہ کیا پھر وہ فتور اور خواہش نفسانی میں پڑ گیا۔ اور دنیا کی خواہش کو آیات و آخرت پر اختیار کیا تو وہ درگاہ آلہی سے محجوب ہوا کہ اسکو صفات کے عطر کی خوشبو نہیں پہونچتی اور مشاہدہ کی چمک سے نصیب نہیں اور درگاہ وصل تک رسائی نہیں اور حسن جمال سے محروم ہے اور یہ عذاب فراق نہایت سخت و شدید ہے۔ شیخ ابو عبداللہ نے کہا کہ میں ابتدائے حال میں خواب میں تھا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپنے مجھے جگایا اور فرمایا کہ اٹھ گیا سو تا ہے جسنے حق تعالیٰ کو دیکھا اور غیر کو اختیار کیا تو عذاب سخت میں پڑا اور یہی آیت کفران نعمت سے تحذیر کی پڑھی۔

وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَ اُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ

اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری ماں کو دو معبود سوا اسکے

اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ

اللہ کے بولا تو پاک ہے مجکو نہیں بنیا تا کہ کہوں جو مجکو نہیں پہونچتا ۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجکو معلوم ہوگا

تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝ مَا قُلْتُ

تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے برحق تو ہی ہے جانتا چھپی بات میں نے نہیں کہا

لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ

اُن کو مگر جو تو نے حکم کیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا۔ اور میں اُن سے خبردار تھا جبتک اُن میں رہا

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝

پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا اُن کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

اگر تو اُن کو عذاب کرے تو وہ بندے تیرے ہین اور اگر اُن کو معاف کرے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا۔

وَإِذْ قَالَ اللهُ اے واذکر اذیقول اللہ یعنی بیان کرو جبکہ اللہ تعالیٰ فرماویگا ف یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز اُن کی قوم نصاریٰ کی سرزنش و ملامت کرنے کے واسطے۔ حاصل آنکہ اسمین قال ماضی بمعنی مضارع ہے بوجہ قطعی الوقوع ہونے کے اذ ظرف کے تحت مین بلفظ ماضی آیا بغرض اشعار اس امر کے کہ اسکو ہوا سمجھین اور ما بعد کا سوال حقیقی استفہام باین معنی نہین کہ او تعالیٰ جل جلالہ کو معلوم نہین بلکہ او تعالیٰ سبحانہ کو خوب ہی معلوم ہے صرف اس طرح سوال کرنا نصاریٰ کی ملامت کرنے کو ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مسیح علیہ السلام کو آگاہ فرمانے کو ہے کہ اُن کی قوم نے بعد کو تغیر کیا اور مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا و نیز اللہ عز وجل نے چاہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے سامنے جنھون نے اللہ بنا کر پوجا تھا اپنی عبودیت کا اقرار کرین تاکہ اُن کی قوم سُنے اور ظاہر ہو جاوے کہ محض ملعونون نے اپنی خباثت نفس سے حضرت عیسیٰ کو معبود بنا کر ان کی پرستش کی اور عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بالکل بری ہین مترجم کہتا ہے کہ آخر زمانہ مین جب مسیح علیہ السلام کا نزول ہوگا تو وہ صلیب توڑ ڈالینگے اور نصاریٰ کو بہادقول سے توحید پر لا دینگے پس ضرور انکو اس تغیر کا حال معلوم ہوگا لہذا صحیح وہی ہے جو مفسر رح نے بیان کیا اور اس تصریح سے کہ یہ قیامت کے روز واقع ہوگا مفسر رح کی غرض یہ ہے کہ یہ دنیا کا واقعہ نہین ہے جیسا کہ بعض نے زعم کیا۔ قال ابن کثیر سدی رح نے کہا کہ یہ خطاب و جواب دنیا مین واقع ہوا اور ابن جریر رح نے اسی کو ٹھیک قرار دیا اور کہا کہ یہ سوال و جواب اسوقت واقع ہوا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو آسمان دنیا پر اُٹھا لیا اور استدلال بدو وجہ اول آنکہ قال بلفظ ماضی ہے اور دوم قولہ ان تعذبہم وان تغفر لہم اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ان دونون دلیلون مین نظر ہے کیونکہ بہت سے اُمور آخرت کے بلفظ ماضی بیان ہوئے تاکہ ضرور واقع ہونے پر دلالت کرین اور دوسری دلیل ان تعذبہم وان تغفر لہم کی تو اس سے فقط یہ مراد ہے کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر حوالہ کیا کہ تو ہی انکا مالک و خالق ہے جو تو چاہے وہ کر اور مین تیرا بندہ ہون اور یہ معنی نہین کہ عذاب دیوے اور مغفرت کرے کیونکہ جملہ شرطیہ ہے اور یہ بدون بیان کے ظاہر ہے اور حضرت قتادہ وغیرہ نے ذکر کیا کہ یہ قیامت مین ہونے والا ہے اور قتادہ رح نے اسپر دلیل بیان کی بقولہ تعالیٰ ہذا یوم ینفع الصادقین الآیۃ جو اس سے متصل ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور یہی اظہر ہے اور کہا کہ اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور وہ حافظ ابن عساکر رح نے عمر بن عبد العزیز رح کے آزاد کئے ہوئے غلام شیخ ابو عبد اللہ کے ترجمہ مین روایت کی اور کہا کہ ابو عبد اللہ رح ثقہ تھے اُسنے ابو موسیٰ اشعری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو انبیاء علیہم السلام و اُن کی اُمتین بلائی جائینگی پھر عیسیٰ علیہ السلام بلایا جائیگا پھر اللہ تعالیٰ اُسکو اپنی نعمتین یاد دلا دیگا پس اسکو نزدیک فرماکر کہیگا کہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے۔ اذکر نعمتی علیک وعلیٰ والدتک الآیۃ۔ یہان تک کہ فرماویگا۔ یا عیسیٰ ابن مریم انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ الآیۃ۔ پس عیسیٰ انکار کرینگے کہ پروردگار مین نے نہین کہا ہے۔ پھر نصاریٰ سے سوال ہوگا تو یہ لوگ کہینگے کہ ہان اُسنے ہم کو یہی حکم دیا تھا۔ الیٰ آخر الحدیث۔ اور آخر مین ہے کہ نصاریٰ پر حجت قائم ہوگی اور صلیب اُنکا پیشوا کی جائیگی اور دوزخ کی طرف ہانک دئے جاوینگے قال ہذا حدیث غریب عزیز۔ بالجملہ صحیح یہ ہے کہ قیامت کے روز ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ فرماویگا یٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَأَنتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ إِلَٰهَيْنِ مِن دُونِ اللَّهِ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کیا تو نے کہا لوگون کو کہ ٹھہراؤ مجھکو اور میری مان کو معبود اللہ کے سوائے ف یہ نصاریٰ کا جھوٹ و بہتان ظاہر ہونے کیواسطے حشر کے مجمع عام مین پوچھا جائیگا اور تقدیر کلام یہ ہے کہ اتخذونی وامی الٰہین من دون اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عیسیٰ ع کو اور مریم کو دو الٰہ بنا لو۔ کیونکہ نصاریٰ مین ایک گروہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تین خداؤن سے تیسرا قرار دیتا ہے اور بعضے فقط مسیح کو معبود اور اللہ کہتے ہین اور بعضے مسیح کو بیٹا کہتے ہین اور اس زمانے مین بہت سے ایسے پائے جاتے ہین جو اللہ کا مصداق مجموعہ باپ

دنیا اور روح القدس کو قرار دیتے ہیں بالجملہ یہ ایسے کلمات ہیں کہ اہل ایمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں لیکن بضرورت زبان قلم سے ظاہر کیا گیا چنانچہ ابو روق نے کہا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام اس خطاب الٰہی عزوجل کو سنیں گے تو تھرتھرا اُٹھیں گے اور ہر بُن مو سے خون کے چشمے جاری ہو جاوینگے اور عرض کرینگے بقولہ تعالیٰ۔ قَالَ سُبْحَانَكَ کہیگا عیسیٰ اے پاک پروردگار تنزیہ و پاکی ہے تیرے واسطے ہر ایسی چیز سے جو تیری شان کے لائق نہیں ف خواہ شریک ہو یا کوئی اور چیز ہو۔ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ۔ مجھے کہاں سے سزاوار ہے کہ میں وہ بات کہوں جو حق درست نہیں ہے میرے واسطے ف مفسر نے کہا کہ بحق میں با زائدہ تاکید یہ خبر ہے لیس کی اور لی زائدہ ہے فقط بات کے ظاہر و کھلے بیان کرنے کو کہا کیونکہ عیسیٰ ہر ایسی بات نہیں کہہ سکتے تھے جو حق درست نہ ہو اور کچھ خصوصیت یہ نہ تھی کہ اپنے واسطے ہی ہو کیونکہ وہ سچے رسول معصوم تھے۔ حاصل آنکہ حضرت عیسیٰ یہ سوال سُنکر کانپ اُٹھیں گے اور انتہا درجہ کا ادب یہ بولا ہے کہ سوائے حق تعالیٰ عزوجل کے کسی کو الٰہ بنا دے اور ایسے ہی جملہ اقوال مختلف فرقوں کی یہی کیفیت ہے تو حضور الٰہی جل جلالہ میں عیسیٰ علیہ السلام تھرتھراتے ہوئے پہلے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کرینگے پھر ادب سے عرض کرینگے کہ مجھے لائق ہی نہ تھا کہ ان لوگوں سے ایسی بات کہوں جس کا میں کسی طرح لائق ہی نہیں ہوں إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ اگر میں نے کہا ہوتا تو میرے مولیٰ میرے پروردگار تجکو ضرور معلوم ہوتا ف کیونکہ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي تو وہ سب جانتا ہے جو میرے اندر چھپا ہوا ہو ف کیونکہ تو علام الغیوب ہے ہاں میں البتہ بندہ مخلوق ہوں وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ اور میں نہیں جانتا کہ جو تیرے علم میں ہے ف کیونکہ تیرے علم میں معلومات بے انتہا ہیں اور اُنمیں سے مجکو تو نے اسکا علم نہیں دیا ہے میرا علم تو تیرا ہی دیا ہوا علم ہے اور تیری شان پاک کہاں۔ اور میں بندہ کہاں۔ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ حقا کہ تو علام الغیوب ہے۔ اور نفس بمعنی ذات ہے اور زجاج نے کہا کہ جملۃ الشئی۔ اور زمخشری وغیرہ نے واتقان میں مفسر نے بیان کیا کہ یہ کلام صنعت ازدواج ہے جو علماء بیان کے نزدیک معروف ہے اور حاصل آنکہ تعلم ما فی نفسی کے مقابلہ میں ولا اعلم ما فی نفسک بیان کیا اور نفس کا عام عرفی اطلاق جس معنی پر ہے اس معنی پر اللہ تعالیٰ کی جناب میں نفس کا اطلاق منع ہے اور ابو ہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حجت القا فرماویگا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے اور نصاریٰ نے یہ اپنی طرف سے بات نکالی ہے اور عیسیٰؑ نے خود عرض کیا مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ میں نے کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا مجکو ف اور وہ یہ ہے کہ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ یعنی اے لوگو عبادت کرو اللہ عزوجل کی جو میرا پروردگار و تمہارا پروردگار ہے ف گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ربی وربکم سے اشارہ کر دیا کہ جب یہ کیفیت ہے کہ میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے تو میں اور تم عبودیت میں برابر ہوں پس انھوں نے یہ بات محض اپنی طرف سے نکالی ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا اور میں اُن سے خبردار تھا ف یعنی نگہبان رہا اُن کے باز رہنے میں اس کلمہ سے جو وہ کہنے لگے۔ مَا دُمْتُ فِيهِمْ جب تک میں انکے درمیان میں موجود تھا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي پھر جب تو نے مجکو گم کر دیا ف یعنی اُن کے بیچ میں سے معدوم کر دیا یعنی قبض کر لیا آسمان کی طرف اُٹھا لینے سے بقرینہ قولہ تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الی كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ تو ہی اُن کے اعمال کا نگہبان اُنپر رہا۔ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اور تو ہر چیز پر شاہد ہے یعنی مطلع و دانا ہے ف خواہ وہ بات ہو جو میں نے اُن سے کہی اور خواہ میرے بعد انکا افترا و بہتان ہو اور خواہ اور کوئی چیز ہو تجھے سب معلوم ہے واضح ہو کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی گیارہ فرقہ عرب کے مرتد ہو گئے چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان پر جہاد کا قصد کیا اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکے حکم سے ان مرتدوں پر جہاد کیا سو سخت لڑائیاں پیش آئیں اور اس لڑائی میں بہت سے مرتد اپنی اسی حالت ارتداد پر مارے گئے وہ قیامت میں مرتد ہی محشور ہونگے اور حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے کہا کہ اور یہ ہوگا کہ قیامت کے روز کچھ لوگ میری اُمت کے دوزخ کی طرف پکڑے ہوئے جاتے ہوں گے تو میں کہونگا کہ یہ لوگ تو کچھ تھوڑا سا میرے ساتھ رہے ہیں تو مجکو جواب دیا جائیگا کہ تو نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے

تیرے بعد کیا حرکتیں نکالیں تو میں وہی کہونگا جو بندہ نیک یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا وکنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیء شہید۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ تو کہا جائے گا کہ جب سے تو نے ان کو چھوڑا یہ برابر مرتد ہی رہے کہ اپنے اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ رواہ ابوداؤد والطیالسی والبخاری پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو بالکل بری کیا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ میں کوئی نہیں ہوں یہ سب تیرے بندے ہیں۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ تیرا جی چاہے اُن کو عذاب کر تو تیرے بندے ہیں ف۔ پس تو ہی انکا مالک ہے جو چاہے جو تصرف کر تجھ پر کوئی اعتراض نہیں۔ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اگر تو اُن کی مغفرت کرے یعنی ان میں سے ان لوگوں کی جو توحید پر اسلام لائے ہیں تو تو عزیز الحکیم ہے ف۔ گویا تین فرقہ ہیں سے دو فرقہ مشرک ہوئے تھے اُنکی اور اُن کی شاخوں کو تو معذب کہا کہ ان پر عذاب کریگا تو تو مختار ہے اور ایک فرقہ جو بعد عیسیٰ علیہ السلام کے توحید پر رہا تھا جسکو دونوں مشرک فرقوں نے ہلاک کر ڈالا اس موحد و مسلمان فرقہ کے حق میں ادب سے سفارش کی کہ وہ لوگ اگرچہ گنہگار ہوں لیکن مشرک نہیں ہیں یا انہیں کے مانند بعضے شام کے نصرانی وحبش کے نصرانی جو مسلمان ہوئے ہیں ان سب کو بخشدے ان ان کے گناہوں سے درگذر فرما تو غفور الرحیم ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ مشرکوں کو بخشدے تو غفور الرحیم ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل نے بالکل قطع کردیا کہ مشرک کسی طرح مغفور نہ ہوگا پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بزرگ رسول تھے ایسی بات نہیں کہہ سکتے ہیں جو قطعاً ممنوع ہو اور یہ تو بندہ مومن نہیں کرے گا اور بعض نے جو کہا کہ شاید ان پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو جیسے حضرت صلعم سے مروی ہوا کہ مشرک کے حق میں استغفار کیا تو نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ۔ تو یہ وہم و غلط ہے صحیح یہ ہے کہ یہ بیزاری ہے نصاریٰ کے حال سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ واسکے رسول پر جھوٹ باندھا۔ قال ابن کثیرؒ اور اس آیت کیواسطے ایک نشان عجیب ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بار بار اسی کو پڑھتے رہے یہانتک کہ صبح ہو گئی ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک رات ایک ہی آیت پڑھی کہ اسی سے رکوع کرتے اور سجدہ کرتے اور وہ قولہ تعالیٰ ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ ہے پھر جب صبح ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ یہی آیت پڑھتے رہے رکوع اسی سے اور سجدہ اسی سے کرتے یہانتک کہ صبح ہو گئی تو فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے اپنے واسطے شفاعت کی درخواست کی تو مجھے عطا فرمائی اور وہ انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والی ہے ایسے شخص کیواسطے جس نے اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی چیز کو شریک نہ کیا ہو۔ رواہ احمد۔ اور دوسری روایت طویل میں ابوذرؓ سے ہے کہ پھر جب صبح ہو گئی تو میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو اشارہ کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کر کہ رات یہ کیا بات تھی تو ابن مسعودؓ نے کہا کہ میں آپ سے کوئی سوال نہ کرونگا حتی کہ خود ہی مجھ سے فرماویں تب میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں رات آپ ایک ہی آیت دوہراتے رہے حالانکہ آپ پر قرآن نازل ہوا اور اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم آپس میں اسپر کچھ مضائقہ جانتے۔ تو فرمایا کہ میں نے اپنی اُمت کیواسطے دعا کی تھی تو عرض کیا کہ آپ کو کیا جواب ملا تب فرمایا کہ ایسا جواب ملا کہ اگر بہتیرے ان میں سے مطلع ہو جاویں تو نماز چھوڑ دیں (یعنی جو نا سمجھ لوگ ہیں) میں نے عرض کیا کہ بھلا میں لوگوں کو خوشخبری دیدوں فرمایا کہ ہاں دیدے پھر میں ایک پتھر پھینکنے کے انداز پھر دور گیا ہونگا کہ عمرؓ نے آکر عرض کیا کہ اگر آپ یہ خوشخبری دیدینگے تو لوگ عبادت چھوڑ دینگے یعنی انجام کار گمراہ و مشرک ہو کر محروم ہو جاوینگے، تو آواز دیکر مجھے واپس بلا لیا۔ رواہ احمد۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے پڑھا قول عیسیٰؑ۔ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم الآیۃ۔ پھر اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے اور کہا کہ اللہم اُمتی یعنی میرے پاک پروردگار میری اُمت کی طرف نظر رحمت فرمایا اور روئے پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمدؐ کے پاس جا اور پروردگار دانا تر ہے تو جا کر اُس سے پوچھ کہ کیوں روتا ہے پس جبرئیلؑ نے حضرت صلعم سے آکر پوچھا تو حضرت صلعم نے جبرئیلؑ کو اپنے قول سے آگاہ فرمایا تو اللہ عزوجل نے جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ جا کر محمد صلعم سے کہدے کہ ہم عنقریب تیری اُمت کے معاملہ میں تم کو رضامند و خوش کر دینگے اور تجکو ناخوش نہ کرینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم

عن یونس بن عبدالاعلی عن ابن وہب عن عمرو بن الحرث عن بکر بن سوادۃ عن عبدالرحمٰن بن جبیر عن عبداللہ بن عمرو تحدیثاً - اور حدیث حذیفہ بن الیمان
جو مسند احمدؒ میں ہے اور حدیث عائشہؓ و حدیث دیگر صحابہ جو صحاح و سنن میں ہیں اسکی مؤیدات ہیں و اللہ سبحانہ اعلم والحمد للہ رب العالمین - اور یہ
اہل سلام و ایمان کو عمدہ بشارت و خوشخبری ہے لیکن افسوس ہے کہ اس زمانہ میں اہل اسلام نے اپنے کو شرک میں مبتلا کر ڈالا اے لوگو شرک سے بچو
اے لوگو تمھارے اور گناہ کتنے ہی بڑے ہوں وہ آسان ہیں لیکن شرک سے بچو - ذرا غور کرو کہ حدیث ابوذرؓ و حدیث عبداللہ بن عمروؓ میں کس قدر
مسرت و خوشی ہے لیکن یہ شرط مذکور ہے کہ وہ کچھ شرک نہ کرتا ہو پس کیا خوشخبری ہے اس قوم و ان لوگوں کے واسطے جو بدون شرک کے اس دنیا
سے خوش حال گذر گئے والسلام علی من اتبع الہدیٰ ف - **قال فی العرائس** قولہ تعالیٰ واذ قال اللہ یاعیسی بن مریم ءانت قلت للناس الآیۃ
اسمیں اوتعالیٰ سبحانہ نے عار و ملامت دلائی ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ شرک کرنے کو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اور کہتے ہیں کہ ان اللہ ثالث ثلثۃ پس
اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے برملا ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہے چنانچہ عیسیٰؑ کا قول ہے - قال سبحانک ما یکون لی ان اقول مالیس لی
بحق - اور نیز اسمیں لطیف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافروں کو ان کے دروغ و بہتان باندھنے میں مخاطب نہیں فرمایا کہ وہ توحید اسلام سے
برگشتہ ہو کر شرک و ضلالت میں پڑ گئے فقط اتنا نام رہگیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے پیرو ہیں تو ان کافروں کے بارے میں اپنے رسول پاک حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کو مخاطب کیا اور اسکے ضمن میں کافروں کو ایک ایک شرم و ملامت کے باوجود قطعاً معلوم ہو گیا کہ وے لوگ بُری طرح شرک گمراہی میں پڑے تھے
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں - اور کافروں کو مردود کرکے فقط عیسیٰؑ سے خطاب کرنے میں ایسی ہی بات ہے جیسے دنیا میں بادشاہوں
کو یہ طریقہ الہام ہو گیا کہ جب کسی قوم سے خطاب کرنا منظور ہوتا ہے تو ان میں سے کسی بڑے شخص سے خطاب کرتا ہے اور مراد اس تمام قوم سے خطاب
ہوتا ہے اور نیز اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بمقام عظمت و کبریائی کے تحت میں پہونچا کر اس خطاب سے جو آثار حدث ہیں اُن کو
قدم میں فنا کر دیا اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو اس خطاب عزیز و جلیل سے سرفرازی حاصل نہ ہوتی اور یہ قرب منزلت بجناب رسالتمآب
محمد صلعم ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ میں اولیٰ ہوں عیسیٰ بن مریم کیساتھ کہ میرے و اس کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے - شیخ عبدالعزیز المکی رحؒ نے کہا
کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت نہ ہوتی کہ عیسیٰؑ کو ثابت رکھا تو وہیں شرم و خجالت سے پانی ہو جاتے اور یہ شرم اُن کو اس قدر بھاری نظر آتی تھی کہ اگر
اُن سے کہا جاتا کہ یہ عتاب یا جائے یا آگ تو شاید وہ آگ کو اختیار کر لیتے اور جنھوں نے دنیا میں اُن کو شریک بنایا وہ اس دن ایسا ہولناک
غضب ہی غضب چھایا ہوا دیکھیں گے کہ اسوقت اس کو سوجھے گا کہ اگر تمام دنیا بھر آگ میں جلتی ہے تو اس سے بہتر تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف
ربوبیت کی نسبت کریں - ابن عطاء رحؒ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام سے جو سوال کیا گیا اور انھوں نے عرض کیا کہ لاعلم لنا - تو یہ دہشت و عظمت
ہے کیونکہ اسمیں اظہار عظمت کا سوال تھا پس دہشت سے ادب کی راہ چلے اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال ہے وہ خود عیسیٰ کا قصہ و حال ہے پس
سکوت زیبا نہیں پس عیسیٰؑ کے حق میں جو کافروں نے کہا تھا اُس سے اپنی برأت اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی تنزیہ و پاکیزگی بیان کی شیخ نے کہا
کہ مجھے یہاں ایک اور بات ظاہر ہوئی اور وہ یہ ہے کہ عموماً خطاب رسولوں میں تو عیسیٰؑ بھی شامل ہیں اور وہاں مقام ہیبت و عظمت تھا پس مبہوت
ہو کر متحیر و ساکت رہے پھر جب مقام انبساط میں لا کر عیسیٰ علیہ السلام کو مخصوص خطاب کیا تو مشاہدہ جمال میں منبسط ہو کر بول اُٹھے اور سکوت نہیں کیا
قال المترجم شاید حاصل معنی یہ ہیں کہ مقام عظمت و ہیبت میں سب رسول خاموش رہیں گے اور پھر مقام مشاہدہ جمال و انبساط میں لائے جائیں گے
تو سب گذارش کرینگے اور عیسیٰ علیہ السلام بھی منجملہ ان کے مقام پر بولیں گے - **قولہ** تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک یعنی میرے نفس میں جو
تیری توحید و معرفت و تنزیہ و تقدیس و تعظیم و اجلال اس طرح ہے کہ ہر ضد و ند و شرک و شریک و ہر چیز جو تیری شان کے لائق نہیں ہے سب سے

تیری تقدیس ہے جیسا کہ سبحانک کہکر اظہار کیا۔ پھر کہان سے مین ایک شریک بناتا اور کہان یہ کہ کافر و مشرک بہتان باندھتے ہین کہ مین نے دو آلہ
بنائے۔ نعوذ باللہ۔ تو پاک علام الغیوب ہے۔ پس جو کچھ میرے نفس مین توحید و اجلال ہے وہ میرے پاک پروردگار تو خوب جانتا ہے۔ اور قولہ
ولا اعلم ما فی نفسک یعنی جو عیب اور غیب الغیب وکنہ القدم تیرے غیب مین ہے وہ مجھے نہین معلوم ہے اور نیز جو تیری ذات مین کنہ قدیم اولہ وجود ازلی قدیم ہے
مجھے نہین معلوم ہو سکتا قال المترجم اس مین اشعار ہے کہ کوئی بندہ مومن کسی حال مین ذات و صفات باری تعالیٰ مین غور و فکر نہ کرے گمراہ ہو جائیگا اور یقین
کرے کہ رسول اللہ صلعم نے جو صفات و توحید فرمائی ہین وہ حق ہین بدون اسکے کہ ان کی کیفیت کی فکر مین بھٹکے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے مانند بزرگ رسول
اس کیفیت سے لا علم ہے۔ فافہم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تعلم ما فی نفسی یعنی تو میرے نفس کے کنہ و ماہیت سب سے خوب واقف و دانا ہے کیونکہ
تو نے ہی اسکو ایجاد کر دیا ہے اور مین تیری ذات پاک کے علم سے خبردار نہین ہو سکتا کیونکہ وہ ادراک سے باہر عالی متعالی ہے ہان معرفت توحید سے
آگاہ ہون۔ قال المترجم بعض علماء تصوف نے علم ذات بھی جائز رکھا ہے جیسا کہ شرح مثنوی رومی از بحر العلوم مین مذکور ہے لیکن یہ قول خلاف تحقیق
ہے اور ظاہرا باقی باتین کرنے والون کو وہم ہوا اور مراد ان علماء کی یہ ہوگی کہ بعض متشابہات مانند علم روح وغیرہ کے علم توحید حاصل ہونے پر بطریق
معرفت و انکشاف حاصل ہوتے ہین اور کنہ صفات نہین ممکن ہے بھلا ذات پاک کا کیا ذکر ہے اور شیخ روزبہان رحمہ اللہ صاحب عرائس نے اسکو
جابجا مصرح بیان کیا ہے۔ فافہم۔ اور شیخ جنید ؒ نے قولہ تعلم ما فی نفسی الخ مین کہا کہ جس حال پر مین ہون اور جو کچھ معرفت مجھ مین ہے سب تو جانتا ہے اور جو
علوم و عنایت تیری مجھ پر ہے اس مین سے مین اسی قدر کے سوائے جس سے مطلع ہوا اور مجھ مین ہے اور مین کچھ نہین جانتا ہون۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو
تو نے میرے نفس مین ودیعت رکھا کہ اس سے مین بھی نہین واقف ہون وہ تو دانا ہے اور جو تیرے غیب مین ہے وہ مین نہین جانتا ہون۔ قال المترجم
اچھا قول ہے قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن ابی جعفر الباقر۔ تو میری کیفیت سے واقف و دانا خوب جانتا ہے اور مین تیری کیفیت سے اور جس طرح وہ کیفیت
ہے تیرے واسطے اسکو مین کچھ نہین جانتا ہون قولہ ما قلت لہم الا ما امرتنی بہ۔ یعنی مین نے اُن سے یہی کہا کہ اللہ تعالیٰ پروردگار قدیم میرا تمھارا پیدا کرنیوالا
ہے اسکو فرد واحد جانو اور غیر کو درمیان سے دور کر دو۔ اور یہی فرمایا۔ ان اعبدوا اللہ ربی وربکم۔ اسمین اپنی قوم کے رب ہونے کے ساتھ یہ بھی بیان
کر دیا کہ وہ میرا پروردگار بھی ہے۔ تاکہ کمال کے ساتھ واحد قدیم لاشریک کی توحید کامل بیان ہو اسکا کوئی ضد و ند نہین ہے بلکہ کسی کو اس سے مشابہت
ہی نہین ہے قولہ وکنت علیہم شہیدا۔ یعنی دنیا مین ان کی فرمانبرداری و نافرمانی پر اور بعض پوشیدہ اسرار پر جو تو نے مجھے بتلائے تھے کہ فلان منافق ہے
اور فلان ایسا ویسا ہے۔ اور نیز یہ معنی کہ کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم۔ یعنی وحی و رسالت جبتک اُن کو پہونچاتا تھا تب تک اُن کی طرف میری توجہ تھی
کہ اُن سے وقوف تھا اور پھر جب تو نے مجھ سے اکوان یعنی حوادث کو فنا کر دیا بایں طور کہ بالکل تیرے مشاہدہ مین مستغرق اور اسی طرف ہو گیا تو اکوان
و حوادث کی خبرین مجھ سے بند و غائب ہو گئین چنانچہ فرمایا قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ حاصل آنکہ جس چیز کا ظاہر و باطن بالکل تو نے پیدا کیا ہے
اور تو قدیم ہے کہ تیرا احاطہ ہر ذرہ ذرہ پر ہے تو تجھ پر اپنی مخلوق کیونکر پوشیدہ ہو سکتی ہے اور اس آگاہی سے وہ بندہ البتہ عاجز ہوگا جو مخلوق ہو اور
جو تیرے انوار مشاہدہ مین از خود رفتہ ہو جائے جیسے مین بندہ ہون کہ تو نے مجھکو میری خودی سے اپنی طرف فانی کر لیا۔ قال بعضہم فی قولہ ما قلت لہم الا ما
امرتنی بہ۔ یعنی مجھے زبان بولنے کی کہان سے مل سکتی ہے لیکن اسی قدر بول سکتا ہون جسقدر تیری اجازت ہو وقد قال تعالیٰ من ذا الذی یشفع عندہ
الا باذنہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ یہ ہے کہ اہل توحید بالکل فانی ہوتے ہین ان کی گویائی و حرکت سب بقوت قدم ہے پس بندہ صالح علیہ السلام
عرض کیا کہ اپنے و اپنی مان کے معبود بنانے کو مین کہہ نہین سکتا تھا کیونکہ تو نے تو عبادت پروردگار کا حکم دینے کو فرمایا پھر مین اپنی خودی سے
فانی کیونکر اور کچھ کہہ سکتا تھا جو تو نے نہین فرمایا ہے۔ فافہم قال بعضہم فی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم یعنی جب تو نے مجھ سے ابلاغ

رسالت کا بوجھ اُٹھالیا تو پھر تو ہی ان پر نگہبان رہا کہ اپنے احکام قضا و قدر سے جو تو نے جاری کیا وہ تو ہی جانتا ہے۔ شیخ ابوبکر واسطیؒ نے اس
آیت میں بیان کیا کہ جو بندہ موحد ہوتا ہی سب چیز اس کی نظر سے ساقط ہو جاتی ہے لہذا اسکو سوائے حق کے کچھ نظر نہیں آتا ہے اگر اوتعالی
اسکو آگ میں ڈالدے تو اسکو وہی وہان ہے وہ اس سے نکلنے کی خواہش ہی نہ کریگا اسواسطے کہ دیدار حق اُسکا وطن ہے اور نجات وہانکی ایک
آنکھ سے ہے جو کچھ حجاب تھا اُس نے بچشم تفرید سے مٹا دیا اور مخاطب یعنی خطاب کرنیوالا اور مخاطب یعنی جسکو خطاب کیا وہ ایک ہی ہوگیا اور بات
یہی رہگئی کہ حق عزوجل نے بذات پاک خود اپنے آپ کو اپنے واسطے خطاب فرمایا۔ قال المترجم مرتبہ توحید و تفرید مین بقار فقط ذات حق حی القیوم کو
باقی ہو اور ممکن و مخلوق از خود فانی ہوتا ہے اور جملہ صفات اسکے فانی ہو جاتی ہین اور بقار اسکو بصفات حق عزوجل ہوتی ہو اور یہ معنی نہین ہین
کہ یہ مخلوق جاکر خالق سے متحد ہو جاتا ہے کیونکہ یہ محال ہے اور جو ایسا اعتقاد کرے وہ کافر گمراہ ہے اسکو حقیقت سے خبر نہین اور نہ کبھی خبر ہوگی
بالکیفیت اسکی عارف باللہ تعالی جانتا ہے عوام کی سمجھ سے خارج ہے و قد قال الشیخ قد تاہت العقول و درست الرسوم و بطل ما کانوا یعملون عقلین
حیران ہوگئین اور اسمین مٹ گئین اور جو کرتے تھے باطل ہوگیا اور یہ جو مترجم نے ذکر کیا ہی تمام لبسط سے مولوی بحر العلوم نے شرح مثنوی روم مین بیان
کیا ہے اور خود شیخ اکبرؒ نے فصوص الحکم وغیرہ مین تصریح کردی ہی کہ انقلاب یا ہئیت ممکن کا واجب کی طرف نہین ہوتا بلکہ ممکن بندہ و مخلوق وہی رہتا ہی
جو تھا یہ صرف فنا و بقار ہے اور وصول بدرگاہ مولی جل و علا اور یہ صرف زبانی باتون اور حواس والی عقل کے لنگڑے گھوڑے دوڑانے سے حاصل نہین ہوتا
اور یہ عقل یہان کام کرتی ہی جیسا کہ شیخؒ نے بیان کیا اور مولوی جامیؒ نے شرح فصوص الحکم کی منہیہ مین تصریح کردی کہ جو لوگ راہ شریعت پر ٹھیک
قائم ہو کر حقیقت کو طے کر کے وہان نہ پہونچین اور اس فضل الٰہی سے ان کو حصہ نہ ملے تو زبانی باتون سے وہم و قیاس کرنے مین گمراہ ہونگے
اور امید نہین کہ خاتمہ بخیر ہو پس عوام کو واجب و فرض ہی کہ فقط راہ شریعت پر مستقیم قائم ہون اور جب راہ حقیقت پر اللہ تعالی پہونچادے تو وہان سے
البتہ کسی قدر تمیز ان کو حاصل ہوگا۔ شاہ ابوالحسنؒ نے خوب کہا ہے کہ ولایت او صلاحیت تو دور ہے پہلے تو مومن تو ہولے بے شعور اور امر عظیم
اسرار و حقائق ہین ہر ابجد خوان اکو کب مذاق شعور و سخن سمجھا جاسکتا ہی اور ہر تنوار کب شرح دقائق سے خبردار ہوگا فاستقم واللہ الموفق والمعین قولہ ان تعذبہم
فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم ۵ آیۃ کریمہ ایک عجیب اسرار پر مبنی ہی اور اس سچے بھید پر اہل دل فریفتہ ہوتے ہین ولیکن بیان مین اسقدر
ہے کہ آیت سے ہرگز یہ مراد نہین کہ نصاری جو حالت شرک مین ہین اگر تو اُن کو بخشدے تو عزیز الحکیم ہے بلکہ اہل التفسیر نے اتفاق کیا کہ مشرکون کو
اللہ تعالی ہرگز نہین بخشیگا یعنی جو مشرک کہ حالت شرک پر مر گئے وہ ہرگز مغفور نہین اور یہ اگلے و پچھلے تمام مسلمانون سب کا مذہب ہی اور تمام انبیا و تمام
اُمتین سابق جو مسلمان گذرے ہین وہ سب اس امر پر متفق تھے کہ مشرک نہین بخشا جائیگا۔ اور یہان مجھے ایک لطیفہ نظر آتا ہی وہ یہ کہ اللہ تعالی نے اپنے
رسول عیسی علیہ السلام کی زبان پر ایسا سر مکتوم جاری کردیا جو تمام خلائق کے دلون پر مخفی ہے سوائے ان بندون کے جو خالص السر ہین اور یہ محال ہے
کہ عیسی علیہ السلام پر یہ بات پوشیدہ رہی ہو کہ جو مشرک مرا وہ مغفور نہین ہے اور یہ تو ظاہر شرع مین صریح وارد ہی بلکہ یہ گفتگو از عالم سر المکتوم فی الغیب
و مفہوم اصل خطاب ہے گویا اس سے اشارہ کیا جس طرف ابن عباس و ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا فی قولہ تعالی خالدین فیہا ما دامت السموات
والارض پس ان دونون صحابیون نے اشارہ کیا کہ دوزخ کو حکم ہوگا کہ ان لوگون کو کھا کر فنا کردے پھر نئے سر سے پیدا کئے جائینگے۔ اور ابن مسعودؓ نے
کہا کہ جہنم پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ اُسکے دروازہ بند ہونگے کہ اسمین کوئی نہ ہوگا اور یہ بعد اسکے کہ دوزخی اسمین احقاب یعنی بہت سے حقبہ
پڑے رہین گے اور شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ جہنم ایسی چیز ہے کہ بہت جلد آباد اور بہت جلد خراب ہوگی۔ تو نہین دیکھتا کہ لفظ کی صورت کیونکر ہے
ان تعذبہم یعنی اُن کے کفر پر اگر تو اُن کو عذاب کرے۔ فانہم عبادک یعنی بجا و درست ہی کیونکہ وہ سب تیرے ہی ملک ہین و ان تغفر لہم۔

یعنی جیسے ارادہ ومنا ہیں ہیں تو تجھے کون مانع ہے۔ فانک انت العزیز۔ اپنی بادشاہت میں ایک اکیلا خود مختار ہے اُن کے بخشنے میں تو نادان نہیں ہے الحکیم۔ اپنے حکم ومشیت ومراد وحکم جاری کرنے میں حکمت والا ہے۔ اور ہم اس سے زیادہ اس مقام پر کچھ بول نہیں سکتے کیونکہ یہ مقام اسرار ہے۔ قال المترجم۔ جو آثار ابن عباس وابن مسعود وشعبی سے نقل کئے انکا بیان اسی آیت کی تفسیر میں مع توضیح آویگا جس کا حوالہ دیا ہے اور مدار اسرار کا مرجع مقام تخلیص وتلبیس ہے وبالجملہ یہ تو معلوم ہوا کہ اہل النار ہمیشہ آگ میں رہیں گے اور خلاص نہیں اور موت بھی نہیں ہے اور دار آخرت سب باقی وپایدار ہے وہاں فنا نہیں ہے اور شیخ اکبر رح وغیرہ نے تصریح کردی ہے کہ تبدیل جلود اور جلکر نئے سرے دوزخ میں اُن کے جسم تیار ہوجانے میں بھی ایک التفات رحمت ہے۔ فافہم۔ اور نیز ان تعذبہم یعنی دعوی معرفت سے عذاب دے بایں طور کہ اپنی عظمت کی حیرت وفنا میں ڈالے تو بندے ہیں اور اگر اُن کی مغفرت کرے تو ان کو مقام التباس میں ڈالدے کہ صفت وحدانیت سے تیرا ادراک نہ کریں اور حجاب حظوظ میں پڑے رہیں۔ وراق رح نے کہا کہ اگر اُن کو تقصیر طاعت پر عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اقرار کرتے ہیں کہ ہم سے قصور ہوا اور اگر اُن کے گناہ بخشدے تو عزیز الحکیم ہے بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اُمت کیواسطے ابتداءً سوال میں نہیں کیا اور حق تعالیٰ سے محاکمہ چھوڑا اور ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برابر شفاعت فرماوینگے اور اُمتی اُمتی کہے جاوینگے یہانتک کہ تمام اُمت کے حق میں قبول ہوا اور یہی وہ مقام محمود ہے جس سے آنحضرت صلعم مخصوص ہیں اور اسی پر اگلے پچھلے غبطہ کرینگے کہ آپ برابر انبساط کئے جاوینگے اور حق جل وعلا فرماویگا کہ ہاں تو کہہ تیری بات سنی جائیگی اور سفارش کر تیری سفارش مقبول ہوگی۔ والحمد للہ رب العالمین۔

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

فرمایا اللہ نے یہ وہ دن ہے کہ کام آوے گا سچوں کو اُن کا سچ اُن کو ہیں باغ جنکے نیچے بہتی نہریں

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

رہا کریں اُن میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے یہی ہے بڑی مراد ملنی

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ع ۵ ۱۶ ۱۶

اللہ کی سلطنت ہے آسمان وزمین کی اور جو اُن کے بیچ ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

قَالَ اللّٰهُ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ف بعض نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے جواب کے طور پر فرمایا اور بعض نے کہا کہ مطلقاً اخبار ہے اور اول اظہر ہے هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ یہ وہ دن ہے کہ کام آویگا سچوں کو اُن کا سچ ف یعنی یہ روز قیامت دن اُسکا ہے کہ نفع دیوے ان لوگوں کو جو دنیا میں سچے تھے مانند عیسیٰ علیہ السلام وغیرہ کے ان کی سچائی اسلئے کہ یہی بدلے کا دن ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ صادقین یعنی موحدین اور مصداق اس کے انبیاء ومومنین ہیں کیونکہ کفار ومشرکین کو سچ بولنا آخرت میں کچھ نافع نہیں بلکہ اُن کو دنیا میں اسکا بدلا مل جاتا ہے اگر مشیت الٰہی میں مقدر ہو۔ پھر اللہ عز وجل نے ان کے صدق کے نفع وثواب کو ذکر فرمایا بقولہ۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔ ان کو ہیں باغ جن کے نیچے بہتی نہریں رہا کریں اُسمیں ہمیشہ ف یعنی اُن کے صدق اور اطاعت کے بدلے انکو جزا ہے۔ اور یہ کیوں پس فرمایا بقولہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ۔ اللہ اُن سے راضی ہوا ف یعنی اُن کے مطیع ہونے سے او تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور صحاح میں احادیث میں مصرح ہے کہ جنت ملنے کے بعد او تعالیٰ فرمائیگا کہ بڑی نعمت زائد یہ ہے کہ میں تم سے راضی ہوا اب کبھی تم پر خشم نہ ہوگا۔ وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ راضی ہوئے اس سے ف یعنی او تعالیٰ کے ثواب وانعام سے مومنین سب کے سب

خوشدل راضی ہوں گے اور یہ بھی احادیث صحاح میں مصرح ہے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ یہی ہے بڑی مراد ملنی ف یعنی یہ فوز عظیم ہے اور نزدد
ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر کیا فوز ہوگا کہ مالک و خالق جل جلالہ راضی ہے اور مفسرؒ نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں جھوٹے تھے ان کو قیامت کے روز
سچ بولنا نفع نکریگا جیسے کافر لوگ کیونکہ وہ عذاب کو آنکھوں دیکھکر ایمان لائے اور سچے بنے ہیں اور عمل و طاعت کا مقام دنیا تھی وہ گذر گئی۔
لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ کو سلطنت ہے آسمان و زمین کی ف مثل بارش اور اگنی و رزق وغیرہ کے خزانے سب اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں
وَمَا فِيْهِنَّ اور جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے ف خواہ عقل دیا گیا ہو یا نہ ہو اور مَا موصولہ جو غیر عاقل کے واسطے مشہور ہے وہ فرمایا اور مَن نہیں فرمایا
اسمیں غیر عاقل کی تغلیب ہے۔ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اور وہ ہر شئی پر قادر ہے ف اور منجملہ ہر شئے کے یہ بھی ہے کہ صادق و موحد کو ثواب دینا
اور کاذب کافر کو عذاب کرنا۔ اگر کہا جاوے کہ کل شئی تو ذات باری تعالیٰ بھی ہے کیونکہ فرمایا اے شئی اکبر شہادۃ یعنی از راہ شہادت کے کون چیز سب سے
بڑی ہے قل اللہ کہدے کہ اللہ تعالیٰ ہے پس معلوم ہوا کہ شئی کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بھی ہے تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ عقل نے اس کلیہ میں سے
ذات الٰہی کو خاص کر لیا پس اپنی ذات پر قادر نہیں ہے اور حق یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ میں ایسی بحث کرنا لغو ہے کیونکہ شئے کا لفظ اطلاق کرنا اور ذکر کرنا
صرف لفظی مفہوم ہے اور معنی میں ذات پاک حضرت حق تعالیٰ وہم و قیاس و گمان و عقل سب سے عالی متعالی ہے پس عقل کو تخصیص و عدم تخصیص کی یہاں کچھ
بھی مجال نہیں ہے اور رہا یہ امر کہ ذات او تعالیٰ اس کی قدرت کے تحت میں داخل ہے یا نہیں تو کسی مجنون کے خیال میں بھی نہ ہوگا کہ ذات کیونکر صفت
کے تحت میں ہوگی کیونکہ رتبہ ذات مقدم از رتبہ صفت ہے علاوہ بر این یہ ایک نقص ہے جو جناب باری تعالیٰ کی شان میں قطعاً محال ہے بالجملہ ایسی لاطائل
بحث سے رجوع کر کے تفسیر کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت خاتمہ میں تحقیق حق فرمائی اور نصاریٰ کے دروغ بہتان پر تنبیہ کر دی
کہ جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا عیسیٰ اُن کی ماں کو دو خدا جھوٹے منھ سے کہا وہ محض غلط ہے تمام ملک آسمان و زمین و جو ان میں ہے وہ فقط اللہ تعالیٰ
ہی کا ہے عیسیٰ یا کسی مخلوق کا نہیں ہے اور ہر شئی کہ جو اس کے مقدور میں ہے اور اسکی مملوک ہے وہ خدا کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ مملوک ہے کہ وہ تعالیٰ
جل جلالہ جس طرح اسمیں چاہے تصرف کرے خواہ مارے یا جلاوے جو چاہے حکم کرے اس کی مشیت و ارادت میں کسی کو دخل نہیں ہے نہ اُس کا
کوئی شریک نہ نظیر نہ وزیر نہ عدیل نہ فرزند نہ جورو۔ پاک ہے وہ ہر عیب و نقص کی بات سے اور وہی معبود برحق ہے اس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے
ف قال فی العرائس۔ قال اللہ ہٰذا الیوم ینفع الصادقین۔ ان کی سچائی یہ تھی کہ قدم میں حدوث کو فانی دیکھا کیونکہ اُنھوں نے حق تعالیٰ کو نہ
پایا مگر اسی طرح کہ اس کے ادراک سے عاجزی ظاہر کی پھر جب عاجزی سے پہلے یا عاجزی کے بعد اسکو نہ پایا مگر اسی طرح کہ اسی کے فضل سے
حصول ہوا تو اقرار کیا کہ اس کی معرفت سے بندے عاجز ہیں اور یہی ان کی معرفت کمال ہے اور یہی صدق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے واسطے ذکر
فرمایا ہے پس یہی عاجزی اُن کو اسوقت نافع ہوگی جبکہ عظمت و عزت کے آفتاب کا ظہور ہوگا پس ان کی فنا میں ان کی دستگیری ہوگی اور وہ تعالیٰ
صفت بقا سے اُن کو ملبوس فرماویگا حتی کہ ہمیشہ بلا حجاب و عتاب کے حق عز و جل کے ساتھ باقی رہیں گے حسینؒ نے اس آیت میں کہا کہ جو بندہ احکام
قضا و قدر کے تحت میں یقین کیساتھ اپنے آپکو محکوم جانتا ہے اور موافق حکم الٰہی و سنت رسول کے صدق و اخلاص سے چلتا ہے اور اپنے عجز و افلاس
و محتاجی کا یقین رکھتا ہے اسکے صدق کے مقابلہ میں اسکا جہل و تقصیر عبادت فرو ہوگا اور اسکو صادق کا ثواب وہ ملیگا جو فرمایا بقولہ لہم جنات۔ اسے
ذات پاک کے مشاہدہ کے جنتیں جن کے زیر سایہ صفات کی نہریں روان ہیں اور یہ اس طرح ملیں گی کہ ہر لحظہ بلحظہ اسکو تجلی ہوگی۔ قولہ خالدین
فیہا۔ اس سے متصف باقی رہیں گے۔ ابداً۔ اسے بلا انقطاع اور قولہ رضی اللہ عنہم یعنی قدم میں فانی ہو جانے کے بعد اور آگے وصول قدم
میں متحیر پاکر یہ رضا اُن پر طاری ہوئی۔ ورضوا عنہ کیونکہ یہ مشاہدہ و خطاب پایا جس کے مثل و نظیر نہیں ہے اور یہ رضا سبب کشف قدم کے

ابواب اُن پر بند ہون گے اور جس حال مین ہین باقی رکھے جائین گے اور اگر وہ جانتے کہ پہلے یہ شان ہو تو حیرت سے سب کے سب مر جاتے
سو جو اس کو پہچانتا وہ کیونکر اس سے سکون کر سکتا ہے اگرچہ جس کو فضل سے عطار مشاہدہ ذات بلا حجاب ہے وہ حالت اولیٰ مین مشاہدۂ توحید
مین پہونچا ہو کیونکہ وہ مشاہدہ اور یہ مشاہدہ یکسان نہین ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و رحمت نہ ہوتی تو سلطان کبریائی کے تحت مین فنا
ہو جاتے اور باقی نہ رہتے پس ان کو باقی رکھنا اور فنا رسے نجات دینا اور مشاہدہ کی نعمت سے سرفرازی یہ فوز عظیم ہے قولہ وللہ ملک السموات
والارض - اپنے ساتھ مخصوص فرمایا اور سب مخلوق سے نفی کی کہ وہی موجد خالق ہے پس وہی معبود و جامع صفات کمال ہے اور باقی کوئی
ہو مخلوق و بندہ ہے اُس کی قدرت کے تحت مین مطیع ہے -

سورۃ الانعام مکیۃ الا وما قدروا اللہ الا ایات الثلث والا قل تعالوا الا ایات الثلث مائۃ وخمس وستون ایۃ

سورۂ انعام مکہ مین ہجرت سے پہلے نازل ہوئی سوائے قولہ وما قدروا اللہ سے تین آیتون تک اور سوائے قولہ قل تعالوا سے تین آیتون تک اور اس
سورہ کی سب تین ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) ہین اور بعض شمار سے ایک سو چھیاسٹھ (۱۶۶) ہین قال ابن کثیر عوفی و عکرمہ و عطاء نے ابن عباس رضی سے روایت کی
کہ سورۃ الانعام مکہ مین نازل ہوئی یوسف بن مہران عن ابن عباس سورۃ الانعام مکہ مین رات مین پوری ایکبارگی نازل ہوئی اس کے گرد ستر ہزار
فرشتے تسبیح کرتے تھے رواہ الطبرانی و ابن مسعود رضی سے بھی یہی تعداد فرشتون کی ہمراہی کی ہونا مروی ہے - جابر رضی نے کہا کہ جسوقت سورۂ انعام
اُتری تو رسول اللہ صلعم نے تسبیح پڑھی اور فرمایا کہ اس سورت کی مشایعت مین اس کثرت سے فرشتے ہین کہ افق کو ڈھانپ لیا ہو رواہ الحاکم و قال
صحیح علی شرط مسلم اور یہ آپ نے قبل نزول وحی کے آسمان کی طرف نظر کر کے فرمایا ہے - انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ سورۃ الانعام
نازل ہوئی اُس کے ساتھ ایک موکب ملائکہ کا تھا جس نے مشرق و مغرب کا افق بھر لیا تھا ان کی تسبیح کی آواز سے زمین ہل گئی تھی اور زمین گونج رہی
تھی - رسول اللہ صلعم فرماتے تھے سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ العظیم - رواہ ابن مردویہ اور ابوالشیخ و بیہقی نے بھی اسکو روایت کیا اور ابن عمر رضی
سے قریب اس کے ابن مردویہ نے روایت کیا ہے اور اس کے فضائل مین ایک جماعت سے روایات ہین قال القرطبی علماء نے فرمایا
کہ مشرکین وغیرہ کے ساتھ حجت کرنے اور ان کو قائل کرنے مین اور مبتدعین وغیرہ پر حجت کرنے مین اور جو بعث و حشر سے منکر ہین ان کو حجت سے
قائل کرنے مین یہ سورہ اصل ہو اور اسی پر متکلمین نے اصول دین کو مبنی کیا ہے -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر جو بخشنے والا مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۥ ثُمَّ

سب تعریف اللہ کو جن نے بنائے آسمان و زمین اور ٹھہرایا اندھیرا اور اُجالا پھر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى

یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہین وہی ہے جن نے بنایا تم کو مٹی سے پھر ٹھہرایا ایک وعدہ اور ایک وعدہ ٹھہر رہا ہے

عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝

اسکے پاس پھر تم شک لاتے ہو اور وہی ہے اللہ آسمان و زمین مین جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کماتے ہو -

الْحَمْدُ لِلّٰہِ جمیع حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کیواسطے ف بعض نے الف لام جنس کا تجویز کیا اور بعض نے الف لام عہد کا یعنی حمد ملائکہ و رسل یا وہ حمد جو اللہ عزوجل نے خود اپنی ذات پاک کے واسطے فرمائی اور قدمر فی تفسیر الفاتحہ ما یغنی عن الاعادۃ ہہنا۔ اور اسمین دلالت ہے کہ حمد ثابت ہے اللہ تعالیٰ کے کیواسطے اگرچہ کوئی مخلوق حمد نہ کرے اور مقام مین متانت و رزانت ہے کہ عارف پرہیزگار متبع سنت کا قلب سلیم اس کو ادراک کرتا ہے بتوفیق اللہ سبحانہ مفسر رح نے کہا کہ حمد وہ وصف جمیل ہے یعنی بھلائی کیساتھ تعریف کرنا اور یہ حمد لغوی ہے اور بعض نے استہزا نکالنے کیواسطے یہ زیادہ کیا کہ یہ وصف بقصد تعظیم ہو اور حمد اصطلاحی آنکہ وہ فعل جو مشعر و مخبر ہو تعظیم منعم کا بجہت منعم ہونیکے پھر مفسر رح نے کہا کہ اس جملہ مین تین احتمال ہین ایک یہ کہ جملہ خبریہ ہے اور مراد اس سے آگاہ کر دینا یعنی بندے آگاہ ہو جاوین کہ جمیع حمد اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہین یا یہ کہ اس سے تعریف ادا کرنا یا یہ دونون امر مقصود ہین اور کمالین مین کہا کہ در صورت ثنا ہونے کے جملہ انشائیہ منسلخ از معنی حقیقی ہوگا یعنی در اصل حقیقت تو جملہ خبریہ تھا مگر جب اس سے ثنا مقصود ہے تو وہ حقیقت سے خارج ہو کر جملہ انشائیہ کے معنی مین ہوا جیسے وہ صیغہ جو عقود مین مستعمل ہین چنانچہ مثلاً خرید و فروخت مین مین نے خریدا مین نے بیچا در اصل اخبار مین مگر خارج ہو کر انشا مین مستعمل ہین اور یہی شیخ ابن الہمام نے اختیار کیا ہے اور در صورتیکہ دونون امر مقصود ہین تو اس کی صورت یہ کہ جملہ خبریہ ہے اور اس کے مضمون سے ثنا بھی مقصود ہے پھر مفسر رح نے کہا کہ ان احتمالات مین سے زیادہ مفید تیسرا احتمال ہے جیساکہ شیخ جلال الدین محلی رح نے سورۂ کہف کی تفسیر مین کہا ہے اور بعض نے کہا کہ اعلام و ثنا دونون مقصود ہونے کے یہ معنی ہین کہ لفظ تو خبر ہے اور معنی اسکے امر ہین کہ حمد کرو ونقلہ مؤلف فتح البیان وفیہ نظر والاولی ما قالہ صاحب الکمالین فتامل پھر اوتعالیٰ نے اپنا وصف فرمایا۔ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وہ کہ جس نے آسمانون و زمین کو پیدا کیا۔ ف یعنی سب چیز کو پیدا کیا جو دونون جہان مین موجود ہے لیکن چونکہ وہم و نظر کے بندے بہت ہین لہذا اُن کی نظر کے موافق خاص کر آسمان و زمین کو ذکر کردیا کہ یہی دونون سب سے بڑی مخلوق نظر مین سماتی ہین اور اس سے اہل نظر استدلال کرین کہ جو ان بڑی بڑی چیزون کا خالق ہے وہ بڑی قدرت والا ہے اور جس نے پیدا کیا اُسی کی عبادت لائق ہے پس بڑی بے انصافی ہے کہ جس نے یہ انعام و فضل کیا اسکے سوائے کسی مخلوق کی بندگی کرین اور اپنے آپکو مخلوق کا بندہ ٹھہراوین اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی جن و انسان کو اللہ تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ خالص اُسی کی بندگی کرین اور جس نے پیدا کیا اُسی کے بندہ ہون۔ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ اور پیدا کردیا اندھیرون اور نور کو ف یعنی ہر اندھیرے کو اور نور کو پیدا کیا۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا اور نور کو مفرد تو اسوجہ سے کہ اسباب ظلمت کے مختلف ہین اور طرح طرح کے اندھیرے ہوتے ہین حتی کہ کفر و شرک کا اندھیرا ہے اور نور قسم واحد ہے حتی کہ نور ایمان بھی اسمین داخل ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے دلائل مین سے ہے اور اسمین بہت سے فرقون کا رد ہے۔ اول فلاسفہ گمراہ کا جو کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے فقط عقل اول کو پیدا کیا اور اس سے سوائے ایک عقل اول کے اور صادر نہین ہو سکتا اور یہ صریح کفر ہے۔ دوم زندیق لوگون کا رد ہے جو کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے ظلمت و بد صورت چیزون کو نہین پیدا کیا بلکہ فقط خوبصورت و عمدہ چیزون کو پیدا کیا ہے اور یہی مجوس ایران کا مذہب تھا اور روافض اس ملک کے بھی اپنے باپ دادون کے خیال پر گئے کہ بُری باتون کو بندہ پیدا کرتا ہے حالانکہ بندہ مخلوق ہے وہ اپنی حرکتون سے اُن کو حاصل کرتا ہے۔ سوم ثنویہ کا بھی رد ہے جو نور و ظلمت کو قدیم کہتے ہین حالانکہ یہ دونون پیدا کی ہوئی حضرت خالق عزوجل کی ہین۔ وہی سب کا خالق اور وہی معبود برحق ہے پھر بڑا سخت گنہگار وہ ہے جو اپنے خالق کے احسان کو بھول جائے اس طرح کہ اس نے پیدا کیا اور مخلوق کو اسکا شریک بناوے خواہ زبان سے یا اعتقاد سے یا افعال سے حالانکہ یہ دلائل وحدانیت صریح موجود ہین اسی واسطے فرمایا۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہین۔ یعنی یہ دلائل صریح موجود ہونے کے باوجود جو مخلوق کافر ہوگئے ہین وہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ دیگر مخلوق مثل بت وغیرہ کو عبادت مین اپنے پیدا کرنے والے کے برابر کرتے ہین۔ پھر مخاطب کرکے

اُن کو سمجھایا اور پھر کا کہ یہ تماشائے قدرت دیکھو اور شرک کفر سے بچو اور اپنی فکر کرو کس خواب خرگوش میں ہو یہ سب فانی ہے اور آخر اپنے خالق معبود کے
یہاں خوار ہوگے۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ وہی خالق معبود تمہارا پروردگار ہے جس نے تم کو مٹی گوندھی ہوئی سے پیدا کیا ف یعنی
تمہارے باپ آدم کو بدون کسی نسل کے بدون ماں و باپ کے اپنے دست قدرت سے مٹی سے پیدا کیا جس سے تم سب پیدا ہوئے ہو۔ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَلًا
پھر تمہارے لئے ایک مدت مقرر کر دی ف کہ اس کے پورے ہونے پر تم مرجاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ مرا تو اُسکا معاملہ سب اپنے خالق سے پڑا پھر ناحق
اُس نے چند روزہ زندگی میں بت پرستی و شرک بداعمالیوں و نافرمانیوں سے اپنے آپ کو خوار کر کے اپنے خالق کا غضب سمیٹا کہ آخر وہاں جا کر
خوار ہوگا اور یہ جو ہندو لوگ سمجھتے ہیں کہ پھر جنم لینا ہے یہ فقط شیطان نے گمراہ کر دیا تاکہ دلیر ہو کر جو چاہیں وہ کریں اور تعجب ہے کہ بلا دلیل اور بے ظہور
اور بدون غور کے اسکو مانتے ہیں۔ ہرگز نہیں جب مرا تو اُسکی قیامت گویا آگئی کہ اسی وقت سے جو کچھ اُس نے کیا سب دربرو ہو جاتا ہے اور اُسی کے آثار ظاہر
ہو جاتے ہیں پس ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کے بہکانے میں نہ پڑو۔ پھر واضح ہو کہ اجل یعنی کسی چیز کے گذرنے کا وقت معین۔ اور نیز یعنی مجموع مدت
اور مجازاً جو چیز کہ اسمیں واقع ہو جیسے موت اور مراد یہاں اول معنی ہیں یا دوسرے معنی بنا بر اشارہ قول مفسر رح کے وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ اور مدت باندھی
ہوئی اُسی کے نزدیک ہے ف کہ اُس نے تمہارے محشور ہونے کی ایک مدت باندھ دی ہے اور وہ کوئی جانتا نہیں کہ کب ہوگی اور وہ قیامت ہے
ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ پھر تم لوگ اے منکرو شک کرتے ہو ف کہ ہم قیامت میں کہاں سے اُٹھائے جاوینگے ہم تو خاک ہوگئے حالانکہ آنکھوں کی
نظر پر اسکا دارومدار رکھتے ہو تم کو چاہیئے کہ یوں دیکھو کہ جس معبود خالق برحق نے تم کو پہلے پہل پیدا کر دیا کہ جب تم کچھ نہ تھے تو وہ بدرجہ اولیٰ تم کو دوبارہ اُٹھانے پر قادر
ہے پھر تمہارے ذرہ ذرہ اور ریزہ کہیں جاویں اسکی قدرت سے باہر تو جا ہی نہیں سکتے ہیں پھر تمہارا شک کیوں ہے ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور شیطان کی پیروی
چھوڑ دو اور اپنے خالق معبود برحق کی بندگی کرو ہرگز شرک کرو۔ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ وہی مستحق عبادت ہے آسمانوں میں اور زمین میں
ف کوئی دوسرا ہرگز مستحق عبادت نہیں ہے پس کوئی بندہ کسی مخلوق کو خواہ کوئی چیز ہو عبادت نہ کرے۔ واضح ہو کہ اس جملہ کی ترکیب میں یہ تردد پیش
آیا کہ فی السموات۔ جار و مجرور کس سے متعلق ہے پس اسم اللہ سے متعلق نہیں ہو سکتا اور یہ ظاہر ہے اور کائن یا ثابت وغیرہ سے بھی متعلق نہیں ہو سکتا کیونکہ
حصول او تعالیٰ آسمان و زمین میں نہیں بلکہ یہ اس کی مخلوق ہیں اور وہ پاک پروردگار ہر کسی مانہ و مکان سے منزہ و پاک ہے تو مفسر رح نے کہا کہ قولہ وہو اللہ
اے وہو المستحق للعبادۃ ہے اور اسی معنی وصفی سے ظرف مذکور متعلق ہے اور وہو المعبود نہیں کہا۔ باوجودیکہ استحقاق عبادت تو اللہ تعالیٰ کیواسطے ہر حال میں ہے
کچھ آسمانوں و زمین کی خصوصیت نہیں تھی تو اسواسطے وہو المستحق کو اختیار کیا اور وہو المعبود نہیں کہا کہ مبتدا معرفہ اور خبر صیغہ مشتق معرف باللام ہے جس سے
انحصار ثابت ہے پس وہو المستحق کہنے میں یہ حصر ٹھیک ہا کہ یہ خبر انحصاری صحیح ہے اور اگر وہو المعبود کہا جائے تو خبر میں یہ تردد ہوتا ہے کہ کافروں نے
غیر کی بھی عبادت زمین میں نکالی ہے مگر آنکہ یوں کہا جاوے کہ وہو المعبود کے یہ معنی کہ آسمانوں و زمین میں وہی برحق معبود ہے کیونکہ کافروں نے جسکی
عبادت نکالی وہ باطل و جھوٹ معبود بنایا اور اپنی عاقبت خراب کی اور اپنے خالق کے روبرو خوار ہونگے مگر آنکہ توبہ کرلیں اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا
کہ بعض نے کہا کہ وہو اللہ فی السموات پر وقف تام ہے اور فی الارض یعلم سرکم وجہرکم سے ابتدا ہے یعنی یعلم سرکم وجہرکم فی الارض۔ اور اسی کو ابن جریر
نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہے کہ وہو اللہ علمہ فی السموات والارض اور دلالت کرتا ہے اسپر قولہ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ
جانتا ہے کھلا تمہارا اور چھپا تمہارا ف یعنی وہ اللہ پاک پروردگار علیم خبیر ہے کہ اسکا علم ہر جگہ یکساں ہے آسمان ہوں یا زمین ہو وہ زمین میں
تمہارے سر و جہر کو جانتا ہے یعنی جو کچھ تم آپس میں یا اپنے دلوں میں پوشیدہ کرتے ہو یا جو کچھ کھلے کھلے کرتے ہو سب جانتا ہے اگر کہا جاوے کہ
افعال یا افعال قلوب ہیں اور وہ ہی مسمی بافعال سر ہیں اور یا افعال جوارح اور وہ وہی افعال مسمی بجہر ہیں پس افعال یا تو سر ہوتے ہیں یا جہر پس

قولہ تعالیٰ ویعلم ما تکسبون عطف شے کا نفس شے پر لازم آتا ہے تو جواب یہ ہے کہ مراد سر و جہر سے احوال نفس ہیں اور کسب سے اعمال جوارح پس عطف الشیٔ علی نفسہ لازم نہیں آتا۔ ویعلم ما تکسبون اور جانتا ہے جو کچھ تم عمل کرتے ہو ف۔ بھلا یا برا پس اسی پر تم کو ثواب و عقاب ہوگا پس ڈرو اس سے اور تقویٰ اختیار کرو کہ غیر کی بندگی مت کرو اور اُس کی نافرمانی مت کرو۔ اور اسمیں دلیل ہے کہ بندہ کاسب ہے یعنی جو امور خیر یا شر پیدا ہوتے ہیں اُن کو کسب کرتا ہے اور یہی اُسکا عمل ہے اور تمام ہونا عمل کا اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت سے ہے اور جو بدعتی معتزلہ و روافض سمجھتے ہیں کہ بندہ خود اپنے عمل خیر و شر کو پیدا کرتا ہے یہ محض غلط ہے ف۔ **فی العرائس** قولہ تعالیٰ الحمد للہ الذی خلق السمٰوٰت والارض اللہ تعالیٰ نے جو ازل میں اپنی حمد فرمائی وہ بندوں کیواسطے طریقہ بتلا دیا کہ اس طرح اُس کے جلال و جمال پاک کی ثنا و صفت بیان کیا کریں اور اللہ تعالیٰ نے علم قدیم میں اپنی ذات پاک کیواسطے حمد واجب فرمائی قبل اسکے کہ مخلوق پیدا فرمائے اور وہ عین ذات و صفات کے مقابلہ میں تھی پھر اُس حمد کا متحمل خود ہی نفس ذات پاک تھا جیسے کہ اُسنے اپنی حمد فرمائی وہی درحقیقت حمد ہے پھر مخلوقات سے حمد مرفوع فرمائی کیونکہ جس کی حمد ہے اُس کو جبتک نہ جانے تو کوئی کیا حمد کریگا اور مخلوق کی کیا مجال ہے کہ اُس کی ذات وصفات کی حقیقت جانے یہ نہیں دیکھتا کہ سید المرسلین محبوب رب العالمین نے کیسے فرمایا۔ وانت کما اثنیت علی نفسک اھ پھر اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ۔ فرما کر ظاہر فرمایا کہ سوائے اس کی ذات پاک کے مخلوق سے سب حمد منقطع ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جمیع حمد ہے اور یہ محققین کے نزدیک صحیح ہے۔ اور نیز حمد قدیم راجع بقدیم ہے اور حادث کو اسمیں سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے اسواسطے کہ اُس کی حمد ازلی ہے اور ازلی اُسی کو لائق ہے جو ازلی ہو یعنی قدیم ہو بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد خود فرمائی کیونکہ مخلوق کا عاجز ہونا اُس کی حمد ادا کرنے سے اس کے علم قدیم میں ظاہر ہے جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ الحمد۔ للہ تعالیٰ کی صفت ہے کیونکہ اُس نے اپنے آپکو بہ تمام الصفۃ محمود فرمایا۔ اور اگر مخلوقات سب کے سب مجتمع ہوکر حمد کریں تو اُس کی صفت سے ایک ذرہ برابر بھی ادا و بیان نہیں کر سکتے یعنی درحقیقت ادا نہ ہوگا اگرچہ مخلوق کی طرف اُسکا ثواب جمیل راجع ہوئے۔ قولہ خلق السمٰوٰت والارض۔ یعنی یہ حمد درحقیقت اُس پاک پروردگار کیواسطے ہے جس کی یہ صنع و قدرت ہے اور جبتک تم درجہ بدرجہ یوں قدر و مرتبہ نہ پہچانو کہ اُس کی صنعت و افعال سے اُس کی قدیم و عظیم قدرت و صفات کی طرف اور وہاں سے ذات کی طرف معرفت حاصل کرو تب تک خالی نام سے اُس کی حمد و ثنا پر قدرت نہ پاؤگے قولہ وجعل الظلمٰت والنور۔ یعنی جس نے آسمان و زمین جو نظر آتے ہیں وہ پیدا کیے اور باطنی آسمان روح اور زمین قلب پیدا کی ہے اُس نے روح میں نور عقل دیا تاکہ اُس سے توحید کے آیات و شواہد کو پہچانے۔ **قال المترجم** عقل سے مراد عقل روحانی یا عقل کلی ہے جس نام سے چاہو تعبیر کرو اور یہ عقل جسکو عوام جانور عقل کہتے ہیں جس کی خدمت ان حواس خمسہ ظاہری یا بخیال و وہم وغیرہ سے ہوتی ہے یہ عقل جزوی اور ہیچ ہے اس سے کوئی کمال حاصل نہیں ہوتا فافہم اور قالب میں نفس امارہ کی تاریکی رکھی ہے تاکہ محل امتحان سے بندگی اور عبودیت ظاہر ہو۔ **قال المترجم** عن عبداللہ بن عمرو بن العاص فی حدیث معروف اللہ تعالیٰ نے ارواح کو تاریکی میں پیدا کیا پھر اُن پر اپنے نور سے چھڑکا تو جس روح کو اس نور سے انکو حصہ ملا اُسنے ہدایت پائی اور جس کو نہیں پہونچا وہ گمراہ ہوا شیخ واسطی رح سے خلقت پیدا کرنے کی حکمت پوچھی گئی یعنی عین حکمت تو اللہ تعالیٰ کے علم میں منحصر ہے لیکن بشری معرفت کہاں تک ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو جہان کی حاجت نہیں بلکہ جہان کا کم ہونا اُسکا ظہور ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض صوفی لاتے ہیں کہ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہے حالانکہ محدثین کے نزدیک بالکل موضوع و باطل ہے اور حضرت واسطی رح کے کلام سے معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی یہ حدیث نہیں بلکہ کسی عارف و صوفی کا کلام بھی نہیں ہے کیونکہ معرفت کے درجہ سے خارج ہے برخلاف اس کے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کہ یہ کلام معرفت ہے اور صحیح ہوا کہ حضرت ذوالنون مصری رح کا کلام ہے **قال الشیخ** بعض مشائخ رح سے پوچھا گیا کہ عالم کے اظہار میں کیا حکمت ہے فرمایا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ شیطان وسوسہ دلاویگا کہ اس چیز کو کس نے پیدا کیا اور وہ کس نے پیدا کی

یہان تک کہ آخر اللہ تعالی کی ذات پاک مین وسوسہ لادیگا پس لاحول پڑھکر اُس کو دفع کرنا چاہیے اور نیز حدیث صحیح مین ہر کہ اللہ تعالی کی نعمتون مین
فکر کرو اور اُس کی ذات مین فکر مت کرو۔ اور تمام سلف وخلف صالحین اسی پر گزرے ہین کہ کسی بندہ مخلوق نے اپنے خالق جل جلالہ کی ذات و
صفات مین غور وفکر نہین کی پس اہل ایمان پر واجب ہر کہ کبھی اس امر مین غور وفکر نہ کرین ہان دنیا مین خصوص انسان مین جو اعضا روغیرہ موجود
ہین اُن کے فوائد پر نظر کرین اور بے انتہا فائدے دیکھکر اپنے خالق عزوجل کا شکریہ ادا کرین کہ اس کی صنعت فعل اسقدر پاک ومنزہ ہے تاکہ فعل سے
جانب صفت رجوع ہو۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی تصانیف مین اُن فوائد کا ایک بڑا ٹکڑا بیان کیا ہے اور وہ قابل قدر ہے۔ فافہم۔ قولہ ہو الذی
خلقکم من طین۔ تمام آسمان جسم ہین اور اس جسم کا دل یہ زمین ہر اور اللہ تعالی نے سموات کے دل کو جلال سے منور کرنے مین مخصوص فرمایا۔ بقولہ
واشرقت الارض بنور ربہا۔ اور منجملہ اس خاصیت کے یہ ہر کہ آدم کی صورت کو قلب عالم سے بنایا پس آدم قلبی تھے نہ جسدی یعنی عالم کو
زمین سے لیکر بنایا پس وہ زمینی تھے اور آسمانی جسم سے نہ تھے اسواسطے کہ اللہ تعالی نے زمین کو اپنی حکمتون کا خزانہ و ودلیعت رکھا ہے اور زمین
فطری لطائف رکھتے ہین کہ ارواح قدسیہ اور اشباح ملکوتیہ اس سے ہین اور لفظ طین کو نکرہ بیان فرمایا جس مین تعیین نہین ہے
پس بھید یہ ہے کہ جنت کی مٹی سے مومنون کے اجسام پیدا کئے اور درگاہ خاص کی مٹی سے موقنین کے اجسام بنائے۔ قولہ یعلم سرکم وجہرکم
یعنی جو اشتیاق تمھارے صمیم اسرار مین جمال قدیم کی طرف ہر اور جو خلوص اس راہ مین تمھارے باطن مین مضمر ہے وہ اللہ تعالی کو معلوم ہے۔
اور تمھاری روح وصمیم جس حرکات شوق سے عالم قدم کی طرف جاتی ہین اور جوش محبت مین درگاہ جبروت مین سجدہ کرنے مین تمھارے چہرون پر
جو آنسو بہتے ہین اور دل لوٹ پوٹ ہوتے ہین وہ سب دیکھتا ہے قال المترجم فی الحدیث اور وہ شخص جس نے تنہائی مین اللہ تعالی کو
یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے رواہ البخاری وغیرہ یہ افضل وبہتر آدمی کا بیان ہے جس کا آپ سے سوال کیا گیا تھا۔ مولوی روم نے کہا ع
این تضرع را برحق قدرہاست ٭ وان بہا کانجاست زاری راکجاست ٭ کے برابر می نہد شاہ مجید ٭ اشک را دروزن باخون شہید ٭
قال الشیخ اور نیز اشارہ ہر کہ ارواح کی جولانی جو نظر سے پوشیدہ ہر اور جسمانی طلب مین کوشش کرنا سب علم آلہی مین ہر۔ اسمین لطیف اشارہ ہر کہ فرمایا وہو اللہ فی
السموات وفی الارض یعلم سرکم وجہرکم۔ آسمانون مین تمکو مشاہدہ جبروت ہر اور زمین مین مشاہدہ ملکوت ہر بعض نے کہا کہ دلی جوش وزبانی دعائین سب جانتا ہے ٭

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ○ فَقَدْ كَذَّبُوا

اور نہین پہونچتی اُن کو کوئی نشانی اُن کے رب کی نشانیون مین مگر کرتے ہین اُس سے تغافل سو جھٹلا چکے

بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ○ أَلَمْ يَرَوْا

حق بات کو جب اُن تک پہونچی اب آگے آوے گی اُن پر حقیقت اُس بات جس پر ہنستے تھے کیا دیکھتے نہین

كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا

کتنی ہلاک کین ہم نے پہلے اُن سے سنگتین اُن کو جمایا تھا ہم نے ملک مین جتنا تم کو نہین جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے

السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ

آسمان برساتا اور بنادین نہرین بہتی اُن کے نیچے پھر ہلاک کیا اُن کو

بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ٭

اُن کے گناہون پر اور کھڑی کی اُن کے پیچھے اور سنگت

وَمَا تَأْتِيْهِمْ اور نہین آتی اُن کو ف یعنی اہل مکہ پاس مِّنْ اٰيَةٍ کوئی آیت ف منْ ائدہ لغرض استغراق وشمول نفی۔ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ
اُن کے پروردگار کی آیتون سے ف یعنی قرآن سے اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ۔ مگر آنکہ اس آیت سے منہ موڑتے ہین ف مراد
آیت سی بنا بر قول مفسر رح کے آیات قرآن ہین پس آنا اس کا یہ کہ نازل ہوئی اور ہوسکتا ہے کہ خلقت کی نشانیان مراد ہون از انجملہ معجزات
وعجیب مخلوقات ہین پس آنا یہ کہ اُن پر ظاہر ہون والاول ارجح اور معنی اعراض کے یہ کہ اسمین غور ونظر نہین کرتے کہ اپنے پروردگار کی توحید و
معرفت حاصل کرین اور اگر اعراض ہی ہوتا تو بھی بڑا جرم تھا سخت تر جرم آیہ کہ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ سو جھٹلا چکے حق بات کو جب
اُن تک پہونچی۔ ف یعنی قرآن جب آیا تو اُس کو جھٹلانے لگے۔ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ اب آگے
آویگی اُن پر حقیقت اس بات کی جسپر ہنستے تھے ف انباء جمع نبأ ہ خبر جس کی وقعت عظیم ہو۔ اور یہان جیسے بولتے ہین کہ عنقریب
تم خبردار ہوگے یعنی کوئی بڑا حادثہ تم پر پیش ہوگا۔ لہذا مفسر رح نے عواقب سے تفسیر کی جمع عاقبۃ بمعنی انجام کار کسی شئے کا۔ اور چونکہ کافرون کا کام
بد تھا لہذا عذاب برا بدلا ہوگا۔ حاصل آنکہ ایسا ہونے کے وقت اُن کو اپنے ٹھٹھے کا حال معلوم ہوگا پس جو لوگ کفر پر رہے مانند ابوجہل وغیرہ
کے اُن پر عذاب سخت کا دروازہ کھلا اور معلوم ہوا کہ کیسی استہزا و ٹھٹھول کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عذاب اُن پر جہاد مین خوار ہونے کا ہے اور
بعض نے کہا کہ قحط ہے جس سے مارے بھوک کے آنکھون مین اندھیرا آتا تھا۔ اَلَمْ يَرَوْا کیا نہین دیکھتے ف یعنی ملک شام وغیرہ کو سفر مین
جاتے ہین کیا آنکھون نہین دیکھتے کہ كَمْ اَهْلَكْنَا بہتیرے ہلاک کردیئے ہم نے ف کم خبریہ بمعنی کثیر ہے۔ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ اُن سے پہلی
سنگتین ف قرن پہ کم خبریہ کی تمیز ہے مانند قولہ وکم من ملک فی السموات۔ حاصل آنکہ کم من قرن کائنین من قبلہم اہلکنا اور قرن کے معنی قاموس
مین ہین کہ دس (۱۰) یا تیس (۳۰) یا چالیس (۴۰) یا پچاس (۵۰) یا ساٹھ (۶۰) یا ستر (۷۰) یا اسی (۸۰) یا سو (۱۰۰) یا ایک سو بیس (۱۲۰) سال کی مدت اور سو برس کے معنی اصح ہین کیونکہ انس بن
مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ایک قرن زندہ رہ وہ ایک سو برس جیتے رہے اور قرن بمعنی ہر ایسی اُمت جو ہلاک ہوئی اسطرح
کہ اسمین سے کوئی نہین بچا مفسر رح نے یہی اخیر معنی لیے ہین اور یہی مناسب ہین اور مراد امت سے ایک گروہ آدمیون کا ہے جیسے قوم لوط
کو ہلاک کردیا اور قوم عاد کو مٹا یا۔ حاصل آنکہ کیا اہل مکہ دیکھکر عبرت نہین پکڑتے کہ ہلاک کردین ہم نے پہلے اُن سے بہت سی اُمتین جن کا حال
تھا کہ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُن کو جمایا تھا زمین مین ف یعنی ہم نے اُن کو ٹھکانا دیا تھا زمین مین توانائی ومالداری کے ساتھ۔ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ
اسقدر کہ جو تم کو نہین دیا ف لکم کی ضمیر مخاطب ہین اوپر کے غائب کلام کرنے سے توجہ کرکے خطاب کی طرف رجوع ہے۔ حاصل آنکہ تم سے اگلون کو
ہلاک کیا حالانکہ وہ تم سے توانائی قوت اور مالداری مین زیادہ تھے۔ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا اور ہم نے چھوڑ دیا تھا اُن لوگون
پر آسمان یعنی مینھ پے درپے ف کہ بارش خوب ہوتی تھی۔ وَجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ اور پیدا کردی تھین ہم نے
نہرین کہ جو جاری تھین اُن کے نیچے ف یعنی اُن کی بستیون کے نیچے۔ حاصل آنکہ ایسی نعمتین ہم نے اُن کو دی تھین۔ فَاَهْلَكْنٰهُمْ
بِذُنُوْبِهِمْ پھر ہلاک کیا اُن کو اُن کے گناہون پر ف یعنی جب انبیا علیہم السلام نے اُن کو اُن کے پروردگار کی توحید کی طرف
بلایا اور اُنھون نے انبیا کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو بسبب اُن کے گناہون کے ہلاک کردیا۔ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ
اور کھڑی کین اُن کے پیچھے اور سنگتین ف حاصل وہ لوگ بھی اللہ عز وجل کے مخلوق تھے لیکن جب کفر وشرک سے باز نہ آئے تو غضب الٰہی سے
مٹ گئے اور نیست ہوگئے کہ ان کی بستیان کھنڈل ویران پڑی ہین ان کو دیکھکر عبرت کرو کہ آخر باز نہ آؤگے تو اسی طرح ہلاک ہوگے ف قال
فی العرائس قولہ وما تاتیہم من آیۃ الخ یہ لوگ جو مشرکین مکہ مین سے کافر رہے ازل ہی مین محروم از نور ایمان تھے وفی الحدیث روحین تاریکی مین اللہ تعالیٰ

نے پیدا کین پھر اُن پر نور پاشی کی جس کو پہونچا وہ راہ پر آیا اور جو چوکا وہ گمراہ ہوا یس جو کافر ہے وہ اندھے تھے اور جو اندھا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے آثار و آیات سے کیونکر اس کی وحدانیت کو مشاہدہ کریگا خواہ آیات آسمانی ہون یا زمینی ہون خواہ چہرہ ہائے انبیاء علیہم السلام سے ہون یا چہرہ و آثار اولیاء رحمہم اللہ سے ہون کیونکہ یہ چہرہ بھی تجلی الٰہی سے چمکتے ہین لیکن جس نے حواس سے دیکھا وہ اندھا ہے اور اُس کی نابینائی اور بڑھ جائے گی کیونکہ جس کے قلب کی آنکھین بند ہین وہ قبول ازلی سے مردود اور دائمی مطرود ہے اور شیخ نصرآبادی نے کہا کہ مخلوقات مین اللہ تعالیٰ کی عمدہ آیات مین سے اس کے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ ہین - بالجملہ اس آیت کریمہ کی تفسیر مین آیات سے مراد قرآن مجید و نور مبین ہے جسکی تجلیات سے چکاچوند ہوتی ہے و عرب اس کے روبرو متحیر و عاجز تھے - و لیکن ہدایت اللہ تعالیٰ کے اختیار مین ہے -

ابوجہل وغیرہ جو کافر ہیں اُن کو اس مین بھی شیطان نے دھوکے دیئے - قال اللہ تعالیٰ -

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور اگر اتارین ہم اُن پر لکھا ہوا کاغذ مین پھر ٹٹول لین اُس کو اپنے ہاتھ سے البتہ کہین گے منکر

اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا

یہ کچھ نہین مگر جادو ہے صریح اور کہتے ہین کیون نہ اُترا اُس پر کوئی فرشتہ اور اگر ہم فرشتہ

مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ

اُتارین تو فیصل ہو چکے کام پھر اُن کو فرصت نہ ملے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ

رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ

تو وہ صورت مین ایک مرد کرتے اور اُن پر شبہہ ڈالتے وہی شبہہ جو لاتے ہین اور ہنسی کرتے رہے ہین رسولون سے تیرے پہلے

فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا ع

پھر اُلٹ پڑے اُن ہی ہنسی والون پر جس بات پر ہنسا کرتے تھے - تو کہہ پھرو ملک مین تو دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝

آخر کیسا ہوا جھٹلانے والون کا -

سراج مین ہے کہ نضر بن حارث و عبد اللہ بن امیہ و نوفل بن خویلد نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم آپ پر ہرگز ایمان نہین لاوین گے یہانتک کہ ہمارے پاس کوئی کتاب لکھی ہوئی اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاؤ اور اُسکے ساتھ چار فرشتے بھی ہون جو اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے پاس سے نازل ہونے کی اور آپکے رسالت کی شہادت دیوین پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا - وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا اور اگر اُتارین ہم تجھ پر لکھا ہوا ف کتاب مصدر بمعنی مفعول ای مکتوب ہے - فِيْ قِرْطَاسٍ کاغذ مین ف یعنی اگر ہم تجھ پر کتاب لکھی ہوئی قرطاس مین بھی ورق ورق مین اُتارتے جیسے کہ ان لوگون نے معانداً سوال کیا تھا کہ لکھی ہوئی کتاب پوری کیون نہین اُتری فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ - پھر اُس کو اپنے ہاتھون چھو لیتے ف یہ معائنہ سے بھی بڑھکر ہے حاصل آنکہ اگر ہم لکھی ہوئی کتاب اُتارتے اُن کی نظر کے سامنے پھر وہ ہاتھون سے بھی چھو لیتے - لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا - البتہ کہین یہ منکر یعنی تو بھی کافر اپنے جھگڑے سے باز نہ آتے اور کہتے کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ - نہین ہے یہ مگر کھلا ہوا جادو ف یہ کافرون کی حق بات سے عناد و جھگڑے کا بیان ہے اور یہ السیاق

جیسے فرمایا۔ ولو فتحنا علیہم بابا من السماء فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون۔ یعنی اگر ہم اُن پر آسمان کا دروازہ کھولدیتے
اور برابر وہ اسمین چڑھتے چلے جاتے تو بھی کہتے کہ ہماری آنکھین نظربند بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے اور فرمایا وان یروا کسفا من السماء ساقطا یقولوا
سحاب مرکوم۔ یعنی اگر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے دیکھتے کہتے کہ تہ پر تہ جما ہوا بادل ہے۔ وَقَالُوا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اور کہتے ہین محمد پر
کیون نہین اُتارا گیا فرشتہ جو اسکی تصدیق کرتا۔ ف۔ یعنی اُس کے ساتھ ہین فرشتہ ہوتا کہ سب یقین کرتے کہ ہان یہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہے اور وہ
سب کو بتلاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈرسنانیوالا بھیجا گیا ہے مانند قولہ لولا انزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا الآیۃ۔ یہان کافرون کی سخت جہالت
تھی کہ فرشتہ سے آگاہ نہین کہ کیونکر ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے دو طرح سے رد کر دیا۔ اول آنکہ برملا فرشتہ کا یون نزول قدرت الٰہی مین کوئی چیز
نہین لیکن فرمایا وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا اور اگر اُتارتے ہم فرشتہ ف۔ یعنی جیسے مانگتے ہین اگر ہم فرشتہ اتارتے اور یہ عناد کی باتین بناتے تو لَقُضِيَ
الْاَمْرُ پورا کردیا جاتا حکم ف۔ اُن کے ہلاک ہوجانے کا ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ پھر نہین مہلت دیے جاتے ف۔ کسی توبہ یا عذر کیلئے جیسے اللہ تعالیٰ
کی عادت پاک اُن لوگون سے پہلے والون کے حق مین جاری ہو چکی ہے کہ جب اُنھون نے کسی آیت پر ہٹ کی اور اُس کے پورے کیے جانے پر
ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ کے غضب مین فوراً ہلاک ہوئے۔ بالجملہ نزول ملائکہ اس شان سے تو عجب آیت ہے کہ آنکھون دیکھکر ایمان لانے سے بہت قریب ہے
کہ بعد اسکے ایمان بالغیب یون ہی باقی رہتا ہے پس اس امر عظیم کے بعد ان کو مہلت نہین ہوسکتی وقد قال تعالیٰ۔ ما ننزل الملائکۃ الا بالحق وما کانوا اذا
منظرین نہین اُتارتے ہم ملائکہ کو الا بالحق اور ایسے وقت متوقع ہین کفار مہلت نہ دیے جاوینگے اور فرمایا۔ یوم یرون الملائکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین
الآیۃ۔ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا اور اگر ہم رسول کرتے فرشتہ ف۔ یعنی اگر وہ شخص جو اُن کی طرف اُتارا گیا ہم اُس کو فرشتہ کرتے جیسے کہ فرشتہ کو
مانگتے ہین لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا تو ہم اسکو آدمی مرد بناتے ف۔ یعنی آدمی مرد کی صورت پر بناتے تاکہ اُن لوگون کو اُس کے دیکھنے کی تاب ہو کیونکہ
اسواسطے کہ بشر کو فرشتہ کے دیکھنے کی تاب نہین ہے۔ وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ اور اُن پر شبہ ڈالتے وہی شبہ جو لاتے ہین ف۔ یعنی اگر
ہم فرشتہ کو اُتارتے اور اسکو ایک آدمی مرد کی صورت بناتے تو البتہ مشابہ کرتے انپر جو لبس رکھتے ہین اپنے نفسون پر باین طور کہ کہنے لگتے کہ یہ تمھارے
مانند ایک آدمی ہے اور بعض نے قولہ ولو انزلنا ملکا لقضی الامر سے دونون آیت کی یون تقریر بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اگر فرشتہ اُتارتا کہ اسکو آنکھون
سے مشاہدہ کرلیتے خواہ وہ رسول علیہ السلام کے ساتھ تصدیق کرنے کو ہوتا یا فرشتہ ہی ان منکرون کی طرف بھیجا جاتا تو لقضی الامر ثم لا ینظرون۔ یعنی انکے
قواے بشری اسکو مشاہدہ کرکے زندہ باقی نہین رہ سکتے تھے بلکہ موت آجاتی اور خوف سے اُن کی جانین نکل جاتین کچھ دیر بھی مہلت نہ ہوتی پس
وہ فرشتہ جس کام کی غرض سے آیا تھا کہ ان لوگون کو معرفت وکمال حاصل ہو اور کتاب الٰہی پر ایمان لاوین اور نیک کام کرین وہ سب جاتا رہتا اور
قولہ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ۔ یعنی اگر ایسا کیا جاتا کہ یہ لوگ نہ مرین اور فرشتہ بھیجا جاوے تو فرشتہ بھی بصورت مرد آدمی کیا جاتا کیونکہ فرشتہ
جس صورت پر مخلوق ہے اسکو تو برداشت ہی نہین کرسکتے پس وہ آدمی کے کثیف جسم مین متمثل کیا جاتا تاکہ اس سے باتین کرین اور اُس کے
نصائح کو سنین اور جب اس صورت مین ہوتا تو کہتے کہ یہ تو ہمارے مثل آدمی ہے پھر اگر اُن کو فرشتہ کی اصلی صورت دکھلائی جاتی یعنی وہ اپنی اصلی
صورت پر اُن کے روبرو ہوجاتا تو سب فی الفور مرجاتے پھر بھیجنے کا کچھ فائدہ نہ ہوتا حاصل یہ کہ غیر جنس سے اُمور شریعت کی حکمت پوری نہین
ہے کیونکہ شریعت فقط نماز روزہ کا نام نہین بلکہ زندگی دنیاوی کو دنیا مین ایسی خوبی سے بسر کرنا ہے تا دم تک کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہو
اور یہ بدون اُس کے معلوم نہین ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لاوے جس نے پیدا کیا اور نعمتین دین ہین اور اللہ تعالیٰ کے احکام بدون
اس کے رسول کے معلوم نہین ہوسکتے ہین لہذا رسول پر ایمان لانا ضرور ہے کیونکہ بندے کے افعال دو قسم کے ہین ایک افعال قلب اور دوم افعال جوارح

پس افعال قلب میں اعتقادات وغیرہ ہیں اور بدون رسول علیہ السلام کے بندہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کیا ہیں اور اس کی شان میں کیا
اعتقاد رکھے پس رسول صلعم سے معلوم ہوا کہ وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہے اور خالق و رازق ہے اُسی پر توکل ہے اور بغیر اُس کی تاثیر
قدرت کے کسی بندہ کا کام پورا نہیں ہوتا خواہ کوئی بندہ ہو اور چاہے کوئی کام ہو اچھا ہو یا بُرا ہو پس اچھا کام ہوگا تو اپنی ہمت و ارادہ و قصد
پر ثواب پاویگا اور اگر بُرا کام ہوگا تو اپنی بُری نیت و ارادہ و قصد پر عذاب و ملامت پاویگا۔ اور مانند اس کے بہت صفات باری تعالیٰ ہیں کہ بندہ
بغیر رسول کے بتلائے نہیں جان سکتا کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیا اعتقاد رکھے اور بعض افعال قلب یہ ہیں کہ مثلاً غرور و تکبر و گھمنڈ حرام ہے اور
اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور اپنے آپ کو ہر دم اسکے تحت قدرت میں محتاج جانے اور ہر دم اس کی طرف التجا رکھے کہ میرے پروردگار میں کوشش
کرتا ہوں اور تیری قوت و قدرت سے بھلائی اور نیکی کا سامان مہیا ہوگا تو اس کوشش کو بھلدار کردے اور مسلمانوں کے ساتھ بہتری کی نیت رکھے
اور اُن کی بھلائی چاہے اور جسم تو کچھ چیز نہیں ہے اُنکا دل اپنا دل جانے۔ اور اخلاص رکھے کھوٹ نہ رکھے اور محبت رکھے بغض و حسد و عداوت
وغیرہ بد باتیں جی میں کبھی نہ رکھے۔ کافروں کو اللہ تعالیٰ کا بندہ اور قہر میں پڑا ہوا جانے اور دل سے چاہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت دیکر
اس غضب سے نجات دے۔ یہ تو افعال قلب کی مثال بیان ہوئی ہے اور پورا بیان حدیث و قرآن میں ہزاروں باتوں کا ہے۔ اور دوسری قسم
جو افعال جوارح یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ کے کام ہیں ان سب میں دل کی نیت شرط ہے۔ پھر ان کاموں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جو خالص اللہ تعالیٰ کیواسطے
ہیں جیسے نماز۔ روزہ کہ یہ بدون رسول علیہ السلام کے بتائے معلوم نہیں ہو سکتے کہ کیونکر ادا کریں چنانچہ عید کے دن روزہ حرام ہے حالانکہ عید کے ایکدن پہلے فرض تھا
اور دوسری قسم جو خالص نہیں لیکن اُن کو بھی نیک نیت سے کرے تو ثواب بھی ہوگا جیسے بال بچوں کی پرورش وغیرہ۔ تو یہ تین قسم پر ہیں ایک وہ کہ دوسرے
سے اپنا نفع لینا اور دوم دوسرے کو خود نفع پہونچانا اور تیسرے دونوں کا اسمیں نفع ہو اور نیز تین قسم اور ہیں کہ اپنی ذات کی اصلاح
کرنا اور دوم اپنے گھر والوں کی اصلاح کرنا اور تیسرے محلہ و شہر والوں و تمام جہان والوں کی اصلاح کرنا۔ پس نوکری یا تجارت یا دستکاری سب
میں سچائی شرط ہے پس نوکری میں بُرے کام بجالانے کی نوکری نہ کرے۔ اور بھلے کام کو شرط کے موافق سچائی سے نیک نیتی سے پورا کرے
تجارت میں جس کی خرید و فروخت میں جو طریقہ شرع میں بیان ہوا ہے اُس کو برتے پس خرید و فروخت کے جملہ قانون جو شرع میں بیان ہیں
اگر رسول سے نہ سیکھے تو کیونکر جانے مثلاً کم تولنا حرام ہے اور عیب دار چیز کو بے بتلائے دھوکا نہ دے اور دام کے حساب میں بھول ہو جائے تو
بڑھتی پھیر دے جو چیزیں دنیا میں فساد ڈالتی ہیں۔ تال طنبورہ ستار۔ باجہ وغیرہ نہ بیچے اور جن باتوں میں مانند گیہوں کو گیہوں سے
بدلے لیتے ہیں بڑھتی حرام ہے اُن کو بڑھتی سے نہ بیچے۔ اسی طرح صرافی و کفالت و وکالت و مضاربت و اجارہ و صناعت و سلم و شفعہ وغیرہ
جتنے معاملات ہیں اُن کو پورے پورے شرعی قاعدوں سے برتے تاکہ دنیا میں اصلاح رہے اور اپنے مولیٰ کی لوگ عبادت کریں اور علیٰ ہذا
کھیتی باڑی و بادشاہی حکم بجالانے اور قاضی کے احکام سب رسول سے معلوم ہوتے ہیں پھر جو افعال نیک ہیں اس کے مقابلہ میں ہزاروں
لاکھوں افعال بد ہیں چوری کرنا و جھوٹ و دغابازی و زناکاری وغیرہ وہ سب چھوڑے اور ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اخلاق سے اپنے کو آراستہ
کرے اور بُرے اخلاق کو ترک کرے اور بندوں کی بھلائی میں کوشش کرے کبھی مال سے کبھی زبان سے کبھی ہاتھ سے کبھی خوش زبانی سے اور
کبھی جھڑکی و ملامت سے اور کبھی بضرورت سزا و چوٹ دینے سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں امن و امان رہے مگر ایسا امن و امان کہ سب بندے
اپنے معبود خالق کی بندگی کئے جاویں اور امن و عافیت سے زندگی بسر کرلیں تاکہ جب مریں تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں یہاں کی تکلیفات و
مشقتوں کے بدلے جو اُن کی چند روزہ عمر میں اُن کو پہونچتی رہی ہے وہاں ہمیشہ ابدالآباد راحت و آرام و عجیب نعمتوں میں خوشحال رہیں اب دانا

و عقلمند آدمی یقین کریگا کہ ان افعال قلوب و افعال جوارح کے طریقے و معلومات کس اعتقاد سے اللہ عزوجل کی توحید شان کے لائق ہیں اور کس برتاؤ سے اس کی مرضی کے موافق ہیں قطعاً بدون رسول علیہ السلام کی پیروی کے نہیں معلوم ہوسکتا ہے اور ان سب میں بڑا امر یہ کہ بندہ اپنے خالق کی شان میں کوئی بے ادبی نہ کرے نہ اعتقاد میں اور نہ اپنے افعال میں اور ان میں بھی جو اعتقاد میں برخلاف اعتقاد رکھے شرک وغیرہ کا وہ بہت ہی بدبخت و ناہنجار ہے اُسپر فرض ہے کہ جس نے پیدا کیا اُسکا بندہ رہے اور اُسپر خالق کا کمال احسان یہ ہے کہ رسول بھیجکر سب سکھلایا پھر اور بھی بڑا احسان یہ ہے کہ رسول بھی اُنھیں کے جنس کا یعنی آدمی بھیجا کیونکہ اوپر کے بیان سے کھلا کہ آدمی دنیا کی زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق بسر کرکے مرے تو اس کی درگاہ میں جنت پاوے پس آدمی ہی رسول ہوگا تو یہ بات نہایت خوبی سے پوری ہوگی اور اگر غیر جنس ہوگا تو اسکے قدم بقدم چلنے میں کتنی نامناسبت ہے اسی واسطے کہ کہ مشرک جو فرشتہ مانگتے تھے اُن کو سمجھایا کہ غیر جنس سے تم فائدہ نہ پاؤگے وحشت کھاؤگے اور فرشتہ ہوگا تو صورت ہی دیکھکر مرجاؤگے اور جب تم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ یہ رسول ہم کو بُری راہ سے پھیرتا اور بالکل بھلی راہ بتاتا ہے اور ہمارے معبود برحق کی بندگی و پیروی سکھاتا ہے اور خود کچھ مانگتا نہیں ہے تو اسکی بات نہیں سمجھیں و غور کریں تم یہ تو کرتے نہیں بلکہ فرشتے کی شکل مانگتے ہو تو اس سے تم کو فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ اس کی شکل سے ڈر کر مرجاؤگے پھر نیک راہ کیا سیکھوگے اور اگر وہ آدمی کی صورت بنکر آیا تو ایک تو اسکی عادت و طبیعت و جبلت نرالی ہوگی تم اُسکے قدم بقدم کیا چلوگے اور دوسرے تم اسکو بھی آدمی کہوگے کہ ہم اسکی کیا پیروی کریں یہ فرشتہ نہیں بلکہ آدمی ہے پس تم نہایت احسان مانو کہ تم میں تمہاری جنس کا رسول بھیجا اور معجزے و آیات سے اسکی تصدیق کردی اور سب سے بڑا معجزہ تو قرآن ہے کہ جملہ ایک سو یا کئی زیادہ فنون فصاحت و بلاغت کے اس کلام میں جو بلاغت موجود ہے تم سے اسکا مثل نہیں آتا پس تم اپنی جنس کے رسول کو بڑا احسان و انعام یقین کرو اور نیز سمجھا دیا بقولہ ولو کان فی الارض ملائکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیہم من السماء ملکا رسولا یعنی اگر زمین میں ملائکہ بستے ہوتے تو ہم اُن پر البتہ آسمان سے اُن کی جنس کا فرشتہ رسول بھیجتے یعنی اگر فرشتوں میں بھی مادہ خیر و شر کا ہوتا کہ ان کو آدمیوں کی طرح بُرائی کے افعال باوجود خواہش کے چھوڑ کر بھلائی کے طریقہ پہچاننے و معرفت و توحید الٰہی کے جاننے اور اوہام و خیالات کفر و شرک سے تمیز کرنے کی ضرورت پڑتی تو اُن کا رسول اُن کی جنس کا فرشتہ ہوتا پس آدمیوں کا رسول اسی جنس کا آدمی ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام - اور واضح ہو کہ ان کافروں کو خبط و خیال سوجھا اور اسکی دلیل بھی کہ ازل ہی میں گمراہی انکے حق میں مقدر تھی ورنہ بشر جب تک اپنی قوت ملکیہ کو قوت حیوانیہ سے خالص توحید عبادت کیساتھ تمیز و جدا نہ کرلے تب تک فرشتہ کو نہیں دیکھ سکتا ہاں بعد خلوص و کمال کے البتہ دیکھ سکتا ہے اور قولہ تعالیٰ لقد رآہ نزلۃ اُخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ کی تفسیر میں صحیح ہوا کہ آنحضرت صلعم نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پہ دیکھا اور دنیا میں بارہا جبرئیل وغیرہ دیگر ملائکہ علی نبینا وعلیہم السلام آپ پر بصورت آدمی ظاہر ہوئے باوجود علم اس امر کے کہ یہ فلاں اور وہ فلاں فرشتہ ہے اور بصورت آدمی بعض صحابہؓ نے بھی دیکھا چنانچہ صحیحین کی حدیث سوال اسلام و ایمان و احسان و آثار قیامت کے معروف ہے اور حضرت لوط علیہم السلام پر بصورت بے داڑھی مونچھ کے خوبصورت لڑکوں کے آنا اور پہلے ابراہیم علیہ السلام پر بصورت مہمان آنا اور کھانا نہ کھانا قرآن مجید میں مذکور ہے جیسا کہ انشاء اللہ مفصل قصہ آویگا - بالجملہ کفار کی جب ایسی شیطانی باتیں جن کا وقوع از راہ حکمت الٰہی ممنوع تھا مانگتے تھے جیسے کوئی یوں مطالبہ کرے کہ آسمان بجائے زمین کے اور زمین بجائے آسمان کے ہوجائے اور یہاں کے رہنے والے وہاں اور بالعکس ہوجاویں تو یہ عارف و انکے نزدیک خلاف مشیت و تقدیر و حکمت الٰہی ہے ایسے عناد و جہالت کا جواب بھی اللہ تعالیٰ جل جلالہ و عم نوالہ نے حلم کیساتھ فرمایا اور ان کو سمجھایا و لیکن ان میں سے جن کی تقدیر میں کفر و ضلال تھا نہ سمجھے اور ہلاک ہوئے مگر آنحضرت صلعم جو پاک رسول و رہنما دین کے اور مہربان ترس کھانے والے تھے ان کی ایسی جہالتوں سے بہت غمناک ہوتے تو حضرت رب العزت جل جلالہ نے اپنے

بندہ رسول سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ اجمعین کو تسلی و تسکین فرمائی بقولہ ولقد استھزئ برسل من قبلک حاصل آنکہ اے محمد مغمگین نہ ہو کہ تجھ سے پہلے رسولوں سے بھی ٹھٹھا کیا گیا تھا ف۔ اور کافروں کو تنبیہ ہے کہ اے ناپاک ناشکرے بندو تم ٹھٹھا کرتے ہو جیسے اگلوں نے کیا مگر انکا انجام یہ ہوا۔ فحاق بالذین سخروا منھم ما کانوا بہ یستھزءون پس جنھوں نے کافروں میں سے ٹھٹھول کیا تھا اُن کو اسی چیز نے گھیر لیا جس سے ٹھٹھا کرتے تھے ف۔ اس چیز سے کیا مراد ہے بعض نے کہا کہ حق اور بعض نے کہا کہ رسول اور بعض نے کہا کہ عذاب کیونکہ عذاب آخرت کے ساتھ تمسخر کرتے پس مراد اس سے اگر حق بات ہے تو گھیر لینے کے معنی کہ حق غالب بلند ہو گیا لیکن یہ ضعیف ہے بنظر ظاہر سیاق۔ اور بعض نے کہا کہ رسول مراد ہیں اور اسمیں بھی تامل ہے اور ارجح وہ ہے جو مفسر سیوطیؒ نے کہا کہ عذاب مراد ہے کیونکہ جب کافروں کو کفر کرنے پر عذاب نازل ہونے کا خوف دلایا گیا تو ٹھٹھے مارنے لگے کہ یہ شخص مجنون ہے اور آخر انجام کار جب حجت پوری ہو گئی اور ایمان نہ لائے تو عذاب نے گھیر لیا جسکو ٹھٹھا سمجھتے تھے اور یہاں کمال بلاغت سے کفار مکہ کو تہدید ہے کہ ٹھٹھا کرنے والے ڈریں کہ انکا انجام بھی ایسا نہ ہو چنانچہ مسخرہ پن کرنے والے ابوجہل وغیرہ ہلاک ہوئے اور چونکہ تقدیر الٰہی میں اکثر انہیں کے ایمان سے مشرف ہونے والے تھے لہذا ان کو قطعی وعید نہیں فرمائی لیکن ایسے پاکیزہ اسلوب سے وعید ہے کہ جو ٹھٹھا کرتے تھے اگرچہ اسوقت تک ایمان نہ لائے تھے اُن کو نکال دیا اور مسخرہ پن کرنیوالوں کی تہدید کو اگلوں کے معذب ہونے پر قیاس کر دیا اور آخر آنحضرت صلعم کو جہاد کا حکم دیدیا تاکہ مفسد اور فتنہ ڈالنے والے ہلاک ہوں اور باقی راہ پر آ گئے بخلاف اگلی امتوں کے کہ ایکبارگی عذاب نازل ہوا کہ سب کے سب ہلاک ہو گئے اور وہ سب اسی قابل تھے نعوذ باللہ من عذاب اللہ وغضب اللہ اللھم اہدنا اللھم ادرکنا بالرحمۃ اللھم نعوذ بک برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک اللھم اذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنا الیک غیر مفتونین اللھم نسالک العافیۃ والسلامۃ وتوفیق الخیر برحمتک یا حی یا قیوم ونصلی علی رسولک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر کفار مکہ خصوصاً اور سب انکار و شرک کرنے والوں کو عموماً ارشاد کیا کہ قل یعنی کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان منکروں سے۔ سیروا فی الارض چلو پھرو زمین میں یعنی زمین کے ملکوں اور وہاں کے باشندوں کے وقائع گذشتہ میں فکر و غور سے نظر دوڑاؤ اور بعض نے کہا کہ حقیقی سفر کرنے کا حکم ہے اور یہ اظہر ہے لیکن مقصود اس سے دریافت حال ہے پس اگر بذریعہ معلومات کے ہو جائے تو کافی ہے بالجملہ حکم دیا کہ زمین میں پھرو فکر کرتے ہوئے اور عبرت حاصل کرتے ہوئے ثم انظروا پھر نظر عبرت سے دیکھو کہ کیف کان عاقبۃ المکذبین کیونکر ہوا انجام کار اُن لوگوں کا جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا ف۔ پس تم کو عبرت حاصل ہو کہ تم اس حرکت کفر و انکار سے باز آؤ تاکہ عذاب و بد انجام سے محفوظ رہو اور یہ بھی نظر رحمت ہے لیکن عارف اس خطاب ہی سے ان کافروں کے بد انجام پر خوف کریگا کہ ان لوگوں کو ان کے نفس کے حوالہ کیا جبکہ انھوں نے بات نہ مانی پس بندہ پر بات کو ماننے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے ف۔ قال فی العرائس قولہ تعالیٰ وللبسنا علیھم ما یلبسون۔ کافروں نے بالمشافہ دیدار ملائکہ کی خواہش کی حالانکہ اس کے لائق نہ تھے اور اگر اہل دل ہوتے تو چہرہ پاک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ نور اشراق ازلی مشاہدہ کرتے جو ملائکہ میں کہیں نظر نہ آتا کیونکہ وہ مشکوٰۃ نور ذات وصفات تھے بقولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح ولیکن وہ لوگ کیونکر اسکو دیکھ سکتے ہیں کیونکہ قہر الٰہی کے اندھیرے میں پڑے ٹاپا کہتے ہیں وقد قال تعالیٰ ینظرون الیک وھم لا یبصرون یعنی آنکھیں پھاڑے ہوئے تیری طرف نظر دوڑاتے ہیں مگر کچھ دیکھتے نہیں پھر واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا الآیۃ میں اشارہ یہ ہے کہ ماہیت ملکوت دیکھنے سے اُن کی نظر ضعیف ہے اور اگر فرشتہ کو دیکھیں تو آدمی ہی کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں جو موقع التباس ہے۔ اور اصلی بیان اس مقام پر یہ کہ قولہ للبسنا علیھم اے خلط کریں ہم اُن پر جو وہ اپنے نفوس پر خلط کرتے ہیں تاکہ اپنی خداع و فریب کی راہ نہ جانیں جیسا کہ ان کی مراد ہے اور انکا مکر انھیں کی گردن پر لوٹ پڑے اور تردد کی تاریکی میں پھرتے پھریں ف۔ قولہ ولقد استھزئ برسل من قبلک۔ اسمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے اللہ تعالیٰ

نے جاہلون کے حال سے خبر دی کہ جب انھون نے خاصان درگاہ کو نہ پہچانا اور انہین آثار جلال آلہی کو نہ دیکھا تو ان سے اعراض کیا اور ان کے حالات سے انکار کیا۔ قاسم رحمہ نے کہا کہ جب انھون نے رسولون کے حقوق کو نہ پہچانا اور اُن کی تکریم نہ کی اور چشم حق اور عین بصیرت سے اُن کو نہ دیکھا تو انوار و مشاہدات سے اندھے دھندے رہ گئے پھر اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی کی قدرت محیط و رحمت عمیم ہے اور کفار پر حجت ہر طرح پوری ہے۔ بقولہ تعالے

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ ہے آسمان و زمین مین کہہ اللہ کا ہے۔ اُسنے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ تم کو جمع کریگا

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَ

دن قیامت تک اس مین شک نہین جنھون نے ہاری اپنی جان وہی نہین مانتے اور

لَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا

اُسی کا ہے جو بستا ہے رات مین اور دن مین۔ اور وہی ہے سب سنتا جانتا تو کہہ کیا اور کوئی پکڑون اپنا مددگار

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

اللہ کے سوا کہ جو بنانیوالا ہے آسمان اور زمین اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اسکو کوئی نہین کھلاتا مجھکو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم

اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ

مانون اور تو نہ ہو شریک پکڑنے والا تو کہہ مین ڈرتا ہون اگر حکم نہ مانون

رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ

اپنے رب کا ایک بڑے دن کے عذاب سے جس پر سے وہ ٹلا اُس دن اُس پر رحم کیا اور یہی ہے بڑی مراد ملنی۔

قُلْ کہدے اے محمد صلعم۔ لِمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کس کی ملک و خلق و بندہ ہے جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے **ف** پس مشرکون کے جھوٹے معبود بھی مملوک آلہی ہوئے اور معنی یہ کہ آسمان و زمین مع تمام اشیا کے جو ان مین ہین یعنی تمام عالم سوائے ذات باری تعالی کے کس کی ملک ہے قُلْ لِّلّٰهِ کہدے اللہ تعالی کے ہین **ف** یعنی اگر مشرکین عداوت و حماقت سے یہ جواب نہ دین تو خود تو یہ جواب دیدے کیونکہ اسکے سوائے کوئی جواب ہی نہین ہے۔ اور لطیف اشارہ ہے کہ مشرکین خجالت سے منہ کیا کھولین گے۔ حاصل آنکہ جواب تو یہی متعین ہے خواہ باقرار صحیح یا بحجت۔ دصلوت ہٹ دھرمی کے انکار کے لیکن مشرکین عرب اسکا اقرار کرتے تھے وقد ذکر تعالی ولئن سالتھم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ یعنی تو اگر ان سے سوال کرے کہ کس نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو تو ضرور کہین گے کہ اللہ تعالی نے۔ اور یہ مشرکون و کافرون پر ایسی حجت قوی ہے کہ جس سے ان کو مجال نہین کہ کسی شرک و کفر کی طرف جاوین۔ بالجملہ جو خالق ہے مخلوق کو اسی کی عبادت فرض ہے اسواسطے کہ قادر مختار خالق جامع کمالات جو پاک پروردگار ہے وہی مستحق عبادت ہے کیونکہ عبادت اظہار بندگی ہے پس جو الہ نہ ہو وہ اسکا مستحق نہین ہو سکتا کہ اسکی بندگی کی جاوے اور جب بندگی فقط اللہ تعالی وحدہ لاشریک کی متعین ہوئی تو شرک سے توبہ کرنی چاہیے۔ اور جو گذرا اسکو وہ پاک معبود برحق عفو فرمانیوالا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ اللہ تعالی نے اپنی ذات پاک پر رحمت کا برتاؤ کیا ہے **ف** کتب بمعنی فرض نہین کیونکہ اوتعالی جل جلالہ پر کوئی چیز فرض و واجب نہین ہے وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے بلکہ کتب بمعنی قضی ہے یعنی مقدر کر دیا ہے اپنے اوپر رحمت کو بطور فضل و احسان کے اور اس کلام پاک مین ایک طرح کی مہربانی ٹپکتی ہے کہ لطافت سے مشرکون کو توحید و خلوص عبادت کی طرف بلایا کہ وہ پاک پروردگار غفور رحیم ہے جو تم سے بھٹک جانے مین چوک ہو گئی اُس کو رحمت سے معاف

فرمادیگا اور یہ بھی اسکی رحمت ہے کہ رسول بھیجے و کتابین نازل فرمائین و راہ توحید پر دلائل صریح قائم کیے حالانکہ آفاق و انفس مین لاکھون دلائل موجود ہین جو گواہی دیتے ہین کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خلق کو مقدر کیا تو ایک کتاب لکھی اور عرش پر اپنے پاس رکھی کہ میری رحمت سبقت لیگئی میرے غضب پر کما فی الصحیح البخاری و مسلم۔ اور سلمانؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین پیدا کیے تو سو رحمتین پیدا فرمائین اور ان مین سے ایک حصہ دنیا مین لوگون کو ملا جس سے آپس مین ایک دوسرے پر رحم کرتے ہین (مان باپ وغیرہ سب) اور ننانوے حصے قیامت کیواسطے ہین پھر جب قیامت کا روز ہوگا تو مومنون کیلیے یہ حصہ بھی ملا کر سو پورے کرکے دیدیے جائین گے رواہ مسلم واحمد وغیرہما اور شرح ان حدیثون کی بہت طول چاہتی ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ بندہ مومن ان باتون کو بلا تردد و غور کے مان لے کیونکہ یہ مقام صفات ہے اسمین عقل کو رسائی نہین ورنہ علماء نے جاہلون کے اوہام دور کرنے کو معقول تاویلین بیان فرمائی ہین پھر اس جملہ ترغیب و وعدہ صادق کے بعد جملہ ترہیب و وعید خوفناک کو بیان فرمایا تاکہ نادان بندے غرہ نہ ہو جاوین اور بات کو اپنے موقع تک رکھین اور حد سے تجاوز نکرین بقولہ تعالیٰ۔ لَيَجْمَعَنَّكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَا رَيْبَ فِيهِ۔ اللہ تعالیٰ ضرور تم کو یوم قیامت مین جمع فرمادیگا جسمین کچھ شبہہ نہین ہے ف۔ یہ تاکید باستعمال قسم ہے اور وجہ قسم بھی تقویت ترہیب ہے اور زجاج نے کہا کہ کتب علی نفسہ الرحمۃ کے یعنی کہ اوتعالیٰ نے ازل مین اپنی ذات پاک پر یہ مقرر کردیا کہ رحمت فرماوے اور رحمت غالب ہے اسی واسطے تمھاری عمر و رزق کو سنبھال رکھا اور تم کو مہلت دیدی باوجودیکہ تم شرک کرتے ہو پھر رحمت سے بدل فرمایا لیجمعنکم کو یعنی تقدیر رحمت و وعدہ صادقہ رحمت کا یہ ہے کہ تم کو قیامت کے روز جمع کرکے جزا و سزا دے او قبول سکے اس عذاب مین جو تمھارے گناہون کے مقابلہ مین سزا ہے ماخوذ نہ فرماوے بنا بر قول زجاج رح کے رحمت مکتوبہ کا وعدہ صادقہ تا روز قیامت ہے پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر مخلوق کو اس کے اعمال کی سزا ملیگی اور مہلت نہ ہوگی اور بنا بر تقدیر قسم کے قسم کا مقدر کرنا اور جملہ اسقدر موکد فرمانا رد ہے مشرکین کا جو روز قیامت و بعث و حشر کے منکر تھے اسی واسطے لا ریب فیہ سے تاکید کی۔ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ جن لوگون نے خوار و خراب کیا اپنی جانون کو ف۔ باین طور کہ اسکو بد اعتقاد و شرک سے عذاب کے رو برو کردیا۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ تو ایسے خبیث ایمان نہین لاتے ہین ف۔ اگرچہ یہ جانتے و مانتے ہین کہ بیشک ہم کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہے جو چیز بستی ہے رات مین اور دن مین ف۔ یعنی ہر چیز اُسی کی ہے وہی اسکا خالق و مالک ہے اور مدارک وغیرہ مین ہے کہ قولہ ما سکن اے ما سکن و ما تحرک ایضاً۔ یعنی جو چیز ساکن ہو یا متحرک ہو سب اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے ہے حرکت و سکون باہم متضاد ہین پس سکون کو ذکر کیا اور اسی پر اکتفا کرکے دوسری ضد کو ذکر نہین کیا اور رہا یہ کہ سکون کو اسواسطے ذکر کیا کہ وہ بہ نسبت حرکت کے زیادہ ہے اور یہ کلام بھی مشرکون پر حجت ہے جو اس وہم مین پڑے تھے کہ سب مخلوق اسکے تحت تدبیر مین نہین ہے اور اسی وہم پر بتون کے انتظام پر تقسیم کرتے اور اُن کی عبادت کرتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے مصرح رد کردیا کہ رات و دن مین جو مخلوق بے طلب و تردد کے ساکن پڑی ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق اور اسی کی پرورش سے رزق پاتی ہے اور حضرت سدی رح نے کہا و لہ ما سکن یعنی جو ثابت و مستقر ہوئی۔ یہی زمخشری رح نے ذکر کیا اور ابن عطیہ نے اسی کو مرجح قرار دیا۔ ابن جریر رح نے کہا کہ جسپر آفتاب طلوع و غروب ہوا وہ رات و دن کے ساکن مین سے ہے پس مراد اس سے تمام وہ چیزین ہین جو طلوع و غروب آفتاب کے درمیان ہین خواہ کہین ہون اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ہر جاندار آسمان و زمین کا سب کے سب اسی کی خلق و ملک ہین۔ بالجملہ اس مین اتفاق ہے کہ مراد اس سے تمام مخلوق ہے اور معنی یہ کہ تمام مخلوق کا پروردگار و خالق و مالک وہی اکیلا معبود اللہ تعالیٰ ہے اور مشرکون و کافرون و فلاسفہ و مجوس وغیرہ کا گمان محض غلط ہے کہ بعض اسکی مخلوق ہونے یا زیر انتظام ہونے سے خارج ہے یا وہ قادر و مختار نہین یا کوئی مخلوق

اسکے ساتھ شریک ہو سب غلط و کفر و جہالت ہو وہی قادر مختار خالق جامع صفات کمال ہے ۔ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ یعنی وہی خوب سننے والا ہے جو کچھ کوئی کہے اچھی بات توحید کی یا بری بات شرک و کفر کی اور خوب جاننے والا ہے جو کچھ کوئی کرے عبادت و بندگی یا کفر و شرک وغیرہ ف اور البتہ شرم چاہیئے اس مخلوق کو جو اپنے خالق کی جناب مین شرک و کفر لے یا کرے ۔ اور عجب کہ کافران مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتون کی پرستش کرنے کی طرف بلایا تو حکم ہوا ۔ قُلْ أَغَيْرَ اللَّهِ أَتَّخِذُ وَلِيًّا کہدے ان جاہل مشرکون سے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی چیز کو مین ولی بنالون ف یعنی معبود بنالون ۔ اور یہ استفہام انکاری ہو اور معنی یہ کہ اور کسی کو معبود نہ بناؤنگا فقط اللہ تعالیٰ ہی کو معبود بناؤنگا جسکی یہ شان ہے فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ آسمانون و زمین کو ۔ دونوں کو ابدا کرنے والا ہے ف یعنی دونون کو اُس نے بدون مثال سابق کے ایجاد کر دیا ۔ وَهُوَ يُطْعِمُ اور وہ رزق دیتا ہے وَلَا يُطْعَمُ اور رزق دیا نہین جاتا ف یعنی تمام مخلوق اس کی محتاج ہے اور وہ کسی کا محتاج نہین ہے ۔ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ کہدے کہ مجھے حکم دیا گیا کہ مین ہی پہلا وہ شخص ہون جو اسلام لایا ف یعنی اللہ تعالیٰ کیواسطے مطیع و منقاد ہو ا توحید کے ساتھ اور اولیت سے مراد یہ کہ اس اُمت مین سب سے اول مین ہی مسلمان ہون ۔ وَلَا تَكُونَنَّ ۔ اے وقیل لی ۔ لاتکونن مِنَ الْمُشْرِكِينَ اور مجھے کہا گیا کہ تو ہرگز مت ہونا ان لوگون مین سے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنیوالے ہین ف یہ عطف ہو اُمرت پر بتقدیر لفظ قول اور بعض نے کہا کہ قل پر عطف ہو یعنی ایسا ایسا کہدے اور مشرکین مین سے مت ہو اور اس تقدیر پر صیغہ امر پر نہی کا عطف روا رکھا ہے ۔ اور آنحضرت صلعم اگرچہ مشرک ہو نہین سکتے تھے کیونکہ آپ معصوم پیغمبر تھے لیکن یہ خطاب فرمایا کہ اُمت کے اہل اسلام اس خطاب سے مستفید ہون قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي یعنی عصیان بایں طور کہ غیر کی عبادت کرون ۔ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ہو یوم القیامۃ ۔ یعنی یوم سے مراد روز قیامت ہو معنی یہ کہ تو کہدے کہ اگر مین اپنے رب کی نافرمانی کرکے غیر کی عبادت کرون تو مجھے عذاب روز قیامت کا خوف ہے ۔ بعض نے کہا کہ خوف سے مراد یہان علم ہے یعنی مین جانتا ہون کہ اگر پروردگار کی اسطرح نافرمانی کرون کہ غیر کی عبادت کرون تو عذاب روز قیامت مین گرفتار ہونگا ۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر امراد اس قائل کی یہ ہوگی کہ خوف مستلزم معرفت ہو پس معنی یہ کہ مین جانتا ہون لہذا خوف کرتا ہون کہ نافرمانی کرون تو عذاب ہوگا اور علم مورث خوف ہو چنانچہ فرمایا ۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنیوالے اسکے بندون مین سے وہی ہین جو علم والے ہین اور حاصل یہ کہ مجھے خوف بطریق تردد نہین بلکہ غیر کی عبادت مین قطعی عذاب جانتا ہون ۔ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ اکثر قراء کی قرأۃ مین یصرف بصیغہ مجہول ہو یعنی جو شخص ایسا ہو کہ پھیر گیا اس عذاب سے اس روز قیامت مین یعنی جو بندہ کہ عذاب جہنم کی طرف سے موڑ دیا گیا ۔ فَقَدْ رَحِمَهُ ۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسپر رحم کیا ف یعنی اس کے واسطے بھلائی کا ارادہ کیا ۔ اور حمزہ و کسائی و ابوبکر نے یصرف بصیغہ معروف یعنی مبنی للفاعل پڑھا اور معنی یہ کہ جو شخص ایسا ہو کہ پھیر اُس سے اللہ تعالیٰ نے اس روز عذاب کو تو اسپر رحم کیا ۔ وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ۔ اور یہ نعمت عظیمہ کھلی ہوئی فلاح ہے ف فی العرائس قولہ ۔ قل انی اُمرت ان اکون اول من اسلم ۔ اشارہ ہو کہ فطرت ذاتی مین سب سے اول مین تھا پس اسوقت جبکہ وجود مین کوئی نہ تھا مجھکو حکم ہوا کہ عبودیت مین سب سے اول ہون ۔ بعض نے کہا کہ ظہور حق مین اول منقاد ہون ۔ ابن عطار رحمہ اللہ نے کہا کہ مبادی قدرت مین پہلا خضوع کرنے والا مین ہون ۔

جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ قضا و قدر کا اول تسلیم کرنے والا مین ہون ۔

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ

اور اگر پہونچاوے اللہ تجکو کچھ سختی پھر اسکو کوئی نہ اُٹھاوے سوائے اسکے اور اگر تجکو پہونچا دے بھلائی تو وہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝

ہر چیز پر قادر ہے ۔ اور اُسی کا زور پہونچتا ہے اپنے بندون پر ۔ اور وہی ہے حکمت والا خبردار

قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۚ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَٰذَا

تو کہ کس چیز کی بڑی گواہی ۔ کہ اللہ گواہ ۔ میرے اور تمہارے بیچ ۔ اور اُترا ہے مجکو یہ

الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُم بِهِ وَمَن بَلَغَ ۚ أَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ آلِهَةً أُخْرَىٰ ۚ

قرآن کہ تم کو اس سے خبردار کرون اور جسکو یہ پہونچے کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہین

قُل لَّا أَشْهَدُ ۚ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِنَّنِي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۝

تو کہ مین نہ گواہی دونگا تو کہ وہی ہے معبود ایک اور مین قبول نہین رکھتا جو تم شریک کرتے ہو

الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمُ ۘ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ

جن کو ہم نے دی ہے کتاب اُس کو پہچانتے ہین جیسے اپنے بیٹون کو جنھون نے ہاری اپنی جان

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝

وہی نہین مانتے ۔ اور اُس سے ظالم کون جو جھوٹ باندھے اللہ پر یا جو جھٹلاوے اُسکی آیتین مقرر بھلا نہین پاتے گنہگار

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے ضرر پہونچاوے ف یہ خطاب نبی صلعم کو ہے یا ہر مخاطب کو ہے اور ضرر یعنی بلا مانند مرض و محتاجی وغیرہ کے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اے بندہ تجھے مرض محتاجی وغیرہ مضرت پہونچے ۔ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ تو کوئی اس بلا کا اُٹھانے والا نہین ۔ اِلَّا هُوَ ۔ مگر وہی پاک پروردگار تعالیٰ ۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے خیر پہونچاوے ف مانند صحت و تونگری وغیرہ کے ۔ تو وہ قدیر ہے ۔ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔ وہ تو ہر چیز پر قادر ہے ف یعنی کوئی قدرت نہین رکھتا کہ اگر بندہ کو وہ مضرت پہونچاوے تو دور کر سکے یا وہ منفعت پہونچاوے تو روک سکے ۔ حدیث مین ہے کہ حضرت صلعم دعا فرماتے تھے ۔ اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ۔ اے پروردگار کوئی روکنے والا نہین جو تو نے دیا اور کوئی دینے والا نہین جو تو نے روکا اور نہین نافع ہے صاحب دولت کو ثروت تیری قضا و قدر سے ۔ عن ابن عباس ۔ مین آنحضرت صلعم کے پیچھے تھا مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے لڑکے مین تجکو کلمات سکھلاتا ہون محفوظ رکھ اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے ۔ یاد رکھ اللہ تعالیٰ کو اپنے مواجہہ مین پاویگا جب کچھ مانگ تو اللہ تعالیٰ ہی سے مانگ ۔ جب استعانت چاہے تو اسی سے چاہ ۔ اور جان رکھ کہ اگر تمام جہان اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ نفع پہونچاوے تو تجھے کچھ نفع نہین پہونچا سکتا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے حق مین لکھدیا ہے اور اگر سب اُمت اس بات پر مجتمع ہو کہ تجھے کچھ ضرر پہونچاوے تو نہین پہونچا سکتی مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے اوپر لکھدیا ہے قلم اُٹھالئے گئے اور نامہائے تقدیر خشک ہو چکے ۔ رواہ الترمذی اور رزین نے ایک کلمہ زیادہ کیا کہ آسانی مین تو اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ وہ تعالیٰ تجکو تکلیف و سختی مین محفوظ فرماویگا الحدیث رواہ احمد ۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۔ وہی قاہر ہے بندون کے اوپر ف فوقیت یہان مرتبہ کی فوقیت ہے اور قاہر یعنی وہ قادر جسکو کوئی چیز عاجز نہ کر سکے یعنی جو چاہے وہ کرے کسی چیز مین عاجز نہ ہو ۔ قاہر مین ایک معنی زائد ہین بہ نسبت قادر کے کیونکہ قاہر وہ کہ جو چاہے کرے اور جسکو چاہے منع کرنے دے اور غلبہ اسکو لازم ہے ۔ حاصل یہ کہ تمام مخلوق اسکے تحت قدرت و غلبہ مین مسخر و مغلوب ہے اور وہی ان پر قاہر مستعلی ہے اور ابن جریر نے کہا کہ قاہر بمعنی مستعلی ہے یعنی بندون سے عبودیت لینے والا اور یہ تعالیٰ بھی عمدہ ہے کیونکہ جبر اسکی تقدیر و مشیت مین جاری ہوا ہر بندہ اُسپر جاری ہے

اور چاہے کیسی ہی کوشش کرے مجال نہین کہ اس سے نکل سکے۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ۔ وہی حکیم خبیر ہے ف۔ یعنی مخلوق مین جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اس کی حکمت ہی کے موافق ہے اور تمام مخلوق کے ظاہر و باطن اُن کی ماہیت سے وہی آگاہ ہی پس ہر ایک کو اس کے لائق دیا ہی شیخ سیوطی رح نے کہا کہ کافران مکہ نے حضرت صلعم سے کہا کہ کیا چیز آپکی نبوت کی گواہی دیتی ہی کیونکہ اگلی کتابون والے انکار کرتے ہین تب یہ نازل ہوا قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً یعنی ان مشرکون سے کہدے کہ گواہی مین کون چیز سب سے بڑی ہے۔ قُلِ اللَّهُ کہدے کہ اللہ تعالی ہے ف۔ یعنی یہی جواب ہے اور کوئی جواب نہین صحیح ہے اگر وہ لوگ چپ ہون تو تو ہی کہدے اور معنی یہ اللہ اکبر شہادة۔ یعنی اللہ تعالی سب سے بزرگ ہی از راہ شاہد ہونے کے اور مراد آنکہ سب سے بزرگ گواہی اللہ تعالی کی ہے۔ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وہ میرے و تمہارے درمیان شاہد ہے ف۔ پس مبتدا محذوف ہی کلام یہان سے شروع ہے۔ اور اس تقدیر پر ای شی کے جواب مین جب اللہ کہا تو دلالت ہی کہ شئ کا اطلاق ذات پاک پر درست ہی اور توجیہ کی گئی کہ شئ کا اطلاق واجب و ممکن سب پر ہی اور اس سے متکلمین علما رح استدلال لاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ جواب یون ہی کہ قل اللہ شہید بینی و بینکم۔ تو کہدے کہ اللہ تعالی میرے و تمہارے درمیان شاہد ہے اس سے ثبوت نہین ہوتا کہ شئ کا اطلاق حضرت باری تعالی پر روا ہے کیونکہ ترقی کا جواب ہو سکتا ہے یعنی تم نے شہادت مین کون چیز سب سے بڑی خیال کی ہے۔ پھر جواب دیا کہ کسی چیز کا کیا ذکر ہی بلکہ تمہارے و میرے درمیان اللہ تعالی شاہد ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور مترجم اسی کو اختیار کرتا ہی اور کراہت کرتا ہے کہ اللہ عز و جل پر شئ کا اطلاق کیا جاوے اور اس تقدیر پر یہ بھی لازم نہین آتا کہ قولہ و اللہ علی کل شئ قدیر مین سے ذات باری تعالی کا استثنا کیا جائے یعنی منجملہ کل شئ کے ذات باری تعالی عقلاً مستثنیٰ ہے جیسا کہ اول قول والون پر لازم ہے۔ اور جو مترجم نے اختیار کیا اُس پر لازم نہین ہی کیونکہ شئ مین ذات باری تعالی عز و جل داخل ہی نہین ہے اور رہا یہ کہ لفظ شئ و موجود و ممکن الفاظ مترادفہ ہین تو یہ تعبیرات ہین کہ ذات باری تعالی عز و جل کے۔ بیان مین ان الفاظ سے چارہ نہین جیسے ما و من موصولات مین سے ذات باری تعالی کو من سے تعبیر کرتے ہین جیسے من خلق السموات والارض۔ اور جواب مین قل اللہ واقع ہوا تو من جو مخصوص بذوی العقول ہی اسکا اطلاق ذات باری تعالی پر ہوا حالانکہ او تعالی عز و جل عقلون کا خالق ہے اور عقل والون کا خالق ہے اور بالاتفاق اسکو ذوی العقول مین سے نہین کہہ سکتے ہین ایسا ہی یہان ہے فلیتامل۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالی کو جو اپنے و مشرکون کے درمیان شاہد ٹھہرایا۔ تو او تعالی کی شہادت سے یہ مراد کہ اُس نے آنحضرت صلعم کے ہاتھون پر معجزات ظاہر کر دیے پس آنحضرت صلعم جو مدعی نبوت تھے اس معجزہ سے اپنے صدق دعوی پر گواہی لائے اور بالاجماع خالق اشیاء او تعالی ہے پس اللہ تعالی نے اپنے بندہ رسول کی تصدیق فرمائی اور شہادت جیسے بقول ہوتی ہے ویسی ہی بفعل بھی ہوتی ہے بلکہ بفعل اقوی ہی کیونکہ قول کے الفاظ مین احتمالات پیدا ہوتے ہین بخلاف فعل کے اور ہو سکتا ہے کہ شہادت الٰہی سے مراد یہ قرآن مجید معجز بلیغ ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالی میرے و تمہارے درمیان مین میری سچائی پر اپنے کلام معجز پاک سے شاہد ہے۔ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ۔ اور مجھے یہ قرآن وحی کیا گیا تا کہ اس سے تم کو ڈرسناؤن اور جسکو یہ قرآن پہونچے ف۔ یہ خطاب اہل مکہ کو ہے یعنی اللہ تعالی نے وحی کیا مجھ پر یہ قرآن تا کہ اس سے مین ڈرسناؤن تم کو اے اہل مکہ اور ہر ایسے شخص کو جس کو یہ قرآن پہونچا خواہ آدمی ہو یا جن ہو۔ اسمین صریح دلالت ہی کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے فقط عرب پر منحصر نہین ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ لانذرکم سے مراد عرب ہین اور من بلغ یعنی سوائے عرب کے عجم کے ملکون والے ہین۔ اور انس رض سے روایت ہی کہ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلعم نے بادشاہ فارس و بادشاہ روم و بادشاہ نجاشی و ہر سرکش کو خط لکھا اور ان کو اللہ عز و جل کی بندگی کی طرف بلایا اور یہ وہ نجاشی نہ تھا جس پر آنحضرت صلعم نے نماز پڑھی۔

رواہ ابن مردویہ۔ اور نجاشی بادشاہ حبشہ کا لقب ہے جیسے کسریٰ وقیصر ہے اور نیز اسمین صریح دلیل ہے کہ جو اسوقت موجود تھے اور جو آیندہ پیدا ہون سب کے حق مین قرآن مجید کی پابندی یکسان ہے اور علماء رح اس معنی مین متفق ہین۔ عن ابن عباس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس کو قرآن پہونچ گیا گویا مین نے اُس سے بالمشافہ انذار کیا پھر یہ آیت پڑھی۔ رواہ ابن النجار والخطیب وابو نعیم۔ محمد بن کعبؓ نے کہا کہ جسکو قرآن پہونچا گویا اُس نے نبی صلعم کو دیکھا اور آپ سے باتین کین۔ اور ایک روایت مین گویا محمد صلعم نے اُسکو ابلاغ کر دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر۔ عن قتادہؒ مرسلاً آنحضرت صلعم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرو۔ اور جسکو کتاب اللہ تعالیٰ کی ایک آیت بھی پہونچی اُس کو حکم الٰہی پہونچ گیا۔ رواہ عبد الرزاق اور ربیع بن انس نے کہا کہ جس نے رسول اللہ صلعم کی اتباع کی اُسپر حق واجب ہے کہ جس کی طرف رسول اللہ صلعم نے دعوت فرمائی اُسکی طرف بلاوے اور جس سے حضرت صلعم نے ڈرایا اُس سے ڈراوے۔ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تبلیغ کرو میری طرف سے اگرچہ ایک ہی آیت لوگون کو پہونچاؤ۔ رواہ البخاری۔ عن ابن مسعودؓ مین نے نبی صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تر و تازہ کرے اس مرد کو جس نے ہم سے کوئی چیز سنی پھر جیسی سنی ویسی پہونچا دی کیونکہ سننے والے کے بہ نسبت کبھی وہ زیادہ ماہر ہوتا ہے جسکو پہونچی۔ رواہ الترمذی وغیرہ۔ اور معنی یہ کہ سننے والے کو اس کلام سے جو علم حاصل ہوا اس سے زیادہ اُس شخص کو حاصل ہو جس کو پہونچاتا ہے۔ پھر اہل مکہ و مشرکون کو فہمائش کی۔ کہ اپنے خیالات و اوہام شرک ترک کرین اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی سچی بات مانین۔ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى بھلا کیا تم لوگ اعتقادی گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے اللہ ہین۔ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ کہدے کہ مین اسکی شہادت نہین دیتا ہون قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تو کہدے کہ مین یہی گواہی دیتا ہون کہ وہ معبود واحد ہے وَاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ اور کہدے کہ مین بری ہون اُس چیز سے جسکو تم شریک لاتے ہو ف یعنی بت و بد اعتقادیان وغیرہ جن سے تم شرک کرتے ہو مین سب سے بیزار ہون پھر موافق سبب نزول مذکورہ بالا کے مشرکین مکہ نے جو شہادت مانگی تھی یہ کہکر کہ اگلی کتابون والے آپ سے انکار کرتے ہین اسکا رد فرمایا اور حاصل آنکہ اُن کے فسق و فجور نے اُن کو آمادہ کیا کہ از راہ حسد و عناد کے جان بوجھکر منکر ہوتے ہین اور فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وہ لوگ جنکو ہم نے کتاب دی ف یعنی جنکو توریت و انجیل دی بنا برانیکہ الف لام جنس کا ہے پس ہر کتاب سابق کو شامل ہے حاصل آنکہ علمائے یہود جو توریت جانتے ہین اور علمائے نصاریٰ جو انجیل سے آگاہ ہین۔ یَعْرِفُوْنَهٗ وہ سب محمد صلعم کو ایسی طرح جانتے ہین کہ گویا آنکھون دیکھا یعنی محسوس پہچانتے ہین بوجہ اس تعریف کے جو اُن کی کتاب مین مذکور ہے ایسا قطعی پہچاننا پہچانتے ہین کہ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ۔ جیسے اپنے بیٹون کو پہچانتے ہین ف اُنکے پاس اخبار اور بڑی توجہ و اعتماد کی ایسی آیات موجود تھین کہ اُن سے قطعی علم حاصل تھا اور سب رسولون نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے اور آپکی صفت اور جہان پیدا ہون گے اسکی پہچان اور جہان ہجرت کرینگے اُس کی شناخت اور آپکی اُمت مرحومہ کے صفات سب بیان فرمائے تھے اسی واسطے بعد اس کے فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جن لوگون نے ان علماء اہل کتاب مین سے اپنی جانون کو خوار و خراب کیا ہے فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ وے البتہ محمد صلعم پر دنیا کی چاہ اور حسد و عداوت سے ایمان نہین لاتے ہین اور یہ بات نہین کہ پہچانتے نہون بلکہ عمداً اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و اُس کے آیات کو جھٹلاتے ہین اور فرمایا۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہین ایسے شخص سے جس نے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باین طور کہ اللہ تعالیٰ کی طرف شرک کی نسبت کی جیسے مشرکین مکہ تھے یا نصاریٰ و یہود کہ بندہ مسیح علیہ السلام کو معبود یا بیٹا یا عزیر علیہ السلام کو بیٹا کہتے ہین۔ یا جس نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیات کو یعنی قرآن کو۔ حاصل آنکہ جس نے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا یا آیات کو جھٹلایا اُس سے

اظلم کوئی نہین پھر اگر کوئی ان دونون کو جمع کرے تو اسکا کیا حال ہوگا انہ ضمیر شان ہے لا یفلح الظلمون یعنی جن لوگون نے اس طرح اپنے اوپر ظلم کیا ہو وہ فلاح نہین پاوینگے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو۔ اشارہ سے نکلا کہ اگر کسی بندہ مومن کو مضرت پہونچے تو اسکا کھولنے والا کوئی نہین سوائے اسکے کہ اوتعالیٰ اپنے کرم سے اس گرہ کو کھول دے جنید رح نے کہا کہ کسی خیر یا شر کے پہونچنے پر جو خطرہ اول تیرے دل مین خطور کرے وہی تیرا معبود ہے پھر اگر تو نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا تو وہی تیرا معبود ہے اور وہی تجھکو اس بلا مین کافی ہے اس مصیبت کے دور کرنے مین کفایت فرماویگا اور اگر تو نے غیر کی طرف رجوع کیا تو تجھکو اور اسکو جسکی طرف تو نے رجوع کیا ہے چھوڑ دیگا یعنی تو جان اور تیرا معتمد علیہ جانے حالانکہ اس معتمد علیہ سے کچھ نہین ہو سکتا وہ خود مجبور ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ تجھے بلا سے وہ نجات دیگا جو تجھکو بلا مین ڈالے کیونکہ ایجاد کرنیوالا ایک ہی پاک ذات ہے اور اغیار تو سب افعال ہین اور افعال مین سے کوئی یہ لیاقت نہین رکھتا کہ ایجاد کرے۔ قولہ وہو القاہر فوق عبادہ حسین رح نے کہا کہ قاہریت محو کرتی ہے ہر وجود کو اور بعض نے کہا کہ جیسے بندون کو موت و فنا سے مقہور کیا کہ کسی کو موت سے چارہ نہین ویسے ہی اُن کو ایجاد و اظہار مین مقہور کیا۔ قال المترجم و فی الحدیث وما من نسمۃ کائنۃ الی یوم القیامۃ الا ہو کائن فیہا یعنی جو آدمی زادہ قیامت تک پیدا ہونیوالا ہے وہ ضرور اسمین پیدا ہو جائیگا۔ قولہ قل ای شیء اکبر شہادۃ۔ اشارہ ہے کہ شہود الٰہی سے بڑھکر کسی چیز مین شہود نہین کیونکہ اسکی تجلی کا ظہور اعظم ہے کہ ہر ذرہ سے ظہور ہے اور یہ شہادت ازلی ہے کہ اسکی طرف سے اسکی وحدانیت پر سابق ہو چکی جبکہ وجود مخلوق کا معدوم تھا اور تصدیق اسکے جواب سے ہے کہ امر کا جواب امر سے ہے بقولہ قل اللہ شہید بینی وبینکم۔ شیخ رح نے کہا کہ جب شہود الٰہی سے قوم مشرک اندھی تھی تو اشرف موقع شہود یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہوئے کیونکہ باوجود ظہور کے اپنی جہالت و غباوت سے اُن کو کچھ نہین سوجھا۔ باوجود تنبیہ کے کہ قل ای شیء اکبر شہادۃ۔ پھر اسپر بھی نہ سمجھے تو تصریح کر دی بقولہ قل اللہ شہید بینی وبینکم۔ اور یہ ظہور انوار صفات تھا یہ شہادت کبریٰ ہے اور شہادت معجزات اسکی تصدیق مین شہادت صغریٰ تھی۔ بالجملہ جس نے شہادت کبریٰ کو نہین دیکھا وہ شہادت صغریٰ دیکھنے یعنی معجزات آنحضرت صلعم سے مشاہدہ حاصل کرے لیکن جو تقدیر ازل مین اندھا کر دیا گیا ہے وہ ہر شہادت سے اندھا ہے نہ اسکو شہادت کبریٰ نظر آوے اور نہ شہادت صغریٰ۔ حسین رح نے کہا کہ کوئی شہادت اس شہادت سے زیادہ صادق نہین ہے جو ازل مین حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک سے فرمائی ہے بقولہ قل ای شیء اکبر شہادۃ قل اللہ۔ قولہ الذین آتینٰہم الکتٰب یعرفونہ حضرت حق عز وجل نے فرمادیا کہ یہودی خوب پہچانتے تھے آنحضرت صلعم کو اُن علامات صحیحہ سے جو انھون نے توریت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت و صفت و سچے معجزات سے مذکور پایا لیکن وہ معرفت روحانی سے نہین پہچانتے تھے یعنی نور معرفت الٰہی سے محروم اور آپکے چہرۂ مبارک سے نور مشاہدہ کے دیدار سے بے نصیب تھے اسی واسطے اپنی جبلت غضب مین گرفتار ہوکر دنیا کی محبت مین پڑے اور باپ دادون کی تقلید کرنے لگے اور اگر کاش بنور معرفت الٰہی پہچانتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مانند آنحضرت صلعم کے قدمون کی خاک بنجاتے۔ قال المترجم۔ مشرکین و یہود و نصاریٰ تعجب کیا کرتے تھے کہ کسی بادشاہ و کسی امیر کے وزیر و مصاحب و ساتھی ایسے نہین دیکھے گئے اور نہ سنے گئے جیسے محمد صلعم کے صحابی ہین کہ آنکھون دیکھی بات ہے کہ آپ مین مبارک اُنکو عطرت سے افضل و بہتر ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنْتُمْ

اور جس دن ہم جمع کرینگے اُن سب کو پھر کہین گے شریک والون کو کہان ہین شریک تمھارے جن کا تم

تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝

دعوے کرتے تھے پھر نہ رہے گی اُن کی شرارت مگر یہی کہ کہین گے قسم اللہ کی رب اپنے کی ہم شریک نہ کرتے تھے۔

انظر كيف كذبوا على انفسهم وضل عنهم ما كانوا يفترون ○ ومنهم من

دیکھ تو کیا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی گئیں اُن سے جو باتین بناتے تھے اور بعضے اُن مین

يستمع اليك ج وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه وفي اذانهم وقرا ط وان

کان رکھتے ہین تیری طرف اور ہم نے اُن کے دلون پر غلاف رکھے ہین کہ اُس کو نہ سمجھین اور اُن کے کانون پر بوجھ اور اگر

يروا كل اية لا يؤمنوا بها ط حتى اذا جاءوك يجادلونك يقول الذين كفروا ان هذا

دیکھین ساری نشانیان یقین نہ لاوین اُنپر جب تک آوین تیرے پاس جھگڑنے کو تجھ سے کہتے ہین وہ منکر یہ کچھ نہین

الا اساطير الاولين ○ وهم ينهون عنه وينئون عنه ج وان يهلكون الا انفسهم وما يشعرون ○

مگر نقلین ہین اگلون کی اور وہ اس سے منع کرتے ہین اور اس سے بھاگتے ہین اور ہلاک کرتے نہین مگر آپ کو اور نہین سمجھتے۔

و یوم نحشرهم جمیعا۔ ذکر کرو جسدن کہ ہم محشور کرینگے ان مشرکون وکافرون کو سب کو ثم نقول للذین اشرکوا پھر ہم مشرکون سے فرماوینگے۔ یعنی جو مشرک مرے ہین۔ این شرکاؤکم الذین کنتم تزعمون۔ تمھارے وہ شرکاء کہان ہین جن کو تم زعم کرتے تھے کہ وے شریک ہین اللہ تعالی کے اور یہ سوال واسطے ملامت کے ہے یعنی وہ تمھارے شرکاء کہان ہین لاؤ جن کو تم شریک بتلاتے تھے اور تزعمون کا مفعول محذوف کرنے مین اشارہ ہے کہ جملہ زعم باطل اُس دن نکل جاوینگے۔ ثم لم تکن بتار فوقانیہ قرأۃ ابن کثیر وابن عامر وعاصم ونافع ہے۔ اور لم یکن بیار تحتانیہ باقیون کی قرأۃ ہے فتنتهم بنصب وبرفع دونون قرأۃ ہین پس بیار تحتانیہ والون نے بنصب پڑھا بنابر آنکہ یہ خبر ہے اور اسم اسکا ان قالوا الخ ہے اور بتار فوقانیہ پڑھنے والون نے برفع پڑھا بنابر آنکہ یہی اسم ہے اور خبر اسکی قولہ ان قالوا ہے الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین مین اکثر کی قرأۃ بالجر ہے بنابر آنکہ نعت ہے اسم ذات پاک سے اور بعض کی قرأۃ مین بنصب ہے بنابر آنکہ منادی بحذف حرف ندا ہے وان قالوا القوت مصدر اسے قولہم ہے اور تفسیر بنابر قول مفسرح کے یہ کہ ثم لم تکن معذرتهم الا قولهم واللہ ربنا ما کنا مشرکین یعنی جب اُن سے شرکاء مانگے جاوینگے کہ لاؤ کہان ہین تو باطل کو کہان سے لاوینگے پس آگاہ فرمایا کہ پھر اُن کی معذرت کچھ نہ ہوگی سوائے اس قول اور دروغ کے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے یعنی ہم اُن کو شریک نہین بناتے تھے فتنہ بمعنی معذرت قرار دیا اور یہی عطار خراسانی وقتادہ وابن جریج نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ معذرتهم اے حجتهم۔ حاصل آنکہ مشرکون کی طرف معذرت جسکو وہ اپنے چھٹکارے کی بات سمجھین گے وہ یہ دروغ ہوگا۔ شیخ ابن جریر نے کہا کہ صواب یہ ہے کہ ثم لم یکن قیلهم عذر فتنتنا ایاهم اعتذارا عما سلف منهم من الشرک باللہ الا ان قالوا الخ یعنی جبکہ ہم فتنہ مین ڈالین گے اُن کو تو اُن کی گفتگو بطور عذر کے اپنے سابق اعمال شرک سے کچھ نہوگی سوائے اس کے کہ کہین گے کہ واللہ ہم مشرک تھے زجاج رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمین ایک لطیف معنی یہ ہین کہ آدمی جب محبوب چیز سے فتنہ مین پڑتا ہے پھر اسکو محنت ومشقت لاحق ہوتی ہے پھر بیزار ہوجاتا ہے تو اسکے حق مین کہا جاتا ہے کہ اسکا کچھ فتنہ نہ تھا سوائے فلان چیز کی محبت کے پس ایسے ہی کفار کا حال ہوا کہ بتون کی محبت سے فتنہ مین پڑے پھر جب عذاب الیم نظر پڑا تو بتون سے بیزار ہوئے پس اُن کے حق مین صادق ہوا کہ ثم لم تکن فتنتهم الا ان قالوا الخ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ جواب خود فتنہ تھا بسبب اسکے کہ دروغ تھا ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ثم لم تکن فتنتهم الا ان قالوا واللہ ربنا ما کنا مشرکین اور نیز فرمایا کہ لا یکتمون اللہ حدیثا۔ حالانکہ وہ جھوٹ بولکر چھپا گئے تو ابن عباس رض نے فرمایا کہ مشرکین جب دیکھین گے کہ جنت مین کوئی نہین داخل ہوتا سوائے نمازیون کے (یعنی اہل توحید پابند صوم وصلوۃ) کے تو آپس مین کہین گے کہ آؤ ہم بھی

شرک سے منکر ہو جاوین تا کہ عذاب سے چھوٹین پس قسم کھا کر جھوٹ بولین گے پس اللہ تعالیٰ اُن کے منھون پر مہر کردیگا اور اُن کے ہاتھ پاؤن گواہی دینگے پس اس حالت مین اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہین چھپا سکین گے۔ اب جہان تو نہ سمجھے تو اپنی سمجھ کا قصور جان اور قرآن مجید سب اپنے اپنے علم مین نازل ہوا ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ۔ چشم بصیرت و غور سے تامل کرکے دیکھ اے محمد کہ کیونکر ان مشرکون نے اپنے نفس پر جھوٹ کہا یعنی شرک کی نفی کی۔ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۔ اور غائب ہو گیا یعنی گم ہو گیا اُن سے وہ جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا کرتے تھے ف۔ کہ غیرون کو اللہ تعالیٰ عزوجل کا شریک بناتے تھے بیضاوی نے کہا کہ شدت عذاب ہول قیامت سے دہشت و حیرت مین ہو کر مشرک لوگ جھوٹی قسم کھا وینگے حالانکہ کچھ نفع نہ ہوگا اور یہین سے ظاہر ہوا کہ مشرکون کے قلب مین کس قدر کجی سمائی ہے کہ جناب باری تعالیٰ مین بھی جھوٹ سے باز نہ آئین گے باوجودیکہ علم الٰہی ہر خفیہ و ظاہر پر محیط ہے اور یہ جہالت ہے اگر توحید و اسلام سے اور تعالیٰ عزوجل کے صفات کی معرفت رکھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے اور معرفت الٰہی تو باتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جیسے جہالت و گمراہی شرک و کفر و بدعت سب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو۔ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ یعنی بعض ان مشرکون مین سے وہ ہین جو تیری طرف کان لگا کر قرآن پڑھنے مین سنتے ہین۔ مدارک مین ہے کہ روایت ہے کہ ابوسفیان و ولید بن المغیرہ و نضر بن الحارث وغیرہ چند نفر نے آنحضرت صلعم کی تلاوت کو سنا تو نضر نے کہا کہ محمد کیا کہتا ہے دوسرا بولا کہ واللہ مین نہین جانتا ہون کہ کیا کہتا ہے وہ زبان ہلاتا ہے اور اگلون کے قصے ویسے بیان کرتا ہے جیسے مین نے تم سے رستم و اسفندیار کی داستان بیان کی ہین تو ابوسفیان نے کہا کہ مین تو واللہ اسکو حق سمجھتا ہون تو ابوجہل نے کہا کہ ہرگز نہین یہ غلط ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً ۔ اکنہ جمع کنان۔ وہ چیز جو دوسری چیز کو ڈھانپے جیسے ترکش کے اندر تیر بند ہو جاتا ہے یا تھیلی کے اندر کوئی چیز بند ہوتی ہے اسلواسطے مفسر نے اغطیہ سے تفسیر کی اور وہ جمع غطا ہے یعنی ڈھانپ لینے والی۔ أَن يَفْقَهُوهُ یعنی ہم نے اُن کے دلون پر اکنہ اسواسطے کردیئے تاکہ قرآن کو نہ سمجھین اور تیر کر دیا ہم نے۔ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا ۔ اُن کے کانون مین وقر کو۔ یعنی کان مین بہراپن کر دیا پس قرآن کو قبولیت کا سننا نہین سنتے۔ حاصل آنکہ ظاہر مین کانون کے بہرے نہ تھے بلکہ باطنی حجاب و پردے اُن کے دلون کے مانند کانون پر تھے کہ جو حق بات سنتے تھے وہ قبول نہین کرتے تھے۔ اور اسکا بھید یہ ہے کہ جب اُس نے دنیا اختیار کی تو قلب پر مہر کردی گئی پس حق کو سننے و سمجھنے و دیکھنے سے بہرے و احمق واندھے ہین۔ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا اور اگر ہر آیت دیکھ لین گے تو بھی اسپر ایمان نہ لاوینگے ف۔ حتی کہ قیامت مین جب کہین گے کہ ہم دنیا مین لوٹائے جاوین ہم اب کبھی شرک نہ کرین تو فرمادیگا کہ جھوٹے ہو پھر وہان جا کر یہی کروگے اور یہ اسوجہ سے کہ جنھون نے ضلالت اختیار کی وہ مقہور بحکم تقدیر ہے۔ اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر ہے اور حکمت اس تقدیر مین اللہ عزوجل کی حکمت غیر متناہی ہے بندہ بے عقل بھلا اس تمام حکمت کو کیونکر محیط ہو سکتا ہے قرآن مین خضر و موسیٰ علیہما السلام کا قصہ اسی تنبیہ کیواسطے ہے کہ موسیٰ علیہ السلام باوجود اس جلالت قدر و رسالت کے سمجھنے کی تاب نہ لائے۔ مولوی روم نے خوب کہا ہے کہ موسیٰ با ہمہ نور و ہنر ٭ شد ازان محجوب تو بے پر مپر ٭ حالانکہ ہر فعل خضر علیہ السلام کا جس سے موسیٰ انکار کرتے تھے در واقع بڑی حکمت پر مبنی تھا جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ بالجملہ ان کافرون مشرکون ابوجہل و اسکے مثل کو فرمایا کہ ہر آیت دیکھ لین تو بھی اسپر ایمان نہ لائین گے۔ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ یہان تک کہ جب تیرے پاس آوین تو تجھ سے جھگڑین ف۔ چنانچہ منجملہ جدال کے یہ ہے۔ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۔ جو کافر ہوئے وہ کہتے ہین کہ نہین یہ قرآن مگر اکاذیب اگلون کے ف۔ یعنی اگلے لوگون کی جھوٹی بنائی ہوئی داستانین ہین۔ اور اساطیر بروزن اضاحیک و اعاجیب کے جمع اسطورہ کی بضم اول

واضح ہو کہ بعض نے کہا کہ اساطیر جمع ہے جس کا مفرد نہین ہو مانند ابابیل کے۔ نحاس نے کہا اسطور واحد ہے۔ اور مفسرؒ نے قول اخفش اختیار کیا کہ اساطیر جمع اسطورہ ہے اور جوہری نے کہا کہ اساطیر اباطیل و تُرّہات ہین یعنی جھوٹی اور بے سر پیر کی باتین۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ اساطیر الاولین اے احادیث الاولین۔ مترجم کہتا ہے کہ اہل مکہ سے یہ عناد عجیب تھا کہ قرآن کو بمثل بلیغ دیکھتے تھے۔ اور عاجز ہو کر الزام دروغ بکتے تھے اور آیتامین دلیل ہو کہ یعنی اگلون کے قصے ہین بنظر بلاغت کلام کے جسکے مثل لانے سے عاجز تھے۔ اسکی طرف مائل ہوتے تھے اور تصدیق کرتے پھر جب کفر تقدیری جوش کرتا تو مجادلہ کرنے لگتے اور انکار کر جاتے تھے۔ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ اور یہ مشرک اس سے منع کرتے ہین۔ ف لوگون کو نبی صلعم کی پیروی کرنے سے روکتے ہین۔ قال فی المدارک۔ یا ضمیر راجع بجانب قرآن ہو یعنی قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہین۔ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ اور اس سے خود دور بھٹکے پھرتے ہین ف پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہین لاتے ہین شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ وہم ینہون عنہ یعنی لوگون کو نبی صلعم پر ایمان لانے سے پھیرتے و مانع ہوتے ہین وقولہ ینأون عنہ یعنی چھوڑتے نہین کہ کوئی شخص اس سے نفع لیوے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ کفار قریش خود نبی صلعم کے پاس نہ آتے اور لوگون کو اس سے منع کرتے تھے اور یہی مجاہد و قتادہ و اکثرون کا قول ہو اور یہی اظہر ہے اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہے قول دوم جو مفسرؒ نے بیان کیا بصیغہ تمریض کہ کہا گیا کہ ابو طالب کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی کہ لوگون کو محمد صلعم کے ایذا دینے سے روکتے تھے اور آپ پر ایمان نہین لاتے تھے۔ قال ابن کثیرؒ اور یہی قول قاسم بن مخیمرہ و حبیب بن ابی ثابت و عطاء بن دینار وغیرہ کا ہے۔ قال فی الکمالین مفسرؒ نے اسکو بصیغہ تمریض اسواسطے بیان کیا کہ قول مابعد یعنی قولہ وان یہلکون الا انفسہم۔ سے مناسب نہین بوجہ اسکے کہ آنحضرت صلعم کے تعرض سے منع کرنا موجب ہلاکت کیون ہوگا۔ اور ضمیر جمع کی کچھ وجہ نہین اور اگر کہا جاوے کہ تعظیم کے لیئے ہے تو وہ فقط ضمیر متکلم مین ہی پایا گیا ہے باوجودیکہ مقام اسکو محتمل نہین۔ قال المترجم جواب یون ممکن ہو کہ ہلاکت اسوجہ سے نہتھی کہ آنحضرت صلعم کی ایذا سے روکتا تھا بلکہ عدم ایمان اسکو موجب ہو کیونکہ ینہون عنہ کے یہ معنی کہ لوگون کو حضرت صلعم کی ایذا سے منع کرتا اور قولہ ینأون عنہ کے یہ معنی کہ خود ایمان نہ لایا۔ اور ضمیر جمع کی تعظیماً مقام پر واحد کے واسطے اکثر آئی ہے خواہ باعتبار اسکے کہ ابو طالب و اسکے شریک ملکر جمع ہو گئے تھے کیونکہ بنو ہاشم مانع تھے اور یا بوجہ اسکے کہ دس شخص تھے جیسا کہ سعید بن جبیر کا قول شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے اور رہا یہ کہ ضمیر جمع تعظیم کی تو مخصوص بضمیر متکلم نہین کیونکہ قصہ حضرت ابراہیمؑ مین حضرت جبرئیل نے فقط سارہ کو مخاطب کیا۔ کما فی قولہ۔ اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت الآیۃ۔ اور نظائر اسکے اور بھی ہین اگرچہ یہان مقام تعظیم نہین ہو مگر آنکہ یون کہا جائے کہ جمع باعتبار تعدد فعل کے ہے۔ کما فی قول امرأ القیس سے قفا نبک من ذکری حبیب و منزل ؎ علاوہ برین حضرت عباسؓ سے روایت ہو کہ اس کا نزول ابو طالب کے حق مین ہوا جو مشرکون کو منع کرتے کہ آنحضرت صلعم کو ایذا مت دو اور جو کچھ حضرت صلعم لائے تھے اس سے انکار کرتے تھے رواہ عبدالرزاق عن الثوری عن حبیب بن ابی ثابت عمن سمع ابن عباس بہ۔ وقد رواہ الحاکم موصولا وصححہ۔ اسی واسطے مفسرؒ نے مابعد مین ہلاکت کو فقط نا ئے یعنی دوری رکھنے سے مخصوص کیا ورنہ بنا بر تفسیر اول کے لوگون کو روکنا و دوری اختیار کرنا دونون موجب ہلاکت ہین۔ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ حالانکہ یہ لوگ نہین ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو ف کیونکہ اس کا ضرر انھین پر پڑتا ہی کیونکہ کافر مشرک مر کر جہنم مین جاوینگے وَمَا يَشْعُرُونَ۔ ولیکن اسکا شعور نہین رکھتے ف باوجودیکہ کھلی بات ہو پس یہ لوگ جانورون سے بدتر ہین ف فی العرائس قولہ ومنہم من یستمع الیک الی قولہ لا یومنوا بہا۔ ان لوگون کے دل بسبب عوارض بشری و نفس امارہ کے تاریکی کے دیدار انوار غیب سے اندھے تھے اور خطاب حق کو نہین سمجھتے تھے اور اُن کے اسرار باطنی کے کانون مین ٹھینٹھر تھے جس سے خطاب حق سنتے نہ تھے اور اُنکی ظاہری و باطنی آنکھون پر غشاوت

غرور و جہالت تھی جس سے آیات و برہان حق کو مشاہدہ نہین کر سکتے تھے اور ابن عطاء رح نے کہا اسوجہ سے کہ ان کے واسطے وہ کان ہی نہ تھے جس سے
سنکر سمجھ آتی ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ بعض اُن مین سے اپنے نفس سے تیری طرف کان لگا کر سنتے ہین پس وہ اپنے نفس کی تاریکیون مین متردد پھرتا
ہے اور جو کوئی اُن مین سے ہمارے نام کی قوت سے تجھ سے سنتا ہو تو اسکو عرفان حاصل ہوتا ہے یعنی ایمان لاتا ہے۔

وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ
اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو ٹھہرایا ہے آگ پر تو کہتے ہین اے کاشکے ہم کو پھر بھیجین اور ہم نہ جھٹلائین اپنے رب کی آیتین اور رہین
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا
ایمان والون مین کوئی نہین بلکہ کھل گیا جو چھپاتے تھے پہلے اور اگر پھر بھیجے تو پھر کرین
لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا
وہی جو منع ہوا تھا اُنکو اور وہ جھوٹ بولتے ہین اور کہتے ہین ہم کو زندگی نہین مگر یہی دنیا کی اور ہمکو پھر
نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝ وَلَوْ تَرٰىٓ اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ
نہین اُٹھنا اور کبھی تو دیکھے جس وقت اُن کو کھڑا کیا ہے اُن کے رب کے سامنے فرمایا اب یہ سچ نہین
ع ۱۰ ۹ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ ع
بولے کیون نہین قسم ہمارے رب کی فرمایا تو چکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا

وَلَوْ تَرٰىٓ اور اگر تو دیکھے اے محمد صلعم اور شاید ہر عبرت لینے والے مرد صالح کو خطاب ہو۔ اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ کہ جب یہ کفار آگ پر
کھڑے کئے جاوینگے ف بعض نے کہا کہ علی بمعنی فی ہے یعنی آگ کے اندر کھڑے کئے جاوینگے اور مفسر رح نے کہا کہ اے عرضوا علی النار آگ
کے سامنے پیش کئے جاوینگے فَقَالُوْا بسبب خوف عذاب کے کہین گے يٰلَيْتَنَا اے کاش ف ہماری تمنائے محال پوری ہوتی کہ نُرَدُّ
ہم دنیا مین پھیرے جاتے۔ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور ہم کبھی اپنے رب کی آیتون کو نہ جھٹلاتے اور مومنون مین ہو جاتے
ف یعنی جب تو اُن کو آگ پر کھڑے ہو کر یہ حسرت بیان کرتے سنے تو تجھے بہت ہولناک امر نظر آوے۔ واضح ہو کہ لانکذب ونکون مین تین قراۃ ہین
اول دونون کا رفع اور دوم دونون کا نصب اور سوم اول کو رفع اور دوم کو نصب ہے پس کسائی و اہل مدینہ نے دونون کو منصوب پڑھا باین طور کہ یہ
جواب ہے تمنی کا اور واؤ کے بعد ان مقدر ہے اور اکثر قرا کے نزدیک دونون کو رفع ہے پس یہ استیناف ہے اور اسی کو سیبویہ رح نے اختیار کیا اور تقدیر یہ
کہ ونحن لانکذب الخ پس جھٹلانا چھوڑنے پر ثبات ہے خواہ پھیرے جاوین یا نہ پھیرے جاوین اور ابوعمرو رحمہ اللہ نے اسکے داخل تمنی نہ ہونے پر یہ استدلال کیا
کہ اللہ تعالیٰ نے بعد کو فرمایا وانہم لکاذبون پس تمنی مین داخل نہین کیونکہ تمنی مین جو جملہ انشائیہ ہے تکذیب نہین ہوتی ہے اور ابن عامر نے پہلے دونون فعلون
یعنی نرد اور نکذب کو تمنی مین داخل کیا اور نکون کو منصوب پڑھا۔ بالجملہ جواب لو کا محذوف ہے بانند لرایت امرا عظیما۔ کے یعنی لوترا ہم اذ وقفوا علی النار
لرایت امرا عظیما یا لرایت امرا فظیعا یعنی تو اگر دیکھتا جب یہ لوگ قیامت مین دوزخ پر پیش کئے جاوینگے فقط تو تو دیکھتا اُن کے حال کو ایک امر عظیم ہو بنا
نہایت کریہ منظر۔ حاصل آنکہ اس حالت مین کہ ہولناک عذاب معائنہ کرینگے تو ایمان لاوینگے اور تمنا کرینگے کہ کاش ہم دنیا مین واپس بھیجے جاتے
اور اپنے پروردگار کی آیتون کی تکذیب نہ کرتے اور مومن ہوتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بَلْ اضراب ہے ارادہ ایمان سے جو تمنی سے مفہوم ہے یعنی ارادہ
ایمان نہین ہے بلکہ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ظاہر ہو گیا اُن پر جو پہلے چھپاتے تھے کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین ہم تو اللہ کے شریک

نہین تھے - بایں طور کہ زبان بند ہوگئی اور اُن کے جوارح نے گواہی دیدی کہ یہ مشرک تھے تب اسکی تمنا کرنے لگے - قال ابن کثیر رحمہ اللہ اور احتمال ہو کہ
دنیا مین جو انبیا علیہم السلام کی پوشیدہ سچائی جانتے مگر بیباکی سے پرواہ نہین کرتے اور وعید عذاب کو ہیچ سمجھتے تھے وہ اب کھل گیا چنانچہ قول موسیٰ بھا علیہ
فرعون کے قرآن مجید مین ہی کہ موسی علیہ السلام نے اسکو کہا - لقد علمت ما انزل ہؤلاء الا رب السموات والارض بصائر الآیۃ یعنی تو خوب جان چکا کہ ان معجزات
کو رب السموات والارض ہی نے بصائر کیلئے بھیجا ہی - ھ - اور اللہ تعالیٰ نے فرعون و اسکی قوم کی خبر دی کہ وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلما وعلوا الآیۃ - یعنی
جان بوجھکر منکر ہوئے اور یہ بھی احتمال ہی کہ مراد اس سے منافق ہون جو لوگون پر ایمان ظاہر کرتے اور دل مین کفر چھپاتے تھے اور یہ وارد نہین ہوتا کہ
آیت مکیہ ہی اور منافقین مدینہ مین تھے کیونکہ وقوع کسی واقعہ نفاق کا اسوقت مذکور نہین بلکہ قیامت مین ہوگا تو اس درمیان مین خود منافق
ہو چکے اور خود سورہ عنکبوت مین جو مکیہ ہی صاف فرمایا - ولیعلمن اللہ الذین آمنوا ولیعلمن المنافقین الآیۃ - قال المترجم یہ تو صحیح ہی و لیکن
یہان انفکاک نظم لازم آتا ہے جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے اشارہ کیا ہی ہان اگر یہ کہا جاوے کہ شمول اسمین مشرکین قوم فرعون وغیرہ کے ساتھ منافقین
کا بھی ہی بلکہ اہل کتاب علما یہود و نصاریٰ بھی شامل ہین - کما قال فی المدرک کہ آنحضرت صلعم کی صحت نبوت جان کر منکر تھے - اور ہر ایک فرقہ
کے حق مین اُسی کے موافق صادق ہے کہ ظاہر ہوا اسکے واسطے جو پہلے چھپاتا تھا - اور یہان سے ظاہر ہوا کہ یہ نظم معجز قرآن ہے کہ اس تمام مضمون کو کس
حسن اسلوب سے ایک آیت مین ادا فرمایا گیا اور اسکی استطاعت بشر کو نہین ہی - اور چونکہ خطاب مشرکین سے ہی لہذا اُن کے حق مین ایک گونہ اظہر ہی کہ
پہلے بیان ہوا کہ وہ مشرک ہونا چھپاتے و قسم کھاتے تھے اور وہ جوارح کی گواہی سے کھل گیا تو اُنھون نے دنیا مین لوٹ جانے و عدم تکذیب
کی تمنا کی پس اللہ عز و جل نے رد کر دیا کہ یہ تمنا اس غرض سے نہین کہ واقعی ایمان محبوب ہوا اور شرک سے بیزار ہوئے بلکہ یہ عذاب ہولناک روبرو آیا
تو یہ بکر نکالا کیونکہ بندہ اپنے خالق کو محبوب رکھے تو یہ ہر حال مین بندہ کی شان ہی بلکہ اسکی ماہیت کا خاصہ لازم ہے لیکن کفار اسپر مطبوع نہ تھے وہ گویا ماہیت
ہی ایسی ہی کہ اسکو یہ خاصہ لازم نہین ہی اور رد کر دیا اللہ تعالیٰ نے بقولہ - ولو ردوا - اور اگر بالفرض وہ دنیا مین لوٹائے جاتے تو -
لعادوا لما نھوا عنہ - بھی ضرور وہی کرنے لگتے جس سے ممنوع ہوئے تھے یعنی مشرک ہو جاتے - وانہم لکٰذبون - اور ضرور یہ لوگ جھوٹے ہین
ف - اس دعوی مین کہ ہم ایمان لائینگے اور یہ علم الٰہی محیط اور صادق ہی - عن قتادہ رح اگر اللہ تعالیٰ اُن کو ایک دنیا مین پہونچا دیتا جو مثل دنیائے سابق
کے ہوتی جسمین پہلے تھے تو بھی اپنے بد اعمال کی طرف عود کرتے جس سے منع کئے گئے تھے - قال ابن عباس رض اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اگر پھیرے
جاوینگے تو بھی ہدایت پر قدرت نہ پاوینگے قبل فی قولہ انہم لکاذبون - اے صفت دروغ کی ان کو لازم ہے کبھی اس سے جدا نہ ہونگے کیونکہ
ازل مین سعادت آلٰہی و عدم شرک کی گواہی دے آئے تھے مگر دنیا مین پیدا ہو کر منکر ہوگئے تو دوبارہ بھی وہی پیدائش اور وہی امتحان
سامنے ہوتا - وقالوا یعنی منکرین بعث نے کہا - یعنی جو لوگ اس بات سے منکر ہین کہ قیامت کیواسطے مردے اُٹھائے جاوین گے
اُنھون نے کہا ان ھی - ماہی الحیوۃ - نہین ہی یہ زندہ ہونا - الا حیاتنا الدنیا سوائے اس ہماری زندگی دنیاوی کے وما نحن
بمبعوثین - اور ہم مبعوث ہونے والے نہین ہین ف - اور شیخ ابن کثیر رح نے قالوا کو عادوا پر عطف کیا یعنی لو ردوا الی الدنیا لعادوا
الی الشرک و لقالوا بعدم البعث یعنی اگر دنیا کی طرف پھیرے جاتے تو عود کرتے شرک کی طرف اور پھر کہتے کہ بعث و حشر کچھ نہین ہے
اور یہی مدارک مین نسفی رح نے اختیار کیا ہی - ولو تریٰ اذ وقفوا علیٰ ربہم - لرأیت امرا عظیما - اور اگر تو دیکھے جبکہ پیش کئے جائین گے
مشرکین اپنے پروردگار کے روبرو تو البتہ ایک امر عظیم دیکھے - قال الیس ھٰذا بالحق - فرماویگا اللہ تعالیٰ خاص خطاب سے نہین بلکہ ملائکہ
کی زبان سے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ملائکہ مشرکون سے کہین گے ان کو ملامت کرتے و جھڑکتے ہوئے کہ کیا نہین ہی یہ بعث و حساب

جو تم نے آنکھوں دیکھ لیا برحق واقعی پس یہ استفہام توبیخی ہی اور مشرکین و کفار جو لوگ کہ روز حشر و مردے اُٹھائے جانے سے منکر ہین وہ اس توبیخ کے جواب مین عرض کرینگے۔ قالوا بلیٰ وربنا یعنی کہین گے ہان برحق ہی قسم اپنے پروردگار کی۔ قال فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون۔ حکم فرماویگا کہ پھر چکھو عذاب عوض اپنے انکار کے ف۔ یعنی دنیا مین جو ایمان لانے اور نیک کام کرنے کا گھر تھا اسمین تم نے کفر و انکار کیا و جھٹلایا تھا اب اسکا بدلا یہ کہ عذاب چکھو۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ بل بدا لھم ما کانوا یخفون من قبل ط مشرکون نے دنیا مین کفر و شرک کی قبیح حالت کو نہین پہچانا اور اگر پہچانتے تو توحید و ایمان پر ہو جاتے اور عجب شان یہ کہ ایمان و توحید فقط اتنی بات ہی کہ اے بندو تم مخلوق ہو اپنے خالق کی بندگی کرو۔ اور یہ بہت ظاہر عمدہ بات ہی جسکو ذرا بھی عقل ہوگی وہ خالق کی سوائے اپنے مانند دوسرے کسی مخلوق کی بندگی نہ کریگا لیکن عجب قدرت خالق عز و جل ہی کہ اس راہ پر نہین آتے اور اپنی حرکت کی برائی نہین پہچانتے پھر قیامت کے روز اس قوم کو کفر کی حقیقت ظاہر ہوگی مگر اسوقت کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ جو وقت تھا اسمین تو یہ لوگ معرفت کے مقامات سے بھٹکے ہوئے نکرت مین سرگردان پھرے حالانکہ اگر ان نکرت کے مقامات کو حقیقت مین پہچانتے تو معارف مین پہونچ جاتے کیونکہ نکرت سے بیزاری ہی معرفت ہی اور یہ مقام اُن کے سینون ہی مین تھا اور وہ لوگ کفر کی پیروی اور نافرمانیون کی شہوت مین بغیر اختیار کے بسبب نادانی کے اسکو چھپاتے تھے اور کوئی دل ایسا نہین ہی کہ جس کو غیبی کھٹکا والا الہام آلٰہی کا کھٹکا نہ دلوے جس سے رضائے آلٰہی کے طریقہ کو پہچانا جاتا ہی اور وہ شخص خود اسکو پہچان جاتا ہے اور سُن لیتا ہے لیکن اپنے دل مین خفیہ لے لیتا ہے اور جسقدر وہ نفس کے چاہ ضلالت مین زیادہ گرفتار رہنے سے قلب کو پردہ ظلمت مین ڈھانپے ہوتا ہے اسی قدر اسکو اس الہام پر اعتبار کم ہوتا ہے اور وہ اُسکے عین دل مین خفیہ رہجاتا ہے کیونکہ وہ بال سے باریک ہی اور چیونٹی سے زیادہ اس کی چال خفیہ ہے مگر باوجود اس کے وہ اپنے دل ہی دل مین اسکو جان ضرور جاتا ہی اور یہ غلبہ شہوت نفسانی ہی کہ پروا نہین کرتا ہی پس اللہ تعالیٰ نے قیامت مین وہ اسرار خفیہ ان کو عار دلانے اور اُن پر حجت آلٰہی ظاہر و باطن قائم کرنے کے واسطے ظاہر کر دئے۔ بعض نے فرمایا کہ انکے علم کے قلب جو اسرار ان مین خفیہ تھے انکا ظہور ہوگا۔ ابو العباس سیوری رح نے کہا کہ مکار صوفی و دغا باز عالم بھی اسکے اشارے مین شامل ہین کہ لوگون کو اپنی شان بڑی بڑی ظاہر کرتے اور بڑے متقی و رباخداد کھلاتے اور دل مین خفیہ جیسے تھے وہ معلوم تو نہ تھا یہ فریب مکر بھی اُس دن ظاہر ہوگا پس نیک بندون سچے مومنون کے مقابلہ مین اپنے ہیچ ہونے کو ظاہر کرینگے۔ قولہ ولو تری اذ وقفوا علی ربھم ط ابن عطا رح نے فرمایا کہ یہان وقوف قہری مراد ہی اور اگر انکو وقوف کرامت ہوتا اور اشتیاق مین کھڑے ہوتے تو انوار کرامات سے وہ کچھ دیکھتے کہ اُن کو نہایت ہی عجیب ہوتا۔

قَدۡ خَسِرَ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِلِقَآءِ اللّٰہِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتۡہُمُ السَّاعَۃُ بَغۡتَۃً قَالُوۡا

خراب ہوئے جنھون نے جھوٹھ جانا ملنا اللہ کا جب تک کہ آ پہونچے اُن پر قیامت بیخبر کہنے لگے

یٰحَسۡرَتَنَا عَلٰی مَا فَرَّطۡنَا فِیۡہَا ۙ وَ ہُمۡ یَحۡمِلُوۡنَ اَوۡزَارَہُمۡ عَلٰی ظُہُوۡرِہِمۡ ؕ اَلَا

اے افسوس کیا ہم نے قصور کیا اُس مین اور وہ اُٹھاتے ہین اپنے بوجھ اپنی پیٹھ پر سُنتا ہے

سَآءَ مَا یَزِرُوۡنَ ۝ وَ مَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ

بُرے بوجھ ہین جو اُٹھاتے ہین اور کچھ نہین دنیا کا جینا مگر کھیل اور جی بہلانا اور پچھلا گھر جو ہے سو بہتر ہے

یَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝

ڈر والون کو کیا تم کو سمجھ نہین۔

یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اوپر ہوا اور اُن کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہیں اور بعث و حشر سے منکر ہیں اور خسران خسارہ پانا - اور وہ تجارت و صفقہ بیع یعنی خرید فروخت میں ہوتا ہے - وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتہم یعنی ایمان کے بدلے کفر و شرک لیا اور حشر و قیامت سے انکار کیا تو اسمیں خسارہ سخت اُٹھایا اور مراد یہاں خسران سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب جحیم خواہ مخواہ حاصل ہونا اور لقاء ملاقات اور اسمیں دلالت ہے کہ قیامت میں دیدار باری تعالیٰ مومنوں کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات و احادیث صحیحہ سے منصوص و قطعی ثابت ہے اور مفسر نے کہا کہ لقاء الٰہی کی تکذیب اسطرح کہ بعث و حشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہے وہ دیدار سے منکر ہے - قال تعالیٰ - قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ - جن لوگوں نے لقاء الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت میں پڑے ف - اور وہ خسارہ دائمی بے انتہا ہے لیکن اُن کے جھٹلانے کا ایک وقت محدود ہے کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰى إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً - یہانتک کہ جب اُن پر قیامت اچانک آجاویگی - ف - یا موت آویگی کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہیں جو اچانک طاری ہوجاتے ہیں پس مضاف محذوف ہے اے مقدمات الساعۃ - حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقاء الٰہی کو بطور انکار بعث کے یہانتک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ قیامت ہے یا قیامت آگئی - قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا - تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا میں تقصیر کی ف - حسرت درحقیقت منادی نہیں مگر یہ غایت تحسر ہے اور بقول سیبویہ ایسی ندا میں مجازاً حسرت کو پکارا یا بمعنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے حاضر ہونے کا وقت ہے تو حاضر ہو - و التفریط کسی چیز میں باوجود قدرت کے تقصیر کرنا - اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہے یا بجانب دنیا راجع ہے کیونکہ وہ محل تفریط ہے - اور ابن جریر نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہے کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے صفقہ میں جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت میں ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر و تفریط میں سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہیں ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے - اور ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہے جو حکایۃً فی قولہ تعالیٰ - یا حسرتنا - میں مذکور ہے - رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و الطبرانی و ابن مردویہ و الخطیب بسند صحیح - بالجملہ یہ حسرت و غم سے اپنی تقصیر پر نالاں ہونگے اور حال یہ ہوگا کہ - وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ أَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ - وے لوگ لادے ہونگے اپنے گناہوں کو اپنی پیٹھوں پر ف - بایں طور کہ قبروں سے اُٹھائے جانے کے وقت اُن کے یہ اعمال آوینگے اُن کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت میں اور نہایت بدبودار چیز کے مانند ہوینگے پس اُن پر سوار ہو جاوینگے - اور یہ معنی جو مفسر نے ذکر کئے ہیں بعض تابعین مثل ابو مرزوق و سدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کئے ہیں اور چونکہ اسمیں قیاس کو دخل نہیں لہذا مسموع ہونگے اور معنی میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ افعال کفار و مشرکین نہایت خبیث و قبیح تھے اور سدی رح کی روایت میں ہے کہ اس بدشکل و بدبو کے ساتھ قبر میں اس مشرک کے ساتھی رہیں گے اور وقت بعث و حشر کے اسپر سوار ہونگے کہ دنیا میں تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر سوار ہیں اور کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرماوے اور کوئی شک نہیں کہ ان عوارض کیواسطے دنیا میں ایک ہیات ہے اور کوئی شک نہیں کہ دنیا و آخرت میں جہان بدلا ہوا ہے پس جسکی یہاں صورت نظر نہیں آتی وہاں اسکی صورت نظر آسکتی ہے اور حکمائے یونان اسمیں کوئی کلام نہیں کرسکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اسپر ان کی حکمت کے قوانین مبنی ہیں اور شیخ اکبر قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ تحقیق کی ہے کہ قیامت و دار آخرت میں نماز و روزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور ان کا وزن ہوگا اور اہل عقل و اہل علم اس امر میں اتفاق رکھتے ہیں ہاں بعض ناقص جو محدود خیال ایسے ہیں کہ عوام کو جن کی سمجھ ان علوم تک نسبتاً [illegible] نہیں پہونچی ہے

بہکاتے ہین اورچونکہ خود بے بہرہ جاہل ہے انکار کرتا ہے اور سورۂ بقرہ کے اوائل مین اسکی کچھ بحث گذری ہے فتذکر۔ اور بعض علمانے کہا کہ قولہ وہم یحملون اوزارہم مین اوزار جمع وزر بمعنی گناہ ہے اور عرب بولتے ہین کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادے اور اسی سے وزیر ماخوذ ہے کیونکہ وہ بار اُمور سلطنت اُٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اُٹھائے ہون گے اور حاصل آنکہ اُن کے گناہ اُن کو لازم و چپٹے رہین گے لیسے دور نہ ہون گے اور تخصیص علیٰ ظہورہم کی کنایہ کثرت وشدت سے ہے کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اُٹھا لیتا ہے پس اُن کے شرک و انکار بعث وحشر واستہزا یعنی دیگر گناہ ایسے شدید ہون گے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہون تو ویسے نہین ہوسکتے ہین۔ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ۔ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہے جو اُٹھائے ہون گے یا جو دنیا مین اپنے اوپر لادرہے ہین۔ قتادہؒ نے کہا کہ بئس ما یعملون اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بئس الحمل حملوا یعنی بری لادی کہ اُنھون نے لادا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکون کو فہمایش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ یعنی نہین ہے اشتغال اس حیات دنیا مین اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ مگر لہو ولعب فـ یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا مین اس حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط لہو ولعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ وہ باطل و بے بنیاد ہے اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا کا شغل اگر لہو ولعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہوگا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہین ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب اُمور آخرت سے ہین نہ شغل دنیاوی سے ہان یہ نکلا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی وصلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہین وہ البتہ شغل دنیاوی ہوکر بیکار ہوا۔ اور لہو معروف اور ہر وہ چیز جو تجکو یاد الٰہی اور اُسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہون اُن سے مشغول کرے وہ لہو ہے۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ۔ لام تاکید ہے اور مراد جنت ہے اور ابن عامرنے ولدار الآخرۃ۔ باضافت پڑھا اے ولدار الحیوۃ الآخرۃ خَيْرٌ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگانی دنیا سے۔ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ۔ ان بندون کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہین شرک وکفر سے یعنی موحد و مسلم ہین۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ ذلک فیومنون۔ کیا سمجھتے نہین شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آدین و شرک چھوڑین اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیغہ غائب موافق اکثر قاریون کے قرأۃ کے ہے اور نافع و ابن عامرنے تعقلون بصیغہ خطاب پڑھا اور اس صورت مین یہ خطاب توبیخ کیساتھ غضب کو بھی مشعر ہے۔ فافہم۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ہم جانتے ہین کہ تجکو غم دلاتی ہین اُن کی باتین سو وہ تجکو نہین جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى

اللہ کے حکمون سے منکر ہوئے جاتے ہین اور جھٹلایا ہے بہت رسولون کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہونچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہین اللہ کی باتین

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ

اور تجکو پہونچ چکا ہے کچھ احوال رسولون کا اور اگر تجھ پر بھاری ہے اُن کا تغافل کرنا

یہ وہی لوگ ہین جن کا ذکر اوپر ہوا اور اُن کا حال بیان کیا گیا کہ مشرک ہین اور بعث وحشر سے منکر ہین اور خسران خسارہ پانا - اور وہ تجارت
وصفقہ بیع یعنی خرید فروخت مین ہوتا ہی - وقد قال فی شان المنافقین فما ربحت تجارتہم یعنی ایمان کے بدلے کفر وشرک لیا اور حشر وقیامت
سے انکار کیا تو اسمین خسارہ سخت اُٹھایا اور مراد یہان خسران سے ثواب عظیم جاتا رہنا بلکہ عذاب جحیم خواہ نخواہ حاصل ہونا اور لقار ملاقات اور
اسمین دلالت ہی کہ قیامت مین دیدار باری تعالی مومنون کو نصیب ہوگا اور یہ دیگر آیات واحادیث صحیحہ سے منصوص وقطعی ثابت ہی اور مفسر رح نے کہا
کہ لقار الٰہی کی تکذیب اسطرح کہ بعث وحشر سے منکر ہوئے اور یہ اسوجہ سے کہ جو بعث سے منکر ہی وہ دیدار سے منکر ہی - قال تعالی - قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ - جن لوگون نے لقار الٰہی کو جھٹلایا وہ خسارہ سخت مین پڑے - ف - اور وہ خسارہ دائمی بے انتہا ہی لیکن اُن کے جھٹلانے کا
ایک وقت محدود ہی کہ بعد اسکے ان پر خسارہ طاری ہوگا چنانچہ فرمایا حَتّٰى اِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً - یہانتک کہ جب اُن پر قیامت اچانک
آجاویگی - ف - یا موت آویگی کیونکہ حدیث مین آیا ہی کہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی اور مراد آثار موت ہین جو اچانک طاری ہوجاتے ہین پس
مضاف محذوف ہی اے مقدمات الساعۃ - حاصل آنکہ جھٹلاتے رہے لقار الٰہی کو بطور انکار البعث کے یہانتک کہ جب موت اچانک آئی جو مقدمہ
قیامت ہی یا قیامت آگئی - قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا - تو کہنے لگے اے ہماری حسرت اس بات پر جو ہم نے دنیا مین تقصیر کی - ف -
حسرت درحقیقت منادی نہین مگر یہ غایت تحسر ہی اور بقول سیبویہ یہ ایسی ندا ہی مین مجازاً حسرت کو پکارا باین معنی کہ اے حسرت بس یہ تیرے
حاضر ہونے کا وقت ہی تو حاضر ہو - والتفریط کسی چیز مین باوجود قدرت کے تقصیر کرنا - اور فیہا کی ضمیر بجانب حیات دنیا راجع ہی یا بجانب
دنیا راجع ہی کیونکہ وہ محل تفریط ہی - اور ابن جریر رح نے کہا کہ فیہا کی ضمیر صفقہ کی طرف راجع ہی کیونکہ کفر کے عوض ایمان کو اور دنیا کے عوض آخرت کو بیچنے کے
صفقہ مین جب خسارہ انکو بعد موت کے یا قیامت مین ظاہر ہوا تو اپنی تقصیر وتفریط مین سخت حسرت کھائی کیونکہ خسارہ بدون صفقہ کے نہین
ہوتا پس گویا وہ مذکور ہے - اور ابو سعید خدری سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ حسرت یہ کہ دوزخی اپنے ٹھکانے جنت کے دیکھکر
بہت غمگین ہونگے پس یہی حسرت ہی جو حکایۃ فی قولہ تعالی - یا حسرتنا - مین مذکور ہی - رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ و
الخطیب بسند صحیح - بالجملہ یہ حسرت وغم سے اپنی تقصیر پر نالان ہون گے اور حال یہ ہوگا کہ - وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ
وے لوگ لادے ہون گے اپنے گناہون کو اپنی پیٹھون پر - ف - باین طور کہ قبرون سے اُٹھائے جانے کے وقت اُن کے یہ اعمال آوینگے
اُن کے پاس نہایت قبیح چیز کے مانند صورت مین اور نہایت بدبودار چیز کے مانند ہوین پس اُن پر سوار ہوجاوینگے - اور یہ معنی جو مفسر رح نے
ذکر کیے ہین بعض تابعین مثل ابو مرزوق وسدی وغیرہ سے ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہین اور چونکہ اسمین قیاس کو دخل نہین لہذا
مسموع ہون گے اور معنی مین کوئی تردد نہین ہی کیونکہ افعال کفار ومشرکین نہایت خبیث وقبیح تھے اور سدی رح کی روایت مین ہی کہ اس
بدشکل بدبو کے ساتھ قبر مین اس مشرک کے ساتھی رہین گے اور وقت بعث وحشر کے اسپر سوار ہون گے کہ دنیا مین تو ہم پر سوار تھا آج ہم تجھ پر
سوار ہین اور کوئی شک نہین کہ اللہ تعالی ان اعمال کو بصورت مناسب متمثل فرماوے اور کوئی شک نہین کہ ان عوارض کیواسطے دنیا مین ایک ہیأت
ہے اور کوئی شک نہین کہ دنیا و آخرت مین جہان بدلا ہوا ہی پس جسکی یہان صورت نظر نہین آتی وہان اسکی صورت نظر آسکتی ہی اور حکماے
یونان اسمین کوئی کلام نہین کرسکتے بلکہ وہ تو جواہر کی صورت کا عرض ہونا قطعی جانتے اور اسیران کی حکمت کے قوانین مبنی ہین اور شیخ اکبر
قدس سرہ نے اسی اصل پر یہ تحقیق کی ہی کہ قیامت مین اور آخرت مین نماز وروزہ وغیرہ اعراض کی صورت اور ان کا وزن ہوگا اور اہل عقل
واہل علم اس امر پر اتفاق رکھتے ہین ہان بس اتنا ہی کہ معتقد ملحد وجاہل ایسے ہین کہ عموم کو جن کی سمجھ ان علوم تک بسبب لاعلمی کے نہین پہونچی ہی

بہکاتے ہین اورچونکہ خود بے بہرہ جاہل ہے انکار کرتا ہے اور سورۂ بقرہ کے اوائل مین اسکی کچھ بحث گذری ہے فتذکر۔ اور بعض علما نے کہا کہ قولہ وہم یحملون اوزارہم مین اوزار جمع وزر بمعنی گناہ ہے اور عرب بولتے ہین کہ احمل وزرک یعنی اپنا بوجھ لادے اور اسی سے وزیر ماخوذ ہے کیونکہ وہ بار اُمور سلطنت اُٹھائے ہوتا ہے پس معنی آنکہ وہ بار گناہ اُٹھائے ہون گے اور حاصل آنکہ اُن کے گناہ اُن کو لازم و چپٹے رہین گے ایسے دور نہ ہون گے اور تخصیص علیٰ ظہورہم کی کنایہ کثرت و شدت سے ہے کیونکہ آدمی پیٹھ پر بہ نسبت سر و کندھے وغیرہ کے زیادہ بوجھ اُٹھا لیتا ہے پس اُن کے شرک و انکار بعث و حشر و اسپر بھی دیگر گناہ ایسے شدید ہون گے کہ بندہ موحد کے اگر گناہ ہون تو ویسے نہین ہو سکتے ہین۔ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ ۔ آگاہ ہو کہ نہایت بدتر یہ بوجھ ہے جو اُٹھائے ہون گے یا جو دنیا مین اپنے اوپر لادرہے ہین۔ قتادہؒ نے کہا کہ بئس ما یحملون اور ابن عباسؓ نے کہا کہ بئس الحمل حملوا یعنی بری لادی کو اُنھون نے لادا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکون کو فہمایش کی جو فقط زندگی اسی دنیاوی حیات کو جانتے تھے اور کہتے تھے کہ اِنْ ہِیَ اِلَّا حَیٰوتُنَا الدنیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَآ یعنی نہین ہے اشتغال اس حیات دنیا مین اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ۔ مگر لہو و لعب ف۔ یعنی جو شخص کہ اس زندگانی دنیا مین اس حیثیت سے مشغول ہو کہ یہی کچھ خیر ہے تو اسکا شغل فقط لہو و لعب ہے جسکا کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ وہ باطل بے بنیاد ہے اگر کہا جاوے کہ حیات دنیا کا شغل اگر لہو و لعب ہے تو نماز روزہ بیکار ہو گا تو جواب یہ کہ وہ بحیثیت حیات دنیاوی نہین ہے بلکہ جملہ طاعات و نیک کام سب اُمور آخرت سے ہین شغل دنیاوی سے ہان یہ نکلا کہ جو لوگ نماز روزہ اپنی بزرگی و صلاحیت دکھلانے کو دنیا کمانے کیلئے کرتے ہین وہ البتہ شغل دنیاوی ہو کر بیکار ہوا۔ اور لہو معروف اور ہر وہ چیز جو تجکو یاد الٰہی اور اُسکے متعلقات آخرت سے جہانتک کہ اسکے متعلقات شرعی ہون اُن سے مشغول کرے وہ لہو ہے۔ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَۃُ ۔ لام تاکید ہے اور مراد جنت ہے اور ابن عامرؒ نے ولدار الآخرۃ۔ باضافت پڑھا ہے ولدار الحیوۃ الآخرۃ خَیْرٌ ۔ یعنی البتہ دار آخرت بہتر ہے زندگانی دنیا سے۔ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ ۔ ان بندون کے واسطے جو تقویٰ رکھتے ہین شرک و کفر سے یعنی موحد و مسلم ہین۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ ذلک فیومنون۔ کیا سمجھتے نہین شرک کرنے والے اس بات کو کہ ایمان لے آدین و شرک چھوڑین اور یہ بنا بر آنکہ یعقلون بصیغہ غائب موافق اکثر قاریون کے قراۃ کے ہے اور نافعؒ و ابن عامرؒ نے تعقلون بصیغہ خطاب پڑھا اور اس صورت مین یہ خطاب تو بیخ کیساتھ غضب کو بھی مشعر ہے۔ فافہم۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ

ہم جانتے ہین کہ تجکو غم دلاتی ہین اُن کی باتین سو وہ تجکو نہین جھٹلاتے لیکن بے انصاف

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى

اللہ کے حکمون سے منکر ہوئے جاتے ہین اور جھٹلایا ہے بہت رسولون کو تجھ سے پہلے پھر صبر کرتے رہے

مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ

جھٹلانے پر اور ایذا پر جب تک پہنچی اُن کو مدد ہماری اور کوئی بدلنے والا نہین اللہ کی باتین

وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ

اور تجکو پہونچ چکا ہے کچھ احوال رسولون کا اور اگر تجھ پر بھاری ہوا ہے اُن کا تغافل کرنا

فَاِنِ اسۡتَطَعۡتَ اَنۡ تَبۡتَغِیَ نَفَقًا فِی الۡاَرۡضِ اَوۡ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاۡتِیَهُمۡ

تو اگر ہو سکے ڈھونڈھ نکالنی کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر اُن کو لادے

بِاٰیَةٍ ؕ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمۡ عَلَی الۡهُدٰی فَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡجٰهِلِیۡنَ ۝

ایک نشانی اور اگر اللہ چاہتا جمع کر لاتا سب کو راہ پر سو تو مت ہو ناد انون مین

اِنَّمَا یَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ یَسۡمَعُوۡنَ ؕ وَالۡمَوۡتٰی یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیۡهِ یُرۡجَعُوۡنَ ۝

مانتے وہ ہین جو سنتے ہین اور مُردون کو اُٹھا دیگا اللہ پھر اُس کی طرف جاوینگے

قَدۡ نَعۡلَمُ - اسمین قد واسطے تحقیق کے ہے بمعنی قد علمنا - اس آیت مین آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی گئی باین طور کہ ہم کو علم قدیم سے معلوم تھا اور اسوقت بھی معلوم ہے کہ انھون نے تیری تکذیب کی اور تجکو اسپر حزن و تاسف ہے - اِنَّهٗ لَیَحۡزُنُكَ الَّذِیۡ یَقُوۡلُوۡنَ یعنی ہم کو معلوم ہے یہ بات کہ تجکو حزن و ملال دیتی ہے وہ بات جو مشرکین کہتے ہین ف یعنی تیری رسالت کو جھٹلاتے ہین اور آنحضرت صلعم غایت شفقت سے نہین چاہتے تھے کہ جھٹلاوین اور ہلاک ہون اور حرص کرتے تھے کہ مسلمان ہو جاوین قد قال تعالی لعلک باخع نفسک الا یکونوا مومنین - اور یہ فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم ان لم یومنوا بہذا الحدیث اسفا - اور نیز حکم دیا کہ فلا تذہب نفسک حسرات علیہم - حاصل آنکہ ہم جانتے ہین کہ انکا جھٹلانا تجکو محزون کرتا ہے لیکن تو غم مت کھا - فَاِنَّهُمۡ لَا یُكَذِّبُوۡنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجۡحَدُوۡنَ - کیونکہ وہ تجکو نہین جھٹلاتے بلکہ اپنے اوپر ظلم کرنے والے آیات الٰہی سے جان بوجھکر انکار کرتے ہین ف واضح ہو کہ لا یکذبونک بتشدید از تکذیب پڑھا گیا اور بتخفیف بھی پڑھا گیا ہے اور مفسرین نے معنی یہ بیان کئے کہ باطن مین تجھے نہین جھٹلاتے یعنی دل سے تجھے جھوٹا نہین کہتے ہین پس آئندہ جو تکذیب کو ہے وہ زبانی تکذیب ہے پس دونون مین منافات نہین حاصل آنکہ زبانی جھٹلاتے اور دل سے نہین جھوٹا جانتے تھے اور شاید مراد یہ کہ کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کے بچپن سے قائل تھے اور آپ کو اپنے درمیان مین بہت امانت دار جانتے تھے اور بعض تفاسیر مین یہ ہے کہ قراۃ بالتشدید کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹ کی طرف نسبت نہین کرتے اور جو تو کہتا ہے اسکو دل سے رد نہین کرتے کیونکہ انکو تیری سچائی معلوم ہے اور قراۃ بالتخفیف کے معنی یہ کہ تجکو جھوٹا نہین پاتے ہین اور یہ محاورہ عرب ہے کہ بولتے ہین کہ اکذبت فلانا یعنی مین نے اسکو جھوٹا پایا - اور ابخلت فلانا یعنی مین نے اسکو بخیل پایا - پس لا یکذبونک بتخفیف بمعنی آنکہ تجکو کاذب نہین پاتے - حاصل معنی آیت کے یہ کہ انکا جھٹلانا تیری ذات کی طرف راجع نہین بلکہ جو پیغام الٰہی تو لایا ہے اسکی طرف راجع ہے - قال الشیخ ابن کثیر رح یعنی تجکو جھوٹ سے متہم نہین کرتے نفس الامر مین ولیکن ظالمین آیات الٰہی سے انکار کرتے ہین یعنی حق سے عناد کرتے اور اپنے سینون سے اسکو دفع کرتے ہین چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم تجکو نہین جھٹلاتے ولیکن جو تو لایا ہے اسکو جھوٹ بتاتے ہین پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا - فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ - اس کو حاکم رح نے بھی روایت کیا اور کہا کہ صحیح ہے بشرط بخاری ومسلم - اور ابو یزید مدنی رح سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوجہل ملا اور اُس نے آپ سے مصافحہ کیا تو ایک شخص نے اس سے کہا کہ مین تجھے کیا دیکھتا ہون کہ تو اس صابی سے مصافحہ کرتا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ واللہ مین جانتا ہون کہ وہ نبی ہے ولیکن بھلا ہم لوگ کب عبد مناف والون کے تابع ہو سکتے ہین پھر ابو یزید رح نے یہ آیت پڑھی فانہم لا یکذبونک ولکن الظالمین الآیۃ - رواہ ابن ابی حاتم - اور قتادہ و ابو صالح نے کہا کہ وے تجکو رسول اللہ جانتے ہین اور انکار کرتے ہین - اور محمد بن اسحاق نے زہری رحمہ اللہ سے قصہ

ابوجہل مین یون روایت کی کہ رات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأۃ سننے کو ابوجہل ابوسفیان و اخنس بن شریق آئے اور یہ لوگ اکیلے اکیلے آئے تھے اور آپس مین ایک دوسرے سے خبردار نہ تھا پھر جب صبح روشن ہوئی تو وہان سے چلدیے ولیکن راہ مین آپس مین ملے تو ہر ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تو کیون آیا تھا اس نے بیان کر دیا کہ بات یہ تھی یعنی یہ کلام معجز نظام اور حالات سننے کو آئے تھے پس آپس مین سب نے عہد کیا کہ ایسا نہ کرینگے کیونکہ خوف کرتے تھے کہ جوانان قریش یہ بات سنین اور جانین تو فتنہ مین پڑجاوینگے پھر جب دوسری رات ہوئی تو بھی ہر ایک آیا بدین گمان کہ دوسرا تو بسبب عہد کے نہ آیا ہوگا پھر صبح کو راستہ نے پھر اُن کو اکٹھا کر دیا تو آپس مین ایک دوسرے کو ملامت کی اور آیندہ ایسا نہ کرنے پر عہد کر لیا پھر تیسری رات ہوئی تو بھی آئے پھر صبح کو حتمی عہد باندھا اور متفرق ہوگئے پھر اخنس بن شریق نے دن نکلے اپنا عصا اٹھایا اور ابوسفیان کے گھر آیا اور کہا کہ اے ابوحنظلہ تو نے جو کچھ محمدؐ سے سنا اُسمین تیری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ اے ابوثعلبہ مین نے واللہ بہت ایسی باتین سنین کہ مین نے اُن کو پہچان لیا اور جانتا ہون کہ اُن سے جو کچھ مراد ہے اور بہت ایسی باتین سنین کہ اُن کے معنی و مراد نہین پہچانتا ہون پس اخنس نے کہا کہ واللہ میری بھی یہی کیفیت ہے پھر اُس کے پاس سے نکلکر ابوجہل کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابوالحکم تیری کیا رائے ہے اُس نے کہا کہ بات اتنی ہے کہ ہم نے اور بنو عبد مناف نے باہم شرف مین مقابلہ کیا پس اُنھون نے مسافرون کو کھانا دیا اور ہم نے بھی کھانا دیا اور اُنھون نے بار اُٹھایا ہم نے بار اُٹھایا حتی کہ جب ہم برابر ہوگئے تو اب وہ کہتے ہین کہ ہم مین نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے سو ہم اسکو کہان سے پاوینگے واللہ مین تو اسپر کبھی ایمان نہ لاؤنگا اور نہ ہرگز اسکی تصدیق کرونگا پس اخنس اسکو چھوڑکر چلا آیا۔ اور ابن جریرؒ نے سدیؒ سے روایت کی کہ جب بدر کی لڑائی کا دن ہوا تو اخنس بن شریق نے بنی زہرہ سے کہا کہ محمدؐ تمھاری بہن کا بیٹا ہے پس تم اس بات مین زیادہ احق ہو کہ اس سے برائی کو دفع کرو پس اگر وہ نبی ہے تو آج اُس سے قتال نہ ہوگا اور اگر جھوٹا ہے تو تم نے اپنے بھانجے سے برائی کو دور رکھا تم ابھی جلدی مت کرو ذرا مین ابوالحکم سے جاکر ملاقات کرون اور اسی روز اسکا نام اخنس مشہور ہوا ورنہ ابی بن شریق نام تھا۔ بالجملہ وہ ابوجہل سے ملا اور کہا کہ اسوقت میرے اور تیرے سوائے یہان کوئی نہین ہے بھلا بتلا کہ محمد سچا ہے یا جھوٹا ہے تو ابوجہل نے کہا کہ خرابی ہو تیری ارے محمدؐ تو واللہ سچا آدمی ہے وہ کبھی جھوٹ نہین بولا لیکن جب بنو قصی تمام اچھی باتین لواء و سقایت و خانہ کعبہ کی دربانی لے چکے تو اگر ساتھ ملے نبوت وہی لیجاوین تو پھر باقی عرب کے واسطے رہ کیا جائے گا۔ قال المترجم اس روایت سے غرض یہ کہ مشرکین حتی کہ ابوجہل تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا نہین جانتے تھے ولیکن آیات الٰہی سے انکار کرتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ پہلے جو آیت گذری یعنی قولہ و بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل کے معنی بھی اس سے ظاہر ہوتے ہین۔ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ۔ اور البتہ تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے ہین ف یہ جملہ مؤکدہ آنحضرت صلعم کی تسلی کے واسطے ہے اور حاصل آنکہ کافرون کی یہ حرکت تیرے ہی ساتھ مخصوص نہین بلکہ اگلے بہت رسولون کو اُن کی امت نے جھٹلایا۔ فَصَبَرُوا عَلَىٰ مَا كُذِّبُوا پس ان رسولون نے بھی ان کے جھٹلانے پر صبر کیا۔ وَأُوذُوا اور اُن کے ایذا دینے پر صابر رہے ف حاصل آنکہ برابر تکذیب ایذا پر صبر کرتے رہے حَتَّىٰ أَتَاهُمْ نَصْرُنَا۔ یہان تک کہ اُن کو ہماری نصرت پہونچے ف کہ قوم موذی ہلاک زیر ہوئی پس تو بھی صبر کر یہان تک کہ تیری قوم کے سرکش ہلاک ہون اور تجکو غلبہ ہو۔ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلمات تقدیر کا کوئی بدلنے والا نہین ہے ف یعنی وعدہ فتح و نصرت جو بندگان مومنین کیواسطے ہوگا موعود ہے اسکا بدل کوئی نہین ہے کما قال تعالیٰ۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون وان جندنا لہم الغالبون۔ یعنی ہمارا کلمہ ہمارے مرسلین کیلیے سابق ہوچکا کہ وہی تو منصور ہین اور ہمارے ہی لشکر غالب ہین اور فرمایا کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی ان اللہ قوی

عزیز - اللہ تعالیٰ نے لکھدیا کہ مین اور میرے رسول ہی غالب ہون گے - پس اسمین خبر غیب و وعدہ فتح و نصرت ہی - وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبَإِ
الْمُرْسَلِيْنَ - اور البتہ تیرے پاس رسولون کے اخبار سے آچکا ہے ف - یعنی اخبار انبیاء دیگر تجھکو پہونچ چکے کہ کیونکر وہ مظفر و منصور ہوئے
پس یہی سنت آلہی جاری ہی تجھکو صبر و اطمینان کھنا چاہیئے اور من تبعیضیہ ہی کیونکہ آنحضرت صلعم کو اخبار بعض انبیاء پہونچے تھے لیکن چونکہ وعدہ فتح و
نصرت رسل عموماً معلوم ہوا اور اسکی بعض مثالین پہونچ چکین تو اطمینان کیواسطے کافی ہی کہ عموم نصرت مراد ہی - فافہم - وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ
اِعْرَاضُهُمْ - آنحضرت صلعم اپنی قوم کے اعراض سے غمناک و محزون ہوتے اور خواہشمند ہوتے کہ جو معجزات یہ ملک مانگتے جاوین اُن کو
دکھلائے جاوین کہ آخر یقین ہوکر ایمان لاوینگے اور وہ کبھی کہتے کہ مکہ چوڑا و وسیع ہوجاوے اور کوہ صفا سونے کا ہوجاوے بالجملہ عناد و
ہٹ دھرمی کی سی باتین مانگتے اور جو معجزات دکھلائے جاتے ان پر اکتفا نہین کرتے پھر اور مانگتے تھے تو اللہ عز و جل نے فرمایا وان کان
کبر علیک اعراضہم - اگر تجھ پر اُن کا منہ موڑنا گران گذرتا ہی پس - فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ - اگر استطاعت ہی تجھکو کہ
سرنگ زمین مین ڈھونڈھے ف - تاکہ تحت الثریٰ کی طرف پہونچکر کوئی آیت لاوے جو مانگین اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ یا سیڑھی کہ آسمان مین
لگاوے - فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ - پھر اُن کے پاس معجزہ و آیت لاوے ف - جس کو مانگتے ہین تو ایسا کر - اس سے تعلیق بمحال مقصود ہی
اور معلوم ہوا کہ یہ دونون باتین از راہ عادت و وقوع کے محال ہین اور اسی قدر کفایت ہی حاصل یہ کہ قوم قریش سے جو روگردانی و اعراض واقع ہوا
یہ سابقہ علم ازلی ہی کہ ان مین سے بعض کے حق مین کفر مقدر ہی اور وہ ضرور ہونے والا ہی اور آنحضرت صلعم کی استطاعت و قدرت مین اس کی
اصلاح ممکن نہین ہے بدون ارادۂ آلہی کے پس ایک محال پر معلق کیا کہ اگر تجھے اس امر محال کی قدرت ہی تو کر - اور خلاصہ یہ کہ یہ اصلاح تیرے
امکان مین نہین ہی پس تو غمناک مت ہو اور تقدیر آلہی پر ثابت و صابر ہو کیونکہ حکمت آلہی اس سے برتر ہے کہ بندہ اسکو ادراک کرے - اور
اسمین بڑی دلیل صدق نبوت آنحضرت صلعم کی ہے کیونکہ اسوقت تک ہرگز یہ معلوم نہ تھا کہ آیا یہ لوگ قریش کے جو معدود ہین سب
مسلمان ہوجاوینگے یا نہ ہون گے ولیکن خبر دیدی کہ قطعاً سب مسلمان نہ ہونگے اور بدون وحی و غیب کی خبر کے کوئی نہین ایسا کرسکتا کہ
چند معدود کے حق مین کہدے کہ یہ سب تابع نہ ہون گے پھر کہا گیا کہ خطاب اگرچہ رسول اللہ صلعم کو تھا لیکن اُمت والون کو بھی
اسپر عمل واجب ہی کہ کافرون کے کفر پر اور اُن کے جمے وارطے رہنے پر تعجب سے نہ دیکھین الا آنکہ قدرت آلہی کا مشاہدہ کرین اور غم
نہ کھاوین کیونکہ اسمین حکمت آلہی ہے کہ سب کے سب مسلمان نہ ہون اور اس حکمت کو اور مصلحت کو بندہ کی عقل ناچیز ادراک نہین کرسکتی ہے
اور یہ نہ ہوگا جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب سے آخری حالت مین متعلق نہ ہو اسیواسطے فرمایا - وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى
اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ اُن کو ہدایت پر جمع کرے ف - تو وہ سب بات پر قادر ہی ولیکن اُس نے نہین چاہا کیونکہ اسمین اسکی حکمت و مصلحت ہی
اور یہی خوب دانا و حکمت والا ہی - فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ - سو تو جاہلون مین سے مت ہو ف - کیونکہ کافرون کے انکار و اعراض
پر غم کھانا اور یہی چاہنا کہ سب ایمان پر ہوجاوین یہ جاہلون کی شان ہی اور آنحضرت صلعم کو اللہ تعالیٰ نے اس سے پاک کیا تھا پس فرمایا
کہ تو جان بوجھکر اس حرص مین مت پڑ اور ان باتون کو حضرت حق عز و جل عالم الغیب والشہادۃ کی حکمت پر چھوڑدے اور چونکہ آنحضرت صلعم
کافرون کے حال پر شفقت کرکے چاہتے تھے کہ دوزخ کی آنچ سے بچ جاوین اور اس جہالت و ظلمت سے نکلین اور اسپر نہایت حریص
تھے لہذا خطاب مین ایک گونہ سختی فرمائی ہی تاکہ آپ اس غم و رنج سے بالکل الگ ہون اور حدیث شریف مین ایسے بہت بیانات آئے
ہین کہ آپنے مثل بیان کی کہ کسی نے آگ روشن کی اندھیری رات مین اور ان کیڑے پتنگون نے اسمین گرنا شروع کیا اور کتنے ہی روکے جاتے ہین

نہین مانتے ہین ویسے ہی لوگون کا حال ہو کہ مین اُنکو پکڑ کر گھسیٹتا ہون اور یہ لوگ مجھپر زبردستی کرتے اور چھوٹ چھوٹ آگ مین گھسے جاتے ہین
پھر اوتعالیٰ عزوجل نے آپکو ایک حکمت و اشارہ تعلیم فرمایا جس کا علم کامل آپ کو ہوا اور خود ظاہر اسقدر ہو کہ فرمایا ۔ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ
الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ۔ یعنی تیری پکار و ڈراوے کو وہی لوگ قبول کرینگے جو کلام کو سنتے اور سمجھتے ہین ۔ وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ اور
مردون یعنی کافرون کو تو اللہ تعالیٰ قبرون سے اُٹھاویگا ۔ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے جاوینگے ف
وہ اُن کو اُن کی بدکاریون کی سزا دیگا ۔ اور شاید کہ الیہ کی ضمیر ہر دو فریق مین سے ہر ایک کی طرف راجع ہو یعنی ہر ایک کو اسکے لائق بدلا
دیگا پس زندون یعنی مومنون کو ثواب دیگا اور مردے کافرون کو عذاب دیگا اور کلام مین حسن بلاغت ہو کہ کافرون کو قبرون سے زندہ کرکے اُٹھا
دیگا حالانکہ وہ مردے ہونگے جیسے اب ہین ۔ اسمین دلیل ہو کہ حقیقی زندگی وہ ہے جو ایمان سے زندہ اور دل کا زندہ ہو ۔ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا
کہ علی بن ابی طلحہ نے قولہ ولو شاء اللہ لجمعھم علی الھدی مین ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس امر پر حرص کرتے تھے کہ سب لوگ
ایمان لاوین اور ہدایت پر ہوجاوین پس حق تعالیٰ نے خبر دیدی کہ نہین ایمان لاویگا مگر وہی جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذکر اول مین
(یعنی ازل مین بالوح محفوظ مین)
سعادت سابق ہوچکی ہو اور واضح ہو کہ ہدایت مین عبارت کو دخل نہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مستقیم تھے کہ بعثت بجوامع الکلم و
انا افصح العرب والعجم یعنی مین مبعوث ہوا اس حال سے کہ میرے کلام جامع ہین اس سے احکام شرع و اشارات و حقائق اور وجوہ متعدد و امور متنوعہ ظاہر
ہوجاتے ہین ۔ قال المترجم اگر کہا جاوے کہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وحی خفی ہین کما استدل بقولہ تعالیٰ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی
یوحی ۔ اور یہی تحقیق ہو تو جواب یہ ہو کہ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو بات امر دین و حقائق معرفت مین آپ فرماتے تھے وہ مضمون بوحی خفی آپ کو
القاء ہوتا تھا اور یہ صحیح ہو مگر کلام یہان اس مضمون کو عبارت مین ادا کرنے مین ہو پس آپ کمال اعلیٰ نبوت مین تھے کہ اسکو اپنے کلام مین ادا
کرسکتے تھے اور علماء اس بات مین متفق ہین کہ وحی خفی کسی خاص عبارات مین نہ تھی پس اسکو ادا کرنے مین آنحضرت صلعم امین الٰہی تھے بخلاف
وحی جلی یعنی قرآن مجید کے کہ اسکے نظم بدیع و معجز بتعلیم الٰہی عزوجل تھی اسلئے کہ وہ حیطہ بشری سے خارج ہے اور قراءت مختلفہ وہ خود مختلف نزول
ہین اور اسیواسطے جن قراءت سے احکام مختلف نکلتے ہین ان کو علماء ربانی نے بمنزلہ دو آیت کے قرار دیا ہو اور یہ صحیح ہوا کہ آپنے فرمایا کہ مین دیا گیا ہون
قرآن و اسکے ساتھ اسکے مثل یعنی احادیث جو وحی خفی ہین اور اسی کو سنت سے تعبیر کرتے ہین ۔ اور یہ خود دلیل ہو کہ احادیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم
وحی خفی ہین تاکہ صادق ہو کہ آپکو وہ عطا ہوئے ہین گو نظم کلام مین اسکو ادا کرنے مین آپ امین الٰہی تھے واضح ہو کہ قرآن پاک کے حاصل رکھنے والون
کے حالات طرح طرح کے تھے پس حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین صحیح ہوا کہ کان رجلا بکاءً لا یملک عینیہ اذا قرا القرآن ۔ یعنی
جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھون کو نہین تھام سکتے تھے ۔ بے اختیار بہت روتے تھے اور آنحضرت صلعم کا کیا پوچھنا ہے کہ آپکا سینہ مبارک
مثل دیگ کے جوش کرتا تھا یعنی ایسی آواز آتی تھی گویا دیگ جوش کھاتی ہے اور صحیح حدیث مین ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہوا کہ نماز
مغرب مین آنحضرت صلعم نے سورۂ والطور پڑھی گویا میرا قلب اُڑا جاتا تھا پس یہ قوم تھے کہ ان کی تمام صفت فہم الخطاب تھوڑے سے
بیان مین نہین آسکتی بلکہ بیان اسکو متحمل نہین کیونکہ بیان حال ایک پتا ہو کہ اسکو عارف باکمال ہی سمجھ سکتا ہے پھر بیان سے کیا فائدہ
ہے اور ایسی ہی عثمان بن عفانؓ سے ثابت ہوا کہ رات مین قرآن مجید ختم کرتے اور ما بعد علماء تابعین اور تبع تابعین سے بھی روایات ہین
اور ابو حنیفہ امام الفقہاء رح سے بھی رات مین ختم قرآن نقل ہوا اور ضرور نہین ہو کہ تمام و کمال قرآن ختم کرنا مراد ہو لیکن یہ تکلف و تصنع و تقشع و تزید
نہین تھا بلکہ انکشاف خاص تھا اور وہ آنحضرت صلعم کو ہر آیت پر حاصل تھا اگرچہ اقسام و انواع مختلف آیات پر مختلف ہون تو نہین دیکھتا کہ

ایک آیت پر یعنی قولہ ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم پر تمام رات گذار دی حتی کہ صبح ہو گئی اور یہ بات اور دن کو حاصل تھی پس اُن کو بعض میں بعض سے موافق فہم خطاب کے ایک دوسرے سے مزید انکشاف تھا پس کشیدہ کشیدہ ان کو بڑھاتا لیے جاتا تھا اور چونکہ فہم اصل ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلافہم تیزی کرنیوالوں کو سخت تنبیہ سے منع فرمایا اور اجازت نہ دی کہ زیادہ پڑھیں اور خود مصرح کردیا کہ جو نہ سمجھا اُسنے کچھ نہ پڑھا اور جو لوگ اپنے آپ میں قوت بیان کرتے تھے اُن کو بھی قطعاً منع کیا اور یہ نہیں فرمایا کہ تحقیق یوں ہے اسواسطے کہ یہ لوگ عامل تھے اور خود عمل نتیجہ معرفت وحقیقت کو پہونچاتا ہے جبکہ عنایت ازلی متعلق ہو اور مترجم اپنے زمانہ میں سوائے چشم حیران و دیدہ گریان کے کچھ نہیں دیکھتا فہم ہے نہ معرفت نہ دل نہ سماع خطاب بس یہی نظر آتا ہے کہ یہود ونصاریٰ مشرک ہو کر بلاغت کلام اللہ طوطے و مینے اور پٹو لیتے ہیں اور بہت سے ملحد اُنکے پیچھے ہیں اور بیچارے مسلمان پریشان خاطر خود ہی بے بہرہ ہیں کیونکہ توحید وتقویٰ و اسرار سنت سے پیچھے پڑے ہیں اللہم ایدنا بالایدالمتین ووفقنا وانت ارحم الراحمین اہل معرفت و علما جو محض ظاہر یہ طریقہ نہیں رکھتے ہیں وہ خوب قرآن مجید کے اعجاز پر یقین رکھتے ہیں کہ عجیب معجزہ ہے کہ ایک ہی خطاب ہے جو عوام بنی آدم اور خواص کو عام ہے اور بلاتردد دونوں کی فہم کے لائق خطاب ہے اور یہ منجملہ وجوہ اعجاز کے ایک ہی وجہ ایسی ہے کہ بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر سوائے مومنین کے دیگر مخلوق سے جو سننے کی نفی کی تو یہ معنی نہیں کہ حواس کے کانوں سے نہیں سنتے کیونکہ وہ بہرے نہیں تھے بلکہ یہی معنی ہیں کہ مشاہدہ ومعرفت کا سننا اور سمجھ کا سننا نہیں سنتے تھے۔ ابن عطا نے فرمایا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے خبر دی کہ سننے والے ہی زندہ ہیں اور یہ اہل خطاب و قبولیت ہیں اور قولہ والموتیٰ یبعثہم اللہ سے خبر دی کہ باقی لوگ مخلوق کے مردے ہیں۔ **قال المترجم** آگاہ رہنا چاہیئے کہ حدیث شریف میں صحیح ہے کہ مردے پر قبر میں جو عذاب ہوتا ہے اسکو سوائے جن وانسان کے تمام مخلوقات اس مردے کی آہ وزاری سنتی ہے اور ان دونوں جن وانسان پر پردہ امتحان ہے اگر یہ سنتے و دیکھتے تو ایمان بالغیب کے کوئی معنی نہ تھے پس ہوشیار رہنا چاہیئے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ

اور کہتے ہیں کیوں نہیں اُتری اُسپر کچھ نشانی اُسکے رب سے تو کہہ اللہ کو قدرت ہے کہ اُتارے کچھ

اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ

نشانی ولیکن اُن بہتوں کو سمجھ نہیں اور کوئی نہیں چلتا زمین میں نہ جانور ہے کہ

يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ مِنْ شَىْءٍ ثُمَّ

اُڑتا ہے دو پر سے مگر ایک ایک اُمت ہے تمھاری طرح چھوڑی نہیں ہم نے لکھنے میں کوئی چیز پھر اپنے رب کی

اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِى الظُّلُمٰتِ ؕ

طرف اکٹھے ہونگے اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں۔

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر

وَقَالُوْا اور کہا کفار مکہ بُت پرستوں نے کہ لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ کیوں نہیں اُتاری گئی محمد پر کوئی آیت یعنی نشانی صدق نبوت کی اسکے پروردگار کی طرف سے ف یعنی مانند ناقہ صالح علیہ السلام وعصائے موسیٰ و مائدہ عیسیٰ

کہ ان مشرکون نے روحانی آیات پر اکتفا نہین کیا مانند قرآن مجید معجز کے جس کے مثل لانے سے عاجز تھے اور جیسے چاند کے دو ٹکڑے ہوئے اور درخت و جانور و سنگریزون نے آنحضرت صلعم کی صدق نبوت پر گواہی دی - بالجملہ مقصود فقط یہ کہ نہایت اور تعنت سے ایسی باتین مانگین جیسے دوسرے مقام پر نقل فرمایا کہ کہتے تھے کہ لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیۃ - قُلْ إِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰى أَنْ يُنَزِّلَ آيَةً یعنی کہدے ان ہٹ دھرمون سے کہ اللہ تعالی قادر ہے اس بات پر کہ اُتار دے آیت ف یعنی جیسے تم مانگتے ہو اسی کو نازل کردے اسکی قدرت بہت بڑی ہے - بعض نے کہا کہ آیہ سے ایسی مراد ہے جو خواہ مخواہ اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرے لیکن اسوقت مین امتحان تکلیف ایمان کا فائدہ جاتا رہیگا - اور نیز اگر اسوقت بھی ایمان نہ لائے اور ہرگز نہ لاوینگے جبکہ اُن کے حق مین کفر مقدر ہے تو ضرور عذاب نازل ہوگا اور رحمت الٰہی سے اس اُمت سے یہ عذاب دنیا مین مرتفع فرمایا گیا ہے - وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ - لیکن ان مین سے بہتیرے جانتے نہین ہین ف یعنی نہین جانتے کہ ایسی آیت کا اُترنا بلا ہے کیونکہ پھر ایمان نہ لائے تو ضرور ہلاک ہونگے جیسا کہ طریقہ الٰہی جاری ہو چکا اور قوم صالح بعد ناقہ پیدا ہونے اور ایمان نہ لانے کے ہلاک ہوئی اور عیسی علیہ السلام کے مائدہ مین نافرمانی کرنیوالے ہلاک ہوئے اور واضح ہے کہ بعثت انبیاء سابقین کی اکثر خاص خاص قوم کیواسطے تھی پس اُن کی مانگی آیت ملنے کے بعد اسی خاص قوم پر ایمان نہ لانے سے عذاب آیا - آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے پس فقط مکہ والون کی ایسی تعنت و عناد سے عام عذاب ہوگا لہذا اُن کی جہالت پر تخصیص فرمائی اور واضح ہو کہ قولہ ان ینزل آیۃ - مین ابن کثیر رح نے ینزل از انزال پڑھا اور باقیون نے تنزیل سے پڑھا ہے - اور یہ حکمت عدم تنزیل آیہ کے جو مفہوم ہوتی ہے کہ ایک اُمت کے انکار سے عام اُمتین ہلاک نہ ہون اسپر آگے کے کلام مین اشارہ ہے - وَمَا مِنْ دَابَّةٍ من زائدہ ہے بغرض شمول و استغراق کے - اور دابہ مذکر و مؤنث دونون پر بولا جاتا ہے جو ہر جاندار جو زمین پر چلتا ہو - فِي الْأَرْضِ متعلق بدابۃ ہے در اصل و بیبۃ از دب یدب ہے اور فی الارض بطریق توضیح ہے جیسے قولہ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ جناح بازو پس طائر اُڑتا ہے اپنے بازو سے لیکن یطیر بجناحیہ توضیح ہے اور یہ دفع وہم ہے کہ شاید مجازا آدمی تصور کرین کیونکہ عرب طیران کو جلدی و سرعت کے معنی مین بولتے ہین کہ طر یا ہذا فی حاجتی - فلانے میرے کام مین اُڑ چل یعنی جلدی کر پس قولہ یطیر بجناحیہ سے دفع کردیا کہ مجاز امراد نہین ہے معنی آنکہ نہین کوئی جانور چلنے والا کہ زمین پر چلتا ہے اور نہ کوئی پرند جو دونون بازو سے اُڑتا ہے إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ - مگر آنکہ وہ بھی تمھارے مثل اُمتین ہین ف اور مثل ہونا اس بات مین کہ اُن کی پیدائش و رزق و حالات بھی مقدر ہین جیسے تمھارے مقدر ہین عن مجاہد رح ہر صنف و قسم جدا جدا نام سے ہے عن قتادہ پرند ایک اُمت ہے اور انسان ایک اُمت اور جن ایک اُمت ہے - عن السدی تمھارے مثل مخلوق ہین عن ابن عیینہ ان ہر ایک مین بھی انسان کی مماثلت موجود ہے جیسے شیر کہ حملہ کرتا اور دوسرون کو پھاڑ ڈالتا ہے اور سور حرام و نجس کھاتا ہے اور کتا خود بخود بھونکتا ہے اور مانند اسکے پرندون مین ہین وقس علی غیر ذلک - اور حدیث مین ہے کہ اگر کتا منجملہ اُمتون کے ایک اُمت نہ ہوتی تو مین اسکے قتل کا حکم دیتا مگر ان مین سے ایک نک کالے کو مار ڈالو - کما فی روایۃ الترمذی وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ اس سے اشارہ نکلا کہ ان قریش کافرون کی بدکاری سے تمام اُمتون بیچارون پر عذاب نہین آسکتا - اور اب تو معلوم ہوا کہ اُمت اسلامیہ صدہا کروڑ ہوئی - پھر عام عذاب ان ازلی کافرون کی وجہ سے کیونکر آتا کہ دنیا مین کوئی باقی نہ رہتا - امام رازی رح نے کبیر مین واحدی رح سے نقل کیا کہ جسکا حاصل یہ کہ سلف مین سے ایک جماعت کے نزدیک جانور چرند و پرند دریائی خشکی کے اصناف امم ہین اور ہر ایک کیواسطے جدا جدا تسبیح و ذکر ہے اور بعض سے نقل کیا کہ ان مین انکے پیغمبر بھی ہوتے ہین بدلیل قولہ تعالی وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر - یعنی کوئی اُمت نہین مگر

آنکہ ہمیں ڈرسنانے والا گذرا ہے اور یہاں کی آیت سے معلوم ہوا کہ یہ جانور بھی اُمتیں ہیں پس ثابت ہوا کہ ان میں بھی پیغمبر ہوئے ہیں اور قولہ ان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم سے ہر ایک کا تسبیح کرنا ظاہر اور قولہ سبح للہ ما فی السموات و ما فی الارض۔ و دیگر آیات سے بھی ثابت ہے اور احادیث بھی کثرت سے ہیں۔ اور قولہ سخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر۔ اور دیگر آیات و احادیث میں پتھروں وغیرہ کی تسبیح بھی ثابت اور اونٹ کا آنحضرت صلعم کو سجدہ کرنا اور گوشت پختہ کا جسمیں زہر تھا آپکو آگاہ کرنا اور دیگر نصوص اس مذہب کے پوری تقویت کرتے ہیں ولیکن عوام اور بے معرفت لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے لہذا تاویل کرنا چاہیئے اور حدیث خمس فویسقہ یقتلن فی الحرم الحدیث حالت احرام میں اور مقام حرم میں پانچ جانور فاسق کا قتل روا ہونا اوپر مذکور ہو چکا۔ بالجملہ تحقیق مقام ایک بسط چاہتا ہے اور تفسیر قولہ تعالیٰ وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ الآیۃ۔ پارہ الم سورہ بقرہ کی تحت میں ایک جملہ صالحہ مترجم نے ذکر کر دیا ہے رجوع کرنا چاہیئے۔ پھر اس مقام پر کہا گیا کہ قولہ امم امثالکم سے جملہ وجوہ جنمیں مماثلت ہے عموماً لینا چاہیئے۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ من زائد بغرض تاکید استغراق ہے اسے ماترکنا فی اللوح المحفوظ شیئا۔ ہم نے لوح محفوظ میں کوئی بات چھوڑی نہیں ف۔ یعنی سب مذکور ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن مجید میں ہر چیز مذکور ہے لیکن علم معرفت سے سب حاصل ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی۔ ہم نے تجھ پر کتاب نازل فرمائی ہر چیز کا واضح بیان ہے اور علمائے کہا کہ سب مذکور ہے لیکن معرفت کے فہم پر اسکا ظہور ہے چنانچہ آنحضرت صلعم پر خوب وضوح تھا اسی واسطے آپکی نسبت تبیان فرمایا اور وہ واضح بیان کو کہتے۔ اور بعض نے کہا کہ وجہ بیان کو کہتے ہیں پس ہر ایک کے واسطے ہوگا کیونکہ اجمالی اسکے علوم بے انتہا ہیں۔ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ۔ پھر یہ لوگ اپنے رب کی جانب حشر کئے جائینگے۔ ف۔ بعض نے کہا کہ ضمیر عقلا روبنی آدم کی دلالت کرتی ہے کہ کفار کے ذکر سے متعلق ہے اور بیچ میں جملہ معترضہ ہے اور نیز محشور ہونا دواب بہائم و جمادات کا اسلئے نہیں کہ وہ خطاب ثواب عقاب کی فہم نہیں رکھتے اور مکلف نہیں ہیں۔ وقال الجمہور بلکہ یہ سب سے متعلق ہے یعنی جملہ امم مذکورہ از بنی آدم و جن و طیور و دواب سب محشور ہونگے اور ضمیر عقلا اس اعتبار سے امم غیر عاقلہ کو بوجہ مثل ہونیکے امم عاقلہ کے مانند جاری کیا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ دواب وطیور وغیرہ کا بھی حشر ہوگا مانند جن و انسان کے۔ قال المفسر رح فیقضی بینہم ویقتص للجماء من القرناء ثم یقال لہم کونوا ترابا۔ پھر ان میں فیصلہ و انصاف کر دیا جائیگا اور سینگوں والے سے بے سینگوں والے کا قصاص لیا جائیگا اگر اُس نے زیادتی کی ہے پھر کہا جائیگا کہ تم سب خاک ہو جاؤ اور یہی ایک جماعت سلف سے جنمیں حضرت ابوہریرہ رض و ابو ذر بھی ہیں مروی ہے اور ابن عباس رض و ضحاک و مجاہد سے مروی ہوا کہ بہائم کا حشر یہ کہ مر جاویں۔ اور قول اول اصح ہے کیونکہ امام احمد نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے دو بکریوں کو لڑتے دیکھکر فرمایا کہ اے ابوذر تو جانتا ہے کہ یہ کس بات میں لڑتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں آپنے فرمایا کہ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور قیامت میں دونوں کے درمیان انصاف فرمادیگا اور عبدالرزاق نے اسکو ابوذر رض سے ایک جماعت صحابہ کے خطاب سے روایت کیا یعنی آنحضرت صلعم نے جماعت حاضرین سے کہا کہ تم جانتے ہو کہ کیوں لڑتی ہیں الی آخر الحدیث اور ابن جریر کی روایت میں اسقدر زیادہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے بعد اسکے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے ہم کو ایسے حال میں چھوڑا کہ کوئی اڑنیوالی چڑیا بھی ہے اسکا بھی ہم سے علم بیان فرمایا۔ اور عثمان رض سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سینگوں والے سے بے سینگوں والے کا بھی قصاص لیا جائیگا۔ رواہ ابن احمد فی مسند ابیہ۔ اور حدیث صحیح مسلم میں وہ مضمون موجود ہے جو مفسر سیوطی رح نے بیان کیا اور عبدالرزاق نے ابوہریرہ رض سے اس آیت کی تفسیر میں روایت کیا کہ قیامت کے روز دواب بہائم و پرند و ہر شئے جملہ مخلوق سب محشور ہونگے پھر اسدن اللہ تعالیٰ عز و جل

کا انصاف یہان تک پہونچے گا کہ سینگون والے سے بے سینگون والے کا قصاص لیگا پھر فرماویگا کہ تم سب خاک ہوجاؤ۔ اسی سے کافر تمنا کرینگے جیسا کہ فرمایا ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا ۔ یعنی اے کاش مین مٹی ہوجاتا ۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ حدیث الصور مین یہی بات مرفوع آنحضرت صلعم کی حدیث مروی ہے و فی المدارک ۔ جب اللہ عز و جل نے اپنی مخلوقات و آثار قدرت سے وہ کچھ بیان فرمایا جو اسکی ربوبیت پر شاہد اور اسکی عظمت و جلال پر پکار پکار کر گواہی دیتا ہے تب پھر فرمایا ۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۔ اور جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا یعنی قرآن کو ۔ صُمٌّ ۔ وہ بہرے ہین ف ۔ آیات یعنی قرآن کے سننے سے یعنی قبولیت کے کانون سننے سے بہرے ہین ۔ وَبُكْمٌ حق بات بولنے سے گونگے ہین ف ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و ربوبیت پر اقرار و شہادت نہین دیتے ہین ۔ فِي الظُّلُمٰتِ یعنی کفر کی تاریکیون مین انکا یہ حال ہے کہ باوجود اس ظہور و وضوح آثار قدرت و عظمت کے ان کو کچھ نہین سوجھتا ہے اور کیونکر سوجھے کہ خالق حکیم تعالیٰ کی مشیت ہے مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ اضلالہ ۔ وہ مخلوق کہ چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو گمراہ کر دینا تو يُضْلِلْهُ اسکو گمراہ کر دیتا ہے یعنی مشیت ازلی مین جسکے حق مین گمراہی مقدر ہوئی وہ یہان گمراہ ہوتا ہے ۔ وَمَنْ يَّشَاْ ۔ ہدایتہ ۔ اور جس کی ہدایت چاہتا ہے يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ اسکو راہ مستقیم یعنی توحید و اسلام پر کر دیتا ہے ف ۔ وہی قادر مختار ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے اسپر کوئی اعتراض نہین ہے اور اسمین صریح دلیل ہے کہ ہدایت دینے والا اور گمراہی دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور جس کو اسنے جو کچھ دیا وہ عدل ہے وہی قادر مختار ہے ۔ وقد قال تعالیٰ فی مثال للکفار فی سورۃ النور او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراہا ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور ۔ یعنی کافرون کے نفوس مین گمراہی کی یہ مثال ہے کہ جیسے تاریکیان کسی موجدار سمندر کے بھنور مین کہ اسکو موج چھائی ہے پھر اسپر موج ہے اسپر سحاب ہے تاریکیان بعض پر بعض ہین کہ ہاتھ نکالے تو نظر آتا نہین لگتا اور اللہ تعالیٰ نے جسکے لئے نور نہین کیا اسکے لئے کچھ نور نہین ہے ۔ اور تفسیر اسکی لطیف و اسمین اشارات ہین کہ انشاء اللہ تعالیٰ اسکی تفسیر مین آوینگے ف ۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وما من دابۃ فی الارض ولا طائر الآیۃ ۔ اللہ تعالیٰ نے سوائے جن و آدمی کے ملائکہ و دیگر حیوانات کو چرند پرند کوئی ہون فطرت توحید اور جبلت معرفت پر پیدا کیا ہے اور اُن کو معرفت و ایمان الیقان کیواسطے حکم و خطاب ہے اور ان جانورون کیواسطے ان کے اسرار باطنہ مین راہین منور بانوار عقل ہین جو اسکی درگاہ ازلی تک پہونچی ہوئی ہین اور اُن سے نور افعال و لطائف صنعت کو دیکھتے ہین اور حالت ان کی مقصور اسی صورت پر نہین جسکو ایک غافل آدمی دیکھتا ہے اور ان کو بے عقل سمجھتا ہے ۔ قال المترجم حدیث صحیح مین فضائل جمعہ مین آیا ہے کہ اسی روز قیامت قائم ہوگی اور آیا ہے کہ سوائے جن و انسان کے ہر جانور اسکے صبح کے انتظار مین خوفناک ہوتا ہے کہ شاید یہی روز قیامت ہو ۔ قال الشیخ اور ان جانورون کی زندگی اور حرکت و اڑنا اس خالق پاک کی درگاہ کی طرف سے ایک قوت خاص سے ہے اور ان کی یہ آوازین اور یہ خروش الحانیان اور چیخ و پکار و حرکتین ایک خاص نسیم شوق سے ہے جو ان کو عالم ملکوت سے پہونچتی اور انوار جبروت سے ظاہر ہوتی ہے اور ان کو موافق اپنی قدر معرفت و توحید کے اللہ تعالیٰ کی طرف ذوق و شوق ہے اور مین نے سنا کہ ممنون محب رحمہ اللہ جب محبت مین وعظ فرماتا تو قندیلین پھٹ جاتی تھین اور ہوا سے پرند گر پڑتے تھے ۔ ایک روز محیط مین کلام کرتے تھے کہ ایک چڑیا ان کے سامنے گری اور زمین مین اپنی چونچ داب دی اور قطرہ خون اس سے ٹپکا اور جان دیدی ۔ اقوال ایسی ہی بہت سی حکایات آثار و اخبار مین تمام حیوانات از قسم درندے و چرندے و پرندو حشرات الارض سے مروی ہین و عرب کے اونٹ کا حدی پرست ہوجانا معروف و مشہور ہے اور آنحضرت صلعم کو اونٹ نے سجدہ کیا بدون طلب معجزہ وغیرہ کے اور دارمی وغیرہ کی روایات مین آنحضرت صلعم کو درخت و حجر و سر کنکر و پتھر کا سلام کرنا متعدد طرق سے مروی ہے اور گریہ ستون حنانہ معروف و مشہور ہے (م) اولہ

کیون نہین کہ خود اوتعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا۔ ومامن دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم یعنی تمھارے مثل ہین اس بات مین کہ وہ مخلوق ہین اور حق عزوجل کے طلب مین سرگرم ہین اور اسکی توحید کو شرک سے پاک کرتے ہین اور اسکے قدیم ہونے کو یقین مین لاتے اور حدوث کے صفات سے اسکی پاکی اپنے باطن سے بیان کرتے ہین اور اس کی صنع لطیف مین اعتبار کرتے ہین جس سے انوار صفات کا عالم مین ظہور ہی۔ قال المترجم و تحقیق ثابت ہوا کہ ان مین بھی مطیع و عاصی ہین اور مروی ہوا کہ گرگٹ بھی کافرون کے ساتھ اس آگ کو پھونکنے مین شریک تھا جو نمرود مردود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کو پھونکی تھی پس مثل ہونا آدمی جن کے ساتھ جملہ وجوہ سے ثابت ہی لیکن یہ واضح رہے کہ ان کی استعداد معرفت کی ایسی نہین ہی جو کو حاصل ہی تو انسان جو استعداد مین نہایت اکمل المعرفہ ہی اسکے برابر کہان سے ہوگی پھر شیخ نے لکھا کہ ان جانورون وغیرہ کا مثل ہونا اس بات مین ہی کہ ان کی خلقت عالم ملک و شہادت سے ہے جو منور بانوار افعال ہین اور آدمی و ملائکہ کے اجسام بھی عالم افعال سے مخلوق ہین لیکن ان کی روحین عالم ملکوت سے پیدا ہین اسی واسطے دیگر مخلوقات سے آدمی و ملائکہ کو فضیلت ہی۔ وقد قال تعالیٰ ولقد کرمنا بنی آدم الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض علماء نے مزید توضیح سے انسانی استعداد معرفت کو اعلیٰ و اکمل ثابت کیا ہی پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ ولا طائر یطیر بجناحیہ۔ مین دونون بازو سے مین یہ اشارہ سمجھتا ہون کہ ان اخلاق جمیلہ کے بازو ہین جو آدمیت کیواسطے لازم ہین اور جن کی نسبت حدیث مین فرمایا کہ تم مین بہتر وہ ہین کہ جنکے اخلاق اچھے ہون اور انھین کی درستی ابتدائی معرفت سے انتہا معرفت پر پہونچاتی ہی۔ مانند توکل و رضا اور آیندہ بعض آیات مین آویگا کہ کائن من دابۃ لا تحمل رزقہا اللہ یرزقہا و ایاکم الآیۃ۔ یعنی بہتیرے دواب ہین کہ اپنا رزق اٹھاتے نہین۔ یعنی لادے نہین پھرتے اور اللہ تعالیٰ ان کو اور تم کو رزق دیتا ہی یعنی وہ توکل و رضا مین ثابت قدم ہین۔ پھر شیخ نے کہا اور دو بازوے خوف و امید۔ اور فنا و بقا اور ایمان و تقوی اور نعمت و بلا اور ہیبت و صفا اور عبودیت و ربوبیت۔ اور معرفت و محبت۔ ہین ان بازون سے ان کو ہر طرب اور شوق و طلب مین پرواز ہی۔ اور ظاہری اشارہ مثلیت مین یہ ہی کہ جملہ امم کی جبلیت چار عناصر سے ہی اور جبلیت و خاصیت حیوانیہ سے ان کی انتشار ہی اور کھانے پینے و حرکت و جماع مین اور صفات نفسانیہ مین مانند حرص و غضب و نعمتون کیساتھ پھوہڑپن کرنے مین مساوی ہین اور مرجع اسکا اصلی فطرت ہی جس سے پیدا ہوئے ہین یعنی زمین سے پیدا ہوئے اور زمین مین مر کر مل جاوینگے اور اسی سے دوبارہ قیامت مین اٹھائے جاوینگے۔ تفسیر ظاہر کے اماموں مین سے حضرت عطا رح کا قول ہی کہ امثالکم کے معنی یہ کہ توحید و معرفت مین تمھارے مثل ہین اور بعض نے کہا کہ خلق مین تمھارے مثل ہین کیونکہ تمام مخلوقات ان امتون مین سے جسقدر ہین سب حضرت خالق جل جلالہ کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئی ہین اور ہر ایک کیواسطے خطاب الٰہی ازلی سے خاص خاص طریقے واضح ہوئے ہین پس توحید ملائکہ واضح ہے اور آدمیون کی معرفت کیواسطے انبیاء و رسل علیہم السلام سے طریقہ ہی اور حیوانات دیگر مانند چرند و پرند وغیرہ کی طبیعت مجبول بمعرفت ہی کہ ان کو اپنے خالق و صانع کا علم فعلی حاصل ہی کہ اس سے ظہور انوار صفات تک بذریعہ انوار فعل کے بدون بیان بلا اشکال پیدا ہوتا ہی۔ قال المترجم قول قوی جدید یہ ہی کہ رسل علیہم السلام اور ملائکہ الٰہی ان مخلوقات کے ہادی ہین اور ان رسولون علیہم السلام سے فیض ہر قسم کے کسی فرد خاص کو موافق حالت انسانی کے ہوتا ہی اور وہی انکا رسول و نبی ہوتا ہی اور یہین سے کہا گیا کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عام ہی یہان تک کہ حیوانات و حشرات کو بھی شامل ہی و استدلال اس قول کا ماسبق سے واضح ہی فافہم۔ قولہ ما فرطنا فی الکتاب من شیء یعنی مخلوق کو جس چیز کی احتیاج دربارہ عبودیت و معرفت ربوبیت کے ہی وہ سب ہم نے اپنی کتاب پاک مین بیان کر دی۔ کوئی حال و کوئی مقام و کوئی وجدان اور کوئی ادراک اور کوئی معرفت و کوئی دیدار و مشاہدہ نہین جس کا طریقہ ہم نے بیان نہ کیا ہو۔ کلام حضرت باری تعالیٰ اسکی صفت خاصہ ہی جس نے جمیع صفات کا عرفان اور صفات

ذات کا عرفان بوضوح بیان کردیا۔ اس سے او تعالیٰ نے اگلون و پچھلون جملہ عالم کے اسرار سے آگاہ کیا۔ بعض نے فرمایا کہ نہین چھوڑا ہم نے
کتاب مین کسی مخلوق کا ذکر۔ ولیکن کتاب مین اسکے ذکر کو دیکھتا نہین کوئی شخص سوائے ان بندون کے جن کو انوار معرفت سے ارادت حاصل
ہے قولہ والذین کذبوا بایاتنا صم وبکم فی الظلمات۔ اسمین اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کا ذکر کیا جنکے سبب ان کے دلون پر الہام حق ہوتا ہے مگر وہ
اسکے مقابلہ مین اپنے نفوس سے معارضہ لاتے ہین اور باطل خطرات سے سچے خطرات کو رد کرتے اور جھٹلاتے ہین کیونکہ ان کو حق و باطل مین
تمیز نہین ہے اور یہ اسوجہ سے کہ گمراہی کے ٹھینٹھ اُن کے کانون مین بھرے ہین کہ مقام شہود مین انھون نے اپنے کانون کو اللہ تعالیٰ کی طرف
نہین لگایا اور ہیبت و محبت کے ساتھ ان کے اسرار باطنہ کی زبان پر کبھی نام الٰہی نہین آیا اور سبب اسکا یہ ہے کہ انکے نفوس اپنی نفسانی خواہشون
کے اندھیرے مین ٹاپ رہے ہین اور حاصل آنکہ جس شخص نے خواطر حق کو جھٹلایا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسوقت آئے تھے کہ توحید و خلوص
ایمان کا الہام بروقت دیدار معجزات انبیاء و کرامات اولیاء اپر ہوا پس سننے اسرار کے کان اور بینائی باطن کی آنکھون کو پردہ ضلالت سے
ڈھک لیا تاکہ او تعالیٰ کا کلام غیبی نہ سنے اور برق انوار غیب کو نہ دیکھے اور حق تعالیٰ کے ملکوت کو مشاہدہ نہ کرے اور اپنے نفس امارہ کی تاریکیون
و شیطان کافر کی گمراہیون مین پھنسا پڑا رہے اسکو یہ قدرت نہین کہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور اسکی معرفت مین پہونچے۔ بعض نے کہا کہ او تعالیٰ
نے اپنے خالص بندون پر جو معجزات و کرامات فرمائے اسکو سچا نہ جانا اور اندھے بہرے انوار و خطاب سے اپنے نفس کی ظلمات و اجسام کی صورتون
مین پڑے رہے۔ قولہ من یشاء اللہ یضللہ ومن یشاء یجعلہ علی صراط مستقیم۔ مشیت دو طرح پر واقع ہوتی ہے مقبول بندون پر قبول کی اور مردود
بندون پر دور کردینے کی اور اول سے رضامندی کی اور دوم سے نارضامندی و خشم و غضب کی۔ موافق اسکے ازل مین سعادت و شقاوت
جاری ہوچکی ہے پس جو شخص کہ اپنے ابتداء ارادہ مین صادق نہ ہو اس کو حق تعالیٰ ظلمات قہر مین گمراہ کردیتا ہے اور یہ عزت و عمل ہے تاکہ جو
اللہ تعالیٰ کی محبت مین صادق نہین ہے اس کو وصول نہ ہو اور جو بندہ کہ ابتداء ارادت مین صادق تھا اور اُس نے دنیا مین اپنا عہد مضبوط
بسبب پیروی نفس کے اور فرمانبرداری سے انکار کے نہین توڑا اور تقسیم اسکو نہین ہوئی اگرچہ مقام التباس مین خواب غفلت مین چندے پڑا رہا
ہوگا پس الہام و انذار سے بیدار ہونے کے وقت ہوشیار ہوگیا اور ہادی خیر کی متابعت کرلی تو حق تعالیٰ خود ہی اپنی طرف اسکو راہ دیتا ہے
اور معرفت و طاعت مین اسکو مستقیم کردیتا ہے۔ پھر عقول و ارواح کیواسطے طریق مستقیم یون حاصل ہوتا ہے کہ فکر سلیم اسکو عطا ہوتی ہے اور قلوب
کیواسطے محبت کیساتھ صفات کی راہین ہین اور معرفت کیساتھ روحون کے لئے ذات کی طرف راہین ہین۔ قال المترجم اور بہت سے
اکابر نے اور خود شیخ رحمہ اللہ نے جا بجا تصریح کردی ہے کہ معرفت صفات و ذات سے مشاہدہ و کشف تحقیقی مراد ہے کشف حقیقی اور
فرق یہ ہے کہ کشف تحقیقی وہ معرفت ہے کہ عین حقیقت اسکے مطابق ہے جہان تک کشف ہوا اور کشف حقیقی وہ دیدار عیانی ہے مثلاً
جنت کا علم جہان تک حاصل ہوا اور آنحضرت صلعم نے بیان کیا اس سے ایک علم حاصل ہوا اور اگر پردہ سے اسکی فی الجملہ حالت ظاہر ہو تو کشف
ہوا اور حقیقت اسوقت حاصل و واضح ہوگی کہ جب جنت مین بندہ داخل ہوگا اسی طرح حقیقت صفت و ذات قیامت پر موعود ہے وہ دنیا مین
حاصل نہین ہوسکتا ہے مگر جسقدر کشف تحقیقی یہان ہوگا اسقدر قیامت مین فضل الٰہی سے حقیقی دیدار ہونے پر مطابق و موافق ہوگا۔ اور جہانتک
کشف ہوگی فقط اسواسطے ہے کہ ادراک ذات و صفات باری تعالیٰ باین طور کہ احاطہ ہوجائے ممکن نہین ہے اور یہ فی الجملہ دیدار ہے و بعض محققین نے
اس بحث سے سکوت کیا کیونکہ علم قطعی شرعی مین احاطہ و عدم احاطہ سے سکوت ہے پس ہم اسکو قطعاً بالیقین کرتے ہین کہ دیدار حاصل ہوگا اور رہا یہ کہ
احاطہ ہوگا یا نہ ہوگا اس سے کوئی بحث نہین کرتے اور یہ طریقہ اسلم ہے فافہم۔ قال الشیخ اور بعض مشائخ نے کہا کہ جس شخص کے حق مین اللہ تعالیٰ

کا ارادہ بھلائی و ہدایت کیساتھ نہین مقدر ہوا وہ اپنی بری تدبیر کے پنجہ مین چھوڑا جاتا ہی تاکہ گمراہی وضلالت مین پڑا رہے اور جس کے حق
مین ہدایت کا ارادہ متعلق ہوا ہی اسکو اپنے اختیار مین کھینچ لیتا ہی پس وہ صراط مستقیم پر اس طرح ثابت رہتا ہی کہ جو قدرت و تقدیر مین
جاری ہوا ہے اسپر راضی و ہر حال مین شکر گذار رہتا ہے - فافہم -

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوائے کسی کو پکاروگے

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ

بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اُسی کو پکارتے ہو پھر کھول دیتا ہے جس پر پکارتے تھے اگر چاہتا ہے اور

تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ ع ۴

بھول جاتے ہو جنکو شریک کرتے تھے اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت اُمتون پر تجھ سے پہلے پھر اُن کو پکڑا سختی مین اور

الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ۝ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ

تکلیف مین شاید وہ گڑگڑا دین پھر کیون جب نہ پہونچا اُن پر عذاب ہمارا گڑگڑائے ہوتے اور لیکن سخت ہوگئے

قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا

دل اُن کے اور اُن کو بھلے دکھائے شیطان نے جو کام کر رہے تھے پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی اُن کو کھول دئیے ہم نے

عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ

اُن پر دروازے ہر چیز کے یہان تک کہ جب خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے پکڑا ہم نے اُن کو بیخبر پھر تب ہی وہ رہ گئے

مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

نا اُمید پھر کٹ گئی جڑ اُن ظالمون کی اور سراہئے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا

قُل کہدے اے محمد صلعم اہل مکہ سے - اَرَءَيْتَكُمْ - اخبرونی - مجھے خبر دو - قال فی الکمالین اور بجائے استخبار کے یعنی خبر دیدو کی جگہ رویت یعنی علم سے استفہام اسواسطے رکھا اور یہ نہین فرمایا کہ اخبرونی کہ کسی بات کی خبر وہی دے سکتا ہی جو اسکو جانتا ہو قال المترجم اگر اخبرونی نتیجہ قرار دیا جاوے نہ تفسیر تو اولیٰ ہوگا اور معنی یہ کہ بھلا تم جانتے ہو مجھے بتاؤ کہ - اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ - دنیا مین اگر عذاب الٰہی تم پر آوے - اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ بغتۃً دیا اچانک تم پر قیامت ہی آجاوے ف جسمین تمھارے حق مین عذاب الٰہی ہو تو ایسی حالت مین - اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ کیا غیر خدا کو پکاروگے ف یعنی جن کو شریک بناتے ہو ان مین سے کسی کو پکاروگے ہرگز نہین پکاروگے - اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - اگر تم سچے ہو ف اس بات مین کہ بت تم کو نفع پہونچاوینگے تو کیون اسوقت نہین پکاروگے - حاصل معنی یہ کہ تم بتون کو اپنے حق مین نفع پہونچانے والا اور ضرر دور کرنیوالا کہتے ہو تو مین تم سے پوچھتا ہون کہ بھلا بتاؤ اگر تم پر دنیا مین عذاب الٰہی آجاوے یا قیامت ہی قائم ہوجاوے جسمین ایسا عذاب ہی تم مان لو تو ایسی حالت مین بتون کو پکاروگے اور اس بلا کے دور ہونے کیلئے بتون کی طرف التجا لاؤگے اگر سچے ہو تو بتلاؤگے کہ نہین تو - پھر آگے مصرح کردیا بَلْ اِيَّاهُ نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کو تَدْعُوْنَ - پکاروگے سختیون مین فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ - پس دور کردیگا تم سے ضرر وغیرہ اِنْ شَآءَ اگر دور کرنا

کرنا چاہیئے ف یعنی وہ ہر حال میں ہر بات پر قادر ہے لیکن بعض صورتوں میں خلاف اسکے مشیت و حکمت کے دفع ضرر ہوتا ہے مثلاً ایک شخص
موذی ہے کہ لوگوں کو سخت دکھ پہونچاتا ہے ڈاکا ڈالتا ہے جانیں تباہ کرتا ہے لوگوں کے بال بچے و مال تلف کرتا ہے تو مصیبت کیوقت
عذاب میں اسکا تباہ ہونا بہتر ہے تاکہ بہت لوگ امن میں رہیں اور مشرکوں کا فعل اس سے زیادہ سخت ہے۔ لہذا یہاں شرط لگادی کہ اسوقت
اللہ تعالیٰ ہی سے دعا مانگوگے اور وہ سب بات پر قادر ہے تمہاری مصیبت کو ہٹادے بشرطیکہ چاہے۔ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ اور
اس حال میں وہ سب بھول جاؤگے جن کو شریک لاتے ہو ف کسی کو نہ پکاروگے تم کو خود یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی چاہیگا تو یہ عذاب دور ہوگا
پھر بھلا غیر کو حالت امن میں کیوں شریک بناتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہر حال میں کیوں التجا نہیں کرتے ہو۔ اور اس آیت میں کھلا بیان
حق ہے اور آگے آنحضرت صلعم کو خطاب فرماکر سنت الٰہی کا بیان فرمایا۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ من زائدہ ہے اور مفعول ارسلنا
محذوف ہے بسبب ظہور کے یعنی ارسلنا رسلاً۔ البتہ ہم نے بھیجے بہت رسول تجھ سے پہلے زمانہ میں اگلی اُمتوں کی طرف ف پس نتیجہ یہ ہوا کہ
ان لوگوں نے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ پس ہم نے ان کو نہایت محتاجی و قحط میں گرفتار کیا۔ وَالضَّرَّآءِ
اور مرضوں یا عام مضرت میں ف مانند جانیں تلف ہونے و مال جانے اور وبا پھیلنے وغیرہ میں پکڑا اور یہ ان کو تنبیہ تھی۔ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ
کہ اب بھی گڑگڑاویں ف ایمان لاویں کیونکہ مجبوری کے وقت نفس کی سرکشی فرو ہوجاتی ہے ولیکن ان بدبختوں کو اثر نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا کیوں وہ نہیں گڑگڑاتے جبکہ ان پر ہمارا باس یعنی چھوٹے عذاب میں پکڑا جانا پہونچا تھا ف یعنی
باوجود اس مقتضی موجود ہونے کے کیوں ایسا نہ کیا اگر نیک بخت ہوتے تو ضرور تضرع کرتے۔ وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ولیکن ان کے دل تو
قاسی اور سخت ہوگئے ف اور ایمان کے لئے نرم نہ ہوئے۔ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور شیطان نے ان گناہوں کو
ان کی آنکھ میں مزین کر دکھلایا جو کیا کرتے تھے ف پس انہیں پر اڑے رہے اور نہ چھوڑا اور رسول کا کہنا نہ مانا۔ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ
لے فلما ترکوا ما وعظوا وخوفوا بہ من البأساء والضراء فلم یتعظوا یعنی پھر جب ترک کیا اور بے پروائی سے پیٹھ پیچھے ڈالدیا اسکو جس سے انکو نصیحت
وخوف دلائے گئے تھے یعنی باساء و ضراء کو پس اس سے نصیحت حاصل نہ کی۔ حاصل آنکہ جب یہ گرفت ان کو سودمند نہ ہوئی اور نہ مانے تو
عجیب پیچ سے عذاب میں ڈالے گئے وہ یوں کہ۔ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ۔ اکثر قاریوں کے نزدیک فتحنا از فتح ہے اور ابو عامر رح کی
قراۃ میں تشدید فتّحنا سے از باب تفتیح ہے اور معنی میں بھی تخفیف و تکثیر کا فرق ہے کہ اول کے معنی ہم نے کشادہ کردئیے اور دوم قراۃ پر معنی
یہ کہ پھر ہم نے خوب فراخی کیساتھ کھول دیئے ان لوگوں پر دروازے ہر چیز کے ف یعنی ہر طرح کی نعمت ہم نے ان پر خوب فراخ کردی اور
یہ درحقیقت ان کے حق میں استدراج تھا کہ خوار کرنے کو ان کی رسی ڈھیلی کردی۔ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا۔ یہاں تک کہ جب اترائے اس
چیز پر جو دیئے گئے ف ہر چند کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت یہ چیزیں ان کو دیں ولیکن وہ جہالت سے اپنے بداعمال و بداعتقاد و بت
وغیرہ شرک سے سمجھے۔ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً تب اچانک ہم نے ان کو عذاب میں گرفتار کرلیا۔ فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۔ پس ناگہاں وہ ہر بھلائی
سے مایوس ہوگئے۔ فَقُطِعَ دَابِرُ اے آخر الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ پس کاٹ دی گئی دابر اے آخر اس قوم کے جس نے ظلم کیا ف یعنی
جڑ سے نیست کر دیئے گئے اور رسول و مومنوں کو نجات و فتح ملی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ علی نصر الرسل وہلاک الکافرین۔ یعنی حمد
ہے اللہ تعالیٰ کے واسطے ف اس بات پر کہ رسولوں کو فتح دی گئی اور کافر ہلاک کئے گئے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوا یعنی اسی
پاک پروردگار عزوجل نے ایسا کردیا۔ قال الوالبی عن ابن عباس رض مبلس بمعنی نا اُمید۔ یعنی ہر بھلائی سے مایوس۔ قال الحسن البصری رح

جس پر اللہ تعالیٰ نے رزق و اموال وغیرہ مین فراخی دی اور وہ اس بات سے ڈرتا نہ رہا کہ شاید یہ مکر قدیم ہو تو اسکی راے کا کچھ اعتبار نہین اور جس پر اللہ تعالیٰ نے تنگی ڈالی اور وہ یون نہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان ہے وہ مجھے دیکھتا ہے کہ یہ بندہ صبر اور ثابت قدمی کرے پس اگر یہ نہین سمجھا تو اسکی راے کا کچھ اعتبار نہین پھر یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم الآیۃ۔ پھر حسن رح نے کہا کہ قسم ہے رب الکعبہ کی کہ مکر مین ڈالی گئی یہ قوم کہ جو چاہتے تھے ان کو دیا گیا پھر پکڑ کر مٹا دیئے گئے۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ **قال المترجم** اسمین حکمت عجیب ہے کہ سختی و مصیبت مین خالق و معبود عز وجل کو نہ یاد کیا اور فراخی مین بھی یاد نہ کیا اور چونکہ مخلوق تھے تو آخرت کا عوض دنیا مین ان کو بھر دیا اور شہوات جن سے دوزخ محفوف ہے انھون نے جلد طے کر لین پس استدراج و کفر مین اور شرک و بداعتقادی مین خوب قدم جما لیا پس میعاد مقدر پر جڑ سے اُکھاڑ پھینکے گئے۔ فافہم۔ **قال قتادہ رح** اس قوم نے امر الٰہی سے تجاوز و سرکشی کی اور اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو عذاب مین گرفتار کیا اسکو اسکی مستی و غرور و اترانے مین پکڑا پس اے لوگون کبھی اللہ تعالیٰ پر مغرور مت ہو اور وہی لوگ حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ کے خوف و عظمت سے مغرور بے پروا ہوتے ہین جو فاسق و کافر ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اسی واسطے اعتقاد مین قرار پایا کہ ایمان درمیان خوف و اُمید کے ہے جو بےخوف ہوا وہ کافر اور جو نا اُمید ہوا وہ کافر اور یہ قطعی دو آیتون سے ثابت اور معروف ہے۔ **قال الزہری رح** قولہ فتحنا علیہم ابواب کل شئی۔ کہا کہ دنیا کی چیزون مین سے ہر چیز جو چاہی وہ آسانی سے دیدی۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسکے گناہون پر دنیا کی نعمتین جو وہ چاہتا ہے دیتا ہے تو یہ استدراج ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیہم ابواب کل شئی الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابن ابی حاتم۔ اور عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حق مین عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو ان کے واسطے بدکاریون کا دروازہ کھول دیتا ہے مع شہوات کے یہان تک کہ جب دیئے ہوئے پر اترائے تو ناگاہ ان کو ماخوذ کر لیتا ہے پس اچانک وہ مایوس ہو جاتے ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم و الامام احمد وغیرہ۔ **ف** عرائس مین کہا کہ قولہ تعالیٰ اغیر اللہ تدعون ان کنتم صادقین بل ایاہ تدعون۔ جاہل مخلوق وقت نزول بلاء کے غیر کی طرف رجوع لاتے ہین اور یہ امتحان ہے پس عار دلایا کہ دعوی معرفت مین اگر سچے ہو تو غیر کی طرف کیون رجوع کرتے ہو اور اس ارادہ و نیت پر مشرک ہوتے ہو حالانکہ تمام مخلوق اس کی عظمت و جلال مین فنا ہے پس پکارنا اسی کی طرف راجع ہوتا ہے اگرچہ جہالت سے جاہل یہ سمجھے کہ اُسنے غیر کو پکارا اور اس سے معاونت پائی ہے۔ اور نیز اسمین توبیخ ہے کہ حالت عیش مین درگاہ خالق سے رجوع کرتے مخلوق کی طرف رجوع لاتے ہین اور سختی و مصیبت مین او تعالیٰ کی طرف دعاؤن کے ہاتھ بڑھاتے ہین مگر عیش مین تو حلاوت یاد الٰہی سے حظوظ نفس کی طرف دوڑے تھے اور مصیبت مین جو پھر آئے تو قرب و مشاہدہ کے واسطے نہین بلکہ ضرر دفع ہونے کے واسطے اور یہی مکار علماء و صوفیہ کا حال ہے بعض نے کہا کہ غیر کے اوپر بھروسا کرتے ہین حالانکہ او تعالیٰ نے مقام صادقین مین رکھا ہے۔ **قال الجریری** نیک بخت بندے تو ابتدا سے اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہر حال مین رجوع رکھتے ہین اور عوام مصیبت کے وقت رجوع لاتے ہین۔ **قال الجنید رح** جو حق تعالیٰ کو یاد کرے و پکارے تو اُسی سے اُسی کے واسطے پکارے بدون اسکے کہ اسمین اسکو کوئی مزہ ہو یا نفس کو اس پکار مین دخل ہو۔ **قال المترجم** یہ قول کمال عرفان سے ہے اور توضیح اسکی سابق مین گذری ہے فتذکر۔ بعض نے کہا کہ غافل از خطاب کا مرجع پس اسی کی درگاہ ہے۔ قولہ فاخذناہم بالبأساء الخ۔ یہ حال مفلس قوم کا ہے کہ حق تعالیٰ نے قہر کے کوڑے سے اپنی محبت سے تو نگر کرنے کو پھیر اور نہ محبت والا ایک دم غافل نہین ہے۔ او تعالیٰ جس قوم کو حفظ مین لیتا ہے ان کو بلاء و محنت مین ڈالکر اپنی ہی طرف لگا لگا کر اتار ملتا ہے کہ غیر کی طرف مشغول نہ ہون۔ اور نیز

جو مرید کہ ذکر کے مزے میں پڑتے ہیں اُن کو مضر تون بلاؤن سے اس مزے سے چھڑا کر پھر خالص تجرید و توحید سے بدون دخل نفس کے اپنی طرف لاتا ہے جبکہ ثابت قدم رہین ابن عطار رح نے کہا کہ سب راہین اُن کی روکی گئین کہ اس کی طرف رجوع لاوین قولہ فلما نسوا ما ذکروا بہ ۔ اس قوم سے بھی نصیحت نکال لینا چاہیے جو بزرگون کے نصائح سے غفلت کرتے ہین حتی کہ بہتون کو ظہور کرامات سے اپنے نفوس کی طرف میلان ہوتا ہے پس ان پر دروازے مفتوح ہوتے ہین اور مخلوق کے نزدیک انکی جگہ ہوتی ہے پس اگر اس طرف جھکے تو خوب رسوخ پیدا کرتے ہین اور آخر مین وہ فضیحت ہوتے اور مکار ظاہر ہو جاتے ہین اور آخر حسرت و ندامت پر مرتے ہین یعنی بعد اسکے درجہ کرامت نہین پاتے ہین کیونکہ اُنھون نے طریقہ ہدایت و توحید اسلام مین خیانت کی پھر نیک بندون سے جو انکی مضرت و ایذا ر اسلام سے دور ہوگئے اور انکے عدم و وجود سے کوئی پرواہ نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے نیک بندون کی طرف سے اور اپنی صمدیت کے اظہار مین الحمد للہ رب العالمین سے حمد و ثنا فرمائی ہے

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ

تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمھارے کان اور آنکھین اور مہر کردے تمھارے دل پر کون

اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝

وہ رب ہے اللہ کے سوائے جو تم کو یہ لا دیوے دیکھ ہم کیسے پھیرتے ہین باتین پھر وہ کنارہ کرتے ہین

قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا

تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا بیخبر یا روبرو کوئی ہلاک ہوگا مگر

الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۝

وہی لوگ جو گنہگار ہین اور ہم جو رسول بھیجتے ہین نہین مگر خوشی اور ڈر سنانے کو

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝

پھر جو کوئی یقین لایا اور سنوار پکڑی تو نہ ڈر ہے اُن پر نہ وہ غم کھاوین

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

اور جنھون نے جھٹلائی ہماری آیتین اُن کو ملیگا عذاب اُسپر کہ بے حکمی کرتے تھے ۔

قُلْ ۔ اہل مکہ سے کہدے ۔ اَرَءَيْتُمْ اخبرونی بھلا جانتے ہو تم مجھے بتاؤ ۔ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ اگر اللہ تعالیٰ تمھاری سنوائی لے لے ف یعنی بہرا کردے یعنی جو قوت کان مین رکھی ہے اسکو گرفتہ کرلے یا خود کان ناپید کردے وَاَبْصَارَكُمْ اور تمھاری بینائی لے لے وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ تمھارے دلون پر مہر کردے ف کہ کچھ تمیز کسی چیز مین نہ رہے ۔ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ تو بھلا اللہ تعالیٰ کے سوائے وہ کون الٰہ ہے کہ تم کو یہ چیزین لادے ف یعنی جو تم سے اللہ تعالیٰ نے چھین لین یعنی تمھارے زعم کے موافق وہ معبود کون ہے جو اسکو لاوے یعنی تم کو پھر دیدے اور یہ شکریہ محسوسات کی نعمت کا مع تنبیہ ہے کہ بہتیرے تم مین سے بہرے اندھے پاگل ہین حالانکہ کسی بت سے نہ ہوا کہ وہ تندرست ہو جاتے اور یہ تقدیر خلقت الٰہی عز و جل ہے پس اگر تم لوگ جو تندرست ہو تم پر یہ بلا طاری ہو تو بھلا کون ہے جو اسکو پھیر لادے پس معبود خالق عز و جل کا شکریہ ادا کرو اور اسی کی توحید کرو ۔ پھر آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر جو ایمان لایا کو تعجب دلایا اور جن کی نظر مین وحدانیت نہایت روشن نظر آتی ہے اُن کو یقین دلایا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے چنانچہ فرمایا ۔

انظر کیف نصرف الاٰیٰت یعنی دیکھ کہ کیونکر ہم بیان کرتے ہین آیات اپنی وحدانیت کی ف بعض نے کہا کہ نصرف یعنی طرح طرح سے اپنی وحدانیت کی دلیلین اُن کو دیتے ہین۔ ثم ھم یصدفون پھر وے ان دلالات سے اعراض کرتے ف کہ ایمان نہین لاتے ہین قل ارءیتکم اے محمد ان مشرکون سے کہدے کہ بھلا مجھے بتا دو کہ ان اتٰکم عذاب اللہ بغتۃ او جھرۃ۔ لیلا او نہارا۔ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آجاوے دن مین یا رات مین تو بھلا اس عذاب مین کون تباہ ہوگا ف بغتہ یعنی اچانک سے مراد رات کو سوتے ہین اور جہرۃ سے مراد دن کو جاگتے ہین۔ بقرینہ قولہ تعالیٰ بیاتا او نہارا ماذا یستعجل الآیۃ۔ اور یہی حسن بصری رح نے کہا اور بیضاوی مین ہے کہ بغتہ یعنی اچانک بدون پہلے کچھ ایسے آثار ظاہر ہونیکے جو عذاب آنے پر دلالت کرین اور جہرہ بعد ظہور مقدمات عذاب کے بالجملہ اگر اس طرح تم پر عذاب آجاوے تو بتاؤ کون مرے۔ ھل یھلک الا القوم الظٰلمون یعنی اگر اس طرح عذاب آوے تو بھلا کوئی ہلاک ہوگا سوائے ان لوگون کے جو ظالم یعنی کافر و مشرک ہین ف کلام نہایت بلاغت کے اسلوب پر ہے کہ انھین سے اس امر کی خبر مانگی یعنی مستقر کیا کہ تم جانتے ہو کیونکہ نہایت اظہر و کھلی بات ہے اور حدیث مین آیا کہ جو لوگ باوجود قدرت کے بھلی باتون کی نصیحت اور بری باتون سے منع نہ کرینگے تو امید نہین کہ بدکارون کے ساتھ منع نہ کرنیوالون کو بھی عموما اللہ تعالیٰ عذاب مین پکڑے تو انہین منع نہ کرنے والون کی بھی خطا و گناہ ہے لیکن دیگر احادیث مین ثابت ہے کہ بعض عذاب آنے پر نیک و بد سب ہلاک ہوجاتے ہین اور قیامت مین اپنی اپنی نیت پر اُٹھائے جاوینگے تو مراد اس سے یہ ہے کہ وہ وقت اُن نیکوکارون کے حق مین باعث فتنہ و مصیبت تھا پس اُنکا ہلاک ہونا اُن کے حق مین رحمت ہے اور بدکارون پر عذاب ہے اور یہ بعض روایات مین خود مصرح ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا پس اگر ظالمون سے ہر وہ شخص مراد ہو جس نے خلاف حکم الٰہی ایسا کام کیا جس پر عذاب آیا تو ہلاک سے مراد عذاب کے طور کی ہلاکت ہے یعنی عذاب کی موت وہی مرینگے جو ظالم ہین پھر آنحضرت صلعم کی تسلی اور کافرون کا زعم توڑنے والا کلام فرمایا۔ وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین۔ اور ہم تو بھیجتے نہین رسولون کو مگر خوشی سنانے و ڈر سنانے والے ف یعنی ایمان لانے والے کو جنت و رضائے الٰہی کی خوشخبری سنانے والے جسکو اہل ایمان بعد نور حاصل ہونے کے خوب سمجھ جاتے ہین اور کفر کرنے والون کو دوزخ سے انذار کرنے والے کہ آخر بعد موت کے بلکہ موت کی حالت مین کافر خوب جان لیتے ہین اگرچہ اسوقت کچھ فائدہ نہ ہو۔ پس نیک بخت وہی ہین جو اس بشارت و ڈراوے پر سمجھ جاوین غرضکہ رسول کا کام تو یہی ہے کہ خوشخبری دیدے مطیع کو اور خوف سناوے کافر کو فمن اٰمن پھر جو ایمان لے آیا واصلح اور صلاح کی ف اور اپنے ظاہر و باطن افعال و اخلاق کی صلاح کی موافق شریعت پاکیزہ کے جو کمال عدل و حکمت ہے۔ فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ تو پھر اُن کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کچھ غم ہے ف بعد موت کے دائمی رحمت ہے۔ والذین کذبوا باٰیٰتنا اور جنھون نے ہماری آیات کو جھٹلایا ف اور یہ نہایت ہی بھاری جرم ہے پس۔ یمسھم العذاب بما کانوا یفسقون۔ اُن کو عذاب جا لگے گا بسبب ان کے فسق اور حد سے بڑھ چلنے کے۔ قال ابن زید یعنی بسبب جھٹلانے و کفر کرنے کے۔ بالجملہ رسول اسواسطے نہین ہوتے ہین کہ حق بات ظاہر ہونے پر وہ بات تو نہ مانو اور اُن سے جہالت سے آیتین مانگو بلکہ خود ہم ازلی عہد پر حضرت خالق عز و جل کی بندگی فرض ہے لیکن بھول گئے تو حضرت پروردگار تعالیٰ کا احسان ہے کہ رسول بھیجدئے اور آداب بندگی و عبادت کے طریقہ سب سکھلا دئے یہ احسان بہت بڑا ہے عجب ہے کہ کھلی نصیحتین و تنبیہ ہو اور پھر منہ موڑے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ عز و جل پاک بے پرواہ ہے مانو ورنہ اپنے آپ کو خوار کرو ف فی العرائس شیخ ترمذی یعنی حکیم نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے سمع کو فہم خطاب سے گرفتہ کر لیا اور بینائیون کو صنائع قدرت سے عبرت

حاصل کرنے سے گرفتہ کیا اور دلون سے معرفت نیست کردی تو بھلا کوئی شخص ہے کہ ان ابواب مین سے کوئی دروازہ کھولدے سوائے
اسی پاک پروردگار ذوالجلال والاکرام کے۔ کلا ہرگز کوئی نہین ہے بلکہ وہی پاک تعالیٰ فضل سے ابتدا مین نعمت دیتا ہے اور وہی انتہا مین
فضل سے اسکو تمام کردیتا ہے۔ قولہ فمن آمن واصلح الآیۃ یعنی اتباع رسول اللہ صلعم سے یقین و طاعت کیساتھ ہر دم اپنے قلب کو
درگاہ الٰہی مین پاکیزہ از خطرات نفسانی وغیرہ رکھکر حاضر رکھا اور اسی کی طرف سے قبول و ہدایت پر نظر رکھی اور اس کی یاد و تعریف
سے دل کو آباد کیا اور نفس و شیطان کے ہواجس و خطرات سے برباد نہ کیا تو اسکو مرتبہ احسان کا فضل الٰہی حاصل ہونے کے بعد پھر
محجوب و منقطع ہونے کا ڈر و غم بعد نعمت عزیز یعنی موت کے کچھ نہین ہوگا۔ اور بعض مشائخ نے اسی کو مختصر خلاصہ کرکے بیان کیا کہ
جس نے ظاہر کو امور شرع کی پابندی سے صلاحیت پر رکھا اور باطن کو سنن نبوی صلعم اور باطنی سے احکام سے خالص کیا اُن کو کچھ خوف
وملال نہین ہوگا نہ خوف انقطاع بعد موت کے اور نہ ملال حجاب۔ فافہم۔ قال المترجم پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون کے مکابرات وبیہودہ
خواہشون کا دروازہ بند کردیا کہ اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یون کہدے۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ
تو کہہ مین نہین کہتا تم سے کہ مجھ پاس ہین خزانے اللہ کے نہ مین جانون غیب کی بات اور نہ مین کہون تم سے کہ مین
ع ۱۱ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ۝
فرشتہ ہون اُسی پر چلتا ہون جو مجھکو حکم آتا ہے تو کہہ کب برابر ہوسکے اندھا اور دیکھتا کیا تم دھیان نہین کرتے
وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ
اور خبردار کردے اس قرآن سے جن کو ڈر ہے کہ جمع ہونگے اپنے رب کے پاس اُن کا کوئی نہین اس کے سوائے
وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ
حمایتی نہ سفارش والا شاید وہ بچتے رہین اور نہ ہانک اُن کو جو پکارتے ہین اپنے رب کو
بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
صبح اور شام چاہتے ہین اُس کا منہ تجھ پر نہین اُن کے حساب مین سے کچھ
وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
اور نہ تیرے حساب مین سے اُن پر ہے کچھ کہ تو اُن کو ہانک دے پھر ہووے بے انصافون مین سے
وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ
اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کو ایک سے کہ کہین کیا یہی لوگ ہین جن پر اللہ نے فضل کیا ہم
بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝ وَاِذَا جَاۗءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
سب مین کیا اللہ کو معلوم نہین ہے حق ماننے والے اور جب آوین تیرے پاس ہماری
بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ
آیتین ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہربانی کہ جو کوئی

ع ۵ ۱۴

عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کرے تم مین برائی نادانی سے پھر اس کے بعد توبہ کی اور سنوار پکڑی تو یون ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝

اور اسی طرح ہم بیان کرتے ہین آیتین اور کھل جاوے راہ گنہگارون کی

ماوردی رح وغیرہ نے ذکر کیا کہ جب مشرکین قریش نے ہٹ کرنی شروع کی سرکشی سے کہ ایسی آیتین مانگین جو خواہ مخواہ ان کو ایمان لانے پر مجبور کرین حتی کہ اسکے بعد ایمان بالغیب کے معنی بھی گویا باقی نہ رہین تو اللہ عز وجل نے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ صاف صاف سچی بات ان سے کہدے کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزائن نہین کہ جو کچھ مین چاہون اسکو لے آؤن چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ۔ مین تم سے یہ نہین کہتا ہون کہ میرے پاس اللہ تعالی کے خزانے ہین ف۔ یعنی اللہ تعالی کے وہ خزائن جن سے رزق دیتا ہے۔ خزائن جمع خزانہ بکسر اول وہ جگہ جسمین کوئی چیز محفوظ ہو کہ غیر کا ہاتھ نہ پہونچے اور یہان استعارہ ہے خزائن قدرت سے جسمین ہر چیز موجود ہے یعنی آنکہ مقدور تحت قدرت ہے اور مفسر رح نے جو خزائن رزق مراد لئے تو مجھے اسکی وجہ ظاہر نہین ہوئی اور جو مین نے ذکر کیا وہ اظہر ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ فرمایا کہ مشرکین سے کہدے کہ میرے پاس خزائن الٰہی نہین۔ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ۔ اور نہ مین غیب جانتا ہون ف۔ ماغاب عنی ولم یوح الی یعنی غیب مصدر سے مراد آنکہ جو مجھ سے غائب ہے اور مجھ پر وحی سے ظاہر نہین کیا گیا اور اجماع ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ علی الاطلاق سوائے حق تعالی جل جلالہ کے کوئی نہین اور جبکہ آنحضرت صلعم سے تصریح آئی تو پھر اور کون ہے کہ عالم الغیب ہوگا اور بہت حدیثون سے یہ مضمون ثابت ہے اور حدیث صحیحین وغیرہ سوال جبرئیل بصورت آدمی از اسلام و ایمان و احسان وغیرہ مین مصرح ہے کہ قیامت کے آنیکے وقت کو جاننے سے آپنے انکار کیا اور عوام مین جو مشہور ہو رہا ہے کہ تیرہ صدی یا چودہ صدی مین ہوگی تو یہ غلط اور محض بہتان ہے اور کہین شرع مین کسی حدیث و آیت مین اسکا ذکر ہی نہین ہے لہذا مسلمان اس سے پرہیز کرین اور یہی یقین کرین کہ اللہ تعالی دانا تر ہے کہ کب ہوگی ہان اسکے علامات بہت حدیثون مین آئے ہین چنانچہ اس زمانہ مین ان علامات مین سے بہت سے ظاہر ہو چکے حتی کہ گمان کیا جاتا ہے کہ صرف ایک چوتھائی علامات یا اس سے کم ظاہر ہونے کو باقی ہین اور آثار ایسے موجود ہین کہ جن سے گمان ہوتا ہے کہ وہ بھی جلد ظاہر ہو جاوین در تحقیقی علم فقط اللہ عز وجل کو ہے اور سوائے اسکے اور کوئی علی الاطلاق عالم الغیب نہین ہے اور اللہ تعالی کو جو عالم الغیب کہتے ہین حالانکہ کوئی چیز بھی اللہ تعالی سے غائب نہین تاکہ وہ اُسکا عالم کہلاوے تو معنی اسکے یہ ہین کہ مخلوقات سے جو چیزین غائب ہین ان سب کو وہی جانتا ہے اور تفصیل یہ ہے کہ علم مخلوقات کا باہم مختلف ہے کوئی زیادہ جانتا ہے کوئی کم جانتا ہے حتی کہ جبرئیل کو جنت و دوزخ کا آنکھون دیکھا ہوا علم ہے حالانکہ ہم اسپر ایمان بالغیب رکھتے ہین اور آنحضرت صلعم نے بھی دوزخ و بہشت اور جبرئیل سے بھی زیادہ دیکھ لیا تو دوزخ و بہشت وغیرہ جن کو آپنے دیکھ لیا اسپر آپکا ایمان بالغیب نہین رہا بلکہ مشاہدہ ہو چکا لہذا اگر کسی ولی کو مشاہدہ سے کسی ایسی بات کا علم محض فضل الٰہی سے حاصل ہوا جو ہم کو نہین حاصل ہے تو وہ اس سے غیب دان نہین ہو گیا جیسے عوام کا حال ہے کہ اگر کسی ولی نے کرامت سے کوئی ایسی بات بتلادی جو عوام کی نظر سے مخفی ہے تو اسکو غیب دان کہنے لگے حالانکہ ولی مذکور اسی قدر جان سکتا ہے جو اللہ تعالی اسکو اپنے کرم سے کشف فرماوے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر بزرگ کو یہ معلوم نہین ہوا کہ یوسف علیہ السلام اسی شہر کنعان کے باہر ایک کنوین مین پڑے ہین کیونکہ اللہ تعالی نے یہ علم نہ دیا اور کشف نہ فرمایا اور پھر جب مدت دراز کے بعد وہ مصر کے حاکم ہوئے اور منظور ہوا کہ اب یعقوب علیہ السلام

کو دیدار نصیب ہوا اور یوسف علیہ السلام نے اپنا لباس دیا کہ اس کو باپ کی آنکھوں پر جا کر ڈالو اُن کی آنکھیں روشن ہو جاوینگی تو سیکڑوں کوس کے
فاصلہ سے اس پیراہن کی خوشبو ناک میں پہونچ گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نسیم رحمت سے خبردار کر دیا اسمیں سعدی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا
ہے ؎ کسے پرسید زان گم کردہ فرزند ٭ کہ اے روشن گہر پیر خردمند ٭ ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی ٭ چرا در چاہ کنعانش ندیدی ٭ بگفت
احوال ما برق جہان ست ٭ دمی پیدا و دیگر دم نہان ست ٭ مترجم کو یہ گفتگو تو برادران اسلام کے سمجھانے کو لانی پڑی کہ لوگوں
نے افراط و تفریط کرنی شروع کر دی ہے اور بدتر جہالت یہ ہے کہ بعضے جوگی اور گوشائیں اور رندے فقیروں سے جن کو نماز روزہ کیسا ایمان
سے بھی نصیب نہیں ہے اُن سے کوئی ایسی بات سنی یا دیکھی جو ان کو عجیب معلوم ہوئی اور کوئی غائب بات کی خبر دیدی تو اسی کو کامل اور
غیب دان جاننے لگے اور یہ نہایت بُری بات ہے کہ اس سے اپنا ایمان کھویا اور شرک کیا اور جو غضب الٰہی اس رندے جوگی میں ہے
وہی اُس کے دل پر بھی پیدا ہوگا بسبب اسکے کہ یہ اسکا معتقد ہے اور یہ یاد رہے کہ ہرگز کچھ بھی نفع نہ ہوگا سوائے اسکے کہ ایمان برباد ہو
اور خاتمہ بخیر نہ ہو لیکن اتنی بات مترجم کو بیان کرنی ضرور ہے کہ اصل میں یہ کیا بات ہے جس سے یہ جاہل لوگ معتقد ہو کر اپنے کو خراب کرتے ہیں تو واضح
رہے کہ شیطان کا حال حدیث صحیح سے یوں ثابت ہوا کہ وہ ملائکہ کے آپس کی باتوں سے بعضی بات چوری سے سن بھاگتا ہے اور وہ
بات درحقیقت سچی ہوتی ہے پس وہ جوگی یا گوشائیں یا رندے فقیر یا رمال وغیرہ کو وہ بات القا کرتا ہے اور یہ لوگ اپنے معتقد کو بتلا دیتے
ہیں کہ ایسا ہوگا پھر جہاں وہ بات سچ واقع ہوئی اور عوام جاہل پس اسکو غیب دان اور کامل سمجھنے لگے اور بعضی بات سچی تو وہی ہوتی ہے
جو سن بھاگا اور سیکڑا اوپر باتیں جھوٹی اٹکل کی ہوتی ہیں اسمیں کوئی سچی پڑ جاتی ہے اور کوئی جھوٹی پھر واضح ہو کہ اسرار بزرگان صوفیہ
سے یہاں ایک بھید بضرورت ظاہر کرنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے جسم کو جو لوگ صاف کرتے ہیں خواہ وہ حق طور پر یعنی
شرع شریف کے طور پر ہو یا باطل طور پر مانند جوگ وغیرہ ہو بہرحال جب جسم کثیف اس ریاضت سے ہلکا و لطیف ہو جاتا ہے تو روح حیوانی
جو اس جسم کے متعلق ہے وہ کھل جاتی ہے اور بسا اوقات اسکی روشنی سے بہت دور دور ملکوں کی کیفیت صاف صاف نظر آتی ہے اور یہ
کچھ ایمان و کرامت و کمال نہیں ہے بلکہ ایک عمل ہے حتیٰ کہ انگریزوں میں مسمریزم کا عمل مشہور ہے پس اسی عمل سے یہ لوگ دور کی باتیں اور
لوگوں کی نظر سے پوشیدہ باتیں بتا دیتے ہیں لیکن عوام کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دے کہ یہ جانوروں کی طرح اسکو کمال و کرامت مانکر
معتقد ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ فقط استدراج ہے جسکو ایمان و بزرگی اور کمال سے کچھ بھی نصیب نہیں ہے بلکہ بزرگان دین اسکو بہت بُرا جانتے
ہیں کیونکہ یہ جسم کے متعلق ہے اور روح قدسی کے مخالف ہے اور جلد اس منزل سے جو نہایت ادنیٰ منزل مقام لاہوت کی منزلوں میں سے ہے گذر جاتے
ہیں تا کہ ناسوت کی طرف توجہ نہ ہو جاوے اور سوائے حق تعالیٰ کے دنیاوی خیال میں نہ پڑ جاویں اور یہ بات شیخ ثناء اللہ قدس سرہٗ پانی پتی
نے رسالہ تصوف میں اور دیگر بزرگوں نے مصرح بیان کر دی ہے اور امام غزالی علیہ الرحمہ نے ہوا میں اُڑنا و پانی پر چلنا وغیرہ بہت سی حکایات ان
گمراہ استدراج والوں کی نقل کر دی ہیں تا کہ عوام جاہل متنبہ ہو کر اپنا ایمان برباد نہ کریں اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے اور اُسی کی
ہدایت کے بغیر کچھ ہدایت نہیں اور اسکی توحید نہ ہو تو کچھ ایمان نہیں ہے۔ اب تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے پس مفسر رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ
جزائے خیر دے کہ قولہ تعالیٰ لا اعلم الغیب۔ کی اچھی تفسیر بیان کی کہ مراد یہ کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ عز و جل نے اپنے بندہ رسول محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو حکم دیا کہ سچی بات صاف کہدے کہ میں غیب کو نہیں جانتا یعنی جہانتک مجھے مشاہدہ ہے وہ تو معلوم ہے مگر جو مجھ سے غائب ہے اگر
وحی الٰہی سے بتلایا گیا تو میں جانتا ہوں اگرچہ آسمانوں و زمین کا انکشاف ہو اور اگر وہ وحی سے مجھے بتلایا نہیں گیا تو وہ میں نہیں جانتا ہوں

اور سنن دارمی و مسند احمد و سنن ترمذی وغیرہ کی اس حدیث میں جس میں آنحضرت صلعم نے حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ہے مذکور ہے کہ نعلمت مافی السموات و مافی الارض یعنی پھر جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے سب مجھے انکشاف ہو کر معلوم ہو گیا اور پڑھی آنحضرت صلعم نے آیت وکذالک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیۃ ۔ اور ابن الجوزی نے اس حدیث کے طرق کو علل میں نقل کیا اور بعد کلام طویل کے مسند احمد رح سے روایت نقل کر کے کہا کہ اسکی اسناد حسن ہے اور ترمذی نے بھی اس حدیث کی تحسین کی اور بعض نسخ میں حسن صحیح لکھا ہے اور پوری حدیث مع بیان معنی کے اوپر مکرر گذر چکی ہے اور بعد اس توضیح کے اہل افراط و تفریط و جہالت و گمراہی اپنی حرکتوں سے باز رہیں اور راہ راست سے تجاوز نہ کریں واللہ الموفق ۔ حاصل تفسیر یہ کہ کہدے اے محمد مشرکوں سے کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس خزائن الٰہی ہیں تاکہ جو کچھ تم مانگو وہ میں تمہیں دیدوں حالانکہ جو کوئی دنیا کے لئے ایمان لایا وہ خود خوار ہے اور میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ میرے علم سے یا مشاہدہ سے غائب ہے اور مجھے وحی بھی اس کی بابت نہیں کی گئی اس کو میں جانتا ہوں ولا اقول لکم انی ملک ۔ اور یہ بھی میں تم سے نہیں کہتا کہ میں فرشتوں میں سے کوئی فرشتہ ہوں ف ۔ جیسے تم کہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اگر رسول بھیجے تو فرشتہ بھیجے یا فرشتہ کی طرح میں مجبور مطیع ہوں اور عالم کی خدمت پر مامور ہوں کہ آسمانوں کو چڑھتا اترتا ہوں ۔ ان اتبع الا ما یوحی الیّ ۔ تم کو میں نہیں آگاہ کرتا مگر اسی بات سے جو بذریعہ وحی کے مجھ پر نازل کی گئی ف ۔ یعنی میں تو فقط تم کو وحی سے آگاہ کرنے والا ہوں کذا فی المدارک ۔ بالجملہ اگر ان امور مذکورہ کے متعلق باتیں میں نکالوں مثلاً کوہ صفا کو سونے کا نہ کروں یا مکہ کو چوڑا نہ کر دوں یا اس میں نہریں چشمے نہ جاری کروں یا آسمان کو نہ چڑھ جاؤں اور کتاب لکھی لکھائی نہ لاؤں جیسا کہ تم مانگتے ہو تو اس سے تم میرے رسول ہونے کی سچائی میں کیوں فرق سمجھتے ہو کیونکہ ان باتوں کو عدم صحت رسالت سے کیا تعلق ہے اسلئے کہ رسالت تو اسی قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک برگزیدہ خالص بندے کو تعلیم کر کے اسپر وحی بھیجی اور اس کو اس استعداد سے سرفراز کیا اس نے وحی لیکر بندوں کو پہونچادی اور اسی کے موافق عمل کیا ۔ واضح ہو کہ یہاں سے جو بعض لوگوں نے یہ نکالا کہ انبیاء علیہم السلام سے فرشتے افضل ہیں تو یہ محض بے بنیاد بات ہے اس آیت سے یہ کچھ بھی نہیں نکلتا ہے بلکہ آنحضرت صلعم کو یہ حکم دیا کہ کہدے کہ میں فرشتہ نہیں ہوں اس سے یہ مطلب نہیں کہ میں ایسا بزرگ نہیں ہوں جیسے فرشتہ ہوتا ہے بلکہ مطلب تو صرف اسقدر ہے کہ اے مشرکو تم جو مجھ سے آسمان پر چڑھ جانے وغیرہ کے مانند کام کرنے کو کہتے ہو جن کاموں کے کرنے کی استعداد فرشتوں میں رکھی گئی ہے تو میں فرشتہ نہیں جو ایسے کام کروں پس اس میں ملائکہ کے افضل ہونے کی کچھ بھی دلیل نہیں ہے ورنہ لازم آوے کہ جن جو طرح طرح کی صورت بنجاتے ہیں اور پھر ہوا کے مانند نظر نہیں آتے یہ تو آدمی سے افضل ہو جاویں جو ایسا نہیں کر سکتا ہے فافہم ۔ اور مترجم نے پارۂ اول میں فی الجملہ بیان کر دیا ہے اور زیادہ اسکی حاجت نہیں کہ یہ تمام بحث بیان کرے کہ درواقع انبیاء افضل ہیں ملائکہ سے کیونکہ دین میں اسکا کوئی فائدہ متعلق نہیں ہے پس اس بحث میں پڑنا بیفائدہ ہے ۔ قل ہل یستوی الاعمٰی ۔ اندھا یعنی کافر جو دل کا اندھا ہے ۔ والبصیر یعنی مومن ۔ اور یہ استفہام انکاری ہے یعنی کہدے کہ بھلا کہیں اندھا اور بینا برابر ہوتے ہیں دونوں یکساں نہیں ۔ افلا تتفکرون کیا تم اس میں فکر و غور نہیں کرتے تاکہ سمجھکر تم بھی مومن ہو جاؤ ۔ پھر آنحضرت صلعم کو حکم دیا کہ وانذر بہ ڈرسناوے اس قرآن سے ۔ ف ۔ اور انذار ایسے آگاہ کرنے کو کہتے ہیں جسکے ساتھ ڈرانا بھی ہووے ۔ الذین یخافون ان یحشروا الیٰ ربہم ۔ ان لوگوں کو جو خوف کرتے ہیں کہ محشور کئے جاویں اپنے پروردگار کی طرف ایسے حال میں کہ لیس لہم من دونہ ۔ نہیں ہے ان کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے ۔ ولیّ ولا شفیع ۔ کوئی ولی جو ان کی یاری کرے اور نہ سفارشی کہ ان کی شفاعت کرے ۔ لعلہم یتقون ۔ تاکہ تقویٰ کریں ف ۔ یعنی اس ڈرسنانے سے ان کے

حق مین امید کر کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تقوی کرین بایین طور کہ جس حال معاصی مین ہین ان گناہون سے الگ ہوجاوین اور فرمانبرداری کرنے لگین مفسر رح نے لکھا کہ الذین مذکور سے مراد ایسے مومن ہین جو گنہگار ہون حاصل آنکہ ابتدائی حالت مین بسبب اسکے کہ خیالات و افعال زمانۂ جاہلیت سے نفوس کو مشق ہوگئی تھی تو دل مین ایمان آجانیکے باوجود نفس اپنی جاہلیت کی باتون کی طرف کبھی کبھی پھسل جاتا مثلاً غریب مفلس مسلمانون سے پرہیز کرنا اور اُن کو حقیر جاننا وغیرہ امور جو خلاف تقوی ہین پس ان کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان باتون سے تقوی کرین اور اس صورت مین یخافون کے معنی یہ ہین کہ حشر کا یقین کرکے خوفناک ہین پس انذار کا حکم آنحضرت صلعم کو اگرچہ عموماً ہے لیکن ان لوگون کی تخصیص فقط اسی وجہ سے کہ انذار ان کو نافع ہے بخلاف ان لوگون کے جو حشر کے منکر و کافر ہین کہ اُن کو واقعات حشر سے کچھ خوف نہ ہوگا اور بعض نے کہا کہ علی ہذا انذار مین بعضے وہ مشرک بھی داخل ہون گے جو حشر و قیامت پر ایمان رکھتے ہین اگرچہ اسلام و توحید پر کامل ایمان نہین لائے ہین اور ظاہر یہ ہے کہ اعلام عام ہے یعنی آپکا انذار ان لوگون کے واسطے نافع ہے جو ازلی فہم سے سرفراز ہوئے ہین کہ وہ سمجھ جاوینگے جیسے کہتے ہین کہ تم ان کو یہ نصیحت کرو جو نیکبخت اپنا انجام دیکھنے والے ہین۔ قال فی المدارک جب غیر متقین کو انذار کرنے کا حکم دیا گیا تاکہ وہ متقی ہوجاوین تو پھر متقیون کے نزدیک کرنے کا حکم دیا گیا اور منع فرمایا کہ ان کو طرد یعنی نزدیکی سے دور نہ کیا جائے بقولہ۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ دعا بمعنی مطلق عبادت اور بعض نے کہا کہ جماعت کی نماز پر محافظت۔ قال ابن عباس رض مجاہد و حسن و قتادہ نماز فریضہ۔ اور نیز مجاہد رح سے ہے کہ مراد نماز صبح اور عصر ہے شاید بقرینہ قولہ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ۔ کیونکہ غداۃ طلوع فجر سے ہے اور عشی تیسرے پہر سے۔ سفیان رح سے مروی ہے کہ الذین سے مراد اہل فقہ یعنی ایمانی سمجھدار ہین اور اقرب آنکہ دوام ذکر و یاد الٰہی کو شامل ہے باوجود اُن کے ضعف و محتاجی کے محض اتقاء و اخلاص سے حاصل معنی یہ کہ مت ہانکیو ان بندون کو جو اپنے رب عزوجل کی یاد کرتے ہین صبح و شام۔ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ اُسی کے وجہ پاک کو چاہتے ہین ف۔ یعنی اس عبادت و دعا سے مراد ان کی خالص وجہ اللہ تعالیٰ ہے یعنی خالص اُسی کے واسطے بندگی بجا لاتے ہین اور تمام مراد اُن کی رضاء الٰہی ہے اور دنیا اور اسکے متاع کی پرواہ نہین رکھتے ہین۔ اور حاصل آنکہ جو لوگ ان صفات سے موصوف ہین ان کو اپنے پاس سے دور مت کر بلکہ اپنا خالص ساتھی و ہمنشین بنالے بمانند قولہ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی یریدون وجہہ ولا تعد عیناک عنہم ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطا۔ یعنی روک رکھ اپنے نفس کو ان بندون کیساتھ مین جو پکارتے ہین اپنے پروردگار کو اول وقت و آخر وقت چاہتے ہین اُسی کی پاک ذات کو اور مت تجاوز کرنے دے اپنی آنکھون کو ان بندون سے درحالیکہ تو زینت دنیا کا ارادہ رکھے اور مت پیروی کر ایسے آدمی کی جسکا قلب ہم نے اپنی یاد سے غافل کردیا اور وہ اپنی خواہش نفسانی کے پیچھے لگا ہے اور اسکا کام تفریط ہے۔ قال المفسر رح یہ لوگ مسلمانون مین سے محتاج فقیر تھے اور مشرکون نے ان کے حق مین طعن کیا اور حضرت صلعم سے چاہا تھا کہ اُن کو اپنی مجلس سے دور رکھین تاکہ ہم مشرکین آپکے ساتھ بیٹھین اور حضرت صلعم نے ان مشرکون کے مسلمان ہوجانیکی طمع سے چاہا تھا کہ مشرکون کے آنیکے وقت مین ان کو ہٹا دیا کرین تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا مترجم کہتا ہے کہ آدمی کو ظاہری تدبیر اجمال کے ساتھ بدون تعب و تکلف کے انجام کردینا لازم ہے لہذا حضرت صلعم نے چاہا کہ مشرکین اگر اسی پر اڑے ہین تو ایسا کردیا جاوے لیکن حضرت حق جل جلالہ نے ان محتاج غریبون کو جو مخلص اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ کے لوگ تھے ان خبیث مشرکون کی خاطر کیواسطے یہ آزار ناپسند فرمایا اور منع کردیا کہ ان کو مت طرد کر۔ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ تجھ پر اُن کے حساب مین سے

کچھ بھی نہیں ہے ف اگرچہ فرض کیا جاوے کہ ظاہر خوبی کے ساتھ ان کے باطن میں پسندیدگی نہیں ہے۔ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّنْ
شَيْءٍ تیرے حساب میں سے بھی اُن پر کچھ نہیں ہے فَتَطْرُدَهُمْ کہ تو اُن کو مطرود کر سکے فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ سو تو ظالمین سے ہو جاوے
ف اگر ایسا کرے وفی تفسیر الحافظ۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ قریش کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی طرف گذری اور آپ کے پاس صہیب
و بلال و عمار و خباب وغیرہ رضی اللہ عنہم محتاج و کمزور مسلمان بیٹھے تھے تو جماعت مذکورہ نے ان میں طعن کیا اور کہا کہ اے محمد تم اپنی قوم میں سے
ان لوگوں سے راضی ہوئے کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہمارے بیچ میں سے اور ہم انھیں کے پیچھے ہو جائیں
تم ان کو دور کرو تو شاید ہم تمہاری پیروی کریں پس آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا۔ وانذر به الذين يخافون ان يحشروا الى ربهم تا قوله بالشاكرين
رواه ابن جریرؒ و احمد اور روایت احمد میں اختصار ہے اور روایت ابن جریر میں نزول آیت۔ ولا تطرد الذين يدعون الآية۔ مذکور ہے اور ابن
ابی حاتم کی روایت خبابؓ میں اقرع بن حابس تمیمی و عیینہ بن حصن فزاری کا بعد دونوں کے مسلمان ہونے کے انھیں صہیب و بلال وغیرہ رضی اللہ
عنہم کے طرد کی درخواست کرنا مذکور ہے اور شیخ حافظ نے اسکی تضعیف کی کہ سورہ مکیہ ہے اور یہ دونوں ہجرت کے ایک مدت بعد مسلمان ہوئے
پھر شیخ نے کہا کہ سفیان ثوریؒ نے بواسطہ مقدام بن شریح عن ابیہ روایت کی کہ سعدؓ[1] رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ آیت چھ اصحاب رسول اللہ
صلعم کے حق میں نازل ہوئے جنمیں ابن مسعودؓ بھی ہیں کہا کہ ہم لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت میں سبقت کرتے اور آپ سے قریب ہو کر آپ کا
ارشاد پاک سنتے تھے پس قریش والوں نے کہا کہ تم ان لوگوں کو نزدیکی دیتے ہو نہ ہم کو پس نازل ہوا ولا تطرد الذين يدعون ربهم الآية۔ رواه
الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین و رواه ابن حبان فی صحیحہ معلوم ہوتا ہے کہ مشرکون نے یہ بات چاہی تھی مگر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آنحضرت صلعم
کو انذار کرنے کا حکم دیا کہ ان مشرکون مغرورون کو انذار فرماویں اور ان پاک غریبوں کی تعریف اس بلاغت سے ارشاد فرمائی کہ مشرک خود نادم
ہوں اور حضرت صلعم کو معذور سمجھیں فافهم واللہ اعلم۔ پھر واضح ہے کہ حدیث عائشہؓ میں صحیح ہوا کہ ہم کو حکم ہے کہ ہر آدمی کو اُسکے درجہ پر رکھیں
اور معنی یہ ہیں کہ شرع میں جو اسکا درجہ اسکے اکرام کا حکم دیتا ہے ویسا ہی اسکا اکرام کریں اور اس زمانہ میں لوگوں نے اسکو ترک کیا چنانچہ ساری
تکریم و تعظیم سب دنیا کے لحاظ سے ہے۔ جیسے خادموں کے دلوں میں مخدوموں کی اور اولیاء و نیک بندوں کی تعظیم میں بعضے تو افراط کرتے
ہیں اور بعضے تفریط کرتے ہیں اور یہ سب باتیں مشعر ہیں کہ نور ایمان سے بے خبر ہیں اللہ تعالیٰ ادب و صلاحیت و توفیق عطا فرماوے اور واضح
ہے کہ اسلام جو کمال بزرگی ہے اول میں غریبوں کو نصیب ہوا اور حدیث صحیح میں ثابت ہوا کہ آخر زمانہ میں پھر غریبوں ہی میں رہ جاویگا لہذا غریب مسلمانوں
کو مبارکباد ہے اور غریب وہ ہیں جو فساد و بگاڑ کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہوں چنانچہ حدیث میں خود تفسیر آئی ہے واضح
ہو کہ قوم نوح علیہ السلام کے مغرور سرکش بھی چاہتے تھے کہ نوح علیہ السلام غریبوں کو پاس نہ بٹھلاویں جیسے ہمارے زمانہ میں مغرور مالداروں کو یہ
عار ہے کہ غریب قوموں و پیشہ وروں کے برابر کھڑے ہو کر مسجد میں نماز نہ پڑھیں اور نہ وعظ سنیں۔ حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ جس کے دل میں رائی برابر
غرور و تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا علماء نے کہا کہ یہ معنی ہیں کہ بدون دوزخ میں خواری و عذاب پائے ہوئے جنت میں داخل نہ ہوگا
بشرطیکہ مسلمان نمازی وغیرہ ہو۔ اور تکبر کی مذمت تو کثرت سے ثابت ہے پس یہ فتنہ ہے اس سے بچو اور تمام عظمت و کبریائی فقط جناب
باری تعالیٰ ہی کے واسطے یقین جانو۔ فرمایا۔ وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ۔ اور یوں ہی ہم نے بعض کو بعض سے فتنہ میں ڈالا ہے ف
یعنی جیسے یہاں یہ لوگ مبتلا ہوئے ایسے ہم نے امتحان میں ڈالا بعض کو بعض سے یعنی جو شریف کہلائے ان کو رذیل قوم کہلانیوالوں
سے اور جن کو تونگر کیا انکو فقیر لوگوں سے مقابلہ کر کے امتحان کیا اس طرح ہم نے کر کے قوم کہلانے والوں اور فقیروں کو ایمان لانے کی

[1] سعد بن ابی وقاص ۱۲

ہدایت مین مقدم کریا ۔ لِّيَقُولُوٓا أَهَٰٓؤُلَآءِ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنۢ بَيْنِنَآ ۔ تاکہین کہ کیا یہی کمینہ ہین کہ ہمارے بیچ مین سے اللہ تعالیٰ نے انھین پر احسان
کیا ہو ف یعنی اسکا نتیجہ یہ کہ جو شریف کہلاتے و تونگر ہین وہ کفر و انکار سے کہنے لگے کہ کیا یہی فقیر و رذیل وہ ہین جنپر اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان مین
سے احسان کیا یا ین طور کہ اس ایمان کی جو بڑی بزرگ چیز ہی انکو ہدایت دیدی اور مطلب اس قول کفار کا یہ کہ یہ بات جسکو یہ فقیر و رذیل لوگ پا گئے
ہین اگر عمدہ بات و ہدایت ہوتی تو ہم سے ان لوگون کو سبقت نہ ہوتی یعنی ہم اسکے مستحق تھے ہمکو ملتی اور ہمارے مقابلہ مین انکی کیا لئے کچھ نہین ہر پہلے ہم اسکو
اختیار کرتے حالانکہ یہ نہین جانتے کہ ایمان و ہدایت کچھ دنیا کے تکبر و غرور نہین ہین اور اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون بیوقوفون کو رد کر دیا بقولہ أَلَيْسَ ٱللَّهُ بِأَعْلَمَ
بِٱلشَّٰكِرِينَ یعنی کیا یہ بات نہین ہر کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی اُن بندون کو جو شکر گذاری کرنیوالے ہین ف پس انکو ہدایت دیدی اور استفہام کے یہ معنی کہ ہان
وہ تعالیٰ جل جلالہ پاک ایسا ہی علیم و خبیر ہی اُسنے ہر شکر گزار بندے کو ہدایت دی اور ہر مغرور و متکبر دوزخ کے کندے کو دوزخ کے اندر خوار ہونے کے واسطے
چھوڑ دیا ونعوذ باللہ من الکبر والضلال ونسالہ الہدایۃ وہو العلی المتعال ۔ حدیث صحیح مین ہر کہ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتون و رنگ کو نہین
دیکھتا ہی ولیکن تمھارے دلون کو اور تمھارے کامون کو دیکھتا ہی ۔ رواہ مسلم ۔ اور ابن جریر رحمہ اللہ نے عکرمہؒ سے مرسل روایت کی کہ عتبہ بن
ربیعہ وشیبہ بن ربیعہ ومطعم بن عدی و حارث بن نوفل و قرظہ بن عمرو بن نوفل اور چند اشراف بنی عبد مناف کا فرون کے ساتھ ابوطالب کے
پاس آئے اور کہا کہ اگر تیرے بھائی کا بیٹا محمد اپنی صحبت سے ایسے لوگون کو جو ہمارے آزاد کئے ہوئے اور ہم سے قسم سے عہد و پیمان باندھے
ہوئے ہین دور کرے کیونکہ یہ لوگ تو ہمارے غلام آزاد کئے ہوائے ہین تو البتہ ہمارے دلون مین وقعت ہو اور شاید ہم اسکی تصدیق و اتباع
کرین پس ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو بیان کیا تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ کاش آپ
ایسا کرین دیکھین تو وہ لوگ ہم سے کیا چاہتے ہین اور اپنے قول مین کدہر جاتے ہین تو اللہ عز و جل نے نازل فرمایا قولہ وانذر بہ الذین
یخافون ان یحشروا الی ربہم تا قولہ بالشاکرین اور کہا کہ یہ کمزور محتاج مسلمان بلال و عمار بن یاسر و سالم مولی حذیفہ و صبیح مولائے اسید اور
حلفا مین سے ابن مسعود و مقداد بن عمرو و مسعود و واقد بن عبد اللہ و عمرو بن عبد عمرو ذو الشمالین اور یزید بن ابی یزید وغیرہ حلفا تھے
پھر قریش کے بڈھے کافرون و موالی و حلفا کے حق مین نازل ہوا قولہ وکذلک فتنا بعضہم ببعض الآیۃ ۔ پھر جب یہ آیت اُتری تو عمر
بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اپنے قول سے عذر کیا تب اللہ عز و جل نے نازل فرمایا ۔ وَإِذَا
جَآءَكَ ٱلَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِـَٔايَٰتِنَا ۔ اور جب آوین تیرے پاس وہ لوگ جو ایمان لائے ہین ہماری آیات پر ۔ فَقُلْ سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ
تو کہدے اُن سے کہ اللہ تعالیٰ کا سلام ہو تم پر ف یعنی سلام سے انکا اکرام کر اور اُن کو یہ خبر دے کہ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ ٱلرَّحْمَةَ
اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر رحمت کو مقدر کر لیا ہے اور وہ یہ ہر کہ أَنَّهُۥ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوٓءًۢا بِجَهَٰلَةٍ ۔ بفتح انہ بدل الرحمۃ ہر اور ایک قرأۃ
مین انہ بالکسر ہے یعنی شان یہ ہر کہ الحق جس نے تم مین سے کوئی بری بات کی بسبب اسکہ اسوقت اسکو نہ جانتا تھا ثُمَّ تَابَ مِنۢ بَعْدِهِۦ پھر رجوع کیا
اس سے بعد کرنے کے یا بعد جاننے کے ۔ وَأَصْلَحَ اور نیک کام کئے ۔ فَأَنَّهُۥ غَفُورٌ رَّحِيمٌ تو اللہ تعالیٰ اسکے واسطے غفور رحیم ہر
ف ایک قرأۃ مین فانہ بفتح ان ہر یعنی تو اسکے واسطے مغفرت آلہی ہر یعنی وہ مغفور و معاف ہر ۔ الجہالۃ بفتح اول قرأۃ مشہور ہے اور بعض سلف
نے اس آیت کریمہ کی تفسیر مین کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وہ جاہل ہر اور عکرمہ نے کہا کہ دنیا سب کی سب جہالت ہر ۔ اور
ابوہریرہؓ سے روایت ہر کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ایک کتاب لکھی اور اسمین ہر کہ میری رحمت میرے غضب پر سبقت رکھیگی رواہ
البخاری ومسلم وغیرہما ۔ وَكَذَٰلِكَ ۔ اسے کما بیناہ ما ذکرکذ لک نُفَصِّلُ ٱلْـَٔايَٰتِ ۔ جیسے ہم نے مذکورہ بالا بیان واضح کر دیا ۔ ایسے ہی ہم

مفصل بیان کرتے ہین آیات کھول یعنی قرآن کو تاکہ حق ظاہر ہو جائے کہ اسپر عمل کیا جاوے۔ ولتستبین سبیل المجرمین۔ اور تاکہ
کھل جاوے راہ مجرمون کی ف جس سے اجتناب کیا جاوے۔ پس تستبین کے اول تار فوقانیہ اور سبیل کو رفع ہے بنابر آنکہ مؤنث
معنوی ہو اور حمزہ و کسائی کی قرأۃ مین یستبین بیائے تحتانیہ ہو بنابر آنکہ سبیل مذکر ہے اور دونون طرح مستعمل ہو اور نافع کی قرأۃ
مین تستبین بالتار الفوقیہ و سبیل کو نصب ہی پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے یعنی آنکہ کھلا جان لے تو مجرمون کی راہ کو ف۔ فی العرائس
قولہ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ۔ تنزیہ نبوت ہو کہ علم غیب کھلنے مین تکلف نہین کیا۔ قولہ۔ ولا اعلم الغیب۔ اسمین اظہار تواضع ہے
کہ مین انسان ہون اگرچہ تمام مخلوق الٰہی سے خواہ فرشتہ ہون یا کوئی اور ہو سب سے اشرف و افضل محمد صلعم ہین لیکن بارگاہ الٰہی کی عظمت و جبروت
کے سامنے یون ہی خضوع و خشوع مین ہین قولہ ولا اقول لکم انی ملک۔ اور مجکو اپنے ثبوت مین اختیار نہین ہو۔ قولہ ان اتبع الا ما یوحی الی۔ جو
حکم ہو اسی کا عامل ہون۔ قولہ قل ہل یستوی الاعمی والبصیر الخ جو میری طرف نظر سے اندھا ہو اور مجھ مین فانی ہو کر میری ہی آنکھون سے بینا
ہے دونون برابر نہین ہو سکتے تم کو کچھ غور و فکر نہین ہو اور اسمین مصطفےٰ علیہ السلام کا وصف کمال ہو کہ عین تجرید و تفرید مین انانیت سے کچھ
بھی نہ بھی سوائے توحید کے پس کتنا بڑا وصف ہو کہ عرش سے انتہاء مخلوق تک ہر ذرہ کے بینا تھے اور کیا اشارہ ہو کہ فرمایا قل لا اقول لکم عندی الخ۔ بالجملہ
جو نور قدم سے بینا پیدا ہوا وہ دائمی اندھے کے مانند نہین مگر لقاء قدم سے انانیت کا وجود نہین ہو۔ بعض نے کہا کہ اندھا وہ ہو جسکو راہ ہدایت نہ
سوجھے اور بینا وہ ہو جو خالق عزوجل کی منت دیکھے اور عبادت مین قائم ہو پھر ملامت کی کہ اندھے ان دونون باتون کے فرق کو نہین دیکھتے۔
استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ نور و تاریکی یکسان نہین اور کفر و توحید ہرگز یکسان نہین ہین قولہ۔ وانذر بہ الذین یخافون الخ اس کی معرفت کی راہ
نہایت واضح و مستقیم ہونے کے باوجود بہت باریک ہو اور راہ شرع کمال لطف و رحمت سے بہت آسان و وسیع کر دی کہ معرفت تک پہونچتی
ہے اور باریکی راہ معرفت کی اس وجہ سے کہ چہرہ جلال قدم پر نقاب عظمت ہو اور ساحت کبریا پر خیمہ عزت سے حجاب ہو پس یہ تو ممکن نہین کہ
حدوث کو اسکے کنہ قدیم اور دوام کی طرف وصول ہو لیکن حدوث کو اس سے وصول ہی نہین جب تک کہ راہ قدیم مین حدوث کو فنا نہ ہو اور
یہ اپنے کلام قدیم مین بیان کر دیا اور اشارہ ہو کہ مین نے اپنی ذات پاک کو جس وصف سے موصوف کیا کہ مخلوق کو مطالعہ کی مجال
نہین رکھتی اور یہ فضل ہو کہ فنا ہونے کی راہ کو میری کتاب خطاب سے حاصل کرین اگرچہ وجود کی حقیقت و بھید کو نہین پہونچ سکتے ہین مگر انھین کو
کارآمد ہو جو اس امر سے خوف کرین کہ قطع کر کے مطرود نہ کئے جاوین اور میری تنزیہ جلال کو یقین کرتے ہین کہ کوئی اپنی طاعت سے وصل نہین
ہو سکتا جبکہ علل انسانیت اور صفات نفوس سے محشور ہو وہ جانتے ہین کہ امر نہایت عظیم ہے خیالات و فکر سے مبرا و منزہ ہے کیونکہ تنزیہ
کی انتہا نہین اگر تمام مخلصون کو بعد از قرب ہونیکے مردود کر دے تو پاک بے پروا ہو اور اگر وہ روئے زمین بلکہ آسمان بھر اخلاص لاوین تو بھی
محاسبہ سے پاک ہون گے کہ حساب مین دقائق ہین اور نظر ہائے اسرار کہان تک غیر پر پڑی ہین اور قولہ لیس لہم من دونہ من ولی ولا شفیع
اگر مین انکو اپنی درگاہ سے رد کرون تو واپس لانے کا کوئی متولی نہین ہو سکتا۔ قولہ لعلہم یتقون۔ اپنے نفس سے پاک ہون بایں طور کہ میری یاد و
ذکر سے ان کو پاکیزگی حاصل ہو اور شدت ہیبت سے خوف کرین۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اس بارہ مین ارباب معاملات و اصحاب صدق سب کو
خوف ہوتا ہو اس چیز سے جو ان کو ایمان و توکل و یقین وغیرہ انواع عبارات سے ظاہر ہوتی ہے اور یہ خوف ان کو مشغول کر لیتا ہے جس سے
وہ اپنے افعال کو نہین دیکھتے اور نہ اُن سے لذت اُٹھاتے اور نہ اُنپر اعتماد کرتے ہین اور اسکا اشارہ ظاہر ہے قولہ وانذر بہ الذین یخافون
ان یحشروا الی ربہم الآیۃ سے ابو سعید خراز رح نے فرمایا کہ ان کو خوف ہو کہ سوائے میرے اور کسی کو میری طرف وسیلہ و شفیع لاوین قال المترجم

توجیہ اشارہ یہ ہے کہ آیت مین فرمایا کہ اس امر سے خوف کرتے ہین کہ محشور ہون اپنے پروردگار کی طرف اس حال سے کہ انکا کوئی ولی و شفیع نہین ہے اور ظاہر ہے کہ من ذا الذی یشفع عندہ الآیۃ سے کوئی شفاعت نہین کرسکتا بدون اسکی اجازت کے اور خالص کاربندگان حق عزوجل کا یہ حال کہ لا یتکلمون الا من اذن لہ الرحمن و قال صوابا یعنی جسکے ساتھ مرضی متعلق ہوگی اسی کے حق مین سفارش کرینگے پس ناچار رضائے حق عزوجل کے سوائے کوئی وسیلہ نہین ہے اسی واسطے دعائے اذان مین آخر مین کہتے ہین کہ وارزقنا شفاعتہ یوم القیامۃ یعنی محمد صلعم کی شفاعت بروز قیامت ہم کو روزی کردے - شیخ ابو عبدالرحمن رح نے فرمایا کہ مین نے استاد ابو سہل محمد بن سلیمان رح سے سنا کہ کہتے تھے کہ ہم لوگ مخاطب بحقائق قرآن نہین ہین اور اس سے مخاطب یہی لوگ تھے جن کے وصف مین اللہ تعالیٰ نے فرمایا و انذر بہ الذین یخافون الآیۃ ، اور فرمایا - ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب الآیۃ - واسطی رح نے قولہ لیس لہم من دونہ من ولی الآیہ کے اشارہ مین کہا کہ جسکو بادشاہت نے قطع کردیا وہ بادشاہی کی خدمت کے لائق نہین ہے اور کہا کہ تو کسی کو ملاحظہ مت کر درحالیکہ تو ملاحظہ حق عزوجل کی طرف راہ پاتا ہے اور قولہ لعلہم یتقون - کے اشارہ مین کہا کہ اس سے تقوی و پرہیز کرین کہ میری طرف کسی غیر کو وسیلہ بناوین - اور کہا گیا کہ خوف یہان علم ہے اور قولہ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء - وہی خوف کرتا ہے جو علم جانتا ہو اور جو قلوب کہ جہل مین لپٹے ہوئے غافل ہین وہ خوف نہین کرتے ہین قولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی - نبوت و رسالت کی تخصیص کے بعد اسمین ولایت کی تخصیص ہے اور تصریح فرمائی کہ جیسے نبوت و رسالت محض اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہے ویسی ہی ولایت بھی محض قبولیت ہے کہ بندہ کو برگزیدہ کرلیا کسی سبب سے اسکا تعلق نہین ہے اور جیسے اللہ تعالیٰ کے محبوب انبیاء و رسل علیہم السلام ہین ایسے ہی اولیاء رحمہم اللہ بھی محبوب ہین اور برگزیدہ کرنا محبت بلا علت ہے - اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اکرم و افضل مصطفےٰ رسول کرلیا بدون اسکے کہ آپکے اصحاب یا جن و انس وغیرہ کسی مخلوق کو کچھ دخل ہو اسی طرح آپکے اصحاب کو بھی شرف ولایت سے خاص کیا بدون اسکے کہ آنحضرت صلعم کی طرف سے اس اصطفائیت مین کوئی علت ہو کما یدل علیہ قولہ ما علیک من حسابہم من شیء وما من حسابک علیہم من شیء - جیسے ازل مین آنحضرت صلعم کے حق مین سبقت اختصاص بنبوت و رسالت ہوا اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین سبقت عنایت بولایت ہوئی اور اسی اتفاق سے کہ ان کو یہ اہلیت و صلاحیت حاصل تھی صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلعم کی اتباع کی اور حکم قبول کیا اور اپنی گردنین آنحضرت صلعم کے قدمون کے نیچے رکھین اور اگر یہ عنایت ازلی نہ ہوتی تو ان لوگون کا حال بھی دیگر کفار مشرکین اعداء کے مانند ہوتا - لیکن فضل فقط اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت مین ہے جسکو چاہتا ہے دیدیتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی تائید اور اصحاب کی یاری سے فضل کیا - کما قال تعالیٰ - ہو الذی ایدک بنصرہ وبالمومنین اور جب مومنون کا شرف اس مرتبہ کو پہونچا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کی مراعات رکھین اور ان کے حال و تربیت کی رعایت کرین اور انھین کے واسطے ایک گونہ تغلیظ سے خطاب فرمایا بقولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیۃ اے محمد مت نکال ان لوگون کو اپنی صحبت سے ایک لحظہ بھی بسبب اپنی حرص کے بیہودہ ناکارون کے مسلمان ہوجانے کی طرف کیونکہ ہدایت تو میری مشیت پر ہے اور تو نہین یہ کرسکتا کہ جسکو چاہے اپنے رشتہ دارون مین سے ہدایت کردے انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء - ہدایت جسکو چاہتا ہے دیتا ہے اور انجملہ یہ محتاج فقیر مانند بلال و صہیب و سلمان و عمار و خباب و مقداد وغیرہ کے ہین جو ہر صبح و شام کو اللہ تعالیٰ کے شوق جمال اور شوق لقاء مین اسکو پکارتے اور یاد کرتے ہین اور یہی معنی قولہ یریدون وجہہ کے ہین - اور صبح و شام کی تخصیص اسوجہ سے کہ صبح کو تاریکی کے دامن مرتفع ہوکر ظہور نور روز ہوتا ہے اور شام کو تجلی روز سے ظہور تاریکی ہوتا

اور وہان ظہور تجلی قدرت وجلال عظمت ہو اور اسمین ایک ایسی گھڑی ہوتی ہو جسمین دعا قبول ہوتی ہے اور نیز صبح صفات کی تجلی انکے قلب پر ہونے کے وقت شوق جمال ہین فنا ہونے کی حالت سے دعا کرتے ہین اور یہ تجلی ہر سانس کے وقت عارف کو ہوتی ہو کہ ہر سانس پر صبح مشاہدہ وظہور برکت ہو اور دعا سے زیادت محبت وشوق وقرب مشاہدہ چاہتے ہین اور قلب پر ہر شام احوال بسبب عظمت کے حیرت طاری ہونے سے ہوتا ہو تو دعا کرتے ہین کیونکہ ظہور عظمت وکبریا ہین فنا ہے اور ہر نفس عارف ہین ایک حال ایسا اور شب وصال ہے۔ گویا ہر دم ہین وہ لوگ بقاو دیدار کے سائل تھے کیونکہ مراد اُن کی یہ تھی کہ وجہ ذوالجلال والاکرام ہین فنا ہوجاوین۔ اور نیز ان دولون وقتون ہین دعا کی طرف مشغول ہونے کی تخصیص اسوجہ سے کہ واردات وحالات سے ان کو ان دولون وقتون ہین سکون ہوتا ہے پس اس سے ان کے سینہ تنگ ہوتے ہین اور اس بیداری سے جو غیبت ہو چاہتے ہین اور دعا کرتے ہین کہ اسی استغراق کی طرف جو حضوری ہو پھیرے جاوین۔ تو نہین دیکھتا کہ یریدون وجہہ۔ فرمایا حالانکہ کمال معرفت حاصل ہے کیونکہ وہ متقین کے وصف سے موصوف ہین اسواسطے کہ کامل تو ہر دم ہر نفس ہین مقام انتہا سے مقام ابتدا کی طرف چلا آتا ہے کیونکہ وہان ظہور انوار آفاق قدم اور برق لطون ازل سے اور کشف غیوب ابد سے ایک مقام نکرت کا ہو جس کے تحمل سے وہ عاجز ہین پس درحقیقت وہ نکرت سے معرفت کی طرف فرار کرتے ہین اور سطوات وسبحات ذات پاک سے صفات کی طرف آتے ہین کیونکہ دیدار انوار ذات مقام نکرت ہی تو نہین دیکھتا کہ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہو وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف کوئی راہ نہین دی سوائے اسکے کہ اُس کی معرفت سے عاجزی بیان کی جائے اور بعضے عارفین سے پوچھا گیا کہ نہایت کیا ہے اس نے کہا ہی کہ ہدایت کی طرف رجوع کیا جاوے پھر اوتعالی سبحانہ نے مخصوص کردیا کہ ان لوگون کا ارادہ اسکی وجہ پاک کا ہے اور واضح رہے کہ وجہ اسکی صفت ازلی منجملہ اسکے خواص صفات کے ہے جن ہین نشابہ ہو اور وہ اسکے جلال وجمال کا معدن ہے اور نور وجہ کریم سے عاشقون ومشتاقون ومحبون کیواسطے تجلی فرماتا ہے اور وجہ کا ذکر ایک خاصہ ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نفس ذات سے تعبیر ہوتا ہے جو ان کے طے مراتب صفات سے طلب ذات تک وصول ظاہر ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ ہے اور جو اولیا کہ مرتبہ عشق ہین ہین وہ عارفین وموحدین کے مقابلہ ہین ایسے ہین جیسے سمندر ہین چند قطرات ہوتے ہین۔ قال المترجم آداب اذکار بعد حصول معرفت کے حقیقی بحیثیت ربوبیت ہین کیونکہ بندہ جسکی عبادت کرتا ہی اسکا عارف نہین پس درحقیقت رب پاک کی عبادت نہین واقع ہوتی مگر اسیوقت کہ توحید ربوبیت بقدر فہم حاصل ہونیکے بعد عبادت کرے تب وہ صفات کے مناسب فی الجملہ عبادت ہو اگرچہ معرفت توحید حاصل ہو کیونکہ نکرت سے خلاص یہان گویا محال ہو اور اللہ تعالی سبحانہ نے دوسرے مقام پر بھی یُریدون وجہہ فرمایا یعنی یریدون اللہ کیونکہ اسم اللہ عین الکل وعین الجمع ہے اور نیز اُن کو ارادہ وجہ پاک سے موصوف کیا اور وجہ اوتعالی پاک ہو اشارہ تشبیہ وتعطیل سے یعنی کسی مخلوق کے مشابہ نہین اور نہ معنی اس کے خلاف زبان ہین بلکہ صفت خاصہ ہو اور اسم پاک کے تحت ہین سمع وبصر وکلام وجملہ صفات مندرج ہین اور جمیع صفات کا اس سے تعلق ہے پس مراد وجہ سے عین الکل ہے یعنی اس کی ذات پاک وصفات پاکیزہ سب مراد ہین کیا تو نہین دیکھتا کہ قولہ کل شئ ہالک الا وجہہ کے معنی یہ کہ سوائے اس کے نفس پاک کے یعنی اُسکے عین کے اور نیز فرمایا۔ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام یعنی عین پاک یعنی اسکی ذات وصفات باقی ہین جیسی ہین ویسی ہی رہین گی اور یہی قول ظاہری تفسیر والون کا ہے پس جب یہ بات ہو تو یہ لوگ جن کا آیت ہین ذکر ہے یریدون وجہہ سے وہ جمیع ذات صفات کو لجہت محبت وشوق چاہتے وارادہ کرتے تھے پس یہ لوگ چاہتے تھے کہ اوتعالی ان کو اپنی ذات پاک کی معرفت اسطرح عطا کرے کہ اُن کے دلون کو تجلی حاصل ہو اور یہ مقام ہے کہ اوتعالی نے فقط اپنے خالص ہی بندون کو عطا کیا ہے۔ بیان مرید کا کہ ارادت

کیونکر ہے پس ابو یعقوب نہرجوری سے پوچھا گیا کہ مرید کون ہو فرمایا کہ اسکی صفت وہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مین ذکر فرمائی۔ بقولہ۔ ولا تطرد الذین یدعون ربھم یعنی ہمیشہ یاد مین رہین اور خالص للہ تعالیٰ کے واسطے عبادت کرین ایسے مریدون کے حق مین مشائخ کو چاہیئے کہ ان پر مہربانی رکھین اور جو لغزش ان سے سرزد ہو اسکو عفو کرین بعض نے کہا کہ قولہ یدعون ربھم۔ اللہ تعالیٰ ہی کے اوپر اعتماد کرتے اور شوق سے اسی کو پکارتے اور کوئی چیز اُن کو مشغول نہین کرتی ہے کوئی روکنے والا نہین ہے وکنا۔ ہر حال مین اُس کی خدمت کے دروازہ پر بندگی سے قائم ہین اور ہر دم زیادہ برکت کے منتظر ہین۔ ثم قال الشیخ اور مجھے یہان ایک اشارہ معلوم ہوا کہ صبح و شام سے یہ اشارہ کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک خدمت کرتے ہین یعنی ہر وقت یاد مین بدون فتور رہین اور اشارہ یہ کہ جب ہر وقت ان کو حضور رہے تو دلالۃ الخطاب سے مفہوم ہوا کہ دنیا مین کبھی مشغول نہین۔ کما قال رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوۃ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے یعنی تجارت وغیرہ اُمور معاش وکسب حلال بجا لاتے ہین مگر سب آخرت کی نیت سے نہ دنیا کے واسطے۔ قال الشیخ اور اسمین ایک اور لطیفہ ہے کہ ان کو دوامی حضور سے وصف کیا مگر صبح و شام کا ذکر کیا تاکہ جواز و کفایت اُنھین احکام شرعی ظاہری پر رہے کہ فی الجملہ راحت نفس حاصل کرین اور یہ کمال شفقت ہے تاکہ ارادہ محبت مین جل نہ جاوین اور ارادت کی تیزی سے فانی نہ ہو جاوین۔ بعض نے کہا کہ ایسی حالت ہو گئی کہ نہ دنیا کی خواہش اور نہ عقبیٰ کی طلب بلکہ فقط مولیٰ کی یاد رہ گئی تو جب وہ لوگ اس طرح اللہ تعالیٰ کیواسطے تجرید و تفرید مین ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی پرداخت مین خود کلام فرمایا یعنی مت سطرود کرالیٰ آخرہ۔ قولہ وکذلک فتنا بعضھم ببعض فقیر خالص جب اللہ تعالیٰ کے احسان سے منور بنور جلال و معرفت و ہیبت ہوا تو سب مخلوق کے نزدیک بزرگ قدر ہو جاتا ہے کیونکہ اسکے چہرہ سے ظہور نور جلال ہے اور ایک عالم اس پیار سے اُس کے پاس آتا ہے اور آیات الٰہی اُسپر جاری ہوتے ہین پس کرامات و آیات کا اس سے ظہور ہوتا ہے لیکن دنیا کے مغرور و متکبر و مکار اُن سے جلتے ہین کچھ نظر حقارت سے دیکھتے اور کچھ اُن کی بدی و برائی کرتے ہین تاکہ لوگون کو ان کی طرف سے اپنی طرف پھیر لاوین چنانچہ ان پاک بندون سے مغرورون نے ٹھٹھول و مذاق کیا جیسا کہ او تعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ کہتے ہین۔ اھؤلاء من اللہ من بیننا۔ یعنی ہم ایسے اور ایسے ہین اور یہ کیا چیز ہین پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو خوار کرنے کو جواب فرمایا۔ بقولہ۔ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی حق سبحانہ تعالیٰ نے جو انعام معرفت و درجات کا اُن پر کیا اسکے شکر مین وہ اپنی جان و مال کو اخلاص سے فدا کرتے ہین وہ اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے اور جو لوگ ان کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے ناشکرے مشرک کافر فاسق فاجر ہین ان کو بھی او تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین چند نکات ہین از انجملہ آنکہ فقیر کا فتنہ یہ ہے کہ غنی سے اسکو طمع ہو اور فتنہ تونگر کا یہ ہے کہ فقیر سے بغض رکھتا ہو۔ اور از انجملہ غیرت حق تعالیٰ ہے کہ بعض کو بعض سے مشغول کیا تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور قولہ تعالیٰ الیس اللہ باعلم بالشاکرین۔ یعنی ایسے شاکر بندون کو جو راہ حق مین اپنے نفس کی طرف اور غیر حق کی طرف ایک دم نہین دیکھتے ہین۔ محمد بن حامد رح نے کہا کہ فتنہ فقیر یہ کہ دنیا و نہ دنیا غنی کی طرف سے تصور کر کے اس سے رنجیدہ ہو اور فتنہ غنی یہ کہ اسکی تحقیر کرے اور جو واجب ہو اسکو ادا نہ کرے یا دلوے اور احسان رکھے اور بعض نے کہا کہ شاکرین وہ لوگ جو ہر حال مین اللہ کی طرف راجع ہون۔ قولہ تعالیٰ واذا جاءک الذین تا قولہ سلام علیکم مقام وسیلہ مین آنحضرت صلعم کے حوالہ کیا اور اگر مقام مشاہدہ ہوتا تو تو اسلام قولا من رب رحیم ہی خود سے دیکھ کر کیونکہ گنہگارون کو اپنی طرف رجوع لانے کو فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہونچا دین کیونکہ انھون نے میدان قہر مین امتحان کی مشقت اٹھائی تھی پھر جب اسکے بعد انکو اپنی درگاہ دنیا

رجوع لانے والا دیکھا تو اپنے پیغمبر کی زبان سے اُن کو سلام پہونچایا اور خود ان کی مواسات کی - قال کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ - ازل مین ان کو اپنی رحمت سے برگزیدہ کیا تھا اگرچہ ان سے کچھ معصیت ظاہر ہو لیکن اسکی رحمت ازلی تو اصل ثابت ہے اور معصیت اس کی طوفان قہر سے اسکے اقبال کی راہ مین عارض ہے پھر جب وہ اپنے معدن کی طرف پہونچ گئے تو عوارض جاتے رہے اور اصل باقی رہی جبکہ اُن کو محبت ازلی سے برگزیدہ کیا تھا تو محبت اس کو واجب کرتی ہے کہ ان بندون کو ان کے خالق پاک کے مشاہدہ کی طرف جو رحمت کبری ہے پہونچاوے اور غبار طبیعت اور نفس کے میل کچیل سے اپنی کافی رحمت کے ساتھ پاک کرے اور یہی فرمایا - انہ من عمل منکم سوء بجہالۃ یسبب نادانی کے عرفان جلال وجمال قدم سے قولہ ثم تاب من بعدہ - اپنے نفس سے او تعالی عز وجل کی طرف رجوع کرلایا - واصلح - قلب کو میل کچیل شہوات طبیعت ونفس سے پاک کیا - فانہ غفور رحیم - یعنی تقصیرات سابقہ کو عفو کرنے والا اور قوت ازلیہ سے توبہ کرنے والا ہے کہ اسکی قوت سے بار مشاہدہ کو برداشت کرلین اور اگر یہ مدد نہ ہو تو اول ہی نور عظمت وجلال کبریائی مین فنا ہو جاوین بعض نے قولہ سلام علیکم کے معنی مین کہا کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہے تو سلام فرما اور حق تعالی بلا واسطہ مومنون پر سلام فرماتا ہے ابراہیم بن المولد نے کہا کہ واسطہ اللہ تعالی خود ہی مومنون پر سلام فرماتا ہے اور نبی صلعم اسمین واسطہ ہین - واسطی رح نے قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ - کے معنی مین کہا کہ اللہ تعالی ہی کی رحمت ہے کہ بندے اسکی عبادت کو پہونچے اور یہ نہین کہ اپنی عبادت سے اس کی رحمت کو پہونچے ہون اور اسی کی رحمت ہی سے جو فضل وانعام از انجملہ جنت ہے - بندون نے پایا ہے اور کچھ اپنے افعال سے نہین پایا ہے اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین بھی نہین اپنے اعمال کی وجہ سے جنت مین جا سکتا مگر اسی طور سے جنت مین جاؤنگا کہ اللہ تعالی مجکو اپنی رحمت مین ڈھانپ لیگا - اور ابن عطا رح نے کہا کہ جس نے اللہ تعالی کی نافرمانی کی اس کی جہالت سے ہے اور جس نے فرمانبرداری کی وہ اللہ تعالی کی رحمت کیساتھ علم ومعرفت سے ہے اور بعض نے قولہ فقل سلام علیکم - مین کہا کہ تو پہلے انکی قدر ومنزلت ظاہر کرنے کو ان پر سلام کردے قبل اس کے کہ تجکو سلام کرین - قال المترجم - یہ حکم نفس آیت سے نکلتا ہے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلعم یہی کرتے تھے کہ مومنون کو سلام کرنے مین پیشقدمی کرتے - مگر آنکہ مومن ہی پیشقدمی کرجاوین بعض نے فرمایا کہ جس پر ازل مین رحمت ہوچکی اب بنا ہین اور آیندہ اُسپر رحمت رہیگی - ابو عثمان نے کہا کہ اللہ تعالی نے خاص بندون کے حق مین ان کے گناہ عفو کرنا اپنی ذات پاک پر رحمت ہی سے لازم کیا ہے - بعض نے کہا کہ اہل ایمان پر سلام کی صفت ہر حال مین تجلی کیے ہوئے ہے پس ابتداء رحمت وانتہاء رحمت سے سزاوار سلام ہین یعنی جو لغزش وگناہ درمیان مین ہوئے وہ رحمت سے عفو ہون یا گونہ عذاب سے بہرحال آخر اُن پر رحمت وسلام ہے -

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ

تو کہہ مجکو منع ہوا ہے کہ پوجون جنکو پکارتے ہو اللہ کے سوائے | تو کہہ مین نہین چلتا تمھاری خوشی پر

قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۝ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ

تو مین بہک چکا اور نہ ہوا راہ پانے والا | تو کہہ مجکو شہادت پہونچی میرے رب کی اور

كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ

تم نے اس کو جھٹلایا ہے | میرے پاس نہین جسکی شتابی کرتے ہو - | حکم کسی کا نہین سوائے اللہ کے کھولتا ہے حق بات

وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِينَ ۝ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ

اور وہ ہے بہتر چکانے والا تو کہ اگر میرے پاس ہو جس کی شتابی کرتے ہو تو فیصل ہو چکے

الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ

کام میرے اور تمھارے بیچ اور اللہ کو خوب معلوم ہین بے انصاف اور اسی کے پاس کنجیاں ہین غیب کی

لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا

اُن کو نہین جانتا اسکے سوائے اور وہ جانتا ہے جو جنگل اور دریا مین اور نہین جھڑتا کوئی پات جو وہ

يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

نہین جانتا اور نہ کوئی دانہ زمین کے اندھیرون مین اور نہ ہرا اور نہ سوکھا جو نہین کھلی کتاب مین

قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ - اے تعبدون مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہدے کہ سوائے اللہ تعالی کے جن کو تم نے معبود جانا ہے مین ان سب کی عبادت سے منع کیا گیا ہون ف یعنی اللہ تعالی نے منع فرمایا۔ اسمین دلالت ہے کہ دعا رعبادت ہے پس سوائے خدائے تعالی کے کسی کی دہائی نہین اور نہ بندگی کی راہ سے پکار اور یہ بھی ایسی چیز سے ہے جو کفر ہے چنانچہ فرمایا۔ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ - کہدے مین نہین پیروی کرون گا تمھارے کفریہ خواہشون کی ف ان چیزون کی عبادت کرنے مین قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا - مین ایسی صورت مین گمراہ ہوا ف یعنی اگر تمھاری خواہشون کی پیروی کرون یا ان چیزون کی عبادت کرون وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ اور مین راہ یافتہ لوگون مین نہ رہا ف حاصل آنکہ تم اس سے مایوس ہو کہ مین تمھارے گڑھے ہوئے معبودون کی پرستش کرون پس اس جملہ اسمیہ سے اشارہ ہے کہ مجکو اسپر ثبات و استمرار ہے اور اہل تحقیق نحوی و بیانی علمار کے نزدیک جملہ فعلیہ پر اسمیہ کا عطف بغرض پسندیدہ جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ - کہدے مین اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہون ف تفسیر بینہ مین بعض نے کہا کہ بینہ بمعنی ثقہ ہے یعنی وثوق پر ہون قولہ ابو عمران الجونی رح اور بعض نے کہا کہ بمعنی برہان ہے جو مفید یقین ہے یعنی ایسے برہان واضح پر ہون جس سے یقین توحید حاصل ہے اور معنی مین دونون قول متحد ہین اور مفسر سیوطی رح نے کہا کہ بینہ اسے بیان اور وہ بمعنی وضوح وظہور ہے پس شاید کہ وجہ یہ ہے کہ برہان و دلیل کے مقابلہ مین تکذیب نہین آتی اور شاید یہ بمعنی بصیرت ہو یعنی مین اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت و یقین پر ہون تم لوگون کی طرح ہوائے نفسانی و شک مین نہین ہون وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ - حالانکہ تم نے رب عز و جل کو جھٹلایا ہے ف معنی یہ ہین کہ تو کہدے کہ مین یقین پر ہون اپنے پروردگار کی جانب سے توحید پر اور حال یہ ہے کہ تم نے میرے پروردگار کو جھٹلایا اس حیثیت سے کہ تم نے اُس سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ یعنی حال یہ کہ تم نے اس بیان کو جھٹلایا چنانچہ آخرت کا عذاب و ثواب نہین مانتے ہو مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ - جس عذاب کے واسطے تم جلدی کرتے ہو وہ میرے پاس نہین ہے ف یعنی مین تو اللہ تعالی کی طرف سے ڈرسنانیوالا ہون اور عذاب وغیرہ لانے کا مختار نہین ہون - یہ بھی مشرکون کی جہالت تھی اور قولہ تعالی ولنذیقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر۔ سے ثابت ہے کہ عذاب اکبر تو آخر مین بحسب مشیت و تقدیر ہے اور پہلے تو چھوٹا عذاب دیا جاتا ہے چنانچہ قحط وغیرہ و قتل بدر سے معذب ہوئے۔ ظاہر یہ کہ عذاب مطلقاً یہان مراد ہے خواہ دنیاوی ہو یا قیامت کا ہو اور آیت مین حضرت باری تعالی عز و جل کی تفرید ہے کہ کسی مخلوق حادث کو اسکی درگاہ کبریائی مین دم مارنے کی مجال نہین جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔ نہین حکم کسی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے ف خواہ یہ معاملہ ہو یا کوئی اور ہو مگر فقط اللہ عزوجل وحدہ لاشریک کا حکم ہے
يَقُصُّ الْقَضَاءَ الْحَقَّ ۔ وہی فیصلہ کرتا ہے حق فیصلہ ف یعنی حق و باطل مین جدائی کرتا خواہ ہدایت و بیان ہو یا بعذاب و ہلاک
کفار ہو یا اور کسی طرح ہو اسکو وہی پاک پروردگار کرتا ہے ۔ وَهُوَ خَيْرُ الْفَاصِلِيْنَ ۔ اور وہی بہتر حاکمین ہے ف اور مفسر وغیرہ
نے کہا کہ عاصم و نافع و ابن کثیر رحمہم اللہ کی قرأۃ مین یقص بتشدید صاد مہملہ ہے اور معنی یقص الحق اے یقول الحق ۔ حق بات کو فرماتا
ہے یعنی سچا حکم دیتا ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ حکم جبکہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے تو قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے جو حکم شرع
مین ہے وہ کیونکر ہے تو جواب یہ کہ یہ اتباع حکم آلہی ہے پس اجماع تو حکم آلہی سے حجت ہے کہ امت کا اجماع گمراہی پر نہین بلکہ اللہ تعالیٰ
انکو اپنے حکم پر متفق کر دیتا ہے اور قیاس سے حکم پوشیدہ ظاہر کیا جاتا ہے اور یہ نہین کہ اس سے کوئی حکم جدید ثابت کیا جاوے اور تمام
بحث اسکی تفسیر قولہ ان الحکم الا للہ امر ان لا تعبدوا الا ایاہ الآیہ کے تحت مین انشاء اللہ بیان ہوگی ۔ پھر حکم دیا کہ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ
مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۔ کہدے کہ جس چیز کی تم جلدی چاہتے ہو یعنی عذاب اگر وہ میرے پاس ہوتا تو میرے
تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا ف باین طور فیصلہ پورا ہو جاتا کہ مین تمہاری درخواست پر وہ عذاب جلد تجھ پر نازل کر دیتا اور آرام مین ہو جاتا
لیکن چونکہ میرے پاس میرے اختیار مین نہین بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار مین ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے آگاہ ہے
ف یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے یہ بات کہ کب ظالمون کو عذاب کریگا اگر کہا جاوے کہ اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر مشرکون و منکرون کا
عذاب دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار مین ہوتا تو عذاب جلدی سے آجاتا حالانکہ حدیث صحیح سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم
نے اختیار پاکر عذاب مین تعجیل نہین فرمائی چنانچہ عائشہ رض سے روایت ہے کہ انھون نے حضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ پر کوئی
اور ایسا روز بھی گذرا جو روز احد سے سخت ہو آپنے فرمایا کہ مجھے تیری قوم سے سختی پہونچی اور سب سے زیادہ سختی یوم العقبہ کی مجھکو پہونچی جبکہ
مین نے عبد یالیل بن عبد کلال پر اپنا رسول ہونا ظاہر کیا اور اس نے میری مراد کے موافق جواب نہ دیا پس مین غمناک چلا اور راہ
مین مشرکون کے اشارہ سے غلامون و لڑکون نے پتھر مارے اور مسخرہ پن کیا یہانتک کہ آپ بہت زخمی ہو گئے ۔ پھر مجھے افاقہ حاصل نہ ہوا
یہان تک کہ مین قرن الثعالب مین پہونچا پھر مین نے سر اٹھایا تو ناگاہ دیکھا کہ ایک پارہ ابر مجھ پر سایہ کئے ہے مین نے دیکھا تو اسمین جبرئیل نظر
آئے اور مجھے آواز دی کہ اللہ تعالیٰ نے سنا جو آپ کی قوم نے آپکو جواب دیا اور پہاڑون کے موکل فرشتہ کو آپ پاس حاضر ہونے کا حکم ہوا
ہے کہ جو کچھ اپنی قوم کے حق مین چاہیئے اسکو حکم دیجئے پھر پہاڑون کے فرشتہ نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام کیا اور کہا کہ اے محمد آپ کی قوم
نے جو آپکو جواب دیا وہ اللہ تعالیٰ نے سنا اور پروردگار تعالیٰ نے مجھے آپکے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ ان کے حق مین چاہین مجھے حکم کرین پس
اگر آپ چاہین تو اخشبین یعنی مکہ کے دونون جانب کے دونون پہاڑ مین ان پر گرا دون تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین بلکہ مجھے امید ہے کہ
اللہ تعالیٰ ان لوگون کی پشت سے ایسے لوگ پیدا کرے جو فقط اللہ تعالیٰ کو پوجین اور اس کے ساتھ کچھ شریک نہ کرین رواہ مسلم والبخاری ۔
پس باوجودیکہ آپ پر پیش کیا گیا کہ آپ چاہین تو یہ لوگ جڑ سے نیست کر دیئے جائین مگر آپنے درگذر فرمائی مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر
نے یہ سوال ذکر کر کے جواب دیا کہ آیت دلالت کرتی ہے کہ جو عذاب کہ مشرکین نے مانگا تھا اگر وہ مانگنے کی حالت مین آپ کے اختیار مین
ہوتا تو آپ ان پر واقع کر دیتے اور حدیث مین یہ نہین ہے بلکہ پہاڑون کے فرشتہ نے کہا کہ اگر آپ چاہین تو اس طرح ان کو نیست
کر دون پس آپنے ان کے حق مین درگذر چاہی ۔ واللہ اعلم ۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہین مفاتح الغیب ۔

ف یعنی خزائن غیب یا وہ راہیں جنسے غیب تک پہونچ ہو۔ پس اگر مفاتح جمع مفتح بفتح میم ہے تو وہ مخزن ہے پس تفسیر اول ہوگی اور امور غیب کو مخزن بنانا بطریق استعارہ ہے۔ اور یہی ابن جریر رح نے سدی رح سے روایت کیا ہے۔ اور اگر جمع مفتح بکسر میم ہے تو وہ کنجی ہے یعنی غیب کی کنجیاں پس استعارہ کے طور پر جن راہوں سے وصول باموز غیب ہو ان کو کنجیاں اور امور غیب کو مخازن قرار دیا۔ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ۔ ان کو سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے ف وہ پانچ باتیں ہیں جو قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیۃ میں مذکور ہیں کما رواہ البخاری۔ یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پانچ باتیں ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے پاس ہے قیامت کا علم اور مینھ وہی نازل کرتا ہے اور مؤنث جانداروں کے پیٹ میں جو کچھ ہو وہی جانتا ہے اور کسی کو یہ نہیں معلوم کہ وہ کل کے روز کیا کریگا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین پر مریگا کما فی قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر۔ اور حدیث عمر رض جسمیں جبرئیل نے بصورت آدمی آکر بغرض تعلیم لوگوں کے اسلام و ایمان و احسان کا سوال کیا ہے یہ مذکور ہے کہ پانچ باتیں ہیں جنکو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے پھر یہی آیت مصدرہ پڑھی۔ پھر دو حدیث صحیح میں ہیں پس واضح ہو کہ علم کہتے ہیں ایک بات کی قطعی و تحقیقی طور پر جاننے کو جیسے وہ در واقع ہو رہا قرائن اٹکل علامات سے جاننے کو علم نہیں کہتے ہیں بلکہ وہ قیاس گمان ہے پس پانچ امور مذکور در واقع سوائے حق عز و جل کے کوئی نہیں جانتا ہے رہا اٹکل و قیاس علامات تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہیں چنانچہ احادیث صحاح میں قیامت کے آثار و علامات بہت کثرت سے مذکور ہیں بلکہ یہاں تک معلوم کہ جمعہ کا روز ہوگا جس دن قیامت آویگی پس ان امور مذکورہ کے مانند امور میں اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ میں جانتا ہوں یعنی در واقع یوں ہی ہوگا یا یوں ہی ہے جیسے میں کہتا ہوں وہ جھوٹا و کاذب و مردود ہے اور عقلمند کبھی اسکو سچا نہیں کہیگا اور اگر وہ یوں کہے کہ مجکو اٹکل و قیاس و علامات سے ایسا معلوم ہوتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں جبکہ وہ یقین جانتا ہو کہ واقعی بات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر واضح ہو کہ کافروں پر عذاب آنا بھی اسی قسم سے ہے کہ اوتعالیٰ ہی دانا تر ہے کہ آویگا یا نہیں یا کب آویگا۔ پس کاہن و نجومی و رمالوں سے جو لوگ دریافت کرتے ہیں وہ حرام کار ہیں اور اگر واقعی ان کے جاننے کا اعتقاد کرتے ہیں تو مشرک کافر ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو کوئی آدمی کسی کاہن یا نجومی کے پاس گیا تو اس نے اس کلام سے جو محمد صلعم پر اتارا گیا ہے کفر کیا اور اسی قسم سے قضا و قدر کی باتیں و رزق کا حال ہے یا آدمی کب مریگا یا کون جنتی اور کون دوزخی ہے اور علی ہذا اعمال ثواب و عقاب بھی جو شرع میں وارد نہیں ہوئے ہیں اسی قسم کے ہیں کیونکہ عقل و قیاس کو وہاں مجال نہیں ہے لہذا اگر کسی کام کو یہ سمجھے کہ اسمیں ثواب ہے حالانکہ وہ شرع میں وارد نہیں ہوا ہے تو وہ جھوٹا اور مفسد ہے۔ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے جو کچھ خشکی و تری میں ہے ف برّ بفتح اول وہ زمین جسمیں نہ پانی ہے نہ گھاس اور بحر وہ آبادیاں جو کسی نہر و دریا و سمندر پر واقع ہوں کذا قال المفسر اور قاموس میں ہے کہ بحر وہ آبادی جسکے لئے نہر جاری ہو اور مجاہد رح نے کہا کہ بر خشکی کے جنگل اور پرپٹ میدان ہیں اور بحر شہر و گانوں ہیں اور جمہور مفسرین کے نزدیک بر و بحر سے معروف معنی مراد ہیں یعنی جو کچھ خشکی میں ہے خواہ وہ پرپٹ میدان ہو یا سرسبز جنگل ہو یا گانوں و شہر کی آبادی ہو اور جو کچھ تری میں ہے خواہ سمندر ہو یا بحیرہ یا جھیل و کھاڑی ہو سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور مخصوص ان دونوں کو ظاہری نظر کے واسطے ذکر کیا اور مراد آنکہ علم اسکا تمام کائنات کو محیط ہے خواہ زمین میں ہو یا آسمان میں اور خواہ چھوٹی چیز ہو یا بڑی چیز ہو حتی کہ فرمایا۔ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا۔ نہیں گرتا کوئی پتا مگر آنکہ اوتعالیٰ اس کو جانتا ہے ف یعنی حرکات تک حتی کہ جمادات تک کی حرکتیں و جنبش کو جانتا ہے اور من ورقۃ میں من زائدہ برائے استغراق ہے وَلَا حَبَّةٍ عطف ہے

ورقہ پر۔ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ ۔ اور نہین کوئی دانہ زیر زمین تاریکی مین۔ وَّلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اور نہ رطب و نہ یابس۔ اِلَّا فِيْ
كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۔ مگر آنکہ وہ کتاب مبین مین ہے ف مراد کتاب سے لوح محفوظ ہے اور استثنائے سابق یعنی لایعلمہا سے یہ استثنار
بطریق بدل اشتمال ہو علم الٰہی سے پس یہ جملہ بدل الکل از جملہ سابق ہوگا اور اسی پر مدار قول زمخشری رح ہے کہ یہ جملہ استثنائے اول کی تکرار
کے مانند ہو کیونکہ دونون کے معنی واحد ہین ولایخفی فی بعد ہذا التاویل۔ فافہم۔ حاصل یہ کہ علم الٰہی ہر ذرہ کہ جو آسمانون و زمینون و تہ زمین وغیرہ
مین ہو حتی کہ کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال اور بیشمار چیونٹیون کی حرکات و ہر ایک کی کیفیت و رزق سب اللہ تعالیٰ کے حضور مین
ہے ولایعزب عن ربک من مثقال ذرۃ ۔ اور تیرے رب سے بقدر ذرہ بھی کہین کچھ پوشیدہ نہین ہو سبحان اللہ العلی الاعلیٰ۔ ف قال
فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ قل انی علی بینۃ من ربی۔ یعنی او تعالیٰ کی طرف سے مجھے یقین و مشاہدہ ہو اور روشن دلائل ظہور نور ازل ہو اور یہ
عالم مین سب سے بڑی دلیل ہو لقولہ علیہ السلام من رآنی فقد رای الحق جس نے مجھے دیکھا اس نے حق مشاہدہ کیا۔ قال المترجم صوفیا اس
حدیث مین اشارہ بیان کرتے ہین اور علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث آنحضرت صلعم کو خواب مین دیکھنے کے بارہ مین ہو پس آپ نے فرمایا کہ
جس نے مجھے دیکھا خواب مین تو اس نے حق یعنی سچ دیکھا اور پوری حدیث یہ ہو فان الشیطان لایتمثل بی ۔ کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا
کذا فی روایات الصحاح۔ اور جس نے حضرت صلعم کو اُسی حلیہ شریف کے ساتھ جو آپکا حلیہ ہو خواب مین دیکھا اور اگرچہ صحابی کے حکم مین نہین ہوتا
مگر جنتی اور بڑے مرتبہ کا آدمی ہے ۔ اور مترجم کا گمان یہ ہو کہ صوفیہ کرام نے اس حدیث کے معنی وہ نہین لئے بلکہ اس کے اشارہ سے یہ بات نکالی ہو
اور یہی ان اکابر کے حق مین گمان نیک ہو۔ فافہم۔ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام تو بینات پر ہین اور اولیاء بھی ان کے طفیل مین
بینات پر ہین لیکن بینات انبیاء تو وحی و یقین ہو اور بینات اولیاء سچی فراست ہو۔ قال المترجم حدیث مین ہو کہ مومن کی فراست سے ڈرو
کہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہو اور سنن مین صحیح ہوا کہ ایک شخص نے راستہ مین نامحرم عورت پر بُری نظر ڈالی تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ
تھے اُن کی خدمت مین آیا تو دیکھکر فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ میرے سامنے زناکار آنکھین آتی ہین واللہ تم لوگ پرہیز کرو ورنہ مین دُرّے مارونگا مترجم
کہتا ہو کہ پردہ چھپانے کیواسطے اس اچھے ڈھنگ سے نصیحت فرمائی اور حضرت عمرؓ نے عین خطبہ جمعہ پڑھنے مین مجاہد غازیون کے سردار لشکر ساریہ
نام کو جو نہاوند مین تھا آواز دی کہ ارے پہاڑ کی طرف دیکھ اور اس نے یہ آواز وہان سنی چنانچہ پیچھے یہ بھید کھل گیا حالانکہ اسوقت اُن کی آواز
درمیان خطبہ سے لوگون کو تعجب ہوا تھا اور حدیث مین یہ قصہ بروایت صحیح ثابت ہو فتفکر۔ قولہ وعندہ مفاتح الغیب لایعلمہا الا ہو۔ علم غیب
فقط او تعالیٰ ہی کیواسطے ہو فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ مفاتیح الغیب پانچ چیزین ہین کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے انکو کوئی نہین
جانتا پھر قولہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ تا قولہ علیم خبیر پڑھ دی ۔ اور سدی رحمہ اللہ نے جو کبار مفسرین مین سے ہین فرمایا کہ مفاتح الغیب کے معنی غیب کے خزانے پھر شیخ نے کہا اور نیز
مفاتح الغیب مین سے اسکی عنایات ازلی ہین جو بحال انبیاء و اولیاء و ملائکہ بحکمت قدیم مبذول ہوئی قبل انکے وجود کے اور آیات صفات خزانہ قدیم باقی ہین پھر اسنے عنایات ازلی کے نور سے
ان بندون کیلیے مفتاح دی کہ خزائن صفات کا کشف ہوتا ہو تاکہ نور قدیم ہی سے خزانہ قدیم کو پہچانین پس اُن کے لیئے اسرار مکنون ظاہر فرمانا
ہے جس سے یہ لوگ علوم غیب لاتے ہین تاکہ بندون کے واسطے راہ عبودیت کو واضح کر دین اور معاملات و حالات کا اونچ نیچ بتادین اور
قولہ تعالیٰ لایعلمہا الا ہو غیب کے خزائن عام ہین اور پانچ ہی مین منحصر نہین بلکہ پانچ تو ایسے ہین کہ وہ کسی کو معلوم ہی نہین ہوئے اور سوائے اُنکے
سب غیوب مخزون ہین ابن مسعودؓ نے نبی صلعم کی شان مین فرمایا کہ آپ سب جانتے تھے سوائے پانچ چیزون کے پھر سوائے ان پانچ کے باقی غیوب
کو بھی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو لیکن ان مین جس قدر بندے خالص کو بتلا دیا وہ جان لیتا ہو پس اولین و آخرین مین سے کوئی نہین جانتا ہاں اللہ تعالیٰ

جب انکو ظاہر کر دیتا ہے تو جان لیتے ہین لیکن ان چیزون کی حقیقت قدر کو وہی پاک سبحانہ تعالی جانتا ہے اور کوئی نہین جان سکتا - اور نیز یہ معنی ہین کہ ان غیوب کے پانے کی راہین کوئی نہین جانتا سوائے اوتعالی کے پس جن بندون پر فضل ازلی رکھا ہے ان کو اوران کے بتانے کی راہون کو وہی پاک سبحانہ تعالی پہچانتا ہے کوئی اور نہین جانتا اور وہ طریقہ یہی ہے کہ قدم بقدم اسکے رسول صلعم کی پیروی کرین نیز مفاتیح الغیب ہین سے تجلیات لطف و قہر ہین پس لطف تو اولیاء پر ہوتا ہے کہ از خود فانی ہوتے ہین اور قہر کی تجلی سے اعداء یعنی کافر و مشرک وغیرہ اپنی طبیعت و رائے کے اندھیرے مین پھنسکر سنت چھوڑتے ہین اور راہ پر نہین آتے اور نفس و طبیعت کے شر و فساد مین و اللہ اعلم کیا تجلی دیکھتے ہین جو اسی طرف گھسے چلے جاتے ہین آخر جہنم مین جا پڑتے ہین نیز مفاتیح الغیب وہ درجات ہین کہ قلوب کیلئے خزائن مشاہدات و ارواح کیلئے مکاشفات اور عقول روحانی کے لئے معارف اور اسرار کیلئے خزائن علوم ذات و صفات ہین کشادہ ہوتے ہین اور انبیاء علیہم السلام کے لئے معجزات کے خزانے اور اولیاء کیلئے کرامات کے خزانے اور مریدون کے لئے فراست کے خزانے کھلتے ہین - جریری رح نے قولہ لا یعلمہا الا ہو - مین کہا کہ اور جسکو وہ اپنے کرم سے مطلع فرماوے - رسول و خلیل وغیرہ سے وہ بھی اوتعالی کے آگاہ کرنے سے جان لیتا ہے - شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ پس آیت سے اہل خیر پر محبت و رحمت کھلتی ہے اور شریر و بے ایمانون پر فتنہ و خواری کھلتی ہے پھر نیکون مین سے اولیاء پر کرامت اور اہل اسرار پر سر الغیب اور اہل تمکین پر جذبہ کھل جاتا ہے اور نیز انبیاء کے واسطے مکاشفات اور اولیاء کو معائنات اور صالحین کو طاعات اور عوام کو ہدایت ملتی ہین - ابو سعید خراز رح نے کہا کہ اوتعالی نے اپنے حبیب صلعم پر پہلے تو امر و نہی سے ادب کھولا پھر مشیت و قدرت سے تہذیب سکھلائی پھر قولہ لیس لک من الامر شیٔ سے تہذیب کے اسباب کھولے پھر قولہ و تبتل الیہ تبتیلا سے تغیب کو کھولا پس یہ مفاتیح الغیب ہین سے ہین جو آنحضرت صلعم کے لئے ظاہر ہین کشادہ ہوئے قولہ و یعلم ما فی البر و البحر یعنی غیب لطف سے نیک بندون کو پار اُتار دیا اور دشمنون کو دریائے قہر مین غرق کر دیا پس اسمین جو حکمت و اسرار غیب ہین وہی جانتا ہے اور نیز دریائے غیب و میدان قلوب کے حقائق اسی کو معلوم ہین اور ایسے ہی نفوس کے چپٹ میدان مین جو شہوات کے بھیڑیے ہین وہی خوب جانتا ہے قولہ و ما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا و لا حبۃ فی ظلمات الارض الخ حق سبحانہ تعالی نے اسمین آگاہ فرمایا کہ اسکا علم قدیم ہر فردہ ذرہ کو محیط ہے اور ظاہر و باطن اسکی کبریائی ہر حادث و مخلوق و عالم پر غالب ہے کما قال لا یعزب عنہ مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض - مترجم کہتا ہے کہ ہر ایماندار جو اللہ تعالی و رسول علیہ الصلوۃ والسلام پر ایمان لایا قطعاً یقین کرتا ہے کہ اوتعالی عز و جل ہر ذرہ ذرہ سے عالم و آگاہ و خبردار و سمیع و بصیر ہے اور سخت عجب ہے کہ بعضے فلسفی بندۂ اوہام مانند گمراہان یونان کے باطل اعتقاد رکھتے ہین کہ اللہ تعالی جزئیات کو بوجہ جزئی نہین جانتا اور یہ درحقیقت اس طرح علم الٰہی کی نفی ہے پس اگر اسکو یقین نہین تو گمراہ ہے اور محققین علماء نے ایسون کو کافر کہا اور یہی صحیح ہے و اللہ تعالی اعلم - شیخ رح نے لکھا کہ اس آیت مین تنبیہ ہے کہ ہر خطرۂ نفسانی کے وقت اللہ تعالی سے شرم کرین کہ وہ ہر پوشیدہ و ظاہر اور ہر ذرہ ذرہ کا عالم خبیر ہے - اور نیز بیان فرمادیا کہ تمام مقدورات عدم سے وجود کی طرف اور وجود سے عدم کی طرف سب اسی کی مشیت ازلی و ارادہ قدیم کے موافق جاری ہین اور یہ سب لوح محفوظ پر قلم قدرت سے لکھے ہین جو ہر طرح کے تغییر زمانی و مکانی سے محفوظ ہین وہ تو اس عالم سے جو تحت زمانہ ہے باہر ہے و قد قال تعالی ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین - جو رطب ہے اس کے لطف مشاہدہ سے ہے اور جو ترو تازہ ہے اسکی پاکیزہ قدرت کا ظہور ہے اور جو زرد پڑ گیا اور خشک ہوا وہ ہوائے قہر سے ہے جو گیاہ تازہ اُبھرے وہ اسکی ربوبیت کے زیر فرمان ہے اور جو خشک ہو کر مرجھائی وہ اُس کی پاکیزگی کا بیان ہے کہ ہر وجود و عدم و حدوث سے وہ پاک ہے - واسطی رح نے فرمایا کہ علم الٰہی ہر چیز کو اس وقت محیط تھا

کہ جب وقت کا نام نہ تھا اور چیز کا نشان نہ تھا اور بنتہ گرنے کا قضیہ بدون موضوع و محمول تھا۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ

اور وہ ہے کہ تم کو بھر لیتا رات کو اور جانتا ہے جو کما چکے ہو دن کو پھر تم کو اٹھاتا اس میں کہ پورا ہو وعدہ جو تھا

مُّسَمًّى ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ ع ۱۴

ٹھہرا دیا پھر اسکی طرف پھیرے جاؤ گے پھر جتا دیگا تم کو جو کرتے ہو اور اسی کا حکم غالب اپنے

عِبَادِهِ ۖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا

بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان یہانتک کہ جب پہونچے تم میں کسی کو موت اسکو بھر لیویں ہمارے بھیجے لوگ

وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ۝ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۚ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ

اور وہ قصور نہیں کرتے پھر پہونچائے جاوینگے اللہ کی طرف جو مالک ان کا ہے تحقیق سُن رکھو حکم اسی کا اور وہ

أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ۝

شتاب لیتا ہے حساب

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ۔ توفی کسی چیز کو بھرپور لے لینا۔ تَوَفَّيْتُ الشَّيْءَ و استوفیتہ۔ بھرپور اس شئے کو لے لیا اور مراد یہاں یہ کہ وہی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے جو قبض کرتا ہے تمہاری ارواح کو سوتے میں "پس لیل جو غالب و اصلی وقت سونے کا ہے مراد اس سے خواب ہے اور یہ وفات بمعنی موت حقیقی نہیں پس یہ کلام ایسا ہے جیسے اوتعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا۔ اور یہ موت اصغر ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔ انی متوفیک ورافعک الی الآیۃ۔ اور اسی پر صریح دلالت کرتا ہے ذکر موت اکبر کا اسی آیت میں اور نیز لفظ باللیل کیونکہ ہر شخص رات ہی میں نہیں مرا کرتا ہے۔ بالجملہ مفسرین و علماء متفق ہیں کہ قولہ یتوفاکم باللیل سے نوم مراد ہے جو موت کی بہن ہے اور یہ موت اصغر ہے اور بعضے لوگوں نے جو کہا کہ جسم میں دو روحیں ہوتی ہیں ایک روح حیات جو موت حقیقی کے وقت نکل جاتی ہے اور دوسری روح تمیز جو سوتے میں نکل جاتی ہے اور عالم میں پھرتی اور خواب دیکھتی ہے پھر بیداری کے وقت لوٹ آتی ہے تو صحیح یہ ہے کہ تحقیق اسکی علم الٰہی میں ہے اور لوگوں نے اٹکل سے باتیں بنائی ہیں ہاں بعض آثار اس بارہ میں مروی ہیں کہ وضو کیساتھ سونا چاہیے کیونکہ روح بعد سو جانے کے ملائکہ کے ساتھ سجدہ کرتی ہے اور اسمیں شک نہیں کہ خواب میں جو آدمی دیکھا کرتے ہیں سب یکساں نہیں ہیں بعضے تو پریشان خیالات و شیطانی باتیں دیکھتے ہیں اور انھیں کے حق میں حدیث صحیح میں آیا کہ ہوشیار رہو کہ شیطان تم سے مسخرہ پن نکرے اور بعض کے خواب درست ہوتے ہیں اور وہ دو طرح کے ہیں بعض تو تاویل رکھتے ہیں جیسے یوسف صدیق علیہ السلام کا خواب سورج و چاند و ستاروں کے سجدہ کرنے کا تھا اور بعضے ویسے ہی واقع ہوتے ہیں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پسر کو ذبح کرنا دیکھا پس جن لوگوں کی مصاحبت محض شیطان ہی سے ہے وہ اس سے منکر ہیں۔ بالجملہ یہاں قبض ارواح بخواب مراد ہے اور ابن عباس رضؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جب وہ سوتا ہے تو فرشتہ اسکی روح لے لیتا ہے پھر اگر اللہ تعالیٰ نے اسکی روح قبض کرنے کا حکم دیا تو موت معین ہوتی ہے ورنہ روح اسکو پھیر دیتا ہے یہی ہے قولہ یتوفاکم باللیل۔ رواہ ابو الشیخ و ابن مردویہ و اسنادہ منقطع۔ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ۔ اے ماکسبتم فیہ "اور جانتا ہے جو تم نے کمایا دن میں" اور یہ بھی باعتبار غلب

عالت کے ہو کہ دن ہی مین کام کاج کرتے ہین اور رات مین سوتے ہین وقال ابن کثیر یہ جملہ معترضہ ہو واسطے دلالت اس امر کے کہ اللہ تعالی کا علم اپنی مخلوق کے حال پر ان کے دن کے حرکات و رات کے سکون سب کو محیط ہے ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ۔ اے فی النہار یرد ارواحکم۔ پھر اُٹھاتا ہے تم کو نہار مین ف۔ باین طور کہ تمھاری روحین بعد نیند کے پھیر دیتا ہے۔ کذا قال مجاہد وقتادہ والسدی۔ بیضاوی رح نے کہا بعث در اصل یعنی موت کے بعد زندہ کرکے اُٹھانا پس یہان توفی کے ترشیح کے طور پر آیا ہے اور نیز نوم جو موت اصغر ہے بمقابلہ اسکے بعث اصغر ہوا پھر وارد ہوتا ہے کہ یعلم ما جرحتم بالنہار سے تو روارواح معلوم ہوچکا پھر لفظ ثم کے کیا معنی ہین تو جواب یہ کہ وہ جملہ معترضہ ہو کما قال ابن کثیر اور بعض نے کہا کہ فیہ کی ضمیر اس شان مذکور کی طرف ہو یعنی پھر اُٹھاویگا تم کو قبرون سے اسی شان وحال کے ساتھ جو تم نے راتون کو سوتے مین اور دن کو اپنے بھلے برے اعمال مین صرف کیا ہے اور بعض نے کہا کہ کلام مین تقدیم وتاخیر ہے یعنی وہو الذی یتوفاکم باللیل ثم یبعثکم بالنہار ویعلم ما جرحتم فیہ۔ اور اولی وہ ہو جو شیخ ابن کثیر رح نے کہا ہے اور معنی آیت کے یہ کہ علم الٰہی محیط ہو اور بکرار ان کافرون کو دن مین اُٹھانا انکے اعمال سے غفلت نہین بلکہ امہال ہو لِيُقْضَى أَجَلٌ مُسَمًّى۔ تاکہ میعاد مقررہ پوری کی جاوے ف۔ اس اجل سے مراد زندگانی کی مدت تمام ہے جو ہر انسان کیواسطے مقدر ہے۔ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ۔ پھر اللہ تعالی ہی کی طرف تمھارا مرجع ہے ف۔ اس طرح کہ قیامت کے واسطے اُٹھائے جاؤ اور محشور ہوگے۔ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ پھر جو تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار کریگا ف۔ اسمین تہدید ہو اور اس سے بشارت بھی مفہوم ہے اور معنی یہ کہ نیکون کو ان کی نیکی کا ثواب دیگا اور بدون کو انکی بدکاریون کا عذاب دیگا۔ وَهُوَ الْقَاهِرُ مُسْتَوْلِيًا فَوْقَ عِبَادِهِ وہی قاہر ہے اپنے بندون کے اوپر ف۔ فوقیت سے ظرف مراد نہین بلکہ علو رتبہ مراد ہے اور قہر بمعنی غلبہ پس معنی یہ کہ وہی اللہ پاک قاہر ہے از راہ استعلا اور غلبہ کے یا در حالیکہ عالی مرتبہ ہے اپنے بندون سے اوپر یعنی بندون پر عجز و بے اختیاری مقصود ہے اور اللہ تعالی کے زیر حکم سب مسخر ہین کسی کو اسکے حکم تقدیر سے جو غالب ہو سرتابی کی مجال نہین ہو۔ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً۔ اور ارسال فرماتا ہو تم پر حفظہ ف۔ یعنی وہ ملائکہ جو تمھارے اعمال کو محفوظ رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ قولہ وہو القاہر الخ یعنی بندون کے امور مین وہی متصرف ہو کوئی اور نہین جس طرح چاہتا ہے مارنے جلانے ثواب دینے وعذاب کرنے وغیرہ کا تصرف کرتا ہے اور بھیجتا ہے تم پر حفظہ پس علیکم متعلق یرسل ہو باین طور کہ اس ارسال مین استعلا کے معنی ہین یعنی بھیجنا بطور غلبہ ہو اور بعض نے کہا کہ فوق عبادہ مین فوقیت لائق جلال الٰہی بدون کیفیت بیان کرنے کے مراد ہے اور علیکم متعلق حفظہ ہو اور تقدیم اس اظہار کیلئے کہ ارسال حفظہ کی خبر مقصود نہین بلکہ تم پر انکا ارسال بیان کرنا مقصود ہے تاکہ ہوشیار رہو لیکن پوشیدہ نہین کہ فوقیت کے معنی استعلا کی بنظر لغت وفصاحت کلام کی بہت مناسب ہین پس خواہ مخواہ اسکو متشابہ مین داخل کرنا بے وجہ ہو۔ پھر سدی رح نے کہا کہ حفظہ سے معقبات اللیل والنہار مراد ہین یعنی جو حدیث مین آیا کہ صبح کو ستر ہزار فرشتے اُترتے اور نماز عصر کے بعد جاتے ہین اُسی وقت اور ستر ہزار اُترتے اور نماز فجر کے بعد جاتے ہین اور ہر وقت نئے اُترتے ہین جو کبھی نہین آئے تھے اور حدیث مین زیادہ مضمون بھی آیا ہے اور جمہور اہل تفسیر نے حفظہ سے حافظہ اعمال فرشتے بیان کئے۔ کمافی قولہ وان علیکم لحافظین۔ اور ارسال سے ایک وقت خاص پر بھیجنا مراد ہے پھر وہ تا دم مرگ حافظ رہتے ہین اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ تیسرے طبقہ زمین سے نیچے اور چوتھے طبقہ کے اوپر کچھ جن ہین کہ اگر وہ تم پر ظاہر ہون تو ان کے ہوتے ہوئے تم کوئی نور نہ دیکھو زمین کے کونون مین سے ہر کونہ پر اللہ تعالی کی مہرون مین سے ایک مہر ہو اور ہر مہر کے ساتھ ایک فرشتہ ہو اور اللہ تعالی ہر روز اپنے یہان سے ایک فرشتہ اسکے پاس بھیجتا ہے کہ جو تیرے پاس ہو اسکو محفوظ رکھ۔ رواہ ابن ابی حاتم کما فہم

من تفسیر الحافظ رح وقال فی قولہ حفظۃ اسے ملائکہ جو بدن انسان کے حافظ رہتے ہیں کقولہ تعالیٰ لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ اور ملائکہ حفظہ وہ فرشتے ہیں جو اعمال انسان کو حفظ و شمار رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خود خوب جانتا ہے کہ کس بندے نے کب اور کس وقت کیا عمل کیا ہے۔ اور یہاں حافظ بدن انسان کے معنی زیادہ مناسب ہیں بقولہ تعالیٰ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی آدمی کی موت آئی تو اس کو ہمارے رسول وفات دیتے ہیں ف۔ رسل جمع رسول سے مراد بعض نے کہا کہ فقط ملک الموت یعنی عزرائیل علیہ السلام ہے جو شرف ظاہر کرنے کو بلفظ جمع مذکور ہوا۔ اور مفسر رح نے موافق ابن کثیر رح کے کہا کہ وہ ملائکہ مراد ہیں جو جاندار کو وفات دینے اور روح قبض کرنے پر موکل ہیں۔ قال ابن کثیر رح حضرت ابن عباس رض وغیرہ سے مروی ہوا کہ ملک الموت کے مددگار بہت سے ملائکہ ہیں جو بدن سے روح نکالتے ہیں، پھر جب حلقوم پر پہونچی تو ملک الموت اسکو قبض کر لیتا ہے اور اس قول کے شاہد احادیث ہیں جو قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیۃ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہونگی اور جو لوگ ملحد و زندیق فقط وہم کے بندے اور عقل سے خارج ہیں اُن کو یہ وہم ہوتا ہے کہ لاکھوں آدمی مرتے ہیں تو ملک الموت کہاں کہاں پہونچتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ یہ مسافت و دوری تو جسم والی چیز کے حق میں ہوتی ہے اور قوت روحانی کو کون قیاس کر سکتا ہے یہاں تو متعلق مادی جسم کی قوتیں عجائب ہیں حتیٰ کہ آنکھ کی بینائی مثلاً یا خیال و وہم خود دیکھو کہ پلک مارتے کہاں سے کہاں پہونچتا ہے اور عقل نے جو بات ضبط کر لی اُسکے یہ معنی نہیں کہ ہاتھوں سے پکڑے پس ٹھیک طور پر بات سمجھنی چاہیے۔ واللہ الموفق بالجملہ فرشتے اسی وقت روح قبض کرتے ہیں جب اسی روح کی موت کا وقت ہو۔ وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ۔ اور جو ان کو حکم دیا گیا اسمیں کوتاہی نہیں کرتے ہیں ف۔ اور بعض نے کہا کہ حفظ حیات میں کمی نہیں کرتے مثلاً قبل از وقت نہیں مارتے ہیں اور بعض نے کہا کہ حفظ اعمال میں تجاوز نہیں کرتے مثلاً کسی کی نیکی ضائع یا بدی زائد کریں اور یہ یفرطون بقراۃ تخفیف سے مناسب ہے اور اول اولیٰ ہے اور ابن کثیر رح نے کہا کہ روح متوفی کی حفاظت میں کوتاہی نہیں کرتے بلکہ حفاظت سے جہاں مشیت الٰہی عزوجل ہے وہیں پہونچاتے ہیں چنانچہ نیک ہے تو علیین میں اور اگر بدکار ہے تو سجین میں پہونچاتے ہیں سعید بن یسار رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میت کی موت کے وقت ملائکہ آتے ہیں اگر وہ نیکوکار آدمی ہوا تو اس سے کہتے ہیں کہ اے نفس مطمئنہ جو پاک جسم میں تھی اب باہر آجا اور نکل آ تیری تعریف ہو رہی ہے اور روح و ریحان سے اور پروردگار غیر غضبان سے خوشی و بشارت لے پس برابر اس روح سے یہی کہا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ نکل آتی ہے پھر اسکو آسمان پر چڑھا لیجاتے ہیں پھر دروازہ کھلواتے ہیں پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے پس کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص ہے تو کھولا اور کہا جاتا ہے کہ مرحبا کیا پاکیزہ روح جسم پاک میں تھی تو اندر چلی آ کہ تعریف کی گئی ہے اور تجھے روح (بالفتح راحت ۱۲) و ریحان کی اور تیرے پروردگار کی جو تجھ پر غضب میں نہیں ہے بشارت ہے اور برابر اسے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ ساتویں آسمان تک پہونچتی ہے اور اگر میت کوئی آدمی بدکار ہوا تو فرشتہ اس سے کہتے ہیں کہ نکل اے نفس خبیث جو جسم خبیث میں تھی نکل درحالیکہ تجھ پر مذمت ہو رہی ہے اور لے یہ بشارت سن کہ تجھکو حمیم و غساق ہے اور اس قسم سے دو چند ہے اور برابر اس سے یہی کہا جاتا ہے یہانتک کہ نکالی جاتی ہے پھر اسکو آسمان تک پہونچاتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ کون ہے کہا جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ اس نفس خبیث کو کچھ مرحبا نہیں جو خبیث جسم میں تھی تو لوٹ یہاں سے درحالیکہ تو مذمت کی گئی ہے پس آسمان سے پھیری جاتی ہے۔ پھر وہ قبر میں داخل کیا جاتا ہے تو اول کو بمانند کلام اول کے بشارت دیجاتی ہے اور دوم کو بمعنی دوم عتاب کے مذمت کیجاتی ہے رواہ احمد۔ اور صحیحین کی احادیث میں روح خبیث

کی بدبو اور ملائکہ کے گروہ کا اسکی بو سے ایذا پانا اور لعنت کرنا اور آسمان تک پہونچکر سجین میں پھینکا جانا اور عذاب قبر نہایت ہولناک مفصل مروی ہوا ہے نعوذ باللہ من ذلک اللھم اعوذ بک من ان اکون من الذین یؤذون ویخبثون واسألک باللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم ان تغفرلی خطیئتی کلہا وتوفنی مسلما والحقنی بالصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وعلی جمیع عباد اللہ الصالحین آمین۔ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ۔ بعض نے کہا کہ ثم ردوا یعنی پھر واپس ہوجاتے ہیں ملائکہ اور بعض نے کہا کہ مُردے لے لائے جاتے ہیں یا تو بعد موت کے روح آسمان کی طرف چڑھائی جاتی ہے جیسا کہ بیان ہوا اور یا مراد آنکہ روز قیامت میں ہوگا جو یقینی ہے لہذا بلفظ ماضی بیان فرمایا اور یہی مفسر نے لیا یعنی پھر لوٹائے جاوینگے سب مخلوق اپنے مالک کی طرف جو حق یعنی حقیقی عادل ہے پس وہ اُس ہر ایک کو اسکا بدلا دیگا۔ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ آگاہ ہو کہ اُسی کا ہے حکم یعنی مخلوق میں قضا نافذ اسی کی ہے۔ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ۔ اور وہ سریع الحساب ہے کہ دنیا کے دن کے آدھے کے برابر مقدار میں حساب فرما دیگا۔ کیونکہ ایک حدیث میں یہ ثابت ہوا ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ پچاس ہزار برس کا دن قیامت کا ہونا اور پانچ سو برس تک انتظار وغیرہ کی احادیث میں حساب کا بیان نہیں ہے پس اصل حساب جو علم الٰہی محیط میں موجود ہے بہت جلد ہو جائیگا۔ اور ایسی ہی جن احادیث میں کافروں پر حجت قائم ہونے کیلئے طول مدت مروی ہے وہ اصل حساب میں نہیں ہے۔ فافہم واللہ اعلم بالصواب ف۔ فی العرائس۔ قولہ تعالی ہو الذی یتوفاکم باللیل۔ رات میں وفات دنیا اس مفاد کیواسطے کہ ان کی روحیں فضائے ملکوت میں پرواز کریں اور انوار جبروت میں سیر کریں تاکہ اُنکا شوق اپنے اصلی وطن کے جانب بڑھجاوے اور دن میں اپنے جوارح واجسام سے اعمال خیر کے بدلے جو مقام راحت وآرام پاوینگے اُس کو پہچان لیں اور مار ڈالنے اور جلانے میں قدرت الٰہی عز وجل کو اپنے اوپر بیتی ہوئی اور آنکھوں دیکھی ہوئی معلوم کریں تاکہ اُن پر یہ وقت آجاوے کہ حوادث مخلوقات سے منقطع ہوکر مشاہدہ الٰہی کیطرف منقطع ہوجاویں اور اسی مضمون کیطرف تتمہ آیت یعنی قولہ ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی الآیۃ۔ سے اشارہ ہے۔ ثم ردوا الی اللہ مولاہم الحق۔ اور تعالی کے شرف دینے وکرامت فرمانے میں سے یہ بات بھی ہے کہ بندہ کو قید خانہ دنیا و اسکے بلاؤں میں نہ چھوڑا اور ملائکہ حفاظ اعمال کے ہاتھ میں عمل کی حفاظت اپنے بندہ مومن پر عزت ہے تاکہ کوئی غیر اسپر مطلع نہ ہو اور آیت میں گنہگاروں کے حق میں اُمید ہے اور یہ بندون پر لطف سے ظاہر ہوا کیونکہ مولاہم الحق فرمایا اور اگر فقط ردوا الی اللہ ہوتا تو عظمت قہر کبریائی میں نیست ہوجاتے لیکن لطف سے بندون کا مولا ہونا فرمایا۔ پہلے ردوا الی اللہ سے مقام ہیبت میں لاکر قولہ مولاہم الحق۔ سے مقام قرب منزلت کی طرف نکال لیا۔ بعض نے کہا کہ قرآن پاک میں یہ آیت کریمہ سب سے زیادہ اُمید کی آیت ہے کیونکہ بندہ وغلام کے واسطے اس سے زیادہ کوئی اُمید نہیں کہ اس کے جزا وسزا کا مدار اسکے مولی کی طرف ہوجاوے۔

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا
تو کہہ کون تمکو بچالاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے جس کو پکارتے ہو گڑگڑاتے اور چھپکے اگر ہم کو بچالیوے
مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ
اس بلا سے تو البتہ ہم احسان مانیں تو کہہ اللہ تم کو بچاتا ہے اُن سے اور ہر
كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ
گھبراہٹ سے پھر تم شریک ٹھہراتے ہو تو کہہ اُسی کو قدرت ہے کہ بھیجے تم پر

عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ
عذاب اوپر سے یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے یا ٹھہرا دے تمکو کئی فرقے کرکر اور چکھا دے ایک کو

بَاْسَ بَعْضٍ ط اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۵ وَكَذَّبَ
لڑائی ایک کی دیکھ کس پھیر سے ہم کہتے ہیں باتیں شاید وہ سمجھیں اور اس کو جھوٹ بتایا

بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ط قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ط لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۵
تیری قوم نے اور یہ تحقیق ہے تو کہہ میں نہیں تم پر داروغہ ہرچیز کا ایک وقت ٹھہرا ہے اور آگے جان لوگے

قُلْ یا محمد لاہل مکہ۔ کہدے اے محمد مکہ والوں سے مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تم کو خشکی وتری کی تاریکیوں سے کون بچاتا ہے یعنی تمھارے سفروں میں خشکی وتری کے ہول سے کون بچاتا ہے۔ سراج میں کہا کہ ظلمت کا لفظ شدت سختی کے واسطے استعارہ ہے کیونکہ دونوں میں یہ مشارکت ہے کہ جب ہول وخوف شدید طاری ہوتا ہے تو آنکھوں سے نہیں سوجھتا ہے پس یوم شدید کو عرب اسے یوم مظلم بولتے ہیں جیسے اسکے خلاف کو یوم مکوکب کہتے ہیں اور بعض نے کہا کہ استعارہ پر محمول کرنے سے حقیقت پر محمول کرنا اولی ہے اور ظلمات البر وہ کہ رات کی تاریکی اور ابر کی تاریکی وغیرہ جمع ہوجاتے ہیں جس سے سفر میں خوف سخت پیدا ہوتا ہے کیونکہ راہ صواب ملتی نہیں اور ظلمات البحر رات کی تاریکی و ابر کی تاریکی اور ہولناک موجیں وتند مخالف ہوائیں وغیرہ جن سے خوف شدید ہوتا ہے اور پوشیدہ نہیں کہ ہولناک موجیں و تند ہوائیں حقیقی معنی ظلمت کے نہیں ہیں اور اظہر یہ کہ خشکی وتری کے اندر ظلمات وہ اسباب ہولناک ہیں جنسے خوف شدید پیدا ہوجاوے اور معنی یہ کہ خشکی یا تری میں اسباب ہولناک حادث ہونے کی حالت میں کون تم کو نجات دیتا ہے جبکہ تمھاری یہ حالت ہوتی ہے کہ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا علانیہ وَّخُفْيَةً سرا۔ دعائیں مانگتے ہو اس سے تضرع سے یعنی علانیہ اور خفیہ یعنی پوشیدہ اور کہتے ہو کہ۔ لَئِنْ اَنْجٰنَا واللہ اگر تو نے ہم کو نجات دی اور ایک قراءۃ میں لئن انجانا ہے اگر اللہ تعالی نے ہم کو نجات دی مِنْ هٰذِهٖ الظلمات والشدائد ان تاریکیوں یعنی ان سختیوں سے۔ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ۔ تو ضرور ہم ایمان لانے والوں میں سے ہوجاوینگے۔ ثابت ہوا کہ ان شدائد کے وقت کوئی بت وغیرہ کام نہیں آتا جن سے شریک لاتے ہو پھر کوئی ان میں سے معبود نہیں ہے قُلْ۔ اُن سے کہدے کہ اَللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا۔ اللہ تعالی تم کو ان ظلمات سے نجات دیتا ہے اکثروں کی قرأت ینجیکم از انجا ہے اور قراء کوفہ وہشام کی قراءۃ ینجیہ سے بتشدید ہے۔ وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ۔ اور ان ظلمات کے سوائے ہر غم سے بھی نجات دیتا ہے۔ کوئی بت وغیرہ ایسا کرنے والا نہیں ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ۔ پھر اسکے بعد جب مطمئن ہوجاتے ہو تو اللہ تعالی سے شرک کرنے لگتے ہو پس اس حالت میں شرک کس حماقت پر ہے۔ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ۔ تو کہدے اے محمد صلعم ان مشرکوں بدعہدی کرنے والوں سے کہ وہ تعالی قادر ہے اس بات پر کہ بھیجے تم پر عذاب کو تمھارے فوق سے۔ یعنی سروں کی بلندی بالا کی جانب سے مثلاً عذاب کے پتھر برساوے یا آواز سخت ایسی سناوے کہ دل وجگر پھٹ جاویں یا ہوا وغیرہ بھیجے جیسے عذاب کہ عاد وثمود وقوم لوط وغیرہ پر آئے تھے۔ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یا پیروں کے تحت سے مانند آنکہ خسف کرڈے یا غرق کرڈے قال مجاہد وسعید بن جبیر وابو مالک والسدی وابن زید وغیر واحد فی قولہ عذابا من فوقکم یعنی پتھر برساوے۔ او من تحت ارجلکم یعنی زمین میں دھنسادے اوریہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا اور یہی شیخ سیوطی رح نے لیا ہے اور ابن عباس وغیرہ سے روایت ہے کہ من فوقکم یعنی تم میں سے اونچوں

اور وہ گمراہ حاکم و سردار ہیں او من تحت ارجلکم یعنی نیچوں سے اور وہ غلام و رذیل ہیں۔ اور ارجح قول مجاہدرح ہے و دیگر معانی اسکے اقسام دلالت سے شامل و داخل ہیں واللہ اعلم۔ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا۔ او یخلطکم فرقا مختلفۃ الاھواء۔ یا خلط کردے تم کو فرقہائے مختلفۃ الاھواء۔ یعنی آپس میں تم کو ایسے مختلف فرقہ کردے کہ ہر ایک کی خواہش نفسانی مختلف ہوجاوے پس آپس میں مخالف ہوکر ایک دوسرے کے دشمن ہوجاؤ اور یہ تفسیر ابن عباسؓ و مجاہد و دیگر علماء سے مروی ہوئی اور حدیث میں جو متعدد طرق سے آنحضرت صلعم سے مروی ہوئی یوں موجود ہے کہ یہ امت تہتر فرقوں پر مختلف ہوجائے گی جس میں سے سب دوزخ میں جاوینگے سوائے ایک فرقہ کے۔ کذا فی تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ اور دوسرے مقام پر شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ میں نے اس حدیث کے طرق و اسانید کو جمع کیا ہے۔ الحاصل اللہ تعالیٰ قادر قاہر ہے تم خوف کرو کہ تمھارے اوپر سے عذاب اُتارے یا پیروں کے نیچے سے یا تم کو مختلف نفسانی خواہشوں میں باہم مختلط و متخالف کردے۔ وَیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَأْسَ بَعْضٍ۔ یا تم میں سے بعض کو بعض پر مسلط کردے کہ عذاب و تکلیف دہی و قتل سے مضرت پہونچاویں۔ کذا قال ابن عباسؓ و غیر واحد۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ میں علوم و معرفت ہیں اور راسخین فی العلم اُن کو خوب جانتے ہیں۔ پھر یہ تہدید تو ظاہراً مشرکین کو ہے اور اہل اسلام جب دین قویم و سنت مستقیم سے فسق و فجور کی طرف مائل ہوں تو وہ بھی اسکے اشارہ میں شامل ہیں اسیواسطے حسن بصری رحمہ اللہ سے قولہ قل ہو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم میں روایت ہے کہ حسنؒ نے کہا کہ یہ مشرکوں کیواسطے ہے۔ مترجم کہتا ہے احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ اس امت میں سے بھی کچھ لوگ خارج ہوکر مشرکوں سے مل جاوینگے اور مجاہدرح نے فرمایا یہ امت محمد صلعم کے واسطے ہے ان دونوں اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا اور یہ دونوں قول متعارض نہیں بلکہ صحیح ہیں پھر ابن کثیرؒ نے ذکر فرمایا کہ بخاریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں روایت کی کہ جابر بن عبد اللہؓ نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری۔ قل ہو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم رسول اللہ صلعم نے کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اے میرے پروردگار میں تیری وجہ پاک سے پناہ مانگتا ہوں۔ او من تحت ارجلکم کہا کہ اعوذ بوجہک یعنی اس عذاب سے بھی پناہ مانگی۔ او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم بأس بعض۔ کہا کہ یہ نرم و آسان ہے۔ وقد رواہ النسائی و الحمیدی و ابن حبان و ابن مردویہ و سعید بن منصور۔ اور بعض روایت میں ہے کہ جابرؓ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے نرم و آسان فرمایا اور اگر اس سے بھی پناہ مانگتے ہو تو اللہ تعالیٰ پناہ دیتا۔ مترجم کہتا ہے کہ اشارہ ہے کہ یہ امر مقدر ہے ضرور واقع ہوگا اسیواسطے یہاں پناہ نہ مانگی کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے واقع ہوتا ہے چنانچہ امت اسلامیہ میں یہ سب امور یکے بعد دیگرے واقع ہوئے اول تو باہم قتال ہوا اگرچہ دین میں سب حق پر تھے پھر مختلف الاھواء فرقے پیدا ہوئے مانند خوارج و روافض و معتزلہ و جہمیہ وغیرہ۔ پھر عذاب کا مرتبہ ہے۔ سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ قل ہو القادر علیٰ ان الآیۃ کو آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ہونے والا ہے اور اسکی تاویل ابھی نہیں آئی ہے۔ رواہ احمد و الترمذی۔ وقال حدیث غریب سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ پھر مسجد میں داخل ہوکر آنحضرت صلعم نے دو رکعت نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی پھر دیر تک حضرتؐ پروردگار عز و جل سے مناجات کی پھر فرمایا کہ میں نے اوتعالیٰ سے تین باتیں مانگیں ایک یہ کہ طوفان غرق سے میری امت کو ہلاک نہ کرے اسکو اوتعالیٰ نے منظور فرمایا اور دوم یہ کہ قحط سے میری امت کو ہلاک نہ کرے یہ بھی عطا فرمائی۔ اور سوم یہ کہ آپس میں قتل و تعذیب نہ کریں تو اس کو منع فرمایا۔ رواہ احمد و مسلم۔ مترجم کہتا ہے کہ مسجد بنی معاویہ میں یہ نماز پڑھی تھی اور یہ سوال

کئی بار واقع ہوا اور بعض دفعہ چار باتیں مانگنا مذکور ہے اور طوفان غرق سے یہ مراد کہ مانند طوفان نوح کے عموم غرق سے پناہ ہو اور قحط سے ہلاکت ہونے سے یہ مراد کہ عموماً قحط کا عذاب مانند طوفان کے ایسا نہ ہو کہ سب قحط سے ہلاک ہو جاویں اور اُمت سے مراد ایمان و اسلام والے ہیں اور مسجد بنی معاویہ ایک مسجد قریب حرہ کے عوالی مدینہ منورہ میں ہے اور اس مسجد میں اس دعا کی خصوصیت شاید ظہور آثار قضاء و قدر تھا کہ بعد زمانہ آنحضرت صلعم و خلفاء راشدین کے یزید پلید کے لشکر سے اسی مقام پر اکابر مدینہ و صلحاء اُمت کیساتھ بے ادبیاں و خونریزیاں واقع ہوئیں جو کتب سیر میں مذکور ہیں بلکہ صحاح احادیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلعم لوگوں کو آطام مدینہ سے بلاء و فتنہ کی خبر دیتے تھے۔ قال الامام احمد قرأة علی عبد الرحمن بن مهدی عن مالک عن عبد الله بن عبد الله بن جابر بن عتیک۔ کہا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حرۃ بنی معاویہ میں جو انصار کے محلات میں سے ہے ہمارے پاس آئے اور مجھ سے فرمایا کہ تو جانتا ہے کہ تمہارے اس مسجد میں رسول اللہ صلعم نے کس مقام پر نماز پڑھی تھی میں نے کہا کہ ہاں اور میں نے ایک جانب کو اشارہ کر کے بتلایا پھر پوچھا کہ تجھے معلوم ہے کہ اسمیں جن تین باتوں کی دعا فرمائی تھی وہ کیا ہیں تو میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ مجھے خبر دیجے تو میں نے کہا کہ یہ دعا فرمائی کہ اُمتیوں پر ان لوگوں کے سوائے دوسری قوم سے کوئی غالب نہ فرمایا جاوے اور قحط سے وہ ہلاک نہ کئے جاویں اور یہ دونوں باتیں منظور ہوئیں اور یہ دعا کی کہ آپس میں ایک دوسرے سے ان کو ضرر قتل و تعذیب ہو تو اس دعا سے منع کئے گئے۔ عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ تو نے سچ کہا اور فرمایا کہ قیامت تک برابر آپس میں خونریزی و تعذیب جاری رہیگی۔ قال الحافظ ابن کثیر اسنادہ جید قوی ولیس فی شیٔ من الکتب الستة اور مترجم کہتا ہے اور غیر قوم سے کوئی دشمن اُن پر غالب ہو اس سے یہ مراد کہ اس طرح غالب ہو کہ اُن کو نیست کر دے جیسا کہ دوسری روایات میں مصرح ہے۔ اور ابن مردویہ کی روایت بطریق محمد بن اسحاق میں آٹھ رکعات پڑھنا مذکور ہے اور امام احمد کی روایت معاذ بن جبل میں اس نماز کو نماز رغبت و رہبت فرمایا وقد رواہ ابن ماجہ و ابن مردویہ اور امام احمد کی روایت انسؓ میں ایک سفر میں آٹھ رکعت نماز چاشت مذکور ہے اور اسکو نماز رغبت و رہبت فرمایا اور تیسری دعا میں الفاظ ہے کہ میں نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ لایلبسہم شیعا۔ یعنی فرقہائے مختلف الاہواء مخلوط نہ فرماوے تو یہ قبول نہ ہوئی۔ وقد رواہ النسائی۔ مترجم کہتا ہے یہ سفر میں نماز چاشت میں واقع ہوا اور ظاہر اسمیں تیسری دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ آپس میں لڑیں نہیں بلکہ یہ مقصود تھا کہ دین میں ان کے قلوب مختلف و متفرق ہو کر خواہش نفسانی و رائے کے پابند نہ ہوں واللہ اعلم۔ اور امام احمد نے خباب بن الارتؓ سے نماز شب کے قصہ میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے اس رات ایسی نماز پڑھی کہ میں نے آپ کو ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا فرمایا کہ ہاں یہ نماز رغبت و رہبت تھی میں نے اسمیں اپنے پروردگار سے تین باتیں مانگیں تو دو مجھے عطا فرمائیں اور ایک سے منع فرمایا میں نے پروردگار عز وجل سے مانگا کہ ہم کو ایسی چیزوں سے ہلاک نہ فرماوے جن سے اگلی اُمتیں ہلاک ہوئیں تو مجھے عطا فرمایا۔ الحدیث نحو ما سبق عن انسؓ وقد رواہ النسائی و ابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح۔ ابن جریر نے خالد الخزاعیؓ سے روایت کی کہ نبی صلعم نے نماز خفیف یعنی کم قرأة پڑھی جس کے رکوع و سجود پورے تھے۔ الحدیث اسمیں ہے کہ اور میں نے دعا کی کہ تم پر ایسا دشمن غالب کرے جو تمہاری جڑ اکھاڑ ڈالے یہ قبول ہوئی۔ قال الامام احمد حدثنا عبد الرزاق قال قال معمر اخبرنی ایوب عن ابی قلابة عن الاشعث الصنعانی عن ابی اسماء الرحبی عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے میرے لئے زمین لپیٹ دی میں نے اس کے مشارق و

ومغارب کو دیکھا اور میری اُمت کا ملک عنقریب ہا نتک پہونچے گا جسقدر میرے واسطے لپیٹی گئی اور مجھے سپید و سرخ دو خزانہ عطا ہوئے اور
مین نے دعا مانگی کہ ہلاک نہ فرمادے میری اُمت کو قحط سے عموماً یعنی عذاب قحط ایسا نازل نہ ہو کہ سب کے سب عموماً ہلاک ہو جاوین اور یہ (چاندی ۱۲ سونا ۱۲)
دعا مانگی کہ اُن پر ایسا دشمن مسلط نہ فرمادے کہ اُن کو عموماً ہلاک کر دے اور یہ دعا مانگی کہ ان لایلبسہم شیعا و ان لا یذیق بعضہم باس بعض یعنی نہ مخلوط
فرمادے فرقہائے مختلف الاہوا اور نہ چکھاوے بعض کو بعض سے مضرت قتل و تعذیب کو تو اللہ عز و جل نے فرمایا کہ اے محمد جب مین نے
کوئی حکم مقدر کیا تو وہ رد نہین ہو سکتا پس مین نے تیری اُمت کو پناہ دی کہ اُن کو قحط سے عموماً ہلاک نہ کرونگا اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو
اُن کے غیرین سے مسلط کرونگا کہ ان کو عموماً ہلاک کر دے یہانتک کہ یہ ہوگا کہ بعض ان مین سے بعض کو ہلاک کرے اور بعض ان مین سے
بعض کو قید کرے۔ شداد رح نے کہا کہ پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ مین اپنی اُمت پر خوف نہین کرتا مگر ایسے سرداروں سے جھگڑا کرنے والے
ہون پھر جب میری اُمت مین تلوار رکھی جائے گی تو قیامت تک پھر اُن پر سے نہین اُٹھائی جائے گی۔ قال الحافظ رح اسنادہ جید قوی ولیس
فی شئی من الکتب الستۃ۔ و مترجم کہتا ہے کہ اسمین قولہ اور نہ اُن پر ایسے دشمن کو ان کے غیرین سے مسلط کرونگا جو کہ اُن کو عموماً ہلاک کر دے
یہانتک کہ الیٰ آخرہ۔ اس سے دو احتمال ہین ایک یہ کہ اُمت اسلام پر غیرین سے کسی قوم کا مسلط نہ ہونا اُسوقت تک ہے کہ آپس مین بعضے
بعض دیگر کو ہلاک کرین اور جب ایسا کرینگے تو غیرین سے مسلط ہو سکتے ہین اور صحیح ہوا کہ مسلمانون مین جبتک آپس مین خونریزی نہین ہوئی تب تک
کوئی غیر قوم اُن پر مسلط نہین ہوئی اور دوسرا احتمال یہ کہ غیر قوم ان پر اس طرح مسلط نہ ہو کہ نیست کر دے اور یہ عموماً وعدہ ہے جب تک کہ وہ اسلام
و توحید پر ہین اور قولہ یہانتک کہ یہ ہوگا الخ۔ اسکے معنی یہ کہ غیر مسلط نہ ہوگا ہان یہ ہوگا کہ آپس مین ہلاک کرنے والے ہون گے اور مترجم کہتا ہے
کہ ظاہر لفظ اس روایت سے احتمال اول اقرب ہے اور دیگر روایات سے احتمال دوم اقرب ہے اور بر تقدیر احتمال دوم کے دو باتین محفوظ ہین
یعنی غیر قوم اس اُمت اسلام پر مسلط نہ ہوگی بشرطیکہ یہ دین توحید اسلام پر ثابت ہون اور ایسی حالت مین یون مسلط نہ ہوگی کہ عموماً اُن کو ہلاک کر سکے
بخلاف ان لوگون کے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت سے موحد رہے تھے یعنی ایمان توحید پر ثابت رہے تھے کیونکہ ان کو مشرک ہو جانے
والون نے بالکل قتل کر ڈالا انتہا۔ امام احمد نے ابو السبرہ غفاری رضہ سے مرفوعاً روایت کی جسمین تین اُمور مذکور کے ساتھ چوتھا امر یہ بھی مذکور ہے
کہ مین نے دعا کی کہ میری اُمت کسی گمراہی پر اتفاق نہ کرے یعنی اجماع نہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی اور اس حدیث مین
مذکور ہے کہ ان لوگون کی جماعت مقتدی تھی اور آپ نے التحیات کے جلسہ مین یہ دعا مانگی تھی۔ قال ابن کثیر رح صحاح ستہ مین سے کسی کتاب
مین یہ روایت نہین ہے پس اسکو یاد رکھنا چاہیئے۔ طبرانی رح نے حضرت علی رضہ سے تین اُمور مذکورہ کی دعا مرفوعاً روایت کی اسمین ہے
قلت یارب لا تسلط علیہم عدوا من غیرہم یعنی اہل الشرک فیجتاحہم قال ذلک لک یعنی دوسری دعا یون مذکور ہے کہ مین نے عرض کیا کہ
اے میرے پروردگار نہ مسلط فرمائیو ان لوگون پر یعنی میری اُمت والون پر کوئی دشمن ایسا جو اُن کے غیرین سے ہو یعنی مشرکون مین
سے ہو کہ وہ ان سب کو جڑ سے نیست کر دے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تیرے واسطے ہے یعنی یہ تیری دعا قبول ہے۔ اور معنی حدیث کو
ابن مردویہ نے ابن عباس رضہ سے بھی روایت کیا ہے اور ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے چار باتون کی دعا روایت کی اور چوتھی بات یہ ہے کہ
میری اُمت سب کی سب کافر نہ ہو جائے۔ تو اسکو قبول فرمایا پھر حافظ ابن کثیر رح نے آثار نقل کیے چنانچہ حضرت ابی بن کعب رضہ نے قولہ
قل ہو القادر علی الآیۃ مین عذاب من الفوق کی تفسیر پتھر برسائے جانا اور من تحت الارجل کی تفسیر خسف ہونا بیان کر کے کہا کہ اسمین
چار باتین ہین جنمین سے دو ہو گئین اور دو باقی ہین۔ کذا ذکرہ من طریق سفیان الثوری رح اور ابو جعفر رازی کے طریق سے ابی بن کعب رضہ کی

روایت میں ہو کہ یہ چار باتیں ہیں جنہیں سے دو باتیں تو آنحضرت صلعم کی وفات سے پچیس برس پر گذریں کہ مختلف الاہوا ہو کر مخلوط ہوئے اور
بعض کو بعضوں سے قتل وغیرہ کی اذیت پہونچی اور دو باقی رہیں یعنی آسمان سے پتھر برسنا اور زمین میں دھنس جانا اور یہ بھی ضرور واقع ہونگی
رواہ احمد وابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہو کہ خلفائے عباسیہ میں سے بعض کے وقت میں متعدد طور پر خسف واقع ہونا تاریخ کی کتابوں میں مذکور
ہے واللہ اعلم ولیکن علماء نے کہا کہ یہ آخر زمانہ میں واقع ہوگا اور حدیث صحیح میں ہو ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کریگا اور وہ بیداء کے مقام پر
پہونچکر سب زمین میں دھنس جاوینگے۔ پھر ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن جریر وابن ابی حاتم کی روایت سے ابن عباسؓ سے قولہ عذابا من
فوقکم کی تفسیر گمراہ اور گمراہ کنندہ سرداروں کے ساتھ اور قولہ من تحت ارجلکم کی تفسیر بدکار خادموں کے ساتھ ذکر کی پھر کہا کہ اس قول کی
اگرچہ توجیہ صحیح ہو لیکن قول اول یعنی جو ابی بن کعب ومجاہد وغیرہم سے پتھروں کی بارش وخسف کا مذکور ہوا وہ اقوی واظہر ہے اور ابن جریر
نے کہا کہ اس کی صحت پر شاہد ہو قولہ تعالیٰ ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ہی تمور ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا
فستعلمون کیف نذیر۔ اور حدیثیں ہیں کہ ضرور اس امت میں قذف وخسف ومسخ واقع ہوگا اور یہ سب علامات قیامت میں مفصل مذکور ہیں اور
انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آوینگے۔ فانظر۔ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ۔ اے انظر متعجبا کیف نبین لہم الدلالات علی قدرتنا یعنی
تعجب سے دیکھ کہ کیسے ہم ان لوگوں کے واسطے اپنی ہر طرح اور ہر بات پر قدرت والا ہونے کی دلالت کثیرہ بیان کرتے ہیں۔ لَعَلَّهُمْ
يَفْقَهُوْنَ۔ یعلمون ان ما ہم علیہ باطل۔ تاکہ جان جاویں یہ بات کہ جس پر وہ اڑے ہیں وہ سب غلط وباطل ہی۔ مترجم کہتا ہو کہ اوپر معلوم
ہوچکا کہ اولاً وبالذات تو یہ کافروں ومشرکوں کو فہمائش وتہدید ہے اور حاصل آنکہ جو اللہ تعالیٰ کے آیات ودلائل پاکیزہ میں نور ایمان سے
یا ادنیٰ تامل سے سمجھ رکھتا اور علم حاصل کرتا ہو وہ ان صریح آیات سے ضرور امید کریگا کہ جن کی فہمائش کے لئے ایسے ایسے پاکیزہ دلائل بیان
ہوئے وہ سمجھ جاوینگے اور اسکو بہت تعجب ہوگا کہ یہ بیوقوف مشرک کیونکر نہیں سمجھتے ہیں مگر آنکہ وہ یقین کے ساتھ یہی کہیگا کہ پاک ہی تو
اے پروردگار ہدایت تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہی تو ہمارے دلوں کو بعد ہدایت کے اپنے فضل وکمال کے صدقے میں کج نہ فرمانا
اور ایمان پر سلامتی وعافیت سے مغفرت فرما کر خاتمہ بخیر کرنا جیسے مترجم اپنے پروردگار ارحم الراحمین کی درگاہ میں یہی دعا کرتا ہی آمین
پھر اسمیں اہل اسلام کو بھی بطریق اشارت ودلالت کی فہمائش ہو کہ راہ توحید پر مستقیم رہیں۔ قال الحافظ۔ اور ابن ابی حاتم وابن جریر نے روایت
کیا کہ زید بن اسلمؒ نے کہا کہ جب نازل ہوا قولہ قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم الآیۃ۔ (یعنی مشرکوں کے شرک وکفر وفسق وفجور پر تہدید ہوئی
ان امور سے اور اہل توحید واسلام کے کان کھول دیئے کہ تم ہرگز ایسے افعال مت اختیار کرنا کہ اس تہدید کے مصداق ہو جاؤ) تو رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ میری وفات کے بعد تم لوگ مت لوٹیو الٹے پاؤں کافر ہو کر کہ بعضے تمہارے تلوار سے بعضوں کی گردنیں ماریں تو لوگوں نے کہا کہ
ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور آپ رسول اللہ ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہاں یہ بات تو ٹھیک ہی پس
بعض نے کہا کہ ایسا تو کبھی نہ ہوگا کہ بعض ہم میں سے بعض کو قتل کریں حالانکہ ہم مسلمان ہیں تب نازل ہوا انظر کیف نصرف الآیات لعلہم یفقہون
وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ۔ مفسرین نے کہا کہ بہ اے بالقرآن یعنی قرآن کو تیری قوم نے جھٹلایا اور بعض نے اس وعید مذکورہ کی طرف ضمیر راجع
کی اور مترجم کہتا ہو کہ عموماً قرآن کی طرف راجع ہونے میں یہ بھی آگیا کیونکہ یہ وعید بھی منجملہ قرآن ہے پس حاصل یہ ہوا کہ جھٹلایا قرآن کو
اور منجملہ وعید مذکورہ بالا کو بھی تیری قوم نے یعنی قریش کے مشرکوں نے اور جھٹلانے کے یہ معنی کہ اسکو سچ نہیں جانا۔ اور زید بن اسلم
کی روایت میں جو مذکور ہوا کہ بعض لوگوں نے آپس کی قتل وخونریزی کو کہا کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا تو قرآن یا وعید مذکور کی کچھ بھی تکذیب

نہیں ہے کیونکہ وہ لوگ اس بات کو قطعاً سچ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے جو چاہے جو کچھ کرے بلکہ اُن کے کلام کے یہی معنی ہیں کہ
آپ نے جو ہم کو آپس کی خونریزی سے منع فرمایا تو ہم ایمان لائے اور ہم کبھی آپس میں خونریزی نہیں کرینگے پس یہ تو عین تصدیق ہے اور
مشرکین بلکہ البتہ جھٹلاتے اور سچ نہیں مانتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قرآن کو تیری قوم قریش نے جو مشرک ہیں جھٹلایا۔ وَهُوَ
الْحَقُّ حالانکہ یہ قرآن حق یعنی سچ ہے حاصل آنکہ قرآن میں جو اخبار ہیں اور جس طرح وعدہ و وعید و دلائل قدرت و توحید مذکور ہیں سب
سچ ہیں۔ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۔ تو ان مشرک کافروں سے کہدے کہ میں تم پر وکیل نہیں ہوں تا کہ تمہارے اعمال کی جزا و سزا
دیدوں میں تو فقط ڈرسنانے والا ہوں مشرکوں کافروں کو اور باقی رہا تمہارے اعمال کا بدلا وغیرہ وہ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت و
اختیار میں ہے اور یہ بمانند قولہ قل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر پھر واضح ہو کہ مفسر رح نے کہا کہ جہاد کا حکم ہونے سے پہلے
یہ حکم ہوا تھا۔ فعلے ہذا یہ منسوخ ہوگا اور معنی یہ کہ تم نے یہ فعل کیا کہ قرآن کی تکذیب کی تو میں اس امر کا وکیل نہیں ہوں کہ تم کو اس فعل پر
سزا دوں۔ پھر جب جہاد کا حکم ہوا تو اُن سے قتال کرنے لگے اور صحیح یہ کہ منسوخ نہیں ہے اور معنی یہ کہ تم نے کفر کیا اور میں وکیل نہیں ہوں
کہ تمہارے اعمال کی حفاظت میرے اوپر واجب ہو حتیٰ کہ تم کفر کرو تو مجھ پر الزام آوے پس تم جیسا کروگے ویسا پاؤگے چنانچہ آخر دنیا میں بھی
ان پر جہاد کرنے کا حکم ہوگیا اور مترجم کے نزدیک یہی اولیٰ ہے کیونکہ منسوخ کہنا بضرورت ہے اور یہاں کوئی ضرورت نہیں ہے اور کلام مفسر رحمہ اللہ
بھی اسی طرف راجع ہوسکتا ہے کیونکہ نسخ کو مفسر رح نے نہیں کہا بلکہ صرف یہ کہا کہ حکم قتال سے پہلے یہ حکم ہوا تھا پھر قتال کا حکم اسکے بعد ہوا ہے
اور جہاد کا حکم ہونے کے وقت بھی یہ صادق ہے کہ لست علیکم بوکیل۔ کیونکہ جو کوئی جیسا کرے ویسا پاوے رسول علیہ السلام کو وحی الٰہی
پہونچانا اور اسکی پابندی کرنا فرض ہے اور موجودہ تفاسیر میں کسی مفسر نے اسکے نسخ کو نہیں لکھا۔ اور مترجم نے جو کہا اسی کی صحت پر دلالت
کرتا ہے جو فرمایا۔ لِكُلِّ نَبَاٍ خبر مُّسْتَقَرٌّ وقت تقع فیہ ویستقر ومنہ عذابکم۔ نبأ بمعنی خبر ہے اور مستقر صیغہ ظرف زمان ہے یعنی اور ہر چیز
کے واسطے ایک وقت ایسا مقرر ہے جسمیں اسکا وقوع و استقرار ہوتا ہے خواہ گذشتہ امر کی خبر ہو یا آئندہ ہونے والی چیز کی خبر ہو پس حکم
دیا کہ کافروں مشرکوں سے یہ سمجھاوے اور حاصل آنکہ اے منکرو تمہارے عذاب پانے کی خبر کا بھی یہی حال ہے تم مت انکار کرو بلکہ
وقت مقدر پر عذاب پاؤگے بلکہ فرمایا۔ وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۔ اور عنقریب جان جاؤگے اور یہ ان کافروں کو تہدید ہے
ف ـــــ فی العرائس قولہ قل اللہ ینجیکم منہا ومن کل کرب الآیۃ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں جملہ ہم وغم سے نجات دینے والا
ہوں جس نے ہم وغم میں میرا قصد کیا اس کا ہم وغم بایمان دور ہوا اور جس نے کسی اور کا قصد کیا اسکی وجاہت میں ساقط کر دیتا ہوں
پھر جب بیان فرما دیا کہ ہر غم و محنت کا حل ہونا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے ولیکن بے عقل لوگ شرک کرتے اور غیر کی طرف
سکون کرتے ہیں تو ان کو اپنی قدرت ازلی سے تہدید فرمائی کہ دوبارہ ان کو عذاب کرب میں مبتلا کر دے بقولہ قل ہو القادر علی
ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم یعنی تمہارے دلوں سے تجلی ملکوتی و مشاہدہ غیب کو منقطع فرما دے ۔ قولہ او من تحت ارجلکم ۔ یعنی عبادت
و نماز وغیرہ سے تمہارے قدم پھسلا دے کہ ربوبیت کی درگاہ میں خصوصیت کیساتھ قیام نہ کر سکو۔ اور قولہ او یلبسکم شیعا ۔ یعنی تمہارے درمیان
جو الفت دلی ہے وہ دور کر دے ۔ اور قولہ ویذیق بعضکم باس بعض یعنی ہوا و ہوس والے ایک دوسرے کی تکفیر کریں۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ
اور جب تو دیکھے وہ لوگ کہ بکتے ہیں ہماری آیتوں میں تو اُن سے کنارہ کر جبتک کہ بکنے لگیں اور کسی بات میں

غَيْرِهٖ ؕ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝

اور کبھی بھلادے تجکو شیطان تو مت بیٹھ بعد نصیحت کے بے انصاف قوم کے ساتھ

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

اور پرہیزگاروں پر نہین کچھ اُن کا حساب لیکن نصیحت کرنی ہے شاید وہ ڈرین

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِنَا - اور جب تو دیکھے ایسے لوگون کو جو خوض کرتے ہین ہماری آیات مین یعنی قرآن مین جھٹلانے اور مسخرہ پن کے طور پر خوض کرتے ہین - خوض دراصل پانی مین گھسنا اور عبور کرنا اور یہان مضمون مین خوض کرنا عقلی چیز کیلئے محسوس سے استعارہ ہے یا خوض بمعنی خلط ہے کما یقال - خاض الماء بالعسل یعنی شہد مین پانی ملادیا پس مراد آنکہ جب تو ایسے لوگون کو دیکھے جو ہماری آیات مین خلط کرتے اور معنی مین تاویل بیجا کرتے اور بے پڑھون پر شبہہ ڈالتے ہین تاکہ کلام الٰہی کی تحریف وتکذیب کرین - فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ تو ایسے مفسد لوگون سے اعراض کر اور ان کے ساتھ مت بیٹھ تاکہ انکے مکروفریب کا ضرر تجکو نہ پہونچے اور یہ گناہ عظیم تو کانون سے نہ سُنے پھر اس اعراض کی حد فرمائی بقولہ - حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ - یعنی اسوقت تک اعراض کر کہ وہ اور کسی بات مین خوض کرین سوائے آیات آلٰہی کے اندر جھٹلانے یا فریب ہی کیواسطے خوض کرنے کے - غیرہ کی ضمیر مذکر بمعنی آنکہ فی حدیثٍ غیر ہذا الحدیث - اور ضمیر مذکور کو آیات کی طرف سمجھنا وہم ہے کیونکہ مراد خوض در آیات کی باتین ہین اور لفظ صفت حدیث ہے - پھر خطاب یا تو ہر شخص لائق خطاب کو ہے یا آنحضرت صلعم کو لفظاً خطاب ہے اور مراد ہر فرد آپکی اُمت کا ہے حتیٰ کہ اہل اسلام کو روا نہین کہ اپنے لڑکون کو ایسی صحبت مین بیٹھنے کی اجازت دین جنہین ایسے مفسدہ کی باتین ہون اور جائز نہین کہ جاہل یا عامی آدمی یہود ونصاریٰ وغیرہ کے وعظ مین سننے کو شریک ہو جبکہ وہ ان کے دہوکا دینے والی باتین جن سے قرآن وحدیث کی تکذیب ہوتی ہے رد نہ کرسکتا ہو - اسی طرح رافضی وخارجی ودیگر بدعتی وگمراہ فرقہ مثل نیچر وغیرہ کی باتین سننے کا بھی یہی حکم ہے - ابن عباس رضہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کو اتفاق رکھنے کا حکم دیا اور اختلاف وپھوٹ سے منع کیا اور آگاہ فرمایا کہ اگلے لوگ اسی سے ہلاک ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے دین مین جھگڑے اور سچنین ڈالین - مترجم کہتا ہے کہ وہابی وبدعتی اور مقلد اور غیر مقلد کا جھگڑا بھی اسی قسم کا ہے اور خود حنفی مذہب وشافعی مذہب والے بھی اسی جھگڑے مین مُبتلا ہین اگرچہ حقیقت مین یہ لازم تھا کہ کتاب وسنت کو بدون جھگڑے وتعصب کے ان مجتہدون سے لیتے اور باہم اختلاف نہ رکھتے - محمد بن علی سے روایت ہے کہ اصحاب الاہوا انھین لوگون مین سے ہین جو آیات آلٰہی مین خوض کرتے ہین - مقاتل رح نے کہا کہ مشرکین مکہ مین جب قرآن سنتے تو اسمین خوض کرتے بدین غرض کہ فریب سے جھٹلاوین اور شک ڈالین تو اصحاب رسول اللہ صلعم نے کہا کہ ہم کو ان کی باتین سننے اور ساتھ بیٹھنے مین نقصان ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری - مترجم کہتا ہے کہ مقاتل کی روایت اہل تفسیر کے نزدیک قوی نہین اگرچہ اس روایت کے معنی ٹھیک ہون - وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ اصل مین ان ما تھا ادغام کردیا اور ان شرطیہ اور ما زائدہ ہے اور ینسینک مین دو قرأۃ ہین ایک قرأۃ بسکون نون بدون تشدید کے یہی قرار معروفین مین سے اکثر کی قرأت ہے اور دوم بفتح وتشدید نون اور یہ ابن عامر کی قرأۃ ہے اور نسی وانسی کے ایک ہی معنی ہین یعنی دونون متعدی آتے ہین معنی آنکہ اور اگر شیطان بھول مین ڈالدے تجکو یعنی اگر بھولے سے بیٹھ گیا - فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ - تو مت بیٹھ بعد یاد آجانے کے قوم ظالم کے ساتھ -

قولہ بعد الذکری - بعد تذکرہ - اس کے یاد آجانے کے بعد پس ذکری مصدر ہے اور الف لام عوض مضاف الیہ ہے اے بعد ذکراہ - اگر کہا جاوے خوض کرنے والوں کے ساتھ بھول کر بیٹھا تھا اور یاد آجانیکے بعد ظالمین کے ساتھ بیٹھنے سے منع کیا تو جواب یہ کہ معنی یہ ہیں کہ فلا تقعد بعد الذکری معہم - لیکن بجائے ضمیر کے جس کا مرجع خائضین ہے ایک اسم ظاہر یعنی قوم ظالمین لاکر اشارہ کر دیا کہ یہ خائضین قوم ظالم ہیں اور ظلم ہر ایسی چیز کو کہتے ہیں جو بے محل رکھی گئی پس جن خائضین کا حال مذکور ہوا وہ بھی چونکہ آیات الٰہی کے نصائح و وعظ و پند و معانی حق و دلالت توحید کو بے محل رکھتے اور بجائے تاویل واقعی کے بیجا و فریب آمیز تاویلیں کرتے اسلئے ظالم فرمایا پھر ظالم لفظ عام ہے کافر و فاسق وغیرہ پر صادق ہے پس اگر ایسا بیجا خوض کیا کہ کفر تک پہونچا جیسے مشرکین جھٹلاتے اور فریب دیتے تو یہ ظالمین یعنی کافرین ہوں گے ورنہ فاسقین ہوں گے اور جو لوگ ایمان و یقین کیساتھ آیات الٰہی میں علوم اخلاق و حکمت لینے کو خوض کرتے ہیں ان کے ساتھ بیٹھنا منع نہیں بلکہ مستحب ہے لہذا مفسر رح نے یخوضون بالاستہزار کی قید لگا دی پھر سہو سے بیٹھنا عفو ہے اور حدیث میں آیا کہ میری اُمت سے خطا و نسیان و جسپر وہ زبردستی سے استکراہ کئے گئے ہوں دور کیا گیا ہے اور قولہ اما ینسینک - یعنی اگر بھول کر بیٹھ جاوے پھر یاد آجاوے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے - کذا قال السدی عن ابی مالک و سعید بن جبیر وکذا قال مقاتل بن حیان اور واضح ہو کہ قولہ تعالیٰ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم آیات اللہ یکفر بہا ویستہزأ بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ انکم اذا مثلہم الآیۃ - اسمین قد نزل سے اشارہ یہاں کی آیت کی طرف ہے پھر مفسر سیوطی رح نے لکھا کہ جب یہ حکم اُترا تو مسلمانوں نے کہا کہ اگر یہی ہوا کہ ہر بار جب کافروں نے خوض کرنا شروع کیا اور ہم وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے تو ہم مسجد میں بیٹھ نہیں سکتے اور طواف نہیں کر سکتے تب نازل ہوا - وَمَا عَلَى الَّذِينَ يَتَّقُونَ الله من حِسَابِهِم الخائضين مِنْ زائدہ شَيْءٍ اذا جالسوہم وَلَٰكِن علیہم ذِكْرَىٰ تذکرۃ لہم وموعظۃ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ الخوض یعنی اور نہیں ہے اُن لوگوں پر جنھوں نے تقویٰ کیا اللہ تعالیٰ سے خوض کرنے والوں کے حساب میں سے کچھ بھی ولیکن متقیوں پر واجب ہے کہ خوض کرنیوالوں کو یاد دہانی اور نصیحت کریں شاید وہ خوض سے پرہیز کریں - مترجم کہتا ہے کہ حاصل معنی یہ کہ جو لوگ خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھیں تو خوض کرنیوالوں کے حساب یعنی مواخذہ و عذاب میں سے ان کے نامۂ اعمال میں کچھ بھی نہ ہوگا جبکہ خود متقی رہیں ولیکن متقیوں پر ان کو وعظ و نصیحت کرنا واجب ہے پس ذکری مرفوع مبتدا محذوف الخبر ہے اور بسبیل الرفع ہوا لوجوب یعنی واجب علیہم ذکری - اسی واسطے مفسر رح نے علیہم خبر کی طرف مقدر کیا - پھر واضح ہو کہ بنا بر اس تفسیر کے حکم سابق اعراض و تجنب کا اس سے منسوخ ہوگا کیونکہ پہلی آیت سے اعراض اور اُن کے ساتھ نہ بیٹھنا واجب تھا اور اس سے بیٹھنے کی اجازت نکلتی ہے ولیکن یہ شرط کہ اُن کو خوض مذکور سے وعظ و نصیحت کریں اور شیخ ابن کثیر رح نے بروایت ابن ابی حاتم من طریق السدی عن ابی مالک عن سعید بن جبیر رح ذکر کیا کہ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شیء - کہا کہ یہ معنی کہ جب تو نے ان سے اعراض و پرہیز و کنارہ کر لیا تو تجھ پر خوض کرنے والوں کے عذاب سے کچھ حساب نہیں ہے وہ خوض کیا کریں - قال الحافظ اور مجاہد و ابن جریج و سدی وغیرہم نے کہا کہ یہ معنی نہیں بلکہ معنی آنکہ اگر متقی ان خوض کرنیوالوں کے ساتھ بیٹھیں تو متقیوں پر ان کے حساب سے کچھ لازم نہیں قال الحافظ اور ان علماء نے زعم کیا کہ یہ حکم سورۂ نساء مدنیہ سے منسوخ ہے اور وہ قولہ تعالیٰ انکم اذا مثلہم الآیۃ ہے اور ان علماء کے قول پر قولہ ولکن ذکری لعلہم یتقون کے یہ معنی کہ ولیکن ہم نے تم کو ان سے اعراض کا حکم اسواسطے دیا کہ جس حال خراب میں وہ پڑے ہیں اس سے ہوشیار ہو کر تقویٰ اختیار کریں اور پھر ایسا نہ کریں اور بعض نے لکھا کہ یہ رخصت ابتدائے اسلام میں تھی کہ جب مسلمانوں پر تقیہ اور اپنے بچانے کی ضرورت طاری تھی پھر سورۂ نساء کی آیت مدنیہ یعنی قولہ وقد نزل علیکم فی الکتاب ان اذا سمعتم الآیۃ سے خوض کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت

منسوخ ہوئی۔ قال المترجم یہ عجیب ہے اسواسطے کہ سورۂ نساء مدنیہ کی آیت مصدرہ مین خوض کرنے والون کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت یاد دلائی جاتی ہے کہ پہلے تم پر نازل ہو چکا کہ خائضین کیساتھ مت بیٹھو اگر بیٹھوگے تو تم بھی انھین کے مثل ہو۔ پس آیت سابقہ مکیہ یعنی جو یہان اعراض واجب ہونے کے واسطے بیان ہوئی ہے اگر منسوخ ہو گئی یا رخصت کے معنی مین ہوتی تو اس کے حوالہ پر زجر و ملامت کے معنی نہین ہو سکتے پس حق یہ ہے کہ آیت کے معنی وہی ہین جو سعید بن جبیرؒ سے مروی ہوئے ہین اور سراج مین کہا کہ جمہور کے نزدیک محکم ہے کیونکہ خبر پر نسخ نہین داخل ہوتا اور نیز ساتھ بیٹھنے کی اباحت بشرط وعظ و نصیحت ہے۔ پھر غیر منسوخ ہونے کی تفسیر پر قولہ ولکن ذکری کے یہ معنی ہون گے کہ محض ان خوض کرنے والون کے جلسہ سے اعراض کرنے سے امر بالمعروف ساقط نہین بلکہ اعراض کرو اور کافرون و خوض کرنے والون کو نصیحت کرو۔ قال المترجم اسمین خلجان یہ ہے کہ مکہ مین قبل ہجرت کے مسلمانون کا یہ حال تھا کہ اپنے کو چھپائے اور بچائے رکھتے تھے پس امر معروف و نہی از منکر اسوقت علانیہ ان پر واجب ہونا بعید اور خلاف تصریح ہے اور ظاہر معنی قولہ وما علی الذین الآیۃ کے یہ ہین کہ جن ایمان والون نے خوض استہزار و تکذیب کرنے والون کی مجلس سے اعراض و تجنب کیا ان پر ان مسخرون کے عذاب سے کچھ بھی نہ ہوگا لیکن ان پر خود اپنے نفس کیواسطے وعظ و تذکیر واجب ہے یا یہ اعراض ان کو نصیحت کے طور پر ہے جس سے ان کو خود تقوی کا مرتبہ کمال کو پہونچے۔ قال المترجم پس لعلہم کی ضمیر بجانب الذین یتقون یعنی موصول کی طرف راجع ہے اور پہلا تقوی از مجالس خائضین ہے اور بعض نے جو کہا کہ متقین کی طرف لعلہم کی ضمیر راجع کرنا بعید ہے تو یہ وہم و غفلت ہے فافہم واللہ اعلم۔ وَذَرِ الَّذِيْنَ ترک کردے ایسے لوگون کو جنھون نے اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمُ الذی کلفوا بہ۔ بنا لیا اپنے اس دین کو جس سے مکلف کئے گئے تھے یعنی قرآن و حدیث رسول کے طریقہ کو لَعِبًا وَّلَهْوًا باستہزائہم بہ۔ لعب و لہو یعنی لہو و لعب بنا لیا کیونکہ اس سے ٹھٹھول کرتے اور جھٹلاتے اور ظلم و بے انصافی کے ساتھ اسمین خوض کرتے ہین وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا۔ اور مغرور کیا اور فریب مین ڈالا ہے ان کو دنیا کی زندگانی نے یعنی اپنی پیدائش اسی زندگانی دنیاوی مین مقصود سمجھتے ہین اور بعث و حشر کے اور جزا و قیامت کے قائل نہین ہین حاصل آنکہ ایسے لوگون سے کچھ تعرض مت کر اور یہ حکم پہلے تھا پھر جہاد کا حکم ہوا۔ کذا قال المفسرؒ اور ظاہر امفسرؒ کی یہ مراد ہے کہ یہ آیت پیچھے کو منسوخ ہو گئی ہے کیونکہ بنابر تفسیر مذکور کے اس وقت مین مارنے پیٹنے وغیرہ کے ساتھ تعرض کرنے سے ممانعت تھی پھر جہاد کا حکم آیا ولیکن صیغۂ امر جو یہان مذکور ہے بمعنی تعرض مت کر یہ بعد حکم جہاد آنے کے معلوم ہو گیا کہ ایک مدت خاص تک کے واسطے تھا۔ بعض نے کہا کہ دینہم سے مراد وہ دین ہے جو مشرکون نے خود نکالا تھا کہ بتون کے واسطے بحیرہ و سائبہ وغیرہ بناتے اور بعضے جانور مردہی کھاتے اور بعضے فقط عورتین اور بعض مین دونون شریک ہوتے اور مانند اسکے دیگر امور جو ایک کھیل و تماشا ہین۔ اور قتادہ نے لہو و لعب کی تفسیر کھانے پینے سے بیان کی یعنی انھون نے اپنا دین بھی کھانا پینا و ناچ تماشا وغیرہ بنا لیا اور زندگانی دنیاوی نے ان کو اپنا فریفتہ کر لیا اور بیضاویؒ نے لکھا کہ مراد آنکہ انھون نے اپنے دین کو خواہش نفسانی پر مبنی کیا اور ایسے امور سے تدین رکھا جسکا کچھ نفع بھی ان کی طرف فی الحال یا انجام کار مین عائد نہین جیسے بتون کی پرستش اور بحیرہ و سائبہ کو اپنے اوپر حرام کر لینا وغیرہ اور حاصل آنکہ ان کے اقوال و افعال کی کچھ پروا نہ کر اور ان سے اعراض کر۔ مترجم کہتا ہے کہ اعراض سے یہان یہ مراد نہین ہو سکتی کہ ان کو فہمایش مت کر کیونکہ تبلیغ رسالت آپ پر واجب تھا بلکہ اعراض بمعنی بے پروائی ان کے ناکارہ افعال سے ہے قال ابن کثیرؒ یعنی انکو چھوڑ اور ان سے اعراض کر تھوڑی مدت کیونکہ وہ لوگ عذاب عظیم کی طرف جانیوالے ہین اسی واسطے فرمایا۔ وَذَكِّرْ بِهٖ اور وعظ الناس

بالقرآن۔ اور ان لوگون اور دوسرون کو نصیحت کر قرآن کے ساتھ اور ان کو قیامت کے عذاب الیم سے تحذیر دلا۔ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ
اے لان لاتسلم الی الہلاک بما عملت تاکہ سپرد نہ ہو جاوے کوئی نفس طرف ہلاکت کے بسبب اپنے اعمال کے۔ اور بعض نے مفعول لہ قرار
دیا اے کراہتہ ان تبسل یعنی بوجہ مکروہ ہونے اس بات کے کہ کوئی نفس اپنی جہالت کے اعمال سے ہلاکت کے سپرد ہو جاوے بسل
لغت مین بمعنی حرام وممنوع ہے۔ بولتے ہین کہ ہذا البسل علیک۔ یہ تجھپر حرام وممنوع ہے۔ باسل مرد شجاع کہ اسکی برابری نہ ہو سکے اور
اسد باسل کیونکہ شیر محفوظ وممنوع از دیگر جانور ہے یا شکار اسکے پنجے سے چھٹنا ممنوع ہے اور البسال یہ کہ آدمی اپنے آپ کو ہلاکت مین
سونپ دے یقال البسلت ولدی یعنی خون کے عوض مین نے اسکو رہن کر دیا کیونکہ انجام کار ہلاک ہوگا پس تبسل بمعنی تسلم الی الہلاک
ہے یعنی کوئی جان اپنے آپ خود اپنے کو ہلاکت و عذاب الٰہی کے سپرد کرے کذا فسرہ ابن عباس و مجاہد و عکرمۃ والحسن
والسدی۔ قال الوالبی عن ابن عباس اے فضیحت ہو۔ قال قتادہ۔ یعنی محبوس و مرہون ہو۔ وقال ابن زید یعنی ماخوذ ہو۔ قال الحافظ
ان سب عبارات کے معنی قریب ہی قریب ہین اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الآیۃ۔ حاصل آنکہ
مشرکون کے افعال ناکارہ کی پروا مت کر اور ان کو بھی دوسرون کے ساتھ قرآن سے نصیحت کر کیونکہ مکروہ ہے یہ بات کہ جہالت مین
کوئی نفس اپنے اعمال بد کے سبب سے اپنے آپ کو ہلاکت کے سپرد کرے۔ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيعٌ۔ درحالیکہ اس نفس
کے واسطے اللہ تعالیٰ کے غیر سے یعنی تمام عالم مین سے جو سوائے اللہ تعالیٰ کے ہے کوئی اسکا مددگار وسفارشی ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ
عذاب کرنا چاہے تو وہ اس نفس کی مدد کرے یا عذاب نہ ہونے دے۔ وَإِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا۔ اے وان
تفد کل فداء لا یوخذ منہا ما تفتدی بہ۔ اور اگر وہ نفس پورا فدیہ دے تو اس نفس سے نہ لیا جاوے یعنی اگر فدیہ دلوے بھی تو نہ
چھوٹے۔ پس ضمیر لا یوخذ کی ما تفتدی بہ کی طرف راجع ہے یعنی نہ لیا جاوے اُس سے وہ جو کچھ فدیہ مین دلوے۔ عدل بمعنی برابری
وفدیہ کیونکہ فدیہ بھی جان کے برابر مال دینے کو کہتے ہین پس عدل بمعنی العدل بہ ہے۔ أُولٰٓئِكَ یعنی یہی جنھون نے دین کو لہو ولعب بنایا
الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا۔ یہی ہین وہ لوگ کہ ہلاکت کے سپرد کیے گئے ہین بسبب اپنے کمائے ہوئے کامون کے۔ پھر دوسری خبر یا
جملہ مستانفہ بیان حال ان بدکارون کا یہ ہے۔ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ ان کے واسطے پینے کی چیز نہایت درجہ گرم
پانی سے۔ حدیث مین اور دوسری آیات مین ہے کہ اس سے آنتین کٹ گرینگی۔ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ۔
ما مصدریہ ہے اے بسبب کفرہم اور عذاب مولم ہے بسبب ان کے کفر کرنے کے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ خالق عز وجل کو اپنا پروردگار
جاننا اور اسکو وحدہ لاشریک لہ پہچاننا مخلوق پر فرض عین ہے اور نہ پہچاننا بڑی خطا ہے پھر او تعالیٰ جل جلالہ نے کتاب و رسول کو
بھیجا تو بڑا احسان جان کر فوراً مان لینا اور پہچان لینا چاہیئے تھا نہ پہچاننا خطائے سخت عظیم ہے پھر نہ ماننا کفر پھر معجزے دکھلا دیے
پھر نہ ماننا سخت کفر پھر اُسپر خالق پاک کا شریک بنانا کفر پر کفر اور نہایت ہی بدتر جو قیاس مین نہ آوے پھر رسول و کتاب الٰہی سے ٹھٹھول
کرنا نہین معلوم کس درجہ بدتر ہوا پھر رسول کو ایذا دینا اب کہان اسکی انتہا ہے۔ لیکن کافر لوگ وملحد وزندیق جب عذاب سنتے ہین تو
کہتے ہین کہ کسی گناہ پر اتنا عذاب خلاف عدل و قیاس ہے حالانکہ اپنی خطا و گناہ کو مشرک کچھ نہ سمجھا اور اس نے عذاب الٰہی بھی ایسا ہی
سمجھ لیا جیسے بندے اپنے پائے ہوئے بوتے پر کسی دوسرے کو دے سکتے ہین اگر غور کرتا تو یہ بھی اُسنے شان باری تعالیٰ مین اسکی
عظمت وشان کبریائی مین سخت بے ادبی کی پس وہ کفر و شرک سے سخت ڈرے اور عذاب الٰہی سے پناہ مانگے اور اسکے حکم کو مانے

ورنہ چند روز بعد مریگا اور خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا ہوگا ۔ اے بندہ چو بندگی نہ کردی ۔ از بندگیست کہ کار دارد ۔ چون او تو دگر خداوند داری ادہ زانصد ہزار دارد ۔ ف ۔ فی العرائس ۔ قولہ وما علی الذین یتقون من حسابہم من شئ ۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اولیا و مومنین سے یہی عہد کر لیا کہ بندوں کو نصیحت و وعظ کریں جیسے انبیا علیہم السلام پر تبلیغ واجب ہے پس اولیا بھی نصیحت و وعظ کریں اور اگر ایسا نکرینگے تو قصور کرنیوالے ہوں گے قولہ و ذر الذین اتخذوا دینہم الآیۃ یعنی بیہودوں کو چھوڑ دے جو جہان کے حظوظ میں مشغول ہوگئے ہیں تاکہ اہل صدق کے مجالس میں مزاحمت نہ کریں کیونکہ وہ ہمارے خطاب کے فہم سے اپنی شہوات کے مشغولی کی وجہ سے محجوب ہیں ۔ حسین رح نے کہا کہ جو شخص ہماری مخلوق میں مشغول ہو کر ہم سے محجوب ہوا اور اپنی حیات دنیاوی سے مانوس اور اسپر مغرور ہوا اور درحقیقت یہ موت ہے اور زندگی وہی جو حق تعالیٰ حی القیوم سے زندہ ہو تو ایسے بیہودہ لوگوں کو چھوڑ دے کہ وہ فہم و حقائق سے معزول و محروم ہیں

قُلْ أَنَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا

توکہہ کیا ہم پکاریں اللہ کے سوائے جو نہ بھلا کرے ہمارا نہ برا اور پھر جائیں اُلٹے پاؤں

بَعْدَ إِذْ هَدَانَا اللَّهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْأَرْضِ

جب اللہ ہم کو راہ دے چکا جیسے ایک شخص کو بھلا دیا جنوں نے جنگل میں

حَيْرَانَ لَهُ أَصْحَابٌ يَدْعُونَهُ إِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى

بھٹکتا اُسکے رفیق پکارتے ہیں راہ کی طرف کہ آ ہمارے پاس توکہہ اللہ نے راہ بتائی

اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ وَأَنْ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ

سو ہی راہ ہے اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے اور یہ کہ کھڑی رکھو نماز

وَاتَّقُوهُ ۚ وَهُوَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ

اور اُس سے ڈرتے رہو اور وہی ہے جسکے پاس اکٹھے ہو گے اور وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان

وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ ۖ وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۚ وَلَهُ

اور زمین اور جس دن کہے گا ہو تو ہو جاویگا اسکی بات سچ ہے اور اسی کی

الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ ۚ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝ ثلث

سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے صور چھپا اور کھلا جاننے والا اور وہی ہے تدبیر والا خبردار

قال المترجم قال السدی رحمہ اللہ مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا کہ تم ہمارے دین کی پیروی کرو اور دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا ۔ قُلْ أَنَدْعُوا ۔ دعا بمعنی عبادت ۔ اے نعبد کہہ دے جملہ مومنین کی طرف سے کہ کیا ہم عبادت کریں ۔ مِنْ دُونِ اللَّهِ غیر خدا سے مَا لَا يَنْفَعُنَا بعبادتہ ۔ وہ چیز جو ہم کو نہ نفع دیوے اپنی عبادت سے وَلَا يَضُرُّنَا ۔ اور نہ ہم کو ضرر دیوے اسکی عبادت چھوڑنے سے ۔ ف ۔ اور یہ چیز بت ہیں حاصل آنکہ جو چیز ایسی ہے کہ نہ ہم کو اسکی عبادت سے نفع پہونچے اور نہ اسکی ترک عبادت سے ضرر پہونچے کیا ہم اسکو پکاریں و عبادت کریں ۔ وَنُرَدُّ عَلَىٰ

اَعْقَابِنَا۔ اور اپنے پچھلے پاؤں لوٹیں یعنی مشرک ہوجاویں۔ بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ بعد ازانکہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی ہدایت فرمائی ہو حاصل آنکہ ہم ایسا نہ کرینگے جس کی مثال یہ ہے۔ كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ اضلتہ۔ مانند ایسے شخص کے جس کو بھٹکا دیا۔ الشَّیٰطِیْنُ فِی الْاَرْضِ شیطانوں نے زمین میں یعنی سفر کے درمیان جنگل میں درحالیکہ وہ حَیْرَانَ ہو۔ یعنی متحیر ہے نہیں جانتا کہ کدھر جاوے یہ لفظ استھوتہ کی ضمیر ہا رسے حال واقع ہو یعنی کیا ہم ایسے ہوجاویں جیسے کسی کو سفر میں شیطانوں نے آوارہ کردیا۔ اور حال یہ کہ لَهٗ اَصْحٰبٌ اسکے ساتھی لوگ ہیں کہ یَّدْعُوْنَهٗ اِلَى الْهُدَى اسکو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں یعنی تاکہ اسکو سیدھی راہ پر کردیں اور اُس سے کہتے ہیں کہ ائْتِنَا ہمارے پاس آجا مگر وہ نہیں مانتا بلکہ شیطانوں کی راہ بھٹکائی ہوئی پر جاتا ہے پس ہلاک ہوجاتا ہے۔ واضح ہو کہ اندعوا میں استفہام انکاری ہے اور جملہ کالذی حال از ضمیر نرد ہے اے نرد حال کوننا کالذی الخ۔ اور بعض نے کہا کہ استھوتہ۔ از ھوی ہوی بمعنی نزول از اعلیٰ باسفل ہو یعنی شیاطین اسکو اُٹھا لیگئے اور زمین پست میں ڈالدیا ولیکن قولہ لہ اصحاب الخ۔ اس معنی سے چنداں مناسب نہیں ہو۔ حاصل آنکہ مشرکوں کو مومنوں نے جواب دیا کہ ہم تمھارے بہکائے میں مشرک ہوکر ایسے شخص کے مانند نہ ہوجاوینگے جس کو شیطانوں نے جنگل میں راہ بھٹکا دی حالانکہ اسکے رفیق بلاتے رہے کہ ارے سیدھی راہ یہ ہے ادھر آ مگر نہ مانا اور اندھا بیوقوف بن کر شیطانوں کی راہ جاکر ہلاک ہوگیا۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یہ ایک مثل ہو بتوں و بت پرستوں کی جو آدمی کو بت پوجنے کی راہ پر بلاتے ہیں اور ان لوگوں کی جو راہ حق عزوجل کی طرف بلاتے ہیں مثال یہ ہو کہ ایک آدمی راہ میں حیران ہو اسکو آدمی کی صورت غول بیابانی نے جنگل میں پکارا کہ ارے ادھر راہ پر آ اور اسکے ساتھیوں نے پکارا کہ ادھر راہ پر آ۔ پس اگر اول کی بات پر چلا تو مرا اور اگر دوسرے کی راہ پر چلا تو راہ پائی پس جس نے بتوں کی عبادت کرنے کی راہ بتانے والے کا کہنا مانا وہ سمجھا کہ راہ پر ہوں یہاں تک کہ موت آئی اور ہلاک و ندامت پیش آئی۔ قال ابن کثیر۔ قولہ کالذی استھوتہ الشیاطین۔ یہ شیاطین غول بیابانی ہیں کہ آدمی کو اسکے نام و اسکے باپ دادا کے نام سے پکارتے اور بے راہ لیجاتے ہیں اور وہ راہ پر سمجھتا ہے حتیٰ کہ انجام کار اسکو مقام ہلاکت میں ڈالدیتے یا پیاس سے مرجاتا ہے اور بسا اوقات خود کھا جاتے ہیں قدرواہ ابن جریر عن ابن عباس و قولہ لہ اصحاب یدعونہ الی الہدی۔ دتقدیر کلام آنکہ اور وہ ان کو بلانے کو نہیں سنتا اور ماننے سے انکار کرتا ہے آخر کو غول بیابانی کی راہ میں ہلاک ہوتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ پھر کر راہ پر آجاتا لہذا فرمایا۔ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى۔ ای الاسلام ہو الہدی وما عداہ ضلال۔ کہدے کہ اسلام ہی ہدایت ہو اور جو اس سے متجاوز ہے وہ گمراہی ہے۔ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ اے امرنا بان نسلم۔ ہم حکم کیے گئے ہیں کہ ہم سب اسلام لاویں و توحید وانقیاد کریں۔ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ رب العالمین کیلیے وَاَنْ اَقِیْمُوا عطف بر لنسلم بتاویل مذکور ہے اے وامرنا بان اقیموا الصَّلٰوةَ اور ہم کو حکم دیا گیا کہ نماز کو ٹھیک درست قائم رکھو وَاتَّقُوْهُ واتقوا اللہ تعالیٰ۔ اور تقویٰ رکھو اللہ تعالیٰ کا اسکے ساتھ مشرک ہونے سے اور وہی حکم دینے والا ہو خبردار رہو کہ سب اسی کا حکم ہے۔ وَهُوَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ تجمعون یوم القیامۃ للحساب وہی ہو کہ جس کی طرف محشور ہوگے یعنی حساب کے لیے قیامت کے روز جمع کیے جاؤگے پس اسکی شان میں عصیان و بے ادبی کرنے سے خوف کرو کہ سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہو۔ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۔ اور اسی نے آسمانوں و زمین کو پیدا کردیا درحالیکہ حق ہو یعنی انکی پیدائش بیہودہ و باطل نہیں۔ وَیَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ۔ اور بیان کردے نصیحت کے طور پر وہ دن کہ شئی کے واسطے فرماویگا۔

کہ ہو جا پس وہ چیز اسی طرح مشخص ہو جائیگی جیسے اسکی مراد ہو اور یہ قیامت کا دن مراد ہو کہ اس روز مخلوق مردہ آدمی وغیرہ سے کہے گا کہ کھڑے ہو جاؤ پس سب اُٹھ کھڑے ہون گے اور دو قول ہین ایک یہ کہ کن سے حقیقی یہی قول مراد ہے اور دوم آنکہ یہ سمجھانے کے واسطے ہو ورنہ ازل مین پیدایش اشیاء سے پہلے کلام نفسی کے ساتھ مخلوق کیا پس یہ اسکے ارادہ وقدرت کی مثال ہے کہ بدون دیر و درنگ کے وجود ہو جاتا ہے۔ قَوْلُهُ الْحَقُّ یعنی قول اُسکا حق وصدق واقع لامحالہ۔ اسکا قول حق ہو خواہ مخواہ واقع ہونیوالا ہو پس قیامت مین حشر وبعث ونشر ضرور ہے تم مت انکار کرو اور کیونکر اپنے مالک خالق ذوالجلال والاکرام کے حکم سے انکار کرتے ہو جس نے تم کو پیدا کیا اور نعمتین دین ملک وسلطنت دی اور سب اسی کا ہو اور تم سب اسی کے زیر فرمان ہو ولیکن وہ حلم وحکمت الٰہی اپنی قدرت مین مسخر کیا ہوا تم کو امتحان مین چھوڑ رکھا ہو کہ اپنی ملک وبادشاہت گمان کرتے ہو اور گمراہ ہو پھر یہ کیسے دن آخر نیست ونابود ہو گے اور یہ ظاہری پردہ بھی اُٹھ جائے گا۔ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ اور اسی کا ملک وبادشاہت آنکھوں سے نظر آویگی جس دن پھونکا جائیگا صور مین اور صور بمعنی قرن ہے جسکو سنکھ کہتے ہین اور مراد اس نفخہ سے تین نفخون مین سے دوسرا نفخہ ہو اور اسرافیل یہ صور پھونکین گے پس اُس دن ظاہر ہو گا لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار۔ آج کس کا ملک وبادشاہت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی واحد القہار کا ہو اور کسی کا نظر بھی نہین آتا کیونکہ نظر تو امتحان کی جگہ یعنی دنیا مین خطا کرتی تھی آج کھلا معلوم ہو گا کہ ملک ثابت ہو واسطے اللہ تعالیٰ ہی کے۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ ایسا اللہ تعالیٰ جو عالم ہے اس چیز کا جو نظرون سے غائب ہو اور اس چیز کی حقیقت کا جو آنکھون مین مشاہدہ ہو۔ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ یعنی پیدا کرنے مین حکمت والا ہے اور ہر چیز کے باطن سے بھی مانند اسکے ظاہر کے آگاہ ہو۔ کذا قال المفسر رحمہ اللہ۔ ابو داؤد وترمذی ونسائی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن ابی حبان والحاکم وبیہقی وعبد بن حمید وابن المبارک کی حدیث عبد اللہ بن عمرو رض مین آنحضرت صلعم کے صور کے حال بیان کرنے مین ہو کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ صور کیا چیز ہے فرمایا کہ قرن ہو جسمین نفخ کیا جائے گا۔ قال المترجم احادیث اس باب مین بہت ہین اور اہل سنت نے اسپر اجماع کیا ہو کہ قیامت مین صور پھونکا جائے گا۔ طبرانی کی روایت حدیث صور مین ہو کہ پھر ابو ہریرہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ وہ کس کیفیت کا ہو فرمایا کہ قسم اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ اسمین کے ایک دورہ کی بڑائی اسقدر ہو کہ آسمانون وزمین کی چوڑائی اسمین سما جاوے۔ اسمین اسرافیل یعنی جو اسپر منہ رکھے ہوئے منتظر حکم الٰہی ہین تین نفخہ پھونکین گے پہلا نفخہ فزع ہو اور دوم نفخہ صعق ہو اور سوم نفخہ پروردگار کے حضور مین کھڑے ہونے کا ہے اللہ تعالیٰ اسرافیل کو حکم فرماویگا کہ پھونک پس وہ پھونکے گا اور یہ اول مرتبہ ہو پس آسمانون وزمین والے فزع مین ہو جاوینگے سوائے اُس شخص کے جسکو اللہ تعالیٰ چاہے اور حکم دیگا پس اسرافیل برابر پھونکے جاویگا اور طول دیگا اور درمیان مین فتور نہین کریگا۔ یہ مانند قول اللہ عز وجل وما ینظر ہؤلاء الا صیحۃ واحدۃ ما لہا من فواق) پس اللہ تعالیٰ پہاڑون کو چلاویگا اور وہ بادل کی رفتار چلین گے پس سراب ہو جاوینگے پھر زمین اپنے لوگون کو لیکر ایک بڑی جنبش کریگی پس ایسی ہو جاویگی جیسے کوئی کشتی سمندر مین پھینکی گئی کہ اسکو ہر طرف سے سمندر کی تھپیڑین پہونچین کہ وہ ادھر اُدھر اپنی سواریون کے بوجھ سے اوندھی ہوئی جاتی ہے جیسے عرش سے لٹکی ہوئی قندیل کہ ہوا کے جھونکون سے گھومتی ہو۔ اور یہ وہی ہے جسکی نسبت قرآن مین فرمایا۔ یوم ترجف الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ قلوب یومئذ واجفۃ الآیات۔ پس لوگ اپنی پیٹھ کے بل جھکینگے اور مرضعہ کو ذہول ہو جائے گا یعنی دودھ پلانے والی عورت پلانا بھول جائے گی یا دودھ پینے والا بچہ بھول جائیگا والا اول ادے۔

اور پیٹ والیان پیٹ ڈال جائین گی اور لڑکے بوڑھے ہوجاوینگے اور فزع سے شیاطین بھاگ کر اقطار مین پہونچین گے پس ملائکہ آکر
ان کے منہ پر مار کر پھر لوٹا دین گے اور لوگ بنی آدم کے الٹے بھاگین گے لیکن حکم آلہی سے ان کو محفوظ رکھنے والا کوئی نہین اور آپس
مین لوگ ایک دوسرے کو پکارینگے اسی سے اللہ تعالی نے اس روز کو یوم التناد فرمایا پھر اسی حال مین ہونگے کہ ناگہان زمین
ایک قطر سے دوسرے قطر تک چاک ہوجائیگی پس ایسا سخت واقعہ دیکھین گے کہ کبھی ایسا نہین دیکھا اور اسکی وجہ سے ان کو ایسا
کرب وہول سماویگا کہ اسکو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے پھر آسمان کو دیکھین گے تو وہ مانند مہل کے ہوگا پھر پھٹ جائیگا اور تارے بکھر
جاوینگے اور سورج و چاند مین گہن لگ جاویگا۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مردون مین سے کسی کو ان باتون سے آگاہی نہ ہوگی۔ ابوہریرہ رضہ
نے کہا کہ یا رسول اللہ قولہ تعالی یوم ینفخ فی الصور ففزع من فی السموات ومن فی الارض الا من شاء اللہ اسمین اللہ تعالی نے کن لوگون
کو مستثنی کر لیا ہی فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہین جو اللہ تعالی کی راہ مین شہید ہوئے اور فزع ان ہی لوگون کو پہونچیگا جو زندہ موجود ہین اور شہید
لوگ تو اللہ عزوجل کے یہان زندہ ہین اور رزق پاتے ہین اُن کو اللہ تعالی نے اس فزع سے بچایا اور مامون فرما دیا ہے اور یہ فزع
تو عذاب الہی ہی جو اسکی نہایت شریر مخلوق پر وارد ہوگا اور یہی اللہ تعالی فرماتا ہے۔ یا ایہا الناس اتقوا ربکم ان زلزلۃ الساعۃ شیء عظیم یوم
ترونہا تذہل کل مرضعۃ عما ارضعت وتضع کل ذات حمل حملہا وتری الناس سکاری وما ہم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید۔ پھر یہ لوگ اس
بلا مین پڑے رہین گے جب تک اللہ تعالی چاہے لیکن اسکو زمانہ دراز ہوگا پھر اللہ تعالی اسرافیل کو نفخہ صعق کا حکم دیگا پس وہ صعق کو
پھونکے گا پس آسمانون و زمین والے مصعوق ہوجاوینگے سوائے اسکے جسکو اللہ تعالی چاہے (یعنی مرجاوینگے سوائے ان کے جو مر کر
زندہ ہوئے اور حدیث مین آنحضرت صلعم نے حضرت موسی کو استثنا کیا اور اموات صعق کا بھی بیان سے ظاہر فرمایا واللہ تعالی
اعلم۔ پھر جب ٹھنڈے ہوجاوینگے تو ملک الموت آکر حضرت باری تعالی سے عرض کریگا کہ آسمانون و زمینون کے سب لوگ
و چیزین سب مر گئین سوائے انکے جنکو تونے چاہا ہے او تعالی جو خوب جانتا ہے فرماویگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا کہ تو پاک زندہ جو
نہین مریگا اور عرش کے اٹھانیوالے اور جبرئیل و میکائیل باقی رہے ہین پس عرش بتقدیر آلہی گویا ہوگا کہ اے پروردگار کیا جبرئیل و میکائیل
بھی مرجاوینگے حکم ہوگا کہ چپ ہو کہ مین نے ہر اس چیز پر جو میرے عرش کے تحت مین ہی موت لکھدی ہی پھر جبرئیل و میکائیل مرجاوینگے
پھر ملک الموت عرض کریگا کہ اے پروردگار وہ دونون مرگئے پھر اللہ تعالی جو خوب جانتا ہے ارشاد کریگا کہ کون باقی رہا وہ عرض کریگا
کہ تو پاک الحی الذی لا یموت باقی رہا اور تیرے عرش اٹھانے والے رہے پس حکم ہوگا کہ حاملان عرش مرجاوین اور عرش کو حکم کریگا وہ اسرافیل سے
صور لیگا پھر فرماویگا کہ کون باقی رہا او وہ تعالی خوب جانتا ہی کہ کون رہا پس ملک الموت عرض کریگا کہ تو پاک باقی رہا تیری ذات وصفات
کو زوال نہین ہی اور مین رہا ہون پس وہ فرماویگا کہ تو میری مخلوق مین سے ایک بندہ ہی مین نے اپنے علم حکمت سے تجھے پیدا کیا اب
تو مرجا پس وہ مرجائیگا پھر اللہ عزوجل باقی رہیگا جو واحد قہار ہے نہ اسکا بیٹا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی
آخر مین ہی تو آسمانون و زمینون کو مانند سجل کتاب کے لپیٹ کر پھر ان کو بچھا دیگا پھر تین مرتبہ اُن کو ملفوف کریگا پھر فرماویگا کہ
لمن الملک الیوم تین مرتبہ فرمایگا۔ کوئی جواب نہ دیگا خود فرماویگا للہ الواحد القہار۔ اللہ تعالی فرماتا ہے یوم تبدل الارض غیر الارض
والسموات مطویات الخ۔ پھر دونون کو بچھا دیگا اور مسطح کریگا پھر ان کو تان دیگا جیسے ادیم عکاظی ہوتا ہی کہ ان مین نیچا اونچا کچھ نہ ہوگا
پھر مخلوق کو ایک زجر فرماویگا تو وہ اس آسمان و زمین تبدیل شدہ مین ویسی ہی ہوجائے گی جیسے پہلے تھی جو زیر زمین تھے وہ نیچے اور

له اصول الاحوال
اموات ...
بیان ...
الثانی ...
۲ه حجاب
لپیٹ ...
۱۲

جو اوپر تھے وہ اوپر ہو جائے گی پھر او تعالیٰ زیر عرش سے اسپر پانی برسائے گا پھر آسمان کو حکم کریگا وہ چالیس روز تک ان پر پانی برساویگا یہان تک کہ بارہ گز ان پر اونچا ہو جائے گا پھر جسمون کو حکم کریگا پھر وہ بقل و طراثیث کی طرح اوگین گے جیسے تھے ویسے ہی ہو جاوینگے پھر حکم ہوگا کہ حاملان عرش زندہ ہون وہ زندہ ہو جادین گے اور حکم آلہی سے اسرافیل پھر صور کو لیکر اپنے منھ کو لگا دیگا۔ پھر او تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل و میکائیل زندہ ہونگے پھر او تعالیٰ ارواح کو بلاویگا پس وہ لائی جاوینگی ان مین سے مومنون کی روحین نور سے چمکتی ہونگی اور کافرون کی روحین سیاہی مین لتھڑی ہون گی ان سب کو لیکر صور مین ڈالدیگا پھر اسرافیل کو نفخہ صور کا حکم دیگا اسمین سے روحین مانند شہد کی مکھیون کے نکلین گی اور آسمان و زمین کے درمیان بھر جائین گی پھر فرماویگا میری عزت و جلال کی قسم ہر روح اپنے جسم مین جاوے پس روحین زمین مین داخل ہو کر نتھنون مین گھسین گی اور اجسام مین روان ہونگی جیسے زہریلے کیڑے کے کاٹے ہوئے مین زہر پھیلتا ہے پھر تم سب لوگون کے اوپر سے زمین شق ہوگی اور مین سب سے اول ہون جسکے واسطے زمین شق ہوگی پس سب لوگ جلد اپنے پروردگار کی طرف روان ہونگے اور کافر کہین گے کہ یہ بڑا سخت دن ہے ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ۔ پس سب ایک مقام مین کھڑے ہون گے اور مدت تک جس کی مقدار ستر برس ہو کھڑے رہین گے نہ تمھاری طرف توجہ ہوگی اور نہ فیصلہ ہوگا لوگ روئین گے یہانتک کہ آنسو منقطع ہو جائین گے۔ پھر خون روئین گے اور پسینے مین تر ہون گے یہان تک کہ گردن یا ٹھوڑی تک پہونچیگا اور کہین گے کہ ہمارے پروردگار کے پاس کون ہماری سفارش کریگا کہ ہم مین فیصلہ فرما دے۔ کہین گے کہ سوائے تمھارے باپ آدمؑ کے کون اس لائق ہے اسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح اسمین پھونکی اور سامنے کلام کیا پس آدم پاس آوینگے مگر وہ انکار کرینگے کہ مین کچھ بول نہین سکتا پس نبی نبی کرکے ہر نبی کے پاس آوینگے اور ہر نبی ان پر انکار کریگا۔ یہان تک کہ میرے پاس آوینگے پس مین فحص کی طرف جاونگا اور سجدہ مین گر پڑونگا ابوہریرہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ فحص کیا ہے آپ نے فرمایا کہ عرش کے آگے ہی پڑا رہونگا یہانتک کہ او تعالیٰ اپنا فرشتہ میری طرف بھیجے گا وہ میرے بازو پکڑ کر اُٹھا ویگا اور او تعالیٰ فرماویگا کہ محمد ہے عرض کرونگا کہ ہان اے پروردگار فرماویگا کہ تیرا کیا حال ہے حالانکہ او تعالیٰ سب کچھ دانا تر ہے۔ مین عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا تھا مجھے شفاعت دینے کا تو اپنی مخلوق کے حق مین میری سفارش قبول فرما کر انمین فیصلہ کر دے۔ حکم ہوگا تیری سفارش قبول ہے مین آکر تم مین فیصلہ کرونگا مین لوٹ کر لوگون کے ساتھ کھڑا ہونگا پھر ہم کھڑے ہون گے کہ ناگاہ آسمان سے آواز شدید ہولناک سنین گے۔ پھر آسمان دنیا سے اسیقدر اُترینگے جس قدر جن و انس زمین مین ہین جب زمین سے قریب ہونگے تو زمین انکے نور سے چمکنے لگیگی اور وہ قرینہ سے اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو جاوینگے ہم اُنسے کہین گے کہ کیا تم مین ہمارا پروردگار ہے وہ کہین گے کہ نہین پھر اتنے کو دونا اور اُترینگے یہانتک کہ رب العزت پارہ ابر مین مع ملائکہ کے نزول فرماویگا اور اُسدن عرش کو آٹھ اُٹھانے والے لئے ہون گے اور آج کے روز وہ چار ہین ان کے قدم زمین زیرین کے حد پر ہین اور زمین و آسمان انکی کمر تک ہین اور عرش انکے کاندھون پر ہے ان کی تسبیح سے ایک گونج ہوگی کہین گے سبحان ذی العرش والجبروت سبحان ذی الملک والملکوت سبحان الحی الذی لایموت سبحان الذی یمیت الخلائق ولا یموت سبوح قدوس قدوس قدوس سبحان ربنا رب الملائکۃ والروح سبحان ربنا الذی یمیت الخلائق ولا یموت۔ پھر او تعالیٰ اپنی زمین مین اپنی کرسی جہان چاہے گا رکھے گا۔ قال المترجم۔ یعنی کرسی آلہی ایسی وضع پر ہوگی کہ زمین اسکے زیر مین فیصلہ والون کیلئے مستقیم ہو اور یہ مطلب

نہین کہ زمین کے اندر کرسی سما جاویگی۔ فافہم۔ پھر آواز دی جاویگی کہ اے گروہ جن وانس تم لوگ آج کے دن تک جب سے اوتعالیٰ نے تم کو پیدا کیا خاموش چھوڑ دیا اللہ تعالیٰ تمھارے اقوال سنتا اور اعمال دیکھتا رہا۔ تم اپنے نامۂ اعمال دیکھو جو بہتری پاوے وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرے اور جو بد اعمال پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے پھر اوتعالیٰ جہنم کو حکم کریگا اس سے ایک گردن دراز نکلیگی پھر فرماویگا کہ الم اعہد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ہذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلاً کثیرا افلم تکونوا تعقلون ہذہ جہنم التی کنتم توعدون۔ یعنی اسی کو جھٹلاتے تھے۔ وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ پس اللہ تعالیٰ لوگون کو الگ فرماویگا کہ کافر وبدکار جدا ہو جاوینگے اور اُمتین گھٹنون کے بل بیٹھین گی۔ اوتعالیٰ فرماتا ہے وتری کل اُمۃ جاثیۃ۔ ہر اُمت اپنی کتاب کی طرف بلائی جاویگی۔ پھر اوتعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کے درمیان سوائے جن وانسان کے فیصلہ فرماویگا حتی کہ وحوش کے درمیان وبہائم مین فیصلہ فرماویگا حتی کہ سینگدار چوپایہ سے بے سینگ اسکا بدلا لیگا جب کسی کا حق حقوق نہ رہیگا تو اللہ تعالیٰ فرماویگا تم سب خاک ہو جاؤ پس یہ دیکھکر کافر کہین گے کہ یا لیتنی کنت ترابا۔ پھر اوتعالیٰ بندون کے درمیان فیصلہ کریگا پس سب سے پہلے جسکا فیصلہ ہوگا وہ خون ہین اور راہ خدا مین جو مقتول ہوئے ان کے چہرے چمکین گے اور جو راہ شیطان کفر وضلال مین قاتل یا مقتول ہوئے وہ خوار ہون گے پھر کوئی نفس نہ چھوٹے گا جسنے دوسرے کو ناحق قتل کیا مگر آنکہ اس سے مظلمہ لیا جائیگا اور کوئی مظلمہ نہ رہیگا جو کسی ظالم نے مظلوم پر کیا ہے مگر آنکہ عوض لیا جائیگا حتی کہ اگر دودھ بیچنے والے نے پانی ملایا تو اس سے الگ کرایا جائیگا اور کہان الگ کر سکتا ہے اسکو عذاب کیا جائے گا جب یہ اُمور فیصلہ ہو جاوینگے تو آواز دینے والا اس طرح آواز دیگا جسکو سب مخلوق سنینگے کہ خبردار ہر گروہ اپنے معبود کو لیکر دوزخ مین جاوے۔ یہی فرمایا۔ لو کان ہؤلاء آلہۃ ما وردوہا وکل فیہا خالدون۔ پھر جب باقی رہین گے سوائے مومنون کے جنمین منافق شامل ہونگے۔ تب آویگا اللہ تعالیٰ جس شان سے چاہیگا اور فرماویگا کہ اے لوگو مخلوق اپنے معبودون کے ساتھ گئی تم بھی اپنے معبود سے جا ملو تو کہین گے کہ واللہ ہم تو سوائے اللہ وحدہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہین پوجتے ہین ہم نہین جاوینگے پس اوتعالیٰ ان پر کشف ساق سے اپنی عظمت کی تجلی فرماویگا جس سے پہچان جاوینگے کہ اوتعالیٰ ان کا پروردگار عز وجل ہے پس سجدہ مین اُس کے سامنے گر پڑینگے ولیکن منافق لوگ اوندھے گدی کے بل گرینگے اور اوتعالیٰ ان کے پیٹھون کو صیاصی بقر کے مانند کر دیگا پھر اوتعالیٰ اُن کو سر اُٹھانے کا حکم دیگا پس سر اُٹھاوینگے۔ اور جہنم کی پشت پر پل صراط رکھا جائیگا جیسے بال یا تلوار کی دھار اُسپر کلالیب خطاطیف اور سعدان کے سے کانٹے ہون گے حکم ہوگا تو پلک مارتے یا بجلی چمکتے یا ہوا چلتے یا گھوڑے دوڑتے یا سوار یا پیدل دوڑتے گذر جاوینگے کسی نجات پانیوالے پر سلامتی رہیگی اور کسی کو خدشہ ہوگا یعنی جیسے چھل گیا اور کوئی اوندھا جہنم مین گریگا پھر جب جنت والے جنت تک پہونچے تو کہین گے کہ کون ہمارے لئے پروردگار سے سفارش کریگا پس تمام حال ہر ہر نبی کے پاس آنے اور اسکے انکار کرنے کا ذکر کر کے کہا کہ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پھر وہ لوگ میرے پاس آوینگے اور میرے لئے پروردگار کے پاس تین شفاعتین ہین مین چلکر جنت پر آونگا اور دروازہ کھلواونگا تو حیاک اللہ ومرحبا کہکر کھولا جائیگا جب مین جنت مین داخل ہوا تو میری نظر میرے پروردگار پر پڑیگی پس سجدہ مین گر پڑونگا پس اوتعالیٰ مجھے اپنی حمد وتمجید سے ایسی چیز تعلیم فرماویگا جسکی کسی کو مخلوق مین سے اجازت نہین ہوئی ہے پھر کہا جائے گا کہ اے محمد سر اُٹھا سفارش کر مقبول ہوگی اور مانگ تجھے ملیگا پھر جب مین نے سر اُٹھایا تو اوتعالیٰ فرماویگا کہ تیرا کیا حال ہے۔ حالانکہ اوتعالیٰ جانتا ہے عرض کرونگا کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے اہل جنت کے بارے مین شفاعت کا وعدہ کیا تھا۔

حکم ہوگا کہ میں نے سفارش قبول کی اور ان کو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی اور حضرت صلعم فرماتے تھے کہ قسم اُس ذات کی
جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم دنیا میں اپنی ازواج و مساکن کو اسقدر نہیں پہچانتے جتنا جنت والے اپنی ازواج و مساکن
کو پہچانیں گے پس ہر مرد ان میں سے بہتر ایسی جوروؤں کے ساتھ داخل ہوگا جنکو اللہ تعالیٰ ایجاد کر دیگا اور دو عورتیں اولاد آدم
علیہ السلام سے ہونگی جن کو ان بہتر پر فضیلت ہوگی کیونکہ ان دونوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ادا کی تھی پھر بعد ذکر
انعامات اہل جنت کے بیان کیا کہ جب دوزخی دوزخ میں جائیں گے تو ان میں بہت سی وہ مخلوق بھی پڑ جائیگی جو پروردگار کے اوپر
اسلام لائی تھی ان کو ان کے اعمال نے ہلاکت میں ڈالا بعض کو ان کے قدموں تک اور بعض کو نصف ساقین تک اور بعض کو
گھٹنوں تک اور بعض کو کمر تک حتی کہ بعض کو تمام بدن سے سوائے چہرہ کے آگ نے کھایا ہوگا اور چہرہ اُس کا اللہ تعالیٰ نے آگ پر
حرام کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ دعا کرونگا کہ پروردگار میری اُمت سے لوگ دوزخ میں ہیں حکم ہوگا کہ نکال لو تو جسکو
تم پہچانو پس نکالے جائیں گے یہانتک کہ ایسا کوئی نہیں رہیگا پھر اللہ تعالیٰ شفاعت کی اجازت دیگا سو کوئی نبی و شہید نہ رہے گا
مگر انکی شفاعت کریگا۔ الی آخر الحدیث فی تتمۃ الشفاعۃ وغیرہ بما ہو مشہور۔ پھر طبرانی رح نے بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث
غریب ہے اور اسکے بعض مضامین کے شاہد متفرق احادیث میں مذکور ہیں اور اسکے بعض الفاظ میں نکارت ہے اسکو اسمعیل بن رافع قاضی اہل مدینہ
نے منفرداً روایت کیا اور اس راوی کے بارہ میں اختلاف ہے چنانچہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی اور بعض نے اسکی تضعیف کی اور اکثر
محدثین ائمہ نے اس کی حدیث منکر ہونے پر تنصیص کر دی ہے مانند امام احمد بن حنبل و ابو حاتم الرازی و عمرو بن علی الفلاس وغیرہ کے اور
بعض نے کہا کہ متروک الحدیث ہے اور ابن عدی نے کہا کہ اسکی جملہ احادیث میں تامل ہے لیکن منجملہ ضعفاء میں اسکی حدیث لکھی جاوے قال
ابن کثیر اس سے اس حدیث کی اسناد میں جو وجوہ کثیرہ مختلفہ ہیں میں نے ان کو ایک علیحدہ جزو میں جمع کیا ہے لیکن اسکا سیاق غریب ہے
اور بعضے کہتے ہیں کہ اس نے اس حدیث کو چند احادیث متفرقہ سے جمع کیا اور ایک سیاق میں بیان کیا اس سبب سے اسپر انکار کیا
گیا اور میں نے اپنے استاد شیخ حافظ ابوالحجاج مزی رحمہ اللہ سے سُنا کہ میں نے ایک کتاب ولید بن مسلم کی دیکھی جسمیں اُسنے اس حدیث
کے بعض باتوں کے جملہ شواہد مفردات کو جمع کیا ہے۔ قال المترجم ایسا ہی شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے بدور سافرہ میں بعد ایراد
اس حدیث کے کلام کیا ہے اور واضح رہے کہ مضامین اس حدیث میں بعض باتیں تو صحاح کی روایت میں خود ظاہر ہیں اور بعض
باتوں سے انکار کیا گیا اور ایک خاص وجہ انکار کی یہ بھی ہے کہ ترتیب وار اس بیان کا ثبوت کسی حدیث ثابت سے نہیں اور متفرق احادیث
میں جو مضامین ثابت ہیں ان میں سے بعض کی بعض سے ترتیب صرف راوی مذکور کی رائے ہے اگر غلطی کی تو اللہ تعالیٰ اسکو عفو کرے۔
والکلام فی المتفردات یاتی فی تفسیر الآیات انشاء اللہ تعالیٰ ف۔ فی العرائس قولہ قل ان ہدی اللہ ہو الہدی۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت
امر غیبی ہے اور راہ ہدایت یہی طریقہ ہے جو انبیاء علیہم السلام نے شرائع و احکام راہ مستقیم کے بیان کئے ہیں اور یہی اسکے عرفان و مشاہدہ
حاصل ہونے کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ اسکے انھیں بندوں کو ملتا ہے جو معرفت والے ہیں اور معرفت والا وہ ہے جو قضاء پر راضی ہو اور
بلا پر صبر کرے اور جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اسکو تسلیم کرے اس حیثیت سے کہ اسکے نفس سے معارضہ نہ رہے۔ قولہ أُمِرنا لِنُسلِمَ لرب
العالمین۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ بندہ کو تعلیم کا حکم ہوا اور یہ کہ تدبیر چھوڑ کر تسلیم اختیار کرو اور مجاری قضاء پر راضی ہو پھر اسکی نماز کا
حکم دیا اور اس میں سستی کرنے سے ڈرایا بقولہ و ان اقیموا الصلوٰۃ و اتقوہ۔ نماز کی اقامت یہ ہے کہ عبودیت میں ربوبیت کا ظہور ہو اور حالت

خدمت مین مشاہدہ کا چاند نظر آوے بقولہ علیہ السلام تعبد اللہ کانک تراہ ۔ تقوی اس مقام پر یہ ہے کہ نماز مین او تعالی سے متقی ہو کیونکہ وہ مقام ہیبت و اجلال و مناجات ہے اس سے پرہیز کرو کہ تمہارے دل پر سوائے او تعالی کے اور کچھ خطور کرے پس او تعالی کے مشاہدہ سے محروم رہو گے ۔ ابن عطاء نے کہا کہ اقامت نماز یہ کہ اسکے حدود کو حکم الہی کے ساتھ محفوظ رکھے اور اسکے اسرار کو اللہ تعالی کیساتھ حد ادب پر نگاہ رکھے از انجملہ یہ کہ اول تو سوائے او تعالی کے کچھ خطرہ نہ آوے ۔ قولہ قولہ الحق ولہ الملک الآیہ ۔ پھر گاہ او تعالی نے عدم سے وجود مین اس تمام خلقت کو جو ہو رہا ہوگی لانا چاہا تو ذات سے اپنی صفات کیواسطے تجلی فرمائی اور صفات سے امر یعنی فعل کے واسطے اور امر سے کاف و نون کے واسطے پس ہر دو حرف مین سے ایک دوسرے سے قدح کرتا اور ان کے درمیانی نور سے تمام حوادث کا ظہور ہوتا ہے بسبب اسکے کہ نور ذات کا اتصال صفات سے اور نور صفات کا افعال سے اور نور امر کا کاف و نون سے ہوا ہے پس مراد ازلی اس سے متحقق ہوئی پس معنی قولہ قولہ الحق یعنی جو اس کے علم ازلی مین ہے وہ عدم سے وجود کی طرف خارج ہونے سے متحقق ہوتا ہے اس خوبی کیساتھ کہ ایک ذرہ بھی اسمین سے خلل پذیر نہین ہوتا ۔ اسکا فعل موافق امر ہے اور امر اسکا ارادہ ہے کیونکہ اسکی قدرت ازلیہ قائم اسکی ذات سے باقی ازازل تا ابد ہے کبھی اسکی انتہا نہین ہے اور نہ کبھی تغیر و فنا ہے ۔ حسین نے کہا کہ وہ حق ہے اور جو کچھ حق سے ظاہر ہوئے وہ خواہ مخواہ حق ہوگا یعنی صحیح و صادق واقعی ہوگا ۔ باطل و دروغ نہین ہوسکتا ۔ پس قولہ الحق اسی معنی کر کہ وہ حق عزوجل سے صادر ہے ۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ

اور جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو تو کیا پکڑتا ہے مورتون کو خدا مین دیکھتا ہون تو اور تیری قوم

فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ

صریح بہکی ہوئی اور اس طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان

وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ

اور زمین کی اور تا اسکو یقین آوے پھر جب اندھیری آئی اسپر رات کو

رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ۝

دیکھا ایک تارا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا مجکو خوش نہین آتے چھپنے والے

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَىِٕنْ

پھر جب دیکھا چاند چمکتا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اگر

لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّاۗلِّيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ

نہ راہ دے مجکو رب میرا تو بیشک مین رہون بہکے لوگون مین پھر جب دیکھا سورج

بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا

جھلکتا بولا یہ ہے رب میرا یہ ہے بڑا پھر جب وہ غائب ہوا بولا اے قوم مین بیزار ہون اُن سے جنکو تم

تُشْرِكُوْنَ ۝ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

شریک کرتے ہو مین نے اپنا منہ کیا اُسکی طرف جن نے بنائے آسمان اور زمین ایک طرف کا ہو کر اور مین نہین شریک کرنیوالا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ ۔ واذکر اذ قال ابراہیم لابیہ الذی لقبہ آزر واسمہ تارح۔ یعنی بیان کر بطور نصیحت کے جبکہ کہا ابراہیم نے اپنے باپ سے جسکا لقب آزر تھا اور اصلی نام اسکا تارح تھا آخر مین حائے مہملہ ہے چنانچہ قاموس مین بھی باب الحاء المہملۃ مین مذکور ہے اور بعض نے بخاء معجمہ ضبط کیا۔ وضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہ تھا بلکہ تارح تھا رواہ ابن ابی حاتم وکذا فیما اسندہ عن عکرمہ عن ابن عباس کہا کہ آزر بت کا نام ہے اور ابراہیم کے باپ کا نام تارح تھا اور مان کا نام مثلی اور جورو کا نام سارہ اور مملوکہ باندی کا نام ہاجرہ تھا۔ قال ابن کثیر وہکذا قال غیر واحد من علماء النسب۔ مجاہد وسدی نے کہا کہ آزر بت کا نام ہے قال ابن کثیر شاید اس بت کی خدمت کرنے کی وجہ سے اسپر یہ نام غالب ہوگیا ہو وقال ابن جریر۔ شاید اس کے دو نام ہون آزر و تارح اور شاید ایک لقب ہو اور صواب یہ ہے کہ اسکے باپ کا نام آزر تھا قال ابن کثیر۔ یہ قول جید قوی ہے قال المترجم مفسرؒ نے شاید تاریخ ونسب بیان کرنے والون کی جماعت پر نظر کر کے یہ اختیار کر لیا کہ آزر لقب ہے اور تارح نام ہے اور حق وہی ہے جو ابن جریرؒ نے کہا جیسا کہ ابن کثیرؒ نے اسکی تجوید کی ہے اور تارح نام بنی اسرائیل یعنی یہود ونصاری سے سنا ہوا مروی ہوا ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو سراج مین لایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر مین کہا کہ ابراہیم بیٹے ہین آزر کے جسکا نام توریت مین تارح ہے پس ابراہیم کے باپ کے دو نام ہوئے جیسے یعقوب واسرائیل دونون حضرت یوسف کے باپ کے نام تھے اور بخاری رحمہ نے افراد مین روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر سے ملین گے اور آزر کے چہرہ پر قترت وغبرت ہوگی الی آخر الحدیث پس اسمین مصرح کر دیا کہ آزر ان کا باپ تھا۔ قال ابن کثیرؒ اللہ تعالی نے قرآن مجید مین مصرح فرمایا کہ واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقا نبیا اذ قال لابیہ یا ابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا الآیات۔ اور اسمین ہے کہ باپ کو کہا سلام علیک ساستغفر لک ربی الآیۃ۔ اور فرمایا وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدہا ایاہ الآیۃ۔ اور صحیح حدیث مین ثابت ہوا کہ قیامت کے روز ابراہیم اپنے باپ آزر سے ملین گے پس آزر اُنسے کہیگا کہ میرے بیٹے آج کے روز مین کچھ تیری نافرمانی نہ کرونگا پس ابراہیم علیہ السلام عرض کرینگے کہ اے پروردگار تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ بروز بعث تجکو خفیف نہ کرونگا اور اس سے بڑھکے کیا خواری ہے کہ میرا باپ دور پڑے پس کہا جائیگا کہ اے ابراہیم پیچھے دیکھ پس دیکھین گے تو نظر آویگا کہ ایک بد بخ ملتطخ ہے پس اسکے چارون پاؤن پکڑ کر آگ مین پھینکدیا جائیگا۔ قال المترجم پس صحیح وصواب یہ ہے کہ ابراہیم کے باپ کا نام آزر تھا اور تارح اسکا دوسرا نام ہوگا جیسا کہ اہل تاریخ ونسب اگلے اہل کتاب نے کہا ہے کیونکہ توریت مین تارح اسکا نام لیا گیا جیسے اسرائیل حضرت یعقوب کا نام لیا گیا ہے اور بعد آیات واحادیث صحیحہ کے کسی کو مجال نہین ہے کہ آزر نام ہونے مین کلام کرے فی السراج آزر نام ہونا اصح ہے اور یہی ثابت ہے اور اصلی نام تارح نہین اور کہا کہ وہ کوثی نام گانو کا رہنے والا تھا جو سواد کوفہ مین ہے پھر کشرانی لوگ جہان یہ موجود تھا وہان والے یہ اعتقاد کرتے کہ آسمان مین ستارے معبود آلہہ ہین اور زمین مین بت ہین پس ہر ستارہ کے واسطے ایک بت قرار دیتے پس جب اُس ستارے سے تقرب چاہتے تو اُس کے نام کے بت کو پوجتے تھے تاکہ اس ستارے کی یہان سفارش کرے تو ابراہیم علیہ السلام نے اُن پر انکار کیا اور اُن کے فساد پر تنبیہ کر کے کہا۔ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۔ تعبدہا یعنی الٰہا تا ہے بایمعنی کہ ان کی عبادت کرتا ہے اور یہ استفہام توبیخی ہے بطور ملامت کے اور اسمین حق قرابت ادا کیا کہ پہلے اپنے باپ کو حق راہ بتائی ۔ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ یعنی بسبب

عہ سابق تجارت اردو ۱۲۰۵م

بتون کے معبود بنانے کے تجھکو اور تیری قوم کو بین حق سے کھلا دور بھٹکا دیکھتا ہون اور یعنی آنکھ یقین جانتا ہون اور یہ نور نبوت سے مشاہدہ تھا جسکو دکھینا فرمایا - وَكَذٰلِكَ اسے کہا ابراہیم اضلال ابیہ وقومہ کذلک نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لیستدل بہ علی وحدانیتنا - جیسے ہم نے ابراہیم کو اسکے باپ و باپ کی قوم کی گمراہی دکھلا دی ایسی ہی ہم دکھلاتے ابراہیم کو ملک سموات والارض تاکہ اس سے ہماری وحدانیت پر دلیل پاوے - اس سے ثابت ہوا کہ مخلوقات مین شرعی طریقہ سے فکر کرنا اور اس سے دلی معرفت سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت جاننا خوب ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ہذا باطلا - سبحانک فقنا عذاب النار - اور یہ جبھی میسر ہوگا کہ آدمی علم شرع سے کسی طور پر واقف ہو اور شرع پر سنت کے ساتھ قائم ہو - اور جو لوگ فلسفی طریقہ سے اسمین خوض کرتے ہین وہ برے کام مین پڑے ہین بلکہ طریقہ تفکر درحقیقت ہدایت آلہی ہے - وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ - یعنی ان اشیاء پر ان کے مخلوق ہونے کے ساتھ یا ہماری وحدانیت کے ساتھ یقین کرنے والا ہو - واضح ہو کہ قولہ وکذلک نری سے یہانتک جملہ معترضہ تھا جس سے قطعاً معلوم رہے کہ ابراہیم علیہ السلام خود مرتبہ یقین و تصدیق مین حد کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور باپ و قوم کو ہدایت ایک اچھے طریقہ سے بتاتے تھے پس پہلے تو ان کو زبانی صاف صاف کہا کہ تم گمراہ ہو رہے ہو جب نہ مانے تو وہ ہوا جو آگے فرمایا - فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ - یعنی رات کی اندھیری چھائی تو رَاٰ كَوْكَبًا ایک روشن ستارہ دیکھا - قال فی المدارک جسکو وہ لوگ پوجتے تھے - قال المفسر بعض نے کہا کہ وہ زہرہ تھا اور مدارک مین کہا کہ یا مشتری تھا اور مترجم کہتا ہے کہ یہ قول بے دلیل ہین اور بہت بعید ہین کیونکہ ظہور زہرہ و مشتری کا بہت خفی ہوتا ہے اور اس تعیین سے کوئی غرض متعلق نہین صرف اتنا بیان چاہیے کہ ایک ستارہ دیکھا - قال لقومہ وکانوا منجمین - تو اپنی قوم سے کہا اور یہ لوگ نجوم کے دین پر تھے اگر کہا جاوے کہ یہ کہان سے تفسیر فرمائی کہ خود اپنے آپ نہین کہا بلکہ قوم سے کہا تو جواب یہ کہ آگے خود فرمایا کہ قال یا قوم انی بری مما تشرکون - بالجملہ خود یقین پر تھے اپنی قوم کو الزام دینے اور قائل کرکے توحید کی راہ سوجھانے کو قوم سے کہا کہ هٰذَا رَبِّيْ یعنی تم لوگون کے اعتقاد کے موافق میرا پروردگار یہ ستارہ ہے - فَلَمَّآ اَفَلَ جب غروب ہو گیا و غائب ہو گیا قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ - تو فرمایا کہ مین غروب ہو جانے والون کو نہین دوست رکھتا ہون کہ ان کو معبود بنالون کیونکہ پروردگار پر تغیر اور ایک حال سے دوسرے حال پر منتقل ہو جانا نہین روا ہے کیونکہ تغیر و انتقال تو حادث کی شان سے ہے - اسمین اشارہ ہے کہ تم لوگون نے اپنی پسند و خواہش نفسانی سے بدون راہ نور عقل کے معبود بنائے ہین کیونکہ عقل نہین روا رکھتی کہ متغیر و منتقل ہونیوالا معبود و آلہ ہووے لیکن اس دلیل نے ان لوگون مین کچھ کام نہ کیا اور آزر و قوم کے لوگ نہ سمجھے تو پھر ان کو تنبیہ فرمائی - فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا پھر جب قمر کو طلوع ہوتا دیکھا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ قوم سے کہا کہ یہ میرا رب ہے یعنی تمہارے اعتقاد کے موافق - فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ اگر پروردگار تعالیٰ ہدایت نہ دے تو ہدایت نہین خواہ اول مین یا حالت ثبات مین چنانچہ مجکو ہدایت فرمائی ہے اگر اسپر مجکو ثابت نہ رکھے لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ - تو مین بھی گمراہ قوم مین سے ہو جاؤن - اسمین قوم پر تعریض فرمائی کہ تم لوگ گمراہی پر بیہوش ہو اور پروردگار عز و جل کی ہدایت مانگو مگر قوم گمراہ کو کچھ اثر نہ ہوا - فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا - اس لفظ ہذا سے اشارہ ہے شمس کی طرف اور وہ اگرچہ مونث سماعی ہے لیکن یہان خبر کی رعایت بھی ہے کہ خبر اسکی مذکر ہے اسے ہذا المرئی رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ من الکوکب والقمر یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے یعنی انتہا کر دی کہ کوکب کا وہ حال ہوا اور قمر کا یہ حال ہوا اب نجوم و ستارون مین سے ایک ہی آفتاب سب سے

بڑا رہا ہے۔ فَلَمَّآ اَفَلَتْ جب وہ بھی ڈوبا تو معبود کہاں ہو سکتا ہے اور قوم پر حجت پوری ہو گئی مگر وہ لوگ باز نہ آئے تو قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو کچھ تم شرک لاتے ہو خواہ بت ہوں یا تارے یا اور کوئی چیز ہو میں سب سے بری ہوں بالکل اس سے لگاؤ نہیں رکھتا مشرک بولے کہ تو پھر کیا پوجتا ہے تو کہا۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ قصدت بعبادتی میں نے اپنی عبادت کرنے سے مقصود رکھا۔ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ - اس ذات پاک کو جس نے آسمانوں و زمین کو پیدا کیا یعنی اللہ تعالیٰ حَنِیْفًا۔ مائلا الی الدین القیم۔ درحالیکہ میں تمام دینوں سے منہ موڑ کر دین قویم و راہ مستقیم کی طرف مائل ہوا ہوں۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ - اور میں نہیں ہوں اس خالق پاک کے ساتھ شرک کرنے والوں میں سے قال المترجم شیخ امام الحافظ العماد رحمہ نے لکھا کہ مفسرین نے اس مقام پر اختلاف کیا اس باب میں کہ آیا خود حضرت ابراہیمؑ کی نظر تھی یا قوم سے مناظرہ تھا۔ شیخ ابن جریر نے علی بن ابی طلحہ کے طریق سے ابن عباس سے ایسا کلام روایت کیا جو مقتضی ہے کہ یہ قوم سے مناظرہ نہ تھا بلکہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت دی کہ انھوں نے مخلوقات میں نظر کر کے خالق عزوجل کی معرفت حاصل کی اور شرک و بیوقوفی سب چھوڑ کر توحید الٰہی کو اختیار کیا اور اسی کو ابن جریر رح نے خود اختیار کیا ہے بدیں دلیل کہ کہا۔ لئن لم یہدنی ربی لاکونن الآیہ۔ اور محمد بن اسحاق نے کہا یہ نظر کرنا و توحید پر دلیل لینا حضرت ابراہیمؑ سے اسوقت ہوا کہ جب اس کھوہ میں سے نکلے تھے جس میں ان کی والدہ بخوف نمرود بن کنعان کے ان کو وضع کر آئی تھیں کیونکہ نمرود ہر بچہ کو قتل کر ڈالتا تھا اسکو نجومیوں نے خبر دی تھی کہ اس سال ایک بچہ پیدا ہوگا جو تیری سلطنت جاتی رہنے کا سبب ہوگا پس اس خوف سے ان کی والدہ بوقت وضع حمل کے قریب شہر کے پہاڑ کے کھوہ میں جا کر وہیں وضع کر کے چھوڑ آئی تھیں کہ میرے سامنے ذبح ہونے سے بہتر ہے کہ درندے کھا جاویں اور حضرت ابراہیم کی غذا ان کی انگلیوں سے دودھ وغیرہ خود نکلتا تھا۔ قال الحافظ۔ اور محمد بن اسحاق نے یہاں چند باتیں خوارق عادات و کرامات الٰہی کی نقل کیں جیسا اور مفسرین سلف و خلف نے بیان کی ہیں۔ قال المترجم مانند آنکہ ہر ساعت مثل دن کے اور دن مانند مہینہ کے اور مہینہ مانند سال کے بڑھتے اور نشو و نما پاتے تھے اور بچہ تھے جب ماں سے کہا کہ تیرا رب کون ہے وہ بولی کہ تیرا باپ تو فرمایا کہ باپ کا رب کون ہے وہ بولی کہ نمرود تو فرمایا کہ نمرود کا رب کون ہے وہ بولی کہ خاموش ہو اور یہیں سے بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم نے ستارے و قمر وغیرہ سے بچپن میں استدلال کیا اور جمہور مفسرین کے نزدیک بعد بلوغ کے واقع ہوا۔ و فی السراج وغیرہ۔ تاویل دوم آنکہ یہ بطریق استفہام ہے یعنی قولہ ہذا ربی بمعنی أہذا ربی۔ کیا میرا رب یہ تارہ بتلاتے ہو۔ جیسے قولہ تعالیٰ فَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔ یعنی افہم الخالدون۔ تاویل سوم آنکہ قوم کو سمجھانے کیلئے یہ طریقہ سکھلایا کہ مخلوق سے خالق کی طرف استدلال اس طرح کیا جاتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے جا کر دیکھا کہ ایک قوم ایک بت کے گرد ہو رہی ہیں اس نے بھی اس بت کی تکریم ظاہر کی تو وہ اس شخص کی طرف گرویدہ ہوگئے۔ یہانتک کہ اکثر باتوں میں اسی کی رائے پر چلنے لگے پھر کوئی مصیبت آئی اور اس نے مشورہ دیا کہ اس بت سے عاجزی کرو انھوں نے سب کچھ عاجزی کی مگر کیا ہوتا ہے تب اس نے رائے دی کہ اللہ عزوجل کی طرف گڑگڑاؤ پس اللہ تعالیٰ نے یہ مصیبت دور کر دی پھر وہ سب بتوں کو چھوڑ کر مسلمان ہو گئے۔ قالوا اصح یہ کہ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات اپنی قوم پر حجت لانے کے طور پر ذکر کی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی مفسر جلال رح نے اختیار کیا۔ و قال الحافظ حق یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر اپنی قوم کے ساتھ مناظرہ کرتے تھے تاکہ ان پر کھل جاوے کہ وہ لوگ جس حال میں پڑے ہیں وہ بالکل باطل ہے پس باپ کے ساتھ کلام میں ظاہر کیا کہ تم لوگ

بتون کی پرستش مین جنکو ہیاکل سماویہ کی صورت سمجھا ہی خطا و غلطی پر ہوا اور اس مقام پر ظاہر کیا کہ ستارون کی پرستش مین تم خطا کار غلطی پر ہو
قال المترجم سورۂ قصص مین انشاء اللہ تعالی حضرت ابراہیم کا قصہ بتون کے توڑنے اور کافرون کے پہلے جھگڑنے پھر نادم ہونے کا بیان
ہوگا پس شاید بتون سے فی الجملہ مشرکون کو ندامت ہو چکی ہو تب اُن پرستارون کی پرستش مین غلطی ظاہر فرمائی بالجملہ مقصود یہ کہ
ستارون کی پرستش اور اُن مین الوہیت کا گمان کرنا محض غلط ہی بالجملہ پہلے کوکب کے حق مین ظاہر کیا کہ یہ الوہیت کے لائق
نہین یہ تو حکم الٰہی عزوجل کے تحت مین مسخر ہے کہ جس طرح حکم ہے برابر چلتا ہے ذرہ برابر بھی عدول حکمی نہین کر سکتا جیسے اور اجرام
سماویہ روشنی والے ہین پھر اُس سے زیادہ روشن قمر مین یہی دلیل ظاہر کی پھر اس سے بلکہ سب سے زیادہ روشن یعنی سورج مین یہی
ظاہر کیا پھر شرک سے اپنی برائت ظاہر کی اور ان لوگون کو راہ بتائی کہ تم بھی اس گمراہی سے بچو اور خالق السموات والارض
والنجوم وکل شئی کی طرف عبادت کے لیے سر جھکاؤ۔ قال الحافظ۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ ابراہیم اس مقام پر اپنے واسطے نظر
کرنیوالے ہووین حالانکہ ابراہیم کے حق مین اللہ عزوجل نے فرمایا۔ ولقد آتینا ابراہیم رشدہ من قبل وکنا بہ عالمین۔ اذ قال لابیہ وقومہ
ما ہذہ التماثیل التی انتم لہا عاکفون الآیات۔ اور فطرت اسلام پر سب پیدا ہوتے ہین چنانچہ آیات و احادیث سے مصرح ہو چکا ہے
پس سب خلق کے حق مین ایسا ہی تو ابراہیم تو بدرجۂ اولی ہونگے بہ نسبت تمام لوگون کے بعد محمد رسول اللہ صلعم کے بلا شک و بلا ریب
اور منجملہ ان امور کے جو ان کے مناظر قوم ہونے کے مؤید ہین ایک یہ کلام الٰہی بھی ہے جو آگے فرمایا یعنی وحاجہ قومہ قال اتحاجونی
فی اللہ الخ۔ مترجم کہتا ہی کہ عنقریب اسکی تفسیر آیندہ مذکور ہوگی مجھے درمیان مین تفسیر عرائس الا قدر یہ ہی اور اگر بالفرض ابراہیم اس مقام
پر ناظر ہوون تو یہ ایک طریقہ ہدایت الٰہی کا خاص ہی کہ ارادہ ایک تو بطور بیان کے بدون نمائش ہی اور وہ انبیاء علیہم السلام
سے ہدایت کہلاتی ہی اور دوم ہدایت الٰہی ہی بمعنی راہ دکھلانا بمعنی حقیقی پس اللہ تعالی نے انکو حقائق اشیاء کو دکھلا دیا کما قال تعالی
وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ قال ابن کثیر رح ابن جریر وغیرہ نے عطا و سعید بن جبیر و سدی و مجاہد وغیرہم رحمہم اللہ سے
حکایت کیا کہ آسمان اُن کی نظر کے سامنے کشادہ ہوا حتی کہ جو کچھ آسمین ہی سب دیکھا یہان تک کہ عرش تک نظر پہونچی اور ساتون زمینین
بھی اسی طرح کشادہ ہوئین۔ کذا قال مجاہد اور بعض نے زیادہ کیا کہ پھر ابراہیم نے بندون کو گناہون مین آلودہ اور گناہ کرتے دیکھکر
ان پر بددعا کرنی شروع کی تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ اے ابراہیم مین تجھ سے زیادہ اپنے بندون کا دیکھنے والا ہون اور عوفی نے ابن
عباس رض سے اسکے مانند روایت کیا۔ قال ابن کثیر رح محتمل ہی کہ یہ انکی آنکھ کے سامنے کشف ہوا ہو کہ بالمشاہدہ معائنہ اسکو دیکھا اور احتمال
ہی کہ بطریق بصیرت و علم ہو جیسا کہ امام احمد والترمذی نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حدیث کو صحیح کہا کہ رسول اللہ صلعم
نے حضرت رب تبارک وتعالی کو خواب مین دیکھا یعنی فرمایا اتانی ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فیم یختصم الملاء الاعلی فقلت لا ادری
فوضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردہا بین ثدیی فتجلی لی کل شئی الحدیث میرا رب میرے خواب مین آیا با حسن صورت پس فرمایا کہ اے محمد
ملاء اعلی کس چیز مین جھگڑتے ہین مین نے عرض کیا مجھے دریافت نہین ہی پس اپنی ہتھیلی میرے دونون مونڈھون کے درمیان رکھی پس
مین نے اسکی خنکی اپنی چھاتیون کے درمیان پائی پھر میرے لیے ہر چیز کھل گئی الخ مترجم کہتا ہے کہ ہکذا ذکرہ الحافظ اور یہ تجلی صوری
کے اقسام مین سے ہی۔ یہان سے معلوم ہوا کہ حدیث رویت منام مذکور کو ترمذی نے صحیح کہا ہی پس نسخہ صحیح ترمذی یون ہی کہ ہذا حدیث
حسن صحیح۔ اگرچہ موجودہ نسخون مین حسن پر اکتفا ہوا ہی ف فی العرائس قولہ۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ جیسے

ہم نے خلیل علیہ السلام کو ازل مین خلت کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ ایسے ہی ہم نے اسکو ملکوت آسمان و زمین دکھلائے یعنی ملکوت سماوات و ارض سے جو انوار ذات و صفات ظاہر ہین وہ ہم نے بطریق التباس کے ابراہیم کو دکھلائے تاکہ خلت ثابت ہو اور وہ محبت مین راسخ و مستقیم تھا پس شوق جمال قدم بڑھ جاوے اور تاکہ بواسطہ ملک و ملکوت کے مقام یقین مین ہمارے لقا کے مشاہدہ کرنے والون مین سے ہو جاوے قال المترجم یہ تصریح ہو کہ یہ دیدار بطور کشف التباسی تھا واللہ اعلم۔ ابو سعید خراز رح نے کہا کہ ابراہیم کو یہ دکھلا دیا کہ ہجوم عظمت کی طاقت رکھین اور واصلین مین ہون۔ فارس رح نے کہا کہ یہ ابتدا اعلام غیوب ہو کہ نفس مین سوائے اللہ تعالیٰ کے کچھ باقی نہین رہتا اور مشائخ کے نزدیک یہ اہل توحید کے دلائل سے ہو۔ قال المترجم اس بیان سے اہل تفسیر ظاہر کے دونون قول جمع ہو گئے باین طور کہ حضرت ابراہیم نے قوم کو اس سے ابتدائی معرفت کی طرف بلایا اور ان سے مناظرہ کیا اور خود ان کو مقام توحید کا انکشاف ہوا جو انتہا کے مرتبہ معرفت ہو اور مثال اسکی جیسے کوئی عالم ماہر کسی کو پڑھاوے پس وہ متعلم کو تو ابتدائی مقامات اسکے لائق صرف مضمون ظاہر کتاب بتلادے اور اپنے واسطے اسمین سے دقائق و نکات و حل اعتراضات سے علم حاصل کرلے فلیتامل بعض نے کہا کہ خلیل کو ملکوت دکھلائے تاکہ انکی طرف رجوع نہ ہون اور ان سے خالق کی طرف جاوین اور بعض نے کہا کہ مشغول باستدلال ہوئے تو حقائق کا انکشاف فرمایا پس سب سے بیزار ہو گئے اور کہا کہ انی وجہت وجہی للذی الخ۔ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کذلک نری فرمایا اور یون نہ فرمایا کہ کذلک رای ابراہیم۔ کیونکہ دیدار ملکوت چشم فروع سے غیر مفید ہو اور صدق دیدار چشم معرفت از ہدایت الٰہی ہو۔ فافہم۔ قولہ فلما جن علیہ اللیل رای کوکبا۔ منجملہ امتحان کے ہو کہ دیدار قدم سے حادثات مین مشغول نہ ہون پس کوکب شعری کو منور بفعل خاص دکھلایا پس خلیل علیہ السلام نے تعجب سے کہا کہ کافر و مشرکون کے زعم مین یہی میرا پروردگار ہے پس حضور ارادت ہوا اور نور قربت سے تربیت پائی اور مقام خلت مین پہونچا پس جب معادن ذات سے نو صفت کا ظہور ہوا اور نور فعل خاص کا قمر مین دیکھا فعل مین صفت کا مشاہدہ کیا اور زبان شوق سے ہذا ربی کہا پس وہ خلت ہوا اور نور وصل سے تربیت پائی اور مقام عشق مین پہونچا اور زیادت طلبی کا ہیجان ہوا پس نور ذات کا صفات مین اور صفات کا افعال خاصہ مین ظہور ہو کر سورج سے ظہور ہوا پس جب صفا وقت حاصل ہوئی تو سورج سے مشاہدہ جلال قدم پا کر زبان عشق سے ہذا ربی کہا پس غیرت قدم نے آکر اسکو دیدار قدم مین وسائط پر نظر کرنے سے اسطرح مجرد کر دیا کہ وسائط تمام عظمت قدم مین غائب و غروب ہین اور ظہور قدم تجلی خالص ہوا تب خلیل ابراہیم نے اسی کی وحدانیت سے توحید کی اور تمام وسائط سے بیزار ہو گئے اور نفس سے جو دیدار حدوث سے اپنا حظ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ لا احب الآفلین یعنی ظہور عظمت کے وقت غروب نیست و ساقط ہونے والے کو نہین چاہتا۔ اور عقل سے جو دیدار قمر یعنی منور بفعل سے دیدار قدرت کا حظ چاہتے تھے کہا کہ لئن لم یہدنی ربی لاکونن من القوم الضالین۔ یعنی ایسے لوگون مین سے جو خاص صفات کے دیدار سے مقام التباس مین پڑے رہے۔ قال المترجم قمر کے دیدار سے بیزاری کرتے ہین کہا کہ لئن لم یہدنی ربی۔ اسمین اشارہ ہو کہ معرفت رب تبارک تعالیٰ احاصل تھی فافہم۔ اور قلب سے جو مقام عشق مین وسائط کے دیدار کو چاہتا اور احتراق سے بچتا تھا کہا کہ انی بری مما تشرکون یعنی بلا واسطہ دیدار نصیب ہونے پر دیدار وسائط سے بیزار ہون اور انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض یعنی مین اس ملک قدیم کی طرف متوجہ ہون جسکے انوار فعل سے ہر وسیلہ کا ظہور ہی چنانچہ کہا۔ حنیفا یعنی مائل از غیر حق بسوئے حق و فرمانبرداری و اسی کی رضا پر سر جھکائے ہوئے وما انا من المشرکین جو شرک کرتے ہین کہ وسائط پر نظر رکھتے ہین بلکہ مین اپنے پروردگار کی طرف اسکی ہدایت سے جاتا ہون کہ اسی سے میری بقا ہو۔ اور واسطی رح نے کہا

کہ قولہ لئن لم یہدنی یعنی اگر مجکو میرا پروردگار ہدایت پر ثابت قدم نہ رکھے گا اس مشاہدہ مین جو مین نے ظہور و کشف افعال خاص و مقام القیاس مین دیکھا تو مین بھٹک جاؤنگا اور ان لوگون مین سے ہو جاؤنگا جو اپنے نفس کی طرف جھکے اور اپنی صفات سے باقی ہین - قولہ انی بریٔ مما تشرکون بعض نے کہا کہ مخلوقات سے خالق پر استدلال کرنے مین شرک کرنیوالون سے بری ہون کیونکہ سوائے اوتعالی کے کوئی چیز اللہ تعالی کی طرف دلیل نہین ہو قال المترجم یہ قول بہت جید اور نہایت صحیح ہر اور یہی تحقیق ہو ولیکن اہل نظر پر الزام ہو کہ مناظرہ سے معرفت ظاہر ہے پس توحید اُن پر لازم ہو ولیکن یقین ہو کہ ہدایت بدون اوتعالی سبحانہ کے ناممکن ہو اگرچہ افلاطون کیون نہ دلیل لاوے چنانچہ آخر افلاطون وارسطو سب کے سب کافر ہی - فافہم - قولہ یا انا من المشرکین - واسطی نے کہا کہ میری طرف سے راہ حق کی طرف بلانا ہو سکتا ہے اور ہدایت کرنا اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہے - قال المترجم یعنی بندہ اگر دوسرے بندہ کو راہ ہدایت کی طرف بلاوے اور وہ نہ آوے اور یہ شخص اس سے کینہ وملال کرے تو مشرک ہو اور خود گمراہ ہوا کیونکہ ہدایت کرنا فقط اللہ تعالی ہی کی قدرت ہو وقد نبہ علی تلک الاشارۃ الشیخ العباد بن العباد الخواصی الشامی کما رواہ عنہ الدارمی جعفر علیہ السلام نے کہا کہ قولہ انی وجہت وجہی - یعنی قلب کو مین نے اپنے خالق کا مطیع کیا اور ہر چیز سے جو اللہ تعالی سے اپنی طرف مشغول کرے اس سے منقطع ہوکر اللہ تعالی ہی کی طرف راجع ہوا اور جس کی قدرت سے یہ مخلوق ہو وہ خوب ہی قادر ہو کہ میرے دل کو ایسے خطرات سے بچاوے جو اسکے جلال ذات کے لائق نہین ہین - بعض نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے واسطے چند مقامات تھے - اول مقام الفاقہ جسمین بزبان دعا کلام کیا کہ رب اجعلنی مقیم الصلوۃ الآیۃ - دوم مقام نعمت جسمین بزبان شکر کلام کیا کہ الذی ہو یطعمنی ویسقین الآیۃ - اور سوم مقام معذرت جسمین بزبان اعتذار کلام کیا کہ والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین الآیۃ - چہارم مقام محبت جسمین بزبان مودت کلام کیا بقولہ انی بریٔ مما تشرکون پنجم مقام معرفت جسمین بزبان انبساط کلام کیا بقولہ رب ارنی کیف تحیی الموتی ششم مقام ہیبت جسمین بزبان سکون کلام کیا چنانچہ جبرئیل نے جسوقت آگ مین پھینکے جانے لگے آکر کہا کہ آپکو کوئی حاجت ہو تو مجھسے فرمائیے تو کہا اے جبرئیل تمھاری طرف تو مجھے کوئی بھی حاجت نہین ہو پھر شیخ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالی نے صحیح فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر ناظر تھے بلکہ قوم پر حجت لائے و مناظر تھے جیسا کہ دلالت کرتا ہے - قولہ تعالے -

وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَاجُّوْٓنِّيْ فِي اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ط وَلَآ اَخَافُ

اور اُس سے جھگڑی اُسکی قوم بولا مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر اور وہ مجکو سوجھا چکا اور مین ڈرتا نہین

مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط

اُن سے جو شریک ٹھہراتے ہو اسکا مگر کہ میرا رب کچھ چاہے سمائی ہے میرے رب کی علم سب چیز کو

اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ

کیا تم دھیان نہین کرتے ہو اور مین کیونکر ڈرون تمھارے شریکون سے اور تم نہین ڈرتے کہ شریک ٹھہراتے ہو

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ط فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ج

اللہ کے ساتھ جس پر نہین اُتاری اُسنے تم کو کچھ سند اب دونون فرقون مین کس کو چاہیے خاطر جمع ہو

وقف لازم اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ

اگر سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہین اپنے یقین مین کچھ تقصیر اُنھین کو ہے

ع ۹ ۱۳ ۱۵ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۵ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى
خاطر جمع اور وہی ہین راہ پائے اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اُسکی
قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۵
قوم کے مقابل درجے بلند کرتے ہین جسکو چاہین تیرا رب تدبیر والا ہے خبردار

وحاجّہ قومہ۔ محاجہ۔ یہان بمعنی جھگڑا و جہالت کی باتین کرنا اور یہان معنی نہین کہ ایسی دلیل لانا جس سے دوسرے مقابل پر حق ظاہر ہو جاوے کیونکہ مشرکون کے پاس ایسی دلیل کہان تھی اور شاید کہ طرفین سے محاجت تھی پس حضرت ابراہیم کی دلیل حق کو محاجت فرمایا اگر مفسر رحمہ نے معنی اول پر اکتفا کرکے لکھا کہ معنی آنکہ قوم نے ابراہیم سے اسکے دین توحید مین جھگڑا کیا اور دھمکایا کہ اگر بت چھوڑیگا تو وہ ہمارے معبود تجھکو برائی پہونچادین گے۔ قال اتحاجّونّی فی اللہ۔ بولا کہ بھلا تم جھگڑتے ہو مجھ سے اللہ تعالی کی وحدانیت مین۔ وقد ھدٰین والحال انہ قد ہدانی الیہا۔ حالانکہ اوتعالی نے مجھے وحدانیت کی ہدایت فرمائی ہے۔ ایک قرأۃ مین تحاجونی کے نون کو تشدید ہے باین طور کہ نون رفع اور نون وقایہ کا ادغام کردیا اور ایک قرأۃ مین تخفیف نون ہے باین طور کہ ایک نون حذف ہوا پس نحویون کے نزدیک نون رفع حذف ہوا اور قرار رحمہم اللہ کے نزدیک نون وقایہ حذف ہوا کیونکہ حذف نون رفع مع بقاء نون وقایہ خلاف اصل ہے اور کیونکہ حذف نون رفع بدون ناصب و جازم کے حذف علامت ہے پس جائز نہین۔ ولا اخاف ما تشرکون بہٖ ضمیر بہ راجع بموصول ہے اور مراد اس سے بت ہین یعنی جن بتون سے تم شرک کرتے ہو مین اُن سے خوف نہین کرتا کہ مجھے کوئی برائی پہونچائین گے کیونکہ بتون کو کچھ قدرت نہین ہے الا ان یشاء ربی شیئا۔ لیکن اگر میرا پروردگار چاہے کہ مجھے کوئی برائی پہونچے تو وہ پہونچے گی پس استثنا بمعنی لکن ہے۔ وسع ربی کل شیء علما اے وسع علمہ کل شیء۔ ہر شئے کو میرے رب کا علم وسیع ہے۔ علما تمیز ہے جو فاعل سے محول کرکے تمیز کرائی گئی ہے۔ افلا تتذکرون کیا تم یہ نصیحت نہین سمجھتے کہ ایمان لاؤ۔ وکیف اخاف ما اشرکتم۔ مین کیونکر ایسی چیز سے خوف کرون جس سے تم نے شرک کیا اللہ تعالی کے ساتھ ف حالانکہ نہ اس سے ضرر پہونچنا ممکن اور نہ نفع ولا تخافون انتم من اللہ تعالی۔ حالانکہ نہین ڈرتے تم لوگ اللہ تعالی سے اس بات مین کہ۔ انکم اشرکتم باللہ ما لم ینزل بہ علیکم سلطنا۔ اے لم ینزل بعبادتہ حجۃ و برہانا۔ نہین نازل کی اس چیز کی عبادت کرنے کیلئے کوئی حجت و برہان۔ ف پھر تم اس غیر کی عبادت کرنے مین اللہ تعالی سے نہین ڈرتے حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ فای الفریقین احق بالامن۔ پھر دونون فریق مین سے کون امن نجات کا حقدار ہے۔ ف ہم کہ تم یعنی ہم لوگ توحید کرنے والے یا تم لوگ شرک کرنے والے۔ اور یہ اچھے اسلوب سے نصیحت ہے جیسے رسوم بدعات کے بارہ مین بعضے علماء بدعت حسنہ کے قائل ہین اور بعضے علماء قائل ہین کہ نہین جائز ہے پس احتیاط والون نے کہا کہ اگر جواز کا قول حق ہوا تو مستحب کا ثواب ملیگا اور اگر عدم جواز کا قول صحیح ہوا تو عذاب ہوگا لہذا امن کا طریقہ یہ ہے کہ (مثلاً) وعظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و معجزات سنے اور اردو مین کتابین دیکھے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے جسکی فضیلت کلام اللہ تعالی و احادیث صحیح سے بہت کچھ ثابت بلکہ ہر وظیفہ و ہر ثواب کے فضل سے یہ اعلی و اولی ہے واللہ الموفق۔ بالجملہ کافرون کو نصیحت کی کہ تم بغیر دلیل علم کے اپنے وہم سے شریک بنانے والے نڈر ہو یا ہم لوگ توحید الٰہی سے ڈرنیوالے۔ کون مستحق امن ہے۔ ان کنتم تعلمون اگر تم جانتے ہو کہ امن کا کون سزاوار ہے تو اسی پر عمل کرو یعنی وہ فریق ہم ہین توحید کرنیوالے اور شرک سے بیزار ہونیوالے پس تم

ہماری پیروی کرو اور ایمان لاؤ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ۔ شرک یعنی جو لوگ ایمان لائے و اپنے
ایمان کو شرک سے نہین ملایا تو انھین کے واسطے امن ہو۔ اور حدیث بخاری و مسلم مین آنحضرت صلعم نے ظلم کی تفسیر شرک سے بیان
فرمائی ہے۔ اور اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان لانیوالا ایسے افعال اگر کرے جو شرک ہین تو وہ مشرک ہوگیا پس اسلام و توحید یہ ہو کہ خلط نکرے
وقد قال تعالی وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ اور جو شرک نہین کرتے یہان ان کی تعریف کی کہ جو لوگ ایمان لائے اور پھر
ایمان کو شرک سے خلط کر کے مشرک نہین ہوئے تو۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ اُن کیلیے امن ہو یعنی عذاب سے امن ہو وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ
اور وہ اللہ تعالی کی جناب مین ہدایت پائے ہوئے ہین اور ظلم کی تفسیر شرک سے کمافی قولہ ان الشرک لظلم عظیم ایک جماعت صحابہ
رضی اللہ عنہم مانند ابوبکر الصدیق و عمر بن الخطاب و حذیفہ و سلمان فارسی و ابی بن کعب و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے صحیح ہوئی اور جماعت
کثیر تابعین رحمہم اللہ سے یہی تفسیر مروی ہو پس زمخشری نے جو کشاف مین اس سے انکار کیا اور کہا کہ لفظ لبس اس سے مانع ہے کہ
ظلم کی تفسیر شرک سے کی جاوے یہ زمخشری کا ظلم باطل ہو درحقیقت یہ بیچارہ علم حدیث سے بیخبر اپنے اعتزال کی بیماری مین گرفتار
رہا اور تفصیل یہ کہ معتزلہ نے کہا کہ ظلم سے مراد یہان گناہ ہو اور شرک مراد نہین کیونکہ ایمان و شرک کے خلط سے دونون کا اجتماع
لازم آتا ہو حالانکہ دونون ضدین جمع نہین ہوتے ہین جواب یہ کہ خلط کر کے شرک ہی رہ جاتا ہے علاوہ برین یہ اعتراض درحقیقت
خود معتزلہ پر وارد ہوتا ہو کہ تمھارے نزدیک جیسے ایمان و شرک جمع نہین ہوتے ویسے ہی ایمان و گناہ جمع نہین ہوتے ہین کیونکہ
معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ والا ایمان سے خارج ہوجاتا ہے پس ایمان تو فعل طاعات و اجتناب معاصی کا نام ہو پس مرتکب کبیرہ گناہ
کا تمھارے نزدیک مومن نہ ہوگا پھر تم یہان گناہ سے کیونکر تفسیر کر سکتے ہو۔ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ۔ اسمین تلک مبتدا ہو اور وہ مبدل ہوکر حجتنا بدل
سے ملکر مبتدا ہوا اور یہ ارجح قول ہو۔ اور مراد حجت سے وہ حجت ہو جو ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی کی وحدانیت پر کواکب کے غروب
و غائب ہونے وغیرہ سے قائم کردی اور مبتدا مذکور کی خبر آیندہ ہو۔ اٰتَیْنٰهَآ اِبْرٰهِیْمَ عَلٰی قَوْمِهٖ۔ اے ارشدناہ حجتہ علی
قومہ المعنی اور یہ برہان نفیس ہماری دی ہوئی حجت ہم نے ابراہیم کو اسکی راہ بتادی تاکہ اپنی قوم پر حجت قائم کرے۔ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ
مَّنْ نَّشَآءُ ہم جسکو چاہتے ہین مراتب مین بلند کرتے ہین (یا) ہم جسکے درجات چاہتے ہین بلند کرتے ہین ف۔ درجات کو اکثر قراء
کی قراءت مین اضافت ہو اے درجاتِ من۔ بدون تنوین کے اور کوفیون کی قراءت مین درجات کو تنوین ہو۔ اور وہ تمیز واقع ہو اور
من مفعول ہو اور بنابر قراءۃ اول کے درجات مفعول ہو۔ حاصل آنکہ علم معرفت و حکمت آلہیہ سے ہم جسکا درجہ چاہتے ہین بلند کرتے ہین
اور جسکا نہین چاہتے نہین بلند کرتے۔ پس او تعالی قادر مختار ہو اسپر کچھ بھی واجب نہین جیسے معتزلہ بیوقوف کہتے ہین کہ اللہ تعالے
پر جو بہت بہتر ہو بندے کیواسطے وہ واجب ہو حالانکہ اس آیت کریمہ سے رد ہوگیا کیونکہ اللہ تعالی کی مشیت پر ہو پس ابراہیمؑ کو
یہ تمام فضل علم و حکمت دیا کہ حجت قائم کی اور اُن کی قوم کے سیکڑون مشرک ہو انکو یہ ہدایت نہ ہوئی کیونکہ حکمت بالغہ حضرت الٰہی
مین یہی مشیت تھی اسیواسطے فرمایا۔ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ یعنی تیرا پروردگار ہر کام مین حکمت والا دانا ہو ف۔ فی العرائس
قولہ الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ یعنی جنھون نے اللہ تعالی کو وصف معرفت و توحید سے پہچانا اور حوادث و مخلوقات سے
استدلال کر کے نہین پہچانا اور مقام مشاہدہ مین درجہ عبودیت سے تجاوز نہین کیا اور احکام ربوبیت مین پڑکر اسکے حسن تجلی سے
انانیت کا دم نہین مارا کیونکہ عارف جب مشاہدہ مین مقام عبودیت مین ثابت قدم رہا تو وہ صحو و تمکین مین ہو اور یہ انتہائے درجہ معرفت ہو

اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہی کہ اللہ لا الٰہ الا اللہ کی توحید مین انا العبد یعنی بندہ مخلوق ہون مطیع رہے قال المترجم
لیکن واضح رہی کہ خودی سے فانی ہونے کے ساتھ ظہور احکام ربوبیت ہونے مین یہ مقام آسان نہین ہی جسکو اللہ تعالی دیوے اور یہی
بھید ہی کہ قیامت مین جب ظہور عظمت وجلال کے ساتھ حضرت عیسیٰؑ کو خطاب ہوگا کہ بھلا تونے ان لوگون سے کہدیا کہ مجکو اور میری
مان کو معبود بنالو تو وہ کانپتے ہوے اس سے بالکل بیزاری کرینگے اور او تعالی کی حمد وثنا کرینگے بخوف آنکہ شاید مقام سکر وتلوین مین
کوئی چوک زبان سے بیخبری مین نکلے اور اللہ تعالی جل جلالہ علیم وخبیر ہے حالانکہ اُن سے ایسی خطا نہین ہوئی ہے۔ قال الشیخ
اور اگر نور ربوبیت کے ادراک سے انانیت مین پڑگیا تو وہ سکر وتلوین مین رہا اور یہ مقام اضطراب ہی درجہ معرفت تک نہین پہونچا
جیسے بعض نے انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی۔ اپنی زبان سے بیخودی مین نکالا اگرچہ معذور ہین ولیکن یہ ظلم ہے اور ظلم یہی ہے کہ
کسی چیز کو اپنی جگہ سے دوسری جگہ رکھے پس جو شخص کہ مشاہدہ مین اپنے بندہ ہونے پر رہا اسکو اللہ تعالی توحید ومعرفت خاصہ سے
نگاہ رکھتا ہی اور اسکو موت کی سی تکلیف سکر وتلوین کی نہین پہونچتی کما قال تعالی اولئک لہم الامن وہم مہتدون یعنی اُسی کے ساتھ
اُسکی طرف ہدایت پائے ہوئے ہین اور نیز آیت مین اشارہ ایسے بندون کی طرف ہی جو مشاہدہ کی حالت مین جہان کی کسی چیز کی طرف
رجوع نہین کرتے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بقولہ مازاغ البصر وما طغی۔ وصف فرمایا کیونکہ جو مقام قرب مین کسی غیر کی طرف
ملتفت ہوا اگرچہ جنت الفردوس کیون نہ ہو وہ حقائق توحید مین مشرک ہی پس جو اس طرح مشرک نہ ہوا یہ اس کی تعریف ہی کہ اولئک
لہم الامن۔ کیونکہ جب تک حدوثیت کا کوئی وصف باقی ہے تب تک امن نہین اور کیونکر ہوگا کہ وہ عبودیت کے رقیت مین پڑا ہوا اپنے
نفس کو پہچانتا ہے اور حق تعالی کو وصف قدم وبقا وقہر وجبروت سے پہچانتا ہی قال اللہ تعالی لا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون
جب اس نے اللہ تعالی سبحانہ کو بوصف محبت وعشق وشوق دیکھا اور قرب حاصل ہوا اور صفات حق عز وجل سے متصف ہوا تو اوسکو
امن سے پایا ہی کیونکہ صفت قدم مین خوف وامید کا نشان نہین ہی وہان تو جنت قرب ووصل ہے اور وہ لوگ خالص ہندے قہر کی
تجلیون سے بالکل امن مین اور جب تک متصف بصفات الٰہی ہین مہتدون ہین اگرچہ پوشیدہ مکر کے رقائق سے اللہ عز وجل کے
مناقشہ سے چشم پوشی کیے ہوئے ہون۔ ابن طاہر نے کہا کہ قولہ تعالی ولم یلبسوا ایمانہم بظلم۔ اسمین داخل ہی کہ کسی دکھ ومصیبت و
خوشی وناخوشی مین ان کی نظر سوائے اللہ تعالی کے کسی اور پر نہین پڑی۔ اولئک لہم الامن۔ ہر طرح کی کفایت ان کی او تعالی
جل جلالہ کی عنایت وتقدیر پر ہی۔ وہم مہتدون۔ انکا مرجع ہر حال مین اللہ تعالی ہی کی طرف ہی پس وہ راہ پائے ہوئے ہین۔
بھٹکے نہین ہین۔ قال الاستاد رح یعنی جو لوگ اللہ تعالی کی طرف جھکے پھر کسی غیر کی طرف نہین رجوع ہوئے قولہ تعالی نرفع درجت
من نشاء۔ درجات چند چیزین ہین معرفت کے مقامات اور محبت کے حالات اور معاملت کے کرامات اور یہ سب خود ہی او تعالی کی طرف
راہ ہین پھر جب بندہ واصل ہوا اور خود فنا ہو کر اس پاک کی بقاء لازوال سے باقی ہوا تو وہان کچھ درجات جنت وغیرہ نہین بلکہ وہان شان
معرفت کے درجات ہین یہان عارفین وموحدین کے لیئے ازل وابد مین سیر ہے جس کی انتہا نہین بلکہ وہان انتہا ولا انتہا کسی کو دخل نہین قال
اشارہ ہے کہ مریدین مین سے ہم جس کے درجات چاہتے ہین بلند کرتے ہین پس اسکو واصل کرتے اور وصول یہان ان درجات سے سیر عرفان
ہے اور نیز درجات مین عشق ومحبت وشوق کے درجہ ہین اور نیز درجات مین صفا سر باطن وصحت نیت ہی اور نیز اخلاق پاکیزہ ہین اور بعض نے
کہا کہ پرتو علم الٰہی وفہم حکمت از وتعالی ہی۔ قال المترجم حضرت ابراہیم علیہ السلام جب خلوص باطن سے بندہ حنیف ہوئے۔ اللہ تعالی نے

اعلیٰ درجات علم وحکمت دیئے اور مزید بران یہ کہ اولاد صالح دی۔

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ ۚ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ ۖ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ

اور اُس کو بخشا ہم نے اسحٰق اور یعقوب سب کو ہدایت دی اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اسکی اولاد میں

دَاوُودَ وَسُلَيْمٰنَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسٰى وَهٰرُونَ ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝

داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں نیک کام والوں کو

وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيسٰى وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِينَ ۝ وَإِسْمٰعِيلَ وَالْيَسَعَ

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیکبختوں میں اور اسمٰعیل اور الیسع

وَيُونُسَ وَلُوطًا ۚ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِينَ ۝ وَمِنْ آبَائِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

اور یونس اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر اور بعضوں کو اُن کے باپ دادوں اور اولاد میں

وَإِخْوَانِهِمْ ۖ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ إِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝ ذٰلِكَ

اور بھائیوں میں اور اُن کو ہم نے پسند کیا اور راہ سیدھی چلایا

هُدَى اللّٰهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُم

اللہ کی ہدایت ہے اُس پر راہ دے جسکو چاہے اپنے بندوں میں اور اگر وہ لوگ شرک کرتے البتہ ضائع ہوتا

مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ أُولٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ

جو کچھ کیا تھا وہ لوگ تھے جنکو دی ہم نے کتاب اور شریعت اور نبوت

فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكٰفِرِينَ ۝ أُولٰئِكَ

پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں یہ لوگ تو ہم نے ان پر مقرر کئے ہیں وہ شخص کہ وہ نہیں اُن سے منکر وہ لوگ تھے

الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ ۖ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ

جنکو ہدایت دی اللہ نے سو تو چل اُن کی راہ تو کہہ میں نہیں مانگتا تم سے اسپر کچھ مزدوری

١٠ ع ٨ ١٦

إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِينَ ۝

یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو

وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ اور ہم نے ابراہیم کو ہبہ کیا اسحٰق اور یعقوب یعنی پسر اسحاق کو۔ پس یعقوب علیہ السلام پوتے حضرت ابراہیم کے تھے۔ كُلًّا هَدَيْنَا ہم نے ان میں سے ہر ایک کو ہدایت دی اور یہ ہدایت خاص لائق شان نبوت ہے جو کرم وفضل سے عطا فرمائی تھی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے یہاں قصہ بشارت مطول ذکر کیا اور خود کلام مجید میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا جس کا ملخص یہ ہے کہ ابراہیمؑ نے اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام قوم عزیزوں قریبوں کو چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اولاد صالح عطا فرمائیں اور دنیا و دین میں انکو بزرگ و نیک نام کیا اور عجیب قدرت دکھلائی کہ خود بالکل بوڑھے تھے اور سارہ رضی اللہ عنہا آپ کی بیوی بہت بوڑھی تھیں کہ جس عمر میں اولاد کی اُمید نہیں ہوتی پس بشارت دی اسحاق بیٹے کی اور جب ان دونوں نے شکریہ کیا اور عجیب رحمت جانی تو اسحاق کے بیٹے

یعقوب کی بھی اُسیوقت بشارت دی یعنی حضرت ابراہیمؑ کی زندگی مین بیٹا و پوتا ہوے اور بشارت کو پورا کیا کہ ہر ایک نبی ہوگا اور فرمایا
اوتعالی نے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ نہایت اکمل بشارت ہو کہ نبوت وکتاب کو انھین کی اولاد مین کر دیا اور یہی حضرت
نوح علیہ السلام کے اوپر فضل تھا چنانچہ فرمایا ولقد ارسلنا نوحا وابراہیم وجعلنا فی ذریتہما النبوۃ والکتاب الآیۃ۔ پس ذریت ابراہیمؑ در اصل
ذریت نوح علیہ السلام ہین پس نوح کی تمام ذریات مین سے نبوت وکتاب حضرت ابراہیمؑ و ان کی ذریات مین مخصوص ہوئی گویا پہلا انعام
حضرت نوح علیہ السلام پر ہوا اسی واسطے فرمایا۔ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِن قَبْلُ۔ اور نوح کو ہم ہدایت کر چکے پہلے سے یعنی قبل ابراہیم کے پس
نوح کی ذریت مین نبوت وکتاب ہونا حضرت ابراہیم کی تخصیص سے ظاہر ہوا کہ منجملہ تمام ذریات کے اُس گروہ خاص مین مراد تھا۔ اسلیے بعض
علمار نے مرجع ضمیر دونون طرف جائز سمجھا فی قولہ۔ وَمِن ذُرِّيَّتِهِ۔ یعنی ذریت نوح سے بسبب آنکہ مرجع قریب یہی مذکور ہین اور بعض نے
حضرت ابراہیم کو مرجع قرار دیا کیونکہ اُن کے ذکر ہونے سے یہی سمجھا جاتا ہو کہ جو انبیار مابعد مذکور ہین مراد یہ کہ ذریت ابراہیمؑ مین یعنی۔ دَاوُدَ
اُسکا بیٹا وَسُلَيْمَانَ اور یہ دونون نبوت وبادشاہت کے جامع تھے۔ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ۔ یعنی یوسف بن یعقوب۔ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ
وَكَذَٰلِكَ یعنی کما جزیناہم کذلک نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ اور جیسے ہم نے ان خالص بندون کو نیک بدلا دیا ایسے ہی ہم نیکوکار بندون کو
بدلا دیتے ہین۔ قال ابن کثیرؒ قولہ ومن ذریتہ داود اسمین ضمیر اگر نوح علیہ السلام کی طرف راجع ہو کیونکہ ابراہیمؑ و نوح ہر دو مرجع ہین سے
نوح ہی اقرب مذکور ہین تو یہ ظاہر ہے اور اسمین کچھ اشکال بھی نہین اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا اور اگر ابراہیم کی طرف راجع ہو
کیونکہ سیاق کلام انھین کی شان مین ہو تو بہتر ہے ولیکن یہ اشکال ہو کہ آگے لوط علیہ السلام مذکور ہین اور لوط بن ہاران بن آزر یعنی ابراہیم
کے بھتیجے ہین اُن کو ذریت مین شمار کیا اور جواب یہ ہوسکتا ہو کہ تغلیبًا شامل کیا جیسے اسمعیل کو یعقوب کے آبا مین شمار کیا فی قولہ قالوا نعبد الٰہک
والٰہ آبائک ابراہیم واسمعیل واسحاق الآیۃ۔ اور بھتیجا بمانند بیٹے کے ہو۔ وَزَكَرِيَّا اور اسکا بیٹا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ بیٹا مریم رضی اللہ عنہا کا
وَإِلْيَاسَ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ۔ ای کل واحد منہم من الصالحین۔ ہر ایک انین سے صالحین بندون سے ہو۔ واضح ہو کہ یہان ان
انبیار علیہم السلام کو باعتبار زمانہ کے ترتیب وار نہین بیان فرمایا بلکہ معنوی حکمت ہو کہ اسکو اللہ تعالی خوب جانتا ہے اسمین بحث
کرنا بیفائدہ ہو پس داود بن میشا بعد موسی علیہ السلام کے ہوئے ہین اور معالم مین جو بنی اسرائیل کی روایت لکھی کہ اُن کا
حلیہ پست قد و زرد چہرہ تھے یہ یہودیون کا بہتان محض غلط ہو بلکہ خوبصورت تھے کیونکہ اُن کی خوبصورتی سے حضرت آدم علیہ السلام
نے اُنکو چالیس سال اپنی عمر سے عطا کی کما صح فی الروایۃ۔ اور ایوب بن اموص بن رازخ بن روم بن عیص بن اسحاق علیہم السلام
ہین۔ موسی بن عمران بن یصہر بن قاہث بن لاوی بن یعقوب۔ اور ہارون حضرت موسی کے بھائی ایک سال بڑے تھے اور زکریا
بن ادن بن برکیا۔ اور عیسی بن مریم بنت عمران اور یہ عمران وہ نہین جو حضرت موسی علیہ السلام کے بھائی تھے بلکہ اُن کے نام پر تبرکًا
نام رکھا تھا اور محمد بن کعب نے کہا کہ ماموں اور چچا بھی والد کے حکم مین ہو چنانچہ لوط کو ذریتہ ابراہیمؑ مین شمار کیا اور عیسیؑ کو ذریت مین شمار کیا
حالانکہ انکا کوئی باپ نہ تھا فقط مان کے رشتہ سے نانا کی ذریت ہوئے عبد الملک بن عمیر سے روایت ہو کہ یحیی بن یعمر رحمہ اللہ حجاج
ثقفی ظالم کے پاس گئے اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو حجاج بولا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت مین سے نہ تھے تو یحیی
بن یعمرؒ نے کہا کہ تو نے جھوٹ کہا۔ حجاج بولا کہ تم اپنے قول پر کوئی دلیل لاؤ۔ یحیی نے یہی آیت قولہ ومن ذریتہ سے عیسی تک پڑھی
پس اللہ تعالی نے خبر دی کہ عیسی علیہ السلام اپنی مان کے نسب سے حضرت ابراہیم کی ذریت مین سے ہین تو حجاج نے اقرار کیا کہ تم سچے ہو

رواه ابو الشیخ والحاکم والبیهقی وقد رواه ابن ابی حاتم عن ابی حرب بن ابی الاسود۔ اور لفظ یہ ہین کہ حجاج نے یحیی بن یعمر کے پاس آدمی بھیجا کہ
مجھے خبر پہونچی کہ تو گمان کرتا ہے کہ حسنؓ و حسینؓ دونون آنحضرت صلعم کی ذریت ہین اور تو اس بات کو قرآن سے پاتا ہے حالانکہ مین نے
قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہین نہ پایا تو یحیی نے کہا کہ کیا تو نے سورۂ انعام نہین پڑھی ثم ذکر نحو ما سبق مفسر رحمہ اللہ نے لکھا کہ عیسیٰؑ
کے ذریت مین شمار کرنے سے یہ حکم نکلا کہ ذریت کا لفظ بیٹیون کی اولاد کو بھی شامل ہے۔ قال الحافظ۔ اگر کسی شخص نے اپنی ذریت کیواسطے
وصیت کی یا ذریت پر کوئی ملک وقف کی یا ذریت کو کچھ ہبہ کیا یعنی یون کہا کہ مین نے یہ گاؤن مثلاً اپنی ذریت پر وقف کیا یا ان کیلئے
وصیت کیا یا انکو ہبہ کیا تو اسکی ذریت مین دخترون کی اولاد بھی شامل ہوگی کیونکہ ذریت کا لفظ اولاد دختر کو شامل ہوتا ہے اور اگر کہا کہ
وقفت علی بنی۔ وقف کیا مین نے اپنے بیٹون پر تو یہ خاص اسکے نطفہ کے بیٹے اور پوتون کو شامل ہوگا اور ناتیون کو شامل نہ ہوگا اور دیگر
علماء نے کہا کہ ناتیون کو بھی شامل ہوگا کیونکہ حضرت صلعم نے حسن رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ ابنی ہذا سید۔ یہ بیٹا میرا سید ہے الی آخر الحدیث
علی ما فی صحیح البخاری۔ دیگر علماء نے کہا کہ یہ پیار سے مجاز ہے بمعنی ذریت و اولاد کے۔ قال المترجم اور اولاد کا لفظ یا اقارب کا لفظ کہنے وغیرہ
کے تمام مسائل ترجمہ عالمگیریہ کتاب الوقف مین تلاش کرو۔ ومن اللہ تعالی التوفیق الیاس مین اختلاف ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
مروی ہوا کہ وہ ادریس ہین اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ وہ الیاس بن سنا بن فنحاص بن عیزار بن ہارون بن عمران ہین یعنی حضرت
موسیٰؑ کے بھائی ہارون کی اولاد مین سے ہین اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالی نے الیاس کو نوح کی ذریات مین گنا اور تاریخ نسب بیان
کرنیوالے کہتے ہین کہ ادریس حضرت نوح کے اجداد مین سے ہین۔ ضحاک رح نے کہا کہ الیاس از اولاد اسمعیل ہین اور قتیبی نے کہا کہ وہ یوشع
بن نون کے پوتون مین سے ہین۔ اور واضح ہو کہ ان بندون کے صالحین ہدایت یافتہ ہونے کو اللہ تعالی نے حضرت ابراہیمؑ پر انعام
واحسان قرار دیا کیونکہ بیٹون کی شرافت و بزرگی اپنے باپ دادون سے ملتی ہے۔ وَاِسْمٰعِيْلَ ابن ابراہیم خلیل علیہما السلام اور انکا ذکر
اسوجہ سے موخر ہوا کہ پہلے اسحاق کا ذکر بطور موہبت آلہی عطا ہونے کے ہوا پس انکی تمام اولاد انکے تحت مین مذکور ہو کر پھر اسمعیل علیہ السلام کا
ذکر فرمایا۔ وَالْيَسَعَ مفسر رح نے لام زائدہ بیان کیا اور الیسع بن اخطوب بن العجوز ہین اور بعض نے کہا کہ یہی الیاس ہین اور یہ غلط
ہے ہر ایک علیحدہ مراد ہے اور وہب بن منبہ سے مروی ہے کہ یہ الیاس کے مصاحب تھے اور زکریا علیہ السلام سے پہلے تھے اور بعض نے
کہا الیسع خضر علیہ السلام ہین۔ وَيُوْنُسَ بن متی۔ حدیث صحیح مین آپنے منع فرمایا کہ مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو۔ وَلُوْطًا
ابراہیم کے بھائی ہاران کے بیٹے لوطؑ جو کہ ابراہیم کے ماتحت نبی تھے اور اُن کی قوم پر نافرمانی کا عذاب آیا تھا جسکا قصہ آیندہ
انشاء اللہ تعالی آئیگا۔ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ اور ان مین سے ہر ایک کو ہم نے عالمین پر نبوت سے فضیلت دی تھی
اور یہ معلوم نہین ہوتا کہ آپس مین ان مین سے کون کس سے افضل ہے۔ اور اہل فقہ و علم اسمین کلام نہین کرتے ہان دلائل شرعی چونکہ
اس بات پر قائم ہوئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ہین لہذا آپکی افضلیت کو جمہور نے کہا ہے اور
جو اسمین اختلاف کرتے ہین اُن کا قول ضعیف اور ناقابل اعتبار نہین ہے۔ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ یہ عطف ہے
کلا پر یا نوحا پر۔ اور من یہان تبعیض کے واسطے ہے یعنی ان انبیاء علیہم السلام کے باپ و ذریات و بھائیون مین سے بعض کو ہدایت
خاصہ عطا ہوئی اور من بیانیہ نہین ہو سکتا کہ کل باپ دادے و جملہ ذریات و برادر مراد ہون کہ ان مین سے بعض کے تو فرزند ہی
نہ تھا اور بعض کے اولاد مین بعض کافر زند ہوا جیسے نوح علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا جو غرق ہوا۔ المعنی۔ اور اُن کے آباء و ذریات

وبرادرون سے ف ۔ ہم نے فضیلت دی ۔ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ اختر ناہم ۔ اور ہم نے ان کو مع ان کے لاحقین کے چھانٹ لیا اور
برگزیدہ کرلیا ۔ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور ان کو صراط مستقیم کی ہدایت دیدی ف ۔ اسی مقام سے خاص بشر کو
خاص ملائکہ پر فضیلت دینے والون نے دلیل پکڑی کیونکہ عالمین پر فضیلت دی تو ملائکہ پر بھی فضیلت ہوئی کیونکہ عالم ماسوائے اللہ تعالےٰ
کے سب کو شامل ہے ۔ قال المترجم اس مسئلہ مین گفتگو کرنا بیہودہ کام ہے اور اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ اس نے کس کو فضیلت دی ہے
حالانکہ اس گفتگو مین ملائکہ کو فضیلت دینے والے لوگ بھی حد سے تجاوز کرتے ہین اور برعکس پس عقائد مین جو اسکا ذکر ہے بلا ضرورت ہے
واللہ تعالیٰ اعلم ۔ ذٰلِكَ الدین الذی ہدوا الیہ ۔ یعنی ذلک سے اس دین کی طرف اشارہ ہے جس کی ان کو ہدایت ملگئی تھی اور مترجم
کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ ذلک الہدی المفہوم من ہدینا وفضلنا واجتبینا ۔ کما جاد ۔ یعنی انعامات مذکورہ سابقہ سے جو مفہوم ہے اس کی
طرف اشارہ ہے کیونکہ فقط دین واعمال کی طرف اشارہ قرار دینا ایک ادنیٰ مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ داناتر ہے کہ یہ ہدایت کس کمال انعام
کو شامل تھی پس یہی کہنا چاہیے کہ المعنی ۔ یہ انعام جو اوپر سے مفہوم ہوا ۔ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ یہ ہدایت
الٰہی ہے اس سے جسکو اپنے بندون مین سے چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے پس ہدایت نبوت اسکا انعام خاص گروہ انبیاء علیہم السلام
پر تھا وہ محض اپنی مشیت وفضل سے عطا ہوا اور دیگر بندون کو ہدایت ملتی ہے جو حق کی پیروی کرین اور راہ سنت مستقیم پر رہین
اور باطل وشرک سے بچین بالجملہ شرک نہایت ہی بدتر چیز ہے اس سے جسکو اللہ تعالیٰ نے بچایا اسپر بڑا انعام فرمایا اور یہ بندگان خاص
جہان کمال مطیع تھے وہان سب سے پہلے شرک سے بچے تھے ۔ چنانچہ فرمایا ۔ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
اور اگر یہ لوگ شرک کرتے تو جو کچھ عمل کرتے تھے وہ حبط ونیست ہوجاتا ف ۔ مفسر رحمہ اللہ نے یہان تو شرطیہ کو فرضیہ قرار دیا یعنی اگر بالفرض یہ
لوگ کہین کچھ شرک کرتے تو جو کچھ کرتے تھے سب ان سے حبط اور نیست ہوجاتا پس شرک عمومًا برباد کردیتا ہے قال الحافظ ۔ اسمین شرک
کی انتہائی برائی اور اسکے لگاؤ سے انتہائی بچاؤ کا بیان ہے جیسے فرمایا ۔ ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک لئن اشرکت لیحبطن عملک
الآیہ ۔ یعنی اے محمد تجکو اور تجھ سے پہلے والون سے ہر ایک کو وحی کیا گیا کہ اگر تو نے شرک کیا تو قطعًا تیرے عمل نیست ہوجاوینگے ۔ ھ ۔
پھر واضح ہو کہ یہ شرط ہے اور شرط اس بات کو نہین مقتضی ہے کہ اسکا واقع ہونا جائز ہے بلکہ بعض شرط ایسی ہوتی ہے کہ اسکا واقع ہونا
جائز نہین بلکہ محال ہوتا ہے جیسے قولہ قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین ۔ یعنی کہدے اگر ہوتا الرحمن کے کوئی بیٹا تو مین پہلا عبادت
کنندہ ہوتا ۔ ھ ۔ اور فرمایا ۔ لو اردنا ان نتخذ لھوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین ۔ اگر ہم چاہتے کہ اسکو بیہودہ کھیل بناوین تو ہم اپنے یہان
بنا لیتے ۔ ھ ۔ اور فرمایا کہ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفی مما یخلق ما یشاء الآیہ ۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ فرزند بناوے تو جو کچھ مخلوق فرماتا
ہے اسمین سے جو چاہے چھانٹ لے ۔ ھ حالانکہ ان کا وقوع جائز نہین محال ہے ۔ قال المترجم پس اسطرح قولہ ولو اشرکوا مین یہ جائز
نہین کہ شرک ان بندون سے واقع ہووے بسبب اسکے کہ اوتعالیٰ عزوجل نے تقدیر ازل مین ان کو برگزیدہ پاک اعمال کردیا تھا ۔ لہذا مفسر
سیوطی رح نے بالفرض کے معنی بیان کئے اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بالفرض کا لفظ مقدر نہین ہے بلکہ معنی ہی اسکے یہ ہین پس یہ لفظ توضیح
کے واسطے ظاہر کردیا ہے اور علماء بیان نے جو کہا کہ حرف شرط محتمل پر داخل ہوتا ہے اسکے معنی یہ ہین کہ جو امر محتمل ہو اسپر حرف قطعی الوقوع
داخل نہ ہوگا اور جو ضرور واقع ہونیوالا ہو اسپر حرف شک نہین داخل ہوگا مثلاً اذا جلبت الشمس اتیتک ۔ جب سورج چاشت ہوگا تو مین تیرے
پاس آؤنگا ۔ یہ تعبیر ممکن ہے پس یہان حرف ان لاؤ اگرچہ محال ہے اور مثلاً ان غربت الشمس اتیتک ۔ اگر سورج غروب ہوگا آخر بیشک غلط ہے

بلکہ اذا غربت الشمس کہنا چاہیے پس جس شخص نے یہ زعم کیا کہ حرف شرط جس پر داخل ہوا اسکا وقوع محقق ہوتا ہے تو وہ غلط سمجھا۔ اُولٰٓئِكَ الموصوفون المذکورون۔ یہ پاک بندے جو مذکور و موصوف ہوئے ہیں یہی ہیں کہ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ جن کو ہم نے دی ہے کتاب ف یعنی آسمانی کتابیں عطا فرمائی ہیں خواہ باین طور کہ ان پر نازل ہوئی یا ان کے فہم میں ہدایت کے طور پر ملی۔ وَالْحُكْمَ اور حکمت آسمیہ وَالنُّبُوَّةَ اور نبوت ف اس سے معلوم ہوا کہ کتاب و حکمت و نبوت سب الگ الگ چیزیں ہیں پس جس شخص نے نبوت کی ماہیت بیان کی اس نے خطا کی ہاں لوازم نبوت کو بیان کر سکتا ہے اور وہ ظاہر ہیں۔ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا۔ اے بہذہ الثلثۃ۔ پھر اگر کفر کریں اس سے یعنی انھیں تینوں باتوں کتاب و حکم و نبوت سے اور بعض نے فقط نبوت کی طرف ضمیر راجع کی۔ ورجحہ الشیخ الحافظ۔ یعنی اگر ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت سے انکار کریں هٰٓؤُلَآءِ اہل مکہ۔ کذا فسرہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و سعید بن المسیب و الضحاک و قتادہ والسدی وغیر واحد رحمہم اللہ تعالیٰ۔ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا ارصدنا لہا یعنی تو کیل بمعنی ارصاد ہو المعنی تو منظور نظر کر دیا ہم نے اسکے ساتھ ایمان لانے کیلئے۔ قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ایسی قوم کو جو کبھی اس کے منکر نہیں ہیں اور کافرین پر بار زائدہ ہے بغرض مزید تاکید کے۔ قال المفسر یہ قوم مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور ایسی کے مانند ابن عباس سے مروی ہے اور بعض نے اس قوم سے ملائکہ مراد لئے اور بعض نے انبیاء مذکورین علیہم السلام مراد لئے اور یہ بعید ہے اور حق یہ ہے کہ جیسے کفر انکار کرنیوالے اول اہل مکہ تھے مگر پھر انکار کرنیوالا انہیں شامل تھا اسیطرح ایمان لانیوالے اولا تو صحابہ مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم ہیں۔ اور جو اسی طرح ایمان لاویں انہیں شامل ہے اور ان کی تعیین علم الٰہی میں موجود و معلوم ہے اور اسی کے مانند زید بن اسلم رح سے مروی ہوا۔ قال الشیخ الحافظ یعنی اگر نعمتوں سے قریش اہل مکہ میں سے ایک گروہ نے انکار کیا اور نیز دیگر اقوام عرب و عجم یہود و نصاریٰ نے انکار کیا تو ہم نے اسپر ایمان لانیوالی ایک دوسری قوم منظور نظر فرمائی ہے وہ برابر اسپر ایمان لاویگی یعنی جیسے ازل میں قریش وغیرہ میں سے منکرین کا کفر مقدر کیا اور ایک قسم دیگر کا ایمان مقدر کر دیا اور یہ قوم مہاجرین و انصار ہیں اور نیز جو لوگ قیامت تک اسمیں ان کے پیرو ہیں اسطرح کہ اسمیں سے ایک حرف سے بھی انکار نہیں کرتے ہیں بلکہ قرآن و آیات الٰہی محکم و متشابہ سب پر ایمان لاتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ اے ہداہم اللہ تعالیٰ۔ یہی ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ا ے بطریقہم من التوحید والصبر اقتدہ پس تو بھی ان کے طریقہ توحید میں یا کافروں کے ایذا پر صبر کرنے میں اقتدا کر ف یہ خطاب ہے آنحضرت صلعم کو اور ابن عباس کی روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کو حکم دیا گیا کہ ان انبیاء علیہم السلام کی ہدی میں اقتدا کریں اور سورۂ ص میں اسجدہ کرتے تھے۔ رواہ البخاری و النسائی اور اہل علم نے اس سے حجت پکڑی ہے کہ آنحضرت صلعم جمیع انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں کیونکہ خصائل عمدہ جو انبیاء میں متفرق تھے وہ آپ میں مجتمع ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ دلائل افضل ہونے کے دیگر اقوی و احسن ہیں اور اس مقام پر جملہ خصائل ہدایت مذکور نہیں ہیں پس اگر وحی سے معلوم ہوئے تو وہ وحی مستقل ہے ورنہ توحید میں اقتدا ہوگی اور اولیٰ یہ ہے کہ جس طریقہ سے انھوں نے لوگوں کو ہدایت کی اور نبوت کو پہونچایا اسمیں اقتدا کرنیکا حکم ہے تاکہ آنحضرت صلعم غمگین نہ ہوں اس امر سے کہ مشرکین نہیں مانتے اور ایمان نہیں لاتے ہیں نیز دیگر امور میں مانند صبر بر ایذا کے کفار میں اقتدا کریں بما سند قولہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔ یعنی جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ویسے تو بھی صبر کر۔ اور اقتدا کے معنی یہ ہیں کہ غیر کے فعل میں موافقت چاہنا۔ پھر اقتدہ میں ہا ساکنہ ہے پس وقف میں یہ ہا آتی ہے اور کوئی اشکال نہیں اور رہا وصل میں تو باین طور کہ وصل کو وقف کے بجائے جاری کیا اور حمزہ و کسائی نے وصل کی راہ سے اسکو حذف کیا ہے اور اکثر قراء کے نزدیک اثبات ہے نہ حذف اور بعض نے کہا کہ ضمیر ہے اور

اور راجع بجانب مصدر ہو یعنی اقتدہ بمعنی اقتدا الاقتدار ہے۔ قُلْ لاہل مکہ۔ کہدے یعنی اہل مکہ سے کہدے کہ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ۔ اے
علی القرآن۔ نہین مانگتا مین تم سے قرآن کے عوض یا تم کو راہ مستقیم کی طرف دعوت کرنے کے عوض۔ اَجْرًا۔ ان تعطونہ کچھ اُجرت
جسکو تم لوگ دیدو بلکہ میرا اجر مجھے میرا پروردگار تعالی عطا فرما دیگا پھر بے غرض نصیحت کو قبول کرو۔ اِنْ هُوَ ما ہذا القرآن
نہین ہو یہ قرآن۔ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ۔ مگر نصیحت واسطے عالمین کے یعنی جن و انسان کے واسطے خواہ اسوقت موجود ہین یا آئندہ
قیامت تک پائے جاوین اور اسمین دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام تھی کہ جمیع مخلوق جن و انسان کی طرف تھی اور تمام خلائق
پر آپکی دعوت اور راہ حق کی طرف ہدایت کرنے کو ماننا فرض ہو اور حدیث صحیح مین ہو کہ جس یہودی و نصرانی نے مجھے سنا اور میری
دعوت اسکو پہونچی پھر وہ ایمان نہ لایا تو کافر مریگا او مسئلہ معروف ہو اسمین اختلاف نہین ہان بعض نے کہا کہ ملائکہ بھی آپ کی بعثت
مین داخل ہین اور اسمین اختلاف ہو اور دلیل یہی لفظ عالمین ہو جو مستغرق جمیع عوالم کو ہے جسمین سے ملائکہ بھی ہین فافہم واللہ اعلم
فی العرائس قولہ اجتبیناہم وہدیناہم۔ اپنی معرفت کیواسطے ان لوگون کو ازل ہی مین قبل ان کے ایجاد کرنے کے برگزیدہ فرمایا اور بعد ایجاد
کے اپنے مشاہدہ کی ہدایت فرمائی کیونکہ استقامت ہر عارف کی درجہ مشاہدہ مین یون ہے کہ اس عارف مین خطرات نہ آوین
اور شہریات یعنی بشریت کے مقتضیات سے مضطرب نہو اور جنید نے فرمایا کہ ہم نے اُن کو اپنے واسطے خالص کیا اور اپنی درگاہ
کے واسطے ان کو ادب دیا اور تمام عالم سے منہ موڑ کر صرف او تعالی کی طرف توجہ لانے کی ہدایت فرمائی۔ قولہ تعالی اولئک الذین
ہدی اللہ۔ او تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ آداب شریعت و طریقت مین انبیائے سابقین کی اقتدا کرین کیونکہ اس
مقام مین وسائط کی منزلین ہین پھر جب آنحضرت صلعم بالکل واصل و کامل ہوگئے تو پھر حکم کیا کہ درمیان سے واسطہ سب ساقط کیے
چنانچہ فرمایا قل انما اتبع ما یوحی الی من ربی الآیۃ۔ کہدے کہ مین تو اسی کی پیروی کرتا ہون جو میرے پروردگار سے مجھے وحی کیا گیا تو یہ
نہین دیکھتا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب توریت پڑھتے ہوئے آئے تو انکو جھڑکا اور فرمایا کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کوئی گنجائش نہ ہوتی سوائے
اس بات کے کہ میری پیروی کرے قال المترجم علماء تفسیر نے بھی لکھا کہ جن امور مین آپ پر کوئی نص وحی نہین آئی اسمین آپ کو انبیاء
سابقین کی شرع پر عمل کرنے کا حکم تھا اور علماء نے کہا کہ انبیاء سابقین کی شرع جو منسوخ نہوا اسپر ہم کو عمل کرنا چاہیئے ہو اور مترجم
اس بحث کو پہلے ذکر کرچکا ہے فتذکر۔ قال الشیخ اور نیز قولہ اولئک الذین ہدی اللہ کے یہ معنی ہین کہ ان کو عرفان کا مرتبہ عنایت کیا اور
حقائق کے آداب انکو سکھلائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنی امت کو اپنی شریعت کے اقتدار کا حکم دین اور یہ شریعت
وہی انبیاء سابقین کی شریعت ہو چنانچہ او تعالی نے فرمایا۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا الآیۃ۔ واسطی رح نے اس آیت مین
کہا کہ او تعالی نے ان انبیاء علیہم السلام کو اپنی ذات سے ہدایت کی اور اپنی صفات سے پاکیزہ کیا اور مطالبہ عوض و غرض سب
اُن سے ساقط کر دی اور اُن کے اسرار باطنی مین اشارات حقائق کو بھر دیا۔ اس آیت سے بعض نے اشارہ کیا کہ آدمی کی ارادت
پوری نہین ہوتی جب تک کہ پیشواؤن سے نہ لیوے اور اُن کی نظر کی برکتین حاصل نہ کرے۔ بھلا تو نہین دیکھتا کہ مصطفے صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے دونون وزیرون سے نظر برکت کا حکم دیا کہ فرمایا۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ یعنی تم لوگ اقتدا کرو
دونون سے جو میرے بعد راہ شریعت کو برتین وہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہین پس ایسے ہی شخص کی اقتدا صحیح ہو جو پیشواؤن کے طریقہ پر ہو اور
انکی برکتون نے اسمین اثر کیا ہو تو غور سے دیکھ کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بشارت اسکو جسنے مجھے دیکھا یعنی جسمین میرے دیدار نظر نے اثر کیا ہے۔ فافہم

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ
اور انھون نے نہ جانچا اللہ کو پورا جانچنا جب کہنے لگے اللہ نے اُتارا نہین کسی انسان پر کچھ پوچھ تو کس نے اُتاری

الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ
وہ کتاب جو موسی لایا روشنی اور ہدایت لوگون کی جسکو تم نے ورق ورق کر کر

تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۭ قُلِ
دکھایا اور بہت چھپا رکھا اور تم کو اسمین سکھایا جو نہ جانتے تھے تم نہ تمھارے باپ دادے کہ

اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ
اللہ نے اُتاری پھر چھوڑ دے اپنی بک بک مین کھیلا کرین اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اُتاری

مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ
برکت کی سچ بتاتی اپنی اگلی کو اور تا تو ڈراوے اصل بستی کو اور آس پاس

حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝
والون کو اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اسکو مانتے ہین اور وہ ہین اپنی نماز سے خبردار

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ ۔ نہین تعظیم کی اللہ تعالی کی جیسا اسکی عظمت کا حق ہے ف ۔ کذا حکی عن ابن عباسؓ اور یا یعنی کہ نہین پہچانا اللہ تعالی کو حق اسکے پہچاننے کا ۔ حاصل آنکہ حق تعظیم تو اس سے بڑھکر ہے کہ اللہ تعالی نے بندہ پر کتاب اُتاری کیونکہ یہ تو ادنی بات ہے اور اللہ تعالی ہر بات پر قادر ہے اور بنا بر معنی دوم کے حاصل آنکہ اللہ تعالی کا لطف اور اسکی رحمت اپنے بندون پر بہت ہے ازانجملہ کتاب بھی نازل فرمائی اور رسول بھی بھیجے مگر ان لوگون نے اسکی معرفت نہ پہچانی ۔ اِذْ قَالُوْا ۔ جبکہ کہا ان لوگون نے نبی صلعم سے درحالیکہ آپ سے قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے مین جھگڑتے تھے ۔ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۔ مِنْ اسکی بغرض تاکید وشمول نفی ہے "نہین اُتاری اللہ تعالی نے کسی بشر پر کچھ چیز" ۔ قال المفسرؒ یہ لوگ یہودی تھے کہ قرآن مجید سے انکار کرتے ہین کہا کہ اللہ تعالی نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا ۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ یہود نے کہا کہ اے محمدؐ آپ پر اللہ تعالی نے کتاب اُتاری ہے آپ نے فرمایا کہ ہان تو بولے خدا کی قسم اللہ تعالی نے آسمان سے کوئی کتاب نہین اُتاری ۔ سدیؒ نے کہا کہ یہ فنحاص یہودی نے کہا تھا اور عکرمہؒ سے مروی ہے کہ مالک بن الصیف یہودی نے کہا اور اسی کے مانند سعید بن جبیر سے مروی ہے شاید ان یہودیون نے عوام کو شک ڈالنے کیلئے اس طرح بے ایمانی سے قسم کھائی ۔ بالجملہ یہ آیت اس صورت مین مدنیہ ہوگی کیونکہ یہود تو مدینہ مین تھے یا اتفاق سے مکہ مین گئے ہون اور یہ سورہ مکیہ ہے ۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ قولہ وما قدروا اللہ حق قدرہ ۔ نہین تعظیم کی اللہ تعالے کے حق تعظیم جبکہ اُنھون نے رسول سے انکار کیا جسکو اللہ تعالی نے ان کے پاس ہدایت کو بھیجا ۔ ابن عباسؓ ومجاہد وعبد بن کثیر نے فرمایا کہ نزول آیت کا قریش کے حق مین ہے اور ابن جریرؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے پھر اختلاف مذکورہ بالا ذکر کر کے کہا کہ اصح یہ ہے کہ قریش کے حق مین نزول ہوا کیونکہ یہ سورہ وآیت مکیہ ہے اور نیز یہودی لوگ آسمان سے کتاب نازل کیے جانے سے منکر نہین ہین ہان قریش وعرب والے البتہ آنحضرت صلعم سے انکار کرتے اور کہتے کہ یہ تو بشر یعنی آدمی ہین کما فی قولہ قالوا ابعث

اللہ بشرا رسولا الآیۃ ۔ اور ملائکہ کی رسالت مانگتے تھے پس یہاں انکا انکار ذکر فرمایا کہ ان مشرکوں نے کہا کہ ما انزل اللہ علی بشر من شیء ۔
مترجم کہتا ہے کہ واقعہ محتمل ہے اور صورتیں سب واقع ہو سکتی ہیں اگرچہ سبب نزول میں رائے کو دخل نہیں مگر توفیق یوں ہو سکتی ہے
کہ یہود کمبخت نے مکہ میں یا دوسرے مقام پر قریش وغیرہ مشرکین سے ملاقات میں بہکایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی پر آسمان سے کوئی
کتاب نہیں اُتاری ہے وہی مشرکین نے مان کر آنحضرت صلعم سے انکار کیا پس یہود پر رد کرنے میں کفار قریش کا رد ہے کیونکہ قریش
تو اس بات میں یہود کی تصدیق کرنے والے تھے لہذا فرمایا ۔ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى ۔ ان لوگوں سے
کہدے کہ کس نے اُتاری وہ کتاب جسکو لایا موسیٰ ۔ ف ۔ یعنی توریت پھر کس نے اُتاری ۔ یہ میں بار تقدیر اور ضمیر مفعول بہ سے
اور اسی سے حال ہے ۔ قولہ نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ درحالیکہ نور ہے وہ کتاب اور ہدایت ہے لوگوں کے لئے یعنی منور و ہادی
ہے ۔ قال الحافظ یعنی مشکلات حل ہونے اور شبہات کی تاریکی دور ہونے میں اس کتاب سے روشنی لیجاتی تھی ۔ اور قریش پر اسوجہ
سے حجت ہے کہ وہ یہود کی تصدیق کرتے کہ موسیٰ علیہ السلام پر توریت اُتری ہے یا ہر شخص اسکو جان گیا ہے انکار نہیں کر سکتا اور اگر
نزول دربارہ یہود ہو تو ان پر الزام ظاہر ہے اور جو مترجم نے توفیق بیان کی اسکے موافق کچھ اشکال نہیں کیونکہ یہود کو جھوٹا ثابت
کر دیا اور قریش نے انہیں جھوٹوں وبہتان کرنے والوں کی تصدیق کی تھی پس قریش بھی رد ہو گیا ۔ یہودی اس سے کسی طرح
انکار نہیں کر سکتے ۔ پھر دوسرا جملہ حالیہ فرمایا ۔ بقولہ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ ۔ درحالیکہ تم لوگ (یا یہ لوگ) اس کتاب کو اجزاء
متفرقہ بناتے ہو ۔ ابو عمرو اور ابن کثیرؒ نے یجعلونہ بیاء تحتانیہ تینوں جگہ پڑھا یعنی یجعلون اور یبدونہا اور یخفون سب بیاء تحتانیہ
پڑھے ہیں اور باقیوں نے یجعلون وغیرہ کو بتاء خطاب پڑھا پس غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہوگا جسکے فوائد میں سے
یہ بھی ہے کہ بالمشافہ وخطاب میں جھوٹ بولنے سے شرم کریں اور قراطیس جمع قرطاس یعنی پارہ پارہ ۔ المعنی تم کرتے ہو اس کو
قراطیس میں یا تقدیر کلام آنکہ یجعلونہ ذا قراطیس یعنی اسکی اصلی کتاب میں سے نقل کر کے قراطیس میں لاتے ہو اور اسکو جدا جدا
ٹکڑے اور متفرق اوراق پر لکھتے تاکہ جو انکی مراد ہو وہ پوری ہو کہ تحریف کریں اور تبدیل کریں اور کچھ ظاہر کریں اور جو چاہیں
وہ چھپا ڈالیں جیسے نبی صلعم کی صفت پوشیدہ کر ڈالی ۔ اور یہ ان لوگوں کی مذمت ہے اور یہ لوگ یہود ہیں اسی واسطے فرمایا تُبْدُوْنَهَا
یعنی جو کچھ اسمیں سے ظاہر کرنا چاہتے وہ ظاہر کرتے ہو (یا ظاہر کرتے ہیں) وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۔ اور اخفا کرتے ہو بہت کو (یا) وے
لوگ اسمیں سے بہت اخفا کرتے جیسے نعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ ۔ پھر واضح ہو کہ بتاء خطاب پڑھنا اولیٰ ہے بقرینہ قولہ وَعُلِّمْتُمْ
مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ۔ یعنی وعلمتم ایہا الیہود من القرآن مالم تعلموا انتم ولا آباؤکم من التوراۃ ۔ بیان ما التبس علیکم واختلفتم
فیہ ۔ اور سکھلائے گئے تم اس کتاب قرآن سے جو محمد صلعم پر نازل ہوئی ہے ایسی باتیں جنکو نہیں جانا تم نے اور نہ تمہارے باپ
دادوں نے توریت میں سے بایں طور کہ قرآن میں بیان آگیا اُس چیز کا جو تم پر مشتبہ ہوگئی تھی اور تم اسمیں باہم جھگڑتے تھے ۔
(السیوطی) اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب قریش کو ہے یعنی تم کو قرآن کے اُتارنے سے اگلی پچھلی وہ خبریں وعلوم سکھلائے جو تم
وتمہارے باپ کوئی نہیں جانتے تھے ۔ لیکن پوشیدہ نہیں کہ استفہام کے تحت میں یہ بھی داخل ہے یعنی کس نے موسیٰ پر کتاب اُتاری
ایسی اور ایسی اور تم نے اس کو اس طرح پارہ پارہ لکھا اور جو تم و تمہارے باپ نہ جانتے تھے وہ سکھلائے گئے پس اگر یہ معنی ہوں
کہ قرآن سے سکھلائے گئے تو کسی قدر انتشار ہوتا ہے پس اولیٰ وہ ہے جو بعض نے کہا کہ یہ بطور منت واحسان کے ہے یہود پر

اور نعمت کی یاد دہانی ہو تاکہ جان بوجھکر جاہلون کو بہکانے سے شرم کرین۔ پھر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ ان جھوٹون کو جو انزال کتاب سے انکار کرتے ہین بعد استفہام مذکور کے کہ کس نے توریت موسیٰ پر اُتاری تھی جواب دے بقولہ قُلِ اللّٰہُ اسے اللہ تعالیٰ اتارا۔ رواہ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس یعنی کہدے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو اُتارا۔ یعنی یہودی جھوٹے مفتری شرمندہ ہوکر کیا جواب دینگے جواب تو یہی ہے تو خود جواب دیدے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو اُتارا پس جیسا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر کتاب اُتاری تو منکرین و یہودیون کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نہین اُتارا ہے رد ہو گیا اسلئے کہ سالبہ کلیہ کے غلط ہونے کیواسطے موجبہ جزئیہ کافی ہے۔ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ فی باطلہم يَلْعَبُوْنَ۔ پھر اُن کو اُن کی جہالت گمراہی اور بہتان و افتراء مین چھوڑدے کھیلوکود کرین ف۔ یہان تک کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مشیت ہے انپر جاری ہو۔ اور یہ بیان مشیت ہے کہ صریح الزام ان پر عائد ہین کیونکہ وہ جانتے ہین پھر ہدایت نہین پاتے ہین پس بعض نے جو کہا کہ یہ آیت السیف سے منسوخ ہے یہ بعید ہے کہ پھر قرآن مجید کو بیان فرمایا۔ وَهٰذَا یہ قرآن كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ایسی کتاب ہے کہ ہم نے اسکو اُتارا مبارک ہے اپنے روبرو والے کی تصدیق کرنے والی ہے یعنی اپنے زمانہ سے پہلے اُتری ہوئی کتابون کی تصدیق کرتی ہے وَلِتُنْذِرَ دو قراءۃ ہین بتا خطاب پس آنحضرت صلعم کو خطاب ہے اور بیا تحتانیہ پس قرآن مجید فاعل ہے اور یہ اپنے ماقبل پر از راہ معنی کے عطف ہے اور حاصل آنکہ یہ قرآن ایک کتاب ہے کہ اسکو ہم نے اُتارا واسطے برکت و اگلی کتابون کی تصدیق کے اور واسطے اس بات کے کہ اسکے ساتھ تو ڈر سناوے۔ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ام القریٰ کو یعنی ام القریٰ والون کو اور ان لوگون کو جو اسکے گرد ہین۔ قتادہ نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ زمین جب ابتداء خلقت مین بچھائی گئی تو اسی مقام سے بچھائی گئی اسی واسطے مکہ کو ام القریٰ کہتے ہین کہ تمام شہر و زمین جہان کا وجود یہین سے ہے اور بعض نے اسکو کہا کہ زمین کی ناف ہے۔ بالجملہ ام القریٰ کے گرد والے تمام روئے زمین کے باشندے ہوئے یعنی تمام ان قری والے جنکے واسطے مکہ مانند مان کے ہے چنانچہ دوسری آیت مین ہے قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الآیۃ۔ اور فرمایا۔ تبارک الذی انزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔ اور فرمایا۔ لانذرکم بہ ومن بلغ الآیۃ پس یہ مراد نہوگا کہ ولتنذر ام القری۔ سے آنحضرت صلعم کی عموم بعثت نہین ثابت ہوتی ہے کیونکہ من حولہا کے معنی عموم بعثت کے مثبت بیان ہوئے علاوہ برین دیگر نصوص صریحہ مفید عموم بعثت موجود ہین تو اگر من حولہا سے مضافات مکہ مراد ہون تاہم ایک خاص فعل مین ہوگا کہ آنحضرت صلعم بذات خود انذار کرین اور یہ عموم بعثت کو منافی نہین بایں معنی کہ جسکو اسواسطے آپکے بعثت پہونچی اسپر ایمان فرض ہے ورنہ کافر ہوگا۔ فافہم۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ جو لوگ آخرت کو حق جانتے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہین ف۔ کیونکہ آخرت کی اور روز جزا و حساب کی جو تصدیق کرتا ہے وہ ڈرسنانے پر متنبہ ہوتا اور اعمال خیر کی رغبت کرتا ہے کیونکہ حیات دنیاوی تو چند روزہ ہے اور لہو لعب بیکار ہے اور یہودیون و نصرانیون کو درحقیقت دار آخرت پر ایمان نہین رہا اسوجہ سے قرآن سے منکر ہین۔ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اور یہ لوگ اپنی نماز پر محافظت رکھتے ہین ف۔ یعنی عذاب الٰہی کے خوف سے اسکو محفوظ رکھتے ہین۔ قال فی المدارک نماز کی خصوصیت بایں معنی کہ وہ دین کا ستون اور اصل اعمال ہے جسنے اسکو نگاہ رکھا وہ ظاہر ہے کہ سب کو نگاہ رکھیگا قال المترجم اور جن لوگون کو نماز پڑھنے سے یہ فیض نہین ہوتا کہ تمام بُری باتون کو چھوڑین تو اسوجہ سے کہ نماز کو بیدلی سے بدون مطلب سمجھے پڑھتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے حضور مین عاجزی اور سرجھکانے

کو خیال نہین رکھتے اور سورۃ الحمد مین جو دعا و مناجات ہو اسکو دل سے نہین مانگتے ہین اللھم وفقنا ایای والمسلمین جمیعا وانت ارحم الراحمین
ف۔ فی العرائس قولہ تعالی وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ اس سے خلائق کی ہوس اس بات کی توڑ دی کہ اسکے کنہ قدم کو پاوین
کیونکہ اسکی درگاہ عزت تک پہونچنے مین تو یہ کیفیت ہو کہ وہان حدوث کا اثر و نشان نہین رہتا پھر قدر عظمت و کبریائی کو کوئی
کیا جانے ہان معرفت اسکا فضل ہے سو جسکو معرفت نہین وہ قدر کیا کریگا اور معرفت اسکو کیا ہوگی جو اپنے نفس کو تو پہچانتا نہین و
لیکن اپنے نفس کی حقیقت کہان جان سکتا ہے الا اسی صورت سے کہ اسکا خود خالق ہوتا پھر نعوذ باللہ منہ کوئی اور خالق کہان
سے ممکن ہو حضرت باری تعالی کی درگاہ پاک ہو ہر شرک و ضد و ند وغیرہ سے اور اسکی سطوات عظمت مین غیر کا وجود ہی ندارد ہے
سبحان اللہ تعالی وہ پاک پروردگار وحدہ لاشریک ہو وہ اپنی قدر معرفت خود ہی جانتا ہو اسکا ادراک کسی بندہ مخلوق کی طاقت
نہین یعنی کوئی غیر اسکے جناب مین نہین ہے وہان عقلین حیران ہین کہ غیر متناہی ہو اور قلوب متحیر ہین کہتے ہین کہ غیر محدود ہی کہین
مکان و زمان مین اسکا حلول نہین اسکا علم سب کو محیط ہو وہ پاک ذات منزہ و مقدس ہو کہ زبانین جتنی بے انتہا تعریف کرین وہ اسکی
پاک برتر شان مین تھوڑی سی تھوڑی ہے اسکی تعریف و حمد و ثنا وہی خود کر سکتا ہو۔ اسکا فضل ہے جس بندے کو مقرب فرمایا وہ
عارف کہلایا اور جس حال و بزرگی مین یہ بندہ پہونچا اسکی نظر مین ہفت اقلیم کی سلطنت و بہشت و جنت بلکہ دونون جہان کی نعمت گرد
ہے وھو اللہ فی السموات وفی الارض یعلم سرکم وجھرکم ویعلم ما تکسبون۔ یہ آیت پڑھو اور اسکی عظمت کیواسطے گردن جھکاؤ سبحانک
اللھم آمنا بک وبما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حسین رحمہ اللہ نے کہا کہ اوتعالی پاک پروردگار ہے بھلا کوئی اسکی حق قدر کب جان سکتا ہے
اسی نے اسکو مقدر کیا ہے اور اوصاف قدم سے حوادث کے اوصاف پر ایک پرتو ہے پس اپنی قدر جانتا تو اپنی وسعت بھر قدر الٰہی
ادا کرتا۔ قال المترجم یعنی فنا ہوجاتا بعض نے کہا کہ اوتعالی کی قدر نہین پہچانی ورنہ ہر صنع الٰہی کے وارد ہونے پر ان کی روحین
پگھل جاتین اور فنا ہو جاتین قولہ قل اللہ ثم ذرھم یعنی جب کہ واصلین کے اسرار وادی الوہیت مین پڑے اور شوق ہویت
مین ان کی روحین متحیر ہوئین اور سطوات قدرت مین عقلین فنا ہوئین اور تجلی مشاہدہ مین اجسام فنا ہوئے اور موارد تجلی جمال و جلال کے واردات
سے جو ان پر وارد ہوا اسکے مسالک نہین پہچانے پس تجھ سے پوچھتے ہین اس حیرانی مین کہ ہم کون ہین اور کہان ہین تو بزبان اداء
محبت کہدے اللہ یعنی جسمین تم پڑے ہو یہ دریائے ازل ہو تم اللہ تعالی کی عنایت سے اس معرفت مین پہونچے ہو اور جب وہ لوگ
تجھ سے پوچھین جو قہر الٰہی مین پڑ کر حیرت گمراہی مین بھٹکے پھرتے ہین کہ ان کو یہ کہان سے ہو تو کہدے کہ مشیت الٰہی نے تم کو اسمین ڈالا ہے
اور ولی و محبوب ہونا کچھ مجاہدہ سے نہین ہو اور گمراہ ہونا کسی علت پر نہین ہے پھر چھوڑ دے دونون گروہ کو اور تو میری طرف مشغول ہو کیونکہ
جس دل مین اللہ تعالی کی محبت ہو اسکو حوادث و ممکنات سے مشغول ہونا لائق نہین ہے۔ قال المترجم ہر دو گروہ کی تفسیر جو اشارہ
مین داخل کی مترجم کی سمجھ مین توجیہ شاید نہین آئی اور شاید قولہ علمتم مالم تعلموا انتم ولا آباءکم۔ کی تفسیر مین حضرت قتادہ رح سے مروی ہوا کہ یہ
مشرکون کیواسطے ہو اور حضرت مجاہدؒ سے مروی ہوا کہ یہ مسلمانون کے واسطے ہو پس یہی اشارہ ہو ان دونون گروہ اہل ایمان و ولایت
کے اور اہل قہر و ضلالت کے اسکے حکم مین شامل ہونے کا دو جہت سے واللہ تعالی اعلم۔ قال الشیخ اور نیز قولہ قل اللہ یعنی زبان سے
اللہ کا ذکر کر اور زبان سر باطن سے ایسا نہو کیونکہ مذکور کے سوائے ذکر کی طرف مشغول ہوجانا بندہ کے واسطے پردہ ہو اور نیز جب تبلیغ
رسالت سے فارغ ہو تو ماسوائے حق سے اوتعالی کی طرف متوجہ ہو اور اللہ کہہ کہ غیر اللہ کوئی نہ تھا پھر تمام مخلوقات ماسوائے کو چھوڑ دے

تاکہ زبان باطنی موافق بزبان ظاہر ہو بعض نے کہا کہ خواص کو اس آیت سے دعوت فرمائی کہ ہر چیز سے منقطع ہو کر محض اللہ تعالیٰ کیواسطے بلکہ وہی ہو رہے - بعض نے کہا کہ اللہ کا نام پاک سرباطنی ہین کہ اور وہان کے حسب حال اداکر اور زبان سے چھوڑ دے - حکایت ہے کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ لا الٰہ الا اللہ نہین کہتے اور اللہ کہتے ہین اسمین کیا بات ہے فرمایا کہ اسکا ضد کہان ہے جس کی نفی کرون پھر زیادہ کیا کہ میری زبان کلمہ انکار پر جاری نہین ہوتی - پھر زیادہ کہا کہ مجھے خوف ہے کہ وحشت انکار پر ماخوذ ہوجاؤن پھر اس شخص نے اور زیادہ کی درخواست کی تو پڑھا قولہ تعالیٰ قل اللہ ثم ذرہم پس وہ شخص بیہوش ہوگیا اور اسکی روح نکل گئی پس اس شخص کے وارثون نے شبلی رح پر خون کا دعویٰ کیا اور خلیفہ کے پاس لیگئے پس خلیفہ نے شبلیؒ سے دعوی کا استفسار کیا تو شبلیؒ نے کہا کہ ایک روح تھی کہ محبت مین سرشار ہوئی اور بلائی گئی تو قبول کیا پھر میرا کیا قصور ہے پس خلیفہ نے حاجبون کو بلند آواز دی کہ چھوڑ دو اسکا کچھ قصور نہین ہے قال المترجم کمال الیقین و کمال محبت ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے توحید ثابت کرنے کیلئے انھین کو حکم ہے کہ آلہہ باطلہ بناتے ہین اور جن کو یقین پڑھا جاتا ہے وہ کافرون مشرکون پر تعجب کرتے ہین کہ وہ کوئی اور معبود ہوسکتا ہی نہین پھر کس معبود کی نفی کرین یہان تو فقط ایک اللہ پاک معبود برحق ہے ہان اگر کوئی اور وہم خیال مین آتا ہوتا تو نفی کرتے اسی واسطے شبلیؒ نے کہا کہ ضد کہان ہے جس کی نفی کردن حاصل آنکہ اگر بادشاہ کے واسطے کوئی کہے کہ نہایت خوش خلق ہے تو بدخلقی کا تصور ہوسکتا ہے اور اگر کہے کہ بادشاہ ہمارا گدھا یا جانور نہین ہے تو بات اگرچہ سچی ہے ولیکن اہل عقل اس سے شرم کرینگے یہی کافرون کے معبودون کا حال ہے کہ وہ معبود ہو ہی نہین سکتے بلکہ ان کے معبود ہونے کا انکار ہی کچھ نہین ہے کیا اُن مین الوہیت کا وہم ہوسکتا ہے ہرگز نہین پھر کیا ان کی الوہیت کی نفی کی جاوے - فافہم - قولہ وہذا کتاب انزلناہ مبارک لاآیۃ یعنی اس کتاب پر وہم کی تہمت بھی نہین ہوسکتی اور مخلوقات اسکے حقائق کو ادراک نہین کرسکتے ہین اور نیز مبارک ہے تجھ پر اور تیری اُمت پر جو صادقین ہین کہ شوق و محبت سے اسکی اتباع کرتے ہین اور باوہیبت کے ساتھ اسکو سمجھتے ہین جس سے دیدار صفات قدم کے خزانون تک پہونچتے ہین کیونکہ یہ صفت ہے جسکے کلمات تمام صفات کی دلیل ہین جنسے معرفت صفات حاصل ہوتی ہے کیونکہ خزائن صفات کی کنجی ہے اور یہ مبارک ہے کہ ایسے بندے پر جو اسکا عارف اور اسمین نورانی عقل سے غور کرینوالا ہو جیساکہ دوسرے مقام پر فرمایا کتاب انزلناہ مبارک لیدبروا آیاتہ ولیتذکر اولوا الالباب - اور نیز مبارک ہے باین معنی کہ حبیب کی کتاب حبیب کی طرف ارسال ہے جسمین اسرار قرب وصال ہین اور تشویق بحسن جمال ہے اور تحذیر از ہجر و فراق ہے اسمین اہل نور و تقوی کے واسطے راز و نیاز کی باتین ہین اسمین عارفین کے لئے اشارات ہین اور موحدون کے لئے مفرحات ہین اسکے رموز و اسرار چشم اغیار سے محفوظ اور لطائف اسکے چشم غرور سے دور ہین یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی توحید و ثنا و صفت مین سب اگلی کتابون سے موافق ہے کیونکہ سب ایک ہی مصدر سے صدور ہین اور یہ زیادہ جامع و کاشف مقامات ہے بعض نے کہا کہ مبارک ہے اپنے تابعین پر اور اپنے او پر ایمان لانے والون کے لئے - اور ایسی ہی تصدیق و عمل کرنے والون کے لئے اور ایسے ہی اس کے حکم و نہی سمجھنے والون کے لئے اور ایسے ہی حضور دل سے سمجھکر پڑھنے والون کے لئے - قال الاستاد - حبیب کی کتاب نہایت عزیز ہوتی ہے جس سے غلبہ وجد و حال مین تسکین اور شفا از درد ہجر و فنا ہے -

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ

اور اُس سے ظالم کون افترا جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا کہے مجکو وحی آئی اور اُسکو وحی کچھ نہین

شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ط وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

آئی اور جو کہے میں اُتارتا ہوں برابر اسکے جو اللہ نے اُتارا اور کبھی تو دیکھے جس وقت ظالم ہیں

فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ط

موت کی بیہوشی میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ

آج تم کو جزا ملیگی ذلت کی مار اس پر کہ کہتے تھے اللہ پر جھوٹھ باتیں

وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ

اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے ہم نے بنائے تھے

اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا

پہلی بار اور چھوڑ دیا جو ہم نے اسباب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم

نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ط

نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارش والے جن کو تم بتاتے تھے کہ انکا تم میں ساجھا ہے

لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ ع ۱

ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعوے تم کرتے تھے

وَمَنْ اَظْلَمُ۔ اے لا احد اظلم کوئی زیادہ ظالم نہیں۔ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔ یا ادعاء النبوۃ ولم یکن نبیا ایسے شخص سے جس نے بہتان باندھا اللہ تعالیٰ پر۔ بایں طور کہ نبوت کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ نبی نہ تھا۔ اَوْ قَالَ عطف خاص بر عام ہے بنا بر قول شیخ ابو حیان کے۔ یا کہا کہ۔ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ۔ مجھے وحی آئی کی گئی حالانکہ اسکو کچھ وحی نہیں کی گئی ہے۔ عکرمہ سے ابن جریر رح نے روایت کیا کہ یہ مسیلمہ کذاب کے حق میں نازل ہوا اور معالم نے قتادہ رح سے بھی یہی سبب نزول ذکر کیا اور شیخ ابن کثیر رح نے عکرمہ وقتادہ دونوں کا قول ذکر کیا ہے۔ وَمَنْ قَالَ۔ اے ومن قال پس عطف ہے من افتری پر یعنی اور کون اظلم ہے اسلئے جس نے کہا یعنی کوئی اظلم نہیں اس سے جس نے کہا۔ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ کہ مجھ پر اُترنے والا ہے جیسا اللہ تعالیٰ نے محمد صلعم پر اتارا۔ اور یہ ان لوگوں نے بیباکی وحماقت سے کہہ دیا۔ مطلب انکا یہ تھا کہ یہ بنائی باتیں ہیں ہم چاہیں تو ہم بھی بنا لیں کما قال تعالیٰ واذا تتلی علیہم آیاتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ہذا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ شخص عبد اللہ بن ابی سرح تھا جو آنحضرت صلعم کی وحی لکھا کرتا تھا جب حضرت صلعم نے قولہ تعالیٰ ثم انشأناہ خلقا آخر۔ اسکو لکھوایا تو عبد اللہ بولا کہ فتبارک اللہ احسن الخالقین تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ لکھ یونہی نزول ہوا ہے اور یہ کم فہم تھا مگر یہ شخص سمجھا کہ اگر محمد سچے ہیں تو مجھ پر بھی ان کے مثل وحی کی گئی پھر آیا اگر یہی اور اگر یہ جھوٹے ہیں تو میں نے ان کے مثل کہہ لیا پس اسلام سے مرتد ہو کر مشرکوں کے پاس پہنچا پھر فتح مکہ کے روز مسلمان ہو گیا۔ قال المترجم یہ سورہ مکیہ ہے اور قصہ عبد اللہ مذکور کا مدینہ میں واقع ہوا تھا پس ان خبر غیب ہو سکتا ہے اور عموم کلام میں عبد اللہ مذکور کے مانند لوگ بھی شامل ہیں لہذا مفسر رحمہ اللہ نے یہی اختیار کیا کہ نزول کے وقت اسکے مصداق وہی لوگ تھے

مفسد لوگ تھے۔ پھر ان سے اظلم لوگون کا حال خراب بیان فرمایا۔ وَلَوْ تَرٰى یا محمد اور اگر اے محمد تو دیکھے۔ اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ جبکہ ظالم مذکور سکرات موت مین ہونگے۔ غمرات جمع غمرہ بمعنی شدت۔ جمع آن غمر مانند توبہ و توب۔ قال ابن عباس رض غمرات الموت وہ سکرات موت ہین۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ۔ اور ملائکہ اپنے ہاتھ بڑھائے ہون گے طرف ان ظالمون کی طرف مارنے و عذاب دینے کیواسطے اور ان سے سختی سے کہتے ہون گے کہ۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ نکالو اپنی روحون کو طرف ہم اُن کو قبض کرینگے۔ مدارک مین کہا کہ یہ بیان ہے روح نکالنے مین سختی و درشتی کرنے کا جسمین بالکل مہلت و آسانی نہ ہوگی اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ ملائکہ سے مراد ملک الموت علیہ السلام مع اعوان الفار ہین۔ قال ابن کثیر رح باسطوا ایدیہم یعنی مار پیٹ سے دست درازی کرنے والے۔ قال الضحاک و ابو صالح یعنی عذاب کرنے پر ہاتھ بڑھانے والے مانند قولہ تعالیٰ ولو تری اذ یتوفی الذین کفروا الملائکۃ یضربون وجوہہم وادبارہم۔ اسی واسطے فرمایا۔ اخرجوا انفسکم۔ کیونکہ جب کافر کی موت آگئی تو ملائکہ اسکو عذاب و سختی و خواری و غضب الٰہی کی خبر سناتے ہین پس اُسکی روح اُسکے جسم مین ڈری ہوئی دیکھتی ہے اور نکلنا نہین چاہتی ہے پس ملائکہ مارتے و عذاب کرتے ہین اور کہتے جاتے ہین کہ نکالو۔ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ آج تم لوگ عذاب ہوان و ذلت و خواری دیے جاؤگے۔ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ۔ بوجہ ناحق بہتان باندھنے کے اللہ تعالیٰ پر یعنی جھوٹ دعوی نبوت و وحی کیے جانے اور اللہ تعالیٰ کا بیٹا وغیرہ بنانے مین اللہ تعالیٰ کی جناب مین بہتان باندھنے کے سبب۔ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ۔ اور او تعالیٰ کے آیات سے تکبر کرنے کے سبب سے یعنی ایمان نہ لانے کے سبب سے۔ قال المفسر رح جواب لو محذوف ہے بسبب ظہور کے یعنی ولو تری یا محمد حین یکون الظالمون مبتلین فی کذا و کذا لرأیت امرا عظیما یعنی اگر تو دیکھتا ظالمون کو جبکہ موت کے وقت ایسے ایسے عذاب مین مبتلا ہوکر بدحال ہون گے تو البتہ تجھکو ایک نہایت کریہ منظر ہولناک ان لوگون کا حال نظر آتا بالجملہ کافرون پر یہ حال ہونا ضرور ہے نعوذ باللہ منہ۔ پھر روز حشر کا حال فرمایا۔ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى یعنی جب حشر کے روز زندہ کرکے اُٹھائے جاوینگے تو اُن سے کہا جاویگا کہ تم ہمارے پاس فرادی آئے یعنی درحالیکہ مال و اولاد اور یار و مددگار سب سے منفرد اکیلے ہماری طرف آئے ہو۔ كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے ہم نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا۔ قال المفسر رح یعنی ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے یہی حدیث صحیح مین اہل حشر کی حالت بیان ہوئی ہے اور حضرت عائشہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم لوگ کیونکر شرم نہ کرینگے فرمایا کہ اے عائشہ وہ وقت نہایت سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی طرف نظر ہو۔ بدانکہ فرادیً تنوین بنا بر لغت بنو تمیم پڑھا گیا اور بالف تانیث مقصورہ پڑھا گیا بنا بر آنکہ جمع فرد و فرید ہے اور بعض نے کہا کہ فرد کی جمع فرادی نہین پس اسم جمع ہے اور راغب رح نے کہا کہ فرید کی جمع فرادی ہے۔ بالجملہ وہ حال واقع ہے۔ اے جئتمونا منفردین الگ الگ ایک ایک آئے ہو جیسے پیدا ہوئے تھے عکرمہ سے مروی ہے کہ نضر بن الحارث نے کہا کہ لات و عزی میری سفارش کرینگی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ وَتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ اعطیناکم من الاموال۔ اور چھوڑا تم نے وہ سب کچھ جو ہم نے تم کو دیا تھا مال و متاع وغیرہ خول۔ جملہ متاع دنیا جو اللہ تعالیٰ نے بندہ کو دی ہون قال ابن کثیر رح یعنی جو نعمتین و مال تم نے دار دنیا مین جوڑ جوڑ رکھے سب تم نے چھوڑے۔ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ۔ اپنے پیٹھ پیچھے بدون اپنے اختیار کے پس گر ایمان لا کر اپنی نیت نیک و اختیار سے کار خیر مین صرف کرکے چھوڑا ہوتا تو وہان ملتا اب آخر کار چار و ناچار چھوڑ آئے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال بھلا کچھ

تیرا مال بھی ہے سوائے اسکے جو تو نے کھا کر فنا کر دیا اور پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر آخرت کیلئے باقی رکھ چھوڑا ۔ اور جو اسکے سوائے ہے وہ سب اوروں کے لئے چھوڑ جانے والا ہے ۔ وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ ۔ الاصنام ۔ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ۔ یعنی ملامت کرنے کے طور پر اُن سے کہا جائے گا کہ ہم تمھارے ساتھ مین لات عزی وغیرہ بتون کو جو تمھارے زعم مین تمھارے شفیع تھے اب نہین دیکھتے جن کی نسبت تم کو اعتقاد تھا کہ عبادت کے استحقاق مین یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے شریک ہین ۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ ۔ وصلکم ٹکرے ہو گیا وصل و میل تمھارا ۔ یعنی تمھارا جتھا ٹوٹ گیا اور یہ بنا بر قراۃ رفع کے ہے یعنی بینکم فاعل واقع ہے اور یہی اکثر قرار رحمہم اللہ کی قراۃ ہے ۔ بین اسم ہے بمعنی وصل یعنی ملاپ اور زجاج رح نے کہا کہ بین ایک لغت ہے جو وصل اور جدائی دونون معنی مین آتا ہے پس یہ اضداد مین سے ہے اور یہان بمعنی اول ہے اور حفص ونافع وغیرہ کی قراۃ مین بینکم منصوب ہے یعنی تقطع ما بینکم اور یہی ابن مسعودؓ کی قراۃ ہے اور مراد ما موصولہ سے میل جول ہے ۔ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۔ یعنی دنیا مین جو تم کو ان کی سفارش و مددگاری پر گھمنڈ تھا وہ اب سب گم ہو گیا اور یہ بمانند قولہ اذ تبرأ الذین اتبعوا من الذین اتبعوا ورأوا العذاب وتقطعت بھم الاسباب الآیۃ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن افتری الآیۃ ۔ اسمین اشارہ ہے کہ امر الٰہی مین ہر مفتری وجھوٹا ایسا ہی ظالم ہے چنانچہ جو کوئی عرفان الٰہی کا دعوی کرے اور عارف بنے وہ ظالم ہے اور لوگون کو بہکاتا اور ناحق خراب و برباد کرتا ہے انجام کار خود دین و دنیا مین برباد ہو گا ۔ بعض نے کہا کہ جو لائق جناب الٰہی نہ ہو اسکو بیان کرنا بھی اسی حکم مین داخل ہے ۔ سہل بن عبد اللہ نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اس نے افترا کیا اور مراد ذکر غفلت ہے ۔ قولہ تعالےٰ ولقد جئتمونا فرادی ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال تمام مخلوق کے اسکے عظمت وجلال کے ظہور مین ہیچ و مضمحل ہین جب بندے پر انوار ازل ظہور کرینگے تو اپنے اعمال بلکہ اپنی ہستی سے بیزاری ظاہر کرینگے کیونکہ اعمال کو کچھ بھی اسکی عظمت کے لائق نہ دیکھینگے اور نہ کسی نعمت وکرامت کے مقابلہ مین ان کی کچھ ہستی سمجھینگے اور دیدار قدم کے وقت ایسے ہون گے جیسے عدم سے نکلے ۔ بعض نے کہا کہ بندہ کا بڑا مقام یہ ہے کہ تمام طاعت وبندگی سے اپنے کو مفلس جان کر اوتعالیٰ کی درگاہ مین رجوع لاوے ۔ شیخ ابو حفص رح سے کہا گیا کہ آپ اپنا کون عمدہ عمل لیکر حضور الٰہی مین جاوینگے فرمایا کہ خاموش بھلا فقیر کے پاس سوائے فقر کے کچھ اور بھی ہے کہ ایسے غنی کی درگاہ مین لیجاوے ۔ قال تعالیٰ لقد جئتمونا فرادی یعنی اپنے اعمال واحوال و طاعات سب سے خالی آئے ۔ قال الشیخ مجھے یہان ایک لطیفہ معلوم ہوا کہ یعنی تم میرے پاس آئے درحالیکہ موحد ہو میری وحدانیت سے اور کشف کیساتھ میرے مشاہدہ کے شاہد ہو جیسے تم ابتدائے حال مین عدم سے پیدا کر کے میری ربوبیت پر شاہد ہوئے تھے کہ تم نے الست بربکم کے جواب مین بلی سے ربوبیت کا اقرار کیا تھا بدون اشارہ تشبیہ و بدون غلطی تعطیل کے چنانچہ حدیث حضرت صلعم کل مولود یولد علی الفطرۃ الی آخرہ مین اشارہ ہے کہ فطرۃ ازل پر پیدا ہوتا ہے اور اوتعالیٰ نے قولہ و ترکتم ما خولناکم وراء ظھورکم سے سبقت ارادہ ازلی پر داغ عبودیت بدون علت ہونیکا اشارہ فرمایا ہے

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ

اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی نکالتا ہے مردے سے زندہ اور نکالنے والا زندہ سے

مِنَ الْحَیِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ

مردہ یہ ہے اللہ پھر کہان پھرے جاتے ہو پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی اور دات

اللَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝
بنائی آرام اور سورج اور چاند حساب یہ اندازہ رکھا ہے زور آور خبردار نے

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ
اور اُسی نے بنادیئے تم کو تارے کہ اُن سے راہ پاؤ اندھیروں میں جنگل اور

الْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝
دریا کے ہم نے کھول سنائے پتے اُن لوگوں کو جو جانتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى - یہاں سے عجائب قدرت الٰہی کا بیان ہے اور فالق اسم فاعل از فلق بمعنی شق ہے اے چاک کر دینا اور بعض نے بمعنی خالق کہا اور یہ بعید ہے - کما قال ابن جریرؒ اور حب ہر دانہ جسکے اندر گٹھلی نہ ہو مانند گیہوں وغیرہ کے اور نوی گٹھلی جیسے خرما کی گٹھلی ہوتی ہے یعنی آنکہ دانہ سے اللہ تعالیٰ درخت اُگاتا ہے جسمیں بالیاں ہزاروں دانہ لاتی ہیں اور گٹھلی سے درخت جمتا ہے جس کا سر ہوا میں بلند ہوتا اور ہری ہری پتیاں و شاخیں ہوتی ہیں یہ اسی کی قدرت کاملہ ہے اور مشرک و کافر جن کو اپنا معبود بناتے ہیں انہیں سے کسی کو ایک پتی کی قدرت نہیں ہے پھر بدون عطف کے مزید توضیح فرمائی بقولہ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ مردے سے زندہ کو نکالتا ہے ف ہر دانہ و گٹھلی و حیوان و انسان کا نطفہ مردہ ہیں اس سے زندہ نکالا اور یہاں سے استیناس ہے کہ ہر درخت سبز و نباتات میں جان ہے وقد قال تعالیٰ فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا ان ذلک لمحی الموتی الآیۃ - پھر فالق پر عطف کیا بقولہ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ - زندہ سے مردہ نکالتا ہے ف جیسے انسان و پرند وغیرہ سے نطفہ و انڈا نکالتا ہے حالانکہ پھر اس سے زندہ نکالتا ہے جیسے مذکور ہوا پس بعد موت کے زندہ ہونے میں ذرہ برابر بھی شک و انکار کو مجال نہیں مگر آنکہ آدمی بیوقوف اندھا ہو - پھر اپنی توحید کی طرف بلایا - ذٰلِكُمُ اللّٰهُ - یعنی جس کی قدرتوں میں سے تمہاری سمجھ کے لائق یہ قدرت بیان ہوئی ہے یہی تمہارا اللہ تعالیٰ ہے اسی کی خالص عبادت و بندگی واجب ہے فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ - یعنی باوجود ان دلائل کے جو ایمان کے موجب ہیں تم کہاں منہ موڑے جاتے ہو اور مفسرؒ نے انی بمعنی کیف لیا یعنی کیونکر منہ موڑتے ہو - عن ابن عباسؓ کیونکر جھٹلاتے و کفر کرتے ہو پھر عجیب قدرتیں بیان فرمائیں - بقولہ - فَالِقُ الْاِصْبَاحِ - اصباح کو شق کرنے والا ہے ف مفسرؒ نے کہا کہ اصباح مصدر بمعنی صبح ہے یعنی اصباح بمعنی صبح کے اندر داخل ہونا پس مصدر سے صبح کا نام رکھا گیا اور معنی یہ کہ شق کرنے والا ہے عمود صبح کا اور عمود صبح وہ روشنی ہے جو صبح کاذب کے وقت تاریکی شب سے ظاہر ہوتی ہے - قال فی الکمالین یعنی جو صبح کاذب کے بعد طاری ہوتی ہے اور حاصل یہ کہ او تعالیٰ اس پردہ نور کو جو صبح کاذب کے وقت ہوتا ہے چہرۂ شب سے کھولنے والا ہے پس جو وہم یہاں وارد ہوتا تھا کہ مشقوق تو تاریکی ہے کہ صبح ظاہر ہوتی ہے اور آیت سے مفہوم اسکے برعکس ہے یہ وہم دفع ہو گیا اور نیز دو وجہ دیگر سے وہم مذکور دور کیا گیا کہ او تعالیٰ اشق فرمایا ہے صبح کے عمود کو جو عکس ہے دن کی روشنی سے و دوم آنکہ اصباح کی تاریکی کو شق کر دینے والا ہے - قال قتادہ فالق الاصباح ای فالق الصبح - وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا اور رات کو سکن بنانے والا ہے ف سکن یوں کہ اسمیں تمام مخلوق تعب و مشقت یعنی تھکاوٹ سے سکون و راحت حاصل کرتی ہے سکن محل سکون قال قتادہ اسمیں ہر چوپایہ و پرند سکون لیتا ہے - قال ابن کثیرؒ صہیب رومی رحمہ اللہ کی جورو نے اسکو زیادہ جاگنے پر ملامت کی تو کہا کہ او تعالیٰ نے رات کو محل سکون بنایا سوائے صہیب کے کہ وہ جب جنت کو یاد کرتا ہے تو اسکا شوق بڑھتا ہے اور جب دوزخ کو یاد

کرتا ہے تو اسکی نیند اُڑ جاتی ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۔ اور سورج و چاند کو حسبان بنانے والا ہے ف۔ واضح ہو کہ شمس و قمر کو نصب کا اعراب بنا بر آنکہ اللیل کے محل پر عطف ہو کیونکہ اللیل اگرچہ جاعل کا مضاف الیہ ہو یعنی بحسب المعنی مفعول ہو پس اسی پر شمس و قمر کا عطف ہو اور حسبان یعنی اوقات کا حساب قرار دیا اور یہ فعل مقدر سے حال ہو یعنی یجریان بحسبان ۔ پس با محذوف ہو چنانچہ سورہ الرحمٰن میں ظاہر مذکور ہو۔ اخفش نے کہا کہ حسبان جمع حساب مانند شہبان و شہاب اور ابن عباس سے روایت ہو کہ حسبانا یعنی عدد ایام و ماہ و سال ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ جاری ہوتے ہیں بحسبان مقدر بقانون مقنن کہ نہ تغیر ہے اور نہ اضطراب ہو بلکہ ہر ایک کیواسطے منزلیں ہیں کہ جاڑے گرمی میں اسی پر چلتے ہیں اور اسی پر رات و دن کی کمی زیادتی ہوتی ہو۔ کما فی قولہ وجل الشمس ضیاء والقمر نورا وقدرہ منازل ۔ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۔ جو مذکور ہوا یہ مقدر کیا ہوا ایسے پاک پروردگار کا ہے جو غالب ہو اپنی بادشاہت میں دانا ہو اپنی مخلوق سے یعنی یہ تقدیر الٰہی عز و جل ہو۔ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ ۔ جمع نجم ہر جرم روشن پس شمس و قمر کو بھی شامل ہے اور ظاہر یہاں ماسوائے شمس و قمر کے ثوابت ستارے ہیں یعنی اسی پاک عز و جل نے تمہارے لئے ستارے بنا دیئے لِتَهْتَدُوا بِهَا ۔ تاکہ راستہ تلاش کرو ان نجوم کے ذریعہ سے فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ یعنی اپنے سفروں میں یعنی رات کی تاریکیوں میں خواہ خشکی میں ہو یا سمندر میں ہو اور ظلمات کی اضافت ان دونوں کی طرف بسبب ملابست کے ہو یا ظلمات سے مراد ان دونوں کے اندر راہوں کا اشتباہ ہو کہ بدون نجوم کے وہاں شناخت نہ ہو۔ واضح ہو کہ اکثر روئے زمین پر ملکوں کی راہیں بسبب علامت نہونے یا علامت کے ساتھ رات ہونے کی وجہ سے خصوص جہاں ریگستان و جنگل و پہاڑ ہیں ہرگز پتہ نہیں لگتا کہ کدھر جاویں اور اکثر نادان مسافر تباہ و ہلاک ہو جاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ستارے ثوابت پیدا فرمائے جن سے خوب راہ ملجاتی ہو اور آنحضرت صلعم نے انہیں سے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو تشبیہ دی فیما روی عنہ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم یعنی میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کے مانند ہیں جس سے اقتدا کرو گے اُسکے پیچھے راہ پر پہونچ جاؤ گے۔ ظاہر ہوا کہ ستاروں کی پیدایش اسلئے نہیں کہ کافر و مشرک اُن کی پرستش کریں یا اُن کی طرف سے اپنے حق میں رزق وغیرہ مقدرات خیال کریں بلکہ یہ فائدہ ہو کہ راہ بھول جاویں تو راستہ کا پتہ لگاویں ۔ قال ابن کثیرؒ بعض سلف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس نے ستاروں میں سوائے تین باتوں کے کچھ اعتقاد کیا تو وہ گمراہ ہوا اور اُسنے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو آسمان کی زینت کیا ہو اور شیطانوں کیلیے رجوم کیا اور اندھیرے میں جنگل یا دریاؤں میں اُن کے پتے سے راہ ڈھونڈھنے کا فائدہ رکھا ہے عمر بن الخطابؓ سے روایت ہو کہ فرمایا اے لوگو تم ان ستاروں سے خشکی و تری میں راہ ڈھونڈھ لینا سیکھو پھر اپنے اوہام کو روکو کیونکہ واللہ یہ ستارے نہیں پیدا ہوئے مگر آسمان کی زینت کیواسطے اور شیاطین کے رجم کیواسطے اور علامات کیلیئے کہ ان سے راہ ڈھونڈھ لو۔ قتادہؒ سے اسی کے مانند مروی ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ستاروں سے اسقدر سیکھو جس سے خشکی و تری کی تاریکیوں میں راہ ڈھونڈھ لو۔ پھر اور باز رہو ۔ رواہ ابن مردویہ والخطیب ۔ امام غزالیؒ سے جو نقل کیا جاتا ہے کہ علم نجوم میں دقائق و معرفتیں ہیں جو اہل علم کی شان ہو اور عوام اس سے ممنوع ہیں تو ایسے کلام سے اگر غزالی رحمہ اللہ کی یہ مراد ہے کہ عجیب قدرت الٰہی اسمیں ظاہر ہے تو وہ تفکر فی خلق السموات والارض میں شامل ہو اور اگر مراد یہ کہ اہل علم ان میں بطور معروف نجوم جاننے پر نظر کریں تو یہ صحیح نہیں ہو اور حق یہ ہو کہ ان میں اس معنی

کرے نظر کرنا ممنوع وحرام ہے تو نہین دیکھتا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ مجھے نہی فرمائی رسول اللہ صلعم نے نجوم مین نظر کرنے سے ۔ رواہ ابن مردویہ والخطیب و حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً اسکے مثل انھین دونون اماموں ومرہبی نے روایت کیا اور خطیب نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً اسی کے مثل روایت کیا ۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ جب میرے اصحاب کا ذکر آوے تو زبان سنبھالے رہو اور جب تقدیر کا ذکر آوے تو بداعتقادی سے بچے رہو اور جب نجوم کا ذکر آوے تو باز رہو رواہ الطبرانی والخطیب ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے نجوم سے علم اقتباس کیا تو اسنے جادو مین سے ایک شعبہ اقتباس کیا ۔ رواہ ابن ابی شیبۃ وابوداؤد وابن مردویہ ۔ اور بعض آثار واقوال سلف جن سے مجمل معلوم ہوتا ہو کہ ستارون وغیرہ مین نظر کرنا روا ہو تو بر تقدیر صحت کے مراد اُن سے یہ ہو کہ تین امور مذکورہ یا مانند دریافت جہت قبلہ کے یا مانند دریافت اوقات نماز کے ان مین نظر کرنا روا ہو ۔ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلعم اللہ تعالی کے نزدیک محبوب بندے وہ ہین جو نگاہ رکھین سورج وچاند کو اپنی نماز کے وقتون کیلئے رواہ الحاکم وصححہ ۔ وعن ابن ابی اوفی وابی الدرداء وابی ہریرۃ نحوہ رواہ ابن شاہین والطبرانی والخطیب والامام احمد ۔ اگر کہا جاوے کہ ستارون کی بہت سی تاثیرات کتابون مین لکھی ہوئی جمع ہین اور وہ موافق ہوتی ہین تو جواب یہ ہو کہ تاثیر کے معنی ہین کسی چیز مین اپنی قدرت سے اثر کرنا اور یہ بالکل باطل ہو کہ مخلوقات مین سے کوئی چیز خود اس امر پر قادر ہو کہ کسی چیز مین اثر کرے اور اگر یہ مراد ہے کہ اللہ تعالی نے ظاہر مین جو اسباب نظر مخلوق مین رکھے ہین کہ اللہ تعالی کی تاثیر دینے سے اس چیز سے اثر پیدا ہوتا ہو تو اب یہ غور ہوگا کہ جو اثر بیان کرتے ہو یہ کس دلیل سے ثابت ہوئے ہین اگر تجربہ وقیاس وگمان سے ہین تو انکا کیا اعتبار ہو اور کیونکر یہ یقین ہوا کہ آیندہ زمانہ مین یون ہی ہوگا خصوص جبکہ بارہا تجربہ کر چکے کہ جنتری مین چاند انتیس ۲۹ کا لکھا ہو اور ہرگز نہ ہوا باوجودیکہ مطلع صاف تھا چنانچہ امسال ۱۳۰۲ھ ہجری مین مطلع نہایت صاف تھا اور جنتری سے خلاف تیس کا چاند ہوا پس نجوم پر اعتقاد نہایت بدتر ہے اول تو ان مین خود تاثیر نہین دوم انکا علم فقط وہم وگمان پر ہے سوم تاثیر کا حال معلوم نہین کہ اللہ تعالی تاثیر دے یا نہ دے ۔ چہارم حرکت بتقدیر الٰہی ہو پنجم چاند نکلنا وبارش ہونا یا نہ ہونا اور چنین وچنان جو نجومی بیان کرتے ہین صدہا مرتبہ تجربہ ہوا کہ بالکل غلط وخلاف نکلا اور ایسی ہی بہت سی وجہین کھلی ظاہر ہین پھر مرد مسلمان مومن کو عقل کی راہ سے بھی ہرگز روا نہین کہ اسپر اعتماد کرے اور شرع پاک صحیح مین صریح مذکور ہے کہ جو اسپر اعتقاد کرے وہ دین اسلام سے منکر ہوا جیسا کہ صحیح احادیث سابق مین مذکور ہو چکی ہین اور دل یون مطمئن کرو کہ جو امر حضرت باری تعالی نے مقدر فرمایا بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ تجاوز نہین کرسکتا پھر ستارے وغیرہ جو ایک ادنی مخلوق سب اسکے حکم کے موافق آدمیون کیطرح رات دن حرکت مین یا ثابت ہین اور اسی کی یاد مین مصروف ہین اسی کے حکم مین مسخر ومجبور ہین وہ بھلا کیا کرسکتے ہین لہذا ایسے اعمال کرو جو اللہ تعالی عزوجل کے نزدیک پسندیدہ ہین اور دنیا کو فانی جانو اور موت ضرور آیا چاہتی ہو پس آخرت کا توشہ درست کرو جسکو قبر مین ساتھ لیجاؤ حدیث صحیح مین ہو کہ قبر یا تو جنت کا ایک باغ ہو یا دوزخ کا ایک گڈھا ہو پس اللہ تعالی سے ڈرو اور اس سے ہدایت مانگو اور کفر وشرک بداعتقادیون سے بچو اللہ تعالی مجھ پر اور تم پر رحم فرماوے وہی ارحم الراحمین ہو والسلام قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ اے قد بینا الدلالات علی الوحدانیۃ والقدرۃ لقوم یتدبرون ۔ یعنی ہم نے اپنی وحدانیت وقدرت پر دلالات بیان کردین ایسی قوم کیلئے جو اپنے خالق عزوجل کی عظمت مین فکر کرتے ہین ۔ یہ ایسا کھلا بیان ہو کہ جس قوم کو اللہ تعالی

نے علم وہدایت فرمائی وہ اسکی عظمت وجلال وتوحید کے مشاہدہ سے پگھلے جاتے ہین وہی خوب یقین لاتے ہین اور جو بیہودہ شیطانی
خیالات مین پڑے ہین وہ اپنی گمراہی کے اندھیرے مین اندھے گھسے جاتے ہین نعوذ باللہ من الضلال ف — فی العرائس
قولہ تعالیٰ فالق الاصباح الآیۃ ـ صبح انوار شہود کو اہل ایمان ومعرفت کیلئے منکشف فرمایا ـ ازانجملہ مطلع قلوب انبیاء علیہم السلام
واولیاء رضی اللہ عنہم سے آفتاب چمکا جس کے نور نے اُن کے چہرون سے ظہور کرکے نیک بندون کو منور کردیا ـ قال المترجم
حضرت صلعم مین یہ آفتاب بدرجہ کمال تھا اور اپنے دیکھنے والون کو بھی بشارت دی ہے اور جو شخص کہ حالات صحابہ رضی اللہ عنہم اور
پروانہ کی طرح ان کا اپنی جانین فدا کرنا احادیث وآثار سے جانتا ہے وہ ان اشارات سے معرفت وہدایت پاتا ہے فتذکر ـ قولہ
جاعل اللیل سکنا جنکو انس ہے وہ رات مین اسکا کلام پاک تنہائی مین پڑھتے اور اوتعالیٰ دانا تر ہے کہ کیا مکاشفات پاتے ہین ـ
قال المترجم حدیث صحیح مین افضل بندہ کو بیان کیا کہ وہ ہے کہ جس نے تنہائی مین اوتعالیٰ کو یاد کیا اور آنسو جاری ہوئے ـ یہ جوش
محبت کی خبر ہے ـ بعض مشائخ نے کہا کہ قلوب وسینہ کو انوار غیب سے کشادہ کرنے والا ـ بعض نے کہا کہ اسرار کو نور معرفت سے منور
کرنیوالا ـ قولہ تعالیٰ وہو الذی جعل لکم النجوم لتہتدوا الآیۃ ـ واضح ہو کہ عوام لوگ جسم وجسمانیات کے متعلق جو قوت ہے اُس کو
عقل سمجھتے ہین اور اہل معرفت کے نزدیک جنکو عوام ظاہری وباطنی حواس کہتے ہین جیسے یہ حواس کچھ چیز نہین ویسی ہی یہ عقل
کچھ چیز نہین ہے بلکہ عقل اُن کے نزدیک جسکا نام ہے وہ عقل کلی ہے اور عارف تابع شریعت وسنت اس سے فیض پاتا ہے پس اشارہ
ہے کہ عقل کے ستارے ہین جس سے حقائق آیات ملتے ہین توضیح از جانب مترجم تمام عبارت شیخ کے ساتھ یون ہے کہ نفوس کی تاریکیون
مین عقول کے ستارون سے حقائق آیات وانوار صفات کی راہ ملتی ہے اور روح کے ستارون سے انوار ذات کی ہدایت ملتی ہے
افعال قدرت کے ستارے راہ بتاتے ہین صفات کی اور صفات کے ستارے انوار ذات کی ـ شیخ ابو علی جوزجانی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے رات کو سکن کردیا کہ ہر اضطراب سے ساکن ہو کر رضا وتسلیم کے ساتھ درجہ قرب ومنزلت حاصل کرو اور نجوم ہدایت سے بارگاہ
رضاء حق عزوجل پر پہونچکر اسکی جنت کی راہ پاؤ اور نعمت دیدار حاصل کرو ـ

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ
اور اسی نے بنا دیا تم کو نکالا ایک جان سے پھر کہین تم کو ٹھہراؤ ہے اور کہین سپرد رہنا ہم نے کھول سنائے پتے

لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ
اُس قوم کو جو بوجھتے ہین اور اسی نے اُتارا آسمان سے پانی پھر نکالی ہمنے اس سے اُگنے والی ہر

شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ
چیز پھر اسمین سے نکالا سبزہ جس سے نکالتے ہین دانے جڑے ہوئے اور کھجور کے گابھے مین سے گچھے

دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ
لٹکتے ہین اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار آپس مین ملتے اور جدے

اُنْظُرُوْٓا اِلٰی ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝
دیکھو اس کا پھل جب پھل لاتا ہے اور اُسکا پکنا ان چیزون مین سب پتے ہین یقین لانے والون کو

وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ خلقکم۔ تم کو پیدا کر دیا بعد از انکہ تم نہ تھے مگر او تعالیٰ کے علم مین تھے حاصل آنکہ وہی اللہ تعالیٰ خالق پاک ہے جسکی عجائب قدرت پاک مین سے ہے کہ تم کو پیدا کر دیا۔ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ آدم علیہ السلام سے۔ اگر کہا جاوے کہ آدم وحوا علیہما السلام سے پیدا ہوئے ہین تو جواب آنکہ حوا بھی آدم کی پسلی سے پیدا ہوئین جیسا کہ مذکور ہو چکا۔ فَمُسْتَقَرٌّ بکسر قاف قرأۃ ابوعمرو اور ابن کثیر رحمہما اللہ تعالیٰ یعنی بعض تم مین سے قرار پکڑ نیوالے ہین رحم مین۔ وَّمُسْتَوْدَعٌ۔ بفتح دال یعنی بعض دیگر تم مین سے اپنے باپون کی پشت مین ودیعت رکھے ہوئے ہین اور اس تفسیر کو عبدالرزاق نے قتادہ رح سے روایت کیا اور سعید بن منصور نے اپنی سنن مین باسناد صحیح اسکو ابن عباس سے روایت کیا۔ قال الحافظ وکذا روی عن ابن مسعود ومجاہد والسلمی وقیس بن ابی حازم وابراہیم النخعی والضحاک والسدی وعطاء الخراسانی اور نیز ابن مسعود رض و ایک گروہ علماء سے اس کے برعکس مروی ہوا یعنی مستقر تو پشت پدر مین اور مستودع رحم مادر مین۔ وفی الکمالین عبدالرزاق نے ابن مسعود رض سے روایت کی کہ مستقر تو دنیا مین اور مستودع آخرت مین۔ اور طبرانی نے ابن مسعود رض کی حدیث روایت کی کہ مستقر تو رحم اور مستودع قبر ہے۔ قال الحافظ اور قول اول زیادہ ظاہر ہے وقال القرطبی یہی اکثر اہل تفسیر کا قول ہے اور اسی پر شاہد ہے قولہ تعالیٰ ونقر فی الارحام ما نشاء اور روایت عبدالرزاق عن ابن مسعود کا شاہد ہے قولہ ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین لیکن شہادت تمام اس صورت میں ہوگی کہ موافق قرأۃ باقی قراء رحمہم اللہ کے مستقر بفتح قاف پڑھا جاوے بصیغہ ظرف یعنی قرار پکڑنے کی جگہ اور بعض نے کہا کہ مصدر ہے اور مستودع بفتح دال کے مصدر وظرف دونون محتمل ہونے مین اتفاق ہے۔ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ہم نے آیات کو مفصل کر دیا ایسی قوم کیلئے جو فقہ رکھتے ہین یعنی یفقہون ما یقال لہم جو ان سے کہا جاوے اسکو سمجھ لیتے ہین۔ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً یہ نوع دیگر از عجائب صنعت الٰہی ہے اور بعض نے کہا کہ ماء یعنی مینہ پہلے آسمان سے ابر مین اترتا ہے پھر ابر سے زمین پر نازل ہوتا ہے اور ابر کا بخارات سے پیدا ہو جانا اسکے منافی نہین ہے اور مقام ایک تحقیق بسیط کو چاہتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ موقع پر مذکور ہوگی یہان اسقدر تنبیہ کافی ہے کہ ہر چند جاڑے وگرمیون وغیرہ مین بارش ہو لیکن زمین کی حیات جو موسم برسات مین ہوتی ہے اور کسی مینہ سے نہین ہوتی ہے۔ الحاصل اللہ تعالیٰ ہی نے آسمان سے پانی اتارا۔ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ اسمین غیبت سے تکلم کی طرف التفات فرمایا اے اخرجنا بالماء المطر نبات کل شیء تنبت یعنی پھر ہم نے باران رحمت سے ہر ایسی چیز کو جو اگتی ہے اگایا۔ حاصل آنکہ کل شیء سے مراد اگنے والی ہر شے ہے۔ رہا قولہ تعالیٰ وجعلنا من الماء کل شیء حی۔ مین بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہر شے جو آب باران سے زندہ ہوتی ہے اور حق یہ ہے کہ جس طرح فرمایا ہے بلا تقیید وتاویل کے درست ہے ولیکن نظر قاصر کے واسطے ایسی تاویل کرنے مین مضائقہ نہین ہے اور یہ تحقیق بھی انشاء اللہ تعالیٰ آویگی۔ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا۔ فاخرجنا من النبات شیئا خضرا۔ پھر ہم نے نبات مین سے ایک شی سبز نکالی پس خضر بمعنی اخضر ہے بعض نے کہا کہ قولہ فاخرجنا منہ نبات کل شیء۔ ہم نے پانی سے ہر شے کی نبات نکالی یعنی آدمیون و ہر قسم کے جانورون وچرند وپرند وحشی وپالتو وغیرہ ہر ایک کی روزی نکالی پھر اس نبات کی تفصیل فرمائی کہ پھر اس سے ایک سبز چیز نکالی نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا۔ نکالتے ہین ہم اس اخضر چیز سے دانہ متراکب یعنی ایک دوسرے پر سوار جیسے گیہون وغیرہ کی بالیان ہوتی ہین اور بجائے اخرجنا کے نخرج مضارع اسواسطے کہ اس عجیب پیدائش کی تصویر عقل مین آوے۔ سبحان اللہ تعالیٰ عجیب نادر صنعت ہے

جسمیں نادر حکمتیں ہیں ولیکن گویا آنکھیں دیکھتے دیکھتے پتھرا گئیں حالانکہ ہر وقت و ہر بار ان کو معرفت زیادہ ہونی چاہیئے تھی۔ وَمِنَ النَّخْلِ
مبدل منہ اور مِنْ طَلْعِهَا بدل البعض و دونوں ملکر خبر مقدم ہوئی۔ قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ مبتدا موخر ہے۔ نخل درختان خرما جمع نخلہ اور طلع
اول ما یخرج منہا فی اکمامہا یعنی طلع اول وہ چیز کہ برآمد ہو نخلہ میں سے ہے اس کے اکمام میں۔ اکمام جمع کم بالکسر غلاف جو
طلع پر ہوتا ہے قبل طلع وہ کفری ہے قبل سکے کہ اغریض چاک ہو اور اغریض کے اندر غدق ہوتا ہے یعنی خوشہ خرما پھر جب غلاف
کھل گیا تو غدق کہلاتا ہے اور اسی کو قنو کہتے ہیں جسکو ہندی میں گچھا و لودہ بولتے ہیں اور غدق خاص خرما کے لودھ کو کہتے ہیں
اور قنو کی جمع قنوان مانند صنو و صنوان کے اور مفسر رح نے قنوان کی تفسیر عراجین سے کی جو جمع عرجون ہے اور بعض نے کہا کہ
جما اور دانیہ اے بعض قریب بعض یعنی آپس میں ایک دوسرے سے ملی ہوئی اور بنابر تفسیر اول کے دانیہ یعنی مندلیہ یعنی
لٹکے ہوئے کذا قال مجاہد اور ابن عباس سے مروی ہے کہ چھوٹے درخت جن کی گودھیں لدی ہوئی زمین پر چھٹی پڑتی ہیں اور
ضحاک نے کہا کہ خوشہ چننے والے سے نزدیک خواہ بسبب درخت کی چھوٹائی کے یا بسبب بوجھ کے کہ گودھ خوب بھری ہوئی ہے کہ شاخ
اسکا بوجھ نہیں سنبھال سکتی ہے۔ وَجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ یعنی اور نکالا ہم نے اس پانی سے باغوں کو انگور
کے اور زیتون و انار کو۔ واضح ہو کہ پہلے حبوب اناج کو بیان کیا پھر خرما کو کہ وہ غذا و اناج کے ساتھ کھانے کے قابل دونوں
ہے پھر فواکہ کو بیان کیا اور انگور کی کثرت ظاہر ہے پھر زیتون و رمان کو فرمایا۔ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ۔ یعنی درحالیکہ مشتبہ
ہیں زیتون و رمان کے پتے اور نہیں متشابہ ہیں پھل دونوں کے کذا روی عن قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کیونکہ زیتون و رمان کے پتے
زیادہ مشتبہ ہوتے ہیں۔ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ۔ اے عبرت کی نظر سے دیکھنے والو غور سے دیکھو اس کے ثمر کو
جب اسمیں پھل آویں۔ الثمر بفتحتین احد ہے اور بضمتین جمع ثمر مانند شجرہ و شجر اور خشبہ و خشب حاصل آنکہ ابتدائے حال پھل آنے
میں دیکھو کیسا ہوتا ہے چنانچہ منجملہ کیفیات کے ایک یہ کہ کھانے کے قابل نہیں بدمزہ ہوتا ہے وَيَنْعِهٖ۔ والی ینعہ یعنی اسکی
پختگی کی طرف دیکھو کہ جب تیار ہو گیا تو کن کیفیات پر ہو جاتا ہے از انجملہ یہ کہ بہت خوش مزہ مرغوب ہوتا ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ
یعنی ان فی ذلک اور التفات خطاب کم سے سب کو اس قدرت کی طرف مخاطب فرمایا یعنی اس قدرت عظیم میں۔ لَاٰيٰتٍ یعنی
دلالات ہیں او تعالیٰ عز وجل کی قدرت پر کہ وہ پاک پروردگار خالق جو ایسی قدرتوں سے ابتدائی خلقت پر قادر ہے
وہ ضرور بدرجہ اولیٰ بروز بعث و حشر کے دوبارہ زندہ کر دینے پر قادر ہے مگر یہ سب آیات فقط لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔ قوم مومنین کیلئے
ہیں ف۔ پہلے تو خطاب کم سے عام توجہ و تفکر و تدبر کا اشارہ فرمایا اور یہاں قوم مومنین کو خاص کر دیا اسواسطے کہ اس صنعت
او تعالیٰ عز وجل سے انتفاع انھیں لوگوں کو ہے اور باوجود ظہور اس تمام قدرتہائے گوناگوں کے مشیت میں چونکہ کافر و
مشرک مطرود ہوئے ہیں ان کی آنکھوں پر پردے پڑے ہیں کہ ان کو یہ نظر ہی نہیں آتا اور یہ خود چشم ایمانی میں عجیب قدرت
نظر آتی ہے اور سخت حیرت ہوتی ہے کہ سبحان اللہ تعالیٰ یہ کہ آنکھوں والے موٹے تازے یہاں اندھے ہیں اللھم ثبت قلبی
و قلوب المومنین علی دینک ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب اے پروردگار تو نے محض اپنے فضل سے یہ ہدایت
ہم کو ہبہ فرمائی ہے تو وہاب ہے ہم امیدوار ہیں کہ یہ موہبت عظمیٰ ہم سے مسترد نہ ہو تو ارحم الراحمین ہے ف۔ فی العرائس قولہ
وہو الذی انشاکم الآیۃ۔ دوسرے مقام پر یعنی سابق میں تفسیر قولہ خلقکم من نفس واحدۃ۔ بیان ہو چکی ہے۔ سب کو جوہر فطرت سے

پیدا کیا اور جوہر فطرت کا منشاء وجود اسکے فعل خاص کا نور ہے اور نور فعل خاص کا منشاء وجود اسکی صفت ایجاد کا ظہور ہے اور
یہ ظہور اس کی ذات کے انوار کا ظہور ہے۔ قدم نے عدم پر تجلی فرما کر سب معدوم کو موجود و ظاہر کردیا اور لطائف خطاب
میں سے اشارہ کیواسطے مخصوص یہ قول یعنی من نفس واحدۃ ہے یعنی بظہور نفس احدۃ ازلیہ ابدیہ جو منزہ از افتراق و اجتماع ہے پس بعض
قلوب کا مستقر تو ملکوت ہے اور مستودع اسکا عالم جبروت ہے اور بعض عقول کا مستقر مقام ملکوت اور مستودع انکا عالم جبروت ہے اور
بعض عقول کا مستقر آیات ہیں اور مستودع انکا صفات ہیں اور بعض ارواح کا مستقر تو صفات ہیں اور مستودع انکا ذات ہے یہاں طور
کہ صفات میں تو بقاء دائمی کے ساتھ باقی ہیں اور ذات میں فناء وحدت سے فانی ہیں کیونکہ قدم اس امر سے پاک ہے کہ وہاں کسی
چیز کا حلول ممکن ہو پس ہر ممکن حوادث وہاں فانی ہیں اور یہی فنائے توحید ہے اور نیز مستقر جو آیت کریمہ میں مذکور ہے بعض لوگوں کا
مستقر تو مقامات ہیں اور مستودع انکا حالات ہیں اور مستقر عقول کا عبادات ہیں اور مستودع انکا کرامات ہیں اور ارواح کا مستقر
تو انوار معرفت ہیں جو تجلی صفات سے ظاہر ہوئے ہیں اور مستودع انکا انوار توحید ہیں جو تجلی ذات پاک سے ظاہر ہوئے۔ ابن عطاؒ
نے کہا کہ تمام اہل معرفت ایک ہی جہت و منزلت پر پیدا ہوئے ہیں جنہیں مستقر و مستودع ہیں پس مستقر تو حال معرفت ہیں مکشوف عنہ
ہے اور مکشوف حال معرفت میں مستقر علیہ ہے۔ قال المترجم یعنی اس کلام کے یہ ہیں کہ اہل معرفت کو اللہ تعالیٰ نے ایک جہت پر
پیدا کیا یعنی جو راہ معرفت اور حاصل معرفت ہے اہل معرفت کو اپنی اپنی منزلت و استعداد مقدار ازلی کے موافق ایک ہی جہت پر
کم و بیش عطا ہوتی ہے پھر تمام امور معرفت جو کسی فرد عارف کے واسطے مقدر ہیں وہ دو قسم کے ہوجاتے ہیں اس جہت سے کہ جب اس کو
عرفان حاصل ہونا شروع ہوا تو جو مستقر ہے اسکی معرفت جب اس عارف کو عطا کرنی منظور ہوئی تو وہ کشف ہونا شروع ہوا پس
وہ مکشوف عنہ ہوا یہاں تک کہ اسکا عرفان کامل اس کو حاصل ہولیا تب وہ اسمیں مستودع ہوگیا اور یہی مستودع بحال معرفت اسکے
اندر مستقر تھا۔ کذا فہم واللہ اعلم۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ مستقر اسکی طاعت و عبادت کے واسطے مع اسپر ایمان رکھنے کے اور
مستودع اسی کے واسطے بعد موت کے اس سے زائل ہوئے اسطی نے فرمایا کہ مستقر انوار ذات نا ابد ہے اور مستودع اس کی طرف سے ودیعت کا جو کہ اس سے
جدا ہو چکا ہو۔ محمد بن عیسیٰ ہاشمی نے کہا کہ ہر ایک وہ اپنی مخلوق کا عالم ہے جیسا کہ چاہا ویسا کیا جو اسکے کلام میں مستقر ہوا اسکو لوح محفوظ میں لکھا پھر لوح کے
مقادیر میں ودیعت کیا جو اسمیں مستقر ہوا پھر اسی طرح ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں ہوتا رہا یہاں تک کہ اسکو وجہ شقاوت یا سعادت تک پہنچا پس یہی مستقر و مستودع ہے

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ

اور ٹھہراتے ہیں شریک اللہ کے جن اور اُسنے اُن کو بنایا اور تراشتے ہیں اُسکے واسطے بیٹے اور بیٹیاں بن سمجھے وہ اس لائق نہیں

وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ

اور بہت دور ہے ان باتوں سے جو بتاتے ہیں نئی طرح بنانے والا آسمان و زمین کا اُسکو کہاں سے ہو بیٹا

وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اور اُس کو کوئی عورت نہیں اور اُسی نے بنائی ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ۔ اور مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے جنات ساجھی بنائے تھے یہ وہ مشرکین کا جنھوں
نے اللہ تعالیٰ ایسا کہ جسکی قدرت کے نمونہ عجیب غریب اوپر مذکور ہوئے ہیں اپنی جہالت و ضلالت سے شریک بنائے عبادت میں

ع ۱۵ ۸

پس جعلوا فعل اور مشرکین فاعل ہین اور نام پاک بمنزلہ مفعول دوم کے ہی اور شرکا مفعول اول ہی اور الجن اس سے بدل ہی یعنی اللہ تعالی
کے ساتھ شرکا، بنائے اور وہ جن ہین۔ اگر کہا جاوے کہ وہ لوگ تو جنون کو نہین بلکہ فقط بتون کو پوجتے تھے تو جواب یہ ہے کہ
جنون ہی کی اطاعت کی تھی کہ شیطان نے ان کو بتون کی عبادت کا حکم دیا پس انھون نے عبادت کرنا شروع کیا حسن بصری
رحمہ اللہ سے یہ مصرح مروی ہی اور فرمایا اللہ تعالی نے ان یدعون من دونہ الا اناثا وان یدعون من دونہ الا شیطانا مریدا لعنہ اللہ
وقال لاتخذن من عبادک نصیبا مفروضا ولاضلنہم ولامنینہم ولآمرنہم الآیہ۔ حاصل آنکہ مشرکون نے عبادت کے استحقاق مین جنون
کے کہنے سے بتون وغیرہ کو اللہ تعالی کا شریک بنایا۔ وَخَلَقَهُمْ۔ اے والحال انہ قد خلقہم فکیف یکون شرکا۔ حال یہ کہ اوتعالی
نے جنون کو پیدا کیا پھر کیونکر اسکے شریک ہوسکتے ہین مشرکون نے بتون کی عبادت کی اور جنون کے حکم کی پابندی کی اور یہ بھی
شرک ہی چنانچہ قولہ تعالی اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ کی تفسیر مین ثابت ہوا کہ عالمون ودرویشون کا قول جو کچھ وہ
خلاف و باطل کہتے اسکو ان کے قول کی حیثیت سے مان لیتے تھے پس یہی انکا رب بنانا تھا ایسے ہی بتون کی عبادت کرنے
مین مشرکون نے جنون کا قول مان کر ان کو شرکا ٹھہرایا اور جملہ حالیہ سے نکلا کہ بت بھی مخلوق الہی ہین اگرچہ مشرکون نے اپنے ہاتھ
سے گڑھے ہون اور کسی مخلوق کا حکم اسکا قول لیکر نہ ماننا چاہیئے جیسے مشرکون نے جنون کا قول مان لیا بلکہ حکم فقط اللہ تعالی کا ہے
اور عالم ودرویش اگر اوتعالی کا حکم بتادے تو مان لینا لازم ہے لیکن اگر اسکو معلوم ہوجاوے کہ یہ اللہ تعالی کا حکم موافق قرآن
یا حدیث کے نہین ہی تو فوراً ترک کردے بالجملہ مشرکون کی گمراہی بیان فرمائی کہ انھون نے جنون کا حکم مان لیا بتون کی عبادت
مین اور شریک بنایا۔ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ اکثرون کی قراۃ مین خرقوا بتخفیف راے مہملہ ہی اور معنی اسکے
تراش لیا ان لوگون نے۔ چونکہ کثرت سے ایسا واقعہ کیا تھا اس معنی ایک قراۃ نافع رح مین خرّقوا بتشدید راء مہملہ ہی یعنی کثرت سے ان
کافرون نے تراشا و گڑھ لیا حضرت پاک پروردگار کے واسطے بیٹے و بیٹیان بدون علم کے چنانچہ بعض نے کہا کہ عزیر بیٹا تھا اللہ تعالی کا
اور بعض نے کہا کہ مسیح بیٹا تھا اور بت پرستون نے کہا کہ ملائکہ بیٹیان ہین المعنی اور مشرکون نے اسکے لئے بغیر جانے ہوئے بیٹے و بیٹیان
تراشین۔ سُبْحَانَهُ پاکی ہی اس پروردگار کے واسطے۔ وَتَعَالَى عَمَّا يَصِفُونَ۔ اور برتر ہے اس بات سے جو یہ مردود بیان کرتے
ہین کہ اسکی اولاد ہے۔ بلکہ وہ ہر عیب ونقص سے پاک ہی وہ بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی بدون کسی نمونہ کے ان چیزون کو
پیدا کرنیوالا ہے اس سے ان کافرون کا وہم دور کیا کہ جن اوہام سے ان لوگون نے فرزند کو خیال کیا وہ جہالت ہی اس بات سے
کہ اوتعالی ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جیسے چاہے کرے چنانچہ آسمانون وزمین کی خلقت کو جو عجیب قدرت سے ایجاد فرمائے ہین غور
سے نہین دیکھتے تاکہ اس وہم مین خوار وبرباد نہو پھر ایسے پاک خالق قادر مطلق ذوالجلال والاکرام کی شان سے فرزند وغیرہ نقصان و احتیاج
کی باتین کہان ہوسکتی ہین محال ہین۔ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ۔ کیف یکون لہ ولد ولم تکن لہ زوجۃ۔ یعنی
کیونکر اسکے فرزند ہوگا حالانکہ اسکے زوجہ نہین۔ اسمین بھی کافرون کو ارشاد ہی کہ بدون باپ کے مثلاً عیسیٰ کی پیدایش مین تو بیٹا سمجھے اور
اللہ تعالی عزوجل کی قدرت کو بھول گئے پھر بدون زوجہ کے بیٹا ہونے کو محال کیون نہین سمجھتے۔ پھر سخت کفر یہ ہی کہ بعضے کافر
مریم رضی اللہ عنہا کو زوجہ کہتے ہین حالانکہ وہ ایک نیک بندی مخلوق مانند اور عورتون کے اللہ تعالی کی لونڈی تھی جو اللہ تعالی کی تقدیر
پر راضی وشاکر ملکون ملکون فقیری ومحتاجی کی حالت مین اللہ تعالی کی عبادت کرتی پھری اور اپنے بیٹے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائی اور

اللہ تعالیٰ نے اسکو صدیقہ فرمایا بقولہ وامہ صدیقۃ کانا یاکلان الطعام الآیۃ۔ پس اوتعالیٰ پاک اس سے ہے کہ اسکی زوجہ ہو بلکہ مخلوق ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ اور اوتعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اسکی شان پاک یہ ہو کہ مخلوقات کو ایجاد فرماوے۔ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اُسپر کچھ پوشیدہ نہیں ہے قال البیضاوی وغیرہ اس آیت مین کئی طور سے فرزند کی نفی پر استدلال کیا گیا۔ اول آنکہ اوتعالیٰ مبدع سموات وارض ہو اور یہ تمام اجسام عظیمہ اسی جنس کے ہین جس جنس کا فرزند بتلاتے ہین کیونکہ یہ بھی مخلوق ہین پس باوجود یکہ ایسے اجسام اسی جنس کی مخلوق ہین اور ولادت سے مبرا ہین کیونکہ برابر اسی طرح چلے آئے ہین۔ ایک زمانہ دراز گذرا پس اوتعالیٰ اُن کی بہ نسبت اولیٰ ہو کہ اس نقص سے بری ہو اور نیز ان اجسام کا اختراع کرنیوالا جسم نہ ہوگا کہ اسکا کوئی فرزند ہو اور نیز کسی کا فرزند ضرور اسکی جنس سے ہوگا اور اسکا نظیر ہوگا حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نظیر نہین ہو دوم آنکہ فرزند سے یہی سمجھا جاتا ہو کہ ایک جنس کے نر و مادہ سے پیدا ہو حالانکہ اوتعالیٰ جل جلالہ مجانست سے پاک ہو۔ سوم آنکہ اوتعالیٰ کا کوئی کفو نہین ہو اور جبکہ فرزند ہوتا ہو فرزند اسکا کفو ہوتا ہو پس اوتعالیٰ کا فرزند کفو ممکن نہین ہو دو وجہ سے ایک یہ کہ ہر چیز سوائے اوتعالیٰ عزوجل کے ہو وہ اسکی مخلوق ہو پس اسکا کفو نہین ہوسکتی ہے اور دوسری وجہ یہ کہ اوتعالیٰ اپنی ذات سے تمام معلومات کا عالم ہے اور اُسکے سوائے کوئی ایسا نہین ہے اور اسپر اجماع ہے چہارم آنکہ باپ کو فرزند کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا پس سب اسکی مخلوق ہو پس وہ ہر چیز سے پاک بے پرواہ ہو ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ بدیع السموات والارض یعنی بقدرت محکم ان کو اپنے علم ازلی کے موافق اختراع فرمایا جسمین ذرہ برابر بھی تفاوت نہین ہو پس کوئی چیز اوتعالیٰ سے مشابہت نہین رکھتی ہر ایک کو اوتعالیٰ نے اپنی علم و حکمت کے موافق پیدا کیا اور بعض کو اپنے بندون کی معاش و زندگانی کر دیا بعض نے کہا کہ وہی مبدع و مبدی ہو اور بعض نے کہا کہ اوتعالیٰ تمام اشیاء سے جو مخلوق ہین جمال و کمال مین فوق ہے قال المترجم بلکہ کسی چیز کو اس سے نسبت نہین ہو۔

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
یہ اللہ ہے رب تمہارا اُسکے سوائے کسی کو بندگی نہین بنانیوالا ہر چیز کا سو تم اسکی بندگی کرو اور اس پر ہر
شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝
چیز کا حوالہ ہے اُسکو نہین پاسکتی آنکھین اور وہ پاسکتا ہے آنکھون کو اور وہ بھید جانتا ہے خبردار

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ۔ یہی پاک قدرت والا اللہ تمہارا رب ہو۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہین کوئی معبود آلہ مگر وہی۔ اگر کہا جاوے کہ مشرکون و کافرون نے اور چیزون کو مخلوقات مین سے مانند بت وغیرہ کے معبود بنایا تو جواب یہ کہ اندھے بیوقوف جانور سے بدتر عقل سے خارج لوگون نے کفر کیا اور شرک کیا اور مخلوق ناچیز کو معبود بنایا اور اُن کی عبادت کرنی شروع کی مگر اُنکے معبود بنانے سے یہ چیزین آلہ نہین ہوسکتی ہین کیونکہ آلہ کے معنی واجب الوجود قدیم ازلی ابدی خالق رازق جامع جمیع صفات کمال علیم و خبیر جس پر کسی مخلوق کی کنہ و ماہیت کچھ ذرہ برابر بھی پوشیدہ نہین اور اسکو کوئی مخلوق اس طرح نہین جان سکتا کہ احاطہ کرے اسکی تمام قدرت کاملہ آسمان و زمین و دیگر اشیاء کی پیدائش مین ظاہر و باہر ہو پس ایسا پاک پروردگار تو آلہ اوہی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک لہ ہو اور اسکے سوائے کوئی بھی آلہ نہین ہو اور اسی اللہ تعالیٰ پاک عزوجل کے واسطے عبادت کا

حق ہی اور کوئی بھی معبود ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا پس جب کافرون ومشرکون نے دیگر اشیار کو معبود بنایا تو کفر وشرک کیا اور
نہایت ہی بڑا ظلم اپنی جانون پر کیا پس اوتعالی عزوجل نے اگر دائمی عذاب دوزخ مین ان کو ڈالا تو عین انصاف ہی کیونکہ
الٰہ معبود فقط خالق ہے۔ وہو خالق کل شیء اور وہی پاک پروردگار ہر چیز کا خالق ہے۔ پس اے لوگو قبل موت کے ہوش مین
آؤ اور اسی پاک پروردگار کے حکم کو مانو۔ فاعبدوہ وحدہ یعنی اسی کی توحید کو یقین مانو اور اسی کی عبادت کرو۔ وھو
علی کل شیء وکیل۔ اے حفیظ یعنی وہی ہر چیز پر وکیل یعنی حافظ ہے سب اسی کے رزق سے رزق پاتے ہین اور
اسی کی رحمت سے حفاظت مین رہتے ہین اسی کے علم مین ہر ایک کا احاطہ ہی خود فرمایا۔ لا تدرکہ الابصار۔ نہین ادراک کرتی
ہین اسکو ابصار یعنی جملہ ابصار اسکو ادراک نہین کرتی ہین۔ وھو یدرک الابصار۔ اور وہ تمام ابصار کو ادراک فرماتا ہے۔
وھو اللطیف الخبیر۔ اور وہ لطف ومہربانی والا خوب خبردار ہے پس باوجود نافرمانی وشرک وکفر وعصیان بندون کے جسکو وہ خوب
جانتا اور اس سے خبردار ہی یہ صرف اسکا لطف ہی کہ ان کو ایک وقت تک نہین میٹ دیتا ہے لیکن کبھی جب خالص بندون پر زیادہ ظلم
ہوتا ہی تو موذی ظالمون پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ اقوام مبتدعہ یعنی خارجی ورافضی ومعتزلہ وغیرہ نے اسی آیت
سے اپنے گمان ناقص پر فساد برپا کیا کہ اللہ تعالی کا دیدار محال ہی کیونکہ اوتعالی فرماتا ہے لا تدرکہ الابصار۔ اور جماعت اہل سنت
نے اسکو رد کر دیا اور کہا کہ اس سے محال ہونا ثابت نہین ہوتا اور یہی صحیح وحق ہے اور جماعت صحابہ وتابعین وسلف صالحین ائمہ
علماء سب کے برخلاف ان مبتدعین نے یہ اعتقاد نکالا کہ دیدار الٰہی مطلقاً محال ہے اور کلام اسمین تفصیل کیساتھ انشاء اللہ تعالی آویگا
یہان صرف مختصر طور پر ان بدعتیون کا رد یہ کافی ہی کہ قولہ لا تدرکہ۔ جملہ نافیہ ہی اور نفی ومحال مین فرق ظاہر ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ
آفتاب پر نگاہ نہین ٹھہرتی تو اس نفی سے کیا محال ہونا ثابت ہوا کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنا محال ہے کیونکہ محال تو وہ ہی جو ممکن ہی نہ ہو
اور نفی کیواسطے یہ بات ضرور نہین چنانچہ اگر زید کے پاس آج کپڑا نہین تو روا ہی کہ کل کو ہو جاوے اسی طرح اگر دنیا مین ابصار
اسکو نہین دیکھتی ہین تو جائز ہی کہ قیامت مین دیکھین اور ضرور ایسا واقع ہوگا اللہ تعالی کے فضل ورحمت سے والحمد للہ رب العالمین
اور وجہ دوم آنکہ لا تدرکہ سے ادراک کی نفی ہی اور رویت کے نفی نہین اور دونون مین فرق یہ کہ ادراک ایسا دیکھنا جو بطور احاطہ
ہو اور رویت مطلقاً دیکھنا خواہ احاطہ ہو یا نہ ہو اور ادراک کسی چیز کی کنہ وحقیقت پر واقف ہونا اور اسکو احاطہ کرنا اور رویت فقط
دیکھنا پس دیکھنا بدون ادراک احاطہ کے ممکن ہی بلکہ واقع ہے کما فی قولہ تعالی۔ قال اصحاب موسی انا لمدرکون قال کلا۔ یعنی جب موسی مع
اسرائیل کے تیز روانہ ہو کر سمندر کے کنارے پہونچے اور فرعون نے مع لشکر پیچھا کیا اور قریب پہونچ گیا تو موسی کے ساتھیون نے
کہا کہ ہم ادراک کر لیے جاوینگے تو موسی نے فرمایا کہ ہرگز نہین پس قوم فرعون نے ان لوگون کو ضرور دیکھا تھا جیسا کہ مصرح بھی ہے
پھر باوجود دیکھنا ثابت ہونے کے ادراک کی نفی کی پس جائز ہی کہ اوتعالی کا دیدار ہو بدون احاطہ کے چنانچہ فرمایا ولا یحیطون بہ علماً۔
پس علم سے احاطہ کی نفی کی حالانکہ اللہ تعالی پر اعتقاد وعلم مومنون کو موجود ہی وکما فی صحیح مسلم لا احصی ثناء علیک الحدیث۔
یعنی احاطہ ثنار الٰہی کی نفی کی حالانکہ بدون احاطہ کے ثنار موجود ہی۔ قال سعید بن المسیب قولہ لا تدرکہ الابصار یعنی ابصار
اسکو احاطہ نہین کرتے ہین۔ قال عطاء رح ابصار اسکو احاطہ کرنیسے عاجز ہین۔ قال ابن عباس کسی کی بینائی حضرت باری تعالی کو
احاطہ نہین کر سکتی۔ عکرمہ رح پر یہی آیت پیش کی گئی کہ اوتعالی نے لا تدرکہ الابصار فرمایا ہی تو کہا کہ اسے کیا تو آسمان کو

نہین دیکھتا۔ اس نے کہا کہ ہان تو فرمایا کہ کیا تو پورے آسمان کو اپنی نگاہ سے گھیر لیتا ہے۔ یعنی اگر تو گھیر نہین سکتا تو دیکھ سکتا ہی وجہ سوم آنکہ ہم نے مان لیا کہ ادراک بمعنی رویت ہی یہان مستعمل ہوا ہی تو بھی بدعتیون کا قول نہین بنتا ہی کیونکہ الابصار سے بالاتفاق بدعتیون کے نزدیک بھی جمیع البصار مراد ہین پس سلب داخل ہوا موجبہ کلیہ پر اسے لا یدرکہ کل بصر اور رفع ایجاب کلی کا وہ سالبہ جزئیہ ہی کیونکہ ایجاب کلی کے رفع سے یہ لازم نہین کہ ایجاب جزئی صادق نہ ہو مثلاً کل انسان عالم نہین ہین اسکے منافی نہین کہ بعض انسان عالم ہین اسی طرح ہم نہین کہتے کہ قیامت مین سب ابصار کو دیدار ہوگا بلکہ بعض کو ہوگا اور وہ مومنین ہین اور کافرون کو نہ ہوگا چنانچہ فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون یعنی قیامت کے روز کافر لوگ اپنے پروردگار سے حجاب مین محروم رہین گے۔ امام مالک و شافعی نے کہا کہ اس سے ثابت ہوا کہ مومنین محجوب نہ ہونگے بلکہ دیدار سے ان کو کرامت ملیگی۔ وجہ چہارم نفی ادراک سے نور ذات عظمت و جلال کی نفی مراد ہو عکرمہ نے روایت کی کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ محمد صلعم نے اپنے پروردگار تبارک و تعالی کو دیکھا تو مین نے کہا کہ اللہ تعالی نے تو یون فرمایا کہ لا تدرکہ الابصار الآیۃ تو فرمایا کہ اے تیری مان نہ ہوئے یہ تو وہ نور ہی جو اسکا نور ہی جب اپنے نور سے تجلی فرماوے تو کسی چیز کی ہستی نہ رہی رواہ ابن جریر و رواہ الحاکم و صححہ اور حدیث ابو موسی اشعری مین جو بخاری و مسلم نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم کے خطبہ مین خود موجود ہی کہ حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اگلی بعض کتابون مین ہی کہ موسی نے جب دیدار کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ اے موسی کوئی زندہ مجھے نہین دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جاویگا اور کوئی تر و تازہ نہ دیکھیگا مگر آنکہ خشک ہو جائیگا تا آخر کلمات مترجم کہتا ہی کہ لالکائی ہبۃ اللہ المحدث نے اسکو کتاب السنۃ مین بطور اثر کے روایت کیا اور یہ سوال موسیٰ ع خود دلیل اہل سنت ہی چنانچہ اسکی تفسیر مین انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگا اور خود ابن عباس رض و ایک جماعت سے آنحضرت صلعم کا دیکھنا ثابت ہوا اور سورہ نجم کے اوائل مین انشاء اللہ تعالی مذکور ہوگا۔ عائشہ رض سے اسکے خلاف ثابت ہوا۔ چنانچہ مسروق رح نے حضرت ام المومنین سے روایت کی کہ جس نے زعم کیا کہ محمد صلعم نے پروردگار کو دیکھ لیا وہ جھوٹ بولا کیونکہ او تعالی فرماتا ہی لا تدرکہ الابصار الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم و قد روی عنہا من غیر وجہ فی الصحیح پس عائشہ رض کے کلام سے دنیا مین دیدار کی نفی نکلتی ہی۔ قال اسمعیل بن علیۃ و غیرہ فی قولہ لا تدرکہ الابصار۔ یہ دنیا مین ہی اور مومنین آخرت مین اپنے پروردگار کو دیکھین گے۔ قال الرازی فی التفسیر الکبیر قول ام المومنین رضی اللہ عنہا فقط اجتہاد سے تھا اور مجتہد سے کبھی خطا ہو جاتی ہے اور یہ نہین دیکھتے کہ جماعت صحابہ مانند ابن عباس رض وغیرہ کے اسکے برخلاف ہوئے جیسا کہ اوپر گذرا مترجم کہتا ہی کہ قول ام المومنین سے یہ ثابت ہی نہین ہوتا کہ آخرت مین دیدار نہوگا اور دیدار محال ہی بلکہ وہ تو دیدار آخرت کے قائل تھین صرف دیدار بمعنی جلال و عظمت الٰہی کے دیکھ لینے سے جس شان پر او تعالی عز و جل ہی انکار کرتی تھین قال الحافظ ابن کثیر رح دیدار جلال و عظمت و کبریا حضرت باری تعالی جس شان پر وہ ہی اسکو ابصار ادراک نہین کر سکتی اسیواسطے ام المومنین عائشہ رض مومنون کے حق مین آخرت کا دیدار ثابت کرتی تھین اور دنیا مین اسکی نفی کرتی تھین قال المترجم بیہقی کی روایت صحیح مین او تعالی عز و جل کے دیدار جنت مین ملنے کے بیان مین ہی کہ رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن یعنی اس پاک پروردگار کی وجہ پاک پر ردائے کبریائی ہوگی جنت عدن مین۔ قال البیہقی اسکے معنی یہ ہین کہ اہل جنت عدن کی آنکھون پر جلال و عظمت الٰہی جاری ہوگا جس سے کسی کو بدون اسکی شان دیدار کے مجال نظر نہ ہوگی ورنہ او تعالی خود فرماتا ہے کہ وجوہ یومئذ ناضرۃ (اے بنور اللہ تعالی) الی ربہا ناظرۃ۔ قیامت کے روز بعضے چہرے لہلہاتے ہوئے اپنے پروردگار کی طرف ٹکٹکی لگائے ہونگے پس مخصوص بروز قیامت ہی اور قولہ لا تدرکہ الابصار۔ عام ہی جس سے دیدار قیامت خاص ہوا اور دونون مین تعارض نہین ہی تا کہ تاویل کی طرف

اضطرار ہو اور مبتدعین جو استحالہ پر دلیل عقلی لاتے ہین وہ انشاء اللہ تعالیٰ قصۂ موسیٰ مین ذکر کرکے رد کردیجائے گی بلکہ وہان کی آیت کریمہ خود دیدار باری تعالیٰ ثابت ہونے کی دلیل ہے اسکی تقریر مذکور ہوگی اور سوائے ان آیات کے احادیث صحاح و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین وصلحاء اُمت کے متواتر بیشمار ہین جنسے بتواتر قطعی ثابت ہوا کہ سلف اُمت کے درمیان یہ اعتقاد ضروری تھا اور شیخ مفسر سیوطی رح نے بدور السافرہ مین ایک اچھا ٹکڑا ان آثار و احادیث کا ذکر کیا ہے اور یہان تفسیر مین اس حدیث صحیح بخاری ومسلم پر اکتفا کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تم عنقریب یعنی قیامت مین اپنے پروردگار کو دیکھوگے جیسے تم چودھوین رات مین چاند کو دیکھتے ہو۔ یعنی کھلے کھلے دیکھوگے بدون حجاب و شک کے اللھم ادخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین آمین اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ ہر آیت مثبت رویت کے متعلق اسکے مناسبات سے باستدلال قطعی ثابت کیا جائیگا۔ ومن اللہ تعالیٰ التوفیق ف ——— **فی العرائس قولہ تعالیٰ ذٰلکم اللہ ربکم** جب اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو تمام اشیا کی پیدائش پر قادر ہونے سے موصوف فرمایا اور اظہار آیات سے مخلوق کو اپنی پاک ذات پہچنوائی اور حدوث کی عدت سے اپنی ذات کا پاک ہونا ان پر ثابت فرمایا اور اپنی تنزیہ اور تقدیس اظہار کی اور اپنی ذات و صفات کا واحد و فرد ہونا اور تمام شرک و ضد وغیرہ کو محال بتلایا تو وحدانیت ازلی اور جلال قدیم سے وصف فرمایا اور بعد اسکے ان پر اپنی حیات مین عبودیت لانا لازم کیا بقولہ فاعبدوہ یعنی ایسے پاک پروردگار ہی کی عبادت کرو جو واحد فرد جامع جمیع صفات کمال ہے اور کسی مخلوق پر بھروسہ نہ کرو کیونکہ تمام جہان اور جو کچھ اسمین ہے سب اسکی عظمت و جلال کے حضور مین خضوع مین پڑے ہین یعنی اسکی تقدیر و حکم سے کسی کو سرتابی کی مجال نہین ہے سب اسی کے قبضۂ قدرت مین ہین کوئی کسی کو نفع نہین دیسکتا اور کوئی ضرر نہین دیسکتا وہی ہوتا ہے جو اسکا ارادہ و مشیت ازلی مقدر ہوا ہے۔ یہی فرمایا وھو علیٰ کل شیٔ وکیل۔ یعنی اسی پاک پروردگار کی طرف ہر چیز کا مرجع ہے اگرچہ وہ چیز اسکو نہ سمجھے۔ قال الاستاذ پہلے بندون کو اپنی آیات سے پہچنوایا پس جو نہین سمجھے قہر مین زیادہ اندھیرے مین ڈوب گئے اور جو سمجھے ان کو نور عرفان زیادہ ہوا پھر اپنی صفات صرف سے پہچنوایا اسمین بھی کافرون پر اندھیرے پر اندھیرا چھایا اور مومنون پر نور پر نور بڑھایا پھر اپنی ذات پاک کو مکاشفہ فرمایا کہ منکر و کافر تو جہنم مین دھنس گئے اور اہل عرفان و توحید اسمین فانی اور اسکے ساتھ باقی ہوگئے پس قولہ لا الٰہ الا ھو۔ تو انبیا علیہم السلام و بزرگون کی معرفت کا مقام ہے اور قولہ خالق کل شیٔ یہ عوام کی معرفت ہے پھر اسکے بعد اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا باین طور کہ حدوث و مخلوقات کی آنکھین اسکی جانب کو احاطہ کرنے سے عاجز ہین اور اسکی ذات و صفات قدیم کے درک کرنے اور اسکی درگاہ کبریائی مین آنکھ اٹھانے سے مجبور و معذور ہین اسکی قدرت کاملہ تمام ذرات وجود کو محیط ہے۔ کما قال تعالیٰ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار۔ کسی بصر کو اسکے ادراک کی مجال نہین اور ہر بندۂ خالص جبھی اسکے دیدار سے کرامت پاویگا جب اسکے جلال سے بینائی حاصل کریگا اور ظاہر ہے کہ حادث کو کیا مجال ہے کہ اسکی عظمت ظاہر ہونے کے وقت اپنی خودی و ہستی مین باقی رہین بلکہ از خود فانی ہو کر اسکے جلال و نور سے آنکھین پاکر اسکو چودھوین رات کے چاند کی طرح مشاہدہ کرینگے اور او تعالیٰ الٰہ اپنی قدیم صفت سے مخلوقات کے ذرہ ذرہ کو دیکھتا ہے پس اہل ایمان و خلوص و توحید اسکو آخرت مین دیکھینگے باین طور کہ او تعالیٰ عز وجل انکو اپنے انوار صفات سے لباس عطا فرماویگا پس قوت صفات کے انوار سے او تعالیٰ عز وجل کو دیکھینگے اور یہ نہین کہ حادث اپنے حدوث سے دیکھے کیونکہ حوادث کو اسکی ذات عظمت و کبریائی مین ہستی کی تاب و طاقت نہین ہے۔ ہان او تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کے ذرہ ذرہ کو اپنے علم قدرت سے محیط ہے اُن کے وجود و عدم کو جانتا ہے قولہ وھو اللطیف الخبیر۔ اسکے لطف جمال سے ہے کہ عشق کے ساتھ قلوب

اسکی وجہ ذوالجلال کی طرف کھینچتے ہیں اور بخود و عاجز ہوتے ہیں اسی کے لطف سے تمام ارواح اسکی دریائے محبت میں غرق ہوگئیں اور اسرار فنا ہوئے اور عقلیں اسکی علوم میں مضمحل اور عاجز ہوئیں شیخ ابو یزید نے فرمایا کہ قولہ لا تدرکہ الابصار او تعالیٰ قلوب سے بھی محجوب ہے جیسا کہ ابصار سے محجوب ہے۔ اور اگر کوئی تجلی فرمائی تو جیسے دل ویسی آنکھیں دونوں برابر ہیں۔ بعض نے کہا کہ او تعالیٰ ابصار پر تجلی کرنے کے ساتھ ان پر مطلع ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ ابصار کو اسکی جناب میں خود رسائی ہو۔ حسین رح نے کہا کہ لطیف از کنہ ہو پھر کہاں اسکا وصف۔ اسکے لطف سے ہو کہ یاد فرمایا بندہ کو دہر خالے میں جبکہ آسمان مبنی اور زمین گسترده تھی قبل خلقت وقت و اظہار دو جہان کے مع تمام موجودات کے بس یہ معنی لطیف کے ہیں۔ قال المترجم فی الاصل ہکذا قال الحسین فی قولہ اللطیف قال لطف عن الکنہ فانی لہ الوصف ومن لطفہ ذکرہ لعبادہ فی الازمنۃ الخالیۃ اذ السماء مبنیۃ والارض مدحیۃ قبل سبق الوقت واظہار الکونین وما فیہما فہذا معنی لطیف انتہی بانی النسخۃ والمترجم لم یحصل عن تحصیلہ۔ قاسم رح نے کہا کہ لطیف وہ ہو کہ کسی کو نہ چھوڑا کہ اسکے نام کی ماہیت پر واقف ہو پھر اسکے وصف کی واقفیت کہاں ممکن ہو۔ ابن عطار رح نے کہا کہ قولہ لا تدرکہ الابصار۔ کوئی فہم اسکو نہیں پاتی اور وہ ہر شے کو علم سے محیط ہو۔ ابو سعید خدری رض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے قولہ لا تدرکہ الابصار کی تفسیر میں کہا کہ اگر بالفرض تمام جن و انسان و ملائکہ جب سے پیدا ہوئے اور اسوقت تک کہ فنا ہوئے سب کے سب ایک صف باندھیں تو کبھی اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتے ہیں۔ قال المترجم اسکو ابن ابی حاتم نے من طریق بشر بن عمارہ عن ابی روق عن عطیۃ العوفی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ روایت کیا ہو اور عطیۃ العوفی ضعیف ہیں اور ایسے بعض دیگر پس یہ اسناد ضعیف ہو اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ صحاح ستہ والے محدثین میں سے کسی نے اسکو روایت نہیں کیا اور سوائے اس اسناد مذکور کے اور کسی سند سے مروی نہیں ہوئی پس غریب ہو واللہ اعلم۔ جنید رح نے فرمایا کہ لطیف وہ ہو جس نے تیرے قلب کو منور کیا اور غذا سے تیرے جسم کو تربیت کی اور بلاء و محنت میں تجھے ولی کیا اور آگ میں ہوا تو تیری حفاظت فرمائی اور جنت میں تجھے داخل فرماویگا۔ بعض نے کہا کہ لطیف وہ ہو کہ تو نے دعا کی تو قبول فرمایا اور اسکی درگاہ کا قصد کیا تو تجھے جگہ دی اور تو نے اسکی محبت کی تو نزدیک کر لیا اور اسکی اطاعت کی تو تجھے کفایت کی اور اگر تو نے اعراض کیا تو تجھے دعوت فرمائی اور ہدایت کی طرف بلایا اور اگر تو اسکی طرف متوجہ ہوا تو تجھے ہدایت دیدی۔ قال المترجم یہ قول جنید رح کا قول دونوں اوفق بسیاق و معنی لغوی ہیں۔ فافہم

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا

تمکو پہونچ چکیں سوجھ کی باتیں تمہارے رب سے پھر جو سوجھا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے برے کو

وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ

اور میں نہیں تم پر نگہبان اور یوں پھیر پھیر سمجھاتے ہیں ہم آیتیں اور تا کہیں کہ تو پڑھا ہے اور

وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

تا واضح کریں ہم اسکو واسطے سمجھ والوں کے

قل لہم یا محمد کہدے ان مشرکون و منکرون سے اے محمد صلعم۔ قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ بصائر جمع بصیرہ یعنی نور قلب ہو اور مراد یہاں حجت و برہان واضح ہو فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ اے فمن ابصرہا و آمن فانما ابصر لنفسہ لان النوۃ

بالجنۃ والنجاۃ من النار لہ۔ یعنی جس نے ان حجتوں کو ابصار کیا اور ایمان لے آیا اُسنے اپنے نفس کیواسطے فائدہ اُٹھایا اس سے اللہ تعالیٰ کی درگاہ کو کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ایمان لانے سے جنت کا ثواب اور دوزخ سے نجات پانا اسی مومن کے لئے ہے اور احتمال ہے کہ الصبح یعنی بصیرت میں داخل ہوا جیسے اصبح بمعنی صبح میں داخل ہوا۔ حاصل آنکہ جس نے ان بصائر سے بصیرت حاصل کی تو اپنی ہی ذات کیواسطے حاصل کی۔ کما فی قولہ لیہلک من ہلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ یعنی اللہ تعالیٰ عز وجل نے مخلوقات کو پیدا کر کے ان کے لئے بصائر قدرت و آیات قائم کر دیئے ہیں تاکہ ہلاک ہونیوالا اُن سے اندھا ہو کر نہ مانے اور ہلاک ہو کر دوزخ میں جاوے اور زندہ ہونیوالا ابصارت حاصل کر کے جنت میں دائمی زندگی پاوے۔ اسی طرح یہاں فرمایا فمن ابصر فلنفسہ۔ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ۔ اور جو اندھا ہوا اور ان بصائر میں داخل ہوا تو اسکا وبال اسی شخص پر ہے کیونکہ دائمی عذاب دوزخ میں ہوگا اور میں تم پر حفیظ نہیں ہوں یعنی آنحضرت فقط ابلاغ رسالت کیواسطے تھے جب آپنے رسالت الٰہی کو تمام و کمال پہنچا دیا تو اگر کوئی کافر ہے اور نہ مانے آپ سے اسکی بازپرس نہیں ہے وَكَذَٰلِكَ لے کر اپنا نا ذکر کذلک نصرف الآیات نہیں الآیات لیعتبروا۔ جیسے ہم نے بصائر مذکورہ کو بیان کیا اسی طرح ہم آیات کو صاف صاف ظاہر کرتے ہیں تاکہ عبرت و پند حاصل کریں تاکہ ان پر حجت قائم ہو۔ وَلِيَقُولُوا۟ اخر ہمت عطف ہے لیعتبروا مقدر پر۔ قال المفسر اے ذاکرت اہل الکتاب وفی قراۃ درست اے قرأۃ دتعلمت کتب الماضین و جئت بہذا منہا یعنی دارست بمعنی ذاکرت ہے یعنی تو نے اہل کتاب سے ملکر باہم مذاکرہ کیا ایک دوسرے سے اور یہ معلوم کر لیا ہے اور ایک قرأت میں درست ہے یعنی تو نے پڑھی اور سیکھی ہیں اگلوں کی کتابیں اور یہ باتیں ان کتابوں سے لایا ہے اور ابن عامر کی قرأۃ میں درست بسکون تا رفوقانیہ ہے از دروس یعنی یہ باتیں گذشتہ اور مٹی ہوئی ہیں۔ قال الحافظ فی التفسیر قولہ لیقولوا دارست اے ولیقول المشرکون والکافرون المکذبون دارست یا محمد من قبلک من اہل الکتاب وقارأتہم وتعلمت منہم۔ یعنی تاکہ کہیں مشرکین و کافرین کہ باہم ذکر کیا تو نے اے محمد گلی کتابوں والوں یہود و نصاریٰ کیساتھ اور باہم ایک دوسرے سے پڑھا اور اُن سے تو نے یہ سیکھا ہے یہی ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہ نے تفسیر کی اور طبرانی رحمہ نے من طریق عمرو بن کیسان از حضرت ابن عباس روایت کی کہ دارست یعنی تو نے تلاوت کی مخاصمہ کیا مجادلہ کیا۔ قال الحافظ اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ وقال الذین کفروا ان ہذا الا افک ن افترٰہ واعانہ علیہ قوم آخرون فقد جاؤ ظلما وزورا وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ جن لوگوں کو وسوسہ نفس ہو وہ ایسا ہی سمجھتے ہیں کیونکہ بالکل صریح وہم و غلط تھا جو مشرکوں نے باندھا تھا جبکہ آنحضرت صلعم باوجود امی ہونیکے صحیح صحیح اخبار غیب بیان فرماتے ہیں۔ اور اب اُن کی صدق نبوت پر اقرار کرنا واجب ہوا تو یہ وہم پیدا کیا کہ در پردہ چھپے چھپے وہ دیگر اہل کتاب سے سیکھ لیتے ہیں حالانکہ یہ کیا بُرا جھوٹا وہم تھا کیونکہ اہل کتاب سب دشمن تھے اور کھلی ہوئی عداوت کرتے تھے اگر اُن سے سیکھا ہوتا تو کھلا ہوا ظاہر ہو جاتا اور نیز جو بید اخبار غیب وہ مذکور ہیں جو خود اہل کتاب کو نہیں معلوم تھے پس یہ کافروں کی جہالت و حق سے عداوت کی وجہ سے تھا۔ نعوذ باللہ منہ۔ قال الحافظ بیہقی رحمہ اللہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ کہا درست یعنی تو نے پڑھا اور سیکھ لیا۔ کذا قال مجاہد السدی والضحاک و ابن زید وغیرہ واحد اور حسن بصری رح نے پڑھا ولیقولوا درست بسکون تا یعنی پرانا ہوگیا اور محو ہوگیا۔ قال المترجم اس زمانہ میں بھی بہت سے ملحد زندیق و نیچری پیدا ہوئے جو اللہ تعالیٰ کی توحید و طریقہ عبادت کو پرانی روشنی کہتے ہیں اور اپنے لئے

نئی روشنی ثابت کرتے ہین اور یہ لوگ ایمان سے بہت دور اور کفر سے بہت قریب ہین واللہ اعلم۔ ذکر الحافظ ابن الزبیر رح نے فرمایا کہ لڑکے دارست پڑھا کرتے ہین اور لفظ تو درست ہو اور بسکون آخر قراۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی اور قتادہ رح نے درست بفتح آخر پڑھا اور ابی بن کعب رض نے کہا کہ مجھے حضرت صلعم نے ولیقولوا درست پڑھایا۔ رواہ ابن مردویہ والحاکم وقال صحیح الاسناد ولِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ۔ یعنی بصائر خود ہدایت ہین لیکن انجام کار یہ ہو کہ کفار کو اس سے گمراہی زیادہ ہوگی اور مومنین کو ہدایت زیادہ ہوگی۔ قال ابن عباس قوم داناسے مراد وہ لوگ ہین جن کو ہدایت دی ہو اس آیت مین دلیل ہو کہ تصریف آیات ایک قوم کیواسطے ہدایت اور ایک قوم کے ضلالت ہو۔ ف۔ فی العرائس قولہ قد جاءکم بصائر۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون پر منت و احسان رکھا ان بصائر آیات سے جن سے صفات ازلیت ظاہر ہوتے ہین اور ان کلمات تامات سے جس سے تجلی ہوتی ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ قرآن مین اپنے بندون کے واسطے تجلی فرماتا ہو۔ ان بصائر سے اللہ تعالیٰ نے عارفین کی آنکھین روشن کین اور ان مین انوار صفات ہین اور صفات از سبحات ذات ہین پس جسمین استعداد از کرم جناب باری تعالیٰ ہو اُسنے اپنی ذات کیواسطے راہ ہدایت پائی اور جسکو یہ استعداد نہین ہو وہ آیات و بصائر و قرآن سے اندھا ہے لہذا قال ومن عمی فعلیہا۔ وبال اسی پر ہو۔ خواص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بصائر کو نازل فرمایا پس بشارت اس شخص کو جسکو اُن سے بصیرت حاصل ہوئی اور کمتر بصیرت یہ ہو کہ انسان کو ہدایت حاصل ہو۔ قولہ ولنبینہ لقوم یعلمون۔ اللہ تعالیٰ نے کافرون و مشرکون سے فہم خطاب پھیر کر اسکے حقائق و لطائف کو بندگان مومنین کے دلون مین کشادہ فرمایا کیونکہ حبیب کے خطاب کو حبیب ہی خوب سمجھتا ہو۔ یہ احسان الٰہی ہو کہ مطیع بندون کو یہ فہم عطا فرمائی جس سے اپنے دلون کے ودائع سے انوار غیوب کو ادراک کیا اور خطاب کے رموز کو پہچانا اسی واسطے جن لوگون کو یہ صفت حاصل ہوئی ان پر احسان رکھا بقولہ ولنبینہ لقوم یعلمون یعنی جو فہم قدرت الٰہی رکھتے اور خطاب الٰہی کو سمجھتے ہین اور یقین سے ایمان لاتے ہین اور یہ قرآن مجید ایسے لوگون کو نافع نہین جو خطاب و مراد نہین سمجھتے ہین۔ ابن عطا رح نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لقوم یعلمون۔ ایسی قوم کے لئے جو حقیقت بیان کو جانتے ہین یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت و قوت موہومہ سے وقوف لیتے ہین اور اسی کی تعلیم پر چلتے ہین کسی غلبہ خواہش سے پیش قدمی نہین کرتے اور کسی کاہلی و سستی سے بچھڑتے نہین ہین۔ پس یہی مومنین کاملین ہین ؂

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

تو چل اُسپر جو حکم آوے تجکو تیرے رب سے کسی کی بندگی نہین سوائے اسکے اور جانے دے شریک والون کو

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

اور اگر اللہ چاہتا تو شریک نکرتے اور تجکو ہم نے نہین کیا اُنکا نگہبان اور تجھ پر نہین اُنکا حوالہ

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔ اسمین آنحضرت صلعم کو اور بواسطہ آپ کے آپکی اُمت کو حکم دیا کہ وحی الٰہی پر جو بالکل حق و صحیح ہو عمل کرین۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ پس جو امر الٰہی ہے وہی حکم و حق ہے باقی سب باطل ہو اور کافرون مشرکون کی طرف مشغول نہون۔ کما قال وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ مشرکون کی طرف التفات نہ کر اور اُنکی باطل باتون پر لحاظ نہ کر کیونکہ حکمت الٰہی مین قابل قہر ہین۔ پس کیونکر ان صریح و ظاہر آیات و بصائر کو دیکھین گے اور بدون ہدایت الٰہی کیونکر

بینائی پاوینگے۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکُوْا چونکہ حکمت کاملہ آلٰہی ہین راست و صحیح و محکم حکمت سے یہ لوگ قابل
ہدایت نہین پس او تعالیٰ کی مشیت مین یہ نہین ہو کہ شرک نہ کرین لہذا یہ ضرور شرک کرینگے پس تو دلگیر مت ہو کہ ایسے
صریح آیت پر ایمان کیون نہین لاتے اور کیون شرک مین خوار ہوتے ہین۔ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ اور تو
تو رقیب نہین کیا گیا کہ اُن کے اعمال کا نگہبان ہو اور اُن کے جرمون کی تجھ سے بازپرس ہو۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ
اور تو اُنکے منافع کا پرداخت کرنے والا نہین کہ جسمین ان کی بہبودی ہو خواہ مخواہ ان کو تو اسی طرف لیجاوے بلکہ تجھ پر
فقط رسالت پہونچانا واجب ہو اگر آیات و بصائر سے ہدایت لیوین ان کے حق مین بہتر ہو نہ لیوین خود خراب خوار
ہون۔ واضح ہو کہ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ اس سے فی الحال کے واسطے اعراض مراد ہو پس نسخ جاری
نہو گا۔ مترجم کہتا ہے کہ نسخ یہی ہو کہ حکم کسی مدت تک کیواسطے ہو پھر بعد اسکے نہ ہو گا لہذا یہ توجیہ مہمل ہو بلکہ یون کہنا چاہیے
کہ یہ حکم اعراض باین معنی نہین کہ ان کو رسالت کا ابلاغ مت کر کیونکہ بالیقین معلوم ہو کہ آپ پر ابلاغ واجب تھا بلکہ عدم التفات انکے اقوال
کی طرف ہو بدین معنی کہ رسالت حقہ ان مین تاثیر نہین کرتی اور کیون نہین کرتی ہو پس اس معنی کر اعراض مین نسخ نہین ہو اور نیز یہ امر منجملہ تدابیر
ابلاغ کے ہو حکم عملی شرعی دوامی نہین ہو پس از قبیل احکام محتملہ نسخ نہین ہو۔ بعض نے کہا کہ آیۃ السیف سے منسوخ ہو کما قال السدی رح
والاول اظہر واللہ اعلم۔ وفی قولہ ولو شاء اللہ ما اشرکوا۔ دلیل ہو کہ شرک مشرکون کا و کفر کافرون کا او تعالیٰ کی مشیت پر ہو اگر اسکی
مشیت مین ہوتا تو سب ہدایت پر ہو جاتے کما فسرہ ابن عباس اور یہین سے ظاہر ہوا کہ جو کچھ عالم مین ہو سب او تعالیٰ کے
احکام قضا و قدر کے تحت مین مسخر و محکوم ہو۔ **فی العرائس** قولہ اتبع ما اوحی الیک من ربک۔ پہلے جملہ اہل علم و ایمان کے
واسطے عموماً بیان کیا فی قولہ لقوم یعلمون۔ پھر اُن کے درمیان سے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار ربوبیت و لطائف محبت
و حقائق انبساط مقامات و حالات مین مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق سے آنحضرت صلعم کو منفرد کیا اسوجہ سے کہ اورون کو ایسے اسرار
کے مطالعہ اور ایسی واردات کی برداشت کی طاقت نہین ہو کیونکہ تائید نبوت و رسالت فقط آپ ہی کو تھی لہذا اتبع ما اوحی الیک مین
خطاب فقط آپ ہی کو مخصوص کیا اسی واسطے درمیان آیت مین اپنی فردانیت و الوہیت کو بقولہ لا الٰہ الا ہو۔ اسی نے تجھ پر
وصف و نعت سے تجلی فرمائی کیونکہ تو ہی مخلوق ہو اس استعداد کے ساتھ کہ تجلی و ظہور ازلیت کو برداشت کرے پس تیرے ساتھ
مین کسی غیر کو اس مقام مین قیام کی مجال نہین ہو۔ و قولہ واعرض عن المشرکین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے وحی مین مقامات
متعدد تھے اول وحی خاص الخاص فقط آپ کو نہ کسی غیر کو اور یہ مقام سر السر درمیان و تو اللہ تو ہو یعنی کمال نزدیکی مین سر السر کا مرتبہ
ہو جیسا کہ قولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی مین یہ وحی مخفی مذکور ہو۔ دوم وحی خاص جو آپ و دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص
ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین الآیۃ مین مذکور ہو۔ سوم وحی عام جیسا کہ قولہ بلغ ما انزل الیک
من ربک الآیۃ۔ مین مذکور ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ وحی تو ایک بھید بلاواسطہ ہو اور رسالت و انزال امر ظاہر بواسطہ ہو اسی واسطے
فرمایا بلغ ما انزل الیک۔ اور وحی آپکے واسطے امر اسراری تھا بقولہ تعالیٰ فاوحی الی عبدہ ما اوحی۔ اور قولہ واتبع ما اوحی الیک۔
پھر اسمین اولیاء کے واسطے اشارہ یہ ہو کہ ان کو وحی مین اور شیطانی وساوس مین فرق رکھنے کا ادب سکھلایا یعنی تم لوگ حق کی اطاعت
کرو اور ما سوائے اسکے جو کچھ وسواس و خیالات ہین سب چھوڑو اور اسکی اتباع کرو جو تمھارے دلمین پاکیزہ الہام خطاب سے آوین۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دع ما یریبک الی ما لا یریبک و استفت قلبک و ان افتاک المفتون مترجم کہتا ہے کہ الفاظ حدیث بروایت صحیحہ اوپر مذکور ہو چکے ہیں حاصل آنکہ شک چھوڑ کر یقین کو اختیار کر اور فتوی پر نہ جا بلکہ دل کو مطمئن کر لے ۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذَٰلِكَ

اور تم لوگ برا نہ کہو جنکو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوائے کہ وہ برا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے بن سمجھ اسی طرح

زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۵

ہم نے بھلے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو اُنکے کام پھر انکو اپنے رب پاس پہونچنا ہے تب وہ جتاویگا جو کچھ کرتے تھے ۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ صلہ میں یدعون کا فاعل مشرکین ہیں اور ضمیر مفعول کی راجع بجانب موصول ہے ۔ وہ محذوف ہے اور معنی یہ ہیں کہ مت برا کہو ان چیزوں کو جن کو پکارتے یعنی جن کی عبادت کرتے ہیں مشرک لوگ اور وہ چیزیں ماسوائے اللہ تعالیٰ کے ہیں ۔ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ جس چیز سے نہی فرمائی اس چیز پر یہ نتیجہ مترتب ہے کہ اگر اس چیز سے باز نہ رہا جاوے یعنی مشرکوں کے معبودوں کو برا کہو گے تو وہ لوگ ظلم و عدوان سے محض جہالت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو برا کہیں گے حالانکہ انکو اللہ تعالیٰ کا علم و معرفت نہیں ہے ۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم و مومنوں کو بتوں وغیرہ مشرکوں کے معبودوں کو سخت زبانی کیساتھ ذکر کرنے سے منع فرمایا کیونکہ بتوں کی ہجو کرنے میں اگرچہ فائدہ مترتب ہے مثلاً باطل اعتقاد ان چیزوں کی طرف سے اُٹھ جاوے لیکن اسکے مقابلہ میں ایک فساد بڑھا ہوا بھی موجود ہے وہ یہ کہ مشرکین بھی اہل ایمان کے معبود برحق کو برا کہیں گے ۔ قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس مشرکوں نے کہا کہ اے محمد تم باز رہو اس سے کہ ہمارے معبودوں کو برا کہو ورنہ ہم تمھارے معبود کی ہجو کرینگے پس اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ۔ عبدالرزاق نے قتادہ رح سے روایت کی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا واقع ہوا تھا اور ابن جریر و ابن ابی حاتم نے سدی رحمہ اللہ سے سرداران قریش کا ابو طالب کے مرض میں جانا اور کہنا کہ منع کرو کہ تمھارا بھتیجہ ہمارے معبودوں کے حق میں بد زبانی نہ کرے ورنہ ہم اسکے معبود کے حق میں بد زبانی کرینگے ۔ ایک قصہ روایت کیا ہے ۔ قال الحافظ اسی قبیل سے کہ مفسدہ دور ہو حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملعون ہے وہ شخص جسنے اپنے والدین کو گالی دی تو لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ آدمی اپنے والدین کو کیسے گالی دیگا فرمایا کہ دوسرے کے باپ کو گالی دیگا تو وہ اسکے باپ کو گالی دیگا اور دوسرے کی ماں کو گالی دیگا تو وہ اسکی ماں کو گالی دیگا ۔ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ یعنی جیسے ان مشرکوں کے نزدیک ہم نے ان کے کاموں کو مزین کر دیا ایسے ہی ہر امت کے نزدیک اسکے افعال کو مزین کیا ہے خواہ واقع میں اچھے ہوں یا برے ہوں وہ اُمت اُسکو اچھا سمجھکر بجالاتی ہے اسمیں اللہ تعالیٰ کی مشیت و حکمت بالغہ ہے بندہ کی مجال نہیں کہ تمام حکمت الٰہی کو محیط ہو سکے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے ۔ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِم مَّرْجِعُهُمْ یعنی بعد چند روزہ زندگانی دنیاوی اور اسکی مہلت کے پھر آخرکار اللہ تعالیٰ کی طرف اُن کا مرجع ہے فَيُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۔ اسمیں سخت تہدید ہے یعنی جو کرتے تھے وہ ان کو بتلایا جائیگا ۔ اور بعض نے اسکو وعدہ و وعید دونوں پر محمول کیا کیونکہ ابلغ ہے ۔ اور آگاہ کرنا بذریعہ نامہ اعمال ہے پس اس آگاہ کرنے سے مقصود یہ کہ انکے نیک اعمال یا بداعمال کی جزا و سزا ملیگی ۔ ف ۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ كذلك زينا لكل امة عملهم ۔ اللہ تعالیٰ نے عوام کو دنیاوی جاہ و مال و قال میں مبتلا کر دیا اور خواص کو اپنے اعمال آخرت و عوض پر نظر رکھنے میں مبتلا کیا پس جو شخص کہ خالص عبادت کرنیوالا حق تعالیٰ کا نہیں ہے اسکو لذت قرب و وصال سے محروم کر کے اسی کی مراد پر

مقصود رکھا اور جو شخص خالص بندہ ہے اسکی آنکھ سے پردہ دور کردیا کہ وہ ان چیزوں کی کچھ قدر و منزلت نہیں دیکھتا بلکہ احسان الٰہی جو ازل میں اسپر ہوا ہے اسکے شکریہ کے ادا ہونے نہ ہونے سے شرم میں غرق ہے بلکہ ادا نہ ہونے کو بھی نہیں صرف احسان پر نظر رکھتا ہے جو لوگ باطل بیہودہ ہیں وہ اپنے بد اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں۔ زاہدوں کو انکے اعمال اچھے دکھلائے کہ اسمیں زیادہ رغبت کریں۔ واسطی نے فرمایا کہ ہر عمل کرنے والیکو اسکے اعمال پسند ہونا جاری کردیا پس ایسے لوگ درجہ محققین سے گر گئے اور کوئی نہیں بچا سوائے ان بندوں کے جنکو اللہ تعالیٰ نے نور مشاہدہ سے محظوظ فرمایا پس اسنے مشاہدہ کیا کہ توفیق ہوئی بلکہ حضرت عزوجل نے احسان کیا تو میں نے ایسا کیا پس اپنے آپ کو الگ رکھا۔

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ لَئِنۡ جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ لَّيُؤۡمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَا

اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر ان کو ایک نشانی پہونچے البتہ اسکو مانیں تو کہہ

الۡاٰيٰتُ عِنۡدَ اللّٰهِ وَمَا يُشۡعِرُكُمۡ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝ وَنُقَلِّبُ

نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم مسلمان کیا خبر رکھتے ہو کہ جب وہ آوینگے تو یہ مانینگے اور ہم الٹ دینگے

اَفۡـِٕدَتَهُمۡ وَاَبۡصَارَهُمۡ كَمَا لَمۡ يُؤۡمِنُوۡا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمۡ فِىۡ

ان کے دل اور آنکھیں جیسے منکر ہوئے ہیں پہلی بار اور چھوڑ رکھیں گے ان کو

طُغۡيَانِهِمۡ يَعۡمَهُوۡنَ ۝

اپنے جوش میں بہکتے۔

وَاَقۡسَمُوۡا بِاللّٰهِ جَهۡدَ اَيۡمَانِهِمۡ اے غاية اجتهادهم في الايمان۔ یعنی مشرکوں نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی نہایت اپنی کوشش سے قسم میں یعنی نہایت کوشش سے سخت و شدید قسمیں کھائیں اس بات پر کہ لَئِنۡ جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ لَّيُؤۡمِنُنَّ بِهَا۔ اگر کوئی ایسی آیت آجاویگی جسکو وہ اصرار اور ہٹ کرکے مانگتے ہیں تو ضرور اسپر ایمان لاوینگے ف۔ یہ اپنے آپ کو قادر سمجھکر غرور کیا۔ قُلۡ اِنَّمَا الۡاٰيٰتُ عِنۡدَ اللّٰهِ تو ان مشرکوں سے کہدے کہ آیات تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ او تعالیٰ مختار ہے چاہے بھیجے اور چاہے اپنی حکمت قدیم کے موافق نہ بھیجے اور میرے اختیار میں نہیں ہیں تو فقط ڈر سنانیوالا ہوں۔ وَمَا يُشۡعِرُكُمۡ اَنَّهَاۤ اِذَا جَآءَتۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ مفسر رحمہ اللہ نے انہا سے استیناف بکسر ان لیا اور معنی یہ بیان کئے ماشعرکم اے مایدریکم بایمانهم اذا جاءت۔ کس نے تم کو آگاہ کیا ان کے مومن ہوجانے پر جبکہ آیت انکی مانگی ہوئی آجاوے یعنی تم اس بات کو نہیں جانتے ہو قولہ انہا اذا جاءت لا یؤمنون۔ اور علم الٰہی میں یہ بات سابق ہوچکی ہے کہ آیت مقترحہ آنے پر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاوینگے۔ قال المترجم اس تفسیر پر یاشعرکم کا خطاب مومنوں کو ہے اور بعضے مسلمانوں نے حرص کی تھی کہ کاش ان کی مقترحہ آیت آجاتی کیونکہ مشرکوں نے مومن ہوجانے پر حلف کیا تھا جیسا کہ ابن جریر نے محمد بن کعب سے مرسلاً روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اے محمد تم ہم کو خبر دیتے ہو کہ موسیٰ کے ساتھ ایک عصا تھا جس سے پتھر کو مارتے تو پانی رواں ہوتا اور عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتے اور ثمود کا ناقہ تھا پس تم بھی کوئی آیت لاؤ کہ ہم تمہاری تصدیق کریں پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ یہ کوہ صفا خالص سونا ہوجاوے آپنے فرمایا کہ بھلا پھر میری تصدیق کروگے تو کہنے لگے کہ واللہ ہم سب تمہارے تابع ہوجاوینگے تو حضرت صلعم نے دعا کی

پس جبریل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اگر آپ چاہیں تو کوہ صفا سونے کا ہو جاوے لیکن پھر اگر یہ لوگ تصدیق نہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ انپر عذاب نازل کریگا اور چاہے تو چھوڑ دیجئے کہ جن کے حق میں توبہ مقدر ہے وہ توبہ کریں تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہی چاہتا ہوں کہ جن کے حق میں توبہ مقدر ہے وہ توبہ کریں۔ قال ابن کثیر رح اس مرسل روایت کے شواہد بھی ہیں پھر واضح ہو کہ قولہ انہا اذا جاءت بفتح ان بھی پڑھا گیا اور لایومنون بتاء خطاب یعنی لا تومنون پڑھا گیا ہے اور ما یشعرکم میں خطاب مشرکون کو قرار دیا گیا قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ وما یشعرکم میں خطاب مشرکون کو کیا گیا اور یہی مجاہد رح کا قول ہے گویا مشرکون سے کہا گیا کہ تم نے کیونکر جانا کہ تم ان قسموں میں سچے ہو بنابرین قراۃ انہا بالکسر ہے اور یہ مستقل خبر دی کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاوینگے اگرچہ انکی مطلوبہ آیات آوین بسبب اسکے کہ علم الٰہی میں انکا عدم ایمان مقدر ہو چکا ہے اور بعض نے لا تومنون بتاء خطاب پڑھا پس استیناف بھی ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہے یعنی اے مومنو تم نے کیونکر جانا کہ آیات مقترحہ آنے پر مشرکین ایمان لاوینگے۔ و بنابرین جائز ہے کہ انہا بالکسر ہو جیسا اول صورت میں مذکور ہوا اور جائز ہے کہ بالفتح ہو بنابرین کہ وہ یشعرکم کا معمول ہے اور درصورت معمول ہونے کے قولہ لایومنون میں لا زائدہ مانند صلہ کے ہوگا جیسے قولہ تعالیٰ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ اور جیسے قولہ تعالیٰ وحرام علی القریۃ التی اہلکناہا انہم لا یرجعون۔ او معنی آنکہ کس نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کر لیتا جبکہ میں نے تجھے حکم کیا تھا اور دوسرے قول میں معنی یہ کہ حرام ہے کہ وہ لوگ رجوع کریں اور معنی اس حالت میں یہ ہونگے کہ اے مومنو تم کو کس چیز نے یقین دلا دیا کہ آیت مقترحہ آنے پر یہ لوگ ایمان لے آوینگے تاکہ تم حرص کرتے ہو اور بعض نے کہا کہ انہا بمعنی لعلہا ہے۔ ابن جریر نے کہا کہ علماء نے ذکر کیا کہ حضرت ابی بن کعب کی قراۃ میں بجائے انہا کے لعلہا موجود ہے اور نیز عرب کے نثر و نظم سے اسپر بہت سے شواہد ذکر کئے مانند آنکہ اذہب الی السوق انک تشتری شیئا یعنی لعلک تشتری شیئا۔ بازار جا شاید تو کچھ خرید لے۔ اور یہی ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور کلام مجید میں ہے وما یدریک لعلہ یزکی۔ واضح ہو کہ زجاج و نحاس وغیرہ نے لا زائدہ ہونے کو خطا و غلط قرار دیا اور ذکر کیا کہ کلام میں حذف بلیغ ہے اے انہا اذا جاءت لا یومنون او یومنون یعنی تم کو کس چیز نے آگاہ کیا کہ آیات آنے پر وہ ایمان نہ لاوینگے یا لاوینگے پس ایک حذف ہوا۔ قال المترجم زیادت لا غلط نہیں ہے اور قول حذف بصدد میں تامل ہے اسواسطے کہ یہ تو عین صواب ہے کہ آیات آنے پر وہ ایمان لاوین یا نہ لاوین پس یہ تو بالضرورۃ معلوم ہے کہ امران دو حال سے خالی نہیں ہے اور اگر کسی ایک بات کے قطع پر انکار ہے تو مقتضائے مقام بدون لا تھا کیونکہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ وہ ایمان لے ہی آوینگے اللہم الا ان یقال ان نفی الشعور ربما ہو خلاف المقصود بلغ فی عدم العلم مطلقا یعنی تم یہ بھی نہیں جانتے کہ ایمان نہ لاوینگے پھر ایمان لانے کو بھی بقرینہ ان کی قسموں کے نہیں جانتے ہو۔ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ نحول قلوبہم عن الحق فلا یفقہونہا۔ ہم انکے دلوں کو حق کی طرف سے پھیرتے ہیں پس وہ حق کو نہیں سمجھتے ہیں۔ وَاَبْصَارَهُمْ عنہ فلا یبصرونہ فلا یومنون۔ اور انکی بینائیوں کو حق سے پھیرتے ہیں پس وہ لوگ حق کو نہیں دیکھتے۔ پس ایمان نہیں لاتے۔ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهٖ۔ بما انزل الیک من الآیات۔ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے کہ وہ لوگ نہ ایمان لائے ان آیات پر جو تجھ پر نازل کی گئیں اول مرتبہ۔ اور یہ تفسیر حضرت ابن عباس و مجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ قال ابن عباس جبکہ مشرکین نے قرآن سے انکار کیا تو کسی چیز پر ان کے دل ثابت نہیں رکھے گئے اور ہر امر سے مردود کر دیئے گئے اور مجاہد رح نے کہا کہ قولہ ونقلب افئدتہم وابصارہم یعنی ان کے وایمان کے درمیان میں ہم روک حائل کر دینگے اور ہر آیت آویگی تب بھی ایمان نہ لاوینگے جیسے کہ

ہم نے اول مرتبہ ان کے درمیان و ان کے ایمان کے درمیان مین حیلولت کر دی کذا قال عکرمۃ و عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم
یعنی جو معجزہ بلیغ کہ ان کو اول مرتبہ عطا کیا گیا اور اس کو دیکھنے و سمجھنے کے بعد ایمان نہ لائے اور وہ پردہ حائل ہو گیا جو
تقدیر الٰہی عز و جل سے ان کے خبیث نفس مین شیطان نے ڈالا تھا جس سے نور رحمت کا ظہور ان کے قلب تک نہین
پہونچتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے قلوب پر مہر ہے اسی طرح اگر اس معجزہ کے مثل معجزات باہرات ان کو
دیئے جاوین تو بھی وہی پردہ حائل ہوگا پس ہر معجزہ کے وقت اُن کی آنکھین و دل جانب رحمت سے پھیرے
جاتے ہین۔ وَنَذَرُهُمْ نذرہم۔ فِي طُغْيَانِهِمْ ضلالہم اور ہم ان کو چھوڑتے ہین ان کی گمراہی مین ف
جو اُنھون نے اپنی ذات کیلئے اپنی خواہش نفس سے پسند کی ہے يَعْمَهُونَ۔ تیرددن متحیرین۔ درحالیکہ یہ لوگ اس گمراہی مین
متحیر پھرتے ہین ف یہی قول ابو العالیہ و ربیع بن انس و قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہے۔ کیونکہ انکو نور معرفت نہین پہونچا تو اپنی
تاریکی نفس مین بھٹکتے پھرتے ہین اور عنقریب معلوم ہوگا کہ یہ سب ان کے نفوس خبیثہ کے خطیات مین سے ہے۔ ف
فی العرائس قولہ تعالیٰ ونقلب افئدتہم وابصارہم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے دلون کا پھیرنا اور بینائیون کا لوٹ دینا
اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم ان کے دلون و بینائیون کو پھیرتے و لوٹتے ہین اور یہ حق ہے اور مترجم کہتا ہے کہ احادیث
صحیحہ مین کثرت سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین سب قلوب ہین وہ جس طرف چاہتا ہے پھیرتا ہے (الصحیحین
وغیرہ) اور بعض احادیث مین ہے کہ قلوب کا حال قبضۂ قدرت الٰہیہ مین اس مثال کے ہے جیسے میدان مین ایک پتا پڑا ہوتا ہے
کہ ہواؤن کے جھونکے اُسکو اُلٹ پھیر کرتے ہین یعنی اسی طرح جس طرف مشیت الٰہی عز و جل ہے اسی طرف دل پھر جاتے ہین۔
(الصحیح) شیخ نے لکھا کہ جب دلون کا یہ حال ہے تو جہان کسی دل کو حق کی طرف پھیرا یعنی اپنی عظمت و کبریائی مین متوجہ کر کے محبت و
شوق و معرفت سے اپنے معجزات و آیات و صفات کا دیدار اس کو نصیب فرمایا تو بینائی بھی قلب کے پیچھے ہو جاتی ہے کہ وہ
آیات معجزات مین انوار قدرت و عجائب عظمت کو مطالعہ کرتی ہے اور قلب سے موافق ہو جاتی ہے پس نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معاملات
صحیح ہو جاتے ہین یعنی طاعات صوم و صلوۃ و حج و زکوٰۃ مین اس کی نیت صالح و خلوص و حیا ہوتی ہے اور اسرار پاکیزہ ہو جاتے
ہین یعنی معارف قلبیہ خلوص کے ساتھ ہوتے ہین اور حالات صافیہ نصیب ہو جاتے ہین جسمین شک و نفاق و بدنیتی وغیرہ
کا میل کچیل نہین رہتا ہے برخلاف اسکے جہان کہین قلب کو اپنی رحمت سے موڑ دیا تو بینائی بھی اندھی ہو کر ٹاپتی پھرتی ہے
اور آیات قدرت مین اس کو انوار عظمت مشاہدہ نہین ہوتے ہین اسی واسطے حضرت سرورِ عالم ہمیشہ دعا فرماتے رہتے
تھے کہ اے مقلب القلوب میرے قلب کو اپنے دین حق پر ثابت رکھیو۔ (رواہ اصحاب الصحاح) شیخ ابو حمزہ رحمہ
نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ جن دلون کی طرف متوجہ ہوا تو وہ دل اسکی جناب مین توبہ کرتے ہوئے خشوع
و خضوع سے متوجہ ہین اور جن دلون سے اعراض فرمایا وہی گمراہی مین خوار ہین (عس) مُترجم کہتا ہے کہ
یہان بعضے گمراہ جو اپنے تردد مین متحیر ہین اپنی رعونت نفس مین بڑبڑا دین گے کہ جب گمراہون کے دل ہی
پھیر دیئے گئے تو ہم محض بےخطا اور بالکل گناہ سے پاک ہین ہم کو جہنم مین رکھنا ہم پر زبردستی ظلم ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان
دو مقام لکھون جس سے ہر بندہ صالح عاقل کو ان گمراہون کی جہالت عیان ہو جاوے۔ اول مقام یہ ہے کہ مین

ان گمراہون کے اس سوال ناپاک مین بحث کرون۔ واضح ہو کہ اہل دنیا سب ہی متفق ہین کہ مالک کو اپنی ملکیت
مین ہر طرح کا اختیار ہے اور غیر کی ملکیت سے تعرض کرنا ظلم و بیجا تصرف ہے یہ تو اپنے نفس کی پسندیدگی ہے اور
جب ان کو جناب باری تعالیٰ کی شان مین نصیحت کی جاوے تو اپنے نفس ناپاک کو بخیطا بتلاوین اور جناب باری تعالیٰ
کی شان مین ظلم کہین حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو عدم سے موجود کیا تو اس کو ہر طرح اپنی مخلوق مین تصرف کا
اختیار ہے چاہے اُن کو دوزخ مین لاوے یا بہشت مین لاوے تو یہ بدسرشت اپنے آپ کو کس رعونت سے مستحق
جانتے ہین حالانکہ جس نے پیدا کیا چاہے وہ ان کو نیست کردے یا بجائے زمین کے ان کو جہنم مین پیدا کرے کیونکہ جب
ان کو خود کسی طرح کا اختیار اپنے وجود مین نہین ہے تو استحقاق کہان سے ہو سکتا ہے لیکن باوجود اسکے حق سبحانہ عزوجل
نے تمام انعام محض رحمت سے اپنی مخلوقات کو ممتاز فرمایا ہے اور جس طرح مخلوقات پر ظلم حرام کیا اسی قانون سے اپنی
رحمت عام کو بھی جاری فرمایا ہے تاکہ کافرون و بدکارون پر حجت تمام ہو (مقام دوم تحقیق) واضح ہو کہ گمراہون نے
اپنی جہالت نفس سے زعم باندھا کہ ہم پر ظلم ہوا ہے حالانکہ یہ بے ادبی کے سوائے محض جھوٹ و بہتان ہے تحقیق یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مخلوقات کو عالم ازل مین قبل وجود دنیاوی کے پیدا فرمایا کما فی قولہ و اذ اخذ ربک من بنی آدم
من ظہورہم ذریتہم الآیہ مین مفصل بیان ہے اور ان کو اپنی ربوبیت سے معرفت عطا فرمائی بقولہ تعالیٰ الست بربکم اور سب نے
اقرار کیا کما فی قولہ قالوا بلیٰ الآیہ۔ پھر بعد اسکے جب دنیا مین ظہور ہوا تو عہد مذکور بالکل فراموش کیا اچھا وہ اگر فراموش تھا
تو مخلوقات کو کسی حالت مین یہ گنجائش نہین ہے کہ اپنے آپ کو مخلوق نہ جانے اور اپنے خالق عزوجل کو نہ مانے باوجود اسکے
ان کی ہدایت کیلئے انبیاء علیہم السلام بھیجے اور ان کے ذریعہ سے ہدایت کامل پہنچائی کہ بعد اسکے کافرون کے واسطے کچھ بھی
عذر باقی نہ رہا۔ حاصل یہ نکلا کہ خالق عزوجل نے اپنی حکمت و مشیت کے موافق دنیا مین انواع و اقسام کی اشیاء کو پیدا
کیا اور آدمیون کو اس دنیا مین امتحان کیا اور ان کو دو باتون مین منحصر فرمایا اول یہ کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق لین
دوم یہ کہ دنیا کو شیطانی زینت کے موافق لین پھر اگر دنیا کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کے موافق لین تو انکا انجام نور قلب و جنت دائمی ہے اور اگر انھون نے دنیا
کو شیطانی زینت کے موافق لیا تو نور سے محرومی اور دائمی جہنم ہے پھر جب آدمی پیدا ہوا تو بالغ ہونے تک اسکو معذور فرما کر مطلق العنان کر دیا اور بعد بلوغ کے اسکو ان دونون
باتون مین مکلف کیا پس مومنون نے عقل سے جان لیا کہ دنیا صرف چند روزہ ہے اور لامحالہ اسکے بعد ایک دار آخرت ہوگا جہان ہر ایک کو عوض دیا
جائے اس واسطے کہ دنیا مین ہم دیکھتے ہین کہ جس کو سب لوگ نیکبخت و مطیع و خیرخواہ و عادل جانتے ہین وہ کبھی
تنگدست ہوتا ہے اور جس شخص کو سب لوگ ظالم ستمگار فاسق فاجر جانتے ہین وہ کبھی دنیا مین مالدار بلکہ بادشاہ ہوتا ہے
اور غیر ممکن ہے کہ خالق عزوجل نے اپنی مخلوق مین سے نیک کو عمر بھر خوار کیا اور فاجر کو عمر بھر خوش حال رکھا پھر دونون
خاک ہین علاوہ ازین انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس دنیا مین درخت برگد سے بہت کم زندہ رہتا ہے پس اگر اسکے
لئے دار آخرت نہ ہو تو وہ سب مخلوقات سے بدتر نکلے گا اسی طرح اس کثرت سے دلائل صحیحہ موجود ہین کہ بالیقین
دار آخرت و جزا و سزا ضروری ہے بالجملہ مومن نے عقل سے معجزات پیغمبری و آیات قرآنی کو پہچانا برخلاف ان کے
کافرون نے دنیا کو شیطانی اتباع مین لیا اور آخرت سے شک کیا اور پیغمبرون کو نہ مانا اور اسی خواہش پر جم گئے۔

حتی کہ ہزار ہا سال عمر پا دین تو بھی اس سے نہ ٹلین تو اللہ تعالی نے ان کے دلون مین دنیا کی محبت بچائی جو محض نجس ہے اور زر عقل سے محروم رکھا اور دل پر مہر کر دی پس بدن کے سوائے ان مین کچھ نہین ہے وہ اپنے بدن کی پرورش مین مصروف ہین اللہ تعالی نے اُن کے دماغ مین حواس دیدیئے کہ وہ لوگ ان حواس سے دنیاوی زینت حاصل کرتے اور تن پروری کے سامان پیدا کرنے مین ہوشیار ہین پھر دل سے اندھے اور لایعقل ہو کر دنیا مین اپنی عمر بھر سامان جمع کرتے ہین پھر اچانک موت آ جاتی ہے تو سب جمع کیا ہوا سامان چھوٹ جاتا ہے اور خود اپنے انجام یعنی جہنم کو پہونچ جاتے ہین اور ان کو اسقدر مہلت دی گئی مگر اُنھون نے سوائے شرک و کفر کے ہرگز نہ مانا کہ جہنم نصیب ہوئی اب ان لوگون سے پوچھا جاوے کہ تم نے اپنے ہاتھون یہ سب کیا ہے یا اللہ تعا نے تم پر کچھ ظلم کیا کیونکہ تم نے ہر طرح اپنے قصد و اختیار سے اسی پر عزم کیا کہ اسلام کچھ چیز نہین ہے اور برابر شرک پر قائم رہے اور اسی پر لڑے و مرے پس اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و آپکے اصحاب اخیار رضی اللہ عنہم حتی کہ آخری درجہ کے مسلمانون کو تم پر فتح و نصرت عنایت فرمائی اور تم دنیا و آخرت مین خوار ہوئے فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العالمین۔

ساتوان جزو تمام ہوا بعدہ آٹھوان و لو اننا ہے۔

تنبیہ للغافلین مسائل دینیہ - ۱۰/
حیرت الفقہ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری - ۱/
جواب السائلین بطور استفتا - ۲/
کنز الدقائق اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان - ۱۲/
چہل مسائل فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری -
رسالہ تجہیز و تکفین از محمد عمر - ۱/

فقہ فارسی

ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہی - دو مجلد کامل - ۲۰/
شرح سفر السعادت از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف - ۵/
گنج الحج مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ - ۱/
تذکرۃ الجمعہ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام -
تبیان در حکم تنباکو وحقہ از ملا معین الدین -
بدائع منظوم مسائل فقہ نظم فارسی از ... علی - ۲/
... مشہور درسی از شیخ شرف الدین ... - /
... مسائل سو مسائل از مولانا احمد اللہ ... اللہ - ۱/
شرح وقایہ فارسی مع حاشیہ ملتقی الابحر ... عبد الحق محدث دہلوی - ۱۲/
مسالک المتقین مرغوب علمائے ولایت از

مولوی آلہ یار خان - ۸/
فتاوی برہنہ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین - ۱۲/
قدوری مترجمہ مولانا ابو القاسم - ۸/
شرح فارسی مختصر وقایہ از عبد الرحمن جامی - ۸/
کنز فارسی از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ - ۱۳/
مالا بد منہ از قاضی ثناء اللہ رحمۃ اللہ مع وصیت نامہ - ۶/
شرح مختصر وقایہ کو رمیری از مولانا جلال الدین سمرقندی - ۱۲/
رسالہ تنبیہ الانسان در حلت وحرمت جانوران - ۱/
رسالۂ قاضی قطب ذکر ایمان و ارکان شرع

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح - ۵/
فتح القدیر حاشیہ المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کامل چہار مجلد ضخیم جدید الطبع - ۲۳/
ہدایہ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل

(۱) جلدین اولین عبادات - ۱۲/
(۲) جلدین آخرین معاملات - ۸/
ہدایہ مع شرح الکفایہ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل -
ایضاً جلد اول وثانی تا آخر کتاب النکاح - ۱۲/
ایضاً جلد سوم وچہارم تا آخر کتاب - ۱۲/
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو مجلد کامل - ۸/
شرح وقایہ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف بن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط وصحیح - ۹/
شرح وقایہ خرد مع دائرۂ ہندیہ متوسط قلم - ۱/
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول - ۵/
ملا مسکین از سویع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل مین داخل درس ہی - ۱۲/
مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مشہور متداول - ۱۲/
عینی شرح کنز الدقائق محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہین -
(۱) جلدین اولین عبادات مین - ۱۲/
مختصر وقایہ محشی از امام صدر الشریعہ درسی متداول - ۱۱/
عمدۃ البضاعۃ فی مسائل الجماعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر

کنزالدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ چھپ رہی ہے۔

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق ترجمۂ اخلاق جلالی - ۲ر

باب الانش مولفۂ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۱۴ر

ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین مترجمۂ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - عه ۱۲ر

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۳ر

بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲ر

آبحیات - اخلاق و موعظت مین مصنفۂ منشی کامتا پرشاد - ۳ر

کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان شرایف علم و ادب - ۲ر

پیراہن یوسفی - اردو ترجمۂ مثنوی مولانا روم بکا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین بتفصیل ذیل

(جلد اول) ترجمۂ دفتر - ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع -

(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم مع ترجمۂ سید غلام حیدر صاحب - عه ۲ر

چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ از مولوی عبدالغفور خان بہادر - ۱ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل عه ۵ر

تہذیب جسمانی - مولفۂ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم عه ۲ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر

گلستان باتصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی ۲۶ ۹ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر

گلستان محشی اردو - اسمین طلبا کی آسانی کے لئے اردو کے حواشی دئے گئے ہین ۱۴ر

شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبرآبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر

گلستان مترجم - فارسی با ترجمۂ اردو - ۱۲ر

گلستان خرد - فارسی - ۵ر

تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندرآبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ر

بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر

خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجدالدین ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹ر

بوستان جلی قلم محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی عه ر

بوستان محشی کلان - اس مین ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ر

بوستان محشی متوسط قلم چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح او صاف چھپی ہے - ۸ر

بوستان محشی خرد - ۵ر

بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہین ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر

بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بے مثل شرح ہے - عه ر

اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - عه ر

اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہے اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیرالدین طوسی کاغذ سفید گندہ - عه ر

اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی - ۸ر

مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی ۲ر

مجموعۂ صد پند سود مند حضرت لقمان کے سو قابل قدر نصائح ۲ر ۶ پائی -

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منبع لامع الانوار فیوض سبحانی مجموعہ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جسمیں تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ بہت سے مفید التزامات کی رعایت کی گئی ہے معاون دین و ایمان

مواہب الرحمٰن
تفسیر القرآن
مع
جامع البیان

مصنفہ

بحر العلوم النقلیۃ والعقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل فی الفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب مفتی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ وعین الہدایہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی
بانی مطبع منشی نولکشور فیض بخش لکھنؤ

۱۹۳۷ء

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لیے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو کتب خانہ سے مل سکتی ہے اور معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہین قیمت بہت ارزان ہے اس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہین تاکہ جس فن کی یہ کتاب ہے اس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری - ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدون مین ہے ر

تفسیر سورۂ فاتحہ - مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۲ ر

تفسیر سورۂ یوسف - جو مصرعہ از مولوی اشرف علی ۵ ر

پنجسورہ مترجم - با ترجمہ اُردو - ۲ ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از مُلا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ہے ر

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ مُلا معین ہروی در تصوف ۸ ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج سمجھیے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی سلطنت سمجھیے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط انتہا بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح سب بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رواۃ کا ترجمہ سب بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و لیاہی پایا جیسا سُنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا لیہ بلا جلد مجلد عہ ر

احادیث اُردو

مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد مین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اُسکا ترجمہ اُردو مین اسکا مرتبہ اسمین اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ہے ر

تحفۃ الاخیار - ترجمہ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - ۸ ر

ترجمہ جامع ترمذی - حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوی لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے - اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہین - للعہ ر

ایضاً جلد دوم - حسب مراتب بالا ہے ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات - حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلد ہین جلد الطبع عہ ر

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف - ہے ر

دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسمائے حسنی معروف - ۱ ر

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل - ذخیرہ احادیث مولفہ مولانا غلام یحیی ۵۰ ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار - ترجمہ اُردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد مین عـــہ ر

راہ نجات - ضروری مسائل نماز روزہ وغیرہ ا ر

مفتاح الجنۃ - از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ ر

حقیقۃ الصلوٰۃ - مع رسالہ بے نمازان - ا ر

ترجمہ فتاوی عالمگیری - اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل عـــہ ر

کشف الحاجۃ - ترجمہ اُردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین - ۴۰ ر

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام - ۲ ر

شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری - ۳ ر

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا

اور اگر ہم اُنپر اُتارین فرشتے اور اُنسے بولین مردے اور جلا دین ہم

عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ۝

اُنپر ہر چیز کو اُنکے سامنے ہرگز ماننے والے نہین مگر جو چاہے اللہ پر یہ اکثر نادان ہین

وَلَوْ اَنَّنَا یعنے اگر ہم اُن لوگون کا سوال نزول آیات و معجزات کا قبول کر کے نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ اُنکی جانب ملائکہ کو نازل فرماتے جیسے اُن لوگون نے ہمارے رسول صادق مصدوق حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہے۔ کما قال تعالیٰ او تاتی باللہ والملائکہ قبیلا الآیۃ یعنی کافرون نے مجادلہ کیا کہ ہم تجھے جب مانین گے کہ چنین و چنان ہو از انجملہ یہ کہ تو ہمارے روبرو لاوے اللہ تعالیٰ کو اور ملائکہ کو یعنی وہ تیرے صدق نبوت کی گواہی دین تب ہم مانینگے اور کہا۔ لولا انزل علیہ الملائکۃ او نری ربنا الآیۃ یعنی رسول پر گواہی کے لیے فرشتے کیون نہین نازل کیئے گئے یعنے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے لیئے ہمپر گواہی دیتے یا ہملوگ خود ہی اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے۔ ہمارے ایسے ہمارے باپ دادے جو صدہا برس پہلے مر چلے ہین دوبارہ زندہ ہو کر گواہی دین کہ بیشک یہ شخص رسول ہے یا آیندہ دار آخرت ہے یا قیامت مین حشر و نشر ہوگا بلکہ اُن مُردونکا زندہ ہو کر ہمسے باتین کرنا بھی ہمارے واسطے اس امر کی دلیل ہوگی کہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے پس حق عز وجل نے اُن جاہلون کی فرمایش کے لیئے ارشاد فرمایا۔ کہ لو اننا نزلنا الخ یعنے اگر ہم اُنکی خواہش کے موافق اُنپر ملائکہ اُتارین۔ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى کما اقترحوا۔ یا اُنسے مُردے باتین کرین جیسے کہ اُنھون نے ہٹ باندھی تھی پس موتیٰ اگلے زمانے کے زندہ ہو کر آتے۔ وَحَشَرْنَا جمعنا۔ اور جمع کر دیتے ہم عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا اُنپر ہر چیز کو فوج فوج یا آنکھون کے سامنے مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا تو بھی نہ تھا کہ یہ لوگ ایمان لادین کیونکہ علم الٰہی مین انکا کافر مرنا مقدر ہو چکا ہے پس ہدایت پر آنا انکی قدرت مین نہین بلکہ اوتعالیٰ کی طرف سے ہے بلکہ ملائکہ و موتیٰ سے انکو استطاعت نہین ہے۔ قُبُلًا بضمتین جمع قبیل یعنے فوج فوج کر کے اور یہی مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا۔ اور حاصل آنکہ اگر آنکے پاس تمام امتین گذری ہوئی فوج فوج کر دیجائین اور وہ رسولون کی سچائی کی گواہی دیتین تو بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے۔ اور علی بن ابی طلحہ و عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے قُبُلًا بضمتین کے معنی مقابلہ و معاینہ کی روایت کیئے اور یہی قتادہ و عبد الرحمن بن زید کا قول ہے۔ اور واحدی رحمہ اللہ نے اہل لغت کا اسپر اجماع ذکر کیا پس نافع و ابن عامر نے جو قبلا بکسر قاف و فتح با موحدہ بمعنی معاینہ و مقابلہ پڑھا ہے تو دونون قراۃ کے ایک ہی معنی ہوگئے اور یہی اصل ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ احتمال ہے کہ قبلا جمع قبیل بمعنی کفیل ہو جیسے قولہ او تاتی باللہ والملائکۃ قبیلا۔ مین ہے حاصل آنکہ اگر محشور کر دین ہم ہر شی کو جو انپر کفیل ہو کہ بعد موت کے جو حال انبیا علیہم السلام خصوص محمد صلعم نے بیان کیا سب برحق ہے تو بھی ایمان نہ لاوین۔ بیضاوی و زمخشری وغیرہ نے قبیل کی کفیل ہی سے تفسیر کی ہے حاصل آنکہ اوتعالیٰ نے ایسے لوگون کے ایمان سے قطعی انقطاع کر دیا کیونکہ انکے حق مین کفر انکا مقدر ہے اگر وہ جملہ آیات دیکھ لین تو بھی ایمان نہین لا سکتے ہین اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مفسر رح نے اسکو بمعنی لکن قرار دیا یعنے استثناء منقطع ہے اور بیضاوی نے زمخشری کے مانند استثناء متصل کیا بتقدیر آنکہ لیس لهم ان یومنوا فی حال الا فی حال المشیۃ یعنی یہ لوگ نہین ایمان لا سکتے کسی حال مین الا در حالیکہ مشیت الٰہی مین انکا ایمان مقدر ہو۔ و قول مفسر راجح ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ اے لا یعلمون ذلک یعنی انمین سے بہتون کو یہ بات معلوم نہین ہے کہ پس اصل اس بارہ مین یہ ہے کہ اوتعالیٰ عز وجل کی طرف رجوع

لا دے اور اُس سے ہدایت کا اور اُسپر ثابت رہنے کا سوال کرے اور آیات وغیرہ پر اپنی قدرت پر زعم کرنا غلط اور جہالت ہے اور یہ صریح ہے کہ ہدایت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے پس جسکو اوتعالےٰ ہدایت نہ دے وہ کبھی ہدایت نہ پا دیگا اور یہ آیت بمانند قولہ تعالےٰ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لایومنون ولوجاءتہم کل آیۃ حتی یروا العذاب الالیم جن لوگون پر تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہوچکا وہ ایمان نہین لاوینگے اگرچہ اُنکے پاس تمام آیات ومعجزات آجاوین یہانتک کہ عذاب الیم دیکھین یعنی عذاب موت وعذاب قبر وعذاب آخرت اُسوقت ایمان لاوینگے لیکن کچھ فائدہ نہوگا اور اسمین حضرت صلعم کو علم دیا اور تسلی فرمائی -

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا

اور اسی طرح رکھے ہین ہمنے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن سکھاتے ہین ایک دوسرے کو ملمع باتین فریب کی

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ وَلِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نکرتے تو چھوڑ دے وہ جانین اور انکا جھوٹھ اور تا جھکین اُسطرف دل اُنکے جو یقین نہین رکھتے آخرت کا

وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ○

اور وہ اُسکو پسند کرین اور تا کہ کیئے جاوین جو غلط کام کر رہے ہین -

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا یعنے اے محمد صلعم ایسے ہی ہمنے اگلے انبیاءؑ کے دشمن کردیے تھے جیسے تیرے دشمن کردیے ہین پس تو غمگین مت ہو پھر عدوًا کا بدل قرار دیا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ شیطان بمعنی سرکش وشریر ونافرمان مراد ہے جسکو عربی مین مارد کہتے ہین اور جمع اسکی مَرَدَة ہے یعنی ایسے ہی ہر نبی کے دشمن کردیے اور وہ دشمن شیاطین الانس والجن ہین قال قتادہ رح انسانون مین سے شیطان ہین اور جنون مین سے شیطان ہین عن ابی ذر رضی اللہ عنہ فی الحدیث مجھسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تونے شیاطین الانس والجن سے پناہ مانگی یعنے نماز مین اُنسے پناہ کی دعا مانگی تو عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آدمیون مین بھی شیطان ہین فرمایا کہ ہان اور آدمیون کے شیطان بہ نسبت اصلی شیطانون کے زیادہ ضرر پہونچاتے ہین رواہ عبد الرزاق والامام احمد وابن مردویہ وابن جریر وابن ابی حاتم من طرق عنہ منقطعًا وموصولًا کما اوردہ الحافظ رح وذکران المجموع یفید انہ حدیث صحیح يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا وحی سے مراد وسواس ہے یعنی آپس مین ایک دوسرے کو وسواس دلاتے وبہکاتے ہین - اور زخرف بمعنی باطل جو اوپر سے ملمع کیا ہوا اور لیپ پوت دیا گیا ہو یا نقش ونگار بیہودہ کیا گیا ہو مدارک مین ہے کہ مالک بن دینار رح نے فرمایا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتا ہون تو شیطان بھاگ جاتا ہے ولیکن شیطان الانس بہت سخت ہین کہ میری آنکھون کے سامنے آکر مجھکو بہکاتے ہین - بالجملہ شیطان اپنے پردے کرنے والون کو وسواس دلاتا ہے اور وہ لوگ اسکو قبول کرلیتے اور بسبب جہالت اور عدم نور باطن وعدم ہدایت کے نہین پہچانتے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے پھر اُسکو یقین کرکے دوسرون کو بہکاتے ہین اور یہ سب اہل حق واہل ایمان کی ایذارسانی کرتے ہین اور مترجم پناہ مانگتا ہے اللہ تعالےٰ سے ان شیطانون انس وجن سے اور دعا کرتا ہے کہ اوتعالیٰ اپنی رحمت سے مترجم کو انکے شر وفتنہ سے محفوظ فرما دے آمین اور واضح رہے کہ بدون مشیت الٰہی کے ان شیطانون کو کوئی قدرت نہین ہے اسی واسطے فرمایا وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ ای ما فعلوا الایحاء المذکور - اور اگر تیرا پروردگار چاہتا تو یہ لوگ آپس مین ایسے وسوسہ دلانے کو جو مذکور ہوا نہ کرتے لیکن مشیت وحکمت الٰہی مین جاری ہوا اسلیئے یہ سب کے سب ایسی گمراہی وکفر کو کرتے ہین

فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ اے فدع الکفار وما یفتری الکفار من الکفر وغیرہ مما زین لہم یعنی چھوڑدے کافرون اور انکے مفتریات کفر وغیرہ کو جو انکی نظرون مین مزین کیئے گئے ہین مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ حکم قتال ہونے سے پہلے یہ حکم آیا تھا۔ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ یہ عطف ہو غرورا پر اور معنی صغو کے میل کرنا ای لتمیل الیہ تاکہ اسکی طرف مائل ہون اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ دل اُن لوگون کے جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہین یعنے زخرف وغرور کی طرف کافر لوگون کے دل مائل ہون لیتصغی مین لام امر نہیں ہو بلکہ لام کی ہو۔ اور مفسر رح نے جو غرورا پر عطف قرار دیا وہ باعتبار معنی کے ہو یعنی لیغرہم ولتصغی۔ یعنی زخرف القول کی وحی کرتے ہین تاکہ مغرور رہون اور تاکہ جھکین اُسکی طرف وَلِيَرْضَوْهُ اور تاکہ اس زخرف القول کو گوش دل سے سنکر اپنے واسطے پسند کرین وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ابن عباس نے فرمایا اور تاکہ کماوین جو کچھ وہ کما رہے ہین یعنی کفار جو گناہ سمیٹ رہے ہین وہ بھر پیٹ خوب کماوین تاکہ آخر قیامت ہین جسپر ایمان نہیں رکھتے ہین پورا عذاب پاوین۔ ابوحیان رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ ان باتون مین ترتیب نہایت فصاحت کے ساتھ ہو کہ پہلے تو شیاطین کی طرف سے غرور و فریب ہوا جسکو کافرون نے گوش دل سے سنکر میل کیا پس اپنے حق مین اُسکو پسند کیا پھر اسی کے موافق بداعمالیان کمانے لگے

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ

اب سوا اللہ کے کسی اور کو منصف کرون اور اُسی نے تمکو یہ کتاب بھیجی واضح اور جنکو ہمنے کتاب دی وہ جانتے ہین کہ یہ

مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ

نازل ہوئی ہو تیرے رب کے پاس سے تحقیق سو تو مت ہو جیو شک لانیوالا اور تیرے رب کی بات پوری سچ ہو اور انصاف کی کوئی بدلنے والا

لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

نہین اُسکے کلام کو اور وہی ہو سنتا جانتا

مشرکون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ اپنے وانکے درمیان کسی کو حکم بناوین تو نازل ہوا اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا یعنی بھلا سوا اللہ تعالےٰ کے اور کسی کو قاضی وحاکم بناؤن کہ وہ میرے تمہارے درمیان مین حکم ہو حالانکہ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ وہی پاک پروردگار ہو جسنے تمہاری طرف قرآن نازل کیا مُفَصَّلًا اس حالت پر کہ وہ قرآن منفصل ہو یعنے اسمین حق کو باطل سے جدا کرکے بیان کیا گیا ہو۔ یہ استفہام توبیخی انکاری ہو یعنے ای مشرکو تمپر ملامت ہو کہ سوا اُسے او تعالیٰ کے اور کو حکم بناتے ہو۔ اگر کوئی کہے کہ پھر دنیا مین قاضی وحاکم کیون شرع مین جائز ہین اور نیز او تعالیٰ کے قاضی بنانے سے فیصلہ کیونکر معلوم ہوگا۔ تو جواب یہ ہو کر جملہ وہو الذی الخ اسی وہم کا رد ہو یعنے اُسنے کتاب مفصل اُتاردی جسمین باطل وحق کو جدا وتمیز کردیا پس حکم الٰہی میرے تمہارے معاملہ مین اس کتاب سے ثابت ہو۔ اور قاضی بنانے کے یہ معنی ہین کہ قرآن مجید سے سمجھکر ہر معاملہ کا حکم بتاوے نہ آنکہ اپنی رائے سے بتاوے ورنہ حکم حق نہوگا آیت مین دلیل ہو کہ قاضی ضرور ہو کہ احکام قرآن کو جانتا ہو۔ اور دلیل ہو کہ مدعی ومدعا علیہ اگر کسی عالم فقیہ سے اپنے مقدمہ مین حکم الٰہی حاصل کرین تو جائز ہو بلکہ یہی صواب ہو کہ مسلمان اس زمانہ مین اسی طرح فیصلہ کرلین تاکہ اپنے معاملہ مین حکم حق حاصل کرین اور کچہریون مین نہ تباہ ہون اور نہ اٹھاوین۔ فافہم۔ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ الف لام عہد کا ہو اور مراد توریت ہو لہذا مفسر رح نے کہا کہ معنی آنکہ اور جن لوگون کو ہمنے دی کتاب اے توریت مانند عبد اللہ بن سلام وانکے ساتھیون کے يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ اکثر کی قراءۃ منزل از انزل ہو اور ابن عامر وحفص کی قراءۃ مین نزل سے بتشدید ہو فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ امترا بمعنی شک مین ہونا یعنی تو شک والون مین سے

ست ہو۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم پر نزول وحی خود تھا پس انکو تو اسمین شک نہین تھا اور یہ ظاہر ہو لہذا مراد اس سے کافرون پر مقرر و ثابت کرنا ہو کہ قرآن مجید حق ہو اور زمخشری وغیرہ نے یہ اختیار کیا کہ معنی یہ ہین کہ تو اس بات مین شک کرنے والا مت ہو کہ اہل کتاب جانتے ہین کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ ارجح ہو اسواسطے کہ سورہ مکیہ ہو اور عبد اللہ بن سلام کا ایمان مدینہ مین واقع ہوا لہذا مراد آیت سے یہ ہو کہ اہل کتاب کو قرآن حق ہونیکا علم ہو پس اگر جاہل مکہ اسکو نہ مانین تو تجھکو غم نہونا چاہیے اور یہ اخبار از غیب ہو۔ فافہم۔ بالجملہ تجھکو شک نہ کرنا چاہیے اس امر مین کہ اہل کتاب تیری نبوت اور قرآن کی حقیقت کو اپنی کتابون سے بخوبی جانتے ہین وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ کلمہ سے مراد احکام شرع و وعدہ و وعید ہین اور یہ مومنون پر فضل ہو کہ قرآن مین انکی تکمیل ہوئی ہو یعنی پورا ہوا کلمہ تیرے پروردگار کا صِدْقًا وَّعَدْلًا از راہ صدق و عدل کے۔ یہ تمیز محول از فاعل ہو یا حال ہو یعنی کوئی اسمین سے کچھ تبدیل نہین کرسکتا چنانچہ فرمایا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ یعنی کوئی چیز ایسی نہین کہ ان احکام کو تبدیل کرے یا اُسکے وعدہ و وعید مین خلاف ہو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ احکام شرع مین زمانہ کی گردش سے کوئی تبدیل نہین ہوسکتی ہو اور جو شخص تبدیل کو جائز سمجھے وہ کافر گمراہ ہو جیسے اس زمانہ مین بعضے ملحد مبتدع کہتے ہین۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وعید عذاب مین بھی خلاف نہوگا بلکہ جسکو جسطرح وعید ہوئی ہو ویسا ہی واقع ہوگا مگر اشاعرہ خلف الوعید کو بنظر کرم جائز سمجھتے ہین وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ یعنے ہر قول کا سننے والا اور ہر فعل کا جاننے والا ہو اُسپر کچھ پوشیدہ نہین پس جو کوئی جیسا کریگا اُسکی جزا و سزا پاویگا۔ ف بعض نے کہا کہ قولہ تمت کلمۃ ربک مین کلمہ سے مراد قرآن ہو اور حاصل آنکہ جیسے توریت وغیرہ مین لوگون نے تحریف کی ویسے قرآن مجید کی تحریف پر کوئی قادر نہوگا پس اس سے نکلا کہ قرآن مجید ہمیشہ محفوظ رہیگا جبتک کہ اللہ تعالیٰ لیجاوے اور تمام کے معنی یہ کہ انتہا پر پہونچا اور حضرت انس رض سے روایت ہے کہ یہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہو۔ رواہ ابن النجار و ابن مردویہ عنہ مرفوعا۔ عامر بن عبد اللہ سے روایت ہو کہ فتح مکہ کے روز حضرت صلعم مسجد الحرام مین داخل ہوئے اور بتون کو مارتے اور توڑتے اور باہر پھینکواتے جاتے اور زبان سے پڑھتے جاتے وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا الآیۃ۔ قولہ صدقا وعدلا بعض مفسرین نے مانند شیخ ابن جریر اور شیخ عکبری رح کے اسکو تمیز قرار دیا اور ابن عطیہ نے کہا کہ یہ صواب نہین کیونکہ اسمین ابہام نہین ہو اور مترجم کہتا ہو کہ یہ وہم ہو کیونکہ تمام ہونے مین تمامیت باعتبار تکمیل افادہ وغیرہ امور کے ہوسکتی ہو پس صدق وعدل سے مراد ہونا تمیز کردیا گویا اشتباہ کے اسکو حال کہا یا مفعول لہ کا اعراب بیان کیا۔ قتادہ رح نے کہا کہ صدق ان کلمات مین جنمین وعدہ و وعید ہو اور عدل ان کلمات مین جنمین حکم ہو اور بعض نے کہا کہ ہر وعدہ و وعید و احکام سب صدق عدل سے ہین نیز وعدہ و وعید و احکام و اگلی امتونکے اخبار اور آیندہ قیامت تک ہونیوالے امور کے اخبار وغیرہ جملہ امور جنکی خبر قرآن مجید مین ہو سب صدق عدل ہین اور یہ اولی ہو باعتبار مفہوم کے فافہم قولہ لا مبدل لکلماتہ آمین محمد بن کعب سے مروی ہو کہ جو کچھ امر دنیا و آخرت مین فرمایا کسی مین تبدیل نہین ہو اسمین دلیل ہو کہ جو دوزخی ہوا وہ جنتی نہین ہوسکتا اور جو جنتی ہوا ہو وہ دوزخی نہین ہوسکتا اور یہی متواتر اخبار صحیح و آیات کریمہ سے ثابت اور یہی اہل سنت کا اعتقاد ہو فاحفظہ ف فی العرائس وتمت کلمۃ ربک الآیہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سابق کلمات قدیم سے خبر دی جو کلام نفسی ہین جنمین خود بخود در ذات خود کلام فرمایا پس جو اہل معرفت و توحید بندون کے حق مین قبل اُنکے وجود کے اور قبل اُنکی نماز روزہ وغیرہ نیک اعمال کرنیکے بدون کسی علت و سبب کے بلکہ قبل اُنکے وجود کے اُنکے حق مین محض فضل و کرم سے انعام و اکرام مقدر فرمایا ہو اسمین تبدیل کسی فعل و حرکت سے نہین ہوسکتی ہو اور جو اسکی مشیت ہو وہ عین صدق و عدل ہو پس اہل توحید و عرفان کے حق مین حسن قبول اُسکی مشیت و احسان و فضل ہو اور تعالیٰ قادر مختار ہو جو چاہے کرے کسی بندہ کو جو اسکی مخلوق ہو دم مارنیکی مجال نہین ہو اور تمام ہونا کلمات کا یہ بھی ہو کہ لطف عنایت سے بدون بندون کی طرف سے کسی علت کے انکو انعام و اکرام سے قدما سرفراز کیا اور جو وعدہ فرمایا وہ ضرور واقع ہونیوالا ہو۔ اور قولہ لا مبدل لکلماتہ سے واضح ہوا کہ

اہل عنایت پر جو سابقہ رحمت ہو اسکو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا اور موارد امتحان انکو مردود نہیں کر سکتے جیسے مردود کو ظاہری افعال مقبول نہیں کر سکتے ہیں بعض نے قولہ صدقا وعدلا کی تفسیر میں کہا کہ صدق ہو مومنین کے لیئے کہ انکو جو دیا سب فضل ہو اور عدل ہو کافرون پر کہ میزان عدل میں ہلاک ہوئے اور پورے ناشر ہے

وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ○

اور اگر تو کہا مانے اکثر لوگون کا جو دنیا میں ہین تجھکو بہکا دین اللہ کی راہ سے سب ہی چلتے ہین خیال پر اور سب اٹکل دوڑاتے ہین

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ○ فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ

تیرا رب ہو خوب جانتا جو بہکتا ہو اُسکی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہو جو اُسکی راہ پر ہین سو تم کھاؤ اُسمین سے جسپر نام لیا اللہ کا اگر تمکو

بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ○ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ

اُسکے حکم پر یقین ہو اور کیا سبب کہ تم نہ کھاؤ اُسمین سے جن پر نام لیا اللہ کا اور وہ کھول چکا جو کچھ تم پر حرام کیا ہو مگر جسوقت ناچار ہو

إِلَيْهِ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ○

اُسکی طرف سے اور بہت لوگ بہکاتے ہین اپنے خیال پر بغیر تحقیق تیرا رب ہی خوب جانتا ہو جو لوگ حد سے بڑھتے ہین

وان تطع اکثر من فی الارض اکثر سے مراد کفار ہین کیونکہ وہی بہت ہین اور اہل ایمان تھوڑے سے ہین اور بعض نے کہا کہ ارض سے مراد مکہ ہو یعنی مکہ والون مین سے اکثر لوگون کے اور وہ اسوقت کفار تھے اگر تو اطاعت کریگا تو یضلوک عن سبیل اللہ تجھکو دین الٰہی سے بہکا دینگے یعنی ایسی باتین وہم و شیطان کی بتلا دینگے جنکو ماننے سے غضب الٰہی ہوتا ہو اور اللہ تعالیٰ مقہور کرکے اسکو ہدایت سے محروم کر دیتا ہو اور یہ شرط ہو مقتضی وقوع نہین بلکہ امت کو تعلیم ہو کہ اہل کمہ یا کفار کے باتون پر نہ رہنا اور حق سے بچا و نہ کرین ان یتبعون الا الظن مراد یہ ہو ہین مکہ کے کفار نے جھگڑا کیا اور کہا کہ جو اللہ تعالیٰ نے مارا ڈالا وہ بہ نسبت لوگون کے مارے ہوئے جانور کے بدرجہ اولی کھانا چاہئے تو فرمایا کہ ان یتبعون الا الظن یعنی تیرے ساتھ مجادلہ کرتے ہین یہ لوگ نہین پیروی کرتے مگر اپنے وہم و گمان کی جسکی کچھ اصل نہین اور ایسے ہی بتون کے بارہ مین انکو مستحق عبادت خیال کرتے ہین اور اسیلئے وان ہم الا یخرصون خرص دراصل اندازہ کرنے کو کہتے ہین تحقیقی بات معلوم ہونے سے پہلے جیسے درخت کے پھل اندازہ کرنے کو خرص بولتے ہین پس حاصل آنکہ حالت انکی یہ ہو کہ تحقیقی بات کو نہین جانتے اور اپنے اندازہ کیئے پر چلتے ہین جہان خرص جائز نہین ہو پس خارص اپنی خرص کو تحقیق کہے تو جھوٹا ہو لہذا مفسرین نے کذب سے تفسیر کی جیسا کہ بعض سلف سے مروی ہو یعنی نہین یہ لوگ مگر آنکہ جھوٹ بولتے ہین۔ ان ربک ہو اعلم من یضل عن سبیلہ واضح ہو کہ اعلم صیغہ اسم تفضیل ہو اور وہ اسم ظاہر کو نصب نہین دیتا لہذا من اس سے منصوب نہین ہو سکتا تو بعض نے کہا کہ من مقدر یعلم ہو اور بعض نے کہا کہ منصوب بفعل یعلم ہو جسکی جگہ اسم تفضیل آیا ہو اور مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ اعلم بمعنی عالم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ ہونے والے کو سوا اسکے کوئی نہین جانتا ہو وہی عالم ہو اور بعض نے کہا کہ اسم تفضیل کبھی کبھی اسم ظاہر کو نصب دیتا ہو اور بیضاوی نے کہا کہ منصوب بفعل مقدر ہو جسپر اعلم دلالت کرتا ہو اور یہ کہا کہ اعلم یعنی اسم تفضیل اس معنی مین کہ اوسکا علم محیط وکثیر ہو اس وجہ کو جن علم کا متعلق ہونا ممکن ہو اور نیز لازمی ہو اور نیز علم الٰہی بالذات ہو بالغیر حاصل آنکہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہو ہر ایسے شخص کو جو اسکے دین سے گمراہ ہو وہو اعلم بالمہتدین اور وہی خوب جانتا ہو ہدایت و طاعت پر چلنے والون کو پس دونون مین سے ہر ایک کو اُسکا بدلا ثواب یا عذاب دیگا فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ای نسخ علی اسم

سو کھایا کرو اُن مین سے جسپر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہو حلال جانورون مین سے یعنی جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو فکلوا۔
جواب شرط مقدر ہی کما قال الزمخشری یا عطف بر محذوف ہی کما قال الواحدی اِن کُنتُم بِاٰیٰتِهٖ مُؤمِنِینَ یہ شرط نہین ہی بلکہ مومنون کو
شریع الٰہی پر چلنے کے لیئے آمادہ کیا ہی پس یہ خطاب ہی مسلمانون کو اور بعض نے مشرکون کی طرف خطاب قرار دیا المعنی آنکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے
حلال کیا اسکو حلال جانو اور جو حرام کیا حرام جانو اور اسی پر عمل کرو اور مردار وغیرہ کو چھوڑ دو لیکن اول ارجح ہی وَمَا لَکُم اَلَّا تَاکُلُوا مِمَّا ذُکِرَ اسمُ
اللّٰہِ عَلَیہِ استفہام انکاری ہی یعنی کون مانع ہی تمکو اس سے کہ نہ کھاؤ اُس ذبیحہ کو جسپر اللہ تعالیٰ کا نام مذکور ہوا بعد ازانکہ تمکو اسکے کھانے کی
اجازت دیدی وَقَد فَصَّلَ لَکُم مَّا حَرَّمَ عَلَیکُم ابن کثیر و ابو عمرو اور ابن عامر نے فصل بصیغہ مجہول پڑھا اور باقیون نے بصیغہ معروف
پڑھا حفص نے حرم بر بناء فاعل یعنی بصیغہ معروف پڑھا اور باقیون نے بصیغہ مجہول پڑھا ہی والمعنی حال یہ کہ تفصیل کیا تمہارے واسطے
جو کچھ حرام ہوا ہی **قال المفسر** یعنے قولہ حرمت علیکم المیتۃ الآیۃ مین تمپر محرمات طعام مفصل بیان کر دیئے ہین اِلَّا مَا اضطُرِرتُم اِلَیہِ سوا سے
اسکے جسکی طرف تم مضطر ہون محرمات سے تو اس حال اضطرار مین وہ بھی تمپر حلال ہی المعنی کوئی مانع نہین تمکو کھانے سے اس چیز سے جسپر اللہ تعالیٰ
کا نام مذکور ہوا اور حال یہ کہ جنکا کھانا حرام ہی وہ تمکو مفصل بتلا دیئے اور بنام الٰہی ذبیحہ ان محرمات مین سے نہین ہی واضح ہو کہ استثناء منقطع ہی
جیسا کہ تفتازانی رحمہ نے کہا اور اعراب القرآن ابو البقاء مین ہی کہ از راہ معنی استثناء متصل ہی کیونکہ انکو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیے ہوے کے
کھانے کو ترک کرنے پر توبیخ کی اور یہ متضمن ہی مطلقاً اباحت پر حاصل آنکہ جنس سے استثناء ہی لیکن بعض نے کلام کیا کہ اس صورت مین ظرف
عام مقدر سے استثناء ہوا تو مفرغ ہوا متصل نہوا پھر واضح ہو کہ اس مقام مین اشکال ہی جو امام رازی نے تفسیر کبیر مین وارد کیا بایں طور کہ یہ سورہ
انعام تو مکیہ ہی پس نزول اسکا سورہ مائدہ مدینہ سے پہلے ہوا خصوص جب کہ سورہ مائدہ کی نسبت آیا ہی کہ وہ قرآن کی سورتون مین سے پیچھے
آخر نازل ہوئی ہی اور قولہ حرمت علیکم المیتۃ الآیۃ اسی سورہ مائدہ مین ہی پس یہان جو قولہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم سے حوالہ دیا یہ اس آیت پر جو پیچھے
نازل ہوئی کیونکر صادق ہوگا کیونکہ جسپر حوالہ ہی اسکا مقدم ہونا لازم ہی پھر امام رازی نے جواب دیا کہ جس آیت پر حوالہ ہی وہ قولہ قل لا اجد فیما اوحی
الی محرما الآیۃ ہی جو کچھ پیچھے مذکور ہی۔ اور دیگر علماء مفسرین نے یہ جواب دیا کہ علم الٰہی ہی موجود ہونے والے سب کو محیط ہی اور علم الٰہی مین موجود
تھا کہ ترتیب قرآن مجید مین جو محفوظ بحفظ الٰہی ہی سورہ انعام پر سورہ مائدہ مقدم ہوگی اگرچہ نزول مین مقدم ہووے پس بایں معنی یہ حوالہ بترتیب ہی کہ
مترجم کہتا ہی کہ بنا برین ثابت ہوا کہ ترتیب قرآن مجید بتوفیق الٰہی عز وجل ہی اور کیون نہین کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے صریح اس کتاب مجید کی حفاظت
کا وعدہ فرمایا ہی۔ فافہم وَاِنَّ کَثِیرًا لَّیُضِلُّونَ بِاَهوَآئِهِم بِغَیرِ عِلمٍ یضلون مین دو قراءۃ ہین فتح یا از باب ثلاثی مجرد اور ضم یا از باب
افعال۔ اور مراد ان سے مشرکین عرب ہین جیسا کہ سعید بن جبیر رحمہ وغیرہ سے مروی ہی المعنی البتہ بہت سے یعنی مشرکین گمراہ ہوتے یا گمراہ کرتے
ہین اپنی خواہش نفسانی سے بدون کسی علم کے جسپر وہ اعتماد کرتے ہون اِنَّ رَبَّکَ هُوَ اَعلَمُ بِالمُعتَدِینَ اعتداء یعنی تجاوز کرنا یعنی
تیرا پروردگار جانتا ہی اُن لوگون کو جو تجاوز کرتے ہین حلال سے حرام کی طرف یعنی گناہ کرتے ہین پس انکو سزا دیگا **ف فی العرائس**
قولہ تعالیٰ وان کثیرا لیضلون باہوائہم ایسی ہین وہ لوگ بھی شامل ہین جو ضلالت و بدعت کی طرف بلاتے ہین پھر جب وہ لوگ اپنی نفسانیت
ہونے کو دیکھتے ہین تو چاہتے ہین کہ سچے اہل ارادت بھی انہین کے مثل ہوجاوین پس شہوتون کا راستہ انکو بتاتے ہین اور اسکی خوبیان بیان کرتے
ہین چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگون کو بیان فرمایا بقولہ اضلوا کثیرا وضلوا عن سواء السبیل۔ اور یہ اس وجہ سے ہی کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ
عز وجل کی معرفت سے جاہل ہین اور اسکے علم سے جو تمام موجود ظاہر و باطن کی ماہیت و حقیقت کو شامل ہی غافل ہین شیخ قرشی رحمہ نے

اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ یہ لوگ اپنے نفس کی خواہش پر چلتے ہیں اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلعم کو چھوڑتے ہیں۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ ۝

اور چھوڑ دو کھلا گناہ اور چھپا جو لوگ گناہ کماتے ہیں سزا پاوینگے اپنے کیے کی

وَذَرُوا اور ترک کرو اور چھوڑ دو تم لوگ ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ علانیہ و پوشیدہ گناہ۔ بعض نے کہا کہ گناہ زنا اور بعض نے کہا کہ ہر گناہ۔ اول تو مجاہدؒ سے مروی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ نیت بد وہ پوشیدہ گناہ ہے۔ اور قتادہؒ نے ظاہر یعنی علانیہ و پوشیدہ قلیل و کثیر سے تفسیر کی۔ سُدّی نے کہا کہ ظاہر الاثم رنڈیوں سے زنا کرنا۔ اور باطن الاثم وہ آشنائی کر کے زناکاری ہے۔ عکرمہؒ نے کہا کہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا بیٹی کی خالہ سے نکاح کرنا۔ اور صحیح یہ ہے کہ آیت کریمہ سب کو شامل ہے اور نیز دیگر گناہ ظاہر و باطن سے عام ہے پس ظاہر وہ جو اعضاء و جوارح سے ظاہر میں محسوس ہو اور باطن وہ جو ظاہر نہو مثل حسد و غرور و عجب و خود نمائی اور مسلمانوں کی بدی سوچنا وغیرہ۔ صحیح مسلم میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اثم کیا ہے فرمایا کہ اثم وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو برا جانے کہ لوگ اس پر مطلع ہوں۔ رواہ ابن ابی حاتم وغیرہ بسند صحیح۔ پھر گناہ سمیٹنے والوں کو وعید شدید فرمائی اِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ کسب یعنی کمانا اور بندہ گناہ کو پیدا کرنیوالا نہیں بلکہ کمانیوالا ہے اور یہی اہل سنت کا مذہب ہے۔ المعنی جو لوگ گناہ کماتے ہیں سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ اقتراف بمعنی اکتساب۔ المعنی عنقریب آخرت میں جزا دیے جاوینگے بدلے اس چیز کے جسکو کمایا کرتے تھے۔ فی العرائس قولہ وذروا ظاہر الاثم الآیہ۔ ظاہری گناہ وہ ہے جسکی مذمت ثابت از ظاہر قرآن و حدیث ہے اور باطن الاثم وہ جسکی مذمت باطن قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ قال المترجم بنابریں تمام عیوب نفس و دنیا و خطرات شیطانی و نہایت باریک باتیں کہ جب کھلیں تو بڑا گناہ معلوم ہوتی ہیں سب کو شامل ہے اور یہی کمال تقویٰ ہے اور حدیث صحیح میں آیا کہ آدمی میں شیطان ایسی جگہ گھسا ہوا رواں ہے جہاں خون رواں ہے تو اسمیں ان باطن کے عیوب نفس و خطرات کی طرف خیال رکھنے اور اسکو درست رکھنے کا صریح اشارہ ہے۔ فافہم۔ نیز ظاہر الاثم وہ ہے جسکے ساتھ عقول نورانی موافق ہوں اور باطن الاثم جسکے ساتھ قلوب صافی واقف ہوں اور نیز ظاہر الاثم وہ جو اعضا کو راہ سنت سے کج کریں اور باطن الاثم جو دلوں کو مشاہدہ سے تشویش میں ڈالیں۔ نیز ظاہر الاثم اس دنیا کی محبت ہے و باطن الاثم جاہ و مرتبہ کی خواہش ہے۔ نیز ظاہر الاثم وہ اعمال ہیں کہ جو تجھے مغرور کریں اور باطن الاثم وہ احوال جنکی لذت میں تجھکو سکون ہو۔ بعض نے فرمایا کہ ظاہر الاثم اپنے افعال پر نظر کرنا اور باطن الاثم ان افعال پر باطن میں تسکین ہے۔ سہلؒ نے کہا کہ حکم فرمایا ہے کہ اعضاء ظاہر سے نافرمانی اور دل سے انکی محبت چھوڑ دو۔ شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ ظاہری گناہ تو غفلت ہے اور باطنی گناہ یہ کہ سابق التقدیر پر نظر رکھنے سے نسیان ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ باطنی گناہ وہ عقیدے پوشیدہ ہیں جو دل میں مضمر ہوں اور گناہ باطن سے اندر چھپے ہوں۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ

ع ۱۴ ۱۱ اور اسمیں سے مت کھاؤ جسپر نام نہیں لیا اللہ کا اور وہ گناہ ہے اور شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے کہ تم سے جھگڑا کریں

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۝

اور اگر تم نے انکا کہا مانا تو تم مشرک ہوئے

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اور مت کھاؤ اس چیز میں سے جسپر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو۔ واضح ہو

کہ اس بات میں اتفاق ہے کہ ما موصولہ سے جانور مراد ہیں اور جانوروں میں سے بھی وہ جانور جنکا کھانا حلال ہے پس اگر اسپر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ذکر کیا گیا تو مت کھاؤ۔ پھر ذکر نہ کیے جانے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ خود اپنی موت سے مر گیا ذبح نہیں کیا گیا اور اگر ذبح کیا گیا تو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا پس اسپر اللہ تعالیٰ کا نام مذکور نہوا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے واسطے ذبح کیا مگر عمداً تسمیہ یعنی بسم اللہ نہ پڑھی یا بھول گیا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت درباره مردار جانوروں کے اور جو اسکے معنی میں مانند منخنقہ وغیرہ کے ہیں وارد ہوئی ہے۔ عطاؒ نے کہا کہ ذبائح کی تحریم میں ہے کہ مشرکین اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے مفسر سیوطیؒ نے آیت کو اسی پر محمول کیا یعنی یہ آیت مخصوص ہے ایسے جانوروں کے حق میں جو خود بخود مر گئے ہوں یا کسی بت وغیرہ کے نام پر ذبح ہو گئے ہوں اور یوں کہا کہ اگر ایسا نہو وے تو جو جانور کوئی مسلمان ذبح کرے اگرچہ عمداً تسمیہ نہ کہے وہ بنا بر قول شافعیؒ کے حلال ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ طریقہ دلیل خلف کا جس سے آیت کی تخصیص ثابت کیجاوے عجیب ہے کیونکہ مذہب شافعیؒ میں اگر اعتبار دیجے کوئی بات قرار پائی وہ مخصص نہیں ہو سکتی بلکہ دلیل شرعی لانی چاہیئے ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسلمان نے اگر عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو ذبیحہ حلال نہیں بلکہ مردار ہو گیا اور تفصیل یہ ہے کہ ائمہ علماء رحمہم اللہ کے اس مسئلہ میں تین قول ہیں بعد ازانکہ سب کا اجماع ہو گیا کہ جو حلال جانور زمین سے خود بخود مر گیا وہ مردار قطعاً حرام ہے اور کلام ذبیحہ میں ہے پس اگر ذبیحہ ایسا ہو کہ اسپر اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی غیر کا نام عمداً ذکر کیا تو بالاجماع حرام ہے اور اگر کسی کا نام ذکر نہیں کیا تو ایک جماعت علماء کا قول ہے کہ جو ذبیحہ ایسا ہو کہ اسپر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں ذکر کیا گیا یعنی کوئی نام نہیں لیا گیا تو وہ مردار و حرام ہو گا خواہ عمداً اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو یا سہو سے نہ لیا ہو اور یہی نافع مولیٰ ابن عمرؓ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ و عامر الشعبی و محمد بن سیرین رحمہم اللہ سے مروی ہے اور ایک روایت از امام مالک۔ اور قوی روایت از امام احمدؒ اور یہی ابو ثور و داؤد ظاہری نے اختیار کیا اور یہی مختار ابو الفتوح محمد بن محمد الطائی الشافعیؒ کا ہے اور دلیل اسکی یہی ظاہر آیت اور قولہ فکلوا مما امسکن علیکم واذکروا اسم اللہ علیہ الآیۃ۔ اور یہاں قولہ تعالیٰ وانہ لفسق سے اور تاکید ہو گئی اور نیز احادیث صحیحین وغیرہ جنمیں حکم تسمیہ مذکور ہے نیز حجت ہیں اور وہ بہت ہیں اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ لوگ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہمکو نہیں معلوم ہوتا کہ اسپر اسم اللہ تعالیٰ ذکر کیا گیا ہے یا نہیں۔ تو فرمایا کہ اسپر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرو اور کھاؤ۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ ان لوگوں کو کفر چھوڑے ہوئے تھوڑا زمانہ گزرا تھا۔ رواہ البخاری

قال الحافظ العماد اس سے دلالت اسطرح ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھ لیا تھا کہ تسمیہ کرنا ایک امر لابدی ہے اور خوف کیا کہ شاید ذبح کرنے والوں نے بسبب اسکے کہ مسلمان ہوئے تھوڑے دن ہوئے ہیں تسمیہ چھوڑ دیا ہو پس حضرت صلعم نے کھانے کے وقت تسمیہ کہنے کا احتیاطاً حکم دیدیا تاکہ اگر ترک ہوئی ہو تو اس سے عوض کے اندر ہو جاوے اور مسلمانوں کے احکام کو نیک گمان پر جاری رکھنے کا حکم دیا واللہ اعلم۔ اور ایک جماعت نے کہا کہ اسلام شرط ہے تسمیہ کچھ شرط نہیں ہے بلکہ مستحب ہے پس اگر عمداً یا بھولے سے چھوڑ دی تو کچھ مضر نہیں ہے اور یہ امام شافعی و جمہور اصحاب شافعی کا مذہب ہے اور یہ حضرت ابن عباس و ابو ہریرہ و عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے۔ واللہ اعلم۔ اور شافعی رحمہ اللہ نے قولہ وانہ لفسق کو محمول کیا اس امر پر کہ وہ غیر اللہ تعالیٰ کے واسطے اس طرح ذبح ہوا ہو کہ اسپر نام الٰہی ذکر نہوا ہو۔ بمانند قولہ تعالیٰ او فسقا اہل لغیر اللہ بہ الآیۃ پس فسق سے مراد وہ مذبوحہ ہے جو غیر اللہ تعالیٰ کے **شیخ ابن کثیرؒ** نے اسکو قوی کہا اور رد کیا کہ ابن جریرؒ نے عطاؒ سے نقل کیا کہ آیت میں ممانعت ہے ان ذبائح کے کھانے سے جو قریش اپنے بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے اور ممانعت ہے مجوس کے ذبائح سے مترجم کہتا ہے کہ یہاں سے ظاہر ہوا کہ حجت تخصیص آیت کی بنا بر مذہب شافعیؒ کے یہ ہے جو مذکور ہوئی اور مفسر سیوطی رحمہ اللہ کو خود یہ حجت معلوم تھی چنانچہ مقدمہ اتقان میں بحوالہ تفسیر کبیر فخر رازی انکی

تقویت اسطرح ذکر کی کہ قولہ وانہ لفسق میں واو حالیہ ہے ای لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ حال کونہ فسقا - اور وہ فسق نہوگا جب تک کہ
اسپر اہلال لغیر اللہ تعالیٰ نہو بدلیل قولہ او فسقا اہل لغیر اللہ بہ الآیۃ پھر فخر رازی نے دعویٰ کیا کہ یہی تعین ہے یعنی واو یہاں حالیہ ہی ہو سکتا ہے
اور عاطفہ نہیں ہو سکتا ورنہ عطف جملہ اسمیہ خبریہ کا جملہ فعلیہ طلبیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے قال المترجم فخر رازی نے امام شافعی کے
استدلال پر اکتفا نہ کیا اور خود ایک طومار نکالا جیسا کہ مذکور ہوا لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے چنانچہ شیخ حافظ العماد نے اسکو رد کر دیا اسطرح کہ قولہ
تعالےٰ وان الشیاطین لیوحون الخ سے فخر رازی کے اوپر خود نقض وارد ہوتا ہے کیونکہ یہ واو خواہ مخواہ عاطفہ ہے پس جس واو کے
حالیہ ہونے کا مدعی ہوا اگر صحیح ہو تو اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ممتنع ہوگا پس اگر جملہ طلبیہ پر عطف کیا جاوے تو جو اسنے امتناع وارد کیا ہے
وہ خود اسپر وارد ہوتا ہے اور اگر واو کو حالیہ نہ لیوے تو جو کچھ اسنے دعویٰ کیا ہے وہ سرے سے باطل ہو گیا واللہ اعلم اور صلت السدوسی
سے جو مرفوعا روایت ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ نام الٰہی ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ تو یہ مرسل ہے اور شافعیہ کے نزدیک مراسیل مالک و زہری
کے سوائے حجت نہیں مگر انکہ مذہب ابن عباس بھی مروی ہے جو اسکا مقوی ہے اور حنفیہ اسمیں تاویل کرینگے۔ اور بیہقی نے حدیث عائشہؓ
مذکورہ بالا سے حجت پکڑی کہ تسمیہ شرط ہوتا تو آپ نہ فرماتے کہ تم تسمیہ کہکر کھاؤ - مگر پوشیدہ نہیں کہ یہ حجت ضعیف ہے اسواسطے کہ مسلمان ذبح کرنے
لانے والے پر گمان ترک تسمیہ کا خلاف ظاہر حال تھا لہذا احتیاطاً ایسا کہا جیسا کہ اشارہ اوپر مذکور ہو چکا - فافہم واللہ اعلم اور ایک
بڑی جماعت علماء نے کہا کہ اگر تسمیہ کہنا بھول گیا تو مضر نہیں اور اگر عمداً چھوڑ دی تو ذبیحہ حلال نہوگا اور یہی حضرت علی و ابن عباس رضی اللہ
عنہما و سعید بن المسیب و عطاء و طاؤس و حسن البصری و ابو مالک و عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ - و جعفر بن محمد و ربیعہ بن عبد الرحمن سے حکایت کیا گیا
پس روایات ابن عباس اس امر پر محمول ہونگی کہ تسمیہ ذکر کرنا حالت یاد میں اور نہ ذکر کیا حالت فراموشی میں تاکہ ابن عباس کے اقوال
میں اختلاف لازم نہ آوے اور یہی مشہور مذہب امام مالک و احمد بن حنبل کا اور یہی قول امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب اور اسحاق بن
راہویہ کا ہے - قال الحافظ ابن الکثیرؒ اور امام ابو الحسن مرغینانی نے ہدایہ میں نقل کیا کہ شافعیؒ سے پہلے علماء کا اجماع تھا کہ جو کوئی
عمداً تسمیہ چھوڑے اُسکا ذبیحہ حرام ہے اسیواسطے ابو یوسف و مشائخ نے کہا کہ اگر عمداً تسمیہ چھوڑے ہوئے ذبیحہ کے بیع جائز ہونے
پر کوئی قاضی و حاکم حکم دیوے تو اُسکا حکم نافذ نہوگا کیونکہ محل مختلف فیہ قابل اعتبار نہیں بلکہ اجماع معتبر ہے قال الحافظ لیکن
مرغینانی کا یہ قول غریب ہے اور ہم پہلے لکھ چکے کہ شافعیؒ سے اگلون نے بھی خلاف کیا ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ اگلون سے جو خلاف مذکور
ہوا وہ بدون انکے کلام کے ہے سوائے قول ابن عباسؓ کے پھر جب ابن عباسؓ سے متروک التسمیہ کے حرام ہونیکا مذہب نقل کیا گیا
تو تناقض کر دینا خلاف اصل ہے پس دو قول ابن عباس کے بتاویل دونوں موافق ہیں تو خلاف ابن عباس باقی نہیں رہا اور علی و دیگر علماء
کے قول میں یہی گمان ہے یا بجملہ فقط نام ذکر کرنا مثبت خلاف نہیں ہے پھر ابن جریر رحمہ اللہ نے نقل کیا کہ جس شخص نے بھول کر تسمیہ
چھوڑنے والے مسلمان کا ذبیحہ حرام کیا وہ اجماع حجت سے خارج ہے اور حافظ ابن کثیرؒ نے اب کلام طویل کے بیان کیا کہ
ابن جریرؒ کے نزدیک ایک دو علماء کے خلاف سے اجماع میں خلل نہیں آتا وہ اسکو اجماع ہی کہتے ہیں پھر اس مذہب کی تقویت میں پیش کیا
آیت کریمہ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا الآیۃ - اور نیز وہ حدیث مشہور جسمیں آنحضرت صلعم نے اپنی امت سے خطا و اکراہ و نسیان
مرفوع ہونے کو فرمایا ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک جو امور شرعی ایسے ہیں کہ حدود ہیں سب اطرح سے انکا حکم لازم ہوتا ہے مثل طلاق
و عتاق وغیرہ کے انمیں خطا و نسیان وغیرہ کا غیر موثر ہونا معتبر نہیں بلکہ انکا مرفوع ہوگا پس شاید کہ مقام ذبیحہ میں اسکا اعتبار ہو

بالجملہ یہ توجیہ کافی ہیں واللہ اعلم۔ پھر مجاہدؒ وعامہ اہل علم کے نزدیک یہ آیت محکم ہے اس میں سے کچھ منسوخ نہیں ہوا اور حسن بصری و عکرمہ سے ابن جریرؒ نے روایت کیا کہ اس سے طعام اہل کتاب مستثنیٰ ہوا اور ابن ابی حاتمؒ نے مکحول سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو منسوخ کر کے فرمایا الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب الآیہ۔ پھر ابن جریرؒ نے فرمایا کہ تحریم مالم یذکر اسم اللہ علیہ اور تحلیل طعام اہل کتاب میں کچھ تعارض نہیں اور یہی صواب ہے **قال الحافظ**۔ یہ قول ابن جریر کا صحیح ہے اور سلف میں سے جس نے نسخ کا لفظ کہا ہے اسکی مراد تخصیص ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ معنی قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کے یہ کہ مت کھاؤ اس چیز میں سے جس پر نہیں مذکور ہوا نام اللہ تعالیٰ کا وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ای وان الاکل منہ لخروج عما یحل۔ اور کھانا ایسی چیزوں سے البتہ باہر ہونا اس چیز سے جو حلال ہے وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ ای یوسوسون الی الکفار۔ اور شیاطین جو شیطان رجیم کے ذریات ہیں وہ مع شیطان کے اپنے اولیاء کو یعنی کافروں کو وسوسہ ڈالتے ہیں علی ہذا شیطان سے مراد حقیقی شیطان ہیں بعض نے کہا کہ وہ قسم جن ہیں لیکن مرتے نہیں ہیں بخلاف جنوں کے کہ انمیں مسلمان بھی ہیں کافر بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ بالجملہ شیاطین حقیقی مراد ہیں اور وحی سے وسوسہ مراد ہے اور وسوسہ انکا اگرچہ عام ہے لیکن کافروں کی خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ اہل ایمان انکے وسوسہ کو قبول نہیں کرتے اور رد کر دیتے ہیں بخلاف کافروں کے کہ وہ قبول کر لیتے ہیں اور انھیں پر خوب قابو پاتے ہیں اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے ابن عمرؓ و ابن عباسؓ و عکرمہؒ سے قصہ مختار بن ابی عبید ثقفی میں روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے آکر ابن عباسؓ سے کہا کہ مختار بن ابی عبید کو زعم ہے کہ آج کی رات مجھپر وحی ہوئی تو ابن عباس نے کہا کہ بات یہ سچا ہے تو اس شخص نے متنفر ہو کر کہا کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ وہ سچا ہے تو ابن عباس نے فرمایا کہ وحی دو طرح کی ہے ایک وحی الٰہی بجانب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور دوسری وحی شیطان بجانب اپنے اولیاء کے پھر پڑھا قولہ وان الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم یعنی شیطان اپنے دوستوں کو گمراہی کی باتیں القا کرتے ہیں اور بعض نے فرمایا کہ شیاطین سے آدمیوں کے شیطان مراد ہیں اور وحی ایک تشبیہ کے طور پر ہے یعنی ان شیاطین الانس لیلقون الی اولیاءھم او ظاہر آنکہ دونوں کو شامل ہے ایک کو حقیقۃً اور دوسرے کو حکماً تاکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز لازم نہ آوے حاصل آنکہ شیاطین اپنے ساتھ والوں کے دلوں کو القا کرتے ہیں لِیُجَادِلُوْکُمْ تاکہ اولیاء شیاطین مردار کھانے میں تمہاری مخالفت کر کے بہانہ بازی اور تم سے جھگڑیں وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ اور اگر تم نے اس بارے میں انکی پیروی کی تو تم مشرک ہو۔ زجاج نے کہا کہ اسمیں دلیل ہے کہ جسنے اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں سے کسی چیز کو حلال جانا یا حلال کی ہوئی چیزوں میں سے کسی چیز کو حرام جانا وہ کافر مشرک ہے کیونکہ سوا اسکے اللہ تعالیٰ کے کسی شخص کو اپنا حاکم بنایا۔ عن ابن عباسؓ جب نازل ہوا قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیہ تو فارس والوں نے قریش کو کہلا بھیجا کہ محمد ﷺ سے مقابلہ کرو اور کہو کہ جو جانور تم اپنے ہاتھ سے چھری سے ذبح کرو وہ حلال ہے اور جو اللہ تعالیٰ نے سنہری کی تلوار سے قتل کیا یعنی مردار وہ حرام ہے تو نازل ہوا قولہ وان الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم لیجادلوکم الآیہ یعنی شیاطین فارس کے اپنے اولیاء قریش کو وحی کرتے ہیں۔ رواہ الطبرانی۔ وعن ابن عباسؓ فی قولہ وان الشیاطین لیوحون یعنی کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے ذبح کیا وہ نہ کھاؤ اور جو تم نے ذبح کیا وہ کھاؤ تو نازل ہوا قولہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ الآیہ۔ رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ و ابن ابی حاتم واسنادہ صحیح۔ ورواہ ابن جریر من طرق عدۃ اور ابن جریرؒ نے قصہ تحریر اہل فارس کو عکرمہ سے روایت کیا اور سدیؒ و دیگر جماعت تابعین نے مشرکوں کا اعتراض مسلمانوں پر ذکر کیا جیسا کہ فارس والوں کا قریش کو سکھانا مذکور ہوا ہے مصنف کہتا ہے کہ ایسے ہی مشرکین و مسلمانوں کا جھگڑا دنیا کے حق میں ہے فلیتفکر واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم **ف** فی الحر النفس قولہ تعالیٰ وان الشیاطین لیوحون الی اولیاءھم

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوا کہ آدمیوں سے ایک مخلوق ہے جو شیطانوں کی طبیعت پر پیدا ہوئے ہیں۔ کما قال تعالیٰ شیاطین الانس والجن
پھر شیطان الانس میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو سالوس ناموس کے ساتھ رہ کے خشک بے مغز مشیخت کی طرف سے مگر ایسا ظاہری تو [illegible] ہوتے
اولیاء اللہ کے مراتب کے مدعی ہیں انکے دلوں میں شیطانی فرخرافات بہت بھرتے ہیں اور الفاظ طامات و غرور سے اپنی بڑائی و تعلی
بیان کرتے ہیں اور جو شخص کہ حق و باطل میں تمیز نہیں کر سکتا اسکے نزدیک عزت والے بنتے ہیں۔ ابو عثمان مغربیؒ نے اس آیت میں
کہا کہ شیاطین ایسے انسانوں کی طرف جو انھی کے دل ہیں ایسی باتیں القا کرتے ہیں جس سے ایسے مریدوں کی راہ ماری جو تحقیق پر
چلتے تھے۔ پھر جب اوتعالیٰ عزوجل نے ایسے لوگوں کی مذمت بیان فرمائی جو دنیا کے [illegible] سیاہ پیچھے مالک خالق سے ہوا [illegible] ایسے
سے غافل کفر و ظلمت میں پڑے سو اسکے بعد [illegible] کو نور قدیم کے کشف میں لیا اور انواع معارف کے جواہر [illegible] کا عارف کیا انکی تعریف کی

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

بھلا ایک شخص کہ مردہ تھا پھر ہم نے اسکو زندہ کیا اور دی اسکو روشنی کہ لیے پھرتا ہے لوگوں میں برابر اسکے کہ جسکا حال یہ کہ اندھیروں میں پڑا وہاں سے نکل نہیں سکتا

كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيهَا لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا يَمْكُرُونَ

اسی طرح بھلا دکھایا ہے کافروں کو جو کام کر رہے ہیں — اور یوں ہی رکھے ہیں ہم نے ہر بستی میں گنہگاروں کے سردار کہ حیلہ لایا کریں وہاں اور جو حیلہ کرتے ہیں

إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

سو اپنے اوپر اور نہیں بوجھتے

ونزل فی ابی جہل وغیرہ یعنی نزول اس کلام کا ابوجہل وغیرہ کے حق میں ہوا اور مراد یہ کہ اس آیت میں جو بیان کیا گیا کہ تاریکی سے [illegible]
نہیں ہوا اور کفر و ضلالت میں پڑا ہوا اس سے ابوجہل واسکے مانند مراد ہیں اور یہ غرض نہیں کہ جسکو زندہ کر دیا نور سے وہ ابوجہل وغیرہ کے
حق میں ہو اور تحقیق تفسیر یہ ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ اَوَمَن كَانَ مَيْتًا بھلا وہ جو مردہ تھا یعنی کفر سے فَأَحْيَيْنَاهُ پھر ہم نے
ہدایت سے زندہ کیا وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ اور اسکے لیے نور دیا کہ اسکے ساتھ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے [illegible] اس نور سے حق و باطل میں
تمیز کر سکتا ہو اور یہ نور ایمان ہے اور [illegible] کہا قرآن مجید ہے اور یہ [illegible] کَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ [illegible] مثل کا لفظ زائد ہے [illegible] فی الظلمات کے [illegible]
اس [illegible] سکے جو اندھیاری میں پڑا ہوا [illegible] کما کمن مثله من فی الظلمات لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا [illegible] نکلنے اور وہ کافر [illegible]
یا استفہام انکاری ہے اور معنی یہ کہ بھلا جسکو ہم نے زندہ کر کے نور دیا وہ مثل اسکے ہو جو اندھیروں میں پڑا ہو [illegible]
[illegible] ان میں کبھی برابر نہیں ہو اور تعالیٰ نے اس مومن و کافر کی مثل بیان فرمائی ہے [illegible] روشنی و تاریکی ہے اور [illegible]
ظاہر ہے کہ جو نور کے واسطے سے چلتا ہو وہ ایسا نہیں جو اندھیرے میں [illegible] اور مقصود یہ کہ جو شخص ایمان کے واسطے [illegible]
سے منور ہوا وہ ایسا نہیں جو کفر و ضلالت کے اندھیرے میں پڑا ہو اور کلام مجید میں بہت [illegible] کفر کو [illegible] تاریکی [illegible]
اور ایمان کو [illegible] اور بینائی اور زندگی [illegible] اور [illegible] واسطے [illegible] کما فی قولہ اللہ ولی الذین آمنوا
یخرجہم من الظلمات الی النور الآیۃ و کما فی قولہ مثل الفریقین کالاعمی والاصم والبصیر والسمیع [illegible] مثلا الآیۃ و کما فی قولہ تعالیٰ
وما یستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات الآیۃ۔ ابن عباسؓ سے روایت
کیا جاتا ہے کہ مراد اس سے حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب ہیں اور ابوجہل [illegible] کہ حضرت حمزہ [illegible]

حق مین اور ابوجہل کے حق مین نازل ہوئی عکرمہؒ سے مروی ہے کہ عمار بن یاسرؓ اور ابوجہل کے حق مین نازل ہوئی اور مقاتلؒ نے کہا کہ حضرت سید عالم محمد مصطفےٰ صلعم کے حق مین اور ابوجہل ملعون کے حق مین ہے **شیخ ابن کثیرؒ** نے کہا کہ بعضون نے زعم کیا کہ نزول اسکا دو شخص معین کے حق مین ہے چنانچہ جسکو زندہ کرکے نور دیا وہ عمرؓ بن الخطاب ہین یا عمار بن یاسر ہین اور جو ظلمات مین پڑا ہوا رہا اس سے نکلا نہین وہ ابوجہل ملعون ہے۔ پھر کہا کہ صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے اسمین ہر مومن و کافر داخل ہے یعنے کوئی مومن ہو کسی کافر کے مساوی نہین اور حاصل آنکہ مومن و کافر مین از راہ آخرت کے کچھ مساوات نہین ہے اور اسی کو اکثر مفسرین نے صحیح کہا ہے **قال المترجم** اگر نزول اسکا دو شخص معین کے حق مین ثابت ہو تو بھی اعتبار اُسکے عموم معنی کا ہے جس سے ثابت ہے کہ مومن و کافر یکسان نہین كَذٰلِكَ ایسے کما زین للمؤمنین الایمان کذلک زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ من الکفر والمعاصی یعنی جیسے مومنون کی نظر مین ایمان و طاعت خدا و رسول مزین کی گئی ہے ایسی ہی مزین کیئے گئے کافرون کے لیئے جو وہ کرتے ہین کفر و نافرمانیان و گناہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر عمل کرنے والے پر تقدیر جاری ہے اور حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ ہر ایک پر وہ آسان ہے جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا یعنے جیسے ہمنے مکہ والون مین سے فاسق انمین سے بڑے بڑون کو کر دیا ایسے ہی کر دیا ہم فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا ہر قریہ مین اکابر مجرمین اُسکے کما لین مین کہا کہ اکابر مجرمیہا دونون مفعول جعلنا کے ہین اور اول یہ دوم کو مقدم کیا گیا **قال الواحدی** ای مجرمیہا اکابر۔ اور اکابر اسواسطے مجرم و فساق ہوئے کہ انمین وسعت و قوت ہونے سے مکر و کفر کی طرف زیادہ داعی ہین۔ مروی ہے کہ ولید بن المغیرہ نے کہا کہ اگر نبوت سچ ہوتی تو مین ہوتا کیونکہ مجھ مین بزرگی و مال زیادہ ہے اور یہ شخص بڑا سرکش تکبر والا تھا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا یعنے تاکہ ایمان لانے سے لوگون کو روکنے مین اس قریہ مین مکر کرین قریہ گاؤن و شہر و آبادی کے معنی مین آتا ہے۔ اور ابو عبیدہؒ نے کہا کہ مکر بمعنی فریب و دھوکا و غدر و حیلہ و فجور بعض نے زیادہ کیا اور غیبت و چغلی و جھوٹی قسمین و باطل کا رواج دینا **قال الحافظ** مراد مکر سے یہان گمراہی کی طرف باطل اقوال و افعال سے بلانا۔ ابن ابی حاتم نے بعض علماء سے روایت کی کہ قرآن مین جہان مکر کا لفظ ہے وہ عمل ہے حاصل آنکہ ہمنے مکہ کے فاسقون کے مانند سابق امتون مین بھی ہر قریہ کے بڑے لوگون کو فاسق بنایا تاکہ مکر کو پورا کرین وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ حالانکہ اپنی ہی جان کے ساتھ مکر کرتے ہین کیونکہ وبال اُسکا انھین کی جانون پر ہے پس وہ اپنی ہی جانون پر مکر کرتے ہین وَمَا يَشْعُرُوْنَ بذلک۔ اور اس سے اُنکو شعور نہین ہوتا اسمین تاکید بلیغ ہے یعنے یہ بات اگرچہ ایسی ظاہر ہے کہ حواس و شعور دریافت کرنے کی ہے مگر اُسکو بھی نہین سمجھتے **ف فی العرائس** قولہ تعالےٰ اومن کان میتا الآیۃ یعنے جو مردہ تھا عدم مین ہمنے اسکو نور قدم سے زندہ کیا نیز جو مجاہدات سے مردہ تھا اسکو روح مجاہدہ سے زندہ کیا نیز جو شہوات نفس مین مردہ تھا اسکو صفاء قلب سے زندہ کیا۔ نیز جو مردہ تھا بسبب اسکے کہ مخلوق کی طرف نظر رکھتا تھا یا اپنی خلقت مین پڑا ہوا تھا پھر ہمنے اسکو حقیقت دکھلا کر زندہ کیا۔ نیز جو مردہ تھا اسوجہ سے کہ ثواب اعمال پر نظر رکھتا تھا پھر ہمنے اسکو یہ دکھلا کر کہ انجام کار راجع بجانب خالق عز و جل ہے زندہ کیا اور اُسکے واسطے ایک نور دیدیا کہ جسکے ساتھ وہ لوگون مین چلتا پھرتا ہے یعنے اسکو نور فراست دیدیا کہ اس سے لوگون کے قلوب سے واقف ہوتا ہے اور نیز اسکو انوار غیب سے لباس دیا کہ لوگون کے درمیان چراغ روشن ہو گیا کہ ہدایت سے اُنکو ضلالت مین سے نکالتا ہے۔ اور نیز اسکی روح کو لباس مشاہدہ پہنایا اور اُسکی عقل کو نور آیات دکھلایا اور قلب کو نور صفات اور اسکے باطن کو نور ذات دکھلایا اور اُسکے تمام وجود کو خلائق کے درمیان نور کر دیا کہ ہر نیک بخت جو ازل مین مقدر ہو چکا ہے اس سے راہ راست کی

ہدایت بخشا ہی قال المترجم حدیث صحیح مین آنحضرت صلعم کی دعا رتمام اعضاء وجوارح کے لیئے نور کی حتی کہ تمام وجود نور ہوجائیگی آئی ہی فافہم
بالجملہ یہان بیان ہی کہ جو بندہ مومن اسطرح منور ہو وہ ہرگز مانند ہی نہین کسی کافر کے جو اپنی طبیعت ونفس کے اندھیرے مین اور ہوا وہوس
کی تاریک دوزخ مین متحیر پڑا پھیرتا ہی اسکو راہ حق کی طرف نشان نہین ملتا کیونکہ ازل مین مقدر ہوکر ہمیشہ عجایب قہر مین سرگردان رہیگا
یہان سے سچے ایمان والون کو اللہ عزوجل کی حیات مین اسکے فضل واحسان کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور مقہور کافرون کو دیکھکر عبرت
حاصل کرنا چاہیئے قال المترجم معتزلہ وغیرہ کی طرح اپنے آپ کو قادر نہ سمجھے ورنہ کافر ہوجائیگا اور آیت کریمہ مین صریح ہدایت واضلال
کی نسبت حقیقی حضرت باری تعالے کی طرف ہی خصوص جبکہ فرمایا وکذلک جعلنا فی کل قریۃ الآیۃ کیونکہ صریح ایجاد وخلق از حضرت باریتعالی
عزوجل ہی قال الشیخ۔ اللہ تعالی نے ہدایت ہونا اور گمراہ ہونا اپنی عنایت ازلی اور نسبت تقدیر کی طرف مضاف فرمایا۔ مرید صادق کو
نور عرفان حاصل ہونے سے پہلے میت کہا کیونکہ وہ تقصیر کرنے والون مین تھا اگرچہ بعد اسکے توقیر والون مین ہوگیا کیونکہ جو اسکا مراد اہل
معرفت مین وہ تو ازل سے ابد تک ہمیشہ اُسکے فضل ولطف سے ایک حال پر زندہ وعارف ہین جعفر علیہ السلام سے منقول ہی کہ قولہ اومن کان
میتا یعنے ہم سے مردہ تھا۔ فاحییناہ۔ اپنے ساتھ اسکو زندہ کیا۔ وجعلنا لہ نورا یعنی اسکو پیشوا کردیا کہ اور لوگ اس سے ہدایت پاتے ہین۔
کمن مثلہ فی الظلمات یعنی مانند ایسے شخص کے جو اپنی شہوت نفس اور ہوا وہوس کو دیکھتا ہی پس اسکو قرب درگاہ کی تائید نہین ہوتی ہی احمد بن عطا
نے کہا کہ قولہ اومن کان میتا یعنے اپنے نفس کی حیات سے اور اپنے قلب کی موت سے مردہ تھا۔ فاحییناہ یعنی اسکو اسکے نفس سے
موت دیکر اور اُسکے قلب کو زندہ کرکے ہمنے اُسکو زندگی دی۔ اُسپر راہ توفیق آسان کردی اور انوار قرب سے اُسکی بینائی روشن کردی
کہ وہ ہمارے سوا سے غیر کی طرف نظر نہین کرتا اور کسی اور پر التفات نہین کرتا جریری نے کہا کہ اللہ تعالے نے جب کسی بندہ کو اپنے
انوار سے زندہ کیا تو وہ کبھی نہین مرتا ہی اور جب کسی کو خوار کرنے سے مار ڈالا تو وہ کبھی زندہ نہین ہوتا ہی جعفر علیہ السلام نے کہا
کہ قولہ اومن کان میتا یعنے اپنی طاعت پر اعتماد کرنے سے مردہ تھا۔ فاحییناہ۔ اسکے واسطے نور عرفان کشادہ کیا کہ جس سے اُسنے دیکھا
کہ سراپا تقصیر ہی اور تضرع وعذر کرکے ہماری طرف متوجہ ہوا کہ جسمین ہرگز کچھ بھی اُسکے لائق عبادت نہین ہوسکتی ہی بعض نے کہا کہ مردہ تھا دیدار
افعال سے پس ہمنے دیدار قدرت سے زندہ کیا قاسم نے کہا کہ اولیاء کو جو تکا کر زندہ کیا جیسے اجسام کو مردون سے اُٹھایا۔
سہل نے کہا کہ جہالت سے مردہ تھا اسکو علم سے زندہ کیا۔ ابن عطا نے کہا کہ یعنے ہمسے منقطع ہونے کی وجہ سے مردہ تھا
پس وصل عطا کرکے زندہ کیا اور اسکو نور بھی دیا پس یہ ویسا نہین جسکو ہمنے ملعون ومردود چھوڑدیا۔ اُستاذ نے فرمایا کہ اکابر اہل عرفان
کے نزدیک ایمان یہی کہ دل زندہ ہو یاد سے اللہ تعالے کے ساتھ پس جو لوگ غافل ہین جب انکو یاد الٰہی الہام کی گئی تو وہ مردہ
تھے اب زندہ ہوگئے اسی طرح جنکو یاد ہی اگر بعد اسکے غفلت مین پڑے تو زندہ تھے اب مرگئے بالجملہ جو شخص کہ انوار قرب کی شعاع
آفتاب عرفان مین ہی اور اُسکی روح کو بصیرت ہی تو اُسکی برابری کہان ہوسکتی ہی ایسے شخص سے جو ظلمات وتاریکیون مین اور آفات وہم
مین پھنسا ہوا ہی قال الشیخ مجھے یہان مقام حقیقت کا ایک اشارہ منکشف ہوا وہ یون کہ جو شخص مقام نکرۃ التوحید مین فنا تھا
جبکہ اسکو انوار کبریاء وعظمت ظاہر ہوئے تھے تو ایسی میت کو روح لقاء ومشاہدہ ابدیت سے زندہ کیا کیونکہ وہ میدان نکرت
سے بسبب انوار معرفت کے اسرار وارواح کے پاؤن سے انوار لقاء کے پرفضا وشگفتہ کشادہ چمنستان مین چلا وہ
کبھی انوار جمال سے محجوب نہوگا اور اُس سے ہر مردہ دل کو زندگی حاصل ہوگی اور جو نفس کی طاعت پر دوڑا سے فتور وقصور کرگیا ہی اسکے دیدار سے

مقام طمانینت مین پہونچیگا اور اپنی شہوات مین مفتون نہ رہیگا۔ **قال المترجم** نکرۃ التوحید ایک مقام خاص ہے جسکا حال پہلے مذکور ہوچکا یعنے بعد طے مراتب صفات کے اول ظہور انوار ذات جل جلالہ مین کثرت کا اثر ہوتی ہے عظمت کبریا مختص بذات پاک سے معرفت قاصر ہے پس یہ مقام نکرت ہے اور اشارات مذکورہ مختلف مراتب عرفان پر محمول کرکے سمجھنا چاہیئے۔

وَإِذَا جَاۤءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ

اور جب پہونچے انکو ایک آیت کہین ہم ہرگز نہ مانینگے جب تک ہمکو نہ ملے جیسا کچھ پاتے ہین اللہ کے رسول اللہ بہتر جانتا ہے جہان بھیجے

رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ○

اپنے پیام اب پہونچے گی گنہگارونکو ذلت اللہ کے ہان اور عذاب سخت بدلا حیلہ بنانے کا

وَإِذَا جَاۤءَتْهُمْ اور جب آتی ہے اہل مکہ کے پاس اٰيَةٌ کوئی آیت یعنی آنحضرت صلعم کی تصدیق رسالت کی قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ کہتے ہین کہ ہرگز ہم ایمان نہ لاوینگے محمد صلعم پر حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ یہانتک کہ دیئے جاوین ہم مثل اس چیز کے جو اللہ تعالیٰ کے رسولون کو دی گئی یعنی رسالت ہمکو بھی ملے اور ہمکو بھی وحی کیجاوے کیونکہ ہم مال مین زیادہ اور سن مین بڑے ہین بعض نے کہا کہ ولید بن المغیرہ نے کہا تھا اور بعض نے ابوجہل کا قول بیان کیا کہ شرافت مین ہم اور بنو عبد مناف مقابلہ کرتے رہے یہانتک کہ جب جوڑی کے دو گھوڑے برابر ہوگئے کو پہونچے تو انھون نے دعوی کیا کہ ہم مین نبی ہے جسپر وحی ہوتی ہے پس واللہ ہم اسپر ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ ہمپر بھی وحی ہو یہ قول انکا آنحضرت صلعم پر حسد تھا بعض نے کہا کہ مراد انکی یہی تھی کہ ہم تابع نہونگے ہم بھی متبوع ہونگے اور یہ بمقتضاے کمال جہالت ہے رسل اللہ پر وقف نہ کرنا ہے اور یہان تام پاک پر دوبار جمع ہوگیا بعض نے کہا کہ ابعد وقف کے دونون کے بیچ مین دعا قبول ہوتی ہے شاید یہ قول تجربہ سے معلوم ہوا ہو واللہ اعلم پھر اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون کا جواب دیا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اللہ جانتا ہے جہان وہ رسالت رکھتا ہے اکثرون کی قراءۃ مین رسالاتہ بجمع ہے اور ابن کثیر و حفص کی قراءۃ مین رسالت بافراد ہے اور حیث مفعول بہ ہے اسی فعل کا جسپر اعلم اسم تفضیل دلالت کرتا ہے کیونکہ خود اسم تفضیل یا بعد اسم ظاہر پر عمل نہین کرتا اور وہ فعل مدلول یعلم ہے اور حیث یہان بمعنی موضع ہے ای یعلم الموضع الصالح لوضعہا یعنی رسالت رکھنے کے لیے مقام صالح اللہ تعالیٰ جانتا ہے پس جو محل صالح ہے وہی رسول ہوتا ہے اور یہ لوگ اسکی اہلیت نہین رکھتے اور یہ تقریر اولی ہے بہ نسبت قول بعض کے کہ اللہ اعلم بمن یستحق ان یجعلہ رسولا کیونکہ حیث بمعنی موضع و محل وغیرہ ظرف کے ہوسکتا ہے اور من موصولہ کے معنی مین نہین ہوسکتا اور نیز رسالت کسی استحقاق پر نہین ہے بلکہ محض فضل عظیم ہے کما قال لحبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان فضل اللہ علیک عظیما بیضاوی نے کہا کہ یہ کلام مستانف ہے جس سے ان کافرون پر رد کردیا کہ رسالت و نبوت کچھ نسب و مال پر نہین ہے بلکہ وہ فضائل نفسانی ہین جن سے اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے مخصوص فرماتا ہے پس اسکو رسالت کے لیے برگزیدہ کرتا ہے اور یہ محل صالح وہی خوب جانتا ہے۔ حاصل آنکہ اس بزرگی کے واسطے اللہ تعالیٰ علیم و حکیم عزوجل نے محمد صلعم کو چن لیا پس اور کسی کو یہ نصیب نہین ہوسکتی بلکہ اورون کے واسطے یہی کمال ہے کہ اس رسول پاک کی پیروی کرین اور حال تو یہ ہے کہ آنحضرت صلعم مین شرافت ذات و نسب و کمال مرضی اللہ تعالیٰ نے جمع فرمایا تھا قال اکابر فضلاء اہل مکہ اور انکے بڑے بڑے اس بات کے مقر تھے کہ آنحضرت صلعم کو ہمارے درمیان فضیلت و شرافت و نسب اعلیٰ دکھا رہا خاندانی و مقام رفیعت

ونشان وجود بزرگ وبلند حاصل ہوتی ہے کہ کافرون کے سردار ابوسفیان نے بروقت سوال ہرقل بادشاہ روم وشام کے کہا تھا
کہ وہ شخص یعنی محمد صلعم ہماری قوم مین بڑے مرتبہ کا نسب والا ہے ہرقل بولا کہ بھلا تم کبھی اسکو دروغ گوئی کی تہمت کرتے تھے ابوسفیان
نے کہا کہ کبھی نہین کما فی حدیث البخاری اور واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ تعالی نے اولاد ابراہیم مین سے اسمٰعیل کو برگزیدہ کیا اور اولاد اسمٰعیل سے بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور
بنو ہاشم سے مجھکو برگزیدہ فرمایا۔ رواہ مسلم اس سے نکلا کہ اولاد ابراہیم مین اسحاق ویعقوب کے بہ نسبت اسمٰعیل علیہ السلام برگزیدہ تھے
وعن ابی ہریرہ مرفوعًا فرمایا کہ اولاد آدم مین سب سے بہتر گروہ مین نبی مبعوث ہوتا آیا یہانتک کہ مین اُس قرن مین ہوا جسمین ہوا
رواہ البخاری۔ عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے بندون کے دلون پر نظر فرمائی پس علم ازلی مین محمد صلعم کے دل کو سب
سے بہتر رکھکر اسکو اپنی رسالت کے واسطے برگزیدہ فرمایا پھر اسکے بعد بندون کے دلون پر نظر فرمائی پس محمد صلعم کے اصحاب کے ۸
دلون کو سب سے بہتر دیکھکر انکو اپنے رسول صلعم کے وزیر بنائے جو اللہ تعالی کے دین کے واسطے جہاد کرتے ہین پس جس بات کو
مسلمانون نے بہتر دیکھا وہ اللہ تعالی کے نزدیک بہتر ہے اور جسکو مسلمانون نے برا دیکھا وہ اللہ تعالی کے نزدیک بُری ہے
رواہ احمد وغیرہ **قال المترجم** یہ اللہ تعالی کے علم قدیم کا بیان لوگون کی سمجھ کے موافق ہے اور مسلمانون سے حضرت صلعم کے اصحاب
مراد ہین جیسا کہ بیان سے خود ظاہر ہے اور معنی یہ ہین کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ تعالی کے برگزیدہ بندے ہین انکو جو بات بھلی
نظر آئی ہے وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھلی ہے اسی واسطے اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم حجت قطعی ہے فافہم مترجم نے بضرورت تفسیر یہ
حدیث مختصر لکھدی۔ اور حاصل تفسیر آیہ کریمہ یہ ہوا کہ رسالت فضل الٰہی ہے اور تعالی نے اپنے علم سے جہان بہتر دیکھا وہان رکھی ہے لہذا
کفار مکہ یہ ہوس نہ کرین اور ایمان لاوین پھر انکو تہدید فرمائی بقولہ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا عنقریب پہونچیگی ان لوگون کو جنہون نے
اجرام کیا یعنی اس قول باطل وبے ادبی سے جرم کیا صَغَارٌ ذلت عِنْدَ اللَّهِ اللہ تعالی کے یہان۔ یعنی ایسے کفر کی بات کہنے
والون کو اللہ تعالی کے یہان ذلت وخواری حاصل ہوگی یعنی قیامت مین خوار ہونگے بدلا انکا بڑے ہونے کا یا عند اللہ
یعنی من عند اللہ ہو یعنی اللہ تعالی کی طرف سے حاصل ہوگی خواری وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ یا سبب اور
ہے یعنی اور عذاب شدید بسبب انکے فکر کرنے کے یعنی بسبب حسد وکفر کرنے کے **فی الحقائق** قولہ اللہ اعلم حیث
یجعل رسالتہ یعنی اللہ تعالی بندون کے باطن قلوب اسرار ارواح سے وہ باتین جانتا ہے جو انکے اندر نبوت ومعرفت
ورسالت وتوحید ومحبت کی پنہان پیدا کی ہین اور انہین ازل سے ودیعت رکھی ہین۔ انہین بندون کو آگاہ کردیا کہ اسکے خیر
وشر کو اللہ تعالی نے ازل ہی سے دلون مین ودیعت رکھدیا ہے پس خود اپنی ذات پاک کی طرف نظر فرمائی پس نور صفات
چمکا اور اسکی روشنی بلند ہوئی پھر اسکا عکس غیب الغیب پر ہوا اور اُس سے روحین جو انکے لائق ہوتی ہین پیدا فرمائین اور انمین انوار
ولایت ورسالت ونبوت کے پنہان ودیعت کیے اور تمام مخلوق سے ان ارواح کو اپنے اُس فضل وکرم کے ساتھ
مخصوص فرمایا اور اسمین کسی سبب وعلت کو دخل نہین اور نہ کوئی حاجت وباعث وغرض کی مجال ہے بلکہ صرف فضل وکرم ہے لیکن
ان ارواح کو مخلوق کے لیئے ہدایت قرار دیا انکی پیروی سے مخلوق اپنے خالق کی بندگی اور عرفان کی راہ پاتے ہین پس جسکو
اس عنایت سے مخصوص کیا اسکو کسی حاسد کا حسد اور کسی مکار کا مکر کچھ ضرر نہین ہوتا بلکہ اسکا شرف بڑھتا جاتا ہے اور

حمد وثنا اسی پاک پروردگار کے لئے خاص ہی جسنے ہمارے نبی محمد مصطفےٰ صلعم کو اس کرامت سے برگزیدہ فرمایا جس سے دشمنوں کی آبرو خوار ہوئی اور دوستوں کی مددگاری ہوئی منصور آبادیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہی ان دلونکو جو اسرار الٰہی و مکاشفات کے لائق ہین پس انکو خاص انوار سے تربیت اور لطائف علوم سے مطلع فرماتا ہی ابو بکر الوراقؒ نے فرمایا کہ جیسے دنیاوی بادشاہ لوگ اپنے جواہر وخزانہ کے موضع جانتے ہین اور اچھی جگہ رکھتے ہین اللہ تعالیٰ خالق ذوالجلال والاکرام اپنی درگاہ سے کرامت و نبوت کا محل صالح خوب جانتا ہی اور علم اسی کا علم ہی - پھر جب اللہ تعالیٰ جوہر معرفت کسی بندہ صالح کے دل مین رکھا چاہتا ہی تو اسکو نور تجلی ربوبیت سے وسیع وکشادہ و آراستہ و پیراستہ فرماتا ہی تاکہ اسرار و معارف محبت و علوم غیب کو برداشت کرسکے چنانچہ آگے کے کلام سے ثابت ہی -

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا

سو جسکو اللہ چاہے راہ دے کھول دے اُسکا سینہ حکم برداری کو اور جسکو چاہے راہ سے بھلادے اسکا سینہ کر دے تنگ خفہ

كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ۚ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ

گویا زور سے چڑھتا ہی آسمان پر اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب یقین نہ لانے والوں پر اور یہ ہی راہ تیرے رب کی

مُسْتَقِيْمًا ۚ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

سیدھی ہمنے کھول دیے نشان دھیان کرنے والوں کو انکو سلامتی کا گھر اپنے رب کے ہان اور وہ انکا مددگار ہی بدلہ انکے کیے کا

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ پس جو بندہ کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہی اسکو ہدایت کرنا تو يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ کھول دیتا ہی اُسکا سینہ اسلام کے واسطے باین طور کہ اُسکے دل مین نور ڈال دیتا ہی پس اسلام کے واسطے کشادہ ہوجاتا ہی اور اسکو قبول کرلیتا ہی جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی پوری حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت سے یون ہی کہ آنحضرت صلعم سے یہ آیت پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ نور سینہ مین ڈالا جاتا ہی پس اسلام کے واسطے سینہ کشادہ ہوجاتا ہی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اسکی کچھ نشانیان بھی ہین آپ نے فرمایا کہ جھک جانا ایسے گھر کی طرف جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہی اور پہلو تہی کرنا دار الغرور یعنی دنیا کی طرف سے اور استعداد حاصل کرنا موت کی اُسکے آجانے سے پہلے - رواہ ابن المبارک و عبد الرزاق والفریابی وابن ابی شیبہ و عبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ والبیہقی - **قال الحافظ ابن کثیرؒ** بعد ذکر الطرق اس حدیث کے اسقدر طرق ہین بعض مرسل ہین اور بعض متصل ہین جو باہم ایک دوسرے کی تقویت کرتے ہین اور حاصل کلام یہ کہ حدیث ثابت ہی اور عراقیؒ نے تخریج احادیث الاحیاء مین کہا ہی کہ حدیث حسن ہی پس جب حدیث سے اسکی تفسیر ثابت ہوئی تو یہی تفسیر متعین ہی اور یہ بیان کیفیت ہدایت ہی جو محض فضل الٰہی پر ہی اور ایسے ہی اضلال کی کیفیت فرمائی بقولہ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ اور جسکو چاہتا ہی کہ گمراہ کرے تو يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا کر دیتا ہی اُسکا سینہ تنگ حَرَجًا نہایت بھچا ہوا یعنے قبول اسلام سے تنگی کرتا اور بھچتا ہی **قال البیضاوی** ضیقا کو ابن کثیرؒ نے بروزن سیفا بدون تشدید پڑھا یعنے باقیون نے بتشدید یا پڑھا - اور حرجا اسکی صفت ہی پس نافع و ابو بکر نے حرجا بفتح اول وکسر ثانی صیغہ صفت مشبہ از حرج بمعنی الضیق پڑھا اور باقیون نے بفتحتین مصدر پڑھا جو بطریق مبالغہ کے صفت قرار دیا گیا ہے اور زجاج نے کہا کہ حرج نہایت تنگی ہی پس تکرار نہین ہوگی - اور والحافظ فی التفسیر عمر بن الخطابؓ نے ایک دیہاتی بنو مدلج سے پوچھا کہ حرجہ جانتا ہی اُسنے کہا ہان وہ ایک درخت ہوتا ہی کہ اُس تک نہ یا لو چرائی کا جانور پہونچتا اور نہ کوئی جنگلی جانور اور

نہ کوئی چیز اسکو پاتی ہو تو عمرؓ نے فرمایا کہ ایسا ہی منافق کا دل ہو کہ بھلائی اسکو کچھ نہیں پہونچتی ہو **قال مجاہد والسدی** ضیقًا حرجًا یعنے
تنگ ہونے والا **قال عطا** یعنے بھلائی کا اسمین گزر نہین ہو کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ یعنے جب اسلام لانے کو اس سے
کہا جاتا ہو تو اسپر اسقدر سخت ہوتا ہو کہ گویا آسمان کو صعود کرتا ہو۔ اور یہ بنا بر قراءۃ **ابن کثیرؒ** کے یصعد بسکون صاد از صعود ہو **قال
البیضاوی** اس کافر کی تنگی دل کی انتہاء کو تشبیہ دی ایسے شخص سے جو ایسی چیز کی مزاولت کرے جو اسکی قدرت سے خارج ہو
چنانچہ عرب مین اور دیگر محاورات مین آسمان کو چڑھ جانا مثل مشہور ہو کہ آدمی کی اپنی کوشش سے خارج ہو اور یہ ایسے کام کرنے مین بولتے
ہین جو آدمی کی وسعت سے باہر ہو حاصل آنکہ اس سے ایمان ایسا ممتنع ہو جیسے آسمان کو چڑھ جانا ممتنع ہو اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین
کہ اسلام سے ایسا دور بھاگتا ہو گویا انتہا درجہ کا فاصلہ کیا کہ آسمان پر چڑھ گیا اور حق بات سے نہایت ہی دور بھاگ گیا۔ ابوبکر
کی قراءۃ مین یصّاعد بتشدید صاد ہو اور جمہور کی قراءۃ مین یصّعّد بتشدید صاد وعین ہو اور در اصل یتصعد و یتصاعد تھا پس ادغام تا در صاد ہو
اور معنی اسکے تکلف کرنا آسمان پر چڑھنے مین حاصل آنکہ اسلام لانے کے وقت اسکو اسقدر تنگی ہوتی ہو جیسے آسمان پر چڑھنے کے
قصد مین نہایت تکلیف اسکو ہو اور یہ بھی ضرب المثل ہو ایک محال کام کرنے کے بارہ مین بولتے ہین۔ وذکر الحافظ عطاء خراسانی نے
فرمایا کہ یہ مثل ہو یعنے اسکی مثال ایسے شخص کے مانند ہو جو آسمان کو نہین چڑھ سکتا ہو۔ وعن ابن عباس جیسے آدمی کی مجال نہین کہ اپنی
قوت سے آسمان کو پہونچ جاوے ایسی ہی اپنے دل مین ایمان و توحید نہین داخل کرسکتا ان اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو داخل کردے
اوزاعیؒ نے کہا کہ جسکے سینہ کو اللہ تعالیٰ نے مردہ کر دیا اسکو مسلمان ہوجانے کی استطاعت کہان ہو **قال البیضاوی**
اسمین تنبیہ ہو کہ جسکے حق مین ضلال مقدر ہو اس سے خود اسلام لانا محال ہو جیسے آسمان کو چڑھ جانا ممتنع ہو۔ آیت مین دلیل ہو کہ جملہ
اشیاء سب بمشیت و ارادۂ الٰہی عزوجل ہین حتی کہ مومن کا ایمان و کافر کا کفر بمشیت الٰہی ہو پس کفار قریش جو حضرت صلعم پر ایمان نہین
لاتے اور اپنی رسالت و ملائکہ کی گواہی اور دیگر اشیاء سے عناد و حسد کی راہ سے سوال کرتے تو مشیت الٰہی مین نا پاک کا فرانکا مزا
مقدر تھا کَذٰلِکَ کما یضیق صدرہ و یبعدہ عن الحق کذلک یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ یعنے جیسے کافر کا سینہ
تنگ کر دیا اور حق سے دور کر دیا ایسے ہی کر دیتا ہو اللہ تعالیٰ رجس کو ان لوگون پر جو ایمان نہین لاتے ہین۔ عن ابن عباس قال الرجس
یعنی شیطان **قال مجاہد** ہر وہ چیز جسمین بھلائی نہین ہو **قال عبد الرحمن بن زید** رجس بمعنی عذاب۔ زجاج نے کہا کہ رجس
دنیا مین لعنت ہو اور آخرت مین عذاب ہو لہذا مفسرؒ نے کہا کہ کافرون پر عذاب ہو یا شیطان کو مسلط کر دیتا ہو وَ ھٰذَا یعنے یہ راہ
جسپر تو ثابت ہو اے محمد صلعم صِرَاطُ رَبِّکَ راہ تیرے پروردگار کی ہو یعنے اسی کا پسند کیا ہوا دین ہو مُسْتَقِیْمًا درحالیکہ مستقیم یعنے
راست ہو جسمین بالکل کہین کجی نہین ہو پس مستقیمًا حال ہو اور یہ حال موکدہ ہو کیونکہ راہ الٰہی تو مستقیم ہو اور عامل اس حال مین ہذا اسم اشارہ
کے معنی ہین قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ یعنے صاف بیان کر دیا ہمنے آیات کو لِقَوْمٍ یَّذَّکَّرُوْنَ یتذکرون ہیں تا در فوقانیہ کا ذال معجمہ
مین ادغام ہوا ہو ایسی قوم کے واسطے جو نصیحت اختیار کرتے ہین اگرچہ آیات سب مخلوق کے واسطے ہین لیکن انہین لوگون کی خصوصیت
اسواسطے کی کہ آیات پاکیزہ سے نفع انہین کو حاصل ہوتا ہو **قال المترجم** جو علوم غیب و اسرار لطیف ان آیات مین بیان فرمائے
بہت عالی ہین جنکو نورانی عقل والے سمجھ سکتے ہین حتی کہ معتزلہ وغیرہ بدعتی فرقے بھی خوار و برباد و بے عقل رہے لہذا قوم متذکرین سے
اہل عقل نورانی مفہوم ہین بدلیل قولہ تعالیٰ و ما یتذکر الا اولوا الالباب کیونکہ عموماً متذکر فقط اولوا الالباب کو ہو واللہ اعلم بالصواب

لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسے لہم دار السلامۃ وہی الجنۃ عند ربہم - انکے لئے اپنے پروردگار کے یہان دار السلامۃ یعنے جنت ہے کیونکہ وہان ہر مکروہ چیز سے سلامتی ہے اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ دار السلام وہ جنت ہے سدی رحمہ اللہ وحسن بصری رحمہ نے کہا کہ السلام نام پاک الٰہی ہے اور دار اسکا جنت ہے یعنے جو اسنے اپنے نیک بندون کے لیے پیدا کیا ہے وہ جنت ہے اور جابر بن زید نے فرمایا کہ دار السلام اسے دار التحیۃ - اور شاید یہ مستفاد از قولہ تعالیٰ وتحیتہم فیہا سلام یعنے تحیت انکی آپس مین جنت کے اندر سلام سے ہوگی پس جنت دار السلام ہوئی اور ظاہر ارجح قول حسن بصری ہے بنظر ضمیر قولہ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ یعنے اور وہ السلام یعنے اوتعالےٰ عزوجل انکا ولی وناصر ہے ہر بھلائی انکو عطا فرمانے کا متولی ہے بعوض اُس چیز کے جسکو بجا لاتے تھے دنیا مین یعنی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری واُسکے رسول صلعم پر ایمان اور شرک سے پرہیز قطعی وغیرہ ف فی العرائس قولہ فمن یرد اللہ ان یہدیہ الآیۃ یعنے جسکو اوتعالیٰ اپنی صفات وذات پاک کی معرفت عطا فرماتا ہے اسکا سینہ انوار لطف وقرب سے کشادہ فرماتا ہے تاکہ وہ بندہ بہدایت الٰہی اُسکا مشاہدہ پاتا ہے نہ کسی اور طاقت وقوت سے کیونکہ مشاہدہ الٰہی بقوت صفات الٰہی ممکن ہے ورنہ حادث کو مجال نہین ہے۔ نہرجوری رحمہ نے فرمایا کہ مراد ہوجانے کی صفت یہ ہے کہ جو اُسکے واسطے ہے اس سے خالی کرے اور جسپر وہ ہے قبول کرے اور مراد حق تعالیٰ پر اسکا سینہ کشادہ ہو بعض نے فرمایا کہ نور ہے ابتدا مین وہ نور عقل ہے اور نور ہے وسائط مین وہ نور علم ہے اور نور ہے انتہا مین وہ نور عرفان ہے پس عقل والے تو برہان کے ساتھ ہے اور علم والا بیان کے ساتھ ہے اور معرفت والا عیان کے ساتھ ہے اور حضرت صلعم نے اسکی کیفیت ونشان بیان فرما جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی کی روایت اوپر بیان ہو چکی ہے شیخ نے کہا کہ حضرت صلعم نے نور تجلی واقع ہونے سے سینہ کا کھل جانا بیان فرمایا یعنے اُسکی روشنی سے سینہ روشن ہوتا ہے اور بندہ پہلے اس سے فقط اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاتا ہے اور انوار سے مالا مال ہوجاتا ہے اور یہ محض عنایت سے اپنے مشاہدہ کی طرف جذب ہے پس عنایت کا ظہور یہ کہ بندہ کو اسکا شوق جمال پیدا ہوتا ہے اور ماسوائے حق کے جملہ مالوف ومحبوب سے کنارہ کرکے اسکی بندگی کی طرف رجوع لاتا ہے اور یہی راہ مستقیم ہے جسمین اضطراب نفس ووسواس شیطان سے اوتعالےٰ عزوجل کی ہدایت کی وجہ سے امن ملجاتا ہے وقد قال تعالیٰ وہذا صراط ربک مستقیما - صراط مستقیم درحقیقت یہ کہ معرفت وکشف کے ساتھ صفات سے ذات کی طرف راہ پاوے اور خود بھی کلام پاک دلیل ہے کیونکہ ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف ہے اور وہ صفت قدیم ہے پس یہی راہ ہے حضرت قدیم باری تعالیٰ ذو الجلال والاکرام کی طرف پس یہ صراط ہے کہ روح حالانکہ اجسام مین مقید ہے اپنے مقام مین سیر کرے اور عالم ملکوت سے منور ہو اور یہ مستقیم ہے کیونکہ وصول اسکا بانوار ذات قدیم ہے جو عین مقصود ہے اسی واسطے جسنے یہ راستہ مضبوطی سے پکڑ لیا اور دائین بائین نہین بھٹکا وہ منقطع وہلاک نہوگا اور صراط ربک سے مخصوص اپنی طرف نسبت فرمانے مین اشارہ ہے کہ تجلی واصطفائیت بظہور صفات وانوار ذات سے راہ سے ہے اسیواسطے یہ نہین فرمایا کہ یہ تمھاری راہ میری طرف کو ہے بلکہ فرمایا ہذا صراط ربک یعنی میری راہ ہے جسمین انوار صفات روشن ہین جو اس راہ سے آیا اور مضبوط رہا وہ مطمئن ومقبول ہوا شیخ ابو عثمان رحمہ نے فرمایا کہ نہایت قویم اور مستقیم طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے اعتقاد واعمال وافعال واخلاق واقوال سب مین اللہ تعالےٰ کے کلام پاک واحادیث رسول اللہ صلعم وسنت کی متابعت کرے اور بڑا سست وبرباد راستہ یہ ہے کہ دعوی ومخالفت مین سر اٹھاوے سہیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مستقیم راہ پروردگار کی توحید واسلام ہے پھر جب اس راہ کی ہدایت کرکے انکو منزل سلامت مین اُتارا جہان کشف کے بعد معاینہ دیدار نصیب ہے کما قال تعالیٰ لہم دار السلام عند ربہم الآیۃ دار السلام وہ مقام ظہور جمال وقدس صفات ہے منزہ از خطر وحجاب وعتاب

حالانکہ مصرح فرمادیا بقولہ وہو ولیہم۔ اسکی ولایت و رعایت ابدی و سرمدی سے دائمی سلامتی ہے نیز السّلام نام حضرت باری
تعالے ہے تاکہ عارفون کے دل خوف سے دہل نجاوین اور محبین و واصلین اپنے حال و مقام مین سلامت رہین اور اسکی کی طرف
متوجہ ہون اور قولہ عند ربہم سے تقلب با نوار صفات ہے و حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمام قلوب حضرت او تعالیٰ کے
پنجۂ قدرت کے دو انگلیون کے درمیان ہین جیسے چاہتا ہے انکو پھیرتا ہے۔ او تعالیٰ انکا ولی ہے انکی حفاظت فرماتا ہے تاکہ نفس و شیطان
کے وساوس انمین راہ نہ پاوین اور مطالعہ و مشاہدہ مین رہین جسکی خوبی کہانتک بیان ہوسکتی ہے نیز انکو دار کرامت سے لگاؤ دلایا اور
ہوا رسے تعلق دلایا جاتا تو درمیان سے حدیث الدار اٹھ جاتی لیکن فی الجملہ ادن ہی لگاؤ حدوث کا تھا اگرچہ بطریق نصیحت غیر ہو لہذا دار السّلام سے
متعلق کیا لیکن اپنے فضل سے انکو اسی تعلق مین نہین چھوڑا بلکہ فرمایا وہو ولیہم یعنی درمیان سے غیر پر نظر رکھنے سے اونچا کردیا **قال المترجم** ہکذا
قال الشیخ و ظاہر کلام آنکہ جنکو ازل سے انوار معرفت کی بینائی نہین انکی نظر مخلوقات و محسوسات یعنی غیر پر رہتی ہے اور اغیار نقطہ مناظر ہین پس اس
راہ سے انکو معارف کی طرف بلایا یعنی کہ جو ہلاک ہوا وہ بینہ یعنے نور سے ہلاک ہوا اور حجت انپر تمام ہوا اور اہل معرفت کا اس سے تعلق
بسبب اسکے کہ ظہور دیدار وہان موعود ہے پس اس راہ سے جنت محبوب ہے اور اسی معنی کو شیخ نے آگے کے کلام مین بیان کیا بقولہ اور
اللہ تعالے نے فرمایا کل شیٔ ہالک الا وجہہ اشارہ ہے کہ ہر حادث بروقت ظہور قدیم کے مضمحل ہے پھر جب او تعالے نے خود انکو دعوت
فرمائی تو تمام جگہین پاکیزہ ہوگئین خواہ دنیا مین ہون یا آخرت مین ہون کیونکہ اسکے حفظ سے اکوان پاکیزہ اور اسکے حسن جوار سے جسمانی
لطیف ہوگئی ؎ اذا نزلت سلمٰی بواد فماؤہ ۔ زلال و سلسال و شیحانہا ورد ۔ اور نہین دیکھتا کہ کیونکر حضرت خلیل علیہ السلام کے حق مین فرمایا
قلنا یانار کونی بردا وسلاما علی ابراہیم الآیۃ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ دار السلام وہ ہے کہ جسمین ہوا جس نفس و وساوس شیطان سے امن ہے بعض نے
کہا کہ دار السّلام جہان انقطاع یعنے فراق سے سلامتی ہے بعض نے کہا کہ دار السلام جنت ہے اور اسکو اسواسطے دار السّلام فرمایا کہ جب
اہل جنت بعد حساب کتاب و معاملہ قیامت کے جنت مین داخل ہونگے اور دوزخ والے دوزخ مین پہونچ جاوینگے تو اللہ تعالی کیطرف سے اہل جنت کو
سلام ہوگا۔ کما قال تعالے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار الآیۃ **قال المترجم** ظاہر آنکہ سلام سے مراد سلامتی ہے فافہم

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُم مِّنَ الْإِنسِ ۖ وَقَالَ أَوْلِيَاؤُهُم مِّنَ الْإِنسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ
اور جسدن جمع کرینگے اُن سب کو اے جماعت جنون کی تمنے بہت کچھ لیا انسانون سے اور بولے انکے دوستدار انسان اے رب ہمارے کام نکالا
بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ
ع ۸ ۱۵ ہم مین ایک نے دوسرے سے اور ہم پہنچے اپنے وعدہ کو جو تو نے ہمارا ٹھہرایا تھا فرماویگا آگ ہے گھر تمہارا رہا کرو اُس مین مگر جو چاہے اللہ تیرا رب
حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝
حکمت والا خبردار ہے اور اسیطرح ہم ساتھ ملادینگے گنہگارونکو ایک دوسرے کو بدلا انکی کمائی کا

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ واذکر یوم نحشرہم بیان کر جسدن محشور کرینگے ہم ان لوگونکو نحشرہم بالنون اکثر کی قرارت ہے اور حفص نے یا پڑھا ہے یحشرہم
اللہ تعالے انکو یعنی مخلوق کو محشور فرماویگا۔ ظاہر آنکہ تمام مخلوق محشور ہوگی انمین یہ لوگ بھی محشور ہونگے اور ہم ضمیر سے جن و انس دونون گروہ مراد
ہین اور قولہ جمیعا تاکید ہے کہ تمام مخلوق کو شامل ہے یا ان سب کے واسطے ہے یا معشر الجن یعنی کہا جائیگا فرشتون کی زبان سے کہ اے
گروہ جنون کے قد استکثرتم من الانس تمنے بہت سے لئے انسان مین سے جن ابن عباس یعنی بہتیرے انسان مین سے تمنے گمراہ کر لئے

ولکذا قال مجاہد وقتادہ والحسن مراد جن سے شیاطین اور کافر جن ہین بعض نے کہا کہ استکثار یعنی استمتاع کثیر ہو اور بنا بر قول اول کے جو اصح ہو
معنی یہ کہ تم نے انسانون مین سے بہت سے گمراہ کر کے اپنے ساتھ ملا لیے گویا وہ تمہارے خادم ہوکر تمہارے ساتھ محشور ہوے۔ اور شیاطین
اسکا کچھ جواب نہین دے سکین گے کیونکہ شیطان کا معاملہ معروف ہو اور اللہ تعالےٰ نے اُسکی کھلی دشمنی سے انسانون کو آگاہ فرما کر اسکی پیروی سے
بچنے کا حکم دیا ہو اسی واسطے شیطان کی طرف سے جواب نہین ہو بلکہ شیطان کی دوستی وپیروی کرنے والون کا جواب بیان فرمایا لقولہ وَقَالَ
أَوْلِيَاؤُهُمْ مِنَ الْإِنْسِ یعنی انسانون مین سے جو جنون کے پیرو اور دوست ہوئے ہین وہ کہینگے رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ اے ہمارے رب
ہم مین بعض نے بعض سے استمتاع اٹھایا جنون نے تو شہوات کو مزین کیا اس سے انسانون نے استمتاع اٹھایا اور انسانون نے جن کی اطاعت
کی پس وہ مخدوم بنکر خوش ہوئے شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت مین عرب والے اس حال مین تھے کہ انمین کا آدمی کسی جنگل مین اترتا
تو کہتا اعوذ بکبیر ہذا الوادی یعنی مین اس بیابان کے سردار سے پناہ مانگتا ہون کہ کوئی شریر جن مجھکو ستانے نہ پاوے پس یہ تو انسانون نے
جن سے نفع لیا اور جنون کا انسان سے یہ استمتاع ذکر کیا کہ انسانون کی تعظیم واستعانت مانگنے سے وہ خوش ہوتے اور کہتے کہ ہم جن وانسان دونون
کے سردار ہوگئے۔ عن الحسن رحمہ اللہ جنون کا حکم دینا اور انسان کا اسپر عمل کرنا یہی استمتاع مذکور تھا عن محمد بن کعب یعنی دنیا مین میل میل سے بسر کرنا
وَبَلَغْنَا أَجَلَنَا الَّذِي أَجَّلْتَ لَنَا اور ہم اپنی اس میعاد کو پہونچ گئے جو تونے ہمارے لیئے مقرر کی تھی۔ سدی رحمہ اللہ نے کہا کہ اجل سے
مراد موت ہو یعنی دنیا کی زندگی مین بعض نے بعض سے استمتاع پایا یہانتک کہ موت آگئی قال المفسر رحمہ اللہ وہ روز قیامت ہو اور یہ کلام
اُن لوگون کی طرف سے حسرت کے طور پر ہو قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ یعنی ملائکہ کی زبان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ آگ یعنی دوزخ تمہارا
ٹھکانا ہو یعنی تم دونون فریق آگ مین داخل ہو وہین رہو خَالِدِينَ فِيهَا درحالیکہ تمہارے حق مین حکم ہوا کہ ہمیشہ دوزخ مین پڑے رہو إِلَّا
مَا شَاءَ اللَّهُ یعنی سوا ان اوقات کے جنمین حمیم پینے کے واسطے نکلو گے کیونکہ حمیم اس سے باہر ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ
لَإِلَى الْجَحِيمِ یعنی بعد حمیم پینے کے پھر لوٹ کر جہنم مین جاوینگے وہین انکے لوٹ جانیکا ٹھکانا ہو قیل علی ہذا معنی کلام یہ ہوے کہ وہ لوگ سب اوقات
مین دوزخ مین رہینگے الا ماشاء اللہ یعنے سوا ان اوقات کے جنمین اللہ تعالیٰ نے انکا رہنا نہین چاہا۔ اور یہ بمقتضائے زبان عربی ہے
اور یہی شیخ محلی رحمہ اللہ نے سورۂ صافات مین فرمایا ہو حالانکہ یہ تاویل خلاف ہو قولہ تعالیٰ يُرِيدُونَ أَنْ يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخَارِجِينَ مِنْهَا الآیۃ
کے اور ملا علی قاری نے کہا کہ تعجب ہو کہ باوجود اسکے شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر در المنثور مین کہا کہ سلف نے فرمایا کہ آگ سے کافر بالکل
نہین نکلینگے۔ پھر اس تفسیر مین یہ تاویل اختیار کی قال المترجم جواب ممکن ہو کہ اللہ تعالےٰ نے جو فرمایا اس سے خلاف اسوجہ سے نہین کہ وہ نکلنے کا
ارادہ کرینگے مگر نہ نکلینگے اور یہان یہ ثابت ہوا کہ اوقات مشیت مین تنویع تعذیب کے واسطے حمیم پینے کو قعر دوزخ سے نکالے جاوینگے اور
نیز یہ اصلی خروج نہین بلکہ تنویع عذاب ہو اور اسی سے ظاہر ہوا کہ سلف کے قول سے بھی خلاف لازم نہین آتا اسواسطے کہ دوزخ سے چھٹے
پھر مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کیا وعن ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ استثناء ایسے لوگون کی طرف راجع ہو جنکے حق مین اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو کہ وہ ایمان لاوینگے پس ما شاء
بمعنی من شاء ہو قال البعض یعنے الا من شاء اللہ ایمانہ۔ سوا اُس شخص کے جسکے حق مین اللہ تعالےٰ نے ایمان چاہا پس وہ آگ مین
داخل نہوگا اور اس قول ابن عباس کو جمہور نے حکایت کیا اور یہی کرخی کا قول ہو قال المترجم بعض نے جو یہ معنی قول ابن عباس کے بیان کیئے
اسپر وارد ہوتا ہو کہ قیامت مین ان لوگون سے جب کہا جائیگا تو استثناء کے کیا معنی ہین کیونکہ مشیت پر ایمان لانا دار دنیا مین واقع ہو چکا
اللھم الا ان یقال خطاب بمجموع جن وانس سب کو ہوگا خواہ مشرک ہون یا مومن ہون ولیکن یہ خلاف سیاق ہو اور ظاہر یہ ہو کہ ان مجرمون مین

سب سب شرک وکفر ہی کے مجرم نہین ہونگے بلکہ حرام و مرتکب کبیرہ بھی جنھون نے شیطان کی پیروی مین گناہ کیے ہین انکے ساتھ شامل
ہونگے جنکے حق مین بدون تعذیب کے رہائی نہونا مقدر ہوا ہی اور جنون کی جماعت کے بڑھانے و استکثار کرنے مین ایسے گناہگار بھی
شامل ہونگے پھر سب کے حق مین دخول نار کا حکم ہوگا لیکن خلود سے استثنا رہوگا یعنی سب خلدین فیہا رہو سوا اُن لوگون
کے جنکے حق مین بسبب اسلام دنیاوی کے مشیت ہو چکی ہو کہ ہمیشہ دوزخ مین نہ رہے پس وہ بعد تعذیب کے نکالا جائیگا اور بچا ے
جن کے ما موصولہ سے اشعار وقت مقدر کا ہی اور تاکہ تن سے وہم بجانب عدم دخول ہو واللہ تعالی اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ ما بمعنی من نہین
بلکہ اول براے غیر ذوی العقول و دوم براے ذوی العقول ہی تو جواب آنکہ ما موصولہ اعم ہی جیسا کہ محققین نے تصریح کردی ہی۔
قال الحافظ بعض نے کہا کہ استثنا کا مرجع برزخ کی طرف ہی یعنے زمانہ برزخ تک مستثنی ہو۔ اور بعض نے کہا کہ مدت بقاء دنیا تک
استثنا ہی اور دیگر اقوال بھی آئے ہین چنانچہ قولہ تعالے واقع سورہ ہود۔ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض الا ما شاء ربک
ان ربک فعال لما یرید کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالے سب تقریر آویگی **قال البیضاوی** فی قولہ الا ما شاء اللہ۔ سواے ان اوقات
کے جنمین آگ سے زمہریر کی طرف منتقل کیے جاوینگے **قال التفتازانی فی حاشیۃ الکشاف** ایک وجہ دیگر نکلتی ہے
وہ یون ہی کہ اس استثنا سے مراد مبالغہ ہو ہمیشہ دوزخ مین پڑے رہنے کا یعنے خلود کا وقت کبھی منتہی نہوگا مگر اسوقت کہ اللہ تعالے
چاہے حالانکہ معلوم ہی کہ مشیت الٰہی کبھی انکے خروج کے واسطے نہوگی پس خلود مؤکد ہوا اگرچہ پہلے وہم تھا کہ شاید کبھی مشیت ہو اور نیز
خلود کو بصورت استثنا ربیان کرنے مین طمع دلانے کا تحکم ہی **قال الحافظ** ابن عباس رض سے روایت ہی کہ یہ آیت ایسی آیت ہی کہ کسی
کو سزاوار نہین ہی کہ اللہ تعالے کی مخلوق کے بارہ مین اللہ تعالے کی طرف سے کوئی حکم لگاوے اور مخلوق کو نہ جنت مین اتارے اور
نہ دوزخ مین اتارے۔ رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم اور زیادہ بسط اس مقام کا انشاء اللہ تعالے سورہ ہود کی آیت مین آویگا اور ان
مقامات مین زیادہ ضرورت جان لینے کی نہین ہی بلکہ جہانتک معلوم ہو جاوے بہتر ہی ورنہ اوتعالی عزوجل دانا تر ہی اِنَّ رَبَّكَ
حَكِيمٌ عَلِيمٌ تیرا پروردگار اپنی صنع مین حکمت والا اور اپنی خلق کا خوب جاننے والا ہی ظاہر ہی کہ تمام علم و حکمت الٰہی بندہ کی مجال سے
باہر ہی فافہم وَكَذَٰلِكَ یعنے جیسے ہمنے نافرمانی کرنے والے جنون و انسانون کو بعض کو بعض سے نفع اٹھانے دیا ایسے ہی نُوَلِّي
بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا دوست کرتے ہین ہم بعض ظالمونکو بعض کا۔ قت نولی از تولیہ مصدر ولایت بمعنی دوست کردینا عن عبد الرحمن
بن زید یعنے ظالم جنون کو ظالم انسانون پر مسلط کرتے ہین پس تولیہ بمعنی تسلیط ہی اور فرق درمیان ہر دو ولایت آنکہ ولایہ بالفتح بمعنی
نصرت و یاری و دوستی ہی اور بالکسر بمعنی غلبہ و ملک و سلطنت ہی کذا ذکرہ الزمخشری قتادہ رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے لوگون کو انکے
اعمال پر باہم متولی کرتا ہی پس ہر مومن دوسرے مومن کا ولی ہو جاتا ہے جہان سے اور جہان ہو اور ہر کافر دوسرے کافر کا ولی ہے
جہان اور جیسا ہو اور ایمان تمنا کرنے اور صورت بنانے پر نہین ہوتا **قال الحافظ** اسی تفسیر کو شیخ ابن جریر نے اختیار کیا۔ **قال
معمر عن قتادہ** رح یعنے دوزخ مین بعضے ظالم بعض کے پیچھے پیچھے ہونگے یعنے دنیا مین جو ایک دوسرے سے موالات کرکے
ظلم کرتے تھے اسیواسطے فرمایا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ یعنے انکے گناہ کمانے کے سبب سے ایسا کردیا ہی۔ قت کہ بعضے بعضون کے
ولی ہین ظاہر آنکہ ظلم یہان عام ہی خواہ اپنے نفس پر ظلم ہو بایطور کہ دوسرے کے موالات مین کفر و شرک کیا یا غیر پر ظلم ہو کہ اسکو
ایمان سے روکا یا مضرت ناجائز پہونچائی عن ابن عباس جب اوتعالے کسی قوم کی بھلائی چاہتا ہی تو انپر انمین سے بہتر کو متولی کرتا ہی

اور جنکی برائی چاہتا ہی تو انکے شریرون کو متولی فرماتا ہو اعمشؒ نے کہا کہ مین نے بزرگون کو کہتے سُنا کہ جب زمانہ فساد آویگا تو لوگون پر انکے شریر بد کار سردار ہونگے۔ اللھم انی اعوذ بک من الفتن واسالک العافیۃ

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ وَیُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ

اے جماعت جنون اور انسانون کی کیا تمکو نہین پہونچے تھے رسول تمہارے اندر کے سناتے تمکو میرے حکم اور ڈراتے اس دن سامنے آنے سے

قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰۤى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَشَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِیْنَ ۝ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ یَكُنْ

بولے ہمنے مانلے اپنے گناہ اور انکو بہکا دیا دنیا کی زندگی نے اور قائل ہوے اپنے گناہ پر کہ وہ تھے منکر یہ اسواسطے کہ تیرا

رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝

رب ہلاک کرنے والا نہین بستیون کو ظلم سے اور وہان کے لوگ بیخبر ہون

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ معشر جماعت اور جمع آن معاشر یعنے اے گروہ جن وانسان کے اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ کیا نہین آئے تمہارے پاس رسول جو تم مین سے ہین۔ چونکہ وہم ہوتا تھا کہ جنون مین کوئی جن رسول نہین ہوا لہذا مفسرؒ نے توضیح کر دی کہ منکم کے معنی من مجموعکم ہے یعنے جن وانس کے مجموع مین سے پس اگرچہ جنون مین رسول نہین ہوا لیکن انسان مین سے رسول ہوئے تو منکم اس مجموعہ مین سے صادق ہے جیسے قولہ تعالے یخرج منہما اللولوء والمرجان یعنے آب شیرین وشور مین سے موتی ومونگا نکلتے ہین حالانکہ فقط آب شور سے نکلتے ہین آب شیرین سے نہین نکلتے لیکن منہما مجموعہ کے اعتبار سے جبکہ ایک ہی ٹکڑے سے نکلے تب بھی صادق ہے اور یہ جواب شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا اور فرمایا کہ قولہ الم یاتکم مین استفہام تقریری ہے اور منکم یعنے بجملہ تم سب کے رسول ضرور آئے ہین حالانکہ رسول فقط انس مین سے ہوئے اور جنون مین سے نہین ہوئے جیسا کہ حضرت مجاہد وابن جریج وبہتیرے ائمہ سلف وخلف یعنے علما رصحابہ وتابعین نے تصریح فرما دیا ہے اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ رسول تو فقط بنی آدم سے ہوئے ہین اور جنون مین نذیر گزرے ہین قال المترجم یہین سے مفسرؒ نے دوسرا جواب دیا بقولہ او رسل الجن نذرہم الذین یسمعون کلام الرسل فیبلغون قومہم یعنی اگر رسل سے حقیقی معنی معروف مراد ہین تو پہلا جواب گزرا کہ منکم سے مجموع جن وانس مین سے ہونا مراد ہے پس جبکہ انس مین سے ہوئے تو مجموعہ مین سے ہونا صادق ہوا اور یا رسول سے اعم معنی مراد ہین پس جنون کے رسولون سے انکے نذیر مراد ہین جو رسولون سے کلام واحکام الٰہی سنکر اپنی قوم جن کو جا کر سناتے اور نا فرمانی سے ڈراتے ہین اور نذر بضمتین جمع نذیر یعنے ڈرسنانے والا قال الحافظ ما حاصلہ اور دلیل اسکی کہ رسول فقط انس ہی مین ہوے قولہ تعالے انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ الآیۃ۔ اور قولہ تعالے وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب الآیۃ اور کوئی قائل نہین کہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے جنون مین نبی تھے پھر نبوت منقطع ہوئی وقد قال تعالیٰ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق الآیۃ۔ اور معلوم ہے کہ جن اس باب مین انسانون کے تابع ہین لہذا فرمایا واذ صرفنا الیک نفرا من الجن الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ جنون کا وجود جبکہ حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے بھی تھا تو ممکن ہے کہ پہلے ہوتے ہون پھر نبوت ورسالت اولاد آدم مین منحصر ہوئی اور جن تابع ہوئے ہون اور آیات جو نقل فرمائین محتمل ہین کہ انس کے رسولون کے بارہ مین ہون وقد قال الضحاک بن مزاحمؒ کہ جنون مین سے رسول ہوئے ہین بدلیل اسی آیت کے پس اس آیت سے استدلال تمام نہونا بوجہ اسکے کہ یہ آیت کریمہ اس مدعا کے ثبوت مین نص صریح نہین اسی طرح جو شیخ حافظ نے استدلال کیا

وہ بھی محتمل ہے لہذا اس مسئلہ میں زیادہ بحث کی حاجت نہیں ہاں اسقدر قطعی ہے کہ معرفت ذات وصفات الٰہی و توحید و عبادات
ذریعہ رسولوں کے ہر دو فریق جن و انس کو پورے طور سے پہونچ گئی ہے پس جو کوئی انمیں سے کافر ہوا وہ بعد حجت کے ہلاک ہوا ہے
کیونکہ ہر فریق کے پاس ایمان و معرفت بتانے والے و اطاعت پر بشارت اور نافرمانی پر عذاب و ڈر سنانے والے رسول ضرور
پہونچ گئے جیسا کہ آیت کریمہ نے مقرر فرمایا۔ الم یاتکم رسل منکم یعنے ضرور آئے تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسول کہ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ
اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا مفصل بیان کرتے تھے تم پر میری آیات کو اور ڈراتے تھے تمکو اس دن سے جو تمہارے
روبرو آیا۔ حاصل آنکہ جس دن اللہ تعالےٰ سب مخلوق کو محشور فرماویگا یعنے قیامت کے روز تو گروہ جن و انس کو ملامت کے ساتھ
اقرار صادق کرنیکو فرماویگا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا بولے ہم اپنے اوپر گواہ ہیں ف مومنین تو دنیا ہی میں گواہی دینے والے
اور ایمان لائے ہوئے ہونگے جو اسدن ملامت سے بچیں گے اور رہے کافر تو وہ بھی اقرار کرینگے چنانچہ معنی یہ کہ جن و انس میں سے کافر لوگ
اقرار کرینگے کہ ہم اپنے اوپر گواہی دیتے ہیں کہ ہمکو رسالت الٰہی پہونچائی گئی ہے۔ یہ ان کافروں کیطرف سے اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حجت
رسولوں کے ساتھ پیغام بھیجکر انکو ہدایت کرنے اور انکے نہ ماننے سے انپر لازم ہے اور یہ جملہ مستانفہ گویا جواب اس امر کا ہے کہ کافر لوگ آخر
کیا کہیں گے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور انکو زندگانی دنیا نے مغرور و فریب کھایا ہوا کر دیا پس ایمان نہ لائے
قال البعض یہ جملہ معترضہ ہے اور زندگی پر غرور یہ کہ لذات و شہوات دنیا میں عاقبت بھول گئے اور عمل ازلی فراموش کیا اور انجام کار یہ ہوا کہ
اپنے اوپر کفر کی گواہی دی کما قال تعالیٰ وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ اور گواہی دی اپنی جانوں پر کہ ہاں وہ لوگ کافر تھے
اعوذ باللہ من سوء العاقبۃ۔ اور یہ ان لوگوں کی طرف سے دوسری گواہی ہے کہ جن رسول پاک و آیات بینات کریمہ سے انکی ہدایت
کی گئی ان سب سے دنیا میں انھوں نے کفر و انکار ہی کیا۔ فی السراج۔ اگر کہا جاوے کہ کیونکر انھوں نے اپنے کافر ہونے پر
گواہی دی حالانکہ دوسری آیت میں انکا جھوٹ بولنا مذکور ہے کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین یعنی وہاں بھی فسق و فجور نہ چھوڑینگے اور اللہ عز و جل
کی جھوٹی قسم کھا جاوینگے کہ ہم مشرک نہیں تھے۔ تو جواب دیا گیا کہ اس بڑے دن میں احوال و اوقات مختلف پیش آوینگے پس بعض اوقات
وحال میں اقرار کرینگے اور بعض میں انکار کرینگے۔ اگر کہا جاوے کہ دوبارہ انکی گواہی انکے کافر ہونے پر کیوں مکرر ذکور ہے تو جواب
دیا گیا کہ اول اقرار میں تو انکے قول کو نقل کیا کہ کیونکر کہینگے اور کیسے اقرار کرینگے۔ اور دوم میں انکی نظر خطا کا رد اور رائے غلط و ناہنجار کی
مذمت ہے کہ دنیائے ناپائدار کے شہوات پر مغرور ہوئی اور اسی پر دار و مدار رکھا جو ہر وقت معرض زوال میں اور خطرہ موت میں
بالکل بے اعتبار ہے اور عاقبت سے بالکل منھ موڑ لیا انجام کار کفر کا اقرار کیا اور عذاب دائمی کے لیے عیب کے سننے سے دوزخ ٹھہرتے
ہیں اپنے آپ کو مسلم سپرد کیا پس اسمیں نصیحت ہے ان نیک بندوں کو جو غیر کی حالت دیکھکر عبرت و نصیحت لیتے ہیں کہ دیسے نہ ہو جاویں
اور لطف و فضل الٰہی دیکھیں کہ پیدا کیا اور رزق دیا صحت و تندرستی دی اور ہر نعمت سے سرفراز کیا خصوص پیدا کر دیا کہ اسی
کے مثل تمام مخلوقات آسمان و زمین میں کوئی ایسی نعمت نہیں دیسکتا ہے پھر عقل و حواس دیئے اور رسول بھیجے اور نہایت خوبی و حسن اسلوب سے
ہدایت فرمائی اور کیسے پاکیزہ اخلاق و عادات سکھلائے اور بہشت و نعمت غیر منقطعہ کا وعدہ فرمایا یہ کیسے بڑے بڑے احسان ہیں
اللہ تعالےٰ سبحانہ ارحم الراحمین غفور و شکور ودود وحمید کے نام پر اپنی جان تا چیز قربان کریں اور کبھی شرک نہ کریں در نہ اللہ تعالےٰ
عز و جل علیم و قدیر و قہار و عزیز و سلطان ہے قادر و مختار ہے جو چاہے کرے اسی کی شان پاک ہے لا یسئل عما یفعل و ہم یسألون پس عذاب

اسکا سخت ہو نعوذ باللہ منہ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ذلک سے اشارہ رسولوں کے بھیجنے کی طرف ہو اور ان مخففہ ہو ان بالتشدید کا اور لام مقدر ہو یعنے ذلک الارسال للرسل لانہ لم یکن الخ بعض نے کہا ای لاجل انہ لم یکن الخ یعنی یہ رسولوں کا بھیجنا اس جہت سے کہ نہیں ہو تیرا پروردگار ہلاک کرنے والا آبادیوں کو بسبب ظلم کے درحالیکہ وہاں والے غافل ہوں کوئی رسول انکو نہ پہونچا ہو **قال البیضاوی** - ذلک خبر مبتدا محذوف ہو ای الامر ذلک یعنی بات یوں ہے رسولوں کے بھیجنے کی پھر قولہ ان لم یکن الخ اس حکم کی تعلیل ہو یعنے بات یوں ہی ہونا اسوجہ سے ہو کہ نہیں ہو تیرا پروردگار ہلاک کرنیوالا الخ **قال المترجم** حذف مبتدا امر گران ہو بلا ضرورت نہیں شایان ہو پس یہ تاویل مرجوح ہو - اگر کہا جاوے کہ اوتعالی عزوجل تمام جہان وسب اشیاء کا خالق ہو سب اسی کی مخلوق ہو سب اسی کی ملک ہو وہ اپنے ملک میں جیسے چاہے تصرف کرے اور ظلم تو بیجا تصرف کو کہتے ہیں پس اللہ تعالے کی جب سب مخلوق ملک ہو تو اسکا ہر طرح تصرف کرنا صحیح ہو چاہے سب کو ہلاک کرے چاہے باقی رکھے وہ جو چاہے کرے اس سے کوئی پوچھ کچھ نہیں ہو پھر کیونکر فرمایا کہ لم یکن ربک مہلک القری بظلم واہلہا غافلون **مفسر سیوطیؒ** نے جواب دیا کہ تقدیر کلام یہ کہ بظلم منہا ای بسبب ظلم من القری یعنی نہیں ہو تیرا پروردگار ہلاک کرنے والا آبادیوں کا بسبب کسی ظلم کے جو آبادیوں سے صادر ہو درحالیکہ وہ لوگ نیک وبد سے غافل وجاہل ہوں **قال الامام ابو جعفر بن جریر** رحمہ اللہ قولہ بظلم - دو وجہ کو محتمل ہو اول آنکہ ذلک لاجل ان لم یکن ربک مہلک القری بظلم واہلہا غافلون یعنی انکو جلدی عقوبت میں گرفتار فرمانے والا نہیں یہانتک کہ انکے پاس ایسے رسول یا رسولوں کے نائب وغیرہ بھیجے جو انکو توحید واعمال شرع بتاویں اور شرک ونافرمانی سے ڈراویں اور ایسا نہیں ہو کہ غفلت میں انکو ہلاک کرے حتی کہ وہ کہیں کہ ہمکو تو کوئی بشیر و نذیر نہیں پہونچا تھا اور وجہ دوم یہ کہ لم یکن لیہلکہم بدون التنبیہ یعنی ایسا نہیں کہ انکو ظلم کے ساتھ بدون تنبیہ کے ہلاک کرے **قال الحافظ** پھر شیخ ابن جریرؒ نے وجہ اول کی ترجیح وتائید بیان کی اور شک نہیں کہ یہی قوی ہو **قال المترجم** واضح رہے کہ حقیقی معنی ظلم کے تو حضرت باری تعالی کی شان میں کسی طرح نہیں ہوسکتے اگرچہ وہ تمام آبادیوں کو بلا قصور وبیوجہ ہلاک کردے - کما فی قولہ ان اراد ان یہلک المسیح وامہ ومن فی الارض جمیعا یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی آدمی ایک برتن بناوے پھر اسکا جی چاہے اور اسکو توڑ ڈالے تو کچھ ظلم نہیں پھر کہاں حضرت باری تعالی جل جلالہ لہذا اوتعالی شانہ جو کچھ کرے سب عین صواب و عین انصاف ہو ولیکن کمال رحمت ہو کہ جن باتوں کو بندہ اپنے درمیان میں حرج سمجھتا ہو اوتعالی عزوجل نے بھی اسکو نہیں کیا اگرچہ اوتعالے کی نسبت وہ حرج نہیں ہو پس تاویل دوم بھی ہوسکتی ہو اگرچہ اول اولے ہو بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ اوتعالی انہیں ہلاک کرتا اہل القری کو بسبب ظلم کسی ظالم کے انہیں سے درحالیکہ باقی لوگ اس سے غافل ہوں - بالجملہ اوتعالی نے کسی قوم کو خواہ جن ہوں یا انسان ہوں بدون تنبیہ وانذار کے عذاب نہیں کیا کما قال تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا - اور فرمایا - کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر قالوا بلی قد جاءنا نذیر الآیۃ اور فرمایا ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت الآیۃ - اور فرمایا وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی نہیں کوئی آبادی مگر آنکہ اس میں ڈرسنانے والا گزرا ہے

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ

اور ہر کسی کو درجے ہیں اپنے عمل کے اور تیرا رب بیخبر نہیں انکے کام سے اور تیرا رب بے پرواہ ہے رحم والا اگر چاہے

يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ

تمکو لیجاوے اور پیچھے تمہارے قائم کرلے جسکو چاہے جیسے تمکو کھڑا کیا اور کی اولاد سے جو تمکو وعدہ دیا سو آنے والا ہے

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ○
اور تم تھکا نہ سکو گے

وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا من العالمين جزاء ما عملوا من خير وشر یعنی درجات بمعنی جزا ہے اور ما موصولہ سے خیر و شر مراد ہے یعنی اور عالمین میں سے ہر ایک کے لیے جزا ہے اس چیز سے جو اسنے بھلائی یا برائی کی تھی مفسرؒ نے عالمین کہا جو ملائکہ کو بھی شامل ہے اور شک نہیں کہ ملائکہ کے لیے بھی درجات ہیں پس اسمیں اشارہ ہے تضعیف قول بعض مفسرین کی طرف جنھوں نے آیت کو فقط کفار کے ساتھ خاص لیا کیونکہ انھیں کے ذکر کے بعد ہے اور وجہ ضعف یہ کہ عمل کفر سے درجات کہاں سے آئے بلکہ درکات عذاب ہونگے اگرچہ جا سکتا ہے کہ درجات کا استعمال امر خیر میں غالب ہے لیکن یہان مراتب مراد ہیں پھر بھی بیان مراتب کفار قلیل الجدوی ہے کما قال تعالے لکل ضعف ولکن لا تشعرون یعنی جو پیروی میں گمراہ ہوئے وہ قیامت میں کہینگے کہ پروردگاران سرغنہ لوگون نے ہمکو اپنی پیروی میں گمراہ کیا انکو دونا عذاب دے تو حکم ہوگا کہ تم میں سے ہر ایک کو دونا عذاب ہے ولیکن تمکو شعور نہیں ہے اور نیز تضعیف قول دیگر ہے کہ مخصوص مؤمنین ہے بنظر لفظ درجات پس عام اختیار کیا بسبب دلیل تخصیص نہونے کے فافہم وقال البیضاوی ولکل من المکلفین مراتب من اعمالہم او من جزائہا او من اجلہا یعنی مکلفین میں سے ہر ایک کے واسطے مراتب ہیں۔ یہ قید عقلی ہے تاکہ طفل و مجنون وغیرہ و نیز جانور وغیرہ خارج ہوجاوین اگر کہا جاوے کہ بعضے حیوانات و نباتات وغیرہ کے واسطے بھی مراتب ہیں جیسے اصحاب کہف کے کتے کے بارہ میں ثابت ہے تو جواب یہ کہ یہان مما عملوا کی قید سے ظاہر ہے کہ مطلقاً بیان مراد نہیں ہے واللہ اعلم۔ اور نیز بیضاوی ؒ نے اشارہ کیا کہ مما عملوا میں جائز ہے کہ ما مصدریہ ہو یا سببیہ ہو اور مضاف مقدر ہو یعنی من جزاء اعمالہم فافہم من المدارک۔ اسی سے امام ابو یوسف و امام محمد نے استدلال کیا کہ جنون کو ثواب طاعت ملتا ہے قال المترجم یہ مجمل ہے معلوم نہیں ہوتا کہ دنیا میں ملتا ہے تو ریت میں بھی ملیگا لیث بن ابی سلیم سے روایت کیا جاتا ہے کہ انھون نے فرمایا کہ جنون میں سے جو مسلمان ہوئے وہ نہ جنت میں داخل ہونگے نہ دوزخ میں کیونکہ اللہ تعالی نے جنت سے انکو نکالا پھر انکو اسمیں دوبارہ لا دیگا قال المترجم اس روایت کا پتہ نہیں ملتا کہ باسناد صحیح قول لیثؒ ثابت ہے یا نہیں بر تقدیر یکہ اسناد صحیح ہو تو تاویل ہوگی اور نہ دلیل مذکور محض ضعیف ہے تو نہیں دیکھتا کہ آدم علیہ السلام بھی جنت سے باہر ہوئے علاوہ برین قولہ قلنا اهبطوا منها جميعا فاما يأتينكم مني هدى الآیہ بنابرآنکہ اهبطوا جمع سے جن بھی مراد ہیں صریح ہے کہ اگر ایمان لاکر نیک کام کرین تو ثواب جنت میں بنی آدم سے برابر ہین اگرچہ فضائل میں یکسان نہون اور نیز تکلیف الایمان میں انسان کے برابر جن بھی مکلف ہیں حالانکہ طرف عصیان میں جہنم میں جانا منصوص ہے وقد قال الضحاکؒ جن بھی جنت میں داخل ہوکر نعمتیں کھائینگے پینگے۔ وعن ابن عباسؓ مخلوق چار عالمین پر ہے ایک مخلوق سب جنتی ہے اور وہ ملائکہ ہیں دوم مخلوق سب دوزخی ہے اور وہ شیاطین ہیں سوم وچہارم دو مخلوق ہیں کہ جنتی بھی ہیں اور دوزخی بھی ہیں وہ جن و انسان ہیں پس انکو ثواب بھی ہے اور انپر عقاب بھی ہے احادیث بہت ہیں جن سے استنباط ہوسکتا ہے واللہ اعلم وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ اور تیرا رب کچھ اس سے غافل نہیں جو وے کرتے ہیں یا تم کرتے ہو یعلمون بیا و تحتیہ اکثر کی قرات ہے اور بعض نے بتاء خطاب پڑھا اسمیں وعدہ بھی ہے کہ کسی نیکوکار کا عمل ضائع نہوگا اور تہدید و وعید بھی ہے کہ بدکار دنیا وغیرہ میں مشغول ہوکر غافل نہون ورنہ عذاب ہے وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ یعنے اور تیرا پروردگار سب سے بے پرواہ ہے تمام پیدا کی ہوئی مخلوق وانکی عبادت سے اور باوجود اسکے رحمت والا ہے فائدہ یہ کلام پاک کیا اچھا و بلیغ ہے یہان غنی ہونا و رحمت والا ہونا جمع کرنے میں انتہا درجہ کا فضل و انعام ہے اور کمال رحمت پر دلیل ہے

اور منجملہ رحمت کے ہے کہ رسول بھیجے اور نافرمانی میں بدون نیست کرنے کے باقی چھوڑ دیا پس سابق و لاحق سے خوب مناسب ہے کما قال البیضاوی
اسمین تنبیہ ہے کہ سابق میں جو رسول بھیجنے کا ذکر فرمایا وہ پاک پروردگار غنی حمید کی طرف اسکے نفع کی راہ سے راجع نہیں بلکہ بندوں پر رحمت ہے
اور نیز اسمین ما بعد کے واسطے تاسیس ہے کہ فرمایا اِنْ یَّشَاْ یُذْہِبْکُمْ یعنے اللہ تعالے غنی حمید کو تمھاری کچھ حاجت نہیں وہ چاہے
تو اسے نافرمانو تم سب کو نیست کردے اور مفسرؒ نے خطاب کو اہل مکہ سے مخصوص کیا وَیَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِکُمْ مَّا یَشَآءُ ما موصولہ
سے مراد خلق ہے یعنے تمکو ہلاک کر کے جو مخلوق چاہے بجائے تمھارے پیدا کردے کَمَآ اَنْشَاَکُمْ مِّنْ ذُرِّیَّۃِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ
جیسے تمکو آخر دوسری قوموں کی ذریت سے پیدا کیا ہے جنکو آخر کار بلا واسطہ مخلوق پر منتہی فرمایا یعنی آدم علیہ السلام کو بدون ماں و باپ کے
اور بدون نمونہ کے نئے طور پر ایجاد کر دیا تھا ولیکن اللہ تعالی نے تمپر رحم کیا ہے کہ تمکو باقی رکھا اور اگر چاہتا تو تم فوراً مٹجاتے اور تمھارے
بجائے دوسرے آجاتے جیسے وہ چاہتا تبارک اللہ ذو الملک والملکوت والعزۃ والقدرۃ والجبروت رازیؒ نے تفسیر کبیر میں
کہا کہ مراد اس سے خلق دیگر سوائے مخلوق موجودہ کے ہے پس تنبیہ ہے کہ قدرت اللہ تعالی سبحانہ کسی جنس پر مقصور و منحصر نہیں ہے اور یہ بنا بر تقریر
مترجم کے انسب ہے اور مفسرؒ نے وہ اختیار کیا جو شیخ ابن جریر نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ جیسے تمکو پیدا کردیا مخلوق دیگر سے جو تمھارے
پہلے تھے اور یہ معنی موافق فہم جاہلان مشرکین کے اقرب ہیں اور مترجم نے اشارہ کردیا کہ جملہ تشبیہ یعنی قولہ کما انشاکم سے انکو قدرت
کاملہ کی طرف اشارہ ہے کہ پیدا کرنا و ایجاد کرنا کسی واسطہ پر موقوف نہیں ہے کیا آخر آدمؑ کو بدون ماں و باپ کے ایسا خوب پیدا کیا کہ اسقدر
کثرت سے انکی ذریات موجود ہوئی اور یہ ادق ہے اور اس سے نصاری کو حضرت عیسی کے واسطے سے شرک نہ کرنے پر تنبیہ ہے
کہ وہ تو بدون باپ کے ہوئے جو آدمؑ سے کم مرتبہ ظہور قدرت تھا اور انسے کوئی نسل بھی نہوئی - اور نصاری اگر سمجھتے تو جان لیتے
کہ وہ مشرک بھی ہوئے اور حضرت عیسی پر بھی ایمان نہ لائے کیونکہ وہ تو ایسے شخص پر ایمان لائے جسکو بیٹا یقین کرتے ہیں وہ درحقیقت
کوئی بھی نہیں ہے اور اگر حضرت عیسی علیہ السلام بندہ خدا و رسول برگزیدہ جامع کمال انسانی بزرگ مرتبہ پر ایمان لاتے تو یہ ایمان البتہ حضرت
عیسی بن مریم علیہ السلام پر ہوتا جو اللہ تعالی کے رسول تھے جنپر انجیل نازل ہوئی تھی اور جنھوں نے حضرت محمد مصطفی رسول اللہ صلعم کی
خوشخبری سنائی تھی اور وہ عنقریب قیامت سے پہلے نازل ہوکر آنحضرت صلعم کی شریعت پر حکم کرینگے اور اسی دین کے واسطے جہاد کرینگے
پس اگر اہل کتاب ایمان لاویں تو انکے لیئے بہت بہتر ہے حتی کہ دنیا میں بھی بذات خود اچھے مسلمان ہوں اور جو پہلے کے مسلمان بکثرت
ہوسے موجود ہیں انکے تابع ہوجاویں اور انکا بگڑا دین درست ہوجاوے انشاء اللہ تعالے اور اگر نہ ایمان لاویں تو ضرور حضرت
عیسیؑ کے عنقریب نازل ہونے پر انکے جہاد سے خوار ہونگے اور اگر نہ انہیں تو باتباع حکم الہی اعلان ہے کہ فانتظروا انا منتظرون انتظار
کرو ہم بھی منتظر ہیں اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ جو تمکو وعدہ دیا جاتا ہے عذاب کا اور قیامت کا وہ ضرور آنیوالا
ہے اور تم ہرگز عاجز نہیں ہو یعنے ہمارے عذاب سے چھوٹنے والے نہیں ہو اگر ایمان نہ لاؤگے اور کرخیؒ نے افادہ کیا کہ اپنے
مقام پر تحقیق کیا گیا ہے کہ جملہ اسمیہ اگر مثبت ہو تو دائمی ثبوت پر دلالت کرتا ہے اسی طرح اگر منفی ہو تو دوام انتفا پر دلالت کرتا ہے نہ انتفاء
دوام پر اور فرق یہ ہے کہ یہاں دوام انتفا ہو یعنے معجز ہونا دائما منتفی ہے یعنے کبھی کسی وقت کوئی شخص معجز نہیں ہوسکتا یعنے اللہ تعالی
اگر عذاب چاہے تو کبھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی معجز ہوجاوے اور انتفاء دوام سے دوامی معجز ہونا منتفی ہوتا ہے پس ہوسکتا ہے کہ بعض وقت
معجز ہو مثلاً کہا جاوے کہ زید کا دائمی ہنستا ہونا منتفی ہے یعنے برابر ہر وقت ہمیشہ وہ ہنستا نہیں رہتا تو اس سے یہ لازم نہیں کہ

کسی کسی وقت بھی نہین ہنستا بخلاف اسکے زید کا گھوڑا نہونا دوا ما منتفی ہی یعنی زید گھوڑا نہین ہی یہ دائمی صادق ہی تو کسی وقت بھی وہ گھوڑا نہین ہوسکتا اور یہی دوام استقرار بیان بھی تو رہا انتم بمعجزین سے مراد ہی **قال الحافظ** حاصل آنکہ تم کسی حال مین اللہ تعالی کو عاجز نہین کر سکتے بلکہ وہ پاک پروردگار قادر ہی کہ تم کو پھر زندہ کر کے عذاب کرے اگرچہ تم خاک مٹی گل سڑ گئے ہو کیا نہین سمجھتے کہ اب تو بھلا گلے سڑے خاک مٹی کچھ موجود ہو اور پہلے تو کچھ بھی نہ تھی جو تمکو ایجاد کر دیا فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے حضرت سید الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ ای اولاد آدم اگر تمکو کچھ عقل ہی تو اپنے آپ کو مردہ شمار کرو۔ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ بات یہی واقع ہی کہ جو تمکو وعدہ دیا گیا ضرور آنے والا ہی اور تم کچھ بھی معجز نہین ہو سکتے۔ رواہ ابن ابی حاتم **ف فی العرائس** قولہ تعالی وربک الغنی ذو الرحمۃ او تعالی نے اپنی دو صفت قدیم سے آگاہ فرمایا جو تمام مخلوقات کے واسطے خواہ مومن ہون یا کافر خواہ مطیع ہون یا عاصی سب کے واسطے ہی پس وہ پاک پروردگار غنی حمید ہی بندگی کرنے والون کی بندگی سے بندہ کو خود نفع ہی اور وہ تعالی غنی حمید ہی **قال المترجم** جس بندے نے بندگی نہ کی اسنے اپنے کو محروم و خوار کیا کیونکہ اپنے پروردگار خالق کو رب نہ جانا پس جیسا کریگا ویسا پاویگا پھر کمال رحمت ہی کہ بیہودہ فوتکو نمائش کر دی کہ خواری مت کماؤ اور اگر کماؤ گے تو اپنا بگاڑو گے حضرت او تعالی غنی حمید ہی ع ای بندہ چو بندگی نہ کردی ؛ از بندگیت کہ کار دارد ؛ چون او تو دگر خدا نہ داری ؛ او بر تو صد هزار دارد ؛ یہ تو اسکی بے پروائی ہی رہا بیان رحمت تو شیخ نے کہا کہ اپنی رحمت سے نافرمان مجرم گناہگارون پر رحم کیا حالانکہ اسکی پاک شان یہ ہی کہ نہ اسکو فرمانبردارون کی عبادت و طاعت سے کچھ نفع اور نہ نافرمانون و مجرمون کے گناہ سے کچھ نقصان اسکی بحر رحمت سے ایک قطرہ ہی کہ تمام حوادث پیدا ہو کر بے انتہا انعام سے مالا مال ہوے جنہنے اسکی صفت غنی کا نور پایا وہ عارف ہین کہ دونون جہان سے ہاتھ اٹھایا عوام کی نظر مین سونے چاندی جواہرات اور انکی نظر مین دونون جہان کی سلطنت ہیچ ہی ان اگر جنت چاہتے ہین تو اسلیئے کہ حضرت عالی تعالی ذو الجلال والاکرام کی رضامندی وہان ملیگی اور زیادت جو کچھ ہی وہ بیان مین نہین سماتی اللہم ارزقنا برحمتک۔ وانت ارحم الراحمین اسکی رحمت تمام عالم کو شامل ہی۔ عارف جب اسکا غنی ہونا یاد کرتے ہین تو لرزتے اور بیہوش ہو جاتے ہین پھر جب اسکا رحم فرمانا یاد آتا ہی تو ہوش مین آجاتے ہین **قال الاستاذ** رحہ غنی تو اشارہ ہی اسکی عزت کی طرف اور ذو الرحمۃ اشارہ ہی اسکے لطف کی طرف پس غنی سے جلال کی خبر ہی اور ذو الرحمۃ سے افضال کی خبر ہی پس جلال کے کشف سے انکو فنا کر دیا اور افضال کے لطف سے انکو زندہ فرمایا **قال المترجم** اشارہ و کنہ اسرار کلام مطلع حاصل تا ہی

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ

تو کہہ اے لوگو کام کرتے رہو اپنی جگہ مین بھی کام کرتا ہون اب آگے جان لوگے کسکو ملتا ہی آخر گھر مقرر

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

بھلا نہوگا بے انصافون کا

قُلْ یعنی ان لوگون سے کہدے يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اے قوم تم کیے جاؤ جو کرتے ہو اپنی حالت پر اسکا طریقہ بعض نے کہا یعنی کیے جاؤ اپنے تابو بھر اور پوری قدرت و استطاعت بھر اور اپنے امکان بھر عن ابن عباس ای ناحیتکم وجہتکم اپنے ناحیہ و جہت پر **قال البیضاوی** یہ امر ارشادی نہین تا کہ کہا جاوے کہ انکو اعمال کفر و عصیان کا حکم کیونکر دیا

بلکہ امر تہدید ہی اور معنی یہ ہین کہ اچھا نہین مانتے ہو تو اپنے کفر کرنے اور عداوت کرنے پر جمے رہو اِنِّیْ عَامِلٌ مین بھی اپنی حالت پر
ثابت ہون یعنی اسلام و توحید پر اور تمھاری عداوت مین صبر کرنے پر ثابت ہون، صیغہ امر سے تہدید کرنا نہایت مبالغہ ہی گویا تہدید
کرنے والا جسکو دھمکاتا ہی اُسکے عذاب دینے پر عزم بالجزم رکھتا ہی پس اسکو ایسی ہی بات پر آمادہ کرتا ہی جو عذاب تک پہونچا دے
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ من موصولہ مفعول ہی تعلمون کا یعنے اگر تم جمے رہے تو عنقریب جان لوگے
اُس شخص کو جسکے واسطے حاصل ہوگا دار آخرت یعنے دار آخرت مین جسکو نیک انجام حاصل ہوگا اسکو جان لوگے کہ وہ شخص ہم ہین
یا تم ہو **قال البیضاوی** اس کلام مین تہدید کے باوجود انصاف ہی گفتگو مین اور حسن ادب ہے جناب باری تعالے لیے ہین کہ اپنی
بھلائی کا حکم نہ کیا اور تنبیہ ہی کہ دھمکانے والے کو اپنے حق پر ہونیکا وثوق ہی حمزہ وکسائی نے یہان اور سورہ قصص مین یکون بیا تحتیہ
پڑھا کیونکہ عاقبۃ الدار مین تانیث غیر حقیقی ہی اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ فلاح نہین پاتے یعنی نیک انجام نہین ہوتے ہین ظالم لوگ
یعنے کافر لوگ پس بجاے الکافرون کے الظالمون کو جو اعم ہی مبالغہ کے لیے فرمایا ہی افادہ البیضاوی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ
نے تفسیر کی کہ مراد انکی جسنے شرک و کفر کیا وہ سعید نہین ہوگا اسمین تعریض ہی کہ تم لوگ اگر اسی حال پر رہے تو ہرگز فلاح نہ پاؤگے
تمھارا انجام بھلا نہوگا بلکہ توحید و اسلام والون کا انجام دنیا و دین مین نیک ہوگا **قال الحافظ ابن کثیرؒ** اور تعالیٰ عز وجل نے یہ
وعدہ اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلعم کے ساتھ پورا فرمایا کہ مکہ و تمام جزیرہ عرب فتح کر دیا اور مشرکین و معاندین کو زیر کر دیا یہانتک کہ
آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین سلطنتین قبضہ اقتدار اسلام مین دیدین اور پورا ہوا قولہ تعالے واللہ متم نورہ ولو کرہ
المشرکون۔ پھر قیامت مین منکرون و کافرون کو بد انجام ملیگا کما قال تعالے لہم اللعنۃ ولہم سوء الدار۔ اور حسن عاقبت اہل ایمان و اسلام
کو نصیب ہوگا کما قال تعالے والعاقبۃ للمتقین آمین نصیحت و پند و آیات ہین واسطے اہل سعادت کے والحمد للہ اولا و آخرا وظاہرا وباطنا

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا
اور ٹھہراتے ہین اللہ کا اسکی پیدا کی کھیتی اور مواشی مین ایک حصہ پھر کہتے ہین یہ حصہ اللہ کا ہی اپنے خیال پر اور یہ ہمارے شریکون کا ہی
فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝
سو جو اُنکے شریکون کا ہی سو نہ پہونچے اللہ کی طرف اور جو اللہ کا ہی سو پہونچے اُن شریکون کیطرف کیا برا انصاف کرتے ہین

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اسے جعلوا ثابتا للہ۔ اللہ تعالے کے لیے ثابت کیا پس جعل کا مفعول دوم ثابتا ہی اسکو مقدم کر دیا کہ اعتنا اسی سے
متعلق ہی اور یہ جعل انکے وہم کی تشریع تھی جسکو اُنھون نے شیطان کی پیروی مین نکالا اور اپنے کفر و شرک کے درخت مین شاخین
نکالین مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا مما متعلق ہی نصیبا سے اور من الانعام والحرث بیان ہی ما موصولہ کا اور
نصیبا مفعول اول ہی اور یہ بیان ہی مشرکین کے دیگر انواع جہالت وکفر کا حاصل آنکہ اللہ تعالے نے جو انعام و حرث یعنے چوپایہ
و کھیتیان پیدا فرمائین اسمین سے اللہ تعالے کے واسطے ایک حصہ مقرر کیا اسکو مہمانون و مسکینون کے صرف مین لاتے تھے اور
جن چیزون سے شرک کرتے یعنے بتون وغیرہ کے واسطے ایک حصہ مقرر کیا جو بیت خانہ کے خادمون پر صرف کرتے تھے فَقَالُوْا
هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ سو کہتے کہ یہ حصہ اللہ تعالے کے واسطے ہی اپنے زعم مین زعم مین بفتح اول اکثر کی قرات ہی اور بعض کے نزدیک
بضم اول ہی۔ ازہریؒ نے کہا کہ اکثر استعمال لفظ زعم کا ایسے امر مین ہوتا ہی جو مشکوک ہو اور متحقق نہو۔ بعض نے کہا کہ وہ کنایہ ہی

دروغ سے اور مرزوقی کا قول مانند ازہری کے ہے۔ ابن القوطیہ نے کہا کہ زعم ایسی چیز جسکا حال معلوم نہیں کہ حق ہے یا باطل ہے
خطابی نے کہا کہ لائق گفتگو نہو اور غیر ممکن بات کا دعویٰ ہو یہ مختلف محاورات کا استعمال ہے۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کا زعم قرار
دیا کہ یوں کہتے کہ یہ حصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے **قال الحافظ** یہ اُنکے کفر و شرک کی شاخ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے
اسکے لئے ایک جزو قرار دیا حالانکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے **قال المترجم** مسلمان اگر کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے واسطے قرار دے
تو یہی نیت ہوتی ہے کہ یہ خالص نیت سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ شخص خیرات کرتا ہے اور نعوذ باللہ تعالیٰ یہ نہیں سمجھتا کہ جیسے آپس میں
حصہ بانٹا کرتے ہیں کہ یہ زید کا ہے اور وہ عمرو کے واسطے ہے اور مشرک لوگ اسی دوسرے معنی پر لیتے تھے اور یہ انکی سخت جہالت
تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسپر تشنیع فرمائی کہ یوں کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اپنے زعم باطل کے موافق وَهٰذَا
لِشُرَكَآئِنَا اور یہ دوسرا حصہ واسطے ہمارے شرکاء یعنی بتوں و شیطانوں کے واسطے ہے جنکے حق میں ایسی باتیں اعتقاد کرتے
تھے جو شرک ہیں **قال المفسر** پھر ان لوگوں کا یہ حال تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کے حصہ میں کوئی چیز حصہ بانٹ وغیرہ سے گرجاتی
تو اُسکو اُٹھا لیتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہونچ سکتی ہے اور اگر بتوں کے حصہ میں اللہ تعالیٰ کے حصہ سے گرجاتی تو چھوڑ دیتے اور کہتے کہ
یہ ہمارے اللہ نے رکھنی چاہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ پس جو اُنکے شرکاء
کے لئے تھا وہ نہیں پہونچتا اللہ تعالیٰ کی طرف یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں جاتا وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ
اور جو اللہ تعالیٰ کے واسطے تھا وہ انکے شرکا کو پہونچ جاتا ہے۔ حاصل آنکہ مشرکین دونوں حصہ میں اس تفصیل سے حکم لگاتے اور شیطانی
خیالات کی پیروی کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مذمت فرمائی سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ بس حکمہم ہذا۔ کیا برا حکم ہے انکا یہ حکم۔ ما مصدریہ
ہے پس مایحکمون بمعنی حکمہم ہوا اور مخصوص بالذم محذوف ہے یعنی ہذا جیسا کہ مفسر نے تصریح کر دی اور ایسی ہی تفسیر حضرت ابن عباس و مجاہد و
قتادہ و سدی وغیرہم سے درازی کے ساتھ مروی ہے **قال الحافظ** اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اس آیت کی تفسیر میں کہا
کہ ہر شے جسکو اللہ تعالیٰ کے واسطے قرار دیتے خواہ ذبح جانور ہو یا کوئی اور چیز ہو تو اُسکو کبھی نہیں کھاتے جب تک کہ اسکے ساتھ کسی
بت وغیرہ کا نام جس سے شرک کرتے تھے ذکر نہ کریں اور جو چیز کہ انکے باطل معبودوں کے واسطے ہوتی اسکے ساتھ اللہ تعالیٰ کا نام پاک
نہیں ذکر کرتے تھے پھر عبدالرحمن نے آیت تا قولہ ساء ما یحکمون پڑھی حاصل آنکہ جو تقسیم نکالی وہ بہت بری ہے کیونکہ ان مشرکوں نے پہلے تو
یہ غلطی کی کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک جزو قرار دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا رب و مالک و خالق ہے اسی کی سب مخلوقات اسی کی قدرت
و مشیت میں اسی کے تصرف میں ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے پھر جب حصہ بانٹا تو اسمیں ظلم کیا۔ اور کیوں نہیں کہ جو اپنے خالق کو بھول اور
اسی کی عبادت فرض تھی اسمیں شرک کیا اور اپنے اوپر ظلم کیا تو ایسا ظالم جو ظلم نہ کرے وہ تھوڑا ہے وقیل فی تفسیر قولہ فما کان لشرکائہم
الآیۃ یعنی جو کچھ کھیتی و چوپایہ وغیرہ میں سے بتوں کے واسطے قرار دیا وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں پہونچتا یعنی ان مصارف میں صرف
نہیں ہو سکتا جو اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمائے جیسے محتاجوں و مسکینوں کو صدقہ دینا اور مسافر مہمان آدمی کو کھلانا اور ناتے دار قرابت
والوں کی خبر لینا وغیرہ پس بتوں کے نام کا ان مصارف میں صرف نہیں ہوتا اور جو اللہ تعالیٰ کے نام کا تھا وہ بتوں کو پہونچ جاتا ہے یعنی بتوں کی
اصلاح اور بتخانہ کے خدمتگزاروں کی حاجات میں صرف ہو جاتا ہے حاصل آنکہ یہ مشرک بے ادب یہ اعتقاد کرتے کہ جو بتوں کے نام کا ہے
اسکو نگاہ رکھنا و محفوظ کرنا چاہیئے کیونکہ وہ نہیں روا ہے کہ سوائے انکے کسی اور کام میں جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں اور اُسکے حکم سے

مشروع ہین صرف ہو تجیال بتون کے برخلاف اسکے جو اللہ تعالےٰ کے نام کا ہو اسکو روا رکھتے کہ باوجود ایسے امور موجود ہونیکے
جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہین اگر حاجت ہوتی تو بتون کی خدمت مین صرف کرین پس بتون کی جانب کو زیادہ لحاظ رکھتے تھے اور یہ انکی جہالت
و بے ایمانی کا نتیجہ تھا۔ اگر مشرک نہوتے اور توحید و اسلام پر ہوتے تو ایسی جہالت نکرتے

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ

اور اسیطرح بھلی دکھائی ہین بہت مشرکون کو اولاد مارنی اُنکے شریکون نے کہ اُنکو ہلاک کرین اور الجھاوین اُنپر غلط کرین

وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ۝

اور اللہ چاہتا تو یہ کام نکرتے سو چھوڑ دے وہ جانین اور اُنکا جھوٹھ

یہ بھی ان مشرکون کی جہالت و ضلالت مین سے قسم دیگر ہے۔ وَكَذَٰلِكَ یعنے جیسے مزین کیا گیا مشرکون کی نظر مین وہ فعل جو مذکور ہوا ویسے ہی زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ مزین کر دکھایا مشرکون مین سے بہتون کی نظر مین قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ قتل کرنا اپنی اولاد کا جیتے جی زمین کے اندر توپ دینے کے ساتھ انکے شرکا نے یعنی ان شیطانون نے جنکے حکم کو مانند حکم خدا تعالےٰ کے مانتے ہین۔ واضح ہو کہ عرب کے بے رحم جاہل مشرک قبل زمانہ اسلام کے اپنی اولاد مین سے لڑکیون کو مار ڈالتے تاکہ دوسرے مرد کے تصرف مین نہ آوے جیسے ہندوستان کے چھتریون مین رواج تھا بلکہ عرب کے مشرک کچھ بڑھے ہوئے تھے چنانچہ اگر کوئی لڑکی اُسکی ماں کے چھپانے سے بچ گئی پھر آٹھ دس برس کی ہوئی اور مرد کو معلوم ہو گیا تو وہ بہانے سے اُسکو جنگل مین لے گیا اور گڈھے مین دھکیل کر اُسپر مٹی ڈالنی شروع کی وہ بیچاری ہرچند روتی رہی کہ ای میرے باپ ای میرے پیارے ابا تم کیون مجھے مارتے ہو اس خبیث بیرحم نے آخر اسکو زندہ توپ دیا اور چلا آیا۔ اللہ تعالےٰ عزوجل ارحم الراحمین نے اسپر بڑے سخت عذاب سے وعید فرمائی ہے جیسا کہ انشاء اللہ تعالےٰ تفسیر قولہ تعالےٰ واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت الآیۃ مین آویگا۔ یہان انکی اسی جہالت و ضلالت کو ظاہر کر کے مذمت فرمائی۔ حاصل آنکہ جسطرح مذکورہ بالا بیان سے انکا شیطان کا پیرو ہونا ظاہر ہوا ایسے ہی بہت سے مشرکون کی نظر مین اُنکے باطل معبودون نے جنکو اللہ تعالےٰ کا شریک بناتے تھے یہ بات خوب رچائی کہ اولاد کو زندہ توپ کرین قتل کرین اور شیطانون نے اسوجہ سے یہ بات رچائی اور ان جاہلون گمراہون سے اسکی تعمیل کرائی لِيُرْدُوهُمْ تا کہ انکو ہلاک کرین یعنے غضب الٰہی مین گرفتار کرا دین جس سے بعد موت کے بڑی ہلاکت عذاب جہنم مین پڑین وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ اور نیز اسواسطے رچائی تاکہ ان لوگون پر انکا دین خلط ملط کر دین یعنی یہ لوگ ابتدا مین حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما السلام کے دین پر تھے پس جب زمانہ زیادہ گذرا تو پہلے شیطان نے جو اولاد آدم کا دشمن ہے انکا اعتقاد بگاڑا حتی کہ توحید سے اعتقاد پھرا پھر دین کے افعال و اعمال کے برعکس گناہ کی باتین انکی نظر مین رچائین اور ہزارون وسوسے انھون نے قبول کیے یہانتک نوبت پہونچی کہ اولاد کو قتل کرنے لگے واضح ہو کہ قولہ قتل اولادہم شرکاؤہم مین دو قراءت ہین اول جو اوپر مذکور ہوئی ہے کہ زین معروف کا فاعل شرکاؤہم ہے اور قتل اولادہم مفعول ہے یعنے زینت دیدیا اُنکے شرکا نے انکی نظر مین اپنی اولاد کے قتل کرنے کو اور یہی جمہور کی قراءۃ ہے اور ابن عامر کی قراءۃ مین زین بصیغہ مجہول اور قتل کو رفع بنابر آنکہ وہ نائب فاعل یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اور چونکہ لفظ قتل مصدر ہے جو مثل فعل کے عمل کرتا ہے لہذا اولادہم کو اسی کے عمل سے نصب ہے یعنے قتل کرنا اپنی اولاد کو پس اولاد مفعول ہوا اور شرکائہم کو جر ہے بسبب اسکے کہ قتل کا مضاف الیہ ہے پس اعراب یون لکھا جائیگا کذلک

وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلُ اَوْلَادَهُمْ شُرَكَائِهِمْ پھر مفسر رح نے کہا کہ اس قراءۃ پر مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان مین مفعول بہ سے فصل لازم آتا ہو اور یہ کچھ مضر نہین ہو قال فی الکمالین زمخشری نے کشاف مین کہا تھا کہ زبان عربیہ مین مضاف و مضاف الیہ کے درمیان فصل ہونا ضعیف اور بسبب ضرورت شعری کے گنتی کی چند جگہ آیا ہو پس مفسر رح نے جو کہا کہ یہ کچھ مضر نہین ہو اس سے قول زمخشری رح کو رد کر دیا ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ بیضاوی رح نے بھی یہان زمخشری کی پیروی کی اور قول زمخشری اختیار کیا ہو۔ وقال صاحب السراج زمخشری کے قول پر ایک جماعت علماء نے انکار کیا باین طور کہ یہ قراءۃ تو متواترہ صحیحہ ہو اور زبان عربی مین اسکی ترکیب صحیح و درست ہو پس روا نہین کہ اس قراءۃ مین یا اسکے نقل کرنے والے مین طعن کرے وقال العلامۃ التفتازانی رح نے فی الحاشیہ زمخشری کا یہ قول اسکی عادت کے موافق سرزد ہوا کہ قراء سبعہ متواترہ مین طعن کرتا ہے سو کبھی تو قاری کی خطا کہتا ہو۔ اور کبھی انسے نقل کرنے والے کی خطاء بیان کرتا ہو اور یہ دونون اسکی خود غلطیان ہین اسواسطے کہ قراءت متواترہ مین اسی طرح اُنسے روایات بھی متواتر ہین پھر اسکے بیان مین محقق موصوف نے طول دیا ہو قال ابن مالک فی الکافیۃ مصدر کی اضافت اپنے فاعل کی طرف درحالیکہ دونون کے درمیان مصدر کے مفعول سے فصل ہو تو مذہب مختار کے موافق جائز ہو اسواسطے کہ اسمین کوئی محذور نہین لازم آتا باوجودیکہ فاعل اپنے عامل کے جزو کے مانند ہو پس فصل کچھ بہتر نہین ہے قال المفسر رح پھر قتل کی نسبت شرکاء کی طرف اسوجہ سے ہو کہ انھین نے اسکا حکم کیا یعنے انھین شرکاء کے وسوسہ و آمادگی و تزیین سے ان مشرکون نے ایسا کیا قال الحافظ سدی رح نے فرمایا کہ شیاطین نے انکو حکم کیا کہ بیٹیون کو قتل کر ڈالو اس غرض سے تاکہ یہ لوگ ہلاک ہون یا اپنے دین سے بگڑین اور خالص دین پر نہ رہین ایسا ہی قتادہ وعبدالرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہو اور واضح ہو کہ بعضے مشرکین بسبب خوف محتاجی کے بھی قتل کر ڈالتے تھے یعنے بخوف اسکے کہ انکی وجہ سے ہمکو مال ضائع کرنا لازم آویگا حالانکہ یہ سب تزیین شیطان تھی اور اللہ تعالے نے اس سے سخت منع فرمایا لیکن یہ لوگ گمراہ مقدر تھے شیطان ہی کی تزیین پر اڑے رہے قال تعالی وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ یعنے یہ سب اللہ تعالے کی مشیت و ارادہ و اختیار سے واقع ہوتا ہو اور اسمین اسکی پوری حکمت ہو وہ جو چاہتا ہو وہی ہوتا ہو پس تو چھوڑ دے انکو اور اُنکے افترا کو مشرک لوگ اسکو بوساوس شیطانی کرتے تھے اور باز آنا درکنار اسپر یہ افترا باندھتے تھے کہ واللہ امرنا بہذا ہمکو اللہ تعالے نے ایسا حکم دیا شاید شیطان کے بندے بنگئے تھے اسی کے وساوس کو وحی جانتے تھے۔ مایفترون مین ما مصدریہ ہو اور فذرہم مین فا فصیحیہ ہو کذا قیل

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ

اور کہتے ہین یہ مواشی اور کھیتی منع ہو اسکو نہ کھاوے مگر جسکو ہم چاہین اپنے خیال پر اور بعضے مواشی کے پیٹھ پر چڑھنا منع ٹھہرایا ہو اور بعضے مواشی

لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

ذبح پر نام نہین لیتے اللہ کا اسپر جھوٹھ باندھکر وہ سزا دیگا انکو اس جھوٹھ کی

وَقَالُوْا یہ بیان نوع دیگر از ضلالات مشرکین ہی چنانچہ بیان فرمایا وقالوا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ یعنے مشرکین نے تزیین شیطان نکالا کہ کہا یہ چوپایہ و کھیتی حجر ہو یعنے حرام ہو قال ابن عباس رض الحجر حرام ہو جو جانور کہ وصیلہ وغیرہ حرام کرتے تھے وکذلک قال مجاہد والضحاک والسدی وقتادہ وعبدالرحمن بن زید اور نیز قتادہ رح نے کہا کہ انکی مالون مین یہ چیزین شیاطین نے انپر حرام کرائین اور اللہ تعالی کیطرف سے حلال تھین۔ وعن عبدالرحمن بن زید انھون نے اسوجہ سے حرام کرلین کہ بتون کے نام پر چھوڑین اور حرام کرلین مگر حرام بھی اسطرح کہ

جسکو چاہین کھلاوین چنانچہ کہا لَا یَطْعَمُهَا اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ یعنے یہ حرام ہین ان کو کوئی نہ کھاوے مگر وہی جسکو ہم چاہین کذا قال السدی
وقال المفسر ای خدمة الاوثان وغیرہم یعنی بتون کی خدمت کرنے والے وغیرہ اور خدمة بروزن سفرة بفتحات جمع خادم وقال البیضاوی
یعنے خادمان اوثان و مرد نہ عورتین اور قولہ بزعمہم کے یہ معنی کہ اسطرح کی تحریم صرف انکے زعم باطل واوہام ردی سے ہین انکے پاس کوئی
حجت نہ تھی صرف شیطانی وساوس پر باتین واعتقادات گڑھ لیے تھے جیسے اس زمانے مین شیخ سدو کا بکرا کرتے ہین وَاَنْعَامٌ
حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا یعنے اور ان مشرکون نے اپنے زعم پر کہا کہ یہ چوپایہ ہین کہ انکی پیٹھ حرام کی گئی ہے یعنے اپر سواری نہین لیتے تھے
وہ بتون کے نام کے تھے جیسے سوائب وحوامی اور تفسیر انکی قولہ تعالے ما جعل اللہ من بحیرة ولا سائبة ولا وصیلة ولا حام الآیہ کی تفسیر مین
گذر چکی ہے وَاَنْعَامٌ لَّا یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا اور کچھ چوپایہ ایسے کہ ذبح کے وقت اپر اللہ تعالی کا نام نہین ذکر کرتے بلکہ بتون کا نام لیتے
یعنے بتون کے تقرب کے لیے انکا نام لیکر جان مارتے اور اسکو اللہ تعالے کی طرف منسوب کرتے یعنے اللہ تعالے نے یہ حکم دیا ہے
اِفْتِرَآءً عَلَیْهِ پورا جھوٹ وافترا باندھتے اللہ تعالے پر وقد قال تعالے سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ عنقریب او تعالی
ان افترا باندھنے والون کو انکا بدلہ دیگا **قال مجاہد** انکے اونٹون مین ایک قسم کے اونٹ ہوتے کہ نہ اسپر سوار ہوتے اور نہ دودھ
اور کسی حال مین اپر اللہ تعالے کا نام ذکر کرتے پھر او تعالے نے ایک نوع دیگر ان کے ضلالات وجہالات سے بیان فرمائی
وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓی اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً فَهُمْ فِیْهِ
اور کہتے ہین جو ان مواشی کے پیٹ مین ہے سو نرا ہمارے مرد کھاوین اور حرام ہے ہماری عورتون کو اور جو مردہ ہو تو اسمین سب

شُرَكَآءُ ۭ سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ
شریک ہون وہ سزا دیگا انکو ان تقریرونکی وہ حکمت والا ہے خبردار

وَقَالُوْا مَا فِیْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ ان انعام سے مراد وہ جانور ہین جنکو حرام کر رکھا تھا یعنے ان حرام کیئے ہوئے جانورون کے
پیٹ مین جو کچھ ہے خواہ نر بچہ ہو یا مادہ ہو خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا خالص ہے ہمارے مذکر یعنے مردون و لڑکون کے واسطے **قال المفسر**
خالصة یعنے حلال۔ اور کسائی و اخفش نے کہا کہ خالصة کی ہا واسطے مبالغہ کے ہے اور اصل خالص ہے فراء نے کہا کہ تا تانیث ہے بسبب
انعام مؤنث ہونے کے اور ما فی البطون بھی جنین ہین پس بحسب المعنی تانیث ہونے سے تا آئی والاول اظہر۔ وقال البیضاوی ای
حلال للذکور خاصة یعنے حلال ہے واسطے مذکرون کے خاصة وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓی اَزْوَاجِنَا اور وہ حرام کیا گیا ہمارے ازواج پر یعنی عورتون پر
ازواج جمع زوج بمعنی جفت اور وہ عرب کی زبان مین مرد و عورت دونون پر بولا جاتا ہے جیسے جفت فارسی اور جوڑا اردو مین اور یہان
اس سے جنس مراد ہے یعنے مونثون پر خواہ جورو ہون یا عورتین دیگر یا لڑکیان ہون وَاِنْ یَّكُنْ مَّیْتَةً واضح ہو کہ یکن بالیاء التحتیة والفوقیة
دونون پڑھا گیا۔ اور معنی مین بھی کان تامہ لیکر میتة کو رفع پڑھا گیا اور زیر ناقصہ لیکر نصب پڑھا گیا اور یہ سب ظاہر و معروف ہے اور حاصل انکہ
جو کچھ ان انعام محرمہ کے پیٹ مین ہو اگر مردہ ہو تو فَهُمْ فِیْهِ شُرَكَآءُ یہ سب اسمین شریک ہین یعنے اسکے کھانے مین مذکر و مؤنث دونون
یکسان ہین سَیَجْزِیْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ عنقریب اللہ تعالے بدلا دیگا انکو اسطرح باتین بنانے کا۔ وہ حکیم علیم ہے۔
وصف سے مراد یہی تحلیل و تحریم ہے۔ واضح ہو کہ ما فی البطون کچھ بچہ مین منحصر نہ تھا بلکہ جن جانورون کو حرام کر رکھا تھا انکا دودھ بھی اسی
تفصیل پر رکھتے اور بحیرہ کا دودھ مرد کھاتے نہ عورتین اور مردار ہوتا تو مرد و عورتین دونو اسمین شریک ہوجاتے اور یہ ابن عباس رض

وشعبی وغیرہ تابعین سے شیخ ابن کثیرؒ نے مفصل ذکر کیا ہو اور کہا کہ قولہ سیجزیہم وصفہم یعنی عنقریب جزا دینگے ہم انکے قول دروغ کی بدلا
لقولہ تعالے ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ہذا حلال وہذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب الآیۃ اور مت کہو جسکو تمھاری زبانین دروغ
بکتی ہین کہ یہ حلال و یہ حرام ہے تا کہ نتیجہ یہ ہو کہ اللہ تعالے پر دروغ کا افترا باندھو - مدیہ تنبیہ و تحقیق فرمائی

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ
بیشک خراب ہوئے جنھون نے مار ڈالی اپنی اولاد نادانی سے بن سمجھے اور حرام ٹھہرایا جو اللہ نے انکو رزق دیا جھوٹھ باندھکر اللہ پر بیشک

ربع ١٢ع

ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝
بہکے اور نہ آئے راہ پر

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ اکثر قرار کی قرارت مین قتلوا از قتل تخفیف ہو اور بعض نے تقتیل سے تشدید تا پڑھا ہو اور اشعار
اس سے بار بار قتل ہوگا اور مراد وہی زندہ درگور کردینے کے طور پر قتل ہو الحاصل خوار و خراب ہوئے وہ لوگ جنھون نے اپنی اولاد
کو قتل کیا سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ازراہ جہالت کے بدون علم اس بات کے کہ اسمین کیا سخت خواری ذکیا بڑی جہالت ہو اور اللہ تعالی
ہر ایک کا رازق ہو اور اسی نے پیدا کیا ہو - اولادہم مین اولاد کو انکی طرف اضافت کیا تا کہ متنبہ ہون کہ کیا بری حرکت کرتے ہین کہ اپنی
اولاد کو قتل کرتے مین اور نیز انکی تفضیح و تشنیع ہو - اسمین دلیل ہو کہ بندہ کو یہ کہنا روا ہو کہ ہماری اولاد اگرچہ وہ سب اللہ تعالے کی مخلوق و ملک
ہو پس جو شخص اسکو بایں معنی اپنی طرف نسبت کرے کہ ظہور اسکا اس واسطہ سے ہوا تو صحیح ہو اور جو اسکو اپنی چیز سمجھے وہ خطا کار ہے
لیکن محبت و عطوفت بپدالشی و طبعی جائز ہو اور یہ خلاف محبت ایمانی ہو جو بالکل اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم کے ساتھ ہونا چاہیئے
اور تحقیق اسکی سابق مین ہوچکی ہو پھر قتلوا پر عطف کیا وَحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ اور حرام جانا اس چیز کو جو اللہ تعالی
نے انکو روزی کی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا افترا و دروغ باندھکے کو اللہ تعالے پر اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص کسی ایسی چیز کو جسکو اللہ تعالی
نے حلال کیا ہو حرام جانے وہ کافر ہو جیسے حرام کو حلال جاننے والا بھی کافر ہو لیکن یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ فلان چیز کو اللہ تعالی نے
حلال کیا یا حرام کیا ہو اگر کہا جاوے کہ فقہ حنفیہ مین مصرح ہو کہ جو کوئی شخص حلال کو حرام کر لے وہ قسم کا کفارہ دے اور اگر ممکن ہو تو
قسم پوری کرے پس انھون نے کافر نہین کہا تو جواب یہ ہو کہ حرام جاننے اور حرام کر لینے مین فرق ہو مثلاً کشمش کھانا ایک شخص حلال جانتا ہو
لیکن اسنے قسم کھالی کہ مین نہ کھاؤنگا باوجود یکہ وہ بیقین جانتا ہو کہ حلال ہو پس یہ شخص کافر نہ ہوگا اور البتہ ثابت ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام
نے اونٹ کا گوشت بسبب بیماری کے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا پھر مشرکین کو جو کافر فرمایا تو اس لیئے کہ وہ ان حلال چیزون کو حرام
جانتے تھے اور یہ بہتان بھی باندھتے کہ اللہ تعالے نے حرام کیا ہو اسی واسطے فرمایا قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ دین حق سے
برگشتہ ہوئے اور راہ پر نہ آئے اور اگر دین ابراہیم علیہ السلام پر چلتے تو یہ افترا و گمراہی کی باتین نہ نکالتے مگر انھون نے شیطان کی
باتین مانین اور اپنے وہم پر چلے گمراہ ہوئے پھر تحقیق فرمائی کہ سب اللہ تعالے کی پیدائش ہو بتون کی شرکت کچھ نہین یہ فقط شیطان
کا دھوکا ہو اور سب کا خالق اللہ تعالی ہو

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ
اور اسنے پیدا کیے باغ چھتریون اور بغیر چھتریون کے اور کھجور اور کھیتی کئی طرح پر اسکا پھل اور زیتون

وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلُوا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

اور انار آپسمین ملتا اور جُدا کھاؤ اُسکے پھل مین سے جسوقت پھل لائے اور دو اُسکا حق جسدن کٹے اور بیجا نہ اُڑاؤ اُسکو خوش نہین آتے اُڑا دینے والے

واضح ہو کہ اس تحقیق بیان مین مشرکون کے سب وہم وخیالات باطلہ کا رد ہوا اور مخلوق سے خالق عزوجل کی طرف ہدایت ہو لیکن اسمین جو کلام ہین وہ مخصوص مشرکون کے ساتھ نہین ہین بلکہ اس حق کی پابندی سب پر واجب ہو لہذا جن امور سے مشرکون پر رد ہو انسے نصیحت لینا چاہیئے اور جو احکام ہین اُنکی پابندی کرنی چاہیئے چنانچہ فرمایا وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وہی او تعالے سب انتہا قدرت والا پاک پیدا کرنے والا ہو جسنے پیدا کیے باغ معروشات وغیر معروشات انشاء پیدا کرنا جنات جمع جنت کی بمعنی باغ اور کہا گیا کہ جسمین انگور کے درخت ومیوہ ہون۔ اور مفسر رح نے جنات کی بساتین سے تفسیر کی جو کہ جمع بستان ہو اور کہا کہ معروشات یعنی زمین پر پھیلے ہوے جیسے خربزے کے فالیز ہوتے ہین۔ اور غیر معروشات جو ساق پر قائم ہون جیسے درخت خرما وغیرہ ہوتے ہین بعض نے کہا کہ جو ٹہنیون اور کھنبون پر چڑھے ہون وہ معروشات ہین ضحاک رح سے روایت ہو کہ یہ دونون انگور کے حق مین ہین بعضے تو چڑھے ہوتے ہین اور بعضے زمین پر چھائے ہوتے ہین۔ وعن ابن عباس رض معروشات جنکو لوگون نے لگایا ہو اور غیر معروشات جو جنگل مین خود پیدا ہوئے ہون بالجملہ اس سے اُن جاہل مشرکون کو اپنی عجائب قدرت دیکھنے کو ہوشیار کیا اور سب اپنی خلقت وقدرت کا تماشہ دکھلایا وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ اور پیدا کیا نخل کو اور زرع کو یعنی خرما کے درخت اور اناج کی کھیتیان قیل انکو مخصوص بیان کیا بسبب فضیلت کے اگرچہ جنات مین داخل ہین مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ درحالیکہ مختلف ہین اکل ہر واحد کے یعنی صورت ومزے ہر میوہ واناج کے جدا جدا ہین اور مراد اکل سے ماکول ہین وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ اور پیدا کیے زیتون وانار مُتَشَابِهًا ورقہما۔ درحالیکہ متشابہ ہین دونون کے ورق بمعنی پتّا ورق بفتحتین ہو جمع آن اوراق۔ اور بفتح اول و کسر ثانی بمعنی نقد سکوک اور یہان مراد اول ہو کیونکہ دونکے پتے مشابہ ہوتے ہین اور بعض نے کہا کہ رنگ مین تشابہ مراد ہو عن ابن جریج متشابہ دیکھنے مین وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ یعنے مزے مین قال البیضاوی مختلفا حال مقدرہ ہو کیونکہ انشاء کے وقت ایسا موجود نہ تھا۔ بنا برین متشابہا مین بھی ہر تفسیر پر یہی حال مقدرہ مراد ہوگا یعنے اسکے حق مین وقت پیدائش کے یہ امر مقدر کیا گیا کہ آیندہ باہم متشابہ ہون منظر مین اور غیر متشابہ ہون مزے مین كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ کھاؤ اُسکے پھلون سے جب پھل آوین قال المفسر یعنے پکنے سے پہلے قال البیضاوی یعنے اگرچہ ہنوز پختہ نہوے ہون۔ یہ حکم جو دیا گیا بصیغہ امر تو امر وجوب نہین بلکہ امر اباحت ہو اور یہین سے استدلال کیا گیا کہ امر کبھی اباحت کے لیئے آتا ہو۔ بعض نے کہا کہ مقصود اس سے یہ کہ حق واجب ادا کرنے سے پہلے ہی اُس سے کھانا مباح ہو اور بعض نے کہا کہ یہ وہم نہو کہ بدون پکنے کے اسکا توڑنا کھانا نہین چاہیئے اور بعض نے کہا کہ احسان ہو کہ ان چیزون کا پیدا کرنا بندون کے کھانے کیواسطے ہو پھر اگر خالق عزوجل کی نافرمانی کرین تو بہت برا ہو اس احسان کو نہ بھولین لہذا فرمایا وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ اور ادا کرو اسکی زکوۃ کو اُسکے حصاد کے روز خواہ دسوان حصہ شرعًا واجب ہو یا بیسوان حصہ واجب ہو حصاد بالفتح قرارۃ ابوعمرو وابن کثیر۔ ابن عامر۔ عاصم۔ ہو اور بالکسر قراۃ باقی قراء ہو اور یہ دونون لغت ہین اور معنی یہ کہ آخری وقت پر پہونچکر کاٹ کرتیار ہو جاوے لہذا ابن عباس رض نے بنا بر روایت علی ابن ابی طلحہ کے کہا کہ یعنی زکوۃ مفروضہ ادا کرو جس دن اسکا پیمانہ کیا جاوے اور سب ناپ تول معلوم ہو جاوے۔ یا حصد بدون الف تو اسکے معنی مطلق کاٹ لینا یا چن لینا بدون اسکے کہ انتہاء وقت معتبر ہو قال سیبویہ جب انتہاء زمانہ مراد ہوتی ہو تو مصدر کو بروزن فعال لاتے ہین اور بسا اوقات اسکی فاء کو کسرہ دیکر فعال بولتے ہین پھر حق سے یہان کیا مراد ہو زکوۃ یا اور کوئی حق دیگر واجب یا مستحب

اور وہ اب بھی واجب ہی یا منسوخ ہی اور بعض مفسرین نے اختیار کیا کہ مراد زکوۃ ہی مگر اسمین اختلاف ہے چنانچہ تفسیر ابن کثیر وغیرہ مین ہے کہ منصوص ہی
کہ ابن عمر و عطا و مجاہد و سعید بن جبیر سے مروی ہوا کہ انکے نزدیک آیت محکمہ ہی اور مالک پر واجب ہی کہ حصاد کے روز جو مساکین حاضر ہون
انکو ایک لپ وغیرہ کچھ دیدے **قال المترجم** اس زمانہ مین اسی پر فتوی دینا چاہیے کیونکہ صیغہ عشر و زکوۃ مفقود ہوگیا ہی۔ انس بن مالک
وابن عباس و محمد بن الحنفیہ و حسن و نخعی و طاؤس و ابو الشعثاء و جابر بن زید و ضحاک و قتادہ و ابن جریج و سعید بن المسیب سے جو مروی ہی
اس سے ثابت ہوا کہ انکے نزدیک اس سے مراد زکوۃ ہی یعنی انکے یہ حق بعد تعیین زکوۃ کی مقدار کے منسوخ ہوا اور بجائے اسکے زکوۃ متعین ہوئی
ابن جریر نے اسی کو اختیار کیا اور اسی کی مؤید ہی یہ بات کہ یہ آیت تو مکیہ ہی اور زکوۃ کا حکم مدینہ مین ہجرت کے دوسرے سال نازل ہوا اور
یہی مذہب جمہور اہل علم سلف و خلف و انکے بعد کا ہی اور ابن عباس سے مصرح ہی کہ زکوۃ نے قرآن کے ہر صدقہ کو منسوخ کر دیا۔ ایک جماعت
علماء نے کہا کہ زکوۃ سے ہر صدقہ کا وجوب منسوخ ہوا اور رہا استحباب تو وہ باقی ہی اور نظیر اسکی روزہ عاشوراء ہی کہ بعد رمضان کے
اسکا وجوب منسوخ ہوا اور یہ کہا گیا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے **قال عمر رضی اللہ عنہ** صحابہ کا دستور تھا کہ جو مسکین آجاتا
اسکو کچھ دیتے سوائے صدقہ کے یعنے زکوۃ کے۔ ابو سعید خدری نے نبی صلعم سے اس آیت مین روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جو دانہ بالیون
مین سے گر جاوے۔ رواہ ابن مردویہ وابن المنذر وابو الشیخ والنحاس **قال ابن کثیر** وابن عباس وغیرہم سے جو مذہب نسخ کا
مروی ہوا مجھے اسمین یہ ہی کہ وہ نسخ اصطلاحی نہین بلکہ ایک چیز دراصل واجب تھی پھر زکوۃ سے اسکی مقدار و کمیت و تفصیل بیان کر دیگئی
امام احمد و ابو داؤد نے جابر بن عبد اللہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے ہر دس وسق چھوہارے توڑنے والے کو حکم کیا کہ ایک گچھا
لا کر مساکین کے واسطے مسجد مین لٹکا دے **قال ابن کثیر** اسنادہ جید قوی **قال المترجم** شاید جمہور کے قول پر یہ حکم بھی اول سال
ہجرت یا دوم مین نزول زکوۃ سے پہلے ہوگا واللہ اعلم۔ اور بنا بر مذہب اول کے سوائے زکوۃ کے ہوگا عن ابی العالیہ سوائے زکوۃ کے
صحابہ رضی اللہ عنہم کچھ نہین دیتے تھے **قال المترجم** شاید معنی یہ ہین کہ بنام زکوۃ کے کوئی اور صدقہ بندھا ہوا نہ تھا ورنہ تصدق کرنا تو
صحاح و آثار مین بہت ثابت ہی وممن اختار المذہب الاول من المتأخرین الواحدی والرازی وقد اشار المترجم الی اہل الفتوی فی
ہذا الزمان ان لو تاملوا فیما نزل بالناس وافتوا بہذا احب الی مما افتی بہ الجمہور واللہ اعلم وہو الموفق للصواب وَلَا تُسْرِفُوْا اور بیجا صرف
کرو یعنے سب پیداوار صدقہ کر دینے مین حتی کہ تمہارے عیال کے لیئے کچھ نہ باقی رہے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ اور تعالے نہین دوست
نہین رکھتا مسرفون کو یعنے حد سے تجاوز کرنے والون کو نہین چاہتا **قال ابو العالیہ** حصاد کے روز صحابہ رض کچھ دیتے تھے پھر اسمین حد سے
زیادہ دینا شروع کیا اور اسراف کیا تو اللہ تعالے نے یہ حکم نازل فرمایا عن ابن جریج اس آیت کا سبب حضرت ثابت بن قیس بن شماس
ہوے کہ انھون نے اپنا باغ خرما توڑا اور کہا کہ نہین آویگا آج کوئی میرے پاس مگر آنکہ مین اسکو دونگا پس برابر دیتے رہے یہانتک
کہ شام کو انکے پاس کوئی چھوہارا نہ رہا تو نازل ہوا کہ ولا تسرفوا انہ لا یحب الآیہ۔ رواہ ابن جریر عنہ۔ ابن جریج نے عطاء رح سے روایت
کی کہ ہر چیز مین اسراف کرنے سے منع کر دیے گئے ایاس بن معاویہ نے کہا کہ جسمین تو حکم الہی سے تجاوز کرے وہ اسراف ہی۔ سدی رح نے
کہا کہ اپنے مال کو اسطرح مت دو کہ محتاج ہو کر بیٹھ رہو۔ سعید بن المسیب و محمد بن کعب نے کہا کہ صدقہ دینے سے ہاتھ مت روکو یہانتک
کہ اپنے پروردگار کی نافرمانی کرو **قال المترجم** اس قول مین اور اقوال اولے مین اسراف بمعنی حد سے تجاوز ہی لیکن اول مین تو بیان ہی کہ
دینے مین اسراف نہ کرو۔ اور قول دوم مین بیان ہی اسکا کہ بخل کی طرف تجاوز نہ کرو یعنے نہ دو یہانتک کہ بخل تک نوبت پہونچے و قال

مقاتل یعنے زرع وانعام مین بتون وشیطانون کا حق مانکر شرک نہ کرو **قال الزہری** یعنے اللہ تعالی کی نافرمانی کے طور پر خرچ کرو **قال الحافظ** پھر ابن جریرؒ نے یہان عطاؒ کا قول اختیار کیا کہ ہر چیز مین اسراف سے ممانعت مراد ہی۔ اسمین شک نہین کہ یہ قول صحیح ہی لیکن واللہ اعلم سیاق سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ کھانے مین اسراف نہ کرنا مراد ہی یعنے کھانے مین اسراف مت کرو کیونکہ اسمین عقل و بدن کو مضرت ہی بمانند قولہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا الآیۃ۔ اور صحیح بخاری مین ہی کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو بدون اسراف کے اور بدون اترانے کے **قال المترجم** سیاق تو مذمت مشرکین ہی کہ بیجا تحریم و تحلیل کرتے تھے پس اظہر و اشمل قول ابن جریرؒ ہی واللہ اعلم پھر قولہ انہ لا یحب المسرفین جملہ معترضہ ہی کیونکہ تمام سیاق تحقیق ختم نہوا جیسا کہ آیات مابعد سے واضح ہی۔ اور واضح رہے کہ اوپر کے اقوال سے نکلا کہ خیرات مین بھی اسراف جاری ہوتا ہی چنانچہ ابن کثیر تعول حدیث صحیح مین حکم ہی کہ پہلے اپنے عیال سے شروع کر یعنے پھر بچے تو اوروں کو صدقہ دے۔ وعن مجاہد رحمہ اللہ اگر تو کوہ ابوقبیس کے برابر خدا کی عبادت مین خرچ کردے تو یہ اسراف نہوگا اور اگر آدھ سیر اسکی نافرمانی مین خرچ کرے تو اسراف ہی **قال المترجم** سلف کے اقوال اس بارہ مین بہت ہین اور انمین باہم اختلاف نہین ہی چنانچہ قول مجاہدؒ سیاق در بیان اسراف ہی یعنے معصیت الٰہی مین ذرا سا بھی اسراف ہی اور عبادت مین بہت بھی محمود ہی پس جو شخص کہ پہاڑ برابر راہ خدا مین خرچ کرنے کی استطاعت پاوے اُسکو ثواب ہی پس اگر اسطرح خرچ کیا کہ عیال بھوکے رہے اور غیرون کو دیدیا تو اسنے عبادت کے موافق خرچ نہ کیا پس معصیت ہوئی اور اس سے ظاہر ہوا کہ اسکے طریقہ مین اعتماد حدیث صحیح پر ہی جو سابق مین اپنے مقام پر مذکور ہوچکی ہی فتذکر **فی العرائس** قولہ وہو الذی انشأ جنات معروشات وغیر معروشات عارفون کے دلون مین اللہ تعالے نے انوار باطن کے باغ آگائے ہین جنمین مشاہدات و مکاشفات وجمال ووصال و مودت و قرب وغیرہ کے مختلف طرح طرح کے پھل پھول ہین پس بعض کے حقائق معاملات وحالات مانند قسم انگور کے محروس ہین بایں صفت کہ اُسکے ثمرات درگاہ قدیم سے متصل اور اسکے انوار آسمان یقین تک ساطع ہین اور یہ اُن افعال و اقوال کا نتیجہ ہی جو کمال صدق و صفاء قلب سے بندہ کے دل سے اللہ تعالے نے جذب فرما کر اس منزلت کو پہونچایا لقولہ تعالے الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور بعض انمین سے غیر معروش ہین جو کہ ہموم و فہموم پر چڑہے رہگئے اور یہ مشیت وارادہ الٰہی ہی تاکہ اسکو ہر مرید و طالب صادق دہان سے لے لیوے اور یہ یقین ایمان ہی جو زمین دل مین ثابت اور اُسکی شاخین آسمان پر ہین کما قال تعالی اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء **مترجم** کہتا ہی کہ اللہ تعالے عزوجل نے مومن کی مثال درخت نخل یعنے چھوہارے سے اور کافر و مشرک کی مثال درخت پیاز و لہسن کے مانند سے بیان کی اور حدیث صحیح مین بھی ایسی مثالین آئی ہین اور یہ ظاہر ہی کہ یہ تمثیل باعتبار ایمان و کفر وغیرہ اعمال کے ہی اور یہ متعین ہی کہ ان اعمال واقوال پر آثار قرب و نور و شرح الصدر و رجوع بجانب دار الخلود و دنیا سے بے رغبتی و استعداد موت وغیرہ ظاہر ہوتے ہین اور یہ سب احادیث و آثار مین مصرح ہین اور دیگر امور رشد و محبت و مودت وغیرہ کثرت سے بھی مصرح ہین اور دیگر لوازمات کی طرف اشارہ ہی جنکی توضیح مطلع منبع سنت و کتاب اولیاء اللہ تعالے نے بیان کی ہی **مترجم** کہتا ہی کہ اب تجھکو یہ وہم نہو کہ آیات مین باغ پیدا کرنے کا بیان ہی اور شیخ روزبہانؒ نے اسکو عبارت آرائی و شاعرانہ خیالات پر محمول کیا کیونکہ مترجم نے مصرح کردیا کہ کمال بلاغت کلام یہ ہی کہ اس سے علاوہ کامل ظاہر مضمون کے جنکے واسطے بیان ہوا ہی دیگر اشارات مفید و مقصود ظاہر ہون اور غیر معروشات کی تفسیر گذری کہ اسکا ہر ایک پاجا دسے زمین مین پھیلے ہوسے مانند بطیخ وغیرہ کے ظاہر ہین پس اور اک ایمان ہر مومن کے ساتھ نعمت ہی جبتک ثابت ہی گویا

تو واضح ہو کہ جنات معروشات وغیر معروشات کا اشارہ تو شیخ نے بیان کر دیا اب زرع کا بیان رہا تو شیخ نے کہا کہ انکی کھیتوں میں تخم محبت جمتے ہیں جنکے مزے طرح طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ اقرار و تقدیس و شوق و عشق و خوف و امید اور عصمت و معرفت و توحید و تجرید۔ اپنی اپنی استعداد ازلی سے نشو و نما پاتے ہیں جیسے ظاہر میں ہر اناج کی شکل و صورت و تزہ مختلف ہوتا ہے پھر زیتون اسکا اخلاص ہے جو بینا روصال سے بدہن نورجمال و صبغ صبح جلال پیدا ہوتا ہے اور جو فرمایا کہ متشابہا تو ہر ایک میں منظر نور تجلی سے التباس ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وصف فرمایا الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیٔ ولو لم تمسسہ نار نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیٔ علیم۔ اور نیز اسکا وصف فرمایا بقولہ تعالیٰ وشجرۃ تخرج من طور سیناء تنبت بالدہن وصبغ للآکلین۔ اور یہیں سے خطاب فرمایا اپنے کلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بقولہ تعالیٰ نودی من شاطی الواد الایمن فی البقعۃ المبارکۃ من الشجرۃ ان یاموسیٰ انی انا اللہ الآیہ پھر انار سینے انار کو جو فرمایا تو وہ درخت الہام ہے جس کا پھل حقائق حکمت اور دقائق قدرت ہیں قولہ متشابہا و غیر متشابہ یہ امور مذکورہ بعض سے بعض قریب ہیں اور بعض سے بعضے بعید ہیں کیونکہ بعض حالات و بعض معاملات و بعض واردات و بعض مکاشفات و بعض اسرار و بعض انوار ہیں

قال المترجم یہ کوئی بدون قدرت و رضائے الٰہی کے کسی اور شخص سے پیدا نہیں ہوسکتے اور تمام جہان میں جو ظاہر میں درختان میوہ دار پیدا ہوتے ہیں اور کھیتیاں اُگتی ہیں انمیں باغبان و کاشتکار کو جتنی مداخلت ہوتی ہے وہی اور وہ نا آدمیوں کے قلوب میں ہے اور جو زمینوں کا حال ہے کہ کہیں وار و سبزہ وغیرہ میں کسی میں میوہ اور کسی میں نواکہ اور کسی میں اناج عمدہ اور کسی میں گھٹیا اور کسی میں ساگ پات اور کسی میں لکڑی جلانے کی اور کسی میں جانوروں کی گھاس ہی پیدا ہوتے ہیں اور بعضی ایسی ناقص ہیں کہ انمیں کچھ بھی نہیں پیدا ہوتا اسی طرح قلوب بنی آدم ہیں اور یہ مثال حدیث صحیح میں بھی مذکور ہوئی ہے جسکو مترجم نے پارۂ اول میں مع تشریح قول الشیخ محی الدین بن العربی ذکر کیا ہے پس یہ سب پوری مثال ہے اور کیا اچھی تمثیل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو شور و کھاری زمین سے اگا دے لیکن اُسنے نہیں چاہا اور عجب ہے کہ لوگ دیکھتے ہیں اور پہچان قدرت الٰہی میں شک نہیں لاتے حالانکہ کافر و مشرک میں تقدیر و مشیت میں منافق و متردد ہوجاتے ہیں اللہم اہدنی فیمن ہدیت واغفرلی انک انت الغفور الرحیم اور ہرگز وہ لوگ جو تقدیر کے منکر ہیں ہدایت پر نہونگے جب تک تقدیر پر ایمان نہ لاویں اور یہ سمجھیں کہ وہ کس کھیت کی مولی ہیں جو تمام حکمت الٰہی کو سمجھ جاویں ایک ناچیز بلکہ ہیچ مخلوق ہیں وہ بڑا گدھا ہے جو اس خوض میں پڑا کہ تقدیر سے واقف ہو پس اے اہل ایمان ثابت رہو اور اخلاق پر احکام الٰہی سے تقوی کرو والسلام **قال الشیخ** پھر ان باغوں کے پروردگار مالک ذوالجلال نے بندوں کو خطاب فرمایا کہ ان پھلوں ومیوہ جات سے ضرور انتفاع حاصل کریں تاکہ قوت ایمان و نور یقین بڑھ جائے اسی واسطے فرمایا کلوا من ثمرہ اذا اثمر۔ پھر بندوں کو حکم دیا کہ ان نعمتوں کی زکوۃ مریدوں و طالبوں کو بیان و ہدایت و نصیحت و اتباع سنت سے مع بیان مقامات و حالات کے ادا کریں بقولہ تعالیٰ واٰتوا حقہ یوم حصادہ یعنی جب احوال اعمال مستقیم و کامل ہوں تب ایسا کرو **قال المترجم** اسمیں تصریح ہے کہ کسی شخص کو روا نہیں کہ بدون اپنی اصلاح کے مقامات و حقائق کو بیان کرے اور بہت سے مشائخ نے یہ تصریح کر دی ہے اور مکاری و فریب سے عارف بننا آخرکار گمراہی ہے اور نصیحت اعمال شرع کی علی العموم فرض ہے جیسے اپنے نفس کی اصلاح فرض ہے اور پیر بننا بڑے خطرہ کا مقام ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اچھا ہی پھر پیر بنکر عجب و غرور شیطانی ہو سا ہت میں گرفتار ہو گیا اللہم انی اعوذ بک **قال الشیخ** پھر لوگوں کو حکم کیا کہ یہ نعمتیں ان بندوں سے جو اسکے لائق و مستحق ہوں دریغ نکریں بقولہ تعالیٰ ولا تسرفوا کیونکہ مستحق کو نہ دینا ظلم ہے جیسے غیر مستحق کو دینا اسراف ہے

قال المترجم عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم سے روایت ہے کہ یہ خطاب مسلمانوں کے سرداروں کو ہے جو زکوۃ وصول کرتے ہیں چنانچہ انکو

حکم دیا کہ حق واجب سے بڑھتی نہ لیوین اور غیر مستحق کو نہ دیوین پس جو اشارہ شیخ نے ذکر کیا انھین حضرت ابن زید کے قول پر مستقیم ہو اور توضیح اشارہ یہ ہو کہ ہر عارف کو ان مقامات سے جسقدر پھل ملا ہو اس سے زیادہ حق ظاہر نہ کرے اور ان علوم مین سے غیر مستحق کو نہ دیوے اور حاصل یہ کہ لوگون کی تعلیم مین انکو درجہ بدرجہ چڑھاوے حتی کہ جسقدر قلب انکا صاف ہوگا اسی قدر انوار سے اور فہم خطاب سے آگاہ ہونگے پس جسنے مبتدی کو اسرار سنائے اُسنے اسکو گمراہ کیا اور اپنے اوپر وبال لیا فافہم۔ قولہ تعالی انہ لا یحب المسرفین۔ بعد اسکے وہ شخص خود ان باغون و انوار سے محجوب ہوگا۔ اللہ تعالے اپنے فضل وکرم سے جسکو عطا فرماوے وہی بندہ ہو اور جو بندہ ہو اسی کو عطا ہوتے ہین کیا اچھے باغ ہین کیا خوب حالات ہین کیا پاکیزہ بلبل ہین کیا خوبصورت انکی تسبیح ہو کہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم حضرت استاذ نے اس آیت مین فرمایا کہ ظاہری باغون سے جو قدرت الٰہی سے تمام روئے زمین پر نظر ڈالنے سے پیدا ہوتے ہین انسے باطن وقلوب کے باغ بہت ہی خوب ہین گویا یہ مجاز اور وہ حقیقت ہین انکی سرسبزی وشادابی اور انکے چاند وسورج وانکے آب وتاب کا کیا کہنا اُنکی زکوٰۃ شکر نعمت ہے اس سے بہت بڑھا کر ہو والحمد للہ رب العٰلمین

وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۙ

اور پیدا کیے مواشی مین لدنے والے اور دبے کھاؤ اللہ کے رزق مین سے اور مت چلو شیطان کے قدمون پر وہ تمھارا دشمن صریح ہو

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا

پیدا کیے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ مین سے دو اور بکری مین سے دو پوچھ تو کہ دونون نر حرام کیے ہین یا دونون یا

اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۙ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ

وہ جو لپٹ رہا ہو مادون کے پیٹ مین بتاؤ مجھکو سند اگر تم سچے ہو اور پیدا کیے اونٹ مین دو اور گائے مین

اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ

دو پوچھ تو دونون نر حرام کیے ہین یا دونون مادہ یا جو لپٹ رہا ہو مادون کے پیٹ مین یا تم حاضر تھے

اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ

جسوقت اللہ نے تمکو یہ کہدیا تھا پھر اس سے ظالم کون جو جھوٹھ باندھے اللہ پر تا لوگون کو بہکاوے بغیر تحقیق

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۟

بیشک اللہ راہ نہین دیتا بے انصاف لوگونکو

بقیہ تحقیق اور تنبیہ کو اللہ تعالی نے مشرکون کے رد اور مومنون کی ہدایت کیلیے بیان فرمایا وَمِنَ الْاَنْعَامِ انعام جمع نعم غالب استعمال اسکا اونٹ گائے وبکری کے انواع مین ہو اور تحقیق او پر گزری ہو یعنے اور اُسی پاک پروردگار خالق متعال نے پیدا کیے جملہ جانور اور انمین سے انعام سے کر دیے حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا حمولہ وفرش۔ پس حمولہ بروزن فعولہ بمعنی فاعل جسمین تذکیر وتانیث یکسان لفظ سے آتی ہو قال المفسر یعنے انعام جو لادنے کے کام کے لائق ہین مانند بڑے اونٹون کے۔ اور فرش وہ جو بوجھ لادنے کے لائق نہین جیسے چھوٹے اونٹ وبکریان انکو فرش اسواسطے کہتے کہ مانند زمین کے مفروش ہین یا زمین پر فرش ہین بسبب زمین سے نزدیک ہونے کے عن عبد اللہ بن مسعود رض حمولہ وہ اونٹ جنپر لادا جاتا ہو وفرش چھوٹے اونٹ، رواہ الحاکم وصححہ وکذا قال ابن عباس ومجاہد اور علی بن ابی طلحہ نے

ابن عباس سے روایت کی کہ حمولہ تو اونٹ و گھوڑے و خچر و گدھے و ہر جانور جس پر لادا جاوے اور فرش و بکری بھیڑ ہیں اسی کو ابن جریر نے
اختیار کیا اور کہا کہ میرے خیال میں فرش اسوجہ سے کہا گیا کہ زمین سے نزدیک زیادہ ہوتے ہیں **قال المترجم** یہ تفسیر بنا بر آنکہ انعام کا لفظ
جملہ چوپایہ کو سوائے درندے و اسکے مانند کے شامل ہو ربیع بن انس و حسن و ضحاک و قتادہ وغیرہ نے کہا کہ حمولہ اونٹ و گائے اور فرش بکریاں
مفسر رحمہ اللہ نے شاید قول ابن عباس بروایت علی بن ابی طلحہ اختیار کیا کما یظہر من ظاہر کلامہ اور زجاج نے کہا کہ اہل لغت کا اجماع ہو کہ
فرش چھوٹے اونٹ ہیں كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ کھاؤ اس چیز سے جو تمکو اللہ تعالےٰ نے رزق دیا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ
خطوات جمع خطوہ قدم اور مراد طریقے ہیں یعنے بعض کو ان انعام میں حرام و بعض کو حلال سمجھتے ہیں جو شیطانی طریقوں کی تنے یا بندی کیکر وہ
چھوڑ دو اور جو اللہ تعالےٰ نے تمھارے واسطے حلال کیا اسکو کھاؤ اور شکر الٰہی ادا کرو اور ہر وقت اپنے نفس کی اصلاح کرو تاکہ کمال دینداری
الٰہی کو پہونچو اور شیطان سے ہوشیار رہو اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بین العداوۃ - وہ یعنی شیطان تمھارا کھلا دشمن ہو اسنے تمھارے
باپ آدم کو جنت سے نکالا اور تمھاری گمراہی کا بیڑا اٹھایا ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا تعقلون تم میں سے بہت سے گروہ اگلوں کے
اسنے گمراہ کر ڈالے یہانتک کہ وہ انبیاء علیہم السلام سے پھرے آخر کار بنبت سے مختلف عذاب الٰہی سے ہلاک ہوئے اب بھی کیا تم
نہیں سمجھتے ہو یہانتک کہ شیطان کے حرام بتلانے سے حرام سمجھنے لگتے اور حلال بتلانے سے حلال رکھتے ہو حالانکہ یہ الٹی بات ہو چنانچہ
اسنے پاکیزہ گوشت سانڈ اونٹ وغیرہ کا تمپر حرام کیا اسکو تم نہیں کھاتے اور خون کو جمع کرکے اسکے ٹکلے کے ٹکلے کاٹ کر کھاتے اور مردار
جانور اور کھال اور ایسی ہی ناپاک چیزیں کھائے جاتے ہو تمکو ذرا بھی عقل نہیں آتی پھر اسپر تمکو اسنے بیوقوف بنایا کہ آخر تمنے اللہ تعالیٰ پر افترا
باندھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمکو ایسا حکم دیا ہو قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء - اللہ تعالیٰ کبھی فحش باتوں کا حکم نہیں فرمایا پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے
حمولہ و فرش کو بیان کرکے انکو تنبیہ فرمائی کہ تم شیطان کے مسخر بنے اور عقل تو دور پڑے ہو ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ بدل واقع ہو حمولہ و فرشا کا یعنی انعام حمولہ و فرش
جملہ ثمانیہ ازواج ہیں یعنے چار جوڑ ہیں چار صنف کے - اور ازواج جمع زوج کی کبھی بمعنی صنف آتا ہو اور مفسر وغیرہ نے ازواج بمعنی اصناف
لیا ہو اور بیضاوی نے کہا کہ زوج وہ کہ اسکے ساتھ جنس کا دوسرا اسکا مزاوج ہو اور کبھی ان دونوں کے مجموعہ کو کہتے ہیں یہاں معنی اول
مراد ہیں حاصل آنکہ واحد اگر ایسا ہو کہ منفرد ہو خواہ نر ہو یا مادہ تو اسکو فرد بولتے ہیں اور اگر اسکے ساتھ اسکی جنس سے جمع ہو جاوے ایک مذکر اور
ایک مؤنث تو دونوں کو بھی کبھی زوج کہتے ہیں اور ہر ایک کو بھی اس حالت میں زوج کہتے ہیں اور رہا مؤنث کو زوجہ کہنا تو یہ عیبوں کی بولی کہ
عرب والے زوج ہی کہتے ہیں اور دونوں کو زوجان بولتے ہیں کما فی قولہ وجعل منہ الزوجین الذکر والانثی اسلئے یہاں چار جوڑ کو آٹھ زوج
فرمایا مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ ای زوجین اثنین الذکر والانثی یعنی ضأن سے دو زوج نر و مادہ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ اور معز سے بھی دو زوج نر و مادہ
الضان جمع ضائن اور مادہ کو ضائنہ کہتے ہیں اور یہ ان بکریوں کی قسم ہو جنپر صوف یعنی پشم ہوتی ہو اور معز اسکے برخلاف جنکے بال اور چھوٹی دم
ہوتی ہو پس ضان کے نر کو کبش کہتے ہیں اور مادہ کو نعجہ کہتے ہیں اور معز کے نر کو تیس اور مادہ کو عنز کہتے ہیں پس ثمانیہ ازواج میں سے اربعہ یعنے
چار کو یکجا ذکر کیا کہ مشرکین انمیں خاص خاص تحلیل و تحریم شیطانی کے معتقد تھے جیسا کہ سابق میں مذکور ہو چکا ہو تو انکو ذکر کرکے فرمایا قُلْ
یا محمد لمن حرم ذکور الانعام تارۃ و اناثہا اخری و نسب ذلک الی اللہ تعالےٰ افترا علیہ یعنے کہدے اے محمد ہر ایسے مشرک سے جسنے کبھی انعام
کے نر کو حرام سمجھا اور کسی صورت میں مادہ کو حرام جانا اور اسکو اللہ تعالےٰ کی طرف نسبت کیا کہ اللہ تعالےٰ نے یون ہی حکم دیا ہو پس ایسے
مشرک سے کہہ کہ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ بھلا ہر دو مذکر ضان و معز کو حرام کیا یعنے کبش و تیس کو حرام کیا تمپر اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ یا ان دونوں

سے کے مادہ یعنی بھیڑ و بکری کو حرام کیا اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یا وہ کہ مشتمل ہوا اسپر ہر دو مادہ کا بچہ دان خواہ نر ہو یا مادہ ہو نَبِّئُونِي
بِعِلْمٍ عن کیفیۃ تحریم ذلک آگاہ کرو مجھکو علم کے ساتھ اسکی تحریم کی کیفیت سے اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے انمیں
اسکو حرام کیا ہے معنی یہ ہین کہ کس اصل پر تمکو تحریم بتلائی گئی ہے اگر از جانب مذکورہ ہے یعنے نر ہونے کی جہت سے تحریم آئی ہے تو سب نر حرام ہوئے
پس بعض کی تخصیص کیون کرتے ہو اور اگر مؤنث ہونے کی جہت سے ہے تو جملہ مؤنث حرام ہوئین اور اگر اشتمال رحم سے تحریم آجاتی ہے تو نر و مادہ
دونون حرام ہین کیونکہ دونون قطعاً رحم سے متولد ہین پھر یہ تخصیص بعض کی کہان سے ہوئی یہ استفہام انکاری ہے آیت مین دلیل ہے کہ قواعد شرعی
اصول پر ہین اور متفرق باتین نہین ہین چنانچہ کل مسکر حرام وغیرہ بعلت سکر مصرح ہین اور اہل اسلام مین علماء اصول الفقہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے انمین
کوشش کی اللہ تعالیٰ سب پر رحم کامل فرما دے پس جسنے انکو ممنوع سمجھا وہ بیوقوف ہوا در نیز آیت مین دلیل ہے کہ ہر تحلیل و تحریم وغیرہ مین علم
شرعی معتبر ہے وہ ادلۂ فقہ یعنی کتاب اللہ تعالیٰ وسنت رسول اللہ صلعم واجماع امت و آخر مین قیاس مجتہد ہے اور قیاس کے معنی یہ ہین کہ ظاہر کرنا
دلیل کا اس صورت و مسئلہ مین یہ حکم اللہ تعالیٰ کا نکلتا ہے اور یہ معنی نہین ہین کہ قیاس کرکے مجتہد خود کوئی حکم بنا دے حتیٰ کہ اگر مجتہد کو کسی مسئلہ مین
کوئی حکم الٰہی ظاہر نہو تو وہ خاموش رہے اور نیز واضح رہے کہ بہت سے امور ایسے ہین کہ انمین عقل کو مجال نہین جیسے نمازون کی رکعات اور مثلاً عید کے
دن روزہ حرام ہے اور جیسے دارمی وغیرہ کی روایت مین ثابت ہوا کہ کچھ لوگ مسجد نبوی صلعم مین ایک حلقہ کرکے بیٹھے اور اسی طرح ذکر کرنے کا طریقہ
نکالا کہ سب کے سب سبحان اللہ پڑھو پھر سب کے سب الحمد للہ الحمد للہ پڑھو اسی طرح پس عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے
اسکو بدعت قرار دیا اور ان لوگون نے کہا کہ یہ تو فقط یاد الٰہی ہے مگر آپ نے ملامت کی اور فرمایا کہ ابھی اتنا زمانہ نہین گذرا کہ حضرت
صلعم کے برتن ثابت موجود ہین مگر تمنے بدعتین نکالین راوی کہتا ہے کہ مین نے دیکھا کہ اکثر انمین سے خارجیون کے ساتھ مارے گئے
بالجملہ جو امور توقیفی ہین انپر کوئی اصل نہین باندھی جاتی ہے اور یہ سب مفصل علماء اصول فقہ رحمہم اللہ نے بیان کر دیا ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ
ایسے شخص کے حق مین جو رائے سے کوئی مسئلہ بیان کرے دلیل شرعی سے سزا دینا ظاہر فرماتے تھے اور یہی کتب مین مذکور ہے بالجملہ
آیت مین مشرکون پر ملامت کی کہ کون علم شرعی تمہارے پاس ہے جس سے تم یہ تحریم و تحلیل کا حکم ظاہر کرتے ہو حالانکہ سوا دلیل شرعی
کے کوئی علم و فن ہو وہ قطعی دربارہ غیب کے نہین ہے پھر اسی طرح دوسری قسم یعنی باقی چار ازواج کے بارہ مین فرمایا وَمِنَ الْاِبِلِ
اثْنَيْنِ اور اونٹ سے نر و مادہ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ اور گائے سے نر و مادہ پیدا کئے قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ
اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ یعنے انمین بھی از جانب ذکورت حرمت ہے تو سب نر اور از جانب انوثت ہے تو سب مادہ اور اشتمال رحم ہے تو دونون حرام
ہین حتیٰ کہ چھوٹے سے بڑے تک اور ماسوائے انکے جو تمکو منع ہین انمین بھی یہ بات تم نے کس اصول شرع پر قرار دی ہے مشرکون پاس اسکا
جواب کہان تھا وہ تو شیطان کی شرع مانتے تھے اور اسی کے وسوسے سے اللہ تعالےٰ پر افترا کرتے پھر افترا و باطل سب بے بنیاد ہین
وہ کہان تک چل سکتے ہین - لامحالہ لاجواب ہوئے پھر انکو اور بھی تبکیت کی اور شرمندہ کیا بقولہ اَمْ كُنْتُمْ اے بل کنتم شُهَدَآءَ اِذْ
وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا علم دینی تو نہین ہے بلکہ یہ کہو تم وہان حاضر موجود تھے جب اللہ تعالےٰ نے تمکو اس تحریم کی وصیت فرمائی پس تمنے
اسپر اعتماد کیا اور کہنے لگے کہ اللہ امرنا بہا اللہ تعالےٰ نے ہمکو اسکا حکم کیا ہے حاصل آنکہ یہ سب تو کچھ نہین پس ضرور تم اس دعوے مین
جھوٹے ہو افترا باندھتے ہو اور ڈرو اللہ تعالےٰ سے کہ خواہ مخواہ مر و گے اور مرتے ہی عذاب مین پڑو گے واضح ہو کہ بعض کو یہ وہم
ہوا کہ شرع مین بعض امور توقیفی ہین کہ جہانتک بتلا دیے گئے ہین انھین تک واقفیت ہے اسپر قیاس نہین ہو سکتا لہذا مشرکین اپنے افترا کی

تحریم وتحلیل کو بھی توقیفی کہہ سکتے تھے پس رد کیونکر ہوا تو جواب اس وہم کا یہ ہے کہ مشرکین نے اسکو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا تھا اسکو رد کر دیا کہ تم علم شرع سے بتلاؤ کہ چار ازواج ضان ومعز مین اور چار ازواج ابل وبقر مین تمنے کس شرع ابراہیم واسمعیل علیہما السلام سے یہ تحریم وتحلیل وبحیرہ وسائبہ جانا کیونکہ حضرت اسمعیلؑ کے وقت مین نہ تھا تو کسی قیاسی قاعدہ سے نکالا ہوگا کیونکہ توقیفی تو ثابت نہین پس علت بھی ذکورت وانوثت واشتمال رحم کی باطل علاوہ برین انعام مین سے فقط ابل کے ساتھ یہ خصوصیت کس جہت سے ہے پس جب توقیفی نہین اور نہ کوئی اصل شرعی ہے تو شاید تمنے خود حاضر ہوکر سنا ہوگا یہ بالضرور باطل پس خواہ مخواہ تم جھوٹے ہوا ور امام فخر رازی نے کبیر مین معنی آیت مین دو وجہ دیگر لکھین ایک یہ کہ یہ کلام انکے قول کا باطل ہونا ثابت کرنے پر استدلال نہین بلکہ استفہام انکاری ہے یعنے تم کسی نبی کی نبوت کا اقرار واعتراف نہین کرتے تو کیونکر کہتے ہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے اور دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے انعام کے آٹھ ازواج بیان فرمائے تو تمنے بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وحام کی تخصیص فقط جنس اونٹ سے کیونکر رکھی اور باقی تین اقسام مین کیون چھوڑ دی ہے **قال المترجم** رازیؒ نے ان دونون وجہون کو اپنی طرف منسوب کیا۔ ولیکن مترجم کے نزدیک دونون وجہین بہت ضعیف ہین اور شاید یہ گریز فقط اسی وہم کے سبب ہے جو مترجم نے بیان کر دیا اور امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ جس طرح مترجم نے دفع وہم مین بتوفیق الٰہی تقریر کر دی ہے اب کسی کو وہم کی گنجائش نہو گی والحمد للہ رب العالمین۔ بالجملہ ثابت ہوا کہ مشرکون نے شیطانی احکام کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا لہذا فرمایا فَمَنْ اَظْلَمُ ای لا احد اظلم مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا کوئی نہین بڑھکر ظالم ایسے شخص سے جسنے اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا دروغ ان تحریم وتحلیل مذکورہ مین لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ تاکہ گمراہ کرے لوگون کو بدون علم کے یعنی جہالت سے **قال الخطیب فی السراج المنیر** یعنی بدون علم شرعی کے لوگونکے گمراہ کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا تو اس سے زیادہ کوئی ظالم نہین ہے جیسے عمرو بن لحی تھا جسنے سب سے پہلے بحیرہ کرنا اور سائبہ چھوڑنا نکالا اور دین ابراہیم علیہ السلام کو بگاڑا اور اسی وعید مین ہر وہ شخص بھی شامل ہے جو عمرو بن لحی کے طرز پر ہو یا نئی نکالے کوئی ایسی بات جسکا حکم اللہ تعالیٰ نے یا اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین دیا اور اسکو اللہ تعالیٰ کا حکم بتاوے یعنی شرعی بات بتلادے پس وہ بھی ظالم ہے اور اس وعید مین داخل ہے کیونکہ لفظ عام ہے تو تخصیص کی کوئی وجہ نہین ہے تو بس جس کسی نے داخل کی دین اسلام مین ایسی کوئی بات جو اس دین مین نہین تو وہ اس وعید مین داخل ہے انتہی ترجمہ قول الخطیبؒ اور اسی طرف **شیخ حافظ ابن کثیرؒ** نے اشارہ کیا ہے۔ بالجملہ بالاجماع سلامتی کی راہ یہ ہے کہ آدمی ظاہری اعمال مین انکو بس کافی سمجھے جو صحابہ رضی اللہ عنہم وسلف صالحین کے وقت مین تھین اور ایسے اپنے نفس کی اصلاح کرکے راہ شریعت سے مقصود طریقت تک پہونچنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور شیطان کے وسوسہ واوہام سے بچ جاوے اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو چھین نہین لیگا بلکہ علماء اٹھ جاوینگے یہانتک کہ جب لوگ جاہلون کو پیشوا بناوینگے تو خود گمراہ اور دوسرونکو گمراہ کرینگے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اللہ تعالیٰ ہدایت نہین دیتا قوم ظالم کو منجملہ ظلم کے یہ ہے کہ عالم کی بات نہ مانے کیونکہ نفس پر گران ہوگی اور شیطان کے مخالف ہوگی اور مان لے جاہل کی بات جو عالم و درویش کی صورت مین ہوتے ہین اور نتیجہ اسکا یہ کہ گمراہ ہو جاوے نعوذ باللہ منہ **فی العرائس** قولہ تعالیٰ ومن الانعام حمولۃ وفرشا اشباح وارواح وقلوب وعقول واسرار کے واسطے رزق علیحدہ ہے پس اشباح کا رزق وہ ہے جو عالم فعل مین موافق علم کے اسکے واسطے پاکیزہ وحلال ہو اور رزق ارواح مشاہدہ تجلی صفات ہے اور رزق وہ انوار غیوب ہین جو اسکو منکشف ہون رزق عقول وہ انوار آیات جو اسکو لائح ہون۔ رزق اسرار وہ دیدار ذات ہے جو علوم خاص اسکو نصیب ہون۔ استادؒ نے فرمایا کہ رزق وہ ہے جس سے انتفاع حاصل ہو اسکی دو قسمین ہین

رزق ظواہر اور رزق سرائر پس اول تو وجود نعمت غیر متناہی ہے اور دوم شہود کرم ہے بلکہ عدم مین گمنام ہوجانا یعنی خودی سے فانی ہوجانا اور قلب کیواسطے رزق ہے اور وہ عرفان کی دلیل سے تحقیق حاصل کرنا اور روح کے واسطے رزق ہے اور وہ محبت اسطرح کہ سچائی سے تمام موجودات عالم سے اجتراز کرے اور سر باطن کے واسطے رزق ہے اور وہ ایسا شہود ہے کہ اسی کے قریب معاینہ و دیدار ہے یعنے جو قیامت مین حاصل ہوگا دیدار اسرار اسکا نمونہ ہے واللہ اعلم بالصواب پھر جب اللہ تعالیٰ نے اہل جاہلیت کے طریقہ کا جہالت وگمراہی ہونا بیان کر دیا تو بیان صحیح اسکے پیچھے فرمادیا کہ تحلیل وتحریم بدون وحی کی سمائی نہین ہوسکتی ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ

تو کہہ مین نہین پاتا جس حکم مین کہ مجھکو پہونچا کوئی چیز حرام کھانے والے کو جو اسکو کھاوے مگر آنکہ وہ مردہ ہو یا لہو پھینکنے کا یا گوشت سور کا کہ وہ

رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

ناپاک ہے یا گناہ کی چیز جسپر پکارا اللہ کے سوائے کسی کا نام پھر جو کوئی عاجز ہو نہ زور کرتا نہ زیادتی تو تیرا رب معاف کرتا ہے مہربان

قُلْ لَا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا اے شیئا محرما یعنے کوئی چیز مین حرام نہین پاتا اس کلام مین جو مجھپر وحی کیا گیا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ کسی کھانے والے پر جو اسکو کھاوے خواہ مرد ہو یا عورت ہو۔ برخلاف اپنی رائے و ہوائے نفسانی سے گڑھنے والے جاہل مشرکون کے کہ وہ بعضی چیزین مردون پر حلال و عورتون پر حرام کرتے تھے اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً بعض نے یکون بیاء تحتیہ اور میتۃ کو رفع پڑھا اور اکثر قرار نے نصب پڑھا۔ اور بعض یعنے ابن کثیر وحمزہ نے تکون بتاء فوقانیہ پڑھا ہے یعنی اسکے استثناء ہین پس مستثنیٰ منہ یا تو لفظ عام مقدر ہے جیسا کہ مفسر رح نے اشارہ کیا یعنے کوئی چیز محرم نہین پایا یا مراد آنکہ ان اشیاء بحیرہ و سائبہ وغیرہ سے جنکو مشرکین حرام کرتے تھے کوئی چیز حرام نہین پایا مگر آنکہ ہو وے وہ چیز مردار اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون روان بخلاف اسکے جو روان نہو مانند جگر اور تلی کے یا گوشت سے مخلوط کہ وہ حلال ہے اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ یا سور کا گوشت ہو فَاِنَّهٗ رِجْسٌ کیونکہ وہ ناپاک یعنی حرام ہے۔ لحم کی خصوصیت بوجہ قولہ طاعم یطعمہ کے ہے کیونکہ گوشت ہی کھایا جاتا لیکن سور کا گوشت حرام ہے تو دیگر اشیاء بدرجہ اولیٰ حرام ہین اور فانہ کی ضمیر بعض نے خنزیر کی طرف راجع کی یعنے فان الخنزیر رجس کیونکہ سور نجس ہے پس اسکی بالکلیہ حرمت ثابت ہوگئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ نجس العین ہے اَوْ فِسْقًا یا فسق ہو جسکی یہ صفت ہے کہ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ غیر خدا کے واسطے اسکا اہلال کیا گیا ہو یعنے غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو قال النیشاپوری ذبیحہ حلال ہونے مین دو شرط ہین ایک تو اسپر اللہ تعالےٰ کا نام لیا جاوے اور دوم اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کے واسطے ذبح کیا جاوے پس مشرکین بعض کو اللہ تعالےٰ کے نام پر ذبح کرتے اور بعض پر بت کا نام لیتے اور تقرب کسی مین نہ تھا فسقا عطف ہے لحم خنزیر پر اور درمیان مین جملہ معترضہ ہے اور بعض نے کہا کہ جائز ہے کہ اہل کا مفعول لہ ہو یعنی اہل لغیر اللہ بہ فسقا۔ اور بعض نے کہا کہ محل مستثنیٰ پر عطف ہوسکتا ہے یعنے الا ان یکون او الا فسقا فَمَنِ اضْطُرَّ پس جو شخص مضطر ہوا یعنی اضطرار ہوا بسبب شدت بھوک کے ان مذکورات مین سے کسی چیز کے کھانے کیطرف پس اسنے کھائی غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ اسکی تفسیر گذر چکی ہے فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ مفسر رح نے کہا کہ جو محرمات مذکور ہوے انکے ساتھ سنت سے لاحق کیے گئے ہین ہر درندہ جانور اور ہر پرند شکاری کہ انکا گوشت بھی حرام ہے واضح ہو کہ ابن عمر و ابن عباس رض و عائشہ رضی اللہ عنہم سے و مذہب مالک رح سے روایت کیا جاتا ہے کہ جو کچھ اس آیت مین مذکور ہے وہی حرام ہے۔ مؤلف فتح البیان نے کہا کہ یہ قول ساقط اور مذہب نہایت ضعیف ہے کیونکہ یہ مستلزم ہے کہ سوائے انکے جو احد کو قرآن اترا اس سے اہمال ہوا اور جو نبی صلعم سے ثابت ہوا کہ آپنے بعد نزول اس آیت کے

حرام فرمایا اسکا اہمال ہو قال المترجم یہ جواب شافی نہیں ہے کیونکہ استدلال ابن عباسؓ وغیرہ کا انحصار اس آیت سے ہے کیونکہ جب مستثنیٰ منہ
عام مقدر ہوا تو محرمات کا انحصار انھیں چیزوں میں ہو گیا جو آیت میں مذکور ہیں اور جواب یوں بہتر ہے کہ فیما اوحی الی۔ کی قید ہے پس اگر یہین اسوقت
تک جو وحی ہوئی تھی انہیں سواے اسقدر محرمات کے اور نہ تھیں اور اس سے یہ الزام نہیں کہ بعد کو اور محرمات نہونگی پس آنحضرت صلعم نے
جو حدیث سے حرام فرمائیں اور جو مابعد میں کلام مجید سے حرام ہوئین وہ سب حرام ہیں قال المترجم بہتر ہو کہ تفصیل اسکی تفسیر ابن کثیر وغیرہ
سے ترجمہ کروں قولہ تعالی قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الخ بعض نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ لا اجد شیئا مما حرمتم حراما فیما اوحی الی سوی ہذہ
مترجم کہتا ہے کہ مفسرؒ نے اتقان میں بعض مشائخ متاخرین شافعیہ سے یہ قول نقل کیا کہ اسمیں مختار قول مالکؒ ہوتا اگر شافعیؒ نے یہ احتمال نکیا ہوتا
کہ پہلے مشرکوں کے اپنے نفس سے گڑھے ہوے محرمات بیان کرنے کے بعد انکو رد کر دیا کہ میں ان چیزوں میں سے جنکو تم حرام جانتے کوئی الٰہی وحی
سے حرام نہیں پاتا سواے اُن چیزوں کے قال المترجم اسمیں شک نہیں کہ یہ قول نہایت سنجیدہ و پسندیدہ ہے کیونکہ سیاق صرف مشرکوں کے
محرمات کا رد ہے نہ بیان طریقہ تحلیل وتحریم بتمام وکمال کما لا یخفی فتامل اور بعض نے کہا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ لا اجد فی الحیوانات شیئا حراما
سوی ہذہ اس بنا پر جو تحریمات بعد اسکے سورہ مائدہ وغیرہ میں نازل ہوئی ہیں اور احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہیں وہ اس آیت کے
مفہوم کی اٹھانے والی ہونگی اور بعضے اسکو نسخ کہتے ہیں اور متاخرین میں سے بہتیرے اسکو نسخ نہیں کہتے کیونکہ یہ از باب رفع اباحت اصلی ہے
واللہ اعلم وقال المترجم اور میں نے ایک جواب اوبھی اوپر ذکر کر دیا اور بعد تامل کے مرجع واحد ہے ابو مجلز و قتادہ نے گوشت میں خصوصاً
خون مباح ہونے کا فتوی دیا عمرو بن دینار نے کہا کہ میں نے جابر بن زید سے پوچھا کہ لوگ زعم کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے پالتو گدھوں کے
گوشت کے زمانہ خیبر میں منع فرمایا تو کہا کہ یہ بات تمہارے پاس حکم بن عمرو الغفاری رضی اللہ عنہ بصرہ میں کہتے تھے ولیکن اس سمندر یعنی
ابن عباس نے اس سے انکار کیا اور یہ آیت پڑھی قل لا اجد فیما اوحی الی محرما الآیہ۔ رواہ البخاری وغیرہ۔ اور ایک روایت میں ابن عباس
سے بعد آیت پڑھنے کے یوں ہے کہ پس جو اللہ تعالے نے حلال کیا وہ حلال ہے اور جو حرام کیا وہ حرام ہے اور جس سے سکوت کیا وہ عفو ہے
رواہ الحاکم وابو داؤد وغیرہ اسمیں دلیل ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے اور یہ مرفوع و موقوف وآثار روایات سے ثابت ہے اور بخاری
وغیرہ میں حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مری بکری کی کھال لیکر دباغت کر لینے کی آنحضرت صلعم سے اجازت بلکہ حکم دینا مذکور ہے
اور یہی آیت پڑھکر فرمایا کہ اسکا گوشت کھانا حرام فرمایا گیا ہے اور ابن عمرؓ نے قنفذ کھانے کے مسئلہ کے جواب میں یہ آیت پڑھ دی پھر ایک نے
بروایت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلعم سے بیان کیا کہ آپ نے قنفذ کے حق میں فرمایا کہ وہ خبائث میں سے ایک خبیث ہے تو ابن عمرؓ نے کہا کہ اگر
حضرت صلعم نے ایسا فرمایا تو یوں ہی ہے جیسا حضرت صلعم نے فرمایا۔ رواہ ابو داؤد و سعید بن منصور۔ یا بکلہ سورہ مائدہ میں منخنقہ و موقوذہ و متردیہ
ونطیحہ وغیرہ کی حرمت بعد کو نازل ہوئی اور کتوں وغیرہ کی حرمت بھی صحیح ثابت ہے یا بکلہ اگر آیت میں محرم سے عموم حیوانات ماکولہ کا ہے تو اسکے بعد
جو تحریم اس بارہ میں نازل ہوئی وہ اسکے ساتھ ملائی جاویگی اور اگر حیوانات وغیر حیوانات کے مطعومات کا عموم مراد ہے تو جملہ مطعوم کی حرمت لاحق ہوجاویگی
پھر واضح ہو کہ میتہ سے مراد وہ جسکو عرف میں مردار کہتے ہیں یعنی خود مرجاوے ورنہ فسقا کا عطف ہے اور وہ بھی شرعا مردار ہے لگر کہا جاوے
کہ آیت مکیہ سے تحریم مابعد میں جمہور کو الحاق کی کیا حاجت ہوئی بسبب آنکہ میں یہی وحی تھی تو جواب یہ کہ سورہ بقرہ مدنیہ آیت میں بھی
بقولہ انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر الآیہ یہی چار چیزیں بلفظ حصر انما مذکور ہیں پس مدنیہ آیت مطابق مکیہ ہوئی پھر جمہور کے نزدیک نہ صرف
بلکہ جو بنص کتاب وسنت حرام ہے مانند بلی وکوے وچیل وہدہد وخفاش وغیرہ کے اور جو محرمات کے ذیل میں داخل ہیں بنا بر بیان اصول کے سب حرام ہیں

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا

اور یہود پر ہمنے حرام کیا تھا ہر ناخن والا اور گائے اور بکری مین سے حرام کی چربی مگر جو لگی ہو پشت پر

أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ○ فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ

یا آنت مین یا ملی ہو ہڈی کے ساتھ یہ ہمنے انکو سزا دی تھی انکی شرارت پر اور ہم سچ کہتے ہین پھر اگر تمکو جھٹلا دین تو کہہ تمھارے رب کی مہر مین

وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ○

بڑی گنجائش ہے اور پھرتا نہین ہے اُسکا عذاب گنہگار لوگون سے

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا یعنی یہود پر خاصۃً اور تقدیم ظرف اسواسطے کہ انھین کے ساتھ اسکا اختصاص ثابت ہو حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وہو مالم تفرق بین اصابعہ کالابل والنعام ذی ظفر یعنی ناخن والا ہر وہ چوپایہ ویرند ہے جسکے اصابع مین تفرق نہو جیسے اونٹ و نعامہ وغیرہ۔ وقیل ذی ظفر ہر پرند و چوپایہ جسکے ایک اصبع ہوا اور اسمین حافر وخف ومخلب بھی داخل ہے پس اونٹ وگائے وبکری و نعامہ وبط وغیرہ سب داخل ہین اور نیز ہر چوپایہ جسکے حافر ہو اور پرند جسکے مخلب ہو شامل ہے لیکن حافر وخف کو ظفر کہنا مجاز ہوگا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ذی الظفر وہ جو منفرج الاصابع نہو خواہ بہائم مین سے ہو یا پرندون مین سے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جس بہیمہ کے قوائم مین انفراج نہو اور جسکے قوائم مین انفراج ہو اسکو یہود کھاتے ہین۔ شاید یہود کا ذکر باعتبار مخصوص حرمت کے ایک اصل وقاعدہ ہے بخلاف مشرکین مکہ کے کہ انھون نے اپنے وہم پر بدون کسی اصل کے نکالا تھا وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا الشروب وشحم الکلی۔ ثروب جمع ثرب اور کلی جمع کلیہ بمعنی گردہ پس کہا ہے مین کہا کہ ثرب وہ شحم رقیق جو کرش یعنے اوجھ و آنتون پر لپٹی ہوتی ہے۔ اور یہی قاموس مین مذکور ہے اور یہ تفسیر بنظر لغت ہے اور مراد یہان فقط وہ چربی ہے جو اوجھ پر ہو جیسا کہ علامہ قرطبیؒ نے تفسیر کی ہے إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا سوا اسکے جو معلق ہو اسمین سے ان دونون کے ساتھ مین یعنی سوائے اس چربی کے جو گائے و بکری کی پشت سے لگی ہو وہ روا ہے اور سدی وابو صالح نے کہا کہ دنبہ کی چکتی بھی منجملہ اُسکے ہے جسکو پشت اُٹھائے ہوئے ہے اور ابن جریج نے کہا کہ چکتی کی چربی ہے کہ مخلط ہے عصعص سے وہ حلال ہے اور جملہ قوائم وپہلو و آنکھ و سر وما نند اسکے اور جو ہڈی سے مختلط ہو وہ حلال ہے کما قال تعالے أَوِ الْحَوَايَا اور جملہ الحوایا درمعا جمع حاویا اور حاویۃ یا اسکو اسعار اٹھائے ہوئے اور حوایا جمع حاویا رکی یا جمع حاویہ کی ہے بمعنی آنت اور اولی انکا کہا جاوے حوایا بمعنی مباعر جمع مبعر ہے یعنے جسمین مینگنیان جمع ہوتی ہین یعنے جانورون کی آنتین پس جو چربی انپر ہو وہ یہود پر حرام نہ تھی اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ یا جو چربی کہ ہڈی سے مخلط ہوا اور وہ چکتی کی چربی ہے کہ وہ انکے واسطے حلال ہوئی تھی۔ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ اے ذلک التحریم جزینا ہم بسبب ظلمہم باسبق فی سورۃ النساء یہ تحریم تھی کہ ہمنے اس سے جزا دی تھی یہود کو بسبب انکے ظلم کے جو سورۂ نساء مین مذکور ہو چکا وَإِنَّا لَصَادِقُونَ یعنی جو چیزین ہمنے فرمائی ہین اور جو وعدہ و وعید ہم دیتے ہین الیمین ہم سچے ہین وقال الحافظ فی قولہ ذلک جزینا ہم الخ یعنی یہ تنگی و تحریم جو ہمنے انپر لازم کر دی یہ انکے افعال ظلم کی سزا تھی کہ انھون نے بغاوت ومخالفت کی کما قال تعالی فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم الآیہ۔ اور قولہ وانا لصادقون۔ یعنے ہمنے جو انکو جزا و سزا دی اسمین ہم عادل ہین اور ابن جریرؒ نے فرمایا کہ یعنے اے محمد جو ہمنے تجھکو خبر دی کہ یہود کی مخالفت و نافرمانی سے ہم نے انپر یہ چیزین حرام کر دین یہی صحیح ہے اور وہ لوگ جو بہتان کرتے ہین کہ حضرت یعقوب نے حرام کر لی تھین یہ غلط ہے اور قولہ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ الآیۃ کی تفسیر مین مفصل گذر چکا ہے پھر واضح ہو کہ عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ کو خبر پہونچی کہ

سمرہ رضؓ نے شراب فروخت کی ہے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سمرہ کو قتل کرے کیا اسکو نہین معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ لعنت کرے
اللہ تعالیٰ یہود پر کہ چربی انپر حرام کی گئی تھی اسکو انھون نے پگھلا کر فروخت کیا۔ رواہ البخاری ومسلم۔ واضح ہو کہ سمرہ رضؓ سے اجتہاد مین خطا
ہوئی کہ شراب کی بیع جائز سمجھے حالانکہ سلف وخلف نے اُسکے حرام ہونے پر اتفاق کیا ہے مگر آنکہ بعض سے اسطرح اجتہاد مین خطا ہوئی جسکو
انھون نے ترک کیا۔ جابر بن عبد اللہ رضؓ سے سال فتح مکہ مین آنحضرت صلعم کا حکم مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول نے شراب و مردار و سور
و بتون کی بیع حرام فرمائی تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ مردار کی چربی سے آگاہ فرمائیے کہ اس سے کھالین چکنائی جاتی اور کشتیون پر طلا کیا جاتا
ہے اور لوگ اس سے چراغ روشن کرتے ہین تو فرمایا کہ نہین وہ حرام ہے پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہود کو قتل کرے انپر چربیان
حرام ہوئی تھین اسکو انھون نے پگھلا کر فروخت کرکے اُسکا ثمن کھایا۔ رواہ الجماعۃ من طرق عنہ۔ عن ابی ہریرۃ مرفوعاً اللہ تعالیٰ یہود کو
قتل کرے انپر چربیان حرام ہوئین اسکو بیچکر اُسکے دام کھائے رواہ البخاری ومسلم وفی روایۃ عن ابن عباس مرفوعاً اسکے دام کھائے
اور اللہ تعالیٰ نے کسی قوم پر کوئی چیز حرام کردی تو اُسکے دام کھانا بھی حرام کردیا ہے **قال المترجم** اصل لفظ مین اختصار ہے بقولہ ان اللہ
لم یحرم علی قوم اکل شی الا حرم علیہم ثمنہ۔ رواہ ابن مردویہ وابو داؤد والامام احمد۔ اس سے ایک کلیہ اصل ثابت ہوئی کہ جس قوم پر
جو چیز حرام ہے تو اُسکے دام بھی حرام ہین **قال المترجم** اگر کہا جاوے کہ فقہ حنفیہ مین چیتے وبلی وغیرہ کی بیع جائز ہے حالانکہ یہ چیزین کھانا حرام ہے
تو جواب یہ ہے کہ اگر ان چیزون کا گوشت فروخت کرین تو حرام ہے ورنہ زندہ بغرض پالنے کے فروخت ہوتی ہین اور بعض نے کہا کہ بلی کے
دام بھی حرام ہین اور یہی احوط ہے واللہ اعلم فَإِنْ كَذَّبُوكَ فِيمَا جِئْتَ بِهِ فَقُلْ لَهُمْ رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ حیث لم یعاجلکم بالعقوبۃ
بہ وفیہ تلطف بدعائہم الی الایمان پھر اگر کافر لوگ تجھکو جھٹلا دین اس چیز مین یعنے اصل چیز شرع مین جو تو انکے پاس لایا تو کہدے کہ اے لوگو
تمہارا پروردگار وسیع رحمت والا ہے کیونکہ تمکو اس جھٹلانے پر جلد ماخوذ کرکے عذاب نہین دیا بلکہ مہلت وتاخیر دی ہے کہ غور و سمجھ کے بعد
ایمان لاؤ۔ اسمین مہربانی ہے انکو ایمان کی طرف بلاتے ہین پھر تہدید فرمائی وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ اذا جاءہم اسلئے عذاب عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ
یعنے نہین رد ہوتا عذاب الٰہی گنہگار قوم سے جسوقت آجاتا ہے یعنی قوم گنہگار اگر راہ پر نہ آوے تو جب عذاب آگیا تو پھر نہین مہلت ہوتی ہے قال
فی العرائس قولہ فان کذبوک فقل الخ اسمین آنحضرت صلعم کے دل کو تسلی فرمائی اور طمع دلائی کہ جسکے حق مین عنایت ازلی کے ساتھ ایمان
مقدر ہوا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے باب لطف وعفو وکرم کی طرف رجوع لاویگا اور بخشا دیگا اگرچہ فی الحال امتحان کی صورت مین خوار پڑا ہو
اور قولہ ذو رحمۃ واسعۃ سے تمام مخلوقات پر اسکی رحمت چھائی ہوئی ہے کہ باوجود نافرمانی سرکشون کے حلم فرماتا ہے اور بس تمام نعمتیں جو مخلوق
فرمائی ہے انکے اجسام کو معیشت عطا فرماتا ہے اور جو بندے اسکی درگاہ کی طرف رجوع لاتے ہین انکے قلوب کو لطف خطابات سے تربیت کرتا ہے
اور انوار جمال سے منور فرماتا ہے اور نیز اسمین جمہور کے ساتھ تلطف ہے کہ باوجود اس حال خراب کے جسمین پڑے ہین اسکی درگاہ کی طرف رجوع
لاوین اور ساحل لطف وکرم پر پہونچکر نجات پاوین اور نیز آنحضرت صلعم کی مواسات ہے کہ اگر ان لوگون نے جھٹلایا تو کہدے کہ اللہ تعالیٰ رحمت والا
ہے جسکو تمہارے پڑوس سے چھڑا کر اپنی جوار مین لاویگا **سہل** رحمہ اللہ نے کہا کہ اسمین آنحضرت صلعم کو اشارہ کیا گیا کہ جنے تجھسے اعراض کیا اسکو
تو میری طرف رغبت دے تو جو میری طرف راغب ہوگا وہی تجھسے رغبت کریگا اور کوئی رغبت نہ کریگا انکو رحمت مین طمع دے اور اپنے
قلب کو اُنسے منقطع مت فرما۔ استاذ رحؒ نے کہا کہ اسمین اشارہ یہ ہے کہ اولیا کو مخصوص رحمت سے سرفراز کیا اور اعدا کو مخصوص طرد و ذلت
ایسی صورت انسانیہ مین دونون کی گنجائش ہے اور وہ ہیچ ہے اور قسمت ازلی سے دونون کو تمیز وانفصال کردیا حاصل آنکہ واسعہ رحمت مین

شمول ہو اور خاصہ رحمت سے اولیاء اللہ فقط مخصوص ہیں۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ

اب کہینگے مشرک اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ ٹھہراتے اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام کر لیتے کوئی چیز اسیطرح جھٹلا گیے ان سے اگلے

حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ۝ قُلْ

جب تک چکھا ہمارا عذاب تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے پاس کہ ہمارے آگے نکالو کیا بری اٹکل پر چلتے ہو اور سب تجویزیں کرتے ہو تو کہہ

فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۝ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا

پس اللہ کا الزام پورا ہے سو اگر چاہتا تو راہ دیتا تم سب کو تو کہہ لاؤ اپنے گواہ جو بتادین کہ اللہ نے حرام کی ہے یہ چیز

فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ

پھر اگر وہ کہیں بھی تو تو نہ کہہ اُنکے ساتھ اور نہ چل اُنکی خوشی پر جنہوں نے جھٹلائے ہمارے حکم اور جو یقین نہیں رکھتے آخرت کا

ع ۱۸

وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝

اور وہ اپنے رب کی برابری کرتے ہیں

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا یہ ایک شبہ ہے جسپر مشرکین اپنے شرک و کفر میں چپٹے ہیں اور وہ یون کہ مشرکون وغیرہ کے کفر و فسق سے اوتعالیٰ مطلع ہے وہ چاہیے تو متغیر کردے اور ایمان دیدے اور کفر سے روک دے تو جب متغیر نہ فرمایا تو مشرکین نے دعویٰ کیا کہ وہ ہمارے افعال پر راضی ہے قال المصنف یہ زمانہ آئیندہ کی خبر ہے اور اسی کے موافق واقع ہونا دلیل اعجاز ہے اور یہ واقع ہوا چنانچہ مشرکون نے کہا کما فی قولہ تعالیٰ وقالوا لو شاء الرحمن ما عبدناہم الآیۃ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا ای اشرکنا نحن وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ پس ہمارا شرک کرنا اور تحریم مذکور سب اسکی مشیت سے ہے پس وہ اسپر راضی ہے فی السراج ان لوگون کی مراد یہ تھی کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا۔ کو اپنے شرک پر قائم رہنے کی حجت لاوین بایںطور کہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ جس حال پر ہم ہیں اسکے اور ہمارے درمیان میں حیلولت کردے حتیٰ کہ ہم اسکو نہ کرین پس اگر وہ راضی نہوتا تو ضرور متغیر کر دیتا پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگونکو جھٹلایا بقولہ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ رسلہم حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا عذابنا یعنے جیسے ان لوگون نے تجھکو جھٹلایا ایسے ہی جھٹلایا انسے پہلے لوگون نے اپنے رسولون کو یہانتک کہ ہمارا عذاب چکھا و فی السراج فرقہ معتزلہ وغیرہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں قادر مختار ہے یہ لوگ اسی آیت سے استدلال لاتے ہیں کہ اگر کفر و شرک وغیرہ فقط اوتعالیٰ کی مشیت پر ہوتا تو ان لوگون نے یہی کہا تھا کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا پس اوتعالیٰ انکو نہ جھٹلاتا اور رد نہ فرماتا حالانکہ رد فرمایا بقولہ کذلک کذب الذین من قبلہم پس معلوم ہوا کہ شرک و ایمان مشیت پر نہیں بلکہ بندہ کے اختیار میں ہے اہل سنت رحمہم اللہ نے اسکا جواب دیدیا کہ جھٹلانا و رد کرنا مشرکون کو انکے قول لو شاء اللہ ما اشرکنا میں نہیں ہے یہ قول تو سچ ہے بلکہ انکی مراد میں کہ جو اس سے نتیجہ نکالا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس فعل پر راضی ہے اور کبھی کہا کہ ہمکو اسی نے حکم دیا ہے پس اسکو رد کر دیا چنانچہ فرمایا قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء۔ اور دلیل اس بات کی کہ لو شاء اللہ ما اشرکنا کہنے پر رد نہیں بلکہ انکے نتیجہ نکالنے میں ہے یہی ہے کہ اوتعالیٰ نے فرمایا کذلک کذب الذین بتشدید از تکذیب فرمایا اور اگر انکے قول مذکور کے دروغ ہونے کی خبر ہوتی تو کذب بتخفیف از مصدر کذب ہوتا یعنے یہ لوگ اپنے قول میں جھوٹے ہیں حسین بن الفضل نے کہا کہ اگر مشرکین اس قول کو بطور تعظیم و اجلال الٰہی کہتے تو اوتعالیٰ اسمیں انکا عیب نہ کرتا کیونکہ خود اوتعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو شاء اللہ ما اشرکوا اور فرماتا ہے ما کانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ اور مومنین اسکو کہتے ہیں اور عیب نہیں لیکن مومنین کی وہ مراد نہیں جو مشرکین کی مراد ہے

کیونکہ مشرکین نے جہال وبغیر معرفت سے ایسا کہا اسی پر رد کردیا اور فرمایا ہو۔ مالہم بذلک من علم ان ہم الا یخرصون۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ حکم الٰہی اور ہی اور مشیت وارادہ الٰہی اور ہی پس بندہ پر واجب ہو کہ اسکے حکم کی پابندی کرے اور اسکی مشیت سے نہ پوچھے کیونکہ وہ اسکے علم سے خارج اور اسکی حکمت اسکے فہم سے باہر ہی اور مشیت سے تعلق رکھنا کچھ عذر نہوگا اور کیونکر کسی کو اسکی مشیت معلوم ہوتی لہذا فرمایا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ کہدے بھلا تمہارے پاس کچھ علم ہو اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری باتون سے راضی ہو اگر کہتے ہو کہ ہو فَتُخْرِجُوهُ لَنَا تو اسکو ہمارے سامنے نکالو حاصل آنکہ تمہارے پاس کچھ بھی علم نہین اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ نہین پیروی کرتے ہو تم اس بارہ مین مگر فقط گمان کی وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ اور نہین ہو تم کسی حال مین مگر اس حال مین کہ تخمینہ و اٹکل لگاتے ہو یعنی جھوٹ بولتے ہو کیونکہ جناب باری تعالیٰ کے امور کو اٹکل کب پہونچیگی خواہ مخواہ جھوٹ ہوگی قال ابن کثیر مشرکین کی یہ جاہلانہ گفتگو محض باطل تھی اگر صحیح ہوتی تو کیون اللہ تعالیٰ اگلون کو عذاب کرتا اور نیست کرکے رسولون و مومنون کو قوت و نصرت دیتا اور البتہ رد کردیا کہ تم جو نکالتے ہو کہ ہمارے فعل سے اللہ تعالیٰ راضی ہو تو تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی مشیت و رضا معلوم کرنے کا کوئی علم ہو بلکہ کچھ بھی نہین تم فقط وہم و گمان کی پابندی کرتے ہو ورنہ اگر کوئی علم ہو تو لاؤ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ای قل اذا لم تکن لکم حجۃ فللہ الحجۃ البالغۃ یعنی جبکہ تمہارے واسطے کوئی حجت کبھی ثابت نہین تو اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے حجت بالغہ ہو یعنی حجت تامہ و کاملہ ہو فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ پس اگر وہ چاہتا تمہاری ہدایت پر ہونے کو تو البتہ تم سب کو ہدایت دیتا یعنی لیکن نہین چاہا پس جو کچھ ہو اسکی قدرت و مشیت و اختیار کے تحت مین مسخر ہو کسی کو اس سے تجاوز و عدول کی مجال نہین اور وہ تعالیٰ باوجود اسکے مومنین سے راضی ہو اور کافرون سے بغض فرماتا ہو وقد قال تعالیٰ ولو شاء اللہ لجمعہم علی الہدی اور فرمایا ولو شاء ربک لآمن من فی الارض جمیعا۔ اور فرمایا۔ ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین ضحاک بن مزاحم نے فرمایا کہ کسی نافرمانی کرنیوالے کی کوئی حجت نہین اللہ تعالیٰ پر ولیکن اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے بندون پر پوری حجت ہو۔ ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ بعضے لوگ کہتے ہین کہ برائی مانند شرک وغیرہ کے تقدیر الٰہی سے نہین ہو تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ہمارے اور قدریہ کے درمیان یہی آیت حاکم ہو۔ علی بن زیدؒ نے فرمایا کہ اس آیت پر قدریہ فرقہ کی حجت مٹ گئی واضح ہو کہ جس طرح اس آیت سے مشرکین کا رد ہوا ویسے ہی قدریہ و جبریہ دونون کا رد ہوگیا اور مومن نہین جبتک تقدیر پر ایمان نہ لاوے قدریہ شیطانی وسوسہ دلاتے ہین کہ ہم تمام برائیون کی نسبت اپنی طرف کرتے ہین تو ہم بچتے ہین حالانکہ نہین بچتے کہ نسبت کرنے کے یہ معنی لیتے ہین کہ برائیان ہم اپنے اختیار سے پیدا کرتے ہین پس یہ خبیث اپنے آپ کو بھی فی الجملہ خالق قرار دیتے ہین اور یہ نہایت بڑا شرک ہو اور مخلوق ہو کر اپنے آپ کو خود مختار قرار دیا اور یہ صرف وہم و قیاس ہو کہ جیسے چیزین بنانے والا وہم کرتا ہو کہ مین نے بنائی ہین حالانکہ وہ چیز خود مختار نہین ہوتی اور یہ اپنے متبوع شیطان کے موافق قیاس کرتے ہین بلکہ اس سے بھی تجاوز کیے ہوئے ہین اللہم اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم کاش یہ لوگ انمین بحث نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حکمون پر عمل کرتے اور منہیات سے باز رہتے تو شاید جب دل مین کچھ نور و صفائی ہوتی تو سمجھ جاتے ورنہ عجیب بات ہو کہ نہایت روشن راہ مین الٹے گمراہ ہین اور یہ تقدیر العزیز الحکیم ہو فسبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم اسی اوہام و قیاسات نے سوائے اہل ایمان کے سب کو گمراہ کردیا خصوصاً اس زمانہ مین اپنی رائے سے پرتا نہ کرنے والے عقل کے بے بہرہ بہت کثرت سے ظاہر ہین ہر ایک نے وہی طریقہ اختیار کرلیا جو سب سے اول شیطان کا تھا اور بعد مین مشرکون و کافرون یعنے شیطان کے مریدون نے اختیار کیا اور بدون اسکے کہ تمام علم قرآن مجید پر کچھ حاصل کرین اور غور و فکر کرین

صرف اپنی راے پر اعتماد کر لیتے ہین اور اسکو بہت مضبوط سمجھتے ہین حالانکہ وہ مکڑی کے جالے سے زیادہ ضعیف و سست ہی پھر ایک جاہل نے
راے نکالی اور کثرت سے جاہل لوگ اسکی راے پر آفرین کرتے ہین اور اندھے گمراہ چلے جاتے ہین جیسے مشرکین عرب مین عمرو بن لحی نے
بحیرہ و سائبہ وغیرہ تحریم و تحلیل نکالی اور پیچھے اور زیادتی کرنے والے بت وغیرہ لانے والے اور نئی نئی رسمین نکالنے والے ہوتے گئے اور
بکثرت اندھے جاہل اسکی پیروی کرنے لگے حتی کہ وہی جہالت تمام پھیل گئی یہانتک کہ روشن دلائل و عقلی علوم و حجج ساطعہ کوئی ان اندھون مین
اثر نہین کرتی تھی اور یہ تقدیر الٰہی ہی اور تعالیٰ جل جلالہ اگر چاہتا تو ہدایت پاتے ولیکن اوتعالےٰ نے نہین چاہا او تعالیٰ قادر مختار ہی اسی کی حکمت بالغہ
ہی جو چاہے کرے جو کیا عین عدل و صواب ہی اور جو امر ہی عین حکمت ہی پھر مشرکون کو ملامت فرمائی قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِیْنَ یَشْهَدُوْنَ
اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا واضح ہو کہ ہلم اسم فعل ہی جسمین مذکر و مؤنث اور واحد و تثنیہ و جمع یکسان ہی اور یہ اہل حجاز کے نزدیک ہی اور قرآن مجید
انھین کی زبان مین غالب ہی اور اہل نجد اسمین ہلما و ہلموا و ہلمی بھی لاتے ہین جیسے دیگر افعال مین ہی ولیکن قرآن بزبان حجاز ہی و منہ قولہ تعالےٰ
والقائلین لاخوانہم ہلم الینا اور معنی اسکے اس مقام پر یہ کہ لا تو ہم و احضر وہم اور سدیؒ نے کہا ای ارونی شہداءکم۔ اور اول اظہر ہی اور وہی
مفسرین نے اختیار کیا المعنی تو کہدے کہ حاضر لاؤ اپنے شہداء کو جو شہادت دیتے ہین کہ اللہ تعالےٰ نے اسکو حرام کیا یعنے تم نے جنکی تقلید کی ہی انکو حاضر
لاؤ اور انکے پاس کیا دلیل ہی۔ سوائے اسکے کہ تعصب و جہالت کے سرغنہ ہین اوہام شیطانی و دروغ بے ایمانی پر شہادت دینے لگین تو آنحضرت
صلعم کو خطاب کیا اور اہل ایمان کو منع کیا کہ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَالَّذِیْنَ
لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ای یعدلون بربہم۔ یعنی برابر کرتے ہین اپنے پروردگار کے ساتھ غیر کو پس یعدلون از عدل
ہی بقرینہ تقدیر بحیثہ بار اور عدول سے نہین ورنہ عن ربہم ہوتا۔ پھر عدل و برابر کرنا اس بات مین کہ تحلیل و تحریم مین غیر کا قول مانتے اور عبادت جو مخصوص
بجناب باری تعالیٰ ہی اسمین غیر کی شرکت لگاتے ہین یہان سے تنبیہ ہونا چاہیے کہ اہل ایمان پر فرض ہی کہ کسی کی تحلیل و تحریم کو نہ مانین بلکہ جو
اللہ تعالےٰ و اسکے رسول پاک صلعم نے بوحی الٰہی حکم دیا اسی کو مانین اور علماء مجتہدین رحمہم اللہ کی جو تقلید کیجاتی ہی تو اسوجہ سے نہین کہ انکا قول
مانا جاوے بلکہ یہ عالم باعمل تھے اللہ تعالیٰ انکو اچھا مرتبہ دیوے انھون نے اللہ تعالےٰ و اسکے رسول پاک صلعم کے احکام کو مشرح بیان کر دیا
ہی لہذا اگر کسی عالم کو ایک مجتہد کی دلیل نہ معلوم ہوا اور دوسرے کی معلوم ہو تو اسپر عمل کر سکتا ہی اور خود مجتہد ہو تو اسپر غیر کی تقلید حرام ہی اور یہ
مشرکون کے مانند تقلید نہین ہی کیونکہ وہ تو بلا دلیل کے غیر کا قول قبول کرتے تھے اور یہی اصلی تقلید ہی جیسے مذکور ہو چکا کہ تحلیل و تحریم مین فقط شیطانی
باتون کو مانتے تھے اور نہ اہل اسلام تو علماء و مجتہدین سے انکو عالم و متقی سمجھکر اللہ تعالےٰ و اسکے رسول کا حکم بدلیل شرعی پوچھ لیتے ہین بلکہ عوام اہل اسلام
تو جس عالم سے فتوی لیتے ہین اسی کو جانتے ہین اور وہی عالم اگر جھوٹ یا گمراہی کی بات یا جس مین فساد اب یا آئندہ پیدا ہو سکتا بتلاوے تو وہ
قیامت مین سخت عذاب پاویگا جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہی واللہ اعلم اللہم اصلح العلماء برحمتک وانت ارحم الراحمین ف
فی العصر الشمس قولہ قل فللہ الحجۃ البالغۃ مترجم کہتا ہی کہ شیخ رحمۃ اللہ نے اس کلام کے اشارہ مین لطیف بات یہ بیان کی کہ ظاہر کلام تو مشرکون
کا رد ہی کہ انکے پاس کوئی حجت نہین پھر جو لوگ مومن اہل ہوے انکے پاس اللہ تعالیٰ کا کلام حجت ہوتا ہی اور خود انکو اللہ تعالیٰ مراتب قبول
مین صاحب حکمت و فراست فرماتا ہی لیکن انکے اسرار کو خود علم کی قدرت ذرا بھی نہین ہی اسی واسطے تو دیکھتا ہی کہ اکابر اولیاء اللہ بعضے
حنفی تھے بعضے شافعی اور بعضے خود مجتہد تھے یعنی انکو معرفت سے علم شرعی حصول نہین ہو سکتا چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے اپنے کلام مین اشارہ
کیا جسکا ترجمہ لکھتا ہون اس کلام پاک سے ظاہر ہوا کہ زبان اسرار چاہیے کیسے ہی فصیح ناطق ہون ایسی حکمتین بیان کرین جو الہام غیبیہ و مناجات

حق تعالےٰ سے انکو حاصل ہوئی ہین لیکن تمہارے قدم یعنے علوم وحی واحکام شریعت کے مقام مین اخرس یعنے گونگے ہین اور نیز لطائف خطاب و عتاب مین از خود رفتہ ہین حاصل آنکہ اسی پاک پروردگار عزوجل کے واسطے محبت کاملہ ہے جو خطرات کی زبانین کاٹ دیتی ہے بروقت وضوح بیان کے اسرار ہین اور ان معنی کو کوئی نہین جانتا سوائے اس بندۂ خاص کے جو شہود غیب مین انسانی صفات سے درگزرا ہو نصرآبادیؒ نے فرمایا کہ تمام خلق کو شدت حاجت نے دیدار معانی حجبت سے روک دیا ہے اور اگر ایسے حاجات کو ساقط فرمایا تو البتہ انکو براہین حجت کھلتے حسینؒ نے کہا کہ ہر حجت کے اندر حکم در امر ونہی وبیان و سر علم ومعرفت و مشیت ہے پس ہر مقام مین اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل کرو ہر ساعت تیری تجلی فرمادیگا شیخ جنیدؒ نے فرمایا کہ مشیت ہدایت کے جو آثار ہین وہ اہل ہدایت کے لیئے تنبیہ ہین **قال المترجم** معنی اسکے واللہ اعلم یہ ہین کہ امر خیر کی توفیق ہونا اور اس توفیق کی ظاہر پاک کرنیوالی چیزون پر تنبیہ ہونا اور مشتبہ پر قبولیت کے خطرہ سے مثلاً متنبہ ہونا اور آخر اخلاص عمل مین اسکا ہیچ ہونا اور اخلاص کا خود واصل نہونا اور حدوث قدم تک خود پہونچنا ممتنع ہونا اور آخر زبان شکر کشادہ ہونا اور اسکے اندر بھی مراتب ہونا اور مانند اسکے یہ اہل ہدایت کے لیئے خود تنبیہات ہین اور **مترجم** کو ان مقامات مین لیاقت نہین واللہ اعلم بمراد عبادہ جب تک بیدار نہو تو لیاقت بیان اسرار مفید نہین اس سے تو ارشاد بمقامات کی طرف توجہ مقصود ہے تاکہ افعال کی تصویر مین ٹیڑھے نہ رہو واللہ الہادی وہو المفضل ونعوذ باللہ من الضلالۃ واہل الضلال قولہ تعالےٰ فلو شاء لہدٰکم اجمعین اسمین علم بیان وہدایت عرفان کو اپنی مشیت ازلی کی طرف منسوب فرمایا پس جس بندہ کو چاہتا ہے علم بیان وحجت وبرہان سے مخصوص فرماتا ہے اور استعداد ایقان مین زیادت فرماتا ہے **قال المترجم** کما قال کذالک نری ابراہیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین۔ اور جسکو استعداد رویت ومحبت ووصل نہو اسکو کوئی حجت نہین ہوتی اہل حقائق کے بیان دقائق کے وقت اور اظہار علوم غیب کے وقت اہل ایمان واولیاء کو اسکی حجت ظاہر ہوتی ہے اور جو لوگ تکلفات سے بنے ہوئے ہین اپنیر الہام وبیانات مبہم ومختلط ہوتے ہین **قال المترجم** بعد اتمام حجت اور تبکیت مشرکین کے اللہ تعالےٰ نے انکو اصول افعال خیر کی ہدایت فرمائی واضح کہ انکا پابند واصل یکبارگی ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ

تو کہہ آؤ مین سنا دون جو حرام کیا ہو تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نکرو اسکے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ سے نیکی اور مارنہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے

نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا

ہم رزق دیتے ہین تمکو اور انکو اور نزدیک نہو بیحیائی کے کام سے جو کھلا ہوا ہو اس مین اور جو چھپا اور مار نہ ڈالو جان جسکو حرام کیا اللہ نے مگر

بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

حق پر یہ تمکو کہہ دیا شاید تم سمجھو

قُلْ تَعَالَوْا ابن الشجریؒ نے کہا کہ اصل وضع فعل تعالوا سے جسکو حکم دیا گیا گویا وہ بیٹھا تھا کہ اسکو کھڑے ہوکر آگے بڑھنے کا حکم دیا پھر اسمین وسعت دیدی اور کھڑے ہوئے وچلتے ہوئے تک مین بولنے لگے حاصل قول ابن الشجری یہ کہ مادہ فعل تو علو اور بلندی پر ہے پس گویا اصل مین نیچے ہوئے کو اٹھانے وآگے بڑھنے کے واسطے موضوع ہوا **قال الزمخشری** فی الکشاف تعال حاصل الکلام یہ ہے او پر موجود شخص نیچے شخص سے کہے جو اس سے نیچے ہو پھر عام ہو گیا۔ المعنی کہدے اے محمد مشرکون سے کہ آگے آؤ یعنے پیش فرما یعنے بلاتی ہے کہ اوہام وظنون کی پیروی چھوڑو اور اداء شرع پر متوجہ ہوکر سنو اَتْلُ اقرأ یعنی پڑھ دون مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ جو تمہارے پروردگار نے

نے حرام کیا۔ ما موصولہ عام ہے اقوال و افعال کو پھر حرف اَن مفسرہ سے اسکی تفسیر بیان فرمائی اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا مت شرک کرو اپنے رب کے
ساتھ یعنی کسی قول و فعل و اعتقاد میں اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک مت بناؤ۔ فی السراج۔ اگر کہا جاوے کہ اسمیں بیان اُن چیزوں کا ہے جو اللہ تعالے
نے مُحَرَّم فرمائیں اور تحریم میں شرک ہے نہ ترک شرک پس قولہ لا تشرکوا کے کیا معنی ہونگے جواب دیا جاوے کہ اَن مفسرہ کا موضع رفع ہے اَی ہو ان
لا تشرکوا۔ اور بعض نے کہا کہ موضع نصب ہے پس اسکی توجیہ میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ معنی اسکے یہ کہ حرم ربکم علیکم ان تشرکوا۔ اور لا زائدہ صلہ ہے
جیسے قولہ تعالی ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ ای ما منعک ان تسجد۔ اور بعض نے کہا کہ ما حرم ربکم پر کلام تمام ہو گیا اور علیکم ان لا تشرکوا سے شروع
ہوا یعنی تمپر واجب ہے کہ شرک مت کرو۔ زجاج رح نے کہا کہ جائز ہے کہ یہ معنی پر محمول ہوا ای اتل علیکم تحریم الشرک اور جائز ہے کہ بدین معنی ہو کہ اوصیکم ان
لا تشرکوا ابن کثیر رح نے کہا کہ گویا کلام میں حذف ہے ای اتل ما حرم ربکم علیکم و اوصاکم ان لا تشرکوا اور بیضاوی وغیرہ نے ما استفہامیہ بھی تجویز کیا
کہ ای شی حرم ربکم یعنی متوجہ ہو کہ میں پڑھ سناؤں تمکو کہ کیا چیز تمہارے پروردگار نے تمپر حرام فرمائی ہے پھر تفسیر کر دی کہ ان لا تشرکوا۔ ایک یہ کہ تم بالکل
شرک مت کرو۔ اور اتل میں اشعار ہے کہ یہ خبر تحقیقی از جانب پروردگار ہے خالص و امر الٰہی ہے کچھ اٹکل و گمان سے نہیں ہے صحیح مسلم میں عبداللہ بن
مسعود رض سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو مرا درحالیکہ شرک نہیں کرتا تھا اللہ تعالے کے ساتھ کسی چیز کو تو وہ جنت میں داخل ہوا حضرت
عثمان و دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی اس باب میں احادیث کثیرہ مروی ہیں اور حدیث ابوذر رض میں ہے کہ جبرئیل نے آکر بشارت دی کہ آپ کی امت
سے جو مرا درحالیکہ نہیں شرک کرتا تھا یعنی نہ اعتقاد میں اور نہ عمل میں نہ ذات میں نہ صفات میں) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ابوذر رض کہتے ہیں کہ
میں نے پوچھا کہ اگرچہ اسنے زنا کیا اور چوری کی ہو تو فرمایا کہ ہاں اگرچہ زنا کیا اور چوری کی ہو۔ اسکو تین مرتبہ پوچھا اور تینوں مرتبہ یہی جواب دیا اور آخر بار
میں کہا کہ اگرچہ خاک آلودہ ہو ناک ابوذر رض کی۔ کما فی حدیث الصحیحین یعنی ضرور وہ جنت میں داخل ہوگا اور چونکہ ابوذر رض نے اسکی زنا و چوری سے
جنت میں داخل ہونے کا استبعاد کیا تھا تو بول چال محاورہ کے طور پر کہدیا کہ ابوذر بڑا استبعاد کیا کرے کیونکہ بخشنے والا تو اللہ تعالی ہے اور معنی
حدیث کے یہ ہیں کہ جنت حرام ہے کافروں و مشرکوں پر کہ کبھی اسمیں داخل نہونگے پھر جسنے شرک چھوڑا تو حرمت جاتی رہی اب اگر وہ زنا و چوری وغیرہ
بھی نہیں کرتا تھا بلکہ متقی و پرہیزگار رہتا تو مرتے ہی جنت میں داخل ہوگا اور اگر زنا کار وغیرہ تھا اور بلا توبہ مر گیا تو بعد عذاب جہنم کے داخل جنت
ہوگا کذا قال العلماء۔ اور روی ابن مردویہ من حدیث عبادة ابن الصامت رض و ابی الدرداء مت شرک کرو اللہ تعالے کے ساتھ کچھ اگرچہ تم پارہ پارہ
کیے جاؤ یا سولی دیے جاؤ یا جلا دیے جاؤ۔ وفی الصحیح من حدیث ابی ہریرة رض ای ابو ہریرہ مت شرک کر کچھ اللہ تعالے کے ساتھ اگرچہ تو قتل کیا جاوے (وقد رواہ ابن ابی حاتم ۱۲)
یا جلا جاوے۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور بھلائی کرو والدین کے ساتھ پوری بھلائی۔ والدین تو اولاد بالذات ہیں اور اجداد و جدات اسمیں
تبعاً داخل ہیں۔ فی السراج اسمیں لا تسیئوا الی الوالدین یعنی مت برائی کرو والدین کے ساتھ کہ وہ حرام ہے یہاں بجائے اسکے و احسنوا بالوالدین احسانا۔
فرمایا اسمیں نہایت مبالغہ ہے اور نیز دلالت ہے کہ والدین کے حق میں برائی نہ کرنا ہی کافی نہیں بلکہ نیکی کرنی چاہیئے بخلاف اور برادران اسلام کے
کہ انکے ساتھ برائی کرنا حرام ہے (برائی نہ کرنا بلکہ بھلائی کرنا ۱۲) قال المترجم جو سراج میں ذکر کیا وہ صحیح ہے کیونکہ یہاں بیان ان چیزوں کا ہے جو پروردگار نے بندوں پر حرام کر دی
ہیں اور احسان کرنا والدین کے ساتھ فرض ہے اور انکے ساتھ برائی کرنا اگرچہ لفظ اُف وغیرہ سے ترش روئی ہو وے حرام ہے۔ وہذا من المعروفات
التی استوثق بہا علی الامم وقد قال تعالی ولقد اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللہ و بالوالدین احسانا الآیہ وقد اکد الامر فی غیر آیة۔ اور صحیحین
میں ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ کون عمل افضل ہے فرمایا کہ نماز اپنے وقت پر ادا کرنا میں نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا
کہ والدین سے بھلائی کرنا الحدیث۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ای من اجل فقر تخافونہ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ یعنے مت قتل کرو

اپنی اولاد کو بسبب خوف محتاجی یعنے شرکت کے ہم رزق دیتے ہیں تمکو اور انکو ۔ فی الصحیحین عن ابن مسعودؓ یا رسول اللہ کون گناہ بڑا ہے فرمایا کہ سب سے
بڑا جرم یہ کہ تو اللہ تعالےٰ کا شریک بناوے حالانکہ اسنے تجھکو پیدا کیا ہے میں نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ اپنی اولاد کو قتل کرے بخوف اسکے
کہ تیرے ساتھ رزق میں شریک ہوگا الحدیث ۔ املاق کی تفسیر فقر و محتاجی سے حضرت ابن عباس و قتادہ و سدی وغیرہ سے مروی ہے
اور شیخ حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مراد اس سے فقر جو بالفعل حاصل ہو یعنے مت قتل کرو اولاد بسبب فقر کے جو بالفعل تم پر طاری ہوا اور سورۂ
اسرا میں عام لیا کہ طاری ہو یا اسکا خوف ہو وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ جمع فاحشہ یعنے کبائر مانند زنا وغیرہ کے پھر تعمیم فرمائی مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَمَا بَطَنَ علانیہ و پوشیدہ سب طرح کے گناہوں کے پاس مت پھٹکو عن ابن مسعودؓ مرفوعًا کوئی زیادہ غیرت والا اللہ تعالےٰ سے نہیں ہے اسی سبب
سے حرام کیا فواحش ماظہر و مابطن کو ۔ الصحیح انحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تمکو سعدؓ کی غیرت سے تعجب کرتے ہو قسم اللہ تعالیٰ کی کہ میں
سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالےٰ مجھسے زیادہ غیرت والا ہے اسی سے اسنے فواحش ماظہر و مابطن کو حرام کر دیا ۔ رواہ
البخاری و مسلم وقال ابن عباس زمانہ جاہلیت والے خفیہ زنا کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے تھے پس اللہ تعالےٰ نے پوشیدہ و علانیہ
سب حرام کر دیا وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ کالقود و حد الردۃ و رجم المحصن ۔ مانند قصاص کے اور مرتد ہونے کی حد کے
اور محصنہ عورت یا محصن مرد کے سنگسار کرنے کے ۔ اور یہ تاکید ہے ورنہ فواحش ظاہرہ و باطنہ میں یہ بھی داخل تھا اور جس نفس کو اللہ تعالیٰ
نے محرم کر دیا ہو یعنے پیدا کر کے ممنوع کر دیا کہ کسی بندہ کو روا نہیں کہ بدون حکم الٰہی کے کسی نفس کو قتل کرے اور صحیح مسلم میں ابن مسعودؓ مرفوعًا
ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے سوا کوئی معبود نہیں کہ مرد مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین باتوں میں سے
کسی بات کے ساتھ یا تو ثیبہ ہو پھر زنا کرے یا کسی نفس کو ناحق قتل کیا ہو یا دین کو چھوڑ کر جماعت سے مرتد ہوا ہو ۔ و عن عثمانؓ انہ قال یوم الدار
تمکو قسم ہے خدا تعالیٰ کی کہ میں نے زمانہ جاہلیت یا اسلام میں کبھی زنا نہ کیا اور نہ پایا کہ دین بدلوں اور نہ میں نے کسی ناحق کو قتل کیا پھر تم لوگ مجھے
کیوں قتل کرتے ہو رواہ احمد و عن ابی ہریرۃؓ مرفوعًا جسنے کسی معاہدی ذمی کو قتل کیا تو اسنے اللہ تعالیٰ کا ذمہ توڑا پس وہ جنت کی خوشبو نہ پاویگا
حالانکہ اسکی خوشبو ستر برس کی راہ سے ملتی ہے رواہ الترمذی و صححہ ذٰلِكُمْ ای ذالک المذکور جو مذکور ہوا وَصَّاكُمْ بِهِ وصیت کی تمکو اسکے ساتھ یعنے
اسکے حفظ و نگہداشت کے ساتھ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ تا کہ تم سوچ کر پند و وعظ سے سمجھ حاصل کرو ۔ ❊

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا
اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر جسطرح بہتر ہو جب تک وہ پہونچے اپنی قوت کو اور پوری کرو ناپ اور تول انصاف سے ہم کسی پر بوجھ نہیں ڈالتے
إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○
مگر اسکو مقدور ہو اور جب بات کہو تو حق کہو اگرچہ وہ ہو اپنا ناتے والا اور اللہ کا قول پورا کرو یہ تمکو کہہ دیا ہے شاید تم دھیان رکھو
وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○
اور کہا یہ راہ ہے میری سیدھی سو اسپر چلو اور مت چلو کئی راہیں پھر تمکو پھاڑ دینگی اسکی راہ سے یہ کہہ دیا ہے تمکو شاید تم بچتے رہو

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي ای الا بالخصلۃ التی هِيَ أَحْسَنُ اور مت پاس جاؤ مال یتیم کے مگر اسی خصلت کے ساتھ جو بہت
بہتر ہو ۔ وہی مانند صلاحہ ۔ اور یہ خصلت احسن وہ ہے جس میں یتیم کے حق میں بہتری ہو اور اسکے مال میں بڑھتی ہو حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ یعنی طور رکھو
اسکو احتلام ہو یعنی حکم یتیم کے مال کا اس اصلاح کے ساتھ اسوقت تک کہ وہ بالغ ہو جاوے بعد بلوغ کے وہ یتیم کے حکم میں نہیں رہتا

مراد آنکہ جب بلوغت کو پہونچ جاوے تو اسکو اسکا مال سپرد کرو اور یہ معنی نہیں کہ اسوقت اُس سے قرض کرو پس حتی انتہا ہو اُسکے مال میں صلاح
واجب ہونے کی کہ وہ تمام تر تیار شدہ ہو اور اشد میں بعض نے کہا کہ اسم جمع ہے اسکا واحد نہیں اور سیبویہ نے کہا کہ شدہ اسکا واحد ہے اور جوہری نے اسکی تحسین
کی اور بعض نے کہا کہ اشد وہ قوت شباب کا استحکام ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم اور مالک اور شعبی سے جو مروی ہوا وہ دلالت کرتا ہے کہ بلوغ
اور سن تکلیف کا مرتبہ ہے اور قولہ تعالےٰ وابتلوا الیتامیٰ حتی اذا بلغوا النکاح الآیۃ میں تفصیل گزر چکی اور مختار یہ ہے کہ مال سپرد کرنے کے واسطے
بعد بلوغ کے اسکا رشد بھی شرط ہے کہ ہوشیار رکھاؤ ہو اور آوارہ بہاؤ نہو وَاَوْفُوا الْكَيْلَ پیمانہ سے ناپنا وَالْمِيْزَانَ ترازو سے تولنا بِالْقِسْطِ
عدل کے ساتھ بدون اسکے کہ گھاٹ کرو لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنے نفس کی طاقت بھر ہم ہر نفس کو تکلیف شرعی دیتے ہیں پس اگر
کسی آدمی نے باوجود نیت درست رکھنے کے ناپ و تول میں خطا کی یعنی چوک گیا اور اللہ تعالےٰ اُسکی نیت درست ہونے کو جانتا ہے
تو اسپر مواخذہ نہوگا جیسا کہ ابن مردویہ کی روایت مرسل میں سعید بن المسیب سے یہ معنی مذکور ہیں اور اسناد اسکی حسن ہے وَاِذَا قُلْتُمْ اور جب تم
بات کہو چاہے کوئی حکم ہو کسی مقدمہ میں یا کوئی اور قسم کی بات ہو فَاعْدِلُوْا تو عدل کرو یعنے سچائی کے ساتھ انصاف کی بات کہو جو موافق
شرع ہو وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى اگرچہ جسکے نفع یا ضرر کے واسطے تمنے بات کہی وہ تمہارا قرابت والا ہو حاصل آنکہ ہر بات کو انصاف و عدل سے
کہو اور ہر حکم میں حق کی رعایت کرو اور قرابت وغیرہ کسیکی رعایت مت کرو پس اگر غیر کو تمہارے حکم حق سے نفع ہوتا ہو اور قرابت والے پر ضرر عائد ہوتا ہو تو قرابت والے کی
جانبداری مت کرو اور سچا حکم دو وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اور عہد الٰہی کو وفا کرو اور اصل یہ تھا کہ اوفوا بعہد اللہ پس بعہد اللہ کو تعظیم
و اہتمام کے واسطے مقدم کیا اور مراد اس سے نماز و روزہ وغیرہ ہیں اور وفا کرنا تمام عہدوں کا واجب ہے ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُوْنَ بتشدید دال و کاف ہے یعنے پند و نصیحت حاصل کرو اور حفص و حمزہ و کسائی کی قراءۃ میں تخفیف ذال و سکون ہے وَاَنَّ بالفتح کی قراءۃ
میں بتقدیر لام ہے اور بالکسر جیسا کہ حمزہ کی قراءۃ میں ہے جملہ مستانفہ ہے هٰذَا یعنے یہ سب جس سے تمکو وصیت کی ہے صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا
میری راہ ہے در حالیکہ وہ مستقیم ہے فَاتَّبِعُوْهُ اسی کی پیروی کرو وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ تفرق میں ایک تا کا حذف ہے
تتفرق تھا یعنی سبل کہ تمکو جدا کر دیں اور سبل جمع سبیل کی مختلف راہیں جو راہ حق سے مخالف اور ٹیڑھی ہیں حاصل آنکہ مت پیروی کرو مختلف ٹیڑھی
راہوں کی کہ تمکو راہ راست و دین حق سے مائل کر دیں اور بہکا دیں۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت اور مانند قولہ ان
اقیموا الدین ولا تتفرقوا الآیہ میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں کو جماعت و اتفاق کا حکم دیا اور انکو اختلاف و پھوٹ سے منع کیا اور آگاہ کیا کہ تم سے
اگلے لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اللہ تعالےٰ کے دین میں جھگڑے اور مباحثے کئے ہیں۔ اور ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ اور
دیگر سلف صالحین سے مروی ہے کذا ذکرہ الحافظ ابن کثیر۔ قال المترجم اس زمانہ میں افسوس ہے کہ مسلمانوں میں باہم بد مذہبی و بدعتی وغیرہ کا
سخت اختلاف پیدا ہو گیا اور باہم دین کے معاملہ میں جھگڑے نے ایسا زور کیا اسمیں فساد علما ہے کہ دنیا کی خواہش و جاہ و مال و ریاست کی
طلب میں دین میں تمادی کیا اور خواہش نفسانی و جہال کی دلجوئی اور عوام کی خوشی کے واسطے ایسے ایسے مفسدہ دین میں پیدا کئے اور امر بالمعروف
و نہی عن المنکر سے آنکھ بند کر لی کاش اگر علما ربانی باطن متحقق ہوتے لیکن جو امر تقدیر میں جاری ہوا وہ پورا ہوگا اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین
انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ یعنے تقوی رکھو اس چیز سے جس سے منع فرمایا یعنے
مختلف راہوں اور گمراہی کے طریقوں سے بچو۔ ابن عطیہ نے فرمایا کہ یہ راہیں عام ہیں جو یہودیت و نصرانیت و دیگر ملتوں کو اور اسلام کے
بتدع فرقوں کو اور ہر طرح گمراہی و ضلالت کو جنکی بنیاد ہوائے نفسانی و اپنی خواہش کی باتوں پر ہے شامل ہیں اور نیز فروع میں جو

بیشا ذہین اور جو لوگ علم جدل و علم کلام مین ڈوبے ہوئے ہین وہ بھی انکے مصداق ہین اور یہ سبب بد اعتقادی و لغزش کا نشانہ ہین قتادہ رحمہ اللہ
نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو آگاہ رہو کہ سبیل الٰہی تو ایک راہ مستقیم ہے وہ جماعت الہدیٰ ہے اور خاتمہ بخیر اسکا جنت مین پہونچ جانا اور ہوشیار رہو
کہ ابلیس نے متفرق راہین نکالین وہ جماعت ضلالت ہین اور انکی انتہا کردوزخ مین ہے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے
اپنے مبارک ہاتھ سے ایک سیدھا خط کھینچا پھر فرمایا کہ یہ تو راہ الٰہی عزوجل ہے جو راست و مستقیم ہے پھر اس خط کے داہین بائین بہت سی لکیرین کھینچین
پھر فرمایا کہ یہ بہت سی ٹیڑھی راہین ایسی ہین کہ انمین سے کوئی راہ خالی نہین جسپر ایک شیطان نہو اور وہ اس راہ کج کی طرف بلاتا ہے پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی ان ہذا صراطی مستقیما الآیۃ رواہ الامام احمد والنسائی والحاکم وصححہ وعبد بن حمید والبزار وابن المنذر وابن ابی حاتم
وابو الشیخ وابن مردویہ وعن ابن مسعودؓ فرمایا کہ جسکو خوش آوے کہ وہ ایسے وصیت نامہ کو دیکھے جسپر آنحضرت صلعم کی مہر ہے تو وہ ان آیات کو پڑھے
رواہ الترمذی وحسنہ اور ایک روایت مین ہے کہ جو ارادہ کرے کہ رسول اللہ صلعم کی وصیت کو دیکھے جس پر آپکی مہر ہے تو وہ ان آیات کو پڑھے
قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الآیات - ذکرہ الحافظ فی تفسیرہ - وعن ابن عباس رضؓ فرمایا کہ سورۂ انعام مین آیات محکمات
ہین وہ ام الکتاب ہین پھر پڑھا قولہ تعالیٰ قل تعالوا اتل الآیات - رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد - اور صحیحین مین
عبادہ بن الصامت کی حدیث کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے بیعت کرو کہ مت شرک کرو اللہ تعالیٰ سے
کچھ بھی تا آخر حدیث جس مین امور ارشاد بیان ہین اور نیز حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلعم نے فرمایا کہ تم مین کون شخص مجھ سے بیعت کرتا ہے ان تین آیتون پر پھر پڑھا قولہ تعالیٰ قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الآیات
پھر فرمایا کہ سو جس نے انکو پورا کیا اُس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے اور جس نے اُن مین کچھ قصور کیا اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو دنیا مین
گرفت کیا تو اس کے واسطے کفارہ ہو جائیگا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے آخرت تک چھوڑ رکھا تو اُسکا امر بجانب الٰہی عزوجل ہے چاہے
اس سے مواخذہ کرے اور چاہے اسکو عفو کرے رواہ ابو الشیخ وابن مردویہ وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والترمذی
وحسنہ والحاکم وصححہ من حدیث سفیان بن حسین والذی فی الصحیحین من حدیث عبادہ ہو الفتیا من روایۃ سفیان بن حسین فلا نسبۃ فی
احدہما الیہ الوہم کذا فی تفسیر الحافظ فافہم اور ابن ابی شیبہ وابو الضریس وابن المنذر نے کعب احبار سے روایت کی کہ اول
جو توریت مین نازل ہوئین وہ دس آیتین ہین اور یہ وہی دس ہین جو آخر سورۂ انعام مین نازل ہوئین قل تعالوا اتل الآیات الثلث
اور ابو الشیخ نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عبد بن الخیار سے روایت کی کہ کعب احبار نے ایک شخص کو پڑھتے سنا کہ وہ پڑھتا
تھا قولہ تعالیٰ قل تعالوا اتل ما حرم ربکم الآیات تو کعب نے کہا کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین کعب کی جان ہے کہ یہی توریت
مین پہلی آیت ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الیٰ آخر الآیات مترجم کہتا ہے کہ کعب احبار نے زبان توریت کا ترجمہ اس
ذکر کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قل تعالوا الخ کیونکہ ظاہر ہے کہ توریت بزبان عربی نہین تھی لیکن ترجمہ بضبط عبارات نہین ہے کیونکہ اداے معانی زبان
عربی وبصورت ترجمہ بضبط عبارات کے ایسا حاوی واقیہ واشمل واحسن نہین ممکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کلام پاک مین بیان فرمایا ہے اور
مؤلف فتح البیان نے انکو ترجمہ کرکے لکھا چنانچہ کہا کہ مراد اس سے توریت کی دسون وصیتین ہین اول آنکہ مین ہی رب ہون تیرا معبود جس نے
تجھکو زمین مصر بیت عبودیت سے نکالا تیرا کوئی معبود نہین میرے سوا - دوسرا اُن وصایا کے یہ ہے کہ تکریم کر اپنے باپ و ماں کی تاکہ
تیری عمر بڑھے اس سرزمین مین جو تجھکو تیرا پروردگار دیگا مت قتل کر مت زنا کر مت چوری کر مت گواہی دے اپنے ہمسائے کیلئے

جھوٹی گواہی اور مت شہوت سے دیکھ لینے ناتے دار کی لڑکی اور مت خواہش کر اپنے ناتے دار کی جورو کی اور نہ اُسکے غلام کی اور نہ
اُسکی باندی کی اور نہ اُسکے بیل کی اور نہ اُسکے گدھے کی اور نہ ایسی کسی چیز کی جو تیرے ناتے دار کی ہے یہودیون کو ان وصیتون کی طرف
بڑی عنایت ہے اور اسکو زبور والون نے اپنے زبور کے آخر مین اور انجیل والون نے اپنی انجیل کے اوّل مین لکھا ہے - ابو السعودؒ نے اپنی تفسیر مین
کہا کہ یہ دسون احکام امتون وزبانون کے اختلاف سے مختلف نہین ہوئے **قال المترجم** تصدیق اسکی آیات مابعد مین موجود ہے ولیکن
قبل اسکے اشارات عرائس البیان ذکر کردون **ف فی العرائس** قولہ تعالی ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا وما بطن - فواحش تو عرائس دنیا
ہین اور ان عرائس مین ظاہری تو دنیا کی زینت و تازگی ہے اور باطنی دنیا کی دوستی اور ریاست وجاہ ومال کی خواہش ہے - حارث محاسبیؒ
نے فرمایا کہ فواحش وہ چیزین ہین جنسے غیر اللہ تعالی مراد ہو بعض نے کہا کہ فواحش افعال جو ظاہر ہین وہ زنا وغیرہ ہین اور جو باطن ہین وہ
جھوٹے دعوے ہین قولہ تعالی واذا قلتم فاعدلوا جب تم مقام ولایت کی خواہش کرو تو سچائی کرو یعنی اپنے نفوس کو بلا ومحنت
ومشقت مین ڈالو کیونکہ ولایت مقرون بہ بلیہ ہے - نیز جب تمہارے مجھے کسی کو زبانی خبر پہونچے تو دل سے میرے پاس حاضر ہو اور جب تم نے
مجھکو ظاہر سے ذکر کیا تو باطن مین میرے مشاہدہ سے شاہد ہو اور جب تم میرے بندون کے عیب مشاہدہ کرو جبکہ معائب انکو بتلا کے گئے ہین تو امر بالمعروف
مین تمکو کوئی خوف وخیال لاحق نہو اور ایسی باتون سے منع کرنے مین تمکو کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا خوف نہو بلکہ اسمین عدل و
انصاف سے برتاؤ کرو اور جو حدود دین نے اپنی شریعت مین مقرر فرمائے ہین انسے تجاوز مت کرو - ابو سلیمانؒ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا
یعنی جب تم بات کرو تو میرے ذکر کو بیان کرو - محمد بن حامدؒ نے فرمایا کہ کلام مین عدل یہ ہے کہ ایسی بات کہے جس سے فی الحال یا انجام کار مین
اسپر ضرر اور وبال عائد نہو - قولہ وبعہد اللہ اوفوا - عہد الٰہی وفا کرنا اسطرح ہے کہ قلب کو اللہ تعالی کی طرف محبت وشوق کے ساتھ متوجہ کرے
ہرگز نہ پھیرے یہانتک کہ اس تک داخل ہوا اور سوائے حضرت باری تعالی کے کسی چیز پر توجہ نہ کرے جس سے محجوب ہوجاوے
اور اللہ تعالی کے سوائے کسی چیز کو اختیار نہ کرے - جوزجانیؒ نے فرمایا کہ عہد بہت ہین اور سب سے بڑھکر وفا کرنے کے لائق یہ عہد ہے
کہ جن باتون کے کرنیکا شرع مین حکم ہے خواہ فرض و واجب یا سنت ومستحب سب کو بیان کرے اور نصیحت کرے اور جن باتون سے
شرع مین ممانعت ہے خواہ حرام ہین یا مکروہ تحریمی یا مکروہ وغیرہ سب سے منع کرے بالجملہ امر بالمعروف ونہی از منکر کے بجا لانیکا عہد وفا کرنا
سب سے ضروری و بڑھکر ہے پس اول اپنے نفس کو معروف کا حکم کرے اگر وہ قبول کر لے تو خیر بہتر ورنہ اسکو بھوک دیکر اور بیخوابی دیکر
بہت یاد الٰہی سے راضی کرا اور صالحین کی صحبت مین بٹھا تاکہ وہ معروف شرع کی طرف رغبت کرے پھر اسکے بعد اپنے سوا سے غیرون کو
ان بھلی باتون کا حکم دے اور پہلے اپنے نفس کو بُری باتون سے منع کر لیں اگر وہ مان جاوے تو بہتر ورنہ اسکو اسطرح تادیب وسزا دے
کہ ایسی زمین پر سفر اختیار کرا اور مرغوب چیزون سے اسکو الگ کرا اور تنہائی مین بٹھا اور کم باتین کرا اور صبر کو لازم کرا دے تاکہ نفس باز رہے
پھر جب تیرا نفس خود باز رہے تو لوگونکو منکر باتون سے ممانعت کر **قال المترجم** اس امر کی ملامت ہے کہ آدمی اورون کو نصیحت کرے
اور خود فضیحت ہو لہذا شیخؒ نے ایسا طریقہ بتلایا کہ آدمی خود بھی عامل ہوا اور دوسرون کو بھی نصیحت کرے اور ذات جمیل حاصل کرے لیکن یہ واضح
رہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر شخص پر واجب ہے مع شرائط وتفصیل کے جیسا کہ اپنے مقام پر مذکور ہوا پس اگر خود کوئی شخص آراستہ
نہو تو اُسکے ذمہ سے یہ واجب ساقط نہوگا اور یہ مسئلہ مفصل گذر چکا ہے فتذکر **قال الشیخ** پھر جب اللہ تعالی نے راہ شریعت و حقیقت
اور احکام عبودیت و وصایا سے معرفت بیان کردین تو اسکے بعد عقد حقیقت و مراتب کی تاکید فرمائی بقولہ ان ہذا صراطی مستقیما الآیۃ

اور تعالیٰ کی صراط مستقیم یہی شریعت توحید وراہ سنت وتحقیق ہو جسمیں اسکی منفعت کے طلب کے واسطے عبودیت ادا کرے اور اُسکے کلام پاک کی اقتدا کرے جیسے رسول اللہ صلعم نے فرمایا اور الہام کی متابعت کرے اور حلیہ اغیار سے خاطر پاک ہونے کے وقت اسکے مشاہدہ کا خواستگار ہو جعفر بن محمد علیہما السلام نے فرمایا کہ راہ ہر قلب سے اللہ تعالےٰ کی طرف ہا بنظر رکہ ماسوائے آلہی سے اعراض ہوا ورسبل سے یہاں اشارہ ہو کہ خطرات مذمومہ اور ہواجس نفسانیہ اور وساوس شیطانیہ کسی پیرا یہ میں ہوں سب گمراہی ہیں کیونکہ وہ سب تاریک ہیں اور مریدین کی راہ مارنے والے اور جہنم کی راہ یا اس راہ پر پہونچانیوالے ہیں اور راہ حق تعالیٰ فقط راہ ہدیٰ ہو اور ہدیٰ یہ ہو کہ کدورات مخلوقات سے جو دل پاک ہیں انکی نظروں میں جلال آیات سے نہایت روشن آفتاب نظر آویں جنکا مرجع عین صفات سے ذات پاک تعالیٰ وتقدس ہو قال المترجم سمجھا کو یاد ہوگا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے مشرکین عرب کے انواع جہالات وضلالات کو جو انھوں نے نفس وشیطان کی پیروی و دنیا و اسکی چیزوں کی محبت اور مودت سے غفلت میں اور اپنے نفس کے کمال سے جاہل بلکہ اللہ سے بہرے بہائم و درندوں کے مانند بلکہ انسے بدتر ہوکر سے ہنسی پا اختیار ہو کر ان انواع جہالات و گمراہیوں کو اختیار کیا تھا بیان فرما کر اور اپنی عجائب صنعت و عظیم قدرت اور عظمت وجلال اور ظاہر آیات ولطیف اشارات سے نصیحت وہدایت وارشاد کرنے کے بعد راہ راست کو واضح وروشن کر کے مجری کلیہ احکام کہ اصول دین وایمان وارشاد بحقیقت وعرفان ہیں واضح بیان فرمایا اور تفسیر میں گزرا کہ یہ اصول شرائع زمانہائے سابق اور امم مختلفہ میں نہیں بدلے اور مذکور ہوا کہ یہی توریت میں بطور حاصل واہتمام خاص انکی وصیت تھی اور اہل انجیل نے بھی انکو لکھا

ہو والاشارۃ الی القصۃ بعد ذلک فیما قال تعالےٰ

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ

پھر دی ہمنے موسیٰ کو کتاب　پورا فضل　نیکی والے پر　اور بیان　ہر چیز کا　اور ہدایت　اور مہر　شاید وہ لوگ اپنے رب کا ملنا

يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ

یقین کریں　اور ایک یہ کتاب ہو کہ ہمنے اُتاری برکت کی سو اسپر چلو اور بچتے رہو شاید تم پر رحم ہو　اسواسطے کہ کبھی کہو کتاب جو اتری تھی

عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ

سو دو ہی فرقوں پر　ہم سے پہلے　اور ہمکو اُنکے　پڑھنے پڑھانے کی خبر نہ تھی　یا کہو　اگر ہمپر　اترتی　کتاب

لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ

تو ہم راہ چلتے انسے بہتر　سو　آچکی تمکو تمہارے رب سے شاہدی　اور ہدایت اور مہربانی اب اُس سے بے انصاف کون جو جھٹلادے اللہ کی آیتیں

اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ۝

اور انسے کترا وے　ہم سزا دینگے　کترانے والونکو　ہماری آیتوں سے　بُری طرح کی مار　بدلا اُس کترانے کا

ثُمَّ اٰتَيْنَا پھر ہم تمکو آگاہ کرتے ہیں کہ عطا فرمائی تھی ہمنے مُوْسَى الْكِتٰبَ موسیٰ علیہ السلام کو کتاب توریت - واضح ہو کہ ثم جو ترتیب کے واسطے آتا ہو تو وہ کبھی خبر دینے کی ترتیب بیان کے لئے ہوتا ہو جیسا کہ زبان عرب میں معروف وشائع ہو اور ایسا ہی آیت کریمہ میں ہو اور زمانہ کی تراخی کے لئے نہیں کیونکہ ظاہر ہو کہ موسیٰ کو بہت مدت پہلے توریت عطا ہوئی تھی اور ظاہر یہ ہو کہ یہ میں اشارہ ہو کہ یہ فضل فضل الٰہی تھا کیونکہ نبوت محض فضل ورحمت الٰہی ہو جسکو ازل میں برگزیدہ کیا اسکو ملتا ہو اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہو وہی خوب جانتا ہو کہ

اگر کسی کو بھول فرمایا اسمین کچھ بڑی عبادت وغیرہ کو دخل نہین ہے۔ الف لام کتاب پر عہد کا اور مراد توریت ہے تَمَامًا عَلَى الَّذِىٓ اَحْسَنَ
اے تماماً للنعمۃ علی الذی احسن بالقیام یعنی تمام نعمت کا ہر ایسے بندہ پر جو اچھا برتاؤ کرے اس کتاب پاک پر قائم ہو کر نصب تماماً کو اگر اسوجہ سے
کہ مفعول لہ ہے تو معنی یہ کہ اس فائدہ کے واسطے کہ تمام و پوری ہو نعمت ہر اُس شخص پر جسنے اُس کتاب کے موافق اچھی طرح برتاؤ کیا۔ اور
اگر اسوجہ سے کہ مصدر ہے تو معنی آنکہ تمم ذلک تماماً۔ پوری ہوئی یہ نعمت جو وصایا کے مذکورہ بالا میں ہے ہر اُس شخص پر الخ۔ یا تمام بمعنی اتمام ہے
اے اتممنا اتماماً۔ اور اگر اسوجہ سے کہ حال ہے تو معنی آنکہ عطا کی ہمنے موسیٰ کو کتاب درحالیکہ وہ پوری کرنیوالی ہے نعمت کو ہر ایسے شخص پر جو اسپر خوبی
سے عمل کرے وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً درحالیکہ تفصیل ہے ہر چیز کے واسطے اور ہدایت و رحمت ہے یا تفصیل
کی اور ہی تفصیل اور ہدایت کی پوری ہدایت کرنا اور رحمت کی پوری رحمت کرنا جو قوم موسیٰ کے لیے مقدر تھی یا واسطے تفصیل و واسطے
ہدایت و رحمت اُس قوم بنی اسرائیل کے لَعَلَّهُم بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ شاید بنی اسرائیل ایمان و یقین لاوین اپنے رب کی ملاقات
قولہ بلقاء ربہم متعلق یومنون ہے اور مقدم کر دیا گیا بغرض تمام اہتمام کے اور جو شخص ایمان لایا اس بات پر کہ بعث و حشر ہو کر وہ قیامت کے
میدان مین لایا جائیگا اور اپنے اعمال پر ثواب و عذاب پائیگا تو وہ سب وصایا سے مذکورہ پر عمل کرنے مین اہتمام کریگا بلکہ قیامت تو بہت ہی
اسکو موت کے لیے بہت اہتمام ہوگا کیونکہ جو مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی۔ کما فی الحدیث الصحیح کیونکہ اسی وقت سے آثار مترتب ہو جاتے
ہین اور کوئی آدمی نہین جو موت پر یقین نہ رکھتا ہو پھر اللہ تعالیٰ نے آنکھون سے غفلت دور فرما دے اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے
کو ہر قوم کا قطعی علم ہے کہ جو اسکا انجام ہوگا اور کیونکر نہین کہ سب اسی کی ذرہ ذرہ مخلوق ہے اسکو انکی ماہیت و حقیقت تمام و کمال بالکل ہی
معلوم ہے پس اسکو خوب معلوم تھا بلکہ مقدر فرمایا تھا کہ توریت سے بنی اسرائیل کا کیا انجام ہوگا پھر جو لعل فرمایا اسمین امید کے معنی ہین تو وہ
ان لوگون کے واسطے ہے کیونکہ ہر شخص پر احکام الٰہی بجا لانا واجب ہے اور اسکی مشیت و تقدیر سے متعلق ہونا نہ چاہیے کیونکہ کسی کو اُسکی
مشیت و تقدیر معلوم نہین ہو سکتی ہان اگر کافر مر جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ یہی مقدر تھا لہٰذا ہر ایک کو مقام امید مین رکھا قال الحسن
وھما ہا انہین محسن اور غیر محسن دونون تھے پس توریت تمام نعمت تھی محسن یعنی مومنون پر واضح ہو کہ تفصیل کل شئ سے مراد انکی ہدایت
و شرایع کے متعلق ہر شئ کی تفصیل تھی۔ اگر کہا جاوے کہ اس آیت مین بنی اسرائیل پر تمام نعمت ذکر فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ نعمت تو
انپر تمام ہوئی بہرحال اور ہم پر ناقص ہوگی جواب یہ ہے کہ تمام نعمت اس شخص پر ہے جس نے اس کتاب پر ٹھیک عمل کیا پس جسقدر اس کتاب کی
نعمت کا پورا ہونا مقدر تھا اسی قدر حاصل ہوگا اور خلاصہ یہ ہے کہ تمام ہونا ہر چیز کے لائق مختلف ہوتا ہے مثلاً جو سامان کہ وزیر کے مکان کے
واسطے لائق ہے وہ اسکے حق مین تمام ہے حالانکہ وہ امیر کے اور سلطان کے لیے تمام نہین پس مطلق تمام نعمت انپر نہ تھی بلکہ جو انکے لائق ہے بقدر
ذکر کتاب توریت کے فافہم وسیاتی الکلام فیہ۔ اور بہتر تفسیر اس مقام پر علامہ حافظ ابن کثیرؒ کا خلاصہ یہ ہے کہ قولہ ثم آتینا موسی الکتاب ابن جریرؒ
نے کہا بسبیل قولہ قل تعالوا الخ کے معنی یہ کہ ثم قل یا محمد انا آتینا موسی الکتاب الخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسمین نظر ہے اور بات یہ کہ ثم یہان
عطف خبر بعد خبر کے واسطے ہے نہ ترتیب کے لیے کما قال الشاعرؔ قل لمن ساد ثم ساد ابوہ ؛؛ ثم ساد قبل ذلک جدہ ؛؛ یہان جبکہ پہلے قرآن
سے خبر فرمائی بقولہ وان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ۔ پھر عطف کیا بمدح توریت۔ اور اکثر او تعالیٰ نے دونون مین اقتران فرمایا ہے کقولہ
ومن قبلہ کتاب موسی اماما ورحمۃ۔ وہذا کتاب مصدق لساناً عربیا۔ اور جیسے بعد قولہ قل من انزل الکتاب الذی جاء بہ موسی الآیۃ کے فرمایا
وہذا کتاب انزلناہ مبارک الآیۃ۔ اور جیسے بعد نقل مقولہ مشرکین کے بقولہ وقالوا لولا اوتی مثل ما اوتی موسی فرمایا اولم یکفروا بما اوتی موسی من قبل

قالوا سحران تظاہرا - اور بیان فرمایا تماما علی الذی احسن - ای تماما جامعا کاملا لما یحتاج الیہ فی شریعتہ لقولہ وتفصیلا لکل شیء جیسے فرمایا
وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیء الآیہ اور قولہ علی الذی احسن یعنی جزاءً علی احسانہ کیونکہ طاعات وعبادات میں اسنے حکم کی فرمانبرداری کی -
کما فی قولہ ہل جزاء الاحسان الا الاحسان اور جیسے فرمایا واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمہن - اور ربیع بن انس نے فرمایا ای احسن
فیما اعطاہ اللہ جو اسکو اللہ تعالیٰ نے دیا اسپر عمل کرنے میں وہ مرتبہ رکھا جو احسان کا مرتبہ ہے قتادہ نے کہا کہ جسنے مرتبہ احسان کے
موافق فرمانبرداری کی آخرت میں اُسکے واسطے اجر پورا کیا - ابن جریر نے علی الذی احسن بمعنی علی احسانہ اختیار کیا شاید الذی کو مصدریہ
قرار دیا کما فی قولہ وخضتم کالذی خاضوا اے خضتم کخوضہم - ابن رواحہؓ نے کہا ع وثبت اللہ ما آتاک من حسن - فی المرسلین ونصرا
کالذی نصروا - یعنی نصر کنصرہم - اور دیگر علماء نے کہا کہ الذی بیان بمعنی الذین ہے ابن جریرؒ نے کہا کہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے حکایت
کیا گیا کہ انکی قرارت میں تماما علی الذین احسنوا تھا اور ابن ابی نجیح نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ قولہ علی الذی احسن یعنی علی المحسنین او المؤمنین
ایسا ہی ابو عبیدہؒ سے مروی ہے بغویؒ نے کہا کہ محسنون وہ انبیاء و مؤمنین ہیں یعنی ہمنے اسکی فضیلت اُن لوگون پر ظاہر کر دی قال الحافظ
اور میں کہتا ہوں کہ علی ہذا یہ مانند قولہ تعالیٰ یا موسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسالاتی وبکلامی الآیہ ہوا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے سردار رسول اللہ محمد مصطفےٰ خاتم الانبیاء و خلیل سے افضل ہو جاوین بسبب اسکے کہ دیگر دلائل اس پر دلالت
کرتے ہیں واللہ اعلم اور یہ قرآن ہے کتاب انزلنٰہ کتاب ہے جسکو ہمنے اتارا ہے مبارک ہے یعنی کثیر البرکۃ ہے فاتبعوہ
پس اسکی پیروی کرو اے اہل مکہ بایں طور کہ جو احکام و نصائح اسمین ہین انپر عمل کرو کیونکہ جب وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے بہت
برکت کی کتاب ہے تو اسپر عمل واجب ہے پس اسکی پیروی کرو واتقوا اور کفر و انکار سے پرہیز رکھو لعلکم ترحمون شاید
تمہارے ایسا کرنے کے بعد تم اللہ جل جلالہ سے رحمت کے امیدوار ہو اور ... نا امید ہو رحمت الٰہی سے ... کا قرینہ ہے
ان تقولوا فراء وکسائی نے کہا ای واتقوا ان تقولوا یا اہل مکہ - اور بچو اس بات کے کہنے سے ای کراہۃ ان تقولوا اور بصریون نے کہا انزلناہ
کراہۃ ان تقولوا یعنی اسکو نازل کر دیا بسبب کراہت اس امر کے کہ تم لوگ کہو اور کوفیون نے اور شیخ ابن جریرؒ نے کہا ای انزلناہ
لئلا تقولوا یعنے اس کتاب کو نازل کر دیا تاکہ تم یوں نہ کہو کہ انما انزل الکتٰب علی طائفتین من قبلنا یعنی ہوا تھا
کہ اتاری گئی کتاب ہمسے اگلے دو گروہ پر وان کنا عن دراستہم لغٰفلین اور تحقیق ہم انلوگون کی قرارت سے غافل رہے کیونکہ ہم
اسکو نہیں جانتے تھے بوجہ اسکے کہ وہ ہماری زبان میں نہ تھی طائفتین سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کہ انپر توریت و انجیل نازل کی گئی
اور رہی زبور تو وہ احکام توریت کی پابندی کے ساتھ فقط نصائح و مواعظ تھے واللہ اعلم پس اہل زبور بھی اہل توریت میں ہیں پس جملہ
دو ہی گروہ یہود و نصاریٰ ہوئے اور یہی ابن عباس و مجاہد و سدی و قتادہ وغیرہم سے مروی ہے کہ یہود و نصاریٰ مراد ہین - ان کنا
ای انا کنا یعنی ان مشددہ سے مخففہ ہے ... تاکہ قیامت میں تم یہ عذر پیش نہ کرو کہ ... یہود و نصاریٰ پر ... ہم ... تھے
غافل تھے قال الحافظ یعنی ہم نہیں سمجھتے تھے کہ وہ کیا کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگ ہماری زبان میں نہ تھے اور باوجود اسکے ہم اس خبر سے غافل تھے کہ وہ ... تھے
وقال المترجم حاصل ورود یہ ہے کہ اس وقت کا سمجھانا کچھ عذر نہیں بلکہ اُنسے دریافت کرنا تھا اور شیخ ابن کثیرؒ نے اسکے دفع کیطرف اشارہ کیا اور
مترجم کے نزدیک توضیح یہ ہے کہ قیامت میں یہ عذر نہ کریں کہ کتاب آسمانی تو ہمسے اگلے دو گروہ پر نازل ہوئی اور ہم اس سے محروم تھے اور
وہ ہدایت انھیں دو گروہ کے ساتھ مخصوص تھی کچھ عموم بعثت نہ تھی کہ ہر شخص پر اسکا علم و معرفت حاصل کرنا فرض ہوا اور اپنی ابتدا کیواسطے حاصل کرنے میں ...

تھی کہ وہ زبان دان دونون گروہ کی قراءۃ ہماری سمجھ مین آتی نہ تھی باوجودیکہ ہمکو اس ارسال و انزال کتب سے غفلت محض بھی اور نیز
اپنی مشغولی مین غفلت تھی باوجودیکہ ایسے گروہ پر نازل ہوئی جنکو تحریف و تبدیل مین غلو تھا اور ارشاد و ہدایت سے بے پروائی تھی یعنے انکا
ہمکو درس دینا اور سمجھانا بالکل نہین پایا گیا ہم اس سے بالکل غافل رہے کہ انھون نے ہمکو کبھی سمجھایا ہوتا پس ہم معذور ہین اَوْ تَقُوْلُوْا
یا یون کہو کہ لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ اگر ہمارے اوپر کتاب اتاری جاتی تو ان لوگون کی بہ نسبت زیادہ
ہدایت پر ہوتے خواہ اسوجہ سے کہ ہمارے ذہن اچھے تھے ہم کتاب سے خوب سمجھ حاصل کرتے یا ہم اسپر خوب عمل کرتے اور لوگون کو
درس دیتے اور سمجھاتے اور عموماً لوگون کو ہدایت کی راہ بتلاتے فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ یعنے بیان مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ
یعنے آگیا تمھارے پاس بیان تمھارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت و رحمت حتی کہ جو شخص اسکی پیروی کرے وہ راہ پاوے
اور اسپر اللہ تعالے کمال رحم فرماوے پس جب ایسا واقع ہوا تو اب خوف کرو کہ تمھارے پاس کوئی عذر نہین کہ تم راہ راست چھوڑ کر
گمراہ پھرو اور اس بیان یعنے قرآن مین خوض نکرو اور اس سے ہدایت و رحمت حاصل نکرو اور یہ بڑا ظلم اپنے اوپر کرتے ہو کہ کمال
ہدایت تو درکنار تم اس سے منکر ہوتے اور منھ موڑتے ہو فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ پس کون زیادہ ظالم ہو یعنے کوئی زیادہ
ظالم نہین ہو اس شخص سے کہ جسنے جھٹلایا آیات الٰہی کو وَصَدَفَ عَنْهَا اور منھ موڑا ان آیات سے پس جو ایسے ظلم کا کرتا ہو کرے وہ
چند روزہ زندگی بھر بچا رہیگا وہ بھی اگر اللہ تعالے کو منظور ہو ورنہ وہ قابل سخت سزا کے ہے حتی کہ اگر اسی کفر و انکار پر مرا تو غضب مین
پڑا سَنَجْزِي الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ عنقریب ہم بدلے مین دینگے ان ظالمونکو
جو منھ موڑتے تھے ہماری آیات سے برا عذاب یعنے سخت عذاب بسبب ان لوگون کے اعراض و منھ موڑنے کے اعوذ باللہ
من عذاب اللہ وبلائہ۔ قولہ کذب بایات اللہ وصدف عنہا سدی نے ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے روایت کی کہ معنی یہ
ہین کہ لوگون کو اس سے موڑا اور روکا اور خود اعراض کیا اور ابن کثیرؒ نے اسکو قوی کہا ہے ف فی العرائس قولہ ثم اٰتینا موسی الکتاب
الآیۃ یعنے موسی علیہ السلام کو وہ چیزین دین جنسے وہ مخصوص ہوا چنانچہ مناجات مین اسکو کلام قدیم سنایا جس سے معارف قدم و کشف
ذات و صفات کی راہین ظاہر فرمائین اور ایک وقت خاص مین اسپر تجلی فرمائی پھر توریت عطا فرمائی جو عموم عوام کے لیے و خواص کے لیے
شریعت تھی اور عبودیت کی کشادہ راہون کا بیان تھی کیونکہ عوام لوگ اس بات سے بہت دور تھے کہ گوش خاص سے کلام و خطاب
خاص کو مشاہدہ جلال مین سنسکین قال المترجم بیان ہوا کہ اونتعالے نے قرآن مجید کو توریت سے مفصل و اشمل نازل فرمایا اور تمام نعمت فرمائی کہ
اور یہ تمام کرنا کامل بہ نسبت سب کے ہوا اسی واسطے قرآن مجید کی دعوت عام اور آنحضرت صلعم کی رسالت بھی عام ہوا اور اس سے
اعراض کرنے والی کوئی قوم ہو اسکو عذاب شدید سے وعید فرمائی اور نیز بیان واقعی کے ساتھ اہل غفلت و انکار کو تہدید فرمائی بقولہ
هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ
کاہیکی راہ دیکھتے ہین لوگ مگر یہی کہ آئین ان پر فرشتے یا آوے تیرا رب یا آوے کوئی نشان تیرے رب کا جس دن آویگا ایک نشان
رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ○
تیرے رب کا کام نہ آویگا ایمان لانا کسی کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان مین کچھ نیکی نہ کی تھی تو کہہ راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہین
هَلْ يَنْظُرُوْنَ نظر بمعنی انتظار ہے حاصل آنکہ جبکہ حجت قائم ہوئی اور کتاب بھی نازل فرمائی گئی اور رسول پاک صلعم بھیجے گئے اور نہایت

حُسنِ اسلوب سے ارشاد و ہدایت کیگئی لیکن وہ اپنی جہالت و ضلالت سے نہیں پھرتے ہین تو یہ باقی رہا کہ کیا انتظار کرتے ہین اس بات کا کہ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ
الْمَلٰٓئِكَةُ آوین ان کے پاس ملائکہ یعنی انکی روح قبض کرنے کو ملائکہ آجاوین اور وقت فرصت ہاتھ سے جاتا رہے کیونکہ اُس وقت ایمان لانا
کچھ نافع نہوگا ایسے شخص کو جو پہلے سے ایمان نہ لایا تھا۔ اور بعض نے کہا کہ معنی یہ کہ عذاب لیکر ملائکہ نہ آ دین أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ یا آوے تیرا رب
اے محمد صلعم جیسا کہ کفار مانگتے ہین بقولہم لولا انزل علینا الملائکۃ او نری ربنا لقد استکبروا فی انفسہم وعتوا عتوا کبیرا یعنی کافرون نے کہا کیون
نہین اتارے گئے ہمپر ملائکہ یا دیکھین ہم اپنے رب کو البتہ بڑے تکبر والے بنگئے اپنے نزدیک اور سرکشی مین حد سے بڑھ چلے بڑا بڑھ چلنا
اور بعض نے کہا کہ مضاف محذوف ہے او یاتی امر ربک۔ ای عذاب ربک یعنی یا آوے عذاب تیرے پروردگار کا بہر حال اسی قول
دلالت کرتا ہے کہ حضرت او تعالی جل جلالہ کا آنا ہولناک بات ہے اور مراد اس سے عذاب ہے حذف مضاف زبان عرب مین شائع ہے اور معنی
اسکے حذف سے مدلول زیادہ ہوگیا پس یہ بلاغت مقام ہے جیسے قولہ واشربوا فی قلوبہم العجل۔ یعنی پلائے گئے انکے دلون مین بچھڑا یعنی
انکے دلون مین محبت بچھڑے کی جذب ہوگئی جیسے پانی جذب ہوجاتا ہے پس حذف مضاف مبالغہ ہے کہ ایسی محبت بھرگئی تھی کہ گویا وہ گوسالہ
خود انکے دلون مین بیٹھ گیا تھا اور یہ بلاغت پاکیزہ ہے۔ بعض نے کہا کہ قیامت کے روز او تعالی جل جلالہ کا فیصلہ خلائق کے لئے
آنا مراد ہے کما فی قولہ وجاء ربک والملک صفا صفا۔ اور یہی تفسیر حضرت ابن مسعود و قتادہ و مقاتل سے مروی ہے اور بعض نے فرمایا کہ
کیفیت آنے کی فہم و خیال و تصور بشری بلکہ تمام مخلوق کے وہم سے خارج ہے کیونکہ او تعالی عز و جل ہر ایک کے وہم و خیال سے
بالاتر ہے پس اسقدر ایمان لانا چاہیے کہ او تعالی جل جلالہ قادر ہے کہ آوے جیسا کہ فرمایا اور اسکی کیفیت و صورت وغیرہ ہماری عقل سے
باہر ہے ہم بندہ ہین جو اسنے فرمایا اسپر ہمارا ایمان ہے اور مفسر نے فہم عوام سے قریب ہونے کی ہمت سے قولہ ہل ینظرون الخ مین تفسیر اختیار کی
کہ کیا انتظار کرتے ہین جھٹلانے و منھ موڑنے والے اس بات کا کہ آوین انپر ملائکہ اسواسطے کہ انکی روحین قبض کرکے عذاب ہو اور یا
یا آوے تیرا پروردگار یعنی حکم پروردگار یعنی پروردگار کا عذاب آوے أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ یا آوین بعض نشانیان تیرے
پروردگار کی یعنی تیرے پروردگار نے جو نشانیان قیامت کی مقرر فرمائی ہین انمین سے بعض نشانیان آجاوین جیسے فرمایا کہ
يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ جسدن کہ آجاوین گی بعض نشانیان تیرے پروردگار کی تب لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ
مِنْ قَبْلُ نہین نفع دیگا کسی نفس کو اسکا ایمان لانا جو کہ نہین ایمان لایا تھا پہلے اس نشانی سے أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا یا ایسے
نفس کو جسنے نہین کمائی تھی اپنے ایمان لانے مین کوئی بھلائی۔ واضح ہو کہ بعض آیات سے مراد یہ کہ جب مغرب سے آفتاب طلوع ہوگا
اور یہ قبل قیامت ہوگا اور جو عوام مین مشہور ہے کہ بارہ برس پہلے ہوگا یہ غلط ہے ان دجال وغیرہ کے بعد ہوگا اور ابو ہریرہ سے
روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہین قائم ہوگی قیامت یہانتک کہ طلوع کرے آفتاب مغرب سے پھر جب لوگ اسکو دیکھینگے
تو روے زمین کے لوگ مسلمان ہوجاوینگے لیکن یہ وہ وقت ہے کہ نہین نفع دیگا کسی نفس کو اسکا ایمان لانا جو کہ نہین ایمان لایا تھا پہلے
اس نشانی سے۔ رواہ البخاری و بقیتہا کما ہو فیہم اور ایک روایت بخاری مین ہے کہ پھر آنحضرت صلعم نے یہی آیت پڑھی اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ جو اس وقت سے پہلے ایمان لایا ہوگا اسکو اسکا ایمان نفع دیگا یعنی مقبول ہوگا اور یہی تفسیر اس آیت کی مفسر نے موافق جمہور
مفسرین کے اختیار کی ہے کما لین مین لکھا کہ بعض مفسرین نے کہا کہ بعض آیات سے مراد کوئی آیت ہو خواہ دخان یا دجال یا دابہ و تفسیر
اور صحیح قول اول ہے و قال المفسر مُلّا ہم آیت مین یہ ہے کہ کوئی سی آیت ہو بے شک علما اس کو نہ مخصوص بعض آیات مین اور اکثر علما

آفتاب از مغرب کے سوائے بھی بعض آیات کو عام لیا ہوتا تو اسکی وجہ بھی ہو سکتی تھی چنانچہ ابن جریرؒ نے باسناد جید حضرت ابو ہریرہؓ سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تین باتیں ہین کہ جب وہ ظاہر ہونگی تو کسی نفس کو اسکا ایمان نافع نہوگا جو نہین ایمان لایا تھا پہلے سے
یا کسب کیا تھا اپنے ایمان مین کسی بھلائی کو۔ وہ طلوع آفتاب ہے مغرب سے اور نکلنا دجال کا اور نکلنا دابۃ الارض کا ہے۔ و قد رواہ احمد و مسلم
والترمذی وابن مردویہ۔ وفی الکمالین عبد بن حمید نے اپنی تفسیر مین عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضہ سے روایت کی کہ لوگون پر ایک رات بقدر تین
راتون کے آئیگی کوئی نہین پہچانیگا سوائے اُن لوگون کے جو تہجد پڑھنے اُٹھتے ہین پس آدمی اُٹھکر اپنا وظیفہ پڑھکر سو رہیگا پھر اُٹھکر اپنا وظیفہ
پڑھکر سو رہیگا پھر اُٹھیگا پس ایسا وقت ہونے پر لوگ آپس مین آواز دیکر مل کر مسجدون مین جاوینگے یہانتک کہ جب صبح کی نماز پڑھکر بیٹھے ہونگے
کہ ناگاہ آفتاب مغرب کی طرف سے نکل آویگا یہانتک کہ جب درمیان مین پہونچیگا تو واپس ہو جائیگا قال الحافظ ابن کثیر و قد رواہ
ابن مردویہ و ہو حدیث غریب۔ ابن مردویہ نے حذیفہ رضہ سے مرفوع روایت کی کہ رات بقدر دو رات کے دراز ہو جائیگی۔ بعض
روایات مین ہے کہ آفتاب تین روز تک مغرب سے نکلیگا اور امام نوویؒ نے فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ ایک ہی روز ایسا ہوگا پھر اور دنون کے
مانند نکلا کریگا فی تفسیر الحافظ۔ ابو ہریرہ رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے مغرب سے آفتاب نکلنے سے پہلے توبہ کی اسکی توبہ قبول
ہوگی۔ رواہ ابن جریر ولیس فی الکتب الستۃ و اسنادہ لا بأس بہ۔ عن حذیفۃ ابن اسید الغفاریؓ ہم لوگ قیامت کا ذکر کرتے تھے کہ ناگاہ رسول اللہ صلعم
نے غرفہ سے طلوع فرما کر کہا کہ قیامت قائم نہوگی یہانتک کہ تم دس نشانیان دیکھو آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اور دخان اور
دابۃ الارض۔ یاجوج ماجوج کا نکلنا عیسیٰ بن مریم کا اُترنا اور دجال کا نکلنا اور تین خسف ایک مشرق مین اور ایک مغرب مین اور ایک جزیرۂ
عرب مین آگ نکلنا عدن کے غار سے جو لوگون کو ہانک لیجاویگی جہان رات گذارینگے وہان رات کو ساتھ رہیگی اور جہان وہ دوپہر کو ٹھہرینگے
انکے ساتھ ہوگی۔ رواہ احمد و مسلم و اہل السنن الاربعۃ۔ ابو سعید خدری رضہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قولہ یوم یاتی بعض آیات ربک آنحضرت صلعم
نے فرمایا کہ وہ مغرب سے آفتاب کا نکلنا ہے رواہ احمد و رواہ الترمذی موقوفاً۔ حدیث ابو امامہؓ مین مرفوعاً ہے کہ نشانیون مین اول وہ طلوع
آفتاب از مغرب ہے۔ حدیث صفوانؓ مین مرفوعاً آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مغرب مین ایک دروازہ کھولا جسکا چوڑان ستر برس کی راہ ہے وہ توبہ کے
واسطے ہے وہ بند نہوگا یہانتک کہ مغرب سے آفتاب نکلے۔ رواہ النسائی و صححہ الترمذی و ابن ماجہ اور اول آیت طلوع آفتاب ہونا حدیث
عبد اللہ بن عمروؓ مین بھی بروایت احمد و مسلم و ابو داود و ابن ماجہ مروی ہے۔ معاویہ و عبد الرحمٰن بن عوف و عبد اللہ بن عمرو بن العاص
رضی اللہ عنہم نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہجرت دو خصلت ہین ایک تو گناہون سے ہجرت یعنی گناہ چھوڑنا اور دوم یہ کہ
ہجرت کرے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کیطرف اور یہ ہجرت منقطع نہوگی جب تک کہ توبہ قبول ہو اور توبہ برابر قبول ہوگی
یہانتک کہ آفتاب اپنے مغرب سے طلوع کرے پھر جب مغرب سے طلوع ہوا تو ہر دل پر مہر ہو جائیگی جو کچھ اسمین ہے اور کفایت ہوگا لوگون کو عمل قال الحافظ
رواہ احمد باسناد حسن ولم یخرجہ احد من اصحاب الستۃ۔ عن ابن مسعودؓ کہا کرتے تھے کہ آیات قیامت جو مذکور ہوئین ہین انمین سے سوائے
چار کے سب گذر گئین اور چار جو باقی ہین وہ طلوع آفتاب از مغرب اور خروج دجال و دابۃ الارض و خروج یاجوج ماجوج ہین اور کہتے تھے
کہ جس آیت پر اعمال ختم ہوجاینگے وہ مغرب سے طلوع آفتاب ہے قال المترجم نزول عیسیٰ علیہ السلام ملاصق خروج دجال ہے اور آیات
قرب قیامت بہت ہین انمین سے بڑی آیات دس ہین۔ پھر واضح ہو کہ قولہ او کسبت فی ایمانہا خیرا مین خیر سے مراد عمل صالح ہے اور
مفسرینؒ نے کہا کہ خیر و طاعت سے مراد یہ کہ اسکو اسکا توبہ کرنا نافع نہوگا جیسا کہ حدیث مین آیا ہے قال فی الکمالین زمخشریؒ نے

ظاہر آیت سے استدلال کیا تھا کہ خالی ایمان بدون عمل کے نافع نہیں ہے اور مفسّر نے اسکو دفع کر دیا کہ عدم نفع ایمان اس سے ظاہر نہیں ہوتا
بلکہ او کسبت معنی لاینفع نفسًا لم تکن کسبت فی ایمانہا خیرا ای توبۃ ہے یعنے اسوقت کسی مومن کو اسکے گذشتہ جرم پر توبہ کرنا نفع نہ دیگا۔ و فی تفسیر
الحافظ قولہ تعالے لاینفع نفسا ایمانہا لم تکن الخ یعنی اگر اس روز کسی کافر نے نیا ایمان حاصل کیا یعنی ایمان لایا تو اس سے مقبول نہوگا
اور اگر وہ اس سے پہلے مومن تھا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو نیکوکار رہتا تو وہ بہت خوب حال میں ہے اور اگر نیکوکار نہ تھا اور اُسنے
جدید توبہ کی تو اسکی توبہ قبول نہو گی جیسا کہ احادیث متقدمہ دلالت کرتی ہیں پس اسی پر محمول ہوگا قولہ او کسبت فی ایمانہا خیرا۔ واضح ہو کہ قولہ
تعالے لاینفع نفسا ایمانہا لم تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا میں کسبت کو آمنت پر عطف کرنے سے اشکال پیش آتا ہے وہ یوں کہ
کہ ایمان سابق نہو تو ضرور خیر نہو گی کیونکہ بدون ایمان کے خیر ہی نہیں ہے اور اگر خیر مع الایمان مراد ہو تو جملہ ثانیہ میں تکرار ہے اور نیز وجود ایمان اگر عدم
خلود کے واسطے کافی ہے تو عدم ثانی کی کیا ضرورت اور اگر ثانی پر کافی ہے تو وجہ اول سے کیا نفع ہوا و مؤلف فتح البیان نے بعد نقل الاقوال
طول کلام کے بعد لکھا کہ ظاہر آیت مقتضی ہے کہ خالی ایمان بدون عمل کے نافع ہے و دیگر دلائل صحیحہ کتاب و سنت سے اسکے معارض ہیں
کہ نہیں نفع دیتا ایمان مگر عمل خیر کے ساتھ پس یہی وجہ قوی ہے اور بعد اسکے ایک لطائف تقریر کی جن لوگوں پر پوشیدہ ہے کہ انھوں نے فقط
حمایت مذہب کی وجہ سے آیت میں تاویل کی ہے [illegible] کہ ان زبان درازیوں سے تعجب ہوتا ہے اور مہمل باتوں کو اس کتاب میں
درج کرنا پسندیدہ نہیں ورنہ میں پورا کلام لاتا اسواسطے اعراض کر کے مؤلف مذکور کا اسقدر جواب دیتا ہوں کہ مجرد ایمان نافع نہونے سے
مؤلف مذکور کی مراد کیا ہے پس اگر یہ مراد ہے کہ کافروں کے مانند خلود فی النار سے رہائی میں فی الجملہ بھی نافع نہیں تو صریح غلط اور خلاف صحیح
احادیث و آیات ہے بلکہ باجماع امت کے مخالف ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ کامل نافع نہوگا تو یہاں اس تخصیص میں کلام نہیں ورنہ مؤلف مذکور
پر اثبات لازم ہے اور نیز اگر مجرد ایمان نافع نہو تو تصدیق توحید کرنے والا اور معتقد شرک و کفر میں کوئی فرق نہوگا حالانکہ فرق ظاہر ہے پس اللہ
مؤلف مذکور کی ایسی مفسدانہ باتوں سے اللہ تعالے محفوظ رکھے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر توضیح مقام یہ ہے کہ قولہ لاینفع نفسا ایمانہا لم
تکن آمنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیرا میں کسبت معطوف ہے آمنت پر اور دو شق حرف او مردد ہیں یعنے نفع نہ دیگا کسی نفس کو اسکا ایمان
لانا جسکی یہ صفت ہو کہ وہ پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا اپنے ایمان میں خیر نہ کمائی ہو پس نافع نہونا اُس نفس کو ہے جس میں دونوں باتوں میں
کوئی بات نہو لیکن اول شق کی نفی یہ ہے کہ وہ اس آیت سے پہلے ایمان لایا ہو مگر خیر نہیں کمائی ہو پس اگر ظہور آیت سے پہلے ایمان لایا ہو تو
اسکا ایمان نافع ہوگا اگرچہ خیر نہ کمائی ہو اور جب شق اول کی نفی سے یہ بات ثابت ہوئی تو دوسری شق کے معنی لاینفع نفسا لم تکن کسبت
فی ایمانہا خیرا نہیں نفع دیگا کسی نفس کو جسنے نہیں کمایا اپنے ایمان میں خیر کو ظاہر ہے کہ نفی شق اول سے ثابت ہوا اس سے متعلق نہیں
ہیں اور جواب یہ کہ شق دوم کے معنی یہ ہیں کہ اسکی توبہ ان اعمال بد کے بارہ میں قبول نہو گی جنکو کر چکا ہو اور اگر یہ مراد ہو تو مؤلف فتح البیان
نے تاویل سے اپنے نفس کی حمایت کی ہے مثلا ایمان بدون عمل خیر نافع نہوگا اگر شق اول ہے کیا معنی تھا شق دوم لازم نہیں آتا جسقدر میں نے
ذکر کر دیا اس سے ظاہر ہو گیا کہ یہ تاویل حضرت ابن کثیر کی تفسیر سے موافق دیگر مفسرین سے نقل کر دی گئی وہی نافع ہے اور جو مؤلف
فتح البیان نے لکھی وہ غلط ہے اور تقریر باطل ہے وانہم قل انتظروا انا منتظرون سے ہم کو کسی بات سے نہیں کسی بات کے منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ اِنَّمَاۤ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ

جنھوں نے راہ نکالی اپنے دین میں اور ہوگئے کئی فرقے تجھکو ان سے کچھ کام نہیں انکا کام حوالے اللہ کے پھر وہی جتا دیگا انکو

بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ○ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ج وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا
جیسا کچھ کرتے تھے جو کوئی لایا نیکی اسکو ہے اسکے دس برابر اور جو لایا برائی سو سزا پاویگا تو اتنی ہی
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ○
اور اُنپر ظلم نہ ہوگا

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ یعنے دین کو اسطرح تفریق کر ڈالا کہ اسمین پھوٹ ڈالی اور اختلاف کرکے کچھ لیا اور کچھ چھوڑ دیا وَكَانُوا شِيَعًا یعنے فرقًا اور وہ جمع فرقہ ہے یعنے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور ایک قراءۃ حمزہ وکسائی مین فارقوا دینہم ہے یعنے جدا ہوگئے اس دین سے جسکا حکم دیے گئے تھے اور یہ لوگ یہود ہین جیسا کہ مجاہدؒ سے مروی ہے و فی تفسیر الحافظ کہا مجاہد و ضحاک و قتادہ و سدی رحمہم اللہ نے کہ یہ آیت درباره یہود و نصاریٰ نازل ہوئی ہے اور ایسا ہی ابن عباسؓ سے مروی ہے اور ابو ہریرہؓ نے کہا کہ اس امت کے گمراہ فرقون کے بارہ مین ہے اور ابو امامہؓ نے کہا کہ وہ یعنی خارجی فرقے ہین ہے اور حدیث مرفوع مین کہ یہ آیت اصحاب ہوا کے حق مین ہے ثابت نہین ہوئی لیکن اقوال سلف رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے اور توفیق یہ ہے کہ اولًا تو یہود و نصاریٰ کے حق مین ہے اور ثانیًا و شمولًا تمام اہل ہوا و بدعت و ضلالت کے حق مین ہے خواہ یہود و نصاریٰ ہون یا اس امت کے فرقے مبتدعین مانند معتزلہ و روافض و خوارج کے ہون بالجملہ جسنے توحید الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم سے اور جماعت سلف صالحین کے طریقہ سے انحراف کیا وہ اسی حکم مین داخل ہے پس آیت مین دلیل ہے کہ مسلمانون کا ایک کلمہ چاہیئے اور جماعت رہین اور تفریق و پھوٹ نہ ڈالین فی السراج والمعالم وغیرہما معاویہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہم مین کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے اہل کتاب تو بہتر فرقے ہوگئے اور یہ امت عنقریب تہتر فرقہ ہو جاویگی جسمین سے بہتر فرقے دوزخ مین جاوینگے اور ایک فرقہ جنت مین جائیگا اور وہ فرقہ جماعت ہے - رواہ ابو داؤد والترمذی - عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہوے وہ سب دوزخ مین جاوینگے سوا ے ایک فرقہ کے اور میری امت کے تہتر فرقے ہوجاوینگے وہ سب دوزخ مین جاوینگے سوائے ایک فرقہ کے تو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون فرقہ ہے تو فرمایا کہ جو اس طریقہ پر ہوگا جسپر مین اور میرے اصحاب ہین - رواہ الترمذی وقد اخرج الحاکم نحوہ - عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہمکو صبح کی نماز پڑھائی پھر ہمکو ایسی بلیغ نصیحت فرمائی کہ آنکھون سے آنسو رواں ہوے اور دل دہل گئے پس ہم مین سے کسی کہنے والے نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ تو وداع کرنے والے کی سی نصیحت ہے پس آپ ہمکو کچھ وصیت فرمادین تو فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ تقویٰ رکھو اللہ تعالےٰ سے اور سمع و طاعت رکھو اگرچہ کوئی حبشی غلام ہو کیونکہ جو کوئی تم مین جئیگا وہ عنقریب بہت اختلاف دیکھیگا پس اسوقت تمپر لازم ہے کہ میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو اور دانتون سے اسکو مضبوط پکڑو اور خبردار بچے رہو اپنے اوپر سے کہ جنکو تم بدعت نکالو کیونکہ ہر نئی بات نکالی ہوئی بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے وہذا الحدیث فی الصحاح - بالجملہ جن لوگون نے دین مین پھوٹ ڈالی اور فرقہ فرقہ ہوگئے انسے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلعم کو بری فرمایا بقولہ لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ حاصل آنکہ تجھکو انسے کچھ تعلق نہین ہے تو انسے بالکل بری ہے و لذلک قال المفسر اسے فلا تتعرض لہم یعنی تو انسے کچھ تعرض مت کر إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ یعنے اللہ تعالےٰ ہی خود انکے امر شدید کا متولی ہے اور یہ سخت تہدید ہے کیونکہ شفاعت وغیرہ سے بالکل محروم کردیا تو لامحالہ سخت عذاب مین پڑینگے ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ یعنی پھر آخرت مین انکو انکے افعال سے خبردار فرمادیگا یعنی انکو سزا سے سخت دیگا قال المفسر نسخ

حکم جہاد سے۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ آیت محکم ہے اور قولہ لست منہم فی شیء سے فقط یہ مراد ہے کہ تجھپر صرف ابلاغ ہے اور انکے افعال سے تجھپر کچھ لازم نہوگا
پھر اُنکا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے جو چاہے اُنکے حق مین دنیا مین حکم کرے چنانچہ آخر جہاد کا حکم ہوا۔ پھر قیامت مین انکو خبردار کریگا کہ تم کیا کرتے
تھے چنانچہ جو جزیہ پر اڑے رہے وہ قیامت مین عذاب شدید کفر و شرک کا پاوینگے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ اور لا الٰہ الا اللہ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا
تو اسکے لیئے جزا اسکے برابر دس گونہ اُسکے ایک جماعت نے کہا حسنہ سے مراد کلمۂ لا اِلٰہ اِلّا اللہ ہے یہی ابن مسعود و ابن عباس و ابوہریرہ رضی اللہ
عنہم سے مروی ہے اور دیگر مفسرین نے کہا کہ یہ کلمہ طیبہ افضل الحسنات ہے اور مراد عام ہے جیسا کہ عموم لفظ دلالت کرتا ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ تعالیٰ
پروردگار عز و جل رحیم ہے جسنے قصد کیا کسی نیکی کا پھر اسکو ادا نکیا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر اُسنے ادا کیا تو دس گونہ سے سات
سو سے بہت گونہ تک نیکیان لکھی جاتی ہین اور جسنے کسی بدی کا قصد کیا پھر اسکو نہ کیا تو اُسکے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے پھر اگر اسکو کر گزرا
تو اُسپر ایک بدی لکھی جاتی ہے یا اللہ تعالیٰ اسکو محو کر دیتا ہے۔ کما رواہ البخاری و مسلم والنسائی۔ حدیث ابوذر رضی مین منجملہ حدیث قدسی کے ہے اور جسنے زمین
بھر کی خطائین کین پھر جسنے ملا اس حال مین کہ وہ میرے ساتھ کچھ شرک نہین کرتا تھا تو مین اسکے برابر اسکے واسطے مغفرت دیتا ہون۔ کما رواہ مسلم
و احمد و ابن ماجہ اور ابو یعلی نے مانند حدیث اول کے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔ **قال الحافظ** واضح ہو کہ کسی گناہ کو
چھوڑنے والا تین قسم کا ہے ایک وہ کہ جسنے اللہ تعالیٰ عز و جل کے واسطے اُسکے خوف سے گناہ کو چھوڑا پس اُسکے یاد رہنے پر اللہ تعالیٰ اُسکے واسطے
نیکی عطا فرماتا ہے اور یہ اس بندہ کی طرف سے عمل و نیت ہے چنانچہ بعض الفاظ صحیح مین یہی آیا ہے کیونکہ اسنے اس گناہ کو میری ہی وجہ سے چھوڑا ہے
دوم وہ کہ جسنے نسیان و ذہول سے چھوڑ دیا تو ایسے شخص پر نہ عذاب ہے نہ اسکو ثواب ہے کیونکہ اسنے نہ بھلائی کی نیت کی اور نہ کوئی برائی عمل مین لایا
اور سوم وہ کہ جسنے اس بدی کے بجا لانے اور اسکے اسباب سامان مین کوشش کی لیکن کسل کی وجہ سے یا عاجز ہو کر بیٹھ رہا تو ایسا شخص بمنزلہ اس بدی
کو عمل مین لانے والے کے ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین ہے کہ جب دو مسلمان تلوارین لیکر بھڑے تو قاتل اور مقتول دونون دوزخی ہین لوگون
لوگون نے عرض کیا کہ قاتل تو قاتل ہوا مقتول کا کیا حال ہے تو فرمایا اسواسطے کہ وہ اپنے ساتھی کو قتل کر ڈالنے پر حریص تھا حاصل آنکہ اُسنے
کوشش مین دریغ نہین کیا پس وہ بمنزلہ قاتل کے ہے۔ **قال الحافظ** خریم بن فاتک الاسدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ
آدمی چار صفت کے اور اعمال چھ طور پر ہین پس آدمیون کی حالت یہ کہ بعض کے حق مین تو دنیا و آخرت دونون مین وسعت ہے اور بعض کے لیئے دنیا
مین وسعت ہے اور آخرت مین تنگی ہے اور بعض دنیا مین تنگی اور آخرت مین وسعت والا ہے اور بعض دنیا و آخرت دونون مین شقی ہے اور
اعمال کی یہ تفصیل ہے دو موجب ہین اور مثل بمثل اور دس گونہ اور سات سو گونہ پس دو موجب یہ ہین کہ جو مسلمان مومن مر جاوے حالیکہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کچھ شرک نہ کرتا تھا تو اسکے واسطے جنت واجب ہوئی اور جو کافر مرا اسکے لیئے دوزخ واجب ہوئی اور جسنے نیکی کا قصد کیا اور بجا نہ لایا
اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اسکے دل مین یہ کھب گئی تھی اور اس پر حریص تھا تو اسکے واسطے ایک نیکی لکھی جائیگی اور جسنے برائی کا قصد کیا اسپر نہ لکھی جائیگی
اور جسنے برائی کر لی اسپر ایک ہی لکھی جائیگی اور اُسکی گونہ نہین ہوگی اور جسنے ایک نیکی کر لی اسکے واسطے دس گونہ لکھی جائیگی اور جسنے راہ خدا مین کچھ
خرچ کیا تو سات سو گونہ اجر لکھا جائیگا۔ رواہ احمد و قدروا والترمذی والنسائی بالبعض۔ اور اسیواسطے آیا ہے کہ ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک
کفارہ ہو اپنے درمیان کا اور تین روز زائد تک کا کیونکہ دس گونہ ثواب ہے پس سات روز جمعہ تک اور تین روز زیادہ سے پورے دس ہو گئے
اور ایسے ہی ایک روزہ دس دن کے برابر اور تین روزے پورے مہینہ کے برابر ہو گئے اسی واسطے حدیث ابوذر رضی مین آیا کہ جسنے ہر مہینہ
مین تین روزے رکھے اُسنے گویا تمام دہر روزہ رکھے۔ رواہ احمد والنسائی و ابن ماجہ والترمذی تمام دہر تمام سال یا ہمیشہ کیونکہ کوئی مہینہ

خالی نہیں تو تمام سال خالی نہیں ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزیٰ الا مثلہا چنانچہ احادیث مذکورہ بالا سے اسکی تفسیر ظاہر ہوگئی **وقال الحافظ**
قولہ ومن جاء بالحسنۃ حضرت ابن مسعودؓ نے کہا یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ لایا۔ اور قولہ ومن جاء بالسیئۃ یعنی کوئی شرک لایا۔ اور ایسا ہی ایک جماعت
سلف رضی اللہ عنہم سے مروی ہوا ہی حاصل آنکہ جسنے کوئی بدی کی اسکو اسکے مثل جزا دیجائیگی اور اسپر زیادتی نہوگی پس مشرک کو خلود دوزخ کی
جزا دیجائیگی اور یہ موجب ہو سینے ضرور اسکو یہی جزا و سزا ملیگی بسبب قطعی وعید کے اور سوا اسکے دیگر معصیات ہین جنکی جزا و سزا مقدار کہ
وہ معلوم او رجسکی مقدار بیان نہین ہوئی اسمین اسکی مثل سزا ملیگی لیکن سوائے شرک کے دیگر سیئات ہین اگر اللہ تعالیٰ نے عفو نفرمایا اور
اسکی حسنات بہ نسبت اسکے سیئات کے زیادہ نہوئی تو یہ سزا جو مذکور ہوئی یعنی برابر اپنی برائی کے بدون زیادتی کے سزا پاویگا اور اگر تو کیہ بی
تو خواہ شرک ہو یا کوئی گناہ ہو اور تعالیٰ ارحم الراحمین عفو فرماتا ہی وھم لا یظلمون ای لا ینقصون من جزاءھم شیئا جوانکی جزا ہی خواہ نیکی کا بدلا یا بدی کا
بدلا اسمین اپر ظلم نہوگا **فی العرائس** قولہ ان الذین فرقوا دینہم اسکے اشارہ مین وہ لوگ داخل ہین جو اپنی ارادت مین فتور کر کے لگے اور
طریقہ حق سے دوسری طرف مائل ہوگئے حالانکہ ان پر واجب یہ تھا کہ اس راہ مین اپنے نفس کو قربان کرین اور مجاہدہ و ریاضت سے اسکو
زیر کرین پس جب انھون نے راہ حق سے تفریق کی اور اسکو چھوڑا تو میدان ضلالت و بطالت مین جا پڑے پس باطل دعوی کر کے ہلاک
ہوئے بعض تو زرق و مکر مین پڑے اور بعض طرار ہوئے اور بعضون نے اولیاء اللہ کے سے کپڑے پہن لیئے اور بعضون نے اولیاء کے
مانند باتین بنانی شروع کین۔ فارس رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ لوگ راہ الٰہی مین ایک وتیرہ پر نہین رہے **قولہ** من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا۔
جو شخص اپنے اعمال پر نظر رکھتا ہی اسکا اجر اسکے گمان کے موافق ہی یعنی عالم عبادت مین سے اعلیٰ مقام جنت کی نعمتون سے اسکو اجر ملیگا اور جسنے
اپنی نظر اپنے اعمال سے اٹھائی اور حضرت باری تعالیٰ کی درگاہ پر نظر کر کے اپنے اعمال سے خجل ہوا تو اسکا اجر بغیر حساب ہی اور وہ لطف
عرفان اور مواید ایقان ہی۔ اور حسنہ یعنی نیکی کی اصلی یہ ہی کہ ظہور ربوبیت کے وقت اخلاص سے عبادت کرے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ احسان یہ ہی کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اس حال سے کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہی یہ مرتبہ احسان ان عارفون کے واسطے ہی جنکا اجر مشاہدہ
الٰہی عزوجل بلا نہایت ہی بعض نے کہا کہ جسنے حسنہ کو اپنے نفس سے لحاظ کیا تو اسکو دس گونہ ثواب ہی اور جسنے حسنہ کو اللہ تعالیٰ کی توفیق
سے خیال کیا تو وہ ایسا بندہ ہی کہ اسپر اللہ کی صلوٰۃ پہنچتی ہین اور اللہ تعالیٰ ہر بندہ کو اپنی رحمت سے جو جسکے واسطے مقدر ہی اسکو عطا فرماتا ہی
اور جسکا اجر چاہتا ہی بہت گو دے بے حساب دیتا ہی **قال المترجم** ایک حدیث شریف نقل کر دون کہ جس سے یہ اشارات ماخوذ ہو سکتے ہین
اگرچہ معلوم ہو کہ راہ خدا مین جہاد والے کے نفقہ کا اجر بے حساب آیا ہی عن عمرو بن شعیبؓ عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلعم جمعہ مین تین قسم کے لوگ
حاضر ہوتے ہین ایک وہ کہ جمعہ مین آیا اور لغو فعل کرتا ہی تو جمعہ سے یہی اسکا حصہ ہی۔ دوسرا وہ کہ حاضر ہوا اور دعا کرتا ہی پس اسنے دعا کی اگر اللہ
تعالیٰ نے چاہے اسکو دیوے اور چاہے نہ دیوے سوم وہ شخص جو جمعہ مین انصات و سکوت کے ساتھ حاضر ہوا اور کسی مسلمان کی
گردن سے قدم بڑھاتا ہوا تجاوز نہین کر گیا اور کسی کو ایذا نہین دی تو جمعہ اسکے لیئے کفارہ ہی اسکے بعد والے جمعہ تک اور زیادہ تین روز
کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا الآیہ

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۚ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي
تو کہہ مجکو تو سوجھا دی میرے رب نے راہ سیدھی دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شرک والون مین تو کہہ میری نماز
وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝
اور قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ کی طرف ہی جو صاحب سارے جہان کا۔ کوئی نہین اسکا شریک اور یہی مجکو حکم ہوا اور مین سب سے پہلے حکم بردار ہون

قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ہدایت متعدی بمفعول دوم بواسطہ بھی ہوتا ہے جیسے یہاں الی صراط مستقیم ہے جبکہ مراد ایک چیز کی طرف
راہ بتاتی ہو اور کبھی متعدی بلا واسطہ ہوتا ہے جیسے اہدنا الصراط المستقیم جبکہ ذات حاصل کرنا مقصود ہے کیونکہ ہدایت بدون اسکی عنایت کے نہیں ہے پس یہاں
صراط مستقیم محل نصب میں ہے بنا برآنکہ مفعول دوم ہو اور بدل اسکا منصوب فرمایا دِیْنًا قِیَمًا یعنے مستقیما مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ
کہ اسکی تفسیر گذر چکی **قال الحافظ ابن کثیرؒ** اور یہ بمانند قولہ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین - اور آنحضرت صلعم
جبکہ ملت ابراہیم حنیفیہ کے اتباع کا حکم کیے گئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ابراہیم علیہ السلام بہ نسبت آنحضرت صلعم کے اکمل ہوں کیونکہ آنحضرت صلعم
اس بات کو بتکمیل تمام ادا کیا کہ سابقین میں سے کوئی اس مرتبہ کو نہیں پہونچا اسی واسطے خاتم الانبیاء اور سید اولاد آدم علی الاطلاق اور صاحب
مقام محمود ہوے کہ تمام خلائق حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی آنحضرت صلعم کی طرف رغبت کرینگے انتہی اور اسمیں مشرکوں پر تعریض ہے جو شرک کرتے
اور دین ابراہیم کا دعوی کرتے تھے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ یہاں رسم الخط صلوٰۃ کا بالف ہے اور مراد نماز ہے وَنُسُكِیْ عبادت من حج وغیرہ یعنی نسک
جمع نسیکہ اور مراد اس سے عبادت ہے حج ہو یا کوئی اور ہو وعلی ہذا تعمیم بعد تخصیص ہوگی کیونکہ صلوٰۃ بھی عبادت ہے **وقال الحافظ** رحمہ اللہ تعالی
حکم دیا کہ مشرکوں کو خبر دے جو لوگ کہ سوائے اللہ تعالی کے غیروں کے بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے اور غیر کے نام پر ذبح کرتے ہیں انکو آگاہ کردے
کہ میری نماز بھی اللہ تعالی ہی کے واسطے فقط مخصوص ہے اور میرا نسک بھی اسی کے نام پر ہے اور یہ بمانند قولہ انا اعطینک... فصل لربک وانحر ہے -
قال مجاہد نسک معنی حج وعمرہ میں قربانی کرنا یہی سعید بن جبیر وسدی وضحاک کا قول ہے وعن ابن عباسؓ آنحضرت صلعم نے عید النحر کے روز دو مینڈھے
ذبح کیے اور وقت ذبح کے یوں دعا پڑھی انی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی الی آخرہ
وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ یعنے میری حیات وموت لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ یعنے حقیقت میں اسکا کوئی شریک نہیں تو ان امور میں بھی
کوئی اسکا شریک نہیں ہے وَبِذٰلِكَ یعنے اسی توحید بجا لانے کا اُمِرْتُ مجھے حکم کیا گیا ہے وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ یعنے اس امت میں سے
میں ہی اول مسلم ہوں کذا قال قتادہ رحمہ اللہ - **فی العرائس** قولہ تعالی قل اننی ہدانی ربی الخ - صراط مستقیم اس مقام پر نہایت نادر طریقہ
معارف کاشفین میں ہے اسی طریقہ سے اپنے نبی صلعم کو اپنی طرف ہدایت فرمائی کیونکہ آنحضرت صلعم اس طریق کے ساتھ تمام خلائق میں سے
مخصوص ہیں کیا تو نہیں دیکھتا کہ قولہ قل اننی ہدانی ربی کیسے کیونکر خاص اپنے نفس کی ہدایت بیان فرمائی اور یہ روح اسرار منازل نوازل ہوا ہے
طیران آپ کی روح کا منازل ملکوت وجبروت میں ہے جبکہ مقام دنو الدنو کو بوصف رؤیت کبری مشاہدہ کیا اور مناجات علی بمرتبہ سر
جیسا کہ قولہ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی فاوحی الی عبدہ ما اوحی ما کذب الفواد ما رای سے اشارہ ہے و قولہ ما کذب الفواد
ما رای - یعنے بسبب جلالت سرمدیت کے راہ قدم سے تجاوز نہیں کیا کیونکہ بسبب رعایت ازلی وعنایت ابدی کے محفوظ ومعصوم
تھے پس صفات کی راہوں میں سے جو قوم راہ پر اور مشاہد ذات میں سے نہایت مستقیم راہ پر پہونچ گئے چنانچہ اشارہ فرمایا بقولہ دینا
قیما یعنی بہت مستقیم جو کہ بشریت کی کجی ونقص تلوین وغیرہ سے منزہ وپاک ہے کیونکہ یہ کشادہ راہ محبت وخلت کی ہے جسے جذبات ازل کی
ابد تک آپ کو کھینچ لیا تھا - وقد قال تعالی ملۃ ابراہیم حنیفا یعنی طریق محبت ملت ابراہیم کا انکی خلت ودوستی میں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام
خلائق کے درمیان سے نہایت نادر طریقہ محبت وخلت سے مخصوص تھے انکو حنیفیت کے ساتھ موصوف کیا کیونکہ وہ اس راہ میں ماسوائے
حبیب کے سب چیزوں سے منہ موڑنے والے تھے جو انکی راہ چلا وہ انکے حبیب تک پہونچ گیا کیونکہ وہ شرک وقطعیت سے پاک
صاف ہے وقد قال تعالی وما کان من المشرکین راہ محبت وخلت ایک ہی راہ ہے دوبارہ اقتدا کرنے کے کیونکہ وہ ان اللہ

دونون کا وہی عین قدم ہی جو ہر علت سے منزہ پاک ہی شیخ ابوعثمان رحمہ نے فرمایا کہ صراط مستقیم یہہ ہی کہ اقتدا کرے اور اتباع کرے اور ہوائے نفس چھوڑ دے
اور کوئی بدعت نہ نکالے بھلا تو نہین دیکھتا کہ فرمایا وما ینطق عن الہوی بعض نے قولہ دینا قیما کے اشارہ مین کہا کہ دین قیم وہ ہی جو کجی اور
ہوائے نفس سے پاک ہو اور اپنی مراد کی لذت سے بھی بری ہو اور جب آنحضرت صلعم کا وصف بیان کر دیا کہ او تعالی عز وجل کے جمال و
جلال کی ہدایت پائے اور جمیع خلائق سے اپنے خالق کی عبادت کی طرف منہ موڑے ہین تو حکم دیا کہ اپنے حال بلند و مقام ارجمند سے
لوگون کو آگاہ فرما دین کہ تمام مخلوقات سے منہ موڑے ہوئے ہین پس فرمایا۔ قل ان صلاتی ونسکی الآیۃ نماز اسکی وصل ہی اور سجود اُس کا
قرب ہی اور شہود اسکا مشاہدہ ہی اور رکوع وجد اور قیام حیرت ہی اسی واسطے فرمایا۔ قرۃ عینی فی الصلوۃ۔ میری دونون آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین ہی
کیونکہ اسی مین کمال ظہور مشاہدۂ الٰہی ہی اور واردات جلال و جمال کا ہجوم ہی یہانتک کہ مروی ہی کہ نماز پڑھتے تھے اور سینہ مین آپ کے جوش
تھا مانند جوش دیگ کے۔ اور یہی نماز اللہ تعالے کے واسطے ہی کیونکہ اسمین غیر کی طرف نظر نہین ہوئی اور نیز یہی نماز اللہ تعالی کے واسطے باینمعنی
ہوئی کہ اس نماز کا ادا کرنیوالا اتمام خلائق سے افضل ہی اور نیز اسوجہ سے کہ اورون کی نماز و جمیع عبادت تو با لغرض ہی سوائے اس نماز کے
کیونکہ اسمین قدم مین حدوث کا فنا ہی اور نیز اسمین روح اول کو دروازہ ازل پر محبت و عشق کی تلوار سے قربان کیا گیا اور یہی معنی ہین
قولہ ونسکی۔ پھر جب اپنے وجود کو ازل کے لیئے قربان کر دیا تو حیات قدیم سے زندہ ہوا پھر سطوات عزت کے ظہور مین فنا ہو گیا اسیکے لیے
اسکی حیات و موت تھی پس ایسی زندگی و موت و قربان و نماز البتہ ہو سکتا ہی کہ اللہ تعالی کے واسطے ہو کیونکہ یہ سب علت حدوث و نسیان
بشری سے پاک ہی واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت کریمہ کا بیان دوسری آیت کریمہ یعنی قولہ للہ ما فی السموات و ما فی الارض سے ظاہر ہی
پس جسنے عبادت کو اپنے نفس سے لحاظ کیا وہ شکستہ حال ہی اور جسنے اس سے بیزاری کر لی اور بالکل الگ ہوا تو وہ عنایت قدیم مین
معصوم ہی اور کبھی کو روا ہی کہ اپنے نفس سے اُلٹی بات خیال کرے بعض نے فرمایا کہ جسنے یقین کیا کہ وہ بفضل الٰہی موجود ہی تو یقین کریگا
کہ وہ اللہ تعالی ہی کے واسطے ہی پس جب اپنے نفس کو جان گیا تو اسمین غیر الٰہی عز وجل کا کوئی حصہ نہین رہا پس وہ حکم الٰہی پر گردن جھکا دینے والا
ہوگا اور تقدیر الٰہی پر کچھ بھی اعتراض نہ کریگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اسی وصف کے ساتھ تھے جو ہم نے بیان کیا کیونکہ اللہ تعالے
کی فردانیت کے واسطے منفرد تھے اسی سبب سے اپنے نفس کو اللہ تعالے کے واسطے منفرد کیا کہ سوائے حق عز وجل کے کوئی انکی نظر مین
نہ تھا چنانچہ او تعالے نے فرمایا لا شریک لہ جب قلب سے آفتاب جلال کا ظہور ہوا تو درمیان مین کسی غیر کا وجود نہین رہتا جسپر
نظر رہے قولہ وبذلک امرت۔ وہی پاک پروردگار تعالی عزیز جلیل ہی اسی کی شان ہی کہ اسکے قدم کو حدوث سے منفرد سراہا جاوے
اور اسکے سوائے کوئی بھی اس لایق نہین کہ کسی امر مین نظر رکھنے کے واسطے ملحوظ ہو سکے تو عبادت وغیرہ کا کیا ذکر ہی پھر جبکہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ تھی اور اس قابلیت پر او تعالے عز وجل نے پیدا کیا تھا تو یہی بات ہی کہ ابتدائے فطرت مین آپ کے جوہر
کو مخصوص فرمایا جسنے ظہور تجلی الٰہی و کشف ہیبت و عزت کے وقت ہی سب سے اول و اعلی طور پر انقیاد کیا اسی واسطے قولہ بذلک
امرت کے بعد ہی فرمایا وانا اول المسلمین۔ اسمین اشارہ ہی کہ آنحضرت صلعم کی روح و آپ کا جوہر مقدم تھا پھر جملہ موجودات کا ظہور ہوا
اور آنحضرت صلعم سب سے پہلے درگاہ عزت و کبریا عز وجل مین مخاطب بولایت و محبت و رسالت و خلت وغیرہ ہو چکے پس اول الاول
مین حضرت ازل و ابد قدیم عز وجل کا انقیاد کیا اور جن لوگون نے استقامت پر اوہام کو دخل دیا انھون نے وہمی و تصوری باتون پر مدار رکھا
اور سخت گمراہی ہی اللہ تعالے و رسول اس سے پاک ہین تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔ اور جو بات ہی اسکا اشارہ خود

حضرت صلعم نے فرمایا بقولہ کنت نبیا و آدم بین الماء والطین مترجم کہتا ہو کہ یہ معنی صحیح ہین اور صحیح حدیث سے ثابت ہین بعض نے فرمایا کہ قولہ و انا اول المسلمین یعنے او تعالٰے عزوجل کے تصاریف قدرت پر جس طرح وہ تقدیر کے ساتھ جاری ہوتی ہین ایمان لایا اور گردن جھکائی اور اپنی طاقت و قوت سے بیزار ہوا اور یہ تسلیم جو درحقیقت علت ہو مراد اس سے اظہار قدرت ہو کہ جس تصاریف تقدیر پر مین مطیع و منقاد ہون یہ منجملہ اسکی رحمت خاص ہو فافہم واللہ اعلم

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ

تو کہہ اب مین سوائے اللہ کے تلاش کرون کوئی رب اور وہی ہو رب ہر چیز کا۔ اور جو کماوے سو اسکے ذمے پر اور بوجھ نہ اٹھاویگا ایک شخص دوسرے کا

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

پھر تمہارے رب پاس ہو رجوع تمہاری سو وہ جتاویگا جس بات مین تم جھگڑتے تھے اور اسی نے تمکو کیا ہو نائب زمین مین اور بلند کیے تم مین

ع ۲۰ / ۱۱ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

درجے ایک کے ایک پر کہ آزمائے تمکو اپنے دیے حکم مین تیرا رب شتاب کرتا ہو عذاب اور وہ بخشنے والا مہربان ہو۔

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا مفعول کو مقدم کرکے اسی پر ہمزہ استفہام انکاری داخل کیا کیونکہ انکار اسی پر ہو اور رب یعنی الٰہ جسکی عبادت لائق و واجب ہو اور معنی آنکہ غیر اللہ کو رب نہین تلاش کرتا۔ اور اشارہ ہو کہ اللہ تعالٰے معبود و رب ظاہر ہو اسکو چھوڑ کر غیر کو رب بنانے وکافر و مشرک بننے کو مین نہین چاہتا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ اور حال یہ ہو کہ وہی پاک پروردگار رب یعنی مالک و خالق ہر چیز کا وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ذَنْبًا اِلَّا عَلَيْهَا اور نہین کمائی کوئی نفس کسی گناہ کو مگر اپنے ہی اوپر یعنی اسکا وبال اسی پر ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ای ولا تزر نفس وازرة ای اثمة وزر نفس اخری۔ اور نہین اٹھاویگی نفس وازرہ یعنی گناہ کرنے والی کسی دوسرے نفس کے گناہ کو۔ واضح ہو کہ وزر اصل مین بمعنی گرانی و بوجھ ہو کسی تکلیف سے ہو یا کسی وجہ سے ہو اور اسی معنی کر فرمایا ووضعنا عنک وزرک یعنی جو گرانی تجھپر تھی وہ ہمنے تجھسے اٹھادی اور تیرے اوپر سے گرادی۔ اور اس سے گناہ کے معنی نہین کیونکہ آنحضرت صلعم گناہ سے پاک تھے اور یہ تشیع و مردود فرقون کے قول پر لحاظ نہ کرنا چاہیے جو انبیاء کو گنہگار بتلاتے ہین پھر یہان وزر سے مراد گناہ ہو اور یہ نفی ہین جملہ مستقل ہو ابن عباس رضی نے تفسیر کی یعنی کوئی نفس کسی دوسرے کے گناہ مین ماخوذ نہوگا اسمین رد ہو مشرکون جاہلون کا جو ایسا کرتے تھے کہ ایک شخص کے مواخذہ مین اسکے عزیز قریب کو ماخوذ کرتے تھے حتی کہ قبیلہ مین سے ایک شخص کو ماخوذ کرتے تھے اور نیز اسمین نصاری کا رد ہو جو یہ زعم کرتے ہین کہ تمام نصرانی جو گناہ کیا ہین کیا کرین حضرت عیسیٰ نے ان سب کے گناہ اٹھا لیے ہین اور یہ عجیب جہالت ہو۔ اور نیز اس سے رد ہوا عوام جاہل مسلمانون کا جنھون نے یہ طریقہ نکالا ہو کہ مردہ بہت سے گناہ کرکے مرگیا بعد مرنے کے اسکے وارثون نے کچھ لوگون مفلسون کو کچھ مال اس شرط سے دیا کہ مردے کے تمام گناہ تمہارے اوپر ہین اور یہ مال اسکے عوض تمہارا ہو یا بلا شرط مال دیا اور ان لوگون نے اسکے گناہ اپنے اوپر قبول کر لیے پس یہ محض باطل ہو اور گناہ مردے پر رہینگے مگر انکو لوگ اسکے واسطے مغفرت کی دعا کرین اور اللہ تعالٰے مغفرت فرما دے پھر درصورتیکہ شرط کرکے یا بیع کے طور پر مال دیا ہو تو مال واپس کیا جاوے اور درصورتیکہ بلا شرط ہبہ کیا ہو تو مال انکو حلال ہو اور مردے پر گناہ اسکے برقرار رہینگے پھر اس بارہ مین کہ ہر نفس اپنے گناہ کے سوائے دوسرے کے گناہ مین ماخوذ نہوگا بہت آیات ہین مانند قولہ واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة الآية اور یہ جو وارد ہوا کہ ...

مین سب ماخوذ ہو جاوینگے اور زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم ہلاک ہونگے حالانکہ ہم مین نیکوکار ہونگے تو فرمایا
کہ ہان جبکہ زناکاری بہت ہو جائیگی - تو دوسری حدیث عائشہؓ مین مصرح ہے کہ نیکوکار اس گناہ مین ماخوذ نہونگے بلکہ اپنی اپنی نیت ہے اور
یہ عذاب انکے حق مین مین ثواب ہوگا - اور رہا قولہ تعالے ولیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم الآیۃ تو اس سے مراد یہ کہ گمراہی پر چلنے
والا اپنے گناہ لادیگا اور جن لوگو نکو گمراہ کیا تو وہ اپنے گناہ لادینگے اور اسپر بھی انکے مثل گناہ لدیگا اس بات کا کہ اسی نے انکو گمراہ کیا
کما ثبت من قولہ لیحملوا اوزارہم کاملۃ یوم القیمۃ ومن اوزار الذین یضلونہم بغیر علم الآیۃ اور یہی مراد اس حدیث مین ہے کہ جسنے کوئی بدعت
نکالی تو اسپر اسکا گناہ لیا اور قیامت تک جو لوگ اس سے گمراہ ہوتے جاوینگے سب گناہ اسپر لدیگا یعنے انکے گمراہ کرنے کا - اور
اسی طرح جو حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہوا کہ قیامت مین بہت سے توحید والے اہل اسلام بہت بھاری گناہ لادے ہوئے
آوینگے اللہ تعالے انکے گناہون کو یہود و نصاری پر ڈالیگا - پس فقہ حدیث یہی ہے کہ انکی گمراہی سے یہ لوگ دیکھ دیکھکر گناہ مین مبتلا ہو
لیکن دین توحید پر باقی رہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی نفس دوسرے کا گناہ خود نہین اٹھا سکتی ہان اللہ تعالی عزوجل کو اختیار ہے کہ وہ ڈالدے
اور رہا یہ کہ قتل خطا مین جو دیت وغیرہ کو عاقلہ ومددگار برادری برداشت کرتی ہے تو درحقیقت اس سے معارض ہی نہین آیا تو نہین دیکھتا
کہ بردہ آزاد کرنا خود خاطی کے مال پر ہے **وقال الحافظ فی التفسیر** - قولہ تعالے ولا تزر وازرۃ وزر اخری - اللہ تعالی نے اس سے
واقعہ روز قیامت کی خبر فرمائی کہ اسکے حکم وعدل سے نفوس کو انہین کے اعمال پر جزا ملیگی اگر بھلے ہین تو بھلائی اور اگر برے ہین تو برائی
پہونچیگی اور کسی کے خطیہ دوسرے پر نہوگی کما قال تعالی وان تدع مثقلۃ الی حملہا لا یحمل منہ شیء ولو کان ذا قربی الآیۃ - وقد قال
تعالے کل نفس بما کسبت رہینۃ الا اصحاب الیمین الآیۃ اسکے معنی یہ ہین کہ ہر نفس اپنے اعمال بد کے مواخذہ مین گروی ہے سوا اصحاب الیمین
کے جو نہایت نیکوکار مغفور بندے ہونگے پس انکے اعمال نیک کی برکت البتہ انکی ذریات کی طرف پہونچیگی چنانچہ قولہ الذین آمنوا
واتبعتہم ذریتہم بایمان الحقنا بہم ذریتہم الآیۃ مین مصرح کردیا یعنی جو نیکوکار بندے اصحاب الیمین ہین انکی ذریات جو ایمان کے ساتھ
انکے تابع رہی انکو درجات بلند مین ہم انکے مقام پر اپنے فضل وکرم سے پہونچا دینگے اگرچہ ان اعمال بزرگ مین یہ ذریات انکے برابر نہو لیکن
قال المترجم اور البتہ ثابت ہوا اور تحقیق گزر چکی کہ المرء مع من احب - مع آیت کریمہ کے جو لوگ نیکوکارون سے محبت رکھتے ہین
وہ بھی جس سے محبت رکھتے ہین اسکے ساتھ ہونگے حتی کہ جنکو کافرون سے محبت ہے وہ کافرون کے ساتھ ہونگے اور البتہ حضرت
انسؓ نے تمنا کی کہ آنحضرت صلعم وابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی محبت رکھتا ہون اور تمنا کرتا ہون کہ انکے ساتھ ہون اگرچہ مین نے انکے
اعمال حسنات کے مثل عمل نہین کیے ہین **وقال المترجم** قولہ الحقنا بہم ذریتہم مین صریح دلیل ہے کہ حضرات اہل بیت حضرت سیدہ
رضی اللہ عنہا وحضرت حسن وحسین علیہما السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہونگے وہذا کلام وقع فی البین والمقصود انما ہو تفسیر قولہ
ولا تزر وازرۃ وزر اخری وفیما ذکر کفایۃ **وقال فی السراج** یہ جواب ہے مشرکون کے قول کا اتبعوا سبیلنا ولنحمل خطایاکم یعنے مسلمانو
سے کہتے کہ تم ہماری راہ کی پیروی کرو اور ہم تمہارے گناہون کو اٹھا لینگے اور رد ظاہر ہے کہ جو جیسا کرے وہی خود برداشت کریگا
دوسرا اسکا گناہ نہین اٹھا سکتا ہے ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ مَرْجِعُکُمْ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ قیامت مین جو حق پر تھا اور جو باطل پر
تھا سب ظاہر ہو جائیگا اور سب مبطلون کو تہدید ہے کہ وہ اپنے افعال کے عوض عذاب شدید اٹھاوینگے وَہُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ
الْاَرْضِ یعنی اے لوگو خلائف فی الارض - اور خلائف جمع خلیفہ ہے اور معنی یہ کہ خلیفہ کیا تمکو یعنی بعض تمہارے بعض کے خلیفہ ہوتے ہین

رو سے زمین پر یا یہ معنی کہ امم ماضیہ کے تم خلیفہ ہوسے کما قال السدیؒ یا معنی یہ کہ اس نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ نے زمین میں اپنا خلیفہ کیا۔
وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ یعنے مال وجاہ وعلم وشرف وغیرہ میں بعض کو بعض پر فوقیت دی چنانچہ بعض کو غریب ومفلس
ووضیع دبلے پڑھا وغیرہ کیا اور یہ کچھ اسوجہ سے نہیں کہ او تعالیٰ عزوجل کی درگاہ میں کوئی کمی ہو یا نعوذ باللہ بخل یا انکے حال سے نادانی ہو
کیونکہ اسکی درگاہ کبریائی ہر ایسی بات سے پاک ہے جو نقص وعیب کہی جاوے بلکہ یہ سب اسواسطے لِيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ تاکہ تمکو امتحان کرے
اس چیز میں جو تمکو عطا فرمائی ہے پس مطیع وعاصی ظاہر ہو جاوے اور علم الٰہی خوب محیط ہے کہ کون عاصی ہے اور کون مطیع ہے اور کسکا کیا انجام ہے
پس یہ امتحان خود ہر ایک بندہ کے واسطے ہے اور پارہ دوم میں یہ بحث مفصل گزرچکی ہے اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ یعنے جو نافرمانی کرے
اور اسکو عذاب دینا چاہے تو لمحہ بھر کسی وجہ وسبب سے تاخیر نہیں ہو سکتی یعنے کوئی چیز بھی مانع نہیں ہو سکتی ہے وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
اور البتہ او تعالیٰ غفور رحیم ہے ان بندوں کے واسطے جنھوں نے توحید اختیار کی اور شرک سے تقویٰ کیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول پاک
محمد مصطفےٰ صلعم کی تصدیق کی ہے پس جو شخص کہ بدون تصدیق حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے توحید کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے اسواسطے کہ وہ توحید کو جان ہی
نہیں سکتا اور اعتقاد توحید کے بدون آنحضرت صلعم سے سیکھنے کے کبھی نہیں معلوم ہو سکتے پس جو صفات حضرت باری تعالیٰ عزوجل کے
واسطے شایان ہیں اور جو نہیں شایان ہیں مومن کو چاہیئے کہ انہیں آنحضرت صلعم سے اور آپ کی حدیث شریف سے اور سلف صالحین کی فہم
نورانی سے سیکھے اور اپنی ذہنی رائے وقیاس کو جسکو وہ عقل کہتا ہے دور رکھے ورنہ گمراہ ہوگا واعوذ باللہ من الغباوۃ وایھا الہ والضلالۃ
واسئلہ الھدایۃ وھو ربی حسبی ونعم الوکیل **قال الحافظ**۔ اور ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دنیا ہری بھری
میٹھی میٹھی ہے اور اللہ تعالیٰ تمکو اسمین خلیفہ کرنے والا ہے دیکھے تو تم اسمین کیسے عمل کرتے ہو پس تم بچے رہو دنیا سے اور بچے رہو عورتوں
سے کہ پہلا فتنہ بنی اسرائیل کا عورتوں سے شروع ہوا۔ رواہ مسلم۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا کہ اگر مومن جانے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک علوبت ہے تو کوئی بھی اسکے جنت کی طمع نہ کرے اور اگر کافر جانے کہ کیا اللہ تعالیٰ
کے نزدیک رحمت ہے تو کوئی بھی جنت سے مایوس نہو اللہ تعالیٰ نے سو رحمت پیدا فرمائیں اور انمیں سے ایک کو مخلوق کے درمیان
رکھ دیا اسی سے آپس میں رحم وشفقت کرتے ہیں اور ننانوے رحمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہیں۔ رواہ احمد اور ایک روایت میں
ہے کہ قیامت میں رحمت دنیا کے ساتھ انکو جمع فرماویگا۔ رواہ الترمذی ومسلم۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسی ایک جزو رحمت سے یہ ہے کہ باہم
مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں یہانتک کہ جانور اپنا کھر اپنے بچے پر سے اُٹھا لیتا ہے اس خوف سے کہ اسکو صدمہ نہ پہونچے۔ رواہ مسلم
مترجم کہتا ہے کہ قیامت کی رحمت کا کیا ٹھکانا ہے پس بشارت ہے ان لوگوں کو جو ایمان پر پاک صاف مریں اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ کے
ساتھ کچھ بھی شرک نہ کرتے تھے اللھم اجعلنی منھم بفضلک العظیم وانت ارحم الراحمین **فی العرائس** قولہ قل اغیر اللہ ابغی ربا چونکہ
آنحضرت صلعم او تعالیٰ کی درگاہ پاک میں تمام خلائق سے پہلے سے بندہ محبوب تھا اور او تعالیٰ جل جلالہ عزت وکبریائی وربوبیت کی
حضور میں گردن جھکائے مطیع ومنقاد تھا اور کمال متناہی معرفت سے عارف تھا تو اب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ تو اپنی پاک ذات
کو جو حدوث کی علتوں سے مقدس ومبرا ہو گئی ہے بجنوا دے تاکہ ہر سچا بندہ اسکو پہچان لے اور ہر محب وولی اسکے دل وجان
سے اطاعت کرے اور اسکے حکم پر جان فدا کرے پس فرمایا قل اغیر اللہ ابغی ربا یعنی میں تو مشاہدہ قدم الٰہی عزوجل میں ہوں
بھلا میں کسی اور کو اسکے مشاہدہ پر اختیار کرونگا ہرگز نہیں ہرگز نہیں اعوذ باللہ منہ سبحانہ تعالیٰ شانہ تمام جہان میں کسی چیز کی کوئی ہستی ہے

کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم جوزجانی نے معنی آیت میں کہا یعنے بھلا سوائے اوتعالے کے کوئی حافظ وحفیظ ودلیل اور تلاش کرون۔ وہو رب کل شئی۔ اور اُسی نے مجھکو ہموم سے کفایت فرمائی اور ارشد ہدایت مجھکو الہام فرمائی کما قال قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون۔ بالجملہ عارف سے کیونکر ہوسکتا ہو کہ دامن رحمت مین ہو کر غیر کی عبادت کرے **قولہ** ولاتکسب کل نفس الا علیہا۔ اسمین اشارہ ہو جریان تقدیر کی طرف ای لاتعمل نفس الا ما الزمت علیہا فی الازل یعنی کوئی نفس ہو وہ نہین کریگا مگر وہی کام جو ازل مین اسپر لازم کر دیا گیا ہو پھر جب اسنے یہ کام کیا تو اسی نفس پر راجع ہوا اور خالق تعالے اس سے منزہ و پاک ہو بعض نے کہا کہ نہین کماتی کوئی نفس کچھ بھلائی و برائی کو مگر وہ کمائی اسی پر ہو چنانچہ اگر بُرائی کو کمایا تو وہ ماخوذ ہو اور اگر بھلائی کو کمایا تو اس سے سچی نیت مطلوب ہو یعنے قصد صحیح ہو اور ریا و عجب نفس کی خواہش و زینت وافتخار واسپر اعتماد اور احسان سے خالی ہو پھر جب اسکو حاصل کیا تو اسی کے اوپر لازم یاویگا اور وہ کچھ اللہ تعالے کے واسطے نہین کہ اسکی طرف عائد ہو **قولہ** ہو الذی جعلکم خلائف الارض اوتعالی نے خزائن معرفت ومحبت وکمالات پر خلیفہ فرمایا اور جو اسقدر زمانہ دراز گزرنے و نبوت رسالت سابقہ واول الاول مین انکشاف ہوے وہ تکو سب اگلون کی خلافت مین منکشف ہوے اور اسپر اور مقامات مزید بسبب شرف تمہارے نبی صلعم کے عطا ہوئے جو اگلون کو نہ تھی **قال المترجم** شیخ اکبر ابن العربی رح نے ایک دراز کلام سے بیان کیا ہو کہ انکشاف بعض مقامات خاص کا امتیاز آنحضرت صلعم کو جو حاصل ہوا وہ سابق مین کسیکو نہین ہوسکتا تھا اور اسی سے انبیار اولو العزم تمنا کرتے تھے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین سے ہون اور ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ شیخ نے کہا کہ اس امت کو بھی سبقت ہو اور آخر مین ہونے کا بھی بھید ظاہر ہوا اور حدیث سے یہ مضمون ثابت ہوا کہ ہم لوگ پیچھے پیدا ہوے اور ہم کو آخرت مین سب پر سبقت ہو۔ اور اس آیت مین خلافت بعض بعض بھی بیان ہو چنانچہ سابق مین تفصیل گزرچکی کہ اولیار وعرفار ونجبار واوتاد وابدال وغیرہ مین مختلف مراتب ہین اور جب ایک کا انتقال ہوجاتا ہو تو دوسرے گروہ مین سے ایک اُسکا خلیفہ ہوتا ہو یعنے بجائے اسکے قائم ہوتا ہو اور انکے درجات متفاوت ہونے کی تصریح کردی بقولہ ورفع بعضکم فوق بعض درجات بعض انکے بعض کی اقتدار کرتے ہین اور وہ امانت وامان وحجت وبرہان ہین عالمین کے واسطے اور عالمین کو انسے مستقل تعلق نہین بلکہ بایں معنی کہ احکام الہی سے انکو شرف ہو اور یہ احکام اہل عالم کے حق مین ہوتے ہین اور نیز انکے درجہ باعتبار کمالات کے مختلف ہین پس بعض کا درجہ تو معاملات ہین اور بعض کا حالات بعض کا مقامات بعض کا مکاشفات بعض کا مشاہدات اور بعض کا فراسات اور بعض کا کرامات بعض کا مواجید وواردات اور بعض کا حکمیات اور بعض کا دعیات بعض کا معرفت بعض کا توحید۔ اور بعض کا تلوین اور بعض کا تمکین بعض کا یقین بعض کا فنا اور بعض کا بقا بعض کا حیرت اور بعض کا ولہ اور غیبت بعض کا سکر۔ اور بعض کا صحو بعض کا انصاف اور بعض اتحاد۔ اور بعض کا ربوبیت اور بعض کا عبودیت اور ایسے ہی علم عام اور علم خاص اور علم اللطف اور معرفت العلم ومعرفت السر ومعرفۃ علم المجہول وغیرہ ہین اور اس سے اوپر علم کا کوئی مرتبہ نہین ہوتا ہو یہان رسم مندرس وطریق منطمس ہو یعنے ہر حادث فنا ہو کیونکہ وہان کنہ قدم کا ظہور ہو اور قدم کے ساتھ سوائے قدم کے کسی چیز کو بقا نہین ہو پس بندون کو جو اُن مختلف مقامات مین مبتلا کیا تو اسواسطے کہ انکو امتحان فرماوے تا کہ علت حدوث کو قدم مین فنا کرین۔ اور جو شخص ان مقامات مین سے نعت ربوبیت کے ساتھ نکل بھاگا اور مدعی ہوا تو وہ مارا پیٹا جاوے سولی دیا جاوے قتل کیا جاوے جلا دیا جاوے جیسا کہ حسین بن منصور کے ساتھ کیا گیا اور اللہ تعالے اسکی مغفرت فرمائے۔ اور جو شخص کہ ان مقامات

مین بیعت عمودیت رہا اور بندگی پر مستقیم رہا جیسے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کہ ہمیشہ یہی آپ کے کلام سے ثابت ہوا کہ جناب باریتعالیٰ
مین التجا رفرمائی کہ مین بندہ ہون اور نہین کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے تو وہ سکر کے حال مین معصوم رہا اور راہ طریق مین جو
خطرات آ گئے ہین وہ بخشے جاوینگے بسبب قول حضرت باری تعالیٰ کے کہ فرمایا ان ربک سریع العقاب وانہ لغفور رحیم۔ اور بعض مشائخ نے
کہا کہ ولی کا خلیفہ ولی ہے اور صدیق کا صدیق ہے اور بعض کے درجہ کو بعض پر بلند کیا اور بعض کے درجہ کو بعض کے واسطے سے بلند کیا
تاکہ روئے زمین محبت اللہ عزوجل سے اور امان سے خالی نہ رہے بعض مشائخ نے کہا کہ بعض کے درجات کو بعض دیگر پر اسواسطے
بلند فرمایا کہ جو نیچے مرتبہ پر ہے وہ اوپر والے کی اقتدا کرے اور جو مرید ہے یعنے خود ارادت کے ساتھ حضور حق مین رسائی چاہتا ہے وہ اپنے
بندہ کی پیروی کرے جو ازل مین حضرت باری تعالیٰ کے فضل سے مراد ہو چکا ہے چنانچہ امتیان محمدی حضرت محمد صلعم کی پیروی
واقتدا کرین تاکہ درجہ مقصود کو پہونچین۔ فافہم واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَخَمْسٌ اَوْ سِتٌّ اٰيَاتٍ

سورۂ اعراف مکیہ اور وہ دوسو پانچ یا دوسو چھ آیات ہین

وفی السراج اس سورہ کے کلمات تین ہزار تین سو پچیس ہین اور حروف چودہ ہزار تین سو دس ہین پھر یہ سورہ مکیہ ہے سوائے آٹھ
آیتون کے یعنی قولہ واسألہم عن القریۃ التی تا قولہ واذ نتقنا الجبل فوقہم الآیۃ۔ یہی ابن عباس و ابن الزبیر سے مروی ہے اور یہی حسن
و مجاہد و عکرمہ و عطا و جابر بن زید کا قول ہے اور یہ سب سورہ محکمہ ہے اور بعض نے کہا کہ قولہ تعالیٰ واعرض عن الجاہلین کا حکم
منسوخ ہوا اور باقی محکمہ ہے **قال المترجم** پہلے مذکور ہو چکا کہ اعراض و صفح وغیرہ کے مانند احکام داخل نسخ اصطلاحی نہین ہین
وقد فصلہ المفسر فی المقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہون مین خدا کے نام سے کہ وہ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے

المٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ

یہ کتاب اتری ہے تجھکو سو اس سے تیرا جی نہ رکے کہ خبردار کردے تو اس سے اور نصیحت ہو ایمان والونکو چلو اسپر جو اترا

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

تکو تمہارے رب سے اور نہ چلو اسکے سوائے اور رفیقون کے پیچھے تم کم دھیان کرتے ہو

المٓصٓ اللہ اعلم بمرادہ بذالک اس کلام سے جو مراد ہے اسکو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے اور کسی کو نہین معلوم ہے **قال المترجم** مفسر رحمۃ اللہ نے
تمام تفسیر مین یہی اختیار کیا کہ اسکی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ہے اور اتقان مین اسکی بابت ایک بحث طویل لکھی اور ظاہر
کلام مین اسی قول کو مرجح رکھا اور مترجم نے ابتداء سورۂ بقرہ مین بحوالہ بعض متاخرین کے لکھدیا کہ تاویل و تفسیر مین فرق ہے تاویل
اسکی یعنی مایؤول الیہ الامر کو کوئی نہین جانتا سوائے حق تعالیٰ کے اور اسی معنی کر جنت مین کھانا پینا وغیرہ بھی ابھی باعتبار تاویل کے
کوئی نہین جانتا اگرچہ یہ قطعاً معلوم ہے کہ واقع ہوگا اور رہی تفسیر بدین معنی کہ راسخین فی العلم کچھ اشارات جانتے ہین تو یہ بعض سلف سے مروی ہوا

چنانچہ ابن عباس سے المص کی تفسیر میں آیا کہ معنی اسکے انا اللہ افصل یعنی میں ہوں اللہ خوب فیصلہ کرنیوالا۔ رواہ ابن ابی حاتم وکذا قال سعید
بن جبیرؒ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے نام ہے جس سے قسم کھائی ہے اور سدیؒ سے مروی ہے کہ۔ ہو المصور۔ محمد بن کعب نے
کہا ہو اللہ الرحمٰن الصمد۔ ضحاک نے کہا انا اللہ الصادق۔ اور دیگر اقوال ہیں جنکو مفسرؒ نے اتقان میں ذکر کیا اور حق یہ ہے کہ محصول سوز
اور وصل مراد کو رسوخ علم سے سمجھکر اسکے موافق کچھ اشارات سمجھے اور یہ تفسیر صوفیہ سے زیادہ مشابہ ہے اور عموماً اولیٰ یہ ہے کہ یہ سر القرآن
ہے اور بعض متاخرین نے تحقیق کیا کہ عارف کو یہ سر معلوم ہو سکتا ہے مانند علم روح کے اور ممتنع نہیں مانند علم ذات وکنہ صفات کے
واللہ اعلم کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ خبر ہے اور مبتدا اسکا ای ہذا الکتاب مقدر ہے اور خطاب آنحضرت صلعم کو ہے فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْہُ
یعنے تیری طرف کتاب اتاری گئی پس ہرگز نہو تیرے سینہ میں حرج اس سے یعنی تنگی اس کتاب سے باین طور کہ تو ابلاغ کریگا تو تجھکو
لوگ جھٹلا وینگے یا ایذا دینگے کیونکہ اوتعالیٰ تیرا حافظ و ناصر ہے اور بعض نے کہا کہ تنگی اسطرح نہو کہ لوگ کتاب الٰہی کو سنکر ایمان نہ لائیں اور
سخت عذاب میں اسوجہ سے گرفتار ہوے کہ بعد حق ثابت ہو چکنے کے کفر کیا کیونکہ تجھپر پہونچانا واجب ہے اور کچھ غرض نہیں ہے۔ اور
مجاہد و قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ حرج یہاں بمعنی شک ہے کیونکہ شک کرنیوالے کا سینہ بھنچا ہوا ہوتا ہے اور معنی یہ ہونگے کہ تو اسمیں شک
مت کر کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے یہاں سے نازل ہوئی ہے لیکن اس صورت میں یہ بھی بمعنی تعریض امت ہوگی کیونکہ آنحضرت صلعم کے
حق میں تو شک متصور نہیں دو وجہ سے ایک تو آپ نبی معصوم تھے اور دوم آنکہ وحی نازل ہوتی تھی پس لامحالہ امت کو تنبیہ ہے کہ انمیں
سے کسی کو شک نہونا چاہیئے پس قول اول پر تقدیر یہ ہے حرج منہ فی ابلاغہ ضیق نہو اس کتاب سے اسکے پہونچانے میں اور قول دوم
پر تقدیر یہ ہے حرج منہ فی انزالہ شک نہو اسکے نازل ہونے میں۔ پھر انزال کا فائدہ تبلایا لِتُنْذِرَ بِہٖ یعنے نازل کی گئی اسواسطے کہ تو اس سے
گنہگاروں مشرکونکو عذاب سے ڈراوے تحقیقی خبر کے ساتھ وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ اور واسطے نصیحت حاصل کرنے مومنوں کے یا مومنوں کو نصیحت دیوے اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ
اِلَیْکُمْ یعنی قل لہم ذلک مفسرؒ نے قل لہم مقدر کیا اور شاید اشارہ ہے کہ یہ حکم مومنونکو ہے یعنی مومنونکو کہدے کہ اتباع کرو ما انزل الیکم کی اور ظاہر یہ ہے کہ کلام مستانف ہے
کیونکہ مومنین کی تخصیص تو ذکری للمومنین سے ہو گئی کیونکہ نصیحت پند انھیں کو حاصل ہوگی اور یہاں عام حکم دیا جسمیں ہر مکلف شامل ہے مِّنْ رَّبِّکُمْ یعنی اتباع کرو
اس چیز کا جو اتاری گئی تمھارے رب کیطرف سے اور وہ قرآن ہے اور بیضاویؒ نے کہا کہ وہ قرآن وسنت دونوں کو شامل ہے اسواسطے
کہ اوتعالیٰ نے فرمایا۔ ما ینطق عن الھوی ان ہو الا وحی یوحی یعنی رسول نہیں بولتا اپنی خواہش سے بلکہ وہ وحی ہے جو اسکی طرف ایحاء
کیجاتی ہے پس حدیث بھی وحی خفی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تفسیر کبیر میں ہے کہ ما انزل الیکم شامل ہے کتاب وسنت دونوں کو
اور یہی دیگر مفسرین نے کہا ہے اور انزل الیکم۔ فرمایا حالانکہ وہ رسول اللہ صلعم کی طرف نازل ہوا تو اسوجہ سے کہ وہ خطاب سب کو ہے اور
سب پر فرمانبرداری اسکے بواسطہ رسول علیہ السلام کے فرض ہے چنانچہ فرمایا ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا یعنی جو تمکو رسول
دیوے وہ لیلو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو پس کتاب الٰہی کی فہم حاصل ہونے پر ہر ایک پر اتباع فرض ہے اور اس سے
یہ مراد نہیں کہ قرآن بغیر موجودگی رسول کے نہیں لیا جا سکتا بلکہ مراد یہ کہ قرآن کی اتباع فرض ہے جو رسول اللہ صلعم کے واسطے سے تمکو
پہونچا اور حضرت صلعم نے اسکی اتباع پر سخت تاکید فرمائی اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ای لا تتخذوا غیر اللہ
اولیاء تطیعونہم فی معصیۃ اللہ۔ یعنے مت بناؤ غیر خدا کو ولی ومتبوع جنکی پیروی کرو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ورنہ اگر اللہ تعالیٰ
کی فرمانبرداری میں ولی بناوے تو جائز ہے حتی کہ آنحضرت صلعم کی اتباع فرض ہے۔ زمخشریؒ نے کہا کہ مراد یہ کہ شیاطین جن وانس ہیں جو

کسی کو ولی مت بناؤ جو تم کو خواہش نفسانی و بدعتوں پر آمادہ کرین **وقال الرازی فی الکبیر** اس آیت مین دلالت ہی کہ قرآن مین
جو عمومات ہین انکو قیاس سے خاص کرنا نہین جائز ہی کیونکہ عموم قرآن تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہی اور اللہ تعالیٰ نے اُسکی پیروی
واجب کردی ہی پس اسپر عمل کرنا واجب ہی تو ایسی حالت مین قیاس پر عمل کرنا منع ہوا ورنہ تناقض لازم آویگا **وقال المترجم**
اگر یہ مراد ہو کہ باب عقائد مین جو عام جسطرح ہو اسکو قیاس سے خاص کرنا نہین جائز ہی تو صحیح ہی ورنہ قیاس خود مثبت نہین بلکہ مظہر حکم
الٰہی ہی اور ایسی حالت مین کوئی تناقض نہین کیونکہ عموم مذکور بحیثیت ماؤل عمل واجب ہی اور وہ ابتدا تخصیص از قیاس ہی فافہم ۔ مالک بن
دینار نے لاتبتغوا پڑھا از ابتغا یعنی مت طلب کرو سوائے حق کے کسیکو ولی قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ یعنی تذکرون قلیلا ا ۔ بہت کم نصیحت
حاصل کرتے ہو اور ایک قراءة مین تذکرون بتخفیف ہی اور ما زائدہ ہی تاکید قلت کے واسطے آیا ہی حاصل آنکہ باوجود اس فہمائش وسیع
و کثیر کے تمکو بہت کم تذکر ہوتا ہی **قال ابن عطاء** اور یہ بمانند قوله وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین یعنی اگر تو حرص کرے تو بھی بہتیرے
لوگ مومن نہین **ف فی العرائس قوله المص** شیخ نے یہان رسوخ علم سے بعض اشارات کو ذکر کیا اور کہا کہ گویا ان حروف
تہجی سے آنحضرت صلعم کو اشارہ ہی یعنی اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ اپنے رسول علیہ السلام سے اپنے انبیاء سابقین کے قصے و ماجرے
اور انکے ساتھ اسرار و شرائع و حقائق گذشتہ کو بیان کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص شریعت و طریقت سے
مخصوص و ممتاز فرماوے اور گذشتہ و آئندہ حال سے آگاہ کرے تو حروف تہجی سے آگاہ فرمایا اور اُسکے بعید سے بعض اشارہ و
اسرار خطاب سے آگاہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہی کہ رسول اللہ صلعم اس اشارہ سے مراد الٰہی کو سمجھ جائیگا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہی کہ باقی
امت اسکو نہین سمجھیگی پس ایک طویل سورت کو ان چھوٹے سے حروف مین تعبیر فرمایا اور خاصان امت مانند صحابہ و تابعین و اولیاء
متقدمین کے کبھی کبھین بعض اشارہ کو سمجھ جاتے ہین منجملہ اسکے یہ کہ حروف مقطعات رموز قرآن ہین جنکو بعض علماء ربانی سمجھتے ہین
پس اس مقام پر الف اشارہ ہی آدم سے چنانچہ آدم کے اول مین الف موجود ہی پس الف سے اشارہ آدم کے حال و قصہ و ابتداء خلقت و
ملائکہ پر پیش ہونا اور جنت مین جانا اور وہان سے باہر آنا وغیرہ حالات کی طرف ہی وہ اصل خلقت ہین اور دیگر جو لوگ شاخین ہین وہ ذکر
مین آدم کے تابع ہین اور الف کا اشارہ علم الاسماء کی طرف ہی بقوله وعلم آدم الاسماء اور اس اسماء مین علم ذات مع جمیع صفات اور
نعوت و افعال کا ہی اور علم گذشتہ و آئندہ کا ہی پس آنحضرت صلعم کو اس الف سے تمام وہ علم سکھلا دیا جو آدم علیہ السلام کو جمیع اسماء
کے علم سے حاصل ہوا تھا کیونکہ آنحضرت صلعم تمام اولین و آخرین سے زیادہ لطیف تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بزرگ قدر
اور زیادہ مقرب تھے پس موافق قرب کے اشارہ بھی زیادہ لطیف فرمایا جو اوروں پر زیادہ خفی ہو گیا لام سے اس مقام پر قصہ تجلی موسیٰ
علیہ السلام و کوہ طور کی خبر فرمائی اور ان احوال ماضیہ سے آپ کو آگاہ کیا میم سے شان موسیٰ داول سے آخر تک انکے واقعہ کی خبر دی
اور حروف ص سے قصص نوح و ہود و صالح و شعیب و لوط اور تمام ماجرا انکا ابتدا سے آخر عمر تک جو کچھ گذرا ہی اس سب سے
آگاہ فرمایا اور اسی حرف صاد مین انکے صبر و تحمل اور مشقت و بلاء الٰہی اور صدق محبت و وفاداری و صدق باعمال و اقوال کا بیان ہی
اور تصدیق اس بات کی کہ حروف کے تحت مین پوری کتاب مندرج ہوتی ہی وہ حدیث ہی جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو حروف تہجی عطا فرمائی اور ہر حرف ایک کتاب تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدم کے واسطے
قال المترجم حروف تہجی کہ نقطہ منشاء علوم و معرفت ہو کچھ بھی بعید نہین و قدمر فی تفسیر البسملة عن بعض التابعین ما یشیر الی ہذا ایضا

نص صریح فهم المراد ههنا کانه عرفان مع العلم لا التصویر باللفظ والافقه بین فی مواضع من الکتاب العزیز وظاهر کلام الشیخ یدل علی ذلک فافهم والله اعلم
اور نیز حرف الف سے اوتعالیٰ نے میں قدم سے خبر دی اور اپنی ذات پاک کی وحدانیت کو بتلایا جو افتراق واجتماع سے منزہ ذات پاک ہے
اور جمیع مخلوقات کو اسی نے صادر فرمایا ہے کیونکہ تمام موجودات و وجود کا صدور اسی پاک پروردگار تعالیٰ سے ہے جیسا کہ مصدر جمیع الحروف ہے
اور نیز حرف الف سے سر الاسرار اور صرف الانوار کی خبر دی اور جو کچھ تمام حروف میں علم اولین و آخرین تھے سب اسمیں ظاہر کیے اور یہ
نہایت دقیق اشارہ بجانب آنحضرت صلعم ہے پھر حرف لام سے اسکو واضح کیا بغرض ترغیب خاطر و زیادت ادراک کیے۔ پھر حرف میم سے
خطاب مصرح کردیا پھر حرف صاد سے حروف کے خواص بیان فرمائے کیونکہ اسمیں وسعت جمیع حروف ہے پھر علوم میں تفہیم فرمائی اور
تمام سورہ سے تمام مخلوق کو علم دیدیا کیونکہ علم اسرار میں انکو ادراک و معرفت نہیں ہے اور جسقدر مفصل و مفسر ہوتا جاوے انکی فہم سے بالا ہو جائیگا
اور نیز الف لام سے اسرار ازلیت اور ازلیت کو بیان فرمایا تو نہیں دیکھتا کہ کیونکر الف کو لام سے نسق کیا بغرض اظہار اشارہ کے تاکہ
قدم میں حدیث عدم باقی نہ رہے اور ظاہر ہے کہ جو لام والف بمعنی عدم ہے وہ کیونکر اشارہ قدم ہوگا پس ایک کو دوسرے سے نسق کردیا
تاکہ نفی کی بات نہ رہ جاوے کیونکہ نفی ایک علامت ہے جو حوادث پر واقع ہوتی ہے حالانکہ حوادث کا ذکر قدم میں نہیں ہے پس الف سے احدیت الالٰہیہ
کی خبر دی اور لام سے ازلیت سرمدیہ کی خبر دی پھر میم سے محبت قدیمیہ کی خبر فرمائی اور صاد سے صفات قائمہ بالذات کی خبر دی
الف سے ذات میں ذات کی خبر دی جو واحد ہے پھر لام و میم و صاد سے شمول صفات قدیمیہ کی خبر فرمائی۔ الف از ذات اور میم از صفت
ازل اور صاد از صفت محبت ہے اور صاد میں جمیع صفات کی خبر ہے۔ محمد بن علی الہاشمی نے کہا کہ میں نے ابن عطا رح سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ نے
حروف کو پیدا کیا تو انکے واسطے ایک سر باطن قرار دیا پھر جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اسمیں اس سر مخفی کو مندرج کیا اور ملائکہ میں
اس بھید کو منتشر نہیں فرمایا تھا پس یہ حروف حضرت آدم کی زبان پر فنون جریان و فنون لغات جاری ہوئے جنکی اللہ تعالیٰ نے صورتیں
پیدا کردیں قال الحسین الالف تو الف المالوف ہے اور اللام لام الالاء ہے۔ المیم میم ملک ہے والصاد صاد صدق ہے اور فرمایا
کہ قرآن میں ہر چیز کا علم ہے اور علم قرآن کا حروف مقطعات میں ہے اور علم حروف کا لام الف میں ہے اور علم لام کا الف میں ہے اور علم الف کا
نقطہ میں ہے اور علم نقطہ کا معرفت اصلیہ میں ہے اور معرفت اصلیہ کا علم ازل میں ہے اور علم ازل کا مشیت میں ہے اور علم مشیت کا غیب الہو
میں ہے اور غیب الہو وہی ہے کہ نہیں مثل اسکے کوئی چیز لیس کمثلہ شیٔ مترجم کہتا ہے کہ بحمد اللہ تعالیٰ کہ مترجم کو یقین ہے کہ جملہ علوم اس کتاب مجید
میں ہیں اور عدم العلم مستلزم عدم نہیں اگر کسی کو معلوم ہوتا تو وہ اپنے اوپر لفریں کرے کہ اسقدر کدورات میں کیوں مبتلا ہے اور قد ثبت
فی غیر آیۃ ان الکتاب العزیز یحوی علم کل شیٔ بل ھو تبیان لکل شیٔ ومنہا قولہ تعالیٰ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض
ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین شیخ ابو محمد الجریری نے کہا کہ ہر لفظ و ہر ہر حرف کے واسطے ایک مشرب فہم خاص ہے جس سے
اسکی معرفت ہوتی اور دوسرے کی معرفت اس سے نہیں ہوتی اور اس مشرب کے واسطے جداول خاص ہیں سنا ہے کہ فرمایا المص
میں الف کے واسطے انکے نزدیک ایک فہم ہے اور فہم کے واسطے انکے حضر میں استماع ہے بجانب حسن مخرج و مذاق شیرین جو موجود
ہے بنظر متکلم اور اسی طرح لام کے واسطے حسن استماع و مخرج سوائے مخرج الف کے اور مذاق فہم موجود ہے اسی طرح میم کے واسطے
حسن استماع از مخرج غیر لام و طعم فہم موجود ہے اور صاد کے واسطے حسن استماع بجانب حسن مخرج و طعم فہم موجود سوائے میم کے ہے پس
یہ سب متکلم کے ملاحظہ سے مندرج ہوا ہے قال الحسین الالف الف ازل ہے اور اللام لام ابد ہے اور میم ان دونوں کے درمیان ہے

اور صاد اتصال اُس شخص کا جو متصل ہوا اور انفصال اُس شخص کا جو منفصل ہوا اور حقیقت مین نہ اتصال ہے اور نہ انفصال ہو مگر یہ الفاظ حسب
عبارات جاری ہوتے ہین کہ کچھ فہم و بیان حاصل ہو حالانکہ درگاہ حق تعالیٰ جملہ الفاظ و عبارات سے مصئون محفوظ ہو **قولہ** کتاب انزل الیک
پہلے مذکور ہوا کہ حروف اسرار کتاب ہین اور تصدیق اُسکی یہ کہ بعد المص کے فرمایا کتاب انزل الیک یعنی یہ حروف المص کی کتاب
اسرار ہین جو تیری طرف نازل ہوئے ہین **قال المترجم** ہر چند کہ ہر ایک المین سے کتاب ہو تو مقتضا سے ظاہر کتب انزلت ہوتا اگر
ایسا تھا لیکن پردۂ نزول مین صورت امتزاجی سے کتاب واحد ہوئی یا الکتاب جنس ہو فتامل **قولہ** فلا یکن فی صدرک حرج منہ
یعنی تیرے سینہ مین انکی عدم شناخت کی تنگی نہو اور انکے ادراک مین نافہمی سے دل گرفتگی نہو یعنی مت خوف کر اس بات کا کہ تو
اسمین ہمارے اشارات کو نہین سمجھے گا کیونکہ تو مخصوص بعلم لطائف و حقائق ہو اور تیرا سینہ بسبب کشائش نور تجلی جمال کے بہت
کشادہ ہو پس اسمین مقام قبض و گرفتگی کو دخل نہین ہو اور تصدیق اسکی قولہ انزل الیک ہو یعنی ان اسرار کو سوائے تیرے کوئی اور
برداشت نہین کر سکتا۔ یہ تیرے ہی واسطے مخصوص اور تجھی کو اسکے فہم کی استعداد عطا ہوئی ہو پس انکی ہیبت سے تیرے سینہ مین کچھ بھی
گرفتگی طاری نہو کیونکہ انکی سمجھ و تعبیر آسان ہو جائیگی **ابن عطا** رح نے قولہ کتاب انزل الیک مین کہا کہ یہ ایک عہد خاص ہو جس سے دیگر
انبیاء علیہم السلام کے درمیان آنحضرت صلعم کو مخصوص فرمایا یعنی تو خاتم الرسل ہو اور تیرا عہد تمام عہود کا خاتمہ ہو تاکہ اس سے تیرا سینہ
کشادہ ہوا اور تیری آنکھین ٹھنڈی ہون۔ **جنید** رح نے کہا کہ قولہ فلا یکن فی صدرک حرج منہ یعنی تیرا دل اسکے اُٹھانے اور اسکے بوجھ
سے تنگ نہو کیونکہ صفات کا برداشت کرنا بہت بھاری ہوتا ہو مگر اُسی شخص پر جو قبول مشاہدہ سے تائید کیا گیا ہو **قال النوری** رح
انوار حقائق جب سرائر پر وارد ہوتے ہین تو انکی برداشت کرنے سے بہت بوجھ کے تنگ ہوتا ہو جیسے آفتاب کی شعاعین اسکی
نہایت کے ادراک سے مانع ہین **قال القرشی** رح اللہ تعالیٰ نے اس سورہ مین قصہ پیغمبر کلیم اللہ موسیٰ علیہ السلام کا بیان کیا تو معلوم تھا
کہ قلب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے واسطے حرکت و جنبش کریگا تو حکم دیا کہ فلا یکن فی صدرک حرج منہ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام سے طور پر کلام
ہوا اور تجھسے ہر حضور و صورت سے باہر کلام ہوا اور اسکو مشاہدہ سے محرومی ہوئی اور تجھکو نصیب ہوا **قال الاستاد** رح کتاب جب تجھ کو فقد
اور غم و دوری و فراق سے شفا ہو اور قولہ فلا یکن فی صدرک حرج مین اشارہ ہو کہ ہر قبض سے سینہ تیرا حفظ الٰہی مین محفوظ ہو اور صدرک
فرمایا اور قلبک نہین فرمایا کیونکہ قلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تجلی شہود مین تھا اور اسی واسطے فرمایا ولقد نعلم انک یضیق صدرک
بما یقولون اور یہان بھی قلبک نہین فرمایا اور اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ رب اشرح لی صدری اور آنحضرت صلعم کے واسطے فرمایا
الم نشرح لک صدرک کیونکہ قلب تو شہود مین دائمی ہو اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تنام عینای ولا ینام قلبی یعنی میری آنکھین سو جاتی
ہین اور دل میرا نہین سوتا ہو اور کہا کہ اسمین ایصال لذت ہو کہ تجھکو ایک لذت پہونچتی ہو اور صاحب لذت کو حرج و تنگی نہین ہوا کرتی
قال المترجم پہلے اتباع کا عموماً حکم دیا پھر شروع فرمایا کہ اگلی امتون کو بسبب نافرمانی و اعراض حق کے کیا مصیبت عذاب پہونچا بقولہ

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ

اور کتنی بستیان ہمنے کھپا دین کہ پہونچا اُنپر ہمارا عذاب راتون رات یا دوپہر کو سوتے پھر یہی تھی انکی پکار جب پہونچا انپر

بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝

ہمارا عذاب کہ کہنے لگے ہم تھے گنہگار سو ہمکو پوچھنا ہو اُنسے جن پاس رسول بھیجے تھے اور ہمکو پوچھنا ہو رسولون سے

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ۝

پھر ہم احوال سنائینگے انکو اپنے علم سے اور ہم کہیں غائب تھے۔

وَكَمْ مِّن قَرْيَةٍ کم خبریہ مفعول ہو ایسے فعل کا جو حذف ہوا بشرط تفسیر چنانچہ اہلکنا اسکی تفسیر کرتا ہو اور بعض نے کہا کہ مبتدا ہو اور اہلکنا اسکی خبر ہو اور اول ارجح ہو اور قرآن مجید میں بہت تاکید کثرت کے ساتھ وارد ہوتا ہو اور قریہ وہ جگہ جہاں لوگ مجتمع ہوتے ہوں اور معنی یہ کہ اور بہت سے قریہ۔ اور مراد قری سے اہل قری ہیں بسبب قول مابعد اَهْلَكْنَاهَا ہمنے انکو ہلاک یعنی وہاں کے لوگونکو ہلاک کیا۔ وفی السراج اور بعض نے کہا کہ تقدیر مضاف یعنی اہل کی کچھ حاجت نہیں ہو کیونکہ قریہ خود بھی تباہ و برباد ہو جاتا ہو جیسے قریہ والے تباہ ہوتے ہیں اور ہلاک اپنے حقیقی معنی پر بھی ہو سکتا ہو اور مفسرؒ نے ارجح یہ قرار دیا کہ اہلکنا کے معنی یہ کہ ہمنے انکے ہلاک کا ارادہ کیا بقرینہ قول مابعد فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ای فجاءہا عذابنا لیلا وہم نائمون او بالظہیرۃ والقیلولۃ استراحۃ نصف النہار وان لم یکن معہا نوم ای مرۃ جاءہا لیلا ومرۃ جاءہا نہارا یعنے آیا انپر ہمارا عذاب رات میں یا دوپہر کو اس حالیکہ وہ سوتے تھے دوپہر کو وقت سخت گرمی کے اور قائل یعنی قیلولہ کنندہ از قال یقیل قیلولۃ اور قیلولہ دوپہر دن کے وقت استراحت لینے کو کہتے ہیں اگرچہ نیند نہ آوے اور حاصل انکا انپر عذاب ہمارا کبھی رات میں آیا اور کبھی دن میں آیا یعنی کسی قوم پر رات میں جیسے قوم لوط پر اور کبھی قوم پر دن میں جیسے قوم شعیبؑ پر آیا۔ اور انہیں دونوں وقتوں کو اسواسطے خاص کر بیان فرمایا کہ یہ دو اوقات استراحت و غفلت ہیں پس انہیں عذاب طاری ہونا نہایت فظیع ہو کما قال تعالیٰ افامن اہل القری ان یاتیہم باسنا بیاتا وہم نائمون اوامن اہل القری ان یاتیہم باسنا ضحی وہم یلعبون پس کافرون کو تہدید و وعید ہو گویا کہا گیا کہ امن واجب کے اسباب تمکو مہیا کر دیے گئے انپر مغرور ست ہو کیونکہ عذاب الٰہی جب اترتا ہو تو دفعۃً نازل ہوجاتا ہو **قال البیضاوی** - قولہ او ہم قائلون معطوف ہو بیاتا پر گویا یوں کہا گیا فجاءہم باسنا بائتین او قائلین پس ہم قائلون بحذف واو حال اسواسطے آیا کہ دو حرف عطف کا اجتماع لازم نہ آوے کہ ثقیل ہو کیونکہ واو حالیہ دراصل واو عطف ہو جو وصل کے واسطے مستعار لیا گیا ہو اور ضمیر پر اکتفا کرنا نہیں کہ غیر فصیح ہو۔ اور ان دونوں تعبیر میں انکی غفلت و عذاب سے بیخوفی میں مبالغہ ہو فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ ای قولہم یعنی دعوی یہاں معنی قول ہو وقال البیضاوی - ای فما کان دعاؤہم واستغاثتہم - یا دعوی بمعنی ادعاء ہو اور مصدر مجہول ہو یعنی جسکو اپنے دین میں ادعاء کرتے تھے اِذْ جَاءَهُم بَأْسُنَا یعنے بوقت عذاب آنے کے انکا ادعا یا دعاء و استغاثہ کچھ نہ تھا إِلَّا أَن قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ مگر یہی کہ کہنے لگے کہ ہم ظالم ہیں یعنی رسولؐ کی اور حکم تنزیل کی اتباع نہ کرنے میں اپنے ظالم ہونے کا اقرار کیا حاصل آنکہ ایسے وقت اقرار کیا کہ اسوقت کبھی مفید نہیں اسواسطے کہ ایمان تو استدلال غیب پر ہو اور اسوقت ایمان کچھ نہیں جبکہ معاینہ ہوگیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی قوم نہیں ہلاک ہوئی یہانتک کہ خود انکا اقرار ثابت ہوگیا کہ ہمنے واقعی ظلم کیا ہو۔ ابن سنان نے کہا کہ میں نے عبد الملک بن میسرہ سے پوچھا کہ یہ کیونکر ہو فرمایا کہ اس آیت سے فما کان دعوٰہم اذ جاءہم باسنا الا ان قالوا انا کنا ظلمین۔ اس حدیث کو ابن جریرؒ نے روایت کیا اور کہا کہ حدیث۔ آیت میں واضح تہا یوں ہی پھر اوتعالے عز و جل نے جملہ مکلفین کو شمول کر کے پھر منکرو نکو عذاب دنیاوی سے تہدید کرنے اور اسکے ضمن میں مومنون کو استبشار کرنے کے بعد پھر منکرون و کافرون کو عذاب اخروی سے سخت وعید فرمائی بقولہ فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ فا ترتیبیہ کہ یعنے بعد عذاب دنیاوی کے اگر واقع ہوا یا نہو جیسے مشیت ہو پھر ضرور آخرت میں یہ دا قعہ ہوگا اور لام قسم ہو یعنے ضرور ہم پوچھینگے ان لوگون کو جنکی طرف ارسال کیا گیا کہ انھون نے رسول کو کیا جواب دیا اور

انکے ابلاغ پر کیا عمل کیا وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ اور ضرور ہم رسولون کو پوچھین گے کہ کیونکر رسالت کو پہونچایا عبد اللہ بن عمر رضی سے روایت ہے کہ تم مین سب راعی ہین اور سب اپنی رعیت سے سوال کیے جاوینگے پس امام پوچھا جائیگا رعیت سے اور رعیت کا مرد پوچھا جائیگا اپنے اہل خانہ وعیال سے اور جورو پوچھی جائیگی کہ شوہر کے گھر مین کیا برتاؤ کیا اور غلام سے پوچھا جائیگا کہ اپنے آقا کے مال مین کیا کیا۔ لیث نے کہا کہ مجھسے ابن طاؤس نے ایسی ہی حدیث بیان کی پھر یہ آیت پڑھی فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین اصل حدیث بدون زیادت استدلال آیت کے صحیحین مین موجود ہے وحاصل التفسیر کما قال ابن عباس رضی کہ اللہ تعالیٰ لوگون کو سوال مین ماخوذ کریگا کہ رسولون کو کیا جواب دیا اور رسولون کو پوچھیگا کہ رسالت کیا پہونچائی ہے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لا یسئل عن ذنوبہم المجرمون مشرکون سے انکے گناہون کی پوچھ نہ ہوگی یعنی سیدھے دوزخ مین گھسیٹے جاوینگے تو جواب یہ ہے کہ رسولون کی اجابت دعوت اور ایمان پر اعمال ہین اور مشرکون نے جب قبول نہ کیا تو جملہ اعمال انکے نیست ہین کیونکہ انہین سے کوئی عمل عبادت نہین ہو سکتا پس صرف یہ پوچھا جائیگا کہ رسول کو مانا یا نہین مانا پھر جب اعمال کا وقت آویگا تو مشرکون کے اعمال کی کچھ پوچھ گچھ نہ ہوگی بلکہ قطعاً جہنمی ہین حاصل آنکہ اوقات مختلف ہین اور سوال بھی مختلف ہین جیسا کہ ظاہر ہے بالجملہ مشرکون سے پرسش ہوگی کہ ہمارے رسول کا کیا جواب دیا اور رسولون کے ابلاغ رسالت کو بھی پوچھ لیا جائیگا تاکہ مشرک یہ دعویٰ نہ کرین کہ انھون نے ہمکو پیغام نہین پہونچایا پھر مشرک انکار بھی کرینگے جیسا کہ گذرا اور انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور عالم الغیب والشہادۃ کے حضور مین یہ انکار کیسا چل سکتا ہے چنانچہ فرمایا فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ پھر البتہ ہم خبر دینگے انکو جو کچھ انھون نے کیا ہے اپنے علم پاک قدیم سے وَمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ اور ہم تو غائب نہ تھے جبکہ رسولون نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کو پہونچایا اور گذری امتون نے جو کچھ اعمال کیے یعنی سب کچھ ہمارے علم مین نہایت صحیح وتحقیق کے ساتھ حاضر ہے اور یہ سوال تو فقط عدل وانصاف کی تحقیق کے واسطے ہے واضح رہے کہ ان دونون سوالون مین بڑا فرق ہے خصوصیں کا فرون سے رسولون پر رسالت نہ پہونچانے کی تہمت لگانے کے وقت رسولون سے سوال ہونا درحقیقت کافرون پر غضب مزید ہے۔ فی العرائس قولہ فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین اس سوال مین ایمان لانے والے بندے بھی آرینگے کیونکہ انکی طرف بھی رسالت پہونچی پس انسے خطاب کے سمجھ لینے اور حرمت واحترام وعظمت کے ساتھ اسکے قبول کرنے اور اتباع سنت کے ساتھ اس پر عمل کرنے کا مضمون بھی شامل ہے قال المترجم نعفراً انک اللہم غفرانک سبحانک انت الملک الرحیم [illegible] استغفرک واتوب الیک۔ شیخ نے کہا کہ رسولون سے ادائے رسالت کا سوال ہوگا ایسے کلام سے جو بمقدار عقول ہو اور یہ اسرار شفقت سے ہے قال المترجم معنی یہ ہین کہ رسولون نے معرفت وتوحید بقدر عقول بشری پہونچائی پس الاتم معرفت وتحقیق معرفت جو عقول بشری سے بالا ہے اس سے از راہ شفقت معذور فرمائے جاوینگے اور یہ محض رحمت ہے اللہم لک الحمد انت ارحم الراحمین شیخ ابو حفص نے کہا کہ جن لوگون کی طرف رسالت پہنچی انسے ختم وعذاب وغیرہ کا سوال ہے اور جنکو رسالت لیکر بھیجا یعنی رسولون سے انکی تبلیغ وتبیین وغیرہ کا سوال ہے۔ قولہ فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین اس مین اشارہ ہے کہ بندگان مشتاق سے حکایت حال ہے کہ منہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا۔ یعنی حضور الٰہی غرض ہین اور انکو وعدہ وصال اور باری ملاقات کے شوق مین انکا کیا حال تھا اور نیز جو لوگ کفر وشرک مین ملوث ہوئے انکا کیا حال تھا انکے اعمال بھی دکھائے جاوینگے وغیرہ بیان ہوگا اور انسے درگاہ عظمت وجلال پاک ہے اور نیز انکا حال ظاہر کیا جائیگا کہ جو کچھ ہوا وہ اسکے حقائق سے اور ان جاہلین کے [illegible] لطف [illegible] کے حقائق ظاہر ہونگے اور قولہ وما کنا غائبین مشتاقون کے دردوں اور عاشقون کے آنسو بہانے سے اور کافرون ومشرکون وغیرہ کے تکبر سے [illegible]

اور تعالےٰ کو غیبت نہین بلکہ سب کو وہ دیکھتا ہی حتی کہ جب یہ موجودات عدم مین تھے تب ہی سے اسکے علم قدیم مین یہی علم ہی جسمین ذرہ برابر تفاوت نہین ہوسکتا فسبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ قولہ فلنقصن علیہم بعلم یعنی انکے حال عدم وجود کے علم قدیم سے سب اخبار ہوگا **قال المترجم** بالجملہ یہ پوچھنا وخبر دینا تحقیق عدل کے واسطے ہی ورنہ اللہ تعالےٰ خوب دانا ہے نہان وآشکارا سے۔

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

اور تول اُس دن ٹھیک ہی پھر جنکی تولین بھاری پڑین سو وہی ہین جنکا بھلا ہوا اور جنکی تولین ہلکی پڑین سو وہی ہین

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ○

جو ہارے اپنی جان اسپر کہ ہماری آیتون سے زبردستی کرتے تھے

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ای والوزن الحق کائن یومئذ یعنی قیامت کے روز وزن حق ہونیوالا ہی یعنی سوال مذکور کے روز وزن عدل ہوگا کہ کسی نفس پر ذرا ظلم نہوگا۔ کما قال تعالےٰ ونضع الموازین القسط لیوم القیمۃ فلا تظلم نفس شیئا وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بہا وکفی بنا حاسبین یعنی رکھینگے ہم میزانہا سے عدل کو روز قیامت مین پس کسی نفس پر کچھ ظلم نہین کیا جائیگا اور اگر رائی کے دانہ برابر ہوگا تو ہم اس کو لا دین گے اور ہما حساب کرنیوالا ہونا کافی ہی اور ذکر میزان کا بہت سی آیات مین آیا منجملہ انکے قول اللہ تعالیٰ فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ۔ اور قولہ فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون ومن خفت موازینہ فاولئک الذین خسروا انفسہم فی جہنم خالدون۔ اور احادیث اس باب مین بہت کثرت سے ہین جو صحاح وسنن ومسانید مین مروی ہین بالجملہ میزان حق مین اس روز وزن ہوگا فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ پس جنکے موازین گران ہونگے نیکیون سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس ایسے ہی لوگ مفلحین ہونگے یعنی فوز عظیم انہین کو حاصل ہوگا وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ اور جنکے موازین ہلکے ہونگے بسبب گناہون کے فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ پس یہی لوگ ہین جنھون نے خسارہ مین ڈالا اپنی جانون کو بسبب اسکے کہ لے گئے اسکو دوزخ مین بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ بسبب ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرنے کے یعنے بسبب کفر وانکار آیات الٰہی کے۔ ف۔ موازین جمع ہی اور ہر شخص کے واسطے ایک میزان ہوگی پس جمع کے معنی کیا ہین تو جواب یہ ہی کہ زبان عرب مین اہتمام خبر مین کبھی واحد کی جگہ جمع لاتے۔ اور بعض نے کہا کہ ہر بندہ کے واسطے میزان علیحدہ ہوگی حسن بصریؒ نے کہا کہ حق ہی اس ترازو پر جسمین نیکیان رکھی جاوین یہ کہ جھک جاوے اور حق ہی اس ترازو پر جسمین برائیان رکھی جاوین یہ کہ ہلکی ہو جاوے اور بعض نے کہا کہ ترازو مین دو پلڑے زبان و بانٹ ہوتا ہی اور وزن بدون ان سب کے تمام نہین لہذا جمع کردیا اور بیضاوی نے جواب دیا کہ بسبب موزونات مختلف ہونے اور متعدد وزن ہونے کے جمع فرمایا پس وہ جمع موزون ہی یا جمع میزان ہی۔ اور بعض نے کہا کہ وزن ومیزان بمعنی عدل وقضا ہی اور بجائے انکے وزن ومیزان کا ذکر کرنا ضرب المثل کے طور پر ہی جیسے بولتے ہین کہ یہ کلام اس وزن پر ہی اور یہی مجاہدؒ سے روایت کیا جاتا ہی اور زجاج نے کہا کہ زبان عرب مین ایسا بول چال شائع ہی اور یہی معتزلہ نے اختیار کیا جیسے کہ معتزلہ کی عادت ہی کہ جو بات انکی عقل مین جسطرح آتی ہی اسیطرح اسکو اختیار کرتے ہین اور یہان تو خیر زبان محاورات سے بھی اتفاقاً مطابقت ہوگئی۔ زجاجؒ نے کہا کہ اتباع یہان بھی اس خبر کا چاہیئے جو صحاح ومسانید مین وارد ہوا یعنے میزان بمعنی حقیقی اور قشیریؒ نے کہا کہ اسمین زجاجؒ کا قول درست ہی کیونکہ صراط کا لفظ دین حق پر اور جنت ودوزخ واردات ارواح پر سوائے اجسام کے اور شیاطین وجن کا لفظ اخلاق مذمومہ پر اور ملائکہ کا لفظ قوی روحانیہ پر نہین محمول کیا جاتا اور صدر اول سلف وخلف صالحین نے اس امر پر اجماع کیا کہ ان ظواہر کو بدون تاویل کے لینا واجب ہی اور تاویل

سے منع کرنے پر اجماع کیا پس بہ طور ظاہر مذکورہ نصوص ہوگئے۔ یہ قول نہایت صحیح ہے اور مجاہدؒ سے قول تاویل صحت کو نہیں پہونچتا اور
جن بدعتیوں نے تاویل کی انکی تاویل کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کیا وہ لوگ اس امر کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر جانتے ہیں
کہ وہ میزان حقیقی عدل کی قائم کرے اور اگر یہ نہیں ہے تو پھر یہ کہنا کہ عقل میں نہیں آتا محض جھوٹ ہے یا دیوانگی و جہالت ہے اور اگر ان
جاہلوں کی عقل میں نہیں آتا تو ہمکو ان جاہلوں کی عقل کا اعتبار نہیں ہے جو عقول صافی و پاکیزہ ہیں انمیں کچھ بھی بعید نہیں معلوم ہوتا آیا تو نہیں
دیکھتا کہ نورانی عقول حضرات صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خوب یقین سے قبول کیا اور برابر مومنین اسی پر اہل حق سے تھے
یہانتک کہ ایک زمانہ کے بعد ان جاہلوں کے سینوں سے جہالت کا دھواں نکلا اور اسنے تمام جہان کو تاریک کر دیا پس بچا وہ جسکو اللہ
تعالیٰ نے ازل میں بچایا ہے اور گمراہ ہوا وہ جو شقی تھا اور کیونکر اسطرح مصرح آیات اور صحاح احادیث کی تاویل روا ہو اور بہت سی
احادیث صحیحہ مشہورہ ہیں جنمیں تاویل کی گنجائش نہیں اور اگر خوف طوالت نہوتا تو میں ان احادیث کو نقل کرتا کیونکہ بعض جہلاء اس زمانہ
میں اہل ایمان کو وسوسہ میں ڈالتے ہیں اور شقی و بدبخت لوگ انکے دنیاوی عروج کو دیکھکر دام فریب میں آجاتے ہیں لیکن
اتنا بحث میں بضرورت یہ آجائیگا وہی کافی ہے ازانجملہ مفسرؒ نے کہا کہ وزن ایسی میزان سے ہوگا جسکے زبان اور دونوں پلے ہیں
جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے یہاں اسیقدر پر اکتفا کیا اور بدور السافرہ و تفسیر و بعض رسائل میں گونہ بسط کیا ہے حضرت سلمان
فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میزان قائم کیجاویگی اسکی زبان دو پلے ہیں اگر ایک پلہ میں آسمان و زمین اور جو انمیں ہے
سب رکھا جاوے تو سما جاوے رواہ اللالکائی فی السنۃ وابن المبارک فی الزہد وقد رواہ ابو الشیخ عن ابن عباس بمثلہ موقوفا۔ پھر جب
صحیح ہوا کہ وزن و میزان سے حقیقی معنی مراد ہیں تو پھر یہاں وزن کو مطلق فرمایا ہے پس آیا اعمال کا وزن ہوگا یا ان صحیفوں کا جن میں
اعمال درج ہیں یا اس شخص کا جسکے اعمال **قال الحافظ** وغیرہ بعض نے کہا کہ اعمال رکھے جاوینگے اور اعمال اگرچہ اس جہان میں
اعراض ہیں لیکن یہ مسلم نہیں کہ درحقیقت وہ اعراض ہیں علاوہ بریں اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ بصورت جواہر آویں اور قلب ماہیت ممتنع ہونے پر کوئی
دلیل عقلی نہیں قائم ہے اور نہ ہیں بالضرورۃ ہے اور نیز جو اس جہان میں عرض ہے جائز ہے کہ اس جہان میں خود قائم ہو جیسے فلاسفہ کے نزدیک
ذہن میں صورت جواہر کی جوہر ہوتی اور قائم بذہن ہوتی ہے لیکن اسپر صادق ہے کہ جب خارج میں پائی جاوے تو لافی موضوع ہوگی پس
وجود ذہنی میں قائم بالغیر ہے اور وجود خارجی میں خود قائم ہے ایسے ہی اعراض اعمال وغیرہ اس جہان میں قائم بالغیر ہیں اور یہاں آخرت میں
وہ خود قائم ہوں اور تحقیق ثابت ہوا کہ یا حیات انکے واسطے خود ثابت ہیں **قال فی المعالم** اور ابن عباسؓ سے یہی قول مروی ہے
اور صحیح میں حدیث آئی جسمیں سورہ بقرہ وآل عمران کے فضائل میں ہے کہ انہما یاتیان یوم القیامۃ کانہما غمامتان او غیابتان او فرقان
من طیر صواف الحدیث اور اول سورہ مذکورہ میں گزر چکی ہے اور نیز قرآن کے فضائل اور صاحب قرآن کے حق میں آیا کہ یاتی صاحبہ
فی صورۃ شاب شاحب اللون فیقول من انت فیقول انا القرآن الذی اسہرت لیلک واظمأت نہارک الحدیث۔ اور حدیث براء
بن عازبؓ میں دربارہ سوال قبر کے آیا فیاتی المومن شاب حسن اللون طیب الریح فیقول من انت فیقول انا عملک الصالح۔ یعنی قبر میں
مومن کے پاس ایک نوجوان خوبصورت جس سے خوشبو آتی ہوگی آویگا پس مومن کہیگا کہ تم کون ہو وہ کہیگا کہ میں آپ کا عمل صالح ہوں
اور اسکے برعکس کافر و منافق کے اعمال کی نسبت آیا ہے پس ظاہر ہوا کہ اعمال کے واسطے صورت جوہری ہیں اور وہ وزن ہو سکے
اور بعض نے کہا کہ نامہ اعمال تولے جاوینگے وابن عبد البر و قرطبی نے اسی کو ترجیح دیا اور دلیل اس قول کی حدیث بطاقہ ہے

چنانچہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے ایک شخص پکارا جائیگا مجمع قیامت کے روبرو پھر اُسکے واسطے ننانوے سجل کھولے جاوینگے (یعنی نامۂ اعمال ۱۲) جنمین سے ہر ایک کی درازی بقدر مد البصر ہوگی جتنی دور نظر پہونچتی ہے پس اللہ تعالیٰ عز و جل کی طرف سے حکم ہوگا کہ بھلا تو انمین سے کچھ انکار کرتا ہے بھلا تجھپر میرے فرشتگان کاتبین نے کچھ ظلم کیا ہے پس وہ کہیگا کہ میرے پروردگار نہین تو پھر فرماویگا کہ بھلا تجھے کچھ عذر ہے یا تیری کوئی نیکی ہے پس وہ ہیبت ناک ہوکر کہنے لگے گا کہ کچھ بھی نہین اے پروردگار پس اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ نہین بلکہ تیری ایک نیکی ہمارے نزدیک ہے اور آج کے روز تجھپر کچھ ظلم نہین پس اسکے واسطے ایک بطاقہ نکالا جائیگا جسمین اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ ہوگا پس وہ عرض کریگا کہ اے میرے پروردگار بھلا یہ بطاقہ بمقابلہ ان سجلات کے کیا چیز ہے تو اس سے کہا جائیگا کہ اے شخص تجھپر کچھ ظلم نکیا جائیگا پس وہ بطاقہ ایک پلہ مین رکھا جائیگا اور سجلات دوسرے پلہ مین میزان کے رکھے جاوینگے پس سجلات کا پلہ چڑھکر اونچا ہوجائیگا اور بطاقہ کا پلہ بوجھ سے جھک جائیگا رواہ البیہقی و ابن مردویہ و ابن ماجہ و اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ و رواہ احمد باسناد حسن و رواہ الحاکم و صححہ والترمذی و قال حسن صحیح۔ واضح ہو کہ اکثر بد اعمال و گناہون کے ساتھ تصدیق مین فتور ہوتا ہے پس اُس شخص کا حال غریب ہے کہ باوجود ان اعمال کے اسکی تصدیق قوی رہی اور شاید اسی وجہ سے حدیث شریف مین اسکا بیان ہے واللہ اعلم بالجملہ اس حدیث سے نامۂ اعمال تولے جانے کا ثبوت ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ عمل کرنیوالا تولا جائیگا اور اسی پر دلالت کرتی ہے حدیث صحیح از ابو ہریرہ رضی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مرد موٹا قوی ہیکل آویگا دن قیامت کے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی اسکا وزن نہوگا پھر پڑھی آیت فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزنا الآیۃ۔ اور عبد اللہ بن مسعود رض کے مناقب مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ عبد اللہ کی پتلی پنڈلیون سے تعجب کرتے ہو قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ البتہ اسکی دونون پنڈلیان میزان مین کوہ احد سے زیادہ گران ہین۔ و یؤیدہ الاول ما فی خاتم صحیح البخاری رح حضرت صلعم نے فرمایا کہ دو کلمے ہین کہ ہلکے ہین زبان پر اور بھاری ہین میزان مین اور محبوب ہین حضرت الرحمٰن کو وہ سبحان اللہ و بحمدہ و سبحان اللہ العظیم ہین **قال الحافظ** ان سب احادیث وغیرہ مین جمع و اتفاق یون ممکن ہے کہ یہ سب اپنے اپنے معنی پر صحیح ہین پس کبھی تو اعمال تولے جاوینگے اور کبھی نامۂ اعمال اور کبھی فاعل اعمال تولے جاوین **قال المترجم** ورنہ توفیق بدون اسکے بھی ممکن ہے۔ واضح ہو کہ اس مسئلہ مین اختلاف ہے کہ کفار کے واسطے وزن ہوگا یا نہوگا بلکہ مخصوص مسلمانون ہی کے واسطے ہے پس اکثرون کے نزدیک وزن مخصوص مسلمین ہے اور کفار کے اعمال حبط ہو جاوینگے اور یہی ظاہر آیات ہے اور بعض نے کہا کہ کفار کے اعمال باشارہ قولہ فلا نقیم لہم یوم القیمۃ وزنا تولے جاوینگے اگرچہ خفت ہو اور جواب یہ ہے کہ نکرہ تحت نفی بالکل وزن سے خالی ہے اور قرطبی نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ تولے جاوینگے بغرض تخفیف عذاب جیسا کہ ابو طالب کے حق مین آیا کہ بسبب پاسداری آنحضرت صلعم کے پاؤن مین آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے ابو طالب کا دماغ ابلیگا اور بعض نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ ابو طالب کے حق مین مخصوص ہے فافہم واللہ اعلم۔ ف **فی العرائس** قولہ والوزن یومئذ الحق حق سبحانہ تعالیٰ کی میزانین ہین جنسے اقوال و اعمال وزن کیے جاتے ہین پس میزان اخلاص سے معاملات کا وزن ہوتا ہے اور میزان صدق سے حالات کا وزن ہوتا ہے پس جو عمل کہ عوض کے واسطے یا اس عمل پر نظر رکھکر یا غیر حق سبحانہ کی طرف نظر رکھکر کیا گیا وہ مرتبہ قبولیت سے ساقط ہے اور جو حالت کہ جس سے اس حالت والا محجوب ہو وہ درجہ وصول سے ساقط ہے پس میزان نیاست در اصل میزان معاملات ہین اور صدق میزان حالات ہے پس چاہیے کہ ہر شخص اپنے نفس کو میزان ریاضت و مجاہدہ سے وزن کرے

اور قلب کو میزان مراقبہ وزن کرے اور عقل کو میزان اعتبارات یعنی عبرت حاصل کرنے کے ساتھ وزن کرے اور روح کو میزان
مقامات اور سر کو میزان محاضرات ومطالعہ غیبیات وزن کرے اور اپنی صورت کو ایسے ترازو سے معاملہ سے وزن کرے جسکے
دونون پلہ حقیقت وطریقت ہین اور زبان اُس کی شریعت اور عمود اُسکا عدل وانصاف ہے پس جو شخص یہان اپنے آپ کو اسطرح
وزن سے سنجیدہ رکھیگا وہ قیامت مین اپنے نفس کو میزان شرف مین اور قلب کو میزان لطف مین اور عقل کو میزان نور مین اور روح کو
میزان سرور مین اور سر باطن کو میزان وصول مین اور صورت کو میزان قبول مین تلا ہوا پاویگا پس جب اسکے موازین یعنی جملہ میزانون کا
پلہ بھاری اُترا تو اُسکے نفس کا بدلا یہ کہ فراق سے امن پاویگا اور قلب کو شوق مین وہ ملیگا جسکا شوق تھا اور عقل کا بدلا مطالعہ صفات ہے اور
روح کا بدلا کشف انوار ذات ہے اور سر باطن کا بدلا کشف اسرار قدم ہے اور صورت کا بدلا وصال ابدین قیام ہے۔ میزان اہل حق کے واسطے
یہان اور میزانین ہین میزان ارادہ میزان محبت میزان شوق میزان عشق میزان معرفت میزان الیقین میزان توحید پس یہ سات میزانین ہین
پس مرید کو چاہیے کہ ہر دم اپنے نفس کو میزان ارادت مین تولے اور محب ہر دم اپنے نفس کو میزان محبت مین اور مشتاق اپنی عقل کو
میزان شوق مین اور عاشق اپنی روح کو ہر دم میزان عشق مین اور عارف اپنے سر باطن کو ہر دم میزان معرفت مین اور الیقین والا ہر دم
اپنے انفاس کو میزان الیقین مین اور موحد ہر دم اپنے وجود کو میزان توحید مین تولے پس مرید اپنے ہر دم تولنے سے اپنے نفس کو انقیاد حق مین بروے
قضا وقدر جاری ہونے کے پورا کرے اور محب میزان محبت مین اپنے قلب کو شہود درگاہ مین بدون خطرات مذمومہ کے نیات صافیہ
کے ساتھ پورا کرے اور مشتاق میزان شوق مین اپنی عقل کو جولانی شواہد مین واسطے طلب عرفان مشاہدات کے بدون فتور ورعونت کے
پورا کرے اور عاشق میزان عشق مین اپنی روح کو پرواز ملکوت مین واسطے طلب جبروت کے پورا کرے اور عارف میزان معرفت مین
اپنے سر باطن کو صفت شہود کے ساتھ کشف انوار غیب کے واسطے پورا کرے اور الیقین والا میزان الیقین مین معارف غیب مین بلا ہواجس
یقین و غبار وسواس کے صعود کو پورا کرے اور موحد میزان توحید مین تمام اپنے وجود کو انوار کبریا و قدم وتسبیحات ازل وابد
مین فنا و مضمحل ہونیکو پورا کرے پس جس شخص کی یہ میزانین گران رہین وہ پردہاے امتحانات سے فلاح پا گیا اور صداقت رہا ہوا اور
پورا اُترا پس وہ کل کے روز جب کہ حضور مین میزان عدل تولے جاوینگے تو انوار صفات ولطائف ذات وکرامات قرب
سے اسکی میزان بھاری ہوگی پس وہان فلاح عظیم حاصل ہوگی اور وہ اہل اللہ مین سے ہے کیونکہ وہ موازین صفات وانوار ذات کے
عاسیہ مین معرفت وتوحید ومحبت کے ساتھ پورا اُترا خلاصہ آنکہ منشأ خلقت جو معرفت ہے اُسنے پوری پائی اور فوز عظیم حاصل کیا پس
قولہ تعالیٰ طوبیٰ لہم وحسن مآب اسکے حق مین راست آیا شیخ ابو عبد الرحمن السلمی رح نے اس مقام پر بیان کیا کہ جسنے اپنے نفس کو میزان عدل مین تولا
وہ محبین مین سے ہے اور جسنے خطرات انفاس کو میزان حق مین تولا اسکو مشاہدہ سے کفایت ہوگی اور میزانین مختلف ہین میزان نفس
وروح ہے اور میزان قلب وعقل ہے اور میزان معرفت وسر باطن ہے پس نفس وروح کے ترازو امر ونہی ہے اور اسکے دونون پلے
کتاب اللہ وسنت رسول اللہ ہین اور قلب وعقل کی ترازو ثواب وعقاب ہین اور اسکے دونون پلے وعدہ و وعید ہین اور میزان
معرفت وسر کی رضا وخشم ہے اور دونون پلے اسکے طلب کرنا اور گریز کرنا۔ استاد رح نے کہا کہ انکے اعمال کا وزن بمیزان اخلاص ہوگا
اور احوال کا بمیزان صدق ہوگا پس جسکے اعمال ریاکاری کے ساتھ ہونگے وہ قبول نہونگے اور جسکے احوال مین عجب وغرور
ہوگا اسکے احوال نہ لیئے جاوینگے اور واضح ہو کہ قیامت مین اعمال تولے جانے مین ایک یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ بندون کو

ظاہر کریگا کہ قبل پیدائش کے بندون کے حق مین جو قضا و قدر در رضا و خشم و شقاوت و سعادت کہ لوح محفوظ مین لکھی تھی وہ بمقابلہ اس
چیز کے جو ملائکہ کے لکھے ہوے صحائف مین بندون پر دنیا مین جاری ہوے مرقوم ہین کیسے راست درست ہین کہ سر مو انمین تفاوت نہین ہے
تاکہ یقین کامل و برہان عیان حاصل ہو جاوے اس بات کی کہ اوتعالیٰ عزوجل کا علم ہر چیز کو محیط ہے اور تاکہ لوگون پر حجت قائم ہو جاوے
جبکہ دونون مین توافق برآمد ہوا اور واضح ہو کہ یہ شبہہ نہونا چاہیے کہ اعمال اعراض ہین پھر وہ کیونکر وزن کیئے جاوینگے پس تو اس شبہہ مین
نہ پڑنا مقبول و مردود کرنا اللہ عزوجل کے اختیار مین ہے اور اوتعالیٰ قادر ہے کہ اعراض کو جواہر کی صورت مین کردے پس وہ صورہ
میزان الٰہی مین تولے جاوینگے جو قیامت کے روز بندون پر ظاہر ہوگی اور یہ زبان شرع سے ثابت ہوا اور اسپر ایمان لانا فرض ہے۔
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نیکیان و برائیان ایسی ترازو مین تولی جاوینگی جسکے دونون پلے اور زبان ہے۔ اور مومن کا یہ حال ہوگا کہ
اسکے اعمال ایک نہایت اچھی صورت مین لائے جاوینگے اور میزان کے ایک پلہ مین رکھے جاوینگے اور یہ وزن حق ہے پس اسکی نیکیان
بہ نسبت اسکی برائیون کے بھاری ہو جاوینگی پس اسکا عمل جنت مین رکھا جائیگا پس عمل سے وہ پہچانا جائیگا اور یہی قول الٰہی عزوجل ہے
فمن ثقلت موازینہ فاولئک ہم المفلحون۔ اور وہ لوگ جنت مین سے اپنے اپنے ٹھکانے کو اس سے زیادہ پہچانینگے جیسے نماز جمعہ سے
پھر کر آدمی اپنے گھر دن کو پہچان لیتا ہے اور رہے کافر لوگ تو انکے اعمال نہایت قبیح بری بھونڈی صورت مین لائے جاوینگے اور پلہ ترازو
مین رکھے جاوینگے اور یہ عمل باطل ہے پس اسکا وزن نہایت خفیف ہوگا یہانتک کہ وہ دوزخ مین رکھے جاوینگے پھر کافر سے کہا جائیگا
کہ جا کر اپنے اعمال سے مل **قال المترجم** پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت و بندونکی ناشکری اور باوجود مخلوق ہونے اور اپنی ماہیت نہ جاننے
کے پھر حکمت الٰہی مین بیجا قیاس دوڑانے اور ظاہر کی حضرت و دشمن شیطان کے غرور کی برائی دفع نہ کرنیکو بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ط قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ع ○ وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ

اور ہمنے تمکو جگہ دی زمین مین اور بنا دین اسمین تمکو روزیان تم تھوڑا شکر کرتے ہو اور ہمنے تمکو پیدا کیا پھر صورت دی

ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ط لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ○ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ

پھر کہا فرشتونکو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ کیا سوائے ابلیس کے نہ تھا سجدہ والون مین کہا تجھکو کیا مانع تھا کہ سجدہ نہ کیا

إِذْ أَمَرْتُكَ ط قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ج خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ○ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ

جب مین نے فرمایا بولا مین اُس سے بہتر ہون مجھکو تو نے بنایا آگ سے اور اُسکو بنایا خاک سے کہا تو اتر یہان سے تجھکو یہ نہ ملے گا

أَن تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ○ قَالَ أَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ○ قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ○ قَالَ

کہ تکبر کرے یہان سو نکل تو ذلیل ہے بولا مجھکو فرصت دے جس دن تک لوگ جی اٹھین کہا تجھکو فرصت ہے بولا

فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ○ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ

تو جیسا تو نے مجھے بے راہ کیا ہے مین بیٹھونگا ان کی تاک مین تیری سیدھی راہ پر پھر اُن پر آؤنگا آگے سے اور پیچھے سے اور داہنے سے

وَعَن شَمَائِلِهِمْ ط وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ○ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا ط لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ

اور بائین سے اور نہ پاویگا تو اکثر ان مین شکرگزار کہا نکل یہان سے مردود ملعون ہوکر جو کوئی انمین تیری راہ چلا

لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ ○

تو میں بھر دونگا دوزخ تم سب سے

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ اور البتہ ہمنے تمکو تمکن کیا زمین مین۔ یہ خطاب اولاد آدم کو ہی بتقریبًا بعد اور یہ اپنا احسان ظاہر فرمایا اور زمین پر تمکن کرنا
خود قدرت و احسان ہی حالانکہ اسمین سکونت و تصرف و زراعت وغیرہ کے واسطے تابو دیا وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ اور کردیے تمھارے
نفع کے واسطے زمین مین معایش یعنے ایسے اسباب جس سے تم زندگی بسر کرو **قال المفسر** معایش مین حرف چہارم یا ر تحتیہ ہی وقال البیضاوی
اور نافع سے مروی ہوا کہ انھون نے اسکو ہمزہ کی آواز مین پڑھا اسوجہ سے کہ اسکو تشبیہ دی ایسے الفاظ کے ساتھ جو اس وزن پر یا ر زائدہ ہین مانند
صحائف وغیرہ کے **قال الحافظ** اور تمام قرار وغیرہ نے بدون آواز ہمزہ کے پڑھا سوائے عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرج کے کہ اس بزرگ نے
اسکو آواز ہمزہ پڑھا اور صواب وہی جمہور کا قول ہی کیونکہ معایش جمع معیشۃ ہی از عاش یعیش عیشا و معیشۃ پس کسرہ یا پر ثقیل رکھکر عین کی طرف نقل ہوا
پھر جب جمع کیا گیا تو حرکت مذکورہ پھر یار کی طرف واپس ہوئی بسبب زوال استثقال کے پس معایش بروزن مفاعل آیا کیونکہ یا مذکور
اس کلمہ مین اصلی ہی بخلاف مدائن و صحائف و بصائر وغیرہ کے کیونکہ یا زائدہ ہی لہذا فعائل پر جمع آتی ہی اور اسی وجہ سے مہموز ہو جاتی ہی
قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ یعنے اس احسان پر تم بہت کم شکر گزاری کرتے ہو حالانکہ جسپر مزید احسان ہوا اسکو زیادہ مطیع ہونا چاہیے اور شکر منعم
یہان یہ تھا کہ جو نعمتین دی ہین انکو منعم کی طاعت مین صرف کرتے قلیل کے معنی کم اور ترجمہ بہت کم اسوجہ سے کہ ما زائدہ بغرض تاکید قلت ہے
فی السراج اسمین دلیل ہی کہ انسان کبھی شکر کرتا ہی کہ نعمت یاد کرکے بعض اوقات شکر کرتا ہی اور حقیقت شکر کی یہ ہی کہ نعمت یاد کرے اور
ظاہر کرے اور برخلاف اس کے کفران ہے وہ نعمت کو فراموش کرنا اور اُس کو چھپانا **وقال المترجم**
شاید مراد قلیل شکر سے ان بندون کا شکر ہو جو ایمان لائے ہین اسواسطے کہ شکر عباد تھوڑے ہی اور وہ کافر سے صحیح نہین ہی۔ اگر کہا جاوے
کہ بعض اخبار سے ثابت ہوا کہ آدمیون کے دل اس بات پر مجبول ہین کہ جو انکی طرف احسان کرے اسکی طرف مائل ہون حالانکہ یہان
اسقدر احسان پر میلان نہین تو جواب یہ ہی کہ مجبول ہین مگر ظہور اس جبلت کا ضرور نہین اور نیز کافرون کی جہالت تھی کہ بعض کو غیر کیطرف سے جانتے
جیسے مشرکون نے روز اُحد مین اپنے غلبہ کو ہبل بت سے تصور کیا اور نیز کفر بڑی فراموشی ہی جو نعمتون کے فراموش کرنے کو شامل ہوا اور جبلت
کا اثر جب ظاہر ہو کہ یاد رکھے فافہم **فی العرائس** قال فی الآیۃ اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنے بندون پر احسان رکھا کہ انکو زمین
مین تمکن دیا اسطرح کہ ان پر اپنی عبودیت آسان کردے بوجہ ایسی قدرت کے جو انمین بر فعل حاصل کرنے کے واسطے اس فعل کو پیدا
کرنے کے وقت ظاہر کردے بعد از انکہ انکو عبادت کے واسطے مکلف فرمایا اور زمین مین اُنکے بدنون کے لیئے غذا مخلوق فرمائی اور
انکے قلوب کے واسطے غذا سے ذکر دیدی اور عقل کے لیے غذا یہ دی کہ اوتعالیٰ عزوجل کی قدرت و صنعت مین غور و فکر کرین اور
روح کے واسطے ہر درخت و سبزی سے ظہور انوار جلال کے دیدار سے غذا مقرر کی یہ سب اسواسطے کہ حضرت پاک منعم قدیم عزوجل
کی معرفت حاصل کرین اور جانین کہ ہم اسکے شکر سے عاجز ہین پھر اور زیادہ ان پر احسان اسطرح کا کہ انکو خلقت لطیف و خوبصورت
مین پیدا کیا بقولہ تعالیٰ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ اور البتہ ہمنے تمکو پیدا کیا پھر تم کو
صورت دار کردیا پھر ہمنے ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ فی تفسیر الحافظ ابن عباس رضی سے روایت ہی کہ فرمایا مردون کی پشت مین مخلوق
ہوے اور عورتون کے رحم مین مصور ہوے۔ واداکم دسکوم یعنی خود صحیح ہین لیکن اس مقام پر لفظ ثم جو ترتیب و تراخی کے واسطے
ہی دلالت کرتا ہی کہ پہلے خلقت ہوئی پھر تصویر ہوئی پھر ملائکہ کے سجدہ کا حکم دیا گیا اور جواب ہو سکتا ہی کہ ثم کبھی بمعنی واو بھی ہوتا ہی اور نہی
یہان ہی وقال الحافظ اور ابن جریر نے یہ اختیار کیا کہ مراد اس سب مین آدم علیہ السلام ہین اور کہا کہ جمع اسواسطے کہ آدم علیہ السلام

تمام بشر کے باپ ہین اور ایسا خطاب آتا ہی چنانچہ جو بنی اسرائیل کہ زمانہ آنحضرت صلعم مین تھے انکو فرمایا وظللنا علیکم الغمام وانزلنا علیکم المن والسلوی حالانکہ مراد ان لوگون کے دادا ہین جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام مین تھے **قال المترجم** اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا چنانچہ کہا ای خلقنا اباکم آدم ثم صورناہ وانتم فی ظہرہ یعنی ہمنے پیدا کیا تمھارے باپ آدم کو پھر اسکی تصویر بنائی درحالیکہ تم انکی پشت مین تھے **وقال البیضاوی** یعنے ہمنے پیدا کیا تمھارے باپ آدم کو گیلی مٹی بدون تصویر کے پھر اسکی تصویر کردی اسمین آدم کی خلقت و تصویر کو بمنزلہ کل کے خلق و تصویر کے قرار دیا ہی یا یہ معنی کہ ہمنے ابتدا کی تمھارے خلق کی پھر تصویر کی باینطور کہ آدم کو پیدا کرکے مصور کیا اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ہمنے تمکو پیدا کیا آدم کی پشت سے پھر ہمنے تمہاری تصویر بنائی جبکہ تمسے عہد و میثاق لیا اسی قول کو نحاس رح نے مستحسن جانا۔ ولیکن دفع اشکال مین فی الجملہ تاویل کی ضرورت ہوگی پس مختار وہی ہی جو مفسر رح نے اختیار کیا اور مراد سجدہ ملائکہ سے یہ کہ سجدہ تحیت یعنے انکسار اور پشت خم کرکے ادا کرین اور پیشانی زمین پر رکھکر عبادت کا سجدہ مراد نہین اور اب ہماری شریعت مین سجدۃ التحیۃ بھی حرام ہی بالجملہ بعد خلق و تصویر کے ملائکہ کو سجدہ تحیت کا حکم کیا فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ یعنے ملائکہ مامورین نے فرمانبرداری کی سوائے ابلیس کے کہ وہ ساجدین مین نہ تھا اور یہ ابلیس جنون کا باپ ہی جو ملائکہ کے درمیان تھا اسوجہ سے استثنا کیا گیا ورنہ وہ ملائکہ کی جنس سے نہین ہی قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ فرمایا کہ کس چیز نے تجھے روکا کہ تو سجدہ کرے وعلی ہذا لا زائدہ ہی۔ اور بعض نے کہا کہ تاکید سجدہ کے واسطے آیا اور **ابن جریر** رح نے دونون کو رد کردیا اور خود یہ اختیار کیا کہ منعک متضمن معنی فعل دیگر ہی کیونکہ جو کسی چیز سے ممنوع ہو وہ اسکے خلاف مین مضطر ہوتا ہی پس گویا کہا کہ ما اضطرک ان لا تسجد کس چیز نے تجھے محتاج و مضطر کیا کہ تو سجدہ نہ کرے اِذْ اَمَرْتُكَ جبکہ مین نے تجھکو حکم کیا پس ملائکہ کو حکم دینا اسکو بھی شامل تھا **قال البیضاوی** اسمین دلیل ہی کہ مطلق امر واسطے وجوب کے اور فی الفور بجا لانے کے لیے ہوتا ہی اور رد کیا گیا کہ یہان امتثال خلقت کے قرینہ سے فی الفور و وجوب ثابت ہوا وفیہ تامل وتمام البحث فی الاصول قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ یعنے ابلیس نے جواب دیا کہ مین اس سے بہتر ہون پھر اپنے قول کی قیاسی دلیل لایا کہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ تو نے مجھکو آگ سے پیدا کیا اور اسکو مٹی سے پیدا کیا عن عائشۃ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ملائکہ نور سے پیدا ہوئے اور ابلیس شعلہ زن آگ سے پیدا ہوا اور آدم علیہ السلام جس سے پیدا ہوا وہ قرآن مین تمکو بتلا یا گیا۔ رواہ مسلم اگر کہا جاوے کہ انا خیر الخ جواب ہی حالانکہ یون جواب دینا کہ مجھے فلان چیز نے روکا جواب دیا جاوے کہ اسنے من حیث المعنی جواب دیا کہ میرا اس سے بہتر ہونا مانع ہوا پس اسنے استبعاد کیا کہ فاضل مامور ہو مفضول کے سجدہ کیلئے **قال البیضاوی** اسی نے تکبر و غرور کی راہ نکالی اور نیز وہی پہلے پہل اسکا قائل ہوا کہ کسی چیز کا بھلا ہونا و برا ہونا عقل سے ثابت ہوتا ہی یعنے خلاف حکم مشروع کے آگ کو نورانی جوہر و افضل از خاک سمجھا **وقال البعض** حالانکہ اس خبیث نے غلطی کی کیونکہ بہت سی باتون مین مٹی بہتر ہی چنانچہ رزانت و سکون و دیر تک باقی رہنے اور اسمین انابۃ و صبر و حلم و حیا و تثبت ہونے مین مٹی افضل ہی کیونکہ آگ خفیف مضطرب جلد نابود ہونے والی طیش والی گردن اٹھانے حدت والی ہی علاوہ برین جنت مین مٹی موجود آگ ندارد اور وہ مسجد و طہور ہی مٹی سامان عمارت ہی اور آگ منظنہ افنا و خیانت اسی مٹی مین امانت اور اسمین بیج مؤثر ہوتا ہی اور وہ آگ کو بھی بجھا دیتی ہی پس ان فضائل سے غافل ہوکر اس خبیث نے باطل قیاس کیا **قال الحافظ** یہ جواب قیاسی اسکا بدتر از گناہ ہی کہ اسنے اعتراض کیا اور منشا اسکا ظاہری ہی شیطانی قیاس ہی عن الحسن البصری رح کہا کہ قولہ خلقتنی من نار الخ ابلیس نے قیاس کیا

اور یہ پہلا شخص ہے جسنے قیاس کیا۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح وعن ابن سیرینؒ اول جسنے قیاس کیا وہ ابلیس ہے اور انھیں قیاسون ہی سے چاند و سورج کی پوجا ہونے لگی۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح ایضاً **قال النسفی فی المدارک** ابلیس کا قیاس کرنا امر منصوص سے عناد اور خارج از صواب تھا کیونکہ نص موجود ہوتے ہوئے قیاس کرنا مردود ہے **قال البیضاوی** شیطان خبیث نے قیاس مین غلط پر غلط کیا کہ بالکل فضیلت کو عنصر پر محصور کیا اور اس فضیلت سے غافل رہا جو باعتبار فاعل کے ہوتی ہے چنانچہ سورۂ ص مین قولہ تعالیٰ ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی مین اشارہ ہے یعنے ایسی مکرم چیز جسکو مین نے بلاواسطہ پیدا کیا اور نیز جو باعتبار صورت کے ہوتی ہے جیسا کہ قولہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین۔ واقع سورۂ حجر مین اشارہ ہے اور نیز جو باعتبار غایت کے ہوتی ہے اور یہی ملاک الامر ہے اور وہ معرفت اسماء وصفات ہے اسی واسطے ملائکہ کو حکم سجود دیا جبکہ انپر ظاہر کر دیا کہ آدم انسے زیادہ عالم ہے اور اسمین ایسے خواص ہین جو اور ونمین نہین ہین تم قال البیضاوی اس آیت مین دلیل ہے کہ کون و فساد واقع ہے یعنے کوئی چیز پیدا ہو جانا اور کوئی بگڑنا و مٹ جانا۔ اور نیز دلیل ہے کہ شیاطین اجسام مخلوق موجود ہوئے اور شاید کہ انسان کی خلقت کی نسبت مٹی کی طرف اور شیطان کی نسبت آگ کی طرف باعتبار جز غالب کے ہے **قال المترجم** صحیح یہ ہے کہ شیطان صرف آگ سے مخلوق ہین قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا بہت سے مفسرین نے فرمایا کہ ضمیر راجع ہے جنت کی طرف یعنی حکم دیا کہ تو جنت سے نیچے گرجا اور بعض نے کہا کہ سموات کی طرف راجع ہے اور بعض نے کہا کہ ملکوت علی کی طرف جہان وہ موجود تھا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا یعنے نہین سزاوار ہو سکتا کہ تو یہان غرور و تکبر کرے اگر کہا جاوے کہ فا دلالت کرتی ہے کہ ابھی جواب کے تکبر پر ملامت کی حالانکہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا تو جواب آنکہ اس سے یہ تکبر و بیجا قیاس اور اسکا خود اقرار و تکبر کی مذمت ظاہر فرمانے کو اس سے سوال کیا اگر کہا جاوے کہ فیہا مین قید ہے کہ یہان تخصیص تکبر نہین روا ہے حالانکہ کہین جائز نہین۔ جواب آنکہ علم الٰہی مین اسکا تکبر دنیا مین ثابت تھا اور نیز یہ قید نہین ہے۔ **قال البیضاوی** اسمین تنبیہ ہے کہ تکبر کرنا جنتی بندون کی شان نہین۔ اور نیز تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محض نافرمانی پر ابلیس کو نہین راندا بلکہ نافرمانی بھی اور تکبر بھی تھا **قال المترجم** حدیث صحیح مین جنتی و دوزخی لوگون کی پہچان آئی ہے چنانچہ اہل جنت کو فرمایا کہ ہر ضعیف متضعف کہ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھاوے تو اللہ تعالیٰ نے اسکی قسم پوری کر دے اور دوزخیون کی پہچان فرمائی کہ کل عتل جواظ مستکبر۔ ہر نافرمان سرکش بدزبان تکبر و غرور کرنے والا۔ رواہ البخاری ومسلم۔ والنتیج ہوکہ قصہ ابلیس مین سورۂ حجر و سورۂ ص وغیرہ مین کلام متنوع و متفنن اور ہر مقام کے مناسب اسکا جرم بیان ہے اور اس سے دلالت ہے کہ ابلیس خبیث نے ایک مین تین جرم درج کیے مخالفت حکم صریح کی اور جماعت ملائکہ سے پھوٹ جانے کی اور غرور و تکبر مع تحقیر حضرت آدمؑ کی اور ان چیزون کی شاخین بہت ہین اور بیشمار خرابیان انھین باتون سے پیدا ہین اور خود ابلیس نے سر تسلیم جھکانے کی جگہ نافرمانی و غرور کے ساتھ اعتراض ملا ہوا جواب دیا اور ادب ترک کیا اور حکمت الٰہی جاری تھی ورنہ وہ کیا چیز تھا اور عنقریب عراف مین بیان آویگا بالجملہ اسکو جنت سے راندہ اور نکال دیا اور موکد فرمایا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ الصَّاغِرِينَ یعنی جنت سے نکل تو ذلیلون مین سے ہے جنکو اللہ تعالیٰ نے خوار و مردود کیا ہے۔ فی الحدیث جسنے اللہ تعالیٰ کے واسطے تواضع کی اللہ تعالیٰ اسکو بلند کرتا ہے اور جسنے تکبر کیا اللہ تعالیٰ اسکو گراتا ہے۔ رواہ البیہقی وغیرہ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ یعنے شیطان نے عرض کی کہ اے رب مجھے تاخیر دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جاوینگے یعنے قیامت تک مجھے موت و عذاب سے مہلت دے قَالَ إِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ فرمایا کہ تو مہلت دیا ہوا ہے اور سورۂ حجر مین ہے کہ اسے یوم الوقت المعلوم۔ یعنے وقت بعث تک نہین بلکہ نفخہ اولیٰ تک یعنی اول صور پھونکے جانے تک کہ جو

تمام خلائق مرجاوینگی۔ اگر کہا جاوے کہ یہ دشمن تھا آدم و اولاد آدم کا اسکو مہلت ملی تاکہ گمراہ کرے جواب دیا گیا کہ اسکی درخواست پوری کرنے مین تنبیہ ہے کہ بعد نافرمانی کے اوتعالی کی رحمت سے مایوس نہو کہ وہ ارحم الراحمین ہے اور شیطان نے خود شیطانی درخواست کی اور اسکی درخواست منظور ہوئی اور خود اسمین حکمت ہے کہ بندونکو امتحان مین لیا جاوے کہ کون شیطان کی پیروی کرتا ہے اور کون واتعالی عزوجل کی فرمانبرداری کرتا ہے اور جو جیسا کرے اپنی ذات کے واسطے کرے قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِي زمخشری نے جملہ متانفہ و باء سببیہ قرار دی اور شاید یہ مذہب اعتزال سے موافق اختر انہ ہے کہ اضلال ازجانب باری تعالی نہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ باء قسمیہ ہے کیونکہ اغوا اور اضلال تخلیق باری تعالی ہے یعنی قسم تیرے اغوا کرنے کی مجھکو لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ البتہ مین تیری راہ مستقیم پر بیٹھونگا یعنے آدم کی اولاد کو اس راہ چلنے نہ دونگا جس سے تجھ تک واصل ہون ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ یعنے ہر راہ سے انکو بہکاؤنگا اور راہ مستقیم پر چلنے نہ دونگا اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ جہت فوق کیسے نہین کہ سکتا تاکہ بندہ اور رحمت الٰہی کے درمیان حائل نہو۔ ایسا ہی مجاہد وغیرہ سے مروی ہے اول دونون مین حرف من اسوجہ سے کہ ہر دو جہت کا آنے والا مانند متوجہ کے ہوتا ہے اور اخیر دونون مین حرف عن اسلیئے کہ آنیوالا مانند منحرف کے ہوتا ہے اور نظیر اسکی تولیہم قعدت عن یمینہ اور شیطان کے وسوسہ کو اسکے آنے سے تشبیہ دی اور آنحضرت صلعم کا نماز مین شیطان کو پکڑنا دلیل ہے کہ وہ درحقیقت آتا ہے اگرچہ بعض کو نظر نہ آوے بالجملہ دونون احتمال ممکن ہین کسی مین کچھ استبعاد نہین ہے اور حقیقی معنی پر محمول کرنا اصوب ہے واللہ اعلم اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ من بین ایدیہم یعنی دنیا کی طرف سے اور من خلفہم یعنے آخرت کی طرف سے اور عن ایمانہم یعنی نیکیون کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنے برائیون کی طرف سے اور ایک روایت مین ابن عباس رض سے ہے کہ سامنے سے یہ کہ امر آخرت مین انکو شک دلاؤنگا اور پیچھے سے یہ کہ دنیا مین انکو رغبت دلاؤنگا اور دائین سے یہ کہ انکے امر دین کو ان پر مشتبہ کرونگا اور بائین سے یہ کہ گناہون کی انکو لذت دلاؤنگا۔ مانند اسکے قتادہ رح سے بھی مروی ہے اور ابن جریر رح نے یہ اختیار کیا کہ مراد اس سے سب بھلائی کی راہین و برائی کی راہین ہین پس بھلائی کی راہون سے روکیگا اور برائی کی راہون مین زینت و خوبی دکھلاویگا عن شقیق البلخی رح کوئی دن نہین گزرتا مگر آنکہ شیطان میرے لیئے چار راہین پر کمین بیٹھتا ہے ایک تو میرے سامنے آتا ہے اور کہتا ہے کہ تو خوف مت کر کہ اللہ تعالے غفور رحیم تو مین یہ آیت پڑھتا ہون وَاِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا الآیہ۔ دوسرے میرے پیچھے آتا ہے اور خوف دلاتا ہے کہ تیری اولاد تیرے پیچھے فقر و فاقہ سے ہلاک ہوگی کچھ کمائی کرلے تو مین پڑھ دیتا ہون وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ اور تیسرے میرے دائین سے ثنا و صفت کرتا آتا ہے تو مین پڑھتا ہون۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ۔ اور چہارم میرے بائین سے شہوتون کی راہ لاتا ہے تو مین پڑھتا ہون وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ کذا فی السراج اور اس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کے مناسب امور مختلفہ مین جنسے فریب دیتا ہے اور حاصل آنکہ اسنے کہا کہ اولاد آدم کو ہر راہ سے بہکاؤن و گمراہ کرونگا وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِينَ اور تو اولاد آدم مین سے بہتون کو شکر گزار نہ پاویگا یعنے ایمان لانے والا نہ پاویگا اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ اپنی توحید کرنے والا نہ پاویگا۔ اگر کہا جاوے کہ ابلیس خبیث نے یہ کہان سے جانا تو ابن کثیر رح نے لکھا کہ اسنے یہ بات فقط گمان و وہم اور انانیت سے عرض کی ہوئی تھی اور اتفاق سے وہ موافق واقع پڑی چنانچہ اوتعالی نے فرمایا وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ اِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطَانٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِي شَكٍّ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ۔ اور اسی واسطے حدیث مین شیطان کی ہر طرح و ہر جہت کے تسلط سے پناہ مانگنا وارد ہوا

چنانچہ ابن عباسؓ نے آنحضرت صلعم کی یہ دعا روایت کی اللّٰھم انی اسالک العفو والعافیۃ فی دینی ودنیای واہلی ومالی اللّٰھم استر عوراتی وآمن روعاتی
واحفظنی من بین یدی ومن خلفی وعن یمینی وعن شمالی ومن فوقی واعوذ بک اللّٰھم ان اغتال من تحتی۔ رواہ البزار باسناد حسن وقد رواہ احمد وابو داؤد
والنسائی وابن ماجہ والحاکم عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا فرمایا کہ نکل اے شیطان جنت سے مَذْءُومًا بہمزہ یعنے عیب کیا گیا
یا ذلیل کیا گیا مَدْحُورًا ملعون کیا گیا اور رحمت سے دور کیا گیا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ بفتح لام جو اسمین ابتدائیہ ہو یا موطئۃ القسم ہو اور منہم کی ضمیر
راجع بجانب اولاد آدم ہے پس اگر لام موطئۃ القسم ہو یعنے قسم محذوف کے جواب کو مقرر کرتی ہو اور ایذان کرتی ہو کہ جو جواب اسکے بعد ہو وہ قسم
ماقبل پر مبنی ہو شرط پر مبنی نہین ہو تو جواب اسکا قولہ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ پس منکم سے مراد شیطان مع ذریت اسکی اور اولاد آدم
جو اسکی پیروی کرین پس اسمین حاضر کی غائب پر تغلیب ہے یعنی شیطان حاضر تھا اور اسکے پیرو لوگ حاضر نہ تھے غائب تھے لیکن منکم بلفظ خطاب
فرمایا و لیکن اسمین مشربہم کو تامل ہے اسواسطے کہ حضور و غیبت حضرت باری تعالیٰ مین یکسان ہے اور اگر یون کہا جاوے کہ مخلوق عدم سے
وجود مین خارج کیے ہوا سے اور غیر خارج دونون کو خطاب ہے تو صحیح ہے ولیکن باب تغلیب قوت ہے فافہم۔ اور اس جملہ مین معنی جزا
من شرطیہ مین ہے من اتبعک اعذبہ یعنی حاصل معنی یہ ہین کہ جسنے تیری اتباع کی مین اسکو جہنم مین عذاب کرونگا ف فی العرائس قولہ
ولقد خلقناکم ثم صورناکم یعنی تمھارے اشباح کو آدم مین مجموع پیدا کیا پھر جو اسمین تمھاری تصویر بنائی۔ نیز تمکو شکل مین پیدا کیا اور ارواح
کی تصویر بنائی۔ نیز افعال سے پیدا کیا اور صفات سے مصور کیا۔ نیز امر سے پیدا کیا پھر ظہور تجلی صفات سے مصور کیا پس وقوع امر
خلقت واقع ہوئی اور تجلی صفات سے ترتیب صورت ہوئی پس وجود صورت کا نعت صفات ہے اور ہیکل جسمی کا نعت افعال ہے اور
ارواح کا تجلی ذات ہے پس سب کے سب عدم سے بصفت قدم صادر ہوے کیا تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے سر متشابہات کا
اسمین کیا اشارہ فرمایا بقولہ خلق اللہ آدم علی صورتہ پس اشباح کیواسطے تو راہ عبودیت قرار دی اور ارواح کیواسطے طریق عرفان ربوبیت قرار دیا اور عقول کیواسطے
طریق ملکوت رکھا اور قلوب کے واسطے طریق جبروت رکھا اور اسرار باطنہ کیواسطے طریق قدم و بقا رکھا بعض نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہیکل یعنے اجسام کو پیدا
کیا اور انکو متعدد اخلاق و مختلف صورتون پر ظاہر کیا اور ہر ایک کے واسطے ایک معیشت قرار دی پس قلوب کا عیش تو شہود مین ہے اور نفوس کا وجود مین اور عیش
بندہ کا اسکا معبود ہے جو اسکا عیش اسکا اخلاص ہے اور آخرت کا عیش اسکا علم ہے اور دنیا کا عیش یہ کہ جاہل ہو اور دنیا کے مال و متاع سے مالامال ہو
اور اسپر مغرور ہو پھر حبیب سب کو آدمؑ مین بصورت آدمؑ مصور کیا اور آدمؑ کو صفات کی صورت پر جو منزہ از مشابہت حدیث مین
مصور کیا مگر از راہ علم نہ از راہ نفس اور از راہ عشق نہ از راہ شباہت و نہ از راہ توحید و جمع و تفرقہ نہ از راہ تشابیہ و تعطیل تب اسکو نور
صفات و نعت افعال سے مزین کیا اور انوار ذات کا لباس پہنایا اور پھر ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا بقولہ ثم قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم
اسواسطے کہ آدمؑ اس صورت مین قبلہ تجلی صفات و ذات ہوا اور وہ مصور بصورت ملک در مقام ملکوت ہوا اور قلب اسکا
موضع استوا انوار ذات ہوا اور صورت اسکی موضع استوا انوار صفات ہوئی اور ہیکل جسمانی اسکا موضع استوا انوار افعال ہوا
اور روح اسکی موضع استوا انوار محبت ہوئی اور سر باطن اسکا موضع استوا انوار علم و معرفت ہوا پس آدم کو سجدہ کرو کہ وہ تمھارے
واسطے عبودیت مین واسطہ ہے اور معرفت ربوبیت اس واسطہ عبودیت سے حاصل ہے کیونکہ میری عبادت مین تمام جہان
لائق نہین ہے اور جو کچھ جہان مین جاندار و بے جان ہین سب کی عبودیت سے حضرت پاک تعالیٰ و تقدس مستغنی ہے لیکن عشاق
ملائکہ کو مقام محبت و عشق مین داخل فرمایا پس آئینہ چہرۂ آدمؑ سے انکو نور جمال کی تجلی دکھلائی تاکہ لذت محبت و عشق مین انکے دل

ازخود رفتہ ہوں۔ اور اگر ابتدا میں بدون التباس کے انوار ذات وصفات کی تجلی ہوتی تو اول ہی ظہور انوار الوہیت میں فنا ہو جاتے
پھر ابلیس نے سجدہ نہیں کیا کیونکہ اس جمال وجلال سے محجوب تھا کیونکہ اپنے نفس پر نظر رکھتا اور جہالت سے قیاس بناتا تھا اسی طرح
جسنے اپنے نفس کی طرف مستقل نظر کی تو اس نفس کے پروردگار سے محجوب ہو گیا **قولہ** الا ابلیس لم یکن من الساجدین. کیونکہ اس دیدار شہود
صفات وانوار ذات کی اسمیں لیاقت نہ تھی۔ ابو حفص رح نے فرمایا کہ ملائکہ کو اظہار کر دیا کہ درگاہ کبریائی انکی عبادات سے پاک بے پرواہ ہے
وہ غنی وحمید ہے اسی واسطے کہدیا کہ آدم کو سجدہ کرو اور اگر انکے سجدہ سے درگاہ الٰہی میں استغناء نہوتا بلکہ ذرہ برابر بھی قدر ہوتی تو سجود ملائکہ
کو آدم علیہ السلام کی طرف نہ پھیرا جاتا اور یہ حکم نہوتا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو پھر کہا کہ ملائکہ اور تمام مخلوق کے سجدہ سے اسکی بادشاہت میں ایک
ذرہ برابر بھی زیادتی نہیں ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی بادشاہت میں عزیز ہے قبل اسکے کہ ان سبکو پیدا کیا اور بعد اسکے کہ ان سب کو فنا کریگا اور عزیز ہے
جبکہ انکو مردہ کرکے زندہ فرما دیگا۔ پھر ابلیس کو عدم سجود پر توبیخ فرمائی اور آدمؑ کی شرافت ظاہر کی بقولہ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ یعنے
کس چیز نے تجھکو میری متابعت سے روکا حالانکہ درمیان میں غیر کا وجود نہیں ہے حاصل آنکہ تجھ پر میرا ہی قہر سابق وخذلان جو میری مشیت کے
موافق جاری ہوا ہے وہی روکتا ہے ورنہ حوادث ومخلوقات کیا چیز ہیں جو میری متابعت وحکم سے منھ موڑیں حالانکہ درحقیقت انکو کوئی قدرت
ومشیت حاصل نہیں اور سب کے سب میرے قبضہ قہر میں عاجز ہیں لیکن جسکے حق میں شقاوت وبدبختی جاری ہو چکی وہ مراد پر سبقت نہیں پاتا
اگرچہ تمام جہان کی عبادت ساتھ لیکر درگاہ عزت کی طرف مسابقت کرے واسطی رح نے کہا کہ جو متصعب ہو ہر نسک کا دنیا وآخرت میں
اور جہل اسکا وطن ہے اور اعتراض اسکا عوض ہے اور اللہ تعالے کی طرف دوری اسکا سبب ہے تو وہ اس سے قرب نہیں پاوے گا
کیونکہ عبادات مقطوع از رعایات ہیں اور نسک کا دیکھنا اپنے افعال ونفوس کا دیکھنا ہے اور زیادہ دلیر کوئی نہیں بہ نسبت اس شخص کے
جسنے اپنے آپ کو پسندیدگی کی آنکھ سے دیکھا پھر جب اللہ تعالے نے قہر سلطنت سے عار دلایا تو اپنے خطاب سے اسکو جواب
کی قدرت دیدی اور اگر یہ نہوتا تو خطاب قہر کے وقت اسکو کچھ بھی جواب نہ سوجھتا پس اسی قدرت سے اسنے جواب دیا
کما قال تعالے قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین ہرگاہ اس ملعون نے اپنے اوپر خطاب قہر حق کا لباس دیکھا تو انا کا لفظ
بولا جو اسکو اسی قوت سے حاصل ہوا ورنہ انا نہیں کہہ سکتا تھا کہ اسکی انانیت سبب جلال حق سے معدوم ہوتی۔ ابلیس ملعون نے
جوہر آتش کی طرف نظر کی جو قہر عدم سے صادر ہوا پس قہر قدم کی طرف منسوب ہوا پس اسنے اپنے آپ کو اچھا کہا اور اسنے نظر
معرفت سے اس مٹی کو نہ دیکھا جو لطف قدم ورحمت ازلی سے صادر ہوئی آگ اسکے غضب سے ہے اور مٹی اسکی رحمت سے ہے
اور رحمت کو غضب پر سبقت ہے۔ ابلیس نے ایک ہی صفت پر نظر رکھی اور دوسری صفت کو نہ دیکھا پس ایک صفت کے ساتھ
دوسری صفت سے محجوب ہوا اور اگر وہ تمام صفات کو دیکھتا تو دیدار کبریا وعظمت کے تحت میں پگھل کر فنا ہو جاتا اور پھر کبھی انا
نہوتا کیونکہ جسنے وصف قدم کو پہچانا وہ قدم میں عدم ہو گیا اگر ابلیس کو چہرہ آدمؑ نظر آتا جیسے ملائکہ کو نظر آیا تو جہالت سے قیاس فاسد نہ کرتا
اسی خاک سے اجسام انبیاء وصدیقین پیدا ہوئے ہیں ابلیس باطنی علم سے تو جاہل ہی تھا ظاہری علم سے بھی جاہل تھا ورنہ نص صریح
مقابلہ میں قیاس نہ کرتا کیونکہ نص ہر جہت سے قیاس پر غالب ہے بعض نے نکالا کہ اپنے جوہر وعبادت پر نظر کرنا ابلیس کی طرح موجب
لعنت ہے۔ پھر ابلیس نے عداوت صریح ظاہر کی چنانچہ اسکا قول حکایت فرمایا فبما اغویتنی لاقعدن لہم صراطک المستقیم قسم ہے یعنی قسم ہے
تیرے ارادہ سابقہ کی ابلیس کے گمراہ کرنے میں اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ قسم تجھے اپنی عزت کی کہ مجھے گمراہ کر دیا اب مجھے

یہ قدرت دے کہ مین تیرے بندون کی راہ مستقیم پر گاڑا بیٹھون ورنہ انکے اسراد مین تیرے انوار تجلی کے سامنے مجھے بیٹھنے کی قدرت
نہین ہے۔ قولہ لاقعدن لہم مین ایک عجیب نکتہ ہے یعنے انکے لیے لہم کہا اور علیہم نہین کہا حالانکہ لہم واسطے نفع کے اور علیہم واسطے ضرر کے ہوتا ہے پس
حاصل آنکہ وسوسہ شیطانی سے اُنکو شرافت زیادہ ہوگی جبکہ وہ میرے وسوسہ کو اپنے سینہ سے خوار وذلیل رد کر سکینگے اور انکا ایمان ویقین
غبار شک واضطراب سے خالی وخالص ہو جائیگا تو نے نہین دیکھا کہ جب صحابہؓ نے شکایت کی کہ ہم اپنے دلون مین ایسے وسوسہ پاتے
ہین کہ ہر ایک ہم مین سے اسکو زبان سے نکالنا بڑا عظیم گناہ تصور کرتا ہے تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہے قال المترجم یعنے اس وسوسہ کو
نہایت بُرا اور گناہ عظیم تو جبھی جانا جائیگا کہ ایمان موجود ہو پس جب ایمان کے ساتھ اس وسوسہ کو بُرا جانکر رد کردیا تو بڑا شرف وثواب ہے
اور تمام خرابی تو ان لوگون کی ہے جنکو وہ وسوسہ ہی خوب معلوم ہوتے ہین۔ محمد بن عیسیٰؒ نے کہا کہ ابلیس اگر ظاہری ہلاکت سے بچا تو اسی
سے کہ اُسنے اپنے کو مخلوق ہونے اور حق تعالیٰ کی قدرت سے گمراہ کیے جانے اور حق تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا ورنہ وہ
فنا ر وسخت عذاب مین ڈالا جاتا قال المترجم یعنے ظاہر حال اسکا اس بات کے واسطے شاہد ہے ورنہ باطن مین تو حکمت الٰہیہ
اسمین مضمر ہے اور جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ واقع ہوتا ہے یہان حکمت الٰہی مین گفتگو کرنا خود جہالت ہے پھر ابلیس نے زیادہ جرأت کی اور کہا
ثم لآتینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم الخ یعنے من بین ایدیہم تو نفس وہوائے نفسانی کی جہت سے اور من خلفہم یعنے شہوات وآرزو کی طرف سے
وعن ایمانہم یعنے دعوی خودی کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنے وقت بلاء ومصیبت کے شکوہ بیجا ظاہر کرنے کی جہت سے۔ نیز
اول تو طاعات کی جہت سے اور ثانی عوض پر نظر کرنے سے اور سوم راہ علم سے اور چہارم راہ جہالت سے۔ نیز۔ اول از راہ قلب
دوم از راہ عقل۔ سوم از راہ روح وچہارم از راہ صورت ونفس نیز اول از راہ اسلام ودوم از راہ ایمان وسوم از راہ عرفان
وچہارم از راہ ایقان واضح ہو کہ فوق وتحت کو نہین ذکر فرمایا کیونکہ تحت تو موضع فنا ہے یعنے حالت بندگی مین سجدہ کرکے فنا ہوجاوے
اسی واسطے سجود ہی کو نہایت محل قربت فرمایا اور یہ سجود تو شہود ہے اور وہ حفاظت ورعایت حق کا محل ہے پس یہان او تعالیٰ کی رعایت
ہے وہان کسی دوسرے کی مجال نہین کہ گزر جاوے اور رہا فوق یعنے اوپر کی جہت تو وہ محل کشف ومشاہدہ ہے اور وہین تجلی وظہور انوار
قدم ہوتا ہے اور وہان اگر تمام شیطان ایک سوئی کے ناکے برابر قریب ہون تو جلکر خاک ہوجاوین شیخ ابو عثمان مغربیؒ نے کہا کہ شیطان
آتا ہے بندہ طاعت گزار کے روبرو سے پس امیدین سجھاتا ہے وکرامتون کا وسوسہ دلاتا ہے ور پس پشت بدعتین وگمراہیان لاتا ہے
اور دائین سے طاعات لاتا ہے اور بائین سے شرک دکھلاتا ہے پس اگر کسی بندہ کے حق مین بدبختی ازلی جاری ہوئی ہے تو وہ شیطان کے
احکام مین فرمانبرداری کرجاتا ہے اور ویسی ہی طاعات بجالاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ جانے کہ اسکو شیطان کہان ہلاک کرڈالتے ہین اور
جنکے حق مین سعادت کی سرنوشت ہے وہ ان وسوسون کو رد کرتا اور اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلعم کے احکام پر چلتا ہے پس شیطان کے
وسوسہ اسکے حق مین سودمند ہوجاتے ہین۔ قولہ ولاتجد اکثرہم شاکرین اکثر وہ لوگ ہین جو شیطان کے موافق طاعات بجالاکر ہلاک ہوے
اور کمتر وہ ہین جنکو سعادت نے نجات دیدی والحمد للہ علی ذلک شیخ شبلیؒ نے کہا کہ اوپر اور نیچے کی طرف اسوجہ سے نہین کہا
ہے کہ اوپر کی جہت سے تو حضرت رب العزۃ کی نظر رحمت عارفون کے دلون پر ہے اور جہت زیرین موضع ساجدین ہے اور ان
دونون مقامون مین شیطان کو کوئی رستہ نا دراستہ نہین ملتا ہے پھر ساوس شیطان اور اسکے مکر وفریب کا نمونہ اور جو اسکی عداوت
آدمیون کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پر جاری ہوئی بیان فرمائی

از خود رفتہ ہون۔ اور اگر ابتدا ہی مین بدون التباس کے انوار ذات وصفات کی تجلی ہوتی تو اول ہی ظہور انوار الوہیت مین فنا ہو جاتے پھر ابلیس نے سجدہ نہین کیا کیونکہ اس جمال وجلال سے محجوب تھا کیونکہ اپنے نفس پر نظر رکھتا اور جہالت سے قیاس بناتا تھا اسی طرح جسنے اپنے نفس کی طرف مستقل نظر کی تو اس نفس کے پروردگار سے محجوب ہو گیا **قولہ** الا ابلیس لم یکن من الساجدین۔ کیونکہ اس دیدار شہود صفات وانوار ذات کی اسمین لیاقت نہ تھی۔ ابو حفصؒ نے فرمایا کہ ملائکہ کو اظہار کر دیا کہ درگاہ کبریائی انکی عبادت سے پاک بے پرواہ ہے وہ غنی وحمید ہے اسی واسطے کہدیا کہ آدم کو سجدہ کرو اور اگر انکے سجدہ سے درگاہ الٰہی مین استغنا نہوتا بلکہ ذرہ برابر بھی قدر ہوتی تو سجود ملائکہ کو آدم علیہ السلام کی طرف نہ پھیرا جاتا اور یہ حکم نہوتا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو پھر کہا کہ ملائکہ اور تمام مخلوق کے سجدہ سے اسکی بادشاہت مین ایک ذرہ برابر بھی زیادتی نہین ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنی بادشاہت مین عزیز ہے قبل اسکے کہ ان سبکو پیدا کیا اور بعد اسکے کہ ان سب کو فنا کریگا اور عزیز ہے جبکہ انکو مردہ کرکے زندہ فرماویگا۔ پھر ابلیس کو عدم سجود پر توبیخ فرمائی اور آدمؑ کی شرافت ظاہر کی بقولہ ما منعک ان لا تسجد اذ امرتک۔ یعنے کس چیز نے تجھکو میری متابعت سے روکا حالانکہ درمیان مین غیر کا وجود نہین ہے حاصل آنکہ تجھپر میرا ہی قہر سابق وخذلان جو میری مشیت کے موافق جاری ہوا ہے وہی روکتا ہے ورنہ حوادث ومخلوقات کیا چیز ہین جو میری متابعت وحکم سے منھ موڑین حالانکہ درحقیقت انکو کوئی قدرت ومشیت حاصل نہین اور سب کے سب میرے قبضۂ قہر مین عاجز ہین لیکن جسکے حق مین شقاوت وبدبختی جاری ہو چکی وہ مراد پر سبقت نہین پاتا اگرچہ تمام جہان کی عبادت ساتھ لیکر درگاہ عزت کی طرف مسابقت کرے واسطیؒ نے کہا کہ جو متعجب ہوا ہے نسک کا دنیا وآخرت مین اور جہل اسکا وطن ہے اور اعتراض اسکا عرض ہے اور اللہ تعالے کی طرف دوری اسکا سبب ہے تو وہ اس سے قرب نہین پاویگا کیونکہ عبادات مقلوع از رعایات ہین اور نسک کا دیکھنا اپنے افعال ونفوس کا دیکھنا ہے اور زیادہ دلیر کوئی نہین بہ نسبت اس شخص کے جسنے اپنے آپ کو پسندیدگی کی آنکھ سے دیکھا پھر حبیب اللہ تعالے نے قہر سلطنت سے غار دلایا تو اپنے خطاب سے اسکو جواب کی قدرت دیدی اور اگر یہ نہوتا تو خطاب قہر کے وقت اسکو کچھ بھی جواب نہ سوجھتا پس اسی قدرت سے اسنے جواب دیا کما قال تعالے قال انا خیر منہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین ہرگاہ اس ملعون نے اپنے اوپر خطاب قہر حق کا لباس دیکھا تو انا کا لفظ بولا جو اسکو اسی قوت سے حاصل ہوا ورنہ انا نہین کہہ سکتا تھا کہ اسکی انانیت سبب جلال حق سے معدوم ہوتی۔ ابلیس ملعون نے جوہر آتش کی طرف نظر کی جو قہر عدم سے صادر ہوا پس قہر قدم کی طرف منسوب ہوا پس اسنے اپنے آپ کو اچھا کہا اور اسنے نظر معرفت سے اس مٹی کو نہ دیکھا جو لطف قدم ورحمت ازلی سے صادر ہوئی آگ اسکے غضب سے ہے اور مٹی اسکی رحمت سے ہے اور رحمت کو غضب پر سبقت ہے۔ ابلیس نے ایک ہی صفت پر نظر رکھی اور دوسری صفت کو نہ دیکھا پس ایک صفت کے ساتھ دوسری صفت سے محجوب ہوا اور اگر وہ تمام صفات کو دیکھتا تو دیدار کبریا وعظمت کے تحت مین پگھل کر فنا ہو جاتا اور پھر کبھی انا نہوتا کیونکہ جسنے وصف قدم کو پہچانا وہ قدم مین عدم ہو گیا اگر ابلیس کو چہرۂ آدمؑ نظر آتا جیسے ملائکہ کو نظر آیا تو جہالت سے قیاس فاسد نہ کرتا اسی خاک سے اجسام انبیاء وصدیقین پیدا ہوئے ہین ابلیس باطنی علم سے تو جاہل ہی تھا ظاہری علم سے بھی جاہل تھا ورنہ نص صریح مقابلہ مین قیاس نہ کرتا کیونکہ نص ہر حیثیت قیاس پر غالب ہے بعض نے کہا کہ اپنے جوہر وعبادت پر نظر کرنا ابلیس کی طرح موجب لعنت ہے۔ پھر ابلیس نے عداوت صریح ظاہر کی چنانچہ اسکا قول حکایت فرمایا فبما اغویتنی لاقعدن لہم صراطک المستقیم۔ قسم ہے یعنی قسم ہے تیرے ارادہ سابقہ کی ابلیس کے گمراہ کرنے مین اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ قسم تجھے اپنی عزت کی کہ مجھے گمراہ کر دیا اب مجھے

یہ قدرت دے کہ مین تیرے بندون کی راہ مستقیم پر گاڑا بیٹھون ورنہ انکے اسراہین تیرے انوار تجلی کے سامنے مجھے بیٹھنے کی قدرت نہین ہے۔ قولہ لا تقعدن لہم مین ایک عجیب نکتہ ہے یعنے اسنے لہم کہا اور علیہم نہین کہا حالانکہ لہم واسطے نفع کے اور علیہم واسطے ضرر کے ہوتا ہے پس حاصل آنکہ وسوسہ شیطانی سے انکو شرافت زیادہ ہوگی جبکہ وہ میرے وسوسہ کو اپنے سینہ سے خوار وذلیل رد کرینگے اور انکا ایمان ویقین غبار شک واضطراب سے خالی وخالص ہو جائیگا تو نے نہین دیکھا کہ جب صحابہؓ نے شکایت کی کہ ہم اپنے دلون مین ایسے وسوسہ پاتے ہین کہ ہر ایک ہم مین سے اسکو زبان سے نکالنا بڑا عظیم گناہ تصور کرتا ہے تو فرمایا کہ یہ تو صریح ایمان ہے **قال المترجم** یعنے اس وسوسہ کو نہایت برا اور گناہ عظیم تو جبھی جانا جائیگا کہ ایمان موجود ہو پس جب ایمان کے ساتھ اس وسوسہ کو برا جانکر رد کردیا تو بڑا شرف وثواب ہے اور تمام خرابی تو ان لوگون کی ہے جنکو وہ وسوسہ ہی خوب معلوم ہوتے ہین۔ محمد بن عیسیٰؒ نے کہا کہ ابلیس اگر ظاہری ہلاکت سے بچا تو اسی سے کہ اسنے اپنے کو مخلوق ہونے اور حق تعالیٰ کی قدرت سے گمراہ کیے جانے اور حق تعالیٰ کے رب ہونے کا اقرار کیا ورنہ وہ فنا وسخت عذاب مین ڈالا جاتا **قال المترجم** یعنے ظاہر حال اسکا اس بات کے واسطے شاہد ہے ورنہ باطن مین تو حکمت الٰہیہ اسمین مضمر ہے اور جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہ واقع ہوتا ہے یہان حکمت الٰہی مین گفتگو کرنا خود جہالت ہے پھر ابلیس نے زیادہ جرأت کی اور کہا ثم لاٰتینہم من بین ایدیہم ومن خلفہم الخ یعنے من بین ایدیہم تو نفس وہوائے نفسانی کی جہت سے اور من خلفہم یعنے شہوات وآرزو کی طرف سے وعن ایمانہم یعنے دعویٰ خودی کی طرف سے اور عن شمائلہم یعنے وقت بلا ومصیبت کے شکوہ بیجا ظاہر کرنے کی جہت سے۔ نیز اول تو طاعات کی جہت سے اور ثانی عوض پر نظر کرنے سے اور سوم راہ علم سے اور چہارم راہ جہالت سے۔ نیز۔ اول از راہ قلب دوم از راہ عقل۔ سوم از راہ روح وچہارم از راہ صورت نفس نیز اول از راہ اسلام ودوم از راہ ایمان وسوم از راہ عرفان وچہارم از راہ ایقان واضح ہو کہ فوق وتحت کو نہین ذکر فرمایا کیونکہ تحت تو موضع فنا ہے یعنے حالت بندگی مین سجدہ کر کے فنا ہو جاوے اسی واسطے سجود ہی کو نہایت محل قربت فرمایا اور یہ سجود تو شہود ہے اور وہ حفاظت ورعایت حق کا محل ہے پس یہان او تعالیٰ کی رعایت ہے وہان کسی دوسرے کی مجال نہین کہ گزر جاوے اور رہا فوق یعنے اوپر کی جہت تو وہ محل کشف ومشاہدہ ہے اور وہین تجلی وظہور انوار قدم ہوتا ہے اور وہان اگر تمام شیطان ایک سوئی کے ناکے برابر قریب ہون تو جلکر خاک ہو جاوین شیخ ابو عثمان مغربیؒ نے کہا کہ شیطان آتا ہے بندۂ طاعت گزار کے روبرو سے پس امیدین سجھاتا ہے وکرامتون کا وسوسہ دلاتا ہے اور پس پشت سے بدعتین وگمراہیان لاتا ہے اور دائین سے طاعات لاتا ہے اور بائین سے شرک دکھلاتا ہے پس اگر کسی بندہ کے حق مین بدبختی ازلی جاری ہوئی ہے تو وہ شیطان کے احکام مین فرمانبرداری کرجاتا ہے اور ویسی ہی طاعات بجالاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ جانے کہ اسکو شیطان کہان ہلاک کرڈالتے ہین اور جنکے حق مین سعادت کی سرنوشت ہے وہ ان وسوسون کو رد کرتا اور اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلعم کے احکام پر چلتا ہے پس شیطان کے وسوسہ اسکے حق مین سودمند ہو جاتے ہین۔ قولہ ولا تجد اکثرہم شاکرین اکثر وہ لوگ ہین جو شیطان کے موافق طاعات بجالا کر ہلاک ہوے اور کمتر وہ ہین جنکو سعادت نے نجات دیدی والحمد للہ علیٰ ذلک شیخ شبلیؒ نے کہا کہ اوپر اور نیچے کی طرف اسوجہ سے نہین ذکر ہے کہ اوپر کی جہت سے تو حضرت رب العزۃ کی نظر رحمت عارفون کے دلون پر ہے اور جہت زیرین موضع ساجدین ہے اور ان دونون مقامون مین شیطان کو کوئی کھٹکا وراستہ نہین ملتا ہے پھر سادس شیطان اور اسکے مکر وفریب کا نمونہ اور جو اسکی عداوت آدمیون کے باپ حضرت آدم علیہ السلام پر جاری ہوئی بیان فرمائی

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ

اور اے آدم بس تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہے پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور پاس نہ جاؤ اس درخت کے پھر تم ہو گے

الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ

گنہگار پھر بہکایا انکو شیطان نے تا کھولے اُنپر جو ڈھنکے تھے اُن میں سے انکے عیب اور وہ بولا

مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝ وَقَاسَمَهُمَآ

تمکو جو منع کیا ہے رب تمھارے نے اس درخت سے مگر یہ کہ کبھی ہو جاؤ فرشتے یا ہو ہمیشہ جینے والے اور اُنکے پاس قسم کھائی

اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا

کہ میں تمھارا دوست ہوں پھر ڈھلا لیا اُنکو فریب سے پھر جب چکھا دونوں نے درخت کھل گئے اُنپر عیب اُنکے اور لگے

يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ

جوڑنے اپنے اوپر پات بہشت کے اور پکارا اُنکو اُنکے رب نے میں نے منع نہ کیا تھا تمکو اس درخت سے اور کہا تھا تمکو

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ

کہ شیطان تمھارا دشمن صاف ہے بولے اے رب ہمارے ہمنے خراب کیا اپنی جان کو اور اگر تو نہ بخشے ہمکو اور ہمپر رحم نکرے تو ہم ہونگے

مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ۝ ع ۵

نامراد کہا تم اترو ایک دوسرے کے دشمن ہوے اور تمکو زمین پر ٹھہرنا ہے اور برتنا ہے ایک وقت تک

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ۝

کہا اُسمین تم جیوگے اور اُسمین تم مرو گے اور اُسی سے نکالے جاؤ گے

وَيٰٓاٰدَمُ اے وقال یا آدم - اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اے آدم اُسْكُنْ اَنْتَ ساکن ہو تو ضمیر فصل سے تاکید اسواسطے کہ اسپر عطف کیا جاوے سے قولہ وَزَوْجُكَ حوا اور تیری زوج - یعنی حوا بالمد ممدودہ جو کہ حضرت آدم کے ضلع الیسر سے مخلوق کیگئیں الْجَنَّةَ جنت میں یعنی ابلیس کو جنت سے نکالنے کے بعد آدم کو خطاب فرمایا کہ تو مع اپنی جورو کے جنت کو اپنا مسکن بنا - اسمین اختلاف ہے کہ حوا قبل دخول جنت کے پیدا ہوئیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے اور یہی محمد بن اسحاق کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ بعد دخول جنت کے پس خطاب باین معنی کہ اسکا موجود ہونا علم الٰہی مین ثابت تھا فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا پس کھاؤ دونوں جہاں سے تمھارا جی چاہے یعنی جو قسم چاہو اور جہاں سے چاہو کھاؤ سورہ بقرہ میں وکلا بواو فرمایا اور یہاں بفاء جو مفید معنی واو یعنی مطلق جمع کو اور مزید معنی تعقیب کو ہے پس فخر رازی نے کہا کہ فاء کے معنی خاص ہوئے واو کے عام ہوے لہذا کچھ منافات نہیں ہے - وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ اور مت پاس پھٹکو اس درخت کے وہ گیہوں کا درخت تھا اور مراد یہ کہ اسکا پھل کھانے کے پاس نہ جا فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ کہ ظالموں میں سے ہو جاؤ یعنے اسکے پھل کو کھاؤ گے تو ظالم ہو جاؤ گے یعنے اللہ تعالےٰ کے حکم سے تجاوز کرنیوالے ہو جاؤ گے یا اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے فتکونا جائز کہ عطف لاتقربا پر ہو اور جائز کہ جواب نہی ہو فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ پھر وسوسہ دلایا دونوں کو ابلیس نے وَسوسہ بالفتح اسم ہے مانند زلزلہ کے اور بالکسر مصدر ہے اور آواز خفی اور نفس کی

باتین چنانچہ بولتے ہین کہ وَسْوَسَتْ نَفْسُہٗ اسنے جی ہی جی مین باتین کین اور اکثر استعمال ایسی نفسانی باتون کا جو بُری و بے بنیاد ہون چنانچہ
باطل بات کو کہتے ہین کہ یہ اُسکے وسوسہ مین سے ہی اور واضح ہو کہ اسمین لوگون نے کلام کیا کہ ابلیس جنت سے خارج تھا اسنے کیونکر وسوسہ
دلایا حالانکہ یہ جہالت ہی حسن بصریؒ نے فرمایا کہ زمین سے آسمان تک وسوسہ دلا سکتا ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسمین یہ قابو دیدیا ہی اور
بعضے لوگ جو خرافات لکھتے ہین کہ سانپ کے پیٹ مین گھسکر گیا اور مانند اسکے تو شیخ ابن کثیرؒ نے رد کر دیا کہ روایت کوئی صحیح نہین ہی شاید
بنی اسرائیل یہود و نصاریٰ کی روایات ہین واللہ اعلم بالجملہ شیطان نے دونون کو وسوسہ دلایا بدین غرض کہ لِيُبْدِيَ لَهُمَا تاکہ کھول دے
ان دونون کے واسطے مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وہ چیز جو در پردہ کی گئی تھی دونون سے اور وہ دونون کے سواۃ تھے اور یہ
غرض انکی نافرمانی پر زیادتی ہی اور بعض نے کہا کہ لام لیبدی برائے عاقبت ہی یعنے انجام یہ ہو جاوے کہ دونون کے سواۃ کھل جاوین اور
بعض نے کہا لام کئی ہی ای لکے یقبح الابداء بعدہ یعنی پیچھے اسکے یہ ابدار واقع ہو وری ماضی مجہول از مواراۃ ہی اور معنی اسکے ستر و پوشیدگی
از طرفین ہی یعنے تاکہ کھل جاوے انکی سواۃ جو دونون سے باہم ایک دوسرے سے پوشیدہ تھی اور سواۃ وہ چیز کہ سوء یعنے
عیب و ملال دیوے اور جسم پوشیدہ کو اسی سے سواۃ کہتے ہین کہ اُسکا کھلنا ملال دیتا ہی اور آدم و حوا اس اپنے جسم کو نہین دیکھتے
تھے اور نہ ایک دوسرے کا جسم دیکھتا پس شیطان نے اس کشف سے انکو ملال دینا چاہا اس حیلہ سے کہ لباس نور سے انکا
جسم مستور ننگا کر کے رنج و ملال دے اور جو بعض نے کہا کہ اس سے معلوم ہوا کہ کشف عورت حرام و منکر ہی اور وہ عقلی مستقبح چلا آتا ہی
تو اس قول مین یہ صحیح ہی کہ کشف عورت بُرا ہی لیکن حرمت ثابت نہین ہوتی اور قبح عقلی کا اثبات غلط ہی بلکہ وہ بمقتضائے حیا ہی اور حیا
شعبہ ایمان ہی لیس عقل سے اسکی قباحت ثابت کر کے انھون نے ملال نہین کیا بلکہ ایمان کامل کے مقتضا سے بوجہ حیا کے خود غمناک
ہوئے کما سیاتی پس شیطان نے آدم و حوا کو خلاف کرنے اور کشف عورت سے انکو رنج پہونچانے اور آیندہ ذریات مین مفاسد پیدا
ہونے کے لیے جو مشیت الٰہی مین جاری ہو چکے تھے انکو وسوسہ دلایا جسکا بیان یہ ہی کہ وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ
یعنے کہا ابلیس نے دونون سے کہ نہین منع کیا تمکو تمھارے رب نے اس درخت سے یعنے اسکا پھل کھانے سے اِلَّا کراہتہ
اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ مگر بغرض کراہت اس بات کے کہ تم دونون ملک ہو جاؤ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہنے والون مین سے ہو جاؤ
یعنے جنت مین یا زندگی مین ہمیشہ باقی رہو حاصل آنکہ اس درخت کے پھل کھانے کا یہ اثر ہی کہ وہ ملک ہو جاتا یعنے فرشتہ اور بکسر لام کی
قراءۃ پر معنی بادشاہ ہو جاتا ہی اور ہمیشہ باقی رہتا ہی جیسا کہ دوسری آیت مین مصرح ہی کہ قَالَ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى
یعنے آدم سے بولا کہ بھلا مین تمکو راہ بتادون شجرۃ الخلد کی جسکے کھانے سے ہمیشگی ہوتی ہی اور ایسے مُلک کی کہ کبھی اُسکو فنا نہین ہی
واضح ہو کہ اس مقام سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ ملائکہ افضل ہین جبھی تو اسنے ملک ہو جانے کی ہوس دلائی بلکہ باین معنی کہ تمکو فرشتون کی طرح
طعام کی خواہش نہو اور تمھارے عمر مانند فرشتون کے دراز ہو کیونکہ ماہیت نہ بدلنا تو ظاہر ہی اور نیز بیان تو ابلیس کے قول کی حکایت
ہی حتی کہ اسنے یہی اُلٹا فریب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے تمکو منع کر دیا ہی کہ اُسنے تمھارا ملک ہونا اور دائمی قائم رہنا بُرا جانا
وَقَاسَمَهُمَا مقاسمہ باہم قسم کھانا اور یہان فقط ایک طرف سے ہی یعنے ابلیس نے دونون سے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ -
اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ یعنے مین تم دونون کے واسطے بھلائی چاہنے والا ہون - قتادہؒ نے کہا کہ اُسنے اللہ تعالیٰ کی قسم
کھا کر انکو فریب و دھوکا دیا اور مومن اکثر اللہ تعالیٰ کی قسم پر دھوکا کھا جاتا ہی اور شیطان نے آنسے کہا کہ مین تمسے پہلے پیدا ہوا

اور تم سے زیادہ واقف ہون - فی السراج اسمین تنبیہ ہو کہ شیطانی آدمی کی قسم کا اعتبار نہ کرے اور قسم کھانے والا اکثر جھوٹا ہوتا ہے
اور خود بدگمانی سے قسم کھاتا ہو کہ سامع میری بات نہ مانیگا ابن عمرؓ سے مروی ہو کہ جب وہ اپنے غلام کو اچھی طرح نماز روزہ کرتے
دیکھتے تو اُسکو آزاد کر دیتے پس اُنکے غلام اسی خواہش سے ایسا کرتے تھے پس ابن عمرؓ سے کہا گیا کہ یہ لوگ آپ کو دھوکا دینے کو
ایسا کرتے ہین تو فرمایا کہ جو کوئی ہمکو اللہ تعالےٰ کے ساتھ دھوکا دیوے ہم اسکے دھوکے مین آجاوینگے۔ اللہ تعالےٰ کے نام پاک کی
جھوٹی قسم کھانے والا پہلا شخص ابلیس ہو پس جب اسنے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی تو آدم سمجھے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم جھوٹی کوئی نہین کھاوے گا
پس فریب مین پڑگئے چنانچہ فرمایا فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ پس نیچے لٹکا دیا انکو بسبب غرور یعنی فریب کے تدلیہ اوپر سے کوئی چیز نیچے لٹکانا - ومنہ
قولہ فادلی دلوہ اپنا ڈول کنوئین مین لٹکایا - المعنی رتبہ عالی سے دونون کو گیہون کھانے کیطرف اُتارا اور بعض نے کہا کہ آسمان سے زمین
کی طرف اُتارا - وقال المفسر اُنکو اُنکی منزلت سے گرا دیا بذریعہ اس فریب کے غرور ایسی باتین جسمین بظاہر نصیحت ہو اور باطن مین کھوٹ ہو (در قصہ یوسف)
فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ ای اکلا منہا - پھر جب درخت کے پھل سے کھایا - اسمین دلالت ہو کہ بہت ذرا سا کھایا تھا جسکو چکھنا کہا جاوے
بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا ای ظہر لکل منہا قبلہ وقبل الآخر ودبرہ وسمی کل منہا سوآۃ لان انکشافہ یسوء صاحبہ یعنی ظاہر ہوگئی دونون مین
سے ہر ایک کو اپنی شرمگاہ اور دوسرے کی شرمگاہ اور پائخانہ کا مقام حالانکہ وہ دونون قبل اسکے نہین دیکھا کرتے تھے اور اسکو
سواۃ اسواسطے کہا گیا کہ اسکا کھلنا اس شخص کو غمگین کرتا ہو بطور ظہور عیب کے وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ
اور شروع کیا دونون نے کہ لپٹاتے اپنے اوپر پتے درختان جنت کے تاکہ اپنے سواۃ کو چھپاوین - ابی بن کعبؓ سے روایت ہو
کہ آدم مرد دراز قد تھے انکے سر پر بال بہت تھے پس جب وہ اس دھوکے مین پڑگئے جو شیطان نے کیا تھا تو انکا جسم مستور
کھل گیا حالانکہ پہلے اسپر نظر نہین کرتے تھے تو جنت مین بھاگے پس راہ مین ایک درخت جنت انکے سر مین اُلجھا اس سے کہا کہ
مجھے چھوڑ دے اسنے کہا کہ مین تجھے نہین چھوڑونگا پس پروردگار عزوجل نے آواز دی کہ ای آدم تو مجھسے بھاگتا ہو عرض کیا کہ نہین
ای پروردگار مین شرمندہ ہون - رواہ ابن جریر وابن مردویہ - ابن عباسؓ سے یہ قصہ مروی ہو اور اسمین ہو کہ جس سے انکا تمام بدن
ڈھکا تھا وہ دونون کے ناخن تھے اور جسکے پتون سے بدن ڈھانپتے تھے وہ انجیر کے پتے تھے کہ انکو آپس مین چپٹاتے تھے
پھر اللہ تعالےٰ نے آواز دی کہ کیا مجھسے بھاگتا ہو عرض کیا کہ نہین ای پروردگار ولیکن مجھکو حیا آتی ہو - فرمایا کہ کیا تجھکو کافی نہ تھا جو
مین نے جنت مین سے تجھے مباح وحلال کیا تھا کہ تو حرام کی طرف گیا عرض کیا کہ کیون نہین ای پروردگار وہ سب کافی وافی تھا
ولیکن قسم ہو تیری عزت وجلال کی کہ مین نے یہ نہین خیال کیا کہ کوئی تیری جھوٹی قسم کھاویگا - فرمایا کہ قسم مجھکو اپنی عزت کی کہ تجھکو
زمین مین اُتارونگا پھر نہ پاویگا تو زندگانی مگر بکدر پس زمین مین اتارے گئے پس جنت مین تو طعام رغد کھاتے تھے پھر بغیر رغد کھانیلگے پس انکو لوہے کی
ساخت بتلائی گئی اور کھیتی سکھلائی گئی پس ہل سے کھیتی کی اور سینچا پھر کاٹکر کھلیان کیا پھر پیسکر گوندھکر روٹی پکائی پس پہونچی
حالت جہانتک کہ پہونچی - رواہ عبد الرزاق عن سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ قولہ من ورق الجنۃ کہا کہ انجیر کے پتون سے اسنادہ صحیح
عن وہب بن منبہ فی قولہ ینزع عنہما لباسہما کہا کہ آدم وحوا کی شرمگاہ پر لباس نور تھا کہ یہ اسکی شرمگاہ نہین دیکھتا اور وہ اسکی شرمگاہ
نہین دیکھتی پھر جب درخت سے کھایا تو انکے سوآۃ کھل گئے - رواہ ابن جریر باسناد صحیح وَنَادٰهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا
عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ یہ استفہام تقریری ہو - عن ابن عباسؓ جب آدم نے

درخت مذکور مین سے کھایا تو کہا گیا کہ تو نے اس درخت مین سے جس سے مین نے منع کر دیا تھا کیون کھایا تو کہا کہ مجھکو حوا نے کہا تو فرمایا کہ یہی اسکا انجام کہ حاملہ ہو تو کرہ یعنے تکلیف سے اور وضع حمل کرے تو تکلیف سے تب حوا باریک آواز سے روئین تو کہا گیا کہ یہ رونا تجھپر اور تیری اولاد پر ہے - رواہ ابن جریر و لعل اسنادہ مما لا باس بہ عن قتادہؒ آدمؑ نے عرض کیا کہ اے پروردگار اگر مین توبہ کرون و اپنی حرکت سے مغفرت مانگون تو فرمایا کہ ایسی صورت مین تجھے جنت مین داخل کرونگا - اور رہا ابلیس تو اسنے توبہ کی درخواست نہ کی بلکہ مہلت مانگی پس ہر ایک کو وہ ملا جو اسنے مانگا رواہ عبد الرزاق باسناد صحیح اور ضحاک بن مزاحم سے روایت ہے کہ جو کلمات کہ آدم نے اپنے رب سے سیکھ پائے تھے وہ یہ ہین قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اس معصیت کے سبب سے وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ پس یہی کلمات ہین جنکو آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے پایا کما فی قولہ تعالے فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم سراج مین ہے کہ انھون نے حق عبودیت مین اعتراف سے گناہ کا اقرار کیا اور درحقیقت وہ خلاف اولی ہے کیونکہ وہ بطریق نسیان تھا جیسا کہ سورۂ طٰہٰ مین منصوص ہے پھر بعض لوگون نے اسی آیت و اسکے مانند سے استدلال کیا کہ انبیاءؑ سے گناہ صادر ہوتا ہے اور رد کر دیا گیا کہ رفعت و علو اور معرفت مین انبیاءؑ کا سب سے بڑا درجہ ہے پس وہ ایسے چھوٹے چھوٹے امور سے بھی ماخوذ ہوتے ہین جنسے اور لوگ نہین ماخوذ ہوتے اور بسا اوقات ایسے امور پر معتوب ہوتے ہین جو بطریق تاویل صادر ہوتے ہین اسی سے وہ لوگ ہمیشہ دلرزتے رہتے ہین پس انکے بلند درجات اور اونچے مقامات کے بہ نسبت یہ امور گویا گناہ ہین اور یہ معنی نہین کہ ایسے گناہ ہین جیسے اورون کے ہوتے ہین پس باوجود انکے طہارت و پاکیزگی کے اور وحی سماوی و ذکری سے عمارت باطن کے اور اعمال صالحہ وغیرہ سے عمارت ظاہر کے یہ امور گناہ اور انکے احوال سے بعید ہین پس آدمؑ نے بھی مقربین کے مانند ان زلات کو بڑا گناہ اقرار کر لیا اور نیز انکی نبوت سے پہلے یہ امر انسے صادر ہوا تھا بالجملہ انبیاء علیہم السلام سے صدور گناہ کبیرہ کا قائل کوئی نہین ہو سکتا سوائے جاہل بیوقوف کے ونعوذ باللہ من الغباوۃ والجہالۃ قَالَ اهْبِطُوْا جملہ مستانفہ ہے جیسے جملہ اول مستانفہ تھا یعنی حکم دیا کہ نیچے اترو تم سب یعنے آدم و حوا مع ذریات کے جو انکے اندر تھین بعض نے کہا کہ دونون مع ابلیس کے اترو بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ درحالیکہ بعض تمہارا بعض کا دشمن ہے یعنے اولاد آدم و ابلیس ہین عداوت تا قیامت رہے وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ یعنے زمین مین تمہارے واسطے جائے قرار اور تمتع ہے اسوقت تک کہ تمہاری موت آوے - فی السراج والمعالم جب آدم کی موت کا وقت آیا تو ملائکہ حاضر ہوئے پس حوا نے انکے گرد پھرنا شروع کیا تو فرمایا کہ میرے پروردگار کے ملائکہ کو آنے دے جو کچھ مجھکو پہونچا وہ تیرے ذریعہ سے پہونچا پھر جب انکا انتقال ہو گیا تو ملائکہ نے پانی مین بیری کی پتی جوش دیکر غسل دیا اور طاق کپڑون مین کفن دیا اور لحد بنا کر ملک ہند کی سرزمین سراندیپ مین دفن کیا اور اولاد آدم سے کہا کہ یہی طریقہ تمہارے واسطے مقرر ہوا - ابن عباس نے فرمایا کہ مستقر زمین کے اوپر اور زمین کے نیچے دفن ہین رواہ عنہ ابن ابی حاتم قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ یعنے اللہ تعالے نے فرمایا کہ زمین ہی مین زندہ رہوگے جبتک زندگی مقدر ہے اور اسی مین مروگے اور اسی سے نکلوگے جب کہ قیامت مین زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے تخرجون کے معنی نکلوگے بنا بر صیغہ معروف ہے جیسا کہ حمزہؒ کی قراءۃ ہے اور باقیون نے مجہول پڑھا تو معنی آنکہ اسی سے نکالے جاؤ گے و ہذا کقولہ تعالی منہا خلقناکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخری ف قال فی العرائس قولہ یا آدم اسکن - اللہ تعالے نے جنت مین انکی سکونت

عیش مین ایک امتحان مضمر رکھا اور اگر اپنے جمال و وصال سے انکی زندگی رکھی ہوتی تو پھر امتحان سے محفوظ ہوتے کیونکہ اسکی درگاہ
مین حوادث کی سضرت نہین ہے - قولہ ولا تقربا ہذہ الشجرۃ - اول لسبوے فتنۃ امتحان ہے اور شجرہ مذکورہ مین تجلی تھی جو لطائف قدس سے
انکے سر الاسرار مین سمائی پس اسکے مشتاق ہونے اور قریب ہونے سے جوش شوق ہوا حالانکہ اسمین علم سر الاسرار وعلم الاقدار تھا
پس کھانے سے ان علوم سے بھر گئے اور جنت برداشت نہ کرسکے تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہوئے کیونکہ یہ اسرار ربوبیت ہین
لہذا قولہ فتکونا من الظالمین کی مصداق ہوئے کیونکہ سترہ زار ربوبیت مین جاکر اسرار ربوبیت لائے اور اگر اللہ تعالی انکی زبانین نہ بند
فرماتا تو جہان مین علم اقدار پھیل جاتا اسی واسطے بعض مشرقین نے کہا کہ یہ درخت علم القضاء والقدر تھا جو جانا وہ اسکے اسرار سے عز الملک
رہلا مین پہونچا اسی واسطے ابلیس نے کہا کہ تجھے شجرۃ الخلد کی راہ بتاؤن - وہ جانتا تھا اور اسکو لیکر منازعت باستعداد فاسد چاہتا تھا
مگر نہ پانے سے بہت غمناک ہوا اور کنوز غیب اسمین مثمر پاکر آدم کو دلالت کی تاکہ خلق مین کوئی متمتع ہوکر اسمین منازع ہو پس آدم کو حسد سے
اسمین ڈالا کیونکہ مقام خطر تھا لیکن اللہ تعالے نے انکو معصوم رکھا کہ انکے نفوس کو زمام قہر مین گرفتار کیا پس جب سحر و ساقط ہوکر
اپنا ضعف معلوم کیا تو کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا الخ پس شیطان کا یہ ارادہ کہ بعد علم اسرار کے مدہوش سرمست ہوکر قبول احکام شریعت سے خارج
ہوجاوین اور عبودیت الٰہی عالم مین نہ رہے وہ برعکس ہوگیا کہ وہ عارف ہوکر درجہ نبوت و رسالت پر رہے قولہ فوسوس لہما الشیطان الخ جب
اللہ تعالے کسی بندہ کو کشف اسرار چاہتا ہے تو شیطان اسکو بہکاتا ہے اور وہ سبب انکشاف ہوجاتا ہے اور خود شیطان خوار ہوتا ہے جیسے آدم
علیہ السلام پر گذرا اور ابلیس انکے حسد مین خوار ہوا اور آدم زیادہ مقبول ہوئے لقولہ تعالے ولا یحیق المکر السیئ الا باہلہ - یعنے مکر بدی اسی کو
ملتا ہے جسنے مکر کیا اور آدم کے حق مین فرمایا ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی پھر دونون یعنی آدم وحوا نے بعد ظہور اسرار کے انکو ادب کے
پہلوؤن سے عبودیت مین مرعی رکھا کما یدل علیہ قولہ وطفقا یخصفان علیہما الخ ابو سلیمان دارانی رح نے کہا کہ شیطان نے برائی چاہی وہ
سبب علوم وبلوغ کمال ہوا کہ آدم نے کوئی عمل اس خطیئہ سے بڑھکر نہین کیا جسنے انکو ادب سے مقام حقائق مین ثابت رکھا اور
سجود ملائکہ وغیرہ سے اگر کچھ وحشت آئی تو برکت اسکے اول تخصیص خلقت دست قدرت کی طرف لقولہ ربنا ظلمنا الخ راجع ہوگئی -
قولہ وقاسمہما انی لکما الخ ابلیس نے مکر سے دشمنی کی وہ درحقیقت انجام کار نصیحت ہوگئی ابوبکر الوراق رح نے فرمایا کہ نصیحت اسی شخص کی
قبول کرنی چاہیے جسکے دین وامانت پر اعتماد ہو اور تیری نصیحت مین اسکا کوئی ہدم متعلق نہو کیونکہ ابلیس کے مانند نصیحت کرنے والے
شیاطین الانس ہوتے ہین قولہ فدلاہما بغرور - اس چیز سے کہ درخت مین اسرار ربوبیت ہین پس غرور اطلاع باسرار قدم مین ڈالا تاکہ مقربین
ملائکہ اور خازنان اسرار مین سے ہوجاوین اور یہ جذبہ شوق تقرب تھا جیسے عشاق ہر کس وناکس کی بات سن لیتے ہین اور بعض نے
کہا کہ انکو بسبب قسم اللہ تعالے کے فریب دیا ورنہ فریب نہ کھاتے - قولہ فلما ذاقا الشجرۃ بدت الخ اسمین اشارہ لطیفت ہے کہ یہ اسرار خاصہ
انہین دونون کو ظاہر ہوئے اور کسی کو ظاہر نہوئے اور ظہور مین انہین دونون کی تخصیص سے معلوم ہوا کہ اغیار کی نظر وہان نہین
پہونچی کیونکہ سوآۃ مقام کرامت وامانت ورسالت ونبوت وولایت تھی انکو جنت وغیرہ سب سے مجرد کردیا کیونکہ وہ تجرید توحید وافراد
قدم مین تھے وہان جنت وغیرہ کا گذر نہین ہے پھر جب شجرہ عشق کا پھل چکھا اور منفرد ہوئے تو غرائب علم اقدار انپر منکشف ہوئے اور
تیج اشباح وارواح کو انسے نکالا واسطیؒ سے پوچھا گیا کہ انبیاء کو جلد عقوبت کیون ہوتی ہے حالانکہ ابلیس خطا ربلکہ غلط کر گیا -
تو فرمایا کہ نزدیکی مین سوء ادب ویسا نہین جیسے دور والا بے ادبی کرے بعض نے کہا کہ چیونٹی برابر بات پر انبیاء سے مطالبہ ہوتا ہے

اور بڑی بات پروردی والون پر کچھ مطالبہ نہین ہوتا بعض نے کہا کہ عصمت انکو ظاہر ہوا اور غیر کو ظاہر نہوا واسطی رح نے کہا کہ آدم سے کسوت
عزت کو چھین لیا اور مواخذہ مین ڈال دیا تاکہ زوال نعمت کی قدر جانے پھر کسی نے نہ پہنائی تو یقین دلایا کہ وہ اپنے نفس سے کچھ نہین پہر جو کچھ
اسکو حاصل ہوگا خالص پروردگار کی رحمت سے ملیگا پس سب سے منقطع ہوکر اوتعالے کی طرف راجع ہوئے جب ہر دو بندگان خاص
ان میدان ناپیدا کنار مین پڑے کہ علوم الاسرار والاقدار سے انتہا رہین تو ملاطفت سے انکو راہ بتائی ندامت کی بقولہ ونا داہما ربہما الخ
ندا رہین لطف عتاب ہو کیونکہ اس شجرہ کے استحقاق سے انکو بعد تھا قرشی رح نے کہا کہ آدم کو جنت مین بھیجا اور شجرہ سے منع کیا جب
آدم نے کھایا تو پکارا قول تو قرب کے معنی مین ہوا اور ندا کرنا بعد دوری کے معنی مین ہو پھر جب دونون نے چاہا کہ غایت عشق سے
شجرہ نیت سے کھانے مین ہم نے خطا کی اور یہ ہمارا مقام نہین تو ظلم کو اپنی طرف نسبت کرکے کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا الخ ظلم یہان یہی ہو
کر مقام کی شناخت نہوا اور مشاہدہ حق مین حظ نفس کی خواہش ہوا اسی واسطے دونون نے جہالت کا اقرار کیا اور اسوقت مین مقام تلوین
مین تھے اور اگر مقام تجرید و توحید یعنی مقام تمکین عرفان مین ہوتے تو نفس کا ذکر درمیان مین نہ لاتے اور نفس کو ملامت نکرتے کیونکہ نفس
پر نظر رکھنا اور اسکی کسی قدرت کو مقام توحید مین دیکھنا شرک ہو کیا تو نہین دیکھتا کہ حضرت استاد رح نے کہا ہو کہ جسنے اپنے نفس کو ملامت
کی وہ مشرک ہو حسین رح نے کہا کہ شرک و ظلم یہ ہو کہ اوتعالے کی طرف سے کسی غیر کی طرف مشغول ہو۔ اور ابن عطا رح نے کہا کہ ظلم یہان یہ
حق تعالے کے سوائے جنت و اسکی نعمت کی طرف بھی مشغول ہوئے تھے شیخ شبلی رح نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے گناہ انکو کرامات
و مراتب پر پہونچاتے ہین جیسے کہ آدم کے گناہ کا انجام یہ ہوا کہ مقام اجتبا و اصطفا پر پہونچے اور اولیاء کے گناہون سے کفارہ
ہوجاتا ہو۔ اور عوام کے گناہ انکو خواری و اہانت مین ڈالتے ہین واسطی رح نے کہا کہ حال طینت مین انکو کوئی خطرہ سوائے حق کے
نہ تھا پھر جب حضور مین حاضر کیا تو حضور سے غائب ہوئے پس غیر کے خطرہ سے ظلم کیا اور کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا کیونکہ نہین اتصال
کے ساتھ اتصال مین اسکو اتصال سے قطع کیا اور نفس مین جو نفس سے تھا اسکو نفس سے کیون نہین غائب کیا پس اللہ تعالیٰ نے
اسکو زیادہ سوزش و ہیجان مین ڈالا کیونکہ شوق کو فراق سے ملا دیا اور مشتاق سے لیا تاکہ سفر عشق مین طرح طرح کی محنت و مشقت
اٹھاوے اور حکم دیا کہ اہبطوا پس آدم کو مقام بہجت سے عالم محنت مین اتار دیا اور اہل عداوت کے درمیان پھنسایا اور بعد
وصل کے رنج فرقت چکھایا کیونکہ مقام عشق مین رنج و غم فراق اور ذوق وصال ساتھ ساتھ ہین عیش وصال مین حبیب کے ساتھ
صافی اسحال بلا کدورت تھا نہ وہان جفا و فراق تھی اور نہ بلاء امتحان پھر فرقت کے ہاتھون امتحان مین پھنسا دیا اور برادر حضرت الدین
جنت وصال مین یہ طمع کرتے تھے کہ دوام لقاء حاصل ہو پس غیرت کبریائی نے وہان سے نکال دیا۔ واضح رہے کہ یہ بھی رحمت ہو
کہ دوام لقاء بعد فناء کا راستہ بتادیا بعض نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام رتبہ فضیلت و کرامت سے نہین گرے اگرچہ مقام جنت سے
نکل آئے ہین اسی واسطے فرمایا ثم اجتباہ ربہ پھر جب دونون کو منزل جنت سے نکالا اور میدان محنت یعنی زمین پر ڈالا تو آگاہ فرمایا کہ دونون
اس زمین پر بروح معرفت و رزق مشاہدہ زندہ رہینگے اور کنار شفقت و مکاشفہ مین رہینگے پس وہان سے نعت توحید و محبت
نکلینگے چنانچہ قولہ فیہا تحیون وفیہا تموتون ومنہا تخرجون سے اشارہ ہو یعنی طاعت باللہ سے زندہ اور فناء فی اللہ سے مردہ۔
اور بقاء باللہ سے نکلوگے۔ اور بعض نے کہا کہ معرفت کے ساتھ زندہ ہوگے۔ اور یہ حالت رہی تو مردہ ہوگے اور جو نقدیر و مشیت
سابق جاری ہوچکی ہو اور جو احکام سعادت و شقاوت کے ہوچکے ہین انہین کے موافق وہان سے نکلوگے پھر آدم کے لباس

جنت کے عوض اولاد آدمؑ کو مختلف لباس ملے کما قال تعالےٰ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ

اے اولاد آدم کی ہمنے اتاری تمپر پوشاک کہ ڈھانکے تمھارے عیب اور رونق اور کپڑے پرہیزگاری سو بہترین یہ

مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○

قدرتین ہین اللہ کی شاید وہ لوگ دھیان کرین

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اسمین بعض نعمت کی تذکیر ہی کہ لباس تن انسانی پر بہتر ہی اور لباس مین سے بہتر لباس تقوی ہی حتی کہ آدم سے لباس جانا موجب اسارة ہوا اور لباس تقوی زائل نہین ہوتا اور یہ تمہید ہوا آیة مابعد کے واسطے پس فرمایا کہ یا بنی آدم اے اولاد آدم ۔ اور بنین کو خطاب بسبب شرف مردون کے عورتون پر ہی اور شامل اسمین عورتین بھی ہین پس تغلیبا بنین فرمایا قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ اے خلقنا لکم ۔ البتہ ہمنے تمھارے واسطے پیدا کیا مینھ وغیرہ آسمانی اسباب اتار کر لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ ایسا لباس کہ چھپاتا ہی تمھارے فروج یعنے شرمگاہون کو ۔ پس لباس کو انزلنا فرمایا تو اسی سبب سے آسمانی اسباب مینھ وغیرہ اتار کر پیدا کیا گیا ہی اسلیے مفسرؒ نے خلقنا لکم سے تفسیر کی اور نظیر اسکا قولہ تعالی وانزل لکم من الانعام ہی یعنی خلق لکم من الانعام اور ایسے ہی قولہ وانزلنا الحدید فیہ باس شدید یعنی لوہے کی نسبت اتارنا فرمایا ہی ۔ اور بعض نے کہا کہ زمین کے جملہ برکات منسوب بآسمان ہین یعنی جو زمین کے برکات ہین وہ آسمان سے اتری ہوئی کہی جاتی ہین ۔ اور یواری اے یستر سوآتکم تمھارے سوآة کو ڈھکتا ہی وَرِيْشًا عطف ہی لباسا پر اور جملہ صفت ہے اشارہ ہی کہ ستر پوشی مین اصل ہی اسی واسطے مفسرؒ نے ریش کی تفسیر کی کہ وہ کپڑے ہین جنسے آدمی تجمل حاصل کرتا ہی اور بعض قراءت مین ریاشا جمع ریش ہی ۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ ریاش کلام عرب مین اثاث البیت وظاہری کپڑے ہین یعنی جنسے ظاہر مین تجمل کیا جاوے پس لباس تو ضروری چیز ہی اور ریاش انکا تکملہ و مزید چیز ہی ۔ بخاری نے ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ ریش یعنی مال ہی ۔ رواہ عنہ ابن ابی طلحہ اور یہی قول مجاہد و سدی و ضحاک و عروہ ابن الزبیر و بہتون کا ہی ۔ اور عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ریاش لباس و عیش و نعمت ہی اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص نیا کپڑا پہنے جب گردن تک پہونچے تو کہے الحمد للہ الذی کسانی ما اواری بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی ۔ پھر پرانا کپڑا لیکر صدقہ کردے تو وہ زندہ و مردہ اللہ تعالےٰ کے ذمہ و جوار مین اور اسکی رحمت مین ہوگا رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ اور حضرت علیؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم جب نیا کپڑا پہنتے تو کہتے ۔ الحمد للہ الذی رزقنی من الریاش ما اتجمل بہ فی الناس و اواری بہ عورتی ۔ رواہ احمد ۔ سراج مین کہا کہ ثابت ہوا کہ زینت ایک غرض صحیح ہی جیسا قولہ تعالےٰ لترکبوھا وزینۃ الآیۃ سے ثابت ہی اور فرمایا ولکم فیہا جمال حین تریحون الآیۃ اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ جمیل ہی اور وہ جمال کو دوست رکھتا ہی ۔ رواہ الترمذی وغیرہ پس معنی آیت کے یہ ہین کہ اے اولاد آدم ہمنے اتارا تمپر ایسا لباس کہ تمھاری شرمگاہون کو چھپاتا ہی اور ایسا لباس کہ وہ تمکو زینت کا فائدہ دیتا ہی ۔ اور مروی ہی کہ عرب کے لوگ ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے اور عورتین بھی ننگی ہو کر ہاتھ یا کچھ چیز شرمگاہ پر رکھکر رات مین طواف کرتین پس آیت نازل ہوئی قال البیضاوی شاید اللہ تعالی سبحانہ نے قصۂ آدم کو اسی حکم کے واسطے مقدم بیان فرما دیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ پردہ شرم کھل جانا پہلی برائی تھی جو شیطان کی طرف سے آدمی کو پہونچی پس اولاد آدم کو شیطان نے اغوا کیا ہی جیسے اسنے آدم علیہ السلام کو دھوکے سے برہنگی کی برائی پہونچائی تھی قال المترجم اس آیت مین تنبیہ و ارشاد ہی کہ برہنگی عیب ہے

اسکے دور کرنیکو اللہ تعالے نے نعمت لباس نازل فرمائی اور یہ زجر ہی مشرکین کو جو ایسا کرتے تھے ور نہ ننگے ہو کر طواف سے ممانعت
کرنے مین اصل قولہ تعالی یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد الآیۃ ہی جو آیندہ آتی ہی **قال فی السّراج** جب اللہ تعالی نے لباس
محسوس کو بیان کیا اور اسکی دو قسمین کین کہ ایک ضروری ہی کہ شرمگاہ کو چھپانے والا ہی اور دوسرا زینت و تجمل کے واسطے ہی تو اسکے پیچھے
اصل لباس معنوی کو بیان فرمایا بقولہ و لباس التقوٰی ذٰلک خیر نافع و ابن عامر و کسائی نے لباس التقوی بنصب پڑھا بنابر انکہ
لباساً پر عطف ہی یعنی اور نازل فرمایا ہمنے تمہیر لباس التقوی اور وہ خیر ہی یعنی لباس ستر اور لباس زینت سب سے اچھا ہی پس
ذلک مبتدا اور خیر اسکی خبر ہی اور جملہ بیان فضیلت لباس التقوی ہی اور باقی قرار رحمہم اللہ نے لباس التقوی برفع پڑھا پس یہ مبتدا ہی
اور یہ جملہ ذلک خیر اسکی خبر اب رہا بیان اسکا کہ لباس التقوی جو استعارہ ہی تو کس چیز سے استعارہ ہی ورنہ کیا مراد ہی فقال الحافظ
فی التفسیر مفسرین نے اسکے کئی معنی بیان کیے ہین عن عکرمہ وہ لباس ہے جو قیامت مین متقیون کو ملیگا - رواہ ابن ابی حاتم
زید بن علی و سدی و قتادہ و ابن جریج نے کہا کہ وہ ایمان ہی عوفی عن ابن عباس وہ عمل صالح ہی و عنہ وہ ستودہ اخلاق ہین عن
عروہ بن الزبیر وہ خوف الٰہی محبت کے ساتھ ہی - عبد الرحمن بن زید اللہ تعالی سے خوف کر کے اپنی شرمگاہ ڈھکی رکھے یہ سب معانی عن ابن عباس
قریب قریب اور حضرت عثمان رضی سے روایت ہی کہ منبر پر خطبہ مین لوگون کو کتے مارنے کا حکم دیتے اور کبوتر بازی کرنے سے منع کرتے
پھر کہا کہ ای لوگو تم ان سرائر مین اللہ تعالے سے تقوی رکھو کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے
قبضہ مین محمد کی جان ہی کہ نہین چھپائی کسی نے کوئی سریرت مگر آنکہ اللہ تعالے اسپر علانیہ ایک چادر پہناتا ہی اگر بھلی سریرت ہی تو بھلی
چادر اور اگر بری سریرت ہی تو بری چادر پہناتا ہی پھر یہ آیت پڑھی و لباس التقوی ذلک خیر ذلک من آیات اللہ اور کہا کہ ذلک
خصلت ہی - رواہ ابن جریر و الطبرانی اور حسن بصری رح نے اسکو حضرت عثمان سے سنا ہی تو کتون کے قتل اور کبوترون سے بازی
نہ کرنیکو خطبہ مین حسن کا حضرت عثمان سے سننا تو شافعی و احمد و بخاری فی الادب کی روایات بطرق صحیحہ سے ثابت ہی اور
یہ شاہد ہی باقی جزو روایت مرفوع کا و اللہ اعلم ذٰلک من اٰیت اللہ یعنی لباس تقوی یا یہ جملہ لباس نازل فرمایا آیات الٰہی سے
یعنی اسکی قدرت کے دلائل سے ہی لعلّھم یذّکّرون شاید اولاد آدم تذکر کرین یعنی نصیحت و پند حاصل کرین پھر ایمان لاوین
اسیوجہ سے التفات ہی یعنی پہلے بحرف ندا خطاب فرمایا تھا اور یہان بصیغہ غائب فرمایا پس خطاب سے غیبت کی طرف التفات
ہی اور اسمین دلیل ہی کہ ستر عورت ظاہری لباس تقوی اور اعمال صالحہ جو باطنی خوش اخلاق و سیرت صادقہ سے ہون وہ اصل لباس
ہین پس اگر تمام دوشالے وغیرہ لادے ہوا اور باطن مین اخلاق مذمومہ و اعمال ناپاک رکھتا ہو تو وہ ننگون سے بدتر ہی اور اگر باطن
لباس تقوی سے آراستہ ہو تو پھٹا کپڑا اسپر کمال زینت ہو اور درحقیقت وہ آیات الٰہی مین سے ہی کہ اندھے اور بے ایمان اسکو
دیکھ نہین پاتے **فی العرائس** قولہ تعالے یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباساً - ہر گروہ کے واسطے لباس خاص ہی
پس عارفون کے واسطے لباس معرفت ہی اور محبین کے واسطے لباس محبت ہی اور مشتاقون کے لیے لباس شوق ہی اور موحدین
کے لیے لباس توحید ہی اور زاہدون کے لیے لباس زہد ہی اور متقیون کو لباس تقوی ہی اور اولیا کو لباس ولایت ہی اور
انبیا کو لباس نبوت ہی اور مرسلین کو لباس رسالت ہی اور انہین سے ہر ایک کیواسطے ظاہر و باطن ہی پس زینت باطن تو معرفت
کی ترو تازگی ہی کہ واسطے ہی اور ظاہری زینت واسطے شریعت کے ہی پس جو اس زینت سے حقیقت مین آراستہ ہو وہ انوار قرب

کی وجہ سے مخلوق کے درمیان مزین اور مہیب ہوجاتا ہے اور قولہ تعالے ولباس التقوی ذلک خیر یعنی بہتر سب سے لباس تقوی
ہے کیونکہ ہر لباس مین ضرور نفس بندے کو حظ ملتا ہے اور لباس التقوی مین نفس کو کچھ حظ نہین ہے۔ اور یہ لباس تو عوام کے
ہین اور لباس تقوی وہی ہے کہ اللہ تعالی کی عزت وجلال مین فنا ہوگیا اور صفات الٰہی سے اسکو قوت حاصل ہوئی یعنی بدون
حلول وغیرہ وہمی وقیاسی باتون کے اسمین صفات الٰہی سے اتصاف ہوا جیسا کہ قرب نوافل مین جابجا مذکور ہوچکا پس لباس التقوی
مین ہر لباس فنا ہوجاتا ہے اور جو شخص اس لباس سے آراستہ ہوا وہ اللہ تعالی کی طرف سے تمام عالم کے واسطے قبلہ ہوگیا جو
اسپر نظر کرتا ہے وہ اللہ تعالے عزوجل کے انوار صفات کو پاتا ہے پس اسی لباس اتصاف کی طرف حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اشارہ فرمایا بقولہ من رآنی فقد رأی الحق جسنے مجھکو دیکھا اسنے حق کو دیکھا **قال المترجم** اہل تصوف نے اس حدیث کے
معنی سے بھی اشارہ کے معنی نکالے ہین وقد مر مفصلا اور قولہ تعالے یواری سوآتکم اشارہ ہے کہ تم سب کے سب انوار قدم سے
ننگے اور حدوث کے عیبون سے ایسے ہو جیسے ننگے کے اعضاء شرم کھلے ہونے سے وہ معیوب ہوتا ہے پس تمکو چاہیے کہ حدوث
کی علتین اور عیوب کو لباس قدم سے ڈھکو باینطور کہ شریعت پاکیزہ پر ٹھیک چلو اور عقائد درست کرو اور حقیقت وطریقت کے
انوار حاصل کرلیں لباس علم سے شرمگاہ جہالت یعنی عیب جہالت کو چھپاؤ اور جو عیوب کہ بندہ کو لازم ہین انکو صفات
ربوبیت سے چھپاؤ یعنے اخلاق الٰہی عزوجل سے آراستہ ہو **واسطی** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سوءۃ تو جہالت ہے اور سب سے
بہتر ہوئی زینت یہ ہے کہ بندہ لباس تقوی سے آراستہ ہو یہ لباس الٰہی نہ دہ ہے کہ اسکو کسی حسد کرنیوالے کا مکر نہین پھاڑ سکتا
کیونکہ وہ اصل مین دل کا لباس ہے اور ظاہری پرہیزگاری اسکی علامت ہے کہ ہر بات مین اللہ تعالے کے ساتھ ادب رکھتا ہے وہ
یون ہے کہ اللہ تعالے کے ساتھ کسی غیر کو نہ دیکھے پس تو غور کر کہ تو نے کون سا لباس پہنا ہے قمیص صدق ہے یا قمیص فسق ہے نصرآبادی
نے کہا کہ جملہ لباس سے جو حق تعالی کی مخلوق پر ہین ان مین سے لباس تقوی لباس حقانی ہے اور جو لباس کہ سوآۃ کو چھپاتا ہے وہ
لباس کرامت ہے اور لباس تقوی وہ لباس ایمان ہے اور وہ سب سے اشرف ہے بعض نے کہا کہ لباس الہدایہ تو عوام کے
لیے اور لباس التقوی خواص کے واسطے ہے اور لباس ہیبت عارفون کا لباس ہے اور لباس زینت دنیا والونکا لباس ہے۔
لباس لقا ومشاہدہ اولیاء کا لباس ہے اور لباس حضرۃ انبیاء علیہم السلام کا لباس ہے **قال الاستاذ** [illegible] واسطے
لباس التقوی ہے اور وہ یون ہے کہ قصد بچا رکھے اور طبع کو دور کرے اور روح کے واسطے لباس تقدیس ہے یعنے علائق کو ترک
کرے اور علائق کو درمیان سے دور کردے اور سر باطن کے واسطے تقوی سے ایک خاص لباس ہے وہ ہر ملاحظہ وخطرات
کو دور کردینے سے حاصل ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اولاد آدم کو بھی ایسی چیز سے ڈرایا اور پرہیز کرنا فرمایا جس سے آدم
علیہ السلام کو ہوشیار وپرہیز کرنیوالا ہونے کو فرمایا تھا یعنے ہر شہوات سے اور ہر ایسی چیز سے جسکو نفس چاہے اس سے پرہیز رکھو
قال فی السراج یہ آیت بیان لباس کے بعد ذکر واقعہ آدم علیہ السلام کے کہ اثر فریب شیطان سے برہنگی کی مصیبت پہونچی تھی
اسواسطے بیان فرمائی کہ نعمت لباس کا شکر ادا کرین اور بچاؤ کے پتون سے بدن ڈھانکنے کے اس لباس کی خوبی قیاس کرین
اور غور کرین کہ ننگے ہونے مین سوآۃ کے کھلنے سے کیا فضیحت و اہانت ہے پس حضرت منعم عزوجل کے منت و احسان کے مقابلہ
مین تقوی اختیار کرین اور جو حکم انکو حضرت منعم جل جلالہ سے پہونچے اسکو مانین پھر شیطان واسکے امور سے پرہیز کرنیکا حکم دیا

اور جو اُنسے اُنکے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ بدی و فریب بازی کا برتاؤ کیا تھا یاد دلایا بقولہ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ

اے اولاد آدم کی نہ بہکا دے تمکو شیطان جیسا نکالا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اُتروا دیے اُنکے کپڑے کہ دکھا دے انکو عیب اُنکے

اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

وہ دیکھتا ہے تمکو اور اُسکی قوم جہان سے تم اُنکو نہ دیکھو ہمنے رکھے ہین شیطان رفیق اُنکے جو ایمان نہین لاتے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اے اولاد آدم نہ فتنہ مین ڈالے تمکو شیطان یعنی نہ گمراہ کرے تمکو شیطان یعنی اے اولاد آدم تم مت پیروی کرو شیطان کی کہ تم بھی فتنہ مین پڑجاؤ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ جیسے اُسنے نکال باہر کیا تھا تمہارے ماں و باپ کو اپنی فتنہ پردازی کے ساتھ جنت سے يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا درحالیکہ اتار لیا ان دونون کے بدن سے انکا لباس لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا تاکہ دکھلاوے دونون کو انکی شرمگاہین۔ واضح ہو کہ جملہ ينزع عنهما حال ہے لیکن بعض نے کہا کہ ابویکم سے حال ہے یا اخرج کے فاعل یعنی ابلیس سے حال ہے اور بجائے نزع ماضی کے ينزع مضارع اس فائدہ کے واسطے آیا کہ حکایت حال سے اسیوقت کا تصور پیش نظر ہو جاوے تاکہ اولاد آدم کو شرم آوے اور شیطان کی پیروی سے شرم کرین اور اسکو دشمن جانکر اسکے کامون و باتون سے جدا ہو کر راہ حق کی پیروی اختیار کرین۔ اگر کہا جاوے کہ اخراج کرنیوالا اور لباس اتارنے والا شیطان نہین کیونکہ اُسنے یہ حرکت اپنے اختیار سے نہین کی تو جواب یہ ہے کہ لباس کا چھن جانا اور جنت سے نکلنا اسی شیطان کے وسوسہ سے واقع ہوا اور اسی کا دھوکا دینا اسکا سبب ہوا اسی سبب سے اسکی طرف نسبت کیا گیا ہے۔ پھر اختلاف ہے کہ وہ کیا لباس تھا جو اتر گیا تو ابن عباس و قتادہ سے مروی ہے کہ ناخن انکا لباس تھا اور بعد نزع کے ہاتھ پیرون مین نمونہ کے طور پر زینت و منفعت و یاد دلانے کو باقی رہگئے ہین قال المترجم قد رواہ عبد الرزاق عنہ اس روایت کے ثبوت مین کلام ہے اور شاید یہ بنی اسرائیل یعنی یہود وغیرہ کے بیان سے لی گئی ہے یا وہ کہو ہو بالجملہ ضعیف ہے اور وہب بن منبہ سے ابن جریر نے باسناد صحیح روایت کی کہ لباس نور تھا کہ انکی نظر کے درمیان حائل تھا اور مجاہد نے فرمایا کہ لباس تقوی تھا اور یہ مناسب ہے اور بعض نے فرمایا کہ لباس جنت مین سے ایک لباس تھا اور یہ قول اقرب ہے کہ لباس اور اُسکا اتارنا حقیقی ملبوس کے ساتھ اطلاق ہوتا ہے اور اولی یہ ہے کہ مطلق لباس لیا جاوے جو ملبوس جنت یعنی حقیقی کو اور دیگر لباس کو دونون کو شامل ہو حاصل آنکہ اے اولاد آدم تم فتنہ شیطان سے بچو وہ تمکو گمراہ نہ کرے جیسے تمہارے والدین کو جنت سے اس حال سے نکلوایا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ یعنی تم بہت ہوشیار رہو شیطان کے مکر و فریب سے کہ اسکا اخرت مین حبیب قطعی جہنم دی گئی ہے تو ایک مدت تک اسکی عبادت کا اور نیز وہ بھی مخلوق ہے اسکا عوض اسکو بسبب عموم رحمت کے دنیا مین یہ دیا گیا ہے کہ اول بار صور پھونکے جانے کے وقت تک زندہ رہے اور بہت سی قابو و قدرت اسکو دیدی گئی ہے چنانچہ ایک یہ بیان فرمائی کہ انہ یراکم ہو یعنی وہ شیطان دیکھتا ہے تمکو وہ خود بھی اسکے قبیل بھی اس حیثیت سے کہ تم اسکو نہین دیکھتے یعنی ان شیطانون کو پس وہ تمہارے دل مین وہ بات ایسے طور سے اگر وسوسہ ڈالیگا کہ تم اسکو نہ دیکھ سکوگے اور وہ تمکو دیکھیگا اور وہ اکیلا نہین بلکہ مع قبیل ہے یراکم مین ضمیر فاعل راجع بجانب شیطان اسمی ضمیر متصل کی تاکید لفظ ہو ضمیر منفصل سے کر دی تاکہ قبیلہ کا عطف صحیح ہو جاوے قبیل جمع قبیلہ یعنی الیسی جماعت کہ انمین بعضے بعض کے مقابل ہون یعنی ایک جتھا جسمین آمنے سامنے

ایک طرح کے مقابل لوگ ہون اور قبیلہ وہ قوم جو ایک دادا کی اولاد ہون مراد یہان اسکے قبیل سے شیطان کا لشکر ہے یہی
مفسرؒ نے اختیار کیا۔ اور قتادہؒ نے فرمایا کہ وہ ایسے جن و شیاطین ہین کہ انھین مین سے ابلیس بھی ہے اور ابن عباسؓ نے کہا کہ مراد اس سے
شیطان کی اولاد ہے اور یہ بنظر لفظ قبیل کے مناسب ہے اور لشکر شیطان سے تفسیر اشمل و ارجح ہے پھر یہ جو فرمایا کہ وہ تمکو اپنی حیثیت
سے دیکھتے ہین کہ تم انکو نہین دیکھتے ہو۔ تو مفسر بیضاویؒ وغیرہ نے کہا کہ یہ بسبب اسکے کہ انکے اجسام بہت ہی خفیف و ہلکے ہین جیسے ہوا
کہ نظر نہین آتے ہین یا اس سبب سے کہ انمین کوئی رنگ نہین ہے اور یہی معتزلہ کا قول ہے اور واحدیؒ و ابن الجوزیؒ نے ابن عباسؓ
سے نقل کیا کہ اللہ تعالی نے شیطانون کو ایسا کر دیا ہے کہ آدمیون مین انکے خون کے مانند روان ہین اور آدمیون کے سینے انکے رہنے
کے ٹھکانے کر دیے ہین سوائے ان آدمیون کے جنکو اللہ تعالے نے محفوظ فرمایا کہ انکے سینون مین تو مسکن نہین کر سکتے ہین
ورنہ اوروں کے سینون مین مسکن رکھتے ہین جیسا کہ اللہ تعالے نے پناہ مانگنے کو سکھلایا بقولہ الذی یوسوس فی صدور الناس
یعنی وہ لوگ آدمیون کو دیکھتے ہین اور آدمی انکو نہین دیکھتے ہین مجاہدؒ سے مروی ہے کہ ابلیس نے کہا کہ ہمارے واسطے چار باتین
کر دی گئی ہین ہم دیکھتے ہین اور دکھلائی نہین دیتے اور ہم تحت الثری سے نکل آتے ہین اور ہمارا بوڑھا پھر عود کر کے جوان ہو جاتا
ہے۔ ابن دینارؒ سے روایت ہے کہ جو دشمن تجھے دیکھتا اور تو اسکو نہین دیکھتا البتہ بڑی ہوشیاری و مشقت کا سامنا ہے مگر جسکو
اللہ تعالے نے بچایا ہو۔ مین کہتا ہون کہ اسی آیت کے آخر مین جنکو اللہ تعالے جل جلالہ نے بچایا ہے وہ مذکور ہین یعنی مومنون کو
[illegible] بچالیا ہے اللہم رب اعذنی من همزات [illegible] المؤمنین [illegible] وانت علی کل شیء حفیظ۔ وضح ہو
کہ زمخشریؒ وغیرہ نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ شیاطین کا دیکھنا ممکن نہین ہے اور یہ قول مردود ہے اسواسطے کہ جیسے شیاطین ہین اللہ
تعالے نے انکو قوت پیدا کر دی کہ آدمیون کو ہر طرح دیکھ سکتے ہین ایسے ہی جسدم اللہ تعالے آدمیون کی آنکھ مین ایسی قوت دیدے
تو دیکھ سکتے ہین اور آیت مین انکا دیکھنا محال ہونے پر کوئی دلیل نہین کیونکہ آیت سے انتہا درجہ یہ نکلتا ہے کہ شیاطین ہمکو اس راہ
سے دیکھتے ہین کہ جس راہ سے ہم انکو نہین دیکھتے پس اول تو نہ دیکھنے سے نہ دیکھ سکنا کیونکر ثابت ہوا مثلاً جو شخص آنکھین بند کیے ہوئے
اسکو [illegible] زید کو نہین دیکھتا اور زید اسکو دیکھتا ہے لیکن یہ کہنا ٹھیک نہین کہ وہ شخص زید کو دیکھ ہی نہین سکتا ہے کیونکہ اگر آنکھ کھل جاوے
تو دیکھ لیوےگا دوسرے یہ کہ نہ دیکھنا تو ایک راہ کے خاص ہے یعنی جس راہ سے وہ ہمکو دیکھتے ہین ہم اس راہ سے نہین دیکھ سکتے ہین پس
جائز ہے کہ دوسری راہ سے ہم انکو دیکھ لین کیونکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی نہین ہوتی اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ دیکھنا اسی حیثیت اور
اسی راہ کی [illegible] ہے کہ جب شیطان اپنی اصلی صورت پر ہو اور اگر کسی حیوان یا پرند وغیرہ کی صورت مین متمثل ہو تو اس راہ سے دکھلائی
دیگا کیونکہ جنون کو متمثل ہونے کی قوت حاصل ہے اور یہ امر مشہور و معروف ہے اور بسا اوقات شیطان بصورت پیر مرد کے اکثر عابدونکو
یا سانپ کی صورت مین نظر آیا ہے [illegible] روم نے کہا ہے [illegible] ابلیس آدم [illegible] پس [illegible] نشاید [illegible] اور راجح
یہ ہے کہ [illegible] شیخ قاضی زکریاؒ نے کہا کہ [illegible] شیطان کا نظر آنا اور نہ آنا دونون اللہ تعالی کی قوت پیدا کرنے سے ہے پس
جس وقت [illegible] اللہ تعالے [illegible] تو شیطان اپنی صورت پر اسکو نظر آتا ہے چنانچہ احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے پس بعض
اوقات [illegible] بعض لوگ [illegible] نظر آدینگے قال المترجم شیخ زکریاؒ نے بہت صحیح و صواب بات بیان کی اور مدار امتحان اس بات پر
ہے کہ شیطان اگر نظر آوے [illegible] اسکو جان لے اور [illegible] لہذا نظر پر پردہ ہے اگر پردہ اٹھ جاوے نظر آوے گا

جیسے آنحضرت صلعم نے دیکھا بلکہ گرفتار کیا ہو پس آیت مین تو عدم امکان پر کچھ بھی دلیل نہیں ہو۔ اور بعض نے جو کہا کہ احادیث سے سمجھو اس آیت
کی تخصیص ہین تو یہ بر تقدیر تسلیم اس امر کے ہو کہ من حیث لا ترونہم سے یہ مراد ہو کہ انکے اصلی صورت پر بسبب جسم ناری لطیف ہلکے ہونے کے
نہیں دیکھ سکتے ہو ورنہ احادیث صحیحہ سے تخصیص کی کوئی ضرورت نہیں ہو۔ واضح ہو کہ معتزلہ وغیرہ تمام امت کا اس بات پر اجماع واتفاق
ہو کہ شیطان ایک جسم مخلوق ہو اور ایسا ہی جن بھی مخلوق ہین اور انکے وسوسہ آدمیون کو اس طور سے پہونچتے ہین کہ آدمی کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ
یہ شیطان نے القا کیا ہو حتی کہ اگر وہ کافر ہو تو اسکو قبول کرتا ہو مگر نہ اسطرح سمجھکر کہ شیطان کی بات ہو بلکہ اپنی راے وفہم سمجھکر مغرور
ہوتا ہو اور اگر مسلمان ہو پس اگر اللہ تعالے نے محفوظ رکھا تو یہ وسوسہ جمنے نہیں پاتا وہ بعلم شریعت وتوفیق الٰہی اسکو رد کر دیتا ہو ورنہ بہت سے
جاہل وفاسق مسلمان اسکے وساوس کو خواہ شہوات فسق وفجور کے ہون یا اور کسی طرح کے ہون قبول کرتا اور بسا اوقات انکے موافق
کار بند ہو کر آخر متنبہ ہوتا ہو پس اگر توبہ کر لی تو خیر ورنہ بدکاری پر اصرار کیے اور اڑا رہتا ہو لیکن شیطان پر لعنت کرنا تو عموماً زبانون پر چڑھا
ہوا ہو اب اس زمانہ مین ایک گروہ پیدا ہوا ہو انھون نے شیطان کو بالکل ہی چھپا ڈالا اور کہنے لگے کہ شیطان کا کہین وجود ہی نہین ہو
اگر ہوتا تو نظر آتا اور محسوس ہوتا حالانکہ یہ سخت ہی نادانی ہو روح ونفس وغیرہ قوی ہین جو نظر نہیں آتی اور دوسرے کی روح اسکو محسوس
نہین ہوتی ہو پھر کیا اس نظر نہ آنے سے دوسرے مین روح ہو نہین ہو پس اس گروہ نے قرآن مجید واحادیث واجماع امت بلکہ جملہ اہل کتاب
یہود ونصاری وغیرہ بلکہ عقل صحیح سلیم سب سے انکار کیا اور ایسی صورت مین کفر مین کوئی شک نہیں پس افسوس ہو کہ ناحق بلا دلیل وحجت نقل
وعقل کے انکار کرنا وکفر اختیار کرنا عقل سلیم نہیں روا رکھتی ہو اور آیات مصرح ہین چنانچہ وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین وغیرہ بالکل صریح ہین
پس اس گروہ سے سخت تعجب وحیرت ہو اور اللہ تعالے سے ہدایت فرماتا ہو جسکو چاہے شیطان جس سے وساوس وگمراہیان وغیرہ پیدا ہوتی
ہین اسکو درمیان سے نابود کر دیا کہ لوگ اسپر لعنت کرتے ہین درمیان سے نابود کر دو کہ وہ زبان خلائق سے بچے یہ کمال دوستی
اور اتحاد ہو انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یؤمنون اللہ تعالے نے فرماتا ہو کہ ہمنے کر دیا ہو شیاطین کو اولیاء ان لوگونکا
آدمیون مین سے جو ایمان نہیں رکھتے ہین اولیا جمع ولی کی ہو یعنی اعوان ہو مددگار لوگ یا قرنا بالفتح اول وفتح ثانی جمع قرین کی جو
نہایت نزدیک ساتھی ہو جسکو ہمزاد لیتے ہین پس بے ایمانون کا ہمزاد شیطانون کو بنانا نہایت مناسب ہو کہ انمین از راہ طبیعت مناسبت ہو
اگر چہ صورت مین اتفاق نہو کذا فی السراج المنیر فی الفرس قولہ یا بنی آدم لا یفتننکم الشیطان یعنی شیطان تمکو امید ہاے دراز
وطمع مال وجاہ وعمر دراز تک پہونچنے کی ہوسات سے فتنہ مین نہ ڈالے جیسے تمہارے باپ آدم کو جنت اور اسکے دوام کی طمع دلائی
کیونکہ اس سے آدمی مقام قدس وانس سے عالم کدورت ووحشت کی طرف خارج ہوتا ہو یعنی ظاہر باطن پریشان ہو جاتی اور زندگی تلخ
اسپر ہو جاتی ہو اور عالم نور وسرور سے نکل جاتا ہو جیسے آدم کا حال ہوا کہ وہ جنت خلد سے عالم دنیا دی مین نکالے گئے پس یہ
چیزین نورانی لباس کو آدمی کے سر باطن سے اتار دیتی ہین اور اسکو لباس تقوی سے جسکو اللہ تعالے نے یہان ذکر کیا ہو ننگا کر دیتی
ہین جب بندہ اپنی ہواے نفسانی وطمع شہوات شیطانی کا تابع ہوتا ہو اور اسی خواہش وشہوت کو طلب کرتا ہو تو صفات عبادت سے
خارج ہو جاتی ہو اور نور درگاہ سے مجرد ہو جاتا ہو اور انسانی ظلمتین اسپر غلبہ کر کے سامنے آتی ہین کیونکہ فراق کی بلائین یہی ہین یعنی انہین سے
آدمی درگاہ رحمت سے دور پڑ جاتا ہو۔ اور جنت سے نکالنے اور لباس اتار لینے کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی حالانکہ درحقیقت اسی
واقعہ کا باعث ہو اور ظہور قہر مین واسطہ ہو تو اسی وجہ سے کہ جب بندہ کو دوری ومہجوری کی کوئی علامت ملنے کو ہوتی ہو تو امتحان

بندہ اسی مطرود و مردود ابدی یعنی شیطان کے وسوسہ و اسکے مزخرفات کو قبول کرلیتا ہی پس اثر دوری و مہجوری ظاہر ہوتا ہی ور شیطان کو خود ذاتی قدرت نہین ہی کہ جسکو چاہے گمراہ کرسکے اور اضلال اسکے اختیار مین نہین ہی اور یہان انوار عنایت اور آتش محبت دونون مجتمع ہونے تو وہ ان بندہ کے حال سے محسوس ہوتا ہی کہ وہ اس آتش محبت و انوار مودت مین جل جائیگا یعنے بسا اوقات فی الجملہ درد فراق چکھا دیا جاتا ہی جو درحقیقت ان پر رحمت ہی۔ بعض مشائخ سے سوال کیا گیا کہ کس چیز نے مخلوق کو جنت سے نکالا جہان قرب حق حاصل تھا حالانکہ اس مخلوق کو معرفت حاصل تھی تو فرمایا کہ اتباع نفس و خواہش نفس و شیطان نے دور کردیا۔ ابن عطاؒ نے کہا کہ آدم علیہ السلام کا جنت سے نکلنا اور بہت گریہ وزاری کرنا اور اپنی عاجزی ظاہر کرنا اور انکی پشت سے انبیاء و رسولون کا ظہور ہونا یہ انکے واسطے جنت و اسکی نعمت سے کہین بڑھ کر ہی۔ بعض نے کہا کہ قولہ ینزع عنہما لباسہما۔ اس سے انوار قرب و عزت مراد ہین یعنے لباس جنت سے جسطرح خارج ہوئے ویسے ہی ان انوار سے باہر ہوئے اور ابو سعید خرازؒ نے کہا کہ یہ لباس وہ نور قرب تھا جو انکو حاصل ہوا تھا۔ نصر آبادی نے کہا کہ سب سے بہتر لباس حضرت آدم کو لباس قرب و حضوری تھا پھر جب خلاف حکم اُنسے واقع ہوا تو یہ لباس اتار لیا گیا۔ بعض سلف نے کہا کہ جب سر الٰہی کی سبب بے ادبی کی جو اسپر وارد ہوتا ہی تو اللہ تعالےٰ اُسپر اسکے عیوب نفس کو گویا کر دیتا ہی۔ استادؒ نے کہا کہ خواہش نفسانی مین نفس کی بات جینے کان دھر کرسنی تو وہ ہواجس نفس و ہوس شیطان مین پڑ جاتا ہی پس وساوس و ہواجس باہم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اور خواطر قلب اور زواجر علم اسکے مقابلہ مین آخر کار پست ہوجاتے ہین پس بہت تھوڑے عرصہ مین یہ وساوس و ہواجس تمام اُسکو گھیر لیتے ہین اور وہ شخص انھین لوگون کی لڑی مین گوندہ دیا جاتا ہی جو اپنی جی کی چاہت کے غلام بنے بیٹھے ہین پھر اسکی اس حالت سے اسکا قدم لڑکھڑاتا ہی اور آخر گناہ مین گرکر عذاب کی خندق کی طرف پھسلتا چلا جاتا ہی پھر اگر توبہ کی توفیق پہونچ گئی تو تدارک کرکے اسکے ہاتھ کو تھام لیا اور اوپر نکال لیا بشرطیکہ اسنے پہلے کامون سے دو میل دور کر دیا اور اگر یہ نہوا تو پھر چند روز مین اسکے دل پر سیاہی چھا جاتی ہی اور اسکو تیرہ بنا دیتی ہی جب یہ حالت پہونچی تو حیا رت اس سے الگ ہوجاتی ہی اور بلائین اسپر اوپر ہوجاتی ہین قال المترجم گویا یہ نکتہ ماخوذ ہی حدیث صحیح مسلم سے جسمین گناہ کرنے سے قلب پر ایک نقطہ سیاہ پیدا ہونے اور درصورت عدم توبہ کے بڑھکر تمام دل گھیر لینے اور پھر اسمین بھلائی سمانے کا حال مذکور ہی۔ فتدبر۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بندون کو شیطان سے زیادہ تحذیر دلائی کہ وہ ایسا چور ہی اور دشمن دین ہی کہ ایسی راہ سے چوری کرلیتا ہی کہ آدمی اسکو دیکھتا نہین ہی کما قال تعالےٰ انہ یراکم ہو وقبیلہ من حیث لا ترونہم۔ شیاطین تو اس بہت کو دیکھتے جو دھر سے بندہ پر مقادیر امتحان آنے والے ہین اور وہ مشیت مین جاری ہوچکے ہین پھر جب شیاطین نے دیکھا کہ یہ حکم قضا اسپر جاری ہوا ہی تو گمراہ کرنے کے قصد سے اسکے پیچھے پڑتے ہین کیونکہ وہ قضا و قدر تو مقدر ہی نہین ٹل سکتی پس اسمین اسکو موقع وساوس سے راہ مستقیم سے نکال باہر کرین اور اگر وہ ثابت قدم ہی تو قضاء مقدر کو باطن مین خوشی سے برداشت کریگا اگرچہ ظاہر مین اسکو رنج و کلفت پہونچے پس جب ایسا موقع پاکر شیطان اسکے پیچھے ہوے اور بندہ اسکو دیکھتا نہین ہی جب تک کہ وہ اپنی شہوات کی تاریکی اور اس سے حجاب مین پڑا ہوا ہی اور نیز شیطانون کو بھی نہین دیکھ سکتا جب تک کہ اپنی طبیعت کی تاریکی و حجاب مین گرفتار ہی پس شیاطین جب قابو پاکر جو کچھ انکی حرکتین گمراہ و تباہ و برباد کرنے کی ہین سب اسکے ساتھ مناسب طور سے عمل مین لاتے ہین اور اگر بندہ اپنے نفس کی سیاہی اور خواہش نفسانی کی تاریکی سے درگاہ نورانی حضرت عزت عزوجل کی طرف رجوع لایا اور آسمان غیب کو دیکھا اور درگاہ مولیٰ عزوجل مین اپنے نفس و شیاطین کے شر و فساد سے پناہ مانگی و التجی ہوا حتی کہ اسکو قرب حاصل ہوا تو اللہ تعالےٰ اُس کو

نور بصیرت عطا فرماتا ہو جس سے شیطانون کو اور انکے مکر کو دیکھ لیتا ہو پس اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - وغیرہ سے اسکو آگ کے گرز کا زور حاصل ہو جاتا ہو جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی تائید و قوت سے ان سب شیاطین کو ایک دم مین جلا ڈالتا ہو اور سب کو اپنی نظر سے دیکھکر دور بھگا دیتا ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید مین واضح دو آیتین فرمائی ہین جس سے صریح معلوم ہوا کہ بندہ نیک کی یہ حالت ہو کہ شیاطین کو انکے مواقع حیلہ گری و اشکال مین دیکھکر اپنے آپ کو اُنسے بعنایت الٰہی محفوظ کرتا ہو پس اول آیت تو قولہ تعالیٰ ان الذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون - البتہ جو لوگ متقی ہوے جبکہ انکو کچھ وسواس شیطانی پہونچے تو یاد کرتے یعنی ہوشیار ہو جاتے ہین بیاد الٰہی و آیات پاک کے پس وہ ناگاہ دیکھنے والے ہو جاتے ہین اور دوسری آیت قولہ تعالیٰ لایسمعون الی الملا الاعلیٰ ویقذفون من کل جانب دحورا ولہم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شہاب ثاقب الآیۃ - شیخ ذوالنون رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر شیطان تجھے ایسی جگہ سے دیکھتا ہے کہ تو اسکو نہین دیکھتا تو اللہ تعالیٰ تیرا پروردگار عزیز جلیل سبحانہ و تعالیٰ اسکو ایسی راہ سے دیکھتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نہین دیکھتا پس تو اپنے پروردگار عزوجل سے استعانت طلب کر پس اسکی نظر رحمت کے سامنے بھلا شیطان و اسکا مکر کیا ہے۔

قال تعالیٰ ان کید الشیطان کان ضعیفا الآیۃ - البتہ مکر شیطان بہت ضعیف ہو **قال المترجم** شیطان ہو یا فرشتہ ہو شیر ہو یا بھیڑیا کوئی چیز ہو سب حکم الٰہی عزوجل کے تحت قدرت مین مسخر ہین کسی کو ذرہ برابر یعنی کچھ بھی خلافت کی مجال نہین ہو اگر صدق دل سے مومن ہو تو شیطان کی کیا مجال ہو کہ جسکے واسطے نظر رحمت الٰہی جل سلطانہ ہو اسکی طرف آنکھ اُٹھا سکے وقد قال تعالیٰ وما کان لہ علیہم من سلطان الا لنعلم من یومن بالآخرۃ ممن ہو منہا فی شک وربک علی کل شی حفیظ الآیۃ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے شیطان کو اپنے اولیا یعنی مومن بندون جو اسکی جناب مین عاجزی و بندگی کرتے ہین اور سوائے اسکے کسی کو شریک نہین لاتے بلکہ اسکی جناب پاک مقدس مین شرک کا سبب کہین نشان ہی نہین اور اس درگاہ عظمت مین اسکا امکان نہین تو شرک کی نفی کرتے ہوے شرماتے ہین سبحانہ و تعالیٰ عما یشرکون بالجملہ اسکا کرم و فضل ہو کہ مومن بندون سے شیطان کا مُنھ پھیر دیا اور اعدا ربعی کا فرون و مشرکون کی طرف کردیا کہ وہ سب شیطان کے دوست ہو گئے اور یہ کافر و مشرک مع شیطانون کے سب کے سب اہل ایمان کے دشمن ہوئے وقد قال تعالے انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یومنون اسمین تصریح کی کہ یہ سب کچھ ہماری قدرت و مشیت سے ہو کسی اور کو یہان کوئی بات کرنے کی مجال نہین ہو جب بندہ کو ایمان نصیب ہوا تو وہ سب کچھ بنا دیکھتا ہو اور نعوذ باللہ تعالے اگر کافر و مشرک بنا یا گیا تو وہ ٹا پتا پھرتا اور دوسرون کو خالق بناتا پھرتا ہو تعالیٰ اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا یہ سب چیز فقط اسی پاک پروردگار عزوجل کی قدرت کاملہ و مشیت محکمہ سے پیدا ہوئی ہو اسی نے مومنون کے دلون مین اپنی الفت دیدی اور آپس مین وہ مومنین ایک جان دو قالب ہین اور اُسی نے فاسقون کافر و مشرکون کے دلون مین شیطان و اُسکے تابعون کی الفت دیدی کہ وہ مومنون کے دشمن ہین لیکن مومنون کو ان شیاطین کی عداوت سے کچھ ضرر نہین ہو اسواسطے کہ یہ لوگ عین حفاظت ازلی مین ان دشمنون کے شر و فساد سے محفوظ ہین **ابن عطا** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ تعالے انا جعلنا الشیاطین - اور قول تعالیٰ انہم اتخذوا الشیاطین اسمین حقیقی نسبت تو وہ ہو جو اپنی طرف اضافت فرمائی یعنے ہمنے ایسا کر دیا اور جو انکی طرف نسبت کی ہو وہ معارضت ہین اور یہی حال تمام قرآن مین خطاب الٰہی کا ہو کہ اورون کی طرف جہان اضافت ہو وہ بطریق معارضت ہے کہ عارف سمجھے گا - فافہم -

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْہَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰہُ اَمَرَنَا بِہَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

اور جب کرین کچھ عیب کا کام کہین ہمنے دیکھا اسطرح کرتے اپنے باپ دادونکو اور اللہ نے ہمکو یہ حکم کیا تو کہہ اللہ حکم نہین کرتا عیب کے کام کو کیون جھوٹھ بولتے ہو اللہ پر جو معلوم نہین رکھتے -

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً فاحشہ وہ گناہ کہ جسکی برائی وقباحت درجہ انتہا کو پہونچ گئی ہو اور اکثر مفسرین نے کہا کہ مراد ننگے طواف کرنا ہی
ابن عباس وسدی وغیرہ کا ہو اور عطاؒ نے کہا کہ وہ شرک ہو اور مفسرؒ نے اختیار کیا کہ وہ عام ہو ہر فاحشہ کو شامل ہو خواہ شرک ہو یا ننگے طواف
ہو یا کوئی اور ہو اگرچہ اس عمرکی کے نازل ہونے کا سبب ظاہری یہی واقع ہوا کہ ننگے طواف کرنے سے باز نہ آئے **قال الحافظ** فی التفسیر
مجاہدؒ نے کہا کہ مشرکین ننگے طواف کرتے اور کہتے کہ ہم ویسے طواف کرتے ہیں جیسے ہماری ماؤں نے ہمکو جنا تھا بس عورت اپنی فرج پر کوئی
ٹکڑا چمڑہ کا یا کوئی اور چیز رکھ لیتی اور طواف کرتی ہیں کہتی جاتی ۞ الیوم یبدو بعضہ او کلہ ۞ وما بدا منہ فلا احلہ یعنے آج کا دن ہو کہ چاہے
شرمگاہ تھوڑی کھلی ویسے یا سب کھلجاوے پروا نہیں ہو اور جو کچھ اس میں کھلجاوے اسکو میں حرام ہی رکھتی ہوں حلال نہیں کرتی ہوں پس اللہ تعالی نے نازل
فرمایا واذا فعلوا فاحشۃ الآیۃ **قال الحافظ** تمام عرب والے سوائے قریش کے اُن کپڑوں کو جنکو پہنا ہو پہنکر طواف نہ کرتے اور کہتے
کہ ہم ان کپڑوں میں طواف نہیں کرتے جنمیں ہمنے اللہ تعالے کی نافرمانی کی ہو اور قریش جو حمس کہلاتے تھے البتہ اپنے کپڑوں میں طواف کرتے
تھے اور احمسی نے اگر کسی کو کپڑا مانگے دیا تو اسمیں یا نیا کپڑا ہوا تو اسمیں طواف کرتا پھر پھینک دیتا کہ کوئی اسکا مالک ہوتا ورنہ ننگا طواف کرتا اور
ایسے ہی عورتوں کا حال تھا لیکن عورتیں اکثر رات میں طواف کرتیں اور یہ بات ان لوگوں نے اپنے نفس سے بوسوسۂ شیطان نکالی تھی پس
اللہ تعالے نے اسکو منکر قرار دیا اور زجر کیا چنانچہ فرمایا۔ واذا فعلوا فاحشۃ یعنی اور جب مشرکین کوئی فحش گناہ انتہا درجہ کا کرتے
ہیں تو قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَا اٰبَآءَنَا کہتے ہیں کہ ہمنے اپنے باپ دادوں کو اسی فعل پر پایا پس ہمنے انکی اقتدا کی ہو وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا
یعنے اور یہی ہو کہ اللہ تعالے نے ہمکو اس کام کا حکم کیا ہو مثل آنکہ شرک و ننگے طواف و جانوروں کی گت بنانا وغیرہ فحش باتیں کرتے
اور جب تنبیہ کیے جاتے کہ یہ سب فحش و حرام ہو تو دو عذر کرتے ایک یہ کہ ہم نے باپ دادوں کی تقلید کی ہو اور وہ بہرحال ہمسے اچھے تھے
اور دوم یہ کہ ہمکو اللہ تعالے نے یہی حکم دیا ہو اور شاید دوسرا عذر اسوجہ سے بیان کرتے تھے کہ باپ دادے جب اچھے تھے تو خواہ مخواہ
انھوں نے اللہ تعالے کے حکم ہی سے کیا ہوگا پس یقین کر دیا کہ اللہ تعالی کا یہی حکم ہو قال البیضاوی مشرکوں نے دو باتوں سے حجت پکڑی ایک تو باپ
دادوں کی تقلید کیا تھا اور دوم اللہ تعالی پر افترا باندھنے کے ساتھ پس پہلی بات کا باطل ہونا تو کھلا ہوا تھا اسکو ترک فرمایا اور دوسری بات کو رد کر دیا بقولہ
قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ کہ سے کہ اللہ تعالی نہیں حکم کرتا فحش باتوں کا پس تم جو کہتے ہو کہ ہمکو اللہ تعالی نے حکم کیا ہی یہ تمہارا افترا ہی قال البیضاوی کہ
یعنی عادت الٰہی عزوجل یون ہی جاری ہو کہ محاسن افعال و مکارم اخلاق کا حکم فرماتا ہی وہ فحش باتوں کا حکم نہیں دیتا اور یہ اُسکے جو بعض لوگوں نے سمجھا کہ کسی فعل کا قبیح
ہونا اس معنی کر کے کہ آیندہ اسپر مذمت عائد ہو یہ عقل سے ثابت ہو کیونکہ عدم امر الٰہی بحیثیت اسکے افترا کو رد کیا اور انکے فعل کو فحش
قرار دیکر مذمت کی تو معلوم ہوا کہ یہ عقلی ہی تو بیضاوی نے رد کر دیا کہ اس کلام میں کچھ بھی دلالت نہیں کیونکہ فاحشہ سے تو مراد یہاں وہ فعل ہی
جس سے طبیعت نفرت کرے یعنے نہ وہ کہ عقل اسمیں باعتبار ترتب مذمت فی حکم اللہ تعالے حکم کرے فافہم۔ اور بعض نے کہا کہ مشرکین نے
یہ دونوں جواب دیے ہیں گویا ایسے کہا گیا کہ تمنے یہ فعل فاحشہ کیوں کیا تو انھوں نے کہا کہ وجدنا علیہا آباءنا پھر کہا گیا کہ تمہارے باپ دادوں
نے کہاں سے پایا تو کہا کہ اللہ امرنا بہا پھر بیضاویؒ نے کہا کہ بہر صورت تقلید کرنا جبھی ممنوع ہو کہ جب دلیل شرعی اسکے برخلاف قائم ہو اور
مطلقاً منع نہیں ہو یعنی اگر تقلید سے کوئی فعل کیا پھر دلیل شرعی قائم ہوئی کہ یہ فعل یوں نہیں بلکہ اسطرح ہو تو اسوقت میں دلیل شرعی کی اتباع کرے
اور تقلید حرام ہو اور مطلقاً منع نہیں۔ واضح ہو کہ اعتقادات میں تقلید کا کام نہیں اور افعال جوارح میں یہ گفتگو ہو پس یہ صحیح ہو کہ جب دلیل
سے فعل تقلیدی کی خلاف ثابت ہو تو اس فعل میں ضرور تقلید چھوڑ دے اور لازم ہو کہ جہاں کچھ اشتباہ ہو وہاں مسئلہ میں تفتیش و تلاش کرلے

واللہ یہدی من یشاء وہو اعلم بالمہتدین۔ پھر مشرکون کے افترا باندھنے پر انکار کے ساتھ ملامت فرمائی بقولہ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا تم کہتے ہو اللہ تعالی کی جناب مین وہ بات کہ تم نہین جانتے یعنے نہین جانتے کہ اوتعالے نے فرمائی یا نہین۔ مگر جہالت سے کہتے ہو کہ اللہ تعالے نے ایسا حکم دیا ہے پس جو شخص اللہ تعالی کی جناب مین افترا باندھے وہ اسی ملامت کا مصداق ہے اور حدیث مشہور بلکہ متواتر مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی عمدا مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا لے اور بعض روایات مین ہے کہ اگر کوئی میرے ذمہ لگا وے وہ بات جو مین نے نہین کہی وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا دے لہذا اسلام یا ایماندار کو روا نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کو بے جانے بوجھے نسبت کر دے پس یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم نے یون فرمایا ہے یا فلان شخص سے یون سنا ہے یا یہ چیز آپ کی ہے یا آپ نے ایسا کیا۔ یا آپ نے فلان شخص کو کرتے دیکھا۔ یا فلان شخص کو یہ خبر دی ایسے ہی بہت سے امور ہین کہ جب تک یقینا یہ ثابت نہو کہ فلان حدیث سے ثابت ہے اور صحیح ہے تب تک زبان کو روکے ورنہ جہنمی ہوجانے کا خوف ہے واللہ سبحانہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو حکم فرمایا کہ مشرکین گمراہون کو راہ عدل وصراط مستقیم جو تحقیق حکم الٰہی ہے سنا دے اور راہ ہدایت بتلا دے بقولہ تعالی

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ كَمَا بَدَاَكُمْ

تو کہہ میرے رب نے فرمائی ہے دینداری اور سیدھے کرو اپنے منھ ہر نماز کے وقت اور پکارو اسکو نرے اسکے حکمبردار ہوکر جیسے تمکو پہلے بنایا

تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

دوسری بار ہوگے ایک فرقہ کو راہ دی اور ایک فرقہ پر ٹھہری گمراہی انھون نے پکڑے شیطان رفیق اللہ تعالی کو چھوڑ کر

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

اور سمجھتے ہین کہ وہ راہ پر ہین

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ کہدے اے محمد کہ حکم دیا میرے رب نے بقسط یعنی عدل کے ساتھ یعنی عدل و استقامت رکھنے کا حکم دیا ہے وَ اَقِيْمُوْا یہ معطوف ہے بالقسط کے معنی پر اسطرح کہ اقسطوا واقیموا۔ عدل کرو اور اقامت کرو۔ یا اس سے پہلے اقبلوا مقدر ہے اور تقدیر یہ ہے بالقسط فاقبلوا واقیموا یعنی حکم دیا میرے پروردگار نے عدل کا پس اسکو قبول کرو اور قائم کرو راست وثابت وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ اپنے چہرون کو ہر سجدہ کے وقت سجدہ مصدر میمی ہے جو بمعنی اور یعنی ظرف زمان ہو اور یعنی یہ کہ خالص کرو اللہ تعالی ہی کیواسطے اپنے سجدہ کو وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اور عبادت کرو اسی کی درحالیکہ خالص کرنیوالے ہو اسکے واسطے دین کو شرک سے قال ابن عباس رضی اللہ عنہ حاصل آیت آنکہ میرے پروردگار نے تمکو حکم دیا کہ عدل کرو اور اسکی عبادت کو اپنے موقع پر سیدھا سے ٹھیک رکھو اور اسکی عبادت مین اخلاص کا برتاؤ کرو پس عبادت اپنے موقع پر یون ٹھیک ہوگی کہ رسول جو شریعت لائے ہین جو کچھ ادا کیا گیا ہے وہ جو شریعت اللہ تعالی کے حکم سے لایا ہے اسمین پوری پوری اسکی پیروی کرو پھر اخلاص سے عمل کرو کیونکہ اللہ تعالے کسی نیک کام کو قبول نہین کرتا جب تک کہ یہ دونون باتین اسمین نہ پائی جاوین ایک یہ کہ شرع کے موافق ہو اور دوم یہ کہ شرک سے پاک و خالص ہو كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ یعنے جیسے تمکو پیدا کیا حالانکہ تم کچھ بھی نہ تھے ایسے ہی عود کروگے یعنی پھر تمکو قیامت کے روز زندہ کرکے اٹھا دیگا حاصل آنکہ ہر فحش و شرک سے بچو اور روز جزا سے ڈرو اور وہ قیامت ہے اسکے منکر مت ہو جیسے تمکو ابتداء

پیدا کر دیا کہ تمھارا کچھ بھی وجود نہ تھا وہ ضرور قادر ہی کہ پھر دوبارہ تمکو زندہ کر دے پس ضرور تم قیامت کے لیئے اُٹھائے جاؤ گے
فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ یعنے ایک فریق کو تم مین سے ہدایت دی اور ایک فریق پر گمراہ ہونا ٹھیک کر دیا واضح
ہو کہ یہ تفسیر جو مفسر رحمہ نے ذکر فرمائی ہی وہی حضرت حسن و قتادہ رحمہ سے مروی ہی اور یہی حضرت مجاہد رحمہ کا ظاہر قول ہی کہ فرمایا یعنی بعد موت کے
تمکو زندہ فرماویگا۔ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ معنی یہ کہ جیسے تمکو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تمکو آخر مین اعادہ فرماوے گا اسی قول کو
شیخ ابن جریر رحمہ نے اختیار کیا اور اسی کی مؤید ہی حدیث جو حضرت ابن عباس رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا
اور فرمایا کہ اے لوگو تم حشر کیئے جاؤ گے اللہ تعالیٰ کی طرف ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ کیے ہوئے پھر پڑھی یہ آیت کما بدانا اول خلق
نعیده وعدا علینا انا کنا فاعلین رواہ البخاری ومسلم ایضاً اور سدی رحمہ نے یہ معنی بیان کیئے کہ کما بدأکم تعودون یعنے جیسے تمکو ایک فریق ہدایت یافتہ
اور ایک گمراہ مقدر کیا ہی ایسے ہی اپنی ماؤن کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہو **قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس** رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نے اولاد آدم کی خلقت مین مومن و کافر رکھے ہین چنانچہ فرمایا ہو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن پھر روز قیامت کو جیسے پیدا کیا ویسے
ہی اعادہ فرمائیگا **قال الحافظ** اسکی تائید بحدیث ابن مسعود رضہ ہی جسمین حضرت صلعم سے یون روایت ہی کہ پھر قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے
سوا کوئی معبود نہین ہی کہ آدمی اہل جنت کے کام کرتا ہی یہانتک کہ اسکے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہی پھر
اسپر تقدیر غالب ہوتی ہی پس دوزخیون کا کام کر گذرتا ہی پس دوزخ مین داخل ہوجاتا ہی اور آدمی دوزخیون کے کام کرتا ہی یہانتک
کہ اسکے اور دوزخ کے درمیان فقط ایک ہاتھ کا فاصلہ رہجاتا ہی پس جنتیون کا کام کرتا ہی جس سے جنت مین داخل ہوجاتا ہی۔ رواہ
البخاری اور قصہ قزمان کی حدیث بخاری مین مانند اسکے مضمون آیا ہی اور آخر مین ہی کہ اعمال کا اعتبار تو خواتیم پر ہی یعنے جس عمل پر خاتمہ
ہوا اسکا اعتبار ہی اور جابر رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر نفس اسی حالت پر مبعوث ہوگا جسپر وہ دنیا مین تھا رواہ مسلم
اور بلفظ صحیح مسلم یہ ہین ہر آدمی اس حال پر مبعوث ہوگا جسپر وہ مرا ہی و قد رواہ ابن ماجہ ایضاً **قال الحافظ** اگر آیت سے یہ معنی مراد ہون کہ
جس طرح مقدر ہوا ہی اسی پر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ اسمین اور قولہ فطرة اللہ التی فطر الناس علیها الآیہ مین اور حدیث
کل مولود یولد علی الفطرة الخ مین توفیق دی جاہیئے اور وجہ صحیح یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو پیدا کیا تاکہ ثانی الحال مین کافر و مومن ہون اگرچہ
ابتدائے فطرت مین سب کے سب توحید و اسلام پر مفطور ہوئے ہین جیسا کہ ان سے عہد و میثاق لے لیا تھا فافہم اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ
اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی غیر اللہ سوائے خدا کے وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ یہ کلام تعلیل ہی انپر ضلالت ثابت ہونے کی
کہ انھون نے شیاطین کو اولیاء بنایا اور خیال کرتے ہین کہ ہم ہدایت پر ہین **قال الشیخ ابن جریر** رحمہ بعض لوگون نے زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ
کسی شخص کو فعل معصیت یا اعتقاد ضلالت پر عذاب نہین کریگا مگر جبھی کہ ٹھیک وجہ سے راہ راست کا اور اس فعل کی معصیت اور اس
اعتقاد کی ضلالت ہونے کا علم اسکو ہوا ہو پھر اسنے یہ فعل معصیت یا اعتقاد ضلالت باقی رکھا ہو اور یہ زعم ان لوگون کا غلط و خطا ہی
اسواسطے کہ اگر یہی ہوتا تو یہان فریق ہدایت مین اور فریق ضلالت مین کچھ فرق نہوتا اسواسطے کہ فریق ضلالت اپنے آپ کو ہدایت پر
سمجھتے ہین حالانکہ انکے نام و احکام سے اللہ تعالیٰ نے دونون مین فرق فرمایا ہی **ف فی العرائس** جب قوم نے راہ عدل و احسان
سے منہ موڑا اور گمراہون یعنے شیطانون کے پیچھے چلے تو آنحضرت صلعم کو اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ جو باتین عدل و توحید و اخلاص وغیرہ
جناب الٰہی کے لائق ہین اور کسی اور کو انکی لیاقت نہین ہی وہ اس قوم برگشتہ کو اعلام فرما دے بقولہ قل امر ربی بالقسط اسمین اشارہ ہی

کہ قسط باطنی یہ ہے کہ سر باطن کو دیدار قدم میں حدوث سے مجرد و مقدس کرے اس صفت کے ساتھ کہ درمیان میں حظ نفس کو کچھ بھی دخل نہو کیونکہ وہاں نفس کو بھی حظ ملتا ہے کہ مشاہدہ کی حلاوت میں مشغول ہو جاتا ہے بسبب اداے عبادت کے پس نفس کے اس مزہ کے واسطے ایسا نہ کرے بلکہ حظ حق پر رہے وہ یہ ہے کہ انوار عزت ازل کا سر باطن پر ظاہر ہونے کے وقت نفس کو آتش توحید میں جلا دے پس صفات ازلیہ کے ساتھ استقامت پر مستوی رہے تو نہیں دیکھتا کہ کیونکر اہل شہود کو انوار جلال سے مکاشفہ دیکر انقطاع حدوث کی دعوت فرمائی بقولہ واقیموا وجوہکم عند کل مسجد جب انوار قدرت ظاہر ہوں تو دعا و تضرع کے ساتھ اغیار کو درمیان سے دور کرتے ہوے اپنے چہروں کو اور پیشانیوں کو درگاہ عزت کے سامنے خاک پر رکھو کیونکہ دعا یہی ہے کہ لقاء رب میں قلب کو تمام شوق ہو اسطرح کہ درمیان میں غیر کو دخل نہ رہے قولہ وادعوہ مخلصین لہ الدین یعنی حدوث کی کدورت اور غیر کی طرف نظر سے صاف ہو کر توحید و دعا کرو پھر جب یہ صفات پورے ہوے تو حقائق عبودیت پورے ہوے جنکو اللہ تعالیٰ نے دین فرمایا ہے شیخ جنیدؒ نے اس آیت میں کہا کہ سر باطن کی حفاظت اور ہمت کے بلند رکھنے کا اور تمام جہان کے عوض اللہ تعالیٰ کو لینے پر راضی ہونے کا حکم دیا **شیخ رویمؒ** نے کہا کہ اخلاص دعا یہ ہے کہ اپنے افعال سے اپنی نظر اٹھا دے حارث محاسبیؒ نے فرمایا کہ معاملۂ الٰہی عزوجل کے درمیان سے مخلوق کو نکال دینا یہی اخلاص ہے۔ ابو عثمانؒ نے کہا کہ ہمیشہ خالق عزوجل ہی کی طرف نظر رہنے کے واسطے مخلوق کی طرف نظر رکھنے کو فراموش کرنا یہی اخلاص ہے بعض نے فرمایا کہ ہمیشہ مراقبہ رکھنا اور جملہ حظوظ کو فراموش کرنا یہی اخلاص ہے **قال الاستاذ** فی قولہ واقیموا وجوہکم عند کل مسجد اسمیں اشارہ یہ ہے کہ ہر حالت میں دوامی شہود ہو اور کسی وقت کوئی لحظہ اسکو فراموش نہ کرے خواہ کچھ آوے یا جاوے مقدم ہو یا مؤخر ہو پھر جب سب کو خالص عبودیت کا حکم دیا اور واسطے تحذیر خطاب کیا لعباد ازانکہ سب کے سب پردۂ عدم سے موافق قضاء و قدر کے شقاوت و سعادت و ہدایت و ضلالت پر نکلتے ہیں تو سب کو مشیت سابقہ پر حوالہ کیا یعنی آنکھ یہی نہیں ہے کہ جو عبودیت کی طرف متوجہ ہوا وہ واصلین میں سے ہے اور جو بھاگا وہ مہجورین میں سے ہے اسواسطے کہ طاعت و عبودیت تو درمیان میں طاری ہو گئی ہیں بلکہ جسکی فطرت بندگان مقبول کی فطرت ہے وہ ہر حال میں مقبول ہے اور جسکی فطرت مردود وہ مردود ہے چنانچہ مصرح کر دیا بقولہ کما بدأکم تعودون۔ فریقا ہدی و فریقا حق علیہم الضلالۃ سب کو دو نشان سے موسوم کیا ایک کو یہ نشان لطف اور دوسرے کو یہ نشان قہر پس جو بر صفت لطف ہے اسکو تلوین کی گردش نے کچھ مضرت نہیں اور جو بر صفت قہر ہے اسکو ظاہری تمکین کی منفعت سے کچھ فائدہ نہیں ہے پس محل امتحان سے نکلنے کے بعد اصلی فطرت پر ہونگے ایک فریق تو انوار معرفت پر ہوگا اور ایک فریق تاریکی ضلالت پر ہوگا **قال** ابو الحسن **النوریؒ** یعنی جو تمیز ازل میں مقدر ہوا وہ ابد میں واقع ہوگا **قال الحسین** اعمال پر مغرور مت ہو کیونکہ وہ کبھی انجام کار سے موافق ہوتے ہیں اور کبھی مخالف ہوتے ہیں **قال المترجم** یہ سب اقوال قریب قریب ہیں **قال بعضہم** اسی سے اسی کی طرف عود کر گئے اپنے وجود سے انکو دیگر اشیاء کی لذت سے چھڑایا اور اپنے علم و معرفت کے ساتھ انکو غیر کے علم سے نکالا اور اپنے ارادۂ غالب کی معرفت سے انکو اغیار کے ارادہ سے آزاد کیا **قال الشیخ** مجھے یہاں ایک نکتہ معلوم ہوا یعنے بعض کو دیدار جمال سے پیدا کیا تو معرفت میں پڑے اور بعض کو دیدار جلال سے پیدا کیا تو وہ نکرت میں پڑے یعنے عین قدم کے دروازہ پر جا پڑے اور وہاں افہام کو تقصیر دامنگیر ہوتی ہے پس میدان نکرت میں پڑے رہجاتے ہیں اور بعضے نکرت النکرۃ میں رہتے ہیں اور بعضے معرفۃ المعرفۃ میں رہتے ہیں پھر جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو مساجد شہود میں اقامت وجوہ کا حکم فرمایا تو اسکے بعد مواقف مراقبات میں زینت اور درستی و استقامت کا حکم دیا بقولہ تعالیٰ

ع يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ

اے اولاد آدم کی لے لو اپنی رونق ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور مت اُڑاؤ اُسکو خوش نہیں آتے اُڑانے والے تو کہہ کسنے

حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً

منع کی ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی اُسنے اپنے بندونکے واسطے اور ستھری چیزین کھانے کی تو کہہ وہ ہے ایمان والون کے واسطے دنیا کی زندگی مین نری اُنکی ہے

يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

قیامت کے دن یون بتاتے ہین ہم آیتین جن لوگون کو بوجھ ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اے اولاد آدم خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ لو اپنی زینت کو یعنی ایسے لباس پاک کو جو تمھارے اتنے بدن کو ڈھکے جسکا ڈھکنا واجب عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ہر مسجد کے نزدیک **قال الحافظ** اس آیت کریمہ سے وہ بُرا طریقہ جسپر مشرکین اعتماد کرتے تھے یعنے ننگے ہوکر طواف کرنا رد کیا۔ چنانچہ ابن عباس نے کہا کہ مشرک لوگ مرد و عورتین سب خانہ کعبہ کا طواف ننگے بدن ادا کرتے تھے سو مرد تو دن مین اور عورتین رات مین اور بعضی عورت طواف کرنے مین کہتی جاتی ع الیوم یبدو بعضہ او کلہ • وما بدا منہ فلا احلہ • پس اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ رواہ مسلم والنسائی وابن جریر۔ اور عوفی نے ابن عباس سے اس معنی کے ساتھ اسقدر زائد روایت کیا کہ زینت لباس ہے یعنی وہ کہ شرمگاہ کو ڈھکے اور سوا اسکے بیش قیمت کپڑے و متاع پس لوگونکو حکم دیا گیا کہ ہر مسجد پاس اپنی زینت کو لیوین وہکذا قال مجاہد وعطاء وابراہیم النخعی وسعید بن جبیر وقتادۃ والسدی والضحاک والزہری وغیر واحد من ائمۃ السلف فی تفسیر الآیۃ یعنے مشرکون کے ننگے طواف کرنے کی رسم کو مٹانے کے واسطے یہ حکم نازل ہوا **قال المترجم** امام ابوحنیفہ کے نزدیک مرد کو ناف سے گھٹنے تک ڈھکنا واجب ہے اور گھٹنے بھی شامل ہین اور آزاد عورت کا تمام بدن عورت ہے باستثناء قدمین و ہتھیلیون کے اور تمام تفصیل فقہ مین مذکور ہے مجھے صرف تنبیہ مقصود ہے پھر آیت کریمہ اگرچہ طواف کے بارہ مین نازل ہوئی لیکن کلام عام ہے پس حکم بھی عام لیا گیا لہذا مفسرین نے عند کل مسجد کی تفسیر مین کہا کہ طواف کے وقت اور نماز کے وقت یعنی حکم عام ہے پھر یہان یہ اشکال پیش کیا گیا کہ طواف کے وقت تو ستر ڈھکنا واجب ہے اور نماز مین فرض ہے پھر تفریق کیونکر ہے اور شافعیہ پر یہ اشکال وارد نہین ہوتا کیونکہ وہ وجوب و فرض مین فرق نہین کرتے ہین اور حنفیہ کے نزدیک بھی حق عمل مین دونون یکسان ہین لیکن پوشیدہ نہین کہ حق حکم مین عموماً مساوات نہین چنانچہ جسنے نماز مین ایک آیت پڑھی تو فرض ساقط ہو گیا اگرچہ وجوب قراءۃ سورۂ فاتحہ و دیگر زائد کے نہ پائے جانے سے نقصان رہا جسکا اعادہ واجب ہے حالانکہ شافعیہ کے نزدیک فرض بھی ساقط نہین ہوتا اور نماز باطل ہے پس بالجملہ حنفیہ پر یہان جواب لازم ہے پس جواب یون دیا گیا کہ آیت سے تو نماز مین بھی وجوب ہی ثابت تھا لیکن فرضیت بدلیل اجماع ثابت ہوئی ہے کذا قیل وفیہ نظر فان الافتراق بین الوجوب والفرض انما ہو اصطلاح ہما دث والاجماع الذی یفید القطع ہو اجماع السلف فکیف الاجماع الاسم الا ان یقال انہ ثبت من اجماعہم بطلان الصلوٰۃ عند عدم الستر فدل ذلک علی الفرضیۃ لکن فی اثبات ذلک مشقۃ فلیتامل حافظ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ زینت کا حکم جو اس آیت سے ثابت ہے اسکے معنی مین جو احادیث سے ثابت ہے وہ چند باتین ہین چنانچہ نماز کے واسطے تجمل مستحب ہے خصوصاً نماز جمعہ و عیدین کے واسطے اور خوشبو لگانا کیونکہ وہ زینت ہے اور مسواک کرنا اسکا تتمہ ہے اور افضل لباس سپید رنگ کا ہے اور عمدہ سرمہ اثمد کا ہے اور سرمہ بھی بغرض تجمل بہتر ہے اور سنگار کی غرض سے اگر عورتون سے تشابہ کرے تو حرام ہے **قال المترجم** ستھرائی اور سنگار مین فرق ہے پس تجمل مین وہی چیزین ہین جو

ستھرائی وزینت ہوں اور عورتوں کے سنگار مرد پر حرام ہین اور ایسے ہی عورتون پر مرد کی مشابہت حرام ہے اسکو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ اور منجملہ تجمل کے کنگھی کرنا اور تیل لگانا ہی تمیم داری نے ہزار درم کو ایک چادر خریدی اسکو اوڑھکر نماز پڑھتے تھے وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا یعنے حلال کھانا جو چاہو وہ کھاؤ پیو وَلَا تُسْرِفُوْا اور اسراف مت کرو اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ اللہ تعالے مسرفون کو دوست نہین رکھتا اور سورۂ اسرا کی آیت مین فرمایا کہ ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين وكان الشيطان لربه كفورا یعنی مسرف لوگ شیطانون کے بھائی ہین اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اللهم استغفرك فيما اسرفت وفيما اعلنت واسررت فی تفسیر الحافظ بعضے سلف رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالے نے تمام طب کو آدھی آیت مین جمع کر دیا یعنی كلوا واشربوا ولا تسرفوا مترجم کہتا ہے کہ جب پوری سچی بھوک پر کھاوے اور ہنوز بھوک باقی ہو کہ ہاتھ کھینچ لیوے تو انشاء اللہ تعالی بیمار نہوگا اور پرہیز کرنا جسوقت لائق ہے اسوقت کھانا اسراف ہے فتامل۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جو تیرا جی چاہے وہ کھا اور جو تیرا جی چاہے وہ پہن جب تک کہ اسراف کرنا اور اترانا دو نون بد خصلتین تجھسے دور رہین۔ كما علقه البخاری اور اسند ابن جریر من طریق طاؤس عنہ اللہ تعالی نے کھانا و پینا حلال کیا جب تک کہ اسراف یا اترانا نہو۔ اسنادہ صحیح اور امام احمد نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعًا روایت کی اسمین ہے کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ دو بدون اترانے اور بدون اسراف کرنے کے کیونکہ اللہ تعالے محبوب رکھتا ہے کہ اپنی نعمت کو اپنے بندہ پر دیکھے۔ ورواه النسائی و ابن ماجہ اور بعض روایت مین ہے کہ اللہ تعالی کو محبوب ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے مقدام کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہین بھرا۔ آدمی کو چند لقمہ کافی ہین جو اسکی پشت کو استوار رکھین پھر اگر وہ خواہ مخواہ کھاویگا تو خیر یہ کرے کہ تہائی پیٹ کھانے کے لیے اور تہائی پیٹ پانی کے واسطے اور تہائی پیٹ سانس کے واسطے رکھے رواه احمد والنسائی والترمذی وقال فی نسخة حسن صحيح انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ یہ بھی اسراف مین سے ہے کہ ہر چیز جسکو تیرا جی چاہے اسکو تو کھاوے رواه الدارقطنی فی الافراد وغريه لتفرد بقية قال المترجم لعله لبقية بن الوليد وفيه ضعف وقد وثق والله اعلم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ انہ لا يحب المسرفين یعنی کھانے پینے مین اسراف کرنے والون کو دوست نہین رکھتا۔ ابن جریر نے اسکی تفسیر مین کہا کہ مراد یہ ہے کہ اور اللہ تعالے نہین دوست رکھتا مسرفون کو یعنی ان لوگون کو جو حرام و حلال کی حد سے تجاوز کرتے ہین حتی کہ غلو کرکے حرام کو حلال کر لیتے ہین یا حلال کو حرام کر لیتے ہین بلکہ انھین کو دوست رکھتا ہے جو اللہ تعالے کے حرام کیئے ہوئے کو حرام رکھین اور حلال کیئے ہوئے کو حلال رکھین اور کچھ تجاوز نہ کرین اور یہی وہ عدل ہے جسکا حکم فرماتا ہے قُلْ انکارًا علیہم کہدے یعنی انکار کے طریق سے کہدے مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ اور کون ہے جسنے حرام کر دیا اللہ تعالے کی زینت کو جو اسنے نکالی ہے اپنے بندون کے واسطے یعنی لباس مین سے وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ اور پاکیزہ چیزون کو رزق مین سے حاصل آنکہ مشرکون جاہلون نے بہت سے حلال و طیب چیزونکو حرام کر لیا تھا اور طواف کی حالت مین زینت لباس کو ترک کیا اور ننگے طواف کرتے تھے پس ملامت و انکار کے طور پر فرمایا کہ اللہ تعالے نے زینت و رزق کو بندون کے واسطے پیدا کیا پس جب اسنے پیدا کیا اور حلال کر دیا تو پھر وہ کون شخص ہے جسنے حرام کیا ہے حاصل آنکہ کوئی نہین حرام کر سکتا ہے اور جو حرام جانے وہ باطل و کذاب ہے قال البیضاوی اس آیت مین دلیل ہے کہ مطاعم و ملابس و انواع تجملات مین در اصل اباحت ہے پس سوائے ان مطاعم و ملابس وغیرہ کے حرام نہونگے جو کسی دلیل خاص سے حرام یا مکروہ ثابت ہوئے ہین اور یہ بیان اصول مین بھی مقرر ہو چکا ہے۔ اسمین ہمارے زمانہ کے عالمونکو ارشاد یہ ہے کہ بلا دلیل شرعی کے

بعضی چیزونکو حلال کهتے ہین اور بعض کو حرام کرلیتے ہین اور ایسے ماسوائے کهانے پینے کے دیگر اشیاء مین بهی انکو بیباکی ہی حالانکہ علماء متقدمین نے تصریح کردی
کہ عمداً تحریم وتحلیل کرنا اگر خلاف حکم اللہ تعالی ورسول اللہ صلعم ہو تو کفر ہی پس ان عالمونکو اللہ تعالی توفیق دے کہ ان باتون سے باز آوین
اور عوام کو زیبا نہین ہی کہ ہر انکی بات کو بلا دلیل شرعی مان لیوین بلکہ غور کرین کہ اپنا دین کس سے لیتے ہین اور اس آیۃ کریمہ مین فکر کرکے
بعضے اہل تصوف بهی جو نفس کشی اسی مین جانتے ہین کہ اچها کهانا نہ کهاوین اور اچها کپڑا نہ پہنین اور مانند اسکے وہ بهی باز آوین اور نیز جو لوگ
ان چیزون کے حاصل کرنے کے واسطے اسراف کرتے ہین اور بہت سے شبہات بلکہ حرام طریقون سے حاصل کرتے ہین وہ بہت
ہی برا کرتے ہین اللہم اہدنا ویسر لنا وعافنا واعف عنا وانت ارحم الراحمین قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا تو کہدے کہ یہ
زینت وطیبات رزق ثابت ہی مومنون کے واسطے زندگانی دنیا مین یعنی مومنین اسکے مستحق ہین اگرچہ غیر مومن بهی ان کے شریک ہین
کذا قال المفسر خَالِصَةً نافع کی قراءۃ مین بالرفع ہی بنا بر آنکہ خبر بعد خبر ہی گویا تقدیر کلام یون ہی قل ہی غیر خالصۃ للذین آمنوا فی الحیوۃ
الدنیا خالصۃ لہم يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنے قیامت مین یہ طیبات وزینت خالص یعنے مخصوص مومنون ہی کے واسطے ہین اور جمہور کی قراءۃ
مین خالصۃً بنصب ہی بنا بر آنکہ حال واقع ہی اور معنی یہ ہین کہ درحالیکہ یہ طیبات وزینت خالص وبلا شرکت ثابت ہین مومنون کے لیئے
قیامت مین اور دنیا مین مومنون کے واسطے مطلقاً ثابت فرمایا اور غیر خالص نہین فرمایا تاکہ ظاہر ہو کہ اصلی استحقاق مومنون کا ہی اور کافر اگر
انکے شریک ہوئے تو تبعاً شریک ہوئے ہین ـ واضح ہو کہ زینت لباس وطیبات طعام مین ایک معنی اداء شکر وعبادت کے اور
لحاظ پاکیزگی شرعی کا معتبر ہی اور یہ ایمان پر موقوف ہی پس خالص وغیر خالص کی تفصیل کی درحقیقت ضرورت نہین کیونکہ کفار کی شرکت اس راہ
سے نہین ہی بلکہ اس معنی کر شرکت ہی کہ یہ اموال دنیاوی ومشتہیات نفس ہین جسمین مومنون کی شرکت نہین ہی کیونکہ قیامت مین مومنون کو
یہی چیزین بدون شرکت نہین حاصل ہونگی بلکہ زینت وطیبات کے مصداق کو جو نعمتہائے جنت سے ہونگی حاصل ہونگی اور اسمین کافرون
کی شرکت نہوگی بلکہ یہان کے مانند وہان بهی بدون زینت وطہارت کے کفار کو پیپ لہو ملیگا اعوذ باللہ من سوء العاقبۃ
كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ نہینما مثل ذلک التفصیل جیسے ہمنے مفصل بیان کیا ایسے ہی ہم آیات کو مفصل بیان کرتے ہین لِقَوْمٍ
يَعْلَمُونَ ایسی قوم کے واسطے جو دانائی رکهتے ہین پس وہ فکر کرکے علم حاصل کرتے ہین اور اسی قوم کی خصوصیت اسواسطے کہ آیات الہی سے
انتفاع انهین کو حاصل ہوتا ہی ف فی العرائس قولہ تعالی خذوا زینتکم عند کل مسجد بندہ کی زینت وہ لباس ہی جسکا طراز تو تواضع ہی
اور تانا وبانا اسکا استقامت واخلاص ہی جسکا دامن حوادث سے قطع اور اسکی آستین دونون جہان سے مقصور ہی اور جیب اسکی خشوع ہی
اور عظمت اسکا خضوع ہی اور سینے والا منور بنور آخرت اور شرف تحسین الثواب ہی پس تائبین کا لباس تو سوزش دل وگریہ وزاری ہی
اور پرہیزگارون کا لباس تضرع وشتاب ہی اور زاہدون کا لباس انکے چہرون پر نشان نور سجود ہی اور لباس عابدین انکی آنکهون سے ظہور
نور غیب ہی اور محبین کا لباس بیتابی محبت وہیجان درد ہی مشتاقون کا لباس پیاپئے آنسو جاری ہونا اور ہیجان ہی عاشقین کا لباس وجد و
غلبات ہین اور مستانسین یعنی حضرت اللہ تعالی سے مقام انس مین مشرف ہونیوالون کا لباس سکینت ووقار ہی اور عارفون کا لباس ہیبت
واجلال ہی اور موحدین کا لباس حیرت وفنا ہی ادنی درجہ والا عبودیت مین اور اوسکے نیچے درجہ والا انوار ربوبیت مین ہی جو عبودیت کو
بجا لایا اسکا لباس افعال ہین اور جو ربوبیت مین حاضر ہی یعنے از خود رفتہ ہی اسپر لباس صفات ہی اور جو فنا ہو کر قبلہ قدم کی طرف
متوجہ ہی اسکا لباس انوار ذات ہین پس احوال مین بڑا تفاوت اور لباس مین بڑا تفاوت اور بندون مین بڑا تفاوت ہی واسطے ...

کہا کہ یا بنی آدم کا خطاب تعریض بعار ہے گویا فرمایا کہ اے اولاد نقص وعیب اسمین انکو تنبیہ کی تاکہ اپنے نفوس پر نظر والتفات نہ رکھین
استاد نے فرمایا کہ زینت آدمی کی یہ ہے کہ نفس سے پاک ہوکر درگاہ باری تعالےٰ مین حاضر ہون اور اسکی چوکھٹ کو لازم پکڑین اور سر دم مشاہدہ
شہود حقیقت مین رہین بعض نے کہا کہ عابدون کی زینت یہ کہ آثار سجود ہون اور عارفون کی زینت انوار وجود ہین پس عابد تو بارگاہ کبریائی کے
دروازہ پر بندگی کرتا ہے اور عارف بساط احترام پر بیٹھا رہتا ہے پس بندون مین بڑا فرق ہے بعض نے کہا کہ زینت نفوس تو خدمت پر کمر
اور زینت قلوب حفظ حرمت پر اور زینت ارواح یہ کہ درگاہ کبریائی مین ہیبت کے ساتھ سر جھکائے رہین بعض نے کہا کہ زبان کی زینت
دوام ذکر ہے اور قلب کی زینت صفات قدرت مین فکر ہے بعض نے کہا کہ زینت ظاہری سجود ہے اور زینت باطنی شہود ہے بعض نے
کہا کہ نفوس کی زینت یہ کہ مجاہدات و ریاضات مین اخلاص وغیرہ سے اچھا معاملہ رکھین اور قلوب کی زینت یہ کہ مشاہدات سے دائمی
واصل رہین پھر زینت کو جو آثار قرب مین ذکر کرنے کے بعد انکو توبیخ کی جو بلا دلیل اہل حق سے انکار کرتے ہین اور لباس تقویٰ و اسکے آثار سے
اپنے نفوس سرکش کو محروم رکھتے ہین **قولہ** قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق خطاب پاک ہین دو باتون کا
احتمال ہے ایک تو اعدا پر غضب کا اور دوسرا اولیا پر فضل و رحمت کا یعنی کس شخص کو یہ جرأت ہے کہ ایسے بندون خاص پر انکار کرے
جو زینت عبادات وانوار حقائق و معارف سے آراستہ ہین۔ واضح ہو کہ یہ زینت ولباس حسن سے خواص بندے آراستہ ہین وہ کسی کے
امکان مین نہین ہے کہ خود حاصل کرے اسیواسطے اخرج لعبادہ سے اپنی ہی طرف اسکو مضاف کیا اور مخصوص کر دی اسکی حلت اپنے بندون
کے واسطے اور اسکے بندے وہی ہین جو اہل الحق کہلاتے ہین جنمین کوئی خیانت نہین اور کچھ شائبہ شرک و بدعت نہین ہے اور اسکو مباح کر دیا
کیونکہ بدون علت و کلفت کے انکی توکل برضا و محبت پر انکو حاصل ہوا پھر واضح ہو کہ ظاہری زینت و طیبات مین کافر کو شرکت ہے اور
باطنی لباس و رزق مین کسی کو شرکت نہین وہ دونون جہان مین مومنون کے واسطے مخصوص ہے وقد قال اللہ تعالیٰ قل ہی للذین آمنوا فی الحیوٰۃ
الدنیا خالصۃ یوم القیمۃ وہان ان انوار کا خلوص کے ظہور ہوگا۔ اور نیز وہ نور جلال و جمال ہے جو عارفین کے بشرے سے ظاہر ہوتا ہے اور طیبات
رزق وہ ثمرات ہین جو درختان تجلی و قرب سے انکو حاصل ہوتے ہین بعض نے کہا کہ یہ زینت تو جنگلون کی مباحات ہین اور آبادیون سے کچھ
جو حلال کمائی سے حاصل ہوا اور طیبات رزق سے مراد وہ مال غنیمت ہے جو جہاد مین حاصل ہو شیخ ابو عمرو الدمشقی نے فرمایا کہ جو
معونات بندگان مخلص کو پہونچتے ہین اور جو کرامات انکو حاصل ہوتی ہین استاد نے کہا کہ طیبات تو وہ ارزاق ہین جو نفوس کو اسکے
افضال سے حاصل ہوتے ہین اور قلوب کو اسکی طرف اقبال سے حاصل ہوتے ہین بعض نے کہا کہ عابدون کا رزق الہام ہے
اور عارفون کا ماسوائے حق کے سب کو فراموش کرنا پھر واقعی محرمات جنکو اہل جہالت حلال رکھتے ہین اور برعکس اہل معرفت کے
اپنی ضلالت سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے ہین بیان فرمانے کا حکم دیا بقولہ تعالےٰ

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ

تو کہہ میرے رب نے منع کیا ہے سو بےحیائی کے کام جو کھلے ہین انمین اور جو چھپے اور گناہ اور زیادتی ناحق کی اور یہ کہ شریک کرو اللہ کا جسکی اسنے سند نہین اتاری

بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

اور یہ کہ جھوٹھ بولو اللہ پر جو تم کو معلوم نہین

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ فواحش جمع فاحشہ اور وہ کبیرہ گناہ ہین مانند زنا کے یعنی جنپر عذاب دوزخ کی وعید ہوا ہو

اسمین ننگے طواف کرنا بھی داخل ہی جو مشرکین کرتے تھے اور بعض مفسرین نے جملہ حرام گناہون کو شامل لیا بسبب کلمہ انما کے جو مفید
حصر ہو اور علی ہذا اجنبی عورت پر بدنظر کرنا بھی حرام ہی فافہم مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ای جہرًا وسرًا یعنے علانیہ ظاہر وکھلے ہوئے
پوشیدہ ہر حالت مین حرام کیا ہی پس مشرکین جو پوشیدہ زنا کو عیب نہین جانتے تھے انکی جہالت تھی بلکہ فواحش خواہ علانیہ ہون یا پوشیدہ
ہون سب طرح انکو اللہ تعالے نے حرام فرمایا۔ پھر فواحش پر عطف کیا وَالْاِثْمَ یعنے حرام کیا اثم کو وہ معصیت ہی **قال البیضاوی**
یہ تخصیص کے بعد تعمیم ہی یعنے فواحش بھی معصیت ہین پس فواحش اور جملہ گناہ کو حرام کیا اور بعض نے کہا کہ اثم سے مراد شراب پینا اور یہ
ضعیف ہی واسیواسطے بعض نے کہا کہ فواحش سے وہ محرمات معاصی مراد ہین جو فروج وشرمگاہ سے متعلق ہین اور اثم سے تعمیم کردی یا ماسوائے
اسکے مراد ہین وَالْبَغْيَ عَلَى النَّاسِ۔ یعنے ایسے گناہ جو کرنے والے ہی تک نہ رہین بلکہ انکا ضرر غیرون پر متعدی ہو پس چور کا ہاتھ کاٹنا زنا کار
کو درے مارنا وغیرہ اگرچہ ایسا فعل ہی کہ اسکا ضرر دوسرے پر متعلق ہی لیکن اسکو خارج فرمایا بقولہ بِغَيْرِ الْحَقِّ یعنے دوسرے پر متعدی
ناحق ہو اور وہ ظلم ہی پس اول مین تو ان افعال بد سے ممانعت ہوئی جنمین دوسرون پر تعدی کا قصد نہو اور بغی بغیر الحق سے ہر ایسے فعل بد
سے ممانعت ہی جسمین ناحق دوسرے پر تعدی مقصود ہو اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے تکبر ہی۔ پھر ایسے ظلم سے ممانعت کی جو اپنے اور پر
غیرون کے اوپر تہمت ناحق ظلم اور سب سے پلید وبدتر ہی یعنے وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا ای مالم ینزل باشراکہ
لہ حجۃ یعنے اور حرام کیا یہ کہ شرک کرو تم اللہ تعالے کے ساتھ وہ چیز کہ نہین اتاری اللہ تعالے نے اس چیز کو اپنے ساتھ شریک
ہونے کی کوئی حجت **قال البیضاوی** اسمین مشرکون پر تہکم ہی اور آیت مین تنبیہ ہی کہ جس بات پر کوئی دلیل شرعی قائم نہو اسکا
اتباع نہ چاہیئے پھر ان تشرکوا پر عطف کیا وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنے اور حرام کیا یہ کہ کہو تم اللہ تعالے پر وہ بات
جو تم نہین جانتے ہو پس جو اللہ تعالی نے حرام نہین کیا اسکو مشرکون کیطرح بیان کرنا کہ اللہ تعالے نے حرام کیا ہی یا جو حلال نہین کیا اسکو
حلال بیان کرنا کہ اللہ تعالے نے حکم دیا ہی یہ سب حرام وکفر ہی اور ایسے ہی صفات الٰہی مین الحاد کرنا و دیگر امور جنکے واسطے کوئی شرعی دلیل
نہین ہی اسی حکم مین ہین **ف** قولہ قل انما حرم ربی الفواحش فحش ظاہری وہ ہی جو آدمی کو خالص عبادت سے مشغول کرے اور باطنی
فحش وہ ہی جو قلب کو ایسا وسواس پہونچے جو اسکو مشاہدہ حق کے درمیان پردہ ہوجاوے اور نیز ظاہری فحش جو افعال معروف ہین
اور باطنی ہین جو افعال کی حلاوت نفس مین باقی رہے وہ بھی شامل ہی قولہ والاثم والبغی یا اثم ہین اللہ تعالے کے نیک بندون سے انکار کھلے
چھپے داخل ہی اور بغی ہین جو باطن مین انسے حسد ہو شامل ہی قولہ وان تشرکوا باللہ الخ اور تعالی اپنے جلال وعلو کبریائی مین اس شان پر ہی
کہ الوہیت مین اسکا کوئی شریک بننا یا ایکل محال ہی اور درمیان مین کسی غیر کا وجود نہین ہی پھر جو لوگ علوم لدنی کے مدعی ہین انکے منھ مین خاک جھونکی
جاوے قال تعالی وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون **سہل** رح نے کہا کہ جسنے کلام کیا اللہ تعالی کی طرف بدون اجازت کے بغیر طریقہ حرمت وادب کے
تو اسنے اپنا پردہ پھاڑا اور حد سے تجاوز کیا اور اللہ تعالے نے اس کلام سے تحذیر فرمائی **ابو عثمان** رح نے **قولہ** انما حرم ربی الفواحش مین
کہا کہ جو طاعت تو اسیطرح ادا کرے کہ مقصود اسمین کوئی غیر ہو خواہ آدمی یا کوئی اور چیز تو یہ فواحش مین سے ہی **قال المترجم** یہ پسندیدہ قول ہی
اسواسطے کہ وہ ریا ہی اور ریا شرک ہی جو افحش الفواحش مین ہی بعض نے کہا کہ فواحش مین سے جو ظاہر ہین ازانجملہ جھوٹ بولنا اور غیبت
کرنا اور چغلی کھانا اور باطن جو پوشیدہ ہین ازانجملہ غلول اور کھوٹ اور حقد وحسد ہی استاد رح نے کہا کہ ظاہر مین سے ذلت وگناہ حرام ہیں
اور باطن مین سے غفلت ہی اور بعض نے کہا کہ محبوب سے یہ بات بھی گناہ ہی کہ محبوب سے صادر ہو **قال المترجم** پھر اللہ تعالی

نے شرک وکبیرہ گناہ و اوتعالیٰ پر افترا باندھنے والونکو سخت تہدید فرمائی

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○

اور ہر فرقہ کا ایک وعدہ ہے پھر جب پہونچا اُن کا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلدی

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اور واسطے ہر امت کے اَجَلٌ مدت ہے یعنی وقت معین ومحدود ہے جسمین اُنپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوتا
ہے پس یہ اہل مکہ کو تہدید ہے حاصل آنکہ اس مدت مہلت مین فواحش وافترا بجناب باری تعالیٰ سے باز رہکر اپنے آپ کو صالح کرین -
یا بمعنی یہ کہ اس مدت پر انکو موت دیجاتی ہے اور احتمال ہے کہ آیت دونون معنی کو شامل ہو اور عام ہو فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ یعنی پھر جب اس امت
کی اجل مقدر آگئی تو اُنپر عذاب یا جو مقدر ہے طاری ہوجاتا ہے بعض نے کہا کہ اجل سے مراد وقت نزول عذاب ہے بعض نے کہا کہ زندگی وعمر
کی مدت مراد ہے وعلیٰ ہذا ہر ایک کے واسطے ایک وقت مقرر ہوگا جسمین تقدیم وتاخیر نہین نافع ہے اور اجل کا اطلاق عمر کی تمام مدت پر بھی
آتا ہے اور اخیر جزو پر بھی ہوتا ہے جسمین موت نے حلول کیا لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً نہین تاخیر دیے جاتے ہین ایک ساعت وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ
اور نہین تقدیم دیے جاتے ہین پس یستاخرون ویستقدمون بمعنی لایتاخرون ولایتقدمون ہوگا اور ساعت سے خاص کر ایک ساعت
بالخصوص مراد نہین ہے بلکہ عرف مین نہایت کمتر وقت پر بولا جاتا ہے پس مراد نفی تاخیر وتقدیم ہے - اور بیضاوی نے کہا کہ باب استفعال
اپنے معنی پر ہو سکتا ہے یعنے نہ طلب کرینگے تاخیر وتقدم کو بسبب شدت ہول کے قال المترجم اس تقدیر پر ساعت بالکل غیر مربوط
ہوا جاتا ہے کما لایخفی - جمہور نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ ہر میت اپنی اجل مقدر پر مرتی ہے اگرچہ قتل ہو یا گر کر مرے - اور اسی کے مانند ہے
قولہ تعالیٰ ما یسبق من امۃ اجلہا وما یستاخرون - اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ لوگ بڑے احمق ہین کہ یون کہا کرتے ہین کہ ای میرے
پروردگار اسکی عمر مین درازی دیدے حالانکہ اوتعالےٰ فرماتا ہے کہ فاذا جاء اجلہم لایستاخرون ساعۃ الآیۃ - اور سعید ابن المسیبؒ
سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخم کاری سے زخمی ہوئے تو کعبؓ احبار نے کہا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے
تو انکی موت مین تاخیر کیجاتی تو کعب سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ فاذا جاء اجلہم لایستاخرون ساعۃ الآیۃ تو کعب نے جواب دیا
کہ اللہ تعالےٰ نے خود فرمایا وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب الآیۃ واضح ہو کہ قولہ ولایستقدمون مین بعض نے کہا کہ یہ اخبار ہے
کہ لوگ اپنی موت مقدر سے پہلے نہین مر سکتے ہین بلکہ اس مدت کا پورا کرنا ضرور ہے جیسے کہ انکو ذرہ برابر بھی تاخیر نہین حاصل ہوتی ہے پس
یہ جملہ مستانفہ ہوگا اور واحدی وغیرہ نے کہا کہ لایستاخرون پر عطف ہے اور یہی ظاہر قول شیخ مفسر ودیگر مفسرین کا ہے اور تفتازانی رحمہ
کرخی رحہ نے جملہ مستانفہ ہونا اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ بمنزلہ مثل کے ہے اس مجموع کلام سے یہی مقصود ہے کہ وقت مقرر ہو چکا اسمین
تغیر وتبدل نہوگا فافہم واضح ہو کہ اہل علم نے اس مسئلہ مین طول کلام کیا اسکو بعض متاخرین نے جمع کیا اور بعض معاصرین نے درج
کیا جسکی تلخیص مین ترجمہ کرتا ہون کہ اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ موت کے وقت مقدر مین تقدیم وتاخیر نہین ہوتی ہے اور اسی کے
مانند ہے قولہ وما یسبق من امۃ اجلہا الآیۃ - اور ایسا ہی قولہ ان اجل اللہ اذا جاء لایوخر الآیۃ اور قولہ وما کان لنفس ان تموت الا باذن
اللہ کتابا موجلا الآیۃ اور قولہ ولن یوخر اللہ نفسا اذا جاء اجلہا الآیۃ - پس ان آیات سے تو تعین وتقدیر وقت کہ اس سے تقدیم وتاخیر
نہین ہو سکتی ہے ثابت ہوتا ہے اور ظاہر مین وہم ہوتا ہے کہ یہ معارض ہے قولہ تعالےٰ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب
اور قولہ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب الآیۃ اور قولہ ثم قضی اجلا واجل مسمی عندہ الآیۃ پس جمہور کا مذہب یہ ہے کہ عمر زیادہ

وکم نہین ہوتی ہو اور انھون نے ان آیات متقدمہ سے استدلال کیا ہو اور نیز احادیث صحیحہ سے استدلال کیا ہو مانند حدیث ابن مسعود رضؓ
کے تم مین سے ہر ایک کی خلقت چالیس روز مین مجتمع ہوتی ہو پھر وہ علقہ ہوتا ہے پھر مضغہ ہوتا ہے اسیقدر دنون مین پھر اللہ تعالے
ایک فرشتہ بھیجتا ہو اور چار باتونکا حکم دیا جاتا ہو کہ اسکا رزق و عمل اور اجل اور شقی ہو یا سعید لکھدے اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین ہو
اور اسی معنی مین اور احادیث صحیحہ آئی ہین اور جمہور نے قولہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت کے معنی مین یہ تاویل کی ہو کہ جو شرائع و فرائض چاہتا ہو
منسوخ فرماتا ہو اور جو چاہتا ہو ثابت رکھتا ہو اور اسکو منسوخ نہین کرتا اور جملہ ناسخ و منسوخ اسکے نزدیک ام الکتاب مین موجود ہین
قال المؤلف پوشیدہ نہین کہ یہ تخصیص عموم آیت کی بلا مخصص ہو **وقال المترجم** وجہ تخصیص تو آیات و احادیث متقدمہ سے
ظاہر ہو ثم قال اور نیز کہا جائیگا کہ قلم قدرت تو قیامت تک واقع ہونے کو لکھ چکا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہو اور اسی مین سے
نسخ شرائع و فرائض ہو پس یہی مثل عمر کے ہین پس جب انمین محو و اثبات جائز ہو تو عمر مین بھی جائز ہوگا **قال المترجم** یہ مؤلف مذکور کا
سہو ہو اسواسطے کہ جمہور کا منشا یہ ہو کہ قلم قدرت نے جو امر قیامت تک کیواسطے لکھدیا وہ ام الکتاب مین موجود ہو پس محو و اثبات یعنی حدوث
امر جدید نہین ہو بلکہ حدوث تعلقات ہو چنانچہ صریح انھون نے کہدیا کہ ناسخ و منسوخ ہر دو ام الکتاب مین موجود ہین پس یہ سمجھنا کہ فرائض
و شرائع مین حدوث امر جدید ہوتا ہو یہ غلط فہمی ہو اور علی ہذا عمر مین بھی جو سوانح و وقائع ہین سب بجائے خود موجود ہین اور نسخ اسمین جاری
ہونے کے کوئی معنی نہین حاصل آنکہ فرائض و شرائع مین محو و اثبات موافق قلم قدرت کے جو قدیم سے جاری ہوا ہو اب اُسکا تعلق ظاہر ہوتا ہو
نہ آنکہ محو و اثبات دفعتًا فوقتًا جدید پیدا ہوتا ہو فافہم ثم قال اور بعض نے جواب دیا کہ آیت مین محو و اثبات سے جو ملائکہ حفظہ کے دفتر مین ہو
ماسوائے حسنہ و سیئہ کے اسکا محو و اثبات مراد ہو کیونکہ حفظہ تو سب کچھ لکھ لیتے ہین جو آدمی سے واقع ہو **قال المترجم** یہ تاویل کیا خوب ہو
اگرچہ اسپر مؤلف مذکور کا اعتراض اول وارد نہین ہوتا جیسا کہ مین جواب دے چکا ہون ثم قال اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے
جو چاہتا ہو بخشتا ہو اور جو چاہتا ہو چھوڑتا ہو قلت وہو خلاف الظاہر وکذا ما قال بعضہم ان المعنی یمحو ما یشاء من القرون کقولہ الم یروا کم اہلکنا
من قبلہم من القرون وقال تعالے ثم انشانا من بعدہم قرنا آخرین فیمحو قرنا ویثبت آخر اور بعض نے کہا کہ وہ ایسے شخص کے حق مین ہو جو طاعت
الٰہی بجالاتا تھا پھر گناہ کرنے لگا پھر توبہ کی تو جو کچھ اسکے دفتر گناہ سے چاہتا محو کرتا ہو اور جو دفتر نیکی سے چاہتا باقی رکھتا ہو اور بعض نے
کہا کہ جو دنیا سے چاہتا محو کرتا ہو اور آخرت کو باقی رکھتا ہو اور مانند اسکے دیگر اقوال تاویلی ہین وقال المؤلف یہ سب مجرد دعوی ہین اینپر
دلیل قائم نہین ہو اور اسمین شک نہین کہ محو و اثبات کی آیت عام ہو جسکو اللہ تعالی چاہے محو کرے اور جو چاہے ثبت کرے پس تخصیص
بدون مخصص کے نہین ہو سکتی ہو **وقال المترجم** مشیت الٰہی یعنی داخل تحت قدرت ہونے مین کلام نہین ہو ولیکن جب موت کیواسطے
وقت مقدر ثابت ہو تو باہم انکا تعارض دفع کرنا ضرور محتاج تاویل ہو پس تاویل کی کچھ تخصیص نہین الا بعض احوال مین بعض امور سے
تخصیص تاویل محتاج استثنا ہو فتامل اور قولہ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب اسمین یہ تاویل مذکور ہو کہ معمر سے طویل العمر
مراد ہو اور ناقص سے قصیر العمر مراد ہو۔ اسپر اعتراض کیا گیا کہ لا ینقص من عمرہ کی ضمیر معمر کی طرف راجع ہو اور معنی یہ ہو سے کہ نہین ناقص
ہوتی عمر اس معمر مین سے الا آنکہ وہ کتاب مین مقدر ہو پس یہ ظاہر معنی کلام ہین اور جو تاویل مذکور ہوئی وہ بنا بر آنکہ ضمیر راجع بمرجع غیر مذکور کہ
اور یہ خلاف ظاہر ہو اور بعض نے کہا کہ ما یعمر من معمر سے عمر آئندہ مراد ہو اور لا ینقص من عمرہ سے عمر گذشتہ مراد ہو اور یہ بھی خلاف ظاہر ہو
کیونکہ یہ نقص از عمر نہین ہو جو بمقابل زیادت ہو اور بعض نے کہا کہ معمر وہ کہ سن ہرم کو پہونچا اور لا ینقص سے دوسرے شخص کی عمر

جو اس سن سے کم رہا ہو مراد ہو اور بعض نے کہا کہ معمر وہ کہ ساٹھ برس تک پہونچا اور ناقص سے جو اس سے کم مین مرگیا اور بعض دیگر اقوال تاویل مذکور ہین جنکی صحت مین تامل ہو اور ایک جماعت اہل علم نے کہا کہ عمر گھٹتی بڑھتی ہو اور استدلال انکا آیات متقدمہ سے ہو کیونکہ محو و اثبات عام ہین جو عمر و رزق وغیرہ سب کو عموماً شامل ہین اور سعادت و شقاوت کو بھی شامل ہین اور ایک جماعت صحابہ و تابعین اتباع صالحین سے ثابت ہوا کہ وے اپنی دعار مین کہا کرتے کہ اللھم ان کنت کتبتنی فی اہل السعادۃ فاثبتنی منھم وان کنت کتبتنی من اہل الشقاوۃ فامحنی عنھم واثبتنی فی اہل السعادۃ یعنی ای پروردگار تعالےٰ اگر تو نے مجھ بندے کو اہل سعادت مین لکھا تو انھین مین ثابت فرما اور اگر تو نے مجھکو اہل شقاوت مین لکھا تو مجھکو انمین سے محو فرما دے اور اہل سعادت مین لکھدے اور جو لوگ کہ کمی بیشی عمر کے تابع ہین وہ اپنے قول کے واسطے آیات مثبت کی تاویل مین کوئی ایسی بات نہین لائے جو عموم کے واسطے مخصص ہو اور آیت محو و اثبات دلالت کرتی ہو کہ عمر مین کمی بیشی ہو سکتی ہو اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ وما یعمر من معمر ولا ینقص من عمرہ الا فی کتاب بھی اسی معنی پر دلیل ہو اور ایسے ہی قولہ تعالےٰ ثم قضی اجلا واجل مسمی عندہ بھی دلالت کرتا ہو کہ آدمی کے واسطے دو اجل ہین انمین سے جسکو اللہ تعالےٰ نے چاہتا ہو زائد کو یا ناقص کو آدمی کے واسطے حکم فرماتا ہو اور اسی پر دلالت کرتا ہو جو صحیحین وغیرہ مین ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنھم سے مروی ہو کہ صلہ رحم بڑھاتا ہو عمر مین اور صحیحین مین ہو کہ من احب ان یبسط لہ فی رزقہ وان ینسأ لہ فی اثرہ فلیصل رحمہ اور ایک روایت مین ہو من احب ان یمد اللہ فی عمرہ واجلہ ویبسط فی رزقہ فلیتق اللہ ولیصل رحمہ۔ اور ایک روایت مین ہو صلۃ الرحم وحسن الخلق وحسن الجوار یعمرن الدیار ویزدن فی الاعمار۔ و نیز کتاب مجید مین بندون کو دعار کرنے کا حکم وارد ہوا ہو چنانچہ فرمایا ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جہنم داخرین۔ اور قولہ امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء اور قولہ واذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اور قولہ واسئلوا اللہ من فضلہ۔ اور جن احادیث مین دعا کا حکم آیا ہو وہ کثرت سے متواتر ہین اور انمین آیا ہو کہ دعار دفع بلاء ہو اور بعض مین ہو کہ دفع قضاء ہو اور صحیح مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ آپ نے فرمایا اللھم انی اعوذ بک من سوء القضاء ودرک الشقاء وجھد البلاء وشماتۃ الاعداء اور حدیث قنوت الوتر مین ہو۔ وقنی شر ما قضیت پس اگر دعار کچھ بھی مفید نہوتی تو اسقدر تاکید شدید سے فائدہ نہوتا اور نیز صدقہ کے بارہ مین ہو کہ دفع البلاء ہو اور نیز دوار کے واسطے بھی حکم ہو پس محو اثبات اپنے ظاہر پر ثابت ہو پھر اگر کہا جاوے کہ جن آیات مین ثبوت ہوا کہ اجل مین تقدم و تاخر نہین ہوتا انکو کس تاویل پر محمول کیا جائیگا تو جواب یہ ہو کہ انمین کوئی تاویل نہین بلکہ نفس آیات سے جو معنی ظاہر ہین جیسا کہ بعض سلف نے اسپر تنبیہ کی اور خلف مین سے بعض نے بیان کیا ہو وہی لیے جاوین یعنے مختص اس اجل سے جو آجاوے پس موت جب آگئی تو اسوقت موخر و مقدم نہین ہوتی اور خود مؤید ہو کہ آیت مین اسکی تقیید موجود ہو چنانچہ فرمایا اذا جاء اجلھم۔ اور نیز فرمایا ولن یؤخر اللہ نفسا اذا جاء اجلھا۔ اور نیز فرمایا ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر پس جملہ آیات مین اتفاق و اجتماع اس طرح ممکن ہو کہ اجل جب آگئی تب مقدم و موخر نہین ہوتی ہو اگرچہ اس حالت کے سوا مین تقدیم و تاخیر رد الٰہی خواہ دعار سے یا صلہ رحم سے یا کسی فعل خیر سے جیسے کہ تقدیم بوجہ عمل بد کے ممکن ہو اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالےٰ قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا اور مانند اسکے دیگر آیات مین ثابت ہو کہ امر مقدر ہو جواب یہ ہو کہ یہان بھی اتفاق و جمع ہو پس یہ محمول ہو عدم تسبیب از بندہ باسباب خیر پر اور دیگر محمول ہین تسبیب از بندہ باسباب خیر پر قال المترجم ایسا ہی مؤلف مذکور نے طول کے ساتھ نقل کیا اور مترجم کے نزدیک مؤلف مذکور نے ایک طول بحث متوحش کو صرف بحث لفظی پر مبنی کیا اسواسطے کہ افعال خیر و شر بھی بندہ کی

خلقت سے نہیں ہین اور وقوع موافق تقدیر الٰہی ہوا اور خود مؤلف مذکور نے آگے نقل کیا کہ اگر کہا جاوے کہ دلائل کتاب و سنت سے صحیح متقرر ہوا کہ تمام افعال الٰہی سب ازلی ہین اور وہ ہر شئ مین سابق ہو چکے ہین اور یہ صحیح نہین کہ اسکے علم کے خلاف واقع ہو ورنہ جہل لازم آویگا اور یہ قطعًا و بالاجماع جائز نہین ہو تو جواب یہ ہو کہ ہان بے شک اسکا علم ازلی و سابق ہوا اور ہر چیز کو واقع ہونیسے پہلے اوتعالےٰ جانتا ہوا اور تمام اہل الحق کے درمیان اس بات مین کچھ خلاف نہین ہو لیکن یہان صرف ابطال ایسی قوم کا ہو جنہون نے غلو کرکے دعا و صلہ رحم و تقویٰ وغیرہ اعمال خیر کے فوائد کو باطل سمجھا ہو حالانکہ جسنے اپنے علم ازلی و سابق تقدیر کا ہمکو دانستہ کیا اُسی نے اُن اعمال و افعال خیر کے بجالانے کا حکم دیا ہو **قال المترجم** اصل بحث تو اجل کے بیان مین تھی اور مؤلف مذکور نے کسی رسالہ سے نقل کیا اور بحث سے خروج ہوا بالجملہ جن لوگون نے یہ زعم کیا کہ بندہ محض مجبور ہو وہ گمراہی و ضلالت مین پڑ گئے جیسے وہ لوگ گمراہ ہین جنہون نے بندہ کو قادر مختار خیال کیا ہو بلکہ واقعی تحقیق ہو کہ جو فوائد دعا وغیرہ کے حدیث و آیات سے ثابت ہین وہ برحق ہین اور یہ بہت بڑی جہالت ہو کہ آدمی کھیتی نہ کرے اور پیداوار کی ہوس کرے اور **مترجم** نے قولہ یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الآیۃ کی تفسیر مین تھوڑا سا اسکا بیان کر دیا ہو اور مؤلف مذکور نے یہان بہت اطناب کیا ہو اور مفید باتین لایا ہو **مترجم** کو زیادہ گنجائش نہین اسواسطے ترک کرتا ہو اور قدر مذکور مین کفایت ہے واللہ ولی التوفیق والہدایۃ ۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ

اے اولاد آدم کی کبھی پہونچین تم پاس رسول تم مین کے سناوین تمکو آیتین میری تو جسنے خطرہ کیا اور سنوار پکڑی نہ ڈر ہو اُنپر

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

اور نہ وہ غم کھاوین اور جنہون نے جھٹھلائین آیتین ہماری اور تکبر کیا انکی طرف سے وہ ہین دوزخ کے لوگ اُسمین رہ پڑے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا اصل اِنْ مَا تھا۔ ان شرطیہ اور ما زائدہ ہو يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ یہ جملہ شرط ہو جسپر حرف ان شرطیہ داخل ہو اور وہ حرف شک کا ہوتا ہو پس حرف شک کے ساتھ اسواسطے ذکر کیا کہ متنبہ ہون کہ رسولون آنا امر جائز ہو واجب نہین ہو جیسا کہ اہل تعلیم نے گمان کیا کذا قال البیضاوی اور بعض نے کہا کہ اہل تعلیم ایک قوم ہو روافض مین سے فافہم قال البیضاوی ان شرطیہ کے ساتھ ما زائدہ بغرض تاکید معنی شرط کے ملایا گیا اسیواسطے فعل کو مؤکد بنون تاکید فرمایا اور جزا اسکی جملہ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ یعنے سو جسنے تقویٰ کیا شرک سے اور درست کئیے اپنے اعمال یعنے رسولون کے حکم کے موافق اعتقاد و عمل کو درست کیا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنے آخرت مین انپر کچھ خوف و اندوہ نہین ہو وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ استکبار بمعنی تکبر ہو اور استکبروا عنہا یعنی آیات سے تکبر کیا پس ایمان نہ لائے **بیضاوی رح** نے کہا کہ حاصل معنی آیت کے یہ ہین کہ تم مین سے جسنے شرک سے تقویٰ کیا اور اپنے اعمال درست کئیے تو اسکے واسطے یہ جزا ہے خیر ہو اور تم مین سے جسنے ہماری آیات کو جھٹلایا اُسپر یہ عذاب شدید ہو اور اول کی خبر پر فا داخل کی یعنی فلا خوف بالفا فرمایا اور دوسرے کی خبر پر نہین داخل کی تو اسوجہ سے کہ وعدہ خیر مین مبالغہ فرمایا اسواسطے کہ فا لزوم پر دلالت کرتی ہو پس وعدہ مین مبالغہ ظاہر ہوا اور وعید مین مسامحہ فافہم **ف فی العرائس** قولہ فمن اتقی واصلح ۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی دید اعظمت جلال مین وہ غیر اللہ کی طرف نظر رکھنے سے پاک و مقدس رہا اور جو اسکے و اللہ تعالےٰ کے درمیان معاملہ ہو اسکو اصلاح پر رکھا حتی کہ کوئی سانس بدون شوق

الٰہی و بلا حظۂ جمال و جلال کی نہین نکلی کیونکہ بندہ کی جو سانس بغیر ان اوصاف کے نکلتی ہو وہ فاسد ہی اور بندہ پر اسکی اصلاح کرنا اور قیام و رعایت سے واجب ہی پس جو ان اوصاف کے ساتھ رہا اسپر نفس کے جنایات و جرم سے کچھ باقی نہین رہا پس اسکو مقامات سے محروم ہونے کا خوف نہوگا اور مشاہدہ سے محجوب ہونے کا غم و اندوہ نہوگا۔ کما قال تعالےٰ فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اور بعض نے کہا کہ تقوی اسطرح پر کہ ظاہر مین تو ایسے کھانے پینے سے بچا جسمین شبہہ ہو اور ٹھیک ٹھیک اسکے حلال ہونے کا یقین نہین ہی اور باطن کو اسطرح درست کیا کہ ہمیشہ باطن مین اللہ تعالےٰ کا مراقبہ رکھا اور خیالات فاسد و خطرات شیطانی کو دخل نہین دیا **قال المترجم** اسمین اشارہ ہی تقوی کو کسی خاص چیز سے مقید نکیا کیونکہ تقوی کے مختلف مراتب مختلف درجہ پر ہین اور ہر ایک کے واسطے عدم حزن بھی مختلف ہی اور کچھ آخرت کی خصوصیت نہین فافہم

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ

پھر اُس سے ظالم کون جو جوٹھ باندھے اللہ پر یا جھٹلاوے اُسکے حکم کو وہ لوگ پاوینگے جو انکا حصہ لکھا کتاب مین

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا

یہانتک کہ جب پہونچے اُن پاس بھیجے ہمارے جان لینے کو بولے کیا ہوئے جنکو تم پکارتے تھے سوائے اللہ کے بولے ہمسے گم ہوئے

وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ○ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

اور قائل ہوئے اپنی جان پر کہ وہ تھے منکر فرمایا داخل ہو ساتھ اور امتون کے جو تمسے پہلے ہوچکے ہین جن اور انسان

فِى النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ

آگ مین جہان داخل ہوئی ایک امت لعنت کرینگے دوسری کو جبتک گر چکے اسمین سارے کہا پچھلون نے پہلون کو

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ○ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ

اے رب ہمارے انھین نے گمراہ کیا انکو سو تو دے دونا عذاب آگ کا فرمایا دونونکو دونا ہی پر تم نہین جانتے اور کہا پہلون نے

لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ○

پچھلونکو سو کچھ نہوئی تمکو ہمپر زیادتی اب چکھو عذاب بدلہ اپنی کمائی کا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ کون زیادہ بڑھکر ظالم ہی یعنے کوئی بھی زیادہ ظالم نہین مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا تاکید لان الافتراء لا یکون الا کذبا یعنے کذبا فقط تاکید افترا ہی کیونکہ افترا تو کذب ہی ہوتا ہی اسکا حاصل اپنی جان پر ظلم کرنیوالا بڑھکر نہین ہی اس شخص سے جسنے افترا باندھا اللہ تعالےٰ پر جھوٹ یعنی اللہ تعالےٰ کا کسی کو شریک قرار دیا خواہ زبان سے یا فعل سے یا اعتقاد سے یا کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے فرزند ہو خواہ بیٹا یا بیٹیان یا کہا کہ فواحش بجالانے کا ہمکو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہی یا جملہ اس سے بڑھکر کوئی ظالم نہین جسنے اللہ تعالےٰ خالق رزاق منعم کبیر متعال جل جلالہ پر افترا باندھا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا جھٹلایا اللہ تعالےٰ کی آیات کو یعنی قرآن مجید کو اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ ایسے لوگون کو پہونچ جائیگا نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ای حظہم مما کتب لہم فی اللوح المحفوظ من الرزق والاجل وغیر ذلک۔ انکا حصہ اس چیز سے جو لکھا گیا ہے انکے واسطے لوح محفوظ میں موافق مشیت الٰہی کے رزق و اجل وغیرہ ایسا ہی محمد بن کعب القرظی و ربیع بن انس و عبد الرحمٰن بن زید نے تفسیر فرمایا اور مجاہد نے کہا کہ جو انکو بھلائی برائی کا وعدہ دیا گیا ہے

اور حافظ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قول بحسب المعنے قوی ہے اور
وہ پہونچیگا اور یہی قتادہؒ وضحاک وبہتون کا قول ہے اور یہی شیخ ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور
سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے یعنی قولہ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا یہانتک کہ جب آجاوینگے انکے پاس ہمارے رسول یعنی ملائکۃ الموت
کہ يَتَوَفَّوْنَهُمْ انکو وفات دینگے تو قَالُوٓا ملائکہ کہینگے ان منکرون مفترین سے ذلیل کرنیکو کہ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ تعبدون مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وہ کہان ہین جنکی تم عبادت کرتے تھے سوا اللہ تعالیٰ کے قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا مفتری جواب دینگے کہ ہماری نظر سے غائب ہوگئے
ہمکو اب نہین سوجھتے ہین یعنی ہمکو اب کچھ انکے نفع ومدد کی امید نہین رہی کرخیؒ نے کہا کہ جواب بحسب المعنی ہے کیونکہ سوال تھا کہ اینما کنتم وہ کون
جگہ ہین تو ظاہر جواب یہ تھا کہ وہ فلان جگہ ہین اور حق یہ ہے کہ سوال وجواب یکسان ہین کیونکہ سوال مین انکے باطل معبودون کا ٹھکانا پوچھنا
مقصود نہین ہے بلکہ یہی مقصود ہے کہ وہ تمہارے جھوٹے معبود کہان چلے گئے اب اس وقت مین تمہارے آڑے نہین آتے تو انھون نے
جواب دیا کہ ہمسے تو گم ہوگئے اب ہمکو انکے نفع کی کچھ امید نہین ہے یعنے یقین لا دینگے کہ ہمنے غلطی کی اسیواسطے فرمایا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى
اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ یعنے موت کے وقت اپنے اوپر یہ گواہی دینگے کہ ہم ضرور کافر تھے قَالَ یعنے اللہ تعالیٰ یا اسکے حکم سے
کوئی فرشتہ یا دوزخ کا خازن فرشتہ ان لوگون سے قیامت کے روز کہیگا اور ماضی کا صیغہ اسواسطے کہ یہ قطعی الوقوع ہے پس
گویا تہدید ہے کہ اسکو واقع ہوا سمجھو ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ یعنے حکم ہوگا کہ داخل ہو تم بھی جملہ
امتون کے ساتھ مین جو تمسے پہلے جن وانس کے گزرے ہین آگ مین قولہ فی النار متعلق ادخلوا ہے یعنے نار مین داخل ہو اور قولہ فی امم یعنی فی جملۃ امم
اور قد خلت جملہ صفت امم ہے اور خلت بمعنی مضت یعنی ایسی امتون مین شامل ہوا جو تم سے پہلے کافر ومشرک گزر چکے ہین اور من الجن والانس
بیان امم ہے یعنے وہ امتین جنون وانسانون مین سے ہین یہ حکم تہدید اہل مکہ کو ہے اسیواسطے آیت اولی مین قولہ رسل منکم سے بعض نے آنحضرت صلعم
کو مراد لیا اور لفظ جمع کو تشریف وتکریم پر یا جامع وخاتم رسالت ومصدق جملہ رسل ہونے سے بلفظ جمع بار ہونے پر محمول کیا كُلَّمَا
دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ہر بار جب داخل ہوئی کوئی امت دوزخ مین لعنت کریگی اپنے پہلی کو یعنے اُس دوزخی امت کو
جو اس سے پہلے گزری ہے کیونکہ اسی پیروی واقتدا کرنے کی وجہ سے پچھلی خراب ودوزخی ہوئی حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا اذّٰرَكوا افاعل ہے
اور معنی تدارکوا اور تلاحقوا اور حاصل آنکہ جو داخل ہوگی وہ اگلے پر لعنت کریگی یہانتک کہ جب متلاحق ومتداخل ہو جائینگے فِيْهَا جَمِيْعًا
سب کے سب دوزخ مین تو قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ دوسری یعنی پچھلی امت انکی جو داخل ہونے مین پیچھے ہے یا منزلت مین پیچھے ہے یا بحلہ اقتدا کرنیوالی
امت کہیگی لِاُوْلٰىهُمْ واسطے اولی یعنی پہلی امت یا لاجل اولاہم واسطے اپنی اولی امت کے یعنی متبوع گروہ کے واسطے اللہ تعالیٰ سے پچھلی امت عرض کریگی
رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا اے پروردگار یہی لوگ ہین جنھون نے ہمکو گمراہ کیا۔ یعنے گمراہی کی راہ نکال گئی تھی پس انکے پیچھے ہم بھی اسی راہ پر
چلے اور انکی تقلید کرکے گمراہ ہوے فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ پس تو ان لوگون کو دوزخ مین سے زیادہ گونہ عذاب دیجیے
کیونکہ ایک تو یہ خود گمراہ تھے اور دوسرے انھون نے دوسرونکو گمراہ کیا پس ضعف یہان کئی گونہ ہے چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہے
کہ دنیا مین جب کوئی قتل ناحق واقع ہوتا ہے تو حضرت آدمؑ کے بڑے بیٹے یعنی قابیل پر ایک حصہ عذاب کا قائم ہوتا ہے کیونکہ اسی نے
قتل ناحق پہلے نکالا ہے قال المترجم افسوس ہے لوگون کے حال پر جو تیجہ وغیرہ کے مانند کفر وشرک وحرام ومکروہ بدعتین نکالے چلے جاتے
ہین اور خوف نہین کرتے کہ تا قیامت انکے نامہ اعمال پر عذاب بڑھتا چلا جائیگا اللّٰھم انی اعوذ بک واستغفرک واتوب الیک
یا بجملہ اتباع واقتدار والون نے اپنے متبوع لوگون کے واسطے مزید عذاب کی درخواست کی اور یہ انکی جہالت تھی کہ اس سے

غافل تھے کہ ہر ایک پر اسکے گناہ کی قدر عذاب ہے اسیواسطے فرمایا قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ یعنے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم مین سے اور انمین سے
ہر ایک کیواسطے عذاب مضعف ہے وَلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ولیکن جانتے نہین کہ ہر فریق کے واسطے جو کچھ عذاب ہے کیونکہ پچھلون کے
طریقہ گمراہی سے بھی اور لوگ گمراہ ہوے ہین تعلمون بالتاء الفوقیۃ اکثرون کی قراءۃ ہے پس تمہ خطاب ہے اور عاصم کی قراءۃ مین
بالیاء التحتیہ ہے پس انکی جہالت کا بیان ہے قال البیضاوی متبوع لوگون پر بسبب ذاتی کفر کرنے اور دوسرون کی تضلیل کرنیکے
ضعف عذاب ہوا اور تابع لوگون پر بسبب خود کفر کرنے کے اور گمراہون کی تقلید کرنے کے دونا عذاب ہوا وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ
یعنے جب اگلون نے پچھلون کے حق مین حکم الٰہی سن لیا تو کہا کہ جب ایسا معاملہ ہے فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ تو تمکو ہمپر کچھ تفضیلت
نہین ہے قال البیضاوی اگلون نے جواب الٰہی پر اپنے گفتگو کو مترتب کر کے کہا کہ پھر تم لوگونکو ہمپر کچھ فضیلت نہین ہے بلکہ گمراہی اور استحقاق عذاب مین ہم تم دونون
متساوی ہین آیت سے ثابت ہوا کہ جہالت کے ساتھ تقلید کرنا بھی عذر نہین ہے لہذا چاہیے کہ آدمی اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول معصوم کے
حکم کو دریافت کرے اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ سے اسکے معنی معلوم کرے فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ پس چکھو بدلے
بدلے اُس چیز کے جو تمنے کمایا ہے یہ تمہ قول فریق اولیٰ ہے یا فرمان الٰہی ہے اور یہی مفسر نے اختیار کیا

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى
بیشک جنہون نے جھٹلاوین ہماری نشانیان اور اُنسے تکبر کیا تو نہ کھلینگے انکو دروازے آسمان کے اور نہ داخل ہونگے جنت مین جبتک
یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ○ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ
پیٹھے اونٹ سوئی کے ناکے مین اور ہم یون بدلہ دیتے ہین گنہگارونکو اُنکو دوزخ کے فرش ہین اور اوپر سائبان
كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ○ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ ز اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ
اور ہم یون بدلہ دیتے ہین بے انصافون کو اور جو یقین لائے اور کین بھلائیان ہم بوجھ نہین رکھتے کسی پہ مگر اسکے مقدور کا وہ ہین جنت کے لوگ
هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ○ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ج وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ
وہ اسمین رہ پڑے اور نکال لی ہمنے جو اُنکے دل مین تھی خفگی بہتی ہین انکے نیچے نہرین اور کہتے ہین شکر اللہ کو جسنے
هَدٰىنَا لِهٰذَا قف وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ج لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط وَنُوْدُوْۤا اَنْ
ہمکو یہان راہ دی اور ہم نہ تھے راہ پانے والے اگر نہ راہ دیتا ہمکو اللہ بیشک لائے تھے رسول ہمارے رب کے تحقیق بات اور آواز ہوئی
تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○
جنت ہے وارث ہوئے تم اُسکے بدلہ اپنے کامون کا

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا مراد آیات سے قرآن ہے یا عام اس سے جو عام اللہ تعالیٰ کی معرفت پر دلالت کرین وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا
ای تکبروا عنها فلم یومنوا بها ۔ اور تکبر کیا ان آیات سے پھر انپر ایمان نہ لائے وقال البیضاوی عنها ای عن الایمان بها ۔
حاصل آنکہ جن لوگون نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور انپر ایمان لانے سے تکبر کیا تو لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ نہین کھولے جاینگے
انکے واسطے آسمان کے دروازے بعض نے کہا مراد یہ کہ آسمان سے انکا کوئی عمل صالح و دعا نہین چڑھائی جاویگی کذا
قال مجاہد و سعید بن جبیر و رواہ العوفی و علی بن ابی طلحہ و عطاء عن ابن عباس ظاہر آنکہ معنی آیت کے اسکو شامل ہین اور اصل یہ

یہ ہین کہ بعد موت کے جب انکی روحین چڑھاکر آسمان کی طرف لیجاوینگے تو دروازہ نہ کھولے جاوینگے یہی سدیؒ وغیرہم کا قول ہو
اور یہی ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہو اور اسی پر دلالت کرتی ہو حدیث جو امام احمدؒ نے
براء بن عازبؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایک شخص انصاری کے جنازہ مین نکلے جب قبر تک پہونچے تو ہنوز
قبر کھودی نہ گئی تھی پس حضرت صلعم بیٹھ گئے اور ہم سب آپکے گرد بیٹھ گئے گویا ہمارے سرون پر چڑیان ہین اور آنحضرت صلعم کے دست
مبارک مین ایک چھڑی تھی جس سے زمین پر چونکتے جاتے تھے پھر سر اُٹھاکر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے عذاب قبر سے پناہ مانگو اسکو دو مرتبہ
یا تین مرتبہ فرمایا پھر کہا کہ بندہ مومن جب دنیا سے جدا ہونے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے کو ہوتا ہو تو آسمان سے ایسے
ملائک جنکے چہرہ روشن گویا آفتاب ہین جنت کے کفن اور حنوط جنت کے ساتھ لیے ہوئے اسکی طرف اسکی مد نظر پر بیٹھتے ہین پھر ملک الموت
آکر اُسکے سرہانے بیٹھتا ہو پس کہتا ہو کہ او نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی مغفرت و رضوان کی طرف نکل آ پس وہ روح پاکیزہ
اسطرح سائل ہوتی ہو جیسے پانی کا قطرہ دہانہ مشک سے روان ہوکر نکل آتا ہو پس ملک الموت و فرشتہ اسکو لیکر پلک مارتے اپنے
ہاتھ مین نہین رکھتے حتی کہ اسکو اسی کفن اور حنوط مین رکھدیتے ہین پس اس سے نہایت پاکیزہ خوشبو نکلتی ہو جیسے روئے زمین پر اگر نہایت
عمدہ مشک پایا جاوے پس اسکو اوپر چڑھا لیجاتے ہین اور جس گروہ ملائکہ پر گذرتے ہین وہ کہتے ہین کہ یہ کیا خوب روح پاکیزہ خوشبودار ہو
تو جواب دیتے ہین کہ فلان بن فلان ہو اسکا بہت اچھا نام لیتے ہین جس سے وہ دنیا مین پکارا جاتا تھا یہانتک کہ اُسکو آسمان دنیا تک
لیجاتے ہین اور دروازہ کھلواتے ہین پس دروازہ کھول دیا جاتا ہو پس ہر آسمان سے اس آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے
آسمان تک اسکے ساتھ ہوجاتے ہین یہانتک کہ ساتوین آسمان تک پہونچتے ہین پس اللہ عز و جل فرماتا ہو کہ میرے بندے کا نام
دفتر علیین مین لکھو اور اسکو زمین کی طرف اعادہ کرو کیونکہ مین نے اُسی سے انکو پیدا کیا اور اُسی مین لوٹاؤنگا اور اُسی سے دوبارہ
نکالونگا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ پھر اسکی روح اعادہ کردیجاتی ہو پس دو فرشتے آکر اسکو بٹھلاتے ہین اُس سے کہتے ہین کہ کون
تیرا پروردگار ہو وہ کہتا ہو کہ میرا رب اللہ ہو پھر دونون کہتے ہین کہ تیرا دین کیا ہو وہ کہتا ہو کہ اسلام میرا دین ہو پھر کہتے ہین کہ یہ کون مرد
ہو جو تم مین معبوث ہوا وہ کہتا ہو کہ وہ رسول اللہ ہو صلی اللہ علیہ وسلم اس سے دونون کہتے ہین کہ تیرا علم کیا ہو وہ کہتا ہو کہ مین نے
کتاب الٰہی کو پڑھا اور اسپر ایمان لایا اور اسکو سچ مانا پس آسمان سے پکارنیوالا پکارتا ہو کہ میرے بندے نے سچ کہا جنت سے
اسکے واسطے فرش کرو اور جنت سے اسکو لباس پہناؤ اور جنت کی طرف اسکا دروازہ کھول دو پس اسکو جنت کی خوشبو و طیب آتی ہو اور
قبر اسکے واسطے کشادہ ہوجاتی ہو بقدر درازی نظر کے اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکے پاس ایک مرد خوبصورت خوش لباس آتا ہو
جس سے خوشبو چلی آتی ہو اور کہتا ہو کہ بشارت ہو تجھکو مسرور کرنیوالے آج وہ دن ہو کہ جسکا تجھکو وعدہ دیا جاتا تھا اس سے کہیگا
کہ تو کون ہو کہ تیرے چہرہ سے آج بھلائی آتی معلوم ہوتی ہو وہ کہیگا کہ مین تیرا عمل صالح ہون پس بندہ مومن کہیگا اے پروردگار
قیامت قائم کر اے پروردگار قیامت قائم فرما تاکہ مین اپنے اہل و عیال کیطرف لوٹ جاؤن بندۂ کافر جب دنیا سے منقطع اور
آخرت کیطرف راجع ہوتا ہو تو آسمان سے ملائکہ اترتے ہین جنکے چہرے سیاہ ہوتے ہین اور انکے ساتھ مسوح ہوتے ہین پس
درازی نظر کی دوری پر بیٹھتے ہین پھر ملک الموت آکر اس کافر کے سرہانے بیٹھتا ہو اور فرماتا ہو کہ او نفس خبیث نکل طرف خشم الٰہی
اور اُسکے غضب کے حضرت صلعم نے فرمایا کہ وہ روح اس جسم مین ڈری ہوئی پھیلتی ہو اور ملک الموت اسکو کھینچ لیتا ہے

جیسے صوف مبلول سے سفود کھینچا جاتا ہو پس اسکو پکڑ لیتا ہو اور پلک مارتے دیر نہین ہوتی کہ اسکو اسی مسوح مین کر دیتے ہین اور اس سے
سخت بدبو جیسے نہایت سڑے ہوے مردار مین سے روے زمین پر پائی جاوے نکلتی ہو پس اسکو آسمان کو چڑھا لیجاتے ہین اور کسی گروہ
ملائکہ پر نہین گذرتے مگر آنکہ وہ کہتے ہین کہ یہ کیا خبیث روح ہو پس جواب دیتے ہین کہ یہ فلان بن فلان ہو اسکا نہایت قبیح نام لیتے ہین جس سے
وہ دنیا مین پکارا جاتا تھا پھر جاکر اُسکے واسطے آسمان کا دروازہ کھلواتے ہین مگر دروازہ نہین کھولا جاتا پھر حضرت صلعم نے پڑھا قولہ
تعالی لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط پس اللہ عز وجل فرماتا ہو کہ اسکا نوشتہ لکھو نیچے مین تہ زمین کے
نیچے پس اسکی روح مطروح کر دی جاتی ہو پھر آپ نے پڑھا قولہ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تہوی بہ الریح فی مکان
سحیق پس روح اسکے جسم مین اعادہ کی جاتی ہو اور دو فرشتے اسکے پاس آتے ہین اور بٹھلا کر اس سے کہتے ہین کہ تیرا پروردگار کون ہو وہ کہتا ہو
ہاہ ہاہ مین نہین جانتا کہتے ہین کہ تیرا کیا دین ہو وہ کہتا ہو کہ ہاہ ہاہ مین نہین جانتا پھر کہتے ہین کہ یہ کون شخص ہو جو تم مین معبوث کیا گیا تو کہتا ہو
کہ ہاہ ہاہ مین نہین جانتا پس آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہو کہ یہ جھوٹ بولا اسکے واسطے آگ سے فرش کر دو اور دوزخ کی طرف
دروازہ کھول دو پس دوزخ کی گرمی و سموم سے اسکی طرف پہونچتی ہو اور قبر اُسپر نہایت تنگ ہوتی ہو یہانتک کہ اُسکی پسلیان
ادھر کی اُدھر نکل جاتی ہین اور ایک بدشکل اور خراب کپڑے پہنے بدبودار آدمی اُسکے پاس آتا ہو اور کہتا ہو کہ بشارت ہو تجھ کو
ایسی چیز سے جو تجھکو غمگین کرے آج تیرا وہی دن ہو جس سے تو ڈرایا جاتا تھا اور وعید کیا گیا تھا کہیگا کہ تو کون ہو کہ تیرے چہرہ سے
برائی کے آثار ظاہر ہین وہ کہیگا کہ مین تیرا خبیث عمل ہون تب دعائین مانگیگا کہ پروردگار قیامت نہ قائم کیجیو۔ ورواہ النسائی و
ابن ماجہ وابن جریر وکذا رواہ ہولاء باسنادہم الی ابی ہریرۃ عن النبی صلعم اور عذاب قبر کے بارہ مین احادیث متواترہ ہین حتی کہ منکر
اسکا غیر باول ہو تو کافر ہو اور واضح ہو کہ اس حدیث مین ملائکہ کا آنا اپنی حقیقت پر ہو اور روح مومن کی خوشبو اور نیز روح کافر کی بدبو
اپنی حقیقت پر ہو اور لباس جنت اور مسوح کا بیان تفہیم ہو اور اُنکی حقیقت معلوم نہین ہو ہان اسقدر معلوم ہو کہ ایسا ہی ہوگا اور جو شخص اسمین
استبعاد کرتا ہو وہ احمق ہو کہ بلاوجہ کہتا ہو کہ عقل سے بعید ہو پس اگر بلا دلیل اس احمق کی عقل سے بعید ہو تو علماء عقلاء کی عقل صحیح سے
موافق ہو اور حدیث مین لا تفتح مجہول از فتح کی قراءت ظاہر ہوتی ہو اور تفتیح از تفعیل بھی ہوسکتا ہو فافہم۔ پھر واضح ہو کہ مقامات علیین و سجین
واقعی موجود ہین اور زیرین طبقہ زمین بیان ہو حقیقی حالت کا جیسے بہشت و دوزخ موجود ہین اور وہ آنکھون سے پوشیدہ ہین اور نیز
مردون پر عذاب ہوتا ہو اور اُنکی گریہ وزاری کو تمام مخلوق سنتی ہو سوائے جن وانسان کے جو امتحان مین رکھے گئے ہین پس اگر امر ظاہر نظر
آوے تو امتحان باقی نہ رہے پس جس شخص نے زعم کیا کہ زمین گول ہو تو امریکا والون کے واسطے سجین اس طبقہ عمیق سے متصل ہوگا اور
طبقہ عمیق والون کا سجین امریکا سے متصل ہوگا پس یہ زعم بر تقدیر تسلیم اس امر کے کہ زمین گول ہو تاہم جہالت ہو اور جہالت کا منشاء
یہ ہو کہ اسنے امر عذاب و ثواب کو اپنے گھر کے چولھے چکی کے مانند اپنے حس مین چلنا وچلنا تصور کیا حالانکہ مخبر صادق نے بارہا بدلائل
اس امر پر تنبیہ کر دی کہ بندہ کے افعال و اسکے لواحق و متعلقات کا مدار تو محسوسات پر ہو اور تصدیق و امور غیب و عذاب و ثواب کا
مآل غیر محسوس پر ہو اور عجیب حکمت الٰہی ہو کہ جسکو ان امور مین سے کسی امر مین استبعاد ہو اسکی نظیر خود آفاق یا اسکے نفس مین موجود پائیگا پس
اگرچہ صفت مین فرق ہو پس محض اسکا استبعاد کرنا بدون دلیل کے جہالت ہو جیسے کسی جاہل کے سامنے کہا جاوے کہ میرے سے دو فٹ
لمبی اور ڈیڑھ فٹ چوڑی کتاب کے چار صفحہ زید نے اپنی انگوٹھی کے نگینہ پر اتار لیے تو وہ ضرور نہایت بعید جانیگا حالانکہ چھ

جانتے ہین کہ فوٹوگراف کے عکس سے بخوبی آسکتے ہین اور وہ دوربین سے پڑھے جاسکتے ہین وہ کبھی مستبعد نہین جانینگے پس اس احمق کا مستبعد جاننا
اسکی جہالت سے ہی اور یہان زیادہ تفصیل کی گنجائش نہین ہی کیونکہ خارج از بحث ہی یہان توغرض یہ ہی کہ قولہ تعالیٰ لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ کی
تفسیر یہ ہی کہ کافرون کے مرنے کے بعد انکی روح خبیث کے واسطے آسمان کے دروازے نہ کھولے جاوینگے بلکہ اہانت کے ساتھ
عذاب سجین مین پھینکدیے جاوینگے وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ اور داخل ہونگے جنت مین یہانتک کہ گھسجاوے
اونٹ سوئی کے ناکے مین یعنی یہ غیر ممکن ہو ایسے ہی انکا جنت مین داخل ہونا غیر ممکن ہی پس حتی انتہا ہی انکے عدم دخول کے مشروط ایک
محال بات پر پس یہ مبالغہ ہو کہ نہ کبھی یہ محال بات ہوگی اور نہ وہ جنت مین داخل ہونگے **قال البیضاوی** جمل وسم مین قراءات مین
ایسے پڑھا گیا جُمَّل بروزن قُمَّل اور جُمَل بروزن نُغَر اور جُمُل بضمتین اور جُمْل بروزن جُمْل یعنے کتان کی موٹی رسی اور بعض نے کہا
کہ کشتیون کے رسے اور سُم بالضم والکسر مشہور جَمَل بفتحتین یعنی اونٹ ہو اور سَم بالفتح ہو یعنی سوئی کا ناکا معالم مین ہو کہ عرب جب شی کو
موکد کرتے ہین تو ہونیوالی بات پر معلق کرتے ہین مثلاً کہتے ہین لا افعل ذٰلک حتی یشیب الغراب او یبیض القار یعنی مین ایسا نہ کرونگا
یہانتک کہ کوے کے پر بڑھاپے سے سپید ہو جاوین یا جو ہیا انڈے دیوے اور مراد یہ کہ کبھی نہ کرونگا ایسے ہی مراد یہ کہ کافر کبھی
جنت مین داخل نہونگے وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ای مثل الجزاء المذکور نجزی الذین اجرموا بالکفر یعنی اسی سزاے مذکور کے بدلا دیتے ہین
ہم اُن لوگون کو جنہون نے کفر کا جرم کیا لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ انکے واسطے جہنم سے ہی مہاد یعنی بستر ہو وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ اور انکے
اوپر غواش ہین ابن عباس رضی نے فرمایا کہ بچھونا ہی یعنی مع لحاف اور یہی محمد بن کعب القرظی وضحاک وسدی سے مروی ہی حاصل آنکہ اوپر سے
آگ کے اوڑھنے ہین اور غواش جمع غطاء یعنی سرپوش اور جسمین کوئی چیز لپیٹی جاوے اور مراد یہان اوپر کا اوڑھنا ہی غواش جمع غاشیہ اور
تنوین اسکی سیبویہ کے نزدیک یا محذوفہ کا عوض ہی اور دوسرون کے نزدیک صرف کی ہی وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ اور ایسی ہی
ہم ظالمونکو سزا دیتے ہین جنت سے محروم ہونے مین جرم کا ذکر کیا اور دوزخ مین داخل ہونے مین ظلم فرمایا اس تنبیہ کے واسطے
کہ سب سے بڑا جرم وظلم کفر وشرک ہی پھر وعید کفار کے بعد اکرام مومنین کو ذکر فرمایا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور جو لوگ
ایمان لائے یعنی تصدیق کی اور نیک کام کیے موصول مع صلہ کے مبتدا ہی اور قولہ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یہ جملہ معترضہ ہی
درمیان مبتدا وخبر کے اور اسکے معنی یہ ہین کہ ہم تکلیف نہین دیتے ہم کسی نفس کو مگر اسکی وسعت بھر یعنے جسقدر وہ عمل کرسکے **قال الزجاج**
وسع اسقدر کہ جسپر قدرت ہو اور اس سے عاجز نہو۔ اور جسنے کہا کہ وسع یعنی بذل المجہود ہی اسنے غلط کیا اور اس سے ظاہر ہوا کہ
فرائض وواجبات جسطرح شرع مین آئے ہین سب داخل وسعت ہین خارج نہین ہین لہذا جو شخص کھڑے ہوکر نماز نہین پڑھ سکتا
مثلاً وہ بیٹھکر پڑھے اور لیٹکر اشارہ سے پڑھے بالجملہ وسعت سے خارج تکلیف نہین حتی کہ باوجود قدرت کے نماز کے وقت
سوگیا وغیرہ لیکن جب جاگے تو قضا کرے پھر مبتدا مذکور کی خبر یہ ہی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ
یہی لوگ جنت والے ہین یعنی جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے یہی ہین جو جنت مین ہمیشہ رہینگے اہل جنت کے بعض بعض
اوصاف جو دنیا مین تھے انکا ذکر فرمایا وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اور نکال ڈالا ہمنے جو انکے سینون مین
کینہ تھا یعنے جو کچھ دنیا مین انکے درمیان ہوگیا تھا اور نیز جسقدر **قال فی المعالم** یعنے ہمنے انکو بھائی بھائی کردیا کہ آپس مین ملے

تختون پر رہینگے کوئی دوسرے سے کسی بات پر جس سے اللہ تعالی نے اسکو مخصوص فرمایا ہی حسد نکریگا کما فی قولہ تعالی اخوانا علی سرر
متقابلین الآیۃ **قال الحافظ** قولہ تعالے ونزعنا ما فی صدورہم من غل یعنی حسد و بغض جیسا کہ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ جب مومنین اس سے نجات پا جاوینگے کہ دوزخ مین بھیجے جاوین تو جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکے
جاوینگے پس جو مظلمہ کہ دنیا مین انکے درمیان تھے انکا قصاص لیا جائیگا یہانتک کہ جب مہذب و صاف ہو جاوینگے تو انکو جنت مین
داخل ہونیکا حکم دیا جائیگا پس قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ ہر شخص جنت مین اپنے مسکن کو اس سے
زیادہ پہچانیگا جتنا کہ دنیا مین اپنے گھر کو پہچانتا تھا رواہ البخاری - اور **سُدّی**رح نے کہا کہ جب جنتی لوگ جنت کو روانہ کیے جاوینگے
تو اسکے دروازہ پر ایک درخت پاوینگے کہ جسکی اصل ساق سے دو چشمہ جاری ہونگے پس ایک سے پانی پینگے تو جو کچھ انکے سینہ مین
غل ہوگا سب نکل جائیگا پس یہ شراب طہور ہی اور دوسرے چشمہ سے نہا وینگے تو انپر نضرۃ النعیم جاری ہوگی پس اسکے بعد انکو تشعث و کلح
کبھی نہوگا اور حضرت امیر المومنین علیؓ سے بھی اسی کے مانند مروی ہی کما سیاتی فی قولہ وسیق الذین اتقوا ربہم الی الجنۃ زمرا الآیۃ انشاء اللہ
تعالے - قتادہؒ نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہی کہ مین اور عثمان و طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم انھین لوگون مین سے
ہون جنکی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل - رواہ ابن جریر اور عبد الرزاق نے روایت کی کہ حسن بصریؒ نے
کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ واللہ ہم ہی اہل بدر کے حق مین نازل ہوا قولہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل میں کہتا ہون
اسمین دلالت ہی کہ میل انکے سینون مین تھا ہو لیکن انکے دل صاف تھے والحمد للہ علی ذلک - پھر انکا حال پاکیزہ بیان فرمایا تجری
من تحتہم الانہار جاری ہونگی انکے نیچے یعنی انکے مکانون کے نیچے نہرین پھر جب ان عالیشان مکانون مین اس نعمت سے
قرار پکڑینگے تو شکر یہ ادا کرینگے چنانچہ فرمایا وقالوا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا اور کہینگے کہ جمیع حمد ثابت ہی واسطے اللہ تعالی کے
جسنے ہمکو ہدایت دی اسکی یعنی ایسے عمل خیر کی جسکے عوض یہ ثواب ہی وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ اور ہم خود نہ تھے
کہ ہدایت پاوین اگر ہمکو اللہ تعالے نے ہدایت نفرمائی لولا کا جواب لسبب دلالت ماقبل کے محذوف ہی اگر کہا جاوے کہ ماقبل کیون جواب نہین
تو کہونگا کہ لولا کا جواب اسپر مقدم نہین ہوتا جیسا کہ علماء نحو نے تصریح کی ہی اور حذف جواب کے ساتھ اسطور پر شائع و ذائع مستعمل ہی
لقد جاءت رسل ربنا بالحق یہی اہل جنت کا بقیہ قول ہی یعنی اور البتہ لائے تھے ہمارے پروردگار کے رسل علیہم السلام
سچی بات یعنی سچے ایمان و اعمال کی باتین اور سچے وعدہ و وعید دیئے تھے نسائی و ابن مردویہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ ہر جنتی اور ہر آدمی دوزخ مین سے اپنا ٹھکانا دیکھیگا پس کہیگا لولا ان ہدانی اللہ پس یہ اسکے واسطے شکر ہو جائیگا
اور ہر دوزخی اپنا ٹھکانا جنت مین سے دیکھیگا پس کہیگا لو ان اللہ ہدانی پس اسکے واسطے حسرت ہو جائیگا اسی واسطے جب اہل جنت نے
جنت مین اپنے ٹھکانے پائے ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموہا بما کنتم تعملون پکارے گئے کہ یہ تمھاری جنت ہی جسکے تم وارث
کیے گئے بسبب اپنے اعمال صالحہ ادا کرنے کے **قال محی السنۃ البغوی فی المعالم** بعض نے کہا کہ یہ ندا اسوقت ہوگی کہ
جب دور سے جنت کو دیکھینگے اور بعض نے کہا کہ یہ ندا جنت مین ہوگی جب اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاوینگے حضرت ابو ہریرہؓ
سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آواز دینے والا پکاریگا کہ تمھارے لیے ثابت ہوا کہ زندہ رہو پھر کبھی نہ مروگے اور
تمھارے لیے ثابت ہوا کہ نعمت مین رہو پھر کبھی محتاج نہوگے پس یہی ہی قولہ ونودوا ان تلکم الجنۃ اورثتموہا بما کنتم تعملون

لغ حدیث ... ١٢

لغ حدیث ... ١٢

رواہ مسلم۔ **قال الحافظ** یعنے بسبب تمہارے اعمال کے تمکو رحمت الٰہی پہونچی پس تم جنت مین داخل ہو کر اپنے اپنے اعمال کے موافق اپنے اپنے ٹھکانے پہونچے **قال الحافظ** اور یہ تاویل اسوجہ سے واجب ہو کہ صحیحین مین آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ تم مسدد و مقارب رہو اور خبردار ہو کہ تم مین سے کوئی بسبب اپنے اعمال کے ہرگز جنت مین داخل نہوگا یعنی بدون رحمت الٰہی کے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اور نہ آپ یا رسول اللہ تو فرمایا کہ اور نہین مگر آنکہ اللہ تعالیٰ مجھکو اپنے فضل و رحمت سے ڈھانپ لے **قال المترجم** خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ذالک الفضل من اللہ یعنے جنت مین داخل ہونا فضل ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور نیز فرمایا فسیدخلہم فی رحمۃ منہ وفضل یعنی عنقریب اللہ تعالیٰ ان نیکوکار بندونکو اپنی رحمت و فضل مین داخل کریگا یہی اہل سنت کا مذہب ہو اور کشاف مین معتزلہ کے قول کے موافق کہا کہ قولہ بما کنتم تعملون یعنی بسبب اپنے اعمال کے وارث ہوئے نہ بسبب فضل الٰہی کے **قال المترجم** یہ قول اُسکا مردود ہو جیسا کہ حدیث صحیح و آیات دیگر سے ثابت ہوا اگر کہا جاوے کہ آیت مین تصریح ہو کہ بسبب عمل کے وارث ہوئے اور حدیث مین اسکی نفی ہو تو جواب یہ ہو کہ بسبب اعمال کے رحمت ملی جس سے وارث ہوئے کما سبق۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری مین جواب دیا کہ حدیث مین نفی ہو بسبب ایسے اعمال کے داخل ہونے کے جو قبولیت سے خالی ہون یعنی کوئی شخص اپنے ایسے اعمال سے جو اللہ تعالیٰ نے قبول نہین فرمائے جنت مین نہ داخل ہوگا اور آیت کریمہ مین ایسے اعمال کے سبب داخل ہونا ثابت کیا گیا جنکو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا ہو اور اعمال کا قبول کرنا فضل ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے **قال القرطبی** بالجملہ جنت و اُسکے منازل بدون رحمت الٰہی کے نہین مل سکتے ہین پس جب اپنے اعمال کیوجہ سے داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وارث ہوئے اور اُسکے فضل سے داخل ہوئے اسواسطے کہ اُنکے اعمال حضرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت و فضل ہین **قال المترجم** توضیح یہ ہو کہ اعمال صالحہ بندے کے مخلوق نہین ہین بلکہ نیکوکاری فضل و رحمت ہو اللہ تعالیٰ کیطرف سے اور انھین اعمال کیوجہ سے جب جنت مین داخل ہوا تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے داخل ہوا کیونکہ عمل صالح اسی وقت صالح ہو جب اُسکو اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور قبول فرمانا اس کا فضل ہو پس اعمال صالحہ پر کچھ اعتماد نہین بلکہ اللہ تعالیٰ کی قبولیت پر اور اُس کی رحمت پر بھروسا ہو پس جو نیک کام بندہ سے صادر ہو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہو اور پھر اسکے قبول فرمانے کی آرزو کرے جو کہ اسکے فضل پر موقوف ہو پھر جب قبول ہوئے تو اُسکے یہی معنی ہین کہ جنت و رضوان مین داخل ہوا اور یہان سے ظاہر ہوا کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ اعمال نیک کچھ چیز نہین محض بیکار ہین اُسنے غلط کیا اور نیز جسنے یہ وہم کیا کہ اعمال پر اعتماد ہو وہی سبب ہین وہ بھی راہ غلط پر چلا اور تحقیق اسکی انشاء اللہ تعالیٰ آویگی **ف فی العرائس** قولہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل۔ یہین حق تعالیٰ عزوجل نے ثابت فرمایا کہ اہل ولایت و قرب و منزلت کے سینے باوجودیکہ نور اسلام و یقین کے مقامات ہین لیکن علت بشری یعنی غل و غش وغیرہ کے انکی ہمین گنجائش ہو اور ایسی علتون و بشریت کی جہت سے ولی مومن خارج نہین ہوجاتا پس کوئی گمان کرنیوالا یہ گمان نہ کرے کہ یہ لوگ مقدس پیدا ہوئے اور اگر یہی ہوتا تو اُنپر یہ احسان کیونکر ہوتا کہ انکے سینے ہر ایسے خطرات سے پاک فرمائے جو حضرت اللہ تعالیٰ کے لائق نہین اور تصدیق اسکی قول امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہو کہ فرمایا یہ آیت واللہ ہمین اہل بدر کے حق مین نازل ہوئی ہو اور نیز احتمال ہو کہ یہ نزع یعنے نکال لینا اشارہ ہو کہ انکے دل اس میل کچیل یعنی غل و حسد وغیرہ سے پاک پیدا ہوئے ہین اور پاک کئے گئے ہین کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر کا مقام ہین اور یہ علت حقد و حسد کی اُنکے سینون پر جاری ہوسکتی ہو

جو دل سے الگ ہین کیونکہ وہ شیطانی وسوسہ کا مقام ہین کمافی قولہ تعالیٰ یوسوس فی صدور الناس من الجنۃ والناس - اور علت جب دل مین داخل نہو تو اوپر سے طاری ہو اسکا اثر کچھ جا نہین رہ سکتا پس اولیاء کی علت تو سینون مین ہوسکتی ہو اور عوام کی علت البتہ دلون تک سما جاتی ہو - بعض نے کہا کہ غل سے مراد باہمی حسد و بغض ہو جس سے آنحضرت صلعم نے فی قولہ لاتحاسدوا ولاتباغضوا ولاتدابروا مین منع فرمایا اور بقولہ کونوا عباد اللہ اخوانا [اللہ تعالیٰ کے بندے باہم بھائی بھائی ہو] سے بھائی بھائی ہونے کا حکم دیا - بعض نے فرمایا کہ جو بندہ درگاہ قرب مین داخل ہوا اس سے نفس کی رعونت اور شیطان کے حظوظ نکل جاتے ہین جیسا کہ قولہ تعالیٰ ونزعنا ما فی صدورہم من غل [باہم حسد و بغض اور غیبت وغیرہ] سے ثابت ہو میرے نزدیک واللہ اعلم یون ہو کہ کوئی شخص درجہ ولایت کو نہین پہونچتا مگر آنکہ اللہ تعالیٰ قبل اسکے کہ وہ درجہ ولایت پر پہونچ جاوے اسکے سینہ کو تمام علتون سے پاک کر دیتا ہو **قال المترجم** مجھے اسمین تامل ہو کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جو اثر پہلے مروی ہوا اس سے صریح ثابت ہو کہ قیامت مین انکے سینون سے پاک کیا جائیگا اور یہ ظاہر ہو کہ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مرتبہ درجہ ولایت سے جو معروف ہو بہت بڑھا ہوا تھا حتی کہ کوئی ولی ان کے مرتبہ کو نہین پہونچ سکتا فافہم واللہ اعلم - ثم قال الشیخ - پھر اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان بندونکی ثنا و صفت فرمائی باینطور کہ انھون نے اپنے اوپر اللہ کی فضل الٰہی و قدیم لطف و احسان کو جو علت اعمال و اکتساب سے بری ہو پہچانکر حمد الٰہی ادا کی جب کہ دیدار کی فضیلت و انعام جنت سے اپنے آپ کو مشرف دیکھا چنانچہ فرمایا وقالوا الحمد للہ الذی ہدانا لہذا وما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ - واضح ہو کہ اَنْ بمعنی اَنَّہٗ ہو یعنی اِنَّ مشددہ کا مخفف ہو یا اَنْ مفسرہ بمعنی اَیْ ہو اور یہی مابعد کے چار مقامون مین بھی ہو سکتا ہو - اور معنی آنکہ ہمکو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی طرف ہدایت فرمائی اور یہ اسکا سابق انعام مقدر ہو جو ازل مین ہو چکا تھا بعض نے کہا کہ ہمکو اپنی توحید پر دلالت فرمائی اور ہمکو اپنے علم قدیم مین اپنے خاص بندون مین سے قرار دیا اور ہمارے واسطے نہایت عزیز دین کو اختیار فرمایا اور اگر ہمکو ہمارے نفوس کی سپردگی مین فرماتا تو ہم اول ہی لحظہ مین تباہ و برباد ہو جاتے بعض مشائخ نے اس آیت مین کہا کہ ہیبت الٰہی پر نظر کرنے سے حال مین انقباض طاری ہوتا ہو اور بسا اوقات انبساط بھی ہوتا ہو اور بندہ ان دونون حالتون کے درمیان مین متردد رہتا ہو پس حال انبساط کا نتیجہ تھا کہ جو انھون نے الحمد للہ الذی ہدانا لہذا کہا شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ جب انھون نے دیکھا کہ حق عزوجل نے انکو ہدایت فرمائی اور پس ہدایت کو حق جل وعلا کی طرف سے دیکھا تو وہ لوگ اپنے افعال و اعمال کو بھول گئے اور پہچان لیا کہ یہ فضل اپر احسان ہی احسان ہو پس کٹھرے ہو کر شکر ادا کر [نیلگے]

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابَ النَّارِ أَن قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدتُّم مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا

پکارا جنت والون نے آگ والون کو کہ ہم پاچکے جو ہمکو وعدہ دیا تھا ہمارے رب نے تحقیق سو تمنے بھی پایا جو تمھارے رب نے وعدہ دیا تھا [تحقیق]

قَالُوا نَعَمْ ۚ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَيْنَهُمْ أَن لَّعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا

بولے ہان پھر پکارا ایک پکارنیوالے نے انکے بیچ مین کہ لعنت ہو اللہ کی بےانصافون پر جو روکتے ہین اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈھتے ہین

عِوَجًا وَهُم بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ ۝ وقف

اسمین کجی اور وہ آخرت سے منکر ہین

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ اور پکارینگے جنت والے أَصْحَابَ النَّارِ دوزخیون کو یعنی دوزخیون کو قائل کرنے اور لاجواب و متحیر کرنے کو جنت والے آواز دینگے اور ظاہر یہی ہو کہ مطلقاً جنتی لوگ دوزخیون کو آواز دینگے اور بعض نے کہا کہ اصحاب الجنۃ

واصحاب النار مین لفظ جمع کا مقابلہ جمع سے ہے پس توزیع ہوکر فرد بمقابلہ فرد ہوگا تو جنت والون مین سے ہر فریق دوزخیون مین سے ہر فریق کافر کو جسکو دنیا مین پہچانتا تھا آواز دیگا اور لفظ اصحاب النار سے ظاہر اوہ لوگ مراد ہین جو دائمی دوزخ مین رہینگے کیونکہ گنہگار مسلمان جو دوزخ مین جاوینگے انکو وعدہ و وعید الٰہی مین شک نہین تھا پس انکو اقرار کرانے کے کوئی معنی نہین ہین پھر ندا کو بیان فرمایا اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا ہمنے پایا جو ہمکو ہمارے رب نے وعدہ دیا تھا برحق یعنے وعدہ ثواب ہمنے برحق پایا یعنے اسکی تحقیق تاویل ظاہر ہوگئی فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا پھر کیا تمنے بھی پائی جو تمکو تمھارے پروردگار نے عذاب کی وعید فرمائی تھی برحق یعنے تمنے بھی وعید عذاب کو برحق پایا اور یہ استفہام تقریری ہے بغرض تبکیت وحسرت دلانے کی لہذا دوزخیون نے ناچار جواب دیا جیسا کہ نقل فرمایا قَالُوْا نَعَمْ دوزخی بولے کہ ہان تحقیق پایا فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ فنادی منادی بین الفریقین پھر پکارا ایک پکارنے والے نے دونون فریق کے درمیان مین سب کو سنا کر اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ لعنت ہے اللہ تعالیٰ کی ظالمون یعنی کافرون ومشرکون پر اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنے ایسے ظالم لوگ جو اپنی جانون پر ظلم کرنے کے باوجود لوگون کو دین الٰہی سے روکتے وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا اور طلب کرتے سبیل کو اسطرح کہ ٹیڑھی ہووے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے اورکے لیئے عبادت نماز وغیرہ ادا کرتے اور جسکی اللہ تعالیٰ نے تعظیم نہین فرمائی اسکی تعظیم کرتے عوجا بمعنے معوجۃ ہوا اور بکسر عین مہملہ دین مین اور رائے مین اور ایسی چیزین جو قائم نہو اسکی کجی کو کہتے ہین اور بفتح عین ایسی چیزین جو دیوار و نیزہ وغیرہ کے مانند منتصب ہو بولتے ہین حاصل آنکہ راہ مستقیم پر جسطرح وہ مستقیم ہے نہین چلتے بلکہ اسمین کجی ومیلان چاہتے وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ اور وہ آخرت وقیامت سے کافر ہے بعض نے کہا کہ یہ مؤذن ملائکہ ہونگے اور بعض نے کہا کہ اسرافیلؑ ہونگے **قال الحافظ** جیسے اہل جنت کا دوزخیون کو توبیخ کرنا مذکور ہوا ایسے ہی رسول اللہ صلعم نے جنگ بدر کے روز کافر مقتولون کو جو قلیب بدر مین ڈالے گئے تھے تقریع فرمائی تھی یعنے قلیب مذکور کے کنارے کھڑے ہوکر ابوجہل وعتبہ وشیبہ وغیرہ مقتول کافرون کا نام لیکر فرمایا کہ ہل وجدتم ما وعد ربکم حقا فانی وجدت ما وعدنی ربی حقا پس عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسی قوم سے خطاب فرماتے ہین جو مردار جیفہ ہوگئے ہین تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ جو مین کہتا ہون اسکو اس قوم سے زیادہ سننے والے تم نہین ہو لیکن یہ قوم اسکا جواب دینے کی استطاعت نہین رکھتی ہین مترجم کہتا ہے کہ علماء حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق مردے نہین سنتے ہین بدلیل آیات جو آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آوینگی اور حدیث مذکور مین معجزہ ہے کہ آنحضرت صلعم کا کلام ان مقتولون نے سن لیا والمسئلۃ مرذدۃ

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ

اور دونون کے بیچ مین ایک دیوار ہے اور اُسکے سرے پر مرد ہین کہ پہچانتے ہین ... اور پکارے جنت والون کو کہ سلامتی ہے

عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ۞ وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا

تمپر ... داخل نہین ہوئے جنت مین اور وہ امید وار ہین اور جب پھری اُنکی نگاہ دوزخ والون کی طرف بولے

ع ٥ / ١٨

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞

اے رب ہمارے نہ کر ہمکو گنہگارون کے ساتھ

وَبَيْنَهُمَا اى بين اصحاب الجنة واصحاب النار یعنی جنتیون اور دوزخیون کے درمیان مین حِجَابٌ ایک حجاب ہو جو درمیان مین حائل ہو بعض نے کہا کہ وہی سور اعراف ہو کما فی قولہ تعالی فضرب بینہم بسور الآیۃ۔ اور احتمال ہو کہ بینہما کی ضمیر خود جنت و دوزخ کی طرف راجع ہو یعنے دوزخ وجنت کے بیچ مین ایک حجاب ہو جو ایک مین دوسرے کا اثر پہونچنے سے مانع ہو ذکرہ البیضاوی وَعَلَى الْأَعْرَافِ (دیوار ۱۲) اعراف دیوار جنت ہو اور وہی حجاب ہو اور یہ ابن عباس رض سے مروی ہو اسیواسطے الاعراف معرف باللام آیا کیونکہ مراد اس سے حجاب مذکور ہو اور زمخشری نے کہا کہ الاعراف ای اعراف الحجاب یعنی عالیہ یعنی حجاب مذکور کے اعراف پر یعنی بلندیون پر

قال البیضاوی اعراف جمع عرف اور وہ مستعار از قول عرف الفرس وعرف الدیک ہو یعنے اسکی گردن کے بال اور بعض نے کہا کہ انکو عرف اسواسطے کہتے ہین کہ بہ نسبت باقی جسم کے اونچے ہوتے ہین اور عرف ہر وہ چیز جو کسی شی مین سے مرتفع ہو کیونکہ وہ بسبب ظہور کے اعراف ہوتی ہین بالجملہ معنی یہ کہ اعراف پر رِجَالٌ تھوڑے سے مرد ہین یعنے اعراف پر ایک گروہ مردون کا ہوگا يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ای یعرفون کل واحد من اہل الجنة والنار بعلامتہم وہی بیاض الوجوہ للمومنین وسوادہا للکافرین لرؤیتہم لہم اذ موضعہم عال۔ جو پہچانینگے ہر ایک فریق کو یعنی اہل جنت کو اور اہل دوزخ کو انکی علامتون کی وجہ سے اور وہ علامت یہ ہو کہ مومنین کے چہرے منور سپید ہونگے اور کافرون کے چہرے سیاہ ہونگے اور اعراف والے اس وجہ سے پہچانینگے کہ ان دونون فریق مین سے ہر ایک کو دیکھینگے کیونکہ وہ اونچی جگہ پر ہونگے اور بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ شناخت انکو الہام سے ہوگی یا ملائکہ کے سکھلانے سے حاصل ہوگی سیما بر وزن فعلی ماخوذ از قولہم سام ابلہ یعنی چراگاہ مین اپنے اونٹ کو علامت لگاکر چھوڑا۔ یا وسم بمعنی داغ وعلامت ونشان سے ماخوذ ہو پس یہ مقلوب ہو جیسے جاہ کا لفظ مقلوب از وجہ ہو **مترجم** کہتا ہو کہ اسمین اختلاف ہو کہ اعراف پر جو مرد ہونگے یہ کون لوگ ہین اسمین تیرہ ۱۳ قول ہین جنکو **قرطبی** رح نے مفصل ذکر کیا جنمین بعض سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ از قسم ملائکہ ہین بصورت رجال اور بعض سے آدمی ہونا پھر بعض سے انکا اہل جنت سے افضل ہونا اور بعض سے مفضول ہونا معلوم ہوتا ہو ولیکن ان اقوال کے واسطے کوئی دلیل قطعی نہین اور **مترجم** کو بہتر معلوم ہوا کہ **حافظ ابن کثیر** رحمہ اللہ کی تفسیر سے یہ مقام ملخص ترجمہ کرے قولہ تعالی وبینہما حجاب الآیۃ حجاب حاجز جو دوزخیون کو جنت مین آنے سے مانع ہو **قال ابن جریر** رح وہ سور یعنی دیوار ہو جسکو اوتعالے نے قولہ فضرب بینہم بسور لہ باب باطنہ فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب الآیۃ مین فرمایا ہو اور یہی اعراف ہو جسکو حق تعالی نے قولہ وعلی الاعراف رجال مین ذکر فرمایا ہو پھر سدی رح سے روایت کی کہ حجاب وہ سور ہو اور وہ اعراف پر ہو۔ وقال مجاہد اعراف ایک حجاب درمیان جنت ودوزخ کے ہو ایک دیوار ہو جسمین دروازہ ہو **ابن جریر** رح نے کہا الاعراف جمع عرف ہو اور ہر مرتفع زمین کو عرب والے عرف بولتے ہین اور عرف الدیک بسبب ارتفاع کے عرف کہلایا۔ عن ابن عباس۔ اعراف ہر اونچی چیز کو کہتے ہین۔ مجاہد عن ابن عباس اعراف ایک دیوار ہو مانند عرف الدیک کے۔ وفی روایۃ عنہ۔ اعراف ایک اونچا ٹیلہ درمیان دوزخ وجنت کے ہو جسپر کچھ گنہگار لوگ ٹھیرے رہینگے۔ وفی روایۃ عنہ۔ اعراف دوزخ وجنت کے درمیان دیوار ہو اور یہی ضحاک وبہتیرے علماء تفسیر سے مروی ہو اور سدی رح نے کہا کہ اعراف اسواسطے نام ہوا کہ وہان کے لوگ ایسے ہونگے کہ اور لوگون کو شناخت کرینگے پھر مفسرین کی عبارات مختلف ہین کہ اعراف پر یہ کون لوگ ہین ولیکن یہی ان مختلف عبارات کے قریب قریب ہین اور مرجع انکا ایک معنی کی طرف ہو یعنی ایسی قوم ہوگی جنکی نیکیان وبرائیان برابر ہونگی اور حضرت حذیفہ وابن عباس وابن مسعود وبہت سے سلف رضی اللہ عنہم وخلف رحمہم اللہ سے

یہ صریح منصوص روایت کیا گیا اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی ابن مردویہ نے جابر بن عبد اللہؓ سے روایت کی کہ جسکی نیکیان و برائیان
برابر ہون اسکا حال آنحضرت صلعم سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہی اعراف والے لوگ ہین جو جنت مین داخل نہین ہوے مگر طمع کرتے ہین
قال الحافظ ہذا حدیث غریب۔ عبد الرحمن المزنی سے مرفوع روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے اہل اعراف کو فرمایا کہ وہ لوگ ہین
جنھون نے اپنے باپ کی معصیت کی اور راہ خدا مین شہید ہوے پس باپ کی نافرمانی سے تو جنت مین داخل ہونے سے روکے
گئے اور راہ خدا مین شہید ہونا انکو دوزخ مین داخل ہونے سے مانع ہوا۔ رواہ سعید بن منصور وابن ابی حاتم وابن مردویہ وابن جریر
والبیہقی والطبرانی وابو الشیخ وعبد بن حمید وابن منیع۔ وقد رواہ ابن ماجہ مرفوعًا من حدیث ابی سعید الخدری وابن عباس رضی اللہ
عنہما **قال الحافظ** ان احادیث کا مرفوع ہونا واللہ اعلم صحیح ہو یا نہین لیکن آخر اس سے کم نہین کہ یہ خبر موقوف ہو یعنی انھین
صحابہؓ کا قول ہو تب بھی جو ہمنے ذکر کیا اسکے واسطے دلیل ہو۔ حذیفہؓ سے روایت ہو کہ وہ ایسے لوگ ہین جنکی نیکیان و برائیان برابر ہین
پس برائیون نے جنت مین جانے سے روکا اور نیکیان دوزخ سے آڑے آئین پس دیوار پر ٹھہرا رکھے گئے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ
انکے درمیان حکم کرے۔ رواہ ابن جریر۔ اور عمرو بن جریر سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم سے اعراف والے لوگون کو پوچھا گیا
تو فرمایا کہ بندون مین سے سب سے آخر جنکے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماویگا وہ اہل اعراف ہین پس جب اللہ تعالیٰ بندون کے
درمیان فیصلہ سے فارغ ہوگا تو فرماویگا کہ تم ایسی قوم ہو کہ تمھاری نیکیون نے تمکو آگ سے نکالا اور تم جنت مین داخل نہوئے
پس تم میرے آزاد کیے ہوئے ہو پس تم جنت مین سے جہان چاہو کھاتے پھرو۔ رواہ سعید۔ وقال الحافظ ہذا مرسل حسنؒ اور مجاہدؒ
سے مروی ہو کہ اعراف والی قوم صالحین فقہاء و علماء ہونگے اور ابو مجلزؒ سے روایت ہو کہ وہ ملائکہ ہونگے اور حافظؒ نے ان دونون
قولون کو غریب بلکہ قول دوم کو اغرب خلاف سیاق و خلاف جمہور قرار دیا مترجمؒ کہتا ہو کہ مفسرؒ نے بھی قول جمہور اختیار کیا کہ وہ ایک
قوم ہو جسکی نیکیان و برائیان برابر ہونگی۔ اور ابن الجوزیؒ نے ذکر کیا کہ وہ ایک قوم ہوگی جن سے انکے باپ راضی رہے اور مائین
ناراض رہین یا برعکس ہوا اور اسکو ابراہیم بن نخعیؒ سے روایت کیا اور پہلے معلوم ہوا کہ یہان دیگر اقوال ہین جنکے ثبوت مین کلام اور صحت
مین مقال اور غرابت مین کمال ہو انکے ذکر سے تطویل بیفائدہ ہو بلکہ ترک کرنا صواب ہو قولہ یعرفون کلا بسیماہم۔ یعنی اہل جنت کو انکے چہرہ کی
سپیدی کے ساتھ اور دوزخیون کو انکے چہرون کی سیاہی کے ساتھ پہچانین گے۔ رواہ علی بن ابی طلحہ والضحاک عن ابن عباس
اور بیضاویؒ نے جو کہا کہ یہ شناخت انکو یا الہام یا تعلیم ملائکہ ہوگی یہ قول بعید ہو اور صواب وہ ہو جو مفسرؒ نے کہا کہ اونچے مقام
سے وہ دونون کو دیکھکر پہچانینگے چنانچہ قولہ واذا صرفت ابصارہم سے یہ بات خود ظاہر ہو اور عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے روایت
کی کہ اللہ تعالیٰ نے اسمقام پر انکو اسواسطے اتارا کہ جو لوگ جنت مین ہین اور جو لوگ دوزخ مین ہین انکو پہچانین اور دوزخیون کو
انکے چہرون کی سیاہی سے پہچانین اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگین کہ انکو قوم ظالمین کے ساتھ نکرے وَنَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
اَنْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ اور اعراف والے یہ لوگ آواز دینگے اہل جنت کو کہ سلام علیکم یعنی اہل جنت کو تحیت پہونچاوینگے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا لَمْ یَدْخُلُوْهَا وَهُمْ یَطْمَعُوْنَ یعنی اعراف والے جنت مین ابتک داخل نہین ہوئے اور وہ طمع کرتے ہین حسن بصریؒ
سے روایت ہو کہ یہ آیت کریمہ پڑھکر کہا کہ واللہ انکے دلون مین یہ طمع اسی واسطے ڈالدی کہ انکے حق مین کرامت کا ارادہ فرمایا ہو
اور قتادہؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو انکے مقام طمع سے آگاہ فرمایا۔ اور عوفی عن ابن عباسؓ مین ہو کہ اعراف والے اپنی حالت مین

اہل جنت کو تحیت پہونچاوینگے ابھی تک وہ داخل نہین ہوئے اور طمع کرتے ہونگے کہ داخل ہون اور وہ انشاء اللہ تعالی داخل ہوجاوینگے
وکذا قال مجاہد والضحاک والسدی والحسن وغیرہم۔ اور حذیفہؓ سے روایت مین ہو کہ پھر اعراف والے اس حال مین ہونگے کہ ناگاہ تو تعالی
عزوجل انپر تجلی فرماویگا اور حکم دیگا کہ جاؤ جنت مین داخل ہو کہ مین نے تمکو بخشدیا۔ رواہ الحاکم۔ بالجملہ جسوقت اعراف پر ہونگے تو طمع کے
ساتھ اہل جنت پر سلام پہونچاوینگے وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ اور جب پھیری جاوینگی نظرین اہل اعراف
کی بجانب دوزخیون کے قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ تو کہینگے اے ہمارے پروردگار تو ہم بندون کو قوم ظالمین
یعنے کافرون ومشرکون کے ساتھ دوزخ مین مت کیجیو۔ اسمین اشارہ ہو کہ اہل جنت پر انکی نظر جمی ہوگی اور دوزخیون کی طرف پھیری
جاویگی اور یہ دعا بھی سبب رحمت ومغفرت ہو فافہم **ف فی العرائس** قولہ تعالی وعلی الاعراف رجال یعرفون کلا بسیماہم الآیۃ
دنیا مین کچھ بندے ایسے ہین کہ انکے قلوب مقام ملکوت مین پرواز کرتے ہین اور انکی روحین انوار جبروت مین پرواز کرتی ہین اور انکی
عقلین اسرار پر مطلع ہوتی ہین اور انکے اسرار خاص انوار پر مطلع ہوتے ہین پس وہ نور الٰہی کے ساتھ عرش سے تحت الثری تک
بقوت الٰہی دیکھتے ہین اور تمام کو پہچانتے ہین کہ کون مقرب ہو اور کون دور پڑا ہوا ہو اور یہ بات اس مخلوق کے چہرون سے ظاہر ہوتی ہو اور
چہرون پر سعادت وشقاوت کی مہر ہو جسپر یہ امر لکھا ہوا ہی اسکو سوائے عارف ربانی کے کوئی نہین پڑھ سکتا ہو اسی واسطے آنحضرت صلعم
نے اشارہ فرمایا۔ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ یعنے مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالے کے نور سے دیکھتا ہو اعراف
والے قیامت کے روز درگاہ عالی کی بلندیون پر ہونگے اور ہر دوجہان کے احوال پر مطلع ہونگے پس دوزخی ان لوگون کی طرف
نظر کرینگے تو عذاب کی بوجھ انکے دیدار سے برداشت کرلینگے۔ اور اہل جنت ان لوگون پر نظر کرینگے تو انکا عیش وسرور زیادہ ہوگا
یہ لوگ ہر قصوروار کے حق مین شفاعت کرینگے اور ہر نعمت والے کے لیے توفیر ومزید نعمت کے داعی ہونگے اور اسی پر دلالت
کرتا ہو قولہ تعالے ونادوا اصحاب الجنۃ ان سلام علیکم۔ اہل اعراف کی طرف سے اہل جنت پر سلام ہونا جنتیون کے حق مین مزید
تقرب ہو اور قولہ تعالی لم یدخلوہا وہم یطمعون۔ یعنے اعراف والے کہ اللہ تعالے کے نزدیک انکا بڑا مرتبہ ہو مخلوق کی شفاعت
کرنے کو اس مقام پر روکے جاوینگے حالانکہ وے طمع کرتے ہونگے کہ جنت مین داخل ہوکر عوام کے ساتھ عیش کرین پس مثال
انکی مانند بادشاہون کے ہو کہ کم مرتبہ لوگون کے ساتھ انکو بیٹھنا پڑتا ہو حالانکہ دل انکے بادشاہت کی عیش کو چاہتے ہین ابوالحسن
الفارسی نے سہل بن عبداللہؒ سے روایت کی کہ اہل معرفت ہی اعراف والے ہونگے اللہ تعالے نے فرمایا کہ یعرفون کلا بسیماہم پس انکو
اس مقام پر اسواسطے رکھا کہ قشیری ۱۲ دونون جہان والے لوگون پر انکو مطلع فرمادے جیسے دنیا مین ہزار دلون کے احوال واسرار پر مطلع کردیا تھا
بعض نے کہا کہ اعراف والے اور لوگون کو اس نشانی سے پہچانینگے جس سے انکو دنیا مین دیکھا تھا پس بہت سی قومین تو ایسی پائینگے
جنپر انوار قرب کے نشان ہوگا اور بہت سی قومین الٰہی پہچانینگے جنپر مطرود ومردود ہونے کا نشان ہوگا **قال الاستاذ** یہ لوگ جو اعراف پر
ہونگے اشراف لوگ ہونگے جو آج کے روز انوار بصائر سے مخصوص فرمائے گئے ہین اور اپنے اسرار سے مقادیر خلق پر مشرف
ہوئے ہین وہ کل کے روز یعنے قیامت مین سب کے مقامات ودرجات پر اپنے ابصار سے مطلع ہونگے **قال المترجم** عفی عنہ عرائس کے
بیان سے اہل اعراف کا اکابر وعارفین ہونا ظاہر ہو اور ہمنے تفسیر علما ومفسرین سے بھی ایسا احتمال ذکر کرنا بیان کیا سب معلوم ہوا
پس قشیریؒ نے شرحبیل بن سعدؓ سے ذکر کیا کہ اعراف والے شہید لوگ ہونگے مجاہدؓ سے مروی ہو کہ مومنین مین سے افضل وعلما

دفقہار ہونگے جو اپنے ذاتی احوال سے فارغ ہو کر لوگون کے احوال دیکھنے کو مشغول ہونگے بعض نے کہا کہ وہ انبیاء علیہم السلام مین
سے ایک گروہ ہوگا اُسکو زجاج نے ذکر کیا اور ابن الانباری نے حکایت کیا ہی۔ بعض نے کہا کہ وہ عادل لوگ ہونگے جو قیامت مین
لوگون پر انکے اعمال کے شاہد ہونگے اور وہ ہر امت مین سے کچھ لوگ ہونگے۔ اور اسی کو ابو جعفر النحاس نے اختیار کیا اور کہا کہ جملۂ اقوال
مین سے یہ بہتر قول ہی اور تجھے معلوم ہو چکا کہ بسبب ظاہر قولہ تعالیٰ لم یدخلوہا وہم یطمعون کے ان اقوال مذکورہ مین بعد و غرابت ہی اور
سب سے بعد قول ابو مجلز ہی کہ وہ ملائکہ ہونگے فلیتامل۔

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا یَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ قَالُوۡا مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡكُمۡ جَمۡعُكُمۡ وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ○

اور پکارے دیوار کے سرے والے کچھ مردونکو کہ انکو پہچانتے ہین نشان سے بولے کیا کام آیا تمکو جمع کرنا اور جو تم تکبر کرتے تھے۔

اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ ؕ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡكُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ ○

اب یہ وہی ہین کہ تم قسم کھاتے تھے نہ پہونچاویگا انکو اللہ کچھ مہر چلے جاؤ جنت مین نہ ڈر ہی تم پر اور نہ تم غم کھاؤ

وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡاَعۡرَافِ رِجَالًا ای من اصحاب النار اور پکارینگے اعراف والے کچھ لوگون کو یعنے کچھ دوزخیون کو۔
یَّعۡرِفُوۡنَهُمۡ بِسِیۡمٰهُمۡ جنکو انکی نشانیون سے پہچانینگے کلبیؒ نے کہا کہ انکو نام بنام آواز دینگے کہ او فلانے او فلانے قَالُوۡا
مَاۤ اَغۡنٰى عَنۡكُمۡ من النار جَمۡعُكُمۡ ای جماعتکم وکثرتکم او جمعکم المال یعنے نہ بچایا تمکو آگ سے تمھاری جمع نے یعنی تمھاری جماعت و
جتھے نے یا تمھارے مال جمع کرنے نے وَمَا كُنۡتُمۡ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ۔ ما مصدریہ ہی ای واستکبارکم عن الایمان۔ اور تمھارے تکبر و سرکشی
نے ایمان لانے سے یہ جمعکم پر عطف ہی یعنی تمھارے جمع نے اور تمھارے استکبار نے آج تمکو آگ مین پڑنے سے کچھ بھی فائدہ نہ دیا
کلبی نے کہا کہ پھر جنت کی طرف نظر کرینگے اور اسمین فقیر و غریب مسلمانونکو دیکھکر انکی طرف اشارہ کرتے ہوے دوزخ والے متکبر کافرونسے
کہینگے اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمۡتُمۡ لَا یَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحۡمَةٍ یعنے کافرونکو سرزنش و ملامت کرتے ہوے کہینگے کہ بھلا یہ وہی لوگ ہین
جنکے حق مین تم دنیا مین قسم کھایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت انکو نہ پہونچیگی حالانکہ ان لوگون سے کہدیا گیا کہ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّةَ
لَا خَوۡفٌ عَلَیۡكُمۡ وَلَاۤ اَنۡتُمۡ تَحۡزَنُوۡنَ تم لوگ جنت مین داخل ہو رحمت و فضل کے ساتھ درحالیکہ تمھارے حق مین مقدر ہوا کہ نہ تم پر خوف ہی
اور نہ تم غمگین ہو۔ واضح ہو کہ جنھون نے اہل اعراف کی تفسیر مین کہا کہ اعراف والے لوگ یہ نسبت اہل جنت کے اشرف و افضل ہونگے
اُنھون نے آیت کی تفسیر یون بیان کی ہی کہ اعراف والے پہلے سے اس مقام پر بیٹھینگے اور وہ جنتیون اور دوزخیون مین سے ہر فریق
کو اسکی علامت سے پہچان جاوینگے پس جب اہل جنت اپنے اچھے مسکن مین جانے کو قریب پہونچین گے تو انکو آواز دینگے کہ سلام
علیکم یعنے جنت مین آنے کی مبارکباد و سلامتی دینگے لم یدخلوہا وہم الخ درحالیکہ جنت والے جنت مین پہونچ جانے کی طمع کرتے
ہونگے اور ہنوز داخل نہوے ہونگے۔ اور جب دوزخیون کی طرف نظر ڈالینگے تو دعا و پناہ مانگینگے کہ پروردگار ہمکو ان ظالمونکے
ساتھ نفرما ئیو۔ اور دوزخیون کو پہچانکر کہینگے کہ آج تمھارے تکبر و جمع نے تمکو دوزخ سے نجات دلانے مین کچھ فائدہ نہ دیا اور
ضعیف مسلمانون کی طرف اشارہ کرکے ان دوزخیون کو حسرت دلانے کو کہینگے کہ یہی ہین جنکی نسبت تم قسم کھایا کرتے تھے کہ انکو
رحمت الٰہی ہرگز نہین پہونچے گی پھر ان مسلمانون سے کہینگے کہ شاباش تم اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے جاؤ جنت مین داخل ہو
دریناہ بر قول جمہور کے تقدیر کلام یون ہی کہ یقولون مشیرا الی ضعفاء المسلمین اھٰؤلاء الذین اقسمتم لاینالہم اللہ برحمۃ وقد قیل لہم

ادخلوا الجنۃ الخ جیسا کہ مذکور ہوا **قال علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس** یعنے اصحاب اعراف کہینگے کہ ادخلوا الجنۃ الخ ۔
اور ابن جریرؒ نے بطریق دیگر ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب اعراف والے جنتیون و دوزخیون سے وہ بات کہہ چکینگے جو اللہ تعالیٰ نے کہنا مقدر
فرمائی ہو تو تکبر کرنے والون اور مالدارون سے اللہ تعالیٰ فرماویگا اہولاء الذین اقسمتم لاینالہم الخ اور **حافظ ابن کثیرؒ** نے یہان
ذکر کیا کہ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ اعراف والے ایسی قوم ہین کہ انکے اعمال نیک و بد مخلوط ہونگے پس نیک اعمال تو جنت مین جانے
سے کمی کرینگے اور بد اعمال بھی ایسے نہونگے کہ دوزخ مین لیجاوین پس وہ اعراف پر رکھے جاوینگے کہ لوگون کو شناخت کرین پھر جب
اللہ تعالیٰ بندون کے درمیان فیصلہ پورا کردیگا تو ان لوگون کو اجازت فرمادیگا کہ اپنے واسطے سفارشی ڈھونڈو پس آدم علیہ السلام کے
پاس آکر کہینگے کہ آپ ہمارے باپ ہین آپ پروردگار عزوجل کے حضور مین سفارش فرماوین آدمؑ فرمائیگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے میرے سوائے کسی کو اپنے ہاتھون پیدا کردیا اور سمین روح پھونکی اور اسکی طرف رحمت الٰہی نے غضب الٰہی پر سبقت فرمائی اور
اسکے واسطے ملائکہ نے سجدہ کیا ہو تو کہینگے کہ نہین تب آدمؑ فرمائیگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا ہون اور مین تمہاری سفارش نہین کرسکتا
ولیکن تم لوگ ابراہیمؑ کے پاس جاؤ پس ابراہیمؑ کے پاس آکر شفاعت کے خواستگار ہونگے وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوائے
کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا کہ اپنا خلیل بنایا اور جانتے ہو کہ بھلا کسی اور کو اسکی قوم نے اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین آگ مین ڈالا ہو
تو کہینگے کہ نہین تب ابراہیم فرماویگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور مین تمہاری سفارش نہین کرسکتا ولیکن تم میرے فرزند موسیٰؑ کے پاس جاؤ
پس وہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آوینگے اور وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوائے کسی سے اللہ تعالیٰ نے کلام
کیا اور مناجات مین اسکو مقرب کیا تو کہینگے کہ نہین وہ فرمائیگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور تمہاری سفارش نہین کرسکتا ولیکن تم عیسیٰؑ
کے پاس جاؤ پس عیسیٰؑ سے آکر سفارش کے خواستگار ہونگے وہ فرماویگا کہ بھلا تم جانتے ہو کہ میرے سوائے کسی کو اللہ تعالیٰ نے
یہ کیا ہو کہ اس کو بدون باپ پیدا کیا اور اسنے مادرزاد اندھے و کوڑھی بارادۂ الٰہی اچھے کئے اور مردے بارادۂ الٰہی زندہ کئے ہون
تو کہینگے کہ نہین ۔ وہ فرمائیگا کہ مین اسکے کنہ نہین جانتا اور تمہاری سفارش نہین کرسکتا ولیکن تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ پس وہ محمد
صلعم کے پاس آوینگے حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب مجھ سے آکر سفارش چاہینگے تو مین ہاتھ اپنے سینہ پر رکھکر اقبال کرونگا پھر چلکر عرش کے
روبرو حاضر ہونگا پس ایسی ثنا و صفت و حمد الٰہی مجھکو علم مین حاصل ہوجائیگی جو سننے والون نے کبھی نہین سنی پھر مین سجدہ مین ہوجاونگا تو مجھسے
ارشاد ہوگا کہ ای محمد اپنا سر اٹھا اور مانگ کیا مانگتا ہے تجھکو عطا ہوگا اور سفارش کر کہ تیری سفارش سنی جاویگی پس مین سر اٹھا کر عرض کرونگا
کہ یا ربّ امتی ۔ ای پروردگار میری امت کو بخشدے پس او تعالیٰ عزوجل فرماویگا کہ وہ تیرے واسطے ہین یعنے تجھے بخشدئے گئے پس کوئی نبی
مرسل اور کوئی فرشتہ مقرب نہ رہیگا جو مجھپر غبطہ نہ کرے اور یہی مقام المحمود ہے پھر مین انکو جنت مین لاؤنگا اور وہ لوگ نہر الحیاۃ پر لیجا کر
نہلائے جاوینگے پس اُن کے اجسام مثل چمکتے تارے کے ہوجاوینگے ولیکن انکے سینون مین سپید تل ہونگے جس سے انکی شناخت
ہوگی اور ان لوگون کو مساکین اہل جنت کہینگے **قال المترجم** یون ہی اس مقام پر شیخ ابن کثیرؒ کے نسخہ تفسیر مین لکھا ہوا ہے اور شفاعت و
مقام محمود کی احادیث کثرت سے متواتر المعنی مروی ہین ولیکن الفاظ یون ہین کہ بہت لوگون کو دوزخ مین سے نکال لاوینگے پس شاید
کہ اول مین ابتداء انھین لوگون سے ہو جو اہل اعراف ہین بنا بر آنکہ اہل اعراف ایسے لوگ ہونگے جو دوزخ مین نہین داخل ہوئے اور جنت
مین بھی نہین داخل ہوئے بلکہ نیکیان و برائیان برابر ہونے کی وجہ سے اعراف پر محبوس رہے ہین جیسا کہ قول جمہور ہے اور البتہ ثابت

ہوا کہ مطلقاً شفاعت اس مقام محمود کی شفاعت سے عام ہو اور وہ حساب کے واسطے بھی ہوگی جیسا کہ احادیث صحاح مین ثابت ہوا ہو۔ اور یہ مقام اسکے بیان کا نہین ہو اور مسلم بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ اہل اعراف وہ لوگ ہونگے جنپر قرضہ ہو۔ کما رواہ ابن ابی حاتم اللھم سہل علی اداء الدین واقض دینی یا ارحم الراحمین بعض نے کہا کہ اہل اعراف مشرکون کے بچے جو مر گئے۔ اور بعض نے کہا کہ جنون مین سے مومن لوگ ہونگے اور بعض نے کہا کہ زمانہ فترت مین جو لوگ موحد رہے ہین۔ بالجملہ اسمین کوئی بات قطعی نہین اور اللہ تعالے دانا تر ہو کہ کون مراد ہین۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

اور پکارے آگ والے جنت والون کو کہ بہاؤ ہمپر تھوڑا پانی یا جو روزی تمکو دی اللہ نے بولے اللہ نے یہ

حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا

دونون بند کیے ہین منکرون سے جنھون نے ٹھہرایا اپنا دین تماشا اور کھیل اور بہکے دنیا کی زندگی پر سو آج ہم انکو بھلا دینگے جیسے

نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۞

وہ بھولے اپنے اسدن کا ملنا اور جیسے تھے ہماری آیتون سے جھگڑتے۔

اس آیت مین اللہ تعالی نے دوزخیونکے حال ذلت و رسوائی اور اہل جنت سے کھانا پانی مانگنے کو اور اس سوال گدائی کے قبول نہونیکو بیان فرمایا وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ یعنی دوزخیون نے پکار کر مانگا اہل جنت سے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ یہ کہ افاضہ کرو ہمپر کچھ پانی اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ یا جو تمکو اللہ تعالے نے رزق دیا ہو اسمین سے افاضہ بمعنی توسعہ یعنی کشایش و فراخی دینا اور معنی یہ کہ بہادو ہمپر کچھ پانی اور اسمین دلیل ہو کہ جنت بہ نسبت دوزخ کے اونچے پر ہوگی قالہ البیضاوی اور رزق سے مراد طعام ہو کما قال سدی یا اور پینے کی چیزین مراد ہین بہ نظر لفظ افاضہ کے اس مین سیلان کے معنی ہین اور مفسر رحمہ نے قول سدی رحمہ کو اختیار کیا پس افیضوا علینا متضمن معنے القا ہے یعنے ہماری طرف ڈالدو خواہ بہاکر یا اور کسی طور سے اور فعل مین تضمین معنے دیگر کا ہونا استعمال عرب مین شائع ہے مانند قول شاعر ؎ علفتھا تبناً وماءً بارداً یعنی مین نے ناقہ کو چرائی خشک گھاس اور ٹھنڈا پانی یعنی ٹھنڈا پانی پلایا پس تعلیف متضمن معنی سقایہ ہو پھر حرف او جو قولہ او مما رزقکم مین ہو یا تو اپنے معنی پر ہو یعنے دوزخیون نے بھیک مانگی کہ پانی یا کھانا جو کچھ تمھارا جی چاہے یا جیسے ہوسکے ہمکو دیدو اور یا حرف او بمعنی واو ہو کیونکہ آگے دونون کی حرمت کا ذکر ان پر مذکور ہو اور عبدالرحمن بن زید نے تفسیر کی کہ دوزخی انسے پانی اور کھانا مانگینگے سعید بن جبیر رحمہ سے روایت ہو کہ دوزخی آدمی اپنے باپ یا بھائی کسیکو پکاریگا کہ مین آگ سے جل گیا میری طرف ذرا سا پانی بہادے تو اہل جنت کو حکم ہوگا کہ انکو جواب دو تو وہ لوگ جواب دینگے جو مذکور فرمایا قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کہینگے کہ اللہ تعالے نے اس کھانے و پانی دونون کو کافرون پر حرام فرمایا ہو یعنے جنت کے کھانے و پانی کو حرام فرمایا ہو اور رہے دوزخ کے حمیم اور غساق کو اعوذ باللہ منہ یہ لوگ پا دینگے چنانچہ انشاء اللہ تعالے کلام مجید مین اسکا بیان آویگا اگر کہا جاوے کہ تحریم و تحلیل تو ان لوگون پر ہوتی ہو جن سے ایمان کے موافق احکام کی بجا آوری کو کہا گیا ہو اور دار آخرت مین یہ کوئی مکلف نہوگا بلکہ یہ تو فقط دنیا مین ہو پھر کیونکر کہا کہ اللہ تعالے نے کافرون پر حرام کیا۔ تو جواب یہ کہ حرمت بمعنی منع ہو یعنے کافرون پر ممنوع فرمایا جیسے دنیا مین بندہ مومن کو اشیاء محرمات سے منع فرمایا ہو جو لوگ یہان شراب وغیرہ حرام چیزون سے نہین بچتے انکو آخرت مین حسرت ہوگی فافہم ابن عباس رضی اللہ عنہ سے

مروی ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ افضل الصدقہ پانی ہو اور اسی آیہ کریمہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ ابو صالحؒ سے مروی ہو کہ جب ابوطالب
بیمار ہوئے تو مشرکون نے اُنسے کہا کہ اگر آپ اپنے اس بھتیجے یعنی محمد صلعم کے پاس کسی کو بھیجیں کہ وہ جنت سے ایک خوشہ آپکو منگوا دے تو آپکو اس سے
صحت ہو جاوے پس آنحضرت صلعم کے پاس آدمی آیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلعم کے پاس بیٹھے تھے پس ابو بکر نے اس آدمی کو جواب دیدیا کہ
ان اللہ حرمہا علی الکافرین پھر اللہ تعالے نے کافرون کی حالت دنیاوی سے انکی مذمت بیان کی بقولہ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا
یعنے جنت کا کھانا پینا کافرون پر حرام کیا جنکی یہ بدخصلت تھی کہ انھون نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا لیا تھا۔ یہ بیان مبالغہ ہو کہ دین سے بالکل خارج
تھے اور جس چیز کے ساتھ ہمت صرف کرنا خوب نہین اسمین مصروف ہونا لہو ہو اور جس سے خوشی کی خواہش کرنا خوب نہین اس چیز سے خوشی کو چاہنا لعب ہو
پس ہر شئ و ہر طریقہ جو شرع مین روا نہین لہو ولعب ان دو اعتبار سے ہوگا فی السراج یہ لہو ولعب جیسے شیطان نے مشرکین عرب کی نظر مین سانڈ چھوڑنا
اور جانورون کے کان کاٹنا ننگے طواف کرنا وغیرہ بدکامون کی زینت ظاہر کی تھی بعض نے کہا کہ دین کو لہو ولعب اس معنی کر کے بنایا تھا کہ جو کوئی
پیغمبر یا نیک آدمی اُن کو ایمان کی طرف بلاتا تھا اس کو لہو ولعب و تمسخر سے مسخرہ بناتے تھے اور انکو حقیر و ذلیل سمجھکر کہتے کہ کیا یہی لوگ جنت
کی نعمتون سے سرفراز ہونگے۔ وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا اور مغرور کر دیا تھا انکو زندگانی دنیا نے یعنی سر دست جو راحت و آرام ناپید ہونے والا
انکو ملا اُسنے اپنے اوپر فریفتہ کر کے انکو اللہ تعالیٰ و رسول الٰہی پر ایمان لانے اور آخرت کا حصہ لینے سے غفلت مین ڈال رکھا یہانتک کہ اسی حال
خراب مین انکی موت آگئی۔ غرہ اس غفلت کو کہتے ہین جو جاگتے ہین ہوا ور وہ انسان کی طمع اس بات مین کہ عمر دراز ہوا ور خوب عیش ملے اور بہت
مال وجاہ حاصل ہو پھر جب ایسا ہوا تو دنیا کی لذتون مین ڈوب کر نجات سے غافل ہو گیا۔ کذا فی السراج۔ پھر جب کافرون کی یہ بد خصلتین
بیان فرمائین تو پھر فرمایا فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَٰذَا ای فالیوم نترکہم فی النار جیاعا عطاشا کما نسوا لقاء ہذا الیوم ترکہم العمل لہ
یعنے پس آج کے روز ہم بھی انکو آگ مین بھوکے پیاسے چھوڑ دینگے جیسے وہ خود بھولے بیٹھے رہے اس روز کی ملاقات سے بایں طور کہ آج کے
واسطے خود کچھ کام نہین کر رکھا اگر کہا جاوے کہ نسیان و بھول تو اللہ تعالے کی جناب مین محال ہو پھر فالیوم ننساہم۔ کیونکر فرمایا۔ تو جواب یہ ہو کہ ننساہم
کے یہ معنی کہ نعاملہم معاملۃ من نسیہم۔ انکے ساتھ ہم وہ برتاؤ کرینگے جیسے انکو بھول لینے والا انکے ساتھ کرتا۔ اللہ تعالے کے علم پاک سے کوئی چیز فراموش
نہین چنانچہ خود فرمایا۔ لا یضل ربی ولا ینسی۔ اور یہان بطریق مقابلہ کے مجازاً فرمایا ہو جیسے قولہ نسوا اللہ فنسیہم۔ اور جیسے فرمایا۔ کذلک اتتک آیاتنا
فنسیتہا وکذلک الیوم تنسی۔ حاصل آنکہ آیت کے معنی یہ ہین کہ ہم انکے ساتھ وہ برتاؤ کرینگے جیسے کوئی بھول کر اپنے بھولے ہوئے سے معاملہ کرتا ہو
کہ ہم انکی کچھ دستگیری نکرینگے اور بالکل انکو آگ مین چھوڑ دینگے اور فالیوم کی فا تفصیہ ہو پس نسیان یہان مجازاً استعارہ ہو اور قرآن مجید مین
ایسے استعارات بہت آئے ہین کیونکہ جو معانی عالم الغیب کے ہین انکو عالم الشہادۃ مین اسی چیز سے تعبیر کیا جائیگا جو اسکے مماثل و مشابہ ہو اور
یہ خود ظاہر ہو۔ **قال العوفی عن ابن عباس**۔ دوزخیون کو اللہ تعالے نے بھلائی سے گویا فراموش فرمایا اور آگ و تکلیف و عذاب سے
فراموش نہین رکھا۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے ننساہم کی تفسیر نترکہم سے روایت کی جیسا کہ منذرؒ نے لکھا ہو۔ مجاہدؒ نے کہا کہ ننساہم ای
نترکہم فی النار۔ اور سدیؒ نے کہا ای نترکہم من الرحمۃ کما ترکوا ان یعملوا للقاء یومہم ہذا یعنے ہم انکو رحمت سے متروک رکھینگے جیسے اُنھون نے
ترک کر رکھا تھا اس بات کو کہ آج کے دن کے واسطے کچھ کار خیر کرین حدیث صحیح مین ہو کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندہ سے فرمائیگا کہ
بھلا مین نے تجھے جورو نہین دیدی ہین نے تجھے مکرم نہین کر دیا مین نے تیرے زیر فرمان گھوڑے و اونٹ نہین کر دیے ہین نے تجھے نہین چھوڑ دیا
کہ تو کھاتا پیتا سیر ہو کر وہ عرض کریگا کہ ہان کیون نہین پھر فرمائیگا کہ بھلا تجھے یقین تھا کہ مجھسے ملیگا وہ عرض کریگا کہ نہین پس فرمائیگا کہ پھر آج

کے روز ہم بھی تجھے فراموش کرینگے جیسے تو ہمکو بھولا ہوا تھا وَمَا كَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ اور جیسا کہ وہ جاحدین بآیاتنا اور جیسے انھون نے ہماری آیات سے انکار کیا تھا اسمین دلیل ہو کہ نسیان قیامت اور نسیان الٰہی انھین بندونکو ہو جو کافرین اور جو ایمان لایا وہ فراموش کرنیوالا نہین ہو گرچہ کوئی قیامت کے لیئے سامان نہ کرے اسکے حق مین تہدید ہو۔ فتامل ف ابن العربیؒ نے رحمت الٰہی کے غضب پر سبقت کیئے ہوئے ہونے کو ہر چیز مین ثابت کیا حتی کہ دوزخیون کے حق مین بھی بیان کیا اور اسی طور پر شیخ شیرازیؒ نے عرائس البیان مین قولہ ونادی اصحاب النار اصحاب الجنة ان افیضوا علینا من الماء الآیۃ کے اشارہ مین کہا کہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے یہ بات ہو کہ دوزخیون کے واسطے اہل جنت کا پردہ اُٹھا دیا ہو حتی کہ جنت و جنتیون کے دیکھنے سے وہ لوگ عذاب سخت کو اُٹھا لیتے ہین اور یہ اوتعالیٰ کے لطائف خفیہ مین سے ہو تو نہین دیکھتا کہ عاشق اگر برف یا زمہریر مین پڑا ہوا اگر معشوق پر اسکی نظر رہے تو اسکے دیدار کی حلاوت مین برف سے گل جانے کا دکھ نہین پاتا تجھے چاہیئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ یاد کر کہ عورتون نے انکے دیدار مین کیونکر اپنے ہاتھ کاٹ لیئے اور کٹنے کے درد سے خبر نہوئی مین نے سُنا کہ مشائخ مین سے کوئی بزرگ تھے کہ اپنے مکان کے پڑوس کی مسجد مین مغرب و عشاء کے درمیان جاتے تھے تاکہ عشاء کی نماز ادا کرین اور ان دنون برف گراکرتا تھا پس راہ مین دیکھا کہ ایک جھروکے کے نیچے ایک نوجوان آدمی اپنے معشوق سے باتین کرتا ہو اور معشوق جھروکے پر ہو اور یہ دونون اپنی باتون مین ایسے غافل تھے کہ انکو شیخ موصوف کے آنے سے خبر بھی نہوئی پھر جب شیخ موصوف عشاء کی نماز کے بعد واپس ہوئے تو بھی انکو اسی حال مین دیکھتے آئے پھر رات گزر کر جب صبح کی نماز کا وقت قریب ہوا اور شیخ موصوف لالٹین لیئے ہوئے مسجد کو چلے تو دیکھا کہ وہ دونون اسی حال سے باتین کرتے ہین اور برف اُسکے گھٹنون تک چڑھ گیا ہو جب قریب ہوئے تو معشوق نے عاشق سے کہا کہ ای پیارے اسوقت ٹلی اکہ شیخ نماز عشاء کو جاتا ہو۔ اور یہ جدائی پیش آنے سے دردناک شعر پڑھا شیخ یہ حال دیکھکر رو دیئے اور ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گئے۔ پھر ہوش آیا تو ایک نعرہ مارا اور گریبان چاک کر ڈالا اور کہا کہ آدمیون کے آپس کے عشق مین یہ حال ہو کہ عشاء و فجر کی خبر نہین اور برف و سردی سے اثر نہین اور مین حضرت خالق عزوجل کے اس پردہ غفلت مین پڑا ہون ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود ۔۔ این فساد خوردن گندم بود ۔۔ عاشق صنع خدا با فر بود ۔۔ عاشق مصنوع او کافر بود ۔۔ عشق بر مردہ نباشد پایدار ۔۔ عشق را برحی و بر قیوم دار ۔۔ عشق آن بگزین کہ جملہ انبیاء ۔۔ یافتند از عشق او کار و کیا ۔۔ قولہ افیضوا علینا من الماء اسواسطے پانی مانگا کہ وہ آگ کا ضد ہو اور اشارہ ہو ای درگاہ بے نیاز کے بندو کچھ ہمپر بھی دریائے رحمت سے پانی بہا دو یا جو کچھ تمکو رزق تقرب حاصل ہوا ہمین سے ہمکو بھی دلوا دو یعنی ہماری شفاعت کردو حضرت استادؒ نے فرمایا کہ انکو ایک قطرہ نہ دیا جاوے گا باوجود اسکے کہ اوتعالیٰ پاک پروردگار انکے عذاب دینے سے بے پرواہ ہو اور چاہے کہ انکو دیدے اور چاہے جس نعمت مین انکو رکھے ولیکن یہ قہر ربوبیت و عزت احدیت ہو وہ قادر مختار ہو جو چاہے کرے کون وہان دم مار سکتا ہو لایسئل عما یفعل وہم یسئلون جیسے دنیا مین انکو ایک ذرہ معرفت نہ دی ویسے ہی آخرت مین ان حالتون مین انکو ایک قطرہ عطا کریگا اور یہ لوگ پانی مانگین کہ اس سے روئین کیونکہ انکے آنسو منقطع ہونگے

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ

اور ہم نے انکو پہونچا دی ہو کتاب جو کھول کر بیان کی ہو خبرداری سے راہ بتاتی اور مہربانی ایمان والے لوگون کو ۔ کیا راہ دیکھتے ہین مگر یہی کہ وہ پڑے خبر جس دن

يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ

وہ ٹھیک پڑے گی کہنے لگین گے جو اسکو بھول رہے تھے ۔ پہلے ۔ سچ بات لائے تھے ہمارے رب کے رسول ۔ اب کوئی ہین سفارش والے تو ہماری سفارش کرین

ع ۶

اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

یا ہمکو پھر جانا ہو تو ہم کام کرین سواے اُسکے جو کر رہے تھے تحقیق ہارے اپنی جان اور بھول گیا جو جھوٹھ بناتے تھے

جب اﷲ تعالےٰ عزوجل نے کافرون کی آخرت کا حال اور جس خرابی کی طرف انکا انجام ہوا ہے بیان فرما دیا تو اب یہ بھی ظاہر فرمایا کہ دنیا مین
انکے علل و اعذار سب اس طرح دفع کر دیے تھے کہ رسول ہدایت کرنے والے اور کتابین رحمت سے بھیجدی تھین چنانچہ فرمایا وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ
بِكِتٰبٍ اور البتہ اُتار دی ہمنے اُنکے پاس کتاب۔ یہان دو تفسیرین ہین ایک یہ کہ ضمیر ہم راجع بجانب اصحاب النار ہو یعنی اصحاب النار
کی ہدایت کے لیئے دنیا مین ہمنے کتاب دیدی تھی اور کتاب سے جنس مراد ہو پس ہر فریق دوزخی کو کسی کتاب آسمانی کی پیروی کا حکم ہوا
تھا مگر اُسنے نہ مانی اور آخر دوزخی ہوا۔ دوم یہ کہ ضمیر راجع باہل مکہ ہو اور کتاب سے قرآن مراد ہو اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا یعنی البتہ ہمنے
اہل مکہ کو ایمان لانے و عمل نیک ادا کرنے کے واسطے کتاب دی جسکی یہ صفت ہو کہ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ ای بیناہ بالاخبار والوعد والوعید
حال کوننا عالمین بالفصل فیہ یعنی ایسی کتاب کہ ہمنے اسکو مبین کر دیا اخبار و وعدہ و وعید سے درحالیکہ ہم خوب جانتے ہین جو کچھ اس کتاب
مین مفصل ہوا ہو یعنے عقائد و احکام و وعظ و نصیحت سب کو ہمنے ظاہر کھلا کھلا فرما دیا اور ہمنے اسکی وجہ تفصیل سے آگاہی کے ساتھ
بیان کیا یہانتک کہ کتاب موصوف ایک کتاب محکم ہوئی۔ کما فی قولہ کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت الآیۃ اور قرآن مین نو قسم کی تفصیل و تبیین ہو حلال حرام
محکم متشابہ۔ بشارت انذار قصص۔ وعظ۔ مثل۔ اور بعض نے کہا کہ تفصیل سے مراد حق و باطل کی تمیز ہو۔ بالجملہ قولہ علٰی علم۔ حال ہو اسے
فصلناہ عالمین۔ اور یہین دلیل ہو کہ اﷲ تعالےٰ عالم العلیم ہو یعنے یہ صفت پاک اسکی ذات پاک کے لیئے ثابت ہو اور بعض نے اسکو کتاب
کی ضمیر سے حال قرار دیا یعنے مشتملاً علی علم درحالیکہ وہ کتاب مشتمل ہو علم خاص پر۔ اور بعض قراءۃ مین فضلناہ بضاد معجمہ آیا یعنے تفضیل دی ہمنے
اس کتاب کو دیگر کتب آسمانی پر درحالیکہ ہم خوب جانتے ہین کہ یہ اسی فضیلت کے لائق ہو یہ قراءۃ مؤید ہو تفسیر دوم کی جسکو مفسرؒ نے
اختیار کیا ہو پھر فصلناہ کی ضمیر ہ سے جو کتاب کی طرف راجع ہو حال فرمایا هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ یعنے درحالیکہ یہ کتاب
ہدایت و رحمت ہو ایسی قوم کے واسطے جو اسپر ایمان لاتے ہین پھر کافرون کو تنبیہ فرمائی هَلْ يَنْظُرُوْنَ ما ینتظرون نہین انتظار کرتے ہین
اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ مگر اسکی تاویل کا۔ یعنے اس کتاب مین جو وعدہ و وعید مذکور ہین اور اس سے ظاہر ہوتے ہین انکے ظہور سے اسکی سچائی کھلجانیکا
انتظار کر رہے ہین یعنے کافرون کے حق مین جو عذاب کا اور مومنون کے واسطے ثواب کا وعدہ ہو اور جنت و دوزخ کا بیان ہو اسکے انجام
کا واقع و ظاہر ہونیکا انتظار کر رہے ہین کذا قال مجاہد وغیر واحد من الائمۃ رحمہم اللہ۔ ربیع بن انسؒ نے کہا کہ برابر اس کتاب کی تاویل ایک ایک
کر کے آتی رہیگی یہانتک کہ جنت والے جنت مین اور دوزخ والے دوزخ مین داخل ہو جاوین پس اُسدن تاویل پوری ہو جائیگی۔ التاویل
مرجع الشئی و مصیرہ یعنی تاویل ہر چیز کی وہ ہو جو انجام کار ہو اُس شے کا ظہور ہوا اور یہی معنی ہین کہ تاویل الشئی ما یوول الیہ امرہ یعنی تاویل ہر شئی کی وہ ہو
جس طرف اُس شئی کا انجام کار ہو پس قرآن مین جو امور آیندہ کے واسطے مذکور ہین انکی تاویل وہی انکا واقع ہونا اور قرآن مجید کی سچائی پر ملا
ظاہر ہو جانا پس کافرونکو تہدید فرمائی کہ ابھی نہین سچ مانتے ہین تو کیا اسکے وعدہ و وعید وغیرہ کی تاویل کے منتظر ہین يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ
يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ جسدن اسکی تاویل آجاویگی تو جنلوگون نے اسکو پہلے سے فراموش
کر رکھا تھا وہ اسوقت کہینگے کہ البتہ ہمارے پروردگار کے رسول علیہم السلام سچ بات لائے تھے تو م سے مراد روز قیامت ہو جیسا کہ
ابن عباسؓ و جملہ مفسرین نے بیان کیا ہو مگر ربیع بن انسؒ کے قول سے معلوم ہوتا ہو کہ مشرکین مکہ کے قتل و خوار ہونے کی تاویل اور ایسی ہی

یہود ونصاری کے قتل وخوار وتابع ہونے کی تاویل جسکی خبر پہلے سے فرمائی تھی وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک مین دنیا مین بھی واقع ہوگئی ولیکن اس کلام مین قیامت ہی کے روز کے واقع ہونے والی تاویل مراد ہی اور نسوہ من قبل کے یہ معنی کہ اس کتاب کے موافق عمل کرنے کو پہلے سے یعنی دار الدنیا مین فراموش وترک کیا تھا یعنے اسطرح چھوڑا تھا جیسے فراموش کرنے والا بے پروا چھوڑتا ہو یعنی قیامت کے روز جب اس کتاب مجید کی تاویل واقع ہوگی تو دنیا مین اس کتاب کے موافق عمل کرنے کو چھوڑنے والے آنکھون دیکھکر اقرار کرینگے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کے رسول علیہم السلام سب سچی باتین لائے تھے ہم سے بڑی غلطی ہوئی کہ ہمنے نہ مانا اور اسکے موافق عمل نہ کیا حالانکہ ایمان واقرار وہان کچھ مفید نہوگا تب کافر کہینگے کہ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ بھلا ہمارے واسطے کوئی شفاعت کرنیوالون سے ہین کہ ہماری سفارش کرین یا ہم پھیر دیے جاوین تو ہم عمل کرین سوائے اس عمل کے جو ہم کیا کرتے تھے پس نرد مرفوع اور عطف ہی لنا من شفعاء پر اسی پر ال نرد اور ایک قراءۃ مین نرد بالنصب ہی پس فیشفعوا پر عطف ہی یا حرف او بمعنی الی ان ہی پس اول صورت مین درخواست دو باتون مین سے ایک بات کی ہی کہ ہمارے واسطے کوئی شفیع ہون یا ہم دنیا مین پھیر دیے جاوین اور دوسری صورت یعنے قراءۃ نصب پر اگر عطف ہی تو درخواست یہ ہی کہ شفیع ہون یا تو سفارش سے معاف کرادین بدون واپسی کے یا واپس کرادین انکو بدون سفارش کے اور اگر حرف او بمعنی الی ان ہی تو شفیع ہون جنکی سفارش سے یہ ہو کہ دنیا مین رد کیے جاوین پس جاکر عمل کرین سوائے اس عمل کے جو کرتے تھے یعنی شرک وکفر وبداعمال کے سوائے توحید ونیک اعمال کرین اور ہرگز شرک کے پاس نہ پھٹکین پس فنعمل بالنصب جواب فقط استفہام ثانی کا ہی اور بعض قراءۃ مین فعل مرفوع آیا ای فنحن نعمل یعنی اظہار ہی کہ بر تقدیر واپس کیے جانے کے ہم پہلے اعمال کے سوائے توحید واعمال صالح ادا کرینگے حالانکہ درحقیقت جھوٹے ہین کما قال اللہ تعالیٰ ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا یا لیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المومنین بل بدا لہم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نہوا عنہ وانہم لکاذبون۔ اسی واسطے مفسر نے یہان جواب استفہام مین لا مقدر کیا یعنی انکی اس درخواست کا جواب یہ ہوگا کہ نہین یعنے نہ تمھارے شفیع ہین اور نہ تم پھیرے جاؤگے قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ اور تعالیٰ نے فرمایا کہ البتہ خسارہ مین ڈالا اُن کافرون نے اپنی جانون کو کیونکہ اپنے آپ کو ایسی ہلاکت مین ڈالا جس سے نجات نہین ہی وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ضل عنہم ای ذہب عنہم جاتا رہا اُن سے یعنی باطل ہوا اور کچھ بھی انکے کام نہ آیا جو دنیا مین شریک وغیرہ کا دعوی بنایا کرتے تھے پس ما کانوا مین ما مصدریہ ہی یعنی باطل ہوا انکا افترا اور احتمال ہی کہ ما موصولہ ہو یعنی وہ چیز جسکو افترا سے شریک وغیرہ بناتے تھے وہ یہان باطل ظاہر ہوئی کہ کچھ بھی انکے آڑے نہ آسکی اور انکو اب یقین ہوگا کہ تاویل کے انتظار مین بڑی غفلت وغلطی کی کہ اسکی اصلاح اب ممکن نہین ہی ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ولقد جئناہم بکتاب فصلناہ الآیۃ اللہ تعالیٰ نے مومنون کے لیئے ہدایت ورحمت اپنا کلام قدیم بھیجنے سے احسان رکھا اور جو سعادات وکرامات ودرجات عمدہ عمدہ انکے واسطے آخرت مین رکھے ہین اس سے آگاہ فرمایا اور اسی کتاب مجید سے انکو اعمال پاکیزہ وحالات شریف ومقامات بلند کیطرف ہدایت کی اور اسی سے اپنے اسماء پاک ونعوت وصفات مقدس اور ذات متعالی کی معرفت سے سرفراز کیا اور انتظام صنائع واحکام قدرت کے ہر بیان سے ہر ایک صفت قدیمہ مقدسہ کی طرف دلالت ہی جس سے معرفت ذات پاک حاصل ہوتی ہی عارفون کے لیئے اس کتاب سے معرفت ہی اور موحدین کے لیئے خزانہ غیب کی کشائش ہی اور غافلون کے دل سے پردہ غفلت وجہالت کا انکشاف ہی اور لطائف سے جذب دلہاے محبین ومشتاقین وعاشقین ہی اور اسمین مقامات عبودیت ومعارف ربوبیت کی تعریف ہے

قال المترجم سورۂ یٰس کی تعریف مین آیا ہو کہ قرآن کا قلب ہو اور ترتیب ظاہری مین بھی اسی طرح واقع ہو اور اسمین اسرار و لطائف و عجائب ہین کہ وہ اس بیان سے منکشف نہین ہوتے ہین بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہو ہدایت فرماتا ہو **قال الشیخ** یہ سب اسکے علم قدیم سے صادر ہو اسی سے مومنون کے دلون کو ہدایت فرماتا ہو اور یہ کتاب پاک اسکی طرف سے رحمت کاملی ہو عموم و خصوص کی طرح اور جسکو اس سے اپنی طرف ہدایت فرمائی اسکے حق مین رحمت ازلی سابق ہوچکی تھی اور اس سے زیادہ کونسی نعمت ہوگی کہ اپنے کلام پاک کو ہماری طرف نازل فرما کر ہمکو نفس کی بندگی سے اور شہوات نفسانی سے چھوڑایا اور انوار ربانیہ کی طرف راہ بتائی الحمد للہ الذی امتن علینا بفواتح انعامہ و لطائف اکرامہ و اصطفانا بحفظایہ و جعل اسماعنا محل استماع کلامہ و قلوبنا اوطان بیانہ و اسرارنا و عیبۃ انوار سلطانہ وارواحنا خزائن عرفانہ و عقولنا مشاہد برہانہ و ابداننا مساقط شرائع قرآنہ لہ الحمد حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ مبارکًا یہ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب اُتاری جسمین گمراہی سے ہدایت ہو اور عذاب سے رحمت ہو اور دشمن و دوست مین تفریق ہو اسکے معانی پر کوئی مطلع نہین اس طور کہ فیض پاوے مگر وہی لوگ جو اسکے متشابہ پر ایمان لائے ہین اور اسکے احکام پر عمل کرتے ہین اور اوقات شب و روز مین اسکی آیات کی تلاوت کرتے ہین طالب فلاح کے لیئے اسمین فلاح ہو اور قاصد نجات کے لیئے اسمین نجات ہو اس سے کوئی ہلاک نہین ہوتا مگر وہی جسکی تقدیر مین بربادی ہو اور جسکے حق مین نجات مقدر ہو اسکو اس سے نجات ہو جب خطاب سے عارفون کو آگاہ کیا تو اپنے افعال نورانی و برہان قدرتی و آیات صفاتی اور اعلام ذاتی سے اپنی معرفت انکو دکھلائی جس سے عام لوگون کو بھی معلوم ہو جاوے کہ وہی معبود برحق اسی کی توحید فرض عین ہو بقولہ تعالیٰ

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ

تمہارا رب اللہ ہو جسنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین پھر بیٹھا تخت پر اُڑھاتا ہو رات پر دن

يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ۝

اُسکے پیچھے لگا آتا ہو دوڑتا اور سورج اور چاند اور تارے کام لگے اُسکے حکم پر سن لو اُسی کا کام ہو بنانا اور حکم فرمانا بڑی برکت اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بے شک تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو خلق لغت مین بمعنے تقدیر یعنے مقدر کرنا اور استعمال اس کا اس معنے مین کہ شئے کو بدون اصل سابق کے پیدا کر دینا حاصل آنکہ ان دونون کی خلقت کو بدون مثال سابق کے ابداع فرمایا اور ان کے احوال کو مقدر کیا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ چھ روز مین۔ ایام جمع یوم اور وہ طلوع آفتاب سے غروب تک کے زمانہ کو کہتے ہین اور چونکہ اس حال مین آفتاب وغیرہ کچھ نہ تھا لہذا چھ روز سے مراد اسقدر وقت ہے اور قولہ تعالیٰ ولقد خلقنا السموات والارض وما بینہما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب الآیہ مین بھی چھ روز مین زمین اور آسمان مع تمام چیز دن کے پیدا کرنا ثابت ہو پھر اطلاق لفظ یوم کا مقدار زائد پر بھی ہو مانند یوم القیامۃ کے اور قولہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون اور قولہ خمسین الف سنۃ مما تعدون یعنے ہزار برس اور پچاس ہزار برس کی مقدار ہمارے شمار کے موافق کو بھی یوم فرمایا لیس جسنے طلوع آفتاب سے غروب تک مین یوم منحصر ہونے کو زعم کیا اسکا وہم ہو لہذا آیت مین علماء کے دو قول ہین بعض نے کہا کہ ایام دنیا کے چھ روز کی مقدار اور یہی مفسرین نے اختیار کیا اور بعض نے کہا کہ چھ روز ایام آخرت کے بحساب ہزار سال مراد ہو اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہزار سال کا دن مراد ہونا مروی ہو بعض نے لکھا کہ یہی جمہور کا قول ہو و فی تفسیر الحافظ قول اول موافق معنی متبادر ہی

اور ہزار سال مراد ہونا حضرت مجاہدؒ سے منصوص ہے اور امام احمد بن حنبل نے بھی یہی کہا اور ضحاکؒ نے اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے قلت تصریح بروایت ضحاک یہ نہیں ہے کہ انکے اسماع مین ابن عباس سے کلام ہے پس اگر نہین سُنا تو روایت منقطع ہوگی واللہ اعلم پھر ان چھ ایام مین بھی اختلافی دو قول ہین اوّل آنکہ یکشنبہ یعنی اتوار سے لیکر جمعہ تک چھ روز مین تمام پیدا ہوا اور جمعہ کو خلقت کا اجتماع ہوا اوسی مین آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور رہا ساتوان روز شنبہ یعنی سنیچر تو اسمین خلقت نہین واقع ہوئی اسی سے اسکو سبت نام رکھا بمعنی قطع۔ اور بعض نے لکھا کہ یہی عبداللہ بن سلام وکعب احبار وضحاک ومجاہد کا قول ہے اور یہی شیخ ابن جریرؒ نے اختیار کیا قول دوم آنکہ ابتدا سے خلقت روز شنبہ سے واقع ہوئی چنانچہ ابوہریرہؓ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے مٹی کو سنیچر کے روز پیدا کیا اور اسمین پہاڑون کو اتوار کے روز قائم کیا اور درخت دوشنبہ کے روز پیدا کیے اور مکروہات منگل کو پیدا کین اور نور چہارشنبہ کو پیدا کیا اور جانور دواب اسمین پنجشنبہ کو منتشر کیے اور آدم کو جمعہ کو آخر روز پیدا فرمایا۔ رواہ احمد ومسلم والنسائی۔ علامہ اسنویؒ نے کہا کہ یہی قول بدلیل اس حدیث کے صواب ہے اور حافظ الحدیث ابن کثیرؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے چھ روز تخصیص فرمائی ہے اور اسمین ساتون روز کا استیعاب ہے اور اسکو اگرچہ امام مسلمؒ نے روایت کیا لیکن امام بخاری وبہت سے ائمہ الحدیث نے اس روایت مین کلام کیا اور اسکو وہم قرار دیا ہے اور کہا کہ ابوہریرہؓ نے اسکو کعب احبار سے لیا ہوا اور یہ حدیث مرفوع نہین ہے۔ اور سلیمان جملؒ نے یہان یہ اشکال پیش کیا کہ بہرحال اتوار ودوشنبہ ومنگل وغیرہ کی تقسیم کیونکر ہوسکتی ہے کیونکہ ایام دنیا وہان نہ تھے اور مقدار چھ روز کا زمانہ لینے سے اشکال نہین دفع ہوتا ہے کما لا یخفی اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ زمانہ کا وہان وجود نہ تھا جیسے ان ایام کا وجود نہ تھا پس علم آلہی سے جیسے چھ ایام کی مقدار ثابت ہوئی ویسے ہی ان ایام کی توزیع ثابت ہوئی کیونکہ توزیع انہین ایام کی ہے اور سنیچر کے واسطے مقدار متروک ہے اور علی ہذا اگر ترک کا اعتبار نکیا جاوے تو وہ بھی داخل ہوسکتا ہے اور اسی وجہ سے روایت مذکورہ مین استیعاب مذکور ہونا بھی مشکل نہین اور یہ بمانند قولہ تعالی لہم رزقہم فیہا بکرۃ وعشیا۔ ہے حالانکہ جنت مین رات ودن کا وجود نہین ہے بالجملہ وہم اسوجہ سے خطا کرتا ہے کہ شب وروز کے لوازم ومقدار زمانہ کے اندر سے اسکو خارج ہونے کی مجال نہین ہے پس تو اپنے وہم سے دامن چھڑا کر عقل سے تصدیق کرے واللہ سبحانہ الموفق پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے سبحانہ قادر ہے کہ سب چیز کو ایک لمحہ مین پیدا فرماوے بلکہ وہان دیر کے معنی بحسب ارادہ متصور ہی نہین۔ انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون وہان تو ادھر چاہا اور ادھر ہوگیا بلکہ چاہنا ہی پیدائش ہے لیکن اس مدت مین پیدا کرنا مخلوق کو تثبیت کی تعلیم ہے جیسا کہ سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ تانی ٹھہراوے کے ساتھ کام کرنا اللہ تعالے کی طرف سے اور جلدبازی کرنا شیطان کی طرف سے ہے۔ واضح ہو کہ بعضے یونانی فلاسفہ نے زعم کیا کہ اللہ تعالی سے خلقت خود بخود باضطرار صادر ہوئی کیونکہ علت تامہ ہونے پر وجود معلول بے اختیار ہے اور یہ شیطانی گمراہی وکفر ہے وقال البیضاوی ح اللہ تعالے نے اشیا کو تدریج کے ساتھ پیدا فرمایا باوجودیکہ وہ تعالے قادر تھا کہ انکو دفعۃً ایک آن مین پیدا فرماوے تو یہ اسواسطے کہ مخلوق کو دلیل ملے کہ وہ تعالی قادر مختار ہے اور نظر کرنے والے اس سے اعتبار حاصل کرین اور لوگون کو درنگی مین آمادگی دلائی ہو بالجملہ وہ تعالی عز وجل نے آسمانون وزمین اور جو کچھ انمین ہے سب چھ روز مین پیدا فرمایا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ تعالی عرش پر مستوی ہوا مفسرؒ نے کہا کہ لغت مین عرش کے معنے بادشاہی تخت کے ہین اور استواء سے یہان ایسا استوار مراد ہے جو وہ تعالی جل جلالہ کے لائق ہے مترجم کہتا ہے کہ مفسرؒ نے اس مقام پر سلف وخلف صالحین ومعتبر ائمہ فقہ وائمہ حدیث وائمہ کلام کا مذہب اختیار کیا کہ کوئی تاویل نہین کی بلکہ تفسیر پر اکتفا کیا اور اسکے حق ہونے کا اعتقاد کیا اور اسپر ایمان لایا اور اسکی تاویل وعلم حقیقی کو اللہ عز وجل کے سپرد کیا۔ واضح ہو کہ تاویل کے کئی معنی آیا کرتے

یہین اول بمعنی مایؤل الیہ الامر جیسا کہ عنقریب اوپر گزرا۔ قولہ ہل ینظرون الا تاویلہ کی تفسیر مین پس یہان معنی جو کچھ وعدہ و وعید و قیامت و جنت و دوزخ وغیرہ قرآن مجید مین مذکور ہین اسکی تاویل کوئی نہین جانتا کیونکہ وہ بدون واقع ہونے اور معاینہ ہو جانے کے کیونکر معلوم ہو اور یہی قولہ ہذا تاویل رؤیای۔ مین مراد ہو کہ جب حضرت یوسف ؑ کو انکے بھائیون و مان باپ نے تعظیمی سجدہ کیا تو انھون نے کہا یہ میرے خواب کی تاویل تھی۔ دوم تاویل کے معنی یہ کہ ظاہر معنی راجح آیت کو کوئی وجہ ایسی پیش آتی ہو جس سے ایک مرجوح معنی کیطرف رجوع کیا جاوے اور یہی مفسرین کی اصطلاح مین شائع ہو اور تفسیر اس سے اعم ہو جیسا کہ ابتداے سورۂ بقرہ مین بروایت عبد الرزاق بسند صحیح از ابن عباس ؓ یہ بیان مفصل گزرا ہی پس تفسیر کلمات اور ترکیب کلام مین مرجع اہل زبان کی طرف ہوگا اور وہی معنی ظاہر مراد ہونگے اگر کوئی دلیل ایسی قائم نہو کہ اس سے دوسرے معنی کی طرف رجوع کیا جاوے اور بدون دلیل کے دوسرے معنی کی طرف رجوع کرنا حرام ہو جب یہ بات بیان ہوگئی تو واضح ہو کہ استواء کے معنی لغت مین برابری و بلندی و استقرار وصعود و استیلاء و اعتدال وغیرہ کے مستعمل ہوئے ہین اور حرف علی کے ساتھ بمعنی استقرار و علو مستعمل ہو جوہری ؒ نے صحاح مین کہا کہ استوی علی ظہر دابتہ ای استقر یعنی اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر مستوی ہوا بمعنی آنکہ اسپر مستقر ہوا اور استوی الی السماء ای صعد یعنی آسمان کی طرف مستوی ہوا بمعنی اس طرف صعود کیا اور چڑھ گیا اور ابو عبیدہ ؒ سے منقول ہو کہ یہان استواء کے معنی ارتفاع و علو کے ہین اور حضرت ابن عباس ؓ سے مروی ہو کہ استوی کی استقرار سے تفسیر فرمائی جیسا کہ صحیح بخاری مین ہو اور عرش کا استعمال لغت مین کئی معنی مین ہو چنانچہ صحاح و قاموس وغیرہ مین عرش بمعنی تخت بادشاہی مذکور ہو اور کہا گیا کہ جو بلند ہو کر سایہ انداز ہو اور کنایہ از عزت و سلطنت و مملکت ہو اور عرش البیت چھت اور عرش البیر لکڑی کا چوکھٹا وغیر ذلک من المعانی التی استعمل فیہا اور یہان عرش کی تفسیر اس مقام پر تخت بادشاہی سے جیسا کہ مفسر ؒ نے ذکر کیا مستند ہو اور استواء کے معنی استقرار سے جو ابن عباس ؓ سے مروی ہو وہی ماخوذ ہو اور علامہ نسفی ؒ نے جو مدارک مین اس سے انکار کیا وہ وہم و سہو ہو جیسا کہ عنقریب معلوم ہوگا اور ایسے ہی خفاجی ؒ نے جو حاشیہ بیضاوی مین کہا کہ عرش وہ فلک الافلاک ہو یہ بھی وہم و خلاف ہو اور معتمد وہ ہو جو احادیث مین عرش کی صفت ثابت ہوئی کہ وہ آسمانون و زمین کو محیط بلکہ بہت عظیم ہے جیسا کہ تفسیر آیۃ الکرسی مین گزرا ہو راغب رحمہ اللہ نے کہا کہ عرش اللہ عز و جل ایسی چیز ہو کہ بندہ اسکو نہین جانتا صرف اسکا نام درحقیقت جانتا ہو اور جو کچھ عوام اپنے وہم مین تصور کرتے ہین وہ باطل ہو کیونکہ ایسا ہوتا تو وہ اللہ تعالی کو اپنے اوپر اٹھانیوالا ہوتا اور یہ محال ہو اللہ تعالی پاک ہو اور نیز جن لوگون نے وہم کیا کہ وہ فلک الافلاک ہو اور کرسی فلک الکواکب ہو یہ بھی وہم و باطل ہو بعد اس تفسیر کے اب جاننا چاہیئے کہ قولہ تعالے ثم استوی علی العرش کے کیا معنی ہین پس یہان لوگون کے اقوال بہت ہین جنکو یہان بیان کرنا بیکار ہو مگر اسی قدر کہ ظاہر تفسیر جو استواء و عرش کے معنی بیان کرنے سے معلوم ہوئی ہو آیا اسمین تاویل کی ضرورت ہو یا وہی مختار ہو اور کس معنی کرکے وہ مختار ہو پس ظاہر معنی یہ ہوئے کہ پھر اللہ تعالے اپنے عرش پر مستقر ہوا فرقہ معتزلہ اور ایک جماعت متکلمین نے کہا کہ ظاہر تفسیر سے یہ لازم آتا ہو کہ او تعالی تخت بادشاہی پر متمکن ہوا اور روا نہین کہ عرش کو اللہ تعالے کا اٹھانیوالا کہا جاوے کیونکہ او تعالے پاک و برتر ہو کہ عرش مخلوق اسکو برداشت کرسکے پس یہان استوی بمعنی استولی ہو یعنی غالب و مستولی ہوا عرش پر اور استواء بمعنی استیلاء آیا ہو چنانچہ شاعر نے بشر کے حق مین کہا ہے ۝ قد استوی بشر علی العراق ۞ من غیر سیف و دم مہراق ۞ یعنی بشر مستولی و غالب ہو گیا ملک عراق پر بدون تلوار کے اور بدون خونریزی کے۔ اور یہ تاویل رد کر دی گئی باینطور کہ اہل لغت کے نزدیک ٹھیک نہین ہو چنانچہ ابن الاعرابی ؒ نے فرمایا کہ استوی فلان علی کذا بمعنی استولی علیہ کے معروف نہین مگر جبھی کہ وہ شخص اس چیز سے دور ہوا اسپر قابو نہ رکھتا ہو پھر اسپر قابو پا جاوے تو البتہ ایسا بولتے ہین اور یہان معلوم ہو کہ اللہ تعالی عرش وغیرہ جملہ اشیاء پر قادر قدیم ہو اور ابن فارس لغوی ؒ نے کہا کہ اس شعر مذکور کا کہنے والا معلوم نہین ہوتا کہ کون شخص ناواقف ہو اور اگر معلوم ہو تو بھی کچھ حجت نہین کیونکہ جو مستولی نہو اسکے مستولی ہو جانے پر ایسا بولتے ہین

اور یہان صحیح نہین ہے جیسا کہ بیان ہوا معالم و سراج وغیرہ مین کہا کہ اہل سنت رحمہم اللہ کے نزدیک عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ہم اسپر ایمان لاتے ہین بدون کیفیت کے اور جو اسکی واقعی کیفیت ہے وہ ہم نہین جانتے ہین پس یہ وارد نہین ہوتا کہ اللہ تعالیٰ مستوی ہے تو عرش اوتعالیٰ عزوجل کا اُٹھانے والا ہو جائیگا کیونکہ ہم اس استوار کے معنی یہ نہین کہتے کہ جیسے کوئی مخلوق کسی چیز پر مستقر ہوتی ہے اسی طرح ہے بلکہ جو استوار کہ حضرت باریتعالیٰ کو لائق ہے ویسے ہی مستوی ہے جسکی تاویل اللہ تعالیٰ جانتا ہے ہم بندے اسکو نہین جان سکتے جیسے اوتعالیٰ عزوجل اور صفات مقدس کی تاویل کو نہین جانتے ہین ہان یہ یقین رکھتے ہین کہ بحکم قولہ تعالیٰ لیس کمثلہ شئی یعنی اوتعالیٰ کے ساتھ کوئی چیز مشابہ نہین ہے پس عرش پر مستوی ہونے کی صفت مین بھی کوئی چیز اسکے مشابہ نہین ہے سراج مین لکھا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہین اس بات سے کہ فرقہ مجسمہ کی طرح ہم اوتعالیٰ کو کسی مخلوق سے کسی صفت وغیرہ مین تشبیہ دین اور اسیطرح اس بات سے بھی پناہ مانگتے ہین کہ ملحدون کی طرح ہم اوتعالیٰ مین کوئی صفت ثابت نہ کرین حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ہم اس مقام پر سلف صالحین کا مسلک اختیار کرتے ہین اور امام مالک و اوزاعی و ثوری و شافعی ولیث بن سعد و احمد بن حنبل و اسحٰق بن راہویہ اور انکے سوا سے اور مسلمانون کے پیشواؤن اگلون و پچھلون کا یہ مذہب ہے کہ ایسی آیات و احادیث صفات کو جیسی آئی ہین ویسی ہی جاری رکھو بدون اسکے کہ انکی کیفیت کو تصور مین لاؤ اور بدون اسکے کہ تشبیہ دو اور بدون اسکے کہ بیجا تاویل سے ان صفتون کی نفی کرو اور جو لوگ تشبیہ دیتے ہین انکے خیال مین جو وہم بیان سمایا ہے وہ حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ سے قطعاً منفی و دور ہے کیونکہ اوتعالیٰ عزوجل کے واسطے صفات ہین مگر اسکے ساتھ کوئی چیز کسی بات مین کسی وجہ سے بھی مشابہ نہین ہے کما قال تعالیٰ لیس کمثلہ شئی وھو السمیع البصیر بلکہ بات وہ ہے جو امامون نے بیان کی چنانچہ انہین امام بخاریؒ کے استاد شیخ نعیم بن حماد الخزاعی نے کہا کہ جسنے اللہ تعالیٰ کو اسکے مخلوق کے ساتھ تشبیہ دی وہ کافر ہوا اور جسنے اس صفت سے انکار کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو موصوف فرمایا تو وہ بھی کافر ہوا پس جس صفت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو موصوف فرمایا یا اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وصف کیا اسمین کچھ بھی تشبیہ نہین ہے سو جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے واسطے ان صفات کو جس شان سے کہ حضرت باریتعالیٰ کے لائق ہین جسکا اوتعالیٰ دانا ہے ثابت رکھا اور ہر طرح کے نقص و عیب سے ذات الٰہی کو پاک جانا وہ ہدایت کی راہ چلا مترجم کہتا ہے کہ شیخ الاسلام حنفی صاحب کمالین نے اپنے حاشیہ مین لکھا کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ و حسن بصریؒ و امام الفقہاء ابو حنیفہ و امام مالکؒ سے روایت ہے کہ استوار معلوم یعنی اللہ تعالیٰ کا عرش پر مستوی ہونا معلوم ہے اور اسکی کیفیت نہین معلوم ہے اور اسپر ایمان لانا فرض ہے اور کیفیت پوچھنا بدعت ہے بیہقیؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے نہ زمین مین۔ اور نیز ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ جو شخص اس بات سے انکار کرے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے وہ کافر ہے۔ امام شافعیؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر آسمان مین ہے وہ اپنی مخلوق سے قریب ہے اسکی کیفیت وہی جانتا ہے اور جیسے چاہتا ہے نزول فرماتا ہے۔ امام احمدؒ سے اسکی مثل مروی ہے اور امام اسحاق بن راہویہؒ نے کہا کہ علمار سنت کا اجماع ہے کہ اوتعالیٰ عزوجل اپنے عرش پر مستوی ہے اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور یہی قول شیخ مزنی و امام المحدثین محمد بن اسمٰعیل بخاری اور ابو داؤدؒ و ترمذیؒ و ابن ماجہ و ابو یعلی و بیہقی اور دیگر ائمہ الحدیث کا ہے اور شیخ ابراہیم حنبلی نے کہا کہ ہمارا طریقہ وہ ہے جو سلف صالحین کا طریق ہے اور وہ کتاب الٰہی و سنت رسول اللہ صلعم و اجماع کے تابع تھے اور منجملہ انکے اعتقاد کے یہ ہے کہ اوتعالیٰ عزوجل قدیم ہے اور ہمیشہ سے وہ اپنی تمام صفات مین کامل ہے۔ شیخ ابراہیم اسی طرح لکھتے آئے یہانتک کہ لکھا اور جو حدیثین صحیح آئی ہین اور کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ اوتعالیٰ عزوجل اپنے عرش پر مستوی ہے پس سلف صالحین اسکے قائل ہین اور اس صفت پر ایمان لاتے ہین بدون اسکے کہ اسکی کیفیت ثابت کرین یا کچھ تشبیہ ثابت کرین بلکہ سب کے سب یہ اعتقاد رکھتے ہین کہ اوتعالیٰ عزوجل کے ساتھ کسی طرح کوئی چیز

نشانہ نہیں ہے امام الحرمین نے کہا کہ ہم جس بات کو اپنے واسطے پاکیزگی سے لیتے ہیں اور اسی پر اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ سلف صالحین کی پیروی کرتے
ہیں اور تاویل سے زبان روکتے ہیں اور جو نصوص آتے ہیں انکو اپنے ظاہر معنی پر رکھتے ہیں اور انکی کیفیت و تاویل الیہ الامر کو اللہ عزوجل کے
علم قدیم کامل کو سونپتے ہیں انتہی ما فی الکمالین سراج میں ہے کہ سلف نے اجماع کیا ہے کہ آیت کے اوپر تاویل کی زیادتی نہ کریں۔ مدارک میں ہے کہ ہمارا مذہب
وہ ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ استوا معلوم ہے اور اسکی کیفیت مجہول ہے اور اسکا سوال کرنا بدعت ہے مترجم کہتا ہے کہ مسلمان بھائیوں کو چاہیے
کہ سلف صالحین کی پیروی کریں اور اسپر ایمان لاویں کہ اللہ عزوجل اپنے عرش پر ہے ولیکن ہرگز ہرگز اسکی صورت اپنے خیال میں نہ باندھیں کیونکہ
یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور یہ معلوم کر او تعالیٰ کی ذات و صفات پاک کسی بندہ کے خیال میں نہیں آسکتی ہے اسکے کنہ ذات و صفات میں دم مارنا کسکی
مجال ہے لیکن یہ ہرگز نہیں چاہیے کہ اسکی کسی صفت سے انکار کرکے کافر ہو جاوے نعوذ باللہ من الکفر والالحاد پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی مخلوق
میں اپنی قدرت کاملہ کے ظہور کا اشارہ فرمایا بقولہ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ یغشی از تغشیہ یعنی باب تفعیل سے بھی پڑھا گیا اور اغشا یعنی باب افعال سے
بھی پڑھا گیا ہے اور معنی یہ ہیں کہ او تعالیٰ تغطیہ کر دیتا یعنے ڈھک دیتا ہے ہر ایک رات و دن کو دوسرے سے درحالیکہ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا ای
یطلب کل واحد منہما الآخر طلبا حثیثا ای سریعا طلب کرتا ہے ہر ایک رات و دن میں سے دوسرے کو طلب حثیث یعنی جلدی و تیزی کے ساتھ
یعنی رات کا اندھیرا دن کی روشنی سے جاتا رہتا ہے اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے جاتی رہتی ہے اور انمیں سرعت ہوتی ہے کہ ذرا بھی تاخیر نہیں ہوتی بلکہ
جبھی ایک گیا فی الفور دوسرا آگیا۔ کما فی قولہ لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر ولا اللیل سابق النہار وکل فی فلک یسبحون۔ رازی رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے
اس رات و دن کی آمد و رفت کی حرکت کو حثیث یعنی بہت تیزی سے وصف فرمایا تو بات یہ ہے کہ دن و رات کا ایک دوسرے پر بدلتے آنا
قدرت الٰہی میں فلک اعظم کی حرکت پر ہے اور اسکی حرکت میں نہایت سخت تیزی ہے کیونکہ نہایت تیز دوڑنے والا آدمی جتنی دیر میں اپنا ایک قدم
اٹھا کر رکھتا ہے اتنی دیر میں فلک مذکور تین ہزار میل حرکت کر جاتا ہے جسکے بہت کڑے ایک ہزار کوس ہوئے اسی واسطے یطلبہ حثیثا فرمایا یعنی جلد
اسکے پیچھے آجاتا ہے جیسے اسکا مطلب تھا کہ ان دونوں کے بیچ میں کسی چیز کا بھی واسطہ نہیں ہوتا ہے پس یہ جملہ حالیہ لیل و نہار دونوں سے حال ہے
پھر جو کوئی وہم کرے کہ رات و دن تو سورج نکلنے ڈوبنے یا فلک اعظم کی حرکت سے ہیں وہ جاہل ہے کیونکہ یہ سب بھی زیر فرمان قدرت ہیں چنانچہ فرمایا
وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ یہاں بھی دو قراءت ہیں ایک نصب پس سموات پر عطف ہے اور مسخرات بھی منصوب بنا بر آنکہ ان
چیزوں سے حال ہے یعنے پیدا کیا ان چیزوں کو درحالیکہ یہ چیزیں مسخر ہیں اسکے حکم میں۔ اور دوسری قراءۃ میں ان کو رفع ہے بنا بر آنکہ مبتدا ہیں اور مسخرات
خبر ہو پس معنی یہ کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکم میں مسخر ہیں یعنی مذلل ہیں یعنے اسکے پاک حکم کے قبضہ قدرت میں ذلیل ہیں ذرا سرکشی نہیں کرسکتی ہیں ہر دم
ہر حال میں اسکی قدرت و ارادہ کے موافق حرکت کرتی ہیں اور کسی چیز میں خود کسی تاثیر کا یا اثر کا کچھ بھی اختیار نہیں ہے أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ آگاہ رہو
کہ سب خلق اسی کی اور سب امر اسی کا ہے کسی اور کو یہاں ذرہ برابر بھی کچھ نہیں ہے تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ تبارک میں عظمت پر دلالت ہے
یعنے بزرگ و بڑائی والا ہے اپنی وحدانیت کے ساتھ اپنی الٰہیت میں اور بے انتہا عظمت و برکت والا ہے اپنی فردانیت کے ساتھ اپنی ربوبیت میں
وہ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے تمام عالمین کا۔ آیت کریمہ میں تصریح ہے کہ خلق و امر سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہیں کسی اور کو اسمیں ذرہ بھی اختیار نہیں ہے
سفیان بن عیینہ رحمہ نے کہا کہ خلق تو عرش و اس سے نیچے سب ہے اور امر اس سے اوپر ہے اور اسی سے نکالا کہ کلام اللہ مخلوق نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ
نے خلق و امر میں فرق کیا ہے پس کلام الٰہی یعنی قرآن کو جو کہ امر ہے جسنے مخلوق جانا وہ کافر ہے پس آیت میں دلیل ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی خالق
نہیں ہے پس جس شخص نے یہ گمان کیا کہ سورج و چاند وغیرہ کسی چیز سے کوئی تاثیر ہوا کرتی ہے اسطرح کہ ان چیزوں کو کسی وقت کسی حال میں خود

کوئی اثر پیدا کر دینے کی قدرت ہو تو وہ جاہل مرتد ہے کیونکہ خلق و امر سب اسی کی قدرت کاملہ ہے پس ہر فعل و ہر تاثیر جو کسی چیز سے ہوتی ہے وہ اسی کی قدرت سے ہوتی ہے **قال ابن جریر** حدثنی المثنی حدثنا اسحاق حدثنا ہشام ابو عبد الرحمن حدثنا بقیۃ بن الولید حدثنا عبد الغفار بن عبد العزیز الانصاری عن عبد العزیز الشامی عن ابیہ وکانت لہ صحبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یحمد اللہ علی ما عمل من عمل الحدیث یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کوئی نیک کام بجا لانے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا نہ کی اور اپنی بھلائی سمجھی وہ کافر ہوا اور اسکا کام برباد ہوا اور جسنے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے واسطے بھی امر مین سے کچھ قرار دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اپنے انبیاء علیہم السلام پر نازل کیا ہے اُس سے یہ شخص کافر ہوا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین۔ کذا رواہ من حدیث بقیۃ رحمہ اللہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے بھی مرفوعا روایت مین ہے کہ اللھم لک الملک کلہ ولک الحمد کلہ والیک یرجع الامر کلہ اسألک من الخیر کلہ واعوذ بک من الشر کلہ یعنی ای میرے پاک پروردگار تیرا ہی سب ملک ہے اور تیرے ہی لیے سب حمد ہے اور تیرے ہی طرف سب امر راجع ہے مین تجھی سے سب بھلائی مانگتا ہون اور تجھی سے سب برائی سے پناہ چاہتا ہون بغوی رح نے اس آیت کریمہ کے نفع کو بیان کیا جسکی تلخیص یہ ہے کہ کافرون نے جہالت سے بے اختیار چیزون و بندون وغیرہ کو اپنے واسطے معبود بنا لیا تھا تو انکے واسطے کھلے بیان سے ظاہر فرمایا کہ معبود فقط ایک وحدہ لا شریک ہے وہ اللہ تعالیٰ عز وجل ہے کوئی اسکے سوائے معبود نہین ممکن ہے کیونکہ اسیکا خلق و امر ہے اسلیئے کہ اُسنے آسمانون کو پیدا کیا اور نادر صنعت و عجیب حکمت اسمین ظاہر ہے کہ وہان تحقیق حالات کے لیئے اوہام و عقول کو مجال نہین ہے پھر زمین کے اجسام سفلی کو طرح طرح کی بدیع صنعت و نادر حکمت سے پیدا کیا پھر ان اجرام و اجسام کی جملہ تدابیر اپنے قبضہ قدرت مین رکھین۔ کما قال یدبر الامر من السماء الی الارض۔ یعنے آسمان سے زمین کی طرف اسکی تدبیر امر جاری ہے اسی کی قدرت سے افلاک گھومتے ہین ایک ذرہ برابر انکو تجاوز کرنے کا اختیار نہین ہے ایسے ہی سیارے وکواکب مین اور رات دن پیاپے داخل ہوتے ہین اس خلق و امر مین وہی قادر مختار ہے کسی کو ذرہ برابر تجاوز کا اختیار نہین ہے بلکہ ممکن نہین کہ کوئی اسکے حکم قدرت عظیم کے سوائے مسخر ہونے کے جنبش کر سکے پھر نتیجہ بہت ظاہر سمجھا دیا کہ آگاہ رہو کہ اسی کا خلق و امر ہے تبارک اللہ رب العالمین

ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام ثم استوی علی العرش یعنی اُلوہیت سے انکو صریح تنبیہ کر دی کہ ربکم اللہ پروردگار ہونے کے ساتھ خطاب فرمایا اسلیئے کہ انکے دل اپنے پروردگار کی محبت کی طرف کھنچین پھر انکو الوہیت کیطرف نام پاک سے اشارہ کیا تاکہ قدم مین حدوث کو فنا ہو جاوے پھر محو کی حالت سے انکو ہوشیاری کی طرف پھیرا اور حضوری سے غائب کیا بقولہ الذی اور یہ اشارہ ہے اور ربکم عبارت ہے پس اول تو انبساط کے واسطے ہے اور دوم انقباض کے واسطے ہے پھر انکو صفات سے افعال کیطرف پھیرا جیسے پہلے انکو ذات سے صفات کیطرف پھیرا تھا تاکہ انوار الوہیت خالصہ مین جل نجاوین پس اول خطاب قلب ہے اور دوم خطاب روح ہے اور سوم خطاب عقل ہے اور مراد اول سے قولہ ربکم اور دوم سے قولہ اللہ اور سوم سے قولہ الذی ہے پھر انکو شہود سے شواہد کی طرف آتا دیا اور انکی عقل کے موافق انکو خطاب کیا کیونکہ قدم سے حدوث کی طرف حوالہ کر دیا ہے پس او تعالیٰ دانا تر ہے کہ وحدانیت کے سطوات تجلی کو وہ اب نہین اُٹھا سکتے ہین پس فرمایا الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام پس مشاہدہ والون کے واسطے آیات کو دیدار صفات کا آئینہ بنا دیا ان آیات کو چھ روز مین پیدا فرمایا اور ایام الٰہی اسکی قضا و قدر مین انکو چھ یوم مین محصور کیا اسکے ایام مین سے ہر روز اسکی کسی صفت کا مطلع قدم سے ظہور ہے کہ اُسنے عدم کے واسطے تجلی فرمائی پس چھ ایام اسکی صفات مین سے چھ صفات کا ظہور ہے اول علم دوم قدرت سوم سمع چہارم بصر پنجم کلام ششم ارادہ پس ان چھ صفات کے انوار سے تمام چیزین کامل طور پر ظاہر ہوگئین پھر جب پوری ہوئین تو تمام حوادث

مانند جسم آدم کے بدون روح کے حاصل ہوئین پس اپنی ساتوین صفت سے انپر تجلی فرمائی اور وہ ساتوین صفت اسکی حیات قدیم ازلی ہے جو ہر
نفس کے اوہام وخیال وقیاس سے ومشابہت سے پاک منزہ ہے پس تمام چیزین اسکی صفات سے جو اسکی ذات سے قائم ہین موجود ہوئین
پس اُسکی حیات پاک ہے جو منزہ از انفصال واتصال ہے ہر ایک کو حاجت ومحتاجی ہے اور اللہ تعالی پاک برتر ہے کوئی چیز اسکے مشابہ نہین ہے
بیان نہایت دقیق اشارہ سے یون سمجھو کہ آسمان ارواح ہین اور زمین اشباح ہین اور عرش قلوب ہین اور کشف افعال سے اشباح کی ابتدا
فرمائی اور بکشف ذات سے قلوب ظاہر کیئے کیونکہ قلوب کی منظر محل غیوب ہین اور قلوب سے غیوب محل استوار تجلی قدم ہین پھر قدم کا استوا
ظہور ہوا عدم کے واسطے پھر افعال پر استوار تجلی صفات ہوا پھر صفات پر استوار تجلی ذات ہوا پس اپنی ذات پر اپنی ذات کے واسطے بذات خود
مستوی ہوا جو کہ اتصال وانفصال وحدوث وانکے ساتھ ہونے سب سے پاک منزہ ہے استواء حضرت باری تعالی کی صفت ذاتی ہے وہ مخلوق
کے مطالعہ سے خارج ہے سموات وارض کو تجلی صفات کے واسطے مخصوص کیا اور عرش کو تجلی ذات کے واسطے مخصوص کیا پس آسمان و
زمین تو اس عالم کے واسطے جو بمنزلہ شخص کے ہے جسم ہین اور عرش اس عالم کا قلب ہے اور کرسی اس عالم کا دماغ ہے پس باقی سب کو افعال وصفات کے
ساتھ مخصوص کیا اور عرش کو ظہور ذات سے مختص فرمایا کیونکہ وہ سب کا قلب ہے اور وہی غیب الرحمن واسکا علم وحکمت ہے پس مین نے عرش کو
مکاشفہ مین دیکھا کہ انوار لطیف نورانی ہین نہ جسم ہے نہ مکان نکوئی صورت وہ جگمگاتا ہے پس مین نے دریافت کیا تو مجھسے کہا گیا کہ یہ ایک عالم ہے
جسکو عرش کہتے ہین تفسیر مین عرش کے کہا گیا کہ علم ہے جیسے حضرت ابن عباس رض نے کرسی کی تفسیر مین کہا کہ کرسی الٰہی وہ علم الٰہی ہے قال المترجم
بعض تفاسیر مین لکھا ہے کہ مراد عرش سے ایک جسم نورانی ہے جو تمام اجسام پر محیط ہے اور یہ قول صحیح نہین ہے پھر اوتعالی نے افعال کو ذکر فرمایا
تاکہ ارواح واشباح باقی رہین بقولہ یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ پہلے رات کو ذکر کیا کیونکہ وہ پردہ اولیاء
وحجاب اصفیاء وملجاء نقباء وخیام عرائس اہل مناجات ہے قبض کو بسط پہنایا جاتا ہے کیونکہ دونون ضد ہین۔ رات قبض عارفین ہے اور
روز بسط مشاہدین ہے ان دونون مین سے ہر ایک دوسرے کا طالب ہوتا ہے کیونکہ وصف اسکا حضور وغیبت اسطرح ہے کہ تجلی کا ظہور
ہو یا مخفی ہو جاوے لیل تو نفس ہے اور نہار یہ قلب ہے اور شمس روح ہے اور قمر عقل ہے اور نجوم یہ معلومات ہین اور یہ سب آسمان ملکوت
اور ہوا جبروت مین اسطرح مسخر ہین کہ اسکی قدرت کاملہ وعزت شاملہ ورحمت قدیمہ کے قبضہ مین ہین وہی ان ارواح پاکیزہ کو مشاہدہ
ازلیہ سے الفت دیتی ہے پھر اللہ تعالی سبحانہ نے سب کو اپنی مشیت پر اور نفاذ قدرت پر تفویض فرمایا اور سبکو مرتبہ تسخیر مین لایا بقولہ الا لہ الخلق
والامر خلق اسکا فعل ہے اور امر اسکی صفت ہے خلق تو اشباح مین جاری ہے اور امر اسکا ارواح مین جاری ہے نور خلق سے تمام عقول کو مبہوت
فرمایا اور انکو ادراک کنہ آیات مین حیرت ناک کر دیا اور تجلی امر سے قلوب کو عالم صفات کی طرف جذب کیا اور عالم ذات پر اسکو عاشق
بنایا پھر جب مخلوقات افہام اسکے وصف صفات سے عاجز ہوئے اور زبانین اسکی مدح سے گونگی ہوگئین تو خود اپنی ذات پاک کا وصف
فرمایا بقولہ تبارک اللہ رب العالمین یعنی جو کچھ بندون ومخلوق کے وہم وخیال مین اللہ تعالی کی ذات وصفات سماوی او تعالی اس سب سے
پاک برتر ہے رب العالمین یعنے سب مخلوق کا رب ہے اسکی صفت تمام مخلوق مین ظاہر ہے عارفون کو اپنی ذات پاک کے ظہور سے تربیت
فرمایا اسطرح کہ صفات کے آئینہ سے ذات کو ظاہر فرما کر مقام عرفان مین پہنچایا استاد رح نے کہا کہ اس آیت مین مخلوقات کو معرفت کی طرف
ارشاد فرمایا بایں طور کہ ان آیات ظاہرہ سے اسکی قدرت کی طرف معرفت حاصل کرین اور وہ اسکے افعال ہین اور انمین سے خاص لوگونکو
اپنی آیات سے جو اُسکے افضال واقبال پر دلیل ہین معرفت دی اور خاص الخاص بندونکو اپنی نعوت ذاتیہ کی معرفت دی اور

وہ جمال وجلال ہین پس ایک قوم سے دوسری قوم تک بڑا فرق وتفاوت ہو واسطیؒ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ الا لہ الخلق والامر جب سب اسی کے واسطے ہوا تو اُسی سے اور اُسی کے ساتھ اور اسی کی طرف ہو کیونکہ امر تو صفت آمر ہو یعنے امر اپنے حکم دہندہ کی صفت ہو پس مرجع امر کا اسی کی طرف ہو پھر جب او تعالیٰ عزوجل نے ربوبیت کے اعلام سے ان لوگون کو آگاہ فرمایا تو انکو خالص عبودیت ادا کرنے کا حکم دیا اور بہت عمدہ ادب انکو سکھلا دیا بقولہ تعالیٰ

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ

پکارو اپنے رب کو گڑگڑاتے اور چپکے اُسکو خوش نہین آتے حد سے بڑھنے والے اور مت خرابی مچاؤ زمین مین اُسکے سنوارے پیچھے اور پکارو اُسکو

خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ڈر اور توقع سے بیشک رحمت اللہ کی نزدیک ہو نیکی والون سے

اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا اے تذللاً۔ دعا مانگو اپنے پروردگار سے تذلل سے ای متضرعین متذللین یعنی درحالیکہ تضرع وتذلل رکھنے والے ہو **قال البیضاوی** ای وذی تضرع یعنی تم مین تضرع کی صفت موجود ہو اس حال مین دعا کرو وَّخُفْيَةً سرًا۔ اور پوشیدہ یعنی مخفین مستترین یعنے درحالیکہ تضرع کی حالت کے باوجود اخفا کرنے والے ہو کیونکہ اخفا کرنا اخلاص کی دلیل ہو اسمین ریا کا دخل نہین ہوتا اور اسمین اشارہ ہو کہ فریب نفس ایسے پیچیدہ ہین کہ آدمی خود واقف نہین ہوتا پس جو اللہ تعالیٰ واسکے رسول صلعم نے طریقہ تبلا دیا اسکو اختیار کرے اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ او تعالیٰ دوست نہین رکھتا معتدین یعنے تجاوز کرنے والونکو یعنی دعا مین حد سے بڑھ چلنے والے بایطور کہ اکٹھ مین ہو یا طول کلام ہو اور آواز بلند ہو ایسے بندے اللہ تعالیٰ کو پسند نہین ہین۔ فی السراج دعا بمعنی سوال ہو اور وہ ایک قسم کی عبادت ہو کیونکہ بندے کو کسی چیز کی حاجت ہوئی جسکے خود حاصل کرنے سے عاجز ہو اور جانتا ہو کہ میرا پروردگار سبحانہ وتعالیٰ دعا کو سنتا اور حاجت کو جانتا ہو۔ وہی قادر ہو کہ بندے کو اسکا مطلوب مل جاوے پس بندہ اپنے آپ کو عاجز وذلیل وناقص جانکر اپنے رب سبحانہ وتعالیٰ کو قادر کریم عزیز جلیل یقین کرکے اس سے تضرع سے دعا کریگا اور تضرع اظہار ذلت نفس اور خشوع ہو یعنی گڑگڑاتے ہوے اپنے آپکو ذلیل وخوار بنائے ہوئے اور دل مین سمجھے ہوئے دعا کرو۔ اور خفیہ ہو علانیہ نہو۔ وفی تفسیر الحافظ ابن جریرؒ نے کہا کہ دعا مین آواز بلند کرنا وچیخ پکار مکروہ ٹھہری ہوا ور تضرع واستکانۃ کا حکم دیا جاوے اور ابن عباسؓ سے روایت کی کہ خفیہ کے معنی سر یعنی پوشیدہ۔ اور خود او تعالیٰ عزوجل نے فرمایا واذکر ربک فی نفسک الآیۃ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور صحیحین مین حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لوگون نے تکبیر مین آواز بلند کرنی شروع کردی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو اپنی جانون پر نرمی کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہین پکارتے ہو تم لوگ تو پاک رب سمیع بصیر یعنے سنتے دیکھتے کو پکارتے ہو وہ تمہارے ساتھ ہو۔ ابو موسیٰؓ نے بیان کیا کہ مین پیچھے تھا اور اپنے دل مین لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا تھا پس حضرت صلعم نے مجھسے خطاب فرمایا کہ اے عبد اللہ بن قیس مین تجھے جنت کے خزانون مین سے ایک خزانہ پر راہ بتا دون مینے عرض کیا جی ہان بتلا دیجیے تو فرمایا کہ وہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہو **قال المترجم** اسکے معنے یہ کہ بندہ نہایت تضرع سے عرض کرتا ہو کہ کچھ بھی طاقت اور کچھ بھی قوت نہین ہو مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ پس یہ کلمہ بہت محبوب ہو اس سے شیطان رد ہو جاتا ہو کیونکہ جب بندے نے اللہ تعالیٰ کی حول وقوت پائی تو پھر اسپر شیطان کا کچھ قابو نہین چل سکتا بالجملہ خفیہ دعا کا حکم فرمایا اور ابن جریرؒ نے تفسیر مین کہا کہ خفیہ سے یہ مراد کہ دلی خشوع سے اور او تعالیٰ عزوجل کی وحدانیت وربوبیت پر یقین کرکے اپنے دل مین اخفا سے

بدون جہر کے دعا کرو۔ عبد اللہ بن المبارکؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ پہلے لوگ تھے کہ آدمی تمام قرآن
کا جامع ہوتا اور لوگونکو اس سے شعور بھی نہوتا تھا اور آدمی تھا کہ اسکو بہت فقہ حاصل ہوگئی اور لوگونکو معلوم بھی نہین۔ اور آدمی تھا کہ وہ
گھر مین بہت دراز نماز پڑھتا اور اسکے یہان اور لوگ مہمان ہوتے حالانکہ انکو خبر بھی نہین ہوتی اور اب مین نے ایسی قومونکو پایا کہ روئے زمین
پر کوئی کام ایسا نہین کہ جسکو وہ پوشیدہ کرسکتے ہین مگر ہمیشہ اسکو علانیہ کرینگے اور پوشیدہ و علانیہ دعا مین ستر گونہ فرق ہے اور البتہ مسلمان لوگ
تھے کہ نہایت کوشش سے دعا کرتے تھے حالانکہ انکی آواز سنائی نہین دیتی تھی وہ تو انکے اور پروردگار تعالیٰ کے درمیان ہمسؔ ہوتے تھے
اور یہ بات اسوجہ سے تھی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ یہ اسوجہ سے تھی کہ اوتعالیٰ نے ایک بندہ صالح
کو ذکر فرمایا جسکا فعل پسندیدہ ہوا کہ فرمایا اذ نادی ربہ ندا ء خفیا الآیۃ معالم و سراج مین ہے کہ حسنؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندۂ متقی و دعائے
خفی کو جانتا ہے پھر روایت باقی ذکر فرمائی پھر دعا مین اعتدار یعنی حد سے تجاوز کرنا نہین چاہیئے۔ تفسیر بیضاوی مین ہے کہ اسمین تنبیہ ہے کہ دعا
کرنیوالے کے لائق جو چیز نہین ہے مانند رتبہ انبیاء علیہم السلام وغیرہ کے وہ نہ مانگے مین کہتا ہون کہ یہی شیخ ابو مجلزؒ سے اعتدار کی تفسیر
مین مصرح مروی ہے اور بعض نے کہا کہ اعتدار یہ ہے کہ طول طویل دعا بلند آواز سے مانگے حضرت سعدؓ سے روایت ہے کہ انھون نے
اپنے ایک بیٹے کو اسطرح دعا کرتے سنا کہ اللہ تعالیٰ مین تجھسے جنت و اسکی نعمتین و استبرق مانگتا ہون اور تجھسے دوزخ و اسکے طوق و بیڑیون
سے پناہ مانگتا ہون تو حضرت سعدؓ نے کہا کہ تو نے اللہ تعالیٰ سے بہت بھلائی مانگی اور بہت برائی سے پناہ مانگی اور مین نے رسول اللہ
صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک ایسی قوم ہوگی جو دعا کرنے مین حد سے تجاوز کریگی اور ایک روایت مین ہے کہ طہارت کے پانی
بہانے اور دعا کرنے مین حد سے تجاوز کریگی اور یہ آیت پڑھی ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ الآیۃ اور تجھے اسقدر کہنا کافی ہے کہ اے میرے پروردگار
مین تجھسے جنت کو اور ہر قول وعمل کو جو اس سے قریب کرے مانگتا ہون اور تجھ سے دوزخ سے اور ہر قول وعمل سے جو اس سے قریب کرے
پناہ مانگتا ہون۔ رواہ الامام احمد و ابوداؤد عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھون نے اپنے بیٹے کو یہ کہتے سنا کہ اے
میرے پروردگار مین تجھسے جنت کے دائین طرف قصر سپید مانگتا ہون تو عبد اللہؓ نے فرمایا کہ اے فرزند تو اللہ تعالیٰ سے جنت مانگ
اور دوزخ سے پناہ مانگ کیونکہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک قوم ہوگی جو طہارت کے پانی بہانے
اور دعا مین حد سے تجاوز کریگی۔ رواہ احمد و ابن ماجۃ و ابوداؤد وقال الحافظ اسنادہ حسن لاباس بہ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا
اور مت فساد کرو زمین مین یعنی شرک و گناہون سے بعد اصلاح زمین کے باینطور کہ رسول بھیجکر اسکی اصلاح ہوئی اور احکام مشروع ہوئے
اور بعض نے کہا کہ زمین مین فساد مت کرو کہ اللہ تعالیٰ بارش کو روک دے اور کھیتیان برباد ہون بسبب تمہارے گناہون کے
وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا خوف اسکے عذاب سے اور طمع اسکی رحمت کی۔ اور دعا مانگو اللہ تعالیٰ سے درحالیکہ خائف ہو اسکے عذاب سے
اور طامع ہو اسکی رحمت مین قال القرطبیؒ ہمکو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بندہ وقت دعا کے خوف و امید مین ہو حتیٰ کہ خوف و امید اسکے
واسطے بمنزلہ دو بازون کے ہون جو اسکو استقامت پر رکھین پس اگر انمین سے کوئی بات نہ رہی تو بندہ تباہ و برباد ہوگا اور خوف یہ کہ
جن مضرتون کے واقع ہونے سے بخت نہین ہوسکتا انکے خیال سے باز نہ رہے اور بعض نے کہا آیندہ کسی مکروہ پہونچنے کا خیال ہو اور
طمع آیندہ کسی محبوب بات کے ملنے کی امید ہو۔ اور ابن جریجؒ نے کہا کہ خوف ہو عدل سے اور طمع ہو فضل مین بعض اہل علم نے کہا کہ بندہ
پر زندگی بھر خوف غالب رہنا چاہیئے پھر جب موت آوے تو اسکو امید غالب ہو جانا چاہیئے کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا لایموتن احدکم الا

لے یعنی ابو مجلز کا نام لاحق بن حمید ہے (۱۲) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۱۲)

دیکھین الظن باللہ تعالیٰ رواہ مسلم یعنی تم مین سے کوئی نہ مرے مگر اس حال مین کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نیک گمان رکھتا ہو۔ آیت اولیٰ مین دعا کی شرط کا بیان ہے اور دوسری آیت مین فائدہ دعا کا بیان ہے اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت قریب ہے محسنین سے یعنے مطیع و فرمانبردار بندون سے قریب ہے رحمت کا لفظ مونث ہے اور قریب اسکی خبر باوجود مشتق ہونے کے بلفظ مذکر ہے تو مفسر رح نے کہا کہ رحمۃ اللہ مضاف ہے اللہ تعالیٰ کی طرف پس اس سبب سے اسکی خبر مذکر آئی۔ وفی السراج سعید بن جبیر رح نے کہا کہ رحمت یہان بمعنی ثواب ہے وعلی ہذا قریب کا صیغہ صفت بحسب المعنی ہے اور بعض نے کہا کہ رحمت کی تانیث حقیقی نہین ہے اور جو ایسی ہو اسمین اہل لغت کے نزدیک خبر مین تذکیر و تانیث دونون جائز ہین۔ اور بعض نے کہا کہ قریب بمعنی نزدیکی جو ناتے مین ہو اور نیز بمعنی دیگر جیسے یہان ہے پس ناتے کے معنی مین جو قریب ہے اسمین مبتدا مونث ہو تو خبر قریب کی تانیث واجب ہے چنانچہ فلانۃ قریبۃ کہنا چاہیئے اور فلانۃ قریب نہین چاہیئے اور دوسرے معنی مین جائز ہے لہذا یہان خبر کا مذکر لانا اسی فرق کے واسطے ہے اور رحمت کا محسنین سے قریب ہونا اسواسطے کہ آدمی ہر دم دنیا سے منھ موڑے اور آخرت کی طرف قدم بڑھائے ہوئے ہے اور اس حالت مین موت بہ نسبت زندگی کے آدمی سے زیادہ قریب اور محسنین اور اللہ تعالیٰ کی رحمت یعنے ثواب کے درمیان کوئی روک نہین سوائے موت کے کہ وہ آجاوے تو فوراً رحمت ملجاوے اور موت ہر آدمی سے قریب ہے صحیح مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ شعر پڑھنا مروی ہے ؎ وامرء مصبح فی اہلہ ۞ والموت ادنیٰ من شراک نعلہ ۞ اور حافظ نے تفسیر مین لکھا کہ قریب من المحسنین یعنی مرصدہ للمحسنین محسنین کے واسطے اٹھا رکھی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم مانتے اور ممنوعات سے باز رہتے ہین جیسے فرمایا ورحمتی وسعت کل شی فساکتبہا للذین یتقون الآیۃ اور مطر الوراق رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے پورے ملجانے کی اسطرح خواہش کرو کہ اسکی فرمانبرداری و طاعت کو ادا کرو کیونکہ اسنے یہ مقدر کر دیا ہے کہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین یعنی اسکی رحمت مطیع لوگون سے قریب ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم ف

فی العرائس قولہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ جیسا تمنے حضرت کبریا عز وجل کی نعوت اور جلال عظمت و عزت قدم و بقا کو پہچانا تو اللہ تعالیٰ کی طرف محتاج ہونے مین ان صفات کے دیدار مین فانی ہو جاؤ اس طرح پر کہ تمھارے اسرار پر تمھارے نفس بھی واقف نہون کیونکہ مضطر و محتاج کی دعا اس درگاہ کبریائی مین مسموع ہوتی ہے جبکہ زبان دل سے ہو اور صفا و رقت سے تضرع کے ساتھ خفیہ دعا ہو اور یہ ذکر خفی وہی ہے جسکی نسبت آیا ہے کہ سب ذکرون سے خفی ذکر بہتر ہے۔ ابو عثمان رح نے کہا کہ دعا مین تضرع کرنا اسطرح نہین ہے کہ اپنے افعال مانند نماز و روزہ و قرأۃ وغیرہ کو مقدم کر کے اسکے پیچھے ان افعال کی نظر سے دعا کرے بلکہ تضرع یہی ہے کہ اپنی عاجزی و بیکسی و محتاجی وغیرہ کو پیش کر کے بدون علت و بلا سبب کے دعا مانگے تو تیری دعا البتہ حضرت عزت مین باریاب ہو۔ واسطی رح نے کہا کہ تضرع یہ ہے کہ اپنی عبودیت کو قربان کرے اور طول طویل تک سرکشی نفس کی چھوڑ دے اور خفیہ رکھے کہ غیر اس سے آگاہ نہو واضح ہو کہ دعا کیواسطے چند مقامات ہین بعضی زبان ظاہر سے دعا کرتے ہین بعضے زبان باطن سے دعا کرتے ہین بعضے اشارہ عقل سے اور بعضے اشارہ قلب سے اور بعضے اشارہ روح سے اور بعضے اشارہ سر باطن سے دعا کرتے ہین پس اہل ظاہر کی صفت تضرع ہے اور اہل باطن کی صفت افتقار و خشوع اور اہل عقل کی صفت فکر ہے اور اہل قلب کی صفت ذکر ہے اور اہل روح کی صفت شوق ہے اور اہل السر کی صفت ثنا ہے اس سے باذن دعا کرسکتے ہین اور دعا کی اجازت فقط دو مقام پر حاصل ہوتی ہے ایک مقام قبض اور دوم مقام بسط پس مقام قبض مین دعا بصفت عبودیت اور مقام بسط مین دعا بحکم انبساط ہے کیونکہ صولت ربوبیت کو اس مقام مین پاتا ہے عارفون کے واسطے ضروریہ دونون مقام حاصل ہوتے ہین دعا کی حالتین بہت ہین ایک تو بلا مین مبتلا دعا کرتے ہین اسواسطے کہ انکے ہم و غم دور ہو جاوین دوم اہل نعمت دعا کرتے ہین

ف ترجمہ۔ اکثر آدمی اپنے اہل و عیال مین صبح کرتا ہے حالانکہ موت اسکی جوتی کے تسمہ سے بھی اس سے بہت قریب ہے ۱۲

تاکہ کشف وجود ہو۔ سوم محبین دعاء کرتے ہین تاکہ قلوب کو تسلی حاصل ہو۔ چہارم مشتاقین دعاء کرتے ہین تاکہ منزل مقصود کو پہونچ جاوین۔ پنجم عاشقین دعاء کرتے ہین تاکہ مراد حاصل ہو۔ ششم عارفین دعاء کرتے ہین تاکہ بقاء کو پاوین۔ ہفتم موحدین دعاء کرتے ہین تاکہ فنا مین محو ہوجاوین۔ پس دعاء مین اہل انس کو انس اور عارفونکو تضرع اور محبین کو بہار اور موحدین کو آنکھون کی ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے اور سجود مین انکی حالت نہایت عمدہ ہوجاتی ہے کیونکہ موجود کا کشف حاصل ہوتا ہے اور آنسو بہانے کے ساتھ مین انکی مناجات نہایت ہی شیرین وخوشگوار ہے اور جوش دل سے انکی خاطر کی حرکتین کیا پسندیدہ ہین استادؒ نے کہا کہ جو کوئی بندہ خلوص دل سے دعاء کرتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور اُسکے دل کو اسیوقت راحت بخشتا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے بندونکو اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف اور اتباع حق سے اتباع نفس کی طرف جانے سے پرہیز کرنے کا حکم دیا اور مراقبہ ومشاہدہ وحضوری سے دل صاف و اصلاح پذیر ہونے کے بعد اسکو نفس کی شہوات وہوا وہوس سے خراب کرنے سے منع فرمایا بقولہ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔ استادؒ نے کہا کہ یہ خرابی وبربادی اسطرح ہوتی ہے کہ مجاہدہ وریاضت کرنے سے نفس کو مہلت دیدی اور حقوق شرع قائم کرنے کے بعد حظ نفس مین ڈالدیا تو بعد اصلاح کے خراب ہوجائیگا پھر اوتعالیٰ نے اداب دعاء مین اخلاص وتواضع وخوف وامید کو فرمایا بقولہ وادعوہ خوفا وطمعا۔ اسکے دیدار جلال مین اسکی عظمت کی رعایت رکھو اور جمال مین البتہ بسط سے دعاء کرو کیونکہ حقیقت دعاء حالت شہود مین معرفت ربوبیت مین دل لرزنیکے ساتھ ہو کیونکہ عبودیت کی یہی شان ہے اور وصول مقصود کی صورت مین سرور ہوگا اور نیز خوف رکھو کہ سوا اسکے کوئی تمھارے دل مین جاری ہوجاوے یعنی حدوث کا ذکر دیدار قدم مین طاری ہو اور طمع کے یہ معنی ہین کہ دعاء سے اشرف مقام کی امید رکھو کیونکہ دعاء وسیلہ ہے پھر جب مقصود حاصل ہوگیا تو وسیلہ منقطع ہوگیا مگر آنکہ اس سے بالاتر مقام مین دوسری دعاء کرو۔ اور نیز یہ خوف رکھو کہ وہ پاک پروردگار عزیز متعال ہے پاک بےپرواہ ہے ایسا نہو کہ دعاء مردود ہوجاوے اور طمع یہ رکھو کہ رحیم کریم ارحم الراحمین ہے امید ہے کہ دعاء قبول فرماوے اور جن بندون کی یہ صفت ہو وہ ان محسنین مین سے ہے جنکو بلطف اوتعالیٰ اسکی درگاہ مین تقرب حاصل ہے انھین کو فرمایا بقولہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین اور بعض نے کہا کہ خوف اُسکے عقاب سے اور طمع اسکے ثواب کی ہو بعض نے کہا کہ خوف کرو کہ دور نہ کیے جاؤ اور طمع اسکی درگاہ مین تقرب کی رکھو اور بعض نے کہا کہ خوف اسکے اعراض سے اور طمع اسکے اقبال کی ہو بعض نے کہا کہ خوف اسی سے ہو اور طمع اسی کی ہو بعض نے کہا کہ محسن وہ ہے جو قلب سے حاضر ہو اور غافل نہو اسکے حق کو فراموش نہ کرے پھر اوتعالیٰ عزوجل نے اپنی ذات پاک کو وصف فرمایا کہ اسی نے باطن غیب سے بشرات قرب پیدا فرمائین تاکہ نسیم وصال ومشاہدہ ارواح عاشقین وقلوب مشتاقین واسرار واصلین ودلہاے محبین والباب مریدین کو اسکی نفحۂ رحمت سے پہونچے بقولہ تعالیٰ۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنزَلْنَا

اور وہی ہے کہ چلاتا ہے بادین خوشخبری لاتین آگے اُسکے مہر سے یہانتک کہ جب اُٹھالائین بدلیان بھاری ہانکا ہمنے اسکو ایک شہر مردے کیطرف پھر اُتارا

بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۚ كَذَٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ

پانی پھر اُس سے نکالے سب طرح کے پھل اسیطرح نکالینگے مردونکو شاید تم دھیان کرو اور جو ضلع ستھرا ہے اسکا سبزہ نکلتا ہے

بِإِذْنِ رَبِّهِ ۖ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ○ ع

اُسکے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اُسمین نکلے سو ناقص یون پھیر پھیر بتاتے ہین ہم آیتین حق ماننے والے لوگون کو

جب پہلے اوتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ وہی خالق آسمانون وزمین کا اور وہی حاکم ومدبر ہے اور اسی کی قدرت کے حکم مین سب مخلوق بڑی ہو یا چھوٹی ہو

منتشر ہیں اور مخلوق کو اپنی ہی طرف دعا کرنے وعبادت کرنیکا ارشاد فرمایا کیونکہ وہی پاک پروردگار ہر بات پر قادر ہے جو چاہے کرے تو مخلوق کو متنبہ فرمایا کہ وہی رزاق ہے اور وہ ضرور بقدرت جلیل انکو قیامت کے روز اعادہ فرمادیگا چنانچہ فرمایا وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ارسال بمعنی رواں کرنا۔ ریاح جمع ریح در اصل روح بواو ہے جو یا سے بدل گیا بشرا میں قراءات ہیں اول نشر بضمہ و شین معجمہ جمع نشور یا ناشر بمعنی نسبت اسی ذات نشر اور یہ قراءت ابو عمرو وابن کثیر ونافع کی ہے دوم نشر بضم نون وسکون شین معجمہ بطریق تخفیف کے جیسے رسل میں تخفیف سے ضمہ کو ساکن کردیتے ہیں اور یہ قراءت ابن عامر کی ہے سوم نشر بفتح نون وسکون شین معجمہ بنا بر آنکہ مصدر ہے یعنے مفعول مطلق واقع ہے کیونکہ ارسال ونشر قریب قریب ہیں گویا یوں ہے کہ ینشر الریاح نشرا۔ یا یہ مصدر بمقام حال ہیں ای یرسل الریاح حال کونہا ناشرۃ۔ اور یہ قراءۃ حمزہ وکسائی کی ہے اور مرجع ان سب قراءۃ کا نشر کی طرف ہے جو طی کے برخلاف ہے یعنے جیسے طی کے معنی لپیٹ دینا اور تہ کردینا ویسے اسکے برخلاف نشر کے معنی پھیلانا چھٹکانا منتشر کرنا اور کہا گیا ہیں کہا کہ نشر بمعنی تفریق ہے بالجملہ مفسر رح نے اسکو موضع حال میں قرار دیا کیونکہ نشرا کی تفسیر میں کہا ای متفرقۃ یعنی ارسال فرماتا ہے ریاح کو درحالیکہ متفرقہ ہوتی ہیں اور یہی تفسیر ابو عبیدہ رح سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ وہ پاکیزہ ہوائیں جو ہر طرف سے چلتی ہیں اور فراء رح نے کہا نشر وہ ہوا ہے نرم جو بادل کو منتشر کرتی ہے اور ابن الانباری رح نے کہا کہ وہ منتشرہ جو پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ قراءۃ چہارم بشرا بضم باء موحدہ وسکون شین معجمہ جمع بشیر یعنے خوشخبری و بشارت دینے والی باران کی اور یہ قراءۃ عاصم رح کی ہے۔ کما فی قولہ تعالے امن یہدیکم فی ظلمات البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ الآیۃ۔

اور ہوا اور ریح میں فرق اسی قدر ہے کہ ریح وہ ہوا جو چلتی ہو اور مذکور ہے کہ ریاح چار ہیں صبا مشرقی ہوا جو بادل اٹھالاتی ہے اور دبور مغربی ہوا جو بادل کو متفرق کرتی ہے وفی الحدیث نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور یعنی فتح دیا گیا میں صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد ہوا دبور سے اور سوم شمال بفتح اول وسکون ثانی ہوا شمالی وہ بادل کو جمع کرتی ہے چہارم جنوب بفتح اول جو دکھن سے چلتی اور پریشان کرتی ہے اور ابن عمر رض سے روایت ہے کہ ریاح آٹھ قسم ہیں انمیں سے چار قسم تو عذاب ہیں قاصف وعاصف وصرصر وعقیم۔ اور چار قسم رحمت ہیں ناشرات ومبشرات ومرسلات وذاریات بنابر اس آیت میں اختلاف قراءۃ بنون وبا میں قسم ہوا سے فرق ہوگا پھر رحمۃ سے مراد مطر یعنے مینہ ہے اور بین یدی رحمتہ کے معنی آگے آگے مینہ کے اور معنی کلام کے یہ ہیں اور وہی اللہ تعالی ہے کہ بھیجتا ہے چلتی ہواؤں کو متفرقہ یا مبشرہ آگے آگے مینہ کے حَتّٰۤى اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا یہانتک کہ جب لادلیتی ہیں یہ ہوائیں سحاب یعنی بادلوں کو جو پانی سے بھاری ہیں۔ اقلت بتشدید لام از اقلال بمعنی برداشت کرنا۔ اٹھالینا۔ اور اشتقاق اسکا قلت سے ہے چنانچہ جسنے کوئی چیز طاقت بھر اٹھائی و برداشت کرلی تو وہ اسکو قلیل ہی جانتا ہے اپنی ہستی سے زائد نہیں جانتا اور بولتے ہیں کہ اقلہ واستقلہ بمعنی قلیل جانا پس برداشت کرنے کے معنی میں مجازا مستعمل ہے فافہم۔ ثقال جمع ثقیل ہے اسواسطے جمع آیا کہ سحاب بمعنی سحب یعنے جمع ہے یا سحاب جمع سحابۃ ہے قاموس میں ہے کہ السحابۃ بمعنی بادل اسکی جمع سحاب وسحب وسحائب ہے اور بعض اہل لغت علما معانی نے کہا کہ سحاب اسم جنس جمعی ہے اسکا مذکر و مؤنث یکساں ہے اسمیں لفظ و معنی کی رعایت ہوسکتی ہے اور یہی قول مختار ہے پس سحاب بادل ہے خواہ اسمیں پانی ہو یا نہو اور سحاب اسکا نام اسوجہ سے ہے کہ ہوا میں منسحب یعنی دامن پھیلائے ہوئے ہوتا ہے اور معنی یہ ہیں کہ او تعالی سبحانہ اپنی قدرت سے ریاح کو مینہ کی بشارت دینے والا ارسال فرماتا ہے یہانتک کہ جب یہ ہوائیں سحاب کو جو پانی سے بھاری ہورہی ہیں اٹھاتی ہیں سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ سقنا سوق رواں کرنا سقناہ رواں کردیتے ہیں ہم اس سحاب کو۔ اور باعتبار سابق بیان کے ساقہ لبلد میت ہوتا یعنے چلاتا ہے اسکو اللہ تعالے واسطے مردہ بلد کے لیکن سقناہ بصیغہ تکلم فرمایا اسمیں غیبت سے التفات فرماکر تکلم کی طرف رجوع ہے اور یہ بلاغت زبان عرب میں شائع ہے اور ضمیر مفعول مفرد راجع بجانب سحاب کے باعتبار لفظ کے ہے کیونکہ لفظ مفرد ہے اور بلد زمین کا موضع آبادان۔ ازہری رح نے لیث بن سعد سے روایت کیا۔

کہ آباد ہو یا غیر آباد ہو خالی ہو یا اسمین کچھ ہو اور ایک ٹکڑا اسمین سے بلدہ اور جمع اسکی بلاد ہی اور بلد مذکر و مؤنث دونون آتا ہی اور جنگل و بیابان کو بھی بلدہ
کہتے ہین اور میت بایں معنی کہ اسمین کچھ نباتات مین سے نہین اور اہل عرب ایسی زمین کو میت بولتے ہین وقد قال تعالی فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف
یحیی الارض بعد موتہا الآیۃ۔ اور سقت لہ اور سقت الیہ۔ دونون طرح مستعمل ہی اور مفسرؒ نے کہا کہ سقناہ لبلد میت ای سقناہ لبلد میت لاحیاۂ یعنی
ہمنے اس بادل کو واسطے زندہ کرنے بلد مردہ کے روان کیا۔ اور ظاہر یہ ہی کہ لام بمعنی الی قرار دیا یعنی ہمنے سحاب کو بلد میت کی طرف روان
کیا اسکے زندہ یعنی نباتات والا کرنے کے واسطے اور بیضاوی نے کہا کہ یون بھی ہو سکتا ہی کہ سقناہ لسقی بلد میت یعنی بلد مردہ کے سیراب کرنیکے
واسطے روان کیا۔ اور زمخشریؒ نے کشاف مین لبلد میت کے لام کو لام علت قرار دیا ای سقناہ لاجل بلد میت یعنی بغرض بلد مردہ کے اسکو
روان کیا۔ اور شیخ ابو حیانؒ نے اسکو رد کر دیا کہ یہ لام علت نہین بلکہ لام تبلیغ ہی بمعنی پہونچانا جیسے بولتے ہین قلت لک۔ کیونکہ اسکے یہ معنی
نہین کہ مین نے تیری جہت سے کہا اور بیان کیا کہ فرق یہ ہی کہ سقت لک۔ لا مین لام تبلیغ کے ساتھ یہ ضرور ہی کہ مین نے تیرے واسطے مال
روان کیا اور تجھکو پہونچ گیا اور سقت لاجلک مال امین تجھکو پہونچ جانا ضرور نہین ہی۔ یہ فرق لطیف ہی اور یہی لام تبلیغ یہان مراد ہی حاصل آنکہ اللہ تعالی
نے فرمایا کہ ہمنے سحاب کو پانی سے بھاری ہو لیکے اوپر لدا ہوا زمین مردہ کی طرف پہونچا دیا فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۤءَ ضمیر بہ راجع بجانب بلد ہی اور یہی
شیخ زجاج و ابن الانباریؒ کا قول ہی اور با بمعنی الصاق ہی یعنی اتارا ہمنے پانی ملصق ببلد مذکور فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ای بالماء پھر نکالا ہمنے بواسطہ پانی کے
مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ای من کل انواع الثمرات ہر قسم کے پھلون سے اور یہ بیضاوی کا قول ہی اور ظاہر یہ ہی کہ تبعیض مراد ہو یعنی جملہ ثمرات سے بعض
نکالے اور کلیہ اس معنی کر کہا کہ تمام اقسام ثمر کی پیدائش بواسطہ آب باران کے ہی اگرچہ کسی خاص بلد مین سب نہ پیدا ہوتے ہون۔ حاصل کلام
پاک کا یہ ہی کہ عظیم قدرت الٰہی پر نظر کرو کہ ایک وقت زمین مردہ ہو جاتی ہی اور تمازت آفتاب وغیرہ سے اسمین نام کو بھی نبات نہین رہتی ہی پھر اللہ تعالی
عز و جل اپنی رحمت سے اسپر مینھ کا پانی برساتا ہی پس اسمین انواع و اقسام کے پھل و پھول و نباتات پیدا کرتا ہی اور زمین مذکور دوبارہ زندہ ہو جاتی
ہی پس جس مخلوق کو جب چاہے موت دے اور جب چاہے زندہ کر دے اسی واسطے جو لوگ قیامت مین مردے زندہ ہونے سے منکر ہین انکو
دلیل بتلائی بقولہ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى ای مثل ذلک الاخراج المذکور نخرج الموتی من قبورہم احیاء یعنی ایسے ہی نکالنے کے مثل جو مذکور ہوا نکالینگے
ہم مردونکو انکی قبرون سے زندے یعنی مردون کے فنا ہو جانے اور انکے آثار مٹ جانے کے بعد حشر کے روز انکی قبرون سے پھر ہم انکو زندہ
نکالینگے اور تشبیہ اس بات مین نہین ہی کہ اسی طرح ہوا بھیجکر ابر مجتمع کر کے انکو پانی سے پیدا کرینگے بلکہ مطلق نکالنے مین تشبیہ ہی اور خلاصہ یہ ہی کہ جو پروردگار
قادر مختار جسکی قدرت کے آثار سے یہ سب آنکھون دیکھتے ہو کہ خشک لکڑی سے تر و تازہ پھل و پتے نکلتے ہین اور چٹیل مردہ زمین سے
طرح طرح کے گل و بوٹے پیدا ہوتے ہین وہ ضرور بالیقین قادر ہی کہ قبرون سے مردے نکال دے اور کیونکر انکار ہو سکتا ہی حالانکہ ابتدا مین
جب کچھ بھی نہ تھے تب انکو پیدا کر کے موجود کر دیا لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ شاید تم تذکر سے جان کو پس ایمان لے آؤ۔ و فی تفسیر الحافظ فی قولہ کذلک
نخرج الموتی یعنی جیسے ہمنے اس زمین کو بعد اسکے مردہ ہو جانے کے اور قوت انبات وغیرہ جاتے رہنے کے زندہ کر دیا اور وہی قوت انبات
اسمین آگئی ایسے ہی ہم اجسام کو انکے گل سڑ جانے کے بعد قیامت کے واسطے زندہ کرینگے اور صحیح ہوا کہ اللہ تعالی آسمان سے پانی نازل فرمائیگا
پس چالیس روز تک مینھ برستا رہیگا اس سے اجسام اپنی قبور مین اسطرح اگینگے جیسے زمین سے دانہ اگتا ہی اور یہ پند و نصیحت قرآن مین اس
مثال سے بہت آئی ہی اسی واسطے فرمایا لعلکم تذکرون۔ سراج مین ہی یعنی تاکہ تم عبرت و پند اللہ ذکر حاصل کرو خلاصہ آنکہ تم برابر مشاہدہ کرتے
ہو کہ ایام بہار مین درخت پھلے پھولے سرسبز ہوتے ہین پھر تم خریف و دیگر اوقات مین انکو خشک اور پھل پتون سے ننگے دیکھتے ہو پھر اللہ تعالی نے

انکو دوبارہ زندہ کر دیتا ہے پس اس سے نصیحت حاصل کرو کہ جو پاک پروردگار انکے زندہ کر دینے پر قادر ہے وہ قیامت کے واسطے مردون کے زندہ کرنے پر
بالیقین قادر ہے حضرت ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب پہلی بار صور پھونکی جائیگی سب کے سب مرجاوینگے تو بعد
اسکے اللہ تعالے آسمان سے عرش کے نیچے سے پانی مینھ کا نازل فرماویگا پس مردے جہان کہین انکی خاک ہو وہ زمین مین نباتات کے مانند
اُگینگے جب اُنکے جسم کامل ہو جاوینگے تو انمین روح پھونکی جائیگی پھر انپر نیند غالب ہو جائیگی پس قبرون مین سوتے رہینگے پھر دوسری بار جب
صور پھونکا جائیگا تو قبرون سے چونک کر اُٹھائے جاوینگے اور حشر کیے جاوینگے اور اس حال مین اُن کے سرون و آنکھون مین نیند
کا خمار ہوگا تو اس حالت مین کہینگے کہ یا ویلنا من بعثنا من مرقدنا ہذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون الآیہ جیسا کہ انشاء اللہ تعالی اسکی تفسیر مین آویگا
پوشیدہ نہین ہے کہ بہت سے درخت پھولون کے نہایت نرم و کمزور بیج کے ہوتے ہین کہ انکے بیج ایک فصل مین زمین کے اندر گر کر خاک ہو جاتے ہین
اور دوسری فصل مین جب برسات مین مینھ برسا تو اسی زمین سے وہی درخت جم جاتے ہین بلکہ جہان خاک ہوا انکی خاک اڑ لیجاتی ہے وہان
جمتے ہین بلکہ پیپل وغیرہ پرندون کی بیٹ سے بہت سے ہضم ہونے والون بیجون کی پیدائش ان درختون پر ہوتی ہے پس انکار بعث و حشر جن قومون سے
صادر ہوا انکو عقل و فکر سلیم بالکل نہین ہے اللہم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا انک انت الوہاب پھر واضح ہو کہ قولہ کذلک نخرج الموتی مین صیغہ
مضارع حال و استقبال دونون معنی کو شامل ہو سکتا ہے غایۃ آنکہ ایک بالاشارہ ہو پس اسمین تفکر و تذکر سے عجائب صنع الٰہی پر دلیل حاصل ہوتی ہے
و یہدی اللہ لنورہ من یشاء وہو العلیم الحکیم پھر واضح ہو کہ کذلک نخرج الموتی لعلکم تذکرون سے درمیان بیان مین ایک اہتمام کے لائق مضمون پر
تنبیہ فرمائی پھر عجائب صنعت و قدرت کو شروع فرمایا یعنی زمین مردہ کو باران رحمت پہونچا کر لطف و کرم سے زندہ فرماتا ہے اور ہر زمین مردہ کو
اسکا فیض باران برابر پہونچتا ہے پھر انکی استعدادات مختلف طرح طرح کی ہین چنانچہ فرمایا وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ بلد طیب
وہ زمین جسکی مٹی پاکیزہ شیرین و ہموار نرم ہے یعنی بلد طیب نکالتا ہے اپنی نبات کو بہتر و عمدہ بارادہ اپنے پروردگار کے وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ
إِلَّا نَكِدًا اور وہ بلد کہ جسکی مٹی خبیث ہے وہ نہین نکالتا پیداوار کو کسی حال سے مگر بحال نکد یعنی بسختی و مشقت۔ اور کشاف مین کہا کہ نکد وہ چیز کہ
جسمین بھلائی نہین ہے اور بیضاوی نے کہا کہ نکد یعنی قلیل بے نفع و بیکار اور نصب اسکو بنا بر آنکہ حال واقع ہے اگر کہا جاوے کہ بلد طیب کے ساتھ
پیداوار اُگانے مین باذن ربہ کی قید فرمائی اور خبیث کے ساتھ یہ قید نہین فرمائی حالانکہ بدون مشیت و قدرت الٰہی کے دونون مین سے کسیکو
اخراج نباتات کا اختیار نہین ہے تو شیخ ابو حیان رح نے جواب دیا ہے کہ دونون کی نباتات اگرچہ اللہ تعالی ہی کے ارادہ و مشیت سے نکلتی ہین لیکن بلد طیب
کے ساتھ اذن پروردگار کی قید فرمائی تاکہ اسکی بزرگی و مدح ظاہر ہو کما لا یخفی ہے کہ قولہ باذن ربہ موقع حال مین واقع ہے اور اس پیداوار کا بارادہ
و مشیت الٰہی ہونے کے ساتھ قید فرمانے مین بیان ہے کہ اوتعالی عزوجل کی مشیت و ارادت سے اسکو آسانی حاصل ہوئی جس سے اسمین نباتات
نہایت عمدہ کار آمد بہت کثرت سے حاصل ہوئی پس باذن ربہ سے اس بلد کی پیداوار کی خوبی و کثرت سے تعبیر ہے گویا یون فرمایا کہ والبلد
الطیب یخرج نباتہ نباتا حسنا غزیرۃ پس یہ مقابلہ مین بلد خبیث کے ہے جسکی یہ صفت ہے کہ لا یخرج نباتہ الا نکدا۔ اسی واسطے بیضاوی رحمہ اللہ نے
کہا کہ بلد خبیث نہین نکالتا اپنی پیداوار مگر بہت قلیل اور خراب و بیکار۔ اور ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ یعنی
زمین شیرین و پاکیزہ اپنی پیداوار کو آسانی سے خوبصورت عمدہ نکالتی ہے اور والذی خبث کی تفسیر مین حضرت مجاہد وغیرہ نے کہا کہ جیسے کنکریلی
و بوٹیا زمین وغیرہ۔ واضح ہو کہ علی ابن ابی طلحہ رح نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت مین روایت کیا کہ اللہ تعالی نے مومنون و
کافرون کے حال کی یہ مثال بیان فرمائی ہے اور سراج و معالم وغیرہ مین کہا کہ جملہ مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالی نے مومن و کافر کے واسطے

یہ ضرب المثل بیان فرمائی ہے پس مومن کو زمین پاکیزہ سے تشبیہ دی اور اسکے دل پر قرآن نازل ہونے کو مینہ کا پانی نازل ہونیسے تشبیہ دی پس جب یہ پانی اُسپر نازل ہوا تو اس سے طرح طرح کے گل بوٹے اور پھل پھول نکلتے ہین ایسی ہی مومن نے قرآن سُنا اور ایمان لایا اور اسپر عمل کیا تو اسمین طرح طرح کی عبادات وطاعات وعمدہ وعمدہ اخلاق کثرت سے ظاہر ہوتے ہین اور کافر کو زمین خبیث سے تشبیہ دی کہ ہرچند اسپر مینہ کا عمدہ پانی پڑے مگر اس سے کچھ انتفاع نہین ہوتا ایسے ہی کافر نے جب قرآن سُنا تو ایمان نہین لاتا اور اسکی تصدیق نہین کرتا بلکہ اس سے کفر وسرکشی زیادہ ظاہر ہوجاتی ہے اور اگر کافر نے دنیا مین کوئی فعل جو نیک ہے وہ کیا بھی تو بہزار مشقت اسکو کیا کیونکہ خیرات وصدقہ وغیرہ جو نام کے واسطے کیا ہے وہ کچھ فعل نیک نہین ہے باوجود اسکے آخرت مین اس سے کچھ نفع نہین ہوا اور یہ جو حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ یہ مثال اولاد آدم عم کی ہے کہ انمین سے بعضے پاکیزہ و بعضے خبیث ہین فقط تو حکم کہتا ہے کہ اسکا مآل بھی وہی مومن وکافر کی طرف راجع ہے اور ارتباط اسکا مابعد کے کلام سے واضح ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام ہدایت ونصیحت لائے لیکن جو پاکیزہ تھے وہ ایمان لائے اور جو ناپاک تھے وہ کافر رہے۔ اور جو نحاسؒ نے ذکر کیا کہ یہ تیز فہم اور کم فہم کی مثال ہے تو شاید بنظر قوله لعلکم تذکرون کے ہے جو اس سے پہلے ہے یعنے تذکر وسمجھو دو قسم ہین جو بلد طیب کی مثال ہین وہ جلد سمجھ جاوینگے وبرعکس اسکے برخلاف ہونگے لیکن اسکا ضعف ظاہر ہے بات جو حضرت حسن وقتادہؒ سے مروی ہے کہ یہ قلوب کی مثال ہے مومن ومنافق کے دل مختلف ہین پس پاکیزہ قلوب مومنون کے پند ونصیحت آلٰہی کو قبول کرتے اور اس سے نفع کثیر ہوتا ہے اور منافقون کے دل نہین لیتے اور بہت کم اس مین اثر اور اس سے انتفاع ہوتا ہے تو یہ بھی قول اول کی تخصیص ہے کیونکہ مومن وکافر سے مقصود انکے دل ہین کہ انھین پر مدار ہے اور قول اول پر دلیل ہے جو حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا مثل ما بعثنی اللہ به من الہدی والعلم کمثل غیث اصاب ارضا الحدیث یعنی آنحضرت نے کہا کہ جس علم وہدایت کے ساتھ مجھکو اللہ تعالی نے بھیجا اسکی مثال ایسی ہے جیسے موسم کا اُگانیوالا اپنے وقت کا پانی کسی زمین پر برسا پس اس زمین مین سے کوئی ٹکڑا پاکیزہ تھا یعنی اسکی مٹی شیرین اور ہموار اُگانیوالی تھی پس اُسنے پانی کو قبول کرلیا اور گھانس ترو تازہ اور بہت کثرت سے اُگائی اور کچھ ٹکڑے اسمین سے اجدب تھے جنھون نے پانی کو روک لیا یعنی انمین پانی بھر رہا پس اللہ تعالی نے اس سے آدمیون کو نفع پہونچایا کہ اُنھون نے خود اسمین سے پیا اور پلایا اور سینچا وزراعت کی اور بعض اور ٹکڑا اسمین سے ایسا تھا کہ وہ چٹیل میدان کنکریلا پتھریلا تھا کہ نہ وہ پانی کو روکتا ہے اور نہ کچھ سبزہ اگاتا ہے پس یہی مثال ہے دو قسم کے لوگون کی ایک وہ کہ جسنے اللہ تعالی کے دین مین سمجھ حاصل کی اور اللہ تعالی نے مجھے جسکے ساتھ بھیجا ہے اس سے نفع پایا پس سیکھا اور سکھلایا اور دوم وہ کہ جسنے سر سے سے کچھ اسکی طرف توجہ نہ کی اور نفع نہ پایا اور جسکے ساتھ مجھے اللہ تعالی نے بھیجا اس ہدی کو قبول نہ کیا۔ رواہ البخاری ومسلم وغیرہما کَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّشْكُرُوْنَ ای کما بینا ما ذکر نبین الآیات لقوم یشکرون اللہ تعالی فیؤمنون یعنی جیسے ہم نے یہ سب بیان فرمایا جو مذکور ہوا ہے اسی طرح ہم کھلے بیان کرتے ہین آیات کو ایسی قوم کے واسطے جو شکر کرتے ہین اللہ عزوجل کا پس ایمان لاتے ہین اسمین قوم شکرگزار کی خصوصیت اسواسطے ہے کہ آیات آلٰہی سے انھین بندون کو نفع حاصل ہوتا ہے اور خبیث لوگون کو کچھ بھی حاصل نہین ہوتا اور اسمین اشارہ ہے کہ آیات آلٰہی محض فضل ونعمت ہے اسکا بہت بڑا شکریہ واجب ہے سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم ان آیات کریمہ مین انواع دلالات ولطائف اشارات وعلوم پاکیزہ ہین اور تفسیر عرائس مین جو کچھ بیان ہین وہ یہ ہین ف فی العرائس قوله تعالی وهو الذی یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمته او تعالی نسیم وصال کو طلوع جلال کے سحر کے وقت مین اہل انس کے راستے انکی حالت سجدہ کے شہود مین انکے مشام مین پہونچاتا ہے کہ شوق مین زیادتی ہو اور اسکی طرف باران رحمت کے زیادہ پیاسے ہوجاوین پس ظہور صفات سے پہلے قرب ومنزلت کے آثار ظاہر ہوتے ہین پھر ظہور تجلی صفات سے کشف ذات کا فیض پاکیزہ ارواح عاشقہ کو پہونچتا ہے پھر اس باران رحمت سے ان ارواح کو زلال محبت کا جام ملتا ہے کہ بعد اسکے پینے کے

ان ارواح کو حدوث مین استقرار کی تاب نہین تہی بلکہ ازل و ابد کے بازو سے لطف قدیم سے فضاے ناپید اکنار بقا و ہواے قدم مین پرواز
کرتے ہین۔ کمال لطف سے ظہور تجلی ذات سے پہلے انکو ہوائے تجلی صفات سے انکشاف دیا کیونکہ قبل تجلی ذات کے قبض و بسط کے اعلام
سے واقف ہون اور فنا ہو جانے سے بچین اور کشف قدم کی طرف جذب ہونے مین انکے قلوب مردہ کو رزق سے زندگی ملے جس سے
قابلیت حاصل ہو **قال المترجم** بعض مقام پر پارہ اول و ثالث مین گذرا کہ حدیث صحیح مین جو اپنے نفس و جورو و مہمان وغیرہ کے حق مین لازم ہونیکا
قطعی حکم آیا ہے وہ اسی معنی پر تمام اکابر نے اعتقاد کیا ہے جو ظاہر ہین اور اسکا یہی بھید ہے کہ ہزارون پردون کا قطع کرنا اسی جسم کثیف سے ملے ور وہ
اس راہ سے بڑی نعمت ہے پس مرید صادق کو ضبط حواس و ضرر مالایطاق سے ایسی نوبت پہونچیگی کہ اسمین انکشاف حواس باطنی کی استعداد نہ رہے
اور پھر حواس مخفیہ جنسے علوم ظاہری مین بحث نہین ہے انکے انکشاف کا فائدہ نہ حاصل ہوگا تب عقل و قلب و روح و سر و باطن کا کیا ذکر ہے لہذا نفس
کشی کے یہ معنی سمجھنا کہ جسم و حواس کو بیکار و باطل کرکے خبط و مبہوت ہو جاوے محض غلط ہین یہ کسی بزرگ نے نہین فرمایا بلکہ نفس کشی کے فقط یہ معنی ہین کہ ابتدا
مین نفس جو شرع سے برخلاف چلتا اور شیطان کی پیروی ڈھونڈھتا ہے اسکو مار کر خواہ مخواہ شرع و سنت پر ثابت رکھے ہان شرع و سنت مین
یہ منع ہے کہ پیٹ مت بھرو بلکہ کم کھاؤ اور کم سوؤ اور کم ہنسو اور کم بک بک کرو اور خیال بد اور وسواس باطل وغیرہ مت لاؤ اور ایسے ہی ریاکاری
و غرور و تکبر وغیرہ بہت سے امور ہین کہ ان سب پر ٹھیک ٹھیک قائم ہو اور ایک مرد صالح پیر بزرگ کی خدمت نصیب ہو جو اپنے نفس کو مہذب
کر چکا ہے تو نہایت ہی عمدہ بات ہے کہ وہ ہر وقت اسکی غفلت کو ٹوکتا جاوے اور ہوشیار کرتا جاوے اور زیادہ طول تقریر کی گنجائش نہین ہے یہان
صرف ابتدائی مرتبہ پر بتوفیق الٰہی تنبیہ کردی ہے اور اس سے اوپر کے مراتب کے واسطے خود اللہ تعالیٰ کی ہدایت پہونچ جاویگی انشاء اللہ تعالیٰ
اور اگر ابتدا ہی غلط ہے تو اوپر کا مرتبہ کیسا فاستقم ولا تتبع الھوی فیضلک عن سبیل اللہ پھر شیخؒ نے فرمایا کہ بالجملہ تجلی ذات کے ظہور سے پہلے
دلہاے مردہ کے واسطے پاکیزہ ہوا مین ظہور تجلی صفات کے بھیجدین چنانچہ فرمایا حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقناہ لبلد میت یعنی دلہاے مردہ کو
تاب تجلی ذات کے ظہور کی نہین ہو سکتی ہے تو تجلی صفات سے ان دلون مین حیات جو اسکے مناسب ہے حاصل ہو جاوے اور معلوم ہے کہ تجلی ذات کا
بار گران کوئی نہین اٹھا سکتا ہے سوائے ریاح تجلی صفات کے اور انوار قدم کو سوائے قدم کے کوئی نہین چلا سکتا اور زلال دریائے قدم کو
ایسے پیاسے کو پلانے کے واسطے جو غرق حیرت ہے سوائے ازلی صفت کے کوئی نہین لیجا سکتا ہے اور قلوب کی سرزمین مین درختان علوم غیوب
کے کوئی نہین اگا سکتا سوائے حضرت علام الغیوب جل جلالہ کے لہذا فرمایا فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات یہ ثمرات بھی مقامات و حالات
و مکاشفات و مشاہدات ہین ؏ الا یا صبا نجد متی ہجت من نجد ۔ لقد زادنی مسراک وجدا علی وجد ۔ اے ہواے نجد جہان لیلی رہتی ہے جبھی تو نے
نجد سے جنبش کی تو میرا وجد پر وجد بڑھتا گیا بعض مشائخ نے کہا کہ ہر قسم کی ہوا سے ایک قسم کی رحمت خاص متعلق ہے پس ہواے توبہ سے
قلب پر محبت پہونچتی ہے اور ہواے خوف سے رحمت ہیبت کا نشر ہوتا ہے اور ہوائے امید سے رحمت انس کا اور ہواے قرب سے
رحمت شوق کا اور ہواے شوق سے آتش قلق و بیتابی عشق کا نشر ہوتا ہے استادؒ نے کہا پہلے تقرب کی ہوا چلتی ہے جس سے مشام اسرار کو
خوشبوی وصال پہونچتی ہے۔ اور استادؒ نے قولہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا کے اشارہ مین کہا کہ اسمین اشارہ یہ ہے کہ جس مہجور کو صدمہ فراق و وجد
و انحلال جسم بلکہ بالکل باطل ہونے سے دوری پہونچی ہے اسکے پاس تقرب کا بشارت دینے والا پہونچتا ہے پس کھلجانے کے بعد تر و تازہ ہو جاتا ہے
اور بعد سقوط کے اسکا اٹھا ہوا حال قوی و تندرست ہو جاتا ہے پھر حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ نے قلب کا حال ذکر کیا کہ اسمین سے بعض کا یہ
حال ہے کہ جب اسپر باران رحمت ہوا تو طرح طرح کے مقالات و حالات کے پھل پھول اس سے نکلتے ہین اور بعض کی یہ کیفیت ہے کہ وہ اسکے

برخلاف ہین جو کہ شہوات نفس وحظوظ بشریت مین سنگستان کے مانند ہورہے ہین اور انمین سوائے خارزار کے کچھ نہین ہے چنانچہ فرمایا۔ والبلد الطیب
یخرج نباتہ باذن ربہ الآیۃ یعنی برادر قلب کی زمین ہے جس سے وجد وارادت کے پھل پھول موافق کشف صفات وانوار ذات کے طرح طرح کے
نکلتے ہین پس جس دل مین تخم محبت ہے اس سے مشاہدہ کا درخت جمتا ہے اور جسمین تخم شوق ہے اس سے انس ووصال کا درخت اُگتا ہے اور جسمین تخم عشق
ہے اس سے کشف جمال وجلال کا خوش ذائقہ میوہ پیدا ہوتا ہے پھر انکے برخلاف جس دل مین ہوا وہوس کے بیج پڑے ہین اس سے شہوات کے خاردار
درخت جھاڑیان پیدا ہوتی ہین اور شناخت یہ ہے کہ جو دل منور ہین ان دلون کے جسم کے اعضا وجوارح پر آثار محبت ظاہر ہوتے ہین اور وہ آثار یہی ہین
کہ وہ احکام الٰہی تعالیٰ وسنت رسالت پناہی صلعم سے موافقت محبوب رکھتا ہے اور جو دل تاریک وسیاہ ہے اُسکے جوارح واعضا پر آثار مخالفت
ظاہر ہوتے ہین اور وہ اپنی شہوات نفس کی پیروی کرتا ہے پھر اﷲ تعالیٰ عزوجل نے تبدیل اخلاق ونشر افضال وبیوت مقامات وبروز حالات
کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ سب بارادہ سابقہ ومشیت ازلیہ ہین جسمین کچھ تغیر وتبدل نہوگا اور وہان کسی کی تدبیر کچھ کارگر نہوگی اور یہی اصل تقدیر
کہلاتی ہے چنانچہ فرمایا وکذلک نصرف الآیات لقوم یشکرون یعنی ایسی قوم کے واسطے جو حضرت مشکور تعالیٰ عزوجل کو انعمتو نکے وجود سے پہلے سے پہچانتے
ہین اور خود اﷲ تعالیٰ عزوجل کو اپنے انعام کا شاکر پاکر خجالت سے پانی پانی ہوجاتے ہین اور اپنے آپ کو ادائے شکر کے مقام سے عاجز پاتے
ہین شیخ ابوعثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ البلد الطیب مومن متقی کے دل کی مثال ہے یخرج نباتہ باذن ربہ یعنی اسکے اعضاء وجوارح پر انوار طاعات
وزینت کے اخلاص کے ساتھ ظاہر ہوتے ہین والذی خبث قلب کافر ہے اس سے سوائے نکد وشوم وتاریکی کے کچھ ظاہر نہین ہوتا اسکے اعضاء
وجوارح پر تاریکی ومخالفت ظاہر ہوتی ہے اور واسطیؒ نے کہا کہ قولہ باذن ربہ یعنی اﷲ تعالیٰ کی تولی اور اسی کی پرداخت وعنایت سے سب آسانی سے
بہت کچھ میوہ جات موافقت وانوار تقرب ظاہر ہوتے ہین اور خبیث سے سوائے نکد کے کچھ ظاہر نہین ہوتا کیونکہ تجلی وخطاب سے محجوب ہے
اور قولہ کذلک نصرف الآیات جیسے کہ آفتاب تھوڑی نباتات کو جلا دیتا ہے اور تھوڑی نباتات کو اُگاتا ہے اور بعض کو مزہ دار اور خوشگوار پاکیزہ
بناتا ہے جیسا جسکا جوہر واستعداد ہے ویسے ہی ارادہ واحدہ سے موافقت ومخالفت آدمیون مین ظاہر ہے بعض نے کہا کہ بلد طیب وہ ہے جو ہمیشہ مامون
اور اسکا سلطان عادل ہو جیسکے دل کا ساکن صافی ہے اسکے ظاہر افعال پاکیزہ ونیک ہین اور جو اسکے برخلاف ہے اسکا حال برخلاف ہے استادؒ
نے کہا کہ جب اصل پاکیزہ ہو تو فرع مین نمو ہوتا ہے یعنی جب جڑ اچھی حالت مین ہوتی ہے تو شاخین اچھی طرح سرسبز ہوتی ہین اور مراد یہ ہے کہ قلب نیک ہوتا ہے
تو ظاہر وباطن سب صالح ہوتا ہے قلت حدیث مین بھی قلب کے بیان مین ہے کہ جب وہ صالح ہوتا ہے تو سب جسم صلاحیت پر ہوتا ہے اور جب اسکی حالت
خراب ہوتی ہے تو تمام اعضا بدکار فاسق ہوجاتے ہین بعض نے کہا کہ بلد طیب وہ قلب مومن ہے مومن کو اﷲ تعالیٰ نے طاہر بنایا اور روح کو
آب قرب سے پاک وطاہر کیا اور کرامت سے خوشبودار کر دیا اور قلب کو علم سے پاکیزہ بنایا اور سر باطنی کو نور معرفت سے پاکیزہ بنایا
اور زبان کو ذکر وسچ بولنے سے پاک کیا اور جوارح کو آب عصمت سے نہلایا اور نور توفیق سے پاک کیا پھر جب معلوم ہوگیا کہ جو قلوب خبیث
ہین انکو ہرچند تعلیم واصلاح وپند ونصیحت دیجائے کچھ مفید نہین ہوتی اور بیہودہ وہم وبے بنیاد شک پیدا کرتے ہین اور نیک راہ ونیک بات
ونیک تعلیم ونیک نصیحت سے آنکھ بند کر لیتے ہین چنانچہ اگلون کے واقعات متضمن علوم بیان فرمائے بقولہ تعالےٰ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

ہمنے بھیجا نوح کو اُسکی قوم کیطرف توبولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمھارا صاحب اُسکے سوائے مین ڈرتا ہون تمپر

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ

ایک بڑے دن کے عذاب سے بولے سردار اُسکی قوم کے ہم دیکھتے ہین تجھکو صریح بہکا ہوا بولا اے قوم مین کچھ بہکا نہین

وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ

لیکن مین بھیجا ہون جہان کے صاحب کا پہونچاتا ہون تمکو پیغام اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہون اور جانتا ہون اللہ کیطرف سے جو تم نہین جانتے کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تمکو

ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ

نصیحت تمھارے رب کیطرف سے ایک مرد کے ہاتھ تمھارے بیچ مین سے کہ تمکو ڈر سنادے اور تم بچو اور شاید تم پر رحم ہو پھر اسکو جھوٹھلایا پھر ہمنے بچالیا اُسکو اور جو اُسکے ساتھ تھے کشتی مین

ع ۶ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ○

اور غرق کیے جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتین وہ لوگ تھے اندھے

اول سورہ مین اللہ تعالیٰ عزوجل نے واقعۂ آدم علیہ السلام کو شروع فرمایا اور اسکے متعلقات و متصلات کو پورا بیان فرماکر اب دیگر انبیاء علیہم السلام کے قصص کو ترتیب وار اول و ثانی سے بیان فرمایا لہٰذا پہلے نوح علیہ السلام کا ذکر شروع کیا کذا قال الحافظ فی التفسیر **وقال المترجم** حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ مین بہت بڑے بڑے علوم باریک تھے اور لوگون کی سمجھ کے لائق جہانتک ممکن ہوا صراحۃً و اشارۃً بیان ہوچکا اور منجملہ اُن علوم کے یہ کہ ہر چیز تحت تسخیر قدرت رب جلیل عزوجل ہے اور مخلوقات بعض طیب و پاکیزہ ہے اور بعض خبیث و نجس ہے اور رحمت الٰہی یکسان ہے مگر مانند زمین کے کسی کو باران رحمت سے فائدہ ہے دو قسم سے کہ خوب اس سے سیراب ہوتی ہے اور سرسبز شاداب خود بھی نفع پاتی ہے اور دوسرون کو بھی ہر طرح نفع دیتی ہے یا کہ اس کو خود نفع ہے اور دوسرون کو بھی مگر ایک خاص طرح کا نہ عموماً مثل اول کے اور بعض زمین کو کچھ بھی فائدہ نہین اور یہ ہر ایک کی جوہر و قابلیت کا تفاوت ہے چنانچہ سابقین کے احوال کو ترتیب وار اس بیان کے واسطے مع دیگر علوم کثیرہ کے جنکی طرف انشاء اللہ تعالیٰ ضمناً اشارہ آتا جائیگا بیان فرمایا اور موافق ترتیب کے اول نوح علیہ السلام کا ذکر شروع کیا **قال الحافظ** وغیرہ کیونکہ نوح علیہ السلام بعد حضرت آدم علیہ السلام کے اول رسول ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی ہدایت کے واسطے بھیجا حضرت انس رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول جو رسول بھیجا گیا وہ نوح علیہ السلام ہے۔ رواہ ابن ابی حاتم و ابو الشیخ و ابن مردویہ و ابن عساکر اور نسب نامہ انکا یہ ہے نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ بن مہلیل بن قنین بن انس بن شیث بن آدم علیہ السلام ایسا ہی محمد بن اسحاق اور دیگر علماء نے جو فن نسب مین ماہر ہین بیان فرمایا ہے اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ جیسے اذیت حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف سے پہونچی ایسے کسی اور نبی کو نہین پہونچی سوائے انکے جو اپنی قومون کے ہاتھ سے قتل ہوگئے ہین اور چالیس برس کی عمر ہونے پر نوح علیہ السلام کو نبوت ہوئی بعض نے کہا کہ پچپن برس کے تھے اور بعض نے کہا کہ دو سو پچاس برس کے تھے اور ذکر کیا گیا کہ بڑھئی کا پیشہ کیا کرتے تھے اور لوگ انکے زمانہ کے خراب و بت پرست و مشرک ہوگئے تھے **قال الحافظ** اور عبد اللہ بن عباس رضی و بہت سے علماء تفسیر نے فرمایا کہ بت پرستی کی صورت یون واقع ہوئی کہ ابتدا مین جب صالح و متقی و اولیاء اللہ لوگ مرے تو انکی قوم والون نے انکی قبرون کے وہان مسجدین بنائین اور مسجدون پر انکی تصویرین نقش کردین تاکہ اُنکے حالات و عبادات کو یاد کرین اور انھین کے مانند عبادات و اخلاق حاصل کرین پھر جب اسکو زمانہ دراز گذرا تو اسی نقش کی مورتین بنا رکھین پھر جب اسپر بھی زمانہ دراز گزرا ان مورتون کی تعظیم کرنے لگے آخر انکو پوجنے لگے اور انھین پرہیزگارون کے نام پر ان مورتون کے نام رکھ لیئے پس جب یہ نوبت پہونچی تو اللہ عزوجل کا احسان ہے کہ اُس نے انبیاء و رسول بھیجے پس اول رسول حضرت نوح کو بھیجا چنانچہ فرمایا لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ تقدیر کلام یہ ہے کہ واللہ لقد ارسلنا کیونکہ لام جواب قسم محذوف ہے اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ قریب ہے کہ نہ اطلاق ہو اس لام کا مگر صرف قد کے ساتھ کیونکہ جملۂ قسمیہ کا سوق نہین ہوتا مگر ایک دوسرے جملہ کی تاکید کے واسطے جسپر قسم واقع ہوتی ہے اور وہ جواب قسم کہلاتا ہے پس قد کے ساتھ لاتے ہین کیونکہ وہ مظنہ توقع ہے کیونکہ مخاطب

ابو حاتم

جب اُسکو سنتا ہی توجس سے تقدیر ہوئی ہو اُسکے وقوع کی توقع کرتا ہو جیسے یہان اسپر نص ہو۔ اور ارسال کے معنی مبعوث کرنے کے ہین یعنی اسی قوم مین سے ایک شخص کو مبعوث فرمادیا اور معنی یہ ہین کہ واللہ ہمنے مبعوث فرمایا نوح علیہ السلام کو اسکی قوم کی طرف فَقَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ پس نوح نے قوم سے کہا کہ اے قوم تم بندگی کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یعنی فقط اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ من زائدہ ہے بغرض استغراق نفی کے آیا ہی یعنے کوئی بھی نہین پس الٰہ بحرف من مجرور ہو ورنہ محل مین رفع کے ہو بنا بر مبتدا رہونے کے لہذا کسائی کے سوائے باقی قرّاء نے غیرہ کو مرفوع پڑھا کہ بدل از محل الٰہ ہو اور کسائی رح نے بلحاظ لفظی اعراب کے غیرہ مجرور پڑھا المعنی نہین تمھارا کوئی بھی الٰہ سوا سے ایک اللہ تعالےٰ کے پس تم اسی کی عبادت کرو کیونکہ اگر تمنے اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کی اور دوسرون کی عبادت کی تو تمنے ایسی چیز کی عبادت کی جو معبود نہین ہو اور تمنے معبود کی طرف سے منھ موڑا اور عبادت اسی کے واسطے خاص ہو وہ دوسرے مین ثابت کی اس سے بڑھکر کوئی ظلم نہین کہ خالق عزوجل نے پیدا کیا رزق دیا مال و اولاد دی صحت و تندرستی ہزارہا بیشمار نعمتین دین اس سے منھ موڑکر غیر کی عبادت کرنے لگے شرک کرنے لگے پس تم فقط اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور اگر نہ مانوگے تو مین ایک بندہ ہون اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمکو راہ بتا رہا ہون لیکن اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ مجھے تمپر عذاب یوم عظیم کا خوف ہو اگر تم غیر کی عبادت کروگے یوم عظیم سے مراد روز قیامت ہو اور اسمین بیان ہو توحید اختیار کرنے کے سبب کا یعنے توحید کرو کیونکہ نہ اختیار کروگے تو عذاب سخت پاؤگے بعض نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ مجھے تمھارے اوپر عذاب یوم عظیم کا خوف ہو تم مجھے ایمان لاتے نہین نظر آتے ہو۔ اور بعض نے کہا کہ یوم عظیم سے مراد طوفان کا روز ہو اور لفظ اخاف یعنی شک کے ساتھ اسوجہ سے بیان کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو یہ معلوم نہ تھا کہ آیا دنیا ہی مین ان لوگون سے مواخذہ ہوگا یا قیامت تک کے واسطے چھوڑ دیے جاوینگے کذا فی السراج وغیرہ اور حافظ ابن کثیر رح نے قول اول اختیار کیا اور مفسر رح نے بھی اسی پر اکتفا کیا اور ظاہر یہ ہو کہ اخاف بطور ادب کے ہو اگرچہ کافر کے حق مین قطعی وحدہ عذاب کا ہو کہ اگر کفر و شرک پر مرے لیکن بنظر عظمت و جلال الٰہی کے حکم قطعی نہ لگایا یون نہ کہا کہ تمپر یون عذاب ہوگا بلکہ ادب سے اخاف کہا وقد اشار المترجم الی جوابین آخرین فافہم اسطرح حضرت نوح علیہ السلام نے دعوت فرمائی پھر قوم کا جواب نقل فرمایا قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ملا بمعنی اشراف ماخوذ از ملا بسکون ثانی بمعنی بھر دینا کیونکہ اشراف بھی مجلس کے لوگون کے دل ہیبت و اجلال سے بھر دیتے ہین اور جمع املاء مثل سبب و اسباب۔ اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ملا یعنے جمہور و سردار و پیشوا و بڑے بڑے بڈھے المعنی اسکی قوم کے بڑے بڑے بڈھے لوگون نے جواب دیا کہ ہم لوگ اپنی عقل و رائے سے ہین تجھکو کھلے ضلال مین دیکھتے ہین حاصل آنکہ ہم دیکھتے ہین کہ تو دیوانہ ہوگیا یا بہک گیا ہو کہ ہمکو اکیلے اللہ کی عبادت کرنے کو بلاتا ہو۔ گمراہون کا یہی حال ہو کہ وہ شیطانی نفسانی سرکشی مین راہ حق کی طرف ہدایت کرنیوالون کو اُلٹے خود بھٹکا ہوا سمجھتے ہین استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ نوح نے کہا کہ اے قوم مجھے کوئی ضلالت نہین لگی ولیکن مین رب العالمین کی طرف سے رسول ہون قوم نے اپر ضلال کا بہتان لگایا تھا اور انھون نے ضلالت کو دور بتلایا تو مفسر رح نے کہا کہ ضلالت بہ نسبت ضلال کے اعم ہو پس ضلال کے دور کرنے سے ضلالت کی نفی کرنا زیادہ بلیغ ہو یعنے ضلالت تو ہر وجہ سے گمراہی ہو اور ضلال بعض وجہ سے بھٹکنے کو اور غی کو بھی شامل ہو پس ضلالت اعم ہو کیونکہ ہر چیز جسکو ضلال کہین اسکو ضلالت کہینگے اور اسکا الٹا نہین ہو کیونکہ غی کو یا بالعض وجہ سے بھٹک کو ضلال نہین کہتے مگر ضلالت کہتے ہین پس ضلالت کی نفی کرنا زیادہ بلیغ ہوا اسلیئے کہ وہ اعم ہو اور عام کی نفی کرنے سے خود خاص کی نفی ہو جاتی ہو برخلاف خاص کی نفی کے کیونکہ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہین چنانچہ اگر مان لیا جاوے کہ اس جنگل مین کوئی جاندار موجود نہین تو خود ظاہر ہو کہ انسان بھی نہوگا اور اگر خاص جاندار کی نفی کی مثلاً شیر نہین ہو تو اس سے

یہ لازم نہین آتا کہ انسان بھی ہو پس ظاہر ہوا کہ ضلال کے بہ نسبت ضلالت کی نفی یہان زیادہ بلیغ ہے اور تعجب ہے کہ صاحب کشاف نے لکھا کہ ضلال نہین کہا بلکہ ضلالت کہا اسواسطے کہ ضلالت اخص ہے پس ضلال کی نفی سے ضلالت کی نفی زیادہ بلیغ ہوگی اور خطیب نے سراج المنیر مین اسی کی پیروی کی حالانکہ یہ سہو ہے اسواسطے کہ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہین ہے اور کشاف کے محشین نے اس مقام پر طول کلام سے کچھ بھی فائدہ نہ نکالا اور خطیب رح باوجود کثرت اتباع بیضاوی رح کے یہان کشاف کی پیروی مین دھوکا کھا گئے حالانکہ بیضاوی رح نے یہان افادہ فرمایا کہ قولہ یا قوم لیس بی ضلالۃ ای شئی من الضلالۃ یعنے کچھ بھی ضلالت نہین ہے پس جیسے ان لوگون نے ضلال کے ثابت کرنے مین مبین کہکر مبالغہ کیا تھا یعنے ضلال نہین کہا بلکہ ضلال مبین کہا تھا اسی طرح انکے جواب مین نفی ضلال مین مبالغہ کیا یعنے ذرا بھی ضلالت نہین ہے اور یہ قلت مستفاد ہے مقابلہ سے کیونکہ ضلال کے مقابلہ مین ضلالت کی نفی درصورت قصد مبالغہ در کمال ہدایت خود دلیل ہے کہ ادنی واقل کی بھی نفی ہے گویا یون کہا کہ میرے ساتھ اقل قلیل بھی ضلال نہین ہے پس اسمین قوم والون پر بیوقوفی وگمراہی کی تعریض ہے کہ باوجود ذرا بھی نہونے کے اپنی بیوقوفی سے ضلال سمجھے بلکہ ضلال مبین سمجھے پس حماقت نہین بلکہ احمق ہین اور اشارہ ہے کہ یہ لوگ مکابرہ وعناد مین پڑے ہین کیونکہ جو اس مرتبہ ہدایت پر ہے کہ اسمین ضلالت کا نام نہین اسکو ضلال مبین سے موصوف کیا۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ ولکنی بحرف لکن واسطے استدراک کے ہے پس یہان جانب مقابل کا وہم دور کرنا چاہیئے تھا نہ آنکہ لکنی رسول فرمایا تو جواب یہ ہے کہ لکن اس مقام پر بہت بلیغ ہے بیضاوی رح نے کہا کہ یہ استدراک باعتبار لازم کے ہے اور لازم اسکا کمال ہدایت ہے یعنے دو امر متقابل مین جب ایک کی نفی ہو تو دوسرے کی جانب وہم متردد ہوتا ہے پس اسکو اثبات کیا جاتا ہے اگرچہ غیر متعلق امور کی طرف وہم ہو اسیواسطے لیس زید بقائم ولکنہ قاعد۔ کہنا فصیح ہے یعنے زید کھڑا نہین لیکن بیٹھا ہے اور یہ کہنا کہ لیس زید بقائم ولکنہ شارب۔ فصیح نہین یعنے زید کھڑا نہین لیکن پانی پیتا ہے۔ پس جب نفی ضلالت سے بالکل ضلال کی نفی کی تو ہدایت کی طرف سے استدراک کیا اور ظاہر یون تھا کہ ولکنی علی ہدی ہو لیکن بجاے اسکے ولکنی رسول من رب العالمین کہا تو رسول موصوف کو ہدایت مین کامل بلکہ اکمل ومکمل ہونا واجب ہے کیونکہ وہ خود ہدایت پر ہوتا اور دوسرونکو ہدایت پر لاتا ہے پس گویا یون کہا کہ ولکنی علی غایۃ الہدی لانی رسول من رب العالمین یعنی مین انتہا درجہ ہدایت پر ہون کیونکہ مین رب العالمین کا رسول ہون اور تعریض ہے ان لوگون کی حماقت پر کہ شاید ہدایت پر نہ سمجھین حالانکہ کوئی شخص دو حال سے خالی نہین ہوتا ہدایت پر یا ضلالت پر پس ضلالت تو بالکل نفی ہے پھر سخت حماقت ہے کہ عدم ہدایت کا وہم بھی ہو پس اسکو استدراک کرنے مین تعریض ہے۔ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ ابو عمرو رح کی قرارت مین ابلغ از ابلاغ ہے بتخفیف لام اور باقیون کی قراءۃ مین تبلیغ سے بتشدید لام ہے معنی آنکہ پہونچاتا ہون تمکو رسالتین اپنے پروردگار کی بیضاوی نے کہا کہ یہ جملہ صفت رسول واقع ہے یا جملہ مستانفہ ہے اور اسوجہ بیان سے بھی رسول ہونا متقرر فرمایا اور رسالات کو جمع اسوجہ سے کہا کہ متعدد اوقات مین اسکا نزول ہوتا رہا یا اسوجہ سے کہ اقسام وانواع کی رسالت تھین مانند اعتقادات ومواعظ واحکام وغیرہ کے وَاَنْصَحُ لَكُمْ اور نصیحت کرتا ہون تمھارے نفع کے لیئے یہ جملہ صفت رسول یا مستانفہ ہے اور انصح کے معنی یہ کہ ارادہ کرتا ہون بھلائی کا۔ اور لکم مین لام زائد کر دیا یعنے انصحکم نہین فرمایا تاکہ دلالت کرے کہ نصیحت محض انھین کے حق مین نافع تھی اسمین ناصح کی کوئی غرض اپنے متعلق نہ تھی اور انصح کے معنی یہ کہ دوسرے شخص کیواسطے اسیطرح بھلائی کا قصد کرے جیسے اپنے واسطے چاہتا ہے اور تعدیہ اسکا بواسطہ وبلا واسطہ دونون طرح ہے یقال نصحتہ ونصحت لہ اور بعض نے کہا کہ نصح کی حقیقت یہ ہے کہ مصلحت کی راہ پہنچوا دے اسطرح کہ ہر مکر و بات سے اپنی نیت خالص ہو اور بعض مفسرین نے کہا کہ مطلق نصیحت مین اور رسول کی نصیحت مین فرق ہے پس رسول کی نصیحت یہ ہے کہ امت کو اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر ونواہی اور تمام تکالیف شرعیہ جسطرح اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہین پہونچا دے اور

عام نصیحت یہ ہے کہ اپنے بھائیون کو ان اوامر ونواہی وشرائع کے قبول کرنے مین رغبت دلاوے اور نافرمانی کرنے سے ڈرا دے
کہ اوتعالی کا اسمین عذاب ہے۔ یہان سے واضح ہوا کہ حدیث صحیح مین جو النصح لکل مسلم آیا یعنی ہر مسلمان کیواسطے نصح لازم ہے تو وہ دوسرے معنی پر ہے
اور معنی نصح کے وہی ہے جو اول مذکور ہوئے چنانچہ حدیث ابن مسعودؓ مین اسی کی تفسیر ہے کہ کوئی مسلمان نہین ہوتا جب تک ایسا نکرے کہ جو اپنی
ذات کیواسطے پسند کرتا ہے ویسا ہی اپنے بھائی کیواسطے پسند کرے۔ اور مراد ان چیزون سے بھلی چیزین ہین جنکو شرع مین بھلا کہا گیا ہے
اور یہ نصح نہین ہے کہ رشوت سے مال جمع کرنا خود چاہتا ہے تو دوسرے کے واسطے بھی پسند کرے کیونکہ یہ نصح نہین بلکہ اغوا و شیطانیت ہے
فافہم۔ بالجملہ حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ حسن اخلاق سے جواب دیا کہ مین ضلالت مین بالکل نہین بلکہ
کمال ہدایت پر ہون اور تمکو اللہ تعالےٰ کے رسالات پہونچاتا ہون اور محض تمھاری بہتری کے لیے تمکو نصیحت کرتا ہون وَاَعْلَمُ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور مین جانتا ہون اللہ تعالی کیطرف سے جو تم نہین جانتے ہو یعنے اللہ تعالی کی جانب سے وحی کے ذریعہ سے جو چیزین
مجھکو معلوم ہوتی ہین وہ تمکو نہین معلوم ہوتی ہین پس تقدیر قولہ من اللہ ای من جہۃ اللہ بالوحی ہے اور بعض نے کہا کہ تقدیر یہ ہے کہ من صفات اللہ
تعالی وشدۃ بطشہ وعدم رد باسہ عن المجرمین یعنی اللہ تعالی کی صفات اور اسکی سخت گرفت اور مجرمین سے اسکا عذاب نازل ہو کر پھیرا
وغیرہ مین جانتا ہون تم نہین جانتے ہو پس اول مین جو کہا تھا کہ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم اسی کی اسمین تقریر ہے۔ فافہم ف فی العرائس قولہ
وانصح لکم واعلم من اللہ ما لا تعلمون یعنی تمکو خلوص نیت سے تمھارے پروردگار کی معرفت حاصل کرنیکا طریقہ سکھلاتا ہون اور اپنی نصیحت سے تمکو
تمھارے پروردگار کے مشاہدہ ولطف ورحمت خاصہ حاصل ہونے کی راہ بتلاتا ہون اور جو کچھ مین اللہ تعالی کی طرف سے جانتا ہون وہ
تم نہین جانتے ہو مجھکو اسکے احسان ومہربانی ولطف وکشف صفات وجمال ذات وحلاوت مشاہدہ ولذیذ خطاب وغیرہ کا جو علم حاصل ہے وہ
تمکو حاصل نہین ہے جو اسکی درگاہ مین پہونچ گیا وہ ایسی بادشاہت کو پا گیا کہ کبھی اس مین خرابی نہوگی اور ایسی سعادت کو پا گیا کہ کبھی فنا نہو۔
اور جو اس سے محروم رہا وہ ایسی سختی وبلا وگمراہی مین پڑا کہ کبھی اسکی خواری دور نہوگی اور بعض نے کہا کہ قولہ انصح لکم یعنی تمکو راہ ہدایت بتلاتا ہون
اور اعلم من اللہ ما لا تعلمون مین اشارہ ہے کہ مجھے اسکی وسعت رحمت معلوم ہے کہ جو کوئی توبہ کر کے اخلاص کے ساتھ اسکی طرف رجوع ہوا او تعالےٰ
اسکی توبہ قبول فرماتا ہے پھر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے جاہل جو رسم کے پابند تھے اور اللہ تعالی کی طرف سے رسالت کو خلاف
رسم وعادت سمجھتے اور نہایت تعجب کرتے حالانکہ دل کی آنکھون سے اندھے تھے حضرت نوح علیہ السلام کے نور نبوت کو کیا پہچانتے
پس حضرت نوح علیہ السلام نے انکا تعجب دور کرنے کو فرمایا اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ ہمزہ استفہام
انکاری ہے اور واو عاطفہ ہے پس معطوف علیہ محذوف ہے کما قال المفسرؒ ای اکذبتم وعجبتم یعنے کیا تمنے جھٹلایا اور تعجب کیا۔ اور ذکر بمعنی موعظت
ونصیحت اور ان جاءکم بوجہ ان مصدریہ کے بتاویل مصدر ہو کر مفعول محذوف ہے یعنی کذبتم کا معمول ہے کیونکہ عجبتم کا تعدیہ بحرف من ہوگا۔ ای
من ان جاءکم اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بعض نے جو لفظ انکرتم مقدر کیا وہ خوب نہین کیونکہ وہ بھی حرف علی چاہتا ہے ایقال انکر علیہ انکرتم علی
ان جاءکم۔ یا عجبتم من ان جاءکم۔ کی ضرورت ہوگی بخلاف قول مفسرؒ کے کہ مقدر خود متعدی ہے مگر یہ ضرور ہے کہ بحکم المقدر کالمذکور اسکو عمل دلایا جاوے
ورنہ تقدیر من بہرحال ضرور ہوگی اور قولہ علی رجل منکم ای علی لسان رجل کان منکم۔ اور زبان ایک شخص کے جو تم مین سے ہے یعنے خود حضرت نوح
علیہ السلام اور یہ بنابر اینکہ حضرت نوح علیہ السلام پر صرف وحی تری کوئی کتاب مجموع نہین تری جانتے تو بہتر ہے اور علی ہذا قولہ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح الآیۃ
مین آنحضرت صلعم پر وحی کی تشبیہ وحی نوح علیہ السلام سے دونون باتون مین موافق ہے ایک نفس ایجاز مین یعنے وحی کرنا حضرت صلعم کیطرف

کوئی نئی بات کہ نوح سے یہ ہوتا آیا ہو اور دوم محض وحی میں یہ دن لوح مکتوب کے کیونکہ قرآن مجید مجموع مکتوب نہیں اترا ہو اگرچہ مقصود وہاں صرف ایجاز ہو تشبیہ اور دیگر
بات میں موافقت واقع ہوگئی ہو فافہم۔ پھر ظاہر یہ ہو کہ محل تعجب یہی جملہ ہو یعنی علی رجل منکم یعنی اس بات پر تعجب کرتے تھے کہ ایک آدمی پر وحی الٰہی
نازل ہو جیسے مشرکین مکہ کو تعجب تھا اور کہتے تھے کہ فرشتہ کیوں نہیں آیا اور شاید قوم نوح کو دونوں باتوں میں تعجب ہو یعنی پروردگار کی طرف
ذکر و موعظت نازل ہونے میں اور ایک آدمی پر نازل ہونے میں اگرچہ امر دوم سے تعجب ہو کر انکار اول کی طرف متعدی ہوگا المعنی کیا تم نے
جھٹلایا اور تعجب کیا اس بات کو کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہیں میں سے ایک آدمی کی زبان پر
لِيُنذِرَكُمْ تاکہ وہ تمکو ڈراوے یعنی عذاب کا ڈر سنا دے اگر ایمان و توحید پر قائم نہو وَلِتَتَّقُوا اور تاکہ تم لوگ اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کرو
وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ اور شاید تم رحم کیے جاؤ یہ لام تعلیلیہ ہیں یعنی ذکر و موعظت مذکور کا آنا اس فائدہ کے واسطے کہ تمکو ڈراوے اور تم
تقویٰ کرو اور شاید رحم کیے جاؤ اور یہ ترتیب ہر سہ علت کی نہایت حسن و خوبی پر ہو کیونکہ بندوں نے جب ازل کا عہد بھلا دیا اور اسکے
خلاف برتاؤ کیا تو بمقتضائے رحمت شاملہ و کاملہ کے رسول آئے اور مقصود رسالت سے انذار ہو یعنی مخالفت کرنے سے ڈرانا اور انذار سے
مقصود یہ کہ تقویٰ کریں اور تقویٰ سے مقصود یہ کہ رحمت پاویں کذا فی السراج اور بیضاوی نے لکھا کہ لعلکم ترحمون میں حرف لعل جو امید کیواسطے
ہو داخل کرنے میں تنبیہ ہو اس بات پر کہ تقویٰ پر خواہ مخواہ ترحم واجب نہیں ہو جاتا ہو بلکہ ترحم فضل الٰہی پر موقوف ہو اور تنبیہ ہو کہ متقی کو چاہیئے کہ
اپنے تقویٰ پر گھمنڈ نہ کرے اور عذاب الٰہی عزوجل سے بیخوف نہو جاوے اور معتزلہ وغیرہ نے جو ایسی باتوں میں زعم کیا کہ اللہ تعالیٰ پر واجب
ہو تو یہ انکی جہالت ہو حق یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ عزوجل پر کوئی امر واجب نہیں اور یہ لفظ زبان سے نکالتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں مگر یہ لوگ
بے ادب ہیں اللهم اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم اس حسن و خوبی سے نوح علیہ السلام نے رسالت
الٰہی کو پہونچایا مگر سوائے چند گنتی کے آدمیوں کے باقی سب ایمان نہ لائے آخر عذاب میں گرفتار ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا
فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ الذین کا عطف انجیناہ کی ضمیر مفعول پر ہو ای انجیناہ ایاہ والذین آمنوا معہ۔ اور فا
انجام کار کے واسطے ہو کیونکہ نوح علیہ السلام کئی سو برس تک برابر ان لوگونکو ایمان و توحید کیطرف بلاتے رہے اور وہ لوگ جھٹلاتے اور
سخت ایذائیں دیتے تھے آخر غضب الٰہی ظاہر ہوا اور نوح علیہ السلام نے بددعا کی کہ زمین پر کوئی کافر باقی نہ رہے اور کشتی بنانے کا حکم
ہوا انھوں نے طول طویل کشتی بنائی مروی ہو کہ دو سال میں بنائی تھی خود بڑھئی کا کام جانتے تھے یہاں سے ظاہر ہوا کہ فکذبوہ کے معنی
فاستمروا علی التکذیب یعنی برابر جھٹلانے پر اڑے رہے المعنی پھر برابر نوح کی قوم والے جھٹلاتے رہے پس ہمنے نوح کو اور اسکے ساتھ والے
لوگوں کو کشتی میں نجات دی یعنی پانی کا طوفان جو غضب الٰہی تھا اسمیں ڈوبنے سے نجات دی اور قصہ ان شاء اللہ تعالیٰ مفصل آویگا
بیضاوی میں ہو کہ انکے ساتھ ایمان لانیوالے بعض نے کہا کہ چالیس مرد چالیس عورتیں تھیں اور بعض نے کہا کہ صرف نو آدمی انکے تینوں
بیٹے سام و حام و یافث اور چھ آدمی اور تھے وفی التفسیر لحافظ بنصوص اسقدر ہو کہ وما آمن معہ الا قلیل یعنی نوح کے ساتھ ایمان نہ لائے
مگر تھوڑے آدمی۔ امام مالک نے حضرت زید بن اسلم سے روایت کی کہ قوم نوح اس کثرت سے تھی کہ زمین و پہاڑ انکی سمائی سے تنگ تھے
عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ نہیں عذاب دیا اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو مگر اس حال میں کہ روئے زمین انسے بھری ہوئی تھی اور کوئی
قطعہ زمین نہ تھا مگر انکہ ان لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی اسکا مالک و قابض ہو رہا تھا اور ابن وہب نے کہا کہ مجھکو حضرت ابن عباس سے
روایت پہونچی کہ حضرت نوح کے ساتھ کشتی میں اسی آدمی بچے تھے ایک انمیں سے جرہم تھا اور اسکی زبان عربی تھی رواہ ابن ابی حاتم

وروی من وجہ آخر عن ابن عباس متصلا قلت شاید چالیس مرد و چالیس عورت کا قول کسی شخص نے اسی روایت سے سمجھکر کہ کشتی نوح مین ہر شئے کے جوڑے سے جوڑے تھے نکالا ہے حالانکہ یہ وہم ہے اسواسطے کہ جو ایمان لایا وہ غرق نہین ہوا خواہ جوڑا ہو یا فرد ہو ہان جانورون مین البتہ جوڑا رکھا گیا تھا فافہم مروی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام دسوین رجب کو کشتی مین سوار ہوئے اور طوفان شروع ہوا آخر دسوین محرم کو کشتی سے اُترے تھے اور طوفان سے تمام کافر ہلاک ہو گئے کما قال تعالیٰ وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ یعنی اور طوفان مین غرق کر دیا ہمنے اُن لوگونکو جنھون نے جھٹلایا تھا ہماری آیات کو بیشک یہ لوگ اندھی قوم تھی یعنی امر حق انکو نہین سوجھتا تھا **قال البیضاوی** دل کے اندھے تھے انکو بصیرت نہ تھی اگرچہ بصارت ظاہری موجود تھی عمین در اصل عمیین تھا تخفیف کر کے عمین رہا اور بعض نے عامین پڑھا ہے ولیکن عمین مین زیادہ بلاغت ہے کیونکہ وہ ثبات پر دلالت کرتا ہے کمالین مین ہے کہ عمی کی دلالت عمی ثابت پر ہے اور عامی کی دلالت عمی حادث پر ہے و قال البعضہم اسلیے کہ عمین صیغہ صفت مشبہ ہے جو ثبوت و دوام پر دلالت کرتا ہے **قال ابن عباس** رض یعنی عمین کافر تھے **قال بعضهم** عمی تو بصیرت کے اندھے کو بولتے ہین اور اعمی آنکھون کے اندھے کو کہتے ہین اعوذ باللہ منہا **قال السحاقرظ** اس قصہ مین اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندون کے واسطے کافرون سے انتقام لینے کو بیان فرمایا اور یہ کافر لوگ ان بندون کو ایذا اور آزار پہونچاتے اور انسے سخرہ پن کیا کرتے تھے آخر ہلاک ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی سنت سنیہ دنیا و آخرت مین یون ہی جاری (طریقہ رائج ۱۲ م) ہے کہ انجام کار اہل تقوی کو فتح و ظفر ہے و قد قال تعالیٰ والعاقبة للمتقین سراج وغیرہ مین ہے کہ قصص قرآن مین علاوہ علوم و معارف کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و مومنین کے واسطے تسلی ہے کہ آنحضرت صلعم کی قوم ہی فقط قبول حق سے اعراض کرنے والی نہ تھی بلکہ گذری امتون مین سے بھی اکثر امتین نہ ماننے والی گذری ہین اور عموماً اسمین ایک تنبیہ ہے کہ جھٹلانے اور نہ ماننے والونکا انجام کار خواری و ہلاک ہے پس آنحضرت صلعم کے نہ ماننے والے بھی انجام کار خواہ دنیا مین بھی یا قطعاً آخرت مین خوار و برباد ہونگے اور واضح ہو کہ اسمین آنحضرت صلعم کی صحت نبوت کی کھلی دلیل ہے کیونکہ آنحضرت صلعم امی تھے کچھ لکھے پڑھے نہ تھے اور ہرگز اپنے وقت مین کسی تاریخ جاننے والے سے نہین ملے خصوص جبکہ عرب مین اسکا رواج ہی نہ تھا باوجود اسکے گذری امتون کے نہایت صحیح قصص و اخبار کو بیان فرمایا اور تاریخ جاننے والون کو جب معلوم ہوا تو کسی نے انمین سے انکار نہین کیا پس صریح ثابت ہوا کہ یہ بوحی الٰہی تھا اور یہی نبوت پاکیزہ و فضل الٰہی ہے **قال المترجم** اور اس زمانہ مین جو بعضے ملحد انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ وجہ اس طوفان کی تنور سے پانی کا جوش نہ تھا بلکہ چنین و چنان تھا تو اسکو باوجود الحاد کے بسبب بالاتفاق ثبوت طوفان نوح عم کے انکار طوفان کی مجال نہوئی پس استقدر تو وہ خود مقر ہے کہ طوفان مذکور واقع ہوا تھا بعد اسکے تاریخ کی کیفیت معلوم ہے کہ رائے کو اسمین بہت کچھ دخل ہوتا ہے لہذا پوشیدہ سبب پر اسکی رائے کا دعوی محض غلط ہے کیونکہ جب واقعہ ثابت ہے تو صرف ایک امر خفی پر اسکا انکار کرنا بدون دلیل کے صرف اسکے وہم کے نزدیک مستبعد ہے محض بیجا وہم ہے پس جو شخص کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کو قادر مختار مانتا ہے اسکے نزدیک کچھ بھی مستبعد نہین اور عجب ہے کہ یہ منکر بدون کسی دلیل کے انکار کرتا ہے لہذا کوئی عقلمند اسکو تسلیم نہ کریگا خصوص جبکہ واقعہ طوفان کا اقرار ہے فافہم **فی العرائس** قولہ انہم کانوا قوما عمین یعنے مشاہدہ الٰہی اور ذوق محبت سے دور تھے اپنے بصائر کی آنکھون سے اندھے تھے انکو انوار صفات و ذات نظر نہین آتے تھے حالانکہ ہر ذرہ ذرہ سے ظاہر ہین ابن عطا رحمہ اللہ نے کہا کہ عمین یعنے راہ حق سے گمراہ تھے بعض نے کہا کہ دنیا اور جہان مین نظر عبرت سے اندھے تھے انکی نظر سے صرف انکی خواہش نفسانی و شہوات نظر آتی تھین

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًاؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا

اور عاد کیطرف بھیجا انکا بھائی ہود — بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمہارا صاحب اُسکے سوا کیا تمکو ڈر نہین — بولے سردار جو منکر تھے

مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ ۝ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ

اُسکی قوم مین ہم تو دیکھتے ہین تجھکو عقل نہین اور ہماری اٹکل ہے تو جھوٹھا ہے — بولا اے قوم مین کچھ بے عقل نہین لیکن مین بھیجا ہون

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ○ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

جہان کے صاحب کا پہونچاتا ہون تمکو پیغام اپنے رب کے اور مین تمھارا خیرخواہ ہون معتبر کیا تمکو تعجب ہوا کہ آئی تمکو نصیحت تمھارے رب کی ایک مرد کے ہاتھ تمھارے بیچ

لِيُنْذِرَكُمْ ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

مین سے کہ تمکو ڈرسناوے اور یاد کرو کہ تمکو سردار کردیا پیچھے قوم نوح کے اور زیادہ دیا تمکو بدن مین پھیلاو سو یاد کرو احسان اللہ کا شاید تمھارا بھلا ہو

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ

بولے کیا تو اسواسطے آیا ہم پاس کہ بندگی کرین ہم اکیلے اللہ کی اور چھوڑدین جنکو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے سولے آ جو وعدہ دیتا ہے ہمکو اگر تو سچا ہے کہا

قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۚ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ

تمپر پڑچکی ہے تمھارے رب کی طرف سے بلا اور غصہ کیون جھگڑتے ہو مجھ سے کئی نامون پر کہ رکھ لیے ہین تمنے اور تمھارے باپ دادانے نہین اُتاری اللہ نے انکی کچھ سند

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

سو راہ دیکھو مین بھی تمھارے ساتھ راہ دیکھتا ہون پھر ہمنے بچادیا اسکو اور جو اسکے ساتھ تھے اپنی مہر سے اور پیچھاڑی کاٹی انکی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتین ع ۹/۸

وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ ع

اور نہ تھے ماننے والے

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا یعنے جیسے نوح علیہ السلام کو انکی قوم کی طرف بھیجا ویسے ہی ہود کو قوم عاد کی طرف بھیجا چونکہ قوم نوح کسی نام سے معروف نتھی قوم فرمایا اور قوم ہود بنام عاد معروف تھی مانند مدین وثمود وغیرہ کے انکے نام سے بیان فرمایا اور قوم عاد کے نام سے دو قوم ہین عاد اول اور عاد دوم جو بقیہ نسل اول ہے اور دونون کے درمیان سو برس کا فرق ہے جیسے عاد اول اور قوم نوح کے درمیان آٹھ سو برس کا فرق بیان ہوا ہے اور مورخین کا اتفاق ہے کہ یہ اولاد سام بن نوح سے ہین لیکن بعض نے لکھا کہ وہ عاد بن عوص بن ارم بن شالخ بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام سے ہے اور سراج وغیرہ مین لکھا کہ عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح ہے وفی تفسیر الحافظ محمد بن اسحاق نے کہا کہ وہ اولاد عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح ہین **قال** اور یہی عاد اول ہین جو جنگلون مین عماد بناتے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا الم تر کیف فعل ربک بعاد ارم ذات العماد التی لم یخلق مثلها فی البلاد اور اخاهم یعنی انکے بھائی کو یعنے نسب کے بھائی کو نہ دینی بھائی کو یعنی قبیلہ عاد مین سے ایک شخص انکے برادری کا جسکا نام ہود تھا یا اخاهم بمعنے صاحبهم ہے کیونکہ عرب ایسے صاحب القوم کو اخ بولتے ہین اور اول اظہر ہے اور مفسر جلال نے تحبیر مین کہا کہ ہود بن عبد اللہ بن رباح بن الخلود بن عاد بن عوص مذکور ہین اور چار سو چونسٹھ برس زندہ رہے **قال الحافظ** وغیرہ اور قوم عاد کی بستی احقاف یمن مین تھی جو عمان وحضرموت کے پاس ہے ربیع بن خثیم نے کہا کہ عاد والے یمن سے شام تک چیونٹیون کی طرح کثرت سے پھیلے ہوئے تھے محمد بن اسحاق نے کہا کہ اگرچہ عمان وحضرموت کے درمیان انکی اصلی بستی تھی لیکن اکثر روئے زمین پر پھیل گئے اور شدت قوت وتوانائی سے سب کو زیر کرلیا اور ظلم وتعدی کرتے تھے اور عامر بن واثلہ سے روایت کی کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سنا کہ آپ حضرموت کے ایک شخص سے کہتے تھے کہ تو نے وہ سرخ ٹیلہ دیکھا جو اراک کے مقابلہ مین جسمین سرخی مائل ٹیلے نکلے ہین اور فلان فلان جانب بیریون کے بہت سے درخت ہین اور وہ حضرموت کی زمین ہے اسنے کہا کہ جی ہان اے امیر المومنین خدا کی قسم آپ تو ایسا اسکو ٹھیک ٹھیک پتہ سے بیان فرماتے ہین جیسے کسی نے آنکھون دیکھا ہو فرمایا کہ مین نے دیکھا نہین ہے لیکن اسکا قصہ مجھسے بیان فرمایا گیا ہے حضرمی نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اسکی بابت کیا قصہ ہے آپنے فرمایا کہ اسمین ہود علیہ السلام کی قبر ہے

رواہ ابن جریر قال الحافظ اس روایت مین یہ فائدہ ہی کہ ان لوگون کی نسبی معلوم ہوئی کہ یمن ہی اور ہود علیہ السلام وہین دفن ہوئے ہین اور وہ اسی قوم مین سے از راہ نسب کے اشرف افضل تھے جیسے انبیاء ہوا کرتے ہین لیکن قوم والے جیسے سخت و شدید الخلقت تھے ویسے ہی دل بھی انکے سخت تھے چنانچہ انکی دعوت و جواب سے ظاہر ہی قَالَ یٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ کہا ہود نے ای قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو یعنی اسکی توحید کرو شرک مت کرو مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ اسکے سوائے تمھارا کوئی الٰہ نہین ہی اگر کہا جاوے کہ قال کہا فقال نکہا مانند قصہ نوحؑ کے جواب انکہ بتقدیر سوال ہی یعنے فما فعل ہود جواب دیا کہ قال یا قوم بعض نے کہا کہ نوحؑ برابر متواصل دعوت کرتے جیسا کہ دوسرے مقام پر منصوص ہی پس فاء تعقیب مناسب تھی اور ہودؑ مختلف اوقات مین ایسا کرتے پس بدون فاء فرمایا ہی اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ استفہام انکاری استبعادی ہی یعنی مستبعد ہی کہ تقوی نہین کرو قال المفسر رح یعنے خوف نہین کرتے کہ تقوی والے ہوجاؤ واضح ہو کہ سورہ ہودؑ مین افلا تعقلون مذکور ہی اور یہان افلا تتقون ہی پس اولی یون ہی کہ تقدیر کلام مین کہا جاوے افلا تتقون ای افلا تعقلون فتتقون یعنی بطریق انکار و استبعاد فرمایا کہ تم نہین سمجھتے تاکہ متقی ہوجاؤ۔ اور نیز دعوت متعدد اوقات مین تھی پس شاید دونون طرح سے مخاطب کیا ہو اور نیز حاصل کلام ایک ہی ہی پس بعض نے بیان پر اکتفا کیا جیسے وہان قولہ ان انتم الا مفترون بھی مذکور ہی اور یہین سے بیان پر اکتفا ہوا یہان اسکو ذکر نہین فرمایا اور اسی پر باقی اجزاء قصہ کو قیاس کرنا چاہئیے بلکہ دیگر قصص مین بھی اسی قیاس پر سمجھنا چاہئیے خصوص محاورات زبان پر متعدد جاری ہوتے ہین جنکا حاصل واحد ہوتا ہی کذا ذکرہ ابو السعود وغیرہ اور پوشیدہ نہین کہ ہر مقام کے ساتھ مناسبات ہین اور قدر مناسب پر اکتفا رہوا ہی اسی واسطے ہر قصہ مکرر نہین بلکہ فوائد جدیدہ نادرہ ہر مقام پر موجود ہین اور انکے بیان کے واسطے بہت طول عبارت درکار ہی مگر مشتے نمونہ از خروارے یہان صرف ضرورت اس امر کی ہی کہ اگلی امتون نے بھی نصائح و موعظت انبیاء علیہم السلام سے انکار کیا اور موجودہ زمانہ کے کفار عرب کا انکار و استبعاد اگلون سے بہت مشابہ ہی اور اسمین جو لطائف معانی ہین انکو بخوف طول عبارت نہین لکھ سکتا کیونکہ ہر بات کے واسطے بسط تقریر کی ضرورت ہو تب عام فہم ہوگی لہذا علماء رح نے علوم قرآنی مین الگ الگ تصنیفات کردین اور تفسیر مین قدر ضرورت پر اکتفا کیا ہی بالجملہ ہودؑ نے قوم عاد کو موافق بیان مذکورہ بالا کے نصیحت کی پھر جواب سخت یہ پایا قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖۤ کہا انبوہ لوگون نے اسکی قوم سے جو کافر ہوئے تھے نہ ان سرداروں نے جو مسلمان ہوگئے کیونکہ مانند مرثد بن سعد وغیرہ کے بعضے سردار مسلمان بھی ہوگئے بخلاف قوم نوحؑ کے کہ سرداران مین سے کوئی مسلمان نہوا حاصل آنکہ ہودؑ کی قوم مین سے کافر شریفون نے یہ جواب دیا کہ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيۡ سَفَاهَةٍ ای مثلنا فی سفاہۃ وخفۃ عقل - ہم لوگ تجھکو دیکھتے ہین کہ تجھمین سفاہت یعنی جہالت و کم عقلی جم گئی ہی کیونکہ تو ہمکو بتون کی عبادت چھوڑنے کو اور اکیلے اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرنے کو کہتا ہی جیسے کفار قریش نے بھی تعجب کیا اور کہا اجعل الآلہۃ الٰہا واحدا ان ہذا لشئ عجاب۔ بھلا اسنے سب آلہہ کو ایک الٰہ بنا دیا بیشک یہ تو عجیب بات ہی وَاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ اور ہم تو ضرور تجھکو جھوٹون مین سے گمان کرتے ہین یعنے رسول ہونے کے دعوی مین تجھکو جھوٹا گمان کرتے ہین۔ ایسے ہی کافر و مشرک لوگ و بد اعتقاد و ملحد لوگ اپنے اٹکل و گمان سے باتین بنایا کرتے ہین قَالَ يٰقَوۡمِ لَيۡسَ بِيۡ سَفَاهَةٌ کہا کہ ای قوم کچھ بھی سفاہت مجھمین نہین ہی بلکہ مین تو کمال ہدایت پر ہون کیونکہ رسول ہون لہذا ملزوم ذکر کیا وَّلٰكِنِّيۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ولیکن مین رب العلمین کی طرف سے رسول ہون جسکا کمال ہدایت پر ہونا واجب ہی اسکے ہدایت پر ہونا و رسول ہونا دونون ثابت کردیا اور بطریق تاکید فرمایا اُبَلِّغُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّيۡ مین تمکو اپنے پروردگار کی رسالتین پہونچاتا ہون وَاَنَا لَكُمۡ نَاصِحٌ اَمِيۡنٌ اور مین خالص محض تمھارے نفع کے لئے تمھارا ناصح امین ہون اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت مین مجھکو امین قرار دیا ہی وہ عالم الغیب ہی پس مین جھوٹا نہین ہوسکتا اسمین دلیل ہی کہ انبیاء علیہم السلام کی شان مین دروغ کی صفت ہونا محال ہی بلکہ ابلاغ کامل اور نصح خالص و امانت صادقہ ان صفات سے رسول موصوف ہوتے ہین پس بعضے روافض نے

زعم کیا کہ حضرت صلعم نے بعض باتیں خاص کر اہل بیت رضوان اللہ علیہم کو مخفی بتلائی تھیں از قسم دین وکمال شریعت جنسے انسان کو تقرب مزید حاصل ہوتا ہے تو یہ لوگ مفتری وجھوٹے ہیں وفی السراج اسمیں حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی ذات کے واسطے ناصح وامین کی صفتیں خود بیان فرمائیں تو اسمیں دلیل ہے کہ جہاں ضرورت پیش آوے وہاں آدمی کو روا ہے کہ اپنی ذات کی سچی صفات کو ظاہر کرے قلت چنانچہ حضرت یوسفؑ نے بھی خزائن کی وکالت لیتے میں بادشاہ مصر سے کہا تھا کہ میں قوی امین ہوں چنانچہ سورۂ یوسف میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ وفی البیضاوی باوجودیکہ حضرت ہود جانتے تھے کہ قوم والے خود انتہا درجہ کے سفیہ وگمراہ ہیں مگر اس حلم وبردباری سے جواب دیا بدون جواب ترکی بہ ترکی اسمیں حسن ادب وخلق عظیم ہے اور اہل النصح نیکوکار بندوں کو اسی طریقہ کی تعلیم ہے وفی السراج حضرت نوحؑ نے انصح لکم بجملہ فعلیہ کہا اور حضرت ہودؑ نے ناصح بجملہ اسمیہ کہا کیونکہ نوحؑ شب وروز نصیحت کرتے پس فعل مناسب ہے کیونکہ وہ تجدد پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اپنے موقع میں ثابت ہوچکا وفی البیضاوی جملہ اسمیہ بصیغہ صفت میں اشارت ہے کہ قوم والے حضرت ہودؑ کو ابتدا سے ناصح وامین جانتے تھے جیسے قریش والے آنحضرت صلعم کو سچا بہت صدوق وامین وناصح جانتے تھے پھر مزید تاکید کی اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنے کیا تمنے جھٹلایا اور تعجب کیا اس بات سے کہ آیا تمھارا ذکر یعنی نصیحت تمھارے پروردگار کی طرف سے عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ تمھیں میں سے ایک مرد کی زبان پر تاکہ وہ تمکو عذاب الٰہی سے ڈراوے یعنی تم اس سے انکار وتعجب مت کرو بلکہ تمکو چاہیئے کہ کمال نعمت سمجھکر اسپر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرو وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ اور یاد کرو کہ بعد قوم نوحؑ کے تمکو خلیفہ بنادیا یعنے زمین کی خلافت تمکو دیدی کیونکہ مشہور ہے کہ شداد بن عاد اکثر ولایتوں کا بادشاہ ہوگیا تھا پہلے انکو عذاب الٰہی سے خوف دلایا پھر انکو انعامات الٰہی یاد دلائے اور مزید فرمایا وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً اور بڑھادیا تمھاری خلقت میں بسط **قال الحافظ** اے تمھارے ابنا جنس سے تمکو طول پیدا کردیا **قال المفسر** یعنی تمھاری قوت وطول میں زیادتی کی ہے جو لمبا ہوتا وہ سو ہاتھ کا ہوتا اور جو ٹھنگنا ہوتا وہ ساٹھ ہاتھ ہوتا تھا **قال المترجم** طول وعرض وقوت سب میں بحسب مناسبت زیادتی مراد ہے اور بسطة در اصل فراخی ہے خواہ معانی میں ہو یا اعیان میں ہو لہذا قصۂ طالوت میں فرمایا وزادہ بسطة فی العلم والجسم اور محتمل ہے کہ مخلوق کے درمیان انکو فراخی دنیا مراد ہو اعم ازینکہ ازراہ معانی ہو یا اعیان واللہ اعلم ولیکن مفسرین نے قول اول ہی اختیار کیا ہے مگر آنکہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بسطة بمعنی شدت ہے اور یہ بھی محتمل دونوں معنی کو ہے اور ابو ہریرہؓ سے روایت کیا جاتا ہے کہ عادی آدمی پتھر کے کواڑ اکیلا اٹھا لیتا اگر اسوقت کے پانچ سو آدمی لگیں تو اسکو نہ اٹھا سکیں اور جو مفسر سیوطیؒ نے ذکر کیا وہ سدیؒ وکلبیؒ سے مروی ہے وقال الجلال المحلیؒ فی سورۃ الفجر سب سے بڑے لمبے کا قد چار سو ہاتھ تک تھا۔ ابو حمزہ ثمالی نے ستر ہاتھ ذکر کیا اور ابن عباسؓ سے اسی ہاتھ مذکور ہے اور مقاتلؒ نے کہا کہ بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا اور قتادہؒ نے کہا کہ ہمسے ذکر کیا گیا کہ انکا قد بارہ ہاتھ کا ہوتا تھا۔ ابن عساکرؒ نے حضرت وہب بن منبہ سے روایت کی کہ انکے ہاتھوں کی ناپ سے ہے اور وہب بن منبہ کا قول ہے کہ انکا سر مانند ایک بڑے قبہ کے تھا جو کچھ کلام مجید سے ثابت ہوتا ہے وہ انکی قوت وشدت ہے چنانچہ فرمایا فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق وقالوا من اشد منا قوۃ الآیہ۔ اور فرمایا فتری القوم فیہا صرعی کانہم اعجاز نخل خاویۃ الآیہ اور یہ روایات جو متقدمین سے روایت کیجاتی ہیں انکے اسانید پر مترجم کو اطلاع نہیں ہے اور مؤلف فتح البیان نے بدون بیان کے استبعاد وتضعیف کی ہے اور مترجم کی نظر میں واللہ اعلم معلوم ہوتا ہے کہ بر تقدیر صحت ان آثار کے قول مقاتل وقتادہ میں انکے ہاتھوں کے ناپ کا بیان ہے جیسا کہ وہبؒ کی روایت ابن عساکر میں مصرح ہے اور باقی اقوال میں اسوقت کے ہاتھوں سے ناپ مراد ہے پس تقریبا اقوال میں مراد متفق ہوجائیگی اور اس زمانہ سے قریب پیغمبروں کچھ زائد انکا قد دراز ہوگا اگر کہا جاوے کہ صحیحین کی روایت سے ثابت ہوا ہے کہ درازی حضرت آدم کے قد کی ساٹھ ہاتھ تھی پھر برابر خلقت کم ہوتی چلی آئی تو جواب اسکا دو وجہ سے ہوسکتا ہے اول آنکہ درازی قد آدم علیہ السلام انکے ہاتھوں ساٹھ ہاتھ تھی پس عاد کی خلقت سے

زیادہ ہوگی دوم آنکہ حدیث مین بیان کیفیت کوتاہی کا ہی اور درازی کی تعیین نہین ہی یعنی آدم علیہ السلام کے بعد جب کوتاہی واقع ہوئی تو یہان تک نوبت پہونچی وجاء بطول اسیقدر
مقصود ہونا مراد نہین ہی پس وہ یہ ہی کہ جب خلقت مین درازی واقع ہوئی ہو تو اس سے زیادہ یا برابر واقع ہوئی ہو فلیتامل فانہ دقیق وموضع تامل اذ عبارتہم تدل علی طولہم
ازید مما کان لآبائہم من قوم نوح وہم اقرب الی زمن آدم علیہ السلام فافہم بالجملہ توجیہ اقوال مفسرین کی ضرورت سے یہ گفتگو کرنی پڑی ورنہ تفسیر مین اسکی کوئی ضرورت نہین صرف
معنی یہ ہین کہ ہود علیہ السلام نے قوم کو نعمت آلٰہی یاد دلائی کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرو کہ قوم نوح نے جب اپنے پیغمبر کا کہنا نہ مانا اور جھٹلایا تو انکی
بد دعا سے اللہ تعالیٰ نے سب کو ہلاک کردیا اور تم پر یہ احسان کیا کہ ذریات نوح سے تم کو باقی رکھا اور پیدا کرکے بجائے اُن کے خلیفہ کیا
اور تمھاری خلقت مین فراخی دیدی ہر طرح تمکو کشایش حاصل ہی فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ پس تم نعمتین اللہ تعالیٰ کی جو تمپر ہین یاد کرو یہ تعمیم بعد تخصیص
ہی یعنے خاص خاص نعمتون کو بیان کرکے عموماً نعمتون کے شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا الآء جمع الی بکسر اول وسکون ثانی مانند حمل واحمال یا اُلی
بضم اول وسکون ثانی مانند قفل واقفال یا بکسر اول وفتح دوم مانند ضلع واضلاع لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تفوزون ۔ شاید تم فوز پاؤ یعنی پوری بھلائی
کی مراد تمکو ملے ۔ وقال البیضاوی یعنی تاکہ نعمتون کا یاد کرنا انکی شکر گزاری کی طرف مودی ہو جس سے فلاح حاصل ہوتی ہی اگر وہ لوگ مانتے
تو حضرت ہود علیہ السلام نے انکو دینی ودنیاوی فلاح تک پہونچا دیا تھا مگر انھون نے جہالت سے نہ مانا قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ
قوم والے بولے کہ کیا تو ہمارے پاس آیا ہی کہ ہم اکیلے اللہ وحدہ کی عبادت کرین وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَا اور چھوڑ دین جسکو ہمارے
باپ دادے پوجتے تھے ۔ ان جاہلون نے مستبعد جانا کہ عبادت مخصوص اللہ عزوجل کے واسطے ہو اور باپ دادون کے بتون سے اعراض
کیا جاوے یہ تقلید مین انکا انہماک تھا اور رسم مالوف کی محبت تھی کذا قال البیضاوی ثم قال اور جئتنا مین آنے سے یا تو انکی مراد یہ کہ قوم
سے الگ کسی کونے مین بیٹھکر تو یہ خیالات لایا ہی یا طنز واتہکم کے طور پر کہا کہ آسمان سے تو یہی لایا ہی یا بطریق مجاز ہو جیسے عرب اس محاورہ
مین کہ پھر اسکو بُرا کہنے لگا یون بولتے ہین ذہب یسبّہ حالانکہ جانا واقع نہین ہوتا گویا باتون سے چلا یعنی باتین کرتے کرتے بدگوئی کی طرف چلا گیا
مترجم کہتا ہی کہ اردو زبان کا محاورہ اس سے خوب موافق ہی کہ جب کسی کی بات گران جانتے ہین تو کہتے ہین کہ کیا تو یہی کہنے آیا ہی ایسے ہی
ان لوگون نے کہا کہ تو ہمارے پاس یہی کہنے آیا ہی کہ جنکو باپ دادے پوجتے تھے انکو چھوڑکر اکیلے اللہ وحدہ کی عبادت کرین یعنی وہ ایسا
نہ کرینگے یہ بعید ہی اپنے باپ دادون کی راہ نہ چھوڑینگے تو چھوٹا ہی فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ای فاتنا بما تعدنا بہ
من العذاب ان کنت صادقا فی قولک یعنی اگر عبادت بتوحید نہ کرنے مین عذاب ہوگا تو اس قول مین سچا ہی تو عذاب لا جس سے تو ڈراتا ہی
ان بدبختون نے عذاب مین جلدی کی اور یہ انکا سخت تمرد تھا جیسے کفار قریش نے مانگا کہ اللھم ان کان ھذا ھو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء
او ائتنا بعذاب الیم محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا کہ عاد والے بنام صدا وصمود وھبیا وغیرہ بتونکو پوجتے تھے اسیواسطے حضرت ہود کا مقولہ
فرمایا قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ
کہا کہ البتہ واقع ہوا تمپر رجس وغضب یعنے واجب ہوا یا نازل ہوا کیونکہ متوقع بمنزلہ واقع کے ہی یا انکو وحی سے علم ہوگیا تھا پس کہا کہ تم پر رجس یعنے
عذاب وغضب آلٰہی واقع ہوا یا رجس وغضب وہی بت تھے جو خود ناپاک انکی عبادت موجب غضب تھی اسی واسطے
فرمایا اَتُجَادِلُوْنَنِيْ یعنے بھلا تم جدال کرتے ہو میرے ساتھ ایسے نامون کے بارہ مین جنکو تمنے اور تمھارے باپ دادون نے مقرر کرلیا ہے
حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے واسطے کوئی حجت وبرہان نہین نازل فرمائی ہی قال البیضاوی فی قولہ فی اسماء سمیتموھا انتم وآباؤکم یعنے
جدال کرتے ہو ایسی چیزون کے بارہ مین جنکو تم لوگون نے خود آلہہ نام کرلیا ہی حالانکہ انمین الوہیت کچھ بھی نہین کیونکہ عبادت کا مستحق بالذات

تو وہی پاک پروردگار ہے جسنے کل کو ایجاد فرمایا اور سوائے ذاتی استحقاق کے اگر یہ چیزین مستحق عبادت ٹھہراتے ہو تو ثبوت اسکا یون ہی ہوگا کہ خالق عزوجل ان چیزونکو مستحق بنا دے سو اسکا بنانا کسی آیت اُتارنے سے معلوم ہوگا یا کسی حجت کے قائم کرنے سے معلوم ہوگا اور یہ بالکل ندارد ہے اور ظاہر کردیا کہ انتہا درجہ کی حجت جسکو لاتے ہین یہ کہ ان بتون کا نام الٰہہ ہے حالانکہ بدون کسی دلیل کے جو تحقیق مسمی پر دلالت کرے اور اسناد اس اطلاق کی اپنے باپ دادون وغیرہ ایسے لوگون کی طرف کرتے ہین جنکی بات کا کچھ اعتبار نہین ہے تو یہ حجت دینا اور اسناد لانا دونون انکی سخت جہالت و انتہا درجہ کی غباوت ہے اسی واسطے استجادلونني بحرف استفهام انکاری تعجب کے ساتھ ہے یعنے عجیب جاہل و بیوقوف ہو کہ بنائے ہوے نامون پر مجھسے جھگڑتے ہو اور اسپر ایسے دلیر ہو کہ مجھکو جھوٹا بناتے و نڈر ہو کر عذاب مانگتے ہو اچھا فَانْتَظِرُوْٓا انتظار کرو عذاب کا بسبب میرے جھٹلانے کے اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ مین بھی تمھارے انتظار کرنے مین تمھارے ساتھ ہون **قال المفسر** آخر عذاب آیا اور وہ ریح عقیم تھی۔ کما جاء فارسلنا علیهم الریح العقیم ما تذر من شیء اتت علیه الا جعلته کالرمیم قصہ ہود مین انشاء اللہ تعالیٰ تفصیل آویگی بالجملہ عذاب نازل ہوا فَاَنْجَيْنٰهُ اپا ہ اے ہود وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ من المومنین بِرَحْمَةٍ مِّنَّا پس نجات دیدی ہمنے ہود کو اور ان لوگون کو جو اسکے ساتھ تھے یعنے ایمان لانے والونکو یہ نجات دینا ہماری طرف سے رحمت تھی۔ وقال البیضاوی ای برحمۃ منا علیهم یعنی بسبب ہماری رحمت کے جو انپر تھی یعنے ازل سے انپر رحمت تھی۔ قلت اسمین علم لطیف ہے کہ حضرت رب العزۃ سلطان الکبریاء والعظمۃ کی صمدیت کے سامنے پہنچے پانی ہوجاوین اللهم عفوانک لا الٰہ الا انت سبحانک توفنی مسلما مومنا وانت ارحم الراحمین بالجملہ حضرت او تعالیٰ عزوجل کے کلام پاک کے یہ معنی ہین کہ ہمنے اپنی رحمت سے ہود و اسکے ساتھی مومنون کو نجات دی وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا قاموس مین ہے کہ دابر بمعنی آخر ہر شے و بمعنی جڑ پس اگر اول معنی ہون تو جب آخر تک قطع ہوا تو اول قطع ہوا اور معنی دوم اظہر ہین کہ جڑ سے کاٹ دیا اسی واسطے مفسر نے کہا اے استاصلناهم استیصال کر دیا حاصل آنکہ اور قطع کردی ہمنے جڑ ان لوگون کی جنھون نے ہماری آیات کو جھٹلایا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ عطف ہے کذبوا پر یعنے اور وہ مومن نہ تھے۔ وفی البیضاوی اس کلام مین دو فائدے ہین ایک یہ کہ جو لوگ انمین سے ایمان لائے تھے انکی مدح کی طرف تعریض ہے گویا یون کہا کہ جن کا ہمنے استیصال کر دیا اور جڑ سے نیست کر دیا وہ ایسے نہ تھے جیسے انمین سے ایمان لانے والے چند آدمی تھے اور دوم یہ تنبیہ ہے کہ نجات پانیوالون کے درمیان اور ہلاک ہونیوالون کے درمیان فرق اسی ایمان سے ہوا **قال الحافظ** وغیرہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت مین فرمایا واما عاد فاہلکوا بریح صرصر عاتیۃ سخرها علیهم سبع لیال وثمانیۃ ایام حسوما فتری القوم فیها صرعی کانهم اعجاز نخل خاویۃ فهل تری لهم من باقیۃ الآیہ جیسا کہ تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا بالجملہ جب ان لوگون نے تمرد و سرکشی کی تو اللہ تعالیٰ نے ہوائے سرکش سے انکو ہلاک کیا اور وہ حلقہ انگوٹھی یا اسکے نگینہ کی مقدار تھی جیسا کہ حدیث مسند مین ثابت ہے پس یہ کیفیت تھی کہ ہوا کا جھونکا آیا اور جو کافر عادی سامنے پڑا اسکو اٹھا کر آسمان و زمین کے بیچ مین بلند کیا پھر اسکو کھوپڑی کے بل پتھر پر دے پٹکا کہ بھیجا نکل پڑا حتی کہ دھڑ سے سر الگ ہو گیا **قال محمد بن اسحٰق** جب قوم عاد نے کسی طرح نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے تین سال ان پر قحط ڈالا تو حرم مکہ معظمہ مین پانی کی دعا مانگنے کو آدمی بھیجے جنکا سردار بنام قیل بن عنز تھا اور یہی اسوقت کے سب ملت والون کا دستور تھا اور مکہ مین عملیق بن آدم بن سام بن نوح کی اولاد سے عمالقہ رہتے تھے جنکا سردار بنام معاویہ بن بکر تھا جسکی مان قوم عاد سے تھی پس یہ لوگ اسکے گھر آکر اترے اور شراب خواری و راگ مین غافل ہوگئے تو معاویہ کے اشارہ سے گانے والیون نے یہ گیت گایا ۔ الا یا قیل ویحک قم فهینم ٭ لعل اللہ یسقینا غماما ٭ فیسقی ارض عاد ان عادا ٭ قد امسوا لا یبینون الکلاما ٭ من العطش الشدید فلیس ترجوا ٭ به الشیخ الکبیر

ولا الغلاما ۔ وقد کانت نساؤہم بخیر ۔ فقد امست نساؤہم عیامی ۔ وان الوحش تاتیہم جہارا ۔ ولا تخشی لعادی سہاما ۔ وانتم ہہنا فیما اشتہیتم
نہارکم ولیلکم التماما ۔ فقبح وفدکم من وفد قوم ۔ ولا لقوا التحیۃ والسلاما ۔ اس سے وہ لوگ متنبہ ہو کر بیقرار ہوئے مگر مرثد بن سعد نے کہا کہ واللہ تم
لوگوں کو تمہاری دعا سے پانی نہ ملیگا جب تک تم اپنے نبی علیہ السلام کی پیروی نکرو پس تم توبہ کر کے پیروی کرو تو پانی پاؤ پس معاویہ بن بکر
اُن لوگوں نے کہا کہ تم اسکو منع کر دو یہ ہمارے ساتھ مکہ میں نہ جاوے اسنے دین چھوڑ کر ہود کی پیروی کر لی ہے پھر مکہ میں جا کر سب نے دعا مانگی اور
قیل بن عنز کو آگے کیا پس اللہ تعالیٰ نے تین ابر کے ٹکڑے پیدا کیے ایک سپید و ایک سرخ و ایک سیاہ اور قیل مذکور نے سیاہ پر لالچ کیا
وہی عاد کی طرف چلا اور آواز آئی کہ سوائے بنو اللوذیہ کے کوئی نہ بچا سب برباد کریگی ابن اسحاق نے کہا کہ بنو اللوذیہ بھی عادیین سے ایک
بطن ہے جو مکہ میں رہتے تھے یہی بچ رہے تھے اور وہ مر عادیہ ہوئے ہیں پس وہ سیاہ ابر قوم عاد پر وادی مغیث سے ظاہر ہوا جسکو دیکھکر بولے
کہ ہذا عارض ممطرنا۔ یہ تو ہم پر پانی برسانے والا ابر ہے نہیں بلکہ وہی عذاب ہے جسکو مانگتے تھے مشہور ہے کہ مہدد نامے ایک عورت نے اسکو اول پہچانا
کہ یہ آندھی ہے اور بیہوش ہو گئی لوگوں نے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا وہ بولی کہ آندھی ہے جسمیں آگ کے بگولے ہیں اسکے آگے کچھ لوگ ہیں جو اسکو لیئے آتے ہیں
ابن اسحاق نے کہا کہ مجھسے بیان کیا گیا کہ ہود علیہ السلام مع مومنین کے ایک حظیرہ کے اندر بیٹھ گئے تھے پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آٹھ دن و سات
راتیں وہ آندھی اس قوم عاد پر مسخر کر دی جسنے کسی عادی کو نہیں چھوڑا مگر ہود علیہ السلام و مومنوں کے بدن کو نرمی دینے والی اور دل خوش
کرنیوالی ہوا پہونچتی تھی اور عادیوں پر یہ حال تھا کہ اونٹ مع سوار اٹھا کر پتھر پر پٹکتی کہ بھیجا نکل جاتا تھا ہذا حاصل ما ذکرہ ابن اسحاق۔ اور
ابن عساکر نے بھی ہود علیہ السلام کے حظیرہ میں ہو جانے اور عادی کافروں پر یہ حالت گزرنے کو اسیطرح روایت کیا ہے مؤلف فتح البیان نے
زعم کیا کہ قرآن مجید میں باجمال یہ قصہ ثابت ہے اور اسکی تفصیل بلا اسناد ہے حالانکہ یہ وہم ہے فقد قال الامام احمد فی مسندہ حدثنا زید بن الحباب حدثنی
ابو المنذر سلام بن سلیمان النحوی حدثنا عاصم بن ابی النجود عن ابی وائل عن الحرث البکری قال خرجت اشکو العلاء بن الحضرمی الی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فمررت بالربذۃ فاذا عجوز من بنی تمیم منقطع بہا فقالت لی یا عبد اللہ ان لی الی رسول اللہ صلعم حاجۃ فہل انت مبلغی الیہ قال فحملتہا
فاتیت المدینۃ فاذا المسجد غاص باہلہ واذا رایۃ سوداء تخفق واذا بلال متقلد سیفا بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ما شان الناس
قالوا یرید ان یبعث عمرو بن العاص وجہا قال فجلست فدخل منزلہ او قال رحلہ فاستاذنت علیہ فاذن لی فدخلت وسلمت فقال ہل بینکم وبین تمیم شیء قلت
نعم وکانت لنا الدائرۃ علیہم ومررت بعجوز من بنی تمیم منقطع بہا فسالتنی ان احملہا الیک وہا ہی بالباب فاذن لہا فدخلت فقالت یا رسول اللہ ان رایت
ان تجعل بیننا وبین تمیم حاجزا فاجعل الدہناء فحمیت العجوز واستوفزت قالت یا رسول اللہ فالی این یضطر مضطرک قال قلت مثلی ما قال الاول معزی
حملت حتفہا حملت ہذہ ولا اشعر انہا کانت لی خصما اعوذ باللہ وبرسولہ ان اکون کوافد عاد قال لی وما وافد عاد وہو اعلم بالحدیث منہ ولکن یستطعمہ
قلت ان عادا قحطوا فبعثوا وافدا لہم یقال لہ قیل فمر بمعاویۃ بن بکر فاقام عندہ شہرا یسقیہ الخمر وتغنیہ جاریتان یقال لہما الجرادتان فلما مضی الشہر
خرج الی جبال مہرۃ فقال اللہم انک تعلم انی لم اجی الی مریض فاداویہ ولا الی اسیر فافادیہ اللہم اسق عادا ما کنت تسقیہ فمرت بہ سحابات سود وبیض
واحمر فنودی منہا ان اختر فاوما الی سحابۃ منہا سوداء فنودی منہا رمادا رمددا لا تبق من عاد احدا قال فما بعث اللہ علیہم من الریح الا قدر ما یجری
فی خاتمی ہذا حتی ہلکوا قال ابو وائل وصدق قال وکانت المرأۃ والرجل اذا بعثوا وافدا لہم قالوا لا تکن کوافد عاد۔ ہکذا رواہ احمد فی المسند ورواہ
الترمذی عن عبد بن حمید عن زید بن الحباب بہ نحوہ ورواہ النسائی من حدیث سلام بن المنذر عن عاصم بن بہدلۃ ومن طریقہ رواہ ابن ماجہ ایضا
عن ابی وائل عن الحرث بن حسان البکری بہ ورواہ ابن جریر عن ابی کریب عن زید بن الحباب بہ ورواہ ایضا عن ابی کریب عن ابی بکر بن عیاش

عن عاصم عن الحرث بن حسان البکری فذکرہ ولم ار فی النسخۃ اباوائل واللہ تعالیٰ اعلم کذا فی تفسیر الحافظ رحمہ اللہ۔ وسیاتی فی مواضع من القصۃ مایطمئنک ان شاء اللہ
تعالیٰ۔ ف فی العرائس قولہ فاذکروا آلاء اللہ لعلکم تفلحون نعمتیں اللہ تعالیٰ کی یاد کرو کہ کمال قدرت سے تمکو کیسے سانچے میں خوبصورت
تصویر تمہاری بنائی اور اپنے سے کیا لباس تمکو پہنایا کہ اتم خلق ونعت میں احسن واظرف ہو پس نہایت واضح آیات اور روشن دلالات سے اسکا
ظہور تمپر موجود ہے شاید تم اسکی دوری سے مضطر ہوا اور اسکے قرب کی تمنا کرو واضح ہو کہ دیدار نعمت موجب شکر ہے اور دیدار آلاء موجب ذکر دائم ہے
اور ذکر سے دیدار مذکور ومنعم حاصل ہوتا ہے اور اس سے محبت پیدا ہوتی ہے اور محبت سے فلاح وفوز ہے واسطی رح نے کہا کہ عوام کو اوتعالیٰ کے
نعمتوں پر محبت ہے اسیواسطے فرمایا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اور خاص بندے اسکو آلاء سے محبت کرتے ہیں اور یہی قولہ فاذکروا آلاء اللہ لعلکم تفلحون
سے ظاہر ہے مترجم کہتا ہے کہ بنا برین ذکر آلاء تعمیم بعد تخصیص نہیں بلکہ تخصیص بعد تعمیم ہوگی برخلاف قول بیضاوی رح کے اور شاید کہ آلاء سے
مراد اشارہ میں تخصیص کے ساتھ ہو اگرچہ بعد ذکر نعمت کے پھر ذکر آلاء سے ترقی منزلت کا اشارہ ظاہر ہے اور وہ عموم سے خصوص ہے۔ واللہ اعلم
پھر شیخ واسطی رح کا باقی قول شروع کیا کہ خاص الخاص بندے اپنے پروردگار سے ایثار اور ربوبیت پر محبت رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے
واسطے علامت جداگانہ ہے پس اول کی علامت یہ ہے کہ اوتعالیٰ کا دائمی ذکر ہو اور اس سے فرحت وسرور رہو اور دوم کی علامت یہ ہے کہ استیناس
ہو اسکے ساتھ بسبب دیکھنے اس چیز کے کہ اُسنے دور ڈالا تھا اور سوم کی علامت یہ ہے کہ اسی سے اشتغال ہو ہر قاطع اُس سے قطع کرنے والا ہے
ابن عطاء رح نے کہا کہ جب تو نے آلاء ونعمتوں کو یاد کیا تو تجھکو اوتعالیٰ عزوجل کی محبت آویگی اور جب محبت آئی تو اسکی طرف قصد کریگا
اور جب قصد کیا تو پاجاویگا اور جب پاگیا تو تمام جہان وچیزوں سے الگ ہو کر اسی کی طرف ہو جاویگا میں کہتا ہوں کہ یہ قوم اگر خالص محبت والونمیں
سے ہوتی تو انکو آلاء کے یاد کرنے اور انکو دیکھنے کی طرف حوالہ نہ فرماتا بلکہ دیدار ذات وصفات کی طرف توجہ دلائی جاتی چنانچہ تو دیکھ کہ خالص
محبت والونکو بقولہ الم تر الی ربک کیف مد الظل سے کیونکر خاص ذات وصفات کی طرف توجہ دلائی اور محض مشاہدہ کا حکم دیا کیونکہ
نعمت آلاء سے جو محبت ہوتی ہے وہ محبت خالص نہیں بلکہ ایک ناپید چیز سے معلول ہوتی ہے بسبب اسکے کہ یہ چیزیں حادث مانند معدوم ہیں اور
خالص محبت وہ ہے جو اسکی صفات جلال وجمال سے پیدا ہوتی ہے پس جسکی حالت محبت کی بسبب نعمتوں وآلاء کے دیکھنے کے ہو وہ اُس تک کیونکر
واصل ہو سکتا ہے ہاں ابتدائی ذکر کے واسطے انکو قولہ فاذکروا سے حکم دیا اور لقاء کو منتہی درجہ قرار دیا ہے اور یہی عذاب سے نجات پانیکا درجہ ہے اور
اگر قوم مذکور یعنی المنین سے ایمان والے اگر مرتبہ تحقیق کو پہونچے ہوتے تو انکو یعنی نعمتوں وغیرہ کے یاد کرنیکا انکو حکم نہ دیا جاتا مترجم کہتا ہے کہ یہ سب
ظاہر ہے بات یون ہے جو شیخ نے بیان فرمائی واللہ اعلم ولیکن شیخ ابن عطاء وغیرہ سے جو منقول ہوا اس سے انکی مراد بھی یہی ہے کہ تجھکو پہنچانے کے
واسطے یہ طریقہ ہے کہ بذریعہ نعمتوں کی یاد کے درجہ بدرجہ ترقی پاویں اور آخر خود سب سے منقطع ہو جاوینگے جب واصل ہونگے اور یہ مراد نہیں ہے کہ ایسی
یاد سے واصل ہو سکے چنانچہ آخر جملہ قول شیخ ابن عطاء رح اسپر شاہد ہے فافہم واللہ اعلم بمراد عبادہ قولہ وانا لکم ناصح امین یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھکو میرے
نفس کے بکھیڑے سے نجات دی اور اسکے حظوظ وشہوتوں سے میں بری ہوا کہ انکی لذت الٰہی مجھے اسکی گرفتاری سے نجات ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھکو اپنی
رسالت کیواسطے خاص کیا اور رذائل طبیعت سے پاک کیا اور اپنی خدمت کا طریقہ مجھکو سمجھایا اسکے میں تمکو شفقت ونصیحت کے ساتھ
یہ طریقہ سکھاتا ہوں اور میں ایسا امین یعنی امانت دار ہوں کیونکہ میری نصیحت میں شیطانی غرض کی تہمت لگانے کی گنجائش نہیں ہے جیسے ان لوگوں کی
نصیحت میں ہوتی ہے جو سوائے اللہ عزوجل کے کسی اور کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ ابوحفص رح نے کہا کہ ناصح امین وہ شخص ہے جسکی نصیحت میں اُسکے
نفس کو کچھ نفع نہ ہو اور اپنے آپکو کوئی جاہ ومنزلت بھی نہ چاہے بلکہ اسکی غرض خالص یہی ہو کہ یہ شخص نصیحت قبول کرکے نجات پاجاوے۔

قال المترجم یہ قول بہت سنجیدہ ہی پھر جب عاد اول کا ذکر ہو گیا اور اس سے علوم و نصائح اہل سعادت نے اپنی اپنی استعداد کے موافق حاصل کر لیے تو اللہ عزوجل نے عاد دوم کا جو اول سے سو برس بعد ہوئے ہیں شروع فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَیِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ

اور ثمود کی طرف انکا بھائی صالح بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اُسکے سوا تمکو پہونچ چکی ہی دلیل تمہارے رب کیطرف سے یہ اُونٹنی اللہ کی ہی

لَكُمْ اٰیَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ

تمکو نشانی سو اسکو چھوڑ دو کھاوے اللہ کی زمین میں اور اسکو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح پھر تمکو پکڑے گی دکھ کی مار اور وہ یاد کرو جب تمکو سردار کیا عاد کے پیچھے

عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُیُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ

اور ٹھکانا دیا زمین میں بناتے ہو نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر سو یاد کرو احسان اللہ کے اور مت مچاتے پھرو زمین میں

مُفْسِدِیْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ

فساد کہنے لگے سردار جو بڑائی رکھتے تھے اسکی قوم میں سے غریب لوگوں کو جو انمیں یقین رکھتے تھے تمکو معلوم ہی کہ صالح بھیجا ہی

مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ

اپنے رب کا بولے ہمکو جو اسکے ہاتھ بھیجا یقین ہی کہنے لگے بڑائی والے جو تمنے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے پھر کاٹ ڈالی اونٹنی

وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ

اور پھرے اپنے رب کے حکم سے اور بولے اے صالح لے آ ہم پر جو وعدہ دیتا ہی اگر تو بھیجا ہی پھر پکڑا انکو زلزلے نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں

جٰثِمِیْنَ ۝ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ۝

اوندھے پڑے پھر اُلٹا پھرا ان سے اور بولا اے قوم میں پہونچا چکا تمکو پیغام اپنے رب کا اور بھلا چاہا تمہارا لیکن تم نہیں چاہتے بھلا چاہنے والوں کو

وَاِلٰی ثَمُوْدَ وارسلنا الی ثمود اور بھیجا ہمنے ثمود کی طرف۔ یہ عرب کا دوسرا قبیلہ ہی اور بسبب علم و تانیث قبیلہ کے غیر منصرف پڑھا گیا اور اس مقام کے سوا اور مقام پر منصرف بھی آیا ہی بتاویل حی یعنی احیاء عرب سے ایک حی مراد ہو اور نام انکا ثمود دیا تو اس سبب سے کہ ثماد کے لفظ سے ماخوذ ہی جسکے معنی قلیل پانی کیونکہ انکے دیار میں پانی کی بہت قلت تھی کذا قال ابو عمرو بن العلاء اور یا ثمود اس سبب سے کہ اپنے جد اعلیٰ کے نام پر مشہور ہوئے مؤلف فتح البیان نے کہا کہ وہ ثمود بن عاد بن ارم تھا یہ مؤلف مذکور کا وہم ہی اور صحیح ثمود بن عابر ہی جیسا کہ معالم و سراج و بیضاوی وغیرہ میں ہی **قال الحافظ** علماء تفسیر و نسب نے بیان فرمایا کہ وہ ثمود بن عابر بن ارم بن سام بن نوحؑ ہی اور وہ جدیس بن عابر کا بھائی ہی اور ایسی ہی طسم قبیلہ اور یہ سب قبائل عرب کے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام سے پہلے تھے اور ثمود لوگ بعد عاد کے ہوئے ہیں اور انکی بستی حجر مشہور ہی کہ حجاز و شام کے درمیان وادی القریٰ اور اسکے گرد و پیش رہتے تھے اور آخر میں انشاء اللہ آتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک میں جاتے وقت وہاں سے گذرے ہیں بالجملہ فرمایا کہ اور بھیجا ہمنے قوم ثمود کی طرف اَخَاهُمْ صٰلِحًا انکے بھائی صالح کو بھائی ہونے کا بیان اوپر گزرا حاصل آنکہ دینی بھائی نہیں بلکہ نسبی بھائی تھے کیونکہ کوئی نبی کبھی کافروں کے اعمال پر نہیں ہوا اور وہ صالح بن عبید بن آسف بن ماسح بن عبید بن حاذر بن ثمود ہیں اور مفسرین نے بیان لکھا کہ صالح دو سو اسی برس زندہ رہے قلت انکی قوم والے تین ہزار برس تک مانند قوم عاد وغیرہ کے جیتے رہتے تھے۔ پھر صالحؑ کی دعوت بیان فرمائی قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ

اور یہی تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت توحید ہے کما قال تعالیٰ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت الآیہ۔ پھر اس توحید کے بعد اور کلمات نصیحت وغیرہ مانند قولہ ہو انشاکم من الارض واستعمرکم فیہا الآیات جیسا کہ سورۂ ہود میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا متعدد اوقات میں بیان کیے اور معجزہ مانگا وہ دعا کرکے دیا جیسا کہ آخر میں بیان ہوگا لیکن سوائے چند لوگوں کے راہ پر نہ آئے اور شیطان کے مطیع رہے بلکہ دلیر ہوگئے اور اپنی ہلاکت کا عذاب مانگا چنانچہ اسیقدر یہاں بیان فرمایا کہ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ البتہ آچکا تمہارے پاس معجزہ میری سچائی و رسالت کا تمہارے پروردگار کی طرف سے هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً یہ ناقہ الٰہی تمہارے واسطے آیت ہے مفسرؒ نے کہا کہ آیۃً کو نصب بنابر آنکہ حال ہے اور اسمیں اسم اشارہ کے معنی یعنی اشیر عامل ہیں وفی البیضاوی قولہ ہذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ جملہ مستانفہ ہے گویا کہا گیا کہ وہ بینہ کیا تو یہ جواب ہے یا اور لکم بیان اس شخص کا ہے جسکے واسطے آیہ ہے حاصل معنی یہ ہوے کہ یہ ناقہ الٰہی ہے جسکی طرف میں اشارہ کرتا ہوں درحالیکہ تمہارے واسطے آیت ہے یعنی میری صدق رسالت پر نشانی و معجزہ ہے اور جائز ہے کہ ناقۃ اللہ بدل یا عطف بیان ہو اور لکم خبر ہو یعنی ثابت لکم اور یہی عامل ہو آیۃً میں اور ناقہ کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف برد تعظیم ہے کیونکہ ان لوگوں نے ہٹ کی تھی کہ اس پہاڑ سے جسکو معین کر دیا تھا ایک ناقہ نکلے جسکے ایسے ایسے اوصاف ہوں پس وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بدون اسباب کے پیدا ہوئی تھی [illegible] عادت جاری ہے پیدا ہوئے تھے اور اسی واسطے آیت قرار پائی تھی۔ بالجملہ حکم دیا کہ یہ ناقہ الٰہی ہے فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ پس اسکو چھوڑ دو چرے اللہ تعالیٰ کی زمین میں یعنی اسکو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرنے دو مت چھیڑو پھر مصرح کر دیا وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ اور مت چھوؤ اسکو کسی برائی کے ساتھ یعنی مار و قتل وغیرہ کی کوئی برائی اسکو مت پہونچائیو بلکہ مبالغہ کیا کہ برائی چھو جانے سے قال البیضاوی منع فرمایا سو اسکے ساتھ جو ہر طرح کی برائی کو شامل ہے چھونے سے بھی جو مقدمہ ہے پہونچانیکا یعنی برائی پہونچانے سے ممانعت مقصود ہے مگر اسکو اس طرح بیان فرمایا کہ برائی سے مس بھی نہ کرو کیونکہ چھونے سے پھر پہونچانے تک نوبت پہونچیگی پس حکم دینے میں پوری طور پر تعلیم کی اور عذر کی جگہ نہیں چھوڑی بلکہ اور تہدید فرمادی کہ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ جواب نہی ہے یعنی چرنے دو برائی مت پہونچاؤ کیونکہ اگر نہ مانوگے تو تمکو عذاب سخت پہونچیگا اور عذاب میں پکڑے جاؤگے پھر وہ اونٹنی مع بچہ کے چرتی پھرتی اور بہت دراز قد تھی چنانچہ تفسیر سورۂ والشمس میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا پس تمام پانی ایک روز پی جاتی اور تالاب خالی رہتا تا پھر جب رات بھر میں جمع ہوتا تو دوسرے روز لوگ اور انکے جانور پیتے تھے اور جانور اسکی ہیبت سے بھڑکتے دلہا گتے تھے پھر حضرت صالحؑ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں شاید اب راہ پر آجاویں وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ اور یاد کرو جبکہ تمکو خلیفہ کردیا زمین پر بعد قوم عاد کے ہلاک کرنے کے وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تبوء جگہ دینا اور ٹھکانا دینا المعنی اور بسایا تمکو زمین میں یعنی زمین حجر میں جو انکی بستی کا نام ہے اس حال سے کہ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا سہل زمین نرم بناتے ہو تم زمین نرم سے قصور جمع قصر یعنی مکان عالیشان اور اسواسطے قصر نام ہوا کہ فقیر بیچارے اسکے حاصل کرنے سے قاصر ہوتے ہیں بعض نے کہا معنی یہ کہ زمین نرم سے کچی پکی اینٹیں بناکر اس سے محل بناتے ہو وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا اور کندہ کرتے ہو پہاڑوں سے بیوت جمع بیت میں آدمی رات گزارے اور گھر کے معنی میں مستعمل ہے اور کہا گیا کہ جسکی چہار دیواری اور چھت و دروازہ ہو اور یہی فقہ میں معروف ہے اور سخت چیز کو مانند پتھر و لکڑی وغیرہ کے چھیل کر اور کرید کر بنانا نحت ہے والشیء منحوت کہا گیا کہ بڑی عمریں ہوتی تھیں تو عمارتیں انکی عمر تمام ہونے سے پہلے فنا ہو جاتی تھیں لہذا پہاڑوں کو تراش کر بناتے تھے قال الضحاک تین سو برس سے ہزار برس تک زندگی تھی اور مفسرؒ نے کہا کہ گرمیوں میں زمین نرم کے مکانات میں بسر کرتے تھے اور جاڑوں میں پہاڑوں کے مکانات میں رہتے تھے بنابریں یہ انکی رفاہیت اور عیش کا بیان ہے جو منجملہ نعمتوں کے تھا۔ اور بیوتاً کو نصب بنابر آنکہ حال مقدرہ ہے یا مفعول ہے تتخذونہا بیوتا من الجبال یا تنحتون بمعنی تتخذون ہے فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ پس یاد کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور یہ

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ مفسدین حال ہے اور یہ حال موکدہ ہے کیونکہ لاتعثوا کے معنی ہیں مت فساد کرو ملک میں قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ تکبروا عن الایمان یہ کہا اشراف لوگوں نے اسکی قوم والوں میں سے جنھوں نے صالح پر ایمان لانے سے تکبر کیا تھا
لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا ان لوگوں سے جو کمزور بنائے گئے تھے لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ یہ للذین سے بدل ہے باعادہ حرف جارہ یعنی ان لوگوں سے
جو ایمان لائے تھے انمین سے یعنی قوم میں سے یا مستضعفین میں سے پس اگر منہم کی ضمیر قوم کی طرف ہو لمن آمن بدل الکل ہے اور اگر مستضعفین کیطرف ہے
تو بدل البعض ہے اور دلالت ہے کہ مستضعفین سب ایمان نہ لائے تھے بلکہ بعضے ایمان لائے تھے اور بر تقدیر اول جسقدر ایمان لائے انھیں کو مستضعفین فرمایا گیا
اور کلام میں دلیل ہے کہ تکبر کرنا خصلت کفار ہے اور ایسے غریبوں کو ضعیف و حقیر سمجھنا کیونکہ انھیں متکبرین نے انکو ضعیف و ذلیل سمجھا تھا۔ اسمین علم ہے
کہ ضعیف و غریب لوگ وہی سب سے اول انبیاء علیہم السلام کے تابع ہوتے ہیں اور صحیح ہوا کہ محتاج لوگ آخرت میں تونگروں سے پانچ سو برس پہلے
جنت میں داخل ہونگے اور یہیں سے کہا گیا ہے کہ اہل اعراف بھی تونگر مومنین ہونگے جو پانچ سو برس تک اعراف پر روک رکھے جاوینگے اور حدیث صحیح
میں ہے کہ اسلام کا شروع ہونا غریبوں سے ہوا اور آخر زمانہ میں غریبوں کیطرف عود کر جائیگا پس غریبوں کو بشارت ہو بالجملہ قوم صالح کے متکبر
مغروروں نے کہا ان لوگوں سے جنکو حقیر و ذلیل سمجھا تھا جو انمین سے ایمان لائے تھے کہ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ کیا تم
یقین جانتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے رسول ہو بھیجا گیا ہے تمہاری طرف کافروں نے مسخرہ پن اور ٹھٹھے کے طور پر ان مومنوں سے
یہ بات کہی تھی قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ بولے کہ جس چیز کے ساتھ وہ رسول کرکے بھیجے گئے ہیں ہم اسپر مومن ہیں جواب فقط استقدر کافی تھا
کہ ہاں ولیکن انھوں نے اسطرح جواب دینے میں دو طرح تنبیہ کی اول انکو صالح علیہ السلام کا مرسل ہونا ایسا ظاہر ہے کہ جسکو ذرا بھی عقل ہو اور کچھ بھی
سمجھ ہو وہ شک نہیں کرسکتا پس انکا حال پوچھو جو صالح پر ایمان لائے اور جو نہیں لائے ہیں پس ہم ایمان لائے ہیں دوم تعلمون فعل سے سوال تھا
انھوں نے انا مومنون سے جواب دیا یعنی جملہ اسمیہ سے جو استمرار و تاکید کے ساتھ ہو اور جزم ثابت و مستمر ہو قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ
اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ تکبر کرنے والوں نے کہا کہ جسکے ساتھ تم ایمان لائے ہو ہم اس سے منکر ہیں بطریق مقابلہ کے یہ جواب دیا۔ اور بھیجا [illegible]
رسول ہے کے امنتم بہ کہا پس جسکو مومنوں نے معلوم اور مسلم قرار دیا تھا اس سے انکار کیا قال المفسر ناقہ کے واسطے پانی کا ایک روز تھا
اور دوسرا روز ان لوگوں کا تھا اس طرح تقسیم تھی یعنی اس ملک میں پانی کی بہت قلت تھی پس ایک روز جو پانی جمع ہوتا اسکو اکیلی اونٹنی
پی لیتی تھی پھر دوسرے روز کا پانی وہ نہ پیتی اور لوگ بھر لیتے تھے پس وہ لوگ اس بات سے ملال آگین ہوئے اور اسکو ہمیشہ برداشت کرنے سے
تنگ آگئے بسبب اسکے کہ خواہش نفسانی اسکے برخلاف تھی فَعَقَرُوا النَّاقَةَ عقر قدار بامرہم بان قتلہا بالسیف پس ان لوگوں نے ناقہ کو قتل کیا
یعنی کونچیں کاٹ دیں۔ مراد انکہ پہلے کونچیں کاٹیں پھر جب گر پڑی تو ذبح کر ڈالا حاصل انکہ اونٹنی کو تلوار سے قتل کیا اور ان سبھوں کی طرف
قتل کو منسوب کیا حالانکہ قدار نامے ایک شخص نے ایسا کیا تھا اسوجہ سے کہ یہ سب اسکے فعل پر راضی تھے اور سبھوں نے حکم دیا تھا قتادہ
نے کہا کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ جس شخص نے اسکو قتل کیا وہ سب کے پاس پھر آیا حتی کہ پردہ نشین عورتوں کے پاس بھی ہو آیا کہ وہ سب راضی
ہیں وبعض نے وجہ قتل اور بیان کی ہے چنانچہ آگے آویگی [illegible] ناقہ آیت کو قتل کیا وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ اور تکبر کیا اپنے
پروردگار کے حکم سے اور یہ حکم وہ ہے جو صالح علیہ السلام نے انکو [illegible] تھا ہذہ ناقۃ اللہ لکم آیۃ فذروہا تاکل فی ارض اللہ ولا تمسوہا بسوء فیاخذکم عذاب الیم
اور اسپر اور زیادہ سرکشی یہی کہ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اور کہنے لگے کہ اے صالح تو وہ عذاب لا جس سے تو
ہمکو اسکے قتل پر ڈراتا ہے اگر تو اللہ تعالی کے رسولوں میں سے ہے فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ پس پکڑ لیا انکو زمین سے سخت زلزلے نے اور آسمان سے

سخت آواز نے فاصبحوا فی دارهم جاثمین جثم لغت میں پرندہ آدمی کا زمین پر سینہ ڈال دینا اور ہلاک ہونیکو اس سے تعبیر کیا جاتا ہو اور مفسر نے کہا
کہ جاثمین ای بارکین علی الرکب یعنی صبح کی اُن لوگون نے اپنے گھرون مین اس حال پر کہ گھٹنون کے بل مردے پڑے تھے - اور بیضاوی نے
کہا کہ خامدین میتین اس قصہ کو بیضاوی و شیخ ابن کثیر وغیرہ نے اس طرح بیان کیا ہو کہ بعد ہلاک و برباد ہونے قوم عاد کے ثمود نے بلاد کو معمور
آباد کیا اور مال و اولاد کی کثرت ہوئی اور عمرین دراز قریب ہزار سال تک ہوتی تھین مکانات قبل موت کے نوبت ہوجاتے آخر پہاڑون کو تراش کر
ایک خانہ آباد کرلیتے تھے اور بہت فراخی سے بسر کرتے آخر سرکشی کی اور زمین مین شرک و کفر کا فساد برپا کیا بتون کو پوجنے لگے اللہ تعالی نے
صالح کو انکے عمدہ خاندان سے رسول فرمایا صالح نے انکو توحید کی راہ پر بلایا اور عذاب سے ڈرایا آخر انھون نے معجزہ مانگا اور کہا کہ ہماری
عیدگاہ چلو ہم اپنے معبودون کو پکارین اور تم اپنے اللہ تعالی کو پکارو جسکو جواب ملے اسکی پیروی کرین ان لوگون نے ہرچند اپنے بتون کو پکارا
وہان صالح کے سامنے بیٹھا ان کا وجود نہ تھا انکے بتون سے کوئی آواز نہ آئی آخرکار صالح سے انکے سردار جندع بن عمرو نے یہ ہٹ کی کہ کاثبہ
نام پہاڑی سے ایک اونٹنی بڑے پیٹ والی جو بہت دراز جسپر بہت بال ہون نکال دے تو ہم تجھپر ایمان لادین حضرت صالح نے انسے بہت مضبوط
عہد و میثاق لیا کہ اگر ایسا ہو تو تم ضرور بالضرور ایمان لاؤ ان لوگون نے مضبوط عہد و پیمان دیا پس صالح نے نماز پڑھکر حضرت باری تعالے
عزوجل مین دعا مانگی پس اس ٹیلہ مین ایسی حرکت پیدا ہوئی جیسے اونٹنی کو بچہ پیدا ہونے کے وقت دردزہ سے ہوتی ہو پھر پہاڑی شق ہوئی اور اسمین
سے عشراء جوفاء وبراء جسکی صفت کی انھون نے بیان کی تھی بہت دراز قد اونٹنی پیدا ہوئی اور یہ لوگ آنکھون دیکھتے تھے پھر اسیوقت ایک
بچہ جنی جو ڈیل مین اسکے برابر ہوگیا یہ دیکھکر جندع بن عمرو مع ایک جماعت کے مسلمان ہوگیا اور باقیون نے ایمان لانا چاہا مگر دواب بن عمرو
اور حباب مالک بتخانہ اور رباب بن صعر کاہن نے ان سب کو روکا پھر ایک مدت تک وہ ناقہ مع بچہ کے لوگون کے بیچ نظر رہی کہ درخت
و گھاس چرا کرتی تھی اور ایک دن درمیان دیگر کنوئین پر آیا کرتی پس پانی سے سر نہ اٹھاتی یہانتک کہ سب پانی اسکا پی جاتی تھی پھر تھن لٹکا دیتی
تھے پس لوگ جسقدر چاہتے اسکا دودھ دوہتے حتی کہ انکے برتن بھر جاتے اور پیتے اور رکھ چھوڑتے اور اونٹنی گرمیون مین پشت وادی مین
بسر کرتی تو انکے جانور وہان سے بطن وادی کی طرف بھاگ جاتے اور جاڑون مین بطن وادی مین بسر کرتی تو انکے مویشی مارے خوف کے
پشت وادی کو بھاگ جاتے پس یہ امر انپر نہایت گران گذرا اور صالح نے بحکم الٰہی عزوجل انکو سمجھا دیا تھا کہ اس اونٹنی سے کچھ تعرض نکرنا مگر زمانہ کے بعد انکے
دلونمین سمایا کہ قتل کرین اور انکے دلون مین زیادہ رچایا اس ارادہ کو چند عورتون نے شیخ ابن جریر وغیرہ علماء تفسیر نے ذکر کیا کہ سبب اسکے قتل کا یہ ہوا
کہ انمین سے ایک عورت عنیزہ بنت غنم بن مجلز تھی اس بڑھیا کو صالح علیہ السلام سے سخت عداوت تھی اور اسکی لڑکیان بہت خوبصورت اور
بڑی مالدار تھین اور دواب بن عمرو اسکا شوہر اور قوم ثمود کے سردارون مین سے تھا اور ایسے ہی صدوق بنت المحیا وغیرہا چند عورتون نے اپنی
جان و مال سے دریغ نکیا کہ یہ اونٹنی قتل ہو اور لوگون کو آمادہ کیا آخر چلہ نو مرد جمع ہوئے جنکو اللہ تعالی نے ذکر فرمایا تسعۃ رہط یفسدون فی
الارض ولا یصلحون پس پورے فرقہ کا فرد کو آمادہ و راضی کرکے اونٹنی کو قتل کرنے کی تاک مین گئے اور قدار بن سالف اور مصدع بن مہرج
کمینگاہ مین بیٹھے اور عنیزہ بنت غنم نے بھی اپنی لڑکیون کو سنگار کرا کے درسے سامنے ہوئی پھر جب اونٹنی پانی سے لوٹی تو مصدع نے اسکو
تیر مارا وہ زخمی ہوئی اور قدار ملعون نے پیچھے سے تلوار ماری وہ گر پڑی پس حملہ کرکے اسکو ذبح کر ڈالا اور اسکا بچہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا اور
عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی کہ بچہ نے تین آوازین دین اور کہا کہ اے میرے پروردگار میری مان کہان ہوئی اور کہا کہ لوگ
اسکے پیچھے دوڑے اور پہاڑ شق ہوا اور وہ اسکے اندر غائب ہوگیا جب صالح علیہ السلام کو خبر ہوئی تو وہ آئے اور اونٹنی کو مردہ دیکھکر روئے

بیضاوی رحمہ وغیرہ نے لکھا کہ لوگون سے فرمایا کہ تین دن اپنے گھرون مین بسر کرلو چوتھے روز تمپر عذاب ہوا اور کہا کہ اسکے بچہ کو تلاش کرکے خدمت کرو شاید عذاب دور ہو مگر ان لوگون نے ہر چند کوشش کی اسکو نہ پایا **قال المترجم** شاید یون ہوا کہ اونٹنی کو قتل کرکے جب کچھ عذاب نہ دیکھا تو صالح علیہ السلام سے تکبرانہ کہا کہ لاؤ وہ عذاب کہان ہے پس صالح علیہ السلام نے کہا کہ تین روز بسر کرلو کل تمھارے چہرے زرد اور پرسون سرخ اور چوتھے روز سیاہ ہوجاوینگے پھر تین روز بعد متصل ہی عذاب آویگا پھر جب دوسرے روز زرد علامت پائی تو فکر کی تب صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اسکا بچہ تلاش کرو شاید عذاب دور ہو مگر وہ نہ ملا بیضاوی رحمہ نے کہا کہ جب علامات دیکھین تو چاہا کہ صالح علیہ السلام کو قتل کرڈالین پس اللہ تعالی نے انکو زمین فلسطین مین نجات دیدی اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے امام ابن جریر رحمہ وغیرہ سے نقل کیا کہ جنھون نے رات کو دھوکے سے قتل کا قصد کیا تھا اپنی وعدگاہ سے پہلے آسمان سے پتھر آ گئے کہ انکے بھیجے نکل پڑے اور ذکر کیا کہ اونٹنی کو چہارشنبہ کے روز قتل کیا تھا اور اتوار کی رات وہ سب بدبخت کفن پہنے حنوط لگائے منتظر تھے کہ دیکھیے کیا ہو اعوذ باللہ من عذاب اللہ تعالی پس صبح نکلتے ہی نیچے سے زمین کو سخت زلزلہ ہوا اور آسمان سے آواز سخت آئی کہ سب کی روح نکل گئی علماء تفسیر رحمہ نے بیان کیا ہے کہ ذریات ثمود مین سے سوائے صالح علیہ السلام و انکے اوپر ایمان لائے مسلمانون کے اور کوئی نہین بچا مگر ایک شخص ابو رغال نامے جو ان دنون مکہ معظمہ کے حرم مین تھا وہ احترام حرم سے بچا پھر بعض ضرورت سے جب مقام حل مین گیا تو آسمان سے پتھر آیا اور وہ مرگیا وسیاتی ماتعلق بہ فَتَوَلّٰی عَنْھُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَکُمْ وَلٰکِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ پھر صالح نے ان لوگون سے منھ پھیرا اور کہا کہ اے قوم البتہ مین نے تمکو اپنے پروردگار کی رسالت پہونچادی اور تمھارے بھلے کو نصیحت کی لیکن تم نصیحت کرنیوالونکو دوست نہین رکھتے حافظ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ حضرت صالح علیہ السلام نے یہ تقریع وملامت اس قوم کو ہلاک ہوجانے کے بعد فرمائی اور قوم کے مردے اسکو سنتے تھے جیسے آنحضرت صلعم نے جب جنگ بدر مین کفار پر مسلمان غالب ہوئے تو تین روز وہان قیام کیا پھر تیسرے دن بعد آخر رات مین اپنا کجاوہ کھنچوایا اور روانہ ہوکر قلیب بدر پر آکر کھڑے ہوئے اور یہ فرمانا شروع کیا کہ او ابو جہل بن ہشام او عتبہ بن ربیعہ او شیبہ بن ربیعہ او فلانے اور او فلانے کیا پایا تمنے برحق جو تمکو تمھارے پروردگار نے عذاب کا وعدہ دیا تھا اور مین نے تو جو مجھکو میرے پروردگار نے وعدہ خیر دیا تھا برحق پایا۔ الحدیث کما فی الصحیحین وذکر فی السیرة آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگ بہت برے برادری والے تھے اپنے نبی کے حق مین تمنے مجھکو جھوٹا بنایا اور لوگون نے میری تصدیق کی تمنے مجھے نکالا اور لوگون نے مجھے جگہ دی تم میرے ساتھ لڑے اور لوگون نے میری مددگاری کی پس تم لوگ اپنے نبی کے بہت بری برادری والے تھے پس ایسا ہی یہان صالح علیہ السلام نے فرمایا ہے وفی البیضاوی بقرینہ فاء تعقیب کے ظاہر آیت یہی ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اس قوم کو جاثمین دیکھکر انسے اعراض کیا ہو اور یہ قول تو شاید انکے ہلاک ہوجانے کے بعد انسے کہا اور وہ سنتے ہون جیسے کہ آنحضرت صلعم نے قلیب بدر والون سے خطاب فرمایا تھا یا اونکو کہنا تحسر کے طور پر ایسا فرمایا یعنے افسوس ہے کہ تمنے اپنی یہ نوبت پہونچائی اور میرا کہنا نہ مانا اور مقصود اس سے حقیقی سنانا نہین ہوتا ہے اور قتادہ رحمہ سے روایت ہے کہ صالح علیہ السلام نے یہ بات انسے اسوقت کہی تھی کہ جب ان لوگون نے ناقہ کو قتل کرڈالا تھا واللہ اعلم پھر بعض مفسرین نے کہا کہ قوم صالح علیہ السلام مین سے ایمان لانے والے چار ہزار آدمی تھے صالح علیہ السلام انکو لیکر حضر موت مین داخل ہوئے اور وہین حضرت صالح علیہ السلام کا انتقال ہوا اور بعض نے کہا کہ جس نبی کی امت ہلاک ہوئی وہ ساتھی مسلمانون کو لیکر حرم مکہ مین داخل ہوکر مرتے دم تک وہین عبادت کرتا رہا حتی کہ وہان بہتسے انبیاء علیہم السلام کا مدفن بیان کیا جاتا ہے واللہ اعلم اور قوم ثمود کی بستی اجاڑ پڑی رہی اور وہ حجر کہلاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کو جاتے ہوئے سنہ ۹ ھ کو حجر مین یہان گزرے تھے امام احمد نے ابن عمر رضہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ

صلعم حجر مین قوم ثمود کے گھرون پاس اُترے تو لوگون نے انھین کنوؤن سے پانی بھرا جنسے قوم ثمود پانی پیا کرتی تھی پس اسی پانی سے آٹا گوندھا اور
ہانڈی اُسکی پانی سے چڑھائی پس آنحضرت صلعم نے حکم دیا تو لوگون نے ہانڈیان اونڈھا کر بہا دین اور گوندھا ہوا آٹا اونٹونکو کھلا دیا پھر آپنے لوگون کو
لیکر کوچ کیا اور جاکر اُس کنوئین پر اُترے جس سے ناقہ صالح پانی پیا کرتی تھی اور لوگونکو منع کردیا کہ جو قوم عذاب دی گئی ہو اُسکے پاس نہ جاؤ اور فرمایا
کہ مجھے خوف ہو کہ تمکو بھی اسکے مثل نہ پہونچے جیسا انکو پہونچا پس تم انکے وہان نہ جاؤ۔ وقد رواہ ایضًا عن ابن عمرؓ کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جب آپ مقام حجر مین تھے فرمایا کہ مت جاؤ ان لوگون کے وہان جو عذاب دیے گئے ہین مگر اس حال مین کہ تم روتے ہوئے ہو۔ پھر تم اگر روتے
ہوئے نہو تو ان لوگون کے وہان مت جاؤ بخوف آنکہ کہین تمکو ویسا عذاب نہ پہونچے جو انکو پہونچا۔ واصل الحدیث مخرج فی الصحیحین من غیر وجہ۔
ابو کبشہؓ سے روایت ہو کہ جب تبوک کے غزوہ مین آنحضرت صلعم جاتے ہوئے حجر مین اُترے تو لوگون نے جلدی کی اور اہل حجر کے وہان جانا شروع کیا
یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو منادی کرائی کہ الصلوٰۃ جامعۃ پس مین رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہوا اس حال مین کہ آپ ایک بکری کو پکڑے ہوئے یہ فرما رہے
تھے کہ کیا جاتے ہو ایسی قوم کے وہان جنپر اللہ تعالیٰ نے غضب کیا پس صحابہ مین سے ایک شخص نے آواز سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ انسے
تعجب حاصل کرتے ہین آپنے فرمایا کہ مین تمکو اس سے عجیب بات بتادون تمھین مین سے ایک شخص ہو (یعنی خود ذات مبارک صلعم) کہ تمکو ان باتون سے آگاہ کرتا ہو جو تمسے پہلے
ہو گذرین اور ان باتون سے جو تمھارے بعد ہونگی پس تم استقامت پر رہو اور سداد اختیار کرو اللہ تعالیٰ تمھارے عذاب کی کچھ پروا نہین فرماتا
اور ایک قوم عنقریب ایسی ہوگی کہ اپنی ذات سے کچھ دفع نہ کریگی۔ رواہ احمد ولم یخرجہ احد من الستۃ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جب رسول اللہ
صلعم مقام حجر سے گذرے تو فرمایا کہ اے لوگو آیات مت مانگو چنانچہ قوم صالح نے آیۃ مانگی پس ناقہ اس نالہ کی راہ سے پانی پینے آتی تھی اور اُس دوسرے
نالہ سے نکلکر جاتی تھی پس قوم ثمود نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور ناقہ کو قتل کیا اور حال یہ تھا کہ ناقہ ایک روز پانی پیتی تھی اور ایک روز
وہ لوگ ناقہ کا دودھ پیتے تھے پھر اُسکی کونچین کاٹ کر مار ڈالا پس اُنکو آواز کرخت نے پکڑ لیا پس اللہ تعالیٰ نے ادیم السماء کے نیچے جو کوئی اس قوم
کا تھا سب کو خمود و بیجان کردیا سوا ایک مرد کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حرم مین تھا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون تھا فرمایا کہ
ابو رغال پھر جب وہ حرم سے باہر ہوا تو اسکو بھی وہ عذاب پہونچا جو اسکی قوم کو پہونچا تھا۔ رواہ احمد باسناد علی شرط مسلم ولیس فی شئی من الکتب الستۃ
علماء تفسیر نے ذکر کیا کہ ابو رغال یہی قبیلہ ثقیف کا جد اعلیٰ ہو جو طائف مین بستے تھے وقد رواہ عبد الرزاق عن معمر عن الزہری ان ابا رغال ابو ثقیف
اور عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے طائف کو جاتے ہوئے فرمایا کہ یہ ابو رغال کی قبر ہو اور وہ ثقیف کا جد اعلیٰ ہو اور یہ قوم ثمود
مین سے تھا اور حرم مین اس زمانہ مین تھا اس سے عذاب دور رہا جب پھر نکلا تو اس مقام پر اسکو عذاب پہونچا اور یہین دفن ہوا اور اسکی علامت
یہ ہو کہ اسکے ساتھ سونے کی ایک غصن (شاخ) مدفون ہو پس لوگون نے اُتر کر تلوارون سے کھود کر اسمین سے وہ غصن نکال لی رواہ عبد الرزاق مرسلا
وابو داؤد موصولا وحسنہ الشیخ ابو الحجاج المزی وقال ابن کثیر وقفت علی الشیخ بان بجیر بن ابی بجیر من لا یعرف الا بہذا الحدیث وقال یحیی بن معین
لم اسمع احدًا روی عنہ غیر اسمعیل بن امیۃ فلعلہ وہم فی رفعہ ویکون من کلام عبد اللہ بن عمرو مما اخذہ من الزاملتین اللتین وجدہما فی الیرموک فقال وہذا
محتمل واللہ اعلم۔ ... وغیرہ مین جو ناقہ کے طول جثہ کے بیان مین ذکر کیا کہ وہ ایک نالہ سے جاتی تو پھر نہین سکتی تھی حتی کہ اس کو پیچھے ...
دوسرے نالہ سے واپس ہوتی تھی تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ اسپر دلالت کرتی ہو اور علماء نے فرمایا کہ اسقدر جلد آسانی سے اسکا ہلاک کرنا ہو جانا

اس قوم کی بدبختی کی علامت تھی پھر اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کا حال فرمایا

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ
اور لوط کو بھیجا ... اپنی قوم کو کیا کرتے ہو ایسی بے حیائی ... تم سے پہلے نہین کی ہے کسی نے جہان مین ... تم تو دوڑتے ہو مردون پر

شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ○ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ

شہوت سے مارے عورتین چھوڑکر بلکہ تم لوگ حد پر نہین رہتے اور کچھ جواب نہ دیا اُسکی قوم نے مگر یہی کہا نکالو اُنکو اپنے شہر سے

اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ○ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڭ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ○ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا

یہ لوگ ہین ستھرائی چاہتے پھر بچادیا ہمنے اُسکو اور اُسکے گھر والونکو مگر اُسکی عورت رہگئی رہنے والون مین اور برسایا اُنپر برساؤ

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ○

ع ۱۰ ۱۲

پھر دیکھ آخر کیسا ہوا حال گنہگارون کا

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اذ ظرف ہے پس اگر ارسلنا مقدر ہو یعنی وارسلنا لوطا اذ قال۔ تو اذ سے زمانہ ممتد مراد لیا جاوے جسکے بعض وقت مین ارسال ہوا پھر بعض وقت مین قوم سے کہا اور حاصل آنکہ وارسلنا لوطًا وقت قولہ لہم۔ اور اظہر یہ ہے کہ اذکر مقدر ہے اور اذ ظرف بدل کا اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا لوط کو سیبویہ نے کہا کہ اسم عجمی ہے وعلی ہذا قول زجاجؒ کہ وہ مشتق نہین ہے صحیح ہے لیکن خفت کی وجہ سے منصرف ہوا اور لوط بن ہاران بن تارخ حضرت ابراہیمؑ کے بھتیجے ہین اور حضرت ابراہیمؑ کے تابع نبوت مین نبی تھے اللہ تعالے نے انکو اردن کے مقام سدوم مین بھیجا تھا جو حمص مین سے ہے پس قوم سے مراد یہی سدوم والے ہین المعنی اور بیان کردے لوط کو یعنی جبکہ لوط نے اپنی قوم سے کہا اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ فاحشہ صفت موصوف مقدر ای الفعلۃ الفاحشۃ کیا کرتے ہو ایک فعل فاحش کو یعنی غایت درجہ کے بدتر فعل کو وہ مردون ولونڈون کے ساتھ مقعد مین لواطت ہے مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ یعنی ہرگز اسوقت تک تمسے پہلے عالمین مین سے جن وانسان کسی نے اسکو نہین کیا۔ فی البیضاوی یہ جملہ مستانفہ ہے جو انکار کو موکد کرتا ہے گویا پہلے انکو اس بدتر فعل کے کرنے پر ملامت کی اور پھر انکو اس فعل بد کے اختراع کرنے پر ملامت کی کہ یہ اور زیادہ ان لوگون کے بدہونے پر دلیل ہے بعض متقدمین سے منقول ہے کہ قوم لوط کا حال نہ سُنا ہوتا تو مجھے معلوم نہوتا کہ کوئی ایسا بھی کرتا ہے آمین دلیل ہے کہ یہ فعل نہایت بدتر ہے اور زنا سے زیادہ اسکی حرمت غلیظ ہے افسوس کہ ہندوستان کے بھی بعض شہرون مین یہ فعل پایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگون کو اس سے نفرت دیدے اور بعض جاہلون نے یہ وہم کیا کہ لواطت کی حرمت ثابت نہین ہوتی حالانکہ یہ عجیب جہالت ہے کیونکہ حرام وہی ہے کہ جو شرع مین مذموم ہو اور اُس سے زیادہ کیا مذمت ہوگی جو یہان مذکور ہے اور اس سے زیادہ کیا عذاب کی وعید ہوگی کہ عاقبت مین تو عذاب ہوویگا یہان دنیا مین بھی عذاب غضب دیا گیا نعوذ باللہ من ذلک اور عنقریب یہ مسئلہ آتا ہے بالجملہ پہلے انکے فعل بدتر مذکور پر انکار کیا اور اسکی سخت مذمت فرمائی پھر تاکید ملامت کی پھر استبعاد وانکار وتعجب کو جمع فرمایا بقولہ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ارے کیا تم مردون کو آتے ہو بغرض شہوت کے عورتون کے سوائے بیضاویؒ نے فرمایا کہ بیان جملہ انکار اول ہے اور اسمین بہ نسبت سابق کے انتہا درجہ کا انکار و ملامت ہے شَهْوَةً مفعول لہٗ ہے یعنی بغرض شہوت کے کوئی اور بات نہین سوائے اسی بات کے حالانکہ اس سے بڑھکر کوئی مذمت کا فعل نہین ہے یا مصدر بموقع حال ہے اور اس سے قید لگانے مین انکے محض بہائم ہونے کی صفت بیان کی اور تنبیہ ہے کہ عاقل کو چاہیئے کہ اس فعل سے اسکی مراد اولاد صحیح ہو کہ وہ بدون عورت کے نہین ہوگی بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ بلکہ تم ایک قوم ہو کہ اسراف تمھاری صفت وعادت ہے یعنی حلال سے حرام کی طرف تجاوز کرتے ہو بیضاویؒ نے فرمایا کہ انپر انکار کرنے سے اضراب کر کے انکے حال سے جو انکو ایسے فواحش کی طرف لایا ہے خبر دی یعنی تم مین اسراف کی عادت پڑی ہوئی ہے یا انکار سے اضراب کرکے انکے جمیع معائب کا کلیہ بیان کر دیا۔ بالجملہ اس قوم بدبخت کا

ہر چند حضرت لوط علیہ السلام نے فہمائش کی کہ عورتون سے مخاطب ہون اور یہ حرکتین چھوڑین ہرگز نہ مانے اور ابن عباسؓ سے حکایت کیا
جاتا ہو کہ آپنے قوم مذکور کے اس فعل کی ابتدا یہ بیان کی کہ شیطان ایک نہایت خوبصورت طفل کی صورت بنکر آیا اور لوگونکو ملاطفت
کرکے آخر اپنے ساتھ اس حرکت کرنے پر آمادہ کیا پس جب اس سے یہ حرکت کرلی تو آخر کار دلیر ہوگئے اور یہی حرکتین کرنی شروع کین
وفی تفسیر الحافظ مفسرین نے بیان کیا ہو کہ اس قوم کی یہ حالت تھی کہ مرد تو مردون کے ساتھ آپس مین مشغول تھے اور عورتین بھی اپنی
عورتون سے مشغول تھین اور کسی کو دوسرے کی پروا نہ تھی پھر حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت کون سنتا ہے قلت شاید یہی وجہ ہو کہ
عورتین بھی چونکہ راضی نہ تھین اسواسطے حضرت لوط علیہ السلام کو ہٰؤلاء بناتی ہن اطہر لکم مین درحقیقت اپنی پاک بیٹیون کے ساتھ نکاح شرعی کی ذریعہ سے نسبت
سے اتمام حجت کرنی پڑی واللہ اعلم بہرحال کوئی نصیحت کارگر نہوئی اور ایک بھی مسلمان نہوا سوائے اہل بیت لوط علیہ السلام کے بلکہ
قوم مذکور نے یہ جواب دیا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ اور نکال دو انکو یعنے لوط
اور انکے گھر والون کو مِنْ قَرْيَتِكُمْ اپنے قریہ یعنے سدوم سے کیونکہ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ یعنے مردون کے دبر مین وطی کرنے سے
بہت پاکی رکھتے ہین حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت وخیرخواہی کا یہ جواب تھا کہ انکو یہان سے نکال باہر کردو اور وجہ یہ بیان کی کہ یہ لوگ
تطہر کرتے ہین پس یا تو حقیقۃً یہی مراد تھی اور واقعی بھی تھا اور یا انھون نے مسخرہ پن سے کہا ہو اور یہی بیضاویؒ نے اختیار کیا ہے
فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ پس نجات دی ہمنے لوط کو اور اسکے اہل کو یعنے جو لوگ اسپر ایمان لائے تھے سوائے اسکی
جورو کے کہ وہ غابرین مین سے تھی۔ قوم لوط چار لاکھ آدمی تھے جنمین سے سوائے لوطؑ کے گھر والون کے کوئی ایمان نہ لایا چنانچہ اللہ تعالےٰ
نے فرمایا فاخرجنا من كان فيها من المؤمنين فما وجدنا فيها غير بيت من المسلمين پھر تحقیق نہوا کہ لوطؑ کے سب ناتے دار سوائے دو بیٹیون کے
اور بھی تھے یا نہین بالجملہ جو ایمان لائے تھے انکو نجات فرمائی جیسا کہ دوسری آیت مین مصرح ہوگیا اگرچہ یہ ظاہر فرمادیا کہ سبب رحمت ونجات
یعنے ایمان فقط ایک گھر والون مین تھا اور وہ لوطؑ کا گھر ہو لیکن انمین سے لوطؑ کی جورو کا استثنا کیا واگاہ کیا کہ وہ غابرین مین سے تھی کیونکہ
ایمان نہ لائی تھی غبر الشئی گذر گئی وہ چیز اور نیز باقی رہگئی وہ چیز پس یہ لغت اضداد مین سے ہو اور زجاج نے کہا کہ معنی آنکہ وہ غائب ہوئی
نجات سے اور مفسرؒ نے کہا من الغابرين اى الباقين فى العذاب یعنی عذاب مین باقی رہنے والون مین سے تھی اور بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ الا امرأتہ
یعنے واہلنا مع جو دل مین کافرہ تھی كانت من الغابرين اى من الذين بقوا فى ديارهم فهلكوا یعنی باقیون مین سے یعنی ان لوگون مین سے تھی جو اپنے
دیار مین باقی رہے پس ہلاک ہوئی اور غابرات نہین کہا کیونکہ مذکر کو غلبہ دیا اور غابرات کو تابع قرار دیا قَالَ الْحَافِظُ اسیواسطے جب لوط
علیہ السلام کو شہر سے نکل جانے کا حکم ہوا کہ آخر رات مین مع اہل کے نکل جاوین تو حکم ہوا کہ اس عورت کو آگاہ نہ کرین اور نہ اسکو شہر سے نکالین
اور بعضے کہتے ہین کہ نہین بلکہ وہ عورت انکے پیچھے پیچھے ہوگئی تھی پھر جب عذاب آیا تو اُسنے منھ پھیر کر دیکھا پس اسپر بھی ایک پتھر آپڑا اور
اظہر یہ ہے کہ وہ شہر سے نہین نکلی اور نہ لوطؑ نے اسکو آگاہ کیا بلکہ انھین لوگون کے ساتھ باقی رہی اور لوطؑ واہل سے بچھڑ رہی وَأَمْطَرْنَا
عَلَيْهِمْ مَطَرًا اور برسایا ہمنے اُن کافرون پر مطر مفعول مطلق بر اسے نوع ہو ای مطر سے ایک نوع عجیب کی بارش کی اور وہ آیندہ
منفصل قصہ مین جو انشاء اللہ تعالےٰ آویگا بیان ہو بقولہ وامطرنا عليها حجارة من سجيل منضود مسومة عند ربك وما هي من الظالمين ببعيد۔
اسی واسطے یہان فرمایا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ پس تو دیکھ یعنے انکے بیان حال مین عبرت سے نظر کر کہ مجرمونکا انجام کار
کیا ہوا جس شخص پر پتھر پڑا وہ خاک ہوگیا یعنے سب ہلاک ہوئے نعوذ باللہ من عذاب اللہ عزوجل قَالَ الْحَافِظُ امام ابوحنیفہؒ کا یہ مذہب ہے

کہ شخص لواطت کے فعل میں ہو اسکو بلند مقام سے گرادیں پیچھے سے پتھر سے ماریں جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ کیا گیا **قال المترجم** یہ مذہب قوی ہے اسواسطے کہ اس فعل بد کی سزا کسی اور پر قیاس نہیں ہوسکتی اور اللہ تعالیٰ نے اسکی حرمت غلیظہ کو بیان فرمایا ہے پس سزا اسکی وہی ہے جو بیان فرمائی کیونکہ قوم مذکور کو اوپر اٹھا کر گرایا گیا اور پتھر برسے پس یہاں بمانند اسکے ممکن ہے وہی کیا جاوے **تم قال الحافظ** اور دیگر علما اس طرف گئے ہیں کہ وہ شخص خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہو ہر حال میں پتھر ولسے مار ڈالا کیا جاوے اور شافعیؒ کے دو قول میں سے ایک قول یہی ہے اور حجت یہی حدیث ابن عباسؓ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جس شخص کو تم پاؤ کہ وہ قوم لوط کا فعل کرتا ہے تو کرنیوالے اور کرانیوالے دونوں کو قتل کرو - رواہ احمد وابو داؤد والترمذی و ابن ماجہ **مترجم** کہتا ہے کہ قتل کرنا محتمل ہے کہ اسی طریقہ سے ہو جو امام ابو حنیفہؒ نے استخراج کیا ہے اور بعض آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اسکے مؤید ہیں فتامل لان الثانی اقرب واللہ اعلم اور دوسروں نے کہا کہ لوطی مانند زنا کار کے ہے اگر کنوارا ہے تو سو درے مارے اگر بیاہا ہے تو پتھروں سے مار ڈالا جاوے اور یہی امام شافعیؒ کا دوسرا قول ہے اور رہا عورتوں سے دبر میں وطی کرنا تو یہ چھوٹی لواطت ہے اور اسکے حرام ہونے پر علما کا اجماع ہے اور آنحضرت صلعم سے بہت سی حادیثیں اسکے حرام ہونے پر وارد ہوئی ہیں و سورہ بقرہ میں گذر چکا -

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا

اور مدین کو بھیجا انکا بھائی شعیب　بولا اے قوم　بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا صاحب اسکے سوائے پہونچ چکی تمکو دلیل تمہارے رب کیطرف سے سو پوری کرو ماپ اور تول اور مت گھٹا دو

النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ

لوگوں کو انکی چیزیں　اور مت خرابی ڈالو زمین میں　اسکے سنوارے پیچھے　یہ　بھلا ہے تمہارا اگر تمکو یقین ہے　اور مت بیٹھو ہر راہ پر ڈر کے دیتے

وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

اور روکتے اللہ کی راہ سے　جو کوئی یقین لاوے اسپر اور ڈھونڈھتے اسمیں عیب اور وہ یاد کرو جب تھے تم تھوڑے پھر تمکو بہت کیا اور دیکھو آخر کیسا ہوا ہے حال بگاڑنیوالوں کا

وَاِنْ كَانَ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَاۗىِٕفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰي يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

اور اگر تم میں ایک فرقے نے مانا ہے جو میرے ہاتھ بھیجا　اور ایک فرقے نے نہیں مانا　تو صبر کرو　جب تک اللہ فیصلہ کرے ہمارے بیچ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

وَاِلٰى مَدْيَنَ وارسلنا الی مدین - اور بھیجا ہمنے مدین کیطرف اس قوم کا نام مدین ہے جو مدین بن ابراہیمؑ کی اولاد ہیں کذا قال البیضاوی و یہی محمد بن اسحاق کا قول ہے اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ مدین کا اطلاق قبیلہ پر ہے جیسا کہ مذکور ہوا اور مدین ایک شہر بھی ہے جو معان کے قریب ہے کما فی قصہ موسیٰ ولما ورد ماء مدین وجد علیہ امة من الناس یسقون اور یہیں حضرت شعیبؑ تھے اور یہی اصحاب ایکہ ہیں جیسا کہ ہم عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ بیان کرینگے حاصل آنکہ فرق کرنا یہاں سہو ہے اور مراد یہاں قبیلہ مدین ہے اَخَاهُمْ شُعَيْبًا انکے بھائی شعیب کو یعنی برادری کے بھائی کو جنکا نام شعیب علیہ السلام ہے اور وہ شعیب بن میکیل بن یشجر بن مدین ہیں اور ابن اسحاق نے کہا کہ سریانی میں انکا نام یثرون تھا اور بیضاویؒ نے کہا کہ خطیب الانبیاء انکا لقب ہے کیونکہ خوبی سے قوم کو جواب دیئے ہیں قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ یہی توحید جملہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی دعوت تھی قَدْ جَاۗءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ البتہ آچکا تمہارے پاس معجزہ تمہارے پروردگار سے میری سچائی کا اس معجزہ سے مراد وہ معجزہ ہے جو انکو دیا گیا تھا مگر قرآن مجید میں ہمکو نہیں کہ وہ کیا معجزہ تھا **قال الحافظ** حاصل آنکہ میں جو رسالت الٰہی لایا ہوں اسکے بارہ میں میری سچائی کیلیے اللہ تعالیٰ نے تمہیں حجتیں و بینات قائم کر دیں جب ثابت ہوا کہ رسول ہیں تو پھر جو کچھ رسول الٰہی امر و نہی کرے وہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے برحق ہے اسکو ماننا ضرور ہے لہذا انکے افعال چھوڑنے کی انکو نصیحت فرمائی بقولہ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ پس تم پورا دو لوگوں کو کیل و میزان یہ لوگ ناپ تول کا کام تجارت کرتے تھے اور بدکاری سے پورا نہیں تولتے تھے اور کمی کرتے تو انکو اس سے منع کیا حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے گروہ موالی تم ناپ تول کے کام میں امانت دار ہو خبردار رہو کہ ایسا نہ کرنا جیسے اگلی امتوں نے بخس سے اپنے آپکو تباہ کیا ہذا حاصل الحدیث اگر کہا جاوے کہ کیل مصدر ہے بمعنی ناپنا اور میزان اسم آلہ ہے بمعنی ترازو تو بعطف کیونکر درست ہو جواب دیا گیا کہ کیل سے مراد مکیال ہے

جیسے عیش و معاش یعنی پیمانہ و میزان پورے دو نہ زیادہ نہ کم بلکہ پورا حق دو کیونکہ کمی نہ ہونے کی طرف زیادہ اہتمام ہے اور بعض نے کہا کہ میزان مصدر ہے بمعنی وزن اور بعض نے کہا کہ ظرف الکیل مضاف مقدر ہے حق یہ ہے کہ تفہیم معنی کے واسطے یہ بیان کیا گیا اور اسی معنی کو ادا کرنے میں یہی کلام فصیح ہے اور سورۂ ہود میں المکیال والمیزان آیا ہے پھر وجہ فساد پر تنبیہ کر دی بقولہ ولا تبخسوا الناس اشیاءھم بخس بباء و خاء معجمہ بمعنے نقص خواہ عیب اور دینا یا میل کرنا یا دھوکا دینا یا حیلہ کرنا یا بوجہ شرعی لینا حاصل آنکہ اور مت کمی کرو لوگوں کے حقوق میں اشیاء بلفظ تعمیم اسواسطے فرمایا کہ جلیل و حقیر و قلیل و کثیر سب میں وہ لوگ بخس کرتے تھے وقال السدی مکاس تھے کوئی چیز بدون مکس لئے نہیں چھوڑتے تھے ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا اور مت فساد کرو ملک میں یعنی کفر و گناہ ہونے سے بعد اسکی اصلاح کے یعنی رسولوں کے بھیجنے سے صلاح ہونیکے بعد پہلا فساد اس امت میں ان بدبختوں نے پھیلایا جنھوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ذلکم یہ جو مذکور ہوا خیر لکم تمہارے حق میں بہتر ہے ان کنتم مؤمنین اگر تم مومن ہو حالانکہ وہ لوگ مومن نہ تھے پس معنی یہ کہ اگر تم ایمان چاہتے ہو جزاء شرط محذوف ہے ای فبادروا الیہ یعنی اسکی طرف مبادرت کرو حاصل آنکہ اگر تم ایمان چاہتے ہو تو جو مذکور ہوا اسکی طرف مبادرت کرو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور بہتری مجموعی براہ دنیا و دین ہے ولا تقعدوا بکل صراط اور مت بیٹھو ہر راہ پر خواہ حسی ہو یا معنوی ہو اس حال سے کہ توعدون خوف دلاؤ لوگوں کو انکے مال ناحق لینے کا یا ایسے حق کے لینے کا یہ آہی پر بیٹھنے سے ممانعت ہے وتصدون اور روکو لوگوں کو عن سبیل اللہ اللہ تعالیٰ کے دین سے من آمن بہ ایسے شخص کو جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور یہ روکنا اسطرح کہ اسکو دھمکایا کہ ایمان لاویگا تو قتل کر ڈالینگے من آمن مفعول تصدون ہے اور وہ توعدون پر عطف ہو کر ضمیر لاتقعدوا سے حال ہے یعنی ہر راہ پر دھمکاتے اور روکتے ہوئے مت بیٹھو راہ حق اگرچہ واحد مستقیم ہے لیکن اسمیں معرفت حدود و احکام ہیں اسواسطے بکل صراط فرمایا وتبغونھا عوجا یہ بھی توعدون پر عطف ہے یعنی اس حال سے کہ طلب کرتے ہو راہ کو معوجہ یعنی لوگوں کو شبہہ ڈالا اور انسے کہو کہ ٹیڑھی راہ ہے اور راہ پر بیٹھنے سے حقیقت بیٹھنا مراد نہیں ہے بلکہ ایسے طریقہ اختیار کرنے سے ممانعت ہے قریش والے بھی لوگوں کو آنحضرت صلعم پر ایمان لانے سے روکتے تھے اور اسیطرح دھمکاتے تھے واذکروا اذ کنتم قلیلا فکثرکم وانظروا کیف کان عاقبۃ المفسدین اور یاد کرو کہ تم تھوڑے تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمکو بہت کر دیا اور عبرت سے دیکھو کہ مفسدوں کا انجام کار کیا ہوا یعنی تم سے پہلے قوم لوط وغیرہ جنھوں نے شرک و گناہ ہونے سے زمین میں فساد برپا کیا اور رسول کا کہنا نہ مانا انکا انجام بنظر عبرت دیکھو کہ آخر عذاب سے ہلاک کئے گئے وان کان طائفۃ منکم آمنوا بالذی ارسلت بہ وطائفۃ لم یؤمنوا یعنے اور اگر تمنے میرے رسول ہونے میں اختلاف کیا اور دو فرقے ہو گئے کہ ایک فرقہ تو ایمان لایا و نجات اختیار کی اور دوسرے فرقہ نے ایمان سے انکار کیا اور مجھے جھٹلایا ہے فاصبروا تو انتظار کرو حتی یحکم اللہ بیننا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے تمہارے درمیان میں حکم کرے بایں طور کہ جو حق پر ہے اسکو نجات دے اور جو ناحق پر ہے اسکو ہلاک کرے وھو خیر الحاکمین وہ حاکموں میں سب سے بڑھکر انصاف کرنیوالا ہے اور یہ درحقیقت انکو انتظار کرنیکا حکم نہیں بلکہ تخویف و تہدید و وعید ہے اسواسطے کہ عدل الٰہی میں پڑ گئے تو ہلاک ہوئے

الافادۃ مع التنبیہ مخلوقات کی ذاتی غرض ہے کہ خالق عزوجل کو پہچانے اور اسپر ایمان لا کر حق تقویٰ عبادت ادا کرے لیکن مخلوق سے جو چیز حادث ہو وہ بھی مخلوق ہو گی تو وہ شان خالق عزوجل کے لائق نہیں ہو سکتی ہے اسیواسطے امام ابوحنیفہؒ نے رسالہ عقائد یعنے فقہ اکبر میں فرمایا کہ بندہ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت جیسی شان سے لائق ہے ادا ہونا محال ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی جمیع اہل السنۃ والجماعۃ کا اعتقاد ہے پس ظاہر ہوا کہ عدل الٰہی عزوجل میں اگر خود ہوں تو کسی سے حق اصلی یعنی عبادت کا ذرہ بھی نہ پایا جا(ئے) ولیکن حق تعالیٰ نے نیک بندوں سے اپنے حکم کی تعمیل چاہی ورنہ یہ ممکن ہے پس اس تعمیل میں اصل اعتقاد ہے اور اسی اصل پر طاعات صوم و صلوٰۃ کی شاخیں ہیں لہذا جسقدر اعتقاد خوب و معرفت عالی ہوا اسیقدر ثواب طاعت و قبولیت میں کمال ہوتا ہے حتی کہ ولی کی دو رکعت کے مقابلہ میں عامی کی ہزار رکعت نہیں پہنچتی ہے

فاعرفہ والسلام اللھم اغفر لنا غفرانا واسعا اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین

تمت ——— الثامن

آٹھواں جزو تمام ہوا بعدہ نواں قال الملأ الذین ہے

تنبیہ الغافلین ۔ مسائل دینیہ ۔ ۱۰ر
حیرت الفقہ ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۱ر
جواب السائلین ۔ بطور استفتاء ۔ ۲ر
کنز الدقائق ۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان ۔ عہ
چہل مسائل فقہ ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۱۰ر
رسالہ تجہیز و تکفین ۔ از محمد عمر ۔ ۱ر

فقہ فارسی

ہدایہ ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے ۔ دو مجلد کامل ۔ ۱۰ر
شرح سفر السعادت ۔ از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف ۔ سہ ر
گنج الحجج ۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔ عہ
تذکرۃ الجمعہ ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام ۔ ۲ر
بتیان ۔ در حکم تنباکو و حقہ از ملا معین الدین ۔ ار
بدائع منظوم ۔ مسائل فقہ بنظم فارسی از ملا ناظم علی ۔ ۲ر
نام حق ۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری ۔ ۱۰ر
مائۃ مسائل ۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۔ ۶ر
شرح وقایہ فارسی ۔ بر حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی ۔ عہ ر
مسالک المتقین ۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی اللہ یار خان ۔ عہ ر
فتاوی برہنہ ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین ۔ عہ
قدوری ۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم ۔ ۲ر
شرح فارسی مختصر وقایہ ۔ از عبد الرحمن جامی ۔ ۱۵ر
کنز فارسی ۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ ۔ ۱۳ر
مالا بد منہ ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ ۔ ۵ر
شرح مختصر وقایہ کوہستانی ۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی ۔ عہ
رسالہ تنبیہ الانسان ۔ در حلت و حرمت جانوران ۔ ۱ر
رسالہ قاضی قطب ۔ ذکر ایمان و ارکان ۔ ر

فقہ عربی

برجندی ۔ شرح مختصر وقایہ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ۔ سے ر
فتح القدیر ۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کا کامل چار مجلد ضخیم جدید الطبع ۔ ۱۳عہ
ہدایہ ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہیں ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل ۔
(۱) جلدین اولین عبادات ۔ للعہ ر
(۲) جلدین آخرین معاملات ۔ صہ ر
ہدایہ مع شرح الکفایہ ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل ۔
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح ۔ للعہ ر
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب ۔ للعہ ر
فتاوی قاضی خان مع سراجیہ ۔ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتبر معروف متداول دو مجلد کامل ۔ معہ ر
شرح وقایہ ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس بتقطیع کلان خوشخط و صحیح ۔ عہ ر
شرح وقایہ خورد ۔ مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ۔ ۱ر
الاشباہ والنظائر ۔ مع شرح حموی معروف مستند متداول ۔ سے ر
ملا مسکین ۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل میں داخل درس ہے ۔ عہ ر
مستخلص الحقائق ۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول ۔ عہ ر
عینی شرح کنز الدقائق ۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد میں
(۱) جلدین اولین عبادات میں ۔ عہ ر
مختصر وقایہ محشی ۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول ۔ ۱۱ر
عمدۃ البضاعۃ ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ار

کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ قیمت ۱۰ ار

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی - ۷ر

باب دانش - مولفۂ مولوی محمد کریم بخش ۱۴ر

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر

ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلدین مترجمۂ مولانا ابو الحسن فریدآبادی - عہ

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۳۰ر

بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲۰ر

آبحیات - اخلاق و موعظت مین مصنفۂ منشی کاما پرشاد - ۳۰ر

کیمیاے حکمت - حصۂ اول بیان شرایف علم و ادب - ۲۰ر

پیراہن یوسفی - اُردو ترجمۂ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلدین بتفصیل ذیل

(جلد اول) ترجمۂ دفتر - ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع

(جلد دوم) ترجمۂ دفتر - ۴ و ۵ و ۶ زیر طبع

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب - عہ ۱۰ر

چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اُردو پندنامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۲ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی در چہار جلد کامل ۵ر

تہذیب احسانی - مولفۂ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہلسنت)

گلستان - جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم عہ

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر

گلستان باتصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی ۹ر

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم ۸ر

گلستان محشی اُردو - اس پر طلبا کی آسانی کے لیے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین - ۱۴ر

شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبرآبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر

گلستان مترجم - فارسی با ترجمۂ اُردو - ۱۲ر

گلستان خرد - فارسی - ۵ر

تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندرآبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ر

بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر

خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجدالدین ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹ر

بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی عہ

بوستان محشی کلان - اس مین ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ر

بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر

بوستان محشی خرد - ۵ر

بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہین ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے - از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر

بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بمثل شرح ہے - عہ

اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے عہ

اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہے۔ اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیرالدین طوسی کاغذ سفید گندہ - عہ

اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی - ۸ر

مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی ۲ر

مجموعۂ صد پند سودمند حضرت لقمان کے سنو قابل قدر نصائح - ۲ر ۶ پائی

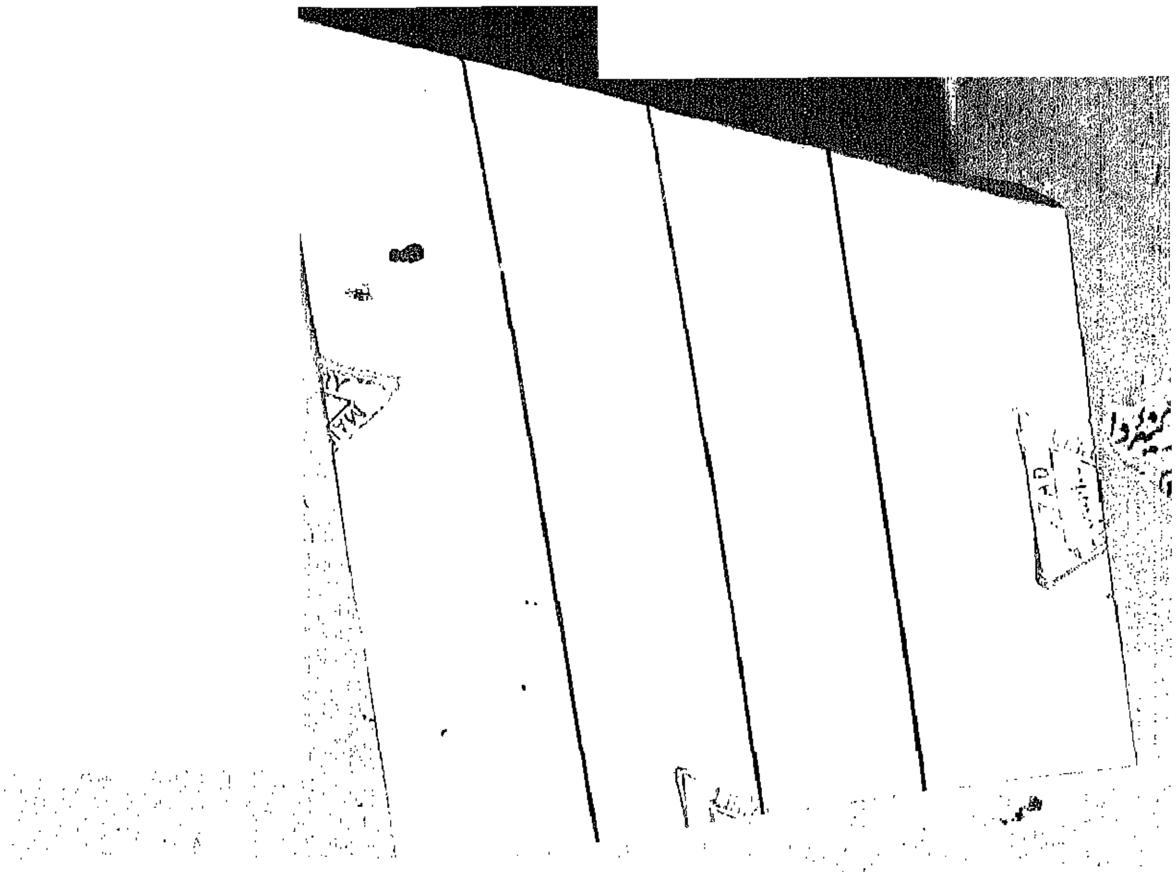

DATE	NO.	DATE	NO.

پارہ ۹

يعلمكم الكتب والحكمة ويعلمكم ما لم تكونوا تعلمون

مفتاح کنوز اسرار ربانی مخزن لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جسمین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین ایمان،

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیة والنقلیة بحر الفنون الفرعیة والاصلیة قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدة الاجلة والاماثل
المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ عین الہدایہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنہ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین چھپی

١٩٣٩ء

اطلاع - اس مطبع مین ہر علم وفن کی کتب بکثرت ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ وملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے اس کتاب کے مثل قیچ کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب اردو و فارسی وعربی کے درج کرتے ہیں تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اردو

تفسیر قادری - ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدین میں عہ

تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بتحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین - ۲ر

تفسیر سورۂ یوسف - چہ مصرعہ از مولوی اشرف علی - ۵ر

تفسیر سورۂ مزمل - بانرجمہ اردو - ۳ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ بسعارت مبدا اول پوری تفسیر خوشخط مجلد ؎ ر

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا حسین ہروی در تصوف عہ

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی - مسمی بسواطع الالہام علم کے سر کا تاج ہے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب تھی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیسے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسمیں عجیب بلاغت وسلاست ہے مبتدا وخبر اور شرط وجزا کی اصطلاح بے نقط فرعون وقارون کا نام بے نقط رواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ہے ایسا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس تصحیح ملا حسین کو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت اہتمام سے چھپا - قیمت بلا جلد مجلد عہ ر

احادیث اردو

مظاہر حق - ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم ومغفور کامل چار جلدین ہو حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اردو میں اس ترتیب سے کہ اجمال کا بھی نہایت کیا گیا ہے عہ

تحفۃ الاخیار - ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی - عہ ر

ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری لاہوری لاہوری - یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ وشہرت دیہی - للعہ ر

ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا - عہ ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع عہ

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف - عہ ر

دلائل الخیرات - با ترجمہ فارسی واسماے متبرکہ

درخواص اسماء حسنٰی معروف - ۲ر

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل فی ذخیرہ احادیث مؤلفہ مولانا غلام یحیی - ۵ر

فقہ اردو

غایۃ الاوطار - ترجمہ اردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی ومولوی محمد احسن کامل چار جلدین عہ ر

راہ نجات - ضروری مسائل نماز وروزہ وغیرہ ۱ر

مفتاح الجنۃ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ر

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان - ۱ر

ترجمہ فتاوی عالمگیری اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل عہ ر

کشف الحاجۃ - ترجمہ اردو مالابد منہ از مولوی محمد نور الدین - ۲ر

ہزار مسئلہ - شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیہ شریف (۶) نورنامہ (۷) چہل مسائل مولفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام - ۲ر

شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری - ۳ر

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ

بولے سردار جو بڑائی رکھتے تھے اُسکی قوم کے ہم نکال دینگے

يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِن قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۚ قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ ۝ قَدِ

اے شعیب تجکو اور جو یقین لائے ہیں تیرے ساتھ اپنے شہر سے یا پھر آؤ ہمارے دین میں بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی ہم نے

افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُم بَعْدَ إِذْ نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا ۚ وَمَا يَكُونُ لَنَا أَن نَّعُودَ فِيهَا

جھوٹ باندھا اللہ پر اگر پھر آویں تمہارے دین میں جب اللہ ہمکو خلاص کر چکا اُس سے اور ہمارا کام نہیں کہ پھر آویں اُس میں

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا ۚ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۚ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا

مگر کہ اللہ چاہے رب ہمارا ہمارے رب کی سمائی میں ہر سب چیز کی خبر اللہ پر ہمنے بھروسا کیا اے رب فیصلہ کر ہمارے اور ہماری قوم کے بیچ

بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۝

انصاف کا اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا

قال الملأ الذین استکبروا ۔ تکبر کیا تھا ایمان لانے سے ۔ من قومہ ۔ شعیب کی قوم میں سے ۔ لنخرجنک یشعیب والذین امنوا معک من قریتنا او لتعودن فی ملتنا ۔ حاصل آنکہ دو باتوں میں سے ایک بات ہوگی یا تو تمھارا اس شہر سے باہر کرنا یا کفر میں عود کرنا ۔ اگر کہا جاوے کہ شعیب علیہ السلام کبھی انکی ملت میں نہ تھے کیونکہ انبیاء سے کبھی کفر روا نہیں ہے پھر عود کرنے کے کیا معنے ہیں تو جواب یہ ہے کہ کافروں نے مومنین کی تغلیب کر کے شعیب کو بھی انھیں میں داخل کر دیا اور شعیب علیہ السلام نے بھی تغلیبا مومنوں کے زمرہ میں اپنے آپ کو شامل کر کے جواب دیا بقولہ قال اولو کنا کارھین ۔ اے قال انعود فیہا ولو کنا کارہین ۔ فرمایا کہ کیا ہم تمہاری ملت میں عود کر جاوینگے اگرچہ ہم اس سے کراہت رکھتے ہوں ۔ بیضاوی نے کہا اے کیف نعود فیہا ونحن کارہون یعنی کیونکر ہم ملت کفر میں عود کرینگے حالانکہ ہم کارہ ہیں پس اس میں تنبیہ ہے کہ اکراہ و جبر سے ہمارا کفر متحقق نہوگا ۔ اور بعض نے یہ معنی بیان کیے کہ ہم کبھی عود نہ کرینگے اگرچہ تم ہم پر جبر و اکراہ کرو ۔ قد افترینا علی اللہ کذبا ان عدنا فی ملتکم بعد اذ نجنا اللہ منہا ۔ جملہ شرطیہ کا جواب محذوف ہے جس پر قولہ قد افترینا دلالت کرتا ہے اور معنی اس ماضی کے مستقبل ہیں کیونکہ وہ حقیقت میں واقع نہیں ہوا لیکن مبالغہ کے طور پر وہ بمنزلہ واقع کے قرار دیا گیا اور اس پر حرف قد داخل کیا گیا تاکہ خیال سے قریب کر دے یعنی اب ہم البتہ مفتری ہو جاوینگے اگر عود کریں بعد نجات کے کیونکہ اللہ تعالے کا شریک بنانا درحالیکہ خوب ظاہر ہو گیا کہ اسکا کوئی شریک نہیں ہے محض افترا ہے اور کشاف وغیرہ میں اسکو جواب قسم محذوف قرار دیا اے واللہ لقد افترینا ۔ اور ان صیغوں میں بھی حضرت شعیب علیہ السلام نے تغلیبا اپنے آپ کو شامل کیا حالانکہ وہ اول سے نجات یافتہ تھے وما یکون لنا ان نعود فیہا ۔ اے وما ینبغی لنا ہم کو سزاوار نہیں ہے ۔ قال البیضاوی وما یصح لنا ۔ اور ہم کو صحیح نہیں ہے کہ ہم ملت کفر میں عود کریں ۔ الا ان یشاء اللہ ربنا ۔ مگر آنکہ مشیت ہو اللہ تعالے ہمارے پروردگار کی ایسی پس ہم کو مخذول کرے ۔ یعنے اگر اللہ تعالے ہی کی مشیت میں ہمارا مخذول کرنا و مرتد کرنا جاری ہوا تو ایسی صورت میں خواہ مخواہ ہم پر قضاء الٰہی جاری ہوگی اور اس کا حکم نافذ ہوگا اور ہم اس کے بندے ہیں ۔ اس میں دلیل ہے کہ کفر بھی اللہ تعالے کی مشیت سے ہے اور معتزلہ نے کہا برائی کی مشیت چونکہ محال ہے لہذا یہ تعلیق بالمحال ہے پس انکا مرتد ہونا اور ملت کفر میں عود کرنا محال ہے اس سے کافروں کی طمع توڑ دی اور حق قول اول ہے

اور اس مین بھی معرفت قدرت و عظمت والٰہی انکو دی ہے اور بندگی اپنے اوپر ثابت کی ہے وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ یعنے علم اسکا ہر چیز کو محیط ہے جو ہوئی اور جو ہوگی اور انجام ہمارا و تمہارا حال ہے۔ عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا۔ اللہ تعالیٰ ہی پر ہمنے بھروسا کیا۔ وہذا کما قال النبی صلعم قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ہو مولانا وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ رَبَّنَا افْتَحْ۔ اے رب ہمارے حکم کردے۔ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ یعنے عدل کے ساتھ اور یہ تاکید ہے اسواسطے کہ حکم الٰہی سب عدل ہے۔ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ۔ اور تو بہتر حاکمون کا ہے

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

اور بولے سردار جو منکر تھے اسکی قوم کے اگر چلے تم شعیب کی راہ بیشک تو تم خراب ہوئے پھر پکڑا انکو زلزلے نے

فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ ۝ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ۚ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا

مع

پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر مین اوندھے پڑے جنھون نے جھٹلایا شعیب کو جیسے کبھی نہ رہے تھے وہان جنھون نے جھٹلایا شعیب کو

كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ ۝ فَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۖ فَكَيْفَ

وہی ہوئے خراب پھر الٹا پھرا اُن سے اور بولا اے قوم پہونچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور بھلا چاہا تمھارا اب کیا

آسَىٰ عَلَىٰ قَوْمٍ كَافِرِينَ ۝

ع ۹

غم کھاؤن نہ ماننے لوگون پر

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ۔ یعنے بعض نے بعض سے کہا لَئِنِ لام قسم ہے یعنے واللہ اگر۔ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا تمنے شعیب کی پیروی کی۔ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ۔ تو تم اس وقت ضرور خوار ہونے والون مین سے ہوجاؤگے۔ فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ۔ پس انکو زلزلہ شدیدہ نے پکڑا۔ قال البیضاوی رح۔ شاید یہ عذاب کی ابتدائی چیز تھی اور سورۂ ہود مین واخذت الذین ظلموا الصیحۃ یعنی ظالمون کو آواز سخت نے پکڑا۔ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ۔ بارکین علی الرکب میتین۔ پس ہوگئے وہ اپنے گھرون مین یعنے اپنے شہر مین گھٹنون کے بل بیٹھے ہوئے کی حالت مین مردے۔ قال المترجم گویا اشارہ ہے کہ زلزلہ سخت سے حالت استقامت پر نہ رہ سکے بلکہ گھٹنون کے بل انکی روحین گھٹ گئین اور مرگئے۔ وقال الحافظ مناسبت سورۂ ہود مین واللہ اعلم یہ ہے کہ کافرون نے بقولہم صلوتک تامرک ان نترک الخ گستاخی کے کلمات کہے تھے تو آواز سخت سے ساکت ہوئے اور سورۂ شعرا مین فرمایا فکذبوہ فاخذہم عذاب یوم الظلۃ الآیۃ۔ اور یہ اس بات پر تھا کہ انھون نے کہا تھا کہ فاسقط علینا کسفا من السماء الآیۃ پس آگاہ فرمایا کہ انکو عذاب یوم الظلہ پہونچا اور یہ سب باتین انپر مجتمع ہوئی تھین یعنے عذاب یوم الظلہ پہونچا یعنے ایسا ابر چھایا جسمین آگ اور لپٹین اور التہاب و جوش تھا پھر آسمان سے آواز سخت اور زمین سے سخت زلزلہ آیا پس گھٹکر جان نکل گئی۔ وفی السراج ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انپر جہنم سے ایک دروازہ کھول دیا تھا پس سخت حرارت انکو پہونچی اور سانس کھنچنے لگی اور سایہ و پانی کچھ نفع نہین کرتا تھا پس تہخانون مین گھسے کہ وہان کچھ ٹھنڈک ملے اسکو اوپر سے زیادہ گرم پایا پس جنگل کو نکل گئے وہان ایک ابر آیا جس مین سے ٹھنڈی ہوا آتی تھی پس آپس مین ایک دوسرے کو پکار کر اسکے نیچے مجتمع ہوئے حتی کہ عورتین و بال بچے سب پھر وہ آگ کی طرح لپٹین مارنے لگا اور زمین کو سخت زلزلہ ہوا پس سب جلکر خاک ہوگئے۔ اور عکرمہ بن خالد و سدی و قتادہؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کو دو مرتبہ دو قومون پر بھیجا اور کسی نبی کو دو مرتبہ نہین بھیجا پس اصحاب ایکہ کیطرف بھیجا وہ تو نافرمانی سے عذاب یوم الظلہ سے ہلاک ہوئے اور

قوم مدین پر بھیجا وہ صیحہ سے ہلاک ہوئی۔ قال المترجم سورۂ ہود مین انشاء اللہ تعالیٰ تحقیق آویگی کہ اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین دو نہین بلکہ
واحد ہین اور عذاب سب ایک ہی قوم پر بسبب ترتیب جمع ہوئے ہین اور ابن ابی حاتم اور حاکمؒ نے ابو اسحاق سبیعیؒ سے روایت کی کہ مجھسے یعقوب
بن ابی مسلمہ نے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب شعیب علیہ السلام کا ذکر کرتے تو فرماتے کہ یہ شخص خطیب الانبیاء ہے کہ جس قوم سے
چاہتا خوبی سے مراجعہ فرماتا پھر جب قوم والون نے اسکو جھٹلایا اور سنگسار کرنے اور شہر بدر کرنے کی دھمکی دی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکشی کی
اور تکبر کیا تو اللہ تعالیٰ نے انکو عذاب یوم الظلۃ مین گرفتار فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا جن لوگون نے شعیبؑ کو جھٹلایا۔ كَاَنْ لَّمْ
يَغْنَوْا فِيْهَا لم یقیموا فی دیارہم گویا وہ لوگ اپنے دیار مین بسے نہ تھے مغنے بمعنے مسکن ہے حاصل آنکہ ایسے نیست کیے گئے گویا انکا وجود ہی نہین تھا
اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ جنھون نے شعیبؑ کو جھٹلایا وہی دونون جہان مین خوار تھے۔ یہ کافرون کا رد ہے جنھون نے
قسم کھائی تھی کہ لئن اتبعتم شعیبا انکم اذا لخسرون۔ حاصل آنکہ خاسرین اور دونون جہان مین برباد درحقیقت وہی لوگ تھے جنھون نے جھٹلایا
اور وہ نہ تھے جنھون نے پیروی اور اتباع کی بلکہ پیروی وتصدیق کرنے والے وہی دونون جہان مین فلاح پانے والے پھل پانیوالے ہین۔ اسی
بات پر تنبیہ اور مبالغہ کے واسطے اسم موصول کو دو جگہ ذکر کیا اور دو جا سے استیناف فرمایا اور دونون کو اسمیہ فرمایا اور جا اخیر مین ضمیر
فصل سے تاکید فرمائی۔ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ پس شعیبؑ نے ان لوگون سے اعراض کیا جبکہ انپر نزول عذاب کا یقین ہوگیا۔ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ
اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ یہ انپر تاسف وحزن کے طور پر کہا کیونکہ وہ بہت لوگ تھے اور توقع تھی کہ اسلام قبول کرین پھر اپنے اوپر
خود انکار فرمایا اور کہا فَكَيْفَ اٰسٰى احزن عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔ کیسے قوم کافر پر مین غمگین ہون کیونکہ وہ حزن کے لائق نہین اسلیے کہ جو انکو
عذاب پہونچا وہ اسی کے مستحق تھے اسواسطے کہ کفر وشرک وایذاء وظلم پر ہٹ کرتے رہے کسی طرح نہ مانا بعض نے کہا کہ یہ بطور عذر کہا ہے کہ مجھے زیادہ
غم اسوجہ سے نہین کہ رسالت وپیغام پہونچانے وڈرانے ونیک وبد سنانے اور خالص نصیحت کرنے مین کوئی بات مین نے نہین اٹھا رکھی اگر انھون نے
مجھکو کسی طرح سچا نہ مانا پھر مین کیونکر انپر غم کرون۔ قال المترجم توطیہ وتمہید عذاب شروع ہوجانے پر شاید ان لوگون نے تصدیق کی ہو اور کہا
کہ اپنی قوم کی ہلاکت کا غم نہین کرتے خصوص جبکہ سات روز حرارت کی شدت رہی ولیکن شعیب علیہ السلام نے یہ جواب دیا کیونکہ عذاب الٰہی جسوقت
آگیا تو پھر دور نہین ہوتا ہے اور اسوقت ایمان لانا بیکار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۝ ثُمَّ
اور نہین بھیجا بیچ کسی بستی مین کوئی نبی کہ نہ پکڑا وہان کے لوگون کو سختی اور تکلیف مین شاید وہ گڑگڑاوین پھر
بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ
بدل دی ہمنے برائی کی جگہ بھلائی جبتک کہ بڑھ گئے اور کہنے لگے پہونچتی رہی ہمارے باپ دادون کو بھی تکلیف اور خوشی پھر پکڑا ہمنے انکو
بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝
ناگہان اور وہ خبر نہ رکھتے تھے

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ۔ پھر اس قریہ والون نے اس نبی کو نہ مانا اور جھٹلایا۔ اِلَّآ اَخَذْنَآ یعنی ماخوذ کیا ہم نے بطور عذاب کے
اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ۔ یعنی بمعنے شدت فقر۔ وَالضَّرَّآءِ یعنے مرض ایسا ہی ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ یتذللون فیومنون۔
تذلل کرین یعنے اپنی عاجزی وذلت ظاہر کرین اور ایمان لاوین۔ اسے تاکہ متضرع ومتذلل ہون۔ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ یعنے

پھر بدل دیا ہم نے بجائے اس چیز کے جو انکو اسارت اور ناگواری پہونچاتی تھی بھلائی کو یعنے سلامتی وکشایش کو حَتّٰى عَفَوْا یہانتک کہ بہت ہوگئے یعنے تعداد وساز وسامان مین بہت ہوگئے۔ یقال عفا النبات یعنے بہت ہوگئی نبات۔ وفی الحدیث اعفوا اللحی بڑھاؤ داڑھی۔ حاصل آنکہ پہلے اُن کو سختی مین ماخوذ کیا تاکہ اس حالت مین تضرع کرین اور ایمان لاوین پھر خوب مال ومتاع واولاد سے بھر دیا تاکہ اس حالت مین شکر بجا ادا کرین اور مومن ہوجاوین دونون طرح امتحان لیے گئے مگر ایمان نہ لائے بلکہ وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ۔ یعنے کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادون کو بھی کبھی ضرر پہونچا اور کبھی مسرت پہونچی ویسے ہی ہم کو پہلے مضرت پہونچی تھی اب کیسی فراخی پہونچی یہ سب زمانہ کی گردش ہے کبھی رنج ہے کبھی راحت ہے۔ حاصل آنکہ بداعتقادی یہانتک پہونچائی اور جناب الٰہی مین شکر ادا کی جگہہ کفران نعمت کیا اور اسکی یاد کے بجائے یہ فراموشی اختیار کی اور اسی پر جم گئے اور ظلم وجور وبدکاری وگناہ کی جڑ مضبوط کی اور یہ حال مومنون کے برخلاف ہے کیونکہ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ حال ضرار وسرار دونون مین اللہ تعالے کی طرف رجوع ہوتا ہے اور اسکا شکر کرتا ہے سبحان اللہ تعالے اُسکے پاس ایمان سی نعمت او تعالے سبحانہ نے عطا فرائی ہے جسکا شکر کبھی ادا نہین ہوسکتا۔ اور صحیحین مین ہے کہ مومن کا حال عجب ہی کہ اُسکے حق مین جو اللہ تعالے نے قضا ومقدر جاری فرائی اُسکے لیے بہتر ہوتی ہے پس اگر اسکو ضرار پہونچی اور اُسنے صبر کیا تو اُسکے لیے بہت بہتر ہوگئی اور اگر سرار پہونچی اور اُسنے شکر کیا تو اسکے لیے بہتر ہے۔ بالجملہ کافرون کی حالت نعوذ باللہ منہ دونون طرح خراب ہے کہ مضرت پہونچی تو اثر نہین ہوا اگر بے انام اور آسایش پہونچی تو مست ہوکر بیخوف ہوگیے اور جو نہ کرنا چاہیے وہ سب کرنے لگے فارغ البال دنیا ہی پر بھروسا کرکے چین مین مشغول ہوئے فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ یعنے پس ناگہان ہم نے اُن کو عذاب مین ماخوذ کرلیا درحالیکہ وہ شعور نہین رکھتے تھے کہ کب اُنپر عذاب آویگا۔ حدیث مین آیا ہے کہ ناگہانی موت مومن کے واسطے رحمت ہے اور کافر کے واسطے حسرت وغم ہے کذا اوردہ حافظ الحدیث الشیخ ابن کثیرؒ اور اشارت ہے کہ ناگہانی گرفت دوطور پر ہے خواہ تعجیل دنیا مین عذاب آجاوے خواہ یہ کہ موت آجاوے کیونکہ مرتے ہی عذاب سخت مین گرفتار ہوگا اور یہ دنیا تو چند روزہ ہے۔ اللہم ثبت اقدامنا علی الایمان والاسلام۔ توسیع رزق ومال واولاد مین اُنکو دنیاوی حصہ پورا دیدیا کیونکہ عاقبت مین انکا کچھ نہین ہو

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ

اور کبھی بستیون والے یقین لاتے اور بچ چلتے تو ہم کھول دیتے اُنپر خوبیان آسمان اور زمین سے لیکن جھٹلانے لگے تو پکڑا ہمنے اُنکو

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

بدلا اُنکی کمائی کا

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى۔ مدارک مین ہے الف لام القری کا ان قری سے مشعر ہے جنپر قولہ وما ارسلنا فی قریۃ من نبی۔ دلالت کرتا ہے گویا یون کہا ولو ان اہل تلک القری التی کذبوا واہلکوا۔ یعنے اور اگر ان شہرون والے جنھون نے جھٹلایا اور ہلاک ہوگئے۔ اٰمَنُوْا۔ ایمان لاتے اللہ تعالیٰ واُسکے رسولون پر جو اُنکی طرف بھیجے گئے۔ وَاتَّقَوْا۔ اور پرہیز کرتے کفر وگناہون سے۔ لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ۔ فتح وتفتیح دونون مصدر سے قرارۃ تخفیف اکثر کی اور تشدید ابن عامر کی آئی ہے۔ تو البتہ ہم کشادہ کردیتے ان لوگون پر۔ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ۔ برکتین آسمان سے بعض نے کہا یعنے برکت والا مینھ برساتے۔ وَالْاَرْضِ۔ اور زمین سے بعض نے کہا کہ زمین سے خوب نباتات اُگاتے۔ وفی البیضاوی۔ یہ کنایہ ہی توسیع خیرات کا یعنے ہر طرف سے ہم اُنپر بھلائی اُتار دیتے اور ہر طرح کی بھلائی کو شامل ہے۔ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا۔ ولیکن ان لوگون نے رسولون کو جھٹلایا۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ پس گرفتار کر لیا ہم نے انکو بوجہ اُنکے اعمال کے۔ امصدریہ ہے اے بسبب کسبہم یعنی بسبب ان کے بدافعال کے قال الحافظؒ اس مین اللہ تعالے نے اہل القری کی قلت ایمان کی خبر فرمائی ہے مانند قولہ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا الا قوم یونس لما آمنوا کشفنا عنہم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا ومتعناہم الی حین۔ اور نیز فرمایا وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون فآمنوا فمتعناہم الی حین۔ احصل آنکہ اہل القری مین سے سوائے قوم یونسؑ کے سب خوار وبرباد ہوگئے کوئی ایمان نہ لائے مگر بہت قلیل حتی کہ حدیث مین ہے کہ قیامت مین بعض نبی کے ساتھ کوئی نہوگا اور بعض کے ساتھ ایک اور دو ہونگے۔ پھر اللہ تعالے نے تہدید فرمائی۔ بقولہ۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ؕ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ

اب کیا نڈر ہین بستیون والے کہ پہونچے اُنپر آفت راتون رات جب سوتے ہون یا نڈر ہین بستیون والے کہ

يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

آپہونچے اُنپر آفت ہماری دن چڑھے جب کھیلتے ہون کیا نڈر ہوے اللہ کے داؤ سے سو نڈر نہین اللہ کے داؤ سے مگر جو لوگ

الْخٰسِرُوْنَ ۝

خراب ہونگے

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى۔ فی البیضاوی یہ عطف ہے قولہ فاخذناہم بغتۃ وہم لا یشعرون۔ پر اور درمیان مین قولہ ولوان اہل القری آمنوا الخ جملہ معترضہ ہے لہذا فرمایا کہ اہل القری سے اہل مکہ واُسکے گرد وپیش والے مراد ہین وعلی ہذا یہان بھی انکو تہدید ہوسکتی ہے مگر بنظر ابعد قول اول جو اہل القری کی تفسیر مین بیان ہوا اولی ہے لہذا وہ جملہ معترضہ ہے اور قولہ افامن کا عطف فاخذناہم۔ پر ہے۔ فی المدارک اور اگر کہا جاوے کہ ہمزہ استفہام حرف عطف پر کیونکر داخل ہوا حالانکہ وہ منافی استفہام ہے جواب یہ کہ تنافی درمیان مفردکے ہے عطف جملہ کا جملہ پر ہونے مین منافات نہین کیونکہ وہ بعد جملہ کے استیناف جملہ دیگر ہے و فی البیضاوی۔ معنے یہ ہین کہ کیا بعد اسکے امون ہوئے اہل القری بدون عبرت حاصل کرنے کے۔ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا۔ اس بات سے کہ آوے اُنپر عذاب ہمارا درحالیکہ خوابگاہ مین ہون یا رات کے وقت مین۔ وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ۔ درحالیکہ وہ سوتے ہون یعنے بے فکر غافل ہون۔ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى کیا بخوف ہوگئے اسکے بعد اہل القری۔ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى۔ اس بات سے کہ آوے انپر ہمارا عذاب دن مین۔ وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ۔ درحالیکہ وہ لہو ولعب مین ہون۔ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ۔ کیا پھر بھی بخوف ہوگئے مکر آلہی سے۔ مکر یعنے حیلہ گری اور فریب ہے اور یہ معنے جناب آلہی عزوجل مین محال ہین بلکہ مراد مکر آلہی سے وہ فعل ہے جس سے کافرونکو اُن کے کفر پر اوتعالے عذاب فرماوے اور نسبت اس کی اللہ تعالے کی طرف اسواسطے کہ وہ کافرون کے گناہ پر عقوبت ہے اور عرب والے عقوبت کا وہی نام رکھتے ہین جس گناہ کے عوض وہ عقوبت ہے چنانچہ قولہ مکروا ومکر اللہ مین یہ بات منصوص ہے کذا قال ابن عطیۃ قال البیضاوی والمفسرؒ یہ تقریر ہے قولہ افامن اہل القری الخ کی اور مکر اللہ یہان استعارہ ہے بندہ کو استدراج دینے سے یعنے طغیان وسرکشی کے واسطے اُس کو نعمت کثیر وفراغ دیدیا پھر اسکو ایسی راہ سے عذاب مین اچانک ماخوذ کر دیا کہ اسکو گمان بھی نہ تھا حالانکہ اسوقت اسکو سخت حسرت وغم ہوا۔ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ پس نہین بخوف بن بیٹھتے ہین مکر آلہی سے مگر وہی قوم جنھون نے خسارہ مین ڈالا اپنی جانون کو باین طور کہ کفر اختیار کیا اور غور سے نظر عبرت حاصل نہ کی۔ اور شیخ شبلیؒ نے کہا کہ مکر آلہی یہ ہے کہ کافرون کو اسی حال پر چھوڑ دیا جسپر وہ ہین قال المترجم مراد یہ ہے کہ کافرون کو اُن کے نفس وشیطان کے پنجہ مین چھوڑ دیا اور وکالت توفیق عطا نہ فرمائی حسن بصریؒ نے فرمایا کہ مومن کا حال یہ ہے

کہ وہ اعمال طاعات ادا کرتا ہے لیکن ڈرا ہوا خوفناک رہتا ہے اور فاسق فاجر کا یہ حال ہے کہ وہ گناہ کرتا رہتا ہے اور بیخوف ہے اسکو کچھ ڈر نہیں ہوتا
بالجملہ ایمان خوف و اُمید کے درمیان ہے جو رحمت سے ایوس ہو وہ بھی کافر ہے

اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى

اور کیا سوجھ نہ آئی انکو جو قائم ہوتے ہیں ملک پر وہان کے لوگ جاکر کہ ہم چاہیں تو انکو پکڑیں انکے گناہوں پر اور ہم مہر کرتے ہیں انکے

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝

دل پر سو وہ نہیں سُنتے

اَوَلَمْ يَهْدِ۔ کیا نہیں کھلا۔ کذا فسرہ ابن عباسؓ و مجاہد و غیر واحد۔ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ۔ اُن لوگوں کو جو وارث ہوتے ہیں زمین کے یعنے بستے ہیں اس میں بعد ہلاک ہو جانے اہل زمین کے یعنے اگلے بسنے والوں کے۔ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ۔ انہ لو نشاء۔ یہ کہ اگر ہم چاہیں تو۔ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ عذاب پہونچا دیں انکو بسبب انکے گناہوں کے یعنے جیسے اگلوں کو عذاب دیا ہمزہ اس میں توبیخ و انکار کا ہے۔ اور کثرت سے اللہ تعالےٰ نے اگلوں کے عذاب سے پچھلوں کو اور خصوص مکہ والوں اور مابعد کو عبرت دلائی ہے۔ کما قال تعالےٰ اولم یہد لہم کم اہلکنا من قبلہم من القرون یمشون فی مساکنہم ان فی ذلک لآیات افلا یسمعون۔ اور یہاں فرمایا۔ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۔ ونحن نختم علی قلوبہم فہم لا یسمعون الموعظۃ سماع تدبر۔ اور ہم دلوں پر مہر کر دیتے ہیں پس سوچ سمجھ سے وہ نصیحت کو نہیں سُنتے ہیں۔ مفسرؒ نے اسکو جملہ مستانفہ قرار دیا اور بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ اولم یہد کے مفہوم پر عطف ہو سکتا ہے لے یغفلون عن ہدٰو نطبع اور اصبناہم پر عطف نہیں ہو سکتا یا ہیں طور نطبع کو طبعنا کے معنے میں لیا جاوے اسواسطے نہیں ہو سکتا کہ وہ جواب لو نشاء ہے اور اس عطف سے ظاہر ہوگا کہ نفی پائی نہیں گئی حالانکہ فہم لا یسمعون سے ثابت ہوا کہ مہر ثابت ہے ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ولو ان اہل القری آمنوا واتقوا لفتحنا علیہم برکات من السماء والارض۔ اشارہ ہے کہ اگر وہ لوگ میری عظمت و جلال پر نظر رکھتے اور میرے جبروت و قہر و غضب سے ڈرتے تو میرے مشاہدہ ذات و صفات کے انوار انکے دلوں کی زمین میں کشادہ ہوتے حتی کہ بصفت لطف و خیال کے ساتھ ملکوت زمین و آسمان میں مجکو دیکھتے اور انکے گلزار دل میں گلہائے قرب اور ریاحین شوق و محبت و عشق و یقین و تجرید و معرفت اُگتے بعض نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ وعدہ آخرت میں صادق رہتے اور میری مخالفت سے پرہیز رکھتے تو میرے مشاہدہ سے انکے دل منور ہوتے اور یہ برکت آسمانی ہے اور انکے جوارح میری خدمت سے مزین ہوتے اور یہی برکت زمین ہے۔ قولہ افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون اللہ تعالےٰ کے ہر قوم کے ساتھ مکر ہیں اور وہ معنے یہ نہیں ہیں جو عوام خیال کرتے ہیں بلکہ عوام کے ساتھ مکر کے یہ معنے ہیں کہ قہر کا امتزاج کیا اور یہ کیا کہ اسباب جو بندگی کے واسطے چاہیے ہیں وہ سب دیدیے اور انکو بندگی کی توفیق ندی اور انکو شکر کی زبان دیدی اور حقایق استدراج نہیں پہچنوائے بسلب نعمت و اخلا از لذت و شکر۔ اور خواص کے ساتھ مکر کے یہ معنے ہیں کہ جو اللہ تعالےٰ سے پایا اس سے انکے دلوں میں لذت پیدا ہوئی اور اس لذت کی وجہ سے اس سے اوپر کے مقامات ادراک غیوب و حقایق سے محجوب و محروم رہے محبین و عاشقین کے ساتھ اسکا مکر یہ ہے کہ آیات میں صفات ظاہر فرمائیں اور یہ مقام التباس ہے اور موحدین اور عارفین کے ساتھ مکر یہ ہے کہ انکو اپنی ذات بقدر قوت معرفت و توحید کے دکھلائی اور وہاں جو مقام مکر ہے اس کی معرفت ندی یعنے یہ کہ انکو یہ معلوم نہوا کہ جو کچھ اُنھوں نے پایا وہ نہ پائے ہوئے کے مقابلہ میں جیسے قطرے کے مقابلہ میں ایک سمندر۔ اور یہ اس سبب سے کہ انوار قدم و بقا انکے اسرار و ارواح و قلوب و عقول میں پہونچنے سے حلاوت پاتے ہیں اور اگر حقایق کرتے واقف ہوتے کیونکہ اس سے انکو محجوب کر دیا ہے تو اسکے سلطان کبریا و عظمت کے سامنے

شرم سے پانی پانی ہو جاتے۔ اہل اتحاد کے ساتھ اسکا مکر یہ ہے کہ انکے دیون کے آئینہ مین جلال و جمال کو دکھلایا پس حسن ازل و جمال ابد سے اسکو
دیکھتے ہین اسطرح کہ خود فنا ہوتے ہین لیکن اس سے انکو حد فنا مین باقی فرماتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو گویا وہ دیکھتے ہین اس جہت سے صفت و فعل
مین سخت اتحاد ہو جاتا ہے پس انپر حجاب طاری ہوتا ہے پس تاثیر انوار صفات کی حلاوت مین باقی پڑے رہتے ہین حالانکہ یہ ادنی مرتبہ ہے اور
اعلی مراتب سے محجوب رہے پس وہ لوگ اپنے آپ کو محل ربوبیت مین دیکھتے ہین پس انانیت کے دعوی کر بیٹھتے ہین جیسے حسین بن منصور اور
ابویزید بسطامی سے سرزد ہوا پس وہان بہت خفی مکر اور بہت لطیف استدراج ہے اگر او تعالے کا فضل و کرم انپر نہوتا تو جس حال مین ہین اسی
مین پڑے رہتے ولیکن انعام و رحمت سے انکو اس مقام سے نکال لیا اور دریاے عظمت مین انکو ڈبو دیا حتی کہ اقرار کرنے لگے کہ ہم تو کچھ بھی نہین
ہین اور ہم تو اول ہی درجہ عبودیت مین پڑے ہین۔ تو نہین دیکھتا کہ شیخ ابویزید بسطامی اپنی آخر عمر مین عاجزی سے دعا مانگتا تھا کہ اے میرے
پروردگار مین نے تجھے کیا یاد کیا میری ہر یاد غفلت سے تھی اور مین نے تیری کچھ عبودیت نہ کی میری ہر بندگی فتور سے تھی اور تو نہین دیکھتا
کہ منصور جب دار پر چڑھایا گیا تو کہنے لگا کہ بھلا تم قتل کرتے ہو ایسے آدمی کو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالے ہے۔ نہایت لطف الٰہی ہمارے نبی
حضرت محمد مصطفے صلعم پر دیکھو کہ مقام نبوت کے اعلی مرتبہ مین جب دیدار معراج کے مقام پر فائز ہوئے تو اللہ تعالے نے اپنے محبوب بندہ کو اس
مکر سے محفوظ فرمایا برابر یہی عرض کرتا رہا کہ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ یعنے اے پروردگار مین بندہ ہون تیری ثنا و صفت کا احصا
اور پورا شمار نہین کر سکتا تو پاک ہے تو ویسا ہے جیسا تو نے اپنی ذات پر اپنا آپ وصف فرمایا ہے مین بندہ ہون سوائے اللہ تعالے کے کسی مین الوہیت کا
نام نہین ہے اللہ تعالے عزوجل نے بھی کامل مرتبہ دیا کہ کسی مخلوق کا نہین ہے حالانکہ او تعالے نے ربوبیت کا مزہ اسکو چکھا دیا تھا پس مقام
عبودیت مین اپنے بندہ افضل الخلائق کو قائم رکھا حتی کہ ربوبیت پاکر اپنے بندہ ہونے پر بڑا فخر کیا۔ واضح ہو کہ او تعالے کی ہر صنع جلیل اپنے بندگان
اولیاء کے واسطے لطف و رحمت ہے خواہ مکر ہو یا نہو اور کون اُسکے مکر سے بچا ہے سب کے سب اُسکے قبضہ عزت مین متحیر ہین اور کیونکر کوئی نڈر
بن بیٹھیگا جو اسکی ربوبیت کو جانتا اور اپنی عبودیت کو پہچانتا ہے۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے شبلی رحمہ اللہ تعالے سے مکر اللہ تعالے کے معنے پوچھے
تو شبلیؒ نے یہ اشعار پڑھے ؎ احبک لا ببعضی بل بکلی + وان لم یبق حبک لی حراکا + ویقبح من سواک الفعل عندی + وتفعلہ فیحسن منک ذاکا + یعنے
مین تجھے محبوب رکھتا ہون اپنے بعض ٹکڑے سے نہین بلکہ تمام جان سے۔ اگرچہ نہین باقی رکھی تیری محبت نے مجھ مین جنبش کی قدرت اور تیرے
سوائے ہر چیز سے جو فعل صادر ہو میرے نزدیک بہت قبیح ہوتا ہے۔ اور تو اس فعل کو کرتا ہے پس تجھ سے یہی فعل اچھا معلوم ہوتا ہے۔ پوچھنے والے
نے کہا کہ مین نے آپ سے اللہ تعالے عزوجل کی کتاب مجید سے ایک آیت کے معنے دریافت کیے اور آپ نے یہ اشعار کیا پڑھ دیے پس شبلیؒ سمجھے کہ یہ
سمجھا نہین تو فرمایا کہ اے شخص مکر الٰہی ان لوگون کے ساتھ یون تھا کہ جس حال مین وہ لوگ تھے انکو اسی حال مین چھوڑ دیا۔ حسینؒ نے کہا کہ مکر سے
نڈر نہین ہو سکتا مگر وہی جو مکر مین سراسر غرق ہو کہ مکر کو مکر نہ جانے اور رہے وہ لوگ جو بیدار ہون تو وہ ہر حال مین مکر سے خوف کرتے ہین اسواسطے
کہ سوابق تو جاری ہین اور عواقب خفی ہین اور نیز فرمایا کہ جو شخص ہر چیز کو تلبیس اور فریب نہین دیکھتا ہے وہ ایسے حال مین پڑا ہے کہ مکر اس سے
بہت قریب ہے۔ ابو الخیر دیلمی نے کہا کہ مین ایک روز جنیدؒ کے پاس تھا کہ ناگاہ جنید رحمہ اللہ کے کاندھے کا گوشت کانپنے لگا اور رنگ چہرہ کا متغیر ہو گیا
اور رونے لگے اور کہا کہ مجھے زیادہ کوئی مقام خوف مین نہین کہ اللہ تعالے مجھکو عذاب مین گرفتار نہ کر دے۔ تو بعض اصحاب نے کہا کہ آپ تو
اہل رضا کے درجات مین اور مشتاقون کے احوال مین کلام کرتے ہین تو فرمایا کہ اے فرزند خبردار خبردار تو مکر الٰہی سے نڈر مت ہو فلا یامن مکر اللہ
الا القوم الخاسرون۔ سہلؒ نے کہا کہ مکر الٰہی وہ تدبیر الٰہی ہے جو اسکے سابق علم کے موافق مخلوقات پر جاری ہے پس کسی کو روا نہین ہے کہ مکر الٰہی سے

نڈر اور بیخوف ہو بیٹھے اور یہ نہیں ہے کہ مکر الٰہی سے نڈر نہ ہونا اسکی تقدیر کو رد کرنا مراد ہے بلکہ جملہ امور میں محل امتحان میں ہر پہلو سے اُسی پر بھروسا رکھے
اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اسکی قدرت سے اپنے آپکو باہر کرے۔ واللہ اعلم۔ وقد قال تعالے فکاین من قریۃ اھلکناھا وہی ظالمۃ فہی خاویۃ علی عروشہا وبئر
معطلۃ وقصر مشید افلم یسیروا فی الارض فتکون لہم قلوب یعقلون بہا او آذان یسمعون بہا فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور
یعنے بہتیرے شہر کہ ظالم ہونے سے ہم نے انکو ہلاک کیا وہ اپنی چھتین گرائے پڑے ہین اور بہت کنوئین معطل اور قصر مشید ہین کیا پھرے نہیں زمین مین
کہ انکے قلوب ہو جاتے یعنے دلون مین سمجھ ہو جاتی جس سے سمجھتے یا کان ہو جاتے جس سے سُنتے خبردار رہو کہ آنکھین سر کی اندھی نہین ہوتی ہین
ولیکن وہ دل اندھے ہو جاتے ہین جو سینون مین ہین

تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

یہ قریے ہین کہ بیان کرتے ہین ہم تجھسے اُنکی خبرون سے اور البتہ آئے تھے اُن پاس اُنکے رسول معجزون کے ساتھ پس نہ تھے یہ لوگ کہ ایمان لاوین

بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ

اس چیز کے ساتھ جسکو پہلے سے جھٹلا چکے ایسے ہی مہر کر دیتا ہے اللہ تعالے کافرون کے دلون پر اور نہین پایا ہمنے اُنکے بہترون کے واسطے عہد سے

وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝

اور البتہ پایا ہمنے انکے بہترونکو فاسق حد سے بڑھ چلنے والے

تِلْكَ الْقُرٰى ۔ قریے یعنے شہر و صوبے جنکا ذکر پہلے گذرا۔ نَقُصُّ عَلَيْكَ ۔ بیان کرتے ہین ہم تجھپر اے محمد۔ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۔ انکے اخبار سے
انبار جمع نبا ایسی خبر جسکی کوئی شان قابل بیان ہو اور من ظاہر اً تبعیضیہ ہے یعنے اسکی بعض خبرین بیان فرمائی ہین اور یہ ظاہر ہے اور
مراد آنکہ انبار اہلہا یعنے ان قریات کے لوگون کے اخبار سے بعض بیان کیے۔ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۔ اور البتہ آئے تھے ان
قریون یعنے ان قریے والون کے پاس انکے رسول بینات یعنے کھلے کھلے معجزات کے ساتھ۔ یعنے جو بات اُنسے کہی تھی انہین اپنی سچائی کے دعوے
نبوت مین معجزات باعطاء الٰہی پیش کیے پس یہ قریے یون ہلاک نہوئے بلکہ رسول بھیجدیے گئے۔ کما قال تعالے وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔
اور فرمایا۔ وان من قریۃ الا خلا فیہا نذیر۔ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۔ پس نہ تھے ان قری والے کہ ایمان لاوین۔ بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ
اس چیز کے ساتھ کہ جھٹلایا تھا اسکو رسولون کے آنے سے پہلے بلکہ برابر کفر پر قائم رہے۔ فی الکمالین۔ یہان بار یعنے مصاحبت ہے فی البیضاوی
یا یہ معنے کہ نہ ایمان لائے اپنی تمام زندگی بھر اس چیز پر جس سے رسول سے سُنکر پہلے انکار کیا تھا۔ قال ابن کثیر ؒ بار سببیہ ہے یعنے پہلے پہل
امر حق کے انکار کر جانے کی وجہ سے رسولون کی رسالت سے تمام عمر انکار کرتے رہے۔ حکاہ ابن عطیہ وہو متجہ حسن کما فی قولہ تعالے وما یشعرکم انہا
اذا جاءت لا یومنون ونقلب افئدتہم وابصارہم کما لم یومنوا بہ اول مرۃ الآیۃ۔ اور ابو العالیہ نے ابی بن کعب ؓ سے اسکے معنے یون روایت کیے کہ
اللہ تعالے کے علم مین تھا جب کہ اوتعالے سے روز ازل مین عہد و اقرار کیا تھا یعنے وہ ایمان لانے والے نہ تھے بسبب اسکے کہ اللہ تعالے کو
انکے حال سے یہ علم تھا۔ یہی ربیع بن انس کا قول ہے اور یہی شیخ ابن جریر ؒ نے اختیار کیا ہے اور سدی ؒ نے کہا کہ جسدن اُنسے عہد و میثاق لیا گیا تھا
اُسدن باکراہ ایمان لائے تھے اسی واسطے فرمایا۔ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ ایسے ہی اللہ تعالے کافرون کے دلون پر
مہر کر دیتا ہے۔ یعنے جیسے اگلے کافرون کے دلون پر مہر کر دی اور وہ ایمان نہ لائے اور ہلاک ہوئے ایسے ہی تیری قوم مین ازلی کافرون کے
دلون پر مہر ہے کہ ایمان نہ لاوینگے۔ یہ امر نہایت برحق ہے اگرچہ جاہل و بے ایمان اس مین جہالت سے گفتگو کرتے ہین اور ہم سابق مین اس کو

واضح بیان کر چکے ہیں۔ اس میں آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی اور قریش کے کافروں بلکہ قیامت تک کے کافروں پر تخذیر ہے کہ انکو خوف ہو کہ اہل القریٰ پر جو مصیبت پیش آئی اگر یہ لوگ حد سے تجاوز کرینگے تو انپر بھی وہی خوف ہے اور اگر دنیا کی زندگی بھر بچ گئے تو بعد موت کے ضرور اس میں گرفتار ہونگے وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ اور نہیں پایا ہم نے یعنی نہیں معلوم کیا ہم نے اکثر لوگوں کے لیے عہد سے یعنی اس عہد کا وفا کرنا کچھ نہیں جو انھوں نے روز میثاق کو باندھا تھا۔ یا عہد مضرت کما فی قولہ لئن انجیتنا من ہذہ لنکونن من الشاکرین یعنی جو ہم کو اس سے نجات دے تو شکر گزار ہونگے۔ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ان مخففہ ہے اصل وانہ وجدنا یعنی اور البتہ پایا ہم نے ان میں بہتیروں کو یعنی ہمارے علم میں بہتیرے فاسق ہیں۔ واضح ہو کہ ان مخففہ مبتدا و خبر و انکے افعال داخلہ پر فقط ہوتا ہے اور لام خبر پر ان نافیہ و مخففہ میں فرق کرتی ہے اور کوفیوں کے نزدیک ان نافیہ ہے اور لام بمعنی الا ہے اصل وان وجدنا اکثرہم الا فاسقین نہیں پایا ہم نے بہتیروں کو مگر فسق کرنے والا۔ ف۔ فی العرائس قولہ وما وجدنا لاکثرہم من عہد وان وجدنا اکثرہم لفاسقین۔ گویا یہ آیت انھیں بیہودوں کے حق میں ہے جو راہ طریقت اختیار کرتے ہیں اور جب اس میں جاہ و مال پاتے ہیں تو عہد ارادت توڑ کر دنیاوی ریاست میں مشغول ہو جاتے ہیں اور طریقت میں خیانت کرتے ہیں اور مشائخ پر انکار کرتے ہیں یہ انکار اندھے پن سے کیا بڑا انکار ہے کہ اہل حق پر انکار کرتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے سب آدمیوں کو عتاب فرمایا کہ انھوں نے عہد ازل کو وفا نہ کیا ایسے ہی جن لوگوں نے مشاہدہ محبوب میں غیر محبوب کی طرف التفات کیا لیکن معذور ہیں کہ تمام کبریا و عظمت کا بوجھ ان بیچاروں سے کہاں اٹھ سکتا ہے یہ سب حوادث منظر فنا ہیں جنید نے فرمایا کہ بندوں میں سے بہت اچھا حال اس شخص کا ہے جو اللہ عزوجل کے ساتھ حفظ حدود و وفائے عہد پر قائم ہو قال بعضہم بعض سے شکایت نہیں فرمائی۔ ان کو رحمت و وصال نے قبول فرمایا۔ اور بہتوں کو رد کر دیا۔ کما قال قلیل من عبادی الشکور یعنی میرے بندوں میں سے تھوڑے شکر گزار ہیں

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

پھر بھیجا ہم نے انکے پیچھے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دیکر فرعون اور اُسکے سرداروں کے پاس پھر بے بدی کی انکے سامنے سو دیکھ آخر کیا ہوا حال

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝

بگاڑنے والوں کا

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ پھر بھیجا ہم نے انکے بعد یعنی نوح و ہود و صالح و لوط و شعیب علیہم السلام کے یا انکی قوموں کے بعد مُّوْسٰى موسیٰ کو ابن عباسؓ نے کہا کہ قبطی زبان میں مو کے معنی پانی اور سی بمعنی درخت چونکہ پانی و درخت کے درمیان موسیٰ علیہ السلام ڈال دیے گئے یا پائے گئے تھے اسواسطے موسیٰ نام ہوا اور ایک سو بیس برس زندہ رہے اور انکے و یوسف کے درمیان چار سو برس کا فاصلہ تھا اور حضرت ابراہیم تک سات سو برس کا فاصلہ تھا کذا ذکرہ المفسر فی التحبیر بِاٰيٰتِنَآ یعنی حجتوں و دلائل نبوت کے ساتھ مانند عصا و ید بیضا وغیرہ کے جو نو تھے اور وہ سب نو آیتیں تھیں اِلٰى فِرْعَوْنَ۔ فرعون کی طرف یہ لقب تھا ہر شخص کا جو عمالقہ کے بعد مصر کا مالک ہوا جیسے بادشاہ روم کو قیصر کہتے ہیں اور جس فرعون کی طرف موسیٰ بھیجے گئے اسکا نام ولید بن مصعب بن الریان تھا اور وہ قبطیوں کا بادشاہ تھا اور اس سے پہلے ایک فرعون دوسرا اسکا بھائی تھا اسکا نام قابوس تھا۔ کذا ذکرہ الشیخ ابن جریر اور مجاہد سے مروی ہے کہ فرعون فارسی تھا اور ابراہیم بن مقسم نے کہا کہ چار سو برس فرعون اس شان سے رہا کہ کبھی اسکے سر میں درد بھی نہوا۔ وَمَلَا۟ئِهٖ۔ اور بزرگان قوم فرعون کی طرف۔ اشراف کی تخصیص کی گئی حالانکہ کل قوم کیطرف بھیجے گئے تھے اسواسطے کہ عوام انھیں کی رائے کے تابع تھے جب وہ مانتے تو سب مانتے پس گویا وہی مقصود تھے اور مراد کل قوم ہے۔ ف۔ فی التفسیر

حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان رسولوں کے بعد جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے موسیٰ کو یعنی مع اسکے بھائی ہارونؑ کے آیات و حجتوں کے ساتھ فرعون واسکی قوم کے پاس بھیجا۔ اگر کہا جاوے کہ موسیٰ کی رسالت قوم بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھی پھر فرعون و قبط کی طرف ارسال کیونکر ہے جواب یہ ہے کہ ایک قوم کے واسطے ہونے سے دوسری قوم کی نفی نہیں اور تخصیص بنی اسرائیل فقط نہ تھی کیونکہ قوم فرعون کی طرف ارسال منصوص ہے اور شاید اصل مقصود بنی اسرائیل ہوں جیسے کہ موسیٰ نے فرعون کو حکم سنایا تھا کہ میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ملک شام بھیجدے فافہم ولم ارمن تعرض لمن المفسرین بالجملہ فرعون و قوم کی طرف ارسال منصوص ہے اور یہاں یہی ذکر فرمایا کہ ان گمراہوں نے کیونکر انکار کیا اور کیونکر ہلاک ہوئے چنانچہ فرمایا۔ فَظَلَمُوْا بِهَا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ظلم متعدی خود ہوتا ہے یقال ظلمہ پھر تعدیہ بحرف با کیونکر ہے تو جواب دیا گیا اولاً آنکہ با سببیہ ہے یعنے ظلم کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر اس طور کہ ایمان نہ لائے یا غیروں کو ایمان نہ لانے دیا بسبب ان آیات کے یعنی بسبب دیکھنے ان آیات کے اس دنیاے فانی کی ریاست و باوشاہت پر خوف کر کے کہ ایمان لانے میں انکے ہاتھ سے نکل جائیگی۔ ثانیاً آنکہ ظلم متضمن معنے کفر ہے یعنے ظلم کیا اس طور کہ ان آیات سے کفر کیا بجاے ایمان لانے کے کیونکہ آیات ایسی واضح تھیں کہ ان پر ایمان نہ لانا صریح ظلم تھا اسی معنے کے واسطے کفروا بہا۔ کی جگہ ظلموا بہا آیا ہے۔ اور فانظر کا خطاب سراج وغیرہ میں ہر مخاطب کو ہے جو چشم بصیرت سے دیکھے یعنے اے مخاطب اپنی چشم بصیرت سے دیکھ کہ کیونکر ان مفسدونکا انجام ہوا یعنے کیسے ہم نے انکو ہلاک کیا۔ وقال الحافظ یعنے دیکھ لے محمد صلعم کہ کیونکر ہم نے ان سب کو موسیٰ و بنی اسرائیل کے روبرو غرق کیا۔ اسمیں فرعون و قوم پر زیادہ سخت عذاب کی صورت ہے اور موسیٰ و بنی اسرائیل کے دلوں کو زیادہ تشفی ہے۔ اگر یہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے تو بھی مقصود اور لوگ ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم کو مرتبہ یقین کامل بلکہ اکمل تھا۔ حاصل آنکہ پھر فرعون و قوم نے ان آیات سے کفر کیا از راہ ظلم کے تو عبرت سے دیکھ کہ ہم نے کیونکر اُن کو غرق کر دیا۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ قَدْ
اور کہا موسیٰ نے اے فرعون میں بھیجا جہان کے صاحب کا قائم ہوں اس پر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے لایا ہوں
جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ۝
تم پاس نشانی تمہارے رب کی سو رخصت کر میرے ساتھ بنی اسرائیل کو

یہ درمیانی بعض واقعات ذکر فرمائے جو غرق سے پہلے فرعون اور موسیٰ کے درمیان واقع ہوئے تھے اور توضیح کر دی کہ فرعون اپنی شامت سے مع قوم غرق ہو کر جہنم واصل ہوا ورنہ ایضاح و صدق میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا چنانچہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کو بھیجا تو وہ فرعون کے پاس گئے اور عرصہ کے بعد فرعون تک رسائی ہوئی پس اُس سے یوں باتیں کیں۔ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یعنے کہا موسیٰ نے جب فرعون تک پہونچ ہوئی کہ اے فرعون میں رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے۔ لفظ فرعون کے ساتھ یعنے بادشاہ مصر و لقب کے ساتھ اسکو موسیٰ نے مخاطب کیا تاکہ خوش معلوم ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے حکم دیا تھا کہ اس سے نرم باتیں کرنا کما فی قولہ فقولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر الآیۃ اسی واسطے رسول رب العالمین کہا کہ وہ اپنے نفس سرکش کے لیے حاکم مصر ہونا ایمان لانے کی صورت میں بھی پاوے اور رب العالمین کی اطاعت اپنے اوپر واجب جانے کیونکہ جو شخص کہ تمام العالمین کی طرف سے مرسل ہے وہ واجب قبول کے لائق ہے کہ جو کچھ لایا ہے اسکو مانا جاوے جیسے بادشاہ اپنی رعیت کے پاس بھیجتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں بادشاہ کا بھیجا ہوا ہوں پھر پیغام کہتا ہے کہ اس سے ان سے بسبب زیادہ بڑھ جاتا ہے حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ حق بمعنے ثابت و برقرار ہے اور حقیق اور زیادہ مبالغہ ہے اور قراءۃ مشہورہ یہاں دو ہیں علی بحرف جر اور

یہی جمہور کی قراءۃ ہے اور علیّ بتشدید یاء متکلم اور یہ نافع کی قراءۃ ہے اور آن لا اسم الخطابین یہان الگ الگ ہے پس بر تقدیر قراءۃ جمہور کے
بیضاویؒ نے کہا کہ شاید فرعون نے جب موسیٰ کو دعوی رسالت مین جھٹلایا تو موسیٰؑ نے اسکا یہ جواب دیا اور تکذیب کا قول او پر ذکور اسواسطے
نہوا کہ قولہ فظلموا بہا۔ اسپر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگون نے انکار کیا اور جھٹلایا تھا۔ تقدیر کلام یہ کہ فکذبہ فقال انا حقیق۔ یعنے فرعون نے موسیٰؑ کا
دعوی سنکر انکو جھٹلایا پس موسیٰؑ نے کہا کہ انا حقیق مین جدیر ہون اس بات پر یعنے اس بات کے ساتھ کہ نہ کہون اللہ تعالے پر مگر سچی بات۔
قال البیضاویؒ اصل مین حقیق علیّ بتشدید یا تھا یعنے مجھپر بہت حق ہے یہ بات کہ نہ کہون اللہ تعالے پر مگر حق ہی جیسا کہ نافع کی قراءۃ ہے
مگر برعکس کر دیا گیا یعنے مین حقیق ہون اس بات پر۔ اور یہ اسوجہ سے کہ یہان التباس سے امن ہے۔ یا اسوجہ سے کہ وصف بالصدق مین اغراق و
مبالغہ ہو اور معنے یہ کہ قول حق پر واجب ہے کہ مین ہی اسکا کہنے والا ہون وہ راضی نہو مگر اس بات پر کہ مین ہی اسکو کہون۔ یا حقیق متضمن معنے
حریص ہے یعنے حریص ہون اس بات پر کہ آخر۔ یا حرف علیٰ بجاے با کے ہے تاکہ تمکن و قابو کے معنے اس سے نکلین جیسے رمیت بالقوس کی جگہ رمیت
علی القوس بولتے ہین اور جئت علی حال حسنۃ کہتے ہین اور قراءۃ ابی بن کعبؓ و اعمشؒ کی اس کی مؤید ہے کہ انھون نے بان لا اقول پڑھا
ہے اور بعض قراءۃ مین حقیق ان لا اقول آیا ہے و حاصلہ ما قال الحافظ ابن کثیرؒ قولہ حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق پس بعض نے
کہا کہ معنے یہ ہین حقیق بان لا اقول آخر۔ یعنے لائق ہون اس بات کے ساتھ کہ نہ کہون اللہ تعالے پر مگر سچی بات۔ اور علماء نے کہا کہ علیٰ و با ر بجاے
ایک دوسرے کے آتے ہین۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ معنے یہ ہین حریص علی ان لا اقول آخر یعنے حقیق متضمن معنے حریص ہے۔ اور دیگر اہل مدینہ نے
حقیق علیّ پڑھا یعنے حق واجب ہے مجھپر کہ مین اوتعالے کی طرف سے وہی خبر دون جو سچ سچ ہے کیونکہ مین اسکا اندازہ دون کے نہین ہون بلکہ
اسکی شان عظمت و جلال سے معرفت رکھتا ہون۔ قال المترجم اس قراءۃ اہل مدینہ پر مفسرؒ نے کہا کہ حقیق علیّ خبر مقدم ہے اور ان لا اقول آخر
مبتدا موخر ہے حاصل آنکہ حق ہی حق اللہ تعالے کی طرف سے کہنا مجھپر واجب ہے۔ اور بعض نسخون مین جو اول مبتدا و ثانی خبر ہونا مذکور ہے
شاید وہ کاتب کی غلطی ہے واللہ اعلم۔ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ البتہ لایا مین معجزہ تمھارے پروردگار کی طرف سے۔ یعنے اپنے
سچے ہونے پر دلیل لایا ہون اور وہ عصا و ید بیضا تھا اور چونکہ نفس معجزہ مفید صدق رسالت ہونے مین ایک ہی حالت تھی لہذا بینہ مفرد فرمایا
اور دیگر مقام مین جو فرعون کی موسیٰؑ کے ساتھ گفتگو مانند قولہ فمن ربکما یا موسی۔ وغیرہ مذکور ہے یہان اسکا ذکر نہین فرمایا ہے چنانچہ اپنے مقام پر
انشاء اللہ تعالے آویگا۔ پھر جب موسیٰؑ تبلیغ رسالت سے فارغ ہوئے تو اسی پر حکم مترتب کر کے کہا فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ۔ یعنے جب
ثابت ہوا کہ مین اللہ تعالے کا رسول ہون تو بنی اسرائیل کو تو میرے ساتھ بھیج دے کہ وہ ملک شام مین جو زمین مقدس ہے اور انکے جداعلیٰ کا
اصلی وطن ہے جا کر عبادت مین مشغول ہون۔ ان لوگون کے مصر مین رہنے کا سبب یہ ہوا تھا کہ یوسف علیہ السلام جب مصر پر حاکم ہوے تو
یعقوب علیہ السلام مع باقی اولاد کے مصر مین آگئے اور یہین رہ پڑے اور یہین اولاد ہوئی پھر بعد وفات حضرت یوسف علیہ السلام کے فرعون
مع قوم قبط کے نسل اسباط پر غالب ہوا اور عداوت سے ان کافرون نے انکو غلام بنایا اور گھاس چھیلنا و مٹی اٹھانا وغیرہ ذلیل کامون مین
ان کو لگایا کیونکہ وہ توحید پر تھے حتی کہ بہتیرے ان مین سے بھی اس مشقت و ذلت کی وجہ سے دین چھوڑ کر خوار و گمراہ ہو گئے تھے پھر
رحمت الٰہی عزوجل بحال بنی اسرائیل مبذول ہوئی اور اس مشقت و ذلت کا نعم البدل عزت و سلطنت ان کو دی پس یہ تمہید ہوئی کہ
موسیٰؑ کو رسول کر کے وہان بھیجا انھون نے اللہ تعالے کا پیغام پہونچایا کہ اے فرعون تو ان لوگون کو چھوڑ دے کہ میرے ساتھ ملک شام کو
چلے جاوین پس اگر وہ چھوڑ دیتا تو شاید خبیث بچتا و لیکن بنی اسرائیل کے دل ٹھنڈے کرنے منظور تھے کہ ان کی آنکھون دیکھتے ہلاک ہو پس

فرعون نے نہ مانا اور جھگڑا شروع کیا۔ اور انجام کار ہلاک ہوا جیسا کہ آگے سب مفصل آتا ہے

قَالَ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝

بولا اگر تو آیا ہے کچھ نشانیاں لے کر تو وہ بولا اگر تو سچا ہے تب ڈالا اپنا عصا تو اسیوقت وہ ہوا اژدہا صریح

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَإِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝

اور نکالا اپنا ہاتھ اسیوقت وہ سفید نظر آیا دیکھنوں کو

قَالَ۔ فرعون لموسى۔ إِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِآيَةٍ على دعواك۔ فَأْتِ بِهَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فيها۔ فرعون نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ اگر تو آیت لایا ہے اپنے دعوی رسالت پر تو لا اسکو اگر تو سچا ہے اس دعوی مین۔ فَأَلْقٰى عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ۔ علی ابن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ کہا کہ ثعبان نر سانپ ہے۔ یہی سدی وضحاک کا قول ہے یعنے ڈالدیا موسیٰ نے اپنا عصا پس وہ منقلب ہوکر نر سانپ ہو گیا اور مفسرین نے کہا کہ ثعبان بہت عظیم سانپ یعنے اژدہا اور مبین یعنے کھلا ہوا جسمین کچھ التباس نہ تھا یعنے عصا نکو منقلب ہوکر درحقیقت کھلا ہوا اژدہا ہو گیا اور دوسری آیت مین کانہا جان۔ فرمایا۔ اور جان چھوٹا سانپ ہوتا ہے پس بات یہ تھی کہ وہ بڑائی مین تو اژدہے کے مانند تھا اور جنبش کرنے مین چھوٹے سانپ کے مانند تھا یعنے باوجود اسقدر بڑائی جسم کے تیز رفتار تھا چنانچہ دوسری آیت مین تہتز کانہا جان۔ مذکور ہے یعنے جنبش کرتا مانند جان کے۔ قتادہؒ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ یہ آدم علیہ السلام کا عصا تھا جو موسی علیہ السلام کو ایک فرشتہ نے بصورت آدمی ہوکر دیدیا تھا جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تھے پس رات مین مانند شمع کے روشن ہوجاتا اور دن مین راہ طے کرتے تھے اور اسی سے رزق نکلتا تھا اور اس سے اپنی بکریان ہانک لیتے تھے۔ بالجملہ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب موسیٰ نے اپنا عصا ڈالدیا تو وہ منقلب ہوکر بڑا اژدہا ہو گیا اپنا منھ کھولکر تیز چال سے فرعون کی طرف متوجہ ہوا جب فرعون نے دیکھا تو تخت سے اٹھکر بھاگا اور فریاد کی کہ اے موسیٰ اسکو مجھسے باز رکھو پس حضرت موسیٰ نے پکڑ لیا۔ قتادہؒ نے کہا کہ شہر کے برابر بڑا اژدہا ہو گیا۔ سدیؒ نے کہا کہ بڑا نر اژدہا ہو گیا منھ پھیلائے ہوئے جسکا ایک ہونٹھ تو زمین سے لگا تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا اور فرعون کی طرف جھکا۔ جب اسنے دیکھا تو چیخ ماری اور بھاگا اور اس کی بائی نکل گئی اور پہلے اس کو حدث نہین ہوا تھا اور فریاد کی کہ اے موسیٰ اسکو پکڑ لو مین تیرا ایمان لاؤنگا اور بنی اسرائیل کو تیرے ساتھ کر دونگا پس موسیٰ نے پکڑ لیا۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ موسیٰ کو فرعون نے پہچانا اور کہا کہ مین نے تجھے پالا تھا۔ پھر باتین ہونے کے بعد فرعون نے جھٹلایا اور کہا کہ تو سچا نہین ہے اور اسکے پاس کچھ نشانیان نہین یہ وہی شخص ہے اسکو گرفتار کرلو پس موسیٰ نے عصا ڈالدیا وہ اژدہائے عظیم ہوکر فرعون کی طرف جھکا اور لوگ بھاگے حتی کہ تلے اوپر اژدہام مین پچیس ۲۵۰۰۰ ہزار کچل گئے اور فرعون بھاگ کر گھر مین گھس گیا۔ رواہ ابن جریر والامام احمد فی کتاب الزہد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکے سیاق مین غرابت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ وجہ غرابت ظاہر ہے لیکن یہ غرابت اسوجہ سے پیش آئی کہ کسی نے وہم کرکے اس اثر کو اس مقام پر داخل کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ اسوقت ہوا کہ جب ساحرون نے میدان اسکندریہ مین مقابلہ کیا ہے اور بعد غلبہ کے فرعون نے موسی علیہ السلام کو آزار پہونچانا چاہا اور عصا نکو ان موذیون کی طرف حملہ آور ہوا جیسا کہ آئندہ انشاء اللہ تعالےٰ بیان ہوگا اور یہی وہم اس مقام پر معالم کی تقریر سے پیش آتا ہے کہ اژدہا کی درازی مین لکھا کہ اس کی دم سمندر تک تھی حالانکہ یہ اسوقت ہوا ہے جب مناظرہ مین وہ اژدہا ہو گیا تھا۔ فافہم۔ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَإِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ۔ اور نکالا اپنا ہاتھ کہ ناگاہ وہ ناظرین کے واسطے بیضا رہا۔ یعنے جب قمیص مین ہاتھ ڈالکر نکالا تو روشن چمکنے لگا بدون برص ومرض وغیرہ کے برخلاف اس حال کے

جیسا پہلے گندم گون تھا اور دوسری آیت میں ہے وادخل یدک فی جیبک تخرج من غیر سوء الآیۃ یعنے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالکر چمکتا روشن نکال بدون
بیماری کے۔ حدیث الفتون میں من غیر سوء کی تفسیر یہی کی کہ بدون برص کے۔ پھر انہوں نے دوبارہ جیب میں ہاتھ ڈالا تو ویسا ہی ہوگیا جیسے پہلے
گندم گون تھا۔ ایسا ہی مجاہد و بہتیرے سلف سے مروی ہے۔ اور بیضاوی میں ہے کہ بیضاء للناظرین یعنے ایسی بیاض کے ساتھ جو عادت سے
خارج ہے جسپر نظر کلی جمتی ہے حالانکہ مروی ہے کہ اسکی شعاع آفتاب کی شعاع پر غالب تھی۔ فی السراج۔ اگر کہا جاوے کہ للناظرین کا لفظ کس سے
متعلق ہے۔ جواب دیا گیا کہ بیضاء سے متعلق ہے اور معنے یہ کہ ناظرین کے واسطے بیضاء تھا اور ناظرین کے لیے بیضاء جبھی ہوگا کہ بیاض ایسی عجیب و
غریب ہو جو عادت سے خارج ہے جسپر نظریں مجتمع ہوں۔ اگر کہا جاوے کہ عصا و بیضاء دونوں میں سے ایک ہی بات کافی تھی دونوں کے
اجتماع میں کیا فائدہ ہے جواب دیا گیا کہ اجتماع موجب تقویت و مورث یقین و مزیل شک ہے بلکہ ہم کہتا ہے کہ جو کچھ معجزے ہیں حضرت قادر
مختار کو اختیار ہے کہ جسقدر چاہے عطا فرماوے اس میں الحادی شک کی گنجایش نہیں اور رہا یہ کہ فائدہ جو کچھ ہو حقیقت اسکا ایسا ہے کہ اشیاء کا
علم ہونے سے معلوم نہیں ہوسکتا ان ظاہر آثار پر اسکا فائدہ یہ ہے کہ مورث یقین و مزیل شک ہے اور اول خارج چیز تھا اور دوم آپ کے
نفس ذات میں ہے جس سے یقین ہوسکتا ہے کہ اول کبھی انہیں کو عطا ہوا ہے دوسرا اگر عصا کو جرا لیوے تو انکے پاس معجزہ نہیں ہوسکتا اور
اول از قسم ہیبت و خوفناک و دہشت ہے اور دوم از قسم نور و انس و محبت ہے۔ پھر سراج میں فرمایا کہ بعض ملحدین نے کہا کہ عصا و بیضاء سے
فقط یہ مراد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی حجت قوی و ظاہر و قاہر تھی اس راہ سے کہ انہوں نے مخالفوں کے اقوال کو باطل کر دیا اور انکا فاسد ہونا
ظاہر کر دیا تو وہ مانند اژدہا کے عظیم کے ہوا جسنے مخالفوں کی حجتیں نگل لیں اور چونکہ وہ اپنی ذات میں حجت روشن تھی اسواسطے اسکو بیضاء کہا
جیسے بولتے ہیں کہ فلاں شخص کو اس صنعت میں ید بیضاء ہے۔ سراج میں کہا کہ ایسا کہنے والا ملحد مردود ہے اور اسکا یہ قول باطل ہے اسواسطے
کہ ایسی چیز سے جو بمنزلہ تواتر کے ثابت ہے اس سے انکار کیا اور جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم نے فرمایا ہے اسکو جھٹلایا۔ مترجم کہتا ہے کہ عجیب ہے
کہ حجت موسیٰ جب صحیح و غالب مانا ہے تو معجزہ سے کیوں منکر ہے اسواسطے کہ حجت موسیٰ میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے یعنی معجزہ
جو دیا گیا وہ تو قدرت کے سامنے کچھ بڑی بات نہیں اگرچہ تمام مخلوقات اسکے مقابلہ سے عاجز ہے اسواسطے معجزہ ہے اور قدرت الٰہی تو ظاہر اس سے
کہیں بڑھکر ہے بلکہ بے انتہا ہے۔ فافہم۔ اور ایسے ہی اس زمانہ میں بعض ملحدین کہ قرآن مجید کے معنے میں تحریف کرتے اور احادیث صحیحہ و اخبار متواترہ
سے انکار کرتے ہیں اور کلام اور بول چال کے صریح معنے ظاہر ہیں جنپر اہل زبان و اہل لغت اور فضلاء و علماء متفق ہیں کہ سوائے اس معنے کے
اور کچھ معنے نہیں اسکے ایک جاہلانہ معنے بناتے ہیں اور جب صریح الزام پاتے اور دیکھے جاتے ہیں تو اپنی رائے پر اقتصار کرتے ہیں کہ یہ ہماری رائے
ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں و اسلام کو ایسے بے ایمان ملحدین مفسدین سے محفوظ رکھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھلائے اور فرعون وغیرہ
اس سے عاجز آگئے اور کوئی تدبیر چل نہ سکی تو باہم مشورہ کیا۔

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝ قَالُوا

بولے سردار — فرعون کی قوم کے — بیشک یہ کوئی جادوگر ہے — نکالا چاہتا ہے تم کو — تمہارے ملک سے — اب کیا مشورہ دیتے ہو — بولے

أَرْجِهْ وَأَخَاهُ وَأَرْسِلْ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ۝ يَأْتُوكَ بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝

ڈھیل دے اسکو اور اسکے بھائی کو اور بھیج — پرگنوں میں — نقیب — کہ لاویں تجھ پاس جو ہو پڑھا جادوگر

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَٰذَا لَسَاحِرٌ عَلِيمٌ یعنے فرعون کی بات سے موافقت کرنے والے لوگ جب انکے ہوش

فرعون نے نہ مانا اور جھگڑا شروع کیا۔ اور انجام کار ہلاک ہوا جیسا کہ آگے سب مفصل آتا ہے

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝

بولا اگر تو آیا ہے کچھ نشانیاں لے کر تو وہ لا اگر تو سچا ہے تب ڈالا اپنا عصا تو اُسیوقت ہوا اژدہا صریح

وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝

اور نکالا اپنا ہاتھ اُسیوقت وہ سفید نظر آیا دیکھنون کو

قَالَ۔ فرعون لموسیٰ۔ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ علی دعواک۔ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ فیھا۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر تو آیت لایا ہے اپنے دعوی رسالت پر تو لا اسکو اگر تو سچا ہے اس دعوی مین۔ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ۔ علی ابن ابی طلحہ عن ابن عباس۔ کہا کہ ثعبان نر سانپ ہے۔ یہی سدی وضحاک کا قول ہے یعنے ڈالدیا موسیٰ نے اپنا عصا پس وہ منقلب ہوکر نر سانپ ہوگیا اور مفسرؒ نے کہا کہ ثعبان بہت عظیم سانپ یعنے اژدہا اور مبین یعنے کھلا ہوا جسمین کچھ التباس نہ تھا یعنے عصا مذکور منقلب ہوکر درحقیقت کھلا ہوا اژدہا ہوگیا اور دوسری آیت مین کانہا جان۔ فرمایا۔ اور جان چھوٹا سانپ ہوتا ہے پس بات یہ تھی کہ وہ بڑائی مین تو اژدہے کے مانند تھا اور جنبش کرنے مین چھوٹے سانپ کے مانند تھا یعنے باوجود اسقدر بڑائی جسم کے تیز رفتار تھا چنانچہ دوسری آیت مین تھتز کانہا جان۔ مذکور ہے یعنے جنبش کرتا مانند جان کے۔ قتادہؒ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ یہ آدم علیہ السلام کا عصا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو ایک فرشتہ نے بصورت آدمی ہوکر دیدیا تھا جب وہ مدین کی طرف متوجہ ہوئے تھے پس رات مین مانند شمع کے روشن ہوجاتا اور دن مین راہ طے کرتے تھے اور اسی سے رزق نکلتا تھا اور اس سے اپنی بکریان ہانک لیتے تھے۔ بالجملہ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب موسیٰ نے اپنا عصا ڈالدیا تو وہ منقلب ہوکر بڑا اژدہا ہوگیا اپنا مُنھ کھولکر تیز چال سے فرعون کی طرف متوجہ ہوا جب فرعون نے دیکھا تو تخت سے اُٹھکر بھاگا اور فریاد کی کہ اے موسیٰ اسکو مجھسے باز رکھو پس حضرت موسیٰ نے پکڑلیا۔ قتادہؒ نے کہا کہ شہر کے برابر بڑا اژدہا ہوگیا۔ سدیؒ نے کہا کہ بڑا نر اژدہا ہوگیا مُنھ پھیلائے ہوے جسکا ایک ہونٹھ تو زمین سے لگا تھا اور دوسرا فرعون کے محل کی دیوار پر تھا اور فرعون کی طرف جھکا۔ جب اُسنے دیکھا تو چیخ ماری اور بھاگا اور اس کی بائی نکل گئی اور پہلے اس کو حدث نہین ہوا تھا اور فریاد کی کہ اے موسیٰ اسکو پکڑلو مین تیرا ایمان لاؤنگا اور بنی اسرائیل کو تمھارے ساتھ کردونگا پس موسیٰ نے پکڑلیا۔ وہب بن منبہ نے کہا کہ موسیٰ کو فرعون نے پہچانا اور کہا کہ مین نے تجھے پالا تھا۔ پھر باتین ہونے کے بعد فرعون نے جھٹلایا اور کہا کہ تو سچا نہین ہے اور اسکے پاس کچھ نشانیان نہین یہ وہی شخص ہے اسکو گرفتار کرلو پس موسیٰ نے عصا ڈالدیا وہ اژدہائے عظیم ہوکر فرعون کی طرف جھکا اور لوگ بھاگے حتی کہ تلے اوپر اژدہام مین پچیس ۲۵۰۰۰ ہزار کچل گئے اور فرعون بھاگ کر گھر مین گھس گیا۔ رواہ ابن جریر والامام احمد فی کتاب الزہد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکے سیاق مین غرابت ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ وجہ غرابت ظاہر ہے لیکن یہ غرابت اسوجہ سے پیش آئی کہ کسی نے وہم کرکے اس اثر کو اس مقام پر داخل کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ اسوقت ہوا کہ جب ساحرون نے میدان اسکندریہ مین مقابلہ کیا ہے اور بعد غلبہ کے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو آزار پہونچانا چاہا اور عصا مذکور ان موذیون کی طرف حملہ آور ہوا جیسا کہ آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا اور یہی وہم اس مقام پر معالم کی تقریر سے پیش آتا ہے کہ اژدہا کی درازی مین لکھا کہ اس کی دُم سمندر تک تھی حالانکہ یہ اسوقت ہوا ہے جب مناظرہ مین وہ اژدہا ہوگیا تھا۔ فافہم۔ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ۔ اور نکالا اپنا ہاتھ کہ ناگاہ وہ ناظرین کے واسطے بیضا تھا۔ یعنے جیب قمیص مین ہاتھ ڈالکر نکالا تو روشن چمکنے لگا بدون برص و مرض وغیرہ کے برخلاف اس حال کے

جیسا پہلے گندم گون تھا اور دوسری آیت میں ہے وادخل یدک فی جیبک تخرج من غیر سوء الآیۃ یعنے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالکر چمکتا روشن نکال بدون بیماری کے۔ حدیث الفتون میں من غیر سوء کی تفسیر یہ کی کہ بدون برص کے۔ پھر انھون نے دوبارہ جیب میں ہاتھ ڈالا تو ویسا ہی ہو گیا جیسے پہلے گندم گون تھا۔ ایسا ہی مجاہد وبہتیرے سلف سے مروی ہے۔ اور بیضاوی میں ہے کہ بیضاء للناظرین۔ یعنے ایسی بیاض کے ساتھ جو عادت سے خارج ہے جسپر نظر لگی جمتی ہے حالانکہ مروی ہے کہ اسکی شعاع آفتاب کی شعاع پر غالب تھی۔ فی السراج۔ اگر کہا جاوے کہ للناظرین کا لفظ کس سے متعلق ہے۔ جواب دیا گیا کہ بیضاء سے متعلق ہے اور معنے یہ کہ ناظرین کے واسطے بیضاء تھا اور ناظرین کے لیے بیضاء جبھی ہوگا کہ بیاض اسکی عجیب و غریب ہو جو حد عادت سے خارج ہے جسپر نظرین مجتمع ہون۔ اگر کہا جاوے کہ عصا و ید بیضاء دونون میں سے ایک ہی بات کافی تھی تو دونون کے اجتماع میں کیا فائدہ ہے جواب دیا گیا کہ اجتماع موجب تقویت و مورث یقین و مزیل شک ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ وجہ ہو کہ حضرت قادر مختار کو اختیار ہے کہ جسقدر چاہے عطا فرماوے اسمین الحادی شک کو گنجائش نہیں اور در ایمان فائدہ یہ وہ بھی در حقیقت اہل بات شیبا کا علم نہونے سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ ان ظاہر آثار پر اسکا فائدہ یہ ہے کہ مورث یقین و مزیل شک ہے اور اول خارج چیز ہے اور دوم اُن کے نفس ذات میں ہے جس سے یقین ہو سکتا ہے کہ اول بھی انھین کو عطا ہوا ہے دوسرا اگر عصا کو جوالیوے تو اسکے پاس معجزہ نہیں ہو سکتا اور اول از قسم ہیبت و خوفناک وخشت ہے اور دوم از قسم نور و اُنس و محبت ہے۔ پھر سراج میں فرمایا کہ بعض ملحدین نے کہا کہ عصا و ید بیضاء سے فقط یہ مراد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی حجت قوی و ظاہر و قاہر تھی اس راہ سے کہ انھون نے مخالفون کے اقوال کو باطل کر دیا اور انکا فاسد ہونا ظاہر کر دیا تو وہ مانند اژدہا کے عظیم کے ہوا جسنے مخالفون کی حجتین نگل لین اور چونکہ وہ اپنی ذات میں حجت روشن تھی اسواسطے اسکو بیضاء کہا جیسے بولتے ہین کہ فلان شخص کو اس صنعت میں ید بیضاء ہے تو سراج میں کہا کہ ایسا کہنے والا ملحد مردود ہے اور اسکا یہ قول باطل ہے اسواسطے کہ ایسی چیز سے جو بمنزلہ تواتر کے ثابت ہے اس سے انکار کیا اور جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم نے فرمایا ہے اسکو جھٹلایا۔ مترجم کہتا ہے کہ عجیب ہے کہ حجت موسیٰ جب صحیح و غالب مانتا ہے تو معجزہ سے کیون منکر ہے اسواسطے کہ حجت موسیٰ میں ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت پر قادر کر کے معجزہ جو دیا گیا وہ تو قدرت کے سامنے کچھ بڑی بات نہین اگرچہ تمام مخلوق اسکے مقابلہ سے عاجز ہے اسیواسطے معجزہ ہے اور قدرت الٰہی عز و جل اس سے کہین بڑھکر ہے بلکہ بے انتہا ہے۔ فافہم۔ اور ایسے ہی اس زمانہ میں بعضے ملحد ہین کہ قرآن مجید کے معنے میں تحریف کرتے و احادیث صحیح و اخبار متواترہ سے انکار کرتے ہین اور کلام اور بول چال کے صریح معنے ظاہر جنپر اہل زبان و اہل لغت اور فضلاء و علماء متفق ہین کہ سوا اس معنے کے اور کچھ معنے نہین اسکے ایک جاہلانہ معنے بناتے ہین اور جب صریح الزام پاتے اور رد دیکھے جاتے ہین تو اپنی رائے پر اقتصار کرتے ہین کہ بے ہا سمجھی کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانون و اسلام کو ایسے بے ایمان ملحد مفسد سے محفوظ رکھے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معجزات دکھلائے اور فرعون و قوم اس سے عاجز آگئے اور کوئی تدبیر نہ چل سکی تو باہم مشورہ کیا۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ۙ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۞ قَالُوْٓا

بولے سردار   فرعون کی قوم کے   یہ شک یہ کوئی پڑھا جادوگر ہے   نکالا چاہتا ہے تم کو   تمہارے ملک سے اب کیا مشورت دیتے ہو   بولے

اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ۙ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ۞

ڈھیل دے اسکو اور اسکے بھائی کو اور بھیج   پرگنون میں   نقیب   کہ لاوین تجھ پاس جو ہو پڑھا جادوگر

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ یعنے فرعون کی بات سے موافقت کرنے والے لوگ جب انکے ہوش

درست ہوئے اور اس اژدہا کے دیکھنے سے جو خوف بیٹھ گیا تھا وہ کسی قدر دور ہوا تو فرعون سے مشورہ کر کے اتفاق کیا اس قول فرعون پر
کہ یہ شخص بہت بڑا دانا کار جادوگر ہے جیسا کہ سورہ شعرا میں فرعون کا یہ قول نقل کیا اور چونکہ اسکے ارکان سلطنت اسکے ساتھ متفق تھے
لہذا یہاں ان لوگوں کا مقولہ بیان فرمایا۔ بالجملہ فرعون اور اُن سب کی راے متفق ہوئی کہ یہ شخص بڑا جادوگر ہے۔ یُّرِیْدُ اَنْ
یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ۔ چاہتا ہے کہ تم کو تمہارے ملک سے نکال دے۔ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ۔ سو تم سب کا مشورہ کیا ہے۔ یہ دلالت کرتا ہے
کہ ساحر دانا کار ہونے کی راے پہلے فرعون کی ہوئی اور سب اہل الراے نے اتفاق کیا پھر گویا فرعون نے پوچھا کہ کیا راے ہے مگر
ایسے اسکے ساتھ متفق تھے کہ آپس میں کہنے لگے کہ کیا مشورہ دیتے ہو لہذا فرعون کو جواب دیا کہ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ۔ اے آخر مہلت۔
تاخیر دے موسیٰ اور اُس کے بھائی کو یعنے دونوں کے کام میں مہلت و تاخیر ڈال دے۔ ہکذا روی عن ابن عباس وغیرہ۔ وَاَرْسِلْ
فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ۔ اور اس مہلت کے ایام میں بھیج تو شہروں میں حاشر یعنے جمع کرنے والے۔ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ
جو تیرے پاس جمع کر لاویں ہر ساحر دانا کار کو۔ حمزہ و کسائی کی قراۃ میں سحار علیم۔ یعنے ہر بڑے جادوگر دانا کار کو۔ اور مراد یہ کہ ایسے
ساحروں کو لاویں جو جادو جاننے میں موسیٰ پر فضیلت رکھتے ہوں۔ مروی ہے کہ جب فرعون نے عصاے موسیٰ علیہ السلام سے سلطان
و قدرت الٰہی دیکھی اس راہ سے کہ اس کی نظر اس چیز محسوس پر پڑی اور اسکو سحر سمجھا تو کہا کہ میں اس معاملہ میں موسیٰ سے اس سے زیادہ
قوی سے مقابلہ کرونگا پس چند آدمی چھانٹ کر جنمیں سے اکثر بنی اسرائیل میں سے تھے شہر قریا کو روانہ کیے تاکہ وہاں جادو سیکھیں اور اُستادوں کو
بہت کچھ دیا پس سحر سیکھے اور فرعون نے موسیٰ سے ایک میعاد مقرر کی تھی پھر ان ساحروں کو بلوایا وہ مع استادوں کے آئے اور اُستادوں
نے فرعون سے کہا کہ ہم نے انکو ایسا سحر سکھلایا ہے کہ اہل زمین اسکے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے ہاں اگر آسمان سے کوئی بات آوے تو ہم کو
معلوم نہیں شاید اس سے مقابلہ کی طاقت نہو گی پھر فرعون نے اپنی تمام مملکت میں لوگ روانہ کیے اور جہاں کہیں کوئی جادوگر تھا اسکو
بلوایا۔ قال فی السراج۔ یہ دلالت کرتا ہے کہ اس زمانہ میں جادو کا بہت رواج تھا پس اس میں قول متکلمین کے صحیح ہونے کی صریح
دلیل ہے کہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کے لوگوں پر جو امر زیادہ غالب ہو اسی کے رد کا معجزہ اس زمانہ کے پیغمبر کو ملتا ہے پس موسیٰ علیہ السلام کے
زمانہ میں چونکہ جادو غالب تھا پس معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سحر کے مشابہ دیا گیا اگرچہ حقیقت اس معجزہ کی سحر سے بالکل مباین و
مخالف تھی اور ایسے ہی عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں علم طب غالب تھا اسیواسطے حضرت عیسیٰ کو جو معجزے دیے گئے تھے وہ از جنس
طب تھے اور ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں فصاحت و بلاغت غالب تھی لہذا آپ کے معجزات میں سے ایک عام
معجزہ یہ رکھا گیا۔ پھر یہاں اختلاف ہے کہ جن ساحروں کو فرعون نے جمع کیا تھا انکی تعداد کیا تھی اور نیز یہ بھی اختلافی ہے کہ آیا وہ سب کے سب
مسلمان ہو گئے تھے یا اُن میں سے زیادہ دانا سے کار مسلمان ہوئے تھے۔ مگر کلام مجید میں کوئی بات نہیں ہے جس سے مقدار کیفیت و تعداد پر
دلالت ہو۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ستر ساحر تھے اور مقاتل سے مروی ہے کہ بہتر تھے اور کلبی نے کہا کہ اُن کے اُستاد
دو شخص مجوسی مقام نینوی کے رہنے والے تھے اور کعب احبار سے روایت ہے کہ بارہ ہزار تھے اور ایسے ہی ہزاروں کے اقوال دیگر میں جیسا
اسناد آویگا اور شاید ستر و بہتر کی تعداد ان لوگوں کی ہے جو ان سب میں سے زیادہ دانا تھے یا ان لوگوں کی جو ایمان لے آئے تھے کیونکہ
ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ ستر تھے کہ صبح کو ساحر بنے تھے اور شام کو شہید مرے اور مقاتلؒ نے کہا کہ سب ساحروں کا سردار شمعون تھا
اور ابن جریج نے کہا کہ اسکا نام یوحنا تھا۔ بالجملہ موافق مشورہ ارکان دولت کے فرعون نے تمام مملکت میں اور دور دور آدمی بھیجکر استاد

جادوگر بلائے اور وہ سب آئے۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ

اور آئے جادوگر فرعون پاس بولے ہماری کچھ مزدوری ہے اگر ہم غالب ہوئے بولا ہاں اور تم

لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝

پاس رہا کرو گے۔

وَجَآءَ السَّحَرَةُ جمع ساحر مانند کفرہ وفجرہ جمع کافر و فاجر ہے۔ اور آئے ساحر لوگ۔ فِرْعَوْنَ فرعون کے پاس۔ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ساحرون نے فرعون سے کہا کہ کیا ہمارے واسطے ضرور اجر ہے اگر ہم غالب ہون۔ قَالَ نَعَمْ فرعون بولا کہ ہان۔ یعنے تمھارے لیے ضرور اجر و انعام ہے۔ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۔ اور البتہ تم مقربین سے ہو۔ مراد یہ کہ مین فقط تمھارے لیے اجر و انعام پر ہی اکتفا نہ کرونگا بلکہ اور زیادہ کرونگا اور زیادت یہ کہ تمکو مقربین مین سے کرونگا۔ کلبی نے کہا کہ یعنے پہلے جو شخص میرے پاس آویگا وہ تم ہی ہوگے اور سب سے آخر تم رخصت کیے جاؤگے۔ فی السراج۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ تمام مخلوق اس بات کو جانتی تھی کہ فرعون ایک بندہ ذلیل خوار عاجز تھا ورنہ ساحرون سے مدد لینے کا محتاج نہوتا یعنے دنیا مین اللہ تعالےٰ نے برملا اسکو ایسا خوار ظاہر کردیا اور نیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ساحر لوگ اس بات پر قدرت نہین رکھتے تھے کہ اعیان یعنے چیزون کی ذات کو بدل دین ورنہ اجرت طلب کرنے کے محتاج نہوتے اور فرعون سے ال نہ مانگتے کیونکہ چیزون کی ذات اگر بدل سکتے ہوتے تو مٹی کو سونا کر لیتے یا فرعون کی بادشاہت اپنی ذات کے واسطے کر لیتے بلکہ تمام جہان کے بادشاہ ہوجاتے۔ اور ان آیات سے مقصود یہ ہے کہ لوگ ان دقائق سے آگاہ ہوجادین اور جو لوگ باطل و کاذب باتین کرتے اور دکھلاتے ہین انکے افعال پر فریفتہ نہون۔ اور واضح رہے کہ اس زمانہ مین جو لوگ سحر سے انکار کرتے ہین وہ محض جھوٹے ہین پھر جب ساحر جمع ہوگئے تو فرعون نے موسیٰ سے انکے مقابلہ مین آنے کا وعدہ لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بحکم الٰہی اسکو منظور کیا اور دن مقرر ہوا چنانچہ قولہ قال موعدکم یوم الزینۃ وان یحشر الناس ضحی الآیہ مین مذکور ہے اور میدان اسکندریہ سمندر کے کنارے قرار پایا پھر جب وہان اُس دن پہونچے تو یہ واقعہ ہوا جو ذکر فرمایا۔

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ۝ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا

بولے اے موسیٰ یا تو ڈال یا ہم ڈالتے ہین کہا تم ڈالو پھر جب ڈالا باندھ دین

اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ۝

لوگوں کی آنکھین اور انکو ڈرادیا اور کر لائے بڑا جادو

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ ساحرون نے کہا کہ اے موسیٰ یا تو تم اپنا عصا ڈالو وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ یا ہمین پہلے القا کرنے والے ہون اس چیز کو جو ہمارے پاس ہے۔ کسائی و فراء نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اما ان تفعل الالقاء او نفعلہ یعنے فعل القا تمھاری طرف سے پہلے ہو یا ہمین اپنی چیزون کو پھینکین۔ قال ابن کثیرؒ یعنے ساحرون نے موسیٰ علیہ السلام سے مبارزہ کیا کہ القا مین پہل کسکی طرف سے ہوگی۔ قال البیضاویؒ اُن لوگون نے موسیٰ علیہ السلام کو مخیر کیا کہ دونون باتون مین سے کوئی بات آپ اختیار کرین اور یہ رعایت ادب تھی اور نیز دلیری کا اظہار تھا کہ ہمین اپنے غلبہ کا وثوق ہے چاہے ہم پہلے اپنا کرتب کرین یا پیچھے ولیکن رغبت انکی

یہی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اپنا کرتب دکھلادیں پس جسطرح موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا اُس سے اپنی طرف عبارت بدل دی اور بلیغ عبارت ظاہر کی کہ خبر کو معرف باللام اور وسط مین ضمیر فاصل اور ضمیر متصل کی تاکید منفصل یعنے الا ان نکون نحن الملقین کہا پس اس سے رغبت ظاہر ہے کہ پہلے ہمین شروع کرین۔ اسیواسطے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا قَالَ اَلْقُوْا موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم ہی القا کرو۔ یہ از راہ کرم وجوانمردی ہے اور نیز انکے سحر وساحری کو خفیف وحقیر کردیا۔ اگر کہا جاوے کہ انکا فعل تو سحر تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا پھر نبی ہوکر کیونکر انھون نے اس فعل کی اجازت دیدی حالانکہ سحر کرنا حرام یا کفر ہے۔ جواب کئی طور سے دیئے گئے ہین اول آنکہ قوله القوا کے یہ معنے ہین کہ اگر تم اپنے فعل مین حق طور پر ہو تو کر دو ورنہ مت کرو اور حاصل انکا اجازت شرطیہ تھی کہ فعل حق ہو تو کرو اگرچہ معلوم تھا کہ وہ سحر کرینگے اور فعل ناحق کرینگے مگر اسکی اجازت نہین دی تھی۔ دوم آنکہ یہ قوم اسی واسطے آئی تھی کہ جو رسیان وغیرہ لائے ہین وہ میدان مین ڈالین اور ضرور ڈالا کرینگے پس اس فعل کے کرنے و نہ کرنے مین ان لوگون نے اجازت نہین چاہی تھی تاکہ اس فعل کی اجازت نہ دیتے بلکہ تقدیم وتاخیر مین اختیار دیا تھا پس ایسی حالت مین انکو خفیف سمجھنے و بے پروائی ظاہر کرنے کے واسطے اور وعدہ الٰہی پر اعتماد کرنے کی وجہ سے اجازت دیدی۔ سوم آنکہ موسیٰ علیہ السلام کو منظور یہ تھا کہ جو سحر باطل وہ لاوین اسکا بے بنیاد و جھوٹا ظاہر ہو اور یہ اسی طور پر ممکن تھا کہ پہلے وہ لوگ سحر کرین تاکہ وہ معجزہ سے باطل کیا جاوے اسیواسطے انکو پہلے القاء کی اجازت دیدی اور اسی جواب اخیر کو مفسرین نے اختیار کیا اور اسی پر شیخ الحافظ ابن کثیر نے اختصار کیا اور یون کہا ہے کہ واللہ اعلم اسمین حکمت یہ تھی کہ لوگ انکے کرتب کو دیکھین اور اسمین تامل کرین پھر جب انکے باطل فعل سے خوفناک ہون اور اسکو اسقدر بڑا جانین کہ اسکا مقابلہ دشوار ہے اور انتظار کرین کہ دیکھیے اگر موسیٰ علیہ السلام حق پر ہین تو کیا لاتے ہین تب معجزہ حقہ لایا جاوے کہ خوب دلون مین جم جاوے اور ایسا ہی واقع ہوا چنانچہ فرمایا۔ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ساحرون نے حبال وعصی اپنے پھینکے تھے حبال جمع حبل بمعنے رسّی اور عصی جمع عصا۔ اور اعین جمع عین بمعنے آنکھ اور سحروا اعین الناس کے معنے یہ کہ مسحور کردین لوگون کی آنکھین یعنے پھیر دیا آنکھون کو انکی حقیقت ادراک سے اور قوله استرهبوهم یعنے خوف وہیبت ہیبت غلبہ یا حیات تھی۔ یعنے لوگون کو خوفناک کردیا۔ کیونکہ خیال کرتے تھے وہ ان رسیون وعصاؤن کو چلتے اژدہے یہی مفسرین نے ذکر کیا ہے پس حاصل معنے قوله فلما القوا پھر جب پھینکا ساحرون نے اپنی رسیون اور عصاؤن کو تو سحروا اعین الناس پھیر دیا لوگون کی آنکھون کو یعنے جو کچھ انھون نے کیا تھا تخییلی کرشمہ اسکی حقیقت ادراک سے آنکھین پھر گئین اور آنکھون کی نظر ایسی پھری کہ دیکھکر یہ خیال آنے لگا کہ جو کچھ انھون نے کیا ہے اسکی واقعی خارج مین کچھ حقیقت ہے حالانکہ سوائے صنعت کے اور کچھ نہ تھا صرف خیال ہی خیال تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فاذا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعى۔ یعنے انکی رسّیان وعصا انکے سحر سے سانپ چلتے خیال مین آتے تھے۔ اور یہی فرق ہے سحر مین جو فعل بشر ہے اور معجزہ مین جو فعل الٰہی ہے کیونکہ سحر سے کسی چیز کی ماہیت نہین بدلتی اور کچھ کی کچھ نہین ہوجاتی ہے بلکہ اسمین صرف یہی ہوتا ہے کہ آنکھین اس شے کی ادراک حقیقت سے پھر جاتی ہین اور معجزہ مین اس شے کی ماہیت بدل جاتی ہے جیسے کہ عصاء موسیٰ علیہ السلام درحقیقت اژدہا ہوجاتا تھا۔ قوله واسترهبوهم قال المبرد یعنی زیادہ ہیبت ڈالے ان پر یعنی ہیبت و خوف مین ڈالدیا لوگون کو بسبب تخییل مذکور کے حتی کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک گونہ جھجھک آگئی کما قال تعالیٰ فاوجس فی نفسه خیفة موسیٰ قلنا لا تخف۔ اور بعض نے کہا کہ خوف موسیٰ علیہ السلام اس سبب سے تھا کہ لوگ ڈر کر بھاگ نہ جاوین کہ اظہار معجزہ رہجاوے۔ اور زجاج نے کہا کہ استرهبوا بمعنے استدعا رہبة الناس ہے اس طور کہ جس وقت اپنی رسیان وغیرہ پھینکنے لگے تو لوگون سے پکار دیا کہ اے آدمیون ہوشیار ہو جاؤ پس

سہی انکا استرہاب تھا۔ قال الحافظ وقال السفیان بن عیینۃ حدثنا ابو سعید عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی فرمایا کہ ان ساحرون نے موٹی رسیان اور لانبی لکڑیان ڈالی تھین پس وہ انکے سحر سے متحرک ہوئین کہ خیال مین یون آتا تھا کہ اژدہے چلتے ہین۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ پندرہ ہزار جادوگر صف باندھکر کھڑے ہوئے تھے ہر ایک کے ساتھ رسی و عصا تھا اور موسی علیہ السلام اپنے بھائی ہارون کے ساتھ نکلے اور مجمع مین آکر ایک جانب اپنے عصا پر ٹیک دیکر کھڑے ہوگئے اور فرعون نے ایک مقام پر اپنے وزیرون کے ساتھ مجلس بنائی تھی اور اونچے پر اپنے تخت پر بیٹھا تھا پھر ساحرون نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ پہلے تم پھینکو گے یا ہم پھینکین تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمھین پھینکو پس ساحرون نے پھینکا اور سب سے پہلے انھون نے اپنے جادو سے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی بینائی اُچک لی پھر اسکے بعد لوگون کی بینائیان اُچک لین پھر ہر ساحر نے جو جسکے پاس تھا ڈال دیا پس بڑے بڑے اژدہے نظر آنے لگے اور تمام جنگل بھر گیا اور تلے اوپر رینگتے نظر آتے تھے۔ سدیؒ نے کہا کہ کچھ اوپر تیس۳۰ ہزار ساحر تھے پھر جب انھون نے پھینکا تو لوگون کی نظرون کو مسحور کردیا اور استرہبوہم اے فرقوہم من الفرق۔ اے لرزا دیا اور دل ڈرا دیے اور ابن جریرؒ نے باسناد جید از قاسم بن ابی بزہ روایت کی کہ فرعون نے قریب ستر ہزار جادوگر کے جمع کیے تھے اور انھون نے اپنے جادو کی رسیان وغیرہ پھینکی تھین جو انکے جادو کی وجہ سے سانپ نظر آتی تھین اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا کہ وجاؤ بسحر عظیم اور لائے وہ جادو بڑا۔ یعنے بہت عظیم و کثرت کے ساتھ جادو کی رسیان وغیرہ پھینکین۔ وقال البیضاوی عظیم سے مراد یہ کہ فن جادو مین بڑا تھا اور بعض نے کہا کہ لوگونکی نظر مین بہت بڑا نظر آتا تھا اگرچہ درحقیقت اسکی کچھ ہستی نہ تھی اور یہی قول مستحسن ہے اور سراج مین کہا کہ یہ واقعہ مقام اسکندریہ مین جو سمندر کے کنارے پر ہے واقع ہوا تھا اور یہی خازن نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے بالجملہ جادوگرون نے یہ کرشمہ پھیلایا کہ سحر کے زور سے وہ تمام رسیان وغیرہ سانپ و اژدہے چلتے و رینگتے معلوم ہوتے تھے۔ فی السراج بعض لوگ کہتے ہین کہ ان ساحرون نے ان رسیون کو پارہ سے لیس دیا تھا اور عصاؤن کے اندر بھی پارہ بھر دیا تھا اور انکو زمین پر ڈالدیا تھا پھر جب آفتاب کی حرارت نے اسمین اثر کیا تو انکو جنبش ہوئی اور آپس مین ایک دوسرے پر لپٹنے لگین اور ہر ایک رسی خود بل کھانے لگی حتی کہ لوگون نے یہ خیال کیا کہ یہ سب سانپ ہین خود بخود حرکت کرتے ہین وقال المترجم یہ قول درحقیقت تحریف اور الحاد و زندقہ ہے اگرچہ فرقہ معتزلہ کی تحریف ہے مگر اس زمانہ مین بھی بعضے ملحد ایسی باتین کہتے ہین اور شاید ان لوگون کو یہ گمان ہے کہ انھین کے مانند بیوقوف لوگ اس مجمع مین جمع تھے جو ان پارہ لگی ہوئی رسیون کو سانپ سمجھنے لگے اور نہایت خوفناک و ہراسان ہوئے اور انکو حضرت موسی علیہ السلام کے عصا مین جو اژدہا واقعی ہوگیا تھا اور رسیون مین کچھ فرق نہ معلوم ہوا اور اگر عصا سے موسی ؑ کو حجت مراد لیتا ہے تو یہان مقابلہ کس چیز سے ہوا۔ اور تمام قصہ کو فرضی معنے مین لینا کہ جادوگرون سے باطل دلیلین لانے والے مراد ہین صریح تحریف ہے حالانکہ موسی علیہ السلام کو جھجک ہوئی تو کیا انکی دلیلون سے اور پھر لوگون کو جنکو انکی دلیلون سے عین خوشی تھی کیون خوف ہوا بہرحال ایسے لوگون کے واسطے سوائے اسکے علاج نہین کہ انکے خلل دماغ کی دوا کیجاوے اگر انکا گمان فاسد ہے اور اگر عمداً تحریف کرتا ہے تو دوسری طرح علاج کیا جاوے کیونکہ نظم عربی و کلام عربی مین کوئی عرب والا اسکے یہ معنے نہین کہیگا اور ہرگز کسی طرح درست نہین ہین پس اہل اسلام مستقیم رہین اور اللہ تعالے ان ملحدون کے مکر و فریب سے محفوظ رکھے پھر جب ساحرون نے سحر پھیلایا تو حکم ہوا

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝

اور ہم نے حکم بھیجا موسٰے کو کہ ڈال اپنا عصا تب ہی وہ لگا نگلنے جو سانگ وہ بناتے تھے

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى۔ اور وحی بھیجی ہم نے موسیٰ کو۔ یعنے موسی علیہ السلام کسیقدر جھجکے تھے اور حکم آلہی کے منتظر تھے جبرئیل علیہ السلام نے

حکم الٰہی پہونچا یا۔ اَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ۔ یہ کہ ڈال دے اپنا عصا۔ قاسم بن ابی بزہؒ نے کہا موسیٰؑ کو حکم پہونچا کہ اپنا عصا ڈالدے انھون نے ہاتھ سے ڈالدیا کہ وہ بڑا اژدہا ہوکر اپنا مُنھ پھیلا کر چلا۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ مقام اسکندریہ مین اجتماع ہوا تھا پس اسقدر بڑا اژدہا ہوگیا کہ اسکی دم سمندر کے اس کنارے تھی پھر اسنے ہاتھ کا مُنھ پھاڑ کر چلا۔ فَاِذَا هِيَ تَلۡقَفُ مَا يَاۡفِكُوۡنَ۔ پس وہ نگلنے جاتا تھا اس چیز کو جو افک لائے تھے تلقف از لقف ہے یا از تلقف ہے بتشدید قاف پس تلقف اصل مین تھا ایک تا حذف ہوئی اور مفسرؒ نے اختیار کیا کہ اصل تے حذف ہوئی اور علامت والی باقی ہے بہر حال معنے اسکے یہ کہ نگلتا تھا۔ افک کسی چیز کو اپنی جہت سے بدل ڈالنا اسی واسطے جھوٹ بولنے والے کو افاک کہتے ہین اور جو چیز اپنی جہت سے بدلی جاوے وہ بھی افک ہے۔ پس ساحرون کے سحر کو بھی افک فرمایا کہ وہ فقط نظر بندی تھی جسکی کچھ حقیقت نہ تھی۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ اژدہا انکی رسیون و لکڑیون پر گذرتا او نگلتا چلا جاتا تھا پس ساحر سمجھے کہ یہ سحر نہین امر آسمانی ہے

فَوَقَعَ الۡحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ۝

پس حق بات ثابت و محقق ہوگئی اور باطل ہوگیا وہ جو کچھ وے لوگ کرتے تھے

فَوَقَعَ الۡحَقُّ۔ اے ثابت و ظاہر ہوگیا جو حق تھا۔ وَبَطَلَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۔ اور باطل ہوگیا جو انھون نے سحر کیا تھا یعنی اس میدان مقابلہ مین سحر و معجزہ مین فرق کھل گیا اور جو حق تھا یعنے معجزہ وہ حق رہا اور جو باطل تھا یعنے سحر وہ رد ہوگیا

فَغُلِبُوۡا هُنَالِكَ وَانۡقَلَبُوۡا صٰغِرِيۡنَ ۝

پس مغلوب ہوے اس مقام پر اور منقلب ہوے ذلیل سے

فَغُلِبُوۡا هُنَالِكَ۔ پس مغلوب ہوے فرعون و اسکی قوم والے۔ وَانۡقَلَبُوۡا صٰغِرِيۡنَ۔ اور لوٹے درحالیکہ صاغر یعنے ذلیل تھے اور مفسرؒ نے کہا اے صاروا ذلیلین۔ یعنے یہ لوگ اس مقابلہ مین ذلیل و شرمسار ہوگئے کیونکہ سحر سمجھکر غلبہ چاہتے تھے

وَاُلۡقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيۡنَ ۝ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝ رَبِّ مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ۝

اور ڈالے گئے ساحر لوگ سجدہ مین بولے کہ ہم لوگ ایمان لائے پروردگار عالمون پر جو کہ پروردگار ہے موسٰے اور ہارون کا

وَاُلۡقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيۡنَ۔ مروی ہے کہ ساحرون نے کہا تھا کہ ہم ایسا عمل سحر لائے ہین کہ زمین والون مین سے کوئی اسکا مقابلہ نہین کرسکتا مگر آنکہ کوئی امر آسمانی ہو تو ہم کو اسکے مقابلہ کی طاقت نہین ہے پھر جب انھون نے بجاے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک اژدہے کے لوگون کی نظر مین ہزارون اژدہے پیدا کردیے اور لوگ خوفناک ہوگئے تو یہ بہت بڑا سحر عظیم سمجھا گیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے جو امر الٰہی او معجزہ تھا سب کو کھا لیا اور خود باقی رہا اور کوئی باطل کا وجود ہی نہ رکھا تو سب قبطی مع فرعون کے ذلیل ہوے اور مروی ہے کہ جب ایک ایک کرکے اژدہا سب نگل گیا کوئی رسی و لکڑی وہان باقی نہ رہی تب کافرون کے جماؤ کی طرف متوجہ ہوا پس وہ سب خوفناک ہوکر بھاگے اور اسقدر ازدحام اور کشمکش ہوئی کہ آپس مین کچل اور دب کر او گر کر پچیس ہزار آدمی مرگئے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسکو پکڑ لیا پس وہ آپ کے ہاتھ مین ویسا ہی عصا ہوگیا جیسے پہلے تھا جب ساحرون نے یہ دیکھا کہ میدان مین ایک لکڑی و رسی نہین ہے اور وہ اژدہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ مین وہی عصا موجود ہے تو جان گئے کہ یہ امر الٰہی ہے یہ جادو سحر ہرگز نہین ہے یہ کسی بندہ کی مجال نہین ہے پس اس حال مین وہ سجدے مین گرے۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے انکو یہ الہام کردیا اور اسپر انکو آمادہ کیا کہ وہ سجدے مین گر پڑے

تاکہ فرعون زیادہ خوار و ذلیل ہو اور جن لوگون کی جہت سے حضرت موسیٰ کی دل شکنی چاہتا تھا برعکس ہو کر انھین سے خود ذلیل ہوا اخفش نے کہا کہ جس جلدی سے کہ وہ لوگ سجدہ مین گیے گویا ڈالدیے گئے اوزاعیؒ نے کہا کہ جب ساحر لوگ ایمان لا کر سجدے مین گرے تو جنت کا پردہ اُٹھا یا گیا حتی کہ اپنی آنکھ سے اُنھون نے دیکھ لیا۔ اور قاسم بن ابی بزہؒ نے کہا کہ جنت و دوزخ اور دونون کے ثواب و عذاب کو دیکھ لیا تھا قالوا امنا برب العلمین بولے کہ ہم ایمان لائے تمام عالمون کے پروردگار پر۔ سراج مین ہے کہ فرعون بولا کہ تم مجھی کو مراد لیتے ہو وہ کہنے لگے کہ نہین بلکہ رب موسیٰ موسیٰ علیہ السلام کے پالنے والے کو تو فرعون بولا کہ مجھی کو تو مراد لیتے ہو کیونکہ مین ہی نے موسیٰ کو پالا ہے وہ بولے وھرون یعنے موسیٰ و ہارون کے پروردگار پر جب یہ سُنا تو فرعون کا زعم پوٹ گیا اور تمام اہل مجمع کو معلوم ہو گیا کہ ساحرون نے پروردگار آسمان و زمین کی توحید پر یقین کیا اور فرعون سے انکار کیا ہے بعض نے کہا کہ ہارون علیہ السلام بڑے تھے مگر موسیٰ کو مقدم اسوجہ سے کیا کہ حق و باطل کی تمیز مین واسطہ وہی تھے اور سورہ طٰہٰ مین ہارون مقدم ہین پس بعض نے شاید موسیٰ کو مقدم کیا اور بعض نے ہارون کو پس بعض کا فعل مجموع کی طرف منسوب فرمایا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے ایمان لا کر پھر سجدہ کرنا چاہیے تھا پس سجدہ مقدم کرنے مین کیا حکمت ہے جواب دیا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے جب انکے دل مین ایمان و معرفت ڈالدی تو اسکے شکریہ مین وہ لوگ سجدے مین گر پڑے پھر اسکے بعد ایمان ظاہر کیا ابن عباسؓ و عبید بن عمیر و ابن جریج و قتادہؒ نے فرمایا کہ ساحرون کا حال عجیب ہے کہ دن کے چڑھتے وقت تو جادوگر کافر تھے اور اسی دن کے آخر مین نیکوکار شہید مرے حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ہم ایسے لوگون کو جو اسلام مین پیدا ہوے اور مسلمانون مین رہے دیکھتے ہین کہ ذرا سے مال حقیر پر اپنا ایمان فروخت کرتے پھرتے ہین اور ان ساحرون کو دیکھو کہ کافر کے یہان پیدا ہوے اور وہین بڑے ہوے اور آخر اپنی جان کو اللہ تعالےٰ کے واسطے قربان کر دیا

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا

بولا فرعون تم نے ان لیا اُسکو ابھی مین نے حکم نہین دیا تمکو یہ کرہے کہ باندھ لائے ہو شہر مین تاکہ نکال دو یہان سے

اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

اُسکے لوگ سو اب تم جانوگے مین کاٹونگا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پانون پھر سولی چڑھاؤنگا تم سب کو

قال فرعون فرعون نے کہا ان لوگون سے جو مسلمان ہو گئے۔ اٰمنتم۔ اسمین دو ہمزہ ہین ءامنتم پس حمزہؒ وغیرہ کی قراءۃ مین دونون باقی ہین اپنی اصل پر اور باقیون کے نزدیک سوائے حفص کے دوسرا ہمزہ الف سے بدل ہوا اور حفص کی قراءۃ مین بدون ہمزہ ہے اور مفسر نے قراءۃ ہمزہ اختیار کی ہے۔ یعنے کیا تم ایمان لے آئے۔ بہٖ موسیٰ علیہ السلام پر قبل ان اذن لکم۔ پہلے اس سے کہ مین تم کو اس بات کی اجازت دون۔ ان ھذا لمکر مکرتموہ فی المدینۃ البتہ یہ جو فعل تم نے کیا یہ ایک مکر تھا جو تم نے شہر مین باندھ رکھا تھا لتخرجوا منھا اھلھا تاکہ شہر سے تم لوگ اسکے بسنے والون کو نکال دو۔ قال الحافظ یعنے آج کے روز موسیٰ علیہ السلام نے جو تم پر غلبہ کیا یہ تمھارے آپس کی مشورت و رضامندی سے تھا جیسے دوسری آیت مین ہے کہ کہا انہ لکبیرکم الذی علمکم السحر۔ یہ تمھارا اُستاد ہے جسنے تمکو جادو سکھلایا ہے حالانکہ ذرا بھی عقل صافی رکھتا ہو تو جانتا ہے کہ اُسنے اپنے معتمد علیہ بلائے تھے موسیٰ علیہ السلام نے انکی صورت کبھی نہ دیکھی تھی سوا اسکے جب فرعون اور اُسکے ارکان دولت نے انکو بلا کر جمع کیا ہے اور فرعون اسکو خود بھی جانتا تھا مگر اُسنے ساحرون سے یہ بات جعلسازی و فریب و تلبیس سے اسواسطے بنائی کہ اپنے ارباب دولت و رعیت کے دل مین شک ڈالے اور وہ اسکی طرف سے بداعتقاد نہو جاوین اور وہ جاہل لوگ اس فریب مین آگئے وقد قال تعالےٰ فاستخف قومہ فاطاعوہ۔ اور ظاہر ہے کہ جس قوم نے اسکے اس قول کی کہ مین ہی تمھارا خالق و مالک و تمام

قدرت والا ہون۔ تصدیق کر لی اور سچ مان لیا اس قوم سے زیادہ بیوقوف جاہل احمق گمراہ اور کون قوم ہوگی۔ سدّی نے ابن مسعود و ابن عباس وغیرہما رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ مقابلہ واقع ہونے سے پہلے ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام سے ساحرون کے سردار سے ملاقات ہوئی تھی اور موسیٰؑ نے کہا کہ بھلا اگر مین تجھے غالب کر دون اور جتا دون تو تو اس بات پر ایمان لے آویگا کہ جو مین لایا ہون وہ برحق ہے اور میری باتون کی تصدیق کریگا وہ بولا کہ مین کل کے روز مقابلہ مین ایسا جادو لاؤنگا کہ اسپر غلبہ ہونا کسی جادو کو ممکن نہین ہے اور قسم ہے خدا ے آسمان کی کہ اگر تو مجھپر غالب ہو جاوے تو مین البتہ تجھے جانون اور ضرور مین تجھپر ایمان لاؤن اور گواہی دون کہ تو برحق ہے اور فرعون ان دونون کی طرف دیکھ رہا تھا اسی واسطے اُسنے یہان یہ بات بہتان لگانے کا موقع پایا کہ تم نے شہر مین مکر گانٹھا تھا تا کہ شہر والون کو یہان سے نکال دو۔ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ عنقریب تم جانو گے کہ تمھارا کیا انجام ہوتا ہے۔ یہ اسنے تہدید مجمل کی تھی اور اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ مفصل کہنے لگا لَاُقَطِّعَنَّ اَيۡدِيَكُمۡ وَاَرۡجُلَكُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ البتہ کٹواؤنگا مین تمھارے ہاتھ و پانون خلاف سے یعنے ہر ایک کا دایان ہاتھ اور بایان پاؤن کٹواؤنگا پھر البتہ تم سب کو سولی دیدونگا۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دایان ہاتھ اور بایان پاؤن جسنے سب سے پہلے کاٹا اور جسنے سب سے پہلے سولی دی وہ فرعون ہے۔ یعنے اسطرح سزا کو اُسی نے پہلے ایجاد کیا پھر اللہ تعالےٰ نے شرع مین اسکو راہزنون کی سزا مقرر فرمایا کذا فسرہ فی السراج۔ لطائف سے اس مقام پر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ان ساحرون کو دنیا مین انکے لوث سحر سے پاک کرکے اٹھا لیا اور اب رحمت کا اہے کہ اگر کوئی بندہ مسلمان ہو جاوے تو چاہے کچھ گناہ کرتا رہا ہو وہ اسلام لانے سے عفو ہو جاوینگے پھر بعد اسلام کے جو گناہ کریگا انہین ماخوذ ہوگا اور شرع مین سزا لے ساحر یہی مقرر ہے اور بعض نے کہا کہ قتل کیا جاوے اور سورہ بقرہ پارہ اول مین تحقیق و تفصیل گذری ہے پس ساحرون کے واسطے افضل عبادت بعد ایمان کے یہی تھی کہ فرعون کے ظلم پر ثابت رہے

قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ ۚ‏ وَمَا تَنۡقِمُ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتۡنَا ؕ رَبَّنَاۤ

بولے ہمکو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے اور تو ہم سے یہی بیر کرتا ہے کہ مانین ہم نے اپنے رب کی نشانیان جب ہم تک پہونچین اے رب

اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ

دہانے کھولدے ہمپر صبر کے اور ہمکو مار مسلمان

قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنۡقَلِبُوۡنَ بولے کہ ہم ضرور اپنے پروردگار کی طرف پھر جانے والے ہین بعد موت کے خواہ کسیطرح موت ہو۔ یہ فرعون کو اُسکے دھمکانے کا جواب دیا اور نصیحت آمیز کلمات سے کہا۔ وَمَا تَنۡقِمُ مِنَّاۤ اور نہین انکار کرتا ہے تو اے فرعون ہم سے یعنے نہین ہمپر عیب لگاتا ہے تو اِلَّاۤ اَنۡ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتۡنَا مگر یہی کہ ہم ایمان لائے اپنے پروردگار کی آیات پر جبکہ آیات ہمارے پاس آئین۔ حاصل یہ کہ یہ بات جسپر تو ہمکو دھمکاتا ہے اور عذاب کیا چاہتا ہے یہی ہے کہ ہم اپنے پروردگار کی آیتون پر ایمان لے آئے حالانکہ یہ بات اکرام و بزرگی کے قابل تھی نہ اسکہ عذاب و دشمنی کے قابل۔ پھر وہ لوگ اپنے پروردگار کی جناب مین گڑگڑائے۔ رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا اے پروردگار ہمارے بہادے ہمپر صبر کو یعنے اسوقت کہ جب وہ فعل واقع ہو جس سے فرعون نے ہمکو وعید کی ہے یعنے جسوقت ہمارے ہاتھ پانون کاٹے جاوین اور سولی دیجاوے اسوقت ہمپر صبر بہادے تا کہ ہم صابر رہین اور کافر نہ ہو جاوین۔ وَّتَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ اور وفات دے ہمکو اس حال مین کہ ہم مسلمان ہون۔ بعض نے کہا کہ فرعون انکے قتل پر قادر نہین ہوا لقولہ تعالےٰ اَنۡتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الۡغٰلِبُوۡنَ۔ اور طیبی رح نے کہا کہ فرعون نے انکو جیسا کہا تھا اُسی عذاب سے شہید کیا اور یہی صحیح ہے اور حضرت ابن عباس وغیرہ سے جو مروی ہوا کہ دن کی ابتدا ر

مین جادو کرتے تھے اور آخر دن مین شہید مرے - اسی پر دلالت کرتا ہے. قال فی السراج اس آیت مین چند فوائد ہین. اول آنکہ افرغ علینا
صبرا بہ نسبت. انزل علینا کے زیادہ بلیغ ہے اسواسطے کہ افراغ یہ ہے کہ جو کچھ برتن مین ہو سب بہادیا جاوے پس گویا انھون نے پورا صبر مانگا.
دوم صبرا بصیغہ تنکیر مین کمال درجہ کا صبر مقصود ہے اے صبرًا کاملا. سوم صبر کا فعل انکی جانب سے ہے اور انھین کا عمل ہے مگر انھون نے
اسکو اللہ تعالے سے مانگا تو صریح دلالت ہے کہ بندہ کا فعل اسکو حاصل نہین ہوتا مگر اسی طور پر کہ اللہ تعالے اسکے قصد پر پیدا فرا دیتا ہے اور
یہی اہلسنت کا مذہب ہے. چہارم آنکہ بیضاوی نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اسلام و ایمان ایک ہی چیز ہے کیونکہ انھون نے اولًا آمنا بآیات
ربنا. کہا پھر ثانیا کہا کہ توفنا مسلمین پس وہ ایمان یہی اسلام ہے - قال المترجم یہی قول ابو حنیفہؒ ہے اور فرق کرنا نزاع لفظی ہے فافہم. ف
و فی العرائس فی قصۃ موسیٰ. قولہ تعالے حکایۃ عن کلیمہ موسی علیہ السلام حقیق علی ان لا اقول علی اللہ الا الحق. جب حجت موسی علیہ السلام
غالب ہوئی تو انبساط کے مرتبہ مین گفتگو کی اور ہیبت کا لفظ کہا اور حقیت کا دعوی کیا کیونکہ وہ مقام قرب و مشاہدہ مین تھے پس آگاہ کیا کہ مین
حق بات سے حق کے واسطے حق مین حق کے ساتھ کلام کرتا ہون کیونکہ کلام حق تھا جو زبان موسی علیہ السلام سے صادر تھا کیونکہ صدور افعال
اہل حق کا بقوت آلہیہ ہے اور کوئی کلام نہین کیا مگر وہی جو سزاوار بجناب حق عز و جل ہوا اور جو شخص کہ مقام حقیقت مین پہونچا اس سے حق کے
واسطے حق کا ظہور ہوتا ہے پس اسکی حرکت و سکون و بات چیت و خاموشی قائم بحق بوصف مشاہدہ ہے نہ بوصف غیبت. ابن عطاؒ نے کہا کہ جسکا
تحقق بحق ہوا وہ حق تعالے کی شان مین نہین کہتا مگر وہی جو لائق بحق ہو. خرازؒ نے کہا کہ اللہ تعالے کی طرف واصل ہونے والون کی راہ یہ ہے
کہ بات نہین کرتا مگر بحق اور نہین سنتا مگر از حق. اور نطق نہین کرتا مگر بحق کیونکہ حقایق حق جب متحققین پر مستولی ہوتے ہین تو ماسوائے حق کے سب ان
لوگون سے ساقط کر دیتے ہین اور ان درجات مین سے کوئی کسی درجہ کو نہین پہونچتا یہانتک کہ حق اسکے تمام اوقات کو مستوفی ہووے پس وہ اس حال سے
باقی رہجاتا ہے کہ اسکے واسطے خود کوئی وقت نہین اور ایسے حال مین کوئی حال نہین ہوتا واللہ اعلم. استادؒ نے کہا کہ جو شخص ایسا ہو کہ نہین صحیح ہے
اس سے یہ کہ حق تعالے کی شان مین کچھ کہے سوائے حق کے اور وہ موجود ازلی مین محو ہے تو حقایق جمع مین پھر کونسے آثار تفرقہ مین کوئی اثر باقی رہا قال تعالے
فالقی عصاہ فاذا ہی ثعبان مبین ونزع یدہ فاذا ہی بیضاء للناظرین. صفات فعل سے ظہور آثار آلہی ہوا اس عصا پر اور بعد اسکے قلب کے اسکو (یعنے بدل جانے کے ۱۲)
لباس عظمت پہنایا اسواسطے کہ کفار خوفناک ہون اور ساحر بھاگ جاوین اور انکے خیالات مین فساد ڈالنے والی باتون کو کھا جاوے اور نور صفت
کے ساتھ دست موسیٰ سے ظہور ہوا تا کہ یقین و ایمان کی آنکھین اسکے انوار صفت سے کھلین جس وقت کہ برہان ظاہر ہو کیونکہ جمادات محل تصرف
فعل عام کے از راہ اس امر کے ہین جو انمین قائم ہے اور حیوانات محل تصرف فعل خاص ہین جو قائم بصفت ہے کیونکہ وہ معدن ارواح طباعیہ
ہین اور انسان محل تصرف صفت ہین جو قائم بذات ازلی ہے کیونکہ وہ عرش سے تحت الثری تک جملہ مواضع اور محال مین سے افضل و اشرف ہے
اسلیے کہ وہ محل عقل قدسی و قلب ملکوتی اور روح قدسیہ ہے پس عصا سے ظہور بفعل ہوا واسطے عموم کے اور موسیٰ سے ظہور بصفت ہوا بسبب
خصوص کے اور او تعالے کی قدرت مین ظہور معجزہ موسی علیہ السلام ہوا کیونکہ عصا کا انقلاب بسوے اژدر یعنے اژدہا ہو جانا بغیر اختیار موسی علیہ السلام
ہوا اور دست نورانی یعنے ید بیضاء کا اخراج بھی یون ہی بغیر اختیار ہوا اور یہ امر انکے معجزے مین زیادہ تر صدق کے واسطے داعی تھا کہ انمین سے
کسی بات مین انکو اختیار نہ تھا. قولہ تعالے وانکم لمن المقربین. اللہ تعالے نے اپنے اولیا کو اعدا کا لباس پہنایا تھا اسمین انکا خود امتحان تھا اور
غیرون کا بھی امتحان تھا پس قہر کے ساتھ انکو لطف کی طرف ارشاد فرمایا اسواسطے کہ اصل انمین وہ اصطفائیت تھی جو ازل مین انکے واسطے
سابق ہو چکی تھی مگر وہ لوگ بسبب پردہ قہر کے میدان امتحان مین دیدار لطف سے محجوب تھے پھر جب سحر کے ارادہ مین فرعون سے تقرب چاہنے آئے

بمقتضاے طبیعت آور حال یہ کہ ازل مین دیدار حق سے انکا تقرب مقدر ہوچکا تھا تو اللہ تعالے نے دشمن کی زبان سے انکے واسطے جو سابق انعام
مقدر تھا وہ نکلوایا یعنے بقولہ نعم وانکم لمن المقربین۔ اس خبر کا صادر فرمانے والا اور پیدا کرنے والا بزبان فرعون مردود درحقیقت اللہ تعالے ہے
اگرچہ انکو مقام خطاب سے اسوقت کچھ معرفت نہ تھی ولیکن موافق عنایت ازلی کے اسپر خبر غیب جاری ہوئی اور فرعون تو درمیان مین اس خبر کا
فقط واسطہ تھا اور حقیقی خطاب از جانب حق تعالے شانہ تھا بعض مشائخ نے کہا کہ فرعون نے ساحرون کو اپنے تقرب کی دعوت کی اور
ازل مین انکے واسطے جناب حق عزوجل سے قرب جاری ہوچکا تھا فرعون نے کہا کہ البتہ تم میرے مقربین سے ہو۔ اور عنایت ازلی نے اُن کو
بندگان ابرار واخیار کی نزدیکی سے سرفراز کیا اور بدبخت واشقیا کے قرب سے دور رکھا۔ قولہ تعالے فوقع الحق وبطل ماکانوا یعملون۔ سحر
حقیقی تو عالم فعل سے بواسطہ کسب بشری ہوتا ہے اور معجزہ عالم قدرت قدیمہ سے ہے لہذا جب ظہور صفت ہوا اور اسکا آفتاب نکلا تو معالم
اکتساب پارہ پارہ ہوگئے اور تاثیر فعلیت سب نابود ہوگئی سوتیؒ نے فرمایا کہ حق عزوجل نے ایک لطیفہ اپنی صنعت کا ایک لکڑی مین ظاہر فرمایا
جس سے تمام ساحر عاجز ہوگئے اور وہی انکے نجات کا واسطہ کردیا۔ فقال وقع الحق یعنے ایک جماد مین ظہور قدرت حق ہوا۔ وبطل ماکانوا یعملون
فعل سحر واباطیل سب نابود ہوے۔ اور جب قہر قدم بلباس عظمت عصاے موسی علیہ السلام سے ظاہر ہوا تو اسکی عظمت کے حضور مین نہ ٹھہرے
اور اسکے سطوات سے اُلٹے پاؤن بھاگے۔ کاش اگر ٹھہرتے اور لباس عظمت مین جلال کا مشاہدہ کرتے جیسکے عصا سے تجلی ظاہر تھی حتی کہ انکا حال
بھی ساحرون کے مانند ہوجاتا لیکن کہان ٹھہر سکتے تھے کہ قبولیت سے محروم تھے اضلال ازل کے سمندر مین ڈوب گئے اور چہرہ جلال قدم سے
کشف نور سے جو توفیق ساحرون کو نصیب ہوئی اس سے یہ لوگ فرعونی محروم رہے حالانکہ ساحرون نے بلا حجاب دیکھا اور اسکے عشق ومحبت
مین بصد یقین وشوق گر پڑے کہ مشاہدہ نصیب ہوا اور جو ہوا اسکا شکریہ ہے چنانچہ اوتعالے عزوجل نے آگاہ فرمایا بقولہ فغلبوا ہنالک وانقلبوا
صاغرین یعنے مردودین ازلی فرعونیہ کا یہ حال ہوا اور۔ والقی السحرۃ ساجدین ہم نے تصدیق کرلی جو ہمکو زبان موسیٰؑ ہارونؑ سے خبر پہونچی اور
بالمشاہدہ ہم نے اسکو معائنہ کیا حتی کہ اب ہمارے نفوس کو بمقتضاے طبیعت انسانیہ وخطرات شیطانیہ کوئی معارضہ نہین رہا۔ واسطیؒ نے کہا کہ
سابق ازل مین جو سعادت انکے لیے مقدر ہوئی تھی وہ انکو پہونچی اور ہاتھ پکڑلیا پس انھون نے سجود ظاہر کیا جعفرؒ نے فرمایا کہ ہواے عنایت
قدیمہ سے خوشبو پائی پس شکریہ سجدہ سے التجا کی اور کہا کہ آمنا برب العالمین۔ ابوسعید قرشیؒ نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے فرعون کے ساتھ اُسکی
طول عمر تک منازعہ کیا حالانکہ اوتعالے نے مقدر فرمایا تھا کہ وہ مسلمانون مین سے نہین ہے لیکن منازعت مذکورہ ساحرون کی نجات کا باعث
ہوئی کہ بولے آمنا برب العالمین رب موسی وہارون۔ پھر فرعون نے انکو تہدید کی۔ کما حکاہ اللہ تعالے لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ثم لاصلبنکم
اجمعین۔ اور فرعون نے یہ جانا کہ جس پاک پروردگار نے انکو امتحان مین ڈالا اسی کے دیدار جمال مین وہ غرق ہو رہے ہین اور یہ نہوتا تو کبھی نہ کہتے
کہ لن نؤثرک علی ماجاءنا من البینات والذی فطرنا فاقض ما انت قاض۔ شیخ سمنونؒ نے کہا کہ جسم کا یہ حال ہے کہ مشاہدہ کی حالت مین وہ ایسی
بلاؤن ومشقتون کو اٹھا لیتا ہے جنکو حالت غیبت مین جسم برداشت نہین کرسکتا۔ کیا تو نہین دیکھتا کہ فرعون نے ساحرون کو بعد انکے مومن پاکیزہ
ہوجانے کے کتنی تہدید کی مگر انھون نے کچھ پروا نہ فرمائی اور یون کہا کہ۔ انا الی ربنا منقلبون۔ یعنے فرعون کو جواب دیا کہ ہم لوگ شوق ومحبت کے
ساتھ اپنے پروردگار کے مشاہدہ کو جاتے ہین ہم دنیا بھر کی بلاؤن سے نہین ڈرتے ہین کیونکہ جسنے اسکو معائنہ کیا اُسمین بلاؤن کا دکھ کچھ اثر نہین کرتا
اور جسے بلا مین ڈالا ہے اُسے دیدار سے محجوب نہین کرتا ہے قلت الا تری الے الذین جاہدوا فی اللہ واحتملوا من الجراحات مالا یحتملہا غیرہم پھر
واضح ہو کہ فرعون نے بعد اس واقعہ کے حضرت موسی علیہ السلام سے کچھ تعرض نہین کیا کیونکہ وہ جب موسی علیہ السلام کو دیکھتا تو اسپر سخت

خوف غالب ہوتا تھا اگر اسکی قوم کو یہ بات نہیں معلوم تھی لہذا انھوں نے مطالبہ کیا ۔ کما حکی اللہ تعالے

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ط

اور بولے سردار قوم فرعون کے کیون چھوڑتا ہے موسے کو اور اسکی قوم کو کہ دھوم اٹھاوین ملک مین اور موقوف کرے تجھکو اور تیرے بتون کو

قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝

بولا اب ہم ماریںگے انکے بیٹے اور جیتی رکھینگے انکی عورتین اور ان پر ہم زبر دست ہین

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ ۔ یعنے اور کہا قوم فرعون کے اشراف لوگون نے فرعون سے ۔ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ کیا تو چھوڑتا ہے موسیٰ اور اسکی قوم کو یعنے بنی اسرائیل کو تاکہ فساد کرین زمین مین یعنے ملک مصر مین ۔ مراد ان بدبختون کی فساد سے یہ تھی کہ بنی اسرائیل لوگون کو بت پرستی سے منع کرتے تھے چنانچہ کہا کہ ۔ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ اور چھوڑے تجھکو اور تیرے آلہہ کو ۔ واضح ہو کہ فرعون خود الوہیت کا مدعی تھا کما حکاہ اللہ تعالے ما علمت لکم من الٰہ غیری ۔ یعنے اپنے سوا سے مین تمھارا کوئی الٰہ نہیں جانتا ہون ۔ اور قولہ انا ربکم الاعلی مین ہی تمھارا بڑا خدا ہون ۔ پھر یہان آلہتک کے کیا معنے ہین تو بعض نے کہا کہ آلہتک ای عبادتک ۔ اور واو حالیہ ہے یعنے اتذرہ وقومہ لیفسدون فی الارض وقد ترک عبادتک ۔ اور یہی اُبی بن کعبؓ کی قراۃ سے ظاہر ہے کہ پڑھا وقد ترکوک ان یعبدوا آلہتک ۔ اسکو ابن جریرؒ نے حکایت کیا ۔ اور ابن عباس ومجاہدؒ وغیرہ سے مروی ہے کہ انھون نے آلاہتک پڑھا یعنے تیری عبادت کو ۔ اور بعض نے واو عاطفہ قرار دیا اور یذرک عطف ہے لیفسدوا ۔ پر اور نصب ہے اور یہی قراۃ جمہور ہے اور تاویل یا تو وہی ہے جو مذکور ہوئی اور عطف تفسیری ہے اور زجاج وغیرہ نے کہا کہ فرعون کے آلہہ اس معنے کر نہیں کہ وہ خود انکی عبادت کرتا تھا بلکہ باین معنے کہ اسنے قوم کے واسطے مقرر کر دیے تھے پس فرعون کی طرف تقرب کے واسطے قوم والے انکو پوجتے تھے اور اسیواسطے اسنے اپنے آپ کو بڑا خدا کہا تھا یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور سدیؒ نے کہا کہ باوجود دعوی الوہیت کے فرعون کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی خوبصورت گاے دیکھتا تو لوگون کو اسکی پرستش کا حکم دیتا تھا اور سراج مین نقل کیا ہے کہ خود فرعون کی بھی ایک خوبصورت گاے تھی جسکی پرستش کرتا تھا اور اس قول کو ابن عباسؓ کی طرف نسبت کیا اور کہا کہ سدیؒ نے فرمایا کہ قوم کے واسطے اُسنے بُت بنوائے تھے جنکی وہ لوگ عبادت کرتے تھے ۔ رازی وغیرہ نے لکھا کہ اقرب یہ ہے کہ فرعون دہریہ تھا صانع قدیم کے وجود سے منکر تھا اور اس عالم سفلی کا مدبر ستارون کو قرار دیتا تھا اور انھین کی صورت پر بت بنائے تھے جنکی عبادت کراتا تھا اور اپنے دل مین کہتا تھا کہ زمین مین مخدوم ومطاع مین ہون اسیواسطے قوم سے کہتا کہ مین تمھارا بڑا خدا ہون وذکرہ الخطیب فی السراج وقال اور یہ اسوجہ سے ہے کہ قول فرعون کے یہ معنے لینا بعید ہین کہ وہ اپنے آپ کو آسمان وزمین کا خالق سمجھتا تھا کیونکہ ذرا بھی عقل ہو تو وہ ایسا نہیں سمجھیگا پس وہ انھین چھوٹے بتون کی نسبت کرکے اپنے آپ کو بڑا خدا کہتا تھا اور اپنے آپ سے بڑھکر اس عالم سفلی مین کسی کو نہیں مانتا تھا اور آسمان وغیرہ کا مدبر اور کسی کو مانتا ہوگا کیونکہ دہریہ تو صانع کے وجود سے منکر ہین اور بخت واتفاق کے قائل ہین ۔ بالجملہ دو قول یہان اقرب ہین اول آنکہ آلہتک کے معنے یہ کہ تیری عبادت کو ۔ اور دوم آنکہ تیرے بنائے ہوئے معنے مقرر کیے ہوے بتون کو چھوڑے ۔ اور استفہام انکاری ہے حاصل معنے یہ کہ تو موسیٰ واسکی قوم کو مت چھوڑ کہ ملک مصر مین تیرے خلاف لوگون کو بہکاوین اور فساد کرین اور تجھکو آلہہ سمجھنے سے اور تیری عبادت سے مُنھ موڑین یا تجھکو اور تیرے مقرر کیے ہوے آلہہ کو چھوڑین ۔ قَالَ سَنُقَتِّلُ ۔ بتشدید تا اکثر کی قراۃ ہے اور ثلاثی مجرد سے ابن کثیر ونافع کی قراۃ ہے ۔ یعنے فرعون نے قوم والون کی درخواست قبول کی اور کہا کہ عنقریب ہم قتل کرینگے یا پارہ پارہ کرینگے ۔ اَبْنَآءَهُمْ ۔ انکے لڑکون کو جو پیدا ہون ۔ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ اور جناب مین رکھینگے یعنے زندہ باقی رکھینگے انکی عورتون کو

خواہ بڑی ہوں یا بچہ ہوں یا پیدا ہوں جیسے ہم موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے کرتے تھے۔ وَاِنَّا فَوْقَھُمْ قٰھِرُوْنَ۔ اور ہم اُنسے فوق و بالا منزلت قاہر و غالب ہیں یعنے ہم اُنپر غالب اور وہ ہر طرح مغلوب ہیں چنانچہ ہم جو چاہیں وہ کریں جیسے پہلے کرتے تھے۔ بدبخت نے یہ نہ کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو نہ چھوڑونگا کیونکہ سخت خوفناک تھا اور جانتا تھا کہ میں اسپر قابو نہ پاؤنگا اور تاکہ لوگوں کو وہم نہو کہ موسیٰ علیہ السلام یہ وہی لڑکا ہے جسکی نجومیوں و کاہنوں نے خبر دی تھی کہ پیدا ہو کر تیرے ملک و سلطنت کی بربادی کا باعث ہوگا اور تاکہ بنی اسرائیل میں جماعت زیادہ نہونے پائے کہ میرے لشکر کا مقابلہ کریں اور چونکہ اس مدت تک سلطنت پر رہا تو شاید اگر وہ لڑکا کوئی اور ہو تو زندہ نہ رہنے پاوے اور تاکہ موسیٰ علیہ السلام کے غلبہ کا اثر لوگوں کے دلوں سے دور ہو اور یہ سمجھا کہ اب عنقریب غضب الٰہی میں گرفتار ہوا چاہتا ہے بالجملہ اسنے بنی اسرائیل کے ساتھ پھر یہی کرنا شروع کیا کہ لڑکے مار ڈالتا اور لڑکیاں چھوڑ دیتا پس بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۤءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ

کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ مدد مانگو اللہ تعالیٰ سے اور ثابت رہو زمین ہے اللہ تعالیٰ کی اسکا وارث کرے جسکو چاہے اپنے بندوں میں سے

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ۭ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ

اور آخر بھلا ہے ڈر والوں کا بولے ہمپر تکلیف رہی تیرے آنے سے پہلے اور جب تو ہم میں آچکا کہا نزدیک ہے کہ تمہارا

اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۱۵

کھپاوے تمہارے دشمن کو اور نائب کرے تمکو ملک میں پھر دیکھے تم کیسا کام کرتے ہو

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ۔ کہا موسیٰؑ نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے۔ اِسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا۔ استعانت مانگو اللہ تعالیٰ سے۔ فرعون واسکی قوم پر اس بلا میں جو تمپر نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہارا کافی ہے اور صبر کرو اس مصیبت پر جو تم کو پہونچی کہ تمہارے فرزند قتل ہوتے ہیں اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ۔ البتہ ملک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے یا ملک مصر کیونکہ اسی کے حاکم سے یہ اذیت پہونچی۔ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَاۤءُ مِنْ عِبَادِهٖ وارث کرتا ہے زمین کا جسکو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے۔ اس میں انکو تسلی دی اور ثابت قدمی دلائی اور اللہ تعالیٰ سے استعانت پر آمادہ کیا۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ اور عاقبت متقیوں کے لیے ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انجام کار وہی عاقبت ہے وہ تو سب کے لیے ہوتی ہے۔ جواب یہ کہ عاقبت نیک مراد ہے یعنے نیک انجام پرہیزگاروں کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے بھلائی کا وعدہ دیا اور آخرت میں بھی نیک وعدہ ہے اور اسمیں بنو اسرائیل کو وہ وعدہ یاد دلایا کہ جو اُنسے کیا تھا کہ قبطی ہلاک ہونگے اور بنو اسرائیل کو اللہ تعالیٰ ملک مصر وغیرہ کا وارث کریگا۔ قَالُوْٓا۔ بنو اسرائیل نے کہا کہ۔ اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا۔ ہم کو ایذا دیگئی پہلے اُس سے کہ تو ہمارے پاس آوے۔ وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا۔ اور بعد اسکے کہ تو ہمارے پاس آگیا۔ یعنے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپکے آنے سے پہلے اور آپکے آنے کے بعد ہم کو دونوں وقت ایذا پہونچی۔ معالم وغیرہ میں ہے کہ قبل حضرت موسیٰؑ کے فرعون بنو اسرائیل سے جزیہ لیتا اور دوپہر تک سخت کام لیتا اور لڑکے مار ڈالتا اور لڑکیاں چھوڑتا اور رفاہ و تنعم سے مانع ہوتا پھر جب موسیٰؑ آئے اور ماجرائے مذکور گذرا تو پھر اُسنے زیادہ تشدد کیا اور بغیر مزدوری کے دن بھر محنت لیتا پس یہی بنو اسرائیل نے شکایت کی۔ اگر کہا جاوے کہ ظاہر کلام سے وہم ہوتا ہے کہ انکو موسیٰ علیہ السلام کی ذات سے کراہیت ہوئی اور یہ کفر ہے تو جواب دیا گیا کہ نہیں بلکہ بات یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے انکو مشقت زائل ہونے بلکہ بادشاہت ہونے کا وعدہ دیا تھا پس وہ سمجھے کہ فی الفور ایسا ہوگا پھر جب مشقت بڑھ گئی تو اُنھوں نے پوچھا کہ یہ کب ہوگا اور حق یہ ہے کہ بدون کراہت کے فقط بامید۔ خلاصہ یہ

معاملہ بیان کیا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو جواب دیا اور آگاہ کیا کہ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ
کہا موسیٰ علیہ السلام نے کہ قریب امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو ہلاک کرے یعنے فرعون و اُسکی قوم کو اور تمکو زمین مین خلیفہ کرے۔
قال البیضاویؒ اسمین مصرح کردیا جو پہلے بطور کنایہ کے بیان کیا تھا بقولہ والعاقبۃ للمتقین۔ کیونکہ دیکھا کہ بنواسرائیل نے وعدہ کنایہ پر
تسلی نہین پائی ہے۔ شاید لفظ عسیٰ جو طمع و امید کے واسطے ہے اسواسطے بیان کیا کہ ایک تو ادب ہے اور دوسرے یقین نہین کہ خاصکر یہی موجودہ
لوگ حاکم ہونگے یا انکی اولاد وارث ہوگی۔ اور مروی ہے کہ مصر کا مالک بنواسرائیل نے زمانہ داؤد علیہ السلام مین فتح کیا ہے۔ فَيَنْظُرَ كَيْفَ
تَعْمَلُوْنَ۔ پھر دیکھے کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔ اسمین انکو سطوات الٰہی سے دھمکایا اور معنے یہ ہین کہ تمہارے ساتھ وہ معاملہ کرے جو امتحان لینے
والا کرتا ہے حالانکہ اوتعالےٰ علم قدیم مین جانتا ہے کہ جو کچھ تم کروگے۔ ولیکن عادت الٰہی عزوجل جسطرح جاری ہے تمہارے ساتھ یون معاملہ ہوگا
تاکہ تمپر حجت قائم ہوجاوے۔ واضح ہو کہ قرآن مجید مین ایک حالت معانی کی ظاہر ہے اور بہت سے اشارات و دلالات مبطون ہین کہ علماء راسخین
اور اہل کمال انسے بتوفیق الٰہی واقف ہوتے ہین اور محققین نے اتفاق کیا ہے کہ قولہ لارطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ بلاتاویل ہے اور جملہ علوم
اعجاز تمام اس قرآن مجید مین موجود ہین مگر ہر شخص اسیقدر پر واقف ہوتا ہے جتنا ظاہر ہے اور علماء راسخین دیگر اسرار سے آگاہ ہوجاتے ہین
اور منجملہ ان اسرار کے ایک عجیب وہ ہے جو یہان ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا کہ ہمین اہلبیت پر شروع ہوا اور ہمین پر خاتمہ ہوگا اور ضرور ہے
کہ بنوہاشم کی سلطنت و دولت واقع ہو پس دیکھتے رہو کہ بنی ہاشم مین سے کن لوگون مین ہوتی ہے اور انھین کے حق مین نازل ہوا ہے قولہ عسیٰ ربکم
ان یہلک عدوکم ویستخلفکم من بعدہ الآیۃ۔ رواہ ابن ابی حاتم ولیکن اسکی اسناد سے آگاہی نہین ہے اور یہ اشکال کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل
سے کہا ہے پھر بنی ہاشم کے حق مین کیونکر نازل ہوئی اسکے دفع کی طرف مترجم نے اشارہ کردیا کہ مراد بطریق دلالت و اشارت ہے نہ بطریق
صراحت فافہم اور مؤید اس روایت کی ہے جو سراج مین لایا کہ منصور جو خلفاء عباسیہ مین سے ہے اسکے خلیفہ ہونے سے پہلے عمرو بن عبید رحمہ اللہ
اسکے پاس گئے تو منصور کے دسترخوان پر ایک روٹی یا دو روٹیان تھین پس اُسنے تلاش کیا کہ عمرو کے واسطے کچھ اور بھی مل سکتی ہے مگر گھر مین نہ نکلی پس
عمرو بن عبید نے یہی آیت پڑھی عسیٰ ربکم ان یہلک الآیۃ۔ پھر جب وہ خلیفہ ہوچکا تو ایک روز اسکے پاس گئے پس منصور نے بر سبیل تذکرہ انکا آیت کا
پڑھنا یاد دلایا تو عمرو بن عبیدؒ نے فرمایا کہ ہان ولیکن یہ باقی رہا کہ فینظر کیف تعملون۔ یعنے اب تمھارے اعمال دیکھے جاوین کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔
اور روے زمین مین عدل کرتے ہو یا جور و ظلم کرتے ہو۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ قال موسیٰ لقومہ استعینوا باللہ واصبروا۔ اے بندہ خدا تو
اس آیت مین حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاملہ ادب کو دیکھ کہ راہ الٰہی مین کس ادب کے ساتھ اپنی مجبوری ظاہر کی۔ اور قوم کو اللہ تعالےٰ کی
جناب مین التجا کرنے اور اسی پاک پروردگار سے استعانت چاہنے و اسی سے فریاد کرنے کا حکم دیا اور صبر کی مشقت اٹھانے اور بلا مین رضامندی حاصل
کرنے کی تاکید کی اور انکو آگاہ کیا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین صبر اُٹھاتا ہے وہ تمام مراد پر مظفر و منصور ہوتا ہے اور زمین پر اسکا خلیفہ ہوتا
ہے۔ ابوعثمانؒ نے کہا کہ جو شخص اپنے معاملات مین اللہ تعالےٰ سے استعانت چاہتا ہے اور جو راہ استعانت مین لاحق ہو اسپر صبر کرتا ہو تو اللہ تعالےٰ
کی طرف سے اسکو کشود کار حاصل ہوتی ہے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حکایت فرمایا کہ استعینوا باللہ واصبروا۔ سہلؒ نے کہا کہ امر الٰہی مین اللہ تعالےٰ
ہی سے استغاثہ کرنے کا حکم دیے گئے۔ اور ادب یہ ہے کہ صبر کرین۔ پھر جب صبر و استعانت کا حکم دیا تو بنی اسرائیل نے دشمنون کی اذیت سے
شکوہ کیا بقولہ قالوا اوذینا من قبل ان تاتینا ومن بعد ما جئتنا تب موسیٰ علیہ السلام نے انکو جواب دیا بقولہ قال عسیٰ ربکم ان یہلک عدوکم و
یستخلفکم فی الارض۔ اشارہ ہے کہ اگر نفوس کی مخالفت پر صبر کرے اور شہوات کو دفع کرتا رہے اور دنیاوی حظوظ کو چھوڑدے تو اللہ تعالےٰ

تمھارے دلون سے غبار ہوا جس نفسانیہ کو دور کرکے مشاہدہ کے واسطے پاک فرما دیگا اور اپنے ملک و زمین مین تمکو خلیفہ بنا دیگا۔ بعض نے کہا کہ سب سے بڑھکر تیرا دشمن یہ تیرا نفس ہے پس اگر استعانت اور صبر کرے تو قریب ہے کہ اللہ تعالےٰ اسکے ہوا جس کو تجھ سے دفع کرے اور اس کی بیہودہ خواہشین دور رکھے اور تجھکو اپنے جوارح پر قابو دیدے اور تیرے قلب کو انپر امیر و حاکم کردے پس تیرے نفس کو مع اسکی مقتضیات کے مقہور کرے اور تجھکو غالب کرے پھر دیکھے کہ تو کیسے عمل کرتا ہے اور جو تجھپر نعمتین فرمائین اسکا شکر تو کیونکر ادا کرتا ہے۔ قال المترجم تمام قصہ آگے ہے اسمین یون غور کرو پھر اللہ عزوجل نے قوم فرعون وانکی ہباوی ہلاکت کو شروع فرمایا۔ بقولہ

وَلَقَدْ اَخَذْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ فَاِذَا جَآءَتْهُمُ

اور ہمنے پکڑا فرعون والون کو قحطون مین اور میوون کے نقصان مین شاید وہ دھیان کرین پھر جب پہونچی انکو

الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۗ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

بھلائی بولے یہ ہے ہمارے واسطے اور اگر پہونچی انکو کوئی برائی تو شومی بتاتے موسیٰ کو اور اُسکے ساتھ والون کو سُن لو شومی انکی اللہ تعالےٰ ہی پاس ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ولیکن اکثر لوگ نہین جانتے ہین

وَلَقَدْ اَخَذْنَا۔ لام قسم مع حرف قد ہے اور قریب ہے کہ بدون قد کے مستعمل نہ پایا جاوے اے واللہ لقد اخذنا۔ اور لام قسم سے جملہ کا مصدر ہونا اس امر کا اظہار ہے کہ اس بیان پر توجہ ضروری ہے اور معنے یہ کہ البتہ ہم نے امتحان مین ڈالا اور مبتلا کیا۔ اٰلَ فِرْعَوْنَ یعنے فرعون واسکی قوم کو۔ بِالسِّنِيْنَ۔ قحط مین سنین جمع سنہ اور وہ اہل لغت کے نزدیک قحط کے معنے مین معروف ہے اور ہرچند عام معنے سال تھا۔ ولیکن غالب استعمال اسکا سال قحط کے واسطے ہوگیا بسبب آنکہ کثرت سے اسکا مذکور ہوتا ہے اور مورخین لکھتے ہین پھر اس سے اشتقاق بھی آیا چنانچہ بولتے ہین کہ اسنت القوم یعنے قحط مین مبتلا ہوے اور سنین اے سنۃ بعد سنۃ یعنے سال کے بعد سال پے درپے کرکے قحط مین مبتلا کیا کما فی الحدیث اللھم اجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف۔ یعنے جیسے یوسف علیہ السلام کے زمانہ مین پے درپے قحط پڑا تھا سات برس تک ویسے ہی قریش پر پڑے۔ حاصل آنکہ ہم نے آل فرعون کو پے درپے کئی سال تک قحط مین مبتلا کیا۔ اور ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ سنین یعنے جوع یعنے بھوک ہے اور مجاہدؒ سے روایت ہے سنین یعنے جوائح ہے جمع جائحہ یعنے شدت فقر و محتاجی۔ اور مراد سب اقوال مین وہی قحط ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے جب آل فرعون کو سنین مین مبتلا کیا تو انکی جو چیز زراعت و نبات سے تھی وہ خشک ہوگئی اور انکے مواشی مرگئے اور وہ گھاگئے یہانتک کہ دریاے نیل بھی خشک ہوگیا اور قبطی لوگ جمع ہوکر فرعون پاس آئے اور کہا کہ اگر تو ہی رب ہے جیسا کہ وہ زعم کرتا تھا تو ہمارے واسطے دریاے نیل مین پانی جاری کردے تو کہنے لگا کہ صبح کو اسمین پانی آجائیگا پھر جب لوگ اسکے پاس سے چلے گئے تو دل مین کہنے لگا کہ اگر مین نے انکے واسطے یہ نہ کیا تو پھر کیا کیا کہ مین دریاے نیل مین پانی جاری کرنے پر قادر نہ ٹھہرا اور اگر صبح اسمین پانی جاری نہوا تو میری تکذیب کرینگے پس جب آدھی رات ہوئی تو نہا کر بالون کی کملی اوڑھکر دریاے نیل پر گیا اور کہا کہ اے پروردگار تو جانتا ہے کہ مین یہ جانتا ہون کہ تو دریاے نیل مین پانی جاری کرسکتا ہے اور مین نہین جاری کرسکتا ہون تو اسکو پانی سے بھردے پس اسوقت خبردار ہوا کہ پانی کی رو اسکے قریب پہونچی پس نکلکر چلا آیا اور نیل مین زور سے دھار اروان تھا اور یہ اسوجہ سے تھا کہ اللہ تعالےٰ نے انکے ہلاک کرنے کی مشیت رکھی تھی قال المترجم یہ روایت مؤلف فتح البیان نے نقل کی ہے اور عادت کے موافق یہ نشان نہ دیا کہ اسنے کہان سے لکھی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ

ابن عباسؓ سے صحیح نہین ہے تو یہ نہین دیکھتا کہ اگر در واقع یہی بات تھی کہ فرعون کے دل مین تمام قدرت الٰہی و معرفت موجود تھی تو پھر اسکے کفر کے کیا معنے ہین۔ اور ایسے قصص سے جنکا ثبوت نہو نہ لکھنا بہتر ہے اور تفسیر کلام ربانی مین انکی کچھ حاجت نہین ہان جو ثابت ہو یا جسکی ضرورت ہو یا جس سے نفع ہو اسکے لکھنے مین مضائقہ نہین ہے۔ بالجملہ یہان اتنا ثابت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آل فرعون کو سالہا سے قحط مین گرفتار کیا۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرَاتِ۔ اور پھلون یا پیداوار کی کمی مین گرفتار کیا جو بسبب مینھ نہ برسنے اور کثرت سے آفات پہونچنے کے تباہ ہو گئے قتادہؒ نے کہا کہ سنین تو دیہات والون کے واسطے تھے کہ وہان کچھ کھیتی نہین پیدا ہوتی تھی اور نقص ثمرات شہر والون کے واسطے تھا ابو اسحاق نے رجاء بن حیوۃؒ سے روایت کی کہ درختون کی یہ کیفیت تھی کہ ایک پھل آگیا اور کچھ نہ آیا کعبؓ سے روایت ہے کہ لوگون پر ایسا ایک زمانہ آویگا کہ خرما کے درخت مین فقط ایک ہی چھوارا پھلیگا۔ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ۔ یعنے قحط و خشک سالی اور پھلون کی کمی مین اسواسطے گرفتار کیا کہ شاید وہ تذکر کرین یعنے تاکہ متنبہ ہو جاوین کہ یہ بلا اُنپر انکے کفر کی شومی اور گناہون کی بدبختی سے ہے پس نصیحت پذیر ہو کر ایمان لاوین یا یہ معنے ہین کہ ان شدائد و تکالیف کو برداشت کرنے سے نرم دل ہون اور اللہ تعالےٰ کی طرف رجوع لاوین اور اوتعالےٰ سے خیر و برکت کے طالب ہون کیونکہ ایسی حالت مین انسان اپنے رب کی طرف رجوع لاتا ہے چنانچہ فرمایا واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ الآیۃ۔ اور قولہ واذا مسہ الشر فذو دعاء عریض الآیۃ۔ سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ فرعون نے (۳۳۰) برس تک اپنے نفس کے واسطے کوئی امر مکروہ نہ دیکھا اور اگر اس مدت مین اسکو درد یا بھوکھ یا بخار کی کوئی تکلیف پہونچتی تو اپنی ذات کے واسطے ربوبیت کا دعویٰ نہ کرتا۔ حاصل آیت کریمہ یہ ہے کہ ہم نے آل فرعون کو قحط و نقص ثمرات مین کئی سال مبتلا کیا تاکہ متنبہ ہو کر رجوع کرین و ایمان لاوین۔ پھر آگاہ فرمایا کہ یہ بدبخت لوگ ان بلاؤن کے نازل ہونے کے وقت اور زیادہ کفر و معصیت پر اقدام کرتے ہے چنانچہ فرمایا۔ فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ پھر جب آتی اُن کے پاس بھلائی یعنے مانند فراخ سالی و توانگری و عافیت و سلامتی کے۔ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ کہتے کہ ہمارے ہی واسطے ہے یہ۔ یعنے ہم ہی اسکے مستحق ہین پس اسکو اپنے استحقاق سے سمجھتے اور اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے نہین جانتے اور کچھ بھی شکر ادا نکرتے۔ قال فی السراج یعنے بنابر عادت کے کہ ہمارے واسطے نعمت کثیرہ اور وسعت رزق رہی ہے ہمین اسکے مستحق ہین وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ۔ اور اگر انکو کوئی برائی و مکروہ چیز پہونچتی مانند قحط و بیماری وغیرہ کے۔ يَطَّيَّرُوا۔ یتطیروا۔ تطیر کیا اور شوم رکھا اسکو۔ بِمُوسَىٰ وَمَنْ مَعَهُ۔ بوجہ موسیٰ و اسکے ساتھ والے مومنون کے۔ یعنے کہنے لگے کہ یہ مکروہ ہمکو بسبب موسیٰ و اسکے ساتھ والے لوگون ہی کے پہونچا ہے۔ یہ مبالغہ ہے ان لوگون کی غباوت و جہالت و سخت دلی کے بیان مین کیونکہ سختیون سے دل نرم ہو جاتے ہین اور طبیعتین سرکشی سے عاجزی کی طرف مائل ہو جاتی ہین اور اکڑنا (ہٹ کرنا ۱۲) دور ہو جاتا ہے خصوصاً جبکہ آیات مشاہدہ کرلی ہون اور ان باتون نے ان لوگون مین کچھ اثر نہ کیا بلکہ غباوت و جہالت اور زیادہ ہوگئی اور شدت سے سرکشی کرنے لگے۔ اور حسنہ کو اسواسطے معرف باللام بیان فرمایا اور اداۃ التحقیق کے ساتھ ذکر کیا کہ وقوع اس کا کثرت سے ہے اور بحسب الذات اس کا ہی دینا منظور ہے اور سیئۃ کو نکرہ بیان فرمایا اور اس کو حرف شک (حرف ان ۱۲) کیساتھ ذکر کیا بوجہ اس کے کہ نادر ہے اور قصداً اسکا بالذات نہین بلکہ بالتبع ہے کذا ذکرہ البیضاوی یعنے اوتعالےٰ بندون کو دراصل بھلائیان ہی دیتا ہے ہان ان کی سرکشی و کفر وغیرہ دور کرنے کو تبعاً کچھ برائی پہونچاتا ہے اور حق یہ ہے کہ بھلائی و برائی اوتعالےٰ کے اختیار مین ہے جسکو جسطرح چاہتا ہے پہونچاتا ہے لیکن یہان الحسنۃ معرف باللام سے اشارہ ہے کہ انکو بھلائیان تحقیقاً کھلی کھلی پہونچین اور برائی تو شاذ و نادر اس غرض سے پہونچائی گئی کہ نرم ہو کر ایمان لاوین و لیکن بجائے اسکے ان لوگون نے اس سے ایک کفر یہ اعتقاد اور پیغمبر خدا کے حق مین بہتان باندھا ہے یعنے اس برائی کو حضرت

موسی علیہ السلام واسکے ساتھی مومنون کے شوم سے سمجھنے لگے اوران سب پاک بندون کو شوم ٹھہرایا پس حضرت حق تعالے عزوجل نے اسکو رد فرمایا بقولہ۔ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ۔ خبردار ہوکہ شوم انکا اللہ تعالے کے پاس ہے وہ انکو پہونچاتا ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ طائرہم یعنی مصائبہم۔ ہے یعنے انکی مصیبتین عند اللہ ہین اور ابن جریج نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عند اللہ اے من قبل اللہ یعنے اللہ تعالے کی جانب سے ہین۔ حاصل آنکہ خبردار ہوکہ ان لوگون کو جو مصیبتین پہونچی ہین وہ اللہ تعالے کی طرف سے ہین وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ ولیکن اکثر انمین کے نہین جانتے ہین۔ یعنے نہین جانتے کہ جو کچھ انکو مصیبت پہونچتی ہے وہ اللہ تعالے کی جانب سے ہے یا یہ معنے کہ نہین جانتے کہ وہ اعمال کے شوم سے ہے۔ یعنے انکے اعمال کی جزا ر فی الجملہ انکو دنیا مین بھی دیدی گئی ہے۔ واضح ہے کہ شوم کچھ چیز نہین ہے اور عوام بداعتقاد لوگ جو بعض چیز کو شوم جانتے ہین یہ محض جہالت ہے اور حدیث مسلم وغیرہ مین ہے کہ اگر شوم کسی چیز مین ہوتا تو گھر اور عورت اور گھوڑے مین ہوتا یعنے کسی چیز مین ہے نہین لیکن اگر فرض کیا جاوے تو یہ چیزین اسکے واسطے بہ نسبت اور چیزون کے مقدم ہین۔ جو لوگ کسی چیز مین شوم تصور کرتے ہین وہ اسکی جانب سے تاثیرات بد کے قائل ہین جیسے قوم فرعون تھی اور یہ کفر ہے اور تمام اہلسنت متفق ہین کہ تاثیر کرنے والا سوائے اللہ تعالے عزوجل کے اور کوئی نہین ہے اور مسلمان آدمی اگر کہتا ہے کہ مینھ نے کھیتی اُگائی تو اسپر کفر کا فتوی نیک گمان کرکے نہین دیتے ہین یعنے نظر اسکی اس کہنے کے وقت اللہ تعالے پر تھی اور زبان سے یون نکلا یعنے اللہ تعالے نے مینھ کے ظاہر سبب سے کھیتی اُگادی پس اگر کوئی مسلمان ایسا ہوکہ درحقیقت اسکی نظر اللہ تعالے پر نہین تھی تو اُس شخص سے بڑا افسوس ہے پس اگر اہل اسلام اپنے افعال مین نظر رکھین تو اس زمانہ کے اہل علم ایسے ملینگے کہ واقعی انکی نظر ان باتون مین اللہ تعالے پر نہین ہوتی ہے پس متنبہ رہنا چاہیئے اور اس زمانہ مین بعضے بڑھے لکھے ایسے ہین کہ اکثر چیزون مین شوم ثابت کرتے ہین اور یہ کفر پھیلانے کی جڑ ہے اللہم اہدنا وتب علینا وانک انت التواب الرحیم۔ امام رازیؒ نے کہا کہ اکثر آدمی ایسے ہین کہ دنیا مین جو چیزین پیدا ہوتی ہین انکو ظاہری اسباب کی طرف منسوب کرتے ہین حتی کہ قضاء الٰہی سے قطع نظر کرتے ہین اور حق یہ ہے کہ سب جو کچھ پیدا ہو وہ اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہے کیونکہ ہر چیز جو موجود ہے یعنے اُسپر موجود کا لفظ صادق ہے دو حال سے خالی نہین یا اپنی ذات مین واجب ہوگی یا ممکن ہوگی پھر واجب لذاتہ۔ تو فقط ایک ذات پاک وحدہ لاشریک ہے تو باقی سب اپنی ذات سے ممکن ہین اور جو ممکن لذاتہ ہے وہ بدون واجب لذاتہ کے پیدا نہین ہوسکتا پس سوائے حق تعالے جو کچھ موجود ہو وہ حق تعالے کی ایجاد سے ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس دلیل کے سب مقدمات وہ ہین جنکو اہلسنت نے قطعاً اعتقاد کیا ہو حتی کہ آدمی کے جملہ افعال سب اللہ تعالے کے پیدا کرنے سے پیدا ہوتے ہین آدمی خود کسی چیز کا خالق نہین ہے ہان کاسب ہے پس جسقدر اسکے کسب سے متعلق ہے اسی پر عذاب وثواب ہے پس کسی چیز کی نسبت سوائے اللہ تعالے عزوجل کے کسی غیر کیطرف کرنا حضرت او تعالے عزوجل کے اوپر یقین نہین ہے اور ایسا شخص جاہل ہے پس بعد اسلام وایمان کے ایسا اعتقاد کرنا بہت افسوس ہے۔ اللہم اہدنا فیمن ہدیت وعافنا فیمن عافیت وارحمنا وانت ارحم الراحمین۔ قوم فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے شوم جاننے پر کفایت نہ کی بلکہ صریح کہا جیسا کہ او تعالے نے حکایت فرمایا۔

وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝

اور کہنے لگے کہ جو تو لاویگا ہم پاس کوئی نشانی کہ ہمکو اُس سے جادو کرے سو ہم تجکو کبھی نہ مانینگے

وَقَالُوْا۔ اور قوم فرعون نے موسی علیہ السلام سے کہا کہ مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ جو کہ لاتا ہے تو اسکو آیت سے ہمارے پاس لِتَسْحَرَنَا

بھیجے تاکہ ہم کو اُس سے سحر مین ڈالے۔ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ پس ہم ہرگز کبھی تجھپر ایمان لانے والے نہین ہین ف مہما مین اختلاف ہو خلیل وبصریون کے نزدیک دراصل ما ما تھا پہلا ما شرطیہ ہے اور دوسرا ما زائدہ ہے جو اسکے ساتھ ملا دیا گیا بغرض تاکید جزا کے پھر دو حرف متجانس کا اجتماع ثقیل سمجھکر اول کا الف بدلکر ہا کر دیا گیا پس مہما ہو گیا اور اس بنا پر تاتنا جو دراصل تاتینا تھا بسبب جزم ما شرطیہ کے تاتنا ہوا اور بہ کی ضمیر ما کی طرف راجع ہے اور من آیۃ اسکا بیان ہے اور بہا کی ضمیر بھی اسی کی طرف راجع ہے پس اول ضمیر مذکر اسکی طرف باعتبار لفظ کے راجع ہے اور دوم ضمیر مونث باعتبار معنے کے راجع ہے کیونکہ مراد اس سے آیت ہے اور اول کی تذکیر اسوجہ سے کہ من آیۃ کا بیان ضمیر سے موخر ہے اور دوسری ضمیر مونث بعد بیان مذکور کے ہے۔ پھر جزا محذوف ہے یعنے مہما تاتنا بہ من آیۃ لتسحرنا بہا فائتنا بہ یعنے جو کوئی آیت تو ہمارے مسحور کرنے کو لاتا ہے وہ لا اسواسطے جزا محذوف ہوئی کہ قولہ فما نحن لک بمؤمنین اسپر دلالت کرتا ہے اور ان خبیثون نے جملہ انکار کو سخت تاکید سے بیان کیا اول تو جملہ اسمیہ دوم ضمیر سوم تاکید چہارم خبر پر باء موکدہ وغیر ذلک اور اللہ تعالے جل جلالہ نے بھی انکو سحر ضلالت مین غرق فرمایا کسائیؒ وغیرہ کے نزدیک مہما مرکب ہے مہ و ما سے اور مہ وہ لفظ ہے جو کسی کام سے منع کرنے والا کہتا ہے یعنے الکفف گویا ان لوگون نے کہا کہ ٹھہر و باز رہ کیا تو یہ آیات لاتا ہے ہمارے پاس تاکہ ہمکو اس سے سحر مین پھنسادے ہم تجھپر کبھی ایمان نہین لاوینگے یہ سب بیضاوی وغیرہ مفسرین نے ذکر کیا اور سراج مین کہا کہ معتمد وہ ہے جو ابن ہشام وغیرہ نے اختیار کیا ہے کہ یہ لفظ بسیط ہی کیونکہ مرکب ہونے کے دعوی پر کوئی دلیل قائم نہین ہوئی ہے اور وزن اسکا فعلی ہے اور الف اسمین الحاق یا تانیث کا ہی کشاف مین کہا کہ یہ کلمہ بھی ان کلمات کے شمار مین ہے جنکو زبان نہ جاننے والا تحریف کر ڈالتا ہے اور بے موقع لاتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ وہ متی ما کے معنے مین ہے اور یون بولنے لگتا ہے کہ مہما جئتنی اعطیتک یعنے جسوقت تو میرے پاس آویگا مین تجھے روپیہ دونگا حالانکہ اس معنے مین متی ما صحیح ہے۔ صحیح نہین ہے۔ واضح رہے کہ فرعونیون نے آیۃ لانے کو تحقیق طور پر نہین کہا بلکہ آیت اسکو باعتبار تسحر کے کہا چنانچہ قولہ لتسحرنا بہا۔ اسپر دلالت کرتا ہے یا آیت بمعنی لغوی لیا یعنے ایسی چیز جو ایک نشانی سمجھی جاوے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ جب فرعون واسکی قوم نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ جو کچھ تو آیات سے ہمارے مسحور کرنے کو لاتا ہے لاکر ہم تجھپر ایمان لانے والے نہین ہین اور ہمارے نزدیک یہ سب تیرا جادو ہے اور حضرت موسی مرد غصہ ور تھے یہ سنکر بددعا فرمائی اور اللہ تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام کی دعا قبول فرماکر انپر متواتر عذاب بھیجا۔ کما قال۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ فَاسْتَكْبَرُوا

پھر بھیجا ہمنے اُن لوگون پر غرقاب اور ٹڈی اور چچڑی اور مینڈک اور لوہو کتنی نشانیان جدی جدی پھر تکبر کرتے رہے

وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ۝

اور تھے وہ لوگ گنہگار قوم

سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ جب ساحر لوگ ایمان لائے اور فرعون مغلوب ہو کر واپس آیا اور کفر وطغیان پر جما رہا اور اسی پر ہٹ کی اور یون انکار کیا کہ کبھی ایمان نہ لاوینگے تو پہلے اللہ تعالے نے انکو سنین قحط مین گرفتار کیا اور ثمرات مین نقصان دیدیا اور پہلے معجزات عصا و ید بیضا دکھلا دیے تھے گروہ ایمان نہ لائے تو موسی علیہ السلام نے بددعا کی کہ اے پروردگار تیرے بندہ فرعون نے ملک مین سر اٹھایا ہے اور لوگون پر ظلم وخونریزی کرتا ہے اور عہد توڑا ہے اور ایمان ونیک چال چلنے والے اسکے ظلم مین پڑے ہین پس تو اسکو عذاب مین گرفتار کر جو میری قوم کے واسطے نصیحت ہو اور آیندہ آنے والون کے لیے عبرت ہو پس اوتعالے نے انپر پے درپے عذاب آمیز آیات بھیجنی شروع فرمائین

چنانچہ فرمایا۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ۔ ابن عباس سے اکثر روایات مین ہے کہ سخت بارش تھی جس سے تمام چیزین ڈوب گئی تھین
اور کھیتیان وپھل تلف ہوگئے تھے اور یہی ضحاکؒ کا قول ہے اور دوسری روایت مین ابن عباس سے ہے کہ وہ موت کی کثرت تھی اور یہی
عطاءؒ کا قول ہے اور مجاہدؒ نے کہا کہ وہ پانی کی کثرت اور موت کی کثرت تھی۔ اور ابن جریرؒ نے عائشہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا
کہ طوفان موت ہے وقد رواہ ابن مردویہ ایضاً اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے مترجم کہتا ہے کہ اسمین یہ بھی تصریح نہین کہ
اسی طوفان کی موت سے تفسیر فرمائی۔ اور ایک روایت مین ابن عباس و مجاہد سے ہے کہ وہ ایک امر الٰہی تھا۔ بالجملہ اکثر مفسرین نے قول اول
اختیار کیا ہے اور یہی مفسرؒ نے ذکر فرمایا ہے۔ اور کیفیت اسکی آئندہ آویگی پس ایک طوفان پانی کا تھا وہ ایک ہفتہ رہا وَالْجَرَادَ اور دوسرا عذاب
جراد تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ وہ جانور معروف ہے یعنے ٹڈی اور اسکا کھانا جائز ہے جیسا کہ صحیحین کی روایت مین عبداللہ بن ابی اوفی
رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ جہاد کے کئی سفر کیے درحالیکہ ہم ٹڈیان کھاتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس کو خود
نہین کھایا کما فی روایۃ ابی داؤد عن سلمانؓ اور ابن عساکرؒ نے جو رسالہ اس بارہ مین جمع کیا اسمین ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم
ٹڈی و گردے اور ضب نہین کھاتے تھے بغیر اسکے کہ ان چیزون کو حرام کرین پس جراد اسوجہ سے کہ وہ عذاب ہے اور کلیتان (گردے ۱۲) اسوجہ سے کہ
بول سے قریب ہین اور ضب اسوجہ سے کہ فرمایا مجھے خوف ہے کہ وہ مسخ شدہ نہو۔ قال ہذا حدیث غریب اور اوزاعیؒ سے روایت ہے کہ مین
جنگل کو گیا تو ناگاہ مجھکو ایک دل (گروہ ۱۲) ٹڈیون کا آسمان مین نظر پڑا اور اسمین مین نے دیکھا کہ ایک شخص ہتھیار باندھے ہوے ایک ٹڈی پر سوار
ہے اور جدھر اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے اسی طرف ٹڈیان جھک جاتی ہین اور وہ کہتا ہے کہ دنیا سب باطل ہے اور جو کچھ اس مین ہے
سب باطل ہے برابر یہی کہتا جاتا ہے۔ رواہ ابن عساکر۔ اور انس و جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم جب ٹڈیون کے حق مین بددعا کرتے
تو یون کہتے اللھم اہلک کبارہ واقتل صغارہ وافسد بیضہ واقطع دابرہ وخذ بافواہہ عن معایشنا وارزاقنا انک سمیع الدعاء الحدیث رواہ
ابن ماجہ وغیرہ۔ پس ایک ہفتہ اُنپر ٹڈیون کا عذاب رہا سوم عذاب۔ وَالْقُمَّلَ مفسرؒ نے کہا کہ وہ سوس ہے یعنے گھن یا قراد (چیچڑی ۱۲) کی قسم ہے۔ اور
حافظؒ نے تفسیر مین کہا کہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قمل وہ سوس ہے جو گیہون مین پیدا ہوتا ہے اور ایک روایت مین ہے کہ وہ دبا ہے
اور وہ چھوٹی ٹڈی ہوتی ہے جسکے پر نہین ہوتے ہین اور یہی مجاہد و عکرمہ و قتادہ کا قول ہے اور حسن بصری و سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ
چھوٹے چھوٹے سیاہ کیڑے ہوتے ہین اور عبدالرحمن بن زید سے روایت ہے کہ وہ براغیث ہین یعنے پسّو۔ اور ابن جریرؒ نے سعید بن جبیر سے
روایت کی کہ جب موسی علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ روانہ کر اور اُسنے نہ مانا تو اللہ تعالی نے انپر طوفان بھیجا اور وہ
مینھ کا پانی اس کثرت سے تھا کہ انھون نے غرق ہوجانے کا خوف کیا پس موسی علیہ السلام سے کہا کہ اللہ تعالے سے دعا کیجیے کہ یہ شدت
مینھ کی موقوف فرمادے تو ہم آپ پر ایمان لاکر بنی اسرائیل کو آپکے ساتھ روانہ کر دینگے پس موسیٰ نے دعا فرمائی مگر وہ لوگ ایمان
نہ لائے اور نہ بنی اسرائیل کو بھیجا پھر اس سال انکے یہان اسقدر کثرت سے پیداوار ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہوئی تھی تب کہنے لگے کہ
یہی ہم تمنا کرتے تھے پس موسیٰ کا اس مین دخل نہین ہے پس اللہ تعالے نے ٹڈیان بھیجین جنھون نے تمام گھاس چاٹ لی تو جب ان
لوگون نے یہ حال دیکھا تو موسیٰ سے دعا چاہی کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ اگر ٹڈیان جاتی رہین تو ہم ایمان لاکر بنو اسرائیل کو
تمھارے ساتھ کر دینگے پس موسیٰ کی دعا سے ٹڈیان جاتی رہین مگر ایمان نہ لائے اور بنی اسرائیل کو نہ بھیجا اور تمام کھیتی کاٹ کر اپنے
گھرون مین بھرلی اور کہنے لگے کہ اب ہم فارغ ہین پس اللہ تعالے نے انپر قمل بھیجے اور قمل وہ کیڑے ہین جنکو سوس کہتے ہین اور وہ اناج

مین پیدا ہو جاتے ہین پس یہ حال ہو گیا کہ آدمی دس جریب کے گیہون چکی مین ڈالتا مگر اسمین سے تین قفیز بھی آٹا نہ نکلتا تب پھر موسیٰ علیہ السلام سے خواستگار ہوئے کہ دعا فرماؤ کہ یہ عذاب دور ہو تو ہم ایمان لا کر بنو اسرائیل کو تمھارے ساتھ کر دین پس موسیٰؑ نے دعا فرمائی اور یہ عذاب دور ہو مگر ایمان نہ لائے اور بنو اسرائیل کو ساتھ بھیجنے سے انکار کیا پس فرعون کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے مین مینڈک کی آواز سنی جو کہ چوتھا عذاب اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے بقولہ۔ وَالضَّفَادِعَ جمع ضفدع بمعنے مینڈک پس فرعون سے کہنے لگے کہ تجھکو و تیری قوم کو اس جانور سے کیا پہونچیگا تو بولا کہ اسی ساحر کا مکر معلوم ہوتا ہے پس یہ حال ہوا کہ آدمی بیٹھا ہے اس حال مین کہ مینڈک اسکے ٹھوڑی تک ہین پس اُسنے بولنا چاہا کہ مینڈک اُسکے مُنھ مین پہونچا پس موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی کہ دعا کرو کہ اگر یہ عذاب دور ہو تو ہم ضرور ایمان لا کر بنی اسرائیل کو تمھارے ساتھ کرینگے مگر پھر ایمان نہ لائے تب پانچوان عذاب نازل ہوا جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَالدَّمَ۔ یعنے خون۔ پس یہ حال ہوا کہ کنوؤن اور نہرون سے پانی بھرتے وہ خون تھا اور جو انکے برتنون مین تھا وہ سب خون تھا پس فرعون سے شکایت کی کہ ہم خون کی مصیبت مین پھنسے ہین اور ہمارے پینے کو کچھ نہین ہے وہ بولا کہ موسیٰ نے تمپر جادو کیا ہے تب ان احمقون نے جواب دیا کہ اسنے جادو کہان سے کیا ہے ہم تو اپنے کسی برتن مین نہین پاتے مگر خون ہی خون پھر سبھون نے آکر موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ یہ خون ہم سے دور ہو ہم ضرور ایمان لا کر بنو اسرائیل کو تمھارے ساتھ کرینگے پس حضرت موسیٰؑ نے دعا کی مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے اور نہ بھیجا۔ قال الحافظ۔ اور اسی کے مانند حضرت ابن عباس و سدی و قتادہ و بہت سے علماے سلف سے مروی ہے۔ اور حافظ رحمہ اللہ و امام بغوی وغیرہ نے یہان متعدد علماء سلف سے اسی کے مانند تھوڑے تھوڑے اختلاف سے روایات نقل کی ہین اور ہر آیت کے بعد چونکہ اللہ تعالےٰ کو اس قوم خبیث ظالم تبہ کار کا ہلاک منظور تھا ایک ایسی صورت ظاہر کر دی جس سے وہ لوگ سمجھے کہ اس بات مین یہ بھید تھا مثلاً بعد کثرت بارش و طوفان پانی کے جب دعاے موسیٰ علیہ السلام سے کھلا اور ہوا چلکر خشک ہوا تو نہایت کثرت سے پیداوار ہوئی پس سمجھے کہ یہ پانی کچھ طوفان نہ تھا بلکہ ہمارے حق مین نہایت بہتری تھی۔ اور ان آثار مین مذکور ہے کہ ہر عذاب انپر ایک ہفتہ تک رہا اور ایک مہینہ بیچ کر کے دوسرا عذاب آیا۔ اور ضفادع کی نسبت لکھا ہے کہ گھر و کھانا و پانی بھر گیا اور آٹے مین کود پڑتے اور جلتی ہانڈی مین اچک کر گرتے اور تنور مین گر پڑتے آگ بجھا دیتے کھانے کے وقت نوالہ سے پہلے اُسکے مُنھ مین گھُس جاتے اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ان جانورون نے حکم الٰہی کی تعمیل مین اپنی جانون پر یہ صدمات اُٹھائے تھے پس بعوض انکے خشکی کے ٹھکانے کے اللہ تعالےٰ نے انکو سمندرون و دریاؤن مین مسکن عطا فرمایا۔ اور خون کے عذاب مین سخت عاجز ہوئے حتیٰ کہ درخت سے جو نچوڑتے وہ خون ہو جاتا تھا اور ایک ہفتہ ہی انکے پینے مین آیا۔ اور چونکہ محقق بیضاویؒ نے ان آثار سے جو ثابت ہے اسکو عمدہ طور سے تلخیص فرمایا ہے لہذا مین اسی کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہون۔ قال رحمہ اللہ قمل سے بعض نے کہا کہ قراد بالضم یعنے کنہ مراد ہین اور بعض نے کہا کہ ٹیڑیون کے بچے جب تک انکے پر نہ جمے ہون اور ضفادع و دم معروف ہین اور مروی ہے کہ انپر آٹھ روز تک گھٹا ٹوپ اندھیرا رہا اور پانی برستا رہا حتیٰ کہ اس سخت اندھیرے مین کوئی اپنے گھر سے باہر نہین نکل سکتا تھا اور پانی کی یہ کثرت ہوئی کہ اُنکے گھرون کے اندر بھر گیا حتیٰ کہ کھڑے رہے اور پانی انکی گردن تک چڑھا تھا اور بنی اسرائیل کے گھر انکے گھرون سے ملے ہوے مانند جال کے خانون کے تھے مگر حسن قدرت الٰہی ہے کہ بنی اسرائیل مین سے کسی کے گھر مین ایک قطرہ پانی کا داخل نہین ہوا اور قبطیون پر یہ نوبت تھی اور قبطیون کی کھیتی و باغون مین بہا آگئی تمام دلدل ہو گئی کوئی کام اسمین نہین ہو سکتا تھا اور ایک ہفتہ برابر یہی کیفیت تھی تب موسیٰؑ سے کہا کہ آپ دعا کرین کہ آپ کا پروردگار ہم سے اسکو دور کرے تو ہم آپ پر ایمان لا کر بنو اسرائیل کو آپ کے ساتھ کر دینگے پس موسیٰؑ نے دعا کی اور وہ دور ہوا اور ہوا بھیجی گئی جسنے تمام پانی خشک کیا

اور قبطیون کی زمینون و باغون مین اناج و میوہ و گھاس اس کثرت سے پیدا ہوئی کہ اسکے مثل پہلے کبھی نہ دیکھی تھی مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے پس اللہ تعالیٰ نے انپر ٹیڑی بھیجی جسنے انکی کھیتیون و پھلون کو کھالیا پھر دروازے و چھتین و کپڑے چاٹنے شروع کردیے پس گھبرا کر آخر موسیٰ علیہ السلام سے رجوع لائے پس جنگل کو جاکر موسیٰؑ نے مشرق و مغرب کی جانب اشارہ کیا تو جہان سے آئی تھی وہین چلی گئین اور یہ فعل دعا کے بعد تھا اور بنی اسرائیل کے گھر بار اس عذاب سے بھی محفوظ تھے پھر قبطی ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے انپر قمل کو مسلط کیا تو ٹیڑیون نے جو کچھ چھوڑا تھا وہ قمل کھانے لگے اور انکے کھانون مین گرتے اور کپڑون مین گھستے اور بدن مین چپٹکر انکے خون چوستے آخر سونا بیٹھنا حرام کردیا ناچار موسیٰؑ سے رجوع لائے اور وہ رفع ہوا تو کہنے لگے کہ ہمکو تحقیق ہوا کہ ضرور یہ شخص بڑا جادوگر ہے کہ ایک ریگ کے ٹیلہ مین عصا مارکر اسقدر جوئین پیدا کردین پھر اللہ تعالیٰ نے انپر ضفادع بھیجے کہ کوئی برتن و کھانا و کپڑا نہین کھولتے مگر اسمین مینڈک نظر آتا اور گھر و بستر انکے اس سے بھرے ہوے تھے اور پکتی ہانڈی مین کو د پڑتے اور جلتے تنور مین گھس جاتے اور بات کرنے مین انکے منھ مین اُچکتے ان لوگون کی زندگی حرام کردی آخر گھبرا کر حضرت موسیٰؑ سے زاری کی پس انسے عہد و پیمان لیکر دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اسکو دفع کیا پھر قبطیون نے عہد توڑا تو اللہ تعالیٰ نے انپر خون روان کردیا پس انکے سب پانی خون ہوگئے اور فرعون خبیث نے ایک برتن مین اسرائیلی و قبطی کو جمع کیا پس اسرائیلی کے ہاتھ مین طعام آتا اور قبطی کے ہاتھ مین خون ہوجاتا حتی کہ اسرائیلی کی کلی اپنے مُنھ مین لیتا وہ قبطی کے مُنھ مین خون ہوجاتی اور ہر جگہ نہایت سُرخ تازہ خون نظر آتا تھا یہ نہایت کُھلی ہوئی آیات تھین چنانچہ فرمایا۔ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ۔ نصب اسکو بنابر آنکہ حال ہے یعنے ہم نے قبطیون پر طوفان و جراد و قمل و ضفادع و خون کو بھیجا درحالیکہ یہ آیات مفصلات ہین کسی عاقل پر اس مین ذرا بھی شبہہ نہ تھا کہ یہ آیات الٰہی ہین اور ان لوگون پر عذاب ہین یا مفصل کے معنے منفصل ہین یعنے جدا جدا کرکے بھیجین تاکہ انکے احوال کا امتحان ہوجاوے ہر ایک آیت انمین سے ایک ہفتہ رہی اور ہر دو آیت کے بیچ مین ایک مہینہ کا وقفہ دیا گیا تھا اور مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بعد فرعون کے مغلوب ہونے کے انمین بیس۲۰ سال تک رہے اور مہلت کے ساتھ انمین یہ آیات دکھلاتے رہے۔ فَاسْتَكْبَرُوْا۔ مگر قبطیون نے ان آیات پر ایمان لانے سے سرکشی کی اور ایمان نہ لائے وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۔ اور یہ قوم مجرم تھی بسراج مین کہا کہ اگر پوچھا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کو ان لوگون کا حال معلوم تھا کہ ایمان نہین لاوینگے تو اس کثرت سے آیات پے در پے بھیجنے مین کیا حکمت تھی جواب دیا جاوے کہ اوتعالیٰ عزوجل قادر مختار ہے وہ جو چاہے وہ کرے اس کی جناب مین اس سوال کو گنجائش نہین ہے لایسئل عما یفعل وہم یسئلون۔ اور یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو منظور ہوتا ہے وہ حکم دیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ سوال مذکور کی دو راہ ہین۔ اول آنکہ اصل حکمت اسمین کیا ہے تو اسکا جواب یہی ہے کہ علم و حکمت الٰہی بندہ کی طاقت و وسعت سے باہر ہے وہ بڑا سخت جاہل اور بیوقوف ہے جو اسکا ارادہ کرے کہ مین حکمت الٰہی دریافت کرونگا اور یہ بہت کھلی بات ہے شاید اُسی شخص کی سمجھ مین نہ آوے جو ازلی مردود اور مثل شیطان کے مطرود ہے کیونکہ شیطان نے بھی اسی دریافت مین جہالت کی اور ملعون ہوا۔ اور دوم آنکہ اشارات سے بطور فوائد کے کیا بات ظاہر ہوتی ہے تو بسا اوقات سوائے اصلی حکمت کے فوائد کا ظہور ہوجاتا ہے پس اس مقام پر واضح ہو کہ اول آنکہ بنو اسرائیل پر اسنے سخت مشقت ڈالی تھی اور اللہ تعالیٰ سے ان خبیثون کو ان بلاؤن مین مبتلا کیا۔ دوم ضفدع جانور مطیع و فرمانبردار ہوکر مستحق انعام ہوا سوم دعائے موسیٰؑ کا اثر ظاہر ہوکر بنی اسرائیل کو مفت اس درجہ تکمیل الیقین کا باعث ہوا۔ چہارم قیامت مین لوگ پسینے مین بقدر اپنے اعمال کے غرق ہونگے جیسے یہان بنی اسرائیل کے گھر بالکل صاف رہے اور قبطی گلے تک ڈوبے کھڑے تھے پنجم ہر جانور مسخر و مطیع حکم الٰہی ہے ششم ہر چیز جو ظاہر مین اسباب پر مربوط معلوم ہوتی ہے وہ بالکل وہم و خیال ہے سر ایک بتاثیر الٰہی ہے حتی کہ ہر افسردہ درخت خون ہوجاتا تھا

ہفتم اختلاط طعام کہ باوجود قبطی کو خون تھا اور اسرائیلی کو مزہ کا کھانا تھا۔ ہشتم ایجاد الٰہی فی الحال سے زیادہ سریع ہے جو جا بجا ہو گیا نہم افعال وصنائع الٰہی ایسے حال سے ہیں کہ ہر ایک میں اگر شیطانی نظر سے غور کرنے لگا تو مکر میں مبتلا ہو کر گمراہ ہوا جیسے قبطیوں نے ہر آیت مفصل میں یون ہی غور کیا۔ دہم پیداوار موقوف باسباب نہیں بلکہ ببرکت وخلق الٰہی ہے کہ باوجود اسقدر خرابی کے کثرت سے پیدا ہوا۔ یازدہم ٹڈی اور مینڈک ان جانوروں سے ہے جنسے عذاب کیا گیا اگرچہ وہ فی نفسہٖ مطیع وخوب ہیں اور حدیثیں جو انکے حق میں بددعا آئی ہے وہ محمول ہے کہ اوتعالےٰ انسے عذاب نہ فرماوے۔ دوازدہم آنکہ عہد توڑنا زیادہ موجب ہلاکت و عدم قبول توبہ ہے۔ وفیہا من اللطائف الا خفاہا البیان والله تعالےٰ ھو الہادی الی سبیل الرشاد۔ پھر الله تعالےٰ نے اس قوم بدبخت کا اور حجت پوری فرما کر ہلاکت کا حال فرمایا

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ
اور جس بار پڑا انپر عذاب بولے اے موسیٰ پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو جیسا اسکا رکھا ہے تجھکو اگر تو نے اُٹھا یا ہم سے یہ عذاب
لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلٰٓى أَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوهُ
تو بیشک تجھکو مانینگے اور رخصت کرینگے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو پھر جب ہم نے اُٹھا لیا اُنسے عذاب ایک وعدہ تک کہ انکو وہاں پہونچنا تھا
إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝
تبھی وہ لوگ مکر جاتے

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ۔ اور جب واقع ہوا انپر رجز یعنے جب نازل ہوا انپر عذاب۔ فی السراج یہ عذاب وہی ہے جو الله تعالےٰ نے طوفان ومابعد کو ذکر فرمایا ہے اور سعید بن جبیرؒ نے کہا کہ رجز وہ عذاب طاعون ہے یعنے کثرت سے موت کا پھیل جانا۔ اور اس قول پر پانچ آیات مذکورہ کے بعد یہ چھٹا عذاب ہے اور سعیدؒ نے کہا کہ قبطیوں پر طاعون واقع ہوا حتی کہ ایک روز میں ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رجز طاعون ہے جسکو الله تعالےٰ نے ایک قوم بنی اسرائیل پر اور جو تم سے پہلے گذرے ہیں انپر بھیجا تھا پھر جب تم کسی زمین میں اسکو سنو تو وہاں مت جاؤ اور اگر ایسی زمین میں واقع ہو جہاں تم موجود ہو تو بھاگنے کی نیت سے وہاں سے مت نکلو رواہ الشیخان۔ رازیؒ نے کبیر میں کہا کہ رجز سے مراد یہاں مذکورہ یعنے آیات مفصلات ہونا اولیٰ ہے کیونکہ لفظ رجز محلی باللام ہے پس معہود سابق کی طرف منصرف ہوگا اور یہاں معہود سابق وہی پانچوں انواع مذکورہ ہیں اور ماسوائے انکے چھٹا مراد لینا تو اسمیں احتمال ہے کہ شاید چھٹا مراد ہو پس جو معلوم ہے اسپر محمول کرنا بنسبت محتمل کے اولیٰ ہے۔ حاصل آنکہ جب قبطیوں پر کوئی عذاب منجملہ مذکورہ بالا کے واقع ونازل ہوا تو۔ قَالُوا يٰمُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ۔ کہنے لگے کہ اے موسیٰ دعا کر ہمارے لیے اپنے پروردگار سے ساتھ اس چیز کے جو تیرے پاس تیرے پروردگار نے عہد کیا ہے۔ یعنے یہ کہ اگر ہم لوگ ایمان لاویں تو عذاب دور کیا جائیگا کذا قال المفسر اور سراج وغیرہ میں کہا کہ عہد سے عہد نبوت ورسالت مراد ہے اور عہد اسکو اسواسطے کہا کہ الله تعالےٰ نے عہد فرمایا ہے کہ اپنے پیغمبر کو کرم فرماوے یا ان لوگوں کی یہ مراد تھی کہ ایسی چیز کے ساتھ دعا کر جو تمہارے پاس معہود رکھی ہے کہ اگر اس سے دعا کریگا تو قبول ہوگی۔ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ۔ جملہ قسمیہ ہے یعنے قسم ہے کہ اگر تو دور کریگا ہم سے رجز کو تو ضرور ہم تجھپر ایمان لاوینگے۔ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ۔ اور ضرور تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیجینگے یعنے تو انکو ملک شام وغیرہ جہاں چاہے لیجاوے فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلٰٓى أَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوهُ۔ پھر جب بدعاء موسیٰ علیہ السلام ہم نے ان لوگوں سے عذاب کو دور کیا ایک ایسی مدت تک

کہ وہ اس تک پہونچنے والے ہین۔ یعنے زمانہ کی ایک حد تک کے لیے جسکو وہ خواہ مخواہ پہونچکر عذاب ہلاک مین گرفتار ہونے والے ہین اس عذاب کو دور کر دیا۔ اِذَا ھُمْ یَنْکُثُوْنَ۔ تو ناگاہ یعنے بلا توقف و تامل کے اسیوقت لگے عہد توڑنے۔ اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ پھر جب ہم نے انسے عذاب دور کر دیا ایک مدت تک جو انھون نے اپنے ایمان لانے کے واسطے مقرر کی ہے تو عہد توڑنے لگے اور اس مدت پر ایمان نہ لائے۔ اسی واسطے فرمایا بقولہ

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَاَوْرَثْنَا

پھر ہم نے بدلا لیا اُنسے سو ڈبو دیا اُنکو گہرے پانی مین اس سبب سے کہ جھٹلائین ہماری آیتین اور کر رہے اُنسے تغافل اور وارث کر دیے ہم نے

الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ

جو لوگ کہ کمزور ہو رہے تھے اس زمین کی مشرق کے اور مغرب کے جسمین برکت رکھی ہے ہمنے اور پورا ہوا نیکی کا وعدہ

رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا

تیرے رب کا بنی اسرائیل پر اس بات پر کہ وہ ٹھہرے صبر کیے ہوے اور خراب کیا ہم نے جو بنایا تھا فرعون اور اسکی قوم نے اور جو

كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝

انکو پر چڑھاتے تھے چھتریون پر

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ۔ پھر انتقام لیا ہم نے اس قوم سے۔ یعنے انتقام لینے اور انکے کردار کی سزا کو پہونچانے کا ہم نے ارادہ کیا۔ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ۔ پس غرق کر دیا ہم نے انکو یم مین۔ مفسرؒ نے کہا کہ وہ شور پانی کا بحر ہے یعنے بحر شور کو یم کہتے ہین۔ ازہریؒ نے کہا کہ یم کا لفظ شور پانی اور شیرین پانی دونون پر اطلاق ہوتا ہے چنانچہ حضرت موسیٰؑ کی ماں کو جو حکم ہوا کہ موسی کو دریا مین ڈالدے تو فرمایا۔ فاقذفیہ فی الیم۔ ڈالدے اسکو یم مین حالانکہ دریائے نیل مین ڈالدینے کا حکم ہوا تھا اور اسکا پانی شیرین ہے۔ کذا فی السراج۔ بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ فی الیم یعنے ایسے سمندر مین جسکی تھاہ نہین ملتی۔ اور بعض نے کہا کہ لجۃ البحر۔ مراد ہے۔ بہرحال اب کلام اسمین ہے کہ یہ کون سمندر تھا پس شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وہی سمندر ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واسطے جدا کیا گیا تھا اور حضرت موسیٰ و بنی اسرائیل اس سے پار ہو گئے تھے اس بیان سے تو کچھ معلوم نہوا اور مؤلف فتح البیان نے لکھا کہ قال الازہری الیم معروف لفظۃ سریانیۃ عربتہا العرب ویقع علے البحر الملح والعذب والمراد بہ نیل مصر وہو عذب انتہی کلامہ۔ اور یہ مؤلف مذکور کا سہو ہے اسنے سراج کی عبارت تلخیص کرنے مین یہ دھوکا اٹھایا اور ازہریؒ وغیرہ نے یہ نہین کہا کہ نیل مصر مراد ہے بلکہ قولہ فاقذفیہ فی الیم مین اسنے کہا کہ اس یم سے دریائے نیل مراد ہے جو شیرین ہے پس یم کا اطلاق دریائے شیرین پر بھی ہوتا ہے اور یہ مطلب نہین ہے کہ اس مقام پر یم سے دریائے نیل مراد ہے اور البتہ بہت سے اہل تفسیر اس مقام پر بلا تحقیق لکھ گئے ہین کہ مراد نیل مصر ہے اور محققین نے کہا کہ وہ بحر قلزم کا اوپر کا سرا ہے جو اس زمانہ مین آبنائے سویز سے بحیرہ روم سے مل گیا ہے اور خطیب رحمہ اللہ نے ابتدائے سورۂ بقرہ مین اسکی تصریح کر دی ہے جیسا کہ وہان نقل ہو چکا حاصل یہ ہوا کہ قولہ فاغرقنٰہم فی الیم۔ یعنے ہم نے انکو سمندر مین غرق کیا۔ وہ بحر قلزم ہے۔ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ با سببیہ ہے یعنے بسبب اسکے کہ ان لوگون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ۔ اور تھے ان آیات سے غفلت رکھنے والے۔ یعنے ان آیات مین تدبر اور فکر نہین کرتے تھے اور بعض نے کہا کہ عنہا کی ضمیر نقمت کی طرف راجع ہے جو فانتقمنا سے مفہوم ہے مگر قول اول صحیح ہے۔ اگر کہا جاوے کہ غفلت تو فعل انسان نہین اور اسکے

اختیار سے حاصل نہین ہوتا پس غفلت پر وعید کیونکر وارد ہوئی۔ جواب دیا گیا کہ غفلت سے یہان اعراض کرنا مراد ہے اور آیات کی طرف التفات نہ کرنا اور اُسمین فکر نہ کرنا حتیٰ کہ مانند غافلون کے ہوگئے گویا آیات سے غافل تھے پس یہ بالغہ ہے انکے اعراض اور بے پروائی کرنے مین۔ اگر کہا جاوے کہ جھٹلانے و غفلت کرنے کے ساتھ ان لوگون نے اور بہت سے افعال ذمیمہ ظلم وجور نہین کیا ئے تھے جنکی تعداد کثیر ہے پھر انتقام انھین تکذیب و غفلت دو باتون سے کیونکر ہوا تو جواب دیا گیا کہ دو باتون کے ذکر کرنے سے اور باتون کی نفی نہین نکلتی ہے پس بڑی بڑی دو باتین ذکر فرمائی گئی ہین۔ امام رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس آیت مین دلالت ہے کہ آیات الٰہی مین نظر کرنا واجب ہے اسیواسطے قوم قبط پر مذمت وارد ہوئی کہ وہ لوگ ان آیات سے غافل رہے اور اسمین دلالت ہے کہ محض تقلید کرنا مذموم ہے کذا فی السراج پھر جب اللہ تعالیٰ نے قوم نابکار کا غرق بیان فرمایا تو بعد اسکے مومنین پر احسان ذکر فرمایا کہ ہم نے انکو روے زمین کا وارث کیا بقولہ۔ وَاَوۡرَثۡنَا الۡقَوۡمَ الَّذِيۡنَ كَانُوۡا يُسۡتَضۡعَفُوۡنَ۔ اور وارث کیا ہم نے اس قوم کو جو مستضعف بنائی جاتی تھی یعنے ضعیف خوار بنائے جاتے تھے باین طور کہ تکبر کرنے والے آل فرعون انکو غلامی مین پکڑکر ذلیل و سخت محنت کے کام لیتے تھے اور وہ بنی اسرائیل ہین انکو وارث فرمایا۔ مَشَارِقَ الۡاَرۡضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا۔ مشارق ومغارب اس زمین کو جسمین ہم نے برکت دی ہے یعنے خوشگوار پانی سے اور درختان میوہ دار و دیگر اشجار سے اپنی برکت سے سرسبز کیا ہے اور وہ ملک شام ہے جسکی تعریف احادیث صحیحہ مین بھی آئی ہے اور اسپر ستر ہزار فرشتے سایہ کیے رہتے ہین اور حسن رح و قتادہ رح سے ارض مذکور کی یہی تفسیر مروی ہے اور مشارق و مغارب بصیغہ جمع سے مراد ہے کہ جمیع جہات ملک شام کا وارث کیا اور بیضاوی رح نے کہا کہ فراعنہ و عمالقہ کے بعد بنواسرائیل ملک شام کے وارث ہوئے ہین۔ قال الخطیب وہ دریا ے فرات سے بحر سرف تک ہے جہان سے موسیٰ علیہ السلام و بنواسرائیل نے عبور کیا تھا اور فرعون مع لشکر اسمین ڈوب گیا تھا اور یہی بقاعی رح نے تفسیر سورۂ مائدہ مین توریت سے نقل کیا ہے اور بعض نے کہا کہ تمام روے زمین مراد ہے کیونکہ بنی اسرائیل مین سے داؤد و سلیمانؑ ہوئے جو اس طرح زمین کے مالک ہوے۔ وقال المترجم۔ اور یہ صحیح نہین کیونکہ قولہ التی بارکنا صفۃ الارض ہے پس خاص اس صفت کی زمین ہوئی نہ تمام زمین اور نیز حضرت داؤد و سلیمان تمام زمین کے بالکلیہ بادشاہ نہین ہوے ہین ہان بادشاہت جن و انسان پر ایک خاص طور سے تھی جو اورکسیکو نصیب نہین ہوئی اور قولہ تعالیٰ غدوہا شہر ورواحہا شہر کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا۔ وَتَمَّتۡ كَلِمَتُ رَبِّكَ الۡحُسۡنٰى عَلٰى بَنِىۡۤ اِسۡرَاۤءِيۡلَ ۙ بِمَا صَبَرُوۡا۔ تمت الکلمۃ یعنے پورا و مستمر ہوا جیسے عرب بولتے ہین تم علیہم الامر یہ امر انپر تمام ہوا یعنے پورا جاری و ثابت ہوا اور مراد کلمہ سے وہ قولہ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلہم ائمۃ ونجعلہم الوارثین الآیہ ہے اور یہی مجاہد رح نے فرمایا اور اسکو ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے یا قولہ عسیٰ ربکم ان یہلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض الآیہ مراد ہے اور دونون کی مراد ایک ہی ہے لیکن ثانی اقرب ہے مگر آنکہ اول کا نزول پہلے ہوا ہو حسنیٰ تانیث احسن ہے اور یہ کلمہ کی صفت واقع ہے اور بنی اسرائیل پر اس کلمہ حسنیٰ کے تمام ہونے سے مراد بطریق مجاز آنکہ جو وعدہ انکو دیا گیا تھا کہ تمھارے دشمن کو ہلاک کر کے تمکو زمین مین خلیفہ کیا جائیگا وہ وعدہ پورا کیا گیا اور انجاز وعدہ کو مجازاً تمام الکلام اس لئے کہتے ہین کہ وہ وعدہ گویا معلق لٹکا رہتا ہے پھر جب اس چیز جسکا وعدہ ہے حاصل ہوگئی تو وعدہ تمام ہوگیا اور کلمہ کے تار کو یہان رسم الخط مین کشیدہ لکھتے ہین اور بما صبروا کی با سببیہ ہے اور مترجم کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ با مقابلہ و عوض ہو یعنے بمقابلہ انکے صبر کے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر ثابت رہنے کے۔ اور یہ مالک کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت و مشیت ہے کما قال ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ۔ اور یہ کوئی بزرگی کمالی نہین الا آنکہ اس سے عاقبت کا تقوی حاصل ہو اور اسمین آمادگی ہے کہ صبر و ثابت قدمی کرنے اور نفس سے مخالفت کرنے مین بڑا درجہ

لتا ہے۔ انتہی اور تیرے رب کا کلمہ نیک سچی بنی اسرائیل پر پورا ہوا بمقابلہ ان لوگون کے صبر کے جو انھون نے دین توحید پر ثابت قدمی کرنے
اور فرعونیون کے قتل و اذیت مین اٹھایا تھا۔ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ۔ تدمیر یعنے ڈھا دینا
اور ہلاک کر دینا اور یصنع سے مراد عمارت و مکانات۔ یعرشون یعنی اونچا بناتے تھے یعنی جو عمارتین بلند کرتے تھے کذا روی عن ابن عباس
و مجاہد۔ اور حسن نے کہا کہ جو باغ انگور وغیرہ کی ٹٹی پر چڑھاتے تھے ومنہ قولہ وہو الذی انشأ جنات معروشات الآیہ۔ اور اولی یہ ہے کہ ہلاک کرنا
و ڈھا دینا بطور عموم مجاز کے ہو جیسے بولتے ہین کہ فلان کا غرور ڈھا یا اور یہ محاورہ عرب کا بھی متوافق ہے پس جسنے عموم مجاز کو اختیار کیا اُسکے
نزدیک فرعون و اسکی قوم کی وہ سب چیزین جو اسپے تعلی اور تکبر کی تھین اللہ تعالے نے ڈھا دین۔ انتہی اور ڈھا دیا ہم نے وہ کچھ کہ فرعون
بناتا تھا اور اسکی قوم اور وہ جو وہ سربلند کرتے تھے۔ الحاصل فرعون و اسکی قوم سرکش کافر ظالم کا یہ انجام ہوا اور بنو اسرائیل مطیع ایماندار
مظلوم صابرون کو یہ عوض ملا کہ بجاے ان لوگون کے حاکم ہوئے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ولما وقع علیہم الرجز الآیۃ۔ اللہ تعالے نے
معتمدون کے عہد توڑنے کی خبر دی۔ انمین وہ بھی داخل ہین جنھون نے واضح آیات و ظاہر معجزات اور روشن کرامات دیکھکر عہد توڑا
اور بلاؤن مین عذاب پہنچنے کے بعد جان بوجھکر انکار کیا حالانکہ رسالت و نبوت و ولایت کو پہچان لیا تھا پس فرعونیون کا یہ حال تھا کہ
جب ورطہ ہلاکت مین پڑے تو نبی اللہ موسی علیہ السلام سے التجا کی حالانکہ پہلے جفا کر چکے تھے مگر اس التجا و توبہ نے کچھ نفع نہ دیا اور کیونکر نفع دیتی
کہ علم ازل مین انکے حق مین شقاوت جاری ہو چکی تھی پس تیر نبوت انکی نجات مین بسبب انجام کار کارگر نہوا ایسی حال ان لوگونکا ہے جو مشائخ کے
حق مین رعونت اور بے ادبی سے جفا کرتے ہین پس عوام سے انکی استعانت کچھ مفید نہوگی۔ قاسم نے کہا کہ جو لوگ اوقات سلامت مین
اسرار اولیاء کی رعایت نہین رکھتے تو انکو مصیبت کے وقتون مین اولیاء کی طرف التجا بھی مفید نہوگی۔ تو نہین دیکھتا کہ فرعونیون کو نزول
عذاب کے وقت التجا کرنا کچھ مفید نہوا جبکہ انھون نے موسیٰ سے مخالفت کی تھی حتی کہ وہ ہوا جو اللہ عزوجل نے فرمایا بقولہ فانتقمنا منہم فاغرقناہم
فی الیم الآیۃ۔ یعنے عذاب و نقمت الٰہی مین گرفتار ہو کر غرق ہو گئے۔ قولہ تعالے وتمت کلمۃ ربک الحسنی الآیۃ۔ موارد حکمت مین آیت کے معنے سے
اشارہ لیا جاتا ہے کہ کلمہ صفت ازلی ہے اور یہ یون ہے کہ اوتعالے عزوجل نے انکو سابق علم مین یاد فرمایا کہ عبادت خالصہ کی انکو توفیق ہوگی
اور معرض امتحان مین مقبول ہونگے اور بلاء و محنت مین صابر رہینگے اور یہ محض عطاء و رحمت ہے کیونکہ وقوع فعل و جزاء اور صبر و رضاء کی
انکے حق مین اوتعالے سے نعمت انکو مل چکی تھی پس وہ انکے وجود سے پہلے محض انعام و فضل سے انپر پوری ہو چکی تھی پس توفیق طاعت و
عطاء معرفت سے یہ کلمہ پورا ہو گیا اور عنایت الٰہی ازلی کچھ انکے صبر و احتمال ظلم پر معلق نہ تھی بلکہ کلمۃ الحسنی کی میراث مین سے یہ بات ہے کہ اُن
لوگون سے ایسے افعال صادر ہوئے اگر یہ نہوتا تو وہ کبھی صبر نہ کرتے۔ تو نہین دیکھتا کہ حق تعالے نے فرمایا۔ وما صبرک الا باللہ پس تمت کلمۃ ربک
الحسنی کے یہ معنے ہین کہ بدون علت اکتساب کے ان لوگون پر عنایت ازلی پوری ہو گئی اور اوتعالے کی صفات ازلی کسی علت حادث کی
محتاج نہین کیونکہ حادث کو اللہ تعالے کے برگزیدہ کرنے مین کچھ دخل نہین ہے۔ قال الجنید رحمہ اللہ طالبوا اتمام الکلمۃ بوجود النعمۃ والمواظبۃ
علی الصبر فاستشعروا التثبت بحبائل الوفاء عند من البلاء ھم لتمیم علیہم کلمۃ الحسنی بجمیل الثناء علی الصبر الذی ضمن لہم اتمامہا بالوفاء۔ اور ابو سعید
الخراز نے فرمایا کہ صبر پر مواظبت کرنے سے انھون نے تمام نعمت کو طلب کیا اور شعور حاصل پایا کہ جس وعدہ کے اتمام کا انسے وعدہ فرمایا ہے
وہ اسوقت تمام ہوگا جب کہ شرائط صبر کو بجا لاوین ان بلاؤن مین جو انپر لازم ہوئی ہین اسیواسطے حق تعالے نے فرمایا کہ کلمہ حسنی انپر انکے بلا مین
صبر کرنے سے تمام ہوا اور انکو میراث ملک دنیا و عقبی عطا ہوئی۔ انتہی ما فی العرائس سراج مین ہے کہ یہانتک اللہ تعالے نے فرعونیون کی

تکذیب وبد انجام کو بیان فرماکر بنی اسرائیل کے اخبار بیان فرمائے کہ اُنھون نے ناشکری سے بعد نجات کے اور اتمام نعمت کے کیا کیا باتین احداث کین اور کیونکر تادیبا سزا پائی فقال تعالےٰ

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰٓ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يَٰمُوسَى اجْعَل لَّنَآ

اور پار اُتارا ہمنے بنی اسرائیل کو دریا سے تو پہونچے ایک لوگون پر کہ پوجنے مین لگ رہے تھے اپنے بتون کے بولے اے موسی بنادے ہمکو بھی

إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيهِ وَبَٰطِلٌ مَّا

ایک بت جیسے اِنکے بت ہین کہا تم لوگ جہل کرتے ہو یہ لوگ جو ہین تباہ ہونا ہے جس کام مین لگے ہین اور غلط ہے جو

كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

کر رہے ہین

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ الْبَحْرَ اور تجاوز کرادیا ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے۔ یعنے فرعون مع قوم کو ڈبانے سے پہلے ہمنے بنو اسرائیل کو سمندر سے پار اُتار دیا جیساکہ پارہ اول مین بیان ہوچکا اور یہان عطف قصہ اتمام کلمہ حسنی کا بنی اسرائیل پر ہے۔ مروی ہے کہ سمندر سے عاشوراء کے روز تجاوز فرمایا تھا اور موسی علیہ السلام نے اس روز شکر کا روزہ رکھا تھا حضرت محمد صلعم نے رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا اور حکم دیا ہے بلکہ کہا گیا کہ واجب تھا وثبت بما اخرجہ البخاری وہو من ثلاثیاتہ خطیب نے کہا کہ بنی اسرائیل پر وعدہ پورا ہوا اور اسمین قید تھی کہ فینظر کیف تعملون۔ یعنے تمکو خلیفہ کرکے دیکھے کہ کیسے عمل کرتے ہو۔ مگر بنی اسرائیل نے پہلے ہی سے رعایت نعمت چھوڑنی شروع کی چنانچہ ذکر فرمایا۔ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰٓ أَصْنَامٍ لَّهُمْ اے فمروا علی قوم کانوا مقیمین علی عبادۃ اصنام لہم پس گذرے ایک ایسی قوم پر جو اپنے بتون کی عبادت پر مقیم تھے۔ ابن جریج نے کہا کہ گاے کی صورت کے بت بنے ہوے تھے اور یہین سے بنی اسرائیل کے دلون مین ان بتون کی صورت جمی تھی حتی کہ جب سامری نے گوسالہ بنایا تو اسکے فتنہ مین پڑگئے بعض نے کہا کہ یہ قوم جسکا بیان ہے قوم لخم سے تھے اور سمندر کنارے بستے تھے اور بعض مفسرین نے کہا کہ کنعانی لوگ تھے جنپر جہاد کرنے کا موسیٰ کو حکم تھا۔ قَالُوا يَٰمُوسَى اجْعَل لَّنَآ إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ ءَالِهَةٌ۔ بنو اسرائیل بولے کہ اے موسیٰ ہمارے واسطے الٰہ بنادے جیسے ان لوگون کے آلہہ ہین۔ بنو اسرائیل سے بعضے مراد ہین سب نہین کیونکہ حضرت موسیٰ کے ساتھ وہ ستر آدمی بھی تھے جنکو مناجات کو جانے کے وقت چھانٹا گیا اور ایسے صالحین بھی تھے کہ انکی شان بالیقین ایسے سوال کی نہین تھی۔ اور لفظ یاموسی سے خطاب کرنے مین انکی جفاء وسخت دلی کا اظہار ہے کہ بت بنادینے کی درخواست کے مقابلہ مین اسکا کیا ذکر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت پر دلیلین وآیات معجزات دفرعونیان بتواتر طوفان وغیرہ کے نشانات دیکھ لیے اور فرعون کے عادم توحید پر غرق ہونے کو جان لینے کے باوجود انتہا درجہ کے جہالت سے یہ سمجھے کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے غیر کی عبادت بھی جائز ہے جبکہ الٰہ مقرر کیا جاوے اسی واسطے موسی علیہ السلام کا جواب نقل فرمایا کہ۔ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ۔ موسی علیہ السلام نے ان لوگون کو جواب دیا کہ تم ایسی قوم ہو کہ جہالت کرتے ہو۔ یعنے نئی نئی جہالت نکالتے ہو۔ اور تجہلون کا مفعول محذوف ہے یعنی نعمت الٰہی جو میسر ہوئی اسکے مقابلہ مین جہالت سے غیر خدا کی عبادت انکی۔ مفسرین نے لکھا کہ مفعول محذوف کرنے مین جہل مطلق کی تعریض ہے کیونکہ جہالت کے واسطے کوئی بات خاص نہین فرمائی۔ اور جملہ بحرف انّ جو واسطے تحقیق کے ہے یہ انکی جہالت کی تاکید ہے کیونکہ بعد معائنہ ومشاہدہ ان آیات کثیرہ کے جو گذر چکی تھین پھر ایسا سوال کرنا سخت بعید تھا اور بہت شنیع تھا۔ فی السراج اسمین حضرت محمد صلعم کو تسلی ہے

کہ مدینہ کی قوم یہود سے جو جاہلانہ قابل تعجب باتین سنا کرتے تھے انکو انکے باپ دادون پر قیاس کرنا چاہیے قال المترجم شاید خطیبؒ کا
مقصود یہ ہے کہ بعد نزول ان آیات کے مدینہ مین یہ آیتین آپ کیلیے یہود کا حال دیکھنے کے وقت تسلی ہو گئی ہین ورنہ سورہ مکیہ ہے کما عرفت
فافہم پھر حضرت موسیٰ کی نصیحت بیان فرمائی کہ جہان بنی اسرائیل کو سمجھایا۔ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ تبار بمعنے ہلاک اور
جو شکستہ برتن ہو گیا ہے۔ ان حرف تحقیق داخل ہے جملہ اسمیہ پر اور ہؤلا مبتدا اور متبر اسم فیہ یعنے ہالک ہے وہ چیز جسمین وہ پڑے ہین
یہ جملہ خبر مبتدا ہے۔ حاصل ترجمہ یہ ہوا کہ البتہ یہ لوگ اس حال مین پڑے ہین کہ جس چیز مین وہ گھسے ہوے ہین وہ متبر ہے۔ فی البیضاوی رح
یعنے اللہ تعالے ڈھا دیگا انکے اس دین کو جسپر وہ جمے ہین اور انکے بتون کو ریزہ ریزہ کر دیگا۔ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور باطل مضمحل
ہے جو یہ لوگ عمل کرتے ہین کہ ان بتون کی عبادت کرتے ہین اگرچہ اس سے انکی مراد یہی ہو کہ اللہ تعالے سے تقرب حاصل کرین کیونکہ اللہ تعالے کے
سوائے غیر کی عبادت مین مشغول ہوا تو اُسنے اپنے قلب سے معرفت الٰہی کو زائل کر دیا حالانکہ عبادت سے مقصود یہی تھا کہ معرفت حاصل ہو
یہین سے کہا گیا کہ جس چیز سے دل پر ہو وہی تیرا معبود ہے لہذا سوائے حضرت باری تعالے کے کسی تصور کو اسطرح رکھنا وانہین ہے
اور یہ بڑی سخت بلا ہے اسیواسطے اس کلام کو نہایت سخت تاکیدات سے بیان فرمایا۔ فی البیضاوی۔ اس کلام مین بنی اسرائیل کو اس
چیز سے جو انھون نے مانگی تھی کمال نفرت دلانے اور تحذیر کرنے کے واسطے یہ تمام مبالغہ کیا کہ ہؤلاء اسم اشارہ کو اِنّ کا اسم کیا اور جسمین وہ
پڑے ہین اسکو متبر فرماکر خبر دی اور انکے افعال کے باطل ہونے کی خبر دی اور دونون جملہ جو اِنّ کی خبر واقع ہین انہین خبر کو مقدم فرمایا
یعنے ما ہم فیہ متبر مین خبر مقدم فرمائی اور باطل ما کانوا یعملون مین بھی ایسا ہی ہے پس تنبیہ ہے کہ اس حال کو ہلاکت ضرور لاحق ہے اور
انکے اعمال کو سوائے بطلان و نیستی کے کچھ نہین ہے تمام کلام کا حاصل یہ ہے جو شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بنو اسرائیل کے جاہلون نے واقعہ
فرعون و قبط مین بڑی بڑی آیات و معجزات دیکھنے کے بعد سمندر سے اُتر کر نجات پاکر جہالت سے ایک قوم کو بت پوجتے دیکھکر موسی علیہ السلام سے
کہا کہ ہمارے واسطے بھی ایک ایسا ہی بُت بنا دیجیے جیسے ان لوگون کے بت ہین۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا کہ تم لوگ عظمت و جلال الٰہی
سے جاہل قوم ہو۔ اے نادانو یہ لوگ جس حال مین پڑے ہین یہ خواہ مخواہ ہلاک شدہ ہے اور جن اعمال مین پڑے ہین خواہ مخواہ حبط و نیست ہین
امام احمدؒ نے ابو واقد اللیثی سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین کو نکلے راہ مین سدرہ پر ہو کر گذرے تو
ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے واسطے بھی ایسا ہی ذات انواط بنا دیجیے جیسے کافرون کا یہ ذات انواط ہے اور کافرون کا قاعدہ تھا کہ ایک
سدرہ سے اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اسکے گرد اعتکاف کرتے پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اکبر یہ تو ویسا ہی سوال ہے جیسا بنو اسرائیل
نے موسی علیہ السلام سے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ تم بھی اپنے اگلون کی راہ پر چلوگے وقد رواہ ابن ابی شیبۃ والنسائی وابن المنذر
وابن مردویہ وابو الشیخ والطبرانی وابن ابی حاتم والترمذی وقال حدیث صحیح

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ
کہا کیا اللہ کے سوائے لا دون تمکو کوئی معبود اور اُسنے تمکو بزرگی دی سب جہان پر اور وہ وقت یاد کرو جب بچا نکالا ہمنے تمکو فرعون والون سے دیتے تھے تم کو بُری
الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝
مار مار ڈالتے تمھارے بیٹے اور جیتی رکھتے تمھاری عورتین اور اسمین احسان ہے تمھارے رب کا بڑا

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا۔ اے قال لہم موسی علیہ السلام مجیبا علی وجہ التعجب والانکار اغیر اللہ ابغی لکم آلہا۔ یعنے موسی علیہ السلام نے

ان لوگون کو انکے اس قول کا کہ ہمارے واسطے ایک آلہ بنا دے یہ جواب بطور تعجب کے انکار کرتے ہوئے دیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوائے تلاش کرو دون مین کوئی آلہ کیونکر بنا دیتا یہ تو تمہاری جہالت ہے مین تلاش بھی ہرگز نہین کر سکتا اور حال یہ ہے کہ وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ اسنے تمکو عالمین پر فضیلت دی ہے۔ حاصل آنکہ آلہ کوئی ایسی چیز نہین کہ طلب و تلاش کیجاوے اور بنا لیجاوے بلکہ آلہ تو وہی ایک حضرت رب العزة خالق عزوجل ہے جو ہر بات پر قادر ہے اور ایجاد کر کے زندگی دی ہے اور تمام نعمتین عطا فرمائین اور تمکو تمام عالمین پر فضیلت دی پس وہی اللہ تعالیٰ آلہ معبود ہے جسکی عبادت تمام مخلوق پر واجب ہے پس اسکی عبادت سے غیر کی عبادت کی طرف عدول کیونکر روا ہے۔ اسمین تنبیہ ہے کہ ان لوگون نے نعمت کے شکر کے مقابلہ مین بہت بیہودہ بات زبان سے نکالی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو محض فضل سے بدون استحقاق کے انکے ہمسر و ہم مثل لوگون پر تخصیص دی اور ان لوگون نے قصد کیا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات مین سے ایک نہایت خسیس چیز سے اسکی جناب مین شرک کرین۔ ذکرہ البیضاویؒ پھر واضح ہو کہ عالمین پر جو انکی تفضیل نکلتی ہے اُسکے معنے مین دو قول ہین اول آنکہ اللہ تعالیٰ نے انکو انکے زمانہ کے عالمون پر فضیلت دی تھی سوا ایسے اہل علم کے جو از راہ عقل مخصوص ہون مانند انبیاء علیہم السلام کے۔ قول دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات و معجزات کے ساتھ انکو مخصوص فرمایا تھا پس مثل اسکے عالمین مین سے اور کسی کو حاصل نہین ہوئین اگرچہ اور لوگون کو ان آیات کے سوائے اور آیات اُنسے بہت بڑھکر حاصل ہوئی ہون مثلاً زید کو عمرو سے علم حساب خوب زیادہ معلوم ہے تو اس خاص فن مین اسکو فضیلت ہے اگرچہ عمرو اسکی بہ نسبت علم اقلیدس و علم مثلث و علم منطق و علوم عربیہ وغیرہ بہت سے علمون مین سے زید سے افضل ہو۔ اور مفسر رحمہ اللہ نے قول اول اختیار کیا اور یہ فضیلت ان کے زمانہ کے عالمین پر ان امور مین انعام کی وجہ سے قرار دی جو مابعد مین مذکور ہین بقولہ۔ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۔ اے واذکروا اذ انجینا کم۔ اور ابن عامر کی قراءۃ مین۔ اذ انجاکم۔ ہے یعنے اور یاد کرو اُسوقت کو کہ نجات دی ہم نے تمکو۔ یا نجات دی اُسنے یعنے اللہ تعالیٰ نے تمکو آل فرعون سے درحالیکہ۔ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ تکلیف دیتے تھے اور چکھاتے تھے تم کو بہت سخت عذاب اور وہ یہ ہے کہ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ تقتیل سے یا قتل سے دونون قراءۃ سبعہ مین سے ہین۔ پارہ پارہ کرتے یا قتل کرتے تمہارے لڑکون کو۔ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۔ اور زندہ باقی رکھتے تھے تمہاری عورتون کو۔ وَفِيْ ذٰلِكُمْ اور اس نجات دینے یا عذاب ہونے مین۔ بَلَآءٌ انعام ہے یا امتحان ہے مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑا۔ بلاء بمعنے انعام بھی آیا اور امتحان بھی ہے لہذا یہان دو تفسیر کی طرف اشارہ کیا اور عظیم صفت بلاء ہے اور من ربکم اے کائن من ربکم۔ پس ایک تفسیر یہ کہ اس نجات دینے مین انعام بڑا تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ دوم آنکہ اس عذاب مین امتحان بڑا تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ انجینا کم حکایت بزبان موسیٰ ہے اور وہ وقت نجات دینے کا یاد دلاکر بصیغہ تکلم جناب باری تعالیٰ کی طرف توجہ دلائی۔ حاصل آنکہ یہ نعمتین یاد کر کے نصیحت و عبرت نہین لیتے کہ ایسی بات کہی اس سے باز رہو۔ قصہ مین سب کو تنبیہ ہے۔ پھر جو تفسیر مذکور ہوئی یہی موجودہ تفاسیر مین ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور فتح البیان کے مؤلف نے جو لکھا کہ یہ تفسیر اس بنا پر کہ کلام حکایت از موسیٰ ہو۔ اور اگر محمد صلعم کے عصر کے موجودہ یہود کو خطاب قرار دیا جاوے تو یہ معنے کہ اذکروا اذ انجینا اسلافکم۔ یعنے اے موجودہ یہود تم یاد کرو وہ وقت کہ ہم نے تمہارے اسلاف کو نجات دی الخ۔ تو اس تفسیر مین تامل ہے کیونکہ سورہ مکیہ ہے اور یہود مدینہ مین تھے اور مستثنیات مین یہ آیت مذکور نہین ہے فافہم۔ ف۔ فی العرائس قال اغیر اللہ ابغیکم الٰہا وھو فضلکم علی العالمین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بنو اسرائیل کے جاہلون کا قول رد کر دیا جو انہون نے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ یعنے

تم لوگ انسانیت کے درجہ پر رہو اور عقل کا شرف باقی رکھو اور حیوانیت کے درجہ پر مت جاؤ اس قوم بُت پرست کے مانند حالانکہ تم کو اللہ تعالے نے فضل دیا ہے اور توحید و شریعت کو تمھارے لیے پسند فرمایا ہے حاصل آنکہ تم غیر کو معبود بنانے کے لیے ڈھونڈھتے ہو محض خلاف مقتضائے عقل کرتے ہو حالانکہ اوتعالے نے اپنے کرم و رحمت سے عقل دی ہے جو اللہ تعالے کے سوائے کسی غیر کی بندگی کو قبول نہیں کرتی ہے کیونکہ وہی عقل ملکی ہے کہ قدیم کو حادث سے فرد اور اکیلا بتوفیق الٰہی اعتقاد کرتی ہے اور اس عقل کا وہی خالق ہے جسکی عبادت کرنی چاہتی ہے اور اُسی نے تم کو ایسی عمدہ صورت دی ہے کہ اگر تم اس سے عبرت حاصل کرو تو یقین جان لو کہ اسکا پیدا کرنے و بنانے والا وہی اکیلا پاک پروردگار ہے کوئی اسکا شریک و ضد و ہمتا کچھ بھی نہیں ہے تم کو اسنے یہ فضیلت دی تمام عالمون پر کہ مجھے تم مین رسول کر کے بھیجا ہے اور مین تم پر اللہ تعالے کی نعمتین جو تمھارے مقدر مین پوری کردونگا۔ شیخ ابو عثمانؒ نے کہا کہ معنے آنکہ بھلا اللہ تعالے کے سوائے تو غیر کو طلب کرتا ہے حالانکہ اسی نے تجھکو تیرے سولے تمام مخلوقات پر فضیلت دی پس سوائے اللہ تعالے کے غیر کی طرف خضوع و بندگی کرکے ذلیل ہوتا ہے حالانکہ اوتعالے نے اپنے انعام سے تجھکو اس غیر پر سرفراز کیا ہے پس تو چاہتا ہے کہ ذلیل کے سامنے بندہ بنکر اس سے بھی زیادہ ذلیل و بدتر ہو جاوے اور غضب مین پڑے انتہی۔ پھر اللہ عز و جل نے اپنے نبی موسیٰ کو کتاب توریت دینے کا حال ذکر فرمایا جس سے انکو معلوم ہو جاوے کہ کیا کہنا و کرنا و اعتقاد رکھنا چاہیئے اور کیا نہین چاہیئے اور مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنواسرائیل سے مصر مین وعدہ کیا تھا کہ فرعون ہلاک ہوگا اور اللہ تعالے تمکو کتاب پاک دیگا پس اب اسکے عطا کو بیان فرمایا۔

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖٓ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً وَقَالَ مُوْسٰی

اور وعدہ ٹھہرایا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اور پورا کیا انکو دس سے تب پوری ہوئی مدت تیرے رب کی چالیس رات اور کہا موسیٰ نے

لِاَخِیْہِ ھٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝

اپنے بھائی ہارون کو میرا خلیفہ رہ میری قوم مین اور سنوار اور نہ چل بگاڑنے والون کی راہ

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی۔ واعدنا از مواعدت تو اکثر قرار کی قراءۃ ہے اور وَعَدْنَا سے بدون الف کے ابو عمرو کی قراءۃ ہے۔ ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً نکلمہ عند انتہاءھا بان یصومھا۔ المعنی وعدہ دیا ہم نے موسیٰ کو تیس رات کا کہ ہم کلام کرینگے اس مدت کے پورے ہونے پر بایں طور کہ روزے کے ساتھ اس مدت کو پورا کیجیے پس اگر شرط پوری کی تو ہم کلام کرینگے اور یہ مہینہ ذوالقعدہ کا تھا اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے جنمین سے مجاہدؒ و مسروق و ابن جریج ہین اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے پس موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت مین دن کو روزے رکھے اور رات مین عبادات کی پھر جب مدت پوری ہونے کو تھی کہ موسیٰ علیہ السلام نے روزے کی وجہ سے جو منھ مین ایک قسم کی خلوف ہو جاتی ہے جسکو لوگ اپنے حواس و خیال سے بدبو سمجھتے ہین موسیٰ علیہ السلام نے بھی بمقتضائے بشریت اسکو بُرا سمجھ کر جس جنگل کے غار مین گوشہ نشین ہو کر عبادت مین تھے وہین ایک درخت کے ریشہ سے مسواک لیکر اس سے مسواک کرلی پس ملائکہ نے کہا کہ ہم آپکے منھ سے مشک کی خوشبو پاتے تھے اور اُس کو آپ نے بگاڑ دیا اور مروی ہے کہ اللہ تعالے نے وحی بھیجی کہ اے موسیٰ تو نے نہین جانا کہ روزہ دار کے منھ کے خلوف تو اللہ تعالے کے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے پھر اللہ تعالے نے اور دس دن روز رکھنے کا حکم دیا تاکہ مع خلوف دہن کے کلام کرنے کو حاضر ہو جیسا کہ اوتعالے نے فرمایا۔ وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ اور پورا کیا ہم نے اس مدت کو دس راتون سے۔ اور یہ دس راتین ذی الحجہ کی تھین پس اس قول پر دسوین تاریخ ذی الحجہ کو کلام نصیب ہوا اور اسی روز اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کے واسطے دین پورا کیا۔ کما قال تعالے

الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ جیسا کہ اسکی تفسیر مین گذرا کہ عرفات مین جمعہ کے روز اسکا نزول ہوا ہے۔ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً
میقات موسیٰ سے کلام کرنے کا وقت وعدہ۔ پس میقات اور وقت مین فرق یہ ہے کہ میقات وہ وقت جسمین کوئی کام مقدر ہوا اور وقت
الشی جو اس کے واسطے ہو عام اس سے کہ کوئی مقدار مقرر ہو یا نہو اور اربعین کو نصب بنا بر آنکہ حال ہے اور لیلۃً اسکی تمیز ہے لیے تم بالغا بذہ
العدۃ۔ اور یہ چالیس یعنے پہلی تیس راتین اور یہ دس راتین ملکر ہوئین اگر کہا جاوے کہ یہ تو ہر شخص جانتا ہے اسکے بیان مین کیا حکمت ہے جواب آنکہ
اتمام بعشر مین ابہام تھا کہ تیس راتین ہی دس سے تمام ہون یا بین طور کہ اول دو دہائی ہون پھر تیسری دہائی سے تمیم ہوئی لہذا چالیس سے
تصریح کرنے مین ابہام دور ہوا۔ ہکذا ذکرہ المفسرون ولم یرض بہ المترجم حق رضا فانہ قلیل الجدوی علی انہ لو قیل بعشر سوا بالزوال الوہم المذکور
فافہم بلکہ اس مین اعلام ہے میقات الرب تبارک وتعالیٰ چالیس ہے اور بعض اہل تحقیق نے ذکر کیا ہے کہ عدد چالیس کے واسطے مقامات
خاص مین ایک تکمیل خاص ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کو چالیس برس پر نبوت ہوتی ہے اور نظائر اور بھی ہین فصلہ فی المواہب۔ معنے
آنکہ پھر پوری ہو گئی میقات یعنے پورا ہوا موسیٰ سے اسکے پروردگار کا کلام کرنے کا وقت وعدہ درحالیکہ پہونچا چالیس رات تک۔ سورۂ بقرہ مین
ان چالیس کو مجمل ذکر فرمایا ہے اور یہان تفصیل کر دی ہے۔ پھر جب میقات پوری ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام نے مناجات کو جانے کا قصد کیا
تب اپنے بھائی کو وصیت کی کما قال تعالیٰ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ ۔ اخلفنی یعنے کن خلیفتی۔ تو میرا خلیفہ ہو کر رہ
وَاَصْلِحْ امرہم۔ اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہ تو میرا خلیفہ ہو کر رہ میری قوم مین اور اصلاح کر انکے کام کی۔ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ
الْمُفْسِدِيْنَ ۔ اور مت پیروی کر مفسدون کے راہ کی۔ اگر کہا جاوے کہ ہارون علیہ السلام بھی نبی بزرگ تھے انکی شان سے نہ تھا کہ
مفسدون کی راہ چلین اور وہ خود اصلاح کرتے اور خود نبی تھے انکو خلیفہ کیا مقرر فرمایا۔ تو جواب یہ ہے کہ راہ مفسدین کی پیروی سے یہ
مراد ہے کہ کسی مفسد کی بات مین اسکی موافقت نکرین اور مقصود اس سے تاکید ہے اور ہارون اگرچہ نبی بزرگ تھے مگر اس رسالت مین
موسیٰ علیہ السلام کے تابع اور انکے مددگار اور وزیر تھے۔ کما حکی اللہ تعالیٰ واجعل لی وزیرا من اہلی ہارون اخی الآیۃ۔ اور وزیر اصل
نہین ہوتا بلکہ کار سلطنت مین بطور نیابت انجام دیتا ہے تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ انت منی
بمنزلۃ ہارون من موسیٰ۔ یعنے تو میرا بھائی رشتہ دار میرا نائب اس کام مین ایسا ہے جیسے حضرت موسیٰ کے نائب ہارون انکے بھائی تھے
پھر بعض مفسرین نے لکھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے میقات کو کوہ طور کے دامن مین تمام کرنے کے لیے جاتے وقت ہارون کو خلیفہ کیا تھا چنانچہ
ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیس راتون کے بعد وعدہ دیا ہے کہ مین ملون اور تم مین ہارون کو
خلیفہ کرتا ہون پھر جب موسیٰ روانہ ہو گئے تو وہان میقات مین اللہ تعالیٰ نے دس راتین اور بڑھا دین پس بنی اسرائیل جو سامری کے فتنہ
مین مبتلا ہوے وہ انھین دس راتون کے اندر مبتلا ہوے تھے کما سیاتی القصۃ انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ موسیٰ علیہ السلام وصیت کر کے روانہ
ہوے ف فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ وواعدنا موسیٰ ثلثین لیلۃ الآیۃ سنت الٰہی عزوجل مین سے یہ بات ہے کہ جب کسی بندے کو کسی
مقام مین مشرف کرنا چاہا جو اسکو حاصل نہ تھا اور قربت و مناجات دینی چاہی اور ملک و ملکوت کے عجائب اسپر ظاہر کرنے چاہے تو
اسکو ہر کدورت سے صاف اور ہر قصد و ہمت سے خالص فرماتا ہے اور طرح طرح کے مجاہدے سے اسکو مرتاض فرماتا ہے اور اسکے پیٹ کو
کھانے پانی سے خالی رہنے کا حکم دیتا ہے الا اسقدر کہ جس سے اسکی بنیت قائم رہے تاکہ خواہش قلب بسبب اسکی شدت گرسنگی کے سوختہ ہو جاوین
اور اسکے قالب سے مقام نظر پاکیزہ ہو اور آب ریاضت و مجاہدہ سے اسکے جوارح کو طاہر و پاک فرماتا ہے اور زاویہ خلوت مین لطائف

مناجات ومشاہدہ کا مشتاق فرماتا ہے اور اوتعالے عزوجل کی راہ مین اولیاء کے گوش دل کھلتے اور چشم ارواح کشادہ ہونیکے اوقات خاص ہین
تاکہ انکو اپنا کلام سُنادے اور اپنا جلال وجمال دکھلادے اور ان اوقات مین نسیم مشاہدہ انکے خلوات ومناجات مین انکو پہونچتی ہے اور اسکو
وہی لوگ پاتے ہین جو مراقبہ وریاضت مین قائم ہین اور اسی طرف اشارہ ہے فیما یروی بقولہ ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الافتعرضوا النفحات اللہ
اور یہین سے چالیس رات کا چلہ۔ ابتداءحال مین اولیاء اللہ کے حق مین خالص نیت سے خلوت وریاضت وحصول حکمت ازلی واسرار عجیبہ و
مکاشفہ غریبہ کے واسطے سنت مقرر ہوگیا ہے کیونکہ انوار وحکمت الٰہی کا ظہور اسی شخص کے واسطے ہوتا ہے جو اللہ تعالے کے واسطے جملہ اغیار سے
حتی کہ اپنے نفس کی پرداخت سے بھی منفرد ہوجاوے ومن ہہنا یروی ان من خلص للہ اربعین صباحاً ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ۔
یعنے چالیس راتین جو شخص خلوص نیت سے اللہ تعالے کی جناب مین عبادت پر قائم رہے اسکے قلب سے حکمت کے چشمہ اس کی زبان پر روان
ہوتے ہین۔ پھر جب تیس راتین پوری ہوئین تو لذیذ خطاب سے اور لطف جمال سے وقت پورا نہوا یعنے اسقدر مین تکمیل نہوئی تو اور درخواست
کی پس دس راتین اور زائد عطا ہوئین اور یہ انکے غلبہ شوق وعشق ومحبت کا نتیجہ تھا اور یہی فرمایا کہ اتممنا ہا بعشر پس یہ شہود عین کا تتمہ تھا
چنانچہ پوری میقات کو فرمایا کہ فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ۔ اور اربعین سے مراد تواتر حالات اور استقامت بواردات ہے تاکہ اسکے بعد جملہ کشف کو
متحمل ہوسکے اور انوار قدم کے ظہور پر مستقیم رہے۔ اور رآت کا ذکر اس معنے کر ہے کہ اغیار کی نظر سے اسرار مخفی رہین اور مواصلت صافی ہو پس
سبحان اللہ کیا شان ہے رات کی کہ کیا کیا پاکیزہ خطاب سنتی ہے اور کیا کیا لطائف وعجائب دیکھتی ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام کے وعدے مین
ایک میقات اسواسطے مقرر فرمادی کہ شوق وخوف وہیجان ومحبت کا غلبہ ہو۔ ابوبکر بن طاہرؒ سے پوچھا گیا کہ یہ کیا بات تھی کہ موسی علیہ السلام
جب پروردگار تعالے کی مناجات مین جاتے تھے تو بھوک نہ لگی اور جب خضر علیہ السلام کی ملاقات کو جاتے تھے تو آدھے دن مین بھوکے
ہوگئے کما فی قولہ آتنا غدارنا القد لقینا الآیۃ تو جواب دیا کہ مناجات الٰہی کی ہیبت نے اسکو کھانا پانی سب بھلا دیا اور قصہ خضر کے سفر مین بلا ء
پر بلا ء زیادہ ہوئی کیونکہ وہ سفر تادیب تھا بخلاف مناجات کے کہ وہ سفر کرامت تھا۔ پھر جب مناجات کے سفر کا قصد کیا تو ہارون کو قوم پر خلیفہ
کردیا اور یہ غیرت لسماع اسرار ازل ہے وہو قولہ تعالے وقال موسی لاخیہ ہارون اخلفنی فی قومی الآیۃ۔ ہارون کو شریعت پر خلیفہ کیا اور مقام
حقیقت مین خود منفرد ہوگئے کیونکہ حقیقت مین غیر کی گنجائش درمیان مین نہین ہے عشق مین شرکت نہین ہوتی ہے کیونکہ عشق کو عاشق کے
وجود پر غیرت ہے صرف معشوق کا باقی ہونا مقتضائے عشق ہے پھر غیر کی کہان گنجائش ہے پس ہارون علیہ السلام نے جو نبی صالح تھے بلاگفتگو اس
خلافت کو قبول کرلیا اور کوئی درخواست نہین کی اگرچہ انکے دل مین درگاہ مناجات تک ساتھ حاضر ہونے کا اشتیاق ہوا استادؒ نے کہا کہ
فرعون کی طرف بھیجے جانے کے وقت موسیٰؑ نے خود درخواست کی کہ واشرکہ فی امری الآیۃ۔ اور جب خطاب ومناجات کی طرف قصد کیا تو
ہارون سے کہا کہ اخلفنی فی قومی الآیۃ۔ اور یہ علم ورضائے ہارون علیہ السلام پر دلیل ہے اور آیت مین دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خلیفہ ونجیب و
نقیب ہوتے ہین مگر انکی یہی علامت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کی سنت پر قدم بقدم چلتے ہین اور انخین کے اُسوہ اور طریقہ کی پیروی کرتے ہین
اور آخر اُنکے طفیل مین صدق ارادت کی وجہ سے درجات پاتے ہین شیخ محمد بن حامدؒ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کے خلیفہ اور انکے خلیفہ کے خلیفہ اسیطرح
برابر چلے آتے ہین جو ایک دوسرے کے بعد اُمت مین بسنت اصحاب خلافت کرتے ہین اور طریقہ انکا وہی ہوتا ہے جو اصحابؓ کا طریقہ تھا پس ہر ایک
اپنے مطاع کے بعد چونکہ اسی کے طریقہ پر ہوتا ہے اور وہ بطریقہ نبوت ہے لہذا سب بسنت نبی علیہ السلام ہوتے ہین اور اُمت والے جس سنت کو
ضائع کرنا چاہتے ہین اسکی یہ لوگ حفاظت کرتے ہین اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سب سے اول اس مقام پر حضرت سید المرسلین

صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قائم ہوئے تھے اور اگر اسطرح خلافت مین اولی بسنت قائم نہوتا تو انبیار علیہم السلام کی سنت کی حفاظت اپنے طریقہ پر نہوتی کیونکہ حفظ کسی چیز کا اسکے طریقہ پر منوط ہے اور وہ بعد الہام و علم ہے اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہوا چنانچہ مرتدون کے قتال پر آمادہ ہوئے اور مانند اسکے امور صریح ہین۔ قال المترجم حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ پہلے ہم لوگون نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم کہ مرتد لوگون سے جہاد کیا جاوے مکروہ جانا تھا اور آخرکار جب انجام معلوم ہوا تو ہم نے بہت تعریف کی اور اللہ تعالے کی حمد و ثنا ادا کی۔ قال الشیخ پھر جب موسی علیہ السلام کدورات بشریت سے پاک اور شوق و مشاہدہ مین مستقیم ہوئے اور میقات پوری ہوئی تو تعلقات خلائق سے منقطع ہونے کے بعد مقام مناجات آلہی کے واسطے حاضر ہوئے کما قال تعالے

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَلٰكِنِ

اور جب آپہونچا موسے ہمارے وقت پر اور کلام کیا اُس سے اُسکے ربنے بولا اے رب تو مجکو دکھا کہ مین تجکو دیکھون کہا تو مجکو ہرگز نہ دیکھیگا لیکن

انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ

دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف جو وہ ٹھہرا اپنی جاگہ تو آگے دیکھیگا مجکو پھر جب نمودار ہوا رب اُسکا پہاڑ کیطرف کیا اُسکو ڈھاکر برابر اور

خَرَّ مُوسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

گرپڑا موسی بیہوش پھر جب چونکا بولا تیری ذات پاک ہے مین نے توبہ کی تیرے پاس اور مین سب سے پہلے یقین لایا

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا۔ اے للوقت الذی واعدناہ بالکلام فیہ۔ اور جب آیا موسی ہماری میقات پر یعنے ایسے وقت پر جسمین ہم نے اس سے کلام کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ اور کلام کیا اُس سے اسکے پروردگار نے۔ اگر کہا جاوے کہ اوپر کے سیاق سے ظاہر یون تھا وکلمناہ۔ اور ہم نے اس سے کلام کیا۔ تو جواب یہ کہ اسمین صنعت التفات ہے اور تصریح و تاکید ہے کہ کلام اسکے پروردگار ہی نے کیا بدون واسطہ کے اور کلام اسمین آتا ہے۔ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ۔ اے قال رب ارنی نفسک انظر الیک۔ یعنے کہا کہ اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھے اپنی ذات کو مین تیری طرف نظر کرون۔ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ اے لاتقدر علی رویتی۔ فرمایا کہ تو مجھے نہین دیکھیگا یعنے تو مجھے دیکھنے پر قدرت و طاقت نہین رکھتا ہے۔ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ ولیکن پہاڑ کی طرف دیکھتا رہ جو تجھسے زیادہ قوی ہے فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ۔ پس اگر پہاڑ اپنی جگہہ پر ٹھہرا رہا۔ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ تو البتہ تو مجھے دیکھ لیگا ورنہ تجھے طاقت نہین ہے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ پھر جب تجلی فرمائی اسکے پروردگار نے پہاڑ کے لیے جَعَلَهٗ دَكًّا تو کردیا پہاڑ کو مدکوک زمین کے برابر۔ حمزہ و کسائی کی قراۃ مین۔ دکاء بمد ہمزہ ہے اور باقیون کی قراۃ بالقصر ہے۔ وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا۔ اور گرا موسی صعق ہوکر یعنے غشی مین ہوکر فَلَمَّآ اَفَاقَ پھر جب افاقہ پایا۔ یعنے غشی سے اور بعض نے جو کہا کہ صعقا بمعنے مردہ ہوکے ہے تو وہ ضعیف ہے کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ پھر جب اُسنے افاقہ پایا۔ قَالَ سُبْحٰنَكَ بولا اے پروردگار تنزیہا لک۔ تُبْتُ اِلَيْكَ مین نے تیری جناب مین توبہ کی ایسی بات کا سوال کرنے سے جسکے مانگنے کا مجھے حکم نہین ہوا تھا۔ یہ اگرچہ گناہ نہ تھا کیونکہ گناہگار کا ایسے مقام پر کیا کام ہے ولیکن بدون اجازت ملنے کے سوال کر بیٹھنا انبیار کی شان سے خوب لائق نہین ہے اسواسطے توبہ کی کیونکہ حسنات الابرار سیات المقربین ہوتی ہین۔ قال القرطبی اُمت کا اجماع ہے کہ یہ توبہ کسی گناہ سے نہ تھی۔ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مین مومنون مین سے اول ہون اپنے زمانہ مین کیونکہ ہر پیغمبر اپنے زمانہ مین ایمان مین اول ہے۔ ابن عباسؓ و مجاہدؒ نے کہا کہ مراد آنکہ بنی اسرائیل سے اول ہون ورنہ پہلے حضرت نوحؑ و ہودؑ و صالحؑ علیہم السلام وغیرہ انبیار گذرے ہین اور ابوالعالیہ نے کہا کہ قبل موسیٰؑ کے اور مومن تھے

ولیکن مراد یہ ہے کہ مین اول ایمان لایا ہون کہ قیامت تک تجھکو کوئی نہین دیکھ سکتا ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول عمدہ و متجہ ہے وقال المترجم
اسکے معنے یہ لیے جاوین کہ اس حالت سے معائنہ کرکے ایمان لانا سب سے اول میرا ہی واقع ہوا ہے تو البتہ متجہ ہے ورنہ دیگر انبیاء علیہم السلام
بھی ضرور ایمان رکھتے ہونگے کہ قیامت تک بالمعائنہ کوئی اللہ تعالے کو نہین دیکھ سکتا ہے فتامل۔ ف واضح ہو کہ آیت کریمہ مین دو مقام ہین
کہ باوجود ظہور کے اہل بدعت و رائے نے اپنی ہوا و ہوس سے بیجا تاویلین نکالین اور اعتقاد برحق جیسے انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم
اور صلحاء امت قائم تھے اسمین رخنہ ڈالا پس بتوفیق الٰہی یہان دونون مقام مذکور ہوتے ہین الاول فی قولہ وکلمہ ربہ کلام باری تعالے۔ اس
آیت کریمہ سے صریح ثابت ہے کیونکہ معنے یہ ہین کہ کلام کیا موسیٰ سے اسکے پروردگار نے۔ قال المفسرؒ اے کلمہ ربہ بلا واسطۃ کلاما یسمعہ من کل جہۃ
یعنے کلام کیا پروردگار نے بلا واسطہ موسیٰ سے ایسا کلام کہ اسکو ہر طرف سے سُنا یعنے اسکے واسطے کوئی جہت خاص نہ تھی۔ زبان عرب مین
تکلیم بلا واسطہ کلام کرنے کو کہتے ہین لہذا مفسرین نے بلا واسطہ کلام کرنے پر قطع کیا ہے۔ یعنے اپنا کلام بدون واسطہ اور بدون کسی کیفیت کے
موسیٰ علیہ السلام کو سنایا اور موسیٰ اور اپنے کلام کے درمیان سے حجاب اُٹھا دیا پس اسکو موسی علیہ السلام نے سُن لیا اور یہ مراد نہین ہے کہ
موسیٰ کے واسطے اپنا کلام پیدا کیا جسکو موسیٰ نے سُنا کیونکہ اللہ تعالے کا کلام قدیم ہے۔ قال الزمخشری فی الکشاف اللہ تعالے نے
موسیٰ سے بلا واسطہ کلام کیا جیسے فرشتون سے کلام کرتا ہے لیکن تکلیم اسطرح کہ بولتا ہوا کلام بعض اجرام مین پیدا کر دیا جیسے مخطوط کلام یعنے لکھا ہوا
کلام لوح محفوظ مین پیدا کر دیا ہے اور یہان ایک شجر مین پیدا کر دیا تھا جس سے موسیٰ نے سُن لیا انتہی اور یہی فرقہ معتزلہ کا مذہب ہے اور ابن کثیرؒ
نے فرمایا کہ یہ نہایت ہی ضعیف قول ہے اور خطیب و رازی وغیرہ نے کہا بلکہ باطل و خطا ہے اسکے باطل ہونے مین کچھ شک نہین کہ خلاف نص
کتاب و سنت و خلاف اجماع سلف بلکہ جملہ انبیاء علیہم السلام ہے اور نیز درخت وغیرہ کسی جرم کو نہین ہو سکتا کہ یون کہے۔ انی انا اللہ لا الٰہ الا
انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری جیسا کہ سورۂ طٰہٰ کی آیت مین آیا ہے پس ثابت ہوا کہ معتزلہ کا قول تو باطل ہے اور بعضے حنابلہ و حشویہ نے کہا
کہ اللہ تعالے کا کلام حروف و اصوات منقطعہ ہین اور وہ قدیم ہے۔ امام رازی نے کبیر مین کہا کہ یہ قول بھی قابل التفات نہین ہے اور
مترجم کہتا ہے کہ اگر مراد حنابلہ کی یہ ہے کہ حروف و اصوات منقطعہ سے یہی معنے ہین جو مفہوم ہوتے ہین مع کیفیت کے تو امام رازی کا قول
صحیح ہے کہ قابل التفات نہین ہے اور اگر یہ مراد ہے کہ اسکی کیفیت سے آگاہی نہین تو حروف و اصوات کی تفصیل بیفائدہ ہے اور بعض نے کہا کہ
حنابلہ کے قول کے یہ معنے کہ حروف و اصوات قدیمہ قائم بذاتہ تعالے کو سنا باین طور کہ موسی علیہ السلام مین ایک ادراک پیدا کر دیا ہے اس سے
موسیٰ نے سُن لیا۔ اور یہ معنے باوجود اسکے کہ حنابلہ سے ثابت نہین ہوے اسمین خلل ظاہر ہے کیونکہ حروف و اصوات کا ذات باری تعالے کے
ساتھ قائم ہونا متصور نہین اور اگر کیفیت سے قطع نظر مراد ہے یعنے ہمکو کیفیت نہین معلوم تو پھر صفت کی طرف رجوع ہے لہذا حروف و اصوات
کا بیان بیفائدہ ہے علاوہ برین کوئی ادراک جدید پیدا کر دینا خلاف منصوص ہے اور مسقط کمال ہے کیونکہ بعد اس وقت کے وہ ادراک
باقی نہین رہا فافہم اور مدارک مین لایا تاویلات مین شیخ ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے ایک آواز سُنی جو کلام الٰہی پر دلالت
کرتی تھی اور موسیٰ کا اختصاص اس وجہ سے کہ اللہ تعالے نے اسکو ایسی آواز جسکو خود پیدا کیا ہے سنا دی بدون اسکے کہ یہ آواز مخلوق مین سے
کسی کی مکتسبہ ہو اور اسپر اعتراض کیا گیا کہ مآل اسکا یہ ہے کہ موسیٰ نے درحقیقت کلام الٰہی نہین سنا علاوہ برین کلام بواسطہ ہوا اور تکلیم
بلا واسطہ ہے پس معتزلہ کے قول کے مانند ہے حتی کہ جو معتزلہ پر وارد ہے وہی اسپر بھی وارد ہے۔ امام رازیؒ نے کہا کہ اکثر علماء متکلمین و اہلسنت کا
قول یہ ہے کہ کلام الٰہی ایک صفت ہے جو ان حروف و اصوات کی مغائر ہے اور اللہ تعالے سے یہ صفت حقیقیہ ازلیہ سنی و ادراک کی

باین طورکہ اللہ تعالے نے حجاب کو دور کردیا اور جیسے کہ اللہ تعالے کی ذات پاک کا دیدار ہونا جائز وصحیح ہے حالانکہ وہ جسم نہین اور نہ عرض ہے اسیطرح اسکی صفت کا دیدار اور کلام کا سماع جائز وصحیح ہے اگرچہ وہ حروف واصوات نہین ہے اور یہ جو مروی ہوا کہ موسیٰ اس کلام کو ہر جہت سے سنتے تھے اسمین تنبیہ ہے کہ او تعالے کا کلام قدیم ہے اور وہ مخلوق مین سے کسی کے کلام کے مانند نہین ہے۔ قال المترجم یہ قول جید وقوی ہے اور مآل اُسکا یہ ہے کہ کلام آلہی ایک صفت قدیم قائم بذاتہ تعالے ہے پس اسکا سماع حاصل ہوا اور کیفیت اسکی بالکل معلوم نہین جیسے اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات وذات کی کیفیت معلوم نہین ہے۔ اور صاحب مواقفؒ نے کہا کہ علماء اشعریہ نے جو یہ سمجھا کہ صفت قائم بذاتہ تعالے فقط معنے ہین اور وہی فقط صفت قدیم ہین اور رہی عبارات تو وہ مجازاً کلام ہین درحقیقت نہین ہین تو یہ سمجھنا صحیح نہین ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مصحف مین جو لکھا ہے اگرچہ وہ نقوش وخط حادث ہین لیکن جسکو حفظ ہے وہ درحقیقت کلام اللہ تعالے کا حافظ ہے حتی کہ جو پڑھا جاتا ہے اگر کوئی انکار کرے کہ یہ کلام آلہی نہین تو وہ کافر ہے اور شیخ اشعریؒ نے جو کہا کہ کلام نفسی وہ معنے نفسی ہین تو مراد یہ ہے کہ امر قائم بذات باری تعالے ہین اور یہ لفظ ومعنے دونون کو شامل ہین اگرچہ تلفظ کرنے مین بسبب اسکے کہ جو قوت ہم مین ہے وہ مساعد نہین خواہ مخواہ اس سے تقدیم وتاخیر واقع ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ جس صفت سے کہ وہ قائم بذات باری تعالے ہے کوئی تقدیم وتاخیر نہین ہے اور یہی محمد بن عبدالکریم الشہرستانی نے نہایۃ الاقدام مین اختیار کیا ہے۔ پس محصل یہ ظاہر ہوا کہ کلام آلہی ایک صفت قدیم ہے اور وہ قائم بذاتہ تعالے ہے اور وہ الفاظ ومعنے دونون کو شامل ہے اور جیسے ہم لوگون کے تلفظ مین تقدیم وتاخیر ہوتی ہے اس سے وہ پاک وبری ہے پس اسکو حضرت موسی علیہ السلام نے سنا باین طور کہ او تعالے نے حجاب مرتفع کردیا اور بلاکیفیت اور بدون جہت سنا ہے اور ایک جماعت سلف وخلف نے صفت کلام آلہی کی تاویل مین خوض نہین کیا اور کہا کہ او تعالے متکلم ایسے کلام قدیم سے ہے جو اُسکی ذات پاک کے لائق ہے اور وہ کلام مخلوق سے مشابہ نہین ہے جیسے اسکی ذات پاک وصفات پاک کسی چیز سے مشابہ نہین ہین اور انبیاء علیہم السلام سے متواتر ثابت ہوا کہ اللہ تعالے متکلم بکلام ہے پس ہم اسپر ایمان لاتے ہین اور اسکی کیفیت مین بحث نہین کرتے کیونکہ او تعالے اعلی واجل ہے اس سے کہ کوئی اسکی ذات وصفات کی کیفیت ادراک کرسکے پس معنے قولہ تعالے فلما جاء موسی لمیقاتنا وکلمہ ربہ۔ پھر جب آیا موسیٰ ہمارے وعدہ کلام کے وقت مقررہ پر اور بلا واسطہ کلام کیا اس سے اس کے پروردگار نے ایسا کلام جو مخلوق کے کلام کے مانند حرف وآواز نہ تھا بلکہ موسی علیہ السلام سے حجاب مرتفع کیا کہ اسنے صفت قدیم قائم بذات آلہی عزوجل سے سنا۔ پھر واضح ہو کہ یہ سماع کلام فقط موسی علیہ السلام کو حاصل ہوا کیونکہ کلمہ ربہ مین موسیٰ کی تخصیص وتشریف ہے اور تخصیص بذکر دلالت کرتی ہے نفی ماعدا پر جیسا کہ اپنے موقع پر متقرر ہوچکا ہے۔ اور خطیب نے لکھا کہ قاضی نے کہا کہ نہین بلکہ موسی علیہ السلام کے ساتھ ان ستر آدمیون نے بھی سُنا جو قولہ تعالے واختار موسی قومہ سبعین رجلا لمیقاتنا الآیۃ سے ساتھ معلوم ہوئے ہین کیونکہ انکے حاضر لانے سے غرض یہی تھی کہ قوم کو یہان کے ماجرے کی خبر دیوین۔ وقال المترجم ظاہر یہ ہے کہ مواقیت متعدد تھے اور یہان اول میقات کا ذکر ہے پس کوئی ساتھ نہ تھا جیسا کہ بعض کا قول ہے اور شاید کلام قاضی اس بنا پر ہے کہ ایک ہی میقات واقع ہوئی ہے جیسا کہ بعض دیگر کا قول ہے۔ واللہ اعلم۔ بالجملہ علماء نے کہا کہ جب موسی علیہ السلام نے کلام پروردگار کو سُنا تو غایت حلاوت سے بدون اجازت کے دیدار کا سوال کیا کما قال تعالے قال رب ارنی انظر الیک۔ اور اس مین دلالت ہے کہ دیدار باری تعالے جائز ہے اور یہی مقام دوم ہے اس مسئلہ مین اسلام کے فرقون مین سے سوائے اہل السنۃ کے سب گمراہ ومنکر ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالے کا دیدار محال ہے اور یہ لوگ مخالف سنت بلکہ مخالف انبیاء علیہم السلام ہین کہ جو انھون نے خبر دی اس سے بیجا تاویل کرکے انکار کرتے ہین اور اپنی ناقص عقل ورائے کی پابندی مین پڑکر سنت سے منکر ہوتے ہین اور

منشا اس گمراہی کا جدال و مقائیس ہین جو شیطان کا اصل مادہ فساد تھا حالانکہ بدلائل قطعیہ منصوصہ دیدار باری تعالےٰ ثابت ہے چنانچہ مترجم کا اسمین ایک رسالہ مستقل ہے ولیکن یہان مختصر طور پر وہ دلائل جو اس مقام سے متعلق ہین لاتا ہے۔ اول آنکہ اس سوال موسیٰ علیہ السلام مین دیدار باری تعالےٰ جائز ہونے کی دلیل ہے اسواسطے کہ اگر دیدار محال ہوتا تو موسیٰ اسکو طلب نہ کرتے کیونکہ وہ نبی تھے اور انبیا علیہم السلام سے محال بات کا طلب کرنا محال ہے خصوصًا ایسی چیز مین جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ جہالت کو مقتضی ہو یعنے اگر دیدار محال ہوتا تو لازم آتا ہے کہ موسیٰ کو بدیہی معرفت الٰہی سے جہالت تھی کہ ایسی بات طلب کی جو اسکی شان مین محال ہے پس ثابت ہوا کہ دیدار باری تعالےٰ ممکن ہے اگر کہا جاوے کہ ممکن تھا تو حاصل کیون نہوا جواب یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کی نظر مین یہ استعداد نہین ہے کہ دیکھ سکے پس آخرت مین اللہ تعالےٰ کے وعدہ پر دیکھینگے جیسا کہ قولہ تعالےٰ وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ سے ثابت ہے اور بہت سی صحیح احادیث جو بدرجہ تواتر پہونچی ہین انمین مصرح ہے کہ مومنین قیامت مین اپنے پروردگار تعالےٰ کو بلا حجاب دیکھینگے جیسا کہ اسی آیت کی تفسیر مین انشاء اللہ تعالےٰ مذکور ہوگی اور سلف صالحین سب کا اس امر پر اجماع تھا جیسا کہ وہین انشاء اللہ تعالےٰ بیان ہوگا۔ قال النسفی والبغوی ہذا السوال دلیل لاہل السنۃ علی جواز الرؤیۃ فان موسیٰ اعتقد ان اللہ تعالےٰ مرئی حتی سالہا واعتقاد جواز مالایجوز علی اللہ تعالےٰ کفر فثبت انہ جائز انتہی۔ فان قیل کانت وقوعہا مستحیلا فیلزم ما الزم۔ قلت ان ارید انہ مستحیل مطلقًا فممنوع لما عرفت من الجواز وان ارید انہ مستحیل من جہۃ انہ لم یحصل اسباب الرؤیۃ او من جہۃ انہ تعالےٰ وعدہا فی الآخرۃ فمسلم ولکن لا یلزم اعتقاد جوازہ مالا یجوز وہذا ظاہر۔ واجاب فی المعالم انہ سالہ ظنا منہ انہ یجوز ان یری فی الدنیا ایضاً۔ اور کشاف مین زمخشری معتزلی نے بربنا مذہب اعتزال کہا کہ موسیٰ علیہ السلام یہ جانتے تھے کہ دیدار باری تعالےٰ محال ہے لیکن یہ سوال انکا اپنی قوم کو چپ کرنے و سمجھانے کے واسطے تھا جو کہتے تھے کہ ارنا اللہ جہرۃ یعنی ہم کو اللہ تعالےٰ کو عیانا دکھلا دے۔ بیضاوی نے کہا کہ یہ خطا ہے اسواسطے کہ اگر رویت مستحیل تھی تو واجب تھا کہ انکی تجہیل کرتے جیسے جب انھون نے بت مانگا تھا تو انکو قوم جاہل کہا تھا اور انکا شبہہ دور کیا تھا نسفی نے کہا کہ جو چیز اللہ تعالےٰ پر محال ہے اسکی تقریر کرنا بھی کفر ہے حالانکہ موسیٰ نے سوال مین اسکے تقریر کی پس ثابت ہوا کہ محال نہین ہے۔ معتزلہ مین سے کعبی و اصم نے جب دیکھا کہ قوم کو سمجھانے کی تاویل نہین بنتی ہے تو کہا کہ سوال کے معنے یہ ہین کہ رب ارنی آیۃ منک اعلمک بہا بالضرورۃ کانی انظر الیک۔ یعنے اے رب تو مجھے اپنی طرف سے ایک آیت دکھلا دے جس سے بالضرورۃ مین تجھے جان جاؤن گویا کہ مین تیری طرف دیکھتا ہون۔ اور رد کر دیا گیا کہ حضرت موسیٰ نبی اولو العزم تھے کیا انکو یقین نہ تھا اور پھر انھون نے مستحیل طور پر جو جائز نہین ہے یہ کلام کہا حالانکہ اگر کفر نہین تو حرام ہے جو انبیا پر روا نہین ہے علاوہ بریں یہ معنے خلاف نظم ہین جو تحریف ہوتی ہے پس وہ رد انہین ہے لہذا صحیح ہوا کہ سوال امر جائز کا تھا اور دیدار باری تعالےٰ دنیا مین جائز ہے اور قیامت مین واقع ہوگا۔ کشاف مین کہا کہ جواب اسکا استحالہ پر دلالت کرتا ہے یعنے قولہ تعالےٰ لن ترانی بیضاوی نے جواب دیا کہ جواب سے محال ہونے پر دلیل لانا نہایت سخت غلطی ہے اسواسطے کہ اسکے معنے یہ ہین کہ تو مجھے نہ دیکھیگا۔ پس یہ تو اس بات پر بھی دلالت نہین کرتا کہ کبھی نہ دیکھیگا یا کوئی اور سوائے تیرے نہ دیکھیگا پھر محال ہونا تو اس سے بڑھی ہوئی بات ہے اور یہ کہنا کہ بالضرورۃ یہ محال ہونے پر دلالت کرتا ہے یہ پوری جہالت ہے یا خواہ مخواہ انکار و مکابرہ ہے۔ نسفی نے کہا کہ استحالہ کیسا یہ تو خود جائز ہونے کی دلیل ہے اسواسطے کہ اللہ تعالےٰ نے یہ نہین فرمایا کہ لن اُری مین دیکھا نہین جاتا ہون بلکہ یون فرمایا کہ تو نہین دیکھیگا اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو دکھا دیتا پس اگر اللہ تعالےٰ کا دیدار جائز نہوتا تو فرماتا کہ مین مرئی نہین ہون اسواسطے کہ یہان بیان کی حاجت ہے اور اسوجہ سے کہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کو نہ مایوس کیا اور نہ عتاب کیا اور اگر محال ہوتا تو عتاب فرماتا جیسے نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کی بابت

عتاب کیا تھا کیونکہ وہ بالفعل ممنوع تھا اگرچہ امکان ذاتی ہو۔ معالم مین کہا کہ لن ترنی کے معنے یہ ہین کہ دنیا مین چشم فانی سے کوئی بشر مجھ کو
دیکھنے کی طاقت نہین رکھتا بلکہ آخرت مین چشم باقی سے دیدار نصیب ہوگا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اگلی بعض کتابون مین ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ
اے موسیٰ دنیا کا کوئی جاندار مجھکو نہین دیکھیگا مگر آنکہ مرجائیگا اور کوئی تر نہین دیکھیگا مگر آنکہ خشک ہوجائیگا۔ قلت اسکو ابو نعیم نے حلیہ مین
کئی طرق سے آثار مین روایت کیا ہے۔ لالکائی نے سنہ مین ابن عمر و ابوہریرہ سے مرفوعاً و موقوفاً روایت کیا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انکم
لن ترون ربکم حتی تموتوا۔ تم اپنے پروردگار کو نہ دیکھو گے یہان تک کہ مرجاؤ۔ یعنے بعد مرنے کے اگر مومن ہو تو دیکھو گے پس نہ دیکھنے کی انتہا موت
ہے۔ منکرون نے کہا کہ حرف لن واسطے نفی تابیدی کے ہے یعنے ابد تک کبھی نہ دیکھیگا اور اسمین نفی کی تاکید ہے پس جب دائمی نفی ہوئی تو عدم
جواز ثابت ہوا ورنہ یہی تو عدم وقوع لازم ہوا جواب دیا امام واحدی نے کہ لن کے یہ معنے کہ نفی تابیدی ہے محض جھوٹ ہے اہل لغت مین
کسی نے نہین لکھا اور نہ اسپر کوئی کتاب معتبر شاہد ہے اور نہ کوئی نقل صحیح پائی جاتی ہے منکرون نے اپنے باطل اعتقاد کے واسطے یہ افترا باندھا
ہے بلکہ کتاب الٰہی شاہد ہے کہ لن برائے نفی تابیدی نہین۔ امام بغوی نے کہا کہ لن نفی تابید کے واسطے نہین ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے یہود کے
حق مین کہا کہ لن یتمنوہ ابدا بما قدمت الآیۃ یعنے موت کی تمنا نہ کرینگے پھر قیامت مین انکے حال کی خبر دی کہ تمنا کرینگے۔ کما قال تعالےٰ ونادوا
یا مالک لیقض علینا ربک الآیۃ۔ اور فرمایا کہ تمنا کرینگے یا لیتہا کانت القاضیۃ الآیۃ پس ثابت ہوا کہ لن مین نفی تابیدی نہین الا بدلیل خارجی
کما فی قولہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ الآیۃ کہ وہان دوسری دلیل سے ثابت ہوا کہ بت کبھی ایک مکھی نہین پیدا کرسکینگے۔ فان قلت ابدا فی
قولہ ولن یتمنوہ ابدا۔ تاکید معنوی قلت التاسیس اولی من التاکید۔ فلا یصار الی المرجوح مع امکان الحمل علی الراجح وبہذا بطل ان یادلوا الآیۃ
بتخصیصہا بغیر الیہود۔ فان قلت الابد من التخصیص اذ لن مع قولہ ابدا یخرجہم بالضرورۃ والا لوقع التناقض قلت الابد یضاف الی القدر الممکن
للمضاف الیہ کما فی قولہ یاموسیٰ انا لن ندخلہا ابدا ما داموا فیہا الآیۃ۔ فالمراد انہم لا یتمنون الموت ما وسعہم فانہم بعد الموت المؤقت لا یسعون لتمنی
الموت لانقطاع القدرۃ علی الافعال فافہم۔ خلاصہ یہ کہ لن ترنی سے استحالہ نہین نکلنا پس معنے یہ کہ لن ترنی فی الدنیا۔ یا لن ترنی اجمعین فانیہ۔
یا لن ترنی انت بقدرتک یعنے تو اپنی طاقت سے نہین دیکھ سکتا اور قیامت مین باکرام الٰہی دیکھ سکیگا۔ یا لن ترنی بالسوال۔ یا لن ترنی
الی وقت موتک پس ان امور کے ساتھ کیونکر دوسری آیت سے تناقض ہوگا جسمین قیامت مین دیدار حاصل ہونا صریح ہے۔ اور محال کیسا کہ
خود اللہ تعالےٰ نے پہاڑ کے استقرار پر دیدار حاصل ہونا مشروط کیا بقولہ ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترنی۔ اسمین صریح دلیل ہے
کہ دیدار باری تعالےٰ ممکن ہے اور تقریر اسکی علامہ نسفی و امام بغوی نے بھی کہ اللہ تعالےٰ نے دیدار کو پہاڑ کے مستقر رہنے پر معلق کیا اور پہاڑ کا
مستقر رہنا ممکن ہے پس دیدار بھی ممکن ہے کیونکہ جو چیز کسی ممکن چیز پر مشروط ہو وہ اسکے ممکن ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے اگر کوئی چیز
کسی امر محال پر معلق ہو تو اپنے محال ہونے پر دلالت کرتی ہے اور پہاڑ کا استقرار ممکن ہونا اس دلیل سے ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا فلما تجلی ربہ للجبل
جعلہ دکا۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے اسکو مدکوک کردیا اور اگر نہ کرتا تو نہوتا اور اللہ تعالےٰ نے جو امر ایجاد کیا وہ اگر نہ ایجاد کرے تو نہوا اور یہ ہوسکتا ہے
کہ او تعالےٰ اسکو ایجاد نکرتا کیونکہ اللہ تعالےٰ قادر اور مختار ہے چاہے کرے چاہے نکرے پس ممکن تھا کہ نہ مدکوک کرتا کیونکہ مختار ہے پس دیدار جو
اس ممکن پر معلق ہے وہ بھی ممکن ہوا۔ علاوہ برین تجلی کے وقت پہاڑ کا ٹھہرا رہنا ممکن ہے جبکہ اللہ تعالےٰ پہاڑ مین ایسی قوت پیدا کردے کہ وہ
ٹھہرا رہے پس ممکن پر جو معلق ہو وہ بھی ممکن ہونا ہے پس دیدار محال نہوا۔ توضیح اسکی وہ ہے جو امام رازی نے بیان کی کہ اللہ تعالےٰ نے فان استقر
مکانہ فسوف ترنی مین دیدار کو مشروط کیا پہاڑ کے استقرار پر یعنے اگر پہاڑ مستقر رہے تو تجھکو دیدار حاصل ہوگا پس پہاڑ مستقر رہتا تو دیدار

واقع ہوتا اور مستقر نہ رہا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو مستقر رہنا محال تھا تو دیدار بھی محال ہوگا یعنے ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر مستقر رہنا ممکن تھا
تو دیدار ہو سکتا ہے اگرچہ واقع ہوا۔ پس ہم کہتے ہیں کہ پہاڑ کا استقرار محال نہیں بلکہ ممکن ہے اسلیے کہ پہاڑ کا استقرار تین حال سے خالی نہیں
یا تو واجب ہے یا ممتنع ہے یا ممکن ہے اول و دوم دونوں شق باطل ہیں تو تیسری شق صحیح ہے بطلان اول اسلیے کہ واجب ہوتا تو زائل نہوتا
کیونکہ واجب وہ ہے جو کسی حال ہیں کبھی زائل نہو چنانچہ حضرت حق تعالے عز وجل کے سوائے کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ ممتنع بھی نہیں
کیونکہ ممتنع وہ ہے جو کبھی کسی حال میں نہ پائی جاوے حالانکہ پہاڑ پہلے مستقر تھا پس تیسری شق ضرور باقی رہی وہی صحیح ہے۔ اعتراض کیا گیا
کہ جس حال میں پہاڑ مستقر نہ تھا تب شرط ہوا پس شرط محال ہے تو مشروط بھی محال ہے بدین دلیل کہ شرط ہونے کے حال ہیں وہ پہاڑ متحرک تھا
یا ساکن تھا اگر ساکن تھا تو مشروط پایا جانا چاہیئے اور جب نہ پایا گیا تو وہ ضرور متحرک تھا وقت شرط کے۔ امام رازیؒ نے جواب دیا کہ کلام اسکے
وقوع میں نہیں بلکہ امکان ہیں ہے باعتبار اسکی ذات بدون لحاظ کسی امر کے حیث قال والجواب ان الکلام فی استقراره من حیث ہو ہو فان
اعتبار حالة الشئ من حیث ہو مغائر لاعتبار حالہ بشرط کذا فان الشئ علی شرط الوجود واجب وعلی شرط عدمہ ممتنع ومن دونہما من حیث ہو
ممکن فلک استقرار الجبل فی نفسہ ممکن۔ وقال العلامة التفتازانی وایضا لانم امتناع استقرار الجبل حال الحرکة لان توارد احدہما علی الآخر
ممکن فیمکن ان یستقر ولا یتحرک وانما المحال وجودہما معا وہو غیر لازم فاذا ثبت بطلان الامتناع ثبت انہ فی نفسہ ممکن فاذا کان ممکنا وہو شرط
للروية صار المشروط اے الروية ممکنا فبطلت الاستحالة۔ اور جب استحالہ باطل ہوا بلکہ ثابت ہوا کہ دیدار حاصل ہونا ممکن ہے تو امام رازیؒ نے کہا
کہ بعد اسکے یقین کرنا واجب ہے کہ مومنین کو قیامت میں حاصل ہوگا کیونکہ اُمت اسلامیہ میں دو ہی قول والے ہیں ایک وہ کہ دنیا و آخرت
دونوں جگہ محال کہتے ہیں۔ دوم وہ کہ دنیا میں جائز اور آخرت میں واقع کہتے ہیں پس جب محال ہونا باطل ٹھہرا تو دوسرے قول پر اجماع ہوا
کیونکہ تیسرا قول کسی کا نہیں پس تیسرا قول کوئی نکالے تو باطل ہوگا۔ وقال المترجم الاولی فی استدلال الوقوع ان یقال اذا ثبت ان
الاستحالة باطلة وجب القول بالوقوع بدلیل قولہ تعالے وجوہ یومئذ ناضرة الی ربہا ناظرة الآیة۔ فان ہذہ الآیة تدل علی الوقوع بالنص اذ حاجة
التاویل عند المأولین انما ہی دلیل الاستحالة الذی قرن بالمرجوح فاذا بطلت الاستحالة وجب المصیر الی المعنے الراجح الذی ہو وقوع روية
اللہ تعالے اذ القول بالمرجوح مع الامکان بالراجح غیر جائز فثبت وقوعہا بالنص ہذا ہو المقصود فللہ الحمد والمنة وبسط الکلام فی رسالة المترجم۔
پھر واضح ہو کہ قولہ فلما تجلی ربہ للجبل۔ کی تفسیر میں امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسقدر نور سے تجلی فرمائی
آپ نے اپنی چھنگلیا کا اوپر کا ذرا سا کنارہ بتلایا۔ وقد رواہ الترمذی وقال حسن صحیح والحاکم وقال علی شرط مسلم ورواہ الطبرانی ایضا وقال
المفسر اسنادہ جید وقد رواہ الحاکم بشاہد عن ابن عباس۔ علامہ نسفیؒ نے لکھا کہ شیخ ابو منصور ماتریدیؒ نے فرمایا کہ جبل کے واسطے تجلی کرنے کے
معنے وہ ہیں جو شیخ اشعریؒ نے بیان فرمائے ہیں کہ اللہ تعالے نے پہاڑ میں قوت دیدار و علم پیدا فرما دی تھی یہان تک کہ اُسنے رب تعالے
کی تجلی کو دیکھا اور تاب نلا کر مدکوک کیا گیا اور اسمین صریح تنصیص ہے کہ او تعالے شانہ کا دیدار ہوگا انتہی کلامہ۔ معالم میں کہا کہ سہل بن سعد
الساعدیؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالے نے ستر ہزار پردون سے درم کے برابر نور ظاہر فرمایا پس پہاڑ کو مدکوک کر دیا یعنے با خاک برابر کر دیا۔
مترجم کہتا ہے کہ پہاڑ کے حق میں قوت دیدار پیدا کرنے کی تاویل بلا ضرورت ہے کیونکہ مفسرین سلف میں سے ایک بڑا گروہ اسطرف گیا ہے
کہ پہاڑ وغیرہ چیزیں اللہ تعالے کی معرفت رکھتی و توحید و تسبیح و تحمید کرتی ہیں اور سابق میں یہ تحقیق گذر چکی ہے یہان اعادہ نہیں کیا جاتا
پھر پہاڑ یہ کوہ طور ہے اور شبیر وغیرہ نہیں ہے جیسا کہ بخاری کی حدیث صعقة الطور سے جو اس آیت کی تفسیر میں ہے معلوم ہوتا ہے ف

ثانیہ۔ فی العرائس قولہ تعالے ولما جاء موسی لمیقاتنا۔ میقات کی وہان کیا گنجائش ہے وہان شام وصبح کہان ہے ازل اسکا ابد ہے اور ابد اسکا ازل ہے مراد آنکہ اپنی ہر مراد سے منفرد ہو کر اپنی پوری تربیت پر پہونچا تاکہ اسکو دریاے قدم کی روانی مین اور ازل کے دھارے مین کھڑے ہونے کی گنجائش حاصل ہو اور عظمت کے سامنے استعداد بقار ہو اور اگر او تعالے اُسکو اپنے انوار قرب سے لباس نہ پہناتا تو اپنے رب کی میقات مین پگھل جاتا۔ اسکو اپنی مراد پانے کے واسطے ایک وقت مین بتلایا اور یہ علت بقار بشریت ہے ورنہ ہر نفس کو اسکا ایک وقت اور کشف ہے۔ جاء لمیقاتنا مین احتجاب از میقات ہے اور اگر جاء لنا ہوتا تو احتجاب بالکل نہوتا پردہ شب مین اپنے حبیب علیہ السلام کو معنا ملکوت کے واسطے لیا اور کچھ میقات نہ تھی۔ اور اسری بعبدہ مین اسکو اپنی طرف لیا حتی کہ اسکے حق مین زمانہ ومکان کچھ نہ تھا کیونکہ وہ بحر قدم کے دیدار مین مستغرق اور بلا سوال واصل ہوا صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وہان نہ کچھ حرکت تھی اور نہ اشارہ اور نہ عبارت حتی کہ اسکے اور پروردگار کے درمیان کوئی وقت وزمانہ ومکان نہ تھا اور جو آنکھ اپنی طرف سے بہہ فرمائی اُس سے دکھلایا اور لپنے دیے کانون سے سنایا۔ نبی کلیم اللہ کو ازل مین اپنے خطاب کے واسطے خاص فرمایا۔ کما قال تعالے وکلمہ ربہ۔ جبکہ کلیم علیہ السلام کے سامع اسرار مین حدیث نفس و وسواس باقی نہ رہے تو اسکے سمع کو قوت ازلی کا لباس دیا اور اپنا کلام سنا دیا اور اگر یہ بات نہوتی تو کیونکر کلام قدیم سن سکتے تھے حالانکہ حدوث کے کان تھے۔ کلمہ ربہ مین اپنے فضل کا اشارہ ہے کہ جب موسی بصفت شوق وہیمان وعشق وہیجان آیا تو او تعالے جل جلالہ کی طرف سے یہ فضل ہوا کہ پروردگار نے کلام فرمایا اور موسی اپنی خودی سے فانی ہوے اور موقف فنا مین حضرت عظمت قدم وبقار مین متحیر فانی کھڑے ہوئے کچھ نہ جانا کہ مین کون ہون اور کیا ہون اور کیا چاہتا ہون اور کہان جاتا ہون نہ مکان ہے نہ زمان ہر او تعالے کے علم مین وہ ذہاب الذہاب کے مرتبہ مین مقرر ہوا اور بالبداہتہ اس سے او تعالے عزوجل نے کلام فرمایا پس سر موسی ہوار ہیبت مین پرواز کر گیا اور روح موسی آسمان بقار ودوام مین اڑی اور عقل موسی میدان ناپیدا کنار احدیت مین اور قلب موسی انوار وحدانیت مین پرواز کر گیا اور مانند معدوم کے ہو گیا۔ پہلا کلام تعظیم وہیبت ہے اور دوسرا کلام لطف وبسط ہے پس کلام اول مین فنا ہوئے اور دوسرے مین باقی ہوے اور اگر لطف وکرم الٰہی شامل حال نہوتا تو اول ہی خطاب مین نیست ونابود ہو جاتے ولیکن لطف سے اپنے بندہ برگزیدہ کلیم کو اپنے عجائب کلام سے سنایا تاکہ اسکو معرفت تمام عطا کرے کیونکہ کلام اسکا مفتاح خزائن صفات وذات ہے۔ اور اگر ازلی لطف بحال موسی ع نہوتا اور تمام عمر کلام روحی والہام مین رہے تھے اور ہر دم اسی مین گذرا تھا تو بداہتہً خطاب کے وقت نابود ہو جاتے اور کوئی اثر باقی نہ رہتا اور لذت وحلاوت کلام سے اثر نہ رہتا۔ کاش اگر مجھے زبان ازلی ملے تو مین اس لذت خطاب کا وصف بیان کرون اسکو کون سمجھیگا جسنے کبھی اسکا مزہ نہین پایا۔ پھر جب موسیٰ کا وقت اس لذت خطاب سے پاکیزہ ہوا اور بحر وصال سے غرق شوق ہوئے تو مزید قرب وکشف مشاہدہ کی درخواست مین بجوذ ہو گئے اور بسط وانبساط مین قدم اُٹھائے اور چہرہ محبت سے نقاب حیا دور کر کے جرأت کے میدان مین قدم رکھا حتی کہ یہ حال ہوا جو او تعالے نے ذکر فرمایا۔ قال رب ارنی انظر الیک۔ مواجید وصالی کا اسپر غلبہ ہوا اور امر کے پردہ سے نکلکر مقام عشق وبیہوشی مین رسوم ادب سے جرأت کی اس بیہوشی سے مقام دنو الدنو اور شہود عین العین کے خواستگار ہوے کیونکہ نسیم مشاہدہ سے خنکی وصال پاکر قرار نرہا اور کب بیقرار عشق کو تاب رہتی ہے جب فنا ہوے وابرح مایکون الشوق یوما + اذا دنت الخیام من الخیام بیتابی شوق پوچھے کیا + خیمہ سے ملا ہوا ہے خیما + واللہ اگر موسی علیہ السلام نے کشوف غیب پردۂ التباس صفات مین نہ دیکھا ہوتا اور ہر ذرہ سے مرآۃ وجود کو تجلی التباسی مین نہ پایا ہوتا تو مشاہدہ صرف کی طرف راہ نہ پاتا اور واللہ اگر دیدار حق ابصار بنظر معرفت نہوتا تو موسے ع

اس چیز کی درخواست نہ کرتا جو چشم مخلوق سے خفیہ ہے ؎ فلولا رجاء الوصل ماعشت ساعۃ + ولولا مکان الطیف لم اتہجع + اسکو کرامت وصال نہین ملتی جو اسکے واسطے غیر کی آرزو رکھتا ہے ؎ منائی من الدنیا لقاؤک مرۃ + فان نلتہا استوفیت کل منائیا + سلبت فوادی کی تکون سکانہ + فکن لی او فار دد علی فوادیا + جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ حق عز و جل نے اپنے بندہ موسیٰ کو پہلے زبان رحمت سے کلام سُنایا پھر زبان جود و کرم سے سنایا اور دونون اسی کی طرف راجع ہین۔ ابوسعید خراز نے فرمایا کہ غیرت الٰہی سے یہ بات ہے کہ نہین کلام کیا موسیٰ سے مگر درمیان شب مین اور پھر ذی حس سے اسکو غائب کر دیا تاکہ سوائے موسیٰ کے کوئی اسکے ساتھ حاضر نہو اور انبیا علیہم السلام کے ساتھ اللہ تعالے کے کلام کرنے کا یہی دستور ہے۔ قرشی نے کہا کہ اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام سے اسی کی مقدار پر کلام کیا اور اگر حد عظمت پر کلام کیا ہوتا تو پگھل کر نابود ہو جاتا۔ جعفر نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی بشریت سے باہر ہو کر کلام الٰہی سُنا اور کلام کی اُسکی طرف اضافت کی اور کلام اس سے بنسبت موسیٰ و عبودیت ہے کیا پس موسیٰ علیہ السلام اپنے نفس سے غائب ہوا اور اپنی صفات سے فنا ہوا اور پروردگار عز و جل نے حقائق معانی سے کلام کیا پس موسیٰ نے صفت موسیٰ کو اپنے رب سے سنا۔ اور محمد صلعم نے صفت رب کو رب سے سنا پس پروردگار کے نزدیک وہ احمد المحمودین ہوئے اور اسی وجہ سے مقام محمد صلعم کا منتہی مقام ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کا مقام طور ہوا جب اوتعالے نے موسیٰ سے طور پر کلام کیا تب سے اسکی صفات فنا کر دین پس اسپر ثبات کا ظہور نہوا اور کسی کو اسپر قابو نہوا۔ حسین نے اس آیت مین کہا کہ اللہ تعالے نے اس سے توقیف و ترتیب زائل کر دی اور اللہ تعالے کیواسطے اللہ تعالے کی طرف آیا اس طور پر کہ اللہ تعالے نے اسکو بلایا اور پیدا کرنے والے نے اسکے واسطے چاہا اور اسی سے پیدا کیا اور بذل جہد و طاقات و صدمۂ مشقات کے ساتھ اسپر ظاہر کیا پھر جب اسپر کچھ بقیہ نرہا جو ممتنع ہو تو مقام مواجہہ و مخاطبہ مین کھڑا کیا گیا اور اطلاق کیا مضغہ لسان مراجعت و مطالبہ کو۔ کیا تو نے قبل اسکے موسیٰ کا قول نہین سُنا جیسا کہ حال ربوبیت کا اسکو مطالعہ کرایا اور مقام الوہیت کا مکاشفہ تو سوال کیا کہ احلل عقدۃ من لسانی تاکہ جب وقت آوے تو نطق و بیان کا مالک ہو وے۔ بعض نے کہا کہ جب اپنے مالک سے شرح صدر کی درخواست کی پھر اپنے لائق تر احوال کو دیکھا کہ اسکا کام آسان کر دیا گیا ہے پس اسکو پورا پورا مانگا تاکہ اس سے بہت بلند مقام پر ترقی کرے اور وہ آیہ بجانب حق تعالے ہے کیونکہ جان لیا کہ جو اس تک واصل ہوا اسکو کوئی روکنے والا نہین رہتا ایسی حالت مین لائق ہوا کہ اکیلا اس پاک ذات کی طرف حاضر ہو وہان شریک و نظیر نہین ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے مواقیت کو پورے طور پر وفا کیا احوال اس سے سب غائب تھے اسکا کچھ نشان نہ دیکھا اور اپنے غیب و ظہور سے اور ماسوا سے انکے اور امور سے غائب ہوا سوائے اس چیز کے جو حق تعالے کے واسطے اس سے یا اسکے ساتھ تھی یہانتک کہ محقق ہوا قولہ ولقد اوتیت سولک یا موسیٰ ولقد مننا علیک مرۃ اخری۔ پس یہ آمد کا حال ہے اور یہی معنے قولہ ولما جاء موسیٰ لمیقاتنا کے ہین۔ پھر قولہ و کلمہ ربہ۔ کے معنے یہ ہین کہ ظاہر ہوا اسکے کلام کے ساتھ کیونکہ قبل اسکے بواسطہ سرباطن و ملائکہ و وسائط کے کلام کیا تھا پھر جب اللہ تعالے کرم سے اسکو مقام اجل مین لایا اور حال اعظم اسکو محقق کر دیا تو کشف پر کلام کرتے ہوئے خطاب فرمایا اور اسکو پھر ایسی چیز سے جو بینندہ و دیدہ شدہ ہو اور پھر صورت مکونہ و منشیہ سے غائب کیا مگر وہی کہ کلام کنندہ و کلام کردہ شدہ سے ہوا اور اللہ تعالے نے اپنے نزدیک شرف اعظم سے سرفراز کیا پس ایسا خطاب سُنا جو مخاطبات مخلوق کے مانند نہ تھا پس ہیجان شوق سے اس سے اور اسکے واسطے طلب چاہی مگر نہ ایسی طلب جو مخلوق مین ہوتی ہے اور اللہ عز و جل سے ایسا سوال کیا جو پہلے نہین کرتا تھا پس اوتعالے کی طرف نظر کرنے کا سوال کیا جبکہ اپنی

حقیقت کی طرف رجوع لایا تو اللہ تعالےٰ کو ہر منظور و مقصود میں دیکھا پھر جب اسکے واسطے یہ احوال محقق ہوئے تو کہا کہ رب ارنی انظر الیک
کیونکہ ہر مرئی تیری طرف راجع ہے جو کچھ تو دکھلا دے میں تیرے سوائے کچھ نہیں دیکھتا ہوں۔ تو نہیں دیکھتا خطاب و جواب قال الشیخ
قال الم یدلک علی ذلک خطابہ ورجعتہ الیہ اذ ذاک جوابہ ارنی فالیک انظر واحضر ارنی ماشئت قلت غیرک احضر بعد ان تحققت
منک بحال یوجب لی منک ذاک وحق لمن تحقق بہذا وتمکن فیہ ان ینفرد بسوال لایشارک فیہ بالحقیقۃ۔ بعضے کہتے ہیں کہ موسیٰ سماع
خطاب کی حالت میں عین سکر میں ہو کر سوال کرنے لگے جو مذکور ہوا اور بیہوش کسی امر میں ماخوذ نہیں ہے تو نہیں دیکھتا کہ کتاب مجید میں
مجنون کے فعل پر ایک حرف بھی عتاب نہیں ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ عزت سماع نے اسکو پکڑا پس زبان اپنی قابو سے باہر ہو گئی اور بہ تقاضائے
انبساط اس کلام سے درخواست و سوال پر جاری ہوئی قصص میں لکھا گیا ہے کہ جاتے وقت اپنی قوم و اہل معرفت سے کہہ گئے تھے کہ
تمھارا کچھ مطلب ہے کوئی کام ہے میں اوتعالےٰ کی جناب میں مناجات کو جاتا ہوں پھر جب خطاب سُنا تو کچھ یاد نہ رہا اور وقت کے موافق
دیدار کی درخواست کی بعض نے کہا کہ جتنا زیادہ قریب اتنا ہی زیادہ مشتاق ہوتا ہے اور عین مناجات میں اپنی خودی سے خارج ہو کر
درخواست کی بےخود نہ تھے بلکہ جتنا پیا اسیقدر پیاس زیادہ ہوئی کیونکہ کمال و تمام کوئی راہ وصال نہیں ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام
نے مقام تفرقہ میں رویت طلب کی پس لن ترانی سے جواب الا عین الجمع انکم از عین التفرقہ ہے پس موسیٰ کو چھوڑ دے کہ جاوین بیہوش ہو کر
اور پہاڑ پارہ پارہ ہو جاوے پھر بعد بیہوشی کے قالب میں حقائق احدیت کے مکاشف پاوینگے اور سالم موسیٰ کے محو کرنے کے بعد حق عز وجل کا
موسیٰ کے واسطے زندگی دینے والا موسیٰ کے واسطے ہونا موسیٰ کا اپنے واسطے ہونے سے بہتر ہے اور واضح ہو کہ حق عز وجل سے حق تعالےٰ کا
شہود بنا بر تحقیق کے خلق کا خلق کے ساتھ باقی ہونے سے زیادہ پورا ہے۔ مجھے یہاں ایک لطیف علم حاصل ہوا وہ یہ ہے کہ قولہ رب ارنی
انظر الیک میں موسیٰ علیہ السلام نے اوتعالےٰ عز وجل کا دیدار اوتعالےٰ کی طرف مضاف کیا یعنے تو اے پروردگار مجھے دکھلا دے کیونکہ
تو دکھلاویگا تو مجھے قوت حاصل ہوگی کہ تجھے دیکھ سکوں ورنہ نہیں کیونکہ موسیٰ آگاہ تھے کہ مجھے چشم حادث حاصل ہے اور اس سے دیدار قدیم
ممکن نہیں ہے پس اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسی آنکھ مانگی جس سے دیدار حاصل ہو اور وہ عین العین کو دیکھ سکے اور کنز الکنز اور قدم
القدم اور سر الذات و حقیقۃ الحقیقۃ سے انکشاف پاوے اور یہ نہیں کہ دیکھا نہیں اسواسطے کہ جمیع ذرات سے جمال الٰہی ظاہر ہے پس
جب موسیٰ نے غلبہ سکر میں ہو کر دیدار کا سوال کیا تو جواب پایا کہ لن ترانی۔ یعنے دیدار صرف تجھے حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ تو حدوث میں
پڑا ہوا ہے اگرچہ تجھے میری طرف سے چشم ازلی اور ابصار ابدی عطا ہوئی ہے اسیواسطے موسیٰ علیہ السلام کو واسطہ حوالہ کیا بقولہ ولکن
انظر الی الجبل۔ اور لن ترانی میں امکان دیدار بلکہ وقوع دیدار کی کچھ نفی موسیٰ و غیر مومنین سے نہیں ہے کیونکہ مراد یہ ہے کہ تو اپنی قوت
سے مجھے نہیں دیکھ سکتا ہے بلکہ میری قدرت سے دیکھیگا۔ قال المترجم فی حدیث البیہقی۔ ما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء
الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن۔ یعنے قوم اور دیدار باری تعالےٰ کے درمیان جنت عدن میں یہی حائل ہوگا کہ حجاب کبریائی سے نظر
نہیں اٹھا سکینگے بیہقی وغیرہ علما نے فرمایا ہے کہ معنے یہ ہیں کہ آنکھوں کو بسبب حجاب کبریائی کے دیکھنے کی خود طاقت نہوگی ہاں جب
اللہ تعالےٰ چاہیگا تو ہر ایک سے اسکی منزلت کے موافق پردہ اٹھیگا پس دیکھنا نصیب ہوگا۔ قال الشیخ کیونکہ چشم حدوث کو مجال دیدار
ہے اگر حق عز وجل کے دیدار سے دیکھے تو اسکو دیکھیگا اور دیدار الٰہی بلا واسطہ یعنے دیدار حق بحق اعلیٰ و اجل ہے اس سے کہ دیدار موسیٰ برائے موسیٰ ہو
اور نیز لن ترانی یعنے جب تک تو خود ہے نہیں دیکھیگا کیونکہ حدوث کو سطوات عظمت و کبریا کو بوصف قدم و بقا تحمل کرنے کی مجال نہیں ہے

پس جو حادث ہونے مین تیرے مثل ہے یعنے پہاڑ اسکو دیکھ کیونکہ بسبب علت حدوث کے بواسطہ حدوث البتہ دیکھ سکتا ہے پس اوتعالے نے
پہاڑ کو اپنے فعل کا آئینہ بنایا پھر اپنے فعل کے واسطے اپنی صفت خاصہ سے تجلی فرمائی پھر اُس سے پہاڑ کو تجلی نصیب ہوئی پھر موسی علیہ السلام
نے پہاڑ کے آئینہ مین جمال قدیم کو دیکھا کہ بیہوش ہوکر گرے کیونکہ اپنے حال کے اندازہ پر اپنے مقصود کو پہونچ گئے اور اگر موسیٰ کے واسطہ تجلی صرف
ہوتی تو موسی علیہ السلام نابود ہوجاتے بایں معنے کہ ظاہری وجود سے بھی نیست ہوجاتے اور اگر پہاڑ کے لیے بھی تجلی صرف یعنے خالص ہوتی
بدون پردہ و واسطہ کے تو اسکا پتہ بھی نہ چلتا کیونکہ پہاڑ کو عظمت قدم و سبحات ازل کی تجلی ہوئی تھی آنحضرت صلعم نے فرمایا حجابہ النور لو
کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ یعنے حجاب الٰہی عزوجل نور ہے اگر اسکو کشف فرماوے تو جلاوین اسکی وجہ پاک کے
سبحات جہان تک مخلوق سے نظر منتہی ہو۔ قال المترجم وجہ ایک صفت باری تعالے ہے اور یہ مراد نہین ہے کہ مخلوق کے چہرے کے مانند
ہے کیونکہ اللہ تعالے عزوجل سے کوئی مخلوق کسی طرح کسی کیفیت مین مشابہ و مانند نہین ہے جیسا کہ بارہا بیان ہوچکا اور یہ حدیث ایک ٹکڑا
صحیح مسلم کی حدیث کا ہے اور طبرانیؒ نے اسکو سند جید سے روایت کیا ہے قال الشیخ مروی ہے کہ جب حق تعالے کسی چیز کے واسطے تجلی فرماتا ہے
تو وہ چیز اسکے واسطے خاضع یعنے پست و حقیر اور اپنے آپ کو ناچیز سمجھنے لگتی ہے۔ وہبؒ نے کہا کہ اللہ تعالے نے حکم فرمایا کہ اسکے عرش کو
ساتوین آسمان کے فرشتے اٹھاوین و فرمایا کہ اسکو دکھلاوین جب نور عرش ظاہر ہوا تو کشادہ ہوا پہاڑ بسبب عظمت نور عرش کے جو اللہ تعالے
عزوجل کے نور پر نشانی ہے پس ایکبارگی آسمانون کے فرشتون نے اللہ تعالی کی پاکی و عظمت و وحدانیت کی تسبیح پڑھی پس پہاڑ کو بالا ڈولا
آیا اور پارہ پارہ ہوگیا اور وہ درختون سمیت جل گیا اور بندہ ضعیف موسی علیہ السلام سجدہ مین بیہوش گر پڑا ساتھ روح نہ رہی پس اللہ
عزوجل نے وہ پتھر جسپر موسیٰ تھے قبہ کے مانند کر دیا تھا کہ آتش عشق سے جلکر نیست نہو جاوے پس اوتعالے کے سلطان کبریائی و عظمت
وجلال کی تجلی مین اس دنیا ے فانی کی فانی چیزین نیست ہین ہان عالم باقی مین ببقاء حق تعالے قابل ہونگی اور وہ محض فضل الٰہی ہے
لہذا یہان فرمایا و لکن انظر الی الجبل فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ یعنے تیرے لیے مین نور عظمت سے پہاڑ پر تجلی فرماتا ہون وہ تجھسے بہت
بڑا جسم اور سخت اجزا رکھتا ہے اگر وہ نہ اٹھا سکے تو تیرا ضعیف و نحیف جسم کیونکر میرے نور عظمت کی تجلی برداشت کریگا قال المترجم یہ صریح
ہے کہ اس آنکھ و حواس و جسم مین بہ نسبت چشم دل کے تباین ہے اور یہ مت سمجھو کہ آخرت مین جسم دیگر ہوگا بلکہ قطعاً و یقیناً ننگے پانون بے ختنہ کیے
ہوئے جیسے اول پیدا ہوے تھے اسی طرح محشور ہونگے مگر آنکہ اہل جنت سب موتی کے مانند پاکیزہ بے داڑھی مونچھ کے ایک صورت خاص پر
داخل ہونگے وہی باقی ہین اور وہی دیکھ سکینگے اور انھین پر فضل عظیم ہے۔ فافہم ولا یذہبنک اوہامک الی مہلکۃ الشیاطین ثم قال الشیخ تیری
مراد اگر یہ ہے کہ مجھے یہان دیکھے تو چشم روح و قلب سے دیکھ کہ مین دونون پر تجلی کرتا ہون قلب اسکو برداشت کرتا ہے کیونکہ نور ملکوت و جبروت
سے مخلوق ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی مین آیا کہ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن۔ قلت قد روی
بعبارات ونقدہ اہل التنقید فوضعہ البعض وضعفہ آخرون ولہ شواہد بالمعنی فاحفظہ شیخ نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے دیدار چشم ظاہری
طلب کیا حالانکہ چشم قلبی و چشم ظاہری مین وہان حجاب تھا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین یہ حجاب نہ تھا چنانچہ چشم دل و چشم ظاہر سے دیکھا کما
قال تعالے ما کذب الفواد ما رای بعض نے کہا کہ معنے یہ کہ اسکے فواد نے جھوٹ نہ کہا جو اُس کی آنکھ نے دیکھا یعنے شب معراج مین اور تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ
وہان آویگی مترجم کہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین اختلاف آئین تھا کہ آنحضرت صلعم نے دیکھا یا نہین پس جمہور کے نزدیک دیکھا اور یہ
ابن عباسؓ سے منصوص ہے اور حدیث صحیح مسلم مین ہے کہ نور انی اراہ۔ اسی پر دلالت کرتی ہے اور انکار عائشہؓ اس مین مضر نہین کیونکہ یہ

کمال متعلق منصب نبوت ہے اور عورتون کی تکمیل اس جہت مین ناقص ہے اگرچہ اور جہت سے کامل ہو جاوے لہذا کوئی عورت نبی نہین
ہوئی اور تحقیق سورۂ نجم مین انشاء اللہ تعالے آویگی یہان غرض یہ ہے کہ آثار مین دیدار بفواد منصوص ہے اور شیخ رح نے آنکھ سے بیان کیا
ظاہر استخراج اسی دلیل سے ہے جو بیان کی کہ یہان دل و آنکھ کے درمیان سے حجاب مرفوع تھا مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ ہین واللہ اعلم کہ
چشم دل کا انکشاف و انفتاح اس درجہ کمال پر تھا کہ چشم ظاہر کی احتیاج نتھی غیر ازینکہ حسن ظاہری اور قبل نبوت مین مفید تھی اور اسی پر
دلالت کرتا ہے قولہ تنام عیناى ولاینام قلبی یعنے میری آنکھین خواب کرتی ہین اور میرا دل نہین سوتا ہے یعنے راحت تن اُنسے حاصل ہوتی ہو
اسیواسطے آپ سوتے و جاگتے مین یکسان دیکھتے بلکہ نماز مین جو لوگ مقتدی ہوتے اُنکی حرکات کو دیکھا کرتے اور مصرح فرما دیا اور عین نماز مین
دوزخ و بہشت دیکھتے اور جنون و شیاطین کو دیکھتے فافہم مترجم نے تنبیہ کردی اگر اللہ تعالے ہدایت فرماوے تو اس سے بہت کچھ سمجھ حاصل ہو
واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ قال الشیخ جسکے قلب ملکوتی کا دخل آنکھ مین ہوا وہ کشف تجلی جمال و جلال کو بلا حجاب برملا دیکھتا ہے
اللہ تعالے کے بندے ایسے پڑے ہین جنکے قلوب کو نور جمال کا لباس دیا ہے اور نور ملکوت و جبروت کا انکی آنکھون مین سرمہ ہے پس اُنکے
دل بنور غیب انکی آنکھون مین سما جاتے ہین وہ کوئی چیز نہین دیکھتے مگر انکو اسمین جمال الٰہی نظر آتا ہے کما قیل ما رایت شیئا الا و رایت اللہ
فیہ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول مکرر گذرا اور تحقیق اسکی واللہ اعلم یہ ہے کہ موجود مصنوع فی ذاتہ اگر مستقل منظور ہو تو خفی شرک ہے اور اگر منظر فعل
خاص ہو تو اسپر تجلی صفت ایجاد ہے اور وہ تجلی ذات جلت عظمتہ و کبریاءہ کے موجب ہے پھر تجلی صفت ایجاد مین منظر فعل کی راہ سے
تفاوت ہے اگرچہ ادنی مخلوق نفس امر مذکور مین مانند اعلیٰ کے ہے الا ظہور مین تفاوت ہے حتی کہ خلقت انسانی آئینہ اکبر ہے اور وجہ ظہور
مین دوسرے انسان سے خود اپنا وجود ہر انسان کو اظہر ہے اور یہی عموم سے خصوص کی طرف ترقی ہے فی قولہ تعالے سنریہم آیاتنا فی
الآفاق و فی انفسہم حتی یتبین لہم انہ الحق۔ اور انہ ہو الحق نہین فرمایا کیونکہ مرتبہ ہو ہو حاصل نہین ہو سکتا اور یہی معنے ہین قولہ من عرف
نفسہ فقد عرف ربہ کے اس بیان کو اہل ایمان کے مانند دیکھنا چاہیئے کہ انشاء اللہ تعالے بہت مفید ہے واللہ الموفق۔ قال الشیخ حضرت
موسیٰ شہود صفات پاک مین ایسے غرق تھے کہ اپنی خبر نتھی اور گمان کیا کہ مین غائب از مشاہدہ ہون پس دیدار کا سوال کیا پس انظر الی الجبل
سے پہاڑ کی طرف متوجہ کر کے ہوشیار کیا کہ تو کہان ہے تاکہ ایک دم محروم ہو کر قدر وصال سمجھے اور وہین سے تجلی خاص پھر شاہد کر لیا۔ فافہم۔
قولہ تعالے فلما تجلی ربہ للجبل پہاڑ نے پہچانا کہ اسکے لیے تجلی عاریت ہے اور وہان حجاب امتناع احدیت ہے پس حسرت سے دکّوک ہو گیا۔ جب
موسیٰ نے تجلی بالواسطہ دیکھی تو پہچانا کہ مقام اتحاد سے بسبب علت سوال کے واسطہ کی طرف ڈالے گئے پس حسرت سے بیہوش ہوئے کما قال
تعالے جعلہ دکا و خر موسی صعقا پس لطف باری تعالے نے انعام مشاہدہ سے اُسکو زندہ کیا۔ قال تعالے فلما افاق۔ یعنے بیدار ہو کر جانا کہ
مقام کی معرفت سے قاصر رہے پس عذر سے زبان کھولی۔ قال سبحانک تبت الیک وانا اول المؤمنین۔ اور نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام بہ لغت
ازلی مشاہدہ صفات مین غرق تھے پس اس فنا سے انکے سر باطن نے ادراک حقیقت ذات کو چاہا پس غیرت عظمت نے اسکو مقام عروج سے
گرا کر صفت بشریت و بمقام ابتدا کر دیا حتی کہ نظر بجبل سے حصول تفکر ہو کر واصل ہو پس اس بیداری مین وہ خطا کھل گئی جو حالت سکر مین
سرزد ہوئی تھی کہ کنہ قدم پر اطلاع چاہی پس قولہ سبحانک پاک ہے تو اے رب العزت جل جلالہ اس بات سے کہ حدوث کو تیری جناب قدم تک
رسائی ہو اسطرح کہ دریافت کر لے۔ قولہ تبت الیک مین نے توبہ کی تیری جناب مین اس چیز سے جو مین نے چاہی تھی۔ قولہ وانا اول المؤمنین
مین پہلا مقر ہون کہ حدوث کے پاؤن کبھی اس راہ مین نہین ٹھہر سکتے کہ کنہ ازل دریافت کرین اور اس چکنے پتھر کی چٹان پر روح اپنی سر کے

بل فصیلتی ہے۔ اس توبہ کے بعد آپ پھرے کہ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ سبحان اللہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اول شہود عین الکل میں یہی ثناء و تسبیح پڑھی اور موسیٰ علیہ السلام کو یہ مقام بعد فناء و امتحان کے معلوم ہوا۔ یہ فضل الٰہی ہے جسکو عطا فرما وے۔ اس مقام پر موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار توبہ کی یعنے رجوع ہوئے اور حضرت سید حبیب صلعم نے ستر بار توبہ فرمائی ہے۔ کما فی الحدیث انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مسلم میں ہے اور مکرر گذر چکی ہے۔ قال الشیخ معرفت کے مقابل میں محبت قدم میں پڑے تھے پس معرفت میں تقصیر ظاہر ہونے پر موسیٰ علیہ السلام نے اقرار کیا پس رب العزت عز وجل نے عفو تقصیر سے تلافی فرمائی بقولہ فیما بعد انی اصطفیتک علی الناس الآیۃ۔ اور نیز توبہ میں اشارت ہے کہ مقام عشق میں تلوین سرزد ہوئی حتی کہ انظر الی الجبل سے وسائط کی طرف حوالہ کیے گئے پس توبہ کی اس معنے کہ دعویٰ محبت میں مجھے توبہ کرنا چاہیئے لہذا آپ سے رجوع کیا۔ اول مقام سکر میں زبان انبساط کے ساتھ سوال کیا پھر لن ترانی سنکر ہوشیار ہوئے اور زبان کو بارے کلام انبساط پھر نہ پایا اور پہاڑ کی طرف دیکھنے میں حکم کی فوراً تعمیل کی وجہ تک مقام سکر میں تھے سوال جرأت میں ماخوذ نہ ہوئے جب حقیقت سے شریعت کی طرف پھیرے گئے تو پہاڑ کی طرف جرم نظر میں عفو تقصیر کے خواستگار ہوئے۔ اور نیز قولہ سبحانک یعنے پاکی ہے تجھکو کہ تیری عطاء و نوال میں اکتساب کو دخل ہو کیونکہ پہلے تو رب ارنی کہا تھا پھر انظر الیک میں اپنی طرف فعل کی اسناد کی پس اس سے توبہ ضروری ہوئی کیونکہ حدوث کو درگاہ قدم میں یہ کہاں مجال ہے۔ بہت دقیق اشارہ اس توبہ میں یہ ہے کہ باشارہ نفس یہ سوال کیا تھا کہ دیدار دکھلا دے میں کون ہوں کہ تجھکو دیکھوں میں اب توبہ کرتا ہوں میں تجھکو تیری رحمت سے دیکھ سکتا ہوں نہ اپنی خواہش سے بلکہ خودی و خواہش سے فنا ہو جاؤں تو ارحم الراحمین کا کرم و فضل پاؤنگا من و تو میرا و تیرا ذکر درمیان سے اٹھادے تو کون ہے کہ درمیان میں بولتا ہے فافہم اور اسی واسطے ملائکہ نے اسپر غیرت کی جب کہ وہ مصعوق و بیہوش ہو گیا علی نبینا و علیہ السلام بعض کتابوں میں روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام بیہوش پڑے تھے اسوقت آسمان کے فرشتے آئے اور اپنے پیروں سے ٹھکرانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ اے آدمی زادہ جو عورت کے حیض سے پیدا ہوا تو نے رب العزت جل جلالہ کے دیکھنے کا قصد کیا۔ ملائکہ معذور تھے کیونکہ وہ قرب سے بسبب تازیانہ خوف عظمت کے ممنوع ہو رہے تھے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ واقعہ ایسے بندے کے ساتھ ہوا جو ازل سے عشق و محبت میں برگزیدہ قرار پایا ہے اور اسی وجہ سے اسنے انبساط میں فرط محبت سے وہ سوال کیا جسکی مقربین کروبیوں کو مجال نہیں ہے اور یہ بھی سمجھا کہ اس سوال و جواب و بیہوشی و غیبت و سکر میں دریائے ازل و ابد میں ڈوب کر اپنی مراد پائی حالانکہ ملائکہ نے مقام شریعت سے آگے جانے پر اجازت نہیں پائی اور اگر کنار و وصال میں سے ایک ذرہ حضرات ملائکہ کو پہونچتا تو بیہوش کیا بلکہ جل جاتے۔ قال المترجم شیخ پر اللہ تعالیٰ رحمت کرے بات شاید یہ ہوئی کہ ملائکہ کی تشنیع کا قصہ بعض کتابوں خصوص معتزلہ کی کتابوں میں مذکور ہے اور وہ دلالت کرتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو کچھ حاصل نہوا تو شیخ نے توجیہ کر دی کہ ملائکہ عالم شریعت میں محصور ہیں انکو عالم عشق و محبت سے نصیب نہیں رکھا گیا ہے لہذا بنظر ظاہر حال کے ان سے تشنیع واقع ہوئی اور اس سے زیادہ کی انکو خبر نہیں ہے کیونکہ قولہ انا عرضنا الامانۃ علی السموات الآیۃ سے اور قولہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ الآیۃ سے تخصیص آدم للعلم والامانۃ ہے اس سے اور سب محروم ہیں پس ملائکہ اس تشنیع میں بسبب لاعلمی کے معذور ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس توجیہ کی کچھ حاجت نہیں ہے صحیح یہ ہے کہ معتزلہ کی روایت ایسے قصص کی محض دروغ ہے اسکا ثبوت ہی نہیں ہے جیسا کہ علماء محدثین و اہل تفسیر نے بیان کیا ہے اور ایسا ہی وہ اثر طویل جو محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ نے اس قصہ میں عجائب و غرائب احوال کے ساتھ جسیم و مہیب فرشتوں کا آنا وغیرہ روایت کیا ہے پس یہ محمد بن اسحاقؒ کا دروغ تو نہیں لیکن وہ بنی اسرائیل کے روایات بیہودہ سے ماخوذ ہے جیسا کہ حافظ الحدیث

شیخ عماد ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا ہے پس اس قصہ سے کوئی اعتراض لازم ہی نہیں آتا اگرچہ تفسیر معالم وغیرہ میں نقل کیا گیا ہے لیکن چونکہ توجیہ شیخ متضمن فوائد ہے مترجم نے باستیفاء الکلام ترجمہ کردیا واللہ اعلم بالصواب۔ قال الشیخ مہمیر یہاں ایک اور نکتہ منکشف ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے حلاوت خطاب ازل پائی اور یہ حلاوت انکی روح وسر باطن کو بہت خوشگوار آئی تو اُسکی مزید کے طلب میں دیدار کا سوال کیا پس صعقہ بسبب غیرت ازل ہے کہ اس سے اس حلاوت کی طرف بشائبہ نفس رجوع کیا لہٰذا جب افاقہ ہوا تو تسبیح بیان کی کہ سبحانک تبت الیک۔ یعنے تو پاک ہے اس سے کہ کوئی اپنی حلاوت کے ساتھ انانیت کی جہت سے طلب کرے اور توبہ کی کہ مین اپنی خودی سے طلب نہین کرسکتا سوائے اسکے کہ فرد واحد بوحدت وانفراد حقیقی جو تصور وگمان سے باہر ہے وہ اُسی کی وحدانیت وتفرد سے مطلوب ہے نہ شائبہ غیریت سے کہان کہ تمام غیر ہو کیونکہ حلاوت حجاب مشاہدہ ہے۔ ثم ذکرہ الشیخ عن بعضہم تفسیر انحو ماذکرہ الشیخ جلال الدین سیوطی وغیرہ فی قولہ ولکن انظر الی الجبل۔ کما مر ثم قال۔ اوتعالے کے مشاہدہ کا برداشت کرنے والا پہاڑ وغیرہ نہین ہوسکتا بلکہ وہی قلوب ہین جو عرفان سے معمور ہ انواع کرامات سے مقدس اور تنویر الٰہی عزوجل سے منور اور اسی کے لطف ورحمت سے اس قابل مقدر ہین اور حامل مشاہدہ در حقیقت خود مشاہدہ ہے یعنے خود بخود حامل اس منظر کے حق مین کرامت ہے بدون حلول وغیرہ کے اور پاک ہے اللہ تعالے ہر وہم وگمان سے پس حق عزوجل کا مشاہدہ کرنے والا سوائے حق عزوجل کے کوئی اور نہین ہے اور جو مستقیم وعارف وصالح مقدر ہین انکے حق مین فنا کے بعد بقار کے اس مشاہدہ مین کرامت ہے ولہ المثل الاعلیٰ والحمد للہ تعالے اولا وآخرا۔ شیخ ابن عطار رح نے کہا کہ پہلے موسیٰ کو پہاڑ کی طرف مشغول کرکے تجلی فرمائی اگر یہ نہوتا تو مرجاتے حسین رح نے کہا کہ اگر قولہ لن ترانی پر اقتصار ہوتا تو شدت تحمل شوق مین پارہ پارہ ہوجاتے لہٰذا بکرم فرمایا کہ ولکن انظر الی الجبل۔ واسطی رح نے کہا حرف لن ایک وقت معلوم تک ہے اور ابدتک کے واسطے نفی نہین ہے حضرت جعفر الصادق علیہ السلام سے مانند قول ابن عطار کے مروی ہے۔ واسطی رح نے قولہ جعلہ دکا مین کہا کہ پہاڑ کو نابود کردیا گویا کچھ نہ تھا اور جو ہیبت پہاڑ پر آمد تجلی سے طاری ہوئی پہاڑ کے حق مین حتی کہ آسمان وزمین کے حق مین یون ہی ہے۔ ابوسعید قرشی رح نے کہا کہ جمال وکرم دونون باقی رہتے ہین اور ہیبت واجلال فنا ہوجاتے ہین یعنے انکے آثار کی یہ کیفیت ہوتی ہے اور یہ مراد نہین کہ نفس مؤثر مین زوال ہے نعوذ باللہ منہ کیونکہ وہ صفات باری تعالے قدیم ہین اسمین اہل ایمان مین اختلاف نہین۔ ثم قال القرشی دیکھو پہاڑ مدکوک ہوا اور موسیٰ بیہوش ہوئے حالانکہ آخر اپنی بیوی کے پاس گئے تو کسی کو تاب انکے چہرہ کی طرف دیکھنے کی نہوئی۔ واسطی رح نے کہا کہ مخلوق کو اسکے صفات ونعوت سے ہر ایک کو اُسکی مقدار کے اندازہ پر ملتا ہے کلیہ صفات سے کسیکو نصیب نہین جیسے تجلی کہ بکلیہ ذات نہین ہے۔ اور نیز واسطی رح نے کہا کہ مجھسے لوگ کہتے ہین کہ آپ تجلی کی نفی کرتے ہین یعنے مریدون ومعتقدون نے شیخ واسطی رح سے استفسار کیا کہ آپ کیونکر یہ بات فرماتے ہین کہ تجلی نہین ہوا کرتی حالانکہ اوتعالے کلام پاک مین فرماتا ہے کہ فلما تجلی ربہ للجبل۔ اور خبر مین آیا ہے کہ اذا تجلی لشئ خضع لہ مین نے جواب دیا کہ اے اہل ایمان وصلاحیت تم میری بات سمجھو مین نے یہ کہا کہ تجلی سے ہر شخص کو اسکی طاقت وتقدیر کے موافق فیض ہوتا ہے حالانکہ بحکم قولہ تعالے اللہ نور السموات والارض۔ الی قولہ نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء الآیۃ تجلی کا ظہور ہے بھلا تمھارے نزدیک عقل سے یہ محال نہین کہ ہوا رنے ایک خاص ذرہ کے واسطے تجلی کی۔ اوتعالے پاک برتر ہے اس بات سے کہ پوشیدہ ہو یا پردہ مین ہو اور پاک برتر ہے اس سے کہ کسی وقت وسیعاد پر دکھلائی دے اور تجلی فرمادے۔ وہ پاک برتر ہے اس سے کہ قوت لحاظ اسپر واقع ہو اور تحت زبان بیان ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رحمہ اللہ نے واللہ اعلم یہ فرمایا کہ اوتعالے عزوجل اپنے نشان پاک وبرتر کے ساتھ ہر حال وہر وقت مین یکسان ہے اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے اور نیز احادیث شریف مین آیا ہے کہ اللہ تعالے کے واسطے حجاب ہے اور نور اسکا حجاب ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ بندون کی بینائیون پر تاریکی سے

لیکن نور تک کے ہزارون پردے پڑے ہین حتی کہ کافر لوگ بالکل تاریکی کے پردون مین اندھے ہو رہے ہین انکو نور بھی نظر نہین آتا ہے اور مومنون کو نور نظر آتا ہے حتی کہ جسقدر ایمان مین ترقی ہوتی ہے اسیقدر بحکم قولہ نور علی نور کے ایک نور سے دوسرے نور کیطرف عنایت و فضل الٰہی سے رسائی ہوتی ہے حتی کہ جو مقرب بندے ہین انہین کمتر پردے نور کے انکی بینائیون پر رہتے ہین اور دنیا مین وہ اس فانی بقا و حیات کی مقدار تک مرتفع نہو نگے ہان آخرت مین جب بخشے جاوینگے تو یہ بھی مرتفع ہوجاوینگے پس دنیا مین ہر شخص کے واسطے جسکے لیے تجلی ہونا ثابت ہوا اسکے یہ معنے ہین کہ اسکی نظر و بینائی سے حجاب دور ہوا اور یہ معنے نہین کہ نعوذ باللہ تعالے وہ حجاب اللہ تعالے کی وجہ جلال و عظمت پر ہے کیونکہ پردہ وغیرہ کوئی چیز نور ہو یا اور کچھ ہو اس حضرت پاک پروردگار سبحانہ و تعالے کے واسطے کیونکر حاجب ہو سکتا ہے سب اسکے زیر قدرت و تحت فرمان ہین وللہ المثل الاعلی۔ پس شیخ واسطی رحمہ کے قول کا یہ مطلب ہے اور تجلی سے انکار نہین ہے بلکہ اس سمجھ سے انکار ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اوتعالے عز و جل نے نعوذ باللہ کسی حجاب سے تجلی فرمائی تاکہ حجاب اسکا حاجب ہو بلکہ یہ مطلب کہ اس بندہ کی بینائی سے حجاب دور فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رحمہ اللہ نے بہت پاکیزہ بات بیان فرمائی اور یہی صحیح اور اسی پر اعتقاد ہے اور شیخ بیہقی رحمہ اللہ نے اپنے سنن مین بعد روایت حدیث قولہ وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن۔ یعنے جنت عدن مین اہل جنت کے اور اپنے پروردگار کو دیکھنے کے درمیان کچھ حائل نہوگا سوائے چادر کبریائی وجہ پاک کے۔ پس بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنے نہین کہ اللہ تعالے کی وجہ پاک پر چادر حجاب ہوگی نعوذ باللہ من ذلک بلکہ یہ معنے ہین کہ وہان بندون اہل جنت عدن کی نظرون پر کوئی حجاب نور کا جیسے دنیا مین یا دیگر اہل جنت پر ہوگا ان اہل جنت عدن پر نہوگا سوائے ایک حجاب کبریائی کے یعنے بوجہ حجاب کبریائی کے اس جنت والون کو مجال خود بخود بلا اجازت نظر اٹھانے کی نہوگی اور چونکہ کبریائی مخصوص بجناب باری تعالے ہے لہذا حضرت رب العزۃ ذوالجلال کی طرف نسبت کیا گیا تاکہ یہ وہم نہو کہ کبریائی سے اہل قوم کو کچھ نصیبہ ہوگا کیونکہ یہ کفر ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے جو شیخ واسطی و شیخ بیہقی رحمہما اللہ تعالے نے بیان فرمائے ہین یہی یاد رکھنا چاہیئے اور یہی صحیح اور یہی اعتقاد اور اسی پر سلف صالحین و ائمہ اسلام ہین اور بعضے لوگون نے جو زعم کیا کہ ہم اللہ تعالے کو ہر نقص و عیب سے اور ہر وہم و گمان سے پاک و برتر جانتے ہین اور ردا الکبریائی کی کیفیت ہمکو نہین معلوم ہے تو اگرچہ اس قول مین کوئی خرابی نہین لازم آتی ہے لیکن خواہ مخواہ جاہل بنکر عمدہ معرفت سے محروم رہے۔ فافہم واحفظ والحمد للہ رب العالمین۔ شیخ واسطی نے کہا کہ شیخ عارف جنید رحمہ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا تو شیخ نے چیخکر بلند آواز سے کہا کہ تجلی سے نہین بلکہ جہالت سے دکوک ہوا کیونکہ اسپر آثار تجلی واقع ہوتی تو کیفیت سے فنا ہوجاتا۔ ہمارے شیخ محمد بن حنیف رحمہ نے فرمایا کہ قولہ فان استقر مکانہ فسوف ترانی۔ کے وارد ہونے کے بعد کہا سبحانک تبت الیک۔ جو تیری طرف سے آوے اسکی تصدیق مجھپر واجب ہے علامات طلب کرنے سے مین توبہ کرتا ہون پس جب کہ لن ترانی نے کفایت نہ کی یہانتک کہ پہاڑ کی طرف نظر کی تو اس سے توبہ کی۔ بعض نے کہا کہ مین نے توبہ کی اس بات سے کہ خطاب کا سوال کرون تجھے کوئی چیز احاطہ نہین کر سکتی اور سوائے تیرے خود تیرا کوئی شاہد نہین ہو سکتا۔ واسطی نے کہا کہ برابر مقصود ممتنع رہا استغراق سے تو نہین دیکھا کہ موسی علیہ السلام نے کہا سبحانک تبت الیک۔ بعض نے کہا کہ معنے اسکے یہ ہین کہ لن ترانی بالسوال۔ یعنے سوال و دعا سے تو مجھے نہین دیکھ سکتا بلکہ عطاء و نوال سے دیدار پاویگا کیونکہ روا نہین کہ بندہ کے فعل و دعا کی جزا او تعالے جل جلالہ ہووے۔ بعض نے کہا کہ نور سے ایک برق چمکی پس پہاڑ پھٹا اور پارہ پارہ ہو کر سمندر مین جا پڑا اور آگ بجھ گئی اور آفتاب کو کسوف ہوا اور موسیٰؑ بیہوش ہوگئے پھر کیونکر موسیٰ ثابت رہ سکتے تھے جبکہ مضبوط پہاڑ نہ ٹھہرا اور یہ تو ایک برق نور تھی۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت مرفوع ذکر فرمائی جو بروایت طبرانی و ترمذی وغیرہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ ابو سعید خراز رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے کشف حجاب سے تجلی نہین فرمائی اسکے

واسطے کون ٹھہر تا یہان تو تجلی نوری سے موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو گئے۔ اور اولیاء پر نظر رحمت انپر پردہ دیکر ہے اور جب رحمت و محبت سے اقبال فرمایا تو وہان انکو علم و فوائد کثیرہ حاصل ہوتے ہین۔ قال علی بن موسیٰ عن ابیہ عن جعفر الصادق علیہم السلام جب اوتعالے عز و جل نے اپنے بندہ کلیم سے کلام فرمایا اور موسیٰ نے سنا تو زبان عجز سے دیدار کا سوال کیا پس جواب پایا کہ بے وقت تو نہین دیکھ سکتا ہان میری برہان و شواہد سے اسوقت دیکھ یعنی پردۂ التباس سے مشاہدہ حاصل کر کیونکہ تو اسوقت نور جلال کا متحمل نہین ہو سکتا ولیکن پہاڑ پر نظر کر کے عجائب قدرت کا تماشا کر پس جب پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اسکو مدکوک کر کے چار ٹکڑے کر دیا پس قلب موسیٰ کے چار ٹکڑے ہوے ایک ٹکڑا دریاے ہیبت مین دوسرا باغ محبت مین تیسرا دیدار منت مین اور چوتھا دیدار قدرت مین جا پڑا پھر شدت سے افاقہ پاکر بنظر حیا رتوبہ کی کہ بیوقت سوال کیا حسین بن منصور سے پوچھا گیا کہ موسیٰ نے کیون سوال کیا تو کہا کہ وہ حق تعالے کے واسطے منفرد ہوا پس حق عز و جل اُس کے واسطے جمیع معانی سے منفرد نظر آیا اور بہر منظور و مقابل سے مواجہہ فرمایا سولے محظور کے بطریق کشف ظاہر کے نہ بطریق تغیب کے پس اسی بات نے اسکو دیدار کے سوال پر آمادہ کیا۔ قال المترجم جملہ امور مذکور بطریق اشارت ہین جزوی فوائد مندرج ہین اور تحقیق علم مقصود نہین اور نہ وہ منصوص ہے لہذا اپنی اپنی معرفت سے سبیل ادب حاصل کرین۔ پھر جب دیدار سے محروم رکھے گئے تو اوتعالے عز و جل نے تسلی فرمانے کیواسطے دیگر اکرام سے سرفراز فرمایا چنانچہ فرمایا

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ

فرمایا اے موسیٰ مین نے تجکو امتیاز دیا لوگون سے اپنے پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا سولے جو مین نے تجکو دیا اور

الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

شاکر رہ اور لکھدی ہمنے اسکو تختون پر ہر چیز مین سے سمجھوتی اور بیان ہر چیز کا سو پکڑ انکو زور سے

وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۭ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

اور کہہ اپنی قوم کو کہ پکڑے رہین اُسکی بہتر باتین اب مین تمکو دکھلاؤنگا گھر بےحکم لوگون کا

قَالَ فرمایا اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام سے۔ يٰمُوْسٰٓى اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ اے موسیٰ مین نے تجھکو برگزیدہ کیا لوگون پر بِرِسٰلٰتِيْ۔ اپنے رسالت کے ساتھ جمع رسالت اکثر قرا کی قراءت ہے اور برسالتی مفرد ابن کثیر و نافع کی قراءت ہے۔ وَبِكَلَامِيْ۔ اور اپنے کلام کے ساتھ۔ اگر کہا جاوے کہ آیت سے ظاہر ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام سب لوگون سے برگزیدہ ہین کیونکہ الناس معرف باللام جمع مستغرق ہے تو جواب یہ کہ الف لام عہد کا ہے اور اسی زمانہ کے لوگ مراد ہین کیونکہ اصطفا علی الناس ہے نہ من الناس اور خصوص اصطفائیت برسالت و بکلام ہے اور یہ انھین لوگون کے اوپر ہوئی جنپر وہ رسول تھے لہذا الشیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اوتعالے نے موسیٰ کو خطاب فرمایا کہ مین نے تجھکو تیرے زمانہ والون پر رسالات یعنے انواع رسالت اعتقادات و عبادات و معاملات کے احکام سے اور اپنے کلام سے برگزیدہ کیا اور اسمین شک نہین کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اولاد آدم مین اولین و آخرین سب کے سردار ہین اسیواسطے اوتعالے نے محمد صلعم کو خاتم الانبیاء والمرسلین کیا کہ تا قیامت آپ کی شریعت باقی ہے اور آپکے بعد حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا مرتبہ ہے پھر موسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ ہوا اور قولہ بکلامی کی تفسیر مین شیخ جلالؒ نے کہا اے بتکلیمی ایاک۔ یعنے یون برگزیدہ کیا کہ مین نے تجھسے کلام کیا اور یہی بیضاوی و معالم وغیرہ مین مذکور ہے۔ اور شاید کلام سے توریت مراد ہو یعنے تجھکو رسالت و کتاب سے برگزیدہ کیا اور علیٰ ہذا قولہ۔ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ کے معنے یہ ہوے

کہ جو مین نے تجھے دیا وہ لے یعنے رسالت و کتاب کو لے اور مفسرین رحمہم اللہ نے کہا کہ یعنے لے جو مین نے تجھے فضل دیا اور اپنی حد سے زیادہ مت طلب کر۔ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۔ اور شکر کرنے والون مین سے ہو۔ یعنے میری نعمتون کا شکر ادا کر۔ قال البیضاوی رح مروی ہے کہ موسیٰ نے دیدار کا سوال بروز عرفہ کیا یعنے ذی الحجہ کی نوین تاریخ کو اور انکو دسوین ذی الحجہ یوم قربانی کے دن توریت ملی مترجم کہتا ہی کہ یہ مرجح ہے کہ کلام سے مراد مناجات کے علاوہ توریت ہے اور زیادہ مربوط ہے اس سے قولہ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِي الْاَلْوَاحِ اور لکھدی ہم نے موسی علیہ السلام کے واسطے الواح مین۔ یعنے الواح توریت مین۔ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۔ ہر چیز سے۔ یعنے ضرورت دین و دنیا کی ہر چیز سے جیسا کہ عقل اسپر دلیل ہے۔ مَّوْعِظَةً نصیحت و پند۔ وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ اور تبیین واسطے ہر چیز کے۔ یہ پہلے جار مجرور سے بدل واقع ہے حاصل آنکہ ہم نے الواح توریت مین موسیٰ کو اس کی قوم کے دین و دنیا کی ضرورت کی ہر چیز مفصل لکھدی۔ الواح جمع لوح اور یہ نام اسوجہ سے کہ اس سے معانی لائح ہوتے ہین اور کتبنا سے اللہ تعالے نے اپنی جانب لکھنے کی نسبت فرمائی یہ اس کتاب کی تشریف و بزرگی کا اظہار ہے۔ مؤلف فتح البیان نے لکھا کہ یہ الواح بحکم الٰہی لکھی گئین اور بعض نے کہا کہ اس کتابت کو اللہ تعالے نے الواح مین پیدا کر دیا اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے نے آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور توریت کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور درخت طوبی اپنے ہاتھ سے لگایا رواہ الدارمی وابن النجار وغیرہ اور اسکا راوی ابو معشر ایک مرد مومن ہے لیکن اسکے حفظ و توثیق مین کلام ہے اور دارمی نے میسرہ رح سے اسیکے مانند روایت کیا مترجم کہتا ہے یہ امور متفرق احادیث صحاح مین ثابت ہین اور صحیحین مین قصہ آدم و موسی علیہما السلام مین ہے کہ آدم نے کہا کہ تو موسیٰ ہے کہ تجھکو اللہ تعالے نے برگزیدہ کیا اور اپنے ہاتھ سے تیرے لیے الواح لکھین مترجم کہتا ہے کہ مُراد یہ ہے کہ مزید اختصاص کے ساتھ دست قدرت سے پیدا کین اور بعض علماء نے کہا کہ یہ ایک صفت باری تعالے ہے جو صفت ایجاد سے زیادہ خاص ہے بہرحال یہان ہاتھ سے یہ عضو ہرگز مراد نہین ہے اور اسپر اجماع ہے سوائے فرقہ گمراہ مجسمہ کے جو ایسا ہی عضو ہونا کہتے ہین اور یہ لوگ ملحد ہین ہم جناب باری تعالے مین ایسے عقیدے سے پناہ مانگتے ہین۔ پھر سدی رح سے مروی ہی کہ جملہ امر و نہی ان الواح مین لکھے تھے اور یہی مجاہد رح سے مروی ہی۔ بیضاوی نے کہا کہ مواعظ و تفصیل احکام سے ہر چیز لکھی تھی۔ پھر اسمین اقوال مختلفہ ہین کہ یہ الواح کتنے عدد تھین اور کیا طول و عرض تھا اور کس چیز کی تھین اور انمین توریت تھی یا اور کتابت تھی۔ قال ابن کثیر رح بعض نے کہا کہ یہ الواح جوہر کی تھین اور مفسر رح نے کہا کہ جنت کے درخت کنار (بیر ۱۲) سے یا زمرد سے یا زبرجد سے سات یا دس تھین۔ بیضاوی نے زیادہ کیا کہ یا سرخ یاقوت کی تھین یا پتھر کی تھین جسکو اللہ تعالے نے موسیٰ کے لیے نرم کیا تھا۔ و فی المعالم۔ لوح کی لنبائی بارہ ہاتھ کی تھی۔ اور ابن جریج سے مروی ہے کہ جبرئیل ع نے اسکو اس قلم سے لکھا جس سے ذکر لکھا تھا اور وہب رح سے مروی ہے کہ دسون کلمات کی تحریر مین آواز قلم کو موسیٰ نے سُنا تھا اور یہ ذیقعدہ کا پہلا دن تھا اور بعض نے کہا کہ دسوین تاریخ ذی الحجہ تھی۔ اور بعض نے کہا کہ موسیٰ کے قد کی لنبائی پر دس الواح تھین اور بعض نے کہا کہ نو تھین اور بعض نے کہا کہ سات تھین اور ربیع بن انس نے کہا کہ توریت نازل ہوئی تو ستر بوجھ اونٹ کے تھے اس کو سوائے چار شخص یعنے موسیٰ و یوشع و عزیر و عیسی کے کسی نے نہین پڑھا یعنے حفظ نہین کیا یا تہ دل سے انھین چار نے پڑھا۔ فی تفسیر الحافظ۔ بعض نے کہا کہ توریت سے پہلے موسیٰ کو الواح ملی ہین۔ واللہ اعلم تحقیق یہ ہے کہ سلف صالحین ان امور کو یہود سے پوچھتے تھے اور مانند کعب احبار کے جو اپنی خوشی سے ایمان لائے تھے سچے و صالح لوگ تھے اور بہت کثرت سے جو یہودی طریقہ پر تھے بہت جھوٹے اور بہتان باندھنے والے اور بد لوگ تھے ولیکن افسوس یہ تھا کہ جو جھوٹے اور اپنی کتاب کے تحریف کرنے والے اور بیباک تھے انھون نے تو سچ نہین

مبتلا ہوگا اور جو صالح تھے اُنکے قول پر بھی اعتماد نہین ہے اسواسطے کہ وہ عمداً جھوٹ نہین بولتے تھے بلکہ انکی کتابین اسطرح تاریخ وقصص کی کتابون کے مانند خراب حالت مین ملتی تھین لہذا جو انمین لکھا تھا وہ بیان کردیتے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصرح روایت ہے کہ کعب احبار مرد صالح ہے ولیکن ہم لوگ فرقہ صحابہ اسکی بات کا اعتبار نہین کرتے بسبب اسکے کہ بات اسکی جھوٹ نکلتی ہے اور مواہب وغیرہ مین مصرح ہے کہ یہ معنے نہین کہ وہ جھوٹ بولتا ہے بلکہ یہ معنے ہین کہ وہ اپنی کتابون سے جو محض تواریخ وقصہ کے مانند ہین بات بیان کرتا ہے جو درحقیقت سچی نہین ہوتی ہے پس یہان جو امور مختلف مذکور ہوئے اسکا باعث یہی ہے کہ یہ اقوال یہودیون وبنی اسرائیل سے لیے ہوئے ہین اسیواسطے امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر مین فرمایا کہ لفظ آیت کریمہ مین کچھ ایسی بات نہین ہے جو دلالت کرے کہ یہ الواح کسقدر اور کتنی اور کس چیز کی تھین اور انکی کتابت کی کیا کیفیت تھی پس اگر ایسی تفصیل کسی دلیل قوی سے ثابت ہو تو وہی قول کہنا واجب ہے ورنہ ایسی تفصیل بیان کرنے سے سکوت واجب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام رحمہ اللہ نے بہت صحیح بات کہی درحقیقت ایسی تفصیل بیان کرنا جو علی العموم تفسیرون مین پائی جاتی ہے بدون اسکے کہ انپر کچھ کلام کیا جاوے بلا اصل صحیح ہے پس واجب ہے کہ تفسیر آیت مین فقط اسقدر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے موسیٰ علیہ السلام کو الواح عطا فرمائین اور وہ دست قدرت سے لکھی ہوئی تھین۔ اور اسقدر قطعی ہے کہ وہ کسی ایسی چیز سے تھین جو پھینک دینے سے ٹوٹ جاتی ہے اور یہ نہین معلوم کہ اسمین توریت تھی یا اور کوئی بات لیکن موعظت ضروری مفصل تھی اور یہ محتمل ہے کہ دس خصال ہون جنپر مدار دین ہے اور وہ قولہ تعالے قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم الآیات مین گذرے ہین اور ان خصال کو یہود نے اور نصاری نے لکھا ہے اور یہان سے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ جیسے نصاری کے پاس اصل انجیل نہین ہے صرف اسکے ترجمے اپنی طور پر حواریون کے اقوال سے جمع کر لیے ہین اور کثرت سے انمین تحریف وتبدیل ہے حتی کہ تینتیس ہزار سے زیادہ جگہ تحریف موجود ہے اسیطرح یہود کے پاس بھی اصل توریت ندارد ہے اگرچہ فی الجملہ عبرانی کا کچھ ترجمہ توریت مین ہے اور عرب کے یہود نے بہت کتابین ہاتھون سے لکھکر اسکو توریت بتلادیا وہ عربی مین ترجمہ مشہور ہے یہ سب محض بے بنیاد ہین لہذا اسلمانون پر حکم ہے کہ برخلاف قرآن مجید کے یہود ونصاری کا جو قول ہے وہ تحریف کیا ہوا ہے اور جو بات کہ توریت یا انجیل سے ایسی بیان کرین جسکا ذکر کلام مجید مین نہین ہے اسکو نہ سچ کہین اور نہ جھوٹ کہین پس اہل اسلام وایمان متنبہ رہین۔ فَخُذْهَا۔ اے فقلنا لہ خذہا عطف ہے کتبنا پر باضمار قول یا بدل ہے قولہ فخذ ما آتیتک۔ سے اور ہا راجع بالواح ہے یا کل شیء جو بمعنے اشیاء ہے یا رسالات۔ پس بنابر قول اول کے معنے یہ ہوئے پھر ہم نے موسیٰ سے کہا کہ لے ان الواح کو۔ بِقُوَّۃٍ یعنی بجد واجتہاد کوشش واجتہاد کے ساتھ۔ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا۔ اور حکم دے اپنی قوم کو کہ اختیار کرین اسکے احسن کو۔ اگر کہا جاوے کہ ضمیر بجانب الواح ہے تو قوم کے احسن الالواح اختیار کرنے کے کیا معنے ہین جواب آنکہ باحسنہا بمعنے باحسن ما فیہا۔ ہے یعنے جو الواح مین ہے انمین سے احسن کو اختیار کرین اور بنابر آنکہ فخذہا کی ضمیر بجانب اشیاء راجع ہو تو بات ظاہر ہے۔ اگر کہا جاوے ظاہر اسکا دلالت کرتا ہے کہ اسمین بعض وہ بھی ہے جو احسن نہین ہے اور قوم کو اسکا اختیار کرنا جائز نہین ہے اور یہ تناقض ہے تو جواب اسکا کئی طور پر دیا گیا۔ اول آنکہ ان تکالیف مین بعض حسن اور بعض احسن ہین جیسے اوسط بات اور اقتصاد وعفو کرنا اور صبر پس معنے آنکہ قوم کو حکم دے کہ اپنے نفس کو ہر شخص ایسی بات پر آمادہ کرے جو بھلائی مین زیادہ ہو اور ثواب اسکا بہت ہو بمانند قولہ تعالے واتبعوا احسن ما انزل الیکم من ربکم الآیہ اور بمانند قولہ الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ الآیہ۔ یہ جواب کشاف مین مذکور ہے اور بیضاوی وامام رازی نے اسی کی پیروی کی ہے ولیکن محقق تفتازانی نے کہا کہ اس جواب کو منافات ہے اس بات سے جو مقرر ہو چکی کہ بنی اسرائیل پر قصاص ہی واجب کیا گیا تھا اور عفو نہ تھا مترجم کہتا ہے کہ جواب ہو سکتا ہے کہ عفو اگرچہ قصاص سے فی نفسہ احسن ہے لیکن چونکہ الواح مین بابت قصاص کے صرف قصاص ہی کا حکم تھا اور عفو مذکور نہ تھا لہذا اُنکے حق مین یہی احسن ہوا کیونکہ احسن ما فیہا کی پیروی کا

حکم تھا اور مطلقاً احسن کی پیروی پر مامور نہ تھے علاوہ برین احسن تو بہ نسبت دیگر ہے پس انھین چیزون مین جاری ہوگا جنہین دو حکم مذکور ہون۔ فافہم اور نیز اس جواب پر اعتراض کیا گیا کہ اس تقدیر پر حسن کو اختیار کرنے سے منع لازم آتا ہے اور یہ اسکے احسن ہونے کا منافی ہے جواب آنکہ احسن کو لے لینا بطریق مندوب ہے پس حسن کو لینے سے منافی نہین ہے۔ دوم آنکہ حسن کے تحت مین واجب و مندوب و مباح سب داخل ہین اور واجب ان سب مین احسن ہے۔ سوم آنکہ احسن سے مراد وہ کہ حسن مین کامل ہو مطلقاً نہ باضافت جیسے عرب بولتے ہین کہ الصیف احر من الشتاء گرما حار تر است از سرما یعنی سرما کی سردی سے گرما کی گرمی بہت بڑھی ہوئی ہے ایسے ہی یہان جس چیز کا حکم دیا گیا وہ ممنوع کی قباحت سے بہتری مین بڑھی ہوئی ہے۔ اسی پر دلالت کرتا ہے قول ابن عباسؓ اس آیت کی تفسیر مین چنانچہ فرمایا یعنے جو اُنمین حلال کیا گیا اسکو حلال رکھین یعنے حلال جانین اور اسی کے موافق عمل مین لاوین اور جو حرام کیا گیا اسکو حرام رکھین اور اس کے امثال کو فکر سے بنظر عبرت دیکھین اور جو اُنمین متشابہ ہین وہان توقف کرین اور موسی علیہ السلام اپنی قوم سے زیادہ عابد تھے پس انکو وہ حکم دیا گیا جو قوم کو نہین دیا گیا تھا۔ سَاُورِیْکُمْ دَارَ الْفٰسِقِیْنَ عنقریب تمکو دکھلاؤنگا مین دار الفاسقین۔ یعنے دار فرعون و اسکی اتباع کو اور وہ ملک مصر ہے تاکہ تم انسے عبرت حاصل کرو اور یہی عطیۃ العوفی کا قول ہے اور ارارۃ کے معنے یہان داخل کرنا بطور وراثت کے اور اسی پر دلالت کرتی ہے قرارۃ ساورثکم بثاء مثلثہ جیسا کہ بعض سے مروی ہے اور اگر یہ مؤید تفسیر لیجاوے تو حسن و عطاؒ سے جو مروی ہوا کہ دار الفاسقین سے مراد جہنم ہے وہ ٹھیک نہین ہوسکتا اور سدیؒ نے کہا کہ دیار جبابرہ و عمالقہ مراد ہین اور قتادہؒ نے کہا کہ ملک شام ہے اور مجاہدؒ نے کہا کہ انجام کار آخرت مین جائے بازگشت مراد ہے ابن جریرؒ نے کہا کہ قولہ ساُریکم دار الفاسقین بطور تہدید و وعید کے ہے جیسے کہنے والا اپنے مخاطب سے کہتا ہے کہ مین تجھے دور و زمین دکھلاؤنگا کہ مخالفت کرکے کس بربادی کے گھر بستے ہین۔ پھر یہی معنے حضرت مجاہد و حسن بصری نے نقل کیے شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی معنے اولے ہین کیونکہ یہ حکم بعد انفصال موسیٰ و بنی اسرائیل کے ملک مصر سے تھا اور یہ تیہ مین بنی اسرائیل کے پھنسنے سے پہلے کا حکم تھا اور قرطبی وغیرہ نے ذکر کیا کہ بنی اسرائیل کے لوگ شام کو جانے سے لوٹ کر مصر مین آکر ملک فرعون و قبطیون کے مال و متاع کے وارث ہوئے اور یہی حسنؒ کا قول ہے اور بعض نے کہا کہ مصر مین نہین لوٹے۔ حاصل آنکہ جن لوگون کے نزدیک بنی اسرائیل بجانب مصر کے نہین لوٹے انکے قول پر شام کا ملک مراد ہونا مختار ہوگا ورنہ مصر مراد ہوگا فلیتامل ف عرائس مین ہے کہ قولہ تعالے قال یاموسیٰ انی اصطفیتک علی الناس الآیہ مین نے تیرے واسطے ازل مین اپنے برگزیدہ کرنے کو جو سفارس از علت حدوث ہے اپنی رسالت کے ساتھ سابق کر دیا یعنے تو میرے اولیا بندون کی طرف میرا رسول اور انپر سردار ہے اور یہ رسالت شامل ہے تمام ان مراتب کو جسکو اولین و آخرین چاہتے ہین یعنے مقام دنو الدنو و قرب اور قرب القرب و وصال و کشف جمال کیونکہ وہ مقام استقامت کا اور حجابہ مراداوت پانے کا ہے اور نیز یہ معنے کہ تیرے واسطے اصطفائیت اسطرح سابق ہوچکی تھی کہ تو مجھسے بلا واسطہ کلام کو سنیگا اور میرے اسرار ملک و ملکوت کے جان لیگا۔ مین نے تجھکو اپنے فعل سے لباس رسالت پہنایا اور اپنے انوار کلام و صفت سے لباس ربوبیت پہنایا پس میرے برگزیدہ کرنے پر تو میری صفت سے موصوف ہوا پس تو پہلے میرے فعل کے نور مین پڑا پھر میری صفت کے نور مین پڑا حتیٰ کہ معنے اتصاف مین تو میری ذات پاک کا مشاہدہ کنندہ ہوا اور کوئی رویان تیرے بدن کا نہین جسمین میری قدرت سے آنکھ نہو پس تو ان آنکھون سے مجھکو مشاہدہ کرتا ہے پھر تو سوال ارنی سے اور کیا چیز طلب کرتا ہے یہ مراتب رفیعہ اور منازل سنیہ جو مین نے تجھے عطا فرمائین تو انکا شکر گزار ہوا اور باوجود اپنی ذاتی قلت ادراک کے میرے کنہ قدم و ازل کے ہم و غم مین مست سرگردان ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اصطفائیت ازلیہ سے تکلیم و کلام کا مرتبہ حاصل ہوا اور یہ نہین ہے کہ تکلم سے اصطفائیت حاصل ہوئی ہو اور بعض نے کہا کہ قولہ خذ ما آتیتک یعنے جو مین نے

تجھے عطا کر دیا اسکو لیکر شاکر گزاروں مین سے ہو جا اور دعوی کرنے والون مین سے مت ہو میر اتجھے برگزیدہ کرنا تیرے واسطے خود اپنے نفس کے لیے پسند کرنے سے بہت زائد ہے بعض نے فرمایا کہ اصطفائیت سے تو خلق پر سردار ہوا اور یہ میرا فضل محض ہے کہ مین نے سابقہ تقدیر مین تجھے ایسا کیا تو ایسا ہوا اور یہ نہین کہ تیری سبقت میری درگاہ مین تھی جس سے تو مستحق اصطفائیت ہوا۔ قولہ کن من الشاکرین۔ یعنے اپنے شکور کا عارف ہو کیونکہ شکور کی معرفت حاصل کرنا ہی شکر ہے اور بس۔ اور استاذ نے کہا کہ اس کلام مین لطیف اشارہ ہے کہ تمام نعمت سے شاکر ہو اور شکایت کرنے والا نہو یعنے اگر مین نے تجھے تیرے سوال سے جسمین شائبہ نفس ہے منع کیا اور محروم رکھا تو تجھے شکایت نہو۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے کلیم موسیٰ پر مزید نعمت کو ذکر فرمایا کیونکہ اسکو مواضع حقائق علوم غیبیہ اور اسرار عجیبہ واخبار ازلیہ غریبہ کی معرفت عطا فرمائی۔ بقولہ تعالےٰ وکتبنا لہ فی الالواح من کل شیٔ موعظۃ الآیۃ۔ اسمین ایک لطیف اشارہ ہے کہ ہم نے اسرار لطیفہ کو اسی کے واسطے لکھا کیونکہ وہی انکا عارف ہے اور باقی لوگ تو مقلد ہین کیونکہ اسرار خطاب اشارات ازلیت اسوے ابدیت ہین اور انکو وہی پہچانتا ہے جو مصطفیٰ ہو اسیواسطے ایک مقام پر فرمایا۔ اصطفیتک لنفسی۔ اور یہان فرمایا۔ اصطفیتک علی الناس برسالاتی پھر قولہ فی الالواح من کل شیٔ مین اشارہ ہے کہ الواح قلب پر ذات وصفات سے تلویح علوم فرمائی۔ اور قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ مین یہی معنے ہین حاصل آنکہ ہم نے اسکو اپنے علوم ازلیہ سے مخصوص فرمایا اور اسکے الواح قلب کے انوار مین نقوش حروف اسرار وحدانیت لکھے یعنے قلب کے انوار سے اسرار وحدانیت لائح فرمائے اور من کل شیٔ سے اشارہ ہے کہ علوم ذات وصفات و افعال سے اسکو عطا ہوئے قال المترجم یہ بنا بر اسکے اللہ تعالےٰ پر اطلاق لفظ شی آیا ہے اور شیخ مفسر نے اسکے جواز پر تنصیص کی ہے حاصل آنکہ ہم نے اسکو علم گذشتہ وآیندہ سے تعلیم فرمایا اور یہ موعظت اسکی زبان سے عارفون وعاشقون ومشتاقون کو ہے جو ہمارے وصال کی راہین پہچاننا چاہتے ہین اور قولہ وتفصیلا لکل شیٔ۔ یعنے اشیاء کے اسرار باطنہ کی تبیین یعنے واضح بیان اور ایسے ہی اشارات سرمدیہ ازلیہ کی تفسیر یعنے بیان فرمائی پھر جب موسیٰ نے اسکی قدر ومعرفت کو پہچانا اور شکر کا موقع جانا تو موسیٰ کو حکم دیا کہ اقبال کرے اسکی طرف اسی کے ساتھ سوائے اپنے نفس کے اور عمل کرے اسی کے ساتھ بدون اپنے نفس کے لہذا فرمایا فخذہا بقوۃ یعنے یہ ربوبیت کا بار گران ہے اسکو بقوت ازلیہ برداشت کر بایں طور کہ اپنے نفس واغیار سے فرار کرکے میری طرف مشغول ہو کر مجھسے استعانت لے اور مجھی سے قوت ونصرت حاصل کر پھر اس قوت آلہیہ سے اسکو برداشت کر اور اپنے نفس کی قوت سے اٹھانے کا ارادہ مت کر کیونکہ تیرے نفس کی قوت تو حادث ہے وہ ہرگز اِن بار ربوبیت کو برداشت نہین کر سکتی ہے اِن اسی طور پر کہ قوت آلہیہ تیری مدد فرماوے اور تیری دستگیری کرکے راہ سے پار لگا وے پھر جب تو اس بار عظیم امانت کی سواری ہو جاوے تو قوم کو حکم کر کہ اسمین سے احسن کو لیوین یعنے جو اوامر ونواہی ان پر آسان ہون وہ اختیار کرین کیونکہ اسمین سے جو حقائق ہین وہ سوائے تیرے مانند کے اوروں کی لیاقت سے برداشت نہین ہو سکتے ہین نیز قولہ باحسنہا ۔ سے یہ معنے کہ جو احکام اسمین سے انکو خوب واضح معلوم ہون انکو لیوین یعنے آیات محکمات کو لیوین کہ وہی موجب ہین اور رہے آیات متشابہات جو صفات آلہیہ کا وصف ہین تو انکو حسن اعتقاد سے لیوین یعنے تسلیم کرین کہ یہ اوصاف حضرت باری تعالےٰ عز وجل کے اسی طور پر ہین لیکن اللہ تعالےٰ عز وجل جملہ مخلوق مین سے کسی کے مانند نہین ہے پس اسکی کیفیت کو اللہ تعالےٰ خود خوب جانتا ہے اور ہم اسیقدر جانتے ہین کہ اللہ تعالےٰ عز وجل مین سب خوبیان اپنے انتہاء کمال پر ہین اور جو چیز کسی نقص کو موجب ہو اس سے اللہ تعالےٰ کے فضل سے عقل نورانی کے اقتضاء سے ہم اسکو پاک برتر جانتے ہین۔ اور یہ اسوجہ سے ہے کہ حقائق آیات متشابہات کی ادراک بشری سے باہر ہین ہان علماء ربانی اسکے اسرار مین سے کچھ پاتے ہین بعض مشائخ نے اس آیت مین کہا کہ بندون کے پاس عموماً اور خاص بندون کے پاس خصوصاً جو اللہ تعالےٰ کے اسرار ہین انکو بندون مین سے فقط وہی پاتے ہین جو بدن وقلب سے زیادہ قوی ہون تو نہین دیکھتا کہ اپنے کلیم علیہ السلام

سے فرمایا کہ خذ بالقوۃ۔ اور قوت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ پر بھروسا و اعتماد بہت قوی و مضبوط ہو۔ **قال المترجم** یہین سے ابن عباسؓ نے فرمایا کہ موسیٰ پر جو انکی ذات کے واسطے احکام سخت تھے ویسے انکی قوم کے واسطے نہ تھے اور یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ قولہ وامر قومک یاخذوا باحسنہا مین احسن سے مراد سہل ہے بمقابلہ خذ بالقوۃ کے اور قولہ یاخذوا جواب امر ہے اے ان یاخذوا۔ اور اسمین اس تقدیر پر ایک بڑا مسئلہ نکلتا ہے وہ یون کہ قوم بلکہ ہر فرد امت مامور ہے کہ شرع مین سے جہانتک جواز ہے اپنے واسطے اسہل و آسان کو اختیار کرین اور اسمین جو بھید و اسرار ہین انکے بیان کا یہان موقع نہین ہے اور اسی معنے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت پاکیزہ حنیفیہ سہولت سے موصوف ہے اور کثرت سے علمار تابعین رحمہم اللہ سے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نسبت آیا ہے کہ بہت کم تکلیف اور بہت آسان طریقہ والے اور ایسے ایسے لوگ تھے اور یہین سے محققین علمار نے جنمین سے شیخ ابن الہمام بھی ہین تتبع رخص کو جائز کیا ہے اور شیخ روزبہان نے اہل حقیقت کے پیے ابتدائے حال مین تتبع رخص سے اجتناب کا اور انتہار حال مین التزام کا اشارہ کیا ہے اور یہ امر اہل علم کے نزدیک مجملہ مہمات کے ہے بنظر آنکہ وہ لوگ مطاع ہین اور انکو حکمت الٰہیہ سے نصیب عطا ہوا ہے پس کہانتک انکو ادا معرفت مین حسن تدبیر سے لیجاتے اور اسی سہل طریقہ مین فرعون نفس و اسکے اعوان و انصار کو غرق کرلیتے ہین۔ فافہم بعض مشائخ نے کہا کہ عطایائے الٰہی کو اسی کے عطایا یعنے باربرداریان اٹھا سکتے ہین بعض نے قولہ فخذہا بالقوۃ مین کہا کہ اسکو میری قدرت سے برداشت کر اور اپنے نفس سے برداشت مت کر پس قوی وہ ہے کہ اپنے واسطے کچھ حول و قوت نہ ثابت کرے بلکہ اسکے حول و قوت وہی ہو جو خالق القوی والقدر سے اعتقاد کرے **قال المترجم** نماز بڑا رکن ہے اسکی اذان مین حی علی الصلوۃ کے وقت لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم کہنا مسنون ہے اور معنے یہ ہین کہ نماز ادا کرنے کو آنا میری قوت مین نہین بلکہ مجھے کچھ بھی حول و قوت نہین مگر برحمت الٰہی جو زبردست حکمت والا ہے شیخؒ نے لکھا کہ میرے استادؒ نے فرمایا کہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا گیا اور جو انکی قوم کو حکم دینے کا حکم دیا گیا ان دونون مین فرق ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کا لینا تو حق عزوجل سے بروجہ تحقیق قربت اور تاکید وصلت ہے اور قوم کا لینا از راہ التزام طاعت ہے۔ اور ان دونون مین بہت بڑا فرق ہے۔ پھر جو لوگ کفران نعمت کرکے درگاہ کبریائی و عظمت کی پھٹکار سے اپنی کچھ قدر و قیمت سمجھتے انکے محروم و مردود ہونے کو بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا

مین پھیر دونگا اپنی آیتون سے انکو جو بڑائی ڈھونڈتے ہین ملک مین ناحق اور اگر دیکھین ساری نشانیان یقین نہ کرین

بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۭ

انکو اور اگر دیکھین راہ سنوار کی تو نہ ٹھہراوین اُسے راہ اور اگر دیکھین راہ اُلٹی اُسکو ٹھہراوین راہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاۗءِ الْاٰخِرَةِ

یہ اسواسطے کہ انھون نے جھوٹ جانین ہماری آیتین اور رہو رہے اُنسے بیخبر اور جنھون نے جھوٹ جانین ہماری آیتین اور آخرت کی ملاقات

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ضائع ہوئین انکی محنتین وہی بدلا پاوینگے جو کچھ عمل کرتے تھے

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ۔ آیات سے مراد وہ چیزین ہین جو اللہ تعالےٰ کی مخلوقات مین اسکی قدرت پر دلالت کرتی ہین اور نیز وہ آیات بھی اسمین شامل ہین جو اسرار شریعت و احکام پر دلالت کرتی ہین۔ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ معنے یہ ہین کہ جو لوگ زمین مین

اور ون پر تکبر کرتے ہین جو کہ سراسر ناحق ہوا کرتا ہے انکو مین اپنی آیات کے سمجھنے سے محروم کردونگا بایں طور کہ انکو خوار کردونگا پھر اسمین فکر کرنے کی راہ نہ پاوینگے۔ قال الحافظ آیات سے سرکشی کا نتیجہ جہالت حاصل ہوئی۔ قال البیضاویؒ جرم تکبر سے انکے دلون پر مہر ہوئی کہ ان آیات سے کوئی عبرت و پند و نصیحت نہین پاتے جیسے قوم فرعون آخر ہلاک ہوئی۔ قال الحافظ جیسے اللہ تعالے نے فرمایا فلما زاغوا ازاغ اللہ قلوبہم۔ اور بعض علماء نے کہا کہ شرم کرنیوالا و المغرور کبھی علم نہین پاتا بعض نے فرمایا کہ علم حاصل کرتے ہین اگر ایک دم ذلت سمجھا تو تا ابد جاہل رہا۔ سفیان بن عیینہؒ نے کہا کہ قرآن کی سمجھ انسے نکال لونگا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مراد یہ کہ حکم کچھ بنی اسرائیل سے خاص نہین ہے بلکہ ہر امت مین جسنے آیات الٰہی سے تکبر کیا وہ جاہل مردود رہا۔ مترجم کہتا ہے کہ تکبر کا انجام شرک ہے اور اسکی مذمت احادیث صحاح مین تو وارد ہی ہے علی العموم لوگون کی زبان پر جاری ہے بغیر الحق۔ توضیح یہ کیونکہ تکبر کبھی برحق نہین ہوتا وہذا کقولہ یقتلون النبیین بغیر الحق۔ اور سراج مین لایا کہ یہ قید ہے کیونکہ تکبر کبھی برحق ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کہ حق پر ہے وہ باطل مذہب والے پر تکبر کرسکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام شاید بطور مجاز ہوگا ورنہ تکبر کچھ کبھی جائز نہین ہے اور صحیح وہ جو کہا لیکن مین کہا کہ تکبر برحق کسی کے لیے نہین سوائے اللہ عزوجل کے اور بیضاویؒ نے یہان کہا کہ تکبر کرتے ہین ایسی چیز کے ساتھ جو حق نہین باطل ہے اور علی ہذا بلا عفت مزید ہے یعنے تشنیع دو وجہ سے ایک تو تکبر کرتے ہین اور اسپر زیادہ تشنیع یہ کہ باطل پر تکبر کرتے ہین اور واضح ہے کہ باطل کے مقابلہ مین ذلت ظاہر نہ کرنا تکبر نہین ہے حتی کہ دنیا اور اہل دنیا کے مقابلہ مین دنیا کی حیثیت سے اپنے کو ذلیل نہ کرنا احسن ہے۔ فافہم۔ وَإِن يَرَوْا كُلَّ آيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا۔ یعنے اگر آیات مین سے ہر آیت دیکھین تو بھی ایمان نہ لاوینگے جنپر حکم ازل مقدر ہوچکا وہ کافر ہی رہینگے حتی کہ فرعون نے بارہا قصد کیا مگر ہامان کا ذرا سا وسوسہ اسکو بحکم تقدیر مؤثر ہوا اور آیات و معجزات سے متاثر نہوا چنانچہ اللہ تعالے نے انکی حالت بیان فرمائی۔ وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا۔ اور اگر راہ ہدایت کو جو اللہ تعالے کی طرف سے انبیاء علیہم السلام لائے ہین یہ لوگ دیکھتے ہین تو اس کو اپنی راہ نہین بناتے کہ اس راہ ہدایت پر چلین تاکہ یہ چند روزہ دنیا بسر کرکے رضوان الٰہی پاوین لیکن اس راہ نہین چلتے بلکہ۔ وَإِن يَرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا۔ اور اگر دیکھتے ہین راہ ضلالت کو تو اسکو راہ بنالیتے ہین تاکہ چند روزہ زندگی مین چین کرکے مرین تو ناپاک خبیث دوزخ کے کندے غضب الٰہی مین پڑین۔ ذَٰلِكَ۔ یہ پھیر دینا۔ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ۔ بسبب اسکے کہ ان لوگون نے جھٹلایا آیات الٰہی کو اور اس سے غافل رہے کچھ بھی اسمین توجہ نہ کی بلکہ جو نفس و شیطان کہتا گیا اسی کو بے تردد مانتے رہے ف فی العرائس قولہ ساصرف عن آیاتی الذین الخ۔ اسمین وہ مدعی بھی شامل ہین جو اپنی شان کو اچھا سمجھتے ہین یعنے کمال کے دعوی کرنے والے جنکو اپنی شان بھلی معلوم ہوتی ہے اور مجازی بے تحقیق باتین کرکے مغرور ہین وہ ان جھوٹے دعوون کے سبب سے حقائق خطاب کی معرفت اور معانی کلام کی سمجھ سے محروم ہوئے کیونکہ وہ کرامات اولیاء اور آیات اصفیاء سے منکر ہین حتی کہ بدتر حال انکا یہ ہے کہ وان یروا کل آیۃ لا یؤمنوا بہا۔ پھر مزید برآن یہ کہ درگاہ قبول سے مردود و مطرود ہین کما قال تعالے وان یروا سبیل الرشد الآیۃ۔ اگر انکو اللہ تعالے کی طرف ہزار راہین کشادہ ہون تو محرومی ازلی سے کبھی انکی پیروی نہ کرینگے اور منافقانہ اگر چندے چلے بھی تو کچھ اعتبار نہین ہے اور اگر گمراہی اور باطل دعوی کی ایک راہ بھی انپر ظاہر ہوئی اور شہوات کے پیچھے چلنا انھین نصیب ہے تو اسکی پیروی کرنے لگے اور اسکو راہ حق قرار دیا کیونکہ انکی جبلت ٹیڑھی واقع ہوئی ہے پس راہ راست کو کج اور کج کو راست سمجھتا ہے اور تکبر کرنے والا اگر تکبر کو جو کبریا رقم کی شان پاک ہے پہچانتا تو کبھی تکبر کا اپنے یا کسی مخلوق کی طرف خیال بھی نہ کرتا پس مخلوق مین جہان کہین تکبر ہے وہ کبریا حق سے جہالت کی وجہ سے ہے اور جہان کہین سطوت عظمت حضرت کبریا عزوجل ظاہر ہوتی ہے وہان ہر شئے پارہ پارہ ہوجاتی ہے اور سوائے تکبر حق عزوجل کے جو تکبر ہو وہ باطل ہے ہان جس بندے کو اللہ تعالے اپنے نور عظمت و ہیبت سے لباس عطا فرماوے

وہ حق کے ساتھ کلام کرتا اور حق کے ساتھ اسکا ہر کام ہے اور حق عز وجل کی صفت اس سے بوصف کبریائی ظاہر ہوتی ہے اور ہر مخلوق جو مطیع الٰہی ہو اسکے حضور مین بازوجھکاتی ہے اور وہ اپنی تمام جان وتن کو جناب کبریائی مین فنا کیے ہوئے ہے اور یہی معنے ہین اس قول کے کہ من خضع للہ خضع لہ کل شئ جسنے اللہ تعالےٰ کی جناب کبریائی کے واسطے خضوع کیا اسکے لیے ہر چیز خضوع کرتی ہے۔ قال المترجم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے شمائل شریف مین سے ہے کہ جسنے دور سے دیکھا وہ ہیبت ناک ہوجاتا اور جو پاس بیٹھا وہ بہت مانوس ہوکر اُٹھنے کا نام نہ لیتا۔ اور مشہور ومعروف ہے کہ اونٹ وجانور وغیرہ سجدے کرتے تھے ؎ ہیبت حق است این از خلق نیست ٭ ہیبت این مرد صاحب دلق نیست ٭ بعض نے کہا کہ تکبر دو قسم کا ہے ایک تکبر بحق اور دوسرا تکبر ناحق پس تکبر بحق تو فقیرون کا تونگرون پر ہے کہ جو تونگرون کے پاس ہے اُس سے فقرا کو استغنا رہتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے لیکر وہ تمام نعمہائے فانی سے مستغنی ہوتے ہین اور تکبر ناحق وہ تونگرون کا فقیرون پر ہے کہ انکی مفلسی ومحتاجی سے انکی حقارت کرتے ہین۔ واسطی رح نے کہا کہ تکبر برحق تو یہ کہ تونگرون وفاسقون پر اور کافرون وبدعتیون پر ہو کیونکہ اثر مین مروی ہے کہ خدائے تعالےٰ کی نافرمانی کرنے والون سے ایسے چہرہ سے ملو کہ وہ حقیر ہون۔ اور سہل رح نے کہا کہ قولہ ساصرف عن آیاتی الذین الخ یہ پھیرنا اس طرح ہے کہ وہ قرآن مجید کی فہم سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اقتدا پانے سے محروم کیے جاوینگے۔ ابن عطا رح نے کہا کہ اوتعالےٰ جل جلالہ نے یہ فرمایا کہ انکے قلوب واسرار وارواح کو عالم قدس کی سیر سے محروم کیا جائیگا۔ شیخ ذو النون رح نے فرمایا کہ اوتعالےٰ عز وجل نے باطل اعتقاد واعمال والون کو قرآن مجید کے حقایق وحکمت عطا فرمانے سے انکار فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا۔ اور جن لوگون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ۔ اور ملاقات آخرت کو یعنے قیامت مین بعث وحشر ہونے وغیرہ کو تو حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ نیست ہوگئے انکے اعمال یعنے دنیا مین مانند صدقہ وناتے دارون کے ساتھ سلوک وغیرہ کے جو بھلے کام کیے تھے انکا کچھ ثواب نہ پاوینگے کیونکہ اللہ تعالےٰ پر ایمان لانا جو ثواب پانے کی شرط تھی وہ نہین ہے۔ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ استفہام انکاری ہے اے ما یجزون جزائر الا جزاء ما کانوا یعملون من التکذیب والمعاصی۔ یعنے نہین جزا پاوینگے کچھ بدلا سواے جزا اس فعل کے جو کرتے تھے یعنے آیتون کو جھٹلانا اور گناہ وشرک وغیرہ کرنا پس انھین کامون کی جزا پاوینگے اور انکی جزا سخت عذاب دردناک ہے اور کبھی کافرون کو اپنے نیک کامون کی جزا دنیا مین مل جاتی ہے اگر مشیت مین مقدر ہو۔ اسمین تنبیہ ہے کہ آیات الٰہی مین نظر وتامل کرنا واجب ہے ورنہ برکت وحی الٰہی جو قرآن مجید کی آیات سے ہے دلون سے جاتی رہیگی فضیل بن عیاض سے روایت ہے کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ جب میری اُمت والے دنیا کی چیزون کی عظمت کرینگے تو اُن لوگون سے ہیبت اسلام جاتی رہیگی اور جب آپس مین ایک دوسرے کو بھلائی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا چھوڑ دینگے تو وحی کی برکت سے انپر محرومی چھا جائیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے مین پناہ مانگتا ہون کیونکہ اب اُس سے زیادہ بڑھا ہوا مرتبہ نظر آتا ہے کہ آپس مین ایک دوسرے کے دشمن ہین اللھم اعز الاسلام وارحم اہلہ انک انت التواب الرحیم پس درمیان قصہ مین یہ کلام تنبیہ ہے کہ دیکھو بنی اسرائیل نے آیات کو مشاہدہ کرکے غفلت کی تو انکا انجام ہلاکت ہوگیا اگر رحمت الٰہی نہوتی تو ہلاک ہوجاتے

کما قال تعالےٰ

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ

اور بنالیا موسےٰ کی قوم نے اسکے پیچھے اپنے زیور سے بچھڑا ایک دھڑ اسمین گاے کی آواز یہ نہ دیکھا کہ وہ اُنسے بات نہین کرتا

وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ

اور نہ دکھاوے راہ اسکو ٹھہرالیا اور وہ تھے بے انصاف اور جب پچتائے اور سمجھے کہ ہم

ضلوا قالوا لئن لم یرحمنا ربنا ویغفر لنا لنکونن من الخاسرین ○

بہکے کہنے لگے اگر نہ رحم کرے ہمکو ہمارا رب اور نہ بخشے تو بیشک ہم خراب ہونگے

واتخذ قوم موسیٰ۔ اور بنا لیا قوم موسیٰ نے من بعدہ۔ بعد موسیٰ کے یعنے بعد جانے موسیٰ کے کوہ طور پر مناجات کے لیے جبکہ اللہ تعالےٰ نے تیس راتون کا وقت مقرر فرمایا اور دس روز بڑھا دیے تھے اور انھین مزید دس راتون کے زمانہ مین قوم موسیٰ نے انکے پیچھے بنا لیا من حلیہم۔ اپنے زیورون سے عجلا جسدا ایک بچھڑے کو کہ جسد تھا اور جوکہ له خوار۔ اسکے واسطے خوار تھی یعنے گاے کی آواز تھی کذا فسرہ ابن عباس والحسن وقتادہ واختارہ جمہور المفسرین۔ یقال خار یخور ویخار خوارا۔ یعنے گاے کا آواز کرنا اور قولہ جسدا له خوار سے یہ توضیح وتحقیق ہے کہ وہ فقط بچھڑے کی صورت نہ تھا بلکہ منقلب ہوکر جسد ہوگیا یعنے خول دار جسم ہوگیا کہ گاے کی طرح آواز کرتا تھا اور بعض نے کہا کہ فقط سونے کا جسم تھا خالی از روح۔ مگر قول اول اصح ہے اور وہی مفسرین نے اختیار کیا اور دوسرے مقام پر کہ موسیٰ علیہ السلام کا اسکو جلا کر خاک کر کے دریا مین پھینکنا جو مذکور ہوا اس سے زیادہ مناسب ہے اور قصہ یہ ہوا کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے ایک مہینہ کی میعاد وعدے کی جو بنی اسرائیل سے بیان کی تھی بسبب دس راتین بڑھائی جانے کے دیر کی تو بنی اسرائیل فتنہ مین پڑے اور سامری نے جو بعض علوم سے آگاہ اور اس قوم مین باآبرو تھا موقع پاکر بنو اسرائیل سے وہ زیور جمع کرایا جو انھون نے مصر مین بھاگنے سے پہلے قبطیون سے اپنے یہان خوشی کی آرائش کے واسطے مانگے لیا تھا اور وہ انھین کے پاس رہگیا اور مصر سے بھاگنے کا حکم ہوگیا پھر قبطی مع فرعون کے ہلاک ہوگئے پس یہ زیور جمع کرا کے اس سے ایک بچھڑا بنایا اور اسمین وہ خاک ڈالدی جو جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے نشان سے لی تھی چنانچہ دوسرے مقام پر مقولہ سامری حکایت ہے کہ بصرت بما لم یبصروا بہ فقبضت قبضۃ من اثر الرسول الآیۃ۔ اور اس خاک کا اثر حیات تھا پس وہ منقلب ہوکر خون وروح کا جسد ہوکر آواز کرنے لگا۔ اور بنی اسرائیل سے کہا کہ یہ تمھارا و موسیٰ کا الٰہ ہے پس سمندر سے پار ہونے کے بعد ایک قوم کو گاے کی شکل کے بُت پوجتے دیکھکر بنی اسرائیل کے جاہل اثر پذیر ہوچکے تھے یہان تصدیق کر لی۔ اور آلہ بنا لیا پس حاصل تقدیر کلام یون ہے کہ واتخذ قوم موسیٰ عجلا الٰہا۔ یعنے بنا لیا قوم نے موسیٰ کے بعد ایک بچھڑے کو معبود پس الٰہا مفعول دوم محذوف ہے بعض نے کہا کہ وہ بچھڑا فقط ایک مرتبہ بولا تھا اور بعض نے کہا کہ بہت بار حتی کہ جب بولتا تو سجدہ مین گر پڑتے جب چپ ہوتا تو سر اٹھاتے۔ وہب سے روایت ہے کہ آواز کرتا بدون حرکت کے سدیؒ سے ہے کہ چلتا بھی تھا واللہ اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ زیور مستعار بیان ہوا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے من حلیہم فرمایا تو جواب دیا گیا کہ اضافت باین معنے کہ انکے پاس تھا یا اس لیے کہ بعد ہلاک قوم قبط کے یہ مالک ہوگئے تھے کذا ذکرہ البیضاوی اعتراض ہوا کہ مستعار چیز بعد فوت ہوجانے مالک کے مستعیر کی ملک نہین ہوتی جواب دیا گیا کہ ہان ولیکن قوم فرعون کا مال مال اللہ تعالےٰ نے بنو اسرائیل کو حلال کیا تھا بدلیل قولہ تعالےٰ کم ترکوا من جنات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمۃ کانوا فیہا فاکہین کذلک واورثناہا قوما آخرین حلیہم بضم اول وتشدید یا جمع حلی بفتح اول وسکون ثانی وتخفیف مانند ثدی وثدی۔ قراءۃ حمزہ وکسائی بکسر اول بالاتباع ہے اور یعقوب نے مفرد پڑھا۔ اگر کہا جاوے کہ اتخاذ تو فقط سامری کا تھا پھر اتخذ قوم موسیٰ کیونکر فرمایا۔ جواب آنکہ قوم والے اس فعل پر راضی تھے اور اولیٰ یہ کہ سامری کا اتخاذ بمعنے ساختہ ہے اور قوم کا اتخاذ بمعنے معبود بنا لینا۔ ابو السماک وعلی کی قراءۃ مین جوار بجیم آیا اور یعنے آواز سخت مگر معروف قراءۃ بخاء معجمہ ہے۔ الم یروا انہ لا یکلمہم ولا یہدیہم سبیلا۔ استفہام توبیخ جھڑکی وملامت ہے ان جاہلون کو کہ اتنی آیات توحید دیکھنے کے بعد یہ حرکت کی۔ معنے یہ کہ اُن جاہلون نے اسکو آلہ بناتے وقت یہ نہ دیکھا کہ نہ اسکو باتین کرنے پر قدرت ہے اور نہ راستہ بتلا دینے پر قدرت ہے جیسے ادنیٰ آدمی کو ہوا کرتی

پھر کیونکر اُسکو آدمیون و زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا مان لیا یہ چشم ضلالت کا اثر تھا کہ سورتون کی محبت چھائی حضرت ابو الدرداءؓ سے
روایت ہے کہ حضرت رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا کسی چیز کو محبوب رکھنا اندھا و بہرا کر دیتا ہے۔ رواہ احمد و ابو داؤد۔ اِتَّخَذُوْهُ
وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ۔ مگر مذمت کرنے اور ملامت کرنے کو اتخذوہ فرمایا یعنے بنا لیا ان لوگون نے اس جانور کو اپنا معبود اور تھے یہ لوگ ظالم یعنے
ہر چیز کو بیموقع رکھنے والے تھے اسی جہت سے ان لوگون نے عبادت کو اس جانور کے سامنے رکھا اور اُلوہیت کو اُس چیز مین تصور کیا
پس اسکو معبود بنانا ان لوگون کی طرف سے نئی بات نہ تھی۔ آیت مین تمام ان لوگون کو تنبیہ ہے جو الوہیت کو کسی مخلوق مین تصور کرتے ہین اور
عقل و نظر سے بالکل اندھے بن جاتے ہین اور ذرا نہین سمجھتے کہ شان اُلوہیت کسی عاجز مخلوق مین کیونکر ہو سکتی ہے۔ فی السراج اس مین
اختلاف ہے کہ کل قوم نے بچھڑا پوجا تھا یا بعض نے پس حضرت حسنؒ سے مروی ہے کہ سوائے ہارون علیہ السلام کے سب نے پوجا بدلیل عموم اس
آیت کے اور بدلیل دعا موسیٰ علیہ السلام کہ اپنی ذات اور اپنے بھائی کے واسطے استغفار کو مخصوص فرمایا اور دیگر علماء نے کہا کہ بعض قوم نے
ایسا کیا تھا بدلیل آنکہ قوم مین اہل ارشاد و ہدایت بھی موجود تھے جنکی شان سے یہ امر بعید تھا۔ قال تعالے ومن قوم موسیٰ امۃ یهدون بالحق الآیۃ
اور یہی ظاہر کلام شیخ ابن کثیرؒ ہے وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ یعنے موسیٰ علیہ السلام کے میقات سے واپس ہونے کے بعد جب یہ لوگ
نادم ہوئے۔ قال الواحدی مفسرین و اہل لغت کے اقوال سے ظاہر ہوا کہ سقط فی یدہ بمعنے نادم ہوا مستعمل ہے اور یہ نادم کی صفت مین
آتا ہے اور اسکی اصل مین کوئی کلام پسندیدہ مین نے نہین دیکھا۔ قال البیضاوی یہ کنایہ ہے یعنے جب سخت نادم ہوئے کیونکہ جو آدمی
سخت ندامت و حسرت اپنے فعل پر اُٹھاتا ہے وہ غم سے اپنا ہاتھ کاٹتا ہے پس اسکا ہاتھ سقوط فیہا ہو جاتا ہے کیونکہ اسکے ہاتھ مین اس کے دانت
پڑتے ہین اور بعض قراۃ مین سقط بروزن معروف ہے اے سقط العض فی ایدیہم۔ یعنے چبانا انکے ہاتھون مین واقع ہوا اور مراد وہی ہے کہ سخت
نادم ہوئے اور ازہری و زجاج و نحاس وغیرہ نے کہا کہ قولہ لما سقط فی ایدیہم۔ یعنے انکے دلون مین ندامت واقع ہوئی بطریق تشبیہ کے کیونکہ
اکثر کام آدمی اپنے ہاتھون کرتا ہے اور ایسے ہی قولہ یوم یعض الظالم علی یدیہ۔ کنایہ از حسرت و غم ہے۔ حاصل آنکہ جب وہ لوگ اپنے فعل پر
سخت نادم ہوئے۔ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا۔ اور یقین جان لیا کہ وہ ضرور گمراہ ہوئے۔ یعنے بچھڑا پوجنے مین گمراہ تھے اور یہ علم انکو حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے واپس آنے کے بعد ہوا جیسا کہ سورۂ طٰہٰ مین مذکور ہے لیکن یہان انکے فعل مذموم اور قول توبہ کو ایک جگہ بیان کر دیا۔ قَالُوْا
لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا۔ بولے کہ اگر نہ رحم کریگا ہمارا پروردگار۔ یہ اکثر کی قراۃ ہے اور ترحمنا بصیغہ خطاب قراۃ حمزہؒ ہے پس ربنا منصوب
بنا بر آنکہ منادی ہے یعنے اگر نہ رحم کریگا تو اے ہمارے پروردگار۔ وَيَغْفِرْ لَنَا۔ اور ہماری مغفرت نہ کریگا تو۔ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ البتہ
ہم ہو جاوینگے خاسرین مین سے۔ اس کلام مین انکی طرف سے اقرار ہے کہ جو ہم سے صادر ہوا وہ بڑا گناہ ہے اسپر نادم ہو کر اللہ تعالے کی طرف
رجوع و رغبت ہے کہ اس خطا کو معاف فرماوے پھر توبہ انکے گردن جھکا کر مقتول ہونے سے ہوئی ف فی العرائس قولہ واتخذ قوم موسیٰ من بعدہ
الآیۃ۔ قوم مذکور طالب حق تھی اور جس جہت سے بعض روائح قرب انکے ناک مین پہونچی انکی طبیعت کی رعونت غالب ہو گئی اور قلب مین
حلاوت پہونچی اور غالب صفات انسانیت ابھی فنا نہین ہوئی تھین کہ اس حلاوت سے یہ رعونات مختلط ہو گئین اور حلاوت قرب غائب
ہو گئی اور انسانیت کا عشق جوش مین آیا پس حوادث مین سے خیالات کی صورت اُنکے دلون کو مطلوب ہوئی کیونکہ غلبہ خیالات سے صورت
توحید و افراد قدم از حدوث جاتی رہی اور خیال کے طلب مین رہ گئے اور ہر متحرک کو اپنے تصور سے معبودیت کے لیے قبول کرنے لگے پس
حق تعالے نے عجل مذکور کو قہر ربوبیت کا لباس دیا کہ قوم مذکور اسکی عبادت و تعظیم کرنے لگے اور قہر و امتحان سے محجوب ہوئے اور اگر متنبہ

ہو جاتے تو مانند موسیٰ علیہ السلام کے خود ہی پہلے اسکو جلا کر خاک کر دیتے ایسا ہی جو شخص کہ درجۂ توحید کو نہ پہونچا اور عشق کی رعونت مین پڑا اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ توحید کی غیرت سے راہ معرفت مین اُسکا قتل واجب ہوتا ہے اسی سے ان لوگون کی توبہ بھی قتل نفس سے تھی اور جو توحید مین مشرک ہوا اسکا یہی انجام ہے سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر انسان کا گوسالہ وہ ہے جسپر وہ متوجہ ہوا اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے بوجہ اس کے اعراض کیا خواہ جورو لڑکے ہون یا کوئی اور چیز ہو اور اس سے خلاصی نہین پاتا مگر جبھی کہ تمام اسباب حظوظ سے چھوٹ جاوے جیسے بُت پوجنے والے نہ چھوٹے یہانتک کہ مقتول ہوئے۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتدا مین وہ لوگ توہم و ظنون سے پاک نہ تھے اور حقائق توحید سے بے خبر تھے پس ان توہمات مین انکے قدم پھسل گئے بعض مشائخ نے فرمایا کہ جن قومون نے بچھڑے کو پوجا بھلا انکے دلون نے توحید کی خوشبو پائی تھی نہین ہرگز نہین ہرگز نہین اور جس کسی نے جبرئیل یا میکائیل یا عرش یا کرسی یا مخلوق مین سے کسی کی طرف لحاظ کیا یہی حال اسکا ہے کہ اس نے توحید کی خوشبو بالکل نہین پائی ہے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي ۖ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ

اور جب پھر آیا موسیٰ اپنی قوم مین غصے بھرا اور افسوس بولا کیا بُری جگہ رکھی تم نے میری میرے بعد کیون جلدی کی اپنے

رَبِّكُمْ ۖ وَأَلْقَى الْأَلْوَاحَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ ۚ قَالَ ابْنَ أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي

رب کا حکم سے اور ڈال دین وہ تختیان اور پکڑا سر اپنے بھائی کا کھینچنے اپنی طرف وہ بولا کہ اے میری مان کے جائے لوگون نے مجھے بودا سمجھا

وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَاءَ وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي

اور نزدیک تھے کہ مجھکو مار ڈالین سو مت ہنسا مجھ پر دشمنون کو اور نہ ملا مجھکو گنہگار لوگون مین بولا اے رب معاف کر مجھکو

وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝

اور میرے بھائی کو اور ہمکو داخل کر اپنی رحمت مین اور تو سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَىٰ إِلَىٰ قَوْمِهِ غَضْبَانَ اور جب لوٹا موسیٰ یعنے کوہ طور سے اپنی قوم کی طرف غضب مین بھرا ہوا۔ یعنے قوم کی طرف سے غضبناک کیونکہ اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کو کوہ طور پر آگاہ فرمایا تھا کہ تیری قوم فتنہ مین پڑی لہذا غضبان آئے۔ أَسِفًا نہایت محزون۔ یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اسف ایک مرتبہ غضب سے زیادہ شدید ہے ذکرہ الحافظ۔ اور واحدی رحمہ اللہ نے کہا کہ دونون قول قریب قریب ہین اسلیے کہ حزن سے غضب ہوتا ہے اور غضب سے حزن ہوتا ہے پس اگر کم مرتبہ والے سے مکروہ بات نظر آئی تو غضب آگیا اور اگر اونچے مرتبہ والے سے ظاہر ہوئی تو حزن ہوا پس اولی اس مقام پر شدت حزن سے تفسیر ہے۔ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُونِي مِن بَعْدِي۔ اے قال لہم موسیٰ بئس خلافۃ خلفتمونیہا من بعدی خلافتکم ہذہ حیث اشرکتم۔ یعنے موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگون کو مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ بُری خلافت جو تم میرے بعد بجا لائے یہ تمہارا خلافت کرنا ہے کیونکہ تم نے شرک کیا۔ رسم الخط مین اس مقام پر بئسما متصل لکھنے پر اتفاق ہے اور ما سے مراد خلافت ہے اور قولہ خلفتمونی صفت ہے اور خلافتکم ہذہ مخصوص بالذم ہے اور حیث تعلیلیہ ہے۔ پھر اگر یہ خطاب بچھڑا پوجنے والون کو ہے تو معنے یہ ہین کہ تم نے میرے بعد برا یہ فعل کیا اور اگر ہارون و مومنین کو ہے تو معنے یہ ہین کہ بُری طرح تم نے میری قائم مقامی کی۔ اور اول ظاہر ہے۔ أَعَجِلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ۔ عجلہ کسی چیز کے وقت سے پہلے اسکے ساتھ تقدم کرنا اسیواسطے مذموم ہے۔ کما فی الحدیث عجلت شیطان کی طرف سے ہے اور سرعت کے معنے یہ ہین کہ کسی چیز کو اُسکے وقت کے اول مین ادا کرنا اور وہ مذموم نہین ہے اور حدیث مین جو آیا کہ تانی از جانب حق تعالےٰ ہے

وہ اس سرعت کو شامل ہے لہذا اثنا از اول وقت ادا کرنا عجلت نہیں بلکہ سرعت ہے فاحفظہ۔ مروی ہے کہ سامری نے جب اُنکے لیے بچھڑا نکالا تو کہا تھا کہ یہ تمھارا اور موسیٰ کا پروردگار ہے اور موسیٰ اب لوٹ کر نہ آوینگے کیونکہ انکا انتقال ہو گیا۔ لہذا قولہ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ کے معنے ہیں بیضاوی نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ کیا تم نے اپنے پروردگار کے وعدہ میں جو اُسنے مجھسے چالیس راتوں کا کیا تھا سبقت کی اور تم نے میری موت کو مقدر کیا اور میرے بعد دین کو متغیر کر دیا جیسا اور اُمتوں نے اپنے انبیاء کے بعد کیا۔ یا عجلت متضمن معنے سبقت ہے لہذا امر سبقت کے بلا واسطہ متعدی ہوا اور بولتے ہیں کہ عجل عن الامر جبکہ اس کام کو ادھورا چھوڑ دیا ہو لہذا یہ معنے ہونگے کہ تم نے امر الٰہی کو ناتمام چھوڑا۔ اور یہ جملہ بھی ملامت وانکار میں شامل ہے وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ۔ اور ڈال دیا موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو یعنے الواح توریت کو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ جمہور مفسرین سلف و خلف کے نزدیک یہ فعل حضرت موسیٰؑ کا اپنی قوم پر غضب کی وجہ سے تھا اور مفسرؒ نے کہا کہ قوم پر یہ غضب خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے تھا پس جب الواح کو ڈالدیا تو وہ ٹوٹ گئیں۔ الیسا ہی ابن عباس رضؓ سے مروی ہے کہ الواح ٹوٹ گئیں پس سوائے چھٹے حصہ کے باقی سب اُٹھا لیا گیا اور ابوالشیخؒ نے روایت کیا کہ چھ ساتویں حصے اُٹھا لیے گیے اور ایک ساتواں حصہ رہگیا۔ اور معنے اسکے واللہ اعلم یہ ہیں کہ توریت کے الواح میں جو کچھ لکھا تھا اس میں سے ایک ساتواں حصہ رہگیا باقی مٹ گیا کیونکہ آگے فرماتا ہے فلما سکت عن موسی الغضب اخذ الالواح۔ اور یہ دلیل ہے کہ خود الواح باقی تھیں اور اسی پر دلیل ہے جو مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جب موسیٰؑ نے الواح کو ڈالا تو اُمیں سے تفصیل یعنے غیب کی خبریں جاتی رہیں اور ہُدیٰ یعنے مواعظ واحکام باقی رہے اور بعض نے کہا کہ ڈال دینے کے معنے کہ الواح کو ایک مقام پر رکھدیا تھا پھر قوم کو ملامت کرکے اُنکو وہاں سے اُٹھایا۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں کہا کہ قرآن مجید میں۔ مذکور نہیں کہ موسیٰؑ نے الواح کو ڈال دیا اسطرح کہ وہ ٹوٹ گئیں بلکہ صرف القا مذکور ہے اور یہ غضب کی حالت میں رکھدینے کے معنے میں ہو سکتا ہے لیکن اسطرح پھینک دینا کہ ٹوٹ جاویں یہ بڑی سخت جرأت ہے کتاب الٰہی پر جو کہ شان انبیاء کے لائق نہیں ہے اور حاصل آنکہ جب تک بدلیل قوی یہ بات ثابت نہو کہ ایسا ہوا تب تک اسکو نہیں کہنا چاہیئے اور ظاہرا ایسا ثبوت نہیں ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ معنے یہ ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو رکھدیا۔ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ۔ دوسرے مقام پر داڑھی کا لفظ بھی ہے لہذا مفسرؒ نے کہا کہ داہنے ہاتھ سے سر کو یعنے سر کے بالوں کو پکڑا اور بائیں ہاتھ سے داڑھی کو پکڑا اس حال سے کہ اپنی طرف اسکو کھینچتا تھا بدین گمان کہ ہارون نے اس شرک وکفر کے روکنے میں کوتاہی کی۔ ہارون حضرت موسیٰؑ کے سگے بھائی اور تین سال بڑے تھے اور نہایت حلیم تھے اسیواسطے بنی اسرائیل کو وہ زیادہ محبوب تھے۔ قَالَ ابْنَ اُمَّ۔ ہر چند کہ ماں و باپ سے حقیقی بھائی تھے ولیکن زیادہ مہربان کرنے کے لیے ماں کا ذکر کیا اور بعض نے کہا کہ ماں سو منہ تھیں اور بعض نے کہا کہ ماں کی طرف سے بھائی تھے ابن عامر وحمزہ وکسائی نے یہاں و سورۂ طٰہٰ میں ابن ام بجسر میم پڑھا اور اصل اسکی یا ابن امی ہے پس یا کو بغرض تخفیف کے کسرہ پر اکتفا کرکے حذف کیا جیسے منادی مضاف الی الیاء میں حکم ہوتا ہے اور باقیون نے ابن ام بفتح میم پڑھا بغرض مزید تخفیف کیونکہ طویل ہے یا بوجہ تشبیہ بخمسۃ عشر کے بہر حال معنے یہ ہیں کہ ہارونؑ نے کہا کہ اے میری ماں کے بیٹے تو میری داڑھی اور بال مت پکڑ۔ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ۔ قوم نے مجھے کمزور بنایا۔ اُمیں ہارونؑ اپنی جانب سے کوتاہی کرنے کا وہم دفع کیا۔ حاصل آنکہ میں نے ان لوگوں کے روکنے میں اپنی وسعت صرف کی یہانتک کہ اُنھوں نے مجھکو مقہور کر لیا وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ۔ اور قریب ہوئے کہ مجھکو قتل کریں۔ پس میری طرف سے کوتاہی نہیں ہوئی۔ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ۔ پس مت خوش کر میرے ساتھ دشمنوں کو باین طور کہ تو میری اہانت کرے یعنے میرے ساتھ ایسا فعل مت کر وا اہانت کا جس سے دشمن خوش ہوں۔ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ اور مت کر مجھکو بھی مواخذہ میں ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے بچھڑا پوجکر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ یعنے شرک وکفر

کیا ہے یعنے مین ان مشرکون مین نہین ہون اور نہ مین نے انکے روکنے و فہمائش کرنے مین قصور کیا ہے۔ شماتۃ۔ دراصل دشمن کے بری بات مین مبتلا ہونے پر خوش ہونے کو کہتے ہین وہ مصدر از باب سلم یسلم ہو۔ اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا مین آیا۔ اللھم انی اعوذبک من سوء القضاء و درک الشقاء وجہد البلاء و شماتۃ الاعداء پھر جب حضرت ہارونؑ نے یہ اعتذار و شماتت اعداء کو ذکر کیا تو موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي۔ اے قال موسیٰ داعیا الی اللہ تعالےٰ یارب اغفرلی ما صنعت باخی واغفر لاخی۔ کہا موسیٰ نے کہ اے میرے پروردگار مجھے بخشدے اس کام مین جو مین نے اپنے بھائی کے ساتھ کیا اور بخشدے میرے بھائی کو۔ قال المفسرؒ اپنے بھائی کو اس دعا مین شریک کر لیا ایک تو بھائی کو راضی کرنے کے واسطے اور دوم اس لیے کہ دشمنون کی شماتت نہ رہے کیونکہ اس دعا کی بڑی وقعت ہے وقال غیرہ بھائی کے واسطے بھی مغفرت کی دعا کی تاکہ شاید انکی فہمائش ور وکنا کامل طور پر درجہ قبولیت کو نہ پہونچا ہو تو اللہ تعالےٰ عفو فرمائے اور اسپر مزید یہ کہ۔ وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ اور داخل کر دے ہم دونون کو اپنی رحمت مین یعنے پھر اپنی رحمت سے مزید انعام فرما اگرچہ بخشنا بھی تیری رحمت ہے۔ وَأَنتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ اور تو ارحم الراحمین ہے کیونکہ ہم اپنی جانون پر جسقدر رحم کرتے ہین اس سے تیرا رحم بہت زیادہ ہے اور بھید یہ ہے کہ ہم اپنے نفس پر ظاہری راست رحمت کا قصد کرتے ہین حالانکہ اسکی واقعی کیفیت و انجام کار سے غافل ہوتے ہین اور تو پاک پروردگار خالق علیم حکیم ہے تیرا رحم اسپر تحقیق راہ سے ہوتا ہے اگر کہا جاوے کہ اس قصہ مین ثابت ہے کہ فتنۂ بنی اسرائیل کی خبر او تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر دی تھی حالانکہ موسیٰؑ وہان سے الواح لیتے آئے تو جواب اسکا وہ ہے جو حدیث ابن عباس رضؓ مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ موسیٰؑ پر رحم فرماوے جو چیز معائنہ ہو وہ خبر دی ہوئی کے مانند نہین موسیٰؑ کو اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا تھا کہ موسیٰؑ کے بعد اسکی قوم فتنہ مین پڑی مگر موسیٰؑ نے الواح کو نہ ڈالا پھر جب انکو دیکھا اور معائنہ کیا تو الواح کو ڈال دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم من حدیث الحسن بن محمد الصباح عن عفان عن ابی عوانہ عن ابی بشر عن سعید بن جبیر عنہ وہذا کما تراہ اسنادہ لا باس بہ واللہ اعلم ومعنے حدیث مین یہ وہم نہو کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ کی خبر فرمانے مین تصدیق کامل نہوئی تھی حتی کہ معائنہ کیا کیونکہ موسیٰؑ وہان سے سخت غضبناک آئے تھے بسبب یقین امر مذکور کے بلکہ معنے یہ ہین کہ تغیر حالت مزاج بعد آنکھون دیکھنے کے زیادہ ہو گیا جیسے کسی امر خش کی اگر دوسرے کو خبر دیجاوے تو بہ نسبت اسوقت کے تغیر کے اگر آنکھون سے دیکھے تو زیادہ متغیر ہوتا ہے اور بھید یہ ہے کہ مزاج از کیفیات جسم ہے اور دیکھنا وغیرہ اسی جسم کے حواس ہین اور تصدیق کرنا فعل عقل ہے فافہم ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ولما رجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا موسیٰ علیہ السلام کو کمال انبساط مین لن ترانی سے صدمہ پہونچا اور اسپر رجوع مین صدمہ فراق ہوا کہ وصول الوصول فوت ہو کر درد فراق آیا اور اس حالت مین شریعت عبودیت لیکر قوم کی طرف واپس ہو کر گوسالہ پوجنے والون کو دیکھکر شیر گرسنہ کے مانند اپنے بھائی و قوم پر غضبناک ہوئے کیونکہ حضرت کلیم علیہ السلام اس حال مین درگاہ ازل سے واپس آتے تھے جہان دونون جہان ایک ذرہ سے کہین حقیر ہین اور قلب انسان اس نور ازل کا محل اور اسی وجہ سے اشرف المخلوقات ہے پس قوم کی نہایت کمینہ حمیت دیکھکر کہ ایک حقیر ہاتھون کا بچھڑا بنا ئے ہوئے کو پڑے پوج رہے ہین سخت غضبناک ہو گئے۔ یہ عقل و فہم و علم و انسانیت کہان چلی گئی عقل کہان اس بات کو قبول کرتی ہے کہ جس چیز مین تغیر ہوتا ہو آوازین کرتا ہو بسا تا ہو جسم و خون و غلیظ چیزین رکھتا ہو اسمین الوہیت ہے نعوذ باللہ من ذالک۔ ان بیوقوفون کو کیا ہوا کہ اتنا نہین سمجھتے کہ الوہیت تو کامل صفات و پاک و منزہ از وہم و خیال ہے یہ شکلین اور یہ چیزین کیسی۔ ان ناقص و ناپاک چیزون کو وہان کیا دخل ہے۔ یہ بچھڑا تو گوشت و پوست خون کا بسا تا تھا۔ تو نہین سمجھتا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ وہ اپنی عاجزی کی وجہ سے انسے باتین بھی نہین کر سکتا تھا وہ انکو راہ بھی نہین بتلا سکتا تھا

تو سیدھی راہ نجات کیسی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مقصود یہ نہیں کہ جو بات کر سکے وہ اِلٰہ ہے اور جو راہ بتلاوے وہ اِلٰہ ہے بلکہ یہ تشنیع و ملامت ہے کہ گدھا بھی اس بیل کو اپنا خدا نہیں بناتا پس یہ آدمی گدھے سے بدتر ہیں اور تنبیہ ہے کہ کلام ازلی ایسے بولنے و حروف و آواز و تلفظ و سانس سے پاک ہے اسکے ساتھ کوئی چیز مشابہت نہیں رکھتی ہر وہاں قیاس و وہم و گمان کو دخل نہیں ہے بعض مشائخ نے کہا کہ اسف انکو یہ تھا کہ حق عز و جل سے خطاب کا وقت گیا اور ایسے لوگون سے باتین باقی رہین جنکی کچھ قدر نہیں ہے۔ اور قریب اسکے بعض نے کہا کہ غضب اسوجہ تھا کہ حق عز و جل سے مکالمہ جاتا رہا اور اسف اسوجہ سے کہ مشاہدہ جاتا رہا۔ قلت ثم ذکر الشیخ ہہنا من وجہ کسر الالواح غیرتہ علی النبی صلعم لما را ے من ذکر قرتہ فیہا وایضا کونہا مفضیۃ الی الکلام بالواسطۃ و وجہ جر راس الاخ اشتغالہ بالشرع عن تلک المواقف القدسیۃ وقد ترک المترجم زعما منہ ان ہذا مع کونہ قلیل الجدوی لشبہ بمقدمات الشعر وتضمن مفاسد فقال الشیخ ابو سعید قرشیؒ نے کہا کہ حق تعالے کے واسطے جسکی غیرت جوش مین آوے تو اللہ تعالے اسکو حدود شرع پر نگاہ رکھتا ہے تاکہ کسی امر مذموم کی طرف نہ چلا جاوے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو بچھڑا پوجتے دیکھکر الواح کو ڈال دیا اور ہارون کے ساتھ وہ کیا جو مذکور ہوا اگر اللہ تعالے نے اسپر کچھ عتاب نہیں فرمایا اور اگر کوئی اور شخص سوائے غیرت حق کے ایسا کرتا تو اوتعالے کی طرف سے اسپر بہت ملامت ہوتی اور موسیٰ علیہ السلام کی حرکت مذکور فقط اللہ تعالے کی شان پر غیرت سے تھی اسمین ان کے نفس کا کچھ حظ نہ تھا کیونکہ خودی سے خارج تھے پس آنحضرت علیہ السلام کو اس سے قرب ہی زیادہ ہوا۔ قلت ہذا علی تقدیر ان الالواح قد انکسرت وسیاتی ما فیہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۭ وَكَذٰلِكَ

البتہ جنھون نے بچھڑا بنالیا انکو پہونچیگا غضب انکے رب کا اور ذلت دنیا کی زندگی مین اور یہی

نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْۤا ۡ اِنَّ رَبَّكَ

سزا دیتے ہین ہم جھوٹھ باندھنے والون کو اور جنھون نے کیے برے کام پھر اسکے بعد توبہ کی اور یقین لائے تیرا رب

مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

اسکے پیچھے بخشتا ہے مہربان

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا اللہ تعالے نے فرمایا کہ جن لوگون نے بنالیا۔ الْعِجْلَ گوسالہ کو اپنا معبود۔ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ عنقریب پہونچیگا انکو غضب یعنے عذاب انکے پروردگار کی طرف سے۔ وَذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا۔ اور ذلت حیات دنیا مین۔ یعنے جن لوگون نے گوسالہ کو معبود بنایا انکو آیندہ زمانہ مین عنقریب پروردگار کی طرف سے عذاب اور دنیاوی زندگی مین ذلت پہونچیگی۔ قال المفسرؒ چنانچہ بعد اسکے ان لوگون کی توبہ یون قبول ہوئی کہ اپنے آپ کو قتل کرین پس یہ عذاب تھا اور ذلت یہ کہ تا قیامت ان پر ذلیل پن کا ٹھپا کر دیا گیا جیسا کہ ابتدائے سورہ بقرہ مین بیان ہو چکا ہے۔ قال البیضاویؒ ذلت یہ کہ اپنے دیار سے نکالے گئے اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد جزیہ ہے کیونکہ وہ ذلیل ہے لقولہ تعالے حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ مترجم کہتا ہے کہ گوسالہ پوجنے والے ایک قول کے موافق بعض لوگ تھے اور دوسرے قول پر سب تھے پس بعض مقتول ہوکر باقیون کو عفو کیا اور بنا بر قول اول کے بعض مین سے بھی شاید بعض مقتول ہوکر باقی کی توبہ بدون قتل کے بدعاء موسیٰ و ہارون علیہما السلام قبول ہوئی ہو اور انکے حق مین ذلت حیات دنیاوی ہو اور ذلت کا ٹھپا تا قیامت بسبب قتل انبیاء ہوا اور نیز دیار سے نکالا جانا اور جزیہ مقرر ہونا بھی سوائے خاص گوسالہ پوجنے

والون کے اورون پر ہوا ہے لہذا تفسیر مین اشکال ہے مگر آنکہ غضب یہ قرار دیا جاوے کہ توبہ بدون قتل کرانے اپنی جان کے قبول نہوئی اور ذلت وہ تسلیم برائے قتل ہو گیا قال الخطیب رحمہ اللہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر مین دو طریق رکھے ہین ایک یہ کہ الذین اتخذوا العجل سے حقیقت مراد ہے اور دوم آنکہ مجاز مراد ہے پس اگر حقیقت مراد ہے تو یہ وہی لوگ ہین جنھون نے درحقیقت گوسالہ پوجا تھا پس انپر غضب یہی تھا کہ اپنی جان کو قتل کراوین کیونکہ یون توبہ قبول ہوگی پس نفس قتل تو غضب تھا اور اپنی گردن جھکا کر واسطے قتل کیے جانے کے ذلت تھی یا اپنی جان پر گمراہی وضلالت کا اقرار کرنا ذلت تھا۔ قال المترجم یہ اقرار تو عین ایمان تھا یہ ذلت نہین ہے بلکہ اسلام ہو سکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ سینالہم مین سین استقبال کا ہے تو ماضی کے واسطے کیونکر ہوگا جواب دیا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جس وقت اوتعالیٰ نے قوم کے فتنہ مین پڑنے کی خبر دی تھی اسوقت یہ بھی فرمایا تھا کہ سینالہم غضب الآیۃ پس اسمین اسکا اختیار ہے پس وقوع قتل و ذلت سے یہ کلام سابق تھا مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ واذ قال موسیٰ لقومہ یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل فتوبوا الیٰ بارئکم فاقتلوا انفسکم ذٰلکم خیر لکم عند بارئکم فتاب علیکم الآیۃ سے واضح ہے کہ قتل نفس مین ذلت نہ تھی بلکہ انکے واسطے یہ بات کرنا پروردگار تعالیٰ کے نزدیک بہتر تھا اور بعض احادیث مین بھی بطور مدح آیا ہے کہ ان لوگون نے تحقیق ایمان سے اپنے کو قتل کرنا منظور کیا۔ اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ بدون قتل کے توبہ منظور نہونا تو غضب ہو اور اس تسلیم سے اپنے آپ کو قتل کرانا ذلت ہے اگرچہ نتیجہ اسکا بہتر ہو جیسے محصن زناکار اگر خود اقرار سے سنگسار ہونے کا عار اُٹھاوے تو عقبیٰ الدار اسکو سزاوار ہے۔ طریق دوم آنکہ الذین اتخذوا العجل سے وہ لوگ مراد ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اور گوسالہ کو معبود بنانا اگرچہ انکے باپ دادون کا فعل تھا لیکن یہ انکی ذریات تھی اور اپنے باپ دادون پر فخر کرتے اور راضی تھے اور عرب کا دستور ہے کہ باپ دادون کے بد افعال سے اولاد کو عار دلاتے ہین جیسے انکے نیک افعال سے انکے حق مین تعریف بھی لاتے ہین چنانچہ یہان کے عرف مین بھی کہا کرتے ہین کہ یہ قوم تو ایسی ایسی ہین حالانکہ یہ صفت انکے باپ دادون کی تھی اور اس تقدیر مین آیت کے معنے یہ ہوئے کہ یہود جو اس زمانہ مین شرک و نافرمانی پر اڑے ہوئے رسول اللہ صلعم کے برخلاف ہین انکو عنقریب آخرت مین غضب الٰہی پہونچیگا اور زندگی دنیاوی مین ذلت پہونچیگی کہ قتل وخوار و شہر و دیار سے باہر کیے جاوینگے اور انپر جزیہ باندھا جاویگا اور بحمد اللہ تعالیٰ ایسا ہی انکے حق مین واقع ہوا اگر کہا جاوے کہ سورہ مکیہ ہے تو جواب ہو سکتا ہے کہ یہ خطاب نہین بلکہ خبر غیب ہے پس نزول کے وقت یہود و مدینہ مین ہونا کچھ ضرور نہین ہے اور یہی تفسیر دوم حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے روایت کیجاتی ہے جب یہ معلوم ہوا تو ظاہر ہوا کہ مفسر رحمہ اللہ کی تفسیر مین اشکال ہے کما لا یخفی پس حاصل تفسیر یہ ہے کہ جن لوگون نے گوسالہ کو معبود بنایا اور درحقیقت اسکو پوجا انکو غضب الٰہی عنقریب پہونچیگا کہ بدون قتل نفس کے انکی توبہ قبول نہوگی اور زندگی دنیاوی مین ذلت باین طور کہ اپنی گمراہی کے معترف ہوکر قتل کے واسطے گردن جھکا دینگے۔ یا یہ معنے کہ جن لوگون کی یہ صفت ہے کہ اپنے باپ دادون کی گوسالہ پرستی پر راضی ہوکر گویا خود گوسالہ پرست اور حکم رسالت سے برخلاف چلتے ہین انکو عنقریب بعد موت کے غضب الٰہی و عذاب پہونچیگا اور دنیاوی زندگی مین قتل وخوار بجزیہ و شہر و دیار سے بدر اور دائمی مضروب الذلۃ والمسکنۃ ہونگے وَكَذٰلِكَ۔ اے کما جزیناہم کذلک نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ نجزی الذین یفترون علی اللہ بالاشراک وغیرہ۔ یعنے جیسے ہم نے ان گوسالہ پرستون کو یہ عذاب و ذلت کا بدلا قرار دیا ایسے ہی ہم بدلا دیتے ہین ان لوگون کو جو اللہ تعالیٰ پر شرک لگانے وغیرہ کا افترا باندھتے ہین پس عرب کے مشرکون کو بھی تہدید ہے جو احکام بحیرہ و سائبہ و مردار و بت پرستی و ننگے طواف کرنے وغیرہ سے افترا باندھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم دیا ہے۔ اور اس تہدید مین اسلام کے بدعتی بھی شامل ہین کیونکہ وہ لوگ عقاید و اعمال مین جو قول و فعل نکالتے ہین وہ افترا ہے قال الخطیب امام مالک بن انسؒ

نے فرمایا کہ کوئی بدعتی نہین مگر آنکہ ضرور اپنے سر پر ذلت پاویگا اگرچہ شعور نہو پھر یہی آیت پڑھی کیونکہ بدعت نکالنے والا دین الٰہی مین افترا پرداز ہے۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ اسواسطے کہ بدعت کی ذلت اور رسول اللہ صلعم سے مخالفت اسکے قلب سے جدا ہو کر اسکے دونون شانون کے بیچ مین قائم ہوتی ہے چنانچہ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ بدعت کی ذلت انکے مونڈھون پر ہوگی اگرچہ وہ گھوڑون پر سوار پھرین اور ایساہی ایوبؒ نے ابو قلابہؒ سے روایت کیا کہ انھون نے یہ آیت پڑھکر کہا کہ واللہ یہ حکم قیامت تک ہر مبتدع مفتری کے واسطے ہے۔ اور سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا کہ ہر بدعت والا ذلیل ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالے نے بندون کو تنبیہ کی اور راہ بتائی کہ غضب و ذلت سے بچنے کے واسطے یہ راہ راست ہے کہ توبہ کرلین اور اللہ تعالے عزوجل اپنے بندون کی توبہ کو خواہ کسی گناہ سے ہو کفر سے یا شرک سے یا نفاق سے یا بدعت سے یا اور کسی وجہ سے اسکو قبول فرماتا ہے۔ کما قال تعالے۔ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اور جن لوگون نے کیے گناہ۔ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا پھر رجوع کیا ان گناہون سے بعد انکے عمل مین لانے کے۔ وَاٰمَنُوْٓا۔ اور ایمان لائے اللہ تعالے پر۔ یعنے تصدیق کی کہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے اور وہ توبہ کرنے والون کی توبہ قبول فرماتا اور گناہون کو کیسے ہی بڑے ہون بخشتا ہے۔ اِنَّ رَبَّكَ۔ تو البتہ تیرا پروردگار اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا تیرا پروردگار اے توبہ کرنے والے آدمی۔ مِنْۢ بَعْدِهَا۔ بعد توبہ کے۔ لَغَفُوْرٌ۔ البتہ غفور ہے یعنے انکا پردہ ڈھکنے والا اور انکے بد فعل کو میٹ دینے والا ہے۔ رَّحِيْمٌ۔ انپر رحم کرنے والا ہے کہ انکو جنت بطور انعام عطا فرما دے۔ اس آیت مین دلیل ہے کہ گناہ خواہ چھوٹے ہون یا بڑے ہون توبہ سے مغفور ہونے مین برابر ہین اور السیئات جمع معرف باللام مفید استغراق ہے یعنے جسنے جملہ گناہ کیے پھر اللہ تعالے کی طرف خلوص دل سے رجوع لایا اور مغفرت مانگی تو اللہ تعالے اپنے فضل و رحمت سے بخشتا ہے پس اسمین توبہ کرنے والون کو بڑی خوشی و بشارت ہے کذا فی السراج۔ یہان کسی نے مفسرین مین سے یہ تعرض نہین کیا کہ بعد توبہ کے ایمان لانے کو بیان فرمایا اسمین کیا حکمت ہے اور جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اسمین اعلام ہے کہ آیت کا حکم مومنین کے ساتھ مخصوص نہین ہے بلکہ جو شخص توبہ کرے خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان ہو پس توبہ کرکے ایمان لاوے تو مغفرت و رحمت پاویگا اور حدیث صحیح مین ہے کہ اسلام لانے سے اگلے سب گناہ مٹ جاتے ہین اور بندہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا پس اگر مومن گناہ سے توبہ کرے تو آئندہ اسکا ایمان یہ ہے کہ تقوی و صلاحیت پر قائم رہے

ف فی العرائس قولہ تعالے ان الذین اتخذوا العجل سینالہم الآیۃ جب ان لوگون نے راہ حق کی طلب مین خطا کی اور ایسے شخص کی پیروی اختیار کی جو راہ حق کو نہین پہچانتا تھا تو اللہ تعالے نے انکو گوسالہ کی محبت کی ہوس مین چھوڑ دیا اور موحدون و عارفون کے بیچ مین وہ ذلیل ہو گئے اور یہی حال ہر ایسے شخص کا ہے جو راہ سے بھٹکا ہوا امر باطل کا پیرو ہوا اور قولہ کذلک نجزی المفترین اسپر دلیل ہے پس جو لوگ کہ ان مقامات و احوال کے مدعی ہین جو انکو حاصل نہین ہوئے ہین وہ مفتری ہین پس وہ اس سے باز آوین تو بہتر ہوگا۔ اور گوسالہ پرستون کو اپنے فضل سے موقع خطا پر آگاہ کر دیا چنانچہ قولہ تعالے ولما سقط فی ایدیہم الآیۃ سے ظاہر ہے یعنے وہ لوگ اپنی تقصیر پر سخت نادم ہوئے اور یقین کیا کہ راہ معرفت مین ہم سے خطا سرزد ہوئی۔ قالوا لئن لم یرحمنا ربنا۔ یعنے ہم کو توحید کی شرک مین قتل فرما دے تاکہ ہم درجہ شہادت پاوین اور یغفرلنا یعنے غیر کے دیکھنے سے نکالکر اپنے دیدار کی معرفت عطا فرما دے کیونکہ اگر ایسا نہ فرمایا تو۔ لنکونن من الخاسرین۔ ہم ضرور ان لوگون مین سے ہوجاوینگے جو تیرا مشاہدہ چھوڑکر تیرے غیر کیطرف متوجہ ہوگئے ہین۔ شیخ ابو عثمانؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالی کی طرف متوجہ ہوا اسکو راحت قرب و قبول مبارک ہو۔ اور جسنے اوتعالے سے منہ موڑا اسکو باوجود عذاب آخرت کے دنیا مین قہر و ذلت و خواری نصیب ہے۔ شیخ حسین بن الفضلؒ نے فرمایا کہ تو کسی مبتدع کو نہین دیکھیگا مگر آنکہ وہ ذلیل و خوار ہوگا اسواسطے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وکذلک نجزی المفترین۔ یعنے اوتعالے نے

حکم بتلا دیا کہ ہم ان لوگون کو جو افترا کرتے ہین ایسی ہی عذاب و ذلت کی سزا دیتے ہین اور بدعتی مفتری ہے پس ثابت ہوا کہ بدعتی کو بھی ایسے ہی عذاب و ذلت کی سزا ہے چنانچہ ذلت تو دنیا ہی مین ظاہر ہو گی ۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۚ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ هُمْ

اور جب چپ ہوا موسیٰ سے غصہ اٹھائین تختیان اور اُنکی نقل جو لکھی اُسمین راہ کی سوجھ ہے اور مہر اُنکے واسطے جو اپنے

لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ۝ وَاخْتَارَ مُوسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّا اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

رب سے ڈرتے ہین اور چنے موسیٰ نے اپنی قوم سے ستر مرد لانے کو ہمارے وعدہ کے وقت پھر جب اُنکو لرزے نے پکڑا

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا

بولا اے رب اگر تو چاہتا پہلے ہی ہلاک کرتا اُنکو اور مجکو کیا ہمکو ہلاک کریگا ایک کام پر جو کیا ہمارے احمقون نے یہ سب تیرا

فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

آزمانا ہے بچلاوے اسمین جسکو چاہے اور راہ دے جسکو چاہے تو ہی ہے ہمارا تھامنے والا سو بخش ہمکو اور مہر کر ہم پر اور تو سب سے بہتر

الْغٰفِرِيْنَ ۝ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ

بخشنے والا ہے اور لکھدے ہمارے واسطے اس دنیا مین نیکی اور آخرت مین ہم رجوع ہوے تیری طرف فرمایا میرا عذاب جو ہے سو ڈالتا ہون

بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ

جسپر چاہون اور میری مہر شامل ہے ہر چیز کو سو وہ لکھدونگا جو ڈر رکھتے ہین اور دیتے ہین زکوٰۃ اور جو

هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

ہماری باتین یقین کرتے ہین

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوسَى الْغَضَبُ ۔ اصل سکوت بمعنے سکون ہے ۔ یقال جری الوادی ثلاثا ثم سکت تین روز نالہ چلتا رہا پھر ساکت ہوا ۔ یعنے ساکن ہوا لہذا سکت بمعنے سکن ہے چنانچہ ایک قراءۃ مین سکن بھی آیا ۔ بمعنے آنکہ اور جب ساکن ہوا موسیٰؑ سے غضب ۔ یعنے بسبب ہارون علیہ السلام کے عذر کرنے اور قوم کی توبہ کرنے کے غصہ تھا اور یہی وقت تھا کہ اُنھون نے رب اغفرلی ولاخی الآیۃ سے دعا کی تھی ۔ قال البیضاوی رح اس کلام مین مبالغہ و بلاغت ہے کیونکہ غضب جسنے کہ انکو اپنے بھائی کے ساتھ بال پکڑکر کھینچنے وغیرہ و الواح ڈال دینے پر آمادہ کیا اسکو مانند حکم دہندہ اور آمادہ کنندہ کے قرار دیا اور اسکے سکون کو سکوت سے تعبیر کیا ۔ قال الخطیب رح پس اس کلام مین دو استعارہ ہین ایک استعارہ بالکنایہ کہ غضب کو شخص ناطق سے تشبیہ دیا گیا اور دوم استعارہ تصریحیہ یا تخئیلیہ جو سکوت مین ہے کہ غضب موسیٰؑ کے سکون کو ثابت کیا گیا ۔ حاصل آنکہ غضب جو حضرت موسیٰؑ کو ان امور مذکورہ پر آمادہ کرتا تھا وہ خاموش ہوا عکرمہ رح نے کہا کہ اسمین قلب ہے اصل یہ ہے کہ سکت موسی عن الغضب ۔ یعنے موسی علیہ السلام غضب سے ساکن ہوے پس اسکو قلب کر دیا جیسے بولتے ہین کہ ادخلت القلنسوۃ فی راسی یعنے سر مین ٹوپی دی حالانکہ اصل یہ ہے کہ ادخلت راسی فی القلنسوۃ ولیکن ابلغ اول ہے جیسا کہ بیان ہوا بہر حال معنے یہ ہین کہ جب موسی علیہ السلام کا غضب فرو ہوا تو اَخَذَ الْاَلْوَاحَ لے لین وہ الواح جنکو ڈال دیا تھا ۔ قال الحافظ اور بہت سے مفسرین نے ذکر کیا کہ وہ ڈال دینے سے ٹوٹ گئی تھین پھر ان کو جمع کر کے لے لیا اور ان لوگون نے کہا کہ وہ جواہر کی تختیان تھین اور انکی ٹوٹن بادشاہان بنی اسرائیل

کے خزانہ مین تا زمانہ دولت اسلامیہ موجود رہی ولیکن انکے اس قول کی صحت کا حال خدائے تعالیٰ کو معلوم ہوگا مگر انکے قول پر کوئی دلیل قطعی نہین ہے کہ وہ جواہر کی تختیان تھین اور ڈال دینے سے ٹوٹ گئین حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰؑ نے بعد سکون غضب کے ان الواح کو اُٹھا لیا۔ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ اور الواح کے نسخہ مین ہدایت و رحمت تھی۔ **قال البیضاوی** وغیرہ نسخہ بروزن فعلہ بمعنے مفعول ہے جیسے خطبہ بمعنے مخطوبہ۔ اور نسخ عبارت ہے نقل و تحویل سے پس اگر کسی کتاب کو حرفاً بحرف اُتارا تو اسکو نسخ کر لیا اور یہ الواح بھی لوح محفوظ ہی سے نسخ کی گئی تھین۔ اور مراد یہان وہ چیز ہے جو اسمین منسوخ کی گئی یعنے لکھی ہوئی تھی پس اسمین گمراہی سے ہدایت تھی اور عذاب سے رحمت تھی اور بعض نے جو کہا کہ الواح ٹوٹ گئی تھین تو یہان کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اسمین ہدایت و رحمت پائی اور باقی تفصیل جاتی رہی اور بعض نے کہا کہ اس شکست سے نقل لی گئی اور بعض نے کہا کہ بعد اسکے چالیس روز موسیٰؑ نے روزے رکھے پس دو لوح پائین اور امام رازی رحؒ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ الواح مین سے کچھ ٹوٹا نہین اور کچھ باطل نہین ہوا۔ اور اسی طرف کلام حافظ ابن کثیرؒ مائل ہے اور یہی اظہر و معتمد ہے اور حاصل معنے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے بعد سکون غضب کے الواح کو اُٹھا لیا اور الواح کی تحریر مین راہ حق کی ہدایت اور خیر و صلاح کی طرف ارشاد تھا۔ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ۔ واسطے ان لوگون کے جو اپنے پروردگار سے خوف کرتے ہین یا ان لوگون کے واسطے جو اپنے پروردگار ہی کے واسطے خوف رکھتے ہین پس اول معنے پر تقدیر کلام یون ہے کہ للذین ہم یرہبون ربہم پس لربہم کے لام کو کسائی نے کہا کہ زائد ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ رہبۃ متضمن بمعنے خضوع ہے لئے یخضعون لربہم پس لام صلہ ہے اور مفسرؒ نے کہا کہ مفعول پر لام اسواسطے داخل ہوا کہ وہ مقدم ہے۔ **قال البیضاوی** یعنے مفعول کے مقدم ہونے سے فعل کا عمل ضعیف ہوا لہذا لام سے تقویت دی گئی معنے ثانی پر مفعول یرہبون محذوف ہے اور لربہم مین لام تعلیل ہے اور تقدیر کلام یون ہے یرہبون معاصی اللہ تعالیٰ لربہم یعنے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اسکی معصیت کرنے سے خوف کرتے ہین اور ہدایت و رحمت ہونے کی تخصیص انھین لوگون کے ساتھ اسواسطے ہے کہ یہی لوگ اس سے انتفاع پاتے ہین۔ **قال الحافظ ابن کثیرؒ** قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے الواح مین دیکھا تو کہا کہ اے پروردگار مین الواح مین پاتا ہون ایک اُمت کہ بہترین اُمت ہوگی جو معروف کا حکم کرینگے اور ممنوع سے منع کرینگے سو انکو میری اُمت کر دے فرمایا کہ یہ اُمت احمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین ایک اُمت پاتا ہون کہ پچھلے ہونگے اور سب سے سبقت کرنے والے ہونگے یعنے سب سے آخر مین پیدا ہونگے اور سب سے پہلے جنت مین داخل ہونگے سو انکو میری اُمت کر دے فرمایا کہ وہ اُمت احمد ہے عرض کیا کہ مین الواح مین پاتا ہون کہ ایک اُمت ہوگی جسکی انجیلین اسکے سینون مین ہونگی اسکو پڑھا کرینگے اور انسے پہلے لوگ اپنی کتاب کو دیکھ دیکھکر پڑھا کرتے تھے یہانتک کہ جب کتاب اُٹھا لیتے تو اس سے کچھ حفظ نہین رکھتے اور نہ جانتے اور اے اُمت تمکو اللہ تعالیٰ نے حفظ مین سے اسقدر حصہ دیا جو اور اُمتون مین سے کسی کو نہین دیا گیا موسیٰؑ نے عرض کیا کہ اے رب انکو میری اُمت کر دے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین ایک اُمت پاتا ہون کہ اگلی کتابون اور اپنی کتاب پر ایمان لاوینگے گمراہون سے جہاد کرینگے اور کانے دجال سے قتال کرینگے پس انکو میری اُمت کر دے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین ایسی اُمت پاتا ہون کہ اپنے صدقات اپنے پیٹون مین کھاوینگے اور اسپر ثواب پاوینگے اگلی اُمتون کا حال تھا کہ جب انھون نے صدقہ دیا اور وہ قبول ہوا تو آسمان سے آگ اُترتی اور اسکو کھا جاتی اور اگر قبول نہوا اور رد کیا گیا تو اسی طرح پڑا رہا اسکو درندے جانور و پرند کھاتے تھے اور اللہ تعالیٰ تم لوگون مین یہ رحمت فرماتا ہے کہ تمھارے تونگر کو فقیر کو صدقہ دینے کا حکم دیا موسیٰؑ نے عرض کیا کہ ایسی اُمت میری اُمت کر دے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین پاتا ہون کہ

ایک اُمت ہے کہ جب انمین کوئی شخص کسی نیکی کا قصد کریگا اور اسکو نہ کریگا تو ایک نیکی لکھی جائیگی اور اگر کر لی تو دس نیکیون سے لیکر سات سو تک
تک لکھی جاوینگی۔ پروردگار انکو میری اُمت کر دے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے۔ عرض کیا کہ مین الواح مین ایسی اُمت پاتا ہون کہ شفاعت
کرنے والے ہونگے اور جنکی شفاعت کرینگے وہ بخشے جاوینگے سو انکو میری اُمت کر دے فرمایا کہ یہ اُمت احمد ہے قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے
بیان کیا گیا ہے کہ نبی اللہ تعالےٰ موسیٰ علیہ السلام نے الواح کو لیا اور کہا کہ اے پروردگار مجھکو احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کر دے۔ وکذا
ذکرت الروایۃ فی المعالم وغیرہ بنحو ما ذکرت ہہنا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے موسیٰ و انکی قوم کا واقعہ بیان فرمایا بقولہ۔ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ
سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا۔ اور چھانٹے موسیٰ نے اپنی قوم مین سے ستر مرد ہمارے میقات کے واسطے۔ زمخشری اسطرف گیا کہ یہ میقات
وہی میقات اعطاء توراۃ ہے۔ اور معالم مین سدیؒ سے نقل کیا کہ یہ میقات دیگر ہے جو گوسالہ پرستی سے عذر کرنے کے واسطے مقرر ہوئی تھی۔
اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ ستر مرد اپنی قوم سے چھانٹ کر ساتھ لاوے جو اپنے لوگون کے گوسالہ پوجنے سے عذر کرین اور
یہ ستر آدمی وہ ہون جنھون نے گوسالہ نہین پوجا ہے اور ابو الشیخ نے ابن عباس رض سے بطریق قتادہ روایت کی کہ یہ لوگ اپنی قوم سے بروقت
گوسالہ پوجنے کے الگ نہین ہوئے تھے بلکہ انکے ساتھ مجتمع رہے تھے اور قوم کو گوسالہ پوجنے سے منع بھی نہین کیا تھا اور یہی مجاہد و قتادہ و ابن جریج
سے مروی ہے۔ اور قولہ واختار موسی قومہ۔ کی تقدیر یہ ہے۔ واختار موسی من قومہ۔ پس حرف من حذف کرکے بدون حرف کے فعل کا اثر پہونچایا
گیا اور یہ خلاف قیاس مسموع ہے چنانچہ معدود چند مین سنا گیا اور وہ اختار۔ امر۔ سمّی۔ کنّی۔ زوج۔ استغفر۔ صدق۔ دعا۔ حدث۔
انبأ۔ افعال ہین۔ اور امام رازیؒ نے کہا کہ میرے نزدیک اسمین ایک وجہ دیگر بھی ہے یعنے تقدیر یہ ہے کہ واختار موسی قومہ لمیقاتنا۔ اور مراد
قوم سے یہی لوگ ہین جنکو مختار کیا بطریق اطلاق اسم خیر بر آنکہ مقصود ہے اور سبعین رجلا اسکا عطف بیان ہے اور اس توجیہ پر کوئی تکلف
نہین ہے۔ میقات وہ وقت جو اللہ تعالےٰ نے اعتذار کے واسطے مقرر کر دیا تھا اور یہ بحکم الٰہی تھا حاصل آنکہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے موسیٰ علیہ السلام
ستر آدمی بنی اسرائیل مین سے چھانٹ کر میقات کو لے گئے تاکہ وہان اپنی قوم کی طرف سے جنھون نے بچھڑا پوجا تھا عذر کرین پس وہ لیکر روانہ
ہوے اور وہان پہونچے۔ فَلَمَّا اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ۔ پھر جب انکو زلزلہ شدید نے
پکڑ لیا تو موسیٰ بولا کہ اے رب اگر تو چاہتا تو ہلاک کرتا انکو پہلے سے اور مجھکو۔ سدیؒ نے کہا کہ جب یہ لوگ اس مقام پر پہونچے جہان اعتذار کی
میقات مقرر تھی تو موسیٰ سے کہنے لگے کہ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ۔ ہم تجھپر ایمان نہین لاوینگے جب تک ہم اللہ تعالےٰ کو عیانًا نہ دیکھ لین۔
تو نے اس سے باتین کر لین ہمکو دکھلا دے پس یہ عذاب کا باعث ہوا۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ جن ستر آدمیون نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ
کہا تھا کہ ہم کو اللہ تعالےٰ کو دکھلا دے وہ اور تھے انکو صاعقہ نے پکڑا تھا کما فی قولہ لن نؤمن لک حتی نری اللہ جہرۃ فاخذتکم الصاعقۃ وانتم
تنظرون۔ اور یہ ستر آدمی جنکو چھانٹ کر لے گئے یہ اور ہین انھون نے قوم کو گوسالہ پوجنے سے منع نہین کیا اور خود وہین مجتمع رہے الگ نہین ہوئے
تھے اسی بات پر انکو رجفہ یعنے سخت زلزلہ نے پکڑا تھا۔ اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی قتادہ و مجاہد سے مروی ہے۔ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباس رض سے
روایت کی کہ موسیٰ ستر آدمی چھانٹ کر لیگئے تاکہ اپنے پروردگار سے دعا کرین پس انکی دعا مین سے یہی تھا کہ اے پروردگار ہمارے ہمکو وہ کچھ دے
کہ نہ تو نے ہم سے پہلے کسی کو دیا ہو اور نہ ہمارے بعد ویسا کسی کو دے پس اللہ عز وجل نے اس دعا کو مکروہ قرار دیا پس انکو رجفہ نے پکڑا۔ تو موسیٰ
نے کہا کہ اے پروردگار تو چاہتا تو ہلاک کر دیتا انکو پہلے سے مفسرؒ نے کہا یعنی میرے انکو یہان لانے سے پہلے ہلاک کر دیتا تاکہ بنو اسرائیل انکو اپنی
آنکھون معائنہ کرتے اور مجھکو متہم نہ رکھتے۔ اور سدیؒ کی روایت مین ہے کہ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہوکر رونا شروع کیا اور پروردگار سے

عرض کیا کہ اے پروردگار تو نے بنی اسرائیل میں سے اچھون کو ہلاک کر دیا مین بنی اسرائیل سے ملکر انکو کیا جواب دونگا اور اگر تو چاہتا تو اُن کو
پہلے ہی سے ہلاک کرتا اور مجھکو ۔ قال البیضاویؒ ۔ ان لوگون کے ہلاک کے ساتھ اپنے ہلاک کی تمنا شاید اس معنے کرکے کہ یہ دن آنکھون نہ دیکھے
اور شاید یہ مراد ہو کہ پہلے تو نے رحم کرکے فرعون و سمندر کے مہلکہ سے نجات دی اگر اب بھی رحم فرماوے تو تعمیم احسان سے بعید نہین ہے ۔
بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بارہ سبط مین ہر ایک سے چھ چھ آدمی لیے تب دو بڑھ گئے ولیکن جس سے کہا گیا کہ نہ جاوے
اس نے جھگڑا کیا موسیٰؑ نے فرمایا کہ جو نجاوے اسکو وہی ثواب ملیگا جو جانے والے کو ملیگا پس یوشع بن نون و کالب بن یوقنا ٹھہر گئے ۔ اور محمد
بن اسحاقؒ نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنو اسرائیل مین سب سے بہتر لیا پھر اسکے بعد جو بہتر تھا اسی طرح درجہ بدرجہ ستر آدمی لیکر انکو حکم دیا
کہ پاک ہو کر پاک کپڑے پہنکر روزے رکھو اور چل کر پروردگار تعالیٰ سے توبہ کرو اور اپنی قوم کے واسطے مغفرت مانگو اور بدون حکم و اجازت
الٰہی عزوجل کے کوہ طور سینا پر نہین جاتے تھے پس ان لوگون کو لیکر میقات موعود پر روانہ ہوئے اور ان لوگون نے درخواست کی تھی کہ ہمارے
واسطے بھی آپ اجازت لیجئے کہ ہم بھی پروردگار تعالیٰ کا کلام سنین موسیٰؑ نے کہا کہ اچھا اجازت مانگونگا پھر جب موسیٰؑ پہاڑ سے قریب ہوے
تو انپر عمود ابر آیا حتیٰ کہ اُسنے تمام پہاڑ کو ڈھانپ لیا اور موسیٰؑ قریب ہو کر اسمین داخل ہو گئے اور موسیٰؑ جس وقت اللہ تعالیٰ سے کلام کرتے تو چہرہ
شریف موسیٰؑ سے ایک ایسا نور ساطع ہوتا کہ بنی آدم مین سے کسی کو انکی طرف نظر کرنے کی مجال نہین ہوتی تھی پس اپنے درمیان پردہ کر لیا تھا
اور قوم کے لوگ قریب ہو کر غمام مین داخل ہوتے ہی سجدے مین گر پڑے اور سُنا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل موسیٰؑ کو امر و نہی فرماتا ہے پھر جب موسیٰؑ
اس حال سے فارغ ہو گئے اور ابر کھل گیا تو موسیٰؑ انکی طرف متوجہ ہوئے پس ان لوگون نے کہا کہ یا موسیٰؑ لن نومن لک حتی نری اللہ جہرۃ ۔
پس انکو رجفہ نے پکڑ لیا اور یہی صاعقہ ہے پس انکی روحین لے لین اور سب کے سب مردہ رہگئے پھر موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر
جناب باری تعالیٰ کی عظمت و جلال کے سامنے گریہ و زاری کرکے رغبت و رہبت سے عرض کرنے لگے کہ اے پروردگار تو چاہتا تو انکو پہلے
سے ہلاک فرماتا اور مجھکو ۔ قال المترجم ارجح الاقوال وہی ہے جو ابن عباس و قتادہ و مجاہد وغیرہ سے مذکور ہوا کہ رجفہ و زلزلہ شدیدہ ان لوگون
کو اسی بات پر پہونچا تھا کہ قوم کو انکی حرکت سے نہ روکا اور نہ انکا ساتھ چھوڑا اور اسی سے زیادہ مربوط و مناسب ہے جو موسیٰ علیہ السلام کا
قول نقل فرمایا کہ ۔ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۤءُ مِنَّا ۔ کیا تو ہلاک کریگا ہم بندون کو بجرم اسکے جو ہم مین سے سفیہ لوگون نے کیا ہے ۔ یہ
استفہام استعطاف یعنے عطوفت و رحمت کی درخواست ہے بایں معنے کہ ہم مین سے بیوقوفون نے جو گوسالہ پوجا انکے جرم مین اپنی رحمت سے
ہمکو مت ماخوذ فرما ۔ ف امر معروف و نہی از منکر واجب ہے ورنہ مجرمون کے ساتھ ماخوذ ہوگا الا آنکہ اللہ تعالیٰ رحمت سے عفو فرما وے ۔
اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۔ ما ہذہ الفتنۃ التی وقعت فیہا السفہاء الا فتنتک نہین یہ فتنہ جسمین ہمارے بیوقوف لوگ پڑ گئے مگر تیرا فتنہ ۔ یعنے یہ تیرا ہی
امتحان ہے ۔ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۤءُ ۔ گمراہ کرے تو اس فتنہ سے جسکو چاہے یعنے جسکا گمراہ کرنا چاہے ۔ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۤءُ ۔ اور ہدایت
کرے تو جسکو چاہے یعنے جسکی ہدایت کرنا چاہے ۔ اَنْتَ وَلِيُّنَا ۔ متولی امورنا ۔ تو ہی ہم بندون کے امور کا متولی ہے ۔ فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا
وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ۔ تو ہم کو بخشدے یعنے جو ہمنے گناہ کیے وہ بخشدے اور ہم پر رحم کر اور تو ہی سب سے بھلا بخشنے والا ہے کہ گناہ بخشتا اور
اسکو بھلائی سے بدل دیتا ہے ۔ وَاكْتُبْ لَنَا ۔ اور لکھدے ہمارے واسطے یعنے واجب کر دے یا ثابت کر دے ہمارے لیے جب تک تو ہمکو
زندہ رکھے ۔ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا ۔ اس دنیا مین جو سامنے حاضر ہے حَسَنَةً بھلائی سے زندگی اور طاعت کی توفیق کو ۔ وَّفِي الْاٰخِرَةِ
یعنے اور لکھدے ہمارے لیے حیات آخرۃ مین حسنہ جو کہ جنت ہے ۔ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَيْكَ ۔ ہم نے توبہ کی تیری طرف اسرائیلی جیسے جو تیری

جناب کے لائق نہین ہے۔ اصل ہود بالفتح بمعنے نرمی کے ساتھ رجوع کرنا۔ ہائد بمعنے تائب اے توبہ کرنے والا جمع آن ہُود بالضم بعض نے کہا کہ اسی سے یہودیون کا نام ہُود ہوا اور انکی شریعت منسوخ ہونے سے پہلے انکے واسطے مدح کا نام تھا اور بعد نسخ شریعت کے مذمت کا نام ہوگیا۔ یعنے پہلے تو بُری چیز سے رجوع کرنے والا طرف اچھی چیز کے صادق تھا اور جب حضرت عیسیٰؑ اور پھر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور اپنی شرع سے جو اللہ تعالے نے مقرر فرمائی تھی مُنھ موڑا تو بھلی چیز سے اپنے نفس کی خواہش کی طرف رجوع کرنے والا انپر صادق آیا پس مذموم ہوا ہکذا ظہر للمترجم واللہ اعلم۔ اس دعا سے مذکور کا جواب ملا۔ قَالَ۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ عَذَابِیۡۤ اُصِیۡبُ بِہٖ مَنۡ اَشَآءُ میرا عذاب اختیاری ہے دیتا ہون اس سے جسکو عذاب دینا چاہتا ہون یعنے اپنی مخلوق مین سے جسکو چاہون عذاب دون حتی کہ اگر گنہگار نہو اسکو بھی چاہون تو عذاب دون لیکن کرم و رحمت ہے کہ بیگناہون کو عذاب نہین فرماتا اور اس سے یہ لازم نہین کہ او تعالے مختار نہین ہے نعوذ باللہ تعالے بلکہ وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے اور جو کچھ وہ بندون کے حق مین کرے وہ اپنے ملک مخلوق مین واقع ہوگا پس کچھ بھی ظلم نہوگا اور اللہ تعالے پر کسی کا اعتراض نہین چل سکتا۔ وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ۔ اور میری رحمت عموما شامل ہے ہر چیز کو یعنے دنیا مین میری رحمت سے ہر مخلوق بار احسان لادے ہوئے ہے اور پہلی رحمت تو یہ کہ اسکو معدوم سے موجود کردیا اسمین کسی مسلمان و کافر و مطیع و عاصی کی تخصیص نہین ہے۔ ہیچ پوچ دنیا و اسکی نعمتین جو آنکھون مین سمائی ہین بمقابلہ نعمہائے آخرت کے ایسی ہین جیسے تختگاہ شاہی اور گوہ ڈالنے کا گھورا لیکن چونکہ آخرت کی نعمتین نہین دیکھی ہین لہذا فرق نہین کُھلتا مگر انھین لوگون پر جو صادق الایمان ہین لہذا دنیا مین بھی عموم رحمت سے اہل ایمان جو اعمال خیر و توفیق ثواب پاتے ہین وہ نعمتین کہین بڑھکر کافرون و عاصیون کی نعمت سے ہین لیکن عموم رحمت ہر کس و ناکس کو ہے اور یہی معنے ہین حدیث ابو ہریرہؓ کی جو صحیحین مین ہے کہ رحمتی سبقت و فی روایۃ غلبت غضبی۔ یعنے او تعالے کی رحمت سبقت لیگئی اسکے غضب پر۔ قتادہؒ سے روایت ہے کہ جب نازل ہوا قولہ ورحمتی وسعت کل شیٔ۔ تو ابلیس نے کہا کہ مین بھی کل شیٔ مین سے ہون تو دنیا مین وہ بھی کل شیٔ مین سے ہے پھر آخرت کی رحمت سے نکلا بقولہ فَسَاَکۡتُبُہَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ پس مین اسکو عنقریب لکھدونگا یعنے مخصوص نازل کرونگا انھین لوگون کے واسطے دار آخرت مین جو یہان تقوی کرتے ہین اللہ تعالے سے وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ اور زکوۃ دیتے ہین۔ وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ اور وہی لوگ کہ ہماری آیات پر ایمان لاتے ہین۔ اس کلام سے ابلیس کو آخرت کی رحمت سے مایوسی ہوگئی پس جو لوگ کہ ابلیس کے پیرو ہون وہ بھی مایوس ہونگے۔ اسمین زکوۃ کو خاصکر ذکر فرمایا کیونکہ تقوی تو اپنی ذات کے واسطے بندہ کرتا ہے اور زکوۃ سے دوسرون کو نفع پہونچتا ہے اور اسلیے کہ ان لوگون پر زکوۃ بسبب حرص مال کے زیادہ گران تھی۔ اور یہان سے ظاہر ہوا کہ بعض مفسرین نے جو وہم کیا کہ یہ آیت مکیہ ہے اور زکوۃ مدینہ مین فرض ہوئی ہے یہ وہم بے وجہ ہے اسواسطے کہ آیت جواب دعاء موسیٰ ہے اگرچہ دعاء و موعظت کا حکم عام ہے ہان یہ ہوسکتا ہے کہ زکوۃ سے معنے اعم مراد لیے جاوین جو زکوۃ جان و زکوۃ مال دونون کو شامل ہون پس زکوۃ جان یہ کہ اسکو گناہون و نافرمانی سے پاک رکھے۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ فساکتبہا بمعنے اوجبہا ہے یعنے واجب و ثابت کردونگا اور ایسے ہی قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ یعنے او تعالے نے اپنی ذات پاک پر رحمت لکھدی یعنے واجب و ثابت کردی پس اس سے معلوم ہوا کہ بعض امور اللہ تعالے پر واجب ہین تو جواب یہ کہ اللہ تعالے پر کوئی امر واجب نہین معنے آنکہ او تعالے اسکے سوا اور نہین کرسکتا کیونکہ وہ قادر مختار ہے جو چاہے کرے اور یہان یہ معنے ہین کہ رحمت و احسان سے اسنے یہ واجب کردیا ہے کہ متقیون کو جنت عطا فرماویگا۔ پھر اللہ عزوجل نے اُن لوگون کو جنکے یہ صفات

ہو نیکے آگے کی آیت میں بیان فرمادیا بقولہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الآیۃ پس یہود و نصاریٰ جو زعم کرتے تھے کہ ہم بھی تقویٰ کرتے
اور زکوۃ دیتے اور آیات پر ایمان لاتے ہین انکا زعم باطل ہوا کیونکہ یہود تو بعض آیات سے منکر ہو کر کل سے منکر ٹھہرے کیونکہ ایک آیت الٰہی سے
انکار کرنا بھی کفر ہے اور نصاریٰ منکر و مشرک دونون ہین پس مومن وہی ہین جو پورے طور سے ایمان لائے جیسا کہ بیان آتا ہے
انشاء اللہ تعالےٰ۔ ف فی العرائس قولہ واختار موسیٰ قومہ سبعین رجلا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اولیاء اُمت مین سے ایسے لوگ لیے
جنکا شرب ولایت و نبوت مین تھا چنانچہ تو نہین دیکھتا کہ جب اُنھون نے خطاب حق تعالےٰ کو سنکر لذت و شکر سے فنا ناقص پائی تو
دیدار کا سوال کیا کہ ارنا اللہ جہرۃ۔ اور کیونکر انکو صاعقہ نے پکڑ لیا کیونکہ وہ حقایق مین ضعیف تھے بشر آدمی اسواسطے مختار تھے کہ ہر اُمت
مین بشر ایسے ولی و ابدال و نجیب ہوتے ہین اور ایسی ہی اُمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین بھی ہر وقت و زمانہ مین یہی حال ہے بعض نے کہا کہ
موسیٰ علیہ السلام نے گذشتہ اُمتون کے اولیاء کی تعداد اپنی اُمت سے لیئے اور یہی بشر ہین کہ مخلوق انھین کی طرف حالت فزع مین
رجوع کرتی اور انھین سے محفوظ ہوتی ہین پھر جب صاعقہ اس قوم کو پہونچا اور ہر چند کہ موسیٰ علیہ السلام بھی تھے مگر قوم مذکور بسبب
ضعف قلوب کے فنا ہو گیے اور سطوات عظمت کو نہ اُٹھا سکے پس سر باطن کلیم اللہ تعالےٰ علیہ السلام انبساط مین آیا کما قال تعالےٰ فلما
اخذتھم الرجفۃ قال رب لو شئت اھلکتھم من قبل وایای۔ یعنے بنی اسرائیل کے درمیان جب اُنھون نے گوسالہ پر نظر کی تھی تو انکو چاہتا تو
ہلاک کر دیتا اور مجھکو صعقہ طور مین ہلاک فرماتا پس اب بھی رحم فرما دے۔ اتھلکنا بما فعل السفھاء منا۔ یعنے گوسالہ پوجنے والون کے جرم پر تو
ہم بندون کو ماخوذ نہ فرما۔ قال المترجم تحقیق ہوا کہ ان لوگون نے دیدار کا سوال نہین کیا تھا بلکہ مغفرت اور عاجزی کے بجاے
بڑی بڑی نعمتین مانگی تھین پس انکو رجفہ نے پکڑا اور مر گئے پس موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اور یہ بھی ادب سے عرض کیا کہ اتھلکنا بما فعل
السفھاء منا۔ شیخ نے لکھا کہ یہ بادشاہون کی عادت ہے کہ جب عوام رعایا جرم کرتے ہین تو انمین سے اشراف گرفتار ہوتے ہین۔ حاصل آنکہ
اے ارحم الراحمین عالم الغیب والشہادۃ تو پروردگار وحدہ لاشریک ہے بادشاہون سے غلامون تک سب تیرے ناچیز بندے ہین تو
رحمت سے ہم لوگون کے بیوقوفون کے بدافعال کے جرم مین ہم کو ہلاک نفرما۔ شاید بما فعل السفھاء سے ان لوگون کی طرف اشارہ ہو جو
حالت سکر مین ازخود رفتہ ہو گئے تھے یعنے ہم ان بیخودون کے افعال پر ماخوذ نفرما۔ قال المترجم۔ وفیہ بعد ظاہر ولہذا قالہ الشیخ
بالتمریض فافہم۔ قولہ ان ہی الا فتنتک۔ موسیٰ علیہ السلام نے زبان انبساط کو مطلق العنان چھوڑ دیا اور اوقات تجلی کی بیخودی کے
بقیہ سے انبساط تمام کا اثر رہا۔ حاصل آنکہ نہین یہ صاعقہ مگر تیر امتحان اپنے بندگان عاشق کا جو ازل سے دام عشق مین گرفتار ہوے
ہین پھر جب موسیٰ علیہ السلام سے حدت انبساط فرو ہوئی اور مقام توحید کی طرف رجوع لائے اور عبودیت مین تمام اسباب سے انقطاع کیا
تو کہا کہ تضل بہا من تشاء۔ پردہ حجاب مین جسکو تو چاہے ضلالت مین ڈالے کہ مشاہدہ سے مردود ہو کر غیر کی طرف بھٹکے۔ وتہدی من
تشاء۔ اپنے وصال و مشاہدہ کی جسکو چاہے ہدایت دے بعضے تو صعقہ مین صعقہ کو دیکھتے رہگئے اور بعضے اس صعقہ سے وصال و مشاہدہ کو
پہونچ گئے اور یہی مراتب ولایت اور مرتبہ نبوت مین فرق ہے پھر مقام امتحان مین اوتعالےٰ عزوجل کی نگہداشت کی ہدایت پا کر عرض کیا
انت ولینا۔ اپنے امتحان مین اپنے مشاہدہ مین ہمارا تو ہی حافظ ہے۔ فاغفر لنا ہمارے جرم انبساط کو اپنے دیدار نعمت مین بخشدے۔ وارحمنا
اپنے مشاہدہ جمال کے کشف سے بلا امتحان و حیلہ کے ہمپر رحم کردے۔ وانت خیر الغافرین کیونکہ تو پاک پروردگار جامع صفات کمال قدیم
ہے اور تیری مغفرت و رحمت جملہ مجرمون کو عموماً شامل ہے اسکے واسطے کوئی علت حادثہ نہین ہے۔ واکتب لنا فی ہذہ الدنیا حسنۃ اپنے کمال

پاک سے ہمارا حصہ دنیا مین اپنا مشاہدہ و معرفت قرار دے کہ تیرے قہر و امتحان سے عافیت مین رہین۔ وفی الآخرۃ۔ اور آخرت مین جنت بلا واسطہ
پاوین اور جو کچھ اُسمین بزرگیان موعود ہین ہمکو حاصل ہون۔ انا ہدنا الیک۔ ہم نے تجھسے تیری ہی طرف رجوع کیا اور تجھسے تیری ہی طرف
فرار کیا۔ ابن عطارؒ نے کہا کہ بالکلیہ ہم تیرے ہی طرف متوجہ ہوے۔ بعض نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے کھلے کھلے حق عزوجل کی جناب
مین تحقیق بات کہی کہ ان ہی الا فتنتک۔ پھر حکم اسی کو سونپا کہ تضل بہا من تشاء الخ۔ پھر تضرع و عاجزی شروع کی بقولہ فاغفر لنا
الی آخرہ۔ استادؒ نے قولہ انا ہدنا الیک مین کہا کہ ہم نے تیرے دین کی طرف رجوع کیا اور بالکلیہ تیرے ہی ہوگئے بدون اسکے کہ اپنے
نفس کے لیے کچھ باقی چھوڑین۔ پھر جب موسیٰ نے حق تعالے سے اُسکی نگہداشت طلب کی تاکہ مرتع انس و لطف مین صدمہ قہر داخل
نہو اور بلا کدورت حجاب کے اس سے اپنا خط مشاہدہ پورا حاصل کر لیا اور قہر سے لطف کی طرف فرار کیا اور اُس سے اُسی کی طرف رجوع
لایا تو حق عزوجل نے قبول فرمایا کہ لطف قدیم مع قہر قدیم باین شان ہے کہ قہر قدیم تو مخلوقات پر فوق ہے کما فی قولہ وہو القاہر فوق
عبادہ۔ اور رحمت قدیم تمام مخلوق کو اولاً و بالذات شامل ہے اور جواب مین قدم ہیبت کے نیچے گردنین مخلوق کی پامال فرمائین
بقولہ قال عذابی اصیب بہ من اشاء میرا عذاب فراق و امتناع ارواح و قلوب کو مطالعہ سے بر صفت سرمدیت ہے اور عارفین
مین سے جسکو چاہتا ہون عبودیت مین تربیت و امتحان کے طور پر پہونچاتا ہون۔ اسکا عذاب پہونچنا مشیت پر ہے کسی کے استحقاق پر
نہین ہے پس یہ مقام خوف و اُمید ہے یہی ایمان کی شان ہے پھر اپنی عام رحمت سے ہر ذرہ کا شمول عواطف ہونا بیان فرمایا بقولہ
ورحمتی وسعت کل شئ۔ تمام مخلوق اسکے بحر رحمت مین غرق ہے کیونکہ حق عزوجل کا انکو پیدا کرنا خواہ کسی صفت پر ہون ان کے حق مین
عین رحمت ہے کیونکہ وہ اسکی نظر عظمت و سلطان کے تحت مین داخل کیے گئے اور اسکی ربوبیت و قدرت کی تاثیر سے سرفراز ہوے لیکن
واضح رہے کہ رحمت پہونچنے مین مخلوقات اگرچہ عموماً شامل ہین لیکن وصف رحمت مین انمین باہم تفاوت ہے چنانچہ جملہ جمادات اُسکے
نور فعل مین مستغرق ہین اور وہ رحمت فعلیہ ہے اور جملہ حیوانات اسکے نور صفت مین مستغرق ہین اور وہ رحمت صفاتیہ ہے اور
حیوانات مین سے عقلاء کہ جن و انس و ملائکہ ہین وہ اسکے نور ذات کی رحمت مین مستغرق ہین اور یہ رحمت ذاتیہ قدیمہ ہے اس راہ سے
کہ انکو ربوبیت و وحدانیت کی معرفت کا منشا حاصل ہے اور وہ عقل ہے حالانکہ یہ لوگ از راہ اجسام اور جو بمنزلہ اجسام کے ہین
عام رحمت مین بھی شامل ہین اور از راہ ارواح و اسکے مانند اشیاء کے رحمت خاصہ سے سرفراز ہین اور انمین بھی ان سب مین آپسمین
تفاوت ہے پس بعضے تو دیدار عظمت مین پگھل گئے ہین اور بعضے دیدار قدم و بقاء مین حیران ہو رہے ہین اور بعضے دیدار جمال جلال مین
عاشق ہین اور جو کوئی انمین سے اثر رحمت سے نکلکر اصل صفت کی طرف واصل ہوا اور صفت سے اصل ذات کی طرف پہونچا تو وہ
ارحم الراحمین سے واصل ہوکر رحمت سے فنا ہو گیا پس اسکی رحمت خود تمام عالمین کے واسطے ثابت ہوگئی اور یہ اسکا فعل نہین بلکہ وہ
خود فنا اور موصوف باین بقاء ہے اور یہ درجہ ہمارے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوا کیونکہ وہ بکل لسوت کل واصل ہوگئے
لہذا آپکو بوصف رحمت کل اپنے قول پاک۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین مین موصوف فرمایا اور یہان سے ظاہر ہوا کہ لقاء سے بعض
رحمت خاصہ اپنے آثار سے دار آخرت تک ہے اور یہ وہی ہے جسکو یہان حیات ہی تک انحصار نہین بلکہ باقی ببقاء قدیم ہے پس رحمتہاے
آخرت کہ اس دار فانی سے ننانوے گونہ زائد بلکہ پورے صدگونہ زائد ہین وہان مع اس رحمت باقیہ کے کسقدر مزید انعام کے ساتھ
ہونگے۔ پھر اوتعالے عزوجل نے عموم رحمت عامہ سے ہر ایک کو مشمول عنایت فرماکر اسکے بعد رحمت خاصہ صفاتیہ سے ان بندون کو

مخصوص فرمایا جو غیر الٰہی سے فانی ہو کر باقی باللہ تعالیٰ و اسکی عظمت مین فانی ہین یہ وہی ہین جنھون نے اپنے وجود کو اسکے حق ربوبیت مین قربان و فنا کر دیا کما قال تعالیٰ فسأکتبہا للذین یتقون و یؤتون الزکوۃ والذین ہم بآیاتنا یؤمنون۔ یعنے اسکی محبت و مشاہدہ مین ہر ایسی چیز سے جو باوصف طبیعت و حظ نفس ہوتی ہے تقوی و پرہیز رکھتے ہین اور زکوۃ سے اسکی طرف تقرب چاہتے ہین جسکا اعلی فرد یہ ہے کہ اپنے نفوس کو اسکی درگاہ پر ذبح کر دیتے ہین یعنے آنکہ اُنکے نفس کو اپنی مقتضا سے کوئی جنبش نہین رہتی کہ لہذا اگر جہاد کا حکم ہوا تو بھی اور نہوا تو بھی دونون یکسان ہین اسواسطے کہ کراہیت و شوق بمقتضائے نفس ہے اور ایمان انکا یہ کہ دیدار آیات مین آیات پر نظر نہین بلکہ مشاہدہ صفات مین مستغرق ہین۔ واسطیؒ نے کہا کہ قولہ تعالیٰ عذابی اصیب بہ من اشاء یہ بات عارف کے نفس مین ثابت ہوتی ہے کہ کوئی اسکو پہچان جاوے تو اسکی زندگی مکدر ہو جاوے ارباب حقایق کو دنیا مین عذاب نہین ہوتا مگر اسی طور پر کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتین و تقرب انپر پے در پے وارد ہوتا ہے حتی کہ اصل سے صفات و نعوت کا غیب ہو جاتا ہے پس قطع منزل مین اس سے سوء ادب جاتا رہتا ہے۔ انطاکیؒ نے کہا کہ رحمت الٰہی ہر چیز کو شامل ہے لیکن متقی لوگ اس سے مخصوص ہین لقولہ تعالیٰ فسأکتبہا للذین یتقون الآیۃ۔ ابو عثمانؒ نے کہا کہ قرآن مین مجھے کوئی آیت نہین ملی جس سے زیادہ خوف و مایوسی غالب ہو سوائے اس آیت کے ورحمتی وسعت کل شیٔ۔ حالانکہ لوگ اسکو بہت امید کی آیت شمار کرتے ہین کیونکہ او تعالیٰ نے اسکے بقا و ایجاب کے حق مین فرمایا فسأکتبہا للذین یتقون الآیۃ۔ اور وہ کون شخص ہے جو تقوی کی تصحیح کر سکتا ہے پس رحمت کا لازم و ثابت ہونا جسکا اعتبار ہو وہ تو اس تقوی کے ساتھ مشروط ہے۔ **قال المترجم**۔ لقد جاد بہا فادوانما الستغاث الی اللہ عز و جل و ہو ارحم الراحمین بعض مشائخ نے کہا کہ عذاب کو ایک خاص صفت سے مقرون بمشیت فرمایا اور رحمت کو عام کر دیا کہ وہ ہر شیٔ کو شامل ہے۔ **قال المترجم** ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مین روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز و جل کی سو رحمت ہین ایک رحمت دنیا مین ہے کہ اُسی سے مخلوق آپس مین ترحم کرتے ہین اسی سے وحشی جانور اپنی اولاد پر عطوفت رکھتے ہین اور ننانوے رحمت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک موخر فرمایا۔ رواہ مسلم۔ اور ایک روایت مین ہے کہ قیامت مین وہ سب اور یہ حصہ رحمت ملا یا جائیگا یعنے رحمت کاملہ ہوگی۔ اس سے سمجھنا نہین چاہیئے کہ رحمت کے جزا ہین بلکہ اثر رحمت کا وصول ہے اور اس حدیث مین اشارہ ہے کہ تمام افعال مخلوق کے بمقتضائے صفات الٰہی ہین اور معتزلہ شیعہ وغیرہ قدریہ لوگون نے غلط کیا کہ بندہ کو اپنے افعال کا قادر کہتے ہین یہ بحث پوری گذر چکی ہے اور کثرت سے آیات کی تفسیر مین تنبیہ کی گئی کہ قول فرقہ قدریہ گمراہی نفس ہے اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ تفسیر قولہ واللہ خلقکم وما تعملون مین بحث پوری آویگی پھر واضح ہو کہ حضرت موسی علیہ السلام نے سوال و دعا کی اور اسکا جواب یہ ملا جو مذکور ہوا اور جواب نہایت دقیق و لطیف ہے حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ موسی علیہ السلام نے سوال کیا اور دیا اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور جو کچھ اس آیت مین موسی علیہ السلام نے مانگا وہ سب اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ پھر او تعالیٰ عز و جل نے واضح بیان سے فرمادیا کہ جن لوگون کے واسطے رحمت خاصہ لکھی ہے وہ متقی ایسے ہین کہ راہ و خصلت و سنت و طریقہ تقوی مین محبوب کریم محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کا اقتدار کرتے ہین۔ کما قال تعالیٰ

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ

وہ جو تابع ہوتے ہین اس رسول کے جو نبی ہے امی جسکو پاتے ہین لکھا ہوا اپنے پاس توریت

وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ

اور انجیل مین بتاتا ہے اُنکو نیک کام اور منع کرتا ہے بُرے سے اور حلال کرتا ہی انکے واسطے سب پاک چیزین اور حرام کرتا ہے انپر

الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ

ناپاک اور اُتارتا ہے اُنسے بوجھ اُنکے اور پھانسیان جو انپر تھین سو جو اُسپر یقین لائے اور اُسکی رفاقت کی

وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

اور مدد کی اور تابع ہوئے اُس نور کے جو اُسکے ساتھ اُترا ہے وہی پہونچے مراد کو

اَلَّذِيْنَ۔ یہ بدل از الذین یتقون ہے خواہ بدل الکل یا بدل البعض یا خبر مبتدا محذوف ای ہم الذین بیضاوی ورازی نے کہا کہ بنی اسرائیل مین سے ایمان لانے والے خاصةً مراد ہین اور جمہور مفسرین نے کہا کہ انہین سے ہون یا اورون مین سے جمیع اُمت مراد ہین حاصل آنکہ متقی جنکے واسطے آخرت مین رحمت مخصوص ہے وہ لوگ ہین کہ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ پیروی کرتے ہین رسول نبی اُمّی کی مفسرین کا اجماع ہے کہ مراد اس سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہین یہان اللہ تعالے سبحانہ نے آپ کو چند صفات سے موصوف فرمایا ازانجملہ الرسول بالف لام یعنے رسول اللہ تعالے گویا رسالت مین آپ فرد کامل ومعہود ہین اور جو آپ کو رسول نہ مانے باوجودیکہ لوازم رسالت ظاہر ہین وہ کافر ہے۔ ازانجملہ النبی یعنے اللہ تعالے کے احکام سے بندون کو آگاہ کرنیوالے ازانجملہ الامی جو آپ کے سوا کسی پیغمبر پر صادق نہین آتا پس یہود ونصاری ودیگر اُمتون کا دعوی خارج ہوا کیونکہ وہ کسی رسول نبی اُمّی کے متبع نہین ہین علاوہ برین قولہ الذی یجدونہ مکتوبا عندہم الآیة سے صریح وہ مدعی نہین ہوسکتے ہین اور عنقریب آتا ہے۔ پھر اُمّی یا منسوب بامت اُمیہ ہے یعنے ایسی قوم مین سے جو حساب کتاب نہین رکھتی اور وہ عرب ہین۔ کذا قال الزجاج۔ یا منسوب بجانب اُم یعنے اور ہے یعنے اسی حال پر باقی ہے جس حال پر ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا کہ نہ لکھتا ہے نہ پڑھتا۔ یا منسوب بام القری اور وہ مکہ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوب بام بفتح ہمزہ ہے یعنے قصد و منسوب بقصد یعنے آنکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہی مقصود تھے اور یہ وصف کامل ہے اور ضم ہمزہ بنابر تغیر نسبت ہے اور یعقوب کی قراءة بفتح ہمزہ اسکو مؤید ہے۔ اور مختار یہ ہے کہ منسوب بامت اُمیہ ہین اور ابوالسعود نے کہا کہ اُمّی وہ کہ ممارس قراءة وکتابت نہین ہوا اور باوجود اسکے علوم اولین وآخرین کے جامع تھے اور فتح الباری مین دو قول نقل کیے کہ صلح حدیبیہ مین جو آنحضرت صلعم نے مشرکین مکہ کے ساتھ صلحنامہ لکھا اور حدیث بخاری وغیرہ مین ظاہر حدیث یہ ہے کہ باستبداد مشرکین کے رسول اللہ کا لفظ آپ نے محو فرمایا آیا وہ بر سبیل حقیقت ہے یا مجاز اہے اور بعض نے کہا کہ یہ بر سبیل معجزہ تھا۔ قلت وقد نبہ علی ہذا الشیخ الثقة الامین الحجة علی الامة الامیین واللہ اعلم۔ اہل تحقیق نے فرمایا کہ اس معنے پر آنحضرت صلعم کا اُمّی ہونا ازجملہ معجزات ہے بچند وجوہ اول آنکہ آنحضرت صلعم لوگون پر پے درپے بار بار کتاب الٰہی کو جو نازل ہوتی جاتی تھی اعادہ فرماتے بدون اسکے کہ الفاظ وکلمات مین کوئی تغیر آنے پاوے حالانکہ خطیب اگر خطبہ کا اعادہ کرے تو قلیل وکثیر کچھ ضرور تغیر وتبدل ہوگا پس آنحضرت صلعم جب بدون زیادت ونقصان وتغیر کے پڑھ دیتے تو معجزہ صریح ہے اور اسی طرف اوتعالے نے اشارہ فرمایا بقولہ سنقرئک فلا تنسی۔ دوم آنکہ اگر لکھتے پڑھتے تو کافرون کو وہم ہوتا کہ اگلون کی کتابون سے ان علوم لطیف وعجیب کو مطالعہ کیا ہے پس جب قرآن عظیم مشتمل علوم کثیرہ کو بدون تعلم لائے تو بڑا معجزہ ہے وقد قال تعالے وماکنت تتلو من قبلہ من کتاب ولا تخطہ بیمینک اذا لارتاب المبطلون مقری شارح قصیدہ بردہ نے جو کہا کہ یہان سوال وارد ہوتا ہے

کہ پھر فصیح کیون پیدا ہوئے تاکہ وہم ہوتا کہ یہ کلام بلیغ فصیح خود آپ کا کلام نہین تو اسکو شہاب رح نے ریحانہ مین رد کردیا کہ یہ سوال کچھ نہین ہے
اسواسطے کہ اُمیہ ہونا اکثر فصحاء عرب مین پایا گیا بخلاف عدم فصاحت کے کہ وہ لکنت و عیب ہے جس سے آنحضرت صلعم کی ذات پاکیزہ
صفات پاک و بری تھی پس یہ سوال مہمل ہے سوم آنکہ خط سیکھنا سہل بات ہے کہ جسکو تھوڑی سی عقل و سمجھ ہو اسکو سیکھ سکتا ہے پھر اللہ تعالےٰ
عزوجل نے آپکو علوم اولین و آخرین عطا فرمائے اور حقایق و دقایق وہ کرامت کیے کہ مخلوق مین سے کوئی اس کنہ کو نہین پہونچا
پس باوجود اس عقل و فہم کی قوت عظیمہ کے ایسا رکھا کہ خط و کتابت نہین جانتے تھے کہ جو ادنی خلق پر آسان ہے پس ان دو حالتون
متضادہ کا جمع کرنا بجاے اجتماع ضدین کے ہے اور یہ من قبیل معجزات خوارق عادات ہے پس واضح ہو کہ سزاوار رحمت خاصہ وہی
لوگ قرار دیے جو ایسے رسول نبی اُمّی کی اتباع کرتے ہین اور یہ اتباع کبھی تو فقط بالقوہ ہے اور یہ ان لوگون کو حاصل ہوئی جو آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے پہلے وفات پاگئے اور کبھی قوت سے فعل کیطرف خارج ہے اور یہ ان لوگون پر منحتم ہے جنھون نے
آپکی دعوت کا وقت متبرک پایا اور یہ وقت آپکے زمانہ ظہور سے تا قیامت ہے پس جو لوگ کہ علم الٰہی عزوجل مین ایسے ہین کہ آپ
کے متبرک پاک دعوت پر ایمان نہ لاوینگے وہ کبھی نہین بخشے جاوینگے اگرچہ اپنے زعم مین بھلے بن جاوین کیونکہ معرفت الٰہی اور اخلاق پاکیزہ
وہی ہین جو آپ نے تعلیم فرمائے پس جنے معبود کو نہ پہچانا اُسنے جو عبادت کی وہ حضرت حق عزوجل کی عبادت نہوئی پس وہ نیکوکار کہان
سے آیا پھر حسن عنایت و لطف ہدایت الٰہی عزوجل ہے کہ ایسے رسول بزرگ صلعم کی آمد آمد کے واسطے لوگون کو پہلے رسولون سے اگلی
کتابون سے معرفت مفصل دیدی تاکہ بروقت ظہور نور نبوت ایسے رسول پاک صلعم کے وہم و خیال مین نہ پڑین لہذا بعد قولہ الذین یتبعون
الرسول النبی الامی کے وصف فرمایا۔ اَلَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ۔ یعنے پیروی کرین اُس رسول
نبی اُمی کی جسکو پاتے ہین لکھا ہوا اپنے پاس توریت و انجیل مین۔ یعنے آپکے نعت و صفت کو یہود اپنے پاس توریت مین اور نصاری
اپنے پاس انجیل مین لکھا پاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ موسی علیہ السلام سے یہ کلام جو فرمایا تو آیندہ جو بات ہونے والی ہے اسکی خبر دیدی۔
بالجملہ اب قرآن مجید مین نازل ہے۔ رازی رح نے فرمایا کہ یہ صریح دلیل ہے کہ آنحضرت صلعم کی نعت و صفت اور عظمت نبوت انکی دونون
کتابون توریت و انجیل مین مذکور و لکھی ہوئی ہے کیونکہ اگر یہ بات ان دونون کتابون مین لکھی ہوئی نہوتی تو اس کلام سے علماء یہود و
نصاری سخت نفرت کرتے اور آنحضرت صلعم کو جھوٹا بلکہ مفتری بیان کرتے حالانکہ یہود مین سے مانند حضرت عبد اللہ بن سلام وغیرہ کے
زبردست عالم مسلمان ہوئے اور بادشاہ حبشہ نجاشی سے پہلے وہان کے علماء نصاری و راہب و زاہد بخوشی و رغبت دل سے مسلمان ہوئے
اور آپکو رسول برحق مانا جس سے زمانہ مین کوئی یہودی و نصرانی بھی انکار نہین کرتا پس یقین ہوا کہ آنحضرت صلعم کی نعت و عظمت
نبوت بالضرور ان دونون کتابون مین مذکور تھی اور یہ آنحضرت صلعم کی عظمت نبوت کی قطعی دلیل ہے مترجم انشاء اللہ تعالےٰ آخر
اس آیت مین ایک بحث مختصر مفید و ضروری لکھیگا پہلے علماء تفسیر کے اقوال لاتا ہے خمیسی نے لکھا کہ توریت جو موجود ہے اسمین آنحضرت صلعم
کے نام پاک کا مع اوصاف بلفظ منحمنا بزبان سریانی ذکر ہے اور اسکے معنے محمد یا احمد ہین یعنے جسکو لوگ بہت تعریف سے یاد کرین اور انجیل
مین صریح لفظ بزبان عربی مذکور ہے۔ مترجم بحث مابعد مین مؤید لاویگا جو یہان شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ نے ذکر فرمایا کہ یہ صفت
حضرت سید المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے انبیاء سابقین کی کتابون مین درج ہے اور ان انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اُمت کو آنحضرت
صلعم کی بعثت کی بشارت فرمائی اور آپکی متابعت کی خبر دی ہے اور برابر انکی کتابون مین صفات پاک موجود رہے جسکو علماء و احبار

جانتے تھے۔امام احمدؒ کی حدیث ابو صخر العقیلی مین حضرت صلعم کا ایک یہودی کے پاس جانا جو کتاب توریت کھولے بیٹھا تھا مذکور ہے کہ آپ نے اس یہودی سے قسم دلاکر پوچھا کہ تو اس کتاب مین میری صفت اور میری پیدایش و ہجرت کا ذکر پاتا ہے اُسنے سر سے اشارہ کیا کہ نہین تو اسکے بیٹے نے اپنے باپ کو اس جھوٹی قسم پر دیکھکر بھر آکر کہا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسنے توریت نازل فرمائی کہ ہم ضرور آپکی صفت و مقام پیدایش و ہجرت کو اس کتاب مین پاتے ہین اور اسکے بعد کہا کہ انی اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و انک رسول اللہ یہ حدیث جید قوی ہے اور صحیحین مین حضرت انسؓ سے اسکا مشاہد موجود ہے حاکم رحمہ اللہ نے اپنے اسناد سے ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے بروایت ہشام بن العاص الاموی روایت کی کہ ہشام نے کہا کہ مین اور ایک دوسرا مسلمان دونون ہرقل بادشاہ روم کے پاس بھیجے گئے کہ اُسکو دین اسلام کی دعوت کرین پس ہم نکلکر روانہ ہوئے یہان تک کہ غوطہ دمشق پر پہونچکر جبلہ بن ایہم الغسانی کے پاس اُترے اور دیکھا کہ وہ اپنے تخت پر بیٹھا ہے اُسنے ہمارے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ اس سے ہم باتین کرین ہم نے کہا کہ واللہ ہم اس ایلچی سے نہین بات کرینگے اور ہم تو بادشاہ روم کے پاس بھیجے گئے ہین سو اگر وہ ہم سے بات کرنا چاہے تو باتین کرینگے ورنہ ایلچی سے نہ بولینگے پس ایلچی نے اس سے بیان کیا تو اُسنے اجازت دی پس ہشام بن العاص نے اس سے دعوت اسلام کی اور اسکو اسلام لانے کو بلایا اور اسکے بدن پر سیاہ لباس حریر تھا اس سے کہا کہ تجھپر یہ سیاہ لباس کیون ہے وہ بولا کہ مین نے قسم کھاکر پہنا ہے کہ جبتک تم لوگون کو شام سے نہ نکال دون اسکو نہ اُتارونگا ہم نے کہا کہ بیچارہ جہان تو بیٹھا ہے واللہ ہم اسکو اور بادشاہ روم کے تختگاہ کو انشاء اللہ لے لینگے ہم کو ہمارے نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے۔بولا کہ تم وہ لوگ نہین ہو وہ لوگ تو رات کی نماز پڑھنے والے اور دن کے روزہ دار لوگ ہونگے اور تم کیونکر روزہ رکھتے ہو ہم نے اسکو اپنے روزے سے آگاہ کیا تو اسکے چہرہ پر سیاہی چھا گئی پھر بولا کہ اُٹھو تم بادشاہ کے پاس جاؤ اور اپنا آدمی ہمارے ساتھ کر دیا ہم وہان سے نکلکر جب دار السلطنت سے قریب ہوئے تو ہمارے ساتھ جو آدمی تھا کہنے لگا کہ تم اپنے ان اونٹون پر بادشاہی شہر مین نہین جا سکتے ہو اگر تم چاہو تو ہم تمکو گھوڑون پر سوار کر دین ہم نے کہا کہ واللہ ہم اپنے ان جانورون کے سوائے اور جانور پر نہین جاوینگے انھون نے بادشاہ کے یہان کہلا بھیجا اُسنے اجازت دی کہ ہم اپنے حال پر آوین پس ہم اپنی تلوارین لٹکائے ہوئے داخل ہوئے یہان تک کہ ہم ایک اونچے برج کے نیچے پہونچے تو وہان ہم نے اونٹ بٹھائے اور بادشاہ ہماری طرف دیکھ رہا تھا پس ہم نے تو ذکر تکبیر کہی لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ پس اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ غرفہ لرزنے لگا گویا عذق ہے کہ اسکو ہوا ہلاتی ہے پس اُسنے ایلچی دوڑایا کہ تم لوگون کو یہ روا نہین ہے کہ ہمپر اپنے دین کو بلند آواز سے وارد کرو اور کہلا بھیجا کہ آؤ پس ہم داخل ہوئے تو وہ ایک مکلف فرش پر تھا اور روم کے بطارقہ اسکے پاس بیٹھے تھے اور اسکے مجلس کی ہر چیز اور گرد و پیش سُرخ تھی اور اُسپر سُرخ لباس تھا جب ہم اس سے قریب ہوئے تو دیکھکر ہنسا اور بولا کہ کیا بُرائی تھی اگر آپس کے تحیت کا میرے ساتھ برتاؤ کرتے اور اُسکے پاس ایک فصیح عربی بولنے والا ایک کرنے والا آدمی تھا ہم نے اس سے کہا کہ ہمارا آپس کا جو تحیہ ہے وہ تیرے واسطے سزاوار نہین ہے اور جس سے تجھکو تحیہ کیا جاتا تھا وہ بجا لانا ہمکو حلال نہین ہے بولا کہ تمھارا آپس مین کیا تحیہ ہے ہم نے کہا کہ السلام علیک۔بولا کہ اپنے بادشاہ کو کیا تحیہ دیتے ہو ہم نے کہا کہ یہی پھر بولا کہ وہ کیا کہتا ہے ہم نے کہا کہ یہی۔بولا کہ بڑا کلام تمھارا کیا ہے ہم نے کہا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر جب ہم نے یہ کہا تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ غرفہ پھر تھرّایا حتی کہ اُسنے سر اُٹھا کر دیکھا اور بولا کہ یہ کلمہ تمھارا جس سے یہ غرفہ لرز گیا ہے کیا جب تم اپنے گھرون مین کہتے ہو اسیطرح تمھارے غرفے تھرّاتے ہین ہم نے کہا کہ کبھی ہم نے نہین دیکھا اگر یہین۔بولا کہ مین اُمید کرتا ہون کہ ہر بار جب تم کہوگے جو چیز تم سے اونچی ہوگی تھراویگی۔اور مین اپنی آدھی سلطنت سے

نکل گیا ہم نے کہا کہ یہ کیون۔ بولا کیونکہ یہ اسکے شان کے لیے آسان تر ہے اور سزا وار تر کہ ہو وے امر نبوت سے اور لوگون کے حیلے سے ہو پھر
ہم سے بولا کہ تم کیا چاہتے ہو ہم نے اسکو بتلایا۔ کہنے لگا کہ تمھاری نماز روزہ کیونکر ہے ہم نے اُسکو بتلایا۔ بولا کہ اُٹھو اور جاکر وہان اُترو پس
ایک عمدہ مکان بتلایا جسمین بہت سا سامان تھا ہم وہان تین روز رہے ایکبار وہ رات مین ہمارے پاس آدمی بھیجکر بلوایا ہم گئے تو ہماری
باتین ہم سے پھر دوبارہ کہلائین ہم نے دہرائین پھر اُسنے ایک مربع چیز جسمین خانہ خانہ تھے اور اُسپر سُنہرا کام تھا اور خانون پر کواڑیان
لگی تھین نکالی پھر اُسنے ایک خانہ کا قفل وکھڑکی کھولکر ایک ٹکڑا سیاہ حریر کا نکالا اور اُسکی تہ کھولی تو اُسمین ایک تصویر سُرخ تھی دیکھا تو
ایک مرد کی صورت تھی جسکی آنکھین بڑی بڑی اور چوتڑ بھاری اور اسکی درازی گردن کی مانند ہم نے نہین دیکھا اور اُس کی داڑھی نہ
تھی اور اسکے دو گیسو خوبصورت تھے۔ بولا کہ کیا تم جانتے ہو یہ کون ہے ہم نے کہا کہ ہم نے نہین پہچانا بولا کہ یہ آدم علیہ السلام کی تصویر ہے
اور بال اُسکے بہت تھے۔ پھر ایک دوسرا دروازہ کھولا اور اس سے ایک سیاہ حریر نکالا اسمین ایک سپید تصویر جسکے گھونگروالے بال سُرخ
آنکھین بڑا سر وجیہ اور خوبصورت داڑھی تھی نکالی اور کہا کہ تم اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین۔ بولا کہ یہ نوح علیہ السلام ہے پھر اور دروازہ
کھولکر اسمین سے ایک سیاہ حریر نکالا جسمین ایک مرد بہت گورے خوبصورت آنکھون والے صلت الجبین لانبے چہرے سپید داڑھی والے
گویا وہ مسکرائے دیتے ہین تصویر نکالی۔ بولا پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہین پھر جاکر ایک دروازہ کھولا اُس مین
ایک سپید چمکتی ملاحت آمیز صورت تھی اور واللہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر تھی۔ بولا اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ ہان یہ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تصویر ہے اور ہم رونے لگے۔ اللہ تعالے جانتا ہے کہ وہ ذرا دیر کھڑا اُٹھکر کھڑا رہا پھر بیٹھکر بولا کہ واللہ یہ وہی ہے
ہم نے کہا کہ ہان یہ وہی ہے گویا تو اسکی طرف دیکھ رہا ہے۔ پھر ایک ساعت اسکو لیے دیکھتا رہا پھر بولا کہ یہ خانہ سب سے آخر مین تھا لیکن
مین نے عجلت کر کے اسکو پہلے نکال لیا تاکہ دیکھون تمھارے پاس کیا بات ہے۔ پھر ایک اور خانہ کھولکر اس سے سیاہ حریر نکالا اس مین ایک
سیاہ رنگ کی تصویر تھی جسکے بال سخت اُٹھے ہوئے گھونگروالے اور آنکھین گھسی ہوئین تیز نظر اور ترش مزاج اور دانت تراکب اور ہونٹھ بھاری
تھے گویا وہ غضب مین بھرا ہوا ہے بولا تم اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین بولا کہ یہ موسی علیہ السلام ہے اور اسکے پہلو مین ایک صورت تھی
جو اُسکے مشابہ تھی صرف اتنا فرق تھا کہ وہ مدہان الراس عریض الجبین تھے اور اسکی آنکھون مین قبل تھا یعنی پتلی کویے کی طرف جھکی ہوئی
تھی بولا تم اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین بولا کہ یہ ہارون بن عمران علیہ السلام ہے پھر ایک اور دروازہ کھولا اسمین سے سپید حریر نکالا
جسمین ایک مرد گندم گون صورت بھاری بھر کم گویا وہ غضبناک ہے موجود تھی بولا کہ اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ یہ لوط علیہ السلام
ہے۔ پھر ایک اور دروازہ کھولکر اس مین سے ایک سپید حریر نکالا جسمین ایک مرد کی تصویر تھی جسکی رنگت سپید سرخی ملی ہوئی دراز بینی پتلے گالون
والی چہرہ خوبصورت تھا بولا کہ اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا کہ اسحاق علیہ السلام ہے۔ پھر ایک اور دروازہ کھولکر ایک حریر سپید نکالا
جسمین ایک تصویر مشابہ تصویر اسحاق تھی مگر اسکے ہونٹھ پر ایک تل تھا۔ بولا پہچانا ہم نے کہا نہین۔ بولا یہ یعقوب علیہ السلام ہے۔ پھر دروازہ
کھولکر ایک سیاہ حریر نکالا جسمین ایک مرد سپید رنگ خوبصورت دراز بینی خوش قد جسکے چہرہ پر نور چھایا ہے اسکے چہرہ سے خشوع ٹپکتا ہے
سرخی مائل ہے نکالا۔ بولا پہچانا ہم نے کہا کہ نہین۔ بولا کہ یہ تمھارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا دادا حضرت اسمعیل ہے۔ پھر دروازہ کھولکر
ایک سپید حریر نکالا اسمین ایک تصویر مشابہ آدم علیہ السلام کے تھی مگر اسکا چہرہ گویا آفتاب تھا بولا کہ پہچانتے ہو ہم نے کہا نہین بولا یہ یوسف
علیہ السلام ہے پھر ایک دروازہ کھولکر حریر سپید نکالا جسمین تصویر مرد سُرخ رنگ باریک پنڈلیون والے اخفش العینین بھاری پیٹ والے

جو گدازبدن تھا نکالی کہ تلوار لٹکائے تھا بولا اسکو پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں بولا کہ یہ داؤد علیہ السلام ہے۔ پھر ایک دروازہ کھولکر اُسمین سے حریر سپید نکالا جسمین ایک مرد کی تصویر تھی جسکے چوتڑ بھاری لانبی ٹانگین ایک گھوڑے پر سوار تھا بولا پہچانتے ہو ہم نے کہا نہیں بولا کہ یہ سلیمان بن داؤد ہے پھر ایک دروازہ کھولکر حریر سیاہ نکالا جسمین ایک تصویر مرد سپید رنگ کی تھی جوان سیاہ داڑھی بہت بال خوبصورت آنکھین خوبصورت چہرہ۔ بولا پہچانتے ہو ہم نے کہا کہ نہین بولا کہ یہ عیسی ابن مریم علیہما السلام ہے۔ ہم نے پوچھا کہ یہ تصویرین تجھکو کہان سے ملین کیونکہ ہم کو معلوم ہوا کہ یہ اسی شکل پر ہین جیسے انبیاء علیہم السلام مصور ہوئے کیونکہ ہم نے آنحضرت صلعم کو اسی صورت پر دیکھا تو کہنے لگا کہ آدم علیہ السلام نے پروردگار سے درخواست کی کہ مجھکو میری اولاد مین سے انبیاء کی صورت دکھلادے تو اللہ تعالے نے انکی صورتین نازل فرمائین جو آدم علیہ السلام کے خزانہ مین تھین جہان کہ آفتاب غروب ہوتا ہے اسکو ذوالقرنین وہان سے لایا اور دانیال پیغمبر کو دیدین پھر بولا کہ خبردار ہو کہ واللہ میرا جی خوش ہوا کہ مین اپنی سلطنت چھوڑ کر تم مین سے ایک ذلیل حاکم کی غلامی کرون یہان تک کہ مر جاؤن پھر ہم کو اجازت دی کہ جاؤ اور اچھی طرح مال دیکر رخصت کیا پھر جب ہم حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ہم نے اُنسے سب بیان کیا جو اُسنے ہم کو دکھلایا اور ہم سے کہا تھا اور جو ہم کو جائزہ دیا تھا۔ تو ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا کہ مسکین ہے اگر اللہ تعالے اسکے ساتھ بھلائی چاہتا تو وہ اسکو کر گزرتا پھر کہا کہ ہم لوگون کو رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے کہ نصاری اور یہود اپنے پاس محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت اور صفت پاتے ہین۔ قال الحافظ ابن کثیرؒ وہکذا اوردہ الحافظ الکبیر ابوبکر البیہقی فی دلائل النبوۃ اجازۃ عن الحاکم واسنادہ لاباس بہ۔ عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ مین نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے ملکر پوچھا کہ مجھے توریت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت سے آگاہ فرمائیے فرمایا کہ ہان واللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم توریت مین بھی مانند وصف قرآن مجید کے موصوف ہین چنانچہ توریت مین یون ہے کہ یاایہا النبی انا ارسلناک شاہدا ومبشرا ونذیرا وحرزا للامیین انت عبدی ورسولی اسمک المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ الملۃ العوجاء بان یقولوا لا الہ الا اللہ ویفتح قلوبا غلفا وآذانا صما واعینا عمیا پھر مین کعب احبارؓ سے ملا اور یہی سوال کیا پس انھون نے بھی بالکل یہی بیان کیا ایک حرف کا فرق نہ تھا لیکن کعب نے اپنی زبان مین یون کہا قلوبا غلوفیا واذانا صمومیا واعینا عمومیا۔ اسکو ابن جریرؒ نے روایت کیا اور بخاریؒ نے اپنے صحیح مین عطاء بن یسار سے حدیث عبداللہ بن عمروؓ کو اسقدر زیادہ روایت کیا لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق ولا یجزی بالسیئۃ السیئۃ ولکن یعفو ویصفح ولن یقبضہ اللہ الحدیث۔ اور بخاریؒ نے کہا کہ سلف کے کلام مین کبھی توریت کا اطلاق بمعنے عام آتا ہے یعنے اہل کتاب یہود ونصاری کی کتاب پر بولا جاتا ہے اور طبرانیؒ نے جبیر بن مطعمؓ سے روایت کی کہ مین ملک شام مین تجارت کو گیا پس اہل کتاب مین ایک شخص نے مجھسے پوچھا کہ تم مین کوئی مرد ہے کہ نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے مین نے کہا ہان وہ بولا کہ تو اسکی صورت پہچانتا ہے مین نے کہا کہ ہان تو وہ مجھے ایک گھر مین لے گیا وہان تصویرین تھین لیکن محمد صلعم کی تصویر نتھی تو مین نے انکار کیا پھر وہ ایک گھر مین لے گیا تو مین نے ایک تصویر آپکی دیکھی اور ایک مرد آپکی ایڑیان پکڑے تھا مین نے کہا کہ یہ کیا ہے تو اہل کتاب کے عالم نے جواب دیا کہ ہر نبی کے بعد اور نبی ہوتا ہے مگر اس نبی کے بعد کوئی نبی نہوگا ہان یہ شخص اسکا خلیفہ ہوگا پس مین نے غور سے دیکھا تو ابوبکرؓ کی صورت تھی۔ ابوداؤدؒ نے اقرع مؤذن عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ مجھے عمرؓ نے کہا کہ اسقف نصرانی کو میرے پاس بلا لاؤ مین بلا لایا تو آپ نے اسقف سے فرمایا کہ میری کتابون مین میرا ذکر ہے بولا کہ ہان۔ فرمایا کہ کیونکر پاتا ہے وہ بولا کہ قرن پاتا ہون تو آپ نے درہ اُٹھایا کہ قرن کیا چیز ہے وہ بولا کہ قرن جیسے

امیر حدید شدید یعنے سردار تیز و سخت۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بعد والا کیسا پاتا ہے بولا کہ خلیفہ صالح ہے لیکن وہ اپنی قرابت والون کو اختیار کریگا تو عمر رضنے فرمایا کہ اللہ تعالے عثمان رض پر رحم کرے تین دفعہ یہ لفظ کہا پھر پوچھا کہ اسکے بعد والا کیسا پاتا ہے وہ بولا کہ اسکو صدی حدید پاتا ہون تو حضرت عمر رضنے اسکی کھوپڑی پر ہاتھ مارکر کہا کہ آوہ فراہ آوہ فراہ۔ وہ بولا کہ اے امیر المؤمنین میرا مطلب یہ ہے کہ وہ خلیفہ صالح ہوگا لیکن ایسے وقت خلیفہ کیا جائیگا جسوقت یہ حال ہوگا کہ تلوار کھنچی ہوئی اور خون بہہ رہا ہوگا۔ قال المترجم بخاری رحمہ اللہ کی حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ درباب فتن جو عجیب رمز و کنایہ کو شامل ہے جس سے ظاہر نکلتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وقائع فتن کو جانتے تھے یہ احادیث اسکی صریح مؤید ہین چونکہ یہان بحث دوسری ہے لہذا مین اسمین کلام نہین کرتا ولیکن اہل سنت وحق کو روافض و خوارج و اہل بدعت کے رد مین واستقامت مین یہ بہت مفید ہے وللہ الحمد۔ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ یعنے رسول نبی امی جس کی صفت اپنی کتابون مین لکھی پاوینگے انکو حکم کریگا معروف کا یعنے تمام نیک باتون کا جس سے رحیں شرک و کفر سے پاک ہوکر دیدار الٰہی عزوجل کے لایق ہون مع اس بات کے کہ منع کریگا انکو منکر سے یعنے جملہ ان باتون سے جو رد انہین ہین شرک و کفر سے لیکر تمام ان باتون تک جو شیطانی راہ مین ڈالنے والی ہین۔ اور یہ سب اوصاف آنحضرت صلعم کی اگلی کتابون آسمانی یعنے توریت و انجیل مین مذکور ہین۔ دارمی وغیرہ علماء حدیث وائمہ اعلام نے اسمین بہت روایات بطرق متعددہ روایت کی ہین اور یہود جو مدینہ مین رہتے تھے پشتہا پشت سے اپنی کتابون و باپ دادون کی وصیت پر چلے آتے تھے کہ وہ پیغمبر آخر الزمان کہ توریت مین جسکے اوصاف ہین اسی شہر مدینہ مین ہجرت کرکے آویگا اور علامات اسکے وجود پاک کی اب قریب ہین پس فرقہ اوس و خزرج کو دھمکاتے تھے کہ ہم اسی پیغمبر صلعم کے سایہ حمایت مین تم کو خاک کرینگے تو اوس و خزرج کے لوگ ان باتون سے تعجب کرتے پھر قدرت حق عزوجل دیکھو کہ جب آنحضرت صلعم تشریف لائے تو دنیاوی لالچ مین منکر ہوگئے کما قال تعالے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ فلعنۃ اللہ علی الکافرین۔ اور فرقہ اوس وخزرج ایمان لاکر شیر و شکر ہوکر انصار ہوگئے رضی اللہ عنہم۔ یہ صریح دلیل ہے کہ توریت مین آنحضرت صلعم کے اوصاف بالضرور مذکور تھے اور چونکہ اسطرح برملا ان یہودیون کو لعنت و ملامت کی گئی ہے اسکا کوئی فرقہ یہود و نصاری کا اب منکر نہین ہوسکتا کیونکہ اگر وہ استفتاح نہ کرتے ہوتے تو دروغ و بہتان کی افواہ سے دنیا کے کان بھر دیتے۔ اور کیونکر ہوسکتا ہے دیکھو پہلی صدی مین آنحضرت صلعم کی حین حیات مین یہود و نصاری کے جو عالم لوگ دنیاے فانی سے منہ موڑ کر دین اسلام کی شرعی تکالیف نماز پنج وقتی و روزہ و حج و جہاد کرنے پر مع جملہ اخلاق نیک مانند عدل و ترحم و حلم و صدق و دیانت و تواضع وغیرہ اختیار کرنے پر اور دنیاوی مال متاع و حرام و شراب و لذت کی فواحش باتین چھوڑنے پر مضبوط کمر باندھ کر آمادہ ہوئے انھون نے صاف صاف آنحضرت صلعم کی بشارت توریت و انجیل مین ہونے کی گواہی دی مانند حضرت عبد اللہ بن سلام و ابن سعید و بنیامین و مخیریق وغیرہ علماء یہود کے اور مانند بحیرا راہب یعنے جرجیس اور نسطورا اور جارود اور نجاشی بادشاہ حبش مع جماعت قسیسون و راہبون کے علماء و فقراء انصاری کے چنانچہ کوئی فرقہ اس مشہور و متواتر کا انکار نہین کرسکتا اور ضغاطر یعنے بشپ روم جب آنحضرت صلعم کے ایلچی حضرت دحیہ کلبی رض کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے تو رومیون نے عداوت سے انکو شہید کرڈالا اور دیکھو مقوقس بادشاہ مصر نے آپکے عموم رسالت کا اقرار کیا اور ماریہ قبطیہ وغیرہ تحفے بھیجے چنانچہ متواتر مشہور ہے کہ سواے ایسے شخص کے جو جھوٹ بولنے مین شیطان کے برابر ہو اور کوئی انکار نہین کرسکتا اور دیکھو ہرکلیس یعنے ہرقل بادشاہ روم اور ابن صوریا و حیی بن اخطب اور اسکا بھائی ابو یاسر وغیرہ علماء یہود نے آنحضرت صلعم کی رسالت کا ضرور اقرار کیا اگرچہ دنیاوی لالچ و طمع زندگی اور عیش و لذت

دنیات فانی کے جہاد وغیرہ کرنے سے بچاؤ کے لیے مسلمان نہوئے کیونکہ قولہ اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم۔ وغیرہ آیات قرآنی انپر ملامت کرنے مین مشہور ومتواتر ہین انکا بھی کوئی انکار نہین کرسکتا اور ایسے ہی نصاریٰ نجران کا قصہ درباب مباہلہ کے جو تمام تفسیر کے ساتھ اوپر بیان ہوچکا کہ حاقب نے جو انکا سردار تھا مع انکے لشب پادری کے صاف کہا کہ اے اہل نجران قسم ہے کہ تم اس نبی کی نبوت پہچان چکے ہو اور اُسنے مسیح کے معاملہ مین تمکو دو ٹوک بات کہدی واللہ اگر تم اس سے مباہلہ کروگے تو تباہ ہوجاؤگے واللہ مین ایسے چہرے دیکھتا ہون کہ اگر اللہ تعالےٰ سے دعا مانگین کہ پہاڑ کو ہٹادے تو اللہ تعالےٰ ہٹادیگا آخران لوگون نے مباہلہ نکیا اور جزیہ دینا قبول کرکے واپس گئے اور یہ قرآن مجید مین متواتر منقول ہے اسکا بھی کوئی فرقہ انکار نہین کرسکتا۔ اور اللہ تعالےٰ کی قدرت کاملہ ہے کہ جب تک اہل حق و اہل ایمان اپنی توحید پر ثابت اور حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے اُمتی متبع رہینگے اور مخالفت کرنے سے پرہیز کرکے اپنی عاقبت خراب نکرینگے تب تک او تعالےٰ جل جلالہ انکو دنیا مین حجت سے غالب رکھیگا انشاء اللہ تعالےٰ چنانچہ ملاحظہ کرو کہ پادری سیل کا قرآن مجید کا ترجمہ جو کہ سنہ ۱۸۵۰ عیسوی مین چھپا اُسکے مقدمہ کے صفحہ ۶ مین لکھا ہے کہ اے پیارے عیسائیو یہ وہ نبی آخر الزمان (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے جسکی بابت حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے مصلوب ہونے کے واقعہ کے ذکر مین یون کہا (اے برنباہ۔) یقین جان کہ گناہ کیسا ہی چھوٹا کیون نہو اللہ تعالےٰ اسکی سزا دیتا ہے آخر کہا کہ اسکی مشیت اس امر کو مقتضی ہوئی کہ قیامت کے روز شیاطین مجھپر نہنسین سو اُسنے اپنی مہربانی سے بہتر جانا کہ دنیا ہی مین یہود اکے میری صورت پر سولی دیے جانے کے سبب سے میری تضحیک و رسوائی ہوجاوے اور ہر شخص یہ گمان کرے کہ مین سولی پر کھینچا گیا مگر یہ ساری رسوائی محمد رسول اللہ کے آنے ہی تک رہیگی جب وہ دنیا مین آویگا تو ہر ایماندار کو اس غلطی سے آگاہ کریگا اور لوگون کے دلون سے یہ دھوکا اُٹھاویگا) پھر ترجمہ کے صفحہ (۴۳) مطبوعہ سنہ ۱۸۵۰ع مین سیل صاحب نے لکھا (بس اے پیارے بھائی جسکی نبوت کی خبر اس صراحت سے درج ہو پھر اس سے منکر ہونا اپنی عاقبت خراب کرنا ہے یا نہین الی آخر ما قال) اور برنباہ کی انجیل بہت پرانی کتاب ہے جسکا ذکر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سیکڑون برس پہلے کی کتابون مین پایا جاتا ہے پس کیا خوب صریح سیل صاحب نے لکھدیا بشرطیکہ عیسائی لوگ اس سنہ ۱۸۵۰ع کے بعد تحریف کرکے سیل صاحب کے ترجمہ سے یہ عبارت نہ نکال ڈالین۔ اور اسکے سوا پادری اوسکان ارمنی نے سنہ ۱۶۶۶ع مین صحیفہ اشعیا کو زبان ارمنی مین ترجمہ کیا اور سنہ ۱۷۳۳ع مین مطبع انتولی پرتونی مین یہ ترجمہ چھپا اسمین کتاب اشعیا باب ۴۲ مین یہ فقرہ موجود ہے۔ (خداوند کے واسطے نئی تسبیح پڑھو اسکے سلطنت کی نشانی اس کی پیٹھ پر ہے اور اسکا نام احمد ہے۔) یہ صریح دلیل ہے اور اہل اسلام مین ابتدا سے یہ بشارت معروف ومشہور ہے اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نشانی مہر نبوت آپکی پیٹھ کے اوپر تھی اور نام آپکا احمد ومحمد ومجید وغیرہ الفاظ حمد ومجد کے معنے سے ماخوذ ہے مگر عربی ترجمہ کرنے والے نے عجب تحریف کی ہے کہ اشعیا کے باب مذکور مین عربی ترجمہ یون لکھا سبحوا اللہ تسبیحا جدیدا علامتہ فوق واسمہ تمجید ترجمہ خداوند کے واسطے نئی تسبیح پڑھو اسکی سلطنت کی نشانی اوپر ہے اور اسکا نام تمجید ہے۔ کاش اگر محمد کا ترجمہ لکھدیتا تو بھی کچھ تحریف سے بچتا لیکن بیچارہ فوق ظہرہ۔ کی جگہ کیا کرتا کیونکہ یہ تو مشہور متواتر ہے کہ آپکی مبارک پیٹھ پر مہر نبوت تھی لہذا ہٹ دھرمی سے فوق لکھکر خاموش ہوگیا لیکن اللہ تعالےٰ نے اسکی خیانت کا پردہ فاش کردیا ہان وہ ترجمہ ٹھیک ہے جو اوسکان ارمنی نے لکھا اور خود کلام مجید مین او تعالےٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بشارت بیان فرمائی ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ الآیۃ ۔۔ اور یونانیون نے بھی اس نام پاک کو فارقلیطا کے لفظ سے اپنی زبان مین ترجمہ کرڈالا اور معنے اسکے وہی محمد یا احمد ہین چنانچہ جان ڈیون پورٹ عیسائی نے کھلم کھلا اپنی کتاب مین لکھا

کہ مجھے اسمین شک نہین کہ اُس نبی آخر الزمان سے جسکے آنے کی خبر اسکے بھائیون مین سے موسیٰ نے بنی اسرائیل کو دی اور انجیل یوحنا مین
فارقلیط کے نام سے مسیح علیہ السلام نے دی ہے یہی حضرت محمد صلعم مراد ہین اور مسٹر گاڈفری ہینگس نے اسکو بخوبی تحقیق سے ثابت کردیا کہ فارقلیط کا
مصداق حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین چنانچہ کتاب حمایت الاسلام اُردو ترجمہ کتاب مسٹر مذکور سے مطالعہ کرو۔ اگر کہا جاوے کہ فارقلیط
سے مسیح علیہ السلام نے خبر دی ہے اگرچہ اسکے معنے محمد یا احمد ہین تو مین کہتا ہون کہ نہین بلکہ صحیح یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے بلفظ احمد
خبر دی ہے جیسا کہ مسیح کے کلام سے نقل ہوا اسلیے کہ قرآن مجید مین صریح باین نام خبر دینا بیان ہے اور یہ کتاب پاک بدون تحریف کے
کسوٹی ہے کما قال تعالے ان ہذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل اکثر الذی ہم فیہ یختلفون پس بوجہ تحریف کے اور بوجہ اسکے کہ اصل انجیل
نہین ہے پس وہم مین پڑے کہ فارقلیط کہا ہے اگر یہ کہا جاوے کہ اس زمانہ مین جو توریت و انجیلین موجود ہین انہین سے بشارات ثابت کرو تو
جواب یہ ہے کہ توریت وہ کتاب آسمانی تھی جو موسی علیہ السلام پر اور انجیل وہ کہ عیسیٰ پر نازل ہوئی تھی اور وہ بزبان سریانی و عبرانی خالص
وحی تھی اور جو اسوقت پیش کرتے ہو یہ محض تحریف کی ہوئی باتین ہین اور انجیل تو سوائے حواریون کے نام سے باتون کے اور تاریخی قصون کے
اور کچھ نہین ہے پھر اس سے کیا چاہتے ہو اور تمام تحقیق و بحث اسکے مقدمہ مین بقدر کفایت لکھدی گئی ہے اور فتح البیان کے مؤلف نے
جو بدون تحقیق کے یہان انہین موجودہ کتابون سے نکالکر طول طویل بحث کی ہے میرے نزدیک وہ بر تقدیر تسلیم بحث قرار دینا چاہیے پھر
مترجم کہتا ہے کہ اے اہل ایمان والے علمار اسلام اگر تم اس فلاسفہ میبذی و صدرا و شمس بازغہ مین اپنی اوقات خراب کرتے اور نام کے
لیے عمر کھوتے اور اسلام کے لوگون کو شبہات سے نہین بچاتے حالانکہ واہی تباہی دفتر سیاہ کرتے ہو کیا عذاب آخرت سے نہین ڈرتے اور کس
خواب غفلت مین پڑے ہو کیا آنکھین کھولکر نہین دیکھتے بلکہ بجائے اسکے سر خضب اعمال پر آپس مین تکفیر و نزاع کرتے اور پھوٹ ڈالکر برباد ہی
نہین بلکہ دین اسلام و توحید سے لوگون کو نفرت دلاتے اور پھوٹ ڈالتے ہولے حاملان قرآن تم کو اللہ تعالے عزوجل کا واسطہ ہی کہ آپس مین
نہ پھوٹو اور ذرا غریب مسکینون بیچارون کو قوم گمراہ کے شبہات سے بچاؤ واللہ تعالے ہم تم سب پر رحم فرماوے آمین یا ارحم الراحمین اسألک
العافیۃ فی الدنیا والآخرۃ صلے اللہ تعالے علی نبینا محمد وآلہ واخوانہ من الانبیار وسلم تسلیما کثیرا کثیرا اللہم رب توفنی مسلما واجعلنی مع المومنین
والحمد للہ رب العالمین۔ جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت و بشارت انبیار سابقین دیتے آئے ہین اور عیسیٰ
اور موسیٰ کے درمیان قریب دو ہزار برس کے فرق تھا اور درمیان مین بہت سے انبیار علیہم السلام گذرے ہین اور یہ سب بنی اسرائیل
کے واسطے تھے پھر بنی اسمعیل کا دور دورہ ہوا پس ایک رسول کا اپنے مابعد والے رسول کی خبر دینا تو اسکی نبوت کا اثبات و اتمام حجت ہے
اور اسقدر انبیار علیہم السلام کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر دینا اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے اظہار فضل و کمال کرامت و عموم
رسالت ہے اب ہم تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہین کہ حاصل کلام یہ ہوا کہ رحمت خاص آخرت کی ان لوگون کے واسطے خواہ بنی اسرائیل
سے ہون یا غیرون سے ہون مخصوص ہے کہ جو لوگ اتباع کرین رسول نبی اُمی کا جسکو اپنی کتاب توریت و انجیل مین لکھا پاتے ہین وہ انکو
حکم کرتا ہے یا حکم کریگا امر معروف کا اور منع کرتا ہے منکر شرعی سے وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ اور حلال کرتا ہے انکے واسطے طیبات یعنے پاکیزہ
چیزون کو ان چیزون مین سے جو انپر انکی شرع مین حرام کردی گئی تھین جیسے یہود پر بسبب انکے ظلم کے بعض حلال چیزین حرام فرمائین۔
بعض نے کہا کہ معنے یہ کہ حلال ظاہر فرماتا ہے انکے لیے طیبات کو پس مشرکین عرب نے جو بحیرہ و سائبہ وغیرہ کو حرام کرلیا تھا یہ انکی جہالت تھی
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ اور حرام کرتا ہے اُنپر خبائث کو۔ جیسے مردار و خون وغیرہ۔ حالانکہ مشرکین عرب اپنی جہالت سے انکو حلال

رکھتے تھے۔ بعض اہل علم نے نکالا کہ اللہ عز وجل کی معارف و حکمتین حاصل ہونے کے واسطے مدارج مختلفہ ہوتے ہین اور کمال معرفت دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین اپنے فضل سے رکھی تو شرا ب حرام فرمائی حالانکہ جنکو یہ معارف نہ تھے انپر حلال تھی۔ وَیَضَعُ عَنْھُمْ اِصْرَھُمْ اصر بمعنے ثقل اور ابن عامرؒ کی قراءۃ مین آصارہم ہے اے اثقالہم۔ اور معنے یہ کہ اور اُتارتا ہے اُنسے بوجھ اُنکے یعنے تکالیف شاقہ جس سے جنبش نہین کرسکتے تھے اُنسے انکو ہلکا فرماتا ہے۔ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْھِمْ اغلال جمع غل کہ بیڑی کی بندش طوق گردن کی زنجیر سے ہوتی ہے یعنے اور ہلکا فرماتا ہے انکو ان اغلال سے جو اُنپر طاری تھے پس اصر و اغلال سے تمثیل انکے ثقل و تکلیف کی ہے کیونکہ جسکے سر پر بوجھ ہوا اور گردن کا طوق بیڑی سے بندھا ہو اسپر تکلیف شدید و حرکت دشوار ہے۔ حاصل آنکہ راہ حق مین برحمت الٰہی اُن کو مقامات رفیعہ مین ہلکے پھلکے پہونچاتا ہے اور جو بوجھ و غل اُنپر تھے اس سے ہلکا کرتا ہے چنانچہ یہود پر مشروع تھا کہ اگر خطا سے قتل کرے تو بھی قصاص متعین ہے اور مقتول کیطرف سے عفو ہو یا دیت مطلوب ہو تو موثر نہین بلکہ قصاص ہی لیا جاوے اور جہان نجاست لگ جاوے وہ کپڑا قطع کردیا جاوے یعنے دھونے سے پاک نہو اور اسی کے مانند تکالیف سخت و شدید تھین اسلام کی ملت حنیفیہ سمحہ سہلہ مین وہ عفو ہوگئین آیت مین اہل اصول نے طیبات و خبائث سے بعض نے استدلال کیا کہ حسن و قبح عقلی ہے کیونکہ ترغیب و تنفیر اسی طور پر ہوسکتی ہے بعض نے استدلال کیا کہ جس چیز مین حلت یا حرمت منصوص نہو تو اہل عرب کے طیب یا خبیث جاننے پر اسکا حکم ہوگا اور یہ دونون بحثین طویل ہین مترجم کو ذرا سے فائدہ پر اس تطویل کی گنجائش نہین ہے مگر یہ واضح رہے کہ آیت مین نسخ احکام کی صریح دلیل ہے یعنے اوتعالے قادر مختار ہے کہ احکام اوامر و نواہی مین سے جس حکم کو جبتک چاہے ثابت فرماوے اور جب چاہے بجاے اسکے دوسرا حکم قائم کرے اور اسمین یقین ہے کہ اوتعالے کی حکمتین ہین لیکن اس زمانہ مین اہل کتاب یہود و نصاری عموماً دھوکا دیتے ہین اور کہتے ہین کہ کیا اللہ تعالے کے علم مین نہ تھا کہ ایسا ہوگا جو اسنے پہلے ایک حکم کو آزمایا پھر دوسرا بدلا لہذا قرآن مجید سے انکار کرتے اور اپنی کتابون کو جنکی ساخت کی کیفیت مقدمہ مین بیان ہوئی ہے حق بتاتے ہین اور اسکا جواب یہ ہے کہ منسوخ ہونے کے معنے یہ ہین کہ ایک حکم ایک وقت تک کے واسطے تھا اور بعد اسکے دوسرا حکم پہلے سے علم الٰہی مین موجود تھا جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت مین بھائی بہن کے ساتھ نکاح روا تھا پھر بعد اسکے منسوخ ہوا اور اسکے یہود و نصاری بھی قائل ہین چنانچہ جو توریت یہود کے پاس اسوقت موجود ہے اسمین مصرح ہے اور نصاری پر اسی کی پابندی ہے لیسے ہی سنیچر کے روز سواے عبادت کے کوئی کام نہ کرنا یہود پر توریت وزبور سے فرض تھا پھر انجیل والون نے منسوخ مانا اور بعضے جو کہتے ہین کہ نہین بنسبت توریت کے انجیل مین سہل ہوگیا تو یہ بھی نسخ ہے غایت آنکہ فرضیت منسوخ ہوکر مستحب رہگیا علاوہ برین ختنہ کو منسوخ باعتقاد و عمل نصرانیون نے مان لیا اور نصرانی تو عجیب اعتقاد والے ہین کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک بلکہ حضرت عیسیٰ تک سب کے سب انبیاء علیہم السلام توحید الٰہی کا حکم لائے پھر نصرانیون نے بدون کسی قطعی دلیل کے توحید و اعتقاد کو جو ہرگز منسوخ نہین ہوسکتا ہے منسوخ مانا اور تین خدا ہوئے اور تثلیث کے معتقد ہوگئے اسکی تمام تفصیل کا یہان موقع نہین مقدمہ مین بقدر کفایت تلاش کرو علی الخصوص جہاد کرنا شریعت توریت مین واجب تھا اور یہود و نصاری سب قائل ہین کہ موسیٰ و یوشع و داؤد علیہم السلام نے خوب خوب جہاد کیے پھر نصاری خود قائل ہین کہ حضرت عیسیٰ کی شریعت مین جہاد حرام تھا پس منسوخ ہوا اب اس سے زیادہ کیا چاہیے ہے پس یہی اللہ تعالے عز وجل نے یہان اپنے رسول کریم نبی الرحمۃ محمد صلعم کے ارسال کو فرمایا کہ بہت سے اثقال و اغلال سے انکو آسان فرمائیگا اور راہ مستقیم سے انکو نجات پر پہونچاویگا۔ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ۔ پس وہ لوگ جو

اس رسول کریم پر ایمان لائے یعنے اہل کتاب میں سے مانند غیر اہل کتاب کے اور اسکی توقیر کی۔ وَنَصَرُوْهُ۔ اور جہاد و دعوت دین حق میں اسکی مددگاری کی۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اور پیروی کی اُس نور کی جو اُتار آگیا اسکے ساتھ یعنے قرآن کی پیروی کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں یعنے رحمت ابدیہ انہیں کو حاصل ہونے والی ہے اور اس آیت کا مضمون وہی حضرت موسی علیہ السلام کی دعا کا جواب ہے قالہ البیضاوی اگر کہا جاوے کہ قرآن کو نور فرمایا۔ قال البیضاوی۔ ہاں اسواسطے کہ وہ اپنے اعجاز ہونے کی وجہ سے خود ظاہر اور دیگر کتابون کا مظہر ہے پس نور ہوا یا حقائق کا کھولنے والا و ظاہر کرنے والا ہے۔ وجہ اول و دوم دونون صادق ہیں پس یہود و نصاری نے جو اگلی کتابون کو تحریف و تبدیل و الحاق و بیجا تاویل سے غلط شلط جھوٹے قصص و کہانیون سے بھر دیا اسکی غلطی و تحریف ثابت فرماتا ہے لہذا شرع میں حکم ہے کہ یہود و نصاری جو خلاف قرآن مجید بیان کرین وہ قطعاً غلط ہے اور جو اس سے موافق بیان کرین اسکی نسبت تصدیق ہو سکتی ہے کہ توریت و انجیل میں ہوگا اور جو بات ایسی بیان کرین کہ قرآن مجید سے اسکی تصدیق یا تکذیب نہیں تو مسلمانون کو بھی اس سے سکوت کرنا چاہیئے نہ تصدیق کرین اور نہ تکذیب کرین اور یہی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ پھر قولہ انزل معہ کے دو معنے ہیں اول آنکہ انزل مع نبوتہ۔ یعنے آنحضرت صلعم کی نبوت کے ساتھ اُتار آگیا یعنے آپ کی نبوت کو اور قرآن مجید کو معیت ہے۔ اور دوم آنکہ معہ حال نہیں بلکہ متعلق اتبعوا سے ہے یعنے اتباع کی نور منزل کی مع اتباع نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پس یہ کتاب و سنت دونون کی اتباع ثابت کرتا ہے۔ ذکرہ البیضاوی وغیرہ ف فی العرائس۔ پھر اللہ تعالے نے ان متقیون کو جنکے واسطے رحمت خاصہ آخرت میں مخصوص ہے اسوہ و قدوہ و اقتدا میں نبی مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تقوی حاصل کرنے سے وصف فرمایا بقولہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی۔ او تعالے نے اپنے رسول مصطفے کو اُمی ہونے سے وصف کیا اور وہ ظاہر ہے اور اسمین اشارت ہے کہ آنحضرت صلعم بحر وصل و مہد قرب میں قبل وجود کائنات کے خصوصیت ازلیہ کی رضاعت میں شیر نبوت و رسالت و اصطفائیت سے تربیت پاتے تھے جیسے فرزند عزیز اپنی مادر مہربان کی گود میں پرورش پاتا ہے اسکو اللہ تعالے نے اپنے لطف خاص و غذائے مشاہدہ سے پرورش فرمایا اور مکر و قہر سے مقدس کر دیا اور اسکی رسالت و نبوت کو علت الکتاب سے مقدس رکھا کیونکہ امی کسی کتاب وغیرہ سے حاصل نہیں کر سکتا بلکہ اشارہ ہے کہ علوم اولین و آخرین کے ساتھ لطائف علوم الٰہی عز و جل کو اُسنے عنایت ازلیہ سے بوحی الٰہی حاصل کیا۔ ابن عطاء رحہ نے کہا کہ اشارہ ہے کہ ماسوائے حق عز و جل کے سب سے اُمی مگر کلام الٰہی و حقائق کے عارف باللہ تعالے و عالم بحق تھے اور نیز ابن عطاء رحہ نے کہا کہ امی وہ ہے جو دنیا و آخرت میں سے کچھ نہیں جانتا مگر وہی جو اللہ تعالے نے اسکو اپنے علم پاک سے آگاہ کیا پس اللہ تعالے کے ساتھ اسکی ایک حالت ہوتی ہے اور وہ حالت یہ کہ پاکیزہ و طاہر ہوتا ہے اس طور پر کہ سوائے حق تعالے کے سب سے مستغنی اور اسی کی طرف محتاج ہوتا ہے پھر اللہ تعالے نے اپنے رسول کریم کا وصف زیادہ کیا کہ اسکی پیروی جن لوگون نے اختیار کی اُنسے ان لوگون سے اثقال و اغلال کو دور کر دیا بقولہ تعالے ویضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم۔ یہ قوم صرف مجاہدات کے بارگران میں بدون مشاہدات کے اور اغلال ریاضات میں بدون مکاشفات کے پڑے تھے اور یہ ازلی عنایت میں انکے حق کی تقدیر تھی پھر جب آنحضرت صلعم کی پیروی کی تو حد جہالت سے نکلکر راہ معرفت میں آئے او سُنت کی برکت سے راہ حق اُنپر روشن ہوئی پس بدیع الطاف غیب او وجد کو حاصل پایا اور اس وہم پر جو رہبانیت کے بوجھ تھے وہ ہلکے ہوگئے اور شیطانی طوق و زنجیرون میں بندھے تھے اس سے رہائی پائی اور نیز جب آنحضرت علیہ السلام نے انکو قہر دوری و اغلال جہل میں دیکھا تو مصباح رسالت سے انوار نبوت اُنپر ظاہر فرمائے اور خواہش نفس و ہوی کو

چھوڑ کر راہ تقوی و رضا و مشاہدہ مولی عزوجل کی طرف بلایا پس اہل سعادت نے اقتدا کرنے کے ساتھ جواب دیا اور دستگیری سنت سے جہل و بدعت سے باہر ہوے - جعفر رحمہ اللہ نے کہا کہ اثقال شرک و اغلال مخالفت و فسق سے چھوڑایا - اُستادؒ نے فرمایا کہ تدبیر ہین کہ جنکا آدمی پر بڑا بار ہے اور جسنے تقدیر پر حوالہ کیا وہ ہلکا اور راہ پر آگیا - اور اغلال سے مراد وہ طاعات ہین جو اُنھون نے اپنے نفس کیطرف سے بدعت نکال لی تھین اور اپنے اوپر لازم کر لین بدون اسکے کہ او تعالے انپر لازم فرماوے - پھر اللہ تعالے نے ان متبعین کو ایمان و ایقان و اعانت رسول اللہ صلعم و متابعت قرآن سے وصف فرمایا بقولہ فالذین آمنوا بہ وعزروہ الآیۃ یعنی مقامات نبوت کو بصفت ولایت مشاہدہ کیا اور دشمنان دین پر جہاد کرنے مین اپنی جان و مال سے آنحضرت صلعم کی مدد کی اور نور قرآن سے راہ عرفان کو طے کیا پس ایسے ہی لوگ ہین جنھون نے ہوا حبس نفس و چنگل شیطان سے نجات پائی و رنور قرآن و سنت سے فوز بسعادت اُنکو نصیب ہوا اور مشاہدۂ حق و حلاوت محبت سے سرفراز ہوے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اُنھون نے سنت رسول اللہ صلعم کی پیروی کی تا کہ اس اتباع سے مبادی احوال سنیہ کو پہونچے بعض نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم جو کچھ لائے اسکی تصدیق کی اور اسکے حضور مین اپنی جان فدا کی -

(رکوع ۱۲)

پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اللہ تعالے نے اسکو جو کچھ درجات بلند و مقامات ارجمند و معجزات ظاہرہ و کرامات باہرہ عطا فرمائی ہین وہ عموماً اظہار فرماوے تا کہ جس کو کچھ بھی استعداد انسانیت ہے اور کچھ بھی حجت عقل جو عالمین ہین سے اشراف کے لئے تحفہ ہے وہ قبول کرین اور نیز عموماً حجت ختم ہو اور اس فیض مین صدیقین کی آنکھین انوار جمال و جلال سے کھلین و روشن ہون چنانچہ فرمایا بقولہ تعالے -

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ

تو کہہ اے لوگو مین رسول ہون اللہ کا تم سب کی طرف جسکی حکومت ہے آسمان و زمین مین کسی کی بندگی

اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ

نہین سوائے اسکے جلاتا ہے اور مارتا ہے سو مانو اللہ کو اور اُسکے بھیجے نبی اُمّی کو جو یقین کرتا ہے اللہ پر اور اُسکے سب کلام پر

وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

اور اُسکے تابع ہو شاید تم راہ پاؤ

قُلْ خطاب للنبی صلے اللہ علیہ وسلم - یہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے یعنے کہدے اے محمد صلعم - يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو اگر کہا جاوے کہ ابن عباس سے مروی ہوا کہ اس لفظ سے اہل مکہ کو خطاب آتا ہے تو جواب آنکہ یہ کلیہ نہین ہے یا یہ درصورت اطلاق ہے اور یہان لفظ جمیعا قرینہ عموم ہے فافہم - اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ البتہ مین بھیجا ہوا ہون اللہ تعالے کا تمھاری طرف جمیعا حال ہے لفظ الیکم سے کما قال البیضاوی وغیرہ خطیبؒ وغیرہ نے کہا کہ اسمین اعلام ہے کہ آنحضرت صلعم رسول ہین ہر مکلف کی طرف خواہ اسکا زمانہ پہلے ہوا ہو یا بعد ہووے کیونکہ خطاب عام اور مؤکد بلفظ جمیعا ہے پس ہر نبی علیہ السلام فقط ایک دو قوم کی طرف تخصیص مرسل ہوتا تھا اور حضرت صلعم تمام اقوام انسان بلکہ جنون کی طرف بھی مبعوث ہوئے اور سبکیؒ و بقاعیؒ نے کہا بلکہ ملائکہ کی طرف بھی مبعوث تھے اور بقاعیؒ نے کہا کہ جب اول سورۂ انعام اور اول سورۂ فرقان کی طرف جو انشاء اللہ تعالے آویگا تو رجوع کرے تو تجھے شک نہ رہیگا کہ آنحضرت صلعم کے عموم دعوت مین ملائکہ علیہم السلام بھی شامل ہین لیکن یہ قول اجماعی نہین ہے بلکہ بعض علماء نے اسمین خلاف کیا ہے

بہر حال اسمین اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم جنون کی طرف رسول تھے اور سورہ جن مین انشاء اللہ تعالے توضیح آویگی اور واضح رہے
کہ جس شخص نے بلا دلیل اور بدون کسی ایسی بات کے جس سے محال لازم آوے جنون کے وجود سے انکار کیا اُسنے الحاد کیا ایسے ہی جن لوگون
نے شیطان کے وجود سے انکار کیا انھون نے بجاے اسکے اپنے آپ کو قائم کیا۔ بالجملہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم رسول الثقلین ہین اور ابن عباس رض
نے کہا کہ اللہ تعالے نے محمد صلعم کو اسود و احمر کی طرف بھیجا یعنے عموماً ارسال فرمایا اور احادیث صحیحہ اس باب مین کثرت سے مشہور ہین جنسے
صحاح و سنن و مسانید بھرے ہوئے ہین اور انکے اسانید صحیح و جید و قوی ہین اور شہاب ابن حجرؒ نے اصابہ فی اسماء الصحابہ مین لکھا کہ شیخ
ابن حزم ظاہری کو اجماع کی حجت ہونے مین خلاف نہین ولیکن وہ جنون کو بھی صحابہ مین شامل کرتا ہے اور اجماع مین جنون کا ہونا مذکور
نہین ہے اور صحیح یہ ہے کہ اجماع حجت ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین اکثر واقع ہوا۔ ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ کوئی شخص اس اُمت کا خواہ یہودی ہو یا نصرانی ہو یا اور کوئی
ہو میری رسالت کو سنکر اگر مجھپر ایمان نہ لایا تو ضرور جہنمی ہوگا والحدیث فی صحیح مسلم وغیرہ اور ایک روایت مین ہے کہ تو وہ جنت مین نہ جائیگا۔
پس خطاب لفظ یا ایہا الناس سے فقط موجودہ لوگون کو نہین ہے بلکہ تا قیامت جو موجود ہین یا ہون لیکن شرط یہ ہے کہ انکو خبر پہونچ
جاوے کما فی قولہ واوحی الی ہذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ الآیۃ۔ اور فرمایا ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ الآیۃ۔ اور فرمایا قل
للذین اوتوا الکتاب والامیین ااسلمتم الآیۃ۔ بالجملہ حکم دیا کہ کہدے کہ اے لوگو جو اسوقت موجود ہون یا جنکو آئندہ خبر پہونچے قیامت تک
خواہ آدمی ہو یا جن ہو بشرطیکہ ہوش و عقل جو تکلیف کے واسطے ضروری ہے رکھتے ہون مین تم سب کی طرف رسول ہون اللہ تعالے کا
الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہ جملہ صفت اسم ذات یعنے اللہ واقع ہے اگرچہ موصوف و صفت کے درمیان الیکم جیسا سے
حیلولت ہے لیکن وہ متعلق مضاف ہے پس مضاف الیہ موصوف سے گویا متقدم ہے۔ اور زمخشریؒ نے کہا کہ احسن یہ ہے کہ محل اسکا نصب ہو باضمار اعنی۔
اور اسکو نصب علی المدح کہتے ہین اور بیضاویؒ نے تجویز کیا کہ مبتدا ہو اور خبر اُسکی۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یعنے رسول ہون اللہ تعالے کا جسکے
واسطے ملک ہے آسمانون و زمین کا یا یہ معنے کہ مراد اللہ تعالے سے وہ ذات پاک ہے جسکے واسطے ملک آسمانون و زمین کا ہے یا جو پاک مالک
کہ مالک آسمانون و زمین کا ہے وہ ہی کہ نہین معبود مگر وہی۔ اور بنا بر دونون قول اول کے لا الٰہ الا ہو۔ بدل از صلہ ہے اور اسکے مضمون کا
مقرر ہے کیونکہ جو کچھ آسمانون و زمین مین ہے مع دونون کے جسکی ملک و مخلوق و بندے ہین وہی الٰہ و معبود ہے یُحْيٖ وَيُمِيْتُ
زندہ کرتا خواہ ابتدا ہو یا بعد موت کے اور موت دیتا ہے۔ اللہ تعالے کے واسطے الوہیت مخصوص ہونے کی مزید تقریر و توضیح ہے کیونکہ زندگی دینے
اور موت دینے پر کسی کو قدرت نہین سواے اللہ تعالے کے پس الوہیت اُسی کے واسطے مختص ہے اور جملہ کا سیاق فقط اوتعالے عزوجل کے
واسطے الوہیت مخصوص ہونے کے لیے ہے پس رد ہوگیا قول نصاری کا جو حضرت عیسیٰؑ مین الوہیت وہم کرتے ہین کیونکہ وہ بھی آسمانون و
زمین کے مخلوق مین سے اللہ تعالے عزوجل کے مملوک بندے ہین حتی کہ انکو اپنی زندگی و موت کا تو اختیار ہی نہین بھلا دوسرے کو دینا تو
درکنار رہا پھر الوہیت کیسی لہذا اوتعالے نے رد فرمایا بقولہ لن یستنکف المسیح ان یکون عبداللہ الآیۃ۔ اور رد ہوگیا زعم مشرکین عرب و عجم
بت پرستون کا جو بتون کی عبادت کرتے اگرچہ انمین الوہیت نہ اعتقاد کرتے ہون کیونکہ عبادت سواے الوہیت والے کے جو فقط اللہ تعالے
وحدہ لاشریک ہے اور کسی کے واسطے روا نہین ہے۔ پھر جب رسول اللہ صلعم کو حکم ہوا کہ عموماً تمام مخلوق ذی عقل سے کہدے کہ ایسے
ایسے ذوالجلال والاکرام کا رسول ہون تاکہ خوفناک ہون اور محبت مین بھی آجاوین تو پھر اوتعالے نے تمام مخلوق کو حکم دیا۔ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

وَرَسُوْلِہٖ ۔ یعنے جب تمکو خبر معلوم ہو گئی تو ایمان لاؤ اللہ تعالے اور اسکے رسول پر کیونکہ اللہ تعالے پر ایمان اصل ہے اور رسول پر فرع ہے
کذا فی السراج اور بیضاوی نے کہا کہ آمنوا باللہ وبی بضمیر متکلم نہ فرمایا بلکہ تکلم سے غیبت کیطرف رجوع کیا اسواسطے کہ اجراء ان اوصاف کا
جو اسکے اتباع کی طرف داعی ہین مستقیم ہو یعنے قولہ ۔ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ یعنے ایسے رسول پر کہ نبی اُمّی ہے خود
ایمان لاتا ہے اللہ تعالے اور اسکے کلمات پر مفسر نے کہا کہ کلمات سے مراد قرآن مجید ہے اور دوسرون نے کہا کہ مع دیگر آیات الٰہی کے جو اور
انبیاء پر نازل ہوئین ۔ ابن کثیر نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اس رسول کا قول اسکے عمل سے موافق ہے کہ جو اسپر اُتار اگیا ہے خود اسکے موافق
برتاؤ کی تکلیف سب سے مقدم اُٹھاتا ہے ۔ قتادہ نے کہا کہ مراد کلمات سے قرآن ہے بیضاوی نے کہا کہ ایک قراءۃ مین کلمتہ یعنے مفرد ہے
پس مراد جنس ہے بمعنے قرآن ہے ۔ مجاہد وسدی نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام مراد ہے ۔ کما فی قولہ وکلمتہ القاہا الیٰ مریم الآیۃ بیضاوی نے کہا کہ
بنا برین یہ تعریض ہے یہود پر اور تنبیہ ہے کہ جو عیسیٰ پر ایمان نہ لایا وہ قابل مدح نہین بلکہ اسکا ایمان معتبر نہین ہے ۔ پھر غایت وثمرہ فرمایا بقولہ
وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۔ اور ایسے رسول کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاؤ ۔ یعنے اس امید پر پیروی کرو کہ راہ حق پر ہو کر سعادت دارین
ورحمت ابدی سے بسبب رضاے الٰہی ملجانے کے سرفرازی پاؤ ۔ اور معنے اتباع کے یہ کہ جو کچھ رسول موصوف صلعم تمکو حکم فرماوے بجا لاؤ اور
جس سے منع کرے وہ چھوڑو کیونکہ وہ بحکم الٰہی ہے بخلاف دیگر افراد اُمت کے کہ وہ اگر حکم خدا ورسول بیان کرین تو اس راہ سے کہ یہ حکم الٰہی عزوجل
خواہ قرآن سے یا حدیث سے ہے ہمکو ماننا چاہیئے ورنہ انکی بات خلاف شرع ہرگز نہ مانے کیونکہ معصیت ہے اور معصیت خالق عزوجل مین کسی
مخلوق کی پیروی نہین ہے ۔ کما صح فی الحدیث ۔ اگر کہا جاوے کہ اتباع رسول اللہ صلعم ضرور ہدایت ہے پھر بحرف لعلکم کیونکر فرمایا جواب دو
وجہ سے اول آنکہ او تعالے کی طرف سے لعل بمعنے تحقیق ہوتا ہے ۔ دوم آنکہ بندون کے حق مین لعل بمعنے اُمید ہے پس تنبیہ ہے کہ جس نے
رسول صلعم کی تصدیق کی مگر اتباع نہ کی تو ابھی وہ شخص خطا کاری مین پڑا ہے اور نیز تنبیہ ہے کہ عظمت وجلال الٰہی کے سامنے بیباکی سے
بچو چنانچہ بدون تصدیق واتباع رسول کے تو کچھ بھی اُمید نہین وہ تو قطعی جہنمی ہے اور بعد اتباع کے آدمی پر عظمت وجلال الٰہی کا خوف
بھی غالب رہے اور ہر نماز مین راہ مستقیم کی ہدایت پر رہنے کی دُعا مانگے ایسا نہو کہ درگاہ الٰہی سے مردود ہو کر خوار ہو جاوے ف فی العرائس
قولہ قل یاایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۔ تمکو خبر دینے والا ہون کہ او تعالے عزوجل کی رضامند اہل عرفان پر ہے اور جو لوگ مخلوق
مین سے مریض ہین انکا طبیب مین ہون انکو راہ حقیقت بتاتا ہون اور بدعت سے گمراہون کو اپنی شریعت کا نور دکھلا کر نکالتا ہون ۔
قال المترجم شیخ نے لطیف اشارہ کیا کہ ہر بدعت ضلالت وتاریکی ہے اس سے نور سنت نجات ہے پھر بلاغت کے ساتھ جس ذوالجلال
والاکرام کا رسول ہے رعب وخوف وعظمت دلانے کو اسکے محامد کو بیان فرمایا بقولہ ۔ الذی لہ ملک السموات والارض لا الہ الا ہو یحیی ویمیت
ہر ضد وند کی درگاہ کبریائی سے نفی کردی یعنے مین ایسے ذوالجلال کا رسول ہون کہ اسکی درگاہ مین شریک کا نام بھی نہین اور وصف کیا کہ
اسکی عزت وعظمت تمام آسمانون وزمین کو محیط ہے وہی عارفون کے دلون کو نور مشاہدہ سے زندہ فرماتا ہے اور وہی جاہلون مشرکون کافرون کو
تاریکی قہر سے موت دیتا ہے پھر مخلوق کو حکم دیا کہ اسکے رسول کو پہچانکر اللہ تعالے ورسول پر ایمان لاوین بقولہ فآمنوا باللہ ورسولہ ۔ یعنے اللہ تعالے
پر ایمان رکھین اور اسکے رسول کی نبوت کو مشاہدہ کرین جسکی یہ صفت ہے ۔ النبی الامی ۔ جو ماسوائے حق تعالے کے سب سے اُمّی ہے کہ خود
نہین بلکہ باصطفاء الٰہی عزوجل اسی کے مشاہدہ قدم مین ہے ۔ الذی یومن باللہ وکلماتہ ۔ جو قضاء وقدر الٰہی تعالے اُسپر جاری ہوتے
ہین انپر خوب راضی خوش ہے اور جناب باری تعالے کے حضور مین اسکا قلب پاک حاضر ہے اور اسرار ازل وابد جو کچھ اسکو وحی ہوئے

سب پر یقین رکھتا ہے۔ قال المترجم جو اخبار غیب اپنی اُمت سے فرمائے سب قطعی طور پر فرمائے اور وہ آخر وقوع مین آئے اور اب بھی آتے جاتے ہین ازانجملہ یہ ہے کہ آخر زمانہ مین نصاریٰ سب قومون سے زیادہ بھرے ہوئے ہونگے۔ قال الشیخ پھر جب اپنے رسول پاک کو عمدہ وصف سے موصوف فرماکر معرفت رسالت عطا فرمائی تو تمام مخلوق کو اسکی متابعت کا حکم کیا تاکہ اسکے نور سے کشادہ راہ معرفت پاوین لقولہ واتبعوہ لعلکم تہتدون۔ اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو مفتاح خزائن معرفت ذات وصفات پاک عز اسمہ قرار دیا یعنے رسول کی اسطرح پیروی کرو کہ محبت کے ساتھ اسکی سنت پاکیزہ کی بدون مخالفت ورائے بدعت کے اقتدا کرو تاکہ تم صفات مین مشاہدۂ ذات کے انوار پاؤ اور افعال مین تجلی صفات دیکھو اور یہ وصف ایسے بندگان اُمت کا ہے جنکی فطرت ولایت ہمجنس فطرت نبوت ورسالت واقع ہوئی ہے پس جب نور رسالت کا نور ولایت کو پہونچا تو مشاہدہ کے طرق معرفت انپر کھلتے ہین لیکن معرفت کی علت متابعت نہین ہے بلکہ متابعت کی علت معرفت ہے کیونکہ اسی سے معاملات پاکیزہ اور حالات شریفہ کی شاخین پھوٹتی ہین۔ قال المترجم مراد یہ ہے کہ اصل فطرت موافق عنایت ازلی کے جب معرفت وصلاحیت پر مقبول واقع ہوئی تو وہ متابعت رسول اللہ صلعم پر آمادہ ہوتی ہے ورنہ جسقدر کج ہوئی اسی قدر کجی کرتی ہے یہانتک کہ بالکل دائرہ سے خارج ہوکر کفر اختیار کرتی ہے مانند ابوجہل وغیرہ کے نعوذ باللہ من الضلالۃ۔ متابعت کرنا تو تکلیف ہے یعنے جس طرح بندہ اور کام کرتا ہے اسیطرح متابعت بھی کرتا ہے لیکن معرفت تشریف ہے یعنے ازل مین جسکو یہ شرافت ملی ہے وہی بجا لاتا ہے ورنہ سرکش بجیا غلام کی طرح نہین مانتا حتی کہ آقا کبھی خشمناک ہوکر قتل کر ڈالتا ہے بالجملہ تکلیف تو اس جسم ظاہر کے واسطے ہے اور معرفت برائے ارواح ہے۔ حسین بن منصورؒ نے کہا کہ حق تعالے نے اپنے بندون کو جو تکلیف دی ہے وہ دو قسم کی ہے ایک تکلیف بوسائط اور دوم تکلیف بحقائق۔ پس قسم دوم مین معارف کی ابتدا اور بازگشت اسی کی طرف ہے۔ اور قسم اول مین ظہور معارف اسکے ماسوائے سے ہے پس اسکی طرف وصول بھی نہین ہے پس انتہا معرفت مخلوق منتہائے معرفت اہل وسائط ہے اور کسی سے منتہائے معرفت مانند معرفت شہود حق عز وجل نہین ہوسکتی اور یہ سب اوتعالے عز وجل کیطرف سے مخلوق پر لطف ومہربانی ہے کیونکہ اوتعالے علیم وخبیر ہے کہ اسکی طرف کسی کو وصول نہین مگر اسی معرفت سے جو اسی کی طرف سے ہو۔ فافہم فانہ دقیق۔ پھر واضح ہو کہ اللہ عز وجل نے جب قصہ سامری اور اسکے فعل سے بنی اسرائیل کا تزلزل بیان کیا تو پھر اسکے بعد آگاہ فرمایا کہ بنی اسرائیل مین سب ہی ایسے نہ تھے بلکہ اُنکے مخالف ایک قوم ہادی مہدی تھی۔ اور ابن ابی حاتم وفریابی رحہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی کہ موسیٰؑ نے لوح مین پاکر کہا کہ اے پروردگار مین ایسی قوم پاتا ہون جنکی کتاب انکے سینون مین ہوگی یعنے حافظ ہونگے فرمایا کہ یہ اُمت تیرے بعد ہوگی یہ اُمت احمد صلعم ہے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار ایسی اُمت پاتا ہون کہ پانچ وقت نماز پڑھینگے اور جو گناہ صغیرہ اُنسے ان نمازون کے درمیان ہونگے یہی نمازین انکے لئے کفارہ بھی ہوجاوینگی فرمایا کہ یہ تیرے بعد اُمت ہے۔ آخر تک بمانند روایت قتادہ کے جو سابق مین مذکور ہوچکی ہے ذکر کرکے آخر مین ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ فضائل اُمت احمد صلعم جانکر حضرت موسی علیہ السلام نے تمنا کی کہ اے پروردگار مجھے اُمت احمد صلعم کردے پس اللہ عز وجل نے موسیٰؑ کو جو گوسالہ پرستون سے دلشکنی پہونچی تھی اس کی رضامندی کے طور پر نازل فرمایا۔ قولہ تعالے

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ۝

اور موسیٰ کی قوم مین ایک فرقہ راہ بتاتے ہین حق کی اور اسی پر انصاف کرتے ہین۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ اور موسیٰؑ کی قوم مین سے۔ أُمَّةٌ ایک اُمت ہے یعنے ایک جماعت ہے آدمیون کی کہ يَهْدُونَ ہدایت کرتے ہین

لوگون کو۔ بالحقّ حق کے ساتھ۔ یعنے کلمہ حق کے ساتھ یا محققین یعنے درحالیکہ احقاق حق کرنے والے ہین۔ وبہ یعدلون اور حق ہی کے ساتھ عدل کرتے ہین یعنے آپس کے حکم مین عدل پر حق کے ساتھ چلتے ہین مفسرین کے اس مقام پر دو قول ہین۔ اول آنکہ مراد اس قوم سے بعض وہ لوگ ہین جو حضرت موسیٰ کے وقت مین تھے۔ اور دوم وہ لوگ یہود مین سے ہین جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین توریت پر چلنے والے تھے اور اسی وجہ سے وہ لوگ آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔ جیسے عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہم لیکن اس دوسری تقدیر پر موسیٰ علیہ السلام کی رضامندی جو اثر ابن عباسؓ مذکورۂ بالا مین ثابت ہے صرف اس بنا پر ہوگی کہ وہ قوم موسیٰ علیہ السلام سے تھی لیکن جبکہ اُنھون نے حضرت عیسیٰؑ سے قبل اسلام لانے کے کفر کیا تھا تو وہ کچھ بھی قابل مدح نہ تھے۔ علاوہ برین وہ تھوڑے لوگ تھے اسقدر کثیر نہ تھے کہ اُنپر لفظ اُمت اطلاق ہوا اور جواب دیا گیا کہ وہ لوگ بسبب اخلاص کے بطور مدح کے اُمت کہے جا سکتے ہین جیسا کہ زبان عرب کا دستور ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ان ابراہیم کان امۃ قانتا للہ حنیفا الآیۃ۔ اور یہ لوگ اگرچہ حالت کفر مین لائق مدح نہ تھے مگر بعد اسلام کے قابل مدح ہوئے۔ اور یہدون بالحق وبہ یعدلون سے یہ مراد ہے کہ قرآن مجید پر استقامت سے چلتے ہین اور مانند عادات یہود کے رسوت و دروغ وبہتان وتحریف وغیرہ نہین رکھتے ہین پس یہ آیت بمانند قولہ من اہل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ آناء اللیل وہم یسجدون۔ اور بمانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یؤمن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم الآیۃ۔ اور بمانند قولہ قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یؤتون اجرہم مرتین الآیۃ۔ ہے پس کمال حرمت آنحضرت صلعم وقرآن مجید ہے کہ اسلام لانے پر انکو سابق پر بھی اجر دیا اور شاید بھید یہ تھا کہ نصاریٰ مین سے فرقہ توحید گم ہوا اور شرک شدید وتحریف بعید مین پڑ گئے پس زمانۂ فترت مین جو یہود موافق توریت کے توحید پر رہے وہ بعد اسلام کے ماجور ہوئے علاوہ برین شریعت عیسیٰؑ مین سوائے چند احکام کے باقی توریت سے منسوخ نہین تھے اور مسئلہ توحید تو کسی طرح منسوخ ہو نہین سکتا لیکن نصرانیون کو تثلیث کے شرک پر پاکر اس سے زمانہ فترت والے منکر ہونے مین معذور رہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ اور قول اول کے واسطے کلام مابعد مؤید ہے اور نیز قرآن مجید کا طرز بیان ہے کہ بدکارون کی مذمت کے ساتھ نیکوکارون کا بھی ذکر فرماتا ہے ایسے ہی یہان بھی بنی اسرائیل مین سے شک مین پڑکر کافر ہوجانے والون کے بعد انکی صفت سے برخلاف یعنے ایمان پر ثابت رہنے والون کا ذکر فرمایا اس تنبیہ کیواسطے کہ ہر زمانہ مین اہل حق داہل باطل جمع رہے اور حق کو باطل سے مزاحمت پہونچتی رہی ہے اور یہ امتحان باری تعالےٰ کی حکمت لطیف ہے اور اس تقدیر پر صریح ہوا کہ بنی اسرائیل مین سب نے گوسالہ نہین پوجا تھا اور پہلے بھی تنبیہ گذری کہ اُنمین سے وہ تھے جو چھانٹے گئے علاوہ ازین اگر یوشع وکالب اسوقت موجود ہون تو قطعاً وہ انمین شریک نہین ہو سکتے کیونکہ پھر نبی ہوئے ہین اور نبی کسیوقت بت پرست نہین ہوسکتا جیسا کہ مسلمانون کا اعتقاد صحیح ہے بخلاف یہود ونصاریٰ کے جنکی موجودہ تحریف کی ہوئی گڑھی ہوئی توریت مین لکھا ہے کہ خود حضرت ہارونؑ نے وہ بچھڑا بنایا تھا نعوذ باللہ من ذلک اور نصاریٰ بھی اسی کو مانے جاتے ہین اور یہ تو گویا کچھ بات ہی نہین بہرحال مقدمہ کی طرف رجوع کرو۔ اور بعض نے کہا کہ بعد موسیٰ علیہ السلام کے ایک قوم انکی شریعت پر قبل تحریف توریت کے باقی تھی جو لوگون کو ہدایت کرتے تھے لیکن قوم بدکار اُنپر غالب آئی اور مابعد کے انبیاء علیہم السلام جو انکو توریت کے موافق ہدایت کرنے کو آتے تھے انکو قتل کیا اور تحریف کرنی شروع کی یہان تک کہ جی بھر کے تحریف کرلی شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ امام ابن جریرؒ نے یہان عجیب خبر لکھی ہے کما قال حدثنا القاسم حدثنا الحسین حدثنا حجاج عن ابن جریجؒ کہا کہ مجھے خبر پہونچی کہ جب بنی اسرائیل نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور کفر کیا اور وہ بارہ ۱۲ اسباط تھے تو اُنمین سے ایک سبط نے

اس فعل ناپاک سے جو ان سبھون نے کیا تھا بیزاری کی اور سخت نادم ہو کر اللہ تعالے عزوجل کی جناب مین توبہ کر کے مغفرت چاہی اور
درخواست کی کہ ہمارے اور اس تمام قوم کے درمیان جدائی کر دے پس اللہ تعالے نے انکے واسطے زمین مین ایک سرنگ کھول دی وہ
لوگ اسمین چل نکلے یہانتک کہ عیسیٰؑ کے اس پار نکلے پس وہ لوگ وہان دین توحید پر مسلمان ہین اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہین
ابن جریج نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہی ہے اللہ تعالے کا قول فاذا جاء وعد الآخرۃ جئنا بکم لفیفا۔ الآیۃ اور وعد الآخرۃ وہ نزول عیسی
ابن مریم علیہما السلام ہے اور ابن جریجؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس سرنگ مین ڈیڑھ سو سال تک چلتے رہے۔ اور ابن عیینہ
نے صدقۃ ابی الہذیل کے واسطے سے سدیؒ سے روایت کی کہ وہ ایک قوم ہے کہ تمہارے اور انکے درمیان ایک نہر از شہد ہے۔ ہکذا ذکرہ
الحافظ ابن کثیرؒ فی تفسیرہ ولم یتکلم علیہ غیر انہ قال خبر عجیب۔ اور اس قصہ کو ایک جماعت مفسرین نے بدون اسناد ذکر کیا ہے اور معالم
وغیرہ مین یہ بھی لایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ شب معراج مین جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کو ان لوگون کی طرف لے گئے
پس آنحضرت صلعم نے ان لوگون سے باتین کین تو جبرئیلؑ نے کہا کہ تم پہچانتے ہو کہ کس شخص سے باتین کرتے ہو۔ بولے کہ نہین تو جبرئیلؑ نے فرمایا
کہ یہی محمد رسول اللہ نبی اُمّی ہین پس سب کے سب آنحضرت صلعم پر ایمان لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ ہم سے موسی علیہ السلام نے وصیت فرمائی
تھی کہ جو کوئی تم مین سے احمد صلعم سے ملے انکو میرا سلام پہونچاوے پس آنحضرت صلعم نے انکو اور موسیٰؑ کو سلام کا جواب دیدیا پھر انکو قرآن مجید سے
دس سورتین سکھلائین جو آپ پر مکہ مین نازل ہوئی تھین اور نماز و روزہ کے سوائے کوئی فریضہ اسوقت نازل نہوا تھا اور حکم دیا کہ اپنی جگہ
پر قائم رہین اور وہ لوگ سنیچر کی تعظیم کرتے تھے پس انکو حکم دیا کہ جمعہ کی جماعت کیا کرین اور سنیچر کو چھوڑین اور باہم ظلم نہ کرین اور حسد نہ کرین
جہان یہ لوگ ہین کوئی ہم مین سے انکی طرف نہین پہونچتا اور نہ انمین سے کوئی ہم تک پہونچا ہے۔ خطیبؒ نے سراج مین کہا کہ بعض محققین نے
فرمایا کہ یہ قول ضعیف ہے اگرچہ امام بغوی نے اسکو صحیح کہا ہے اور ضعیف ہونے کی کئی وجہین ہین۔ اول آنکہ حضرت صلعم نے انکو دس سورتین
سکھلائین حالانکہ آپ پر اس سے زیادہ نازل ہوئی تھین دوم آنکہ نماز تو مدینہ مین فرض ہوئی ہے پھر قبل فرضیت کے کیونکر انکو حکم دیا سوم آنکہ
شب معراج مین جبرئیل علیہ السلام کا آپ کو وہان لیجانا کسی حدیث صحیح مین وارد نہین ہوا اور نہ کسی نے ائمہ حدیث سے روایت کیا چہارم آنکہ
انمین سے کوئی ہم تک نہین پہونچتا اور نہ ہم مین سے ان تک تو یہ خبر کیونکر معلوم ہوئی۔ اگر کہا جاوے کہ یاجوج ماجوج کی خبر ہمکو پہونچی اور
ہماری خبر انکو نہین پہونچی تو جواب دیا کہ ہم نہین مانتے کہ ہماری خبر انکو نہین پہونچی ہکذا ذکرہ فی السراج اور مترجم کہتا ہے کہ وجوہ
تضعیف خود ضعیف ہین۔ جواب وجہ اول آنکہ زیادہ سورتین نازل ہوئین لیکن انکو دس ہی سکھلائین بقدر کفایت اور اسمین کوئی خرابی
نہین ہے جواب دوم آنکہ فرضیت نماز شب معراج مین ہے جیسا کہ حدیث معراج مین ثابت ہے پس شاید واپسی مین یہ قصہ ہو علاوہ برین
تحقیق یہ ہے کہ دو رکعت مکہ مین فرض تھی چنانچہ آیت الوضوء کا مکیہ ہونا اسپر دلیل ہے اور اس خبر مین پنجوقتی ہونے کی تصریح نہین اور
رخصت فی السفر کی حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اسکی مصرح ہے اور جواب سوم آنکہ عدم ورود حدیث و عدم روایت ائمہ سے نفی نہین
ہوسکتی جیسا کہ اصول حدیث مین مقرر ہوچکا۔ جواب وجہ چہارم آنکہ کسی کے نہ آنے جانے سے خبر معلوم نہونا لازم نہین غایت آنکہ خبر
مرسل ہوگی۔ اعتراض یاجوج ماجوج وارد ہی نہین بلکہ مؤید ہے کہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ مین اسکی خبر وارد ہے اور اگر بدون
آمد و رفت کے ہماری خبر انکو پہونچی جیسا کہ مجیب کی غرض ہے تو بھی مؤید ہے لیکن شاید یہ سہو خطیبؒ ہے سوال کو برعکس کر دیا یعنے ہماری
خبر انکو پہونچی ہے اور جواب یہ کہ پہونچنا کہان سے معلوم ہوا بلکہ نہین پہونچی ہے واللہ اعلم پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ وجوہ بر تقدیر تسلیم فقط

اس روایت زیادہ شدہ پروار دہین اور جسقدر شیخ ابن جریرؒ نے روایت کیا اسپر یہ وجوہ وارد نہین جیسا کہ ظاہر ہے اور اسناد ابن جریر مین مضائقہ نہین کیونکہ بدرجہ حسن نہو تو بمرتبہ لاباس بہ ہے کیونکہ رواۃ اسناد اس سے نازل نہین ہین۔ کما لایخفی علی من مارس الفن۔ ولیکن یہ خبر عجیب اور غریب ہے لہذا اولیٰ جواب موافق اصول کے یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ تفسیر کرنا اگر حدیث یا اثر سے ہو تو ایسی حالت مین کوئی خبر قطعی ہونی چاہیے جسکی انتہا روحی کیطرف ہو اور یہان ایسا نہین ہے پس اس خبر سے آیت کی تفسیر نہین ہوسکتی ہے پس مختار اس آیت کی تفسیر مین وہ ہے جو بعض محققین نے کہا کہ آیت کریمہ مین دو احتمال ہین یا تو اس قوم سے مراد ایسی قوم ہین کہ دین موسیٰ علیہ السلام مین انکی قوم کے ہاتھون تحریف و تبدیل و تغییر واقع ہونے سے پہلے وہ لوگ دین توریت پر مضبوط مستقیم تھے یہان تک کہ اسی حال پر مر گئے اور یا ایسی قوم کے حق مین ہے جو زمانہ آنحضرت صلعم مین آپ پر ایمان لائے اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ کے کلام کا میلان وجہ دوم کی طرف ہے اور دیگر مفسرین کا میلان بوجہ اول ہے خواہ وجہ اول مین حضرت موسیٰ کے زمانہ مین موجودہ لوگ ہون یا انکے بعد ہون اور کلام مابعد بھی اس سے زیادہ مرتبط ہے واللہ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ من قوم موسیٰ امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون۔ اللہ تعالیٰ نے قوم موسیٰ علیہ السلام مین سے ایک اُمت کا وصف کیا جنکو وہی فضل پہونچا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوا تھا یعنے خطاب حق سبحانہ تعالیٰ کی سماعت جس سے اُنکے دلون کے کان کھل گئے اور انکی ارواح کو کشف نورانی حاصل ہوا اور اُنھون نے اللہ تعالیٰ کو بفضل آلہی پایا اور اسکی صفات سے بقدر مشیت متصف ہوئے چنانچہ فرمایا یہدون بالحق۔ ہدایت صفت آلہی ہے یعنے بندون کو نور آلہی نہ بذات خود اللہ تعالیٰ کی طرف ہدایت کرتے ہین اور وہ لوگ حق پر قائم ہین نہ بطور اندھے پن اور غلطی و ظنون و حظوظ النفس کے۔ وبہ یعدلون۔ اسی کے عدل سے انصاف کرتے ہین خلق کے درمیان حق کے واسطے نہ اپنے نفوس کے واسطے یعنے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اسکے صفات سے متصف ہوتے ہین ان کو راہ آلہی مین کسی ملامت کرنے والے کا خوف نہین ہے ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ بعض مشائخ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ مخلوق کو راہ حق پر دلالت کرتے ہین اور خود اسی راہ چلتے ہین۔ قال المترجم شیخؒ نے یہ اختیار کیا کہ یہ قوم زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مین تھی بلکہ ظاہر اشعار ہے کہ وہی ستر بزرگ تھے جنھون نے کلام باری تعالیٰ بھی سنا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہود و نصاریٰ و اسلام کے فرقے مختلف ہو جانے اور ایک فرقہ نجات یافتہ ہونے کی روایت مین ہے کہ پھر یہود مین سے وہ فرقہ نجات یافتہ ہے جسکی نسبت فرمایا۔ ومن قوم موسیٰ امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون پس یہ فرقہ ناجی ہے اور نصاریٰ مین سے فرمایا۔ ومنہم امۃ مقتصدۃ۔ پس یہ فرقہ ناجی ہے اور اسلام مین فرمایا۔ وممن خلقنا امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون پس یہ فرقہ ناجی ہے۔ رواہ ابو الشیخ وابن ابی حاتم۔ اور یہ اثر دلالت کرتا ہے کہ فرقہ مذکورہ اس اُمت کے ہر زمانہ مین موجود ہوگا خصوص بروایات دیگر جو اس معنے کی طرف ملجی ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ قوم موسیٰ بارہ طریق پر معرفت شریعت پر تھی القولہ

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗٓ اَنِ اضْرِبْ

اور بانٹ کیا انکو ہمنے   کئی فرقے بارہ دادون کے پوتے   اور حکم بھیجا ہم نے   موسیٰ کو   جب پانی مانگا اس سے اسکی قوم نے   کہ   مار

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ

اپنی لاٹھی سے یہ پتھر   تو پھوٹ نکلے اس سے   بارہ   چشمے   پہچان لیا   ہر لوگون نے   اپنا گھاٹ   اور سایہ کیا ہم نے انپر

الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا

ابر کا   اور اُتارا   اُنپر   من اور   سلویٰ   کھاؤ   ستھری چیزین جو ہمنے روزی دین تمکو   اور ہمارا کچھ نہ بگاڑا   لیکن

أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَإِذْ قِيلَ لَهُمُ اسْكُنُوا هَٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوا

اپنا بُرا کرتے رہے اور جب حکم ہوا اُنکو کہ بسو اس شہر مین اور کھاؤ اسمین جہان سے چاہو اور کہو

حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيئَاتِكُمْ ۚ سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا

گناہ اُترے اور پیٹھو دروازے مین سجدے سے تو بخشین ہم تمہاری تقصیرین آگے اور دینگے نیکی والون کو سو بدل لیا بے انصافون نے

مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَظْلِمُونَ ۝

اُن مین سے اور لفظ سوائے اسکے جو کہہ دیا تھا پھر بھیجا ہم نے اُنپر عذاب آسمان سے بدلا اُنکی شرارت کا

یہ قصہ بسیاق لطیف سورہ بقرہ مین جو مدنیہ ہے گذر چکا اور یہان باین سیاق سورہ مکیہ مین آیا ہے اور فرق عنقریب بیان ہوگا۔ وَقَطَّعْنٰهُمُ۔ اے فرقنا بنی اسرائیل۔ ہم نے تفریق کردیا بنی اسرائیل کو۔ قال البیضاوی اے صیرناہم قطعا متمیزا بعضہم عن بعض یعنے قطعہ قطعہ گردان دیا ہم نے بنی اسرائیل کو کہ بعض متمیز از بعض تھے اثْنَتَيْ عَشْرَةَ حال واقع ہے وقال البیضاوی یا لتقطیع کا مفعول دوم ہے کیونکہ وہ متضمن معنے تصییر ہے اور تانیث اسمین اسوجہ سے کہ اُمت پر یا قطعہ پر محمول ہے اور مراد اُمت سے تمام اُمّت موسیٰ علیہ السلام ہے نہ وہ لوگ جنکے محق وعدل پر ہونے کی تعریف گذری ہے حاصل آنکہ ہم نے بنی اسرائیل قوم موسیٰ کو بارہ ٹکڑے کردیا۔ اَسْبَاطًا۔ بدل از اثنی عشرۃ ہے اور جمع سبط ہے اسیواسطے تمیز نہین ہوسکتا کیونکہ ماورائے عشرہ کے تمیز مفرد آتی ہے پس بدل ہے اسیواسطے جمع فرمایا اور بیضاوی نے کہا کہ اسکو تمیز بھی باین تاویل کہا جاسکتا ہے کہ بارہ فرقے مین سے ہر فرقہ اسباط تھا یعنے بقوت جمع تھا اسلیئے کہ ہر سبط ایک بڑا بھاری گروہ تھا اور ہر ایک کی خواہش دوسرے گروہ کے برخلاف تھی قریب تھا کہ باہم متفق نہون پس اسباط گویا بمنزلہ لفظ قبیلہ کے ہے گویا یون کہا اثنی عشرۃ قبیلۃ۔ اُمَمًا بر تقدیر اول بدل از اسباط ہے اور بر تقدیر ثانی بدل بعد بدل یا نعت اسباط ہے قالہ الزمخشری وتبعہ البیضاوی مگر مشہور مذہب نحاۃ یہ ہے کہ بدل سے بدل لانا نہین جائز ہے پس اولیٰ یہ ہے کہ صفت قرار دیا جاوے وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ یعنے مقام تیہ مین گرفتار ہو کر جب پانی مانگا تھا۔ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ایک پتھر مین عصا مار بعض نے کہا کہ وہ پتھر تھا جو کپڑے لیکر بھاگا تھا اور بعض نے صخرہ بیت المقدس کہا اور اقوال دیگر ہین۔ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا اے فضربہ فانبجست منہ۔ یعنے وحی ہوئی پس موسیٰ نے مارا تو منفجر ہوئین اس پتھر سے بارہ نہرین بتعداد اسباط کے جو بارہ اولاد یعقوب علیہ السلام کی اولاد بڑے بڑے گروہ تھے۔ اولاد کی اولاد سبط کہلاتی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ فضربہ حذف کیون ہوا۔ قال البیضاوی اس ایماء کے واسطے کہ وحی کے بعد تعمیل کرنے مین موسیٰ علیہ السلام نے کچھ توقف نہین کیا حتی کہ گویا بعد وحی کے جاری ہوگئین اور اس تنبیہ کے واسطے کہ نہرون کا جاری ہونا موسیٰ علیہ السلام کی ضرب عصا پر بالذات موقوف نہ تھا کہ بدون اسکے جاری نہون بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے اسکا صدور ہونا موسیٰ علیہ السلام پر کرامت ومعجزہ تھا اور بنی اسرائیل کے حق مین بھلائی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کرکے راہ پاوین۔ سورہ بقرہ مین بجائے فانبجست کے فانفجرت ہے۔ جوہری نے کہا کہ عرب بولتے ہین بجست الماء فانبجس یعنے فجرتہ فانفجر پس انبجاس اور انفجار کے ایک ہی معنے ہوئے اور وہ کثرت ووسعت سے دھارا چلنا۔ اور عمرو بن العلاء وغیرہ نے کہا کہ انفجار بکثرت ہے اور انبجاس بقلت ہے پس حاصل یہ ہے کہ پہلے قلت کے ساتھ بہا پھر کثیر ہوگیا جیسے بھاری نہرین ہوتی ہین پس سورۂ بقر مین شمار نعمت کثیرہ ہے یہان بیان کفران نعمت قوم ہے قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ اناس اسم جمع ہے واحد اسکا انسان ہے بعض نے کہا کہ اسکی جمع بکسرے

اور اطلاق انسان کا مرد و عورت لڑکا لڑکی واحد جمع سب پر ہوتا ہے اور کبھی ہمزہ اناس خلاف قیاس براہ تخفیف حذف ہوتا ہے کما فی قولہ قل اعوذ برب الناس۔ اور مراد کل اناس سے ہر سبط ہے اور مشرب جائے شرب ہے یعنے ہر سبط نے ایک ایک چشمہ اپنا پہچان لیا بدون شرکت غیر کے۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ اے جعلناہ ظللاً علیہم فی التیہ یعنے تیہ میں ہم نے انپر ابر کے سائبان کر دیے کہ جہان جاتے انکے ساتھ چلتا اور جہان ٹھہرتے ٹھہر جاتا اور حرارت آفتاب سے انکو بچاتا بدون سردی کے۔ اور یہ عجیب نعمت تھی۔ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ترنجبین و پرند سُمانی بضم اول و تخفیف میم بالف مقصورہ۔ کہتے ہین کہ سُمانی آواز رعد سے مر جاتے ہین اور انکا کھانا سخت دلون کو نرم کرتا ہے كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ اے وقلنا لہم کلوا من طیبات۔ مَا رَزَقْنٰكُمْ اور کہا ہم نے انکو بطور تشویق و وسعت عیش کے نہ بطور امر وجوب کے کہ کھاؤ طیبات پاکیزہ و خوشگوار اس چیز سے جو ہم نے تمکو رزق دیا۔ یہ بھی عجیب نعمت ہے کہ بلا مشقت اس فانی زندگی مین یون رزق ملے پس وہ لوگ ناشکری سے نہ مانے اور اکتائے اور کہنے لگے کہ ہم سے ایک ہی کھانے پر صبر نہین ہو سکتا اور مسور و پیاز و لہسن وغیرہ مانگنے لگے پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ سورۂ بقرہ مین اسکی تفسیر گذری وَاِذْ قِيْلَ اے واذکر اذ قیل لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ یہان ساکن رہنے کو فرمایا اور سورۂ بقرہ مین ادخلوا یعنے داخل ہونے کا بیان مذکور ہے اور قریہ بیت المقدس ہے یا اریحا۔ وقد سبق فی البقرۃ۔ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ یہان حیث ظرفیہ ہے اور سورۂ بقرہ مین رغداً بھی مذکور ہے وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وقولوا امرنا حطۃ۔ یعنے ہم پر سے ہمارے گناہ حط کر دے اتار دے۔ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا اے ادخلوا باب القریۃ ساجدین بسجود الانحناء۔ اور داخل ہو قریہ مذکور کے دروازہ مین بطور خمیدہ قامت کے سجدہ کرتے ہوے اسلیے کہ پیشانی زمین پر رکھکر داخل ہونا چلنا متعذر ہے معنے انکو حکم دیے گئے کہ حطۃ کہنے کو اور سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونے کو جمع کرین پس جب ایسا کرینگے تو جواب امر یہ ہے کہ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ یہ جمہور کی قراءۃ بروزن دیمات ہے اور ابو عمرو کی قراءۃ خطایاکم بروزن قضایا۔ ہے اور نافع و ابن عامر کی قراءۃ مین تغفر بصیغۂ مجہول بالتاء اور خطیٰتکم۔ اسکا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اور سورۂ بقرہ مین مانند قراءۃ ابو عمروؒ ہے المعنے بخشدینگے ہم تمکو تمھارے گناہ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ بالطاعۃ ثواباً۔ یعنے محسنین بالطاعۃ کو ثواب بڑھا وینگے۔ یہ فضل لطیف ہے کہ اسی فرمانبرداری سے انکو احسان کا مرتبہ جو اعلیٰ درجہ کی طاعت ہے عطا فرمانے کا اور اسپر ثواب مزید از عفو خطیئات کا وعدہ فرمایا تھا مگر ان لوگون نے شرارت کی۔ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ گویا ان لوگون کو اپنی خطائین معاف ہونے اور مزید ثواب کی پرواہ نہ تھی اور احکام کو کھیل سمجھتے تھے اور جوبات کہ بمنزلہ حاصل کے تھی اسپر بے صبری سے اور دعا مانگی یعنے جو کرنے و کہنے کو کہا گیا تھا اسکو تبدیل کر کے یون کیا کہ بجاے سجود انحنا کے چوتڑون کے بل گھسٹنے لگے اور زبان سے حبۃ فی شعرۃ کہنا شروع کیا۔ یعنے بالیون مین گیہون کے دانہ بھرے ہوے ہمکو دیدے پس انپر رجز یعنے عذاب اُترا اور وہ وبا ر طاعون تھی کہ بدن پر آبلہ پڑے اور مرے حتیٰ کہ ہزارون مر گئے چنانچہ فرمایا۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ یہ قصہ سورۂ بقرہ مین بھی گذرا اور بیان تفاوت الفاظ یون ہے کہ وہان فرمایا واذ قلنا ادخلوا ہذہ القریۃ۔ یہان فرمایا اسکنوا ہذہ القریۃ۔ معنے یہ کہ داخل ہو کر اسمین ساکن رہو پس سکون کے واسطے اول داخل ہونا ضرور ہے۔ وہان ہے فکلوا منہا یہان ہے وکلوا پس داخل ہونے کے واسطے فا تعقیب مناسب ہے کہ حالت مقتضی ہے کھانے شئ مرغوب کی بعد داخل ہونے کے بخلاف سکون کے کہ سکونت حالت استمراری ہے جب چاہے کھاوے لہذا واو مناسب ہے۔ وہان رغداً فرمایا یہان نہین کیونکہ بعد داخل ہونے کے کھانا بوسعت و فراخی زیادہ لذیذ ہے بخلاف حالت استمراری کے لہذا یہان ترک ہوا۔ وہان ہے ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ۔ یہان تقدیم و تاخیر ہے پس مقصود لیس

تعظیم امر الٰہی تو ہے تقدیم وتاخیر سے حالت یکسان ہے کیونکہ تقدیم وتاخیر کو معنے سے تعلق نہین ہے۔ وہان ہے خطایاکم۔ اور یہان خطیئاتکم۔ اشارہ
ہے کہ گناہ خواہ تھوڑے ہون یا بہت ہون اس دعا وتضرع سے مغفور ہوجاوینگے۔ وہان ہے وسنزید المحسنین۔ بواؤ اور یہان بدون واو ہے۔
کیونکہ اوتعالے عزوجل نے غفران عموماً اور مزید برائے محسنین خصوصاً وعدہ فرمایا اور حذف واو سے کچھ خلل نہین گویا کہنے والے نے کہا کہ بعد غفران
کے کیا حاصل ہوگا تو کہا گیا کہ سنزید المحسنین۔ وہان ہے انزلنا۔ یہان ارسلنا۔ پس ایک بمقام دیگر ہے یا انزال مشعر کثرت نہین اور یہی ابتدا مین
ہوا پھر اسمین کثرت ہوئی پس ارسلنا سے تعبیر فرمایا جو اسکو مشعر ہے اور نظیر اسکی انبجست وانفجرت مذکور ہوچکی ہے۔ وہان ہے یفسقون اور یہان
یظلمون۔ کیونکہ تبدیل وتغییر سے جب اپنی جانون پر ظلم کیا تو طاعت الٰہی سے خارج ہوکر فاسق بھی ہوئے پس دونون حالتون کو ذکر کرکے
انمین ہر دو امر موجود ہونے پر تنبیہ فرمائی ہے وتمام علمہ انمین اللہ تعالیٰ عزوجل کو ہے ہذا ملخص ما قال الرازی وغیرہ ف اوتعالے عزوجل نے
بیان فرمایا کہ قوم موسیٰ کے واسطے طرق معارف مین سے بارہ راستے تھے بقولہ وقطعناہم اثنتی عشرۃ اسباطا امما۔ اور موسیٰ کا پتھر کو بعنصر حق
کشا لیش چشمہاے آب معرفت کے مقام مین اشارہ ہے کہ مشارب الوہیت انکے دلون کے واسطے کشادہ ہوئے کما فی قولہ واوحینا الی موسیٰ
اذ استسقاہ قومہ الآیۃ۔ اشارت ہے کہ دست احدیت نے عصاے عنایت سے سنگ ازل پر مارا جس سے ارواح موحدین وقلوب عارفین
وعقول عاشقین واسرار شائقین وہمم محبین اور قلب موقنین وخواطر مکاشفین وصدور مشاہدین (جمع صدر یعنے سینہ ۱۲) وعلوم سالکین ونیات صادقین ومزار
انوار راضین ووجود المریدین کے واسطے بحر قدم واولیت سے بارہ چشمہ صفات خاصہ کے اہل عیان کی معرفت کیواسطے جاری ہوئے از انجملہ عین القدم اور وہ مشرب
ارواح موحدین ہے از انجملہ عین البقا وہ مورد قلوب عارفین ہے از انجملہ عین الجمال اور وہ مورد عقول عاشقین ہے از انجملہ التجلی الوجہ یعنے تجلی اس صفت خاصہ کی جو وجہی
کما فی قولہ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ یہ مشرب اسرار شائقین ہے از انجملہ عین الجلال وہ مشرب ہمم المحبین ہے۔ از انجملہ عین القدرۃ وہ مشرب دلہاے موقنین
ہے۔ از انجملہ عین العلوم وہ مشرب خواطر المکاشفین ہے۔ از انجملہ عین صفت السمع وہ مشرب صدور مشاہدین ہے۔ از انجملہ چشمہ صفت بصر
وہ مشرب علوم سالکین ہے از انجملہ چشمہ کلام الازلی وہ مشرب نیات صادقین ہے۔ از انجملہ چشمہ ارادت قدیمہ وہ مشرب انوار راضین ہے
از انجملہ چشمہ حیات قدیمہ وہ مشرب وجود مریدین یعنے اہل ارادت کا گھاٹ ہے۔ انفجار چشمہ قدم برائے ارواح موحدین ہے کیونکہ قدم تو اصل الاصل و
ماہیۃ عین الکل ہے اسی سے موحدین کے لئے انوار توحید کا انفتاح ہے اور کوئی موحد درجہ حقائق توحید کو نہ پہونچیگا جب تک اسکو بحر قدم سے
زلال حقیقت کا جام فضل پینا نصیب نہوا اور یہ نوش ان ارواح کو حاصل ہوتا ہے جو قدم مین بقوت بازوے قدم پرواز کرتی ہین اور یہ ارواح
اس دریا سے کبھی الگ نہین ہوتی ہین کیونکہ حیات ابدی انکی اسی سے ہے اور دیگر صفات کی طرف بھی نہین جاتی ہین الا ماشاء اللہ تعالے۔
انفتاح چشمہ بقار تو وہ قلوب عارفین کے لیے ہے کیونکہ جمیع صفات کا مجمع وہی ہے یعنے انکے وصول اس مقام پر ہونا تمام صفات سے وصول ہے
اور یہ اصل دوم ہے اور یہین سے کشف صفات وشہود انوار الذات جلت کبریاؤہ حاصل ہوتا ہے اور کوئی عارف درجہ معرفت کو نہین
پہونچتا جب تک کہ جام زلال البقار نوش نہ کرے خواہ بصفت سکر (مستی یعنی بیہوشی ۱۲) یا بصفت صحو (ہوشیاری ۱۲) اور بقار کے واسطے جسکا سکر جسقدر زیادہ ہو اسیقدر وہ
صحو مین بڑھا ہوا ہے کیونکہ یہی بقار موجب تمکین ہے اور جو بندگان عارف یہان پہونچے وہ کسی اور طرف التفات نہین کرتے ہین کیونکہ انکے
قلوب اس بحر ناپیداکنار مین غرق ہوتے ہین اور بحر بقار انکے واسطے ثابت ہے جسکا کنارہ نہین ہے پس ہر دم انکو پیاس زیادہ ہے اور ہر لحظہ
عجیب وغریب مقامات مین وصول ہے کہ اسکو اللہ تعالے ہی کا علم پاک نامتناہی محیط ہے۔ رہا انفتاح عین الجمال تو وہ عقول عاشقین کے
لئے ہے کیونکہ جمال موجب عشق ہے اور کوئی عاشق بدرجہ عشق فائز نہین ہوتا مگر جبھی کہ جمال حق عزوجل جو وہم وخیال سے باہر ہے اس کو

دیدار نصیب ہوا ہو اور یہ عقلیں جن پر عوام نازان ہیں اس مقام میں دیوانہ وار ہاتھ پاؤن مارتی ہیں اور خود اسکو کبھی سکون نہیں اور اس کی لذت سے کسی مقام کی طرف رجوع نہیں پہنچ رہا انجاس عین التجلی یعنے تجلی وجہ پاک ذوالجلال والاکرام وہ اسرار شائقین کے لئے ہے۔ قال المترجم وجہ سے صفت ذات قدیمہ مراد ہے اور نعوذ باللہ یہ معنے نہیں کہ چہرہ بمانند چہرہ مخلوق یا ایسے معنے جو انسان کے وہم وخیال میں سما دیں بلکہ ائمہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم وحضرات تابعین وتبع تابعین ومحققین متکلمین وحضرات صوفیہ کرام سب متفق ہیں کہ قولہ تعالیٰ ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔ اور قولہ بل یداہ مبسوطتان۔ اور قولہ ید اللہ فوق ایدیہم۔ وغیرہ آیات میں وجہ وید وغیرہ سے صفات ذاتیہ قدیمہ مراد ہیں اور جیسے علم وکلام وارادہ وغیرہ صفات باری تعالیٰ وہم وخیال وقیاس سے باہر ہیں ایسے ہی یہ صفات بھی ہیں اور یہ بحث سابق میں گذر چکی ہے اور شیخ ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء نے ائمہ اولیاء مانند حضرت جنید وقطب عارف وغیرہم سے روایات باسناد صحیحہ پیش کی ہیں کہ ان سب کا یہی قول ہے کہ یہ صفات قدیمہ ہیں جو وجہ وید وغیرہ سے تعبیر ہیں اور وجہ تعبیر سے او تعالیٰ دانا تر ہے اہل ایمان کا طریقہ یہی ہے کہ او تعالیٰ عزوجل کی ذات وصفات پر اسطرح ایمان لاوین کہ او تعالیٰ پاک برتر جامع صفات کمالیہ منزہ از وہم ونقص وعیوب ہے اور کسی چیز کے مانند ومشابہ نہیں بلکہ کسی وہم وخیال وقیاس کو اس تک رسائی نہیں اور جس شخص کا وہم وخیال کچھ تصور کرے وہ اسکا خیال خام ہے وہ اپنے تصور سے توبہ کرے اور او تعالیٰ پر ایمان لاوے کہ وہ برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ❊ وزہر چہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم ❊ دفتر تمام گشت وبپایان رسید عمر ❊ ماہمچنان دراول وصف تو ماندہ ایم ❊ اب کلام شیخ کی طرف وہم وخیال چھوڑ کر رجوع کرو کہ انفتاح عین تجلی الوجہ سبحانہ تعالیٰ اسرار شائقین کے لئے ہے کیونکہ یہ سکر عشاق کا سبب ہے اُن انوار کے دیدار سے یہ اسرار سرمست سکر ہو کر تا ابد ہمارے ساتھ کبھی اس مشرب سے بجانب دیگر رجوع نہیں لاتے ہیں کیونکہ جملہ مقامات وحالات سے شوق لذیذ ترین احوال ہے اور عارفان منزل شوق میں سے کوئی بدون دیدار تجلی الوجہ سبحانہ کے اس مرتبہ کو نہیں پہونچتا ہے۔ انفتاح عین الجلال برائے ہمم المحبین ہے کیونکہ جلال ان ہمتون کا مشرب ہے جو انکو دو سمندرون میں ڈالتا ہے ایک بحر ہیبت اور دوم بحر اجلال پس اجلال سے انپر خوف چھا جاتا اور ہیبت سے حیا رطاری ہو جاتی ہے اور محبین کی صفات میں سے یہ دونون صفتین اخص ہیں بوصفت جلال شامل بصفت جمال ہے اور جلال میں انکو جمال ظاہر ہوتا ہے اسیواسطے یہ ہمتین اوقات ظہور جلال میں فنا ہونے سے باقی بلکہ بصفت جمال راحت یافتہ ہوتی ہیں اور جس محب کو مشاہدہ جلال نہیں حاصل ہوا وہ درجۂ محبت میں بروجہ کمال نہیں پہونچا اور یہ ہمتین اس مشرب جلال سے گاہ گاہے بذات خود منصرف ہو کر محل جمال کیطرف جاتی ہیں تاکہ نور شوق وعشق کو اقتباس کریں اسلیے کہ جلال وجمال دونون کا مصدر ایک ہی چشمہ نور ہے اگرچہ درجہ تجلی وتاثیر میں تفاوت از راہ محل تجلی وظہور ہے۔ رہا انفجار عین القدرۃ تو وہ فواد موقنین کے واسطے ہے قال المترجم واضح رہے کہ یہ وہم کرنا خطا ہے کہ موقنین وہ ہیں جنکو یقین کامل حاصل ہے کیونکہ ایمان نام یقین کا ہے جب تک یقین کامل نہو تب تک ایمان ہی نادارد ہے پھر درجہ ولایت وتقرب کا کیا ذکر ہے بلکہ موقنین انکو باعتبار مافوق مرتبہ ایمان کے بنظر فواد کہا جاتا ہے وہ حاصل آنکہ اہل ایقان پر تجلی آثار قدرت ہوتی ہے۔ قال الشیخ پس اس تجلی سے موقنین کے انوار ایقان زیادہ ہوتے ہیں اور اسیواسطے او تعالیٰ جل جلالہ نے فرمایا وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ اور مشرب اسکا بسوا قی آیات وافعال در حد التباس جاری ہے یعنے یہ صفت آسمان وزمین کی اشیاء میں افعال خاصہ کے پردہ کے ساتھ جاری ہے پس نور افعال مؤدی بدان جانب ہے اور نفس صفت بدون آیات کے بھی متجلی ہو پس جب نظر میں التباس سے اخلاص ہوا اور مظہر سے ظاہر کی طرف انتقال ہوا تو وہی عرفان ہے اور جب صاف وخلوص نہو تو موجب

الیقان ہے و قال المترجم واضح رہے کہ موقنین جنکو کہا جاتا ہے مراد وہ لوگ ہین کہ دوران الیقان ہین اور اسی احاطہ دائرہ مین اس صفت پر ہون پس درحقیقت موقنین انکو مجازاً کہتے ہین کیونکہ وہ الیقان کی راہ مین ہین اور جب اس حد کمال کو پہونچ گئے تو درحقیقت وہ مرتبہ الیقان ہے اور وہ مترادف عرفان بایں معنے ہے اور عرف شرع مین اسکو احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہان سے ظاہر ہو گیا کہ آیۃ کریمہ مین لیکون من الموقنین بمعنے ثانی ہے نہ بمعنے اول یعنے تاکہ مرتبہ عرفان کو پہونچے ہوئے بندون مین سے ہو جاوے اور وہ محل تمکین ہے۔ فافہم وقال الشیخ جب تجلی بدید آیات بقدرت صرف نہو تو موجب الیقان ہے اور موقن کسطرح موقن ہو سکتا ہے جب تک کہ اسکے فواد کو (قلب وغیرہ ۱۲) اس ہر دو زلال سے جام وصال میسر نہوا ہو اور فواد موقنین اس سلسبیل قدرت کے نوش شربت سے حالت ہیمان (خود در تشنگی و تحیر ۱۲) مین ہوتے ہین اور یہان سے پھرتے نہین مگر جبھی کہ سیر ہو کر قوت طیر بجانب مقامات علیہ مانند شہود العین وصفات دیگر حاصل کرین پس یہ اس مرتبہ مین وہ صفت ترقی ہوتے ہین کیونکہ اشیاء مین تاثیرات قدرت بر وصف تغایر ہین اگرچہ عین صفت قدرت بذات خود ہر تلوین سے پاک و منزہ ہے قالت الاتری الے تاثیر القدرۃ فی الانسان فانہ علی اشرف تفضیل مما سواہ من الاکوان و فی الرسل علی شرف الکمال من غیرہم و فی افضل الرسل اکمل من غیرہ صلے اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ فان قلت فقد ادرت تاثیر القدرۃ بالایجاد وبساطۃ او ترکیبا وقد اختلف فی الاتحاد قلت مناقشۃ من داب المتفلسفۃ فلا التفت الیہا تامل۔ رہا الفتاح عین العلوم الازلیۃ تو وہ خواطر مکاشفین کے لئے ہے کیونکہ اسرار غیوب بلباس علوم اہل کشف کی خواطر پر ظہور کرتے ہین اور انکی چشم بصیرت کو مشاہدہ ذات وصفات دیتے ہین اور اپنے فوائد سے نضارت و بہجت کا فیض پہونچاتے ہین جس سے انوار معارف الٰہیہ حاصل ہوتے ہین اور جو کشف کہ بدون علم ہو وہ بر حد کمال نہین ہے اور علم کسی حال مین کشف سے مفارق نہین کیونکہ کشف تو محل خطاب ہے اور خطاب موجب علم ہے لیکن بسا اوقات اتفاق ہوتا ہے کہ طریق حقیقت کے ضعفاء پر بوادی کشوف کا ظہور بالبداہۃ ہو جاتا ہے مگر وہ لوگ اس سے علوم الٰہیہ عجیبہ مین سے کچھ بھی نہین پاتے ہین پھر جو خطرہ کہ اہل طریق کے واسطے آیا اگر ان دونون منزل سے مشرف نہو تو محل ربانیت سے ناقص ہے یعنے اس خطرہ کو معارف علوم الٰہیہ پر پیش کرنا چاہئے اگر خارج ہو تو اسکا دفع کرنا واجب ہے وقالت وقد اوصی بذلک جمع من ائمۃ الطریق رحمہم اللہ اور ان خواطر کاملہ کا معدن علوم ازلیہ ہین پس ازراہ حلاوت کشف وخطاب کے بہت لذیذ المشرب ہین۔ رہا الفتاح عین السمع تو وہ سینہاے مشاہدین کیواسطے ہے جس سے انکو ایسے کان حاصل ہوتے ہین کہ صفت سمع الٰہی کا پر تو ہین ان کانون سے انکو عرش سے منتہائے خلقت الٰہیہ تک قضاء و قدر کے قلم چلنے کی آوازین سنائی دیتی ہین انکو حق عزوجل سے بسمع حق عزوجل وہ سنائی دیتا ہے جو حق تعالے فرماتا ہے۔ قال تعالی او القی السمع وہو شہید مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ قلم قدرت جس طور پر لکھکر خشک ہوا موافق اسکے جریان قضاء و قدر کے تحریر اقلام کو سنتے ہین کہ ایسا و ایسا ہوگا اور یہ صدور حاضر و غیب الغیب ہین انکو ہواجس نفوس وصدمۂ تاریکیہاے شیاطین سے خبر بھی نہین ہے پس وہ قبضۂ تقدیر مین ہین نہ خود بولنا جانتے اور نہ غیر کی آواز سے خبر رکھتے ہین قلت ومن ہہنا عرفت سر قولہ وما ینطق عن الہوی ان ہو الا وحی یوحی الآیۃ۔ کیف وہذا الذی ذکرہ للافراد الامۃ بل الآیۃ الکریمۃ ترشدک الی فہم السر فتدبر جو بندہ عارف اس سمع خاص سے سماع نہین رکھتا وہ جرس وصال کی آواز سننے والا سینہ نہین رکھتا ہے۔ رہا الفتاح عین البصر وہ علوم سالکین کے واسطے ہے اور یہی صفت ہے کہ جسکے انوار سے اسپر راہ غیب کے علوم واحکام متشابہات ومغیبات کھلتے ہین جو اس مقام کو نہین پہونچا قلب اسکا اہل فراست کے مانند مشاہدۂ غیوب نہین رکھتا ہے۔ رہا الفتاح عین الکلام الازلی وہ نیات صادقین کے واسطے ہے اور یہ مشرب مخبر جمیع صفات کے مشارب کا ہے کیونکہ ہر صفت سے

اس مین مزاج ہے کیونکہ جب بندہ صادق سے حق تعالے نے بکلام ازلی تکلم فرمایا وہ ظہور نور سے جمیع صفات پر بصیر ہو جاتا ہے اور جملہ اسمار و نعوت کا عالم اور مشاہدہ کنندہ انوار ذات مع جمیع صفات ہو جاتا ہے اور نیت اسکی متعلق بجریان خطاب ازل ہوتی ہے جہان جاری ہو اسی کے جریان پر چلتا اور جہان دائر ہو اسی سے ساتھ دور کرتا ہے اسی سے وہ خطرات شک سے محفوظ ہے اور قوام اخلاص سے مزین ہے جسکو اس مشرب سے شربت نہین ملا وہ معرفت مین صادق نہین ہے کیونکہ کلام سے اسکے پاس کلید معرفت ذات وصفات نہین ہے. رہا الفتاح مین لا ارادة القدیمة جو برائے مراد نور الراضین ہے وہ اسواسطے کہ ارادۂ الٰہی پر بندہ کی رضامندی یون ہے کہ نور ارادت حاصل ہوا اور سوائے ارادۂ الٰہی کے وہ ہر ارادہ کا زائل کرنے والا ہے پھر مراد اہل رضا رسے دیگر ارادات زائل ہو گئے تو امین فقط ارادۂ الٰہی باقی رہگیا پس اسکو نور ارادت سے لباس ملتا ہے حتی کہ راضی کا ارادہ بس وہی ارادہ حق تعالے ہوتا ہے پس اسی ارادہ فردسے اسکو حسن الرضا رکا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور یہ رضا راز رضوان الٰہی ہے پس ارادہ ورضا ردونون از معدن اصل ہوے اور بندہ متصف بارادہ ورضائے الٰہی تعالے ہو گیا. کما قال اللہ تعالے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ الآیۃ. اور یہ سب اس بندے کے لیے سابق حکم وعلم مین جاری ہو چکا تھا لہذا جب قلب پر اسکی تجلی واقع ہوتی ہے تو بدون علت اکتساب اور بدون اپنی طاقت وقوت کے اس سے متصف ہوتا ہے. رہا الفتاح چشمۂ حیات ازلیہ تو وہ وجود مریدین کے لیے ہے کیونکہ مرید اپنی حیات معرفت سے مردہ ہوتا ہے اسکو اللہ تعالے آب حیات سے زندہ فرماتا ہے کہ پھر وہ کبھی نہین مرتا اسی سے کہا گیا کہ بندگان عارف مرتے نہین ہین پس مرید اس آبحیات سے سیر ہو کر دیدار جمیع صفات مین اس وجہ سے مستقیم ہو جاتا ہے کہ یہی اصل جمیع صفات ہے گویا جملہ صفات اس سے قائم ہین جب تک یہ شربت نہین پاتا اسکی ہمت کو بحر ملکوت و جبروت مین پڑنے کی وسعت نہین ہوتی اور جواہر صفات وحکمت وعلم کو نہین دیکھتا ہے بالجملہ ان مین سے ہر گروہ کو اپنے اپنے مشرب کی معرفت ہے کما قال تعالے قد علم کل اناس مشربہم پس ہر ایک کے واسطے جو راہ اللہ تعالے کی درگاہ کو ہے یعنے سلب مواجید وحرکات جذب وظہور صفت والقار السمع واستماع خطاب وغیرہ اسکو پہچانتا ہے اور منتہی ومقصد معلوم ہے. روی عن علی بن موسی الرضا عن ابیہ عن جعفر بن محمد علیہم السلام کہا کہ معرفت سے بارہ چشمے جاری ہوئے ہر مرتبہ والا انہین سے کسی چشمہ سے سیراب ہے پس اول چشمہ توحید دوم چشمہ عبودیت. سوم اخلاص. چہارم صدق پنجم تواضع ششم رضا روتفویض ہفتم سکینہ ووقار ہشتم سخاوت واعتماد بکرم باری تعالے نہم چشمہ یقین. دہم فعل. یازدہم انس وخلوت. دوازدہم محبت. یہ چودہ عین معرفت ہے اور اسی سے یہ چشمہا ئے متعدد روان ہین جسنے کسی چشمہ سے پیا وہ اس سے بالا مقام سے طمع کرتا ہے یہان تک کہ عین العیون تک پہونچے پھر وہان متحقق بحق عز وجل ہو جاتا ہے اور بعض نے کہا کہ ہر سالک کو اس راہ کا سلوک ظاہر ہوا اور اسکے آثار باہر ہوے اور اسکی سعی کے انوار وحقائق کی برکات نمایان ہوے. یہ علم سے اشارہ ہے انتہی ما فی العرائس. پھر واضح ہو کہ یہود باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی صفت مبارک اپنی کتابون مین وبطریق وصیت از اسلاف پاتے تھے حتی کہ جیسے باپ اپنے بیٹے کو پہچانتا ہے کہ اسکو ذرہ بھی شبہہ نہین ہوتا اسطرح پہچانتے تھے کما قال تعالے یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم. لیکن جب اس نعمت کو پاکر کافر ہوئے تو مستحق زجر وتوبیخ ہو گئے اور انکے آبا رواجداد کے کفران نعمت کا ذکر اس کلام پاک مین ہو چکا اور آیندہ بطریق تہدید ارشاد ہوا بقولہ تعالے

وَاسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ حِيتَانُهُمْ

اور پوچھ ان سے احوال اس بستی کا　کہ تھی　کنارے　دریا کے　جب حد سے بڑھنے لگے　ہفتے کے حکم مین　جب آنے لگین ان پاس مچھلیان

يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَأْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

ہفتے کے دن — پانی کے اوپر — اور جس دن — ہفتہ نہ ہو — نہ آوین — یون — ہم آزمانے لگے انکو — اسواسطے کہ — بے حکم تھے

وَاسْئَلْهُمْ ۔ اور پوچھ تو اے محمد ان یہود سے جو اس زمانہ مین تیرے جوار یعنے مدینہ مین موجود ہین ۔ یہ آیات اس سورہ مکیہ مین سے مستثنیٰ ہین کما سبق ۔ اور یہ سوال بطریق دریافت علم نہین بلکہ بطور توبیخ و ملامت ہے ۔ اسکے ضمن مین فائدہ جلیلہ یہ ہے کہ یہود جانین کہ نبی امی صلعم کو یہ حال معلوم ہے پس خواہ مخواہ وحی الٰہی عزوجل ہے ۔ قال ابن کثیرؒ ۔ ان یہود سے انکے اسلاف کا حال پوچھ کہ وہ بیان کرین کہ جنھون نے حکم الٰہی سے مخالفت کی انکے حیلہ گری و حد سے تجاوز و فسق پر کیونکر اچانک عذاب الٰہی مین گرفتار ہوے پس انکو تحذیر فرمائی کہ میری نعت و صفت اپنی کتابون مین پاکر چھپانے اور لوگون کو گمراہ کرنے مین ناگاہ عذاب سے خوف کرین ۔ حاصل آنکہ یہود سے بطور ملامت و سرزنش کے پوچھ کر بیان کرنے دے ۔ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اس قریہ کا حال جو حاضرۃ البحر تھا ۔ کہ اس قریہ کا کیا حال تھا اور اسکے لوگون پر کیا گذرا اور کیونکر گذرا حاصل آنکہ وہ لوگ اسکا انکار نہین کر سکتے ۔ قریہ گاؤن و شہر ۔ اور حاضرۃ البحر جو سمندر و دریا کنارے یا قریب ہو ۔ اور مراد بحر قلزم ہے اور قریہ کا نام شیخ حافظ مفسرؒ وغیرہ نے ایلہ لکھا جو درمیان مدین و طور کے ہے کذا رواہ محمد بن اسحاق من طریق عکرمۃ عن ابن عباس وھو قول عکرمۃ و مجاہد و قتادۃ والسدی ۔ وقیل مدین وھو روایۃ عن ابن عباس ۔ وعن الزہری ھو طبریۃ شام ہے جو بحیرہ طبریہ کے کنارے ہے ۔ وفیہا اقوال اُخر ۔ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اے یعدون فی السبت بصید السمک وقد نھوا عنہ فیہ ۔ جبکہ تجاوز کرتے تھے قریہ والے سبت مین مچھلیون کے شکار کرنے سے حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی یہ لوگ اس فعل سے اُس دن مین منع کیے گئے تھے ۔ سبت بسکون ثانی روز سنیچر اور اسمین تجاوز سے یہ مراد کہ اس دن سواے عبادت کے اور کام حرام کیے گئے تھے پس اُس دن مین حدود الٰہی سے تجاوز کرتے ۔ ظرف اذ متعلق کانت یا حاضرۃ یا مضاف محذوف یعنے خبر القریۃ یا اس سے بدل اشتمال ہو کذا ذکرہ البیضاوی یعنے دریافت کر خبر اہل قریہ کی وقت انکے تجاوز کرنے کے روز سبت مین ۔ اِذْ تَأْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا اذ ظرف ہے یعدون کا اے یعدون وقت اتیان الحیتان ۔ یا بدل بعد بدل ہے کذا قال البیضاوی و بدل کا بدل مشہور آنکہ جائز نہین ہے لیکن حق یہ کہ روا ہے ۔ حیتان جمع حوت بمانند حیطان و جدران وغیرہ اور حیتان کی اضافت ان لوگون کی طرف بسبب مزید اختصاص کے اسطرح آنے مین ہے اور یوم سبتہم اے یوم تعظیمہم امر السبت یعنے اس دن کہ تعظیم کرتے تھے حکم سبت کی پس مصدر ہے یقال سبتت الیہود تعظیم کی یہود نے سبت کی بدین طریق کہ عبادت کے واسطے سب کامون سے الگ ہوگئے اور بعض نے کہا کہ روز سنیچر کا نام مراد ہے اور اضافت اس جہت سے کہ اس دن مین انکے احکام خاص تھے بمانند جمعۃ المومنین کے ۔ اور شُرَّعًا حال از حیتان ہے ۔ یقال شرع علینا ۔ یعنے نزدیک ہوا اور ظاہر ہوا لہذا ضحاک نے ابن عباس سے روایت کی کہ شُرَّعًا یعنے ظاہر بروے آب ۔ قال العوفی عنہ ۔ یعنے ظاہر از ہر مقام حاصل آنکہ جب کہ آتی تھین انکی مچھلیان انکے سبت کے روز مین درحالیکہ پانی پر ہر جگہ سے ظاہر ہوتی تھین ۔ وَيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَأْتِيْهِمْ ایک قراءۃ مین لا یُسبتون از اسبات ہے بضم الیاء التحتیہ وکسر باء موحدہ ۔ معنے آنکہ اور جس دن کہ نہین تعظیم کرتے تھے سبت کی یعنے سواے سنیچر کے دیگر ایام مین مچھلیان نہین آتی تھین اور یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے امتحان و ابتلا رہا ۔ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اے مثل ذلک الابتلاء نبلوھم بسبب فسقھم ۔ یعنے مثل اس ابتلا کے ہمنے انکو مبتلا کر کے امتحان مین ڈالا بسبب انکے فسق کے ۔ و فی الکمالین وغیرہ ۔ مروی ہے کہ ان لوگون کی بسر اوقات بیشتر مچھلیون کے شکار پر تھی اور انھین سنیچر کے روز سمندر مین کوئی مچھلی نہین بچتی تھی جو سمندر مین کنارے آکر

منہ نکالتی ہو یعنے یہ کثرت ہوتی تھی اور یہ امتحان تھا جسکو وہ لوگ دریا کا ریلا تصور کرتے تھے اور بعد سنیچر کے نہین آتی تھین پس ان لوگون نے حیلہ کرکے کنارے گڈھے کھودے جنمین وہ مچھلیان گر پڑتی تھین اتوار کو انکو پکڑ لاتے اور جب کچھ عذاب نہ دیکھا تو دلیر ہوگئے یہی حیلہ گری کا حال ہے لہذا علماء رحمہم اللہ نے شرع مین حیلہ جو عموم نص سے خلاف بمعنے احتیال ہو منع فرمایا اور بعض نے حرام کہا ہے کیونکہ اس سے حدود الٰہی کی حرمت مین تجاوز ہوتا ہے **قال الفقیہ** ابن بطہ حدثنا احمد بن محمد بن مسلم حدثنا الحسن بن محمد الصباح الزعفرانی حدثنا یزید بن ہارون حدثنا محمد بن عمرو عن ابی سلمۃ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ مت تم مرتکب ہو تم لوگ اُس چیز کے جسکے یہود مرتکب ہوئے پس ادنی حیلہ سے اُنھون نے محارم الٰہی کو حلال کرلینا تصور کرلیا۔ **قال الحافظ** ہذا اسناد جید واحمد بن محمد بن مسلم ہذا ذکرہ الخطیب فی تاریخہ ووثقہ و باقی رجالہ ثقات مشہورون وکثیرا ما یصحح الترمذی بمثل ہذا الاسناد مفسر نے کہا کہ جب ان لوگون نے مچھلیون کا شکار کیا تو اہل شہر کے تین فریق ہوگئے ایک تہائی نے تو مچھلیون کو شکار کیا اور ایک تہائی نے انکو منع کیا حتی کہ جب نہ مانے تو شہر کے اندر دیوار کھینچکر اپنا محلہ الگ کرلیا اور تیسرون نے نہ شکار کیا اور نہ منع کیا پھر اللہ تعالے نے ان سب کا حال اور منع کرنے والون اور نہ منع کرنے والون کی گفتگو بیان فرمائی

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًاۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا

اور جب بولا ایک فرقہ اُنمین سے کیون نصیحت کرتے ہو ایسے لوگون کو اللہ چاہتا ہے انکو ہلاک کرے یا انکو عذاب کرے سخت

قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖۤ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ

بولے الزام اُتارنے کو تمھارے رب کے آگے اور شاید وہ ڈرین پھر جب بھول گئے جو انکو سمجھایا تھا بچا لیا ہم نے جو منع کرتے تھے

عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۭ بَـِٔيْسٍۭ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا

بُرے کام سے اور پکڑا گنہگارون کو بُرے عذاب مین بدلا اُنکی بے حکمی کا پھر جب بڑھنے لگے جس کام سے منع

عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ۝

ہوا تھا ہم نے حکم دیا کہ ہو جاؤ بندر پھٹکارے

وَاِذْ یہ عطف ہے پہلے اذ پر۔ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لم تصد ولم تنہ لمن نہی۔ اور جب کہا انہین سے ایک گروہ نے جسنے نہ خود شکار کیا اور نہ شکاریون کو منع کیا تھا ایسے گروہ سے جو شکاریون کو منع کرتا تھا۔ قولہ لم تصد ولم تنہ صفت امۃ ہے اور قولہ لمن نہی متعلق قالت ہے یعنے فرقہ ساکت نے فرقہ منع کنندہ سے کہا کہ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًاۨ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا کیون تم نصیحت کرتے ہو ایسی قوم کو جنکو اللہ تعالے ہلاک کرنے والا یا عذاب شدید دینے والا ہے۔ یہ بات ان لوگون نے بطریق غالب گمان کے کہی کیونکہ عادت الٰہی جاری تھی کہ نافرمانی پر ہٹ کرنے والون کو جڑ سے تباہ کیا یا زندہ چھوڑا تو عذاب شدید دیا۔ اور اس سے تین فرقہ کا ہونا ظاہر ہے کہ ایک کہنے والا اور دوسرا مخاطب اور تیسرا وہ قوم جسکے بارہ مین کہا ہے اور یہی متعدد روایات مین ابن عباس رضی وغیرہم سے مروی ہے اور یہی جمہور کا قول ہے اور بعض نے زعم کیا کہ دو فرقے تھے اور منع کرنے والا فرقہ دوسرون کو کہتا کہ باز رہو ورنہ عذاب مین پڑوگے تو اس مقام پر یہ قول انہین قوم شکار کنندہ کا ہے جو بطور بیباکی کے کہا کہ اگر یہی ہے تو تم پھر ایسی قوم کو نصیحت کیون کرتے ہو جسکو تمھارے زعم مین اللہ تعالے ہلاک کرنے والا یا عذاب دینے والا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ درحقیقت دو ہی فرقے تھے ولیکن بعض نے جو یہ معنے بیان کئے ہین یہ وہم ہے چنانچہ آیندہ تحقیق آویگی

انشاء اللہ تعالےٰ اور معنے وہی ہین جو جمہور نے بیان کئے یعنے شکار کنندہ کے سوائے باقی نیک بندون مین سے بعض نے بعض سے کہا کہ انکو کیا
سمجھاتے ہو جنکے حق مین ایسا مقدر معلوم ہوتا ہے۔ قَالُوْا منع کنندہ فرقہ نے جواب دیا کہ مَعْذِرَةً اِلٰی رَبِّكُمْ یہ موعظتنا معذرة نعتذر
بہا الی ربکم لئلا ینسبنا الی التقصیر فی ترک النہی۔ یعنے یہ وعظ ہمارا معذرت ہے کہ جو تمہارے پروردگار کے حضور مین عذر کرینگے تاکہ اوتعالےٰ کی
جناب پاک سے ہمپر یہ الزام نہو کہ ہم نے فسق کرنے والون کو ممانعت نہین کی کیونکہ اوتعالےٰ نے ہمپر واجب کر دیا ہے کہ ہم معروف شرعی کا حکم
کرین اور منکر شرعی سے منع کرین اور اسواسطے کہ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ شاید یہ لوگ شکار سبت کے جرم سے باز آوین و پرہیز کرین پس عذاب
سے بچ جاوین۔ واضح ہو کہ یہ تفسیر بنابر قراءة معذرةٌ بالرفع ہے اور اسی کو مفسرؒ نے اختیار کیا اور حفصؒ کی قراءة مین معذرةً بالنصب ہے پس
مفعول لہ ہے یعنے از برائے معذرت بسوے پروردگار تعالےٰ یا مفعول مطلق ای اعتذرنا معذرةً۔ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے
ابن عباسؓ سے اس قصہ مین روایت کی کہ قولہ تعالےٰ یوم لایسبتون لاتاتیہم کذلک نبلوہم الآیة یعنے جب سنیچر کا روز گذر جاتا تو مچھلیون پر
قدرت نہین پاتے تھے پھر اسی حال پر وہ لوگ ایک مدت تک جب تک اللہ تعالےٰ نے چاہا قائم رہے پھر۔ (ایک شخص نے کنڈیا سے ایک مچھلی
گرفتار کی اور کنڈیا مین پھنسی رہی جسکی ڈوری کنارے بندھی تھی وہ اُسنے اتوار کو پکڑ کر کھینچ لی اور لوگون نے آخر خوشبو سے پتا لگا کر لالچ کیا اور
رفتہ رفتہ ایک گروہ سنیچر کو بھی شکار کرنے لگا۔ کما فی روایة عبد الرزاق و محمد بن اسحاق من طریق عکرمة عنہ) بالجملہ انمین سے ایک گروہ نے سنیچر کے
روز مچھلیان پکڑین حالانکہ منع کیے گئے تھے اور باقیون نے انکو سمجھایا اور اس سے منع کیا اور کہا کہ تمپر سنیچر کے روز یہ حرام کیا گیا ہے تم ایسا کرتے ہو
مگر انکو کچھ فائدہ نہوا پھر جب زمانہ دراز گذرا تو منع کرنے والون مین سے ایک گروہ خاموش ہوا اور کچھ لوگ تب بھی سمجھاتے رہے اُنسے ان لوگون نے
کہا کہ تم جان چکے کہ یہ لوگ ایسی قوم ہے جنپر عذاب ثابت ہو چکا پھر تم کیا ایسی قوم کو سمجھاتے ہو جنکو اللہ تعالےٰ ہلاک یا عذاب کرنے والا ہے۔ حالانکہ
یہ کہنے والا فرقہ بہ نسبت سمجھانے والے فرقہ کے شکار مارنے والون پر سخت غضبناک تھا پس اُنھون نے جواب دیا کہ معذرة الی ربکم ولعلہم یتقون
اور پہلے یہ دونون فریق ان گناہ کرنے والون کو سمجھاتے تھے پھر جب عذاب آیا تو یہ دونون گروہ بچ گئے جنمین سے ایک کا یہ قول ہے کہ لم تعظون
قوما الخ اور دوسرا جنکا قول ہے کہ معذرة الی ربکم الخ۔ اور رہے اہل معصیت تو انکو بندر کر دیا گیا۔ وقد روی العوفی عنہ قریبا من ہذا۔ فَلَمَّا
نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اے فلما ترکوا ما وعظوا بہ فلم یرجعوا۔ پھر جب بھول چھوڑا گنہگارون نے اس نصیحت کو جس سے سمجھائے گئے تھے پس باز نہ آئے
تو عذاب آیا پس۔ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ نجات دیدی ہمنے اپنے فضل سے ان لوگون کو جو منع کرتے تھے قوم فاسق کو بدکاری
سے۔ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَئِيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ بئیس فعیل از بؤس ہے لہذا مفسرؒ نے شدید سے تفسیر کی اور
ما مصدریہ ہے و با سببیہ یعنے اور پکڑ لیا ہم نے ان لوگون کو جنھون نے حد سے تجاوز کرنے مین ظلم کیا ساتھ عذاب شدید کے بسبب اُنکے فسق کے
یعنے حکم کی پابندی سے باہر ہو جانے کے۔ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ پھر جب سرکشی کی اُن نافرمانی
کرنے والون نے اس چیز سے جس سے وہ منع کیے گئے تھے تو ہم نے اُنسے کہدیا کہ ہو جاؤ بندر ذلیل خوار پس ایسے ہی بندر ہو گئے۔ یہ عذاب شدید
کی تفصیل ہے اور شاید کہ اشارہ ہے کہ عذاب شدید کے مستحق بسبب عصیان کے ہوئے تھے پھر ممانعت سے سرکشی کرنے پر وہ عذاب شدید نازل
ہو گیا اور باوجود عذاب شدید کے ہلاک بھی ہو گئے کیونکہ گنہگارون کے ٹکڑے کا دروازہ بند تھا جب صبح کو آواز نہ آئی تو صالحین نے
ایک شخص کو چڑھایا اُسنے دیکھا کہ سب دُمدار بندر ہوئے پڑے ہین پس جب یہ لوگ داخل ہوئے تو اپنے کسی رشتہ دار کو نہین پہچانتے تھے مگر
بندر انمین سے اہل قرابت کو پہچانکر آتے اور انکے کپڑے سونگھتے اور روتے تھے اور یہ لوگ کہتے کہ ہم نے تم سے منع نکیا تھا تو سر ہلاتے کہ ہان بیشک

تم نے منع کیا تھا آخر بعد تین روز کے سب ہلاک ہو گئے اور یہ بھی اُنکی ذلت و خواری تھی کہ بندرون کی طرح کسی شرارت کی مجال نہ رکھتے تھے۔
مفسر رحؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم کہ جو فرقہ ساکت رہا تھا اسکے ساتھ کیا ہوا اور عکرمہؒ نے کہا کہ وہ ہلاک نہیں ہوا کیونکہ اُسنے
ان نافرمانون کا فسق بُرا جانا تھا چنانچہ کہا لم تعظون قوما الآخر اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے بھی قول عکرمہؒ کو اختیار کیا
اور اُنکو بہت پسند آیا مترجم کہتا ہے کہ عبدالرزاق نے بھی عکرمہؒ سے ابن عباسؓ کا اپنے قول کی طرف رجوع کرنے کا قصہ روایت کیا اور اسمین
ہے کہ ابن عباسؓ نے مجھے اسپر ایک جوڑا لباس پہنایا۔ اور علی بن ابی طلحہؒ نے جو ابن عباسؓ سے روایت کیا وہ قول جید ہے فتامل فیہ۔
محمد بن اسحاق نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہود نے روز سنیچر کو اپنے حق مین محض عبادت کے واسطے لازم کیا اور بدون
حکم کے بدعت نکالا حتی کہ انپر حکم سے لازم کیا گیا پھر اسی مین وہ مبتلا کیے گئے پھر تمام قصہ ذکر کیا۔ واضح ہو کہ آیت مین امر معروف و نہی منکر کی
بہت واجبی شان ظاہر ہے اور مدارک مین ہے کہ وائے برحال اہل اسلام کہ عموماً اس سے غفلت ہے اور سابق مین تفسیر قولہ کانوا لا یتناہون
عن منکر فعلوہ الآیۃ کی تفصیل گذرچکی ہے اور یہی سرکشی باعث غضب ہوئی۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

اور وہ وقت یاد کرو کہ خبر کر دی تیرے رب نے البتہ کھڑا کرتے گا یہود پر قیامت کے دن تک کوئی شخص کہ دیا کرے انکو بُری مار تیرا رب

لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ ۚۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○

شتاب سزا دیتا ہے اور وہ بخشتا ہے مہربان

وَاِذْ تَاَذَّنَ اَعْلَمَ ہے اور یہی مجاہدؒ سے مروی ہے اور بیضاویؒ نے ذکر کیا کہ تاذن تفعل از ایذان۔ اور اسی کے معنے مین ہے جیسے توعد و ایعاد
یعنے آگاہ کیا۔ یا بمعنے عزم ہے کیونکہ جو شخص کسی کام کو کرنا چاہتا ہے وہ اپنے آپ کو پہلے اُسکے کرنے سے ایذان دیتا ہے۔ وقال الحافظ سوا ے
مجاہدؒ کے دیگر ائمہ تفسیر نے کہا کہ تاذن بمعنے امر ہے یعنے حکم دیدیا۔ اور لفظ و قوت کلام مین معنے قسم کا افادہ ہے۔ بیضاویؒ نے کہا کہ قولہ واذ تاذن
ربک اور دریافت کر اُسنے جبکہ آگاہ کر دیا یا حکم دیدیا تیرے پروردگار نے۔ یہ بمانند علم اللہ و شہد اللہ کے مفید قسم ہے اسی واسطے جواب مین
بلام قسم آیا کہ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْهِمْ البتہ مبعوث فرماویگا یہود پر۔ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ روز قیامت تک۔ مَنْ یَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ
ایسے شخص کو جو چکھا دیگا انکو برا عذاب۔ حاصل آنکہ یہود کی سرکشی و حیلہ گری و انبیاء علیہم السلام کے قتل کرنے وغیرہ بدکاریون کے عوض اللہ تعالیٰ
عزوجل نے موافق علم مقدر کے آگاہ فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ ان یہودیون کو قیامت تک ہر زمانہ مین ہر ایسے شخص کے ماتحت ذلیل و خوار رکھیگا جو
انکو برا عذاب چکھاوے۔ انپر سلیمان علیہ السلام سلطان کیے گئے اور بعد انکے بابل کا بادشاہ بخت نصر مسلط ہوا جبکہ انھونؒ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام
کو شہید کر ڈالا تھا پس بخت نصر نے انکو خوب قتل کیا اور انکے عمائد کو قید کر کے لیگیا اور انپر جزیہ و خراج باندھا پھر ہمیشہ ملوک یونان بادشاہان
مجوس کی ذلت مین رہے یہانتک کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور آپ نے انپر جزیہ باندھا بیضاویؒ وغیرہ نے کہا کہ برابر یہ جزیہ
تا قیامت انپر جاری رہیگا۔ وقال الحافظ آخر حال یہود کا یہ ہوگا کہ وہ مسیح دجال کے ساتھ ہو کر نکلینگے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
ساتھ اہل ایمان لوگ انکو مع دجال قتل کرینگے۔ رازی وغیرہ نے کہا کہ برابر انپر جزیہ ثابت رہیگا یہان تک کہ عیسیٰؑ اترین پھر وہ سوا ے
اسلام کے جزیہ نہ قبول کرینگے پھر یہان یہ سوال ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شرع مین ہے کہ کافر اسلام لاوین یا جزیہ دین ورنہ
قتل کیے جاوین۔ پھر عیسیٰؑ خلاف شریعت آنحضرت صلعم کے کیونکر حکم کرینگے۔ جواب دیا کہ جزیہ کا حکم تا زمانہ نزول عیسیٰؑ ہے کیونکہ احادیث مشہورہ مین

ف فی الکمالین کان بعثہ فی قتلہ اشعیا فی عہد ارمیا قبل مولد یحییٰ بن زکریا باربعمائۃ واحدی وستین سنۃ فلیحرر الروایۃ ۱۲

مصرح ہے کہ عیسیٰ اترکر سواے اسلام کے کچھ جزیہ وغیرہ نہین قبول کریگا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ مین من یسومہم سوء العذاب ہے اور یہ جزیہ وغیرہ سے اعم ہے پس بزور شمشیر انکو خوار کر کے مسلمان کرنا قبل اسلام لانے کے انپر عذاب ہے اور بعد اسلام کے وہ مسلمان ہو گئے فافہم پھر آیت کریمہ مین بہت بڑا معجزہ ہے جو قطعاً آنحضرت صلعم کی صدق رسالت و قرآن مجید کی حقیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ خبر غیب ہے اور صریح معلوم ہے کہ اسوقت تک کوئی یہودی کہین بادشاہ مختار نہین ہوا پس اہل کتاب سے افسوس ہے کہ قرآن مجید مین غور نہین کرتے ہین۔ اور نیز آیات مین اہل اسلام کو بھی سخت تہدید ہے کہ یہودیون کے مانند مخالفت حکم اللہ تعالے و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پرہیز کرین۔ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ۔ یہ ان مخلوق کے لیے ہے جو اوتعالے جل جلالہ و اسکے رسول صلعم کی نافرمانی کرین۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ یہ ان بندون کے لیے ہے جو اللہ تعالے و اسکے رسول کی فرمانبرداری و طاعت کرین کما فی قولہ تعٰ فاصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ف فی العرائس قولہ ان ربک لسریع العقاب الآیۃ۔ حجاب و تجلی کثر لحظہ مین طاری ہوتی ہین اور لطف قدیم و قہر قدیم پے درپے آتے ہین پس انھین سے قبض و حجاب ہوتا اور کشف و تجلی ہوتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ سریع العقاب سے جہان قرآن مجید مین ہے اشارہ سے عقوبت حجاب ثابت ہے پھر اوتعٰ نے انکے درمیان نیک لوگون و اسلام لانیوالون و ابتدائی حالت والون کو بیان فرمایا۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ

اور متفرق کیا ہمنے انکو ملک مین فرقے فرقے بعضے انمین نیک اور بعضے اور طرح کے اور آزمایا انکو خوبیون مین اور

وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ

برائیون مین شاید وہ پھر آوین پھر انکے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لیتے اسباب

هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ

اس ادنی زندگی کا اور کہتے ہمکو معاف ہوگا اور اگر ویسا ہی اسباب پھر آوے تو لے لیوین کیا نہین لیا اُن پر

مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

عہد کتاب کے حق مین کہ نہ بولین اللہ پر سواے سچ کے اور پڑھے جو لکھا ہے اسمین اور پچھلا گھر بہتر ہے

يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝

ڈر والون کو کیا تمکو بوجھ نہین اور جو لوگ پکڑ رہے ہین کتاب اور قائم رکھتے ہین نماز ہم ضایع نہ کرینگے ثواب نیکی والون کا

وَقَطَّعْنٰهُمْ اور متفرق و منتشر کردیا ہم نے انکو۔ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا روے زمین مین فرقہ فرقہ۔ امما مفعول دوم ہے یا درحالیکہ فریق فریق منتشر کیے گئے ہین اس حیثیت سے کہ قریب ہے کہ کوئی جہت انسے خالی نہو اور یہ بھی انکے بدبختی کا تتمہ ہے تاکہ کبھی انکو اتفاق و اجتماع سے شوکت حاصل نہو۔ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ بعضے ان مین سے صالح ہین صفت ہے یا بدل ہے اور یہ وہ لوگ ہین جو قبل تحریف توریت کے راہ پر تھے جیسا کہ قولہ فخلف من بعدہم دلالت کرتا ہے۔ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ تقدیر کلام آنکہ ومنہم ناس دون ذلک۔ اور بعضے انمین ایسے لوگ ہین کہ صالحین سے دون مرتبہ ہین یعنے فاسق و کافر ہین پس دون ذلک صفت موصوف محذوف ہے۔ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ اور آزمایا ہم نے انکو ساتھ بھلائی یعنے نعمتون اور فراغت و عیش دینے کے۔ وَالسَّيِّاٰتِ اور ساتھ برائی یعنے فقر و محتاجی و تنگی و امراض وغیرہ کے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ متنبہ ہوکر اپنے فسق و فجور سے حکم الٰہی کی طرف رجوع کر جاوین۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ بسکون لام

بمعنے اولاد اور بفتح لام بمعنے بدل خواہ اولاد ہو یا کوئی اور چیز ہو اور یہان بسکون لام ہے اور وہ اولاد بد کو بولتے ہین جیسے بفتح لام بمعنے نیک کو کہتے ہین اور دراصل یہ مصدر ہے جو صفت قرار دیا گیا اسی سے واحد و جمع پر آتا ہے یعنے آنکہ ان لوگون کے بعد بدتر اولاد انکی قائم مقام ہوئی - مراد اُن سے وہ لوگ ہین جو زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین تھے - وَّرِثُوا الْكِتٰبَ جملہ صفت خلف ہے یعنے وارث ہوئے کتاب توریت کے اپنے باپ دادون سے یعنے انکے ہاتھ آئی کہ اسکو پڑھتے ہین اور اسمین جو حکم ہین انکو سمجھتے ہین لیکن حال یہ ہے کہ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى اے یاخذون حطام ہذاالشئ الادنے یعنے الدنیا من حلال وحرام - یعنے لیتے ہین حقیر مین شے ادنی یعنے دنیا کو خواہ حلال ہو یا حرام ہو - عرض بفتحتین تمام متاع دنیا - وبسکون را رمہملہ سولے درم و دینار کے جملہ اموال اور گاہے فقہ مین سولے درم و دینار کے اموال منقولہ سے مخصوص ہے اور یہان اول مراد ہے اور آدنی اگر دنو سے ہے تو بسبب کمال قرب کے ساتھ فنا رکے اور اگر دنارۃ سے ماخوذ ہے تو بسبب کمال حقارت کے بمقابلہ نعمتہاے آخرت کے بالجملہ مراد اس سے اموال دنیاوی ہین اور حاصل یہ کہ دنیا پر اسقدر حریص ہین کہ جو کچھ ملتا ہے خواہ بروجہ حلال ہو یا حرام ہو اسکو لے لیتے ہین - وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا اور کہتے ہین کہ عنقریب ہمارے واسطے مغفرت کیجاویگی جو ہماری حرکت ہی - اور یہ ان کو یقین و دلیری اسوجہ سے نہ تھی کہ گناہ ہوگیا اسپر توبہ و استغفار کر لیا بلکہ انکا حال یہ کہ - وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ اور اگر آجاوے انکے سامنے مال حطام حقیر اسکے مثل تو اسکو بھی لے لیوین - یعنے گناہ پر اصرار و ہٹ کیے جاتے ہین اور بیہودہ دعوے کرتے ہین چنانچہ کہتے تھے کہ جنت مین سولے یہود کے کوئی نہ جائیگا اور کہتے کہ سولے ایام معدودات کے ہمکو آگ نہ چھوئیگی پس صاحب الکشاف نے جو یہان کہا کہ اہل سنت بھی یہودیون کی طرح بدون توبہ کیے مرجانے والے کی مغفرت کے قائل ہین تو یہ صاحب الکشاف کی لاعلمی ہے اہلسنت بے گناہ مرجانے والے کے حق مین بھی یون قطعی حکم نہین لگاتے اور غالب گمان پر نظر کرم آلہی عزوجل کے مغفور جانتے ہین پھر بھلا گناہگار بے توبہ مرنے والے کے حق مین انکا یہ اعتقاد کہان ہے ہان یون کہتے ہین کہ اوتعالے چاہے تو اسکو بخشدے اور یہ یہود کا مذہب نہین ہے چنانچہ بیان ہوا کہ یہ لوگ اپنی مغفرت کے مدعی تھے اور اللہ تعالے نے رد کر دیا بقولہ - اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ یہ استفہام توبیخی ہے اور اس کلام سے ایک تو انپر باوجود عدم توبہ کے مغفرت پر قطع کرنے مین توبیخ فرمائی اور دوم دلالت فرمائی کہ انکا یہ قول افترا ہے اللہ تعالے پر اور سوم انکا فعل فسق ہے کہ میثاق توریت سے خروج ہے - وقولہ تعالے وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ اور پڑھا یہودیون نے جو کتاب مین ہے - حالانکہ توریت مین گناہ پر اصرار کیے جانے کے باوجود مغفرت کا وعدہ نہین ہے پھر اصرار کے باوجود کیون ان لوگون نے مغفرت کی نسبت اللہ تعالے کی طرف کی پس افترا کیا مفسرین نے اس کلام کی وجہ اعراب مین گفتگو کی پس مفسرؒ نے کہا کہ یوخذ پر عطف ہے قال فی الکمالین یعنے از راہ معنے کے عطف ہے یعنے اخذ علیہم میثاق الکتاب ودرسوا ما فیہ - اور بعض نے دونون پر استفہام کا داخل ہونا تجویز کیا مترجم کہتا ہے کہ استفہام تقریری کے طور پر جو مفسرؒ نے اختیار کیا یہ گفتگو ہے - اور بیضاوی مین ہے کہ الم یوخذ پر عطف از راہ معنے ہے یعنے گویا یون کہا گیا - وقد اخذ علیہم میثاق الکتاب وقد درسوا ما فیہ مترجم کہتا ہے کہ یہی اوجہ ہے اور بیضاوی وغیرہ نے تجویز کیا کہ ورثوا پر بھی عطف ہوسکتا ہے یعنے ورثوا الکتاب ودرسوا ما فیہ پس درمیان مین جملہ معترضہ ہے اور از راہ معنے یہ وجیہ ہے مگر لفظا مین بعد ہے - پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدیؒ نے اسکی تفسیر مین کہا کہ بنی اسرائیل مین جو قاضی ہوتا تھا وہ حکم مین رشوت لینا شروع کرتا اور انہین سے نیک لوگ جمع ہو کر عہد لیتے کہ تحریف اور رشوت نہ لیا کرین پھر جب طعن کرنے والون مین سے کوئی بجائے اسکے ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا کما فی قولہ وان یاتہم عرض مثلہ یاخذوہ - ولیکن جو جمہور کی تفسیر ہے وہ اوپر مذکور ہوئی اور میثاق الکتاب سے وہ مراد ہے جو قولہ واذ اخذ اللہ میثاق الذین

مصرح ہے کہ عیسیٰ اترکر سوائے اسلام کے کچھ جزیہ وغیرہ نہین قبول کریگا مترجم کہتاہے کہ آیت کریمہ مین من یسومہم سوء العذاب ہے اور یہ جزیہ وغیرہ سے اعم ہے پس بزور شمشیر انکو خوار کرکے مسلمان کرنا قبل اسلام لانے کے انپر عذاب ہے اور بعد اسلام کے وہ مسلمان ہوگئے فافہم پھر آیت کریمہ مین بہت بڑا معجزہ ہے جو قطعاً آنحضرت صلعم کی صدق رسالت و قرآن مجید کی حقیت پر دلالت کرتا ہے کیونکہ خبر غیب ہے اور صریح معلوم ہے کہ اسوقت تک کوئی یہودی کہین بادشاہ مختار نہین ہوا پس اہل کتاب سے افسوس ہے کہ قرآن مجید مین غور نہین کرتے ہین۔ اور نیز آیات مین اہل اسلام کو بھی سخت تہدید ہے کہ یہودیون کے مانند مخالفت حکم اللہ تعالے و رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پرہیز کرین۔ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ۔ یہ ان مخلوق کے لیے ہے جو اوتعالے جل جلالہ و اسکے رسول صلعم کی نافرمانی کرین۔ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ یہ ان بندون کے لیے ہے جو اللہ تعالے و اسکے رسول کی فرمانبرداری و طاعت کرین کما فی قولہ تعالیٰ فاصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ف۔ فی العرائس قولہ ان ربک لسریع العقاب الآیۃ۔ حجاب و تجلی کمتر لحہ مین طاری ہوتی ہین اور لطف قدیم و قہر قدیم پے در پے آتے ہین پس انفسین سے قبض و حجاب ہوتا اور کشف و تجلی ہوتی ہے اور بعض نے فرمایا کہ سریع العقاب سے جہان قرآن مجید مین ہے اشارہ ہے عقوبتا حجاب ثابت ہے پھر اوتعالیٰ نے انکے درمیان نیک لوگون و اسلام لانیوالون و ابتدائی حالت والون کو بیان فرمایا۔

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ
اور متفرق کیا ہمنے انکو ملک مین فرقے فرقے بعضے انمین نیک اور بعضے اور طرح کے اور آزمایا انکو خوبیون مین اور

السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ
برائیون مین شاید وہ پھر آوین پھر انکے پیچھے آئے ناخلف وارث کتاب کے لیتے اسباب

هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۭ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ
اس ادنی زندگی کا اور کہتے ہمکو معاف ہوگا اور اگر ویساہی اسباب پھر آوے تو لے لیوین کیا نہین لیا اُن پر

مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۭ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
عہد کتاب کے حق مین کہ نہ بولین اللہ پر سوائے سچ کے اور پڑھے جو لکھا ہے اُسمین اور پچھلا گھر بہتر ہے

يَتَّقُوْنَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ۝
ڈر والون کو کیا تمکو بوجھ نہین اور جو لوگ پکڑ رہے ہین کتاب اور قائم رکھتے ہین نماز ہم ضایع نہ کرینگے ثواب نیکی والون کا

وَقَطَّعْنٰهُمْ اور متفرق و منتشر کردیا ہم نے انکو۔ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا روئے زمین مین فرقہ فرقہ۔ امما مفعول دوم ہے یا درحالیکہ فریق فریق منتشر کیے گئے ہین اس حیثیت سے کہ قریب ہے کہ کوئی جہت انسے خالی نہو اور یہ بھی انکے بدبختی کا تتمہ ہے تاکہ کبھی انکو اتفاق و اجتماع سے شوکت حاصل نہو۔ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ بعضے ان مین سے صالح ہین صفت ہے یا بدل ہے اور یہ وہ لوگ ہین جو قبل تحریف توریت کے راہ پر تھے جیسا کہ قولہ فخلف من بعدہم دلالت کرتا ہے۔ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ تقدیر کلام آنکہ ومنہم ناس دون ذلک۔ اور بعضے انمین ایسے لوگ ہین کہ صالحین سے دون مرتبہ ہین یعنے فاسق و کافر ہین پس دون ذلک صفت موصوف محذوف ہے۔ وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ اور آزمایا ہم نے انکو ساتھ بھلائی یعنے نعمتون اور فراغت و عیش دینے کے۔ وَالسَّيِّاٰتِ اور ساتھ برائی یعنے فقر و محتاجی و تنگی و امراض وغیرہ کے۔ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ تاکہ متنبہ ہوکر اپنے فسق و فجور سے حکم الٰہی کی طرف رجوع کر جاوین۔ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ بسکون لام

بمعنے اولاد اور بفتح لام بمعنے بدل خواہ اولاد ہو یا کوئی اور چیز ہو اور یہان بسکون لام ہے اور وہ اولاد بد کو بولتے ہین جیسے بفتح لام بمعنے نیک کو کہتے ہین اور دراصل یہ مصدر ہے جو صفت قرار دیا گیا اسی سے واحد و جمع پر آتا ہے معنے آنکہ ان لوگون کے بعد بدتر اولاد انکی قائم مقام ہوئی - مراد اُن سے وہ لوگ ہین جو زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین تھے - وَّرِثُوا الْكِتٰبَ جملہ صفت خلف ہے یعنے وارث ہوئے کتاب توریت کے اپنے باپ دادون سے یعنے انکے ہاتھ آئی کہ اسکو پڑھتے ہین اور اسمین جو حکم ہین انکو سمجھتے ہین لیکن حال یہ ہے کہ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى اے یاخذون حطام ہذا الشئ الادنے یعنے الدنیا من حلال وحرام - یعنے لیتے ہین حقیر مین شے ادنی یعنے دنیا کو خواہ حلال ہو یا حرام ہو - عرض بفتحتین تمام متاع دنیا - وبسکون راء مہملہ سوائے درم و دینار کے جملہ اموال اور گاہے فقہ مین سوائے درم و دینار کے اموال منقولہ سے مخصوص ہے اور یہان اول مراد ہے اور ادنی اگر دنو سے ہے تو بسبب کمال قرب کے ساتھ فنا کے اور اگر دنارة سے ماخوذ ہے تو بسبب کمال حقارت کے بمقابلہ نعمتہائے آخرت کے بالجملہ مراد اس سے اموال دنیاوی ہین اور حاصل یہ کہ دنیا پر اسقدر حریص ہین کہ جو کچھ ملتا ہے خواہ بروجہ حلال ہو یا حرام ہو اسکو لے لیتے ہین - وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا اور کہتے ہین کہ عنقریب ہمارے واسطے مغفرت کیجاویگی جو ہماری حرکت ہو - اور یہ ان کو یقین و دلیری اسوجہ سے نہ تھی کہ گناہ ہوگیا اسپر توبہ و استغفار کر لیا بلکہ انکا حال یہ کہ - وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ اور اگر آجاوے انکے سامنے مال حطام حقیر اسکے مثل تو اسکو بھی لے لیوین - یعنے گناہ پر اصرار و ہٹ کیے جاتے ہین اور بیہودہ دعوے کرتے ہین چنانچہ کہتے تھے کہ جنت مین سوائے یہود کے کوئی نہ جائیگا اور کہتے کہ سوائے ایام معدودات کے ہمکو آگ نہ چھویگی پس صاحب الکشاف نے جو یہان کہا کہ اہل سنت بھی یہودیون کی طرح بدون توبہ کیے مرجانے والے کی مغفرت کے قائل ہین تو یہ صاحب الکشاف کی لاعلمی ہے اہلسنت بے گناہ مرجانے والے کے حق مین بھی یون قطعی حکم نہین لگاتے اور غالب گمان پر نظر کرم الٰہی عزوجل کے مغفور جانتے ہین پھر بھلا گناہگار بے توبہ مرنے والے کے حق مین انکا یہ اعتقاد کہان ہے ہان یون کہتے ہین کہ اوتعالے چاہے تو اسکو بخشدے اور یہ یہود کا مذہب نہین ہے چنانچہ بیان ہوا کہ یہ لوگ اپنی مغفرت کے مدعی تھے اور اللہ تعالے نے رد کر دیا بقولہ - اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ یہ استفہام توبیخی ہے اور اس کلام سے ایک تو انپر باوجود عدم توبہ کے مغفرت پر قطع کرنے مین توبیخ فرمائی اور دوم دلالت فرمائی کہ انکا یہ قول افترا ہے اللہ تعالے پر اور سوم انکا فعل فسق ہے کہ میثاق توریت سے خروج ہے - وقولہ تعالے وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ اور پڑھا یہودیون نے جو کتاب مین ہے - حالانکہ توریت مین گناہ پر اصرار کیے جانے کے باوجود مغفرت کا وعدہ نہین ہے پھر اصرار کے باوجود کیون ان لوگون نے مغفرت کی نسبت اللہ تعالے کی طرف کی پس افترا کیا مفسرین نے اس کلام کی وجہ اعراب مین گفتگو کی پس مفسرؒ نے کہا کہ یوخذ پر عطف ہے قال فی الکمالین یعنے ازراہ معنے کے عطف ہے یعنے اخذ علیہم میثاق الکتاب وقرروا ما فیہ - اور بعض نے دونون پر استفہام کا داخل ہونا تجویز کیا مترجم کہتا ہے کہ استفہام تقریری کے طور پر جو مفسرؒ نے اختیار کیا یہ گفتگو ہے - اور بیضاوی ؒ مین ہے کہ الم یوخذ پر عطف ازراہ معنے ہے یعنے گویا یون کہا گیا - وقد اخذ علیہم میثاق الکتاب وقد درسوا ما فیہ مترجم کہتا ہے کہ یہی اوجہ ہے اور بیضاوی وغیرہ نے تجویز کیا کہ ورثوا پر بھی عطف ہوسکتا ہے یعنے ورثوا الکتاب ودرسوا ما فیہ پس درمیان مین جملہ معترضہ ہے اور ازراہ معنے یہ وجیہہ ہے مگر لفظا مین بعد ہے - پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سدیؒ نے اسکی تفسیر مین کہا کہ بنی اسرائیل مین جو قاضی ہوتا تھا وہ حکم مین رشوت لینا شروع کرتا اور انہین سے نیک لوگ جمع ہوکر عہد لیتے کہ تحریف و رشوت نہ کرینگے پھر جب طعن کرنے والیون مین سے کوئی بجائے اسکے ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا کما فی قولہ وان یاتہم عرض مثلہ یاخذوہ - ولیکن جمہور کی تفسیر یہ وہ اوپر مذکور ہوئی اور میثاق الکتاب سے وہ مراد ہے جو قولہ واذ اخذ اللہ میثاق الذین

اوتوا الکتاب لتبیننه للناس ولا تکتمونه الآیة مین مذکور ہے پس یہود کا رشوت لینا اور حکم حق چھپانا اور تحریف کرنا اور نعت محمد صلعم کو لوگون سے بیان نہ کرنا پھر مغفرت کے مدعی ہونا باوجود توبہ نہین کرنے اور اصرار کیے جانے کے سب خلاف عہد ومیثاق تھا۔ واضح ہو کہ حکم آیت عام ہے حتی کہ اہل اسلام مین سے بھی جو علماء اس صفت پر ہون وہ مصداق اس وعید و توبیخ کے ہونگے بدلیل آنکہ ابن جریجؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ برابر وہ لوگ اپنے گناہون مین عود کرتے اور توبہ نہین کرتے پھر اللہ تعالے سے مغفرت کی مدعی تھے اور ابن عباسؓ سے یہ آیت پوچھی گئی تو فرمایا کہ اقوام ہین کہ دُنیا پر جھکے ہوئے ہین اسکو حرام وحلال جس طرح پاتے ہین کھائے جاتے ہین اور کہتے ہین کہ عنقریب ہماری مغفرت کی جائیگی اور دنیا مین سے کوئی چیز انکے سامنے عارض نہین ہوتی مگر آنکہ اسکو ضرور لے لیتے ہین۔ مجاہدؒ نے کہا کہ نصاری ہین جو اس دنیا پر جھکے پڑے ہین جو حرام وحلال چاہتے ہین کھاتے ہین اور اپنی مغفرت کے دعوی کرتے ہین پھر اللہ تعالے نے تقوی وپرہیزگاری کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ۔ وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ اور دار آخرت خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ بہتر ہے ان لوگون کے واسطے جو بچتے ہین حرام سے اور دیگر امور خلاف عہد آلہی سے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ اکثر قراء کے نزدیک یعقلون بالیاء التحتیہ ہے اور حفص ونافع وابن عامر کی قراءۃ مین تعقلون بتاء فوقیہ ہے بنا بر آنکہ صنعت التفات ہے معنے آنکہ کیا سمجھتے نہین تاکہ دنیا کو چھوڑ کر اسکو اختیار کرین۔ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دلیر وہوشیار وہ شخص ہے جسنے اپنے نفس کی مخالفت کرکے اسکو طاعت مین لگایا اور مابعد موت کے واسطے عمل کیے اور عاجز وہ شخص ہے جسنے خواہش نفس کی پیروی کی اور اللہ تعالے پر آرزوئین باندھین رواہ الترمذی۔ وَالَّذِیْنَ یُمَسِّکُوْنَ بِالْکِتٰبِ از تمسیک اکثر کے نزدیک اور از امساک قراءۃ شعبہ ہے۔ اور مفسرؒ کے نزدیک یہ اہل کتاب مین سے بعض لوگون کی جو ایمان لائے ہین تعریف ہے معنے آنکہ اور جن لوگون نے تمسک کیا کتاب سے پس بمقتضائے کتاب کے آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کی نماز۔ یعنے نماز اپنے وقت پر ادا کرنے مین مداومت کی اور تمسک بالکتاب مین یہ بھی شامل ہے لیکن الگ کرکے اسکے ذکر کرنے مین اسکی شرافت کا بیان ہے۔ پھر الذین موصول مع صلہ کے مبتدا اور خبر اسکی قولہ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِیْنَ ہم نیکوکارون کا اجر نہین ضائع کرتے ہین۔ اور بجاے اجرہم کے اجر المصلحین مین انکی تشریف ہے کہ وہ لوگ مصلح ہین اور تنبیہ ہے کہ صلاحیت دین مین اللہ تعالے کے نزدیک بہت مقبول ہے کہ اس سے اجر ضائع نہین ہوتا اور جملہ معطوف ہے للذین یتقون پر کما ذکرہ البیضاویؒ ف فی العرائس قولہ وقطعناہم فی الارض الخ۔ اوتعالے نے زمین مین اولیاء واعداء دونون کو متفرق کر دیا کہ ہر فرقہ اس حال پر زندگی بسر کرے جسکے واسطے وہ مخلوق ہے پس انہین سے صالحین وہ ہین جو انبیاء علیہم السلام کی پیروی پر ہین اور باقی انہین سے فاسق وکافر ہین جو اپنی رائے پر ہٹ کرتے ہین اور خلاف انبیاء علیہم السلام کے چلتے ہین۔ قولہ وبلوناہم بالحسنات والسیئات یعنے سب کو ہم نے امتحان مین ڈال دیا ہے کیونکہ قہر ولطف مین تمام بندے مقہور ہین پس قہر سے حجاب مین پڑتے ہین اور گناہ کرتے ہین اور لطف سے طاعت بجا لاتے ہین پس حالت قہر مین اُنسے صبر کا مطالبہ ہے یعنے صبر کرین اور حالت نعمت مین شکر کا مطالبہ ہے پس صبر تو محال ہے مگر اسی طور سے کہ لوگ اپنے پروردگار حق عز وجل کو پہچانین اور شکر بھی انسے محال ہے مگر اسی صورت مین کہ جمال آلہی کا انکو کشف ہو۔ قولہ لعلہم یرجعون۔ اشارہ ہے کہ بلاء کی طرف سے مُبلی یعنے بلا دہندہ کی طرف رجوع لاوین یعنے وسائط واسباب سے نظر اُٹھا کر حضرت مسبب الاسباب کیطرف نظر رکھین۔ بعض نے فرمایا کہ کلام کے معنے یہ ہین کہ ہم نے طلب شکر کے واسطے انکو نعمتون سے امتحان کیا اور طلب صبر کے واسطے ان کو محنتون سے امتحان کیا مگر انھون نے سب سے انکار کیا پس نہ نعمتون کے وقت وہ شاکر ہوئے اور نہ مصیبتون کے وقت صابر ہوئے۔ قولہ تعالے الم یوخذ علیہم میثاق الکتاب ان لا یقولوا علی اللہ الا الحق۔ جب ان لوگون نے قرب آلہی کا اور اسکے حضور مین انبساط کا دعوی کیا اور کہا کہ

او تعالے انکے کسب و بد افعال پر ماخوذ نہ فرماویگا تو اللہ تعالے نے ان لوگون کو انکے افترا پر اسطرح فضیحت کیا کہ یہ لوگ اپنے قول مین جھوٹے ہین اور ان لوگون نے اللہ تعالے کی جناب مین وہ بات کہی جسکا انکو علم نہین ہے اور قیامت تک جو لوگ ایسی باتون کے مدعی ہوتے ہین جو امر غیب ہین انکے حق مین بھی فضیحت ہے اور اس کلام مین حق سبحانہ نے صد یقین پر موثق و محکم کر دیا کہ اللہ تعالے کی شان پاک مین کسی بات کی نسبت نہ کرین مگر اسی بات کی جس سے اسنے اپنی ذات پاک کا موصوف ہونا ظاہر فرمایا ہے یعنے تمام حوادث و مخلوق کے اوصاف سے حضرت باری تعالے کا منزہ و مقدس ہونا حق کہ کوئی چیز کسی حال و صفت مین اسکے مانند و مشابہ نہین ہے اور یہ محکم کر دیا کہ یقین رکھین کہ تمام مخلوق مین ذرہ سے عرش تک او تعالے عزوجل کی تقدیر سابق و مشیت ازلی جاری ہے بعض نے فرمایا کہ معنے مین اشارہ ہے کہ کیا اللہ تعالے نے انکو زبان وسائط یعنے انبیاء علیہم السلام سے اور کتب مقدسہ سے یہ بیان نہین کر دیا کہ حق تعالے کی جناب مین دعوی وغیرہ سے کوئی بات نہین مگر یون ہی کہ اسکی قدرت عالیہ ہے اور اسکی مشیت مین کسی کو دم مارنے کی مجال نہین ہے جسکو چاہے بخشے اور جسکو چاہے عذاب کرے پھر حق سبحانہ نے آگاہ کر دیا کہ یہ گمراہ لوگ میثاق الکتاب سے یہ جانتے تھے مگر معاملات پاکیزہ و مقامات رفیعہ جنکی طرف انکو ارشاد ہوا تھا ترک کر دیے بقولہ و درسوا ما فیہ یعنے پڑھ لیا مگر اسکے حقایق کو نہ پہچانا اور اگر اسکے مذاق سے ذرا بھی چکھا ہوتا تو جان فدا کر کے تابع ہوتے سہل رح نے فرمایا کہ اسپر عمل کرنا چھوڑ دیا۔ قال المترجم حدیث شریف مین یہ مضمون آیا کہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خطاب کر کے آخر زمانہ والون کے حق مین کہا کہ اللہ تعالے سے گمراہی سے پناہ مانگو تو بعض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم قرآن پڑھتے ہین اپنی اولاد کو پڑھاوینگے اسیطرح ہوگا تو آپ نے فرمایا کہ اے کودن یہ نہین دیکھتا کہ یہود و نصاری بغل مین کتاب دابے ہین کچھ بھی انکو مؤثر نہین ہے۔ حاصل آنکہ آیات و حقایق و اشارات کلام ربانی مین ظاہر ہین مگر بدون ہدایت الٰہی کسی بندہ کو نہین ملتے ہین اور لوگون نے کثرت سے مدعیان علم کو مشاہدہ کیا کہ جدال بالا اثر و نام و شہرت کے سوائے کچھ نہین رکھتے۔ اعوذ باللہ من الضلال بلکہ بہتیرے انکار کرتے ہین کہ اس کلام مین سوائے اس معنے کے اور کچھ نہین ہے گویا وہ اسپر ایمان نہین رکھتا کہ افعال بندون کے اللہ تعالے کی مخلوق ہین پس اگر اللہ تعالے نے حقایق و اشارات پر مطلع نہین کیا تو کیونکر مطلع ہو پھر انکار کیون کرتا ہے۔ فافہم پھر اللہ تعالے نے اسلاف یہود کی کتاب سے ابتدا ئر منکر ہونے کو و بجبر قبول کرائے جانے کو بیان فرمایا اور بعض نے کہا کہ یہود مدعی تھے کہ بنی اسرائیل سے کبھی حق کی مخالفت سرزد نہین ہوئی تو الزام دیا بقولہ تعالے

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا

اور جسوقت اٹھایا ہمنے پہاڑ انکے اوپر جیسے سائبان اور ڈرے کہ وہ گرے گا انپر پکڑو جو ہمنے دیا ہے زور سے اور یاد کرتے رہو

مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

جو اس مین ہے شاید تمکو ڈر ہو

وَاِذْ۔ ظرف ہے بعض نے مقدر کیا واسالھم اذ۔ یعنے یہود پر الزام دینے کو سوال کر اسوقت کا کہ آلخ۔ اور وہ جو مفسر رح نے کہا کہ تقدیر یہ ہے کہ واذکر اذ۔ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ نتق دراصل بمعنے جذب ہے وابو عبیدہ نے کہا کہ جڑ سے اکھاڑ پھینکنا۔ وامرأۃ ناتق بمعنے وہ عورت جو بہت جنتی ہو گویا بہت ڈال جاتی ہے۔ فراء نے کہا کہ بمعنے رفع ہے اور ابن قتیبہ نے کہا بمعنے زعزعہ بدو زار منقوطہ و بدو عین مہملہ ہے اور مجاہد نے یہی سے تفسیر کی اور معانی متقارب ہین مگر احسن وہ ہے جو شیخ حافظ نے ذکر کیا کہ علی بن طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ نتقنا اے رفعنا۔ جیسے قولہ تعالے ورفعنا فوقھم الطور بمیثاقھم الآیہ۔ المعنے۔ اور بیان کر دے اے محمد صلعم جبکہ بلند کیا ہم نے پہاڑ کو انکے اوپر یعنے ان یہودیون کے باپ دادون پر

جبل ہے بعض نے کہا کہ کوہ طور مراد ہے جسپر موسیٰؑ کو تکلیم نصیب ہوئی اور الواح توریت عطا ہوئین بعض نے کہا کہ فلسطین کے پہاڑون سے ہے
بعض نے کہا کہ بیت المقدس کے پاس ایک پہاڑ تھا مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ قولہ رفعنا فوقہم الطور مین مصرح ہے کہ طور تھا پھر
اختلاف کیسا تو جواب یہ ہے کہ طور زبان عرب مین ہر ایسے پہاڑ کو کہتے ہین جسپر نباتات جمین اور اگر نہ جمین تو وہ طور نہین ہے کما ذکرہ المفسر
فی الاتقان عن ابن عباسؓ۔ اگر کہا جاوے کہ نتقنا مین اللہ تعالے نے پہاڑ بلند کرنے کی اپنی طرف نسبت فرمائی تو جواب آنکہ فاعل حقیقی ہر
چیز کا اللہ تعالے ہے اور ظاہر مین جواب وہ ہے جو حافظؒ نے تفسیر مین ذکر کیا کہ ثوریؒ نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی
کہ ملائکہ نے ان لوگون کے سرون پر بلند کیا تھا۔ اور نسائیؒ کی روایت طویل قصہ موسیٰؑ مین ابن عباسؓ نے کہا کہ پھر موسیٰؑ بنی اسرائیل کو
لیکر زمین مقدس کیطرف روانہ ہوئے اور غصہ تھم جانے کے بعد انھون نے الواح توریت کو اُٹھا لیا تھا پھر بنواسرائیل کو رسالت الٰہی پہونچائی
کہ الواح کے اعتقادات رکھین و فرائض و واجبات پر عمل کرین پس یہ احکام انپر گران گزرے اور قبول سے انکار کیا یہان تک کہ اوتعالے نے
انپر پہاڑ کو بلند کیا اسکو ملائکہ اُٹھائے ہوئے تھے۔ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ گویا وہ ظلہ ہے۔ بیضاویؒ وغیرہ نے کہا یعنے سقیفہ ہے اور وہ ہر ایسی
چیز جو سایہ کیے ہو۔ جیسے کوٹھری کی چھت اور ابر اور دیوار کا چھجا وغیرہ۔ وَظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ اے یتقنوا الوقوعہ علیہم۔ اور یقین کیا
ان لوگون نے اس بات کا کہ یہ پہاڑ انپر گرنے والا ہے کیونکہ پہاڑ درمیان مین معلق نہین رہتا اور اسوجہ سے کہ انکو یہی وعید دی گئی تھی چنانچہ
حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ جب بنواسرائیل نے مکرر قبول کرنے سے انکار کیا اور یہی کہا کہ اگر اس مین خفیف فرائض و وظائف ہونگے
تو خیر ورنہ نہین مانینگے تو اللہ تعالے نے پہاڑ کو حکم دیا وہ اپنے مقام سے منقطع ہوکر بلند ہوا اور معلق انکے سرون پر آیا تو موسیٰ ع نے فرمایا کہ
اب بھی نہ مانوگے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مانو ورنہ پہاڑ تمپر ڈال دیا جائیگا پس یہ دیکھکر ہر شخص سجدے مین اپنی بائین بھون پر گر پڑا
اور داہنے گوشہ چشم سے گر پڑنے کے خوف سے دیکھتا تھا اسی سے یہودی بائین بھون پر سجدہ کرتے اور کہتے ہین کہ اسی سجدے سے ہمپر سے
عذاب دور ہوا تھا۔ رواہ سعید فی تفسیرہ۔ قال البیضاوی پس ظن کا اطلاق باوجودیکہ انکو یقین تھا اسوجہ سے ہوا کہ امر متیقن
واقع نہین ہوا یعنے پہاڑ گرا نہین کیونکہ مشروط تھا کہ اگر مانین جو کہا گیا کہ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ یہ مقولہ ہے باضمار قول
یعنے قلنا لہم علی لسان موسیٰؑ۔ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی زبانی انسے کہا کہ لو اسکو جو دیا ہم نے تمکو یعنے کتاب کو مانو بقوت یعنے جد وعزم
سے اس کی مشقت برداشت کرتے ہوئے۔ قال البیضاویؒ خذوا کی ضمیر سے یہ حال واقع ہے یعنے متلبسین بقوۃ۔ وَاذْكُرُوْا
مَا فِيْهِ اور یاد رکھو جو اس مین ہے۔ یعنے اسپر عمل کرتے رہو اور ترک مت کرو جیسے بھولی ہوئی چیز ہوتی ہے اور یہ مراد نہین کہ زبان
سے اسکو حفظ کرو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم اعمال قبیحہ و اخلاق ذمیمہ سے بچو یا آنکہ تم اُمید رکھو اپنی ذات پر اہل تقوی ہو جانے کی۔
ابن عباسؓ سے روایت طویل مین ہے کہ ظاہری سجدہ پر اوتعالے نے عذاب دور کیا حالانکہ ظاہر مین کہتے تھے کہ ہم نے فرمانبرداری قبول
کی اور دل مین عصیان تھا۔ قال المترجم یہ مراد نہین ہے کہ اسوقت عصیان کا قصد دل مین حاضر تھا بلکہ مارے خوف کے
اسوقت تو عذاب ارفع ہونے اور جان لینے کے سوا کے سب بھولے ہوئے تھے ولیکن دل مین عصیان رگ و ریشہ مین بھر گیا تھا۔ کما
قولہ قالوا سمعنا وعصینا واشربوا فی قلوبہم العجل الآیۃ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ ایمان کا قلب مین داخل ہونا محض فضل الٰہی ہے اور وہی
سینہ کشادہ ہونے کی حالت ہے لہذا محققین مشائخ نے دعائے اللّٰہم اجعلنی مومنا۔ کو مکروہ نہین جانا بلکہ بہت مستحسن ہے اور اگر تو اس
مقام مین غور کرے تو بہت لطائف ہین اور ارتباط عدم تعمیل عہد و میثاق باوجود اس اقرار کے واضح ہے اور ما بعد مین ستر ازلی عموماً

بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ

اور جب نکالی تیرے رب نے آدم کے بیٹوں کی پیٹھ مین سے اُنکی اولاد اور اقرار کروایا اُنسے انکی جان پر کیا مین نہین ہون رب تمھارا

قَالُوْا بَلٰي ڔ شَهِدْنَا ڔ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ

بولے البتہ ہم قائل ہین کبھی کہو قیامت کے دن ہمکو اسکی خبر نہ تھی یا کہو کہ شرک تو نکالا

اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

ہمارے باپ دادون نے پہلے اور ہم ہوے اولاد انکے پیچھے تو ہمکو کیون ہلاک کرتا ہے ایک کام پر کہ کیا ہے خطا والون نے اور یون ہم کھولتے ہین

الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝

باتین اور شاید وہ لوگ پھر آدین

مترجم کہتا ہے کہ آیت کی تفسیر مین علما کے دو طریق ہین اور اہل تاویل مین کلام طویل ہے اور بعض مفسرین سے خلط ملط واقع ہو کر تفسیر مین اشکال واقع ہوا لہذا قبل تفسیر کے بہتر معلوم ہوا کہ جو کلام درمیان تفسیر مین موجب انتشار ذہن ہے اسکو پہلے ہی تمہید کر دون پھر تفسیر کے ہر دو طریق مین کلام کرون پس واضح ہو کہ علما اہلسنت وائمہ اہل حق کے درمیان ماسوائے بعض متکلمین شاذ کے اسمین خلاف نہین کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ذریت کا اخراج واقع ہوا پس اگر اس آیت مین بنی آدم کی پشت سے اخراج ذریت مراد ہوا اور خود آدم علیہ السلام سے مراد نہو تاہم دوسرے مقام پر اخراج از پشت آدمؑ ثابت ہے اور دیگر احادیث صحاح مین یہ مصرح وارد ہے اور بعض مین ان ذریات کے جنتی و دوزخی دونون فریق کے تمیز کے ساتھ سب کا اس بات پر گواہی دینا کہ اللہ تعالےٰ انکا رب ہے مروی ہوا و تلخیصہ علی ما اوردہ الشیخ الحافظ۔ حضرت انس بن مالکؓ سے آنحضرت صلعم سے روایت ہے کہ قیامت کے روز دوزخی آدمی سے کہا جائیگا کہ بھلا تو بتلا کہ اگر تیری ملک مین سب وہ ہو جو روے زمین پر ہے تو اسکو عذاب دوزخ سے رہائی مین دیگا۔ وہ کہیگا کہ ہان پس اللہ تعالےٰ بزبان ملائکہ فرماویگا کہ مین نے پشت آدم مین تجھسے اس سے بہت آسان بات چاہی تھی کہ تو مجھسے شرک مت کر مگر سوائے شرک کرنے کے کچھ نہ مانا۔ رواہ البخاری ومسلم وعن ابن عباس عن النبی صلعم۔ اللہ تعالےٰ نے پشت آدمؑ سے وادی نعمان مین عرفہ کے روز میثاق لیا پس اسکی پشت سے تمام سب ذریات کو نکال کر اسکے سامنے رکھا پھر ان ذریات سے کلام فرمایا۔ آنحضرت صلعم نے یہ آیت پڑھی۔ الست بربکم قالوا بلیٰ تا قولہ مبطلون۔ رواہ احمد والنسائی وابن جریر وابن ابی حاتم لیکن ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ پر موقوف روایت کی ورواہ الحاکم مرفوعاً و موقوفاً اور اکثر طرق مین موقوف ہے اور یہی اثبت ہے اور یہی عوفی وضحاک نے موقوفاً روایت کی اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ طرق تقویت کرتے ہین کہ روایت موقوف بر ابن عباسؓ ہے وقال المترجم یہ موقوف بھی بر انند مرفوع ہے کیونکہ اصول مین ثابت ہوا کہ قول صحابی و ثقہ تابعی جسمین قیاس کو مجال نہین وہ بمثل مرفوع ہے اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے اس آیت مین روایت ہے کہ آدم کی پشت سے ذریات نکالین جیسے سر مین سے کنگھی نکالتے ہین پس اُنسے فرمایا کہ الست بربکم قالوا بلیٰ۔ پس ملائکہ نے کہا شہدنا ان یقولوا یوم القیامۃ انا کنا الآیہ۔ رواہ ابن جریر باسناد لا باس بہ ولہ طرق یقوی۔ اور مسلم بن یسار الجہنیؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ سے یہ آیت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ رسول اللہ صلعم سے دریافت کیگئی تھی اور مین سنتا تھا پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا پھر داہنی دست قدرت سے اسکی پیٹھ پر مسح فرمایا پس اس سے کچھ ذریات نکالین اور فرمایا کہ انکو مین نے جنت کے واسطے پیدا کیا اور جنتیون کے کام کرینگے پھر اسکی پیٹھ پر مسح کیا اور ذریات نکالین اور فرمایا کہ انکو

مین نے دوزخ کے واسطے پیدا کیا اور دوزخیون کے کام کرینگے پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر آدمیون کے کام کس بات مین ہین تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے جب کوئی بندہ جنت کے واسطے پیدا کیا تو اس سے اہل جنت کے کام لیے یہان تک کہ وہ اہل جنت کے اعمال مین سے ایک عمل پر مرتا ہے پس اسکو جنت مین داخل فرماتا ہے اور جس بندے کو دوزخ کے واسطے پیدا کیا تو اسکو دوزخیون کے کام مین استعمال کیا یہان تک کہ وہ دوزخیون کے کامون مین سے کسی کام پر مرتا ہے پس اسکو دوزخ مین داخل فرماتا ہے۔ رواہ مالک فی الموطا واحمد فی المسند وعبد بن حمید والبخاری فی تاریخہ وابوداؤد والنسائی وابن جریر وابن منذر وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ وابوالشیخ والحاکم وابن مردویہ والبیہقی ورواہ الترمذی وقال حدیث حسن ومسلم بن یسار لم یسمع من عمر وکذا قال ابوحاتم الرازی وابوزرعہ۔ وقال ابوحاتم فیہ مسلم بن یسار عن نعیم بن ربیعۃ عن عمر بن الخطاب۔ وکذا رواہ ابوداؤد فی سننہ من طریق عمر بن جعثم القرشی وقال الدارقطنی قد تابع عمر بن جعثم ابو فروۃ الرہاوی وقولہا اولی بالصواب من قول مالک واللہ اعلم۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جب اللہ عزوجل نے آدمؑ کو پیدا کیا تو اسکی پیٹھ کو مسح فرمایا پس اسکی پشت سے تمام ذریات جنکو اللہ تعالے قیامت تک پیدا کرنیوالا ہے گر پڑی الی آخر الحدیث اور اسمین آدم علیہ السلام کا داؤد علیہ السلام کو اپنی عمر ہزار سال سے چالیس برس دینا اور پھر بروقت نوسو ساٹھ ۹۶۰ برس گذرنے کی عبادت آلہی وترک ثواب پر نظر کرکے اپنے ہبہ سے رجوع کرنا جو انکی اولاد مین جاری ہوگیا ہے مذکور ہے رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح وکذا صححہ الحاکم علی شرط مسلم وابن ابی حاتم اور اس مین ہے کہ آدم علیہ السلام نے انمین جذامی وکوڑھی سپید داغ والے واندھے وطرح طرح کی بیماریون والے بھی دیکھے تو آدمؑ نے عرض کیا کہ پروردگار ایسے کیون کیے گیے فرمایا کہ اسلیے تاکہ میری نعمت کا شکر کیا جاوے۔ عرض کیا کہ یہ کون ہین جنکو مین اور لوگون سے زیادہ ظاہر نور والا دیکھتا ہون فرمایا کہ تیری اولاد مین سے انبیاء ہین۔ و فی الباب عن ہشام بن حکیم وابی امامۃ وجماعۃ من الصحابۃ والتابعین فیما رواہ ابن جریر وابن مردویہ وغیرہما من ائمۃ الحدیث۔ اور مقبلیؒ نے ابحاث مسددہ مین کہا کہ اس بارہ مین کثرت سے روایات اسقدر ہین کہ اگر کوئی شخص دعوی کرے کہ بتواتر معنوی یہ امر باخبار نبوت ثابت ہے تو کچھ بعید نہین ہے اور لوگون نے کیفیت استخراج مین اختلاف کیا ایسے اقوال سے کہ انکا سننا نہین اور حق یہ ہے کہ ہم کو فقط یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالے نے ذریات آدمؑ کو انکی پشت سے اخراج کیا جیسا کہ صحیح طور سے ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قدرت آلہی عزوجل بہت اعلی واجل ہے اسمین کوئی استحالہ نہین ہے پس جو بات ممکن وتحت قدرت ہے جب وہ باخبار رسالت ثابت ہوئی تو ایمان والون پر اسکا ماننا فرض ہے اور انکار کفر ہے۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ ذریات کو زندہ نکالا کیونکہ ذریت تو زندہ کو کہتے ہین اور یہان انکو ذریت فرمایا ہے۔ پھر کلبیؒ نے کہا کہ آدم علیہ السلام کے جنت مین داخل ہونے سے پہلے مکہ وطائف کے درمیان ہوا اور بعض نے کہا کہ جنت سے نازل ہونے کے بعد ہوا۔ اور بعض سلف سے مروی ہے کہ جنت مین ہوا اور ان سب مین احتمال ہے اور خبر واحد کے مانند بھی گمان غالب نہین ہوسکتا سوائے روایت احمد ونسائی وابن جریر وحاکم وابن مردویہ وبیہقی کے جو ابن عباسؓ سے ہے کہ اللہ تعالے نے ذریات پشت آدمؑ سے میثاق لیا بروز عرفہ در نعمانؑ پس جملہ ذریات کو انکی پشت سے نکالکر مانند چیونٹیون کے اُنکے سامنے چھڑکایا الحدیث اور ابوالشیخ وعبد بن حمید وطبرانی نے ابوامامہؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لما خلق اللہ الخلق وقضی القضیۃ واخذ میثاق النبیین وکان عرشہ علی الماء فاخذ اہل الیمین بیمینہ واخذ اہل الشمال بیدہ الاُخری وکلتا یدی الرحمن یمین فقال یا اصحاب الیمین فاستجابوا لہ وقالوا لبیک ربنا وسعدیک قال الست بربکم قالوا بلی الحدیث اور صحیحین کی حدیث انسؓ مین مرفوعاً اخراج ذریت آدم از پشت در عالم الذر

وانسے عہد ومیثاق لینا مروی ہے وروایات از صحابہ وتابعین بکثرت ہین جو بتواتر معنوی پہونچی ہین اور اسمین کوئی تخصیص منقول نہین کہ
یہ ذریات بصورت آدمی تھین یا نہین اور چیونٹیون سے تشبیہ محتمل ہے کہ صغر مین ہو لیکن کما لین مین زبان سے ذریات کا اقرار کرنا مذہب
جمہور سلف وخلف بیان کیا اور یہ مستدعی نہین کہ زبان بمعنے معروف مراد ہو بلکہ نطق مراد ہے کیونکہ سننا وجواب دینا محل زندہ کو چاہتا ہے
کچھ انسان بصورت معلوم ہونے کو مستدعی نہین اور اظہر یہی ہے کہ ازل مین یہ عہد ومیثاق واقع ہوا اور وادی نعمان سے عالم ازل
کے موافق محل خاص مراد ہے کیونکہ یہ بعد کو حادث ہوا پس اسکی کیفیت ومقام وغیرہ ہمارے عقول سے باہر ومجہول ہے۔ پھر جب ان
ذریات کو انکی پشت مین واپس کر دیا تو ارواح کو مقبوض کر لیا اور یہی ظاہر ہے اور رہا یہ کہ ارواح کہان گئین تو اسمین بھی عقل کو مجال نہین
ہے اور شیخ عارف شعرانیؒ نے قواعد کشفیہ مین لکھا کہ نوشتۂ عہد ومیثاق باطن حجر اسود مین ودیعت ہے ولیکن اس کشف پر قطع نہین ہو سکتا
اور اسمین خوض نہ کرنا اولی ہے اور یہان دقائق وغوامض ہین کہ بہدایت الٓہی عزوجل اُن تک فی الجملہ رسائی ہے بس محصل نظر اس مقام پر
یہ ہے کہ پشت آدمؑ سے اللہ تعالےٰ نے ذریات کو نکالکر انکو اپنی وحدانیت وربوبیت کا مقر کیا اور کیفیت ووقت ودیگر اوہام کو یہان گنجایش
نہین کیونکہ جسقدر ہم کو بتلایا گیا وہ امر ممکن داخل قدرت الٓہیہ ہے پس اسپر بدون تاویل ایمان لانا اہل تحقیق واہل عقل کی شان
ہے اور جو نہین بتلایا گیا وہ ہماری عقل سے باہر اور بلا ضرورت ہے فافہم۔ جب یہ امر تمہید کر دیا گیا تو اب ہم کہتے ہین کہ اس آیت کریمہ کی
تفسیر مین علماء سلف وخلف کے دو قول ہین۔ بعد ازانکہ سب کا اتفاق ہے کہ اخراج ذریت از پشت آدم علیہ السلام بروجہ مذکورہ بالا
واقع ہوا ہے اس مین کسی کو خلاف نہین بلکہ دو قول اس مین ہین کہ اس آیت کریمہ سے یہی اخذ واخراج مراد ہے بر سبیل تحقیق یا یہ
اخراج بر سبیل تمثیل ہے۔ ابن الانباریؒ وغیرہ نے لکھا کہ اکابر اہل علم وعلماء سنت واکثر سلف وخلف کے نزدیک بر سبیل حقیقی واقعہ مراد ہے
جو اوپر مذکور ہوا اور کمالین وغیرہ مین بھی یون ہی ذکر کیا ہے اور بعض سلف وخلف کے نزدیک آیت بر سبیل تمثیل ہے ومجاز مراد ہے اور زمخشریؒ نے
بسبب مرض اعتزال کے اسی پر قطع کیا اور اول سے منحرف ہوا لیکن ائمہ مفسرین اہل سنت نے باوجود جواز اول کے ثانی کیطرف میلان کیا
مانند شیخ ابن کثیرؒ وبیضاوی ونسفی ورازی وغیرہ کے اور یہی قول شیخ ابو منصور ماتریدی وزجاجؒ کا ہے وسیاق الکلام علی ہذا الوجہ
ایضًا۔ اور فرق ان دونون قولون مین حقیقت ومجاز کا ظاہر ہے تاہم زیادہ تفہیم وتسہیل کے واسطے بعض وجوہ فرق کو پہلے بیان کر دون تاکہ بعض مفسرین
کیطرح خلط ملط سے خبط نہو جاوے پس واضح ہو کہ قول اول آنکہ آیت بر سبیل تحقیق ہے وقول دوم آنکہ از باب تمثیل ہے نہ تحقیق پس آیت مین اخذ
از ظہر بنی آدمؑ دراصل اخذ از ظہر آدمؑ ہے کیونکہ پشت آدمؑ سے اخراج ہوا تو اسکو لازم ہے کہ اولاد آدمؑ مین سے ہر ایک کی پشت سے اسکے اولاد کا
اخراج ہو پس لازم کے ذکر پر اکتفا کرکے ملزوم کا ذکر نہ کیا۔ وعلی القول الثانی اخراج درحقیقت از اولاد آدمؑ ہے۔ دوم آنکہ اخذ مذکور علی القول
الاول اجسام پیدا ہونے سے پہلے ہے اور صحاح وسنن ومسانید مین ثابت ہے کہ ارواح ان ذریات کی ازل مین جنود مجندہ تھین پس جن مین
وہان باہم الفت تھی انمین یہان دنیا مین پیدا ہو کر اُلفت ہے اور جن مین وہان نا اتفاقی تھی انمین یہان پھوٹ ہے اور نیز اللہ تعالےٰ نے
خلق کو تاریکی مین پیدا کیا اور انپر اپنے نور سے چھڑکا پس جسکو نور نصیب ہوا وہ مومن موحد ہوا اور جو بےنصیب رہا وہ دنیا مین کافر ہے۔ وعلی
القول الثانی اخراج مذکور اجسام کے ساتھ ہے۔ مقام اخذ واخراج علی الاول مقام ازل یا وادی نعمان وغیرہ ہے۔ وعلی الثانی روے زمین
کے مقامات مین سے جہان کہین جس سے جس زمانہ مین پشتہا پشت سے لوگ پیدا ہوتے جاتے ہین۔ حاصل آنکہ قول دوم پر بنی آدم کی پشتہا سے
ذریات نکالکر انکو وحدانیت کا مقر کرنا یہی انکا دنیا مین پیدا کر دینا اور انکو عدم سے موجود کرنا جو حضرت خالق عزوجل کے لیے اقرار خدائی ہے جب یہ

تنبیہ ہوچکی اور یاد ہوگیا تو مترجم پہلے جمہور کے قول اول پر تفسیر کو جسکو شیخ مفسرؒ نے اختیار کیا ہے لاتا ہے پس سنو کہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ اے واذکر حین اخذ ربک۔ اور یاد دلاوے اے محمد صلعم وقتیکہ لیا تیرے پروردگار نے۔ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ اولاد آدم سے انکے پیٹھون سے انکی ذریات کو۔ یعنے آدمؑ کی پشت سے اُنکی بعض ذریت نکالین پھر ان ذریات سے اور ذریات نکالین جسطرح کہ قیامت تک ترتیب وار پیدا ہونا مقدر فرمایا تھا پس درحقیقت اول حضرت آدمؑ سے نکلنا شروع ہوا اور یہ ذریات مانند چیونٹیون کے سفید وسیاہ تھین اور یہ وادی نعمان مین جو قریب عرفات کے ہے واقع ہوا مترجم کہتا ہے کہ مستند اس قول کا اوپر مذکور ہوچکا یا ذکر نا چاہیے۔ اور بجاے اخرج کے اخذ مین اشارہ ہے کہ یہ نکالنا اس وجہ پر نہ تھا جو بطریق توالد وتناسل دنیا مین وجود ہوتا ہے بلکہ ازلی اخراج تھا اور ربک مین خطاب آنحضرت صلعم کو بطریق تشریف ہے۔ اور مِنْ ظُهُوْرِهِمْ بدل ہے من بنی آدمؑ سے باعادہ حرف جارہ پس زمخشری وبیضاوی وغیرہ نے کہا کہ بدل البعض ہے یعنے بنی آدم کے تمام جسم سے نہین بلکہ بعض یعنے پیٹھون سے نکالا اور کمالین مین کہا کہ یہی ظاہر ہے اور مفسرؒ نے کہا کہ بدل الاشتمال ہے اور کمالین مین کہا کہ ظاہر مراد اس سے بدل البعض ہے چنانچہ کبھی ایسا اطلاق آتا ہے جیسا کہ شرح کافیہ رضی کیطرف رجوع کرنے سے کھلتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ ازل مین ان ذریات کے پیٹھ وپیٹ وغیرہ اعضا نہ تھے کیونکہ یہ اخراج قبل اجسام کے ہین پس بعض انہین سے بعض کو مشمول تھے جیسے قولہ تعالے قلنا اہبطوا منہا جمیعا مین صیغہ جمع سے آدم وحوا علیہما السلام کے خطاب مین کہا کہ اہبطوا انتما مع ما اشتملتما من ذریتکما۔ یعنے تم دونون مع اپنی ذریات مشتملہ کے سب کے سب ہبوط کرو۔ اور علی ہذا یہ جو کہا گیا کہ ظہورہم دلالت کرتا ہے کہ اخراج ازلی مراد نہین بسبب اسکے کہ اسمین جسم وپیٹھ وغیرہ نہ تھے اب وارد نہین ہوتا کیونکہ مراد اخراج انکے مشتملات کا ہے اور پیٹھ کا ذکر برعایت اولاد وذریت ہے فتامل۔ پھر مفسرؒ وغیرہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے ان ذریات کو اخراج کرکے انمین عقل کو مرکب کیا اور انکے واسطے اپنی ربوبیت کے دلائل قائم کیے جس سے اُنھون نے اللہ تعالے کو وحدہ لاشریک لہ اپنا رب ومعبود جان لیا لہذا فرمایا۔ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ۔ اور اُنکو گواہ کردیا اُنکی جانون پر چنانچہ فرمایا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا نہین ہون مین تمھارا پروردگار۔ قَالُوْا بَلٰي بولے کہ کیون نہین یعنے تو بیشک ہمارا پروردگار ہے بعض مفسرین نے کہا کہ دونون فریق جنتی ودوزخی مین سے اول نے بطوع ورغبت کہا اور دوم نے بکراہت وتعنت کہا اور یہی معنے ہین قولہ ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعا وکرہا الآیۃ کے بلے کلمہ ہے کہ اس سے اثبات نفی سابق ہوتی ہے بخلاف کلمہ نعم کے کہ وہ اثبات کلام سابق ہے چنانچہ اگر کہا جاوے کہ الیس زید بقائم۔ کیا زید کھڑا نہین ہے اور جواب مین کہا جاوے کہ نعم تو معنے یہ ہین کہ ہان نہین کھڑا ہے اور اگر کہا جاوے کہ بلے تو معنے یہ کہ کیون نہین ضرور کھڑا ہے اور اسکی تحقیق کے واسطے دوسرا مقام ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انھون نے کیونکر سنا وجواب دیا تو کہا جائیگا کہ کان وزبان ہونا کچھ ضروری نہین بلکہ قدرت آلہی سے کان سنتے وزبان بولتی ہے ایسے ہی اعضا رقیامت مین بولینگے اور جیسے قولہ تعالے یاجبال اوبی معہ والطیر مین پہاڑ کو یہ قوت دیدی۔ وسخرنا معہ الجبال یسبحن والطیر الآیۃ مین صریح ہے اور اونٹ نے آنحضرت کو خود بخود سجدہ کیا۔ اور قولہ اذ قالت نملۃ یا ایہا النمل ادخلوا مساکنکم الآیۃ مین فہم وگویائی چیونٹیون کی منصوص ہے اور جو شخص یہان وہم کرے وہ عجیب جاہل ہے کہ حضرت او تعالے کی قدرتین ظاہر باہر ہین پھر اسکو ان باتون مین کیسے وہم ہوا حالانکہ خود ایک نجس نطفہ اس شان کو پہونچا ہوا بیٹھا ہے کہ ابھا شیطان کی پیروی مین وہم وشک کر رہا ہے نعوذ باللہ من العمی والضلال۔ بالجملہ ذریات کو انکی قدرت کاملہ سے عارف کیا کہ قالوا بلٰی۔ شَهِدْنَا۔ بولے کہ کیون نہین بیشک تو ہمارا پروردگار ہے ہم اسپر شاہد ہوے۔ یہ سب تحقیقی طور پر ہوا اور بعض متکلمین نے جو کہا کہ مجازا ہے تو اس کی کچھ ضرورت نہین مگر آنکہ آیت از قبیل تمثیل قرار دیجاوے اگرچہ حقیقت مین ہوسکتا ہے جیسا کہ نصوص صحیحہ مین وارد ہے اور

اگر قائل بجاز نے امکان نہین سمجھا تو اسکا قول مردود ہے۔ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فعل بصیغہ خطاب قراءۃ ابو عمرو ہے اور بصیغہ غائب
باقیون کی قراءۃ ہے اور جملہ کو مفسرؒ نے اشہاد مقدر کی تعلیل قرار دیا ہے یا اشہدہم کا مفعول لہ باین طور کہ جملہ قول و مقولہ تفسیر اشہاد تھا بالجملہ
مفسرؒ نے کہا ہے والاشہاد لان لا تقولوا یوم القیامۃ۔ یعنے یہ اشہاد اور انکو اپنی جانون پر گواہ کر دینا اسواسطے ہوا کہ قیامت کے روز تم نہ کہو یا یہ لوگ
یعنے کفار یون نہ کہین کہ۔ اِنَّا کُنَّا عَنْ ھٰذَا غٰفِلِیْنَ ہم لوگ اس توحید سے غافل تھے پہچانتے نہ تھے۔ اور بعض نے کہا کہ تقدیر
کلام یہ ہے واشہدہم علی انفسہم بما ذکر کراہۃ ان تقولوا الخ۔ یعنے ان لوگون کو خود ان کے اوپر شاہد کر دیا بوجہ مذکور بسبب کراہت
اس بات کے کہ قیامت مین یہ لوگ کہین کہ ہم اس سے غافل تھے۔ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۔ یا یہ کہین کہ
ہمارے زمانۂ وجود کے پہلے سے ہمارے باپ دادون نے شرک کیا۔ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۔ اور ہم اُن کے بعد کی ذریت تھے
پس ہم نے بھی انکی اقتدار کی۔ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۔ کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے یعنے عذاب فرماتا ہے بوجہ ایسے فعل کے
جسکو مبطلین بیہودہ کردار نے ہمارے باپ دادون مین سے کر رکھا یعنے شرک کی بنیاد جما رکھی تھی۔ معنے یہ ہین کہ ذریات کے اپنے اوپر
توحید کے شاہد ہو جانے کے بعد انسے اسطرح حجت لانا ممکن نہو کہ ہم توحید سے غافل رہے یا ہمارے باپ دادون نے شرک کی بنیاد
مضبوط کر رکھی تھی اور ہم اُنکے پیچھے ہوئے تو ہم نے اُن کی اقتدار کی۔ شیخ ابو حیانؒ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر کافرون و مشرکون سے بروجہ حیان
مذکور عہد نہ لیا جاتا اور نہ اُنکے پاس ایسا رسول آتا جو اُنکو عہد یاد دلاتا کہ اللہ تعالے کی توحید و اخلاص عبادت پر دلیل عیانی و قطعی
شاہد ہو چکی ہو تو کافرون کے واسطے دو حجتین ہوتین ایک یہ کہ ہم غافل تھے اور دوم یہ کہ ہم اپنے اسلاف کے تابع تھے پھر عذاب ہمپر کیونکر
ہے حالانکہ گناہ اسکا ہے جسنے ہمارے لیے یہ راہ نکالی اور گمراہ کیا پس اس آیت مین کافرون کا عذر بے بنیاد بھی قطع کر دیا۔ حاشیہ جمل رح
مین ہے کہ اگر کہا جاوے کہ ایسا میثاق واقع ہوا تو ہمکو یاد کیون نہین اور جواب دیا کہ وہ بنیاد اول بسبب انقضاے زمانہ کثیر و کثرت
انتقالات از اصلاب و ارحام متعدد و نظورات کے فراموش ہوا اور علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ مین اپنے پروردگار
کے عہد کو یاد رکھتا ہون اور شیخ سہل بن عبد اللہ تستری سے بھی ایسا ہی منقول ہے انتہی کلامہ اور شیخ نظام الدین سلطان اولیا رح
سے بھی بمانند اسکے مروی ہے خطیبؒ نے ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ یہ میثاق کیونکر حجت ہوگا حالانکہ جب پشت آدمؑ سے نکالے گئے تو انمین عقل
مرکب کی گئی پھر جب انکی پشت مین اعادہ کیے گئے تو یہ ترکیب باطل ہوئی پھر جب پیدا ہوئے تو اسکو بھولے ہوئے پیدا ہوے اور جواب
اسکا یہ ہے کہ بعد پیدائش کے عقل کا اعادہ ہوا اور پھر مرکب کی گئی اور صاحب معجزہ یعنے رسول برحق کی زبان سے اسکو یاد دلایا گیا پس
یہ امر بجاے یاد نفس کے ہوا لہذا انپر حجت قائم ہوئی کہ برحق رسولون نے انکو یاد دلایا پس جسنے نہ مانا وہ عہد ازل توڑنے والا ہوا اور صاحب معجزہ
کے یاد دلانے کے بعد جسکی خبر صادق بدرجہ کمال ہے انکا عذر فراموشی قبول نہوگا اور حجت ساقط نہوگی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس
جواب مین تامل ہے اسواسطے کہ مشرک و کافر وغیرہ تو رسول کو جھوٹا جانتے ہین خواہ یہ بات ہو یا اور کوئی بات ہو حالانکہ یہ امر انپر حجت
مستقل قرار دیا گیا ہے اور رسول برحق کے یاد دلانے سے انکو وہ عہد یاد نہین آتا ہان تصدیق کرنا تو از قبیل ایمان ہے لہذا اولی و اظہر یہ
ہے کہ اس آیت مین تمثیل مراد ہے اور اشہاد مذکور سے انکا فطرت توحید پر پیدا ہونا مراد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی قول دوم اس آیت کی
تفسیر مین ہے اور اس قول پر تفسیر اسطرح ہے کہ قولہ تعالے واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم الآیۃ۔ یعنی اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ
او تعالے نے بنی آدمؑ کی پشتون سے انکی ذریات کو اس حال پر نکالا کہ وے اپنے اوپر اس امر کے شاہد تھے کہ اللہ تعالے انکا رب و خالق و مالک ہے

وہی معبود وحدہ لاشریک ہے کیونکہ ہر بندہ اصل فطرت پر پیدا ہوتا ہے جسپر وہ مجبول ہے کما قال تعالے فطرۃ اللہ التی فطر الناس
علیہا الآیۃ صحیحین مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہر مولود پیدا ہوتا ہے فطرت پر۔ وفی روایۃ۔ اسی ملت پر۔ پھر
اسکے والدین اسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر ڈالتے ہین الحدیث۔ وعن عیاض بن حمار المجاشعی عن النبی صلعم اللہ تعالے فرماتا ہے کہ
مین نے اپنے بندون کو حنیف [یعنے بری از شرک کنندہ] یعنے مائل بحق وملت حنیفیہ اسلام پر پیدا کیا پھر شیطان نے آکر اُنکو اُنکے دین سے مکر مین ڈالا اور جو مین نے اُنپر
حلال کیا تھا اسکو انپر حرام کیا الحدیث رواہ مسلم۔ وعن الاسود بن سریع من بنی سعدؓ مین نے حضرت صلعم کے ساتھ چار جہاد کیے پس کافر
لڑنے والون کو قتل کرکے مسلمانون نے ذریات یعنے اولاد کو قتل کرنا شروع کیا پس آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی تو آپ کو سخت شدید ناگوار گزرا
اور فرمایا کہ بعض قومون کا کیا حال ہے کہ بچون پر دست درازی کرتے ہین پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا یہ مشرکین کی اولاد نہین
ہین تو فرمایا کہ تم مین سے جو لوگ بہت صالح مومنین ہین وہ بھی تو مشرکون کی اولاد ہین۔ خبردار رہو کہ کوئی آدمی نہین پیدا ہوتا مگر فطرت ہی پر
یعنے دین واعتقاد توحید پر سلیم القلب پیدا ہوتا ہے اور برابر اسی حال پر رہتا ہے یہان تک کہ اسکی زبان کھُلی پھر اسکے والدین اس کو
یہودی یا نصرانی وغیرہ کے دین واعتقاد کو کہلاتے ہین حسن بن ابی الحسنؒ راوی نے کہا کہ واللہ حضرت حق عزوجل نے اپنی کتاب
مین فرمایا واذ اخذ ربک من بنی آدم الآیۃ رواہ ابن جریر واحمد والنسائی [یعنے حسن بصری] پس معنے آیت کے یہ ہین۔ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم
ذریتہم۔ اور بیان کردے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم جبکہ پیدا کیا تیرے پروردگار نے اولاد آدمؑ کی پشتون سے انکے ذریات یعنے اُن کی نسلین
پشت در پشت نکالین ایک قرن کے بعد دوسرا قرن جسطرح کہ دنیا مین وجود ہوتا ہے۔ واشہدہم علی انفسہم۔ اور شاہد کیا اُنکو اُنکی جانون پر
یعنے اپنے پیدا کرنے سے انکو دلیل دی کہ وتعالے ہی انکا خالق ہے پس یہ دلالت قائم مقام اشہاد کی ہوئی بطریق تمثیل کما فی قولہ فقال لہا
وللارض ائتیا طوعًا اوکرہًا قالتا اتینا طائعین الآیۃ وقال البیضاویؒ انکے پیش نظر اپنی ربوبیت کے دلائل قائم کیے اور انکے عقول مین ایسے
صنع کی ترکیب دی جو اُنکو اس اقرار کی طرف داعی ہوئی اور بمنزلہ ایسے شخص کے ہو گئے کہ اس سے کہا گیا۔ الست بربکم قالوا بلی شہدنا۔ کیا مین
تمھارا پروردگار خالق نہین ہون بولے کہ کیون نہین تو ہمارا پروردگار ہے ہم شاہد ہوئے پس اُنکے اس امر کے علم پر تمکین وتمکن کو بمنزلہ اشہاد
واعتراف کے قرار دیا بطریق تمثیل کے چنانچہ انکا جواب وشاہد ہونا اس امر پر دلالت کرتا ہے مع قولہ ان تقولوا یوم القیامۃ انا کنا عن ہذا
غافلین۔ یعنے غافل تھے ہمکو کسی دلیل پر تنبیہ نہین ہوئی۔ او تقولوا انما اشرک آباؤنا وکنا ذریۃ من بعدہم افتہلکنا بما فعل المبطلون۔ یعنے ہم
انکے بعد انکی ذریت ہوئے پس ہم نے انکی اقتدا کرلی کیونکہ شرک ہی کی بنیاد انھون نے جمائی تھی پس ہم معذور ہین۔ قال البیضاوی وجہ
رد یہ ہے کہ انکی اقتدا کرنا اور تقلید کر لینا عذر نہین ہو سکتا اسلیے کہ تقلید کرنا بروقت دلیل قائم ہونے کے اور علم بدلیل پر قدرت حاصل ہونے
کے باطل ہے پس انپر حجت قائم ہو گئی کہ کیون انھون نے نظر کو ترک کرکے باپ دادون کی تقلید پر شرک کیا پس اس تفسیر پر اخراج بمعنے ایجاد ہے اور
یہ بنی آدمؑ کی پشتون سے بھی قرن بعد قرن ہے اور اشہاد بر سبیل تمثیل ہے اور شرک آبا ر در زمانہ سابق ذریات کی تقلید در مابعد اپنے معنے مین
مربوط ہے اور ازل مین جو اخراج ذریات ہے وہ از آدم ہے نہ از بنی آدم جیسا کہ مذکور ہوا اور حافظؒ نے تفسیر مین کہا کہ احادیث اخراج ذریات
از آدمؑ مین اللہ تعالے کے رب ہونے کا اشہاد فقط دو روایتون مین ہے ایک تو روایت ابن عباسؓ جسمین مقام نعمان مین اخراج مذکور ہے
اور دوم روایت عبداللہ بن عمروؓ اور ہم بیان کر چکے کہ یہ دونون روایات موقوفہ ہین مرفوع نہین ہین اور آیت مین اشہاد مذکور ہے پس
سلف وخلف مین سے علماء نے کہا کہ مراد اس اشہاد سے انکا توحید پر مفطور ہونا ہے جیسا کہ حدیث ابوہریرہؓ وعیاض بن حمارؓ مین مذکور ہوا اور

حسن بصریؒ نے آیت کریمہ کی اسی پر تفسیر کی اسیواسطے اوتعالے نے فرمایا کہ من بنی آدمؑ من ظہورہم۔ اور من آدم من ظہرہ نہین فرمایا۔ یعنے اولاد آدمؑ سے اُنکی نسل ہر زمانہ مین یکے بعد دیگرے پیدا فرمائی کما فی قولہ وہو الذی جعلکم خلائف فی الارض۔ اور قولہ یجعلکم خلفاء الارض اور قولہ کما انشاکم من ذریۃ قوم آخرین۔ پھر فرمایا واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی۔ یعنے ان ذریات کو ایجاد کیا درحالیکہ یہ شاہد تھین اس بات کی اور بطور حال وقال کے ایسا کہنے والی تھین۔ شہادت کبھی تو بقول ہوتی ہے۔ کما فی قولہ شہدنا علی انفسنا الآیۃ۔ اور کبھی شہادت بطریق حال ہوتی ہے کقولہ تعالے ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علی انفسہم بالکفر۔ یعنے انکا حال انپر اس امر کا شاہد ہے اور یہ معنے نہین کہ کافر اپنے اوپر کفر کے شاہد بقول تھے اور ایسے ہی قولہ تعالے وانہ علی ذلک لشہید۔ جیسے سوال مین ہوتا ہے کہ کبھی بقول ہوتا اور کبھی بطریق حال ہوتا ہے کما فی قولہ وآتاکم من کل ماسالتموہ الآیۃ۔ اور دلیل اس بات پر کہ مراد اس اشہاد سے شہادت بطریق حال ہے یہ ہے کہ کافرون ومشرکون کے کفر وشرک کرنے کے الزام پر یہ اشہاد بروز قیامت حجت کیا گیا ہے پس اگر اخراج ذریت از صلب آدمؑ کا اشہاد مراد ہو تو ہر شخص کو یاد ہونا چاہیئے تاکہ اسپر حجت ہوا اور اگر کہا جاوے کہ اخبار الرسول اسکے وجود مین کافی ہے تو جواب آنکہ منکرین تو رسول کے جملہ اقوال کے منکر ہین حالانکہ یہ اشہاد منکرون پر حجت مستقل قرار دیا گیا نہ حجت بر تقدیر تسلیم از رسول لہذا ثابت ہوا کہ اشہاد دوہ ایجاد فطرت بر توحید ہے۔ فافہم۔ پھر واضح ہو کہ علماء معانی کے نزدیک اغراق مقبول نہین تاوقتیکہ لفظ کاد واسکے مانند کسی سے مقترن نہو بدلیل شہادت ذوق سلیم وطبع مستقیم کے۔ اور آیت کریمہ سے ان لوگون کے قول کا رد ہوتا ہے۔ شہابؒ نے ریحانہ مین فرمایا کہ اغراق کے واسطے بمانند کاد وغیرہ ضروری ہونے کو اگرچہ علماء معانی نے تسلیم کیا مگر وہ محتاج ایضاح وبیان ہے کیونکہ جو اسپر وارد ہوتا ہے اسکا معارض ومکدر ہے جیسے یہی کلام الٰہی کیونکہ یہ اسی کے معنے مین بدون حرف کاد وغیرہ ہے اسلیے کہ پشت آدمؑ وبنی آدم سے ذریت کا اخراج قبل پیدائش وظہور کے اور مواثیق وعہود لینا از قسم مقتضی عجیب وتہیب ہے اور یہ بر سبیل تحقیق ہے نہ بر سبیل تخییل وتقدیر اور یہی حدیث صحیحین مین مذکور اور علماء حدیث کو معلوم ہے اور اسکے معنے وتفسیر مین انکے دو طریقے ہین۔ اول آنکہ آیت وحدیث از قبیل متشابہ ہے جسکی تاویل یعنے تحقیق الکیفیۃ وماکان الیہ اول امرہ مخصوص بعلم الٰہی ہے۔ اور علی ہذا اسمین کچھ اشکال نہین اور نہ بحث کو یہان مجال ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ سوائے کلام الٰہی عزوجل کے حدیث شریف مین بھی وارد ہے پس متشابہ کیونکر ہے جواب آنکہ متشابہ ہونا اور حدیث مین بزبان رسالت ونبوت بیان ہونا دونون مین منافات نہین ہے مانند عذاب قبر اور اہل جنت کا کھانا پینا وغیرہ از راہ کیفیت متشابہ ہین پس آنحضرت صلعم کو جو وحی خفی ہوئی وہ آپ نے بیان فرمائی جیسے وحی جلی کو تلاوت فرمایا پس اسمین جو مضمون جس راہ سے ہے متشابہ ہوگا فافہم ثم قال الشہابؒ اور طریقہ دوم آنکہ اسکے ایک معنے جلیل ہین جنپر اقوی برہان ودلیل قائم ہوئی پس بعض نے کہا کہ یہ کلام بطریق استعارہ وتمثیل ہے جس مین توحید باری تعالے وصحت احکام شرعیہ کو جو مرکوز لفطرت اصلیہ ہین انکے وضوح کو بمنزلہ خارج مین ظاہر ہونے کے قرار دیا اور انکے واقعی ظاہر ومسلم ہونے کو بمنزلہ اشہاد قوم کے قرار دیا پس اب کوئی وہم اسپر وارد نہین ہوتا قال المترجم وعلی ہذا قول امام ابوحنیفہؒ کہ اگر رسول وانبیاء علیہم السلام نہ بھیجے جاتے تو بھی کوئی بندہ توحید الٰہی خفی وپوشیدہ سمجھنے مین معذور نہ رکھا جاتا یہ قول یہین سے ماخوذ ہے فافہم واحفظہ ثم قال الشہابؒ اور ہم کہتے ہین کہ وہ امر جسمین مبالغہ واغراق واقع ہوا ہے دو حال سے خالی نہین یا تو بعد زمانہ بعید کے واقع ہوگا جیسے قیامت یا نہ واقع ہوگا اور دوم مین دو حال ہین یا تو محال متعذر الوقوع ہوگا جسکے نظائر متشابہ ہین یا نہین پس اول مین تو مبالغہ مقبول ہے بایں معنے کہ جسکا تحقق یقینی ہے اسکو بمنزلہ واقع کے قرار دیا اور ایسے ہی دوم بھی کیونکہ ممکن ہے کہ اس سے مجاز یا کنایہ مراد ہوا اور رہی قسم اخیر پس اسی مین گفتگو ہے اور اہل معانی کے نزدیک یہ قرار پایا کہ جب تک اس سے کوئی مسوغ مانند کاد

وغیرہ کے مفسرین نہو تب تک وہ مقبول نہین ہے پس بر تقدیر تسلیم بھی یہان کچھ مضر نہین کیونکہ آیت کریمہ اس قبیل ہی سے نہین ہے اسلیے کہ اسکی
اسناد اس پاک پروردگار وحدہ تعالے شانہ کی طرف ہے جسنے معدومات کو ارحام عدم سے ظاہر کیا پس ہم کو اسپر ایمان ہی واجب ہے اور خارج از
فہم بشری کا علم اوتعالے کی جناب مین سپرد کرنا فرض ہے وکفی ہذا الاحتمال فی نحو ہذا المجال وما بعد الھدی الا الضلال والسلام علی من اتبع الھدے
قال البیضاوی اور مقصود اس کلام کے ایراد سے اس مقام پر یہ ہے کہ الزام دیا جاوے انکو عہد و میثاق عام توڑنے کا بعد ازآنکہ انپر میثاق
خاص توڑنے کا الزام اوپر ہو چکا اور نیز انپر حجت لائی جاوے سمعی و عقلی دونون حجتون سے اور نیز منع کیا جاوے انکو تقلید مذموم سے اور آمادہ
کیا جاوے کہ قرآن مجید کی آیات بینات مین بقلب سلیم استدلال و نظر کرین ۔ کما قال تعالے ۔ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ
اور اسیطرح ہم تفصیل یعنے تبیین یعنے کھلا کھلا بیان فرماتے ہین آیات توحید کا تاکہ اس مین نظر و غور کرین اور شاید کہ یا بمعنے تاکہ وہ رجوع کرین یعنی
کفر سے اور عہد شکنی و شرک و تقلید آبا و اجداد سے پھرین اور راہ حق پر آوین ۔ اور علی ہذا یہ آیات بھی اس سورہ مکیہ سے مستثنیات مین ہین ۔ کما مر
فی اول السورۃ فتذکر ۔ فی العرائس قولہ تعالے واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم الآیۃ ۔ حق سبحانہ تعالے نے اُنمین سر تقدیر ازل سے
جو فی نفسہ اول الاول مین ہر قبل سے قبل بدون تغائر زمان و تواتر ملوان کے تھا اس سے آگاہ فرمایا ۔ اور یہ ارادہ سابقہ ازلیہ ذاتیہ
صفاتیہ احدیہ ہے کہ ہستی اسکی بوجود اسکے ایجاد کے بظہور وجود او تعالے عزوجل ہے پس متقاضی ہوا ارادہ از علم ۔ اور علم از قدرت اور
قدرت از جمیع صفات اور جمیع صفات از ذات بدون تفرقہ اور بغیر جمع کے بلکہ بوحدانیت ۔ پس اجابت فرمایا صفات نے ذات کا اور ذات نے
صفات کا بدون کسی حاجت کے اور بغیر وحشت اور بدون اُنس بحوادث کے بلکہ برائے وجود اہل عرفان ۔ پس دہور ازلی گذرے بدون زمانہ و
مکان کے بلکہ قدم مین قدم اور ازل مین ازل ہے ۔ حق تعالے نے علم قدیم سے خبر دی نہ وقت سے ۔ بھلا تو نہین دیکھتا کہ فرمایا وآذا خذ حالانکہ
اسکی درگاہ پاک مقدس مین صبح و شام کو دخل نہین اسلیے کہ یہ حوادث ہین پھر جب دہور اولیہ جو کہ دھر الدہار منزہ از مکان و زمانہ ہے پوری ہوئی
اور انکا پورا ہونا بوقت ایجاد ممکنات و کائنات و اظہار اہل عرفان ہے تو تجلی فرمائی انوار ذات نے واسطے انوار صفات کے اور انوار صفات نے
واسطے انوار ذات کے پھر ذات پاک منزہ مقدس نے ارادہ و محبت کے لیے تجلی فرمائی پھر ارادہ و محبت نے فعل خاص کے لیے تجلی فرمائی پھر
فعل خاص نے فعل عام کے لیے تجلی کی پھر فعل نے عدم کے واسطے تجلی کی اور مکمن غیب سے ارواح کو بنعت ایجاد نکالا اور انکو فعل عام
سے حیات دی اور نور فعل خاص سے لباس دیا پھر مشرب محبت و ارادت پر انکو حاضر کیا اور چشمہ محبت سے شربت زلال عشق پلایا اور
چشمہ ارادت سے آب مصفاے توحید نوش کرایا پس شربت محبت و عشق سے حالت سکر مین ہو کر معدن صنعت کی طرف بازوے توحید
در انوار صفات پرواز کی پھر انوار صفات کے بازو سے انوار ذات کی طرف پرواز کی پس دیدار قدم سے قدم مین فنا ہوے اور دیدار لقا سے
بقا مین رہے اور ہر ایک انمین سے موارد صفات مین سے ایک مورد کی طرف جھکا اور ہر ایک کو اپنی مناسب چشمہ پر سکون ہوا پس بعض تو
چشمہ عظمت پر ہین اور بعض بر چشمہ جلال اور بعض بر چشمہ جمال اور بعض بر چشمہ کبریا اور بعض بر چشمہ قدم اور بعض بر چشمہ بقا ۔ اور بعض بچشمہ بہار
اور بعض بر چشمہ حسن ۔ اور بعض بر قدس ۔ اور بعض بنور الانس ۔ و بعض بر سنا آن ۔ و بعض بنور الاسماء والنعوت ۔ و بعض بر چشمہ حیات ۔ اور
بعض بنور البصر ۔ اور بعض بنور السمع ۔ و بعض بنور الکلام ۔ اور بعض بنور الوجہ ۔ و بعض بنور القدرۃ ۔ و بعض بنور العلم ۔ و بعض بنور المشیۃ والارادۃ ۔
اور بعض انمین سے صفات خاصہ پر جو استواء علی العرش وغیرہ صفات ہین ۔ قال المترجم یہ نص صریح ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ کیطرف سے
کہ مذہب ان کا مذہب سلف رضی اللہ عنہم ہے کہ عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالے عزوجل کی صفت خاصہ ہے جسکا پر تو کسی مخلوق کو نہین

مانند علم و حلم وغیرہ کے فافہم۔ اور بعض بنور عطار اور بعض بنور لطف و بعض بر چشمہ قہر ہین۔ اور ان ارواح مین سے ہر ایک فریق کو اپنے مورد کی سبعیت و جبلت اور اسکے پینے کی قدرت حاصل ہے اور ہر ایک انہین سے اپنے ہی مورد کا مشتاق ہے اسی واسطے ان ارواح کے طبائع مختلف ہین مقامات و حالات و مکاشفات و مشاہدات ہر ایک کے جدا گانہ ہین پھر انہین سے جو ارواح کے فرقے کہ عیون متنوعہ الطاف پر ہین وہ معرفت مین ہین اور ہمیشہ اسی پر رہینگے اور جو ارواح کہ عیون قہریات پر ہین وہ ہمیشہ ضد معرفت یعنی نکرت پر رہینگے چنانچہ دنیا مین ان کی راہین ایمان اور شرک و کفر وغیرہ کی مختلف نہین دیکھتے ہو کہ کافر ابو جہل کو آنحضرت صلعم سے ہادی پاک سے ہدایت نہوئی اور تا دم مرگ اسکو اپنا مشرب قہر ہی پسند رہا پھر جب حق سبحانہ تعالے نے ان ارواح کی عبودیت کو چاہا جیسا کہ اسکے قدیم علم مین تھا تو انکو بشری صورت مین بر صفت امتحان و عبودیت وہان سے نکالا اور انکو لباس صلصلیہ پہنایا یعنے جیسے زنجیر کی کڑیان سلسلہ وار الگ و جڑی ہوئی ہوتی ہین اس لباس سے خارج فرمایا۔ کما قال تعالے واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم۔ ان سب کو اس حالت سے نکالا کہ سب کو وجود حق سبحانہ وتعالے ظاہر تھا پس سب کے سب اسکے نور ظہور و تجلی ذات و صفات سے اصل فطرت مین موحد خارج ہوئین پس انکا اخراج بتاثیر صفت و فعل ہوا پس اخذ الٰہی سبحانہ کی برکت فقط اہل معرفت کو پہونچی کیونکہ او تعالے سبحانہ کا انکو اخذ کرنا اخذ لطف و وصل ہے اور اہل نکرت کو اس اخذ کا قہر پہونچا کیونکہ انکے لیے اخذ قہر ہے پس جسکا خروج بلباس لطف ہوا اُسنے حق سبحانہ تعالے کو بشاہدۂ عیانی مشاہدہ پایا اور جس کا خروج بلباس قہر ہوا اُسنے قہر حق کو بلباس امتناع و حجاب مشاہدہ کیا اسی واسطے بعضے بطور دہریہ کے بالکل منکر ہوئے۔ قال المترجم حق سبحانہ تعالے فرماتا ہے واذا ذکرت ربک فی القرآن وحدہ ولوا علی ادبارھم نفورا۔ اور اہل قہر اوسمے تجلی قہری پاتے ہین حتی کہ اشرف مخلوق انسان ہو کر پتھرون و صلیب و سانپ و درختون وغیرہ کو معبود بناتے اور خود اسکا بندہ بنتے اور کس درجہ بر ذالت مین گرے چلے جاتے اور اسی کو محبوب رکھتے ہین اللھم اعوذ بک من القھر والضلال اللھم انت کما اثنیت علی نفسک اللھم اسالک ان تجعلنی عبد الک اللھم غفرانک سبحانک تبت الیک وانت ارحم الراحمین۔ قال الشیخ اور انکو اپنی جانون پر شاہد کیا تا کہ دیدار صرف سے تجلی التباسی مین ہو جاوین اور اگر انکو اپنی ذات پاک پر شاہد فرماتا تو قول الست بربکم خطاب سے انکو پہچنوانے کی ضرورت نہوتی۔ اول مین شاہد عذاب او سبحانہ تعالے تھے پھر غائب ہوئے پھر اُن کو اس حالت مین وہ موارد و مشارب حال اول کے جو عدم سے بنور قدم نکلنے کے وقت تھے بقول الست بربکم۔ یاد دلائے و پہچنوائے پس یہ خطاب برائے معرفت و اذن دیا دادن ہے دانشند بعضھم ؎ سقیا لعھدک الذی لولم یکن ٭ ما کان قلبی للصبابۃ معھدا ٭ یعنے اگر جام الست سے جرعہ پاک اسکے کرم سے نصیب نہوا ہوتا تو آج سلطان عشق کی منزل کے لیے یہ قلب ضعیف متعین نہوتا۔ اور ایسے ہی اشعار شیخ نے اور نقل فرمائے پھر لکھا کہ قبل خطاب کے غائب ہوئے پھر حلاوت خطاب سے چونک کر عہد قدیم یاد آیا۔ اور یہ خطاب پاک بندگان خاص کے لیے جو اہل لطف ہین خطاب عطوفت ہے اور اہل قہر کے لیے خطاب تعظم ہے۔ عارفین کو خطاب تعریف اے عطائے معرفت ہے اور جاہلون منکرون کو خطاب قہر و امتحان ہے پھر طوعاً و کرہاً سب نے وحدانیت کا اقرار کیا پس بطوع تو اہل عرفان ہین اور بکرہ اہل طغیان ہین پس اگر ظہور قدرت در اقرار خطاب نہوتا تو سب کے سب اعتراف کرکے بلے نہ کہتے بلکہ صرف اہل شہود و عرفان ہی خوشی خطاب سے پھولے نہ سماتے اور یہی رٹے جاتے پھر جب انکو یہ خطاب فرمایا تو اہل توحید اس فرحت مین ہین کہ ہم اس لائق کیے گئے کہ او سبحانہ تعالے نے اپنی پاک ذات کو ہمارا رب فرمایا اور ہم اسکے بندے ہوے فالحمد للہ رب العالمین ؎ چون او تو دگر خدا نداری ٭ او بہ ز تو صد ہزار دارد ٭ پس اس فرحت مین پھولے نہ سمائے اور بازوے توحید کے ساتھ ہوائے ہویت مین پرواز کر گئے۔ قال المترجم یعنے خود فنا ہو اور باصل بقا، باقی ہو گئے۔ قال الشیخ اور سے اہل قہر تو خوفناک دشت قہر

مین مبہوت وحیران ٹاپتے رہے پھر اللہ تعالے نے میثاق خطاب مین توثیق عظیم فرمائی کہ انھون نے کہا کہ شہدنا ہم شاہد ہوئے کیونکہ اب تو درگاہ وصل تک پہونچ گئے ہین۔ حضرت حق سبحانہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ میثاق مین اہل عرفان کے واسطے نقاب از وجہ سرمدیت کشادہ ہوئی یعنے ان بندون پر جو حجاب تھا وہ مرتفع فرمایا تھا تاکہ کوئی لمحہ اُسکو فراموش نہ کرین اگرچہ پردہ امتحان مین ہون کیونکہ عاشق کی شان یہی ہے کہ جملہ بلیات مین معشوق کے دیدار سے محجوب نہین ہوتا کیونکہ اسکے تمام وجود مین ساری ہے۔ ابوسعید خرازؒ نے اس آیت مین کہا کہ اہل معرفت کے واسطے اس آئینہ مین بسکون تجلی ہوئی پس وہ مطمئن ہوئے اور اہل کفر پر بعظمت تمام تجلی ہوئی کہ ہیبت سے مقر ہوکر متفرق ہوئے اور ان کی عقلین طیش کھاکر پارہ پارہ ہوئین شیخ یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کلام پاک سے آگاہی دی کہ انکو انکے رب کریم کی طرف سے ایسے حال مین خطاب ہوا کہ موجود نہ تھے مگر اسی طور کہ انکو ایجاد کر دیا تھا پس انھون نے حق تعالے کو بغیر وجود اپنی ذات کے پایا تو حق عزوجل موجود بحق اس شان ہین بایں معنے تھا کہ اسکو سوائے حق تعالے کے کوئی نہین جان سکتا اور کوئی ادراک نہین کرسکتا۔ قال المترجم اشارہ ہین شیخ نے خود اجمال کیا فتفکر واللہ اعلم۔ بعض نے کہا کہ جواب بلٰے۔ بدون مشاہدہ تھا پھر کشف ملا تو شہدنا بولے۔ یعنے تیری حقائق حق کے شاہد ہوئے حسینؒ نے کہا کہ ان چیونٹیون کو حق عزوجل نے ناطق کیا کہ ایمان کا طوعاً او کرہاً اقرار کیا انکو برکت اخذ سے نطق ملا انکو انکی خودی سے لے لیا انکو ناطق کیا کہ خود نہ تھے پھر انکو حقیقت پر شاہد کیا پس قدرت کا نطق تھا بدون توہم غیریت کے۔ قال المترجم گویا اشارہ کیا کہ اپنے خودی کے ساتھ شہود سے محرومی ہے اور وہی اس وجود مین ہے۔ فافہم۔ نصرآبادیؒ نے ان آیات مین فرمایا کہ ہُول اکبر والف اعظم معانقین از سلالہ طین (گوندھی مٹی ۱۲) وما بعد آن از نطف (جمع نطفہ ۱۲) ومضغ ہین بعلاتم از جملہ اخذ اول ہو یا اس معادی اخذ کی طرف جو بطریق سلالہ ونطف ہے مردود کیے ہوئے ہو کیونکہ اخذ الاول تو اول باول الاول ہے اور وہ اول الاول کے ساتھ اول ہے۔ قال المترجم لا استطیع قولا غیر ہذا وان سنح سانح فللہ المثل الاعلے ہو الاول والآخر والظاہر والباطن وہو بکل شیٔ علیم۔ شیخ نصرآبادی نے کہا کہ اخذ الٰہی بروجہ تلطف وتکرم تھا بلکہ بجلال وعظمت تھا بلکہ اخذ اُسکا عزت واستغنا تھا۔ وقال ایضاً۔ یہ اخذ الٰہی کسی حاجت سے نہ تھا پاک ہے اللہ تعالے سبحانہ بلکہ بندون پر محبت تھی پس خلق کو انکی محتاجی نے ممنوع ظاہر کر دیا کہ معانی جہت سے ایک ذرہ نہین رکھتے۔ وقال ایضاً۔ اخذ الٰہی سبحانہ از معدن بسوے معدن واز معدن بلاے معدن تھا جریریؒ نے کہا کہ ہر گروہ کی طرف اسی معرفت سے شناخت کرائی جو اسکو عطا فرمائی ہے پس ہر گروہ نے بلٰے کہا اور ہر ایک پر جو انعام واحسان ہوا ہے اسکا اقرار کیا پھر انکو پشت آدم سے اخراج فرمایا۔ وقد قال تعالے کنتم اعداء فالف بین قلوبکم یعنے صحابہ رضوان اللہ علیہم کو خطاب فرمایا کہ تم سب باہم دشمن تھے پس تمہارے قلوب مین الفت دیدی یعنے ایک جان واسقدر متعدد قالب ہوگئے۔ اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ۔ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم ولکن اللہ الف بینہم۔ یعنے اگر تو تمام زمین کے اموال خرچ کرتا تو انکے دلون مین الفت نہ دے سکتے لیکن اللہ تعالے نے انکے درمیان الفت دیدی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ عین قدم مین بنصب قدرت خطاب کیا۔ شیخ عبدالرحیم سے پوچھا گیا کہ کس کو خطاب ہے تو فرمایا کہ قدرت مین موجود اور عالم شہود وجود سے غائب تھے۔ وقال ایضاً۔ انھون نے کلام پاک سُنا کہ اسکے مثل کوئی شی نہین کما فی قولہ لیس کمثلہ شیٔ۔ اپنے لباس نور مین انکی حیات کو مخلوق فرمایا اور سب کا قوام اس کلمہ سے کیا۔ قال غیرہ خالصان خلق خدائے تعالے بولایت الٰہی منتخب اور بکرامت الٰہی مخلص ہین انکو اپنی فردانیت سے فرد کیا اور انکے اجساد کو دنیائی ارواح کو نورانی اور اذہان کو روحانی کیا اور انکی ارواح کا وطن غیب قرار دیا اور تحت السراے ملکوت مین انکو جگہ دی وہی ہین کہ جو ازل مین ایجاد فرماکر پکارا تو جلدی سے انھون نے قبولیت کا جواب دیا۔ انکی ترکیب نے جواب دیا اور اُنھون نے حضرت خالق عزوجل کو پہچانا درحالیکہ وہ صورت انسانی مین

نہ تھے پھر مشیت الٰہی سبحانہ نے انکو پشت آدمؑ سے نکالا کما اخبر تعالےٰ واذ اخذ ربک من بنی آدم الآیۃ۔ خطاب انکو ایسی حالت مین کہ وہ با وجود حق سبحانہ تعالیٰ جو وہم وخیال ونقص وزوال و عیب سے مبرا ہے موجود تھے کیونکہ حق عزوجل کی معرفت کو انھون نے اپنے آپ مین پایا پس یہ عطاے معرفت از حضرت حق سبحانہ تعالےٰ بدون انکے اس وجود کے موجود بحق تھی۔ قال المترجم سبق الکلام فی نحوہ شیخ استاذؒ نے فرمایا کہ اس آیت مین او تعالےٰ نے اپنے سابق عہد وصادق پیمان واسکی تاکید سے اور بندون کو اپنی پاک ذات پہچنوانے وانکے اقرار ربوبیت سے خبر فرمائی ہے بعض نے کہا کہ خطاب مین انکو مجتمع کیا لیکن ان لوگون کے حال مین فرق ہے چنانچہ ایک گروہ کو خطاب بوصف قرب ہے پس جس سے خطاب ہے خود اُس کی معرفت دیدی۔ دوم گروہ کو پردۂ غیبت مین باقی رکھا اور عرفان سے پرلے سرے دور کرکے محجوب فرمایا بعض نے کہا کہ ایک گروہ سے عین کشف مین لطف فرمایا کہ نعت توحید سے اقرار کیا۔ دوسرے گروہ کو عین شہود مین بعید کیا تو سر جحود سے انکار کیا۔ قال المترجم یعنے انکا اقرار عین انکار تھا اور توضیح مقام یہ ہے کہ معرفت الٰہی مین ذات پاک کا کیا ذکر ہے صفات کی معرفت بندہ کے وسع مجال سے باہر ہے دیکھو حضرت سید الرسل صلعم فرماتے ہین لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک پس راہ شہود ومعرفت ووصول بانوار قرب یہی اس حیات فانی کی معرفت ہے کہ بعد موت بحمد اللہ تعالےٰ رفع حجاب ہے اور اسی وجہ سے طریق معرفت فی نفسہ واحد ہے اور وہ اعتقاد توحید بزبان انبیاء ورسل علیہم السلام ہے ورنہ عقل و گمان سرگردان ہے جسنے کچھ اعتقاد کیا وہ جس مبلغ منتہی کو پہونچے وہ عین دوری ہے اور جو کچھ خیال کرے وہ قطعاً حضرت او تعالےٰ کا غیر ہے لیکن اس گمراہ کا وہی معتقد معبود ہے پس بسا اوقات آیات بینات مین بندے کے تصورات اسکو لیجاتے ہین کہ حضرت باری تعالےٰ شانہ اس شان پر ہے جو مین سمجھا حالانکہ وہی عین خیال کا معبود بنانیوالا ہے اگرچہ اپنے زعم مین سمجھا کہ مین معتقد خطاب الٰہی ہون لہذا الفکر در ذات وصفات الٰہی سے منع فرمایا گیا ہے اور مقام نازک ہے یہان باتون کو گنجایش نہین پس یہ جو شیخ نے لکھا کہ عین شہود مین اقرار جحود تھا اسکے یہی معنے ہین کہ بسبب عدم ہدایت الٰہی کے راہ سے عین گمراہی کو عین راہ سمجھکر اپنے زعم مین ربوبیت الٰہی کے مقر ہوئے تھے اور بسبب حجاب کے اصل ہدایت سے بے خبر تھے لہذا اہل حق نے کہا کہ ہدایت کرنا فقط حضرت باری تعالےٰ عزوجل کی طرف سے ہے پس اگر مترجم کا کلام اس مدعا کے واسطے توضیح ہو تو کثرت سے اشکال یہان حل ہوجاوینگے اور یہ قابل حفظ بات ہے جس سے اہل تصوف واہل شرع دونون مختلف نہین ہوسکتے اور بعد اس کے بکثرت فروع مسائل مین توافق اور کثرت سے معتزلہ ومجسمہ وغیرہ جاہل فرقون کی جہالت کا منشاء اور افلاطون وارسطو وغیرہ ایک خدا کے کہنے والے فلاسفہ کی گمراہی کا منشاء اور کثرت سے مسائل تصوف وعقائد کی دلیل اس سے کھلتی ہے واللہ تعالےٰ اعلم وھو یہدی من یشاء الی صراط مستقیم اللھم اہدنی واتمم نورنا وانک انت التواب الرحیم بعض نے کہا کہ ایک گروہ کے قلوب پر تجلی فرمائی پس انکے حق مین معرفت کرامت فرمانیکا متولی ہوا تو بلیٰ شہدنا انھون نے عین یقین سے کہا اور دوسرے گروہ کو مقام حجت مین ڈالا تو انھون نے بنصب دلیل اسکو گمان وتخمین سے کہا بعض نے کہا کہ مومنون کو بھی نفس سماع مین مشترک رکھا اور مزید جواب مین مغائرت فرمائی پس بہتون نے بطمع میراث جو بفضل ربوبیت ہے اقرار کیا اور باقیون نے بخلوص اقرار شہادت دی کہ بالعیان مشاہدہ پایا بعض مشائخ نے کہا کہ ایمان وکفر کے دو فریق ہین پس ایک کو بلطف قرب ملاطفت کی تو مستقیم ہوے اور دوسرے کو بشان ہیبت خطاب کیا تو ربوبیت کے اقرار مین مقہور ہوئے بعض نے کہا کہ ایک فریق سے کشف حال خطاب بروجہ محبت تھا کہ وہ انکے مکامن اسرار مین رہے حتیٰ کہ اس وجود دنیاوی مین جب سُنا تو وہ حالت تازہ ہوگئی۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نظام دہلوی قدس سرہ کا قول مشہور ہے کہ مین نے خطاب ازل پوربی آہنگ مین سنا اسمین اشارہ ہے کہ کلام قدیم بہ تغیر زبان سے مانند عربی وفارسی وپوربی وپنجابی وغیرہ سے پاک ہے۔ اور ہر بندہ جو اس عہد پر قائم ہے منجملہ اسکے نشان کے یہ ہے کہ کلام الٰہی

اُسکو محبوب اور اسکی نظر و سماع مین سخت مرغوب اور اسمین اسکے نزدیک تمام جہان کے کلام سے فرق بیّن ہوتا ہے والسلام ۔ بالجملہ آیت کریمہ اس اخراج کی کیفیت و خطاب و جواب وغیرہ امور مین بنا بر تحقیق قول کے متشابہات مین سے ہے اور اللہ تعالے جہانتک چاہے اپنے بندہ کو اسمین سے علم دیتا ہے لیکن مقصود اصلی اس سے یہ ہے کہ بندے خلق ازل مین مقر ربوبیت ہو چکے ہین اسقدر معلوم ہے پس جنکو نور ازل پہونچا وہ اسکے مقتضا پر ہین حتی کہ ادنی اشارہ سے متنبہ ہوتے ہین اور صالحین بندے اور امور صلاحیت انکو محبوب ہین اور جو نور سے محروم تاریکی مین رہے وہ اسکے برعکس اور حضرت حق عز و جل سے درحقیقت نفور اور صالحین و صلاحیت سے بغض رکھنے والے خواہش نفس کے پابند ہین اگرچہ بسبب نادانی کے اپنے زعم مین اپنے آپ کو ایسا نہ سمجھین پس جب تک کہ حضرت رسول علیہ السلام کے بتلائے ہوئے اعتقادات در باب ذات و صفات و سکھلائے ہوئے معاملات دین و دنیا پر ٹھیک معتقد نہون تب تک جاہل ہین اور یہودیون کی یہی خصلت تھی اور نصاریٰ بھی ایسے ہی ہین چنانچہ یہود کو دنیا کی محبت اور اپنی رائے و نفس کی متابعت مین اور اہل حق خصوص انبیاء علیہم السلام سے عداوت مین غلو تھا حالانکہ ان چیزون کا انجام بہت سخت بدتر ہے لہذا انکو پے درپے تذکیر فرمائی اور خصوص ایک واقعہ یاد دلایا ۔ بقولہ ۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ۝

اور سُنا انکو احوال اس شخص کا کہ جسکو دی ہین اسکو آیتین پھر انکو چھوڑ نکلا پھر پیچھے لگا اُسکے شیطان تو وہ ہوا گمراہون مین

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ

اور اگر ہم چاہتے تو اُسکو اُٹھا لیتے اُن آیتون سے لیکن وہ گر پڑے زمین پر اور چلا اپنی چاہ پر تو اسکا حال جیسے کتا اُسپر

تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ

تو لادے تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے یہ مثال ہے اُن لوگون کی کہ جھٹلائین ہماری آیتین سو تو بیان کر

الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ سَاۗءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝

احوال شاید وہ دھیان کرین بری کہاوت ان لوگون کی کہ جھٹلائین ہماری آیتین اور اپنا ہی نقصان کرتے رہے

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ ۔ اور تلاوت کر دے اے محمد ان یہودیون پر یعنے ہماری وحی سے سنا دے ۔ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا خبر اس شخص کی جسکو دی تھین ہم نے اپنی آیتین ۔ یعنے اُسکو ایسی چیزین دی تھین جو ہماری توحید و الوہیت پر دلیل تھین خواہ اس طرح کہ اگلی آسمانی کتابون کا علم رکھتا تھا یا اس طرح کہ اللہ تعالے کا اسم اعظم اسکو معلوم تھا جب اس سے دعا کرتا تھا فوراً اثر ظاہر ہوتا تھا اور روا ہے یہ کہ عام رکھا جاوے جو ان امور مذکورہ و دیگر امور کہ جو آیات ہونے مین شامل ہو الذی اسم موصول مبہم ہے اسکو مصرح نہین فرمایا ۔ اس مین بلاغت یہ کہ صلہ کے قرینہ سے آدمی خوب نظر دوڑاتا ہے اور اچھی طرح تامل سے فائدہ پاتا ہے اور نیز یہ کہ کسی کا عیب مصرح نام لیکر نہوا اور پردہ پوشی کی خصلت کی جانب ارشاد ہے اور تفسیر مین بضرورت بیان ہوگا ۔ فَانْسَلَخَ مِنْهَا ۔ خرج من الآیات بکفرہ کما تخرج الحیۃ من جلدہا ۔ یعنے انسلاخ کے معنے اصل مین یہ کہ کسی چیز سے دوسری چیز کا نکل جانا جیسے سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے اسی واسطے ذبح جانور کی کھال کھینچ لینے کو سلخ کہتے ہین اور وہ مسلوخ ہے پس معنے آنکہ یہ شخص مذکور ان آیات الٰہی سے کفر کرکے ایسا نکل گیا جیسے سانپ اپنی کینچلی سے باہر ہو جاتا ہے ۔ اسمین اشارہ ہے کہ آیات کا اثر اسکے قلب مین نہین بیٹھا تھا وقد قال تعالے ولما یدخل الایمان فی قلوبکم ۔ اور جیسے یہود کے حق مین فرمایا ۔ واشربوا فی قلوبہم العجل ۔ یعنے انکے دلون مین بچھڑے کی محبت رچ گئی اور اسطرح بیٹھ گئی تھی جیسے اسفنج پانی چوس لیتا ہے

پھر ایمان کہان ہے پھر مفسرؒ نے تصریح کردی کہ یہ شخص مذکور بنی اسرائیل کے عالمون مین سے ایک عالم بنام بلعم بن باعورا تھا اُس سے لوگون نے
درخواست کی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وانکے ساتھیون پر بددعا کرے اور اسکو ہدیہ دیا گیا پس اُسنے لالچ مین بددعا کی سو وہ اسی پر لوٹ پڑی
اور اسکی زبان مُنھ سے نکلکر سینہ کو لٹک پڑی۔ فَاَتۡبَعَهُ الشَّيۡطٰنُ فادرکہ فصار قرینہ پس پالیا اسکو شیطان نے پس اسکا ہمنشین یار
ہوگیا مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ اتبعہ بمعنے تبعہ متعدی بمفعول واحد ہے۔ راغبؒ نے مفردات مین کہا کہ آگے بڑھ گئے ہوے کو جب لپک کر
پا جاوے تو ایسی اتباع اور پیچھا کرنے کو یون بولا کرتے ہین کہ اتبعتہ مین نے اُس کا پیچھا کیا یعنے اسکو پالیا۔ لہذا بیضاویؒ نے کہا کہ اتبعہ حتی
لحقہ یعنے پیچھے پڑا یہان تک کہ جا پکڑا اور مل گیا۔ اور بعض نے کہا کہ اتبعہ بمعنے استتبعہ ہے یعنے شیطان نے اُس سے اپنی پیروی چاہی حتی
کہ اُسنے قبول کی چنانچہ دلالت کرتا ہے اسپر قولہ۔ فَكَانَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ اے فصار من الضالین۔ پس شخص مذکور ہوگیا گمراہون مین سے
یعنے ظاہر و باطن غاوی ہوا یا غوایت اسمین مانند کھلے کافرون کے متمکن ہوگئی یا اسم اعظم اس سے چھین گیا۔ اور یہ مشیت و تقدیر الٰہی عز وجل ہے
اسکی حکمت کا کون پار پاسکتا ہے وہ جو چاہے کرے اور جو کرے وہ حق ہے اور جو کوئی بندہ کو قادر بتاتا ہے وہ گمراہ ہے بلکہ حق یہی ہے کہ
اللہ تعالے علیم حکیم ہے اسی کی ہدایت سے ہدایت ہے اور جسکو چاہے گمراہی دے لہذا فرمایا۔ وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰهُ بِهَا۔ اور اگر ہم چاہتے تو بلند
کرتے اسکو بواسطہ ان آیات کے ایسے درجون پر جو علماء کے درجہ آخرت مین ہین باین طور کہ موافق آیات کے اسکو اعتقاد حق و عمل کی توفیق
دیتے حاصل آنکہ او تعالے اپنی مملکت مین قادر مختار ہے جسطرح چاہے تصرف کرے پس اسنے اس شخص مذکور کا رفع مراتب نہین چاہا چنانچہ
فرمایا۔ وَلٰكِنَّهٗۤ اَخۡلَدَ اِلَى الۡاَرۡضِ وَاتَّبَعَ هَوٰٮهُ‌ۚ ولیکن اس شخص مذکور نے سکون کیا طرف زمین کے یعنے دنیا کے اور اسکی طرف مائل
ہوا اور پیروی کی اپنی خواہش کی یعنے دنیا کے مال و متاع کا لالچ کر کے آیات کے مقتضی سے خلاف کیا اور اللہ تعالے کے پیغمبر برحق موسیٰؑ
و مومنین پر بددعا کی تو اللہ تعالے نے اسکو گرا دیا۔ قال البیضاویؒ۔ اسکا بلند کرنا تو اللہ تعالے نے اپنے مشیت پر معلق کیا تھا یعنے اگر ہم
چاہتے تو اسکو اونچا کرتے۔ پھر اس سے استدراک کیا بندہ کے فعل سے کہ لیکن اس شخص نے اخلاد کیا دنیا کی طرف اور اپنی خواہش کی پیروی مثل آفتاب روز ۱۲
کی پس اسمین تنبیہ ہے کہ مشیت ہی حقیقی سبب ہے اسکے ایسے فعل کا جو موجب اسکی رفعت منزلت کا ہوا اور ایسے فعل کا نہونا دلیل ہے
مشیت نہونے کی کیونکہ مشیت کا نہ پایا جانا دلیل ہے کہ سبب اسکا نہین ہے اسلئے کہ لو شئنا مین کلمہ لو ہے جو اسواسطے ہوتا ہے کہ نہونا ایک
چیز کا بسبب نہونے غیر کے پس بلندی مرتبہ نہوئی بسبب نہونے مشیت کے۔ اور نیز تنبیہ ہے کہ مشیت ہی حقیقی سبب ہے اور دیگر اسباب جو
ہم مشاہدہ کرتے ہین مانند تقوی و طہارت وغیرہ کے یہ سب وسائط ہین جو مسبب کے حاصل ہونے مین اس راہ سے معتبر ہین کہ مشیت جب ہے
تو ان وسائط کے ساتھ یون ہی متعلق ہوئی ہے یعنے جیسے حدیث صحیح مین اشارہ ہے کہ جو جس واسطے مخلوق ہے وہی اسپر آسان ہے پس جسکے
واسطے جنتی ہونے کی مشیت متعلق ہوئی ہے وہ خود مقتضی ہوئی ہے کہ روزہ رکھے نماز پڑھے اور دیگر امور نیک بجا لاوے پس سب
بجا لاتا ہے۔ پھر قولہ ولکنہ اخلد الی الارض آہ کو بجاے اس کے کہ ولکنہ اعرض عنہا۔ لانے مین مبالغہ و تنبیہ ہے کہ اسی چیز نے اسکو
آیات سے اعراض پر آمادہ کیا اور یہی دنیا کی محبت ہے سب خطاؤن کی جڑ اور سب سے بدتر ہے۔ بعض نے لکھا کہ اصل مین اخلاد
کسی مقام مین سکون و لزوم کو کہتے ہین اور اسی سے خلود ہے اور ابو عبیدہؒ نے کہا کہ لازم ہوگیا و چپٹ رہا کہ چھوڑ نہین سکتا پس یہ
مبالغہ ہے حالانکہ چند روزہ زندگی سے زائد نہین رہ سکتا اور عبدالرزاق نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ اخلد الی الارض یعنے میل کیا دنیا کی
طرف پس ظاہر ہوا کہ مفسرؒ نے سکون و میل دونون سے تفسیر کرنے مین معنے اصلی و مراد دونون کیطرف اشارہ کیا۔ اس مین تنبیہ ہے جو

حدیث ابن عمرؓ مین صریح ہے کہ دنیا مین اسطرح رہ کہ جیسے تو پردیسی مسافر ہے یا راہ راہ چلا جاتا ہے کما فی الصحیحین اور یہ مت خیال کرو
کہ تشبیہ ادنی کے اعلی سے ہے بلکہ برعکس ہے اسواسطے کہ بندہ اس جہان مین اعمال ورضاے آلہی کمانے آیا ہے اور اسی پر دلیل ہے قولہ
وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ اور نیز اسمین دلیل ہے کہ جو شخص اپنے دل مین دنیا کی زندگی کا لالچ فقط دنیا کی راہ سے پاوے
وہ اللہ تعالے کی طرف استغفار والتجا لاوے کیونکہ یہ علامت خراب ہے اسیواسطے حدیث صحیح مین بُری نشانی والے بڈھون کے حق
مین آیا ہے کہ انکو مال کی ہوس اور زندگی زیادہ ہونے کی تمنا بڑھ جاتی ہے اللھم توفنا مسلمین مؤمنین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ پھر
واضح ہو کہ مفسرؒ نے اس آیت مین جس شخص کا حال بیان کیا ہے مفسرینؒ کے اسمین اقوال ہین اور شیخ حافظؒ وغیرہ نے تطویل کی ہے
جیسا مفسرؒ نے کمال اختصار کیا ہے اگرچہ آیت کریمہ مین ہم کو اسیقدر ضرورت تھی جو نفس تفسیر سے بیان ہوا لیکن اہل ایمان بحکم حدیث
کہ نیک بخت وہ ہے جو دوسرے کے حال سے عبرت ونصیحت حاصل کرے۔ اُمید ہے کہ اس سے فائدہ پاوین لہذا مترجم بتوفیق اللہ تعالیٰ
حسن اسلوب سے اقوال مین توفیق دیتا ہوا ملخص لاتا ہے۔ واضح ہو کہ اول کلام آنکہ یہ شخص اگلی اُمتون مین سے تھا یا اسکی اُمت
مین سے۔ دوم آنکہ اگر اگلون مین سے تھا تو بنی اسرائیل مین سے یا کنعانیون مین سے یا شہر بلقا روالون مین سے تھا پس صحیح یہ ہے
کہ اگلون مین سے تھا اور بنی اسرائیل مین سے تھا ولیکن جو نسل کہ یہان بلقا مین موجود تھی اُنکے قبیلہ سے تھا اور کنعانی قوم کا فر
جنپر حضرت موسیٰؑ کو جہاد کا حکم ہوا تھا انکی ماتحتی مین یہ لوگ تھے لہذا قبیلۂ مذکور کی فرمایش سے بد دعا کرکے خوار ہوا چنانچہ عبد الرزاق نے
صحیح طرق سے حضرت ابن مسعودؓ سے اس آیت مین روایت کی کہ یہ شخص بنی اسرائیل مین سے تھا اسکا نام بلعم بن باعورا تھا۔ ایسا ہی
ابن عباس ومجاہد وعکرمہ کا قول ہے اور بعض نے بلعام بن باعور کہا اور مراد واحد ہے وہ بلعم بن باعورا بن سثوم بن قوشتم بن ماب
بن لوط بن ہاران بن آزر ہے اور بلقا کے ایک گاؤن مین رہتا تھا اور ابن عساکرؒ نے کہا کہ وہ اللہ تعالے کا اسم اعظم جانتا تھا۔ اور
ابن جریرؒ نے بسند جید از شیخ یسار رحمہ اللہ تابعی روایت کیا کہ یہ شخص مستجاب الدعوۃ تھا یعنے اسم اعظم کے وسیلہ سے جو دعا کرتا وہ قبول ہوتی تھی
اور موسی علیہ السلام بنو اسرائیل کو لیکر ملک شام کو واسطے جہاد کفار کے متوجہ ہوئے تو نواح کے لوگون کو نے سخت رعب پیدا ہوا پس
بلعم کی قوم والے اسکے پاس گئے کہ تو اس مرد اور اس لشکر پر بد دعا کر۔ بعض روایت مین ہے کہ یہ لوگ حضرت موسیٰؑ کی سختی وتیزی ودرشتی
سے گھبراتے تھے اور مالک ابن دینار نے کہا کہ بلعم ایک مرد علما بنی اسرائیل سے مستجاب الدعوۃ تھا سختی وشدت کے وقت اسی کو آگے کیا
کرتے اور دعا کراتے تھے) پس اُسنے قوم سے کہا کہ مین اپنے پروردگار سے اجازت لے لون۔ پس اسکو حکم ملا کہ تو مت بد دعا کر کیونکہ وہ میرے
نیک بندے ہین اور انمین میرا پیغمبر علیہ السلام بھی ہے پس بلعام نے قوم سے کہدیا کہ مجھے ممانعت ہوئی پس قوم نے اسکو بہت تحفے دیے
اور ہدیے بھیجے (اور کنعانی کافرون نے بخوف عصاے موسیٰؑ کے بلعام کو قتل وغارت ومال ولالچ سب طرح سے رجھایا) پھر قوم والون نے
دوبارہ اس سے الحاح کیا۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا اب پھر اجازت مانگون مگر اسکو کچھ الہام نہوا تو اُس نے کہا کہ مجھے کچھ جواب نہ ملا۔ قوم
نے کہا کہ تیرا پروردگار بُرا جانتا تو تجھے منع کرتا لہذا بد دعا کر۔ دبولا کہ تمھارا بُرا ہو موسیٰؑ اللہ تعالے کا نبی ہے اس کے ساتھ فرشتے ومومنین
ہین مجھے ان علوم سے آگاہی ہے جو تم کو نہین مگر وہ لوگ اس کے پیچھے پڑگئے اور خوشامد وعاجزی ورونا وپیٹنا مچاتے رہے یہان تک کہ
وہ راضی ہوا اور دنیا کی عیش وعشرت وزندگی سے ہاتھ دھویا پس خچری پر سوار ہوکر چلا پس تھوڑی دور پر خچری بیٹھ گئی اس کو
مار پیٹ کر اٹھایا پھر ذرا دور پر بیٹھ گئی پھر مارنا پیٹنا شروع کیا تو اللہ تعالے نے اسکو گویا کیا کہ اے بلعم تیرا بُرا ہو تو کہان جاتا ہے یہ ملائکہ

مجھے سامنے سے پھیرتے ہین مگر لوگون نے کانون کانون مین ڈالدیا اور بلعم نے جھلاکر مارا تو وہ چل نکلی اور پہاڑ پر پہونچکر اسنے بددعا شروع کی، پس جو بد بات مانگتا اُسمین اُسکی زبان سے اُسکی قوم کا نام نکلتا اور جو بھلی بات چاہتا اس مین موسیٰ ولنکے لشکر کا نام آتا - آخر قوم سے عذر کیا کہ مین اس تقدیر کو کیا کرون کہ میری زبان یون ہی چلتی ہے اور مین دعا بھی کرون تو معلوم ہو چکا کہ قبول نہو گی اور آخر تدبیر نکالی تو اسکی زبان باہر ہو کر سینہ کو لٹک پڑی پس وہان سے خوار واپس آیا اور قوم مع بادشاہ کفار کے جمع ہوئے اُسنے کہا کہ میری دین و دنیا تو برباد ہوئی مگر اب تمھین ایک حیلہ بتلاتا ہون کہ تم اپنی عورتین آراستہ کر کے انکے لشکر مین روانہ کرو وہ مسافر لوگ ہین اگر وہ لوگ زنا مین پڑے تو مجھے اُمید ہے کہ تباہ ہو جاوینگے اور بادشاہ کی لڑکی نہایت حسین و خوبصورت گویا بے مثل تھی اسکو کافر بادشاہ نے بھیجا کہ تو عورتون کے ساتھ جا اور سوائے موسیٰ کے کسی کو اپنے اوپر قابو نہ دینا پس یہ عورتین داخل ہوئین اور وہ لڑکی یعنے دختر بادشاہ کفار کی موسیٰ تک نہ پہونچ سکی مگر بارہ اسباط مین سے ایک سبط کے سردار کے پاس پہونچی - (اسکا نام زمری بن شلوم تھا جو شمعون بن یعقوب کی اولاد کا سردار تھا) مگر شہزادی نے کہا کہ سوائے موسیٰ کے کسی کو نہین چاہتی ہون آخر اپنے باپ سے اجازت منگا کر زمری کے ساتھ منھ کالا کرنے پر راضی ہوئی اور دونون ایک خیمہ مین گھس گئے اور دیگر بنی اسرائیل عوام بھی مبتلا ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کو جب خبر پہونچی تو کبیدہ و غمناک ہوئے اور فنحاص بن العیزار بن ہارون نے جب سُنا تو لوہے کا نیزہ لیے ہوئے خشمناک آیا اور زمری کے خیمہ مین گھسکر ان دونون بدبختون کو نیزہ مار کر چھید لیا اور بقوت تمام بر سر نیزہ بلند کیے ہوئے باہر لایا اور بنو اسرائیل پر طاعون و وبا کا عذاب طاری ہوا آخر زناکار قتل ہوئے اور استغفار سے اللہ تعالےٰ نے وبا دور کی مگر قریب ستّر ہزار کے مر گئے اور بعض نے کہا کہ تیس ہزار مرے واللہ اعلم کسقدر مرے - و قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ - یہ شخص بلعام کہتا تھا کہ مین بددعا کرونگا تو دنیا و آخرت برباد ہو جائیگی مگر دعا کی پس اللہ تعالےٰ نے منسلخ کر دیا - اور سدیؒ نے تصریح کی کہ چالیس برس تیہ مین پھنسنے کے بعد یہ واقعہ ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ اصح یہ ہے کہ موسیٰ تیہ مین وفات پا چکے ہین پس شاید لوگون کو یوشع بن نون کی نبوت مشتبہ رہی اور بنی اسرائیل پر حضرت موسیٰ کی نبوت گمان کرتے رہے لہذا تواریخ مین خبط رہا و فیہ ما فیہ فافہم اور ابن ابی حاتم نے عکرمہؒ کے طریق سے ابن عباسؓ سے اس آیت مین روایت کی یہ ایک ایسے شخص کا بیان ہے جسکو تین دعائین مستجاب دی گئی تھین (شاید بعد دعاے مذکور کے اُسنے توبہ کی ہوا اور اسکو صرف اسقدر عطا ہوا ہو کہ تین دعائین تیرے لیے مستجاب ہونگی واللہ اعلم) اور اسکے ایک جورو تھی اور اُس کا ایک بچہ تھا پس جورو نے کہا کہ ایک مجھے دیدے اُسنے دیدی تو اُسنے دعا کرائی کہ مین بنی اسرائیل مین سب سے زیادہ خوبصورت ہو جاؤن پھر ایسا ہوا تو اُس عورت نے اور کچھ ارادہ کیا تب اُسنے خشمناک ہو کر بددعا کی کہ یہ کتیا ہو جاوے تب اس کا فرزند اکلوتا بیٹا آیا کہ اے پدر مہربان مجھے اس شرم و عار پر صبر نہین آخر اُسنے دعا کی پھر وہ جیسی تھی ویسی ہی ہو گئی اور یہ تینون دعائین برباد ہوئین - قال الحافظ اثر غریب مترجم کہتا ہے کہ اہل تفسیر کے اصول مین قرار پایا ہے کہ یہ طویل قصص سوائے اُن قصص کے جو حدیث صحیح سے ثابت ہوتے ہین باقی اکثر بروایات بنی اسرائیل ہین اور مقدمہ مین تحقیق ہو گئی کہ کتب بنی اسرائیل حتی کہ موجودہ کتب بنام توریت وغیرہ ایسے ہی اُمور رطب و یابس سے بھرے پڑے ہین پس جو ان مین سے صاف ہے وہ لیا جائیگا اور جو مکدر ہے وہ متروک ہے پھر واضح ہو کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ صحیح اسانید سے عبد اللہ بن عمرو رضؓ سے ثابت ہوا کہ قولہ نبا الذی آتیناہ الآیۃ مین یہ شخص اُمیہ بن ابی الصلت شاعر ہو اور شیخؒ نے کہا کہ عبد اللہ بن عمرو کی مراد اس سے یہ معلوم ہوتی ہے اُمیہ بن ابی الصلت بھی اس اُمت مین سے اسی شخص کے

مشابہ ہے جو اگلی اُمت مین اس آیت مین مذکور ہے یعنے بلعم باعوراء کے مشابہ ہے کیونکہ امیہ بن ابی الصلت کو اگلی شریعتون مین سے بہتون کا علم ملا مگر اُسنے عمل نہ کیا اور نفع نہ پایا اسلیئے کہ زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین آپ کا آگاہ کرنا و رسالت پہونچانا اور آپ کے معجزات دیکھنا و آیات ربانی سُننا و آپ کے ساتھ بیٹھنا وغیرہ نصیب ہوا مگر وہ بدبخت باوجود اسکے مشرکون کی دوستی و مددگاری مین پڑا چنانچہ بدر کے کافر مقتولون کے لئے بڑے بڑے مرثیے نظم کئے ہین اور بعض احادیث مین بنظر اسکے بعض اشعار کے آیا ہے کہ اس کی زبان اسلام لائی اور اسکا قلب مومن نہین ہوا ہے۔ پس آیت کریمہ مین مراد بنا بر مشہور قول مفسرین سلف کے اگلی اُمت مین سے ایک شخص ہے اور بیان ہوا کہ وہ بلعم بن باعوراء ہے جسکی زبان بسبب بد دعا کرنے کے لیے سینہ پر لٹک پڑی تھی فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ پس صفت اُسکی مانند صفت کتے کے ہے۔ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ یعنے اگر تو اُسپر لادے یا دھتکارنے سے حملہ کرے تو وہ زبان نکالتا ہے۔ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ۔ یا اگر تو اُسکو چھوڑ دے تو زبان نکالتا ہے اور دیگر حیوانات مین سے کوئی ایسا مشاہدہ نہین ہوتا۔ ہر دو جملہ شرطیہ حال واقع ہین یعنے آنحالیکہ لاہث ذلیل ہے ہر حال مین۔ اور مقصود اس سے تشبیہ ہے اُسکی فرومایگی اور خواری مین بقرینہ حرف فاء کے جو مشعر ہے کہ فاء کا مابعد اسکے ماقبل (یعنے میل بسوے دنیا و اتباع ہوی) پر مترتب ہے بقرینہ قولہ تعالے۔ ذٰلِكَ الْمَثَلُ۔ یہ مثل ہے۔ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا مثل اس قوم کی جنھون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ پس تو اے محمد صلعم بیان کر دے قصص کو یعنے ایسے سچے قصون کو یہود لوگون پر۔ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ تاکہ وہ لوگ ان مین غور کر کے ایمان لاوین۔ اور آنحضرت صلعم کی نعت و صفت کے آیات وغیرہ مین تحریف و تبدیل و چھپانے و جھٹلانے وغیرہ بُری حرکتون سے باز آوین۔ اور آیت مین تمام ان لوگون کو وعید ہے جنھون نے آیات الٰہی کو جھٹلایا اور انکار کیا خواہ یہود ہون یا کوئی اور ہون کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا کذا قیل وہو اصح اور یہان سے مصرح ثابت ہوا کہ قصص کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ لوگ انسے نصیحت و عبرت حاصل کرین اور اہل اسلام خود اپنی کتاب سے سب سے پہلے نصیحت پذیر ہون کیونکہ آیات الٰہی صحیح و ٹھیک انھین کے ہاتھ مین ہین اللہم اہدنا وانت ارحم الراحمین۔ پھر زیادہ مذمت فرمائی بقولہ۔ سَاۗءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا اے بئس مثلاً مثل القوم الذین الخ۔ یعنے بری ہے ازراہ مثل کے مثل اس قوم کی جنھون نے جھٹلایا ہماری آیات کو۔ ساء مین ضمیر مستتر ممیز اور مثلاً اسکی تمیز اور مثل القوم الخ مخصوص بالذم ہے۔ وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ اور اپنی ہی جانون پر ظلم کرتے ہین بسبب جھٹلانے کے یعنے اس ظلم کا تجاوز انکی جانون سے غیر کی طرف نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ انکے جھٹلانے سے دیکھا دیکھی اورون نے جھٹلایا تو جواب یہ کہ اس سے بھی ان لوگون نے اپنے ہی اوپر ظلم بڑھایا کیونکہ جنکو اللہ تعالے نے ہدایت فرمائی ہے وہ تو اُن کی طرف رُخ بھی نہین کرتے ہین بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ ان لوگون نے آیات الٰہی کو جھٹلانا اور اپنے اوپر ظلم کرنا دونون کو جمع کر کے سمیٹا ہے وہذا انید فافہم۔ ف واتل علیہم نبا الذی اتیناہ الخ اوتعالے نے اولیاء کو ضرب قہر ازل سے خوف دلایا کہ جسنے عظمت قدم کے سامنے اپنی کچھ ہستی سمجھی وہ مارا گیا چنانچہ بلعام باعور کے ساتھ ہوا جو ہوا اور فائدہ یہ کہ اہل کرامت و معاملت اپنے افعال و مقام پر نظر نہ کرین کیونکہ جسنے غیر کو دیکھا وہ اسی کی طرف مشغول کیا گیا کیونکہ مکر قدیم ہے اور بحکم قولہ ولا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون۔ مکر سے ازلی خواری نڈر ہوتے ہین۔ اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ اسکو آیات عطا ہوئین اور اگر قرب مشاہدات ملے ہوتے تو سانپ کی طرح کینچلی سے نکل بھاگتا کیونکہ دیکھا تو عاشق ہوا پھر مشتاق دیدار تمام اغیار سے متوحش بھلا کہان نکل سکتا ہی اس سے کھلا کہ اسکو استدراج ہی تھا چنانچہ اس کی تصدیق ہے کہ اُسنے رسول برحق سے عداوت اور دین قویم سے ارتداد اور خواہش نفس کی

پھر جانا ۱۲

اتباع کی۔ قال تعالےٰ۔ فاتبعہ الشیطان فکان من الغاوین۔ اگر چاشنی محبت پاتا تو غیر کی طرف التفات نہ کرتا۔ ازل مین سے
نکرہوا وہ ابتک یکسان ہے پس اس درمیان مین ظاہری کرامات عارضی امتحانات تھے حالانکہ اصل قدیم کے سامنے عارضی چیز کا کیا
اعتبار ہے۔ ابن عطائرنے کہا کہ سابقہ ازل نے انتہا رابد پرتاثیر کی۔ اُستاذ نے فرمایا کہ اعدا کو بلباس خلعت ظاہر کیا پھر انکو سابق
قسمت کی طرف مردود فرمایا اور اولیا کو بلباس مخالفت ظاہر کیا اور آخر اس زلت سے نصیب وصلت پہونچایا۔ کہتے ہین کہ تجار قربانی
اُسکو بٹھایا پھر سابق تقدیر کے مکر سے اسکو گرایا۔ صبح یہ حال تھا کہ آنکھ اُٹھائی تو عرش تک اس سے کم رتبہ ہے اور شام یہ حال ہوا کہ کتا
باین فروا یگی اس سے بالا ہے۔ پھر اوتعالےٰ نے اس شخص کی ضلالت کو سابقہ مشیت پر جو متاثر بتاثیر الکتاب نہین ہے معلق فرمایا بقولہ
ولو شئنا لرفعناہ بہا۔ اگر ازل مین اُسکے حق مین ولایت نصیب ہوتی تو ظاہر کی مخالفت کچھ اثر نہ کرتی کیونکہ قسمت ازلی طبیعت کی شرارت
توڑ دیتی ہے اور مولی عزوجل کی طاعت سے اُسکا بیٹھ رہنا علت مشیت نہین بلکہ مشیت ہی اسکے عصیان کی علت ہے اُستاذ رحمہ اللہ
نے کہا کہ سعادت جاری ہوتی تو شقاوت نہ پہونچتی لیکن جسکو سوابق مشیت نے توڑا اسکو لواحق کا جبر مفید نہین ہے۔ ابن عطار رح
نے کہا کہ حکم ازل جاری ہوتا تو آخر احوال مین اسکی دستگیری کرتا۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

جسکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت کیا وہی راہ پاتا ہے اور جسکو گمراہ کردیا تو ایسے ہی لوگ وہی ہین ٹوٹا اُٹھانے والے

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ جسکو اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی یعنے اپنے دین کی طرف اُسکو راہ دی یا اسکی ہدایت کا متولی ہوا اور مقصود تک پہونچا دیا
فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ پس وہی ہدایت یافتہ ہے۔ واضح ہو کہ ہدایت الٰہی کے معنے یہ نہین کہ ایمان کا راستہ بتلا دیا جیسا کہ فرقہ معتزلہ وغیرہ نے
دعوی کیا ہے کیونکہ یہ بیان تو کافر ومومن دونون کے کان تک پہونچتا ہے ولیکن کافر سنتے وہدایت پر نہین آتے ہین لہذا معلوم ہوا کہ ہدایت
الٰہی کے یہ معنے ہین کہ ایمان کی توفیق ہوا اور کفر وشرک جن سے بندہ مردود ہوتا ہے بچے اور یہی اہل سنت کا قول ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی
تفسیر بلازم ہے کیونکہ ہدایت واضلال دونون صفات الٰہی مین سے ہین جنکی حقیقت سے بندہ واقف نہین ہوسکتا۔ ہان جب صفت
ہدایت کی تجلی سے کوئی بندہ سرفراز ہوا تو اسکو یہ لازم ہے کہ اعتقاد توحید واعمال اسلام پر مستقیم ہوا اور بندہ اسکو خود نہین پیدا
کرسکتا اسیواسطے فہو المہتدی مین حصر فرمایا اور آیات کثیرہ مانند قولہ انک لا تہدی من احببت الآیۃ وغیرہا صریح اسپر دلالت
کرتی ہین۔ اور یہی حال اضلال کا ہے۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ لے ومن یضللہ اور جسکو اللہ تعالےٰ نے گمراہ فرمایا وہی گمراہ ہے اُسکے واسطے
کوئی ہادی نہین ہوسکتا اور کوئی بھلائی جسکا کچھ اعتبار ہو اسکو نہین پہونچ سکتی اگرچہ ناقص عقل کے موافق دنیا کی بہت سی باتون کو
وہ بھلائی تصور کرے لہذا مصرح فرمایا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ وہی لوگ ٹوٹے والے ہین۔ قال البیضاوی آیت مین تصریح
ہے کہ ہدایت پانا وگمراہ ہونا بندون کو اللہ تعالےٰ ہی کیطرف سے ہے اپنی قدرت سے نہین اور تصریح ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ہدایت بعض
بندون سے مختص ہے بعض کو نہین ملیگی اور تصریح ہے کہ اللہ تعالےٰ جب ہدایت فرماوے تو ابتدا ءً لازم یعنے بندہ کا ہدایت پاجانا ضروری
ہے پھر اول مین فہو المہتدی بلفظ مفرد برعایت لفظ من اور دوم مین فاولئک ہم آہ بلفظ جمع برعایت معنے من لانے مین تنبیہ ہے کہ
مہتدین کی جماعت مثل واحد کے ہے کیونکہ انکا طریقہ واحد ہے برخلاف گمراہون کے کہ مختلف طریقون سے شیطان کی راہون پر چلتے
چلتے جہنم مین جا پڑتے ہین اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی اشارہ ہے کہ مہتدین بمقابلہ گمراہون کے بہت کم ہین چنانچہ صحاح کی حدیث

بعث النار مین یہ مضمون ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ اپنی اولاد مین سے دوزخ کو بھیجے جانے والے بھیج تو فیصدی ننانوے ہونگے اور ایک فقط جنت کے لیے ہوگا وکما قال تعالے وقلیل من عبادی الشکور الآیۃ۔ پھر ہدایت پانا بندہ کو بڑے شکر کا مقام ہے (یعنے بسبب اسکے سمجھے ۱۲) بیضاوی نے کہا کہ اوتعالے نے فقط مھتدی فرمانے پر اقتصار کرکے تنبیہ فرمائی کہ اہتدا (اور اگلی آیت مین مصرح تباہی ہے) کی شان عظیم ہے یا تنبیہ فرمائی کہ یہ خود ایسا بڑا کمال ہے کہ اسکے ساتھ اگر اور کچھ حاصل نہو تو مغفرت کے لیے کافی ہے مترجم کہتا ہے کہ بندہ اس نعمت کے ملنے کی بابلی ہے تو برقرار رہنے کی اللہ تعالے سے دعا مانگے اور اسکے چھین جلنے یا اس سے محروم رہنے سے ایسا ڈرے جیسے آگ سے جو شخص کھینچ لیا گیا ہو وہ پھر آگ مین پڑنے سے لرزتا ہے اور حدیث جابرؓ مین ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے خطبہ مین بعد حمد وثنا کے یون فرماتے منؑ یہدی اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ۔ اصدق الحدیث کتاب اللہ واحسن الهدی ہدی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) وشر الامور محدثاتہا وکل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار۔ پھر فرماتے بعثت انا والساعۃ کہاتین یعنے اپنی دو انگلیان ملاتے اور اشارہ کرتے کہ مین مبعوث ہوا ہون قیامت کے ساتھ جیسے یہ دونون۔ یعنے میرے بعد اور کوئی نبی نہوگا بلکہ قیامت ہے (یعنی آگیا ۱۲)۔ رواہ مسلم ونسائی وابن ماجہ وابن مردویہ والبیہقی اور حدیث ابن مسعودؓ مین ہے الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستہدیہ ونستغفرہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ہادی لہ واشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ الحدیث رواہ احمد واہل السنن اسمین نستہدیہ سے دعا ہے یعنے ہم اللہ تعالے سے ہدایت مانگتے ہین کہ اسپر برابر قائم رہین مترجم کہتا ہے کہ جمعہ کے یہ دونون خطبے حدیث سے یاد رکھنا چاہیئے ف فی العرائس قولہ تعالے من یہد اللہ فہو المہتدی الآیۃ جسکو اللہ تعالے نے ازل مین اپنی معرفت و قرب کے واسطے برگزیدہ فرمایا اسکے سب کام اسی برگزیدگی کے انتظام پر ہوتے ہین بعض نے کہا کہ نجات یافتہ وہ نہین جو اچھی کوشش کرے بلکہ وہی ہے جسکے لئے ہادی عزوجل سے ہدایت کی تقدیر ازلی ہوچکی۔ پھر اللہ تعالے نے اہل خسران کی حالت بیان فرمائی کہ وہ درگاہ کبریائی و دیدار جلال سے محروم ہین بقولہ تعالے

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ ۖ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ

اور ہم نے پھیلا رکھے ہین دوزخ کے واسطے بہت جن اور آدمی جنکو دل ہین اُنسے سمجھتے نہین اور آنکھین ہین اُنسے

لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۚ أُولَٰئِكَ

دیکھتے نہین اور کان ہین اُنسے سنتے نہین وہ جیسے چوپائے بلکہ اُنسے زیادہ بیراہ وہی لوگ

هُمُ الْغَافِلُونَ ۝

ہین غافل

ولقد ذرأنا خلقنا لجہنم۔ خلقا۔ کثیرا من الجن والانس اور البتہ پیدا کیا ہم نے جہنم کے لیے خلق کثیر کو جنون وانسانون مین سے۔ جن وانس اسم جنس ہے لہذا جمع نہین آئی۔ اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ جہنم کے واسطے ہم نے جن وانسان مین سے خلق کثیر کو پیدا کرکے مہیا کر دیا اور وے جہنمیون کے کام کرتے اور انھین کامون کی آسانی پاتے ہین جیسے جنتی لوگ جنتیون کے کامون کی توفیق پاتے ہین اور اسی سبب مذکور سے دنیا مین اہل کفر کی کثرت ہر زمانہ مین مشاہدہ ہو کیونکہ انمین سے جو ازلی شقی ہوچکے اور دوزخ ہی کے لیے مخلوق ہوے انکے خلاص کا کوئی حیلہ نہین۔ اور سابق مین وہ احادیث گذر چکین جنمین بیان ہے کہ اللہ تعالے نے آدمؑ کی پشت سے اُن کے

قدریات دو فریق بناکر ایک فریق کے حق مین فرمایا کہ مین نے انکو دوزخ کے واسطے پیدا کیا اور مجھے پروا نہین ہے - اور یہان ظاہر ہوا کہ ہر دو فریق مین سے بڑا فریق دوزخی ہے اور نیز ظاہر ہوا کہ جن مین سے بھی بڑا فریق دوزخی ہے اور نیز ظاہر ہوا کہ جن اگرچہ آتشی ہین مگر دوزخ سے عذاب اُٹھاوینگے بھلا تو نہین دیکھتا کہ انسان خاکی ڈھیلے کی مار سے دردناک ہوجاتا ہے اور صحیحین کی حدیث ابن مسعودؓ جو تقدیر برحق ہونے کے باب مین مذکور ہے اسمین پیٹ کے بچہ کے حق مین روح پھونکنے کے وقت کا حال یون آیا ہے کہ پھر فرشتہ کو چار باتین لکھنے کا حکم ہوتا ہے یعنے اُسکا رزق اور اجل کہ کتنی مدت جیتا رہیگا اور عمل کہ کیسے کام کریگا اور اُسکا خاتمہ کہ شقی ہے یا سعید ہے یہ چارون باتین ماں کے پیٹ ہی مین فرشتہ بحکم الٰہی لکھدیتا ہے - اور صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے آسمان وزمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے درحالیکہ اُسکا عرش پانی پر تھا مقادیر خلق کو تقدیر کر دیا ہے - اور صحیح مسلم مین حضرت عائشہؓ کی حدیث سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم انصار مین سے ایک طفل کے جنازہ مین بُلائے گئے تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ طوبیٰ لہ عصفور من عصافیر الجنۃ یعنے پاکیزہ بھلائی ہے اس طفل کے لیے وہ جنت کی چڑیون مین سے ایک چڑیا ہے اُسنے کوئی بُرائی نہین کی اور نہ بُرائی کو پایا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ یا اُسکے سوا ہے اے عائشہؓ البتہ اللہ تعالےٰ نے جنت کو پیدا کیا اور اُسکے لیے لوگ پیدا کیے حالانکہ وہ اپنے باپون کی پشت مین تھے اور دوزخ پیدا کی اور اسکے لیے لوگ پیدا کیے حالانکہ وہ اپنے باپون کی پشت مین تھے - حاصل معنے اس حدیث کے یہ ہین کہ جنت ودوزخ کے لیے اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی سے لوگ مقدر کر دیے ہین وہ دنیاوی وجود پر موقوف نہین ہین بلکہ جو جنتی ہے وہ اپنے باپ کی پشت ہی مین جنتی ہے اور یہی حال دوزخیون کا ہے پس اسی واسطے حضرت عائشہؓ کو روک دیا کہ بھلے وبُرے کامون کی راہ سے جنتی ودوزخی کا حکم نہ لگاوین اور یہ مراد نہین کہ یہ لڑکا جنتی نہین ہے کیونکہ دیگر دلائل سے مسلمانون کی چھوٹی اولاد جو مرے اسکے جنتی ہونے کو ائمہ علماء نے دلائل شرعی سے ثابت پایا ہے چنانچہ امام نوویؒ نے شرح صحیح مسلم مین کہا کہ علماء مسلمین مین سے جنکو شمار مین لایا جاتا ہے ان سب کا اجماع ہے کہ مسلمانون کی چھوٹی اولاد جو مرے وہ جنت مین ہے کیونکہ وہ مکلف نہین اور بعضے ایسے علماء نے جو کسی شمار مین نہین اُنھون نے اس مسئلہ مین توقف کیا ہے اور کچھ حکم نہین لگایا اور انکے توقف کی وجہ یہی حدیث ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ہمکو بدون قطعی دلیل کے جنتی یا دوزخی کا حکم لگانے مین جلدی کرنے سے منع فرمادیا مترجم کہتا ہے کہ افعال کے اوپر نظر کرکے بھی یہ حکم لگانے سے منع فرمایا جیسا کہ اشارہ گذرا - اگر کہا جاوے کہ علماء نے انکے غیر مکلف ہونے کی دلیل سے انکا جنتی ہونا ثابت کیا اور یہ افعال ہی پر نظر ہے تو جواب یہ کہ دلیل دیگر مقارن اسکے ہوکر مثبت ہوئی اور فرق اسیقدر ہے جو قول معتزلہ واہل سنت کے درمیان مغفرت کے بارہ مین ہے یعنے معتزلہ محض افعال پر نظر رکھتے ہین اور اہل سنت کی نظر برحمت الٰہی ہے ہان جب افعال بھی اچھے ظاہر ہوئے تو بحکم ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اور اسکے مانند کے مفید یقین ہوا اور حدیث وفات عثمان بن مظعونؓ جو صحاح وغیرہ مین معروف ہے اسکی توضیح کرتی ہے اور مقام مقتضی ہے کہ تقریر وسیع لائی جاوے ولیکن بخوف تطویل اسیقدر پر اکتفا کیا فلیتامل پھر امام نووی نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ شاید آنحضرت صلعم نے یہ بات یعنے حضرت عائشہؓ کو روکنے کی اسوقت فرمائی ہو کہ جب آپ کو وحی سے ان اطفال کا جنتی ہونا معلوم نہ تھا پھر جب علم ہوگیا تو جنتی ہونے کی خبر دیدی - ثم قال النوویؒ اب رہے کافرون کے بچے جو کہ طفولیت مین مر گئے تو اسمین تین قول ہین اوّل یہ کہ اکثرون نے کہا کہ وہ اپنے باپون کے تابع ہوکر جہنمی ہین دوم یہ کہ ہمکو معلوم نہین کہ ان کا کیا حال ہے اور یہ ایک گروہ کا قول ہے - اور سوم یہ کہ یہ اطفال بھی جنتی ہین اور یہی محققین کا قول ہے اور یہی صحیح ہے اور اسپر چند دلائل ہین

از انجملہ وہ حدیث کہ حضرت صلعم نے جنت مین حضرت خلیل علیہ السلام کو دیکھا درحالیکہ انکے گرد لوگون کی اولاد تھی اور صحابہ رضنے پوچھا کہ یا
رسول اللہ کیا مشرکون کے اولاد بھی تھی فرمایا کہ مشرکون کے اولاد بھی تھی والحدیث رواہ البخاری فی الصحیح۔ اور از انجملہ قولہ تعالے وما کنا
معذبین حتی نبعث رسولا۔ یعنے فرمایا کہ ہم عذاب دینے والے نہین یہان تک کہ رسول کو بھیج لین۔ پس معلوم ہوا کہ قبل بعثت رسول کے
کسی بشر کو عذاب نہ دیا جائیگا اور سب لوگون نے اتفاق کیا ہے کہ بچہ پر تکلیف شرعی عائد نہین ہوتی اور رسول کا قول قبول کرنا لازم
نہین ہوتا یہان تک کہ وہ بالغ ہوجاوے پس بالغ ہونے سے پہلے جو مرا وہ گویا بعثت رسول کے پہونچنے سے پہلے مرا ہے۔ پھر واضح ہو کہ
آیت کریمہ مین اہل سنت کے مذہب کی کھلی دلیل ہے کہ بندون کے سب بھلے برے کامون کا پیدا کرنے والا وہی ایک خالق وحدہ لاشریک
ہے پس سوائے اسکے کوئی خالق کسی چیز کا نہین ہے اور جسنے گمان کیا کہ بندہ اپنے افعال اپنے آپ پیدا کرلیتا ہے وہ جھوٹا مشرک ہے ہان
کہا تاہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالے نے صریح فرمادیا کہ اُسی نے بہت سے جن والنس کو دوزخ کے لئے پیدا کیا اس سے بڑھکر کیا بیان
ہوگا اور یہ ہر کوئی جانتا ہے کہ سمجھدار کبھی اپنے آپ اپنے واسطے آگ مین گھس جانا پسند نہین کریگا پھر جب اُسنے ایسے اعمال کیے جو آگ مین
داخل ہونے کے موجب ہین تو معلوم ہوگیا کہ ان اعمال موجبۃ النار کا پیدا کرنے والا یہان ایک خالق پاک ہے جو چارنا چار اس سے یہ
عمل پیدا فرماتا ہے اور وہ اللہ تعالے ہے اور معتزلہ وغیرہ نے جو یہان بے وجہ تاویلین کین وہ مردود ہین اسلیئے کہ جب کوئی دلیل قطعی
ایسی قائم ہو کہ ظاہر معنے آیت کے نہ بن سکتے ہون تو تاویل کرنے کی گنجایش ہے پس یہان تاویل بدون دلیل قطعی کے ہرگز صحیح نہین ہے
اور یہ مسئلہ تقدیر کا وسیع ہے اس مین بندہ اپنی عقل اگر لگاویگا تو گمراہ ہوگا کیونکہ حکمت الٰہی کو کون گھیر سکتا ہے پس جو اللہ تعالے واسکے رسول صلعم
نے فرمایا اسی پر ایمان رکھنے والا مومن ہے اور یہی لوگ اہل سنت ہین اللہ تعالے ہمکو انھین کے عقیدے پر دنیا سے مومن اُٹھاوے لہذا ہم
ایمان لائے کہ بے شک اللہ تعالے نے دوزخ کے واسطے بہت سے جن وانسان پیدا فرمائے اور چارنا چار وہ لوگ دوزخیون کے کام کرتے
اور انھین کامون پر خوش ہین اور کیون نہین کہ اوتعالے نے ان دوزخیون کی حالت جسپر انکو پیدا فرمایا ہے یہ بیان فرمائی کہ لَهُمْ قُلُوبٌ
لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا۔ انکے قلوب ایسے ہین کہ اُنسے سمجھتے نہین۔ یعنے حق بات انکے دلون مین نہین سمجھائی دیتی ہے اگرچہ دنیاوی اپنی بھلائی
برائی کو خوب سمجھتے ہین لیکن اُسکا نفع یہی چند روزہ زندگی تک ہے جسکا کچھ بھی اعتبار نہین۔ وقال البیضاوی نہین سمجھتے اسلیے
کہ حق بات پر دل نہین دھرتے اور دل کی آنکھون سے حق بات مین نظر نہین کرتے۔ وقال المترجم یہان سے ثابت ہوا کہ فقہ وہی ہے
جو دل مین سمجھ ہوا اور دل وہی خوب ہے جسمین یہ فقہ ہو حتی کہ کافرون کی مذموم حالت فرمائی کہ اُنکے دل ہین مگر ایسے ناکارہ کہ اُن سے نفع
دینے والی سمجھ نہین پاتے۔ وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا اور اُنکی آنکھین ایسی ہین کہ جنسے دیکھتے نہین۔ یعنے دنیاوی چیزون کو ایسی نگاہ
سے جو اُنکے کام نہ آوے خوب دیکھتے ہون مگر جو دیکھنا کام کا تھا وہ نہین دیکھتے پس اللہ تعالے نے جو اشیاے عجیب وغریب پیدا فرمائی ہین انکو
بنظر عبرت نہین دیکھتے کہ جس سے اوتعالے کی عظیم قدرت دیکھکر اسکی توحید ومعرفت حاصل کرین بلکہ یہ لوگ اپنی ذات کو دنیا کی
چیزون کو اپنی خواہش نفسانی کی نظر سے دیکھتے ہین اور یہ دیکھنا کام کا نہین تو صحیح ہوا کہ آنکھون سے جو نفع تھا جب وہ نہ اُٹھایا تو نفی
فرمائی کہ انکی آنکھین ہین مگر ایسی کہ اُنسے بصیرت کی نظر سے نہین دیکھتے۔ وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا۔ اور اُن کے کان ایسے ہین
کہ اُنسے سنتے نہین یعنے نفسانی وشیطانی ودنیاوی لہو ولعب وبیفائدہ بیکار باتون کو اگرچہ سنتے ہون لیکن جو سننا انکو نافع ہوتا جیسے
آیات وحدانیت اسکو کان لگا کر نہین سنتے کہ خواب غفلت سے بیدار ہون اور معرفت الٰہی کا توشہ ونیک اعمال کا خزانہ حاصل کرکے اپنے

اصلی وطن آخرت کو واپس جاوین۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ دل و آنکھین و کان جو اللہ تعالے نے بندے کو دیے وہ فقط یعنے معرفت الٰہی
و آخرت کی سمجھ و ایمان حاصل کرنے اور اللہ تعالے کی تمام مخلوق بین خصوص اپنے آپ مین اسکی عجیب قدرت و صنعت دیکھنے اور اللہ تعے
کی معرفت کی آیات و وعظ و نصائح بغور و تامل سننے کے لیے ہین پھر جسمین یہ باتین بالکل نہون تو وہ دوزخی ہے اگرچہ دنیا کے امور و خواہش
نفس کی باتین خوب سمجھتا اور دیکھتا و سنتا ہو مگر وہ پاگل و اندھا و بہرا ہے۔ اور جب ایسا ہوا تو نتیجہ اسکا یہ ہے جو فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ
ایسے لوگ جنکی ناسمجھی کا یہ حال بیان ہوا وے مانند انعام یعنے چوپایہ جانورون کے اور مانند بہائم کے ہین یعنے کام کی سمجھ نہونے اور معرفت والی
بینائی نہونے اور انجام کی مفید شنوائی نہونے مین یہ لوگ ایسے ہین جیسے بہائم جانور ہوتے ہین۔ یا یہ معنے ہین کہ پیٹ پالنے اور جو جی چاہے
اسی کی کوشش مین دل و آنکھون و کانون سے مصروف رہنے مین یہ لوگ مانند جانورون کے ہین کہ انکا یہی کام ہے۔ اور اول اولی ہے
کہ ناسمجھی و بے عقلی مین جانورون کے مانند ہین اسلیے کہ دل و آنکھین و کان تو انسان و دیگر حیوانات مین مشترک ہین مگر انسان کو جو اورون
سے فضیلت و شرف ہے تو فقط ایسی عقل و ادراک سے جس سے اللہ تعالے کی معرفت حاصل ہو اور بھلے و برے مین تمیز کرے اور اس
حیات ناپائدار دنیا کی سرا سے اپنے اصلی گھر کی طرف واپس جانے پر مستعد رہے پس جب کافر و مشرک کو یہ معرفت حاصل نہوئی تو
اسکے اور بہائم کے درمیان کچھ فرق نہوا کہ وہ بھی کچھ فہم و ادراک نہین کرتے لیکن بہائم بچارے اگر فہم و ادراک نہ کرین تو بجا ہے کہ ان مین
عقل نہین دی گئی بخلاف کافرون کے کہ یہ لوگ اس نعمت کے ہوتے ہوئے اسکو برباد کیئے ہوئے ہین لہذا فرمایا۔ بَلْ هُمْ اَضَلُّ لے اضل سبیلا
من الانعام۔ بلکہ یہ لوگ تو چوپائے جانورون سے بھی زیادہ بھٹکے ہوے گمراہ ہین کیونکہ دیکھو کہ بہائم کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے نفع و ضرر کو
پہچانتے ہین بکری کو دیکھو کہ شریفہ کی پتی نہین کھاتی اور منفعت کو تلاش کرکے حاصل کرتی اور مضرت سے بھاگتی ہے کوئی جانور خود
آگ دیکھکر اسمین نہ جاویگا اور ہری ہری گھاس کی طرف خود دوڑا جائیگا اور کافر و مشرک جان بوجھکر عناد سے دوزخ پر اقدام کرتا ہے
ابوجہل نے کہا کہ بنی عبد مناف سے ہم سب باتون مین تو ہمسر ہو گئے اب انھون نے اپنا یہ فخر نکالا کہ ہم مین ایک نبی و رسول اللہ صاحب وحی
و کتاب ہے سو واللہ ہین تو اس عار کو کبھی نہ اُٹھاؤنگا اور ایمان نہ لاؤنگا اگرچہ محمد بڑا اچھا اور سب باتون مین اچھا ہے۔ یہود خوب پہچانتے
و جانتے تھے مگر پیر مرشد بنے ہوے نذرانہ کھاتے اور عالم کہلاتے تھے اُنسے یہ لالچ نہ چھوڑا گیا اور دوزخ کے عذاب پر اقدام کیا پس جانور
سے بدتر ہین اور نیز جانورون کو معرفت الٰہی کے فضائل حاصل کرنے پر قدرت نہین اور انسان کو یہ قدرت ہے تو عاجز ہوتے ہوے نہ
حاصل کرنے والے کی بہ نسبت وہ بدتر ہے جو قادر ہوتے ہوے منہ موڑے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالے
نے دو چیزین عقل و شہوت پیدا کین پس فرشتون کو فقط عقل دی بدون شہوت کے پس انکو کوئی خواہش نہین جو اللہ تعے کی عبادت سے روکے اور جانورون کو
شہوت دی بدون عقل کے پس وہ کھانے پینے وغیرہ خواہشون و شہوات مین مصروف ہین انکو عقل نہین کہ معرفت حاصل کرین رہا انسان تو اسمین دونون
جمع کردین پس اگر اُسنے عقل کی پیروی سے معرفت و طاعت حاصل کی تو فرشتون سے بڑھ گیا کیونکہ شہوت کی روک سے صبر کرتا ہوا و ان پر غالب ہوا اور
اگر شہوت کی پیروی سے جہالت و نافرمانی سمیٹی تو جانورون سے حتی کہ سور سے بدتر ہوا کیونکہ عقل ہوتے ہوے اس نجس گڈھے مین پھسل پڑا اور نیز سب
جانور اپنے خالق عز و جل کے مطیع ہین بخلاف کافر کے کہ وہ نافرمانی کرتا و تمرد سے انتشار و بہتان باندھتا ہے اور نیز یہ کہ سب جانور اپنے پروردگار کو پہچانتے و یاد کرتے ہین
بخلاف کافر کے کہ نہین پہچانتا و نہین یاد کرتا ہے اگر وہم ہو کہ اللہ تعالے کے سب قائل ہین تو جواب یہ کہ جو قائل ہین وہ ایسے خدا کے قائل ہین جسکا شریک
بتاتے ہین اور یہ درحقیقت حضرت اللہ تعالے جل جلالہ کی شان نہین تو وہ کسی اور چیز کے قائل ہین جو انکے وہم مین سمائے کیونکہ اللہ تعے

کی معرفت توان صفات سے ہے جنکو اُسکے رسول برحق صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا پس جو اسکے برخلاف ہے وہ اللہ تعالے سے منکر ہے۔ اور نیز یہ
کہ جانورون کے ساتھ کوئی ہانکنے والا ہو تو راہ راہ چلے چلتے ہین بخلاف کافرون کے کہ اللہ تعالے نے اپنی معرفت و صفات پاک کے بیان
مین کتابین نازل فرمائین ہدایت کی راہ دکھلائی رسول علیہم السلام بھیجے مگر یہ لوگ نہ مانے اور الٹے ہر چند اُنھون نے راہ بتائی اور وعظ و
نصیحت سے انکو خواب غفلت سے جگایا مگر نہ جاگے ہر چند اُنھون نے اللہ تعالے سبحانہ کی صفات پاک انکو سمجھائے اور اسی کی عبادت کو
کہا مگر نہ چونکے لہذا فرمایا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ یہی غافل لوگ ہین۔ یعنے پوری غفلت والے یہی ہین اگرچہ مسلمان گنہگار بھی غفلت
مین پڑجاتا ہے مگر بالکل غافل نہین ہوتا مسئلہ زید و عمرو دونون مسلمان ہین پس زید نے قسم کھائی کہ اگر عمرو کو کامل غفلت ہو تو اُس کی
جورو پر طلاق ہے تو حکم دیا جائیگا کہ طلاق واقع نہوئی اور یہان بہت صورتین نکل سکتی ہین۔ فتامل ف فی العرائس قولہ تعالے لہم
قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ۔ انکے دل مشاہدۂ غیب سے محجوب ہین اور اگر پاوین تو وصال کا مزہ چکھین اور حقائق نوال کو سمجھین انکی آنکھون پر
شہوات کے پردے پڑے ہین اگر اس سے نکلین تو انوار صفات دیکھین۔ انکے کانون مین غفلت کے ٹھیٹھے ہین اگر وہ ہٹین تو آواز وصال و الحان
قرب سے مسرت پاوین اور دنیا کے تمام راگ و رنگ سے مُنھ پھیرلین بعض نے کہا کہ انکے دل ایسے ہین کہ شواہد حق سے فقہ و سمجھ نہین رکھتے
اور انکی آنکھین ایسی ہین کہ اُنسے دلائل حق نہین دیکھتے اور انکے کان ایسے ہین کہ دعوت حق نہین سُنتے **قال المترجم** دعوت حق ایک
ظاہری ہے جو بواسطہ رسول اللہ صلعم و آپکے خلفاء کے ہر وقت پہونچتی ہے اور وہی اصل ہے اور دوم دعوت باطن اور وہ اس
شعر سے سمجھ لینا چاہیئے ؎ من آن مرغم کہ ہر شام و سحر گاہ ؛ ز بام عرش می آید صفیرم ؛ اور نیز ؎ ز مرغ صبح ندانم کہ سوسن آزاد ؛ چہ گوش
کرد کہ حافظ زبان خموش آمد ؛ پھر اللہ تعالے نے ان لوگون کا حال یون فرمایا کہ یہ لوگ گمراہی مین جانورون سے بڑھے ہوئے ہین کیونکہ جانورون
مین ادب قبول کرنے کی استعداد ہے وہ اسکے موافق قبول کرلیتے ہین اور یہ لوگ باوجود استعداد قبول کے ادب نہین قبول کرتے۔ بعض
نے کہا کہ بہائم کو پردگی اور تجلی دونون سے بے خبری ہے بخلاف ارواح کے کہ تجلی سے اسکی زندگی اور پردگی سے عذاب و موت ہے ابن عطاؒ
نے کہا کہ ان دلون سے معانی خطاب نہین سمجھتے اور آنکھون سے شواہد حق نہین دیکھتے اور کانون سے حلاوت خطاب نہین پاتے کیونکہ
نہین سنتے ہین۔ اُستادؒ نے کہا کہ معانی خطاب کے جسطرح محدثین سمجھتے ہین یہ لوگ نہین سمجھتے اور انکو دلی خطرہ مین اور نفسانی و
شیطانی وسواس مین تمیز نہین۔ آنکھون سے شواہد توحید نہین دیکھتے اور کانون سے دلائل یقین نہین سنتے ہین ان لوگون کی نظر فقط غفلت
کی راہ ہے اور انکی سماعت فقط یہی شہوت و فتنہ کی آواز ہے۔ یہ روڑے پتھر کسی لڑی مین گوندھنے کے قابل نہین سوائے اس کے کہ
شہوت کی زنجیرون مین جکڑے جاوین **قال المترجم** محدثین جمع محدث انکی اصطلاح مین وہ عارف کہ فہم خطاب و واردات ازلی اسکے
قلب پر غیب سے وارد ہون اور مثال مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہین چنانچہ تین آیات کا خطور قبل نزول کے انپر توافق واقع ہوا۔ وقد
سبق البیان فی قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے الآیۃ۔ اور تحقیق مقام مجملاً و کفایۃ جابجا آچکا ہے فتذکر۔ پھر اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ اسکے بہت نام
پاک ہین اور وہ اسماء ذاتی و اسماء صفاتی اور اسماء فعلی اور اسماء خاصہ ہین جنسے عارفون کے دلون کو جو جہنمیون کے دلون کے مانند نہین بلکہ پاکیزہ
منور ہین ان پاک نامون سے عجائب صفات الٰہی سے آگاہی ہوتی ہے جن کا مصدر ذات واحد قدیم جل سلطانہ ہے چنانچہ فرمایا۔

وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِہَا ص وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ ط سَیُجْزَوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝

اور اللہ کے ہین سب نام خاصے سو اسکو پکارو وہ کہکر اور چھوڑدو انکو جو کج راہ چلتے ہین اُسکے نامون مین وہ بدلا پارہینگے اپنے کیے کا

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اور اللہ تعالے کے لیے بہت اچھے اچھے نام ہین۔ ایسا پاک بیان چار سورتون مین آیا ہے۔ ایک تو یہان اور دوم آخر
سورۂ بنی اسرائیل مین فی قولہ قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایا ما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ۔ اور سوم سورۂ طٰہٰ کے شروع مین فی قولہ اللہ لا الٰہ الا
ہو لہ الاسماء الحسنیٰ۔ اور چہارم سورۂ حشر کے آخر مین فی قولہ ہو اللہ الخالق البارئ المصور لہ الاسماء الحسنیٰ۔ اور حُسنیٰ اسکا لفظاً مؤنث احسن ہے اور وہ
صفت اسماء جمع اسم ہے اور معنے تفضیل کے یہان یا تو مشرکون کے معبودون کے بہ نسبت ہین اور یا مطلقاً ہین اور مترجم کے نزدیک یہی اولی
بلکہ صواب ہے اسواسطے کہ کسی کو اللہ تعالے کے ساتھ کچھ نسبت نہین اور ظاہر ہین جو رحیم وکریم کے مانند اسماء مین مشارکت گمان کیجاتی ہے وہ وہم
ہے پس غفلت سے بچنا چاہیئے۔ اور بعض نے کہا کہ حسنیٰ مصدر ہے جیسے رجعی۔ اور مفرد آنا بوجہ اسکے کہ مصدر جنس ہے اور جیسے وصف لا یعقل مین
افراد آتا ہے۔ اول قول مختار مفسرؒ ہے۔ بالجملہ یہان بندون کو معرفت دی اور ادب فرمایا کہ جس ذات پاک کا نام اللہ تعالے ہے اس کے
واسطے بہت سے نام صفاتی وغیرہ بہت اچھے اچھے ہین۔ فَادْعُوْهُ بِهَا سمّوہ بہا پس اللہ تعالے کو انھین پاکیزہ نامون سے پکارو یعنے اُسکے
جناب مین التجا کرنے اور اسکا ذکر کرنے مین انھین پاک نامون سے نام لیا کرو۔ اور دعا کے آداب و شرائط تحقیق کے ساتھ تفسیر قولہ و اذا سالک
عبادی عنی فانی قریب الآیۃ مین گذری اور منجملہ شرطون کے یہ ہے کہ دعا کرنے والا جس نام پاک سے دعا کرے اسکے معنے جانتا ہو اور یہ ہے
کہ اسکے دل مین جسکا نام لیتا ہے یعنے حق سبحانہ تعالے کی عظمت اسوقت تو ضرور حاضر ہو یعنے دل غافل نہو اور یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ
قبولیت پر بھروسا کرکے بدون شک وغیرہ شیطانی وسواس کی دعا کرے۔ پس جلالی نام کے وقت جلال سماویگا اور جمالی نام کے وقت رحمت
وانبساط آویگا لہذا ان پاک نامون کا اور انکے معانی کا جاننا ضرور ہے پھر علماء کے دو قول ہین ایک یہ کہ اللہ تعالے کے نام ننانوے ہین اور
دوم یہ کہ انکی گنتی اسی قدر مین منحصر نہین بلکہ اللہ تعالے ہی جانتا ہے۔ اور مفسرؒ نے یہان لکھا الاسماء الحسنیٰ التسعۃ والتسعون الوارد بہا الحدیث
یعنے یہ نامہاے احسن ننانوے کہ انکے ساتھ حدیث وارد ہوئی ہے۔ پس قولہ التسعۃ آخرہ بدل از اسماء ہے اور معنے مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ
اسماء حسنیٰ یہی ننانوے ہین جو حدیث مین وارد ہوئے ہین فعلے ہذا قول اول اختیار کیا۔ اور دوسرا احتمال یہ کہ یہان جن پاک نامون سے
دعا کرنے کا حکم دیا گیا وہ یہی ننانوے ہین اگرچہ اوتعالے کے اور پاک نام اسقدر ہون کہ انکا علم اللہ تعالے ہی کو ہے فعلے ہذا قول دوم کی
طرف راجع ہوا۔ اور توضیح یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ ان للہ تسعا وتسعین اسما
مأتہ الا واحدا من احصاہا دخل الجنۃ وہو وتر یحب الوتر۔ یعنے اللہ تعالے کے ننانوے نام۔ ایک کم سو ایسے ہین کہ جو انکو احصار کرے وہ جنت
مین داخل ہوگا اور اوتعالے فرد ہے وہ طاق کو محبوب رکھتا ہے۔ رواہ احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ وابو عوانہ وابن جریر
وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مندۃ وابن مردویۃ وابو نعیم والبیہقی۔ اور ابن مردویہ و ابو نعیم کی روایت سے اتنا زائد ثابت ہوا کہ جو ان نامون سے
دعا کرے اللہ تعالے اسکی دعا قبول فرماتا ہے۔ بخاریؒ نے فرمایا کہ احصار سے یہان حفظ کرنا مراد ہے اور یہی اکثر محققین کا قول ہے اور دوسری
روایت مین آیا ہے کہ من حفظہا دخل الجنۃ۔ پس پہلی روایت کی اس سے تفسیر ہوگئی کہ احصار سے حفظ مراد ہے۔ اور بعض نے کہا کہ احصار کے
معنے شمار کرنا یعنے دعا مین ان نامون کے ساتھ احاطہ کرکے ایسے دعا مانگے مترجم کہتا ہے کہ بنابرین دعا بھی یہ ہوگی کہ اللہ تعالے میری مغفرت فرمائے
کیونکہ ان نامون کو بمعنی احصار کرکے اگر مثلاً رزق کی دعا مانگی تو جنت مین داخل ہونا کیون ملیگا اور یہ احتمال کہ یہ مزید تفضل مین یعنے گنائے
مین لجاوے بعید ہے فافہم اور بعض نے کہا کہ احصار سے مراد ادب سے انکی بخوبی رعایت رکھنا۔ اور بعض نے کہا کہ دعا کے وقت دل کو انکے
معانی پر حاضر رکھنا حتی کہ قہار کے نام لینے پر عظمت و قہر سے بھر جاوے اور رحیم کے نام پر رحمت سے منبسط ہو جاوے مترجم کہتا ہے کہ مرد عارف

کے سوا ہے ہر ایک سے ایسا نہین ہو سکتا ومعنے اول اقوی ہین واللہ اعلم اور بیان ان پاک نامون کا آگے آتا ہے اور یہان اسقدر جاننا ضرور ہے کہ جن علما نے سمجھا کہ اللہ تعالے کے نام ننانوے ہین منحصر ہین وہ اسی حدیث سے اسطرح استدلال کرتے ہین کہ قولہ ان للہ تسعا و تسعین اسما مائۃ الا واحدا پر کلام پورا ہوا اور افادہ فرمایا کہ اللہ تعالے عز وجل کے ننانوے نام ہین اور قولہ من احصاہا دخل الجنۃ سے مراد یہان فضائل ہین یعنے منجملہ فضائل کے ایک یہ ہے کہ جو انکو حفظ کرے یعنے معنے ومضمون سے اپنے قلب پر محفوظ رکھے وہ جنت مین داخل ہوگا اور ظاہر یہ کہ اسماء صفاتی کے حفظ کی کیفیت یہ کہ مثلاً رحیم وحلیم کے مقتضا پر خود اپنے پروردگار کا خلق اختیار کرکے رحم کرنے والا اور لوگون کے حرکات پر حلم کرنے والا اور بردباری سے انکی طرف سے برائیون کو برداشت کرنیوالا ہو جاوے اور علی ہذا احصاء کے معنے اول وسوم مین اتفاق ہو جائیگا واللہ اعلم اور یہ جملہ درمیان مین معترضہ تھا اور مقصود یہ کہ جو علماء انحصار اسماء کے قائل ہین انھون نے حدیث شریف سے اس بیان سے استدلال کیا ہے اور باقی علماء جو انحصار کے قائل نہین انھون نے یون معنے بیان کیے کہ قولہ تسعا وتسعین اسما مائۃ الا واحدا بدل و مبدل منہ ہوکر موصوف ہوا اور قولہ من احصاہا دخل الجنۃ جملہ اسکی صفت ہے پھر موصوف وصفت ملکر اسم ان ہوا اور حاصل معنے یہ کہ اللہ تعالے کے ننانوے نام ایسے ہین کہ جو انکو حفظ رکھے وہ جنت مین داخل ہوگا پھر واضح رہے کہ مترجم کو ٹھیک طور پر معلوم ہوا کہ ننانوے نامون مین انحصار کے قائل کون علماء ہین اگرچہ بعض نے مجمل اشارہ کیا اور ظاہر ہے کہ اس شخص نے بعض عبارات سے وہم کیا کہ بعضے علماء انحصار کے قائل ہین مگر صحیح یہ ہے کہ علماء مین اختلاف نہین اور سب کا یہی قول ہے کہ اسماء الٰہی ننانوے مین منحصر نہین پس حدیث شریف کے وہی دوسرے معنے صحیح ہین امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین کہا کہ علماء رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ اس حدیث مین اللہ تعالے کے نامون کا حصر مقصود نہین اور اسکے یہ معنے نہین کہ اللہ تعالے کا کوئی نام سوا ننانوے کے نہین بلکہ یہ مقصود ہے کہ ان نامون کو جو احصاء کرے وہ جنتی ہوگا پس حاصل یہ کہ ان نامون کے احصاء سے جنت مین جانے کی خبر دینا مقصود ہے اور نامون کا حصر بیان کرنا مقصود نہین ہے۔ وقال الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے۔ واضح رہے کہ اسماء حسنیٰ کچھ انھین ننانوے مین منحصر نہین ہین بدلیل دوسری حدیث کے جو امام احمدؒ نے اپنی مسند مین عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ ما اصاب احدا قط ہم ولا حزن فقال اللہم انی عبدک ابن عبدک ابن امتک ناصیتی بیدک ماض فی حکمک عدل فی قضاءک اسالک بکل اسم ہو لک سمیت بہ نفسک وانزلتہ فی کتابک او علمتہ احدا من خلقک او استاثرت بہ فی علم الغیب عندک ان تجعل القرآن العظیم ربیع قلبی ونور صدری وجلاء حزنی وذہاب ہمی الا اذہب اللہ حزنہ وہمہ وابدل مکانہ فرحا فقیل یا رسول اللہ افلا نتعلمہا فقال بلی ینبغی لکل من سمعہا ان یتعلمہا۔ حاصل معنے اس حدیث کے یہ ہین کہ کوئی ایسا نہین جسکو کوئی غم واندوہ پہونچا پھر اُسنے یون دعا مانگی کہ اللہم الخ مگر آنکہ اللہ تعالے اسکا غم واندوہ دور کردیتا ہے اور بجاے اسکے فرحت وسرور دیتا ہے تو عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ بھلا ہم اسکو سیکھ نہ لین۔ تو فرمایا کہ ہان سیکھ لو جو اسکو سُنے اسکو چاہیئے کہ اسکو سیکھ لیوے۔ وقد رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی فی الاسماء والصفات۔ اور دعاء مذکورہ کے معنے یہ ہین اے اللہ پاک میں تیرا غلام تیرے غلام کا بیٹا تیری باندی کا بیٹا ہون میری چوٹی تیرے قبضہ قدرت مین ہے میرے حق مین تیرا حکم روان ہے میرے حق مین تیرا حکم سب عدل ہے مین تجھسے تیرے ہر نام پاک کے ساتھ جو تیرے لیے شایان ہے تونے اس سے اپنا نام رکھا ہے اور اس کو اپنی کتاب مین نازل فرمایا ہے یا اپنی مخلوق مین سے کسی کو سکھلایا ہے یا اپنے پاس اُسکو اپنے ہی علم غیب مین رکھا ہے یہ دعا کرتا ہون کہ تو قرآن عظیم کو میرے دل کی ربیع اور میرے سینہ کا نور اور میرے اندوہ کا صیقل کرنے والا اور میرے غم کا دور کرنیوالا فرما دے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے

ترو تازہ بہری ۱۲

ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے کے ناموں میں سے بعضے اسی کے علم غیب میں ہیں مخلوق میں سے کسیکو معلوم نہیں اور بعض کسی مخلوق کو مخصوص بتلائے گئے ہیں بالجملہ ثابت ہوا کہ انھیں ننانوے میں انحصار نہیں ہے اور ابن العربی مالکیؒ نے شرح ترمذی میں لکھا کہ بعض علماء نے اللہ تعالے کے ناموں کو قرآن وحدیث سے جمع کرکے ہزار نام لکھے ہیں واللہ اعلم۔ اب رہا بیان اسکا کہ ننانوے نام جنکے حفظ پر حدیث صحاح وسنن میں دخول جنت کی بشارت آئی ہے وہ کہاں ہیں اور بطور معین معلوم مروی ہوئے ہیں یا مانند شب قدر کے یا ساعت روز جمعہ کے مبہم ہیں تاکہ رغبت وکوشش زیادہ ہو پس ابن عباسؓ وابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے ننانوے نام ایسے ہیں کہ جو انکو احصار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا اور وہ قرآن میں ہیں۔ رواہ ابو نعیم۔ اگر اس حدیث کی اسناد مستقیم ہو تو اس سے استفادہ ہوگا کہ وہ قرآن مجید میں ہیں۔ اور ابو جعفر محمد باقر علیہ السلام سے روایت کیا جاتا ہے کہ کہا یہ نام قرآن میں ہیں پھر علیحدہ علیحدہ سورہ سورہ کرکے ننانوے نام بیان کیے اور ابن حجرؒ نے تلخیص میں کہا کہ ظاہر الکتاب مجید سے تتبع وتلاش کرکے پھر انکو بیان کردیا۔ اور شیخ ابن حزمؒ نے کہا احصار اسمار الٰہی میں جملہ احادیث مضطرب ہیں انمیں سے کوئی صحیح نہیں اور مراد شیخ کی یہ کہ تفصیل اسمار کی روایات مضطرب ہیں لیکن مطلق نفی میں تشدید ہے اور مفسر جلالؒ کے نزدیک بھی ثبوت معلوم ہوتا ہے ورنہ تفسیر مذکور میں تامل ہوگا۔ اور البتہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو صحیحین وغیرہ سے مذکور ہوئی ہے امام ترمذیؒ نے بھی اپنی سنن میں روایت کیا اور اس میں تفصیل ننانوے نام کی بعد قولہ یحب الوتر کے زیادہ ہے پھر کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور ننانوے نام کے احصار کی حدیث تو ابو ہریرہ رضؓ سے کئی وجوہ یعنے بواسطہ متعدد راویوں کے مروی ہے لیکن میں بہتیری روایات میں ناموں کا ذکر نہیں جانتا سوائے اس حدیث کے انتہی مفاد کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل کلام امام ترمذیؒ کا یہ ہے کہ اس حدیث کو اکثر راویوں نے تو بدون تفصیل ناموں کے روایت کیا اور وہ بہت ثقہ لوگ ہیں اور یہ طریقہ جو تفصیلی ناموں کے ساتھ ہے اسکا راوی اگرچہ مقدوح ضعیف نہیں لیکن دوسرے ثقات سے زائد روایت کرتا ہے لہذا حدیث غریب ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ایک جماعت ائمہ حفاظ کا معمول یہ ہے کہ اس حدیث میں ناموں کا تفصیلی بیان مدرج ہے یعنے راوی نے اپنی طرف سے بیان کیا مگر اسطرح کہ وہ حدیث میں درج ہوگیا چنانچہ زہیر بن محمدؒ سے مروی ہے کہ مجھے کئی اہل علم سے خبر پہنچی کہ انھوں نے خود ایسا کہا یعنے قرآن مجید سے جمع کرکے بیان کردیا جیسا کہ جعفر بن محمد وسفیان بن عیینہ وابو زید لغوی نے کہا ہے واللہ اعلم مگر پوشیدہ نہ رہے کہ حافظ ابو نعیم وابن مردویہ نے تفصیل اسمار کو حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایت کیا مگر اس کی اسناد کا حال معلوم نہیں لیکن فی الجملہ اس حدیث ابو ہریرہؓ کی تقویت ہوئی جسکو ترمذیؒ نے روایت کیا ہے اور طریق ترمذیؒ رہ عن الجوزجانی عن صفوان بن صالح عن الولید بن مسلم الی آخر الاسناد سے اس حدیث کو ابن حبانؒ نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا اور ابن حبانؒ کا مذہب درباره تصحیح اسناد کے معروف ہے کہ راوی کی عدالت وثقاہت معلوم ہو یا اسکا حال مستور ہو بہر حال وہ عادل وثقہ قرار دیتے ہیں جیسے امام ابو حنیفہؒ وغیرہ علمار کے نزدیک ہے اور اس سے تقویت زیادہ ثابت ہوئی علاوہ برین ابن ماجہؒ نے اس حدیث کو اپنی سنن میں دوسرے طریق سے حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوع روایت کیا ہے پس اعتماد کے واسطے کافی ہے لہذا ان پاک ناموں کو موافق حدیث مزبور کے ذکر کیا جاتا ہے مگر قبل اسکے تنبیہ ضرور ہے کہ بر تقدیر تسلیم عدم ثبوت تفصیل کے آیت کریمہ کی تفسیر میں کوئی توقف نہیں اور معنے یہ ہیں کہ ولِلّٰہ الاسمار الحسنیٰ فادعوہ بہا۔ اللہ تعالے کے پاک نام ہیں انسے دعا کرو اور وہ اللہ تعالے کی کتاب ورسول پاک سے معلوم ہوئے ہیں اور قرطبیؒ نے حکایت کیا کہ مقاتل وغیرہ مفسرین نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص اپنی دعا میں

یا رحمن یا رحیم کہتا تھا اسکو مشرکون مین سے ایک نے سُنکر کہا کہ محمد و اسکے ساتھی تو کہتے ہین کہ ہم ایک اللہ وحدہ لاشریک کو پوجتے ہین پھر اسکو کیا ہوا کہ دو معبودون کو پکارتا ہے تو آیت یہ نازل ہوئی۔ للہ الاسماء الحسنیٰ۔ اور حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک واحد ہے اور اُسکے نام اچھے اچھے بہت ہین جو اسکی ذات کو بنظر صفات کمالیہ کے شایان ہین لیکن اسکی صفات کی حقیقت چونکہ تصور بشری سے اعلیٰ و برتر ہے لہٰذا جو نام اسنے فرمائے ہین انھین پر اقتصار کیا جاوے اور اپنی فہم ناقص سے کوئی نام نہ گڑھا جائیگا پھر ان نامون مین سے ننانوے نام پاک ایسے ہین کہ جو انکو احصار کرے وہ جنت مین داخل ہوگا جیسا کہ صحیح بلکہ مشہور اصح حدیث سے معلوم ہوا ہے ان نامون کی تفصیل تو اس مین روایت ابن مردویہ و ابو نعیم از حضرت ابن عباس و ابن عمر رضہ اور روایت ابن ماجہ و ابن حبان و ترمذی از حضرت ابو ہریرہ رضہ ہے چنانچہ ترمذی کی روایت کے موافق ان پاک نامون کو مع تنبیہ معانی کے لاتا ہون۔ فاعلم ان الترمذی قد روی حدیث الاحصار من طریق الولید بن مسلم عن شعیب بن حمزۃ باسنادہ مثل ما روی البخاری الا انہ زاد بعد قولہ یحب الوتر۔ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو۔ الملک۔ القدوس۔ السلام۔ المومن۔ المھیمن۔ العزیز۔ الجبار۔ المتکبر۔ الخالق۔ الباری۔ المصور۔ الغفار۔ القھار۔ الوھاب۔ الرزاق۔ الفتاح۔ العلیم۔ القابض۔ الباسط۔ الخافض۔ الرافع۔ المعز۔ المذل۔ السمیع۔ البصیر۔ الحکم۔ العدل۔ اللطیف۔ الخبیر۔ الحلیم۔ العظیم۔ الغفور۔ الشکور۔ العلی۔ الکبیر۔ الحفیظ۔ المقیت۔ الحسیب۔ الجلیل۔ الکریم۔ الرقیب۔ المجیب۔ الواسع۔ الحکیم۔ الودود۔ المجید۔ الباعث۔ الشھید۔ الحق۔ الوکیل۔ القوی۔ المتین۔ الولی۔ الحمید۔ المحصی۔ المبدی۔ المعید۔ المحیی۔ الممیت۔ الحی۔ القیوم۔ الواجد۔ الماجد۔ الواحد۔ الاحد۔ الفرد۔ الصمد۔ القادر۔ المقتدر۔ المقدم۔ المؤخر۔ الاول۔ الآخر۔ الظاھر۔ الباطن۔ الوالی۔ المتعالی۔ البر۔ التواب۔ المنتقم۔ العفو۔ الرؤف۔ مالک الملک ذو الجلال والاکرام المقسط۔ الجامع۔ الغنی۔ المغنی۔ المانع۔ الضار۔ النافع۔ النور۔ الھادی۔ البدیع۔ الباقی۔ الوارث۔ الرشید۔ الصبور۔ پھر واضح ہو کہ کلیہ قاعدہ جناب باری تعالیٰ کے پاک نامون مین یہ ہے کہ جو نام حقیقی معنے پر صادق آسکتے ہین ان مین حقیقی معنے مراد ہوتے ہین مثلاً الخالق بمعنے پیدا کرنے والا تمام مخلوق کو۔ اور جن نامون مین لغوی معنے نہین بنتے ہین مثلاً الصبور۔ کیونکہ صبر کو لغت والے یون جانتے ہین کہ آدمی اپنے قلب کو ایسی حرکت سے روکے جس سے گھبراہٹ ہوا اور جزع و فزع کی طرف مُودی ہو اور یہ بات جناب باری تعالیٰ مین محال ہے تو ایسے نامون مین اسکے لازمی معنے مراد لیے جاتے ہین مثلاً حلم آلٰہی سے اللہ تعالیٰ کا حلیم نام اس معنے کر کہ بندون کی نافرمانیون پر انکو جلد عذاب مین ماخوذ نہین فرماتا ہے اور ابتدائے سورہ بقرہ مین اسکی توضیح گذر چکی ہے۔ پھر جو حدیث مین آیا کہ ان اللہ وتر۔ تو وتر کے معنے فرد۔ ہین اور مراد اس سے یہ کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اس کا کوئی شریک نہین اور اس کا نظیر نہین ہے۔ اور واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو واحد کہا جاتا ہے تو یہ معنے نہین کہ وحدت اسکو عارض ہے کیونکہ یہ کفر ہے بلکہ واحد و فرد بایں معنے کہ اسکے مانند و مثل و شبیہ و نظیر و شریک کوئی نہین ہے لہٰذا جناب باری تعالیٰ کی ذات و صفات مین اس طرح غور کرنا روا نہین ہے کہ ذات کی یا صفت کی حقیقت کیا ہے بلکہ اسپر ایمان لاوے اور مثلاً رحیم سے اسکی رحمت کا اُمیدوار ہو اور کریم سے کرم کا اور منتقم سے ڈرے اور اسکے عذاب و عقاب سے خوف کرے اور وہی ہادی عفو غفور ہے اس سے ہدایت و سلامتی کی التجا کرے والسلام۔ پس حاصل معنے قولہ تعالیٰ وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا۔ کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے بہت نام اچھے اچھے ہین اور وہ سب ایک ہی مسمّی کے نام ہین پس انھین نامون سے اس کا نام لو اور اس سے دعا کرو اور ننانوے نام جو کوئی یاد رکھے

وہ جنتی ہے۔ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اَسْمَآئِهٖ اور چھوڑ دو ان لوگون جو الحاد کرتے ہین اسکے نامون مین۔ جمہور کی قرارۃ یلحدون بضم اول از الحاد ہے اور حمزہؒ کی قرارۃ مین بفتح اول از لحد ہے اور معنے دونون کے ایک ہی ہین یعنے میل کرنا اور مراد یہ کہ اوتعالے کے نامون مین حق سے مُڑکر باطل کی طرف جھکتے ہین کیونکہ اُنھون نے اسمار آلہی سے اپنے بتون کے نام نکالے چنانچہ اللہ سے اللات ایک بُت کا نام اور العزیز سے عزّی ایک بُت کا نام اور المنّان سے منات ایک بُت کا نام نکالا جیسا کہ ابن عباسؓ و مجاہدؒ سے مروی ہوا۔ اور نیز ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یلحدون فی اسمائہ۔ یعنے جھٹلاتے ہین اور بعض نے کہا کہ الحاد مذکور سے مراد یہ کہ کافر و مشرک اپنے بتون کو آلہہ کہتے ہین۔ اور اہل المعانی کہتے ہین کہ اللہ تعالے کے نامون مین الحاد یہ ہے کہ جس نام سے اللہ تعالے نے اپنے آپ کو نہین فرمایا اور نہ کتاب وسنت مین آیا ہے اس سے اللہ تعالے کا نام رکھے اور حاصل اسکا یہ ہے کہ اللہ تعالے کے نام سب توقیفی ہین یعنے جس جس نام سے واقف کرادیا گیا اسی نام سے تسمیہ کرنا روا ہے اور قیاس و رائے سے نہین جائز ہے چنانچہ اللہ تعالے کو جواد کہتے ہین مگر سخی کہنا روا نہین ہے اگرچہ اسکے معنے بھی جواد کے ہین اور اسیطرح رحیم نام ہے اور رفیق نہین جائز ہے اور عالم صحیح ہے اور عاقل نہین جائز ہے اور آیت مین فرمایا یخادعون اللہ وہو خادعھم الآیۃ۔ اور نیز فرمایا۔ ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین لیکن دعا مین یا مخادع اور یا مکار کہنا روا نہین ہے بلکہ انھین نامون سے دعا کیجاوے جنسے بروجہ تعظیم واقف کرادیا گیا ہے پس یا اللہ۔ یا رحمن و یا رحیم و یا کریم وغیرہ پاک نامون سے دعا کرنا روا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالے کے نام اپنی طرف سے اختراع کرنا و نکالنا نہین روا ہے اور نہ ایسے نام سے دعا کرنا جسکے معنے معلوم نہین اور نہ ایسے نام سے جو غریب ہو بلکہ انھین نامون سے دعا کرے جو شرع نے بتلادیے ہین۔ پھر مشرکین رحمن سے احتراز کرتے تھے اور ایسے ہی اسمار توحید سے بدبخت نفرت کھاتے پس بعض نام توقیفی لینا اور بعض کو ترک کرنا بھی الحاد ہے لیکن یہ لازم نہین کہ دعا مین سب نامون کو جمع کرے بلکہ کسی نام کو ترک کرنا اعتقاد نہ کرے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اسمار آلہی مین سے بندہ کے مقصود کو جس صفت سے مناسبت ہے دعا مین اس صفت کے نام کو لینا اوفق ہے مثلاً اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی۔ یعنے آلہی مجھ بندہ کو عفو کردے تو عفو کو دوست رکھتا ہے تیرا نام عفو و غفور ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہان قہار و منتقم وغیرہ کو لانا گستاخی اور بیوقوفی ہے اسلیے کہ صفت قہر و انتقام ظہور کو نہین چاہتا پس اس راہ سے یہان ان نامون کو نہ لانا مضائقہ نہین ہے اور اسیطرح اگر کافرون نے کفر و شرک مین غلو کیا اور ظلم مین بڑھ چلے اور کسی مسلمان نے انپر بددعا کی تو انپر قہر و انتقام و غضب و عقاب کا ظہور منظور ہے اسوقت مین عفو و رحم و مغفرت کے نامون کا لانا جہالت ہے۔ فافہم۔ اور جامع تفسیر الحادیہ کہ تغیر نہ کرے جیسا مفسرؒ نے بیان کیا ہے اور اختراع نہ کرے اور نقصان باین طور نہ کرے کہ بعض اسمار سے تسمیہ کرے اور بعض سے نہ کرے اور وضع بے وضع نہ کرے باین طور کہ الرشید کسی کا نام رکھے ہان عبد الرشید صحیح ہے اور جس نام سے توقیف نہین وہ نام نہ رکھے۔ اور معنی آیت کے یہ ہین کہ جو لوگ کہ اسمار آلہی مین الحاد کرتے ہین انکو چھوڑدو جیسے گمراہ شریر کو چھوڑکر اس سے منھ موڑ لیتے ہین۔ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ عنقریب بدلا دیے جاوینگے یہ ملحد لوگ وہ چیز جو کرتے رہے۔ یعنے جزار اس چیز کی جو کرتے تھے کیونکہ بعینہ وہی چیز تو جزا نہین ہے اور مفسرؒ نے کہا کہ آخرت مین یہ جزار واقع ہونا مراد ہے اور یہ حکم قبل حکم جہاد کے تھا یعنے انکو چھوڑنے و اعراض کرنے کا حکم جہاد سے پہلے تھا۔ اولے یہ ہے کہ جزار و سزا پانے کا تعین آخرت پر نہ رکھا جاوے بلکہ عام لیا جاوے دنیا مین اور آخرت مین لیکن آخرت مین انھین ملحدون کیواسطے متعین ہے جو اسلام لاکر موحد اور اہل ادب نہین ہوئے کیونکہ اسلام سے پچھلے گناہ سب معاف ہوجاتے ہین ف فی العرائس قولہ تعالے وللہ الاسمار الحسنی الآیۃ۔ مخلوق ان نامون کی جستجو

مین پڑے ہین مگر پاوینگے نہین الا اسی طرح کہ ان نامون سے کشف ہو اور کشف انکا نہوگا مگر اسی طرح کہ وہ صفات خاصہ کشف
ہون جنکے خزانہ کے یہ نام کنجیان ہین اور یہ صفات کشف نہونگی مگر اسی طرح کہ ذات کا کشف حاصل ہو ـ پس جو شخص ان کشوف
سے ہدایت یافتہ ہوا اس کو اللہ تعالے کے اسم اعظم کی راہ ملی اور اس کے نور سے معانی صفات و انوار ذات کی طرف راہ پاتا ہے
اور جب اس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے تو قبول ہوتی ہے اور مراد حاصل ہونا بطور کن فیکون کے ہوتا ہے ہر نام پاک ایک صفت
سے خبر دیتا ہے اور جو صفت ہے وہ ذات سے خبر دیتی ہے اور ہر نام پر عارفون کے لیے ایک مقام ہے اور نامون کی معرفت مین انکی
معرفت مختلف ہین پس جسقدر جسکو معرفت صفات و مشاہدہ ذات مین مرتبہ حاصل ہے اسی کے مطابق نامون سے انکشاف حاصل ہی
بعض نے کہا کہ اوتعالے کے نامون مین سے ہر نام تجھکو کسی مرتبہ پر پہونچا ویگا اور نام اللہ تجھکو اللہ تعالے کی محبت مین والہ و شیدا
بنا ویگا ـ اور الرحمٰن الرحیم تجھکو رحمت الٰہی مین پہونچا وینگے اسی طرح جب تو خلوص نیت و صفاء عقیدت سے دعا کرے تو سب
نامون کی ایسی ہی حالت ہے ـ بعض نے فرمایا کہ اسماء صفات سے بالاتر کچھ صفات ہین کہ وہان افہام کا گذر نہین کیونکہ مقام ذات
تو اغیار کے واسطے آتش سوزان ہے اسکی طرف کوئی راہ نہین اور اہل عشق کو اپنے تئین وہان ڈالدینا ضرور ہے ـ قال المترجم
فہم کا گذر کہین نہین اور اعتقاد کے واسطے ذات تک کی تصدیق ایمانی کافی ہے لیکن مراد یہ ہے کہ اگر بیان مین لایا جاوے تو
یہ عقول و افہام متحیر ہون اور شاید منکر ہو جاوین فتامل فیہ ـ بعض نے کہا کہ دعا کے واسطے اپنے اسماء مقدسہ کو ظاہر فرماتا ہے نہ
اسواسطے کہ انکے حقایق کو ادراک کرین اسکے حقایق صفات پر کون واقف ہو سکتا ہے اور بعض نے کہا کہ قولہ فادعوہ بہا ـ یعنی
انکے حقایق کے ادراک کی طرف نفس کی سرکشی روکو بلکہ انھین پر توقف کرو ـ استادؒ نے بعض مشائخ سے نقل کیا کہ اللہ تعالے نے
مخلوق کو اپنے نامون پر واقف کیا پس وہ زبان سے انکو یاد کرتے ہین کیونکہ عقلین ہر چند صافی ہون حقایق اسماء پر مطلع نہین
ہو سکتی اسواسطے کہ حق تعالے کی جناب مین کسی فرد سے ادراک نہین ہو سکتا پس حقایق کے انکشاف کے وقت انپر حیرت طاری
ہوتی ہے پھر ادراک و احاطہ کہان ممکن ہے معرفت وہان حیران ہے اور حقایق کے ادراک مین بصر و بصیرت سب کو ہیجان ہے اور
حق سبحانہ تعالے عزیز متعالی جلی البرہان ہی ـ واضح ہو کہ بلعم باعورا کی نسبت کہا گیا کہ اسم اعظم جانتا تھا لیکن تقدیر ازلی سے کافر مرا پھر بیان فرمایا کہ دوزخ
کیواسطے اقوام متعین و علم ازلی مین مقدر ہو چکے ہین پھر جنت کیواسطے ایک اُمت ہادی عادل کا مخلوق ہونا مع استدراج اہل تکذیب بیان کیا لقولہ

ع ۱۰ ۲۲

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ
اور ہماری پیدائش مین سے ایک لوگ ہین کہ راہ بتاتے ہین سچی اور اسی پر انصاف کرتے ہین اور جنھون نے جھٹلائین ہماری آیتین انکو ہم سہج سہج پکڑینگے
مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِهِمْ
جہان سے وہ نہ جانینگے اور انکو فرصت دونگا میرا داؤ پکا ہے ـ کیا دھیان نہین کیا انھون نے انکے رفیق کو
مِّنْ جِنَّةٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ
کچھ جنون نہین وہ تو ڈرانے والا ہے صاف کیا نگاہ نہین کی سلطنت مین آسمانون اور زمین کی اور جو اللہ نے بنائی ہے
مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ مَنْ يُّضْلِلِ
کوئی چیز اور یہ کہ شاید نزدیک پہونچا ہو انکا وعدہ سو اسکے پیچھے کس بات پر یقین لاوینگے جسکو اللہ

اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝

بھٹکادے اُسے کوئی نہین راہ دینے والا اور اُنکو چھوڑ رکھتا ہے اُنکی شرارت مین بہکتے

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا ۔ یہ ذکر بمقابلہ قولہ ولقد ذرأنا لجہنم الخ واقع ہوا حاصل آنکہ جیسے جہنم کیواسطے بہتون کو پیدا کیا اسکے مقابلہ مین جنت کے واسطے بھی منجملہ مخلوقات کے ایک مخلوق عاقل ہے۔ اُمَّةٌ ایک جماعت ہے کہ۔ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ تقدیم مین تخصیص ہے یعنے بالحق خاصۃ۔ خاص حق ہی کے ساتھ۔ یَعْدِلُوْنَ یعنے اپنے امور کو متعادل رکھتے ہین پس جیسا چاہیئے نہ اس سے زیادتی کرتے ہین اور نہ انمین کمی کرتے ہین کیونکہ اللہ تعالے نے انکو غفلت سے بیدار کیا ہے اور اپنی توفیق سے انکی آنکھون سے پردہ اُٹھا دیا ہے۔ آثار مین آیا ہے کہ اس اُمت مذکورہ سے مراد اُمت مرحومۂ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام ہے چنانچہ قتادہؒ نے کہا کہ ہمکو خبر پہونچی کہ آنحضرت صلعم جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے کہ یہ تم لوگون کے واسطے ہے اور تم سے اگلی اُمت کو بھی اسکے مانند دیا گیا چنانچہ فرمایا ومن قوم موسی امۃ یہدون الآیۃ۔ اور سراج مین ہے کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے کہ مراد اس سے اُمت محمدی ہے۔ بیضاویؒ وغیرہ نے کہا کہ اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ اجماع کی حجت قائم ہے اسواسطے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ ہر صدی مین ایک گروہ ایسا ہوگا جسکی یہ صفت ہے کیونکہ اگر مختص بزمانہ رسول صلعم یا لغیر ہوتا تو ذکر سے کوئی فائدہ نہ تھا اسلیے کہ یہ تو معلوم ہے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ربیع بن انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میری اُمت مین ایک قوم برابر حق پر قائم رہیگی یہانتک کہ عیسی بن مریم علیہما السلام اُترے۔ یعنے عیسی ابن مریمؑ کے اُترنے کیوقت بھی یہ گروہ حق پر قائم ہوگا اور صحیحین مین معاویہ بن ابی سفیان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ برابر میری اُمت مین سے ایک گروہ حق پر ظاہر رہیگا انکو جو کوئی خوار کرنا چاہے یا انکی مخالفت کرنا چاہے وہ ضرر نہ پہونچا سکیگا یہانتک کہ قیامت قائم ہو۔ اور دوسری روایت مین ہے یہانتک کہ اللہ تعالے کا حکم آوے اور وہ اسی حال پر ہونگے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ وہ لوگ ملک شام مین ہونگے مفسرؒ نے موافق جمہور کے کہا کہ آیت مین اُمت سے مراد اُمت محمدی ہے جیسا کہ ایک حدیث مین آیا ہے پھر امت صالحہ کا حال بیان کرکے ان لوگون کا حال شروع کیا جو اُنسے مخالفت کرین پس فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اسم موصول سے مراد اہل مکہ یعنے اس زمانہ کے مشرک ہین یا عموماً سب منکرین ہین۔ اور آیات سے مراد قرآن مجید ہے۔ حاصل آنکہ جن منکرون نے قرآن کو جھٹلایا اور نہ مانا۔ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ گرفت کرینگے ہم اُنکو تھوڑا تھوڑا کرکے اس راہ سے کہ وے نہین جانتے استدراج کے معنے اصل مین درجہ بدرجہ چڑھانا یا اُتارنا۔ اور یہان ہلاکت کی طرف آہستہ آہستہ پہونچانا بعض نے کہا کہ یہ اسطرح پر کہ اللہ تعالے ان پر نعمتون کو اسقدر فراخ کردیتا ہے کہ دوسرے لوگ انکو دیکھکر غبطہ کرتے ہین اور ان لوگون کو ان نعمتون کی طرف مائل کرتا ہے پھر جب بے کھٹکے نچنت ہوجاتے ہین تو کمال سرسبزی وغفلت کے وقت انکو عذاب مین گرفتار کرتا ہے خواہ اسطرح کہ موت سے عذاب مین پڑجاتے ہین یا دنیا مین ہی اگلی اُمتون کے مانند عذاب نازل ہوتا ہے بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ عنقریب درجہ بدرجہ نزدیک کرینگے ہم انکو ایسی چیز سے جو انکو ہلاک کرے اور کسی گونہ انپر عذاب ہوجاوے اس راہ سے کہ انکو معلوم نہوگا کہ انجام کار اُنسے کیا ارادہ کیا گیا ہے کیونکہ جب اُنھون نے نصیحت وموعظت انبیاء علیہم السلام سے انکار کیا اور اپنی معاصی وکفر پر جمے رہے تو دنیا مین اللہ تعالے انپر ابواب نعمت کھول دیتا ہے پس اس سے اُن کو گمراہی وضلالت مین زیادہ غلو ہوتا ہے کیونکہ جہالت سے گمان کرتے ہین کہ انھین اعمال کیوجہ سے ہمپر یہ نعمت واحسان متواتر ہے حالانکہ درحقیقت یہ انکے حق مین خواری ہے پس یہی استدراج ہے۔ روایت ہے کہ جب فارس فتح ہوا اور اس سلطنت کے خزانے حضرت عمرؓ کے حضور مین لائے گئے تو آپ نے روکر دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار مین تجھسے پناہ مانگتا ہون کہ یہ

ہمارے واسطے استدراج ہو کیونکہ تو فرماتا ہے کہ سنستدرجھم من حیث لایعلمون ۔ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۔ یہ لنستدرجھم پر عطف ہے اے سا مہلھم
یعنے عنقریب مین اُنکو مہلت دونگا انکی مقرری مدت عمر تک اور جلدی عذاب مین ماخوذ نہ کرونگا تاکہ کفر و معاصی کو اپنی حد تک پہونچاوین
اور توبہ کا دروازہ انپر کشادہ نہ کرونگا ۔ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ اے شدید الایطاق ۔ یعنے میرا کید سخت ہے کہ اسکی کوئی طاقت نہین رکھتا ۔
متن و متانت بمعنے شدت قوت ہے اور کید بمعنے مکر ۔ پس بعض نے کہا کہ مراد اس سے اخذ یعنے گرفت و پکڑ ہے اور علےٰ ہذا یہ کلام بمانند
قولہ ان بطش ربک لشدید ہے ۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ کید الٰہی بمعنے عذاب و نقمت ہے یعنے میرا عذاب قوی و شدید ہے کشاف وغیرہ
مین کہا کہ اسکو کید اسواسطے کہا کہ ظاہر مین یہ احسان و انعام سمجھتے تھے اور درحقیقت باطن مین خواری و عذاب مزید تھا ۔ آیت مین
تقدیر برحق ہونے پر دلیل ظاہر ہے ۔ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ اے اولم یتفکروا فیعلموا انہ لیس بصاحبھم محمد صلے اللہ
علیہ وسلم من جنون ۔ کیا ان لوگون نے تفکر نہ کیا کہ جان لیتے یہ بات کہ انکے صاحب یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کچھ بھی جنون نہین ہے
کافر و مشرک لوگ اپنی جہالت سے آنحضرت صلعم کو مجنون کہتے تھے تو اسکو اللہ تعالےٰ نے رد کر دیا کہ ایسے نیک صالح عادل منصف کامل
اخلاق والے کی شان مین باوجود اسکے کمال خلق کے اقرار کے کیونکر مجنون کہتے ہین کیا ذرا بھی نہین سوچتے جو جان لین کہ اس کو کچھ بھی
جنون نہین ہے ۔ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اے ما ھو الا منذر بیّن الانذار نہین وہ مگر ڈر سنانے والا کھلے کھلے کہ کسی پر پوشیدہ نہ رہے
قتادہؒ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس پہاڑی پر چڑھے جسکا نام صفا ہے اور قریش کو گھرانا گھرانا ایک ایک
کرکے یاصباحاہ کہکر آواز دی پھر انکو اللہ عز وجل کے عذاب اور آئندہ کے وقائع سے جو موت بلکہ قیامت تک انپر واقع ہونیوالے ہین ڈرایا
جب سن چکے تو انہین سے ایک بولا کہ یہ شخص تمہاری قوم والا ایک مجنون ہے کہ لگا شام سے ڈراونی خبر سنانے یہان تک کہ صبح کر دی
پس اللہ عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی ۔ اس رد مین اشارہ ہے کہ اگر یہ لوگ عذر کرین کہ ہم پیدایشی احمق تھے تو قبول نہو گا بلکہ ہٹ دھرمی
سے بے پروائی کرتے اور ذرا بھی فکر نہین کرتے تھے لہذا توبیخ فرمائی بقولہ ۔ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا نظر استدلال ۔ فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ فیستدلوا بہ علی قدرۃ صانعہ و وحدانیتہ ۔ کیا نظر نہ کی ان لوگون نے بطور استدلال کے مالک
آسمانون و زمین مین اور اس چیز مین جو اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہے کوئی چیز ہو تاکہ اس سے استدلال کرتے اس مخلوق کے خالق کی
قدرت کاملہ و اسکی وحدانیت پر ۔ واضح ہو کہ من شیٔ بیان ہے ما موصولہ مبہمہ کا ۔ وَّاَنْ عَسٰى اے و فی انہ عسیٰ ۔ اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ
اَجَلُهُمْ فیموتوا کفارا فیسیرون الے النار فیبادروا الے الایمان ۔ اور اس بات مین کہ قریب ہے کہ آ لگی ہو انکی موت کی گھڑی پس کافر
مرکر دوزخ کو جاوین ۔ حاصل آنکہ کیون ان باتون مین نظر نہ کی کہ سمجھ حاصل کرکے ایمان و توحید کی طرف مبادرت کرتے اور جلدی قدم
بڑھاتے ۔ واضح ہو کہ ان عسیٰ مین ان مخففہ ہے اور اسم اسکا محذوف ہے یعنے انہ عسیٰ ۔ اور عطف ہے ملکوت پر ۔ پس استفہام سے ملامت
ان کو دو باتون پر ایک یہ کہ ملک آسمان و زمین مین بلکہ اللہ تعالےٰ کی پیدا کی ہوئی چیزون مین سے کسی چیز مین کیون نظر نہ کی کہ اسکی
وحدانیت و قدرت کو جان لیتے ۔ دوم یہ کہ اپنی موت مین کہ گھڑی موت کی آ لگی ہو تو کافر مرکر دوزخ مین پڑینگے کیون غور نہ کیا تاکہ
ایمان لانے مین جلدی کرتے ۔ بیضاویؒ نے تجویز کیا کہ ان عسیٰ مین ان مصدریہ ہو سکتا ہے ولیکن علامہ تفتازانی وغیرہ نے رد کر دیا
کہ عسیٰ ان افعال مین سے ہے جنکے گردان نہین آتی اور جو ایسے افعال ہین انپر ان مصدریہ نہین آتا ہے ۔ کلام مین تنبیہ ہے کہ
عاقل کو واجب ہے کہ ناگہانی غفلت مین موت آنے سے خوف کرکے جو اسپر فرض و واجب ہے اس مین تاخیر نہ کرے ورنہ اسپر ہی ملامت ہے

جو اللہ تعالےٰ نے کافرون پر ملامت کی جنھون نے حضرت صلعم کی بات سے بےپروائی کی بلکہ مجنون کہا حالانکہ خود مردود تھے۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ بعد القرآن یُؤْمِنُوْنَ پھر قرآن کے بعد کون بات پر ایمان لاوینگے یہان بعدیت یا تو اس معنے کر کہ قرآن مجید کی خوبی وسچائی انتہا مرتبہ پر ہے پس اسکے بعد اور کون بات چاہیئے جسپر ایمان لاوین یعنے یہ لوگ ایمان لانے والے نہین۔ اور یا اس معنی کر کہ آنحضرت صلعم خاتم المرسلین ہین پس قرآن آخری کلام آلہی بندون پر ہے حتی کہ قیامت قائم ہوگی پھر اور کس بات پر ایمان لاوینگے یعنے اور کلام آلہی نہ پاوینگے۔ کلام ابن کثیرؒ آیت کی تفسیر مین مشعر باین تقدیر ہے کہ اولم ینظروا فی کذا وکذا فیؤمنوا ویحذروا بانہ عسیٰ ان یکون الخ واللہ اعلم۔ آیت مین ان لوگون پر ملامت ہے جو مخلوق آلہی سے خالق عزوجل کی عظیم قدرت پر نظر استدلال نہین کرتے ؎ برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ٭ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار ٭ لیکن جو لوگ کہ اس سے یون دلیل سمجھتے ہین کہ خالق کوئی ہے وہ جاہل ہین کیونکہ یہ بات تو بہت کھلی ہوئی ہے بلکہ یون سمجھین کہ خالق بڑی قدرت والا ہے سبحان اللہ سبحان اللہ اسکی قدرت وعظمت کا کون پار پاوے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے حدیث معراج کی بعض روایات مین ہے کہ حضرت صلعم نے بیان فرمایا کہ مین ایک قوم پر گذرا جنکے پیٹ مثل کوٹھریون کے انمین سانپ بھرے ہوئے باہر سے کلبلاتے نظر آتے تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہین جبرئیل نے کہا کہ یہ بیاج کھانے والے ہین پھر جب آسمان دنیا تک اُتر آیا تو مین نے نیچے کی طرف نگاہ کرکے دھنوان دھار دیکھا اور گونجی ہوئی آوازین سُنین تو مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے۔ کہا کہ یا رسول اللہ یہ شیاطین ہین کہ آدمیون کی آنکھون کے سامنے اُڑتے رہتے ہین تاکہ آسمانون وزمین مین صاف نظر سے فکر نہ کرین اور اگر یہ نہو تو وہ لوگ عجائب قدرت آلہی کو مشاہدہ کرین۔ رواہ الامام احمد وفی الاسناد راو یضعف ولعلہ توبع واللہ اعلم اس روایت مین بعض فوائد دقیق ہین ازانجملہ آدمی کو اپنا پیٹ غذا کے دھنوان دھار ابخرات سے خالی رکھنا چاہیئے اور ہلکے پیٹ ونرم دل سے خصوص روزے کی حالت مین فکر اچھی ہے لیکن آدمی ہر وقت اللہ تعالےٰ سے توفیق ہدایت مانگے اور کافرون کیطرح بےپروائی نہ کرے اسلیئے کہ ہدایت وہی پاتا ہے جسکو اللہ تعالےٰ ہدایت فرماوے مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ جسکو اللہ تعالےٰ نے گمراہ کیا پس اسکا کوئی ہادی نہین ہے وقد قال ومن یرد اللہ فتنتہ فلن تملک لہ من اللہ شیئا۔ اور فرمایا۔ قل انظروا ماذا فی السموات والارض وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یؤمنون۔ اور یہان فرمایا۔ وَیَذَرُھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ اور قراءۃ یذرہم بیاء تحتیہ اور نذرہون پھر برفع بنا بر ینکہ کلام مستانف ہے اور بجزم بنا برینکہ عطف ہے مابعد فاء کے محل پر یعنے فلا ہادی لہ جواب شرط ہے پس اگر مضارع ہوتا تو اسکو جزم ہوتا پس محل اسکا جزم کا ہے لہذا ویذرہم خواہ بیاء ہو یا بنون ہو اگر عطف جزا پر ہے تو اسکے محل کے اعتبار سے جزم ہے اور اگر عطف نہین بلکہ جملہ مستانفہ ہے تو اسکو رفع ہے اور یہی قراءۃ ہندوستان مین پڑھی جاتی ہے اور یعمہون جملہ حالیہ ہے اور معنے یہ کہ اللہ تعالےٰ چھوڑتا ہے ان گمراہون کو انکی حد سے بڑھ جانے مین درحالیکہ وے لوگ متحیر متردد پھرتے ہین کیونکہ اہل ایمان ویقین تو اپنے اللہ تعالےٰ پر صدق دل سے جمے ہوئے ہین انکے دلون مین نور ہے ان کی آنکھین کھلی ہین انکے نزدیک بالیقین کسی سے ضرر نہین پہونچ سکتا بخلاف کافرون کے کہ شک واوہام مین پڑے ہین اور جس بات پر جم گئے وہ خود اٹکل کی بات ہے ہزارون بُت ہین ہزارون جوگنی سے ڈرتے ہین ہزارون ماتا سیتلا کے پھیر مین ہین ہزارون حضرت عیسیٰؑ کے کفارہ بچانے پر بھولے پڑے ہین۔ انکی مثالین کہان تک بیان ہون الغرض امر حق سے ہزارون کوس دور اور اپنے نفس کی خواہشون اور شیطانی وسوسون مین مجبور پڑے ہین اور راست راہ کو حقیقت سمجھتے ہین ف فی العرائس قولہ والذین کذبوا بآیاتنا سنستدرجہم

من حیث لا یعلمون الخ۔ اسکے اشارہ مین وہ لوگ بھی داخل ہین جنکو احکام غیبیہ کشف ہوئے جو آیندہ حوادث مقدرہ کے واقع ہونے سے خبر دیتے ہین باین طور کہ اسکے آئینہ قلب مین جہان زمانہ کی گردش کو دخل نہین نمودار ہوئے مگر انھون نے نفس کے معارضہ اور طبیعت کے شک سے انمین تردد کیا اور اپنی خودی سے مشرک ہوگئے پھر اسکے بعد اسرار ملک و ملکوت انپر منکشف نہین ہوتے بلکہ ظاہری عبادات پر انکو غرہ ہے اور پردہ ظلمت و حجاب غفلت سے خبر بھی نہین رکھتے۔ اور نیز جس قوم نے اولیاء الٰہی کی نشانیون کو جھٹلایا اور اُن کی شان کو انکی راہ کو اور انکے طریقہ کو برا ابتلا یا پھر وہ اللہ تعالےٰ کی راہ چلنا چاہتی ہے یا اپنے اوپر خوب چال چلن ہونا ثابت کرتی ہے وہ کبھی بندگان الٰہی کے درجہ کو نہین پہونچ سکتی وہ اپنے دھوکے مین آپ ہی سرگردان اوندھی جاکر دوزخ مین پڑیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ و رافضی و خارجی جملہ گمراہ فرقے انھین مین داخل ہین اور نیچر فرقہ سب سے پہلے اس قوم کا مصداق ہے۔ فافہم۔ اور نیز اشارہ ہے کہ جو فرقہ فقط طریقہ عبادات پر مغرور ہوا اور اسنے عبادات سے آگے کی منزل قرب کو تلاش نہ کیا وہ محجوب کیا گیا حالانکہ اسکو یہ معلوم نہین پھر یہ سب حال اس شخص کے واسطے جسکے لیے عنایت ازلی تقدیر مین سابق نہین ہوچکی ہے اور رہا وہ شخص جو تقدیر ازلی مین برگزیدہ ہوچکا کہ درجہ ولایت پر پہونچے اسکو استدراج کہان چھوسکتا ہے وہ الطاف ازل کی نگہداشت مین محفوظ و مصئون ہے سہلؒ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ استدراج انپر اسطرح ہوتا ہے کہ نعمتون سے انکو مالا مال کردیا اور شکرگزاری بھلادی پس جب نعمتون پر قادر ہوئے اور شکر منعم فراموش کیا تو گرفتار کیے گئے۔ اور بعض نے فرمایا کہ استدراج یہ ہے کہ انکو اوہام مین ڈالدیا کہ وے تقدیر ازلی مین خدارسیدہ و برگزیدہ ہین حالانکہ انکی قسمت مین خواری و بربادی کے لچھن ظاہر ہین۔ قولہ تعالےٰ اولم ینظروا فی ملکوت السمٰوات والارض الآیۃ۔ جو شخص کہ چشم حقایق و کشف سے ملکوت مین اسرار جبروت کے دقائق دیکھنے والا نہین وہ کیونکر آئینہ صفات مین جہان انوار ذات ظاہر ہین نظر کرے گا۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے ان لوگون کو مشاہدہ و قرب کے ہرے وادیون سے غیب مین نظر کرنے کے لیے تنبیہ فرمائی تاکہ صفاء عقول و ارواح و چشم دل سے وہ کچھ ادراک کرین جو تمام جہان کی عبادات سے نہین پایا کیونکہ نظر مذکور مورث فکر ہے اور فکر مورث ذکر ہے اور ذکر مورث معرفت ہے جس سے حکمت و اُس سے محبت اور اُس سے شوق و اس سے عشق و اس سے اُنس و اس سے انفراد اور اُس سے توحید اور اس سے فنا اور اس سے بقار حاصل ہوتی ہے اور بقار سے دیدار ازل ملتا ہے اور اس سے دیدار ابد حاصل ہوتا ہے اور بندہ اس مقام پر انھین پرون سے ازل سے ابد کو اور ابد سے ازل کو پرواز کرتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ قوم جنپر آیت کریمہ مین مذمت ہے اگر مشاہدہ و ایمان کا کشادہ راستہ انکے لیے ملا ہوتا تو حق عزوجل انکو اپنی طرف نظر کرنے کا حکم فرماتا اور ملک و ملکوت کی طرف حوالہ نہ فرماتا کیونکہ توحید حق تعالےٰ مین غیر کی طرف نظر کرنا شرک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ نے صحیح کہا اسمین کوئی شک نہین کہ غیر کی طرف نظر کرنا توحید مین شرک ہے اور زبانی بحث و جدال والون مین سے جس نے یہ زعم کیا کہ نظر استدلالی کا حکم کلام مجید مین عموماً ہے اسنے بڑا دھوکا کھایا اور منشاء اس غلطی کا یہ واقع ہوا کہ اسنے غیر پر نظر کرکے استدلال سے توحید حق و اثبات باری تعالےٰ کی طرف مؤدی ہونا چاہا حالانکہ یہ وہم ہے بلکہ ان چیزون مین عظیم قدرت و صنعت الٰہی پر نظر کرکے انوار ذات کی طرف پہونچنا مقصود ہے اور یہی تفکر ہر جگہ مراد ہے بھلا تو نہین دیکھتا کہ قل ہو اللہ احد مین جو مقدم ہے اسکے اثبات کے واسطے کسی معلول سے علت کیطرف کہین اثبات مذکور نہین ہے کیونکہ وہ بلا دلیل واضح و ظاہر ہے وقد قال تعالےٰ اللہ نور السمٰوات والارض الآیہ۔ اسیواسطے ائمہ فقہاء و مشائخ نے علم کلام کو ضلالت و گمراہی قرار دیا حتی کہ متکلم کے پیچھے نماز مکروہ ہونا امام ابو یوسف و امام احمد سے صریح مروی ہے اور زیادہ تفصیل ترجمہ عالمگیریہ کتاب الکراہۃ سے تلاش کرو واللہ الہادی و

ہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال بعض نے کہا کہ ملکوت مین نظر کرنے سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور مالک کی قدرت مین جب نظر عبرت پہونچ گئی تو سب شغل جاتا رہتا ہے اور بندہ کسی غیر سے مشغول نہین رہتا بعض نے فرمایا کہ ملکوت مین نگاہ کرنے کے تین مرتبہ ہین۔ اول یہ کہ چشم عبرت سے نگاہ کرے جسمین نفسانی شہوت کو دخل نہو۔ دوم یہ کہ قدرت خالق جل سبحانہ مین چشم یقین سے نگاہ کرے۔ سوم یہ کہ چشم معرفت کے ساتھ مالک کے مالک عز وجل مین نگاہ کرے پس چشم عبرت سے نگاہ کرنے مین توحید کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ اور چشم یقین سے نظر کرنے مین اخلاص کی حقیقت ملتی ہے۔ اور چشم معرفت سے دیکھنے مین معرفت کی حقیقت حاصل ہوتی ہے شیخ استاذ نے فرمایا کہ حضرت حق تعالےٰ نے آیات کے چاند منور فرمائے ہین انکی روشنی مین شبہات کی تاریکی مٹ جاتی ہے پس جسنے اُن چاندون کو دیکھا وہ مشاہدۂ قدرت مین پہونچا بعض نے کہا کہ اوتعالےٰ نے چشم فکر نظر کرنے والون کے لیے حقائق تحصیل ظاہر فرمائے ہین پس جسنے اسطرح نہ دیکھا وہ کور باطن ہوکر درجہ بہائم سے نیچے گرا نعوذ باللہ من العمی والعمہ والضلال۔ قال الخطیب وغیرہ پھر جب اللہ عز وجل نے توحید کو اور نبوت و قضا و قدر کو بیان فرمادیا تو اسکے پیچھے قیامت و حساب برحق ہونا بیان فرمایا تاکہ چارون باتین جو قرآن کے مطالب مین سے گویا اصل ہین مکمل ہوجاوین اور اس بیان کے ضمن مین مشرکون کی عناد وحماقت کا اظہار بھی ہوا کہ ایسے لوگ جہالت سے باز آوین۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ

تجھ سے پوچھتے ہین قیامت کس وقت ہے اُسکا ٹھہراو تو کہہ اُسکی خبر تو ہے میرے رب ہی پاس وہی کھول دکھاویگا اسکو اپنے وقت

ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ

بھاری بات ہے آسمان و زمین مین تم پر آویگی تو بیخبر آویگی تجھ سے پوچھنے لگتے ہین گویا کہ تو اسکا تلاشی ہے تو کہہ

اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا

اسکی خبر ہے خاص اللہ پاس لیکن اکثر لوگ سمجھ نہین رکھتے تو کہہ مین مالک نہین اپنی جان کے بھلے کا اور نہ بُرے کا

اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ۚ اِنْ

مگر جو اللہ چاہے اور اگر مین جانا کرتا غیب کی بات تو بہت خوبیان لیتا اور مجکو بُرائی کبھی نہ پہونچتی مین تو

اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

یہی ہون ڈر اور خوشی سُنانے والا مانتے لوگون کو

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ بعض نے کہا کہ سوال کرنے والے کفار قریش تھے اور بعض نے کہا کہ چند علما یہود نے آکر کہا کہ اے محمد اگر تم رسول ہو تو بتلاؤ کہ قیامت کب آویگی کیونکہ ہم جانتے ہین۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ قول اول اشبہ ہے اسواسطے کہ یہ آیت مکیہ ہے اور قریش کے مشرکین اسکو پوچھا کرتے نہ بطور خوف و تصدیق کے بلکہ اسکو بعید جانتے اور اسکے ہونے کو جھٹلاتے تھے کما قال تعالےٰ ویقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین۔ اور فرمایا یستعجل بہا الذین لا یؤمنون بہا والذین آمنوا مشفقون منہا ویعلمون انہا الحق الا ان الذین یمارون فی الساعۃ لفی ضلال بعید۔ اور الساعۃ قیامت یہ لفظ بھی منجملہ ان الفاظ کے ہے جو بطور غلبہ کے کسی چیز کا نام ہوگیا ہین اگرچہ اصل معنے لفظ ساعت کے بہت قلیل زمانہ کے ہین لیکن الف لام درصورت غلبہ کے لازمی ہے اور نظیر اسکی النجم بمعنے ثریا۔ اور البیت خانہ کعبہ وغیرہ ہین اور اطلاق الساعۃ کا قیامت پر یا اسوجہ سے کہ اچانک واقع ہوگی یا جلد حساب ہوجاویگا یا اسوجہ سے کہ باوجود زمانہ دراز ہونے کے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بمنزلہ ایک ساعت کے ہے ۔ کذا قال البیضاوی وغیرہ اور یا اسوجہ سے کہ بندہ کی حیات دنیا بمقابلہ دوام آخرت کے ایک ساعت سے بھی کم ہے کذا سخ المترجم وہو الاوجہ ۔ حاصل آنکہ سوال کرتے ہین لوگ تجھسے قیامت کا ۔ اَیَّانَ مُرْسٰهَا کب ہے مرسا اس کا ۔ مرسا مصدر ہے یا ظرف اور جملہ بدل اشتمال ہے یعنے قیامت کے وقت ارسار سے سوال کرتے ہین ۔ ارسا بمعنے اثبات واستقرار ہے ۔ رسُوّ الشئ ثبات آن واستقرار آن ۔ یقال رسا الجبل وارسی السفینۃ ۔ کذا قال البیضاوی ۔ اور طیبی نے کہا کہ رسو کا استعمال اجسام ثقیلہ مین ہوتا ہے اور قیامت پر اطلاق بدین طور کہ معانی کو اجسام سے تشبیہ دیدے ۔ اور ایان مشتق از ای ہے کیونکہ معنے اسکے ائی وقت ہے اور یہ ماخوذ از اوی یا اوی ہے کیونکہ بعض کا ماوی بجانب کل ہے اور بات یہ ہے کہ ائی بدون اضافت کے مستعمل نہین ہوتا اور جسکی طرف مضاف ہو اسکا بعض ہوتا ہے جسکا اوی بجانب کل ہے پس ائی من رجوع کے معنے ہین لہذا اشتقاق اسکا از اوی یا اوی ہے یہان بمعنے ای وقت ہے لہذا مفسرؒ نے کہا متی مرسا ہا ۔ یعنے کون وقت اور کب ہوگا اسکا استقرار و اثبات ۔ قال علی بن ابی طلحہؒ عن ابن عباسؓ ای متی منتہاہا ۔ کب ہے اسکا انتہی ۔ یعنے کب ہوگا انتہار وقت دنیا کا جواب دلے وقت قیامت ہے ۔ قُلْ لہم اِنَّمَا عِلْمُهَا متی تکون عِنْدَ رَبِّیْ ۔ کہدے ان لوگون سے کہ علم قیامت کا کہ کب ہوگی فقط میرے پروردگار کو ہے یعنے وہی پاک پروردگار جانتا ہے پھر اسی مضمون کو موکد فرمایا بقولہ ۔ لَا یُجَلِّیْهَا یظہرہا لِوَقْتِهَآ اللام بمعنے فی اِلَّا هُوَ نہین ظاہر کریگا قیامت کو اسکے وقت مین مگر اوتعالےٰ تجلیہ از باب تفعیل بمعنے ظاہر کرنا کسی شئ کا ۔ بولتے ہین کہ جلّی الخبر اے اظہرہ اسنے خبر کو ظاہر کردیا ۔ وعن مجاہدؒ قولہ لا یجلیہا نہین لاویگا قیامت کو الخ ۔ وعن السدیؒ نہین ارسال کریگا اسکو الخ ۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا اے لا یعلم جلیۃ امرہا ومتی یکون علی التحدید الا ہو ۔ یعنے نہین جانتا اسکے جلی حال کو اور کس وقت محدود پر ہوگی مگر او سبحانہ تعالےٰ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر احسن ہے ۔ اور محققین نے کہا کہ قیامت کے وقت مخفی رکھنے مین ایک یہ بھید ہے کہ لوگ طاعت کی طرف مائل اور معصیت سے محترز رہین ۔ پھر لوقتہا کی لام بمعنے فی موافق بتفسیر شیخ جلال ہے اور بیضاویؒ نے کہا کہ لام توقیت ہے اور یہ اوفق بتفسیر شیخ ابن کثیرؒ ہے ۔ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اے عظمت علی اہلہا لہولہا ۔ قیامت بھاری وعظیم ہے آسمان والون وزمین والون پر بسبب ہول قیامت کے کیونکہ مخلوق مین سے کوئی نہین جسکو قیامت کا ضرر بالکل نہ پہونچے بلکہ کچھ نہ کچھ پہونچیگا ۔ کذا روی عن ابن عباس والحسن ۔ اور حضرت عیسیٰؑ کے معجزہ احیاء موتی مین گذرا کہ سام بن نوح کو جب زندہ کیا تو آدھا سر سپید ہوگیا تھا بسبب ہول قیامت کے ۔ اور صحاح احادیث مین سورۂ عم یتساءلون عن النبا العظیم وغیرہ جسمین قیامت کا ذکر ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ انھون نے مجھے بوڑھا کردیا ۔ اس تفسیر پر ثقل خود قیامت کا ہے اور قتادہؒ نے کہا اے ثقل علمہا علی اہلہا انہم لا یعلمون ۔ یعنے آسمان وزمین والون پر قیامت کا نجاننا گران ہے ۔ اور ابن جریجؒ نے کہا کہ جب قیامت آویگی تو آسمان پھٹ جاوینگے اور ستارے بکھر جاوینگے اور سورج اندھا اور پہاڑ ریزے ہونگے یہی اسکا ثقل ہے اور ابن جریرؒ نے قول قتادہ اختیار کیا کہ مراد اسکے قائم ہونے کے وقت نجاننے کا ثقل ہے اور یہ انسب ہے بقولہ تعالےٰ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً نہین آویگی تمپر مگر اچانک ۔ سدیؒ نے کہا کہ قولہ ثقلت الخ یعنے قیامت مخفی ہوگئی آسمانون وزمین مین پس اسکے قائم ہونے کا وقت کوئی نہین جانتا ہے کسی فرشتہ و کسی نبی کو کیسا ہی مقرب ہو کچھ علم نہین ہے وہ اچانک آویگی ۔ مترجم کہتا ہے کہ علم نہونے کے معنے یہ کہ قطعاً کوئی محدود وقت نہین معلوم کہ کون سنہ مین اور کس صدی مین آویگی ۔ ہان اس کی نشانیان بیان ہوئی ہین چنانچہ مشہور حدیث سوال جبرئیل مین جو آدمی کی صورت بنکر حضرت صلعم سے سوالات دین پوچھنے آئے تھے یہ سوال بھی تھا کہ قیامت کب ہوگی تو حضرت صلعم نے جواب دیا کہ ما المسئول عنہا باعلم

من السائل یعنے پوچھنے والا جس سے پوچھتا ہے اسکو پوچھنے والے سے زیادہ معلوم نہین ۔ حاصل آنکہ مجھے نہین معلوم ۔ پھر پوچھا کہ اُس کی
نشانیان فرمایئے تو آپ نے چند نشانیان فرمائین اور دیگر احادیث مین قیامت کی نشانیان بہت ہین اور عنقریب کچھ توضیح آتی ہے ۔
ابوہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے اچانک قیامت آجاویگی ایسے حال مین کہ آدمی دودھ دوہتا ہوگا پس اُسکے مُنھ تک نہ پہونچیگا کہ قیامت
قائم ہوجاویگی اور باہم کپڑا خرید و فروخت کرتے ہونگے پھر بیع پوری ہونے پاویگی یہانتک کہ قیامت آجاویگی الحدیث رواہ مسلم ۔ اور مراد
ساعت یعنے قیامت سے وہ ساعت ہے جسمین سب کے سب مخلوق جو اسوقت روے زمین پر زندہ ہو مرجاویگی اور یہی صور کا نفخہ
اولیٰ ہے پھر اسکے بعد نفخہ کا قیام ہوگا جب قبرون وغیرہ سے حق کہ جو جسطرح سڑ اگلا ہے مبعوث ہوکر میدان حشر و حساب کو لیجاوینگے
والبغتۃ الفجارۃ ۔ یعنے بغتۃ بمعنے اچانک ہے ۔ حاصل کلام آنکہ مشرکین کے سوال قیامت کے جواب کا یہ حکم دیا کہ تو کہدے کہ وہ ہولناک
چیز جس سے کافر و منافق غافل ہین وہ اچانک غفلت مین انپر ایسے وقت قائم ہوگی جسکو بطور معین و محدود کے سوائے اللہ تعالیٰ جل جلالہ
کے کوئی نہین جانتا ہے ۔ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا تجھسے یہ کافر لوگ ایسے پوچھتے ہین کہ گویا تو اس سے حفی ہے ۔ ابن فارسؒ
نے کہا کہ حفی بجار بھلہ و فارہ وہ شخص جو ایک چیز جانتا ہو اور نیز حفی وہ شخص جو پوچھنے مین یا مانگنے مین مبالغہ کرے والسائل الحفی جو مانگتا
فقیر کر اڑجاوے ۔ اور نیز حفی وہ شخص جو پیارا دوست مہربان ہو پھر آیت مین ہر ایک معنے مذکورہ سے تفسیر آئی ہے ۔ قال ابن عباسؓ
مشرکون نے یون سوال کیا کہ گویا محمد صلعم اُنکے حفی ہین اور قتادہؒ نے کہا کہ مشرکون نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ ہم کو قرابت کے حق سے بتلادو
کہ کب قیامت ہے ۔ قال العوفی عن ابن عباس اے کانک صدیق لھم و بینک و بینھم مودۃ ۔ یعنے گویا تو انکا بڑا دوست ہے تیرے
انکے بڑی دوستی ہے اور ایسا ہی مجاہد و عکرمہ و ابومالک و سدی رحمھم اللہ سے مروی ہے ۔ اور ابن ابی نجیح وغیرہ کی روایت حضرت
مجاہدؒ سے صحیح یون ہے کہ قولہ کانک حفی عنہا ۔ یعنے گویا تو نے اڑ کر کے قیامت کو اللہ تعالیٰ سے پوچھ لیا ہے یہان تک کہ اسکا وقت
تجھے معلوم ہے حالانکہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ۔ اور یہی قول شیخ جلالؒ نے اختیار کیا ۔ اور معمرؒ نے بعض علماء تابعین سے
اور ضحاک نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ کانک حفی عنہا ۔ اے کانک عالم بہا ۔ گویا تو وقت مقدرہ قیامت کو جانتا ہے حالانکہ
اللہ تعالیٰ نے اسکو اپنی مخلوق پر مخفی رکھا اسکو سوائے حق تعالیٰ کے کوئی نہین جانتا ۔ عن بمعنے با ہے اور پڑھی یہ آیت ان اللہ عندہ علم
الساعۃ الآیۃ ۔ اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ قول معنے مین پہلے دونون قول سے ارجح ہے لہذا موکد فرمایا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۔ تو
کہدے کہ محدود وقت قیامت کا علم فقط اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے ۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ان علمہا انما ھو عند اللہ تعالیٰ
ولیکن اکثر لوگ نہین جانتے اس بات کو کہ اسکا علم فقط اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ۔ ان لوگون کی نادانی تھی کہ قیامت کا وقت دریافت
کرنے کی فکر مین پڑے حالانکہ اسپر ایمان لانا اور اُس کے واسطے سامان مہیا کرنا البتہ امر اہم اور دانائی تھی علاوہ برین جب آدمی مرا
وہی اُسکے حق مین قیامت ہے لہذا آنحضرت صلعم نے ایک اعرابی کو جو پوچھنے آیا تھا کہ قیامت کب ہے یون فرمایا کہ ارے قیامت تو
خواہ مخواہ آنے والی ہے پس تو نے اسکے واسطے سامان کیا جمع کیا ہے اُسنے عرض کیا کہ میرے پاس نہ کچھ بڑی نمازے نہ روزہ صرف اتنی
بات ہے کہ مین اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کو محبوب رکھتا ہون تو فرمایا کہ المرء مع من احب یعنے آدمی اسی کے ساتھ ہے جسکو وہ چاہتا ہوگا ۔
پس صحابہؓ کو جیسی خوشی اس حدیث سے ہوئی ویسی کسی چیز سے نہ ہوئی تھی ۔ یہ حدیث صحیحین و سنن و مسانید وغیرہ مین متعدد طرق سے
ایک جماعت صحابہؓ سے مرفوعاً مروی ہے اور بہت سے حفاظ متقنین کے نزدیک یہ حدیث متواتر ہے ۔ کما ذکرہ الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ

بالجملہ انسان کی دانائی یہ ہے کہ یہ کارخانہ عظیم قدرت الٰہی جل سلطانہ کو مہمل خیال نہ کرے بلکہ جزا و سزا و ثواب و عقاب کو نیک اعمال و بدکردار پر یقین کرکے قیامت آنے والی جان لے پھر اسکے وقت کی تلاش لا یعنی ہے بلکہ اسکے واسطے سامان جمع کرے اور وہ اس کی زندگی تک جتنے دنون کی ہو سکے ممکن ہے ورنہ مرا اور قیامت آگئی لہذا حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ اعرابی لوگ جب حضرت صلعم کے پاس آتے تو قیامت کو پوچھتے پس آپ نظر فرماکر ایک کم عمر آدمی کی طرف اشارہ کرکے فرماتے کہ اگر یہ زندہ رہا تو بڈھا پھوس ہونے پاویگا کہ تمھاری قیامت آجاویگی اور مراد آپ کی اس کلام سے یہ ہوتی کہ تمھاری موت آجائیگی جو دار الآخرۃ کا برزخ ہے۔ رواہ مسلم۔ اور اسی معنے پر حدیث میں ہے کہ قبر جنت کے باغون میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے کھڈون میں سے ایک کھڈ ہے۔ اور جابر بن عبداللہ رضہ سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلعم کی وفات سے ایک مہینہ پہلے آپ سے سُنا کہ تم لوگ مجھسے قیامت کو پوچھتے ہو سو اسکا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور مین اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہون کہ جو نفس منفوس روے زمین پر آج کے روز موجود ہے اسپر سو برس نہ گذرینگے۔ رواہ مسلم اور صحیحین مین ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسکی مثل مروی ہے اور ابن عمر رضہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کی مراد اس سے یہ تھی کہ یہ قرن اس سو برس مین ناپید ہو جائیگا۔ اور امام احمدؒ کی روایت قصہ معراج مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنا قصہ قریب قیامت نازل ہونے اور دجال کو قتل کرنے اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کا ذکر کرکے کہا کہ جب یہ وقت پہونچیگا تو اُسوقت قیامت کی مثال ایسی ہوگی جیسے عورت حاملہ کو پورے دن ہو جاتے ہین کہ دن مین جنے یا رات مین۔ و رواہ ابن ماجہ وغیرہ پس اس حدیث مین جملہ انبیاء علیہم السلام نے وقت قیامت سے لاعلمی ظاہر کی اور عیسیٰ علیہ السلام پر حوالہ کیا اسوجہ سے کہ قریب قیامت کے وہی نازل ہونگے اور انھون نے بھی لاعلمی بتلائی ہان اسقدر مثال جو مذکور ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے آگاہ فرمانے کی بیان فرمائی کہ مجھے اسیقدر بتلایا گیا ہے اور واضح رہے کہ آنحضرت صلعم نے قیامت کے آثار بہت کچھ بیان فرمائے ہین جو جابجا متفرق مذکور ہوئے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہونگے اور طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم ہمیشہ قیامت کا ذکر کیا کرتے یہان تک کہ نازل ہوا قولہ ویسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰہا الآیۃ۔ رواہ النسائی باسناد جید قوی قالہ ابن کثیر۔ اور حذیفہ رضہ کی روایت مین مرفوع آیا کہ آنحضرت صلعم نے سوال قیامت کے جواب مین فرمایا کہ اسکا علم فقط اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ولیکن مین اسکے بعض علامات جو قائم ہونے کے روبرو ہونگے بیان کرتا ہون کہ قرب قیامت کے فتنہ و ہرج واقع ہوگا اور فرمایا ہرج بزبان حبشہ یعنے قتل ہے اور فرمایا کہ اس زمانہ مین لوگون کے درمیان جان پہچان ایسی کم ہو جائیگی کہ قریب ہے کہ کوئی کسی کو نہ پہچانے رواہ احمد۔ اور صحیح مین حدیث انس و سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا بعثت انا والساعۃ کہاتین یعنے حضرت صلعم نے اپنی کلمہ کی انگلی اور بیچ والی انگلی دونون کھڑی ملاکر فرمایا کہ مین ایسے وقت مین مبعوث ہوا کہ قیامت ایسی ملی ہوئی ہے جیسے یہ دونون انگلیان۔ پھر واضح ہو کہ علم وقوع قیامت کی اور علوم علم قیامت کی مثال ایسی ہے جیسے آدمی یقیناً جانتا ہے کہ مین مرجاؤنگا لیکن یہ نہین جانتا ہے کہ کب مرونگا لہذا جو شخص مغرور ہوکر بیٹھ رہے کہ موت سے پہلے توبہ کرونگا یا ایمان لاکر خاتمہ بخیر حاصل کرونگا وہ احمق ہے کیونکہ یہ نفع کے لینے و ضرر دور کردینے کی قدرت کا دعویٰ ہے پس جیسے اسکو وقت موت کا علم غیب نہین ویسے ہی اسکا بھی نہین ہے اور اللہ عز و جل نے خود اپنے رسول سید المرسلین صلے اللہ علیہ و علیہم اجمعین کو حکم دیا کہ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ تو کہدے کہ مین مالک نہین اپنی ذات کے واسطے کسی نفع کا کہ اسکو اپنے لیے خود کھینچ لون اور نہ کسی ضرر کا کہ اسکو اپنی ذات سے خود دور کردون مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ قال البیضاویؒ اس مین اپنے بندہ ہونے کا اظہار ہے

اور غیب جاننے کے دعوی سے بیزاری ہے قال ابن کثیر رح اللہ تعالے نے حکم دیا کہ جملہ امور کو حق عزوجل کے سپرد کرے اور یہ خبر دے کہ میں علم غیب اور آیندہ ہونے والی بات نہیں جانتا ہون مگر اسیقدر جو اللہ تعالے نے مجھے بتلا دی چنانچہ مصرح کر دیا بقولہ - وَلَوْ کُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَکْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَمَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اور اگر مین غیب جانتا ہوتا یعنے جو مجھسے پوشیدہ ہے وہ جانتا ہوتا تو خیر مین سے بہت کچھ حاصل کرتا اور مجھے برائی نہ پہونچتی یعنے محتاجی فقر کی یا اُسی کے مانند کوئی برائی مجھے نہ پہونچتی کیونکہ جو چیز مضر ہے مین اُس سے بچاؤ کر لیتا - وفی الکمالین پس ہر لڑائی مین مجھے غلبہ ہوتا اور دشمن مغلوب ہوتے اور یہ نہوتا کہ کبھی مین نے فتح پائی اور کبھی کافرون کو غلبہ ہوا اور یہ نہوتا کہ خرید و فروخت مین کبھی نفع ہوا اور کبھی خسارہ ہے اور یہ نہوتا کہ کبھی میری اپنے طرف کی بات ٹھیک پڑی اور کبھی اس مین چوک ہوئی انتہت ترجمۃ قولہ کما وصل الی - اور مترجم کہتا ہے کہ اس عبارت مین جو مزید توضیح کے واسطے لایا فی الجملہ نکارت ہے اور کسی قدر ادب مین جیسا چاہیے ٹھیک نہین علاوہ برین جہاد مین غالب مغلوب ہونے کا ذکر بے موقع ہے اسلیے کہ آیت کریمہ مکیہ ہے اور اسوقت تک جہاد کا حکم ہی نہ تھا تو غالب و مغلوب کیسا پس شاید توضیح باعتبار امر فی نفسہ کے ہے اور اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بات مین چوک نہونا تو قطعی ہے جواب یہ کہ ہان بیشک یہی اُن سب باتون مین ہے جو اُمور دین سے بوحی جلی یا خفی ہین اور اسپر تمام اُمت کا اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام امور دین مین معصوم ہین انکی دینی بات مین وہم کا یا چوک جانے کا دخل نہین اور جس شخص نے اسمین خلاف کیا اسکا کچھ اعتبار نہین لیکن صاحب کمالین کی مراد دینی بات نہین بلکہ ایسی باتین جو آپ نے اپنی طرف سے فرمائین - اگر کہا جاوے کہ انمین بھی ٹھیک ہی ہونا لائق ہے تو جواب یہ کہ یہی کہا جاتا لیکن اللہ تعالے کے اس مین اسرار و حکمتین تھین کہ علاوہ امور دین کے جو متعلق برسالت و نبوت ہین اور باتون مین کبھی کسی خاص حکمت الٰہی کے بھید سے آپ سے چوکنا ثابت ہے چنانچہ صحیح وغیرہ مین نماز مین سہو ہو جانا مذکور ہے اور آپ نے خود بھی فرمایا ہے کہ مین تو ایک آدمی ہون جیسے تم لوگ بھول جاتے ہو مین بھی بھولتا ہون - اور نیز ثابت ہوا کہ اہل مدینہ درختان خرما مین نر مادہ لگاتے جس سے خوب پھل آتے پس جب حضرت سرور عالم صلعم تشریف لائے تو اُنھون نے آپ سے اس معاملہ مین استفسار کیا آپ نے اس فعل کے ترک کرنے پر اشارہ کیا پھر اس سال ایسا نہ کرنے سے پھل بہت کم آئے تو آپ نے فرمایا کہ امور وحی و شرع مین میری بات مانو اور اپنے دنیاوی کامون مین یعنے جنمین شرعی اباحت ہے تم جانو - یہ کلام توضیح مین آگیا اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون سو واضح ہو کہ غیب مصدر غاب یغیب ہے اور مراد یہان ما غاب ہے یعنے وہ چیز جو آنحضرت صلعم سے غائب تھی خواہ اورون سے غائب ہو یا نہو - اور اس سے واضح ہوا کہ آسمان کا اور دوزخ و بہشت کا حتی کہ عرش و لوح محفوظ سے اوپر کا علم بھی آنحضرت صلعم کی بہ نسبت علم غیب نہ تھا کیونکہ آپ نے اسکو دیکھ لیا تھا اور نیز آیندہ قیامت تک کے واقعات جو آپ نے اللہ تعالے کے وحی فرمانے سے جان لیے اور یہ کہ اُنسے آگاہ فرمایا وہ کوئی علم غیب آپ کی بہ نسبت نہ تھے ہان اورون کی بہ نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ آپ نے انکو انکے غیب کی خبر دیدی لہٰذا وہ اخبار سب معجزات ہین مثلاً فرمایا کہ قریب قیامت کے یعنے آخر زمانہ مین نصرانی پھلے پھولے بہت کثرت سے ہونگے یا میری اُمت آپس مین پھوٹ کر تہتر فرقے ہو جاویگی یا میری اُمت والے وہ بری باتین کرینگے جو اگلی اُمتون والون نے کیے انھین کے قدم بقدم چلینگے اور مانند اسکے بہت کثرت سے غیب کی خبرین ہین جو احادیث مین وارد ہین اور بحمد اللہ تعالے وہ سب ٹھیک پڑتی آئین اور آتی جاتی ہین تو ان سب چیزونکا غیب ہونا آنحضرت صلعم کی نسبت نہ تھا کیونکہ آپ کو وحی اظہار الٰہی سے یہ سب

معلوم تھین بلکہ ہم لوگون کی بہ نسبت اغیب ہین۔ اس بیان سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جن لوگون نے یہان متردد ہوکر کہ آنحضرت صلعم نے غیب کی خبرین فرمائی ہین اور آیت کریمہ سے غیب جاننے کی نفی نکلتی ہے یون تاویل کی کہ آیت مین انکسار و تواضع کے طور پر غیب جاننے سے انکار مراد ہے ان لوگون نے خطا کی اسواسطے کہ تواضع کے طور پر جھوٹ بولنا روا نہین ہے اور ایسی تاویل تو سخت غلطی ہے اور ایسی کھلی ہوئی کہ مجھے اسکی خرابیان ظاہر کرنے کی حاجت نہین اور صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالے نے جو حکم دیا وہ واقعی ہے اور آنحضرت صلعم نے تحقیقی خبر دیدی جسطرح آپپر وحی ہوئی اور غلطی والون کو جو تردد ہوا تھا اُسکی تحقیق بتوفیق الٰہی عزوجل اوپر گذری۔ اور حاصل آنکہ اللہ تعالی ہی کے واسطے علم غیب ثابت ہے کما قال تعالے قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔ یعنے غیب کو کوئی نہین جانتا ہے فقط اللہ تعالے ہی عالم الغیب ہے اور آسمانون وزمین والے یہ نہین جانتے کہ کب انکا بعث ہوگا یعنے کب قیامت آوے گی پس اس مقام پر اسلوب بالعکس ہے کہ پہلے سوال قیامت مین قطعی حکم دیدیا کہ سوائے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا اور آنحضرت صلعم کی نسبت جو گمان کرتے تھے کہ انکو معلوم ہے اسکو مکرر رد کر دیا کہ علم قیامت کو اللہ تعالے نے اپنے ہی علم مین رکھا وہ کسی کو نہین معلوم ہو اگرچہ بحکم قولہ لا یطلع علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول الآیۃ کے رسولون کو بعض غیب پر اطلاع دیجاتی ہے لیکن قیامت کا علم اس بعض مین سے نہین ہے اور رسول کی طرف یہ اعتقاد کہ وہ اپنی قدرت سے غیب جاننے والا ہوتا ہے یہ کفر کا اعتقاد ہے اور کافرون کو کیا کہا جاوے کہ وے بدبخت تو کاہنون وغیرہ کو غیبدان سمجھتے تھے پس آنحضرت صلعم کو دوسری بار یہ کہنے کا حکم دیا کہ مین اپنے نفع و ضرر کا مالک نہین ہون یعنے غیب کا اختیار فقط اللہ تعالے ہی کو ہے وہ جسکو چاہے آگاہ فرماوے اور کسی بندہ کے اختیار مین نہین ہے چنانچہ وقت قیامت کا علم جب نہ دیا تو سوائے اللہ تعالے کے کسی کو معلوم نہوا کیونکہ خود غیب جان لینا کسی مخلوق کے اختیار مین نہین اور یہان ایک لطافت ہے کہ آنحضرت صلعم تمام مخلوق الٰہی سے اور تمام رسولون سے اللہ تعالے کے یہان مقرب و برگزیدہ ہین جب آپکو معلوم نہین تو کسی کو معلوم نہین اور جب آپ کو غیب جان لینے کا اختیار نہین تو دوسرے کی کیا ہستی ہے پھر اس کو مدلل بیان کر دیا کہ ولو کنت اعلم الغیب الخ۔ یعنے اگر مین خود غیب جاننے پر قادر ہوتا بدون مشیت الٰہی کے تو خیر کا استکثار کر لیتا اور برائی مجھے نہ پہونچتی۔ اس دلیل سے ان کج فہم لوگون کو آسانی سے سمجھا دیا تاکہ اپنے زعم فاسد وناقص سے باز آوین اور عظمت وجلال الٰہی پر نظر کرین اور غیر کی طرف نفع ونقصان کی نظر رکھنا جو بظاہر انکی گمراہی کا منشا پڑا ہے وہ دور ہو۔ مدارک مین تفسیر قولہ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الخ مین لکھا۔ یعنے مین ایک ضعیف بندہ مملوک ہون مین اپنی ذات کے واسطے مالک نہین کہ کوئی نفع کھینچ لون اور نہ کوئی ضرر ہٹا دون جیسے مملوک ہوا کرتے ہین الا وہی کہ جو میرا مالک چاہے کہ مجھے نفع دیدے یا مجھسے ضرر دور کر دے۔ اور حرف الا بمعنے لکن ہے اور استثنا منقطع ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی ابن عطیہ کا قول ہے اور صاحب مدارک نے اس تفسیر مین یہ بھی اشارہ کیا کہ بندے کے افعال سب اللہ تعالے کے پیدا کرنے سے حاصل ہوتے ہین جیسا کہ اہلسنت کا سچا مذہب ہے اور تقدیر برحق ہے۔ واضح ہو کہ معالم وغیرہ مین ایک سبب نزول کی طرف اشارہ کیا۔ کہ مکہ والون نے حضرت صلعم سے کہا کہ بھاؤ گران ہونے سے پہلے آپ ہم کو کیون نہین بتلا دیتے کہ ہم سستے مین خرید لین پھر گرانی کے وقت بیچکر نفع کماوین اور جس زمین مین قحط وخشک سالی ہونے والی ہے اسکو آپ کیون نہین بتلا دیتے کہ ہم وہان سے ایسی زمین مین کوچ کر جاوین جہان خوب پیداوار ہونے والی ہے تب یہ آیت نازل ہوئی یعنے قولہ قل لا املک لنفسی الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین تامل ہے کہ یہ امر سبب نزول واقع ہوا ہو کیونکہ آیت کو اپنے ماقبل سے ارتباط ظاہر ہے اور آیت دیگر یعنے قولہ قل لا یعلم

مین فی السموات الآیۃ اسکے واسطے مفسر ہے جیسا کہ اشارہ گذرا بنا برین کہ بعض آیت بعض کی تفسیر کرتی ہے اور جو سبب نزول ذکر کیا اسکی تصحیح وتنقید روایت مجھے نہین ملی مگر اسپر دلالت کرتا ہے جو شیخ ابن جریرؒ نے تفسیر قولہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت آخر مین لکھا کہ ابن عباسؓ سے ایک روایت مین لفظ خیر کے معنے بیان کرنے کی تفسیر یون آئی ہے کہ اگر مین کوئی چیز خریدنے کے وقت جان لیتا کہ اسمین کیا نفع اٹھاؤنگا تو جو چیز مین فروخت کرتا اسمین مجھے نفع ہی ہوا کرتا اور فقر ومحتاجی مجھے نہ پہونچتی۔ اور لکھا کہ دیگر علماء نے اسکی تفسیر مین کہا کہ اگر مین علم غیب جانتا ہوتا تو فراخ سالی کی پیداوار سے خشک سالی کے واسطے رکھ لیتا اور سستے وقت مین مہنگے کے لیے خرید لیتا اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے قولہ وما مسنی السوء مین کہا کہ برائی ہونے سے پہلے مین اُس سے اجتناب اور بچاؤ کر لیتا۔ یہ روایات البتہ شاہد ہین لیکن یہ تحقیق نہین کہ سبب نزول مذکور کی بنا پر یہ تفاسیر ہین بلکہ ظاہر یہ ہے کہ خیر کی یہ مثالی تفسیرین ہین جنسے سمجھانا اس امر کا مقصود ہے کہ خیر سے یہان دنیاوی نفع مراد ہے نہ آخرت کی بھلائی جیسا کہ دوسری روایت جو ضحاکؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے اسپر شاہد ہے اور وہ یہ کہ قولہ لاستکثرت من الخیر کی تفسیر مین کہا۔ ای من المال۔ یعنے مال بہت حاصل کر لیتا اور مجھے نقصان نہ پہونچتا۔ مجاہدؒ سے منصور و ابن ابی نجیح نے ذکر کی آخرت کی روایت کی چنانچہ کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر مین جانتا کہ کب مرونگا تو نیک عمل کر لیتا اور یہی ابن جریجؒ کا قول روایت کیا گیا لیکن اس تفسیر مین تامل ہے اسلیے کہ ایک عمل کیا بلکہ بہت اعمال صالحہ آنحضرت صلعم کے بالیقین معلوم ہین اور اگر یہ کہا جاوے کہ بر تقدیر معلوم ہونے کے مزید اعمال مین کوشش کرنا مقصود ہے تو جواب یہ کہ پسندیدہ اعمال عند اللہ تعالے وہ ہین جو مداومت کے ساتھ ہون اور حضرت صلعم کے جملہ اعمال ایسے ہی تھے اور ہر حال مین آپ حضرت حق عز وجل کی طرف انابت کے ساتھ رجوع تھے پس اس تفسیر کی کوئی راہ نہین نکلتی ہان یہ مراد ہو کہ دوسرون کو ہدایت وارشاد کرنا تو خیر کچھ وجہ بھی ہے لیکن بتکلف بعید ہے پس حق یہی ہے کہ یہ تفسیر محل تامل ہے جیسا کہ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا پس سبب نزول مذکور شاید ان مثالون سے ماخوذ کر کے بنا لیا گیا ہے واللہ اعلم۔ پھر یہان سبب نزول مین ایک اور قول ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم جب غزوہ بنی المصطلق سے لوٹے تو راہ مین آندھی آئی اور سواری کے جانور رسہ تڑا کر بھاگ گئے اور حضرت صلعم نے اس روز بطور معجزہ کے یہ خبر فرمائی تھی کہ مدینہ مین آج رفاعہ مر گیا اور اس سے منافقون کو جلن ہوئی جو آپ کے لشکر کے ساتھ تھے پھر آپ نے فرمایا کہ میرا ناقہ تلاش کرو کہ کہان گیا ہے تو عبد اللہ بن اُبی منافق آپس مین کہنے لگا کہ تم دیکھتے ہو عجیب بات ہے کہ یہ شخص مدینہ مین ایک مرد کے مرنے کی خبر دیتا ہے اور اسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ اسکا ناقہ کہان ہے پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالے کی وحی خفی سے آگاہ فرمایا کہ چند منافقون نے میرے حق مین ایسی ایسی باتین کی ہین اور حکم دیا کہ میرا ناقہ اس وقت پہاڑ کے درہ مین ہے اسکی مہار ایک درخت سے الجھ گئی ہے جا کر لے آؤ پس لوگ اسکو اسیطرح پا کر لائے اور اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی قل لا املک لنفسی الآیۃ۔

مترجم کہتا ہے کہ شاید ائمہ علماء تابعین مین سے کسی نے یہ واقعہ بھی بطور مثال کے اس آیت کریمہ کے واسطے باین معنے بیان کیا ہوگا کہ علم غیب مخصوص بجناب باری تعالے عز وجل ہے کسی اور کے اختیار مین نہین چنانچہ حضرت صلعم کے ساتھ خود ایسا ایسا واقعہ ہوا اور بعد اعلام الٰہی تعالے آپ نے آگاہ فرمایا جیسے قصہ افک حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ مین آپ خاموش تھے یہانتک کہ اللہ تعالے نے منافقون کا بہتان باندھنا اور حضرت صدیقہ کا اس سے پاکدامن ہونا قرآن مین بوحی جلی نازل فرمایا اور دیگر وقائع کثیرہ ہین اور کچھ حضرت صلعم پر مخصوص نہین بلکہ یعقوبؑ کو یوسفؑ کا پتہ نہ لگا یہان تک کہ آخر مین باعلام الٰہی تعالے معلوم ہوا لیکن حضرت صلعم کا واقعہ کافی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام عالم سے آپ افضل ہین۔ بالجملہ یہ واقعہ بطور مثال کے کسی بزرگ نے بروقت تعلیم تفسیر

اس آیت کے بیان کیا ہوگا اسکو متاخرین اہل علم نے چوک کر سبب نزول کر دیا۔ پھر مین نے جو کہا کہ یہ متاخرین کی چوک ہے تو اسلیے کہ یہ آیت کریمہ مکیہ ہے اور غزوہ بنی المصطلق بعد ہجرت مدینہ کے ایک زمانہ پیچھے واقع ہوا پس وہ سبب نزول کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ سبب مقدم ہوتا ہے نہ متاخر اور رہا یہ کہ شاید یہ آیت بھی مدنیہ ہو تو یہ وہم ہے بدون نقل صحیح کے درست نہین اور مستثنیات مین داخل نہین ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ پس صحیح یہ ہے کہ یہ سب اقوال امثلہ ہین اور تفسیر وہی ہے جو اول مذکور ہوئی یعنے جناب باری تعالے کے واسطے عالم الغیب ہونا اور اسی کا قیامت کے وقت سے آگاہ ہونا اسکا رسول پاک ظاہر فرماوے اور اپنا بندہ و رسول ہونا اور غیب کے دعوی سے بری ہونا مصرح بیان کرے یعنے جو اللہ تعالے مجھے بتلاتا ہے اسی کو مین جانتا ہون پس مین غیب جاننے والا نہین ہون۔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ اے ما انا الا نذیر للکافرین بالنار و بشیر بالجنۃ لقوم یومنون۔ مین نہین ہون مگر ڈر سنانے والا کافرون کو دوزخ کے ساتھ یعنے اگر اللہ تعالے پر ایمان نہ لائے اور محمد رسول اللہ کو نہ مانا اور کفر پر مرے تو ہمیشہ دوزخ مین طرح طرح کے عذاب سے جلینگے اور خوشخبری سنانے والا جنت کی قوم مومنین کو۔ یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالے پر ایمان لائے اور اسکے رسول صلعم کی تصدیق و اطاعت کی وہ جنت مین داخل ہونگے۔ حدیث مین ہے کہ جسنے دل سے سچ مانکر لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت مین داخل ہوگا۔ اسمین لطیفہ ہے کہ محمد رسول اللہ اس کلمہ توحید کو ضروری لازم ہے یعنے لا الٰہ الا اللہ کہنے والا جبھی ہوگا کہ جب محمد رسول اللہ پر ایمان لایا ہو۔ اور معنے یہ کہ کوئی معبود نہین مگر اللہ تعالے۔ حضرت صلعم کی معرفت کہ اسکی عظمت و جلال و پاکی و وحدانیت کو محمد صلعم سے معلوم کر و لہذا ایمان والے نے اگر لا الٰہ الا اللہ کہا تو اُسنے وہ جسکو چاہیے اللہ تعالے پر ایمان لایا تو اسکی کیسی شان ہے پھر جناب مین اسکی جناب مین کیا اعتقاد رکھون پس وہ جناب محمد رسول اللہ سے معلوم نہوا کیونکہ جو سیکھے یعنے جو شان الٰہی کہ کلام مجید و احادیث صلعم سے مین ہین انھین پر اعتقاد رکھے مثلاً اللہ تعالے اکیلا ہے اسکا کسی بات مین کسی فعل مین کسی صفت مین کسیطرح کوئی شریک نہین اور وہ کریم رحیم ہے جو چاہے کرے اور جو وہ نچاہے کبھی نہین ہو سکتا وہ خالق رازق علیم حکیم سمیع بصیر ہے اسیطرح جملہ صفات کو معلوم کرے اور اپنی عقل سے باتین نہ بنا دے ورنہ شرک و گمراہی مین پڑ جائیگا نعوذ باللہ تعالے منہ۔ اور آگے کی آیت مین فی الجملہ بیان آتا ہے۔ پہلے اس سے آیت کریمہ مذکورہ بالا کے حقایق کو سنو۔ ف فی العرائس قولہ تعالے قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ۔ اس کلام مین اللہ تعالے وحدہ لا شریک کی درگاہ کا ہرطرح کی شرک سے پاک برتر ہونا ظاہر فرمایا اور صاف کہدیا کہ وہان کسی بندہ کی کچھ طاقت و قدرت نہین اور نہ اسکی کمائی و کرنے کی کوئی تاثیر ہے بلکہ افعال سب اوتعالے کی قدرت و مشیت پر ہین۔ حاصل آنکہ اس سے یہ معنے ثابت ہین کہ مجھے اپنی ذات سے یہ اختیار حاصل نہین کہ اسکا قرب حاصل کرون یا اس سے دور پڑون بلکہ دوری و نزدیکی سب اسی کی طرف سے ہے اور اگر مجھے غیبی تقدیر معلوم ہوتی تو بوصف ربوبیت مجھکو قدرت حاصل ہوتی کہ اپنی ذات کے لیے نفع لیتا اور ضرر دور کرتا۔ قولہ تعالے و لو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر الخ۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ زمانہ موجودہ مین مخلوق کو یہ اختیار نہین کہ اپنے آپ کو کوئی نفع پہونچا دے یا کوئی ضرر اپنے اوپر سے دور کرے پھر بھلا اسکے ایمان پر یا اسکی طاعت پر کیا بھروسا ہو سکتا ہے چنانچہ سید المرسلین افضل الخلائق اجمعین کو حکم ہوا کہ قل لا املک لنفسی الآیۃ۔ بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ لو کنت املک الغیب الخ۔ یعنے اگر مین غیب کا مالک ہوتا یا اسپر قدرت رکھتا ہوتا تو مجھے کوئی برائی کبھی نہ چھو جاتی و لیکن حالت اصلی یہ ہے کہ غیب تو ہم سے ترک دیا گیا ہے اور ہر بدی وغیرہ کی ملامت ہمپر لازم ہوئی ہے۔ ثم قال تعالے

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا ۖ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا

وہی ہے جسنے تمکو بنایا ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اُسکا جوڑا کہ اُس پاس آرام پکڑے پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل

فَمَرَّتْ بِهِ ۖ فَلَمَّا أَثْقَلَت دَّعَوَا اللَّهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ فَلَمَّا

پھر چلتی گئی اُس سے پھر جب بوجھل ہوئی دونون نے پکارا اللہ اپنے رب کو اگر تو ہمکو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کرین پھر جب

آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا ۚ فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

دیا اُنکو چنگا بھلا ٹھہرانے لگے اُسکے شریک اُسکی بخشی چیز مین سو اللہ اوپر ہے اُنکے شریک بنانے سے

یہ آیت کریمہ منجملہ مشکلات قرآن مجید کے ہے اور اسکی تفسیر مین تامل سے نگاہ درکار ہے اور چونکہ کلام باری تعالے اپنے معانی مین صحیح و راست و درست ہے تو اشکال کا مرجع فقط یہ ہوتا ہے کہ آیا بندہ کی نظر اسکی ٹھیک تاویل پر پہونچی یا نہین اگرچہ مقصود اصلی اسکا واضح ہو اسمین کوئی اشکال نہین ہے پھر جن تاویلات پر نظر پہونچتی ہے آیا اُنمین سے کون معنے مراد ہین مشکل ہے لہذا پہلے تو مفسر سیوطی رح کے مختار پر تفسیر مذکور ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالے هُوَ الَّذِي ہو اللہ الذی۔ اللہ تعالے وہی ہے جسنے خَلَقَكُم تمکو پیدا کیا مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ ایک جان سے۔ وہ آدم علیہ السلام ہے۔ اسمین سیاق ہے کہ خطاب اہل مکہ کو جو اُسوقت مشرک تھے اوّلاً اور تمام زمانہ کے مشرکون کو قیامت تک ثانیاً ہے پس آیندہ جو تشنیع شرک کرنے پر وارد ہے خصوص آخر آیت کریمہ وہ انھین مخاطبین پر ہے لہذا درمیان کا حال بھی انھین کے حق مین تاویل کیا گیا جیسا کہ انشاء اللہ تعالے تحقیق مین بیان ہوگا۔ بالجملہ اللہ تعالے نے اپنی کمال قدرت ظاہر فرماتے ہوے انپر احسان رکھا کہ اللہ تعالے نے تمکو یون پیدا کیا کہ پہلے ایک جان پیدا کی۔ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور پیدا کی اُسی سے اُسکی زوجہ علماء نے کہا کہ اُسی سے زوجہ پیدا کرنے مین ایک یہ حکمت ہے کہ جنسیت کے سبب سے میل خوب ہوتا ہے پس آدمؑ کی بائین پسلی سے پیدا کی تاکہ باہم میل خوب ہو۔ رہا یہ کہ کیون پیدا کی تو خود فرمایا۔ لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا تاکہ اس سے مانوس ہو جیسے ایک چیز اپنی جنس کی طرف مائل و مطمئن ہوتی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ منہا مین ضمیر مونث بجانب لفظ نفس جو مونث معنوی ہے راجع ہے اور یہان لیسکن بصیغہ مذکر غائب ہے تو جواب دیا گیا کہ یہان معنے نفس کی طرف رجوع ہے اور وہ مذکر ہے تاکہ آیندہ غشیان کے قصہ سے مناسب ہو چنانچہ فرمایا۔ فَلَمَّا تَغَشَّاهَا پھر جب ڈھانپ لیا اُس سکون حاصل کرنے والے نے اپنی زوجہ کو۔ یعنے جماع کیا پس غشیان اس سے کنایہ ہے اور یہ بہت عمدہ کنایہ ہے اور اسمین دلیل ہے کہ اصلی وضع عورت پاس جانے کی اوپر سے ڈھانپ لینے کی شکل پر ہے۔ حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيفًا حاملہ ہوگئی بوجہ بحکم و قدرت الٰہی حمل خفیف۔ حمل بالفتح پیٹ یا درخت کا پھل اور بالکسر لادی یعنے آدمی جو اپنی پیٹھ یا سر پر لادتا ہے لیکن ہر دو نون مین فتح و کسر حکایت کیا گیا اور یہان مراد اگر مصدر ہے تو مفعول مطلق ہے اور اگر محمول مراد ہے تو حمل خفیف یعنے نطفہ ہے قالہ السدی اور یہی مفسر رح نے لیا ہے۔ فَمَرَّتْ بِهِ اے ذہبت و جارت لخفتہ۔ یعنے آتی جاتی رہی کیونکہ بوجھ ہلکا تھا۔ قال البیضاوی رح بعض قراءۃ مین فمرت تخفیف الراء ہے اور بعض مین فاستمرت از استمرار ہے اور بعض مین فمارت از مور بمعنے آمد و رفت ہے یا از مریۃ بمعنے گمان ہے یعنے حمل کا گمان و شک کیا یہی ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ اور مرت تخفیف الراء بمعنے جزعت یعنے گھبرائی۔ اور ایک روایت مین ابن عباسؓ و میمون بن مہران سے ہے کہ فمرت بہ۔ اے فاستمرت بہ۔ یعنے اسکو خفیف رکھا اور برابر آمد و رفت کام کاج کرنے مین اُسکو اُٹھائے ہوئے ایسا برتاؤ کیا۔ جیسے ہلکی چیز لیے ہوے آدمی کام کرتا ہے۔ فَلَمَّا أَثْقَلَت پھر جب بھاری ہوگئی بسبب اسکے کہ پیٹ کا بچہ بڑھ گیا مفسر رح نے لکھا کہ

اسوقت دونون کو خوف پیدا ہوا کہیں چوپایہ جانور نہ پیدا ہو تو دَّعَوَا اللّٰہَ رَبَّہُمَا دونون نے اللہ تعالےٰ اپنے پروردگار سے دعا کی کہ
لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا اگر تو ہم کو فرزند صالح یعنے شکل صورت سے درست عطا فرماویگا تو۔ لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ ہم بیشک ضرور
تیرے شکرگزارون مین سے ہونگے صالح سے مراد بدن و صورت مین درست بچہ ہے جیسا کہ حسنؒ وغیرہ سے تفسیر آئی ہے اور خوفناک ہوکر
دعا کرنا ابو صالح و مجاہد وغیرہ سے مروی ہے۔ بالجملہ صالح فرزند پر شکرگزاری کی نذر کی باوجودیکہ انپر یہ خود واجب تھا اور یہین دلیل ہے
کہ فرزند کی خواہش کرنا اس شرط سے کہ صالح ہووے اور اُسپر اللہ تعالےٰ کی نذر ماننا روا ہے۔ فَلَمَّآ اٰتٰہُمَا صَالِحًا پھر جب اللہ تعالےٰ نے ان دونونکو فرزند صالح
دیا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَآ اٰتٰہُمَا تو دونون نے بنائے اللہ تعالےٰ کے شریک اُس چیز مین جو عطا فرمائی دونونکو شرکا جمع شریک۔ اور ایک قراءۃ مین شرکا بکسر
شین معجمہ و تنوین آیا یس مصدر بمعنے اسم فاعل ہے اور خفشؒ نے اس قراءۃ پر انکار کیا اور رد کیا گیا کہ یہ قراءۃ اہل مدینہ ہے اور تاویل درست ہے پھر شرک
کرنے کی وجہ مفسرؒ نے یہ ذکر فرمائی کہ فرزند مذکور کا نام عبد الحارث رکھا حالانکہ اللہ کے سوائے کسی اور کا بندہ نہین ہوتا اور نہ کسی اور کے
نام پر رکھا جاوے۔ اور سمرہ رضؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ جب حوا رضؓ کے فرزند پیدا ہوا تو ابلیس آیا اور حوا رضؓ کا فرزند زندہ نہین رہتا تھا
پس ابلیس نے کہا کہ تو عبد الحارث اسکا نام رکھ تو زندہ رہیگا پس حوا رضؓ نے یہی نام رکھا پھر یہ لڑکا زندہ رہا پس یہ شیطانی وسوسہ تھا اور
شیطان نے یہ نام رکھنے کا حکم کیا تھا۔ رواہ الحاکم وقال حدیث صحیح ورواہ الترمذی وقال حسن غریب مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کو
امام احمد و ابو یعلی و ابن جریر و ابن ابی حاتم و طبرانی و ابن مردویہ رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے اور واضح ہو کہ ملائکہ کے درمیان
شیطان کا نام حارث کہلاتا تھا۔ اور یہ حدیث تو آنحضرت صلعم سے روایت کی گئی ہے اسی کے معنے مین آثار بھی آئے ہین چنانچہ محمد
بن اسحاق نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ حوا رضؓ کی اولاد ہوتی تو آدمؑ اُنکا نام عبد اللہ و عبید اللہ و اسکے مانند رکھا
کرتے پھر انکو موت آجاتی وہ مرجاتے تھے پھر دونون کے پاس ابلیس آیا اور کہا کہ ایسے نام کے سوائے تم نام رکھو تو جیتا رہیگا پس
عبد الحارث نام رکھا اور وہ زندہ رہا پس اسی مین اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ہے قولہ ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ الی آخر الآیۃ۔ و
قد روی العوفی وسعید بن جبیر عنہ نحوہ اور سعید بن جبیر کی روایت مین مصرح ہے کہ شیطان نے دونون سے کہا کہ مین وہی ہون
جسنے تمکو جنت سے نکالا تاکہ تم میری پیروی کرو اور انکو ڈرایا کہ اگر ایسا نہ کروگے تو مین سینگون والا بچہ بناؤنگا اور پیٹ پھٹ جائیگا اور
ایسا ہوگا و ایسا ہوگا خوفناک باتین کرتا رہا اور دو مرتبہ نہ مانا اور مردہ بچہ ہوا اور تیسری مرتبہ بچہ کی محبت غالب ہوئی اور عبد الحارث
نام رکھا پس یہی فرمایا کہ جعلا لہ شرکاء فیما الآیۃ۔ کما رواہ ابن ابی حاتم۔ اور اس اثر کو ابن عباسؓ سے اُنکے شاگردون مین سے ایک جماعت
نے لیا ہے چنانچہ طبقہ اول مین سے مجاہد و سعید و عکرمہ وغیرہ ہین اور طبقہ دوم مین سے قتادہ و سدی وغیرہ ہین اور بہت سے سلف و
خلف سے مروی ہے اور متاخرین مفسرین مین سے ایک بھاری جماعت نے بیان کیا جنکا شمار دشوار ہے۔ یہ حال تو اس قصہ کا سرسری
روایات کے ذکر مین مرفوع و موقوف ہے اور اسی پر اعتماد کرکے مفسرؒ نے تفسیر کی ولیکن اسپر ایک اشکال سخت وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ آدمؑ
نے نبی ہوکر شرک کیا۔ اور مفسرؒ نے اسکا یہ جواب دیا کہ یہ نام رکھنے مین شرک ہے اور عبادت مین شرک نہین ہے اور بعضون نے کہا کہ
مقصود فقط یہ تھا کہ بچہ کا عبد الحارث نام رکھنا سبب نجات ہے پس عتاب ہوا کہ اپنے سبب پر نظر کی اور مسبب پر نظر نہ رکھی۔ اور یہ
جواب رد کر دیا گیا کہ شرک کرنا تو آیت کریمہ مین مصرح ہے اور بالاجماع انبیاء کی شان سے نہین کہ شرک کرین اور بر تقدیر تسلیم اگر نام رکھنے
مین شرک کیا اور وہ آسان ہے تاہم حرام سے خالی نہین اور انبیاء تو اہلسنت کے نزدیک معصوم ہین پھر یہ گناہ کیسا۔ یہ بات تو بدعتی فریق

جو انبیاء علیہم السلام کو گناہ سے معصوم نہیں جانتے ہیں کہہ سکتے ہیں اور نیز مسبب پر سے نظر اُٹھانا اور سبب کو ملحوظ رکھنا کب انبیاء کی شان ہے حالانکہ اسمین تو یہ اعتقاد لازم آیا کہ عبد الحارث نام رکھنے سے بچہ جیتا رہیگا اور اس کی ماں سلامت رہیگی اور یہ ضرور شرک ہے اور کوئی انکار نہیں کرتا کہ شرک جیسے افعال مین ویسے اعتقاد مین کیونکہ وہ عمل قلب بلکہ اشد ہے اور آخر کم سے کم تو یہ ہے کہ یہ فعل حرام ہے اسیواسطے علامہ بیضاوی رح نے فرمایا کہ ایسی باتین انبیاء علیہم السلام کی شان کے لائق نہیں ہین اور ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ مین کہا کہ عبد الحارث و عبد النبی وغیرہ جو نام لوگون مین پھیل رہے ہین وہ جائز نہیں ہین اور شیخ ابن حجر المکی نے تحفہ مین کہا کہ عبد النبی اور عبد الکعبہ و عبد الدار و عبد علی اور عبد الحسین وغیرہ کے مانند نام حرام ہین۔ اور یہین سے رد ہوگیا جو بعض نے وہم کیا کہ نام مین معانی کا لحاظ نہیں ہوتا ہے سوائے علمیت کے۔ کیونکہ یہ انحصار غلط ہے بلکہ یون کہنا چاہیئے کہ مقصود اس سے وہ ہوتا ہے جسکا علم ہے اور اصل معانی کا لحاظ تو بالتبع باقی ہوتا ہے اور علماء معانی نے اسکی تصریح کر دی ہے کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے افلح و برکت وغیرہ غلامون کے نام رکھنے سے حدیث بخاری وغیرہ مین منع فرمایا اور حضرت صدیق رض کا نام زمانہ جاہلیت مین عبد الکعبہ تھا اس کو بدلکر عبد اللہ صدیق رض نام رکھا اور ابوہریرہ کا عبد الشمس نام تھا اسکو عبد الرحمن کیا۔ اور برّہ سے بدلکر زینب ام المومنین رض کا نام کیا اور بہت سے نام انھین معانی کے لحاظ سے بدلے ہین جو احادیث مین مصرح ہین۔ یہان سے یہ مسئلہ نکل آیا کہ ہندوستان مین جو غفاری و بدھو و رمضانی و شبراتی و چھٹا و امامی و منگلی وغیرہ نام رکھے جاتے ہین سب نہیں جائز ہین۔ بالجملہ اعتراض مذکور کا یہ جواب تو کچھ نہیں ہے اور کبھی یون جواب دیا جاتا ہے کہ یہ نام رکھنے مین شرک کرنا حضرت آدم ؑ سے نہیں واقع ہوا بلکہ فقط حضرت حوا نے ایسا کیا تھا چنانچہ حدیث مرفوع سمرۃ رض سے واضح ہوا اور قولہ جعلا لہ شرکاء - مین تثنیہ ہونا کہ دونون نے شرک کیا ہے کچھ منافی نہیں اسواسطے کہ بیان مین تثنیہ ہے مگر مقصود اکیلی حوا ہین بدلیل روایت مذکورہ اور عرب کی زبان مین شائع ہے کہ ایک کے فعل کو دو کی طرف نسبت کر دیتے ہین چنانچہ کلام مجید مین قولہ فتلقی آدم من ربہ کلمات الآیۃ کے بعد دوسرے مقام پر فرمایا۔ قالا ربنا ظلمنا الآیۃ۔ اور ایسے ہی قولہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ۔ حالانکہ فقط شوہر مراد ہے اور جیسے قولہ ونسیا حوتہما۔ حالانکہ فقط یوشع بھولے تھے نہ موسیٰ علیہ السلام مگر ساتھ ہونے کی وجہ سے دونون کو ذکر فرمایا اور جیسے قولہ یخرج منہما اللؤلؤ والمرجان۔ حالانکہ فقط کھاری سمندر سے نکلتے ہین نہ شیرین سے۔ اور اسکے مانند بہت ہین پس مراد آیت مین قولہ جعلا لہ شرکاء - سے یہ کہ جعل واحد منہما۔ اور وہ حوا ہے نہ آدم ؑ - یہ جواب بھی سست کر دیا گیا کہ فعل واحد کو دو کی طرف نسبت کرنا التباس معنوی سے مامون ہونے کی صورت مین جائز ہے مطلقاً جائز نہیں ہے چنانچہ اگر دو آدمیون نے زید کو مار ڈالا تو دونون کا فعل اور اگر ایک نے مارا ہو تو ایک ہی کا بیان کیا جاوے ورنہ دوسرا بے خطا قصاص مین سولی دیا جائیگا۔ اور آدم ؑ نے اگر یہ نام بدل دیا ہوتا تو تثنیہ کے معنے نہ تھے اسیواسطے کسی مفسر نے اسطرف توجہ نہ کی علاوہ برین ماخوذ فی الخطاب اصل ہے نہ تبع حالانکہ اوپر سے دونون کا نذر کرنا اور دعا کرنا مصرح ہے اور نیز آثار ابن عباس رض وغیرہ مین تصریح موجود ہے۔ پس ظاہر ہوا کہ مخلص اس اشکال سے نہیں ہوا۔ علاوہ برین یہ وارد ہوگا کہ جعلا لہ شرکاء - شرکاء جمع شریک ہے اور روایات مذکورہ مین فقط ایک عبد الحارث سے اشراک ہے اگر کہا جاوے کہ دوسری قراءۃ مین شرکاً مصدر واحد آیا پس جمع سے واحد مراد ہوگا تو جواب یہ ہے کہ نہیں یہ خلاف اصول تاویل ہے بلکہ مصدر جو جنس محتمل ہے وہ منصوص خاص کی طرف جو جمع ہے راجع کیا جاوے تاکہ ہر دو اپنے اصل سے متفق ہون۔ اور اس اشکال کا بھی کوئی جواب نہیں ہے اسیواسطے علامہ بیضاوی و امام رازی و ابو السعود وغیرہ ایک جماعت مفسرین نے اس قصہ مذکورہ سے انکار کیا۔ اور بعض الناس نے

جو اسکو محض رائے سے انکار تصور کیا اُسنے غلطی کی - پھر جبکہ یہان تحقیق درکار ہے تو سننا چاہیئے کہ حدیث سمرہ رضی اللہ عنہ جسکو امام احمد وغیرہم نے روایت کیا وہ تین وجہ سے معلول ہے - اول آنکہ اسمین عمر بن ابراہیم راوی کی نسبت ابو حاتم الرازی نے کہا کہ قابل حجت نہین ہے - دوم آنکہ یہ حدیث بدون رفع کے قول سمرہؓ روایت کی گئی ہے - سوم آنکہ حسن بصریؒ جنھون نے سمرہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے خود اس آیت کی تفسیر دوسرے طور سے بیان کی ہے پس اگر سمرہؓ سے حسنؒ کے پاس یہ روایت مرفوع ہوتی یعنے آنحضرت صلعم کا قول ہوتا تو اُسکے عدول نہ کرتے حالانکہ ابن جریرؒ نے بسند صحیح حسن بصریؒ سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کیا کہ بعضے ملت والون کے حق مین یہ آیت ہے اور حضرت آدمؑ کے حق مین نہین ہے اور معمرؒ کے طریق سے بسند صحیح حضرت حسنؒ سے روایت کی کہ اس سے آدم علیہ السلام کی ذریت مراد ہے اور جنھون نے بعد حضرت آدمؑ کے شرک کیا ہے - اور قتادہؒ کے طریق سے بسند صحیح روایت کی کہ حسنؒ نے کہا کہ یہ یہود و نصاریٰ کے حق مین ہے - قال الحافظ ابن کثیرؒ پس اگر حسنؒ کے پاس یہ حدیث آنحضرت صلعم سے محفوظ ہوتی تو باوجود تقویٰ و ورع کے اس سے عدول نہ کرتے پس صریح دلیل ہے کہ یہ روایت مرفوع نہین بلکہ صحابی کا قول ہے جسمین احتمال ہے کہ مانند کعب احبار و وہب بن منبہ وغیرہ مومنین اہل کتاب سے لی گئی ہو پس مرفوع حدیث ہونے کے عہدہ سے مین برارت کرتا ہون - انتہا کلامہ اس سے ظاہر ہوا کہ جنھون نے اس حدیث کو مرفوع قرار دیکر اس سے حجت پکڑی ہے یہ انکی خطا ہے اور یہ آنحضرت صلعم کا قول نہین ہے اب رہا بیان آثار کا یعنے اقوال بعض صحابہ و تابعین کے تو انکا اضطراب ظاہر ہے کیونکہ اگر یہ واقعہ صحیح ہوتا تو خفیف و ثقیل ہونے کا ذکر لغو ہوتا اسواسطے کہ حوا کے کئی اولاد اس سے پہلے ہو چکی تھین جیسا کہ ان آثار مین مذکور ہے اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ شاید واللہ اعلم دراصل یہ قصہ اہل کتاب سے لیا ہوا ہے کیونکہ ابن عباسؓ نے اسکو ابی بن کعب سے لیا ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم نے مجاہد کے طریق سے روایت کیا کہ ابن عباسؓ نے ابی بن کعب سے مصرح اس قصہ کو بیان کیا پس اہل کتاب سے ان آثار کا لیا جانا ظاہر ہے اور رسول اللہ صلعم سے یہ حدیث صحیح ہوئی کہ آپ نے فرمایا کہ جب اہل کتاب تم سے کوئی بات بیان کرین تو تم نہ انکی تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو پھر اُن کی خبر مین تین قسم کی پائی گئین ایک وہ کہ ہمکو بالیقین معلوم ہو گیا کہ یہ خبر صحیح ہے کیونکہ کتاب الٰہی یا سنت رسول اللہ صلعم سے اس پر دلیل موجود ہے - دوم وہ کہ اسکا دروغ ہونا ہمکو بالیقین معلوم ہو گیا کیونکہ قرآن یا حدیث مین اسکے برخلاف موجود ہے - اور سوم وہ کہ جس سے قرآن و حدیث مین سکوت ہے حالانکہ ایسی خبر روایت کرنے کی اجازت حدیث مین پائی گئی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم لوگ چاہو بنی اسرائیل سے روایت کرو کچھ حرج نہین ہے - پھر یہ اثر جو یہان مروی ہے اسکو جس صحابی یا تابعیؒ نے روایت کیا شاید اُسنے اسکو قسم سوم مین شمار کیا ہے ولیکن ہم اسکو قسم سوم مین نہین رکھتے ہین بلکہ ہمارے نزدیک وہی قول صحیح ہے جو حسن بصریؒ نے کہا کہ اس سیاق سے آدم و حوا نہین مراد ہین بلکہ انکی ذریات مین سے مشرکین مراد ہین اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا - فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ پس برتر ہے اللہ تعالیٰ اس چیز سے جسکو یہ لوگ شرک لاتے ہین - یا برتر ہے ان لوگون کے شرک سے - پس پہلے جو آدمؑ و حوا کا ذکر فرمایا وہ ان دونون کی ایسی مشرک اولاد کے وجود کے واسطے توطیہ تھا پس شخص کے ذکر سے جنس کی طرف رجوع فرمایا جیسے قولہ و لقد زینا السماء الدنیا بمصابیح الآیۃ مین ہے کیونکہ یہ معلوم ہے کہ جن ستارون سے آسمان کو زینت دی انھین سے شیاطین کو رجم نہین کیا جاتا بلکہ وہ شہاب دیگر ہین پس ذکر مصابیح سے اسکی جنس کیطرف استطراد ہے اور اُسکے اور نظائر بھی قرآن مجید مین موجود ہین - یہ سب کلام شیخ ابن جریرؒ کا مختار ہے جو شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا ہے - مترجم کہتا ہے کہ حاصل کلام یہ ہوا کہ اقوال بعض صحابہ

وتابعین کے جو قصہ آدمؑ وحوّا رکے بارہ مین ہین وہ ان لوگون نے اہل کتاب کے اقوال بیان کردیے ہین بدون اسکے کہ ان اقوال سے آیت کریمہ کی تفسیر سمجھین چنانچہ حسن بصریؒ نے یہ قصہ روایت کیا مگر تفسیر آیت کی اور طرح سے فرمائی چنانچہ اوپر مذکور ہوئی اور ایسی ہی سدیؒ نے بھی اپنے طور پر تفسیر مین کہا کہ قولہ فلما تغشاہا سے آدمؑ کے ذکر سے جدا کرکے اہل عرب کے بت پرستون کے حق مین ہے یعنے وے لوگ اپنی اولاد کے بارہ مین جو اللہ تعالےٰ انکو عطا فرماتا تھا اپنے شرکار یعنے بتون سے شریک لاتے تھے اور ایسا ہی ابو مالکؒ سے مروی ہے اور ابن کیسانؒ نے کہا کہ یہ کافرون کا حال ہے جو اپنی اولاد کا نام عبد الحارث وعبد العزیٰ وعبد الشمس وعبد الدار وغیرہ رکھتے تھے حسن بصریؒ نے کہا کہ یہ بعضے اہل ملت کے حق مین ہے آدمؑ کے حق مین نہین ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے موافق ابن جریرؒ کے اسکو سب تفاسیر مین سے بہتر قرار دیا۔ اور بعض نے کہا کہ یہ ان قریش کے حق مین ہے جو آنحضرت صلعم کے زمانہ مین موجود تھے اور وہ قصیؔ کی اولاد تھی اور بعض نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ ہی نے تمکو ایک گروہ قریش کے نفس قصیؔ سے پیدا کیا اور اُس کے ساتھ مین اُسکی زوجہ اسکی جنس سے عربیہ قرشیہ دیدی اور اُسنے اولاد صالح طلب کی مگر آخر بجاے شکر کے شرک کرکے اپنے چارون بیٹون کے نام عبد مناف وعبد العزیٰ وعبد الدار وعبد قصیؔ رکھے اور قولہ عما یشرکون مین ضمیر جمع کی قصی واسکے پیروی کرنے والے اولاد کے حق مین ہے اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفسیر اچھی ہے اُسپر کوئی اشکال نہین ہے۔ اور مدارک مین کہا کہ آدم وحوا سے ذریات کثیر پیدا کی جنکا یہ حال ہوا کہ انمین سے جو رو اور مرد نے فرزند صالح کی درخواست کی جب انکو اللہ تعالےٰ نے دیا تو اُنھون نے شرک کیا اور علی ہذا التفسیر بحذف مضاف ہے یعنے قولہ وجعلا لہ شرکاء وجعل اولادہما لہ شرکاء۔ یعنے آدم وحوا کی اولاد نے اپنے فرزندون کے پانے کے وقت اللہ تعالےٰ کے ساتھ اپنے بتون کو شریک کیا۔ اور یہی قفالؒ نے ذکر کیا اور امام رازیؒ نے اسکو ذکر کرکے کہا کہ یہ تفسیر نہایت صحت وسداد پر ہے اور یہی ایک جماعت مفسرین کا قول ہے اور قریب اسکے معالم مین کہا کہ خطاب اس سے ہر واحد کو مخلوق مین سے ہے بقولہ خلقکم۔ اور اسی کے جنس سے اسکی جورو کردی۔ معالم مین کہا کہ یہ قول تو اچھا ہے اگر سلف کا قول اس کے خلاف نہوتا۔ اور شیخ دہلویؒ نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ نے آدم سے لوگون کو پیدا کیا اور ابتدا ے خلقت انکی اسطرح ہوئی کہ آدم سے اسکی جورو پیدا کی تاکہ اس سے سکون حاصل کرے پس دونون سے نسل کثیر پیدا ہوئی پھر اول کلام کی طرف رجوع کیا کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو پیدا کیا مگر تم نے حق ادا نہ کیا اور بات یہ کہ جب انمین سے کسی نے اپنی جورو کو غشیان کیا اور اس کو حمل خفیف ظاہر ہوا الے آخرہ پس آیت مین اختصار ہے جس سے عوام کو یہ دقت پیش آئی کہ حضرت آدمؑ کیطرف اشراک کا شبہہ پیدا کیا حالانکہ انبیا علیہم السلام کا توحید پر ہونا جب منصوص ہے تو اس شبہہ کو گنجایش نتھی اسیواسطے اختصار بھی ہوا اور اصل کلام اگرچہ عام ہے وہ حوا وغیرہ سبکو شامل ہے لیکن جملہ امور کا جو تمام کلام مین مذکور ہین حوا پر صادق آنا ضرور نہین ہے پس بمانند قولہ تعالےٰ الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء الآیۃ کے یہان بھی آدم وحوا سے خلق کثیر ظاہر کرکے اسکی ناشکری وشرک کرنے کا بیان مقصود ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وجعل منہا زوجہا لیسکن الیہا۔ اس کلام مین حقائق کے بعض لطیف اشارات ہین یعنے آدمؑ نے جنت مین تجلی حق عز وجل کے نور کو پایا اور برابر اُنپر مستغرق ہوئی تو قریب ہوا کہ برداشت نکر سکے اور مضمحل ہو جاوے پس اللہ عز وجل نے بنظر کرم جنت کی چیزون مین سے کسی پر حوالہ نہ کیا کیونکہ وہ سب نور مین ڈوبی ہوئی ہین پس آدمؑ ہی سے حوا کو پیدا کیا تاکہ سکون حاصل کرے اور درحقیقت تجلیات سے وحشت پاوین اور اسیواسطے آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ کو یا حمیرا خطاب سے متوجہ فرمایا۔ خلاصہ یہ

کہ اللہ تعالے نے حوا کا پیدا کرنا آدمؑ کے واسطے امتحان رکھا تھا کہ اسکے ساتھ مشغول ہو کر حق عز وجل سے فی الجملہ غفلت کرکے راہ امتحان مین پڑ جاوے۔ بعض نے کہا کہ آدمؑ کے واسطے حوا کو اسکی طرف سکون حاصل کرنے کو پیدا کیا پھر جب سکون پایا تو حقیقت خطاب سے غفلت ہوئی پس درخت بہشت سے کھا لیا جو کھایا۔ واسطیؒ نے کہا کہ بڑا امتحان یہ تھا کہ آدمؑ کے بدن سے حوا کو پیدا کیا پس اپنی طرف سے اسکی نظر اٹھا دی کیونکہ فرمایا لیسکن الیہا۔ حالانکہ سوائے اللہ تعالے کے دوسرے کیطرف سکون پانا بڑا امتحان ہے انتہی کلامہ پوشیدہ نہ رہے قولہ فتعالی اللہ عما یشرکون۔ یعنے اہل مکہ جو بتون کے ساتھ شریک لاتے ہین اللہ عز وجل اس سے پاک برتر ہے اور یہ جملہ مسببہ ہے عطف ہے خلقکم پر اور درمیان مین جملہ معترضہ ہے کذا قال المفسرؒ حاصل آنکہ اللہ تعالے نے تمکو پیدا کیا پس تمنے شرک کرکے ناشکری کی پس اس شرک سے اللہ عز وجل پاک برتر ہے۔ فلیتامل۔ اور بعض نے کہا کہ یہ کلام ابتدائی ہے اس سے اہل مکہ کی بت پرستی و شرک کا رد ہے اور قرآن مجید مین اسطرح بہت آیا۔ کما فی قولہ ساحر علیم یرید ان یخرجکم من ارضکم فماذا تامرون پس من ارضکم تک عام فرعونیون کی گفتگو ہے اور فماذا تامرون۔ فرعون کا مقولہ ہے پس عما سے اصنام اور یشرکون سے کفار مراد ہین۔

اَیُشْرِکُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّ ھُمْ یُخْلَقُوْنَ ۝ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَھُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَھُمْ

کن کو شریک بتاتے ہین جو پیدا نہ کرین ایک چیز کو اور آپ پیدا ہوتے ہین اور نہ کر سکتے ہین انکی مدد اور نہ اپنی

یَنْصُرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَدْعُوْھُمْ اِلَی الْھُدٰی لَا یَتَّبِعُوْکُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْکُمْ اَدَعَوْتُمُوْھُمْ اَمْ

مدد کرین اور اگر انکو پکارو راہ پر نہ چلین تمہاری پکار پر برابر ہے تم کو کہ انکو پکارو یا

اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا

چپکے ہو رہو جنکو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے بندے ہین تم سے بھلا پکارو انکو تو چاہیے قبول کرین تمہارا

لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ اَلَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ

پکارنا اگر تم سچے ہو کیا انکو پانون ہین جنسے چلتے ہین یا انکو ہاتھ ہین جنسے پکڑتے ہین یا انکو

اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِھَآ اَمْ لَھُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِھَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَکَآءَکُمْ ثُمَّ کِیْدُوْنِ

آنکھین ہین جنسے دیکھتے ہین یا انکو کان ہین جنسے سنتے ہین تو کہہ پکارو اپنے شریکون کو پھر برا کرو میرے حق مین اور

فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝

مجکو ڈھیل نہ دو

مشرکین مکہ جو بتون وغیرہ سے شرک لاتے اسمین انکی توبیخ و ملامت ہے۔ اَیُشْرِکُوْنَ کیا شریک بناتے ہین اللہ تعالے کے ساتھ عبادت مین۔ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا ایسی چیز کو جسنے کچھ بھی نہ پیدا کیا نہ کرے یعنے کچھ پیدا نہین کر سکتی ہے یعنے بت وغیرہ مورتین جو کچھ بھی پیدا نہین کر سکتی ہین انکی عبادت قرار دیکر اللہ تعالے سے شرک کرتے ہین۔ کما قال تعالے ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ وان یسلبہم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ۔ یعنے جنکو تم پکارتے ہو اللہ تعالے کے سوائے وہ کبھی ایک مکھی نہین پیدا کر سکتے اگرچہ سب اسکے واسطے اکٹھے ہو جاوین اور اگر مکھی اُنسے کچھ چھین لے تو اس سے چھڑا لے نہین سکتے ہین۔ وَّھُمْ یُخْلَقُوْنَ بلکہ انکی صورت تو یہ ہے کہ وے خود گڑھے و بنائے جاتے ہین یعنے خود مخلوق ہین کما قال الخلیلؑ اتعبدون ما تنحتون الآیۃ تم کیا اُسی کو پوجتے ہو

جسکو اپنے ہاتھون تراشتے گڑھتے ہو ضمیر ہم ان بتون کے حق مین ہے باوجودیکہ یہ سب بے عقل بیجان تھے مشرکون کے اعتقاد کے موافق ہے کہ
وہ اپنے آلہہ کو ایسا سمجھتے تھے اور انھین کو سمجھانا مقصود ہے۔ حاصل آنکہ معبود وہ پاک سبحانہ تعالے ہے جو پیدا کرتا ہے وہ معبود اور
تمام مخلوق اُسکی عابد یعنے پوجنے والی ہے اور یہ بُت تو کچھ بھی پیدا نہین کرسکتے بلکہ خود بنائے وگڑھے ہوئے ہین پھر کیا اُنکی عبادت کرتے ہو
شیطان نے وسوسہ دلایا کہ تمھاری مدد کرینگے پس یہ بھی رد فرمایا۔ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا اور کوئی استطاعت نہین رکھتے
کہ اُنکی یعنے اپنی عبادت کرنے والون کی کچھ مدد کرین۔ یہ تو دوسرون کی مدد ہے وہ اپنے آپ ہی کو نہین بچاسکتے کما قال وَلَآ أَنفُسَهُمْ
يَنصُرُونَ یعنے جو کوئی انکو ضرر توڑ ڈالنے وغیرہ کا پہونچادے تو اپنے آپ کو نہین بچاسکتے ہین۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا قصہ مشہور ہے کہ
اپنی قوم کے خوبصورت تراشے ہوے بتون کو توڑتے اور سخت اہانت کرتے تھے۔ اور اسلام مین حضرت معاذ بن جبل اور معاذ بن عمرو
بن الجموح کا قصہ معروف ہے کہ یہ دونون نوجوان مسلمان ہوگئے اور رات مین دونون جاکر مشرکون کے بُت توڑ کر تلف کرڈالتے اور
انکی لکڑیان نکالکر غریب بیوہ عورتون کو جلانے کو دیتے تھے اور معاذ بن عمرو کا یہ قصہ ہے کہ انکا باپ عمرو بن الجموح اپنی قوم کا سردار تھا
اور اسکا ایک بُت تھا جسکو روز نہلاتا اور خوشبو لگاتا پس یہ دونون رات مین آکر اس بُت کو اوندھا کرکے پلیدی سے لتھاڑ جاتے تاکہ کچھ
سمجھے پس صبح کو عمرو نے آکر اس حال مین دیکھکر اسکو پھر نہلاکر معطر کیا اور اسکے پاس تلوار رکھدی کہ تو اس سے قتل کرڈالنا پھر جو دوسرے روز
دیکھا تو ویسا ہی بیچارہ لتھڑا پڑا ہے پھر اُسکو درست کردیا تب تو ان دونون نے اسکو اُٹھاکر ایک مردہ کُتّے کے ساتھ ایک رسّی مین باندھکر
ایک اندھے کنوین مین لٹکادیا پھر صبح کو جو عمرو بن الجموح نے یہ حال دیکھا تو جان گیا کہ مین باطل دین واعتقاد پر ہون اور بُت پرستی چھوڑکر
مسلمان ہوگیا اور نہایت پاکیزہ ایمان پر ہوکر روز اُحد کے معرکہ مین شہید ہوگئے رضی اللہ عنہ۔ وَإِن تَدْعُوهُمْ اگر تم پکارو ان بتون کو إِلَى
الْهُدَىٰ ہدایت کی طرف لَا يَتَّبِعُوكُمْ تو تمھاری اتباع نہ کرین۔ اسمین مشرکون کو مخاطب کرکے تنبیہ و توبیخ و تبکیت فرمائی اور پہلے سے
زیادہ اسمین بتون کی عاجزی کا بیان ہے یعنے اپنے عبادت کرنے والے کی مدد کرنا کیسا اُنسے تو یہ بھی نہین ہوسکتا کہ اگر انکا بندگی کرنے والا
اُنسے راہ پوچھے کسی بھلائی کی تو اسکو راہ بتلاوین۔ حاصل آنکہ اگر تم بتون سے اپنے مطلب کی راہ پوچھو تو تم کو راہ نہین بتلاسکتے ہین یتبعوا
بتشدید اور یتبعو بتخفیف دونون قراءۃ بمعنے واحد ہین۔ بعض نے کہا کہ خطاب مومنون کو ہے یعنے اے اہل ایمان اگر مشرکون کو ہدایت اسلام
کی طرف بلاؤ تو تمھاری پیروی نہ کرینگے کیونکہ علم الٰہی مین انکے حق مین گمراہی مقدر ہے۔ اول قول اولے ہے۔ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ
یکسان ہے تمھارے حق مین چاہو تم انکو پکارو۔ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ یا خاموش رہو۔ بہرحال وہ سنتے ہی نہین تو تمھاری اتباع نہین
کرینگے۔ بجاے ام صمتم کے جملہ اسمیہ مین افادہ ہے کہ ہمیشہ سکوت رکھنا اور نہ پکارنا دونون یکسان ہین یعنے کبھی کسی وقت تمھارا پکارنا مفید
نہوگا کیونکہ وہ دائمی سکوت کے مانند ہے۔ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ یعنے جنکو تم پوجتے ہو سواے اللہ تعالے
کے وہ تمھارے مثل بندے مملوک ہین۔ بتون کو بندہ فرمایا حالانکہ وہ جمادات سے ہین تو یہ انکے اعتقاد کے موافق ہے اور بعض نے فرمایا کہ عموماً
ملائکہ وشیاطین وغیرہ کے پوجنے والون کو ملامت ہے اور بعض نے کہا کہ لات وعزی جنگلی مورتین پوجتے تھے انکو بیان کیا کہ اگر مورتون سے
قطع نظر جنگلی مورتین ہین وہ بھی تمھارے مثل بندے ہین انکو خود کسی نفع وضرر کا اختیار نہین ہے۔ اور اول اولی ہے لقولہ تعالے فَادْعُوهُمْ
فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ پکارو انکو دین تمکو تمھاری پکار کا جواب إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ اگر تم سچے ہو کہ انکو نفع وضرر کی قدرت ہے اور وہ الٰہہ ہین
پھر اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ بُت وغیرہ بیچارے تو اتنے بھی نہین جتنے انکی عبادت کرنے والے ہو موقوف ظاہری قدرت رکھتے ہین کیونکہ

یہ بیوقوف اُنسے افضل ہین چنانچہ فرمایا۔ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا کیا بھلا اُنکے پاؤن ہین جنسے چلتے ہین۔ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ
بِهَا ام بمعنے بل ہے۔ یعنے یہ نہین سہی۔ کیا بھلا انکے ہاتھ ہین جنسے گرفت کرتے ہین اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا یہ نہین سہی۔ کیا بھلا انکی
آنکھین ہین جنسے دیکھتے ہین۔ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا یہ نہین سہی۔ کیا بھلا انکے کان ہین جنسے سنتے ہین۔ استفہام سب جگہ
انکاری ہے یعنے ان چیزون مین ان بتون کے واسطے کچھ بھی تو نہین ہے حالانکہ خود تم لوگ یہ چیزین رکھتے ہو پھر تم انکو کیونکر پوجتے ہو
حالانکہ خود اُنسے افضل ہو۔ اس مقام سے نکلتا ہے کہ حواس ظاہرہ کی راہ سے بھی انسان کو فضیلت ہے مگر جماعت نماز مین امامت کیواسطے
اندھے کے بنسبت آنکھون والے کو اس راہ سے افضلیت نہین معتبر ہے بلکہ براہ احتیاط طہارت ہے۔ فافہم۔ اگر کہا جاوے کہ ایک جماعت
مشائخ نے ان حواس سے چشم پوشی کرنے کو کہا ہے مثلاً مولوی رومؒ نے کہا ؎ چشم بند و لب بہ بند و گوش بند۔ گر نہ بینی نور حق برمن بخند۔
تو جواب اسکا یہ ہے کہ ان حواس سے انسان کو افضلیت واقعی ہے بشرطیکہ انکو انکے کام مین لاوے جسکے واسطے یہ پیدا ہوے ہین مثلاً
آنکھ اسواسطے کہ عجائب صنعت و قدرت الٰہی کو مشاہدہ کرے حالانکہ اندھا اس سے محروم ہے اور کلام الٰہی مین اس نظر عبرت کا حکم بکثرت
ہے مانند قولہ افلا ینظرون الی الابل الآیۃ۔ اور۔ قل سیروا فی الارض فانظروا۔ اور قل انظروا ماذا فی السموات۔ اور قولہ وکذلک نری
ابراہیم الآیۃ اور قولہ اولم ینظروا فی ملکوت السموات الآیۃ۔ اور جن لوگون نے ان حواس سے یہ کام نہین لیا اُنسے نفی فرمائی کما قال صم بکم عمی
اور فرمایا۔ ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا الآیۃ۔ پس ائمہ صوفیہ کا یہ مقصد نہین کہ اُنسے
مشاہدہ نہین بلکہ لوگ انکو بُری طرح کام مین لاتے ہین لہذا انکو ان کامون سے بند کیا۔ کیونکہ تو بالیقین جانتا ہے کہ آنکھ بند کرنے و لب
بند کرنے سے حقیقی معنے مراد نہین حتی کہ اندھا بنکر نہ مسجد کو جاوے نہ نماز مین لب ہلاوے نہ حق بات سنے بلکہ مجاز مراد ہے جیسا کہ تجھے بتلا یا گیا
بالجملہ جب آدمی پورے یقین و ایمان کے ساتھ نظر اُٹھاتا ہے تو قدرت الٰہی کو مشاہدہ کرتا ہے کما قال تعالے ان فی خلق السموات والارض
واختلاف اللیل الآیۃ۔ پس علماء و مشائخ مین پھوٹ ڈالنا اپنی نادانی ہے ان مین باہم اختلاف نہین بلکہ سمجھ والون کا قصور فہم ہے کہ
مطلب نہین سمجھتے اور اپنی خواہش نفس پر لیجاتے ہین۔ اب تفسیر کی طرف رجوع ہے پس معنے آیت کے یہ ہوے کہ تم لوگون کو جتنی قدرت
ہے اتنی بھی تمھارے بتون جھوٹے معبودون کو نہین ہے وہ کسی کو بھی کچھ نفع و ضرر نہین پہونچا سکتے ہین لہذا فرمایا کہ قُلِ ادْعُوْا
شُرَكَآءَكُمْ کہدے اے محمد صلعم ان بت پوجنے والون سے کہ بلاؤ اپنے شرکا یعنے باطل معبودون کو کہ مجھے اپنے اختیار سے ہلاک کرین یا
کچھ ضرر ذرہ برابر پہونچاوین۔ ثُمَّ كِيْدُوْنِ اے تم کیدونی۔ پھر تم اور تمھارے باطل معبود سب ملکر میرے حق مین کید و مکر کرو
فَلَا تُنْظِرُوْنِ فلا تنظرونی اے لا تمھلونی۔ پھر تم مجھے کچھ مہلت مت دو اور مت چھوڑو۔ یعنے مین تمھاری طرف سے ذرا پروا نہین کرتا
اور کچھ بھی مہلت نہین چاہتا کیونکہ واقع تو وہ ہوگا جو اللہ تعالے چاہے بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ نہین ہل سکتا پھر مہلت لینے کی کوئی
حاجت نہین ہے بلکہ میرا بھروسا اللہ تعالے پر ہے

اِنَّ وَلِیِّ‌ۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا

میرا حمایتی | اللہ ہے جسنے | اُتاری کتاب | اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندون کی | اور جنکو تم پکارتے ہو | اُسکے سوائے نہین

یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ۝ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ

کر سکتے | تمھاری مدد اور نہ اپنی جان | بچا سکین | اور اگر اُنکو پکارو | راہ کی طرف | کچھ نہ سنین | اور تو دیکھے

يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝

تکتے ہین تیری طرف اور کچھ نہین دیکھتے

اِنَّ وَلِيِّ‌ىَ اللّٰهُ میرا تو حافظ و ناصر اللہ تعالے ہے۔ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ جسنے قرآن مجید نازل فرمایا پھر اسکی شان یہ ہے کہ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ وہ صالح بندون کی تولّی فرماتا ہے اور یہ محض اسکا کرم و فضل ہے پھر بھلا مین ان بتون وغیرہ سے کیونکر خوف کرونگا پس یہ جملہ تعلیل سابق ہے اور حاصل یہ کہ جب اوتعالے اپنے لطف سے بزرگان صالحین کا تولیہ فرماتا ہے تو آنحضرت صلعم تو اسکے برگزیدہ رسول تھے اور انبیاء بدرجۂ اولی اس کرامت سے سرفراز ہین۔ اسیواسطے ہودؑ سے جب قوم نے کہا کما قد قص اللہ تعالے ان نقول الا اعتراک بعض آلهتنا بسوء۔ تو ہود علیہ السلام نے کہا۔ انی اشهد اللہ واشهدوا انی بری مما تشرکون من دونہ فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون انی توکلت علی اللہ ربی وربکم الآیۃ۔ حاصل آنکہ تمھارے و تمھارے بتون کی کچھ طاقت نہین ہے میرا حافظ و ناصر میرا اللہ تعالے ہے پھر انکے بتون کا حال فرمایا۔ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ اور جنکو تم پکارتے ہو یعنے پوجتے ہو سوائے اللہ تعالے کے وہ تمھاری کچھ مدد نہین کر سکتے اور نہ وے اپنی مدد و حفاظت کر سکتے ہین۔ اگر کہا جاوے کہ یہ بات تو ابھی مذکور ہو چکی ہے جواب یہ کہ اول مین تو مشرکون کو ملامت کرنے کے طور پر مذکور ہے اور یہان انکو فرق بتلایا کہ کس کی عبادت روا ہے اور کسکی نہین روا ہے۔ حاصل آنکہ بتون سے تم کو کسی تولیہ و حفاظت کی امید بالکل باطل ہے پس انکو چھوڑو اور اپنے خالق کریم کی عبادت کرو جو صالحین کا متولی ہے اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ صالحین وہ ہین جو اللہ تعالے سے شرک نہین کرتے اور اس کی نافرمانی نہین کرتے ہین۔ آیت مین دلیل ہے کہ جو بندہ صالح کہ اللہ تعالے کی ولایت مین ہوا اسکو کوئی چیز مضر نہین ہو سکتی ہے اور عمر بن عبد العزیزؒ سے روایت ہے کہ اپنی اولاد کے واسطے کچھ ذخیرہ نہین رکھتے تھے تو بعض نے عرض کیا کہ آپ کیون نہین رکھتے ہین فرمایا کہ میری اولاد یا تو صالح ہوگی یا نہین پس اگر صالح ہوگی تو اللہ تعالے اسکا ولی ہے پھر اسکو میرے مال کی کیا حاجت ہے اور اگر وہ مجرم ہوگی تو اللہ تعالے نے فرمایا فلن اکون ظهیرا للمجرمین۔ پس جسکو اللہ تعالے نے رد کیا اسکے اہتمام مین مجھے مشغول ہونا مہمل ہے۔ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا سدیؒ و مجاہدؒ سے مروی ہے کہ یہ مشرکون کے حق مین ہے یعنے اے مومنو اگر تم مشرکون کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو نہین سنینگے۔ و علی ہذا یہ مخصوص انھین مشرکون کے ساتھ ہوگا جو علم آلہی مین کافر مقدر ہوئے ہین اور ارجح و اولی یہ ہے کہ یہ بھی بتون کی تحقیق حالت کا بیان اور مشرکون کو فہمایش ہے جیساکہ قتادہؒ سے مروی اور ابن جریرؒ کا مختار ہے اور خطاب مشرکون کو اور ضمیر ہم بتون کی طرف موافق انکے اعتقاد کے ہے حاصل آنکہ اے مشرکو اگر تم ان بتون کو ہدایت کے لیے پکارو تو نہین سنینگے اور جب نہ سنا تو ظاہر ہے کہ تم کو ہدایت کیونکر کرینگے۔ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ اور اے محمد صلعم تو دیکھتا ہے ان بتون کو گویا تیری طرف دیکھ رہے ہین حالانکہ انکو کچھ سوجھتا نہین ہے۔ حاصل آنکہ مشرکون نے انکو آدمی کی صورت گڑھکر قائم کیا تو انکے مقابلہ و مواجہہ مین جو کھڑا ہو گویا بت اپنی لکڑی یا پتھر کے دیدون سے دیکھ رہے ہین حالانکہ کچھ بھی سوجھتا نہین پس ترہم خطاب خواہ آنحضرت صلعم کو ہو یا ہر مخاطب سمجھدار کو ہو۔ قال الحافظ رح چونکہ مصور بصورت انسان تھے لہذا ضمائر و بیان مین انکے ساتھ انسان کا سا معاملہ کیا گیا و قلت اور نیز مشرکین اپنے زعم مین انکو نفع و ضرر دہندہ سمجھتے پس اُن کی فہمایش مین اسی انداز سے انکے ساتھ کلام کیا گیا ف فی العرائس قولہ تعالے ان ولی اللہ الذی نزل الکتاب الآیۃ۔ اسمین اپنے حبیب محمد مصطفے صلعم کے واسطے محبت ازلی و رعایت ابدی ثابت فرمائی

یعنے عین عنایت ازلیہ ورعایت کفایت ابدیہ سے اسکے تولی فرمائی اور اپنے کلام ازلی ابدی سے اسپر خطاب شریف نازل فرمایا اور جیسے اپنے حبیب علیہ السلام کی تولی اپنی طرف رکھی اسکے طفیل مین اسیطرح صدیقین وعارفین کی تولی بھی اسی کے ساتھ ملاکر اپنی طرف رکھی ہے پس انبیاء علیہم السلام کو انوار ذات سے تولیہ فرمایا اور اولیاء رحمہم اللہ کو انوار صفات سے تولیہ فرمایا اور باقی عالم کے لوگون کو انوار افعال سے تولیہ فرمایا پس عوام لوگ تو نور آیات مین لغزش سے معصوم ہین۔ اور خاص لوگ انوار صفات مین خطرات سے معصوم ہین اور خاص الخاص انوار ذات مین مکر وقہر سے معصوم ہین۔ بعض نے فرمایا کہ بندون پر بنظر احسان لحاظ فرمایا اور اولیاء پر بچشم لطف اور انبیاء پر بچشم تولی۔ اور بعض نے قولہ یتولی الصالحین مین کہا کہ مقتضاے بشریت اور اسکی کشمکش سے محفوظ فرمایا پس خاص لوگون کو اسطرح کہ انکا مقصود صحیح ہے اور خالص اپنے معبود کے واسطے منفرد ہین اور عوام کو اسطرح کہ انکے اوقات درست رہتے ہین۔ حضرت جعفر الصادقؒ سے پوچھا گیا کہ قولہ یتولی الصالحین مین کیا حکمت ہے حالانکہ بالیقین معلوم ہے کہ اوتعالے حی قیوم ہے اسکی ولایت مین تمام عالم ہے تو فرمایا کہ تولیہ دو طرح کا ہوتا ہے ایک تولیہ تو قائم رکھنے کا اور دوسرا تولیہ یہ کہ عنایت ورعایت سے حق پر قائم رہے۔ واسطیؒ نے کہا کہ تولی جو صالحین کے ساتھ مخصوص ہے وہ تولی بکفایت ہے یعنے حق تعالے انکے واسطے کافی ہے اور دوسری تولی جو فاسقین کے ساتھ ہے وہ انکے نفس کی خواہشین انکو پوری کر دینا پس انکا بھی متولی ہے اور نیز واسطیؒ نے کہا کہ بندون مین سے جو پیشوا ہین انکی اصلاح کر دی اسطرح کہ خواہش و مقتضاے بشریت سے انکو بچایا اور خاص لوگون کی اصلاح اسطرح کہ مقصود انکا صحیح کر دیا اور عوام کی اصلاح اسطرح کہ انکو دین قویم پر ثابت رکھا۔ استادؒ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے پروردگار کے حقوق ادا کرنے پر قائم ہوا اللہ تعالے اسکے امور کی کفایت فرماتا ہے پس اپنے مثل بندون کی طرف نہین جھکتا اور جس حال مین وہ ہو اللہ تعالے اسکو اجر وثواب عطا فرماتا ہے اور اگر افضال مرادی نہ ملا تو جو کرتا ہے اسپر بندہ کو راضی فرماتا ہے اور اسرار پر رضا کی خوشی اس سے زیادہ ہے جتنی دل پر عطا کی راحت ہوتی ہے۔ قولہ تعالے وان تدعوہم الی الہدی الآیۃ اہل غفلت کے حال سے خاص سننا وخاص دیکھنا یعنے جو مفید ہے وہ اللہ تعالے نے نفی فرمایا یعنے یہ انکے پاس نہین ہے کیونکہ انکے کان وآنکھین پردۂ ضلالت وغفلت سے ڈھکے ہوئے وبند ہین پس وہ اپنے دل کے کانون سے آواز غیب نہین سنتے ہین اور دل کی آنکھون سے شواہد مین مشاہدہ غیب نہین پاتے ہین اور یہ اسوجہ سے ہے کہ اوتعالے جل سلطانہ نے انکو اس سننے ودیکھنے سے مردود کر دیا ہے اور اگر چاہتا تو دکھلا وسنا دیتا لیکن قہر ازلی وخذلان ابدی نے انکو اس سے محروم کر دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برنگ الوہیت مصبوغ اور بنور مشاہدہ مزین تھے اور دست قدرت نے لباس خاص منقش بطراز رسالت انکے قد نیکو پر آراستہ فرمایا اور تاج ملکوتی سے متوج کیا اور میدان جبروت مین مرکب نبوت پر مشاہدہ خاص کے واسطے روانہ کیا پس بندون کو آپ سے ایک تجلی خاص حاصل ہوتی تھی مگر وہی دیکھتا تھا جو ازل مین اس نعمت سے سرفراز ہوا ہے اور اسی معنے مین آنحضرت صلعم نے فی قولہ من رآنی فقد رای الحق۔ اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے پس جب ازلی نورانی آنکھوالے نے آپکو دیکھا تو اللہ تعالے داناتر ہے کہ کس مرتبہ قریب پر پہونچ گیا وقد قال علیہ السلام طوبی لمن رآنی ولمن رآی من رآنی الحدیث۔ یعنے بہت بشارت فرمائی اس شخص کو جسنے آپکو دیکھا یا آپکے دیکھنے والے کو دیکھا الحدیث۔ اور بعض نے قولہ تعالے وان تدعوہم الی الہدی الآیۃ مین کہا کہ جسکو دعوت کرنے والے نے اپنی دعوت سننے سے بہرا کر دیا وہ کیونکر دعوت کو سن سکتا ہے اور نداء حق کوئی نہین سن سکتا مگر وہی جسکو حق عز وجل سنا دے پس وہ حق تعالے کے سنانے سے سنتا ہے اپنے کانون سے نہین سن سکتا ہے۔ قولہ تریہم ینظرون الیک۔ یعنے تیری صورت ظاہری کو دیکھتے ہین اور جو خصائص وانوار تجھمین ودیعت ہین انکو نہین دیکھتے ہین اور جو برکات ہم نے تجھے

خلق کے واسطے رکھے ہین اس سے یہ بدبخت محروم ہین اور ایسے ہی جنسے اپنی خودی کے ساتھ رسول اللہ صلعم پر نظر کی وہ معانی کے ادراک سے محروم رہا اور اگر برکت رسول اللہ صلعم سے آپ کو دیکھے تو البتہ پاوے مگر وہ بھی قاصر ہے ہان اگر بنظر حق عز وجل دیکھے تو تمام طور پر اپنا نصیب پاویگا اور اسوقت اُسکو ظاہر ہوگا کہ وہ شرف کے امور کون کون ہین جنسے آنحضرت صلعم مخصوص ہین۔ سہل رح نے کہا کہ اس کلام مین ان لوگون کا بیان ہے جنکو انوار قرب سے زینت حاصل نہین ہوئی پس وہ ادراک حقائق سے اندھے ہین اور اکابر کی بزرگی اُنکو نظر نہین آتی ہر اور نیز تجھکو ایسی آنکھون سے دیکھتے ہین جنکو نور توفیق نہین ملا ہے پس تیرے حق کو کہان پہچان سکتے ہین اور ایسے دلون سے دیکھتے ہین جنہین نور ہدایت سے کوئی ثبات نہین ہے۔ بعضے کہتے ہین کہ بزرگون کا دیکھنا انکی صورت سے نہین حاصل ہوتا بلکہ ان مکاشفات سے جو قلب مین غیب سے حاصل ہون اور یہ بقدر احترام کے اور بقدر ایمان کے ہوتا ہے۔ پھر جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اس سے بڑھکر تھی کہ مخلوق مین سے کسی کو آپ کے جلال وجمال پر اطلاع حاصل ہو اور حق عز وجل کو معلوم کہ تمام مخلوق آپ کے اداے حق اور تمام احترام سے عاجز ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ عفو کرین ان لوگون کو جو انوار رسالت ونبوت آپ کے چہرہ پاک سے حاصل کرنے سے عاجز ہین۔ کذا قال وفی السراج ہرگاہ کہ اللہ تعالے نے بیان فرمادیا کہ بت اور اُنکے پوجنے والے کسی نفع وضرر پر قدرت نہین رکھتے اور اللہ تعالے ہی ان امور کا متولی ہر تو لوگون کے معاملہ مین جو ٹھیک راستہ ہے وہ بیان فرمایا بقولہ تعالے

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ

خو پکڑ معاف کرنا اور کہہ نیک کام کو اور کنارہ کر جاہلون سے اور کبھی اُبھار دے تجکو شیطان کی چھیڑ تو پناہ پکڑ

بِاللّٰهِ ؕ إِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

اللہ کی وہی ہے سنتا جانتا

خُذِ الْعَفْوَ۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ معنے عفو کے فاضل وزائد ہین یعنے لوگون کے اموال مین سے جو تیرے واسطے عفو کیا جاوے یا جو کچھ تیرے پاس لاوین وہ لے لے۔ سدی نے کہا کہ یہ امر سورہ براءۃ کے نازل ہونے سے پہلے تھا جسوقت تک کہ فرائض تفصیل صدقات کی نازل نہین ہوئی تھی۔ اور ضحاک وسعید بن جبیر نے مانند قول اول کے ابن عباس سے روایت کیا۔ اور عبد الرحمن بن زید نے کہا کہ اللہ تعالے نے دس برس تک آنحضرت صلعم کو مشرکین سے عفو وچشم پوشی کرنے کا حکم دیا پھر اُسکے بعد انپر سختی کرنے کا حکم دیا۔ شیخ ابن جریر رح نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور بہتون نے مجاہد رح سے اسکی تفسیر مین روایت کیا کہ لوگون کے اخلاق مین سے عفو لینے کا حکم دیا بدون بحث و تفتیش کے۔ ایسا ہی عروہ بن الزبیر وعبد اللہ بن الزبیر وابن عمر وعائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ زیادہ مشہور قول یہی ہے اور شاہد اسکا وہ ہے جو ابن جریر رح وابن ابی حاتم نے مرسل روایت کیا کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے جبرئیل سے کہا کہ اس کے معنے کیا ہین پس جبرئیل نے جاکر واپس آکر کہا کہ اللہ تعالے نے آپ کو حکم دیا کہ جو آپ کے حق مین ظلم کرے اسکو عفو کیجئے اور جس نے آپ کو محروم کیا ہو اسکو آپ دیجئے اور جو آپ سے ناتا قطع کرے اس سے جوڑیے اور مرفوع روایت جابر وقیس بن سعد بن عبادہ جسکو امام احمد و ابن مردویہ وترمذی نے روایت کیا ہے وہ بھی اسکی شاہد ہے اور معنے اسکے بھی اسی مرسل کے مانند ہین۔ عبد اللہ بن الزبیر نے کہا کہ نہین نازل ہوئی یہ آیت مگر لوگون کے اخلاق کے بارہ مین کما رواہ البخاری اور یہی قول شیخ مفسر جلال نے اختیار کیا۔ اور بخاری مین طویل روایت مین ہے کہ عیینہ بن حصن آکر اپنے بھائی کے بیٹے حر بن قیس کے پاس اُترا اور حر نے اسکے واسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایام خلافت مین

اجازت مانگی پس عیینہ نے مجلس مین داخل ہو کر کہا کہ اے عمر بن الخطاب آپ نہ ہمکو بہت مال دیتے ہین اور نہ ہمارے درمیان عدل سے حکم کرتے ہین یہ سُنکر حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا قریب تھا کہ اسکو مارین کہ اتنے مین حُر بن قیس نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالے نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ خذ العفو وأمر بالعرف واعرض عن الجاہلین۔ یہ جاہلون مین سے ہے ابن عباسؓ کہتے ہین کہ جیسے ہی یہ آیت اُسنے پڑھی پس واللہ ذرا انہین تجاوز کیا عمرؓ نے اور یہ اُنکی عادت تھی کہ کتاب اللہ تعالے کے سامنے وقاف تھے یعنے فوراً ٹھہر جاتے تھے رواہ البخاری۔ سالم بن عبد اللہ بن عمر ایک قافلہ اہل شام کی طرف گذرے اُمین جرس دیکھکر منع کیا تو وہ لوگ بولے کہ ہم اس بارہ مین آپ سے زیادہ جانتے ہین اُمین کچھ مضائقہ نہین ہان بڑا جلجل منع ہے تو سالمؒ نے یہ آیت پڑھی واعرض عن الجاہلین۔ اور خاموش ہو رہے رواہ ابن ابی حاتم بالجملہ یہی راجح ہے کہ مراد اس سے اخلاق الناس ہین۔ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ اے المعروف اور حکم کر امر معروف کا۔ عروۃ بن الزبیر وسدی وقتادہ وابن جریر وغیرہ نے صریح کہا کہ عرف بمعنے معروف ہے اور اس مین جملہ طاعات داخل ہین۔ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ یعنے جب امر بالمعروف پر حجت قائم کر دی اور جاہلون نے نہ مانا تو اُنسے اعراض کر اور ان کی بیوقوفی وجہالت کا مقابلہ مت کر۔ واضح رہے کہ اعراض اُنھین اُمور مین ہے جو اخلاق کی راہ سے لوگون کی ظلم وتعدی برداشت کرنے سے متعلق ہین نہ ایسے شخص سے جو اللہ تعالے کے حق واجب مین جہالت کرے یا اللہ تعالے سے کفر کرے کیونکہ اُمین تو جہاد واجب ہے واس تقدیر پر یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہین جیسا کہ مجاہدؒ وقتادہؒ سے مروی ہے اور عطاءؒ وابن زید نے کہا کہ آیۃ السیف سے منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت کا اول وآخر منسوخ ہے اور اوسط محکم ہے قیس بن سعد بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ جنگ اُحد مین منجملہ شہداء کے حضرت حمزہ سید الشہداء بھی تھے جنکو کافرون نے مُثلہ کر ڈالا تھا پس جب حضرت صلعم نے دیکھا تو فرمایا کہ واللہ مین اُنمین سے ستر آدمیون کو مثلہ کرونگا پس جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لائے رواہ ابن مردویہ وَإِمَّا دراصل اِن ما۔ تھا پس اِن شرطیہ کو مازائدہ مین ادغام کیا گیا۔ يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ نزغ دراصل بمعنے بگاڑ دینا چنانچہ بولتے ہین کہ نزغ بیتا اُسنے گھر بگاڑ دیا بعض نے کہا کہ بمعنے اغوا ہے پس آیت مین استعارہ تبعیہ ہے کہ معاصی پر اغواء کو نزغ سے تشبیہ دی گئی پھر اغواء کے واسطے نزغ مستعار لیا اس سے ینزغنک کا اشتقاق ہوا پس نزغ بمعنے وسوسہ اور ایسے ہی نغز ونخس ونسغ اسی معنے مین آتے ہین۔ زجاجؒ نے کہا کہ نزغ ذراسی حرکت کو کہتے ہین اور شیطان کی طرف سے ذراسا وسوسہ نزغ ہے اور مفسرؒ نے معنے آیت مین کہا اے ان یصرفک عما امرت بہ صارف۔ اگر تجھے اس چیز سے جسکا تجھکو حکم کیا گیا ہے کوئی پھیرنے والا پھیرے۔ شاید یہ تفسیر بنظر عموم بمعنے نزغ کے ہے ولیکن آیت مین نزغ مقید از جانب شیطان ہے پس اولی واظہر یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ اگر تجھکو وسوسہ شیطانی سے کچھ بھی وسوسہ پہونچے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ تو اللہ تعالے سے تو پناہ مانگ۔ یہ شرط کا جواب ہے اور فاستعذ امر کا جواب محذوف ہے اے فاستعذ باللہ یدفعہ عنک تو اللہ تعالے سے پناہ مانگ وہ تجھسے وسوسہ شیطان کو دور کر دیگا۔ روایت ہے کہ جب قولہ خذ العفو۔ نازل ہوا تو حضرت صلعم نے دعا کی کہ اے پروردگار مین غضب کا یعنے غصہ آجانے کا کیا علاج کرون تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنے قولہ اما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ وہ سننے والا ہے قول کا اور جاننے والا ہے فعل کا یعنے سمیع وعلیم ہونا اُسکی صفت قدیم ہین پس نزغہ شیطان سے استعاذہ کا بھی وہ سمیع علیم ہے اور صحاح مین دو شخصون کا جھگڑنا اور ایک کا غضب مین ہو جانا اور حضرت صلعم کا فرمانا کہ مین ایک کلمہ جانتا ہون اگر اسکو یہ کہتا ہو تو اس سے یہ دور ہو جاتا جو اپنے جی مین پاتا ہے اور وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے۔ اور عیاذ کے معنے التجا کرنا اور بھروسا کرنا اور شر و برائی سے چھٹکارا مانگنا۔ پس اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم سے جسقدر شیطانی وساوس ہوتے ہین اللہ تعالے انکو دور کرتا ہے بشرطیکہ حالت

مذکورہ کے وقت بندہ اپنے سچے دل سے اللہ تعالےٰ کی طرف التجا لاوے اور اسی پر بھروسا کرکے شر وبدی سے چھٹکارا مانگے ۔ واضح ہو کہ یہان ایک سوال وارد کیا گیا اور وہ یہ کہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے پس اگر آنحضرت صلعم نبی معصوم ہوتے تو شیطان کو کوئی راہ نملتی کہ آپکے قلب مین نزغ و وسوسہ کرے جس سے استعاذہ کی ضرورت ہوتی حالانکہ یہ بات یقینی ہے کہ آنحضرت صلعم معصوم تھے ۔ اور اس سوال کا بعض نے یہ جواب دیا کہ یہ خطاب اُمت کے ہر فرد کو ہے اور رد کیا گیا کہ وہ خلاف ظاہر ہے اور بعض نے جواب دیا کہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے لیکن مراد اس سے افراد اُمت ہین ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب بطریق فرض و تقدیر کے ہے یعنے اگر بالفرض ایسا ہو تو استعاذہ کر ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک سوال ہی نہین وارد ہوتا ہے یہ سوال تو بالکل مہمل ہے اسواسطے کہ جملۂ شرطیہ مذکورہ مین ملازمت مذادہ ہے یعنے اگر آنحضرت صلعم معصوم ہوتے تو نزغ شیطان کو راہ نہوتی ۔ اسکی ملازمت ممنوع ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ اگر آنحضرت صلعم معصوم ہین تو نزغہ شیطان کے موافق معصیت سرزد نہوگی ۔ اور ظاہر ہے کہ آپ سے کوئی معصیت سرزد نہین ہوئی پس آپ معصوم ہین ۔ حاصل یہ کہ معصوم ہونے مین اور نزغ شیطان مین کوئی منافات نہین ہے کیونکہ دل مین وسوسہ آنے سے عصمت باطل نہین ہوتی بلکہ جب کوئی امر جو شرع مین منکر ہے وہ سرزد ہو تو البتہ عصمت باطل ہو ولیکن اللہ تعالےٰ اپنے انبیاء علیہم السلام کو وسوسہ شیطان سے محفوظ رکھتا ہے اور معلوم ہے کہ صحاح مین وہ حدیث مروی ہے کہ ایک عورت آپکے سامنے سے گذری پس آپ اُٹھکر حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا کے حجرہ مین تشریف لے گیے پھر باہر آئے تو آپکے سر سے قطرات پانی کے ٹپکتے تھے اسکے بعد فرمایا کہ عورت کے آگے پیچھے شیطان مزین کرتے چلتے ہین پس جب تم مین سے کوئی شخص اچانک نظر مین اپنے دل مین کچھ پاوے تو اسکو چاہیئے کہ اپنی بیوی سے اپنی حاجت پوری کرلے پس دفع ہو جائیگا ہذا حاصل مافی الحدیث ۔ اور وسوسہ کے بعض متعلقات قصۂ آدم علیہ السلام مین گذرے مع قول حسن بصریؒ کہ شیطان کو اختیار دیا گیا ہے کہ ساتوین آسمان پر وسوسہ پہونچاوے اور مراد آنکہ وسوسہ اُسکا اسکی ذات کے وہان رسائی پر موقوف نہین ہے اور بعض کلام تحت قولہ تم یحکم اللہ آیاتہ الآیۃ انشاء اللہ تعالےٰ مذکور ہوگا پس اگر تحقیق حال منظور ہے تو ان مقامات کو جمع کرکے بوسعت نظر براحادیث غور کرنا چاہیے واللہ تعالےٰ اعلم ف فی العرائس قولہ تعالےٰ خذ العفو ۔ اگر تیرا حق نہین پہچانتے یا کم پہچانتے ہین تو معاف کر اسلیئے کہ بعضے تو دل سے خواستگار و جان نثار ہین مگر اپنی وسعت بھر پہچان سکتے ہین اور بعضے مقہور بقہر ازل ہین وہ کچھ بھی نہین پہچانتے ہین ۔ قولہ وأمر بالعرف ۔ اپنے حکم دینے اور بدکامون سے ممانعت کرنے مین اُنپر مہربانی و نرمی فرما کیونکہ وہ حقایق احکام کے اُٹھانے سے ضعیف ہین ۔ قولہ واعرض عن الجاہلین ۔ ان جاہلون سے اعراض فرما جنکو تجھپر نظر ڈالنے کی استعداد ہی نہین ہے ۔ اشارہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ منکر کرامات اولیاء و معجزات انبیاء ہین وہ آدمیت کے درجہ کو کبھی نہین پہونچینگے ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین دونون فریق موجود ہوئے ہین اور دونون ایمان سے خارج اور ایک دوسرے سے بدتر ہین نعوذ باللہ من الغباوۃ والجہالۃ ۔ اللہ تعالےٰ عزوجل نے چاہا کہ اپنے حبیب کو قدیم کے اخلاق سے لباس پہناوے یعنے تجلی کشف و ظہور انوار فعل سے ملبوس فرماوے پھر چاہا کہ اسکو امر قدیم و کلام کریم سے ملبوس فرماوے تاکہ جمیع صفات کے ساتھ جمیع معانی سے متصف ہوکر جمیع اخلاق کریمہ سے آراستہ ہو جاوے اور اس فیض سے ایک قطرہ امت کو بھی مرحمت ہوا چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تخلقوا باخلاق اللہ یعنی تم لوگ اپنے خلق ویسے بناؤ جو اللہ تعالےٰ عزوجل کے ہین قال المترجم ابتدائے حال یہ ہے کہ بندہ ان اخلاق مین متکلف ہوتا ہے یعنے جیسے نقل کسی اصل سے بتکلف ہوتی ہے اسیطرح کرتا ہے اور آخر رحمت الٰہی سے وہ اپنے افعال سے فنا ہوکر حقیقت حال سے متصف ہو جاتا ہے بدون حلول وغیرہ کے اور بدون کسی تشبیہ کے اور یہان استدلال زبانی کا کام نہین بلکہ تصدیق ایمانی

درکار ہے اور حدیث قرب النوافل ایمان کے واسطے کافی ہے والسلام - بعض مشائخ نے فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ظاہر و باطن بزرگ اخلاق کا حکم دیا اور وہ یون کہ خلایق کی لغزشون سے چشم پوشی کرین اور انکو اخلاق پاکیزہ کا حکم دین اور جاہلون سے اعراض کرین یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالے سے مڑے ہوئے ہین ان جاہلون سے مُنھ موڑین - روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر پوچھی تو کہا کہ جو آپ سے انقطاع کرے آپ اُس سے ملین اور جو آپ کو کسی چیز مین محروم رکھے آپ اُسکو دین اور جو آپ کے حق مین ظلم کرے آپ اُس سے عفو کرین اور جو آپ سے بدی کرے آپ اُسکے حق مین نیکی کرین - ابن عطاؒ نے فرمایا کہ خذما صفا ودع ماکدر - صاف لے لے اور تلچھٹ چھوڑ دے - وقولہ تعالے واما ینزغنک من الشیطان نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم - شیطان قہر قدم کا کتا ہے جو وہ قلب کے ایک طرف نفس کے دروازہ پر کھڑا ہو کر بھونکے تو ہمارے قہر سے ہمارے لطف کی طرف بھاگ آنا چاہیئے - اور یون کہنا چاہیئے کہ اعوذ بک منک - پھر جب اس نور سے قلب منور ہوگیا تو اُسکے کنارے شیطان کی رسائی نہوگی کیونکہ اگر وہ ذرہ برابر بھی اس سے قریب ہوجاوے تو جلکر مرجاوے - مترجم کہتا ہے کہ فاسق و فاجر یعنے کافر و مشرک تو شیطان کے رووے کھدوے بندے ہین اُنپر تو اس کو حاکم کہنا چاہیئے اور یہ اس سبب سے نہین کہ شیطان کو خود کچھ قدرت ہے بلکہ یہ لوگ مقہور ازلی ہین اور مقہور ہونے مین شیطان ان سب کا سردار ہے - اور رہے بندگان حق تعالے تو وہان شیطان چور ہے پس ایمان جب قلب مین ہے تو شیطان ہر وقت اسکی چوری کرنے پر آمادہ ہے ؎ گرنہ موش دزد در انبا نہاست ؛ خرمن عمر چہل سالہ کجاست ؛ پس نفس کے سراغ سے نواحی قلب تک پہونچتا ہے پھر جب اسمین تعوذ وغیرہ کی روشنی چمکی تو شیطان بھاگا - جہان انوار آلہی کا نزول ہو وہان شیطان مخذول ہے - فافہم - جریریؒ نے کہا کہ جو اپنا ہتھیار بھولا اسکو شیطان نے ایکدم مین اپنی بیڑیون مین قید کیا - اُستادؒ نے کہا کہ اگر تیرے دل مین شیطان کا کچھ وسواس اچانک آتا نظر آیا تو اللہ تعالے سے پناہ مانگ کہ وہ اپنی توفیق سے تجھے محفوظ فرماویگا اور اگر تیرے سینہ مین حظوظ نفسانیہ کو دخل ہوتا نظر آوے تو اللہ تعالے سے پناہ مانگ وہ تجھکو تائید سے مستغنی فرماویگا اور اگر مقام ترقی مین تجھے مشکوک کیا تو پناہ مانگ کہ اللہ تعالے تجھے تحقیق سے فیضیاب کریگا - پھر اللہ عز وجل نے اپنے اولیا مین سے اہل تقوی کو بیان فرمایا کہ انپر وساوس شیطانی وہواجس نفسانی سے امتحان لیا جاتا ہے اور وہ اللہ تعالے کو یاد کرکے بیدار ہوجاتے ہین کما قال تعالے

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ۝ وَإِخْوَانُهُمْ

جو لوگ ڈر رکھتے ہین جہان پڑ گیا اُنپر شیطان کا گذر چونک گیے پھر تبھی اُنکو سوجھ آگئی اور جو شیطان کے بھائی ہین

يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ۝

وہ انکو کھینچے جاتے ہین غلطی مین پھر وہ کمی نہین کرتے

پہلی آیت مین انبیاء علیہم السلام کے ساتھ شیطان کے نزغ کا ذکر کیا اور وہ خفیف وسوسہ ہوتا ہے اور شاید وہ خفیف الحرکہ بسبب قت کے ہو یعنے باریکی کی وجہ سے نزغ فرمایا اور ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ شیطان کو کھلے کھلے وسوسہ کی مجال نہین ہے جیسے عوام کے ساتھ وسوسہ انداز ہوتا ہے - بالجملہ یہان اہل تقوی کا حال بیان فرمایا کہ جب انکو طائف شیطان پہونچتا ہے تو وہ بیدار ہوکر اللہ تعالے کی یاد سے ہوشیار ہوجاتے ہین بخلاف غیر متقیون کے کہ وے اور زیادہ گمراہی مین گھُسے چلے جاتے ہین چنانچہ فرمایا - اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا - جن لوگون نے تقوی کیا یعنے شرک و نافرمانی سے بچے - اِذَا مَسَّهُمْ اصابہم - طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ جب پہونچا انکو شیطان سے کوئی

طائف۔ یہان دو قراۃ ہین ایک طیف بروزن سیف اور وہ قراۃ ابن کثیرؒ و ابو عمروؒ و کسائیؒ کی ہے اور دوسری قراۃ طائف وہ باقی قراء رحمہم اللہ کی قراۃ ہے پس طیف یا تو مصدر ہے یا مخفف طیّف بروزن خیّر ہے کما قال الکسائی اور لغت مین اسکے معنے وہ چیز جو قلب مین متخیل ہو یا خواب مین نظر آوے کما قال النحاس و قال الشاعر ؎ فولی لطیفک نسی عن مقلتی عند المنام ؛ کیما انام فتنطفی نارتاجج فی العظام ؛ یعنے اے معشوقہ تو اپنے طیف سے یعنے خیال و تصور سے کہدے کہ سوتے وقت میری آنکھون کے سامنے سے ذرا ہٹ جاوے تاکہ مین سو جاؤن کہ جو آگ میری ہڈیون مین بھڑک رہی ہے وہ ذرا ٹھنڈی ہو جاوے۔ بالجملہ طیف ایسے امر متخیل کو کہتے ہین۔ و یقال طاف الخیال یطوف طیفاً۔ پھر بعض نے کہا کہ طائف کے بھی یہی معنے ہین جو طیف کے مذکور ہوے اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ دونون مین فرق ہے اسواسطے کہ طاف الخیال کے محاورہ سے طائف اسم فاعل نہین لاتے ہین کیونکہ وہ محض تخیل بے حقیقت ہے اور طائف وہ شیطان خود ہے اور قولہ فطاف علیھا طائف من ربک۔ مین طیف نہین کہہ سکتے ہین اور وسوسہ و جنون و غضب و صرع یعنے مرگی کو بھی طیف کہتے ہین کیونکہ وہ ایک لمہ شیطانی مشابہ خیال کے ہے۔ مفسرؒ نے قراۃ طیف اختیار کی اور مَسّ کی تفسیر اصابت سے ذکر فرمائی اور طیف سے الہام شیطانی مراد لیا۔ یعنے انکو چھو جانا پہونچا۔ و قال البیضاویؒ طائف از طاف یطوف ہے گویا وہ اُنکے گرد پھرا اور یہ قدرت نہ پائی کہ ان مین اثر کرے اور یہ بنابر اسکے کہ دونون کے معنے واحد ہین۔ اور تیسیر مین ہے کہ طیف و طائف جو عوارض شیطانیہ ہین سے انسان کے اندر نازل ہو۔ اور بر تقدیر یکہ مراد طائف سے نفس شیطان ہو تو بھی اسکے مس سے مراد وسوسہ و غیرہ ہوگا۔ قال ابن کثیرؒ طیف و طائف دونون قراۃ مشہور ہین بعض نے کہا کہ دونون کے ایک معنے ہین اور بعض نے کہا کہ فرق ہے پھر بعض نے اسکی تفسیر غضب سے بیان کی یعنے جب انکو غصہ آیا جو بوسوسہ شیطانی ہوتا ہے اور بعض نے صرع وغیرہ سے اور بعض نے گناہ کا قصد کرنے سے اور بعض نے گناہ ہونے سے تفسیر کی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ارجح وہ تفسیر ہے جو شیخ مفسر جلالؒ نے ذکر فرمائی۔ حاصل آنکہ اہل تقوی کو جب الہام شیطانی سے کچھ پہونچتا ہے تو۔ تَذَكَّرُوْا یاد کرتے ہین اللہ تعالے کے عذاب کو اگر اس الہام کے موافق بُرا کام کرین اور ثواب کو اگر اطاعت پر رہین۔ فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ پس وہ حق بات کو ناحق سے دیکھنے والے ہو جاتے ہین یعنے اس تذکر و یاد کے ساتھ ہی اُنپر حق و ناحق کھل جاتا ہے یا وہ وسوسہ شیطانی و اسکی راہ کو جدھر سے آتا ہے دیکھ لیتے ہین۔ پھر واضح ہو کہ ظاہر آیت کریمہ سے الہام ایسے امر کا مراد ہے جو شرع مین معصیت ہے اور امراض مانند صرع وغیرہ کے مراد نہین ولیکن بعض ائمہ تفسیر نے اس سے بھی تفسیر کی جیسا کہ گذرا اور ابن مردویہ وغیرہ نے یہان ایک حدیث وارد کی جسکو اہل سنن وغیرہ نے بھی روایت کیا اور وہ یہ کہ ایک عورت نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے مرگی آتی ہے اور اس حالت مین بستر کھل جاتا ہے پس آپ دعا فرمادین کہ اللہ تعالے مجھے اس سے شفا عطا فرماوے آپنے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو مین دعا کردون اور اللہ تعالے تجھے اچھا کر دے اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور تیرے واسطے جنت ہی وہ بولی کہ مین صبر کرتی ہون اور مجھے جنت ملے ولیکن آپ یہ دعا فرمادین کہ مین اس حالت مین برہنہ نہوا کرون پس آپ نے دعا فرمائی اور اللہ تعالے نے اُسکو اس سے نجات دی وقد رواہ الحاکم و قال صحیح علی شرط مسلم۔ ابن عساکر نے ترجمہ عمرو بن جامع مین ذکر کیا کہ ایک نوجوان آدمی مسجد مین عبادت کیا کرتا تھا اسپر ایک عورت عاشق ہوئی اور اسکے پیچھے لگ گئی یہانتک کہ قریب ہوا کہ اس عورت کے ساتھ اس کے مکان کے اندر داخل ہو پس اُسکو یہ آیت یاد آئی ان الذین اتقوا اذا مسھم الآیۃ۔ پس بیہوش ہو کر گر پڑا پھر افاقہ ہوا تو اُسکو پھر یاد آئی اور دوبارہ بیہوش ہو کر مر گیا رحمۃ اللہ علیہ پس عمرو بن جامع نے آکر اسکے باپ کو اسکی تعزیت دی اور وہ رات مین دفن ہو چکا تھا پس عمرو نے

اپنے ساتھیون سمیت جاکر اُسکی قبر پر نماز پڑھی پھر عمرو بن جامع نے آواز دی کہ لے فرزند سعید کلام اللہ مین حق تعالےٰ نے فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان پس قبر مین سے اس جوان نے آواز دی کہ اے عمرو مجھے اللہ عزوجل نے دو نون عطا فرمائی ہین اور دو بار عطا فرمائی ہین یعنے چار جنتین عطا ہوئی ہین۔ واخوانھم اے اخوان الشیاطین من الکفار۔ اور کافرون مین سے شیطانون کے بھائیون کا یہ حال ہے کہ یمدونھم فی الغی۔ مدد کرتے ہین شیاطین اُن کو غی مین۔ اخوان الشیاطین وہ گمراہ فاسق فاجر آدمی ہین جو شیاطین کی باتین مانتے اور اُن کی پیروی قبول کرتے ہین اور مراد ان سے کافر لوگ ہین کما قال تعالےٰ الم تر انا ارسلنا الشیاطین علے الکافرین تؤزھم الآیۃ۔ اور ضمیر اخوانھم مین شیطان کی طرف جو سابق مین مذکور ہے راجع ہے اور جمع کی ضمیر اس بنا پر کہ الشیطان سے جنس مراد ہے پس ضمیر جمع اس کی طرف راجع ہو سکتی ہے اور مَدّ بتشدید دال اور اَمَدّ دو نون ایک معنے مین ہین اور ایک جماعت اہل لغت نے جنمین سے ابو عبید بھی ہین کہا کہ جب کوئی چیز دوسری چیز کو بذات خود بڑھاوے تو بولتے ہین کہ مَدّہ۔ اور اگر کسی اور چیز سے بڑھاوے تو اَمَدّ بولتے ہین کما قال تعالےٰ یمددکم ربکم۔ اور بعض نے کہا کہ مد کا استعمال برائی مین ہے اور امد کا استعمال بھلائی مین۔ بالجملہ معنے اسکے دراز کرنا و بڑھانا۔ اور غی بمعنے ضلالت و جہالت و گمراہی۔ حاصل آنکہ اخوان الشیاطین کا بیان یہ ہے کہ شیاطین ان کو گمراہی مین بڑھاتے اور انکے واسطے مدد ہو جاتے ہین زمخشری نے اسی تفسیر کو اوجہ قرار دیا اور یہی عامہ مفسرین کا قول ہے۔ اور قتادہ رح سے مروی ہے کہ معنے یہ ہین کہ شیاطین جو جاہلون یا غیر متقیون کے بھائی ہین وہ جاہلون و غیر متقیون کو جہالت مین مدد کرتے ہین۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ جن ہین جو اپنے دوستون کو انسانون مین سے وحی کرتے ہین۔ یعنے ان کے دلون مین شیطانی وسوسہ ڈالتے حتی کہ اُن کے اعتقاد بگاڑتے اور فسق و فجور پر آمادہ کرتے چلے جاتے ہین۔ ثم لا یقصرون اقصار کسی چیز سے باز رہنا ثم لایقصرون پھر باز نہین رہتے ہین۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ تھکتے نہین اور ملال آگین نہین ہوتے یعنے شیاطین اپنے بھائی کافرون غیر متقیون کو ضلالت مین کھینچتے چلے جاتے ہین باز نہین آتے یہانتک کہ دم مرگ سے انکے لیے جہنم واجب ہو جاوے اور کافر کو اپنے اوپر نظر نہین ہوتی اور نہ متقیون کے مانند وہ عہد یاد کرتا ہے تاکہ اس سے باز آوے۔ الحاصل نہ انسان اپنی بدکرداری سے باز رہتا ہے اور نہ شیاطین اُن کو گمراہی مین گھسیٹنے سے رکتے ہین۔ ہکذا روی عن ابن عباسؓ و علی ہذا قولہ لایقصرون۔ انس و شیاطین دونون کے فعل پر محمول ہے لیکن ثم لایقصر الشیطان والانسان اور مفسر سیوطی رح نے فقط انسان سے متعلق کیا یعنے جیسے متقی بندے حکم الٰہی یاد کرکے بیدار ہو جاتے ہین ویسے کافر متذکر و متبصر نہین ہوتے جو اخوان الشیاطین ہین۔ ف فی العرائس قولہ ان الذین اتقوا اذا مسھم الآیۃ۔ شیطان جو حسد کرنے والے دشمن ہین وہ دور سے اولیاء اللہ تعالےٰ کو تاک کر وسوسون کے تیر چلاتے ہین اور سب خطا کرتے ہین کوئی نہین لگتا مگر جبھی کہ وہ لوگ ایک لحظہ اپنے معبود کی یاد سے غافل ہوے ورنہ اگر حضوری پر قائم ہوتے ہین تو سزاوار ہوس انکے پاس پھٹکنے کی طاقت و قدرت نہین رکھتے ہین۔ پھر جب غفلت کے دم مین اُنکو کوئی وسوسہ پہونچ گیا تو محسوس کرکے اُسکو فوراً یاد الٰہی سے دور کرتے اور جناب ازلی اور درگاہ باری تعالےٰ عز سلطانہ و جل جلالہ کی طرف رجوع لاتے ہین پس یاد الٰہی کے شہاب ثاقب سے اُنکو مار کر جلا دیتے ہین و قال تعالےٰ فاذاھم مبصرون نقل ہے کہ شیخ جنیدؒ نے خواب مین ابلیس کو دیکھکر پوچھا کہ بھلا تم مین سے کسی کو یہ قدرت ہے کہ ان بندون کی مجلس مین گذرے جو یاد مین مشغول ہوتے ہین وہ بولا کہ جیسے ہم مین سے کوئی شیطان تم مین سے کسی عوام کو چھوکر صرع مین ڈال دیتا ہے ایسے ہی جب ہم مین سے کوئی تمھاری مجلس ذکر مین گذرتا ہے تو صرع مین پڑ جاتا ہے پس جیسے تم اپنے آدمی کو مصروع کہتے ہو ویسے ہم اپنے کو مانوس کہتے ہین۔ بعض مشائخ نے کہا کہ آیت کریمہ مین اُن

متقیون کا بیان ہے جنھون نے اپنے سر باطنی کو انس و قرب کے حوالہ کیا اور اپنے نفس کو فتنہ و طیف شیطانی سے ممنوع رکھا اور ہر دم زبان یا دل سے یاد حق سبحانہ تعالیٰ سے غافل نہین ہین

وَاِذَا لَمۡ تَاۡتِهِمۡ بِاٰيَةٍ قَالُوۡا لَوۡلَا اجۡتَبَيۡتَهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ مِنۡ رَّبِّىۡ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنۡ

اور جب تو نیکر جاوے اُن پاس کوئی آیت کہین کچھ چھانٹ کیون نہ لایا تو کہہ مین چلتا ہون اُسی پر جو حکم آوے مجکو میرے رب سے یہ سوجھ کی باتین ہین تمھارے

رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ۝

رب کیطرف سے اور راہ کی اور مہر ہے اُن لوگون کو جو یقین لاتے ہین

وَاِذَا لَمۡ تَاۡتِهِمۡ اور جب نہ لایا تو انکے پاس یعنے اہل مکہ کے پاس۔ بِاٰيَةٍ ایسی کوئی آیت جسپر انھون نے ہٹ کی یعنے اُن کی ہٹ کا معجزہ نہ دکھلایا جیسے مکہ چوڑا ہوجاوے یا کوہ صفا سب سونے کا ہوجاوے اور مانند ان کے اور خرافات ہٹ کی باتون کے تو۔ قَالُوۡا لَوۡلَا اجۡتَبَيۡتَهَا کہتے ہین کہ کیون نہین تو نے اسکو اجتبار کیا۔ محاورہ بولتے ہین کہ اجتبی الشئ یعنے اپنے واسطے وہ شئ جمع کر لی پس معنے یہ ہوے کہ کیون نہین تو نے اُسکو جمع کیا اپنی طرف سے بناکر۔ پس اجتبار باب افتعال سے ہے پس اپنی طرف سے افتعال اور بنا لینا اس سے نکلتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اجتبار بمعنے اختلاق ہے بولتے ہین کہ اجتبی الکلام اے اختلقہ یعنے اپنی طرف سے بات بنائی لہذا ابن عباس نے تفسیر فرمائی کہ کیون نہین تو نے آیت کو اپنی ذات سے پیدا کیا۔ اور قتادہ و سدی و عبدالرحمن بن زید نے کہا یعنے تو اپنی طرف سے اسکو کیون نہین نکال لایا۔ اسی کو ابن جریرؒ نے اختیار کیا۔ ضحاکؒ نے فرمایا یعنے تو اسکو آسمان سے خود کیون نہین لے آیا۔ بعض نے کہا کہ جب وحی مین دیر ہوتی تو کافر لوگ آنحضرت صلعم سے یہ بات کہتے تھے۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ کفار قریش آنحضرت صلعم سے کہا کرتے کہ ہماری مانگی ہوئی نشانی آپ کوشش کر کے اللہ تعالیٰ سے کیون نہین مانگتے ہین کہ ہم اسکو دیکھکر ایمان لے آوین۔ اللہ عز و جل نے آنحضرت صلعم کو جواب دینے کا حکم فرمایا کہ۔ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ مِنۡ رَّبِّىۡ یعنے تو ان لوگون سے کہدے کہ مین تو اسی بات کی اتباع کرتا ہون جو میرے پروردگار کی طرف سے مجھے وحی کیجاوے۔ یہ مجھے اختیار نہین ہے کہ اپنے آپ سے کوئی بات لے آؤن۔ ابن کثیرؒ نے کہا یعنے مین جناب الٰہی مین پیش قدمی کر کے نہین مانگتا پس اگر اجازت ہوئی تو مانگتا ہون اور خود دیدی گئی تو لے لیتا ہون ورنہ جرأت نہین کرتا۔ پھر اُن کو ارشاد کیا کہ تمھارے مقدر مین اگر ایمان ہے تو اس قرآن سے بڑھکر کون معجزہ و نشانی ہوگی۔ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنۡ رَّبِّكُمۡ یہ قرآن تو کھلی حجتین ہین تمھارے پروردگار کی طرف سے۔ بصائر جمع بصیرت بمعنے حجت۔ چونکہ قرآن مجید سبب ہے عقول کے بصائر کا پس بطریق اطلاق اسم مسبب بر سبب کے اسپر بصائر کا اطلاق ہوا اور اخفش نے کہا کہ قرآن کو بصیرت بطریق مجاز یون کہا جیسے کہتے ہین کہ انت حجۃ علیک۔ تو خود اپنے اوپر حجت ہے اور حدیث مین ہے کہ قرآن تیرے لیے حجت ہے یا تجھپر حجت ہے یعنے قرآن مجید سے جنھون نے نفع پایا انکے واسطے قیامت مین حجت ہے اور جنھون نے اس سے کفر کیا انپر حجت ہے۔ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ اور ہدایت و رحمت ہے ایسی قوم کے واسطے جو اس پر ایمان لاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ لوگون کے درجات متفاوت ہین بعض تو علم توحید مین انتہا درجہ کو پہونچکر گویا آنکھون دیکھنے والے ہوگئے اور یہی عین الیقین کے مرتبہ پر ہین اور بعضے بطریق استدلال و نظر کے یقین پر ہین جنکو علم الیقین والے کہتے ہین۔ اور بعضے مسلمان ماننے والے ہین اور یہی حق الیقین والے عامہ مومنین ہین پس پہلون کے واسطے تو قرآن بصائر ہے اور دوسرون کے واسطے ہدایت ہے اور عامہ مومنین کے واسطے رحمت ہے۔ اور اولیٰ وہ ہے جو ابو السعود رح نے کہا کہ

قرآن کا قلوب کے واسطے بصائر ہونا سب کی نسبت متحقق ہے اور اسی سے سب پر حجت قائم ہے اور رہا اسکا ہدایت ورحمت ہونا تو یہ مومنون کے ساتھ مخصوص ہے اسواسطے کہ یہی اس کے انوار سے مستفیض ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید ہے اسواسطے کہ اگر عین الیقین والون کے واسطے بصائر ہو تو مشرکین کے واسطے درحقیقت بصائر نہوا پس انپر حجت قائم نہوگی حالانکہ یہی عین مقصود ہے علاوہ برین مخاطبین کفار کے واسطے بصائر قرار پاوے اور عامہ مومنین اس سے محروم ہون لہذا قول شیخ ابو السعود صواب ہے واللہ اعلم

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اسطرف کان رکھو اور چپ رہو شاید تمپر رحم ہو

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ اس کلام مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ اوپر سے مربوط واسی پر معطوف ہو یعنے جب بیان فرمایا کہ قرآن مجید لوگون کے واسطے بصائر و مومنون کے واسطے ہدایت ورحمت ہے تو حکم دیا کہ اسکی تعظیم واحترام کے واسطے جب پڑھا جاوے تو خاموش ہوکر سنو اور جو کفار قریش نے نکالا تھا کہ لاتسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ الآیہ یعنے آپس مین ایک دوسرے کو تاکید کرتے کہ اس قرآن پر کان نہ دھرو اور کانوں کانوں مچادو جیسا کہ ایک آیت مین آیا ہے اس سے منع فرمایا کہ نہین بلکہ تم کان دھر کر سنو تاکہ جو حکمتین وخوبیان اس مین بھری ہین اس سے تمکو نصیحت حاصل ہو۔ دوم احتمال یہ کہ کلام مستانف ہو یعنے یہان سے ایک جدید حکم شروع کر کے بیان فرمایا کہ جب قرآن پڑھا جاوے یعنے آنحضرت صلعم پڑھ کر سناوین یا کبھی کوئی پڑھے۔ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ تو تم کان لگا کر سنو۔ وَاَنْصِتُوْا اور چپ رہو تاکہ حواس ٹھیک رہین اور خوض سے سمجھو اور نفع پاؤ۔ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ شاید تم رحم کیے جاؤ۔ یعنے اگر گوش دل سے یقین وانتفاع حاصل کرو تو امیدوار ہو کہ اللہ تعالے تمپر رحمت فرماوے۔ اور بعض نے کہا فاستمعوا لہ کے یہ معنے ہین کہ اسپر عمل کرو اور اس کے حکم سے تجاوز مت کرو۔ اور یہ جیسے کہتے ہین کہ اے فلانے ہماری بات سن یعنے اسی پر کاربند ہو۔ پھر واضح ہو کہ آیت مین استماع وانصات کا حکم آیا وجوب کے واسطے ہے یا سوا اسکے ہے۔ تو بیضاوی نے لکھا کہ ظاہر لفظ تو اسی کو مقتضی ہے کہ جب قرآن پڑھا جاوے تو استماع وانصات واجب ہے خواہ نماز مین ہو یا نماز سے باہر ہو ولیکن عامہ علما کے نزدیک نماز سے باہر یہ دونون مستحب ہین مترجم کہتا ہے کہ عامہ علما سے شاید شافعیہ عامہ علما مراد لیے ہین واللہ اعلم وعلماء حنفیہ کے نزدیک موافق اصول کے سننے والے پر مطلقاً ہر حال مین سننا وسکوت واجب ہے کما فی الخلاصۃ وغیرہا سوائے چند صورتون کے جو فقہ مین مستثنیٰ ہین اور وہین یہ تفصیل پوری تلاش کرنی چاہیئے۔ اور یہی حضرت حسن بصریؒ واہل ظاہر کا قول ہے۔ مجاہدؒ سے مروی ہے کہ جماعت کا امام اگر کوئی آیت رحمت یا آیہ عذاب پڑھے تو مقتدی کو رحمت مانگنا یا عذاب سے پناہ چاہنا مکروہ ہے بلکہ سکوت کرے۔ کما فیہ رواہ عبد الرزاق عنہ۔ ابو ہریرہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ جسنے کتاب اللہ تعالے کی کوئی آیت کان لگا کر سُنی تو اُسکے لیے گونہ نیکی لکھی جائیگی اور جسنے اُسکو پڑھا اُسکے لیے قیامت مین نور ہوگا۔ رواہ احمد۔ معاویہ بن قرہؒ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے اپنے مشائخ مین سے ایک سے یہ بات پوچھی۔ راوی کہتا ہے کہ مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا نام لیا تھا تو جواب دیا کہ جو کوئی قرآن سُنے اسپر خاموش ہونا اور کان لگا کر سننا واجب ہے کما رواہ ابن مردویہ۔ پھر واضح ہو کہ برتقدیریکہ آیت کریمہ استیناف ہو تو سبب نزول اسکا کیا واقع ہوا۔ اسمین اختلاف ہے۔ ایک قول یہ کہ نماز مین ہے اور اس مین دو قول گویا متحد المعنے ہین ایک یہ کہ نماز مین لوگ باتین کیا کرتے تھے اس سے ممانعت فرمائی۔ دوم یہ کہ نماز مین امام کی قراءۃ سننے وخاموش رہنے کا حکم دیا گیا۔ قول دوم یہ کہ خطبہ جمعہ وعیدین مین نازل ہوئی ہے۔ قول سوم یہ کہ آنحضرت صلعم قرآن پڑھتے تھے اور ایک

جوان انصاری حاضر تھا تو جب آنحضرت صلعم کچھ پڑھتے وہ بھی رہی پڑھتا جاتا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ کما رواہ ابن جریر عن الزہری رحمہ اللہ۔ اور اس روایت کی اسناد جید ہے اور ائمہ حنفیہ کے واسطے دلیل ظاہر ہے کیونکہ نماز سے خارج استماع و انصات کا حکم ہوا ہے اور بہ تکلف سے تاویل کرنا نہین چاہیئے ہے۔ واضح ہو کہ شیخ مفسر رح نے قول دوم کو ارجح قرار دیا اور کہا کہ خطبہ مین باتین کرنی چھوڑنے کے بارہ مین نازل ہوئی ہے اور خطبہ ہی کو قرآن سے تعبیر کیا اسواسطے کہ خطبہ مین قرآن کی آیات ضرور ہوتی ہین۔ کما لین مین کہا کہ یہ قول سعید ابن جبیر و عطار و مجاہدؒ سے مروی ہے اور ابوالشیخ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ خطبہ جمعہ و عیدین کے بارہ مین ہے۔ وفی تفسیر الحافظ ابن کثیر رح حسن بصریؒ نے کہا کہ یہ آیت نمازمین و خطبہ سننے کے وقت ہے۔ اور سعید بن جبیر رح نے کہا کہ روز عید الفطر و عید الضحی و روز جمعہ اور ان نمازون کے بارہ مین ہے جنمین امام جہر سے پڑھے۔ اور اسی قول کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا کیونکہ خطبہ جمعہ کے وقت خاموشی کا حکم ہے۔ پوشیدہ نہ رہے کہ مفسر رح نے جو قول اختیار کیا وہ خلاف جمہور ہے اور ارجح بھی نہین حالانکہ خطبہ کتاب مین وعدہ کیا ہے کہ ارجح قول اختیار کرونگا۔ معالم و کشاف و بیضاوی وغیرہ مین اولی و اصح قول اول قرار دیا کہ یہ آیت نماز مین استماع قراۃ الامام و خود سکوت کرنے کے بارہ مین نازل ہوئی ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ خطبہ جمعہ و عیدین تو مدینہ مین ہوا ہے اور یہ آیت مکیہ ہے پس نزول اس کا نماز کی قراۃ کے بارہ مین ہوا اور یہی قول حضرت حسن بصریؒ و زہری و نخعیؒ کا ہے اور بیہقی نے امام احمد سے روایت کی کہ کہا کہ علمار نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ یہ آیت نماز کی قراۃ مین نازل ہوئی ہے اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت استماع و انصات کا حکم ہے ولیکن نماز فریضہ مین یہ اور زیادہ مؤکد ہوا ہے جبکہ امام جہر سے قراۃ کرے جیسا کہ حضرت ابوموسی اشعریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ۔ انما جعل الامام لیوتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا۔ یعنے امام اسی واسطے کیا گیا ہے کہ اسکے پیچھے اقتدار کیجاوے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قراۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ رواہ مسلم واہل السنن۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز مین لوگ باتین کیا کرتے تھے پس جب یہ آیت نازل ہوئی تو خاموشی کا حکم کیے گئے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابوہریرہؓ نے کسی اور سے سنکر یہ سبب نزول روایت کیا ورنہ ابوہریرہؓ کا اسلام لانا زمانہ خیبر مین بعد ہجرت کے واقع ہے۔ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نماز مین آپسمین ایک دوسرے کو سلام کیا کرتے تھے پس قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی۔ رواہ ابن جریر اور نیز ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انھون نے نماز پڑھی پس کچھ لوگون سے سُنا کہ وے امام کے ساتھ پڑھتے تھے پس جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ اے لوگو کیا ابھی وہ وقت نہین آیا کہ تم سمجھو اور کیا ابھی وہ وقت نہین آیا کہ تم بوجھو اور جب قرآن پڑھا جاوے تو اسکو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو جیسا کہ اللہ تعالے نے تم کو فرمایا ہے رواہ ابن جریرؒ۔ پھر ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایسی نماز سے جسمین جہر سے قرارت فرمائی تھی سلام پھیر کر فرمایا کہ کیا تم مین سے کسی نے ابھی میرے ساتھ کچھ پڑھا ہے تو ایک نے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ تو فرمایا کہ مین کہتا ہون کہ یہ میرے واسطے کیا ہے کہ مین قرآن مین منازعت کیا جاتا ہون راوی کہتا ہے کہ پھر جس نماز مین آنحضرت صلعم جہر سے قراۃ فرماتے اس مین لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ قراۃ کرنے سے باز رہے جبکہ اُنھون نے رسول اللہ صلعم سے یہ سُن لیا۔ رواہ احمد واہل السنن وقال الترمذی حدیث حسن وصححہ ابوحاتم الرازی اور زہری رحمہ اللہ نے جو تابعین مین سے بڑے ثقہ مشہور عالم ہین فرمایا کہ جن نمازون مین امام جہر سے پڑھے اس مین کوئی مقتدی کچھ قراۃ نکرے اور مقتدیون کو امام کی قراۃ کافی ہے اگرچہ وہ انکو اپنی آواز نہ سناوے ولیکن جن نمازون مین امام آہستہ پڑھتا ہے اُن مین مقتدی آہستہ بدون آواز نکالے پڑھین اور امام کے پیچھے والے لوگون مین سے کسی کو نہین چاہیئے کہ آہستہ یا آواز سے اسکے پیچھے کچھ پڑھے کیونکہ

اللہ تعالے فرماتا ہے واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ علماءؒ مین سے ایک گروہ کا یہی مذہب ہی کہ جہریہ نماز مین مقتدی پر کچھ قراءۃ نہین واجب ہے نہ سورۂ فاتحہ کی اور نہ کسی اور سورۂ کی اور یہی امام شافعی کا قول قدیم مانند مذہب امام مالکؒ کے ہے اور یہی امام احمدؒ سے ایک روایت ہے اور شافعیؒ نے قول جدید مین کہا کہ امام کے سکتات مین وہ سورہ فاتحہ پڑھ لے اور یہی صحابہ و تابعین و اتباع مین سے ایک گروہ کا قول ہے۔ اور امام ابوحنیفہ و احمد بن حنبل نے کہا کہ مقتدی پر کچھ قراءۃ نہین واجب ہے نہ نماز سریہ مین اور نہ جہریہ مین۔ بدلیل حدیث کہ جسکا امام ہو تو امام کی قراءۃ اُسکے واسطے قراءۃ ہے اور اس حدیث کو امام احمدؒ نے مسند مین مرفوع روایت کیا اور موطا مالک مین جابر رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت ہے اور یہی اصح ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر مین روایت کیا کہ یہ نماز مفروضہ مین ہے۔ یعنے استماع قرآن و انصات کا حکم نماز مفروضہ مین ہے اور ایسا ہی عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابن جریر وغیرہ نے عبید بن عمیر و عطاء بن ابی رباح و مجاہد وغیرہم رحمہم اللہ سے ایسا ہی روایت کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ جمہور کا قول اس کے سبب نزول مین کہ نماز مین استماع قرآن و انصات مین یہ حکم نازل ہوا ہے یہی صحیح ہے اور خطبۂ جمعہ و عیدین مین استماع و انصات اس مین داخل ہے نہ اسلئے کہ یہی سبب نزول واقع ہوا اسواسطے کہ سبب نزول فی الحقیقۃ متقدم ہوتا ہے اور جمعہ وغیرہ بعد ہجرت کے مدینہ مین واجب ہوئے ہین اور اس تکلف کی حاجت نہین کہ حکم پہلے نازل ہو گیا پھر سبب کا وجود ہوا حالانکہ نماز مین کلام کرنے وغیرہ سے ممانعت و اس مین استماع و انصات کی روایات موجود ہین پس متعین ہوا کہ نماز مین استماع و انصات کے واسطے یہ حکم نازل ہوا ہے پھر واضح ہو کہ نماز مین قرآن کا استماع و انصات جبھی ہو سکتا ہے کہ دوسرا شخص پڑھتا ہو کیونکہ خود پڑھنے والے سے انصات کیونکر ہو گا پس جب امام پڑھے تو مقتدی پر استماع و انصات واجب ہے اور یہ بھی جب ہے کہ امام جہر سے یعنے آواز سے پڑھتا ہو۔ اور اسکا حاصل یہ ہوا کہ جب نماز مین امام آواز سے قرآن پڑھے تو مقتدی اُس کے سُننے پر کان لگا دین خواہ دوری کی وجہ سے اُن کو سنائی دے یا نہ دے اور خاموش رہین اور جب امام آواز سے قرآن نہ پڑھتا ہو مثلاً ظہر یا عصر کی نماز ہو تو اس مین استماع و انصات کا حکم جاری نہین ہو سکتا ہے پھر واضح ہو کہ جہریہ نمازون مین مقتدی پر امام کی ابتداء سے سب قراءۃ یعنے سورۃ الفاتحہ سے سننا و خود سکوت رکھنا واجب ہے یا یہ حکم سواے سورۃ الفاتحہ کے ہے۔ کلام اس مین سزاوار یون ہے کہ سورۃ الفاتحہ کے بارہ مین شرع سے کیا حکم ثابت ہے وہ بیان ہو پھر ہر دو صورت مین غور کرنا چاہیئے پس صحیحین مین حدیث ہے جسکے معنے یہ ہین کہ نماز نہین اُس شخص کی جسنے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی۔ ایک روایت مین ہے کہ ادا کافی نہین نماز اُس شخص کی جسنے فاتحہ نہ پڑھی۔ مترجم کہتا ہے کہ لفظ مین لاتجزی۔ ہے و منہاج مین بیضاویؒ نے کہا کہ الاجزاء ہو الاداء الکافی۔ یعنے کافی طور پر ادا ہونے کو اجزاء کہتے ہین یعنی سے کہا گیا کہ اگر سورہ فاتحہ نہ پڑھی اور قرآن مین کچھ اور پڑھ لیا تو ادا کافی نہو گی بلکہ ناقص ہو گی اور یہ نہین کہ بالکل باطل ہوا اور اسی پر دلیل ہے قولہ تعالے فاقرؤا ماتیسر من القرآن۔ یعنے پڑھو جو میسر ہو قرآن سے۔ اور اسی پر دلیل ہے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہ جسنے ایسی نماز پڑھی جسمین سورۂ فاتحہ نہ پڑھی تو وہ خداج ہے یعنے ناقص ہے۔ رواہ الجماعۃ الا البخاری یعنی سے حنفیہ نے فرمایا کہ بقدر ماتیسر تو قرآن فرض ہے کیونکہ دلیل قطعی متواتر سے یعنے قرآن مجید سے ثابت ہے اور احادیث صحاح سے سورہ فاتحہ تمام پڑھنا نکلتا ہے لیکن یہ احادیث متواتر نہین ہین پس بسبب فرق متواتر و غیر متواتر کے کہا کہ اول تو فرض ہے اور دوم واجب ہے اور یہ فرق خود بدیہی ہے محتاج بیان نہین ہے بدین معنے کہ فرض و واجب مین اس طور پر تفریق کیجاوے اور شارح منہاج نے یہ فرق تسلیم کیا اور کہا کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ پھر ایک حدیث مین سورہ فاتحہ زیادہ نہ پڑھنے والے کی

نماز کو لا صلوٰۃ فرمایا یعنے آنکہ اجزا نہین ہے۔ اور حدیث معروف جسمین حضرت صلعم نے ایک شخص کو جو اچھی طرح رکوع سجدہ پورا نہ کرتا تھا نماز کا کافی طریقہ سکھلایا اور ایک رکعت کا حال بیان فرما کر اُس سے کہا کہ اپنی تمام نماز مین ایسا ہی کر۔ تو اس سے بعض نے نکالا کہ ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ واجب ہے اور حق یہ ہے کہ اس سے یہ بات لازم ضعیف ہے اسواسطے کہ اول رکعت مین سورۂ فاتحہ مع ماتیسر پڑھنے کا حکم دیا تھا پس اگر ایسا ہی کرنے سے ہر ہر جزو کی طرف اشارہ ہو تو ہر رکعت مین فاتحہ مع سورہ واجب ہوا جاتا ہے حالانکہ اس کا قائل کوئی نہین ہے ابو سعیدؓ کی حدیث مین البتہ آیا کہ ہم کو رسول اللہ صلعم نے حکم دیا کہ ہر رکعت مین سورۂ فاتحہ پڑھین۔ پس اگر یہ حدیث اپنے اسناد سے ثابت ہو تو دلیل ہوگی کہ ہر رکعت مین فاتحہ واجب ہے۔ اب یہ غور چاہیے کہ سورۃ الفاتحہ پڑھنے کا وجوب تنہا پڑھنے والے اور امام پر ہے یا مقتدی پر بھی ہے پس بدلیل بعض روایات کے جنمین سورۂ فاتحہ کے ساتھ زائد کا بھی حکم ہے یہ ثابت ہوا کہ تنہا پڑھنے والے یا امام پر یہ حکم ہے کیونکہ مقتدی پر زائد پڑھنا کسی نے نہین کہا اور جابرؓ سے روایت ہے کہ جسنے کوئی رکعت پڑھی اور اس مین سورۂ فاتحہ نہین پڑھی تو اُسنے وہ پڑھی الا آنکہ امام کے پیچھے ہو۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوا کہ نماز فجر مین آنحضرت صلعم پر پڑھنا بھاری ہوگیا تو بعد سلام کے فرمایا کہ جب مین جہر سے قراءت کرون تو کوئی کچھ نہ پڑھے سوائے ام القرآن یعنے سورۂ فاتحہ کے کیونکہ جسنے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اُسکی نماز نہین ہے۔ اور اسی حدیث کو ابن حبان نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور اس مین یون ہے۔ فلا تفعلوا ولیقرأ احدکم بفاتحۃ الکتاب فی نفسہ۔ یعنے امام جہر سے پڑھتا ہو تو تم قراءۃ مت کرو اور چاہیے کہ تم مین سے آدمی سورۂ فاتحہ کو اپنے جی مین پڑھ لے۔ اسیطرح اس حدیث کو طبرانی و بیہقی رحہ نے بھی روایت کیا۔ اب مین سوال سابق کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حکم استماع و انصات کا مطلقاً ہے یا سوائے سورہ فاتحہ کے ہے تو جواب کے دو طریقے ہین ایک تو بیان مذاہب مجتہدین اور دوم تحقیق مقام ولیکن اس مسئلہ کی تحقیق کے واسطے دوسرا مقام بسیط درکار ہے یہان فی الجملہ دلائل کے ساتھ بیان مذاہب پر اقتصار کیا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ونیز تابعین و اتباع رحمہم اللہ مین دونون مذہب والے موجود تھے اور بسبب اُلفت باہمی کے جو لوازم و مقتضیات ایمان سے ہے ایک دوسرے پر انکار نہین کرتے تھے پھر مجتہدین مین سے جس نے تاکید سورۂ فاتحہ پڑھنے پر نظر کی اُنھون نے مقتدی پر بھی امام کی قراءۃ کی حالت مین سورہ فاتحہ پڑھنا واجب جانا ہے لیکن یہ استدلال انکا تعمیم سے ہے یعنے مثلاً آنحضرت صلعم کا ارشاد جسکا حاصل یہ ہے کہ جسنے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اُسنے نماز نہ پڑھی۔ یہ عام ہے امام و مقتدی دونون کو شامل ہے پس مقتدی پر بھی واجب ہے اور اس استدلال مین ضعف ہوجائیگا اگر یہ ثابت ہو کہ امام کی قراءۃ کے ساتھ مطلقاً معارضہ نہین ہوسکتا جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہے اگرچہ آیت کریمہ بھی عام ہے پس میرا مقصود اثبات و تضعیف نہین اور نہ قواعد اصولیہ کے موافق تحقیق کرتا ہون بلکہ طریقہ اور راہ بتانا مقصود ہے۔ ہان اُن احادیث سے تقویت لائی جاتی ہے جن مین مقتدی کو سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے اور بعض علما نے اسکو بھی نص نہین جانا کیونکہ آواز سے پڑھنے کی اجازت تو مسلم ہے کہ نہین دی گئی بلکہ بقرینہ روایات دیگر اس کی تاویل کرکے کہا گیا کہ عام اجازت سے مراد یہ کہ اپنے جی مین پڑھے یعنے خفیہ پڑھتے پس بعید نہین کہ بقرینہ دلائل و روایات دیگر و رفع اختلاف کے جی مین پڑھنے سے (اپنے مقتدی کو ادا) حقیقی صورت مراد ہو اگرچہ پڑھنے کا اطلاق مجازی ہی یعنے دل مین پڑھنا ہے کیونکہ سورۂ فاتحہ متضمن حمد و ثنائے الٰہی و دعا کو ہے اور خود حدیث قدسی قسمت الصلوٰۃ جو تفسیر سورہ فاتحہ مین گذری ہے اس کی شاہد ہے پس اس تقدیر پر یہی قول اصح ہوگا کہ امام کی قرات سُننا اور خود سکوت کرنا مطلقاً واجب ہے جیسا کہ عموم آیت کریمہ سے ظاہر ہے اور نیز حدیث صحیح مسلم وغیرہ جو ابو موسیٰ اشعری رضہ کی روایت سے گذری کہ اذا قرأ فانصتوا۔ یعنے جب امام تکبیر کہے تو تم اسکے ساتھ تکبیر کہو پھر

جب قراءۃ کرے تو تم خاموش رہو۔ یہ شاہد قوی ہے اور حدیث مالی انازع القرآن جواوپر گذری اپنے عموم پر باقی ہے اور حدیث جابرؓ کہ جسنے
ایسی رکعت پڑھی جسمین سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اُسنے نہ پڑھی الا آنکہ وہ امام کے پیچھے ہو۔ تو اس سے جیسے اس امر کی تائید نکلی کہ موافق ظاہر آیت
کے استماع وانصات مطلقاً واجب ہے ویسے ہی حدیث عموم وجوب قراءۃ فاتحہ کے معنے ظاہر ہوے کہ امام ومنفرد مراد ہے نہ مقتدی
اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی جواوپر گذری اس معنے کے واسطے صریح ہے اور حدیث انما جعل الامام لیوتم بہ الخ کی مؤید ومتفق
دوسری حدیث ہے کہ جس نمازی کے آگے امام ہو تو امام کی قراءۃ وہی اس کی قراءۃ ہے پس اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معنے آیت کریمہ کے
اپنے عموم پر ہین یعنے جب امام قراءت کرے تو مقتدیون پر استماع وسکوت واجب ہے خواہ سورۂ فاتحہ پڑھے یا اس سے زائد اور سابق مین
بیان ہوچکا کہ یہی ائمہ حنفیہ کا اور مشہور امام احمدؒ کا مذہب ہے ہان دعا کرنا دل ہی دل مین جیسے امام آواز سے دعا کرتا ہے جائز ہے بلکہ
مؤکد ہے اور یہ گویا استماع وانصات کے معنے مین ہے۔ اب رہا یہ کہ جن نمازون مین امام جہر نہین کرتا تو پہلے بیان ہوا کہ انمین آیت کریمہ کا
حکم جاری ہونا بنظر سبب نزول کے مقصود نہین ہے لہذا بعض ائمہ نے اس مین مقتدی پر قراءۃ فاتحہ واجب باقی ہے لیکن ائمہ حنفیہ نے
بدلیل حدیث قراءۃ الامام قراءۃ لہ کے کہا کہ امام ہی کی قراءۃ اس کی قراءۃ ہوگی پس وہ نہ پڑھے لیکن اس سے عدم جواز نہین نکلتا ہے۔ ہان
ظہر کی نماز مین آنحضرت صلعم کے پیچھے کسی نے کچھ پڑھا تھا اور اسطرح پڑھا تھا کہ آنحضرت صلعم نے سُن لیا تو اسکو فرمایا حتی ظننت ان بعضکم قد
خالجنیہا۔ پس اس سے نکلتا ہے کہ مکروہ جانا ولیکن عدم جواز پر استدلال اس سے ضعیف ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ بندۂ ضعیف کو یہان آیت کریمہ
کی تفسیر سے غرض ہے اور اس مین نماز سرّیہ مین یعنے جسمین امام جہر سے نہین پڑھتا استماع وانصات کا حکم جاری نہین پس اس سے بحث کی
بھی یہان کچھ ضرورت نہین ہے اور نماز جہریہ مین مطلقاً استماع وانصات جیسا ائمہ حنفیہ کا مذہب موافق ظاہر آیۂ کریمہ ہے مترجم کے نزدیک
قوی ومختار ہے پس حاصل تفسیر موافق اس سبب نزول کے جو جمہور کا قول ہے یہ ہوا کہ نماز مین جب امام آواز سے قرآن پڑھے خواہ سورہ فاتحہ
پڑھتا ہو یا زائد اُس سے تو لوگون پر واجب ہے کہ کان لگا کر سنین اور خاموش رہین۔ اور لفظ آمین چونکہ قرآن مین سے نہین ہے لہذا جب
امام اسکو کہے تو مقتدی بھی آمین کہے خواہ آہستہ سے جیسا کہ ائمہ حنفیہ نے اجتہاد کرکے نکالا ہے یا آواز سے جیسا کہ ائمہ شافعیہ وغیرہ کا مختار ہے
بدلیل احادیث صحاح وغیرہ۔ حاصل آنکہ آمین کے وقت استماع وانصات اسوجہ سے نہین ہے کہ آمین قرآن سے نہین ہے۔ فافہم واللہ اعلم
ف عرائس مین ہے کہ قولہ تعالے واذا قرئ القرآن الآیہ۔ اس مین اللہ تعالے نے سب بندون کو ارشاد فرمایا کہ قرآن کو اس حال سے
سنین کہ اُنکے دل حاضر ہون یعنے غفلت مین اڑے ہوے نہون بلکہ دل جمعی سے سنین اور نیتین سچی رکھین اور فضول باتون سے اپنے اسرار کو
ساکن رکھین اور یہ قرآن مجید کا احترام ووقار ہے پس جب حق عزوجل اپنے بندون کو دیکھیگا کہ خطاب کی منزل مین دست بستہ کھڑے اور
فرمان باری تعالے کی تعظیم واحترام کرتے ہین تو اُمید ہے کہ فضل سے اُن کے دلون کے اسرار کھول دیگا اور اپنے خطاب کے اسرار سے اُن کو
ذوق عطا فرماویگا اور لطیف اشارات وعجیب اخبار وغریب حکمتین اُنکو کرامت فرماویگا پس جس بندے نے اسکے اسرار کے مقامون کو اسی
کے نور سے دیکھا اور اللہ تعالے کے کلام پاک کو اسی سے سُنا تو قرآن مجید اسکے حق مین بصائر ہوگیا پس اس سے جمیع صفات کے انوار دیکھیگا
اور ان انوار مین مشاہدۂ ذات پاک جل جلالہ پاویگا اور قولہ ہذا بصائر من ربکم۔ کے معنے مستفیض ہوگا والحمد للہ رب العالمین واضح ہو کہ
حرف لعل اس مقام پر ادب وسکون کے ساتھ کلام الٰہی سننے والون کو اُمید دلاتا ہے یعنے جب تم ایسے ہوگے تو امیدوار رہو کہ اسکے اسرار و
انوار تم پر کشف کیے جاوین۔ بعض مشائخ نے کہا کہ استمعوا الآیہ کے معنے یہ ہین کہ دل لگا کر سُنو شاید تم کو دل کے کانون سے سنائی دیوے اور وہ

مراد سمجھو جو حق تعالے نے تمکو خطاب فرمانے مین رکھی ہے اور لطائف فیوض سے سرفراز ہوکر بسبب خوبی استماع کے وصال تک پہونچو اور برکت خطاب سے اس کی رحمت مین غرق ہو جاؤ یعنے جیسے تمکو شریعت عطا ہوئی ہو ویسے ہی آداب خدمت سے توفیق ہو اور واضح ہو کہ اللہ تعالے نے بندون کو جو نعمتین عطا فرمائی ہین ان مین سے بڑی نعمت یہ ہے کہ آداب بندگی کی توفیق حاصل ہو اور یہ آداب وہ ہین جنسے انبیاء علیہم السلام و اولیاء رحمہم اللہ مخصوص فرمائے گئے ہین۔ استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظاہر مین خاموشی اختیار کرنا ان لوگون کے آداب مین سے ہے جو درگاہ کے دروازہ پر ہین اور سرائر سے خاموشی ان لوگون کے آداب سے ہے جو درگاہ مین پہونچ گئے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے رسول پاک صلعم کو خفیہ یاد کا حکم دیا۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا

اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل مین گڑگڑاتا اور ڈرتا اور پکار سے کم آواز بولنے مین صبح اور شام کے وقتون اور مت

تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَ

رہ بے خبر جو لوگ پاس ہین تیرے رب کے بڑائی نہین رکھتے اسکی بندگی سے اور یاد کرتے ہین اسکی پاک ذات کو اور

لَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۝

اُسی کو سجدہ دیتے ہین

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً اور یاد کر تو اے محمد صلعم اپنے پروردگار کو اپنے جی مین یعنے سرًّا بحالت تضرع یعنے تذلل کے اور بحالت خیفہ یعنے اُس سے خوف رکھنے کے۔ بیضاویؒ وغیرہ نے ذکر کیا کہ محتمل ہے کہ خطاب ہر مخاطب کو عام طور پر قرار دیکر مقتدیون کو حکم ہو کہ امام کے سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد خود یہ لوگ آہستہ قراءۃ کرین جیسا کہ شافعیؒ کا مذہب ہے۔ و قال ابن کثیرؒ فی التفسیر اور شیخ ابن جریرؒ نے اور اُنسے پہلے عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے زعم کیا کہ مراد اس سے قرآن سننے والے کو حکم ہے کہ استماع کی حالت مین وہ اس صفت پر ہو یعنے اپنے جی مین ذکر کرتا جاوے ثم قال الحافظ اور یہ قول بعید ہے اور پہلی آیت مین جو حکم دیا گیا کہ استماع کے وقت سکوت و انصات رکھین اسکے منافی ہے اور استماع خواہ نماز مین مراد ہو جیسا کہ اوپر گزرا یا نماز و خطبہ جمعہ مین ہو بہرحال یہ معلوم ہے کہ زبان سے اسوقت ذکر کرنے کے بنسبت خاموشی افضل ہے چاہے آواز سے ذکر ہو یا آہستہ سے ہو۔ بالجملہ ان دونون علماء کے قول کی کسی نے اتباع نہین کی ہے انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ حافظ کا ظاہر کلام یہان اور اوپر کی آیت کی تفسیر مین اسطرف میلان رکھتا ہے کہ مختار اسکے نزدیک استماع و انصات مین قول شیخ زہری و مالک رہ ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ شیخ حافظ کا اعتراض بر کلام ابن جریر و ابن زید اسی صورت مین وارد ہوتا ہے کہ ذکر نفسی سے مراد یہ ہو کہ آہستہ زبان سے پڑھے اور اگر حقیقت مین ذکر نفسی بدون حرکت زبان کے مراد ہو تو اعتراض وارد نہین ہوتا اور وہ انصات کے منافی نہین ہے۔ قال الخطیب فی السراج یہان ذکر سے اعم مراد ہے جو قراءۃ قرآن و دعاء و دیگر اذکار سب کو شامل ہے اور ذکر فی النفس یعنے جی مین ذکر کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ عز و جل کی عظمت و جلال کو جی مین حاضر لاوے کیونکہ جب زبان سے یاد کرنا بدون ذکر قلبی کے ہو یعنے دل مین یاد نہو اور زبان سے ذکر کرے تو وہ بیفائدہ ہوتا ہے اور اُس کا اُلٹا نہین ہے کیونکہ ذاکر کا یہی فائدہ ہے کہ دل حاضر ہو اور جس کا ذکر کرتا ہے یعنے اللہ عز و جل کی عظمت دل مین آوے انتہی کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ احادیث مین جو امام کے پیچھے نماز جہریہ مین قراءۃ و ذکر و فاتحہ کا حکم آیا ہے انکو اسی معنے کر ذکر نفسی پر محمول کرنے کے واسطے یہان سے شاہد صریح معلوم ہوا اور

ابوہریرہؓ جو راوی حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب الحدیث ہین اُنسے سوال کیا گیا کہ ہم کبھی امام کے پیچھے ہوتے ہین تو اس حالت مین
کیا کرین تو جواب دیا کہ اپنے جی مین پڑھ لے پس اس سے نکلا کہ امام کے پیچھے استماع و انصات کا حکم معلوم تھا اور یہان تعارض سمجھکر سائل نے
سوال کیا تو اُنھون نے جی مین پڑھنے کا جواب دیا پس وہم تعارض دور ہوگیا اور سائل کو یہ وہم نہین تھا کہ ہر حال مین فاتحہ بجہر پڑھنے کا حکم
ہے تو امام کے پیچھے جہر کیونکر کرین جس سے آہستہ پڑھنے کا طریقہ بتلانے سے وہم دور ہوا۔ اور وجہ ذکر نفسی مخصوص بقرارۃ فاتحہ ہونے کی یہ ہے
کہ وہ حمد و ثناء الٰہی و دعا ہے اور مقصود اسمین تعظیم جلال الٰہی و تضرع ہے جسمین اشخاص کی حالت مختلف ہوتی ہے پس ہر ایک کے واسطے
ارشاد ہوا تاکہ اپنی حالت کے موافق فوز حاصل کرے اور یہ امور جو مترجم نے ذکر کیے ارشاد طریقہ نظر بآیات و احادیث ہے تاکہ تعصب و حمیت کو
چھوڑ کر حق بات کی تلاش مین رہین پس ذکر نفسی پر محمول کرنے سے کسی تخصیص وغیرہ کی ضرورت نہین پڑتی اور سب مین اتفاق ہو جاتا ہے اور
اس مقام سے ذکر نفسی خود کلام مجید سے ثابت ہوا۔ فافہم۔ قال الرازی مین نے بعض اکابر اہل دل کو سنا کہ جب مریدون مین سے کسی کو
خلوت و ذکر کا حکم دینا چاہتے تو اسکو چالیس راتون تک خلوت و تصفیہ کا حکم دیتے پھر جب یہ مدت پوری ہوتی اور تصفیہ حاصل ہوتا تو
اللہ تعالیٰ کے ننانوے پاک نام اسکو پڑھنے کا حکم دیتے (قال یعنے اسکو پڑھ کر سنائے جاوین ۱۲) اور مرید سے کہتے کہ ان نامون کے ذکر کے وقت اپنے قلب کو دیکھتا رہے جس نام کے سُننے پر
اسکا شوق بڑھے اور دل مین اسکی تاثیر قوی بڑھے اس کو نگاہ رکھے پھر اس سے فرماتے کہ تو آگاہ رہ کہ اسی نام پاک کی مواظبت و ذکر سے
تجھپر ابواب مکاشفات مفتوح ہونگے پس اسی کو ہر دم یاد مین رکھ اور یہ طریقہ لطیف و پسندیدہ ہے انتہی کلامہ۔ پھر اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے
واذکر ربک۔ فرمایا اور اذکر الٰہک یا اور کسی نام پاک سے نہین فرمایا اور ربک باضافت فرمایا پس اس مین نہایت رحمت و فضل و احسان کی
طرف دلالت ہے اور مقصود یہ کہ اس نام کے سنتے وقت بندہ خوش ہوکر پھولا نہ سماوے کیونکہ اس سے ایسے ایسے بے تعداد اقسام کے انعام
اسکو یاد آوینگے جس سے اسکی اُمید بہت قوی ہو جائیگی اور گاہے بمقتضاے طبیعت اس احسان پر نظر کرکے حضرت منعم عز و جل کی طرف تضرع
لاوے لیکن جب قولہ تضرعاً و خیفۃ۔ دونون کو سنا تو خوف و اُمید دونون بدرجہ کمال ہو جاوینگے جیسا کہ خبر مین وارد ہے کہ مومن کا خوف و
اُمید اگر تولے جاوین تو برابر نکلین اور بعض نے کہا کہ یہ حالت صحت کا حال ہے اور بنا بر قول بعض علماء کے جسقدر امید کو غلبہ ہو اسیقدر
خوف بڑھتا ہے اور حالت مرض مین چاہیے کہ جانب اُمید کو غلبہ ہو اور حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ایک جوان کے پاس
گئے درحالیکہ وہ موت مین تھا پس فرمایا کہ تو کیونکر اپنے آپ کو پاتا ہے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ مین اپنے پروردگار سے اُمیدوار ہون ولیکن
گناہون سے خوفناک بھی ہون تو فرمایا کہ ایسے وقت مین یہ دونون باتین کسی مومن کے دل مین جمع نہین ہوتی ہین مگر آنکہ اللہ تعالیٰ اس کی
اُمید اسکو پوری کر دیتا ہے اور اسکے خوف سے اسکو امن مین کر دیتا ہے کذا فی السراج مختصر التفسیر سے واضح ہو کہ یاد کر اپنے پروردگار کو اپنے
جی مین گڑگڑاہٹ و خوف کے ساتھ۔ وَدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ اے فوق السر و دون الجہر۔ اور سر سے اوپر اور جہر سے نیچے قول کے ساتھ
یعنے درمیانی آواز سے نہ بالکل آہستہ ہو اور نہ بلند ہو۔ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ غدو اور آصال ہین۔ غدو جمع غدوہ اور وہ طلوع فجر سے طلوع
شمس تک یعنے پو پھٹنے سے سورج نکلنے تک۔ غدوہ بضم اول کہلاتا ہے اور آصال جمع اصیل مانند ایمان و یمین ہے اور وہ عصر سے غروب آفتاب تک
ہے۔ حاصل کلام آنکہ طلوع فجر سے سورج نکلنے تک اور عصر سے غروب تک اپنے پروردگار کو اپنے جی مین (قسم ۱۲) تضرع و خوف کے ساتھ
اور درمیانی آواز سے یاد کر۔ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اور غافلون مین سے مت ہو۔ یعنے اپنے پروردگار کی یاد سے اور ہر ایسی چیز
سے جس سے اس کی رضامندی و قرب حاصل ہو اس سے غافل مت ہو۔ پس اگر خطاب آنحضرت صلعم کو ہے تو بمانند قولہ ولا تکونن

من المشرکین۔ وغیرہ کے بطریق فرض وتقدیر کے ہے یا خطاب آپکو اور مقصود امت والے لوگ ہین یا تعریض ہے کافرون پر یعنے تو اپنے پروردگار کی یاد کر بخلاف ان مشرکون کے جو ضلالت وگمراہی مین غافل پڑے ہین اور تاویل دوم وسوم اظہر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ غدو اور آصال کی جمع کیون ہے تو جواب آنکہ دوام کی طرف ارشاد ہے یعنے ہمیشہ ایساہی کر اور حدیث مین ہے کہ اللہ تعالےٰ کو بندہ کی وہ عبادت پسند ہے جو ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑی ہو۔ اگر کہا جاوے کہ انھین دو وقتون مین منحصر ہے تو جواب یہ کہ نہین بلکہ ہمیشہ یاد آلٰہی مین رہنا مقصود ہے اور اسیواسطے کہا گیا کہ غدو اور آصال سے جملہ اوقات مراد ہین مگر تغلیبًا اُن کو غدو وآصال کہا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ تغلیب مین انھین دو وقتون کو ترجیح کیون دی گئی۔ تو جواب یہ کہ مفسرین نے اسکے وجوہ بیان کیے ہین از انجملہ یہ کہ دونون وقت بہ نسبت اور اوقات کے اشرف ہین اور یہ کہ فجر کو آدمی نیند سے اُٹھتا ہے جو چھوٹی موت ہے پس مستحب ہے کہ جاگتے ہی یاد آلٰہی مین شکرانہ ادا کرتا ہوا اُٹھے اور ایساہی آصال مین خواب کے وقت یاد آلٰہی پر سونا مستحب ہے تاکہ اس موت کے وقت خاتمہ یاد پر ہو کیونکہ یہ نہین جانتا کہ صبح کو اُٹھایا جاویگا یا خاتمہ عمر ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ بندہ جس حال پر مرا اُسی حال پر اُٹھایا جائیگا۔ تمام تفصیل فتاوی ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب الاذکار جلد چہارم مین ہے۔ از انجملہ آنکہ حدیث سے ثابت ہے کہ ہر روز اللہ تعالےٰ کے ستّر ہزار فرشتے رات مین اُترتے اور بندون کے اذکار واعمال صالحہ لیکر بعد نماز فجر کے آسمان کو جاتے ہین اور اسیوقت دیگر ستّر ہزار اُترتے ہین اور دونون گروہ باہم ملاقی ہوتے ہین اور دوسرا گروہ بعد نماز عصر کے چڑھتا ہے اور دیگر ستّر ہزار جدید اُترتے اور باہم ملاقی ہوتے ہین پھر اسیطرح برابر جاری ہے پس بعد نماز فجر اور نماز عصر کے ہر دو گروہ کے صعود ونزول کا وقت متبرک ہے پس یاد آلٰہی ہر دو وقت مستحب ہے واضح ہو کہ یہ توجیہ وتاویل اس تقدیر پر ہے کہ آب بھی ایساہی فضل موجود ہے چنانچہ احادیث اسپر دلالت کرتی ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ نے شروع روز اور آخر روز مین کثرت سے یاد آلٰہی کرنے کا حکم دیا جیسا کہ دوسری آیت قولہ تعالےٰ فسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب مین ہے اور یہ حکم اُسوقت تک تھا کہ معراج شریف واقع نہوئی اور پنجگانہ نماز فرض نہوئی تھی اور یہ آیت مکیہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ اگرچہ مکیہ ہے لیکن اس سے نماز پنجگانہ فرض ہونے سے پہلے یہ حکم ہونا متیقن نہین ہوسکتا اس واسطے کہ معراج بھی مکہ مین واقع ہوئی ہے اسیواسطے علماء نے موافق احادیث کے ان دونون وقتون کی فضیلت بیان کردی پھر واضح ہو کہ خطاب اگرچہ آنحضرت صلعم کو رکھا جاوے تاہم شمول اسکا امتیون کو بھی ہے اور اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کی عبادت سے مومنون کو آداب خدمت پر آمادگی دلائی۔ کما قال تعالےٰ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ البتہ وہ بندے جو تیرے پروردگار کے پاس ہین۔ قرطبیؒ نے کہا کہ بالاجماع اس سے ملائکہ مراد ہین۔ عند ربک سے مراد یہ کہ ایسے مقام مین ہین کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے وہان کسی کا حکم نافذ نہین ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ بطور تکریم کے ہے یعنے از راہ کرامت کے انکو تقرب آلٰہی حاصل ہے اور مسافت کی راہ سے نزدیکی مراد نہین ہے اسواسطے کہ اللہ عزوجل ہر مکان وزمان سے پاک برتر ہے اور ہر چیز اسکی مخلوق ہے۔ بالجملہ فرشتے جو آسمانون پر ہین۔ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ تکبر نہین کرتے ہین اللہ عزوجل کی بندگی کرنے سے کیونکہ اللہ تعالےٰ جل جلالہ کی عظمت وکبریائی کے آگے خائف وہراسان وگڑگڑائے ہوئے ہر دم اسکی یاد مین ہین۔ حدیث سے ثابت ہے کہ آسمانون مین چار انگل جگہ نہین مگر آنکہ کوئی فرشتہ وہان سربسجدہ پڑا ہے اور برابر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہین۔ وَیُسَبِّحُوْنَہٗ اور فرشتے اللہ تعالےٰ کی تسبیح کرتے ہین یعنے ہر ایسی چیز سے جو جناب باری تعالےٰ جل جلالہ کے لائق نہین ہے اس سے پاکی بیان کرتے ہین۔ وَلَہٗ یَسْجُدُوْنَ اور اسی کے واسطے سجدہ کرتے ہین۔ اس میں آدمیون پر بعض (؟)

کیونکہ یہ لوگ شرک وکفر کرتے اور سربسجدہ نہین ہوتے ہین۔ حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بھلا تم لوگ ویسی صف نہین باندھتے جیسی ملائکہ اپنے پروردگار کے سامنے صف باندھتے ہین کہ پہلے صف پوری کرتے ہین پھر اُس کے بعد والے صف پوری کرتے ہین پھر اس کے بعد والے پوری کرتے ہین اسیطرح صفین بھرتے ہین اور باہم صف مین ملے ہوے جمے ہوے رہتے ہین الحدیث۔ قرآن مجید مین یہ پہلا سجدہ ہے پڑھنے والے اور سننے والے دونون پر بالاجماع واجب ہے اور احادیث وآثار اس سجدہ و دیگر سجدات مین بہت ہین۔ و فی السراج اس آیت مین اشارہ ہے کہ اعمال کی دو قسمین ہین ایک اعمال قلوب و دوم اعمال جوارح پس اعمال قلوب مین سے یہ ہے کہ اللہ تعالے کو ہر ایسی چیز سے جو اُسکے سوا ہے پاک و برتر سمجھے اور قولہ ویسبحونہ سے اس طرف اشارہ ہے اور اعمال جوارح جو اعضا سے ادا ہوتے ہین ان سے بقولہ ولہ یسجدون۔ اشارہ فرمایا پس اعتقاد پاکیزہ رکھے جو اللہ تعالے کے کلام وسنت رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے اور اعمال خیر خواہ قلبی ہون یا جوارح سے ہون ادا کرے اور ملائکہ کے ساتھ موافقت کرے پس ثواب ان سے زیادہ پاویگا انشاء اللہ تعالے اور ملائکہ ایسے بندون کے واسطے مغفرت کی دعا کرتے ہین۔ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ مامن عبد یسجد للہ سجدۃً الحدیث۔ یعنے جو کوئی بندہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی سجدہ کرتا ہے تو اللہ تعالے اُسکا درجہ بڑھاتا اور اُس سے گناہ میٹ دیتا ہے۔ عبداللہ بن عمر رض سے مروی ہے کہ نماز کے سوا ے آنحضرت صلعم سجدہ کی سورہ پڑھتے اور آپ سجدہ کرتے اور ہم لوگ آپ کے ساتھ سجدہ کرتے حتی کہ بعضے ہم مین سے اپنی پیشانی رکھنے کو ٹھکانا نہین پاتے تھے۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آدمی نے جب سجدہ پڑھا اور سجدہ کیا تو شیطان ایک طرف ہو کر روتا ہے کہ ارے میری موت آوے آدمی کو سجدہ کا حکم کیا گیا اُس نے سجدہ کیا تو اُس کے لیے جنت ہے اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا مین نے انکار کیا تو میرے لیے دوزخ ہے۔ و فی الباب احادیث ف فی العرائس قولہ تعالے واذکر ربک فی نفسک۔ یاد کر اپنے پروردگار کو یہان تک کہ اپنے آپ کو حی القیوم کی بقا رسے باقی اور اپنی خودی سے فانی کرے اس حال سے کہ تجھے اپنی عبودیت کا یقین ہو اور حضرت حق عزوجل کی جناب کبریائی مین سوا ے اس کی عظمت وجلال کے تجھے اپنا نفس نظر نہ آوے اور غیر حق عزوجل کو نہ دیکھے اور یہی قولہ تضرعاً وخیفۃ کے معنے ہین کہ عظمت وجلال کے سوا ے کچھ نظر نہ آوے اور اپنے بندہ ہونے کا یقین ہو۔ اور نیز قولہ واذکر ربک الخ یعنے پروردگار کے اوصاف سے اپنے نفس مین اس کو یاد کر گویا تو اسرار قدم کو اُٹھائے ہوئے ہے اور اپنے نفس واس کے اوصاف سے فانی ہے۔ اور نیز یہ معنے ہین کہ یاد الٰہی عزوجل کو اپنے نفس تک پہونچا کیونکہ قلب ہی اُس کا تختگاہ ہے جسکو تو یاد کرتا ہے۔ حسین رح نے اس آیت مین کہا کہ واذکر ربک فی نفسک سے اشارہ ہے کہ یاد الٰہی کو اپنے نفس پر بھی ظاہر مت کر کہ وہ اس کے عوض کا خواستگار ہو اور سب سے زیادہ بہتر ذکر وہ ہے جس پر سوا ے حق عزوجل کے اور کوئی واقف نہو اور علی ہذا جسقدر اذکار زیادہ خفی ہون اُسیقدر بہتر ہین۔ قولہ تعالے ولاتکن من الغافلین۔ یعنے ہم سے کسی اور طرف مشغول نہو اور ایسے لوگون مین سے مت ہو جو انعام فرمانے والے سے نظر خطا کر کے انعام کی طرف ڈالتے ہین۔ اشارہ مین حق تعالے نے اپنے رسول علیہ السلام کو خطرات وسواس سے نفس کو بچائے رکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ مجھے میرے ساتھ یاد کر نہ اپنے ساتھ۔ کیونکہ جو حق تعالے کو اپنے آپ سے یاد کرے وہ غافل ہے اور جو اسکو اسی سے یاد کرے وہ ذکر وفکر سے اٹھا کر کشف جمال تک پہونچایا جاتا ہے۔ سہل رح نے کہا کہ مین تم سے سچ بات یقین کے ساتھ کہتا ہون کہ جس کا کوئی سانس بدون یاد الٰہی چلا گیا وہ غافل گیا۔ بعض نے کہا کہ غافل وہ شخص ہے جو اس بات سے غافل رہا کہ اللہ تعالے کی

مراد اس سے کیا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ غافل ہے جو حقائق امور سے نادان رہا۔ اُستاد رح نے کہا کہ تفرع یہ ہے کہ کشف جمال بحالت لبط ہو۔ اور خیفہ یہ ہے کہ کشف جلال بحالت ہیبت ہو اور یہ اکابر بندگان خدائے تعالے کا حال ہے اور جو اُن سے نیچے درجہ کے ہین تو اُن کے احوال از راہ خوف و رغبت وغیرہ کے طرح طرح کے ہوتے ہین اور جو ان سب سے اوپر ہین وہ اصحاب بقار و فنار وصحو و محو ہین اور ان سے اوپر اصحاب حقائق ہین جو مقام تمکین مین ثابت ہین پس ان پر کسیطرح کا تلون اثر نہین کرتا اور کسی امتحان مین وہ مشاہدہ سے اور مقام بحق سے متزلزل نہین ہوتے ہین ۔ پھر اللہ تعالے کے ان بندون کو جو بزرگ عارفین مین سے ملائکہ مقربین مقام عندیہ مین سر بُرے وصف و بد خصلت سے پاک اور درگاہ الٰہی مین بعبودیت حاضر ہین بیان فرمایا۔ بقولہ ان الذین عند ربک لا یستکبرون الآیۃ۔ یہ لوگ بر وقت ظہور انوار عظمت کے عبودیت و فنار کے ساتھ ذات مقدس قدیم کی تنزیہ و پاکی بیان کرتے اور کشف جمال ازلی مین حیران و مبہوت ہین اور اگر قدرت کاملہ حق سبحانہ تعالے سے حجاب نہوتا تو اس کشف جمال و جلال مین جل جاتے۔ ہکذا قال فی ہذا المقام ولیقول المترجم برخلاف ائمہ تفسیر کے شیخ نے اس مقام پر شاید ان الذین سے فرشتے و دیگر بندگان خاص بھی شامل مراد لیے ہین کیونکہ مقام کشف جمال مین مبہوت و عشق مین متحیر قرار دیا حالانکہ تحقیق ہے کہ ملائکہ اس صفت خاص مین شریک نہین بلکہ محض کشف جلال و اُس کے امثال مین شامل ہین۔ فلیتامل فی ہذا المقام حتی یظہر لک حقیقۃ الحال واللہ اعلم

سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ مَدَنِیَّۃٌ وَّهِیَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰیَۃً

حضرت حسن بصری و عکرمہ و جابر بن زید و عطار و عبد اللہ بن الزبیر وغیرہم علمار مفسرین نے مطلق تصریح کر دی ہے کہ یہ سورہ مدنیہ ہے اور یہی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور انھون نے اس مین سے کچھ استثنار نہین کیا۔ اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ یہ سورہ بدر مین نازل ہوئی اور ایک روایت مین کہا کہ یہ سورۂ بدر ہے اور سعد بن ابی وقاص رضہ کی روایت جسمین درخواست شمشیر سعید بن العاص ہے اور عنقریب انشار اللہ تعالے آتی ہے وہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے جو ابن عباس رضہ کا قول ہے لیکن قرطبی رح نے لکھا کہ ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ یہ سورہ مدنیہ ہے سوائے سات آیتون کے یعنے قولہ واذ یمکر بک الذین کفروا الآیات کے کہ یہ آیات مکیہ ہین اور اسی طرف مفسر رح نے اشارہ کیا بقولہ اوالا قولہ واذ یمکر بک الذین الخ۔ یعنے یہ سورہ تمام و کمال بدون استثنار کے مدنیہ ہے جیسا کہ جمہور سے اور اکثر روایات مین ابن عباس سے ثابت ہے یا یہ سورہ مدنیہ ہے سوائے قولہ واذ یمکر بک الآیات کے۔ اور وجہ استثنار ان آیات کی تفسیر سے انشار اللہ تعالے واضح ہوگی لیکن اول قول کہ تمام سورہ مدنیہ ہے ارجح بلکہ اصح ہے اور اس سورہ کے تمام آیات پچھتر یا چھہتر یا ستتر ہین اور ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے کبھی نماز مغرب مین اس سورہ شریفہ کو پڑھا ہے کما رواہ الطبرانی بسند جید۔ اور ایک ہزار پچھتر (۱۰۷۵) کلمات اور پانچ ہزار اسی (۵۰۸۰) حروف ہین۔ ہکذا ذکرہ غیر واحد وقال الحافظ وہی مدنیۃ وآیاتہا اربعون وست آیات وکلماتہا الف وستماتہ واحدی وثلثون کلمۃ وحروفہا خمسۃ آلاف ومائتان واربعۃ وتسعون حرفا واللہ اعلم قلت ہکذا فی النسخۃ الحاضرۃ والظاہر انہ من سہو الکاتب والصواب ما قال غیرہ فافہم۔ واضح ہو کہ آیات کا علم بر قول اصح توقیفی ہے اور اختلاف ان مین بوجہ عدم وقوف اہل شمار کے واقع ہوا اور یہ امور مہمہ مین سے نہین کیونکہ اس سے

کوئی کمی بیشی و کسی قسم کا تغیر کلام مین مطلقاً نہین ہو سکتا ہے اور تمام تحقیق اس کی ضمن مقدمہ سے تلاش کرنی چاہیے والحاصل یہ سورہ مدنیہ چھہتر یا چھہتر یا ستتر آیات کا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جو بخشنے والا مہربان ہے

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَ

تجھ سے پوچھتے ہین حکم غنیمت کا تو کہہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس مین اور

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝

حکم مین چلو اللہ کے اور اسکے رسول کے اگر ایمان رکھتے ہو

واضح ہو کہ تفسیر مین کلام تین طرح سے ہے۔ اول تفسیر موافق زبان عربی۔ دوم سبب نزول۔ سوم معانی و بیان مذاہب۔ واضح ہو کہ قولہ یسئلونک۔ مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ انفال کی حقیقت شرعی سے سوال کرتے ہین۔ دوم یہ کہ انفال معہودہ سے کہ کیونکر یہ مال غنیمت تقسیم ہو جیسا کہ بیان سبب نزول سے ظاہر ہوگا۔ انفال جمع نفل بالتحریک مراد اس سے مال غنیمت ہے اور اصل مین نفل بمعنے زیادت ہے اور غنیمت کو نفل اسواسطے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالے کی طرف سے فضل و عطیہ ہے اور اسواسطے کہ غنیمت اس اُمت کو دیگر اُمتون سے بطور فضل و زیادت کے حلال کی گئی کیونکہ اگلی اُمتون پر حلال نہ تھی اور یہ منجملہ خصائص اس اُمت مرحومہ کے ہے جیسا کہ قولہ تعالے تلک الرسل فضلنا بعضھم الآیہ کی تفسیر مین احادیث صحیحہ سے بیان ہو چکا ہے اور نفل اس مال کو بھی کہتے ہین جو امام المسلمین یا سردار لشکر کسی ایسے غازی کے واسطے شرط کر دے جو خطرناک امر جہاد مین اپنے آپ کو ڈالے اور اسلیے اُسکو نفل کہتے ہین کہ یہ مال اُسکے معمولی حصہ سے زائد ہوتا ہے اور نیز غنیمت کو نفل اسلیے بھی کہتے ہین کہ غازیون کو راہ حق مین جہاد کرنے سے جو ثواب ملتا ہے وہ تو بہت کچھ ہے اور غنیمت بھی ان کو بطور فضل و زیادت کے حلال فرمائی۔ لفظ نفل کا اطلاق دیگر معانی پر بھی آتا ہے از انجملہ قسم و انتفار وغیرہ ہے اور نافلہ نماز تطوع کیونکہ وہ فرائض پر زائد ہے اور یہین سے کہا گیا کہ قولہ تعالے ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک۔ مین نافلہ بمعنے زائد از فرائض پنجگانہ ہے اگرچہ آنحضرت صلعم پر تہجد واجب تھی اور ایسے ہی قولہ علیہ السلام زادکم صلوۃ ہی خیر لکم الحدیث۔ دربارہ وتر کے اسی معنے پر ہے پس فقہی اصطلاح نفل متعین نہین ہو سکتی حتی کہ امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ وتر بدلائل شرعی واجب ہے۔ وصوم نفل یعنے زائد از رمضان و واجبات۔ اور نیز نافلہ بمعنے فرزند کا فرزند کیونکہ فرزند سے زائد ہے خواہ پوتا ہو یا پوتی ہو ومنہ قولہ تعالے ویعقوب نافلۃ۔ یعنے اسحاق ع سے زائد اسکے فرزند یعقوب کو ہم نے عطا کیا بالجملہ مراد یہان نفل سے غنیمت ہے والانفال ای غنائم۔ اور ابن عباسؓ نے کہا کہ الانفال ای المغانم جمع مغنم کی اور یہی غنیمت سے مراد ہے یعنے جو مال کہ جہاد کے لوٹ مین حاصل ہو اور تعریف فقہ مین مسطور ہے۔ پھر واضح ہو کہ آیت کریمہ کے سبب نزول مین اختلاف ہے اور مفسرون نے اختیار کیا کہ جنگ بدر کے لوٹ کے بارہ مین نازل ہوئی اور سب سے پہلا جہاد آنحضرت صلعم کا جسمین آپ شریک تھے وہ غزوہ بدر واقع ہوا اور اللہ تعالے نے اسمین مومنون کو باوجود بہت قلت کے کھلی ہوئی فتح دی اور عجیب و غریب معجزات آنحضرت صلعم کے ہاتھون پر ظاہر فرمائے اور کافرون کو خوار کیا۔ پس قولہ تعالے یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ

یعنے تجھسے سوال کرتے ہین تیرے اصحاب کہ یہ انفال کسکے لیے ہین۔ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے کہ آیت دربارہ مغانم بدر کے نازل ہوئی عن سعید بن جبیرؒ ہین نے ابن عباسؓ سے سورۂ انفال کو پوچھا تو فرمایا کہ بدر مین نازل ہوئی۔ کما رواہ البخاری۔ حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی انفال بمعنے غنائم ہین اور وہ خالص آنحضرت صلعم کے واسطے تھے اس مین سے کسی کا کچھ نہ تھا مترجم کہتا ہے کہ ظاہر مرادیہ کہ غنائم بدر کو اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کے واسطے کردیا پھر آپ نے اسکو جسطرح چاہا مسلمانون کے درمیان بانٹ دیا۔ فافہم۔ نیز ابن عباسؓ سے ایک شخص نے انفال کا مسئلہ پوچھا تو جواب دیا کہ گھوڑا بھی نفل سے ہے اور اُس کا مع سوار کا ساز وسامان بھی نفل سے ہے پھر اُس نے اپنا سوال دوہرایا اور پھر ابن عباسؓ نے وہی جواب دیا تب وہ بولا کہ مین اُس انفال کو پوچھتا ہون جسکو اللہ تعالے نے اپنی کتاب مجید مین ذکر فرمایا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ برابر وہ شخص پوچھتا گیا یہانتک کہ قریب ہوا کہ ابن عباسؓ کو حرج مین ڈالے تو ابن عباسؓ نے کہا کہ اس پوچھنے والے کی مثل ضبیع کی سی ہے جسکو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مارا تھا۔ رواہ ابن جریر اور عبد الرزاق نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رض کا یہ حال تھا کہ جب اُن سے بات پوچھی جاتی تو فرماتے کہ مین تجھے حکم نہین دیتا اور نہ منع کرتا ہون۔ پھر ابن عباس رض نے کہا کہ قسم اللہ تعالے کی کہ آنحضرت صلعم کو اللہ تعالے نے اسی واسطے بھیجا تھا کہ زجر کرین اور حکم دین اور حلال کو حلال بناوین اور حرام کو حرام بناوین پھر راوی نے اُسی شخص کا قصہ بیان کیا جسنے انفال سے پوچھنا شروع کیا تھا اور ابن عباس رض نے آخر کار کہا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ضبیع تھا کہ عمر رض نے اس کو مارا یہانتک کہ خون اس کی ایڑیون پر جاکر بہا تو سوال کرنے والے نے کہا کہ آپ ہوشیار ہوجایئے کہ آپ نے جو عمر رض کے حق مین تعریض کی تھی سو اللہ تعالے نے آپ سے اس کا بدلا لے لیا۔ قال الحافظ اسنادہ صحیح۔ پھر ابن کثیرؒ نے لکھا کہ نفل کی تفسیر یہ کی گئی کہ نفل وہ مال جو امام المسلمین کسی غازی کو ایسے کافر مقتول کا گھوڑا وہتھیار وغیرہ دیدے جسکو اسی غازی نے قتل کیا ہو اور بہتیرے فقہار کی سمجھ مین نفل سے یہی معنے متبادر ہوتے ہین۔ مجاہدؒ سے روایت ہے کہ سوال کرنے والون نے آنحضرت صلعم سے پانچوین حصہ کا حال پوچھا تھا جو چار پانچوین حصے تقسیم کرنے کے بعد رہتا ہے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ قال المترجم واضح ہو کہ اب جہاد مین یہ حکم ہے کہ جو کچھ لوٹ کا مال جمع ہو اُس کے پانچ حصے کیے جاوین اس مین سے پانچوان حصہ تو رسول اللہ صلعم کے واسطے ہے اور اس مین اختلاف ہے کہ وہ بیت المال مین رہیگا یا آنحضرت صلعم کے واسطے مخصوص ہے اگرچہ اس زمانہ مین بعد وفات آنحضرت صلعم کے آنحضرت صلعم کے واسطے اسکا مخصوص ہونا متعذر ہے اور باقی چار پانچوین حصے غازیون پر موافق حکم شرع کے تقسیم ہوتے ہین۔ پس مجاہدؒ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ پانچوان حصہ جو نکال لیا گیا اس کے بارہ مین سوال کیا گیا تھا۔ اور عطار بن ابی رباح سے اس آیت کے معنے مین روایت ہے کہ پوچھنے والون نے مانند گھوڑے و غلام و باندی کے ہر ایسے مال کا حکم پوچھا جو بدون لڑائی کے مشرکون کے لشکر سے بھاگ کر مومنون کے قبضہ مین چلا آیا ہے پس حکم دیا کہ وہ خالص آنحضرت صلعم کے واسطے ہے جو چاہین کرین۔ قال الحافظ۔ عطارؒ کا یہ کلام مقتضی ہے کہ اُنھون نے انفال کو بمعنے فئے لیا ہے کیونکہ فئے البتہ وہ مال ہے جو بدون لڑائی کے قبضہ مین آیا اور وہ مخصوص بآنحضرت صلعم ہے۔ اس کو جو چاہین کرین۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ و شعبی رحہ نے فرمایا کہ بروز زحف کچھ نفل نہین اور نفل جبھی ہے کہ دونون طرف کے لشکر نہ بھڑے ہون۔ اور ایک گروہ علمار نے کہا کہ انفال سے سرایا مراد ہے۔ علی بن صالح بن حیی سے روایت ہے کہ آیت مین کہا کہ مراد انفال السرایا ہے اور اُسکے معنے یہ ہین کہ امام المسلمین جو کچھ بعض سرایا کو باقی لشکر کے ساتھ اُنکے

حصہ بانٹ سے زیادہ دیوے اور شعبیؒ نے اس کو مصرح بیان کر دیا ہے۔ اور شیخ ابن جریر رحؒ نے کہا کہ مراد نفل سے یہاں وہ زیادتی ہے جو حصہ بانٹ سے زائد ہو اور اسی کا شاہد ہے جو سبب نزول اس آیت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ سے مروی ہے کہ جب بدر کی لڑائی ہوئی اور میرا بھائی عمیر رضؓ شہید ہوا تو میں نے اس کے عوض میں سعید بن العاص کافر کو قتل کر ڈالا اور اس کی تلوار لے آیا اور اس کا نام ذوالکتیفہ تھا پس جب میں حضرت صلعم کے حضور میں لایا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو جا کر قبض میں پھیر دے پس میں واپس ہوا حالانکہ میرے دل میں بھائی کے قتل اور اسباب چھین جانے سے جو کچھ تھا اس کو اللہ تعالٰے ہی جانتا ہے پس میں تھوڑی دور چلا تھا کہ سورہ انفال نازل ہوئی پس آنحضرت صلعم نے مجھے بلا کر فرمایا کہ اب جا کر وہ سامان لے لے۔ رواہ احمد وقد رواہ من وجہ آخر عنہ ابسط من ہذا وقد رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وقال الترمذی حسن صحیح اور ابوداؤد طیالسی (یعنے تلوار مذکور جو اٹکی تھی ۱۲) نے مصعب بن سعد کے طریق سے سعدؓ سے روایت کی کہ میرے حق میں چار آیتیں اُتریں ایک تو میں نے بدر کے روز ایک تلوار مال غنیمت سے لا کر حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یہ تلوار آپ مجھے نفل دیدیجئے پس آپ نے دو مرتبہ فرمایا کہ جہاں سے تو لایا ہے وہیں اس کو رکھ دے پھر میں نے سوال کو دوہرایا تو فرمایا کہ وہیں رکھدے جہاں سے تو لایا ہے پھر یہ آیت اُتری قولہ یسئلونک عن الانفال الآیہ۔ اور پوری حدیث تحت قولہ ووصینا الانسان بوالدیہ حسنا الآیہ کی تفسیر میں انشاء اللہ تعالٰے آویگی باقی تین آیتیں اس حدیث میں ایک یہی قولہ ووصینا الانسان۔ ہے اور دوم قولہ انما الخمر والمیسر الآیہ ہے۔ اور سوم آیۃ الوصیۃ ہے۔ اس حدیث کو مسلم رحؒ نے بھی صحیح میں روایت کیا ہے۔ محمد ابن اسحاق نے ابا اسید مالک بن ربیعہ سے روایت کی کہ میں نے ابن عائذ کی تلوار جس کا نام مرزبان کہلاتا تھا بدر کے روز پائی پھر جب آنحضرت صلعم نے لوگوں کو حکم دیا کہ جو کچھ اُنکے ہاتھوں میں نفل ہے وہ سب غنیمت میں واپس کریں تو میں بھی اس کو جا کر ڈال آیا اور حضرت صلعم کی شان سے تھا کہ جو کوئی آپ سے سوال کرتا اس سے نہیں نہ کرتے پس ارقم بن ابی الارقم مخزومی نے اس کو دیکھ کر حضرت صلعم سے مانگا تو آپ نے اسکو وہ تلوار دیدی وقد رواہ ابن جریر من وجہ آخر۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول کا حاصل یہ ہے کہ بدر میں جو غنیمت جسکے ہاتھ آئی اسکے سوال کرنے کے بارہ میں آیت اُتری ہے ولیکن مفسر رحمہ اللہ ودیگر ائمہ تفسیر نے تمام نزول اس بارہ میں نہیں قرار دیا اسواسطے کہ تمام کلام اس سبب مذکور سے خوب مرتبط نہیں ہے ہاں دوسرا سبب نزول البتہ مناسب ہے جو عبادہ بن الصامت رضؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلعم کے ساتھ نکلے اور بدر میں حاضر ہوئے اور لشکر اسلام اور لشکر مشرکین میں مقابلہ ہوا پس اللہ تعالٰے نے مشرکون کو شکست فاش دی پس ایک گروہ اہل اسلام کا دشمنوں کے پیچھے ہوا جو ان کو قتل کرتا اور قید کرتا تھا اور دوسرا گروہ لشکر کا مال غنیمت جمع کرتا تھا اور تیسرا گروہ آنحضرت صلعم کے گرد حلقہ کیے ہوئے تھا اس خوف سے کہ دھوکے سے دشمن آپ پر حملہ آور ہو پھر جب رات ہوئی اور لوگ سب جمع ہوئے تو جن لوگوں نے غنیمت جمع کی تھی انھوں نے کہا کہ ہم نے اس مال کو جمع کیا ہے اس میں کسی اور کا حصہ نہیں ہے اور دشمن کا تعاقب کرنے والوں نے کہا کہ تم ہم سے زیادہ حقدار نہیں ہو ہم نے دشمن کو شکست دی اور بھگایا اور آنحضرت صلعم کے گرد حلقہ کرنے والوں نے کہا کہ ہم نے دشمن کی طرف سے فریب کا خوف کر کے آنحضرت صلعم کو بیچ میں لے لیا اور اس کام میں مشغول رہے پس نازل ہوا قولہ یسئلونک عن الانفال الآیہ پس آنحضرت صلعم نے غنیمت تمام مسلمانوں میں تقسیم کر دی۔ رواہ احمد والترمذی وحسنہ وابن ماجہ وابن حبان والحاکم اور مانند اسکے ابن عباسؓ سے بھی کئی طرق سے مروی ہے۔ امام القاسم بن سلام رحؒ نے ذکر کیا کہ انفال وہی وہ غنیمت کے مال ہیں جو لڑائی میں کفار سے حاصل ہوں اور وہ اموال جنکو مسلمان لوگ حاصل ہوں سے پاویں پس بدلیل قولہ تعالٰے یسئلونک عن الانفال الآیہ۔ پہلے انفال سب

رسول اللہ صلعم کے واسطے تھے پس آنحضرت صلعم نے بدر کے روز اپنی رائے سے بدون پانچوان حصہ نکالے مسلمانون مین بانٹ دیا پھر اسکے بعد خمس کی آیت یعنے پانچوان حصہ نکالنے اور باقی اہل جہاد پر تقسیم کرنے کی آیت نازل ہوئی پس پہلی آیت منسوخ ہو گئی - ابن کثیرؒ نے کہا کہ ایسا ہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور یہی قول مجاہد و عکرمہ و سدی رح کا ہے اور ابن زید نے فرمایا کہ منسوخ نہین بلکہ محکم ہے اور تمام تفصیل اس کی فقہ مین ہے اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ غنائم بدر مین سے پانچوان حصہ نکالا جانا منظور فیہ ہے بدلیل اس حدیث کے جسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دو اونٹنیان نوجوان ملی تھین - مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو بخاری رح نے شراب کے حق مین دوسری آیت نازل ہونے کے بارہ مین حضرت سید الشہدا حمزہ رضہ کے ان دونون اونٹنیون مین سے ایک کا کوہان کاٹ لینے مین ایک قصہ کے ساتھ روایت کی ہے واللہ اعلم - قال الخطیب اس مین اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے یا نہین - مجاہد و عکرمہ نے فرمایا کہ قولہ تعالے واعلموا انما غنمتم من شئ فان للہ خمسہ وللرسول - اس آیت سے منسوخ ہے یعنے آیت انفال سے تو جملہ غنائم فقط آنحضرت صلعم کے واسطے تھے پھر آیۃ الخمس سے اللہ تعالے نے منسوخ فرما کر فقط پانچوان حصہ مخصوص فرمایا - اور بعض نے کہا کہ آیۃ الانفال جیسے منسوخ ہے ویسے ایک راہ سے ناسخ بھی ہے یعنے اگلی اُمتون پر اموال غنیمت کے حرام تھے پس آیۃ الانفال سے اللہ تعالے نے اس اُمت مرحومہ کے واسطے حلال فرمائی اور اگلی شریعت کو اس سے منسوخ کیا - عبد اللہ بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہین ہے بلکہ ابھی ثابت ہے اور معنے یہ ہین کہ انفال جملہ واسطے اللہ تعالے و اسکے رسول کے ہین یعنے رسول اللہ صلعم کو جہان جسطرح اللہ تعالے تقسیم کا حکم فرماوے وہان تقسیم کرین پھر طریقہ تقسیم کو قولہ واعلموا انما غنمتم من شئ الآیہ سے مصرح فرمایا - اگر کہا جاوے کہ پھر انفال کا واسطے اللہ تعالے و رسول کے ہونے کے کیا معنے ہین جبکہ اورون پر تقسیم ہونگی تو جواب یہ کہ اسکے یہ معنے ہین کہ تقسیم ان کی کسی اور کی رائے پر نہین ہے بلکہ اللہ تعالے جسطرح حکم فرماوے اور رسول اللہ صلعم اس کی تعمیل فرماوین - مترجم کہتا ہے کہ آیۃ الانفال دربارہ غنیمت بدر ہے اور اسوقت تک طریقہ تقسیم کی آیت یعنے آیۃ الخمس نازل نہین ہوئی تھی پس یہ کہنا پڑیگا کہ وقت حاجت کے بعد بیان کا نازل ہونا جائز ہے جیسا کہ اہل اصول مین سے بعض کے نزدیک مستقر رہا ہے - اللہم الا ان یقال ان غنائم بدر خمست ایضاً ببیان من الوحی الخفی کما سبقت الاشارۃ الی ہذا فتذکر و علی ذلک الوجہ فالمصیر الی القول بالنسخ یکون مرجوحاً لانہ ضروری متاخر فتدبر - بالجملہ آیت کریمہ سے یہ حاصل ہوا کہ انفال جملہ مخصوص بآنحضرت صلعم ہین کسی کو اس مین دعوی نہین ہان یہ رحمت خاصہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ہم لوگون پر حلال فرما دیا پس جو کچھ حضرت صلعم موافق ارشاد حق سبحانہ تعالے بانٹ کر دیدین وہ پاک حلال ہے - فَاتَّقُوا اللّٰہَ پس تقوی اختیار کرو اللہ عزوجل سے - یعنے اس کی طاعت کرو اور کسی حکم مین مخالفت نہ کرو اور غنائم کے بارہ مین آپس مین جھگڑا اختلاف چھوڑو - وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ذات کا لفظ موافق قول زجاج رح کے کسی شئ کی حقیقت و نفس کے معنے مین آتا ہے اور یہی متکلمین کا استعمال ہے اور بین کا لفظ ایک تو ظرفیہ ہے اور جب اسمیہ ہو تو اس کے معنے وصل کے اور جدائی کے دونون ہوتے ہین پس یہ لغت منجملہ اضداد کے ہے مانند قرء کے کہ حیض و طہر دونون پر آتا ہے اور قولہ تعالے لقد تقطع بینکم مین بقراءۃ رفع یہی معنے لیے گئے یعنے البتہ کٹ گیا تمھارا وصل و میل - اور یہی یہان مراد ہے یعنے ذات بینکم اے حقیقۃ وصلکم - یعنے اپنے میل کی حقیقت و نفس کو - یا کہا جاوے حقیقۃ ما بینکم - جو تمھارے درمیان اتصال ہے اس کی حقیقت کی اصلاح کرو بایں طور کہ دلی دوستی رکھو اور جھگڑا چھوڑ دو جسمین اللہ تعالے و اُسکے رسول کی رضامندی ہے - وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور تم لوگ کہا مانو اللہ تعالے و اسکے رسول کا - یعنے اللہ تعالے و رسول اللہ صلعم جو تمکو حکم دین اُسکو مانو

واطاعت کرو۔ ان کنتم مؤمنین۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ یعنے اگر ایسے ہو تو اللہ تعالے و اُسکے رسول صلعم کی اطاعت کرو۔ اگر کہا جاوے کہ کیا ایسے نہ تھے جو حرف اِن سے فرمایا حالانکہ حرف اِن واسطے شک کے ہے تو جواب یہ کہ اللہ تعالے کی طرف سے کسی امر مین شک نہین ہوسکتا پس حرف اِن۔ یہان شک کے لیے نہین بلکہ ان کو خوشی دلانے و اُبھارنے و جوش مین لانے کے لیے ہے۔ گویا یون کہا کہ تم لوگ تو متقی مومن ہو پس ضرور تم اللہ تعالے و رسول صلعم کی پیروی کروگے۔ اگر کہا جاوے کہ اگر خطا سے کسی بندہ نے اللہ تعالے و اس کے رسول کی اطاعت نہ کی تو کیا وہ مومن نہ رہا حالانکہ اہل سنت تو فاسق مسلمان کو کافر نہین کہتے اور نہ دونون مین کوئی اور واسطے بیچ کا نکالتے ہین تو جواب یہ کہ مومن کا لفظ یہان اطلاق کے ساتھ ہے پس فرد کامل مراد ہوا یعنے کامل مومن ہو تو ضرور اطاعت کروگے اور یہ معلوم ہے کہ فسق کرنے والا کامل ایمان والا نہین ہوتا بعض نے کہا کہ قولہ ان کنتم مومنین۔ ای ان کنتم دائمین علی الایمان و مستمرین علیہ۔ یعنے اگر تم برابر ایمان پر ثابت رہنے والے ہو تو ضرور اطاعت کروگے جیسے قولہ اہدنا الصراط المستقیم مین ہے کیونکہ یہ دعا کرنے والا تو صراط مستقیم پر ہے پس مراد یہی کہ دائم ثابت رکھ ہم کو راہ مستقیم پر۔ عطا رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے و رسول کی اتباع و اطاعت یہی ہے کہ قرآن مجید و سنت الرسول صلعم کی پیروی کرے۔ رواہ ابن ابی حاتم ف اصلاح ذات البین شرع مین بہت بڑا کام ہے جا بجا اللہ عزوجل نے حکم دیا اور احادیث مین بہت کچھ ارشاد ہے حتی کہ دو مومنون مین صلح کرا دینے کی فضیلت معروف ہے اور حدیث مین ہے کہ تنافس مت کرو اور آپس مین بغض مت رکھو اور ایک دوسرے پر حسد مت کرو اور اللہ تعالے کے بندے بھائی بھائی بنے رہو۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ جینے موقع مناسب باتون سے دو مومنون مین صلح کرا دی وہ جھوٹا نہین ہوا۔ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ اس وقت مین آنحضرت صلعم بیٹھے تھے کہ ناگاہ مسکرائے یہانتک کہ آپ کے دونون دندان مبارک کھُل گئے تو عمر رض نے عرض کیا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ کونسی بات ہے جسپر آپ ہنسے تو فرمایا کہ میری اُمت مین سے دو آدمی حضرت رب العزۃ تبارک و تعالے کی حضور مین ادب سے حاضر ہو کر بیٹھے اور ایک نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے اس بھائی سے اس کا عوض لے جو اُسنے مجھپر ظلم کیا ہے تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو اپنے بھائی کو اس کا مظلمہ دے۔ اس نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میری نیکیون سے میرے پاس کچھ نہین رہا۔ تو مدعی نے عرض کیا کہ اے پروردگار پھر میرے گناہون مین سے اپنے اوپر لادے۔ حضرت انس رض کہتے ہین کہ اتنا کہکر رسول اللہ صلعم کی مبارک آنکھون سے آنسو جاری ہوے پھر فرمایا کہ لوگو یہ بڑا بھاری دن ہوگا اس لوگ اس بات کے محتاج ہونگے کہ کون اُنکے گناہ اُٹھالے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالے نے مدعی سے ارشاد کیا کہ تو اپنی آنکھ اُٹھا کر دیکھ۔ اُس نے جو دیکھا تو عرض کرنے لگا کہ اے میرے پروردگار مین تو چاندی کے شہر و سونے کے مکانات موتیون و جواہرات سے جڑاؤ دیکھتا ہون۔ یہ کس نبی کے لیے ہین۔ یہ کس صدیق کے لیے ہین۔ یہ کس شہید کی قسمت کے ہین۔ ارشاد ہوا کہ جو کوئی اس کے دام دے اُسی کے ہین۔ وہ عرض کرنے لگا کہ اے رب کریم اس کے دام بھلا کون دے سکتا ہے۔ فرمایا کہ تو بھی دے سکتا ہے وہ بولا کہ میرے پاک پروردگار ارحم الراحمین مجھ بندے کے پاس کیا ہے فرمایا کہ ہان تو اپنے بھائی کو اسکا مظلمہ معاف کردے وہ بولا کہ اے رب کریم مین نے چھوڑا معاف کیا۔ پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ اچھا اُٹھ اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر جنت مین دونون داخل ہو۔ پھر حضرت صلعم نے پڑھا فاتقوا اللہ و اصلحوا ذات بینکم۔ تم اللہ تعالے سے تقوی کرو اور اپنے ذات البین کی اصلاح کرو دیکھو اللہ تعالے قیامت کے روز مومنون مین اصلاح فرماتا ہے۔ رواہ ابو یعلی احمد بن علی بن المثنی الموصلی رح۔ ف فی العرائس قولہ تعالے یسئلونک عن الانفال۔ مجاہدہ و ریاضت کرنے مین بندگان الٰہی کے ہر گروہ کو نفس کے ساتھ قتال و جہاد پیش آتا ہے پھر فتح و غنیمت ملتی ہے۔ پس مریدون کو جو غنیمت ملتی ہے وہ یہ ہے

کہ جو عمل وہ لوگ کرتے ہین وہ صفائی نیت وصفائی دل سے حاصل ہوجاتا ہے اور محبین کی غنیمت یہ کہ حالات مین ذوق ہوتا ہو اور عارفین کی غنیمت یہ کہ نور مشاہدات سے آنکھین ٹھنڈی ہوتی ہین۔ اب پوچھو کہ اس کا سوال کرنا کیا معنے ہین سنو کہ آفتاب نبوت سے جو نور شریعت ظاہر ہوا اُسکو حاصل کرنا مانگتے تھے اور چاہتے تھے کہ راہ معرفت مین کس ادب کے ساتھ جاوین۔ یہ کرامت ہے کچھ اپنے حاصل کیے نہین حاصل ہوسکتا لہذا فرمایا۔ قل الانفال للہ والرسول۔ یعنے یہ ہدایت اللہ تعالےٰ ہی کے قبضۂ قدرت مین ہے جسکو چاہے عطا کرے اور رسول کے ساتھ خصوصیت اس راہ سے کہ اُمت کی تربیت کرلیے ہین آپ ہی سرفراز ہین او تعالےٰ تمام مخلوق سے بے پرواہ ہے اس کا رسول پاک اپنے نفس کی خواہش سے پاک اس کی رسالت ادا کرتا ہے۔ پھر راہ حق مین بندون کو اپنی عظمت وجلال سے ڈرایا اور آپس مین بندون کو مواسات کا حکم فرمایا بقولہ فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم۔ راہ حق مین کسی طرف التفات نہ کرو سوا حق عزوجل کے۔ اور اسکی راہ مین اسی کے واسطے اپنے بھائیون کے دلون کی مواسات اسطرح کرو کہ انکی تربیت مین اپنی جان سے مصروف ہو۔ واطیعوا اللہ۔ یعنے حقیقت مین اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو اور شریعت مین رسول اللہ صلعم کی پیروی ہے۔ ان کنتم مومنین۔ یعنے اگر تم محبت کے دعوی مین سچے ہو تو ایسا ہی کرو۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ ہر ایسے قول وفعل کو چھوڑ دینا جسپر شرع مین مذمت وارد ہوئی ہے یہی تقوی ہے۔ اُستاذ نے کہا کہ تقوی یہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہش ومراد چھوڑے اور حق تعالےٰ کی رضامندی چاہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تقوی کے مراتب مختلف ہین جو بعض حواشی ہدایہ مین مفصل مذکور ہین اور سابق مین مترجم بھی ذکر کرچکا اور جو قول سہل رحمہ اللہ سے نقل ہوا اچھا درمیانی قول ہے کہ عموماً اسقدر تقوی کافی ہو لیکن واضح رہے کہ مذمت سے مراد شرعی اطلاق مین وہ فعل ہوتا ہے جسپر عذاب کی وعید آئی ہے ولیکن یہان اولی یہ ہے کہ اس سے اعم معنے لیے جاوین حتی کہ جو کوئی اپنا مُنہ مسواک وغیرہ سے پاک کرکے نماز نہ پڑھتا ہو وہ بھی مخالف تقوی ہے فافہم۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندون کی بعضی ٹھیک ٹھیک نشانیان ان کی سچائی کی بیان فرمائین اگر تو یہ نشانی کسی بندہ مین دیکھے یا خود وہ اپنے نفس کے غرور سے بچا ہوا ان نشانیون کو اپنے آپ مین دیکھے تو اسکے مومن ہونے مین شک نہوگا اور یہ انوار غیب وارد ہونے کی تاثیر ہے جو انکے دلون پر پہونچی اور انکا اثر انکے چہرون سے ٹپکتا ہے۔ حاصل آنکہ اگر تم سچے مومن ہو تو مطیع رہو اور سچے مومن کی علامت فرمائی بقولہ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ

ایمان والے وہی ہین کہ جب نام آوے اللہ کا ڈر جاوین دل اُنکے اور جب پڑھے جاوین انپر اُسکے کلام زیادہ آوے انکو

إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ

ایمان اور اپنے رب پر بھروسا رکھتے ہین جو کھڑی رکھتے ہین نماز اور ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہین وہی ہین

هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

سچے ایمان والے اُنکو درجے ہین اپنے رب پاس اور معافی اور روزی آبرو کی

اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر منافقون کی مذمت ومومنون کی مدح مین فرمایا۔ واذا ما انزلت سورۃ فمنہم من یقول ایکم زادتہ ہذہ ایمانا فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا وہم یستبشرون۔ یعنے جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو بعضے منافق کہتے ہین کہ اسنے تم مین سے کس کا ایمان بڑھایا رہے وہ لوگ جو سچے مومن ہین تو انکو سورہ ایمان بڑھاتی ہے اور وہ خوشی مین دل سے کھل جاتے ہین۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے اس مقام کی تفسیر آیت مین روایت کیا کہ منافقون کے دلون مین فرائض ادا کرنے کے وقت اللہ تعالےٰ کی یاد سے کچھ نہین سماتا اور وے لوگ

کسی آیت پر ایمان نہین رکھتے اور نہ انکو توکل ہے اور نہ پیٹھ پیچھے نماز پڑھتے ہین اور نہ زکوۃ دیتے ہین پس اللہ تعالے نے ان کے حال سے تو آگاہ کر دیا کہ وے مومن نہین ہین پھر مومنون کا وصف بیان فرمایا بقولہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ کلمہ انما حصر کے واسطے آتا ہے پس لازم آیا کہ آیت مین جو صفت مذکور ہے وہ جنمین ہو وہی مومن ہون اور جنمین نہو وہ مومن نہون حالانکہ فاسق گنہگار بھی مومن ہوتا ہے اور تاویل یہ ہے کہ المومنون سے مومنین کامل مراد ہین اور مفسرؒ نے کہا کہ وہ لوگ مراد ہین جنکا ایمان پورا ہے اسمین کمی نہین ہے اور یہ قول بنا بر انکہ ایمان مین کمی بیشی ہوتی ہے و سیاتی الکلام فیہ انشاء اللہ تعا۔ یعنے پورے مومن وہی لوگ ہین۔ اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ کہ جنکی یہ صفت ہے کہ جب اللہ تعالے ذکر کیا جاوے تو انکے دل وجل مین ہوجاتے ہین مفسرؒ نے کہا کہ ذکر اللہ ای وعیدہ۔ یعنے اللہ تعالے کے ذکر کیے جانے سے مراد یہ کہ اللہ کی وعید ذکر کیجاتی ہے یعنے جب یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالے نے ایسے کام پر جو بدکام ہے یون عذاب کرنے کا حکم دیا ہے تو وے ڈر جاتے ہین۔ اور وجل بمعنے خوف ہے۔ وقال مجاہدؒ وجلت ای فرقت بروزن سمعت یعنے جو گھبرا کر خوفناک ہوجاتے ہین وکذا قال السدی وغیر واحد رحمہم اللہ۔ وہذا کقولہ تعالے واما من خاف مقام ربہ ونہی النفس عن الھوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ یعنے جو بندہ اپنے پروردگار کے مقام سے ڈرا اور نفس کو اسکی خواہش مین مقام وحد سے بڑھنے سے روکا تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے قلت بلکہ دو جنت لقولہ تعالے ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ یعنے جسنے مقام رب تعالے سے خوف کیا اسکے لیے دو جنت ہین۔ وعن السدیؒ فی الآیۃ کہا کہ یہ ایسے بندہ کا بیان ہے کہ کوئی ظلم یا گناہ کیا چاہتا تھا اس سے کسی نے کہدیا کہ اے مرد آدمی تو اللہ تعالے سے ڈر پس اس کا دل لرز گیا۔ قال الخطیبؒ۔ حاصل آنکہ مومن تبھی کامل ہوتا ہے کہ اللہ تعالے سے خوفناک ہو کما فی قولہ والذین ہم من عذاب ربہم مشفقون۔ اور فی قولہ الذین ہم فی صلوتہم خاشعون۔ اگر کہا جاوے کہ یہان تو ذکر الٰہی سے ڈر جانا بیان کیا اور دوسری آیت مین مطمئن ہونا آیا ہے اور ایک آیت مین ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب پس دونون مین جمع کیونکر ہے تو جواب یہ کہ دونون مین کچھ منافات نہین اسلیے کہ وجل تو خوف عذاب سے ہے اور اطمینان بوجہ یقین کے ہوتا ہے اور یہی خوف و اُمید کا مقام ہے جو مومن کی شان ہے چنانچہ دونون ایک آیت مین جمع ہوے یعنے قولہ تعالے تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ثم تلین جلودہم وقلوبہم الی ذکر اللہ۔ مترجم کہتا ہے کہ دوسرا جواب یون ہوسکتا ہے کہ بنا بر تاویل مذکور کے وجل تو ذکر وعید آلٰہی سے ہے۔ اور اطمینان یاد آلٰہی سے ہے پس موجب جدا جدا ہے والتحقیق یہ ہے کہ خوف دو طرح کا ایک گنہگارون کو عذاب کا خوف اور دوسرا پرہیزگارون کو عظمت وجلال آلٰہی کا خوف پس یہ ہیبت ہے۔ اسی سے کہا گیا کہ وجل ایک ہیبت ہے جس مین محبت الٰہی ہوتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کے شمائل مین آیا کہ جو آپکو دور سے دیکھتا وہ ہیبت کھاتا اور پاس بیٹھتا تو اُٹھنے کو اس کا جی نہ چاہتا۔ پس مومن کے پاس جب اللہ عزوجل کا ذکر ہوا تو اس کا قلب وجل ہوجاتا ہے اور یہ ہر ایک کے مرتبہ کے موافق متفاوت ہے۔ حاصل اس تحقیق کا یہ ہے کہ جو لوگ مومن کامل ہین انکے دل ذکر آلٰہی سے وجل ہوجاتے ہین عقاب آلٰہی ذکر ہونے کی حاجت نہین ہے۔ ہان گنہگار البتہ عقاب آلٰہی بیان ہونے سے ڈرتے ہین اور اُن کے حق مین وجل بمعنے ہیبت نہین بلکہ خوف ہے۔ پس کاملون کی ایک پہچان تو وجل قلوب بذکر اللہ عزوجل ہے اور دوم۔ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا اور جب تلاوت کیجاوین انپر آیات آلٰہی تو بڑھاتی ہین یہ آیتین انکو ایمان۔ یعنے ان آیتون کے سننے سے انکا ایمان بڑھتا ہے مفسرؒ نے کہا کہ ایمان یعنے تصدیق بڑھتی ہے۔ اس قول سے اشارہ کیا کہ نفس تصدیق ایسی چیز ہے کہ اس مین کمی بیشی ہوتی ہے اور یہی امام شافعی وائمہ محدثین کا قول ہے اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ایمان کا گھٹ بڑھ جانا جمہور اُمت کا قول ہے بلکہ بجانب امام شافعی و امام احمد کے بہتیرون نے نقل کیا کہ اس قول پر اجماع اُمت ہی

اور بڑا استدلال انکا اسی آیت سے ہے کیونکہ اسمین ایمان بڑھنا منصوص ہے اور جب بڑھنا ثابت ہوا تو گھٹنا بالاستلزام ثابت ہوا اور کہا بعض نے کہا کہ جو لوگ ایمان کے حق مین گھٹنے بڑھنے کے قایل نہین ہین یعنے جیسے امام ابو حنیفہؒ وغیرہ تو وہ کہتے ہین کہ آیت مین ایمان بڑھ جانے کے یہ معنے ہین کہ جس باتون پر ایمان پہلے تھا اب ان باتون مین کچھ باتین اور بڑھ گئین قلت یعنے یہ نہین کہ ایمان کی حقیقت بڑھ گئی اسلیے کہ وہ تو تصدیق کا نام ہے یعنے دل مین یقین رکھنا مثلاً اللہ تعالےٰ واحد ہے اسپر یقین ہے تو مومن ہے اور اگر یقین مین کمی ہے تو وہ مذبذب اور ڈھلمل یقین ہوا پس منافق ہوا وہ مومن نہوا اور اسپر زیادتی بھی متصور نہین ہے۔ کرخیؒ نے کہا ہے کہ حقیقت ایمان کی یعنے یقین تو اکثر کے نزدیک نہ بڑھ سکتی ہے نہ گھٹ سکتی ہے ہان امام شافعی وغیرہ سے جو گھٹنا بڑھنا منقول ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ تصدیق قابل قوت وضعف ہے پس اسی کو زیادتی وکمی سے تعبیر کیا کیونکہ بالیقین معلوم ہے کہ جو یقین کہ انبیاء علیہم السلام وارباب کشف وشہود کو حاصل ہے اس مین اور عوام امت والے آدمی کے یقین مین ضرور فرق ہے اور انبیاء و اولیاء کا یقین قوی ہوتا ہے اسیواسطے کاملون کو فرمایا۔ وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۔ اور فقط اپنے پروردگار ہی پر بھروسا کرتے ہین نہ کسی اور پر۔ توکل یہ کہ اپنے سب کام اللہ تعالےٰ کے سپرد کرے بسبب کمال یقین اس امر کے کہ جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور بندہ پر یہ البتہ لازم ہے کہ جہان تک عقل وحواس وشرع کی اجازت ہے اسکو بجا لائے لیکن وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ چاہے لہذا انکا قلب مطمئن ہوتا ہے اس مین اگر مگر کی گنجائش نہین ہوتی اور کبھی نہین سوچتے کہ اگر ایسا کرتے تو یون ہوتا اور مگر ایسے کیا تو یہ ہوا۔ بلکہ سب وہی ہوگا جو اللہ تعالےٰ چاہے لہذا فرمایا قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ہو مولنا وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ یہ تو انبیاء و اولیاء کی تصدیق ہے اور عوام خواہ مخواہ بسبب عدم قوت تصدیق کے گھبرا جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ بعد تحقیق کے ظاہر ہوا کہ دونون فریق مین کچھ اختلاف نہین بلکہ لفظی بحث ہے اور خطیبؒ نے سراج مین لکھا کہ جنکے نزدیک ایمان تصدیق قلبی ہے وہ گھٹنے بڑھنے کے قائل نہین۔ اور جنکے نزدیک اعتقاد واقرار وعمل کے مجموعہ کا نام ہے وہ کمی بیشی کے قائل ہین قلت وفیہ نظر۔ وعمر بن حبیبؓ نے کہا کہ ایمان کی زیادتی یہی کہ اللہ تعالےٰ کو یاد رکھین واس کی حمد کرین اور نقصان یہی کہ سہو وغفلت مین پڑین ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخین ہین ان مین سے سب سے اونچی شاخ تو گواہی اس بات کی کہ لا الٰہ الا اللہ اور سب سے نیچی یہ کہ راہ مین سے موذی چیز ہٹا دینا۔ اور حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔ رواہ البخاری ومسلم مترجم کہتا ہے کہ تیسیر الوصول مین اس حدیث کو ایمان کی تعریف مجازی مین داخل کرکے اشارہ کیا کہ یہ نفس حقیقت ایمان نہین پس اس سے زیادتی و نقصان نفس حقیقت پر دلیل لانا سہو ہوگا اور تحقیق بات تو معلوم ہو چکی پھر زیادہ کلام بیکار ہے۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ ہی پر توکل کرنا یہی اصل ہے اور تقوی مین بڑا درجہ ہے پس آیت مین کامل مومنون کے تین صفات بہت عمدہ ترتیب سے بیان فرمائے مرتبہ اول تو یہ ہے کہ یاد الٰہی کے وقت وجل ہوا ور دوم یہ کہ مقامات تکالیف سنکر خوشی سے یقین کو رونق ہوا ور آخری مرتبہ یہ کہ سب سے منقطع ہوکر فقط اللہ تعالےٰ پر اعتماد کرے اور سورۂ قل ہو اللہ احد پیش نظر رکھے۔ پھر یہ تینون مراتب تو ایسے احوال تھے جو قلب وباطن مین معتبر ہین اور یہی اصل ہین پھر انسے ظاہر کی طرف منتقل کرکے فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اقامت کے معنے قائم کرنا اور یہ بھی کہتے ہین کہ ٹھیک سا پورے طور سے کیا ہوا سیواسطے مفسرؒ نے تفسیر مین کہا کہ یاتون بہا بحقوقہا۔ یعنے نماز کو اس کے جملہ حقوق کے ساتھ جسطرح چاہیے ہے ادا کرتے ہین۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ نماز کی اقامت یہ ہے کہ جن جن وقتون مین نمازین ادا کیجاتی ہین اور وہ مواقیت کہلاتے ہین انکی محافظت رکھے اور نماز کے وضو پر اور رکوع وسجود کی محافظت رکھے۔ مقاتلؒ نے فرمایا کہ اوقات کی محافظت اور پھر پورا اچھی طرح طہارت کرے اور رکوع

کو پورا او سجود کو پورا ادا کرے اور نماز مین قرآن کی قراءۃ کرے اور تشہد پڑھے اور آخر مین درود پڑھے- یہی نماز کی اقامت ہی- حدیث
مین ہے کہ نماز کی اوقات مین سے اول وقت ادا کرنا افضل ہے اور رکوع مین اور سجدہ مین تین تسبیح تک تو واجب ہے اور اس سے
زیادہ کرنا افضل ہے- اور باقی تفصیل فقہ سے تلاش کرنا چاہیئے- بالجملہ کامل مومنون کے ظاہر افعال مین سے ایک یہ کہ نماز کو اقامت سے
یعنے جسطرح ادا کرنی چاہیے اسطرح ادا کرتے ہین- وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ اور اس چیز مین سے جو ہم نے انکو رزق کی یعنے عطا کی ہے
خرچ کرتے ہین یعنے اللہ تعالے کی راہ مین خرچ کرتے ہین- شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہ زکوۃ دینے اور جہاد مین خرچ کرنے اور بندون کو
نفقہ دینے وغیرہ سب کو خواہ فرض و واجب ہون یا مستحب ہون شامل ہے اور تمام مخلوق اللہ تعالے کی پرورش مین ہین پس
جو کوئی خلق کو نفع پہونچاوے وہی اللہ تعالے کو زیادہ محبوب ہے- قتادہ رح نے فرمایا کہ اے بندہ خدا یہ تمام مال تیرے ہاتھ مین امانت
وعاریت ہے تجھے خرچ کرکے ثواب لینے کا فضل دیا گیا ہے پس تو خرچ کرکے اس سے بڑھکر نعمت دائم و باقی حاصل کر ورنہ قریب ہی
کہ تو اسکو چھوڑ جاوے- اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہ لوگ یعنے جنکے یہ اوصاف بیان ہوئے ہین یہی مومنین ہین حقا یعنے
سچ ٹھیک ٹھیک اس مین کچھ شک نہین- لَهُمْ دَرَجٰتٌ ان کی منزلتین ہین جنت مین- عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے پروردگار
کے یہان- یعنے جنت مین کما فی قولہ ہم درجات عند اللہ- یا اللہ تعالے کے نزدیک ان کے بڑے بڑے مرتبے ہین- وَمَغْفِرَةٌ
اور مغفرت ہے یعنے اللہ تعالے ان کی لغزشون کو بخشیگا اور فضل فرماویگا- وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ اور بڑا رزق ہے ف ظاہری اعمال
مین سے فقط نماز و انفاق زکوۃ وغیرہ کو مخصوص ذکر کیا اس واسطے کہ یہی دونون نفس پر زیادہ شاق ہین پس جب نفس ان مین
مطیع ہوا تو باقی اعمال فاضلہ مین ضرور مطیع ہوگا جیسے افعال قلوب مین سے خوف حق تعالے و اخلاص و توکل پر اکتفا فرمایا ہے پس
جب یہ افعال قلب اور یہ اعمال جوارح جمع ہوئے تو جملہ اخلاق پاکیزہ اس مین موجود ہونگے- واضح ہو کہ اصحاب حنفیہ نے کہا کہ آدمی کو
روا ہے کہ جب اس سے سوال کیا جاوے کہ تو مومن ہے تو کہے کہ ہان مین برحق مومن ہون- اور یون نہ کہے کہ انشاء اللہ تعالے مین مومن
ہون اور اصحاب شافعیہ نے کہا کہ آدمی کو یہی کہنا چاہیے کہ مین انشاء اللہ تعالے مومن ہون اور یون نہ کہنا چاہیے کہ انا مومن حقا- اور بعضے
محققین نے لکھا کہ دونون فریق مین کچھ اختلاف نہین ہے اسواسطے کہ آدمی سے جب سوال کیا جاوے کہ تو ایمان لایا تو وہ انشاء اللہ تعالے
بطور شک کے نہین کہہ سکتا ہے کیونکہ ایمان تو تصدیق کا نام ہے پس یہی کہیگا کہ مین قطعی یقین رکھتا ہون اور رہا یہ کہ خاتمہ اسکا کیونکر
ہوگا تو اس کو کوئی نہین جانتا سواے اللہ تعالے کے پس اس لحاظ سے یہی کہنا چاہیے کہ انشاء اللہ تعالے مین مومن ہون یعنے جنتی ہون اگر
اللہ تعالے نے چاہا اور بعض نے کہا کہ اگر سوال کیا جاوے اور وہ کہے کہ انشاء اللہ تعالے مین مومن ہون اور انشاء اللہ تعالے سے اُس کی
نیت شک کی نہو بلکہ بطور تبرک کے ہو تو بھی جائز ہے جیسے قولہ ع- وانا انشاء اللہ بکم لاحقون- یعنے زیارت قبور مین کہا کہ مین بھی انشاء اللہ تعالے
تم لوگون سے ملنے والا ہون- حالانکہ یہان قطعی علم ہے کہ اہل قبور سے آدمی ملیگا- مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث سے استشہاد کرنا محل تامل
ہے اسواسطے کہ اہل قبور سے لاحق ہونا بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالے چاہے ورنہ اگر آسمان پر اُٹھالے تو وہ قادر ہے اور نیز ہر اہل قبر سے لاحق
ہونا قطعی نہین معلوم کیونکہ یہ اللہ تعالے کی مشیت پر ہے اور نیز احتمال ہے کہ لحوق باعتبار نیک انجام کے ہو یعنے زیارت کنندہ و اہل قبر
سب کا انجام بخیر ہوا اور باہم ملاقی ہون پس یہ کہان سے معلوم ہوا کہ انشاء اللہ تعالے حدیث مین محض تبرک کے لیے ہے- حسن بصریؒ سے
مروی ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ مومن ہین تو فرمایا کہ اگر تو پوچھتا ہے کہ اللہ تعالے و ملائکہ و رسولون و کتابون و قیامت و

حساب وغیرہ پر ایمان رکھتا ہوں تو میں قطعی ایمان رکھتا ہوں اور اگر پوچھتا ہے کہ جن مومنوں کا اللہ تعالےٰ نے قولہ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم الآیہ میں ذکر کیا ہے تو مجھے نہیں معلوم کہ میں ایسا ہوں یا نہیں ہوں۔ وعن سفیان الثوریؒ جو کوئی اپنے حق میں یہ قطع کرلے کہ میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک مومن حق ہوں۔ پھر یقین نہ کرے کہ میں قطعی جنتی ہوں تو آدھی آیت پر ایمان لایا۔ حاصل یہ کہ انجام کار کی راہ سے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ میں مومن ہوں جیسے کوئی یقین نہیں کرسکتا کہ میں جنتی ہوں فافہم۔ قولہ تعالےٰ ہم درجات عند ربھم الخ۔ یہ درجات اہل جنت کے اپنے اپنے ایمان واعمال کے موافق فضل الٰہی سے متفاوت ہوں گے چنانچہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ علیین والوں کو اُنسے نیچے والے ایسے دیکھینگے جیسے تم افق آسمان میں ڈوبے ہوئے جگمگاتے تارے کو دیکھتے ہو یعنے ایسے بلند منزل ہونگے تو صحابہ رضنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ انبیاء علیہم السلام کے درجے ہیں ان کو کوئی اور اُن کے سوائے نہیں پاویگا۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اور لوگ بھی جو اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی ہے پاوینگے۔ ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جنت والے آپس میں اپنے اوپر درجہ والوں کو اسطرح دکھلا دینگے جیسے تم آسمان میں گھُسے ہوئے تارے کو آپس میں ایک دوسرے کو دکھلاتے ہو اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما انھیں بلند درجہ والوں میں سے ہونگے انپر اللہ تعالےٰ نے نعمت فرمائی ہے۔ رواہ احمد واہل السنن۔ یہاں بعض نے سوال وارد کیا کہ نیچے درجہ والوں کو جب بلند درجہ والوں کی فضیلت دیکھکر تمنا ہوئی تو عیش مکدر ہوگا پھر غم کیونکر نہوگا اور رزق کریم کیونکر رہا۔ اور جواب دیا کہ ہر شخص اپنی نعمت موجودہ میں ایسا مستغرق ہوگا کہ غیر کی طرف لحاظ بھی نہ کریگا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جواب میں تساہل ہے اور حق یہ ہے کہ ایسے حسد وغبطہ و تمنا و آرزو اور دیگر خصال جو پسندیدہ نہیں ہیں یہ دنیاوی جسم و قوی کی خاصیت ہیں اسی واسطے یہ جسم دے کر ان بد اخلاق سے بچنے کا امتحان رکھا گیا ہے اور وہاں کے جسم میں یہ پلیدی نہوگی پس کسی کے اندر یہ خواہش پیدا نہوگی اسی واسطے کہا گیا کہ آخرت کے حالات کو دنیاوی احوال سے فقط نام کے سوائے کچھ مناسبت نہیں ہے علاوہ بریں حسد و غبطہ وغیرہ کوئی فعل بدون خلق الٰہی تعالےٰ کے پیدا نہیں ہو سکتا جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے پس جب اللہ تعالےٰ نے اہل جنت سے بالکل رنج و غم دور کیا تو اپنے کرم سے وہ ایسی کوئی چیز نہیں پیدا فرماویگا جس سے ان کو اندوہ ہو بلکہ جائز ہے کہ ہر ایسی حالت جس سے رنج پیدا ہونے کا گمان کیا جاتا ہے اس سے اللہ تعالےٰ کے پیدا کرنے سے خوشی پیدا ہو۔ اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ ضحاک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جنت والے متفاوت درجات پر بعضے اونچے اور بعضے نیچے ہونگے پس جو لوگ اونچے ہیں وہ نیچے والوں پر اپنا فضل دیکھینگے اور جو نیچے ہیں وہ اپنے اوپر کسی کی فضیلت نہیں گمان کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے وہی ہیں جو ہم نے اوپر بیان کر دیے اور اسکے واسطے احادیث میں شواہد موجود ہیں فاستقم ف فی العرائس فی قولہ تعالےٰ انما المومنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم الآیہ اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان وایقان کا اسطرح وصف فرمایا کہ اوتعالےٰ کا ذکر جاری ہونے اور خطاب سننے و کتاب پڑھنے کے وقت وجل میں ہو جاتے ہیں جو ذکر الٰہی سننے کے وقت اللہ تعالےٰ کی دیدار عظمت وجلال سے پیدا ہوتا ہے اس کی تجلی سے انکے ایمان کو نور غیب بڑھتا ہے اور انکے ایقان کو نور قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی طاعت میں ان کی رضامندی اچھی طرح ہونے سے راحت اُنس پیدا ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ لوگ اسی کی عظمت سے خائف اور اُسی کی ربوبیت کے عارف اور اسی کی کفایت پر متوکل ہو جاتے ہیں۔ ہمارے شیخ ابو عبد اللہ بن خفیف قدس سرہ نے اس آیت میں وجل کے بیان میں فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ وجل کے احکام اہل وجل کے واسطے

اسیوقت صحیح ہوتے ہین جب اللہ کا پردہ اور غفلت کے حجاب اُنکے دلون سے دور ہوتے ہین پس بسبب قوت علم وصفائی یقین کے
سطوات خوف کا مشاہدہ ہوتا ہے پس رقت اشفاق کی وجہ سے لطیف وجل انکے دلون مین سماتا ہے اور یہ اسوجہ سے کہ عظمت الٰہی
کے دیدار مین جو کچھ پردہ تھا وہ اپنی استعداد کے موافق اُٹھ جاتا ہے پس ہیبت اپنا ظہور کرتی ہے۔ مترجم کہتا ہے یعنے اس انوار ہیبت و
عظمت سے میٹھا میٹھا رعب انپر چھا جاتا ہے اور یہی وجل کہلاتا ہے۔ ابو سعید خراز نے فرمایا کہ بھلا تو نے اللہ تعالےٰ کے ذکر کے وقت
یا اس کی کتاب مجید سننے کے وقت یہ وجل دیکھا۔ بھلا ذکر الٰہی سننے کے وقت تیرا یہ حال ہوا کہ تو بول نہ سکتا ہو مگر اسی کے ساتھ۔ بھلا تیرا
یہ حال ہوا کہ تو بہرا ہو گیا ہو ہر بات سننے سے سوائے اس سے اسیکا ذکر سننے کے۔ کہان تجھے یہ حاصل ہوا یہہات تو بہت دور رہا۔ سہل
رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قولہ سبحانہ عزوجل وجلت قلوبہم۔ ان کے دلون مین اس بات کی ہیبت چھا جاتی ہے کہ کہین اس پاک بے نیاز کی درگاہ
سے دور نہو جاوین پس ان کے اعضار ظاہری خوف کھا کر خدمت کی طرف جھک پڑتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ دوسری آیت مین جو ذکر
نماز وزکوۃ وغیرہ کا ہے اُس کا نکتہ بھی نکل آیا یعنے پہلے اللہ تعالےٰ عزوجل کی عظمت وجلال کا خطور ہوتا ہے پس گڑگڑا کر اداے خدمت کی
طرف جھک پڑتے ہین فافہم۔ واسطی رح نے کہا کہ وجل کے درجات متفاوت ہین ہر ایک کو اسکے مطالعہ کی مقدار وجل حاصل ہوتا ہے پس بسا اوقات
تو بندہ کو مواضع سطوت کا دیدار ہوتا ہے اور بسا اوقات مواضع محبت ومودت کا اور بسا اوقات نزدیک کرنے اور دور کر دینے کا دیدار ہوتا ہے شیخ جنید رح نے کہا کہ
حق عزوجل کے فراق سے انکے دل حالت وجل مین ہو جاتے ہین بعض نے کہا کہ وجل کے درجات موافق مطالعات کے متفاوت
ہوتے ہین پس اگر سطوت وعظمت الٰہی کا مطالعہ ہوا تو بندہ ہیبت مین آجاتا ہے اور اگر مودت کا مطالعہ ہوا تو اس خوف سے کہ جاتی نہ
رہے وجل مین ہو جاتا ہے اور از انجملہ یہ ہے کہ جسنے قرب حاصل ہونے کو ادب دیے جانے سے مطالعہ کیا وہ وجل مین ہو جاتا ہے اور
جسنے دوری دیے جانے کو دھمکی اور جھڑکی سے معلوم کیا وہ وجل مین ہو جاتا ہے اور جسنے اسکو اسطرح مطالعہ کیا کہ شہود سے غائب اور
اس کے سرمدیت سے قائم اور اس کے ازل وابد سے خالی ہے تو ایسے حال مین کچھ وجل نہین ہوتا اور نہ کچھ اضطراب اور نہ تباعد اور
نہ اقتراب کیونکہ وہ محقق بذات اور فراموش از صفات ہے اور ذات مین ذات سے فنا رہے جیسے آنحضرت صلعم نے صفات سے ذات کی
طرف گریز فرمایا کما قال علیہ السلام اعوذ بک منک۔ یعنے تجھسے تیرے ہی ساتھ پناہ لیتا ہون۔ جنید رح نے قولہ واذا تلیت علیہم آیاتہ
زادتہم ایمانا الآیہ۔ مین کہا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف وصول نہین مگر باو تعالےٰ۔ اُستاد رح نے کہا کہ وجل تو ان کو مقامات غفلت سے
نکالتا اور مساکن غیبت سے ہانک دیتا ہے اور جب تفرقہ کے جنگلون سے نکلکر مشاہدہ ذکر کی طرف آگئے تو سکون بحق عزوجل انکو حاصل
ہو گیا پس جب ان کو آیات الٰہی سنائی گئین تو اُس سے ان کی تصدیق پر تصدیق بڑھتی گئی اور تحقیق پر تحقیق زیادہ ہوتی گئی جبکہ
اُنھون نے جلالت قدر حق عزوجل کو پہچانا اور اُسکے ادراک سے اپنے آپ کو قاصر یقین کیا تو اپنی امداد مین اسی کی رعایت پر توکل کیا
اور جیسے اسنے ابتدا مین ان کو اپنی عنایت سے چھوڑا یا ویسی ہی انتہا مین اس کی کفایت پر متوکل ہوے۔ عارفون کے ساتھ حق تعالےٰ کی
سنت یہ ہے کہ اپنے کشف جلال ولطف جمال کے ساتھ انکو مودت مین لے لیا پھر جب اپنے جلال سے ان کو کشف کیا تو انکے دل حالت
وجل مین آئے اور جب کشف جمال سے انپر ملاطفت کی تو انکے دل ٹھہر گئے کما قال تعالےٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ بعضے مشائخ نے کہا
کہ وجل قلوب ان کو بسبب خوف فراق کے ہوتا ہے یعنے اس سے ڈرتے ہین کہ قرب ومشاہدہ سے دور کر کے دور فراق مین ڈالے جاوین
پھر راحت وصال سے ان کے دلون کو اطمینان وتسکین ہوتی ہے پس فراق کے ذکر سے فنا ہو جاتے ہین اور وصال کے ذکر سے باقی زندہ

ہو جاتے ہین ۔ پھر اللہ تعالے نے اپنی راہ مین ان کا جان فدا کرنا بوصف مزید یاد فرمایا بقولہ الذین یقیمون الصلوۃ ومما رزقناہم ینفقون ۔ پھر ان کے ایمان کامل ہونے کو بیان فرمایا ۔ بقولہ اولئک ہم المومنون حقا ۔ پس حقیقت ایمان کی شرط انھین خصلتون سے ہے جنکو ان دونون آیتون کے بیان مین ذکر فرمایا پس جو کوئی ان خصائل مذکورہ سے آراستہ نہوا گویا وہ حقیقت ایمان سے آراستہ نہین ہی یعنے یہ خصائل ہون تو حقیقی مومن ہوگا تقوی و مومنون مین اصلاح اور انقیاد بوقت حکم اللہ تعالے والرسول بطریق اخلاص ۔ اور وجل قلب بوقت سماع قرآن وذکر آلہی اور مزید یقین بوقت استماع آیات ۔ اور ترک تدبیر بوقت تقدیر اور قیام مناجات بصفت صلوۃ اور انقطاع از اشتغال بدنیا اور مقدم رکھنا حقوق برادران ایمانی کو اپنی ذات پر پس جب یہ خصال پورے ہوے تب اسپر حقیقی مومن ہونے کا نام صادق آیا بسبب قول آلہی عزوجل اولئک ہم المومنون حقا ۔ پھر جب ایمان مین محقق ہوا تو جو تعریف اُسکے بعد اللہ تعالے نے ذکر فرمائی اور جو وعدہ دیا ہے اس کا مستحق ہوا یعنے پوری مغفرت سے سرفراز ہوگا کیونکہ اللہ تعالے کے فضل کے سوائے اپنے خطرات کی طرف اس نے التفات نہین فرمایا اور اوتعالے اس کو اعلی درجات پر ترقی دیگا اور کشف مشاہدات کے وقت شراب وصال سے سیراب فرماویگا کما قال تعالے لہم درجات عند ربہم ومغفرۃ ورزق کریم ۔ اس مین بیان ہے کہ حقیقت ایمان یہ ہے کہ غیب کا مکاشفہ ہو جاوے اور جو اللہ تعالے نے اُن کو وعدہ فرمایا ہے وہ ظاہر ہو جاوے ۔ اسکی تصدیق حدیث حارثہ رضی اللہ عنہ سے واضح ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس سے کہا کہ ہر شئی کی ایک حقیقت ہے پس تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے حارثہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مین نے دنیا سے اپنے نفس کو منقطع کیا پس اپنی رات کو جاگتا رکھا اور اپنے دن کو مین نے پیاسا رکھا اور گویا مین اپنے پروردگار کے عرش کو کھلا ہوا ظاہر دیکھتا ہون اور گویا مین اہل جنت کو جنت مین آپس مین ایک دوسرے کی زیارت کرتا دیکھتا ہون اور گویا دوزخیون کو آتش مین بھونکتے چلاتے دیکھتا ہون پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو پہچان گیا پس اسکو لازم پکڑ ۔ قال المترجم تخریج حدیث کی معجم طبرانی مین ہے کما مر فی الحاشیۃ ۔ پس آیت وحدیث سے صحیح ہوا کہ حقیقت ایمان کی یہ ہے کہ غیب کی نظر سے غیب کا دیدار حاصل ہو اور اسکا ثمرہ وہ ہے جو آیت مین اللہ تعالے نے ذکر فرمایا کہ معاملات روشن وحالات شریفہ حاصل ہون ۔ بعض نے کہا کہ اس مین چند چیزین مجتمع ہوئی ہین جس سے انکا ایمان محقق ہوا ۔ اول تعظیم وذکر ۔ دوم سماع کے وقت وجل ۔ سوم تلاوت ذکر داس کے سماع کے وقت اظہار زیادت ایمان ۔ چہارم اللہ تعالے پر توکل ۔ پنجم شرائط عبودیت پر قائم ہونا اسطرح کہ حکم کے موافق انکو پورا ادا کرنا ۔ پھر حقیقت سے انکے اوصاف کامل ہوگئے پس ایمان مین محقق ہوے ۔ شیخ جنید رح نے قولہ ہم المومنون حقا مین کہا کہ حق ہوئی یعنے ثابت و متحقق ہوئی یہ بات کہ ان کے واسطے اللہ تعالے کی طرف سے سعادت ازلیہ سابق ہو چکی ہے ۔ شیخ ابوبکر بن طاہر رح نے فرمایا کہ حقیقت ایمان کی پانچ چیزون کے ساتھ ہوتی ہے یقین واخلاص وخوف وامید ومحبت ۔ پس یقین ہونے سے شک سے نکل جاتا ہے اور اخلاص کی وجہ سے ریا نہین رہتا ہے اور خوف ہونے سے مکر سے بچا رہتا ہے اور امید ہونے سے مایوسی سے بچتا ہے اور محبت ہونے سے وحشت وحیرت سے بچتا ہے ۔ اُستاد رح نے قولہ لہم مغفرۃ ورزق کریم ۔ مین کہا کہ اللہ عزوجل کی شان ہے کہ گنہگارون کے عیب چھپاتا اور اُنکو فضیحت نہین فرماتا ہے تاکہ افضال کے اُمیدوار ہونے سے محجوب نہو جاوین ۔ اور عارفون کے مناقب چھپاتا ہے تاکہ اپنے اعمال واحوال پر ناز نہ کرین اور رزق کریم وہ ہے جو انکو کشف اسرار سے حاصل ہوتا ہے ۔ اب جاننا چاہیے کہ آگے کی آیات مین اس امر کو ظاہر فرمایا کہ جو لوگ حقائق ایمان کی اہلیت رکھتے ہین ان مین یہ لازم نہین ہے کہ بالکل فرشتہ کی طینت پر ہو جاوین بلکہ بعض طباع بشریت وحرکات نفس امارہ انمین

رہجاتے ہین کہ حکم وامر الٰہی کے وقوع پر انکا ظہور ہوتا ہے مگر اس سے جو تعریف انکے حق مین مقدر ہے وہ منقلب ہوکر مذمت نہین ہوجاتی بلکہ فضل ورحمت سے سرفراز ہوتے ہین کیونکہ اوتعالے جل جلالہ نے ان کرامات سے اُن کو اُنکے وجود سے پہلے ازل ہی مین بدون انکی طرف سے کسی علت وسبب ہونے کے محض اپنے فضل سے برگزیدہ فرمایا ہے۔ اور اس امر کو ظاہر فرمایا کہ ولی صادق اگرچہ درجہ ولایت پر پہونچ گیا ہو نفس کے بعض خطرات سے معصوم نہین ہوجاتا اور کسی نبی ورسول کے درجہ تک نہین پہونچ سکتا ہے حالانکہ بعض ادنی خطرات سے فی نفسہ رسول معصوم نہین ہان بعصمت الٰہی معصوم ہین یعنے کوئی خطرہ ان کو ضرر نہین پہونچا سکتا ہے اور ولی کے حق مین یہ عصمت نبوت نہین ہوتی ہے ہان ایسے خطرات سے ان کو نقصان نہین پہونچتا بلکہ انکا اختصاص جو بسبب تقدیر وبرگزیدگی قدیم کے ہے مقترن بصفت جمیلہ ہوجاتا ہے تاکہ کوئی گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ ولی وہی ہوتا ہے جب تمام مدارج عبودیت کو تمام وکمال ادا کرے کیونکہ تو یہ نہین دیکھتا کہ مقام نبوت تو بعض خطرات سے خالی ہی نہین پھر مقام ولایت کا کیا ذکر ہے اور ان تمام مقاصد کو جو ہم نے مجملاً اوپر ذکر کردیا ہے یعنے حقیقی ایمان والا بعض طباع وحرکات بشریت سے خالی نہین ہوتا اور زلات بشریت اس کو کچھ مضر نہین ہوتے ہین اگرچہ وہ انبیاء علیہم السلام کی طرح معصوم نہو وے کیونکہ برگزیدگی تو اُنکے وجود سے سابق بتقدیر ازلی ہے اسکو کلام اوتعالے سے بتوفیق اللہ تعالے سمجھو وقد قال اللہ تعالے

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝

جیسے نکالا تجکو تیرے رب نے تیرے گھر سے درست کام پر اور ایک جماعت ایمان والی نہ راضی تھی

يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ وَاِذْ يَعِدُكُمُ

تجھسے جھگڑتے تھے درست بات مین واضح ہوچکے پیچھے گویا انکو ہانکتے ہین موت کی طرف اور آنکھون دیکھتے ہین اور جبوقت وعدہ دیتا ہی

اللّٰهُ اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ

اللہ تمکو ایک ان دو جماعت مین سے کہ تمکو ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ جسمین کانٹا نہ لگے وہ ملے تمکو اور اللہ

اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝

چاہتا تھا کہ سچا کرے سچ کو اپنے کلامون سے اور کاٹے پیچھا کافرون کا تا سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کرے جھوٹھ کو اور اگرچہ نہ راضی ہون گنہگار

وجہ ارتباط اس کلام کی ماسبق سے بتقریر عرائس البیان مذکور ہوئی اور وہ بحسب المعنے پسندیدہ ہے اور اہل تفسیر نے اعراب قولہ تعالیٰ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ مین اختلاف کیا کہ کاف کس سے متعلق ہے لیکن اولی یہ ہے کہ بعض معنے کلام پہلے بیان کرکے تب اس کو ذکر کیا جاوے۔ واضح ہو کہ بالحق متعلق اخرج ہے یعنے حق وصدق کے ساتھ تجھ کو تیرے پروردگار نے تیرے گھر سے نکالا بعض نے کہا کہ گھر سے یعنے مکہ سے اور مراد سفر ہجرت ہے اور جمہور نے کہا یعنے مدینہ سے اور مراد جہاد بدر ہے اور بدر ایک کنوان یا مقام ہے یا کنوان بنانے والے کا نام تھا مگر اب وہ ایک مقام ہے جس مین پانی ملتا ہے اور سال مین ایک بار وہان عرب ایک میلہ کیا کرتے تھے اور زمانہ جاہلیت کی رسوم برتتے تھے جو زمانۂ اسلام مین موقوف ہوئین۔ اور قریش کے ساتھ آنحضرت صلعم سے پہلی لڑائی وہین واقع ہوئی۔ حاصل آنکہ جیسے تجھکو تیرے پروردگار نے حق کے ساتھ تیرے گھر یعنے مدینہ سے قتال بدر کے واسطے نکالا۔ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ جملہ حالیہ ہے۔ یعنے اور حال یہ کہ مومنون مین سے ایک

فریق البتہ کراہت رکھنے والا تھا یعنی اس نکلنے سے کراہت رکھتا تھا اگر کہا جاوے کہ یہ جملہ حال کیونکر ہو سکتا ہے اسلیے کہ حال اخراج مین
ان لوگون کی کراہت متحقق نہ تھی بلکہ بعد خروج کے جب وادی ذفران مین پہونچے ہین تب کراہت پیدا ہوئی ہے جیسا کہ قصہ
مابعد سے واضح ہوگا۔ جواب یہ کہ حال مقدرہ ہے اسے مقدرین الکراہتہ۔ اب جاننا چاہیے کہ تقریبا کاف مین جو مقتضی تشبیہ چیزے
بچیزے دیگر ہے چند اقوال ہین۔ ایک یہ کہ تقدیر کلام یون ہے۔ فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم فان ذلک خیر لکم کما ان اخراج محمد ﷺ
خیر لکم وان کرہہ فریق منکم۔ دوم آنکہ کاف متعلق بما بعد ہے یعنے کما اخرجک ربک من بیتک بالحق علی کرہ فریق منہم کذالک ہم یکرہون
القتال ویجادلونک فیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اس امر کو مقتضی ہے کہ نکلنے کے وقت تحقیقا البعض سے کراہت موجود تھی وفیہ نظر لما عرفت
فتذکر۔ سوم آنکہ کاف بمعنی علی اور ما بمعنی الذی ہے لے امض علی الذی اخرجک ربک الخ۔ چہارم آنکہ کاف بمعنی اذ ہے اسکے
اذکر اذ اخرجک ربک الخ پنجم یہ کہ اصلحوا ذات بینکم اصلاحا کما اخرجک ربک۔ پس جماعت کی طرف خطاب کرنے سے ایک کی طرف
رجوع ہے ششم یہ کہ اطیعوا اللہ ورسولہ طاعۃ محققۃ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق ہفتم یہ کہ تو مومنون حقا کما اخرجک الخ اور ایسے ہی
اس مقام پر بہت وجوہ اعراب ہین جنکو عینی رہ نے مفصل ذکر کیا اور اولی وجہ وہ ہے جو زجاج رہ نے بیان کی کہ تقدیر کلام یون
ہے کہ الانفال ثابتۃ للہ والرسول وان کرہوا کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان کانوا کارہین۔ یعنے انفال سب مخصوص بآنحضرت
صلعم ہین جیسے چاہین تقسیم کرین اور یہ لوگون کے حق مین بہتر ہے اگرچہ وہ اسکو گران سمجھین جیسے کہ حق تعالے نے تجھے ان غنائم کے
حصول کے سبب مین جب پہلے گھر سے نکالا یعنے واسطے جہاد بدر کے تب بعضے لوگون نے مکروہ جانا تھا حالانکہ یہ اخراج حق تھا اور
انکے حق مین بہتر تھا۔ رازی رح نے کہا کہ جو وجوہ اس مقام پر مذکور ہوئے ہین سب سے یہ وجہ اعراب و بیان کی بہت اچھی ہے واضح ہو کہ
کراہت ایک فریق مومنین کی بطریق عصیان وضعف الیقین کے نہ تھی بلکہ بمقتضائے بشریت تھی اور بات یہ تھی کہ رسول اللہ صلعم کو
مدینہ مین خبر پہونچی کہ ابو سفیان ملک شام سے بہت بڑا مال تجارت قریش کا لیے ہوے مکہ کو جاتا ہے پس حضرت صلعم نے لوگون کو آمادہ کیا
کہ اہل شرک وکفر جو ان اموال کے سرکشی پر ملک الٰہی مین فساد مچاتے ہین اور راہ راست چھوڑے ہوئے ہین اس مال کو ان سے چھین لو
پس مومنون مین سے قریب تین سو تیرہ ۳۱۳ آدمی کے نکلے اور باقی لوگ سستی کرکے رہگئے کہ اس مال کے پیچھے کون جاوے اور ابو سفیان کو
جو یہ خبر پہونچی کہ محمد صلعم مع اپنے اصحاب کے اس کی جستجو مین نکلے ہین تو اس نے ضمضم بن عمرو الغفاری کو اجارہ پر اسواسطے مقرر کیا کہ
مکہ کو جاکر قریش کو نفیر کرے کہ جلدی دوڑو تمہارا مال لٹا جاتا ہے پس ابو سفیان تو قافلہ کو لیکر راہ چھوڑ کر سمندر یعنے بحر قلزم کے کنارے
کنارے ہو رہا اور مکہ مین سے دلاور بہادر قریب ایک ہزار مسلح جوان کے نکلکر بدر کے کنوین پر اترے اور اس کو گھیر لیا اور شراب مین
پینا وگانا وناچ دیکھنا واونٹون کے کباب لگانا شروع کیے۔ اور حضرت صلعم کے ہاتھ سے جب قافلہ نکل گیا تو حضرت جبرئیل ع نے
آگاہ کیا کہ اللہ تعالے عزوجل تم کو وعدہ دیتا ہے کہ قافلہ یا نفیر دونون مین سے ایک طائفہ یعنے ایک گروہ تمہارا جسے چاہو قافلہ گرفتار
کرلیو اور چاہو یہ ہزار آدمی جو لڑنے آئے ہین ان کو لے لو۔ مومنون نے جو فقط تین سو تیرہ ۳۱۳ تھے اور وہ بھی اچھے ساز وسامان سے
نہ تھے بلکہ بہت سے ننگے بدن بدون زرہ و پورے ہتھیار کے تھے ان لوگون نے خوف کیا اور ان کو رعب چھا گیا اور حضرت صلعم سے کہا
کہ ہم تو بدون سامان کے قافلہ لینے کو نکلے تھے اب ایسی حالت مین دشمن سے کیونکر لڑین۔ چنانچہ حق تعالے نے فرمایا۔ یجادلونک فی الحق
بعد ما تبین تجھسے جدال کرتے ہین جھگڑتے ہین دربارہ حق کے بعد ظہور حق کے۔ یعنے حق اسپر ظاہر ہوگیا کہ ہر چیز بقبضہ قدرت الٰہی ہے

کسی ساز وسامان وغیرہ کی تاثیر نہین ہے اور کوئی نفع وضرر بدون قضاے حق عزوجل کے نہین پہونچ سکتا اسیواسطے خوبی ایمان کے مقتضی سے اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرتے ہین پس بعد ظہور حق کے بمقتضاے بشریت اس مقام پر تجھسے جھگڑتے ہین۔ کَاَنَّمَا یُسَاقُوْنَ اِلَی الْمَوْتِ گویا وے موت کی طرف کھینچے جاتے ہین۔ وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ درحالیکہ موت کو آنکھون دیکھ رہے ہین۔ یعنے ظاہری اسباب سب موجود دیکھنے سے گویا خود موت ہی کو دیکھ رہے ہین۔ پس یہ کراہیت اُنکو اس جہت سے تھی کہ تعداد بہت تھوڑی وسامان جنگ بہت کم تھا گویا ایسے زبردست لشکر سے ایسی حالت مین مقاتلہ کرنا خواہ مخواہ قتل ہوجانا سمجھکر گھبرا گئے اور یہ بمقتضاے بشریت تھا ورنہ توکل بحق سبحانہ تعالے کے منافی ہے۔ واضح ہو کہ اس لڑائی مین اللہ تعالے نے مومنون کو عجیب عجیب آیات قدرت دکھلائین ازانجملہ یہ کہ باوجود اس حالت کے کہ ابتدا مین اس لشکر سے لڑنے جانا گویا موت کی طرف کھینچے جانا سمجھتے تھے اور انتہا مین ایسی کھلی فتح دیدی۔ اور آمد ملائکہ اور خواب عاتکہ ہمشیرہ عباس رض وغیرہ کافرون کے واسطے بھی آیات تھین ولیکن سال آیندہ فی الجملہ غلبہ مشرکین سے کافرون کو مکر مین ڈالدیا وعنقریب بیان آویگا انشاء اللہ تعالے۔ فی المعالم والسراج وغیرہ غزوۂ بدر مین آنحضرت صلعم پہلے واسطے لڑائی کے نہین نکلے تھے بلکہ قافلہ کے واسطے نکلے تھے اور بات یہ ہوئی کہ ابوسفیان چالیس سوارون کے ساتھ جن مین عمرو بن العاص ومخرمہ بن نوفل الزہری وغیرہ تھے شام سے قافلہ لیکر مکہ کو جاتا تھا اور اس مین قریش کی کثرت تجارت تھی پس جبرئیل نے آکر آنحضرت صلعم کو آگاہ فرمایا کہ آپ نے مومنون کو آگاہ کیا پس کثرت مال اور قلت دشمن کی نظر سے مومنون کو قافلہ سے تعرض کرنا بھلا معلوم ہوا ولیکن کچھ لوگ ساتھ ہوئے اور کچھ لوگ بے پروائی کرکے ٹھہر گئے۔ جب ابوسفیان نے آنحضرت صلعم اور مومنون کا روانہ ہونا سنا اور وہ ملک حجاز مین پہونچکر ہوشیار بیدار اور متجسس اخبار تھا پس اسنے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت پر مقرر کرکے اہل مکہ کے پاس روانہ کیا کہ بہت جلد اپنے قافلہ کی خبر لو۔ ضمضم کے آنے سے پہلے مکہ مین یہ واقعہ ہوا کہ عاتکہ بنت عبد المطلب جو عباس بن عبد المطلب کی بہن تھین اُنھون نے خواب مین دیکھا کہ ایک اونٹ سوار اونچے ٹیلے پر آکر چلایا کہ اے آل غالب جلد اپنے مصارع کو چلو اور لوگ اس کی طرف جمع ہوگئے پھر ایک فرشتہ آسمان سے اُترا اُسنے پہاڑ سے ایک پتھر لے کر اوپر پھینکا پس مکہ کا کوئی گھر نہ بچا جسمین اس پتھر کی کرچ نہ گری ہو۔ عباس نے سنکر کہا کہ اسکو کسی سے مت بیان کر اور خود نکلکر ولید بن عتبہ بن ربیعہ سے ملاقات کرکے یہ خواب بیان کیا اور اسکو پوشیدہ رکھنے کی تاکید کی پس اُسنے اپنے باپ سے بیان کیا اور خواب فاش ہوگیا۔ پھر دوسرے روز عباس طواف کرنے لگے اور ابوجہل مع ایک گروہ کے سایۂ کعبہ مین بیٹھا خواب عاتکہ کی باتین کرتا تھا اسنے کہا کہ اے عباس جب طواف سے فارغ ہو تو ادھر آنا پھر مین فارغ ہوکر گیا تو اسنے کہا کہ اے بنو عبد المطلب یہ فتنہ تم مین کہان سے آیا یعنے خواب عاتکہ اور بولا کہ اے بنو عبد المطلب کیا تم اس پر راضی نہوئے کہ تم مین سے مرد نبوت کا دعوی کرین یہانتک کہ عورتین مدعی ہوئین اب ہم تین روز تک تمھارا انتظار کرتے ہین اگر یہ بات سچ ہوئی تو خیر ورنہ ہم تین روز بعد ایک نوشتہ لکھدینگے کہ عرب مین تمھارا خاندان بڑا جھوٹا ہے۔ عباس کہتے ہین کہ مجھسے اُس سے بہت باتین نہین ہوئین بجز اسکے کہ مین نے انکار کیا کہ عاتکہ نے کچھ نہین دیکھا۔ پھر شام ہوئی تو بنی عبد المطلب مین سے کوئی عورت نہ بچی جسنے مجھسے آکر شکایت نہ کی ہو کہ تم نے اس فاسق خبیث کو اپنے مردون کی غیبت کرنے دیا یہانتک کہ اُسنے عورتون کی بدگوئی کی اور تم سنتے رہے کیا تمھارے پاس کچھ غیرت نہین رہی۔ پھر مین تیسرے روز صبح کو گیا تاکہ ابوجہل خبیث کو چھیڑکر اسکی گفتگو کا بدلا لون۔ جب مین مسجد مین پہونچا تو مین نے اُسکو دیکھا اور اسکی طرف چلا اور وہ دُبلا پتلا تر شرو تیز نظر تیز زبان آدمی تھا اتنے مین وہ دروازہ کی طرف سے نکل کر

تیز چال چلدیا تو مین نے کہا کہ شاید میرے خوف سے چلدیا ہے حالانکہ جو اُسنے سُنا وہ مین نے نہین سُنا تھا یعنے اسنے ضمضم بن عمرو کی آواز سنی
کہ وہ بطن الوادی سے چلاتا اور گریبان پھاڑتا تھا کہ اے آل غالب اے قریش جلد دوڑو کہ محمد اور اُنکے ساتھیون نے تمھارے اموال
تجارت کو جو ابو سفیان کے ساتھ ہین گھیرا ہے پس ابو جہل نے ٹیلہ پر کھڑے ہوکر قریش کو نفیر کیا اور قریب ہزار مسلح جوان کے نکلکر جلد روانہ ہوکر
جحفہ پہنچے تو اس سے کہا گیا کہ تمھارا قافلہ سمندر کے کنارے کی راہ لیکر سلامت بچ گیا اب لوٹ چلو پس اُسنے نہ مانا اور کہا کہ بدر کے مقام مین شراب
وکباب اور راگ ورنگ کرکے مومنون کو خفیف کرکے واپس آوینگا پس بدر مین آکر اُترا اور پانی پر مشرکون نے قبضہ کر لیا محمد بن اسحاق بن یسار
نے زہری و عاصم و یزید بن رومان وغیرہ کی حدیثون کو جو عروہ بن الزبیر کے طرق سے ابن عباسؓ سے ہین مجتمع کرکے مختصر سیاق سے یون
ذکر کیا کہ رسول اللہ صلعم جب وادی ذفران مین پہونچے تو آپ کو خبر ملی کہ قریش اپنے قافلہ کو بچانے کے لئے نفیر کرکے نکلے اور روانہ ہوئے
ہین پس آنحضرت صلعم نے لوگون سے مشورہ مانگا تو بعض نے کہا کہ ہم کو نفیر سے لڑنے کی طاقت نہین۔ پھر مشورہ مانگا اور پھر بعض نے یہی جواب دیا
کہ ہم تو عیر یعنے قافلہ کو لینے نکلے تھے اور نفیر سے لڑنے کی طاقت ہم کو نہین ہے پس آنحضرت صلعم کا چہرہ متغیر ہوگیا پس فوراً حضرت ابوبکرؓ نے
کھڑے ہوکر اچھا کلام کیا پھر عمرؓ نے کھڑے ہوکر اچھا کلام کیا پھر مقداد بن عمروؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو آپ کو اللہ تعالے نے حکم فرمادیے
آپ اسی پر چلین اور ہم آپ کے ساتھ ہین اور قسم ہے اللہ عز وجل کی کہ ہم آپ سے ویسے نہ کہینگے جیسے بنو اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ فاذہب
انت وربک فقاتلا انا ہہنا قاعدون۔ بلکہ ہم یون کہینگے کہ فاذہب انت وربک فقاتلا انا معکما مقاتلون۔ اور قسم ہے اُس پاک پروردگار
کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر آپ ہم کو برک الغماد لیجاوین تو ہم اُس کے ورے نہ ٹھہرینگے یہانتک کہ وہان پہونچ جاوین پس حضرت
صلعم نے مقداد کو دعاے خیر دی پھر فرمایا کہ اے لوگو مجھے مشورہ دو۔ مراد آپ کی یہ تھی کہ انصار جواب دین کیونکہ بڑا گروہ وہی تھے اور
اُنھون نے جب عقبہ مین آنحضرت صلعم کے مکہ سے ہجرت کرنے سے پہلے آپ کے ساتھ بیعت کی تھی تو عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ہم آپ کے ذمہ دار
ہونے سے بری ہین اسوقت تک کہ آپ مدینہ مین آجاوین پھر مدینہ پہونچنے کے بعد ہم آپ کو ہر ایسی چیز سے جس سے اپنی اولاد کو بچاتے ہین بچاوینگے
پس آنحضرت صلعم خیال فرماتے کہ شاید انصار یہی جانتے ہون کہ مدینہ پر اگر کوئی دشمن بقصد ضرر رسانی آنحضرت صلعم ہجوم کرے تو انھیں بچانا و مدد
کرنا لازم ہے اور بس اور یہ لازم نہین کہ مدینہ سے ساتھ ہوکر دشمنون کے ملک مین مددگاری کرین۔ پس جب آنحضرت صلعم نے یون فرمایا تو سعد
بن معاذؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ گویا آپ ہم کو مراد لیتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہان۔ تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ تو آپ پر
ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور شہادت دی کہ جو کچھ آپ لائے سب برحق ہے اور اسپر ہم نے عہود و مواثیق دیے کہ بسر و چشم جان و دل
سے مطیع و فرمانبردار ہین پس جو کچھ آپ کو اللہ تعالے نے حکم دیا ہو آپ اس راہ چلین پس قسم ہے اُس ذات پاک کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ
آپ اگر ہم کو اس سمندر پر پیش کرین اور اُس مین گھُسین تو ہم بھی گھُس پڑینگے ایک بھی نہین پیچھے رہیگا اور ہم اسکو برا نہین جانتے کہ آپ ہم کو کل کے روز
کسی دشمن سے بھڑا دین۔ ہم لڑائی کے وقت سراسر ثابت قدم اور بھڑ جانے کے وقت راسخ دم ہین اور اُمید ہے کہ اللہ تعالے ہمارے طرف سے
آپ کو ایسی باتین دکھلادے جس سے آپ کی آنکھین ٹھنڈی ہون پس آپ اللہ تعالے کی برکت پر ہم کو لے چلین۔ جب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ
نے یہ بات کہی تو آنحضرت صلعم بہت خوش ہوے اور فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالے کی برکت پر روانہ ہو اور تم کو بشارت ہو کہ اللہ تعالے نے مجھسے
عیر و نفیر مین سے ایک گروہ کا وعدہ کیا ہے اور قسم ہے اللہ تعالے کی کہ گویا مین اسوقت قوم کے مصارع کو دیکھتا ہون یعنے جہان جہان ان مین
کے مشہور لوگ قتل ہوکر گرینگے ہر ایک کے ٹھکانے کو دیکھتا ہون۔ قال ابن کثیرؒ اور عوفیؒ نے ابن عباسؓ سے اسکے مانند روایت کیا

اور ایسا ہی سدیؒ و قتادہؒ و ابن زیدؒ و دیگر علما سلف نے بیان کیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے میدان جنگ مین پھر کر
لڑائی واقع ہونے سے پہلے ہر ایک کے مقتول ہونے کا ٹھکانا بتلایا تھا جس سے سر مو تجاوز نہین ہوا۔ اور یہ روایت سابق مین بیان
ہو چکی ہے۔ اس تمام بیان سے واضح ہوا کہ قولہ تعالیٰ یجادلونک فی الحق الآخر مین بوجہ اضطراب کے بمقتضاے بشریت جو منافشہ واقع
ہوا وہ فقط بعض لوگون کی طرف سے تھا جنکے بدن پر زرہ بھی نہ تھے اور لڑائی کے واسطے بالکل آراستہ نہ تھے وہی یون خیال کرتے کہ
کانما یساقون الی الموت وہم ینظرون۔ اور یہ بات بھی ان کی طرف سے قبل وعدۂ الٰہی و بشارت کے واقع ہوئی تھی چنانچہ لباب
نا قشہ کے جب قتال کے واسطے روانہ ہونے پر متفق ہو گئے تب حضرت صلعم نے اُن کو بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے عیر و نفیر دونون
مین سے ایک گروہ کا وعدہ دیا ہے و قد قال تعالیٰ۔ وَاِذْ یَعِدُکُمُ اللّٰہُ اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ اَنَّھَا لَکُمْ اس مین یاد دلایا
اپنے وعدہ کا اور اس کے پورا کرنے کا اور طائفتین سے مراد عیر و نفیر ہے اور جملہ انہا لکم بدل اشتمال ہے یعنے احدی الطائفتین کا وعدہ
یہ کہ وہ تمھارے واسطے ہے اور یہ وعدہ بطور منع خلو سمجھا گیا یعنے دونون مین سے کوئی ایک طائفہ انکو ملیگا۔ اور عباس رضؓ بن عبد المطلب
نے اس سے منفصلہ حقیقیہ سمجھا چنانچہ امام احمد نے بسند جید ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ بدر کی لڑائی سے فارغ ہونے کے بعد
آنحضرت صلعم سے کہا گیا کہ اب عیر پر بھی بھیجئے اس سے کوئی روکنے والا نہین ہے اور عباس بن عبد المطلب اسوقت مشرکون کے ساتھ
بندھے ہوئے قید یون مین تھے انھون نے آواز دی کہ یہ بات لائق نہین ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کیون تو عرض کیا کہ اسلیے کہ اللہ تعالیٰ
نے آپ سے احدی الطائفتین کا وعدہ کیا تھا سو وہ پورا کر دیا۔ بالجملہ مومنون کو اللہ تعالیٰ نے احدی الطائفتین کا مبہم وعدہ دیا
لیکن یہ لوگ چاہتے تھے کہ عیر ہمکو ملے اسواسطے کہ بہت مال تھا اور لڑائی سے بھی خطرہ نہ تھا چنانچہ فرمایا۔ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ
غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ تَکُوْنُ لَکُمْ اور تم یہی چاہتے تھے کہ بے شوکت والا یعنے بے ہتھیار و زرہ والا گروہ یعنے عیر تمکو ملے کیونکہ اسمین
آدمی کم اور جنگی سامان کم تھا بخلاف نفیر کے کہ ایک ہزار کے قریب پورے مسلح تھے۔ وَیُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّحِقَّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ۔ اور
اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ ثابت و ظاہر کرے حق کو اپنے کلمات کے ساتھ یعنے اس تقدیر کے ساتھ جو ازل مین اسلام کے ظاہر و غالب ہونے
کے واسطے ثابت ہوئی ہے۔ وَیَقْطَعَ دَابِرَ الْکٰفِرِیْنَ اور اللہ تعالیٰ چاہتا تھا موافق کلمات قدیمہ کے کہ قطع کرے دابر یعنے آخر
کافرین کو یعنی اس طور کہ ان کی جڑ کاٹ دے چنانچہ اس واقعہ مین ابو جہل وغیرہ ان کے سرکش ڈھیٹ لوگون کو قتل کر دیا جس سے جڑ کٹ گئی
پس چونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم قدیم مین یہ چاہا تھا لہذا مومنون کو قتال کا حکم اس لیے دیا کہ۔ لِیُحِقَّ الْحَقَّ تاکہ ثابت و ظاہر کرے حق کو
وَیُبْطِلَ الْبَاطِلَ اور مٹا دے باطل یعنے کفر کو۔ وَلَوْ کَرِہَ الْمُجْرِمُوْنَ اگرچہ بڑے برا جانا کرین مجرم لوگ یعنے مشرک لوگ اگرچہ
اسلام و حق کو برا جانا کرین مگر اللہ تعالیٰ اسکو پورا کرنے والا ہے ف فی العرائس قولہ تعالیٰ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان
فریقا من المومنین لکارہون یہ کراہت بخطرۂ نفسانی تھی پھر اور زیادہ کیا بقولہ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین سدی رحمہ نے کہا کہ
بحث کرتے ہین میدان کی بابت حالانکہ انکو ظاہر ہو گیا کہ تو نہین کرتا مگر وہی جو تجھکو اللہ تعالیٰ حکم فرماوے کانما یساقون الی الموت وہم
ینظرون۔ پاک ہے وہ معبود قادر قدیم جسنے اپنے ان بندون کو حقائق ایمان و درجات و انوار و مکاشفات سے مخصوص فرمایا ان صفات
کی کوئی پروا نہین کی تاکہ مخلوق کو معلوم ہو کہ فضل الٰہی عزوجل ان بندون پر سابق اور عنایات الٰہی انپر قدیم ہے اور آیت کریمہ کے معنے
یہ ہین کہ اموال غنیمت کی تقسیم انکے موافق حکم ازلی کے ہے اور ان کے نفوس کی خواہش کے موافق نہین ہے جیسے تجھکو تیرے گھر سے تیرے پروردگار

نے دشمنون پر جہاد کرنے کو نکالا حالانکہ وہ لوگ اس مین کراہت کرتے تھے یعنے جہاد مین جیسے انکی کراہت تھی ایسے ہی اموال غنیمت کی تقسیم مین ہر اور یہ بخواہش نفس ومقتضاے بشریت ہے اور اس جہت سے نہین ہے کہ انکے دل حکم اللہ ورسول کے قبول سے انکار کرتے ہین اسلیے کہ وے لوگ حکم اللہ تعالے ورسول پر کامل یقین رکھتے ہین اور یہی حال جملہ سالکین کا ہے کہ انکے نفوس انکے اوطان قلوب مین ہر دم نہین ٹھہرتے سواے اُن اوقات کے جنمین حق عزوجل کا مشاہدہ ہوتا ہے پس ان اوقات مین تو روے زمین پر جتنے قلوب اس کرامت سے مشرف ہین سب انوار غیب سے منور ہو کر تاریکی نفس وبشریت سے چھوٹ جاتے ہین۔ بعض نے کہا کہ نفس کو کبھی امر حق سے الفت نہین ہوتی۔ اور بعض صحابہ رض نے جو اس مقام پر آنحضرت صلعم سے ہٹ مچائی تھی تو یہ بچون کی سی ہٹ تھی کہ پیار دیکھکر پانون پھیلائے کہ وے لوگ وصال کی گود مین پالے جاتے تھے جیسے خلیل علیہ السلام نے از راہ خلت وانبساط کے قوم لوط کے بارہ مین اللہ تعالے سے جھگڑا کیا کما قال اللہ تعالے یجادلنا فی قوم لوط الآیہ۔ یعنے ابراہیم نے ہم سے قوم لوط کے بارہ مین جھگڑنا شروع کیا۔ پھر پردہ نفس قبل مشاہدہ تک رہتا ہے پھر جب حق ہی حق رہا تو پردہ اُٹھ گیا اور نفس کے آثار مین سے ایک ذرہ بھی باقی نہین رہتا ہی قال المترجم کوئی نادان یہ خیال نہ کرے کہ اولیاء اُمت سے حجاب اور اور مشاہدہ کا ظہور ہوتا ہے پھر کیا صحابہ اس سے بھی کم تھے کیونکہ ہم نے تحقیق اوپر بیان کر دی کہ ہر ایک فرقہ کے واسطے مقام قرب مختلف ہین پس اولیاء اُمت کو جو مرتبہ انتہاء درجہ کا ہے وہ پہلا قدم مرتبہ شہداء کا ہے اور انتہاء مرتبہ شہداء کا اول درجہ صدیقین کا ہے اور انتہاء درجہ صدیقین کا اول مرتبہ نبوت ہے اور علی ہذا اگلی اُمتون مین سے جو صدیقین کو ملا وہ اس اُمت کے اولیاء کو نصیب ہوا واللہ تعالے اعلم پس یہ فرقہ صحابہ رض کا اسوقت مین مقام غیبت مین تھا پھر جب انکی مراد انکو کھلی تو خوشی خاطر سے دوسری بار جنگ احد مین اپنی جان قربان کرنا قبول کیا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے کی سنت جاری ہے کہ اہل سلوک کو انکے گھرون سے نکالتا ہے تاکہ غربت ومسافرت مین فرقت کی تلخی پاوین اور بشریت ونفس جن چیزون سے مالوف ہے انکا اثر باقی نہ رہے اسیواسطے فرمایا کما اخرجک ربک من بیتک بالحق۔ اور اشارہ حقیقت اس مین یہ ہے کہ مردان حق اپنے نفوس کے وطنون سے نکلکر میدان مشاہدہ مین حاضر ہوتے ہین تاکہ انکے ساتھ کسی غیر کا وجود سواے حق کے نہ رہے شیخ ابو یزید بسطامی رح نے کہا کہ مین نے وصال کا سوال کیا تو حکم ہوا کہ اپنا نفس چھوڑ دے اور چلا آ۔ ابن عطا رح نے کہا کہ اشارہ ہے کہ اپنا گھر چھوڑ کر اندھے دلون کو نور حق سے زندہ کر اور قولہ وان فریقا من المومنین الی آخرہ یعنے وہ اپنے اوطان چھوڑنے سے کراہت رکھتے ہین اور کسی بندہ کے واسطے صحبت و نصیحت کی حقیقت پوری نہین ہوتی جب تک اپنے اقارب کو چھوڑ کر وطن سے ہاتھ نہ اُٹھا دے پس انکے وطنون سے نکال دیا کہ دوسرے شہرون مین جاوین پھر جب انکے نفس سے مطالبہ نہ رہا تو انکو واپس کر دیا کہ سواے حق تعالے کے کوئی اور انکا مالک نہو وے۔ بعض نے اس آیت مین لکھا کہ تجھکو تیرے اوصاف سے فانی فرما کر باوصاف حق باقی کیا اور تیرے نفس کے سکون واعتماد سے باہر کر کے حق سے ساکن ومعتمد کیا تاکہ تو کسی مالوف پر ظاہر لحاظ نہ فرماوے پس تجھکو تیرے مالوفات سے نکالکر حق سے باقی کیا کہ اسی سے تیرا قیام اور اسی پر تجھے اعتماد ہو اور مومنین سے ایک فریق تیری ظاہر مفارقت اوطان سے کراہت رکھتا ہے حالانکہ انکو یہ معلوم نہین کہ اس مفارقت سے تیرا وطن حق ہو گا۔ پھر حق تعالے نے قوم کی رفاہیت طلبی کو بیان فرمایا بقولہ وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم۔ ازل مین سنت الٰہی جاری ہوئی کہ ہر مشاہدہ کے وقت ایک مجاہدہ ہے اور ہر نعمت کے ساتھ ظہور فضل الٰہی ہے تاکہ مخلوقات اپنی بندگی کے ساتھ امر قدم کا یقین کرین۔ بعض نے کہا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ وہ اپنی کوشش سے واصل بحق ہو گا وہ جاہل احمق ہے اور جسنے یہ گمان کیا کہ بدون کوشش کے پہونچ جاویگا وہ کاہل واہی ہے۔ قولہ تعالے لیحق الحق ویبطل الباطل۔ اللہ تعالے نے سچی محبت والون اور جھوٹے دعوے

والون مین اپنے لطف و کرم سے تیز کردی ۔ نیز خطرات نفسانیہ جاری ہونے سے وہ اپنی جانین اللہ تعالےٰ کی راہ مین قربان کرکے حق ایمان و پوری سچائی سے متصف ہون ۔ قال المترجم یعنے نفس تو ہر ایک کو فریب دیتا ہے کہ تو مومن صادق ہے پس وہ اپنی جانین قربان کرکے دیکھین کہ سچے ہین ۔ اور نیز مشاہدہ سے انکے دلون مین سچی محبت ڈالے اور انکے نفس کے خیالات کو باطل کردے ۔ بعض نے کہا کہ تحقیق حق اسطرح کرین کہ اُسپر متوجہ ہووین اور ابطال باطل اسطرح کہ باطل سے مُنھ موڑین ۔ واسطیؒ نے کہا کہ تحقیق حق اسطرح کہ خاص تجلی فرماوے اور ابطال باطل اسطرح کہ تاریکی باطل میٹ دے اور منکرون کو وحشت مین بھٹکاوے ۔ بعض نے کہا کہ تحقیق حق تو کشف سے اور ابطال باطل استار سے ۔ بعض نے کہا کہ تحقیق حق اسطرح کہ حکم حق پر راضی ہون اور سخط اور ترشروئی کو باطل کرین ۔ بعض نے کہا کہ مومنون کے لیے تحقیق حق ہو اور کافرون کے باطل کو مٹادے ۔ بعض نے کہا کہ اولیاء کو جذب کرلے اور مردودون کو اُلٹے پھیر دے ۔ بعض نے کہا کہ اہل حق کی برہان روشن کرے اور مدعیون کے دعوے مٹاوے

اِذۡ تَسۡتَغِيۡثُوۡنَ رَبَّكُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَكُمۡ اَنِّىۡ مُمِدُّكُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓـئِكَةِ مُرۡدِفِيۡنَ ۞ وَمَا

جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہونچا تمھاری پکار کو کہ مین مدد بھیجونگا تمھاری ہزار فرشتے لگاتار آتے جاتے اور یہ تو دی

جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشۡرٰى وَلِتَطۡمَـئِنَّ بِهٖ قُلُوۡبُكُمۡ‌ۚ وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ

اللہ نے فقط خوشخبری اور تا چین پکڑین دل تمھارے اور مدد نہین مگر اللہ سے بیشک اللہ زور آور ہے

حَكِيۡمٌ ۞ اِذۡ يُغَشِّيۡكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنۡهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيۡكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمۡ

حکمت والا جسوقت ڈالدی تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کو اور اُتارا تمپر آسمان سے پانی کہ اُس سے تمکو پاک کرے

بِهٖ وَيُذۡهِبَ عَنۡكُمۡ رِجۡزَ الشَّيۡطٰنِ وَلِيَرۡبِطَ عَلٰى قُلُوۡبِكُمۡ وَيُثَبِّتَ بِهِ الۡاَقۡدَامَ ۞ اِذۡ

اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور محکم گرہ دے تمھارے دل پر اور ثابت کرے تمھارے قدم جب

يُوۡحِىۡ رَبُّكَ اِلَى الۡمَلٰٓـئِكَةِ اَنِّىۡ مَعَكُمۡ فَثَبِّتُوا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا‌ ؕ سَاُلۡقِىۡ فِىۡ قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوا

حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتون کو کہ مین ساتھ ہون تمھارے سو تم دل ثابت کرو مسلمانون کے مین ڈالدونگا دل مین کافرون کے

الرُّعۡبَ فَاضۡرِبُوۡا فَوۡقَ الۡاَعۡنَاقِ وَاضۡرِبُوۡا مِنۡهُمۡ كُلَّ بَنَانٍ ؕ ۞ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ شَآقُّوا

دہشت سو مارو اوپر گردنون کے اور مارو اُنکے پور پور یہ اسواسطے کہ وہ مخالف ہوے

اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ‌ ۚ وَمَنۡ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ۞ ذٰلِكُمۡ فَذُوۡقُوۡ

اللہ کے اور اُسکے رسول کے اور جو کوئی مخالف ہو اللہ کا اور اُسکے رسول کا تو اللہ کی مار سخت ہے یہ تو تم چکھ لو

وَاَنَّ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابَ النَّارِ ۞

اور جان رکھو کہ منکرون کو ہے عذاب دوزخ کا

اِذۡ تَسۡتَغِيۡثُوۡنَ رَبَّكُمۡ ظرف متعلق بفعل محذوف ہے مانند اذکروا کے اے اذکروا وقت استغاثتکم ۔ ای تطلبون منہ الغوث بالنصر ۔ یعنے یاد کرو وقت اپنے استغاثہ کا یعنے معرفت اللہ تعالےٰ سے مدد طلب کرتے تھے کافرون پر فتح پانے کی ۔ یہ دوسری نعمت ان کو یاد دلائی ۔ اور مقام مقتضی ماضی ہے لیکن مضارع بطریق حکایت حال ہے تاکہ وہی وقت یاد آجاوے ۔ استغاثہ طلب غوث ۔ یقال استغثتہ فاغاثنی

یعنے مین نے اللہ تعالے سے مدد مانگی پس اُسنے مجھے مدد دی۔ اور کسی کی فریاد کو پہونچنا۔ غیاث اسم ہے۔ بالجملہ جب مومنون نے معلوم کیا کہ قتال ضرور ہے اور کافرون کی کثرت و شوکت دیکھی اور اپنی قلت و بے سامانی تو اللہ عز و جل سے استغاثہ کیا اور معالم مین ہے کہ یون کہنا شروع کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان دشمنون کافرون پر فتح دے اے غیاث المستغیثین ہماری فریاد رسی فرما۔ اور مفسر رح نے مانند بعض کے اشارہ کیا کہ لفظ اذکر با فراد مقدر ہے اور یہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور ضمیر جمع تستغیثون بطریق تشریف ہے۔ علی بن ابی طلحہ وغیرہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ تعالے اذ تستغیثون ربکم۔ آنحضرت صلعم کی دعا کے بارہ مین ہے۔ امام احمد نے اپنے اسناد سے عمر بن الخطاب رض سے روایت کی کہ جب بدر کا روز ہوا تو آنحضرت صلعم نے اپنے ساتھیون کو کچھ اوپر تین سو دیکھا اور مشرکون کو ہزار سے اوپر دیکھا پس آنحضرت صلعم قبلہ کی طرف مُنھ کرکے کھڑے ہوے اور تہبند باندھے اور چادر اوڑھے تھے اور دعا مانگنی شروع کی۔ اللھم انجزنی ما وعدتنی الخ یعنے میرے پروردگار جو تو نے مجھسے وعدہ فرمایا وہ پورا کر دے میرے مولی جو تو نے مجھے وعدہ دیا وہ پورا فرما دے میرے باری تعالے اگر اہل اسلام مین سے یہ ٹکڑا مارا گیا تو زمین مین تیری عبادت کی اُمید نہین۔ اسیطرح برابر اپنے پروردگار سے استغاثہ کرتے و دعا مانگتے تھے یہانتک کہ آپ کے دوش مبارک سے چادر گر پڑی اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آکر چادر اُٹھا کر اوڑھا دی اور ایک طرف سے آپ کو دبوچ لیا اور عرض کرنے لگے کہ یا رسول اللہ آپ کی مناجات اپنے پروردگار سے کافی ہے و تعالے عنقریب آپ کا وعدہ پورا فرما دیگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم الآیہ۔ پھر جب یہ دن ہوا اور دونون گروہ بھڑ گئے تو اللہ تعالے نے مشرکون کو ہزیمت دی اور مومنون نے انمین سے ستر آدمی قتل کیے اور ستر قید کیے۔ پھر آنحضرت صلعم نے ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا تو ابوبکر رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ لوگ آپکے بھائی بھتیجے کنبے قبیلہ کے ہین میری رائے مین آپ انسے فدیہ لے لیوین پس جو ہم نے لیا وہ ہمارے لیے کافرون پر قوت ہوگا اور شاید اللہ تعالے انکو ہدایت دے تو یہ لوگ ہمارے قوت بازو ہوجاوینگے پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابن الخطاب کیا رائے ہے مین نے کہا کہ واللہ میری تو وہ رائے نہین جو ابوبکر رض کی رائے ہے بلکہ میری رائے مین تو آپ مجھے اجازت دین تو مین فلان کو قتل کردون یعنے اپنے ایک قریب ناتے دار کا نام لیا۔ اور علی رض کو اجازت دیجیے کہ وہ عقیل کو قتل کرین اور حمزہ رض کو اجازت دیجیے کہ وہ فلان اپنے بھائی کو قتل کرین تاکہ عند اللہ تعالے اس امر کا ثواب ملے کہ ہمارے دلون مین مشرکون کی طرف کچھ میلان بھی نہین ہے اور یہ لوگ مشرکون کے پیشوا و بڈھے ہین۔ پھر رسول اللہ صلعم نے ابوبکر رض کے قول کی طرف میل کیا اور اُنسے فدیہ لیکر چھوڑ دیا پھر جب دوسرا روز ہوا تو مین صبح کو آنحضرت صلعم کے پاس گیا تو دیکھا کہ آنحضرت صلعم و ابوبکر رض رو رہے ہین۔ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ و آپکا یار غار کیون روتے ہین آپ نے فرمایا اسوجہ سے کہ تیرے ساتھیون پر فدیہ لینے کی وجہ سے اس درخت سے زیادہ قریب عذاب پیش ہوا آپ نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا جو قریب لگا ہوا تھا اور اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ ما کان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض تا قولہ فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا پھر جب دوسرا سال آیا تو احد کے واقعہ مین جو انھون نے بدر کا فدیہ لیا تھا اسیقدر ستر آدمی شہید ہوے اور اصحاب رسول اللہ صلعم نے فرار کیا اور آنحضرت صلعم کے دندان پیشین ٹوٹے اور خود آپ کے سر مبارک پر چکنا چور ہوگیا جس سے آپ کے چہرہ مبارک پر خون جاری ہوا اور اللہ تعالے نے نازل فرمایا قولہ اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ہذا قل ہو من عند انفسکم الآیہ۔ یعنے یہ تمھارے نفسون کی طرف سے ہے کہ تم نے مشرکین بدر کا فدیہ لے لیا۔ رواہ مسلم و ابوداؤد والترمذی و ابن جریر و ابن مردویہ و صححہ الترمذی و ابن المدینی۔ ابو صالح سے روایت ہے کہ جب بدر کے روز حضرت صلعم نے بہت ہی دراز عاجزی سے مناجات شروع کی تو عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنی

مناجات الیں فرمادین عنقریب اللہ تعالیٰ آپکا وعدہ پورا فرما دیگا ذکرہ الحافظ فی تفسیرہ- ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ مقداد بن الاسود کے ساتھ ایک موقع پر مین تھا اور انکو جو بات حاصل ہوئی وہ مجھے دنیا و ما فیہا سے بہتر آتی ہے اور وہ یہ کہ حضرت صلعم مشرکون پر فتح و مدد کی دعا کرتے تھے کہ مقداد نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم لیک ویسے نہ کہینگے جیسے موسیٰؑ سے بنی اسرائیل نے کہا کہ اذہب انت وربک فقاتلا- بلکہ ہم آپ کے داہنے و بائین و آپ کے روبرو اور آپ کے پیچھے آپ پر جان فدا کرینگے پس آنحضرت صلعم کا چہرہ مبارک چمکنے لگا رواہ البخاری اور ابن عباس رضؓ نے کہا کہ بدر کے روز حضرت صلعم یون دعا کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ اَنْشُدُکَ عَهْدَکَ وَوَعْدَکَ اَللّٰهُمَّ اِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ پس ابوبکر نے آپ کا دست مبارک پکڑ لیا کہ یا رسول اللہ آپ کو کافی ہے پس آنحضرت صلعم ہیہ پڑھتے ہوئے نکلے سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ- اسکو بھی بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے- بہرحال بدر کے روز آنحضرت صلعم کی طرف سے یا عموماً مومنون کی طرف سے بھی حضرت باری تعالیٰ مین مدد کا استغاثہ ہوا اور حضرت صلعم نے بہت مناشدت کی- فَاسْتَجَابَ لَكُمْ پس قبول کیا تمھارے پروردگار نے تمھارے استغاثہ کو یعنی اغاثہ فرمایا- عطف ہے تستغیثون پر اور نعمت یاد دلانے مین یہ قبولیت بھی داخل ہے اور معطوف علیہ اگرچہ لفظاً مضارع ہے مگر معنے مین وقت یاد دلانے کے ماضی ہے پس معطوف علیہ معنوی ماضی پر معطوف لفظاً و معنےً ماضی کا عطف ہوا- اور قبولیت کی تفسیر یہ ہے کہ- اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ یا لفت حرف جر حذف کرکے استجاب کے تحت مین منصوب المحل کیا گیا- یعنی بانی معدکم بالف مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ یعنے قبولیت کا جواب دیا باین طور کہ مین تمھین مدد دینے والا ہون ہزار ملائکہ سے- مُرْدِفِیْنَ اے متتابعین یردف بعضہم بعضا- جو کہ مردف بکسر دال ہونگے یعنے پے درپے ہونگے کہ بعض کا بعض ردیف ہوگا- کذا قال ابن عباس اور احتمال ہے کہ مردفین یعنے آنکہ تمھارے لیے بخدمت ہون چنانچہ ابن عباس رضؓ سے ایک روایت مین ہے کہ مردفین یعنے مددین کذا قال مجاہدؒ وابن کثیر وابن زید (دلیری ۱۲) اور ایک روایت مین ابن عباس نے کہا کہ مردفین یعنے ہر فرشتہ کے پیچھے فرشتہ تھا- اور ایک قراءۃ مین مردفین بفتح دال ہے اور جبکہ ہر فرشتہ کے پیچھے فرشتہ تھا تو معنے ظاہر ہین کیونکہ جن بعض کے پیچھے دوسرے ردیف ہین وہ مردف بالفتح ہوئے اور پیچھے والے مردف بالکسر ہوئے پس دونون طرح تعبیر صحیح ہے اور شیخ عکبری نے مفعول مردفین محذوف رکھا اے مردفین امثالہم- یعنے اپنے مثل دیگر فرشتون کو اپنے پیچھے ردیف کرنے والے تھے- وعلیٰ ہذا ایک ہزار سے زائد ہونگے اور ابن جریرؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جبرئیل علیہ السلام ایک ہزار فرشتون کے ساتھ آنحضرت صلعم کے میمنہ مین اُترے اور میمنہ مین اُسدن ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے اور میکائیل ایک ہزار فرشتون کے ساتھ آنحضرت صلعم کے میسرہ مین اُترے اور مین (طرف داہنی ۱۲) اُسدن میسرہ مین تھا- قال ابن کثیرؒ اگر اسکی اسناد صحیح ہو تو یہ مقتضی ہے کہ الف ملائکہ مردفین بمثلہا تھے اسی واسطے (طرف بائین ۱۲) بعض نے مردفین بفتح الدال پڑھا ہے اور مشہور وہ ہے جو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضؓ سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم و مومنون کو ہزار ملائکہ سے مدد دی جنمین سے پانچ سو کو لیکر جبرئیلؑ داہنی طرف اُترے اور پانچ سو کو لیکر میکائیل بائین طرف اُترے- واضح ہو کہ یہان دو سوال ہین- اوّل یہ کہ سورہ آل عمران مین تعداد زیادہ مذکور ہے اور یہان فقط ایک ہزار فرمائی جواب دیا گیا کہ پہلے ایک ہزار سے مدد کا وعدہ دیا پھر تین ہزار ہوئے پھر پانچ ہزار ہوگئے جیسا کہ آل عمران مین مذکور ہوا- وکذا قال قتادہ رح- وعن الشعبیؒ ایک ہزار تو مردفین تھے اور تین ہزار منزلین تھے- اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک دونون مین کچھ منافات نہین ہے کیونکہ مومنون کو مشرکون کے ایک ہزار لشکر سے گھبراہٹ ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مین تمکو ایک ہزار ملائکہ مردفین سے مدد دونگا یعنے ملائکہ پے درپے ردیف وار جماعتون سے تمھاری مدد کو آوینگے جنمین سے اول جماعت ایک ہزار ہوگی پس انمین ایک ہزار مین انحصار نہین ہے اور جو آثار دربارہ ایک ہزار

کے مذکور ہوئے وہ کچھ منافی نہین کیونکہ اول جماعت ایک ہزار کی آکر اسطرح کھڑی ہوئی کہ آدھی داہین طرف اور آدھی بائین طرف
گئی اور باقی ردیفون کی تفسیر مذکور نہین سواے قول علی کرم اللہ وجہہ کے کہ میمنہ مین ایک ہزار ٹھہرے اور ایسے ہی میسرہ مین۔ سوال دوم
آنکہ ملائکہ نے قتال کیا یا نہین۔ پس بعض نے کہا کہ قتال نہین کیا بلکہ جوان مردون کی صورت سپید کپڑے پہنے سفید عمامے باندھے جن کا
چھور پشت پر دونون مونڈھون کے بیچ مین ڈالے ابلق گھوڑون پر سوار اسواسطے آئے کہ مومنون کو ثابت قدم رکھین اور اُن کی بھیڑ
بڑھاوین۔ اور اگر قتال کرنا مقصود ہوتا تو ایک فرشتہ تمام دنیا کے ہلاک کرنے کو کافی ہے چنانچہ قوم لوط کے شہرون کو جبرئیل نے کیونکر
تہ وبالا کر دیا اور ایک آواز سخت سے قوم صالح وغیرہ ہلاک کردی۔ پھر اسقدر جماعت کثیرہ کی کیا ضرورت ہوتی لہذا قتال نہین کیا۔
مترجم کہتا ہے کہ یہ دلیل ضعیف ہے اسواسطے کہ جیسے جماعت مومنین کی بھیڑ بڑھانا مقصود تھی ویسے اسمین اور بھی فوائد حاصل تھے
جیسے جمی ہوئی صف بستہ ہونا اور مضطرب نہونا اور آدمیون کی صورت مین لباس کی پسندیدہ ہیأت کی تعلیم وغیرہ اسیواسطے حدیث
مین عمائم کا حکم دیا کہ وہ سیما ملائکہ ہے یعنے ملائکہ جب بصورت آدمی متمثل کیے جاتے ہین تو عمامہ کے ساتھ ہوتے ہین۔ اور ایسے ہی عمامہ کا
چھور پس پشت دونون کندھون کے بیچ مین لٹکانا وغیرہ اور نیز یہ تعلیم کہ دشمن کا قتل بقدرت الٰہی ہے اور ہتھیار امر ضروری نہین
چنانچہ آثار ذیل سے یہ بات ظاہر ہوگی۔ بالجملہ ایک فرشتہ کا تمام دنیا کے ہلاک کو کافی ہونا اس بات کے منافی نہین کہ فرشتون نے بدر
مین قتال نہین کیا کیونکہ بالکل اہلاک تو مقصود ہی نہ تھا علاوہ برین اسی مقصود کے لیے ایک فرشتہ کی بھی ضرورت نہین ہے لہذا
مختار قول جمہور ہے کہ فرشتون نے بدر مین قتال کیا اور اسی پر دلیل ہے قولہ تعالےٰ اذ یوحی ربک الی الملائکۃ الآیۃ۔ کیونکہ قولہ واضربوا
منہم کل بنان۔ اسپر تنصیص ہے اور حضور ملائکہ بدر مین خود ان ملائکہ کے واسطے موجب فضیلت تھا چنانچہ رفاعہ بن رافع سے روایت
ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت صلعم سے پوچھا کہ آپ اہل بدر کو اپنے درمیان کیسا سمجھتے ہین فرمایا کہ مسلمانون مین سے افضل یا ایسی
ہی کچھ بات کہی تو جبرئیل نے کہا کہ ملائکہ مین سے جو بدر مین حاضر ہوئے وہ بھی ایسے ہی ہین۔ رواہ البخاری۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ مسلمانون
مین سے ایک نے ایک مشرک کا پیچھا کیا ناگاہ اوپر سے کوڑا مارنے کی آواز سُنی اور کسی سوار نے کہا کہ اقدم حیزوم۔ یعنے اے حیزوم آگے بڑھ
اتنے مین مشرک کو جو دیکھا تو گدی کے بل گر پڑا ہے اور دیکھا تو کوڑے کی چوٹ سے اُس کا چہرہ پھٹ گیا ہے پس مرد انصاری نے آکر
آنحضرت صلعم سے عرض کیا تو فرمایا کہ تو نے سچ کہا یہ تیسرے آسمان کی مدد والون مین سے تھا۔ روایت ہے کہ ابوجہل ملعون جب زخمی پڑا
ہوا مر رہا تھا تو اُسنے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ آواز کہان سے آتی تھی جو ہم کو بدحواس کرتی تھی حالانکہ ہم کسی شخص کو نہین دیکھتے
تھے تو کہا کہ وہ ملائکہ کی آواز تھی تو ابوجہل بولا کہ وہی ہمپر غالب ہوئے تم غالب نہین ہوئے ہو۔ ابو داؤد مازنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ
بدر کے روز مین نے ایک مشرک کا پیچھا کیا کہ اسکو تلوار مارون تو میری تلوار پہونچنے سے پہلے مشرک کا سر میرے سامنے آگرا۔ اور سہل بن
حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے روز ہم مین سے آدمی اپنی تلوار سے مشرک کی طرف اشارہ کرتا اور تلوار پہونچنے سے پہلے
اس کا سر کٹ کر گر پڑتا۔ اور ایسے ہی اور آثار کثیرہ ہین جو دلالت کرتے ہین کہ ملائکہ نے بدر کے روز قتال کیا۔ رہا یہ امر کہ سواے بدر کے
بھی قتال کیا ہے یا نہین تو سلیمان جمل نے کہا کہ سواے بدر کے اور کہین ثابت نہین ہوا۔ وقال الخطیب صحیح یہ ہے کہ انھون نے
بدر مین قتال کیا اور کہین مانند احد وحنین وغیرہ کے قتال نہین کیا۔ اور یہی اکثر کا مختار ہے۔ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى اور نہین کیا
اللہ نے اسکو۔ یعنے ارداف ملائکہ سے مدد کو مگر بشارت یعنے تاکہ تمہارے دلون کو خوشی ہو اور اللہ تعالےٰ کے وعدہ پر مطمئن ہو وَلِتَطْمَئِنَّ

بِهٖ قُلُوْبُكُمْ اور تاکہ اس سے تمہارے دل مطمئن ہون اور اضطراب مین نہ پڑین۔ ورنہ او تعالے قادر ہے کہ تمہارے دشمنون کو بدون مدد
کے تمہین سے ہلاک کردے بلکہ خود بخود ہلاک کردے وقد قال تعالے ولو شاء اللہ لانتصر منہم ولکن لیبلو بعضکم ببعض۔ یعنے اگر او تعالے چاہتا
تو کافرون سے یون انتقام لے لیتا ولیکن نہین چاہا اور تمکو جہاد کے واسطے حکم دیا تاکہ بعض کو بعض سے امتحان مین ڈالے۔ وَمَا النَّصْرُ
اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اور مدد و فتح نہین مگر اللہ تعالے ہی کی طرف سے یعنے درحقیقت مدد و نصرت فقط حضرت باری تعالے عز وجل
کی طرف سے ہے اور کسی چیز سے نہین ہے اور ملائکہ کی امداد یا لشکر کی کثرت و سامان وغیرہ تو یہ سب وسائط ہین انمین خود کچھ تاثیر نہین
ہے پس تم ان چیزون سے نصرت مت سمجھو اور اگر یہ چیزین نہون تو فتح و نصرت سے مایوس مت ہو اور اس مین تنبیہ ہے کہ مومن کو
واجب ہے کہ ہر حال مین فقط اللہ تعالے پر بھروسا کرے اور کسی دوسری چیز پر اعتماد نہ کرے کیونکہ اسی کے قبضۂ قدرت مین سب
امور ہین اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ اللہ تعالے عزیز حکیم ہے۔ یعنے وہی ہر چیز پر غالب اور سب اس کے
زیر حکم مقہور ہین اور وہی حکمت والا ہے جو کچھ جاری ہوتا ہے سب اُس کی حکمت ہے جسکی حقیقت تک بندہ کی سمجھ نہین پہونچ سکتی ہے
پھر اللہ تعالے نے تیسری نعمت یاد دلائی بقولہ اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً یاد کرو یاد دلادے جبکہ ڈھانپ دیا تمپر نعاس
کو واسطے امن پانے کے اس چیز سے جو تم کو پہونچے خوف سے مِّنْهُ حق تعالے کی طرف سے یعنے امن از جانب حق تعالے حاصل
ہونے کے لیے۔ یہ تفسیر بنا بر قول شیخ جلال کے ہے کہ امنہ کو مفعول لہ قرار دیا یعنے نعاس سے ڈھانکنا اسواسطے تھا کہ خوف سے امن
از جانب حق عز وجل حاصل ہو۔ قال فی الکمالین۔ یہ اس اعتبار سے کہ یغشی متضمن معنے یغشون ہے ورنہ ظاہر یہ ہے کہ امنہ بدل
از نعاس ہے یعنے تمپر نعاس ڈھانپ دی جو کہ امنہ از جانب حق تعالے تھی۔ نعاس ہلکی نیند کو کہتے ہین اور یہ عجیب نعمت تھی کہ باوجود
خوف و اضطراب کے انکو سلا دیا لہذا کہا گیا کہ معجزہ کے حکم مین تھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قتال مین نعاس امن از جانب
حق تعالے ہے اور نماز مین نعاس از جانب شیطان ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ سجدہ مین جو بندہ سو جاتا ہے اُس کو اللہ تعالے
ملائکہ کو دکھلاتا ہے کہ دیکھو یہ میرا بندہ میری یاد مین سر بسجدہ سو گیا۔ قتادہ رح نے کہا کہ نعاس تو سر مین ہوتی ہے اور نیند دل مین
ہوتی ہے۔ بعض نے کہا کہ جس رات کی صبح کو قتال واقع ہوا اُس رات مین نعاس کی دو وجہین تھین ایک یہ کہ صبح قتال مین چاق
چوبند ہون دوم یہ کہ خوف زائل ہو اور امن حاصل ہو جاوے۔ علی رض سے روایت ہے کہ ہم مین سوائے مقداد کے کوئی سوار
نہ تھا اور ہم نے دیکھا کہ ہم مین سبھی سوتے تھے سوائے رسول اللہ صلعم کے کہ آپ درخت کے نیچے رات بھر نماز پڑھا کیے اور رو کر دعا کیا کیے
یہان تک کہ صبح ہو گئی۔ قال المترجم آنحضرت صلعم کو کسی طرح کا اضطراب و خوف نہ تھا بعض نے کہا کہ حالت قتال مین یہ نعاس
طاری ہوئی تھی۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اُحد مین یہ واقعہ ہونا مشہور ہے اور بدر مین یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے پس جب
امر سخت ہوتا ہے اور خوف طاری ہوتا ہے تو مومنون پر یہ نعاس چھا جاتی ہے جس سے انکے دل اللہ تعالے کی مدد و رحمت پر مطمئن
ہو جاتے ہین اور صحیحین مین ہے کہ بدر کے روز آنحضرت صلعم مع صدیق رضی اللہ عنہ کے عریش مین تھے اور دونون دعا مانگتے تھے کہ اتنے
مین آنحضرت صلعم پر ایک اونگھ کے مانند خفیف نوم طاری ہوئی پھر مسکراتے ہوے بیدار ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر بشارت ہو کہ جبرئیل یہ
آئے اور اُنکے اگلے دونون دانتون پر غبار پڑا ہے پھر عریش کے دروازہ سے یہ پڑھتے ہوے نکلے سیہزم الجمع ویولون الدبر یعنے جماعت
کفار عنقریب ہزیمت کھاوین اور پیٹھ پھیرینگے۔ وَیُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً اور نازل فرمایا تمپر اس حال مین پانی آسمان سے

یعنے مینھ برسایا۔ مجاہدؒ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے نعاس سے پہلے پانی برسایا پس غبار بیٹھ گیا اور ریگ جم گئی اور مومنون کے دل خوش ہوئے اور قدم جم گئے بعض نے کہا کہ نعاس کے بعد پانی برسایا۔ لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ تاکہ اس سے تم کو پاک کرے یعنے وضو و غسل وغیرہ کی طہارت کرو جو ظاہری نجاست تھی۔ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ اور دور کردے تم سے رجز شیطان یعنے وسوسہ شیطان۔ اور وہ یہ کہ اُسنے تمہارے دلون مین وسوسہ ڈالا کہ اگر تم حق پر ہوتے اور تم مین اللہ تعالےٰ کا رسول ہوتا تو تم اسطرح پیاسے نہوتے اور حالت جنابت و حدث سے نماز نہ پڑھتے حالانکہ مشرک لوگون نے پانی پر قبضہ کیا ہے۔ اور تھوڑی دیر مین جب تمپر پیاس کا سخت غلبہ ہوگا تو مشرکین اپنے مقام سے آکر تمکو باندھ لیجاوین اور قتل کرینگے پس اس سے اضطراب شدید پیدا ہوا اور جب مینھ برسایا تو مومنون نے خوب پیا اور نہائے اور جانورون کو پلایا اور وسوسہ شیطان دور کردیا۔ وَلِيَرْبِطَ عَلَىٰ قُلُوبِكُمْ۔ اور تاکہ بندش کرے تمہارے دلون پر یقین و صبر کے ساتھ۔ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ اور تمہارے قدم ثابت کرے کہ ریگ مین نہ دھنس جاوین۔ کیونکہ مینھ پڑنے سے ریگ جم گئی تھی اور اسپر اچھی طرح چلنا ممکن ہوگیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے علی بن ابی طلحہ و عوفی کی روایت ابن عباس سے ایسی ہی ذکر کی کہ بدر مین جو پانی کی جھیل تھی اسپر مشرکین قابض تھے اور مسلمانون کو پانی نہ ملنے سے ویسی حالت پیش آئی جو مذکور ہوئی پھر خوب پانی برسا جس سے مشقت رفع ہوئی اور مسلمانون و مشرکون کے درمیان ایک میدان بلند ریگ کا تھا پس جب مینھ سے وہ سخت ہوگئی تو قوم کی طرف روانہ ہوئے۔ اور شعبی و زہری وغیرہ علماء سے روایت ہے کہ بدر کے روز ہلکا پانی برسا تھا اور مشہور یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جو پہلا پانی پایا وہین اُتر پڑے تھے پس خباب بن المنذر نے آکر عرض کیا کہ اگر بحکم الٰہی آپ یہان اُترے تو ہم کو بڑھنا روا نہین اور اگر لڑائی کے لیے اُترے تو یہ پڑاؤ نہین ہے بلکہ آپ ہم کو لیکر قوم مشرکین سے قریب جو پانی ہے وہان اُترین اور ایک فرشتہ نے آکر حضرت باری تعالیٰ کا سلام پہونچایا اور اس رائے کی خوبی بیان کی اور جبرئیلؑ موجود تھے اُنھون نے کہا کہ یا رسول اللہ مین اسکو پہچانتا نہین ولیکن یہ درحقیقت فرشتہ ہے کوئی شیطان نہین ہے پس حضرت صلعم روانہ ہوکر موافق رائے خباب کے قریب قوم کے اُترے اور درمیان مین ایک تودہ ریگ تھا اور ابن اسحاق نے عروۃ بن الزبیر سے روایت کیا کہ وہ میدان نرم ریگ کا تھا جسمین پاؤن دھنستے تھے پس اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان سے پانی برسا۔ اور مسلمانون کو صرف اسقدر پہونچا کہ زمین جم گئی اور چلنے سے معذور نہوئے اور قریش کو اسقدر پہونچا کہ دلدل ہوگئی اور چلنے سے عاجز ہوئے۔ ابن جریرؒ نے علی رضؓ سے روایت کی کہ جس رات کی صبح جنگ بدر واقع ہوئی اسمین خفیف مینھ پڑا کہ ہم لوگ درخت کے سایہ مین اور ڈھالون کے نیچے چھپ رہے اور آنحضرت صلعم نے لڑائی پر آمادہ کرتے ہوئے رات گزاری۔ بالجملہ مفسرؒ نے تو یہ قول اختیار کیا کہ بدر کے تالاب پر مشرکین قابض ہوگئے تھے اور مومنون کو مینھ کے پانی سے سیرابی حاصل ہوئی اور مغازی ابن اسحاق وغیرہ سے ثابت ہے کہ مشرکین بسبب شدت بارش و دلدل کے کوچ کرنے سے عاجز رہے اور مومنین نے بڑھکر تالاب پر قبضہ کرلیا اور بارش کا پانی مومنون کو صرف اتنا پہونچا کہ ریگ جم گئی اور چلنے پر بخوبی قادر ہوگئے اور قدم جمنے لگے اور یہی قولہ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ۔ کے معنے ہین۔ اور زمخشریؒ نے کہا کہ ربط کے واسطے ہو سکتا ہے یعنے جب اطمینان قلب و طہارت از رجس شیطان حاصل ہوئی تو معرکہ مین ثابت قدمی ہوگی۔ إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ یاد دلادے اے محمد جبکہ وحی فرمائی تیرے رب نے ملائکہ کو جن سے مسلمانون کو مدد دی تھی۔ أَنِّي مَعَكُمْ اے بانی بایں طور کہ مین تمہارے ساتھ ہون یعنے اپنے فتح و نصرت سے تمہارے ساتھ ہون۔ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا پس تم ایمان والون کو ثابت قدم رکھو یا تثبیت بایں طور کہ انکے ساتھ ہوکر لڑو۔ یا بشارت دینے سے اُنکے

دل مضبوط کرو پس فرشتہ آدمی کی صورت مین صف لشکر کے سامنے بیان کرتا کہ تم کو بشارت ہو اللہ تعالےٰ تمہارا ناصر ہے تم اسی کو پوجتے ہو
اور مشرکین بت پرست ہین۔ یا اسطرح کہ مومنون کے دلون مین نیک الہام کرو جیسے شیطان کو وسوسہ ڈالنے کی قوت ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے
معیت کو بیان فرمایا بقولہٖ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا الرُّعْبَ مین عنقریب کافرون کے دلون مین رعب ڈالدونگا پس
وے ثابت قدم نرہ سکینگے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مومنون پر نعمت تھی کہ مشرکون کے دلون مین خوف ڈالدیا۔ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ
الْاَعْنَاقِ پس مارو کافرون کو اعناق کے اوپر۔ اعناق جمع عنق بمعنے گردن اور اسکے فوق وہ جگہ جہان ذبح کرتے ہین اور جوڑ
اور سر کیونکہ یہ سب اعناق کے اوپر ہین اور بعض نے کہا کہ فوق یہان صلہ ہے اور مراد اعناق ہین یا فوق بمعنے علی ہے یعنے علے الاعناق
وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ بنان جمع بنانہ وہ ہاتھ پیرون کی اُنگلیون کے کنارے اور مراد یہان اطراف ہین کما قال ابن عباس یا
جوڑ و بند ہین کما قال ابن عطیہ۔ معنے یہ کہ مارو کافرون کے کل اطراف کو۔ بعض نے کہا کہ سر و بنان کو خاصکر اسلیئے ذکر کیا کہ سر تو اعلی
واشرف ہے و بنان ادنی و اضعف ہے پس درمیان مین بدن کے جملہ اعضاء داخل ہوگئے اور بعض نے کہا کہ سر کے ضرب سے آدمی
مرجاتا ہے اور اُنگلیون کے اطراف قطع کرنے سے ہتھیار وغیرہ تھامنے و لڑنے سے بیکار ہوجاتا ہے۔ ربیع بن انسؓ سے مروی ہے کہ
بدر کے روز لوگون کو ملائکہ کے مارے ہوے مقتول اس نشان سے معلوم ہوجاتے کہ مقتول کے سر و بنان پر جیسے آگ سے جلے ہوے
داغ ہوتے تھے۔ قال المفسرؒ وغیرہ سہل بن حنیف رضؓ سے روایت ہے کہ ہم نے بدر کے روز دیکھا کہ ہم مین کا آدمی مشرکون کے آدمی پر
تلوار کا حملہ کرتا پھر قبل اسکے کہ تلوار اس تک پہونچے اس کا سر جدا ہوکر گرپڑتا۔ رواہ الحاکم وصححہ البیہقی۔ پھر آنحضرت صلعم نے ایک مٹھی سنگریزہ
لیکر مشرکون کی طرف ماری اور فرمایا شاہت الوجوہ پس کوئی مشرک نہین بچا مگر آنکہ اس کی آنکھ مین اسکے ریزے بھر ہوے اور مشرکون
نے بھاگنا شروع کیا اور مسلمان انکے تعاقب مین ہوے کہ انکو قتل کرتے و قید کرتے تھے۔ ذٰلِكَ یہ عذاب جو مشرکون پر واقع ہوا۔
بِاَنَّهُمْ بسبب اسکے کہ اُنھون نے شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مخالفت کی اللہ تعالےٰ و اسکے رسول سے گویا اللہ تعالےٰ کی راہ کو
ایکطرف شق چھوڑا اور آپ دوسری شق اختیار کی۔ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو کوئی مخالفت کرے اللہ تعالےٰ و اُسکے
رسول سے تو اللہ تعالےٰ اسکو عذاب کریگا فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ پس اللہ تعالےٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ذٰلِكُمْ
مبتدا اور خبر محذوف ہے یعنے یہ تو عذاب ہے۔ فَذُوْقُوْهُ پس اسکو چکھو لو اے کافرو اس دنیا مین وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ اور
البتہ کافرون کے لیے آخرت مین۔ عَذَابَ النَّارِ آگ کا عذاب یعنے دوزخ ہے جسمین ہمیشہ پڑے جلینگے۔ بجاے ضمیر یعنے وان لہم کے
وان للکافرین فرمایا بغرض اہانت کے اور اس اشعار کے کہ عذاب آخرت ان کی شرک و کفر کا بدلا ہے کہ حق عز و جل نے انکو پیدا کیا اور
اسقدر نعمتین دین اور رسولون سے ہدایت کی مگر وہ کچھ نہ مانے سواے اسکے کہ اپنے پروردگار تعالےٰ سے مُنھ موڑین و بتون وغیرہ کے بندے
نہین ف فی العرائس قولہ اذ تستغیثون ربکم الخ۔ استغاثہ مقام شکوی و تواضع مقام انبساط اور فنا و بدیدار بقاء ہے پس جسنے
حالت استغاثہ مین اس سے تعرض کیا وہ اس سے اسی کی طرف فرار کرتا اور اسکو اسی سے طلب کرتا ہے اور اسی کے ساتھ مستغیث
نہ از جانب خود چنانچہ قوم مومنین نے اس سے استغاثہ کے ساتھ اپنی مراد بہ معونت چاہی کہ فتح و غنیمت حاصل ہو پس اللہ تعالےٰ نے
ملائکہ کی امداد سے ان کی فریادرسی کی پھر اُن کو غیر کی طرف نظر رکھنے سے موڑا چنانچہ فرمایا وما النصر الا من عند اللہ۔ ان کی دعاء پر فوراً
قبولیت اسوجہ سے ظاہر ہوئی کہ سچی التجاے اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ ہوئے تھے اور پوری قبولیت اسلیئے کہ اسکے انوار جمال و جلال

مین مستغرق ہوکر فریاد کی تھی۔ بعض نے کہا کہ جسنے سچی التجا سے استغاثہ کیا فوراً اسکی التجا قبول ہوتی ہے۔ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ استغاثہ دو طرح کا ہے ایک تو استغاثہ اُس سے اور دوسرا استغاثہ اسکی طرف پس جو استغاثہ اس سے ہوتا ہے ایسے استغاثہ کرنے والے کو جواب نہین دیا جاتا بلکہ وہ اسی استغاثہ پر ہمیشہ معلق ہوتا ہے۔ اور جو استغاثہ اسکی طرف ہے اسی کی طرف انبیاء و اولیاء کی قبولیت ہوتی ہے۔ اور نیز شیخ موصوف نے کہا کہ نفس کا یہ استغاثہ ہے کہ اسکو حصہ بقا ملے اور ہمیشہ اسمین عافیت رہے اور قلب کا استغاثہ از خوف تقلیب ہے یعنے وہ راہ مستقیم سے نہ پھیرا جاوے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بندہ کا قلب ہمیشہ اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین ہے جدھر چاہے اُدھر پھیرے۔ روح کا استغاثہ طلب راحت ہے اور سر باطن کا استغاثہ درخواست ہے کہ اُن اسرار پوشیدہ پر آگاہی ہو جو سینون مین چھپے ہوئے ہین۔ استاد رح نے فرمایا کہ جسقدر انسان کو اپنی محتاجی ظاہر ہوئی ہو اُسی کے موافق استغاثہ ہوتا ہے اور حق عز وجل کو قدرت مین منفرد جان لے کہ وہ اس شکایت کے دور کرنے پر قادر ہے۔ قولہ تعالے وما جعلہ اللہ الا بشری ولتطمئن بہ قلوبکم۔ امداد ملائکہ کی بشارت اسواسطے کہ وعدون کی سچائی ظاہر ہونے سے بندون کے دل بانوار بقا مطمئن ہون اور دلیل و برہان کی خواہش بسبب ضعف یقین کے ہوتی ہے اور اگر یقین بدرجۂ کمال ہوتا تو طمانینت کا تعلق کسی برہان سے نہوتا پھر وسائط سے مومنون کی نظر اپنی عزت و کبریائی کی طرف پھیر دی بقولہ وما النصر الا من عند اللہ۔ مرجع حقائق اس آیت مین یہ ہے کہ نصرت الٰہی کشف انوار مشاہدہ سے ان روحون کے لیے جو شوق سے بیخود ہین پس اپنے وصال سے ان لوگون کو قہریات پر فتح و ظفر دیتا ہے باین طور کہ اپنے لطف کے میدان سے ان لوگون کے روبرو سے قہریات کو محض اپنے لطف و کرم سے ہانک دیتا ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے آثار نصرت و سلامتی کے بیان فرمائے پس جسنے ذلت و افتقار ظاہر کرکے نصرت و سلامتی نہین چاہی وہ کبھی نہ پاویگا اسواسطے کہ قدرت قوت سے فتح و نصرت و سلامتی چاہنا اپنی قوت قدرت پر اعتماد ہے اور یہ ربوبیت سے مقابلہ ہے پھر بھلا وہ کون ہے جو ربوبیت سے منازعت کرکے سلامت بچے ہرگز نہین وہ ضرور مقہور و خوار ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس واقعہ بدر مین یہ سب واقع ہوا چنانچہ جب کثیر تعداد سے قریش کا لشکر نظر پڑا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے پروردگار یہ قریش اتراتے اور غرور کرتے آتے اور تیرے رسول کو جھٹلاتے اور تیری عبادت سے مُنھ موڑتے ہین۔ اور مومنون کا استغاثہ آیت مین بیان ہے پس اللہ عز وجل نے عاجزی سے مدد و نصرت و سلامت چاہنے والون کو غالب کیا اور تکبر و غرور والون کو خوار و برباد کیا۔ فافہم۔ پھر اپنی عزت و جلال کو بیان فرمایا بقولہ ان اللہ عزیز حکیم۔ اُس کا عزیز ہونا یہ کہ کسی علت و عمل سے اُسکی مخلوق مین سے یعنے جو کچھ ماسوائے اُسکے ہے اسمین سے کسی کو یہ مجال نہین کہ اسکے جمال و جلال مین سے کچھ مطالعہ کرے یعنے ہدایت اسی کی طرف سے ہے اور حکیم ہونا یہ کہ مومنون کو مقام مشاہدہ دینے اور انھین کو اس قرب سے سرفراز کرنے مین مخصوص کیا۔ واسطی رح نے فرمایا کہ عزیز وہ ہے کہ جو اسکے طلب کرنے والے ہون اپنی طاقت سے اسکو نہ پاوین اور اسی کے کرم سے جب پاوین تو اسکے حضور مین عاجز و ہیچ ہوجاوین۔ اُستاد رح نے کہا کہ عزیز کو ڈھونڈھنے والا اسی کے انعام سے پاتا ہے اور چاہت والا اسی کے کرم سے ملجاتا ہے راہ تو آسان ہے ولیکن جبھی کہ اس کا لطف شامل حال ہوجاوے اور حق سبحانہ تعالے تو ہر وصل و فصل و قرب و بُعد سے عزیز و پاک ہے اسکی درگاہ مین تو بدون اسکے کرم و فضل کے کسیطرح راہ نہین ہے۔ اگر دنیا مین کوئی شاہنشاہ بننے پر اترایا اور وہان مقبول نہین تو نجاست کے ناپاک گڑھے سے بدتر جہنم کے کھڈ مین ڈالا گیا اور اگر دنیا مین فقیر ذلیل ہے لوگ دروازے پر آنے سے عار و ننگ رکھتے ہین اور وہان مقبول ہے تو دنیا کے ہر بادشاہ سے کروڑون مرتبہ افضل ہے بلکہ کچھ نسبت نہین ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اپر راحت ابدان و ترویح روح کے امتنان کے ساتھ نعاس کا کرم فرمایا بقولہ اذ یغشیکم النعاس امنۃ

منہ۔ نعاس یہ ہے کہ خون جو قلب کے گرداگرد ہے اس سے بخارات اُٹھکر موافق عجیب خلقت الٰہی کے دماغ کو پہونچتے اور پٹھون کو راحت دیتے ہین پس جب تیزی فکر و ہیجان سے اعصاب دماغی مین کلال لاحق ہوتا ہے تو یہ بخارات خون کے صاف بلغم سے رطوبت ملے ہوئے دماغ مین پہونچکر پٹھون کو بھاری کر دیتے ہین اور رفتہ رفتہ جب تمام عروق و قلب مین ایسی کیفیت ہو جاتی ہے تو حواس باطل ہو کر نیند آتی ہے اور یہ صفات انسانیہ مین سے ہے اللہ تعالےٰ اس سے پاک و برتر ہے کما قال تعالےٰ لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔ پھر جب اوتعالےٰ اپنے اولیاء کو راحت جسمانی دیتا ہے تو نعاس سے انکے انقباض کو دور کرتا اور مقام انبساط مین پہونچاتا ہے۔ اور واضح رہے کہ نعاس مین مکاشفات کی صورتین اور ہاتف غیب کی آوازین عالم غیب سے سنائی دیتی ہین اور قلب کی آنکھون مین غیبی صورتین بالبداہتہ نظر آتی ہین جن سے بہت امن حاصل ہوتا ہے کما قال تعالےٰ امنۃ منہ۔ یعنے اطمینان و امن از جانب حق تعالےٰ تھی یعنے مزید امتحان و غلبہ بر نفس و شیطان سے امن دیدیا۔ عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ جہاد و لڑائی مین اللہ تعالےٰ کی طرف سے نعاس امن ہوتی ہے اور نماز مین شیطان کی طرف سے غفلت ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم کی نیند نعاس ہی ہوتی تھی اسی واسطے فرمایا کہ میری آنکھین سوتی ہین اور میرا دل نہین سوتا ہے۔ کیونکہ قلب جب سویا تو عالم ملکوت مین سے کچھ نہین دیکھتا۔ اور یہی اولیاء کا حال ہے کہ ہر حال مین انکے دل جاگتے رہتے ہین اور سونا انکا بہت نہین ہوتا اور جسنے عالم غیب مین سے کچھ دیکھا اُس کا دل اسوقت مین حالت نعاس ہی مین ہوتا ہے۔ سہل رحؒ نے فرمایا کہ نعاس کا نزول دماغ سے ہوتا ہے اور اس حالت مین دل زندہ ہوتا ہے اور نیند کا حلول دل مین ظاہر ہوتا ہے اور یہان نعاس کا فائدہ یہ تھا کہ اللہ عز وجل نے انکو آگاہ کیا کہ فضل و کرم الٰہی عز و جل ان کی کمائی و قدرت سے نہین ہے پس انکو انکے نفس و اختیار سے فانی کر دیا پھر ان کے دشمنون کے دلون مین رعب ڈالکر بھگا دیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نصرت بالرعب مسیرۃ شہر۔ یعنے ایک مہینہ کی راہ تک مجھے رعب سے فتح و نصرت دی گئی ہے۔ جب بندہ اپنے حول و قوت سے بری ہوا تو اللہ تعالےٰ کی فتح و نصرت آجاتی ہے اور وہ اپنی سب مرادین پا جاتا ہے۔ پھر اوتعالےٰ نے انپر اپنی رحمت نازل کرنے کا احسان بیان فرمایا وینزل علیکم من السماء ماء لیطھرکم بہ۔ ظاہری پانی سے اشباح پاک ہو جاتے ہین اور آب معرفت سے ارواح پاکیزہ ہوتے ہین۔ پھر جب ارواح نے افعال و صفات کے مقام و حقیقت کو پہچان لیا تو ذات پاک سے عارف ہو جاتی ہین۔ پس انکی مثال ایسی ہے جیسے سمندر مین سیپیان پڑی ہین پس دریاے افعال مین ارواح کی سیپیان ہین جو صفات کے موتی بحر ذات سے لیتی ہین اور یہ موتی حقیقت و معرفت کے ہین۔ بعض نے کہا کہ جب دلون پر یقین کے پانی پڑتے ہین تو اُن مین سے اختلاج و شک سب دُھل جاتا ہے جیسے قولہ لیطھرکم بہ۔ سے ظاہر ہے کہ طرح طرح کی مخالفت و خوف و وسوسہ شیطان سب اس پانی سے دھو کر انکے دلون کو مضبوط کر دیا۔ پھر اس باران رحمت کا وصف بیان فرمایا بقولہ ولیربط علی قلوبکم ویثبت بہ الاقدام۔ یعنے اس باران یقین سے انکو معرفت عبودیت و ربوبیت دیکر انکے دلون کو معرفت الٰہی مین مرتبط و مستقیم کر دیا اور وحشت فرقت انکے دلون سے دور کرکے دیدار وصل کے شوق مین مستقیم و ثابت قدم فرمایا اور اس تجلی کا حاصل یہ ہوا کہ انکے بدن تو طاعات پر مرتبط و قائم ہو گئے اور انکی عقلین آیات الٰہی سے مرتبط ہوئین اور انکے قلوب انوار صفات سے مرتبط ہوئے اور اُنکی روحین انوار ذات سے اور انکے اسرار علوم ازلی و ابدی سے مرتبط ہوئے۔ پھر جب وہ لوگ اسطرح مستغرق ہوئے تو انکی دستگیری فرمائی اور فنا سے نکالکر انکو مقام بقا مین جگہ دی اور اگر ایسا نہوتا تو ظہور ربوبیت کے پہلے ہی ہلہ مین فنا ہو جاتے کہ پھر حکمت الٰہیہ انسے اس وجہ سے ظہور نہوتی اسلیئے کہ سطوات عظمت و کبریاء عزت کو کون اُٹھا سکتا ہے۔ بعض نے کہا کہ اپنے اولیاء کے دلون کو صبر کے ہتھیار سے بلا و مشقت اُٹھانے پر مرتبط کر دیا اور عاشقین کے

دیون کو انوارِ غیوب اپنے اسرار پر اٹھا لینے سے مربوط کیا اور اہل استقامت کے قدم جمائے کہ جملہ احوال میں مستقیم ہوئے اور قائم نہیں ہٹاتے بعض نے کہا کہ قلب تین طرح کے ہیں اول آنکہ خلق سے مربوط ہیں۔ دوم آنکہ اسماء و صفات سے مربوط ہیں۔ سوم وہ جو حق عز و جل سے بصفت تفرید و تجرید مربوط ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ قلوب تنیوم ہیں ۱۲ یہ اچھے ہیں کہ ہدی ہیں ۱۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ

اے ایمان والو جب بھڑو تم کافروں سے میدان جنگ میں تو مت دو انکو پیٹھ اور جو

يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَاۗءَ بِغَضَبٍ مِّنَ

کوئی انکو پیٹھ دے اُس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں سو وہ لے پھرا غضب

اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اللہ کا اور اُسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا بری جگہ جا ٹھہرا

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو حکم دیتا ہے کہ کافروں سے لڑائی میں مت بھاگو اور سوائے تحرف قتال یا تحیز بسوئے فئہ کے جو کوئی بھاگا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں پڑ کر جہنمی ہوگا چنانچہ فرمایا۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان لانے والے بندو یعنے جنکی شان سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرتے اور اسی کی تاثیر سے ہر بات جانتے ہیں اور فتح و نصرت اسی کی طرف سے یقین کرتے ہیں پس اُن کو خطاب کیا کہ۔ اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا زحف بمعنے آہستہ آہستہ نزدیک ہونا اور اصل میں چوتڑون کے بل کھسلنا یقال زحف الصبی جب بچہ چوتڑون کے بل ذرا رینگنا شروع کرے پھر لڑائی میں دشمن کیطرف چلنے والے کو زاحف کہنے لگے اور یہان زحفا مصدر حال ہے اے زاحفین۔ تزاحف بمعنے آپس میں ایک دوسرے سے نزدیک و قریب ہونا۔ اور لشکر کثیر کو بھی زحف کہتے ہیں اور یہ مصدر سے نام رکھا گیا اور چھوٹے لشکر کو جو بہت شجاع ہو زحف ان معنے کہتے ہیں کہ بسبب شجاعت کے گویا بہت بڑا لشکر ہے کہ کبھی شکست نہیں کھاتا۔ بالجملہ اصلی معنے سے جو لڑنے والے پر اطلاق ہوا تو شاید اسوجہ سے کہ لشکر کثیر کی چال جب آپس میں گونجے ہوئی چلتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ گویا چوتڑون کے بل کھسلتے ہیں اگرچہ حقیقت میں وہ تیز رفتار ہوں اور یا اسوجہ سے کہ مقابل صف قتال میں جب دشمن کی طرف بڑھتے ہیں تو دانون سے آہستہ بڑھتے ہیں بالجملہ اس تشبیہ سے اسکا لازم مقصود ہے یعنے اجتماع و کثرت گویا وے اپنی کثرت سے زحف کرتے ہیں لہذا مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ معنے آنکہ جب بھڑو تم کافرون سے درحالیکہ مجتمع ہو و قال ابن کثیر رحمہ اللہ یعنے جب تم کافرون سے بھڑو و نزدیک ہو جاؤ فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ادبار جمع دُبُر بضمتین بمعنے مقعد اور یہ مقابل قُبُل بضمتین بمعنے مقام پیشاب ہے اور نیز دُبُر بمعنے ظہر یعنے پشت آتا ہے اور یہان اسی معنے میں ہے یعنے کافرون سے لڑنے میں انکو پیٹھ مت دو اور مقصود اس سے لازمی معنے ہیں یعنے انکے سامنے سے مت بھاگو۔ اور ابن عطیہ نے کہا کہ بجائے اظہار کے ادبار کہنے میں فصاحت ہے کیونکہ اس فعل کی شناعت و مذمت زیادہ نکلتی ہے پس آگاہ کر دیا کہ ایسے فعل شنیع کو مت اختیار کرو۔ حاصل آنکہ کافرون کے روبرو ہو کر پھر منھ موڑ کر اپنی پیٹھیں انکو مت دو۔ درحالیکہ تم بھاگنے والے ہو۔ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اور جو کوئی اس روز کافرون کی طرف اپنی پیٹھ پھیریگا کسی صورت میں اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ سوائے دو صورتون کے ایک یہ کہ قتال کے واسطے متحرف ہو یعنے لڑائی میں کافرون کے ساتھ چال کی ہو بایں طور کہ کترے کا فر کو ایسا دکھاوے گویا بھاگتا ہے حالانکہ مقصود اسکا یہ ہے کہ اچانک اس پر

لوٹ پڑے اور اسکو قتل کر ڈالے تو اسطرح کرنے مین مضائقہ نہین کما نص علیہ سعید بن جبیر والسدی رحمہ اللہ اور دوسری صورت یہ کہ متحیز ہو کسی فئہ یعنے جماعت کی جانب۔ یعنے انضمام۔ و مل جانا چاہتا ہو مسلمانون کی کسی جماعت کی جانب تاکہ انہین ملکر قوت حاصل کرکے جماعت کفار پر حملہ کرکے انکو قتل و شکست دے تو یہ بھی جائز ہے اور ہمارے نزدیک یہ شرط نہین ہے کہ جس فئہ کی طرف تحیز چاہتا ہے وہ اس سے قریب مقام مین ہو حتی کہ اگر کسی سریہ مین ہو اور وہان سے فرار کرکے پورے لشکر کے سردار کے پاس آگیا یا بڑے سردار امام المسلمین کے پاس بھاگ آیا تو بھی جائز ہے چنانچہ امام احمد نے اپنے اُستاد سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین ایک سریہ مین تھا پس لوگون کے پانون اکھڑ گئے اور مین بھی انکے ریلے مین بھاگا پس ہم لوگون نے آپس مین کہا کہ ہم اب کیا کرین کہ ہم زحف سے بھاگے اور غضب الٰہی مین پڑے پھر ہماری رائے ہوئی کہ مدینہ مین رات بسر کرین پھر یہ رائے ہوئی کہ آنحضرت صلعم کے روبرو پیش ہون پس اگر ہماری توبہ قبول ہو تو خیر ورنہ چلے جاوینگے پھر رات بھر پڑے رہے اور صبح نہین ہوئی تھی کہ ہم نے درگاہ نبوت پر حاضر ہوکر اجازت مانگی تو آنحضرت صلعم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ کون قوم ہے ہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ہمین بھگوڑے ہین تو فرمایا کہ نہین بلکہ تم متحیزین ہو اور مین تمہارے واسطے فئہ اور مین تمام مسلمانون کے لیئے فئہ ہون پس ہم لوگون نے بڑھکر آپ کے ہاتھ چوم لیے۔ وقد رواہ ابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن۔ اور جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بسبب کثرت لشکر مجوس کے جسر فارس پر شہید ہوئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میری طرف متحیز ہوکر چلا آتا تو مین اسکے لیے فئہ ہو جاتا۔ کما رواہ محمد بن سیرین عنہ و ابو عثمان نہدی رح نے عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اس قصہ مین کہا کہ اے لوگو مین تمہارے واسطے فئہ ہون۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین ہر مسلمان کے لیے فئہ ہون اور عبدالملک بن عمیر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اے لوگو تم اس آیت کے معنے سمجھنے مین دھوکا نہ کھانا۔ یہ تو فقط روز بدر کے واسطے تھی اور اب مین ہر مسلمان کے لیے فئہ ہون۔ بالجملہ معنے یہ ہوئے کہ جو کوئی لڑائی مین کفار کے روبرو سے مُنھ موڑ کر پیٹھ دے سوائے اسکے کہ لڑائی کے داؤن گھات کے لیے متحرف ہو یا کسی گروہ اسلام سے خواہ قریب ہو یا بعید ہو حتی کہ بڑا امام ہو قوت و انضمام حاصل کرے پس سوائے ان دونون صورتون کے جو کوئی کفار سے بھاگے فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ تو وہ پھر اللہ تعالےٰ کے غضب مین۔ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ اور جہنم اسکا ٹھکانا ہے۔ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بُری جگہ پھر جانے کی ہے یہ جہنم ف اولیٰ جاننا چاہیئے کہ یہ حکم اسوقت ہے کہ کافر لوگ بہ نسبت مسلمانون کے دوچند سے زائد نہون۔ بقولہ تعالےٰ الآن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفا فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین الآیۃ۔ پس اگر کافر لوگ دوچند سے زائد ہون اور جہاد کرنے والا بھاگ جاوے تو جائز ہے اور یہ سب بنا بر اس قول کے کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہین ہے بلکہ دوچند کافر ہونے سے مخصص ہے یعنے اس آیت مین تو سوائے دو صورتون کے اور کوئی صورت مستثنیٰ نہ تھی بلکہ عام تھی پھر یہ تیسری صورت اور مستثنیٰ ہوئی لیکن چونکہ دوسری آیت منفصلہ سے ہے لہذا اسکو مستثنیٰ نہین بلکہ مخصص قرار دیا اور بعد اس تخصیص کے اپنے عموم پر باقی ہے اور اکثر علماء کا یہی قول ہے جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ فرار کرنا فقط صحابہ رضی اللہ عنہم پر حرام تھا کیونکہ جہاد انپر فرض عین تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث ابوہریرہ رض مین جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہے لڑائی سے بھاگنے کو موبقات سبعہ مین سے شمار فرمایا اور اسکا مقتضیٰ یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہ ہے پس شاید اس قول دوم والے علما اسکو بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین مخصوص کہتے ہونگے ورنہ ظاہر مقتضا ہے حدیث یہ ہے کہ وہ سب پر حرام ہے کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تخصیص نہین ہے۔ قول سوم یہ کہ فرار فقط خاصۃً صحابہ انصار رضی اللہ عنہم پر حرام تھا کیونکہ خاص انھین نے منشط و مکرہ

مین سمع وطاعت پر بیعت کی تھی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قول تو قول دوم سے بھی زیادہ محل تامل ہے اور جو اشکال ان دونون قول پر وارد ہوتے ہین وہ پوشیدہ نہین ہین۔ اور قول چہارم یہ کہ اس آیت سے مراد خاص اہل بدر ہین کیونکہ اگر وہ تحیز چاہتے تو سوائے مشرکون کے انکو کہان ٹھکانا ملتا کیونکہ مسلمان اسوقت اور کہان تھے اور آنحضرت صلعم جنکی طرف اصل تحیز تھا وہ ساتھ ہی تشریف رکھتے تھے اور رہا بعد اسکے تو پھر بعض مسلمان بعض کے واسطے فئہ ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی قول قوی ہے اور یہی امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ وابن عمر وابن عباس وابوہریرہ وابو سعید رضی اللہ عنہم وابو نضرۃ ونافع وسعید بن جبیر وحسن بصری وعکرمہ وقتادہ وضحاک وغیرہم رحمہم اللہ علما سلف وخلف سے مروی ہے اور انکی حجت یہ ہے کہ عصابۂ اہل بدر کے واسطے کوئی اور عصابہ مومنین کا ایسا شوکت والا نہ تھا کہ جسکی طرف فرار کرکے منضم ہوتے اور مدینہ مین جو اہل اسلام باقی تھے وہ بسبب معیت حضرت صلعم کے گویا حدوم کے حکم مین تھے چنانچہ آنحضرت صلعم نے اپنی دعا مین کہا اللہم ان تہلک ہذہ العصابۃ لا تعبد فی الارض۔ اور اقوال عمر رضی اللہ عنہ دربارہ ابو عبیدہ رضہ کے عموماً پہلے مذکور ہوئے اور ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نافع رحمہ اللہ نے انسے پوچھا کہ ہم ایسی قوم ہین کہ دشمنون یعنے کافرون سے قتال کرنے کے وقت ثابت قدم نہین رہتے ہین اور ہمکو نہین معلوم کہ ہمارے واسطے فئہ ہمارا امام ہے یا ہمارا لشکر ہے تو فرمایا کہ فئہ تو رسول اللہ صلعم ہین مین نے عرض کیا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اذا لقیتم الذین کفروا زحفا الآیۃ۔ تو فرمایا کہ یہ آیت تو بدر کے دن اُتری پس نہ اسکے پہلے کے لیے ہے نہ اسکے بعد کے لیے۔ اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھون نے قولہ تعالے ومن یولہم یومئذ دبرہ الآیۃ مین کہا کہ یہ تو فقط اہل بدر ہی کے حق مین اُتری ہے رواہ ابو داؤد والحاکم والنسائی وابن جریر وابن مردویہ عبد اللہ بن المبارک نے باسناد صحیح حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت کی کہ قولہ ومن یولہم یومئذ دبرہ الآیۃ مین کہا کہ یہ تو روز بدر کے واسطے حکم تھا اور رہا اب تو اگر کسی جماعت مسلمین یا شہر اسلام کی طرف بھاگ آیا تو کچھ مضائقہ نہین ہے اور نیز ابن المبارک رحمہ اللہ نے یزید بن ابی حبیب سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے اس آیت سے واجب کردیا تھا کہ بدر کے روز جو کوئی بھاگیگا وہ دوزخی ہے پھر جب اُسکے بعد اُحد کا واقعہ ہوا۔ اور بعض جماعت نے حکم چھوڑدی تو اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعان تا قولہ ولقد عفا اللہ عنہم الآیۃ۔ پھر جب اسکے سات برس کے بعد حنین کا واقعہ ہوا تو فرمایا ثم ولیتم مدبرین ثم یتوب اللہ من بعد ذلک علی من یشاء اور زید مولے رسول اللہ صلعم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے کہا۔ استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو واتوب الیہ تو اسکی مغفرت کیجائیگی۔ اگرچہ وہ زحف سے بھاگا ہو۔ رواہ ابو داؤد والطبرانی والترمذی۔ ابن کثیر رحمہ اللہ نے کہا کہ اگر دشمن سے بھڑ جانے کے بعد ان سببون مین سے کسی سبب کے بغیر فرار کرے تو حرام ہے۔ اور حق یہ ہے کہ مومنون کو جہاد مین مقابلہ کفار کے ثبات لازم ہے بشرطیکہ اسباب فرار مین سے کوئی سبب جواز کا موجود نہو اور اگر بدون ان اسباب کے فرار کیا مثلاً بسبب نامردی وبددلی کے تو جمہور کے قول پر مرتکب کبیرہ ہے۔ فلیتامل واللہ اعلم۔ وفی السراج۔ ہرگاہ بدر کی لڑائی سے واپس ہوئے تو لوگون نے کافرون کے قتل کرنے پر افتخار کیا۔ ایک نے کہا کہ مین نے فلان مشرک کو مارا اور دوسرے نے کہا کہ مین نے اس سے زبردست مارا۔ پس نازل ہوا۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ

سو تم نے انکو نہین مارا　لیکن اللہ نے　مارا　اور تو نے نہین پھینکی مٹی خاک جس وقت پھینکی تھی　لیکن　اللہ نے پھینکی　اور کیا چاہتا تھا

الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ایمان والون پر اپنی طرف سے خوب احسان تحقیق اللہ ہے سنتا جانتا یہ تو ہوچکا اور جان رکھو کہ اللہ سست کریگا تدبیر کافرون کی

اس کلام مین اللہ تعالے نے تنبیہ کرکے ظاہر فرمادیا اور مومنون کے اعتقاد کو کامل کردیا کہ بندون کے افعال کا پیدا کرنے والا حق سبحانہ تعالے ہے اور بندہ خود اپنے افعال پر تمام قادر و انکا خالق نہین ہے پس جو بھلائی کہ بندون سے صادر ہو اس مین اللہ تعالے ہی کی حمد و ثنا کرین کہ اُسی نے انکو توفیق دی و اعانت کی اسی واسطے فرمایا۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ بیضاوی و زمخشری نے کہا کہ فا جواب شرط محذوف پر داخل ہے اے ان افتخرتم بقتلهم فلم تقتلوهم۔ یعنے اگر تم آپس مین مشرکون کے قتل کرنے پر فخر کرتے ہو تو تم نے انکو قتل نہین کیا۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ و لیکن اللہ تعالے نے انکو قتل کیا۔ ابن ہشام رحمہ اللہ نے اسکو رد کیا کہ جو جواب منفی بلم ہو اسپر فا داخل نہین ہوا کرتی ہے پس ارتباط کلام بما قبل کے واسطے ہے اور معنے یہ ہین کہ مشرکون کے لشکر کو جو تعداد و سامان مین تم سے بہت زیادہ تھا تمنے اپنی طاقت و قوت سے میدان بدر مین قتل نہین کیا بلکہ انھون نے اللہ تعالے و اسکے رسول کی مخالفت کی اور توحید خالق سبحانہ سے تکبر کیا پس اللہ تعالے ہی نے انکو قتل کردیا۔ اور مقصود اس سے یہ کہ اہل ایمان اپنی قوت و قدرت سے بیزار ہوکر توحید الٰہی پر قائم ہون۔ و قد قال تعالے ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذلة الآية۔ و قال تعالے ولقد نصركم الله في مواطن كثيرة ويوم حنين اذ اعجبتكم كثرتكم فلم تغن عنكم شيئا وضاقت عليكم الارض بما رحبت ثم وليتم مدبرين۔ پس نصرت فقط اللہ تعالے ہی کی طرف سے ہے اور ہتھیار و سامان وغیرہ جمع کرنا و اس مین کوشش کرنا موافق بشری عادت کے انپر لازم ہے ورنہ فتح و نصرت اسی پر موقوف نہین و قد قال تعالے كم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله والله مع الصابرين۔ پس صابر ہونا دلیل اس امر کی ہے کہ انکو فتح و نصرت الٰہی حاصل ہوگی پس خالق فتح و نصرت وہی پاک خالق عزوجل ہے اور اسی طرح اپنے حبیب رسول محمد صلعم کی ایک مٹھی ریت کنکریان ملی ہوئی مارنے کے واقعہ مین بھی یون ہی فرمایا۔ یعنے بدر کے روز حضرت صلعم ایک عریش مین جو آپ کے واسطے لوگون نے بنادی تھی دعا و تضرع کرتے رہے پھر قوله سيهزم الجمع ويولون الدبر۔ پڑھتے ہوئے نکلے اور ایک مٹھی ریگ کنکریان ملی ہوئی لیکر حکم دیا کہ جب مین اسکو مارون تو تم لوگ بھی کافرون پر حملہ آور ہو پھر وہ مٹھی خاک جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے میدان سے اٹھوائی تھی لیکر کافرون پر ماری درحالیکہ وہ لوگ ابوجہل کے کہنے سے سب کے سب حملہ کرکے مسلمانون کی جماعت کو گرفتار کرکے لیجانے پر بڑھے تھے پس آنحضرت صلعم نے وہ مٹھی بھر خاک و کنکریان انکو مارین اور فرمایا۔ شاهت الوجوه۔ قبیح ہوجاوین یہ چہرے پس کوئی مشرک نہ بچا جسکی آنکھون و مُنہ و ناک مین کچھ خاک و کنکریان نہ بھر گئی ہون اور مشرکون پر جب یہ آفت آئی اور مسلمان حملہ آور ہوئے تو انھون نے پیٹھ پھیری اور بھاگنا شروع کیا تو اس واقعہ کی نسبت بھی او تعالے نے فرمایا۔ وَمَا رَمَيْتَ۔ اور نہین پھینک مارا تو نے اے محمد صلعم قوم مشرک کی آنکھون کو۔ اِذْ رَمَيْتَ۔ جبکہ تو نے ایک مٹھی کنکریلی ریگ انکو پھینک ماری تھی۔ کیونکہ بشر کے پھینکنے سے ایک مٹھی خاک کا یہ اثر نہین ہوسکتا کہ اتنے بڑے لشکر کی آنکھون مین بھر جاوے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ و لیکن اللہ تعالے نے اُسکو پھینک مارا یعنے اللہ تعالے نے ان مین یہ اثر پہونچایا۔ حاصل آنکہ وہ مشت خاک جو تیرے پھینکنے سے اسقدر مؤثر ہوئی جسقدر کسی بشر کے مقدور مین نہین تو وہ اسی وجہ سے مؤثر ہوئی کہ اللہ تعالے کی تاثیر سے تھی۔ پس اُسکا پھینکنا تو رسول اللہ صلعم کے واسطے ثابت رکھا چنانچہ اذ رمیت فرمایا اسوجہ سے کہ ظاہر مین وہ پھینکنا آنحضرت صلعم سے پایا گیا اور پھر جو اُسکی نفی کی چنانچہ فرمایا ما رمیت تو یہ نفی اسکے اثر کے اعتبار سے ہے جو بشری طاقت سے باہر اور محض تاثیر و فعل الٰہی ہے

پس اس تدبیر کا حقیقی فاعل وہی حضرت رب العزۃ جل سلطانہ ہے لہذا گویا رسول اللہ صلعم سے اسکا وجود ہی نہین ہوا پس معلوم ہو گیا کہ خالق و موثر سواے حضرت حق تعالے کے کوئی نہین ہے۔ واضح ہو کہ حضرت ابن عباس رض و سدی رحمہ اللہ و ابومعشر و محمد بن قیس و محمد بن کعب و عبدالرحمن بن زید و عروہ و مجاہد و عکرمہ و قتادہ و بہت سے ائمہ تابعین سے اس رمی کی تفسیر یہی مروی ہے کہ بدر کے روز آنحضرت صلعم کے مشت خاک کافرون کو مارنے اور انکی حالت مذکورہ بالا ہو کر ہزیمت اٹھانے کے بارہ مین ہے اگرچہ آنحضرت صلعم نے حنین کے روز بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اور عبدالرحمن بن جبیر سے روایت ہے کہ خیبر مین آنحضرت صلعم نے ایک تیر مارا اور وہ ہوا مین بلند ہوا اور اُسنے قلعہ کے اندر جا کر ابن ابی الحقیق کو جو اپنے گھر کے اندر بچھونے پر آرام کرتا تھا قتل کر دیا پس نازل ہوا قولہ وما رمیت اذ رمیت الآیۃ۔ اس کی اسناد جید ہے ولیکن شاید عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر پر قصہ مشتبہ ہو گیا اگرچہ یہ واقعہ صحیح ہے ولیکن سیاق سورۂ انفال تو قصہ بدر مین ہے پس اگر واقعہ خیبر کا ذکر درمیان مین آوے تو اثناء قصہ مین ایک اجنبی بات آجائیگی اور یہ ایسی بات نہین کہ ایسے عالم پر جو امام ہے پوشیدہ ہو پس ظاہر یہ ہے کہ مراد عبدالرحمن رح کی یہ ہے کہ قولہ وما رمیت اذ رمیت الآیۃ عام ہے جو واقعہ بدر کے ساتھ واقعہ خیبر وغیرہ کو بھی شامل ہو یعنے وہ رمی بھی بتاثیر الٰہی عزوجل ہوئی ہے۔ اور ایسے ہی ابن جریر و حاکم نے جو باسناد صحیح سعید بن المسیب و زہری رحمہما اللہ سے روایت کی کہ اُحد کے روز جو حضرت صلعم نے ابی بن خلف ملعون کو مارا تھا اسکے بارہ مین یہ آیت ہے اور قصہ یہ ہے کہ اُحد کے روز جب آنحضرت صلعم پہاڑی پر جانے لگے تو ابی بن خلف نے دیکھا اور گھوڑا دوڑا کر آیا اور کہا کہ آج اگر آپ بچ گئے تو مین نہ بچا اور پہلے اس سے مکہ مین کہا کرتا کہ اس گھوڑے کو مین نے خوب کھلایا پلایا ہے تاکہ اسپر سوار ہو کر محمد کو قتل کرون اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سُنکر فرمایا تھا کہ نہین بلکہ مین اس کو قتل کرونگا پس اُحد کے روز جب آیا تو مسلمانون نے چاہا کہ دور ہی سے اسکے مقابل ہون مگر حضرت صلعم نے حکم دیا کہ آنے دو اور جب قریب آیا تو آپ نے حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ سے سانگ لیکر اسکو پھینک ماری اور وہ تمام لوہے مین غرق تھا پس اسکے ترقوہ کے نیچے بہت خفیف سا زخم لگا جس سے کئی مرتبہ گھوڑے پر سے لڑھکڑایا اور آنحضرت صلعم نے پھر اسکو قتل نہین کیا اور یون ہی چھوڑ دیا اور وہ اس زخم کے درد سے بہت چیختا و چلاتا تھا اور ساتھی اسکے کہتے کہ یہ تو کچھ بھی زخم نہین وہ جواب دیتا کہ اگر تمام ملک حجاز پر بانٹا جاوے تو کوئی زندہ نہ بچے اور تم نہین دیکھتے کہ انھون نے پہلے ہی کہا تھا کہ مین اسکو قتل کرونگا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ وہ چند روز تک اس عذاب الیم مین زندہ رہکر مرا اور اسی کے متصل عذاب برزخ مین تا قیامت گرفتار رہیگا جو عذاب آخرت سے متصل ہے اس قول کی بھی وہی تاویل ہے کہ مراد ہر دو امام کی یہ ہے کہ آیت الرمی عام ہے اسکو بھی شامل ہے وقال الرازی رح یہ کچھ بعید نہین کہ آیت کے تحت مین اور وقائع بھی داخل ہون سواسطے کہ لفظ عام ہے اور اسی کا اعتبار ہے اگرچہ سبب نزول خاصۃ واقعہ بدر ہوے فافہم۔ قولہ تعالے۔ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ اے فعل ذلک لیقہر الکافرین خذلانا ولیبلے المومنین۔ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا اے عطاء حسنا وہی الغنیمۃ۔ یعنے اس قول کا عطف ایک محذوف پر ہے جو رمی مذکور کی علت ہے اور معنے یہ کہ اللہ تعالے نے ایسا فعل اسواسطے فرمایا کہ کافرون کو خواری کے ساتھ مقہور کرے اور اسواسطے کہ مومنون کو اس سے عطاء حسن دیوے یعنے غنیمت عطا فرماوے۔ اور عروۃ بن الزبیر رح نے کہا اے لیعرف المومنین من نعمہ علیہم الخ۔ یعنے تاکہ مومنون کو پہچنوا دے اپنی نعمتین جو اُنپر فرمائی ہین کہ انکو انکے دشمنون پر اسطرح فتح دی تاکہ وہ حقوق نعمت کی شکر گذاری کرین۔ واضح ہو کہ بلاء بمعنے محنت و مشقت اور بمعنے سلامت و نعمت ہر دو ضد معنے مین ہے اور مراد یہان بلاء سے نعمت ہے۔ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ لاقوالہم۔ عَلِيمٌ باحوالہم۔ یعنے اللہ تعالے کی صفت ہے کہ وہ سمیع و علیم ہے پس مومنون کے اقوال کا بھی سُننے والا اور انکے احوال کا جاننے والا ہے۔ قال الخطیب اے ان

ترغیب وترہیب دونون ہین کہ بندہ اپنے مولی پر جو سمیع علیم ہے بھروسا کرے اور ڈرے کہ ظاہری امور پر مغرور ہونا چاہیے اور اللہ تعالے
دلون کی باتین اور بھید خوب جانتا ہے پس مومن صادق رہے۔ ذٰلِکُم۔ اسے ذلک الابلاء حق۔ یہ انعام برحق ہے۔ وَاَنَّ اللّٰہَ مُوْھِنُ
کَیْدِ الْکٰفِرِیْنَ۔ اور اللہ تعالے وہن وضعف مین ڈالنے والا ہے کافرون کے مکر کا۔ اسمین باوجود اس فتح وغنیمت کے مومنون کو
اور بشارت ہے کہ آیندہ بھی اللہ تعالے کافرون کے مکروفریب وانکے باطل باتون کو ضعیف کرنے والا ہے۔ واضح ہو کہ اہل علم یہان سے
سمجھتے ہین کہ جو لوگ دین پر ثابت وقائم ہون انکو مضرت نہ پہونچیگی ولیکن اہل کفر والحاد روے زمین سے مٹنے والے نہین ہین اور حدیث
مین ہے کہ برابر ایک گروہ میری اُمت مین سے حق پر اور غالب رہیگا انکو کوئی خواری چاہنے والا ضرر نہین پہونچا سکتا یہان تک
کہ امر الٰہی قائم ہوجاوے۔ ہذا والحمد للہ علی ذلک۔ ف فی العرائس قولہ تعالے فلم تقتلوہم ولکن اللہ قتلہم ومارمیت الخ۔ واضح ہو کہ عارفین کو
یہان مقام اتحاد حاصل ہے اور اتحاد مین انکے نزدیک چند مقامات ہین ایک اتحاد بافعال اور دوم اتحاد بصفات وسوم اتحاد بذات۔ اور یہان
اشارہ اتحاد افعال واتحاد صفات کی طرف ہے پس قتل جو فعل قوم تھا اسکی اضافت اپنی طرف کرنا اتحاد فعل ہے اور یہ مقام جمع وتفرقہ ہے اور
صحابہ رضی اللہ عنہم کو تفرقہ در جمع حاصل ہوا پس جبکہ یون فرمایا کہ فلم تقتلوہم۔ تو انکے واسطے فعل ثابت ہونے کے بعد انسے نفی کی پس جب وہ
مباشر قتل تھے تو مقام تفرقہ مین تھے اور جب اس فعل کی نسبت اپنی طرف فرمائی تو وہ مقام جمع مین ہوے پس تفرقہ تو عالم صورت ورسم خلیقت
ہے جبکہ وہ خلق ہوتے ہین از مصدر خاصہ فعل او تعالے ہین اور اس راہ سے کہ وہ اپنے جملہ ذرات سے قائم بفعل خاص او تعالے ہین تو عین
انکا عین فعل خاص او تعالے ہے پس او تعالے نے اپنے فعل خاص سے انکے لیے مقتولین کی بصفت قہر قتل ہونے کی تجلی فرمائی پس وے لوگ
بیچ فعل خاص کے واحد ہین اور اضافت بسوے ذات او تعالے اضافت حقیقیہ ہے اسلیے کہ سوا اسکے فعل خاص کے درمیان مین کسی وجہ سے
غیر کا وجود نہین ہے۔ اور اسی طرح عرش سے ثری تک جملہ مخلوق کے احکام انھین دو جہت سے ثابت ہین یعنے بجہت فعلیہ وبجہت خلقیہ ولیکن
جبکہ وقت مباشرت قتل کی تجلی فعل بسوے فعل نہ تھی تو اسوقت مین خاصیت اتحاد افعال کا حکم نہوا وہ مارنے والے کے ہاتھ مین تلوار کے مانند
تھے بلکہ تلوار وہاتھ بحسب مراتب وترقی کے ایک ہین۔ اور جبکہ مصدر واحد ہے تو عرش سے تحت الثری تک درمیان مین سواے حق سبحانہ تعالے
کے کوئی غیر موجود نہین ہے۔ پھر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے یہان خاصیت اتحاد صفت بھی ہے کیونکہ اسکی صفت سے اتصاف پایا یعنی اسدم
کہ او تعالے کو بطریق کشف تجلی صفت کے قلب وروح وعقل وسر وظاہر وباطن وصورت مین معائنہ کیا پس تمام وجود نبی صلعم کا نور صفت
مین مستغرق ہوا اسی واسطے فعل آنحضرت صلعم کو اپنی صفت کی طرف مضاف کیا نہ اپنے فعل کی طرف۔ اسلیے کہ قوم تو انوار آیات دیکھنے مین
تھے اور آنحضرت صلعم بحر صفات سے عبور کرکے میدان آیات طے کرکے دیدار انوار صفات وخاصیت اتحاد ذات مین تھے اور صفت فعل وصفت
خاص دونون صفتون کے اتصاف اور دونون مقامون کے اتحاد کے بعد آنحضرت صلعم کو اور ایک اجلال ذات اور اسمین فنا ہونا اور اسکے
ساتھ باقی ہونا اور اسکی ازلیت وابدیت مین مستغرق ہونا اور اولیت وآخریت سے سرنکالنا واقع ہوا اسی واسطے آنحضرت صلعم آئینہ ذات و
صفات وفعل ہوگئے پس اللہ تعالے نے آپ کو اپنی ذات پاک وحدہ لاشریک کے اس واسطہ کے ساتھ بھیدوانے کو نکالا جیسے اپنے خلیفہ آدم علیہ السلام
کو ملائکہ کے عرفان کے لیے نکالا اور آدم علیہ السلام متصف ومتحد بصفت تھے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بعد اتحاد بنور صفات کے متحد بنور ذات
تھے اور نور ذات سے متحد ہونے مین آدم سے بڑھکر تھے پس جبکہ بندہ مصطفے حبیب مجتبی محمد صلعم کا اتحاد بدرجہ کمال تھا۔ تو اللہ تعالے نے
مخلوق کو اسکے اتحاد سے آگاہ فرمایا۔ بقولہ تعالے من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ تجلی فعل وصفت وذات مین حدوثیت کے اوصاف مین

کچھ باقی نہ رہا تھا۔ اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا من رآنی فقد رأی الحق ومن عرفنی فقد عرف الحق مترجم کہتا ہے کہ جملہ من عرفنی فقد عرف الحق۔ روایت حدیث مین نہین ہے شاید مقصود شیخ یہ ہو کہ قولہ من رآنی الخ کی یہ تفسیر ہے۔ فافہم پس آنحضرت صلعم کا تفرقہ عین فعل مین جمع تھا اور صفت مین آپ کا جمع ہونا عین ذات مین جمع الجمع تھا اور عین ذات مین از راہ الوہیت کے جمع بدون تفرقہ ہے اور از راہ خلیقت کے تفرقہ در جمع ہے مین نے اس آیت مین تھوڑا سا اشارہ مقام اتحاد و اتصاف بجمع و تفرقہ کا ذکر کیا ہے اور اسکے معنے کسی کی سمجھ مین نہین آوینگے سوائے ایسے شخص کے جو درد عشق رکھتا ہو اور ربط محبت و روح شوق و انس مشاہدہ و انبساط معرفت و فنا معرفت و توحید و بقا رکھتا ہو۔ اور اسکو وہ علم لدنی حاصل ہو جو ظاہر عالمون و سمجھدارون کے نزدیک علم مجہول ہے۔ پھر مشائخ نے جو اس آیت کے اشارہ مین کہا ہے ازانجملہ قول فارس رح ہے کہ قولہ وما رمیت اذ رمیت الخ مین کہا کہ تو پھینکنے والا نہ تھا مگر ہمارے ساتھ۔ اور تو اس سے کچھ مصیبت پہونچانے والا نہ تھا مگر ہماری معونت سے کہ ہمین نے تجھکو اس قوت سے مدد دی۔ بعض نے کہا کہ قولہ ما رمیت یعنے تو نے یہ مشت خاک نہین پھینکی ولیکن تیر جمع پھینکے پس اللہ تعالے نے تجھکو تجھسے غائب کر دیا پھر تو نے پھینکا اور حال یہ کہ ہمین تجھے پھینکنے والے تھے یعنے گویا آنحضرت صلعم صرف واسطہ تھے اگرچہ یہان واسطہ کو بھی گنجائش نہین مگر عبارت مین سمجھانا اسیقدر ممکن ہے۔ پس پھینکنا ظاہر مین آنحضرت صلعم سے پایا گیا اور درحقیقت وجود اسکا درگاہ عظمت کبریا حق عز و جل سے تھا اسواسطے کہ وہان تفرقہ نہین ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ۔ اذ رمیت۔ تفرقہ ہے اور۔ ولکن اللہ رمی۔ جمع ہے اور تفرقہ راجع بصفت عبودیت ہے اور جمع راجع بہ بیان ربوبیت ہے۔ پھر بندون کو اپنی رمی سے اور انسے قہر دور کرنے سے مقام نعمت ظاہر فرمایا یعنے اہل ایمان سے قہر دور رکھنے اور انکے دشمنون کو قہر مین مبتلا کرنے اور انکی طرف سے انعام کے طور پر خود رمی فرمانے سے مقام نعمت انکو ظاہر فرمایا بقولہ ولیبلی المؤمنین منہ بلاء حسنا جیسے اپنی صفت کے انوار سے اپنے حبیب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو بھر دیا اور اسرار قتل سے انکے دلون کو منور کیا یہ بلاء حسن تھی جسنے انکو مخصوص فرمایا تاکہ اس سے معرفت خاص حاصل کرین اور انکو اپنے کرم قدیم و قہر سے بچایا پھر واضح ہو کہ بلاء حسن یہ کہ اولیاء کے دلون مین محبت واقع ہو اور اصفیاء کے واسطے کشف جمال ہو اور نجباء کے لیے سماع خطاب ہو۔ اور جنید رح سے جب اس آیت کو پوچھا گیا تو کہا کہ بلاء حسن یہ کہ حکم کے وقت بندہ ثابت قدم رکھا جاوے اور اسمین جو خفیات [جمع خفیہ ۱۲] الہی انسے مخفوظ فرمایا جاوے اور غیر کو دیکھنے کے وقت توحید و تفرید حضرت خالق عز و جل مین لغزش نہ پاوے۔ ابراہیم رح نے کہا کہ بلاء حسن یہ کہ نزول بلاء سے دیدار حق اسپر سبقت کرے پس بلاء گذر بھی چلی جاوے اور اسکو خبر بھی نہو اسوجہ سے کہ وہ دیدار حق مین مستغرق کر دیا گیا ہے۔ شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ بلاء حسن وہ ہے کہ اسکے آنے مین تجھکو صبر عطا ہو اور تو اسپر راضی ہو جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ واضح رہے کہ بلاء اگرچہ ترقی درجات و تقرب و ثواب کی موجب ہے لیکن سوائے مردمیدان رضا کے اس مین ہر بندہ صابر نہین ہوتا لہٰذا اللہ تعالے سے عافیت مانگے اور بلاء سے پناہ مانگے اور بسبب تقدیر جب بلاء نازل ہو تو اسمین اللہ تعالے سے صبر کی درخواست کرے واسأل اللہ تعالی لی ولکم السلامۃ والعافیۃ فی الدنیا والآخرۃ وہو ربی حسبی ونعم الحبیب ونعم المولے ونعم النصیر۔ علی بن موسی الرضا نے اپنے باپ سے انھون نے امام جعفر صادق سے روایت کی کہ بلاء حسن یہ کہ انکو انکے نفوس سے فانی کر دے پس جب انکے نفوس سے انکو فانی کر دیا تو وہی انکی مراد ہوا۔ استاد رح نے کہا کہ بلاء حسن یہ ہے کہ تنگی و خوشحالی مین بندہ کو شکر کی توفیق حاصل ہو اور محنت مین صبر کی توفیق ملے بعض نے کہا کہ بلاء حسن یہ کہ عین بلاء مین اسکو مشاہدہ نصیب ہو۔ پھر بلاء فراق و محبت و اشواق برداشت کرنے والون کے دلون کو راحت کی ٹھنڈی ہوا دی بقولہ ان اللہ سمیع علیم۔ اہل وجد کے الحان کی آواز سننے والا اور غم فراق سے انکے دلون کی حالت جاننے والا ہے۔ استاد رح نے کہا کہ اسمین ایک قوم کے لیے تنفیس ہے اور ایک قوم کے لیے تہدید ہو چونکہ

درد فراق کے باوجود تسلیم واطاعت اٹھکائے بیٹھے ہین انکی لبیک سننے والا ہے انسے انکی بلا کو وقت معہود پر اٹھانے والا ہے۔ وقد انشد الاستاذ ؎ اذا ما تمنی الناس روحا و راحۃ تمنیت ان اشکو الیہ فیسمع ؛ یعنے وقت وہ ہے کہ لوگ راحت وآرام کی تمنا مین ہین اور مجھے یہی تمنا ہے کہ کچھ درد فراق بیان کرتا اور سُن لیا جاتا۔ مترجم کہتا ہے کہ بجملہ درجات کے حدیث الرؤیا مین ہے کہ صلوۃ باللیل والناس نیام۔ یعنے رات مین کہ لوگ خواب غفلت وراحت مین پڑے ہین بندہ نماز مین مشغول کھڑا ہے۔ وقد قال تعالے تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقناھم ینفقون۔ یعنے بستر راحت سے انکے پہلو الگ ہوکر نماز مین کھڑے ہوئے اور اپنے پروردگار سے ہیبت کے ساتھ عاجزی وخشوع سے دعا مانگتے ہین۔ الی آخر الآیۃ۔ فافہم واللہ اعلم۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنی درگاہ کی طرف رجوع لاتے ہوئے بندون کو اپنی قدرت کاملہ سے عجیب غریب امور خلاف عادت کے ساتھ ان لوگون پر فتح ونصرت دی جو مثل اس زمانہ کے بعض لمحدون کے معجزات رسول اللہ صلعم سے منکر وموذی اور خلاف عادت کو سحر سمجھتے اور نفس کے بندے بتون کی پرستش کرتے تھے پھر بھی ان کو تنبیہ فرمائی۔ بقولہ تعالے۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

اگر تم چاہو فیصلہ سو پہونچا تم کو فیصلہ اور اگر باز آؤ سو تمہارا بھلا ہے اور اگر پھر وگے تو ہم بھی پھر ینگے اور کام نہ آویگا تم کو تمہارا جتھا کچھ اگرچہ بہت ہون اور جانو کہ اللہ ہے ساتھ ایمان والون کے

اس خطاب مین مفسرین نے اختلاف کیا کہ کافرون کو ہے یا مومنون کو ہے اور مفسر رح نے قول اول اختیار کیا اور وہی جمہور کا قول ہے۔ بسبب ظاہر دلالت کلام کے اور بسبب اسکے کہ امام احمد نے زہری رح کے طریق سے عبداللہ بن ثعلبہ سے روایت کی کہ ابوجہل نے بدر کے روز کہا کہ اے پروردگار ہمارے ہم دونون گروہ مین سے جو ناتے کا قطع کرنے والا ہوا اور ایسی چیز لایا ہو جو ہم نہین پہچانتے ہین اسکو کل کے روز ہلاک کردے۔ پس وہی استفتاح کرنے والا تھا۔ وقد رواہ النسائی والحاکم۔ اور ایسا ہی ابن عباس ومجاہد وضحاک وقتادہ ویزید بن رومان وغیرہم سے مروی ہے۔ اور سدیؒ نے کہا کہ مشرکون نے مکہ سے نکلتے وقت خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہا تھا کہ اے پروردگار ہمارے دونون لشکرون مین سے اعلی کو اور دونون گروہون مین سے بزرگ کو اور دونون قبیلون مین سے بہتر کو فتح دے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا یعنے اگر تم استفتاح چاہتے ہو اے کافرو یعنے فیصلہ وقضا رچاہتے ہو۔ فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ تو آگیا تم پاس فیصلہ یعنے جو کوئی ظالم وناتا کاٹنے والا وغیرہ تھا وہ ہلاک ہوا اور وہ ابوجہل واسکے ساتھی مقتول تھے اور دونون گروہ مین سے جو گروہ اعلی واکرم تھا وہ فتح دیا گیا یعنے آنحضرت صلعم ومومنین نے فتح پائی یہان سے لاانکے بدر مین قتال کرنے اور کافرون کو ایسی فاش شکست ہونے کا بھید بھی ظاہر ہوا فافہم۔ وَاِنْ تَنْتَهُوْا اور اگر تم باز رہو کفر سے اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ لڑنے سے فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ وَاِنْ تَعُوْدُوْا اور اگر تم پھر نبی صلعم کی لڑائی کی طرف عود کروگے تو۔ نَعُدْ ہم بھی اسکو پھر فتح دینے مین عود کرینگے مترجم کہتا ہے کہ احسن تفسیر یہ ہے کہ قولہ وان تعودوا نعد یعنے اگر تم پھر استفتاح کروگے تو ہم اعادہ کرینگے۔ قالہ السدی۔ اور حاصل آنکہ مطلق لڑائی وجہاد جو رسول واسکی امت کے درمیان مشروع ہوا ہے اس مین تو سنت الٰہی یہ ہے کہ کبھی مومنون کی فتح اور کبھی کافرون کا زور ہو جاتا ہے تاکہ ابتلا وامتحان ہو اور منافق اور مومن مین تمیز ہو جاوے اور اہل ایمان جو دنیا سے بے رغبت ہین بعض شہادت پادین ودیگر مصالح ہین اور بطریق استفتاح لڑائی مین قطعا

مومنون کا غلبہ ہے اور آخر کار بہر حال اللہ تعالے اپنے رسولون کو فتح دیتا ہے اور کافرون کو ہلاک فرماتا ہے۔ جب تجھے یہ بات معلوم ہو گئی تو اب یہ وہم و وسوسہ شیطانی نہین آسکتا کہ اسکے بعد احد وغیرہ مین کافرون کو فی الجملہ غلبہ کیون ہوا۔ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا اور تم سے تمہاری جماعت کچھ دفع نہ کریگی۔ وَلَوْ كَثُرَتْ اگرچہ تمہاری جماعت کثیر ہو۔ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ اور اللہ تعالے مومنون کے ساتھ ہے یعنے اللہ تعالے کی فتح و نصرت انکے ساتھ ہے پس کسی کو انپر غلبہ نہین ہے۔ یہ بنا برینکہ ان بکسر اول ہے جیسے کہ اکثر کی قراءۃ ہے اور ابن عامر و نافع و حفص کی قراءۃ مین ان بفتح بتقدیر لام ہے یعنے ولان اللہ مع آہ۔ واضح ہو کہ معاملہ رسالت مین آیات الٰہی برابر واقع ہوتی گئین حتی کہ قیامت قائم ہونے تک آتی جاوینگی پس ایمان لانے والے ایمان لاوینگے اور گمراہ تو سواے جہنم مین جانے کے کچھ نہ مانینگے پس اس آیت مین بھی اشارہ ہے کہ مشرکین بڑی جماعت جمع کرینگے چنانچہ غزوۂ خندق و غزوۂ احزاب مین بھی ہوا کہ قریش بہت بڑی جماعت لائے تھے کہ چل کر مومنون کو نابود کر دینا چاہیئے کہ فیصلہ ہو جاوے پس اللہ تعالے نے فتح دی اور انکو خوار پھیر دیا اور عجیب معجزات ظاہر ہوئے جیسا کہ انشاء اللہ تعالے وہان بیان آویگا یہ تفسیر تو بنا بر قول اول کے ہے اور جن لوگون نے کہا کہ یہ خطاب مومنون کو ہے وہ یہ معنے بیان کرتے ہین کہ جب رسول اللہ صلعم و مومنون نے اللہ تعالے سے استغاثہ کیا تو اللہ تعالے نے فتح دی اور فرمایا ان تستفتحوا فقد جاءکم آہ۔ یعنے جس فتح کا وعدہ ہم نے دیا تھا اور تم نے مانگی تھی وہ تم کو پہونچی پس اللہ تعالے کا شکر کرو اور اسکی بندگی لازم پکڑو۔ قاضی عیاض نے کہا کہ یہی قول اولے ہے اسواسطے کہ فقد جاءکم الفتح مومنون ہی کے ساتھ بن سکتا ہے۔ اور رد کیا گیا کہ یہ اسوقت ہے کہ حقیقی معنے مراد ہون تو البتہ حقیقی نصرت مومنون ہی کو ملی ہے اور اگر مجازاً ہو جیسے ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ مین تو کافرون کے حق مین بھی بنتا ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ خطاب مشرکون کو بطریق تہکم ہے یعنے لو یہی تمہارے لیے فتح ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فتح وہ انکا استفتاح تھا کہ فصل قضاء ہو اور یہ مستلزم ہے کہ مومنون کو نصرت ہو اور کافرون کو ہلاکت پس حقیقۃً بھی فتح آگئی۔ ہان فتح بمعنے نصرت فقط مومنون کو حاصل ہوئی ہے پس خطاب کافرون ہی کو ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قولہ وان تنتہوا فہو خیر لکم آہ۔ اسواسطے کہ مومنون سے انتہاء مقصود نہین اور تہدید اعادہ بھی انکے حق مین لائق نہین ہے۔ اور بعض نے بنا بر قول دوم کے یون تقریر کی کہ اے مومنو اگر تم نے اللہ تعالے سے فتح مانگی تو تمکو بدر کے روز نصرت دی گئی اور قولہ وان تنتہوا فہو خیر لکم۔ اور اگر تم کافر قیدیون سے فدیہ لیکر چھوڑنے سے باز رہو جیسے تم نے بلا اجازت کے بدر کے قیدیون کے ساتھ کیا اور نیز لڑائی مین کسل کرنے اور دنیا کے مال کی طرف رغبت کرنے سے باز رہو تو وہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اور قولہ وان تعودوا نعد۔ سے مقصود توبیخ ہے یعنے اگر تم دوبارہ ایسا کروگے تو پھر ہم ملامت کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ ملامت اگر بمعنے حرمت ہے تو قیدیون کے فدیہ مین دو امر لازم آوینگے ایک یہ کہ آنحضرت صلعم نے کیونکر قبول کیا اور دوم آنکہ مال فدیہ جو بوجہ حرام حاصل ہوا وہ کیونکر حلال ہوا لہذا ملامت بطریق کراہت تنزیہی ہوگی کیونکہ تحریمی واجب الترک ہے اور اسوقت ابہام کی وجہ بھی نہ تھی اور مآل اسکا جواز ہے اور یہ خلاف مقصود ہے علاوہ برین آگے قولہ لن تغنی عنکم فئتکم آہ نہین بنتا ہے اور نیز قولہ وان اللہ مع المومنین کے اس تقدیر پر کیا معنے ہین پس محض تکلف و تعسف سے توجیہ کرنا ساقط ہے اور بعض نے جو کہا کہ ان تستفتحوا مین مومنون کو خطاب ہے اور مابعد مین کافرون کو تو اسمین تفکیک النظم و انتشار الضمائر وغیرہ محذور لازم ہین۔ اور تجھے معلوم ہو گیا کہ صرف فتح کے معنے کی وجہ سے یہ سب تکلفات بعیدہ کرنا عجیب ہے حالانکہ حقیقت سے مجاز یہان ابلغ ہے علاوہ برین استفتاح بمعنے طلب فصل القضاء جیسے قولہ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ مین ہے بے تکلف درست ہین کیونکہ حکم فیصل کافرون کو قطعاً پہونچ گیا اگر صرف اسی واقعہ مین ورنہ اگر مطلقاً ہوتا تو سب ہلاک ہو جاتے اور یہ سب بمقتضاے حکمت بالغہ

اٰلٰہی وامر قدیم کے ہے۔ پس قولہ ان تعوذوا الخ۔ مین حدوث کو دخل نہین ہے۔ فافہم۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا

اے ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور اُسکے رسول کے اور اس سے مت پھرو سنکر اور ویسے مت ہو

كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۝ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ

جنھون نے کہا کہ ہمنے سُنا اور وہ سنتے نہین بدتر سب جانداروں مین اللہ کے پاس وہی بہرے گونگے ہین

الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۝

جو نہین بوجھتے اور اگر اللہ جانتا انمین کچھ بھلائی تو انکو سُناتا اور جو انکو اب سُنا دے تو اُلٹے بھاگین مُنھ پھیر کر

اللہ تعالے مومنون کو اپنی بندگی اور اپنے رسول کی طاعت کا حکم فرماتا اور مخالفت سے اور کافرون سے مشابہت پیدا کرنے سے منع فرماتا ہے کہ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے ایمان والو۔ أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ اطاعت کرو اللہ تعالے و اسکے رسول صلعم کی۔ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ اور اعراض مت کرو اس سے باین طور کہ اسکے حکم سے خلاف کرو۔ وَ اور حال یہ کہ أَنْتُمْ تَسْمَعُونَ تم قرآن و نصیحت کی باتون کو سنتے ہو یعنے جان بوجھکر مخالفت مت کرو۔ یہ تفسیر بنا بر نیکہ عنہ کی ضمیر راجع بجانب رسول اللہ صلعم ہے کیونکہ طاعۃ الرسول وہی طاعۃ اللہ تعالے ہے اور جائز ہے کہ بمانند قولہ واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔ کے ہر ایک دونون مرجع کی طرف راجع ہو اور بعض نے کہا کہ اطیعوا سے امر مفہوم کی طرف راجع یعنے عن امرہ۔ اسکے حکم سے اعراض مت کرو۔ پھر واضح ہو کہ یہ بنا برانکہ خطاب مومنون کو ہے جیسا کہ ظاہر بلکہ اظہر ہے اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اور یہ حکم بطریق تثبیت ہے تاکہ جمے رہین۔ اور بعض نے کہا کہ آمنوا سے مراد زبانی ایمان کے مدعی یعنے منافق ہین۔ ابن عطیہ نے کہا کہ یہ احتمال اگرچہ ہو سکتا ہے لیکن بہت ضعیف ہے کیونکہ مستقل طور پر انکو ایمان سے متصف کرنا از جانب عالم الغیب والشہادۃ باوجودیکہ انمین دلی تصدیق نہین ہے بہت بعید احتمال ہے اور تالیف قلوب کا احتمال نہین کیونکہ عام خطاب مبہم مین بہت جگہ انکی سخت تفضیح کی گئی ہے۔ فتامل۔ علاوہ برین آگے انکو ایسی صفت سے منع کیا جو نفاق سے ہے فقال۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا اور مت ہو جاؤ مانند ایسے لوگون کے جنھون نے کہا کہ ہم نے سُنا۔ وَ اور حال یہ کہ۔ هُمْ لَا يَسْمَعُونَ وے سنتے نہین ہین یعنے ایسا سننا نہین سُنتے جو نصیحت پذیر ہو اور سمجھے ہو پس بیفائدہ سُننے کے سبب سے فرمایا کہ وے سنتے نہین کیونکہ سننے کا جو فائدہ تھا وہ ندارد ہے۔ اب رہا یہ کہ ایسے لوگ کون ہین تو ایک قول یہ کہ مشرک ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ و مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ بنی عبد الدار مین سے چند آدمی تھے اور آگے آتا ہے اور ابن جریر رح نے اختیار کیا کہ مشرک مراد ہین اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ منافق مراد ہین کیونکہ ظاہر کرتے ہین کہ ہم نے سُنا و مانا حالانکہ ایسے نہین ہوتے ہین اور مفسر رح نے دونون کو جمع کر دیا کیونکہ مشرک ہو یا منافق کسی کو فہم سلیم وسماع صحیح نہین ہوتا۔ پھر ایسون کی مذمت فرمائی بقولہ۔ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ دواب جمع دابہ جو زمین پر چلتا ہو اگرچہ آدمی ہو پس یہان جو آدمیون پر اطلاق ہوا تو یہ اطلاق حقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ مجازی کیونکہ یہ شریر بمنزلہ جانورون کے بلکہ انسے بدتر ہین۔ انتہے۔ البتہ دوابون سے بدتر۔ عِنْدَ اللَّهِ اللہ تعالے کے علم مین یا اسکے حکم مین۔ الصُّمُّ الْبُكْمُ بہرے گونگے یعنے اس جنس کے دواب ہین جو حق بات سننے سے بہرے اور حق بات کہنے سے گونگے۔ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ایسے لوگ ہین جو سمجھتے نہین ہین۔ پس انکے کان و زبان و عقل جو ذی ہونے کے باوجود چونکہ انکو ان حواس سے فائدہ نہ ملا لہذا انکے نفی کی جیسے قولہ لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ مین ہے پس حب عقل کار آمد نہین تو انمین

اور جانوروں میں کیا فرق ہے لہذا فرمایا ۔ اولٓئک کالانعام نہیں بلکہ انعام تو اپنے حواس سے جسقدر ہیں اپنا کام لیتے ہیں بخلاف کافروں و منافقون کے لہذا فرمایا ۔ بل ہم اضل ۔ اسیواسطے یہاں فرمایا کہ شر الدواب ۔ یعنے جانداروں میں سے جو روے زمین پر چلتے ہیں یہ جانور بہت بدہیں ان مین کچھ بھی بھلائی نہیں ہے ۔ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا ۔ اور اگر اللہ تعالے کو انمین بھلائی معلوم ہوتی یعنے انکو حق بات سنادینے اور اسکی ہدایت دینے مین تو ۔ لَّاَسْمَعَهُمْ ۔ البتہ انکو سنا دیتا اسطرح کہ سمجھ کا سننا سنتے ۔ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ ۔ اور اگر اللہ تعالے انکو سناتا یعنے بالفرض اُن کو سناتا اگرچہ اللہ تعالے جانتا ہے کہ انمین کچھ بھلائی نہیں ہے تو یہ نتیجہ ہوتا کہ ۔ لَتَوَلَّوْا اس سے منھ موڑ لیتے ۔ وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ اس حال سے کہ اعراض کنندہ ہوتے ۔ یہ تاکید ہے کیونکہ تولی و اعراض ایک ہی ہے اور مقصود یہ کہ علم الٰہی میں تحقیق ہو چکا کہ وے ایمان نہ لاوینگے اور اللہ تعالٰی کو انکا بدتر ہونا معلوم ہے پس اگر بالفرض اللہ تعالے انکو سناتا تو بھی عناد و جحود سے منھ موڑ کر اعراض کنندہ ہو جاتے ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ بنی عبدالدار کے چند نفر نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ آپ قصی بن کلاب کو زندہ کیجئے اور وہ نیکبخت آدمی تھا زندہ ہو کر آپ کی نبوت کی گواہی دیگا تو ہم سب آپ پر ایمان لے آوینگے پس اللہ تعالے نے رد کر دیا کہ ان خبیثوں کو ایمان سے کیا مناسبت ہے یہ درحقیقت ایسے ہی گونگے بہرے ہیں جیسے تیری باتوں پر عناد سے اپنے آپ کو کہتے ہیں اور اگر اللہ تعالے انکے لیے قصی کو زندہ کر کے اسکا کلام انکو سنوادے تو بھی عناد سے سحر و جادو کہکر کافر کے کافر بنے رہینگے حاصل آنکہ مثل قولہ ولو اسمعہم آہ اگر انکو اللہ تعالے مرے ہوؤن کو زندہ کر کے تیرے صدق نبوت پر انکی گواہی سنوادے تو بھی موافق تقدیر الٰہی کے یہ مومن نہ ہونگے واضح ہو کہ اللہ تعالے ہدایت و کفر کا خالق وہی ہادی وہی موفق ہے بدون اسکی ہدایت کے کسی چیز سے ہدایت نہیں ہوتی پس ظاہر کے لیے ایک آیت کافی ہے ۔ اور جسپر وہ کافی نہو تو کثرت سے آیات و معجزات مانگنا پہلے جہالت اگر اہ کنندہ ہے کیونکہ آیات کو موثر سمجھتا ہے اسی کا فرمایا بلکہ اسپر جب عقوبت مزید و شدید ہو گیا لہذا جن انبیاء کی امت کی منھ مانگی آیت پر ہٹ پوری ہوئی وہ ایمان نہ لائے پر عذاب کیے گئے ۔ وفی العرائس قولہ ولاتکونوا کالذین قالوا آہ ۔ اللہ تعالے نے سچون کو اپنے باطل دعووں سے جنمین کچھ معنے باطنی نہیں ہین ڈرایا و پرہیز کرنے کو فرمایا کیونکہ سماع ظاہر بدون فہم و متابعت حکم کے غفلت کا سننا ہوتا ہے پھر جھوٹے مدعیون کو جانوروں سے زیادہ غافل کہا بقولہ ان شر الدواب عند اللہ الصم آہ ۔ ہاتف غیب کی بشارت سننے سے بہرے اور فضائل معرفت پھیلانے سے گونگے ہیں اور یہ جہالت انکو اپنے نفس سے جاہل ہونے سے ملی ہے اور صانع عزوجل کی معرفت از راہ عقل و علم حاصل ہوتی ہے پس جہان عقل بادشاہ بدن ہے اس شخص سے وہی مقتضی ہوتی ہے کہ نظر اسکی حق ہی پر ہو اور حق ہی سننا اور حق ہی بولے بعض نے کہا کہ جس سننے والے کو اثر و زیادہ فائدہ نہین ملا اور اسکی حال مین ترقی نہوئی وہ سننے والا اور کان دھرنے والا نہیں ہے اور سننے والا درحقیقت وہی ہوتا ہے جسکو زیادہ فائدہ یا زیادت حال ہو اور جو سماع و عظات بدون اسکے ہو تو وہ نقصان مین رہا بعض نے کہا کہ قولہ الصم البکم ۔ ذکر سننے و سمجھنے سے بہرے اور دائمی تلاوت و طلب زیادت سے گونگے ہین وہی خطاب سے غافل و بے عقل ہین نہیں جانتے کہ کون ہین اور کیون پیدا ہوے اور کہان جاوینگے اور کیا انجام ہوگا استاد رح نے فرمایا کہ خطاب و اسکے بھید کے سمجھنے سے بہرے ہین اور جس سے کشف قلب ہے اسکے دیکھنے سے اندھے ہین اور جس امر سے فہم و عقل ہے اور اسکی طرف ارشاد کیے گئے تو اسکے قبول کرنے سے گونگے ہین پس جسکو اللہ تعالے نے ذلیل و خوار کہا اسکا مرتبہ خسیس و ذلیل و خوار سے زیادہ بدتر ہے پھر اوتعالے نے بیان فرمایا کہ خطاب کی فہم و ادراک حقائق اور متابعت حکم سے انکی محرومی موافق قسمت ازلی و حکم قدیم ہے بقولہ ولو علم اللہ فیہم خیرا آہ ۔ یعنے اگر علم قدیم الٰہی مین انکے لیے برگزیدہ کرنے کی بہتری ہوتی تو انکو خطاب کی حقیقت و مراد سے آگاہ فرماتا لیکن چونکہ ازل مین بھلائی سے برگزیدہ نہ تھے لہذا انکو لطائف کلام نہیں سنانے

اور نہ انکو اخبار عجیبہ و حقائق غریبہ سے آگاہ کیا اور بیان فرمایا کہ اگر انکو بالفرض اس سے آگاہ فرماوے تو ادراک نہ کرینگے اور متابعت سے اعراض کنندہ ہونگے کیونکہ ازل مین وہ اس سے محروم ہو چکے ہین۔ **قال المترجم** شاید شیخ نے یہ ارادہ کیا کہ ادراک لطائف و حقائق کے بعد اعراض ممکن نہین کیونکہ دونون مین منافات ہے جیسے ہدایت بمعنے وصول کے بعد اضلال و فراق نہین ہوتا فلیتامل فیہ۔ یحیی بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو علم تم سنتے ہو یہ الفاظ ہین جنکو اپنے علماء سے سنتے ہو اور انکے معانی کو اپنے دل کے کانون سے اللہ تعالے سے سنو اور جانکر سمجھو اور اگر جانوگے تو اسکے نفع کی بہ نسبت تمکو اسکا ضرر زیادہ ہوگا۔ بعض نے فرمایا کہ سننے مین بھلائی کی نشانی یہ ہے کہ اپنے اوصاف و نعوت کے فنا ہونے کے طور پر سنے اور حق سے حق کے ساتھ سُنے۔ **قال المترجم** یعنے قوت سمع جو حق عزوجل سے پرہیزگاری کے ساتھ عطا ہوئی ہے اس سے سنے۔ استاد رح نے فرمایا کہ سابقہ تقدیر نے جسکو محروم کیا وہ اس دنیاوی وجود کی خدمات سے قرب والون مین سے نہین ہو سکتا **قال المترجم** یعنے کبھی حکمت الٰہیہ اس امر کی مقتضی ہوتی ہے کہ کسی بندہ کو کچھ توفیق خدمات عطا ہو جیسے ابلیس و بلعم باعور کو دی گئی لیکن وصول تحقیقی نہین ہوتا۔ فافہم۔ جب محروم و مردود لوگون کا حال بیان ہو چکا تو اہل قرب اور برگزیدہ لوگون کو متابعت رسول اللہ صلعم کی راہ سے قرب و مشاہدہ کے لیے طلب کیا بقولہ تعالےٰ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

اے ایمان والو مانو حکم اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلاوے تمکو ایک کام پر جسمین تمہاری زندگی ہے اور جان لو کہ اللہ

یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ○

روک لیتا ہے آدمی سے اسکے دل کو اور یہ کہ اُسی پاس تم جمع ہوگے

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اسمین مومنون کو اللہ تعالے نے استجابت کا حکم دیا۔ استجابت بمعنے اجابت ہے اسی اجیبوا اللہ آہ جیسا کہ بخاری رحمہ اللہ نے تفسیر مین ذکر کیا اور وہ قول ابو عبیدہ ہے پس سین و تا زائدہ ہین اگرچہ استعمال لفظ مین استجابت متعدی بلام آتا ہے جیسا یہان اور اجابت خود بلا حرف متعدی ہوتا ہے اور کبھی استجابت بھی خود متعدی ہوتا ہے اور اجابت کے معنے قبولیت حکم ہے یعنے اطاعت کرنا پس ظاہر ہوا کہ تاکید ہے کیونکہ سابق مین اطاعت کا حکم بقولہ اطیعوا اللہ و رسولہ دیا گیا ہے اور فرق یون کہا جا سکتا ہے کہ اوپر حکم اطاعت عموماً تھا اور یہان اگرچہ عموم ہے لیکن بصورت خاص بیان فرمایا اور مقید کیا بقولہ اذا دعاکم لما یحییکم یعنے اے ایمان والو استجابت کرو اللہ تعالے و اسکے رسول کے واسطے جبکہ بلاوے تمکو اس چیز کے لیے کہ زندہ کرتا ہے تمکو اس سے۔ **قال البخاری رح** لما یحییکم ای لما یصلحکم جس سے تمہاری اصلاح فرماتا ہے اور ضمیر دعا مین یہان بھی مانند قولہ ولا تولوا عنہ کے افراد آیا اور توجیہ وہی ہے جو وہان مذکور ہوئی۔ اور للرسول پر لام کا اعادہ بغرض تاکید ہے یعنے حکم کتاب اللہ جو منصوص ہین انکے سوا جو رسول حکم دے وہ بھی مانو کیونکہ وہ بھی حکم الٰہی ہے اور حدیث مین ثابت ہے کہ مجھکو دیا گیا قرآن اور اسکے ساتھ اسکے مثل اور بھی یعنے سنت لہذا احادیث مین آپ نے اہل بدعت کے فتنہ سے پہلے ہی ہوشیار کر دیا کہ آدمی تکیہ لگا کر بیٹھے اور کہے کہ یہ بات تو مجھے کتاب الٰہی مین نہین ملتی ہے پس ہوشیار کر دیا کہ جو حکم سنت سے ثابت ہے وہ جسطرح ثابت ہے واجب العمل ہے اور عموم قولہ تعالے ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہاکم عنہ فانتہوا مثبت صریح ہے پس معتزلہ وغیرہ جو اکثر سنن سے منکر ہین مثلاً آنحضرت صلعم کی خبر غیب کے جو بطور معجزہ واقع ہوئی ہے مصداق پیدا ہوئے۔ بالجملہ جن امور سے آنحضرت صلعم نے دعوت فرمائی کہ انمین حیات ہے ان کا قبول کرنا فرض ہے اور اسمین اہلسنت کے درمیان خلاف نہین اور خبر واحد ظنی وغیرہ ہونے کا جو ائمہ حنفیہ وغیرہ کا قول ہے وہ ثبوت کی راہ سے ہے

یعنے آنحضرت صلعم سے یہ بات قطعاً ثابت ہے یا نہیں پس اگر واحد عادل نے روایت کی یا جو اسکے حکم میں ہے وہ ثابت تو ہوئی مگر اسمین قطع نہیں بلکہ ظن ہے کہ شاید راوی سے سہو ہوا ہو یا جو معنے اسنے ذکر کیے انکے سمجھنے مین سہو ہوا ہو اور مانند اسکے لہذا خبر متواتر و مشہور کو قطعی لیتے ہین یہ کلام درمیان مین آیا۔ اب واضح ہو کہ امور حیات دہندہ سے کیا مراد ہے تو اسمین اختلاف تفاسیر ہے بعض نے کہا کہ علوم شرعیہ مین کیونکہ علم حیات اور جہل موت ہے اور جمہور نے کہا کہ قرآن و حدیث کے اوامر و نواہی مین طاعت کے ساتھ استجابت کا حکم ہے جس سے حیات ابدی ملتی ہے۔ بعض نے کہا کہ جہاد اسلیے کہ ظاہری سبب حیات ہے کیونکہ دشمن پر جب جہاد نہ کیا جاوے تو وہ حملہ آور ہوگا اور شہادت تو موجب حیات ہے یہی محمد بن اسحاق کا قول ہے۔ سدیؒ نے کہا کہ ایمان ہے کیونکہ کافر مردہ اس سے زندہ ہوتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ حق ہے۔ قتادہؒ نے کہا کہ وہ قرآن ہے اور مفسرؒ نے امر دین لیا جو سب کو شامل ہے اور اشارہ کیا کہ اختلاف تفاسیر نہیں بلکہ تفسیر بطور مثال کے ہے اگرچہ بقرینہ سیاق واقعہ بدر کے اہتمام شان متعلق بجہاد زیادہ ہے اور احتمال ہے کہ لما یحییکم مین لام تعلیل ہو یعنے رسول صلعم کی دعوت قبول کرو اسلیے کہ اس سے وہ تمھین کو زندہ کرتا ہے۔ اور صحیح مین حدیث ابو سعید بن المعلی سے روایت ہے کہ مین مسجد مین نماز پڑھتا تھا کہ اتنے مین آنحضرت صلعم نے مجھے پکارا پس مین نے استجابت نہین کی پھر مین نماز سے فارغ ہوکر آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نماز مین تھا تو فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔ اور ایک حدیث مین ابی بن کعب کے ساتھ ایسا ہی واقعہ آیا ہے اور اسمین جب حضرت صلعم نے کہا کہ تجھے نہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ساتھ حکم بھیجا کہ۔ استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم۔ یعنے جب بلاوے و پکارے تو استجابت کرو پس ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے معلوم تو تھا مگر خطا ہوئی اور انشاء اللہ تعالیٰ اب ایسا نہ کرونگا۔ رواہ الترمذی و قال حسن صحیح۔ واضح ہو کہ یہان دو فائدہ ہین اول آنکہ اسطرح استجابت مخصوص بآنحضرت صلعم تھی اور اب کسی کو یہ اختیار نہین ہے کہ کسی اور کے واسطے نماز توڑ دے۔ اور بعض نے کہا کہ نماز نفل مین اگر باپ پکارے تو در صورتیکہ اسکو گمان ہو کہ دیر کرنے مین باپ کو ملال ہوگا تو نماز توڑ کر جواب دے۔ دوم آنکہ ظاہر آیت سے تو وقت استجابت مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ فی الفور استجابت کرو اور دوم یہ کہ استجابت کرو خواہ بفور یا کسی عذر سے کچھ دیر کے بعد لیکن جب حدیث کو ملایا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ فی الفور استجابت مقصود ہے کیونکہ ابو سعید و ابی بن کعب نے نماز سے سلام پھیر کر استجابت کی تھی اور آنحضرت صلعم نے اسپر عتاب فرمایا پس معلوم ہوا کہ فی الفور استجابت واجب ہے اور حنظلہ بن صفوان غسیل الملائکہ بھی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت کیے تھے کہ اتنے مین جہاد احد کے واسطے حضرت صلعم کی طرف سے پکار ہوئی اور وہ اسوجہ سے نہ نہائے کہ استجابت مین تاخیر ہوگی لہذا اسیطرح جا کر شہید ہوے اور ملائکہ نے انکو جب نہلایا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکا کیا حال تھا کہ ملائکہ اسکو غسل دیتے ہین اسکی جورو سے دریافت کرو۔ پس اس سے یہ سب حال معلوم ہوا۔ اور یہان سے استدلال کیا جاتا ہے کہ جو امر کہ مطلق ہو کسی قید کے ساتھ نہو وہ فی الفور تعمیل کرنے کے لیے ہوتا ہے اور یہ بحث دراز ہے جو اصول فقہ مین مفصل ہے۔ بالجملہ یہان آیت بقرینہ حدیث کے دلیل ہے کہ رسول اللہ صلعم کے حکم کی استجابت فوراً چاہیئے اور چونکہ اب خود تشریف نہین رکھتے ہین لہذا سنت سے جو حکم ثابت ہو اسکی استجابت بالفور واجب ہے پس اگر اسیوقت ادا کرنے کا ہو تو اسیوقت یا مطلق ہو اور اگر وقت مقرر ہو تو اپنے وقت پر ادا کرے اور اسمین بھی توضیح و بحث باقی ہے واللہ الہادی الی الصواب والیہ المرجع والمآب۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ حائل ہوتا ہے آدمی اور اسکے قلب کے درمیان مین۔ یعنے جب ایسا ہے تو کسی کو بدون اسکے ارادۂ قدیم پاک کے یہ استطاعت نہین کہ چاہے ایمان لاوے اور چاہے کافر ہو جاوے۔ واضح ہو کہ معنے مین اختلاف تفاسیر ہے بعض نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ استجابت کی طرف جلدی کرکے تعمیل کرو پہلے اس سے کہ جن دلون سے تم کو سمجھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوے وقت موت آجانے سے

زائل ہو جاوین پس تمکو قدرت نہ رہے بعض نے کہا کہ بدر کے روز مسلمانون کو کثرت دشمن سے خوف تھا تو انکو آگاہ کر دیا کہ قلب باختیار الٰہی ہین
وہ پاک خالق عزیز جلیل چاہے خوف کے بعد امن دیدے جیسے تمکو کیا اور امن کے بعد خوفناک کر دے جیسے تمہارے دشمنون کو کیا پس یہ اخبار ہے
اور یہی شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا۔ قال ابن عباس رض۔ اللہ تعالے مومن کے درمیان اور کفر و معاصی کے درمیان حائل ہوتا ہے اور کافر
کے درمیان اور ایمان و طاعت کے درمیان حائل ہوتا ہے یہی قول سعید بن جبیر و ضحاک و مجاہد و عکرمہ و ابو صالح وغیرہم کا ہے۔ اور قتادہ رح نے کہا
کہ یہ کلام بمانند قولہ ونحن اقرب الیہ من حبل الورید ہے۔ مترجم کہتا ہے قتادہ رح کی غرض فقط یہ ہے کہ حائل ہونا جناب باری تعالے کا قدرت وقہر
وقوت کے ساتھ ہے جیسے حبل الورید سے اقرب ہونا علم کے ساتھ ہے اور بیان معنے مین سدی رح نے کہا کہ او تعالے حائل ہوتا ہے درمیان آدمی اور
اسکے دل کے پس سوائے اسکے ارادہ کے اور کسی کو قدرت نہین کہ خود ایمان یا کفر اختیار کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ مفسر رح نے یہی قول اختیار کیا اور
بعض نے کہا کہ اسی قول پر عقلی دلائل بھی قائم ہین اسوجہ سے کہ قلوب کے احوال یا تو اعتقادات ہین یا دواعی و ارادات ہین اور ان چیزون کے
لیے کوئی فاعل حقیقی قادر مختار ضرور ہے جیساکہ اپنے موقع پر ثابت ہو چکا ہے اور ایسا فاعل خالق وہ اللہ تعالے عزوجل ہے اور کوئی نہین پس
قلب مین موافق مشیت کے متصرف فقط اللہ تعالے ہی ہے پس قلب کے اعتقادے یا ادراک وفہم سے چاہے منع کرے اور چاہے عطا کرے۔ اگر کہا جاوے
کہ اللہ تعالے پاک و برتر ہے اسکا حائل ہونا دو چیز کے درمیان مین کیونکر متصور ہے تو جواب یہ ہے کہ مجازاً حائل فرمایا اور مراد لازم ہے اور بعض محشی
بیضاوی نے کہا کہ حول اصل مین بمعنے تغیر از حالی بحالی اور نیز بمعنے انفصال از غیر آتا ہے اور دوسرے معنے کا صلہ لفظ بین سے آتا ہے بخلاف
اول کے کہ تحول الشی بمعنے تغیر اسے وہ شے متغیر ہوتی ہے۔ اور تحول بینہما۔ دونون مین منفصل ہوتی ہے پس اللہ تعالے کے حائل ہونے کے معنے یہ
کہ آدمی و اسکے دل کے درمیان مین منفصل ہوتا ہے لیکن چونکہ حقیقۃ انفصال حضرت باری تعالے مین متصور نہین لہذا یہ کنایہ ہے کہ وہ پاک پروردگار
بندہ سے نہایت قریب ہے اور ابو السعود رح نے کہا کہ یہ کلام تمثیل ہے کہ اللہ تعالے بندہ سے بہت قریب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان سے ظاہر ہوا کہ
قول قتادہ رح جو اوپر بیان ہوا وہ تفسیر معنے و تاویل دونون کو متضمن ہے۔ ولیکن بنابر تفسیر مختار شیخ رح کے جو موافق قول سدی رح ہے یون اولی ہے
کہ تمثیل اس اعتبار سے ہے کہ جیسے حائل چیز دو چیزون کو اپنی خواہش و ارادہ کے موافق نہین ملنے دیتی ہے ویسے ہی ارادہ الٰہی درمیان بندہ
و اسکے قلب کے حائل ہے پس اپنی مراد کے موافق ایمان و کفر نہین کر سکتا فافہم و تامل۔ ربیع بن انس رح سے مروی ہے کہ علم الٰہی حائل ہوتا ہے
اور حسن رح نے کہا کہ حائل ہونا باعتبار قرب کے ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ حائل ہوتا ہے یہان تک کہ آدمی کو نادان چھوڑ دیتا ہے یعنے آدمی کا
قلب اپنی عقل و فہم تھا پس جب قلب اسکو نہ ملا تو بے سمجھ رہگیا اور یہ معنے پسندیدہ ہین اور اولی یہ ہے کہ جب شان الٰہی اعلی و اجل ہے اور حائل
ہونا جس شان سے اسکی جناب پاک کے لائق ہووے ممکن ہے تو اسکی کیفیت سے ہمکو تعرض کرنا کچھ ضرور نہین بلکہ ہم ایمان لاتے ہین کہ اللہ تعالے
حائل ہوتا ہے جیسے وہ چاہے کیونکہ وہ قادر ہے لیکن جو طریقہ حائل ہونے کا ایسا ہے کہ وہ جناب باری تعالے کی شان کے لائق نہین ہے اس سے
وہ پاک ہے اور یہ بحث اوپر بھی گذر چکی ہے فافہم و تذکر۔ بالجملہ آدمی کو اللہ تعالے سے یہ توفیق مانگنی واجب ہے تاکہ اسی کی ہدایت و توفیق سے
آدمی کو رسول اللہ صلعم کے حکم پر استجابت نصیب ہو اور متقی مومن اس دنیا سے گذر جاوے اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ
مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آدمیون کے دل حضرت الرحمن کی دو انگلیون کے بیچ مین ایک دل کیطرح ہین انکو جدھر چاہتا ہے پھیر دیتا ہے
پھر فرمایا کہ اے میرے پروردگار دلون کے پھیرنے والے ہمارے دلون کو اپنی طاعت پر پھیر دے۔ رواہ مسلم۔ واضح ہو کہ انگلیون کے لفظ سے ہرگز
کوئی یون نہ سمجھے کہ حقیقۃ انگلیان مراد ہین اسلیے کہ یہ کفر ہے اور اللہ تعالے جسم و جسمانیات وغیرہ تمام مخلوق سے بری ہے بلکہ یہ فمائش کے طور پر مجازاً

ہے یعنے اسکی قدرت کے پنجہ مین مقہور و مسخر ہین جیسے قولہ ہو آخذ بناصیتہا۔ یعنے ہر چیز اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت مین مسخر ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ یہ صفات آلہیہ سے تعبیر ہے جنکی کیفیت و ماہیت فہم بشری سے باہر ہے کیونکہ ذات باری تعالےٰ و اسکی صفات کی حقیقت و کیفیت کا کسی کو علم نہین ہے ایسے ہی اس صفت کا بھی علم نہین ہو سکتا۔ جاننا چاہیے کہ اسی معنے کے احادیث سنن و مسانید مین بہت ہین اور نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ و بلال و انس وغیرہم سے مروی ہین چنانچہ حدیث نواس مین ہے کہ کوئی قلب نہین مگر آنکہ وہ اصابع الرحمن رب العالمین کے بیچ مین ہے جب چاہا اسکو ٹھیک رکھا اور جب چاہا اسکو موڑ دیا اور اکثر دعا کرتے کہ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک۔ یعنے اے دلون کو لوٹ پوٹ کرنے والے میرے پاک مولیٰ تو میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھیو۔ اور حدیث ام المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا مین اس معنے مذکور کے بعد یہ ہے کہ پھر مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آپ دعا نہین سکھلاتے جسکو مانگا کرون۔ فرمایا کہ ہان یون دعا کر۔ اللہم رب النبی محمد اغفرلی ذنبی واذہب غیظ قلبی واجرنی من مضلات الفتن ما احییتنی میرے پروردگار نبی محمد کے رب تو میرے گناہ بخشدے اور میرے دل کا غیظ دور کردے اور جب تک تو مجھے زندہ رکھے ایسے فتنون سے جو گمراہ کرنے والے ہون مجھے چھوڑا لے۔ رواہ احمد۔ وَاَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ اور جان رکھو کہ اسی کی طرف تم محشور ہوگے۔ یعنے حشر مین رب تبارک و تعالےٰ کی طرف تمہارا پھرنا ضرور ہے ف فی العرائس۔ قولہ تعالےٰ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول آہ۔ اس کلام مین ندا کے ساتھ خطاب ہے پس ندا سے انکی روحون کو معطر فرمایا اور دعا سے دلون کے کان کھولے اور لذات خطاب سے انکے اسرار باطن کو شوق مین بھر دیا پس لُطف حکم و انوار قرب سے خوشدل ہوگئے۔ اسکی توضیح یہ ہے کہ قولہ استجیبوا للہ۔ یعنے اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے قبولیت کی اطاعت کرو نہ اپنے نفوس کے واسطے اور نہ عوض طلب کرنے کے لیے۔ اے لوگو اپنی جان و مال قربان کرو اس بلانے والے پر جسنے ازل مین تم کو تمہارے حادث ہونے سے پہلے بلایا اور آپ سے اپنی طرف ندا فرمائی اور محبت سے تمکو دعوت فرمائی تم بھی اسکی محبت مین قربان ہو جاؤ اور اسی کے حکم کی فرمانبرداری مین رسول اللہ صلعم کی استجابت کرو۔ قال المترجم شیخ نے قولہ اذا دعاکم۔ کی ضمیر حضرت حق عز و جل کے نام پاک کی طرف راجع فرمائی اگرچہ اقرب مرجع لفظ رسول ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ بہرحال معنے یہ ہین کہ طاعت رسول اللہ صلعم بحکم الٰہی عز و جل ہے پس اللہ تعالےٰ ہی کے حکم و طاعت سے رسول اللہ صلعم کی استجابت ہوئی۔ پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ لما یحییکم یعنے اسوجہ سے کہ وہ تمکو روح صغریٰ و روح کبریٰ سے زندہ فرماتا ہے۔ روح صغریٰ از عالم ملکوت ہے جو نعوت جبروت یعنے روح کبریٰ سے ہے۔ اور نیز حیات بمشاہدہ ازلیت و قرب ابدیت ہے جو معرفت صفات و ذات پاک سے حاصل ہے۔ جنید رحہ نے اس آیت مین کہا کہ انوار دعا سے روح منور ہو کر حذف علائق پر آمادہ ہوئی اور مشقت شدید جو بدون محبت صادقہ کے گران ہوتی ہے انپر آسان ہوگئی اور ہر مصیبت انکے نزدیک ہیچ ہوگئی پس سلامت اوقات کو غنیمت جانکر حی القیوم عز و جل سے زندہ ہو کر بحیات جاودانی فائز ہوئے قال المترجم جنگ اُحد مین عورتون کا یہ حال تھا کہ آنحضرت صلعم کی زندگی کو پوچھتی تھین حالانکہ انکے باپ و بیٹے وغیرہ شہید ہوئے اور کہتی تھین کہ اگر حضرت صلعم زندہ ہین تو ہر مصیبت بعد آپ کے آسان ہے پس اہل عقل اس مقام سے خود غور کر سکتے ہین۔ والسلام۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ لما یحییکم۔ حیات یہ کہ ہر علت سے ظاہری ہو یا باطنی ہو پاک کر دیا۔ جعفر رحہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے حکم کی اطاعت کرو تاکہ اس سے تمہارے دل زندہ فرماوے۔ اور نیز فرمایا کہ حیوۃ سے مراد معرفت ہے کما قال تعالےٰ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ بعض نے کہا کہ قولہ استجیبوا للہ الآیہ مین اللہ تعالےٰ کے لیے استجابت کرنا اسرار باطن سے اور رسول اللہ صلعم کے واسطے استجابت کرنا ظاہری حال سے یعنے ظاہر احکام جو رسول صلعم کے حکم کے موافق بجا لاؤ وہ خلوص نیت کیساتھ ہون اور حیات سے مراد یہ کہ رسول اللہ صلعم کی متابعت سے نفوس زندہ ہونگے اور غیوب کے مشاہدہ سے دل زندہ ہوگا اور یہ اسطرح کہ تمام طاعت مین اپنے آپ کو قصوروار دیکھکر اللہ تعالیٰ سے حیا کرو۔ جعفر صادق رحہ نے کہا کہ دلون کی زندگی بمعاشرت ہے اور روحون کی زندگی بمحبت اور نفوس کی

بمتابعت ہے۔ پھر جب انکو بلایا کہ شوق کے ساتھ مقام مشاہدہ کیطرف آؤ تو انکو آگاہ کردیا کہ کشف جمال ومحبت جو دلون کے لیے لازم ہے اسمین دل بھی
اختیار مین نہین بلکہ قبضۂ قدرت الٰہی مین ہین۔ کما قال واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ۔ یعنے تمھارے دل قبضۂ الٰہی مین ہین انکو اللہ تعالےٰ
سے عاجزی کے ساتھ انگو کہ تمکو پاک کرکے تمھارے لیے عطا فرما دے حالانکہ دلون کی یہ صفت ہے کہ دریا رصفات وذات مین مشاہدہ وقرب کے
ساتھ فانی ہین پس تم انکو پاؤ تو معرفت سے ملجاؤ اسیواسطے آیا ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ کیونکہ وہی نفس النفس اور قلب القلب اور روح
الروح وعقل العقل وحیات الحیوۃ ہے اور حضرت صلعم نے دلون کا بحر صفات وذات مین فانی ہونا اس عبارت سے بیان فرمایا کہ ان القلوب
بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث۔ بعض نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنے اولیار کے دلون کو انسے لیکر صفات پاک سے متعلق فرمادیتا ہے
چنانچہ حدیث مزبور مین آگے ہے کہ یقلبہا کیف یشاء۔ یعنے صفات مین منقلب فرماکر انپر معرفت ومحبت کی مُہر لگاتا ہے بعض نے کہا کہ قولہ یحول بین المرء
وقلبہ۔ یعنے خطاب الٰہی سمجھنے مین اسکی عقل وفہم کے درمیان تغیر الٰہی حائل ہے بعض نے کہا کہ مومن وایمان کے درمیان اور کافر وکفر کے درمیان حائل ہوتا
ہے پس ازل مین جو مقدر فرمانا ہو اُسیطرف پھیر دیتا ہے بعض نے کہا کہ یہان حیلولت از کفر ہے تاکہ سوائے حق تعالےٰ کے اور طرف رجوع نہون قال المترجم
قلوب جب قبضۂ قدرت الٰہی مین مسخر ہین اگرچہ ماسوائے قلوب کے باقی اعضا بھی بدرجۂ اولیٰ مسخر ہین تو صلاح وفساد قلب کے واسطے آدمی کو ہر
حال مین اللہ تعالےٰ سے التجا کرنی ضرورہے اسی واسطے حدیث ام المومنین عائشہ صدیقہ مین یہ دعا مرکنا آیا کہ اے میرے معبود مالک تو میرے
گناہ بخشدے اور میرے دل کا غیظ دور کردے اور مرتے دم تک سب ایسے فتنون سے جو گمراہ کرنیوالے ہین بچالے۔ کما رواہ احمد اور خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

اور بچتے رہو اس فساد سے کہ نہ پڑیگا تم مین سے ظالمون پر چنکر اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے

اللہ تعالےٰ اپنے مومن بندون کو تحذیر فرماتا ہے کہ ہر ایسے فتنہ سے بچین جو موجب فساد قلب ہے یعنے خواہ مخواہ دل ایسے فتنہ کے وقت خلاف راہ
صواب اختیار کرتا ہے اور یہ موافق تغیر الٰہی ہوتا ہے۔ پس اس سے بچنے کا حکم دیا بقولہ۔ وَاتَّقُوا یہ خطاب مومنون کو عموماً ہے خواہ فی الحال وہ صالح
متقی ہون یا گنہگار غیر متقی ہون یعنے بچو تم لوگ فِتْنَةً فتنہ سے۔ مراد فتنہ سے ہر ایسا امر ہے جس سے قلب متزلزل ہوتا ہے جیسے قحط وگرانی و
ظالمون کا غلبہ اور آپس کا نفاق اور فاجرون بدکارون کی سرکشی ونیکون کا انکو منع نہ کرنا اور آدمی کا خود مغرور ہوجانا اور مانند اسکے بہت امور
ہین جن سے قلب مین فساد آتا ہے یا باوجود سلامت قلب کے انسان بکروہ مصیبت مین گرفتار ہوجاتا ہے جس سے فساد قلب کا خوف ہے پس یہ
ضرور نہین کہ فتنہ مین قلب سالم نہ رہے بلکہ محل خوف سے پرہیز کا حکم دیا کہ تم بچو ہر ایسے فتنہ سے جو لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً
خاصکر انھین لوگون کو نہ پہونچیگا جنھون نے تم مین سے ظلم کیا یعنے خلاف شرع برتاؤ کیا بلکہ عام ہوگا کہ خلاف شرع برتاؤ کرنیوالون کے ساتھ وہ
لوگ بھی اس فتنہ سے مصیبت اُٹھاوینگے جو شرع پر قائم تھے۔ واضح ہو کہ لاتصیبن مین لا کیسا ہے اس مین دو وجہ ہین ایک یہ کہ لا نہی کا ہے اور
ظاہر مین اصابت پر فتنہ کو نہی ہے یعنے فتنہ مت پہونچے لیکن معنے مین مخاطبین کو نہی ہے یعنے تم ایسے فتنہ مین مت پڑو۔ دوم یہ کہ لا نفی ہے اور
یہ جملہ صفت فتنہ واقع ہے یعنے بچو ایسے فتنہ سے جسکی یہ صفت ہوگی کہ خاصکر ظالمون ہی تک نہین رہیگا بلکہ عام ہو کر ظالم وصالح سب کو گھیر لیگا۔
اور یہ تقریر اگرچہ واضح ہے لیکن اسپر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ لاتصیبن بنون تاکید ہے باوجودیکہ یہان قسم نہین اور نہ طلب ہے نہ شرط پس مضارع
پر ایسی صورت مین تاکید ماننا نحویون کے نزدیک اختلافی ہے اور فراء رح نے کہا کہ امر بلفظ نہی کے جواب مین ہے۔ کما فی قولہ ادخلوا مساکنکم لا
یحطمنکم سلیمان الآیۃ مبرد رح نے کہا کہ یہ نہی بعد امر کے ہے اور ظالمون کو ظلم سے ممانعت ہے اے لایقربن الظلم۔ یعنے ظلم کے پاس نہ جاوین۔ اور

اسی کے مثل سیبویہ سے نقل کیا گیا جیسے کوئی کہے کہ لاارینک ہہنا. اے لاتکن ہہنا۔ یعنے جسنے کہا کہ مین تجھے یہان نہ دیکھون اسکے معنے یہ ہین کہ تو یہان
مت رہ اسلیے کہ اگر یہان رہا تو دیکھیگا اور بعض نے کہا کہ لاتصیبن جواب قسم محذوف ہے اور وہ جملہ مجموعہ صفت فتنہ ہے اے فتنۃ واللہ لاتصیبن
یعنے بچو ایسے فتنہ سے کہ واللہ تم مین سے فقط ظالمون ہی تک مخصوص نہوگا بلکہ ظالم ہون یا غیر ظالم سب کو عام ہو جاویگا۔ پھر اس آیت کی تفسیر
معنوی مین تامل کرنا چاہیے پس حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتنہ بمعنے بلا ہے اور وہ امر جو آیندہ ہونیوالا ہے۔ امام احمد رحہ نے اپنی اسناد
کے ساتھ مطرف سے روایت کی کہ ہم نے زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے ابو عبد اللہ آپ لوگون کو کیا ہوا کہ پہلے آپ نے خاموشی کرکے
اس خلیفہ رسول اللہ کو ضایع کیا جو شہید کیا گیا یعنے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ظالمون نے شہید کر ڈالا پھر اب آپ لوگ آئے ہین کہ اسکے خون کا
مطالبہ کرتے ہین پس زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلعم و ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانہ مین مدتون یہ آیت پڑھی کہ واتقوا
فتنۃ لاتصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ اور ہم کو یہ گمان نہ تھا کہ ظالمون کے ظلم کے فتنہ مین ہم ہی پھنسنے والے ہین یہان تک کہ ہوا جو ہوا۔ و قد رواہ
البزار وروی النسائی من طریق الحسن عن الزبیر نحوہ وبہذا الطریق رواہ ابن جریر ایضًا باسنادہ عن الحسن رحہ کہ زبیر رضہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کے
زمانہ مین ہم کو اللہ تعالے نے قولہ واتقوا فتنۃ لاتصیبن الآیۃ سے خوف دلایا تھا اور ہم یہ نہین جانتے تھے کہ ظالمون کے فتنہ مین عام پھنسنے والے
ہم ہی ہو جاوینگے۔ داؤد بن ابی ہند رحمہ اللہ نے حسن بصری رحہ سے اس آیت مین روایت کیا کہ یہ آیت حضرت علی و عمار اور طلحہ و زبیر
رضی اللہ عنہم کے حق مین نازل ہوئی۔ سفیان الثوری نے اپنی اسناد سے حضرت زبیر رضہ سے روایت کی کہ قولہ تعالے واتقوا فتنۃ لاتصیبن الآیۃ
مین کہا کہ ہم نے یہ آیت ایک زمانہ تک پڑھی اور ہم کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس سے کون لوگ مراد ہین پھر ظاہر ہوا کہ ہمین لوگ اس سے مراد لیے گئے
تھے۔ قال الحافظ وقد روی من غیر وجہ عن الزبیر رضی اللہ عنہ۔ و قال المترجم حسن بصری رحہ نے جو کہا کہ یہ آیت چار صحابہ رضہ کے
حق مین نازل ہوئی تو یہ باعتبار تاویل کے ہے یعنے تاویل بمعنے مایؤول الیہ الامر جیسا کہ کئی مقام پر سابق مین معانی تاویل کی توضیح گذر چکی ہے
اور حاصل یہ کہ جب نازل ہوئی تو مبہم نازل ہوئی تھی اور یہ نہین معلوم تھا کہ مآل کار مین کون لوگ اس آیت کے مصداق ہو جاوینگے۔ پھر
ظاہر ہوا کہ یہ چار صحابہ رضہ اسکے مصداق ہوگئے کیونکہ جب مصر کے کمبخت لوگون نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا چاہا تو صحابہ رضی اللہ عنہم
انکو زبانی فہمائش کرتے اور ہتھیار اٹھا کر مدافعت نہین فرماتے تھے۔ پس ظالمون نے آخر حضرت عثمان خلیفۃ الرسول صلعم کو شہید کیا پس فتنہ برپا ہوا
جسمین یہ ظالم خبیث ہی مبتلا نہوئے بلکہ عام ہوگیا اور بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی مبتلاے فتنہ ہوگئے اور خصوصیت حضرت علی و عمار و
طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم کی اسوجہ سے ہے کہ طرفین سے یہ دو دو سردار تھے ورنہ عمومًا اور صحابہ بھی اس عجیب فتنہ مین مبتلا ہوے اور ایسا گم صم فتنہ تھا
کہ طرفین حکم شرع مین معذور قرار پاتے ہین کیونکہ بعض وجوہ اگر ایک طرف ہین تو بعض دیگر دوسری طرف ہین اگرچہ بعد تمام غور و کمال بحث
کی حالت فتنہ سے خارج یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حق بجانب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھا اور اسی پر ائمہ اہل سنت نے اتفاق کیا ہے لیکن اسپر بھی
اجماع ہے کہ اس حالت مین شرع سے طرفین معذور ہین پس حق عزوجل نے اس قرن برگزیدہ کو جو آنحضرت صلعم کے جان نثار تھے شہید کرکے
اٹھا لیا اور سچ ہوا کہ اہل بدر کے حق مین جو آیا ہے کہ اللہ عزوجل نے اہل بدر کے حق مین فرمایا کہ تم جو چاہو وہ کرو مین نے تمھین بخشدیا۔ قال
السدی رحمہ اللہ۔ یہ آیت خاصکر اہل بدر کے حق مین نازل ہوئی چنانچہ جنگ جمل مین وہ لوگ بسبب ظلم و فتنہ اہل مصر کے خود مبتلا ہوے
اور باہم لڑمرے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی اسکو صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین مخصوص کہا۔ اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ
عنہ سے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ اللہ تعالے نے مومنون کو حکم دیا کہ جو امر شرع مین منکر ہے اسکو اپنے روبرو برقرار نہونے دین تاکہ ایسا نہو کہ اللہ

سب کو عموماً مبتلاے فتنہ کر دے۔ شیخ حافظ عماد۔ نے کہا کہ یہ تفسیر بہت اچھی ہے اور اسی واسطے مجاہد رح نے فرمایا کہ اے لوگو یہ آیت تمھارے حق مین بھی ہے اور ایسا ہی ضحاک و یزید بن ابی حبیب وغیرہم نے فرمایا۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم مین سے کوئی ایسا نہین جو مشتمل بفتنہ نہو کیونکہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ۔ انما اموالکم واولادکم فتنة الآیة۔ پس جو کوئی تم مین سے فتنہ سے پناہ مانگے اسکو چاہیے کہ گمراہی مین ڈالنے والے فتنون سے پناہ مانگے۔ رواہ ابن جریر۔ پس آیت کی تفسیر مین یہ قول کہ (یہ آیت صحابہ رض وانکے سواے اور لوگ سب کے حق مین تحذیر ہے۔ اگرچہ خطاب فقط صحابہ رض کے ساتھ ہے۔) یہی قول صحیح ہے انتہی کلامہ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ خطاب اگرچہ صحابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے ولیکن حکم عام ہے اور معنے یہ ہین کہ مومنون کو اللہ تعالے عموماً تحذیر فرماتا ہے کہ جو امر شرع مین منکر ہے اسکو جہان تک تم سے ممکن ہے اپنے روبرو ہونے ندو کیونکہ یہ فتنہ ہے اور ایسے فتنہ مین یہی نہوگا کہ گناہ کا کام کرنے والے ہی عذاب پاوین بلکہ ان ظالمون کے ساتھ بےگناہ بھی مبتلاے بلاء ہو جاوینگے پس ہر مومن کو اس سے تحذیر ہے فقط صحابہ رض کی کچھ خصوصیت نہین ہے اور اسی پر دلالت کرتی ہین وہ احادیث جنمین فتنون سے پرہیز کا حکم عموماً وارد ہے اور یہ احادیث اس کثرت سے ہین کہ انکو جمع کرکے الگ ایک کتاب بنائی جاوے جیسا کہ بہت سے ائمہ علماء کی منفرد تصانیف ہین کیونکہ وجوہ فتنہ بہت ہین لیکن یہان ان احادیث مین سے بعض احادیث تحذیر لکھی جاتی ہین۔ عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ عز وجل عموم سب بندون کو بسبب خاص بعضے بندون کے بدفعل کے عذاب مین نہین مبتلا فرماتا جبتک کہ وہ لوگ اپنے روبرو ان بدکارون کے کام کو دیکھکر منع نکرین درحالیکہ وہ منع کرنے پر قادر ہون۔ پس اگر منع کر سکتے تھے اور انھون نے منع نہ کیا تو اللہ تعالے بدکام کرنے والون کو اور نہ کرنے والون کو سب کو مبتلاے عذاب فرماتا ہے۔ رواہ احمد۔ عدی بن عمیرہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب زمین پر گناہ کیے گئے تو جو شخص وہان حاضر ہوا اگر اسنے اس گناہ کے فعل سے انکار کیا یعنے ہاتھ سے روکا اگر روک سکتا ہو اور نہ زبان سے سمجھایا اگر کر سکتا ہو اور نہ دل ہی سے برا جانا تو یہ شخص ایسا ہے جیسے وہان تھا ہی نہین۔ اور جو شخص وہان تو حاضر نہ تھا مگر جب اسکو معلوم ہوا تو اس نے یہ فعل پسند کیا تو یہ ایسا ہے جیسے خود آپ مین حاضر تھا۔ کذا ذکرہ ابن الاثیر فی جامع الاصول۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ ضرور تم ایسی باتون کا حکم کروگے جو شرع مین اچھی ہین اور ایسی باتون سے منع کروگے جو شرع مین بری ہین اور یا (یعنے اگر تم ایسا نہ کروگے ۱۲) یہ ہوگا کہ اللہ تعالے اپنے پاس سے تمپر ایک عذاب بھیجیگا پھر تم اس سے دعائین کروگے اور قبول نہونگی۔ رواہ احمد اور ایک روایت مین ہے پھر تم پر ایک قوم کو مسلط کر دیگا اور تم دعائین مانگوگے مگر قبول نہونگی۔

اور حذیفہ رضی اللہ عنہ خود کہتے تھے کہ زمانہ رسول اللہ صلعم مین آدمی ایک بات بولتا تھا جس سے منافق ہو جاتا تھا اور مین آپ ایک جلسہ مین تم مین کے آدمی سے چار بار ایسا کلمہ سنتا ہون پس قسم ہے کہ تم امر معروف کا حکم کروگے اور امر منکر سے منع کروگے اور بھلائی پر آمادہ کروگے اور یا یہ ہوگا کہ تم سب کو اللہ تعالے مبتلاے عذاب کر دیگا یا جو تم مین سے شریر بدکار ہین وہ تمپر سردار کیے جاوینگے پھر تم مین سے نیکوکار بڑے دعا کیا کرینگے اور وہ قبول نہوگی۔ رواہ احمد۔ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت بخاری سے ثابت ہے کہ اسکی مثال ایسی ہے جیسے جہاز مین نیچے کے درجہ والے اگر پانی لینے کے لیے اور اپنی خواہش نفس پوری کرنے کے لیے اسمین چھید کرین اور اوپر والے منع نہ کرین تو سب کے سب غرق ہو جاوینگے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب میری امت مین بدکاریان ظاہر ہونگی تو اللہ تعالے ان سب کو عذاب مین مبتلا کریگا۔ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا انمین نیکوکار بندے نہونگے تو فرمایا کہ ہان ہونگے۔ مین نے عرض کیا کہ انکی کیا کیفیت ہوگی فرمایا کہ وے بھی بدکار لوگون کے ساتھ مبتلا ہو کر پھر اللہ تعالے کی مغفرت مین ہو جاوینگے رواہ احمد۔ وعن المنذر بن جریر عن ابیہ مرفوعاً۔ جہ

قوم بدکاری وگناہ کرے اور انمین کوئی ایسا ہو جو عزت والا اور روکنے والا ہے وہ انکو منع نہ کرے درحالیکہ منع کر سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ سب کو عذاب مین مبتلا کریگا۔ رواہ احمد وابوداؤد۔ ام المومنین عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جب زمین مین بدکاریان ظاہر ہونگی تو اللہ تعالیٰ زمین والون پر اپنا عذاب نازل فرماویگا۔ مین نے عرض کیا کہ انمین اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بھی ہونگے فرمایا کہ ہان ہونگے پھر وے اللہ تعالیٰ کی رحمت و رضوان مین ہو جاوینگے۔ رواہ احمد۔ حاصل یہ ہے کہ لوگون پر واجب ہے کہ آپس مین ایک دوسرے کو بھلی باتون کا حکم کرین اور بُری باتون سے منع کرین اور ممانعت کی کیفیت حدیث صحیح مین یون وارد ہے کہ ہاتھ سے منع کرے اگر قدرت ہو ورنہ زبان سے منع کرے ورنہ دل سے بُرا جانے اور اس سے نیچے پھر رائی برابر ایمان نہین ہے۔ واضح ہو کہ یہان بعض کو یہ وہم پیدا ہوا کہ بدون کے عذاب مین نیک بھی پھنس گئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لاتزر وازرۃ وزر اخری۔ یعنے کوئی جان کسی دوسری جان کا گناہ نہین لادیگی۔ کرخی نے کہا کہ اسکا جواب یون دیا گیا کہ جو امر شرع مین بُرا ہے جب لوگ اسکے کرنے پر مجتمع ہوے تو پھر دیکھنے والے پر واجب ہے کہ اسکو بگاڑے بشرطیکہ قادر ہو اور جب وہ خاموش ہوا تو سب کے سب گناہگار ہوئے پس کرنے والے تو بدفعل سے اور خاموشی والے رضامندی سے اور اللہ تعالیٰ نے راضی کو بھی بمنزلہ عامل کے قرار دیا ہے پس عقوبت مین بھی شریک ہو گئے۔ قسطلانی رحمہ اللہ نے شرح بخاری مین کہا کہ امر منکر پر راضی ہونے کی نشانی یہ ہے کہ جو امور شرع مین منکر ہین انکے ہونے سے جو خلل دین مین پڑتا ہے اس سے اسکو کچھ ایسا الم و درد نہو جیسا اپنے مال و اولاد کے کم و نیست ہونے سے دردناک ہوتا ہے پس جو ایسا ہے وہ فعل منکر پر راضی قرار پاویگا۔ اور اسی اعتبار سے وہ عذاب مین گرفتار ہوگا۔ بعض نے کہا کہ آیت مین احتمال ہے کہ عذاب سے وہ مراد ہو جو اسطرح ہوتا ہے کہ بعضے آدمی دوسرون پر مسلط کئے جاوین اور انکو دکھ درد پہونچاوین۔ مترجم کہتا ہے کہ اشکال و وہم میرے نزدیک کچھ وارد ہی نہین ہے جس سے جواب دیا جاوے اسلیے کہ قول لاتزر وازرۃ الآیہ سے تو یہ ثابت ہے کہ کوئی دوسرے کا گناہ نہین اٹھاویگا اور اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ بعض فتنہ بسبب بدکاری ظالمون کے ایسے بھیجیگا جسمین صالحین بھی مبتلا ہو جاوینگے پس صالحین پر یہ ابتلاء بطریق عذاب نہوگا اور نہ انکو فاجرون کا گناہ اٹھانا پڑا اسلیے کہ صالح وہ اسیوقت ہین کہ انھون نے منکر سے بحسب مقدور انکار کیا ہو ورنہ وہ بھی داخل فاجرین تھے اور اپنے فجور پر ماخوذ ہوے پس صالحین جو فعل منکر سے انکار کرتے تھے وہ اس ابتلاء مین مرحوم ہین چنانچہ حدیث ام المومنین ام سلمہ و عائشہ رضی اللہ عنہا مین مصرح ہے کہ صالحین تو اس فتنہ مین رضوان و مغفرت الٰہی مین ہو جاوینگے لہذا طاعون کی موت کو شہادت فرمایا اور نیز طاعون کو عذاب کہا گیا ہے پس جو لائق تعذیب ہین انکے لیے طاعون عذاب ہے اور جو بقضاء الٰہی اس طاعون مین ہلاک ہوے اگر صالحین سے تھے انکے لیے یہ رحمت و شہادت ہے غایت ما فی الباب یہ کہ انکے واسطے ایسی چیز پیش ہوئی جو فاجرین کے لیے عذاب تھی لہذا بدل مین رحمت و رضوان الٰہی پایا اور یہ بوجہ تعمیم از جانب قضا رہے۔ فلیتأمل فانہ دقیق و اختلط الفرق علی کثیر منہم واللہ تعالیٰ اسالہ الہدایۃ فی البدایۃ والنہایۃ۔ پھر واضح ہو کہ صالحین مومنین کو جو فتنہ عامہ سے تحذیر فرمائی وہ اس معنے کر ہے کہ منکر شرعی کو برقرار نہ رکھین یعنے انکار جو انکے اختیار مین ہے اسکو بجا لاوین اور نیز بوجہ عدم انکار کے حصہ رحمت و غفران سے محروم ہو کر حصہ عذاب نہ اٹھاوین پھر متنبہ کیا بقولہ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے یعنے جو اس سے خلاف کرے اسکے واسطے کوئی عذاب کرنے والا ایسا شدید نہین جیسا اللہ تعالیٰ کا عذاب شدید ہے پس شدید العقاب ہونا اللہ تعالیٰ کا جو اسکی صفت ہے انھین لوگون پر ہے جو نافرمانیان کرین خواہ انکو دنیا مین عذاب کرے یا آخرت مین جیسے اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین عموماً ہے اور مطیع بندون کے واسطے خصوصاً بھی ہے پس اگر کسی نافرمانی کرنے والے بندہ کو دنیا مین مہلت دیدے تو یہ بھی بمقتضاے رحمت عامہ ہے اگرچہ وہ آخرت مین

جو دار الجزا ہے ہرگز عذاب سے رہا نہوگا الا آنکہ اﷲ تعالےٰ چاہے لیکن یہ اسکی قدرت کا بیان ہے اور معلوم یہ ہے کہ بدکارون کو جنکا بدون توبہ کے یا بدون قبول ہونے توبہ کے دم نکل گیا وہ عذاب مین پڑے واعوذ باﷲ تعالےٰ من عذابہ۔ ف وفی العرائس قولہ تعالےٰ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا الآیۃ۔ جن لوگون کو دین مین سمجھ ہے انکو اﷲ تعالےٰ نے جھوٹے دعوے کرنے سے ڈرایا اور جھوٹے وہ دعوے ہین کہ جن مقامات کرامت کا مدعی دعوے کرتا ہے وہان تک پہونچا نہو پس اس سے وہ خود اور سوا اسکے اور مرید فتنہ مین پڑجائینگے کیونکہ جس نے اپنی ذات سے ایسی بات ظاہر کی جسکی لیاقت اسکو نہین ہے وہ ہر مقصود سے محروم ہوجائیگا اور جو کوئی اسکی پیروی کریگا چونکہ وہ حق و باطل مین تمیز نہین کرسکتا ہے گمراہ ہوجائیگا چنانچہ آنحضرت صلے اﷲ علیہ وسلم نے فرمایا۔ المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور۔ شیخ ابوعثمان نے فرمایا کہ حرام سے مال کمانا بھی منجملہ اُن فتنون کے ہے جس سے کمانے والے کے سوا دوسرا بھی عذاب مین پڑجاتا ہے قال المترجم یعنے لوگون کو چاہیے کہ جسکو حرام طور پر کمائی کرتے دیکھین اسکو دینی استاد رہنے۔ فرمایا کہ اسمین اشارہ ہے کہ جب اپنے نفس کو کسی لغزش مین ڈالیگا تو اس سے قلب تک فتنہ پہونچیگا یعنے وہ سخت ہوجائیگا اور نفس کو اس سے عقوبت ملیگی اور قلب سے جب لغزش ہوئی باینطور کہ اسنے ناجائز فعل کا ارادہ کیا تو اسکا فتنہ سر باطنی تک پہونچیگا یعنے اس پر حجاب طاری ہوگا۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ مرد زاہد نے جب شرعی رخصت کو قبول کیا یعنے قدر کفایت سے زیادہ دنیا کی چیزون کو لیا اگرچہ وہ وجہ حلال سے ہون تاہم اُسکا فتنہ مبتدیون کو پہونچیگا یعنے وہ اسکا فعل دیکھکر دنیا کی طرف رغبت کرینگے اور قلیل کفایت پر اکتفا چھوڑکر آخرکار دنیاوی اشغال مین منہمک ہوکر میدان غفلت مین سرگردان ہوجاوینگے اور مرد عابد نے اگر اوراد و وظائف ترک کرنے کی طرف میل کیا تو جو مرید کہ مجاہدہ مین قدم بڑھائے اور ہاتھ پھیلائے تھا اسکو دیکھکر کسل مین پڑجائیگا انجام کار مجاہدہ و ریاضت چھوڑکر نفس کی خواہشون مین پڑجائیگا چنانچہ قول حکمت ہے کہ تیزی شباب کے ایام مین فارغ البال ہونا انسان کے دین کو تباہ کرتا ہے انتہی کلامہ۔ پھر اﷲ عزوجل نے اہل ایمان کو انعام یاد دلایا۔ بقولہ

وَاذْكُرُوٓا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِى ٱلْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ ٱلنَّاسُ فَـَٔاوَىٰكُمْ

اور یاد کرو جس وقت تم تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک مین ڈرتے تھے کہ اُچک لین تم کو لوگ پھر اُسنے تمکو جا دی اور

وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِۦ وَرَزَقَكُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَـٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝

زور دیا اپنی مدد سے اور روزی دی تمکو ستھری چیزین شاید تم حق جانو

وَاذْكُرُوٓا إِذْ أَنتُمْ یہ خطاب آنحضرت صلے اﷲ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ رض کو ہے اور جملہ صحابہ رضی اﷲ عنہ کو بھی ہوسکتا ہے۔ بالجملہ دشمنون سے انکی حمایت کرنے کی نعمت اُنکو یاد دلائی کہ واذکروا اذ انتم قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِى ٱلْأَرْضِ اور یاد کرو وہ وقت کہ تم تھوڑے تھے کہ ضعیف بنائے گئے تھے زمین مین۔ یہ آیت بعد واقعہ بدر کے نازل ہوئی اور زمین سے مراد زمین مکہ ہے اور اسکو علی الاطلاق لفظ ارض سے یاد فرمایا اسلئے کہ اُسکی عظمت بڑی ہے گویا وہی پوری زمین ہے یا اسلیے کہ تمام زمین مین اُنکا وہی حال تھا جو زمین مکہ مین تھا یعنے مستضعف تھے اسے کمزور ضعیف بنائے گئے تھے چنانچہ فرمایا۔ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ ٱلنَّاسُ تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمکو اُچک لیجاوین۔ خطف جلدی لینا اور الناس سے مراد کفار مکہ ہین اور عکرمہ رح نے فرمایا کہ کفار عرب اور وہب رح نے فرمایا کہ اہل عجم ہین۔ حاصل یہ کہ تم وہ وقت یاد کرو کہ زمین مکہ مین تم لوگ تھوڑے اور کمزور بنائے ہوئے پڑے ڈرتے تھے کہ کافر لوگ تمکو بآسانی گرفتار نہ کرلین۔ فَـَٔاوَىٰكُمْ پس تمکو جگہ دی یعنے مدینہ مین تمہارا ٹھکانا کردیا۔ اٰوٰی بمد و بقصر بمعنے لانا یعنے اﷲ تعالےٰ نے تمکو مدینہ سے یا انصار رض سے ملا دیا یعنے جگہ دینا اور یہ اظہر ہے وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِۦ کا تائید

یعنے دستگیری کرنا وقوت دینا یعنے تمکو اپنی مدد سے قوی کیا چنانچہ منجملہ مواطن نصرت کے یوم بدر ہے یا بدر کے روز لاکھ سے تمھاری مدد فرمائی - وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا تمکو پاکیزہ چیزون سے از انجملہ اموال غنیمت ہین جو انکے لیے حلال فرمائے حالانکہ اگلی اُمتون مین سے کسی کے لیے حلال نتھے - لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ تاکہ تم اللہ کی نعمتون کا شکر کرو بایطور کہ اسکی اطاعت سے اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی استجابت سے قدم باہر نہ دھرو ۔ لعل یہان اُن لوگون کی طرف سے خود امیدوار ہونے کے معنے مین بھی ہوسکتا ہے یا تقدیر کلام یہ کہ ارادۃ ان تشکروا ہذہ النعم - یعنے یہ انعام اس ارادے سے فرمائے کہ تم شکر کرو - اور یہ فعل الٰہی کی حکمت کا بیان ہے نہ یہ کہ فعل الٰہی معلل بہ بین غرض ہے تاکہ کہا جاوے کہ اللہ تعالے کا فعل کسی غرض سے نہین ہوتا ہے کیونکہ معلل بغرض ہونے کے تو یہ معنے ہین کہ کسی نفع لینے یا ضرر دور کرنے کی غرض سے نہین ہوتا کیونکہ اللہ عزوجل کی جناب مین کچھ احتیاج نہین ہے اور یہ معنے نہین کہ اسمین کوئی حکمت نہین ہے بلکہ افعال الٰہی سراسر حکمت ہین - فافہم - اور خطاب اگرچہ صحابہ مہاجرین کیواسطے ہو مگر وہ تمام مومنون کو طرح طرح کے انعام واکرام ملنے جانے سے شامل ہوتا گیا اسی واسطے قتادہ بن دعامہ سدوسی رح نے فرمایا کہ یہ گروہ عرب تمام لوگون سے ذلت اور ننگا بھوکا ہونے مین بڑھا ہوا تھا جو جیتا تھا وہ بدبخت اور جو مرا وہ جہنمی واللہ مین نہین جانتا ہون کہ روے زمین پر اسوقت مین کوئی ان سے زیادہ بدحال ہو یہان تک کہ اللہ عزوجل نے اپنے کرم سے اسلام کو بھیجا اور ان لوگون کو مشرف فرماکر دنیا کے ملکون مین مکنت وشوکت دیکر انکے قدم بادشاہون کی گردنون پر رکھے یہ جو تم دیکھتے ہو اسی اسلام کی بدولت ہے پس اے لوگو اللہ کی نعمتون کا شکر کرو کہ تمھارا پروردگار سبحانہ وتعالے منعم ہے اور شاکر کو پسند فرماتا اور شکرگذارون کی نعمتین بڑھاتا ہے - کذا ذکرہ ابن کثیر فی التفسیر - و فی العرائس قولہ تعالے واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض - اللہ عزوجل نے اپنے اولیا پر احسان رکھا کہ اُنکی تعداد اگرچہ تھوڑی ہے مگر اللہ عزوجل کے نزدیک عظمت کی راہ سے بڑھے ہوئے ہین پھر عبد گان عارفین سے اُنکی جماعت بڑھائی حالانکہ دشمنون کی شرارت و معصیت وقلت احترام سے خوفناک تھے چنانچہ فرمایا تخافون ان یتخطفکم الناس - کیونکہ ابتدائی احوال مین انکا یہی حال تھا پھر جب اللہ عزوجل نے انکو مقام مشاہدہ مین جگہ دی اور انوار ہیبت کا لباس پہنایا اور شربت وصل سے سیراب کیا تو بنصرت الٰہی وہ دشمنان خدا پر غالب ہوئے اور انکے دشمن انکے سامنے ذلیل وخوار ہوگئے چنانچہ فرمایا - فاٰوٰکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبٰت - یہ ایوا یعنے ٹھکانا دینا اپنے قہر سے نکالکر اپنے لطف کی طرف ہے اور تائید یہ کہ انوار ہیبت سے انکے چہرے منور کیے اور طعام قرب سے انکو کھلایا - لعلکم تشکرون - اپنے معبود کو جب کا شکر کرتے ہو اُسکے اداے شکر سے عاجز ہوکر اسکی معرفت حاصل کرو - اُستاد رح نے فرمایا کہ جسم وجسمانیات کا رزق تو پاکیزہ حلال غذا ہے اور روح و سرّ باطنی کا رزق طرح طرح کے انوار سے ہے - پھر جب اللہ عزوجل نے اپنے انعام سے ایسے بلند درجات پر پہونچایا تو راہ مستقیم مین خیانت کرنے سے انکو دھمکایا و ڈرایا یعنے راہ الٰہی مین شیطان ونفس کے وسوسے خیانت نکرین و مستقیم رہین - بقولہ تعالے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

اے ایمان والو چوری نہ کرو اللہ سے اور رسول سے یا چوری کرو آپس کی امانتون مین اور جان کر

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

اور جان لو کہ تمھارے مال اور اولاد جو ہین خراب کرنے والے ہین اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے

اس آیت مین اللہ عزوجل نے خیانت سے منع فرمایا اور یہ حکم مومنون پر فرض ہے اور اسمین کچھ خلاف نہین - رہا یہ کہ سبب نزول اس حکم پاک کا کیا ہوا تھا تو اسمین اختلاف تفاسیر ہے اور مفسرین کے نزدیک ارجح یہ ہے کہ ابولبابہ بن المنذر رضی اللہ عنہ کے حق مین نازل ہوئی جبکہ

رسول اللہ صلعم نے بدعہد قوم یہود بنی قریظہ کو محاصرہ کیا اور اسکو زمانہ گذرا تو ان بدبختون نے حضرت صلعم کے حکم پر گڑھی کھولدینا اور اُترآنا قبول کیا پس آنحضرت صلعم نے ابو لبابہ کو بھیجا انسے یہود نے مشورہ لیا اور کہا کہ کیا ہوگا۔ انکے مال و عیال اس گڑھی مین انکے پاس تھے پس بمقتضاے بشریت اُنھون نے اشارہ کیا یعنے حلق پر اُنگلی پھیری اور اشارہ سے بتلایا کہ قتل کیے جاؤ گے پھر فوراً سمجھے کہ مین نے مال و اولاد کی محبت مین فتنہ اُٹھایا اور اللہ تعالے و رسول کی خیانت کی پس شرم سے حضرت صلعم کے پاس واپس نہ آئے بلکہ باہر ہی باہر مدینہ منورہ کے اندر داخل ہوکر مسجد کے ستون سے اپنے آپ کو باندھا اور قسم کھائی کہ کچھ نہ چکھونگا یہانتک کہ اللہ تعالے میری توبہ قبول فرماوے یا مین مرجاؤن آنحضرت صلعم نے جب سُنا تو فرمایا کہ اگر میرے پاس آتا تو مین اسکے لیے استغفار کرتا اب چونکہ حق عزوجل سے بلاواسطہ رجوع لایا ہے تو اللہ تعالیٰ جو حکم فرماوے اسی حال مین قریب ایک ہفتہ کے گذرا کہ شدت تکلیف سے بار بار غش آتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالے نے توبہ قبول فرمائی جیسا کہ اگلی آیت مین آتا ہے پس لوگ خوش ہوکر انکے پاس بشارت دیتے ہوے آئے اور کھولنا چاہا تو قسم دلائی کہ کوئی نہ کھولے یہانتک کہ رسول اللہ صلعم خود اپنے ہاتھ سے کھولین پھر حضرت صلعم سے عرض کیا کہ مین نے نذر کی ہے کہ اپنے مال سے صدقہ دیکر الگ ہون تو آپ نے فرمایا کہ فقط ایک تہائی صدقہ کرنا تجھکو کافی ہے۔ کذا قال ابن ابی قتادة والزہری۔ اور بعض نے کہا کہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے کی وجہ سے اُنھون نے ایسا کیا تھا و ابن عبد البر نے استیعاب مین کہا کہ یہ وجہ احسن ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ سیاق آیت سے یہ قصہ اوفق ہے۔ اور ابن جریر رح نے اپنی اسناد کے ساتھ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارہ مین نازل ہوئی۔ ظاہر یہ ہے کہ واقعہ شہادت عثمان رض بھی مانند دیگر امور خیانت کے عموم آیت مین شامل ہے اور نیز ابن جریر رح نے عطاء بن ابی رباح کے طریق سے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی کہ ابو سفیان جو اس وقت تک مشرک تھا مکہ سے باہر نکلا تو جبرئیل علیہ السلام کے آگاہ کرنے سے حضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ابو سفیان فلان مقام پر ہے پس پوشیدہ نکلو اس تک پہونچکر گرفتار کرو پس منافقون مین سے ایک شخص نے اسکو لکھ بھیجا و آگاہ کردیا تب نازل ہوا قولہ یا ایہا الذین آمنوا لاتخونوا اللہ والرسول الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر خطاب بلفظ یا ایہا الذین آمنوا مقتضی نہین کہ منافق کے معاملہ مین نزول ہوا مگر آنکہ یون کہا جاوے کہ وہ باعث ہوا اور فہمائش سچے مومنون کو واقع ہوگئی ولیکن تامل سے خالی نہین اور شیخ حافظ عماد رح نے فرمایا کہ اس روایت کے اسناد و سیاق منظور فیہ ہے یعنے ٹھیک نہین ہے۔ ان صحیحین مین حاطب بن ابی بلتعہ کا قصہ البتہ اسکے مانند آیا ہے ولیکن وہ دوسرا واقعہ تھا اور حاطب رضی اللہ عنہ منافق نہ تھے چنانچہ سال فتح مکہ مین حاطب رض نے بوجہ اسکے کہ حاطب رض کے اموال وغیرہ مشرکون کے قبضہ مین تھے بدون کسی ناتے داری کے لہذا اُنھون نے آنحضرت صلعم کے ارادہ کا انکو خط لکھ بھیجا جسکو حضرت صلعم نے جبرئیل کے آگاہ کرنے سے حضرت علی و زبیر بن العوام رض کو بھیجکر پکڑوا منگایا اور حاطب رض نے حاضر ہوکر سچا حال عرض کردیا اور عمر رضی اللہ عنہ نے اسوقت غصہ مین کہا کہ یا رسول اللہ مجھے اس منافق کی گردن مارنے کی اجازت دیجیے کہ اسنے اللہ تعالے و اسکے رسول کی خیانت کی پس آپ نے روکا اور فرمایا کہ یہ شخص واقعہ بدر مین شریک تھا اور تجھے کیا معلوم ہے اللہ تعالے اہل بدر کے دلون پر مطلع ہوا کہ اُنسے فرمایا کہ تم لوگ جو چاہو کرو کہ مین نے تم کو بخشدیا۔ یہ اس قصہ طویل کا حاصل مذکور ہوا۔ پس یہ واقعہ اور ہے اور دلالت کرتا ہے کہ آیت خیانت پہلے نازل ہوچکی ہے۔ وقال السدی رح یعنے لوگ آنحضرت صلعم کی بات سنکر اسکو پھیلاتے یعنے چھپائے نہین رکھتے تھے یہانتک کہ مشرکون کو خبر پہونچ جاتی۔ بالجملہ یہ امور داخل عموم آیت ہین۔ واللہ اعلم۔ وقد قال الحافظ رحمہ اللہ صحیح یہ ہے کہ حکم اس آیت کریمہ کا عام ہے ہر قسم کی خیانات سے ممانعت کو شامل ہے اگرچہ نزول اسکا کسی سبب خاص پر ہوا ہو اور جمہور علماء کے نزدیک یہی اصول ہے کہ عموم لفظ کا اعتبار ہے خصوص سبب پر مدار نہین ہے۔ اور خیانت جملہ گناہ کو شامل ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ

خواہ لازمہ ہو یا متعدیہ ہو۔ اور خون وخیانت دراصل بمعنے نقص ہے جیسے وفا بمعنے تمام ہے پھر امانت ووفا کی ضد حالت پر اسکا اطلاق ہوا کیونکہ جسکی
خیانت کی اسکا نقصان کیا اور بعض نے کہا کہ خیانت بمعنے غدر یعنی عہد شکنی ہے و مؤید اول ہے جو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قولہ لا
تخونوا اے لا تنقصو۔ نقصان مت کرو یعنے فرائض الٰہی مین کمی مت کرو۔ اور ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت صلعم کی سنت ترک کیکے گناہ کرنے سے
رسول کی خیانت مت کرو۔ پس قولہ تعالیٰ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ اے ایمان والو مت خیانت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یعنے جو
چیزین اللہ تعالیٰ نے انپر فرض فرمائی ہین انمین نقص وکمی کرنے سے منع فرمایا۔ وَ الرَّسُوْلَ اور رسول کی۔ یعنے رسول صلعم نے جو امور مسنون
فرمائے ہین اُن مین خیانت مت کرو۔ اگر کہا جاوے کہ علی ہذا جو امور سنت ہین جب انکا ترک کرنا روا نہوا تو واجب ہوگئے۔ پس جواب یہ ہے
کہ مسنون سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت صلعم نے بوحی خفی انکو مقرر کیا۔ پس جس امر کو بطور واجب مقرر کیا جیسے نماز عیدین مثلاً انکو کبھی ترک نہین کرسکتا
اور جو امر کبھی کرنے اور احیاناً ترک کرنے کے طور پر مسنون فرمائے انکو اسی طرح رکھے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر سنن رواتبہ کو مثلاً اگر بالکل کوئی
شخص ترک کرکے فرائض پر اکتفا کرے تو وہ گنہگار ہوگا جیسا کہ علماء کا اصح قول ہے اگرچہ بعض نے اس مین کلام کیا بنظر ظاہر حدیث صحیح کے کہ ایک
اعرابی نے آکر فرائض اسلام روزہ ونماز وغیرہ کا سوال کیا اور آنحضرت صلعم نے بقدر فرض بیان فرمایا اور اس نے کہا کہ مجھپر کچھ اور بھی ہے
تو آپ نے فرمایا کہ نہین مگر آنکہ تو بطور تطوع ادا کرے پھر بعد بیان جملہ ارکان کے وہ یون کہتا ہوا واپس ہوا کہ واللہ نہ مین اسپر گھٹاؤنگا نہ بڑھاؤنگا۔
اور آنحضرت صلعم نے لوگون کو فرمایا کہ اگر یہ اپنے قول مین سچا ہوا تو فلاح پائی۔ والحدیث فی الصحاح والسنن پس اسمین سنتون کا ذکر نہین باوجود اسکے
آپ نے اسکو مفلحون مین سے فرمایا۔ اور علماء نے اسکے کئی طور سے جواب دیے جو شروح حدیث مین مذکور ہین اور مترجم کو یہ جواب ظاہر ہوا کہ (اسپر)
کے لفظ سے اشارہ تمام کیفیت مذکورہ کی طرف ہے یعنے فرائض مع تطوع کے اور سنن بھی داخل تطوع ہین پس مراد اعرابی کی یہ تھی کہ فرائض
کو بطور فرائض تطوع کو بطور تطوع ادا کرنے مین کمی نکرونگا اور نیز اسپر کچھ اپنی رائے سے بڑھاؤنگا بھی نہین جیسے اس زمانہ کے لوگون نے
صلوٰۃ غوثیہ وصلوٰۃ معکوسہ وغیرہ نکالی ہین جو گناہ ہین نہ تطوع۔ فافہم۔ بالجملہ اس تفسیر پر خیانت مین تفصیل ہے یعنے اللہ تعالیٰ کی خیانت
تو فرائض الٰہی مین مت کرو اور رسول اللہ صلعم کی خیانت انکے سنن مین مت کرو یعنے جو بات جس طور سے وہ تمپر مسنون کرین اسمین خیانت مت کرو۔
اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام ایمانی بامانت رسول اللہ صلعم تمکو پہونچائے باین طور کہ رسول اللہ صلعم نے تم کو تعلیم کیے اور تبلیغ کیے انمین
تم رسول صلعم کی خیانت مت کرو کیونکہ جیسے اطاعت رسول عین اطاعت الٰہی ہے ویسے ہی خیانت رسول صلعم بھی عین خیانت الٰہی ہے وعلیٰ ہذا۔
حاصل یہ ہوا کہ جو امور اللہ تعالیٰ نے بوحی جلی اپنی کتاب مین فرمائے اور جو بوحی خفی بزبان رسول اللہ صلعم پہونچائے ان مین تم اللہ تعالیٰ اور
رسول کی خیانت مت کرو۔ اس تفسیر مین کوئی اشکال نہین ہے اور یہ بمانند قولہ تعالیٰ اطیعوا اللہ والرسول۔ ہے اور عروہ بن الزبیرؓ نے
اس آیت مین کہا کہ رسول کی خیانت سے یہ مراد کہ ظاہر مین اسکو حق پر عمل کرکے راضی کرو اور باطن مین اسکے برخلاف ہو کیونکہ یہ اپنی امانتون کی بربادی
وجانون کی خیانت ہے اور اسی کے مانند عبدالرحمن بن زید نے کہا کہ منافقون کی طرح اللہ تعالیٰ ورسول کی خیانت سے منع فرمایا ہے۔ وَ تَخُوْنُوْۤا
اَمٰنٰتِكُمْ اے ولا تخونوا اماناتکم۔ اور اپنی امانتون کی خیانت مت کرو۔ یہ تخونوا پر عطف ہے اور لا کے تحت مین داخل وبصیغہ نہی ہے۔ امانات
جمع امانت و مراد وہ چیز جس پر امین کیے گئے خواہ دین کے کامون مین سے کوئی امر ہو یا اور اس کے مانند ہو جیسے ابو لبابہ اس بھید کے امین تھے جو
بنو قریظہ کے حق مین مرکوز تھا۔ بالجملہ منع کیا کہ اللہ تعالیٰ و اس کے رسول کی اور جن امور پر امین ہوا نمین خیانت مت کرو۔ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
حالانکہ تم جانتے ہو کہ یہ خیانت ہے یا اچھا نہین ہے پس عمداً مت کرو یا تم جاہل نہین ہو۔ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ

فِتْنَةٌ حرف انما- لفظ انما مین زائدہ ہے جسنے ان- کو عمل کرنے سے معطل کردیا اور جملہ مفعول اعلموا ہے- المعنے اور جان رکھو یہ بات کہ تمھارے
اموال و اولاد- فتنہ ہین یعنے تمھارے لیے فتنہ ہین اور تم کو آخرت سے روکنے والے ہین- وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور جان رکھو
کہ اللہ تعالے کے پاس اجر عظیم ہے پس مال و اولاد پر نگاہ رکھکر اللہ تعالے واسکے رسول کی خیانت کرکے اس اجر عظیم کو مت کھوؤ- قال
الرازی رح اس آیت سے استدلال ہوسکتا ہے کہ نفل عبادت کے واسطے تخلیہ کرنا نکاح کے شغل سے بہتر ہے کیونکہ مال کی کمائی مین پڑکر
فتنہ مین پڑجائیگا اور خطیب رح نے کہا کہ یہ تو فقط ایسے شخص کے حق مین ہے جو نکاح کا محتاج نہو ورنہ عدم نکاح کا فتنہ اس سے زیادہ ہے
اس صورت مین نکاح افضل ہے- کما لایخفی- واضح ہو کہ فتنہ دو طرح کے ہین ایک وہ کہ جنمین پڑنا گمراہی ہے اور دوم وہ کہ اُنسے گمراہی لازم
نہین بلکہ وہ فتنہ بمعنے امتحان ہین جیسے اولاد اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ آپ نے ہر دو نواسہ مکرم مین سے کسی کو لیکر فرمایا کہ تمھین ہو جو آدمی کو
یعنے حضرت حسن و حسین
نامرد کردیتے ہو یعنے جہاد کرنے مین تمھارا خیال کرکے موت سے بددلی کرتا ہے ایسے ہی اور چند کلمات فرمائے پھر کہا کہ تم اللہ تعالے کے ریحان بھی ہو-
بالجملہ آدمی کو اموال و اولاد کی محبت و پرورش مین ثواب ہے اور ان کی وجہ سے کوئی امر ناجائز کا مرتکب ہونا عذاب ہے پس اس امتحان مین
ثابت رہنے کی دعا مانگتا رہے وقد قال تعالے یا ایہا الذین آمنوا لاتلہکم اموالکم ولا اولادکم عن ذکر اللہ ومن یفعل ذلک فاولئک ہم الخاسرون-
اور فرمایا- یا ایہا الذین آمنوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروہم الآیۃ لیکن محل امتحان یہ رکھا گیا کہ انکی محبت بالطبع انسان مین مجبول ہے
اور انسان مکلف ہے کہ ایمان و صدق کے ساتھ رہے اور ایمان مین محبت اللہ تعو و رسول صلعم کی غالب ہو بلکہ تحقیق یہ ہے کہ طبعی محبت بمقتضاے قوائے
بہیمیہ ہے اسواسطے انسان و دیگر حیوانات مین محبت اولاد یکسان موجود ہوتی ہے اور محبت ایمانی بمقتضاے نورانیت روح و صفاء سر باطن ہے لہذا
جب ایمان کامل ہوتا ہے تو بواسطہ حکومت قلب و روح کے جسمانیات سب مطیع ہوتے ہین اور حرکت محبت طبعی کی اولاد و اموال کی طرف تنہا ہوجاتی ہے
اور اللہ تعالے و رسول صلعم کی طرف مع جنود روح و سر باطن ہوتی ہے پس ایمان کامل کے ساتھ محبت حق عز و جل وہی اغلب بلکہ اسی کا وجود ظاہر
ہوتا ہے لہذا اللہ تعالے نے فرمایا والذین آمنوا اشد حبا للہ- اور اثر مین ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اے آدمی تو مجھکو طلب کر مجھے پاویگا پس اگر تو نے مجھے
پایا تو سب کچھ پایا اور اگر مین تجھے نملا تو تجھے کچھ نملا اور مین تجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہون- کذا ذکرہ الحافظ عماد رحمہ اللہ اور صحیحین مین رسول اللہ صلعم
سے روایت ہے کہ تین باتین ہین جسمین یہ ہون اسنے ایمان کی حلاوت پائی جسکو اللہ تعالے واسکا رسول سب اور چیزون سے زیادہ محبوب ہون اور
جو کسی کو محبوب رکھے تو اللہ تعالے ہی کے واسطے محبوب رکھے اور جسکو کفر کی طرف پھر جانے سے یہ محبوب ہو کہ وہ آگ مین جلایا جاوے یعنے اگر کوئی اسکو
آگ مین جلاوے تو وہ جل جانا پسند کرے اور کفر مین جانا پسند نکرے- اور رسول اللہ صلعم کی محبت تو جان و مال و اولاد سب سے مقدم ہے
چنانچہ صحیح حدیث مین وارد ہے کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ کوئی تم مین سے مومن نہین جبتک کہ ایسا نہو
کہ مین اس کے نزدیک اس کے جان و مال و اولاد و سب لوگون سے زیادہ محبوب نہون- عمر رضی اللہ عنہ نے صاف باطن کے ساتھ کہا تھا کہ
یا رسول اللہ آپ مجھے سب چیزون و آدمیون سے زیادہ محبوب ہین سوائے اپنی جان کے تو حضرت صلعم نے انکار فرمایا پس اللہ عز و جل نے
یہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل سے دور کردیا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہین تو فرمایا کہ
الآن یا عمر یعنے اب تو اے عمر مومن کامل ہوگیا اور جو شخص کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال جانتا ہے کہ تیر و تلوار کے سامنے آنحضرت صلعم کی طرف
سے سینہ سپر ہوتے تھے اور سینہ پر برچھیان کھاتے اور آنحضرت صلعم پر جانین قربان کرتے اور پھر بھی شرم سے سرنگون تھے وہ جانتا ہے کہ وہی مومنین
کاملین تھے اور سمجھتا ہے کہ ایمان کی کیا شان ہے والحمد للہ حمدا کثیرا والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد عبدہ و رسولہ مبارکۃ طیبۃ فی العرائش

قولہ یا ایہا الذین آمنوا لاتخونوا اللہ والرسول الآیۃ۔ اللہ عزوجل نے جب تمکو معالم ربوبیت کے اور حقائق عبودیت کے پہنچوائے اور عارف
کردیا تو تم انکو پیچھے ارادت والون سے چھپا کر خائن مت ہو اور جو کچھ تم نے میرے رسول صلعم کی شریعت و علم ماثورین سے پایا ہے اسکو اہل طلب
سے مت چھپاؤ۔ قال علیہ السلام بلغوا عنی ولو آیۃ۔ یعنے حضرت صلعم کی حدیث پاک مین ہے کہ تم لوگ میری طرف سے اورون کو تبلیغ
کرو و پہونچاؤ اگرچہ وہ ایک ہی آیت ہو۔ پھر جب اسکو پہچان لیا تو اسپر عمل کرو اور اس امانت مین جو اللہ تعالے نے تمہارے سینون مین ودیعت
رکھی ہے کچھ خیانت مت کرو باین طور کہ اسپر عمل کرنا چھوڑ دیا لوگون کو پہونچانا اور معروف شرعی کا حکم کرنا اور ممنوع شرعی سے منع کرنا چھوڑ دیا اسیواسطے
فرمایا۔ وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون۔ یعنے پھر ان امانات مین جو تمہارے سینون مین حاصل ہوئین انمین خیانت مت کرو حالانکہ تم جان چکے ہو یا
خیانت کرنے مین یہ بات جانتے ہو کہ جو علم تمکو اللہ تعالے نے دیا اسکا حق ادا کرنے مین تم خائن ہوئے جاتے ہو۔ اور نیز واضح رہے کہ جسنے ایمان سے
اللہ تعالے کی معرفت حاصل کی پھر اللہ تعالے کے سوائے کسی غیر کی طرف التفات کیا تو اسنے اللہ تعالے کی محبت و امانت مین خیانت کی حالانکہ
معرفت کی ودیعتین جو سینون مین ہین وہ اس امر کی موجب ہین کہ کوئی خطرہ نفسانی یا شیطانی دل مین نہ آنے پاوے۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ
نے کہا کہ جو کوئی در پردہ اللہ تعالے کی خیانت کرتا ہے اللہ تعالے علانیہ اسکا پردہ کھول دیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ در پردہ خیانت الٰہی یہ ہے کہ دنیا کی
ریاست و دولت یا بزرگ عالم فاضل پیر مشائخ بننے کی محبت اسکے دل مین ہو اور جسقدر اسکا درحقیقت حال ہے اس سے زیادہ اظہار
کرے یہ تو اللہ تعالے کی خیانت کی اور رسول اللہ صلعم کی خیانت یون کریگا کہ شریعت کا امور چھوڑ دے اور مراد یہ نہین ہے کہ فرائض و واجبات
چھوڑ دے کیونکہ اُسے خیانت ہی نہین بلکہ کفر ہو جاتا ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ شریعت کے آداب کو اور حضرت صلعم کی سنتون کو چھوڑے اور انمین
سُستی کرے اور لوگون سے معاملات و برتاؤ مین کھوٹا ہو اور آدمیون سے اخلاق اچھے نہ رکھے اور مومنون سے بدسلوکی کرے اور انکی نصیحت کو
ترک کرے۔ قولہ تعالے واعلموا انما اموالکم الخ۔ اس مین حق سبحانہ تعالے نے ظاہر کردیا کہ جسنے اپنی معیشت مین مال پر بھروسا کیا اور اپنی نصرت
اپنی اولاد سے چاہی یعنے اعتماد کیا تو وہ راہ حق مین غیر سے فتنہ مین پڑ گیا۔ بعض نے فرمایا کہ اموال تمہارے فتنہ ہین یعنے جب تم انکو جمع کر رکھو
تو فتنہ ہین اور اگر نیک باتون مین خرچ کرو تو نعمت ہین۔ بعض نے کہا کہ مال اس شخص کے لیے فتنہ ہے جو اس سے بدفعلی کرنا چاہے اور نعمت ہے
اُس شخص کے لیے جو اسمین اللہ تعالے کا خزانچی ہو یعنے موافق حکم الٰہی کے اسمین سے لیوے اور جسطرح شرع نے خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح
خرچ کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ مال کی مذمت مین بہت احادیث وارد ہین اور ایک حدیث مین ہے کہ بنو اسرائیل مین تو عورتون سے فتنہ برپا
ہوا تھا اور میری امت کا فتنہ مال سے ہوگا۔ یعنے ابتدا اسکی مال سے ہوگی اگرچہ انجام کار تو عورتون و لونڈون وغیرہ ہزارون فتنہ مین مبتلا
ہو گئے نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیأت اعمالنا۔ اور بعض احادیث مین مال کی مدح بھی آئی ہے چنانچہ فرمایا نعم المال الصالح للرجل
الصالح۔ یعنے مال حلال مرد نیکوکار کے واسطے بہت اچھا وسیلہ ہے یعنے وہ اس سے اپنی آخرت کے امور بتوفیق الٰہی درست کر لیتا ہے پس قول
بعض مشائخ اسی بنا پر ہے یعنے آیات و احادیث مین توفیق بیان کردے کہ یہ مراد ہے اور ایسی ہی اولاد سب خراب نہین بلکہ منجملہ دائمی اعمال
ثواب کے ایک فرزند صالح کو فرمایا ہے جو والدین کے واسطے دعا کرتا رہے یا ایسا فعل کرے جس سے متواتر ثواب پہونچے۔ واضح ہو کہ بالاتفاق
اہل حق کے نزدیک اپنے ہاتھون کی محنت و مشقت سے کمائی کرکے کھانا بہ نسبت کمائی نہ کرنے کے بہتر ہے اور اگر اس کی نگاہ لوگون کے نذرانہ
کی طرف لگی رہے تو اسپر کمائی واجب ہے۔ پھر بالاجماع حرام طور سے مال کمانا حرام ہے اور بعض اقوال ائمہ حنفیہ سے جو بعض صورتون مین
باوجود وجہ حرام کے کمائی حلال ہونے کا وہم کیا گیا ہے وہ بہتان ہے اور خلاف مقصود کے معنے بیان کیے گئے جیسا کہ مترجم نے اس بحث کو اسکے

مقام پر مشرح کردیا ہے۔ اور بطور وجہ شبہ کے احتراز کا حکم ہے اور متاخرین مشائخ نے کہا کہ اس زمانہ مین صریح حرام سے بچ جاوے یہی غنیمت ہے کیونکہ شبہ سے خالی بہت کم بلکہ شاید کالعدم ہے۔ کما صرح بہ فی کتاب الکراہۃ۔ پھر جو مال بوجہ حلال کمانا ممکن ہے اسمین قدر کفایت سے زائد کی ہوس کرنا اکثر محققین مشائخ کے نزدیک مکروہ ہے اگرچہ اس سے امور خیر مین صرف کرنے کی نیت کرے۔ اور مترجم کے نزدیک اولی یہ ہے کہ حدیث مین اجمال فی الطلب کا حکم ہے یعنے تلاش رزق مین آہستگی اور وقار کے ساتھ اگر فضل الٰہی سے اسکو مال زائد ملجاوے جیسا اور لوگون کو اتنی تلاش مین نہ ملا تو اسکو وجوہ خیرات مین صرف کرنے کی صورت مین اچھا ہے اور محبت سے جمع کرنے کی صورت مین فتنہ ہے جیسے سخت تلاش کی صورت مین اگرچہ بقدر مقدر ہی ملیگا فتنہ سے خالی نہین ہے۔ فلیتامل فیہ واللہ اعلم۔ شیخ ابو الحسین وراق نے فرمایا کہ سوائے اللہ تعالے کے دنیا و آخرت مین سے جس چیز پر تونے اعتماد کیا وہ تیرے واسطے فتنہ ہے یہان تک کہ تو سب سے منھ موڑ کر اپنے مولی عز و جل کی جناب مین متوجہ ہو اور اسی پر اعتماد کرے۔ واضح ہو کہ قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول الآیتین تو ارجح قول پر ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کے حق مین تعلیم وعتاب تھا۔ پھر توبہ نازل فرمائی بقولہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

اے ایمان والو اگر ڈرتے رہوگے اللہ سے تو کردیگا تم مین فیصلہ اور اُتارے تم سے تمھارے گناہ اور تم کو بخشے گا

وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ○

اور اللہ کا فضل بڑا ہے

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اے ایمان والو۔ إِن تَتَّقُوا اللَّهَ اگر تم تقوی اختیار کروگے اللہ تعالے کا یعنے جو امور کہ قولہ تعالے اولئک الذین صدقوا و اولئک ہم المتقون کے اوصاف مشار الیہ دوسرے پارہ مین مجمل گذرے اور تفصیل اسکی بھی فی الجملہ وہان مذکور ہوئی ہے۔ اور یہ ترک خیانت وغیرہ سب کو شامل ہے پس اگر ان امور سے تم تقوی اختیار کروگے تو یَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا تم تین افضال سے سرفراز کیے جاؤگے ایک یہ کہ اللہ تعالے تمھارے لیے فرقان کردیگا۔ ابن عباس رض و مجاہد و سدی و عکرمہ و ضحاک و قتادہ و مقاتل وغیرہم رحمہم اللہ نے کہا کہ فرقان بمعنے نجات ہے اور مجاہد رح نے کہا یعنے دنیا و آخرت کی نجات۔ اور ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ فرقان یعنے نصرت۔ اور مؤید اول ہے قولہ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً۔ یعنے نجات۔ اور ابن اسحاق نے کہا کہ فرقان یعنے حق و باطل مین فرق و تمیز۔ قال الحافظ یہ تفسیر اعم ہے اسواسطے کہ جسنے اسطرح تقوی اختیار کیا کہ اللہ تعالے کے احکام بجالایا اور مناہی سے باز رہا اسکو حق و باطل مین تمیز و معرفت حاصل ہوتی ہے پس وہ سبب نصرت و نجات و مخرج از تنگی دنیا ہوتا ہے اور قیامت مین سبب وسعت و سعادت ہوتا ہے۔ دوم یہ کہ وَيُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ اور اللہ تعالے تم سے تمھارے سیئآت کی تکفیر کریگا۔ سیات جمع سیئہ بمعنے برائی ہے گویا گناہ بندہ کے لیے اس کی بدی و عیب ہین اور تکفیر بمعنے ڈھانپ دینا پس بدیون کے ڈھانپ دینے اور ظاہر نہ فرمانے سے مراد یہ کہ اوتعالے انکو محو کردیگا اور انپر مواخذہ نہ فرماویگا بلکہ بخشدیگا چنانچہ امر سوم بھی فرمایا کہ وَيَغْفِرْ لَكُمْ۔ اور بخشدیگا سیئات کو تمھارے لیے۔ بعض نے کہا کہ تکفیر سیئات سے صغیرہ گناہون کا محو کرنا مراد ہے اور یغفر لکم سے کبیرہ گناہون کی مغفرت مراد ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ تقوی سے یہان ظاہر یہ ہے کہ اجتناب از کبائر مراد ہووے پس بمانند قولہ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم سیاتکم الآیۃ ہے۔ اور بعض نے کہا کہ گناہ سابق و لاحق کی مغفرت مراد ہے بالجملہ جب فرقان و معرفت حاصل ہوئی اور گناہ مغفور ہوے تو عین رحمت مین داخل کیا گیا لہذا فرمایا۔ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ اور اللہ تعالے فضل عظیم

والا ہے یعنے اس کا فضل بہت بڑا ہے پس ثواب جزیل جمیل پاؤگے بمانند قولہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وآمنوا برسولہ یؤتکم کفلین من رحمتہ و یجعل لکم نورا تمشون بہ ویغفر لکم واللہ غفور رحیم۔ پھر واضح ہو کہ افضال مذکورہ مشروط بتقوی ہین یعنے اگر تقوی رکھوگے تو یہ امور و انعام تم کو عطا ہونگے پس ظاہر و باطن متقی ان افضال کا سزاوار ہے۔ جاننا چاہیے کہ سبب نزول اگرچہ شخص واحد کے حق مین تھا لیکن خطاب بصیغہ جمع واسطے عموم کے ہے یعنے جو کوئی ایسا کریگا وہ اس انعام کا مستحق ہوگا ف و فی العرائس قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا ان تتقوا اللہ الآیۃ اس مین اللہ تعالے نے ظاہر کر دیا کہ جو کوئی اپنے سر باطنی کو مال و اولاد اور دنیا و آخرت وغیرہ سوائے اللہ تعالے کے اور سب چیزون سے خارج کرے تو اللہ تعالے اسکے دل مین جو محل تقوی ہے انوار غیب کی شمع روشن کرتا ہے جس سے اسکو ملکوت مین اور شیطانی وسواس مین فرق نظر آتا ہے سہل رح نے فرمایا کہ فرقان ایسا نور ہے جس سے حق و باطل مین فرق کھلتا ہے جنید رح نے فرمایا جب بندہ نے تقوی اختیار کیا تو اللہ تعالے اسکے لیے ایسا تبیان دیتا ہے جس سے حق و باطل مین فرق ہو اور یہ نتیجہ تقوی ہے۔ پھر شیخ سے کہا گیا کہ تقوی کیا فرقان نہین ہے فرمایا کہ ہان ولیکن اول تو اللہ تعالے کی طرف سے ہدایت ہے اور دوم بندہ کا حاصل کیا ہوا ہے پس جب اسنے تقوی کیا تو اس سے حق و باطل مین تفرقہ پہچانا۔ استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فرقان سے حق و باطل مین تفرقہ بوجہ علم وافی والہام الٰہی کے حاصل ہوتا ہے پس علماء کا فرقان انکے دلائل ہین اور عارفون کا فرقان انکے عرفانی فضائل ہین پس فرقہ اول کو اپنے نفس کی کوشش ہے اور فرقہ دوم کو پروردگار کی بخشش ہے پس فرقان اللہ تعالے کی طرف سے معرفت دینا اور تکفیر اللہ تعالے کی طرف سے تخفیف یعنے گناہون کا محو کرنا اور غفران یعنے گناہون کی مغفرت تو یہ اللہ تعالے کی طرف سے بندہ کے حق مین تشریف و بزرگی ہے جس سے وہ اکرام جنت سے فائز ہوتا ہے۔

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ ۚ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ ۖ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ○

اور جب فریب بنانے لگے کافر کہ تجھکو بٹھا دین یا مار ڈالین یا نکال دین اور وہ بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر

یہ آیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ کو چھوڑ مدینہ منورہ مین ہجرت کر کے چلے آنے کے بعد نازل ہوئی جسمین اللہ تعالے نے اپنے رسول حبیب صلعم کو وہ نعمتین یاد دلائین جو کافرون کے نرغہ سے ہجرت کرنے کے وقت انعام فرمائی تھین بقولہ۔ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اے واذکر یا محمد وقت مکر الکافرین بک یعنے اے محمد صلعم وہ وقت یاد کر کہ تیرے ساتھ کافر لوگ مکر باندھتے تھے درحالیکہ وے لوگ دار الندوہ مین تیرے بارے مین مشورہ کرنے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ لِيُثْبِتُوكَ تاکہ تجھکو قید خانہ مین بند رکھین و تیرے بیڑیان ڈالین۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ نے کہا کہ لیثبتوک اے لیوثقوک یعنے تاکہ تجھکو مضبوط باندھین اور عطاء و ابن زید نے فرمایا اے لیحبسوک یعنے تجھکو قید خانہ مین بند کرین اور سدی رح نے ان دونون کو جمع کر دیا اور وہی مفسر رح نے اختیار کیا ہے کہ تثبیت بمعنے حبس و وثاق دونون ہے یعنے تاکہ تجھکو بندش کے ساتھ قید رکھین۔ أَوْ يَقْتُلُوكَ یا تجھکو قتل کرین یعنے کئی آدمی ایک ہی چوٹ سے سب کے سب تجھکو مار ڈالین۔ أَوْ يُخْرِجُوكَ یا تجھکو مکہ سے نکال دین یہ سب انکی متفرق رائین تھین۔ وَيَمْكُرُونَ اور وے مکر کرتے تھے تیرے ساتھ مین۔ وَيَمْكُرُ اللَّهُ اور اللہ تعالے انکے ساتھ مکر کرتا تھا یعنے انکے مکرون کو اسطرح باطل کرتا تھا کہ انکی تدبیر سے تجھکو آگاہ کر دیا اور حکم دیدیا کہ تو یہان سے نکل جا۔ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ اور اللہ تعالے سب مکر کرنیوالون سے زیادہ مکر کی راہون کا جاننے والا ہے۔ تفسیر ابن کثیر رح مین ہے کہ سنید رح نے عبید بن عمیر سے مرسلاً اور ابن جریر رح نے مطلب بن ابی وداعہ سے

موصولاً روایت کی کہ ابوطالب نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ قوم کے لوگ جو آپکے حق مین مشورہ کرتے ہین وہ آپکو معلوم ہے آپ نے فرمایا کہ اے چچا یہ چاہتے ہین کہ مجھے قید یا قتل کرین یا نکال دین ابوطالب نے تعجب سے کہا کہ تمکو کسنے بتلایا آپ نے فرمایا کہ میرے پروردگار نے ابوطالب نے کہا کہ تمھارا پروردگار کیا اچھا رب ہے تم اُس سے بھلائی کی درخواست کرو آپ نے فرمایا کہ ہان بلکہ وہ تعالے آپ ہی مجھ بندہ کی بھلائی چاہتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی قال ابن کثیر رح ہذا اثر غریب بل منکر یعنے یہ روایت ٹھیک نہین ہے کیونکہ ابوطالب کے مرنے کے قریباً تین برس بعد جب کافرون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا کوئی مددگار نہ دیکھا تو دار الندوہ مین یعنے مشورت خانہ مین جمع ہو کر ایسا مشورہ کیا تھا چنانچہ محمد بن اسحاق نے کئی طریق سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قریش کے ہر قبیلہ مین سے چند اشراف آدمی دار الندوہ مین مشورت کے لیے آنے لگے تو راہ مین شیطان ایک بوڑھے آدمی کی صورت بنکر اُنکے سامنے ہوا اور کہا کہ مین نے سنا تھا کہ تم لوگ اس مرد صابی کے حق مین مشورہ کرنا چاہتے ہو تو مین بھی رائے دینے کو شریک ہون اور مین اہل نجد مین سے ہون پس کافرون نے غنیمت جانکر مشورہ مین اسکو شریک کیا پھر ایک نے مشورہ دیا کہ اسکو زنجیرون مین جکڑ دو اور اُسکی موت کے منتظر رہو تاکہ زہیر و نابغہ وغیرہ اگلے شاعرون کی طرح وہ بھی مرجاوے پس شیخ نجدی یعنے ابلیس ملعون بولا کہ واللہ میری یہ رائے نہین ہے کیونکہ اگر اُسکو قید کر دوگے تو دروازہ کے اندر سے اسکی باتین مشک کی طرح اُڑینگی اور شاید اُسکے ساتھی لوگ ایکبارگی حملہ آور ہو کر بعد لڑائی کے تم سے چھڑا لیجاوین یا تمکو یہان سے نکال دین سبھون نے یہ بات پسند کی پھر ایک نے کہا کہ اُسکو یہان سے نکال دو تمھاری نظر سے غائب جہان چاہے جو چاہے کرتا پھرے اور تمکو اسکی اذیت سے راحت ملے کیونکہ تمھارے آلہہ کو بُری طرح بیان کرتا ہے۔ پھر شیخ نجدی بولا کہ واللہ یہ تو رائے نہین ہے کیونکہ اسکی میٹھی باتین دلون کو لے لیتی ہین پس شاید وہ غیر ملک مین اپنا گروہ جمع کرکے تم پر حملہ کرے اور تمھارے اشراف کو قتل کرکے ملک چھین لے پس اور کوئی رائے سوچو۔ تب ابوجہل ملعون بولا کہ واللہ مجھے ایک رائے سوجھی جو قابل تعریف ہے کہ تم ہر قبیلہ قریش مین سے ایک نوجوان بہادر چھانٹو اور ان سب کے ہاتھ مین ایک ایک شمشیر بران دیدو پھر یہ سب ایکبارگی ایک ہی ضرب سے اُسکا کام تمام کر دین پس اُسکا خون ان سب قبائل پر متفرق ہو جائیگا۔ اور مین گمان کرتا ہون کہ اس گروہ بنی ہاشم کو تمام قبائل قریش سے لڑنے کی طاقت نہو لہذا ناچار وے لوگ دیت قبول کرینگے اور تمکو اسکی طرف سے راحت ہو جائیگی۔ پس شیخ نجدی بولا کہ واللہ کیا خوب رائے ہے پس اسی بات پر سب متفق ہوے اور جبرئیل علیہ السلام نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قوم کے مکر کی خبر دی اور کہا کہ آج رات مین آپ اپنے خوابگاہ مین نہ سوئین اور اللہ تعالے نے ہجرت کا حکم دیدیا۔ پھر مدینہ آنے کے بعد اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس واقعہ مین سلامت رکھنے کی نعمتین یاد دلائین۔ قال ابن کثیر اور اسی سیاق کے مانند سدی رح و مجاہد رح و عروہ و قتادہ رح و مقسم رح وغیرہم سے مروی ہے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ جب جبرئیل علیہ السلام نے حکم پہونچایا کہ آج رات مین آپ اپنے بستر پر نہ سوئین تو آپ نے حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے سبز حضرمی چادر اوڑھ کر یہان سو رہو کیونکہ آنحضرت صلعم کے پاس کافرون وغیرہ کی ودیعتین تھین کہ وہ لوگ آپکو امین صادق الیقین کہتے تھے پس آپ نے بجاے اپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امین کر دیا۔ اور خود نکلے تو دیکھا کہ قوم کے لوگ ننگی تلوارین لیے کھڑے ہین پس آپ نے ایک مٹھی خاک اٹھائی اور سورہ یٰس تا قولہ فاغشیناہم فہم لا یبصرون پڑھتے ہوئے وہ خاک انکے سرون اور آنکھون پر چھڑکتے ہوے نکلے چلے گئے اور اللہ تعالے نے اُنکی بینائیان بند کر دین اور وہ سر جھکائے کھڑے رہے اور حاکم کی روایت ابن عباس مین ہے کہ خاک و کنکری ان کفار مین سے جسکے لگی تھی وہ بدر کے روز کافر مارا گیا پھر جب پو پھٹی تو یہ کفار ملعون ایکبارگی گھس پڑے۔ پھر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا تو شرمندہ ہو کر پوچھا کہ تمھارے ساتھی محمد کہان ہین آپ نے فرمایا کہ وہ تو تمھارے سامنے سے رات ہی کو چلے گئے اب مجھے نہین معلوم کہ کہان ہین اور حال یہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلکر حضرت

ابوبکرؓ کے پاس آئے اور اُنکو ساتھ لیکر پہاڑ پر جاکر غار میں بیٹھ رہے پھر جب کافرون نے نشان قدم پہچاننے والون کو ساتھ لیکر تلاش کیا تو اُنھون نے
غار کے دروازے تک پتا بتایا لیکن کافرون نے غار کے مُنھ پر مکڑی کا جالا بہت سا تنا ہوا دیکھکر کہا کہ یہان جاتے تو جالا نہو تا پس اللہ تعالیٰ نے
انکو خوار کرکے پھیر دیا۔ واضح ہو کہ تین روز اس غار مین مقیم ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے مین عمدہ عمدہ اسرار و لطائف ہین جنکے ذکر کی یہان
گنجایش نہین۔ محمد ابن اسحٰق نے قولہ ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ کی تفسیر مین عروہ سے ذکر کیا کہ معنے یہ ہین کہ مین نے بکید متین انکو کہ مین گرفتار کرکے
تجھکو اُنسے چھڑالیا اور بعض نے کہا کہ مکر کے معنے کسی امر مین خفیہ تدبیر کرنا اور حیلہ کرنا اور چونکہ اللہ عزّ وجلّ اپنی مخلوق پر قاہر و قادر ہے کوئی ذرہ بدون
اسکے حکم کے جنبش نہین کرسکتا لہذا مکر بمعنے احتیال یہان بطریق حقیقت مراد نہین ہوسکتا بلکہ مجاز اً بطریق مشاکلت مراد ہے یعنے انکے مکر و حیلون کے
مقابلہ مین چونکہ پاکیزہ تدبیر سے خلاص فرمایا لہذا بسبب مقابلہ کے اسکو مکر کہا اور مشاکلت عمدہ باب بلاغت سے ہے کما لایخفی علی الماہر۔ اور بعض نے کہا
مکر الٰہی کے یہ معنے ہین کہ کافرون کو اُنکے مکر کا بدلا دینے والا ہے اور آیت مین اشارہ ہے کہ ہر مکر بمقابلہ تقدیر و فعل الٰہی کے باطل ہوجاتا ہے۔ ف و فی
العرائس قولہ واللہ خیر الماکرین اللہ تعالیٰ نے مکر ہونا اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا اور اس مکر سے اپنی سمجھ کے موافق مکر کے معنے مت سمجھو جیسے صفات
الٰہی کو تم نہین سمجھ سکتے ہو کیونکہ مکر الٰہی معنے حیلہ و تخائیل و اباطیل سے پاک ہی بلکہ مکر الٰہی اس غضب ازلی کا اثر ہے جو مردود بندون کے چہرون پر
موافق مشیت ازلیہ کے داغ دیا گیا ہے پس بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ آدمی ایسی صورت مین ظاہر کیا جاتا ہے جس سے لوگون کی نظر مین بندۂ مقبول
معلوم ہوتا ہے حالانکہ ازل مین وہ مردود قرار پاچکا ہے پس اللہ تعالیٰ انکو اس راہ کے مکر و قہر سے آگاہ نہین فرماتا اور ظاہر مین انوار سعادت کا
لباس پہناتا ہے حالانکہ اُسکی باگ قہر و شقاوت کے ہاتھ مین ہوتی ہے پس وہ ظاہر مین اپنے آپ کو لباس طاعت سے آراستہ دیکھتے ہین اور اپنے
باطن کی تاریکیون سے غافل ہین اُسکی وجہ یہی ہے کہ مکر ازل سے اُنکی آنکھین پٹ ہین انھین کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ضل سعیہم فی الحیوٰۃ الدنیا
وہم یحسبون انہم یحسنون صنعا۔ یہ تو اس مکر کا بیان ہے جس سے اہل کفر مردود و مطرود ہین اور رہے اولیاء اللہ یعنے مومن بندے تو انکو مکر قرب
انبساط کا امتحان پیش آتا ہے اور یہ علم مجہول سے ہے اور وہ مقام التباس ہے جہان عین فعل مین عین صفت بوصف جمع و تفرقہ ظاہر ہے۔ قال
المترجم یعنے عین فعل مین عین صفت خلق و ایجاد وغیرہ ہر مقام پر ظاہر ہے پس تفرقہ مکر اور جمع بھی الا آنکہ جمع و تفرقہ کو اپنی حد پر رکھنے کی معرفت
عطا ہو لہذا اہل حق ان مقامات مین نظر حقیقت کی دعا کرتے ہین فافہم۔ اور یہ لطائف مشاہدہ متشابہات مین ہین جیسے استواء عرش و نزول بجانب آسمان
وسوائے انکے دیگر صفات باری عزّ اسمہ۔ اور یہ جو ہم نے ذکر کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قول شریف رأیت ربی فی احسن صورۃ الحدیث مین مجموع وجود
ہے کہ آئینہ حدوث مین قدم کو معائنہ کیا اور یہ مقام عشق و بسط و انبساط و انس دمشقی ہو۔ شبلیؒ نے فرمایا کہ باطنی نعمتون مین مکر ہوتا ہے اور ظاہری
نعمتون مین استدراج ہوتا ہے۔ قال المترجم یعنے مثلاً اگر کسی مشرک کو قبولیت دعا یا غیب کی بات بتانے کا شیوہ حاصل ہے تو یہ استدراج ہو کیونکہ
باطن مین اسکو کوئی کرامت نہین ہے۔ فافہم۔ بعض نے فرمایا کہ مکر دو طرح کا ہوتا ہے ایک جس سے التباس ہوجاوے اور دوسرا وہ کہ ہلاک کردے یعنی
کفر وغیرہ پر مرجاوے۔ استاد رحؒ نے فرمایا کہ منجملہ مکر کے یہ بھی ہے کہ بعضے لوگون کا نام نیک دور تک مشہور ہوتا ہے اور بہت طاعت ادا کرتے ہین اور
لوگون مین بہت مقبول ہوتے ہین پھر اُنکے اسرار باطنی سوائے اللہ تعالیٰ کے غیرون سے متعلق اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غافل ہوتے ہین حالانکہ
لوگ انکو مقبول و مکرم سمجھتے ہین پس یہ بھی انکے واسطے مکر ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ فافہم۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا ۙ إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ

اور جب کوئی پڑھے انپر ہماری آیتین کہین ہم سُن چکے ہم چاہین تو کہہ لین ایسا یہ کچھ نہین مگر احوال ہین

الْأَوَّلِينَ ۝ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ

پچھلوں کے اور جب کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے تیرے پاس سے تو ہم پر برسا پتھر

السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ

آسمان سے یا لا ہمپر دکھ کی مار اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا انکو جب تک تو تھا ان میں اور اللہ

مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝ وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ

نہ عذاب کریگا انکو جب تک بخشواتے رہیں اور انہیں کیا ہے کہ عذاب نہ کرے انکو اللہ اور وہ روکتے ہیں

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ ۚ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

مسجد حرام سے اور اسکے اختیار والے نہیں اسکے اختیار والے وہی جو پرہیزگار ہیں لیکن وہ اکثر خبر نہیں رکھتے

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً ۚ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝

اور انکی نماز کچھ نہ تھی کعبہ کے پاس مگر سیٹیاں بجانی اور تالیاں سو چکھو عذاب بدلا اپنے کفر کا

اللہ تعالیٰ کفار قریش کے تمرد و عناد و کفر و فساد و باطل دعوی سے خبر دیتا ہے کہ وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا جب ہماری آیات یعنی قرآنمجید کی آیات انکو پڑھ سنائی جاتی ہیں۔ قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا تو کہتے ہیں کہ ہم نے انکو سن لیا۔ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اگر ہم چاہیں تو اسکے مثل کہہ لیں۔ یہ فقط زبانی دعوی تھے کہہ لینا معلوم کیونکہ بارہا انکو تحدی کی گئی کہ قرآن کے چھوٹے سورہ کے مثل یا دس آیت کے مثل ہی بنا لاؤ اگر سچے ہو مگر کچھ بھی نہ ہو سکا۔ ان فرعون کے دعوی خدائی کی طرح اپنے پیروکاروں کو بہکانے اور جی خوش کرنے کو محض جھوٹوں کے ایسے دعوے کرتے تھے اور سعید بن جبیر و سدی و ابن جریج وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ایسی زبان درازی کرنے والا نضر بن الحارث بن کلدہ تھا اور وہ تجارت کے واسطے ملک شام و فارس و حیرہ وغیرہ میں جاتا اور بادشاہان فارس و رستم و اسفندیار کے قصص سنکر آتا پس قریش کے جلسوں میں بیان کرتا اور پوچھتا کہ بھلا میرا قصہ عمدہ ہے کہ محمد کا صلے اللہ علیہ رسولہ محمد وآلہ وسلم۔ اور یہ اس ملعون کی کمال جہالت تھی کہ قساوت قلبی سے آنحضرت صلعم کے مواعظ بلیغہ و فضائل اخلاق کی تعلیم و ایمان و توحید کی تفہیم کو بیہودے قصص بتلاتا تھا کما حکاہ اللہ تعالیٰ من قولہ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۝ نہیں ہے یہ جو محمد صلعم سمجھاتے ہیں مگر اساطیر الاولین۔ لہذا اپنی بدزبانی کی سزا کو پہونچا کہ بدر کے روز قید ہوا اور آنحضرت صلعم نے اسکو اپنے روبرو قتل کرا دیا حالانکہ قیدیان بدر کو فدیہ لیکر چھوڑ دیا گیا تھا لہذا مقداد بن الاسود نے جنہوں نے اسکو گرفتار کیا تھا عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ تو میرا قیدی ہے آپنے فرمایا کہ یہ کتاب اللہ و آیات الٰہی میں زبان درازی کرتا تھا اور اسکے قتل کا حکم دیا پھر مقداد نے وہی عرض کیا تو آپ نے دعا فرمائی کہ اے میرے معبود پروردگار سبحانہ اپنے فضل سے مقداد کو مستغنی کر دے پس مقداد نے کہا کہ میں یہی چاہتا تھا یعنی اس مردود کے عوض مال لینے کا مجھے لالچ نہ تھا پس نضر مذکور اپنے کیفر کردار کو پہونچ گیا اور حضرت صلعم نے بدر کے روز تین کافروں کو باندھکر قتل کیا ایک عقبہ بن ابی معیط کو اور دوسرے طعیمہ بن عدی کو اور تیسرے نضر بن الحارث کو کما فیما رواہ ابن جریر عن سعید رح اور بعض نے جو بجائے طعیمہ کے مطعم بن عدی ذکر کیا وہ سہو ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کے حق میں موذی نہ تھا بلکہ طائف سے واپس ہونے کے روز اسنے آپ کو اپنے پڑوس و حفظ میں لیا تھا اور وہ بدر کے روز زندہ نہ تھا چنانچہ حدیث میں قیدیان بدر کی نسبت فرمایا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان پلیدوں کے بارہ میں مجھسے سفارش کرتا تو میں یہ سب اسکو ہبہ کر دیتا۔ وقال سعید رح اسی نضر بن الحارث مردود نے کہا تھا کہ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا

مثل ہذا ان ہذا الا اساطیر الاولین۔ واساطیر جمع اسطورہ بالضم یعنے اگلون کے حالات لکھے ہین انھین سے سیکھکر بیان کرتا ہے کما فی آیۃ اخری وقالوا اساطیر الاولین اکتتبہا فہی تملی علیہ بکرۃ واصیلا۔ جسکو ذرہ برابر بھی شعور ہے وہ جانتا ہے کہ آنحضرت صلعم نبی اُمی کی نسبت کافر مطرود کا یہ قول محض کذب وعناد تھا مگر زمانہ اسلام سے پہلے عرب کے لوگ جہالت وغباوت مین ضرب المثل تھے جیسے بعد نور اسلام کے عقل ودانش مین یکہ ہوگئے اور یہ بھی یہود ونصاری پر حقیقت اسلام کی حجت تا قیامت قائم ہے۔ پھر واضح ہو کہ عناد وتمرد سے تو نضر وغیرہ ایسی باتین کہتے وانکی پیروی کرنیوالے بکمال جہالت وحماقت سے اسکو یقین کرلیتے تھے چنانچہ آیندہ جو قول حکایت فرمایا اسی پر مبنی ہے۔ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ اور جب کفار قریش نے کہا کہ اے اللہ تعالے ہمارے اگر یہی حق ہو جو محمد صلعم بیان کرتے ہین تو۔ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ برساوے ہمپر پتھر آسمان سے۔ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ یا ہمپر دُکھ دینے والا عذاب لا۔ اس مین اظہار کرتے تھے کہ ہم کو اس کے باطل ہونے پر یقین ہے کیونکہ جزا مذکور ایک شرط پر معلق کیا اور شرط باطل یقین کی لہذا جزا ثابت نہوگی۔ اور شیخ حافظ عماد رح نے کہا کہ قرآن سے انکو سخت عناد تھا اور اس کلام سے عیب لگایا کیونکہ لایق یون تھا کہ اگر یہی حق ہے تو ہم کو اس سے ہدایت دے اور اسکے اتباع کی توفیق دے مگر کمال عداوت وکثرت جہالت وشدت تکذیب سے یون کہا کہ یہی حق ہو تو ہمپر عذاب نازل کردے۔ امطار کا اکثر استعمال عذاب کی چیز مین ہے جیسے مطر کا استعمال امر رحمت مین ہے پس امطار حجارہ سے نزول بطریق عذاب مراد ہے اور حجارہ کے ساتھ امطار بطریق استعارہ یا مجاز ہے اور شاید یہ مراد ہو کہ آسمان سے جسطرح پانی کے قطرات متواتر ومتوالی برستے ہین اسیطرح بجاے باران رحمت کے عذاب برسادے۔ کفار قریش بھی اگلے کافرون کے قدم بقدم تھے چنانچہ قوم شعیب علیہ السلام نے بھی کہا کما قال تعالے فاسقط علینا کسفا من السماء۔ بلکہ یہ اُنسے بڑھے ہوے نکلے کہ اللہ تعالے سے فی الحال عذاب کی درخواست کی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قائل اس قول کا ابو جہل مردود تھا۔ کما فی البخاری۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ یہ بھی نضر بن الحارث کا قول ہے۔ اور عطا رح نے کہا کہ اسکے حق مین کچھ اوپر دس آیات قرآنی نازل ہوئے ہین جنسے اسکی شقاوت ظاہر ہوتی ہے اور مجاہد وغیرہ ایک جماعت تابعین نے بھی اسکو نضر مردود کا قول بیان کیا اور مفسر رح نے دونون روایتون مین توفیق دیدی کہ کفار قریش مین سے ابو جہل ونضر وغیرہ بہتیرے ایسا کہتے تھے اور جو زبان سے نہین کہتے وہ کہنے والون کے قول پر اعتماد رکھتے تھے چنانچہ ابن مردویہ نے بریدہ رض سے روایت کی کہ اُحد کے روز عمرو بن العاص کو مین نے گھوڑے پر سوار یہ کہتے دیکھا کہ اے اللہ تعالے اگر یہی حق ہے جو محمد صلعم کہتے ہین تو مجھے اور میرے گھوڑے کو زمین مین دھنسا دے۔ بالجملہ حق تعالے نے دوسری آیت مین یہ جواب دیا ہے کہ کافرون کے لیے مہلت مقدر ووقت مقرر ہے ورنہ عذاب نازل ہوتا اور یہان فرمایا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ اور ایسا نہین ہے کہ اللہ تعالے ان کافرون کو انکی درخواست کے موافق عذاب کرے اس حال مین کہ تو اے محمد صلعم انکے درمیان مین موجود ہے کیونکہ عذاب جب نازل ہو تو عموماً سب حاضرین کو گھیر لیتا ہے اور کسی اُمت پر عذاب نہین طاری ہوا مگر جبھی کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول ومومنون کو انمین سے باہر نکال لیا پس ایک تو یہ وجہ تھی کہ آنحضرت صلعم انکے درمیان موجود تھے اور دوم یہ کہ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ اور اللہ تعالے انکو عذاب کرنے والا نہین اس حال مین کہ وے استغفار کرتے ہین۔ ابن جریر رح نے یزید بن رومان ومحمد بن قیس سے روایت کی کہ اہل مکہ نے جب یہ بات کہی تو شام کو نادم ہوکر استغفار کیا کہ اے پروردگار ہم نے جو عذاب کا استفتاح کیا تھا اس سے ہم مغفرت مانگتے ہین۔ ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی پس استغفار سے حالت طواف مین استغفار مراد ہے کیونکہ قریش والے طواف مین مغفرت مانگتے تھے۔ نیز ابن عباس رض نے کہا کہ انکو دو امان تھے ایک تو نبی صلعم اور وہ دنیا سے تشریف لے گئے اور دوم استغفار اور وہ باقی ہے۔ ونیز ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالے کسی قوم پر اسوقت تک

عذاب نهین کرتا کہ انبیا انکے روبرو موجود ہون۔ اور کہا کہ قولہ وہم یستغفرون۔ یعنے انمین ایسے لوگ ہین جنکے لیے ازل مین ایمان مقدر ہوا ہے
پس انکا استغفار یہ ہے کہ نماز مین پڑھینگے۔ اور ایسا ہی مجاہد وعطیہ وعکرمہ وسدی وسعید بن جبیر سے مروی ہے اور ضحاک وابو مالک نے کہا کہ استغفار
کرنے والون سے وہ لوگ مراد ہین جو مومنین مکہ مین موجود تھے اور کافرون نے انکو قید کر رکھا تھا۔ اور ترمذی نے ابو موسی رضہ سے مرفوع روایت کی
کہ اللہ تعالے نے میری اُمت کے واسطے دو امان نازل کیے بقولہ وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم الآیۃ پس جب مین دنیا سے چلا جاؤنگا تو
اُنکے لیے استغفار کو قیامت تک چھوڑ جاؤنگا۔ اور ترمذی نے اسکے اسناد مین کچھ کلام کیا ولیکن شاہد اسکی وہ حدیث ہے جسمین شیطان کو اللہ تعالے
نے جواب دیا ہے کہ قسم مجھے اپنے عزت وجلال کی کہ بندے جب تک مجھسے مغفرت چاہینگے مین انکو بخشتا جاؤنگا۔ رواہ احمد والحاکم وصححہ۔ اور فضالہ
بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک بندہ مومن اپنے پاک پروردگار سے استغفار کرتا رہے اسوقت تک عذاب
سے امن مین ہے۔ رواہ احمد۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر احادیث بطریق استنباط واجتہاد ہے یعنے جب کافرون کے حق مین اللہ تعالے نے عذاب دور
رکھنا دو باتون کی جہت سے بیان فرمایا کہ وجود آنحضرت صلعم وانکا استغفار تو مومنین اُمت بدرجۂ اولے اسکے مستحق ہین فافہم۔ پھر واضح ہو کہ مترجم
کو یہان ایک اشکال پیش آیا کہ وجود پاک آنحضرت صلعم وقت نزول آیت کریمہ کے مدینہ منورہ مین تھا کیونکہ سورۂ انفال مدنیہ ہے پس دفع عذاب
بوجہ آنحضرت صلعم کے روبروے کفار موجود ہونے کے کیونکر ہوا اور مین نے مفسرین مین سے کسی کو صریح اس سے متعرض نہین پایا اور شاید جواب یہ ہی
کہ وجود آنحضرت صلعم کا خصوص مکہ مین دافع عذاب نہین بلکہ دنیا مین آپ کا وجود شریف باعث دفع عذاب ہے اور علی ہذا یہ خاص رحمت اس
اُمت کے لیے ہے ورنہ اگلے انبیا اس شہر سے نکال کر جب دوسرے شہر مین پہونچا لیے گئے تو قوم پر عذاب نازل ہوتا تھا اور شاید بجید یہ ہے کہ
بعثت آنحضرت صلعم کی کسی قوم کے واسطے خاص نہین ہے بلکہ تمام روے زمین پر جتنے لوگ ہین وہ اس رحمۃ للعالمین کے طفیل رحمت مین پناہ
پائے ہوئے ہین لہذا مدینہ مین آپ کا ہونا بلکہ دنیا مین کہین ہوتے باعث دفع عذاب ہے ہان استغفار البتہ انھین لوگون سے مخصوص ہوگا جو
اسکے عامل ہون۔ پس کفار مکہ عذاب کے مستحق تھے ولیکن دو باتون مذکورہ کی وجہ سے انپر سے عذاب دفع فرمایا فافہم۔ وقال تعالے۔ وَمَا لَهُمْ
أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ۔ اور انکو خود کو سا استحقاق ہے کہ اللہ تعالے انپر عذاب نہ فرماوے حالانکہ انکی حرکتین یہ ہین کہ۔ وَهُمْ يَصُدُّونَ
عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وے لوگ روکتے ہین حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم وصحابہ مومنین کو مسجد الحرام سے یعنے خانہ کعبہ کے طواف کرنے سے
قال المفسر اگر پہلے استغفار کرنے سے طواف مین انکا استغفار کرنا مراد ہے تو یہ آیت پہلی آیت کی ناسخ ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ
سے ہجرت فرمانے کے بعد بدر وغیرہ مین ان کافرون کو عذاب فرمایا اور ایسا ہی عکرمہ وحسن سے قول نسخ کو روایت کیا ہے وشاید مراد انکی نسخ اصطلاحی
نہو بالجملہ مفسر رحہ کے اس کلام مین تامل ہے کیونکہ نسخ کی ضرورت نہین بلکہ جب انھون نے استغفار وندامت ترک کی اور مومنین سے عناد کرنے اور
طواف سے روکنے مین مبالغہ کیا تو عذاب کیے گئے کما فی الکمالین اور مترجم کہتا ہے کہ دونون آیتون مین کچھ منافات نہین کیونکہ دوسری آیت مین
اُنکے استحقاق کا بیان ہے۔ وقال ابن کثیر اس مین اللہ تعالے فرماتا ہے کہ وہ لوگ لائق عذاب ہین ولیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وہان
موجود ہونے اور انکے استغفار سے تعذیب دور رہی پھر جب آپ نے ہجرت فرمائی تو بدر مین انکے بڑے بڑے رئیس قتل وقید ہوے اور قتادہ وسدی
وغیرہ علما تابعین نے فرمایا کہ وے لوگ استغفار نہین کرتے تھے ورنہ عذاب نہ پاتے اسکو ابن جریر نے اختیار کیا پس اگر مستضعفین مومنین اُن کے
درمیان استغفار نہ کرتے ہوتے تو اُنپر عذاب طاری ہوتا جیسا کہ واقعۂ حدیبیہ مین آنحضرت صلعم کو عمرہ ادا کرنے سے روکنے کے بیان مین نازل فرمایا۔ ولولا
رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموہم ان تطؤہم فتصیبکم منہم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منہم عذابا الیما۔

مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر وہ اشکال وارد ہے جو سابق مین مذکور ہوا کہ سورہ انفال مدنیہ ہے پس نزول آیت کے وقت آنحضرت صلعم وہان
نہ تھے پس اگر یہ آیات اس سورہ مین سے مستثنیٰ یعنے مکیہ قرار دیے جاوین تو دفع اشکال ہو سکتا ہے وشیخ ابن جریر رح نے اپنی اسناد سے ابن ابزی
سے روایت کی کہ جب نبی صلعم مکہ مین تھے تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم پھر جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو
نازل فرمایا وما کان اللہ معذبہم وہم یستغفرون - اور کہا کہ انمین کچھ مومنین مستضعفین باقی رہگئے تھے جو استغفار کیا کرتے تھے پھر جب وہ بھی نکل آئے
تو نازل فرمایا وما لہم الا یعذبہم اللہ الخ - اور کہا کہ پھر اللہ تعالے نے فتح مکہ کا حکم دیا اور یہی وہ عذاب تھا جسکا وعدہ فرمایا تھا - قال ابن کثیر رح
اور اسی کے مانند ابن عباس وابو مالک وضحاک وغیرہم سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ تعالے وما کان اللہ
معذبہم وہم یستغفرون سے مشرکون کو مستثنیٰ کر کے فرمایا - وما لہم الا یعذبہم اللہ وہم یصدون عن المسجد الحرام - ان اقوال مین سے اولے قول ابن ابزی
ہے اور جسکی طرف مترجم نے اشارہ کیا وہ احسن ہے واللہ اعلم پھر واضح ہو کہ بعض نے روکنے سے سال حدیبیہ مین آنحضرت صلعم وصحابہ کو عمرہ سے روکنے
کے ساتھ تفسیر کی اور اس تقدیر پر تعذیب سے بدر مین عذاب دیے جانے کی تفسیر لائق نہین ہے کیونکہ واقعہ بدر تو ہجرت کے دوسرے سال ہوا اور
حدیبیہ مین روکنا چھٹے سال پیش آیا ہے - فافہم - بلکہ معنے یہ ہین کہ کفار اپنے آپ کو متولی مسجد الحرام زعم کرتے اور مومنون کو جو واقعی مستحق ہین اس سے روکتے ہین
لہذا فرمایا - وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ط اور حال یہ کہ یہ کافر لوگ مسجد الحرام کے اولیا نہین ہین جیسا کہ اپنے زعم باطل مین کہتے ہین کہ ہمین لوگ متولیان خانہ کعبہ
ہین کیونکہ پاک مسجد کے تولی کافر ومشرک نجس کو لائق نہین - اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ مسجد الحرام یعنے خانہ کعبہ کا کوئی متولی نہین سواے ان
بندون کے جو متقی ہین یعنے شرک وکفر سے تقوی وبچاؤ رکھتے ہین - وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ولیکن بہتیرے انمین سے یہ جانتے نہین کہ انکو
خانہ کعبہ کی کچھ ولایت نہین ہے بعض نے کہا کہ اکثر کی قید سے نکلتا ہے کہ اقل یعنے تھوڑے انمین سے یہ بات جانتے بھی تھے ولیکن عناد سے نہین مانتے تھے
یا اکثر سے کل مراد ہین حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم سے پوچھا گیا کہ آپ کے اولیا کون لوگ ہین فرمایا کہ ہر متقی اور
یہی آیت پڑھی ان اولیاءہ الا المتقون رواہ ابن مردویہ - اور رفاعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہے کہ حضرت صلعم نے قریش کو فرمایا کہ میرے
اولیا تم مین سے متقی لوگ ہین رواہ الحاکم وصححہ - محمد بن اسحاق وسدی وغیرہ نے آیت مین کہا کہ متقون سے آنحضرت صلعم وصحابہ رضی اللہ عنہم مراد
ہین وقال مجاہد رح جہاد کرنے والے مراد ہین چاہے کہین ہون پھر اللہ تعالے نے کافرون کی ان حرکات کو ذکر کیا جو جہالت سے مسجد الحرام کے پاس آ کے
اور اعتقاد رکھتے تھے بقولہ - وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ط صحیح بخاری مین مجاہد سے روایت ہے کہ منہ مین
انگلیان ڈالنا اور تصدیہ صفیر یعنے باریک آواز اور یہ روایت غریب ہے اور قوی روایت مجاہد رح سے مانند قول حضرت عبد اللہ بن عمر و
ابن عباس اور عکرمہ وسعید بن جبیر وابو رجاء ومحمد بن کعب وحجر بن عنبس وسبط بن شریط وقتادہ وعبد الرحمن بن زید کے یہ ہے کہ مکاء بمعنے صفیر (سیٹی ۱۲)
اور مجاہد رح نے کہا کہ وہ لوگ اپنے منہ مین انگلیان داخل کرتے تھے اور سدی نے کہا کہ حجاز مین ایک سفید پرند کو مکاء کہتے ہین اس کی آواز کی
مانند آواز نکالتے تھے وتصدیہ بمعنے تصفیق یعنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز نکالنا اور یہ صد سے بروزن تفعلہ مصدر باب تفعیل ہے - ابن ابی حاتم نے
ابن عباس سے روایت کی کہ قریش کے لوگ زمانہ جاہلیت مین ننگے طواف کرتے اور تصفیر وتصفیق بجاتے تھے اور ایسا ہی ان ائمہ علما سے مروی
ہوا جنکا ذکر مکاء کے معنے مین اوپر گذرا - اور ابن ابی حاتم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت کی کہ زمین پر اپنے گال رکھکر سیٹیان و تالیان
بجاتے تھے اور مجاہد رح نے کہا کہ یہ حرکت اسواسطے کرتے تھے کہ آنحضرت صلعم اپنی نماز مین بھول جاوین اور زہری رح نے کہا کہ مومنین سے ٹھٹھا کرتے تھے
اور ایک روایت مین سعید بن جبیر وابن زید سے ہے کہ تصدیہ سے مراد راہ الٰہی سے لوگون کو روکنا - مترجم کہتا ہے کہ اس تقدیر پر ماخوذ از صدد

بتشدید دال ہوگا اور مفسر رح نے قول اول اختیار کیا پس معنے یہ ہین کہ نہ تھی نماز اُنکے نزدیک بیت کی یعنے نزدیک خانہ کعبہ کے مگر مکا رو تصدیہ یعنے
اس حرکت مکا رو تصدیہ کو ان لوگون نے بجاے اُس نماز کے قرار دیا تھا جسکا حکم دیے گئے تھے۔ استثنار مکا رو تصدیہ کا باوجود دیکہ یہ دونون
جنس صلوۃ سے نہین ہین مشرکون پر ملامت کی غرض سے ہے۔ اور بعض نے کہا کہ آیت کے یہ معنے ہین کہ مشرک لوگ مسجد الحرام کے پاس جو نماز و عبادت
کی جگہ ہے مکا رو تصدیہ کرتے تھے اس غرض سے کہ اہل ایمان کو نماز و عبادت سے بھٹکا دین اور یہ فعل زیادہ شنیع تھا کیونکہ اپنے آپ حکم الٰہی کی
فرمانبرداری ترک کرکے اُن بندون کو بھی روکا جو عبادت مین مشغول ہوتے تھے لہذا اللہ تعالے نے غضب کے ساتھ آگے مخاطب کرکے فرمایا۔
فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ٥ یہ التفات از غیبت بسوے خطاب ہے یعنے اب چکھو عذاب بسبب اسکے کہ تم کفر کرتے تھے یعنے
انکار توحید کے باوجود اہل توحید سے دشمنی کرتے اور اُنکو ایذا دیتے تھے۔ ضحاک و ابن جریج و محمد بن اسحاق نے کہا کہ یہ عذاب وہ ہے جو واقعہ بدر
مین اُنکو پہونچا اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ دنیا و آخرت دونون کے عذاب کو شامل ہے کیونکہ بدر مین کافر کا قتل ہونا
سخت عذاب آخرت مین پڑتا ہے ف فی العرائس قولہ تعالے وما کان اللہ لیعذبہم الآیۃ۔ آنحضرت صلعم اپنی حالت حیات و ممات مین جمہور کے
واسطے رحمت کاملہ تھے چنانچہ مخالفت کرنے والون کے سر سے آپکے وہان موجود ہونے کی صورت مین ایسا عذاب جو اُنکو بالکل میٹ دیوے دور فرمایا
کیونکہ جس آنکھ نے آپکو دیکھکر نور پایا وہ جڑ سے ناپید کرنے کے لائق نہین رہی اگرچہ آپکے مراتب و شرف منازل دیکھنے سے وہ محروم رہی ہو کیونکہ
آپکا سایہ بھی رحمت الٰہی کی گود مین تھا اور جسکو غفلت سے ہوشیار کرنے کے واسطے اُسکے نفس پر کوئی کوڑا لگا وہ عذاب الٰہی سے چھوٹنے کی
علامت ہے۔ اس مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالے ایسی قوم کو مردود اور دور کرنے کا عذاب نہ دیگا جن سے تو قریب ہووے کیونکہ جسنے تجھکو دیکھا
حق کو دیکھا وہ حق سے محجوب نہ رہا۔ شیخ ابو بکر الوراق نے کہا کہ اللہ ایسی قوم مین بدعتین نہ پھیلائیگا جن مین تو موجود ہووے اور نہ اُنکو گناہون مین
ماخوذ کریگا درحالیکہ وے استغفار کرتے ہون۔ بعض اکابر نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم امان اعظم ہین جب تک آپ زندہ رہے تو جس قوم کے روبرو تھے اُنکو
مبارکباد ہے اور پوری مبارکباد کون دیسکتا ہے اور جب تک آپکی سنت باقی ہے تب تک آپ باقی ہین پھر جب کسی قوم نے آپکی سنت مٹائی وے
لوگ بلاو فتنہ کے منتظر رہین۔ استاد رح نے کہا کہ آنحضرت صلعم جن پشتون مین منتقل ہوے وہ معذب نہوے اور آج کہ سامنے موجود ہین یہ قوم معذب نہوگی
اور یہ اجلال قدر و اکرام محل نبوی ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور جب آپ اُنکے درمیان سے نکلے تو بھی عذاب نہ پاوینگے کیونکہ آپکے خادم اُنہین استغفار
کرتے رہینگے۔ بعض نے کہا پڑوس کے واسطے حقوق ہین اور بزرگون کا پڑوسی اُنکے سایہ انعام مین ہوتا ہے پس کافرون نے اگرچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے قرب سے تمتع نہ لیا تاہم آپکے پڑوس کی برکت سے عذاب اُنسے دور رہا۔ شعر فاحبہا واحب منزلہا الذی ٭ حلت بہ واحب اہل المنزل ٭ یعنے مجھے
وہ محبوب ہے اور وہ گھر بھی محبوب ہے جہان وہ اُترا اور اُس گھر والے بھی محبوب ہین۔ پھر اللہ تعالے نے ذکر فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو کوئی
عداوت کرے اُسکو دنیا مین بالکل نیست و نابود کرنے کا عذاب اگرچہ نہو لیکن آخرت مین ایسا ہی عذاب ہوگا بقولہ تعالے وما لہم الا یعذبہم اللہ کیونکہ
انھون نے احترام نبوت مین قصور کیا۔ واضح ہو کہ جو شخص سچا مومن ہے اسکے واسطے عذاب آخرت سے چھٹکارے کی بشارت ہے کیونکہ آنحضرت صلعم
قیامت مین انھین کے درمیان ہونگے اور اللہ تعالے نے یہ حکم دیدیا کہ آنحضرت صلعم جنکے بیچ مین ہون وہ عذاب نہ پاوینگے پس آخرت مین اہل ایمان کو
حفظ و امان ہے۔ پس قسم پوری ہونے کے واسطے اور دوزخ کی آگ بجھانے کے واسطے تو مومنین دوزخ مین جائینگے عذاب کے لیے نہ جائینگے
کیونکہ سچائی ایمان کے ساتھ اُن پر مومن کا لفظ تحقیقی ہے اور آنحضرت صلعم نے دوزخ کا قول مومن کے ساتھ بیان فرمایا کہ جز یا مومن فان نورک
اطفأ ناری۔ یعنے دوزخ کہیگی کہ اے مومن تم جلدی سے گذر جاؤ کہ تمھارا نور تو میری آگ بجھائے دیتا ہے بالجملہ مومن و کافر دو دوزخ مین گھسینگے

پس کافر تو وہین عذاب چکھتے رہینگے اور مومنین صراط پرسے بجلی کوندنے والی کی طرح گذر کر جنت رضوان مین داخل ہونگے پس اگر آپکی امت مین سے بعض مجرمون کو آگ پہونچی بھی تو خلود کی راہ سے نہوگی بلکہ خلوص کی جہت سے ہوگی پھر اللہ تعالے نے کافرونکو عذاب بھیجنے کا سبب بیان فرمایا بقولہ وہم یصدون عن المسجد الحرام الآیہ۔ کافر ایسے کام کرتے تھے جو انکو روا نہ تھے پس اللہ تعالے سے جاہل ہوکر گمان سے انکو اہل الحرم ونے کی لیاقت حاصل ہوئی جسپر وہ کہا کرتے تھے کہ متولی بیت اللہ ہمین ہین جسکو چاہین آنے دین جسکو چاہین نہ آنے دین حالانکہ نہین جانتے تھے کہ مومنین کو ہم نہین روک سکتے ہین کیونکہ انھون نے غیر حق کی طرف نظر کرنے سے اپنی آنکھین مقدس کی ہین پس وہی اس خانہ کعبہ کی طرف نظر کرنیکے سزاوار ہین جو بحکم قولہ تعالے فیہ آیات بینات مقام ابراہیم الخ کے آئینہ تجلی صفات الٰہی ہے۔ فافہم اور یہ بحث و اشارات لطائف تحت قولہ فیہ آیات بینات۔ اور قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام۔ وغیرہ گذر چکے ہین

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ

جو لوگ کافر ہین خرچ کرتے ہین اپنے مال کہ روکین اللہ کی راہ سے سو ابھی اور خرچ کرینگے پھر آخر ہوگا

عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ؕ۬ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۙ لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ

ان پر پچتاوا اور آخر مغلوب ہونگے اور جو کافر رہین گے دوزخ کو ہانکے جاوینگے تاجدا کرے اللہ ناپاک کو پاک سے

وَ یَجْعَلَ الْخَبِیْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَیَرْكُمَهٗ جَمِیْعًا فَیَجْعَلَهٗ فِیْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۠

اور رکھے ناپاک کو ایک پر ایک پھر اسکو ڈھیر کرے سارا پھر ڈالے اسکو دوزخ مین وہی لوگ ہین نقصان پانے والے

اللہ تعالے نے کافرون کے حرکات کفریہ بواسطہ دل وجان کے بیان کے بعد انکی مالیہ امداد کا حال بیان فرمایا بقولہ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ۔ جو لوگ کافر بنے ہین وے اپنے مالون کو خرچ کرتے ہین۔ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ تاکہ راہ الٰہی سے روکین۔ محمد بن اسحاق نے امام زہری ومحمد بن یحییٰ بن حبان وعاصم بن عمر بن قتادہ وحصین بن عبدالرحمن پر وے سعد بن معاذؓ سے روایت کی ہے کہ قریش والے جب بدر کے روز مصیبت سے قتل وقید ہوئے اور بچے ہوئے وقید سے چھوٹے ہوئے مکہ مین پہونچے اور ابوسفیان بھی بھاگ کر قافلہ لیکر مکہ پہونچا تو عبداللہ بن ابی ربیعہ وعکرمہ بن ابی جہل وصفوان بن امیہ وغیرہ نے تمام قریش مین گشت کیا اور ابوسفیان کو سرغنہ کرکے یہ رائے قرار دی کہ قافلہ تجارت کے اموال سے لشکر جمع کرکے محمد صلعم سے اپنے مقتولون کا بدلا لیوین پس سبھون نے اس مال کو اس کام مین خرچ کرنے پر اتفاق کیا۔ اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے کہ انھین لوگون کے حق مین قولہ ان الذین کفروا ینفقون اموالہم الآیۃ نازل ہوئی ہے اور ایسا ہی سعید بن جبیر ومجاہد وحکم بن عتیبہ وقتادہ وسدی وابن ابزیٰ سے مروی ہوا کہ ابوسفیان کے جنگ احد مین مال خرچ کرنے کے بارہ مین یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ وفی البیضاوی والمعالم وغیرہ۔ ابوسفیان نے جنگ احد کے واسطے علاوہ جماعات قریش کے دوہزار عرب جمع کیے تھے اور چالیس اوقیہ سونا جسکا ہر اوقیہ چالیس مثقال ہوتا تھا خرچ کیا۔ ضحاک نے کہا کہ آیت ان کافرونکے حق مین ہے جو بدر کے روز لڑنے آئے تھے۔ انمین سے بارہ آدمی سب کو کھانا دیتے تھے اور وہ ابوجہل وعتبہ وشیبہ ونبیہ ومنبہ دونون پسر حجاج کے اور ابوالبختری بن ہشام ونضر بن الحارث بن کلدہ وحکیم بن حزام وابی بن خلف وربیعہ بن الاسود وحارث بن عامر بن نوفل وعباس بن عبدالمطلب تھے۔ قال الحافظؒ سبب نزول آیت کا اگرچہ خاص ہو لیکن آیت عام ہے یعنے اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے

کہ جن لوگون نے کفر اختیار کیا ہو اے بالفعل کافر ہین چاہے پھر مومن ہو جاوین وہ لوگ سبیل الٰہی سے منع کرنے و روکنے مین اموال خرچ کرتے ہین سبیل اللہ سے مراد دین الٰہی و رسول اللہ صلعم کی پیروی ہو پس وہ لوگ جان و مال سے یہ کوشش کرتے تھے کہ کلمۂ توحید بلند نہو اور رسول اللہ صلعم سے لڑنے و جان و مال صرف کرتے تھے۔ پس اللہ تعالےٰ نے معجزہ کے طور پر آنحضرت صلعم کی زبان سے بوحی جلی یہ غیب کی خبر فرمائی کہ۔ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ یعنی پس عنقریب ان اموال کو خرچ کرینگے پھر یہ اموال انپر حسرت و ندامت ہونگے پھر خود مغلوب و پست ہو جاوینگے۔ بالجملہ یہ خبر غیب ہو کہ کافر ابھی باز نہ آوینگے خرچ کرینگے اور پھر حسرت اٹھاوینگے اور مغلوب ہو جاوینگے۔ وقد قال تعالےٰ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اللہ تعالےٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا یعنے کلمۂ توحید جہانتک مشیت الٰہی مین ہو پورا پھیلا دینے والا ہو اگرچہ کافر برا مانا کرین پس قولہ فسینفقونہا یعنی عنقریب کافرون کی طرف سے مالون کا پورا خرچ کرنا جی بھر کے جہانتک کر سکتے ہین واقع ہوگا قال البیضاوی اول مین جو فرمایا کہ ینفقون اموالہم۔ تو وہ شاید فی الحال انکے خرچ کرنے کا بیان ہو یعنی بدر کے روز انھون نے خرچ کیا۔ اور قولہ سینفقونہا مین زمانہ آیندہ یعنے احد وغیرہ مین خرچ کرنے کا بیان ہو قال المترجم یہ تاویل عمدہ ہو اور اس تاویل پر اقوال مفسرین مین اتفاق ہو جاتا ہو کیونکہ جنھون نے اہل بدر کے انفاق مین آیت کا نزول بیان کیا وہ بنظر قولہ ینفقون اموالہم ہے اور جنھون نے حصہ داران قافلۂ ابو سفیان و اسکے ساتھیون کے حق مین بیان کیا وہ بنظر قولہ فسینفقونہا ہو فافہم۔ ثم قال البیضاوی۔ اور احتمال یہ بھی ہو کہ دونون انفاق سے مراد واحد ہو اور اول کا مساق انکے انفاق کی غرض بیان کرنا یعنی راہ الٰہی سے روکنے مین خرچ کیا کرتے ہین اور دوم کا مساق یہ کہ انجام کار جب خرچ کر لینگے تو حسرت و ندامت اٹھاوینگے کیونکہ مقصود حاصل نہوگا۔ اور ثم تکون حسرۃ کی ضمیر راجع باموال ہو اور اسمین مبالغہ ہو کہ خود یہ اموال حسرت ہو جاوینگے حالانکہ مراد یہ ہی کہ ان اموال کا خرچ کرنا انجام کار مین انپر حسرت ہوگا کہ ناحق ہم نے مال برباد کیا اور کچھ فائدہ نہوا کیونکہ بحکم قولہ ثم یغلبون آخرکار مغلوب ہو جاوینگے اگرچہ درمیان مین بمقتضاے حکمت بالغہ الٰہی کے الحرب سجال۔ لڑائی ڈول کے مانند چلا کریگی اور کبھی مومنون کی فتح اور کبھی کافرون کا غلبہ ہو جائیگا لیکن آخر بحکم قولہ تعالےٰ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی یعنے اللہ تعالےٰ نے مقدر کر دیا ہو کہ آخرکار رسول ہی غالب ہونگے پس کافر مغلوب و مطیع ہو جاوینگے۔ اور یہی طریقہ انبیاء علیہم السلام و انکی قوم کے درمیان سنت الٰہی ہے چنانچہ حدیث صحیح بخاری جو آنحضرت صلعم کے ہرقل بادشاہ روم کو خط لکھنے کے بارہ مین ہو اسمین موجود ہو کہ ہرقل نے ابو سفیان سے پوچھا کہ تمھارے انکے درمیان لڑائی کا کیا حال رہتا ہو تو ابو سفیان نے کہا کہ کبھی وہ غالب رہتے ہین اور کبھی ہم غالب رہتے ہین تو ہرقل بولا کہ انبیاء علیہم السلام کا یہی طریقہ رہتا ہو یہانتک کہ آخرکار وہی غالب ہو جاتے ہین۔ اور قولہ ثم اس حرف مین دو قول ہین کہ درنگی زمانہ کی راہ سے بھی ہو سکتی ہو یعنے ان لوگون کی فی الحقیقت کوئی ترتیب نہین ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے وعید و تہدید کے ساتھ سمجھا دیا کہ انجام کار تم مغلوب ہو جاؤگے تو اس انفاق سے ندامت ایک امر آسان ہی سہی ولیکن جو لوگ تم مین سے اس درمیان مین مرے یا لڑائی مین مارے گئے وہ حسرت کے ساتھ خواری و عذاب مین پڑے اور جو باقی رہے اور مغلوب ہو کر ایمان سے منھ موڑے رہے وہ بھی اسی حال پر مرتے ہین عذاب پاوینگے اور جیسے یہ خبر غیب سچ ہوئی جو فی الحال تمھارے خیال مین نہین سماتی بسبب اسکے کہ اہل کفر کی تعداد بہت سامان بہت و لشکر و لڑنے والے و بہادر بہت ہین و مومنین فقیر کم و تھوڑے و شکستہ حال ہین یہ لوگ بھلا کیا غالب ہونگے لیکن اللہ تعالےٰ نے جو فرمایا وہی ہوگا اسیطرح جو کفر پر مرا وہ بھی عذاب مین ضرور پڑیگا بقولہ تعالےٰ وَالَّذِينَ كَفَرُوا اور جو لوگ کافر ہوے یعنی اپنے کفر پر اڑے رہے کیونکہ انہین سے بعضے مسلمان ہو گئے یا وہ لوگ جو کافر ہوے خواہ اسطرح کہ پہلے ہی سے کافر تھے اسی پر جمے رہے اور خواہ مغلوب ہو کر ظاہر

اسلام لائے اور دلمین کافر ہے اور خواہ اسلام لاکر پھر مرتد ہو گئے اور پھر گئے اور اسی حال پر مرگئے تو اِلٰی جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ایسے لوگ جہنم کی طرف محشور کیے جاوینگے یعنی ہانکے جاوینگے لِیَمِیْزَ اللّٰهُ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ - جمہور کی قراءۃ لیمیز بدون تشدید از مازیمیز میزا ہے اور حمزہ وکسائی ویعقوب کی قراءۃ بتشدید از تمییز ہے اور یہ تمیز کی نسبت مبالغہ مین زیادہ ہے و معنے یہ کہ تاکہ اللہ تعالے متمیز کرے خبیث کو طیب سے یعنی خبیث کو جدا کرکے ایک طرف کرے اور طیب کو ایک طرف ممتاز کرے اور خبیث وطیب کی تفسیر مین اقوال ہین - سدی رح نے کہا کہ کافر کو مومن سے الگ کرے اور علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اہل شقاوت کو اہل سعادت سے جدا کر دے - بعض نے کہا یعنی فساد کو صلاح سے جدا کرے - وقال البیضاوی اس تقدیر پر لیمیز کا لام متعلق بلفظ یحشرون ہے یعنے کافرون کو جہنم کی طرف اسواسطے محشور کیا جائیگا کہ کافر کو یا شقی کو یا فساد کو مومن سے یا سعید سے یا صلاح سے جدا کرے - ثم قال اور شاید خبیث سے وہ مال مراد ہو جو کافرون نے رسول اللہ صلعم کی عداوت مین خرچ کیا اور طیب سے وہ مال جو مومنون نے آپ پر نثار ہونے مین آپ کی نصرت مین خرچ کیا اور لام مذکورہ اس صورت مین قولہ ثم تکون علیہم حسرۃ سے متعلق ہے اور اسی کو مفسر جلال رح نے اختیار کیا لیکن بظاہر قول اول ارجح ہے واللہ اعلم - وقال الحافظ رح قولہ لیمیز اللہ اس تمیز مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ آخرت مین اسطرح تمیز فرمائی جاویگی کمافی قولہ فزیلنا بینہم الآیۃ اور کقولہ یوم تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون - اور دوسری آیت مین - یومئذ یصدعون ہے وکما قال تعالے وامتازوا الیوم ایہا المجرمون - وقال المترجم وعلی ہذا تعلق لام کا یحشرون سے متعین ہوگا - اور احتمال دوم یہ کہ دنیا مین یہ تمیز ہو باعتبار اعمال کے اور لام اس صورت مین کافرونکو انفاق اموال کی قدرت دینے کا بیان ہے یعنی کافرونکو اللہ تعالے نے راہ الٰہی سے روکنے مین مال خرچ کرنے کی قدرت اسلیے دیدی کہ خبیث کو طیب سے متمیز فرما دے کہ کون دشمنان حق سے جہاد کرنے مین اطاعت کرتا ہے اور کون حق سے لڑنے مین جان ومال سے آمادہ ہے اور اللہ تعالے کو علم قدیم سے سب معلوم ہے لیکن یہان متمیز وظاہر کر دینے کو ایسا کیا - کمافی قولہ تعالے وما اصابکم یوم التقی الجمعان فباذن اللہ ولیعلم المومنین ولیعلم الذین نافقوا - اور مانند قولہ ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیب - بالجملہ اس صورت مین آیت کے معنی یہ ہوے کہ ہم نے تمکو کافرون کے ساتھ جہاد کرنے مین اسواسطے مبتلا کیا اور کافرون کو اموال خرچ کرنے پر قابو دیدیا کہ خبیث وطیب مین تمیز ہو جاوے - وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ اور تاکہ کرے خبیث کو بعض کو بعض پر یعنے فریق کفار کو بعض کے اوپر بعض کو کرے فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا پس ملاوے ان سب کو کہ کثرت ازدحام سے گویا ابر متراکم ہو جاوین اور جتھے جتھے سب جمع ہوکر ایک پورا جتھا ہو جاوین یا یہ معنی ہین کہ کافر نے جو کچھ خرچ کیا اسکو کافر سے اسواسطے ملاوے اور دونون کو جمع کرے تاکہ عذاب مین زیادتی ہو فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ پس اس کل مجموعہ کو جہنم مین ڈالدے - اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یعنی اس کل جتھے والے سب لوگ جو فریق خبیث والے ہین وہی خاسرین ہین یعنے خسارہ اٹھانیوالون مین پورے ہین کیونکہ انھون نے اپنے جان ومال دونون سے خسارہ اٹھایا اور دائمی عذاب مول لیا ف وفی العرائس قولہ تعالے لیمیز اللہ الخبیث من الطیب - اللہ تعالے نے قیامت مین حشر خلائق سے بازار محبین وعاشقین وعارفین کے گرم وبارونق کرنے کا ارادہ فرمایا کہ اسدن ان بندونکے لیے کشف جلال وجمال ہو اور جھوٹے مدعی بندون سے انکو متمیز کیا جاوے پس ازل مین ہر مخلوق انسانی نے اقرار ربوبیت واظہار عبودیت کیا تھا لیکن کافر تو بالکل جھوٹے نکلے اور اسلام والے بھی بہتیرے مدعی ہوکر دلی کے جیسمین شیطان ودنیا کماتے ہین پس میدان قیامت مین ان گمراہ کافرون سے سچے اللہ تعالے والے بندے متمیز کیے جاوین کیونکہ گمراہون کے

نے دکھانے سُنانے وجاہ و منزلت حاصل کرنے کو دنیا اور اہل دنیا کی طرف مُنھ رکھا ہو بعض نے کہا کہ قولہ لیمیز اللہ یعنی اسرار دنیا ت
اہل اللہ تعالیٰ کو ہوا جس نفس و شیطان سے جو از راہ امتحان آتے ہین پاک کرے۔ بعض نے کہا کہ الخبیث من الطیب یعنی ریاکار کو
مخلص صادق سے اور کافر کو مومن سے اور عاصی کو مطیع سے الگ کردے ثم قال تعٰر

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ
تو کہہ دے کافرون کو اگر باز آوین تو معاف ہو اُنکو جو ہو چکا اور اگر پھر وہی کرینگے تو

مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۝
ہو چکی ہے روش اگلون کی

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا۔ تو کہدے اے محمد صلعم ان لوگون سے جو کافر ہین مانند ابو سفیان و اُسکے ساتھیون کے کیونکہ یہ لوگ اسوقت تک کافر تھے اگرچہ ابو سفیان وغیرہ بعض اُن مین سے پیچھے مسلمان ہو گئے۔ لام لفظ للذین پر لام تبلیغ ہے یعنے قول کا اثر ان لوگون تک پہونچانے کے لیے ہو و قدم فیما سبق بالجملہ کافرون کو یہ بات پہونچادے کہ۔ اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ای ان ینتہوا عن معاداۃ الرسول بالدخول فی الاسلام یغفر لہم ما قد سلف من ذنوبہم۔ یعنی اگر وے لوگ باز آوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کرنے و لڑنے سے باین طور کہ اسلام مین داخل ہو جاوین تو انکے اگلے گناہ بخشدیے جاوینگے۔ واضح ہو کہ ان ینتہوا کو مطلق چھوڑ گیا اور یہ نہین فرمایا کہ کس چیز سے باز آوین اور احسن تقدیر وہ ہے جو بیضاوی رح سے اوپر مذکور ہوئی یعنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت و لڑائی سے باز آوین اور وہ بھی اسطرح کہ اسلام مین داخل ہو کر باز آوین ابن عطیہ رح نے کہا کہ اس خصوصیت کے ساتھ باز آنا جواب شرط سے معلوم ہوا کیونکہ اگلے گناہ معاف ہونا بدون اسلام کے نہین ہو سکتا۔ وفی البیضاوی بعض قراءۃ مین تنتہوا بتاء خطاب اور یغفر بصیغہ معروف و فاعل اللہ تعالےٰ اور بجاے لہم کے لکم بضمیر خطاب ہو۔ ای ان تنتہوا یغفر لکم ما قد سلف۔ اگر اے کافرو تم باز آؤ تو اللہ تعالےٰ تمھارے اگلے گناہ بخشے گا۔ قال ابن عطیہ رح اور اس قراءۃ پر اداے رسالت ان الفاظ پر مقصور ہوگی یعنے کافرون کو یہی الفاظ پہونچاوین۔ بخلاف قراءۃ اولی کے کہ وہان معنی کے پہونچانے پر ہے خواہ کسی الفاظ سے ہو۔ اس آیت مین دلیل ہو کہ اسلام سے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہین۔ عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ اللہ تعٰ نے جب میرے دل مین اسلام ڈالا تو مین مکہ سے روانہ ہو کر مدینہ مین آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ہاتھ بڑھاوین کہ مین آپ سے بیعت کرون پس آپ نے دایان ہاتھ بڑھایا پس مین نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تو فرمایا کہ تجھے کیا ہوا مین نے عرض کیا کہ مین کچھ شرطین کرنا چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ شرطین کیا کریگا مین نے عرض کیا کہ یہ ہو کہ آپ مجھے معاف فرماوین یا میرے واسطے استغفار کرین۔ تو فرمایا کہ اے تجھے یہ نہین معلوم ہوا کہ اسلام تو اگلے گناہونکو ڈھا دیتا ہو اور ہجرت بھی اپنے سے پہلے گناہون کو ڈھاتی ہو اور حج بھی اس سے اگلے گناہون کو ڈھاتا ہو۔ رواہ احمد و مسلم اور صحیح کی حدیث ابن مسعود رض مین بھی اسلام و توبہ کے حق مین ایسا ہی مذکور ہو۔ شیخ یحیی بن معاذ رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ توحید وہ چیز ہے کہ اپنے سے اگلے گناہون حتی کہ کفر کو ہدم کر دیتی ہو پھر بھلا اپنے بعد کے گناہون کو ڈھانے سے کیونکر عاجز ہوگی۔ کذا فی السراج۔ اور صحاح سے یہ بھی ثابت ہو کہ حالت اسلام سے پہلے جو نیکیان کی ہین یعنی ایسے کام کیے ہین جو اسلام کی حالت مین کرے تو اجر ثواب پاوے تو بعد اسلام لانے کے انپر بھی ثواب پاویگا بالجملہ آیت سے ثابت ہوا کہ اسلام لانے سے اگلے گناہ مغفور ہو جاتے ہین وقال الزمخشری رح اس سے امام ابو حنیفہ رح نے یہ استدلال کیا کہ

ل [illegible]

جو کوئی اسلام لاکر پھر نعوذ باللہ مرتد ہوگیا اور ہنوز مقتول نہوا تھا کہ وہ پھر اسلام لے آیا تو مرتد رہنے کے دنون مین جو عبادات اس سے چھوٹ گئے ہین اُنکی قضا لازم نہین ہے بلکہ معفور ہین۔ خفاجی رح نے احکام القرآن سے امام مالک کا بھی یہی قول نقل کیا ہے مگر شافعی رح نے ان دونون سے خلاف کیا ہے اور واضح ہو کہ قہستانی نے ذکر کیا کہ اسلام لانے کے بعد نماز روزہ زکوۃ و نذر و کفارہ کو قضا کرے اور شمس الائمہ نے کہا کہ قضا اس وجہ کہ ان چیزونکا چھوڑنا معصیت ہے اور مرتد ہونے سے معصیت ساقط نہین ہوتی۔ کما فی قاضیخان اور تمرتاشی مین ہے کہ عامہ علماء کے نزدیک جو گناہ اُسنے حالت ردت مین اور اس سے پہلے کیے ہین وہ ساقط ہوجاتے ہین اور بہت سے محققین کے نزدیک ساقط نہین ہوتے ہین اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اگر اسپر دو مہینہ کے پے درپے روزے واجب ہوئے ہون پھر وہ مرتد ہوگیا پھر اُسنے توبہ کی و اسلام لایا تو اسکے ذمہ سے قضاء ساقط ہوگئی کما فی التتمہ اور تفتازانی رح نے حاشیہ کشاف مین کہا کہ امام ابو حنیفہ نے جو اس آیت سے احتجاج کیا کہ جو کوئی زمانہ دراز تک گناہون کا مرتکب ہوا پھر مرتد ہوگیا پھر وہ اسلام لایا تو اسپر کوئی گناہ باقی نہین رہا یہ احتجاج بہت ضعیف ہے کیونکہ قولہ للذین کفروا سے وہ کافر مراد ہین جو ابتداء سے کفر پر تھے یعنی اصلی کافر اور قولہ ما قد سلف سے وہ افعال جو حالت کفر اصلی مین اُنسے سرزد ہوئے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ کفر اصلی سے تخصیص کرنا خلاف ظاہر ہے اور خلاف اصل ہے اور مابعد مین لفظ کو بلا ضرورت مجاز پر محمول کرنا پڑیگا اور ظاہر یہ ہے کہ للذین کفروا اصلی کفر والون و ارتداد سے کفر والون سب کو شامل ہے جیسا کہ دلالت کرتا ہے اسپر بقیہ پیغام یعنی قولہ وَاِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِينَ اے و ان یعودوا لیعذبوا یا لیہلک۔ اگر عود کرینگے تو ہلاکت کا عذاب دیے جاوینگے۔ فقد مضت سنتنا فی الاولین بالاہلاک کیونکہ اگلی متون مین ہمارا طریقہ یہ جاری ہوچکا ہے کہ ہمنے انکو عذاب سے ہلاک کیا پس ایسا ہی ہم انکے ساتھ کرینگے۔ ظاہر ہوا کہ قولہ فقد مضت الخ تعلیل جزاء محذوف ہے جس سے بہ نسبت جزاء ظاہر کرنے کے خوف دلانا زیادہ ہے۔ واضح ہو کہ اگر کفر اصلی پر اقتصار ہو تو یہان عود بمعنی استمرار لینا پڑیگا یعنے اگر اصلی کافر لوگ اسلام نہ لائے و باز نہ آئے بلکہ اپنے کفر پر مستمر رہے تو ہلاک ہونگے اور درصورت شمول کفر اصلی و کفر ارتداد کے عود کے ایسے معنی کی جو دونون کو شامل ہون ضرورت ہے۔ وفی الجمل لفظ عود مین اشعار ہے کہ ایسی حالت کیطرف بازگشت ہو جس سے سابق مین تلبس تھا پس معنی یہ ہین کہ اگر اسلام مین داخل ہونے کے بعد اُنھون نے کفر و محاربۃ النبی صلعم کیطرف عود کیا تو ہلاک ہونگے قال المترجم کچھ کھلتا نہین کہ صاحب الجمل کی کیا مراد ہے کیونکہ اگر یہ مراد ہے کہ کلام اہل ارتداد مین خاص ہے تو ظاہر ہے کہ ابتداء کلام نہین بنتا کیونکہ قولہ قل للذین کفروا۔ اس صورت مین مرتدون سے مخصوص ہوگا پس معنے یہ ہونگے کہ مرتدون سے کہو کہ ارتداد سے باز آوین انکے گذشتہ گناہ بخشے جاوینگے اور اگر عود کرکے دوبارہ مرتد ہوئے تو ہلاک ہونگے۔ فعلی ہذا ارتداد دوم پر قتل کرنا واجب ہوگا و ہو خلاف المذہب کیونکہ دوبارہ و سہ بارہ بھی توبہ قبول ہے و البحث فی موضعہ اور اگر اول مین کفر اصلی کے شمول کے ساتھ ہے تو یہان مرتدون سے تخصیص بلاوجہ ہے۔ اور شاید صاحب جمل کی غرض یہ ہو کہ یہ شق ثانی تردید محذوف کی ہے اور تقدیر کلام یون ہے کہ قل للذین کفروا ان ینتہوا عن الکفر و یدخلوا فی الاسلام یغفر لہم ما قد سلف ثم اذا دخلوا فلیثبتوا علیہ الا فان یعودوا یہلکوا کما قد مضت سنۃ الاولین لیکن اسپر بھی وارد ہے کہ ارتداد سے مراد ہلاک ہے مگر آنکہ ہلاک بوجہ معروف بتقدیر ارتداد لیا جاوے علاوہ برین تکلف بدرجہ تعسف ہے اور ظاہر وہی ہے جو ہمنے اول ذکر کیا کہ مقام اول و ثانی دونون مین کفار اصلی کے ساتھ مرتدون کا شمول ہے اگر کہا جاوے کہ ان یعودوا مین اگرچہ شمول اہل ارتداد کا اشعار ہے کیونکہ عود حالت سابق مین داخل ہونے کو کہتے ہین لیکن کفر اصلی کو بھی شامل ہے اور وہان عود کے معنی نہین بنتے لہذا مجاز کی ضرورت ہوئی جواب یہ کہ بضرورت عموم مجاز کے طور پر لیا جاوے بخلاف کفر اصلی پر اقتصار ہونے کے کہ عود کے معنی استمرار کے محض مجاز ہین فافہم اور جواب اسکا یون ہوسکتا ہے کہ قولہ قل للذین کفروا ان ینتہوا مین

انتہار از محاربۃ الرسول صلعم باقرار اسلام - مراد ہو پس یہان عود سے مراد یہ کہ محاربۃ النبی صلعم کی طرف عود کرینگے تو ہلاک ہونگے پس حاصل یہ ہوا کہ کافرون سے کہدیا جاوے کہ محاربہ نبی صلعم سے باز آوین اور جب عداوت نہوگی تو از راہ عادت کے صداقت ہوگی اور وہ اسلام ہو پس انکے گذشتہ معاصی جنمین سے ایک یہ بھی تھا کہ اللہ تعالے کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑے تھے معاف ہونگے اور اگر عود کرکے پھر دوبارہ لڑے زمانہ آئندہ مین جیسے ایک مرتبہ لڑ چکے ہین اور یہ مستلزم ہو کہ اسلام نہ لائے تو اگلون کی طرح ہلاک ہونگے - یعنی اگلی امتون کی طرح جنھون نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے مخالفت کی تھی پس اسمین وعید و تہدید و تمثیل ہر سہ انواع موجود ہین اور یہی جمہور مفسرین کا قول سنۃ الاولین کی تفسیر مین ہو اور سدی و محمد بن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اولین سے مقتولین بدر مراد ہین یعنی جیسے بدر والے کافرون کو ہم نے ہلاک کیا کیونکہ باز نہ رہے ایسے ہی اگر تم بھی محاربۃ الرسول صلعم کی طرف عود کروگے اور باز نہ ہوگے تو ہلاک ہونے کے متوقع رہو اور حق یہ ہو کہ تفسیر مین کچھ اختلاف نہین اور معنی یہ ہین کہ تمھارے لیے اگلون کی حالت سے عبرت موجود ہو جنھون نے انبیاء علیہم السلام سے مقاتلہ کیا جیسے اہل بدر ہلاک ہو چکے ہین والیہ اشار البیضاوی و پوشیدہ نہین کہ اولین کی تفسیر اہل بدر کے ساتھ رکھنے کسے عود کے معنی مین کچھ اشکال نہین رہتا فافہم - پھر اللہ تعالے نے اعلاء کلمہ پاک کی مومنون کو تاکید فرمائی - بقولہ

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

اور لڑتے رہو ان سے جب تک نہ رہے فساد اور ہو جاوے سب حکم اللہ کا پھر اگر وہ باز آوین تو اللہ

بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

انکے کام دیکھتا ہے اور اگر وہ نہ مانین تو جان لو کہ اللہ ہے حمایتی تمھارا کیا خوب حمایتی ہو اور کیا خوب مددگار

وَقَاتِلُوْهُمْ اور لڑو تم اے مومنو ان کافرون سے حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ - یہانتک کہ نہ پایا جاوے فتنہ - حرف کان یہان تامہ ہو بمعنی وجد کے اور فتنہ بمعنی شرک ہے جیسا کہ ابن عباس رض و ایک جماعت علماء تابعین سے مروی ہو پس قولہ لا تکون فتنۃ اے لا توجد شرک یعنی شرک پایا نجاوے - اور عروہ وغیرہ نے کہا کہ کوئی ایسا فتنہ نہ پایا جاوے جس سے مسلمان اپنے دین کی راہ مین مفتتن ہو - مترجم کہتا ہو کہ بہت سے ایسے امور پیش آتے ہین جنکی وجہ سے مسلمان کو اپنے دین مین فتنہ نظر آتا ہو بمقتضاے ظاہر اس تفسیر کے انہین سے ہر بات پر جہاد لازم ہو اور یہ نہین ہو اسواسطے کہ بعد قول لا الہ الا اللہ کے یعنی بعد اقرار ارکان اسلام کے یا اداے جزیہ کے کفار محفوظ ہین پس مرجع اسکا بھی قول اول ہی کی طرف ہوگا کہ شرک نہ پایا جاوے - اگر کوئی کہے کہ وجود شرک کی بالکل نفی تو خلاف مشیت ہو تو کہا جاویگا کہ ہان ولیکن اس سے یہ لازم آیا کہ برابر ہمیشہ جہاد کیا کرین چنانچہ حدیث صحیح مین ہو کہ الجہاد ماض - اور بیضاوی نے دوسرے جواب کی طرف اشارہ کیا چنانچہ کہا کہ قولہ حتی لا تکون فتنۃ اے لا یوجد فیہم شرک - خاص ان لوگون مین یعنے قریش مین یا عرب مین شرک نہ پایا جاوے اور ابو حنیفہ نے کہا ہو کہ اہل عرب سے جزیہ قبول نہ کیا جائیگا سواے اسلام کے اگرچہ سواے عرب کے اہل کتاب یا اہل عجم سے جزیہ مقبول ہو وقد مر البحث فیما سبق - حاصل آنکہ تم ان کافرون سے یہانتک لڑو کہ شرک باقی نہ رہے وَيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ اور دین فقط اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو جاوے کسی اور بت وغیرہ کی پرستش نہ رہے - عن ابن عباس رضی اللہ عنہ یعنی توحید خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے ہو - وعن الحسن وابن جریج و قتادہ - یعنی یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہین و اقرار کرین - وفی الصحیحین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھے حکم الٰہی ہو کہ لوگون سے قتال کرون - یہانتک کہ وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہین پھر جب انھون نے یہ کلمہ کہا تو انکی جانین و اموال محفوظ ہوگئے مگر بحق اللہ

تعالی الحدیث یعنی جہاد سے محفوظ ہوگئے پھر اگر انہون نے ظلم سے کسی کو قتل کیا تو قصاص مین قتل ہونگے یا زکوۃ مین مال دینگے فَاِنِ انْتَهَوْا پس اگر کافر لوگ باز رہے کفر و شرک سے فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا یَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ تو اللہ تعالی انکے کامون کا دیکھنے والا ہے - یعنے ظاہر شرع مین اقرار کلمہ شہادت سے وہ جہاد و قتل سے محفوظ ہو جاوینگے اور باطن مین اگر وہ منافقون کیطرح صدق دل سے کلمہ توحید نہین کہتے ہونگے تو اسکو اللہ تعالی دیکھتا ہے انکے موافق انکو جزا دیگا لہذا حدیث صحیحین مذکورہ بالا کے آخر مین فرمایا وحسابہم علی اللہ تعالی یعنی باطنی حساب انکا اللہ تعالی جانتا ہے وہ محاسبہ فرماویگا اور انکو سچائی و جھوٹ کے موافق بدلا دیگا پس ہم لوگ فقط ظاہر کے موافق عمل کرینگے اسی واسطے منافقون کا نفاق جاننے کے باوجود انکے قتل سے منع فرمایا ہے - وَاِنْ تَوَلَّوْا اے وان اعرضوا عن الاسلام فلا تخشوہم اگر وے لوگ اسلام سے منھ موڑین تو تم لوگ انسے مت ڈرو - فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ پس جان رکھو یعنی اس یقین پر قائم رہو کہ اللہ تعالے تمہارا مولی یعنے ناصر و مددگار و تمہارے امور کا متولی ہے ضرور اسپر بھروسا کرنا واجب ہے نِعْمَ الْمَوْلٰى بھلا اچھا وہ مولی ہے - وَنِعْمَ النَّصِیْرُ اور بھلا اچھا وہ ناصر ہے پس جب وہ مولی و ناصر ہو تو خوشی سے بندہ پھولا نہ سماوے کیونکہ ولایت و نصرت بس اسی کی ہے اور باقی وہم و خیال ہے - شیخ ابن کثیرؒ نے یہان ذکر کیا کہ عبد الملک بن مروان نے عروہ رحمہ اللہ کو خط لکھکر آنحضرت کے ابتدائی حالات حتی کہ مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے تک پوچھے تھے اسکے جواب مین عروہؒ نے بعد حمد و صلوۃ کے لکھا کہ واضح ہو کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم کو نبوت عطا فرمائی پس کیا اچھا نبی اور کیا اچھا اسکا نبی کرنے والا - اللہ تعالے اسی کی ہدایت پر ہمارا خاتمہ بخیر کرکے جنت مین ہمکو اسکے دیدار سے مشرف فرماوے پس جب اسپر نور نازل کیا یعنے قرآن مجید تو پہلے پہل کافر لوگ کچھ سننے کو جھکتے تھے حتی کہ جب بتون کی مذمت آئی تو منھ موڑ کر منکر ہوئے اور جب انکے سردار لوگ طائف کی تجارت سے واپس آئے تو لوگون کو سخت ملامت کرنی شروع کی اور فتنہ برپا ہوا پس وہی اس فتنہ مین بچا جسکو اللہ تعالے نے بچایا اور بہتیرے جو آپ کے مطیع ہوئے تھے اس فتنہ مین مرتد ہو گئے پھر جبتک اللہ تعالے نے چاہا تب تک ٹھہرے بعد اسکے حبشہ کے بادشاہ صالح نجاشی[1] کی طرف مسلمانون کو ہجرت کا حکم دیا پس اکثر اہل اسلام بخوف فتنہ دین تھے وہان چلے گئے اور یہ پہلا فتنہ تھا پھر چند اشراف صاحب منفعت داخل اسلام ہوئے تو کافرون کی طرف سے تشدد و فتنہ انگیزی مین ڈھیل ہوئی پس حبشہ والے بھی مین آگئے اور اسلام بڑھنا شروع ہوا اور مدینہ مین بہت سے اوس و خزرج کے لوگ مسلمان ہوکر برابر مکہ آنے لگے اور قریش والون نے خوف کرکے پھر فتنہ برپا کیا جس سے اہل اسلام کو بھوک پیاس وغیرہ کی سخت تکلیف پہونچی اور یہ دوسرا فتنہ تھا اور مدینہ سے ستر سردار آکر بیعت مین داخل ہوئے کہ ہمارے یہان جو کوئی آپ کے تابعین سے داخل ہوگا اسکے ہم ویسے ہی مددگار ہین جیسے اپنے بال بچون کے چنانچہ وہ وہان رہے پس آنحضرت صلعم کو بھی ہجرت کا حکم آگیا بعد ازانکہ ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہ کو آپنے پہلے سے مدینہ جانے کا حکم دیدیا تھا - پس اس دوسرے فتنہ مین آنحضرت صلعم نے بھی ہجرت فرمائی کیونکہ کفار قریش ایسی ایسی سختیون و تکلیفون مین ڈالتے تھے کہ اسلام والے اپنے دین مین بڑے فتنہ مین پڑتے تھے اور اسی بارہ مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا - وقاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ - الآیہ - رواہ ابن جریر وقد لخصہ المترجم وقال الحافظ اسنادہ صحیح - اور بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ ایک شخص نے آکر انسے پوچھا کہ اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین فرمایا - وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا الآیہ - پس آپ قتال کیون نہین کرتے ہین الی آخر الحدیث اور اسمین ہے کہ پھر اسنے کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ قاتلوہم حتی لا تکون فتنۃ - تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ فتنہ

[1] نجاشی لقب - نام اصحمہ تھا ۱۲

دور کرنے کو ہم نے رسول اللہ صلعم کے عہد مین ایسا کر لیا جبکہ اسلام تھوڑا تھا اور آدمی اپنے دین کی راہ سے فتنہ مین پڑ جاتا تھا کہ کافر اسکو قتل کرتے یا قید کرتے تھے یہانتک کہ اسلام بڑھ گیا اور لوگ بہت ہوگئے اور فتنہ نہ رہا - اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت ہو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بصرہ مین آئے تو پوچھا کہ فتنہ کی لڑائی مین آپ کیا فرماتے ہین - فرمایا کہ تو جانتا نہین کہ فتنہ کیا چیز ہو آنحضرت صلعم مشرکون سے قتال کرتے تھے کہ انکے پاس جانا فتنہ تھا اور یہ قتال جو تم لوگ واسطے ملک و سلطنت کے کرتے ہو یہ نہتھا - ابن مردویہ نے فتنہ ابن الزبیر و حجاج مین بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت کی اور اسامہ بن زید و سعد بن مالک رضی اللہ عنہما سے بھی انکار قتال کو روایت کیا ہو - پس حاصل یہ کہ آیت مین جس قتال کا حکم دیا گیا وہ فتنہ شرک دور کرنے کے واسطے ہے -

فافہم واللہ اعلم ف وفی العرائس قولہ تعالے وقاتلوہم حتی لاتکون فتنۃ الخ - اسمین نفوس امارہ کا فرون کی طرف اشارہ ہو اور اسکا قتال یہ کہ مجاہدہ کے ساتھ اسکو مارے تاکہ خلاف حق خواہشون سے وہ باز رہے اور مطیع سنن اسلام ہو جاوے تاکہ انوار یقین اور ضیاء اسلام کے گلزار شاداب و سرسبز شگفتہ ہون نور توحید کے واسطے قلب متفرد ہو پس اسمین سوا خطرات حق کے کوئی خطرہ نہ آوے اور قلب اسکے دریاے محبت مین غرق اور روح اسکی فضاے ہوبت مین حائم اور عقل اسکی میدان ازل و ابد مین حیران رہے ان مین سے کوئی کسی غیر پر نظر نہ ڈالے کیونکہ نفس ایک پردہ قہر درمیان مین ہوا در اسی حکمت بالغہ کے ساتھ ایفاء محبت اور نفوس پر نصرت کا انعام حضرت باری تعالے نے فرمایا جیسا کہ خود اپنی مدح فرماتا ہو بقولہ نعم المولے ونعم النصیر اولیاء کے واسطے نعم المولے ہو نیکوکارون کے واسطے نعم النصیر ہو ان بندگان خاص کو ازل ہی مین اپنی ولایت و محبت کے انعام سے سرفراز فرمایا اور وہی بدون کسی سبب کے جو انکی طرف سے پیدا ہووے ابد تک انکے نفوس پر بتولی خاص انکو منصور فرمائیگا - بعض نے کہا کہ نعم المولے اسکے لیے جسنے اس سے موالاۃ کی اور نعم النصیر اسکے لیے جس نے نصرت چاہی - بعض نے کہا کہ اولیاء کے واسطے نعم المولے ہو اور مریدین کے واسطے نعم النصیر ہو - بعض کہتے ہین کہ قبل کسی عبادت و تکلیف کے اپنی ذات پاک کی معرفت دینے مین نعم المولی ہو - قال المترجم یعنی کیا اچھا متولی امور ہو کہ جس نے نعمت معرفت اس آسانی سے انعام فرمائی لہذا نعم المولے ہے - اور امور عبادت مین تخفیف کرنے اور ثواب مین کئی گونہ بڑھانے مین نعم النصیر ہو نیکیاں بڑھاتا ہو اور برائیاں گھٹاتا ہو - فافہم

والحمد للہ رب العلمین نعم المولی ونعم النصیر الناصر

تم التاسع ویتلوہ العاشر

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰ا/
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱/
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲/
کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔ عہ/
چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری
رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔ ۱/

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔ عہ/
شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف۔ ہیہ/
نہج النجح۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ عہ/
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام۔ ۵/
تبیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین۔ ۱/
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی۔ ۲/
نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔ ۵/
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۶/
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔ عہ/
مسالک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی اللہ یار خان۔ عہ/
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ عہ/
قدوری۔ بترجمہ مولانا ابو القاسم۔ ۶/
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔ ۱۵ا/
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳ا/
ما لا بد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ ہ/
شرح مختصر وقایہ گورمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ ہ/
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۱/
رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔ ۵/

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ۔ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔ ے/
فتح القدیر۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد جناتی کلاں ضخیم جدید الطبع۔ للعہ/
ہدایہ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہیں ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات۔ للعہ/
(۲) جلدین آخرین معاملات۔ صہ/
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل۔
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔ للعہ/
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔ للعہ/
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل۔ عہ/
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلاں خوشخط و صحیح۔ ہ/
شرح وقایہ خرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم۔ ۵ا/
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔ ہیہ/
ملا مسکین۔ از بیع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل میں داخل درس ہے۔ عہ/
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ عہ/
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہیں۔
(۱) جلدین اولین عبادات ہیں۔ عہ/
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول۔ ۱۱/
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر
کنز الدقائق عربی جدید حواشی کے ساتھ
قیمت ۱۰ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی - ۷ر
باب دانش - مولفۂ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین
مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی - ۸ر
تجربۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش - ۳ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس میں - ۳ر
آبحیات - اخلاق و موعظات میں مصنفۂ
منشی کامتا پرشاد - ۳ر
کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شریف
علم و ادب - ۲ر
پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل
مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین
بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا
روم - مترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۸ر
چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اُردو پندنامۂ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہٗ
از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۲ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی
ہر چہار جلد کامل ۵ر
تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان - جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم عہ ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ - ۱ر
گلستان با تصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی
۹ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اُردو - اسپر طلبا کی آسانی کے
لئے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین - ۱۴ - ۱ر
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب
اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین
تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر
گلستان مترجم - فارسی با ترجمہ اُردو - ۱۲ - ۱ر
گلستان خرد - فارسی - ۵ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب
تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان
کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے
کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین
قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز
گلستان سعدی از ملا مجد الدین - ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب
گلستان و بوستان - ۹ر
بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - عہ ر
بوستان محشی کلان - اس میں ضروری
حواشی درج ہین - ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی
نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر
بوستان محشی خرد - ۵ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین
ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی
گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی
ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بےمثل شرح ہے - ۸ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین
ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - ۱۲ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین
داخل ہے اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - عہ ر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ
کاشفی - ۸ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر
بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۳ر
مجموعۂ صد پند سودمند - حضرت لقمان کے
سو قابل قدر نصائح - ۲ - ۲ پائی

DUE DATE

پارہ ۱۰

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف و حقائق ذخیرۂ اسرار و دقائق جسمیں تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ دین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین ایمان،

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمن

المشتہر

مع جامع البیان

مصنفۂ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حادی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیۃ ترجمۂ عالمگیریۃ عین الہدایۃ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی چھپی

سنہ ۱۹۴۰ء

اطلاع ۔ اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے اِس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اِن میں بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانوں کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ۔ ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل ۲ جلدیں ۸ روپے

تفسیر سورۂ فاتحہ ۔ مسمّی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲ آنہ

تفسیر سورۂ یوسف ۔ چو مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵ آنہ

پنجسورہ مترجم ۔ با ترجمۂ اُردو ۔ ۲ آنہ

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از مُلّا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ۴ روپے

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف ۱۲ آنہ

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی ۔ مسمّی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج سمجھئے جو کتاب خزانۂ اکبری شہنشاہ اکبر میں گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہی بالکل بے نقط ہے عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُوداد کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا ولیا ہی پایا جیسا سُنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا ۔ لے ۵ بلا جلد ۔ مجلد ۶ روپے

احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدیں ہیں حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو میں اس مرتبہ اسمٰعین اسمار الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۱۴ روپے

تحفۃ الاخیار ۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔ ۱۲ آنہ

ترجمۂ جامع ترمذی ۔ حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری ۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ ہیں ۔ مجلد و دہیں ۔ للعہ

ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ۔ ۳ روپے

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات میں جدید الطبع ۱۵ روپے

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمٰن بن علی یمنی معروف ۔ ۳ روپے

دلائل الخیرات ۔ با ترجمۂ فارسی و اسمائے متبرکہ

و خواص اسمار حسنے معروف ۔ ۲ آنہ

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرہ احادیث مؤلفۂ مولانا غلام یحیٰی ۔ ۵ آنہ

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمۂ اُردو در مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں ۱۶ روپے

راہ نجات ۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۱ آنہ

مفتاح الجنۃ ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ آنہ

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالۂ بے نمازان ۔ ۱ آنہ

ترجمۂ فتاویٰ عالمگیری ۔ اِس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدوں میں شائع کیا ہے قیمت کامل ۴۵ روپے

کشف الحاجۃ ۔ ترجمۂ اُردو ما لا بد منہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۴ آنہ

ہزار مسئلہ ۔ بشامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ۲ آنہ

شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ ۸ آنہ

وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ

اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ

شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ

چیز سو اللہ کیواسطے اسمین سے پانچوان حصہ اور رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیم کے اور محتاج کے اور مسافر کے

اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ

اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اتاری اپنے بندے پر جس دن فیصلہ ہوا

الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

بھڑین دو فوجین اور اللہ سب چیز پر قادر ہے۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر مین مقامات و فوائد ہین لہذا اوّل جو مفسر رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر لکھا ہو لاتا ہون تاکہ فوائد کے سمجھنے مین وقت نہو۔ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے تفصیل اس غنیمت کی بیان فرمائی جو اس اُمّت کے لئے مخصوص حلال فرمائی ہے۔ بقولہ۔ وَاعْلَمُوٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ اور جان لو تم یہ بات کہ وہ چیز جو غنیمت حاصل کی تم نے یعنی کافرون سے اس کو بقہر و غلبہ لیا مِّنْ شَیْءٍ کوئی چیز ہو چھوٹی یا بڑی حتی کہ سوئی تک۔ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ تو حکم اس کا یہ ہے کہ اُسکا پانچوان حصّہ اللہ تعالیٰ کیواسطے ہے اُسکی بابت جو چاہے حکم فرماویگا۔ وَلِلرَّسُوْلِ یعنی محمد صلعم کے واسطے۔ وَلِذِی الْقُرْبٰی اور قرابت دارون کے واسطے یعنی بنوہاشم و بنوالمطلب کے قرابتی آنحضرت صلعم کے وَالْیَتٰمٰی اور یتیمون کے واسطے یعنی مسلمانون کے ایسے لڑکے جن کے باپ مرگئے ہین اور وے فقیر محتاج ہین وَالْمَسٰکِیْنِ اور مسکینون کے واسطے یعنی مسلمانون مین سے محتاج لوگون کے واسطے وَابْنِ السَّبِیْلِ اور مسافر کے واسطے یعنی مسلمانون مین سے جو کوئی اپنے سفر مین منقطع ہو کہ اُسکے پاس کچھ راہ خرچ نہ ہو اگرچہ اُسکے گھر مین اُسکا مال موجود ہو حاصل یہ ہے کہ مال غنیمت مین سے پانچوین حصّہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم و قرابتی و یتیم و مسکین و مسافر مستحق ہین چنانچہ ہر ایک قسم کو پانچوین کا پانچوان حصّہ آنحضرت صلعم بانٹتے تھے اور غنیمت کے باقی چار پانچوین حصہ غنیمت حاصل کرنیوالون یعنی غازیون کو ملین گے اور اُن مین پیادہ و سوار کا حصّہ جیسا کہ فقہ مین مفصل مذکور ہے لگایا جاویگا۔ ف۔ اسمین چند مقامات ہین اوّل یہ کہ قولہ انما بحرف ان و ما موصولہ ہے اور قیاس یہ تھا کہ جدا کر کے انّ ما لکھا جائے لیکن مصحف امام مین اسی طرح موصول پایا گیا ہے۔ دوم یہ کہ غنیمت و فیء مین بعض کے نزدیک فرق ہے اور بعض کے نزدیک نہین ہے۔ قرطبی نے اتفاق ذکر کیا کہ قولہ انما غنمتم سے وہ مال کفار مراد ہے کہ مسلمانون نے قہر و غلبہ سے فتح پا کر حاصل کیا ہو اور لغت اس تخصیص کو مقتضی نہین و لیکن عرف شرع مین اسی قسم کے مال کو غنیمت کہتے ہین۔ قال الحافظ رحمہ اللہ پس غنیمت وہ مال ہے جو کافرون سے بایجاف الخیل والرکاب لیا گیا ہو اور فیء وہ ہے جو کافرون سے سوائے اس طور مذکور کے حاصل ہوا ہو جیسے اموال صلح یا وہ اموال جسکو کوئی ذمی کافر لاوارث چھوڑ مرا ہو اور اموال جزیہ و خراج وغیرہ بھی ایک جماعت علماء سلف و خلف کا قول ہے اور بعضے علماء غنیمت و فیء مین کچھ فرق نہین کرتے اسی واسطے قولہ تعالیٰ ما افاء اللہ

علیٰ رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ الآیۃ میں قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ اسی آیۃ الانفال سے منسوخ ہے کیونکہ فیٔ و غنیمت میں فرق نہیں اور غنیمت کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح تقسیم فرمایا کہ پانچ حصہ کرکے چار حصہ مجاہدین کو اور ایک حصہ آنحضرت صلعم و چاروں اصناف باقیہ مذکورہ کو دیا جاوے۔ قال الحافظ یہ قول بعید ہے کیونکہ یہ آیت بعد واقعۂ بدر کے نازل ہوئی قلت ابن عبد البر نے اسپر اجماع نقل کیا ہے۔ فافہم۔ اور آیۃ الفیٔ واقعۂ بنی النضیر میں اتری اور علماء متفق ہیں کہ بنی النضیر کا واقعہ بعد بدر کے ہوا ہے لہذا نسخ نہیں ہوسکتا۔ پس یہ حکم جو یہاں مذکور ہے فیٔ کا نہیں بلکہ غنیمت کا ہے اور جن علماء کے نزدیک یہ سب امام المسلمین کی رائے کے سپرد ہے ان کے نزدیک آیۃ الفیٔ میں اور یہاں کے پانچ حصہ کرنے میں کچھ منافات نہیں ہے کیونکہ امام کو اختیار ہے اور یہی امام مالک رح کا قول ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ فیٔ و غنیمت سب آنحضرت صلعم کے واسطے ہے اور وہ غازیوں میں مقسومہ نہیں ہے اور یہی اختیار آپکے بعد مسلمانوں کے امام کو ہے اور مازری رحمہ اللہ نے اسکو بہت سے مالکیہ سے نقل کیا اور حجت ان کی فتح مکہ و حنین کا واقعہ ہے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ آنحضرت صلعم نے مکہ بزور شمشیر فتح کیا اور مال غنیمت بطور احسان انھیں لوگوں کو پھیر دیا نہ بانٹا نہ فیٔ کیا۔ قرطبی نے فرمایا کہ علماء میں فتح مکہ کی بابت اختلاف ہے کہ بزور شمشیر تھا یا بصلح پس اس سے حجت نہیں ہوسکتی۔ اور رہا حنین تو آپ نے انصار کو فرمایا کہ کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہیں ہو کہ یہ لوگ دنیا لیجاویں اور تم لوگ رسول اللہ کو اپنے گھروں کو لیجاؤ پس ایسا فرمانا آنحضرت صلعم کے واسطے مخصوص ہے کوئی دوسرا نہیں کہہ سکتا لہذا یہ حجت بھی ساقط ہے پس جمہور کا قول اصح ہے کہ غنیمت کے چار پانچویں حصہ غازیوں میں مقسومہ ہوتے ہیں چنانچہ ابن المنذر و ابن عبد البر و الداودی و المازری و قاضی عیاض و ابن العربی نے اسپر اجماع نقل کیا ہے۔ سوم یہ کہ قولہ من شئی بیان ماموصولہ بطور تاکید ہے حتیٰ کہ سوئی و ڈورے تک پانچ حصہ کرنے میں شامل کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ چہارم یہ کہ پانچ حصہ کرنے کے بعد پانچویں حصہ میں جو تفصیل مذکور ہے بقولہ فان للہ خمسہ الخ اسمیں بھی مفسرین نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ اس پانچویں میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے نام کا بھی نکالا جاوے اور وہ خانہ کعبہ میں صرف کیا جائے چنانچہ ابو العالیہ رح نے مرسل روایت کی جسمیں ہے کہ غنیمت میں سے آنحضرت صلعم ایک لپ بھر لیکر خانہ کعبہ کے واسطے قرار دیتے اور وہی سہم اللہ تعالیٰ ہے۔ وعلیٰ ہذا یہ حصہ دیگر حصص کے مساوی نہ ہوگا لہذا صحیح جمہور علماء کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام یہاں تبرک کیواسطے آیا ہے۔ اور حصہ قرار دینا آنحضرت صلعم سے شروع ہوگا چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جو غنیمت آتی اس کو آپ پانچ حصہ کرکے پانچویں کے پھر پانچ حصہ فرماتے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھی واعلموا انما غنمتم الخ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تمام آسمان و زمین ہے پس اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلعم کا حصہ ایک ہی ہے اور ایسا ہی ابراہیم نخعی و حسن بصری و شعبی و ایک جماعت علماء کا قول ہے عبد اللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے غنیمت کو پوچھا تو فرمایا کہ اس کا پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے اور باقی چار پانچویں حصہ اہل لشکر کے واسطے ہیں الحدیث رواہ البیہقی باسناد صحیح پنجشم یہ کہ حصۂ رسول میں اختلاف ہے پس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے علی بن ابی طلحہ کی روایت میں ہے کہ جو حصۂ اللہ و رسول کے واسطے ہے وہ آنحضرت صلعم کے قرابتیوں کا ہے اور آنحضرت صلعم نے پانچویں حصہ میں سے کچھ نہیں لیا۔ ابن ابی حاتم نے عبد اللہ بن بریدہ سے روایت کی کہ جو حصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تھا وہ اس کے نبی ص کا ہے۔ اور جو حصہ نبی صلعم کا تھا وہ آپ کی ازواج کے واسطے ہے اور امام احمد نے عبادہ ابن صامت و ابو الدرداء و حارث ابن معاویہ الکندی رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے مال غنیمت کے ایک اونٹ کی آڑ میں نماز پڑھی اور سلام پھیر کر چٹکی سے اس کے کچھ بال نوچے اور فرمایا

کہ یہ بھی تمہارے مال غنیمت سے ہے اور اسمین میرا سواے پانچوین حصّہ کے کچھ حق نہین ہے وہ پانچوان بھی تمہین پر پھیر گیا پس تم لوگ سوئی
و ڈورا اور اس سے بڑا و چھوٹا جو کچھ ہو غنیمت کے ڈھیر مین ڈالدو کہ غلول مت کرو کیونکہ غلول اپنے کرنیوالون پر دنیا و آخرت مین
عار و آگ ہے اور اللہ کی راہ مین کافرون سے خواہ قریب ہون یا دور رہون جہاد کرو اور کسی ملامت کرنیوالے کی بات کو اللہ تعالے
کی راہ مین پرواہ مت کرو اور جو حدود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہین اُن کو حضر و سفر مین ٹھیک قائم رکھو۔ اور راہ آلٰہی مین جہاد کرو
کیونکہ جنت کے دروازون مین سے وہ بڑا دروازہ ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہم و غم دور کرتا ہے۔ **قال الحافظ** رح ہذا حدیث حسن
عظیم و قد روی الامام احمد و ابو داؤد والنسائی بنحوہ اور ابو داؤد و نسائی نے عمرو بن عنبسہ کی حدیث مین بھی حصّہ آنحضرت صلعم کا قوم
پر پھیر جانا مرفوعًا روایت کیا ہے اور نبی صلعم کو اختیار تھا کہ مال غنیمت سے کوئی غلام یا باندی یا گھوڑا یا تلوار وغیرہ اپنے واسطے چھانٹ لین
کما نص علیہ محمد بن سیرین و عامر الشعبی و تبعہما اکثر العلماء۔ چنانچہ ذو الفقار کو آپ نے غنائم بدر مین سے چھانٹ لیا تھا۔ **قال الحافظ**
یہ بات تو چند جید احادیث سے ثابت ہے لہذا اکثر علماء نے اُس کو آنحضرت صلعم کے خصائص سے قرار دیا ہے اور بعضون نے کہا
کہ حصّہ خمس مین امام کو مسلمانون کی مصلحت دیکھکر مال فئ کے مانند تصرف کرنے کا اختیار ہے۔ اور ہمارے شیخ تقی الدین رح
نے کہا کہ یہی امام مالک و اکثر علمائے سلف کا قول اور یہی سب اقوال مین اصح ہے واللہ اعلم۔ **مسئلہ** یہ کہ جو حصّہ آنحضرت صلعم کیواسطے
تھا وہ آپ کی وفات کے بعد اب کیا ہوگا۔ **قال الحافظ** رح اسمین بھی اختلاف ہے بعض نے کہا کہ جو آپ کے بعد متولی خلافت ہو
اُسکو ملیگا اور یہی حضرت ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما و قتادہ و ایک جماعت سے مروی ہے اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور
بعض نے کہا کہ مسلمانون کی مصلحتون مین صرف کیا جائے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ باقی چارون اقسام یعنی ذوی القربیٰ و یتامی و
مساکین و ابن السبیل پر پھیر دیا جائے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ نبی صلعم اور ذوی القربیٰ
کے دونون حصّے یتامی اور مساکین و ابن السبیل پر لوٹا کر تقسیم کر دیئے جائین گے۔ شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ علماء عراق مین سے ایک
جماعت کا یہی قول ہے قلت اور یہی قول ابو حنیفہ رح کا ہے اور واضح ہو کہ یہان ایک ضعیف قول یہ ہے کہ پورا پانچوان حصّہ ذوی القربیٰ
کا ہے جیسا کہ ابن جریر رح نے عبد اللہ بن محمد بن علی اور علی بن الحسین بن علی سے روایت کیا اور حسن بن محمد بن علی سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ نے آپکے حصّہ اور ذوی القربیٰ کے حصّہ مین اختلاف کیا اور آخر
اُن لوگون کی راے اس امر پر متفق ہوئی کہ یہ دونون حصّہ فی سبیل اللہ تعالیٰ گھوڑے اور لڑائی کے سامان خریدنے مین صرف کیے
جاوین پس حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت مین یہی ہوتا رہا اعمش نے ابراہیم نخعی سے بھی یہی روایت کیا اور کہا کہ مین نے ابراہیم
سے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ اسمین کیا کرتے تھے تو کہا کہ وہ اس اہتمام مین زیادہ تشدد کرتے تھے۔ **قال ابن کثیر** رح اور یہی علماء مین سے
بڑے گروہ کا قول ہے۔ **مسئلہ** یہ کہ قولہ ذوی القربیٰ سے کیا مراد ہے پس اوپر اشارہ گذرا کہ آنحضرت صلعم کے بعد خلیفہ کی قرابت
والے لیے جاوین گے اور اصح یہ ہے کہ ہر حال مین رسول اللہ صلعم کے اہل قرابت مراد ہین مگر اُن مین سے عبد شمس و نوفل کی اولاد کو
نہ دیا جاوے گا بلکہ ہاشم اور مطلب کی اولاد اسکی مستحق ہے اگرچہ یہ چارون عبد مناف کے بیٹے ہین لیکن بنو ہاشم و بنو مطلب
زمانہ جاہلیت و اسلام مین آپس مین متفق و ہمدرد رہے چنانچہ فتح خیبر کے پانچوین حصّہ مین سے آنحضرت صلعم نے بنو ہاشم و بنو المطلب
کو حصّہ دیا اور جبیر بن مطعم جو نوفل کی اولاد سے تھے اور عثمان بن عفان جو عبد شمس کی اولاد سے تھے دونون رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے پاس گئے جبیر نے روایت کی کہ ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ آپنے بنو مطلب کو دیا اور ہم کو چھوڑا حالانکہ ہم اور وہ آپکے ساتھ برابر ہین فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب دونون ایک ہی ہین[1] والحدیث فی صحیح مسلم اور یہی جمہور علما کا قول ہے اور مجاہد سے روایت ہے کہ وہ فقط بنی ہاشم ہین اور بعض نے کہا کہ وہ سب قریش والے ہین۔ بنجدہ حروری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ذوی القربی کون لوگ ہین۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ ہم کہتے ہین کہ وے ہمین ہین ولیکن ہماری قوم نے انکار کیا اور کہا کہ سب قریش قرابتی ہین۔ والحدیث رواہ مسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی وعن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین نے لوگون کے ہاتھون کی دھوون سے تمھارے منہ پھیر دیئے کیونکہ پانچوین حصہ مین سے جو پانچوان تم کو ملتا ہے وہ تمھارے لئے کافی ہے رواہ ابن ابی حاتم وقال الحافظ حدیث حسن الاسناد وعلی ہذا یہ انھین لوگون کے واسطے ہوگا جن کو زکوۃ و صدقہ حلال نہین ہے۔ فافہم اور پہلے معلوم ہو چکا کہ ابو حنیفہ رح کے نزدیک آنحضرت صلعم کا حصہ اور ذوی القربی کا حصہ آپکی وفات کے بعد ساقط ہو کر باقیون کی طرف پھیر دیا گیا کیونکہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم نے غنیمت کو اسی طرح بانٹا ہے وفی الکمالین ظاہر یہ ہے کہ خلفاء راشدین نے اس بنا پر دیا کہ زکوۃ کے مانند اسکا بھی مصرف ہے پس ایک ہی صنف کو دینا جائز ہے خصوصا اس حالت مین کہ ذوی القربی کو انھون نے تو انگر دیکھا اور یہی امام مالک رح کا قول ہے کہ امام مختار ہے جسکو چاہے دیوے فافہم ہشتم یہ کہ قولہ والیتامی والمساکین وابن السبیل بعض نے کہا اہل قرابت ہی مین سے ایسے لوگ مراد ہین اور یہ عطف لغرض تخصیص ہے اور جمہور کے نزدیک جملہ مسلمانون مین سے مقصود ہین پھر واضح ہو کہ یتامی مین فقیر و تو انگر دونون داخل ہین یا فقط فقیر مخصوص ہین اسمین علماء کے بھی دو مختلف قول ہین۔ کما ذکرہ ابن کثیر رح پس حاصل یہ ہوا کہ جو غنیمت حاصل ہو اس کے پانچ حصہ کر کے چار حصہ مجاہدین کو بانٹ دیئے جاوین اور ایک حصہ مین پھر پانچ حصہ کئے جاوین اگرچہ امام ابو حنیفہ رح کے قول پر اس مین سے دو حصہ پھر یتامی و مساکین و ابن السبیل تین ٹکڑے کر دیئے جاوینگے لیکن چونکہ نزول آیت کے وقت رسول صلعم حیات تھے لہذا اللہ تعالی نے پانچوان حصہ ان پانچ جگہ تقسیم ہونے کے واسطے حکم دیا۔ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالی پر۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا یہ عطف ہے اسم اللہ تعالی پر اے وبما انزلنا یعنی اور اُس چیز پر جو ہم نے نازل فرمائی اپنے بندہ یعنی محمد صلعم پر اور وہ مدد ملائکہ و دیگر معجزات و آیات تھے۔ یَوْمَ الْفُرْقَانِ بروز فرقان یعنی حق و باطل مین فرق کر دینے والے دن اور وہ روز بدر تھا یَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ جسدن بھڑ گئی تھین دونون جماعتین مسلمانون و کافرون کی۔ جملہ شرطیہ کی جزا محذوف ہے جسپر ماقبل دلالت کرتا ہے اے ان کنتم امنتم الخ فاعلموا ذلک یعنی اگر تم اسی طرح ایمان لائے ہو تو غنیمت کا یہ حکم جان رکھو وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اسی مین سے یہ بات بھی ہے کہ تمھارے تھوڑے ہونے اور دشمن کے بہت ہونے کے باوجود تم کو فتح دی ف بیضاوی رحمہ اللہ نے قولہ ان کنتم آمنتم باللہ الخ کی جزا بدلالت قولہ واعلموا انما غنمتم کے یون مقدر کی کہ ان کنتم آمنتم باللہ وبما انزلہ یوم الفرقان فاعلموا ان الخمس لہؤلاء فسلموا الیہم یعنی اگر تم اللہ تعالی پر اور روز فرقان کی آیات منزلہ پر ایمان لائے ہو تو جان لو کہ غنیمت مین سے پانچوان حصہ ان لوگون کا ہے جو مذکور ہوئے پس اسپر عمل کرو کیونکہ علمی حکم سے مجرد جان لینا مقصود نہین بلکہ اسپر عمل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور کئی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ و جماعت علماء تابعین سے حاکم وغیرہ نے روایت کیا کہ یوم الفرقان روز بدر ہے جسمین اللہ تعالی نے حق و باطل مین فرق کر دیا اور یہ پہلا معرکہ جہاد ہے جسمین رسول اللہ صلعم ہجرت کے دوسرے سال بروز جمعہ

[1] یعنی گو ایک ہی ہون ۱۲

سترہویں رمضان کو بنا بر قول صحیح کے تین سو تیرہ[۳۱۳] مومنوں کی جماعت کے ساتھ کافروں سے جو ایک ہزار کے قریب تھے بدون کسی عہد و قرارداد کے بلکہ بدون اطلاع از جنگ کے بھڑے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و قدرت کاملہ سے کافروں کے ستر سے زیادہ سرکش سردار مارے گئے جنمیں عتبہ بن ربیعہ سب کا سردار و ابوجہل وغیرہ تھے اور اسی قدر قید ہوئے و کافروں نے شکست فاش کھائی اور مال غنیمت ہاتھ آیا اور اسمیں اختلاف ہوا اور قولہ تعالیٰ یسئلونک عن الانفال۔ نازل ہوا اور بعض نے کہا کہ یہ آیت یعنی قولہ واعلموا انما غنمتم۔ اسی غنیمت کی تقسیم کے بارے میں ہے بالجملہ یوم بدر میں عجیب وقائع قدرت ظاہر ہوئے کہ اہل ایمان کے واسطے موجب مزید تنویر و ثبات ایقان ہیں لہذا اس حکم کی تعمیل کرنے اور برابر بکمال یقین ثابت رہنے کیواسطے اس دن کا انعام یاد دلایا۔ بقولہ

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ

جس وقت تم تھے ورے کے ناکے اور وہ پرے کے ناکے اور قافلہ نیچے اتر گیا

مِنكُمْ ۚ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ ۙ وَلَٰكِن لِّيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ

تم سے اور آپس میں اگر تم وعدہ کرتے تو نہ پہنچتے وعدے پر لیکن اللہ کو ہے کر ڈالنا ایک کام

مَفْعُولًا لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَن بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَن بَيِّنَةٍ ۗ وَإِنَّ اللَّهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ

جو ہو چکا تھا تا مرے جو مرتا ہے سوجھ کر اور جیوے جو جیتا ہے سوجھ کر اور اللہ سنتا ہے جانتا

إِذْ أَنتُم بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا اذ ظرف زمان بدل از یوم الفرقان ہے اور وہ ظرف نزول آیات تھا یعنی جبکہ تم لوگ عدوۃ الدنیا میں تھے۔ عُدوہ بحرکات ثلثہ کنارہ وادی و قراۃ مشہورہ بالضم اور قراۃ ابن کثیر و ابوعمرو و یعقوب بالکسر ہے۔ و دنیا تانیث ادنیٰ۔ عدوۃ الدنیا کنارہ وادی جو مدینہ سے نزدیک تھا بہ نسبت دوسرے کنارہ وادی کے۔ وَهُم بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوَىٰ اور کافر لوگ عدوہ قصوی میں تھے یعنی دوسرے کنارہ وادی میں جو مدینہ سے بہ نسبت عدوہ دنیا کے دور تھا۔ قصوی تانیث اقصی اور کبھی بقاعدہ قیاس کے اسم و صفت میں تفرقہ کرنے کو قُصیا بمانند دنیا و علیا۔ بولتے ہیں ولیکن خلاف قیاس قصوی بدون تبدیل واو بالف کے اصل پر کثیر الاستعمال ہے۔ وَالرَّكْبُ أَسْفَلَ مِنكُمْ جملہ حال از ظرف ہے اور رکب اسم جمع راکب یا جمع یا بمعنی مرکوب ہے اور مراد قافلہ کے اونٹ یا سوار ہیں جو ابوسفیان کے ساتھ چالیس تھے۔ اسفل اے فی مکان اسفل منکم منصوب بظرفیت اور بجائے خبر کے واقع ہے یعنی درحالیکہ اونٹ یا اسکے سوار تمھاری جگہ سے تین میل نیچے کنارہ سمندر کی طرف تھے۔ اس کلام کا فائدہ یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ دشمن قوی اور قافلہ سے قوی پشت تھے اور بے کھٹکے لڑائی پر حریص تھے اور مسلمانوں کی شان بظاہر ایسی ضعیف تھی کہ عادت کی راہ سے اُن کا بچنا دشوار تھا پھر غالب ہو جانا تو بہت ہی بعید تھا اور یہی بات اُن کے ٹھکانے بیان کرنے میں ہے کیونکہ عدوۃ الدنیا کی زمین بالکل ریگ نرم بے پانی تھی جسمیں پاؤں گھسے جاتے تھے بخلاف عدوۃ القصوی کے۔ وعلیٰ ہذا مشرکین پانی پر قابض تھے اور مسلمان اپنے پروردگار سے مستغیث جیسا کہ قولہ اذ تستغیثون ربکم الآیہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔ وَلَوْ تَوَاعَدتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ میعاد وعدہ گاہ و وقت وعدہ یعنی اگر تم اور مشرکین کسی مقام یا کسی وقت پر لڑائی کا وعدہ کرتے تو ایسی حالت میں وعدہ گاہ سے اختلاف کرتے کیونکہ اُن کی کثرت و اپنی قلت سے تمکو اُن سے ہیبت بیٹھ جاتی اور فتح سے مایوس ہوتے پس اس کلام سے اُنکو یقین دلایا کہ فتح و نصرت اُن کو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حاصل ہوئی ہے۔ وَلَٰكِن جمع بینکم علی تلک الحالۃ من غیر میعاد ولیکن تم کو بدون میعاد کے ایسی حالت

پر آپس مین بھڑوا دیا۔ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا تا کہ اللہ تعالیٰ وہ کام پورا کر دے جو اُسکے علم مین ہو چکا ہے یا مفعول ہونے کے لائق ہے اور وہ اہل ایمان کی نصرت و فتح اور اہل کفر کی ذلت و خواری ہے۔ عمیر بن اسحاق نے کہا کہ ملک شام سے ابوسفیان قافلہ لئے آتا تھا اور مکہ سے ابوجہل وغیرہ اس کو بچانے کے واسطے نکلے تھے اور مقام بدر مین صحابہ رسول اللہ صلعم سے مڈھ بھیڑ ہو گئی حالانکہ نہ یہ اُنکو دیکھتے تھے اور نہ وہ اُن کو یہانتک کہ دونون طرف کے پانی لانیوالون سے ملاقات ہوئی اور لوگ جان گئے اور قتال واقع ہوا پس اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کے واسطے ایسا کیا کہ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ تا کہ ہلاک ہو جو ہلاک ہوا بینہ یعنی دلیل واضح معائنہ کر کے وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ اور جیتا رہے جو جیا ایسی حجت سے جسکو مشاہدہ کر لیا یعنی مرنیوالے و جینے والے دونون اس حجت کو معائنہ کرین تا کہ پھر کچھ عذر باقی نہ رہے کیونکہ واقعہ بدر بہت کھلی نشانی تھا کہ ایسی حالت مذکورہ بالا کے باوجود مسلمانون کو کھلی فتح اور کافرون کو فاش شکست ہوئی۔ قال البیضاوی رح اور شاید ہلاک ہونا کفر سے اور زندہ ہونا اسلام سے استعارہ ہو یعنی تا کہ جس سے کفر صادر ہوا اور جس سے ایمان ثابت ہوا ہر ایک دلیل روشن معائنہ کرنے کے بعد ہو وَإِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے یعنی کافرون کی کفریہ باتون کو سنتا اور اُن کے غرور و عذاب کو جانتا ہے اور مومنون کے استغاثہ و دعا کرنے کو سنتا اور اُن کی نیت اور ثواب کو جانتا ہے۔ قال البیضاوی رح کفر و ایمان کے اعتقادی ہونیکے باوجود یہان علیم کے ساتھ سمیع بھی شاید اسواسطے جمع فرمایا کہ ہر ایک انمین قول و اعتقاد کو شامل ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ لیقضی اللہ امرا کان مفعولا تقدیر کی درگاہ مین تدبیر کچھ نہین ہے جو مشیت ازلی مین ہو چکا وہی ظاہر ہوتا ہے بعض آثار مین وارد ہے کہ مین نے اللہ تعالیٰ کو اس طرح پہچانا کہ آدمی کے ارادے و ہمتین ٹوٹ جاتی ہین جعفر رح نے فرمایا کہ جو ازل مین ہو گیا وہی اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے بعض نے کہا کہ یہ امر الٰہی جاری ہونا اس طرح تھا کہ دونون فریق مین سے ہر ایک کے واسطے جو سابق علم غیب مین ہو چکا ہے وہ کھل جاوے پھر چونکہ مشیت پر نظر لڑانا علم مخلوق سے باہر ہے کہ وہ اس کو ادراک نہین کر سکتے لہذا صورت احکام عقلی مین اُن کو لگایا بقولہ لیہلک من ہلک الخ اول مین مقدر فرمایا اور آخر مین قہر و لطف کی نشانیان راہ مین قائم فرمائین اور آخر کار بازگشت اپنے مرجع اول کی طرف ہو جاتا ہو اور یہین ظاہر فرمایا کہ وہ تعالیٰ جہل و ظلم سے پاک ہو اُسنے بیان حکمت اور اثبات حجت کے واسطے دلائل و نشانیان قائم کر دین تا کہ جو ہلاک ہو وہ حکم سابق کی نشانی پر مرے اور جو زندہ رہے وہ انھین نشانیون سے بتقدیر منور ہو۔ جو کوئی اپنی خواہش مین ہلاک ہوا وہ ازلی ہلاکت ہی سے مرا اور جو کوئی مشاہدہ اور معرفت سے زندہ ہوا وہ ازلی زندگی ہی سے جیا۔ دلائل و شریعت کا ظہور مقام امتحان کا ایک حکم ہے اور صورت امر پر حکم ازلی غالب ہو۔ کما قال تعالیٰ واللہ غالب علی امرہ الآیۃ۔ بعض نے کہا کہ خلق کے واسطے نشانیان ظاہر و قائم فرمائین پھر ایک قوم کی آنکھین کھولدین جو اسکو دیکھتی ہین اور دوسری قوم کو اُس سے اندھا کر دیا پھر رسولون و ایلچیون کو سچے نور و برہان کے ساتھ بھیجا ولیکن اُس کا نور بندون مین سے وہی دیکھ سکتا ہے جسکو وہ چاہے پس تقدیم ان مقدمات کی اسواسطے کہ جو ہلاک ہو وہ بینہ و برہان دیکھکر مرے اور جو زندہ رہے وہ مشاہدہ بینہ سے جیے۔ بعضون نے کہا کسی کو حیات حاصل نہین ہے مگر اُسی کو جو اُس کی یاد سے زندہ ہے اور مخلوقات تمام اپنے اپنے اسباب مین جنبش و کوشش کرتے ہین لیکن جو اُن مین سے بحیات باقی زندہ ہے اُس کی جنبش بقدرت حی القیوم ہے۔ استاد رح نے فرمایا کہ جو شخص دوری کے میدان مین اندھون کیطرح بھٹکتا پھرتا ہے وہی مردہ ہو اور جو قرب و معرفت کے نور سے بینا ہو وہی درحقیقت زندہ ہو پھر نعمت بینائی قدرت یاد دلائی بقولہ

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلًا ۖ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَ

اور جب اللہ نے دکھائی تیرے خواب میں تھوڑے اور اگر تجکو بہت دکھاتا تم لوگ نامردی کرتے اور

لَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچالیا اس کو معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ

اور جب تم کو دکھائی وہ فوج وقت ملاقات کے تمھاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھایا اُن کی آنکھوں میں

لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا ۗ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ۝

تا کر ڈالے اللہ ایک کام جو ہو چکا تھا اور اللہ تک پہنچ ہے ہر کام کی

إِذْ يُرِيكَهُمُ اللَّهُ فِي مَنَامِكَ یاد کر جبکہ تجکو دکھلاتا تھا اللہ تعالیٰ کافرون کو تیرے خواب میں قَلِيلًا تھوڑے مجاہد رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو خواب میں کافر لوگ تھوڑے دکھلائے اور آنحضرت صلعم نے صحابہ رضؓ کو بھی خبر دی پس اسمیں اُن کے قدم کی اُستواری تھی۔ وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ اور اگر کافرون کو بہت دکھلاتا تو ضرور تم نامردی کرتے وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ اور ضرور تم ایسی حالت میں کافرون سے قتال کرنے میں اختلاف کرتے۔ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ سَلَّمَ لیکن اللہ تعالیٰ نے نامردی اور آپس کے اختلاف سے تمکو سلامت رکھا کیونکہ کافر لوگ تمکو تھوڑے دکھلائے۔ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ وہ جاننے والا ہے بما فی القلوب اللہ تعالیٰ دلون کی باتیں جانتا ہے۔ واضح ہو کہ اس آیت میں صریح دلیل ہے کہ ہمت وغیرہ کا جو فعل آدمی سے ثابت ہوتا ہے وہ ہمیشہ بتاثیر الٰہی عزوجل ہے چنانچہ اسی بینائی سے کافرون کو اُنکی تعداد سے بہت تھوڑا دکھلایا پس اگر انسان کے افعال اپنی قدرت سے ہوتے تو ایسا کیون ہوتا۔ وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ اور یاد کرو اے مومنو جب دکھلاتا تھا اللہ تعالیٰ تمھین اُن کافرون کو۔ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا جب ملاقی ہوئے تم بہت قلیل تمھاری نظرون میں یعنی مہربانی سے لڑائی واقع ہونے سے پہلے مومنین جب کافرون کے لشکر کو دیکھتے تو وہ اُن کی نظر میں تھوڑے معلوم ہوتے تاکہ یہ لوگ اُن پر دلیری کرین اور عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ واللہ وے لوگ ہماری نظرون میں قلیل کر دئے گئے یہانتک کہ مین نے اپنے برابر والے آدمی سے پوچھا کہ ہمین ستر معلوم ہوتے ہین اُسنے کہا نہین بلکہ سَو ہین یہانتک کہ جب لڑائی میں ہم نے ایک کافر گرفتار کر کے اُس سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ ہم لوگ ایک ہزار تھے۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر واسنادہ صحیح وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ اور تمکو اُنکی نظرون میں قلیل دکھلاتا تھا یہانتک کہ بعضے بدون لڑائی کے اُنکو گرفتار کر لینا آسان سمجھے تھے عکرمہ رح نے فرمایا کہ ہر ایک فریق کو دوسرے پر برانگیختہ کیا بالجملہ کافرون کی نظر میں اسواسطے قلیل دکھلایا کہ وے لوگ پھر نجاوین کیونکہ اُن کا قافلہ بچگیا اور ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا کہ تم لوگ واپس جاؤ چنانچہ اخنس بن شریق بنی زہرہ کو لیکر واپس گیا اور ایسا ہی بنوعدی بھی لڑائی میں حاضر نہ ہوئے اور باقیون کو ابوجہل ہٹ کر کے لے آیا تھا پس تقلیل سے اُنکو طمع دلائی تاکہ واپس نہ جاوین اگر کہا جاوے کہ سورۂ آل عمران میں فرمایا قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ واُخرے کافرۃ یرونہم مثلیہم رأی العین الآیۃ۔ اس سے ثابت ہے کہ کافر لوگ مسلمانون کو اپنے سے دوچند یا مومنون سے دوچند دیکھتے

ع ۵
۱

توجواب یہ ہے کہ تقلیل نظر پڑنا لڑائی سے پہلے تھا پھر جب دونوں جماعتیں بھڑ گئیں اور اللہ تعالی نے ملائکہ سے مومنوں کی مدد فرمائی تو مومنین کافروں کو ویسا ہی قلیل دیکھتے رہے اور کافروں کو مومنین دو چند نظر آنے لگے تاکہ رعب کھا کر شکست و خواری پاویں لیکن پہلے کافر مومنوں کو بہت کم دیکھتے تھے تاکہ مغرور ہو کر لڑائی پر آمادہ ہو جاویں۔ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا تاکہ پورا کر دے اللہ تعالی اُس امر کو جو اُسکے علم ازلی میں ہو چکا ہے۔ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ اور اللہ ہی کی طرف جملہ امور کا مرجع ہے پس جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور بندوں کا چاہا جب اُسکے خلاف ہو تو پورا نہ ہوگا اور اسمیں تنبیہ ہے کہ دنیا کے جتنے کام ہیں سب میں سے وہی کام کا ہے جو توشۂ آخرت ہووے۔ بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ نظر میں تقلیل طرفین اس آیت میں بڑی نشانی ہے کیونکہ اس درجہ تک عادت کی راہ سے نظر کبھی خطا نہیں کرتی ہے پس باوجودیکہ سب شرطیں دیکھنے کی موجود تھیں لیکن دکھلائی نہ دینا صرف اسی وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالی نے نظر کو معطل فرمایا اور تاثیر نہیں دی لہذا جو شخص کہ کلام الٰہی پر ایمان رکھتا ہے وہ یقین جانے گا کہ دیکھنا وغیرہ جتنے افعال ہیں سب اللہ تعالی کی تاثیر قدرت سے ہیں کسی بندے کے اختیار میں خود نہیں ہیں اور علی ہذا اگر اللہ تعالے چاہے کہ اُس آنکھ سے نہ زمین کی چیز نظر آوے تو ہو سکتا ہے پس قیامت میں جب اللہ تعالی چاہے گا کہ مومن بندے اس کا دیدار پاک پاویں تو اُن کی نظروں میں یہ قوت عطا فرماویگا۔ فافہم پھر نصیحت فرمائی بقولہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ

اے ایمان والو جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو۔ شاید تم

تُفْلِحُوْنَ ۚ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ

مراد پاؤ اور حکم مانو اللہ کا اور اُس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو پھر نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہیگی تمھاری باؤ

وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ

اور ٹھہرے رہو۔ اللہ ساتھ ہے ٹھہرنے والوں کے

اس آیت میں اللہ تعالی نے مومنین کو جہاد کے آداب اور طریقۂ شجاعت تعلیم فرمائی بقولہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا لقا بمعنی ملنا و لیکن غالب استعمال اس کا لڑائی کے بھڑنے پر ہو گیا ہے فئۃ بمعنی جماعت اور اُس کے لفظ سے اُسکا مفرد نہیں آیا ہے اور جمع اُسکی فئات ہے اور مراد یہاں جماعت کافرہ ہے۔ المعنی اے ایمان والو جب بھڑ جاؤ تم لڑائی میں کسی کافر گروہ سے تو ثابت قدم رہو صحیحین میں عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم بعضے غزوات میں جنمیں دشمن سے مقابلہ ہوا منتظر رہے یہانتک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے لوگو دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالی سے عافیت مانگو لیکن جب تم اُن سے بھڑ جاؤ تو صبر کے ساتھ ثابت قدم رہو اور جان رکھو کہ جنت انھیں تلواروں کے سایہ تلے ہے پھر کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی۔ اللہم منزل الکتاب ومجری السحاب وہازم الاحزاب اہزمہم وانصرنا علیہم۔ اور عبداللہ بن عمرو کی روایت میں ہے کہ صبر کے ساتھ ثابت رہو اور اللہ تعالی کو یاد کرو پھر اگر کافر لوگ چیخیں چلاویں تو بھی تم خاموش رہو رواہ عبدالرزاق۔ اور یہی اللہ تعالے نے حکم دیا کہ۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اور یاد کرو اللہ تعالی کو بہت یعنی اُس سے فتح کی دعا مانگو۔ زید بن ارقم سے مرفوع روایت ہے کہ اللہ تعالی کو تین جگہ خاموشی پسند ہے ایک تلاوت قرآن کیوقت دوسرے جہاد میں صفیں ملجانے کے وقت اور تیسرے جنازہ کے ساتھ

اے اللہ اے کتاب نازل کرنیوالے ابر کے چلانیوالے اور لشکروں کے شکست دینیوالے ان کافروں کو شکست دے اور ہم کو ان پر فتح دے مترجم

رواہ الطبرانی۔ اور دوسری حدیث مرفوع مین ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا پورا بندہ وہ ہو جو جہاد مین بھڑ جانے کے وقت مجھے یاد کرے
یعنی میری یاد و مجھ سے دعا و استغاثہ سے یہ حالت اُس کو باز نہ رکھے۔ قتادہ و عطا رح سے روایت ہے کہ لڑائی کے وقت
خاموشی واجب ہو۔ ابن جریج نے کہا کہ مین نے عطا رح سے پوچھا کہ جہر سے یاد کرین فرمایا کہ ہان۔ کعب احبار سے روایت ہے کہ نماز
و قتال کے وقت یاد الٰہی بہتر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واذکروا اللہ کثیرا۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ شاید تم فوز عظیم حاصل کرو
اگر کہا جاوے کہ ہمین ہر حالت مین ثابت قدمی کا حکم ہے اور اس سے نکلتا ہو کہ قولہ تعالیٰ الا متحرفا لقتال او متحیزا الی فئة منسوخ ہو یعنی
کسی حال مین پیٹھ پھیرنا جائز نہین ہو تو جواب دیا گیا کہ منسوخ نہین ہو بلکہ ثبات سے کوشش کیساتھ لڑنا مراد ہو بلکہ گویا یہ مقصود بدون تحرف و تحیز
کے حاصل نہین ہو سکتا فافہم۔ وقال البیضاوی اسمین تنبیہ ہے کہ بندے کو کسی حال مین یاد الٰہی سے غافل نہونا چاہیئے بلکہ سختیون و شدتون
کے وقت تمام دل سے فارغ البال ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اُسی کے لطف پر بھروسا کرے کہ وہ کسی حال مین اُس سے جدا
نہین ہے اور حرف لعل مین اشارہ کیا کہ باوجود ایسے افعال کے اللہ تعالیٰ پر کوئی امر واجب نہین ہے لہذا عاجزی کے ساتھ نصرت
و فتح کے اُمیدوار رہین اور اپنے افعال سے نظر اُٹھا کر اُسی کے افضال پر نظر رکھین۔ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ اور
اطاعت کرو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کی ہر حکم مین۔ وَلَا تَنَازَعُوا۔ اور جھگڑا مت کرو جیسے تم نے بدر مین پہلے مختلف رائین
نکالین یعنی آپس مین اختلاف مت کرو۔ فَتَفْشَلُوا کہ تم نامردے ہو جاؤ۔ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ اور تمہاری قوت و دولت
جاتی رہے۔ ایک قرأت مین تذہب بجزم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تفشلوا جواب نہی ہے۔ ریح جو ہوا کے معنی مین ہے یہان دولت و قوت
کیواسطے استعارہ ہے کیونکہ احکام دولت ایسے جاری و نافذ ہوتے ہین جیسے ہوا چلتی و نفوذ کرتی ہو۔ قتادہ و ابن زید رح کے قول مین یہ استعارہ
نہین بلکہ حقیقت مراد ہو کیونکہ نصرت ہمیشہ ایک ہوا سے ہوتی ہو چنانچہ حدیث مین ہے کہ نصرت بالصبا و اہلکت عاد بالدبور یعنی مجھے
صبا سے فتح دیگئی اور دبور سے قوم عاد ہلاک کی گئی۔ نعمان ابن مقرن رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ مین رسول صلعم کے ساتھ جہاد مین حاضر
مشرقی ۱۲ مغربی ۱۲
ہوا ہون پس جب آپ چڑھتے دن مین قتال نہین کرتے تو ٹھہر جاتے تھے یہانتک کہ آفتاب ڈھل جاوے اور ہوا چلنے لگے
اور نصرت نازل ہو۔ رواہ ابوداؤد۔ حاصل آنکہ جھگڑے و اختلاف سے جو بزدلی کی نشانی ہے بچو۔ وَاصْبِرُوا اور صبر کرو دشمن سے
بھڑ جانے کے وقت اور ہزیمت نہ اُٹھاؤ۔ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت صابرون کے ساتھ ہو اور یہی اللہ
کے ساتھ ہونیکے معنی ہین بالجملہ اس آیت مین مومنون کو صبر و ثابت قدمی کا و پورے اعتقاد و یقین سے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کا حکم دیا اور
اس کو ان نیک لوگون نے اچھی طرح مانا قال ابن کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے حکم ماننے مین اور جانبازی کرنے
مین جو ہدایت حاصل تھی وہ اگلی اُمتون مین سے کسی کو حاصل نہوئی اور نہ اُن کے بعد والون مین کسی کو حاصل ہو سکتی ہے کیونکہ اُن کی
آنکھون نے حضرت سید المرسلین صلعم کو اپنی آنکھون سے دیکھا پس اُن کی ارواح و قلوب کو جو نور و شرف حاصل ہوا وہ نہ کبھی ممکن تھا اور
نہ کبھی ممکن ہوگا۔ لہذا اُنھون نے روم و فارس و ترک و سقلاب و بربر و حبش و سودان و قبط وغیرہ تمام جہان کے لشکرون کو تھوڑے دنون مین
باوجود اپنی قلت کے مقہور کر لیا یہان تک کہ کلمہ الٰہی بلند اور اُس کا دین تمام دینون پر مشرق و مغرب مین ظاہر ہو گیا اور ظلم و بدخصلتین مٹ کر
عدل و انصاف دنیا مین پھیل گیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ واصبروا ان اللہ مع الصابرین۔ صبر کا پہلا
مرتبہ تو یہ ہوتا ہے کہ آدمی زبردستی اپنے نفس کو ثابت قدم رکھتا ہو اور یہی تکلف سے شرع پر قائم رہنے کا مقام ہو پھر جب صبر تحقیقی حاصل

ہوا تو وہ مقام تشریف ہی پس اول تو مجاہدہ ہے اور دوم مشاہدہ ہی یعنی سوزش شوق مین ثابت قدم رہنا چاہیئے کہ حضرت حق تعالیٰ کو بھی نیک بندون کی طرف اشتیاق ہے اور نیز اشارہ ہے کہ بلاے محبّت مین صبر کرو اور اس بلا کو اچھی چیز سمجھو تاکہ میرا مشاہدہ حاصل کرو کیونکہ صابرین پر مقام صبر مین تجلی ہے اور نیز میرے ساتھ صبر کرو کیونکہ صبر کو میرا ساتھ حاصل ہے پس تمھاری مراد ملجاوے گی اور دشمن اور نفس و شیطان پر فتحمندی پاؤگے۔ واسطیؒ (محمد بن موسیٰ) سے پوچھا گیا کہ صبر کی کیا ماہیئت ہی فرمایا کہ محنت سے پہلے محبت کی چادر اوڑھ لے پس جب محبت کے ساتھ محنت ملی تو اُس کو بلا مشقت اُٹھا لیگا۔ پس صابرون کے ساتھ اللہ عزوجل کی معیّت کے یہی معنی ہین قولہ تعالیٰ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ

اور مت ہو جیسے وہ لوگ کہ نکلے اپنے گھرون سے اتراتے اور لوگون کو دکھاتے اور روکتے

عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

اللہ کی راہ سے اور اللہ کے قابو مین ہی جو کرتے ہین

اللہ تعالیٰ نے مومنون کو قتال و ذکر الٰہی کی وصیت کے بعد مشرکون کے ساتھ مشابہت کرنے سے منع فرمایا۔ بقولہ۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ اور مومنو تم ان لوگون کے مانند مت ہونا جو اپنے دیار سے نکلے واسطے بطر و ریار کے۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و سدی و ضحاک وغیرہم مفسّرین نے فرمایا کہ الذین خرجوا۔ سے قریش مراد ہین جو بدر مین آنحضرت صلعم سے لڑنے کو نکلے تھے۔ قال الزجاجؒ نعمت مین حد سے باہر ہو جانے اور شکر چھوڑنے اور نعمت کو ناپسندیدہ اُمور کا وسیلہ بنانے کو بطر کہتے ہین اور قبیح بات چھپا کر ظاہر مین اچھی بات دکھلانے کو ریار کہتے ہین۔ وقال ابن کثیرؒ۔ بطر بمعنی حق کو دفع کرنا اور ریار الناس بمعنی فخر و تکبر کرنا۔ اگر کہا جاوے کہ قریش والے اپنا قافلۂ تجارت بچانے کو نکلے تھے۔ بطر و ریار کے واسطے نکلنا کیونکر فرمایا جواب یہ ہے کہ باعتبار انجام کار کے ہے چنانچہ مفسّرؒ نے کہا کہ اے لاتکونوا کالذین خرجوا من دیارہم لیمنعوا عیرہم فلم یرجعوا بعد نجاتہا بطراً و ریاراً الناس۔ یعنی تم ایسے لوگون کے مانند مت ہونا جو اپنے دیار سے اپنا قافلۂ تجارت بچانے کو نکلے تھے مگر قافلہ بچ جانے کے بعد بطر و ریار کی وجہ سے واپس نہ گئے۔ محمد بن اسحاق نے ذکر فرمایا کہ رسول اللہ صلعم اسی رخ پر سیدھے چلے گئے یہانتک کہ جب مقام صفرار پر پہونچے تو بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغبار کو ابوسفیان کی خبر کے لئے جاسوس بھیجا وہ چلکر بدر کے پانی پر آئے اور اُتر کر تالاب سے مشک بھر کر روانہ ہوتے تھے کہ اُنھون نے دو باندیون کو باتین کرتے سُنا جو آپس مین جھگڑا کرتی تھین اور مجدی بن عمرو نے دونون کے درمیان مین فیصلہ کر دیا۔ پس دونون جاسوس روانہ ہوئے اور حضرت صلعم کو خبردار کیا اور یہان ابوسفیان نے مجدی بن عمرو سے کہا کہ اس تالاب پر تو نے کسی ایسے آدمی کو نہین دیکھا جس سے تو انکار کرے اُسنے کہا کہ نہین واللہ ولیکن دو مسافر اسمین سے پانی بھر لیگئے پھر ابوسفیان نے آکر اونٹون کی مینگنیان توڑین اور کہا کہ واللہ اسمین تو مدینہ کی گٹھلیان ہو جارہے اور جلد جاکر قافلہ لیکر تین میل ساحل سمندر کی طرف ہو رہا اور اُسنے قریش کو کہلا بھیجا کہ تمھارا قافلہ بچ گیا اب تم پھر جاؤ پس اخنس بن شریق بنی زہرہ کو لیکر پھر گیا اور ابوجہل ملعون نے کہا کہ واللہ ہم نہین لوٹین گے یہان تک کہ بدر کے تالاب پر جاکر اُترین اور تین دن مقیم رہین اور اونٹون کو ذبح کرین اور کباب و شراب اُڑاوین اور ناچ گانا سنین اور تمام عرب مین ہماری خبر مشہور ہو اور اس کے بعد سب ہم سے ہیبت کیا کرین۔ اور محمد بن اسحاق نے عروہ بن الزبیر سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم

نے بدر سے قریب ہوکر علی ابن ابی طالب وسعد بن ابی وقاص وزبیر بن العوام کو مع چند اور لوگون کے جاسوس بھیجا اُنھون نے سعید بن العاص وحجاج کی اولاد کے غلامون کو پکڑا اور لائے تو آنحضرت صلعم نماز مین تھے پس لوگون نے اُن سے پوچھا تو وہ بولے کہ ہم قریش کے غلام ہین ان کے لئے پانی لینے آئے تھے پس صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خبر کو مکروہ جان کر مارا حتی کہ اُنھون نے کہا کہ ہم ابوسفیان کے قافلہ کے ہین تو ان کو چھوڑا پس حضرت صلعم نے نماز سے سلام پھیر کر فرمایا کہ اے لوگو جب تم سے یہ سچ بولے تو تم نے مارا اور جب جھوٹ بولے تو تم نے چھوڑ ا و اللہ یہ لوگ قریش کے ساتھ ہین۔ تم دونون قریش کی خبر سے مجھے آگاہ کرو وہ بولے کہ وہ اس تو وہ عقنقل کے اُدھر ہین جو آپ عدوۃ القصوی پر دیکھتے ہین پھر اُن سے تعداد پوچھی اور قریش کے سردار سب پوچھے پھر حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لوگو مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے سب تمھاری طرف پھینکدیئے ہین۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ صبح کو قریش والے روانہ ہوکر آگے بڑھے جب حضرت صلعم نے عقنقل کے پیچھے سے ان کو آتے دیکھا تو دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار تو دیکھتا ہے کہ یہ قریش والے اتراتے وفخر وتکبر کرتے چلے آتے ہین تیرے رسول کو جھٹلاتے اور لڑتے ہین اے میرے پروردگار تو ان کو کل کے روز ہلاک کردے۔ حاصل آنکہ بطرا ورئاء الناس مفعول لہ فعل محذوف کا ہے اے فلم یرجعوا البطر آ۔ جیساکہ ابوجہل کا قول مذکور ہوا اور فخر وخیلا اُن کا اول ہین اور بروقت مواجہہ کے ظاہر ہوچکا۔ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بیضاوی رح نے کہا کہ بطرا پر عطف ہے اگر وہ مصدر بجائے حال کے ہوا اے باطرین الخ اور اگر مفعول لہ ہو تو بھی اسی پر عطف ہے لیکن بتقدیر آن تاکہ مصدر کی تاویل مین ہوکر اسم پر اسم کا عطف ہو۔ المعنی اور لوگون کو راہ حق سے روکتے ہین۔ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ اور اللہ تعالیٰ کا علم اُن کے اعمال کو محیط ہے۔ ایک قراۃ مین تعملون بتاء فوقانیہ ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو خوب جانتا ہے اُن کو اُن کے موافق جزا دیگا لہذا بدتر بدلا اُن کو ملا کہ بدر پر پہونچکر اُنھون نے شراب موت کے گھونٹ پیئے اور مرنیوالیون کا راگ سُنا اور عذاب ابدی کے کباب چکھے اور عرب مین مشہور ہوگیا کہ قتل وگرفتار وخوار ہوکر واپس ہوئے۔ قَالَ الْبَيْضَاوِیُّ رح مومنون کو منع کردیا کہ وے اُن کی طرح بطر کرنے والے وریاکار نہ بنین اور اخلاص وتقوی اختیار کرین کیونکہ جس چیز سے ممانعت ہو تو اس کے ضد کا حکم ہوتا ہے ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولاتکونوا کالذین خرجوا من دیارہم الخ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو منع فرمایا کہ ایسے ریاکارون کی مشابہت نہ رکھین جو اپنے گھرون اور زاویہ عبادت سے رنگے کپڑے مکاری کی وضع بنائے ہوئے نکلتے ہین اور صاحب دولت ظالمون کے نزدیک جو خیر وشر مین تمیز نہین رکھتے ہین اپنی آبرو بڑھانے پر اتراتے ہین اور مریدون کو اہل اللہ کے پاس سے بہکاکر اپنی طرف لیجاتے ہین تاکہ اپنی مکاری کے بازار گرم کرین اور اس نفاق کو خوب رواج دین اور خلق کی نظرون مین اپنی بڑائی ظاہر کرین اللہ تعالیٰ اُن کو قہر کے جنگل مین تباہ کرے پھر اُن کا حال بیان کیا کہ شیطان اُن کی نظرون مین اُن کے بداعمالون کی زینت دکھلاتا ہے بقولہ

تکبر ۱۲ — اترانا ۱۲

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ

اور جسوقت سنوارنے لگا شیطان اُن کی نظر مین اُنکے کام اور بولا کوئی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن لوگون مین سے

وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ

اور مین رفیق ہون تمھارا پھر جب سامنے ہوئین دو فوجین اولٹا پھرا اپنی ایڑیون پر اور بولا مین تمھارے ساتھ نہین

ع ۵ ۸ مِنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ۧ
مین دیکھتا ہون جو تم نہین دیکھتے مین ڈرتا ہون اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَاِذْ - واذکر اذ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ اور یاد کر جسوقت کہ مزین کیا اُن کے لئے شیطان ابلیس نے اُن کے اعمال کو باین طور کہ مسلمانون سے لڑنے پر اُن کو شجاعت دلائی حالانکہ نکلتے وقت قبیلہ کنانہ مین سے بنی بکر بن وائل سے قریش کو خوف تھا۔ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ اور کہا کہ آج کے روز لوگون مین سے کوئی تم پر غالب نہین ہے اور مین تمھارا حافظ ہون یعنی بنی بکر سے تمھارے پیچھے تمھارے اہل و عیال کی حفاظت کا ضامن ہون علماء تفسیر کے یہان دو قول ہین اول آنکہ شیطان کا زینت دینا بطریق وسوسہ تھا اور قول مذکور بھی اسی طور سے تھا۔ قال البیضاوی رح معنی یہ ہین کہ شیطان نے اُن کے دلون مین یہ وسوسہ وخیال ڈالدیا کہ آج تم ہرگز مغلوب نہین ہو سکتے کیونکہ تمھاری تعداد و سامان بہت کثیر ہے اور نیز ان کے وہم مین ڈالا کہ یہ اُمور بت پرستی وغیرہ جن مین وے شیطان کی اتباع کرتے تھے اُن کے واسطے مجیر یعنی حافظ ہین۔ قال المترجم اس تقدیر پر قول مجاز ہوگا یعنی اُن کے دلون مین وسوسہ ڈالا کہ ایسے بھلے کام جو تم کرتے ہو یہی تمھارے حافظ ہونگے اور علی ہذا کچھ بنی بکر بن وائل کے خوف سے حفاظت مخصوص نہین بلکہ علی الاطلاق ہے۔ قول دوم جو صحیح ہے وہ یہ ہے کہ شیطان نے یہ قول اُن سے بطور تحقیق کہا تھا اور بات یہ ہوئی کہ وہ سراقہ بن مالک بن جعشم کی صورت مین جو بنی مدلج کا سردار اور کنانہ مین سے بڑا شخص تھا ظاہر ہوا اور مشرکون سے کہا کہ آج تم پر کوئی غالب نہین ہو سکتا اور مین اپنی جماعت سے تمھارے ساتھ ہون اور بنو بکر سے تمھارا مجیر ہون پس قریش جلد روانہ ہوئے اور قریش ہر منزل مین اس کو سراقہ ہی سمجھتے تھے۔ فَلَمَّا تَرَاۗءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰي عَقِبَيْهِ جب دونون گروہ یعنی فرقہ کافرہ و فرقہ مسلمہ باہم ایک دوسرے کے سامنے ہوگئے یعنی دونون گروہ صف باندھکر ملاقی ہوئے تو ابلیس نے ملائکہ کو دیکھا اور اسوقت ابلیس بصورت سراقہ بن مالک کے حارث بن ہشام کے ہاتھ مین ہاتھ دیئے کھڑا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام ابلیس ملعون کی طرف بڑھے تو اُس نے حارث کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور ہر چند حارث نے کہا کہ اے سراقہ ایسی حالت مین تو ہم کو کہان چھوڑتا ہے اُس نے ایک نہ مانی اور دنگامشتی مین حارث کی چھاتی پر ایک دھکا مار کر مع ساتھیون کے بھاگا وَقَالَ اِنِّىْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكُمْ اور یہ بکتا تھا کہ مین تم سے بری ہون مجھ سے تم سے کوئی لگاؤ نہین ہے مین تمھارا ساتھی نہین ہون اِنِّىْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ مین وہ چیز دیکھتا ہون جو تم نہین دیکھتے ہو۔ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہون۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ابلیس کو یہ خوف ہوا کہ مین بھی مارا جاؤنگا پس اُسنے اپنی جان کے خوف سے یہ بات کہی اور صفات الٰہی سے ڈرا اور یہ خوف اسکو ایمانی خوف نہ تھا چنانچہ قتادہ رح نے کہا کہ واللہ وہ جھوٹ بولا اس کو خوف الٰہی نہ تھا و لیکن جان کے خوف سے اُس نے دیکھا کہ مجھے ملائکہ سے لڑنے کی قوت نہین ہے تو یہ بات کہی۔ یعنی یہ جو اُس نے کہا کہ مین اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہون اسکے یہ معنی ہین کہ وہ اپنی جان مارے جانے کی وجہ سے ڈرا حالانکہ اللہ تعالیٰ شدید العقاب ہے پس یہ تو سچ بولا و لیکن خوف ایمانی اس کو نہ تھا اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ حارث کے سینے مین دھکا مار کر اسکو گرا کر ایسا بھاگا کہ دکھلائی نہ دیا اور سمندر مین جا گرا اور دعائین مانگنے لگا کہ پروردگار اپنا وعدہ پورا کر دے جو تو نے مجھے دیا ہے۔ رواہ الواقدی۔ اور طبرانی نے رفاعہ بن رافع سے اسکے مانند روایت کیا۔ ابلیس کا

یہی حال ہے۔ کما قال تعالیٰ یعدہم ویمنیہم ومایعدہم الشیطان الاغرورا۔ پہلے اپنی پیروی کرنے والون کو غرور مین ڈالتا ہے پھر الگ ہوجاتا
ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے روز قیامت مین شیطان کا حال نقل فرمایا وقال الشیطان لما قضی الامران اللہ وعدکم وعدالحق ووعدتکم
فاخلفتکم وماکان لی علیکم من سلطان الاان دعوتکم فاستجبتم لی فلاتلوموني ولوموا انفسکم الآیۃ۔ اور امام مالکؒ نے عبید اللہ بن
کریز سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شیطان نے کوئی روز ایسا نہ دیکھا جسمین وہ بہت ذلیل وحقیر واندوہگین ہو جیساکہ
عرفہ کا روز دیکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت وعفو گناہ کا نزول بکثرت دیکھتا ہے سوائے روز بدر کے کہ وہ دن اُسنے عرفہ سے زیادہ
سخت دیکھا الحدیث مرسل۔ بالجملہ جعلی سراقہ یعنی ابلیس تو ہاتھ چھوڑ کر بھاگا اور ابوجہل نے نکلکر لوگون کو آمادہ کیا کہ تم لوگ سراقہ کے
بھاگنے سے بددل مت ہو۔ وہ در پردہ محمدؐ سے ملا ہوا تھا۔ اور ہم لوگ قسم ہے لات وعزیٰ کی کہ واپس نہ ہونگے یہان تک کہ سب کو رسیون
مین باندھ لے جاوین اور ان کی شرارت کا مزہ چکھاوین۔ پس اُن کو بہت قتل نہ کرنا بلکہ باندھ لینا۔ اور لوگ لڑائی مین پڑے اور لڑائی
گرم ہوئی کہ آنحضرت صلعم نے ریگ وکنکریان ایک مٹھی لیکر کافرون کو مارین اور فرمایا کہ شاہت الوجوہ۔ یہ چہرے خوار ہون۔ ادھر
آپ کا مارنا تھا کہ کافرون کے منہ وناک وآنکھون مین ریگ وکنکریان بھر گیئن۔ اور وہ تلملاتے آنکھین ملتے ہوئے بھاگے اور اصحاب
رسول اللہ صلعم نے حملہ کر کے ان کو قتل وگرفتار کیا اور بھاگے ہوئے قریش اپنے بڈھے سردارون کو کھو کر ذلیل وخوار مکہ مین یہ بکتے
ہوئے پہونچے کہ سراقہ بن مالک نے ہم لوگون کو شکست دلوائی یہ خبر اصلی سراقہ بن مالک کو پہونچی تو وہ بہت غصہ ہوا اور کہنے لگا
کہ واللہ مجھے تمھارے جانے کا حال بھی معلوم نہین ہوا یہان تک کہ جب تم شکست کھا کر آئے ہو تو تمھاری شکست کی خبر البتہ
مجھے پہونچی ہے۔ پھر جب قریش والے اسلام لائے اور پردۂ جہالت سے نکلے ہین تب ان کو یقین ہوا کہ سراقہ نہین تھا بلکہ ہم لوگ
شیطان کے متبع تھے۔ یہ قصہ بہت تفصیل کے ساتھ کتب السیر مین مذکور ہے اور اصل قصہ مختصر جیساکہ تفسیر مین ذکر ہوا ہے ابن عباس
رضی اللہ عنہ وایک جماعت صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے صحیح اسانید کے ساتھ مروی ہے اور صدق نبوت واسلام کیواسطے دلیل
کامل ہے کیونکہ جو امر کھلم کھلا قرآن مجید مین اور مشہور احادیث مین آیا اسمین ذرا بھی شک نہین ہوسکتا ورنہ اہل عرب پہلے ویہودی و
نصرانی وغیرہ تمام جہان کے لوگ باوجود عناد کے جھوٹ ہونے کا اشتہار دیدیتے اور کیونکہ جھوٹ بات اسطرح مسلم ہوسکتی ہے پس مومنین کا سلف
سے اسوقت تک اجماع ہے۔ ہان اس زمانہ مین بعضے ملحد البتہ اسلام کے پردے مین انکار کرتے ہین اللہ تعالیٰ اُن کے شر وفتنہ سے اہل اسلام
کو محفوظ رکھے۔ اگر کہا جاوے کہ ابلیس کو یہ قدرت کہان سے حاصل ہوئی کہ بشر کی صورت بنجاوے اور جب بنا تو شیطان کیون کہلایا
جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو یہ قدرت دیدی ہے اور ایسی قوت عطا فرمائی ہے جیسے ملائکہ کو بھی ایسی قوت وقدرت دیدی ہے
کیا یہ نہین دیکھتے کہ موم کو اپنے ہاتھ سے مختلف صورتون پر بنا لیتے ہو پس اگر اسمین جان وقوت خود ہوتی کہ مختلف شکلون پر ہوجاتا
تو کچھ بعید نہوتا ایسا ہی یہان کچھ بھی استبعاد نہین ہے فـــــی العرائس قولہ تعالیٰ واذ زین لہم الشیطان اعمالہم۔ انکے بُرے
اعمال کو رچا کر ان کی نظر مین اچھے پیرایہ سے دکھلاتا ہے اور وے فریب مین پڑجاتے ومغرور ہوجاتے ہین بعض نے کہا کہ کافرون کی نظر
مین جیسے اعمال قبیح کو رچاتا ہے ایسے ہی خفیہ فتنہ یہ ہے کہ اہل طاعت کی نظر مین ان کے طاعات رچاتا ہے کہ تم بڑے عابد و انکی عبادت
کرنے والے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جو ان پر توفیق واستطاعت وغیرہ کا سرتاسر انعام کیا اسکو نہین دیکھتے پس اپنے طاعات برباد
کرتے ہین۔ استادؒ نے فرمایا کہ شیطان جب انسان کے واسطے اپنے وسوسہ سے کوئی امر زینت دیتا ہے اور نفس اسکو کوئی بات اپنے

فریبے خوبصورت کر دکھلاتا ہے تو اہل غفلت کی نظر باطنی راہ صواب دیکھنے سے اندھی ہو جاتی ہو پس یہ غافل آدمی بھی اسی شیطان کا ہمنشین ہو جاتا ہے اور سابق تقدیر و مکر قدیم ایسی راہ سے اسکو پہونچتا ہے کہ اپنے زعم و طاقت سے اسکو دفعیہ کی مجال نہین رہتی اور اگر اللہ تعالیٰ سے بروقت یاد کے ساتھ مدد چاہتا تو اُمید تھی کہ ہلاک نہ ہوتا مگر غفلت کی بلانے اسکو حسب تقدیر یہان ڈالا پھر شیطان نہ اُس سے اپنا وعدہ وفا کرتا ہو اور نہ نفس اُس کی تمنا پوری کرتا ہے چنانچہ اہل کفر کا قصہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا کہ عبرت حاصل کرین بقولہ فلما ترآءت الفئتان نکص علی عقبیہ وقال انی بری منکم انی اری مالا ترون۔ حاصل آنکہ ان کو غفلت مین ڈالکر اس میدان بدر مین ہلاک کیا۔ اور غلبہ کا وعدہ وہ بیچارہ کیا پورا کر سکتا۔ اور خود اُن سے بری ہو کر چلا گیا۔ اسمین اشارت ہو کہ اہل ارادت کے حق مین شیطان کچھ اُمیدین و خیال باطل لاکر ورطۂ غفلت مین ڈالتا ہے تاکہ محبت دنیا و ہوس مین غافل ہو کر راہ قرب و مشاہدہ سے محجوب ہو جاوین اور کرامات و آیات کچھ نہ پاوین پھر اگر مرید پر رحمت آلٰہی ہوئی اور اُس کی ارادت صادقہ ہو تو دشمن شیطان اُسکے پاؤن ہاتھ ملتا بھاگ کھڑا ہوتا ہے اور مرید بدون شیطانی وسواس کے مشاہدۂ جمال مین سرفراز رہتا ہے اور اگر تقدیر مین شقاوت ہے تو امتحان مین شیطان کے براے نام عداوت ہو۔ مرید خالص کے مقابلہ مین شیطان کا نفس سے یہی کلام ہے کہ مین عجائب مکاشفہ ملکوت دیکھکر خوف کرتا ہون کہ اسی مجاہدہ مین اسیر نہو جاؤن۔ اور نیز اسمین اشارت سے ثبوت ہو کہ ولی کے نفس کو شیطان غرہ دلاتا ہے کہ شہوات کے ساتھ اسپر غالب آویگا پھر جب دیکھا کہ وہ اپنے پروردگار سے ہردم استعانت مانگتا ہے اور انفاس محبت کے تیر ہر دم شیطان و نفس کو جلائے دیتے ہین تو خود چھوڑ بھاگتا اور نفس کو اُس کے پنجہ مین ضیق و مجاہدہ کے ساتھ مقید چھوڑ جاتا ہے واضح ہو کہ اس آیت مین حق تعالیٰ نے آگاہ فرما دیا ہے کہ احکام و ملکوت جو اس عالم مین ظاہر ہوتے ہین ان مین سے جس قدر شیطان کو نظر آتے ہین آدمی ان کو نہین دیکھ سکتا۔ اور بات یہ ہو کہ اُس نے اس عالم سے پہلے عجائب ملکوت دیکھے ہین اور مومنین کے انوار بھی اس کو اللہ تعالیٰ دکھلاتا ہے تاکہ حسرت و لعنت مین خوار ہو اور قولہ انی اخاف اللہ۔ اس کے معنی یہ ہین کہ مین اللہ تعالیٰ کے عذاب سے خوفناک ہون اور یہ بات اس نے ایسے وقت کہی جب عذاب آلٰہی آنکھون دیکھ لیا پس اسکو کچھ نافع نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان یہ سوال تھا کہ شیطان جب اللہ تعالیٰ سے خائف ہوا تو یہ ایمان ہے پس شیخ نے جواب دیا کہ ایمان تو تصدیق بالغیب ہے اور آنکھون دیکھنے کے بعد ماننا کچھ ایمان نہین چنانچہ ہر کافر مرتے دم اسلام کی حقیقت دیکھ لیتا ہے مگر کچھ فائدہ نہین ہوتا اور یہی ایمان الباس کہلاتا ہو ایسے ہی شیطان نے عذاب دیکھکر یہ اقرار کیا تو کیا فائدہ ہو پھر لکھا کہ اگر شیطان مین خوف آلٰہی کا تحقق ہوتا یعنی خوف کافی ہوتا تو ایک دم بھی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتا۔ واسطی رحمۃ اللہ نے کہا کہ گناہون کا چھوڑنا کئی طرح پر ہوتا ہے ازانجملہ یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ سے حیا کر کے چھوڑا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے زلیخا کے لوث سے دامن پاک رکھا اور ازانجملہ یہ ہے کہ خوف عذاب سے چھوڑا جیسے شیطان نے بخوف ہلاک اس مقام پر کفار کا ساتھ چھوڑا پھر اللہ تعالےٰ نے حضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ پر توکل چھوڑنے والون اور اپنی قوت و اسباب ظاہری پر اعتماد رکھنے والون کا حال فرمایا بقولہ۔

اِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُونَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَآءِ دِيْنُهُمْ ۗ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ

جب کہنے لگے منافق لوگ اور جن کے دلون مین آزار ہے یہ لوگ مغرور ہین اپنے دین پر اور جو کوئی بھروسا کرے

عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اللہ پر تو اللہ زبردست ہو حکمت والا

اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ یہان سے ابتداے کلام ہے منافقین سے وہ لوگ مراد ہین جو اسلام ظاہر کرتے اور کفر دل مین رکھتے تھے۔ اور یہ اہل مدینہ مین سے بعض لوگ تھے اور معنی یہ کہ یاد کر جسوقت کہ کہتے تھے منافق لوگ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ اور وہ لوگ جنکے دلون مین مرض تھا غَرَّ هٰٓؤُلَاۤءِ دِيْنُهُمْ مغرور کیا ہے ان مسلمانون کو اُن کے دین نے مرض سے یا تو مرض شرک مراد ہے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یا مرض نفاق مراد ہے پس عطف تفسیری ہوگا۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جب بدر کے روز لشکر اسلام و لشکر کفر باہم نزدیک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی آنکھون مین مسلمانون کو قلیل دکھلایا اور اس کے برعکس بھی مسلمانون کی آنکھون مین مشرکون کو قلیل دکھلایا۔ تو بعض مشرکون نے کہا کہ ان لوگون کو ان کے دین نے غرہ مین ڈالا ہے کیونکہ اپنی نظر مین بہت قلیل کچھ دیکھکر شک نہین کرتے تھے کہ عنقریب سب یہ لوگ شکست کھاکر خوار ہون گے۔ ابن جریج نے کہا کہ ایسا کہنے والے مکہ کے بعض منافق تھے جنھون نے زبان سے کلمہ پڑھا تھا اور بدر کے روز مشرکین کے ساتھ آئے تھے جب مسلمانون کی قلت دیکھی تو کہنے لگے کہ ان کے دین نے ان کو مغرور کیا ہے ایسا ہی عامر شعبی و مجاہد رح و معمر و محمد ابن اسحٰق رح سے مروی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کے جواب مین فرمایا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ اے من یثق بہ یغلب۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے وہی غالب ہوتا ہے جزاے شرط محذوف ہو بقرینہ قولہ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ یہ جملہ جزاے محذوف کی تعلیل ہو یعنی وہی غالب ہوتا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے امر کے نافذ کرنے مین غالب ہے کوئی چیز اسکو مانع نہین ہوسکتی اور اپنے کام مین حکمت والا ہو پس جو اسپر توکل کرے وہ مستحق نصرت ہو اور جو نافرمانی کرے وہ لائق عذاب و خواری ہو اسمین تنبیہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس کام کا حکم ہو بندہ اُسمین اپنی رائے نہ لگاوے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرکے اسکی تعمیل مین مشغول ہوجاوے جب اللہ تعالیٰ نے ان کافرون کا حال حیات بیان فرمایا تو موت کے بعد جو عذاب اُن کو پہونچیگا اُس کی تشریح فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ

اور کبھی تو دیکھے جسوقت جان لیتے ہین کافرون کے فرشتے مارتے ہین اُن کے منھ پر اور پیچھے

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

چکھو عذاب جلنے کا یہ بدلا ہے اُسی کا جو تم نے بھیجا اپنے ہاتھون اور اسواسطے کہ اللہ ظلم نہین کرتا

لِّلْعَبِيْدِ ۝ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ

بندون پر جیسے دستور فرعون والون کا اور جو اُن سے پہلے تھے منکر ہوئے اللہ کی باتون سے سو پکڑا اُن کو

اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا

اللہ نے اُن کے گناہون پر اللہ زور آور ہے سخت عذاب کرنے والا یہ اسپر کہا کہ اللہ بدلنے والا نہین

نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ كَدَاْبِ

نعمت کا جو دی تھی ایک قوم کو جبتک کہ وہ نہ بدلین اپنے جیون کی بات اور اللہ سنتا ہے جانتا جیسے دستور

آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَ
فرعون والون کا اور جو اُن سے پہلے تھے جھٹلائین باتین اپنے رب کی پھر کھپا دیا ہم نے انکو اُن کے گناہون پر اور
اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝
ڈبا دیا فرعون والون کو اور سارے ظالم تھے۔

وَلَوْ تَرٰٓى ۔ اے ولو رایت کیونکہ حرف لو مضارع پر داخل ہوتا ہے تو حرف ان کے برعکس اسکو ماضی کے معنی مین کر دیتا ہے اور خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اے ولو رایت یا محمد۔ اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ حرف اذ ظرف ہو فعل تری کا اور اسکا مفعول محذوف ہو اور یتوفی بیا رتحتیہ جمہور کی قراۃ ہے اور ملائکہ اس کا فاعل ہو اور اسی پر دلالت کرتی ہو قراۃ ابن عامر کہ تتوفی بتار فوقانیہ پڑھا ہو اور یہ حال واقعہ بدر کا ہے یعنی ولو رایت یا محمد الکفرۃ او حالہم ببدر اذ کانت الملائکۃ تتوفی الکفرۃ۔ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ یہ جملہ الذین کفروا سے حال ہو اور وجوہ سے مراد چہرے اور ادبار سے مراد مقاعد ہین بطریق کنایہ جیسا کہ سعید بن جبیر وغیرہ سے مروی ہو۔ یا پشت مراد ہین اور بیضاوی رح نے کہا کہ شاید یہ ضرب کی تعمیم ہو یعنی عموماً مارتے تھے۔ خواہ اگلا جسم ہو یا پچھلا۔ اور بعض نے کہا کہ جب مشرکین مسلمانون کی طرف متوجہ ہو کر بڑھے تو ملائکہ نے اُن کے وجوہ یعنی چہرون کو مارا اور جب پیٹھ پھیر کر بھاگے تو اُن کے پیچھے سے مارا۔ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ یہ جملہ یضربون پر بتقدیر قول عطف ہو اے یقولون ذوقوا الخ۔ اور یہ بطریق تہکم کے عذاب آخرت کے کافرون کو بشارت تھی اور بعض نے کہا کہ اُن کے پاس آگ کے گرز تھے کہ جب مارتے تھے تو آگ کی لپٹ اٹھتی تھی اور جواب لو محذوف ہو تاکہ امر ہولناک پر دلالت کرے۔ والحاصل لو عاینت یا محمد حال توفی الملائکۃ ارواح الکفار حین یضربون وجوہہم وادبارہم ویقولون لہم ذوقوا عذاب الحریق لرأیت امراً ہائلاً فظیعاً۔ یعنی اگر معاینہ کرتا تو اے محمد ملائکہ کے کافرون کی روحون کو وفات دینے کا حال جبکہ ملائکہ اُن کے چہرون اور مقعدون کو مارتے اور یہ کہتے تھے کہ جلانیوالا عذاب چکھو تو البتہ تو ایک بڑا ہولناک بہت خراب حال دیکھتا۔ اگر کہا جائے کہ بدر مین کافرون کے مارے جانے کے وقت آنحضرت صلعم وہین موجود تھے تو جواب یہ ہے کہ جو امر آدمی کی نظر سے پوشیدہ کیا گیا ہے وہ آدمی کو نظر نہین آتا اگرچہ وہان حاضر ہو اور حالت وفات بھی انھین امور مخفیہ مین سے ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر رح یہ سیاق اگرچہ بدر کے روز کافرون کی روح نکالے جانے کے حال مین ہو لیکن یہی حال ہر کافر کا ہر وقت مین ہوتا ہو اسی واسطے اللہ تعالی نے اُس کو اہل بدر سے مخصوص نہین کیا اور سورۂ انعام مین قولہ تعالی ولو تری اذ المجرمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیہم اخرجوا انفسکم الآیۃ۔ پہلے گذر چکا ہو حدیث برار بن عازب مین بھی آیا ہو کہ کافر کی موت کے وقت ہیبتناک صورت مین ملائکہ آ کر اُس کی روح سے کہتے ہین کہ نکل اے نفس خبیثہ سموم و حمیم و عذاب النار کی طرف یعنی غضب الٰہی اور عذاب دائمی کی بشارت اُسکو سناتے ہین اور وہ نہایت خوفناک ہو کر بدن مین چھپتی پھرتی ہے چنانچہ پوری حدیث سابق مین گذر چکی فتذکر۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ اے ذلک التعذیب بسبب ما قدمت ایدیکم۔ یہ عذاب پا جانا بسبب ان کامون کے ہو جن کو تمھارے ہاتھون نے بھیج رکھا ہے اور مراد یہ کہ تم نے وہ بد اعمالیان کین خواہ ہاتھ سے یا زبان وغیرہ سے لیکن فقط ہاتھون سے اُسکی تعبیر اسلیے ہو کہ اکثر کام ہاتھ ہی سے ہوتے ہین یعنی یہ عذاب تمھارے کفر و شرک کا بدلا ہو۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۔ ظلام صیغہ مبالغہ ہو اور لفظ عبید کے لحاظ سے جو جمع عبد ہو صیغہ مبالغہ بمعنی تکثیر آیا یعنی جس کثرت سے بندہ ہین۔

اُن کے لحاظ سے ظلم کی کثرت ہوتی اگر ظالم ہوتا لہذا اُس کی نفی کی تو معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون مین سے کسی کے واسطے ظالم نہین ہے پس اب یہ وہم وارد نہین ہوتا کہ ظلام صیغہ مبالغہ کی نفی سے بلا مبالغہ یعنی ظالم کی نفی لازم نہین آئی حالانکہ اللہ تعالیٰ ظالم بھی نہین ہے اور بعض نے کہا کہ ظلام صیغہ نسبت ہے یعنی ذی ظلم پس معنی یہ ہوئے کہ ظلم والا نہین ہے پس وہم مذکور رفع ہو گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ وہم مذکور اس بنا پر ہے کہ ظالم و ظلام مین بحسب معنی تفاوت ہے اور صفات آلہی مین نقص و تغیر نہین وہ بحد کمال قدیم و بے زوال ہین پس وہان نفی صفت بہ صیغہ مبالغہ و غیر مبالغہ واحد ہے لہذا ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی ظاہر لہذا وہم ہی بربنائے فاسد ہے فافہم

خواہ کہو کہ ظالم نہین یا ظلام نہین سب برابر ہے ۱۲

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ اے داب ہو لا کداب آل فرعون۔ داب لغت مین کسی کام پر ہمیشگی کرنے کو کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین کہ فلان داب فی کذا اے دادم علیہ یعنی اس کام پر اُس نے مداومت کر لی ہے پھر عادت کو داب اسواسطے کہنے لگے کہ انسان اکثر اپنی عادت پر جما رہتا ہے پس معنی یہ کہ عادت ان لوگون کی رسول کو جھٹلانے اور شرک پر ہٹ کرنے مین مانند ہے عادت آل فرعون یعنی فرعون و اُسکے تابعین کے۔ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور عادت اُن لوگون کی جو اُن سے پہلے تھے۔ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ کفر کیا اُنھون نے آیات آلہی سے یعنی اپنے کفر پر جمے رہے۔ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ پس گرفتار کر لیا اُن کو اللہ تعالیٰ نے عذاب مین بسبب اُن کے گناہون کے یعنی بسبب اُن گناہون کے جو اُن کے کفر پر مترتب ہوئے جیسے ان مشرکین قریش کو عذاب و زبدر مین پکڑا اگرچہ ابھی تک بالکل نیست کرنے کے عذاب مین ماخوذ نہین ہوئے بلکہ بطریق عبرت عذاب دیا گیا ہے اور آیندہ اگر راہ پر نہ آئے تو فرعونیون کی طرح نیستی کے عذاب مین ماخوذ ہون گے۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اللہ تعالیٰ قوی ہے یعنی جو چاہے وہ کرے اور سخت عذاب دینے والا ہے پس کافرون کو چاہیے کہ اپنے خالق منعم کی عبادت اور فرمانبرداری سے غافل نہون کیونکہ شرک کفر سب سے بڑا کفران نعمت ہے۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ اے ذلک التعذیب بسبب ان اللہ۔ کافرون کو یہ عذاب دیا جانا بسبب اسکے ہے کہ اللہ تعالیٰ۔ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ نہین بدلتا کسی نعمت کو جو کسی قوم پر انعام فرمائے یعنی اُس نعمت کو عذاب سے نہین بدلتا حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ یہان تک کہ وہی لوگ بدل ڈالین وہ چیز جو اُن کے نفس مین ہے یعنی نعمت کو شکر کے عوض کفر سے بدل ڈالین جیسے کفار مکہ کو بھوک سے سیری اور خوف سے امن دیا تھا کما قال تعالیٰ اطعمہم من جوع و آمنہم من خوف اور آنحضرت صلعم کو اُنکی طرف بھیجا اور اخلاق حمیدہ و عدل و ایمان پسندیدہ انکو دینا چاہا اور یہ بہت بڑی نعمت تھی مگر اُنھون نے بجائے شکر کے اُس سے کفر کیا بلکہ راہ آلہی سے لوگون کو روکا اور مومنون کو اذیت دی اور اُن سے قتال کیا اور آیات آلہی کو جھٹلایا اور اُن کو ٹھٹھے مین اُڑایا اور پروردگار تعالیٰ سے منھ موڑ کر افعال ذمیمہ پر ہٹ کی اور بتون کے آگے سر جھکایا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ یعنی اللہ تعالیٰ اُن کی زبانی باتون کو سننے والا اور اُنکے فعلون کا جاننے والا ہے پس انھین کی حرکتون پر اُن کو سزا دی۔ اگر کہا جائے کہ قولہ ذلک بان اللہ لم یک الخ ایک سبب عدمی ہے اور وہ ہر حال مین صادق ہے اگرچہ وے لوگ تغیر نہ دین پس موجب عذاب نہ ہوگا تو بیضاوی رح نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اُن پر انعام کیا اُس کا تغیر نہ کرنا سبب نہین ہے بلکہ عرف مین جو اُس سے مراد ہوتا ہے وہ مقصود ہے یعنی عادت آلہی اسطرح جاری ہے کہ بندے جب اپنے حال کو متغیر کرین تو اللہ تعالیٰ انعام کو متغیر فرماتا ہے لم یک اصل مین لم یکن تھا بطریق تخفیف کے نون حذف ہوا کیونکہ وہ مشابہ بحروف لینہ ہے۔ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ ان مشرکون کی عادت مشابہ ہے عادت آل فرعون

اور اُن سے اگلون کے کہ اُنھون نے اپنے پروردگار کی آیات کو جھوٹھلایا یعنی اپنے نفس کے احوال کو شکر سے کفر کی طرف بدل دیا
فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ پس اُن کے گناہون کے عوض ہم نے اُن کو ہلاک کیا چنانچہ بعض قوم کا طبقہ لوٹ دیا
اور بعض کو طوفان سے ڈبو یا اور بعض کو ہوا سے تباہ کیا اور بعض کی صورتین مٹادین اور بندر و سور بنادین۔ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ
اور فرعون اور اُس کے تابعین کو پانی مین غرق کر کے جہنم کی آگ مین پہونچایا ایسے ہی کفار قریش سے نعمت چھین کر انصار مدینہ کو عطا
فرمائی اور اُنھین چند ضعیف کے ہاتھون زبردست مغرور قوم قریش کو عذاب بدر چکھایا۔ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ لے وکل من
الامم المذکورۃ کانوا ظالمین علی انفسهم بالضلال والاضلال ولم یظلمهم ربهم الکبیر المتعال یعنی جن اُمتون کا ذکر ہوا ہر ایک اپنی جانون
پر خود ظلم کرنیوالے تھے کہ آپ گمراہ ہوتے اور دوسرون کو بہکاتے اور روکتے تھے ورنہ اُن کے پروردگار تعالیٰ شانہ نے
اُن پر کچھ ظلم نہین کیا۔ ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اللہ عز وجل فرماتا ہے کہ اے بندو مین نے
ظلم کرنا اپنے اوپر حرام فرمایا اور تمھارے درمیان بھی حرام کردیا پس تم آپس مین کچھ ظلم مت کرو اے بندو یہ تو تمھارے ہی اعمال ہین کہ
تمھارے ہی واسطے مین اُن کو احصار کرتا ہون پس جو کوئی بھلائی پاوے اُسپر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے
اور جس کو برائی پہونچے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے یعنی یہ اُس کی بداعمالیون کا نتیجہ ہے والحدیث فی صحیح مسلم ف۔ فی
العرائس قولہ تعالیٰ ذلک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ الخ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کے مقام امتحان سے خبر دی کہ اُن کو بلند مقام
دکھلائے اور بعض تک پہونچایا مگر حقائق سے آگاہ نہ فرمایا اور نہ اُن کو شکر کی توفیق دی بلکہ تھوڑی مدت اس حال مین
اُنکو چھکر پھر بطریق استدراج کے تھوڑا تھوڑا اُن کو محجوب بے محروم کیا پس نفس کے دھوکے مین مغرور رہی مغرور رہ گئے اور یہ اُن
لوگون کا حال ہے جو مشیت ازلی کے موافق درجہ معرفت سے محروم قرار پاتے ہین جیسے بلعم باعور و برصیصا و ابلیس وغیرہ
اور رہے وہ بندے جو ازل مین انوار ولایت سے محض فضل کے ساتھ مخصوص ہوچکے ہین وہ ظاہری ذمائم اخلاق سے چندے
ملتبس ہوتے ہین اور آخر مین عنایت ایزدی اُن کی دستگیری کر کے مقام ہدایت پر لاتی ہے جعفر صادق رح نے فرمایا کہ جبتک
بندہ اپنے اوپر نعمت الٰہی کو پہچانتا اور اُسکا شکر ادا کرتا ہے تب تک اللہ تعالیٰ اُس سے اپنی نعمت الگ نہین فرماتا یہانتک کہ جب نعمت کو نہین
پہچانتا اور اُسپر شکر نہین کرتا ہے تو اسوقت اس لائق ہوجاتا ہے کہ اُس سے نعمت جدا کر دیجائے پھر اللہ تعالیٰ نے اہل شرک مین بدتر قوم کا حال و حکم بیان فرمایا بقولہ

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ
بدترسب جانداروں مین اللہ کے یہان وہ ہین جو منکر ہوئے پھر وہ نہین مانتے جنسے تونے اقرار لیا ہے
مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ
اُن مین پھر وہ توڑتے ہین اپنا اقرار ہربار اور ڈر نہین رکھتے سو اگر کبھی تو پاوے اُنکو
فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ
لڑائی مین تو ایسی سزا دے کہ دیکھکر بھاگین اُنکے پچھلے شاید وہ عبرت پکڑین اور اگر تجکو ڈر ہو ایک قوم کی
خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ۝ ع ۳/۱۰
دغا کا تو جواب دے اُن کو برابر کے برابر اللہ کو خوش نہین آتے دغاباز

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا دواب جمع دابہ یعنی جاندار جو زمین پر چلتا ہو انسان بھی اسمین شامل ہو و کفروا
بمعنی اصروا علی الکفر یعنی دواب مین سب سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہین جو کفر پر اڑے ہین ۔ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ
پس وہ ایمان نہ لاوینگے یعنی اُن سے ایمان کی توقع نہ کیجائے ۔ قال البیضاوی رح شاید یہ ایک قوم خاص کا بیان حال ہے جو کفر
کی جبلت پر مخلوق ہوئے ہین پس وہ ایمان نہ لاوینگے ۔ فا رواسطے عطف کے ہو اور اس تنبیہ کے ہے کہ معطوف علیہ کا تحقق مستدعی تحقق معطوف
ہے یعنی ایمان نہ لانے پر وہ شر الدواب ہونگے ۔ وقال ابوالسعود ۔ یہ فا تفریع ہو یعنی کفر اُن مین راسخ اور مطبوع اسطرح ہو کہ کوئی چیز
اُن کو اس سے نہین پھیر سکتی پس بطور جملہ معترضہ کے یہ حکم فرمایا کہ وہ ایمان نہ لاوینگے اور کفروا پر عطف نہین ہو کہ صلہ مین داخل ہوجاوے
جسمین بالفعل کوئی حکم نہین ہو ۔ ان لوگون کو شر الناس نہین بلکہ شر الدواب قرار دینے مین اشارہ ہو کہ جنس انسانیت سے نکل کر
جانورون کی طبیعت مین داخل ہو کر اُن سے بھی بدتر ہوئے کیونکہ باوجود عقل کے متبع شہوات ہوئے بخلاف بے عقل جانورون کے ۔ پھر
الذین سابق سے جملہ بدل فرمایا بقولہ اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ یعنی وہ لوگ جن سے تو نے اے محمد صلعم عہد باندھا تھا
قولہ منہم مین من صلہ ہو تو یہ کل لوگ مراد ہونگے یا تبعیضیہ کہ اُن کے سرگروہ مراد ہین ۔ اور آثار مین مروی ہو کہ یہ آیت یہود قریظہ کے حق
مین نازل ہوئی جنسے آنحضرت صلعم نے معاہدہ کیا تھا کہ ہمارے مقابلہ مین مشرکین کی مدد نکرین مگر اُنھون نے بدر کے روز ہتھیار سے
مشرکون کی مدد کی پھر کہنے لگے کہ ہم بھول گئے تھے پھر غزوہ خندق مین دوبارہ عہد توڑا اور مشرکین کی مدد کی بلکہ کعب بن الاشرف نے مکہ
جاکر قریش سے قسم کے ساتھ عہد باندھا اور اُنکی خاطر سے اُن کے بتون کو سجدہ کیا اور گواہی دی کہ مسلمانون کی نسبت تم راہ راست
پر ہو بالجملہ مگر اُنھون نے عہد شکنی کی چنانچہ فرمایا ۔ ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ پھر وے اپنے عہد کو
معاہدہ کی باریون مین سے ہر بار توڑتے ہین ۔ وَهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۔ اور وے کچھ بھی تقویٰ نہین رکھتے یعنی غدر کرنے مین اللہ تعالیٰ
سے نہین ڈرتے یا اُن کو یہ خوف نہین کہ اللہ تعالیٰ اُنپر مومنون کو فتح و نصرت عطا فرماویگا ۔ قال الخطیب رح ان یہود کو شر الدواب اسواسطے
فرمایا کہ انسان مین کافر بدتر ہین اور کافرون مین سے اصرار و ہٹ کرنیوالے بدتر ہین اور اصرار والون مین سے عہد توڑنے والے بدتر
ہین پھر ان لوگون کے حق مین حکم دیا بقولہ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ اما اصل مین ان ما
ہے پس ان شرطیہ کا نون ما زائدہ مین ادغام ہوا و تثقفنہم اے تجدن ہو لا یعنی تو اُن کو پا جاوے اور اُن پر مظفر و منصور ہو فی الحرب
یعنی لڑائی مین تشرد بمعنی تفریق باضطراب یعنی مضطرب کر کے متفرق و پارہ پارہ کرنا وقولہ من خلفہم اے المحاربین الذین یکونون خلفہم یعنی
ایسے لڑنے والے جو ان لوگون کے بعد پائے جاوین ۔ وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ فشرد بہم من خلفہم اے نکل بہم من خلفہم یعنی اُن کے
ساتھ تنکیل و عقوبت کر ان لوگون کو جو اُن کے بعد ہونے والے ہون اور یہی حسن بصری و سدی و ضحاک رح وغیرہم سے مروی ہے و معنی
آیت یہ کہ اگر تو لڑائی مین ان لوگون پر ظفر و قابو پاوے تو ان کو قتل و عذاب کرنے مین ایسی سختی کر تاکہ ان کے سوا دیگر عرب وغیرہ کو عبرت
و خوف ہو کہ پھر کوئی اللہ تعالیٰ کو درمیان دیکر اسطرح عہد شکنی و غدر نکرے اور اُن کا حال اورون کے لئے عبرت ہوجاوے ۔ لَعَلَّهُمْ
يَذَّكَّرُوْنَ لعلہم مین ضمیر جمع راجع بجانب من بحسب المعنی ہو اے لعل الذین خلفہم یتعظون بہم ۔ تاکہ انسے پیچھے والے ان کے حال سے
نصیحت پکڑین ۔ قال السدی رح تاکہ پچھلے لوگ ڈرین کہ اگر ہم عہد شکنی کرینگے تو ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی کیا جاویگا ۔ قال ابن عطیہ رح
پھر اللہ تعالیٰ نے عموماً ان لوگون کا حکم جن کی طرف سے ظہور علامات کی وجہ سے عہد مین خیانت کا خوف پایا جاوے بیان فرمایا بقولہ

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً اور اگر تجکو خوف ہو کسی قوم سے جس نے تجھسے معاہدہ کیا ہو اس امر کا کہ وے عہد مین خیانت کرنا چاہتے ہین یعنی ایسے آثار وعلامات پائے جاوین جنسے اُن کی طرف سے عہد شکنی کا خوف ہو۔ فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ تو پھینک مار اُنکے عہد کو اُن کی طرف بحال سواء۔ نبذ پھینک دینا اور یہان مجازاً آگاہ کرنا مراد ہی کہ اب اُن کے واسطے کوئی عہد نہین ہی پس اُن کے عہد کو ایسی چیز سے مشبہ کیا جو بے رغبتی کی وجہ سے پھینک دیجاتی ہے پھر بطریق استعارہ تخییلیہ کے اسکے واسطے پھینکنا لازم کیا اور اس کا مفعول محذوف ہی یعنی فانبذ عہدہم الیہم۔ اور قولہ علی سواء حال ہی و سواء بمعنی عدل وکبھی بمعنی وسط ہوتا ہی پس قولہ علی سواء اے مستویا انت وہم فی العلم بنقض العہد بان تعلمہم بہ لئلا یتہموک بالغدر۔ حاصل آنکہ اُن کا عہد اُن کی طرف پھینک دے اس حال سے کہ عہد ٹوٹنے مین تیرا اور اُن کا علم مساوی ہو باین طور کہ تو اُن کو عہد توڑنے سے آگاہ کر دے تاکہ تجکو غدر کے ساتھ تہمت نہ لگاوین اور بعض نے کہا کہ علی سواء کے یہ معنی کہ ادنی و اعلی سب برابر جان جاوین تاکہ کسی کو تہمت غدر کا موقع نہ ملے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ یہ جملہ نبذ عہد علی سواء کے تعلیل ہی یعنی حکم سابق اسوجہ سے کہ اللہ تعالی خیانت کرنے والون کو مطلقاً دوست نہین رکھتا پس عہد مین خیانت وغدر کرنیوالون کو بھی عذاب فرما وے گا۔ امام احمد رح نے سلیم بن عامر سے روایت کی کہ امیر معاویہ رض ملک روم مین جاتے اور اُن سے ورومیون سے ایک مدت کے واسطے معاہدہ تھا پھر جب مدت گزرنے کو آئی تو چاہا کہ اُن سے نزدیک ہو رہین تاکہ مدت گزرتے ہی اُن پر حملہ آور ہون کہ ناگاہ گھوڑے پر ایک شخص سوار یون کہتا ہوا آیا کہ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا کرو غدر نہ کرو کیونکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس سے کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو وہ نہ اُس کی گرہ کھولے نہ باندھے یہانتک کہ مدت گزر جاوے یا علی سواء نبذ عہد کرے پس یہ خبر معاویہ رض کو پہنچی تو وہ لوٹ آئے اور دیکھا تو یہ سوار حضرت عمرو بن عبسہ رض تھے وقد رواہ ابو داؤد والنسائی
(یکسان برابر آگاہ کر دے ۱۲)
وابن حبان والترمذی وقال حسن صحیح۔ سلمان فارسی رض سے روایت ہی کہ وہ لشکر اسلام کے ساتھ ایک قلعہ تک پہونچے پھر اپنے ساتھیون سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو مین ان لوگون کو اسی طرح بلاؤن جیسے مین نے رسول اللہ صلعم کو دعوت فرماتے دیکھا ہے پھر قلعہ کے نیچے جاکر مجوس سے فرمایا کہ مین تمہین مین کا ایک شخص ہون کہ مجھکو اللہ تعالی نے اسلام کی ہدایت دی پس اگر تم اسلام لاؤ تو جو ہمارے واسطے ہی وہی تمہارے لئے اور جو ہم پر ہی وہی تم پر ہوگا اور اگر اس سے انکار کرتے ہو تو ذلت کے ساتھ جزیہ دو یعنی معاہدہ کر لو اور اگر تم انکار کرو تو ہم تمہارا عہد تمہاری طرف پھینک دینگے یعنی تم کو آگاہ کر دینگے اور اچانک غدر وخیانت نہ کرین گے کیونکہ اللہ تعالی خیانت کرنیوالون سے راضی نہین ہے۔ پس تین روز تک یہی کیا پھر چوتھے روز صبح کو لشکر اسلام سوار ہوا اور اللہ تعالی کی مدد سے وہ شہر فتح کر لیا۔ رواہ احمد۔ امام رازی نے کبیر مین لکھا کہ اس آیت کریمہ کا حاصل یہ ہی کہ جو قوم عہد شکنی کرے اُس کو بُری طرح قتل کرنے کا حکم دیا اور جس کی طرف سے عہد شکنی کا گمان ہو اُس کو اچھی طرح آگاہ کر دے کہ آج سے تمہارا کچھ عہد ہمارے پاس نہین ہے اہل علم نے فرمایا کہ امام المسلمین نے جن مشرکون سے عہد باندھا ہے اگر کسی کی طرف سے عہد شکنی کے آثار ظاہر ہون تو دو حال سے خالی نہین یا تو ظاہر ہونا احتمالی ہوگا یا قطعی ہوگا پس اگر احتمال ہو تو عہد توڑنے سے اُن کو آگاہ کر دینا واجب ہی چنانچہ قریظہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عدم اعانت مشرکین کا عہد کیا پھر مشرکون کی درخواست مدد کو منظور کیا جس سے آنحضرت صلعم کو اُن کی طرف سے غدر کا خوف ہوا پس ایسی صورت مین نبذ علی السواء واجب ہی۔ اور اگر نقض عہد بطور قطعی ظاہر ہو تو نبذ عہد کی حاجت نہین چنانچہ مشرکین مکہ نے خزاعہ کے قتل کرنے مین بنو بکر کی مدد کی حالانکہ بنو خزاعہ آنحضرت صلعم کے ذمی تھے پس آپ نے

نبذ عہد نہین کیا بلکہ لشکر لیکر مکہ پر چڑھائی کی انتہی ملخصاً پھر جب اللہ تعالیٰ نے عہد توڑنے والون کا حال وحکم اور جن کی طرف سے آثار عہدشکنی ظاہر ہون اُن کا حکم بیان فرما دیا تو اُس کے بعد روز بدر وغیرہ سے چھوٹ بھاگنے والے کافرون کا حال جو رسول اللہ صلعم کی ایذا دہی مین بڑھ چلے تھے بیان فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ۝ وَأَعِدُّوا لَهُم

اور یہ نہ سمجھین منکر لوگ کہ وہ بھاگ نکلے وہ تھکا نہ سکین گے اور سرانجام کرو اُنکی لڑائی کیلئے

مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

جو پیدا کرسکو زور اور گھوڑے پالنے کہ اُس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنون پر اور تمھارے دشمنون پر

وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي

اور ایک اور لوگون پر سوائے اُن کے جن کو تم نہین جانتے اللہ اُن کو جانتا ہے اور جو خرچ کروگے

سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝

اللہ کی راہ مین پورا ملے گا تم کو اور تمھارا حق نہ رہے گا

مفسر رح نے اختیار کیا کہ نزول آیت ان لوگون کے حق مین ہی جو جنگ بدر مین بھاگ بچے تھے یعنی باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی ایذا رسانی مین رہے پھر بچ گئے تو اس آیت سے تسلی دیدی کہ بچ نہین سکتے اور ان کافرون کو بھی تنبیہ ہی۔ اور بیضاوی رح نے اس کو کلام سابق سے مرتبط تصور کیا چنانچہ کہا کہ کلام سابق مین عہد توڑنے کا اعلام کرنے و دشمن کو ہوشیار کرنے مین جو تخذر رہی شاید اُس کے دفع کرنے کیلئے اسکا نزول ہوا بدین معنی کہ کافر خواہ غافل ہون یا بیدار ہو جاوین وہ بہرحال قبضۂ قدرت مین مقہور ہین مشیّت آلٰہی جاری ہونے سے کچھ بھی مانع نہین ہو سکتے چنانچہ فرمایا۔ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا یعنی اے محمد صلعم تو مت خیال کر کافرون کو کہ سبقت کر گئے یعنی چھوٹ بچے پس اب ہم کو اُن پر قدرت نہین ہی بلکہ ہرحال مین وہ ہمارے قبضۂ قدرت مین ہین۔ مانند قولہ تعالیٰ ام حسب الذين يعملون السيئات ان يسبقونا ساء ما يحكمون یعنی بدکار لوگ کیا یہ گمان باندھتے ہین کہ ہم سے سبقت لے گئے یعنی ہماری گرفت سے بچ رہے یہ ہرگز نہین ہی۔ بے بہت بُرا حکم لگاتے ہین یعنی بُرا گمان وخیال باندھتے ہین۔ یہ تفسیر بنابر آنکہ تحسبن بصیغۂ خطاب بتاء فوقیہ ہو جیسا کہ جمہور کی قراۃ ہی۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کامل الایمان رسولون کے سردار تمام مخلوق سے افضل اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے عارف تھے پھر آپ کیونکر یہ گمان کرتے تو جواب یہ ہی کہ خطاب آنحضرت صلعم کو در حقیقت انھین کافرون کو تنبیہ ہی کہ تم یہ گمان مت کرو بلکہ ایمان لاؤ اور نیک کام کرو ورنہ قبضۂ قدرت مین جس وقت مشیّت ہوگی گرفتار ہو کر عذاب پاؤ گے چنانچہ قراۃ ابن عامر وحمزہ وحفص کی بیاء تحتیہ لے لا یحسبن الذین کفروا۔ اسی پر دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ مانند ابو حاتم لغوی وغیرہ ایک جماعت علمار نحو نے زعم کیا کہ لا یحسبن بالیاء پڑھنا لحن ناجائز ہی ولیکن موافق قول شیخ نحاس رح وغیرہ کے یہ زعم باطل ہی کیونکہ الذین اس کا فاعل نہین بلکہ فاعل ضمیر ہے جو من خلفهم کی طرف بحسب اللفظ راجع ہی پس لا یحسبن کے دونون مفعول موجود ہین لے لا یحسبن من خلفهم الذین کفروا سبقوا۔ اگرچہ قراۃ بالتاء الفوقیہ زیادہ ظاہر ہے اور خفاجی رح نے لکھا کہ زمخشری نے قراۃ بالیاء التحتیۃ کو ضعیف قرار دیا اور دو وجہ سے رد کیا گیا اوّل آنکہ یہ قراءت سبعہ مین سے ہے اور دوم آنکہ تقدیر کلام یہ کہ لا یحسبن ہو۔ یا۔ لا یحسبن قبیل المؤمنین

له یعنی پیچھے نکلے یا پہنچ سکین ہمارے قابو سے ۱۲

او والرسول او حاسب او واحد - او من خلفهم - اور بعض نے کہا کہ فاعل اُسکا الذین کفروا ہے - اور مفعول اول بقرینہ محذوف ہے - ای لا یحسبن الذین کفروا انفسہم سابقین مبترجم کہتا ہے کہ یہ تقدیر اظہر ہے اگرچہ بعض نحوی اپنے قواعد کی لکیر پیٹنے والے اس میں تامل کریں اور بعض نے کہا کہ ایقاع فعل جملہ قولہ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ پر ہے اور ظاہر یہ ہے کہ بنا بر قراۃ انہم بالفتح سے بتقدیر لانہم تعلیل ماسبق ہے یعنی اہل کفر اپنے آپ کو سبقت کرنیوالا نہ خیال کریں اسواسطے کہ وے عاجز نہیں کر سکتے اُس شخص کو جو اُن سے انتقام لینا چاہے یا وے اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے اور بر تقدیر انہم بالکسر کے بھی یہی معنی ہیں عیر اسکے کہ تعلیل بطریق جملہ مستانفہ ہے - قال البیضاوی رح شاید اس آیت سے اس امر کا ازالہ کردیا کہ مومنین وغیرہ حکم سابق میں یہ وہم کرتے کہ بدعہدی و خیانت کے آثار جن لوگوں سے ظاہر ہوں اُنکو نبذ عہد سے بیدار و ہوشیار کرنے میں انکو قوی کر دینا ہوگا پس وقت لازم آوے گی - حاصل اُنکہ تم بدعہدی کے اتہام کو اپنے سر مت لو اور کافر خواہ بیدار ہوں یا غافل ہوں وہ کسی حال میں عاجز نہیں کر سکتے بلکہ جو حکم تقدیر الٰہی اُنپر جاری ہوا ہے کہ ذلیل ہو کر جزیہ دینگے یا اسلام لائینگے وہ بہرحال اُنپر تمام ہوگا اور ظاہری اُمور تو تکالیف امتحانی ہیں ورنہ تمام مخلوق قبضہ قدرت میں مسخر و مقہور ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہ برابر چار و ناچار ان پر جاری ہوتا ہے اور مفسر جلال وغیرہ نے اختیار کیا کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو واقعہ بدر میں کافروں میں سے بھاگ بچے تھے یعنی وہ لوگ اگرچہ اس واقعہ میں چھوٹ بچے لیکن تقدیر الٰہی وانتقام سے اپنے کو رستگار نہ شمار کریں بلکہ جو مشیت الٰہی ہے اُنپر واقع ہوگی پس دنیا میں قتل یا خوار ہوں گے اور عذاب آخرت میں گرفتار ہوں گے اگر کفر ہی پر مرے - اس آیت میں آنحضرت صلعم کو تسلی ہے کہ آپکے دشمن اور اللہ تعالیٰ سے کافر لوگ ضرور کفر کا کیفر پاوینگے اور واقعہ بدر سے اُن کا چھٹکارا مشیت ہوا اور وے عاجز کرنیوالے نہیں ہیں - پھر واضح ہو کہ نصرت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے لیکن بندہ اپنے امکان بھر کوشش کرنے میں مامور ہے تاکہ ان اعمال کا ثواب ملے ورنہ اللہ تعالیٰ چاہے تو سب کافر مومن ہو جاویں یا سب کے سب ہلاک ہو جاویں اور یہاں اسرار ہیں جن کے زبان پر لانے کی علماء راسخین کو اجازت نہیں پھر مترجم وغیرہ کس شمار میں ہے بالجملہ بنظر انتظام ظاہر مومنوں کو سامان حرب مہیا کرنے کا حکم دیا بقولہ وَأَعِدُّوا لَهُمْ اعدا و کسی چیز کو حاجت کے وقت کے لئے جمع کرنا اور ضمیر لہم بنظر سیاق کے عہد توڑنے والوں کی طرف ہے یعنی عہد توڑنے والوں کے لئے مہیا رکھو مَّا اسْتَطَعْتُمْ جس کی تم کو استطاعت حاصل ہو - یا ضمیر مطلقاً کافروں کے لئے ہے اور یہی ارجح ہے بحسب المعنی و کلام مابعد کے یعنی کافروں پر جہاد کیلئے مہیا رکھو جو تمھیں استطاعت ہو مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ یہ ما موصولہ کا بیان ہے یعنی قوت اور رباط الخیل سے - قوت ہر وہ چیز جس سے لڑائی میں تقویت ہو آئیں جملہ ہتھیار اور اُن کے استعمال میں لانے کے طریقے بھی داخل ہیں عقبہ بن عامرؓ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم نے منبر پر فرمایا کہ آگاہ رہو کہ قوت تو تیر اندازی ہے اسکو تین مرتبہ فرمایا - کما فی الصحیحین بعض نے کہا کہ قوت قلعہ و گڑھی ہیں - ابن عباسؓ سے ہے کہ وہ تیر اندازی و تلوار و ہتھیار ہیں - عکرمہ و مجاہد سے ہے کہ قوت نر گھوڑے ہیں جیسے رباط الخیل مادیاں ہیں - ارجح یہ ہے کہ جہاد میں جن چیزوں سے تقویت حاصل ہو وہ سب اس حکم میں داخل ہیں اور آنحضرت صلعم نے جو تیر اندازی سے تفسیر فرمائی تو اُس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے سوائے اور چیزیں نہ ہوں پس مراد آنحضرت صلعم کے کلام سے یہ ہے کہ اُس وقت کے مناسب یہ امر بہ نسبت دیگر اُمور کے افضل تھا چنانچہ باب حج میں فرمایا کہ الحج عرفہ یعنی حج قیام عرفات ہے یعنی آنکہ مقصود اس رکن سے تمام ہے اور جیسے فرمایا کہ الندم توبۃ یعنی ندامت ہونا توبہ ہے حالانکہ دیگر شرائط بھی توبہ میں

ہین اگرچہ ندامت رکن اعظم ہے ایسا ہی یہان بھی محمول کیا جاویگا کہ تیراندازی اسباب حرب قوت ہین افضل ہے۔ بالجملہ آیت کریمہ سے سامان حرب جمع کرنا اور تیراندازی و تلوار لگانا اور اس زمانہ مین بندوق لگانا اور گھوڑے کی سواری وغیرہ مسلمانون پر واجب ہے لیکن بطریق فرض کفایہ ہے۔ و قولہ من رباط الخیل۔ واضح ہو کہ مرابطہ سرحد ممالک اسلام پر جو کافرون کے ملک سے ملی ہے وہان مسلمانون کے قیام کو کہتے ہین اور مقام رباط ہے اور رباط الخیل باب پنج سے اور یہ جسقدر گھوڑے بمقابلہ دشمن کے باندھے جاتے ہین۔ ابن محیریز رحمہ نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کافرون کے مقابلہ مین صف بندی کے وقت نر گھوڑون کو پسند کرتے کیونکہ حملہ وغیرہ مین وہ اچھے ہوتے ہین اور شبخون وغیرہ مین مادیان اچھی جانتے تھے کیونکہ ان کی ہنہناہٹ سے امن و خاموشی ہوتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ لفظ خیل اسم جنس ہے نر و مادہ دونون کو شامل ہے بس جہاد کی نیت سے جس کا رباط ہو یعنی گھوڑا یا گھوڑی جسکو باندھے ثواب پاوے گا۔ پھر جس نے قوت کی تفسیر مین کہا کہ ہر وہ چیز جس سے جہاد مین قوت ہو تو اس کے نزدیک قولہ و من رباط الخیل بطریق عطف خاص بر عام ہے۔ وہو ظاہر۔ پھر تیراندازی و گھوڑون کو مہیا کرنے و کثرت ثواب ان افعال مین جو احادیث کثیرہ وارد ہین الگ تصنیف مین جمع کرنے کے قابل ہین چنانچہ ایک جماعت علماء نے مستقل رسالہ لکھے ہین۔ اکثر علماء کے نزدیک تیراندازی بہ نسبت گھوڑے کی سواری کے افضل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین بجائے تیراندازی کے بندوق قرار دیجاوے گی واللہ اعلم۔ امام مالک کے نزدیک گھوڑے کی سواری سیکھنا بہ نسبت تیراندازی کے افضل ہے ولیکن قول جمہور اقوی ہے کیونکہ حدیث مین ہے کہ تیراندازی سیکھو و گھوڑے کی سواری سیکھو اور تمھارا تیراندازی سیکھنا بہ نسبت سواری سیکھنے کے بہتر ہے۔ رواہ احمد و اہل السنن۔ اور حدیث مین ہے کہ گھوڑا ہر فجر کو دعا کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار تو مجھے جس آدمی کے خیل مین کرے مجھے اسکے نزدیک اسکے اہل و مال سے زیادہ محبوب کر دے۔ رواہ النسائی و احمد وغیرہما۔ اور صحیح حدیث مین ہے کہ الخیل معقود فی نواصیہا الخیر الی یوم القیامۃ الاجر والمغنم یعنی قیامت تک گھوڑون کی پیشانی مین بھلائی اجر و غنیمت معقود ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جب غور سے دیکھو تو فرخندہ حال قوم مین گھوڑون کی پرداخت کرتی ہے۔ پھر واضح ہو کہ بخاری وغیرہ مین آیت سے ابن عباسؓ کا استنباط یا بطریق منصوص یہ بھی مذکور ہے کہ بیت المال آراستہ بھرا ہوا رکھو۔ اور جاننا چاہیئے کہ اسلام مین خلافت کے یہ معنی ہین کہ نبوت کی اقتدا کرے اور اللہ تعالیٰ کے ملک مین سے جو آمدنی آوے وہ اقسام اموال کی راہ سے ایک الگ خزانہ مین جمع ہو اور ہر ایک کے مصرف کے موافق خرچ کی جاوے اور مصارف اس کے حکم کتاب و سنت سے منصوص ہین اور فقہ کی کتاب الزکوٰۃ مین مفصل مذکور ہین پھر پہلا فساد یہ برپا ہوا کہ مسلمانون مین جو بادشاہ ہوئے انھون نے تمام آمدنی اپنی ملک تصور کرکے بیجا عیش و آرام وغیرہ مین جس طرح چاہا برباد کرنا شروع کیا اور جورون و بیبیون کی کثرت سے تمام مال اُڑا دیا پس یہ بڑا فساد پھیلا اور ہم اللہ تعالےٰ سے اصلاح و استقامت کی دعا مانگتے ہین اللہ تعالیٰ رحم فرما کر قبول کرے۔ حاصل آنکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مسلمانون پر حکم ہے کہ لشکر فنون حرب سے آلات حرب کے ساتھ آراستہ و خزانہ معمور اور گھوڑے تیار رکھین۔ **تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ** ایک قرأۃ مین ترہبون بتشدید الہاء از باب تفعیل ہے اور ایک قرأۃ مین از رہب کرادن معنی اس کے خوف دلانا اور شاید تفعیل بقصد مبالغہ ہو۔ اور ضمیر بہ راجع بموصول ما استطعتم۔ یا بجانب اعداد مصدر مفہوم از اعدوا ہے اور جملہ حال واقع ہے اور عدو اللہ و عدوکم سے مراد مشرکین مکہ وغیرہ ہین یعنی یہ سامان مہیا کرو درحالیکہ تم اس سے اپنے دشمنون کو

جو اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں خوف دلاؤ۔ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ عطف ہے عدو اللہ پہ۔ اسے عدو اللہ و عدوکم و آخرین غیرہم یعنی اس اعداد و سامان سے خوف دلاؤ عدو اللہ و عدوکم کو اور دوسروں کو جو پہلوں کے سوائے ہیں مفسرین نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ کفار جن مراد ہیں۔ مجاہدؒ نے کہا کہ بنو قریظہ۔ سدیؒ نے کہا کہ اہل فارس۔ اور ابن زید و مقاتل نے کہا کہ منافقین اور ابن کثیرؒ نے اسی کو ارجح قرار دیا۔ اگر کہا جاوے کہ منافقین مراد ہوں تو خوف دلانا کیونکر مستقیم ہوگا کیونکہ اُن پر جہاد نہیں پس وہ نہ ڈریں گے۔ جواب دیا گیا کہ شوکت و قوت اسلام کو ظاہری آنکھ سے دیکھکر اس امر سے مایوس ہو جاوینگے کہ پھر کفر کا غلبہ ہو پس بسا اوقات یہ امر اُن کے مذبذب ہونے کو دور کر دے گا جس سے اخلاص کے ساتھ اسلام پر قائم ہو جائیں۔ اگر کہا جاوے کہ آخرین سے منافق کیونکر مراد ہو سکتے ہیں جن کو جانتے ہو کیونکہ وہ مراد ہیں جن کی نسبت اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ یعنی تم اُن کو نہیں جانتے ہو اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور جواب دیا گیا کہ معنی اس کے یہ ہیں کہ تشخص کر کے اُن کو تم نہیں پہچانتے ہو۔ چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا ومما حولکم من الاعراب منافقون ومن اہل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمہم نحن نعلمہم۔ الآیۃ۔ اگر کہا جاوے کہ بدین تقریر آیت میں لا تعلمونہم بمعنی لا تعرفونہم ہوگا یعنی تم اُن کو نہیں پہچانتے ہو اور اللہ تعالیٰ اُن کو پہچانتا ہے حالانکہ علماء نے اتفاق کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر عارف کا اطلاق نہیں صحیح ہے کیونکہ معرفت کے واسطے ضرور ہے کہ پہلے جہالت و انجان پن ہوا ور یہ جناب باری تعالیٰ میں محال ہے اور جواب یہ کہ آیت میں اللہ تعالیٰ پر علم کا اطلاق ہے نہ معرفت کا غایت آنکہ اول میں علم بمعنی معرفت ہے اور ثانی میں علم اپنے معنی پر ہے پس کوئی اشکال نہیں ہے اور بعض نے زعم کیا کہ اس صورت میں نظم کلام میں گو نہ دقت ہوگی لہذا اولیٰ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مبہم چھوڑا ہے انہیں خوض بیکار ہے ہاں استدراجان لینا چاہیئے کہ قوت و شوکت اسلام سے اُن لوگوں کو خوف و ہیبت ہوگی پس جان و مال سے اسمیں کوشش کرنا چاہیئے کہ یہ بھی جہاد کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ من شیٔ بیان ما موصولہ اور مقصود اس سے تعمیم ہے یعنی کوئی چیز ہو خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو اور فی سبیل اللہ یعنی راہ جہاد میں یا مطلقاً وجہ طاعت میں اور یوف الیکم بجزم مضارع در اصل یوفی تھا اور چونکہ توفیہ عین اسی چیز کا نہوگا بلکہ اسکے ثواب کا ہوگا جو اس کا بدل ہے پس تقدیر کلام لے یوف جزاء الیکم۔ و معنی آنکہ جو کچھ قلیل و کثیر کوئی چیز تم اللہ تعالیٰ کی طاعت میں یا جہاد میں خرچ کرو گے تم کو اس کا ثواب پورا دیا جائے گا اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نیکی کے عوض دس بھلائیاں اور سات سو اور بے انتہا تک جسقدر اللہ تعالیٰ چاہے اور دنیا میں بھی اُسکا عوض جسقدر اور جس کو اللہ تعالیٰ چاہے عطا فرماوے۔ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ اور تم کچھ ظلم نہ کئے جاؤگے منصوص فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے مومن کا عمل ضائع نہیں فرماتا اور یہاں منصوص کیا کہ کچھ کمی بھی نہ ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ اعمال سے ثواب ملنا واجب نہیں بر بناء آنکہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہیں ہو سکتا بلکہ سب کچھ اس کا فضل و احسان ہے پھر اگر کسی عمل پر ثواب مترتب نہو تو ظلم کیونکر ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ اس طرح تعبیر فرماتے ہیں کہ تم پر ظلم نہ ہوگا اس امر کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمہارا خرچ کرنا ضرور تمہارے کام آویگا اور محروم نہوگے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی نقص کو گنجائش نہیں ہے پس اسکو ایسے امور کی صورت میں مصور کیا جنکا صدور جناب الٰہی میں محال ہے مانند ظلم وغیرہ کے اور ثواب دینے کو بصورت امر واجبہ بیان کیا تاکہ وصول ثواب پر وثوق اور محرومی کا گمان بھی نہو۔ — فی العرائس قولہ تعالیٰ واعدوا لہم ما استطعتم من قوۃ۔ مومنوں کو اعداد کے قتال کی استعداد

سامان ۱۲

ف یعنی اطراف مدینہ کے گرد رہنے والے اعراب اور اہل مدینہ میں بھی منافق ہیں جو نفاق پر اڑے ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں ۱۲م

کا حکم دیا اور سامان قتال کو قوت فرمایا اور یہ قوت الٰہیہ ہے جس کو وہی بندہ عارف پاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کے روبرو خود عاجزی کیساتھ فنا رہتا ہے اور جب ایسا ہوا تو اسکو لباس عظمت و کبریا و ہیبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرحمت ہوتا ہے اور بندہ کافرون پر بددعا کرتا ہے مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ ہین کہ بندہ اپنے عندیہ مین محض فنا رہتا ہے اور سب عظمت و کبریاء و جلال خاص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یقین کرتا ہے لیکن اورون کی نظرون مین اس سے ہیبت و عظمت سماتی ہے چنانچہ حدیث مین آنحضرت صلعم کے شمائل مین ہے کہ جو کوئی آپ کو دیکھتا وہ ہیبت ناک ہو جاتا تھا پس خود اسکی خاطر مین عظمت و کبریا ر کا اپنے واسطے وہم بھی نہین ہوتا بلکہ وہ خشوع و خضوع پر بحالہ مستقیم رہتا ہے اور یہ ہیبت اُسپر از جانب حق تعالیٰ چھا جاتی ہے پھر جب وہ بخطوط خطرات الٰہیہ کافرون پر بددعا کرتا ہے تو وے اسی دم خوار ہو جاتے ہین اور یہی تیر ہدف ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے بدر و حنین مین شاہت الوجوہ کہکر ایک مشت خاک سے ایک لشکر بھگایا لیکن یہ پھینک مارنا بقوت الٰہیہ تھا اسی واسطے فرمایا۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور یہ مقام مفصل گزر چکا۔ مین نے سنا کہ ذوالنون مصری رح ایک جہاد مین شریک تھے کہ ناگاہ کفار غالب آئے اور مومنون پر سختی و تکلیف آئی جس سے صبر و استقلال جاتا رہا تو لوگون نے اُن سے کہا کہ آپ کچھ دعا کیجیے پس اپنے گھوڑے سے اُترکر زمین پر سر ٹیک دیا اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین سجدہ کیا اُسی وقت کافرون نے ہیبت ناک ہوکر شکست کھائی اور بہت سے قتل و گرفتار ہوئے۔ آیت کریمہ مین اشارت ہے کہ قوت اُن کو صفات کمالیہ حق سبحانہ سے بحسب استعداد حاصل ہوتی ہے کہ نفس کیساتھ محاربہ و مقابلہ پر قادر ہوتے ہین۔ ابو علی رودباری رح نے کہا کہ قوت وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہے۔ بعض نے کہا کہ ظاہر آیت یہ ہے کہ کمان کے تیر پھینکنا پایا جاوے۔ اور حقیقت مین یہ ہے کہ رات کی اوقات مین خشوع و خضوع کے تیرون کو میدان غیب مین پھینکے اور اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرکے اسی کی طرف رجوع ہو اور کسی آلہ و ہتھیار پر نہین بلکہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کی فتح و نصرت پر بھروسا کرے

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور اگر وہ جھکین صلح کو تو تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسا کر اللہ پر بیشک وہی ہے سنتا جانتا

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ - جنوح میل کرنا۔ وسلم بالفتح بمعنی صلح وقال ابن عباس رض سلم بمعنی طاعت۔ اور استعمال اسکا مذکر و مونث دونون طرح ہوتا ہے جیسے لفظ حرب کا حال ہے اور ابوبکر رحمہ اللہ کی قراۃ مین بالکسر ہے اور فاعل جنحوا یا تو عموماً اہل کفر ہین خواہ بت پرست وغیرہ ہون یا اہل کتاب ہون یعنی اور اگر میل کرین اہل کفر خواہ بت پرست ہون یا اہل کتاب مانند یہود و نصاریٰ کے طرف صلح کے یا طرف سلم بالکسر یعنی اطاعت و فرمانبرداری کے۔ فَاجْنَحْ لَهَا تو میل کر اس کی طرف یعنی اُن کی طرف سے درخواست صلح کو منظور کرلے۔ اگر کہا جائے کہ آیۃ السیف سورۂ براءۃ مین عموماً اہل کفر کے قتل کا حکم ہے اور معاہدہ سے بیزاری کی گئی ہے پھر صلح کیونکر ہو سکتی ہے تو جواب یہ ہے کہ ابن عباس رض و عطاء خراسانی و زید بن اسلم و عکرمہ و حسن و قتادہ نے کہا کہ آیۃ السیف سے یہ آیت منسوخ ہے۔ اور مجاہد رح سے ایک روایت اسکے مانند ہے اور دوسری روایت مین کہا کہ یہ آیت بنو قریظہ یہود کے حق مین ہے یعنی بنو قریظہ اگر صلح کی طرف مائل ہون تو تو صلح قبول کرے۔ شیخ ابن کثیر رح نے ان دونون قول کو منظور فیہ قرار دیا اور کہا کہ یہ سیاق تو سب قصہ بدر مین ہے اور آیۃ السیف مین جو کفار سے قتال کا حکم ہے تو معنی اُسکے یہ ہین کہ جب قتال ممکن ہو تو اُن سے قتال کرو اور اگر دشمن بہت ہون تو ان سے صلح کر لینا روا ہے جیسے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اور جیسے آنحضرت صلعم نے حدیبیہ کے روز مشرکین سے صلح کر لی

پس آیۃ السیف وایمین کچھ منافات نہین اور یہ یہان تخصیص ہے اور نہ نسخ ہے واللہ اعلم۔ ولیکن مترجم کہتا ہے کہ حدیبیہ کے
واقعہ سے استدلال نہین ہوسکتا کیونکہ آیۃ البرأۃ بعد صلح حدیبیہ کے نازل ہوئی ہے۔ وقال بعض المفسرین۔ یہ سب اسوقت ہے
کہ عقد صلح سے مراد عقد جزیہ ہو اور اگر ایسا عقد مراد ہو جو مفید امن ہے تو بالکل نسخ نہین اسلیئے کہ ایسا عقد تو ہر کافر سے جائز ہے۔
قال المترجم کلام اسمین طویل ہے اور اپنے موقع پر بسط سے بیان ہے۔ اہل اسلام اپنے سردار سے مخالفت و بغاوت نکرین اور باغی
اگر اطاعت کی طرف موافق حکم الٰہی کے رجوع کرے تو اسکی توبہ بالاتفاق قبول ہے۔ اور حدیث مین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت
ہے کہ مجھ سے فرمایا کہ عنقریب اختلاف باہمی ہوگا تو تجھ سے اگر سلامت ہوسکے تو ایسا کیجیو۔ رواہ ابن احمد رحمہ اللہ۔ بالجملہ حکم دیا کہ
صلح قبول کرلے۔ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کر کیونکہ وہی تجھے کافی ہے۔ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ۔ وہی پاک پروردگار دعا مانگنے والون کی بات سننے والا اور اُن کے افعال کا جاننے والا ہے۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْۤ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۙ

اور اگر وہ چاہین کہ تجکو دغا دین تو تجکو بس ہے اللہ اُسی نے تجکو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانون کا

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ

اور اُن کے دل مین اُلفت ڈالی اگر تو خرچ کرتا جو سارے ملک مین ہے تمام نہ اُلفت دے سکتا اُن کے دل مین

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

لیکن اللہ نے اُلفت ڈالی اُن مین وہ زورآور ہے حکمت والا

وَاِنْ يُّرِيْدُوْۤا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ۔ یعنی اور اگر ان لوگون نے یہ ارادہ کیا کہ تجھکو فریب دین یعنی اس غرض سے صلح
کی کہ تجھے فریب مین ڈالین اور دل مین غدر چھپائے رہے اور چاہا کہ اس بہانے سامان و قوت جمع کرلین اور یہ جزاء شرط
محذوف ہے جسکی تعلیل کلام سابق ہے یعنی تو خوف مت کر اور اُنسے صلح کرلے۔ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہٗ
لاشریک تجھے کافی ہے ان کے غدر و خیانت وغیرہ کی ہر بدی و برائی کو تجھسے دور رکھے گا اور مکر بد کی بدی اُنھین کو گھیرے گی هُوَ الَّذِيْۤ
اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ یہ جملہ تعلیلیہ ہے یعنی تو اس امر کا خوف مت کر کہ بدعہدی کرنیوالے تجھ سے فریب کرنے کو صلح
کرین کیونکہ اللہ تعالیٰ تجھے کافی ہے اسی نے تجکو بدر وغیرہ مین تائید دی بنصرت و بمومنین پس وہی تیرا مؤید و معین آئندہ کیواسطے کافی ہے
مومنین سے مہاجرین و انصار مراد ہین۔ اگر کہا جاوے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت سے تائید فرمائی تو وہی کافی ہے پھر بالمومنین کی کیا
حاجت تھی۔ جواب یہ کہ نصرت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور درحقیقت اسمین اسباب کی ضرورت نہین مگر بمقتضائے حکمت کبھی اسباب خفیہ سے
ہوتی ہے اور کبھی اسباب ظاہرہ سے پس قولہ هو الذی ایدک بنصرہ سے یہی نصرت مراد ہے جو بدون ظہور اسباب کے ہو اور درمیان مین کوئی واسطہ نہو
قولہ و بالمومنین سے وہ نصرت مراد ہے جو بسبب ظاہری ہو پس حاصل یہ ہوا کہ اسی نے تجکو نصرت دی نصرت باطنی و ظاہری۔ پس مومنون کا تائید پر ایک دل
ہونا اسی مسبب الاسباب کی طرف سے ہے خصوصاً ایسی قوم سے جو صدہا برس سے کبھی متفق و موتلف نہین ہوئی تھی لہذا زیادت تنبیہ کیلئے فرمایا۔
وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ اور ان مومنون کے دلون مین باہم اُلفت پیدا کردی۔ ظاہراً عموم صحابہ مومنین مراد ہین اور جمہور مفسرین
نے کہا کہ انصار یعنی اوس و خزرج مراد ہین کہ جنکے درمیان ہمیشہ خانہ جنگی رہی خصوصاً ایکسو بیس برس سے سخت معرکہ قتال رہے۔

جن سے کبھی اُمید نہ ہوتی تھی کہ اُن میں سے دو دل بھی متفق مؤلف ہونگے لیکن اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم پر ایمان دیکر انکو بلکہ
فی اللہ محبت میں مستحکم کر دیا اور ایک دل ہو کر آنحضرت صلعم کے انصار مددگار ایسے متفق ہو گئے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اسپر کوئی قادر
نہ تھا پس یہ امر آنحضرت صلعم کی صدق رسالت کا عجیب معجزہ تا قیامت باقی ہے اور غنائم حنین کی بابت جب بعضے نوجوان انصار
نے کچھ کلام کیا کہ مکہ والوں کو غنیمت سے حصے ملتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں تو آنحضرت صلعم نے انکو
جمع کر کے خطبہ پڑھا اور اس خطبہ میں ہو کہ اے گروہ انصار بھلا میں نے تمکو گمراہ نہیں پایا پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے سبب سے ہدایت
دی اور محتاج نہیں پایا پھر اللہ تعالیٰ نے میرے سبب تم کو تونگر کیا اور تم آپس میں پھوٹے ہوئے دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے
سبب سے باہم اُلفت میں کر دیا۔ جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار سر جھکائے کہتے جاتے کہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول
کا احسان بہت بڑا ہے۔ اسی قصہ میں ہے کہ بزرگان انصار نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم ہم سے نوجوان لونڈوں نے یہ
زعم کیا اور ہم کو تو فقط یہ علم تھا کہ آپ کو اپنے وطن سے احسان کرنے میں شاید ان کی طرف میلان ہو کہ ہم چھوڑے جاویں گے پس
آنحضرت صلعم نے لطیف خطبہ سے ان کی تسکین فرمائی جس سے انصار باغ باغ ہو گئے چنانچہ یہ کلمات لطف بھی ہیں کہ اے انصار تم
یہ نہیں پسند کرتے کہ لوگ دنیا کے مالوں کو لیکر اپنے گھر لوٹیں اور تم اللہ تعالیٰ کے رسول کو اپنے گھر واپس لیجاؤ۔ اے پروردگار
بیت کر تو انصار کو غنی کر دے اور فرمایا کہ اگر لوگ ایک راہ جاویں اور انصار دوسری گھاٹی جاویں تو میں انصار کی گھاٹی چلونگا
وتمام الحدیث فی صحیح مسلم وغیرہ۔ بعض مفسرین نے کہا کہ مہاجرین وانصار کی تالیف مراد ہے اور بعض نے کہا کہ آیت عموم پر اولیٰ ہے۔
کیونکہ آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے عرب آپس میں عجیب وحشی قوم تھے کہ ایک دوسرے کو کھائے جاتے اور کسی کی جان و مال کی
حرمت نہ تھی یہانتک کہ اسلام سے یہ سب رفع ہوا اور جان واحد ہو گئے اور یہ امر سوائے معجزہ وشان نبوت کے کہیں نشان
نہیں دیا جا سکتا ہے بلکہ ناممکن ہو چنانچہ فرمایا۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ یہ جملہ
مضمون سابق کی تقریر ہے یعنی اُنمیں ایسی عداوت وتعصب تھا کہ کسی حال سے اسکا دور ہونا اسباب بشری سے ممکن نہ تھا حتی کہ اگر اس
تالیف کیواسطے تو تمام اس چیز کو جو زمین میں سونے و چاندی و جواہرات وغیرہ سے ہو خرچ کرتا تو کبھی یہ اُلفت تمام نہ ہوتی۔ وَلٰكِنَّ
اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ۔ ولیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے درمیان تالیف کر دی اپنی عظیم قدرت وبدیع صنعت سے۔ اسمیں دلیل
ہے کہ قلوب اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہیں جدھر چاہتا ہو اُنکو پھیرتا ہے۔ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۔ او تعالیٰ عزیز ہے ایسا غالب
کہ کسی کا سر اُس کی تسخیر قدرت سے باہر نہیں ہو سکتا اور وہ حکیم ہے کہ جو فعل امر و نہی اس کے جاری ہوتے ہیں سب عین حکمت ہیں
عن ابن عباس رضؓ ناتے کی قرابت کٹ جاوے اور نعمت کی اُلفت دور ہو جاوے اسطرح آدمی اپنے محسن کے احسان فراموشی
ناشکرامی کر جاوے مگر دلوں کی الفت جیسی دیکھی نہیں گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبهم الآیۃ
رواہ الحاکم وغیرہ۔ ابن مسعودؓ نے کہا کہ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں۔
اور ایک روایت میں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھنے والوں کے حق میں نازل ہوئی۔ رواہ النسائی والحاکم عبدة بن ابی لبابہ
نے کہا کہ مجاہدؒ نے ملاقات کے وقت مجھ سے مصافحہ کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھنے والے جب ملتے ہیں اور ایک
دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ایک دوسرے کی طرف مسکراتے ہیں تو اُن کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے پت جھاڑ میں درختوں کے پتے

بھڑتے ہیں۔ تب میں نے کہا کہ یہ تو بہت خفیف کام ہے۔ فرمایا کہ خفیف مت کہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لو انفقت ما فی الارض جمیعاً الآیۃ۔ عبدہ رح کہتے ہیں کہ میں پہچان گیا کہ یہ مجھ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ ایسا ہی ولید بن ابی مغیث و طلحہ بن مصرف نے بھی مجاہد رح سے اسکے مانند روایت کیا۔ طبرانی رح نے سلمان فارسی سے یہی مضمون کلام حضرت صلعم سے روایت کیا ہے۔ ابن عون نے عمیر بن اسحاق سے روایت کی کہ ہم لوگ حدیث فقہی سنائے جاتے تھے کہ لوگوں سے جو بات سب سے پہلے اٹھالی جائیگی وہ الفت ہوگی۔ واضح ہو کہ حدیث و آثار سے یہ بات قطعاً ثابت ہوئی کہ آیت کریمہ اپنے معنی عموم پر ان مومنوں کے حق میں ہے جن سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید فرمائی۔ اسمیں فرقہ رافضیہ کے اعتقاد کا صریح رد ہے کیونکہ خلاف آیت کریمہ کے وہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں بد اعتقاد رکھکر گمراہ ہوئے ہیں۔ جیسے خارجی گمراہ ہیں۔ آیت کریمہ میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیرات قدرت مخلوقات میں برخلاف ظاہری اسباب کے جاری ہوتے ہیں جن پر نظر ظاہری و عقل جزوی سے اطلاع نہیں ہوسکتی اور موثر فقط اللہ تعالیٰ ہے اور محبت الٰہی عین ایمان ہے و محبت دنیا گمراہی اور مومنین کا نشان یہ ہے کہ ان میں باہم الفت مستحکم ہو جو کسی دنیاوی خرخشہ سے زائل نہیں ہوتی ہے پس اس سے فرقہ نیچر و فلاسفہ وغیرہ کا رد ہو گیا جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ چیزوں میں خود تاثیر ہے اور خلاف اس تاثیر کے نہیں ہوسکتا۔ یہ اعتقاد کفر ہے نعوذ باللہ منہ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ہو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین میں بیان ہے کہ بندہ کو اعتقاد فقط اللہ تعالیٰ کی نصرت پر ہے نہ اسباب و سامان و ہتھیار وغیرہ پر معنی یہ کہ تجکو نصرت و قوت ازلیہ سے قوی کیا اور جھگڑالو دشمن قوم کو ایمان کی توفیق دیکر تیری اعانت پر مستحکم کر دیا۔ واسطی رح نے کہا کہ تجکو اپنی نصرت خاصہ سے قوی کیا اور مومنین کو تجھ سے قوی کیا۔ پھر بیان فرمایا کہ نصرت بمومنین اسی طور سے فرمائی کہ ان کو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کی محبت پر مستحکم کر کے باہم للہ فی اللہ محبت میں ان کے دل مجتمع کر دیئے بقولہ تعالیٰ والف بین قلوبہم۔ برخلاف کافروں کے کہ بحکم قولہ وقلوبہم شتّیٰ الآیۃ۔ کے ان کے دل اپنی اپنی تاریکی میں متفرق ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ ازلی حال کا بیان حدیث میں آیا ہے کہ ارواح جنود مجندہ تھیں جنہیں وہاں اتفاق ہوا وہ باہم الفت میں ہیں اور جنہیں وہاں اختلاف ہوا وہ یہاں نکرت میں ہیں لہذا شیخ نے لکھا کہ ابتداء امر میں ان ارواح کو مشاہدہ حقیقت کے گھاٹ پر شربت وصال سے سیراب کیا پس مشاہدۂ جلیل کے وقت درگاہ قدیم میں ان سے انجان پن دور ہو کر باہم الفت و محبت صادقہ مستحکم ہو چکی تھی جو کارگاہ امتحان میں بسبب نفس و شیطانی وسوسہ کے چندے بصورت عداوت رہی پھر نظر نور ایمانی سے اصلی حالت نے عود کیا پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اس تالیف میں ہرگز کسی مخلوق کے فعل کو یا اپنے کرتب کو دخل نہیں ہوسکتا اور نہ ہوا بلکہ یہ محض لطف و رحمت الٰہی تھی کہ اپنے رسول پاک کی متابعت پر ان کو متفق کر کے نور اسلام سے ان میں یہ خاصیت پیدا کر دی بقولہ لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت الخ۔ شکلوں و صورتوں میں الفت بطریق تجانس و استیناس ہے کیونکہ وہ اصلی خلقت میں ایک ہی صفت الٰہی سے مخلوق و ظاہر ہوئے ہیں بقولہ تعالیٰ خلقت بیدی اور ارواح میں تجانس و استیناس سے جو الفت ہوئی وہ ازراہ فطرت خاصہ ہے جو قولہ و نفخت فیہ من روحی سے مفہوم ہے اور قلوب میں الفت بمعائنہ صفت خاصہ ہے جو مفہوم از قولہ علیہ السلام القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث ہے اور عقول میں باہمی الفت باصل فطرت ہے چنانچہ کہا گیا کہ عقل ہی سب سے اول جناب باری تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے بدلیل قولہ علیہ السلام اول ما خلق اللہ العقل۔ مترجم کہتا ہے کہ ثبوت حدیث میں کلام ہے اور بعض محققین علماء رح

سے اوّل مخلوق مین تحقیق بسیط لکھی جسکا حاصل یہ ہی کہ اول سب سے اللہ تعالیٰ نے نور حضرت محمد رسول اللہ صلعم پیدا کیا اور وہ علی الاطلاق جملہ مخلوق سے اوّل ہی پھر اسی نور پاک کے طفیل مین مجردات و مادیات وغیرہ تمام مخلوقات پیدا کی پس مجردات مین سب سے اوّل عقل کو پیدا کیا اور مادیات مین سب سے اول قلم کو پیدا کیا پھر انھین کے انواع و اجناس کو علی الترتیب پیدا کیا فتدبر۔ شیخ نے لکھا کہ اسرار باطنہ مین جو باہم اُلفت دی وہ بمطالعہ انوار قدس ہی بقولہ الذین یومنون بالغیب چنانچہ کہا گیا کہ اسکی حقیقت یہ ہی کہ انوار غیب کو مشاہدہ کرتے ہین مترجم کہتا ہی کہ حدیث مالک بن حارثہ جو سابق بعض آیات کی تفسیر مین اسی سورہ مین گذر چکی ہی اسپر دلالت کرتی ہی فتذکر۔ پس صورتون و اشباح کا تجانس تو براہ مقامات ہی کہ طاعات د آیات و حصول کرامات مین متوافق ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے باہم کثرت عبادت والے و تہجد گزار آپس مین زیادہ مانوس ہوتے ہین اور ارواح کی موافقت اپنے مقامات مشاہدہ و مراقبات مین تجانس کی وجہ سے ہے اور قلوب کی موافقت اس راہ سے کہ صفات کی سیر و مشاہدۂ قدرت مین تجانس ہے پس جسنے قدرت کو مشاہدہ کیا وہ اُس شخص سے مالوف ہوگا جو قدرت مین باقی ہے اور ایسے ہی دیدار جملہ صفات کے مقام کا حال ہے کیونکہ یہ سیر انوار صفات مین ہی اور عقول کی موافقت از راہ ادراک انوار افعال ہے کہ آیات مین فکر و غور کرکے انوار ہدایات و حکمتین حاصل کرتے ہین اور اسرار کی موافقت اس راہ سے کہ مشاہدہ قدم و مطالعہ ابد ہی پس جو سر باطن کسی مشرب معرفت پر وارد ہوا خواہ مقام معرفت پر یا محبت یا شوق یا توحید یا فنا ر یا بقا ر یا سکر یا صحو وغیرہ مین تو وہ ان اسرار سے جو انھین مشارب مین سے کسی مشرب پر اسکے ساتھ متوافق ہوئے ہین مالوف ہوتا ہے پس کیا پاک پروردگار تعالیٰ شانہ کی صنعت ہی کہ اپنی رحمت سے ہر جنس کو اسکی جنس سے مالوف کردیا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ شرح اشارات حکمت ربانیہ نہایت لطیف و دقیق ہے اور شاید فہم نورانی کو اسمین پیچ و تاب ہو کہ جملہ مقامات داخل ایمان ہین حالانکہ اُلفت مختلف اجناس کی ثابت ہوئی تو یون سمجھنا چاہیے کہ شیخ نے ایتلاف بحسب تجانس بیان کیا اور ایتلاف مطلق مین کلام یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین ادنیٰ کو اعلیٰ سے اللہ تعالیٰ کے واسطے اُلفت ہی اگرچہ ان مین تجانس نہوگا اسی واسطے کہا گیا ہے کہ فرق مراتب شرع مین اصل عظیم ہی جو فرق مراتب نکرے وہ زندیق ہے اسی واسطے فقیہ کو اپنے سے اوپر مرتبہ والے افقہ سے بسبب رابطہ فقہ کے محبت و موانست ہی اور عامی کو فقیہ سے اس راہ سے کہ مرتبہ مافوق ہی الفت ہے اور نفس ایمان کے نور مین تجانس منقطع نہین ہی۔ فافہم۔ شیخ نے لکھا کہ مریدون مین باہم الفت از راہ ارادت ہے اور محبین مین براہ محبت اور مشتاقین مین بشوق و عاشقین مین بعشق اور مستانسین مین بہ اُنس اور عارفین مین بمعرفت اور موحدین مین بتوحید اور مکاشفین مین بکشف اور مشاہدین مین بمشاہدہ اور مخاطبین مین بسماع خطاب خاص اور اہل وجد مین بوجد اور اہل فراست مین بفراست اور اہل عبادت مین بعبادت اور اولیار مین بولایت اور انبیار مین بہ نبوت اور رسولون مین برسالت متحقق ہی پس ہر جنس کو اپنی جنس سے اُلفت ہی اور اپنے متصل مقام والے سے ارتباط اُلفت اصلی مستحکم اگرچہ متجانس نہین ہی۔ بعض نے کہا کہ مرسلین کے دلون مین رسالت سے ایتلاف کیا اور انبیا کے دلون مین نبوت سے اور صدیقین کے دلون مین صدق سے اور شہدار مین مشاہدت سے اور صالحین مین خدمت سے اور عامہ مومنین کے دلون مین ہدایت سے اُلفت دیدی پس مرسلین کو انبیار پر رحمت قرار دیا اور انبیار کو صدیقین پر اسی ترتیب سے صالحین کو عامہ مومنین پر رحمت کیا حتی کہ عامہ مومنین کو کافرون کے حق مین رحمت قرار دیا۔ ابوسعید خراز رح نے کہا کہ اشکال مین اُلفت دی اور اسرار مین دوسرے مقام سے اُلفت

رکھی پس ہر ایک کو اپنے اہل محبت سے ربط و الفت ہے اور آنحضرت صلعم نے حدیث الارواح جنود مجندۃ الی آخرہ سے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنے رسول پاک صلعم پر احسان رکھا کہ جو اُس کی مراد ہے اللہ تعالیٰ اُس کے واسطے کافی ہے اور مومنین کیلئے بھی ہر مراد کو کافی ہے اور بیان کیا کہ آنحضرت صلعم و مومنین اپنے حول و قوت سے بیزار ہو کر اللہ تعالیٰ کے حول و قوت ہی پر اعتماد کئے ہین چنانچہ اپنی نصرت و دشمنون پر فتح و غلبہ کی کفالت کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

ع
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ
اے نبی کفایت ہے تجکو اللہ اور جتنے تیرے ساتھ ہوئے ہین مسلمان اے نبی شوق دلا
الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن
مسلمانون کو لڑائی کا اگر ہون تم مین بیس شخص ثابت غالب ہون دو سو پر اور اگر
يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ۝ الْآنَ
ہون تم مین سو شخص غالب ہون ہزار کافرون پر اسواسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہین رکھتے اب بوجھ
خَفَّفَ اللَّهُ عَنكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا ۚ فَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا
ہلکا کیا اللہ نے تم پر اور جانا کہ تم مین سستی ہے سو اگر ہون تم مین سو شخص ثابت غالب ہون
مِائَتَيْنِ ۚ وَإِن يَكُن مِّنكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝
دو سو پر اور اگر ہون تم مین ہزار شخص غالب ہون دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والون کے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ۔ اے نبی محمد صلعم کافی ہے تجکو اللہ تعالیٰ۔ اگر پوچھا جاوے کہ اوپر بھی کفایت بیان فرمائی ہے تو جواب یہ ہے کہ اول مین ارادہ مکر کی صورت مین کفایت کا وعدہ فرمایا یعنی وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ۔ پس یہ کفایت بطور خاص ہے اور یہان عموماً کفایت کی بشارت ہے یعنی ہر حال مین اللہ تعالیٰ تیرے ہر کام کے سرانجام کیلئے کافی ہے پس کافرون پر جہاد کے امور مین تجکو کچھ اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ واو محتمل ہے کہ نام جلیل پر عطف ہو پس من محل رفع مین ہے اور شیخ جلال رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے اور معنی یہ ہین کہ کافی ہے تجکو اللہ تعالیٰ اور کافی ہین تجکو مومنین۔ شیخ مہائمی رح نے اپنی تفسیر تبصیر الرحمن مین لکھا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ تجکو کافی ہے اگرچہ تیرے ساتھ کوئی اور نہ ہو اور اگر تو ظاہری اسباب پر نظر کرے تو تیری پیروی کرنیوالے مومنین تجھے کافی ہین۔ ہدی النبوی من اسم اللہ تعالیٰ پر عطف ہونے کو ضعیف قرار دیا اور موضع کاف ہی پر عطف مقصور کیا کہ معنی اسی وجہ پر مستقیم ہین۔ و خفاجی رح نے اسمین مناقشہ کیا اور کہا کہ اسکی کوئی وجہ نہین ہے کیونکہ فرا و کسائی نے اسی کو ترجیح دی اور کلام ماقبل و مابعد اسی کا مؤید ہے۔ پوشیدہ نہین کہ مومنین کا کافی ہونا اس تاویل پر جو شیخ مہائمی نے ذکر فرمائی ہے کہ نظر باسباب ظاہری تجکو وہ کافی ہین تو آنحضرت صلعم کی شان نبوت کیساتھ نظر مذکور مستبعد ہے پس ایسی تاویل کا بعید ہونا ظاہر ہے و شیخ ابن تیمیہ رح نے کہا کہ جس نے یہ معنی بیان کئے کہ اللہ تعالیٰ و مومنین تجکو کافی ہین تو اُسنے گمراہی کی بات کہی بلکہ اُسکا یہ قول از جنس کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فقط بذات وحدہ لاشریک ہر بندہ کیواسطے کافی ہے اور یہ کفایت مخصوص باو تعالیٰ شانہ ہے وقد قال تعالیٰ الیس اللہ بکاف عبدہ ساور فرمایا۔ وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل مترجم کہتا ہے کہ و من کا عطف اسم

اللہ تعالیٰ پر قرار دینے کا حال ظاہر ہوچکا۔ معالم مین فرمایا کہ مفسرین نے محل مَن مین اختلاف کیا پس اکثر مفسرین نے کہا کہ وہ حسبک کے کاف پر عطف ہونے کی وجہ سے محل جر مین ہے اور معنی یہ کہ حسبک اللہ وحسب من اتبعک الخ یعنی کافی ہو اللہ تعالیٰ تجکو اور ان مومنون کو جنھون نے تیری اتباع کی ہے۔ ابن ابی حاتم نے شعبی سے روایت کی کہ معنی یہ ہین کہ حسبک وحسب من شہد معک شاید ساتھ موجود ہونے والون سے اہل بدر مراد ہون جیسا کہ مقام نزول مین بیان ہوا کہ بدر مین قتال واقع ہونے سے پہلے مقام بیدار مین اُس کا نزول ہوا۔ بعض نے کہا کہ اسمین مناقشہ ہو اسواسطے کہ بصریون کے نزدیک اسم ظاہر کا ضمیر پر عطف ایسی صورت مین ممتنع ہو کیونکہ وہ بمنزلہ جزو کلمہ کے ہو پس معطوف علیہ نہین ہوسکتی اور کوفیون نے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ فرار رح نے کہا کہ عرب کے کلام مین بہت نہین کہ حسبک و اخیک۔ کوئی بولے بلکہ حسبک وحسب اخیک۔ با عادہ حرف جار مستقل ہو پس اگر و من مجرور ہوتا۔ تو حسب من اتبعک آتا۔ شیخ ابوالسعود وقاضی بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ ومن اتبعک۔ جاۓ محل نصب مین بنا برین کہ وہ مفعول معہ ہو لیے کفاک وکفی اتباعک ناصرا۔ جیسے عربی شاعر کا قول ہو کہ سہ اذا کانت الہیجار وانشقت العصا ٭ فحسبک والضحاک عضب مہند ٭ ضحاک بنصب پڑھا گیا اور اسی کو نحاس رح نے اختیار کیا اور فرار رح نے کہا کہ موضع کاف پر اس کے نصب کی تقدیر کی جاۓ اور اسی کو ابن عطیہ نے اختیار کیا۔ اور احسن وجوہ مین سے تفسیر مردیہ از شعبی رح یا قول بیضاوی رح ہے کہ از راہ درستی لفظ و استقامت معنی کے بہتر ہے واللہ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ زہری رح نے کہا کہ یہ آیت انصار کے حق مین نازل ہوئی اور بعض نے کہا کہ مہاجرین و انصار دونون کے حق مین اُتری اور سعید بن جبیر نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم پر تینتیس ۳۳ مرد اور چھ عورتین ایمان لانے کے بعد عمر بن الخطاب کے ایمان سے چالیس کی تعداد پوری ہوئی تب یہ آیت نازل ہوئی۔ قال ابن کثیر رح اس روایت مین نظر ہے اسلئے کہ یہ آیت مدنیہ ہو اور اسلام لانا عمر رض کا ملک حبش کو ہجرت کرنے کے بعد مدینہ کی ہجرت سے پہلے واقع ہوا واللہ اعلم۔ اور اسی کے مانند جامع البیان مین اعتراض کیا گیا ہے اور خازن وجمل نے لکھا کہ یہ آیت مکیہ سورہ مدنیہ مین بحکم آنحضرت صلعم لکھی گئی ہے واللہ اعلم۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہوۓ کہ اسے محمد صلعم تیرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جنھون نے تیری پیروی کی اُن کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وے مہاجرین و انصار سب سے پہلے ہین اور اُمید ہے کہ قیامت تک کے مومنین بدرجہ ثانی اس فضیلت مین شامل ہین پھر اللہ تعالیٰ نے انھین مومنون کو جہاد پر آمادگی کا حکم کیا بقولہ۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ۔ تحریض کسی کو کسی چیز پر اچھی شوق انگیز باتون وغیرہ سے آمادگی دلانے مین مبالغہ کرنا ماخوذ از حرض ہے جس کے معنی یہ ہین کہ مرض نے اسکو سکھا کے کانٹا کر دیا اور موت کے کنارے لگا دیا ہو۔ اور یہان گویا اشارہ ہو کہ جس امر کا حکم دیا جاتا اگر نہ ہوا تو گویا ہلاکت ہو۔ قتال سے جہاد مراد ہے یعنی جہاد پر ان کو تحریض کرے پھر بشارت فرمائی بقولہ۔ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ صابرین ہونا یہ کہ اُن مین قوت و شجاعت ہو پس مقاومت کا مدار عدد پر مع رعایت معنی ہو اور صرف عدد پر بدون رعایت معنی نہ ہو۔ کما تقرر فی موضعہ۔ اور پہلا خطاب آنحضرت صلعم کو تھا اور مومنون کو آپ کی طرف سے تحریض تھی پس تحریض مین ان کو خطاب کر دیا یعنی اگر اسے مومنو تم مین سے دس صابر ہون گے تو دو سو پر غالب آوینگے۔ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اور اگر تم مین سے سو ہون گے تو غالب ہون گے ایک ہزار پر ان لوگون مین سے جنھون نے کفر اختیار کیا ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہو کہ یہ آیت ہمین لوگون اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین

نازل ہوئی ہے۔ رواہ ابن مردویہ۔ ان یکن بیا تحتیہ اکثر قرار کی قرأت ہے اور تکن بتا فوقیہ ابن کثیر و نافع و ابن عامر کی قرأت ہے۔ یہان سوال ہوا کہ آیت مین بشارت ہو کہ مومنون کی کوئی جماعت ہو خواہ تھوڑی ہو یا بہت ہو وہ اپنے سے دس گونہ کافرون پر ہر حال مین غالب ہو گی حالانکہ جو حالات نظر آتے ہین وہ اُس کے برخلاف ہین کیونکہ کبھی جماعت نصف و ثلث وغیرہ بھی مغلوب ہو جاتی ہے۔ جواب کئی طرح دیا گیا ایک یہ کہ ظاہر ہی جہان خلاف واقع ہوتا ہے وہان کسی شرط مین موافقت نہین ہوتی مثلاً گروہ مومنین جو مغلوب ہوا ایسا نہ ہوگا کہ جو ہر وقت صابر ہون اور بعض نے لکھا ہو کہ یہ حکم ابتداء اسلام مین تھا پھر منسوخ ہوا اور بشارت باقی رہ گئی۔ وقال المترجم جواب جید لولا المناقشۃ فیما النسخ بہ فافہم۔ دوم یہ کہ جملہ شرطیہ بمعنی خبر نہین ہو تاکہ سوال مذکور وارد ہو بلکہ شرطیہ سے مراد معنی امر ہین یعنی تم مین سے بیس ہون تو دو سو کا مقابلہ کرین اور سو ہون تو ایک ہزار سے مقابلہ کرین اور صابر و ثابت قدم رہین لغلبوا سے اشارہ ہے کہ ثابت قدمی کی صورت مین غلبہ انھین کے لیئے ہوگا یعنی وہی غالب ہونگے اور کفار مغلوب ہون گے۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ اس سبب سے کہ کفار ایسی قوم ہین جن کو نقہ یعنی دین کی سمجھ نہین ہے۔ قال الخطیب رح دس گونہ سے قتال کرنے کا حکم مقید بصبر ہونے مین دلیل ہے کہ واجب کرنا اس حکم کا اسی شرط سے ہے کہ بندہ صابر و قادر ہو اور یہ شرط جبھی حاصل ہوتی ہے کہ جب چند باتین حاصل ہون۔ ازانجملہ یہ کہ اُس کے اعضاء مین قوت و شدت و چالاکی ہو۔ ازانجملہ یہ کہ دل کا قوی دلیر اور جنگجو مرد شجاع ہو بزدل نہ ہو ازانجملہ یہ کہ متحرف القتال یا متحیز الی الفئۃ نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اگلی آیات مین ان دونون حالتون کو مستثنیٰ کر دیا ہے پھر جب یہ شرطین پائی جاوین تب ہر ایک پر جماعت مین سے واجب ہو کہ ثابت قدم رہے اور ایک ہو تو اسپر واجب ہو کہ دس مقابل سے نہ بھاگے اور دس ہون تو دو سو سے اور سو ہون تو ہزار سے نہ بھاگین اور غالب آوین اگر پوچھا جاوے کہ حاصل یہ کہ دس گونہ سے ثابت قدمی اختیار کرین پھر طول عبارت مین کیا حکمت ہو تو جواب یہ ہو کہ طول عبارت موافق واقع کے نازل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹے چھوٹے سرایا کو بھیجتے تھے۔ اور غالباً اُن کی تعداد دس سے کم نہین اور دو سو سے زائد نہین ہوتی تھی لہذا اللہ تعالیٰ نے انھین دونون تعداد کو ذکر فرمایا۔ اور نیز جواب دیا گیا کہ ایک بمقابلہ دس کے اگرچہ مفید مقصود ہو لیکن صورت واقعہ سے مناسب نہین کیونکہ کمتر اکیلا مقابل جماعت کفار واقع ہو پس ایسی امداد سے ذکر فرمانے مین جنھین باہم مناسبت ہے ایک تو جلد طمانینت ہے اور دوم دلالت ہے کہ مومنون کی جماعت خواہ چھوٹی ہو خواہ بڑی ہو سب کا ایک ہی حکم ہے کہ ثابت قدم رہین اور مومنون کو فتح و غلبہ ملیگا انشاء اللہ تعالیٰ کیونکہ کفار ناسمجھ قوم ہے۔ یعنی کافرون و مشرکون کا لڑنا کسی مرتبہ یقین اور طلب ثواب کیلئے نہین لہذا جب تم سچی نیت سے قتال کرو تو وہ لوگ بخوف جان و مال کے تمھارے مقابلہ مین ثابت قدم نہ رہین گے کہ مار نہ ڈالے جاوین۔ واضح ہو کہ بحر وغیرہ مین فصاحت کلام کے بارہ مین لکھا کہ ذرا غور سے نظر کر کے دیکھو کہ اس کلام مین کیا خوب فصاحت ہو چنانچہ اول جملہ شرطیہ مین قید صبر کی بڑھائی اور دوم جملہ شرطیہ نظیر مین یہ قید حذف کر دی اور دوسرے جملہ مین من الذین کفروا سے بیان زیادہ فرمایا اور اول مین سے حذف کیا کہ دس پر دو سو قدم غالب ہونا و قتال صرف کفار کے ساتھ ہے اور یہ غایۃ الفصاحت ہو۔ خفاجی رح نے کہا کہ صبر چونکہ شدید المطلوبیت ہو تو ہر دو جملہ تخفیف[لہ] مین اثبات رکھا گیا لیکن دوم سے بسبب دلالت سابقہ کے حذف ہوا پھر آخر مین واللہ مع الصابرین کے خاتمہ سے صبر کی مطلوبیت پر تاکید فرمائی۔ اور ہر دو جملہ تخفیف مین قید کا فر ہونے کی اسواسطے نہین فرمائی کہ ما قبل سے دلیل موجود ہو اور یہ صنعت احتباک ہو اور جملہ تخفیف مین باذن اللہ بڑھایا حالانکہ وہ ہر دو کی قید ہو اور قولہ واللہ مع الصابرین سے انکے واسطے تائید کا اشارہ ہے

[لہ] جملہ تخفیف سے یہ مراد کہ جس کلام سے آسانی و تخفیف کی گئی ہے اسکے عمل مین یعنی الآن خفف اللہ عنکم الآیۃ ۱۲ م

اور یہ لوگ خواہ مخواہ فتحمند ہونگے کیونکہ اللہ تعالی جسکی معیت مین ہو وہ مغلوب نہین ہوسکتا اور جملہ اسمیہ دلیل دوام ہے اور دیگر لطائف ابھی باقی ہین جنکے بیان مین دقت و تطویل ہو وسبحان اللہ رب العرش عما یصفون اسکے کلام کی بلاغت و فصاحت معجزہ ہے جسقدر غور کرنے سے ہدایت ہو عجیب عجیب بلاغات لفظی و معنوی ظاہر ہوتے ہین۔ پھر واضح ہو کہ ابتدا مین بیس صابرین کو بمقابلہ دوسو کے ثبات کا حکم تھا جو آئندہ منسوخ ہوا اور بشارت باقی رہی بعض نے کہا کہ ضعف اسلام کے وقت کثرت صبر و بشارت غلبہ و کثرت ثواب بہت کچھ تھا پھر بوجہ اسکے کہ اہل اسلام کی کثرت ہوگئی تو منسوخ ہوگیا مترجم کہتا ہو کہ سبب تخفیف کا کثرت مذکورہ کیساتھ وہ بھی ہوسکتا ہو جو بطریق عکرمہ از ابن عباس رض روایت ہو کہ جب قولہ ان یکن منکم عشرون صابرون الآخر نازل ہوا تو مسلمانون پر بہت شاق گزرا جبکہ اللہ تعالی نے ان پر یہ فرض کیا کہ دس کے مقابلہ سے ایک آدمی نہ بھاگے پھر تخفیف نازل ہوئی یعنی قولہ الآن خفف اللہ عنکم الخ۔ ابن عباس نے کہا کہ تعداد کی راہ سے اُن کیلئے تخفیف کردی اور جسقدر تخفیف کی اسی قدر صبر مین سے بھی گھٹا دیا۔ رواہ البخاری بنحوہ۔ محمد بن اسحاق نے بطریق عطاء از ابن عباس رض روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری تو مسلمانون پر گران گزری اور انھون نے یہ بات بھاری سمجھی کہ بیس آدمی دوسو سے مقابلہ مین نہ بھاگین اور سو بمقابلہ ہزار کے نہ بھاگین پھر اللہ تعالی نے تخفیف کردی کہ جب دشمن سے دو نصف (آدھے کے) ہوتے ہون، تو اپنے دشمن کے مقابلہ سے بھاگنا روا نہین ہو اور جب اُس سے کم ہون تو ثبات واجب نہین بلکہ ہٹ جانا روا ہے۔ و قد رواہ (تنگ ھنگ ہون) علی بن ابی طلحہ والعوفی عنہ بنحو ذلک۔ اور ایسا ہی مجاہد و حسن و عکرمہ و عطا خراسانی و ابن ابی رباح و ضحاک وغیرہ سے مروی ہو اور کلام ابن عباس مین دلالت ہو کہ عرف مین جسقدر کو آدھا کہتے ہین اسقدر ہونے سے فرار نہین روا ہے اگرچہ ٹھیک نصف نہ ہون مثلاً دوسو سے ایک سو نصف ہو اور ننانوے اٹھانوے بھی نصف کے لگ بھگ ہونے سے نصف ہی کے حکم مین ہین بالجملہ دس گونہ کے مقابلہ کا حکم منسوخ کردیا بقولہ الآن خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ اب اللہ تعالی نے تمپر سے تخفیف کردی یعنی ظاہر فرمادیا کہ اگلا حکم صرف اسوقت تک کیلئے تھا اب آیندہ نہین ہو۔ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا اکثرون کی قراۃ بضم ضاد معجمہ ہو اور حفص و حمزہ وغیرہ کی قرأت بالفتح ہو اور یہ دونون لغت ہین۔ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ منہم یعنی کافرون کے دوسو پر۔ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ لے بارادۃ اللہ تعالی۔ اُسی کی ارادت سے پس دس گونہ سے تخفیف کرکے دوگونہ تک گھٹا گیا۔ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ اور اللہ تعالی ساتھ ہو صبر کرنیوالون کے۔ یعنی اللہ تعالی کی مدد و نصرت صابرون کے ساتھ ہے پھر بھلا کیونکر غالب نہ ہونگے۔ واضح ہو کہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو کہ ایسے لوگ کبھی سو بمقابلہ ہزار کے حتی کہ کبھی دس بمقابلہ ہزار کے بھڑ جاتے تھے اور کبھی تنہا ایک آدمی لشکر پر حملہ کرتا اور اُس کو اپنی جان ہلاکت مین ڈالنا نہین خیال کیا جاتا تھا پس آیت کریمہ کے معنی یہ ہین کہ دس آدمی کامل الایمان اگر بمقابلہ دس ہزار کے صبر و ثبات اختیار کرین تو روا ہے اور بھاگ جاوین تو بھی روا ہے لیکن اگر اپنے سے دوچند یعنی بیس آدمیون کے مقابلہ سے بھاگین تو اس عذاب کے مستوجب ہونگے جو جہاد سے بھاگنے والے کے حق مین بیان ہے اور طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم اہل قوت کا زمانہ تھا ان کے بعد تابعین و اتباع سے ضعف ہی ہوتا گیا پس قولہ تعالی۔ ان فیکم ضعفا۔ مین قیامت تک کے ایمان والے داخل ہین اور اُمید ہے کہ جبتک دوچند کفار کے مقابلہ سے نہ بھاگین مستوجب عذاب نہ ہونگے فافہم ف۔ فی العرائس قولہ یا ایہا النبی حسبک اللہ یعنی مومنون کو ایک دل و الفت والا کرکے جو مین نے تجھ سے احسان کیا اور تیری مدد مین ان کو توفیق دی تو مقام توحید مین تجکو اُن کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے کیونکہ مخلوق کے حق مین تیری معاونت کی توفیق دینا انھین کے حق مین احسان و سعادت ہو اور یقین کرنا چاہیئے کہ فقط تنہا مین بدون کسی مخلوق کے تیری مراد کیلئے کافی ہون تجھے چاہیئے

کہ میری طرف سیر کرنے میں قدم کو حدث سے مفرد رکھ اور کچھ بھی شرک کا لگاؤ مت رکھ۔ یہ حقیقت میں مومنوں کو تعلیم ہے لہذا فرمایا ومن
اتبعک من المومنین یعنی میرے سوائے جو کچھ ہے سب میں مومنوں کیلئے کافی ہوں کوئی اُن کے اوپر کچھ مؤثر نہیں ہو سکتا اگرچہ فرشتہ
مقرب یا نبی مرسل کیوں نہ ہو اور توحید حقیقیہ میں روا نہیں ہے کہ میرے سوائے کسی غیر کی طرف نظر ہو اگرچہ وہ غیر میری ہی جہت سے کیوں نہ ہو چنانچہ
قولہ تعالیٰ ما علیک من حسابہم من شئی۔ میں یہ اشارہ صریح مبین ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ حسبک اللہ الخ یعنی حسبک باللہ ولیا و نصیرا و حافظا و من
اتبعک من المومنین فاللہ حسبہم۔ یعنی تجھکو اللہ تعالیٰ حفظ و نصرت وغیرہ میں کافی ہے اور جو تیرے متبع مومن ہیں اُنکو بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے مترجم
کہتا ہے کہ واسطی رح نے اشارہ کیا کہ قولہ ومن اتبعک۔ اسم اللہ تعالیٰ پر معطوف نہیں بلکہ مبتدا ہے جسکی خبر بقرینہ اول کے محذوف ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ
وحدہ لاشریک کافی ہے اور مومنین کی کفایت آنحضرت صلعم کے حق میں کیونکر ہو سکتی ہے بلکہ مومنوں کے واسطے بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے و قد مر مفصلا پھر اللہ تعالیٰ
نے تخفیف فرمائی بقولہ الآن خفف اللہ عنکم۔ جو بندہ کہ مجاہدہ و ریاضت سے جناب باری تعالیٰ کی طرف سے انوار کشف سے سرفراز ہوا وہ خفیف
القلب و خفیف البدن و خفیف الحال ہوتا ہے وہ انوار مشاہدہ کے ساتھ عبودیت کے بہت بوجھ نہیں اُٹھا سکتا پس اللہ تعالیٰ رحمت کیساتھ اپنے اولیا
پر تخفیف فرماتا ہے تاکہ مراقبہ و حضوری سے ان کے دل کی روح بڑھکر ترقی پاوے چنانچہ جب کثرت عبادت سے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کے پائے مبارک ورم کر گئے تو رفع مشقت کے واسطے نازل فرمایا قولہ طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقی۔ حالانکہ ابتدا میں بقولہ یا ایہا المزمل
قم اللیل الا قلیلا الآیہ حکم دیا تھا کہ دل شب میں جب لوگ غفلت کی نیند پڑے سوتے ہیں تو عبادت و حضوری میں قیام کرتی کہ رات میں سے
کچھ ہی حصہ کم کیا پھر جب آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس مرتبہ کو پہونچ گئے تو ان پر کرم فرماکر حکم دیا کہ الآن خفف اللہ عنکم یعنی جس قوت تکلیف
و امتحان سے تم جہاد و عبادات میں قیام کرتے تھے اس قوت تکلیفیہ پر مدار رکھنے سے تخفیف کر دی اور اپنی قوت بے کلفت سے معاونت
دیدی کہ کشف مشاہدہ کے بعد قوت مجاہدہ بہت ہی آسان ہے۔ ابن عطا رح نے کہا جو آسمان میں ہے نہیں ملتا مگر اسی طور سے کہ فقر و
محتاجی و عاجزی کے ساتھ جستجو ہو اور جو زمین میں ہے نہیں ملتا مگر اسی طرح کہ اس کی طرف اضطرار ہو۔ نصرآبادی رح نے کہا کہ یہ تخفیف فقط
اُمت کے واسطے تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ تھی کیونکہ جو بندہ نبوت کا بوجھ اُٹھانے کو بھاری نہیں سمجھتا تھا وہ اس تخفیف کیواسطے کیونکر
مخاطب ہوگا اور رسول صلعم جب یہ فرماتے کہ بک اصول و بک احول میرا کام سب تیرے حول و قوت سے ہے یعنی وہ از خود فانی اور بقا حق سے باقی تھے تو
اُن پر گرانی متصور نہیں جس میں تخفیف ہو سکے۔ قال المترجم یہ افادہ لطیف ہے پھر جب بدر کی لڑائی میں کفار قید ہو کر آئے اور مشورت کے بعد اُنسے فدیہ لیا گیا تو نازل ہوا۔

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ

کیا چاہیے نبی کو کہ اس کے ہاں قیدی آویں جب تک نہ خون کرے ملک میں تم چاہتے ہو جنس دنیا کی اور اللہ

يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝

چاہتا ہے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا اگر نہ ہوتی ایک بات کہ لکھ چکا اللہ آگے سے تو تم کو آپڑتا اس لینے میں بڑا عذاب۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ۧ

سو کھاؤ جو غنیمت لاؤ حلال ستھری اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ ہے بخشنے والا مہربان

مَا كَانَ لے ما صح وما استقام لِنَبِيٍّ نہیں ٹھیک ہے کسی نبی کیلئے۔ اَنْ يَّكُوْنَ بیا تحتیہ اکثر کی قراۃ اور بتا فوقیہ ابو عمرو کی قراۃ ہے۔
لَهٗٓ اَسْرٰى جمع اسیر یعنی گرفتار و قیدی تھی۔ یہ اسم تکون بالتار الفوقیہ ہے اور بیا تحتیہ کا بھی اسم بوجہ اُس کے کہ تانیث حقیقی نہیں اور خبر

درمیان مین فاصل بھی ہو اور شاید قراۃ مین للنبی ہو یعنی محمد صلعم یعنی نبی کو ٹھیک نہین کہ اس کے پاس قیدی کفار ہون۔ حتّٰی یُثْخِنَ
فِي الْاَرْضِ یہان تک کہ زمین مین اثخان کرے یعنی کثرت سے قتل کرے اور اسمین مبالغہ کرے تاکہ کفر ذلیل و اسکے لوگ کم ہون اور اسلام
قوی و اسکے لوگ غالب ہوجاوین۔ ثخانہ بمعنی غلظت و کثافت ہو اور اثخنہ المرض۔ فلان کو مرض نے اثخان کیا یعنی بہت ہی گرادیا۔ واثخن فلان فی الامر
یعنی اسنے اس کام مین مبالغہ کیا۔ پھر اثخان گہرے گھاؤ سے قتل مین اور بمبالغہ قتل کرنے مین مستعمل ہوا۔ حاصل اس حکم کا یہ ہو کہ جہادین کا فرون
کو قتل کر ڈالنا ثواب ہو نہ فدیہ لینے کی نیت سے قید کرنا اور مجاہدرح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین آگاہ فرمایا کہ بدر کے روز مشرکون
کو قتل کر ڈالنا بہ نسبت انکے قید کرکے فدیہ لیکر چھوڑنے کے اولیٰ تھا پھر جب مسلمانون کا غلبہ و کثرت ہوئی تو قولہ فاما منا بعد واما فداء۔ سے رخصت
دیدی کہ چاہین یون ہی بطریق احسان کے یا فدیہ لیکر چھوڑدین جیسا کہ سورۂ قتال مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ قال الجلال رح یہان کی آیت منسوخ
ہے بقولہ فاما منا بعد واما فداء الآیۃ سے یہی امام شافعی و احمد رح نے اختیار کیا ہو کہ جب کوئی حربی کافر قید ہو تو امام المسلمین کو اختیار ہو چاہو اسکو قتل
کرے اور چاہے احسان کرکے چھوڑے اور چاہے فدیہ لیوے اور چاہے رقیق بنالے اور یہی ابن عمرؓ سے مروی ہو اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا
کہ امام المسلمین پر متعین ہو کہ اسکو یا قتل کرے یا رقیق بنائے اور آیۃ سورۃ القتال یعنی فاما منا بعد الخ خود منسوخ ہو بقولہ فاقتلوا المشرکین حیث
وجدتموہم۔ کیونکہ سورہ براۃ سب سے آخر نازل ہوئی جیسا کہ ابتدا سورہ براۃ مین صحیحین کی حدیث عثمان رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہو اور یہی ابن عباسؓ
کا قول ہو امام رازی نے کہا کہ جس آیت کی تفسیر بیان ہوئی ہو یہ قول فاما منا بعد الآیۃ سے منسوخ نہین ہو بلکہ مفہوم ان دونون آیات کا
متوافق ہو اسلئے کہ دونون اس امر پر دلالت کرتی ہین کہ پہلے اثخان ہوجانا ضروری ہو پھر اسکے بعد احسان یا فدیہ کا اختیار ہو اسکی توضیح
یہ ہو بعض علماء نے کہا کہ یہان جو احسان و فدیہ سے ممانعت ہو اسکی انتہا اثخان تک ہو کما قال حتی یثخن فی الارض۔ اور مقصود اثخان سے اسکا لازم
یعنی ظہور قوت و شوکت اسلام ہو پس حاصل حکم اس آیت کا یہ ہوا کہ کسی نبی کو روا نہین ہو کہ قوت و شوکت اسلام ظاہر ہونے سے پہلے فدیہ لیکر چھوڑے
پھر رہا یہ بیان کہ بعد ظہور قوت و شوکت اسلام کے کیا کرے تو اسکو آیۂ سورۂ قتال مین بیان فرمایا بقولہ فاما منا بعد واما فداء۔ یعنی بعد اثخان کے جبکہ کفر
و فساد ذلیل ہوجاوے تو کافر قیدی کو چاہے احسان کرکے چھوڑو چاہے فدیہ لیکر رہا کرو مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جید ہو واللہ اعلم۔ واقعہ سبب نزول
آیت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و ایک جماعت سلف سے مختصر و مطول یون مذکور ہو کہ بدر کی لڑائی ختم ہونے پر آنحضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے
مشورہ لیا کہ قیدیون کے بارے مین کیا کہتے ہو تو ابوبکرؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ آپ کی قوم کے لوگ ہین ان کو باقی رکھئے اور
توبہ کرائیے شاید اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماوے اور عمرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ انھون نے آپ کو جھٹلایا اور مکہ سے نکالا آپ اجازت
دین کہ مین انکی گردنین ماردون۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ یارسول اللہ یہ لوگ اس لائق ہین کہ جنگل مین بہت لکڑیان جمع کرکے اس مین ان کو
جلادیا جاوے پس آنحضرت صلعم خاموش رہے اور اندر چلے گئے اور لوگون نے اختلاف کیا بعض نے کہا کہ ہم ابوبکر کا قول لین گے اور بعض نے عمرؓ کا اور بعض
نے عبداللہ بن رواحہ کا قول پسند کیا پھر آنحضرت صلعم باہر آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ بعضے دلون کو نرم کرتا ہو یہانتک کہ دودھ سے زیادہ نرم ہوتے
ہین اور بعض دلون کو سخت کرتا ہو کہ پتھر سے زیادہ کرخت ہوتے ہین اے ابوبکر تیری مثل مانند ابراہیم علیہ السلام کے ہو کہ کہا فمن تبعنی فانہ منی و من
عصانی فانک غفور رحیم۔ اے ابوبکرؓ تیری مثال مانند عیسیٰؑ کے ہو کہ کہا ان تعذبہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم۔ تیری مثال
اے عمرؓ مانند موسیٰؑ کے ہو کہ کہا ربنا اطمس علی اموالہم واشدد علی قلوبہم فلا یومنوا حتی یروا العذاب الالیم۔ اے عمرؓ تیری مثل مانند نوحؑ کے ہو کہ کہا رب
لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ تم لوگ اسوقت مین مفلس ہو پس ان قیدیون مین سے کوئی رہا نہ ہوگا یہانتک کہ یا فدیہ لیوے یا اس کی گردن

اری جاسے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہین کہ مین نے زبان لڑا کر کہا کہ یارسول اللہ سوائے سہیل بن بیضا کے کہ وہ اسلام کا ذکر کرتا تھا۔ آنحضرت صلعم خاموش ہوئے
اور مجھے اس روز ایسا خوف ہوا کہ کہین مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسین ایسی خوف مین تھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ سوائے سہیل بن بیضا کے۔ بالجملہ ان قیدیون
سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا کہ آیندہ اہل اسلام سے نہ لڑین۔ اور ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ جب کفار بدر کے قیدیون مین عباس بن عبدالمطلب قید ہو کر آئے تو
انصار نے عباس کو وعید کی کہ تجھکو قتل کرینگے اور یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو آپنے فرمایا کہ مین اس رات کو بسبب اپنے چچا عباس کے نہین سویا اور انصار کا
قصد ہو کہ عباس کو قتل کر ڈالین تو عمرؓ نے کہا کہ مین عباس کو لے آؤن آپنے فرمایا کہ اچھا پس عمرؓ روانہ ہو کر انصار پاس آئے اور کہا کہ عباس کو
چھوڑ دو انھون نے کہا کہ ہرگز نہین کیون چھوڑین۔ عمرؓ نے کہا کہ اگرچہ اسمین آنحضرت صلعم کی خوشی ہو تو انصار نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو لیجاؤ پس عمرؓ نے عباس کو
لیکر کہا کہ اے عباس تم مسلمان ہو جاؤ قسم ہو ذات پاک وحدہ لاشریک کی کہ تمھارا اسلام لانا مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام سے زیادہ محبوب ہو کیونکہ مین نے
دیکھا کہ آنحضرت صلعم کو تمھارا مسلمان ہونا بھلا معلوم ہوتا ہو الی آخر ماقال۔ اور علیؓ سے روایت ہو کہ بدر کے روز حضرت جبرئیل اُترے اور کہا کہ
یارسول اللہ قیدیون کے بارہ مین اپنے اصحاب سے مشورہ لیجئے وہ چاہین تو قتل کرین اور چاہین فدیہ لین اس شرط پر کہ سال آیندہ مین ان مین سے اسی قدر شہید
ہونگے۔ اصحاب راضی ہوئے کہ فدیہ لیوین اور سال آئندہ مین شہید ہون۔ رواہ الترمذی والنسائی وابن حبانؒ۔ وحدیث غریب جداً۔ اور قوی ثابت یہی ہو
کہ آنحضرت صلعم نے بطریق اجتہاد کے مشورہ لیکر بعد استقرار رائے کے فدیہ لیکر چھوڑ دیا پس ابن مسعودؓ وغیرہ کی روایت مین ہو کہ جب کام پورا
ہوا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ماکان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض الی آخر الآیۃ۔ اور دوسری روایت مین ہو کہ پھر دوسرے روز عمر رضی اللہ
عنہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین گئے تو دیکھا کہ آپ اور ابوبکرؓ روتے ہین عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ اور یہ کیون روتے ہین مجھے بھی آگاہ فرمایئے تو
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین تیرے ساتھیون کے لئے روتا ہون کہ انھون نے فدیہ لینا اختیار کر لیا اور اب مجھ پر اُن کے حق مین مواخذہ اس
درخت سے بھی زیادہ نزدیک پیش کیا گیا ہو یعنی سال آیندہ مین اس فدیہ کے عوض مبتلا ہو کر شہید ہون گے اور عذاب پیش کئے جانے سے آپکی مراد
نزول اس آیت کریمہ کا ہو اور یہ مراد نہین کہ عذاب نازل ہو گا بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسا فعل واقع ہوا جس سے عذاب بہت قریب ہو اگرچہ
اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت سے بسبب تقدیر سابق کے عذاب نازل ہو گا۔ فافہم پس آیت مین آنحضرت صلعم کو تو لطیف عتاب آمیز یہ خطاب
فرمایا کہ کسی نبی کو ٹھیک نہین کہ قبل اثخان کے یعنی کفر و اہل کفر کے ذلیل و مغلوب ہو جانے اور اہل اسلام کے غالب و قوی ہو جانے کے
فدیہ لیکر کافر قیدیون کو رہا کرے پھر مومنون کو عتاب فرمایا۔ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا۔ اے مومنو تم اسباب دنیا کو یعنی اسکی حقیر
متاع کو چاہتے ہو چنانچہ تم نے کافرون کا فدیہ لیلیا۔ وَاللّٰهُ يُرِيدُ الْاٰخِرَةَ۔ اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتا ہے یعنی تمھارے
لئے ثواب آخرت کو پسندیدہ فرماتا ہے پس تم کو چاہیئے تھا کہ فدیہ لینے سے باز رہتے اور اُن کو قتل کر کے ثواب آخرت لینے پر اکتفا کرتے۔
وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ عزیز غالب ہے وہ جو چاہے سو کرے حکمت والا ہے۔ واضح ہو کہ آیت مین یہ
مطلب نہین کہ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لئے آخرت کو چاہا تھا مگر وہ نہوا کیونکہ جو اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے بلکہ معنی اس کے
فقط یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کے لئے آخرت کو پسند کر دیا ہے اور چونکہ یہان مومنون نے ثواب آخرت لینے مین چوک
اُٹھائی اور چاہا کہ فدیہ لیوین اور سال آیندہ مین شہادت پاوین تو گونہ عتاب فرمایا۔ اور یہ خطاء اجتہادی تھی کیونکہ پہلے ان پر
یہ حکم نہین آیا تھا کہ قتل ہی کرو فدیہ مت لو۔ بیضاوی رحمہ نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ انبیاء بھی اجتہاد کرتے ہین اور
کبھی اجتہاد مین چوک جاتے ہین لیکن ان کو وحی سے مطلع کر دیا جاتا ہے اور واضح رہے کہ اجتہاد کرنا انبیاء کا مختلف فیہ ہے

اور اس آیت سے اسپر دلیل تمام نہین ہے۔ اس آیت سے استنباط ہوسکتا ہے کہ امتحان مین پڑنے کے واسطے دلیری کرنا نہین چاہیئے جیسے بعض صحابہؓ نے آئندہ سال مین شہادت قبول کر کے فدیہ لیلیا۔ اور حدیث لاتتمنوا لقاء العدو واسئلوا اللہ العافیۃ الخ سے یہ امر مستنبط ہے۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ نے عتاب کیا کہ تمھارے واسطے آخرت کا ثواب پسندیدہ ہے تم نے دنیا کیون اختیار کی۔ لَوۡلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے لکھنا نہ ہوچکا ہوتا تو۔ لَمَسَّكُمۡ فِيۡمَاۤ اَخَذۡتُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ البتہ تم پر نازل ہوتا بسبب اس چیز کے جو تم نے لیا ہے عذاب عظیم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پہلے لکھ دیا تھا کہ مواخذہ نہ ہوگا ورنہ تم نے جو کافرون سے قبل اثخان کے فدیہ لیکر ان کو چھوڑا اسمین تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا۔ آیت مین یہ بیان نہین کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے کیا لکھ دیا اور مفسرین کے یہان چند اقوال ہین۔ اوّل آنکہ لوح محفوظ مین یہ سابق ہوچکا کہ جو بندہ مومن اجتہاد مین خطا کرے اسپر عقاب نہ ہوگا۔ دوّم یہ کہ جس قوم پر صریح ممانعت سے آگاہی نہوئی ہو اسپر عذاب نہ ہوگا۔ سوّم یہ کہ اہل بدر جو فعل کرین بخشے جاوینگے اُن پر عذاب نہ ہوگا۔ چہارم یہ کہ اس اُمت پر مال فدیہ حلال ہوگا۔ واضح ہے کہ آیت مین وعید عذاب نہین بلکہ فقط تنبیہ ہے اور اظہار اس امر کا کہ تم نے دنیا کی طرف کچھ میل کیا اور اس سے بہتر ثواب آخرت تھا اور اعلام کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کمال رحمت سے لکھ دیا ہے کہ ایسی چوک مین عقاب نہ ہوگا۔ روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو سوائے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی اس سے نجات نہ پاتا۔ روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اموال غنیمت و فدیہ سے ہاتھ کھینچا اور اسکو لینے سے احتراز کیا پس نازل ہوا۔ فَكُلُوۡا مِمَّا غَنِمۡتُمۡ حَلٰلًا طَيِّبًا۔ اے ابحت لکم فکلوا۔ مین نے تم کو حلال کردیا پس کھاؤ جو تم نے غنیمت مین حاصل کیا ہے اکل حلال طیب۔ یا درحالیکہ وہ تمھارے واسطے حلال کیا ہوا طیب ہے پس اول مین تو حلالاً صفت مفعول مطلق ہے اے اکلاً حلالاً۔ اور دوم مین حال از مال غنیمت ہے اور طیبًا سے تاکید ہے جسکا فائدہ یہ ہے کہ ممانعت کیوجہ سے انکے دلون مین اس مال کی طرف سے وسواس آگیا تھا اسکو دور کردیا۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور تقوی رکھو اللہ تعالیٰ سے کہ اُسکی مخالفت نکرو اور دنیا کی طرف میل نکرو۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۔ اللہ تعالیٰ غفور ہے چنانچہ جو گناہ تم سے ہوا اسکو معاف کیا اگرچہ صغیرہ تھا اور اسپر یہ رحمت زیادہ ہے کہ غنائم تم کو حلال کردین اگرچہ اگلی اُمتون مین سے کسی کے لیے حلال نہ تھین اور یہ امر اس اُمت کی خصوصیات سے ہے چنانچہ سابق مین اس کا بیان گزرچکا ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اسمین نفس امارہ کی فطرت سے ہوشیار فرمایا کہ اسکی حیلہ گری سے یہ بھی ہے کہ کبھی آدمی کو طاعات کے بہانہ سے دنیا کی طرف جو اس کی عین خواہش ہے مائل کرتی ہے اور یہ نفس کا میلان ہے نہ قالب کا اور آیت کریمہ مین خطرات کا بیان ہے اور تریدون سے جبلت اور جمی ہوئی بات کا بیان نہین ہے کیونکہ قطعاً اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صحابہ رضی اللہ عنہم مین یہ بات نہ تھی کہ دنیا کی خواہش ان مین ہو اور لقاء آخرت نہ چاہتے ہون بلکہ مراد یہ ہے کہ تمھارے نفس نے تم کو یہ خطرہ دلادیا کہ تم سال آئندہ مین شہادت لینا اور اب یہ مال فدیہ سے لو حالانکہ تم اس سے متنبہ نہوئے اور امتحان مین گھس پڑے اور دنیا کی طرف رغبت ہوگئی جو نفس کی عین خوشی ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کلام پاک سے انکے خطرات و نیات کو پاک کیا کہ نفس امارہ کے فریب سے بچے رہین چنانچہ واتقوا اللہ۔ سے صریح تنبیہ کردی کیونکہ صریح حکم سے یہان کوئی مخالفت نہین پائی گئی اور نہ کوئی فعل حرام تھا بلکہ خلاف اولیٰ اور صغیرہ گناہ کہنا چاہیئے ہے پس مقصود یہ کہ خدمت و طاعت مین خطرات نفس سے تقویٰ رکھین تو یہ نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم کو باوجود جلالت قدر کے دنیا کی طرف نظر ڈالنے سے تحذیر فرمائی بقولہ ولا تعد عیناک عنہم

لم اجد [illegible] ۱۲

تریدون زینۃ الحیوۃ الدنیا- اور بقولہ لاتمدن عینیک الی مامتعنا بہ الآیۃ - وحاصل یہ کہ تم لوگ مجاہدہ مین نفس کے خاطر سے رفاہیت چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ یہ ہو کہ تم کو کشف مشاہدہ و وصول بمقام آخرت و قرب ہو۔ جعفرؒ نے کہا کہ قولہ واللہ یرید الآخرۃ - جو بات تمھارے لئے اللہ تعالیٰ کو پسند ہے وہ تمھارے نفوس کی خواہش سے بہتر ہے - قولہ فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً - اسمین اشارت سے ثابت ہو کہ جو مال کہ جہاد وغیرہ حلال کمائی سے حاصل ہو اس سے غذا ار آدمی کو موروث برکات ہو کیونکہ لقمہ حلال مین نظر لطف سے انوار ہین جن سے صدیقین کے بدن اور مقربین کے دل اور محبین کی ارواح کو تقویت ہوتی ہو اور جو آٹا گوندھا ہوا ہو وہی اس سے پیدا ہوتا ہو یعنی لطف باری تعالیٰ اور اس سے قلب کو وسواس سے طہارت و خبث شیطان سے پاکی حاصل ہوتی ہے جعفرؒ نے کہا کہ حلال کھانا اسوقت پورا حلال ہو کہ اسکی غذا مین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور طیب اسوقت ہو کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے فراموش نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ حلال وہ ہے کہ پاک کمائی جو تونے بقدر ضرورت لی ہو اور طیب وہ ہو کہ باوجود فقر و فاقہ کے اپنے نفس کی بہ نسبت دوسرے مسلمان کو دینا زیادہ پسند کیا ہو اگرچہ خود بھی اسمین سے کھایا ہو۔ بعض نے کہا کہ حلال وہ ہو جو بدون سبب کے تجھ پر ظاہر ہوا ہو اور طیب وہ ہے جو مسبب الاسباب کی طرف سے تجھے عطا ہوا ہو۔ اور مین نے کسی شیخ کا یہ قول نہین پایا کہ حلال وہ ہے جو حالت مجاہدہ مین کھاوے اور طیب وہ ہو جو حالت مشاہدہ مین کھاوے۔ حلال وہ ہو کہ دل مین اس سے وغدغہ نہ ہو اور طیب وہ ہو کہ قلب کو راحت دے - حدیث مین ہو کہ جس سے دل مین شک ہو اسکو چھوڑ کر ایسے رزق کو لے جس سے شک نہ ہو اگرچہ فتوی دینے والے تجھے فتوی دیتے رہین - اور حدیث مین ہو کہ حلال کھلا ہوا ہو اور حرام کھلا ہوا ہو اور ان کے درمیان مین شبہ کی چیزین ہین تو جو کوئی شبہ سے بچگیا وہ اپنے دین کو بچا لیگیا۔ مترجم کہتا ہے کہ فتاوی فقہیہ مین لکھا ہے کہ جو لوگ خانقاہون مین بیٹھے لوگون کے اموال سے کھاتے اور کمائی کرنے سے باز رہتے ہین وہ شہر بدر کرنے کے قابل ہین اور نیز مشائخ علماء کے اقوال لکھے ہین کہ اسوقت مین حلال گویا عنقا ہو لہذا صریح حرام سے پرہیز کرنے پر کمر مضبوط باندھے اور مسلمانون کے تاجرون و پیشہ ورون کو لازم ہے کہ خرید و فروخت کے مسائل بخوبی سیکھ لین تاکہ بیوع فاسدہ وغیرہ سے احتراز حاصل ہو و تمام البسط فی الفتاوی الہندیہ - حدیث مین ہو کہ گناہ وہ ہی جو تیرے دل مین خلش کرے اور تجھے یہ امر مکروہ معلوم ہو کہ لوگ اس سے مطلع ہون - استادؒ نے کہا کہ جس کے کھانے کی اجازت ہو وہ حلال ہو اور حلال طیب وہ کہ جس کو تو جانے کہ بدون میرے استحقاق کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل ہوا ہے - فالہم - واضح ہو کہ بعد مشورت کے قیدیون سے فدیہ لیکر عہد و پیمان کے ساتھ ان کو رہا کیا گیا اور بعض قیدی باکراہ لڑنے آئے تھے انپر یہ گران گذرا تو استمالت فرمائی - بقولہ -

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ

اے نبی کہہ دے اُنکو جو تمھارے ہاتھ مین ہین قیدی اگر جانے گا اللہ تمھارے دل مین کچھ نیکی تو دیگا تم کو

خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ

بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان اور اگر چاہین گے تجھ سے دغا کرنی سو

خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

دغا کر چکے ہین پہلے اللہ سے پھر اُس نے پکڑوا دیے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ - اے محمد صلعم قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى - کہدے اُن لوگون سے جو تمھارے قبضہ مین ہین قیدی لوگ۔ ابوعمروؒ کی قرأۃ مین من الأساری ہو وہ بھی جمع اسیر ہو ماخوذ از اسر بمعنی قید کیونکہ قید سے وہ قیدی کو باندھتے تھے پھر ہر گرفتار کو اسیر

کہنے لگے اگرچہ قدسے بندھا ہوا تھا اور ابن العلائی نے کہا کہ پکڑے جانے کے وقت بندھے ہوئے ہوں تو اُساری کہلاتے ہیں اور نہ ہوں تو اسری کہلاتے ہیں اور شاید یہ بیان اصل لغت کا ہو اور استعمال میں ہر ایک کو دوسرے کے مقام پر بولتے ہیں چنانچہ یہاں بدر کے قیدیوں سے کہنے کا حکم ہے حالانکہ فدیہ لیکر وہ کھول دیئے گئے تھے اور مقولہ یہ ہو کہ۔ اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰہُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ خَیْرًا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے علم میں ہوگی تمھارے دلوں میں خیر یعنی اگر تمھارے دلوں میں ایمان و اخلاص معلوم ہو گا تو یُؤْتِکُمْ خَیْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْکُمْ۔ عطا کریگا اللہ تعالیٰ تم کو بہتر اس چیز سے جو تم سے فدیہ میں لی گئی۔ بایں طور کہ دنیا میں اس سے کئی گونہ زائد تم کو دیگا اور ثواب آخرت اس سے بھی بڑھکر تم کو ملیگا اور سب سے اعلیٰ یہ کہ وَیَغْفِرْ لَکُمْ اور تمھاری مغفرت فرما دیگا کہ قبل ایمان و اخلاص کے جو تم نے ایذا و جدال و قتال و فسق و فجور کیا وہ معاف کریگا۔ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور حال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اسکی مغفرت جسکو ملجاوے تو اس سے بڑھکر کون نعمت ہو اور اسکی رحمت کا کون پار پاوے اور معنی قولہ ان یعلم اللہ کے یہ ہیں کہ جملہ قیدیوں کے دلوں کا حال اور جو کچھ آئندہ اُن سے ظاہر ہوگا سب اللہ تعالیٰ کو قطعاً معلوم تھا چنانچہ آخر آیہ یعنی واللہ علیم حکیم سے اسکا استدراک کر دیا اور یہاں بطور شرط و صیغہ شک کے بغرض تعمیم ارشاد کیا کیونکہ سب قیدی ایک حال پر نہ تھے بعضوں نے تو سچے دل سے اقرار کیا تھا کہ ہم اب اسلام کے مقابلہ میں قتال نکرینگے اور اپنی قوم کو اسلام کی نصیحت کرینگے اور بعضوں نے مکر و خیانت سے کہا تھا پس اسکو شرطیہ بیان کر دیا کہ اگر ایسا ہو گا تو اس کا بدلا یہ ملیگا اور علم سے معلوم مراد ہو یعنی وہ امر حسن علم متعلق ہوا اور اس سے عذاب و ثواب منوط ہوتا ہو حاصل آنکہ قیدیوں سے جنکو فدیہ لیکر چھوٹنا منظور ہو یہ کہدے کہ اگر تم سے ایسی بات ظاہر ہوئی جو خیر ہے یعنی ایمان و سچائی و اخلاص تو اللہ تعالیٰ تمکو اس مال فدیہ کے عوض میں اس سے بہتر دیدیگا و تمھارے گناہوں کی مغفرت فرما دیگا۔ وَاِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَکَ اور اگر ان قیدیوں نے تیرے ساتھ خیانت کرنا چاہی یعنی زبانی قول سے اپنے اوپر نیکخواہی وغیرہ کا عہد و پیمان دیا اور دل میں غدر و خیانت چھپائی ہے اور تجکو دھوکا دینا چاہتے ہیں تو تجکو اس کی پروا نہ کرنی چاہیئے کیونکہ اس سے بڑھکر یہ لوگ پہلے کر چکے۔ فَقَدْ خَانُوا اللّٰہَ مِنْ قَبْلُ کیونکہ قبل ماخوذ ہونے کے انھوں نے اللہ تعالیٰ کی خیانت کی اسلئے کہ عہد ازلی اور فطرت کو جو اپنے پروردگار معبود کی توحید کا تھا چھوڑ کر غدر سے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے رسول سے مقاتلہ کیا۔ فَاَمْکَنَ مِنْھُمْ۔ پس اللہ تعالیٰ نے موافق مشیت کے اُن پر قابو دیدیا چنانچہ ضعیف کمزور کم تعداد جماعت مومنین کو اپنے حکم سے زبردست باسامان بہت تعداد والے گروہ کفار پر بدر کے روز غالب کر دیا کہ انھوں نے اُن کو قتل کیا اور پکڑ لیا پس اُن کی خیانت سے کچھ مضرت نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کرنا مقدر کیا ہو وہ ضرور پھیل جائے گا اور کتنا ہی لشکر اور کیسی ہی تدبیر اور خیانت کیوں نکریں اس سے کچھ نہ ہو گا اور یہ طریقہ جو فرقہ اسلام اور فرقہ کفار کے درمیان جاری ہو رہا ہے یہ بمقتضائے مشیت ازلی و حکمت بالغہ الٰہی ہو ورنہ اللہ تعالیٰ چاہے تو دم میں سب کافر ہلاک ہو جاویں یا ایکدم سب مسلمان ہو جاویں ولیکن مومن و منافق کے اظہار کیلئے اور جزا و ثواب شہادت وغیرہ سے بعض کو سرفراز و بعض کو کفر و نفاق و نافرمانی سے خوار کرنے کیلئے اور دیگر اسرار و حکمت کے واسطے یہ طریقہ مشروع فرمایا ہو۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور کامل حکمت والا ہو چنانچہ اسکو معلوم ہو کہ ان قیدیوں میں کون سچا ہو اور کون خیانت کی نیت رکھتا ہو۔ واضح ہو کہ قولہ وان یریدوا خیانتک الخ مشعر ہو کہ ان میں اکثر خائن ہیں اور یہی واقع ہوا کہ دوسرے سال اُحد میں وہ لوگ کفار قریش وغیرہ کیساتھ پھر لڑنے آئے۔ اگر پوچھا جاوے کہ قولہ ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا بھی مشعر ہو کہ بعض کے حق میں اسکا ظہور ہو تو جواب یہ ہو کہ ہاں حضرت عباس بن عبدالمطلب وغیرہ اسکے مصداق ہوئے اور ائمہ تفسیر نے ذکر کیا کہ سبب نزول اسکا بھی حضرت عباسؓ ہوئے ہیں اور اگر تفصیلی علم منظور ہو تو سنو کہ شیخ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں صحیح روایات کو جن سے سابق ولاحق مضمون

بحسب واقعہ ظاہر ہوں یوں ذکر کیا کہ محمد بن اسحاق نے اپنے اسناد سے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ بدر کے روز لڑائی سے پہلے حضرت صلعم نے
فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ بعض بنی ہاشم وغیرہ باکراہ ومجبوری اس گروہ قریش کے ساتھ ہو کر آئے ہیں لہٰذا جو شخص لڑائی میں ابوالبختری بن ہشام کو
پاوے تو اس کو قتل نہ کرے اور جو عباس بن عبدالمطلب کو پاوے تو قتل نہ کرے کیونکہ وہ باکراہ ساتھ ہو لیا ہے تو ابوحذیفہ بن عتبہ نے کہا کہ ہم لڑائی
میں اپنے باپ بیٹوں بھائیوں و کنبے والوں کو پاویں تو مار ڈالیں۔ اور عباس کو چھوڑ دیں واللہ اگر میں نے عباس کو پایا تو اس تلوار سے
مار ڈالوں گا۔ یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو عمرؓ سے فرمایا کہ اے ابوحفصؓ۔ عمرؓ کہتے تھے کہ واللہ پہلے پہل اسی روز مجھے آنحضرت صلعم نے ابوحفصؓ
سے کنیت کر کے فرمایا کہ یہ پسندیدہ ہے کہ رسول اللہ کے چچا کے منہ پر تلوار ماری جاوے۔ عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ شخص نفاق کا کلمہ بولا ہے مجھے
اجازت ہو کہ میں اسکی گردن ماردوں۔ ابوحذیفہ اس واقعہ کے بعد کہا کرتے تھے کہ واللہ میری زبان سے جو کلمہ نکلا مجھے اطمینان نہیں رہا اور برابر
میں خوفناک ہوں کہ میرا کیا انجام ہو مگر آنکہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی راہ میں شہادت دے آخر جنگ یمامہ میں شہید ہوئے رضی اللہ عنہ۔ اس روایت
سے ظاہر ہوا کہ عباس وغیرہ زبردستی مجبوری سے ساتھ آئے تھے اور عبداللہ بن عباس نے کہا کہ جب واقعہ بدر کا روز گذرا اور شام ہوئی تو
قیدی لوگ بندھے ہوئے جکڑے ہوئے قیدگاہ میں پڑے تھے اور رسول اللہ صلعم کو اول رات میں نیند نہیں آتی تھی تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ
آپ کیوں نہیں سوتے ہیں فرمایا کہ میں نے اپنے چچا عباس کے کراہنے کی آواز سنی یعنی جکڑ کر باندھے جانے کے درد سے کراہتے تھے اور
عباس کو انصار میں سے ایک مرد نے گرفتار کیا تھا پس لوگوں نے عباس کو کھول دیا تب آپ سو رہے۔ محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ بدر کے قیدیوں
میں سے جن لوگوں نے فدیہ دیا سب سے زائد عباس کو دینا پڑا کیونکہ وہ مالدار آدمی تھے تو اپنے آپ کو سو اوقیہ سونا دیکر چھڑایا اور صحیح بخاری
میں انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ چند انصاریوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو اجازت ہو کہ اپنی بہن کے بیٹے عباس کا فدیہ چھوڑ دیں۔
(عباس کی والدہ قوم انصار کی بیٹی تھیں)، تو فرمایا کہ نہیں واللہ ایک درم بھی مت چھوڑو۔ ابن اسحاق نے باسناد صحیح مشائخ زہری رح کی ایک
جماعت سے روایت کیا کہ قریش نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا اور ہر قوم نے اپنے قیدی کو جس فدیہ پر قرارداد ہوئی دیکر چھڑایا اور عباس نے کہا
کہ یا رسول اللہ میں تو مسلمان تھا تو فرمایا کہ تیرے اسلام کا حال اللہ تعالیٰ جانے ظاہر میں تو ہم پر چڑھ آیا تھا پس تو اپنا اور اپنے دونوں بھتیجوں
نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب اور عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ دے تو عباس نے کہا کہ اتنا
میرے پاس کہاں ہے اور ایک روایت میں آیا کہ یہ فدیہ تو دیدیا اور کہا کہ اے میرے بھتیجے محمد تم نے مجھے ایسا مفلس کر کے چھوڑا کہ جیتی زندگی
قریش کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ٹکڑے مانگوں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ این وہ مال کہاں گیا جو ام الفضل (زوجہ عباسؓ) اور تم نے چپکے سے زمین میں گاڑا ہے
اور تم نے ام الفضل سے کہا تھا کہ دیکھیے اس سفر میں مجھے کیا پیش آوے پس اگر میں نہ لوٹا تو یہ مال جو میں نے دفن کیا ہے او لا فضل و عبداللہ و قثم کیواسطے
ہے۔ عباس نے کہا کہ یا رسول اللہ بتحقیق میں نے جانا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں کیونکہ میں نے آدھی رات کے وقت یہ مال گاڑا ہے سوائے
ام الفضل کے اس سے کوئی آگاہ نہ تھا۔ اچھا میں فدیہ دیتا ہوں لیکن بیس اوقیہ سونا جو میرے ساتھ تھا اور تم نے لوٹ میں پایا ہے وہ اسمیں حساب
کر دو۔ آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں وہ تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو عطا کیا ہے پس عباس نے فدیہ ادا کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یا ایہا النبی
قل لمن فی ایدیکم من الاسری الی قولہ غفور رحیم۔ عباس کہا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے ہی حق میں نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا۔
کہ بجائے بیس اوقیہ سونے کے حالت اسلام میں مجکو بیس غلام دیے ہیں کہ ہر ایک میرے مال کثیر سے میرے لئے تجارت کرتا ہے اور ہر ایک
خود بہت قیمت کا ہے چنانچہ جوان میں سے گھٹیا ہے وہ بیس ہزار درم کا اندازہ کیا جاتا ہے اور مجھے زمزم عطا کیا کہ اس کے مقابلہ میں مجھے تمام

دنیا پیچ ہوا اور بار وجود اس کے مین اللہ تعالی سے ثواب جزیل آخرت کی اور مغفرت کی امید رکھتا ہون۔ مجاہد رح نے کہا کہ آیت عباس کے حق مین نازل ہوئی۔ اور ایسا ہی متعدد طرق سے ابن عباس سے صحیح ہوا ہے۔ اسلام مین عباس کو بہت مال ملا چنانچہ انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس صوبہ بحرین سے مال کثیر آیا تو فرمایا کہ میری مسجد مین ڈال دو اور لوگ سامنے آئے پس آپ متوجہ نہ ہوئے اور نکلکر مسجد مین نماز پر قیام فرمایا پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو بیٹھکر تقسیم کرنا شروع کیا پس جس کو دیکھتے اُسی کو دیتے یہانتک کہ عباسؓ آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ مجھے بھی دیجئے مین نے اپنی جان کا فدیہ دیا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے تو حضرت صلعم نے کہا کہ لیلو پس عباسؓ نے دونون ہاتھون سے اپنے کپڑے مین رول کر خوب بھرا اور چاہا کہ لادلیجادین مگر اُٹھ نہ سکا تو عرض کیا کہ آپ کسی کو حکم دین کہ اُٹھوا دے آپنے مسکراکر فرمایا کہ نہین تب عرض کیا کہ اچھا آپ ہی اُٹھوا دیجئے آپنے فرمایا کہ نہین اُٹھواؤن آخر عباس نے اسمین سے کچھ نکال دیا پھر باندھکر کاندھے پر لاد اور بڑے بوجھ کے ساتھ اُٹھا لے چلے۔ اور آنحضرت صلعم اُن کی حرص پر تعجب کی نظر سے اُن کو دیکھتے رہے۔ پھر آنحضرت صلعم جب تک ایک درہم بھی وہان رہا نہین اُٹھے اور بالکل جب تقسیم ہوگیا تو اُٹھے اور اس مال سے ایک درہم بھی اپنے گھر نہین بھجوایا۔ رواہ البخاری وجماعۃ من ائمۃ الحدیث۔

پھر اللہ تعالی نے لوگون کے طبقات بیان فرمائے بقولہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہَاجَرُوۡا وَ جٰہَدُوۡا بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ

جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ مین اور

الَّذِیۡنَ اٰوَوۡا وَّ نَصَرُوۡۤا اُولٰٓئِکَ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یُہَاجِرُوۡا

جن لوگون نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہین اور جو ایمان لائے اور گھر نہین چھوڑا

مَا لَکُمۡ مِّنۡ وَّلَایَتِہِمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ حَتّٰی یُہَاجِرُوۡا ۚ وَ اِنِ اسۡتَنۡصَرُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ

تم کو اُن کی رفاقت سے کچھ کام نہین جب تک گھر نہ چھوڑ آوین اور اگر تم سے مدد چاہین دین مین

فَعَلَیۡکُمُ النَّصۡرُ اِلَّا عَلٰی قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ۝

تو تم کو لازم ہے مدد کرنی مگر مقابلے مین ایسون کے جن مین اور تم مین عہد ہے اور اللہ جو کرتے ہو وہ دیکھتا ہے

وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ اِلَّا تَفۡعَلُوۡہُ تَکُنۡ فِتۡنَۃٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ فَسَادٌ کَبِیۡرٌ ۝

اور جو لوگ کافر ہین وہ ایک دوسرے کے رفیق ہین اگر تم یون نہ کروگے تو شورش پھیلے گی ملک مین اور بڑی خرابی ہوگی

ان آیات مین اللہ تعالی نے لوگون کے طبقات و اُن کے احکام جو اسوقت بمقتضائے حکمت الٰہیہ مقدر تھے بیان فرمائے اور ائمہ تفسیر کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ نزول ان آیات کا فتح مکہ سے پہلے ہے قال تعالی۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ ہَاجَرُوۡا۔ اے ہجروا بلادہم وَ جٰہَدُوۡا بِاَمۡوَالِہِمۡ وَ اَنۡفُسِہِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ۔ مہاجرت ترک وطن گویا اُنھون نے وطن چھوڑا اور وطن سے بھی اُنکو چھوڑا اسمین مبالغہ ہے کہ بالکل لگاؤ نہ رکھا اور ہجرت تین طرح کی باعتبار احکام و ثواب کے ہے اول وہ ہجرت جو ابتدا مین واقع ہوئی جبکہ اسلام بہت ضعیف تھا اور اسکو ہجرت اولی کہتے ہین اور دوم وہ ہجرت جو بعد صلح حدیبیہ کے واقع ہوئی کیونکہ بعد فتح مکہ کے ہجرت نہین بقولہ علیہ السلام لا ہجرۃ بعد الفتح اور یہی محققین کا قول ہے۔ اور سوم وہ ہجرت جو عموماً قیامت تک باقی ہے اور وہ ہر ایسے ملک و دیار سے جو کفرستان ہو ہجرت کرکے کسی ملک اسلام مین چلا جانا خواہ مکہ ہو یا کوئی اور ملک ہو اور اس ہجرت کی دو قسمین ہین واجب و مستحب پس جس ملک مین بسبب غلبہ کفر کے آدمی ادائے فرائض اللہ سے عاجز

سے عاجز ہو وہاں سے ہجرت واجب ہے اور دوم وہ ملک جہاں ادائے فرائض وغیرہ سے عاجز نہ ہو ولیکن غلبہ کفر سے حدود دین فتور ہو تو وہاں سے
ہجرت مستحب ہو واللہ اعلم۔ پس آیت میں ہجرت بمعنی اول مراد ہے اور مہاجرین صحابہ انھیں مومنوں کو کہتے ہیں کیونکہ انھین نے اپنے دیار و اموال و
اعزہ و اقربا کو دین کیلئے چھوڑ و متروک کیا اور رسول اللہ صلعم کے پاس مدینہ منورہ میں اقامت دین کیلئے چلے آئے اور اپنی جان و مال کو جہاد
مین خرچ کیا پس قسم اول مومنین میں سے یہی مہاجرین ہیں اور قولہ تعالیٰ السابقون الاولون من المہاجرین سے مراد ہیں۔ اور قسم دوم وَالَّذِيْنَ
اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا یعنی مومنوں میں سے وہ لوگ جنھوں نے ٹھکانا دیا اور مدد کی۔ ایوا ر جگہ دینا یہی انصار سابقین اولین ہیں اور یہ اہل
مدینہ کے مسلمان ہیں جنھوں نے آنحضرت صلعم اور آپکے ساتھی مہاجرین کو اپنے یہاں جگہ دی اور جان و مال سے اُن کی خدمت کی اور اعلاء کلمۃ الحق
مین رسول اللہ صلعم کی مدد کی حالانکہ وہ وقت تھا کہ اسلام ضعیف اور دشمن قوی تھے اور خود یہ لوگ بھی زیادہ وسعت والے نہ تھے مگر انھوں
نے اپنی تنگی و تکلیف پر مہاجرین کی راحت کو پسند کیا پس ان دونوں قسموں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
بَعْضٍ یعنی یہ دونوں فریق ایسے ہیں کہ ان میں بعض کے بعض ولی ہیں اور باہم موالات ثابت ہو پس یہ نسبت اوروں کے اُن میں ہر ایک
دوسرے سے احق ہو اسی واسطے آنحضرت صلعم نے مہاجرین و انصار کے درمیان عقد مواخاۃ باندھا تھا یعنی ایک مہاجری و ایک انصاری کو بھائی
بھائی بنایا تھا چنانچہ ہر ایک کا ایک بھائی ہو گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے آئے کہ آپنے سب کے درمیان مواخات کر دی اور میں خالی
رہ گیا تو فرمایا کہ تو میرا بھائی ہو اور یہ امر منجملہ فضائل علی رضی اللہ عنہ کے ہو۔ بالجملہ اس مواخات و موالات کے عقد سے انکین باہم میراث جاری ہوتی
تھی جو وارث قرابت سے مقدم تھی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کی انتہا کر دی اور آیت مواریث نازل فرما کر حکم میراث اسکے مطابق کر دیا
جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس رض سے ثابت ہو اور بعض نے کہا کہ اولیا ہونا فقط نصرت و مددگاری میں ہے پس حکم اس آیت کا منسوخ نہو گا مگر قول
اول اکثر مفسرین نے اختیار کیا ہو اور شیخ جلال رح نے دونوں کو جمع کر دیا کہ نصرت و میراث دونوں طرح سے ایک دوسرے کے ولی ہیں اور اولیا کا اطلاق
بھی اسی کو چاہتا ہے ولیکن اسپر ایک اشکال وارد ہوتا ہو اس حدیث سے جو امام احمد رح نے جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ
مہاجرین و انصار باہم بعض اولیا بعض ہیں اور طلقاء قریش و عتقاء ثقیف باہم بعض اولیا بعض ہیں یہ قیامت تک ہو۔ قال ابن کثیر رح تفرد بہ احمد رح
اور ابو یعلی رح نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اسی کے مانند مرفوع روایت کی ہو اور جواب یہ ہو سکتا ہو کہ حدیث میں ولایت سے خاص ولایت مراد ہو
یعنی ولایت نصرت و معونت چنانچہ اگر ان میں سے کسی نے شکار کو تیر مارا اور چوک کر وہ کسی آدمی کے لگا حتی کہ دیت واجب ہوئی تو ایک دوسرے
کی مددگار برادری قرار دیجائیگی فلیتامل۔ بالجملہ سابقین اولین از مہاجرین و انصار باقی تمام مومنین پر مقدم ہیں اور شیخ ابن کثیر رح نے مہاجرین
کے انصار پر مقدم ہونے پر اجماع نقل کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری قسم کو بیان فرمایا بقولہ۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا یعنی جو
لوگ ایمان لائے مگر اپنے دیار میں رہے وہاں سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں نہیں آئے تو۔ مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ
تمھارے لیے اُن کی ولایت میں سے کچھ بھی نہیں ہو پس تمھارے و اُن کے درمیان میراث جاری نہ ہوگی اور اُن کو غنیمت میں سے بھی کچھ حصہ
نہ ملیگا۔ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا۔ یہانتک کہ وے ہجرت کر کے تمھارے ساتھ لاحق ہو جاویں تب اُن کے واسطے بھی وہی ہوگا جو تمھارے واسطے ہے
حاصل آنکہ جنمیں ایمان و ہجرت دونوں باتیں ہیں ان میں تو ولایت متحقق ہے اور جن میں ایمان ہو اور ہجرت نہیں ہو اُن کو میراث و غنیمت
نہ ملیگی اگرچہ فریق اول کے قرابت والے ہوں۔ قولہ ولایتہم من شئ۔ قراۃ حمزہ بکسر الواو ہو اور باقیوں کی قراۃ بالفتح ہو اور من زائدہ واسطے تاکید
نفی کے ہو یعنی کچھ بھی ولایت نہیں ہو۔ ظاہر اقوال مفسرین سے نکلا کہ ولایت سے ارث و حصہ غنیمت مراد ہو نہ مطلق اعانت کیونکہ ولایت کی بالکل

نفی فرمائی حالانکہ نصرت واجب فرمائی بقولہ۔ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اور اگر ہجرت نہ کرنے والے مومنین
دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر نصرت واجب ہے یعنی تم پر واجب ہے کہ کافرون پر جہاد میں اُن کی مدد کرو اور چونکہ یہ عام تھا کہ کافر خواہ ایسے
ہوں جن سے تمہارا معاہدہ ہو یا ایسے نہوں سب پر معاونت واجب ہے، حالانکہ عہد والوں پر خلاف شرط کی معاونت نہیں ہو سکتی لہذا مستثنیٰ فرمایا۔
بقولہ۔ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ سوائے ایسی قوم کافر کے جنکے تمہارے درمیان عہد ہے یعنی یہ مسلمان اگر کسی ایسی قوم کافر پر
جہاد کریں جنکے تمہارے درمیان عہد ہو اور تم سے مدد چاہیں تو تم ایسی قوم پر انکی مدد نکرو اور غدر و عہد شکنی مت کرو۔ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ
اور جو تم کرو اللہ تعالیٰ سب دیکھتا ہے پس راہ عدل و صراط مستقیم سے برخلاف کوئی کام مت کرو کہ مستوجب عذاب ہو۔ اس جملہ سے تہدید مقصود ہے اگر کہا
جائے کہ معاہدہ والے کافرون نے اگر ایسے مومنوں پر جنہوں نے ہجرت نہیں کی ہے حملہ کیا تو مومنوں پر مومنوں کی اعانت واجب ہے جواب یہ کہ
اس صورت میں کافرون نے خود خلاف عہد کر کے عہد توڑا تو مدد کرنا خلاف عہد نہیں رہا جیسے بنو خزاعہ کی قریش کے مقابلہ میں آنحضرت صلعم نے مدد
فرمائی حتی کہ فتح مکہ کا یہی سبب ہوا چنانچہ سورہ براۃ میں آویگا۔ اور پہلے قول کے موافق ولایت مذکورہ جبکہ یعنی ارث و معونت لیجائے موافق قول جمہور
کے تو اسکا حکم اس سورہ کی آخری آیت سے منسوخ ہے جیسا کہ عنقریب آویگا پھر واضح ہو کہ ہجرت ان آیات میں قبل فتح مکہ کے ہجرت ہے جیسا کہ پہلے
معلوم ہوا پس قولہ حتی یہاجروا سے ہجرت ثانیہ ہوگی جو ہجرت اولیٰ کے بعد ثابت ہوئی اور کلام اسمیں عنقریب آتا ہے محصل حکم اس آیت کریمہ میں یہ ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندون کے اقسام بیان کر کے ہر ایک کو اپنے ولی سے آگاہ کر دیا اور اُس کی ولایت کے احکام بیان فرما دیئے چنانچہ مومنون
میں تین فریق کئے اول مہاجرین دوم انصار اور ان دونوں میں موالات کا حکم دیا۔ اور سوم مومنین غیر مہاجرین سوائے انصار کے پس اُن کے لئے
موالات کی نفی فرمائی یعنی تمہارے ان کے درمیان ارث و حصہ غنیمت کی موالات کچھ نہیں ہے یہانتک کہ وے بھی ہجرت کر کے آویں اور بعد ہجرت
کرنے کے آیا اُن کے لئے موالات کامل ہوگی یا نہیں تو اسکا حکم آگے آتا ہے یہ سب اقسام تو مومن بندون کے تھے اور رہے کافر تو اُنکی نسبت فرمایا کہ
وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ یعنی جو کافر بندے ہیں وہ بعض اولیا بعض ہیں اگرچہ طریقہ موالات اُنکا مانند کفر کے
خلاف شرع و موافق راہ شیطانی ہے اور مقصود یہ کہ مدد و میراث میں اُن کی ولایت انھیں کے درمیان جاری ہوگی پس تمہارے اُن کے درمیان
کچھ میراث و موالات نہوگی۔ کافرون کی ملتیں مختلف ہونے کے باوجود ان میں کچھ تفصیل نہیں فرمائی پس ظاہر کلام میں دلیل ہے کہ اگر باپ ہندو ہو اور
بیٹا نصرانی تو اُن میں ارث جاری ہوگا ولیکن حدیث اسامہ رضی اللہ عنہ میں مرفوعاً ہے کہ دو مختلف ملت والے باہم وارث نہوں گے اور مسلمان کسی
کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کافر کسی مسلمان کا وارث ہوگا۔ کما رواہ الحاکم۔ اور تفصیلی کلام اسمیں فقہ کے ابواب احکام اہل الذمہ سے متعلق ہے حاصل یہ
کہ مومنون کو آپس میں موالات بوجہ مذکور چاہیئے اور کافرون سے قطع موالات واجب ہے پھر مزید تنبیہ کیلئے تاکید فرمائی بقولہ۔ إِلَّا تَفْعَلُوهُ
اے فاعلوا فی الموالات کما بین لکم وان لم تفعلوا ما ذکر من تولی المومنین و قطع الکفار۔ یعنی موالات جس طرح بیان کر دی گئی اسی پر تم عمل کرو اور اگر
اس کو نہ کرو گے یعنی مومنین ہی سے موالات کرنے کو اور کافرون سے بالکل قطع کرنے کو اگر عمل میں نہ لاؤ گے تو۔ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ
وَفَسَادٌ كَبِيرٌ۔ زمین میں فتنہ و فساد عظیم پیدا ہوگا جس سے کفر قوی اور اسلام ضعیف ہو جائیگا۔ اور صحیحین میں حدیث اسامہ رض سے مرفوعاً
آیا کہ مسلمان کسی کافر کا وارث نہ ہوگا اور نہ کافر کسی مسلمان کا۔ مسند احمد و سنن میں مرفوعاً ہے کہ دو مختلف ملت والے باہم وارث نہ ہونگے۔ قال الترمذی
حدیث حسن صحیح۔ و فی الحدیث میں ایسے مسلمان سے بری ہوں جو مشرکوں میں سکونت رکھے۔ و فی حدیث سمرۃ بن جندب فمن جامع المشرک
و سکن معہ فانہ مثلہ۔ جو مشرک کیساتھ یکجا ہوا اور ساتھ بسا وہ اسکے مثل ہے۔ واضح ہو کہ موالات مسلمین اور قطع کفار پر عمل نہ کرنا ایسے ایسے ظاہری

وباطنی اسباب سے موجب فساد ہوتا ہے کہ آدمی کی رائے بسا اوقات نہیں پہنچتی ہے اور منجملہ اُن کے یہ ہے جو شیخ حافظ نے ذکر کیا کہ امر حق میں التباس ہوگا اور کافر و مومن مختلط ہو جاوینگے پس فساد عظیم پیدا ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ سبب معنوی زیادہ سخت ہے وہ یہ کہ اُمور و دستور کافرون کے اکثر مزین بزینت شیطانی اور مرغوب نفس امارہ ہین پس ہر وقت مسلمان کو نفس کی رغبات سے ضعف قلب ہوگا اور اکثر انجام یہی ہوگا کہ خود بھی ان اُمور کی طرف راغب ہوکر ایمان سے ضعیف یا گم ہو جاوے۔ اللہم وفقنا وانت ارحم الراحمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کے کمال ایمان و طاعت کی تعریف فرمائی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ

اور جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑے اور لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگون نے جگہ دی اور مدد کی وہی ہین

هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ

تحقیق مسلمان اُن کو بخشش ہے اور روزی عزت کی اور جو ایمان لائے پیچھے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمھارے ساتھ ہوکر

فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ ۚ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ

سو وہ تمھین مین ہین اور ناتے والے آپس مین حقدار زیادہ ہین ایک دوسرے کے اللہ کے حکم مین تحقیق اللہ

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

ہر چیز پر خبردار ہے

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اور جو بندے سبقت کرکے ایمان لائے اور اولی ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کیا یعنی کافرون سے خالص اس نیت سے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا بول بالا ہوا اور وہ مہاجرین سابقین اولین ہین بدلیل کلام ما بعد یعنی قولہ والذین آمنوا من بعد وہاجروا الخ۔ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا۔ اور وے بندے جنھون نے رسول اللہ صلعم و مہاجرین کو اپنے یہان جگہ دی اور اعلاء کلمۃ الحق۔ و تبلیغ رسالت مین آنحضرت صلعم کی جان و مال سے مدد کی۔ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا۔ ایسے بندے جن کے اوصاف مذکور ہوئے وہی تو مومنین ہین۔ یہ بات عین یقین ہے۔ حقاً مفعول مطلق فعل محذوف ہے جو مضمون سابق کی تاکید کرتا ہے اے حق ذلک حقاً پس حذف فعل واجب ہے جیسا کہ علم نحو مین متقرر ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یون ہے اولئک ہم المومنون ایمانا حقا۔ اے صدقاً۔ سچے ایمان والے ہین اور توجیہ اسکی یہ ہے کہ اولئک ہم الذین آمنوا ایمانا حقا۔ ولیکن اول ارجح ہے۔ ابو السعودؒ نے لکھا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان بندون کے واسطے پاکیزہ ثنا و صفت ہے اور خود او تعالیٰ عز وجل نے دنیا ہی مین اُن کے واسطے شہادت دیدی کہ ایمان کی منزلت مین وہ انتہا درجہ بلند ہو رہے ہین جہانتک کہ اتباع نبوت مین رکھا گیا ہے مع وعدہ بزرگ کے۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم منزلت نبوت مین نہایت بالاتر ہین کہ آپ سے اوپر کسی مخلوق کا رتبہ نہیں پس آپکی اتباع سے یہ مومنین اسی قیاس پر اگلون و پچھلون سے بالاتر ہوئے اگر پوچھا جاوے کہ اولئک ہم المومنون۔ مین خبر معرف باللام اور وسط مین تاکید بضمیر متصل ہے پس مومنون کا انحصار انھین حضرات مہاجرین و انصار مین ہوگیا تو جواب یہ ہے کہ کامل الایمان یہی مومنین تھے اور مترجم کہتا ہے کہ ان بزرگ بندون کے لیے ثبوت کمال ایمان کیساتھ ثنا مقصود ہے یعنی آنکہ صفت کمال ایمان اُن کے واسطے ثابت ہونے مین کچھ شک نہین ہے لہذا فرقہ رافضہ و خارجہ جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان مین نقص کا بہتان لگاتے ہین وہ صریح شہادت الٰہی سے مخالفت کرتے ہین گویا اللہ تعالیٰ کی گواہی کے ساتھ معارضہ کرتے ہین اسیواسطے ائمہ تحقیق

ف حضرت نے ... [illegible] ... ۱۲ م

وعلماء فقہ و اصول نے اُن کی تکفیر کی ہو اور اُن کو مرتد قرار دیا ہے پس اُن کے ساتھ مناکحت وغیرہ جائز نہ ہوگی اور یہ جزئیہ بعض فتاوے مین منصوص ہو واللہ اعلم اور اہل حق بسبب انہین آیات کے جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی جناب سے اُن کے حق مین پاکیزگی و کمال ایمان کے شہادات ہین اُن کو اہل عدل یقین کرتے ہین اور جملہ وقائع و معاملات جو اُن کے درمیان واقع ہوئے انہین اپنی رائے سے کوئی فتویٰ خلاف آیات و شہادات الٰہی کے نہین دیتے بلکہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے اس کو گذشتہ و آئندہ کا سب علم ہو پس جو آئندہ واقع ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم مین معلوم تھا اور باوجود اسکے جب اللہ تعالیٰ نے انکو کامل الایمان فرمایا تو معلوم ہوا کہ یہ وقائع جو اُن کے درمیان مین واقع ہوئے انہین بوجہ نیت خیر و صدق معاملت وغیرہ کے کسی کو گناہ نہین ہوا کیونکہ اگر ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعدیل نہ ہوتی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے صریح آیات کثیرہ مین تعدیل فرمائی ہو پس یہ یقین ہے کہ سب با صواب پر رہے ہین اب باقی یہ کہ ان وقائع کو کس طرح محمول کیا جاوے کہ ہمارے علم کے موافق بھی راہ صواب ظاہر ہو تو علماء نے اسکو شرح بیان کر دیا ہے لیکن اولیٰ یہ ہو کہ ہم اس سے بھی بحث نہ کرین کیونکہ مجمل تو آیات سے یقین ہو کہ سب راہ صواب پر تھے پھر رائے لگانے اور توجیہ بیان کرنے مین اپنے دخل در معقولات کی کچھ ضرورت نہین ہو۔ اور یہین سے ظاہر ہوا کہ مرتبہ صحابہؓ تمام اُمت سے افضل ہو خواہ پیچھے قطب و غوث کیون نہو ہرگز اُنکے رتبہ کو نہین پہونچے گا اور حدیث صحیح مین بھی یہ امر منصوص ہو اور نیز حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ اُن سے محبت کرنا عین محبت رسول اللہ صلعم ہو اور اُنسے بغض رکھنا عین بغض رسول اللہ صلعم ہو لہذا فرقہ رافضہ و خارجیہ دونون کے حق مین ثابت ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھتے ہین اور جو ایسا ہو وہ کافر ہے۔ اور آیت کریمہ کی تفسیر سے ظاہر ہوا کہ آیت مکرر نہین ہو بلکہ اوپر کی آیت تو موالات کے بیان مین تھی جسمین ضمناً اُنکے فضائل ثابت ہوئے تھے اور یہان صرف اُن کے فضائل و مراتب کا بیان مقصود ہو جس سے بحکم حدیث المرء مع من احب۔ کے انہین سے موالات کرنا ضمناً نکلتا ہو کیونکہ جو کوئی جس سے محبت کرے اگرچہ ویسے اعمال عمدہ نہ رکھتا ہو بسبب محبت کے اُن کے ساتھ ہوگا پس جنکی یہ ثنا و صفت حضرت پروردگار تعالیٰ بیان فرماوے اُنسے محبت واجب ہو۔ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ۔ اُن کے واسطے مغفرت اور رزق کریم ہو۔ جملہ اسمیہ سے لطافت کیساتھ نکلتا ہو کہ ہمیشہ و دوام و استمرار کے ساتھ اُن کے حق مین اللہ تعالیٰ کی مغفرت ثابت ہو پس جو لغزش اُنسے ہوگئی یا ہو جاوے سب مغفور ہو اور حدیث صحیح مین اہل بدر کے حق مین ثابت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے واسطے حکم دیدیا کہ جو چاہین کرین مین نے اُن کو بخشدیا۔ مترجم کہتا ہو کہ جن بندون کے حق مین اس طرح رحمت الٰہی متوجہ ہو وہ سراسر اپنے معبود برحق عزوجل ہی کی طرف متوجہ ہونگے پس نادان یہ سمجھے گا کہ وہ چاہین جتنے گناہ کرین مختار ہین اور سمجھدار یقین کریگا کہ جو بندے اسطرح رحمت مین غرق ہین وہ سوائے اپنے معبود کے اور طرف نظر ہی نکرینگے مگر اتنا کہ چوک ہو جاوے اور مثل آدم علیہ السلام کے لغزش ہو جاوے پس وہ خود اللہ کریم کے یہان قابل عفو و مغفرت ہو۔ فافہم۔ اور قولہ رزق کریم۔ سے یہ مراد کہ جنت مین اُن کیلئے رزق کریم ہو اور جملہ اسمیہ سے نکلا کہ یہ رزق دائمی ہو کبھی منقطع نہ ہوگا۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِن بَعْدُ۔ اے بعد السابقین الی الایمان و الہجرۃ اور جو لوگ کہ ایمان لائے بعد کو یعنی سبقت سے ایمان لانیوالون و ہجرت کرنیوالون کے بعد کو ایمان لائے۔ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہوکر جہاد کیا۔ فَأُولَٰئِكَ مِنكُمْ۔ تو یہ لوگ بھی تمہین مین سے ہین۔ خطاب سابقین اولین مہاجرین و انصار کو ہو یعنی اے مہاجرین و انصار سابقین یہ لوگ پچھلے بھی تمہارے ساتھ لاحق ہین۔ واضح ہو کہ مفسرین نے اسمین اختلاف کیا کہ قولہ من بعد سے کس کے بعد ہونا مراد ہے پس مفسر جلال رحنے مضاف الیہ اسکا سابقین کو قرار دیا اے بعد السابقین۔ مگر یہان یہ ضرورت باقی رہی کہ سابقین کسوقت تک کے ایمان لانیوالے کہلاتے ہین جنکے بعد والون کی معرفت ہو اور شاید شیخ مفسرؒ نے اسکو معروف قرار دیا کیونکہ ہجرت بجانب مدینہ منورہ معروف ہو اور بعض نے کہا کہ بعد غزوہ بدر کے مراد ہے اور بعض نے کہا کہ اس آیت کے نزول سے بعد مراد ہو لیکن اس قول پر صیغہ آمنوا مجاز ہوگا کیونکہ الذین یؤمنون بعد نزول ہذہ الآیۃ۔ ظاہر ہو کہ

آنکہ کہا جاوے کہ مبتدا متضمن معنی شرط ہو پس ماضی بمعنی مستقبل ہوگا بدلیل آنکہ خبر پر فا داخل ہو۔ اور بعض نے کہا کہ بعد صلح حدیبیہ وبیعۃ الرضوان کے مراد ہو بالجملہ ان سب اقوال میں یہ کلام ہوگا کہ یہ بعدیت کس حد تک ہو اور ظاہر یہ ہے کہ فتح مکہ تک اسکی انتہا ہو کیونکہ بعد فتح مکہ کے ہجرت کا حکم منقطع ہوگیا کیونکہ وہ دار الاسلام ہوگیا اور یہی جمہور کا قول ہو اور حدیث صحیح میں ہو کہ بعد فتح مکہ کے ہجرت نہیں ہی۔ خازن رح نے کہا کہ اصح یہ ہو کہ قولہ والذین آمنوا من بعد۔ سے دوسری ہجرت والے اہل ایمان مراد ہیں جو فتح مکہ سے پہلے ہجرت کر گئے۔ مترجم کہتا ہو کہ علی ہذا خالد بن الولید وغیرہ رضی اللہ عنہم بھی ان لوگوں میں داخل ہونگے جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لا کر ہجرت کرکے چلے آئے تھے اور قولہ فاولٰئک منکم۔ میں دلالت ہو کہ دوسری ہجرت والے لوگ بہ نسبت سابقین کے کم رتبہ ہیں اور اولین سابقین ان سے اشرف وافضل ہیں قرطبی رح نے کہا کہ یہ اسوجہ سے کہ اگلوں کی ہجرت کے بعد دوسری ہجرت کا رتبہ اول سے کم تھا اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ میں تو دوسرون کو پہلوں میں سے بیان فرمایا ہو تو جواب یہ ہو کہ بیان مدح میں دوسرون کو اگلوں کے ساتھ کرنا بطور الحاق کے ہو پس جن سے لاحق کیا وہ ضرور افضل ہیں بہ نسبت اُن کے جن کو لاحق فرمایا ہے اور جمل رح نے کہا کہ تنبیہ یہاں کسی نے نہیں لکھی کہ دوسرون کا الحاق آیا حکم توارث میں بھی ہو یعنی اولین میں موالات وارث جاری تھا وہی دوسرون سے بھی ہو یا نہیں لیکن خطیب رح نے البتہ منصوص بیان کیا کہ میراث وغنیمت وغیرہ میں جو سابقین کا حال تھا وہی اُن کیساتھ ہے اور مترجم کہتا ہو کہ ہجرت ثانیہ اگر بعد صلح حدیبیہ کے لی جاوے تو آیت مواریث اگر اس سے پہلے نازل ہوئی ہو تو صرف موالات میں الحاق ہوگا نہ ارث میں کیونکہ آیت المواریث سے حکم توارث ہجرت منسوخ ہوگیا فلیتامل پھر واضح ہو کہ ان آیات سے توارث ہجرت جاری رہا پس مواخات وہجرت کو میراث میں قرابت پر تقدیم ہوئی تھی چنانچہ قرابت والا محروم رہ جاتا اور ہجرت سے استحقاق والا وارث ہوتا تھا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو منسوخ فرمایا بقولہ۔ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اور ناتے والے باہم بعض کیساتھ بعض ولی ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم میں یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ آپس میں ناتے والے میراث کے بارے میں ولی ہیں بعض نے کہا کہ فی کتاب اللہ یعنی لوح محفوظ بعض نے کہا کہ قرآن مجید مراد ہے اور یہ حوالہ ہو آیت المواریث پر جو سورہ نساء میں گذر چکی لیکن اسپر وارد ہوتا ہو کہ اگر وہاں مقدم حکم ہو چکا تو توارث ہجرت کے کچھ معنی نہ ہونگے اور اس آیت کو حکم توارث ہجرت کا ناسخ نہیں کہہ سکتے۔ اسکو یاد رکھنا چاہئے اسی آیت سے امام ابوحنیفہ وغیرہ نے میراث ذوی الارحام کو ثابت کیا اور علم المواریث یعنی علم الفرائض والترکہ میں ذوی الارحام اُن ناتے دارون کو کہتے ہیں جنکے واسطے کوئی حصہ مقرر نہیں ہو اور نہ وے عصبہ ہیں اور اسمیں جو اختلاف ہو وہ کتب فقہ وفرائض میں معروف ومذکور ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ آیت میں اولوا الارحام سے مخصوص یہی لوگ نہیں مراد ہیں جنکو علم الفرائض والے ذوی الارحام کہتے ہیں یعنی جو عصبہ ہوں اور نہ اُن کے واسطے سہم مفروض ہو جیسے خالہ وماموں وپھوپھی وغیرہ۔ اگرچہ بعض علماء نے یہی زعم کیا اور ذوی الارحام کی میراث میں اس آیت کو نص صریح تصور کیا ہو بلکہ حق یہ ہو کہ آیت میں اولوا الارحام کا لفظ بنا بر لغت کے عام ہو جو جمیع قرابات کو شامل ہو جیسا کہ ابن عباس رض ومجاہد رح وعکرمہ رح وحسن رح وقتادہ رح وبہت علماء نے اس امر پر تنصیص کر دی کہ اسی آیت سے منسوخ ہوا ارث بحلف ومواخات وغیرہ جس سے اول میں وارث ہوتے تھے اور علی ہذا یہ لفظ ان قرابت والوں کو بھی شامل ہو جنکو اصطلاح فرائض میں ذوی الارحام کہتے ہیں۔ بالجملہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے جملہ اسباب ارث کو منسوخ کر دیا سوائے قرابت کے پس یہ امر مستقر ہوا کہ اہل قرابت وناتے والے اپنے ناتے والوں کے وارث ہوں جیسا کہ علم الفرائض میں مفصل مذکور ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ ہر شئے کا علیم ہو یعنی اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہو چاہے کوئی شئے ہو اور منجملہ ہر شئے کے یہ بھی ہو جو ان آیات میں مذکور تھا کہ آدمی بسبب ایمان وہجرت کے قرابت سے مقدم رکھکر وارث کیا جاوے اور اسمیں جو حکمت ومصلحت

تھی اس سے اللہ تعالیٰ دانا تر ہی پھر فقط قرابت کی وجہ سے میراث کو منحصر کیا پس اب سوائے قرابت کے اور کسی وجہ سے وارث نہیں ہو سکتا
پس ایمان و ہجرت میں شرکت والا وارث نہو گا اور جو قرابت رکھتا ہی اگرچہ وہ ایمان و ہجرت میں مشارک نہووے وارث ہو گا۔ فالہم۔ ف۔
فی العرائس قولہ تعالیٰ۔ والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے برحق مومنین کی ثنا و صفت بیان فرمائی کہ ایمان
لائے و ہجرت کی و راہ حق میں جہاد کیا پس ایمان لانیوالے وہ ہیں کہ ازل میں جب اللہ عز و جل نے اُن کو اپنی ذات پاک بقولہ الست بربکم فرما کر
پہچنوائی تو ارواح سے ازل میں اُنھوں نے مشاہدہ کر کے قالو بلیٰ سے جواب دیا پس انوار مشاہدہ ازلی ان ارواح کے ساتھ ازل سے ابد تک باقی ہیں
چنانچہ وہ ان انوار کو معائنہ کرتے اور اس خطاب پاک کے سننے کی لذت و حلاوت پاتے اور ہمیشہ وار دات غیب سے وجد میں ہو کر غیب پر ایمان
لاتے ہیں۔ اور ہجرت اُنکی باطنی یہ ہی کہ دونون جہان کے حوادث سے الگ اور اپنے حظوظ طبیعت کو چھوڑ دیتے ہیں اور جہاد اُن کا یہ ہی کہ محل امتحان
میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کیلئے ہجر و دوری کے خوف سے نفس و شیطان پر جہاد کرتے ہیں اور ان دونون دشمنون کے وسوسہ و فریب
سے دور بھاگتے و بچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپکو قربان کرتے ہیں پس جب وے ان اوصاف سے متصف ہوئے اور حقائق ایمان
و عرفان اُنکو حاصل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انکو یقین و ایمان میں صادق و سچا و حقیقت کو پہونچنے والا فرمایا بقولہ اولئک ہم المؤمنون حقا یہی برحق
مومنین ہیں یعنی ایمان کی حقیقت و معرفت ان کو حاصل ہی پھر اسکے ساتھ ان کے حال پر دوسرا احسان مزید مغفرت کا مبذول کیا کیونکہ حیات مستعار
تک بندہ محل امتحان میں ہی پس نار روحی حرکات و خطرات سے محفوظ نہیں اور نیز حقیقت عرفان الٰہی میں بندہ ہمیشہ قصور وار ہی لہذا اکرم و فضل سے
بطریق امتنان فرمایا لہم مغفرۃ و رزق کریم۔ ان کو نظر قہر سے پوشیدہ کر دیا تاکہ حوادث تہریات ان کو نہ پہونچیں۔ اور کشف و وصال سے انکو
رزق قرب عطا فرمایا۔ شیخ ابو یزید کا قول ہی کہ نفس کے ساتھ جہاد اس طرح کہ اسکو مہجور کر دے اسطرح کہ جن چیزون کی وہ اُلفت رکھتا ہی اُس سے
جدا کرے اور اہل و مال و غیرہ سے اُسکا تعلق توڑ کر اسکو راہ حق میں لگا دے۔ بعض نے آیت کریمہ کی تفسیر میں کہا ہجرت و جہاد انکا یہ تھا کہ بُرے
ساتھیون کو بد اعمال کو باطل و عدوان کو چھوڑ کر اہل حق کے ہمنشین صالح ہو گئے بعض نے کہا کہ ایمان لانا انکا اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کیواسطے دلون کو
قربان کیا اور ہجرت اس طرح کہ اہل و مال کو اللہ تعالیٰ کے ہی واسطے چھوڑا اور جہاد اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان کو قربان کیا پس جس نے
قلب کو محبت میں اور ملک کو رضامندی میں اور نفس و روح کو اس کا کلمہ بلند کرنے اور بول بالا کرنے میں قربان کیا اسنے محبت حقیقی کا درجہ پایا
اور جو حقیقی محبت رکھتا ہی وہی سچا مومن ہی۔ شیخ ابو بکر بن الفارس رح نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دو باتون سے جو فضیلت
حاصل ہی وہ کسی کو ممکن نہیں اول یہ کہ اُن کو آنحضرت صلعم کا دیدار و ہمنشینی نصیب ہوئی۔ دوم یہ کہ اُنھون نے آنحضرت صلعم کے ساتھ جہاد کیا
اور باطن سے بالکل اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے منقطع ہو گئے اور اپنے نفوس سے غربت اختیار کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اُن کی
کمال مدح فرمائی ہی کہ وہ ایمان لائے ملکوت غیوب پر اور چھوڑ دیا حوادث کو اور سچی طاعت کیواسطے اپنے نفوس پر جہاد کیا وہی تو مومنین صادقین
ہیں پس اللہ تعالیٰ جن بندون کی ثنا و صفت فرماوے وہ اور دن سے بدرجہا افضل ہیں کیونکہ معرض مدح میں آنے کیلئے با ختیار الٰہی وہ لوگ مختار
ہوئے نہ اگلے نہ پچھلے پس وہ دونون سے فضل ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہی اگر وہ اور دن کو ایسی مدح کیواسطے پسند کرتا تو ہو سکتا تھا پس جب اسنے انھین کو
مختار فرمایا تو وہی افضل ہیں اور اس سے زیادہ شرف کیا ہو گا کہ حضرت رب العزت جل جلالہ جو اُنکا خالق ہی اُن کی مدح فرماتا ہی۔ قولہ تعالیٰ اولوا الارحام
بعضہم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ ان اللہ بکل شئی علیم مصر حکیم کہتا ہی کہ شیخ نے یہان ارحام سے مشیمت قدم یعنی علوم کو اشارہ میں مراد لیکر میراث قرب و
مکاشفات وغیرہ کو ارث میں اُن کے لئے اولیٰ قرار دیا چنانچہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ علوم غیبیہ و حکمتہائے غریبہ و اخبار

عجیبہ و مشاہدات و اسرار جذبۂ وجد و واردات و لطائف مقامات و سیر مجاہدات وغیرہ جو انبیاء و صدیقین کی میراث ہے۔ وہ اولوالارحام ہی کیواسطے مخصوص ہے یعنی انھیں سچے مریدوں کو ملتی ہے جو طلب میں صادق اور توفیق سے سرفراز اور محبت میں کامل اور یادِ حق میں مستغرق اور ذکرِ افعال وصفات میں مستدین ہیں کیونکہ ارحام عادم سے تجلی قدم وہ اسی طرح نکلے تھے کہ مشاہدہ انوار ذات وصفات سے ان اوصاف میں کامل و منظور نظر ولایت ہوئے تھے اور یہ وہ لوگ جو زبانی دعوے کرتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ اپنے آپ کو متبع نبوت حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم فرزندانِ حق و اُس کے محبوب بندے ہیں حالانکہ اتباع نفس و شیطان میں سرگرداں ہیں اور اتباع نبوت کا کہیں انہیں نام بھی نہیں اور جیسے اہل اسلام میں جھوٹے دعوے والے عالم و درویش کہ زبانی خدارسیدہ و پاک اعتقاد و نیک کردار بنتے ہیں حالانکہ اتباع نبوت و سنت سے دور پڑے ہیں اپنے نفس کی خواہشوں میں گرفتار اور شیطانی خطرات کو ایمان سمجھتے اور چال و چلن خلاف راہ صواب و صراط مستقیم کی اختیار کیے ہوئے لوگوں کے مال کھاتے اور دنیا پر نظر رکھتے ہیں تو ایسے لوگ کبھی اس میراث نبوت وصدق سے حصہ نہ پاوینگے اور کبھی انکو باغ ملکوت کی پاکیزہ ہوا نہ لگے گی اور کبھی گلشن جبروت سے نسیم لگھائے معطر نہ سونگھیں گے اور کبھی اسرار الحان کی آواز اُن کے کانوں میں پہونچے گی کیونکہ یہ لوگ نفس و شیطانی پروں سے پرواز کرتے ہیں جن کی انتہائی پرواز اُسلئے پاؤں قعر بد افعالی و خصائل ذمیمہ اعتقادات فاسدہ ہیں جو کنارہ جہنم پر پہونچاتے ہیں پس انجام اُن کا اسی وضع کی بدبو و بدمنظر و بدغذا ہے جو پردہ اسرار میں اُن کو برعکس مزین نظر آتی ہے اور ان لوگوں کے پاس وہ پر نہیں ہیں جن سے پرواز حقیقی ہوتی ہے کیونکہ وہ پرواز بیازوے رسالت و نبوت و محبت وصدق و حیا و ولایت ہوتی ہے چنانچہ نیک خصلت و نیک انجام کو ہوا گلشن مشاہدہ وصدق و صفا میں انھیں پروں کے پرواز سے وصول ہوتا ہے اور وہیں پہونچکر نسیم عطر آگین و اسرار الحان پاکیزہ سے مشام و روح معطر ہوتے ہیں۔ تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیفہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وصف میں کیونکر علم منطق الطیر وغیرہ کو ذکر فرمایا ہے پس جو کوئی معرفت کے ان طریقوں میں سے کسی طریقہ کے ساتھ اُن کی طرف منسوب ہو وہی ولایت میں اسکا نسب ہوتا ہے اور اسکو اسی طریقہ کی میراث میں اسی طریق کا علم حقیقت حاصل ہوگا اگرچہ وصول و منزلت میں سب اہل ایک ہیں فرق فقط نزدیکی و زیادہ نیکی کی راہ سے ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ قول جو عوام میں مشہور ہے کہ ہر ولی کسی نبی کے قدم پر ہوتا ہے اسکا محصل یہی ہے جو یہاں شیخ کے کلام سے ظاہر ہوا۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب لدنی میں اس میراث کی قسمت بیان فرمائی ہے۔ کما قال تعالیٰ اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ پس ہر ایک کی قسمت قبل اسکے اعمال بلکہ قبل وجود کے مقدر ہو چکی ہے پس یہ فضل الٰہی ہے جسکو چاہا عطا فرمایا اور جو تقدیر پر ایمان نہ لایا وہ کافر رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی قسمت میراث کا اشارہ فرمایا بقولہ العلماء ورثۃ الانبیاء الحدیث یعنی انبیا علیہم السلام دنیا کمانے کو نہیں آئے بلکہ بندوں کو دنیا کے انہماک و اس کی وجہ سے جو بد افعال پیدا ہوتے ہیں اُن سے چھڑانے کو آئے تھے پس مال متاع دنیا اُن کی میراث نہیں ہے بلکہ علوم حقیقت و معرفت اُن کی میراث ہے پس اُمت کے مومنوں نے بقدر اپنے اپنے حوصلہ و فہم کے ان علوم سے حصہ پایا یعنی جسقدر اتباع شریعت و طریقت میں امتی مومن پیش قدم ہوا اسی قدر اس کا ناتا نزدیک ہوا اور اسی قدر حصہ میراث اسکو زیادہ ملا اگرچہ میراث کا ملنا اللہ عزوجل کی عطا سے مخصوص ہے اسمیں انبیاء علیہم السلام کو خود عطا کرنے کا دخل نہیں ہے جیسے ظاہری ترکہ کی تقسیم میں خود اللہ تعالیٰ نے تقدیر فرمائی ہے ایسے ہی باطنی حقیقت میراث کی تقسیم بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے اور اسی وجہ سے اُن کے احوال متفاوت ہوتے ہیں اور خود اشارہ فرمایا بقولہ ویابی اللہ والمومنون الا ابا بکر یعنی حصہ خلافت و امامت کسی کو نہیں مل سکتا سوائے حضرت ابوبکر رضی کے کیونکہ اتباع میں انکا قدم سب سے بیشتر تھا پس اُن کا ناتا سب سے اقرب ہوا لہذا حصہ میراث ان کو جناب الٰہی سے مخصوص ہوا پس اور کسی کو نہیں ملیگا پھر اللہ تعالیٰ نے

قولہ ان اللہ بکل شئی علیم — سے اس سورہ کو ختم فرمایا۔ اور جیسے حضرت باری تعالیٰ عزشانہ کی ثنا وصفت پاک ہو ویسے ہی اسمین تنبیہ ہو کہ اوتعالیٰ علم ازلی سے عالم ہو اُسنے ازل مین قبل وجود ان بندون کے جن کو حصہ میراث پہونچا ہو اپنے فضل سے ان کو برگزیدہ فرمایا تھا پس صدیقین کو کرامت صدیقیت اور شہدا اور صالحین کو اپنے اپنے مرتبہ کی کرامت اسی علم محیط کے موافق بعد ان کے ایجاد کے پہونچی و قد قال تعالیٰ ولقد اخترناھم علی علم علی العالمین پس ان اللہ بکل شئی علیم سے یہ معنی ظاہر ہوئے کہ جو برگزیدگی ان بندون کیلئے ازل سے مقدر فرمائی تھی وہ موافق تقدیر کے ان سے ظاہر ہو گی کہ شوق لقاء الٰہی مین پاکیزہ طور سے طاعات ادا کرینگے اور اتباع مین پیش قدم رہین گے یہان تک کہ تمام عالم سے براۃ و بیزاری کر کے خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو جائین گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَھِیَ مِائَۃٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰیَۃً

سورۂ توبہ مدنیہ ہو اور قرطبی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس کے مدنیہ ہونے پر اتفاق ہو ولیکن مفسر رح نے اختلاف کی طرف اشارہ کیا بقولہ او الا آیتین آخرہا یا سب مدنیہ ہو سوائے دو آیتون کے جو آخر سورہ ہین۔ اور یہ سورہ ایک سو تیس آیت کی ہو اور مفسر رح نے اسمین بھی اختلاف کا اشارہ کیا بقولہ او الا آیۃ یعنی یا ایک آیت کم ہیں ایک سو اُنتیس آیات ہوئین۔ اس سورہ کے بھی مانند سورہ الحمد کے بہت نام ہین از انجملہ سورۃ البراءۃ کیونکہ معاہدہ مشرکین سے برات ہو یقال بریت منہ و انا منہ بری یعنی جو لگاؤ تیرا اس سے تھا وہ تونے کاٹ دیا۔ سورۃ التوبۃ کہ اسمین مومنین پر توبہ نازل ہونے کا بیان ہو حذیفہ سے روایت ہو کہ تم لوگ اسکو سورہ توبہ کہتے ہو حالانکہ وہ سورۃ العذاب ہو۔ سورۃ الفاضحۃ کیونکہ اُس نے اہل نفاق کو فضیحت کر دیا۔ سورۃ البحوث وسورۃ البعثرہ وسورۃ المثیرہ۔ کیونکہ چھپے نفاق کو بحث کر کے کھود نکالا۔ سورۃ مقشقشہ از تقشقش یعنی بیزاری کیونکہ نفاق سے برات کرتی ہو اور ایسی ہی مناسبت سے دیگر نام ہین مانند سورۃ المخزیہ والحافرہ والمنکلۃ والمدمدمہ اسے مہلکہ المشردہ والمنقرہ۔ ابن عباس رض سے روایت ہو کہ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی وعنہ ایضاً مدینہ مین نازل ہوئی۔ اور یہی ابن الزبیر و قتادہ سے مروی ہو۔ براء بن عازب رض نے کہا کہ آخر جو آیت نازل ہوئی قولہ یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالۃ الآیہ ہو اور آخر جو سورہ نازل ہوئی سورہ براءۃ ہو۔ رواہ البخاری پھر یہان ایک سوال وارد ہوتا ہو چنانچہ ترمذی رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب عثمان رض نے صحابہ رض کے اتفاق سے قرآن مجید کو مصحف مین جمع کر دیا تو مین نے عثمان رض سے کہا کہ سورۃ الانفال تو مثانی مین سے ہو اور سورہ براءۃ مئین مین سے ہو پھر آپ لوگون نے کیون ان دونون کو نزدیک کر دیا اور درمیان مین بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو نہین لکھا اور سبع طول مین داخل کر دیا تو عثمان رض نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ زمانہ گذرتا اور آپ پر متعدد آیات کے سورہ نازل ہوتے پس جب آپ پر کچھ نازل ہوتا تو وحی لکھنے والون مین سے کسی کو بلاتے اور فرماتے کہ اس کو فلان فلان مقام پر لکھو اور سورۂ انفال تو مدینہ مین اول مین نازل ہونیوالیون مین سے تھی اور سورۂ براءۃ آخر مین نازل ہوئی اور قصہ اس کا اُسکے قصہ سے مشابہ تھا اور آنحضرت صلعم نے وفات فرمائی اور ہم کو نہین بتلایا کہ یہ سورہ بھی اسی مین سے ہو اور ہم نے خیال کیا کہ اسی مین سے ہو لہذا دونون کو ملا دیا اور درمیان مین سطر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہین لکھی اور دونون کو سبع طوال مین رکھا۔ کذا رواہ احمد وابو داود والنسائی وابن حبان والحاکم۔ بعض نے کہا کہ حضرت عثمان رض کے وقت مین جب قرآن لکھا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم مختلف ہوئے بعض نے کہا کہ سورۂ انفال وسورۂ براءۃ دونون واحد ہین۔ اور بعض نے کہا کہ دو ہین پس اسطرح اقتران کر کے درمیان مین بسملہ چھوڑی گئی اور کشاف وغیرہ مین کہا کہ جنھون نے ایک ہی سورۃ قرار دیا ان کا قول اظہر ہو اسواسطے کہ مجموعہ دو سو پانچ آیتین ہین پس دونون مل کر طوال سورتون مین ساتوین سورۃ قرار دیجاوینگی۔ و قال المترجم ظاہر یہ ہو کہ حضرات صحابہ رض نے بوجہ عدم تیقن کسی جانب کے

[illegible]

سطر بسملہ کو ترک کیا ولیکن یہ قول بنا بر ینکہ بسملہ واسطے فصل کے نازل ہوتی ہو جیسا کہ قدمار حنفیہ کا مذہب ہو۔ **وقال المفسر** رح بسملہ اسواسطے نہین لکھی گئی کہ آنحضرت صلعم نے اس کا حکم نہین دیا جیسا کہ مستدرک حاکم کی حدیث سے نکلتا ہو قشیری رح کا بھی یہی مطلب ہے کہ جبرئیل ؑ اس سورہ کیساتھ بسملہ نہین لائے تھے۔ **قال المترجم** وعلیٰ ہذا یہ سورہ مستقل ہے اور انفال کا ٹکڑا نہین ہو چنانچہ اس کا نام علیحدہ بلکہ متعدد نام سے مسمّی ہونا بھی اسی پر دلالت کرتا ہو اور یہ امر زمانہ صحابہ ؓ سے شائع ہے جیسا کہ حذیفہ ؓ سے اوپر مذکور ہوا۔ **وقال ابوالسعود** رح ان نامون سے مشتہر ہونا اُسکے مستقل سورہ ہونے کی دلیل ہو اور یہ کہنا کہ علیحدہ نام سے انہین صحابہ ؓ نے مسمّی کیا جو اسکو مستقل سورہ جانتے تھے تو یہ خلاف ظاہر ہو علی بن ابیطالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ بسملہ امان ہو اور سورہ براۃ نازل ہوئی تلوار کے ساتھ۔ اسمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ترک تسمیہ کی وجہ کا اشارہ بتلایا۔ اور ایسا ہی سفیان بن عیینہ رح سے بھی مروی ہو۔ **وقال الخفاجی** رح یہی قول صحیح ہو۔ ابوالسعود رح نے کہا کہ تسمیہ ترک ہونے کی یہی حکمت ہو کہ سورہ براۃ تو امان دور کرنے کیواسطے نازل ہوئی پس بسملہ سے جو الرحمن الرحیم کو شامل اور موجب امان ہو شروع نہین کی گئی جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کو عہد توڑنے کا خط لکھتے تو ایسے عنوان سے شروع نہین کرتے تھے پس ترک تسمیہ کی وجہ یہ نہین ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اُسکے مستقل سورہ ہونے یا غیر مستقل ہونے مین اشتباہ تھا جیسا کہ ابن عباس ؓ سے حکایت کیا گیا اور یہ رعایت بھی نہین تھی کہ صحابہ ؓ مین اختلاف تھا پس ہر دو فریق کی رعایت سے فصل کر دیا گیا کیونکہ ترک تسمیہ یا عدم ترک مین کسی کی رائے کو دخل نہین ہو بلکہ یہ امر توقیفی ہو پس جیسے جہان شارع نے واقف کر دیا ویسا ہی وہان کیا جاوے گا اور اسمین شک نہین کہ یہان بسملہ کا نزول نہین ہوا۔ **قال المترجم** لیکن یہ اشکال وارد ہو کہ انفال مثانی مین سے اور براۃ مئین مین سے ہو ان دونون کو سبع طوال مین کیون داخل کیا گیا ہو اور حق یہ ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے قرآن مجید کو اجماع کے ساتھ موافق ترتیب لوح محفوظ کے بارشاد آنحضرت صلعم جمع فرمایا اور اللہ تعالیٰ اپنے ذکر پاک کا حافظ ہو پس یہ جمع و ترتیب بعصمت و حفظ الٰہی ہو اور جو حالت موجود ہے اسمین کسی وہم و گمان شیطانی کو دخل دینا العیاذ باللہ۔ والسلام۔ **قال الحافظ** رحمہ اللہ اس سورہ کا اول حصہ اسوقت نازل ہوا جب آنحضرت صلعم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور آپنے حج کا قصد فرمایا پھر ذکر ہوا کہ موسم حج مین مشرکین اپنی عادت کے موافق آتے ہین اور وے لوگ ننگے طواف کرتے ہین پس اُن کے ساتھ خلط ملط ہونا مکروہ جان کر ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحاج قرار دیکر روانہ فرمایا کہ لوگون کو مناسک حج پر قائم کرین اور مشرکون کو آگاہ کرین کہ اس سال کے بعد سے لوگ حج میں نہ آوین اور لوگون مین پکارین کہ براۃ من اللہ ورسولہ الآیات جب وے روانہ ہوئے تو اُنکے پیچھے علی بن ابیطالب ؓ کو روانہ کیا تاکہ آنحضرت صلعم کی طرف سے ایسی بات پہونچانیوالا آپکا عصبہ ہو چنانچہ اسکا بیان عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہو پس تینتیس یا چالیس آیتین لیکر روانہ ہوئے۔ من قولہ تعالےٰ۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ

جواب ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے اون مشرکون کو جن سے تمکو عہد تھا سو پھر لو اس ملک مین

اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَ

چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکوگے اللہ کو اور یہ کہ اللہ رسوا کرتا ہے منکرون کو اور

اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْۗءٌ مِّنَ

سنا دینا ہے اللہ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے لوگون کو دن بڑے حج کے کہ اللہ الگ ہے

الْمُشْرِكِيْنَ ڏ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ

مشرکون سے اور اُس کا رسول سو اگر تم توبہ کرو تو تم کو بھلا ہے اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم

غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ثُمَّ
نہ تھکا سکوگے اللہ کو اور خوشخبری دے منکرون کو دکھ والی مار کی مگر جن مشرکون سے تم کو عہد تھا پھر
لَمْ یَنْقُصُوْكُمْ شَیْـًٔا وَّلَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝
قصور نہ کیا تمہارے ساتھ اور مدد نہ کی تمہارے مقابلہ میں کسی کی سو اون سے پورا پہونچادو عہد اُنکے وعدے تک اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ ۔ خبر مبتدا محذوف اے ہذہ براءۃ ۔ من ابتدائیہ ہو متعلق بمحذوف اے واصلۃ من اللہ ورسولہ ۔ اور جائز ہو
کہ صفت موصوف مل کر مبتدا ہو جائے کیونکہ نکرہ مخصصہ ہو گیا اور خبر اسکی ۔ اِلَى الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۔ ولیکن اول اولیٰ
ہے ۔ عہد زبانی قول جو قسم کے ساتھ موکد ہوا اور عاہدتم کا خطاب مومنین کو ہو اور الذین موصول مبہم کا بیان من المشرکین ہو اور حال یہ تھا کہ مومنین
نے اس سے پہلے مشرکین مکہ اور دیگر مشرکین سے مختلف معاہدے کئے تھے بعض میں مدت کا بیان نہ تھا بلکہ مطلق تھے اور بعض میں مدت تھی پس کسی
میں چار مہینہ سے زائد اور کسی میں کم ولیکن اس سے کم مدت کے معاہدہ کا بیان کسی خبر صحیح سے ثابت نہیں ہوتا ۔ بہر حال المشرکین سے عموماً مشرک
مراد ہیں یا خاص ہیں اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ و اُس کا رسول دونوں بری ہوئے اس عہد سے جو تم نے مشرکون سے باندھا بعض نے کہا کہ کافرون نے
نقض عہد کیا اس سبب سے عہد کا پھینک مارنا واجب ہوا ولیکن اس قول میں تامل ہو بلکہ اظہار اسلام سے معاہدہ اہل کفر کی تحقیر فرمائی گئی ۔ اور اللہ تعالیٰ
کے عہد سے بری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مومنون کو مشرکین کا عہد اُن پر پھینک مارنے کی اجازت ملی ۔ یا اسم جلال لغرض تہویل ہے جیسے براءۃ کی تنوین
بغرض تفخیم شان براءۃ ہے ۔ اور براءۃ کو اللہ تعالیٰ و رسول کے ساتھ اور معاہدہ کو مسلمانون کے ساتھ اسواسطے متعلق فرمایا کہ دلالت ہو کہ مسلمانون پر مشرکون
کے عہود اُن پر اُلٹے پھینک مارنا واجب ہو اگرچہ مسلمانون نے جو معاہدے کئے تھے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور رسول اللہ صلعم کے اتفاق سے کئے تھے
پھر اسمیں اختلاف ہو کہ یہ براءۃ کس عہد سے ہو یعنی عہد مطلق سے جسمیں مدت کا کچھ ذکر نہیں تھا یا چار مہینہ سے کم مدت والے عہود سے یا چار مہینہ سے
زائد والے عہود سے جنہیں نقض عہد کیا گیا اور کلام آگے میں آتا ہے بالجملہ براءت کے بعد حکم دیا فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ ۔ ساح
یسیح ۔ سیاحۃ سیر کرنا ۔ چلنا ۔ ابو السعود نے لکھا کہ سیاحت زمین میں چلنے کو کہتے ہیں جو آسانی و سہولت کیساتھ ہو پس اسمیں اشارہ ہو کہ بہت بے کھٹکے چار مہینہ تک پھرنے کا
حکم دیا یعنی اے مشرکو تمکو مباح ہو کہ پھرتے پھرو زمین میں بے کھٹکے چار مہینے تک اس مدت تک تمکو امان ہے کوئی تمکو قتل نہیں کریگا جہاں چاہو پھرو اور غور و فکر کرلو ۔ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ
غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ اور جان رکھو کہ تم کبھی اللہ تعالیٰ کے عاجز کرنیوالے نہیں ہو ۔ اور یہ مہلت تم کو اسواسطے نہیں دی کہ تمہارے مقہور کرنے میں
اب کوئی عجز ہے بلکہ رحمت و مصلحت تمہارے حق میں ہو کہ توبہ کرنیوالا اقبال سکے آبرو کیساتھ توبہ کرے ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِی الْكٰفِرِیْنَ اور تم جان
رکھو کہ اللہ تعالیٰ کافرون کو خوار کرنے والا ہے ۔ مخزیکم نہیں فرمایا کیونکہ جو بالفعل مشرک تھے بعضے اُن میں سے ایمان لے آئے پس اشارہ کر دیا کہ
بندے سب ہی اللہ تعالیٰ کے ہیں مگر جو کفر و نافرمانی کرینگے وہی خوار کئے جاوینگے خواہ دنیا میں بھی چنانچہ مشرکون کے ساتھ واقع ہو لیا اور خواہ
دنیا میں یا آخرت میں پس قیامت تک جتنے کافر ہیں سب کے لئے تہدید و وعید ہو ۔ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ ۔ آذان بمدلول اعلام
یعنی آگاہ کرنا و خبردار کرنا معنی یہ کہ اور اعلام و اشتہار ہو اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی جانب سے جو بڑا اکرم رسول ہو اِلَى النَّاسِ سب لوگون
کی طرف یَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ حج اکبر کے روز یعنی یوم النحر کے روز جو دسویں تاریخ ذی الحجہ کی قربانی کا دن ہوتا ہو کہ ۔ اَنَّ اللّٰهَ اے
بان اللہ ۔ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۙ۬ وَرَسُوْلُهٗ ؕ اللہ تعالیٰ بری ہو مشرکون سے اور اللہ تعالیٰ کا رسول بھی مشرکون سے اللہ تعالیٰ
و اُس کے رسول کے بری ہونے کے یہ معنی ہیں کہ مشرکون کے عہد سے بری ہو پس حج میں یوم النحر کے روز یہ اعلام کر دیا کہ سب لوگ جان لیں

پس مشرکین تو چار مہینہ تک امان کے بعد اپنے آپ کو بے امان سمجھیں اور جملہ مسلمان بھی واقف ہو جاویں کہ چار مہینہ کے بعد کسی مشرک کے لئے عہد و ذمہ نہیں ہے اور نہ آئندہ کوئی مسلمان کسی مشرک سے معاہدہ کر سکتا ہے اور بخاری رح کی روایت میں ہے کہ نوین سال ہجرت میں آنحضرت صلعم نے حضرت علی رض کو بھیجا کہ انھوں نے یوم النحر کے روز منی میں باآواز بلند اعلام کر دیا ان کلمات کے ساتھ اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج میں شریک نہ ہو اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کو توبہ کی طرف بلایا بقولہ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ یعنی اس عرصہ میں اے منکر بندو اگر تم کفر و نافرمانی سے توبہ کر لو تو تمھارے لئے بہتر ہے۔ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ اور اگر نہ مانو گے منھ موڑو گے اور نافرمانی پر اڑو گے تو تمھارا برا ہوگا کسی کا کچھ نقصان نہیں۔ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ اور یہ جان رکھو کہ تم کبھی اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنیوالے نہیں ہو اور وہ پاک پروردگار اپنا دین اور اپنا نور پورا کریگا۔ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ اور اے محمد صلعم تو کافروں کو عذاب الیم کی خوشخبری سنا دے۔ کافروں پر تہکم ہے کہ لو یہ خوشخبری سن رکھو کہ تم سب مقہور بنا دئے ہو تمھارے لئے کچھ نہیں ہو سکتا بلکہ دردناک عذاب اٹھاؤ گے کہ دنیا میں قتل و قید و خوار ہو گے مال و اولاد برباد ہوگی اور آخرت میں عذاب جہنم میں پڑو گے بالجملہ یہ ایذان و اعلام تمام مشرکوں و عہد والوں کو دیا مگر ان میں سے استثنا فرمایا بقولہ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ سوائے ان مشرکوں کے جن سے تم نے عہد کیا ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا پھر انھوں نے تم سے عہد کی شرطوں میں سے کسی شرط میں کچھ نقص نہیں کیا۔ وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا اور نہ تم پر کسی کی مظاہرت کی یعنی کسی گروہ کافر کے جو تم سے لڑا یا مانند اس کے کوئی امر کیا اس کی انھوں نے معاونت بھی نہیں کی تو۔ فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ پورا کر دو ان کو ان کا عہد ان کی مدت تک کیونکہ عہد پورا کرنا از جملہ تقوی ہے اور حال یہ ہے کہ۔ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ اللہ تعالیٰ تقوی والوں کو محبوب رکھتا ہے ف مفسرین نے اسمیں اختلاف کیا کہ براۃ مذکورہ کن عہد والوں سے اور کیسے عہد والوں سے ہے اور چار مہینہ کی مہلت کب سے کب تک ہے کیونکہ آگے کی آیت میں ماہہائے حرام گزرنے کے بعد ہی مشرکوں کے حق میں یہ حکم ہے کہ جہاں پاؤ قتل کر ڈالو۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ اختلافی اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ اس آیت میں ان عہد والوں سے براءت ہے جن کے ساتھ مطلق عہد بدون بیان مدت کے تھا یا جن سے چار مہینہ سے کم مدت تک عہد تھا پس ان کے لئے چار مہینہ کی میعاد دی گئی اور جنکے ساتھ اس سے زائد کسی مدت معلومہ تک عہد تھا ان کا عہد اسی مدت تک باقی ہے بقولہ تعالیٰ۔ فاتموا الیھم عھدھم الی مدتھم۔ اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ من کان بینہ و بین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فعھدہ الی مدتہ یعنی جس کے اور رسول اللہ صلعم کے درمیان کسی میعاد معلومہ تک عہد تھا اسکا عہد اپنی مدت تک ہے اور یہی قول منجملہ اقوال کے احسن و اقوی ہے اور اسی کو ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور مفسر رح نے ان عہد والوں کو بھی اسی میں داخل کیا جنکا عہد کسی مدت معلومہ تک چار مہینہ سے زائد تھا مگر انھوں نے کسی شرط میں خلاف کیا یا مظاہرت کی تو انکا عہد بھی باطل ہو گیا اور یہ بھی صحیح ہے۔ مجاہد رح سے مروی ہے کہ اصحاب عہد کو ایذان دیا گیا کہ چار مہینہ امن سے پھریں اور یہ چاروں مہینے پے در پے ہیں پس گیارھویں ذی الحجہ سے لیکر ربیع الآخر کی دسویں تک ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے براۃ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا تھا جب وہ ذوالحلیفہ تک پہونچے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نہیں پہونچا ویگا اس بات کو کوئی سوائے میرے یا میرے کسی اہل بیت کے پس اسکو علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ روانہ کیا۔ رواہ احمد والترمذی و بیضاوی رح نے کہا کہ یہ جو حضرت صلعم نے فرمایا کہ نہیں پہونچا ویگا میری طرف کوئی سوائے میرے یا میرے اہل بیت کے تو یہ عموم پر نہیں ہے یعنی ہر بات میں یہی حکم نہیں ہے کیونکہ اکثر آنحضرت صلعم نے ایسے لوگوں سے تبلیغ فرمائی جو اہل بیت سے نہ تھے بلکہ یہ فقط عہد سے مخصوص ہے کیونکہ عرب کی یہ عادت تھی کہ جس قبیلہ کی طرف نقض عہد کا پیغام ہو اسکو سردار

یا اُسی کا گھر والا کوئی پہونچا دے اور دلیل اسپر بعض روایات کے الفاظ ہین کہ لایبلغہا کوئی اس براۃ کو نہ پہونچا دے الخ۔ مین کہتا ہون کہ اکثر روایات اسی امر کو مشعر ہین کہ فقط براۃ مذکورہ کے ساتھ تخصیص ہے۔ بعض نے زعم کیا کہ پہلے ابوبکرؓ کو مقرر کیا تھا پھر معزول کر دیا اور حضرت علیؓ کو مقرر کیا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ حضرت ابوبکرؓ اسی طرح امیر الحاج و امیر الموسم رہے اور براۃ عہود کے پکارنے کیلئے حضرت علیؓ کو بھیجا تھا چنانچہ محمد بن اسحاق نے امام ابوجعفر محمد باقرؒ سے روایت کی کہ جب سورۂ براۃ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے ابوبکرؓ کو حج کے واسطے امیر کر کے روانہ کیا پھر کہا کہ میری طرف کوئی ادائے پیغام نہ کرے سوائے میرے اہل بیت کے پھر علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ یہ قصہ براۃ لیجاؤ اور یوم النحر کو جب منیٰ مین جمع ہون تو پکار دو کہ جنت مین کوئی کافر نہین داخل ہوگا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے اور جس کسی سے آنحضرت صلعم سے عہد تھا اُسکا عہد اُسکی مدت تک ہے۔ پس علیؓ آنحضرت صلعم کے ناقہ عضباء پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور راہ مین ابوبکرؓ سے مل گئے پس ابوبکرؓ نے دیکھکر فرمایا کہ امیر ہو یا مامور ہو یعنی مجھ پر سردار کر کے بھیجے گئے ہو یا میری ماتحتی مین ہو۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ مامور ہون پھر دونون چلے یہان تک کہ ابوبکرؓ نے لوگون کو حج کرایا الی آخر ما قال۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ابوبکرؓ کو اقامت حج اور اعلام براۃ دونون کے واسطے بھیجا تھا اور وہ دونون باتون پر قائم رہے اور حضرت علیؓ کو پیچھے سے اعلام براۃ کے واسطے بھیجدیا تاکہ اہل عرب مین سے کسی کو اپنی عادت کے موافق غدر نہ رہے چنانچہ امام بخاریؒ نے روایت کی کہ ابوہریرہؓ نے بیان کیا کہ ابوبکرؓ نے اس سال جن پکارنیوالون کو بھیجا تھا انمین مجھے بھی مقرر کیا تھا کہ یوم النحر کو منیٰ مین ہم پکارتے تھے کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانۂ کعبہ کا طواف نکرے۔ حمید بن عبدالرحمن نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پیچھے پیچھے علیؓ بن ابی طالب کو بھی بھیجا اور حکم دیا کہ براۃ کو پکار دے۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ ہمارے ساتھ علیؓ نے بھی منیٰ مین یوم النحر کو بھی پکار دیا۔ دوسری روایت بخاری مین اس مضمون کے ساتھ یہ بھی ہے کہ یوم الحج الاکبر وہ یوم النحر ہے اور اکبر اس جہت سے کہا گیا کہ لوگ حج اصغر کہتے تھے پس ابوبکرؓ نے اس سال مین لوگون کے عہد اُن پر پھینک مارے پھر سال حجۃ الوداع جسمین رسول اللہ صلعم نے حج کیا کسی مشرک نے حج نہین کیا۔ انتہی ما فی الروایۃ۔ اور حضرت علیؓ سے ندا مین چار باتین مروی ہین یعنی کوئی کافر کبھی جنت مین داخل نہوگا اور کوئی مشرک اس سال کے بعد حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانۂ کعبہ کا طواف نکرے اور جس کے و آنحضرت صلعم کے درمیان عہد تھا اُس کا عہد اُس کی مدت تک ہے۔ رواہ ابن جریرؒ وغیرہ۔ پھر واضح ہو کہ یوم الحج الاکبر وہ یوم النحر ہے جیسا کہ علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے و روایت بخاری از ابوہریرہ اور ترمذی اور ابن جریرؒ نے خطبہ حجۃ الوداع مین باسناد صحیح مرفوع یہی روایت کیا اور یہی ابن مسعودؓ و ابن ابی اوفی و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہم و مجاہد و جماعت تابعین رحمہم اللہ کا قول ہے اور حضرت عمرؓ و ابن عمرؓ و ابن عباسؓ و طاؤس وغیرہم نے کہا کہ وہ یوم عرفہ ہے اور مجاہدؒ سے یہ بھی روایت ہے کہ جملہ ایام حج ہین حسن بصریؒ و ابن سیرینؒ سے مروی ہے کہ یہ دن فقط حج ابوبکرؓ اور حج رسول اللہ صلعم کا دن تھا اب نہین ہے۔ ارجح قول اول ہے کما نص علیہ ابن جریر رحمہ اللہ۔

ف فی العرائس قولہ تعالیٰ براءۃ من اللہ و رسولہ الی الذین عاہدتم الخ۔ جاننا چاہیئے کہ عہود معرفت و محبت و عبودیت کا پورا کرنا نہین ممکن ہے مگر اسی شخص سے جس نے عدم سے نکلتے وقت ربوبیت کو بنور ازلی مشاہدہ کیا ہے اور جو کوئی محبت و عشق قدیم سے خالی ہو وہ وفا نہین کر سکتا اور کیونکر وفا کرے کیونکہ درگاہ کبریائی سے مردود ہے اور کبھی ابد تک مقبول نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان رعونت والون سے براۃ فرمائی جو اپنے نفوس کی خواہشون و دنیا و اُس کی زینت و جاہ و مال و منال کو پوجتے ہین اور داغ فراق اُن پر لازم کر دیا کیونکہ عہد ازل سے باہر ہو گئے ہین کاش اگر درد فراق سے واقف ہوتے تو اس حسرت مین مر جاتے۔ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے سوائے شرک کے جملہ عذر کو قبول فرمایا کیونکہ شرک سے بڑھکر کوئی ظلم نہین ہے اسلئے کہ مخلوق نے اپنے خالق سے منہ موڑ کر یہ غضب سمیٹا کہ دوسری مخلوق کو اپنے معبود قدیم خالق عز و جل سے شریک کر دیا بعد عہد کے یہ فرقت واقع ہوتا

کیسی سخت بات ہی۔ زمانۂ عہد مین تو وصول کی اُمید تھی کہ ناگاہ غیرت کی بجلی گری اور اُن کو اُنکے ہوسات مین جلا کر خاک کر دیا پھر حق تعالیٰ نے اُنکو اتنی مہلت دیدی جسمین کھوئے ہوئے کا تدارک ممکن ہو لیکن یہ بھی اتمام حجت ہی۔ کما قال تعالیٰ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشہر۔ اور جمہور خلائق کے درمیان اُنکی بدعہدی کا اشتہار دیدیا بقولہ واذان من اللہ ورسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر۔ بندون کو یوم عید کی معرفت دیدی اور یہ وہ دن کہ آسمان و زمین و عرش و کرسی سب مستوی تھے کہ اپنے انبیاء و اولیاء کیواسطے کشف جلال فرمایا اور وہ اب بروز عرفہ ظاہر ہوتا ہی پس اس روز یہ اشتہار دیدیا کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکون سے جو اپنی خواہش نفس مین اللہ تعالیٰ و اسکے رسول سے محجوب پڑے ہین بری ہی اور اُس کا رسول بھی ان مردون سے بری ہی کیونکہ حبیب اپنے حبیب سے موافقت کھتا ہی اور غیرت توحید اسی امر کو مقتضی ہی کہ وہی وہ رہی اپنی مراد کا نام بھی نہو۔ ابن عطا رح نے کہا کہ جو امر کہ حضرت باری تعالیٰ سے مخصوص ہی خواہ صفت ہو یا فعل ہو اسمین جو کوئی بندہ اسکے ساتھ کسی غیر کو شریک کرے تو اللہ تعالیٰ اُس سے غیرت فرماتا ہی یعنی اپنی درگاہ سے اُس کو محروم کرکے دور کرتا ہی پھر اپنے کرم و رحمت سے اُن کو باغ اُمید سے بالکل خارج نہین کیا اور توبہ طلب کی بقولہ فان تبتم فھو خیر لکم یعنی اگر اپنے نفوس کے حظوظ دنیاوی مین منہمک ہونے سے پھرو اور اپنے قلوب کے حظوظ مشاہدہ ربانی مین آؤ تو یہ تمھارے واسطے بہتر ہی یعنی یہی ہی جو کچھ ہی کیونکہ سراپا بھلائی قرب و حضور حضرت رب العزت جل سلطانہ مین ہی اہل اشارہ کے نزدیک توبہ یون ہی کہ مشاہدہ بارگاہ قدیم و درگاہ حی القیوم کے وقت قلب سے حدوث بالکل جاتا رہی یعنی قلب کو حادث چیزون سے حتی کہ اپنے آپ سے بھی لگاؤ نہ رہے اگرچہ خود جیسا حادث ہی ویسا ہی رہیگا یعنی فانی ہو کر باقی ببقاء حی القیوم ہو جائیگا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ بحکم قولہ تعالیٰ فان تبتم فھو خیر لکم۔ توبہ ہر بھلائی کی کنجی ہی۔ انتہی پھر جن عہد والون سے برأت فرمائی اور اُنکا عہد اُن کو پھینک مارا اور چار مہینہ کی اُن کو مہلت دی تو اُنکے حق مین اور بے عہد تمام مشرکون کے حق مین حکم دیدیا۔ بقولہ تعالیٰ۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا

پھر جب گذر جاوین مہینے پناہ کے تو مارو مشرکون کو جہان پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو

لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

ہر جگہ اُن کی تاک پر پھر اگر وہ توبہ کرین اور کھڑی رکھین نماز اور دیا کرین زکوۃ تو چھوڑ دو اُن کی راہ اللہ ہے بخشتا مہربان

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ۔ انسلاخ الشہر دن کرکے مہینہ کا پورا ہوتا جانا یہان تک کہ گزر جاوے۔ خفاجی رح نے کہا کہ سلخ کبھی بمعنی کشط آتا ہی یعنی پوست و کھال اُتار لینا جیسے سلخت الاہاب عن الشاۃ۔ مذبوحہ بکری پر سے مین نے کھال کھینچ لی۔ اور کبھی اخراج و باہر کرنے کے معنی مین آتا ہی جیسے سلخت الشاۃ عن الاہاب۔ مذبوحہ بکری کو مین نے کھال مین سے نکال لیا۔ پس مہینہ پر انسلاخ کا اطلاق استعارہ از معنی اول ہے کیونکہ کھال کے مانند زمانہ بھی اشیاء پر محیط ہی۔ اور بیضاوی رح نے دوسرے معنی سے استعارہ قرار دیا گویا جب گزر گیا تو جس کو محیط تھا وہ اسمین سے نکل آیا۔ المعنی مومنون کو حکم دیا کہ جب وہ مہینے گزر جاوین جو حرام ہین فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ تو قتل کرو مشرکون کو جہان کہین تم اُن کو پاؤ خواہ ایسے مقام مین پاؤ جو حرم کہلاتا ہی خواہ ایسے مقامون مین جو حل ہین۔ اور چاہے کوئی وقت ہو۔ واضح ہو کہ یہان دو مقام ہین ایک یہ کہ اشہر الحرم سے کون مہینے مراد ہین اور مشرکین کا لفظ اہل کتاب و بت پرستون وغیرہ سب کو شامل ہی یا اہل کتاب کو شامل نہین ہی پس علمائے اسمین اختلاف کیا ہی ایک قول یہ ہی کہ اشہر الحرم سے ذی القعدہ و ذی الحجہ و محرم اور رجب چار مہینہ مراد ہین کمافی قولہ منہا اربعۃ حرم۔ اور اسی سورہ مین انشاء اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر آویگی اور یہ قول امام محمد باقر کا ہی ولیکن ابن جریر رح نے کہا کہ آخر مہینہ اسوقت مین اُنکے حق مین محرم ہی اور اسی کو علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے حکایت کیا اور یہی ضحاک رح کا قول ہی۔ وقال البیضاوی رحمہ اللہ یہ مخل نظم ہی کیونکہ الاشہر الحرم پر الف لام عہدی ہی جو معہود سابق پر

دلالت کرتا ہے اور نیز یہ مخالف اجماع ہے کیونکہ یہ مقتضی ہے کہ ماہہائے حرام کی حرمت ابھی تک باقی ہے اسلئے کہ جو بعد کو نازل ہوا اسمین اسکا ناسخ کوئی کلام نہین
ہے بالجملہ یہ قول منظور فیہ و خلاف سیاق ہے اگرچہ ابن جریر رح نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ قول دوم یہ کہ مراد ماہہائے عہدہ ہین جو قولہ فاتموا الیہم عہدہم
مین مقصود ہین اور یہی مجاہد و ابن زید وغیرہ سے حکایت کیا گیا ولیکن یہ قول ضعیف ہے اسواسطے کہ مدت معاہدہ چند ماہ جن پر جمع اشہر کا اطلاق جائز نہین
اور نہ اشہر کی تعبیر مین کوئی وجہ وجیہہ ظاہر ہے اور اسقدر بھی نظم قرآنی مین محتمل نہین ہوسکتا۔ فافہم۔ قول سوم یہ کہ وہ چار مہینہ مراد ہین جو قولہ تعالیٰ فسیحوا
فی الارض اربعۃ اشہر مین مذکور ہین اور یہی بنظر سیاق و نظم کلام وازراہ معنی وجیہہ ہے اور یہی ابن عباس رض و مجاہد و عمرو بن شعیب و ابن اسحاق و قتادہ و سدی و
ابن زید سے مروی ہے اور یہی ائمہ اہل علم کے قول پر درست ہے اور ان چار مہینوں کو اشہر الحرم اسواسطے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مہینوں تک مشرکون کی
جانون و مالون کو حرام فرمایا ہے۔ المعنی پھر جب چار مہینہ گذر جاوین جنمین ہم نے تم پر ان کا قتل کرنا حرام کیا ہے تب ان کے گذرنے کے بعد مشرکون کو جہان
کہین اور جب کبھی پاؤ قتل کر ڈالو۔ لیکن خانہ کعبہ مین قتال اکثر علماء کے نزدیک حلال نہین ہے وہو الاصح۔ اور مشرکین اگرچہ آیت مین عام ہے لیکن مخصوص
ہے چنانچہ سنت مین عموماً عورت و طفل کے قتل سے ممانعت ہے اور بوڑھا ضعیف جس سے مضرت نہو وہ بھی قتل نہ کیا جاوے اور ایسی ہی ایلچی قتل
نہ کیا جاوے یا جو امان لیکر آوے اور سدی رح سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے براءۃ کے بعد کسی مشرک سے معاہدہ نہین کیا۔ اور اہل کتاب ایک قول
پر داخل ہین تو وہ بھی دھوتیکہ خواری سے جزیہ دینا منظور کرین اس سے مخصوص ہونگے اور ایک قول پر داخل ہی نہین پس کچھ اشکال نہین ہے
اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار تلوارون کے ساتھ مبعوث ہوئے ایک تلوار تو مشرکین عرب کے
حق مین کما قال تعالیٰ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم الآیۃ۔ ہکذا رواہ ابن ابی حاتم مختصراً۔ اور میرا گمان یہ ہے کہ دوسری تلوار اہل کتاب کے حق مین
تھی۔ کما قال تعالیٰ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب
حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ اور تیسری تلوار منافقون کے حق مین کما قال تعالیٰ یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین الآیۃ۔ اور چوتھی
تلوار باغیون کے حق مین کما قال تعالیٰ وان طائفتان من المومنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما فان بغت احداہما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ
الیٰ امر اللہ الآیۃ۔ انتہی اور جمہور کے قول پر جن مشرکون کا عہد میعادی بسبب اُن کی وفاداری کے پورا کرنے کا حکم ہے ان کے حق مین جیسے چار ماہ
کی مدت نہ تھی ویسے ہی بعد چار ماہ مذکورہ گذرنے کے قبل اُن کی مدت تمام ہونے کے اُن پر یہ حکم بھی نہین کہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم
مار ڈالو مشرکین کو جہان کہین جب پاؤ۔ وَخُذُوْهُمْ۔ اور اُن کو گرفتار کرو یعنی قیدی و اسیر بناؤ۔ آخیذ بروزن فعیل بمعنی ماخوذ
یعنی پکڑا ہوا۔ وَاحْصُرُوْهُمْ بعض نے کہا یعنی حرم مین اُن کے آنے کو روکو اور حائل ہو جاؤ اور صحیح معنی یہ کہ اُن کو حصار مین محبوس
کرو اور قلعون کا محاصرہ کرو یہان تک کہ ناچار قتل ہونے پر راضی ہون یا اسلام لاوین کہ فساد شرک بداعمالی مٹ جاوے۔ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ
مرصد ظرف ہے جہان دشمن کے انتظار مین بیٹھا جاوے یعنی گھات کی جگہ و کمین گاہ۔ اور نصب اسکو بنا بر اینکہ ظرف ہے اور بعض نے کہا کہ علیٰ کل مرصد پس منصوب
بنزع الخافض ہے ولیکن اول اصح ہے۔ المعنی اُن کے لئے ہر گھات کی جگہ بیٹھو یعنی اُن کے لئے تاک لگاؤ جدھر اور جس راہ جاوین اسی طرف اُنکا فساد
دور کرنے کیلئے اُن کو مارو پکڑو۔ فَاِنْ تَابُوْا پھر اگر وہ توبہ کرین یعنی جو سبب فتنہ کا تھا اس سے توبہ کرین یعنی شرک و کفر سے توبہ کرین۔
وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور اس کو اس طرح ظاہر و ثابت کرین کہ بدنی اعمال مین سے جو سب سے اعلیٰ ہے یعنی نماز اُس کو قائم کرین یعنی
ٹھیک طور سے جمعہ و جماعات کے ساتھ ادا کرین۔ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور مالی اُمور مین سے جو سب سے اعلیٰ عمل ہے یعنی زکوٰۃ اُس کو ادا کرین۔
انھین دونون باتون پر اسی وجہ سے اکتفا کیا کہ بدنی و مالی عبادات مین سے یہی دونون اشرف ہین اور باقی اُن کے تابع ہین پس مقصود آنکہ فرائض

وواجبات اسلام کو ادا کرین جنہین سے اعلی واشرف یہ دو ہین اور کیا آسان ہین فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ تو تم اُن کی راہ خالی کردو یعنی اُنکو قتل کرنا قید کرنا اُنکا محاصرہ کرنا اور اُنکو شرع کے موافق تصرف کرنے سے روکو۔ إِنَّ اللهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ کیونکہ البتہ تعالی غفور رحیم ہے اگلے زمانہ مین جو شرک وفساد و بندگان خدا کی ایذا رسانی جو بوجہ جہالت وکفر کے اُن سے صادر ہوئی اُسکو اللہ تعالی بخشنے والا ہے۔ قال البیضاوی رح آیت مین تنبیہ ہے کہ جو شخص نماز کو چھوڑتا یا زکوۃ نہ دیتا ہو اُس کی راہ نہ چھوڑی جائے گی۔ قال ابن کثیر رحمہ اللہ۔ ابن عمر رض سے مرفوع روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ مین لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ گواہی دین کہ کوئی معبود نہین سوائے اللہ تعالی کے اور یہ کہ محمد اللہ تعالی کے بندے رسول ہین اور نماز قائم کرین اور زکوۃ ادا کرین۔ الحدیث فی الصحیحین۔ ابن مسعود رض نے کہا کہ تم لوگون کو حکم دیا گیا ہے کہ نماز کو ٹھیک ادا کرو اور زکوۃ دو پس جس نے زکوۃ نہ دی اُس نے نماز بھی نہ پڑھی۔ بالجملہ ارکان اسلام وجہ د اسلام و شرک سے تو بہ کیواسطے ضرور ہین لہذا حدیث صحیح مین نماز چھوڑنے والے پر کفر کا اطلاق آیا ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زکوۃ سے مانع لوگون پر جہاد کرنے مین اسی آیت کریمہ واُسکے امثال پر اعتماد کیا اور احادیث مانند روایت ابن عمر رض کے اسکی مؤید بہت ہین وقال عبدالرحمن بن زید بن اسلم رح اللہ تعالی نے انکار فرمایا کہ بدون زکوۃ کے نماز کو قبول کرے اور کہا کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کیا اچھے کامل فقیہ تھے۔ ربیع بن انس رح سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جس نے دنیا کو اس حال سے چھوڑا کہ خالص اللہ تعالی ہی کیواسطے توحید کرتا اور اسی کی عبادت کرتا تھا پھر بھی اُس سے شرک نہین کرتا تھا تو اُس نے دنیا کو ایسے حال مین چھوڑا کہ اللہ تعالی اُس سے راضی ہے اور کہا کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اللہ تعالی کا وہ دین ہے کہ جس کو اُس کے رسول لائے اور اپنے پروردگار کے حکمون کو پہنچادیا لیکن یہ سب اس سے پہلے کہ لوگون کی گڑھی باتین اور نفسانی خواہشون کے مقتضی اختلاف اُسمین مل جادین اور اس کی تصدیق کتاب الہی عز وجل مین موجود ہے

یعنی ربیع نے اپنے شیخ کا قول بیان کیا ۱۲

کہ فرمایا۔ فان تابوا واقاموا الصلوۃ الآیۃ۔ کیونکہ اُن کی توبہ یون تھی کہ بتون سے یا جو چیزین بتون کے حکم مین ہین ان سے اپنی گردن چھوڑا کر فقط اپنے پروردگار وحدہ لاشریک کی عبادت کرین اور نماز ٹھیک ادا کرین وزکوۃ خلوص سے دیدین پھر دوسری آیت مین فرمایا فان تابوا واقاموا الصلوۃ وآتوا الزکوۃ فاخوانکم فی الدین۔ رواہ ابن جریر وابن مردویہ ومحمد بن نصر المروزی۔ انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مین لوگون سے مقاتلہ کرون اسوقت تک کہ یہ گواہی دین کہ لا الہ الا اللہ ومحمد رسول اللہ۔ پس جب یہ گواہی دی کہ فقط اللہ تعالی ہی پروردگار معبود ہے کوئی اور ایسا نہین جسکے واسطے عبودیت کی کوئی بات لائق ہو اور گواہی دی کہ محمد اللہ تعالی کے رسول ہین اور ہمارے قبلہ کا استقبال کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا اور ہماری نماز پڑھی تو اُن کی جانین اُن کے مال سب حرام ہوگئے مگر بحق شرع (یعنی مثلاً زکوۃ لی جائے گی اور اگر دھوکے سے کسی کو مار ڈالا تو دیت دینا پڑے گی یا عمداً مارا تو قصاص مین قتل کیا جائے گا) اُن کے واسطے وہی سب برتاؤ ہوگا جو مسلمانون کے لیئے ہے اور اُن پر وہی سب لازم ہوگا جو مسلمانون پر لازم ہے۔ رواہ البخاری واہل السنن الا ابن ماجہ۔ واضح ہو کہ آیت السیف یہی کہلاتی ہے اس کے بعد تمام وہ احکام مرتفع ہوگئے جو مشرکون کے بدافعال سے چشم پوشی وصبر وغیرہ کے تھے اور حکم دیدیا گیا کہ اگر حقوق الہی توحید و عبادت سے لیکر بندون بلکہ مردہ لوگون تک عدل وانصاف ومکارم اخلاق وآدمیت سے برتاؤ نہ کرین تو مار کر اُن کو راہ راست پر رکھو اور اُن کا فتنہ وفساد بندگان خدا سے دور کردو پھر مفسرین رح نے اسمین اختلاف کیا کہ اس آیت مین سے بھی کچھ منسوخ ہے یا نہین ضحاک و سدی وعطا رح نے کہا کہ منسوخ ہے بقولہ تعالی فاما منا بعد واما فداء۔ یعنی مشرک قیدی پر احسان کرکے چھوڑدیا فدیہ لیلو۔ مجاہد وقتادہ رح نے کہا کہ نہین بلکہ وہی اس سے منسوخ ہے پس احسان و فدیہ کچھ نہین جائز ہے بلکہ اسلام لائے یا قتل کیا جائے۔ اور ابن زید رح نے کہا کہ نہین بلکہ دونون محکمہ ہین کوئی منسوخ نہین ہے اور قرطبی رح نے کہا کہ یہی قول صحیح ہے کیونکہ احسان کے طور پر چھوڑنا یا فدیہ لینا یا قتل کردینا اول ہی لڑائی بدر سے برابر بحکم رسول اللہ صلعم جاری رہا۔ امام رازی رح نے کہا کہ دونون آیتین باہم متوافق ہین اور دونون

اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ پہلے سخت گرفت کے بعد پھر فدیہ لینا اختیار ہے واللہ اعلم۔

وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ

اور اگر کوئی　مشرک　تجھ سے پناہ مانگے　تو اسکو پناہ دے جبتک وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہونچادے اسکو جہاں وہ نڈر ہو　یہ اسواسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے

وَإِنْ أَحَدٌ۔ ان حرف شرط جو فعل ہی پر داخل ہوتا ہے لہذا ضرور فعل محذوف ہے اور وہی احدٌ میں عامل رفع ہے اور مِّنَ الْمُشْرِكِينَ متعلق احد یعنی مشرکین میں سے کوئی آدمی۔ اور فعل محذوف کی تفسیر کرتا ہے۔ قولہ اسْتَجَارَكَ یعنی وان استجارک احد من المشرکین اور استجارہ طلب الجوار۔ و مراد امان چاہنا۔ اور مشرکین سے وہی مراد ہیں جنسے بعد انقضاء چار ماہ کے تعرض کا حکم دیا ہے۔ والمعنی اور اگر مدت امن گزرنے کے بعد امان مانگے تجھ سے کوئی شخص ان مشرکون میں سے جن سے بعد چار ماہ کے تعرض کا حکم دیا گیا ہے۔ فَأَجِرْهُ تو اسکو امان دیدے حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ۔ تاکہ وہ کلام الٰہی کو سنے اور سمجھکر معلوم کرے کہ وہ ایمان کیا ہے جسکی طرف تم ان کو دعوت کرتے ہو اور اُس کی خوبیان و بھلائیان اسکو معلوم ہون۔ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ۔ مامن جائے امن یعنی پھر اسکو اس کے دیار میں جہان سے آیا ہے پہونچادے اور اگر وہ بالفعل اسلام نہ لاوے۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُونَ۔ یہ حکم امن دینے کا اسوجہ سے ہے کہ مشرکین ایسی قوم ہے کہ وہ جانتے نہیں ہیں کہ ایمان کیا چیز ہے اور عدل و اخلاق جمیلہ سے کیونکر بھرا ہوا ہے پس ضرور اُن کو اسطرح امان دیکر سنانا چاہیئے تاکہ اس کی خوبیون پر واقف ہون اور حجت الٰہی ان پر پوری ہو جاوے۔ قال ابن کثیرؒ ومن ہذا کان صلعم یعطی الامان لما جاءہ یوم الحدیبیۃ جماعۃ الی آخرہ۔ مراد شیخ کی یہ ہے کہ یہی حکمت آنحضرت صلعم پہلے سے برتتے تھے پس جو کوئی راہ ہدایت دریافت کرنے آتا یا ایلچی بنکر آتا اس کو امان دیتے چنانچہ حدیبیہ کے روز قریش کی ایک جماعت آئی جنہین سے عروہ بن مسعود اور سہیل بن عمرو وغیرہ تھے کہ صلح کی بابت طرفین سے گفتگو کرتے اور انھون نے یہان دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و محبت میں صحابہ رضی اللہ عنہم ایسا مبالغہ کرتے ہیں کہ کسی بادشاہ کے یہان نہین دیکھا گیا۔ اور اگر آپ وہن مبارک پھینکتے ہین تو وہ لوگ اپنے دامنون میں لیتے ہین پس حیران و مبہوت رہ گئے اور واپس ہوکر قوم کو اس سے آگاہ کیا اور یہی اُن میں سے اکثرون کی ہدایت پر آجانے کا باعث ہوا۔ الحاصل جو کوئی دار الحرب سے دار الاسلام میں پیغام پہونچانے یا تجارت یا صلح چاہنے یا جزیہ لیکر آنے وغیرہ کامون کے لئے آنا چاہے اور امام المسلمین یا اسکے نائب سے امان مانگے تو اُس کو امان دیکر آنے دے یہان تک کہ وہ اپنے وطن کو لوٹ جاوے ولیکن علماءؒ نے کہا ہے کہ اسکو یہ اجازت نہ دیجائے گی کہ یہین رہا کرے الا آنکہ ذمی ہوکر رہے پھر کبھی دار الحرب میں نہ جانے پاویگا الا بطریق تجارت وغیرہ ورنہ یہان نہ رہنے پاویگا۔ ان چار مہینہ تک رہ سکتا ہے اور اس سے زیادہ ایک سال سے کم تک میں علماء کے دو قول ہیں۔ پھر ظاہر یہ ہے کہ اگر سوائے دین کے حقیقت سے واقف ہونے کے اور کسی غرض تجارت وغیرہ کے لئے امان چاہے تو امام کو اختیار ہے چاہے آنے دے یا نہین۔ واللہ اعلم۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِندَ اللَّهِ وَعِندَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ

کیونکر ہووے　مشرکون کو　عہد　اللہ پاس　اور اُس کے رسول پاس　مگر جن سے تم نے　عہد کیا　مسجد الحرام پاس

الْحَرَامِ ۖ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ

سو جبتک　تم سے سیدھے رہیں تم اُنسے سیدھے رہو　اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے　کیونکر صلح رہے اگر وہ

لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ع

ہاتھ پاویں نہ لحاظ کریں تمہاری دینداری کا نہ عہد کا　تم کو راضی کر دیتے ہیں اپنے منھ کی بات سے　اور اُنکے دل نہیں مانتے　اور بہت اُن میں بے حکم ہیں

كَيْفَ استفہام تعجب لانے کو متضمن معنی انکار ہوا ہے لا یکون نہیں ہوگا۔ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ مشرکون کے لئے کوئی عہد عِنْدَ اللّٰهِ
وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک۔ حالانکہ مشرکون کا یہ حال ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول سے
منکر و غدر کرنیوالے ہین یعنی جس نے عہد شکنی کیا اللہ تعالیٰ اُس کے عہد وفا کرنے کا حکم نہ فرمائے گا۔ اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ان لوگون
کے پاس عہد ہونا تعجب ہو۔ نہین ہوگا کیونکہ تمھارے حق مین وہ غدر دل مین رکھتے ہین پس تم اُن کی طرف سے عہد کا خیال جی مین نہ لاؤ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ
عَاهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ بعض نے کہا استثنا متصل ہو لے لا یکون للمشرکین عہد الا الذین عاہدتم الخ۔ پس مشرکین اپنے
عموم پر ہوگا اور بعض نے کہا کہ الا بمعنی لکن ہو پس مشرکین سے وہی مراد ہین جن سے برأۃ کی گئی ہو اور معنی یہ کہ لیکن وہ مشرکین جن سے تم نے مسجد
الحرام کے پاس معاہدہ کیا یعنی قریب مسجد الحرام کے حدیبیہ مین معاہدہ کیا اور وہ قریش ہین کہ حدیبیہ مین دس سال تک کا عہد اُن سے کیا گیا تھا
اور وہی سابق مین قولہ الا الذین عاہدتم من المشرکین الخ سے مستثنیٰ ہوئے تھے۔ یہی ابن عباسؓ و قتادہؒ سے روایت ہو انھین کے حق مین حکم دیا کہ
فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ۔ پس جبتک عہد پر وہ لوگ ٹھیک قائم رہین اور نہ توڑین تب تک تم بھی اُن کیلئے قائم رہو اسمین
اشارہ ہو کہ ادھر سے استقامت انھین کے نفع کیلئے ہو۔ پھر قریش نے آخر مین یہ حرکت کی کہ بنو خزاعہ جو حضرت صلعم کے حلف مین تھے اُن سے
بنو بکر سے جھگڑا تھا پس قریش نے بنو بکر کی خزاعہ پر مدد کی اور کچھ لوگ اُن کے قتل کئے پس عہد توڑا اور آنحضرت صلعم نے بحکم الٰہی حملہ کر کے مکہ فتح
کر لیا اور عنقریب آویگا اور نظم کلام مین مشرکون کی طرف سے عہد ہونے پر تعجب لانے سے اور قولہ فما استقاموا سے یعنی جبتک وہ قائم رہین۔ اسطرف
اشارہ ہو کہ اُن کا عہد کچھ نہین ہو لیکن تم بنظر تقویٰ قائم رہو کہ وہی آخر توڑینگے۔ سدیؒ و ابن اسحاق نے کہا کہ مراد مستثنیٰ سے بنو ضمرہ ہین کہ قریش کیساتھ
آنحضرت صلعم نے اُن سے بھی معاہدہ کیا تھا اور قریش کے عہد توڑنے کے وقت انھون نے نہین توڑا پس وہ مراد ہین نہ قریش کیونکہ امر گذشتہ کی
نسبت کیونکر یہ فرمایا کہ فما استقاموا لکم فاستقیموا لہم کیونکہ آیت بعد فتح کے ہو۔ اور بعض نے کہا کہ قریش کے ساتھ جنھون نے تفسیر کی ہو شاید وہ
اس بنا پر ہو کہ یہ آیات قبل فتح مکہ نازل ہوئی ہین اور جامع البیان مین بھی کہا کہ آیات مین تامل سے معلوم ہوتا ہو کہ بعض کا نزول قبل فتح مکہ کے
ہے واللہ اعلم۔ بالجملہ نزول اگر قبل فتح مکہ کے ہو اور قریش مراد ہین یا بعد فتح مکہ کے ہو اور بنو ضمرہ مراد ہین تو جنھون نے جبتک نقض عہد نہین کیا تب تک
اہل ایمان کو وفاء عہد کا حکم دیا کہ عہد پورا کرو۔ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ یہ جملہ تعلیل ایفاء عہد ہو یعنی عہد پورا کرو کہ یہ تقویٰ ہو اور اللہ تعالیٰ
اہل تقویٰ کو دوست رکھتا ہو۔ مفسرؒ نے قریش ہی کے ساتھ تفسیر اختیار کی لہذا کہا کہ اس حکم الٰہی کے موافق آنحضرت صلعم اپنے عہد پر قائم رہے
یہان تک کہ قریش نے خزاعہ پر بنو بکر کی مدد کی اور عہد توڑا۔ اور بنو بکر سے قریش محالفت یعنی باہمی قسم رکھتے تھے اور خزاعہ نے عبدالمطلب سے بھی قسم
مضبوط کر لی تھی چنانچہ جب وہ لوگ آنحضرت صلعم کے پاس عبدالمطلب کا نوشتہ لائے تو آپ نے اسکو برقرار رکھا اور فرمایا کہ جاہلیت مین جو قسم تھی اسکو اسلام
سے اور مضبوطی ہوگئی ولیکن اسلام مین کوئی حلف نہین ہو پھر بنو بکر و خزاعہ مین کچھ خون کے دعوے چلے آتے تھے پس بنو بکر نے قریش سے درخواست
کی کہ خزاعہ سے ہم بدلا چاہتے ہین تم ہماری مدد کرو پس قریش نے مدد کی اور خزاعہ کو قتل کیا۔ آخر اُنھون نے آنحضرت صلعم کو نظم ایک عریضہ
لکھا اور قسم یاد دلائی اور جب حضرت صلعم کو معلوم ہوا تو آپ نے مدد فرمائی اور قریش نے ہرچند دوبارہ عہد و میثاق چاہا مگر منظور نہوا اور مکہ فتح ہو گیا
والحمد للہ رب العالمین۔ پھر ظاہر یہ ہو کہ قولہ تعالیٰ کیف یکون للمشرکین عہد۔ مین مشرکین کا لفظ مشرکین عرب و مشرکین اہل کتاب یعنی یہود وغیرہ
و قیامت تک کے مشرکین عجم وغیرہ کو شامل ہو اور مستثنیٰ کی طرف بھی کلام ہو چنانچہ عنقریب بیان آویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ یہان اہل ایمان کو استفہام
انکاری کیساتھ مشرکین کے عہد سے تعجب دلایا اگرچہ عہد والون کے ساتھ اپنی طرف سے بدون اُن کی بدعہدی کرنے کے عہد شکنی سے منع

کردیا کیونکہ عہد توڑنا خلاف تقوی ہے پھر ظاہر فرمایا کہ شرک والے بسبب عام نور ایمان کے امانت سے خارج اور اپنی ہوا و ہوس کے بندے ہوتے ہیں لہذا جب جیسا موقع پاتے ہیں ویسا کرنے لگتے ہیں اور نفس اُنکا مقید نہیں چنانچہ فرمایا۔ کَیْفَ وَاِنْ یَّظْهَرُوْا عَلَیْكُمْ ای کیف یکون للمشرکین عہد والحال انہم ان یظفروا بکم۔ لَا یَرْقُبُوْا فِیْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ لایراعوا فیکم قرابۃ ولا عہدا بل یؤذوکم ما استطاعوا یعنی مشرکون کیلئے عہد کہان سے یا کیونکر ہوگا اُن کی تو یہ حالت ہے کہ اگر وے تم پر قابو پا جاوین تو نہ لحاظ کرین تمھاری قرابت کا اور نہ کسی عہد کا بلکہ جہان تک اُن سے ہوسکے تم کو ایذا پہونچاوین۔ ظہور بتعدیہ علی بمعنی غلبہ و قابو پانا۔ یقال ظہر علیہ۔ اسپر غالب ہوا۔ الال بمعنی قرابت و عہد۔ کما فی الصحاح وہان مراد قرابت ہے بقرینہ قولہ ولا ذمۃ اے ضمان و عہد پس دونون لفظ کو ایک معنی پر لیکر تاکید قرار دینے سے تاسیس اولیٰ ہے۔ کما اختارہ المفسر رح کیونکہ ذمہ بمعنی عہد و ضمان متعین ہے اور اسی سے ان لوگون کو جو دار الاسلام مین جزیہ قبول کرکے کسی دین باطل پر رہتے ہین ان کو اہل الذمہ کہتے ہین کیونکہ وہ مسلمانون کی ضمانت مین داخل و اُن کے معاہد ہین چنانچہ اہل اسلام پر اُن کے جان و مال کی حفاظت موافق شرع کے لازم ہے۔ الحاصل مشرکین نے اپنے نفس کی پیروی کی یہ کیفیت ہے کہ کیسا ہی اُنھون نے اللہ تعالیٰ کے حلف و قسم سے عہد باندھا ہو لیکن اگر تم پر قابو پا جاوین تو نفس کی عداوت سے اپنی قسم وغیرہ کا یا قرابت کی رعایت کا جو مکارم اخلاق مین سے ہے کچھ لحاظ نہ کرین گے بلکہ جہان تک ممکن ہوگا بدی پہونچاوین گے چنانچہ یہود نے بارہا آنحضرت صلعم سے عہد و پیمان کئے کہ ہم تمھارے خیر خواہ ہون گے اور تمھارے دشمنون کی اعانت وغیرہ کچھ نہ کرین گے پھر جب موقع پایا تو عہد و قسم کا کچھ لحاظ نہ کیا اور قریش کے ساتھ سازش کرلی اور دل سے یہی چاہا کہ مسلمانون کو ضرر پہونچے بلکہ مٹ جاوین پس اُن کے پاس امانت و صدق و دیانت کا نام نہین ہے منہ سے کچھ اور دل مین کچھ اپنے نفس کے بندے اور مصداق اس حدیث شریف کے ہین کہ آدمیون مین سے بدتر وہ ہے جو دو منہ والا ہے اس سے ایک منہ سے ملتا اور اُس سے دوسرے منہ سے ملتا ہے۔ اگرچہ اصلی بیباکی مین مشرک سب یکسان ہین کہ اپنے نفس کے بندے ہوتے ہین مگر قریش جیسے امانت مین فی الجملہ اچھے تھے ویسے ہی یہود امین سب سے بدتر تھے۔ وقد قال تعالیٰ۔ یُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وے لوگ تم کو اپنے منھون سے یعنی میٹھی باتون سے راضی کرتے ہین۔ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ اور اُن کے دل انکار کرتے ہین یعنی عہد پورا کرنے کی اور جو زبانی تمھارے بھلائی کی باتین کہی ہین اُن کے پورا ہونے سے ان کے دل منکر ہین بلکہ قابو نہین پاتے تو ایسا کہتے ہین اور دل سے ویسے ہی بدخواہ ہین۔ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ اور اُن مین سے بہتیرے فاسق ہین یعنی عہد توڑنیوالے ہین۔ وقال البیضاوی قولہ تعالیٰ یرضونکم بافواہہم۔ جملہ مستانفہ ہے اسمین ایسی حالت کا بیان ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے عہد پر ثابت نہین رہ سکتے۔ اور نہ قابو پانے کی صورت مین اُن کی رعایت و مروت کرسکتے ہین اور یہ جملہ قولہ لایرقبوا کے فاعل سے حال نہین ہوسکتا کیونکہ بعد غلبہ پانے کے وہ مومنون کو زبان سے راضی نہین کرینگے اور نیز اسوجہ سے کہ مراد تو یہ ہے کہ مومنون کو فی الحال اسطرح راضی کرتے ہین کہ عہد وفا کرین گے اور ہر طرح شریک ہین گے حتی کہ آخر مسلمان ہو جاوین گے اور دل مین کفر و عداوت پوشیدہ رکھتے ہین یہان تک کہ قابو پاوین تو زندہ نچھوڑین پس حالیہ جملہ کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ اس سے تو یہ نکلیگا کہ آیندہ بروقت ظفر کے راضی کرینگے اور یہ خلاف مقصود ہے اور قولہ تعالیٰ وتابیٰ قلوبہم یعنے جو زبان سے منہ دیکھی باتین بکتے ہین ان کے دل مین ان باتون سے انکار ہے اسکے خلاف ہوتا ہے۔ اور قولہ واکثرہم فاسقون یعنی سرکش متمرد ہین اُنکا کوئی عقیدہ نہین یعنی یقین نہین کہ وہ انکو روکے اور نہ مروت ہے کہ وہ انکو باز رکھے۔ اور اکثر کی تخصیص اسواسطے ہے کہ بعضے کافرون مشرکون مین ایسی خصلت ہوتی ہے کہ غدر و بیوفائی سے بچتے ہین اور جن باتون سے انکے حق مین بدگوئی و مذمت بیان کیجاوے انسے باز رہتے ہین۔ قلت یعنی بعض مشرکون مین سے اہل قریش تھے چنانچہ آنحضرت صلعم نے قریش کے حق مین فرمایا کہ وہ لوگ اہل امانت و دیانت ہین اور عنقریب تو اُن کے کامون کے مقابلہ مین اپنے اعمال کو حقیر دیکھے گا لیکن

یہ انکی ازلی جبلت کا بیان ہے ورنہ حالت شرک وکفر مین بسبب اندھے پن کے وبسبب پیروی نفس کے انکے عہد کا بھی عموماً کچھ اعتبار نہین چنانچہ آخر کار انھون نے بدعہدی کی۔ اور انھین اکثر مین سے سب سے اول یہود تھے کہ بڑے بیہودہ بکنے والے منافق بدعقیدہ بددیانت تھے۔ وقد قال تعالیٰ۔

اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝

بیچے انھون نے حکم اللہ کے تھوڑی قیمت پر پھر اٹکے اُن کی راہ سے وہ لوگ بُرے کام ہین جو کر رہے ہین

لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ۝

نہ لحاظ کرین کسی مسلمان کے حق مین دینداری کا نہ عہد کا اور وہی ہین زیادتی پر

اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ ای استبدلوا بالقرآن قلیلا من الدنیا۔ یعنی قرآن کے بدلے لیا۔ انھون نے قلیل داموں کو دنیا مین سے کیونکہ کل دنیا محض قلیل ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ دنیا کی قدر اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر برابر ہوتی تو کسی کافر کو گھونٹ پانی نہ ملتا۔ پس باوجود اس حقارت کے انکو کل دنیا حاصل نہوئی بلکہ اسمین سے بھی بہت قلیل ملی تو اسی کے پیچھے انھون نے آیات الٰہی کو نہ مانا اور اشترا خرید لینا جیسے یہان بمعنی استبدال بدل لینا مجازاً ہے تو استبدال بھی بایں معنی کہ قرآن چھوڑ کر دنیا اختیار کی۔ حاصل آنکہ خواہش نفس کیلئے اتباع حق و آیات قرآن کو چھوڑ کر دنیا کو اختیار کیا اور یہود اسمین بھی سب مشرکون سے بڑھے ہوئے تھے۔ فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ۔ پس انھون نے دین الٰہی سے روکا۔ یا خود منھ موڑ گئے۔ مروی ہے کہ ابوسفیان عرب کی دعوت کر کے چند لقمہ طعام پر آنحضرت صلعم کے مقابلہ مین لڑنے لایا اور مروی ہے کہ اہل طائف نے مشرکین مکہ کو مال سے مدد دی تھی کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رسول سے لڑین۔ اور یہود کے عالم تو جان بوجھکر اپنے نذرانہ و ہدیئے و دعوتین جاتے رہنے کے خوف سے آپ اسلام نہ لاتے اور لوگون کو آنحضرت صلعم کے شمائل پاک و صفت و نعت سے بہکاتے مثلاً کہتے کہ آخر الزمان پیغمبر تو سانولا گھونگر والے بال والا ایسا ایسا ہوگا پس عوام یہود سچ مان لیتے اور حضرت صلعم و قرآن پر ایمان نہ لاتے تھے۔ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ اُن کا یہ عمل بہت بُرا عمل تھا کہ شرک کرتے و عہد توڑتے و آیات الٰہی کو چھوڑ کر اتباع نفس و متاع قلیل دنیا لیتے و لوگون کو راہ حق سے بہکاتے تھے۔ لَا یَرْقُبُوْنَ فِیْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً۔ اُس کی تفسیر اوپر گذر چکی اور معنی یہ کہ کسی مومن کے حق مین قرابت و عہد کا لحاظ نہین رکھتے ہین۔ نحاس نے کہا کہ یہ تکرار کلام نہین ہے بلکہ اول جو گذرا وہ تو تمام مشرکون کی حالت کا بیان تھا اور یہ مخصوص یہود کا حال ہے بدلیل قولہ تعالیٰ اشتروا بآیات اللہ ثمنا قلیلا یعنی منجملہ مشرکین کے یہود ایسے ہین۔ بعض نے کہا کہ اول مین تو مخصوص ایک گروہ مومنین کے حقوق لحاظ نہ رکھنے کا بیان ہے اور اسمین عموماً سب مومنین کا بیان ہے اور بعض نے کہا کہ اول تو قولہ وان یظهروا علیکم لا یرقبوا الخ جواب صورت غلبہ ہے اور یہان انکے قبیح اعمال کا شمار ہے۔ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ۔ اور یہی لوگ جن کے اوصاف ذمیمہ بیان ہوئے یہی حد سے تجاوز کرنیوالے ہین یعنی عہد شکنی ہین۔ یا یہ معنی کہ سرکشی و شرارت و بدکاری مین حد سے گذر جانیوالے ہین ف۔ فی العرائس قولہ لا یرقبون فی مومن الا ولا ذمۃ الخ بیان ہے کہ مخالف و جہنمی لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اہل جنت کی رعایت نہین کرتے اور اہل معرفت کا احترام نہین کرتے کیونکہ انکو معرفت سے نصیب نہین ہے اور اہل معرفت پر جو کرامات کے انوار ہین اُن کو نظر نہین آتے ہین۔ محمد بن الفضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مومن کی حرمت کرنا اور اسکی تکریم کرنا بڑی طاعت ہے اسی آیت کی دلیل سے۔ قال المترجم اہل فقہ نے بھی کتاب الکراہیۃ مین اسکے مسائل ذکر فرمائے ہین اور شیخ کا استنباط اچھا ہے بالجملہ چھوٹو نکو بڑون کی تعظیم واجب ہے اور مسلمان کا دل خوش کرنا ثواب ہے وفی الحدیث ان تلقی اخاک بوجہ طلیق۔ نیکی ہے کہ بھائی مومن سے خندہ پیشانی سے ملے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حالت کفر و شرک کے انکے اطوار ذمیمہ بیان کر کے لطافت کیساتھ ایمان و ہدایت و اخلاق کریمہ کیطرف اشارہ کیا بقولہ

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

سو اگر توبہ کریں اور کھڑی رکھیں نماز اور دیتے رہیں زکات تو تمھارے بھائی ہیں حکم شرع میں اور ہم کھولتے ہیں پتے ایک جاننے والے لوگوں کو

فَاِنْ تَابُوا - پھر اگر وہ لوگ توبہ کریں یعنی نقض عہد اتباع نفس و اختیار دنیا و ترک دین وغیرہ سے۔ قتادہ رح نے کہا یعنی لات و عزیٰ وغیرہ کو
چھوڑیں اور لا الٰہ الا اللہ و محمد الرسول اللہ کی شہادت دیں وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور ٹھیک طور پر نماز قائم کریں جو فرض و واجب ہیں وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
اور زکوۃ اموال ادا کریں جن پر واجب آئے چنانچہ اُن کے توانگروں سے لیکر انھیں کے فقیروں پر تقسیم کر دیجائیگی اور آنحضرت صلعم اور آپکے اہل قرابت
بنی ہاشم پر مال زکوۃ حرام تھا۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے صلوۃ و زکوۃ کو جو اشرف ہے ذکر فرمایا اور مراد یہ کہ تمام شرائع اسلام کا التزام کریں جنمیں سے اشرف
صلوۃ و زکوۃ ہے اور ایک بدون دوسرے کے مقبول نہیں جیسا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مصرح گذرا اور اسی واسطے حضرت خیر الامۃ صدیق رضی اللہ عنہ
نے مانعین زکوۃ کے اوپر جہاد کرنے میں صحابہ رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ واللہ میں ان دو چیزوں کو جدا نہ ہونے دونگا جن کو اللہ تعالیٰ نے یکجا جمع فرمایا ہے
بالجملہ اللہ تعالیٰ نے جملہ اقسام مشرکین کے حق میں حکم دیا کہ اگر توبہ کرلیں اور نماز قائم و زکوۃ ادا کریں۔ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ - تو دین میں
تمھارے بھائی ہیں یعنی اسلام میں جو تمھارے واسطے ہے وہی اُن کے واسطے اور جو تمھارے اوپر ہے وہ ان پر بھی ہوگا۔ اور رہا ایمان تو اسکا علم
اللہ تعالیٰ کو ہے اگرچہ جن لوگوں کے ایمان کامل ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کیلیئے آئینہ ہیں اور اُن کے مراتب اتحاد کے بہت بڑھے ہوئے
ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت نے نمازیوں سے قتال حرام کیا یعنی جو لوگ فرائض و ارکان اسلام کے پابند ہیں ان سے قتال حرام ہے
وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ - اور مفصل بیان فرماتے ہیں ہم آیات کو ایسی قوم کیلیئے جو جانتے ہیں یعنی علم و فہم رکھتے ہیں
اور آیات سے مراد اوپر کی آیات متعلقہ باحوال مشرکین ہیں کہ ہر ایک میں قلبی بیماری بعد شرک کے وجوہ مختلفہ سے مختلف اقسام کی ہوگئی ہے
اور چونکہ ان بیماریوں کو اہل علم الٰہی جانتے ہیں جو منور بنور ایمان ہیں لہذا انھیں کو خاص کیا اور یہ جملہ معترضہ ہے۔ حاصل یہ کہ مشرکین کے حالات
بیان فرمانے کے بعد حکم میں تفصیل فرمائی کہ فَاِنْ تَابُوا الخ - یعنی اگر توبہ کریں اور اصل مرض شرک و کفر سے توبہ کریں تو اُن کا یہ حکم ہے کہ دین میں
تمھارے بھائی ہوگئے بس جو تمھارا برتاؤ ہے وہی اُنکا ہوگا اور اگر توبہ نہ کریں تو فرمایا۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ

اور اگر توڑیں اپنی قسمیں عہد کئے پیچھے اور عیب دلویں تمھارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے

اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝

اُن کی قسمیں کچھ نہیں شاید وہ باز آویں

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ - ایمان بفتح اول جمع یمین بمعنی قسم و سوگند۔ نکث در اصل ڈورے کے بٹن کھول دینا پھر اُدھیڑنے
میں استعمال ہوا اور عہد توڑنے میں مستعار بولا گیا اور مراد ایمان سے یہ نہیں کہ فقط قسم ہو تاکہ ہر قسم توڑنیوالے سے قتال لازم آوے بلکہ
عہود و مواثیق مراد ہیں یعنی اگر اُنھوں نے شرک سے توبہ نہ کی بلکہ تم سے قسم کے ساتھ عہد و پیمان کیا تھا تو جب تک وفا کرتے ہیں تم بھی قائم رہو جیسا
اوپر گذرا اور اگر ان عہود کو توڑیں۔ مِنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ بعد ازانکہ تم سے اُنھوں نے عہد باندھا اور قسم سے مؤکد کیا ہے وَطَعَنُوْا
فِيْ دِيْنِكُمْ - اور تمھارے دین میں طعن کریں یعنی صریح اس کو جھٹلادیں اور لوگوں سے جھوٹا ہونا کھلم کھلا بیان کریں اور اس دین
کے احکام کو جو عین عدل و انصاف و صریح اخلاق جمیلہ و پسندیدہ ہیں عداوت کی آنکھ سے دیکھکر قبیح کہیں۔ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ

تو قتال کرو ائمۃ کفر سے۔ اسے فقاتلوہم پس ان لوگون سے قتال کرو۔ واضح ہو کہ نکث عہد بھی ان سے قتال کرنے کیلئے کافی ہو مگر قولہ وطعنوا۔ کو جو اسپر عطف کر کے قتال کا حکم دیا تو مومنون کو آمادگی دلادی کہ عہد توڑنا ایسے ہی فسادی آدمیون کا کام ہو جو اچھے اخلاق کے پابند نہین ہوتے کیونکہ اپنے پروردگار سے ڈرتے نہین اور آخرت سے بیخوف ہین جو اُن کا جی چاہتا ہو وہ کرتے ہین تو ایسے لوگون سے دنیا مین مخلوق کو ہمیشہ خوف و ایذا پہونچنے کی کوئی کام اور کوئی قاعدہ ٹھیک نہ ہوگا لہذا ان کو درمیان سے دور کر کے اَمن و عدل قائم کرو۔ پھر بجائے قاتلوہم ضمیر کے قاتلوا ائمۃ الکفر۔ سے اُن کا حال قبیح ظاہر کردیا کہ ایسے لوگ کفر ہی پر نہین بلکہ کفر کے سرغنہ ہین اور وہ اس فعل سے کفر مین سردار بنے اور قتل کئے جانے کے مستحق ہوئے کیونکہ باقی رہین تو انہین کی دیکھا دیکھی اور لوگ اُن کے تابع ہونگے۔ بعض نے کہا کہ ائمۃ الکفر سے مشرکون کے بڈھے اور سردار مراد ہین پس اُن کی تخصیص اسواسطے ہو کہ بڈھے ہونے کی وجہ سے اُن کے قتل مین زیادہ اہتمام کر دیا اس لئے کہ اسلام کے اخلاق مین سے یہ بات ہو کہ جب کسی قوم کا سردار آوے تو اُس کو اُسکی لیاقت کے موافق ملحوظ رکھین اور حکم ہے کہ لوگون کو اپنے اپنے درجہ پر رکھین لیکن یہان منع کر دیا کہ ایسے سردار شرک کے بڑے مفسد ہین اُن کی کچھ رعایت مت کرو۔ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ ایمان بفتح اول اکثر کی قرأت ہو اور ابن عامرؒ نے ایمان بکسر اول پڑھا۔ قال الزمخشریؒ جملہ تعلیل ماقبل ہو یعنی قتال اسواسطے کرو کہ یہ لوگ ایسے ہین کہ ان کے واسطے عہد کا وجود نہین یعنی خواہش نفسانی کے پابند ہین پس قسم وغیرہ کسی چیز سے اُن کا نفس مقید نہین تو اُن کے پاس عہد کہان سے آیا۔ اور قسم کہان سے ہوگی علمائے حنفیہ رح نے اسی سے استشہاد کیا کہ کافر کی قسم کچھ قسم نہین ہو۔ وقال البیضاویؒ یہ ضعیف ہو کیونکہ معنی یہ ہین لا ایمان لہم علی الحقیقۃ اُنکے واسطے درحقیقت قسم نہین ہو اور مراد اس سے یہ کہ اسپر وثوق نہین ہو اور یہ معنی نہین کہ قسم بھی نہین ہو کیونکہ قولہ تعالیٰ وان نکثوا ایمانہم۔ دلیل ہے کہ قسم کا انعقاد تھا اُس کو توڑ دیا۔ مترجم کہتا ہو کہ کافر کی قسم مشروع ہونے مین یہ خلاف ہو اور قولہ نکثوا ایمانہم سے استدلال ضعیف ہے اسلئے کہ مراد عہد ہو ورنہ قسم کے ساتھ نکث مستعمل نہین بلکہ حنث وغیرہ ہے اور قسم شرعی نہونا کافر کی قسم کا ظاہر ہو حالانکہ حقیقتاً قسم نہونے پر اتفاق ہو علاوہ برین عدم وثوق سے قسم بیفائدہ ہو پس مشروع ہونا بیکار ہو لہذا فرمایا کہ انہم لا ایمان لہم۔ اُن کی طرف سے ایمان کا وجود ہی نہین پس ان سے قتال کرو۔ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ تاکہ وے باز رہین اس حال سے جس پر ثابت ہین یعنی قتال سے تمہاری غرض یہ ہو کہ ان اخلاق ذمیمہ سے اُن کو پھیر دو کہ جن سے وہ خود خراب اور دوسرون کو خراب کرتے و فساد پھیلاتے ہین اور یہ مقصود اصلی نہو کہ ان کو موذیون کے طور پر اپنی خوشی کے لئے ایذا پہونچادین۔ بعض نے ان دونون آیتون کے معنی یون بیان کئے کہ قولہ تعالیٰ فان تابوا واقاموا الخ یعنی اگر مشرک لوگ شرک سے توبہ کرین اور نماز قائم کرین زکوٰۃ دین تو تمہارے بھائی ہین اُن کے ساتھ برتاؤ ایسا ہوگا جیسے بھائیون سے ہوتا ہے اور اگر انھون نے عہد توڑا یعنی اسلام کا عہد توڑا اور مرتد ہوگئے اور دین اسلام مین طعن کئے تو وہ کفر کے سردار ہین اُن کو قتل کرو کیونکہ شرک و کفر کے بدافعال انہین ایسے رچے ہوئے ہین کہ عمدہ اخلاق مین داخل ہو کر اُن سے واقف ہو کر پھر گئے بلکہ اُسکے لئے انہین عیب لگایا۔ انہم لا ایمان لہم۔ ان کے لئے اسلام و ایمان کا ثبوت نہین قال البیضاوی رحمہ اللہ اس سے بعض نے حجت پکڑی کہ مرتد کی توبہ قبول نہین بلکہ قتل کیا جاوے اور یہ حجت ضعیف ہو اسواسطے کہ شاید یہ ایسی قوم کا حال ہو کہ علم الٰہی مین ان کیلئے ایمان نہین یعنی کسی قوم خاص کی خبر ہو کہ وے ایمان نہ لاوینگے واقول یہ جواب کچھ نہین اسلئے کہ عموم مشرکین کے حق مین کلام ہو ہان دوسرا جواب جو دیا وہ البتہ قوی ہو کہ قولہ انہم لا ایمان لہم کے یہ معنی کہ اُن کے پاس ایمان نہین جس کی وجہ سے انکی رعایت کر کے قتال نہ کیا جاوے فعلی ہذا اگر توبہ کر کے ایمان کا اعادہ کرین تو مقتول نہ ہونگے اور یہ ظاہر ہو۔ واضح ہو کہ اکثر مفسرین نے آیت کو مشرکین کے عہد توڑنے کے بیان مین لیا ہو مرتدون کے ارتداد کے معنی نہین لئے۔ اور اسی سے استدلال کیا کہ جو مشرک دارالاسلام مین عہد

پیمان کرکے مطیع ہوکر رہے جس کو ذمی کہتے ہین اگر وہ دین اسلام مین طعن کرے تو اُس نے عہد توڑا۔ **قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ**۔ یہان سے استنباط کیا گیا کہ جو شخص کہ آنحضرت صلعم کی شان مین بدگوئی کرے کوئی طعن یا عیب لگاوے وہ قتل کیا جاوے جیسے دین اسلام مین ایسا کرنے سے قتل کیا جاوے۔ مترجم کہتا ہو کہ حضرت سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین کی شان مین طعن سے قتل کیا جانا میرے نزدیک بھی مختار ہو اگرچہ فقہائے حنفیہ نے اُس کے خلاف اختیار کیا ہو۔ پھر جاننا چاہیئے کہ قولہ ائمۃ الکفر۔ کی تفسیر مین اختلاف ہو۔ قتادہ رح وغیرہ نے فرمایا کہ جیسے ابو جہل و عتبہ و شیبہ و امیہ بن خلف وغیرہ چند مشرکین کے نام بیان کئے جو مشرکون کے سردار تھے۔ ولیکن مترجم کہتا ہو کہ قتادہ رح کی یہ مراد نہین کہ جن ائمۃ الکفر سے قتال کا حکم ہو وہ یہ لوگ مراد ہین اسلئے کہ یہ لوگ تو بدر و احد ہی مین فی النار ہو چکے تھے۔ اور آیت کریمہ ظاہر انوین سال ہجرت مین بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی اور اگر اس سے پہلے بھی نازل ہوئی ہو جیسا کہ بعض آیات مین تامل سے ظاہر ہوتا ہے تو بھی بعینہ یہ لوگ مقصود نہین بلکہ مثال دی کہ ائمۃ الکفر ایسے لوگ ہین۔ اور سعد بن ابی وقاص رض ایک خارجی کی طرف گذرے اُس نے طعن سے کہا کہ یہ شخص بھی ائمۃ الکفر مین سے ہے تو سعد رض نے فرمایا کہ بدبخت جھوٹے مین ایسا نہین ہون بلکہ مین نے ائمۃ الکفر سے قتال کیا ہو۔ رواہ ابن مردویہ۔ حذیفہ رض سے مروی ہو کہ جو لوگ اس آیت مین مراد ہین ابھی تک اُن سے قتال نہین کیا گیا اور علی بن ابی طالب رض سے بھی اسی کے مثل مروی ہو۔ **قال المترجم** یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل نے مومنون کو آگاہ فرما دیا تھا کہ ایسے ایسے لوگ ہون گے پس جب ایسا کرین تو تم ان سے قتال کرنا ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ سبب نزول ان آیات کا مشرکین قریش ہین اور صحیح یہ ہو کہ آیت کریمہ عام ہو اور مشرکین قریش و دوسرون کو جو ان کے مانند ہون سب کو شامل ہو اور اسی پر دلالت کرتا ہو جو عبد الرحمٰن بن جبیر بن نفیر سے مروی ہو کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جب لشکر مومنین کو شام کی طرف متوجہ کیا تو اُن کو فرمایا کہ عنقریب تم ایسی کافر قوم پاؤ گے جن کے سرون پر چندیا مونڈی ہوئی اور آس پاس بال ہون گے یعنی بیچ مین شیطان کی کھڈی رکھائے ہونگے پس شیطان کی کھڈی پر تلوارین مارو قسم ہو اللہ تعالیٰ عز و جل کی کہ اگر مین اُن مین سے ایک کو قتل کر ڈالون تو دوسرے کافرون مین سے ستر کو قتل کرنے سے مجھے زیادہ پسند ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ فقاتلوا ائمۃ الکفر الآیۃ۔ اسکو ابن ابی حاتم نے روایت کیا یعنی یہ لوگ کفار جن کی یہ پہچان بتلائی کہ سرون کے بال بیچ مین سے منڈائے ہوئے شیطان کی کھڈی بنائے ہون گے یہ لوگ دنیا مین بڑے مفسد ہین کہ اللہ تعالیٰ کی جناب مین بڑی گستاخ باتین کہتے اور رسولون پر بہتان باندھتے ہین اور باوجود اس کے مالدار ملک و دولت والے ہین پس کفر کی اُن سے بہت ترقی اور بڑا فساد پھیلتا ہے پس اُن کو دفع کرنا بہت بہتر ہے۔ مجاہد رح سے روایت ہو کہ ائمۃ الکفر اہل فارس و روم تھے یعنی اُس زمانہ مین یہ لوگ مجوسی و نصرانی تھے اور حسن رح سے روایت ہو کہ یہ لوگ اہل دیلم ہین۔ صحیح وہی ہے کہ آیت عام ہو کسی زمانہ و کسی قوم کے ساتھ خاص نہین ہو چنانچہ اس زمانے مین بھی جو قومین کفر و شرک پر ایسی صفت سے موجود ہین سب ائمۃ الکفر ہین اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اہل حق کو ہدایت فرما کر قوت دے کہ خود ایمان کامل پر ہو کر زمانہ مین دین حق و عدل پھیلا دین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو فساد شرک و کفر مٹانے پر آمادہ کیا۔ بقولہ تعالیٰ۔

أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَّكَثُوٓا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُم بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ
کیون نہ لڑو ایسے لوگون سے کہ توڑین اپنی قسمین اور فکر مین رہین کہ رسول کو نکال دین اور اُنھون نے پہلے چھیڑ کی تم سے

أَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَن تَخْشَوْهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ
کیا اون سے ڈرتے ہو سو اللہ کا ڈر چاہیئے تم کو زیادہ اگر ایمان رکھتے ہو لڑو اُن سے تا عذاب کرے اللہ اُن کو

بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَۙ وَيُذْهِبْ
تمھارے ہاتھون اور رسوا کرے اور تم کو اُن پر غالب کرے اور ٹھنڈے کرے دل کتنے مسلمان لوگون کے اور نکالے
غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝
اون کے دل کی جلن اور اللہ توبہ دیگا جس کو چاہے گا اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ۔ ہمزہ انکاری داخل ہوا نفی فعل پر پس نفی کی نفی سے اثبات ہوا اور فائدہ اُسکا مبالغہ وجود فعل مین ہو کیونکہ کسی فعل کے
کرنے کا حکم دینا اس فعل کے وجود کو مقتضی ہو اور اس طرح حکم دینا کہ اس فعل کا عدم نہ ہو سے زیادہ مبالغہ ہو لہذا مفسرین نے کہا کہ یہین
تحضیض ہو یعنی خوب برانگیختہ و آمادہ کیا یعنی کیون نہین مقاتلہ کرتے ہو اے مومنو۔ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ ایسی قوم سے جسکا
حال یہ ہو کہ اُنھون نے اپنی قسمون کو یعنی معاہدے کو توڑ دیا جو قسم کے ساتھ تھا اور اسمین یہ بھی تھا کہ تم پر ہم کبھی معاونت بھی نہ کرینگے پس
جنھون نے اپنی قسمین توڑ دین اس طرح کہ خزاعہ جو آنحضرت صلعم کے حلیف تھے ان پر جو بنو بکر نے شبخون کے ساتھ چھاپا مارا تو قریش نے
اپنے حلیفون بنی بکر کی معاونت کی اور حرم تک ان بیچارون کو فریب سے مارا اور یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہونچی اور خزاعہ نے نظم عرضیہ بھیجکر
آنحضرت صلعم کو اپنی مصیبت سے آگاہ کیا اور عبدالمطلب حضرت صلعم کے دادا کے ساتھ حلف قرار پایا یاد دلایا پس آیت کریمہ مین
قوم سے یہی قریش مراد ہین جنھون نے باوجود قسم و عہد و پیمان کے اسطرح عہد توڑا اور انھین سے قتال کرنے پر بمبالغہ مومنون کو آمادہ کیا اور
کتب سیر مین یہ قصہ مفصل مذکور ہو اور قریش کا عہد جب اُن کی بدعہدی سے ٹوٹا تو حضرت صلعم نے اپنے خلفاء خزاعہ کے ظلم کا بدلہ لینے کو
مکہ پر چڑھائی کی اور یہ آٹھوان سال ہجرت تھا اور آخر مکہ فتح ہو گیا اور بہت سے قریش مسلمان ہو گئے اور بہت سے بھاگ گئے آخر وہ بھی آکر
مسلمان ہو گئے اور تھوڑے سے لوگ لڑائی مین مارے گئے۔ الحاصل مومنون کو حکم دیا کہ ضرور تم ایسی قوم سے لڑو جن کا یہ حال ہو کہ اُنھون نے
عہد توڑ دیا اور اپنی قسمون کا کچھ لحاظ نہ کیا۔ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو نکال دینے کا قصد کیا یعنی
جبکہ دارالندوہ مین شیخ نجدی شیطان کیساتھ بیٹھکر آنحضرت صلعم کے بارے مین مشورہ کیا تھا جیسا کہ قولہ واذ یمکر بک الذین کفروا الآیۃ کی تفسیر مین
مذکور ہوا اور ان لوگون نے نکال دینے و قید کرنے و مار ڈالنے ہر ایک کا مشورہ کیا تھا لیکن یہان اخراج ہی پر اقتصار کیا اسوجہ سے کہ ظاہر مین
یہی واقع ہوا اگرچہ آنحضرت صلعم اپنے اختیار سے بحکم الٰہی وہان سے نکل کر ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ یہود کے حق
مین ہو کہ اُنھون نے رسول اللہ صلعم کے عہد کو توڑا اور یہ قصد کیا تھا کہ سب مل کر آپ کو مدینہ سے نکال دین بلکہ فریب سے مار ڈالنے کا
بھی قصد کیا تھا و اقول فعلی ہذا آیت کریمہ کے بعد فتح مکہ نازل ہونے مین چندان اشکال نہین اور بنا بر قول اول کے کہنا چاہیے کہ قولہ براءۃ
من اللہ و رسولہ الآیات جو بعد فتح مکہ نازل ہوئی ہین اُن سے یہ آیت پہلے بلکہ فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی ہو کیونکہ اسمین ایسی قوم سے قتال کا حکم
ہے جنھون نے عہد توڑا اور اخراج الرسول کا قصد کیا تھا۔ دارالندوہ ایک مکان تھا جسکو قریش کے جد اعلیٰ قصی نے مشورت کیواسطے بنایا تھا
اور جب اللہ تعالیٰ عزوجل نے کفر توڑا اور وہ مقام داخل مسجد ہوا تو اب مصلائے حنفی ہو پس معبد دین شرک باطل ہو کر معبد دین حنیف ہو گیا
والحمد للہ علیٰ ذلک پھر اس قوم کا حال فرمایا۔ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اور حال یہ کہ اُنھین نے ابتدا کی تمھارے ساتھ اول
بار اسطرح کہ تمھارے ساتھ دشمنی و مقاتلہ کیا کیونکہ آنحضرت صلعم نے اُن کو دین حق و اخلاق جمیلہ و عادات کی دعوت کی اور قرآن مجید سے اُنکی
ہدایت کیواسطے آیات دین اور اُن کا خیال باطل توڑنے کو قرآن کے مانند لانے کی تحدی کی مگر جب اُن سے یہ نہو سکا تو دشمنی کرنے و ایذا دینے

مار پیٹ وفساد وظلم پھیلانے کی طرف لوٹ پڑے پس مومنون کو آمادہ کیا کہ تم کو اُن کے فساد دور کرنے و دنیا مین عدل قائم کرنے کے لیے اُن سے لڑکر
اُن کو زیر کرنے سے کون بات روکتی ہے۔ اَتَخۡشَوۡنَهُمۡ ارے کیا تم یہ ڈرتے ہو کہ اگر اُن سے لڑوگے تو تم کو اُن کی طرف سے بُرائی پہونچیگی
پس اُن سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے قبضۂ قدرت مین تمام مخلوقات ہے بدون اُس کی تاثیر کے ایک ذرہ نہین جنبش کرتا۔ فَاللّٰهُ
اَحَقُّ اَنۡ تَخۡشَوۡهُ پس اللہ تعالیٰ ہی سزاوار ہے کہ اُس سے ڈرو پس جب اُس نے حکم دیا تو بے کھٹکے اُنکا شر وفساد وظلم وعناد مٹانے کیلیے اُن پر
جہاد کرو۔ اور حکم بجالانے مین ذرا درنگ نہ کرو۔ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ اگر تم مومن ہو کیونکہ ایمان تو یہی اثر دیتا ہے کہ سوائے حق عزوجل کے
کسی سے نہ ڈرے۔ جملہ شرطیہ سے شک مقصود نہین بلکہ آمادگی دلائی کہ تم تو مومن ہو اور ایمان یہی چاہتا ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے
پس فوراً حکم کی تعمیل کرو اور کافرون سے مت ڈرو۔ اس کلام پاک سے جب اُن کے دلون مین اطمینان پیدا ہوا کہ موجب جہاد موجود ہے تو پھر
حکم دیا کہ قَاتِلُوۡهُمۡ ایسی شریر قوم کافر سے قتال کرو اُس کا نتیجہ فرمایا کہ يُعَذِّبۡهُمُ اللّٰهُ بِاَيۡدِيۡكُمۡ اللہ تعالیٰ اُن کو تمھارے
ہاتھون عذاب دے اگرچہ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے اُن کو عذاب دیوے اور ایکدم مین نیست کر دے لیکن تمھاری بہتری کے لیے یہی چاہا کہ تمھارے
ہاتھون اُن کو عذاب دے۔ وَيُخۡزِهِمۡ اور اُن کو خوار کرے جیسے وہ تکبر وغرور کرتے و نیک چال چلنے والون کو ستاتے و اپنے نفس کی خواہش
پر چلنا چاہتے اور راہ راست مین عیب لگاتے ہین۔ وَيَنۡصُرۡكُمۡ عَلَيۡهِمۡ اور تم کو ان پر غلبہ و فتح دے۔ یہ مومنون کو وعدہ ہے کہ لڑینگے
تو اُن پر فتح پاوینگے اور اُنکو قتل و خوار کرنے پر قادر ہونگے۔ وَيَشۡفِ صُدُوۡرَ قَوۡمٍ مُّؤۡمِنِيۡنَ۔ اور قوم مومنین کے سینونکو
شفا دے یعنی بنوخزاعہ جن کو بنوبکر کے ساتھ مدد کر کے قریش نے مارا تھا اُن کے سینہ جو غم سے پچ رہے ہین دشمنون بدعہدون کو مار کر
خوار و ذلیل دیکھکر راحت پاوین۔ بعض نے کہا کہ یمن و سبا کے بعض خاندان والے کہ مین آکر مسلمان ہو گئے تھے اُن کو قریش نے سخت اذیت و
تکلیف دی تھی اُنھون نے رسول اللہ صلعم سے شکایت کی تو کہا گیا کہ خوشخبری سنو کہ عنقریب فرحت و راحت آیا چاہتی ہے۔ وَيُذۡهِبۡ
غَيۡظَ قُلُوۡبِهِمۡ اور مومنین کے دل کا غیظ دور کرے یعنی اُن کی طرف سے دُکھ و درد اُٹھانے سے جو اُن کے دلون مین جوش غم سے غیظ
بھرا ہے اُس کو اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھون اُن کے دشمنون کو خوار کر کے دور کر دے پوچھا گیا کہ شفاء الصدور عطا کرنا اور غیظ قلوب دور کرنا تو ایک ہی ہے
جواب دیا گیا کہ نہین بلکہ سینہ کے بہ نسبت دل محل خاص ہے اور بعض نے یون جواب دیا کہ شفاء الصدور وعدۂ فتح ہے جس سے سینے خوشی مین
پھولے جاتے ہین اور غیظ قلوب دور کرنا وقوع فتح سے ہے اور مترجم کہتا ہے کہ صدور مین مرض غم تھا اور قلب اُن کے بسبب ایمان کے بالکل
تندرست تھے لیکن ایمان کی ضد جو کفر و شرک ہے اُسکا غلبہ دیکھکر اُن کے قلوب مین غیظ تھا وہ دور کر دینے کا وعدہ دیا۔ قال البیضاوی رح
یہ آیت کریمہ منجملہ معجزات کے ہے کہ وقوع سے پہلے خبر فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے ان سب باتون کو پورا کر دیا۔ فالحمد للّٰہ العلی العظیم آمین بعض اُمور
محسوسات سے ہین وہ بھی پورے ہوئے اور بعض اُمور مخفی دلون کے اندر تھے وہ بھی پورے کئے اور مفصل قصہ سے ثابت ہے کہ ابوسفیان نے اہل مکہ
کی طرف سے پھر جدید عہدنامہ کرنا چاہا وہ منظور نہین کیا گیا پھر مکہ پہونچکر بسبب امان چاہنے سرداران مشرکین کے امان دی ولیکن ایک گروہ مشرکون
کا لڑائی پر اڑ گیا اور مارا گیا پھر آنحضرت صلعم نے خالد بن الولید سردار بعض لشکر کو قتل سے منع کر بھیجا لیکن ایلچی کے سننے مین فرق ہوا اُسنے الیسا لفظ
کہا کہ جس سے قتل سے ہاتھ نہ اُٹھانا نکلتا تھا پس بنوخزاعہ وغیرہ کے دل خوب ٹھنڈے ہو گئے اور یہ تقدیر الٰہی عزوجل تھی کہ جو موافق ارشاد
آیہ کریمہ کے پوری ہوئی پھر فرمایا۔ وَيَتُوۡبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ۔ یہان سے پھر اخبار شروع ہے کہ کافرون مین سے بعضے کفر سے توبہ
کرینگے یعنی وہی جن کے حق مین مشیت الٰہی علم قدیم مین جاری ہو چکی ہے۔ المعنی اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماویگا جس کے حق مین چاہے یعنی

ازلی مشیت سے جس کو چاہا اسکو توبہ کی ہدایت فرماویگا پس اُسکی توبہ قبول کریگا۔ قال البیضاوی رح اور یہ خبر غیب بھی واقع ہوئی یعنی اُن میں سے مثل ابوسفیان و عکرمہ بن ابی جہل وغیرہ کے مسلمان ہوئے اور اچھے مسلمان ہوئے۔ ایک قرأۃ میں یتوب بنصب ہو پس اَن مقدر ہو اور یہ بھی جواب امر یعنی قاتلوا ہم کے جوابات میں داخل ہو کیونکہ جہاد جیسے ایک قوم کے حق میں تعذیب ہو کہ اس سے وہ قوم اپنی بدکرداری کی سزا پاتی ہو ویسے ہی دوسری قوم کے لئے وسیلہ توبہ ہو۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہو ہر چیز کو جو ہو چکی اور جو ہونیوالی ہو حَكِيْمٌ وہ بڑا حکمت والا ہے کوئی فعل اسکا حکمت سے خالی نہیں اور کوئی بندہ اس کی حکمت کو نہیں گھیر سکتا ہو بیچاری مخلوق کی کیا طاقت ہو کہ حضرت خالق عزوجل کی حکمت پر حاوی ہو سکے۔ اُس کی حکمت بے انتہا ہے پس جو اُسنے فرمایا وہ سب برحق ہی اور جو حکم دیا وہ عین صواب اور جس سے منع کیا وہ عین حکمت ہو۔ وہی علیم و حکیم ہو اللھم اہدنی و توفنی مومنا مسلما و انت ارحم الراحمین ف۔ فی العرائس۔ قولہ تعالیٰ اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوہ الآیۃ۔ اسمین حق تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے سوائے کسی اور چیز سے ڈرے کہ اس سے مجھے ضرر پہونچے گا یعنی اُس کو خود کچھ قدرت مجھے ضرر پہونچانے کی ہو تو اُس کو معرفت میں کچھ نصیب نہیں۔ دشمنوں کو اپنے مطیع بندوں کی آنکھوں میں حقیر کر دیا کہ بھلی باتیں سمجھاتے و کہتے ہیں اور بڑی باتوں سے ممانعت و روکنے میں کچھ گھبراہٹ نہ کریں۔ اور اپنی ہیبت و جلال کے نور سے اُن کے دل بھر دیئے اور دین میں مداہنت و نرمی و دبی زبان باتیں کرنے سے اُن کو پرہیز کرنے کا حکم دیدیا اور اپنا جلال و کمال پہنچوا کر ان پر ظاہر کر دیا کہ تمام مخلوق اُسکے قبضۂ قدرت میں مسخر ہے کسی کو کچھ طاقت نہیں کہ سر ہلاوے اور کسی میں قوت نہیں کہ بے قدرت حق جنبش کرے سب کے سب عاجز مخلوق ہیں معنی یہ کہ کیا تم ان مخلوق سے ڈرتے ہو حالانکہ وے قہر ربوبیت کے تحت میں مقہور و مسخر بندے ہیں۔ ہاں مجھ سے ڈرو کہ میں پروردگار قاہر جبار ہوں جو میرے اولیا سے لڑا وہ میرے قہر و عذاب میں تباہ و مقہور ہوا۔ اور اُن کو اپنے سے خوف کرنے کا حکم دیا تو نام پاک جامع یعنی اللّٰہ۔ ذکر فرمایا اور یہ نام پاک عین الجمع میں عین ذات و صفات ہی بعض نے کہا کہ خشیہ تو ذات کے واسطے ہو اور خوف صفات کیلئے ہی۔ کما قال تعالیٰ یخشون ربہم و یخافون سوء الحساب پھر مومنین کا امتحان فرمایا بقولہ تعالیٰ

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کیا جانتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور ابھی معلوم نہیں کئے اللہ نے تم میں سے جو لوگ لڑے ہیں اور نہیں پکڑا انھوں نے سوائے اللہ کے

ع ۱۰ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

اور اُس کے رسول کے اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمھارے کام کی

اَمْ حَسِبْتُمْ خطاب مومنوں کو ہو کہ بعض نے بمقتضائے طبیعت قتال سے کراہت کی اور بعضے مفسرین نے کہا کہ خطاب منافقوں کو ہو اور حق یہ ہو کہ خطاب اہل ایمان کو ہو لیکن منافقین چونکہ ظاہر میں اسلامی احکام میں شریک تھے لہذا امتحان میں ان کا اخراج مقصود ہو۔ اَم منقطعہ بمعنی بل ہو اور یہ اضراب ہو ایک کلام سے دوسرے کلام کی طرف پس اب بیان ہو کہ جہاد جیسے دنیا میں باعث عزت و حرمت و امن و عدل ہو ویسے ہی دین میں علامت ایمان و کمال رغبت آخرت و مورث ثواب جزیل ہو۔ اور استفہام اسمیں توبیخ کے لئے ہو اور توبیخ اس حسبان[ملامت کرنا ۱۲] و خیال کرنے پر ہو اور معنی یہ کہ کیونکر تم نے یہ خیال باندھ لیا کہ۔ اَنْ تُتْرَكُوْا تم چھوڑ دیئے جاؤ یعنی جس حال پر ہو اسی پر چھوڑ دیئے جاؤ۔ سیبویہ رح کے قول پر ان تترکوا حسبان کے دونوں مفعول کے قائم مقام ہو اور مبرد رح کے نزدیک مفعول دوم محذوف ہو یعنی ام حسبتم ان تترکوا کذلک من غیر ان تبتلوا بما یظہر بہ المومن والمنافق یعنی کیونکر تم نے خیال کر لیا کہ تم لوگ ایسے ہی چھوڑ دیئے جاؤ بدون اسکے کہ امتحان کئے جاؤ ایسی بات سے جس سے مومن منافق کھل جاوے وہ جہاد ہو۔ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ اور حال یہ کہ ظاہر نہیں ہوئے تم میں خاص لوگ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں ان لوگوں سے جو خالص نہیں ہیں۔ واؤ حالیہ

له حسبان بالضم مصدر مانند غفران و کفران ۱۲

لما حرف نفی مع معنی توقع یعنی اب تک نہیں کھلے ولیکن آیندہ کھل سکتے ہیں بخلاف معنی لم کے اور یہی دونوں میں فرق ہے اسمین علم کی نفی فرمائی حالانکہ مراد اس سے ان لوگون کی نفی ہے جن سے ایسا علم متعلق ہو پس یہ بطریق مبالغہ ہے کیونکہ علم کی نفی گویا دلیل ہے معلوم کی نفی پر کیونکہ علم ہونا تو مستلزم ہے کہ معلوم کا وجود ہو پس جب علم نہیں تو معلوم بھی نہیں کیونکہ ہوتا تو اس کا بھی علم ہوتا ولیکن حرف لمّا میں جو معنی توقع ہیں اس سے تنبیہ کردی کہ عنقریب ایسا واقع ہوگا اور اس طرح تعبیر کرنے میں کہ علم الٰہی نہیں ہے یہ فائدہ ہے کہ ایسا ظہور مقصود ہے جو مدار ثواب وعقاب ہوتا ہے اور حاصل کلام یہ ہے کہ تم نے کیونکر خیال کرلیا کہ تم ایسے ہی خلط ملط چھوڑ دئیے جاؤ گے اور قتال وجہاد کے بجالانے پر مامور نہ ہوگے جس سے اخلاص والے اور نفاق والے ظاہر ہو کر ثواب وعقاب کے مستحق ہوں اور حال یہ ہے کہ ابھی تک مخلص ومنافق متمیز نہیں ہوئے اور علم الٰہی ان لوگون سے متعلق نہیں ہوا جو تم میں سے خالص مجاہد ہیں یعنی اخلاص والے متمیز نہیں ہوئے اگرچہ تم میں سے خلط ملط میں سے اللہ تعالیٰ کو مخلص ومنافق ہر ایک معلوم ہیں اور قولہ۔ وَلَمۡ يَتَّخِذُواْ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَا رَسُولِهِۦ وَلَا ٱلۡمُؤۡمِنِينَ وَلِيجَةٗ عطف ہے جاہدوا پر اور داخل صلہ ہے یعنی ظاہر نہیں ہوئے تم میں سے وہ لوگ جنھون نے جہاد کیا یعنی مخلص ہیں اور نہ وہ لوگ جنھون نے نہیں بنایا سوائے اللہ تعالیٰ واسکے رسول ومومنین کے اور کسی کو ولیجہ یعنی بطانہ اندرونی دوست جس سے موالات کریں اور اپنا بھید اس سے ظاہر کریں۔ الولوج بمعنی دخول از ولج یلج پس ولیجہ بمعنی دخیلہ۔ ابو عبید نے کہا کہ کسی چیز میں جو ایسی چیز داخل کی جائے کہ اسمین سے نہیں ہے وہ ولیجہ ودخیلہ ہے اور مفرد وتثنیہ وجمع سب کے واسطے یہی لفظ واحد کافی ہوتا ہے اور کبھی جمع اس کی ولائج وولج بمانند صحائف وصحف جمع صحیفہ کے لاتے ہیں اور منافقین چونکہ اہل شرک وکفر میں سے پوشیدہ دوست بناتے تھے بدین نظر قتادہ وضحاک نے خفیہ دوست کے ساتھ تفسیر فرمائی اور راغب نے مفردات میں کہا کہ ولیجہ از دخیلہ نہیں بلکہ جس کو آدمی اپنا معتمد علیہ بناوے وہ ولیجہ ہے وبنابرین حاصل یہ ہوگا کہ ایسے لوگ متمیز نہیں ہوئے جنھون نے سوائے اللہ تعالیٰ واس کے رسول ومومنین کے کسی کو اپنا معتمد علیہ نہیں بنایا اور مقصود یہ کہ تم لوگ ضرور جہاد سے مکلف کئے جاؤ گے تاکہ ظاہر ہو جاوین جہاد والے اور جنھون نے سوائے اللہ تعالیٰ ورسول ومومنین کے باطنی دوست نہیں بنایا یعنی مخلصین ومنافقین کھل جاوین۔ وَٱللَّهُ خَبِيرُۢ بِمَا تَعۡمَلُونَ اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہے یعنی تمھارے کامون سے جو تمھاری غرض ہے اور جو تمھاری نیت ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور یہ جو فرمایا کہ لما یعلم اللہ الذین الخ اس سے جاہل بیوقوف مشرک ومنافق یہ خیال نہ کریں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں بلکہ وہ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ ہے دلون کے بھید کو جانتا اور تمام مخلوق کی حقیقت وماہیت کو اور جو کچھ ہوا اور جو ہوگا سب کچھ اسکے حضور وعلم میں قطعاً ایسی طرح معلوم ہے کہ کسی کا علم ایسا ممکن نہیں ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شیٔ قدیر۔ **فی العرائس** قولہ تعالیٰ ام حسبتم ان تترکوا ولما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم اشارت ہے خطاب میں وہ مدعی بھی داخل ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ مرتبہ احسان یعنی حقیقت خالی دعوے سے حاصل ہو جاتا ہے بدون اسکے کہ معنوی تحقق ہو پس ان کو ایسے خیالات پر مغرور ہونے سے ملامت فرمائی گئی اور ارشاد ہوا کہ جو کوئی اپنی ہستی کو اپنے خالق پاک کے لئے قربان کرنے والا ہوا اور خلوص کے ساتھ بشریت کے خصائل ذمیمہ زائل کر کے معرفت حاصل کرنیوالا ہوا اور اولیاء الٰہی کی صحبت میں صدق ارادت سے کمال حاصل کرنیوالا ہو وہ اپنے اوہام میں غلط وخیالات میں خطا کار ہے کما اشیر الیہ بقولہ تعالیٰ ولم یتخذوا من دون اللہ ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ۔ پھر اپنے کلام پاک یعنی قولہ واللہ خبیر بما تعملون سے انکو محال دعوی وباطل خیال سے ڈرایا کہ وہ تعالیٰ سب خیالات دنیا وخطرات سے آگاہ ہے اسکو ہر دم اپنی نسبت حال کا عالم تصور کر کے شرم رکھو اور ہوشیار رہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اوہام کو بابت بعض اعمال کے جو پھیلے کامون کی صورت میں خصوص مشرکین مکہ کے اوہام کو تنبیہ کے ساتھ مٹایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ

مشرکون کا کام نہین کہ آباد کرین اللہ کی مسجدین اور مانتے جاوین اپنے اوپر کفر کو وہ لوگ خراب گئے

اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ○ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

اون کے کئے اور آگ مین رہین گے وہ ہمیشہ وہی آباد کرے مسجدین اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا

اور کھڑی کی نماز اور دی زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے سو امیدوار ہین وہ لوگ کہ ہوویں

مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ○ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

ہدایت والون مین کیا تم نے ٹھہرایا حاجیون کا پانی پلانا اور مسجد حرام کا بسانا برابر اسکے جو یقین لایا اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى

اور پچھلے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ مین نہین برابر اللہ کے پاس اور اللہ راہ نہین دیتا

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ

بے انصاف لوگون کو جو یقین لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ مین اپنے مال اور جان سے

اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ

اُن کو بڑا درجہ ہے اللہ کے پاس اور وہی پہونچے مراد کو خوشخبری دیتا ہے اُن کو پروردگار انکا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی

وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○

اور باغون کی جن مین اُن کو آرام ہے ہمیشہ کا رہا کرین اُنمین مدام اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

وقف لازم

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ۔ اے ما صح لهم یعنی مشرکین کے حق مین صحیح نہین ہے۔ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ۔ یہ فعل کہ اللہ تعالےٰ کی مسجدون کی عمارت کرین یعنی کسی مسجد کی عمارت اُن سے صحیح نہین تو بھلا مسجد الحرام جو سب سے افضل ہے اس کی عمارت کا دعوی مشرکون کی طرف سے محض وہم وغلط ہے اور یہ معنی بنظر آنکہ عموم مساجد سے نفی فرمائی ہے پس مسجد الحرام جو خاص ہے اُس سے بالضرور نفی بطریق بلیغ ہوگئی۔ اور بعض نے کہا کہ مساجد اللہ سے مسجد الحرام مراد ہے یعنی مسجد الحرام کی عمارت مشرکین سے صحیح نہین۔ اور بصیغۂ جمع اسوجہ سے کہ مسجد الحرام جملہ مساجد کیلئے قبلہ و امام ہے پس اسکی عمارت کرنے والا گویا تمام مساجد کا عامر ہے یا اسلئے کہ اسکا ہر بقعہ و ناحیہ ہر جہت سے قبلہ ہے پس وہ مساجد ہے اور قراءۃ ابن کثیر و ابوعمرو اور یعقوب رحمہم اللہ کی مسجد اللہ بصیغہ مفرد بھی اسی کی مؤید ہے جیسے قولہ و عمارۃ المسجد الحرام۔ بھی اسی تفسیر کا مؤید ہے۔ پھر عمارت سے یا معنی حقیقی مراد ہین یعنی مسجد کی عمارت بنانا مشرک سے صحیح نہین یا معنی مجازی مراد ہین یعنی مسجد مین حاضر رہنا و داخل ہونا و اسمین عبادت کرنا وغیرہ اور یہ بھی مشرک سے صحیح نہین کیونکہ کافرون کی عبادت کچھ نہین باوجودیکہ مسجد الحرام سے نزدیک ہونے سے اُن کو ممانعت ہے یہین سے کہا گیا کہ اگر دار الاسلام مین کسی ذمی کافر نے وصیت کی کہ میرے مال سے مسجد بنائی جاوے تو اسکی وصیت قبول نہ ہوگی۔ اگر کافر نے مسجد مین داخل ہونے کا قصد کیا تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک روا نہین ہے۔ اور بعض ائمہ نے کہا کہ مسلمان کی بلا اجازت نہین روا ہے حتی کہ اگر بلا اجازت جاوے تو سزا دیجاویگی اور اجازت لیکر بھی بدون حاجت کے روا نہین پس اگر حاجت ہو اور مسلمان سے اجازت لیوے تو داخل ہو سکتا ہے اور بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے مسجد مین جواز دخول کافر پر

اس حدیث سے استدلال کیا جسمین آنحضرت صلعم نے ثمامہ بن اثال کو ستون مسجد سے باندھا تھا حالانکہ وہ کافر تھا اور حق یہ ہو کہ اس فعل خاص سے
یہان استدلال نہین چاہیئے کیونکہ حکمت خاصہ کا احتمال ہو چنانچہ جب اسکو رہا کردیا تو خوشی و رغبت سے وہ جا کر نہا کر حاضر ہوا اور اسلام سے آیا پس
مختار قول جمہور ہو اور کفار کے لوث سے مسجد پاک رکھی جاوے۔ شَاهِدِينَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِم بِالْكُفْرِ۔ جملہ حال از ضمیر یعمروا۔ ہو اور یہ شہادت
یا تو ہا شرک و تکذیب الرسول صلعم ہو اور بعض نے کہا کہ درحالیکہ شاہد ہین وہ لوگ اپنے اوپر کفر کے ساتھ بحال و قال یعنی یہ کہ مشرکین سے یہ بات ٹھیک
نہین کہ دو امر متنافی جمع کرین ایک بیت اللہ تعالیٰ کی عمارت اور دوم اللہ تعالیٰ کے سوائے غیر کی عبادت۔ پس جب غیر کی عبادت سے
مشرک ہین تو اللہ تعالیٰ کی مسجد کی عمارت اُن سے صحیح نہین۔ روایت ہو کہ جب عباس بن عبدالمطلب جنگ بدر مین قید ہو کر آئے اور مسلمانون نے انکو
ملامت کی اور عار دلایا کہ تم لوگ شرک کرتے اور ناتا کاٹتے ہو اور سب سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اُن کو سخت سخت باتین اسی قسم
کی کہین تو عباس نے کہا کہ یہ تمہارا کیا انصاف ہو کہ تم ہماری برائیان تو بیان کرتے ہو اور جو ہماری بھلائیان ہین اُن کو نہین کہتے دیکھو کہ ہم
مسجد الحرام کی عمارت کرتے ہین اور خانۂ کعبہ کے حاجب ہین اور حاجیون کو پانی پلاتے ہین اور قیدی کو مال خرچ کر کے چھوڑاتے ہین تب
یہ آیت نازل ہوئی اور سمجھا یا گیا کہ مشرک ہو کر جو کام کرو وہ ہیچ ہو۔ أُولَٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ یعنی جو لوگ شرک و کفر مین گرفتار ہین
اُن کے اعمال جن پر فخر کرتے ہین بسبب شرک کے سب حبط ہین۔ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُونَ اور اس شرک کی وجہ سے وہ ہمیشہ دوزخ
ہی مین رہین گے۔ مشرک کو اپنے اعمال کا بدلا دنیا مین جو کچھ مل جاوے وہ تو ملا لیکن دنیا خود ہیچ ہے ملا تو کیا اور عاقبت مین اسکے لئے کچھ
نہین سوائے دوزخ کے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا کہ مشرک کبھی نہین بخشا جائیگا پھر اُن بندون کو بیان فرمایا جن سے عمارت مسجد درست ہو لقولہ
إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ یعنی مساجد کی عمارت
ایسی صفات کے لوگون سے درست ہو جن کے اعتقاد شرک سے پاک توحید کے ہین اور اُن کے اعمال موافق حکم الٰہی کے ہین۔ صلوٰۃ و زکوٰۃ کو جمع کیا
اور اعمال مفروضہ مین سے دو عمل اشرف ذکر کئے اور مراد جملہ ارکان اسلام ہین اور ایمان برسول اللہ صلعم اسلئے نہین مذکور ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین ہو سکتا جبتک کہ
رسول پر ایمان نہو اسلئے کہ رسول ہی سے معرفت حاصل کی اور صفات کے واسطہ سے پہچان کر اسی پر معبود ہونے کا اعتقاد کیا۔ اور یوم الآخر کے یہان ذکر مین
نکتہ ہو کہ عمارت مسجد کا فائدہ ثواب آخرت ہو جو روز جزا یعنی قیامت کو حاصل ہوگا اور مشرکین اسکے قائل نہ تھے پس عمارت مسجد انھین لوگون سے مستقیم ہو
جو روز جزا پر ایمان رکھتے ہین کہ یہان مسجد بنا دین اور وہان اچھا بدلا پاوین۔ انس رض سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ
کے واسطے کوئی مسجد بنائی خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اللہ تعالیٰ اُسکے واسطے جنت مین گھر دیتا ہو۔ رواہ الترمذی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی
اسی کے مانند مرفوع روایت ہو اور واضح ہو کہ ظاہر کلام اکثر مفسرین کا یہ ہو کہ عمارت یہان بطور عموم مجاز کے حقیقی عمارت بنانے اور مجازی عمارت کرنے
یعنی آباد کرنے دونون کو شامل ہو۔ وقال البیضاوی رح منجملہ مسجد کی عمارت کے یہ بھی ہو کہ اس کو فرش سے آراستہ کرے اور چراغ روشن کرے
اور ہمیشہ اسمین عبادت یا ذکر الٰہی و علم شریعت کا پڑھنا پڑھانا جاری رکھے اور جن باتون کیلئے مسجد نہین بنائی گئی ہو اُن سے محفوظ رکھے جیسے دُنیا
کی باتین کرنا۔ قلت و حنفیہ رح نے کہا کہ سونے کیلئے جس کا گھر ہو اسکو مسجد مین سونا مکروہ ہو اور ابن عمر رض وغیرہ سے جو مسجد مین سونا مروی ہو وہ بظاہر اس
غرض سے تھا کہ عبادت و تہجد ادا کرنے مین مقام پاک ملنے سے آسانی ہو واللہ اعلم۔ ابو سعید خدری رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اذا
رایتم الرجل الخ یعنی جب تم کسی آدمی کو دیکھو کہ معتاد طور پر مسجدون مین آمد و رفت رکھتا ہو تو شہادت دو کہ وہ مومن ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
انما یعمر مساجد اللہ من آمن باللہ الآیۃ۔ رواہ احمد والدارمی وابن ماجہ وابن المنذر وعبد بن حمید والبیہقی وحسنہ الترمذی۔ اس حدیث مین سے

فائدہ بھی یاد رکھو کہ اگر دیکھنے سے کوئی امر ثابت ہو تو گواہی ادا کرنا روا ہے۔ اگرچہ متعلق ہو والکلام فی الفقہ۔ بالجملہ مسجد سے دل لگائے رہنے
و اسکو آباد کرنے و اُس کی تعمیر و عبادت کیلئے وہان آمد و رفت کرنے وغیرہ مین بہت سی احادیث وارد ہوئی ہین۔ انس بن مالکؓ سے روایت
ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مسجدون کے آباد کرنیوالے وہی اہل اللہ تعالیٰ ہین یعنی اولیاء اللہ وہی ہین و اہل حق ہین رواہ عبد بن حمید
والبزار اور عبدالرزاق نے عمرو بن میمون الاودی سے روایت کی کہ مین نے اصحاب رسول اللہ صلعم کو پایا وے لوگ فرماتے تھے کہ زمین مین مسجدین
خانہ خدا ہین اور جو اُن مین زیارت آلہی کو حاضر ہوا اللہ تعالیٰ اپنے دیدار کے طالب کو کرامت عطا فرماویگا۔ و فی تفسیر الحافظ رح۔ ابن عباس
رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے اذان کی آواز سنی پھر وہ تعمیل کر کے مسجد مین حاضر نہوا تو اُسکی نماز نہین اور اُسنے اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کی نافرمانی
کی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما یعمر مساجد اللہ الآیۃ۔ رواہ ابن مردویہ و قد روی مرفوعا من وجہ آخر ولہ شواہد انتہی۔ بالجملہ ایمان سے ہے کہ مسجدین آباد
ہون لہذا آخر زمانہ مین جب ضعف اسلام کا حال بطور معجزہ و خبر غیب کے آنحضرت صلعم نے بیان فرمایا تھا تو اسمین یہ بھی فرمایا تھا کہ قریب قیامت کے
مسجدین اُن لوگون کی ویران ہونگی اور گھر اُن کے آباد ہونگے۔ و المترجم بعد الاستغفار و طلب التوفیق والهدایۃ کہتا ہے کہ یہ معجزہ نبوت اب مشاہدہ
کرو اور دیکھو کہ یہی حال ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حاصل آنکہ مسجد کی عمارت و آبادانی ایسے لوگون سے درست ہے جو اللہ تعالیٰ پر بواسطہ تعریف
رسول اللہ صلعم کے اور روز آخرت پر ایمان لایا اور نماز ٹھیک ادا کرتا اور زکوٰۃ دیتا ہے۔ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے
اسکو کسی سے خوف نہین۔ و فی البیضاوی رح یعنی دین کے امور مین اسکو سوائے حق تعالیٰ کے کسی بھوت پلید بت و جن کسی کا خوف نہین۔ اور رہا خوف
ایسی چیزون سے جن سے ضرر پہونچا کرتا ہے مثلاً شیر سامنے آیا تو خوفناک ہو جانا جبلت کی بات ہے اسمین آدمی کا اختیار نہین ہے۔ و قال المترجم
ظاہرا کامل ایمان والے جب تاثیر فقط اللہ تعالیٰ کی طرف سے یقین جانتے ہین تو اُن کو کسی چیز سے خوف نہین ہوتا اور تحقیق یہ ہے کہ جو امر خوفناک
پیش آیا وہ دو حال سے خالی نہین یا تو اسمین کوئی حکم از جانب حق تعالیٰ قرآن یا حدیث مین موجود ہے مثلاً دو ہزار لشکر اسلام کے مقابلہ مین چار ہزار
کافر آگئے تو خوف نہ کرنا مقتضائے ایمان ہے کیونکہ بھاگنا یہان حرام و کبیرہ گناہ ہے اور یا ایسا ہوگا کہ اسمین کوئی حکم شرع اس طور پر نہین مثلاً جنگل مین
شیر سامنے آگیا تو خوف یہ آئے کہ شاید عذاب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اسکو بھیجا تو مین ضرور مارا جاؤنگا پس اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرا اور چونکہ بنظر احتیاط
اُسکے سامنے سے ہٹنے و بچاؤ کرنے کا حکم ہے لہذا اس نظر سے بھاگنا وغیرہ تدبیر کو عمل مین لاویگا۔ پس ہر صورت مین خوف اسکو فقط اللہ تعالیٰ ہی
سے ہوا اور مقام بہت وسعت چاہتا ہے اور اسقدر اشارہ اُمید ہے کہ کافی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَن يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ
پس ایسے لوگ البتہ ہدایت یافتہ ہین۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرف عسیٰ بمعنی تحقیق ہے و ابن اسحاق کا بھی ایسا ہی قول ہے اور
شاید عسیٰ بندون کی طرف ہو یعنی تم اُمید رکھو اور معنی یہ کہ پس ایسے لوگون کو توقع ہے کہ ہدایت پائے ہوؤن مین سے ہون لفظ اُمید کیساتھ انکو ذکر
فرمانے مین مشرکین کی طمع کاٹ دی یعنی جب ایسے بندے باوجود ان اعمال کے اُمیدوار ٹھہرے تو مشرکین باوجود نجاست شرک کے اپنے اعمال سے
راہ پر ہونیکے یا ان اعمال سے انتفاع حاصل کرنے کی کیا طمع کرینگے اور نیز مشرکون کو ملامت کی کہ کس برتے پر قطعی دعویٰ کرتے ہین کہ ہم لوگ
بڑے محبوب کردگار ہین حالانکہ جن اہل ایمان کا حال مذکور ہوا باوجودیکہ نجاست شرک سے پاک اور مسجدین آباد کرنیوالے اور اعتقاد و عمل
دونون طرح سے کامل ہین اُن کا حال تو توقع و اُمید مین دائر ہے اور مشرکین تو صریح اُن کے برعکس ہین۔ اور نیز بحرف توقع فرما کر مومنون
کو تنبیہ کردی کہ کبھی اپنے اعمال پر نظر نہ رکھین اور غرہ نہون کیونکہ عظمت و جلال آلہی کے سامنے کسی مخلوق کی کچھ ہستی نہین ہے بلکہ ہمیشہ عجز و بندگی
سے سر بسجدہ ہون کہ اے پروردگار ہم تو اولاد آدم سب ظلوم جہول ہین ہم تیری بندگی کی قدرت کہان رکھتے ہین تیرے لائق کون بندگی

کرسکتا ہو تیری مخلوق مین جو سب سے اشرف تیرا رسول ہو وہ تو فرماتا ہو کہ ماعبدناک حق عبادتک میرے مولا مین تیری شان کے لائق تیری بندگی نکرسکا
وہ تو گڑگڑاتا ہو کہ ماعرفناک حق معرفتک۔ میرے مولی تو نے مجھے اپنی معرفت حاصل کرنے ہی کیلیئے پیدا کیا تھا مگر مین تیری معرفت جیسی چاہیئے نہین
حاصل کرسکتا تو عفو کردے تو بخشدے۔ پھر ہم ناچیز کس شمار مین ہین جو ہم سے ادا ہو تیرا فضل ہی جو ہم سے خدمت ہو وہ تیری ہی توفیق کا کرم ہے
جب تو نے ازل سے کرم ہی کرم فرمایا تو اب بھی ہم تیرے ہی کرم پر نظر لگائے ہین۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا و اسرافنا فی امرنا و ثبت اقدامنا و توفنا
مع الابرار۔ پھر اہل شرک کا دعوی ایک تشبیہ سے رد فرمایا۔ بقولہ۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
کیا قرار دیا تم نے اے مشرکو حاجیون کے پانی پلانے اور مسجد الحرام کی عمارت کرنے کو۔ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ مانند اُس شخص کے جو ایمان لایا اللہ تعالی پر اور روز آخرت پر و راہ خدا مین جہاد کیا جسکو تشبیہ دی وہ تو مصدر ہے
یعنی سقایہ و عمارۃ اور جس سے تشبیہ دی ذُو ذی ہی یعنی کمن آمن یعنی مومن۔ اور مصدر کی تشبیہ اعیان سے ظاہر نہین ہی لہذا تقدیر کلام دو طرح سے ہی ایک
یہ کہ۔ اجعلتم اہل سقایۃ الحاج کمن آمن یعنی کیا تم نے حاجیون کے پانی پلانے والون کو مانند قرار دیا ایسے شخص کے جو ایمان لایا اللہ تعالی پر الخ۔
پس معنی اُسکا یہ کہ ایسی صفت والون کو اُس صفت والون کے مثل کیا۔ دوم یہ کہ۔ اجعلتم سقایۃ الحاج کا بیان من آمن۔ یعنی کیا تم نے حاجیون
کے پانی پلانے کو مانند کیا اُس شخص کے ایمان لانے کے جو الخ۔ اسکا معنی یہ کہ تم نے یہ فعل مشابہ اُس فعل کے قرار دیا۔ تقدیر و توجیہ اول کی
مؤید اُس شخص کی قراۃ ہی جسنے آیت مین یون پڑھا۔ اجعلتم سقاۃ الحاج و عمرۃ المسجد الحرام۔ سقاۃ جمع ساقی یعنی پانی پلانیوالے۔ عمرۃ
بمانند کفرۃ جمع عامر ہے۔ ہمزہ اجعلتم۔ انکاری ہی۔ المعنی انکار ہی اس بات سے کہ مشابہ ہو وین مشرکین یا مشرکون کے اعمال حبط شدہ اہل ایمان
یا اُن کے اعمال مثبتہ سے یعنی موافق تقدیر اول کے معنی یہ ہین کہ مشرکین کبھی مومنین سے مشابہ نہین اور دوسری تقدیر پر معنی یہ کہ مشرکون
کے کام جو حبط ہین وہ کبھی مومنین کے اعمال سے مشابہ نہین جن کے عوض خصوص آخرت مین ثواب جمیل پاوینگے۔ پھر اسی امر کو مصرح فرمایا
بقولہ۔ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ۔ یہ لوگ اللہ تعالی کے نزدیک برابر نہین ہین یعنی مشرکین و مومنین یکسان نہین۔ یہ بھی مؤید توجیہ
اول ہی۔ پھر اُن کے یکسان نہ ہونیکی وجہ کیطرف اشارہ فرمایا۔ بقولہ۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ یعنی کافر لوگ بوجہ
شرک کے جو انتہا درجہ کا ظلم ہی ظالم ہین اور آنحضرت صلعم کی عداوت سے مردود اور چاہ ضلالت مین ڈوبے ہوئے ہین وہ کیونکر ایسے بندون
کے برابر ہوسکتے ہین جنکو اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی اور اُن کو راہ صواب کی توفیق دی۔ بعض نے کہا کہ ظالمین سے وہ مشرک مراد ہین جو
اپنے آپ کو مومنون سے مساوی کہتے تھے۔ پھر مومنین کا درجہ بیان فرمایا بقولہ تعالی۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ یعنی اہل ایمان جن کے ایسے ایسے نیک کام ہین وے۔ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ
اللہ تعالی کے نزدیک بہت بڑے درجہ والے ہین اُن کے درجہ کو سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا اور جو کرامت اُن پر ہو وہ خیال مین
نہین آسکتی۔ کما قال تعالی فلا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون۔ اور حدیث مین ہو کہ اللہ تعالی نے جو بندگان
صالحین کیلیئے مہیا فرمایا وہ ایسی چیزین ہین کہ نہ آنکھون نے دیکھی اور نہ کانون نے سنی اور نہ کسی بشر کے دل پر بطور خطرہ گذری ہین۔ قال
المترجم یہ تفسیر بنابرینکہ اعظم علی الاطلاق ہو اور اگر اسم تفضیل کسی کی نسبت سے ہو تو کہا گیا کہ اعلی ہین درجہ و کرامت مین بہ نسبت ان
مومنون کے جن کے ساتھ ایسی صفات نہین ہین۔ یا مشرکون پر رد ہو کہ سقاۃ الحاج و عمرۃ المسجد کا جو مرتبہ تمھارے نزدیک ہو اسکی بہ نسبت
مومنین کا درجہ اللہ تعالی کے یہان بہت بڑھا ہوا ہے اگرچہ تمھارے زعم والون کا درحقیقت کچھ بھی درجہ نہین ہو۔ پھر مومنین ہی مین فلاح کا

انحصار فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثواب و درجات سے فائز ہونیوالے یہی مومنین ہیں اور مشرک کچھ نہیں بلکہ عذاب و خواری میں پڑینگے پھر بھلا مشرکین کیسے مومنین کی برابری کا دعویٰ کرتے ہیں باوجود اس کے مومنین کا یہ حال ہے کہ۔ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ مومن بندوں کا پروردگار سبحانہ جو تمام جہان کا خالق ہے اپنے ان بندوں کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے رحمت و رضوان کی اور جنتوں کی کہ لَّهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ کہ جن میں اُن کیلئے دائمی نعمتیں ہیں اور رحمت و رضوان وغیرہ کو نکرہ فرماکر اشارہ کیا کہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی معرفت اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے بندوں کے حق میں تعریف نہیں ہوسکتی اور جنت میں بھی جو نعمتیں ہیں اُن کی تعریف نہیں ہوسکتی ہاں یہ فرمادیا کہ وہ نعمتیں پائدار ہیں پس اہل جنت بھی ان نعمتوں والے ہوکر ضرور پائدار ہیں اور مصرح فرمایا۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ۔ ان جنتوں میں یہ لوگ خلود کے ساتھ رہینگے اور چونکہ خلود کو عرب والے کبھی مدت دراز تک ہونے کے معنی میں بولتے ہیں اور یہاں مراد ہمیشگی ہے لہذا فرمایا۔ اَبَدًا۔ یعنی خلود ابد تک ہوگا جسکی چھور نہیں یعنی ہمیشہ رہینگے ابو حیانؒ وغیرہ نے ذکر کیا کہ قولہ برحمۃ منہ و رضوان وجنات۔ ان تینوں میں تنوین تنکیر کی تعظیمی ہے یعنی اُن کی تعریف بندوں کے فہم کیلئے نہیں ہوسکتی اور کسی کے تصور میں نہیں آسکتی ہیں اور جبکہ مومنین کے تین وصف بیان فرمائے یعنی ایمان اور جہاد بجان و مال اور ہجرت از وطن تو اُن کے مقابلہ میں اُنکو تین نعمتوں سے بشارت دی رحمت و رضوان وجنات۔ پس رحمت بمقابلہ ایمان کے ہے کیونکہ رحمت اسی پر موقوف ہے۔ اور رضوان بمقابلہ جہاد کیونکہ جان و مال سے قربان ہوئے تو انتہا ربمبالغہ احسان کے لائق ہوئے اور جنات بمقابلہ ہجرت کے اپنے ناپائدار وطن چھوڑے تو اُن کو جنات نعیم پائدار دائمی عطا ہوئیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے یہاں اجر عظیم ہے کہ جس کے عوض میں اس اجر کے لائق ہوئے وہ بہت حقیر ہے یا دنیاوی چیزیں اُسکے مقابلہ میں بہت حقیر ہیں یا اشارہ ہے کہ یہ بشارت بھی یہاں تک ہے کہ نعمت کے نام سے سمجھ سکیں درنہ اُنکے واسطے زیادت ہے جسکو پاوینگے تو جانینگے والحمد للہ رب العالمین ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ انما یعمر مساجد اللہ من آمن جس شخص سے عمارت مسجد صحیح ہے اور وہ اہل معرفت و عبادت کی مجلس کے لائق ہے اُس کے چند اوصاف ذکر فرمائے کہ ایمان و یقین میں کامل ہو اور معرفت میں واثق و فرائض و سنن ادا کرنے میں مداوم ہو۔ یہ عمارت اس طرح ہوتی ہے کہ مساجد میں جانے کے وقت اسکا دل سوائے اللہ تعالیٰ کے سب چیز سے خالی ہو۔ اور وسوسہ و خیال و خطرہ اُسکے سر باطن میں نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ مسجد کی عمارت و آبادی اسطرح ہے کہ دل آباد ہو یعنی اسمیں صدق نیت و طہارت با خلاق حمیدہ ہو پس جمیع اشغال و موانع خارج کرکے پوری طہارت سے مسجد میں داخل ہو۔ قولہ تعالیٰ یبشرہم ربہم برحمۃ منہ و رضوان وجنات۔ اول میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کا یہ وصف فرمایا کہ رضوان و مغفرت کے طلب میں ماسوائے حق تعالیٰ کے سب سے خارج ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اُن کو طلب مشاہدہ و دوام محبت میں گرفتار پایا اور سوائے نور الیقان و عرفان کے اُن کے دل میں کچھ نہیں پایا تو بلا واسطہ اُن کو بشارت فرمائی اور یہ بات بہت بڑی نعمت ہے خصوص جبکہ حبیب خود بشارت فرمادے پس بشارت اُس کا خطاب بکشف مشاہدہ ہے اور کشف جمال کے ساتھ بشارت خطاب کی کون طاقت رکھتا ہے۔ اس کشف کے ساتھ بشارت رحمت اول درجہ عارفین ہے پھر رضوان کی بشارت دی اور وہ ایسے وصال کو کہتے ہیں جسمیں خوف ہجران نہ ہو پھر اُن کو جنات میں داخل ہونے کی بشارت دی یعنی جنت قرب ذات و صفات سے بشارت دی جس سے علوم ازل و ابد حاصل ہوتے ہیں اور ہمیشہ اسکی نعمتوں میں باقی رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی تجلی جلال و جمال سے بڑھکر کون نعمت اور کون جنت ہے۔ بعض نے کہا کہ مومنوں کو رحمت کی اور مطیع بندوں کو جنت کی اور عارفوں کو رضوان و صلت کی بشارت ہے۔ اور نیز توبہ کرنیوالوں کو رحمت کی اور صادقین کو مشاہدہ کی اور محبین کو جنات قرب کی بشارت فرمائی۔ ابو عثمانؒ نے کہا کہ رضوان سے

قرب ہے جو ارجنت ملتا ہے جن سے دوام نعمت حاصل ہے ۔ بعض نے کہا کہ دلون کی جبلت یہ ہے کہ جو انکو بھلائی کی خوشخبری دے اس سے محبت کرتے
ہین پس حق سبحانہ تعالیٰ نے خصوص محبت سے کرامت کرنے کو خود بشارت فرمائی اور کوئی واسطہ درمیان مین نہین رکھا فافہم ۔ واضح ہو کہ تفسیر قولہ
اجعلتم سقایۃ الحاج الخ جو مذکور ہوئی اس تقدیر پر تھی کہ عباس بن عبد المطلب وغیرہ نے جنگ بدر مین مقید ہو کر سقایۃ الحاج وغیرہ کو افضل اعمال مین
قرار دیکر مشرکین کو مومنین سے مساوی قرار دیا پس یہ آیہ نازل ہوئی اور اُن کا قول رد کر دیا گیا پس خطاب مشرکین کو ہوا اور ابن جریرؒ نے محمد بن
کعب القرظی سے اس کی تفسیر مین روایت کیا کہ عثمان بن طلحہ از بنی عبد الدار اور عباس بن عبد المطلب و علی بن ابی طالبؓ نے باہم افتخار کیا عثمان بن
طلحہ نے کہا کہ مین خانہ کعبہ کا حاجب ہون میرے پاس اس کی کنجی ہے چاہون تو مین اسی مین رہون اور عباسؓ نے کہا کہ مین پانی پلانیوالا ہون چاہ
زمزم سے اور چاہون تو مسجد مین سو رہون اور علیؓ نے کہا کہ مین نہین سمجھتا کہ تم کیا کہتے ہو مین نے لوگون سے چھ مہینے پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی
اور مین صاحب جہاد ہون پس نازل ہوا قولہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام الآیۃ ۔ اور اسی کے مانند سدیؒ کا قول مروی ہے ۔ رواہ
عبد الرزاق باسنادہ عن الحسن بنحوہ مترجم کہتا ہے کہ ایسی گفتگو کی نسبت حضرت امیر المومنین علیؓ کی طرف اہل تحقیق کے نزدیک بلا عنوان خالی از بعد
نہین ہے ۔ قال الحافظ اس آیت کی تفسیر مین ایک حدیث مرفوع بھی وارد ہوئی جسکا یہان ذکر کرنا ضرور ہے نعمان بن بشیر انصاریؓ سے روایت ہے
کہ مین چند صحابہ کے مجمع مین منبر رسول صلعم کے پاس بیٹھا تھا ان مین سے ایک نے کہا کہ مجھے پروا نہین کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی عمل نہ کرون بعد اسلام کے
الا آنکہ حاجیون کو پانی پلاؤن ۔ دوسرے نے کہا بلکہ مین مسجد الحرام کی عمارت کرون اور تیسرے نے کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرنا اس سے بہتر ہے
جو تم نے کہا پس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان سب کو جھڑک دیا اور کہا کہ تم لوگ منبر رسول اللہ صلعم کے پاس آوازین مت بلند کرو اور یہ واقعہ
جمعہ کے روز تھا تو کہا کہ لیکن مین جمعہ پڑھکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر ہونگا اور آپ سے اس بارہ مین فتوی لیلون گا جسمین تم جھگڑتے ہو ۔
نعمان بن بشیرؓ نے کہا کہ حضرت عمرؓ نے یہی کیا تو اللہ عز و جل نے نازل فرمایا قولہ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام ۔ تا قولہ ۔ واللہ لا یہدی القوم
الظالمین ابن کثیرؒ نے کہا کہ اسکو مسلم و ابو داؤد و ابن جریر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابن حبان وغیرہم نے روایت کیا مترجم کہتا ہے کہ
یہ قوی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ اجعلتم کا خطاب مومنین کی طرف ہے ولیکن مقصود یہ ہوگا کہ جو افعال مشرکین کے زعم مین ہین اور اُن سے وہ فخر
کرتے ہین ان کو تم مومنون کے برابر کرتے ہو حالانکہ وہ مشرک ظالم ہین اور اللہ تعالیٰ قوم ظالم کو ہدایت نہین کرتا اور شاید مفاخرت کرنیوالے
چند مشرک ہون جنھون نے بعض مومنون کے ساتھ گفتگو کی ہو جیسا کہ محمد بن کعب و سدی رحمہ اللہ کے کلام سے ظاہر ہوا فلیتامل فی المقام لتنقیح المرام

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوٓا۟ ءَابَآءَكُمْ وَإِخْوَٰنَكُمْ أَوْلِيَآءَ إِنِ ٱسْتَحَبُّوا۟ ٱلْكُفْرَ عَلَى ٱلْإِيمَٰنِ ۚ
اے ایمان والو نہ پکڑو اپنے باپون کو اور بھائیون کو رفیق اگر وہ عزیز رکھین کفر کو ایمان سے
وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ ۝ قُلْ إِن كَانَ ءَابَآؤُكُمْ وَأَبْنَآؤُكُمْ وَإِخْوَٰنُكُمْ
اور جو تم مین اُنکی رفاقت کرے سو وہی لوگ ہین گناہگار تو کہہ اگر تمھارے باپ اور بیٹے اور بھائی
وَأَزْوَٰجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَٰلٌ ٱقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَٰرَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ أَحَبَّ إِلَيْكُم
اور عورتین اور برادری اور مال جو کماتے ہین اور سوداگری جسکے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور حویلیان جو پسند رکھتے ہو تمکو عزیز ہین
مِّنَ ٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَجِهَادٍ فِى سَبِيلِهِۦ فَتَرَبَّصُوا۟ حَتَّىٰ يَأْتِىَ ٱللَّهُ بِأَمْرِهِۦ ۗ وَٱللَّهُ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلْفَٰسِقِينَ ۝
اللہ سے اور اسکے رسول سے اور لڑنے سے اسکی راہ مین تو راہ دیکھو جبتک بھیجے اللہ حکم اپنا اور اللہ راہ نہین دیتا نافرمان لوگون کو

اللہ تعالیٰ نے راہ الٰہی میں خواہ جہاد ہو یا ہجرت ہو یا کوئی اور امر ہو ہر مانع سے قطع کی نصیحت کی اگرچہ مخالف راہ میں والدین و اولاد کیوں نہو
چنانچہ فرمایا۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ یہ خطاب جملہ مومنین کو عموماً قیامت تک باقی ہے اور یہی ظاہر خطاب ہے اور بنظر اصول اسی کا اعتبار ہے
رہا سببِ نزول تو مجاہد رح نے کہا کہ یہ آیت اپنے ماقبل سے متصل ہے اور قصہ عباس و طلحہ حجبی اور اُن کے امتناع ہجرت کے بارہ میں نازل ہوئی
مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہو کہ اُن کے انکار ایمان پر مومنون کو بطریق عبرت کے نصیحت فرمائی ورنہ ظاہر ہے کہ اسوقت تک عباس مسلمان نہوئے
تھے پھر خطاب اُنکو کیونکر ہو سکتا ہے ابن عباس رض نے کہا کہ جب مومنون کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو بعضون کی آل و اولاد اُن سے لپٹتی و قسمیں دلاتی
کہ ہم کو ضائع و برباد مت چھوڑو تو وہ سست ہو جاتے اور کہتے کہ اگر ہم ہجرت کر جاویں تو اپنے والدین و اولاد و اقارب کا ناتا قطع کریں اور ہماری
تجارات جاتی رہیں اور ہم برباد ہو نگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مقاتل رح نے کہا کہ نو آدمی جو مرتد ہو کر کفار مکہ سے جا ملے تھے اُن کے اقارب کو اُنسے
موالات کرنے سے ممانعت مراد ہے اور معنی یہ ہیں کہ تم ان کو اپنے ایسے دوست مت بناؤ کہ تمکو ایمان و طاعت سے روکیں اور حق یہ ہے کہ یہ اسباب
جزوی ہیں اور اعتبار عموم لفظ کا ہے اور جو معنی ہیں وہ یہ ہیں کہ اے ایمان والو لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ مت بناؤ
اپنے والدین و بھائیون کو اولیا کہ اُنکے ساتھ موالات کرو۔ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ۔ بشرطیکہ اُن کی یہ حالت ہو کہ کفر کو ایمان پر
محبوب رکھیں یعنی ایمان سے نفرت و انکار کریں اور کفر کو محبوب رکھیں و اختیار کریں پس تم کو بھی برباد کرینگے۔ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ اور جو کوئی تم میں سے اُن کو ولی بناوے پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں کیونکہ موالات جسکا موقع اللہ تعالیٰ
و رسول و مومنین تھے اُس کو بے موقع مشرکون و کافرون میں رکھا۔ کلام مجید میں بہت جگہ موالات اہل شرک سے منع فرمایا اور اُنکے موالات
کرنیوالیکو اُنہیں میں سے قرار دیا۔ علما رح نے کہا کہ اسلام کے فرقون میں سے جو ایسے ہیں کہ شرع اُن پر مشرک و مرتد ہونے کا حکم دیتی ہے جیسے
بعض فرقہ رافضہ و جہمیہ و باطنیہ و فرقہ نیچر وغیرہ وہ تو صریح اسی حکم میں داخل ہیں اور جو فرقہ مبتدعہ اس حد تک بحکم ظاہر شرع نہیں پہونچا مگر
راہ سنت و طریق مستقیم سے خلاف ہے وہ فاسق ہیں اور اُن کا و جملہ فساق کا یہ حکم ہے کہ اُن سے موالات حرام ہے۔ ائمہ تصوف بجد تصریح کرتے
ہیں کہ محبت و موالات دلی مورث اثر عجیب بتاثیر الٰہی ہے اسمیں زیادہ تقریری استدلال کی نہ گنجائش ہے نہ حاجت کیونکہ آیات و احادیث میں اس سے
ممانعت کافی ہے چنانچہ یہان بھی اہل ایمان کیواسطے سخت ممانعت فرمائی کہ کافر سے موالات نکریں گو باپ بھائی ہو اور اس سے یہ لازم نہیں کہ نان
و نفقہ بھی کافر والدین کو نہ دیں بلکہ دل کی حفاظت مقصود ہے بیہقی نے روایت کی کہ ابو عبیدہ بن الجراح رض کے باپ نے جنگ بدر کے روز ابو عبیدہ رض سے
بتون کی تعریف اور اُنکی پرستش کی خوبیان بیان کرنی شروع کیں اور دین اسلام سے بے رغبتی دلائی اور ابو عبیدہ رض برابر اُسکو رد کرتے اور منع کرتے
تھے یہان تک کہ جب اُن کے باپ نے مبالغہ کیا تو قصد کر کے ابو عبیدہ رض نے خالص اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلعم کی رضا کیلئے قتل کر دیا پس اللہ عز و جل
نے نازل فرمایا۔ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ و رسولہ الآیۃ یعنی اے محمد صلعم تو نہیں پاویگا ایسی قوم کو جو اللہ تعالیٰ
و روز قیامت پر ایمان لائے ہیں اس حال میں کہ دوستی کریں ایسے کافرون سے جو دشمنی رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول سے الی آخرہ۔
ایسے ہی یہان بھی کافرون سے موالات کرنے کو منع کیا بلکہ موالات والون کو ظالم فرمایا پھر سخت تہدید کی کہ۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ
وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ اے اقربا رکم و تمھارے ناتے دار لوگ۔ اور ابوبکر رح کی قرأۃ میں و عشیراتکم
جمع ہے اور شاذ قرأۃ میں و عشائرکم ہے اور معنی واحد ہیں وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا اور وہ اموال جن کو تم نے اقتراف کیا یعنی کمایا
ہے۔ وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا اور وہ تجارت جس کے کساد سے ڈرتے ہو یعنی تجارت نہ چلیگی یا وقت نکل جائے گا۔

وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ۔ اور ایسے مسکن جن کو تم اپنی مرضی کے موافق وپسندیدہ رکھتے۔ حاصل آنکہ اے محمد صلعم تو اُن لوگون سے کہدے کہ
اگر تمہارے والدین واولاد وجورویں وغیرہ اُمور مذکورہ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ تم کو زیادہ محبوب ہون مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ
سَبِيْلِهٖ۔ بنسبت اللہ تعالیٰ واُسکے رسول کے واسکی راہ مین جہاد کرنے کے۔ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ۔ تو منتظر بیٹھے رہو
یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اپنا امر لاوے یعنی اُسکا عذاب تمپر آوے خواہ جیتی زندگی مین یا مرنے پر۔ بعض نے کہا یعنی مکہ فتح ہو جاوے مگر اول اصح ہی اسواسطے
کہ یہ سورہ بعد فتح کے نازل ہوئی۔ الّا آنکہ یہ آیات اس سے پہلے اُتری ہون واللہ اعلم۔ مساق آیت یا تو دربارہ جہاد ہی یا دربارہ ہجرت ہی
اور تلخیص یہ کہ تو ایمان لانیوالون سے کہدے کہ اگر والدین واولاد وغیرہ امور مذکورہ تمکو بہ نسبت اللہ تعالیٰ واُسکے رسول وجہاد کے زیادہ محبوب
ہین تو تم بیٹھے انتظار کرو جہاد مین قدم نہ دھرو بخوف ان چیزون کے جو تمھین محبوب ہین یا اپنے وطنون سے ہجرت نکرو یہانتک کہ تم پر
عذاب آوے اور تمھاری آنکھین کھلین اور بیفائدہ پچتاؤ۔ اور مراد تربصوا۔ امر سے اسکی تعمیل نہین ہی بلکہ بطور تہدید کے ہی اور حاصل آنکہ ایسا
کرنیوالا فاسق وطاعت سے خارج ہوگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ اور اللہ تعالیٰ قوم فاسق کو راہ نہین دیتا ہی پس اِن
چیزون کی محبت سے اپنے آپکو راہ حق وایمان سے خارج نہ کرنا چاہیئے ورنہ عاقبت کی بربادی ہی۔ اللھم اہدنا وسہل علینا الشدید انت ربی نعم المولی ونعم
الوکیل۔ اور قولہ احب الیکم۔ مین کمال رحمت آسانی ہی کیونکہ درواقع مخلوق کو سوائے اپنے خالق پاک کے جس نے اسکو پیدا کیا اور ایسے ایسے انعام غیر متناہی
تعداد سے سرفراز کیا ہو اور کسی سے محبت کے کیا معنی ہین اسکو ہمہ تن اپنے معبود پاک ہی سے محبت ہونا چاہیئے یا اسی کے واسطے اور سے ہو جو درحقیقت
اسی کی محبت ہو ولیکن آدمی ضعیف البنیان اپنی اولاد وغیرہ کی محبت مین بمقتضائے طبیعت پھنسا ہوا ہی کہ طبیعت اسپر غالب ہوتی ہی لہذا کرم سے اسقدر
رکھا کہ جملہ اشیاء کی محبت سے حب الٰہی غالب ہو پس کوئی چیز اس کو ہرگز تعمیل حکم الٰہی سے مانع نہ ہونے پاوے۔ مفسرین نے کہا کہ حب محبت اختیاری
مراد ہی کیونکہ محبت طبعی بے اختیاری ہی اس سے بندہ مکلف نہین ہوسکتا۔ اور حق یہ ہی کہ یہ بات براہ حکم ہی ورنہ عند التحقیق جب محبت ایمانی
متحقق ہوتی ہی تو محبت طبعی بسیت ہو جاتی ہی اگرچہ فی الجملہ معارض ہی اور یہ ادنیٰ درجہ ہی ورنہ اہل کمال مین معارضہ نہین رہتا واللہ اعلم۔ وقد قال تعالیٰ
والذین آمنوا اشد حبا للہ۔ اور امام احمدؒ نے عبداللہ بن ہشامؓ سے روایت کی کہ ہم لوگ حضرت رسول اللہ صلعم کیساتھ تھے اور آپ حضرت عمرؓ
کا ہاتھ پکڑے تھے پس عمرؓ نے عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہین سوائے میری اپنی جان کے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا
کہ کوئی تم مین سے مومن نہ ہوگا یہانتک کہ مین اسکو اسکی جان سے زیادہ محبوب ہو جاؤن تو عمرؓ نے عرض کیا کہ واللہ یا رسول اللہ اب تو آپ مجھے
میری جان سے زیادہ محبوب ہین تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہان اب اے عمر تو پورا مومن ہوا۔ رواہ البخاری۔ مترجم کہتا ہے کہ ایمان فضل الٰہی ہی
سبحان اللہ تعالیٰ عمرؓ سے سچے صحابی کو فوراً اس فیض سے سرفراز فرمایا والحمد للہ علی ذالک۔ اور صحیحین کی حدیث مین ہی کہ قسم اُس ذات پاک
کی جس کے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ کوئی تم مین سے مومن نہین ہوگا یہانتک کہ مین اسکو اُسکے والدین و اولاد و تمام لوگون سے زیادہ
محبوب ہون۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جب تم لوگ بطور عینہ خرید و فروخت کروگے اور گاؤن کی
دمین پکڑوگے اور زراعت پر راضی ہوگے اور جہاد چھوڑ دوگے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت کو مسلط و غالب کر دیگا اُس کو تم سے نہین ہٹا ویگا
یہانتک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ جاؤ۔ رواہ احمد وابو داؤد وقد رواہ احمد من طریق شہر بن حوشب باسنادہ عن عبداللہ بن عمر وایضاً بنحو
ذلک۔ مترجم کہتا ہی کہ عینہ کی خرید و فروخت بالاتفاق مکروہ ہی اور اسکی تفسیر مین اختلاف ہی چنانچہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب البیوع سے مفصل تلاش
کرنا چاہیئے۔ بیضاویؒ نے کشاف کی تبعیت مین بعد تفسیر اس آیت کریمہ کے لکھا کہ اس آیت مین تشدید عظیم ہے یعنی بڑی سختی ہے

کمتر اس سے کوئی چھوٹا ہوگا اور مترجم کہتا ہو کہ یہ الفاظ ناکارہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جس کو ایمان عطا فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کے حول و قوت سے
بآسانی اُس سے چھوٹے اور خوش ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ دعا مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے صدقے میں ہم کو
ایمان کی توفیق و ہدایت دے اور خاتمہ بخیر کرے آمین یا ارحم الراحمین ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ
مدد کر چکا ہے اللہ تمکو بہت میدانوں میں اور دن حنین کے جب اترائے تم اپنی بہتایت پر پھر وہ کچھ کام
شَيْـًٔـا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۚ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ
نہ آئی تمہارے اور تنگ ہو گئی تم پر زمین ساتھ اپنی فراخی کے پھر ہٹے تم پیٹھ دے کر پھر اُتاری اللہ نے
سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ
اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور اُتاری فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور مار دی
كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
کافروں کو اور یہی سزا ہے منکروں کی پھر توبہ دیگا اللہ اسکے بعد جس کو چاہے اور اللہ بخشتا ہے مہربان

فی تفسیر الحافظ رحمہ اللہ ابن جریج نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کی کہ سورۂ براۃ میں یہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ **وقال المترجم** یہ صریح ہو
کہ موافق قول ابن عباس کے سورہ براۃ بعد فتح مکہ کے نازل ہوئی پس جن آیات میں توہم ہوتا ہو کہ قبل فتح مکہ نازل ہوئیں مانند قولہ الا تقاتلون
قوما نکثوا ایمانہم وہموا باخراج الرسول الآیات وہ یہود وغیرہ کے حق میں محمول ہیں اِن بیان بنظر اصلی مقصود کے تمام اہل کفر و شرک کو شامل
ہے بدین معنی کہ اتباع نفس و ہوی میں تمام وہ قلوب جو نور ایمان سے خالی ہیں مضاہات و مشابہت رکھتے ہیں پس مشرکین مکہ کا بھی وہی
حال ہو اگرچہ یہود جان بوجھکر چاہ ضلالت میں گرنے سے زیادہ قابل ملامت ہوئے۔ اور مترجم نے ان آیات کی تفسیر میں مفصل یہ اشارہ
کردیا ہو وہاں تامل کرنا چاہیئے بالجملہ کلام الٰہی سب اپنے موقع و معنی میں استوار و صحیح و مستقیم و بے اغلاق و تعقید ہو۔ چنانچہ ائمہ صحابہ و تابعین
رضی اللہ عنہم سب سے آگاہ تھے اور انھوں نے سب بتلادیا لیکن پچھلوں کی کمند فہم اس کنگرۂ بلند تک کبھی پہونچنے میں قصور کر جاتی ہو۔ فاحفظہ
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد و ہجرت بجالانے میں متردد ہونیوالوں کو مطمئن فرمایا کہ جب کسی امر میں حکم حق تعالیٰ صریح ہو تو اسمیں تردد کی
کوئی جگہ نہیں کیونکہ وہ تمہارے اجتہاد پر نہیں چھوڑا گیا کہ اسمیں خداداد عقل سے سمجھ بوجھکر جو رائے میں آئے وہ کرو بلکہ متعین کردیا کہ یوں کرو
پس تمہاری اصلاح کیلئے اور تعالیٰ خود کریم کارساز ہو اور سامان و اسباب پر نظر رکھنا حکم منصوص میں بیہودہ ہو اور جہاد و ہجرت اسی قسم سے ہو
پس انکو اپنے حکم کی پابندی کرنے کی صورتوں میں اپنے فضل و کرم سے اُن کا کام درست کرنیکی نعمتیں یاد دلائیں کہ بدون سامان ظاہری کے
تم کو فتح و نصرت دی تاکہ مطمئن ہو جاویں کہ فتح و نصرت و کارسازی سب اسی عز و جل کے قبضۂ قدرت میں ہو اور اسباب پر کچھ بھی بھروسا نہیں بلکہ
اسپر بھروسا کرنا الٹا ضرر ہو چنانچہ یاد دلایا بقولہ۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ یعنی امر جہاد وغیرہ میں فقط
اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرکے فرمانبرداری کرو کہ واللہ بیشک تم کو اللہ تعالیٰ نے مواطن کثیرۃ میں نصرت دی اور تم اس کو آزما چکے حالانکہ
بے سامان تھے مگر اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیئے تھے۔ مواطن جمع موطن۔ جائے قرار و بود و باش اور یہ و وطن بمعنی واحد ہیں اور دلیر لوگ چونکہ
مقام جنگ سے ہٹنا نہیں چاہتے بلکہ وہیں کھیت رہنا منظور کرتے ہیں یا دشمن کو ماریں تو اسکو بھی موطن کہنے لگے اور جائز ہو کہ موطن ظرف زمان

لیا جائے یا ظرف مکان پر مضاف مقدر کرکے ایام مواطن کہا جاوے اور فائدہ اس کا عنقریب ظاہر ہوگا۔ ولام لقد موطئۃ القسم ہے اور کثیر بدون قد مستعمل
ہے بلکہ شاید نہو لما مر فی ما سلف مستوفاۃ۔ والمعنی البتہ تمکو نصرت دی اللہ تعالیٰ نے مواطن کثیرہ میں۔ یعنی بہت سے مقامات یا ایام حرب میں مانند
بدر و قریظہ و نضیر کے اور صحیح بخاری وغیرہ میں جملہ غزوات رسول اللہ صلعم کے بروایت زید بن ارقم رض کی انیس مذکور ہیں اور بریدہ رض کی روایت
میں یہ بھی ہے کہ ان غزوات میں سے آٹھ میں قتال کیا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ غزوات و سرایا و بعوث سب ملا کر ستر ہیں اور بعض نے کہا کہ
اسی ہیں اور قولہ۔ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ کے اعراب میں دو وجہ ہیں ایک یہ کہ ظرف منصوب بفعل مقدر ہے لے واذکر یوم حنین۔ اور فعل ظاہر یعنی
نصرکم سے منصوب نہیں کیونکہ قولہ۔ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ بدل از یوم ہے پس اگر منصوب بفعل مذکور ہو تو محل قولہ فی مواطن پر عطف
ہوگا۔ حالانکہ جمیع مواطن میں اُن کی کثرت نے اُن کو اعجاب میں نہیں ڈالا بلکہ جمیع مواطن میں وہ کثرت سے نہ تھے لہذا منصوب بفعل مقدر ہے
اور وجہ دوم یہ کہ یوم حنین عطف ہے فی مواطن پر اور اذ اعجبتکم کا بدل ہونا کچھ مضر نہیں کیونکہ یہ عطف اس امر کو مقتضی نہیں کہ معطوف کی طرف
جو بات مضاف ہے یعنی کثرت اعجاب اسمیں معطوف علیہ اپنے معطوف کیساتھ جمیع مواطن میں مشارک ہو پس جب یہ بات نہیں تو تقدیر فعل کی کچھ ضرورت
نہیں اور یہی بیضاوی رح نے اختیار کیا اور اول شمار مفسر رح ہے اور وجہ اول پر معنی یہ ہیں کہ یاد دلاوے روز حنین کو اسوقت کو کہ اعجاب میں ڈالا تمکو تمھاری
کثرت نے۔ اور وجہ دوم پر یہ معنی کہ فتح دی اللہ تعالیٰ نے تم کو مواطن کثیرہ میں اور حنین کے روز جبکہ تم کو تمھاری کثرت نے اعجاب میں ڈالا تھا۔ واضح
ہو کہ واقعہ حنین اور دیگر مواطن میں یہ فرق ہوا کہ دیگر مواطن میں اہل اسلام کی نہ کثرت تھی اور نہ ان کو اعجاب ہوا اور حنین میں کثرت تھی اور اعجاب ہوا
پس اللہ تعالیٰ پر تمام توکل سے نظر چوکی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو نتیجہ دکھلا دیا کہ کثرت و ظاہری اسباب کچھ کام نہ آئے اور شکست اُٹھائی پھر اللہ تعالیٰ
نے معدودے چند اہل توکل کو فتح دی۔ حنین بروزن سہیل ایک وادی ہے درمیان مکہ و طائف کے اٹھارہ میل مکہ سے اسمیں اہل اسلام اور مشرکین سے
مقاتلہ ہوا۔ اور قصہ مختصر یوں ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب اکثر لوگ مسلمان ہو گئے اور قیدیوں کو آنحضرت صلعم نے رہا کیا اور وہاں کا انتظام کر دیا
تو آپ کو خبر پہونچی کہ قبیلہ ہوازن نے لڑائی کے لیے لشکر جمع کیا ہے اور مالک بن عوف نضری اُن کا سردار ہے اور بنو ثقیف تمام اور بنو جشم اور
بنو سعد بن بکر اور تھوڑے سے بنی ہلال و بنی عمرو بن عامر و عون بن عامر اُنکے ساتھ شریک ہیں اور وے لوگ جان پر کھیل کر مع عورتوں و بچوں
و ذرہ ذرہ اسباب کے اس میدان میں آکر متفق ہوئے ہیں کہ ہرگز نہ بھاگیں گے اور ہوازن تیراندازی میں معروف تھے پس آنحضرت صلعم آٹھویں
سال ہجرت کے ماہ شوال میں اُن کی طرف روانہ ہوئے اور آپکے ساتھ مہاجرین و انصار و قبائل عرب کا لشکر دس ہزار تھا جو فتح مکہ کیلئے
ساتھ آیا تھا اور دو ہزار کے اندر وہ اہل مکہ تھے جو مسلمان ہوئے تھے اور اُن کو طلقاء کہتے تھے اور بعضے اُن میں سے دل سے مسلمان بھی
نہ تھے اور بہتیرے اسوجہ سے ساتھ ہو لیے تھے کہ ہوازن فتح نہ پاویں کیونکہ قریش کی سُبکی ہوگی پس راہ میں یہ قصہ ہوا کہ بعض نے ذات انواط
دیکھکر حضرت صلعم سے درخواست کی کہ ہمارے لیے بھی مشرکوں کا سا ایک ذات انواط بنوا دیجیے تو فرمایا کہ اللہ اکبر یہ تو ویسا ہی قول ہے جیسے بنو اسرائیل
نے موسیٰ سے کہا تھا کہ اجعل لنا الٰہا کما لہم آلہۃ۔ یہ اُمت بھی اگلوں کے قدم بقدم ہو جائے گی۔ بعض نے کہا کہ اب اہل مکہ و مدینہ ایک ہو گئے ہیں
فتوحات خوب ہوں گے اس کلام کو آنحضرت صلعم نے مکروہ جانا اور بعض نے اپنی جماعت کی کثرت دیکھکر کہا کہ قلت کی وجہ سے جو شکست ہوتی
تھی اب ہمکو نہ ہوگی اور یہ کلمہ بھی آنحضرت صلعم کو ناگوار ہوا۔ بالجملہ جب وادی حنین میں پہونچے تو وادی میں پو پھٹے اُترے اور ہوازن
نے اس کے نالوں میں گھات لگائی تھی اور اموال سب ظاہر کر دیے تھے پس سواروں نے حملہ کیا اور قوم ہوازن پیٹھ پھیر کر بھاگی اور
یہ اُن کی دغا تھی اور لشکر کے آزمودہ کار صحابہ مہاجرین و انصار پیچھے تھے وہ اب تک پہونچے نہ تھے اور بعض جو موجود تھے انھوں نے منع کیا

کہ یہ قوم کافر ہے مگر ناداں تو مسلم لوگون نے نہ سنا اور قوم نے گھات سے نکل کر تیر اندازی کی تو گھوڑے پھرے اور لشکر والون نے شکست کھائی
اور بھاگے اور ایسے فرار ہوئے کہ بعض نے مکہ مین آکر دم لیا مگر رسول اللہ صلعم اپنی جگہ پر قائم تھے اور اسد ابن البغلۃ شہبا پر سوار تھے اور اسکو
دشمن کی جانب بڑھاتے۔ صحیحین مین براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے اُن سے کہا کہ لے ابو عمارہ یوم حنین کو تم لوگون نے
فرار کیا تو فرمایا کہ لیکن رسول اللہ صلعم نے فرار نہین کیا۔ ہوازن تیر انداز قوم تھی جب ہم اُن سے ملاقی ہوئے تو پیٹھ پھیر کر بھاگے پس لوگ اموال غنیمت پر
ٹوٹ پڑے اس حال مین اُن لوگون نے تیر برسائے اور تلوارین کھینچکر ایکدم سے سب کے سب حملہ آور ہوئے پس لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور
واللہ مین نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ آپ بغلہ بیضا پر سوار اور ابوسفیان بن الحارث اسکی لگام پکڑے تھے آپ فرماتے تھے کہ انا النبی لاکذب
انا ابن عبدالمطلب یعنی کچھ دروغ نہین مین اللہ تعالیٰ کا رسول ہون مین اسکا بندہ اور نسب مین عبدالمطلب کا فرزند ہون۔ سبحان اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلعم
کو صفات مخلوق مین فرد اکمل فرمایا کہ آپ کا مثل نہین چنانچہ یہ شجاعت اور یہ وثوق و ایقان ہو جو تم نے سنا۔ بالجملہ آنحضرت صلعم اس کمال شجاعت
سے قائم اور عباس بن عبدالمطلب آپکی رکاب تھامے اور ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب آگے سے بغلہ بیضا کی لگام مضبوط پکڑے تھے کیونکہ
آپ اس کو اس حال مین آگے بڑھاتے تھے اور وہی فرماتے تھے جو بیان ہوا۔ اور آپکے ساتھ قریب ایکسو صحابہ کے ثابت قدم رہے جنمین ابوبکر
و عمر و عباس و فضل بن عباس و علی بن ابی طالب و اُسامہ بن زید وغیرہم تھے اور براء بن عازب و ابن مسعود رض بھی انھین مین سے تھے۔ بالجملہ
آنحضرت صلعم لوگون کو پکارتے کہ لے بندگان خدا میری طرف آؤ میری طرف آؤ پھر اپنے چچا عباس رضی اللہ عنہ کو جو بہت بلند آواز تھے
حکم دیا کہ اصحاب الشجرۃ کو آواز دین یعنی سال حدیبیہ مین درخت کے نیچے جن لوگون نے بیعۃ الرضوان اس عہد پر کی تھی کہ لڑائی مین نہین
بھاگینگے پس عباس رض نے آواز دینی شروع کی کہ لے اصحاب سمرہ اور کبھی کہتے کہ لے اصحاب سورہ البقرہ پس لوگون نے لبیک کہتے ہوئے قبول
کیا اور بڑھے۔ ابن جریر نے عبدالرحمن مولی اُم برثن سے روایت کی کہ ایک شخص نے جو اُس دن مشرکین کے ساتھ تھا ہم سے بیان کیا کہ جب
ہم لوگ اصحاب رسول اللہ صلعم سے بھڑ گئے تو وہ ہمارے سامنے اتنی دیر بھی نہ ٹھہرے کہ جتنی دیر مین بکری کا دودھ دوہا جاتا ہو اور بھاگے
تو ہم نے اُنکو بھگانا شروع کیا یہانتک کہ ہم وہان تک پہونچے کہ جہان بغلہ بیضا پر ایک شخص سوار تھا جب دیکھا تو وہ رسول اللہ صلعم تھے
اور آپکے گرد ہم کو گورے گورے خوبصورت لوگ ملے اور اسی حال مین تھے کہ آنحضرت صلعم نے لوگون کی طرف جھڑک کر فرمایا۔ شاہت الوجوہ
ارجعوا۔ تمھارے چہرے خوار ہون پیچھے پھرو۔ اور ہم نے گھبرا کر بھاگنا شروع کیا اور وہ لوگ ہمارے کندھون پر سوار ہوگئے گویا وہی ہمارے کندھے
ہین جب عباس رض کی آواز سے اصحاب بڑھے تو تیزی کیساتھ وہ آنحضرت صلعم کی حضور مین حاضر ہوئے یہانتک کہ اگر کسی کا اونٹ بڑھنے مین
جلدی نکرتا تو وہ زرہ پھینک کر اسپر سے کود پڑتا اور پیرون دوڑتا ہوا آپکے پاس حاضر ہوتا۔ ابن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب تھوڑے لوگ
آنحضرت صلعم کے پاس ہوگئے تو حکم دیا کہ صدق نیت سے حملہ کرو اور دعا کرکے ایک مشت خاک مشرکون کو پھینک ماری اور وہ لوگ
بھاگے۔ امام احمد نے یہ قصہ جو ابو عبدالرحمن الفہری سے روایت کیا اسمین ہو کہ پھر شاہت الوجوہ کہکر وہ مشت خاک اُنکو پھینک ماری
او مشرکین بھاگے اور یعلی بن عطاء نے کہا کہ مشرکین کے بیٹون نے جو مسلمان ہوگئے اپنے باپون سے یہ قصہ روایت کیا کہ ہم لوگون مین سے
کوئی نہین بچا ہر ایک کی آنکھ و منھ مین خاک و کنکریان بھر ہوئین اور ہمارے کانون مین ایک سخت جھنکار سمائی جیسے طشت پر کوئی لوہے کی
زنجیر رگڑتا و گھسیٹتا ہے پس بدحواس ہوکر ہم لوگ بھاگ نکلے۔ وقد رواہ البیہقی رح فی دلائل النبوۃ۔ پس اللہ تعالیٰ عز و جل نے یہان
یہی واقعہ یاد دلایا کہ جہاد وغیرہ مین اسباب ظاہری پر نظر مت کرو اور حکم منصوص مین عقل مت لڑاؤ دیکھو کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے فتح دی

بہت مواطن مین اور حنین کے روز بھی جبکہ تم نے اپنی کثرت پر اعجاب کیا تھا یعنی بعض نے کہا تھا کہ اب ہم لوگ بوجہ قلت کے مغلوب نہ ہون گے پس اسی کلمہ پر
پکڑے گئے کہ بھروسا تمام اللہ تعالیٰ پر نہین کیا۔ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا۔ اغنا راسقدر دینا کہ حاجت دور کردے لم تدفع کثرتکم
عنکم شیئًا تمھاری کثرت نے تم سے کچھ دور نہ کیا بلکہ تم بھاگ نکلے یعنی تم مین سے اکثر بھاگے اگرچہ تینتیس مہاجرین تنتر انصار حضرت صلعم کیساتھ
ثابت قدم رہے تھے اور عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت بیہقیؒ مین اسّی مہاجرین و انصار مذکور ہین بالجملہ اکثر بھاگے۔ وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ
الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ رحب بالضم وسعت اور بالفتح مقام وسیع اور با بمعنی مع و بعض نے کہا کہ بمعنی علی ہو اور ما مصدریہ لے مع رحبہا
یا علی رحبہا معنی یہ کہ تنگ ہوگئی تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے یعنی تم ایسے بدحواس ہوئے کہ ایسی فراخ زمین مین تمھین کہین جائے قرار نہ ملی
جیسے بے ٹھکانے والے آدمی کا حال ہوتا ہے۔ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ۔ ادبار دبر یعنی پیٹھ پھیر کر اُلٹے جانا بخلاف اقبال کے اور مدبرین
حال ہو یعنی پھر تم نے کافرون کو اپنے پیٹھون کا متولی کیا درحالیکہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے تھے۔ کلام مین تعبیر بملامت ہے اور اشارت لطیف مشعر
ملامت ظاہر ہے جب شکست ہوئی تو بعضے منافقون و مذبذب لوگون نے کہا کہ جادو زور ختم ہوا اب یہ شکست مکہ تک نہین رکیگی اور محمد بن
اسحاق نے جابر بن عبداللہؓ سے قصہ حنین روایت کیا آخر مین ہے کہ بھاگنے کے بعد پہلے جو لوگ بلائے گئے وہ انصار تھے اور اُن مین خزرج
بعد اوس کے تھے اور یہ لوگ جہاد مین بہت ثابت قدم تھے پس یہ لوگ حاضر ہوکر قوم ہوازن سے بھڑ گئے اور اللہ تعالیٰ و رسول کے روبرو
جانین فدا کرنے کی نیت کی اور رسول اللہ صلعم نے رکاب پر ٹیک دیکر نظر فرمائی کہ قوم انصار اس قلت کے ساتھ اس گروہ کفار سے جو چار ہزار
تھے دلیری سے لڑتی ہے تو فرمایا کہ اب البتہ تنور گرم ہوا پھر عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک مشت خاک لیکر مشرکون کو پھینک ماری اور کہا کہ شاہت الوجوہ
انہزموا و رب الکعبۃ۔ یہ چہرے شرک کیساتھ خوار ہون قسم ہے رب کعبہ کی اب بھاگے اور پھینکنا تھا کہ کافرون کی آنکھین و منہ کنکریون و ریگ سے
بھر گئے اور وہ بھاگ نکلے۔ بالجملہ پہلے لشکر اسلام ہی نے شکست اُٹھائی فقط رسول اللہ صلعم مع عباس بن عبدالمطلب کے اور ابوسفیان بن الحارث
بن عبدالمطلب کے بنا بر مختار مفسرؒ کے یا آنحضرت صلعم مع سو آدمیون کے باقی رہے۔ کما قال تعالیٰ۔ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ
یہان ثم ترتیب بیانی ہے کیونکہ آنحضرت صلعم پر سکینہ و طمانینہ ہر حال مین نازل تھی معنی یہ کہ پھر سکونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے جو طمانینت
اُتاری وہ اپنے رسول صلعم پر وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ اور مومنین پر۔ مفسرؒ نے کہا یعنی آنحضرت صلعم کی اجازت سے عباسؓ نے جب آواز دی اور وہ پھرے
تو اُن پر ثابت قدمی و طمانینت نازل تھی پس جمکر لڑے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ جو آپکے ساتھ قائم رہے تھے اُن پر نازل ہوئی بیہقی و احمد
نے ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ حنین کے روز مین رسول اللہ صلعم کیساتھ تھا پس لوگون نے پیٹھ پھیری اور مین اسّی مہاجرین و انصار مین رسول اللہ صلعم کیساتھ رہگیا اور ہم لوگ قائم رہے اور ہم نے پیٹھ نہین پھیری اور
یہی لوگ ہین جنپر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے طمانینت اُتاری تھی مترجم کہتا ہے کہ وجہ توفیق روایات کی طرف مین نے بیان قصہ مین اشارہ کردیا ہے کہ کچھ جلدباز لوگ
دلیری کرکے آگے بڑھ گئے تھے اور وہی فریب مین پڑکر بھاگ نکلے اور اسوقت آنحضرت صلعم کے پاس سوائے عباسؓ و ابوسفیانؓ کے کوئی نہین تھا
ہان اسّی آدمی یا سو آدمی بہت قریب تھے وہ ریلے والون کے شریک نہ ہوئے بلکہ فورًا اُنھون نے آنحضرت صلعم کے سامنے سے قوم کو روکا اور
عباسؓ کے آواز دینے سے سابقین مہاجرین و انصار جو پیچھے تھے تیزی کے ساتھ دوڑے حتی کہ اگر اونٹ جلدی نہ کرتا تو کود پڑتے اور پیروں دوڑتے
اور چونکہ خلط ملط زیادہ ہوگیا تھا لہذا راویون مین اختلاف ہوگیا حتی کہ پہلے لشکر والون کو بعض نے بھاگ کر واپس آنیوالا تصور کیا۔ فافہم واللہ اعلم
وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ اور ایسے جنود یعنی جتھے و لشکر اُتارے جن کو تم نے نہین دیکھا یعنی ملائکہ کو نازل کیا اور قصہ بدر مین
تحقیق گذر چکی کہ ملائکہ نے قتال نہین کیا سوائے بدر کے واللہ اعلم ولیکن کثرت جماعت کیواسطے نزول ضرور ہوا چنانچہ روایت ابن جریر

از عبدالرحمن مولی ام برثن رح اثنائے قصہ مین گذر چکی بیہقی رح نے اپنی اسناد سے شیبہ بن عثمان سے جو فتح مکہ کے نومسلم لوگون مین سے ہین روایت کی کہ جنگ حنین مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ مین بھی نکلا تھا و لیکن واللہ مین کچھ اسلام یا اُسکی معرفت سے نہین نکلا بلکہ اس حمیت کیواسطے کہ ہوازن والے قریش پر غالب ہونے پاوین پس مین نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ یا رسول اللہ مین ابلق گھوڑون کے سوار دیکھتا ہون تو فرمایا کہ اے شیبہ اُن کو سوائے کافر کے کوئی نہین دیکھتا پھر میرے سینہ پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا کہ اے اللہ تعالی پاک میرے تو شیبہ کو ہدایت فرمادے ایسا ہی تین مرتبہ کیا پھر واللہ تیسری مرتبہ میرے سینہ سے اپنا ہاتھ نہین اُٹھایا تھا کہ میری یہ کیفیت ہوگئی کہ تمام مخلوق الٰہی مین کوئی بھی مجھے آنحضرت صلعم سے زیادہ محبوب تھا پھر جنگ کا تمام قصہ لوگون کا بھاگنا اور شکست اُٹھانا و عباس رض کا پکارنا اور آنحضرت صلعم کا فتح کی دعا کر کے ایک مٹھی خاک مارنا اور مشرکون کا بھاگنا سب بیان کیا۔ جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ حنین کے روز مین رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھا اور لوگ لڑتے تھے کہ ناگاہ مین نے دیکھا کہ ایک سیاہ کملی آسمان سے گرتی نظر آئی یہان تک کہ زمین پر مومنون و مشرکون کے درمیان گری اور ناگاہ اُسین سے چیونٹیان نکلین جن سے تمام وادی بھر گیا اور یہ ہوتے ہی مشرکین نے شکست کھائی پس ہم کو کچھ شک نہ تھا کہ وہ ملائکہ ہین۔ رواہ بن اسحاق۔ **مترجم** کہتا ہے کہ مشرکون کو ابلق گھوڑون کے سوار نظر آتے تھے اور مومنون کو اس حال خوفناک سے یہین معلوم ہوتے بلکہ مرغوب ضارع داطوار سے نظر آتے اور اکابر اہل اللہ کو بعالم بھی دکھلائی دیتے تھے۔ یزید بن عامر السوائی سے روایت ہے کہ مین حنین کے روز مشرکین کے ساتھ تھا اور رعب کی یہ کیفیت تھی جیسے طشت مین کوئی کنکریان ڈالکر بجائے پس ہم لوگ اپنے سینہ مین اسطرح اضطراب پاتے تھے اور بکثرت روایات سے ثابت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے ایک مٹھی خاک کنکریلی لیکر مشرکون کو ماری کہ ہر ایک کی آنکھون و منہ مین پڑ گئے کنکر بھر گئے اور وہ مضطرب ہوکر بھاگے اور قتل و قید ہوئے و مسلمانون مین سے صرف چار آدمی شہید ہوئے۔ وقال تعالی ۔ وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اور کافرون کو اللہ تعالی نے عذاب کیا یعنی قتل و قید ہوئے و اُنکے مال لئے وسدی رح نے کہا کہ تلوار سے مقتول ہونے کا عذاب کیا۔ بعض نے کہا کہ عورتین و بچے سمیت چھ ہزار قیدی تھے اور غنیمت اتنی بڑی ہاتھ آئی کہ اس سے پہلے کبھی نہین ملی تھی چنانچہ فقط بارہ ہزار اونٹ تھے اور بکریون و غیر کا شمار نہین۔ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ۔ اور یہ جو کچھ اُن کے ساتھ کیا گیا کافرون کی جزا ہے یعنی دنیا مین اُن کے کردار کی یہ جزا ہے اگرچہ آخرت مین جو کفر پر مرے اُن کی سزا بہت سخت ہے۔ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالی توبہ کی توفیق دیگا۔ اُنہین سے جسکو چاہے یعنی کفر سے توبہ کر کے اسلام لانے کی توفیق دیگا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ اور اللہ تعالی غفور رحیم ہے اُن کے گذشتہ اعمال سے تجاوز کر کے اُن پر فضل کریگا چنانچہ یہی ہوا کہ ہوازن کے جسقدر لوگ باقی بچے تھے وہ سب مسلمان ہوگئے اور واقعہ جنگ کے تین روز بعد روانہ ہوکر آنحضرت صلعم سے جعرانہ مین قریب مکہ کے ملے اور درخواست کی تو آنحضرت صلعم نے اُنکو مختار کیا کہ قیدیون و مال دونون مین سے ایک چیز جو چاہو پسند کر کے لیلو پس اُنھون نے اپنے قیدیون کو لینا پسند کیا پس آپ نے منادی کرا کے منگوا کر اُن کو واپس کر دیئے اور اس سے استدلال کیا گیا کہ غنیمت کا اختیار حضرت رسول اللہ صلعم کو تھا جسکو چاہتے دیوین اور اول سورۂ انفال مین کچھ کلام و آیۃ الخمس مین کچھ بحث گذر چکی ہے اور نیز اسی پر دلالت کرتا ہے یہ قصہ کہ قیدی اُن کو واپس کر دیئے اور باقی اموال غنیمت کو آپ نے تقسیم کیا اور اسمین سے طلقاء یعنی مکہ کے نومسلم لوگون مین سے بعض کو تالیف قلوب کے طور پر سو سو اونٹ دیئے اور مالک بن عوف نضری سردار قبیلہ ہوازن کو بھی سو اونٹ دیئے اور اسی کو اسکی قوم پر بدستور سردار کیا اور اُسنے آنحضرت صلعم کی مدح مین قصیدہ لکھا جسکے دو تین اشعار مین یہ مضمون ہے کہ محمد صلعم کا مثل نہین ہے ہمیشہ ہین جب سخاوت سے عطا فرماوین اور خبر غیب پوچھو تو بتلا دین شجاعت ایسی کہ اگر تیر و تلوار سے لشکر کے چھکے چھوٹ جاوین تو اپنے مقابل والون پر تنہا مثل شیر کے

حملہ آور ہوں اور دشمن بھاگیں تو ہر طرف سے راہ روکدیں وہ بھاگتے راہ نہ پاویں آخر سر تسلیم جھکا کر اُنکے سامنے آویں۔ قال المترجم اشعار صحیح
بلا مبالغہ ہیں واللہ اعلم ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین الآیۃ۔ استدلال حقیقت ہے ثابت ہے کہ اولیاء کے
قلوب بھی امتحانی خطرات سے خالی نہیں ہوتے ہیں باوجودیکہ اُن کو شرف ولایت حاصل ہے اور اس سے یہ بھی مقصود ہوتا ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ بدرجہ ولایت
اُن کا مشرف ہونا کچھ اُن کے اعمال سے متعلق نہیں ہے اور اس سے اُن کو معرفت حاصل ہو کہ یہ نعمت ولایت جو اُن کے واسطے پسند فرمائی محض
تفضل و رحمت ہے اسمین اُنکا کچھ دخل نہیں ہے معنی آیت کے یہ ہیں کہ جہان تم نے اپنی طاقت و قوت سے لگاؤ الگ کیا اور میری ہی طرف محتاج
ہوئے اور مجھ سے میری ہی طرف فرار کیا تو مین نے اپنے حول و قوت سے تم کو تمھارے دشمن پر فتح دی کہ تمھاری نگاہ میری ہی عظمت و جلال پر تھی
اور جب تمھاری نظر جو کی اور اپنے حول و قوت پر بھی پڑی اور مشاہدۂ قدرت حق سے محجوب ہوئے تو مین نے تم کو تمھارے نفوس پر چھوڑ دیا جعفر نے
فرمایا کہ نصرت کا حصول ایک ہی چیز پر تھا اور وہ ذلت و عاجزی و محتاجی بجناب باری تعالیٰ ہے لقولہ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ۔ ایسے بہت
مواطن ہیں جہان تم نے اپنے نفوس کے ساتھ قیام نہیں کیا اور اپنی قوت کثرت کو مشاہدہ نہیں کیا اور یقین رکھا کہ نصرت کچھ اپنی قوت و اسباب سے
نہیں ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی نصرت دیتا ہے اور جب بندہ اپنی حقیقی عاجزی پر یقین رکھے تو اللہ تعالیٰ اسکی نصرت فرماتا ہے اور خواری کا آنا بھی
ایک ہی چیز سے ہے اور وہ عجب ہے لقولہ تعالیٰ ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم۔ چنانچہ جب اُنھوں نے اپنے نفوس کی کثرت سے قوت کو دیکھا تو
حق تعالیٰ نے اُن کو ہزیمت دکھلائی اور زمین وسیع ان پر تنگ کر دی۔ قولہ تعالیٰ ثم ولیتم مدبرین۔ ادبار یہ تھا کہ اپنے حول و قوت و کثرت کے حوالہ کیے
اور اسی کی وکالت مین سونپے گئے تھے۔ پھر جب اُنھوں نے اس تقصیر کو جان لیا کہ مشاہدہ الٰہی سے آنکھ اُٹھا کر اپنی طرف ڈالی تھی اور اس پر نادم ہوئے
تو امتحان سے نکال کر پھر اُن کو لباس انوار قدرت سے اور آثار ہیبت سے مزین کر دیا۔ کما قال تعالیٰ ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المؤمنین
آنحضرت صلعم اگرچہ برابر ثابت قدم تھے اور تن تنہا اس جسد خاص کیلئے فتح و نصرت ایک مشت خاک سے ظاہر فرمائی اور آنکھیں کھولدین کہ عدم وجود
تمام مخلوق ولشکر و انصار کا برابر ہے اور تن تنہا وہ شہسوار عرصہ رسالت واسطے اعلاء کلمۂ حق کے کافی و وافی ہے لیکن جب آفتاب عظمت و جلال کا ظہور
ہو تو مخلوق پر وہ عدم مین ہے پس رسول اللہ صلعم پر انزال طمانینت سے اشارہ ہے کہ قلب آنحضرت صلعم بھی شواہد امتحان سے خالی نہیں کیونکہ
حق عزوجل ہی حق ہے اور مخلوق پھر مخلوق ہے اور ایسے معنی مین حضرت صلعم نے فرمایا انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی الیوم سبعین
مرۃ۔ یعنی میرے قلب پر بھی غین آ جاتا ہے اور مین ہر روز اللہ تعالیٰ سے ستر مرتبہ مغفرت مانگتا ہون اور غایت ما فی الباب یہ ہے کہ علی قدر
مراتب خطور ہے پس جب تمام اصحاب کا خطرہ اس شان مین اس امتحان کا مرتبہ ہو گیا کہ انزال سکینہ کی عنایت و دستگیری کی ضرورت ہوئی۔ سکینہ یاد تھا
انوار کشف مشاہدہ ہے جب کہ مکر ازل سے خوف کیا تو اللہ تعالیٰ نے اصطفائیت ازلی کا نمونہ دکھلا کر خوف مکر سے مطمئن کر دیا اور یہ نہیں ہوا
تھا کہ ایکدم بھی اسکا رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس کی طرف ملتفت ہوا ہو لیکن یہ ہوا کہ جب وہ دریائے قدم مین غرق ہوا تو حادث کا کچھ
اثر نہ دیکھا اور تمام حادث و مخلوق کو قبضۂ عظمت الٰہی مین متلاشی و نابود دیکھا پس اس سے فزع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے کرم سے اسکو اپنی طرف
جگہ دی پس سکینہ و طمانینت آپکو قربت سے حاصل ہوئی۔ کما قال تعالیٰ ثم دنا فتدلی۔ اور کمال ثبات بسبب قرب القرب ہے کما قال فکان قاب قوسین
او ادنی پس جب مرتبۂ اعلیٰ مین آپ نے مشاہدۂ قدم کی حالت مین دوبارہ حادث پر نظر کرنا بالکل صادر نہوا تو مزید وصف فرمایا بقولہ ما زاغ
البصر وما طغی سکینہ و طمانینت جو آنحضرت صلعم کو حاصل ہوئی وہ دیدار ذات سے تھی اور مومنین کو دیدار صفات سے تھی۔ بعض نے کہا کہ سکینہ
الرسول وہ تھی جو سدرۃ المنتہی کے وقت شب معراج مین ظاہر ہوئی۔ کما قال تعالیٰ ما زاغ البصر الآیہ بلکہ مقام قرب مین جس ادب سے

قیام اور حق کی طرف کان لگانا اسی سے ثبات ہی بقولہ علیہ السلام التحیات للہ والصلوات الخ اور سکینۃ المومنین وہ صدق اعتقاد انکا ہو اُس
پر جو حضرت مصطفےٰ علیہ السلام لائے از قسم وعدہ و وعید و بشارت وغیرہ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ سکینہ وہ قیام مع اللہ تعالیٰ بفنائے حظوظ
نفسانیہ ہی۔ استاد رح نے کہا کہ سکینۃ اسطرح ہی کہ حکم پروردگار تعالیٰ جاری ہونے کے وقت قلب کا مستحکم ہونا بصفت طمانینت اور دفع معارضۂ
بشریت اسطرح کہ مقتضائے نفس بالکل بجھا ہوا کالمعدوم ہو اور جو کچھ غیب کے احکام ظاہر ہوں اُن پر خوشی خاطر سے راضی ہو جاوے اور بعض
نے کہا کہ مقام مشاہدہ میں بیداری و ہوشیاری کے ساتھ قائم رہنا اور آداب عبودیت اچھی طرح ادا کرنا بدون اسکے کہ گرانی و مشقت کو
جبر سے برداشت کرے اور رگ نفس اچھلتی و کودتی رہی۔ قال المترجم حدیث میں آیا ہی کہ صحابہ میں سے بعض نے رات میں قرآن مجید کی قراۃ
کی پس گھوڑا جو قریب بندھا تھا وہ بھڑکا اور آخر ہوتے ہوتے مانند ابر سپید نے جسمیں بکثرت شمع تھیں انکو گھیر لیا اور صبح تک یہی حال رہا پھر وہ
دُھنچا ہو کر غائب ہو گیا جب ان بزرگ نے اپنے سرتاج حضرت سید عالم صلعم سے ذکر کیا تو آپنے فرمایا کہ یہ سکینہ تھی قرآن کی تلاوت پر نازل ہوئی
تھا فہم پھر اللہ تعالیٰ نے ملائکہ اتار کر اس موقع کے انعام کو پورا کیا۔ کما قال تعالیٰ وانزل جنودا لم تروھا۔ اسمیں لطیف اشارہ ہی کہ جنود رواد ف
آثار قوت تجلی الحق سبحانہ تعالیٰ بغیر احتجاب انقطاع ہی۔ استاد رح نے کہا کہ جنود میں سے یہاں اشارت بہ نور یقین و زوائد استبصار ہی۔ پھر
اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ازل میں بعض لوگ جو نور سعادت سے داغ دیے گئے تھے اور یہاں اپنی بد افعالی سے پنجۂ بدبختی و قہر میں گرفتار
تھے اُن کو سابقہ رحمت و حکمت سے نکالا بقولہ ثم یتوب اللہ من بعد ذلک علی من یشاء یعنی انوار غیب ان پر منکشف فرما کر شہود کی ہدایت فرمائی اور
عین احسان و رحمت سے نور ہدایت میں غرق کیا۔ واللہ غفور رحیم۔ یہ کیا اچھا کرم و رحمت ہی کہ ازل میں بدون وجوہ کے ان انوار ایمان سے
سرفراز کیا جن کا حال مومن ہی جانتا ہی حالانکہ بعد وجود کے اُنکے گناہ و کردار بد کی یہاں تک نوبت پہونچی کہ اس نعمت عظمی بیبہ کرنیوالے
سے نزال کرتے تھے۔ کیا بڑی مغفرت ہی کہ سب پردہ پوشی فرما کر اس نور سے سرفراز کیا کہ اسکا مثل و مانند نہیں ہی۔ استاد رح نے فرمایا کہ
جہالت سے اُنکو حقائق علم دیئے اور اس تاریک جنگل سے مشاہد یقین دکھلائے پھر اس متفرق وحشت سے انکو عین الجمع وصلت میں پہونچایا
سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم والحمد للہ رب العالمین۔ پھر تم کو آگاہ فرمایا کہ جو بحر توحید سے پاک و طاہر نہوا ہو وہ پلید بھی لائق مقام قرب نہیں ہی بقولہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ وَ

اے ایمان والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک آویں مسجد حرام کے اس برس کے بعد اور

إِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○

اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آگے غنی کریگا تمکو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے اللہ سے سب جانتا حکمت والا

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ممانعت کر دی کہ مسجد الحرام میں مشرکون کو نہ آنے دیں بقولہ یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ
فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا۔ اے ایمان والو لوگ جو مشرک ہیں وہ تو نجس ہیں پس اس سال
کے بعد سے لوگ مسجد الحرام کے قریب آویں۔ نجس بفتحتین و بکسر جیم و نیز بضم جیم و بکسر اول و سکون ثانی بروزن رجس و اکثر تابع رجس بولا
بھی جاتا ہے۔ یقال رجل رجس نجس اور اصل میں مصدر ہی لہذا حالت تثنیہ و جمع و تذکیر و تانیث میں مفرد ہی رہتا ہی اسی واسطے یہاں جمع نہیں
آیا اور بعض نے کہا کہ نجس بفتحتین اسم جنس بمعنی عین نجاست یعنی پلیدی ہی لہذا ابن عباس نے کہا کہ مشرکین کے اعیان مانند کتے و سور کے
نجس ہیں اور یہی حسن بصری رح سے مروی ہے اور حسن بن صالح نے کہا کہ جو کوئی کسی مشرک سے مصافحہ کرے وہ وضو کرے۔ مترجم

کہتا ہے کہ حسن بن صالح کے قول سے استدلال اُن کے نجس العین ہونے پر نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حکم بنظر استحباب ہو سکتا ہے تو نہیں دیکھتا کہ حنفیہ
اگرچہ نجس العین کے قائل نہیں لیکن مصافحہ میں یہی حکم دیتے ہیں۔ کما فی الفتاوی الہندیہ۔ و مراد وضوء سے ہاتھ دھو ڈالنا جیسا کہ بعض احادیث
میں یہ استعمال آیا ہے اور واضح ہو کہ ظاہریہ بھی نجس العین ہونے کے قائل ہیں اور امام مالک کی طرف بھی یہی قول منسوب کیا جاتا ہے لیکن اصح قول
مالک سے مانند قول جمہور علماء صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و فقہاء مذاہب اربعہ کے یہ ہے کہ کافر کی ذات نجس نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکا طعام
حلال کر دیا اور حضرت صلعم نے اُن کے برتنوں میں کھایا پیا بلکہ یہودیہ کا پکا کھانا بھی کھایا جسمیں اس خبیثہ نے زہر ملایا اور ثمامہ بن اثال کو
مسجد کے ستون سے باندھا اور وفد ثقیف کو مسجد میں اُتارا بالجملہ بدلائل جیدہ یہی صحیح ہے کہ ظاہری حکم نجاست اُن کے نفس ذات پر
نہیں ہے پس معنی قولہ تعالیٰ انما المشرکون نجس۔ اے ذو نجس۔ یعنی مشرکین نجاست والے ہیں بسبب اسکے کہ اُن کے باطن میں خبث
و پلیدی شرک کی ہے یا بسبب اُس کے کہ طہارت نہیں کرتے اور غسل نہیں کرتے اور نجاسات سے پرہیز نہیں کرتے پس نجاستوں میں لتھڑے
رہتے ہیں۔ کما قال قتادہ و معمر و غیرہما رحمہم اللہ بالجملہ طہارت کا طریقہ ان کا خود ناپاک ہے وہ کبھی پاک نہیں ہوتے ہیں اور کیونکر بدن ناپاک و زنگار
کے کس طور سے پاک ہو سکتے ہیں۔ اور مضاف حذف کر کے نجس اُن پر محمول ہوتا مبالغہ ہے کہ اُنکی باطنی خباثت اس درجہ کی بڑھی ہوئی ہے
کہ گویا ظاہر و باطن بالکل نجس ہیں پس جب سمجھا دیا کہ مشرکین نجس ہیں تو اُس پر تفریع فرمائی کہ فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ہذا۔ فالتفریع
بر علت سابقہ ہے یعنی جب نجس ہیں تو بعد اس سال کے مسجد الحرام سے قریب نہوں۔ مسجد الحرام کا اطلاق کبھی نفس مسجد پر ہوتا ہے اور وہ بیت الحرام
ہے اور کبھی تمام حرم پر ہوتا ہے جیسے قولہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام۔ حالانکہ اس رات آپ حضرت ام ہانی اپنی پھوپھی کے گھر
تھے اور وہ داخل حرم ہے پس مسجد الحرام سے قریب ہونے سے ممانعت فرمائی حالانکہ مقصود یہ ہے کہ داخل نہ ہوں اسلئے کہ قریب نہ آویں گے تو مقصود
خوب حاصل ہے کہ داخل ہو نہیں سکتے اور نیز خاص مسجد میں بالضرور نہیں داخل ہو سکتے اور اشارہ ہے کہ نجاست ایسی بڑھی ہوئی ہے کہ قریب
ہونیکے قابل نہیں ہے جیسے پاک آدمی نجاست کو پاس نہیں آنے دیتا ہے چھونا کیسا بیضاوی رح نے کہا کہ فلا یقربوا کا حکم جو مشرکون کو دیا
گیا اس سے دلیل نکلی کہ فروع اعمال کا مشرکون سے خطاب ہے یعنی ایسے ہی روزہ و نماز و زکوٰۃ وغیرہ کا بھی اُن کو خطاب ہے اور یہی شافعیہ کا
قول ہے اور حنفیہ رح نے کہا کہ ان کو ایمان لانے کا خطاب ہے پھر جب ایمان لاویں تب ان اعمال کا خطاب البتہ مفید ہے ورنہ حالت کفر میں یہ خطاب
بیکار ہوگا کیونکہ مشرک کی کیا نماز و کیا روزہ لہذا صاحب کشاف نے کہا کہ فلا یقربوا سے نہی راجع بجانب مومنین ہے یعنی اے مومنو یہ لوگ نجس ہیں
تم اُن کو مسجد الحرام کے پاس مت آنے دو۔ یہی ابو السعود وغیرہ نے ذکر کیا اور یہی اوجہ ہے اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ
اُنھوں نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ مشرکین قریب مسجد الحرام نہ آویں مگر آنکہ کوئی مشرک تمہارا خادم ہو یا تمھارے ملک میں عہد و ذمہ کیساتھ رہتا ہو یعنی
مشرکین سے ذمی و خادم مستثنی ہیں وقد روی عنہ مرفوعًا۔ وقال الحافظ والموقوف اصح۔ اب رہا یہ کہ مسجد الحرام سے دونوں اطلاق میں سے کون معنی
مراد ہیں پس عطاء رح نے کہا کہ تمام حرم مراد ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس و عطاء و سعید بن جبیر و مجاہد سے روایت کی کہ قرآن میں جہاں اطلاق
مسجد الحرام ہے وہاں حرم مراد ہے پس تمام حرم سے مشرکین منع کئے جاویں گے و یہی قول امام شافعی رح نے اختیار کیا کہ سوائے مسلمانوں کی مصلحت
کے امام سے اجازت لیکر اور کسی وجہ سے تجارت وغیرہ کے لئے مشرک کسی وقت حرم میں نہ آنے پاویگا۔ اور دیگر اہل علم کے نزدیک معنی دوم
مراد ہیں پس نفس مسجد سے منع کیا جاوے نہ تمام حرم سے۔ اور بیضاوی رح نے امام ابو حنیفہ رح کا قول اس سے بھی اخص ذکر کیا کہ مسجد الحرام سے
بھی حج و عمرہ ادا کرنے کی غرض سے منع کیا جاوے نہ مطلقًا۔ اور کمالین میں کہا کہ آیت محمول ہے کہ بطور غلبہ کے یا بغرض حج و عمرہ کے

یا ننگے طواف کرنے کے داخل مت ہونے دو - حق یہ ہے کہ نجاست کی علت پہلے بیان کر کے ممانعت ہر حال میں داخل ہونے سے ثابت ہے اور ضرورت
کا وقت شرع میں مستثنیٰ ہونا مشروع ہے پھر مفسرین کے دو قول ہیں کہ مشرکین سے خاص مراد ہیں یا عام پس بعض نے کہا کہ خاص بت پرست
مراد ہیں نہ دیگر اصناف اور یہ تخصیص ظاہرا اس وجہ سے کہ اس وقت مسجد الحرام میں آنیوالے بت پرست ہی تھے ورنہ لفظ عام ہے لہذا قول دوم یہ کہ عام
مراد ہیں خواہ بت پرست ہوں یا یہود و نصاریٰ و مجوس وغیرہ - اور یہی شافعی رح کا قول ہے اوزاعی رح نے کہا کہ عمر رح بن عبد العزیز نے عمال کو لکھ بھیجا کہ
مسلمانوں کی مسجدوں میں یہود و نصاریٰ کو گھسنے سے منع کرو اور پیچھے یہ آیت لکھی قال اللہ تعالیٰ انما المشرکون نجس الآیۃ - یہی قول صحیح ہے کہ عموماً
مشرکین کو دخول مسجد الحرام سے منع کیا جاوے - رہا یہ کلام کہ سوائے مسجد الحرام کے دیگر مساجد میں کیا حکم ہے تو علماء مدینہ منورہ کا مذہب یہ ہے کہ مشرک
کو ہر مسجد سے منع کیا جاوے اور عمر بن عبد العزیز سے اوپر منصوص مذکور ہوا اور یہی امام مالک کا قول ہے اور شافعی رح نے کہا کہ سوائے مسجد الحرام کے دیگر مساجد سے
منع نہ کئے جاویں اور امام ابو حنیفہ رح سے مثل قول شافعی کے مروی ہے اور قتادہ رح نے کہا کہ جو مشرک کہ ذمی ہو اسکو روا ہے اور حربیوں کو ممانعت ہے
اور ابن العربی رح نے اس قول سے بنظر تخصیص علت نجاست کے استبعاد کیا اور قول اول ہی اختیار کیا بعض نے کہا کہ کافروں کے لحاظ سے
بلاد اسلام کے تین اقسام ہیں - اول حرم پس کسی کافر کو خواہ ذمی ہو یا امان لیکر آیا ہو یہ روا نہیں ہے کہ وہاں داخل ہو بنا بر قول شافعی و احمد و مالک
کے لہذا سردار لکو حرم سے باہر نکل کر کافر ایلچی سے ملاقات کرنا چاہیئے یا کسی امین کے ذریعہ سے اس کی بات دریافت کرائے - دوم حجاز
اور وہ یمامہ و یمن و نجد و مدینہ شریف کے درمیان ہے اور بعض نے اس سے وسیع بیان کیا پس امام کی اجازت سے کافر وہاں جاسکتا ہے لیکن
تین روز سے زیادہ نہ رہنے پاوے کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا ہے کہ وہاں سوائے مسلمان کے اور کوئی نہ رکھا جاوے اور درحقیقت یہ حکم تمام
جزیرہ عرب کے حق میں ہے - سوم دیگر بلاد اسلام پس ان میں امان و اجازت و عہد سے کافر رہ سکتے ہیں لیکن بنا بر قول شافعی وغیرہ علماء کے
بدون حاجت و اجازت کے یہاں کی مسجد میں داخل نہ ہونے پاویں گے اور قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسجد الحرام میں اوپر مذکور ہوا اور دیگر مقامات
و بلاد میں اسی اصل پر قیاس کرنا چاہیئے - بالجملہ آیت کریمہ سے مومنوں کو جو ازراہ دین ذات کے پاک و پاکیزہ ہیں یہ حکم ہوا کہ مشرکوں کو جو دین کی
راہ سے نجس ہیں مسجد الحرام کے قریب آنے دیں بعد اس سال کے اور یہ نواں سال ہجرت تھا جس میں حضرت علی رض کو حضرت ابوبکر الصدیق رض کے ساتھ
روانہ کیا تھا کہ مشرکین کو منادی کر دیں کہ بعد اس سال کے کوئی مشرک حج نہ کرے اور کوئی ننگا خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے کما فی تفسیر البراۃ - اور
جو قتادہ رح سے مروی ہے کہ قولہ بعد عامہم ہذا مراد سال دہم ہے تو یہ خلاف جمہور ہے اور شاید مراد ان کی ابدیت کے تفسیر سے یعنی اس سال نہم کے
بعد سال دہم سے کوئی مشرک قریب آنے پاوے وہذا محتمل صحیح - ابن عباس رض و مجاہد و عکرمہ و سعید و قتادہ وغیرہم رح نے کہا کہ جب یہ حکم دیا گیا
تو لوگوں نے کہا کہ ایسی صورت میں ہماری بازاریں بند ہو جائیں گی اور تجارت منقطع ہو جائے گی اور جو آرام و راحت ملتی تھی وہ جاتی رہیگی تو اللہ تعالیٰ
نے اس سے اطمینان کے لئے نازل فرمایا قولہ - وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ
عیلہ بالفتح فقر و محتاجی از باب ضرب و قیل من باب نصر اور علقمہ رح کی قراۃ میں عائلۃ مصدر مانند عافیہ وغیرہ کے ہے اور بعض نے کہا عیلہ سے مراد
صورت مشقت ہے ماخوذ از محاورہ عالہ الامر اے شق علیہ یہ امر اس پر شاق گذرا - یہ معنی اگرچہ آیت میں محتمل ہیں لیکن بقرینہ وعدہ تونگری
کے اول راجح ہے - والمعنی اور اگر تم فقر و محتاجی کا خوف کرتے ہو بسبب ان کے حرم میں آنے سے روکنے کے کیونکہ جو راحت تم کو ان کے
آنے سے ملتی تھی وہ منقطع ہو جائے گی تو عنقریب تم کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے غنی کر دیگا یعنی دوسرے طور سے تم کو عطا فرماویگا اور یہ وعدہ
اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا کہ آسمان سے اچھی بارش ہوئی جس سے پیداوار غلہ خود ان کے یہاں خوب ہوئی اور اہل صنعا و یمن وغیرہ کو

اسلام کی ہدایت فرمائی جو مکہ مین بہت سا اناج وغیرہ کی لائی پھر شام و روم وغیرہ فتح کرائے کہ اموال غنیمت و جزیہ وغیرہ سے مالا مال ہوگئے اور
آیت مین قولہ ان شاء کی قید لگائی یعنی اپنے فضل سے تم کو تونگر کریگا اگر چاہے تو یہ قید اسواسطے ہے کہ ہر چیز سے اُمید توڑ کر خالص اللہ تعالیٰ ہی کیطرف
اُمید لگاوین اور اسواسطے کہ آگاہ رہین کہ یہ فضل محض ہے کچھ ان کے اعمال کا اللہ تعالیٰ پر استحقاق نہین ہے اور جان رکھین کہ جس تونگری کا وعدہ ہے وہ
یکسان سب کو ہر وقت نہین بلکہ موافق مشیت الٰہی کے بعض وقت اور بعض آدمیون کے واسطے ہوگی۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اللہ تعالیٰ
علیم حکیم ہے اسکی حکمت و علم سے بعض کو ملتا اور بعض کو نہین اور بعض چیز ملتی اور بعض نہین اور بعض وقت ملتی ہے اور بعض وقت نہین ملتی ہے اور یہی
عین حکمت و صواب ہے پس امر قضاء و قدر پر راضی رہین اور عقل و تدبیر جس واسطے عطا ہوئی ہے اسکو کام مین لاوین ولیکن اسپر اعتماد نہ کرین ف
فی الفرائس قولہ یا ایہا الذین آمنوا انما المشرکون نجس الخ۔ شیخ رح نے اول بیان کردیا ہے کہ مسجد الحرام کے کلمہ سے بطریق اشارت وہ مقامات
داخل ہین جن سے اللہ تعالیٰ کی جناب مین قرب و رسائی حاصل ہوتی ہے پس یہان رمز و اشارہ ذکر کیا کہ اس کلام سے ظاہر ہوا کہ جس بندے
کے دل مین اپنے معبود کی بندگی مین غیر کی طرف لگاؤ و خطرہ رہا اگرچہ اپنے نفس کی طرف کیون نہو وہ نجس ہوا اس قابل نہین ہے کہ جن مجالس
و مقامات سے قرب حاصل ہوتا ہے اُن کے پاس جائے کیونکہ اُس کے جانے سے اہل مجلس صالحین کے خاطر پریشان ہونگے اور اُس کے
دم کی نجاست سے اُن کے انفاس پاکیزہ مکدر ہونگے اور اس کلام مین عارفون کو بھی نصیحت ہے کہ خلاف راہ حق مین چلنے والون کی صحبت سے اپنے آپکو
بچاوین جنید رح نے کہا کہ صوفیہ لوگ ایک گھرانے کے ہین انمین غیر داخل نہین ہوسکتا۔ اسمین یہ بھی اشارہ ہے کہ جس پر قہر قدم کے آثار کا عکس پڑا
وہ اپنے نفس کی طرف نگاہ کرنے لگتا ہے اور یہی نظر اُسکے حق مین اُسکے دل مین اُس کے دل کی نجاست ہے جس سے وہ پاکیزہ عالم ملکوت و جبروت
کے پاس نہین جاسکتا۔ شیخ حمدون ابو صالح رح نے کہا کہ اعمال مین مشرک وہ شخص ہے جو لوگون کی ملاقات کیلئے اپنے آپ کو آراستہ کرے اور جو
بھلائی اس سے ممکن ہو مخلوق کیلئے ظاہر کرے اور نفس کی عبادات ظاہر کرنے سے اسکو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے پس اسکا باطن بسبب
مخالفت ظاہر کے نجس ہوتا ہے اور وہ ریا و شہوات و دیگر مخالفات ہین پس یہی شخص اپنے اعمال عبادت سے مشرک ہے اور مقام قرب کے لائق
نہین کیونکہ منزل قدس کے لائق وہی ہوتا ہے جو ظاہر و باطن و پوشیدہ و علانیہ یکسان پاک پاکیزہ ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے فرمایا انما المشرکون نجس۔
پس جو شخص نجس ہو وہ کسی مقام کی برکت سے پاک نہین ہوتا اور ظاہری پردہ کی وجہ سے وہ درواقع پاکیزہ نہو جائے گا۔ اُستاد رح نے مشرکون
کے نجس ہونے کا نکتہ یہ بیان کیا کہ آب توحید سے اُن کے اسرار دُہل جاتے اسکو چھوڑ بیٹھے اور اپنے وہم و گمان سے گڑھے اعتقادات کو دلمین
جگہ دی جو دلیل و حجت سے محض مضمحل ہین پس اس گندے پانی مین ڈوبے اسی واسطے اُن کو مساجد کے پاس پھٹکنے سے ممانعت فرمائی اسلئے کہ
یہ جگہین تو انوار قرب سے منور ہونے کیلئے ہین اور وہ اندھیرے کے سوائے نور کے قابل نہین۔ پھر حق تعالیٰ نے عارفین کو وعدہ دیا کہ ان کو لباس تونگری
جاوید سے آراستہ کیا جائیگا کہ غیر کی طرف محتاجی کی نظر کرکے ناپائداری کی برہنگی سے محفوظ رہین بقولہ تعالیٰ وان خفتم عیلۃ فسوف الخ۔ اسمین
اشارت ہے ان لوگون کیلئے بھی حکم موجود ہے جو اہل اسلام مین سے تقویٰ طہارت کی راہ سے امیر اُمرا مالدار اہل فسق و فساد سے پرہیز کرتے ہین
یعنی جب تم نے دنیا دارون کو اپنی نظر سے دور کیا اور دلی تعلق کچھ نہ رکھا اور انھین لوگون سے ملے جو فقیر و صاف باطن و ظاہر صوفی ہین
اور اپنے معبود برحق کے سوائے کسی قول و عمل وغیرہ مین کچھ شرک نہین کرتے اور خالص اللہ تعالیٰ ہی کی طرف متوجہ ہین پھر تمھارے دلون مین یہ
خطرہ گذرا کہ دنیا دارون سے ملنا جلنا چھوڑنے مین سخت مشقت و محتاجی و پریشانی ہوگی کام کیسے چلے گا تو وعدہ دیا جاتا ہے کہ تم کو ایسے وسیلہ سے
رزق دیا جائے گا جس سے تم درگاہ حق سے محجوب نہ ہو جاؤ۔ قال المترجم حدیث مین ہے کہ اچھی تونگری نفس کی تونگری ہے اور دوسری حدیث

سے ثابت ہی کہ قناعت نہ کرنیوالا مالدار ہو تو بھی خوار و حریص ہر وقت محتاج بنا ہوا داغ ذلت سے رسوا ہوتا ہی و فی الباب طائفۃ صالحۃ من الاحادیث فلیطلب فی الصحاح۔ استاد رح نے کہا کہ جو سبب حیلہ آدمی نکالتا ہی ایسی بیہودی کی امید کرنے سے شرک مین پڑا اور توحید کا درِ دولت بند ہو گیا اور وہ در بدر پریشان پھریگا۔ اور جس نے یقین کر لیا کہ میرے معبود نے جو میری قسمت مین مقدر کیا وہ لامحالہ مجھے ملیگا اور جو نہین مقدر کیا وہ کبھی نہ ملیگا پس وہی خالق قادر ہی تقدیر اسی کی ہی تو وہ تونگر ہی اور جس نے یقین نہین کیا وہ ہمیشہ خوار محتاج فقیر ہی۔ **قال المترجم** بعضے نادان یہ سمجھے ہین کہ پھر ہم محنت و مشقت کیون[1] اٹھا دین تو یہ اُن کی جہالت ہی کیونکہ ہاتھ پاؤن ہوش و حواس فقط اسلئے دیئے ہین کہ تدبیر سے کام کرو اور اسکا اثر تمھاری تدبیر وغیرہ پر نہین ہی لہذا اسقدر حکم بجالانا ضرور ہی پھر دینا نہ دینا اُسکے اختیار مین ہے اور جو کوئی لنجا اپاہج بن بیٹھے اسکو بھی اسکا رزق مقدر پہونچ جائے گا۔ رہا یہ کہ گناہ گار ہوگا یا نہین تو اسمین علماء نے اختلاف کیا اور اصح یہ ہی کہ اپاہج بننا بُرا کام ہی اور تفصیل ترجمہ عالمگیری یعنی فتاوی ہندیہ مین سے تلاش کرو واللہ اعلم۔ بعض نے کہا کہ جس نے کرم مولی پر اعتماد کیا اور اسی کے باران رحمت پر ٹکٹکی لگائی وہ ہر سبب و تدبیر سے تونگر ہوا اور اُس نے ہر مشقت سے راحت پائی اور اسکی ہر امید برآئی اور بے مانگے مراد پائی۔ والحمد للہ رب العالمین پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے نجس مشرکون مفسدون کا پتہ بتلا کر اُن پر جہاد کا حکم دیا بقولہ تعالیٰ۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

لڑو　ان لوگون سے جو یقین نہین رکھتے اللہ پر　نہ پچھلے　دن پر　نہ حرام جانین　جو حرام کیا　اللہ نے اور اُسکے رسول نے

وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝

اور نہ قبول کرین　دین　سچا　وہ جو　کتاب والے ہین یہانتک کہ دیوین جزیہ سب ایک ہاتھ سے اور وہ　بے　قدر　ہین۔

سورۂ براءۃ شروع سے یہان تک مشرکین عرب کے حق مین کلام فرمایا اب اہل کتاب کے حق مین شروع کیا۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ اہل روم پر جہاد کا حکم ہی اور اسی کے بعد آنحضرت صلعم نے غزوۂ تبوک کا سفر کیا۔ کلبی رح نے کہا کہ مدینہ کے یہود بنو قریظہ و نضیر پر جہاد کا حکم ہے پس اُنھون نے جزیہ دینا قبول کیا اور یہ پہلا جزیہ اور پہلی خواری اہل کتاب کی ہوئی۔ اقول اہل کتاب سے غالباً مراد دونون فریق یہود و نصاری ہوتے ہین جیسے بنو اسرائیل سے یہود و نصاری سے عیسائی مراد ہوتے ہین۔ پس اصح یہ ہی کہ یہ حکم ہر دو فریق کے حق مین ہے۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ قتال کرو ان لوگون سے جنکی صفت یہ ہی کہ ایمان نہین لاتے ہین اللہ تعالیٰ پر۔ الذین سے اہل کتاب مراد ہین چنانچہ آگے بیان آتا ہی۔ حافظ رح نے لکھا کہ جزیرۂ عرب مین مشرکین کی اصلاح ہونے کے بعد نوین سال ہجرت کے یہ پہلا حکم اہل کتاب پر جہاد کا آیا لہذا آنحضرت صلعم نے سخت گرمی و قحط کے موسم مین تیس ہزار اہل مدینہ و اطراف کے لوگ جمع کر کے قتال اہل روم کا قصد فرمایا جس کو غزوۂ تبوک کہتے ہین اور اسی غزوہ سے بعضے مومنین بھی پیچھے رہے تھے جن کا عجیب قصہ انشاء اللہ تعالیٰ آگے آویگا اقول اس آیت مین نص صریح ہی کہ اہل کتاب کا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہین ہے پس ہم اسکو تو یقین رکھتے ہین پھر مفسرین نے مختلف وجوہ بیان کیے کہ عدم ایمان کیونکر ہی پس مفسر جلال رح نے لکھا کہ ایمان نہین ہی ورنہ آنحضرت صلعم پر ایمان لاتے اور توضیح اسکی تیسیر حافظ کی تفسیر مین ہی کہ ایمان اللہ تعالیٰ پر بدون متابعت کسی رسول کے ممکن نہین ہی اور سب رسولون نے حضرت سید الرسل محمد صلعم کی بشارت دی اُن پر ایمان لانا فرض عین کر دیا اور اُن کی کتابون مین صریح بشارت ہی پس اگر کسی نبی پر ایمان ہوتا تو ضرور محمد صلعم پر ایمان لاتے پس جب کسی نبی پر ایمان نہوا بلکہ صرف اپنی رائے و ہوا و ہوس کے پابند ٹھہرے تو اللہ تعالیٰ پر ان کا ایمان نہ ہوا۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر اسلیئے ان کا ایمان ٹھیک نہین ہی کہ یہود تو ایسے خدا پر ایمان لائے جس کے واسطے ناقص صفتین ثابت کرتے ہین اور

[1] چنانچہ جہاد اسکے سامان و تدبیرات کو چھوڑ بیٹھے ۱۲

عزیز علیہ السلام کو اُس کا بیٹا بتلاتے ہین پس باپ بھی اپنے بیٹے کی جنس سے آدمی یا مخلوق ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک جل جلالہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے اسپر یہود کا ایمان ثابت نہین - اور یہی حال نصاریٰ کا ہے کہ کمال نادانی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہین پس درحقیقت یہ لوگ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک پر ایمان نہین رکھتے بلکہ ایسے خدا پر ایمان لائے ہین جسکا بیٹا مسیح اور جورو مریم ہے اور وہ کوئی چیز ہوگا کیونکہ بالیقین اللہ تعالیٰ جل جلالہ ایسا نہین ہے بس حضرت معبود برحق خالق مطلق جامع صفات کمال منزہ از نقص و زوال و مشابہت مخلوق پر جو اللہ تعالیٰ سبحانہ ہے اسپر انکا ایمان نہوا لہذا حکم دیا کہ جہاد کرو ایسے لوگون پر جو ایمان نہین لائے اللہ تعالیٰ پر وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ - اور نہ ایمان لائے روز آخر یعنی روز قیامت پر - یہ بھی صریح نص ہے کہ یہود و نصاریٰ مین سے کسی کو روز آخرت پر ایمان نہین ہے اگر کوئی کہے کہ نصاریٰ بھی قیامت کے قائل ہین اور یہود بھی چنانچہ قرآن مجید مین خود مذکور ہے کہ قالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ہودا او نصاریٰ - یعنی یہود دعوی کرتے کہ جنتی فقط یہودی ہین اور نصاریٰ کہتے کہ فقط نصرانی ہین - اور ایسے ہی دیگر آیات پس اس سے تو نکلتا ہے کہ قائل ہین مین جواب دیتا ہون کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا بھی یہ لوگ دعوی کرتے ہین مگر جو حال ہے وہ تم اوپر سن چکے پس یہی روز قیامت پر ایمان لانے کا حال ہے - حاصل آنکہ جو چیز جس طور پر واقع مین ہے اگر اسی طور سے اس پر ایمان نہوا تو دوسری چیز پر ایمان ہوا اسپر بالکل بھی ایمان نہین - چنانچہ روز آخرت یہود تو اس دن کو کہتے ہین جسمین وہ لوگ بڑے آرام سے جنت مین داخل ہون گے اُن کی چوری دغابازی ظلم فریب زناکاری کسی کا مواخذہ اُن سے نہوگا اور فقط وہی جنت بھر کے مالک ہون گے کسی اور کا نام بھی نہ ہوگا اور نصاریٰ بھی مدعی ہین کہ مسیح ہمارے گناہون کے بدلے خود سولی چڑھ چکے اب ہمین ہم جنت مین نظر آوینگے اور کوئی نہین اور دنیا مین جو کچھ گناہ کرین ہم سے کچھ پوچھ گچھ نہ ہوگی - پس یہ لوگ ایسے روز آخر کے قائل ہین اور حقیقت مین ایسا کوئی دن نہ ہوگا بلکہ روز قیامت تو وہ دن ہے کہ ذرہ ذرہ حساب ہوگا اور پورا عدل و انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور نیک کام کئے وہ ثواب و آرام پاویگا چاہے کوئی ہو اور جو کافر یا مشرک بدکار گنہگار موذی ظالم رہا وہ اپنے کئے پر گرفتار ہوکر عذاب پاویگا اور کوئی دوسرے کا بوجھ اپنے سر نہین اُٹھاویگا اور نہ کسی کی بدکاری مین دوسرا پکڑا جائیگا بلکہ ہر ایک اپنے کئے کی سزا پائے گا بعض علماء نے کہا کہ اہل کتاب اس لئے قیامت کے منکر ٹھہرے کہ اُنکا یہ اعتقاد ہے کہ خالی روح کا حشر ہوگا نہ جسم کا اور اُن کا اعتقاد ہے کہ جنت مین نہ کھانا نہ پینا نہ حور نہ قصور کچھ بھی نہین ہے خالی روح کو فرحت یا غم ہوگا اور ایسے ہی بہت سے واہیات اعتقاد ہین سو ایسا اعتقاد ہونا اور نہ ہونا برابر ہے روز آخرت قیامت جو واقعی ہے اُس کا وہ ہرگز معتقد نہوا پس مومن نہین اگرچہ دعوی کرے مترجم کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ مین فرقہ نیچر کا بھی یہی اعتقاد ہے پس اس قول سے نکل آیا کہ نیچری بھی مومن نہین ہین - بعض علماء نے اگرچہ احتیاطاً اس فرقہ کی تکفیر مین تامل کیا و لیکن اصح یہی ہے کہ اُن کے کافر ہونے کا فتوی شرع سے ثابت ہوتا ہے اور نیز ثابت ہوا کہ فلاسفہ کا جیسا اعتقاد فقط روح کی لذت یا الم کا مذکور ہے کہ یہی جنت و دوزخ ہے تو اسکا معتقد بھی کافر ہوگا یہان تک کہ جو بات اللہ تعالیٰ و رسول نے فرمائی ہے اسپر اعتقاد لاوے اور دین مین وہ برتاؤ کرے جو اللہ تعالیٰ و رسول نے بتلایا اور اگر یہ برتاؤ نہ کیا بلکہ رشوت و حرامخواری و فسق و فجور پر کمر باندھی اور یہ سمجھا کہ اُوہ جی اُن کے کرنے مین کچھ پرواہ نہین تو کافر ہوا اور اگر ڈرتے ڈرتے کیا تو فاسق ہوا لیکن ایک دو مرتبہ تو ڈرتے ڈرتے کرتا ہے پھر آخر نڈر ہوکر بے دھڑک کرنے لگتا اور کافر ہوجاتا ہے دیکھو یہود کا یہی حال ہوا چنانچہ فرمایا - وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ اور حرام نہین رکھتے اُس چیز کو جسکو اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول نے حرام کردیا چنانچہ یہود پر چربی کھانا حرام کی گئی تھی انھون نے اسکو پگھلا کر فروخت کرکے اُسکے دام لئے اور کھائے - حدیث صحیح مین یہود کے اس فعل پر لعنت آئی ہے اور حضرت صلعم نے اس سے اپنی اُمت کو تنبیہ

کردی ہو کہ یہودیوں کے مانند حیلہ و فریب نہ کرین اسی واسطے علما ربانی سمجھاتے ہین کہ بعضے لوگ جب سال ختم ہونے کو آیا تو اپنا تمام مال جورو وغیرہ کو ہبہ کیا تاکہ زکوۃ نہ دینی پڑے پھر جب سال ہوچکا تو مہینہ دو مہینہ بعد پھر ہبہ سے رجوع کر لیا تو یہ حرکت حرام ہے جیسے یہود کی حرکت تھی بعض نے کہا کہ رسول مین رسول سے آنحضرت صلعم مراد ہین یعنی جو اللہ تعالی نے کتاب مین حرام کیا جیسے سور کو اور جو آنحضرت صلعم نے سنت مین حرام کیا جیسے رشوت جسکو حرام نہین رکھتے یا اللہ تعالی و رسول کی حرام کی ہوئی چیز جیسے شراب کو حرام نہین رکھتے ہین اور بعض نے کہا کہ رسول سے انکا رسول مراد ہے جس کی پیروی کا وے دعوی کرتے ہین چنانچہ حضرت موسیٰ نے یہود پر چربی حرام کی اسکو نہین کرتے بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی و رسول نے جس کے وے معتقد ہین جو کچھ توریت و انجیل مین حرام کیا اسپر عمل نہین کرتے ہین بلکہ اسکو تحریف کرکے بدل ڈالا اور بجاے ان کے اپنے مطلب و غرض سے عبارتین بنا کر لکھ لین چنانچہ انجیل کے نسخے جب مقابلہ ہوئے تو کئی لاکھ جگہ فرق ایک دوسرے مین نکلا اور پتہ نہین لگتا کہ اصل انجیل کیا ہوئی اور اسمین کیا مضمون تھا اور یہی یہود کا حال ہے اور اُن کے عوام جاہلون کا یہ طریقہ ہے کہ جو کچھ اُن کے علما نے کہا اُسکو یقین ایمان کر لیتے ہین یہ نہین پوچھتے کہ اللہ تعالی و رسول کا حکم کیا ہے چنانچہ قولہ تعالی اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ الآیۃ۔ سے ثابت ہے اور مسلمان بھی ایسا ہی کرتے اور فتوی یون مانگتے ہین کہ "چہ میفرمایند علمائے دین الخ یعنی اس مسئلہ مین علما کیا فرماتے ہین حالانکہ یون لکھنا چاہیئے کہ اس مسئلہ مین شرع سے اللہ تعالی و اُسکے رسول کا کیا حکم ثابت ہوتا ہے جسکو ہمارے علمائے دین بیان فرما کر بڑا ثواب کماوین بالجملہ اہل کتاب جن پر جہاد کا حکم دیا عموما اُن کا یہ حال تھا کہ جو اللہ تعالی و رسول اللہ نے حرام کیا اُسکو حرام نہین رکھتے یعنی اُسپر نہین چلتے ورنہ اُسکے حکم کے موافق سید الانبیا محمد صلعم پر ایمان لاتے اسی واسطے فرمایا۔ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ۔ اور برتاؤ نہین پکڑتے دین حق کا یعنی دین اسلام کا جس نے اور دینون کو منسوخ کیا اور اب یہی دین ثابت و برقرار رہیگا یہان تک کہ قیامت آجاوے عیسائی تو کہتے ہین کہ نسخ نہین ہوسکتا اور یہودی بھی یہی دعوی کرتے ہین اور نادانی سے اپنے اوپر قیاس کرکے عجیب واہی تباہی باتین کرتے اور اُن کو دلیل سمجھتے اور لوگون کو بہکاتے ہین لہذا مین مختصر لکھ دون۔ واضح ہو کہ نسخ مین ایک حکم پہلا برتاؤ سے جاتا رہتا اور جدید کا عمل درآمد ہوتا ہے پس اول کو منسوخ اور دوم کو ناسخ کہتے ہین اور دونون حکم اپنے اپنے موقع پر اچھے و صحیح ہوتے ہین۔ اُسکا بیان یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی حکمت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا اور ہر ایک کی حالت و قوت و نفع و ضرر ہر زمانہ مین جدا جدا رکھا حتی کہ پوری حالت سے کوئی بندہ خود واقف نہین ہوسکتا پھر تمام مخلوق کو مہمل نہین چھوڑا کہ چھٹ بندون جو چاہین کرتے پھرین بلکہ اُن کو عقل و شرع کے موافق پابند کر دیا چنانچہ عقلمند آدمی قطع نظر شرع کے اپنی عقل سے جھوٹ بولنا و گالی دینا وغیرہ بُرا جانتا ہے اور بعض اُمور ایسے ہین کہ عقل اُنکو جس قدر دی ہے وہ حکمت آلہی کی ماہیت کو نہین پہونچتی اور حکمت آلہیہ مین بعض کام کرنے کا اور بعض سے باز رہنے کا حکم ہے پس بندہ وہی سمجھدار ہے کہ اپنی کملی سے پاؤن نہ نکالے اور حکمت الہی کا اپنے خالق کا مقابلہ نکرے بلکہ یقین کرے کہ یہ کام عین مصلحت و حکمت ہین اگرچہ میری ذرا سی عقل اسکو نہین پہونچتی ہے پس ان کامون کا برتاؤ کرے پھر انہین مین سے بعضے کام ایسے ہین کہ وہ بعض قوم کیلئے مفید ہین اور بعض کیلئے نہین اور بعض زمانہ تک مفید ہین اور اسکے بعد نہین یا اسکے بعد دوسرا کام اس سے زیادہ مفید ہے چنانچہ طبیب کو دیکھو کہ بچہ کیلئے ایک غذا تجویز کر دیتا ہے حالانکہ عمر بھر اسکا استعمال رکھنا حماقت ہے وہ بچپن ہی تک کیلئے تھی پھر جوان ہوا تو مضر ہوگی اسی طرح ایک زمانہ مین اللہ تعالی نے ایک رسول بھیجا اور اُسپر ایک حکم نازل کیا تو قیامت تک وہی حکم مراد نہین ہے بلکہ یہ سمجھنا حماقت ہے بلکہ جب تک اسکا وقت تھا تب تک اور رسول آئے وہ بھی اسی حکم کا برتاؤ کرنے پر تاکید کرتے رہے جیسے موسیٰ کے بعد بہت رسول آتے گئے اور توریت ہی کا حکم رہا پھر جب

لہ [illegible]

اُس حکم کا زمانہ ختم ہوا تو عیسیٰؑ بھیجے گئے اور بہت سے احکام منسوخ ہوئے منجملہ اُن کے جہاد ہے چنانچہ موسیٰ و یوشع و سلیمان علیہم السلام وغیرہم نے
خوب خوب جہاد کئے پھر انجیل میں یہ حکم منسوخ ہوا۔ اس سے معلوم کرلو کہ نسخ کے یہ معنی ہیں کہ ناسخ سے یہ ظاہر کر دیا گیا کہ پہلا حکم جو منسوخ
ہوا اسکی انتہا اسی وقت تک کے واسطے تھی اب آگے وہ نہیں بلکہ ناسخ حکم ہے اور اللہ تعالیٰ جب چاہے جو چاہے وہ حکم کرے وہ قادر ہے
وہ مختار ہے اسپر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن سوائے کافر بے ایمان کے ہر شخص یقین کریگا کہ جسوقت جو حکم دیا وہ عین مصلحت و سراسر حکمت الٰہی ہے اگرچہ
بندہ کو وہ حکمت معلوم نہیں ہو سکتی ہے تعجب ہے کہ نصاریٰ توریت کو عہد عتیق اور انجیل کو عہد جدید کہتے ہیں اور توریت کے احکام فرض ہونیکے
قائل ہیں حالانکہ توریت میں خود جہاد کا حکم بڑے زور و شور سے ہے اور انجیل میں تلوار نکالنے تک سے ممانعت پھر یہ نسخ نہیں تو اور کیا ہے
ولیکن ہٹ دھرمی سے مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے سچ فرمایا کہ لا یدینون دین الحق۔ دین حق کی پیروی اختیار
نہیں کرتے حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم دیا ایسے لوگوں پر جن کے صفات یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روز قیامت
کو مانتے اور نہ ان چیزوں کو حرام رکھتے جن کو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے حرام فرمایا ہے اور نہ دین حق کی پیروی کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کو
صریح بیان کر دیا بقولہ۔ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ۔ من بیانیہ اور کتاب پر الف لام جنس کا یعنی کتاب آسمانی خواہ توریت ہو یا انجیل
ہو یعنی ایسے لوگ جنکا حال اوپر بیان ہوا وہ لوگ ہیں جن کو آسمانی کتاب دی گئی ہے یعنی یہود و نصاریٰ۔ واضح ہو کہ پہلے اوصاف تو مجوس
و ہندوؤں پر بھی صادق تھے لیکن من بیانیہ سے ظاہر ہو گیا کہ مراد اہل کتاب ہیں اور اس سے نکلا کہ مجوس اہل کتاب نہیں جیسا کہ
بعض لوگوں کو وہم ہوا اور حضرت عمرؓ کو مجوس سے جزیہ قبول کرنے میں تامل ہوا تھا یہاں تک کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حدیث
سنائی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا سنوا بہم سنۃ اہل الکتاب۔ یعنی اہل کتاب سے جو برتاؤ ہے وہی اُن کے ساتھ بھی برتو یعنی حق جزیہ میں مجوس کا حکم
مانند اہل کتاب کے ہے اور علماء رح میں اتفاق ہے کہ یہاں فقط یہود و نصاریٰ مراد ہیں بدلیل اوتوا الکتاب اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ قل یا اہل
الکتاب لستم علیٰ شئی حتی تقیموا التوراۃ والانجیل الآیۃ۔ اگر پوچھا جاوے کہ پہلے کیوں بلفظ الذین موصول مبہم فرمایا پھر بیان کر دیا تو جواب یہ ہے
کہ پہلے قتال کا حکم دیا ایسے ایسے لوگوں پر جن کے یہ اوصاف ہیں تاکہ اہل ایمان کو اُن کے اوصاف سے خوب رسوخ ہو جاوے کہ یہ لوگ ایسے
ظالم و مفسد قابل جہاد ہیں پھر متوجہ ہوں کہ دنیا میں وہ کون ہیں پھر بیان کر دیا کہ خوب جم جاوے اور یہ بہت اچھی بلاغت ہے۔ ابوالوفا
نے کہا کہ قولہ قاتلوا سے سزا دینے کا حکم دیا۔ الذین مبہم کو پھر قولہ لا یؤمنون باللہ سے انکا جرم جس سے مستوجب عقوبت ہیں بیان کیا۔ پھر
قولہ ولا بالیوم الآخر۔ سے اعتقادی جرم کی تاکید کی۔ پھر قولہ ولا یحرمون ما حرم اللہ ورسولہ سے عملی جرم کا بیان ہے اور اس سے اظہار ہے کہ
اعتقادی جرم موکد ہی پر اکتفا نہیں بلکہ اس سے بڑھکر بھی عملی مجرم اور دنیا میں فساد پھیلانے والے ہیں۔ پھر قولہ ولا یدینون دین الحق سے
اس جرم کی مزید تاکید ہے کہ زبانی فہمایش پر اکتفا نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کو راہ راست سے انحراف و عناد اور چڑھ ہے پھر قولہ من الذین
اوتوا الکتاب سے اُن کے عناد اور ہٹ دھرمی کا بیان بتاکید تحبت ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی آسمانی کتابوں میں آنحضرت صلعم و دین اسلام
و اسکی خوبی کو لکھا پاتے تھے مگر ہٹ دھرمی و عناد سے انکار کرتے تھے پس ایسے مجرم کا فساد و ظلم دور کرنے اور اس کو راہ راست پر رکھنے کا
یہ طریقہ بتلایا کہ ان پر جہاد کرکے ان کو ٹھیک راہ پر رکھو پھر انتہا بیان فرمائی کہ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّ ھُمْ
صٰغِرُوْنَ۔ یہاں تک قتال کرو کہ وے لوگ جزیہ دیں ہاتھ سے درحالیکہ وے ذلیل ہونیوالے ہوں۔ یعنی قتال کئے جاؤ
یہاں تک کہ اگر اسلام لاویں تب راہ راست پر ہو جاوینگے پس تمہارا اور اُن کا حال یکساں ہو جائیگا اور دین میں تمہارے بھائی ہو جاویں

اور یا اسلام نہ لاوین گے تو جزیہ دین اپنے ہاتھ سے ذلت وخواری کے ساتھ کیونکہ کفر پر رہ کر تمہارے برابر والے نہین ہو سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ حدیث امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا لا الہ الا اللہ الخ مجھے حکم دیا گیا کہ لوگون سے قتال کرون یہانتک کہ لا الہ الا اللہ کہین الخ۔ مین قتال کی انتہا یہ کہ اسلام لاوین جزیہ مذکور نہین تو جواب یہ ہو کہ حدیث مین لفظ الناس سے معہود یعنی عرب کے مشرکین مراد ہین کہ ان سے سولئے اسلام کے اور کچھ قبول نہین ولیکن عرب مین جو اہل کتاب یہود و نصاری تھے اُن سے بھی جزیہ قبول ہو۔ وقال الحافظ رح اسی آیت سے امام شافعی واحمد وغیرہ نے استدلال کیا کہ جزیہ سولئے اہل کتاب کے اور کسی قسم کے کافرون سے قبول نہوگا اور امام ابو حنیفہ رح نے کہا کہ عرب مین یہی حکم ہے اور عجمیہم مین سب سے جزیہ قبول ہو خواہ اہل کتاب ہون یا نہون اور امام مالک رح نے کہا کہ جملہ اصناف کفار سے جزیہ قبول کیا جاوے گا مؤلف فتح البیان نے نقل کیا کہ امام شافعی و احمد و ابو حنیفہ و اصحاب امام ابو حنیفہ و ثوری و اوزاعی وغیرہم کا یہ مذہب ہے کہ سولئے اہل کتاب کے اور کسی سے جزیہ قبول نہ ہوگا۔ وقال المترجم صحیح قول امام ابو حنیفہ رح کا اسی تفصیل سے ہو جو شیخ حافظ رح نے ذکر فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔ پھر بنا بر قول شافعی رح کے مجوس بدلیل حدیث صحیح مذکورہ بالا کے داخل اہل کتاب ہین اور امام ابو حنیفہ رح کے قول پر کچھ اشکال ہی نہین کما لا یخفی۔ پھر اہل علم مین مقدار جزیہ مین اختلاف ہو عطار و یحییٰ بن آدم وغیرہ نے کہا کہ جسقدر پر صلح کرین وہی مقدار ہو اور یہی مختار شیخ ابن جریر رح ہو لیکن کہا کہ کمتر ایک دینار سالانہ ہو اور شافعی رح نے کہا کہ ہر آزاد بالغ پر ایک دینار ہو کم نہ ہوگا خواہ غنی ہو یا فقیر ہو اور اگر اس سے زیادہ پر صلح ہو تو جائز ہو اور خوشی سے بڑھاوین تو روا ہو و امام مالک رح نے کہا کہ سونے کی مالیت والون پر چار دینار اور چاندی والون پر چالیس درم ہین خواہ غنی ہون یا فقیر ہون اور مراد یہ کہ سونے سے ادا کرین تو چار دینار اور چاندی سے ادا کرین تو چالیس درم ہین۔ اور امام ابو حنیفہ و اُن کے اصحاب و امام احمد کے نزدیک باعتبار وسعت کے ہو چنانچہ اعلیٰ درجہ کے مالدار پر اڑتالیس درم اور اوسط درجہ پر چوبیس درم اور ادنیٰ درجہ پر بارہ درم ہین اور جو فقیر کمائی والا نہو اسپر کچھ نہین ہو اور اس امر پر اجماع ہو کہ طفل و عورت و مجنون سے کچھ نہین لیا جاوے گا اور دیگر تفاصیل وقت ادار وغیرہ کتب فقہ مین مبسوط ہین اور صحیح مسلم مین حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ مرفوعًا ظاہر صریح ہو کہ جن کفار پر جہاد کیا جاوے پہلے اُن کو دعوت اسلام کی جاوے و علمار رح نے کہا کہ تین مرتبہ سمجھانا مستحب ہے پھر نہ مانین تو اُن سے صلح و جزیہ دینے کو کہا جاوے پھر اُس کو بھی نہ مانین تو آخر اُن سے قتال کیا جاوے خالص واسطے اللہ تعالیٰ کے یہانتک کہ قدم پیچھے نہ ہٹاوین اور مفسد کافرون کو مغلوب کر لین پھر علمار کا قول ہو کہ امام کو اختیار ہو کہ مغلوب کر کے ان پر احسان کرے اور جزیہ پر اُن کو آباد رکھے پھر علمار مین دو قول ہین بعض نے کہا کہ جزیہ بغرض حفظ جان ہو اور بعض نے کہا کہ بغرض اذلال اہل کفر ہے اور اسی قول کو شیخ ابن القیم نے ترجیح دی اور علیٰ ہذا جزیہ کا اشتقاق از جزار ہو یعنی جزار کفر و شرک و فساد یہ ہو کہ ذلت کیساتھ اس قدر مال ادا کیا کرین اور بنا بر قول اول کے جزار امن ہو ولیکن سیاق قولہ حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وہم صاغرون۔ دلالت کرتا ہو کہ یہ جزا راجح بمعنی عقوبت ہو یعنی بطریق عقوبت اسکو ادا کرین اور اسی سے واضح ہوا کہ اعطار بمعنی ادار ہو اور مراد اس سے ادار کا التزام ہو اگرچہ ہنوز وقت ادا نہ آیا ہو یعنی اُنکی سزا ہو کہ اسلام نہ لائین تو جزیہ ادا کرنے کا التزام کرین بدلیل قولہ عن ید۔ یہ حال ہو یا تو ضمیر یعطوا سے اور یا الجزیہ سے پس اول پر معنی یہ کہ یعطوا عن ید یعنی بحال انقیاد ادا کرین یا اپنے ہاتھون آپ ادا کرین کسی غیر کے ہاتھ نہین بھیجین اسیواسطے جزیہ ادا کرنے پر وکیل کرنا منع ہے یا ید بمعنی دسترس و توانگری ہو یعنی اسقدر دسترس ہو کہ ادا کر سکین اسی واسطے امام ابو حنیفہ و احمد رح نے کہا کہ فقیر بے کمائی والے پر کچھ نہین ہو اور اگر ید سے جزیہ لینے والے کا ہاتھ مراد ہو تو بنا بر اس قول کے کہ جزیہ بغرض عقوبت و اذلال ہو عن ید۔ مین ید سے ید قہر مراد لینا اولیٰ ہو یعنی قہر و غلبہ کے ہاتھ کے نیچے ذلیل و عاجز ہو کر ادا کرین اور بنا بر قول اول کے کہا گیا کہ ید بمعنی انعام سے ماخوذ ہو یعنی عن ید بمعنی عن انعام ہو کیونکہ جزیہ لیکر انکو باقی

چھوڑ دینا اُن کے حق مین بڑی نعمت ہو اور بعض نے کہا کہ نقد مسلّم ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ مین مراد ہو اور حق یہ ہو کہ معنی اذلال و حقارت ہی کی
ترکیب اصح ہو کیونکہ عامہ آثار اسی کے مؤید ہین اور نیز قولہ وہم صاغرون ۔ اسی پر دلیل ہو ۔ الصّغار ذلت خواری پھر اس صغار مین اختلاف ہو
کہ تاکید مفہوم سابق ہو یا کوئی مزید صورت صغار مراد ہو ۔ عن عکرمہؒ کھڑے ہو کر نذرانہ کی طرح وصول کرنیوالے بیٹھے ہوئے کو ادا کرے ۔ بعض نے کہا
کہ ہمان لینے والا بیٹھا ہو وہان اسکو کھینچ لیجاوین اور وہ ذلیل بنا ہوا ادا کرے ۔ بعض نے کہا کہ وہ دیتا ہو تب بھی اس سے کہا جائے کہ الے
جزیہ جلد دے اور ابن عباس سے روایت کی جاتی ہو کہ ٹھوکر ایا جائے اور ایسے ہی دیگر اقوال ہین کہ اُن مین سے کوئی پسندیدہ نہین ہو اور
سلمان فارسیؓ سے مروی ہو کہ صاغرین کے یہی معنی کہ غیر محمود ہین یعنی اسلام چھوڑ کر یہ اختیار کرنا اُن کے حق مین تعریف نہین کیونکہ خصائل حمیدہ
وصفات پسندیدہ چھوڑ کے مسلمانون کی برابری چھوڑی اور حماقت وجہالت سے بُری باتون کو ان داموں خریدا اور مرجع اس قول کا یہ ہو کہ یہ
ذلت ہی مفہوم سابق ہو کچھ اور نہین ہو اور یہی صحیح ہو وحاصل یہ کہ اسلام نہ لائین اور نہ مانین تو قتال کرو یہان تک کہ مغلوب ذلیل ہو کر
جزیہ ادا کرین کہ یہ فعل اُن کے حق مین خواری ہو اور ابن القیم رحؒ نے کہا کہ مزید صغار کے جو اقوال مذکور ہوئے وہ ثابت نہین اور بلا دلیل ہین
اور صواب یہ ہو کہ صغار یہی ہو کہ اُنھون نے ادائے جزیہ کا اور دیگر احکام قوانین شرع کا التزام اپنے اوپر جارنا چار قبول کیا ۔ وقال المترجم
یہی قول قریب ہو اسواسطے کہ ٹھوکر انا اور اُن سے سخت کلامی کرنا وغیرہ بلا ضرورت اُن کے حق مین ایذا ہو کیونکہ اُنکا شر وفساد بسبب اُنکے
مغلوب ہونیکے دفع ہوا اور ایمان کی ہدایت باختیار الٰہی عزّ وجل ہو پس خواہ مخواہ اسلام پر مجبور کرنا بدون علم مشیت الٰہی کے نہین ہو سکتا اور
یہ علم فقط اہل عرب کے حق مین معلوم ہوا تھا اور دوسرے کے حق مین متعین نہین علاوہ برین بعد التزام جزیہ کے وہ لوگ عہد و ذمہ مین ہین اور
محققین علماء نے اتفاق کیا کہ موافق مفاد قول حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے یہ حلال نہین کہ ذمیون کو عمداً ایسے امر کی تکلیف
دیجائے جسکی وہ قدرت نہین رکھتے یا خلاف شرع وحکم الٰہی کے اُن کو ماخوذ کیا جائے جیسے ظالم بادشاہ وحاکم ذمیون کو مفت بیگار مین پکڑتے
ہین جیسے بنی اسرائیل کو فرعون پکڑتا تھا اور حلال نہین کہ ادائے جزیہ کیلئے انکو بیجا طور سے عذاب دے چنانچہ جزیہ کیلئے مقام فلسطین مین کسی قوم
ذمی کو دھوپ مین سزا دیجاتی تھی اُدہر سے ہشام گذرے تو فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جو لوگ دنیا مین لوگون کو عذاب دیتے ہین اللہ تعالیٰ
قیامت کے روز جو بدلا دینے کا دن ہو اُن کو عذاب کریگا ۔ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے مثل مروی ہو اور حضرت عمرؓ کے
پاس بہت سا مال جزیہ لایا گیا تو فرمایا کہ تم نے لوگون کو تباہ تو نہین کیا ۔ عرض کیا گیا کہ واللہ نہین بلکہ ہم نے اُن کے بچے ہوئے مین سے لیا ہو
فرمایا کہ بدون سخت کلامی وزبان درازی اور ہاتھ چھوڑنے کے ۔ عرض کیا گیا کہ ہان واللہ تو حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا کہ الحمد للہ
کہ میرے ہاتھ سے ایسا نہوا اور میری خلافت مین دوسرون کے ہاتھ سے بھی نہین ہوا ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عکبری پر جو عامل مقرر کیا تھا
اُسکو تاکید فرمائی کہ خراج وجزیہ کیلئے لوگون کے گائے گورو نہ بیچنا اور نہ مال واسباب کچھ بھی بلکہ اُن کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنا اور خود حضرت
علی رضی اللہ عنہ کا دستور تھا کہ رسّی والے سے رسّی اور کمہار سے برتن اور اسی طرح ان چیزون کو لے لیتے تا کہ ان لوگون پر آسانی ہو اور ابو عبیدؒ
نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ان پیشہ والون پر جو روپیہ جزیہ کا ہوتا اسکے واسطے اُن کے اموال کو فروخت نہ کراتے بلکہ بھر لیو پر قیمت مین اُن سے
یہ چیزین اسکے عوض خرید لیتے اور مقصود اس سے یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے راحت آرام سے عدل وانصاف کے سایہ مین بسر کرین اور
رہی اسلام کی ہدایت تو وہ اللہ تعالیٰ جسکو چاہے عطا فرماوے اسپر کچھ جبر نہین ہو ہان یہ ضرور ہو کہ ذمیون کی جن حرکات سے شر وفساد پیدا
ہوتا ہو اُن سے وہ ضرور منع کیے جاوینگے جیسے شراب پینا اور ناچنا وغیرہ اور نیز اُن کی تعظیم اسوجہ سے نہ کی جاویگی کہ عوام اُن کی اچھائی پر

گمان نکریں یا ان کو عدل و انصاف والا نیک چال چلن نہ سمجھیں لہذا حدیث میں حکم دیا کہ یہود وغیرہ کو سلام کرنے میں پہل مت کرو اور راستہ میں پھیل کر چلو تاکہ وسے دبکر نکل جاویں۔ قال المترجم اللہم اعز الاسلام واہلہ فانہم یختلفون وانت العزیز القدیر۔ اور اسی قسم سے بعض شروط جو اہل ذمہ کے اوپر باندھے جاویں وہ بھی مصلحت وحکمت کیساتھ اسی غرض سے ہوتے ہیں کہ کفر وشرک کی اہانت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم عدل وانصاف کو چھوڑ کر راہ شر وفساد وظلم وعناد اختیار کرتے وشیطنت بتلاتے ہیں تاکہ فساد مٹ جاوے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہدنامہ جو شام کے نصاریٰ پر باندھا تھا عبداللہ بن احمدؒ نے اپنے اسناد سے عبدالرحمن بن غنمؓ سے روایت کیا کہ جب شام کے نصاریٰ نے صلح چاہی تو میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف سے یہ خط لکھدیا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ خط فلان فلان شہر کے نصاریٰ کی طرف سے حضرت عبداللہ عمر بن الخطاب امیرالمومنین کو ہے کہ جب آپ ہمارے یہاں آئے تو ہم نے آپسے اپنی جان ومال واولاد واہل ملت کیواسطے امان مانگی اور آپکے واسطے اپنے اوپر یہ شرط کی کہ ہم اپنے شہر یا اسکے نواح میں کوئی دیر یا کنیسہ یا قلایہ یا صومعہ راہب جدید نہیں ایجاد کریں گے اور جو انمیں سے خراب ہو جاوے اسکی تجدید عمارت نکریں گے اور جو انمیں سے خطۂ مسلمین میں ہو اسکی احیاء ہم نکریں گے اور رات یا دن میں جسوقت کوئی مسلمان ہمارے کنیسہ میں اُترے ہم اسکو مانع نہ ہونگے اور گذرنیوالوں (مسافروں کے) کیلئے اسکے دروازے وسیع کرینگے اور جو مسلمان ہماری طرف سے گذرینگے۔ تین دن تک انکو اُتار کر دعوت وضیافت کریں گے اور اپنے کنیسہ یا گھروں وغیرہ میں کسی جاسوس کو جگہ نہ دینگے اور مسلمانوں کیلئے کوئی غش (مکر) پوشیدہ نہ کرینگے اور اپنی اولاد کو قرآن نہ پڑھاوینگے اور شرک کو کھلم کھلا اظہار نہ کرینگے اور کسی کو شرک کی طرف نہ بلاوینگے اور اپنے قرابت والوں میں سے کسی کو اسلام میں داخل ہونے سے ممانعت نہ کرینگے جبکہ وہ اسلام میں داخل ہونیکا ارادہ کریں۔ اور مسلمانوں کی توقیر کرتے رہیں گے اور اگر ہماری مجلس میں بیٹھنا چاہیں تو اُن کی توقیر کے واسطے ہم کھڑے ہو جائیں گے اور مسلمانوں کے لباس میں سے کسی چیز سے مشابہت نہ کرینگے نہ ٹوپی میں نہ عمامہ میں نہ نعلین میں اور نہ سر کے بالوں کے بیچ سے مانگ نکالنے میں اور نہ اُن کے کلام سے گفتگو کریں گے اور نہ اُن کی کنیتوں سے اپنی کنیت رکھیں گے اور نہ زینوں پر سوار ہوں گے اور نہ تلواریں حمائل کرینگے اور نہ ہتھیاروں میں سے کوئی ہتھیار بناوینگے اور نہ اپنے ساتھ رکھیں گے اور نہ عربی میں اپنی انگوٹھیوں کے نقش کرینگے اور نہ شراب فروخت کرینگے اور ہم شرط کرتے ہیں کہ سروں کو آگے سے کچھ کترادینگے اور جیسے ہماری پوشش ہو ایسی ہی رکھیں گے اور کمر پر زنار باندھیں گے اور اپنے کنیسوں پر صلیب بلند نہ کرینگے اور نہ مسلمانوں کی راہوں وبازاروں میں سے کسی راہ وبازار پر اپنی کتابیں ظاہر کریں گے اور اپنے کنائس میں ناقوس خفی آواز سے بجاوینگے اس سے زیادہ آواز سے نہ بجاوینگے اور مسلمانوں کے حضور میں ہم اپنی کنائس میں کسی چیز کے پڑھنے سے آواز بلند نہ کرینگے اور ہم لوگ شعائین وبعوث نہ نکالیں گے اور مردوں کے ساتھ اپنی آوازیں بلند نکرینگے اور مسلمانوں کی راہوں میں سے کسی راہ میں ہم آگ ظاہر نہ کریں گے اور نہ اُن کی بازاروں میں ایسا کرینگے اور اپنے مردوں کو اُن کے آگے نہ بڑھاویں گے اور جو مسلمانوں کے حصے میں آچکا اُس کو اپنا مملوک نہیں بناوینگے اور مسلمانوں کے حق میں بھلائی چاہیں گے اور انکے گھروں میں نہیں جھانکیں گے۔ عبدالرحمن بن غنمؓ نے کہا کہ جب میں مسودہ عہدنامہ کا لیکر حضرت عمرؓ کے پاس آیا تو آپنے اسمیں یہ عبارت اور بڑھائی: اور ہم کسی مسلمان کو نہ ماریں گے یہ سب ہم نے آپ لوگوں کے واسطے اپنے اوپر اور اپنی ملت والوں پر شرط کیا اور انھیں شرطوں پر ہم نے اپنے حق میں امان لینا قبول کیا پھر اگر ہم نے ان شرطوں میں سے جو ہم نے تمہارے واسطے قبول کرکے اپنے ذمہ مشروط کی ہیں کسی شرط میں خلاف کیا تو ہمارے واسطے کچھ ذمہ نہوگا اور آپ کو ہم سے وہ سب کرنا حلال ہوگا جو اہل شقاق وعناد سے حلال ہے۔ قال الحافظ وقد رواہ الائمۃ الحفاظ انتہی وقال الشیخ ابن القیم وشہرۃ ہذہ الشروط تغنی عن اسنادہا فان الائمۃ تلقوہا بالقبول وذکروہا فی کتبہم واحتجوا بہا ولم یزل ذکر الشروط العمریۃ علی السنتہم فی کتبہم

وقد انفذہا بعدہ الخلفاء وعملوا بموجبہا الی آخرہا قال رحمہ اللہ۔ واضح ہو کہ دیر فقط نصاریٰ کا ہوتا ہے اسکو باہر شہر کے اسواسطے بناتے ہیں کہ رہبانیت کیلئے وہان جمع ہون اور قلایہ بکسر قاف وبعبارۃ موحدہ اسکو راہب بناتا ہے اور اسمین دروازہ وغیرہ کچھ نہیں ہوتا صرف ایک طاقہ ہوتا ہے جسمین سے اسکو کھانا پانی پہونچایا جاتا ہے اور وہ فقط ایک آدمی کیلئے ہوتا ہے اور صومعہ مانند قلایہ فقط ایک ہی راہب کیلئے ہوتا ہے اور بیعہ گرجا گھر اور کنائس جمع کنیسہ عام ہے کہ عبادتگاہ نصاریٰ ہو یا یہود ہو پھر اللہ عزوجل نے اہل کتاب کے مومن نہونے کے باوجود سخت بہتان کی باتین کہنے و اُسکے مفسدہ کو تمام جہان مین پھیلانے کو اس غرض سے کہ اہل ایمان ان کلمات کو جن سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین سنکر تہ دل سے جہاد پر آمادہ ہو جاوین بیان فرمایا بقولہ۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُۨ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ
اور یہود نے کہا عزیز بیٹا اللہ کا اور نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا یہ باتین کہتے ہین اپنے منہ سے
يُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○
ریس کرنے لگے اگلے منکرون کی بات کی مارے اُنکو اللہ کہان سے پھرے جاتے ہین

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُۨ ابْنُ اللّٰهِ۔ ایک قرأۃ مین عزیر بتنوین بنا بر اینکہ اسم عربی سوائے علمیت کے منع صرف کا دوسرا سبب نہین رکھتا پس منصرف ہے اور بعض کے نزدیک علم عجمی ہونے سے غیر منصرف ہے یہی دوسری قرأۃ ہے بہرحال وہ مبتدا اور ابن اللہ خبر ہے اسی واسطے ابن مین الف باقی رہا کیونکہ صفت ہونے کی صورت مین حذف ہوتا ہے غیر از ینکہ قولہ والمسیح ابن مریم مین باوجود صفت کے رسم الخط قرآنی مین باقی ہے وسیاتی۔ بالجملہ یہود نے عزیرؑ کو کہا کہ وہ ابن اللہ ہے اور یہ اُن کا افترا و شرک پلید ہے اور ظاہر یہ ہے کہ سب یہود ایسا کہتے تھے اور راجح یہ ہے کہ بعض کا مقولہ سب کی طرف منسوب ہوا اور کہنے والے یہود مدینہ تھے یا بعض متقدمین بعض علما نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم سے بعض یہود مدینہ نے کہا تھا اور شاید نصاریٰ نجران کے ساتھ مباحثہ مین یہود سے یہ قول سرزد ہوا ہو۔ اور اشبہ یہ ہے کہ جب نصاریٰ سے مسیح علیہ السلام کی نسبت یہ قول سرزد ہوا تو یہود نے اُنکا مقابلہ حرص و ہوس کے ساتھ اس طرح کیا واللہ اعلم۔ اور سدی وغیرہ علماء رح نے ذکر کیا کہ یہود نے یہ عقیدہ قائم کرنے کا شبہہ یون پیدا کیا کہ جب عمالقہ نے بنی اسرائیل پر غلبہ پاکر علماء و رؤسا کو قید کیا اور توریت کے نسخے چُن چُن کر تلف کر دیئے تو عزیرؑ جنگل مین علم الٰہی گم ہونے پر روتے پھرتے یہانتک کہ پلکین جھڑ گئین ناگاہ ایک قبر پر ایک بڑھیا کو روتے دیکھا کہ ہائے میرے کھانا و کپڑا دینے والے تو اُس سے کہا کہ تجھے کون کھانا کپڑا دیا کرتا تھا اُس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرمایا کہ پھر کیون روتی ہے وہ حی قیوم ہمیشہ زندہ ہے وہ بولی کہ پھر وہی علم دینے والا ہے تم کیون روتے ہو پس متنبہ ہوئے پھر حکم ہوا کہ فلان نہر پر جا کر غسل کر کے دو رکعت پڑھو وہان ایک بڈھے سے ملاقات ہوگی پس ایسا ہی ہوا۔ اُسنے تین انگارے کی صورت لال چیزین اُن کے منہ مین بھر دین جس سے اُنکو تمام توریت حفظ ہو گئی پھر ایک زمانہ کے بعد جب بنو اسرائیل چھوٹ کر اپنی زمین مین آکر آباد ہوئے اور علماء نے جو بعض نسخ توریت کے پہاڑون وغیرہ مین پوشیدہ کر دیئے تھے اُنکو نکالا تو عزیرؑ کے ہاتھ سے زبانی یاد پر لکھی توریت کے مطابق پایا پھر یہ عجب مشہور رہا یہانتک کہ ایک وقت مین بعض جاہلون نے کہا کہ یہ امر اسی سبب سے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیٹا تھا۔ اور بعض نے یہ وجہ شبہہ کی ذکر کی کہ قولہ تعالیٰ او کالذی مر علی قریۃ وہی خاویۃ علی عروشہا مین یہی حضرت عزیرؑ تھے چنانچہ بعد سو برس کے جب زندہ ہو کر گھر پہونچے تو بیٹے پوتے اُن کے سن سے زیادہ تھے۔ پھر بعض جاہلون نے اُن کے عجیب واقعہ کی نسبت یہ رائے جمائی کہ اُسکی اسقدر عمر اور یہ حالت اسوجہ سے تھی کہ وہ ابن اللہ تھا۔ بہرحال یہ منصوص ہے

کہ یہود نے عزیرؑ کی نسبت ابن اللہ ہونے کا افترا باندھا تھا جیسے نصاری کا حال بیان فرمایا۔ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ
نصاری نے کہا عیسیٰ بیٹا ہے اللہ کا۔ علما رحم نے کہا کہ سبب اس شبہہ کا یہ ہوا کہ وہ بدون باپ کے پیدا ہوئے اور باوجود اس کے مردہ کو زندہ کرتے
تھے اور اللہ تعالیٰ نے یہ رد فرمایا کہ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم۔ اس سے توجیہ مذکورہ کا استیناس نکلتا ہے کہ عیسیٰ کی اس طرح پیدائش
موجب نہ ہے حکم الوہیت یا ابن اللہ نہیں ہوسکتی ورنہ آدم علیہ السلام زیادہ مستحق ہوں گے کیونکہ وہ بدون ماں و باپ کے تھے بعض نے کہا کہ انجیل
میں بعض جگہ عیسیٰ کی نسبت خدا کا فرزند موافق محاورہ اسوقت کے اور اس زبان کے بولا گیا پس نصاری نے جہالت سے غلو کرکے ایسا
کہنا شروع کیا حالانکہ اسمیں دو امر غور طلب ہیں اول یہ کہ ابتدا میں نصرانیوں کا جو جلسہ قسطنطین نے جمع کیا تھا اور اس قول پر رائے لی تھی
تو ایک جماعت کثیر دنیا کی لالچ سے اسپر متفق ہوئے اور بعضے خدا پرست علماء نصاری اس سے منکر ہوئے جنکو سزائے سخت دی گئی پس احتمال
ہے کہ جماعت اتفاق کنندہ نے تحریف کرکے اپنے مطلب کے ثابت کرنے کو ترجمہ میں یا اصل میں یہ لفظ بے موقع بڑھایا ہو اور دوم یہ امر ہے
کہ جب اس زمانہ کی بول چال تھی تو یہ لفظ ہو لیکن حقیقی معنی میں قطعاً نہیں ہے جیسے مولوی روم کا شعر ہے۔ اولیا اطفال حق اند اے پسر ؎ حاضر
و غائب ازایشان با خبر۔ پس مجاز مراد ہے علاوہ برین تعجب ہے کہ سوائے عیسیٰ کے انجیل میں نیک لوگوں بلکہ عام لوگوں تک یہی لفظ مستعمل
ہوا چنانچہ تحریف کئے ہوئے ترجمے جو اسوقت انجیل کے پائے جاتے ہیں ان میں خود بہت جگہ یہی محاورہ عام لوگوں کے ساتھ موجود ہے
پھر تعجب ہے کہ نصاری نے خلاف عقل و خلاف اصول اسکے حضرت عیسیٰؑ کی نسبت حقیقی معنی لئے اور ایسا سخت شرک و بہتان اختیار کیا
اور شیطان نے اُن کو سمجھایا کہ تم رسول اللہ عیسیٰؑ سے بڑی محبت کرنیوالے ہو۔ امام رازی رح نے تفسیر کبیر میں لکھا کہ میرے نزدیک
لگتی ہوئی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ انجیل میں عیسیٰؑ کی نسبت بیٹے کا لفظ جیسے ابراہیمؑ کی نسبت خلیل کا لفظ جو محض شرافت و بزرگی ظاہر
کرنے کی غرض سے تھا اُس کو اُن کے بعض علماء نے غلو کرکے حقیقی بیٹے کے معنی میں تفسیر کیا اور جاہلوں نے اسکو قبول کر لیا یہانتک کہ
یہ اعتقاد ہو کر پھیل گیا اور سخت شرک میں پڑ گئے بہرحال عیسائی تو جب دلیل عقل و دلیل نقل سے پکڑے جاتے ہیں تو ہر طرح بغلیں جھانکتے اور مبہوت
ہو کر رہ جاتے ہیں اور بیٹا ثابت کرنیکی کوئی راہ نہیں پاتے ہیں لیکن کمال ہٹ دھرمی اور دلیری سے کھُلم کھُلا یہی کہے جاتے ہیں کہ عیسیٰؑ خدا کا
بیٹا۔ بالجملہ اس بہتان و شرک میں یہود و نصاری مشابہ ہیں اگرچہ اصل میں یہود قائل توحید تھے اور بہتیرے یہودی اسی توحید کے مدعی ہیں ہاں ثابت ہوا کہ بعضے مانند
نصاری کے شرک کے قائل ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسکو رد کر دیا۔ بقولہ تعالیٰ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ یہ انکی بات اُنکے منہ کی ہے یعنی سوائے
افترا و بہتان کے اسبات پر اُنکے پاس کچھ بھی حجت و دلیل نہیں ہے۔ بافواہھم سے یہ فائدہ نکلا کہ یہ باتیں ایسی ہیں کہ صرف اُنکے منہ سے نکلتی ہیں خارج میں اسکے معنی کا وجود
نہیں جیسے مہمل لفظ ہوتا ہے کہ اُسکے کچھ معنی نہیں پس کلمہ بافواہھم کی تاکید اسی فائدہ کیواسطے ہے ورنہ قول تو منہ ہی سے ہوا کرتا ہے اور بعض اہل علم نے
کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی بات کو بتا کید افواہ و السنہ ذکر کیا جو قول باطل ہے جیسے قولہ یقولون بافواہھم مالیس فی قلوبھم۔ اور جیسے قولہ
کبرت کلمۃ تخرج من افواہھم۔ اور قولہ یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم۔ بعض نے کہا کہ کلمہ بافواہھم کی تاکید کے فوائد میں سے ایک یہ ہے
کہ اہل بیان بسبب کمال شناعت و ظہور فساد اس قول کے ایسا نہ سمجھیں کہ یہ قول اُن کا حقیقی نہیں بلکہ بطریق مجاز ہے بدلیل آنکہ جس کو
ذرہ برابر عقل ہو وہ بھی ایسا نہیں کہیگا پس بافواہھم سے مؤکد فرمایا کہ یہ بے عقل درحقیقت اُس کو زبان سے کہتے ہیں پس جب یہ حالت
ہے تو ان کو معرفت الٰہی سے لگاؤ بھی نہیں پھر ایمان اُن سے کوسوں دور ہے لہذا فرمایا۔ يُضَاهِـُٔوْنَ اے یضاہی قولھم ہذا۔ قَوْلَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مشابہ ہوتے ہیں یعنی مشابہ ہے یہ قول اُن کا قول ان لوگوں سے جو کافر ہوئے مِنْ قَبْلُ اُن کے پہلے اور مراد

اس سے اُن کے اگلے لوگ ہیں بر تقدیر یکہ یضاہئون کا فاعل یہود و فریق یہود و نصاری ہون یعنی یہود و نصاری اس قول مین اپنے اگلے کافرون سے مشابہ ہین پس ثابت ہوا کہ اُن مین کفر کا وجود قدیم سے ہے اور اگر یضاہئون کا فاعل فقط ضمیر نصاری ہو تو اگلون سے مراد یہود ہین یعنی یہود نے جو عزیر علیہ السلام کو فرزند خدا کہا تھا اُنھین کی مشابہت مین نصاری نے مسیح علیہ السلام کو بھی کہا۔ یا اگلے کافرون سے مشرکین مراد ہین کہ وہ ملائکہ کو خدا کی بیٹیان کہتے تھے پس یہود و نصاری نے اُن کی مشابہت مین عزیر و مسیح کو بیٹا بنایا۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کافرون سے مقاتلہ کرے یعنی ہلاک کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ جس سے مقاتلہ فرمائے وہ خواہ مخواہ مارا جاویگا اور مقصود اس سے ان مشرکون پر بد دعا ہے جیسا کہ عرب کا دستور ہے کہ ایسے موقع پر اسی لفظ سے بد دعا و تشنیع کرتے ہین یا مقصود اس سے تعجب دلانا اُن کے اس شنیع قول سے۔ اَنّٰی یُؤْفَكُوْنَ کیف یصرفون عن الحق۔ دیکھو تو حق سے کیسے پھرے ہوئے باطل و بہتان کی طرف سر جھکائے گھسے جاتے ہین اور باوجودیکہ نہ عقل ایسی بیہودہ بات کو تسلیم کرتی اور نہ شرع اسکو حلال رکھتی ہے نہ کسی طرح اجازت دیتی ہے بلکہ صریح رد کرتی ہے مگر نفس کی خوشی اور کفر کی چاہ مین افترا کیے جاتے اور جو کچھ اُن کے اگلے پڑھے لکھے اور درویش لوگ کفر کی بات کہہ گئے اسی کو بدون دلیل شرعی اور دلیل عقلی کے مانتے اور حکم خدا و رسول سے باہر ہو کر کفر مین منہمک ہوئے جاتے ہین لہذا فرمایا۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا

ٹھہرائے ہین اپنے عالم اور درویش خدا اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح بیٹا مریم کا اور حکم یہی ہوا تھا

اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ

کہ بندگی کرین ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہین اسکے سوائے وہ پاک ہے اُن کے شریک بنانے سے چاہتے ہین

اَنْ يُّطْفِــــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ

کہ بجھا دین روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ نہ رہیگا بن پوری کیے اپنی روشنی اور پڑے برا مانین

الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَي الدِّيْنِ

منکر اسی نے بھیجا اپنا رسول ہدایت لیکر اور دین سچا تا اُسکو اوپر کرے

كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝

ہر دین سے اور پڑے برا مانین مشرک

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ احبار جمع حبر بفتح اول و بقول فراء ح فتح و کسرہ دونون طرح ہے اس شخص کو کہتے ہین جو خوش تقریر و شائستہ گفتگو کرتا ہو۔ لیث نے کہا کہ حبر بمعنی عالم ہے جو اہل کتاب مین سے ہو خواہ ذمی ہو یا مسلمان ہو گیا ہو اور یہ عام ہے اور مفسر وغیرہ نے علماء یہود سے تفسیر کی۔ رہبان جمع راہب ماخوذ از رہبہ اور بعض نے کہا کہ نصاری مین سے زاہدون کو کہتے ہین اور بعض نے کہا کہ علماء نصاری بمقابلہ احبار علماء یہود کے اور بعض نے کہا کہ صومعہ کے رہنے والے اور ظاہر یہ ہے کہ نصاری مین سے ایسے علماء جو صومعہ مین بیٹھ رہے ہین زیادہ مستند سمجھے جاتے تھے اور وہی درویش ہوتے تھے اور معنی یہ کہ یہود نے اپنے احبار کو اور نصاری نے اپنے رہبان کو اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ تعالیٰ کے ارباب بنا لیا۔ ارباب جمع رب جسکی پرستش کیجائے یعنی اُسکے حق مین کوئی ایسا عمل اختیار کرے جو حضرت باری تعالیٰ کی جناب مین لائق ہے مثلاً چیزون کے حلال و حرام کرنے کو کسی کی طرف سے مان لیا۔ عدی بن حاتم طائی سے روایت ہے کہ

جب عدی کو آنحضرت صلعم کی دعوت پہونچی تو شام کو بھاگ گیا اور زمانہ جاہلیت مین نصرانی ہو گیا تھا پھر گردہ نبی علیہ السلام کے ساتھ عدی کی بہن بھی
قید ہو کر آئی پس آنحضرت صلعم نے بلحاظ حاتم طائی اسکے باپ کے جو سخاوت و کرم مین مشہور تھا اس لڑکی کو و اسکی سفارش سے تمام قوم کو چھوڑ دیا وہ
چھوٹ کر اپنے بھائی کے پاس گئی اور اسکو اسلام کی خوبیان و عدل و خلق کریم سے آگاہ کر کے رغبت دلائی پس عدی بن حاتم روانہ ہو کر مدینہ
آیا اور لوگون مین اُسکے آنے کا چرچا ہوا اور عدی کی گردن مین چاندی کی صلیب پڑی تھی پس آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا اور آنحضرت صلعم
نے یہ آیت پڑھی۔ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابًا من دون اللہ۔ عدی رضہ نے روایت کی کہ مین نے عرض کیا کہ ان لوگون نے رب نہین بنایا اور احبار
و رہبان کی عبادت نہین کی تو فرمایا کہ ایسے ضرور رب بنایا اس طرح کہ احبار نے یا رہبان نے جو کچھ حرام کیا اسکو حرام مان لیا اور جو حلال کر دیا
اسکو حلال مان لیا پس یہی ان لوگون کی انکے واسطے عبادت تھی۔ پھر رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اے عدی بھلا تجھے اسمین کون ضرر نظر آتا ہے
کہ تو کہے کہ اللہ اکبر بھلا تجھے اللہ تعالی سے کوئی اور چیز اکبر معلوم ہوتی ہے اور تجھے کیا ضرر نظر آتا ہے کہ تو کہے کہ لا الٰہ الا اللہ بھلا تو سوائے اللہ تعالی
کے کوئی اور بھی معبود جانتا ہے پھر اسکو اسلام کی دعوت کی پس عدی نے صدق دل سے کلمہ توحید پڑھا۔ عدی رضہ کہتے ہین کہ مین نے رسول اللہ صلعم
کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک لہلہانے لگا پھر فرمایا کہ اے عدی جن پر اللہ تعالی کی طرف سے غضب ہوا ہے وہ یہود ہین اور قولہ غیر المغضوب
علیہم مین وہی مراد ہین اور فرمایا کہ الضالین نصاری ہین رواہ احمد والترمذی وغیرہ اور ایک روایت مین ہے کہ عدی رضہ نے کہا کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ صحیح ہے کہ وے لوگ اُن کو سجدہ وغیرہ سے عبادت نہین کرتے تھے ولیکن یہ بات تھی کہ جب احبار و رہبان کسی چیز کو حلال کرتے تو اسکو
حلال جان لیتے اور جسکو حرام کرتے اُسکو حرام جان لیتے تھے رواہ احمد و ابن جریر و ابن مردویہ و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ و ابن المنذر و ابن حمید والترمذی
والبیہقی۔ حاصل آنکہ رب بنا لینا یون تھا کہ وے لوگ اپنے احبار و رہبان کی اطاعت اس درجہ کرتے تھے کہ جیسے رب معبود کی اطاعت ہے حالانکہ
جس قدر حکم الٰہی کے موافق اُن کی تکریم لازم تھی اسی قدر رکھتے نہ آنکہ اس درجہ تک پہونچایا جو حضرت حق تعالی کی شان ہے ربیع بن انس نے کہا کہ
مین نے ابو العالیہ رحمہ سے پوچھا کہ رب بنا لینا کیونکر تھا تو شیخ نے فرمایا کہ بنو اسرائیل کی یہ حالت پہونچی تھی کہ بسا اوقات وہ لوگ کتاب الٰہی مین
ایسی بات پاتے جس سے اُن کے احبار و رہبان کا قول برخلاف ہوتا تو کتاب الٰہی کا حکم قبول نہین کرتے بلکہ اپنے احبار و رہبان کا قول قبول
کر لیتے تھے۔ امام رازی نے تفسیر کبیر مین لکھا کہ ہمارے شیخ استاد ذکر فرماتے تھے کہ مین نے فقہاء کے مقلد بہت لوگ ایسے دیکھے کہ بعض مسائل مین مین نے
اُن کو بہت سی آیات سنائین حالانکہ اُن کا مذہب ان آیات کے برخلاف تھا پس اُنھون نے ان آیات کو قبول نہ کیا بلکہ اپنے فقہاء مجتہدین
ہی کا قول مانا۔ اور میری طرف تعجب کی نگاہ سے دیکھنے لگے یعنی ان آیات کے ظاہر کا برتاؤ کیونکر ممکن ہے جبکہ اگلے فقہاء سے اسکے برخلاف
ثابت ہے اور اگر تو خوب تامل سے دیکھے تو تجھے نظر آنے لگے گا کہ بہت سے دنیاداروں مین یہ بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ ہذہ ترجمۃ کلامہ اور مترجم کہتا
ہے کہ شیخ کی غرض اس کلام سے یہ ہے کہ یہود و نصاری مین جو بلا پھیل کر اس حد تک پہونچی کہ اللہ عز و جل نے اُن کو اتخاذ ارباب کا مشرک فرمایا
اسکی ابتدا ایسی ہی تھی جیسے اس اُمت کے سفہاء مین ہے اگرچہ وہ علماء کی صورت مین ہون اور حاصل کلام صادق مصدوق حضرت رسول اللہ صلعم کا
کہ یہ اُمت بھی قدم بقدم یہود و نصاری کا اتباع کریگی ضرور واقع ہو گا حتی کہ جو کوئی ان کو اس فساد سے روکے گا اُس کے دشمن ہو جاوینگے
اور آگ کے پتنگون کی طرح اپنے نفس کی پیروی مین اسپر غالب آکر ضرور اس فساد کی آگ مین گرینگے اور در واقع یہ بات کبھی زیبا نہین ہے
کہ آیات الٰہی جل سلطانہ و احادیث رسالت پناہی صلعم سے کسی بندہ کا قول معارض کیا جائے بلکہ آیت و حدیث کو سنکر دل مین جگہ دے
اور اُسکے لیے نرم ہو جائے اور پڑھے آمنا باللہ وما انزل الینا جیسا کہ اللہ تعالی شانہ نے اہل ایمان کا شیوہ بیان کیا ہے۔ والسلام

امام رازی رحمہ نے اس آیت کی تفسیر مین ایک ہی معنی بیان نکئے ہین اور جملہ تین وجہین ذکر کی ہین چنانچہ اُس کا ترجمہ یہ ہو کہ احبار و رہبان کو رب بنانے
کی یہ بھی صورت ہو کہ جیسے اس اُمت مین جاہل صوفی اور حشویہ لوگ جب اپنے پیر کی تعظیم مین مبالغہ کرتے ہین تو یہانتک نوبت پہونچ جاتی
ہے کہ ان کی طبیعت اس جانب مائل ہوتی ہو کہ شیخ مین الوہیت کا حلول ہو یا یہان مرتبہ اتحاد ہو اور اُن کا پیر اگر طالب دنیا ہو اور دین سے
در باطن منہ موڑے ہو تو بسا اوقات اپنے مریدون کو حکم دیتا ہو کہ مجھے سجدہ کرو یا میرا طواف کرو اور اُن سے کہتا ہو کہ تم میرے بندے ہو
اور حلول و اتحاد کی بہت سی باتین اُن کو سمجھاتا ہو اور اکثر اوقات جب بعضے احمق مریدون کو خلوت مین پاتا ہو تو واہی قصہ کہانی کہکر
اُن کے سامنے الوہیت کا دعوی کرتا ہو پس جب اس اُمت مین یہ باتین مشاہدہ ہین تو اگلی اُمتون مین جو بحکم قولہ یا موسی اجعل لنا الہاً
کما لہم آلہۃ حلول کیلیے مستعد اور بچھڑا پوجنے پر اُدھار کھائے بیٹھے تھے کیونکر یہ باتین بعید ہو سکتی ہین قال المترجم اس اُمت مین تو
بہت مبالغہ موجود ہو چنانچہ شیطان کے بہکانے سے نعت کا بہانہ کر کے شاعر کہتا ہو ؎ شکل انسان مین خدا تھا مجھے معلوم نہ تھا۔ بعضے ایسے
ہین کہ حضرت صلعم کو بشر نہین کہتے اور اسکو عار جانتے ہین انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ اُمور قول اہل کتاب کبھی پڑھتے ہوئے ہین اھدنا الصراط
المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین آمین۔ پھر امام رازی رحمہ نے لکھا کہ حاصل کلام یہ ہو کہ رب بنا لینے مین یہ صورتین ہین
ایک یہ کہ خلاف حکم الٰہی کے جو کچھ اُن کے پیر و عالم حکم لگاتے اسکو ماننے پر مستعد ہو جاتے تھے اور دوم یہ کہ اُنھون نے انواع کفر کو قبول
کیا گویا اُنھون نے ارباب بنا لیے سوم یہ کہ احبار و رہبان کے حق مین حلول ربوبیت کا اعتقاد کیا اور اتحاد و وحدت وجود سمجھے اور یہ تو
اس اُمت مین بھی مشاہدہ ہو مترجم کہتا ہو اعتماد ان وجوہ مین سے قول اول پر ہے کیونکہ مرفوع حدیث مین آچکا پس باقی وجوہ داخل عموم
آیت ہین یا بدلیل آیت کریمہ وہ بھی اتخاذ ارباب کو مستلزم ہونے کی وجہ سے انواع کفر مین داخل ہین پس تنقیح یہ ہو کہ یہود و نصاری نے
احبار و رہبان کو ارباب بنا لیا۔ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ اور رب بنایا نصاری نے مسیح کو جو مریم کا بیٹا ہو اور اسمین اشارہ ہو کہ یہود نے
عزیر کو رب معبود نہین بنایا تھا بخلاف نصاری کے کہ اُنھون نے حلول و اتحاد و انفصال کا کوئی دقیقہ جو عقل سے ہزارون کوس دور ہو نہین
چھوڑا۔ حاصل آنکہ یہود و نصاری نے عالمون و پیرون فقیرون کو رب بنایا اور نصاری نے مسیح ابن مریم کو بھی رب بنایا۔ وَمَا أُمِرُوا
إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا اور حال یہ ہو کہ کتاب الٰہی و رسول کی زبانی یہ لوگ فقط یہی حکم کیے گئے تھے کہ الہ واحد کی عبادت
کرین اور وہ اللہ تعالی ہے اسی کے حرام کرنے سے چیز حرام ہوتی اور اسی نے جس چیز کو حلال فرمایا وہ حلال ہو اور کسی کو یہ اختیار نہین ہے
احتمال ہو کہ اُمروا کا فاعل خود یہی احبار و رہبان و مسیح ہون یعنی ان لوگون نے تو احبار و مسیح وغیرہ کو رب بنایا حالانکہ وہ نیک بندے
ان لوگون کو یہی حکم دیتے تھے کہ الہ واحد کی پرستش کرو۔ کما قال تعالی وقال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی وربکم الآیۃ۔ پھر کیونکر سزاوار
ہے کہ انھین کو ارباب بنا دین اگر کہا جاوے کہ جب سوائے اللہ تعالی کی طاعت کے اور کسی کی طاعت اختیار کرنا شرک ہو تو رسول علیہ السلام
وغیرہ کی طاعت کیونکر ہو سکتی ہو تو جواب یہ ہو کہ رسول وغیرہ کی طاعت اگر مستقل ہو یعنی اُن کے نفس ذات کے لحاظ سے قطع نظر
رسالت وغیرہ کے اُنکی طاعت اپنے اوپر فرض کرے تو مشرک ہو اور اگر اس نظر سے اُنکی طاعت کرے کہ اللہ تعالی نے ان کی طاعت کا
حکم دیا ہے وہ عین طاعت الٰہی ہو تو کچھ تردد نہین ہو بالجملہ یہی حکم ہو کہ طاعت اپنے معبود حق سبحانہ کی بجا لاوین۔ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
یہ جملہ الہا کی دوسری صفت ہو یعنی ایسے الہ کی جو واحد ہو اور جس کی دوسری یہ صفت ہو کہ کوئی معبود نہین مگر وہی۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے
جس سے توحید کی تقریر ہوتی ہے۔ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ اسے تنزیہا لہ عن الاشراک مطلقاً فی طاعتہ و عبادۃ و غیرہما۔

تنزیہ وپاکی ہو اس کے لیئے اشراک سے خواہ طاعت مین ہو یا کسی اور چیز مین ہو یعنی اسکی درگاہ مین شرک کو بالکل دخل نہین ہی۔ یہ سب تو اُن کی
گمراہی کا بیان تھا جسمین توفیق سے دور ہوکر راہ جہالت وضلالت مین پڑے تھے اب دوسری قسم سے اُن کی ضلالت کا بیان شروع کیا۔
بقولہ۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ یعنی بھولا بھٹکا جو نیکبخت ہو روشنی کا متمنی ہوتا ہو اور اسکو پاکر راہ پر
آجاتا ہو برخلاف ان بدبختون کے کہ یہ چاہتے ہین کہ بجھاوین نور الٰہی کو اپنے منھون سے یعنی چاہتے ہین کہ اپنے منھون سے شرکانہ باتین بنا کر
یا رسول اللہ صلعم یا قرآن کو جھٹلا کر نور الٰہی کو یعنی روشن دلائل کو جو اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور فرزند وغیرہ ہر نقص سے پاک ہونے پر دلالت
کرتی ہین مٹا دین۔ وَيَاْبَى اللّٰهُ اور انکار کرتا ہی اللہ تعالیٰ یعنی اسکی رضا نہین ہی۔ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ مگر یہی کہ اپنے نور کو پورا
کرے بایں طور کہ کلمۂ توحید کو بلند اور اسلام کو عزت دے۔ حاصل آنکہ یہ مشرک گمراہ چاہتے ہین کہ شرک کی باتون سے یا رسول و قرآن کو جھٹلا کر
توحید کو نہ پھیلنے دین ولیکن اللہ تعالیٰ کی مرضی یہی ہو کہ توحید کی روشنی پھیلا دے پس ضرور یہی واقع ہوگا اگرچہ تمام مخلوق توحید سے سرفراز نہو
کیونکہ یہ مشیت الٰہی مین جاری نہین ہوا جیسا کہ اور بہت سی آیات قرآنی اسپر صریح دلالت کرتی ہین پس جن بندون کے ساتھ مشیت متعلق
ہے وہی موحد ہو جاوین گے اور جن سے متعلق نہین وہ کافر و مشرک ہی رہین گے بعض مفسرین نے کہا کہ یہ مشرکین جو توحید کو مٹانا چاہتے تھے آیت
کریمہ مین اُن کے حال کی تمثیل ہی یعنی یہ لوگ جو محض زبان بک بک اور بہتان باندھنے سے نور توحید کو مٹانا چاہتے ہین تو اُن کی مثال اس فعل
مین ایسی ہو جیسے کوئی شخص چاہتا ہو کہ پھونک مار کر سورج یا چاند کے نور کو بجھا دے حالانکہ درحقیقت اسکی کوئی راہ نہین بلکہ وہ نور تو ضرور
چمکنے والا ہو ایسی ہی آنحضرت صلعم جس نور کے ساتھ بھیجے گئے وہ ایسے مشرکون کی باتون سے نہین مٹ سکتا بلکہ ضرور پھیلنے والا ہی۔ وَلَوْ
كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ اگرچہ کافر بڑے بُرا مانا کرین اللہ تعالیٰ ضرور اُس کو پورا فرما دیگا۔ بالجملہ کوئی تفسیر لیجاوے بہر تقدیر اس آیت کریمہ
مین بڑا معجزہ ہے جو قیامت تک ہر ایسے شخص پر حجت واضح ہو جو اسلام کا منکر ہو۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سچی رسالت اور
وحی سے آگاہ کر دیا کہ دین اسلام ضرور پھیل جائیگا۔ حالانکہ اسوقت تمام عرب ہی اسلام لانے کو پڑا تھا علاوہ برین شام و روم و فارس و مصر
وغیرہ مین بڑی زبردست سلطنتین قوم نصاریٰ کی تھین کہ تمام عرب متفق ہوکر ظاہر مین کسی طرح سامان و لشکر و ہتھیار و زر و جواہر و تعداد
مین اُنکا مقابلہ نہین کر سکتا تھا پھر بڑا ہٹ دھرم وہ شخص ہو کہ اس کلام معجز نظام پر غور نہین کرتا کہ بدون وحی الٰہی کے کیونکر ایک سچا آدمی
جس کے دشمن بھی اسکے بچپن سے اسکے نہایت سچے امانت دار ہونیکے مقر تھے ایسی بات کہتا جس پر چشم ظاہر بین کسی طرح از راہ تجربہ و عادت
و نظر تدبیر کے واقع ہونے کا کبھی حکم نہین لگا سکتے تھے اور اس سچے آدمی کو اپنے جھوٹے بنائے جانے کا خوف نہوتا ولیکن چونکہ حضرت محمد
رسول اللہ صلعم بوحی الٰہی آگاہ کرتے تھے پس قطعی یقین تھا کہ اوتعالیٰ جل جلالہ کی قدرت کاملہ بشر کی نظر سے بہت بالاتر ہو جو وہ چاہے خواہ مخواہ
واقع ہوگا اس کو کوئی روک نہین سکتا کیونکہ وہ پاک پروردگار تمام جہان کا خالق ہو عیسی ہون یا کوئی ہو سب اُسکے عاجز بندے مخلوق
ہین وہ ہر بات پر قادر ہو۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ وہی آسمانون و زمین کا اس تمام صنعت
و خوبی کیساتھ پیدا کرنیوالا ہو جسکی عظمت و جلال کا بیان نہین ہو سکتا اسی نے بھیجا اپنے رسول کو یعنی محمد مصطفےٰ رسولون کے سردار رسول کو ہدی
و دین حق کیساتھ یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل کی معرفت کے اچھے صحیح و ٹھیک اعتقادات توحید کے ساتھ جو علم و ہدی ہین اور پاکیزہ اخلاق و
اعمال کے ساتھ جو دین حق ہین اور دنیا و دین مین جو علم و عمل بندے کے نفع کا ہو کوئی اسمین چھوٹ نہین رہا پھر مصرح کر دیا کہ حضرت
محمد صلعم کا بھیجنا اسی غایت تک نہین تھا کہ کافر چاہے ایمان لاوین یا نہ لاوین اور کوئی اس دین پر ہو یا نہ ہو جیسے بعض دیگر انبیاء کے ساتھ

واقع ہوا بلکہ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ اسواسطے کہ تمام دینون پر غلبہ دے ف شرک نصرانیت وبت پرستی وآتش پرستی وغیرہ جو ظلم ودروغ کے ساتھ پھیل رہے ہین سب پر غالب کرے ۔ الحمد للہ تعالی کہ ایسا ہی واقع ہوا اور جو وحی الٰہی سے اُسکے رسول نے خبر دی تھی ایسی حالت مین کہ کافر ومنافق ہنستے تھے اور سچ نہین مانتے تھے وہ ٹھیک ٹھیک پوری اُتری ۔ پس اسلام سے درسالت رسول اللہ صلعم و توحید سے انکار کرنیوالے عجب ہٹ دھرمی کرتے ہین کہ ایسے ایسے کھلے معجزے دیکھکر پھر بھی اسلام سے منکر ہین قطع نظر اسکے جو اعتقادات توحید اور جو اخلاق جمیلہ اس دین مین تعلیم ہوئے ہین وہ خود اس امر کیلیے کافی تھے کہ ایک بے پڑھے لکھے کی طرف سے ان کمالات کی تعلیم اگر معجزہ ووحی نہین تو اور کیا ہو اور اس سے قطع نظر اگر تم اپنے خالق کو پہچانتے ہو تو تم کو اُس کی معرفت واخلاق آدمیت کے سوائے جس سے دین ودنیا کا نفع دونون ملتا ہے اور کیا چاہیے اور سوائے اس کے دوسری بات اس پاک دین توحید مین نہین ہے ۔ افسوس اگر قرآن مجید پر سچی آنکھ سے نظر کرین اور غور سے دیکھین تو اُن کو بہت سے معجزہ ملین جو صریح اس بات کی دلیل ہین کہ یہ کلام پاک وحی الٰہی ہو اور صحیحین کی حدیث مین ثابت ہو کہ اللہ تعالی نے میرے لیے زمین کی مشرق ومغرب کو تہ کیا یعنی مجھے ایک حد پر مطلع کر دیا اور عنقریب میری اُمت کا ملک وہان تک پہونچے گا جسقدر میرے لیے تہ کی گئی ہو ۔ امام احمد رح نے قبیصہ بن مسعود رض سے مرفوع روایت کی کہ عنقریب تمہارے واسطے زمین کے مشارق ومغارب مفتوح کردیے جاوینگے ولیکن ان ملکون پر جو حاکم ہونگے وہ دوزخ مین جاوینگے سوائے ایسے حاکمون کے جو اللہ تعالی سے ڈرے اور تقوی پر ثابت قدم رہے ۔ اور امام احمد رح نے حدیث عدی بن حاتم سے روایت کیا جسمین ہو کہ پھر آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ تو خبردار رہ مجھے معلوم ہے کہ جو خیال تجھکو مسلمان ہونے سے روکتا ہو تو اس خیال مین پڑا ہے کہ اس شخص پر ایمان لانیوالے وپیروی کرنیوالے لوگون مین سے ضعیف وکمزور بیچارے غریب ہین اور عرب کے زبردست لوگون نے مانا نہین بلکہ پھینک دیا اور نہین قبول کیا سو بھلا تو نے حیرہ دیکھا ہو مین نے عرض کی کہ مین نے دیکھا نہین مگر سنا ہے تو فرمایا کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اللہ تعالی ضرور اس امر کو یعنی اسلام وتوحید کو پورا کریگا یہانتک کہ عورت بدون کسی کے ساتھ ہونے کے حیرہ سے آکر خانہ کعبہ کا طواف کر جاویگی اور واللہ تم لوگ کسری بن ہرمز کے خزانے فتح کرکے قبضہ مین لاؤگے ۔ مین نے کہا کہ کسری بن ہرمز بادشاہ فارس کے خزانے یعنی جس سے آج کوئی بادشاہ مقابلہ نہین کرسکتا ۔ فرمایا کہ ہان کسری بن ہرمز کے خزانے فتح کروگے واللہ یہ ہوگا کہ مال خیرات کیا جاویگا اور کوئی اسکو قبول نہین کریگا یعنی تونگری کے سبب سے خیرات جو فقیر لے سکتا ہے کوئی نہین لے سکیگا ۔ عدی بن حاتم نے یہ حدیث بیان کرنے کے وقت کہا کہ آنحضرت صلعم کا فرمانا آنکھون دیکھو کہ حیرہ سے مکہ تک بے کھٹکے عورت جاتی اور طواف وحج کرکے چلی آتی ہو حالانکہ کوئی بھی اُسکے ساتھ نہین ہوتا اور کسری بن ہرمز کے خزائن فتح ہونے کے وقت واللہ مین شریک تھا اور واللہ بالتحقیق کہ تیسری بات بھی ضرور واقع ہوگی کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا ہو ۔ رواہ احمد ۔ اور اس قسم کی احادیث بہت کثرت سے ہین جن کا یہان لانا موجب طوالت ہو پھر بہت تعجب وبڑا افسوس ہو کہ کوئی فرقہ راہ توحید واسلام ورسالت حضرت خیر الانام سے منکر ہو دلیکن اللہ تعالی جس کو چاہتا ہو ہدایت دیتا ہو وہی اپنی مخلوق کا دانا تر ہو ۔ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ ۔ اگرچہ مشرکین بُرا مانا کرین ف یعنی اللہ تعالی عزوجل دین کو غالب کریگا اگر کہا جاوے کہ قرآن مجید مین حضرت عیسی ع کی اتباع کرنیوالون کے حق مین قیامت تک غلبہ کا حکم آیا ہو ۔ کما فی قولہ تعالی اذ قال اللہ یا عیسی انی متوفیک ورافعک الی وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ الآیۃ ۔ پھر مسلمان کیونکر نصاری پر غالب ہوئے تو جواب یہ ہو کہ آیت مین حضرت عیسی سے کفروانکار کرنے والون پر غلبہ کی خبر ہو جیسے یہود کہ حضرت عیسی ع کے منکر ہین پس نصاری قیامت تک

امام مہدی آخر الزمان کے عہد مین ۱۲

اُن پر غالب ہین گے اور مسلمان کبھی حضرت عیسیٰ کے منکر نہین ہین بلکہ اُن کو اللہ تعالیٰ عزوجل کا بندہ رسول جانتے ہین اور یہ آیت کریمہ بھی صریح
معجزہ ہی کہ قیامت تک کی خبر برابر صادق رہی پھر افسوس ہی کہ ہٹ دھرم انکار کرتے ہین۔ اب رہے مسلمان و نصاریٰ تو اُن مین سے جو
متبع حضرت عیسیٰ ہوگا وہ بطریق اشارت کے غالب معلوم ہوتا ہی اور تحقیق تفصیلی اس آیت کی تفسیر مین گذر چکی اور خلاصہ یہ ہی کہ اتباع
دو طرح کی ہی ایک بحقیقت دوسری برائے نام پس اتباع بحقیقت یہ کہ حضرت عیسیٰ کو بندہ و رسول جانکر جو کچھ اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی توحید و معرفت
سکھلائی ہی اسپر یقین و ایمان رکھے اور اتباع برائے نام یہ کہ اُن کی پیروی کا دعوی کرے اور نام لیوا کہلائے اگرچہ درحقیقت اُن سے
کوسون دور بلکہ بالکل دروغ و زور ہو جیسے متاخرین نصاریٰ ہین پس حقیقی اتباع کرنیوالے تو ضرور بدلیل اشارت کے غالب ہین اور جو شخص
سچا مسلمان ہی اور دل سے اسلام کا یقین رکھتا ہی وہ درحقیقت عیسیٰ کا متبع ہی بلکہ اُمت محمدی صلعم مین سے سچے مسلمان گستاخی نہو تو
حضرت عیسیٰ کے واسطے متبع ہونے مین فخر ہین اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم تمام نصاریٰ پر غالب ہوئے اور برابر نصرانیون سے کہتے تھے کہ حضرت
عیسیٰ کے تم کون ہو ہم ہی اُن کی اتباع کے واسطے اولیٰ ہین۔ اور رہے وہ لوگ جو نام کے مسلمان ہین راہ توحید سے غافل ہین دل مین یقین
نہین ہی کہین سیتلا پوجنے دوڑے اور کہین شیخ سدو کے نام پر بکرے مارے اور کہین قبرون پر ناک رگڑی گرد پھرے۔ جب اعتقادی امور مین
یہ حال ہی تو نور ایمان کہان سے آیا پھر اُن کے اعمال پوچھنا کیا۔ کوئی بدفعلی اُن سے نہین چھوٹی اور کوئی بدخلقی نہین بچی ہی۔ زناکاری شرابخواری
جھوٹ فریب مکاری فتنہ پردازی مرغ بازی بٹیر بازی غرض کوئی کہان تک بیان کریگا یہ اُن کے اعتقاد اور یہ اُن کے اعمال ہین اور اُنکے
عالم لوگ تو اپنا معتقد بنانے پر مرتے ہین اور پیر لوگ اپنے مریدون کو مسئلہ وحدت وجود سکھلانے پر فخر کرتے ہین جب یہ نوبت پہونچی
تو اللہ تعالیٰ اُن کے ایمان کا دانا تر ہی پھر اُن مین حاکم کی حرکتین ظاہر اور قاضی کی رشوت خواری ظاہر اور ثقہ گواہ کہان جسپر فیصلہ
ہو پھر حکومت سوائے ظلم و فساد کے اور کیا ہوگی لہذا ایسی صورت مین سب نام لیوا منتین معلوم ہوتے ہین تو اللہ تعالیٰ جسکو چاہے حاکم فرمائے اور وہ
ہر چیز پر قادر ہی اللہم اعز الاسلام واہلہ و فقنا وانت ارحم الراحمین۔ اے لوگو راہ توحید و اسلام کو مضبوط پکڑو تاکہ دین و دنیا مین اللہ تعالیٰ
کی نصرت سے سرفراز ہو اور علما پہلے صلاحیت اختیار کرین اور اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماوے۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ یہود و نصاریٰ
و مجوس جو اسلام مین اس نظر سے عیب لگاتے ہین کہ جتنے بُرے کام ہین وہ دنیا کے لوگون مین سے اہل اسلام مین زیادہ ہین لہذا یہ مذہب
قابل قدر نہین ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ اس طرح کسی مذہب کی خوبی نہین دکھلائی دیتی ہی بلکہ اس مذہب کے اعتقاد و اعمال کو دیکھو تو معلوم ہو
اور اُن لوگون کو مت دیکھو جو برائے نام اس مذہب کے مدعی ہین کیونکہ یہ لوگ تو برائے نام اس مذہب کے ہین نام لیوا ہوکر گویا بدنام کرتے ہین
مترجم کہتا ہی کہ بنظر انصاف دیکھو تو یہ بات بھی حقیقت اسلام و صدق رسالت کی دلیل ہی اور غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی
اس امر کی بھی خبر فرمائی تھی کہ جیسے اگلی اُمتون نے دین بگاڑا ویسی یہ اُمت بھی اُن سے ایک عدد زائد تہتر فرقہ ہو جاے گی۔ اور امام مسلم
نے اپنی صحیح مین ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ رات دن نجاوینگے یہانتک
کہ لات و عزی پوجے جاوینگے تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قولہ ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق
لیظہرہ علی الدین کلہ۔ الآیۃ تب مجھے یقین تھا کہ یہ تمام و کمال ہوگا آپ نے فرمایا کہ ہان جسقدر اللہ عزوجل کی مشیت ہوگی وہان تک ہوگا۔ پھر
اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا چلا دے گا جس سے ہر وہ شخص مر جاویگا جس کے دل مین رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا اور باقی وہ لوگ
رہ جاوینگے جنمین کچھ بھلائی نہین ہی پس وے لوگ اپنے باپ دادونکے دین کی طرف پھر جاوینگے یہ رواہ مسلم۔ اگر کہا جائے کہ قولہ علی الدین کلہ

مفرد کیونکر ہو تو جواب آنکہ کفر کے دین سب شیطانی راہ و کج ہونے مین یکسان ہین کما قیل الکفر ملة واحدة۔ اگر کہا جاوے کہ دین موکد بلفظ کل ہو اور دین اسلام بھی ایک دین ہو وہ بھی داخل ہو جائیگا تو جواب یہ کہ الدین مین الف لام عہد کا ہو اور مراد کل ادیان باطلہ ہین پس دین اسلام اسمین داخل نہین ہو۔ واضح ہو کہ راہ مستقیم مانند خط مستقیم کے ایک ہی ہو سکتی ہو اور ماسوائے اسکے جانب افراط یا تفریط مین جملہ راہین کج ہو نگی لہذا اہل اسلام اُمت قسط وعدل ہین اُن پر لازم ہو کہ اپنے دین مین جو اُمور قرآن وحدیث سے ثابت ہین بس ٹھیک ٹھیک انھین پر اُنکی حد تک مستقیم رہین کسی جانب کو ہوا و ہوس سے تجاوز و میلان نہ کرین ورنہ اسلام سے خارج ہو جاوینگے اگرچہ اپنے زعم مین توحید کے مدعی بنے رہین اور اپنے آپ کو محب رسول اللہ صلعم تصور کرین کیونکہ دعوی دروغ ہو والسلام ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم و رہبانہم اربابا من الخ مقتدی نے جس شخص کی اقتدا و تقلید کی اگر اسی پر نظر رکھی اور دیدار حق تعالیٰ سے نظر غافل کئے رہا تو اُس کو رب بنا نیوالا و مشرک قرار دیا یعنی طاعت فقط حق تعالیٰ عزوجل کی ہو اگرچہ درمیان مین انبیا و اولیا وسیلہ ہوتے ہین پس ان وسائل کی طاعت کرنے مین یہ لحاظ رکھے کہ یہ طاعت اُن کی طاعت ہو بلکہ یہ طاعت عین طاعت الٰہی ہو جو بوسیلہ اُن کے معلوم ہوئی ہو کیونکہ توحید کے دین مین یہی ہو کہ قِدَم کو جو فقط باری تعالیٰ جل جلالہ ہو حدث سے جو تمام ماسوائے حق تعالیٰ ہو مفرد کرے اور اس افراد مین وسائط و وسائل پر نظر رکھنا شرک ہو اور تصدیق اُسکی پوری آیت مین ہو یعنی قولہ وما اُمروا الا لیعبدوا الٰہاً واحداً۔ وحدانیت کی غیرت نے درمیان مین شاہد و آیات و جملہ مخلوقات مین سے کسی کو باقی نہین رکھا چنانچہ فرمایا۔ قل اللہ ثم ذرہم یعنی دین توحید مین صرف اللہ ہی اللہ تعالیٰ ہے اور ماسوائے اسکے جو کچھ ہو وہ کچھ نہین ہو۔ اسیواسطے جب آنحضرت علیہ السلام نے غیرت قدم کو لحاظ کیا تو اپنی مدح مین اپنی حد سے تجاوز کرنا منع کیا یعنی حدوث کی تعریف اسی کی حد تک ہو اور شان قدم تک نہ پہونچنے پاوے چنانچہ فرمایا۔ لاتطرونی کما اطرت النصاری المسیح۔ یعنی میری تعریف مین تم ایسے نہ اطراء کرنا جیسے مسیح کی شان مین نصرانی اطراء چلے اور مشرک ہو کر ضال و گمراہ ہو گئے چنانچہ قولہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ کی تفسیر صحیح حدیث مین یہی آئی ہو کہ مغضوب علیہم یہودی ہین اور ضالین نصرانی ہین اور ان دونون کی راہون سے پناہ مانگنے کی سورۂ فاتحہ کی اس آیت مین تعلیم ہو۔ آنحضرت علیہ السلام کو ملت ابراہیم حنیف علیہ السلام کی متابعت کا حکم اسی معنی کر تھا کہ درگاہ قدم کو حدوث کے لگاؤ سے پاک منزہ رکھنے مین ابراہیم بمرتبہ خلت فائز تھے یہ نہین دیکھتے کہ نمرود ملعون نے جب آگ مین ڈالنے کا قصد کیا اسوقت ملائکہ آسمان و زمین کو اضطراب و جنبش ہوئی کہ الٰہی یہ کیا شان ہو جہان مخلوق کو دم مارنے کی مجال نہین کہ کافر منکر ایک موحد خلیل کو آگ مین ڈالنے پر قابو دیا گیا اور اُن کو اجازت ملی کہ جو ابراہیم تم سے مدد چاہے وہ مدد دو لیکن حضرت خلیل علیہ السلام تمام یقین رکھتے تھے کہ تاثیر فقط قدرت الٰہی کی ہو کسی اور کی حرکت سے کچھ نہین ہو سکتا لہذا کمال مطمئن تھے کہ جب درمیان مین غیر کا وجود محض ہیچ ہو اگرچہ حسب حکمت کیواسطے حدوث پیدا ہوئے ہین وہ حکمت اُن سے بتاثیر قدرت قدیمہ ظہور کرتی ہو پس اس معنی سے تو یہ باطل نہین اور باطل کہنا باین معنی ہو کہ اُنکی ہستی مستقل و مؤثر گمان کی جاوے لہذا قولہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا عین صدق ہو اور قولہ الا کل شئی ما خلا اللہ باطل بھی درست ہے ہکذا سنح للمترجم واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر شیخ نے لکھا کہ آنحضرت علیہ السلام کو ملت حنیفیہ ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم تھا پس آپ نے حالت صحو مین فنا الکل فی الکل کی اور قدم کے حدوث سے پاک منزہ ہر طرح بے لگاؤ ہونے کی خبر فرمائی بقولہ لی مع اللہ وقت لایسعنی فیہ الحدیث یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ میرا ایک وقت ہو کہ اسوقت مجھ مین کسی رسول مکرم و فرشتہ مقرب کی گنجایش نہین یعنی اشارہ کر دیا کہ میرا سر باطنی اللہ تعالیٰ کی توحید و تفرید کیلئے فارغ ہو اسمین کسی حادث کا گذر نہین ہو۔ قال المترجم علماء رح نے کہا کہ یہ حدیث نہین بلکہ کسی اُمتی بزرگ کا

قول معلوم ہوتا ہے دطریقہ سند سے بعض نے کہا کہ موضوع ہے اور بعض نے کہا کہ ضعیف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ابویزید رحمہ نے مقالۃ التوحید میں کہا کہ خبردار توحید میں کسی کا لحاظ نہ رکھنا یہ نہیں ہو سکتا کہ تو حبیب علیہ السلام یا کلیم و خلیل ع کو لحاظ کرے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں راہ پاوے۔ **قال المترجم** قول توحید ابت دقیق ہے اور اسکی صحت میں شک نہیں اور اسیواسطے شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ نے تفسیر عزیزی میں بعض صوفیہ کے طریقہ تصور شیخ پر انکار کیا یعنی بعضے صوفی اپنے مریدوں کو تعلیم کرتے ہیں کہ مراقبہ میں اپنے پیر کی صورت کا تصور باندھو یہانتک کہ غیر مراقبہ میں بھی ہر وقت تمھارے سامنے وہی صورت نظر آئے تو شاہ صاحب نے اسکو توحید کے خلاف بلکہ صاف شرک کہدیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ تصور کی تحقیق و اس کے اسرار کی توضیح بہت طول چاہتی ہے اور اتنا یاد رکھو کہ تصور کے عجیب آثار و غریب اسرار ہیں اور توحید میں اگر جناب باری تعالیٰ کی نسبت کوئی ارادہ یا قصد کسی قسم کا آوے یعنی کسی طرح کی کوئی صورت خیال میں سماوے تو اُس کو فوراً رد کردے کہ میرا پروردگار تعالیٰ اُس سے پاک منزہ ہے اور یہ سب نفس و شیطان کے تخیلات ہیں و نعوذ باللہ منہا۔ **قال الشیخ** رحمہ شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جبرئیل علیہ السلام کے تقرب و خصائص کیا کیا ہیں اور کیسے مکرم ہیں تو کہا کہ واللہ ایک مہینہ ہوا کہ مجھے یہ خیال بھی نہیں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو پیدا بھی کیا ہے آمین شیخ شبلی رحمہ نے اشارہ کیا کہ شہود الٰہی عزوجل کے سامنے شبلی خود نابود ہے تو غیر کا مشاہدہ کہاں ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ یہود و خصوص نصاریٰ نے کچھ پیر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ کے طلب میں اڑنا چاہا و لیکن ایسی چیز سے سکون و آرام پاکر طلب و کوشش سے مطمئن ہو بیٹھے جو خود اُن کے مثل ہے یعنی وہ بھی اُن کے مانند ایک مخلوق بشر ہے کہ آدمی سے پیدا ہوا پس انھوں نے حق تعالیٰ کو اسی راہ سے ڈھونڈھا جو اس کی راہ نہیں پس گمراہ ہوئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے جس کی آنکھ میں نور توفیق کا سرمہ عنایت کیا اسکے سامنے راہ کھلی ہوئی ہے اور جو اس سے اندھا ہے وہ راہ حق سے مردود ہے اور راہ شیطان و نفس پر بھٹکا پھرتا ہے اور عجیب ہے کہ ان لوگوں کو خود معرفت نہیں مگر اہل معرفت و اسلام و توحید کو بے راہ بتلاتے ہیں۔ اور خود اپنے باپ دادوں کی راہ پر تقلید کیے جاتے اور مقام توحید سے کہیں پیچھے گرے پڑے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ قل یا اہل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا اہواء قوم قد ضلوا من قبل الآیۃ۔ یعنی اے محمد صلعم تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے کہدے کہ اے لوگو تم اپنے دین میں حق کے برخلاف غلو مت کرو کہ عزیر و عیسیٰ ع کو بیٹا بناؤ اور اپنے اگلوں کی تقلید مت کرو جنھوں نے اپنے جی کی چاہی بات کو شیطان کی سجاوٹ سے گڑھ کر مان لیا اور خود بھٹکے اور دوسروں کو گمراہ کر دیا۔ بالجملہ جن کے دلوں میں بچھڑا پوجنا رچ گیا۔ اور جنھوں نے مورتیں گڑھی ہوئی اپنے معبود بنائے اور جنھوں نے اپنے خیالی معبود کے بیٹوں سے دھیان لڑایا جن کا پوتا و پروتا دیکھنے میں نہ آیا بھلا وے کب عقل کی نورانی راہ پر آوینگے جہاں سوائے ذات پاک وحدہ لا شریک کے کسی حادث چیز کا گذر نہیں ہے اور یہ پیچ پیچ چھوڑ کر کہاں وہ بے لگاؤ قدیم پاک جامع صفات کمال معبود کو مانیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے تو ہو سکتا ہے پھر شیخ نے لکھا کہ اس امت میں جو مکار پیر ہیں کہ درحقیقت شیطان کے نائب ہیں اور صورت اپنی نیک لوگوں کی سی بناتے ہیں جو رسول اللہ صلعم کے نائب ہوتے ہیں پس صورت و لباس و ظاہر میں تو عباد الرحمن بنتے ہیں اور سیرت بد باطنی میں شیطان ہیں بڑی بڑی داڑھیاں لٹکائے رنگے کپڑے و تہ بند و جبہ و دستار جمائے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ ہم بزرگ خانوادے کے ہیں ہم فلانے بزرگ کی اولاد ہیں اللہ تعالیٰ اُنکے مکر سے بچاوے۔ اور نادان ہیں اُن کی لمبی داڑھی کی ہنسائی پھیلاوے۔ یہ بدبخت سمجھتے ہیں کہ معرفت و توحید بھی کچھ نسب و خانوادہ سے ملتی ہے اور لوگوں کو مرید بناتے اور خود گمراہ ہیں اُن کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ توبہ توبہ بھلا جسکو اللہ تعالیٰ نے معرفت و توحید سے باتباع سنت سید المقربین صلی اللہ علیہ وسلم کے سرفراز فرما کر اسکا دل تمام اغیار سے پاک کر کے قبول نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہو جائے یہ ہرگز ممکن نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ اس فساد کی اصل جڑ تو فرقہ شیعہ و رافضہ سے نکلی ہے

اللہ تعالیٰ اُن کے شر سے بچا وے۔ جنیدؒ نے کہا کہ بندہ کے حق مین بھلائی کی علامت یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکو علم نافع دے اور بحث وجدال و نام و مال وجاہ
ومنال چاہنے والون کی صحبت سے بچا کر ایسی صاف باطن قوم کی صحبت عطا کرے جو دنیا سے درحقیقت بے رغبت اور خاموش و گمنامی پسند
و راہ سنت پر مستقیم و اپنے نفس کی ہوا و ہوس سے دور بھاگنے والے و بندگان خدا پر شفقت کرنیوالے امانت دار دین کے خیرخواہ اور اسکی حفاظت
مین ہمہ تن مصروف ہین مترجم کہتا ہو کہ احادیث سے یہ بات ثابت ہو کہ عالم ہو یا صوفی ہو جب اُس نے دنیا کا نام و مال چاہا تو اُس کی محنت
کا ثمرہ اسکو یہان مل جائیگا پس متدین عالم کو چاہیئے کہ اپنی گمنامی پر اُسکے مقابلہ مین رنج وحسد نہ کرے اور نفس کے جھگڑے مین صبر و ثبات
کی توفیق چاہے اگرچہ دہی نام کے چاہنے والے بیدین گمراہ اسکی تحقیر و توہین کرین اور آخر مین اللہ تعالیٰ چاہتا ہو تو وہ خود بخود نیکنام
مشہور ہو جاتا ہو۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے دین اسلام کی نسبت یہی چاہا لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھا بلکہ اسکا بلند و ظاہر کرنا چاہا اور وہی ہوا
چنانچہ قولہ تعالیٰ یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم الآیۃ۔ سے ظاہر ہو۔ شیخ نے کہا کہ یہ ان مشرکون کی پوری جہالت تھی جس سے صاف ظاہر
ہے کہ معرفت سے اُنکو کچھ نصیب نہ تھا یہ کیسے ہوسکتا ہو کہ اپنے خیالات کی آگ روشن کرکے ویسے سورج و چاند کی روشنیان مٹا دین جو توحید
مین بے غبار و کامل ہو رہی کہ ان پر کسی نجس مشرک انہی کی نگاہ نہین ٹھہرتی ہو اور جن بندون مین یہ توحید ہو اُن کے روبرو شیطانی آگ بیچارے
کی کیا قدر رہیگی کیونکہ وہان بحکم قولہ نور علیٰ نور۔ کے بسبب اسکے کہ صفات الٰہی کے واسطے نہایت نہین ہو وہ آبتاب روز افزون ہو کہ اُنکی
آگ کا وجود نابود ہو۔ قولہ تعالیٰ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ الخ اللہ تعالیٰ نے تمام حکمت بالغہ و دقائق امتحان کیلئے یہ طریقہ مقرر فرمایا ہو کہ
ایک رسول پاک کے واسطہ سے بندون کو اپنی راہ کا علم و عمل تعلیم فرماتے ہین وہ اسی واسطہ الٰہی سے اسطرح سیکھے کہ نظر اصلی عبادت اصل یعنی حق سبحانہ تعالیٰ
ہو اور کمال قدر سے واسطہ کا شکریہ جان و مال سے ادا کرے کیونکہ اس نعمت کے فیض مین اللہ تعالیٰ نے اسکو واسطہ کردیا پس وہی اُن کو اللہ تعالیٰ
کی راہ عبودیت بتلاویگا یعنی پہلے اُن کو آگاہ کریگا کہ تمھارا خالق جل جلالہ وہ پاک پروردگار ہو جس کی ذات و صفات ہرگز تم بندون کی عقل
و گمان مین نہین آسکتی ہو لیکن یہ سمجھو کہ وہ قدیم ہو جسکی نہ ابتدا ہو نہ انتہا ہو اسکا کوئی شریک نہین ہوسکتا جو چاہے وہ کرے اسی کی قدرت
مین تمام مخلوقات آسمان و زمین و حیوان و نبات سب مسخر ہین جس دم جس پر جو تاثیر ہوتی ہو وہی اُسکا اثر ہوتا ہو وہ سب دیکھتا سنتا جانتا ہے
یعنی کان آنکھ وغیرہ سے نہین بلکہ جس طرح اس کی شان کے لائق ہو وہ کسی چیز سے مشابہ نہین وہ سب سے پاک منزہ ہو جو بات عیب و نقصان ہوا کرتی
ہو وہ کوئی بھی جناب الٰہی مین گنجائش نہین رکھتی ہو وہان بیٹا بیٹی جورو وغیرہ کو کچھ گنجائش نہین وہ پاک ہو غرضکہ پہلے اس طریقہ سے حضرت معبود
عزوجل کو پہچنوا دیگا جب جان چکے کہ ہمارا معبود ایسا ایسا عظمت و جلال والا پاک ہو جس نے ایسی ایسی مخلوقات پیدا کی جنمین عجیب
عجیب حکمتین ہین جسکی ایک پتی بھی کوئی نہین پیدا کرسکتا ہو اور یہ سب ہمارے ہی واسطے ہو اُسنے اپنے فائدہ کیلئے کچھ نہین پیدا کیا کیونکہ
وہ پاک ہو وہان کسی احتیاج کو دخل نہین ہو پس ہم پر واجب ہو کہ اسکا شکریہ ادا کرین جو اُسنے ہم کو اس خوبی و عقل کیساتھ پیدا
کیا مگر یہ معلوم کہ اُسکے شکریہ کیلئے کوئی چیز کہان سے لاوین بلکہ انھین ہاتھ پاؤن زبان و دل سے ادا کرین گے پھر بھلا شکریہ کیا ادا ہوگا لیکن اسکی
رحمت ہو کہ اسکو قبول کیا پھر یہ بھی ہم سے نہین ممکن کہ ہر آتی جاتی سانس پر شکریہ ادا کرسکین اسپر اور زیادتی یہ کہ صحت و سلامتی و عافیت و
رزق وغیرہ ہزارون نعمتین دین جن کا شمار نہین ہوسکتا تو کن کن نعمتون کا شکریہ کیسے ادا ہو آخر ضرور اقرار ہوا کہ الٰہی ہم عاجز ہین ہم سے کہان
شکریہ ادا ہوسکتا ہو اسپر مزید رحمت دیکھو کہ جنت و نعمت دینے کا وعدہ فرمایا الٰہی تیری رحمت کا کون پار پاوے لک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً
فیہ تیرے ہی واسطے بندگی کرنا واجب ہو پس رسول پاک نے سکھلایا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی دل و جان سے خوش ہوکر اسطرح ادا کرو اور اسکا

یہ طریقہ ہی اور زنا و چوری و دغابازی و ظلم و فساد وغیرہ ایسی ایسی بری باتوں سے باز رہو اور عفت و امانت و دیانت و عدل و امن و خیر خواہی وغیرہ عمدہ اخلاق سے آراستہ ہو کر دنیا کی چندروزہ زندگی بسر کر لو کہ مرتے ہی اس قید خانہ سے چھوٹ کر راحت و آرام میں پہونچو اللھم توفنی مسلما مومنا وانت ارحم الراحمین۔ پس جسکو واسطہ مقرر کیا اُسپر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہی کہ اسکے واسطے سے ہم پر یہ فضل فرمایا اگرچہ واسطہ کو خود یہ اختیار نہیں کہ یہ فضل جسکو چاہے اسکو عطا فرمائے بلکہ ہدایت و توفیق حضرت باری تعالیٰ عزّ و جل کے اختیار میں ہی وہی قادر مختار ہی جو کرتا ہی عین حکمت ہی کسی بندہ کی مجال نہیں کہ اس حکمت کو پہونچ سکے۔ لہذا جس بندے نے اپنے خالق معبود کو پہچانا وہ صدق دل سے اقرار کرتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جو کیا وہ عین عدل و سراسر حکمت ہی اور کسی بندے کا وہاں کچھ دعویٰ نہیں اور کسی زاہد و عابد کا جو شب و روز عبادت ہی میں رہا ہی کچھ استحقاق نہیں چنانچہ اوپر بیان ہو گیا لیکن اسکا فضل ہی کہ نہ شکریہ ادا ہوا اور نہ عبادت مگر اپنے فضل سے جنت دی اسمیں کوئی سبب و استحقاق نہ تھا۔ والحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلوۃ والسلام علی عبادہ الصالحین۔ پھر جسکو رسول و واسطہ کیا وہ ادب سکھلانے میں واسطہ ہی اور اللہ تعالیٰ سے قرب و مقبول کرنے میں واسطہ نہیں ہی پھر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے افضل کیا اور سکو گناہگاروں کا شفیع بنایا ولیکن کسی معاملہ ہدایات میں شریک نہیں کیا اور یہ ہو ہی نہیں سکتا بس اسکی طرف گمان ہی نہیں۔ پھر قولہ بالہدی و دین الحق۔ میں ہدی تو قرآن نورانی ہی اور دین الحق حقائق شریعت ہیں اور بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اپنی درگاہ تک پہونچنے کی راہ بنایا کہ وے راہ مستقیم پر علامات ہیں اور اس اندھیرے گھر میں نور ہیں جن کے پیچھے پیچھے چلنے والا اس درگاہ عظمت و جلال تک پہونچ جاویگا۔ **قال المترجم** واضح ہے کہ راہ بہت باریک ہے اسمیں لوگوں کی عقل ٹکراتی پھرتی ہی اور ہرگز اسپر اعتماد نہیں اسی واسطے کرم فرما کر رسول بھیجدیے بس علما رکا اجماع ہی کہ جو شخص کھاتے پیتے سوتے اُٹھتے بیٹھتے بسر کرنے میں آخر دم تک ہر ہر بات میں وہی طریقہ برتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا تو عین ثواب ہی اور نیت صادقہ سے وہ ٹھیک راہ مستقیم پر ہی پھر اس سے نیچے وہ جو فرائض و واجبات و سنن موکدہ میں مستقیم ہو پھر جو فرائض و واجبات میں مضبوط و سنن قریب بواجب میں ثابت ہو علی ہذا القیاس واللہ اعلم پھر اہل کتاب کے سرگروہ لوگوں کا شر و فساد بیان کیا۔ بقولہ تعالےٰ

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ

اے ایمان والو بہت عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي

اور اٹکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہیں سونا اور روپہ اور خرچ نہیں کرتے

سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا

اللہ کی راہ میں سو اُن کو خوشخبری سنا دُکھ والی مار کی جسدن آگ دہکا دینگے اسپر دوزخ میں پھر داغیں گے اس سے

جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا

اُن کے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہی جو تم گاڑتے تھے اپنے واسطے اب چکھو مزہ

مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

اپنے گاڑنے کا

اللہ تعالیٰ نے احبار و رہبان کی پیروی کرنیوالوں کا حال تو اوپر بیان کر دیا کہ کمال حماقت سے انکو ارباب بنالیا اور حکم اللہ تعالیٰ و رسول

کو معطل چھوڑ دیا اور شرک و ضلالت میں پڑ گئے اب احبار و رہبان کا حال کہ کیسے دنیا میں منہمک و دین میں مفسد ہیں بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ۔ اے ایمان والو تم آگاہ ہو کہ إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ ۔ احبار و رہبان میں سے
بہتیرے۔ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ البتہ کھا جاتے ہیں اموال لوگوں کے بباطل۔ ضحاکؒ نے کہا کہ احبار سے
علماء یہود اور رہبان سے علماء نصاریٰ مراد ہیں مشہور یہ کہ راہب وہ نصرانی جو حجرہ یا بنکہ صومعہ میں عبادت کیلئے تنہا بیٹھا ہو اور شاید
اکثر انہیں کے علماء ایسا کرتے ہوں گے اور قولہ کثیرا من الاحبار۔ سے معلوم ہوا کہ قلیل ان میں سے ایسے نہ تھے بلکہ وہ تقویٰ رکھتے تھے اور
بدون تحریف و تبدیل کے اصل کتاب الٰہی کی پابندی کرتے تھے کذا قیل اور مترجم کہتا ہے کہ قید کثیر سے یہ بات نہیں نکلتی کہ متقی اور اصل
دین پر تھے بلکہ اتنا ثابت ہوا کہ بعضے لوگ باطل طور پر مال کھانے والے نہ تھے اور یہ معلوم نہیں کہ تحریف و تبدیل کرتے تھے یا نہیں
مگر احبار یہود میں سے مانند عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ کے متقی تھے اگرچہ اُن کی کتابیں تو مدت سے تحریف ہو گئی تھیں لہذا اصل کو تحریف سے
تمیز کرنے میں اُنکو خود پریشانی تھی بہرحال مومنوں کو اُن کی بدافعالی و حرکات سے بیدار کردیا تاکہ اُن کو عالم سمجھکر اُنکے فریب و دھوکا
نہ کھائیں اور اُن کو باپرفساد سمجھکر بندگان خدا کو اُن کے دام تزویر سے بچاویں اور خود اپنے درمیان اُنکے مانند حرکات سے حفاظت رکھیں
اور الناس سے ظاہرا ان لوگوں کے معتقد و متبع مراد ہیں اور شاید عموماً ہو یعنی اُن کی بد دیانتی یہ ہے کہ باطل سے عام لوگوں کا مال کھا جانا
چاہتے ہیں اور کھا جانے سے یہ مراد کہ لے لیتے ہیں اور محاورہ کے طور پر اُس کو کھانے سے تعبیر کیا کیونکہ مال لینے کا بڑا نفع یہی ہے کہ کھایا جاوے
و بالباطل لیے باطل کے معاوضہ میں چنانچہ یہودی اپنے ہاتھوں کتابیں لکھتے اور ہمیں احکام کی تحریف کرتے اور کہتے کہ توریت یہی ہے اور
بعض مفسرین نے کہا کہ بالباطل لیے با وجہ الباطل یعنی باطل وجہ و ذریعہ سے جو حلال نہیں ہے جیسے احکام میں رشوت لینا وغیرہ اور یہی قول
اوجہ ہے اور یہود و نصاریٰ سب کو اور جملہ وجوہ کو شامل ہے اور حاصل آنکہ احبار و رہبان کا یہ حال ہے کہ باطل وجوہ سے لوگوں کے مال لیتے
ہیں۔ بعض نے کہا کہ عوام کے سامنے یہ دعویٰ کرتے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی بدون اس کے حاصل نہیں ہوسکتی کہ احبار و رہبان کو راضی
رکھو اور جان و مال سے اُن کی خدمت کرو اور عوام ہرچند مشہور بات جانتے تھے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے احکام مانے اور جو باتیں شرع
میں منع ہیں اُنسے باز رہے تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا لیکن احبار و رہبان کے ایسے متبع تھے کہ جو وہ کہتے اسی کو لیتے جیسے قوم ہنود میں برہمنوں
کیلئے قواعد مقرر تھے یا جیسے غیر ملک دین سے واقف نہونے کیلئے یہ قاعدہ مقرر کیا تھا کہ جو کوئی دریائے اٹک سے پار اُترے وہ دھرم سے جاتا
رہا اور عوام انھیں باتوں پر مانند قطعی احکام کے یقین و عمل کرتے تھے بعض مفسرین نے کہا کہ توریت میں بعثت محمد صلعم و فضل و خاتمیت کی
آیات تھیں تو اُن میں تحریف کر کے حضرت موسیٰؑ کو خاتم الانبیا و دین یہود کو باقی قرار دیتے تھے اور ان حرکتوں سے مال تحصیل کرتے
اور بسا اوقات اس دین کو باقی قرار دیکر اسکی تقویت کیلئے عوام پر مال واجب کرتے بالجملہ فریب و مکر کے صیغے شیطان سے سیکھ کر دین کے
پیرایے میں دین فروشی کر کے دنیا کماتے تھے۔ امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں اُن کے ہتھکنڈوں کو مشرح بیان کر کے لکھا کہ یہی سب صیغے
مکر و فریب کے ہمارے زمانہ میں بھی موجود ہیں کہ اکثر مکار دنیادار دین فروش عالم و فقیر ایسے ہیں کہ انھیں طریقوں سے جاہل احمقوں کے مال
کھاتے ہیں اور لکھا کہ اگر تو ہمارے زمانہ کے شیخی بگھارنے والے عالموں کو اور مکار پیر فقیروں کو تامل نظر سے دیکھے یعنی راہ سنت شرع مقدس پر انکی
آزمائش کرے تو اسلام و توحید سے کہیں دور پاویگا اور تجھے یہ نظر آویگا کہ گویا یہ آیات انھیں عالموں و پیروں کی شان میں اُتری ہیں اور انھیں کا
تفصیلی حال ان آیات میں بیان ہوا ہے۔ ذرا غور سے دیکھو تو بعضے پیر فقیروں کا یہ حال ہے کہ دعویٰ تو یہ کہ دنیا کی طرف مجھے التفات نہیں اور کسی

مخلوق کی طرف میری نظر نہین بلکہ مین فقط اپنے معبود ہی کی طرف راجع ہون اور ایسی ایسی باتین کریگا کہ گویا طہارت مین ملائکہ سے ہمسر ہو گیا
پھر جب دنیا کے امور مین سے کوئی پیش آیا تو ایسا اوندھے منہ گرا کہ کمال حرص سے ایک ٹکڑا روٹی پر لڑ مریگا۔ ہذا حاصل کلامہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور مترجم
کہتا ہے کہ اوپر اشارہ ہوا کہ قولہ یا ایہا الذین آمنوا مین مومنون کو خطاب کر کے احبار و رہبان کے مذموم حرکات بیان کرنے مین فوائد و اشارات
معنوی بہت بلیغ ہین از انجملہ قیامت تک کے مومنون کو افادہ دیا کہ ان مین جس وقت ایسے عالم و درویش ہون تو اُن کو یہود و نصاری کے احبار
و رہبان پر قیاس کر کے راہ توحید اسلام پر مستقیم رہین اور اُن کے فریبون مین نہ پھنسین کہ دولت برباد اور دین تباہ اور رسوائی آخرت باقی رہجائیگی
کیونکہ صرف مال ہی برباد نہوا بلکہ جب اس سے عقیدت ہوئی تو قلب تباہ ہوا جسکا انجام فسق و فجور و ضلالت و بے ایمانی پر خاتمہ ہے نعوذ باللہ منہ اسلیے کہ
وہ مکار پیر کبھی راہ راست پر نہ آنے دیگا اور دین کے پیرایہ مین جو اُسنے مکر پھیلایا ہے اسی کی طرف دعوت کریگا پس راہ حق سے روک کر باز رکھیگا۔
چنانچہ احبار و رہبان کا یہی حال تھا چنانچہ حق تعالیٰ نے بطریق باطل اُن کے اموال کھانے کے ساتھ آگاہ فرمایا۔ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ
اور راہ الٰہی سے روکتے ہین چنانچہ علما یہود ڈرتے تھے کہ اگر عوام کو معلوم ہو گیا کہ توریت مین آنحضرت صلعم کا وصف جمیل و اسلام کی مدح مذکور ہے
تو اسلام مین داخل ہو کر لوگ ہم کو چھوڑ دینگے اور یہ اموال نذرانہ کے جاتے رہین گے پس باطل جہون سے اموال کھاتے اور لوگون کو اسلام
کی حقیقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم رسالت سے آگاہ نکرتے اور تحریف و تبدیل کتاب توریت مین سرگرم ہوتے اور انکی ہیبا کی طرح طرح
کے اخبار و آثار مین مروی ہے جسکو بخوف طوالت یہان ذکر نہین کیا جاتا اور سب کا نتیجہ یہی کہ لوگون کو دین حق سے روکتے تھے۔ ایسے ہی اسلام مین جو
عالم و درویش اسی خصلت کے ہین وہ بھی اپنے مطالب کے لیے دین کے پیرایے مین اموال جمع کرنے کیلیے خلاف شرع و خلاف سنت باتین نکالتے ہین
اور عوام جہال جو ذرا سی انوکھی بات دیکھکر کرامت و ولایت کے قائل ہو جاتے ہین اپنے پیرون و معتقدون کی باتین کیسی ہی خلاف شرع ہون
سمدگی پر محمول کر لیتے اور کہتے ہین کہ یہ بزرگ ولی ہم سے زیادہ واقف ہے جو وہ فرماتا ہے وہی ٹھیک ہے ہم کو حکم شریعت کی سمجھ نہین پس ایسے پیرون و
مریدون کا حال احبار و رہبان اور اُن کے متبعین کے حال سے خوب ہی مشابہ بلکہ بالکل یکسان بلکہ بعض خاص خاص مواقع مین بڑھا ہوا ہے
جیسے پورب کے بعضے پیر ایسے ہین کہ سجادہ نشین تو بڑے خدا اور اُن کے بھائی چھوٹے خدا کہلاتے ہین بالجملہ یہ سب دین فروشی صرف دنیا کمانے
و اموال جمع کرنے کی غرض سے ہے جسکا انجام بہت خراب ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اموال جمع کرنیوالون کا حال و انجام بیان فرمایا۔ بقولہ
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور وہ لوگ جو کنز کرتے یعنی
خزانہ کا گنجھا جمع کرتے ہین سونے چاندی کا اور اسکو راہ الٰہی مین خرچ نہین کرتے ہین۔ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ پس تو اُنکو
عذاب الیم کی بشارت سنادے۔ یہ بطریق تہکم ہے یعنی نتیجہ ان اموال پر پھولنے کا یہ کہ عذاب الیم سے مزہ چکھین اور وہ انھین اموال سے حاصل
ہوگا چنانچہ تفصیل آتی ہے۔ واضح ہو کہ قولہ والذین مبتدا متضمن معنی شرط اور قولہ فبشرہم الخ اسکی خبر ہے پھر علما تفسیر کے یہان اقوال ہین
اول آنکہ والذین گویا عطف تفسیری انھین احبار و رہبان کا ہے یعنی اسم موصول سے وہی مراد ہین اور اوپر یہ بیان ہوا تھا کہ باطل وجوہ
سے لوگون کے اموال لیتے ہین اور اس سے بطور مبالغہ ان کا حال قبیح بیان کیا کہ مال جمع کرنے پر حریص ہین اور اسمین کمال بخیلی کرتے ہین۔ یہ قول
معاویہ بن ابی سفیان سے مروی ہے۔ دوم آنکہ مسلمانون مین سے ایسا کرنیوالے مراد ہین۔ یہ ابن عباس رضی سے مروی ہے اور یہی سدی رح نے کہا کہ
مسلمانون مین سے وہ مراد ہین جو زکوۃ نہ نکالین بیضاوی رح نے کہا کہ اُن کو اہل کتاب کے رشوت خوارون سے قریب کر کے بیان کرنا بغرض تغلیظ
ہے یعنی اشعار ہے کہ کنز جمع کرنیوالے بہت بُرے ہین کہ اُنکو اہل کتاب کے رشوت خوارون سے ملا کر بیان فرمایا اور یہی قول دوم پر دلالت کرتا ہے

کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانون پر یہ امر بہت بھاری معلوم ہوا تو عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم کے سامنے ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
نے تم پر زکوٰۃ اسی واسطے فرض کر دی ہو کہ اسکو نکال کر باقی مال کو پاک کر دے۔ قول سوم آنکہ اہل کتاب و مسلمانون دونون کے حق مین نازل ہوئی ہو
اور یہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو اور حق یہ ہو کہ عموم لفظ سے ہر وہ شخص مراد ہو جو مال جمع کرے اور اسمین سے حق شرعی نہ نکالے خواہ یہودی
و نصرانی ہو یا اور کوئی ہو کذا قیل مترجم کہتا ہو کہ والذین مبتدا متضمن معنی شرط ہو بدلیل دخول فا بر خبر یعنی قولہ فبشرہم پس حاصل یہ ہوا کہ جو ایسا
کرے اسکی جزا یہ ہو۔ اور یہ ہر ایسے صفت والے کو شامل ہوگا کیونکہ مبتدا السبب معنی شرطیہ کے محصل نہ رہا کہ قوم معین ہو کما تقرر فی موضعہ پھر بنا بر
قول ائمہ حنفیہ کے کفار مکلف بفروع نہین ہین لہذا مذمت کی راہ سے ان کا بیان ہوگا اور یہ تشریع ان پر نہین ہو تاکہ شمول انکا از راہ تشریع ہو کیونکہ
محصل اسکا یہ ہو کہ جو کوئی اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے وہ دوزخ کے عذاب بطریق خاص مین گرفتار ہوگا اور ظاہر ہو کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ کی
حالت کفر مین زکوٰۃ دینے کا کچھ اعتبار نہین ہو پس حق حکم مین صرف مسلمان باقی رہے اور مذمت کے حق مین اہل کتاب نظیر و تمثیل ہین اور اس
تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ اقوال سلف جو اسکی تفسیر مین وارد ہوئے ہین کچھ مختلف نہین ہین۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ اب رہا بیان اس کا کہ کنز
کس کو کہتے ہین تو حضرت ابوذر وغیرہ سے مروی ہو کہ حاجت سے زائد جو جمع کرے وہ کنز ہو اگرچہ اسمین سے زکوٰۃ دیوے اور دیگر علماء رحمہم اللہ نے
کہا کہ جس مال کی زکوٰۃ دیجائے وہ کنز نہین اگرچہ حاجت سے زائد کتنا ہی خزانہ ہو۔ یہی حضرت عمر و ابن عمر و ابن عباس و جابر و ابو ہریرہ رضی اللہ
عنہم و عمر بن عبدالعزیز وغیرہ رحمہم اللہ سے مروی ہو اور یہی صحیح ہو چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ والذین یکنزون الذہب الآیۃ۔ زکوٰۃ
نازل ہونے سے پہلے یہ حکم تھا پھر جب زکوٰۃ نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اسکو مالون کے واسطے پاک کرنیوالی کر دیا سو اگر میرے پاس احد پہاڑ
برابر سونا ہو تو مجھے کچھ ڈر نہین ہو مین اس کی زکوٰۃ دیدونگا اور اس کو طاعت الٰہی مین خرچ کرونگا۔ رواہ عنہ البخاری و احمد والبیہقی وغیرہم۔ اور ایک
حدیث مرفوع مین ثابت ہو کہ جس مال کی زکوٰۃ دیدی جائے وہ کنز نہین ہو یعنی لغت و عرف کی راہ سے وہ کنز ہو لیکن شرع مین جس کنز پر عذاب کی
وعید آئی ہو ویسا کنز نہین رہتا ہو۔ وقال البیہقی وغیرہ اور یہ جو حدیث مین آیا کہ جس نے سونا چاندی چھوڑا اسکو اسی سے جہنم مین داغ دیا
جائیگا تو اس سے مراد ایسا مال ہو جسکی اسنے زکوٰۃ و حق شرعی نہین دیا ہو بدلیل حدیث دیگر جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہو کہ جو کوئی سونے
یا چاندی کا مالک کہ وہ اسکی زکوٰۃ نہین نکالتا تھا اسکا یہ مال مذکور ستر کرکے آتش دوزخ سے تاب دیکر داغ دیا جائے گا پس اس کی پیشانی
و دونون پہلو و پیٹھ داغی جاویگی اس دن کہ وہ پچاس ہزار برس کا ہوگا یہانتک کہ لوگون کا فیصلہ ہو پھر وہ اپنی بابت راہ پاوے یا دوزخ کی طرف
یا جنت کی طرف والحدیث رواہ البخاری و مسلم وغیرہما۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ قولہ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ سے مراد انفاق بطریق زکوٰۃ اور
بحق واجبی ہو یعنی زکوٰۃ نہین دیتے اور جو حقوق شرعی ان پر واجب ہین ان مین خرچ نہین کرتے ہین اور مترجم کہتا ہو کہ زکوٰۃ سے تخصیص کرنا دقت
سے خالی نہین ہو اسواسطے کہ مال مین عام حق شرعی زکوٰۃ ہو اور دیگر حقوق واجبہ بخصوصیت بھی ہوتے ہین مثلاً کسی پر اسکے اقارب کا نفقہ واجب
ہے یا جوار مین کوئی عاجز مسلمان ہو کہ کوئی اور اسکو نفقہ دینے والا نہین ہے و ہہنا بحث لا یسعہ المقام۔ اگر کہا جاوے کہ ضمیر لا ینفقونہا مفرد ہو اور
مرجع ماقبل تثنیہ ہو تو جواب یہ ہو کہ ضمیر از راہ معنی راجع ہو نہ از راہ لفظ کیونکہ ذہب و فضہ مین سے فضہ کا لفظ بھی مؤنث ہو اور ذہب کا لفظ
مذکر ہو لیکن کنز و خزانہ کی صورت مین از راہ معنی کے ہر ایک بتعداد کثیر و مجموعہ واقع ہو کر بسبب جماعت کے ضمیر مؤنث سے تعبیر ہوا اور چونکہ
مجموعہ خزانہ ہونے مین دونون یکسان ہین لہذا ضمیر واحد کافی ہو اور مترجم کہتا ہو کہ ذہب و فضہ اوپر مذکور ہونے سے ہر ایک کا مفرد اعتبار نہین یعنی
یہ مقصود نہین ہو کہ ذہب کو خزانہ کرتے اور فضہ کو خزانہ کرتے ہین تاکہ لا ینفقونہا۔ کی ضمیر مین لا ینفقونہما بضمیر تثنیہ ہونے کا سوال پیش ہو کیونکہ

مقصود اس سے یہ کہ خزانہ جمع کرتے ہین اور جس چیز سے جمع کرتے ہین وہ بیان کر دی کہ ذہب و فضہ سے کیونکہ خزانہ جمع کرنے مین خصوصیت روپیہ یا
اشرفی کی مقصود نہین ہوتی بلکہ اکثر مخلوط جمع کرتے ہین ہان بیان مین انھین دونون کی خصوصیت کی حالانکہ فلوس وغیرہ اموال کثیرہ اگر جمع کرے اور
زکوۃ و حقوق واجبہ نہ نکالے تو وہ بھی کنز ہو جائین گے تو خصوصیت ذکر مین اس وجہ سے کہ تمام تفصیل و تطویل سے احتراز ہوا اور مقصود جملہ اموال مین
ہین خزانہ رکھنے مین۔ چونکہ یہی دونون اشرف سمجھے جاتے ہین اور انھین سے خزانہ کرنا معروف ہی لہذا انہی دونون کے بیان پر اکتفا کیا اور
مقصود یہ کہ جو لوگ کنز و خزانہ جمع کرتے ہین اور اسکو اللہ تعالی کے مقرر کئے ہوئے حقوق واجبہ مین خرچ نہین کرتے اُن کو عذاب الیم کی بشارت
دیدے بشارت کا لفظ بطریق تہکم ہی۔ پھر عذاب الیم کی بشارت کس دن کے واسطے اور کیونکر ہی تو بیان فرمایا۔ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ
جَهَنَّمَ ۔ اس دن کہ تاپ دیا جائیگا ان کنوز پر جہنم کی آگ مین یعنی پچاس ہزار برس والے دن مین یہ خزانے دوزخ مین جھونک کر تپائے
جائینگے۔ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۔ پھر داغی جائینگی اس سے اُن لوگون
کی پیشانیان و پہلو و پیٹھین۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دینار پر دینار یا درہم پر درہم نہین رکھا جائے گا بلکہ اُن کی کھال چوڑی کرکے
ہر درہم و دینار آتش دوزخ سے تپا ہوا علیحدہ رکھا جائیگا۔ ابوبکر الوراق رح سے پوچھا گیا کہ پیشانی و پہلو و پیٹھ کی خصوصیت مین کیا حکمت ہی۔
کہا کہ کنز جمع کرنیوالا حقدار فقیر محتاج کو دیکھکر بجائے ترحم کے اس سے چین بجبین ہوکر اس سے پہلو تہی کرتا اور پیٹھ پھیر لیتا ہی۔ بعض نے کہا کہ
ان مقامات کے ذکر سے مقصود یہ کہ داغ دینے مین ہر چہار طرف سے احاطہ کیا جائے گا چنانچہ پیشانی سے اگلی جہت اور پیٹھ سے پچھلی طرف
اور دونون پہلو سے دائین بائین طرف سے احاطہ مراد ہی۔ حدیث ابوہریرہ رض مین ہی کہ جو کوئی اپنے مال کی زکوۃ نہین دیتا قیامت مین اُس کے عذاب
کیلئے آگ کے پتر کرکے اسکی پیشانی و دونون پہلو و پیٹھ داغی جائیگی اس دن کہ مقدار اسکی پچاس ہزار برس ہوگی پس برابر اسپر عذاب ہوتا
رہیگا یہان تک کہ بندون کا حساب کتاب فیصلہ پاوے پس یہ شخص بھی اپنی راہ دیکھے خواہ جنت کی طرف یا دوزخ کی طرف۔ رواہ مسلم پھر
اگر دوزخی ہوا تو دوزخ کے عذاب کا حال معلوم ہی اللہ تعالی اس سے محفوظ رکھے۔ اس حدیث سے نکلا کہ یہ عذاب قبل فیصلہ حساب و کتاب
کے میدان حشر ہی مین زکوۃ نہ دینے والے پر طاری ہوگا۔ اس سے نکلا کہ زکوۃ کا فرض بھی بڑے مرتبہ کا ہی کیون نہین کہ اللہ تعالی نے
اسکو جا بجا نماز کے ساتھ ملا کر یقیمون الصلوۃ و یؤتون الزکوۃ فرمایا ہی۔ ابن عمر و ابن عباس و حضرت عمر و جابر رض و ابوہریرہ وغیرہم سے مرفوع
و موقوف روایت ہی کہ جس مال کی زکوۃ ادا کر دیجاوے وہ کنز نہین رہتا یعنی یہ کنز جس پر عذاب کا حکم ہی نہین رہتا اگرچہ زمین کے نیچے مدفون ہو
اور جس مال کی زکوۃ نہ دی جاوے وہ کنز ہی اگرچہ دفینہ نہ ہو بلکہ اوپر ہی رکھا ہو پس قیامت کے روز آتش دوزخ سے تاب دیکر اس سے مالدار
بطور مذکور داغ دیا جائیگا۔ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۔ اے یقال لہم او قائلا لہم ذلک یعنی بطور مذکور داغ دئیے جاوینگے
درحالیکہ اُن سے یہ قول کہا جاتا ہوگا کہ یہ وہی ہی جو تم نے اپنے واسطے کنز کیا تھا کہ فقیرون محتاجون پر ترس نہ کھایا اور حقوق واجبہ کو
چھوڑا اور ان مالون کو بہت پیار سے خزانہ کرکے اپنے نفع کیلئے رکھا یہ نہین سمجھے کہ ایسے برتاؤ سے یہ تمہارے لئے عین مضرت و سبب
عذاب ہی۔ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ۔ پس اب چکھو جسکو تم کنز کرتے رہے یعنی اب اُس کے وبال و بدانجامی کو چکھو۔
مال کو اس طور سے جمع کرنیوالون کے حق مین مال کا انجام یہ ہوگا جو بیان ہوا اور اُن سے یہ مزہ چکھنے کو کہنا بطریق تہکم و ملامت ہی۔ جیسے
احبار و رہبان کو عذاب الیم کی بشارت دینے کا حکم بھی اسی معنی مین ہی اور محصل اسکا یہی ہی کہ دنیا کی چیزین جو مخلوق الٰہی ہین ان مین جب
ایک مخلوق بخل کرکے بر خلاف حکم و رضاء خالق کے اپنے تصرف مین لاوے اور ظلم و فساد کرے تو یہی چیزین اُسکے حق مین وبال و عذاب

ہیں اگرچہ فی الحال ظاہری صورت سے اسکو اپنا انجام نظر نہ آوے بلکہ فریب نفس سے ان چیزوں کو منفعت سمجھے ہیں سے حکما ربانی نے کہا کہ
جس چیز کو آدمی محبوب کرکے طاعت الٰہی پر مقدم کرتا ہو اسی سے عذاب اٹھاتا ہو۔ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے احبار و رہبان کی مذمت مخصوص
کرکے بیان فرمائی حالانکہ کوئی آدمی ہو جب ایسا کریگا عذاب پاویگا تو اس وجہ سے کہ عام لوگ تین قسم کے لوگوں کے عیال ہوتے ہیں۔ ایک
بادشاہ کے دوم علماء کے اور سوم درویش لوگوں کے پس جب یہ تین فریق بگڑے تو سب لوگ خراب و برباد ہو جاتے ہیں اور ظاہر الفاظ
احبار جو غالباً علماء یہود پر بولا جاتا ہو اس آیت کریمہ میں علماء نصاریٰ کو بھی شامل ہو اگرچہ علیحدہ اطلاق میں عالم نصاریٰ کو قسیس و قسیسین
کہتے ہیں جیسے ان کے درویشوں و عابدوں کو راہب کہتے ہیں۔ اور مقصود اس بیان سے یہ کہ گمراہ اور گمراہ کرنیوالے عالموں و پیروں
سے پرہیز کریں اور نہ پیروی کرنیوالے بھی برباد ہوں گے چنانچہ یہود و نصاریٰ نے پرہیز نہ کیا بلکہ احبار و رہبان کو ارباب بنایا تو دین سے
بالکل اندھے ہوگئے اور دینی عقل گم ہوگئی حالانکہ ان کے علماء و درویش آخرت سے منہ موڑ کے دنیا کے اموال جمع کرنے پر حریص و بخیل
ہو بیٹھے اور چونکہ آخر اسلام میں بھی یہی حالت ہونیوالی تھی لہذا مسلمانوں کو اس سے تحذیر فرمائی اور حدیث صحیح میں ہو کہ واللہ تم لوگ بھی
اپنے سے اگلی امتوں کی چال قدم بقدم چلوگے۔ سفیان بن عیینہ رحمہ نے کہا کہ ہمارے علماء میں سے جو بگڑا اس میں احبار یہود کی مشابہت
ہوگئی ہو اور ہمارے زاہدوں و عابدوں میں سے جو بگڑا اس میں راہب نصاریٰ کی مشابہت ہوتی ہو حاصل تحذیر یہ ہو کہ ان کے احبار و رہبان
کا یہ خراب چال تھا کہ بطریق باطل وہ لوگوں کے مال لیتے اور دنیاوی ریاست چاہتے اور دین فروشی کرتے اور خود بخیل و مال جمع کرنے پر حریص
تھے اور انہیں بالوں کے لالچ سے راہ نہ بتلاتے الخ۔ لہذا ان اموال کے سبب جو ان کو راہ حق سے زیادہ محبوب تھے ان پر دوزخ میں جانے کا عذاب
پایا اور آیت اگرچہ احبار و رہبان کی مذمت میں منصوص ہو لیکن آئندہ جو کوئی ان احبار و رہبان کے اقوال و افعال میں مشابہ ہوا اسکا بھی یہی حال
ہے جیسا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے یہ امر منصوص مروی ہوا ہو اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سوائے قدر نفقہ کے زائد مال کو کنز کہتے تھے اگرچہ
اسکی زکوٰۃ دیدی جاوے اور ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں ابوامامہ سے روایت کی کہ تلواروں کا حلیہ یعنی ان پر چڑھی ہوئی چاندی جو بطور زیور ہو
وہ بھی کنز ہو اور علی رضی اللہ عنہ سے ایک اثر مروی ہو کہ چار ہزار تک تو نفقہ ہو اور اس سے زائد کنز ہو لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے صحیح
ہوا کہ یہ قبل نزول زکوٰۃ تھا اور بعد زکوٰۃ کے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو مالوں کے لئے پاکی کر دیا ہو اور شرفی و رہبہ کے حق میں تقلیل کرنے کی
تعریف اور تکثیر کرنے کی مذمت بہت احادیث میں وارد ہو۔ حافظ ابن کثیر رحمہ نے چند احادیث کو بیان وارد کیا جسکی تفصیل یہ ہو کہ علی رضی اللہ
عنہ نے آنحضرت صلعم کا فرمان نقل کیا کہ بربادی ہو چاندی کو یعنی چاندی کو بطور کنز جمع کرنیوالے کو اور بربادی ہو دینار جمع کرنیوالے کو ۔۔۔
کو تین مرتبہ کہا تو آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر یہ امر دشوار گذرا انہوں نے عرض کی کہ پھر ہم کون چیز ذخیرہ کریں تو فرمایا کہ زبان جو
اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے اور ایسا دل جو شکر کرے اور ایسی جورو جو آخرت کے واسطے مددگار ہو اور ابوداؤد وغیرہ ۔۔۔
یہ آیت اتری والذین یکنزون الذهب والفضة الآیہ تو آنحضرت صلعم کے صحابہ پر یہ امر دشوار ہوا پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں آنحضرت
صلعم سے پوچھتا ہوں پس جا کر پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی واسطے فرض فرمائی ہو کہ ۔۔۔ باقی اموال پاک ہو جاویں ۔۔۔
اور حدیث شداد بن اوس کی حدیث میں ہو کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا کہ جب لوگ سونا چاندی بطور کنز جمع کریں ۔۔۔
دعا کو ذخیرہ جمع کرو اللهم انی اسئلک الثبات فی الامر والعزیمة علی الرشد واسئلک شکر نعمتک واسئلک حسن عبادتک واسئلک قلبا سلیما واسئلک
لسانا صادقا واسئلک من خیر ما تعلم واعوذ بک من شر ما تعلم واستغفرک لما تعلم انک انت علام الغیوب ۔۔۔ اور ۔۔۔

ہین ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم ہو رب کعبہ کی کہ وہی لوگ زیادہ خسارے مین ہین۔ مین نے عرض کی کہ میرے مان باپ آپ پر فدا ہون یہ کون لوگ ہین فرمایا کہ بہت مال والے لوگ ہین مگر وہ جس نے یون ریل دیا اور یون ریل دیا الی آخرہ یعنی بہت مالدارون مین سے وہ مستثنی ہین جنھون نے راہ خدا مین آگے پیچھے داہنے بائین ہر طرف بھر لپ خرچ کیا اور ایسے لوگ تھوڑے ہین۔ اسی واسطے ابوذر رضی اللہ عنہ آیت کریمہ کو اگلے احبار و رہبان کے ساتھ مسلمانون کے حق مین بھی کہتے تھے اور ابن عباسؓ وسدی رحؒ سے مروی ہو کہ آیت عامہ ہو یعنی کچھ احبار و رہبان کی خصوصیت مقصود نہین بلکہ اُن کے بد افعال کے بیان سے یہ مقصود ہو کہ جو کوئی ایسا کریگا اُس کا یہی حال ہوگا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اصحاب صفہ مین سے ایک شخص مرا جسکے پاس ایک دینار نکلا تو آنحضرت صلعم نے نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ ایک داغ ہو۔ فافہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فی العرائس قولہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ ولا ینفقونہا الآیۃ اللہ تعالیٰ نے بخیلون کو راہ خدا مین مال نہ خرچ کرنے پر ملامت فرمائی ہو اور یہ خصلت بسبب شائبہ نفاق ہی کے ہوتی ہو بعض نے کہا کہ جس نے اپنے ملک کی چیزون سے قلیل کے ساتھ بھی بخل کیا اُسنے اپنی نجات کا دروازہ بند کر کے ہلاکت کا دروازہ کھول لیا مترجم کہتا ہو کہ بخل کی مذمت احادیث مین بکثرت وارد ہو اور صحیح حدیث مین ہو کہ دوزخ سے اپنے آپ کو بچاؤ اگرچہ ایک چھوارے کے ٹکڑے سے ہو۔ واضح ہو کہ شرع کے موافق خرچ کرنا محمود ہو اور اگر خلاف شرع کوئی شخص خرچ کرتا ہو تو وہ بخیل کا بھائی مسرف ہے۔ نعوذ باللہ منہما۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

مہینون کی گنتی اللہ پاس بارہ مہینے ہین اللہ کے حکم مین جس دن پیدا کیے آسمان و زمین

مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ

اُن مین چار ہین ادب کے یہی ہے سیدھا دین سو اُنمین ظلم نہ کرو اپنے اوپر اور لڑو مشرکون سے

كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ

ہر حال جیسے وہ لڑتے ہین تم سے ہر حال اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والون کے یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی بات ہے

فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ

کفر کے عہد مین گمراہی مین پڑتے ہین اس سے کافر چھوٹا گنتے ہین اسکو ایک برس اور ادب کا گنتے ہین ایک برس کہ پوری کر لین گنتی جو اللہ نے رکھی ادب کی

اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

پھر حلال کرتے ہین جو منع کیا اللہ نے بھلے دکھائے ہین اُنکو اُن کے بُرے کام اور اللہ راہ نہین دیتا

الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ع

منکر قوم کو

یہان سے اللہ تعالیٰ نے کلام کو مشرکین کے ایک قبیح حرکت ایجاد کرنے کے بیان اور اظہار راہ مستقیم کے لئے شروع کیا بقولہ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ۔ عدۃ مصدر بمعنی شمار یا مراد مفعول ہو اے معدود اور معنی یہ کہ شمار مہینون کا جو سال کے لئے ہین۔ عِنْدَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا بارہ مہینہ ہین فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی کتاب مین۔ یہ صفت اثنا عشر واقع ہے اور کتاب اللہ سے مراد لوح محفوظ ہو یا کتاب مصدر بمعنی حکم ہو یعنی حکم الٰہی مین۔ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ جس دن کہ

آسمانون و زمین کو پیدا کیا ظرف متعلق بمعنی ثبوت ہے یا متعلق بکتاب ہے اگر مصدر قرار دیا جاوے اور معنی یہ کہ یہ بات فی نفس الامر ثابت ہے جب سے اللہ تعالیٰ نے
اجرام و ازمنہ کو پیدا کیا۔ اور ان مہینون کے نام عربی مین محرم ۔ صفر ۔ ربیع الاول ۔ ربیع الثانی ۔ جمادی الاول ۔ جمادی الثانی ۔ رجب ۔ شعبان
شہر رمضان ۔ شوال ۔ ذوالقعدہ ۔ ذوالحجہ ہین ۔ سال کے یہ مہینے قمری ہین جو چاند کی سیر کے حساب سے ہین اور اہل اسلام انھین مہینون کے شمار
سے صوم و حج و دیگر امور احکام و حیض و نفاس کا برتاؤ کرتے ہین اور خطیب وغیرہ نے لکھا کہ اس حساب سے سال کے تین سو چون دن ہوتے ہین
اور فتاوی ہندیہ وغیرہ کتب فقہ مین ہے کہ تین سو چون روز اور تیس جزو کے گیارہ جزو ہوتے اور ایام سال شمسی کے جو آفتاب کے پورے دورے
کے حساب سے ہے تین سو پینسٹھ یوم و چہارم یوم ہے پس انھاے سال شمسی تو موسم گرمی و سردی کے حساب سے یکسان ہین لہذا ہر فصل اپنے مہینون مین واقع
ہوگی اور چونکہ سال قمری بہ نسبت سال شمسی کے دس روز کے قریب کم ہوتا ہے لہذا ہر تین سال مین ایک مہینہ کامل کم ہوگا اسی لیے ہندی لوگ ایک
مہینہ لوند لگاتے ہین تاکہ فصل شمسی کا حساب ٹھیک ہے اور لوند کچھ اعتقاد ہنود سے متعلق نہین جیسا کہ عوام زعم کر کے پھر اپنے تئین شک مین
ڈالتے ہین چنانچہ اگر ہر مہینہ مین یہ کمی بیشی کر دیجاوے جیسے انگریزی و رومی مہینہ مین تیس و اکتیس سے کر دی گئی ہے تو لوند کی کچھ ضرورت نہین
ہوتی ہے یہین سے معلوم ہوا کہ سال شمسی موافق فصول ہے اور سال قمری نہین اسی لیے کبھی رمضان جاڑون مین اور کبھی برسات اور کبھی گرمی
مین واقع ہوتا ہے اور ہر حال مین بندے حکم الٰہی پر امتحان کر لیے جاتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا کہ ابتدائے خلق اجرام و ازمنہ
سے اللہ تعالیٰ نے سال کا شمار انھین مہینون سے حکم تعبدی قرار دیا اور اسی کو انبیا و رسل علیہم السلام لائے ہین اور اسی شمار پر کتب آسمانی نازل
ہوئی ہین حتی کہ حیض و نفاس کے احکام شمسی سے متعلق نہین ہو سکتے کیونکہ واسطہ اسمین چاند کا عروج ہے جیسا کہ کتب فنون مین مصرح ہے پس
اس سے یہ حکم نکل آیا کہ قبطی و رومی و انگریزی مہینون کا احکام تعبدی مین کچھ اعتبار نہین ہے بلکہ قمری مہینون کو معتبر رکھو کہ انھین کو اللہ تعالیٰ
نے روز پیدائش اجرام و ازمنہ سے ثابت فرمایا ہے مِنۡهَاۤ اَرۡبَعَةٌ حُرُمٌ ان بارہ مہینون قمریہ مین سے چار حرم ہین حرم جمع حرام یعنی
محترم ہین جنمین سے تین پے درپے ہین یعنی ذوالقعدہ و ذوالحجہ و المحرم ۔ اور ایک فرد ہے اور وہ رجب ہے ۔ اسی ترتیب سے مفسر رح نے ذکر کر کے اشارہ
کیا کہ دو برس مین سے چار دن ہین اور آنحضرت صلعم نے بھی خطبہ حجۃ الوداع مین فرمایا کہ الا ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق السموات والارض
السنۃ اثنا عشر شھرا منھا اربعۃ حرم ثلث متوالیات ذوالقعدۃ و ذوالحجۃ والمحرم و رجب مضر الذی بین جمادی و شعبان یعنی آگاہ رہو کہ زمانہ
گھوما جیسے آسمانون و زمین پیدا ہونے کے روز تھا سال بارہ مہینہ کا اسمین سے چار ماہ حرام ہین تین پے درپے ذوالقعدہ و ذوالحجہ و المحرم اور
ایک رجب جو قبیلہ مضر کا رجب کہلاتا ہے جو جمادی الثانی و شعبان کے بیچ مین پڑتا ہے ۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ علیہ السلام الا ان الزمان قد استدار
کھیئتہ الخ کے معنی یہ ہین کہ ابتدائے خلقت مین یہ امر جس طرح اللہ تعالیٰ نے رکھا اسی کو ثابت و مقرر فرمایا اور اسی پر ثابت رہنے کی تاکید کی
اس طرح کہ اسمین کوئی تقدیم و تاخیر و زیادتی و نقصان و نسی و تبدیل مت کرو جیسے جاہلیت والے نسی سے تغیر کرتے تھے اور بعضے مفسرین
و متکلمین نے اس حدیث مین کہا کہ اتفاق سے اس سال آنحضرت صلعم کا حجۃ الوداع ماہ ذی الحجہ مین واقع ہوا تھا حالانکہ عرب اہل جاہلیت مین نسی
کرنے کے سبب سے اکثر سوائے ذی الحجہ کے دوسرے مہینہ مین حج کرتے تھے اور ان لوگون نے زعم کیا کہ ابوبکر رض نے سال گذشتہ مین یعنی نوین سال
ہجرت کے جو بحکم آنحضرت صلعم حج کیا تھا وہ بھی ماہ ذوالقعدہ مین واقع ہوا تھا و لیکن یہ زعم صحیح نہین ہے چنانچہ آیت النسی کی تفسیر مین آگے
آویگا اور اغرب قول وہ ہے جو طبرانی نے بعض سلف سے روایت کیا کہ سال حجۃ الوداع مین اتفاق سے مشرکون و یہود و نصاری سب کا
حج مومنون سے متفق واقع ہوا تھا ۔ وفیہ نظر ایضاً ۔ بالجملہ بشہادت حدیث کے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ چارون ماہ حرام دو سال کے اندر

آتے ہین اور کوفیون نے اُن کو محرم و رجب و ذوالقعدہ و ذوالحجہ سے شمار کرکے ایک ہی سال مین قرار دیا ہو ولیکن نووی رح نے شرح صحیح مسلم مین
ترتیب اول ہی کو بدلالت حدیث کے صواب قرار دیا ہو اور ابن المنیر رح نے اپنی تفسیر مین اعتراض کیا کہ یہ سب اس بنا پر ہوگا کہ پہلا مہینہ ماہ محرم
سے شمار کیا جاوے حالانکہ یہ امر زمانہ حضرت عمر رض مین بمشورت صحابہ رضی اللہ عنہ قرار پایا ورنہ سابق مین عرب اپنے عام الفیل سے تاریخ شمار کرتے
اور ابتدائے اسلام مین ربیع الاول سے ابتدا لیتے تھے۔ فلیتامل۔ خطیب نے کہا کہ المحرم با الف لام ہو سوائے اور مہینون کے اسلئے کہ وہ اول ماہ
سنہ گویا الف لام سے اشعار ہو کہ اسی مہینہ سے ابتدا سال ہوا اور محرم اسواسطے کہتے ہین کہ اسمین قتال حرام جانتے تھے اور ابتدا اسلام مین بھی
یہ حکم مستقر رہا اور بعض نے کہا کہ محرم اسلئے کہ اسی مہینہ مین ابلیس پر جنت حرام ہوئی اور نکالا گیا۔ رجب از ترجیب یعنی تعظیم ہو اور ذوالقعدہ اسلئے کہ
عرب اس مہینہ مین قعود کرتے یعنی قتال سے بیٹھ رہتے تھے اور ذوالحجہ بکسر الحا بسبب ہتدارج کے کہلاتا تھا و قد اطال السخاوی رح فی الکلام علی ذلک
فی رسالۃ فی الایام والشہور۔ بالجملہ اسمین اختلاف ہو کہ ترتیب ان چار ماہ حرام کی اسطرح ہو کہ دو سال مین پڑتے ہین یا اسطرح کہ ایک ہی سال
مین آتے ہین۔ ابن دحیہ وغیرہ نے کہا کہ اس اختلاف کا فائدہ جب ظاہر ہوگا کہ کسی نے قسم کھائی کہ ترتیب وار ان مہینون حرام کے روزے رکھونگا
تو قول اول پر ذوالقعدہ سے اور دوم پر محرم سے شروع کریگا۔ خطیب نے کہا کہ حدیث استدارۃ کے معنی یہ ہین کہ مہینے اپنے اپنے موضع پر قائم ہوگئے
جیسے ابتدا خلقت مین تھے اور حج اپنے مہینہ ذوالحجہ مین لازم ہوگیا اور نسی وغیرہ زمانۂ جاہلیت کی تبدیل جس سے کبھی حج ذی الحجہ مین اور کبھی ذوالقعدہ
اور کبھی محرم وغیرہ مین پڑا کرتا تھا باطل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔ یہ دین قیم ہو یعنی مہینون کا باعتبار قمر ہونا
اور اُن مین سے چار کا ماہہائے حرام ہونا یہی دین مستقیم دین ابراہیم و اسمٰعیل ہو جو عرب نے میراث پایا ہو۔ بعض نے کہا کہ دین از دان یدین
بمعنی حساب ہو کما فی الحدیث الکیس من دان نفسہ یعنی دانا و پختہ کار وہ ہو جسنے اپنے نفس سے محاسبہ رکھا اور غفلت کرکے اپنی خواہشون پر چلنے
کیلئے عاجز ہوا پس معنی یہ کہ یہی حساب مستقیم ہو اور بعض تابعین نے کہا کہ دین قیم وہ دین ہو جو متغیر و متبدل و زائل نہو۔ اگر کہا جائے کہ چار
مہینون کو محترم رکھنا کیا معنی ہین جواب یہ کہ معصیت سے ان کی ہتک حرمت نکرے اور طاعت مین سرگرم رہے۔ اگر کہا جائے کہ کیا تمام باقی
سال مین اسکی اجازت ہو۔ جواب یہ کہ نہین بلکہ یہ مطلب ہو کہ ان مہینون مین معصیت کا گناہ بہت بڑھ کر ہو جیسے اُن مین ثواب طاعت بھی بڑھا ہوا
ہو۔ اور عرب بھی ان مہینون کو معظم و مکرم رکھتے اور یہ علم اُن کو میراث بنوت خلیل و اسمٰعیل علیہما السلام پہونچا تھا حتی کہ آدمی اپنے باپ کے قاتل کو پاتا مگر
احترام ماہ سے اسکو کچھ نہ چھیڑتا تھا اگرچہ عرب اپنی جہالت سے خصوص ان مہینون کے ایام پر قائم نہ رہتے بلکہ چار مہینہ کی اوقات کو استیفا کر لیتے
تھے چنانچہ آگے آتا ہو اگر کہا جائے کہ اجزاء زمانہ تو باہم متشابہ ہین پھر اس امتیاز کا کیا سبب ہو جواب یہ کہ علم الٰہی ان حقائق کو محیط ہے
آدمی تو صرف ظاہر صورت کو دیکھتا ہو اور عقل باعتبار ثواب و عقاب کی حالت کے یہان استقلال نہین رکھتی چنانچہ آخر ماہ رمضان جس دن چاند
ہوگا معلوم ہو اور ثواب اسکا صرف نقل معلوم ہو حالانکہ چاند رات کی صبح کا روزہ جو روز عید ہو حرام ہو پس شرائع مقررہ بحکمت بالغہ الٰہی عزوجل
ہوئی ہین عقل کی تاب نہین چنانچہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے دیگر بلاد سے بلد الحرام کو متمیز کیا اور دیگر ایام ہفتہ سے روز جمعہ کو اور دیگر ایام سال
سے روز عرفہ کو اور دیگر ماہہائے سال سے ماہ رمضان کو باعتبار جہات حرمت کے متمیز کیا حتی کہ شب روز کے بعض ساعات متمیز ہین اور یہ تمیز
باعتبار امور حقیقت معنوی کے ٹھیک ہو اگرچہ عقل بسبب اسکے کنہ ماہیت سے جاہل ہے اسکو نہ جانے حالانکہ اپنے جسم و شخص مین قلب کی
فضیلت و دل کی حقیقت بیان کرنے کے جانتا ہو اور خود معلوم کہ اشخاص مین سے انبیاء علیہم السلام مخصوص ہین اور خود مشہور معلوم کہ باوجود
ظاہری مشابہت جسم کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے نہایت لطیف خوشبو کہ عطر گلاب بصرہ اسکے سامنے ہستی نہین رکھتا ہو

مہکتی رہتی تھی اور آپکے پیشاب کو ایک صحابی نے دھوکے سے پی لیا تھا عمر بھر اُسکے بدن سے عطر گلاب کے مانند خوشبو آتی رہی پس باوجود عقلی دلائل و ان مشاہدات نقلی کے ایام و شہور کے امتیاز مین تامل کرنا محض نادانی و عقل کا بھدّا پن ہی بلکہ عقل سلیم جب حکمت بالغہ الٰہی پر ایمان لائی اور یقین کیا کہ او تعالیٰ سب چیز پر قادر ہی خود مختار ہی ہر چیز کی حقیقت اسی کی خلقت ہی تو جو اُس نے حکم دیا وہ عین صواب ہی لہذا بیان فرمایا کہ شمار ماہہائے قمریہ اور اُن مین سے چار ماہ محرم رکھنا یہی دین مستقیم ہے۔ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ پس تم لوگ ان مہینون مین اپنی جانون پر ظلم نہ کرو اور مظلمہ اپنی گردنون پر مت لادو۔ ضمیر فیہن راجع بجانب اربعہ حرم ہی یعنی ماہہائے حرام مین معاصی مت کرو جن کا وبال تمھاری جانون پر ہوگا پس تم اپنی جانون پر ظلم کرنیوالے مت ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان مہینون کو اختصاص دیا ہی پس اُن مین کوئی معصیت کرنا زیادہ وبال کی موجب ہی چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا۔ الحج اشہر معلومات فمن فرض فیہن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ حالانکہ رفث و فسوق و جدال ہر وقت مین گناہ ہی لیکن ماہہائے حج مین منع فرمانے سے تاکید مقصود ہی جس سے تنبیہ ہو کہ ان ایام مین طاعت حج وغیرہ موجب مزید ثواب ہے معصیت رفث وغیرہ مستوجب مزید عقاب ہے پس یہ ایام مشرف و ممیز ہین۔ ابن عباس رض نے کہا کہ ضمیر مذکور راجع بماہہائے اثنا عشر ہی یعنی بارھون مہینون مین گناہ مت کرو اور مقصود یہ کہ اپنی عمر قلیل کو طاعت مین بسر کردو اور معصیت و فساد سے ظلم کا وبال اپنے اوپر مت لادو۔ فرار ح وغیرہ نے کہا کہ قول اول اولیٰ ہی اسلیئے کہ نظم کلام بزبان عرب ہی اور عرب تین سے دس تک لفظ فیہن لاتے اور اس سے زائد کی طرف فیہا بولتے ہین اور اصل یہ کہ جمع قلت کی طرف جماعت مؤنث کی لفظ سے کنایہ کرتے اور جمع کثرت کی طرف واحدہ مؤنث سے کنایہ کرتے ہین پس اگر اثنا عشر کی طرف ضمیر ہوتی تو فیہا ہوتا لہذا فیہن بجانب اربعہ حرم۔ پھر اگر کہا جائے کہ علی ہذا قول اول ہی صواب ہی پھر اولیٰ کیون کہا تو جواب یہ ہی کہ گو اصل یہی ہی کہ جو فرار ح نے ذکر فرمائی لیکن استعمال مین کبھی ایک کو دوسرے کی جگہ بھی لاتے ہین جیسے شعر النابغہ ؎ ولا عیب فیہم غیر ان سیوفہم ؛ بہن فلول من قراع الکتائب ؛ فیہن ضمیر بجانب سیوف ہے باوجودیکہ وہ جمع کثرت ہی۔ اختلاف ہی کہ ظلم سے معنی عموم مراد ہین جو اُن سے قتال وغیرہ کو شامل ہین یا فقط نسی سے ممانعت ہی۔ قول اول ظاہر آیت ہی۔ و قتادہ رح نے کہا کہ ماہہائے حرام مین ظلم کا گناہ بہت بھاری ہی بہ نسبت دیگر ازمنہ کے اگرچہ ظلم ہر حال مین بھاری گناہ ہے ولیکن اللہ تعالیٰ اپنے امر مین جسکو چاہتا ہی عظیم کردیتا ہی اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق مین سے انواع و اقسام سے برگزیدہ فرمایا چنانچہ ملائکہ سے رسول اور بنی آدم سے رسول برگزیدہ کیئے اور کلام مین سے اپنا ذکر یعنی قرآن برگزیدہ فرمایا اور زمین مین سے مواضع مساجد کو اور مہینون مین سے رمضان و ماہہائے حرام کو اور ایام مین سے جمعہ کو اور راتون مین سے شب قدر کو برگزیدہ کردیا پس جسکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا تم بھی اس کی تعظیم رکھو کیونکہ اہل عقل و اہل فہم کے نزدیک مخلوقات مین سے کسی کی تعظیم کچھ نہین مگر یون ہی کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے معظم کیا ہے اُن کی تعظیم بواسطہ حکم الٰہی کے ثابت رکھو۔ اور قول دوم یعنی مخصوص نسی سے ممانعت بقرینہ مقام ہی خطیب رح نے کہا کہ سبب نزول اس آیت کا مشرکین کی نسی واقع ہوئی جس کو مشرکین عمل مین لاتے تھے جس سے حج کبھی ذی الحجہ مین اور کبھی پہلے اور کبھی پیچھے آجاتا تھا۔ اور رہا قتال تو اسلام مین سوائے جہاد کے ہر قتال جو معصیت ہو بالضرور مانند اور معصیات کے ماہہائے حرام مین بتاکید ممنوع ہی اور جہاد مین اختلاف ہی عطار رح سے منصوص ہی کہ حرم یا ماہہائے حرام مین جہاد کرنا حلال نہین ہی اور یہی ایک جماعت اہل علم کا مذہب ہے اور جمہور نے کہا کہ ماہہائے حرام مین قتال کی ممانعت منسوخ ہی اور ناسخ اسکی آیۃ السیف ہی جو ابتدا سورہ مین گذری اور نیز آنحضرت صلعم نے حنین مین ہوازن پر ماہ شوال مین جہاد کیا اور طائف کو ذوالقعدہ مین محاصرہ کیا تھا اور نیز استدلال لیتے ہین بقولہ تعالیٰ۔ وَقَاتِلُوا

الْمُشْرِكِيْنَ كَافَّةً ۔ اے جمیعًا یعنی مقاتلہ کرو مشرکین سے سب سے۔ كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَافَّةً ۔ جیسے وہ تم سے مقاتلہ کرتے ہین
سب کے سب۔ پس ثابت ہوا کہ تمام مہینون مین اُن سے قتال جائز ہے کیونکہ عموم اشخاص مستلزم ہے عموم احوال و ازمنہ کو یعنی جب عمومًا مشرکین
سے قتال کا حکم دیا تو ضرور ہوا کہ ہر حال مین اور ہر وقت جائز ہو تا کہ ہر فریق مشرک سے جس حال و جس وقت مین ہو مقاتلہ کر سکین۔ ابن کثیرؒ
نے لکھا کہ ظاہر کلام و سیاق اسی کو مشعر ہے کہ یہ حکم عام طور پر ہے اور اگر ماہہائے حرام مین قتال حرام ہوتا تو اُن کے گذرنے کی قید ہوتی اور فعل رسول اللہ
صلعم اسکا بیان ہو گیا کہ شوال مین ہوازن کو شکست دی اور جب اُن کے بھاگے ہوئے طائف مین محصور ہوئے تو چالیس روز تک اُن کا محاصرہ کیا اور
بدون فتح کے واپس ہوئے پس ثابت ہوا کہ ماہہائے حرام مین سے ذوالقعدہ مین محاصرہ کیا پھر لکھا کہ قول اول کے جو لوگ قائل ہین کہ ماہہائے حرام
مین قتال نہین روا ہے اُن کے قول کے موافق کہا جائے گا کہ ماہہائے حرام مین قتال شروع کرنا حرام ہے اور حرمت اُن کی منسوخ نہین بدلیل
قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا لاتحلوا شعائر اللہ ولا الشہر الحرام ۔ اور بدلیل قولہ الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدی
علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم ۔ و بدلیل قولہ فاذا انسلخ الاشہر الحرم فاقتلوا المشرکین ۔ اور دو قول مین سے ایک قول کے موافق یہ اشہر الحرم جن کے
انسلاخ کی قید ہے یہی چارون ماہہائے حرام ہین نہ وہ چار مہینہ جن کی مہلت دی گئی تھی بقولہ فسیحوا فی الارض اربعۃ اشہر الآیۃ ۔ اور قولہ تعالیٰ
قاتلوا المشرکین کافۃ الخ مین ماہہائے حرام کے اندر قتال کی حالت منصوص نہین بلکہ احتمال ہے کہ یہ حکم اپنے ماقبل سے منقطع ہو اور جملہ مستانفہ
اس مقصود کیواسطے ہو کہ مومنون کو آمادگی و جوش حاصل ہو یعنی جیسے مشرکین تمہارے واسطے مجتمع ہوتے ہین ویسے ہی تم بھی اُن کے واسطے متفق
و مجتمع ہو اور نیز یہ بھی احتمال ہے کہ مومنون کو ماہہائے حرام مین مشرکین کے ساتھ قتال حلال ہونے کی اجازت ایک قید کے ساتھ دیگئی یعنے
کما یقاتلونکم کافۃ یعنی ان ماہہائے حرام مین جب وہ ابتدا کر کے تم سے قتال شروع کرتے ہین تو تم کو بھی اجازت ہے کہ اُن سے مقاتلہ کرو
جیسے قولہ الشہر الحرام بالشہر الحرام والحرمات قصاص ۔ مین ہے یا جیسے قولہ لاتقاتلوہم عند المسجد الحرام حتی یقاتلوکم فیہ فان قاتلوکم فاقتلوہم
الآیہ ۔ مین مشرکون کی طرف سے ابتدا ہونے کی صورت مین اجازت ہے۔ ایسا ہی جواب آنحضرت صلعم کے حصار کرنے کا بھی ہو سکتا ہے کیونکہ
ہوازن نے ابتدا کر کے لوگ جمع کئے اور سامان مہیا کیا تھا تب ہی آپنے اُنکی طرف قصد کیا اور بعد شکست دینے کے طائف کا محاصرہ
کرنا اسی کا تتمہ تھا کیونکہ طائف والے قوم ثقیف انہین ہوازن کے ہم سوگند تھے اور ہوازن بھاگے ہوئے بھی اُن کے ساتھ متفق ہو گئے
تھے پس اُنکو محاصرہ کیا یہانتک کہ ماہ حرام آگیا حالانکہ ابتدا اسکی حلال مہینہ سے ہوئی تھی اور ایک امر کی حالت بقا مین بعض ایسے امور جائز
ہو جاتے ہین جو حالت ابتدا مین جائز نہ تھی اور شرع مین اُسکے نظائر بہت ہین ۔ مترجم کہتا ہے کہ مثلاً ہبہ مین اگر ابتدا شیوع ہو مثلاً
نصف مکان شائع غیر مقسوم ہبہ کیا تو امام ابو حنیفہ کے قول پر روا نہین حالانکہ تمام ہبہ کرنے کے بعد اگر نصف کا کوئی مستحق نکلا اور شیوع
ہو گیا تو برداشت کر لیا جائیگا اور ایسے ہی نکاح و بیوع و اجارات وغیرہ مین بہت سے مسائل ہین جو اُسکی نظیر ہین کہ حالت بقا مین بعض
وہ اُمور برداشت ہو جاتے ہین جو ابتدا مین جائز نہین ہوتے ہین۔ بالجملہ اس کلام سے ظاہر ہوا کہ قول اول پر آیات و احادیث مین اتفاق
ہو جاتا ہے جبکہ قول اول کے یہ معنی لئے جاوین کہ ماہہائے حرام مین ابتدا کرنا قتال کے ساتھ روا نہین ہے اور منسوخ کہنے کی حاجت نہین
ہوتی ہے۔ واللہ اعلم لہذا محققین علماء کا میلان اسی طرف ہے کیونکہ تعظیم حرمات الٰہی اسمین زیادہ ہے اور وہ اقرب بتقوی ہے فافہم۔ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۔ اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ ساتھ ہے متقیون کے۔ ساتھ ہونا قرب غیرہ کے طور پر نہین کیونکہ اللہ تعالیٰ
کمیات وغیرہ مخلوقات کی مشابہت سے بھی پاک و برتر ہے پس اسکا وہم بھی نہ ہو گا بلکہ مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور جسطرح معیت

اُس کی شان پاک کے لائق ہے اس طرح ساتھ ہے اور ظاہرا یہاں بقرینہ جہاد کے مدد و نصرت الٰہی کا ساتھ ہونا مراد ہے پس نصرت الٰہی جس کے ساتھ ہو وہ ضرور مظفر و منصور ہو گا لہذا لازم ہے کہ نافرمانی سے پرہیز کر کے طاعت پر قائم ہو کر متقی رہیں ۔ تاکہ نصرت کے مستحق ہوں ۔ واضح ہو کہ ماہہائے حرام جب مومنوں پر محترم کیے گئے تو مومنین ان مہینوں میں قتال نہیں کر سکتے تھے بخلاف مشرکین کے کہ ان مہینوں کو اگرچہ وہ بھی محترم جانتے تھے لیکن انھوں نے نسی کا ایک قاعدہ نکال رکھا تھا کہ ایک مہینہ کو اپنی جگہ سے ٹال کر دوسرے مہینہ کی جگہ لیجاتے تھے پس وہ لوگ اس اختراعی طریقہ سے ماہِ حرام میں مومنوں سے لڑنے پر آمادہ ہو سکتے تھے پس جب مومنوں کو بھی اجازت دی کہ اگر ماہ حرام میں وہ تم سے ابتدا کریں اور چھیڑیں تو مارو تو اب مومنوں پر کوئی مشکل باقی نہ رہی ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کافروں کے قاعدۂ نسی کی مذمت فرمائی تاکہ مومنین بھی اُس سے بچتے رہیں ۔ بقولہ تعالیٰ إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ مشرکوں نے نسی میں کئی وجہ سے کفر کیا از انجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی شرع مقرر میں اپنی رائے سے تغیر کیا اور از انجملہ یہ کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اُسکو حلال کر لیا اور جسکو حلال کیا تھا اُسکو حرام کر دیا ۔ از انجملہ یہ کہ مخصوص معین کو مفہوم مردد کر ڈالا ۔ اور بیان اسکا یہ ہے کہ نسی خواہ نافع رح کی قرأۃ پر بتشدید یا رہو با ینطور کہ آخری حرف ہمزہ کو یا سے بدل کر یا را ول میں ادغام کیا گیا یا آخر ہمزہ اپنی اصل پر موافق جمہور کے رہے معنی اُسکے تاخیر ہیں اور جوہری رحمہ نے کہا کہ فعیل بمعنی مفعول ہے لیے منسوء پھر تحویل کر کے نسی ہوا جیسے مقتول سے قتیل ہوا ولیکن اس تقدیر سے زیادہ کا حمل مجاز ہو گا بتقدیر ذی یعنی انما النسئ ذو زیادۃ ۔ اور اظہر یہ ہے کہ مصدر ہے ماخوذ از انسا بمعنی آخر جیسے نذیر از انذر اور نکیر از انکر اور بریں تقدیر احتیاج حذف نہیں اور قرأت نس و نساء وغیرہ مصادر سے اسکی مؤید ہیں ۔ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں ان مہینوں کو جو ماہہائے حرام مذکور ہوئے ہیں حرام رکھتے ولیکن چونکہ اکثروں کی اوقات لوٹ مار و قتل و غارت وغیرہ میں بسر ہوتی تھی لہذا پے در پے تین ماہ کے حرام رہنے سے کلفت اُٹھاتے اسلئے جب قتل و غارت کی احتیاج پڑتی تو ان ماہ حرام میں بھی قتال کو روا رکھکر بجائے اسکے سال کے کسی دوسرے مہینے کو جو اسکے بعد ہو بجائے اسکے حرام کر لیتے تاکہ چار مہینہ کی تعداد باقی رہے اور خصوصیت کو چھوڑ دیتے پس یہی زمانہ جاہلیت کی نسی تھی جسکی نسبت اللہ عز وجل نے فرمایا کہ النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ ہے یعنی ماہ حرام کی تاخیر کر دینا کفر پر اور زیادتی ہے کیونکہ جو مہینہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اُسکو حلال کر کے اور جو حلال کیا تھا اسکو حرام کر کے اپنے کفر پر اور کفر بڑھایا اور اللہ تعالیٰ نے حرمت کیلئے اوقات مخصوص کر دیئے تھے اس خصوصیت کو ترک کر کے چار کی گنتی پوری کر لی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا یضل بضم اول بر بناء مجہول قرأۃ حمزہ و کسائی و حفص و ابوعمرو ہے یعنی گمراہ کئے جاتے ہیں بسبب اسکے وہ لوگ جو کافر ہوئے ہیں ۔ باقیوں کی قرأۃ میں یضل بفتح اول بر بناء معروف ہے یعنی گمراہ ہوتے ہیں بسبب اسکے وہ لوگ جو کافر بنے ہیں اور یعقوب کی قرأۃ میں یُضِل از اضلال بصیغہ معروف ہے پس فاعل اللہ تعالیٰ اور موصول اسکا مفعول ہے یعنی اللہ تعالیٰ اُسکے ساتھ کافروں کو گمراہی دیتا ہے يُحِلُّونَهُ عَامًا درحالیکہ کافر لوگ حلال رکھتے ہیں اس نسی کو ایک سال ۔ وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا اور حرام رکھتے ہیں دوسرے سال ۔ لِيُوَاطِئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ تاکہ موافقت کریں شمار اس چیز کا جسکو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ۔ یعنی ایک مہینہ کو حلال کر کے بجائے اسکے دوسرے کو حرام قرار دینے سے اُن کی غرض یہ ہوتی کہ چار ماہ جو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیئے ہیں اُن کا شمار باقی رہے ۔ اسوجہ بیان میں اشارت ہے کہ تحلیل و تحریم کی پابندی مقصود نہ تھی بلکہ گویا جدید شرع نکالنے میں اللہ تعالیٰ کی تحریم سے موافقت کرنا مقصود تھی اگر کہا جاوے کہ ایک سال میں تحلیل و ایک سال میں تحریم بیان کی حالانکہ مہینوں کی نسبت ایسا کرتے تھے تو جواب یہ کہ نسی کو عمل میں لانا

بیان کر دیا کہ ایک سال میں جب ضرورت ہوتی ماہ حرام کو حلال کر لیتے اور دوسرے سال جب ضرورت نہ ہوتی تو اپنے حال پر حرام رکھتے اور تعداد میں موافقت اور ترک خصوصیت سے نسی کرتے۔ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ پس جو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا اسکو حلال کر لیتے تھے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے جمرۂ عقبہ پر خطبہ پڑھا اور بعد حمد وثنا کے فرمایا کہ اے لوگو نسی کرنا فعل شیطانی اور کفر میں زیادتی ہے کافر اس فعل سے گمراہی میں بڑھائے جاتے ہیں کہ ایک سال میں ماہ حرام کو حلال اور دوسرے سال حرام کرتے ہیں محرم کو کسی سال حلال کر لیتے اور بجائے اسکے صفر کو حرام کرتے اور ایک سال حرام رکھتے تھے اور یہی نسی ہے رواہ ابن ابی حاتم۔ مفسرین نے اختلاف کیا کہ پہلے پہل کس نے نسی کو نکالا پس ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ وہ جنادہ بن عمرو بن امیۃ الکنانی ہے اور بعض نے کہا کہ عمرو بن لحی ہے جسنے پہلے پہل سانڈ چھوڑنا نکالا اور بعض نے کہا کہ بنی کنانہ میں سے نعیم بن ثعلبہ ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہاں محمد بن اسحاقؒ کا کلام جید مفید ہے کہ مہینوں کی بابت نسی جس نے پہلے پہل عرب کے واسطے نکالی اور حلال کو حرام و حرام کو حلال کیا۔ وہ قلمس حذیفہ بن عبد فقیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن الحارث بن مالک بن کنانہ بن خزیمہ ہے۔ اسکے بعد اسکا بیٹا عباد بجائے اسکے قائم ہوا پھر اسکا بیٹا قلع بن عباد پھر امیہ بن قلع پھر عوف بن امیہ پھر ابو ثمامہ جنادہ بن عوف قائم ہوا پس زمانۂ اسلام آیا۔ ابن عباسؓ و مجاہد وغیرہ نے کیفیت بیان کی کہ جنادہ بن عوف جسکو ابو ثمامہ کہتے تھے اپنے گدھے پر سوار آکر مجمع حجاج میں کہتا کہ اے لوگو مجھے عیب نہیں لگایا جاتا اور الٹا جواب نہیں دیا جاتا اور جو کہتا ہوں رد نہیں کیا جاتا۔ اے لوگو تمہارے آلہہ یعنی بتوں نے امسال محرم کو حلال کیا اور صفر تک نسی کر کے صفر کو حرام کیا پھر سال آیندہ میں صفر کو حلال اور محرم کو حرام کرتا تھا اور لوگ اپنے کفر میں ان اعمال کو اچھا سمجھتے اور اسی کی پابندی کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ان کے برے اعمال انکی نظروں میں زینت دیئے گئے پس یہ اعمال قبیح ان کو اچھے نظر آتے تھے۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ قوم کافرین کو راہ نہیں دیتا ہے یعنی جو لوگ کفر پر اڑے رہے وہ راہ صواب پر نہیں پہونچتے ہیں اور اس راہ کا دکھلانا و بتانا اور اس کی طرف رہنمائی تو اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے لئے رسولوں کے بھیجنے و دلائل توحید سے قائم کر دی ہے پس جو نیک ہیں وہ رہنمائی سے راہ پر آجاتے ہیں اور جو سرکش کافر مفسد و خود رائے ہیں وہ راہ پر نہیں آتے ہیں۔ شیخ ابن کثیرؒ نے نسی کفار کی کئی تفسیریں روایت کیں۔ مجاہدؒ نے مرد کنانی کا قول بیان کیا کہ لوگوں سے آکر کہتا کہ ہم نے محرم کو حرام کیا اور صفر کو مؤخر کیا پھر دوسرے سال آکر کہتا کہ ہم نے صفر کو حرام اور محرم کو مؤخر کیا پس یہی اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا بقولہ لیواطئوا عدۃ ما حرم اللہ یعنی چار کا شمار باقی رکھتے اور تاخیر سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لیتے تھے۔ اور ایسا ہی ابو وائل و ضحاکؒ و قتادہ سے مروی ہے۔ قال المترجم یہی صورت نسی کی اوپر مذکور ہوئی ہے اور بعض نے کہا کہ جس سال صفر تک تاخیر کی ہے اگر بعد محرم کو حلال کرنے کے بھی ضرورت قتال باقی رہے تو صفر کو ربیع الاول تک تاخیر کر دیتے حتی کہ سال کے تمام مہینوں پر نسی چھا جاتی تھی ولیکن ظاہر بعض اقوال صرف محرم کی تاخیر کو مشعر ہیں اور محل ان کا یہ ہے کہ صورت تاخیر بیان کرنے میں بطور مثال ہیں۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ قلمس مذکور ان پر محرم کو حلال کرتا اس شرط سے کہ سال آیندہ میں محرم و صفر دونوں حرام کریں۔ ابن کثیرؒ نے اعتراض کیا کہ اگر یہ تفسیر صحیح ہو تو لازم آویگا کہ اول سال انھوں نے فقط تین ہی مہینہ حرام رکھے اور سال آیندہ میں پانچ حرام کئے پس مواطاۃ عدۃ ما حرم اللہ تعالیٰ نہیں باقی رہی۔ مجاہدؒ سے ایک اور صورت نسی کی ذکر کی کہ مہینوں کے نام میں تاخیر و تبدیل کرتے پس ذی الحجہ ایک سال محرم کے وقت کو کہتے اور دوسرے سال عود کر کے ذی القعدہ کو ذی الحجہ کہتے پس ہر مہینہ دو سال حج کرتے تھے چنانچہ نویں سال ہجرت میں حج ابوبکر رضی اللہ عنہ ذی القعدہ میں واقع ہوا پھر آنحضرت صلعم کا حجۃ الوداع دوسرے سال ذی الحجہ میں واقع ہوا اور یہی حضرت صلعم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ہے۔ الا ان الزمان قد استدار کہیئتہ یوم خلق السموات الخ۔ ابن کثیرؒ نے اس تفسیر کو بھی ضعیف قرار دیا اور کہا کہ

اس صورت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حج کیونکر صحیح ہوتا جبکہ مہینہ درحقیقت ذو القعدہ کا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسی حج کی نسبت فرمایا ہے أذان من اللہ ورسولہ یوم الحج الاکبر ان اللہ بریٔ من المشرکین ورسولہ الآیۃ۔ کیونکہ یہ ندا اسی حج ابی بکرؓ میں واقع ہوئی۔ پس ذی الحجہ میں نہ ہوتا تو حج اکبر نہ ہوتا اور نسی اس امر پر موقوف نہیں ہے جو دوران سال دہر مہینہ دو سال حج کرنے کی ذکر کی ہے کیونکہ بدون اسکے حاصل ہے کہ محرم کو حلال کیا اور اسکی حرمت کو صفر تک تاخیر دی حالانکہ سال اپنے نظام پر موجود ہے اور سال آئندہ میں محرم کو اپنی حرمت پر باقی رکھا۔ لیکن وے لوگ کبھی تو متوالی تینوں ماہ حرام میں سے تیسری کی تحریم کو مقدم کرتے یعنی محرم کو اور کبھی تاخیر دیکر صفر پر ڈالتے تھے۔ فافہم واللہ اعلم

وقف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ان عدۃ الشہور عند اللہ اثنا عشر شہرا الخ۔ اللہ تعالیٰ نے ایام فراق کو معدود ذکر دیا اور ایام وصال کو بلا حساب و بلا انقطاع کر دیا کما قال تعالیٰ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ۔ اور ایام عبادت کیلئے ایک مقطع قرار دیا حالانکہ اسکی جزا و ثواب کیلئے جو مشاہدہ ہے کوئی مقطع نہیں رکھا۔ کما قال تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب۔ اس سے اہل اشتیاق کو جوش شوق میں ڈالا کہ دوام وصال کے تصور سے قلیل ایام فراق کو صبر کے ساتھ گزار دیں گے۔ کتاب ازلی میں ایام عبودیت کیواسطے انحصار ہو چکا اور وہی زمانہ امتحان ہے اور یہ اوقات ممکنات کے ہیں پھر جب مکان ممکنات سے باہر ہوا تو پھر بلا مکان کے سوائے انوار رحمن کے اور کچھ نہیں باقی رہتا اور وہاں نہ رات ہے نہ دن ہے۔ نہ انقلاب دوران اور نہ حدود ومکان اور نہ زمانہ کا نام ونشان بلکہ نقط کشف جمال ازل بر اسے جلال ابد وبالعکس ہے نہ وہان شام غروب فنا ہے اور نہ صبح علال بنداربس اوقات عارف کشف جمال میں وقت ثانی نہیں بلکہ بحر قدم میں دوام وسرمدیت بازوسے بقار سے طیران در فضاء ابدیت ہے ایسے بندون پر طوارق زمانیہ وعلل حدثانیہ سے کچھ جاری نہیں ہوتا۔ مبارک ایام وصال جنکو نصیب ہوں۔ طوبی لاعین قوم انت بینہم ؛ فہن فی نعمۃ من وجہک الحسن ؛ خوش وقت اُس قوم کی آنکھیں جنہیں تو موجود ہو کیونکہ ان آنکھوں کو تیرے چہرۂ پاک حسن سے نعمت غیر مترقبہ حاصل ہے قولہ یوم خلق السموات والارض۔ اسمیں اشارت مرور قضاء و قدر پر تجلی ازلی کے ساتھ کشف اوقات سرمدیہ کا اشارہ ہے۔ یوم تو آفتاب کے طلوع سے غروب تک کے وقت کو کہتے ہیں اور معلوم ہو چکا کہ کشف جمال وجلال قدم میں نہ طلوع ہے نہ غروب۔ بلکہ ازل وابد ہے اور تمام ازل وابد ودور ودہر سب اللہ تعالیٰ کے قدیم ہونے میں فانی ہیں۔ عدم سے ایک وقت بقدر یوم کے ایجاد کر کے اسمیں مخلوق کو پیدا کیا۔ قال المترجم یوم بقدر ہفتہ وہفتہ بنام یوم سب تعبیر کے لائق ہے۔ فافہم قولہ منہا اربعۃ حرم۔ کرم ورحمت سے ماہہائے قرب پیدا کر دیئے جنمیں مناسک عبادات وکشف مقامات سے مزید شرف کھا گیا پس دنیاوی تنعم وعیش سے انہیں منع کر کے تعفف کا حکم دیا اور انھین مہینوں میں اُن کو سامان کر کے جوار رحمت کنار عطوفت کی طرف جانے کا حکم دیا پس بصورت عشاق ہر چیز سے منقطع ہو کر جوار جانانہ مراد کو جاتے ہیں اور ماسوائے ان ایام کے اہل النفس کو رفاہیت اور تنعم کی اجازت دی پھر اس حکم کو مؤکد فرمایا بقولہ ذلک الدین القیم۔ یعنی راہ راست بجانب حق سبحانہ تعالیٰ ومشاہدہ وصال وکشف جمال ہے پھر ان اوقات میں مخالفت سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی بقولہ فلا تظلموا فیہن انفسکم یعنی نفوس پر ظلم اسطرح مت کرو کہ مجاہدات سے ان کو روکو اور مشاہدات کی طلب سے باز رہو بلکہ حظوظ شہوات اُن کو دیدو۔ بعض نے کہا کہ اپنے نفس کا ظالم وہ ہے جو نفس کو اسکی مرادات واتباع شہوات میں مطلق العنان چھوڑے کہ وہ بدکاریاں کرتا پھرے اور محارم پر قدم دھرتا پھرے۔ اور اُن سے تجاوز کرے۔ پھر جو لوگ اپنے نفوس کی اتباع پر مستقیم اور درحقیقت ان افعال سے نفوس پر ظلم کرنیوالے ہیں اُنکا حال فرمایا بقولہ زین لہم سوء اعمالہم۔ یہ اُن کی مذمت ہے کہ باطل طریقہ جو اُن کی فاسد رائے سے نکلے اور یہ رائے اُن کے خیالات شیطانیہ سے پیدا ہوئے اور یہ خیالات شیطانی اُن کے نفوس کے مطلق العنان ہونے سے پیدا ہوئے ہیں وے اپنی جہالت

سے اُن کو اپنے نزدیک یعنی نفوس کی آنکھوں سے پسندیدہ دیکھتے ہین کیونکہ سنت آلہیہ نہین پہچانتے اور اس سے اندھے ہین - واسطی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بقولہ زین لہم سوء اعمالہم - اُن کو عذاب نہین کیا بلکہ ایسی راہ پر چھوڑا جسمین اُن کی ہلاکت ہی - جعفر صادق رح نے ریاکاری کو بھی سوء اعمال مین شمار کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مومنون کو ترک لذات دنیا و مرادات نفس پر آمادہ اور رجوع آخرت و رضاء حق تعالیٰ پر برانگیختہ کیا بقولہ تعالیٰ

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اے ایمان والو کیا ہوا ہے تم کو جب کہیے کوچ کرو اللہ کی راہ مین

اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ

ڈھیے جاتے ہو زمین پر کیا ریجھے دنیا کی زندگی پر آخرت چھوڑ کر سو کچھ نہین

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَّيَسْتَبْدِلْ

دنیا کا برتنا آخرت کے حساب مین مگر تھوڑا اگر نہ نکلوگے تم کو دیگا دکھ کی مار اور بدل لاویگا

قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ

اور لوگ تمھارے سوائے اور کچھ نہ بگاڑوگے اُس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے اگر تم نہ مدد کروگے رسول کی

فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ

تو اُس کی مدد کی ہے اللہ نے جسوقت اُسکو نکالا تھا کافرون نے دو جان سے جب وہ دونون تھے غار مین

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ

جب کہنے لگا اپنے رفیق کو تو غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے تسکین اُسپر اور مدد اُسکی بوہ فوجین

بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

وہ فوجین کہ تم نے نہین دیکھین اور نیچے ڈالی بات کافرون کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ زبردست ہے حکمت والا

شیخ جلال رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم نے جب لوگون کو غزوہ تبوک کے واسطے چلنے کو بلایا اور وہ زمانہ تنگی و سخت گرمی کا تھا اور مدینہ کے باغون مین پھل پکنے کا وقت تھا پس لوگون پر اُسوقت مین سفر و جہاد گران گزرا تب یہ کلام نازل ہوا - و قال الحافظ رح وغیرہ یہان سے اللہ تعالیٰ نے ان لوگون پر عتاب شروع کیا جو غزوہ تبوک سے پیچھے رہے تھے - مترجم کہتا ہی کہ مفسرین مین اختلاف نہین کہ یہ کلام غزوہ تبوک سے متعلق ہی - تبوک بفتح تا فوقانیہ و با موحدہ ایک مقام ہی قریب شام کے مدینہ سے دس مرحلہ دور ہی آنحضرت صلعم نے غزوہ طائف سے واپس ہو کر اہل نصاریٰ پر جہاد کا قصد کیا بعض علماء نے کہا کہ باعث عزم مذکور قولہ تعالیٰ قاتلوا الذین لایومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ واقع ہوا بالجملہ صحیحین وغیرہ سے ثابت ہے کہ اکثر غزوات مین جہان کا قصد ہوتا اُسکے سوائے دوسرے غزوہ کی طرف توریہ فرماتے تھے مگر غزوہ تبوک مین مصرح فرما کر لوگون کو آگاہ کر دیا تاکہ سامان سفر درست کرین کیونکہ سفر دور و دراز تھا اور حالت یہ کچھ تھی جو مذکور ہوئی - پس لوگون پر گران گزرا چنانچہ بعضے پیچھے رہے اور اس غزوہ مین عجائب معجزات بہت واقع ہوئے چنانچہ آخر تک اسکے بیان مین بعض بعض مذکور ہونگے اور شروع کلام شاید کہ لوگون پر عموماً عتاب ہی بسبب اسکے کہ اُن پر ایسے وقت مین سفر گران گزرا اور شاید جو لوگ پیچھے رہے تھے انھین پر عتاب ہے تو یہ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ [illegible] انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ - واضح ہو کہ اگر پیچھے رہنے والون پر عتاب ہے تو سب نہین

پچھڑے ﷺ اور ایسے ہی گران گزرنا بھی ظاہر اسباب پر نہین ہوا ولیکن موافق عادت قرآنی کے خطاب عام فرمایا۔ مالکم استفہام توبیخ و ملامت ہے
اور نفر ایک جگہ سے دوسری جگہ کو بسبب کسی حادثہ کے حرکت کر جانے کو کہتے ہین۔ واستنفر الامام۔ امام نے استنفار کیا یعنی جہاد کیلئے نقل حرکت
کرنے پر آمادہ کیا و فی الحدیث اذا استنفرتم فانفروا یعنی جب تم سے نفر کو یعنی جہاد کے واسطے نکلنے کو کہا جاوے تو فوراً تعمیل کرو۔ اسم اس سے نفیر
آتا ہے اور آیت مین نفر بمعنی لغوی ہے بسبب قولہ فی سبیل اللہ۔ اگرچہ عرف اسلام مین نفر واسطے جہاد کے نکلنے مین حقیقت ہو گیا اور شاید بروجہ
تجرید ہو۔ اثاقلتم۔ دراصل تثاقلتم تھا پھر تا، فوقیہ کو ثاء مثلثہ کرکے بعد ادغام کے ہمزۂ وصل سے اثاقلتم کیا گیا اور معنی اسکے بوجھل ہونا اور مراد
لازم ہے یعنی درنگی و توقف کیونکہ گران بار آدمی جلدی نہین کرتا۔ اور یہ لازمی ہے الی سے متعدی نہین ہوتا الا بتضمین معنی فعل دیگر لہذا اثاقلتم الی
الارض۔ مین کہا گیا کہ متضمن معنی میل ہے لیے بتأطئتم و ملتم عن الجہاد الی الارض۔ یعنی سستی و درنگی کرکے مائل ہوئے جہاد سے طرف زمین کے
یعنی طرف بیٹھ رہنے اپنے وطن کے۔ المعنی۔ اے ایمان والو کیا ہے تم کو کہ جب تم سے کہا گیا کہ جہاد کے واسطے نکلو تو تم بوجھل ہو کر جہاد سے
بے رغبتی کرکے اپنے وطن مین بیٹھ رہنے و توقف کرنے کی طرف مائل ہوئے۔ اَرَضِيتُم بِالۡحَيَوٰةِ الدُّنۡيَا مِنَ الۡاٰخِرَةِ ہمزہ
استفہام انکاری و تعجب لانے کو ہے یعنی کیا تم راضی ہو گئے زندگانی دنیا و اس کی لذات کے ساتھ بدلے آخرت و اسکی نعمتون کے۔ تم کو
ایسا نہین چاہیئے۔ جو عرفان و یقین سے حیات دنیا کو فانی و آخرت کو باقی جان چکا پھر اس سے عجب ہے کہ دنیا پر راضی ہو۔ چونکہ حقیقی
مومنین مین یہان باعث توقف یہ نہین تھا بلکہ تنگی و مشقت سفر و شدت گرمی و کثرت دشمن و بے سامانی کا باعث تھا لہذا قطعاً نہین فرمایا کہ
تم ایسے ہی ہو گئے ہو ولیکن امور توقف چونکہ از جانب نفس بمقابلہ حکم اللہ تعالیٰ و رسول صلعم تھے لہذا بحسب صورت و ظاہر کے اُن کو متنبہ کر دیا
کہ حیات دنیا پر نظر مت کرو اور آخرت باقی کی طالب ہو۔ فَمَا مَتَاعُ الۡحَيَوٰةِ الدُّنۡيَا فِي الۡاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيۡلٌ نہین متاع زندگانی
دنیا بمقابلہ آخرت مگر قلیل یعنی آخرت و اسکی نعمتون باقیہ کے پلہ مین متاع حیات دنیا بہت قلیل ہے حدیث مین اسکی مثال یون آئی ہے
کہ سمندر مین کوئی انگلی ڈبو دے تو بھلا اسمین کسقدر آیا پس یہی مثال ہے کہ نعیم آخرت بمنزلہ سمندر کے اور متاع دنیا جسقدر انگلی مین لگا بعض
نے کہا کہ قلیل سے معدوم بھی مراد ہو سکتا ہے کیونکہ نعمت آخرت باقیہ غیر متناہی ہین اور متاع دنیا یہی متناہی اور دونون مین کچھ نسبت نہین ہے
ولیکن اول اظہر ہے کیونکہ نسبت معدوم ہونے سے متاع دنیا کا عدم لازم نہین ہان ایسا ہے کہ گویا معدوم ہے پس حاصل آنکہ جہاد پر کمر باندھو
اور درنگ مت کرو۔ یہین سے کہا گیا کہ آیت مین دلیل ہے کہ جہاد ہر حال و ہر وقت مین واجب ہے۔ قال ابن کثیرؒ کہا گیا کہ یہ آیت اور قولہ تعالیٰ
انفروا خفافا و ثقالا و جاہدوا الآیۃ۔ اور قولہ ما کان لاہل المدینۃ و من حولہم من الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ الآیۃ۔ یہ آیات منسوخ ہین بقولہ تعالیٰ
وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ طائفۃ منہم۔ لہذا جہاد فرض کفایہ ہے کہ سب ترک کرین تو گنہگار رہین اور اگر بعض اسپر قائم رہین
تو کافی ہے اور قول نسخ ہی ابن عباسؓ و عکرمہ و حسنؒ و زید بن اسلم سے مروی ہے ولیکن شیخ ابن جریرؒ نے اسکو رد کر دیا اسطرح کہ خود جہاد کے
قصد کرنے مین یہ نہ چاہیئے کہ تمام مومنین ملک خالی کرکے چلے جاوین۔ اور یہ آیت و ما عنداُس کے ان مومنون کے حق مین ہین جنکو آنحضرت صلعم
نے جہاد پر چلنے کا حکم دیا پس ان پر متعین ہو گیا کہ وہ ضرور چلین گے چنانچہ اگر تعمیل نہ کرین گے تو مستوجب عذاب ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا يُعَذِّبۡكُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا الآ۔ دراصل ان لا۔ ہے نون حرف شرط کو لام مین ادغام کیا گیا یعنی اگر تم نفر نہ کرو گے
یعنی جہاد کیلئے رسول اللہ صلعم کے کہنے کے موافق ساتھ ہو کر نہ نکلو گے تو عذاب الیم سے تم کو اللہ تعالیٰ معذب فرماویگا۔ وَّيَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا
غَيۡرَكُمۡ۔ اور سوائے تمھارے اور قوم کو تمھاری جگہ بدلیگا۔ بعض نے کہا کہ یہ قوم اہل یمن ہین اور شاید مراد اشعری لوگ ہین اور بعض نے کہا

کہ اہل فارس ہیں یعنی قوم سلمان فارسی رضی اللہ عنہ۔ اور حق یہ ہو کہ علماء تفسیر نے بنظر قرائن و صلاحیت کے اقوام کو بیان کیا ورنہ آیت کریمہ کی تفسیر کسی
قوم سے نہیں ہو سکتی کہ وہ مراد ہو اسلئے کہ آیت جملہ شرطیہ ہو یعنی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو ایسا ہو گا پس جملہ محصلہ نہیں ہو تاکہ کسی قوم کی تعیین ہوا ور حاصل
کلام یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے سخت تہدید فرمائی کہ اگر تم لوگ آنحضرت صلعم کے استنفار کو قبول نہ کرو گے تو تم پر عذاب الیم نازل کر کے بجائے تمھارے اور قوم
کو لا دیگا جو مطیع و منقاد ہوں اور اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہو۔ جیسے قوم و جیسے بندے چاہے پیدا فرمائے بلکہ جس قوم کو چاہے جیسا کر دے
لہذا فرمایا۔ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ ضمیر تضروہ۔ راجع بجانب الٰہی عز و جل یا بجانب رسول اللہ صلعم
یعنی تم اللہ تعالیٰ کی مملکت میں کچھ بھی ضرر نہیں پہونچا سکتے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے یا تم لوگ آنحضرت صلعم کی معاونت چھوڑنے سے
اس کا کچھ ضرر نہیں کر سکتے کیونکہ تمھارا مددگار ہونا فتح و نصرت کیلئے ضروری نہیں اگرچہ تمھارے لئے ہی مفید ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے
اپنے رسول و اسلام کو غالب کریگا اور وہ ہر چیز پر قادر ہو۔ چونکہ نفس انسانی ان مقامات میں وساوس شیطانی کی وجہ سے متزلزل ہوتا ہو لہذا اشاہد
بیان فرمایا بقولہ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ۔ ان لا تنصروہ لم یحتج الیکم فانہ قد نصرہ اللہ۔ اگر تم اسکی نصرت نکرو تو تمھاری مددگاری
امر ضروری نہیں ہو۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو نصرت عطا فرمائی ہو جبکہ سوائے ایک آدمی کے اُس کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اِذْ اَخْرَجَهُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ جبکہ اُسکو کافروں نے نکالا یعنی مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ نہ آنکہ خود باہر کر دیا کیونکہ خود تو تلاش میں تھے کہ
پاویں تو سب کے سب موافق مشورہ دار الندوہ کے ایکبارگی ٹوٹ پڑیں و قتل کر ڈالیں جیسا اوپر قصہ گذر چکا پس مراد آنکہ کافروں کے
حرکات نے اُسکو نکل جانے پر مجبور کیا پس وہ نکلا۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ در حالیکہ وہ دو میں سے ایک تھا یعنی ایک ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت
صلعم کے ساتھ تھے۔ اگر کہا جاوے کہ ثانی جب آنحضرت صلعم ہوے تو اول ابو بکر الصدیق ہوئے حالانکہ مرتبہ صدیق خود مؤخر ہو تو جواب یہ کہ عرب
کی زبان میں ایسی ترکیب میں رتبہ وغیرہ کا لحاظ کچھ نہیں ہوتا بلکہ مراد یہ ہوتی ہو کہ ان اعداد میں سے ایک عدد پس معنی یہ کہ دو میں سے ایک
آنحضرت صلعم تھے اور فائدہ یہ نکلا کہ کل دو ہی تھے و قد قال تعالیٰ و ما من نجوی ثلثۃ الا ھو رابعھم۔ اپنی ذات پاک کو چہارم فرمایا یعنی تین مشورہ
کرنیوالوں کے ساتھ چوتھا علم الٰہی ہوتا ہو پس رتبہ یہاں مراد نہیں کیونکہ ممکن ہی نہیں ہو اس لئے کہ خالق کو مخلوق سے کچھ نسبت نہیں ہو پس مقصود
یہ کہ نصرت دی اپنے رسول کو مکہ سے نکلنے کے وقت در حالیکہ ہمگی دو عدد میں سے ایک وہ تھا۔ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ جبکہ یہ دونوں دونوں غار میں
تھے اس غار سے جبل ثور کا غار مراد ہو جسمیں آنحضرت صلعم مع ابو بکرؓ کے تین روز پوشیدہ رہے تھے تاکہ کافر لوگ راستوں سے ڈھونڈھ ڈھونڈھکر
واپس آویں اور اس مدت تک حضرت صدیق کے غلام کھانا پانی پہونچاتے اور حضرت صدیق کی چھوٹی بیٹی اسماء بنت ابی بکر بھی متعہد ہوتی تھیں
اور یہ قصہ بخاری کی حدیث کیفیت ہجرت وغیرہ میں مفصل مذکور ہو اور آیت میں ابو بکرؓ کی بڑی فضیلت ہو اور دلیل ہو کہ معیت ابو بکرؓ کی امر شائع
مستفیض اس درجہ پر تھی کہ تعبیر بلفظ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار۔ کافی تھی اور اُمت کا بھی اجماع ہو کہ ثانی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تھے کشاف
میں کہا کہ علمائے فرمایا کہ جس نے حضرت صدیقؓ کے مصاحب ہونے سے انکار کیا وہ کافر ہوا کیونکہ اُس نے نص قرآنی کا انکار کیا
کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو۔ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ جبکہ رسول اللہ صلعم کہتا تھا اپنے مصاحب سے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ
مَعَنَا۔ تو کچھ غم نہ کھا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہو۔ خفاجی رح نے کہا کہ ساتھ ہونے سے ایک خصوصیت کا ساتھ ہونا مراد ہو ورنہ عموماً
اللہ تعالیٰ اپنے علم وغیرہ سے ہر بندہ کے ساتھ ہے اگر کہا جاوے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تو مرتبہ صدیقیت پر تھے پھر کیونکر غمگین ہوئے
جیسا کہ آیت سے نکلتا ہو جواب یہ کہ آنحضرت صلعم پر نظر کر کے گھبرائے تھے اور اپنی ذات کیواسطے کچھ غمگین نہ تھے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم

بعد مغرب کے حجرۂ شریف مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو لٹا کر باہر آئے اور جماعت کفار کو گھیرے کھڑا دیکھکر سورۂ یٰسین تا قولہ فہم لایبصرون پڑھکر مشت خاک اُن کی آنکھون پر پھونک کر اُن کے روبرو سے نکلے ہوئے چلے گئے۔ اور کفار اندھون کی طرح کھڑے رہے صبح کو کف افسوس مل کر لوگ دوڑائے اور دیدبان بٹھائے۔ آنحضرت صلعم نکل کر حضرت ابوبکر کے یہان تشریف لائے اور ہجرت کے حکم سے آگاہ کیا۔ ابوبکرؓ نے ساتھ ہونے کی اجازت چاہی آپنے فرمایا کہ ہان بس ساتھ لئے ہوئے جبل ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ روایت ہو کہ ابوبکرؓ کبھی آگے ہو لیتے اور کبھی پیچھے تو آپنے پوچھا۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ جب مجھے دیدبانون کا خیال ہوتا ہو تو آگے ہو لیتا ہون اور جب درپئے طلب کافرون کا خیال آتا ہو تو پیچھے ہو لیتا ہون یہانتک کہ غار مذکور تک پہونچے تو عرض کیا کہ یارسول اللہ ذرا توقف فرمائے کہ مین غار کو پاک کر دون پھر کلسنٹے وغیرہ سے پاک کر کے عرض کیا کہ آپ اندر آ جائیے۔ عمر رضی اللہ عنہ یہ قصہ روایت کر کے کہتے کہ واللہ یہ رات ابوبکرؓ کیواسطے ساتھ ہونے کے عمر و اسکی اولاد سے بہتر تھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غم صرف اس امر پہ تھا کہ کافر لوگ درپئے طلب ہین ایسا نہو کہ آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت پہونچے اور اس سے یہ لازم نہین کہ دین اسلام پھیلنے اور نصرت رسول اللہ صلعم کا وعدہ دیا گیا ہو اسکے خلاف کیون غم ہوا اسلئے کہ اذیت پہونچنا اسکے منافی نہین جیسے جنگ اُحد مین ہوا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ حضرت ابوبکرؓ نے خود یہ قصہ بیان فرمایا کہ جب ہم غار مین تھے تو مین نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ یارسول اللہ کافر لوگ یعنی جو غار پر اِدھر اُدھر ڈھونڈھ رہے ہین اگر اُن مین سے کوئی نیچی نظر کرے تو ہم کو اپنے قدمون کے نیچے دیکھ لے آپنے فرمایا کہ اے ابوبکر تیرا گمان کیا ہے ایسے دو آدمیون کے ساتھ جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے — والحدیث فی الصحیحین۔ پس اللہ تعالیٰ نے کافرون کو غار سے اندھا کر دیا پس وے لوگ اسکے گرداگرد پھرتے رہے مگر کسی نے ہم کو نہ دیکھا زاد الطبرانی والبیہقی عنہ۔ نووی رحنے کہا کہ اسمین آنحضرت کے توکل عظیم کا بیان اور حضرت صدیق کی کمال فضیلت پر تنصیص ہے۔ شعبی رحنے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت مین تمام اہل زمین کو عتاب فرمایا سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے۔ ابن عمرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے ابوبکرؓ کو فرمایا کہ تو حوض کوثر پر میرا صاحب تو غار مین میرا صاحب ہو۔ رواہ الترمذی قال حسن صحیح غریب۔ اہل علم نے اس آیت سے بہت سے وجوہ افضلیت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی استنباط کئے ہین۔ حاصل کلام آنکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اسوقت مدد دی جبکہ غار مین اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ تو کچھ غم مت کر ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو یعنی نصرت الٰہی ہمارے ساتھ ہو۔ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طمانینت اسپر نازل فرمائی۔ ضمیر علیہ مین علماء کے دو قول ہین ایک یہ کہ حضرت ابوبکرؓ کی طرف راجع ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو برابر سکینت و وقار پر تھے پس معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ پر اپنی طمانینت نازل فرمائی جس سے اُن کے دل کو تسکین ہو گئی کہ نصرت الٰہی شامل حال ہو آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت نہین پہونچ سکتی ہو۔ بعض نے لکھا کہ ابن عباسؓ و اکثر مفسرین کا یہی قول ہو۔ قول دوم یہ کہ ضمیر مذکور راجع بآنحضرت صلعم ہے اور فا در قولہ فانزل فا تعقیب نہین ہو یعنی یہ معنی نہین کہ اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی طمانینت نازل فرمائی بلکہ سیاق کلام سے اثبات نصرت ہو پس جب اس حالت مین آنحضرت صلعم نے اپنے ساتھی کو تسکین دی تو ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر طمانینت نازل فرمائی تھی اور بعض نے کہا کہ سکینت سے مراد ایسی عصمت ہو کہ اُس کے ہوتے ہوئے کوئی خوف کسی سبب سے نہ آئے بلکہ ہمہ تن مسبب الاسباب پر نظر رہے۔ ابن کثیر رحنے لکھا کہ قولہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تائید و نصرت اُتاری اور اسی کا مؤید ہے قولہ تعالیٰ۔ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا اور تائید دی اسکو یعنی آنحضرت صلعم کو ایسے لشکرون سے جنکو تم نے نہ دیکھا اگر پوچھا جائے کہ یہ کہان تائید دینے کا بیان ہو تو معالم وغیرہ مین لکھا کہ حالت مذکورہ یعنی غار مین اور دیگر اوقات

حالت جہاد وغیرہ مین پس غار مین تائید ملائکہ باین معنی تھی کہ کافرون کے رُخ کو غار سے پھیرتے اور آنکھین اُسمین نظر کرنیسے اندھی کرتے یعنی بینائیان
خیرہ کرتے تھے اور جنگ بدر وغیرہ مین تائید ملائکہ معروف ہی اور ظاہر یہ ہو کہ بعد اخراج کے مواطن جنگ مین تائید کا بیان ہو اور معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے
اپنے رسول کو اسوقت تائید و سکینت دی جبکہ ہجرت کے وقت غار مین اپنے ساتھی سمیت تھا اور بعد اس کے مواطن قتال مین ملائکہ کے گروہون
سے تائید کی جنکو تم نے نہ دیکھا ۔ وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ اور اللہ تعالیٰ نے کافرون کے کلمہ کو پست کر دیا یعنی
دعوت شرک کو مغلوب کر دیا جسکی گردن بڑھ چلی تھی وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا اور کلمۃ اللہ یعنی کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ و محمد
رسول اللہ وہی غالب ہو ضمیر ہی فاصل سے قطعاً جملہ اسمیہ کر دیا اور مفاد یہ کہ کلمہ الٰہی کسی حال مین پست نہ تھا کہ اب غالب ہو بلکہ وہ ہر حال مین
غالب ہو ہان لوگ البتہ اس سے محروم تھے کیونکہ کلمہ توحید سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و الوہیت کا بیان ہو اور وہ ہر حال مین ظاہر و باہر
ہے اور ہر چیز اُسکی قدرت و حکم مین مسخر ہو ۔ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت و ملک مین غالب اور اپنی صنع مین
حکیم ہو جو کچھ جسوقت جس حال سے جاری ہو سب اُسی کے قبضۂ قدرت مین مسخر اور اسی کی حکمت بالغہ سے جاری ہو جس کا پار کوئی نہین پا سکتا
ف ۔ اللہ تعالیٰ نے مومنون کو رضاء الٰہی و مشاہدۂ پاک باقی حاصل کرنے کیلئے دنیا و اسکی لذات چھوڑنے پر آمادگی دلائی بقولہ ارضیتم بالحیوٰۃ الدنیا
من الآخرۃ ۔ اور اسمین اہل طریقت کو اشارت ہو کہ کرامات کو مشاہدہ پر مت اختیار کرو ۔ مترجم کہتا ہو کہ اکابر اولیاء اللہ صدور کرامات کو
آدمی کیواسطے نقص سمجھتے تھے کیونکہ یہ توجہ بجانب عالم ہی اور غفلت از مشاہدہ خالق عز و جل ۔ اور قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ وغیرہ نے اسکو
مصرح بیان کر دیا ہو اور حاصل اشارت یہ ہو کہ کرامات اگرچہ صاحب کرامت کے بزرگ ہونے کی دلیل ہین لیکن چونکہ امر باقی نہین لہذا اُنکی
خواہش جو موجب غفلت از مشاہدہ ہو نہین چاہتے ۔ ہان اللہ تعالیٰ اپنی مشیت سے جس سے صادر فرما دے اُس کے حق مین چونکہ اُسی راہ
سے تجلی بھی ہوگی کچھ نقصان نہین ۔ فافہم واللہ اعلم ۔ یحییٰ بن معاذ رحمہ نے فرمایا کہ دنیا مین لوگ باہم نصیحت مین خوف کرکے آخرت کی فضیحت مین گرفتار
ہوتے ہین ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دنیا کو قلیل و خوار اور آخرت یعنی باقی کو مشرف و پائدار فرمایا بقولہ فما متاع الحیوٰۃ الدنیا فی الآخرۃ الا قلیل ۔ اور اسمین اشارت
ہو کہ عارف صادق نے دنیا مین جو کچھ قرب و معرفت و وجد و حالت و فضل و کرامت پائی ہو وہ درگاہ کبریائی مین حاضر ہونیکی نعمتون سے جو آخرت
مین ملینگی بہت کم ہین کیونکہ وصال حق و کشف جمال کے مقابلہ مین تمام نعمتین فانی و ہیچ ہین جیسے بحر زخار کے مقابلہ مین ایک قطرہ حباب
ناپائدار ہے ۔ شیخ نہرجوری رحمہ نے فرمایا کہ دنیا ایک سمندر ہو اور آخرت اُسکا کنارہ ہو اور جس چیز پر سوار ہوکر پار ہو وہ ایک ہی چیز ہے
یعنی تقویٰ اور لوگ اس سمندر سے پار ہونیکے مسافر ہین ۔ مترجم کہتا ہو کہ دنیا آب بلکہ سراب ہے اگر ہفت سمندر سے دامن تر ہو اس سراب سے دامن
اُٹھائے گذرنا ضرور ہو قولہ تعالیٰ الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین الخ ۔ جو بندہ ازلی تائید سے سرفراز ہوا اُسکو کسی
نصرت و مدد کی حاجت نہین جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر جس بندہ کو اللہ تعالیٰ نے معزز کیا اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار بنایا
حالانکہ آنحضرت اسکی مدد و نصرت سے مستغنی ہین بلکہ مددگار کو خود اس نصرت کی توفیق پانے سے شرف حاصل ہو کیونکہ نصرت حق عز و جل اس پر اُسکے
سے اسپر ظاہر ہوئی جو بندہ اپنے مولیٰ عز و جل کی طرف منقطع ہو جائے اللہ تعالیٰ ہر حال مین اُسکی اعانت فرماتا ہو اور ہر نعمت اسکو پہونچاتا ہو ۔ اللہ تعالیٰ
نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کو اس طرح بیان فرمایا کہ جب غار مین اپنے ساتھی سمیت داخل ہوا تو اُسپر کشف جمال سے اور اُسکے ساتھی پر
ظہور نور جمال سے طمانینت نازل کی اور حاصل یہ کہ تمھاری نصرت کی کیا حاجت ہو جسکو اُس کے مولیٰ نے نصرت دی جبکہ وہ مکڑی کے جالے کے اندر
مخفی ہوا اور اُسکے دشمنون نے اُسکے ساتھ کچھ قابو نہ پایا ۔ مترجم کہتا ہو کہ مشہور ہو کہ جب حضرت صلعم غار مین داخل ہوئے تو اوپر سے مکڑی نے

جالاتانا۔ چنانچہ کافرون نے کہا کہ اگر اس غار مین جاتے تو مکڑی کا جالا باقی نہ ہوتا حالانکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر سے مشرکون کے پاؤن دیکھتے تھے
یہی شیخ نے اشارہ کیا۔ اور نیز اس کلام مین بیان ہی کہ رسول کو کسی کی نصرت کی حاجت نہین جبکہ اللہ تعالی نے اُسکو نصرت ازلی اور رعایت رسالت
و نبوت سے منصور فرمایا پس وہ تمام خلائق پر غالب ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ اللہ تعالی نے اس امر کو عموماً آیات سے آنکھون دکھلایا چنانچہ بدر مین ایک
مٹھی خاک سے لشکر بھاگا اور حنین مین بھی جب آپ تنہا رہ گئے اور ایک مٹھی خاک کافرون پر جھونکدی اور فرمایا کہ خوار ہون یہ چہرے بھاگو
میرے رو برو تو تمام لشکر کفر دہل گیا اور اُنکے دل اُن کے سینون مین اُچھلنے لگے اور آنکھین و منھ و ناک سب کنکریون وغیرہ سے بھر گئے اور نہایت
مضطرب ہوکر بھاگنا شروع کیا اور یہ بیان بھی عوام کی تسکین کیواسطے ہی ورنہ امر حقیقت اس سے بھی اعلی و اجل ہی پس واللہ ثم باللہ کہ مرد
عارف بیقین جانتا ہی کہ نصرت الٰہی کسی سبب پر موقوف نہین اور تن تنہا حضرت صلعم تمام عالم کے مقابلہ مین کافی تھے۔ ارے یہ نہین جانتے کہ
اللہ تعالی قادر ہی کہ تمام کافر و تمام خلائق کو ایکدم مین ہلاک کرے ایکدم مین عاجز و مطیع کرے سب کے سب ہاتھ باندھکر حاضر ہون۔ قد
قال تعالی قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان القلوب بین اصبعین
من اصابع الرحمن الحدیث۔ پس بالیقین نصرت الٰہی کی حاجت ہی اور کسی شخص کی مددگاری امر محتاج الیہ نہین بلکہ مددگار کے حق مین شرف ہی فافہم
شیخ نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ قولہ فقد نصرہ اللہ۔ اللہ تعالی نے اسکو منصور فرمایا چنانچہ بقولہ واللہ یعصمک من الناس۔ سب کی نصرت سے بے پروا کر دیا اور
جو بندہ کہ میدان عصمت مین مشرف ہو وہ تمام مخلوق کی نصرت سے بے پروا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ ابتدا مین رات کو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے
بعض بعض آپ کی چوکیداری و حراست کیا کرتے تھے اور رات بھر مسلح ہوکر گرد گھومتے پس جب یہ آیت اُتری تو آپ نے جھروکے سے سر نکالکر فرمایا
کہ اب تم جاؤ آرام کرو اللہ تعالی نے مجھے عصمت مین کر دیا یعنی کوئی قتل نہین کر سکتا۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار مین حبیب کی
صحبت مین صدیق رضی اللہ عنہ کی خاصیت کا اشارہ ہی یعنی آنحضرت صلعم کی صحبت کیواسطے صدیق رضی اللہ عنہ کو مخصوص فرمایا تھا کیونکہ آنحضرت صلعم
کیساتھ ہونیکے واسطے صدیق مین ایک خاص خصوصیت تھی کیونکہ مقام قرب و منزلت مین اتحاد مشرب سے معیت ہی اور مشرب صدیق کا بحر نبوت و رسالت
سے تھا اور یہ تقدیر قدیم تھی پس اگر یہ امر نہ ہوتا تو آنحضرت صلعم کی صحبت و معیت کیلیے منفرد نہ ہوتے اور صدیق ایسی منزل مین تھے کہ وہان ظہور وحدت تھا
اور درمیان سے صدیق و نبی سب مرتفع تھے اور اعلی مرتبہ اس مقام کا مقام نبوت ہی پس انتہا مرتبہ صدیق ابتداء مرتبہ نبی ہی اور وہ ایسا مقام
ہے کہ وہان اللہ تعالی کے سوائے کچھ نہین ہی پس اُسی نور قدس سے دونون نکلے اور اسی کے ساتھ غار مین داخل ہوئے۔ حبیب علیہ السلام نے صدیق رض
کو اپنے ساتھ ہونیکے خصائص پہنچوائے جبکہ صدیق پر طوارق امتحان کا ظہور ہوا کما قال تعالی اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا یعنی کبھی اس
خیال سے غمگین مت ہو کہ ازلی برگزیدگی و عصمت مین تغیر آویگا ایسا نہین ہو سکتا بلکہ وہ پاک پروردگار اگرچہ فرد و صمد غنی پاک ہی لیکن فضل سے ہم کو
سرفراز کیا پس تا ابد وہ ہمارے ساتھ ہے بایںمعنی کہ اسکی قدرت و عنایت ازلی و اُس کا علم قدیم اور اُسکا ظہور مشاہدہ از راہ قلب و روح و عقل بصفت
قرب و مناجات یکسان ہمارے ساتھ ہی۔ ابن عطاء رح نے قولہ اذ ہما فی الغار مین کہا کہ محل قرب کے غار انوار ازلی مین تھے اور کہا کہ قولہ لاتحزن الخ
جو کوئی ایسا ہو کہ اللہ تعالی اُسکے ساتھ ہو اُسکو غمگین نہ ہونا چاہیے۔ شبلی رح نے قولہ ثانی اثنین مین کہا کہ تشخص مین تو دو تھے اور قلب کی راہ سے اپنے
مولی کے ساتھ واحد تھے۔ ابن عطاء رح نے قولہ ان اللہ معنا مین کہا کہ معیت الٰہی ہمارے ساتھ ازل مین ہو چکی چنانچہ ہم مین وصل دیا اور ساتھ
کر دیا پس فصل و جدائی کا رنج مت کر۔ و بعض نے کہا کہ صدیق رض کو غم صرف اس امر کا تھا کہ آنحضرت صلعم کو کچھ اذیت لاحق نہ ہو اور بعض نے کہا کہ اس
جہت سے کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا امر پیش آوے جس سے اسلام مین ضعف ہو جاوے۔ مترجم کہتا ہی کہ شان الٰہی سبحانہ اعلی و اجل ہی اُسکی عظمت و کبریائی

جب بمرتبہ کمال حاصل ہو تو وہ مرتبہ نبوت ہی اور درجہ بدرجہ کمی سے مرتبہ انسانی مین نقص ہوتا ہی اور اسی قدر اپنی فنا مین قصور ہوتا ہی پس یہ بات بعید نہین کہ بندہ برگزیدہ کسی مکروہ مین گرفتار ہو چنانچہ آنحضرت صلعم ابتدا مین عرب قریش کے ہاتھون اذیت مین آئے لہذا صدیق کو ایسا خوف وغم ہونا بنظر عظمت و کبریا ر الٰہی کے بجائے خود تھا تا آنکہ بوحی الٰہی وکلام نبوت یہ امر ظاہر ہوا کہ اس واقعہ مین معیت الٰہی ہی یعنی ظہور تجلی افضال وطلوع آفتاب حق وکمال ہی پس سلام روز بروز قوی ہوگا اور ایسا نہ ہوگا کہ جیسے بعض انبیا ر سابقین کو اللہ تعالیٰ نے قوم کے ملعون ہاتھون سے قتل کر کے اٹھا لیا اور مقام قرب و منزلت مین بلا لیا اور اس قوم ملعون کو طغیان و گمراہی مین چھوڑ دیا۔ فافہم۔ فارس رح نے کہا کہ حزن سے اسلئے منع کیا کہ حزن ایک علت ہی پس معرفت دیدی کہ اس مقام پر حزن لائق نہین ہی کیونکہ مقام قرب مین است سے اعلیٰ مقام ہی بعض نے کہا کہ دونون مقام مشاہدہ مین تھے پس غیرت حق نے انکو چشم خلائق سے غار مین پوشیدہ کیا اور یہ ایک تجلی خاص ہی تو نہین دیکھتا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابوبکر تیرا ایسے دو آدمیون کیساتھ کیا گمان ہی جنکا تیسرا اللہ تعالیٰ ہی یعنی مشاہدہ ونصرت ومدد سے تیسرا وہ پاک پروردگار ہی۔ یعنی وہی انکا ناصر ومعین ہی بعض نے کہا کہ قولہ فقد نصرہ اللہ۔ یہ نصرت عجیب فضل وکرامت تھی کہ کسی کو میسر نہین ہوئی کیونکہ وہان کشف مقامات سے وہ اعلیٰ مشاہدات تھے جو حبس بدن سے نجات ہو کر حاصل ہوتے ہین جیسے دیدار حق سبحانہ تعالیٰ بعد فنا جسم وجسمانیات کے بعد ایجاد خاص کے حاصل ہوتی ہی نہ ان آنکھون جیسا کہ سابق مین تحقیق ہو چکا پس اگر اس حالت مین یہ نصرت خاصہ نہ ہوتی تو سطوات عظمت وکشف مشاہدہ خاصہ مین متلاشی ہوجاتے۔ اسرار صوفیہ مین کہا جاتا ہے کہ قطعات زمین ومقامات کیلئے جو خصوصیات بیان ہوتے ہین صحیح ہین اگرچہ وہ خیالات پر مبنی نہین کیونکہ کون جانتا تھا کہ یہ غار ایسے سردار بنی آدم واشرف عالم کا ٹھکانا ہوگا ولیکن اللہ تعالیٰ نے جیسے اپنی رحمت سے جسکو چاہا مخصوص فرمایا اسی طرح جسکی قسمت مین جو فضل چاہا تقسیم کر دیا بعض کہتے ہین کہ بعضے لوگون کے دل عرش سے متعلق ہین وہ اللہ تعالیٰ کو وہان طلب کرتے ہین حالانکہ وہ تعالیٰ فرماتا ہی۔ اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا یہ تو یقینی بات ہی کہ اللہ تعالیٰ ہر زبان ومکان سے پاک منزہ ہی لیکن اس خطاب مین اہل دل کیلئے حیات اسرار ہی۔ شیخ نے لکھا کہ مجھے یہان ایک نکتہ عجیب کشف ہوا کہ قولہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا۔ مین نفی اتحاد لوحدانیت ہی جیسے عیسیٰ و اسکی مان سے نفی فرمائی جبکہ نصاریٰ نے یہ زعم کیا۔ کہ ان اللہ ثالث ثلثۃ۔ پس رد کر دیا کہ ما من الٰہ الا الٰہ واحد۔ پس عیسیٰ و اُن کی مان سے الوہیت کی نفی فرمائی ویسے ہی یہان بھی سید المرسلین و سید الصدیقین سے اُن کی نفی فرمائی تا کہ کوئی احمق یہ گمان نہ کرے کہ عرش سے ثریٰ تک ساحت کبریا و ازلیت مین اثر نہ تھا اسواسطے کہ الوہیت قدیمہ تو انقسام وافتراق واجتماع وغیرہ سے ممتنع ہے اور قولہ ان اللہ معنا سے اسکی تحقیق کر دی اور اسمین تلویح ہے کہ اتحاد محال ہی اور جو اشارہ بیان ہوا اس کی دلیل اس قول سے ہی کہ لاتحزن۔ اس طرح کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے طلب مین حزن کا اثبات فرمایا اور یہ حزن از راہ حال ووقت ہی کہ اسمین تغیر نہ آوے اور فوت نہ ہو جاوے حالانکہ زمانہ امتحان کا ہی پس آنحضرت علیہ السلام نے آگاہ فرمایا کہ یہ وقت وحال ہم سے فوت نہین ہو سکتا کیونکہ وہ تعالیٰ کشف وقت وحال کے فضل فرمانے سے ہمارے ساتھ ہی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کشف وحال مین مزید فرمایا بقولہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ۔ کیونکہ صدیق رض کو اسی سے غمگینی تھی۔ اسمین اشارت یہ ہی کہ سکینت مذکور پہلے قلب محمد صلعم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی اور یہ کشف وقرب مین وضوح کے واسطے تھی اگرچہ آنحضرت صلعم ہر حال مین مستقیم تھے اور کبھی آپکو اس حال ووقت کے گم ہو جانے کا خوف نہین ہوا ولیکن ان کے قلب پر اس سکینت کا نزول بغرض زیادتی استقامت قلب صدیق رضی اللہ عنہ کے تھا کہ اُن کے دل سے بالکل حزن واندوہ جاتا رہے تاکہ رسول اللہ صلعم کے جمال سے منور ہو جاوے اور اگر بدون واسطہ آنحضرت صلعم کے صدیق رض کے قلب پر اسکا نزول ہوتا تو انوار قدم کے اشراق سے وہ فانی ہو جاتے کیونکہ ایسے اوقات مین اُسکے نزول کو سوائے انبیار

ومرسلین اولی العزم کے دیگر انبیاء ورسول بھی نہین اُٹھا سکتے ہین پس گویا کلام یون فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سکینت کو جو ابو بکرؓ کیلئے رہتی محمد صلعم پر نازل فرمایا۔ اور یہ بھی احتمال ہی کہ بوجہ قوت معرفت حضرت صدیق کے جو ایسے رسول افضل واکرم کے صدیق تھے ابتداءً یہ سکینت صدیقؓ پر نازل ہوئی ہو کیونکہ آنحضرت صلعم پر یہ سکینت اول ہی سے تھی اور بعض نے کہا کہ نزول سکینت کا قلب ابو بکر رضی اللہ عنہ پر از جانب الٰہی اسطرح ہوا کہ محمد صلعم نے صدیقؓ سے فرمایا کہ تیرا گمان ایسے دو کی طرف کیا ہی جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہی پس سکون وطمانینت حاصل ہو گئی۔ مترجم کہتا ہی کہ واضح رہی کہ ہر کلام وخطاب کے ساتھ انوار توفیق ومعرفت از جانب حق عز وجل ہوا کرتے ہین اور جو شخص توفیق یافتہ ہوتا ہی اُسی کو حاصل ہوتی ہین۔ اسی واسطے جب کلام مجید کی تعلیم وتعلم کی تاکید فرمائی اور بعض نے عرض کیا کہ ہم آپ پڑھتے اور اولاد کو پڑھاتے ہین پھر آپ کچھ خوف نہ فرمائین تو آنحضرت صلعم نے بطریق استعجاب فرمایا کہ مین تجھے فقیہ جانتا تھا ارے تو نہین دیکھتا کہ آسمانی کتابین توریت وانجیل ان یہود ونصاریٰ کی بغل مین تھین مگر اُن کو کچھ فائدہ نہوا یعنی توفیق جاتی رہی آخر اُنھون نے اُن مین تحریف کر دی کہ اب اصلی توریت وانجیل کا پتہ بھی نہین ملتا ہی۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو تجھکو یہ اشارہ بھی مفہوم ہوگا کہ آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ ساتھ ہی حضرت صدیق کیلئے حصول طمانینت مین کافی ہو گیا۔ فافہم۔ رہا کلام طمانینت مین تو شیخ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ امور تقدیری اپنے مقدرہ طور پر جاری ہونے کی حالت مین قلب کو سکون رہنا طمانینت ہے ۔

ابن عطا رح نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ ابو بکرؓ کو حزن نہو ولیکن آنحضرت صلعم نے ازراہ شفقت کے متنبہ کر دیا کہ ایسے حال مین جو آدمی پر حزن طاری ہوتا ہی تو اس سے بچنا۔ مترجم کہتا ہی کہ اس تقدیر پر قولہ لاتحزن کے یہ معنی کہ خبردار محزون نہ ہونا۔ اگر کہا جاوے کہ یہ مجاز ہے اور حقیقت کو چھوڑ کر مجاز کی طرف مرجع نہین ہو سکتا تو جواب یہ کہ بات یہی ہی ولیکن احتمال تو باقی ہی۔ فافہم۔ ابن طاہر رح نے کہا کہ اس آیت مین آنحضرت صلعم نے ان اللہ معنا کہا یعنی اسم ذات کو لیا اور کسی اسم صفتی کو نہین کہا اور اسم ذات کو مقدم کیا اور اپنا ذکر موخر کیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر جب اُسکے مانند وقت پیش آیا تو اُنھون نے یون کہا۔ ان معی ربی سیہدین۔ پس اپنا ذکر مقدم کیا اور اسم رب۔ یعنی اسم صفت سے دعا کی حالانکہ اسم ذات اسم خاص ہی اور اسم رب بمعنی تربیت وپرورش کرنیوالا اسم عام ہی پس آنحضرت صلعم کی دعا رمرتبہ ادب مین اعلیٰ وارفع ہی اسی واسطے امت محمد صلعم شرک سے محفوظ رہی اور اُمت موسیٰ علیہ السلام گوسالہ کی عبادت مین پڑ گئی۔ نیز اس مقام پر کہا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے مرتبہ غیرت مین کسی غیر کو درمیان مین نہ دیکھا۔ اور نبی صلعم بسبب مشاہدہ کے غیرت سے مستغنی تھے اور موسیٰ علیہ السلام مشاہدہ کے مفتقر تھے پس اُنھون نے ان معی ربی۔ کہا اور حبیب علیہ السلام نے ان اللہ معنا۔ کہا پس موسیٰ علیہ السلام رویت صفات مین پڑے چنانچہ اُنھون نے تربیت رب سے التجا کی اور آنحضرت صلعم دیدار ذات مین تھے لہٰذا اسم ذات سے جو عین الجمع ہی دعا کی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر مزید نعمت کو بیان فرمایا بقولہ وآیدہ بجنود لم تروہا۔ ان جنود سے لشکر ملائکہ کی تفسیر گذر چکی اور باطنی طمانینت سے۔ جو اشارات بیان ہوئے ہین اُسکے موافق یہان جمال ازل کی تجلیات ہین جو آنحضرت صلعم کے اسرار پر خاصۃً نازل ہوئے کیونکہ ان خاصہ تجلیات بلکہ اخص الخاص کا برداشت کرنیوالا سوائے آنحضرت صلعم کے اسرار کے اور کوئی نہ تھا جعفر رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر وثوق وتوکل ویقین کے لشکر ہین کہ ان امور مین بھی آنحضرت صلعم بدرجہ کمال تھے۔ بعض کا قول ہی کہ ظاہری صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثانی اثنین تھے ولیکن باطن مین فنا فی الواحد تھے ۔

پھر اللہ عز وجل نے سب پر یہ احسان بیان کیا کہ اُسنے طبیعتون کی تاریکی دور فرمائی اور شرائع کی روشنی پھیلائی بقولہ تعالیٰ وجعل کلمۃ الذین کفروا السفلیٰ وکلمۃ اللہ ہی العلیا۔ اسمین اشارت ہی کہ جتنی باطل باتین وجھوٹے دعوے ہین سب توحید وحقیقت کے تحت مین فانی ونابود ہین اور باقی وہی کلمہ توحید ہی۔ اور معنی کلمۃ اللہ کے اسکا انفراد ابدی فردانیت سے اور اسکی توحید بوحدت اور اُسکا تنزہ وتقدس از گمان داوہام خلائق ہی

یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ پس وہ عزیز بعزت کبریائی ہے اور حکیم اپنے افعال میں ہے یہ اسکی حکمت ہے کہ اپنے اولیاء کو کشف بقاء سے اختصاص دیا پھر اللہ عزوجل نے سب کو آمادگی دلائی کہ راہ حق میں ارواح و اشباح قربان کرنے میں جلدی کریں تاکہ میدان وحدت میں پہنچ کر اسکے کشف جمال و ادراک وصال سے سرفراز ہوں۔ بقولہ تعالیٰ

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ذٰلِكُمْ

نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ

بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے اگر کچھ مال ہوتا نزدیک اور سفر ہلکا تو تیرے ساتھ چلتے

وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۚ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

لیکن دور نظر آئی انکو طرف اور اب قسمیں کھاوینگے اللہ کی کہ ہم مقدور رکھتے تو نکلتے

مَعَكُمْ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

تمہارے ساتھ وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جان اور اللہ جانتا ہے وہ جھوٹے ہیں

سفیان الثوری رح نے ابو الضحیٰ رح سے روایت کی کہ سورۂ براءۃ میں یہ آیت سب سے پہلے نازل ہوئی۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا یعنی جہاد کیواسطے نکلو در حالیکہ خفاف ہو یا ثقال ہو۔ ظاہر امراد ابو الضحیٰ کی یہ ہے کہ اس سورہ میں احکام جہاد سے متعلق اول آیت نازل ہوئی ہے اور معنی حالت خفاف کے یہ ہیں کہ ایسی حالت ہو کہ اس حالت میں آدمی پر جہاد آسان و سبک ہو اور ثقال سے یہ مراد کہ اس حالت میں جہاد اسپر گران ہو اور یہ تفسیر اعم و اشمل ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ جب آنحضرت صلعم نے کفار روم پر جہاد کیلئے تبوک کا قصد کیا تو آپکے ساتھ ہونے کیلئے اللہ تعالیٰ نے آیت میں نفیر عام کا حکم دیا کہ جو لوگ بلوغ و آزادی کے ساتھ مکلف بجہاد ہیں وہ جس حال میں ہوں آپکا ساتھ دیں۔ خواہ حالت نشاط ہو یا حالت اکراہ اور خواہ حالت تنگدستی ہو یا فراخی۔ و ابن عباس رض و عکرمہ و ابو صالح و حسن بصری و شمر بن عطیہ و مقاتل و شعبی و زید بن اسلم نے کہا کہ قولہ انفروا خفافا و ثقالا یعنی جوان ہوں یا بوڑھے۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ جوان ہوں یا بوڑھے و توانگر ہوں یا مسکین الیا ہی ابو صالح وغیرہ سے بھی مروی ہے اور حکم بن عتیبہ رح نے کہا کہ مشغول ہوں یا غیر مشغول عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ نشاط ہوں یا غیر نشاط مترجم کہتا ہے کہ نشاط بضم نون و تشدید معجمہ جمع ناشط یعنی بصفت نشاط بکسر نون بدون تشدید معجمہ یہی قتادہ رح کا قول ہے اور ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت کی کہ لوگوں نے عرض کیا تھا کہ ہم میں ثقیل و حاجتمند بیشہ ور اور شغل میں پھنسے ہوئے وغیرہ لوگ بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے قولہ انفروا خفافا و ثقالا۔ نازل فرما کر کسی کا عذر نہیں قبول کیا یعنی جس حال پر ہوں جہاد کو نکلیں اور یہی قول شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا کہ مراد عموم حالت ہے یعنی خواہ ایسی حالت ہو کہ اسمیں جہاد آسان ہے یا ایسی حالت کہ گران ہو پس دیگر تفاسیر جو مروی ہوئی ہیں یعنی نشاط و غیر نشاط یا قوی و ضعیف یا جوان و بوڑھے یا فقیر و توانگر وغیرہ ہر ایک اس عموم کی بعض صورتوں سے تفسیر ہے اور سب اس عموم میں داخل ہیں پس تفاسیر ائمہ سلف میں کچھ اختلاف نہیں ہے اور یہ بات اصول میں قرار پائی کہ جب تک عموم مقتضائے لفظ پر محمول کرنا ممکن ہو تب تک خصوص پر اقتصار نہ کیا جائیگا اور حاصل اسکا یہ ہوا کہ جہاد کیلئے عموماً ہر شخص پر نکلنا فرض کر دیا جائے کسی حال میں ہو۔ اگر کہا جاوے کہ بچہ و غلام بھی داخل ہو جاوینگے۔ جواب یہ کہ مکلف ہونیکی اہلیت پائی جانیکے بعد تعمیم ہے یعنی مرد بالغ آزاد ہو تب اسپر جہاد کا حکم متوجہ ہوتا ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ یہاں چند مقامات ہیں اول آنکہ یہ تعمیم خاص غزوۂ تبوک کیواسطے تھی یا عموماً حکم ہے۔ اور ظاہر آیت اسی امر کو مقتضی ہے کہ حکم عام ہے اگرچہ نزول اسکا استنفار غزوۂ تبوک میں ہوا ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابو طلحہ رض جب سورۂ براءۃ کی قراءۃ میں اس آیت تک

جہاد کی طرف بلایا جانا ۱۲

پہونچے تو کہا کہ مین دیکھتا ہون کہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو خواہ بوڑھے ہون یا جوان ہون جہاد کیلئے نکلنے کا حکم دیا ہی اے میرے بیٹو میرے لئے سفر
جہاد کا سامان درست کر دو۔ ان کے بیٹون نے کہا کہ آپنے آنحضرت صلعم کے ساتھ ہو کر جہاد کیا پھر حضرت ابو بکرؓ کی خلافت مین پھر حضرت عمرؓ کیساتھ ہو کر
جہاد کیا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اب ہم آپکی طرف سے جہاد کرینگے مگر انھون نے اس سے انکار کیا پس سمندر کی راہ سے جہاد کیا اور اسی سفر مین
انتقال کیا اور کوئی جزیرہ نہ ملا جسمین اُن کو دفن کرتے یہان تک کہ نو دن کے بعد ایک جزیرہ ملا جسمین اُن کو دفن کیا حالانکہ اُن کی لاش مین
کچھ تغیر نہین ہوا تھا۔ ابن جریرؒ نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے بھی یہ قول روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انفروا خفافا و ثقالاً۔ پس مین خفیف
ہونگا یا ثقیل ہونگا یعنی دو حال سے خالی نہین۔ پس ہر حال مجھ پر جہاد کیلئے نکلنا لازم ہی۔ اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کی
کہ جہاد مین جانا چاہتے تھے تو بعض نے کہا کہ اب آپکو اللہ تعالیٰ نے معذور رکھا ہی۔ فرمایا کہ سورۂ بعوث مین ہمپر قولہ انفروا خفافا و ثقالا۔ کا حکم
آترا ہی پس یہ روایات و مانند اُن کے دلالت کرتی ہین کہ حکم عام ہی اور غزوہ تبوک کیساتھ یا فقط صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مخصوص نہین۔
لیکن اس صورت مین وارد ہوگا کہ بیمار و لنجا و اپاہج کوئی معذور نہو تو بعض نے زعم کیا کہ آیت مین امر انفروا خفافاً۔ وجوب کے لئے نہین ہے
اور یہ زعم بہت ضعیف ہی اور بعض نے زعم کیا کہ آیت مین امر نفر بوجہ مذکور انھین لوگون سے مخصوص ہی جن کو آنحضرت صلعم نے جہاد کیلئے نکلنے کو
کہا تھا اور یہ بھی ضعیف ہی اور بعض نے کہا کہ اندھے و لنجے وغیرہ کو شامل نہین جیسے مجنون و طفل کو نہین شامل ہی۔ سدیؒ نے فرمایا کہ قولہ انفروا
خفافا و ثقالاً یعنی جہاد کیلئے نکلو خواہ غنی ہو یا فقیر ہو۔ اور خواہ قوی ہو یا ضعیف ہو۔ آنحضرت صلعم کے پاس ایک مرد نے آکر عرض کیا کہ مین موٹاپے
سے بہت بھاری ہون اور شکوہ کرکے اجازت چاہی کہ ساتھ نجائے پس یہ کلام نازل ہوا۔ پس لوگون پر بہت شاق گذرا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو
منسوخ فرمایا بقولہ لیس علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ ولا علی الذین لا یجدون ما ینفقون حرج اذا نصحوا للہ ورسولہ۔ بعض فقہاء نے کہا کہ ظاہرا نسخ
سے مراد تخصیص ہی فافہم۔ ابن عباسؓ و محمد بن کعبؒ و عطاء خراسانیؒ وغیرہم سے مروی ہی کہ یہ آیت منسوخ ہی بقولہ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم
طائفۃ الآیۃ۔ اور کلام اسمین عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اور ظاہر یہ کہ نسخ نہین ہی اور اندھے و ضعیف و مریض وغیرہ جن پر خطاب متوجہ
نہین وہ اس عموم مین داخل ہی نہین اور یہ معلوم ہی کہ آیت کریمہ غزوہ تبوک مین نازل ہوئی حالانکہ اس جہاد مین آنحضرت صلعم نے عورتون
بعض مردون کو مدینہ مین چھوڑ دیا تھا پس یہ دلیل ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی اور ہر ہر فرد پر معین نہین ہی ولیکن بعض محققین کے نزدیک امام جن
لوگون کو استنفار کرے اُن پر متعین ہوجاتا ہی کہ نکلین پھر اللہ تعالیٰ نے تخصیص و تاکید فرمائی بقولہ۔ وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ
وَأَنفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور جہاد کرو اپنے مالون و جانون سے اللہ تعالیٰ کی راہ مین۔ کل افراد پر دونون امر
جمع کرنا مقصود نہین بلکہ محتاج لوگ اپنی جان سے جہاد کرینگے اور تونگر لوگ جان و مال دونون سے جہاد کرینگے۔ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
اے ذلک المذکور من النفر والجہاد بالاموال والانفس خیر لکم۔ یعنی یہ جو حکم مذکور ہوا کہ خفاف و ثقال ہر حال مین جہاد کو نکلو اور اپنے مالون
و جانون سے جہاد کرو یہ تمھارے لئے بہتر ہے یعنی یہ امر جو تم پر فرض کیا گیا تو جب تم اسمین غور و تامل سے دیکھو اور نفس کے خطرات دفع کردو تو
تمھارے لئے بہتر معلوم ہوگا اسی واسطے فرمایا۔ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ اگر تم علم رکھتے ہو کیونکہ اسکا بہتر ہونا بعد تامل کے ظاہر ہوتا
ہے ورنہ ابتدا مین نفس پر گران گذرتا ہی اور بعض نے کہا کہ خیر لکم بمعنی خاص لکم۔ ہی یعنی یہ امر تمھارے واسطے مخصوص ہی پس یہ وہم نہین ہوتا
کہ اس سے اس حکم کی فرضیت نہین نکلتی بلکہ بہتر ہونا ثابت ہوتا ہی اور جزاء شرط بقرینہ ما قبل کے محذوف ہی یعنی ان کنتم تعلمون انہ خیر فافعلوا
اگر تم جانتے ہو کہ یہ بات تمھارے لئے بہتر ہی تو اسکو عمل مین لاؤ۔ اور ظاہر یہ ہی کہ خیر جو افعل التفضیل ہی اپنے معنی پر ہی اور بہتر ہونا بہ نسبت نہ نکلنے کے ہی

یعنی انہ خیر لکم من القعود۔ جہاد کیواسطے نکلنا تمہارے لئے نہ نکلنے سے بہتر ہی اسیواسطے تم پر مفروض ہوا بمانند قولہ تعالیٰ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم الآیۃ۔ اور ایک شخص نے چاہا تھا کہ کن اعمال سے آدمی جہاد کرنیوالون کے درجہ کو پہونچ سکتا ہی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بھلا تجھ سے یہ ہوسکتا ہی کہ برابر توراۃ ورات و دن نماز مین کھڑا رہا ہو اور کبھی روزہ افطار نہ کیے تو اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ ضعیف سے یہ نہین ہوسکتا فرمایا کہ اگر تو اسکو دا ابھی کرتا تب بھی جہاد کرنیوالون کے درجہ کو نہ پہونچتا اس حدیث سے کسقدر بہتر ہونا ظاہر ہوا شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ ذٰلکم خیر لکم یعنی یہ امر تمہارے لئے دنیا و آخرت مین بہتر ہی کیونکہ تم جہاد مین تھوڑا خرچ کرو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو دنیا مین کافرون کے اموال کو غنیمت دیگا اور اسکے ساتھ آخرت مین ثواب کثیر تمہارے لئے ذخیرہ ہوگا اور حدیث مین ہی کہ جہاد کرنیوالے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کفالت فرمائی کہ یا اسکو شہادت و وفات دیکر جنت مین داخل فرماویگا اور یا اُسکے لئے ثواب آخرت ذخیرہ کرکے غنیمت کے مالون سے بھرا ہوا اسکے ٹھکانے واپس کریگا کسی امر کی بہتری بیان کرنا اُس کی فرضیت کے منافی نہین ہی جیسا کہ قولہ کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسیٰ ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم۔ سے ظاہر ہی اور ثلاثیات امام احمد مین انسؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے ایک شخص کو فرمایا کہ تو اسلام لا اُس نے کہا کہ مین مکروہ و شاق رکھتا ہون تو فرمایا کہ اسلام مین داخل ہو اگرچہ تو کراہیت رکھتا ہو۔ یعنی وہ فی نفسہ بہتر ہے پس تیرے نفس کی بالفعل کراہیت کا کچھ اعتبار نہین جب تو جان جائیگا تو تجھ پر اسکی بہتری کھل جائے گی فافہم۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سفر مین جماعت اسلام کیساتھ روانہ ہوئے اور اس راہ سے گزرے جہان قوم ثمود کی بستی تھی اور لوگون کو ناقہ صالح علیہ السلام کے پانی پینے کا گھاٹ اور اُسکی آمد و رفت کا رستہ دکھلایا اور جو لوگ ان کے کھنڈلون مین جاکر سیر کرتے تھے اُنکو منع کیا کہ اللہ تعالیٰ غنی بے پرواہ ہی تم لوگ یہان مت جاؤ شاید تم پر بھی عذاب آوے مگر انکو روتے ہوئے خوفناک حالت مین ہو تو مضائقہ نہین ہی پھر قوم ثمود کے کنوؤن سے جن لوگون نے پانی لیا تھا وہ سب پھنکوا دیا اور روانہ ہوکر آگے ایک کنوئین پر منزل فرمائی جس سے اہل ایمان قوم صالح کے پانی پیتے تھے جیسا کہ سابق مین قصہ ثمود مین بیان ہوچکا ہی پھر مقام تبوک مین پہونچکر وہان کے قیام کے بعد واپس ہوئے تو راہ مین منافقین کے حق مین آیات نازل ہوئی ہین اور حال یہ تھا کہ بہت سے منافقین مدینہ مین بیٹھ رہے تھے اور اُنہین نفاق سے تین آدمی اہل ایمان سے بھی رہ گئے تھے چنانچہ اُنکا قصہ بھی آگے آویگا پس منافقین کے حق مین اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ لَوْ كَانَ ماندعوہم الیہ۔ عَرَضًا قَرِيبًا متاعا من الدنیا سہلۃ الماخذ۔ وَّسَفَرًا قَاصِدًا وسفرا وسطا یعنی اگر ہوتا یہ امر جس کی طرف تو نے اُن کو بلایا تھا اسباب دنیاوی کہ قریب سہل طور پر مل سکتا اور ہوتا سفر درمیانی لَّاتَّبَعُوكَ تو البتہ یہ لوگ تیرے پیچھے ہو لیتے۔ عرض لفتحتین مایعترض اور وہ متاع دنیا ہی اور کبھی سوائے درم و دینار کے جملہ اسباب کو عرض کرتے ہین اور یہان معنی اول مراد ہین اور بولتے ہین کہ الدنیا کلہا عرض حاضر یاکل منہ البر والفاجر۔ یعنی تمام دنیا ایک عرض حاضر ہی جس سے نیکوکار و بدکار سبھی کھاتے ہین حاصل آنکہ منافقون کا جو آخرت پر یقین نہین رکھتے بلکہ دنیا ہی کی ہوس مین پڑے ہین اُنکا یہ حال ہی کہ جس بات کی طرف تو نے اُنکو بلایا تھا اگر دنیا کے متاع و منافع مین سے کوئی سہل الحصول بات ہوتی اور وہ درمیانی درجہ کے سفر سے بدون مشقت کے حاصل ہوتی تو البتہ تیرے ساتھ ہو لیتے۔ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ شقہ بالضم دور کا سفر جو مشقت سے قطع ہو اور مراد سفر تبوک ہے کیونکہ سفر دور اور موسم گرمی و شدت کا تھا یعنی اُن منافقون پر یہ سفر قریب ہونے بلکہ دور اور مشقت ہونے سے گران و شاق ہوا۔ پس پیچھے رہے وَسَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ اور غزوہ تبوک سے پیچھے ہوا سے عنقریب اللہ تعالیٰ کی قسم کھاوینگے بطور اعتذار کے کہ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ۔ اگر ہم کو ساتھ سفر کرنے کی قدرت حاصل ہوتی تو ہم تمہارے ساتھ نکلتے یعنی اگر ہمارے پاس اس سفر کی ضروری چیزین

عذر جاہلانہ کے ۱۲

مہیا ہوگئی ہوتین توساتھ ہوگئے ہوتے۔ستطاعت کسی امر کی یہ کہ جو اسباب وسائط ظاہری اس امر کیلئے درکار ہین وہ مہیا ہوجاوین اور بعض لوگون نے موٹا ہونا عذر قرار دیا تھا جیسا کہ مذکور ہوا۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے واقع ہونے سے پہلے غیب کی خبر دی کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ پہونچین گے تو یہ منافقین حاضر ہوکر اللہ تعالیٰ کی قسم کھاوینگے کہ ہم کو استطاعت نہ تھی اگر ہوتی تو ہم ضرور ساتھ ہوئے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ جملہ بدل از قولہ سیحلفون باللہ ہے یعنی قسم کھانیوالے اپنے آپ کو ہلاک کرینگے۔ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وے قسم مین جھوٹے ہین پس جو شخص جھوٹی قسم کھائے اُسنے آپ کو ہلاک کیا کیونکہ سخت گناہ مین اپنے نفس کو ڈالدیا۔ حدیث مین ہے کہ جھوٹی قسمین بستیون کو اُجاڑ کر چھوڑتی ہین۔ واضح ہو کہ گذشتہ بات پر جان بوجھ کر جھوٹ قسم کھانا نہایت سخت ہے اور یہی یمین غموس کہلاتی ہے ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسمین کفارہ نہین کیونکہ ایسا بڑا کبیرہ گناہ ہے کہ کفارہ سے عفو نہین بلکہ توبہ و استغفار کرے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ انفروا خفافا وثقالا یعنی اے ابواب ازل تک خفاف بعقول قدسیہ اور ثقال بقلوب ملکوتیہ جاؤ۔ نیز خفاف بارواح روحانیہ وثقال بقلوب سماویہ حاضر ہو اور نیز خفاف بارادت صادقہ وثقال بمحبت مفرطہ ہو۔ نیز خفاف بایمان اور ثقال بایقان ہو۔ نیز خفاف بانس و ثقال بقدس ہو۔ نیز خفاف بانوار مودت اور ثقال بامانت معرفت ہو۔ اور نیز خفاف بتجرید از حدوث اور ثقال بانوار توحید ہو۔ نیز خفاف اسطرح ہو کہ اپنے آپکو محتاج و فقیر جانو اور مولیٰ عزوجل کو غنی جان کر ثقال ہو۔ اور نیز خفاف بقناعت ہو اور ثقال بتوکل ہو اور نیز خفاف ببسط اور ثقال بانقباض ہو۔ ابن عطا رحمہ اللہ نے کہا کہ خفاف بقلب اور ثقال باجسام وابدان ہو۔ ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خفاف وثقال بوقت نشاط وکراہیت ہے کیونکہ اس سے بعیت ممکن ہے چنانچہ جریر بن عبداللہ البجلی سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلعم سے بعیت کرلی کہ ہم ہر حال مین خواہ بحال نشاط ہون یا مکروہ ہون متبع رہین گے۔ بعض نے کہا کہ خفاف تو طاعات کی طرف یعنی طاعات ادا کرنے مین ہلکے پھلکے سبک جاوینگے اور ثقال بجانب معصیت ہون گے یعنی گناہ کرنے مین سست وگران ہونگے بعض نے کہا کہ اموال سے جہاد یہ کہ فقیرون کو دیدو اور کسی حال مین اُن سے مت روکو اور اپنے نفوس سے جہاد کرو تاکہ تم پر شیطان غالب نہو جاوین۔ فافہم۔ پھر اللہ عزوجل نے رسول اللہ صلعم کو خطاب کر کے فرمایا

عَفَا اللَّهُ عَنكَ لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَتَعْلَمَ

اللہ بخشے تجکو۔ کیون رخصت دی تو نے اُنکو جبتک معلوم ہوتے تجھ پر جنھون نے سچ کہا اور جانتا تو

الْكَاذِبِينَ ○ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

جھوٹون کو نہین رخصت مانگتے تجھسے جو لوگ یقین رکھتے ہین اللہ پر اور پچھلے دن پر

أَن يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ○

اس سے کہ لڑین اپنے مالون اور جانون سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر والون کو

مفسرین نے لکھا کہ آنحضرت صلعم نے ایک جماعت کو یہ اجازت دیدی تھی کہ سفر تبوک مین ساتھ ہونے سے بچھڑ رہے پس یہ کلام نازل ہوا اور اسمین عفو کو مقدم کردیا تاکہ آنحضرت صلعم کا دل مطمئن رہے۔ عَفَا اللَّهُ عَنكَ اللہ تعالیٰ تجھے اے محمد صلعم عفو فرما دے لِمَ أَذِنتَ لَهُمْ تو نے اُن کو کیون اجازت دیدی کہ تجھ سے بچھڑ کر اپنے وطن مین رہین اور کیون تو نے اُن کو اپنے حال پر نہ چھوڑا۔ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا۔ تاکہ تجھے کھل جاتے ایسے لوگ جو تجھ سے سچ بولے وَتَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ اور تجھے جھوٹے لوگ یعنی منافق لوگ معلوم ہوجاتے۔ استفہام قولہ لم اذنت لہم انکاری ہے۔ معنی یہ کہ اللہ تعالیٰ تجھے عفو کرے یہ بات تجھے نہ چاہیئے تھی کہ تو نے متخلفین کو

اجازت دیدی قبل اسکے کہ تجھ پر مومن و منافق ظاہر ہوں مفسر رح نے یہی قول اختیار کیا کہ آیت مین آنحضرت صلعم کو عتاب ہی عون رح سے روایت ہے کہ
اپنے شاگردون سے کہتے تھے کہ بھلا تم نے اس سے بہتر کوئی معاتبت دیکھی کہ عفو کرنے کو پہلے ہی فرمادیا پھر عتاب کیا۔ ایسا ہی مورق عجلی وغیرہ سے منقول
ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو جیسے تم دیکھتے ہو عتاب فرمایا پھر سورۂ نور مین اجازت دا اختیار دیا کہ جسکو چاہو اجازت دیدو بقولہ
فاذا استاذنوک لبعض شانہم فاذن لمن شئت منہم۔ اور ایسا ہی عطاء خراسانی سے مروی ہی اور مجاہد رح نے کہا کہ یہ آیت چند منافقون کے
حق مین اتری جنھون نے آپس مین کہا تھا کہ جاؤ تم آنحضرت صلعم سے جھوٹ سچ طور پر اجازت لیلو پس اگر اجازت دین تو خیر ورنہ اپنے گھرون مین
بیٹھ رہنا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حتی یتبین لک آگے کھل جاتا کہ عذر لانیوالون مین سے کون سچا اور کون جھوٹا ہی بعض نے کہا کہ منافقون کو
بیٹھ رہنے کی اجازت دینے پر عتاب نہین بلکہ ساتھ نکلنے کی اجازت پر عتاب ہی ولیکن قول اول ارجح ہی بدلالت کلام مابعد۔ اور خطیب رح نے ذکر کیا کہ
مفسرین نے اختلاف کیا ہی کہ آیا اس مین آنحضرت صلعم کو عتاب ہے یا نہین ہی پس عمرو بن میمون نے کہا کہ دو باتین آنحضرت صلعم نے بلا اجازت کین ایک تو اہل بدر کا
فدیہ لینا اور دوم منافقون کو تخلف کرنیکی اجازت دینا پس اللہ تعالیٰ نے عتاب فرمایا سفیان بن عیینہ نے کہا کہ اس لطف کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے عتاب سے پہلے
عفو کو بیان فرمادیا پس عتاب مشمول لطف ہی۔ قاضی عیاض رح نے شفا مین کہا کہ منافقون کو تخلف کی اجازت دینے یا نہ دینے کے بارے مین اللہ تعالیٰ
کی طرف سے کوئی امر مقدم نہین ہوا تھا اور اس امر سے کوئی نہی نہین آئی تھی تاکہ یہ معصیت شمار ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسکو معصیت نہین شمار کیا بلکہ اہل علم
نے اس خطاب کو بھی عتاب نہین شمار کیا ہی اور بعضے لوگ جو اسطرف گئے ہین کہ یہ عتاب ہی تو اہل علم نے اُن کی غلطی بیان کی ہی اور بات یہ ہی کہ آیت
مین عفا بمعنی غفر نہین ہی بلکہ ایسا ہی جیسے آنحضرت صلعم نے کہا کہ عفا اللہ لکم عن صدقۃ الخیل والرقیق یعنی خیل و رقیق کی زکوٰۃ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو
عفو کیا۔ حالانکہ گھوڑون و مملوکون پر زکوٰۃ واجب ہی نہین ہوئی ہی اور معنی یہ کہ تم پر یہ لازم نہین ہی اور قشیری رح نے ایسی ہی کلام کے بعد کہا کہ جو شخص یہ
کہتا ہی کہ عفو کا لفظ عرب مین سوائے گناہ کے نہین مستعمل ہوتا تو یہ شخص زبان عرب سے واقف نہین اور مکی رح نے کہا کہ یہ استفتاح کلام ہی جیسے بولتے ہین
اصلحک اللہ۔ اعزک اللہ۔ سمرقندی رح نے کہا کہ عفا اللہ بمعنی عافاک اللہ ہی یعنی اللہ تعالیٰ تجھے عافیت دے۔ مترجم کہتا ہی کہ قاضی عیاض نے جو کچھ
بیان کیا زبان عرب کے عرف و بلاغت سے اسی بات کو مفید ہی جو قشیری رح نے ذکر کی اور کوئی شک نہین کہ یہی ابلغ و ارجح و اصوب ہے۔ امام رازی رح
نے کہا کہ اس کلام مین دلیل ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و توقیر وغیرہ مین مبالغہ کردیا جیسے اپنے بادشاہ سے آدمی کہتا ہی
کہ اصلحک اللہ الامیر انہ قد کان کذا یعنی ہمارا رب تعالیٰ بادشاہ کو اچھا رکھے کہ بات یہ ہوئی۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عفا اللہ عنک لم اذنت لہم الآیہ
ابن عباس رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوقت مین منافقون کو نہین پہچانتے تھے یہانتک کہ سورۂ براۃ نازل ہوئی پھر اللہ تعالیٰ نے اہل صدق
کے حال کو بیان فرمایا بقولہ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ یعنی نہین اجازت
مانگتے تجھ سے قعود کی اور جہاد سے بچھڑنے کی وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ تعالیٰ و روز آخرت پر۔ أَنْ يُجَاهِدُوا فی ان یجاہدوا
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ۔ اس بات مین کہ جہاد کرین اپنے مالون و جانون کے ساتھ خطیب رح نے لکھا کہ ان یجاہدوا پر سے فی کا
حذف بسبب ظہور کے مستحسن ہی اور حاصل آنکہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور روز آخرت کا یقین کیا کہ وہ جزا و ثواب کا دن ہی وہ تجھ سے
بچھڑ رہنے کی اجازت جھوٹے طور پر بے رغبتی جہاد کی وجہ سے نہین مانگتے بلکہ تیرے اشارہ پر جہاد کی طرف مبادرت کرتے ہین چنانچہ مہاجرین
و انصار رضی اللہ عنہم کا یہ قول تھا کہ ہم اجازت نہین لیتے کیونکہ باربار اللہ تعالیٰ نے جہاد کی طرف ندب فرمایا ہی بلکہ یہ حال تھا کہ جس کسی کو مصلحت و ضرورت
مدینہ مین چھوڑتے اسپر بہت گران گذرتا تھا چنانچہ حضرت علی رض سے اسی غزوۂ تبوک مین جب مدینہ مین رہنے کو کہا تو ان پر بہت شاق ہوا اور راضی

نہ ہوئے یہانتک کہ یون فرمایا کہ کیا تو راضی نہین کہ میری نسبت ایسا ہو جیسے ہارون علیہ السلام بہ نسبت موسیٰ علیہ السلام کے تھے۔ بعض نے لکھا کہ قولہ ان یجاہدوا محل نصب مین مفعول لہ ہے اسے کراہتہ ان یجاہدوا یعنی جان و مال سے جہاد کرنے کو مکروہ رکھنے کی وجہ سے تخلف کی اجازت نہین چاہتے۔ بالجملہ سورۂ نور مین جو اجازت مذکور ہے کہ فاذا استاذنوک لبعض شانہم فاذن لمن شئت منہم۔ یہ استیذان اگر عموماً ہو حتی کہ اہل ایمان کو شامل ہے تو دونون آیتون مین کچھ منافات نہین اسلئے کہ اجازت بروجہ کراہیت جہاد نہین مانگتے اور سورۂ نور کی آیت مین بعض دیگر ضرورتون واقعی سے اجازت مانگنے کا حکم مذکور ہے علاوہ برین وہ جملہ شرطیہ ہے وقوع لازمی نہین فافہم۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ۔ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان لوگون کو جو مخالفت و معصیت سے تقویٰ رکھتے اور طاعت کی طرف جلدی کرتے ہین۔ یہ پہچان تو اہل صدق و ایقان کی تھی۔

پھر منافقون کی شناخت فرمائی بقولہ تعالیٰ۔

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ

رخصت وہی مانگتے ہین تجھ سے جو نہین یقین رکھتے اللہ پر اور پچھلے دن پر اور شک مین پڑے ہین دل اُن کے سو وہ

فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ۝ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ

اپنے شک ہی مین بھٹکتے ہین اور اگر چاہتے نکلنا تو طیار کرتے کچھ اسباب اُسکا و لیکن

كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝

خوش نہ لگا اللہ کو اُنکا اُٹھنا سو بوجھل کر دیا اُنکو اور حکم ہوا کہ بیٹھو ساتھ بیٹھنے والون کے

اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ یعنی جہاد سے بچھڑنے مین وہی لوگ تجھ سے بلاعذر اجازت مانگتے ہین جو نہین ایمان لائے اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر۔ یہی منافقین انتالیس آدمی تھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ و روز قیامت دونون کی تخصیص ایمان مین و عدم ایمان مین یعنی دونون فریق کی پہچان مین اس اشعار کیلئے کہ جہاد پر باعث انھین دونون پر ایمان ہے اور جہاد سے متخلف انھین دونون پر عدم ایمان ہے پس منافقین چونکہ روز آخرت کی جزا و ثواب پر یقین نہ رکھتے تھے اور عذاب سے خوف نکرتے لہذا نفاق مین پڑے۔ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ اور شک قبول کیا اُن کے دلون نے۔ شک کی اضافت دلون کی طرف اسلئے کہ وہی معرفت و ایمان کا مقام ہے پس جب ایقان نہ تھا بلکہ اسمین شک داخل ہوا۔ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ۔ پس وہ اپنے شک مین متحیر ہین یعنی اُن کے دلون کے قبول نے یہ نتیجہ دیا کہ وے شک مین متحیر ہین نہ مومنون کے ساتھ اور نہ کافرون کے ساتھ پھر اُن کی تقدیری خواری کا بیان فرمایا بقولہ۔ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً اور اگر وہ لوگ جہاد مین نکلنا چاہتے تو البتہ اُس کے لئے سامان جمع کرتے یعنی پہلے سے اطلاع دیگئی تھی تو چلنے کے وقت تک اگر چاہتے تو بہت سامان جمع ہو سکتا تھا۔ وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ یہ استدراک از مفہوم سابق ہے کیونکہ لو ارادوا الخروج سے نکلا کہ وے لوگ نکلے نہین اور نہ سامان کیا پس اس سے استدراک کیا۔ گویا یون کہا گیا کہ نکلے نہین بلکہ توقف مین ڈالے گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کا انبعاث مکروہ رکھا۔ فَثَبَّطَهُمْ پس نامردی اور کسل کی وجہ سے اُن کو متوقف ڈال دیا حاصل آنکہ رضائے آلٰہی نہ تھی کہ منافق لوگ جہاد مین نکلین پس اُنکو ممنوع کر دیا۔ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ۔ اور اُن سے کہا گیا کہ بیٹھنے والون کے ساتھ بیٹھے رہو۔ بعض نے کہا کہ کہنے والا شیطان تھا اُسنے بطور وسوسہ اُن کے دل مین ڈالا اور بعض نے کہا کہ آپس مین اُنھون نے یہ باتین کہی تھین بعض نے کہا کہ حضرت صلعم نے اُنکی اجازت مانگنے کے وقت ایسا کہا تھا۔ اور شیخ مفسر رح وغیرہ نے کہا کہ یہ قول تقدیری ہے یعنی

اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق مین ایسا مقدر کیا ہو۔ و بیضاوی ؒ مین ہو کہ قیل سے فی الحقیقۃ صیغہ امر کا وقوع مراد نہین ہو بلکہ اُن کے دلون مین جہاد کی کراہت ڈالے جانے کی مثال ہو۔ اور قاعدین مین احتمال ہو کہ معذور لوگ ہون یا غیر معذور ہون اور بہر حال ان لوگون کے حق مین مذمت سے خالی نہین ہے کیونکہ عورتین لڑکے اور لنجے اپاہج مراد ہین تو ان تندرست لوگون سے معذورون کا ساتھ دینا اُن کے حق مین عیب ہو اور اگر ایسے لوگ مراد ہون جو بلا عذر بیٹھ رہے تو جو اُن کے ساتھ بیٹھ رہے وہ اُنھین کا مقتدی ہے اگر کہا جاوے کہ منافقون کا آنحضرت صلعم کے ساتھ نکلنا دو حال سے خالی نہین یا تو اسمین مصلحت ہوگی یا مفسدہ ہوگا پس اگر مصلحت ہو تو اللہ تعالیٰ نے قولہ ولکن کرہ اللہ انبعاثھم الخ کیون فرمایا اور اگر مفسدہ تھا تو آنحضرت صلعم کو کیون فرمایا کہ لم اذنت لھم الآیۃ۔ جواب دیا گیا کہ قولہ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم۔ مین آنحضرت صلعم کو عتاب نہین بلکہ تلطف تھا جیسا کہ مذکور ہو چکا اور منافقون کے وہان نکلنے مین بڑا سخت فساد تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ

اگر نکلتے تم مین کچھ نہ بڑھاتے تمہارا مگر خرابی اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر بگاڑ کروانے کی تلاش

وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ

اور تم مین بعضے جاسوس ہین اُنکے اور اللہ خوب جانتا ہے بے انصافون کو کرتے رہے ہین تلاش بگاڑ کی آگے سے

وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝

اور اُلٹتے رہے ہین تیرے کام جبتک آ پہونچا سچا وعدہ اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے

لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ اور اگر یہ منافق نکلتے تو تم مین یعنی تمہاری جماعت مین یا فیکم بمعنی معکم ہے یعنی تمہارے ساتھ مین۔ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا تو نہ زیادہ کرتے تمہارے لیے مگر خبال یعنی شر و فساد بڑھاتے۔ اس استثنا مین دو قول ہین اول آنکہ استثنا منقطع ہو یعنی الا بمعنی لکن ہو تقدیر یہ کہ ما زادوکم قوۃ ولکن طلبوا لکم الخبال یعنی اُن سے تم کو کوئی قوت نہ بڑھتی ولیکن تمہارے بیچ مین وے فساد پھیلانا چاہتے۔ اعتراض کیا گیا کہ استثنا منقطع تو مفرغ نہین ہوتا حالانکہ یہان مستثنیٰ منہ مذکور نہین پس استثنا منقطع نہین۔ کذا قال الکشاف والبیضاوی وابو السعود وغیرہم اور خفاجی ؒ نے کہا کہ اسمین بحث ہو اسواسطے کہ جب قرینہ دلالت کرتا ہو تو منقطع کے مفرغ ہونے مین مضائقہ نہین ہو جیسے کسی سے کہا جاوے کہ ما انیسک فی البادیہ۔ جنگل مین تمہارا کون انیس ہو اور وہ جواب دیوے کہ۔ مالی بہا الا الیعافیر۔ سوائے یعافیر کے میرا کوئی انیس نہین ہو تو یہ روا ہو حالانکہ مستثنیٰ منہ مذکور نہین ہو اور مترجم کہتا ہو کہ مثال مذکور کا استثنا منقطع ہونا غیر مسلم ہو پس بدون شاہد کے محض منع و اعتراض متوجہ نہین فافہم۔ واضح ہو کہ باعث اس تکلف کا یہ وہم واقع ہوا کہ ما زادوکم الا خبالا۔ مین اگر ان لوگون نے فساد کو صرف زیادہ کیا تو کیا اصلی فساد انہین پہلے سے موجود تھا حالانکہ یہ صحیح نہین ہو اور بیضاوی وغیرہ نے قول دوم اختیار کیا کہ استثنا مذکور متصل ہے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خبال اُن مین موجود ہو حتیٰ کہ اگر منافق ساتھ نکلتے تو اسکو بڑھا دیتے کیونکہ زیادتی تو باعتبار اسم العام کے ہو اور وہ لفظ شے ہے ما زادوکم بحز و جہہ شیئا الا خبالا۔ یعنی نہ زیادہ کرتے تمہارے لیے اپنے نکلنے مین کچھ بھی مگر خبال۔ وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ اے ولاسرعوا مشون بینکم بالنمیمۃ۔ یعنی چغلی و لگائی بجھائی کے گھوڑے تمہارے درمیان تیز دوڑاتے۔ ایضاع تیز رفتاری۔ وضع البعیر وضعا۔ اونٹ تیز چلایا اور یہان مومنون کے درمیان فساد کی باتین پھیلانا مراد ہے یا اسطرح کہ شکست کھا کر بھاگتے تو تم مین رعب و فساد ڈالتے۔ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ جملہ حال از ضمیر اوضعوا۔ ہو یعنی تمہارے لیے فتنہ چاہتے ہین بایں طور کہ تم مین پھوٹ ڈالین یا تمہارے دلون مین رعب ڈالین۔ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ اور تم مین بعضے اُن کی

باتین سننے والے ہین یعنی بعضے اُن کی بات ماننے والے ہین یعنی ضعیف مسلمان جو اُن کی باتین سُنکر اُنکی اطاعت کرتے تھے یا جاسوس جو تمھاری باتین سُنکر اُن سے نقل کرتے تھے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ فیکم سماعون لهم یعنی اُن کے مطیع اور اُن کی باتون کی تحسین کرنے اور کلام کی تعریف کرنیوالے ہین پس وہ لوگ مسلمانون وکافرون سے بالفعل عداوت ڈالنا چاہتے ہین۔ مجاہد و زید بن اسلم نے کہا کہ تم مین جاسوس ہین کہ تمھارے اخبار نقل کرتے ہین لیکن اس تقدیر پر منافقون کیساتھ نکلنے کی کوئی خصوصیت نہین ہے اور معنی اول اظہر اور قتادہؒ و ایک جماعت کثیر سے مروی ہے اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول۔ وغیرہ اپنی قوم مین اشراف تھے اور اسکی دوستی مین شک جاتا تھا اور اس قوم مین کچھ لوگ اُنکی محبت وطاعت والے تھے جو اُن کے اقوال مین اُن کی پیروی کرتے تھے۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظّٰلِمِينَ۔ اور اللہ تعالیٰ ظالمون سے خوب آگاہ ہے پس جو لوگ مخالفت احکام الٰہی ومعصیت سے اپنے اوپر ظلم کرتے ہین اللہ تعالیٰ اُن کو خوب جانتا ہے۔ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ۔ البتہ اُنھون نے اس سے پہلے فتنہ چاہا یعنی احد کے روز بھی منافقون کی جماعت راستے سے پھر گئے۔ اور ابن جریج سے روایت ہے کہ بارہ منافق تبوک سے واپس ہوتے وقت رات تاریک مین عقبہ پر جمع ہوئے تاکہ آنحضرت صلعم سے فریب کرین پس جبریل علیہ السلام نے آکر آگاہ فرمایا۔ اور اول اولیٰ ہے۔ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ۔ اور تقلیب کیا تیرے لئے اُمور کو۔ ایسی تدبیرین نکالین اور رائین دوڑائین حیلے نکالے کہ تیرے امر کو اور تیرے ساتھیون کو متفرق کرین۔ اول جب آپ مدینہ تشریف لائے تو یہود ومنافق سب دشمن تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے بدر کے روز ایسی کھلی فتح دی تو عبداللہ بن ابی منافق نے لوگون سے کہا کہ یہ کام تو چلا پس مصلحت یہ ہے کہ اُن مین شریک ہو جاؤ پس ظاہر مین داخل اسلام ہو گئے لیکن جب کوئی امر ایسا ہوا جو شوکت اسلام کا باعث ہے تو اُن کو غیظ وملال ہوا۔ حَتّٰى جَاءَ الْحَقُّ۔ یہانتک کہ آئی تائید ونصرت الٰہی۔ وَظَهَرَ أَمْرُ اللّٰهِ۔ اور ظاہر ہوا امر اللہ کا یعنی دین اللہ تعالیٰ کا۔ وَهُمْ كٰرِهُونَ۔ حالانکہ یہ منافق لوگ کراہت کرنیوالے رہے۔ قال البیضاوی رحؒ وغیرہ دونون آیتین آنحضرت صلعم ومومنون کی تسلی کے لیئے ہین کہ اُن کے بچھڑنے سے تمھارا کچھ نقصان نہین ہے اور بیان اُن کے توقف ووجہ کراہت خروج کا اور اُن کی پردہ دری ہے — فی العرائس قولہ تعالیٰ عفا اللہ عنک لم اذنت لهم اللہ تعالیٰ کی سنت مین سے ہے کہ جب غرائب علم اور نوال قرب ولطائف وصل سے کوئی خزانہ اپنے کسی حبیب وصفی دینی پر کھولنا چاہتا ہے تو ایک بندہ ہویا کئی ہون ان کو محل امتحان مین ڈال کر اُس پر کوئی ایسی لغزش جو شان ممکنات سے ہے جاری کر دیتا ہے تاکہ غیبت کی وجہ سے اس کا سینہ تنگ ہو اور اُس کے قلب کو فراق کی تلخی پہونچے اور ندامت سے اُس کی روح پگھل جاوے اور خوف عتاب سے اسکی عقل کو حیرانی ہو اور پردۂ حجاب سے بدن سوختہ ہو پس اسکے بعد اسکے مطلع قلب سے آفتاب عزت وجلال کا طلوع ہوتا ہے اور اُس کے مشرقستان روح سے صبح وصال چمکنا شروع ہوتی ہے اور انوار صفات اُسکے ذہن اسرار سے ظاہر ہوتے ہین اور ارض فواد مین سبحات ذات کی روشنی ملتی ہے اور انوار افعال سے مجمع عقل منور ہوتا ہے پس بعد قبض سابق کے بندہ حالت بسط مین مشاہدہ بدیہیہ وصلت ابدیہ وخطاب سرمدیہ دیکھتا سنتا ہے پس اُسکے انوار کیسا تھ ازل وابد کے میدان مین بازوئے نور سے اڑتا ہے اور جو ذلت اسکو حاصل ہوئی تھی وہ اب عزت ہو گئی اور جو گناہ تصور کیا گیا تھا وہ اب کشف ووصال ہو گیا اور اللہ تعالیٰ سبحانہ اسکے گناہ کو تمام جہان کی نیکیون سے مقابلہ فرماتا ہے کیونکہ یہ بندہ تو ازل مین اسکی محبت کے ساتھ سرفراز تھا اور قدم مین اُس کے قرب سے مختار تھا اسکے سئیات کاملین حسنات ہین اور اُن کو سیئہ تو باعتبار اُسکے مرتبہ کے کہتے ہین پس اسکی لغزشین سب قربات ہین کیونکہ زمین مین وہ اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہر عارف اپنے عرفان کے لائق آداب مین ماخوذ ہے پس اگر بندہ عام ہے تو اللہ تعالیٰ کی ثنا وصفات معلوم کر کے یقین کر کے اسی پاک معبود کی عبادت کرے اور یقین کامل رکھے پھر اُس سے اللہ تعالیٰ کسی وقت اونچے درجہ پر پہونچا دے تب یہ شخص

زیادہ ادب کے مقام میں ہے پس اگر وہان بھی زبانی ذکر کرے یا نماز مین بالکل دل سے حاضر نہ ہو تو بہت بعید ہوگا اگرچہ اسوقت مین اس کا زبانی ذکر کرنا درحقیقت گناہ نہین ہے لیکن اُسکے رتبہ کے موافق گناہ ہے۔ پس اُسکو یاد رکھنا چاہیے پس یہی شیخ نے لکھا کہ اُس کے سیئات نیکیان ہوتی ہین وہ تمام بندون مین اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ بندہ ہے۔ اسکی سب حرکتین پسندیدہ واقع ہوتی ہین اور اُس کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے نزدیک مستحسن ہوتے ہین اور یہی شان احباب و محبوب مین جاری ہے کیونکہ جو خود محبوب و معشوق ہے جو کوئی امر اُسکی طرف سے ظاہر ہو وہ بھی اچھا ہوگا ؎ فان لطفت جارت بکل ملاحۃ ؎ وان سکنت جارت بکل جمیل ؛ اسکی ملاحت و حسن صورت ہر گناہ کے واسطے شافع ہے جو کچھ کرے سب دل سے محو ہے اور جو خوبی ہے سب اُسکی طرف سے دل مین ثابت ہے کسی ملامت کرنیوالے کا کلام مؤثر نہین اور کسی عتاب کرنیوالے کا حکم نہین بلکہ اس سے اور بھی آتش عشق دونی ہوجاتی ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم پر عتاب سے پہلے عفو کو بیان فرمایا۔ اور حکمت ہے کہ خطاب عتاب کے جلال مین بسبب ہیبت و عظمت کے فنا نہ ہوجاتے پہلے عفو سے تلطف فرمایا اور یہ اسی کے واسطے ہے جسکی معرفت کامل ہوگیا نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اعرفکم باللہ واخوفکم منہ۔ یعنی تم مین سے مین سب سے زیادہ عارف بحق تعالیٰ اور سب سے زیادہ اس سے خوف کرنیوالا ہون بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جب انبیاء و اولیاء مین سے کسی کو معتوب فرماتا ہے تو کلام عتاب سے پہلے یا اس کے پیچھے ایک نیک فعل کا ذکر فرماتا ہے جیسے یہان فرمایا عفا اللہ عنک شیخ حسین بن منصور رح نے کہا کہ اہل بسط اپنی اپنی مقدار و اختلاف مقامات مین ہے اور ہر ایک اپنے حظ کو بطاعت الٰہی حاصل کرتا ہے اور ادب کو حضور مین بجا لاتا ہے اور جو نہین استعمال مین لاتا وہ ادب دیا جاتا ہے پس بعض کو ادب دینے سے پہلے انس دیا گیا اور بعض کو ادب دینے کے بعد انس دیا گیا اور یہ امر ہر ایک کے مختلف مقامات کے لحاظ سے ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل تادیب کے انس عطا ہوا کیونکہ اگر بعد تادیب کے انس عطا ہوتا تو قرب حق کے سبب سے خطور مین ہوتا اور یہ بات یون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جسکو چاہو اجازت دیدو۔ کمافی سورۃ النور۔ فاذن لمن شئت منہم۔ پھر اسی پر ادب دینے کے طور پر فرمایا عفا اللہ عنک پس اگر امر مذکور نہ ہوتا تو البتہ از خود فانی ہوجاتے۔ حضرت نوح علیہ السلام سے حکایت فرمائی کہ اپنے بیٹے کی نسبت دعا مین کہا کہ میرا بیٹا میرے اہل مین سے ہے یعنی جبکہ وہ طوفان مین غرق ہونے لگا۔ پھر نوح علیہ السلام کو بہت ادب دینے کے طور پر فرمایا کہ انہ لیس من اہلک۔ وہ تیرے اہل مین سے نہین ہے الی قولہ انی اعظک ان تکون من الجاہلین پس اگر بعد تادیب کے انس نہ دیا جاتا تو خطور مین پڑ جاتے اور یہ نوح علیہ السلام کا مقام ہے اور جس کسی کو فضیلت نظر آتی ہے درحقیقت اسمین قصور نہین بلکہ ہر ایک کیلیے ایک مرتبہ خاص ہے۔ شیخ نے لکھا کہ یہان عجائب خطاب مین سے مجھے ایک نکتہ لطیف ظاہر ہوا کہ مسامحہ و انس کا لفظ جو جاری ہوا ہے وہ فعل ماضی پر ہے اور فعل مستقبل پر نہین ہے اور کلام الٰہی ازلی ہے پس ثابت ہوا کہ عفا اللہ عنک فی الازل قبل وجود العمل یعنی اللہ تعالیٰ نے ازل مین قبل وجود عمل کے عفو فرمایا۔ پس آپکے فواد کو اس سے کس قدر فرحت ہوئی ہوگی اور تعالیٰ نے اپنے فضل سے سابق سے عفو فرمادیا ہے پھر اُسکے ساتھ انبساط کا استعمال فرمایا بموضع استفہام از امر بطریق بسط و استیناس کے پس فرمایا عفا اللہ عنک لم اذنت لہم۔ اور اگر بجائے اسکے یون ہوتا کہ ان اللہ یعفو عنک۔ تو موقع خطاب مین بہت متوحش ہوتے کیونکہ جسکی امید ہے وہ ایسا نہین ہوتا جیسے پایا ہوا مستمر حکم کہتا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ صیغہ مستقبل مین اُمید ہے اور اسمین فی الحال نفس کو اسقدر وثوق نہین ہے جسقدر زمانہ ماضی پر ہے لہذا عفا اللہ عنک۔ مین زیادہ استیناس ہے بہ نسبت ان اللہ یعفو عنک کے۔ کیونکہ پھر اسمین نفس کو کسی قدر اضطراب ہے اور قولہ تعالیٰ لا یستاذنک الذین یومنون اللہ تعالیٰ نے صاف بیان فرمادیا کہ ولایت و نبوت گویا ایک چیز کے شگاف دیئے ہوے دو ٹکڑے کیے ہوئے ہین پس غیب سے جو امر واقع ہوتا ہے اُسکو ولی و نبی تو اپنے یقین و عرفان سے قبول کر لیتے ہین اور کوئی ولی کسی حال مین نبی سے مخالف نہین ہوسکتا اور کیونکر مخالف ہوسکتا ہے کیونکہ سر الہامی مین ولی کو نبی کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے پس وہ کسی حال مین اُسکے مخالف نہین ہوسکتا شاید

بعض امور ایسے ہین کہ اُنکے کنہ تک عوام کی رسائی نہ ہوسکے ولیکن کوئی ولی ہو اپنے نبی سے مخالف ہو تو جھوٹا ہو یعنی کوئی ولی اس سے مخالف ہو نہین سکتا ہے۔ واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ لایستاذنک الذین یومنون باللہ۔ جو بندہ کہ اجازت دادہ شدہ اجازت تام پائے ہوئے ہے پس وہ کیونکر اجازت مانگے گا۔ اگر کھڑا ہوا تو اجازت سے کھڑا ہوا اور اگر بیٹھا تو اجازت سے بیٹھا پس جو حرکات اسپر جاری ہوتے ہین یہ وہی ہین جن کے حق مین اسکو سابق اجازت ہو چکی ہے مترجم کہتا ہے کہ حاصل اس کلام کا یہ ہے کہ ازل کے علم محیط و علم تقدیر مین ہر ایک بندہ جن اعمال و حرکات کو یہان بجالاتا ہے اُنھین سے مامور ہو گیا ہے یعنی یہی اُس کے حق مین مقدر ہو چکے ہین اور وہ قبضۂ قضا و قدر مین مسخر ہو چکا ہے پس اہل ایمان جن اعمال کے پابند تھے اُن کے جملہ حرکات آمد و رفت و اُٹھنا بیٹھنا وغیرہ سب بحکم تقدیر ازلی اور وہین کی اجازت سے تھے پس اب وے کیا اجازت چاہین گے کیونکہ سابقہ ازل مین تمام فضل و کرم سے قبل اُن کے وجود کے اُن کو اجازت ان افعال کی حاصل ہو گئی جو کرتے ہین اور جو نہین کرتے اُن کی اجازت نہین ہے۔ فافہم قولہ تعالی ولو ارادوا الخروج لاعدوا لہ عدۃ۔ اسمین اللہ تعالی نے بیان فرمایا کہ بندون کا ارادہ واقع نہین ہوتا جب تک ارادۂ الٰہی متعلق نہ ہو کیونکہ فرمایا ولکن کرہ اللہ انبعاثہم ان منافقون سے صدق ارادت کی نفی فرمائی اور اگر ارادت مین صادق ہوتے تو جہان تک ممکن تھا اپنے آپ کو قربان کرنے سے قبول کر لیتے اور جب قبول نہ کیا اور بسبب طاقت بہانہ جوئی کی تو معلوم ہوا کہ ارادے سچ نہ ہوئے تھے بلکہ سقیم تھے پس اتنے نہ ہوئے کہ اپنے ارادون کے موافق جہاد کے لئے باہر ہو جاوین بلکہ اسی طرف پیچھے رہے۔ واضح ہو کہ اگر اسی طرح تیری طرف سے ہوا و ہوس کا زور ہو تو تجھے حیلہ و فریب کی راہین کھل جاوین۔ جیسے ان منافقون نے تمام دروغ چلے کئے اور باہر نہ نکلے جعفر صادق رح نے کہا کہ اگر وے لوگ اللہ تعالی کی معرفت رکھتے ہوتے تو شرماکر اپنی جان و مال سے اسکے واسطے خارج ہو جاتے اور ایک ہی حکم کے واسطے بالکل قربان ہو جاتے۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اگر وے لوگ توکل چاہتے تو اللہ تعالی ہی پر بھروسا کر کے اسکی راہ اختیار کرتے کیونکہ اسکی طرف یہی راہ ہے۔ قولہ ولکن کرہ اللہ انبعاثہم الخ۔ اہل نفاق جن کو قہر کے سانپ نے ڈسا اور تریاق کا وجود نہین ہے اُنکا حال بیان فرمایا کہ اللہ تعالی نے اُنکا نکلنا مکروہ رکھا پس زبان حکم سے اُن کو عبودیت کی طرف دعوت فرمائی اور سابق احکام ازلیہ مین اُن پر شقاوت جاری کی پس بدون کشف جمال ربوبیت کے وہ لوگ احکام عبودیت سے مخاطب تھے۔ اسے اُن کا امتحان کیا اور حکم سے اُن کو درگاہ کبریائی سے راندہ دیا۔ اعمال ادا کرنے کا حکم دیا اور احوال سے ممنوع فرمایا وہ پاک ہے جو چاہے کرے سب اسی کی مخلوق ہے جعفر صادق رح نے کہا کہ بندون سے حق کا مطالبہ کیا اور انکو اسکی اہلیت نہین دی پھر اُن کو معذور نہین فرمایا بلکہ اسپر ملامت کی۔ تو نہین دیکھتا کہ اُن کا مقولہ نقل فرمایا کہ وقالوا لاتنفروا فی الحر قل نار جہنم اشد حرا۔ شیخ ابن الفرجی نے کہا کہ مثل اسکی ایسی ہے کہ ایک ہی پانی برسا اور اُسنے اقسام شجر کو سیراب کیا مگر اُن کے پھل پھول مختلف ہین اور اگر گلاب کو پیشاب سے سینچا جاوے تو بھی اس سے وہی خوشبو آویگی اور تھوہڑ کو اگر گلاب سے سینچین تو وہی تلخ پھل ہاتھ آوینگے یہ وہی لطیفہ ہے جسپر توفیق قبولیت اور تردید لعنت جاری ہے۔ قولہ لقد ابتغوا الفتنۃ من قبل وقلبوا لک الامور الخ منافقون کا حال بیان فرمایا کہ حسد اُن مین سمایا ہوا اور معرفت نہایت قلیل بلکہ ندارد پس اللہ تعالی کے برگزیدہ بندون کی شناخت سے محروم ہو کر چاہتے تھے کہ اُنکو اللہ تعالی کی راہ سے باز رکھین اور اسمین کامیابی کی اُمید رکھتے تھے پھر جب انبیا و اولیا کو راہ راست مین مستقیم پایا تو ظلمات کفر و حسد مین جل گئے۔ شیخ سوسی رح نے کہا کہ اُنھون نے چاہا تھا کہ تو دنیا کی جستجو مین پڑ جاوے اور اسی طرف مائل ہو لیکن فضل الٰہی سے یہ نہوا بلکہ اللہ تعالی نے اپنے فضل سے تیرے سر باطن کو جملہ اشیا کی طرف میل کرنے سے پاک کر کے اپنی ہی طرف متوجہ کر دیا پس حق کھل گیا۔ اللہ تعالی نے روئے زمین کے خزانہ تجھپر کشادہ کر دیئے مگر تو نے ان چیزون سے سکون حاصل کرنے سے انکار کیا حالانکہ منافق تیری اس حرکت سے کراہت

رکھتے تھے کذا فی العرائس۔ پھر اللہ عزوجل نے منافقین کی جبلت مذمومہ کو تمام تفصیل بیان فرمایا جس سے دنیا میں بھی خوار و رسوا ہوئے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا وَاِنَّ جَهَنَّمَ

اور بعضے اُن میں کہتے ہیں مجھکو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑے ہیں اور دوزخ

لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ○ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ

گھیر رہی ہے منکروں کو اگر تجھکو پہونچے کچھ خوبی وہ بُری لگے اُن کو اور اگر پہونچے سختی

يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ○ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَا

کہیں ہم نے سنبھال لیا تھا اپنا کام آگے ہی اور پھر کر جاویں خوشیاں کرتے تو کہہ ہم کو نہ پہونچے گا

اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

مگر وہی جو لکھدیا اللہ نے ہم کو وہی ہے صاحب ہمارا اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسا کریں مسلمان

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ اور منافقوں میں سے بعض وہ شخص ہے کہ کہتا ہے کہ اجازت دیدیجیے اے محمد صلعم مجھکو یعنی مدینہ میں تخلف کرنے کی اور ساتھ نہ جانے کی اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے۔ جب آنحضرت صلعم نے غزوہ تبوک کے واسطے سامان کیا تو ایک روز جد بن قیس سے کہا کہ اے ابو وہب تجھے جلاد بنی الاصفر کی رغبت ہے اُس نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ میری قوم والے جانتے ہیں کہ میں عورتوں کا بہت حریص و فریفتہ ہوں اور مجھے خوف ہے کہ میں بنو الاصفر کی لڑکیاں دیکھکر بے صبر ہو جاؤں پس آپ مجھے اجازت دیدیں کہ میں یہیں رہ جاؤں اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے اور میں اپنے مال سے جہاد میں اعانت کروں گا پس اسی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ایسا ہی ابن عباسؓ و مجاہدؒ و بہت سے ائمہ تفسیر سے مروی ہے کہ یہ شخص جد بن قیس تھا۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اس شخص نے یہ علت نکالی حالانکہ سوائے نفاق کے اسمیں کچھ علت نہ تھی۔ جد بفتح جیم۔ ایک شخص اشراف بنو سلمہ سے منافق تھا اور صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے بنو سلمہ کو فرمایا کہ تمھارا کون سردار ہے بولے کہ جد بن قیس لیکن ہم اُسکو بخیل جانتے ہیں تو فرمایا کہ بخل سے بدتر کون بیماری ہے تمھارا سردار یہ گورا چٹا گھونگروالا بشر بن البراء بن معرور ہے۔ جلاد بکسر جیم از جلد یعنی شمشیر زنی کرنا یقال جالدتہ بالسیف و بالسوط یعنی میں نے اسکو تلوار ماری و کوڑا مارا۔ اور یہاں مراد مجالدۃ از باب مفاعلت ہے یعنی رومیوں سے جہاد کی لڑائی کرنا۔ بنو الاصفر۔ اہل روم ہیں منسوب باصفر بن روم بن اسحاق بعض نے کہا کہ روم کا رنگ زردی مائل تھا اسلئے بنو الاصفر کہلائے بعض نے کہا کہ روم نے بادشاہ حبشہ کی دختر سے نکاح کیا تو اولاد گورے و کالے سے مل کر درمیانی رنگ کی پیدا ہوئی اور بعض نے کہا کہ ایک مرتبہ لشکر حبش نے غالب ہو کر رومی عورتوں سے اولاد جنائی وہی بنو الاصفر ہیں۔ کما فی مجمع البحار والقاموس وغیرہما۔ ابو وہب کنیت جد بن قیس مذکور ہے جس نے نفاق کا جواب دیا پس اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا۔ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا آگاہ رہو کہ ایسے منافق لوگ فتنہ میں گر پڑے یعنی جو فتنہ اُسنے بیان کیا وہ تو بنایا ہوا تھا مگر خبردار رہو کہ فتنہ یہی ہے جسمیں یہ شخص اور اُسکے مثل لوگ گرے یعنی جہاد میں آنحضرت صلعم کے ساتھ دینے سے بچھڑنا اور نفاق کا ظاہر ہونا پھر وعید فرمائی۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ اور البتہ جہنم ضرور کافروں کو محیط ہے۔ جملہ اسمیہ کو اتنی تاکیدات سے بحسب اقتضائے مقام بیان فرمایا اور جہنم کا محیط ہونا یعنی کافروں کا مجمع ہونا کہ جس سے اُنکو چھٹکارا نہ ہو گا اگرچہ آخرت میں ہو گا لیکن ایسا قطعی الوقوع ہے کہ جملہ اسمیہ سے جو مشعر دوام ہے بیان فرمایا اور اسمیں اشارہ ہے کہ ہمیشہ اسی میں طرح پڑے رہیں گے اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہوں کہ جہنم کے محیط ہونے کے اسباب یعنی خواہش نفس کی پابندی و شہوات کی پیروی

ان لوگون سے ظہور مین آتی ہی لہذا جہنم گویا ابھی اُن کو محیط ہی اور بالکافرین سے اشعار ہی کہ کفر اسکی علت ہی اور اشارہ ہی کہ اُن کے ایسے حرکات
یہ کفر ہین اور اُمید باقی رکھی کہ اگر کفر ترک کرین اور اُسپر نہ مرین تو نجات ہوسکتی ہی پھر اُن کے نفاق و جھوٹ کا حال بیان فرمایا۔ اِنْ تُصِبْكَ
حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۔ اگر تجکو اے محمد صلعم بعض جہادون مین کچھ بھلائی پہونچتی ہی یعنی فتح و غنیمت وغیرہ اگرچہ تھوڑی سی بھلائی ہو وہ
اُنکو دُکھ دیتی ہی اور ناگوار ہوتی ہی اُن کے دلی حسد و نفاق کا یہان تک مرتبہ پہونچا ہوا ہی۔ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ اور اگر تجکو کچھ
مصیبت پہونچتی ہی یعنی بعض جہادون مین کوئی سختی پیش آتی ہی اگرچہ تھوڑی ہو جیسے اُحد مین واقع ہوا پس یہ امر بمقتضائے حکمت بالغہ آلہی ہے
جیسے ہرقل بادشاہ روم نے آنحضرت صلعم کا حال ابوسفیان سے پوچھتے وقت کہا تھا کہ انبیا کے جہادون مین یہی ہوتا ہی کہ کسی وقت تک کبھی
مومنون کی فتح اور کبھی کفار کا غلبہ رہتا ہی آخر کار کامل غلبہ اسلام کو ہوجاتا ہی ولیکن بداعتقاد منافقون کا یہ حال ہی کہ جب اہل اسلام کو کچھ سختی
پیش آئی یعنی ظاہر نظر مین اگرچہ باطن مین شہادت وغیرہ سے اُنکی کرامت ہوتی ہی تاہم منافقون کا یہ مقولہ ہی کہ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَا
اَمْرَنَا ۔ خوشی مین بھرے ہوے اپنی رائے پر بھروسا کرتے ہوے کہتے ہین کہ ہم نے تو اپنا امر لے لیا تھا یعنی جہاد سے بیٹھ رہے اور بچاؤ کر لیا
تھا مِنْ قَبْلُ اس واقعہ سے پہلے ہی وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ اور منھ موڑتے ہین درحالیکہ فرحناک ہین یعنی تم لوگون کے ادبار و مصیبت سے بھی خوش ہوتے
ہین۔ اس کلام مین اشارت ہی کہ دین اسلام یا اہل اسلام کی مصیبت پر خوش ہونا اس راہ سے نفاق ہی اور کلام معرض مذمت مین مشعر ہی کہ امر مقدر
کسی احتیاط سے نہین رُکتا پس خلاف شرع اُسکی تدبیر کرنا مذموم ہی اور عقل جزوی و تدبیر پر بھروسا کرنا شرک ہی پس حواس و عقل کو کام مین لانا
جہان تک مطابق شرع ہی وہ ایک امر ہی کہ انسان پر لازم کیا گیا حتی کہ زہر نہ کھاوے اور شیر کے منھ مین خود نہ جاوے ولیکن تدبیر پر اعتماد نہین ہے
اور تمام اعتماد اللہ تعالیٰ پر ہی لہذا فرمایا۔ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۔ تو کہدے اے محمد صلعم کہ ہرگز نہ پہونچیگا ہم کو مگر
وہی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے واسطے لکھ دیا۔ هُوَ مَوْلٰىنَا وہی ہمارا ناصر و حافظ ہی وہی ہماری جانون سے بھی ہمارے لئے اولیٰ ہی۔ حاصل آنکہ
ہر نیکی و بدی جو انسان کو پہونچنے والی ہی سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ مین مکتوب و مقدر کردی ہی اور وہ خالق اپنے مخلوق پر زیادہ مہربان ہے
جو اُسنے لکھا سب عین حکمت ہی پس وہ ضرور انسان کو پہونچیگی کسی تدبیر سے نہ کوئی نفع اُس کے خلاف مل سکتا ہی اور نہ کوئی ضرر دفع ہوسکتا
ہے پس خلاف شرع تدبیر مذموم ہی اور اعتماد کسی تدبیر پر جائز نہین۔ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی پر
مومنون کو توکل کرنا چاہئے سبھی پر فرض ہی کہ اسی پر توکل کرین لیکن کافر تو مشرک و کافر ہین وہ اور چیزون پر اعتماد کرکے شرک کرتے اور احکام
آلہی سے کفر کرتے ہین لہذا مطیع بندون مومنون کو ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرین کیونکہ یہی لوگ توفیق سے سرفراز ہین ف
فی العرائس قولہ تعالیٰ قل لن یصیبنا الا ماکتب اللہ لنا۔ ازل مین انبیاؤ و اولیا کے لئے یہی لکھا گیا کہ سعادت ولایت اور شرف نبوت و حقیقت
وصل و لطائف علوم مشاہدہ اُنکو حاصل ہون اور جو امور کہ بظاہر بصورت بلیات اُن کو پہونچتے ہین وہ اُن کے احوال کی ترقی ہین کیونکہ اللہ تعا
نے اُن کے دلون کو نور رضا سے منور فرمایا ہی پس جو امر اُسکی طرف سے پہونچا اُسکو عین رضامندی سے قبول کرکے مقام قرب مین بلند درجہ
پایا پس ہر امر خواہ مکروہ ہو یا گوارہ ہو اُن کیلئے بہتر ہے مترجم نے کہا کہ حدیث مین ہی کہ مومن کا حال بہت خوب ہی کہ اُسکی ہر بات اُس کے
حق مین بہتر ہی چنانچہ امر گوارا پہونچا تو اُسنے شکر کیا تو بھلائی ملی اور امر ناگوار پہونچا تو اُسنے صبر کیا تو بھلائی ملی پس ہر طرح بھلائی پائی اور یہ سوائے
مومن کے اور کسی کے واسطے نہین ہی والحدیث فی السنن و الصحیح۔ بالجملہ یہ بندے اس معاملہ مین بنصرت آلہی محفوظ ہین اور اسی پر متوکل و راضی ہین
اور جیسے حق تعالیٰ نے فرمایا یقین کرتے ہین کہ ہو مولٰنا یعنی وہی ہمارا مولیٰ ہی اور اس محبت مین جو امر کہ دوسرون پر ناگوار ہی وہ بمحبت ایمانی ان پر

گوارا ہو اور مومن کی یہی شان ہو لہذا فرمایا۔ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ بعض مشائخ نے کہا کہ مومن عارف ہوتا ہو اور عارف وہ ہو جس پر قضا و قدر سے جو امور وقتاً فوقتاً جاری ہوں اُن میں اُسکو سکون ہو اور کسی بات سے ترشرو نہ ہو۔ پھر اللہ تعالی نے منافق و کافر جاہلوں کو ایسے پسندیدہ طور سے متنبہ کرنے کا حکم دیا جس سے سمجھ لیں کہ بندہ مطیع ہر حال میں بفوز عظیم ہو جیسے غیر مطیع و منافق ہر حال میں فی الواقع خائب خاسر ہو بقولہ تعالی

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَآ إِلَّآ إِحْدَى ٱلْحُسْنَيَيْنِ ۖ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَن يُصِيبَكُمُ ٱللَّهُ

تو کہہ تم کیا چیتوگے ہمارے حق میں مگر دو خوبی میں سے ایک اور ہم اُمیدوار ہیں تمھارے حق میں کہ ڈالے تم پر اللہ

بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِۦٓ أَوْ بِأَيْدِينَا ۖ فَتَرَبَّصُوٓا۟ إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ ۝

کچھ عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سو منتظر رہو ہم بھی تمھارے ساتھ منتظر ہیں

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ ایہا المنافقون ان یقع بِنَآ إِلَّآ إِحْدَى ٱلْحُسْنَيَيْنِ۔ تربصون صیغہ خطاب ہو دراصل تتربصون بدو تا تھا جنمیں سے ایک تا حذف ہوئی جیسا کہ باب تفعل میں مطرد ہو اور معنی اُسکے تنتظرون۔ اے تم انتظار کرتے ہو۔ قولہ بنا متعلق بفعل محذوف اے ان یقع بنا۔ یہ کہ ہمارے ساتھ واقع ہو۔ استفہام توبیخی ہو۔ الحسنیین تثنیہ حسنی تانیث احسن ہو۔ یعنی بہت بھلی بات باعتبار انجام کے اور دونوں بھلی باتوں کی تفسیر ابن عباس و مجاہد وغیرہ ہما سے نصرت و شہادت مروی ہو۔ المعنی تو کہدے اے محمد صلعم کہ کیا تم انتظار کرتے ہو اے منافقو یہ کہ واقع ہو ہمارے ساتھ کوئی امر سوائے ایک کے دو بہت بھلائیوں سے۔ خواہ تم پر و کافروں پر فتحمندی یا ہمارے لئے شہادت کیونکہ مسلمان جب اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کو گیا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اُسکو ثواب و مال غنیمت ملیگا اور یا شہید ہو کر جنت پا دیگا جو کہ سب سے نیک انجام ہو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہو کہ اللہ تعالی نے کفالت فرمائی ایسے بندہ کے لئے جو اسکی راہ میں جہاد کو نکلا درحالیکہ راہ الہی میں جہاد و تصدیق کلمہ کے سوائے کسی امر نے اُسکو اُسکے گھر سے نہیں نکالا ہو اس بات کی کفالت کہ اُسکو جنت میں داخل کر دیگا یا جہاں سے نکلا تھا وہیں اُسکو واپس کر دیگا اجر و غنیمت کیساتھ کما فی الصحاح۔ حاصل آنکہ منافقوں کو ملامت ہو کہ اہل ایمان کے حق میں انھیں دو باتوں میں سے ایک کا انتظار کرتے ہیں اُسکے سوا اُسکے اور کیا انتظار کرتے ہیں حالانکہ یہ ہر ایک بات بہت بھلی ہو کیونکہ انجام بہت نیک ہو پھر خود منافقوں کی حکمت عملی کا انجام بتلایا کہ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اور ہم تمھارے حق میں انتظار کرتے ہیں دو باتوں میں سے ایک بات کے وقوع کا۔ أَن يُصِيبَكُمُ ٱللَّهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِندِهِۦٓ ایک یہ کہ پہونچائے تم کو اللہ تعالی اپنے پاس سے کوئی عذاب یعنی آسمان سے کوئی عذاب تم پر آئے جسمیں ہمارا لگاؤ نہ ہو جیسے صیحہ و پتھر برسنا وغیرہ کا عذاب اگلی اُمتوں کے نافرمانوں پر آیا أَوْ بِأَيْدِينَا یا تم کو ہمارے ہاتھوں سے عذاب پہونچائے مثلاً اسطرح کہ ہم کو منافقوں کے قتل کا حکم دیدے پس ہم اسکی طاعت میں تم کو قتل و قید و غارت کریں۔ حاصل آنکہ تمھارا انجام انھیں دونوں باتوں میں سے ایک بات کی طرف ہو پس معلوم ہوا کہ تمھارا برتاؤ بہت خراب ہو جسکا انجام ایسا خراب ہو۔ فَتَرَبَّصُوٓا۟ آپس تم انتظار کرو ہمارے حق میں اس امر کا جو مذکور ہوا۔ إِنَّا مَعَكُم مُّتَرَبِّصُونَ۔ ہم بھی تمھارے ساتھ منتظر ہیں یعنی تمھارے انجام کار کے منتظر ہیں۔ فتربصوا۔ میں فا فصیحہ ہے اور صیغہ امر سے امتثال مقصود نہیں بلکہ تہدید ہے یعنی اپنے بد انجام کو سنکر اگر یہ برتاؤ نہیں چھوڑتے ہو تو اچھا ہمارے لیے منتظر رہو انجام نیک دیکھو اور ہم بھی منتظر ہیں کہ ناچار تمھارا بد انجام دیکھیں کیونکہ جو ہر ایک کا انجام مذکور ہوا اُس سے تجاوز نہیں ہو سکتا پھر منافقوں کی نماز روزہ وغیرہ اعمال بدنی اور جہاد میں مال خرچ کرنے کی مدد وغیرہ کا جو نفاق سے بدون صدق یقین کے کرتے تھے قبول نہ ہونا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالی۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۭ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ○

تو کہہ مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہوگا تم سے تحقیق تم ہو رہے ہو لوگ بے حکم

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ

اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا ان کے خرچ کا مگر اسی پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اسکے رسول سے اور نہیں آتے نماز کو

اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ○ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ

مگر جی ہارے اور خرچ نہیں کرتے مگر برے دل سے سو تو تعجب نہ کر ان کے مال اور اولاد سے

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○

یہی چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب کرے ان چیزوں سے دنیا کے جیتے اور نکلے ان کی جان جبتک وہ کافر ہی رہیں

قُلْ اَنْفِقُوْا ۔ فی طاعۃ اللہ طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۔ طائعین او کارہین ۔ لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۔ انفقتموہ ۔ کہدے اے محمد صلعم کہ خرچ کرو اے منافقو طاعت الٰہی میں طوعًا یا کرہًا یعنی درحالیکہ تم طائع ہو یا کارہ ہو ہرگز تم سے قبول نہ کیا جائیگا جو کچھ تم نے خرچ کیا۔ اگر کہا جاوے کہ منافق کب بطوع و رغبت خرچ کرتے تھے کیونکہ ہمیشہ کراہت سے خرچ کرتے بدلیل قولہ ولا ینفقون الا وہم کارہون۔ پھر یہاں کیونکر ان کو طوع سے خرچ کرنیکا حکم دیا۔ تو جواب یہ ہے کہ طوع سے خرچ کرنا باعتبار ظاہر کے کیونکہ منافق لوگ نفاق سے ظاہر میں ایسے خرچ کرتے کہ بطوع و رغبت معلوم ہوتا اور آگے جو اللہ تعالیٰ نے خبر فرمائی کہ ولا ینفقون الا وہم کارہون۔ تو یہ واقعی حقیقت کا بیان ہے یعنی درحقیقت تو کراہت ہی سے خرچ کرتے تھے اور بعض نے جواب دیا کہ طوع بمعنی رغبت نہیں بلکہ طوع سے وہ خرچ جو بدون اللہ تعالیٰ و رسول کے لازم کرنے کے ریاکاری و دکھلانے کو ہووے۔ اور کرہًا جو اللہ تعالیٰ و رسول کے لازم کرنے پر ہو۔ یعنی قولہ انفقوا طوعًا او کرہًا۔ خرچ کرو تم بدون اللہ تعالیٰ و رسول کے لازم کرنے کے یا دونوں کے لازم کرنے سے پس لازم کرنے کو کرہ اسواسطے کہا کہ یہ لوگ منافق تھے پس خرچ کرنا ان پر لازم کرنا ایسا شاق تھا جیسے کسی پر اکراہ و زبردستی کی جاتی ہے۔ اور بعض نے جواب دیا کہ طوعًا سے وہ خرچ جو منافقوں کے سرداروں کی طرف سے بلا اکراہ ہو۔ اور کرہًا وہ جو ان کے سرداروں کی اکراہ سے ہو کیونکہ سردار نفاق مصلحت دیکھکر تابع منافقوں کو مال خرچ کرنے پر اکراہ کرتے یعنی خرچ کرو چاہو بدون اکراہ اپنے سرداروں کے یا ان کے اکراہ کرنے سے بہرحال تم سے ہرگز مقبول نہ ہوگا۔ سوال ہوا کہ انفقوا طوعًا میں طوع کا اعراب کیونکر ہے جواب یہ کہ طوع و کرہ ہر دو مصدر بمعنی اسم فاعل ہیں اور نصب بوجہ حال ہونے کے یعنی انفقوا طائعین او کارہین تم لوگ خرچ کرو درحالیکہ طائع ہو یا کارہ ہو۔ سوال ہوا کہ انفقوا صیغہ امر سے خرچ کرنے کا حکم دیا پھر لن یتقبل سے کیوں عدم قبول فرمایا۔ جواب دیا گیا کہ معنی اس کے شرط و جزا ہیں یعنی اگر تم خرچ کرو تو قبول نہ ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ عدم قبولیت کا انفاق سے مشروط ہونا مستنبط نہیں ہے اور صحیح جواب بیضاوی رحمہ مفسر وغیرہ کا ہے کہ یہ امر بمعنی خبر ہے یعنی تمہارے نفقات قبول نہیں خواہ طوعًا خرچ کرو یا کرہًا۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ اسکا فائدہ یہ کہ قبول نہونے میں ہر دو انفاق کے مساوات ظاہر ہوگئی گویا ان کو حکم ہوا کہ امتحان کرو خرچ کرکے دیکھو بھلا قبول ہوتا ہے یا نہیں پس ہرگز قبول نہوگا۔ اور یہ کلام پاک جواب ہے جد بن قیس منافق کا جس نے آنحضرت صلعم کے استنفار کے وقت کہا تھا کہ مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے یعنی جہاد کیلئے نکلنے کو بلانا[۱۲] یہیں رہنے دیجئے اور میں اپنے مال سے آپ کی مدد کروں گا۔ قبول نہ ہونا دو باتوں کو محتمل ہے ایک یہ کہ منافق اگر مال لاویں تو ان سے امام نہ لیوے اور دوسرا یہ کہ منافقوں کو ثواب نہ ملے گا پھر قبول نہ ہونے کی وجہ بیان فرمائی بطریق استیناف کے بقولہ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۔ لے انکم کنتم کافرین یعنی تمہارا انفاق

کسی طرح ہو قبول نہ ہونا اس لئے کہ تم قوم کافر تھے اور کافر کی کوئی طاعت قبول نہین بدین معنی کہ آخرت مین اسپر ثواب نہ پاویگا۔ لہذا علما کا اجماع ہی کہ عبادات صحیح و ثواب مترتب ہونے کے واسطے ایمان و دلی تصدیق ضروری ہی اور علما حنفیہ نے کہا کہ کفار فروع اعمال شرع سے مکلف و مخاطب نہین بلکہ ایمان لانے سے مکلف ہین اور شافعیہ نے کہا کہ مکلف ہین اور فائدہ یہ کہ عذاب مین زیادتی ہو اور بعد تامل کے کفار کا ایمان نہ لانا متضمن ترک جمیع حسنات ہی پس عذاب ضعیف بحکم قولہ تعالی لکل منکم ضعف الآیۃ ہر کافر کے لئے ثابت ہی۔ اس تفسیر سے واضح ہوا کہ فاسق سے مراد کافر ہے چنانچہ کلام مابعد جو اس جملہ کے لئے بیان و توضیح ہی اُسپر دلالت کرتا ہی یعنی قولہ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ بتا، فوقیہ قراۃ حفص و اکثر اور بیا، تحتیہ قراۃ حمزہ و کسائی کیونکہ فاعل مونث حقیقی نہین یعنی۔ نَفَقَاتُهُمْ لے ما منعہم قبول نفقاتہم نہین محروم رکھا اُنکو اُنکے نفقات مقبول ہونے سے۔ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ۔ الا کفرہم بہا مگر ان باتون نے جنمین سے اول یہ کہ اُنھون نے اللہ تعالی کے ساتھ و اُسکے رسول برحق محمد صلعم کے ساتھ کفر کیا یعنی درحقیقت کفر کیا۔ اگرچہ ظاہر مین اقرار کہتے تھے پس زبانی اقرار کچھ مفید نہین ہی۔ سوال ہوا کہ اللہ تعالی کے قائل تھے جواب یہ کہ حدیث وفد عبدالقیس مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے توحید کی یہ تفسیر فرمائی کہ گواہی دے کہ لا آلہ الا اللہ و محمد رسول اللہ۔ لہذا علما کا اتفاق ہے کہ بدون صادق اقرار نبوت آنحضرت صلعم کے توحید پوری نہین ہی بھید یہ کہ اللہ تعالی پر ایمان اسکے صفات کمالیہ عظمت و جلال کی معرفت سے ہی کیونکہ حقیقت اسکی برتر از خیال و قیاس و گمان و عقل جزوی ہی اور بدون ارشاد و ہدایت نبوت کے آدمی ایسے اُمور کا جناب باری تعالی و تقدس مین گمان کریگا جو لائق نہین پس وہ اللہ تعالی کا قائل نہو گا بلکہ اپنے مظنون کا معتقد و اُسی پر مومن ہوگا اسی واسطے مشرکین مکہ باوجودیکہ اللہ تعالی کو خالق آسمان و زمین کہتے تھے مشرک ہوئے کہ بتون کا اشراک جائز جانتے حالانکہ اللہ تعالی سبحانہ وہ ہی کہ وہان کسی شرک کو دخل نہین پس درحقیقت اللہ تعالی سے منکر و کافر ہوئے اسیطرح اہل کتاب یہود و نصاری کہ جو بیٹا وغیرہ نعوذ باللہ من ذلک ثابت کرتے تھے کافر فرمایا بقولہ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ۔ اور بہت سے نادان آدمیون نے زعم کیا کہ اللہ تعالی کے واحد ہونے کے یہ معنی کہ ایک ہی لہذا بدین معنی واحد کے قائل ہیں اور بعضے ہنود کو موحد کہنے لگتے ہین حالانکہ یہ خود بڑی جہالت ہی لہذا فقہ اکبر وغیرہ مین صاف مصرح لکھ دیا کہ توحید کے معنی یہ ہین کہ لا آلہ الا اللہ و محمد رسول اللہ اسکا کوئی شریک نہین کسی امر مین۔ اور یہ معنی نہین کہ واحد بمعنی معدود و حد ہی فافہم۔ وتدبر۔ بالجملہ جن باتون سے منافق قبول نفقات سے محروم ہوئے ان مین سے اول تو اعتقادی یہ بات کہ اللہ تعالی و رسول سے منکر ہین اور دوم عملی یہ کہ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى۔ اے انہم لا یصلون فی حال من الاحوال الا فی حال الکسل و التثاقل یعنی تمام حالتون مین سے کسی حال مین وے نماز نہین پڑھتے مگر ایک حالت مین جو کہ حالت کسل و گرانی ہی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ اُن کو ادا کرنے پر ثواب ملنے کا اعتقاد نہین اور نہ چھوڑنے پر عذاب کا خوف تھا بلکہ خالی دکھلانے اور اسلام ظاہر کرنے کو کسل و بوجھل ہو کر پڑھ لیتے تھے۔ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ۔ اور نہین خرچ کرتے کوئی نفقہ خواہ واجب ہو یا نفل ہو مگر اس حال مین کہ وے کراہت رکھنے والے ہوتے ہین اگرچہ اپنی کراہت کو ظاہر نہین کرتے پس قولہ قل انفقوا طوعا مین بطوع خرچ کرنا بلحاظ ظاہر کے ہی اور یہان اُن کی حقیقت کا بیان ہی یعنی درحقیقت ہمیشہ کراہت کے ساتھ خرچ کرتے ہین۔ حاصل یہ کہ کسی کار خیر مین بسبب بے ایمانی کے اُن کی سچی نیت و ہمت نہین ہی پس اللہ تعالی قبول نہین فرماتا۔ حدیث مین ہی کہ آدمی جب تک خوشی و نشاط مین ہی نوافل نماز وغیرہ ادا کرے اور کسل و ماندگی تک نوبت نہ پہونچا دے کیونکہ اللہ تعالی کو ثواب دینے مین ملالت نہ ہو گی تم خود ہی عبادت سے ماندہ ہو جاؤگے اور حدیث مین فرمایا کہ اللہ تعالی طیب ہی وہ طیب ہی قبول فرماتا ہی اسیواسطے ان منافقون سے کوئی نفقہ قبول نہ فرمایا بقولہ

انما یتقبل اللہ من المتقین یعنی اللہ تعالیٰ انھین بندون سے قبول فرماتا ہی جو متقی ہین۔ اگر کہا جائے کہ قبول نہ ہونے کے واسطے اُن کا کافر
ہونا کافی سبب ہی پھر کراہت وکسل وغیرہ کا سبب کیون فرمایا کیونکہ مستقل سبب ہوتے ہوئے اور کا اثر نہین رہتا تو جواب یہ ہی کہ اہل
سنت کے نزدیک جملہ سبب خالی معرّف ہین کچھ موجب نہین ہین پس ایک ہی امر کے واسطے چند معرّف کا جمع ہونا جائز ہی۔ فافہم۔ فَلَا تُعۡجِبۡكَ
اَمۡوَالُهُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُهُمۡ۔ یعنی جب منافقون کی حالت معلوم ہوگئی تو اے محمد صلعم نہ اعجاب مین ڈالین تجکو اُن کے
اموال اور نہ اُنکی اولاد۔ یہ خطاب اگرچہ آنحضرت صلعم کو ہی لیکن جملہ مومنین اسمین شامل ہین۔ اعجاب کسی چیز سے مسرور ہو اُسکی خوبی پر راضی
ہونا اور بعض نے کہا کہ اُسکے ساتھ کچھ فخر و یہ اعتقاد بھی ہو کہ ایسے اور دن پاس نہین ہی اور یہ یعنی اپنے مال و اولاد پر اعجاب ہونے کے مناسب
ہین اور رہا یہان تو غیر کے مال و اولاد پر اعجاب ہی پس اعجاب بمعنی استحسان ہی یعنی اُنکے اموال و اولاد کو مستحسن مت جان۔ خطیب نے اموال
سے وہ مال لیا جو اُنھون نے جہاد مین خرچ کرنے کو دیا پس معنی یہ ہو سکتے ہین کہ جو اموال اُنھون نے جہاد مین خرچ کو دیا اور اُنکی اولاد جو بظاہر
اہل اسلام کی اولاد ہی تجھے مستحسن معلوم نہو کیونکہ یہ بلا ثواب نامقبول ہی اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اُن کے اموال و اولاد کی نسبت مستحسن و محمود
ہونا مت بیان کر اسلئے کہ یہ اُن کیلئے وبال و استدراج ہی کما قال تعالیٰ۔ اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ۔ ان یعذبہم۔ بِهَا
فِي الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا۔ یہی اللہ تعالیٰ چاہتا ہی کہ اُنکو عذاب کرے ان چیزون سے دنیا کی زندگی مین۔ کیونکہ ان کے جمع کرنے وحفاظت
مین مشقت و تکلیف اُٹھاوین اور بطریق نفاق کے مومنون کو دینے و زکوٰۃ نکالنے مین خرچ کرنے پر غم کھاوین اور نقصان اولاد مین
مصیبت پاوین۔ اگر کہا جاوے کہ یہ بات منافقون کے ساتھ مخصوص نہین بلکہ مومن کو بھی نقصان مال و اولاد کی مصیبت پہونچتی ہی تو جواب
یہ ہی کہ مومن کو اعتقاد ہی کہ وہ آخرت ہی کیواسطے مخلوق ہی اور اسکو جو مصیبت پہونچے وہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہتا ہی اور جانتا ہے
کہ آخرت مین اسکے لئے اس سے بہتر ثواب حاصل ہی پس مال و اولاد اسکے حق مین وبال و عذاب نہوئے بخلاف منافق کے کہ اسکا یہ اعتقاد نہین پس
مال و اولاد پر جو غم و رنج و مشقت اسکو پہونچی وہ دنیا مین اُسپر عذاب ہوئی لہذا فرمایا کہ منافقون کے حق مین مال و اولاد سے اللہ تعالیٰ یہی
چاہتا ہی کہ حیات دنیا وی مین اُن کو عذاب دے۔ وَتَزۡهَقَ اَنۡفُسُهُمۡ وَهُمۡ كٰفِرُوۡنَ۔ زہوق مشقت سے نکلنا جملہ
عطف ہی یعذبہم پر یعنی اور اُن کے اجسام سے اُنکی ارواح نکلین اس حال مین کہ وے کافر ہین۔ پس آخرت مین اُنکو دائمی سخت عذاب
دیوے۔ زمخشری نے کہا کہ قولہ انما یرید اللہ۔ سے مراد استدراج ہی یعنی باوجود معصیت کے اُن کو نعمت پر نعمت دینا جسمین مشغول رہین
یہانتک کہ مرین گویا یون فرمایا کہ اللہ تعالیٰ منافقون کے حق مین یہی چاہتا ہی کہ برابر اُنکو اپنی نعمتون سے بھرا رکھے یہان تک کہ اُنکی
موت آوے اس حال مین کہ وے کافر ہون اور آخرت سے نظر پھیرے ہوئے انھین نعمتون کی طرف مشغول ہون۔ پس آخرت مین عذاب
شدید اُٹھاوین خطیب نے لکھا کہ جس کسی کو مال و اولاد کی کثرت ہوئی حالانکہ وہ سرور و افتخار و کفران نعمت مین گرفتار ہی اُس کے حق مین
وبال و عذاب سمجھنا چاہیئے کیونکہ ایسی حالت مین دلالت ہی کہ نفس اسمین مستغرق اور اللہ تعالیٰ سے منقطع ہی اور حدیث مین ہی کہ تین باتین
ہلاک کرنیوالی ہین۔ ایک یہ کہ شح مطاع ہو یعنی بخل کی اطاعت کی جاوے۔ دوم خواہش نفس کی پیروی کی جاوے۔ اور سوم اپنے اوپر آدمی
اعجاب کرے اور حدیث مین ہی کہ مکثرین تباہ ہوئے یعنی مال مین اکثار کرنے والون کی عاقبت اکثر خراب ہوتی ہی اور حدیث مین ہی کہ آدمی اپنا
مال گنتا رہتا ہی اُس کا مال کیا ہی سوائے اسکے کہ کھا کر فنا کر ڈالا یا پہنکر پھاڑ ڈالا یا صدقہ دیکر عاقبت کیلئے باقی رکھ لیا۔ اور اس باب مین روایات
بہت ہین اور مقصود کلام یہ کہ دنیا کے اطناب و اسپر افتخار و اُسکی محبت سے زجر فرمایا کیونکہ آدمی دنیا کے واسطے نہین پیدا ہوا بلکہ آخرت ہی کیلئے مخلوق ہی

ہیں دنیا سے اُسکو اجابت اسکی طرف میلان نچاہیئے بلکہ اصلی گھر کی طرف راغب ہوا اور وہ آخرت ہے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولا یاتون الصلوٰۃ الاوہم کسالی۔ حق تعالیٰ نے ایسے بندون کا حال بیان فرمایا جو اُسکے جلال سے جاہل اور اُسکے مشاہدۂ جمال سے محجوب ہین اور اُن کو اپنے خالق کی عبودیت سے طعم وصال نہین اور اگر اُن کو نماز مین مناجات الٰہی سے ذوق ہوتا اور نماز مین آنکھون کی ٹھنڈک حاصل ہوتی تو اُن کا وہ حال ہوتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے نمازی کا حال بیان فرمایا کہ وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے اور جو اپنا حال بیان فرمایا بقولہ جعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ میری دونون آنکھون کی ٹھنڈک نماز مین رکھی گئی ہے لیکن یہ مرتبہ بزرگ انھین بندون کیواسطے مخصوص ہے جو عظمت و جلال الٰہی کے سامنے خشوع و خضوع رکھتے ہین کما قال تعالیٰ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الآیۃ۔ اور اُن کا وصف فرمایا بقولہ الذین ہم فی صلاتہم خاشعون۔ شیخ محمد بن الفضل نے کہا کہ جسنے امر الٰہی کو نہ پہچانا وہ کسل کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور جسنے پہچانا وہ عین رغبت سے قیام کرتا ہے قولہ تعالیٰ فلا تعجبک اموالہم ولا اولادہم۔ اس مین اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرماکر مومنون کو تحذیر فرمائی کہ دنیا دارون کے ساتھ جو اموال و اولاد ہین جنکو وہ حیات دنیا وی کی زینت جانتے ہین ان چیزون کو بنظر استحسان نہ دیکھین کیونکہ اس سے آخرت و اُسکے کامون سے باز رہین گے اسلیئے کہ دنیا کو بنظر شہوت و خواہش نفس دیکھنے والا اُسی وہم ملک ملکوت و انوار جبروت سے گرجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ اموال دنیا منافقون کیلیئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حجاب ہین اور دنیا مین مورث عذاب ہین کیونکہ دنیا جب بہت ہو جاتی ہے تو خواہ مخواہ حرام و شبہات سے خالی نہین ہوتی اور جسنے حرام و شبہات کے مال کھانے وہ باطنی اندھے پن مین گرفتار ہوکر مکاشفۂ آخرت سے محروم ہو جاتا ہے چنانچہ وارد ہوا کہ دنیا کے حلال مین حساب ہوگا اور جو حرام ہے وہ تو بالکل عذاب ہے بعض مشائخ نے اس کلام پاک کے معنی مین کہا کہ لوگ جن اموال و غلام و خدام سے زینت کرتے اور اُسی کی کثرت چاہتے ہین اور بطور استدراج اُنکو ملتی ہین تجکو اس سے اعجاب نہو کیونکہ ان اموال و اولاد سے اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ دنیاوی زندگی مین اُن کو عذاب ہو یعنی اُسکے جمع کرنے مین اور اُسکے حفاظت کرنے مین مشقت اور اُسکی محبت مین اور اُسپر بخل کرنے مین اور اُسکے خرچ پر غمگین ہونے مین عذاب اُٹھاوین اور یہ سب عذاب تو اپنی خوشی خاطر سمیٹا اور برابر اُنپر طاری رہا یہانتک کہ کافر مرنے سے عذاب آخرت مین پھنسے۔ نعوذ باللہ منہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے بیان کردیا کہ منافقین جملہ مضرت دنیا و آخرت کے جامع اور جملہ منافع دارین سے خالی ہین تو پھر اُن کے فضائح و قبائح کو ذکر کیا از انجملہ یہ ہے کہ نفاق و بیباکی سے جھوٹی قسمین کھاتے ہین چنانچہ فرمایا۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ ۚ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ○ لَوْ يَجِدُونَ

اور قسمین کھاتے ہین اللہ کی کہ وہ بیشک تم مین ہین اور وہ تم مین نہین ولیکن وہ لوگ ڈرتے رہین اگر پاوین کہین

مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ○

بچاو یا کوئی گڑھے یا سر گھسانے کو جگہ تو اُلٹے بھاگین اسی طرف رسیان توڑاتے

وَيَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ اور قسم کھاتے ہین منافق لوگ اللہ تعالیٰ کی کہ البتہ وہ لوگ تم مین سے ہین یعنی منجملہ مومنون کے ہین۔ جملہ انہم لمنکم یہی مقسم بہ ہے اور لام تاکید ہے حاصل آنکہ ایسی تاکید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھاتے ہین کہ وے بھی اہل ایمان مین سے ہین یعنی توحید الٰہی و رسالت محمد صلعم و قرآن و دار آخرت وغیرہ پر صدق دل سے مومن ہین۔ منافق لوگ جب اہل ایمان سے ملتے تو بیباکی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی اسطرح جھوٹی قسم کھاتے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے رد فرمایا۔ وَمَا هُم مِّنكُمْ اور حال یہ ہے کہ وے لوگ تم سے نہین ہین یعنی مومن نہین ہین۔ اللہ تعالیٰ نے بھی جملہ اسمیہ سے اُنکے مومن ہونیکی نفی فرمائی جیسے اُنھون نے مؤکد قسم کھائی تھی۔ وَلَٰكِنَّهُمْ

قَوۡمٌ يَّفۡرَقُوۡنَ - ولیکن یہ لوگ ایسی قوم ہین کہ تم سے ڈرتے ہین کہ تم قتل وقید وغیرہ کا وہ برتاؤ اُن کے ساتھ نہ کرو جو مشرکون کیساتھ کرتے ہو۔ فرق یفرق فرقًا از سمع یسمع ترس وخوف کرنا۔ حاصل آنکہ منافقون کے دل مین اسلام کا کچھ اعتقاد نہین بلکہ دکھلانے ہی کو ’’اہرین ارکان اسلام ادا کرتے ہین اور تمھارے خوف سے جھوٹی قسم بہت تاکید کیساتھ کھاجاتے ہین کہ ہم بھی مسلمان ہین اور تقیہ کرتے ہین۔ حدیث مین ہے کہ جھوٹی قسم جان بوجھکر کھانا بستی اُجاڑ دیتا ہے منافق کی پہچان حدیث مین ہے کہ جھوٹ بات بولتا ہے۔ حدیث مین ہے کہ شر الناس اللہ تعالیٰ کے نزدیک ذوالوجہین ہے یعنی جو آدمی کہ اُس سے ملکر کچھ کہا اور دوسرے کے پاس اُسکے خلاف کہے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا بد ہے پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کی فضیحت بڑھائی کہ مومنون سے ظاہر مین اسطرح قسم کھاتے ہین اور باطن مین اُنکے دشمن اور اُنسے گریز چاہتے ہین چنانچہ فرمایا۔ لَوۡ يَجِدُوۡنَ مَلۡجَـًٔا اگر پاتے وہ لوگ کوئی ملجا۔ پناہ کی جگہ خواہ اونچی ہو یا نیچی یا کوئی گروہ آدمیون وغیرہ کا ہو یا اُسکے مانند کوئی چیز ایسی ہو۔ اَوۡ مَغٰرٰتٍ یا مغارات۔ جمع مغارہ جسمین انسان گھس جاوے اور زمین مین پست مقام و سرداب یعنی تہ خانہ وغیرہ۔ اَوۡ مُدَّخَلًا یا مُدّخَلا بعدا دغام کے مدخل ہوا۔ وہ جگہ جسمین داخل ہو جاوین بعض نے کہا کہ ملجا عام ہے اونچی نیچی کہین کسی طرح کی جائے پناہ ہو مغارات۔ وہ غار جو پہاڑون مین ہون اور مدخل وہ جو زمین مین ہون۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ ملجا قلعہ و گڑھی وغیرہ جسمین متحصن ہون اور جائے حرز جسمین متحرز ہون مغارات۔ پہاڑون کے غار۔ مدخل وہ سرب جو زیر زمین ہو یعنی تہ خانہ وبل وغیرہ۔ حاصل آنکہ منافقین اگر اوپر یا نیچے یا کہین کوئی ٹھکانا پاتے۔ لَّوَلَّوۡا اِلَيۡهِ تو اُسکی طرف متوجہ ہو کر اُسمین گھس جاتے۔ وَهُمۡ يَجۡمَحُوۡنَ۔ درحالیکہ اس کام مین تیزی وجلدی کرنیوالے ہوتے کوئی چیز اُنکو اس سے باز نہ رکھتی یجمحون از جموح۔ فرس جموح وہ گھوڑا کہ باگ سے ہرگز نہ رُکے۔ حاصل معنی یہ کہ منافقون کا حال تمسے عداوت ونفرت کا یہانتک ہے کہ ملجا و مغارات و مدخل تینون ٹھکانون مین سے اگر کوئی ٹھکانا پاتے باوجودیکہ یہ انسان کیلئے بندش وضیق کے بُرے ٹھکانے ہین تو بھی منافق اُنکی طرف متوجہ ہوتے نہایت تیزی سے کہ جیسے جموح گھوڑے کو باگ نہین روک سکتی ہے اُنکو بھی کوئی چیز مانع نہو سکتی اور بہت جلدی اُسمین گھس جاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کے باطنی قبائح کے آثار مین سے ایک نوع دیگر کو یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین صدقات کی تقسیم وغیرہ کی نسبت طعن کرنے کو ذکر فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ‌ۚ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَاِنۡ لَّمۡ يُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ

اور بعضے انمین ہین کہ تجکو طعن دیتے ہین زکات بانٹنے مین سو اگر اُنکو ملے اُسمین سے تو راضی ہون اور اگر نہ ملے

اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ ۝ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوۡا مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوۡلُهٗ ۙ وَقَالُوۡا حَسۡبُنَا اللّٰهُ

تبہی وہ ناخوش ہو جاوین اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے جو دیا اُن کو اللہ نے اور اسکے رسول نے اور کہتے بس ہے ہمکو اللہ

سَيُؤۡتِيۡنَا اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ وَرَسُوۡلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوۡنَ ۝

دے رہے گا ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور اُس کا رسول ہم کو اللہ ہی چاہیئے۔

مفسرین کے اقوال اس آیت کے سبب نزول مین مختلف ہین جیسا کہ خطیب رح نے کہا ولیکن مترجم کے نزدیک اقوال متفق ہین صرف تفصیل و اجمال کا اور اسباب نزول وعموم دخول کا فرق ہے پس سبب نزول کو بخاری رح و نسائی و ابن جریر و ابن المنذر و ابو الشیخ و ابن مردویہ رح نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلعم مال غنیمت تقسیم کرتے تھے کہ اتنے مین ذوالخویصرہ کا بیٹا (جسکا نام حرقوص تھا) آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ انصاف سے تقسیم کرو آپ نے فرمایا کہ تیری خرابی ہو پھر کون عدل کریگا اگر مین ہی عدل نہین کرتا ہون عمر بن الخطاب رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ مین اس بے ادب کی گردن ماردون۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسکو چھوڑ دے کہ اس سے ایسے لوگ ہونگے جنکی نمازون کے سامنے تم مین کا آدمی اپنی نماز کو اور اُن کے روزون کے سامنے اپنے روزہ کو حقیر دیکھے گا حالانکہ یہ لوگ دین اسلام سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے سو اُس کو جہان کہین تم پاؤ قتل کر ڈالنا کہ آسمان کے نیچے جتنے

مقتول ہون سب سے یہ مقتول بدتر ہون گے۔ الیٰ آخر الحدیث۔ اور اس پوری حدیث کو ابو سعیدؓ نے روایت کرکے فرمایا کہ اسی ذوالخویصرہ والے و اُس کے ساتھیون کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی ہی۔ ابن مردویہ نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلعم نے غنیمت حنین کو تقسیم فرمایا تو ایک مرد کو مین نے کہتے سُنا کہ یہ تقسیم رضاے اللہ تعالیٰ کیواسطے نہین ہوئی پس مین نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا تو آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے پیغمبر موسیٰ ع پر رحم فرماوے کہ موسیٰ ع کو اس سے زیادہ ایذا پہونچائی گئی اور اُسنے صبر کیا پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے قتادہ رحمہ اللہ سے ذکر کیا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم ایک غنیمت تقسیم کرتے تھے کہ ناگاہ ایک نومسلم اعرابی جنگلی آیا اور کہا کہ اے محمد اگرچہ تم کو عدل کرنیکا حکم دیا گیا ہی تو واللہ تم نے عدل نہین کیا پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ خرابی ہو تیری پھر میرے سوائے کون تجھ پر عدل کریگا۔ پھر حضرت صلعم نے کہا کہ اے لوگو اس شخص و ایسون سے پرہیز رکھنا کہ میری اُمت مین ایسے اور لوگ ہونگے کہ قرآن کی تلاوت کرینگے مگر اُن کے ترقوۃ سے نیچے نہ اُتریگا سو جب یہ لوگ خروج کرین تو اُن کو قتل کر ڈالنا۔ اس حکم کو تین بار فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قتادہ رح کا بیان مشابہ اس روایت شیخین کے ہی جسمین ذوالخویصرہ کا حال مذکور ہوا۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلعم نے غنائم حنین تقسیم کرنے مین اہل مکہ کو زیادہ در زیادہ دیکر اُن کی تالیف قلوب فرمائی تھی جسپر دنیا کے بندے ذوالخویصرہ کے مانند بیدین منافقون نے اعتراض کیا کلبی رح نے کہا کہ اس تقسیم پر جواظ نامی منافق بولا کہ اپنے سردار کو دیکھو کہ بکری چرانے والون مین غنیمت بانٹتا اور عدل کا دعوی کرتا ہی تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ او بے پدر کیا موسیٰ ع چرواہا نہ تھا اور کیا داؤد چرواہا نہ تھا۔ ابن زیدؒ نے کہا کہ منافق کہنے لگے کہ محمد اس مال غنیمت کو جسے چاہتے ہین دیتے ہین اور اپنی خواہش کی پابندی کرتے ہین تب یہ آیت نازل ہوئی۔ کما ذکرہ الخطیب ابوبکر الاصم نے اپنی تفسیر مین روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ تو فلان شخص سے واقف ہی اُسنے عرض کیا کہ مجھے اتنا معلوم ہی کہ آپ اُسکو اپنی مجلس مین تقرب دیتے اور بہت کچھ مال عطا فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ ہان وہ منافق ہی اُسکے نفاق دور ہونے کیلئے مدارات کرتا ہون اور اس لئے کہ اور ون کے دلون مین فساد نہ ڈالے تو صحابی نے عرض کیا کہ کچھ آپ فلان مرد کو بھی عطا فرمایا کرین۔ آپنے فرمایا کہ وہ تو پکا پورا مومن ہی اور یہ البتہ منافق ہی جسکا فساد مٹانے کو مال عطیہ بخشتا ہون۔ بالجملہ یہ آیت منافقون بے ایمانون کی حالت قبیحہ کے بیان مین ہی چنانچہ فرمایا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ۔ لمز آخر زا معجمہ اصل مین آنکھ وغیرہ سے اشارہ کرنا اور مستعمل بمعنی عیب لگانا پس لمز مین اشارہ بوجہ عیب ہونا ضرور ہی بخلاف غمز بغین و زا مہملہ و نقطہ دار کے کہ وہ عام ہی خواہ یہ اشارہ آنکھ وغیرہ کا بوجہ عیب ہویا نہو۔ اور یلمز مضارع بروزن یضرب بضم دونون آیا اور ایک قراۃ بروزن یصرف از تفعیل ہی۔ والحاصل یلمزک ای یعیبک۔ فارسی رح نے کہا کہ تقدیر فی تقسیم الصدقات ہی اور بعض نے کہا فی امر الصدقات۔ یہ اولیٰ ہی کیونکہ تقسیم وغیرہ سب امر کو جنمین منافقین عیب گیری کرتے تھے شامل ہی پس حاصل یہ کہ ومن المنافقین من یعیبک فی امر الصدقات۔ منافقون مین سے بعض ایسے ہین کہ تجھکو اے محمد صلعم دربارہ صدقات کے عیب لگاتے ہین۔ صدقات عام ہی خواہ مفروضہ ہو یعنی زکوۃ یا غیر مفروضہ جیسے تطوعات و غنائم وغیرہ۔ پس منافقون کی غایت ہمت اموال حقیرہ دنیاوی پر مقصور تھی۔ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا۔ ضمیر اعطوا راجع بجانب من موصولہ بحسب المعنی ہی اے فان اعطوا ہولاء اہل النفاق من الصدقات بقدر ما یریدون و تشتہی انفسہم رضوا عنک بما رفع منک یعنی اگر ان منافقون کو دیا گیا صدقات مین سے اتنا کہ جسقدر بخواہش نفسانی چاہتے تھے تو جو کچھ تو نے کیا اُسپر تجھ سے راضی ہو جاتے ہین کیونکہ یہی اُن کا غایت مقصود تھا اور دین و ثواب آخرت کے تو معتقد ہی نہین ہین لہذا فرمایا۔ وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ۔ اے وان لم یعطوا من الصدقات بقدر ما تشتہی انفسہم اذاہم یسخطون۔ اور اگر اُن کو صدقات سے بقدر اُنکی خواہش نفسانی کے نہ دیا گیا تو ناگاہ وے سخط و خشم مین ہوتے ہین۔ اذا حرف مفاجات ہی اور فائدہ یہ کہ شرط پائی جاتے ہی جزاء مذکور کا ہجوم ہوتا ہی کیونکہ مقصود حطام دنیاوی کا فوت ہونا بے درنگ تامل کے اُن کو سخط مین گرفتار کر لیتا ہی علماء معانی نے کہا کہ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہی کہ منافقین بڑے

مال ۱۲

فرومایہ ودنی تھے کہ صدقات لینے پر اُنکی حرص کی نوبت یہان تک پہونچی کہ بانٹنے مین آنحضرت صلعم کو عیب لگایا باوجودیکہ آنحضرت صلعم تمام مخلوق سے بڑھکر عادل اور جور وظلم سے دور تھے ہرگز دنیا کی طرف مائل نہ تھے ضحاک رح نے کہا کہ آنحضرت صلعم بحکم حق تعالی تقسیم کرتے سونا نقدون کو اگر بہت مل گیا تو خوش ہوگئے اور تھوڑا ملا تو ناراض ہوکر عیب لگانے لگے اللہ تعالی فرماتا ہی۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔ اے ولو انهم اخذوا بالرضا ما آتاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بفرض اللہ تعالی وقسمة لهم ۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالی کا نام پاک درمیان مین تعظیم کیلئے اور اس تنبیہ کیلئے ہی کہ رسول اللہ صلعم کا فعل بحکم الٰہی ہوتا ہی و بنابر قول اول کے اعطاء الٰہی بدین معنی کہ ان کو دینے کا حکم رسول پر بھیجا اور عطاء رسول آنکہ اُنکو حقیقتاً دیا و معنی یہ کہ اور اگر منافقین رضامندی سے لیتے اسقدر جو اُنکو رسول اللہ صلعم نے اللہ تعالی کے فرض کرنے و بانٹنے سے دیا۔ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ ۔ اور کہتے کہ اللہ تعالی ہم کو کافی ہی وہی ہمارا کفایت فرمانیوالا ہی۔ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗ ۔ سیعطینا اللہ تعالی من فضلہ بان یامر رسولہ باعطائنا وسیعطینا رسولہ ویوصلنا من غنیمة اخری عنقریب ہمکو عطا فرما دیگا اللہ تعالی اپنے فضل سے باین طور کہ اپنے رسول کو حکم دیگا کہ وہ ہم کو دیوے اور عنقریب اس حکم کے موافق رسول اللہ صلعم ہم کو عطا فرما دیگا یعنی دوسری غنیمت وغیرہ مین سے۔ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۔ ہم اپنے اللہ تعالی کی طرف راغب ہین۔ یہ دونون جملہ گویا حسبنا اللہ کی تفسیر ہین یعنی ہم کو تو اپنے اللہ تعالی کی طرف رغبت ہے وہی ہمارے واسطے دنیا مین بہتری و آخرت مین بھلائی دیگا بس وہی ہمارا کافی ہو اسی واسطے درمیان مین حرف عطف نہین ہی قالہ الکرخی ۔ اور جواب لو محذوف ہی اے ولو انهم رضوا بذلک وقالوا کذلک لکان خیرا لهم یعنی اگر وہ لوگ اللہ تعالی و رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور اسطرح کہتے کہ قالوا حسبنا اللہ الخ تو اُن کے حق مین بہتر ہوتا یا اگر وہ ایسا کرتے اور کہتے تو سچے ایمانوالون کے انعام مین شامل ہوتے بالجملہ جزاء محذوف اسی کے مانند ظاہر ہی اسی وجہ سے حذف ہوئی ف۔ سچے ایمان کا نشان ہی کہ حسبی اللہ ونعم الوکیل پر یقین و اللہ تعالی ہی کی طرف رغبت ہو اور دیگر امور کو صلی مقصود یعنی رغبت الٰہی کے حصول سے کبھی مانع نہ ہونے دیوے اور ہمیشہ قضاے الٰہی پر راضی ہو اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالی فرماتا ہی کہ جو میرے حکم قضا پر راضی نہ ہو وہ میری بادشاہت سے نکل جاوے۔ نیک بخت سمجھ جائیگا کہ جب ہم اور سب اُسکی ملک و خلق و بندے ہین اور وہی سب کا مالک و خالق ہی تو ناراضی کیسی فافہم۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالی ولو انهم رضوا ما آتاہم اللہ و رسولہ یہ ایسی مخلوق کا حال ہی جو مقام رضا کے لائق نہین کیونکہ اللہ تعالی و رسول اور حقائق دین کے علم و معرفت سے محروم ہین اور اگر اُن کو معرفت ہوتی تو جس امر مین حق تعالی اُنکو مبتلا کرتا اُسپر راضی ہوتے کیونکہ رضا بقضا معرفت پر ہی۔ جو بندہ مقام رضا مین آیا اُسکی حالت یہ ہوتی ہی کہ جو بلا اُسکے سامنے آئی اور جس امتحان مین اُسکا قلب مبتلا ہوا اسمین خوش رہتا بلکہ لذت عجیب پاتا ہی کیونکہ اسکی نظر اس بلا کے دینے والے پر ہوتی ہی اور وہ انوار معرفت سے مالامال ہو جاتا ہی جسکا نظیر دنیا و مافیہا بلکہ تمام عالم مین نہین ہی اسی واسطے جو تقدیر اسپر جاری ہوئی اُسکو دیکھو تو کیسی آسانی سے برداشت فرماتا ہی۔ حدیث مین ہی کہ مصیبت پہونچنے پر جسنے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یعنی ہم تو اللہ تعالی کے ہین اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہین ہمارے پاک پروردگار تو ہم کو اس سے بہتر بجاے اسکے عطا فرماوے تو اللہ تعالی اسکو اس سے بہتر دیتا ہی چنانچہ یہان بھی فرمایا کہ جو مقام رضا مین ثابت قدم ہی اللہ تعالی ہر زندگی و موت وغیرہ مین بفضل عظیم اسکی خلافت فرماتا ہی کیونکہ فرمایا۔ وقالوا حسبنا اللہ الی آخرہ۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالی جسکا کافی ہو اسکی اعلی اُجرت یہ کہ اس کافی پاک کا مشاہدہ پاوے اور نعمت زائل شدہ کا بدلا تو ادنی ہی اور فرمایا سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ۔ اللہ تعالی ہمکو اپنے فضل سے عطا فرماویگا۔ فضل عطا یہ کہ قرب مشاہدہ نصیب کریگا اور اُسکا رسول پاک فوائد غیب اسوقت ظاہر کریگا اور حقائق ادب سے آراستہ کر دیگا تاکہ لائق درگاہ کبریائی ہون۔ انا الی اللہ راغبون۔ ہمکو تو اپنے اللہ تعالی کی ہی طرف حقیقت مین رغبت ہی

اور کسی چیز کی طرف نہین پس رغبت یہ کہ اسکے جمال پاک کا شوق ہو۔ اس آیت مین حق تعالی نے صادقین۔ عارفین۔ مریدین کو رضا کے دعا کے آداب سکھلائے ہین۔ ابراہیم بن ادہم نے کہا کہ جو شخص تقدیر الٰہی پر راضی ہو۔ اوہ کبھی غمگین نہین ہوتا۔ فضیل رحمہ اللہ نے کہا کہ جو راضی بتقدیر ہوا وہ اپنی منزلت سے بڑھکر تمنا نہین کرتا۔ مترجم کہتا ہو کہ آگے جو آیت کریمہ آتی ہو اُسکے معنوی و اشارتی تعلق کو شیخ نے اس طرح ذکر کیا کہ منافقین و اہل دنیا جو زکوۃ وغیرہ سے حصہ مانگتے دعوے ایمان و معرفت مین جھوٹے تھے اُن کے منہ مین دروغ کی خاک جھونک کر بیان فرمایا کہ صدقہ مشاہدۂ جمال و انوار وصال جسکو منافقین کذاب مانگتے ہین وہ اُنکے لائق نہین بلکہ مخصوص باہل مقامات و بندگان ربانی و روحانی ہو اور حق تعالی نے خود اسکو تقسیم فرمایا۔ مترجم کہتا ہو کہ تفسیر کلام کے مفسرین نے فرمایا کہ جب منافقون نے رسول اللہ صلعم پر تقسیم صدقات کے بارہ مین اپنی ناپاک زبان درازی کی تو اللہ تعالی نے اُن کے طعن دور کرنے کو بذات پاک اسکا مصرف بیان فرمایا بقولہ

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

زکوۃ جو ہے سو حق ہے — مفلسون کا — اور محتاجون کا — اور اُس کام پر جانیوالون کا — اور جنکا دل پرچانا ہو — اور گردنین چھڑانے مین

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ

اور جو تاوان بھرین — اور اللہ کی راہ مین — اور راہ کے مسافر کو — ٹھہرادیا ہو — اللہ کا — اور اللہ سب جانتا ہو — حکمت والا

آیت کریمہ مین حرف انما حصر کیلئے ہو یعنی مصرف زکوۃ انھین آٹھون صناف مذکورہ مین منحصر ہو پس اُن کے سوائے کسی اور کو دینا جائز نہین مین کہتا ہون کہ اس پر اجماع و اتفاق ہو پھر مفسر رح نے بنابر مذہب شافعی رح کے کہا کہ اُن مین سے کسی صنف کو محروم کرنا بھی جبکہ موجود ہو روے جائز نہین ہو پس امام المسلمین ان سب اصناف پر مساوی تقسیم کر دے اور اسکو یہ بھی اختیار ہو کہ کسی صنف کو دوسری صنف سے زیادہ دے اگرچہ دوسری کو بالکل محروم نہین کر سکتا۔ مترجم کہتا ہو کہ اسمین اختلاف ہو و عنقریب تفسیر مین تفصیل آویگی۔ پھر مفسر رح نے کہا کہ حرف الف لام جو للفقراء وغیرہ پر ہو اُسنے افادہ دیا کہ ہر صنف کے تمام افراد کا استغراق واجب ہو یعنی ہر صنف کے تمام افراد کو دینا چاہیئے ولیکن چونکہ یہ امر متعذر ہو لہذا زکوۃ تقسیم کنندہ سے یہ وجوب ساقط ہوا اور اسقدر پر کفایت کی گئی کہ ہر صنف مین سے تین فرد کو دیدے اگر تین سے بھی کم کئے تو روا نہین ہو کیونکہ صیغۂ جمع کم سے کم تین فرد پر صادق ہوگا و الحاصل جب صیغۂ جمع پر الف لام داخل ہوا تو معنی جمعیت کے ساقط ہو کر استغراق ہو گیا تھا لیکن جب استغراق پر عمل متعذر ہوا تو پھر مفاد صیغہ جمع پر عمل ضروری رہا پس تین سے کم کو دینا کافی نہ ہوگا پھر آیت مین اجمال تھا کہ فقراء مثلاً مسلمان و کافر وغیرہ سب کو شامل ہو یا خاص مراد ہو تو سنت نے بیان فرمادیا کہ جس کو صدقہ مین سے دیا جائے ان اصناف مین سے وہ ضرور ہو کہ مسلمان ہو اور ہاشمی یا مطلبی نہ ہو۔ بدلیل حدیث صحیح کہ بنو ہاشم و بنو المطلب بمنزلہ واحد ہین اور ایک روایت مین ہو کہ بنو المطلب نے زمانہ جاہلیت یا اسلام مین کبھی بنو ہاشم سے مفارقت نہین کی پس جیسے ہاشمی کو بالاتفاق نہ دیا جائے ویسے ہی بدلیل مذکور بنو المطلب کو بھی نہ دیا جائے گا اور یہی امام احمد کا قول بھی ایک روایت مین مروی ہے اور ائمہ حنفیہ نے اسمین خلاف کیا اور یہ اصح ہو کہ ہاشمی کا غلام بھی نہونا شرط ہو کیونکہ جب غلام کی ملک عین مولی کی ہو تو گویا مولی ہاشمی کو دیا پس جائز نہین۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون پس لفظ فقراء و مساکین وغیرہ کی تفسیر بیان ہوگی اور یہ امر کہ حرف انما سے انحصار اس امر کا مقصود ہو کہ صدقہ کا مصرف ان اصناف سے خارج نہین یا اس امر کا کہ صدقہ ان سب مین تقسیم کر دینا واجب ہو اور یہ امر کہ اس زمانہ مین جملہ اصناف مذکورہ باقی ہین یعنی ان سب کو دیا جائیگا یا بعض ساقط ہو گئے ہین اور نیز یہ امر کہ ہاشمی کے حق مین اب کیا فتوی ہو۔ واضح ہو کہ اللہ تعالی نے صدقات کا مصرف بیان فرمایا بقولہ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ ثابتۃ لِلْفُقَرَآءِ یعنی صدقات کا استحقاق تو انھین اصناف کیلئے

ہے جو آگے مذکور ہین مفسر رحنے کہا کہ صدقات سے زکوٰۃ یعنی اموال زکوٰۃ مراد ہین اور یہ ظاہر ہے کیونکہ منجملہ اموال بیت المال کے خراج وغیرہ ہے اور بالاتفاق اسکا مصرف انھین اصناف مین منحصر نہین اور حرف انما انھین اصناف پر مصرف مقصور ہونے کیلئے ہے پس ان سے متجاوز کہین صرف نہین ہوسکتا اور رسول اللہ صلعم کو یہ اختیار نہین کہ منافق وغیرہ جس کسی کو چاہین دیدین اور خود آنحضرت صلعم نے اپنے اہل وعیال کے لئے کبھی اس مال مین سے جو لوگون کا میل کچیل ہے نہین لیا بلکہ پانچوین حصہ غنیمت پر اکتفا فرماتے تھے چنانچہ فرمایا۔ انما ہی من اوساخ الناس فلا تحل لمحمد ولا لآل محمد۔ اور سبطین مکرمین (حضرت حسن و حسین رض) سے ایک نے بمقتضائے بچپن ایک چھوارا منھ مین ڈال لیا تھا تو کخ کخ کہکر تھکوا دیا کہ یہ لوگون کا میل کچیل ہے پس اس آیت سے طعن کرنے والے منافقون حریصون کی امید ٹوٹ گئی کہ جب صدقہ انھین اصناف مین منحصر ہوا تو وہ کمبخت خواہ مخواہ اس مال سے محروم و افسوس کرتے رہے۔ پس جب انحصار کے معنی ہین جو مذکور ہوئے تو امام المسلمین یا صدقہ دینے والے کو اختیار ہے کہ چاہے ان آٹھون اصناف کو تقسیم کر دے یا بعض اصناف کو سب دیدے اور بعض کو محروم چھوڑے اور یہی حضرت عمر و حذیفہ و ابن عباس رضی اللہ عنہم و ابو العالیہ و سعید بن جبیر و میمون وغیرہم کا قول اور یہی ابو حنیفہ و مالک و احمد کا مذہب ہے و ابن جریر رحنے کہا کہ یہی عامہ اہل علم کا قول ہے اور امام مالک رح نے کہا کہ اسی پر اجماع ہے اور ابن عبد البر نے کہا کہ مراد اجماع صحابہ ہے کہ کوئی اسکے مخالف نہین معلوم ہوا پس شافعی رح و ایک جماعت نے جو کہا کہ آٹھون اصناف کا استیعاب واجب اور کسی کو محروم نہین کر سکتا ضعیف ہے اسلئے کہ انحصار انما اسلئے نہین کہ تقسیم ان اصناف پر باستیعاب واجب ہے و تمام الکلام فی الفقہ۔ پھر قولہ وَلِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ لے ثابتۃ للفقراء آہ او مصروفۃ لہم یعنی اموال زکوٰۃ ثابت ہین یا پھیرے گئے ہین واسطے فقرار کے اور واسطے مساکین کے الخ۔ اور حدیث مین ہے۔ لا تحل الصدقۃ لغنی ولا لذی مرۃ سوی یعنی حلال نہین صدقہ کسی غنی کو اور نہ کسی کمائی کی قوت رکھنے والے تندرست کو۔ رواہ احمد و اہل السنن پس تونگر کو حلال نہین اور حدیث مین ہے کہ امرت ان آخذ الصدقۃ من اغنیائکم واردہا علی فقرائکم یعنی مجھے حکم ہے کہ تمھارے تونگرون سے صدقہ لیکر تمھارے فقیرون پر رد کر دون یعنی تمھارے فقیرون پر تقسیم کر دون۔ اس حدیث مین بھی استیناس ہے کہ استیعاب جملہ اصناف واجب نہین اور نیز ظاہر ہوا کہ مسلمانون ہی کے فقیرون وغیرہ کو دینا لازم ہے پس جیسے کافر رعایا سے صدقہ لیا نہ جائے ویسے ہی کافر فقیرون کو دیا بھی نجائے گا ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ فقرار کو مقدم کیا اسلئے کہ شدت محتاجی مین انکا حال باقیون کے بہ نسبت زیادہ پریشان ہوتا ہے اور یہ توجیہ چاہتی ہے کہ احتیاج کی ترتیب سے ان اصناف کو ذکر فرمایا ہے واللہ اعلم ولیکن علمار رح نے اختلاف کیا کہ فقیر زیادہ تباہ حال ہوتا ہے یا مسکین پس یعقوب بن السکیت و قتیبی و یونس بن حبیب نے کہا کہ فقیر کے پاس قدر کفایت مین سے کچھ ہوتا ہے تو وہ بہ نسبت مسکین کے جسکے پاس کچھ نہین ہوتا اچھا ہے اور یہی ابو حنیفہ و احمد و بعض اہل فقہ کا قول ہے اور اصمعی وغیرہ اہل لغت نے کہا کہ مسکین اس سے اچھا ہوتا ہے کیونکہ حق تعالی نے کہا کہ اما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر۔ پس مالکان کشتی کو مساکین فرمایا حالانکہ وہ اکثر بیش قیمت ہوتی ہے اور اسی قول کو طحاوی نے کوفیون رح سے حکایت کیا اور یہی شافعی کے دو قول مین سے ایک اور یہی اکثر اصحاب شافعی کا قول ہے اور بعض علمار نے کہا کہ دونون کا حال محتاجی مین برابر ہے اور یہی شافعی کا دوسرا قول ہے اور یہی ابو یوسف و اصحاب مالک کا قول ہے اور ابن عباس و حسن و عکرمہ و مجاہد سے مروی ہے کہ محتاج متعفف تو فقیر ہے اور محتاج سائل کو مسکین کہتے ہین۔ اور یہی ابن جریر رح و بہتیرون نے اختیار کیا۔ ولیکن حدیث لا تحل الصدقۃ لغنی آہ سے نکلتا ہے کہ فقیر ایسا محتاج ہے جو کمانے پر قادر نہ ہو اور شاید یہین سے قتادہ نے کہا کہ فقیر وہ ہے جو اپاہج ہو۔ اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسکین یہ لوگون کے پاس پھیرے لگانیوالا نہین کہ اسکو لقمہ دو لقمہ یا چھوہارا دو چھوہارے دیکر ٹال دیتے ہین تو صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ پھر کون مسکین ہے فرمایا کہ جو بقدر کفایت نہین پاتا کہ اسکو بے پروا کر دے اور اسکے حال سے آگاہی بھی نہین ہوتی کہ کوئی اسکو صدقہ دیدے اور وہ خود لوگون سے مانگتا نہین ہے۔ الحدیث فی الصحیحین وغیرہما۔ اور

مسکین کی اس تفسیر پر قولہ اما السفینۃ فکانت لمساکین الآیۃ سے منافات نہین اور اسی کو ترجیح دیگئی ہو اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اور کہا کہ فقیر وہ ہی جو اسقدر نہ پاسے کہ اُسکے موقع کفایت مین واقع ہو اور کمالین مین کہا کہ مراد یہ ہو کہ جسکے پاس بالکل مال نہو کہ اسکی حاجت روائی مین کام آسے

قولہ۔ وَالْعَامِلِیْنَ عَلَیْھَا - اے للذین یعملون علی الصدقات۔ اور صدقات ان لوگون کے واسطے ہین جو صدقات پر عامل مقرر ہون - وفی السراج پس عامل کو صدقہ مین سے دیا جاوے اگرچہ وہ تونگر ہو اور لفظ عامل مین ساعی و کاتب و عاشر و عریف و حاسب و حافظ اموال و وزن و پیمایہ کنندہ وغیرہ سب داخل ہین اور ساعی وہ ہی جسکو امام بغرض قبضہ صدقات روانہ کرے اور عریف جو ارباب استحقاق کو پہچانے اور جو لوگ کہ زکوۃ کو مال سے ممیز کرین اور جمع کرین اُن کی اُجرت بذمہ مالک ہے اور شرط یہ ہو کہ عامل ہاشمی نہو اور بنا بر قول شافعی رح کے مطلبی بھی نہو۔ وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُھُمْ - اے وللذین یألف قلوبھم۔ اور صدقات ان لوگون کے لیے ہین جنکے دلون کی تالیف کی جاوے اور وہ چند اقسام ہین بعض وہ اشراف کافر کہ جن کو اسواسطے دیا جاوے کہ وہ مسلمان ہوجاوین جیسے آنحضرت صلعم نے صفوان بن اُمیہ کو غنائم حنین سے دیا حالانکہ اسوقت مشرک تھا چنانچہ خود صفوان نے روایت کی کہ حنین کے روز آنحضرت صلعم نے مجھے عطیہ دیا حالانکہ آپ مجھے سب سے زیادہ مبغوض تھے پھر برابر دیا کئے یہان تک کہ مجھے سب لوگون سے زیادہ محبوب ہوگئے۔ رواہ مسلم وغیرہ اور بیضاوی رح نے کہا کہ اصح یہ کہ ایسے کافرون کو آپ اپنے مخصوص پانچوین حصہ مین سے جو خمس غنیمت مین سے ہوتا تھا عطا کرتے تھے اور بعض وہ کہ جن کے اسلام مین ضعف ہو دیا جاوے تاکہ اسکا اسلام خوب ثابت ہوجاوے جیسے طلقاء قریش کو بروز حنین سو سو اونٹ دیئے اور حدیث مین ہو کہ مین بعض آدمی کو دیتا ہون حالانکہ دوسرا بہ نسبت اُس کے مجھے زیادہ محبوب ہوتا ہو بدین خوف کہ اللہ تعالی اُسکو اوندھے منہ جہنم مین نہ ڈالے اور بعض وہ کہ جن کے دینے سے اُن کے ہمسرون کے مسلمان ہوجانے کی اُمید ہو اسی واسطے آنحضرت صلعم نے عیینہ بن حصن و عباس بن مرداس و اقرع بن حابس عطار بن تمیم کو دیا۔ وفی ذلک قال عباس ہذا ہ اتجعل نہبی ونہب العبید بین عیینۃ والاقرع الی آخرہ کما فی صحیح مسلم۔ اور بعض وہ کہ دارالاسلام سے ڈانڈ ملے ہوئے کفار کی شرارت ہم سے دور رکھے یا زکوۃ دینے سے انکار کرنیوالون سے سختی پر لاکر زکوۃ وصول کرلاوے کیونکہ لشکر بھیجنے سے یہ آسان ہو۔ سراج مین کہا کہ کافرون کے اسلام لانے کی تالیف کیلئے اب دیا جائیگا نہ زکوۃ مین سے اور نہ کسی مال مین سے کیونکہ نہ دینے پر اجماع ہوگیا اور اسلیئے کہ اللہ تعالی نے اسلام کو عزت دیدی اور اہل اسلام کو تالیف کی حاجت نہین رہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کافرون کو اسلام کی تالیف کیلئے دیا جاوے یا نہین تو اس مسئلہ مین اختلاف ہو چنانچہ عمر رض و عامر شعبی و ایک جماعت سے مروی ہو کہ اب نہین دیا جائیگا کیونکہ اللہ تعالی نے اسلام و اہل اسلام کو قوت و عزت دیکر بے پرواہ کردیا اور یہی قول مشہور مذہب امام مالک و امام ابوحنیفہ رح کا ہو حتی کہ بعض حنفیہ نے اسپر اجماع صحابہ کا دعوی کیا اور یہی روایۃ ہو اور ایک جماعت کا قول ہو پھر ابن کثیر رح نے لکھا کہ دیگر علماء نے کہا کہ اب بھی دئے جاوین کیونکہ آنحضرت صلعم نے بعد فتح مکہ و شکست ہوازن کے اُن کو دیا۔ قال المفسر رح اقسام مؤلفۃ القلوب مین سے ایک وہ قسم کہ اُن کو اس غرض سے دیا جاوے کہ اسلام لے آوین اور ایک وہ قسم کہ اہل اسلام سے پڑوسی کافرون کا ضرر دفع کرین ان دونوکو امام شافعی رح کے نزدیک نہ دیا جاوے اور باقی دو قسم کو ایک وہ کہ اسلام پر ثابت قدم رہین دوم وہ کہ اُنکی دیکھا دیکھی انکے ہمسر اسلام لاوین بنا بر اصح قول کے دیا جاوے بعض نے کہا کہ یہی ظاہر آیۃ کے موافق ہو کہ مؤلفۃ القلوب کا حصہ اب بھی باقی ہو کیونکہ یہ امر ایسا ہو کہ کبھی اسکی ضرورت پڑتی ہو اور عمر رض نے اسوقت کچھ ضرورت نہ دیکھی اسلیئے اُنکا حصہ قطع کردیا اور زہری رح سے روایت ہو کہ مجھے اس کا منسوخ ہونا نہین معلوم ہوا۔ اور اسی پر ماوردی رح نے فتوی دیا ہو۔ قال المترجم امام ابوحنیفہ و مالک کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کا حصہ مطلقاً ساقط ہو اور شافعی رح کے نزدیک اُسکے اقسام چارگانہ مین سے دو ساقط و دو باقی ہین و مآل یہ کہ اُن کے نزدیک ساقط نہین ہو پھر بنا بر قول اول کے جب اُن کا حصہ ساقط ہوا تو یہ حصہ بھی باقی اصناف کی طرف پھیرا جاوے یعنی اموال صدقات انہین چار یا سات اصناف کیلئے منحصر ہین جنہین سے فقراء و مساکین و عاملین کا ذکر

[illegible]

ہو چکا اور چہارم مؤلفۃ القلوب ساقط ہوئے اور باقی یہ ہین یعنی پنجم۔ قولہ۔ وَفِي الرِّقَابِ یعنی فی فک الرقاب۔ گردنین آزاد کرنے مین یعنی جن باندی وغلامون کو اُن کے مالکون نے مکاتب کر دیا ہو اسطرح کہ اُن کو تحریر لکھدی کہ تم اسقدر مال خواہ یکمشت یا قسط وار ادا کرو تو تم آزاد ہو جاؤ پس مال صدقات سے اُن کی گردنین آزاد ہونے کیلئے دینا چاہیے اور یہ مخصوص مسلمان باندی وغلام مکاتب کے حق مین ہو جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا واللہ اعلم اور یہی تفسیر حسن بصری اور مقاتل بن حیان وعمر بن عبدالعزیز وسعید بن جبیر ونخعی وزہری وابن زید وغیرہم سے مروی اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہو اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ وشافعی ولیث بن سعد اور اکثر فقہار کا اور ایک روایت مالک رحمہ سے ہو اور قولہ تعالیٰ وآتوہم من مال اللہ الذی آتاکم۔ بھی اسی پر دلالت کرتا ہو بعض نے یہ تفسیر بیان کی کہ باندی غلام خرید کر آزاد کر دیا جاوے اور کہا کہ یہی ابن عباس رضؓ وابن عمرؓ سے مروی اور یہی مذہب مالک واحمد واسحٰق کا ہو مترجم کہتا ہو کہ ابن عباسؓ وحسن بصریؒ کا قول شیخ ابن کثیر نے یون لکھا کہ زکوۃ سے مملوک خرید کر آزاد کرنے مین مضائقہ نہین ہو اور یہ قول صریح ہو کہ فی الرقاب کا لفظ اعم وشامل ہو کہ مکاتب کی آزادی مین اعانت ہو یا مستقل رقبہ خرید کر آزاد کر دیا جاوے چنانچہ ابن کثیرؒ نے قول ابن عباس کے یہی معنی بیان کئے علاوہ ازین حسن بصری سے مکاتب کی اعانت کرنے کی تفسیر خود اوپر مذکور ہو چکی اور وہ دلیل ہو کہ اُن کی مراد یہ ہو کہ آیت سے ثابت ہوتا ہو کہ باوجود اعانت مکاتب کے یہ بھی روا ہو کہ مستقل رقبہ خرید کر آزاد کیا جاوے پس ظاہر ہوا کہ تفسیر مین کچھ اختلاف نہین ہے اور بیضاوی نے ایک قول دیگر نقل کیا کہ مسلمان قیدیون کو قید کفار سے رہا کرانے مین خرچ کیا جاوے۔ اگر کہا جاوے کہ اوپر سے للفقراء وغیرہ لام کیساتھ تھا اور یہان فی الرقاب فرمایا تو یہان باقیون مین آخر تک لام سے فی کی طرف عدول مین کیا نکتہ ہو۔ جواب دیا گیا کہ اسلئے کہ دلالت ہو کہ رقاب کیواسطے استحقاق نہین بلکہ اس جہت کا استحقاق ہو یعنی ایسے لوگون کو اُنکی ذات کے لحاظ سے استحقاق نہین بلکہ فک رہائی کا استحقاق ہو پس اُنکا حصہ اُنکی رہائی مین صرف ہو اور اُنکے ہاتھون مین نہ دیا جائے الا آنکہ وے بھی اسی کام مین صرف کرین اور اُس کو دوسرے کام مین صرف کرنیکا استحقاق نہین ہو اور بعض نے جواب دیا کہ حرف فی واسطے ظرفیت کے ہو پس تنبیہ ہو کہ رقاب فیقدر زیادہ مستحق ہین کہ صدقات اُنھین مین رکھے جاوین بایں طور کہ آزاد کرائے جاوین۔ صنف ششم قولہ۔ وَالْغَارِمِيْنَ اے اور مستحق صدقات کے غارمین ہین مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ ایسے قرضدار لوگ جنھون نے سوائے گناہ کے کام کے اور کام سلح کیواسطے قرضہ لیا ہو یا اگر گناہ کیواسطے لیا تھا مگر اب توبہ کر چکے ہین اور اُن کے پاس اسقدر نہین کہ یہ قرضہ ادا کرین یا ایسے لوگ جنھون نے مسلمانون کے آپس کی اصلاح کیلئے لیا اگرچہ وہ خود تونگر ہون تو ان سب کو صدقات سے دیا جاوے۔ غرم اصل لغت مین ایسی چیز کا لازم آنا جو نفس پر شاق ہو اسی سبب سے قرضہ کو غرم کہتے ہین۔ اور کبھی ہلاک سے تعبیر ہوتی ہو۔ کما فی قولہ تعالیٰ ان عذابہا کان غراما بسراج ومعالم وغیرہ مین ہو کہ غارمین کے تین اقسام ہین ایک وہ جس نے اپنی ذاتی مصلحت سے قرضہ لیا۔ دوم جسپر تاوان لازم آیا۔ سوم جس نے فتنہ بجھانے کو قرضہ لیا پس بدون معصیت کے اپنے واسطے قرضہ لینے والے کو یا تو بہ کر لینے والے کو صدقہ دیا جاوے اگرچہ وہ کما کر ادا کرنے پر قادر ہو اور مکاتب کا بھی یہی حکم ہو اور جسپر قرضہ تاوان لازم آیا جیسے کسی تنگدست نے دوسرے کی ضمانت کر کے برداشت کیا اور جس نے فتنہ فرو کرنے کو لیا اگرچہ تونگر ہو اُسکو دیا جاوے اور اسی طرح جسنے کسی ایسی مصلحت کیواسطے جسکا نفع عام کو پہونچے قرضہ لیا جیسے ضرورت کے وقت تعمیر مسجد یا تعمیر پل وچاہ ورہائی اسیر وغیرہ اُسکو بھی دیا جائیگا۔ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم نے قبیصہ بن مخارق کو فرمایا کہ اے قبیصہ سوال کرنا حلال نہین مگر تین قسم کے لوگون کو ایک وہ کہ جس نے کوئی بوجھ اُٹھایا تو اُسکو سوال کرنا حلال ہو۔ دوم وہ کہ اُسکے مال پر کوئی آفت پہونچے کہ برباد ہو گیا تو اُسکو سوال حلال ہو یہانتک کہ قوام عیش پاوے اور سوم وہ کہ اُسکو فاقہ پہونچا چنانچہ اُسکی قوم کے تین آدمیون نے کہا کہ فلانا فاقہ کرتا ہو تو اُسکو سوال حلال ہوا یہانتک کہ قوام عیش پاوے اور ماسوائے اُن کے جسنے سوال سے کھایا اُسنے حرام کھایا۔ اس حدیث کو مسلم نے صحیح مین روایت کیا ہو عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرضدار مدیون کو

قیامت کے روز بلاکر سامنے کھڑا کریگا اور فرماویگا کہ اے آدمی تو نے کس کام مین یہ قرضہ لیا اور کس کام مین لوگون کے حقون کو ضائع کیا وہ عرض کریگا
کہ اے پروردگار تو جانتا ہو کہ مین نے لیا سو نہ کھایا نہ پیا اور نہ ضائع کیا ولیکن آگ لگی یا چوری ہوئی یا گھٹی آئی پس حق تعالیٰ فرماویگا کہ میرا بندہ سچا ہو
اور مین تیری طرف سے ادا کرنے کا آج احق ہون پھر اللہ تعالیٰ کچھ منگوا کر اُس کے ترازو کے پلہ مین رکھوائیگا پس اُسکی نیکیان اُسکی برائیون پر بھاری
وجھکتی ہونگی پس اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے جنت مین داخل ہوگا۔ رواہ احمد اور حدیث مسلم مین ابوسعیدؓ سے ہو کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ مین
ایک شخص نے باغ خرما خریدا اور پھل بسبب آفت زدگی کے ضائع ہوئے تو آنحضرت صلعم نے اُسکے قرضخواہون کو فرمایا کہ جو کچھ تم کو ملتا ہو وہی لیلو
اور اس سے زیادہ تمہارے واسطے کچھ نہین ہے مترجم کہتا ہو کہ علماء حنفیہ کے نزدیک جو شخص قاضی کے علم مین مفلس ٹھہرے قاضی اُسکو قید نہ کریگا اور قید
کیا ہو تو رہا کر دیگا جیسا کہ ادب القاضی وغیرہ کے مسائل سے واضح ہو لیکن مواخذہ آخرت سے بری نہ ہوگا مگر آنکہ آخرت مین اللہ تعالیٰ اُس کو
عفو فرمادے واحادیث سابقہ اسپر دلالت کرتی ہین۔ فافہم۔ بالجملہ جو شخص غارم و قرض اُٹھائے ہوئے ہو موافق تفصیل مذکورہ بالا کے اُس کو
صدقات سے دیا جاوے۔ قسم ہفتم۔ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ اور فی سبیل اللہ۔ اسے اُس شخص کیلئے جو اللہ تعالیٰ کی راہ مین قائم ہو مفسرینؒ نے لکھا کہ
اُن لوگون کے واسطے جو جہاد کرنے پر قائم ہون منجملہ ایسے لوگون کے جنکے واسطے فی نہین اگرچہ وہ تونگر ہون۔ یعنی دیوان مین اُن کیلئے کوئی حق مقرر نہین ہو
تو باوجود تونگر ہونے کے اُنکو دیا جاوے اور امام ابوحنیفہ و صاحبین نے کہا کہ غازی کو صدقات مین سے جبھی ملیگا کہ جہاد سے منقطع و فقیر ہو۔ امام احمدؒ و اسحقؒ
نے حج کو بھی سبیل اللہ مین سے قرار دیا اور اسمین ایک حدیث بھی آئی ہو جسمین حج کا فی سبیل اللہ ہونا مذکور ہو اور ابن عمرؓ نے کہا کہ وہ حاجی و عمرہ کرنیوالے
لوگ ہین۔ بعض نے کہا کہ لفظ عام ہو پس کسی خاص پر اقتصار نہ کیا جائیگا بلکہ جملہ وجوہ خیر مانند تعمیر مساجد و پل و تکفین موتیٰ وغیرہ کے داخل ہین اور اس قول
مین نظر ہو اسلئے کہ زکوٰۃ مین تملیک شرط ہو اور تعمیر مساجد وغیرہ مین تملیک نہین وہذا علی اصل الحنفیۃ اور اولیٰ وہ تفسیر ہو جو اول مذکور ہوئی یعنی غازی لوگ
مراد ہین کیونکہ اسپر جمہور نے اتفاق کیا ہو۔ قسم ہشتم۔ وَابْنِ السَّبِيلِ۔ سبیل بمعنی راہ اور ابن سبیل مسافر یعنی مسافر کو دیا جاوے جبکا زاد راہ سفر مین چک گیا
ہو پس اسقدر دیا جاوے کہ گھر تک پہنچ جاوے اگرچہ وہ اپنے گھر مین تونگر ہو اور اگرچہ ایسے شخص کو پاوے جس سے قرض لے سکتا ہو اور امام مالکؒ نے کہا کہ
اگر قرض مل سکتا ہو تو صدقات سے نہ دیا جاوے۔ فقہاء عراق نے کہا کہ ابن السبیل سے وہ حاجی مراد ہین جو سفر مین منقطع ہو گئے ہون اور یہی امام محمدؒ کا قول ہے
ابوسعید خدریؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ صدقہ کسی تونگر کو حلال نہین ہو مگر پانچ لوگون کو حلال ہو ایک وہ کہ جو اُسپر عامل مقرر ہو۔ دوم
وہ کہ جس نے اسباب صدقہ کا اپنے مال سے خریدا ہو سوم وہ کہ غارم ہو چہارم وہ کہ اللہ تعالیٰ کی راہ مین غازی ہو پنجم وہ جسکو کسی مسکین نے جس نے صدقہ
پایا تھا ہدیہ دیدیا۔ اخرجہ ابن ابی شیبہ و ابو داؤد و ابن ماجہ و ابن المنذر و ابن مردویہ۔ اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غارم کبھی مرد تونگر بھی ہوتا ہے
اور صورت اسکی یہ ہو کہ مسلمانون مین فتنہ دور کرنے یا پل و مسجد وغیرہ تعمیر کرنے کیواسطے اُسنے بوجھ اُٹھایا ہو پس اگرچہ غنی ہو اُسکو اموال صدقہ مین سے دیا جاوے
چنانچہ اوپر اسکی تفسیر گذری۔ واضح ہو کہ معالم وغیرہ مین لکھا کہ جس شہر مین زکوٰۃ واجب ہوئی ہو جب اسمین صدقہ کے مستحق موجود ہون تو اُن کے ہوتے
ہوئے دوسرے شہر کو زکوٰۃ منتقل کر لیجانا مکروہ ہو اور حدیث معاذؓ وغیرہ اسی پر دال ہو کہ وہان کے تونگرون سے لیکر وہین کے فقیرون پر تقسیم کی جاوے
اور اگر سال گذرنے کیوقت جنگل مین ہو تو وہان سے جو زیادہ قریب شہر ہو اُسکے فقراء پر تقسیم کرے اور اگر مستحق لوگ لینے سے انکار کرین تو اُن سے قتال
کیا جائیگا اور یہ بنا بر قول شافعیؒ کے ہو۔ اور اوپر ثابت ہو گیا کہ مراد آیت سے یہ کہ اصناف مذکورہ مصرف زکوٰۃ ہین یہ نہین کہ ان اصناف مین تقسیم واجب
ہے پس ائمہ ثلثہ باقیہ کے قول پر مستحقین کے انکار سے اُن سے قتال جائز نہ ہوگا اور امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ آیت مین امام شافعیؒ کے قول پر دلیل
نہین ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جملہ صدقات کو ان اصناف کیلئے کر دیا ہو اور یہ مقصود نہین کہ مثلاً زید کی زکوٰۃ ان اصناف مذکورہ مین تقسیم کرنا واجب ہو چنانچہ

قولہ تعالیٰ واعلموا انما غنمتم من شیءٍ فان للہ خمسہ الآیۃ مین بالاتفاق پانچوان حصہ اس آیت کے مستحقین مین بطریق توزیع تقسیم کرنا واجب نہین ہو بس ایسا ہی آیۃ الصدقات مین ہو اور اوپر بیان ہو گیا کہ امام ابو حنیفہ وغیرہ کے نزدیک مؤلفۃ القلوب کا حصہ مطلقاً ساقط ہو اور دیگر علماء کے نزدیک نہین۔ اگر کہا جاوے کہ للفقراء سے مؤلفۃ قلوبہم تک باللام فرمایا اور فی الرقاب سے مابعد مین بحرف فی فرمایا تو اسمین کیا نکتہ ہو۔ اس سوال کا جواب کشاف وبیضاوی وغیرہ مین دو طرح سے مذکور ہے ایک یہ کہ فی الرقاب بجائے للرقاب لاتے ہین ایذان ہو کہ جانب مابعد والے صدقہ کے زیادہ مستحق ہین گویا صدقات انھین مین موضوع ہین اور دوم یہ کہ اس اشعار کیلیے بجائے لام کے فی فرمایا کہ استحقاق اس جہت کا ثابت ہو نہ ان لوگون کا قطع نظر اس جہت کے یعنی فی الرقاب مین عدول نفی سے دلالت ہو کہ فک رقبہ کی جہت سے مکاتب لوگ مستحق ہین لہذا اگر صدقات کا مال مکاتبین وغارمین وفی سبیل اللہ تعالیٰ وابن السبیل کو دیا جاوے تو وے اسی راہ مین صرف کرین اور جائز نہین کہ جو چاہین کرین کذا قیل پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ مصدر مؤکد منصوب اپنے فعل مقدر سے ہے کیونکہ انما الصدقات للفقراء کے یہی معنی ہین کہ انما فرض اللہ الصدقات لہم۔ اللہ تعالیٰ نے انھین کیلیے صدقات فرض کیے پس فریضۃً مفعول مطلق بحذف فعل اسی کی تاکید کرتا ہو اے فرض اللہ لہم ذلک فریضۃً من عندہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کیلیے اسکو فرض کیا اپنی جانب سے فرض کرنا بدون مداخلت کسی کے اجتہاد کے پس کسی کو اسمین تجاوز از تقسیم الٰہی بطریق اجتہاد و رائے وغیرہ جائز نہین۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ علیم ہو کہ بندون مین سے ہر چیز کے مستحق کو خوب جانتا اور حکیم ہو کہ تدبیر و حکمت سے اُن کیواسطے فرض فرماتا ہو لہذا صدقات کے مستحقین کو اپنے علم و حکمت سے منحصر کرنا فرمادیا کسی کی رائے واجتہاد پر نہین چھوڑا۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ انما الصدقات للفقراء۔ صدقات سے فضل ولطف خاص کی طرف اشارت ہے پس او تعالیٰ نے بیان فرمادیا کہ یہ الطاف وافضال منحصر ہین اہل معرفت وایمان ہین جن کے استحقاق کو او تعالیٰ جانتا ہو وہی علیم وحکیم ہو چنانچہ اسکے علم مین ہو کہ اُسکے اہل معرفت جملہ اقسام بحسب تفاوت معرفت کے اُسکی وحدانیت وفردانیت مین حیران ہین بعضے بالکل غائب ہین اور بعضے مستغرق اور بعضے والہ و بعضے ہائم ہین پس اُنکو طاقت نہین کہ ضروریات حوائج کے اکتساب مین مشغول ہون لہذا اُن کے لیے یہ حصص مقدر کر دیے تاکہ بقدر رزق الٰہی کے حلال طیب حاصل کرین پھر اُن کی تعداد آٹھ اقسام بیان کیے اور فقراء کو مقدم کیا جس سے ان اقسام کے سوائے اورون کی طمع کاٹ دی کہ اُنکے سوائے کسی اور کو یہ حصہ نہین مل سکتا بدلیل حرف انما کہ صدقات انھین مین منحصر ہین۔ پھر فقراء وہ لوگ ہین جو تمام عالم سے اپنے دل الگ کیے اور تن اُٹھائے ہوئے ہین اور سب سے صاف پاک ہین کیونکہ قدس قدم سے متصف ہو کر اپنی خودی سے خارج ہو کر مقدس و منزہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی فردانیت کے ساتھ منفرد و مجرد ہو رہے حالانکہ اپنے آپ کو مجرد و منزہ و مقدس وغیرہ کچھ نہین جانتے اسلیے کہ خودی سے خارج ہین ورنہ جو کوئی اپنے آپ کو منزہ سمجھے وہ شرک خفی سے سخت نجس ہو پس یہ لوگ کسی چیز کے فقر و محتاجی نہین رکھتے سوائے وصال ابدی کے کہ اسی وصال کے محتاج ہین اور مساکین وہ لوگ ہین جو حجلۂ انس مین نور قدم کے ساتھ سکون رکھتے اور جانون کو بندگی مین لگائے اپنی خودی سے خارج ہین اور اُن کے دل نور مین ڈوبے ہین اسیواسطے سید المرسلین صلعم نے مسکنت کو اختیار کیا کما روی عنہ اللہم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین۔ عاملین وہ عارف بندے ہین جن کو مرتبہ تمکین و استقامت کا مقام توحید مین حاصل اور وہ نور بقا مین واصل ہین اُنکو بسط وانبساط کا نتیجہ ملتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے جود کے خزائن اور اولیاء حق پر شفیق ہین۔ مؤلفۃ القلوب وہ مرید ہین جو نرم دلی وصفائی نیت سے اسکی راہ چلے و شوق محبت مین جان فدا کی مگر قوی منزلت والون کی نسبت یہ ضعیف لوگ ہین پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو یہ تحفہ اُن کے مواسات و نشاط خاطر بعبادات کیلیے دیا ولیکن یہ نہین ہو کہ اُنھون نے بغرض حصول ثواب یا مقام کے یا کسی کشف وکرامت پر مطلع ہونے کے اپنے اوپر مشقت لی وجان فدا کی ہو بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے واسطے اُسی کے اوپر قربان ہونے کے لیے ایسا کیا ہو۔ فی الرقاب وہ لوگ ہین جن کے قلوب تو لذت محبت الٰہی مین مرہون اور اُن کے نفوس مجاہدہ مین محبوس ہین اور تمام وکمال وہ مشاہدہ مین نہین پہونچے پس کبھی قہر سے

قریب پہنچاتے اور کبھی انوار لطف مین فنا ہوجاتے ہین پس جبتک اُن پر مجاہدہ کچھ باقی رہے یعنی لازم ہو کہ ابھی مجاہدہ بجا لاوین تب تک مقام حقیقت مین نہین پہونچین گے چنانچہ حدیث مین آیا کہ مکاتب برابر غلام رہیگا جبتک اُسپر ایک درم بھی باقی رہے۔ غارمین وہ لوگ ہین جنھون نے عبودیت مین حقوق معارف نہین ادا کیے اور ایقان مین حقائق ربوبیت کو نہین پایا اور وہ ہمیشہ اس قرضداری وغرامت مین پڑے رہین گے اسلیے کہ فقدان کے مانند وجدان کی انتہا نہین ہو اور صبر کیساتھ بذل وجود کرنا جسقدر اُن سے فوت ہوا اُسکو کون اسکی طرف سے ادا کریگا اور وجدان مین شکر کیساتھ حقوق کون ادا کریگا بس قبل معرفت کے یہ قرضدار ہو کہ اپنا قرضہ ادا نہین کیا۔ اور فی سبیل اللہ۔ وہ لوگ ہین جو مجاہدات کیساتھ اپنے نفوس پر جہاد کرتے اور کشف مشاہدات کیلیے شہود غیب مین قلوب کو مربوط کرتے ہین۔ ابن السبیل وہ لوگ کہ قلوب سے میدان ازل مین اور ارواح سے میدان ابد مین اور عقول سے آیات کی راہ مین اور نفوس سے اولیاء اللہ کی جستجو مین مسافرت اختیار کرتے ہین پھر اللہ تعالی نے فرمایا کہ فریضۃً من اللہ۔ یعنی فریضہ ہو از جانب الٰہی عز و جل کہ اہل ایمان و ایقان وعرفان کو اس قسمت سے مواسات فرمائی۔ واللہ علیم حکیم۔ ان بندون کے دنیا سے غائب ہونے کو جانتا ہو اور اہل عقبی و اہل آخرت کی اسطرح مواسات واجب کرنے مین حکمت الٰہی ہو۔ بعض نے کہا کہ فقرا تین طرح کے ہوتے ہین ایک وہ کہ سوال نہین کرتا اور نہ تعریض اور نہ دینے سے لیتا ہو تو ایسا فقیر روحانیون کے مثل ہو۔ دوم وہ کہ سوال و تعریض نہین کرتا مگر دینے سے اسی قدر لیتا ہو جسقدر کہ اُسکو حاجت ہو تو اُسپر کچھ حساب نہین ہو سوم وہ کہ بقدر روزینہ کے مانگ لیتا ہو اور اگر حاجت نہین ہوتی تو باز رہتا ہو پس ایسا فقیر حظیرۃ القدس مین ہو۔ ابراہیم خواص نے کہا کہ فقیر کی صفت یہ ہو کہ جب کچھ پاس نہو تو سکون رکھے اور جب ہو تو خیرات و بخشش کرے اور مسکین وہ ہو جس پر ناداری کا نشان ظاہر ہو۔ اُستاد رحمہ نے کہا کہ سچا فقیر تو اہل حق کے نزدیک نہ آسمان کے نیچے نہ زمین کے اوپر کہین اسکا نشان ہوتا ہو یعنی نہ آسمان سے سایہ کا محتاج اور نہ زمین سے اپنا بوجھ اُٹھانا چاہے اور نہ عبودیت مین اپنا نشان چاہے اور نہ کسی معلوم سے اسکو شغل ہو پس وہ تو اللہ تعالی ہی کیلیے اللہ تعالی کا بندہ ہوتا ہو اور اُستاد رحمہ نے کہا کہ ابن السبیل ان کے نزدیک وہ بندہ ہو کہ جو امور مالوف طبیعت مین اور جنھین طبیعت کو توطن ہو اُن سے مسافر رہے پس وہ ہمیشہ اللہ تعالی کا مہمان ہوتا ہو بھوک اسکا کھانا ہو اور خلوت اُسکا جلسہ ہو اور محبت اُسکا پینا ہو اور حق تعالی اُسکا مشہود ہو واللہ اعلم مترجم کہتا ہو کہ جب دونون طرح تجھے تفسیر اشارہ معلوم ہوچکا تو اگر تجھ سے سوال کیا جائے کہ یہان منافقون کے قبائح و ذمائم کا بیان تھا اسمین اس آیت سے منافقون کے حق مین کیا تکمیل ہوئی تو جواب ہے کہ اس آیت سے جب بیان کردیا کہ صدقات کے مستحق ایسے اہل صدق اصناف مذکورہ ہین تو بتلادیا کہ منافقین اہل استحقاق مین نہین پس وہ محروم ہین اور اُن کے طمع کی جڑ کاٹ دی کہ کبھی اس بارہ مین کلام نہ کرین۔ پھر اللہ تعالے نے منافقون کی اور ایک قسم کی جہالت و قباحت بیان فرمائی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے اور بہتان سے عیب لگاتے اور باتین اُڑاتے تھے۔ بقولہ تعالی۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ

اور بعضے اُن مین بدگوئی کرتے ہین نبی کی اور کہتے ہین یہ شخص کان ہو تو کہہ کان ہو تمھارے بھلے کو یقین لاتا ہے

بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ

اللہ پر اور یقین کرتا ہو بات مسلمانون کی اور مہر ہے ایمان والون کے حق مین تم مین سے اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہین

رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

اللہ کے رسول کی اُن کو دُکھ کی مار ہے

ومنھم اور منافقون مین سے۔ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ کچھ ایسے لوگ ہین کہ نبی صلعم کو ایذا دیتے ہین یعنی اپنے بداقوال وافعال

اسطرح کہ مثلاً رسول اللہ صلعم کی شان مین ایسی جھوٹی باتین کہے جو آپ کی شان کے لائق نہ تھین اور جب اُن سے منع کیا جاتا ہو کہ ایسی بات نہ کہو ایسا نہو کہ اُس کو خبر پہونچے تو جواب مین ایسے کہتے ہین جو اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا۔ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۔ اور کہتے ہین کہ وہ تو کان ہی یعنی جو کچھ کہدو سُن لیتا ہی۔ محاورہ بولتے ہین کہ فلان اذن سامعہ یعنی سننا ہوا کان ہی جو کہدو سن لیتا اور سچ مان لیتا ہو۔ نزول اُسکا منافقون کی ایک جماعت کے حق مین ہوا جو آنحضرت صلعم کی غیبت کرتے اور جب اُن مین سے بعض نے کہا کہ ایسی باتین نہ کرو ایسا نہو کہ اُنکو خبر پہونچے تو جلاس بن سُوید یا بتل بن الحارث وغیرہ نے کہا کہ کچھ ڈر نہین جب ہم جا کر انکار کر کے قسم کھالین گے کہ ہم نے نہین کہا تو مان لین گے کیونکہ وہ نرے کان ہین۔ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ تو کہدے کہ تمھارے لئے بہتری وبھلائی کا سننے والا ہی نہ شر و فساد کا۔ ایک قراۃ مین اذن خیر دونون مرفوع بتنوین ہین یعنی تم سے سُنکر تمھاری تصدیق کرے یہ تمھارے لئے اس سے بہتر ہی کہ تم کو جھٹلائے اور سچ نہ مانے پھر منافقون کو جھٹلایا اور کہا کہ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ یعنی ایسا نہین ہی بلکہ وہ ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ ۔ اور تصدیق کرتا ہی مومنون کی کہ انھین کی بات مانتا ہی اور منافقون کو جھوٹا جانتا ہی۔ اول مین حرف با سے تعدیہ ہی کہ باللہ فرمایا سو وہ بمعنی تصدیق ایمانی ہی اور دوم مین بلام ہی کہ للمومنین کہا اور یہ بمعنی سچا ماننا۔ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ حمزہ نے رحمۃ بالجر پڑھا اسے اذن خیر و اذن رحمۃ عطف ہی خیر پر۔ اور دوسرون نے رحمۃ بالرفع پڑھا عطف اذن پر یعنی اذن خیر و رحمۃ پس اول پر یہ معنی کہ گوش رحمت ہی ان لوگون کیلئے جو تم مین سے ایمان لائے یعنی بطور نفاق کے ایمان ظاہر کیا پس بظاہر تمھارا قول قبول کرتا اور تمھارا پردہ فاش نہین کرتا ہی۔ اور قراۃ دوم پر یہ معنی معالم مین ہین کہ اہل ایمان کے لئے رحمت ہی کیونکہ مومنین کے ایمان سے مشرف ہونیکا وہی سبب ہی۔ پھر اس کلام مین بنا بر قراۃ اول کے تنبیہ ہی کہ تمھارا قول قبول کرنا کچھ اس وجہ سے نہین کہ وہ تمھارے حال سے نادان ہی بلکہ تم پر نرمی ورحمت کر کے مان لیتا ہی پس جب وہ ہر ایک کیلئے رحمت وشفقت ہی تو یہ کوئی عیب نہین پھر تم ایسی باتون سے اُسکو کیون ایذا دیتے ہو۔ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو جو لوگ ایذا دین اُن کیلئے دُکھ کی مار ہی یعنی منافقون کے خبیث وخوار ہونے کے باوجود جب وہ رحمت فرماتا ہی اور اُسپر یہ خبیث اُسکی بھلائی کے عوض اُسکو ایذا دیتے ہین تو ضرور اُن کو عذاب اور بڑے دُکھ والا عذاب ملیگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک اور قسم قبائح افعال منافقین کو کہ مخلوق کی رضا کیلئے خالق عز وجل کی جھوٹی قسم کھاتے ہین ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ○

قسمین کھاتے ہین اللہ کی تمھارے آگے کہ تم کو راضی کرین اور اللہ کو اور اُسکے رسول کو بہت ضرور ہی راضی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہین

أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ○

وہ جان نہین چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ اور اُس کے رسول سے تو اسکو ہی دوزخ کی آگ پڑا رہے اُس مین یہی ہے بڑی رسوائی۔

ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ قتادہ وسدی رح نے کہا ہم سے ذکر کیا گیا کہ منافقون کی جماعت مین سے ایک شخص جلاس بن سوید نے کہا کہ واللہ یہ ہمارے لوگ تو ہم مین سے بہتر واشرف ہین اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہین اگر وہ سچ ہو تو ہم اس صورت مین گدھون سے بدتر ہون گے اُن کے ساتھ انصار کا ایک نوجوان لڑکا عامر بن قیس بیٹھا تھا اور اُسکو منافقون نے حقیر سمجھکر اُسکا کچھ لحاظ نہ کیا اور غیبت وبدگوئی کرنے لگے چنانچہ جب جلاس بن سوید اور ودیعہ بن ثابت نے وہ کلمہ کہا جو مذکور ہوا تو یہ لڑکا غضبناک ہو کر بولا کہ اللہ جو کچھ محمد صلعم کہتے ہین وہ سچ ہی اور تم لوگ بیشک گدھون سے بدتر ہو اور وہان سے آکر آنحضرت صلعم سے بیان کیا اور آپنے جب منافقون کو بلا کر پوچھا تو قسمین کھانے لگے کہ ہم نے ہرگز نہین کہا اور جس نے کہا ہو اُسپر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہی پس آنحضرت صلعم نے اُنکی قسمون پر کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک درمیان مین لاکر قسمین کھائی تھین تسلیم کر لیا اور عامر بن قیس کی طرف التفات نہ کیا پس سے

عامر بن قیس کو غم ہوا اور دعا مانگی کہ اے میرے پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا ظاہر کر دے تو نازل ہوا قولہ تعالی یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ قسمیں
کھاتے ہیں اللہ تعالی کے نام کی یعنی جھوٹی قسمیں۔ لَکُمْ تمہارے واسطے اے مومنو یعنی تمہارے واسطے اللہ تعالی کی جھوٹی قسموں کی پروا نہیں کرتے
بلکہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں۔ لِیُرْضُوْکُمْ تاکہ تم کو راضی کر لیں۔ یہ بڑی سخت بات تھی کہ اپنے خالق عزوجل کی معصیت اُسکی مخلوق کے واسطے اختیار کی
تاکہ مخلوق راضی رہے۔ وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ۔ حالانکہ سزاوار یہ تھا کہ اللہ تعالی و اُس کے رسول کو راضی رکھتے۔
اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ۔ لا رضوہما۔ اگر مومنین ہوتے تو اُنھیں دونوں کو راضی رکھتے یعنی انھیں کی رضامندی چاہتے خواہ تمام مخلوق راضی
ہو یا ناراض ہو۔ پس مومن نہ تھے اسیواسطے اسکے برعکس کیا۔ قول حکمت از مشکوۃ نبوت ثابت ہے کہ جو کوئی کسی مخلوق کے راضی کرنے کیلئے اپنے
خالق کو ناراض کرے تو خالق عزوجل اُسی مخلوق کو اُسکے اوپر مسلط کر دیتا ہے کہ اُسکو تباہ کر دے اسمیں تنبیہ ہے کہ آدمی پر فرض ہے کہ اللہ تعالی و اُسکے
رسول کو راضی رکھے اور اسی رضا کو جان و مال سے ڈھونڈھے اگرچہ تمام مخلوق اس سے ناراض ہو جاوے کیونکہ جب حق تعالی راضی ہے تو سبحان اللہ تعالی
پھر کوئی مخلوق کیا کر سکتی ہے وہ خواہ مخواہ مطیع و مسخر ہوگی ضمیر یرضوہ۔ میں کلام کیا گیا کہ کس طرف راجع ہے بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یوں ہے واللہ احق
ان یرضوہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔ پس جملہ دوم حذف ہوا اور بعض نے کہا کہ اول حذف ہوا اور دوم باقی ہے تاکہ مشعر ہو کہ اللہ تعالی کی رضا اسی طور سے
ہے کہ اسکے رسول صلعم کو اطاعت و فرمانبرداری سے راضی رکھیں کیونکہ فرمایا ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ اور بعض نے کہا کہ اصل میں تھا۔ ان یرضوہما
پھر ضمیر مفرد کر دی گئی تاکہ مشعر ہو کہ اللہ تعالی و اُسکے رسول کی رضا، واحد ہے اور بعض نے کہا کہ اسم پاک اللہ کا تبرک کیلئے ہے اور مراد یہ کہ ورسولہ احق ان یرضوہ
یعنی رسول اللہ صلعم کا راضی رکھنا ہی سزاوار تھا باین طور کہ ظاہر و باطن سچے مطیع ہوتے اور کچھ خیال شیطانی نہ لاتے اور نہ زبان سے کلمہ شرارت
نکالتے سو اگر مومن ہوتے تو اُسکو احق جانتے پھر اللہ تعالی نے منافقوں کو ملامت فرمائی بقولہ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا منافقوں کو سمجھ نہ آئی اور نہ جانے
باوجودیکہ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دین و شریعت تعلیم فرمائی۔ اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یہ بات کہ شان یہ ہے کہ جس نے
محادت کی اللہ تعالی و اُس کے رسول سے باین طور کہ اللہ تعالی و رسول کی جو حد ہے اسکے سوائے دوسری حد پر چلا اور جو شق کہ اللہ تعالی و رسول کی
ہے اُسکے سوائے دوسری شق اختیار کی یعنی اُن کی راہ کے سوائے دوسری راہ کترایا۔ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ۔ لے فان نار جہنم جزاء لہ۔
تو جہنم کی آگ اُسکی سزا ہے۔ خَالِدًا فِيْهَا اس حال سے کہ آگ میں اُس کے لئے ہمیشگی مقرر ہے جب سے داخل ہوگا۔ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ
یہ سزا تو بڑی سخت خواری ہے۔ واضح ہو کہ محادت لغت میں بمعنی مخالفت اور باہمی عداوت وغیرہ میں مستعمل ہے اور معنی وہ ہیں جو مذکور ہوئے اور قولہ فان لہ الخ
بفتح ان جواب شرط ہے پس جملہ ہونا چاہیئے لہذا لہ خبر مقدم قرار پائی اے فجزاء لہ۔ رازی نے کبیر میں کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ معنی اُسکے فلہ نار جہنم ہوں
اور حرف اَنّ بغرض تاکید مکرر ہوا پھر اعتراض کیا کہ اس صورت میں موکد اور تاکید کنندہ کے درمیان اجنبی چیز سے فصل لازم آتا ہے ولیکن یہ اعتراض
کچھ نہیں ہے پھر کہا کہ جواب میں محتمل ہے کہ محذوف ہوا ے من یحادد اللہ ورسولہ ہلک فان لہ نار جہنم۔ پس جملہ فَاَنّ تعلیل محذوف ہے یعنی جس نے اللہ تعالی
و رسول کی مخالفت کی وہ ہلاک ہوگا کیونکہ اُسکے لئے آتش دوزخ سزائے دائمی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ الم یعلموا سے منافقوں کو کیونکر خطاب ہوا
اسلئے کہ علماء معانی نے کہا کہ الم تعلم کا خطاب ایسے شخص کو ہوتا ہے جو کسی بات کو جان لینے کے بعد بھول گیا یا منکر ہو گیا ہو تو اُس سے کہا جاتا ہے کہ
تو نے جانا نہیں کہ بات ایسی ہے اور یہاں منافق کبھی یقین نہیں لائے تھے تو جواب اسکا تقریر تفسیر سے تجھے ظاہر ہو گیا ہو گا یعنی جبکہ رسول اللہ صلعم
زمانہ دراز تک لوگوں میں وعظ و نصیحت فرماتے اور شرائع و دین و جزاء و سزا سکھلاتے و بتلاتے رہے تو منافقوں کو خطاب کیا کہ باوجود ایسی تعلیم کے
بھی کیا اُنھوں نے نہ جانا کہ مخالفت اللہ تعالی و رسول کی یہ سزائے سخت ہے پھر منافقوں کو فضیحت و رسوائی سے ڈرایا۔ بقولہ تعالے

يَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ اَنۡ تُنَزَّلَ عَلَيۡهِمۡ سُوۡرَةٌ تُنَبِّئُهُمۡ بِمَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ‌ؕ قُلِ اسۡتَهۡزِءُوۡا‌ۚ اِنَّ اللّٰهَ

ڈرا کرتے ہین منافق کہ نازل نہو اُن پر کوئی صورت کہ جتا دے اُنکو جو اُن کے دل مین ہو تو کہہ ٹھٹھے کرتے ہو اللہ

مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ ۞ وَلَـئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ لَيَـقُوۡلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوۡضُ وَنَلۡعَبُ‌ ؕ قُلۡ اَبِاللّٰهِ

کھولنے والا ہے جس چیز کا تم کو ڈر ہے اور جو تو اُن سے پوچھے تو کہین ہم تو بول چال کرتے تھے اور کھیل تو کہہ کیا اللہ سے

وَ اٰيٰتِهٖ وَرَسُوۡلِهٖ كُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۞ لَا تَعۡتَذِرُوۡا قَدۡ كَفَرۡتُمۡ بَعۡدَ اِيۡمَانِكُمۡ‌ؕ اِنۡ نَّعۡفُ

اور اُس کے کلام سے اور رسول سے ٹھٹھے کرتے تھے بہانے مت بناؤ تم کافر ہوگئے ایمان لاکر اگر ہم معاف کرینگے

عَنۡ طَآئِفَةٍ مِّنۡكُمۡ نُـعَذِّبۡ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ۞

تم مین بعضون کو البتہ مار بھی دینگے بعضون کو اُسپر کہ وہ گنہگار تھے ۔

ابن عباس رضؓ سے مروی ہو کہ اللہ تعالی نے اس سورہ مین ستر منافقون کا ذکر مع اُنکے نام و اُن کے باپون کے نام کے نازل کیا تھا پھر اُن کے نام و نسب کا ذکر منسوخ فرمایا اور یہ مومنون پر رحمت تھی کیونکہ اُن کی اولاد مین سچے ایمان والے پیدا ہونیوالے تھے یعنی بنظر رحمت اُن کے آبا منافقین کے نام نسخ فرمائے تاکہ عار و شرم دائمی باقی نہ رہے اور وقت نزول کے جو اُن کی تفضیح مقصود تھی وہ حاصل ہوگئی کہ نفاق و شک سے یقین نہین کرتے تھے کہ ہمارے اقوال ذمیمہ و افعال قبیحہ سے اللہ تعالی مطلع ہو پس نام بنام ہر ایک کے خفیہ نفاق و نالائق حرکات کو بیان کر کے فضیحت کر دیا اسیوجہ اس سورہ کا نام مبعثرہ اور مثیرہ بھی ہو کہ اُن کے قبائح کی خاک اُڑا دی چنانچہ فرمایا یَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ حذر و خوف کرتے ہین منافقین ۔ اَنۡ تُنَزَّلَ عَلَيۡهِمۡ ۔ اس بات کا کہ اُتاری جائے مومنون پر ۔ سُوۡرَةٌ تُنَبِّئُهُمۡ بِمَا فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ ۔ ایسے سورہ جو آگاہ و خبردار کر دے مومنون کو اُن باتون سے جو منافقون کے دلون مین ہین یعنی منافقون کو جو کچھ حسد و عداوت و نفاق مومنون کے ساتھ ہو اس سے مومنون کو آگاہ کر دے ۔ عجب ہو کہ منافقین اپنی شان مین قرآن کے نزول سے فضیحت و رسوائی کا خوف کرتے اور باوجود اس کے نفاق پر مستعد اور ٹھٹھول پر جمے ہوئے تھے ۔ اس سے ظاہر ہو کہ منافقون مین بعض ایسے تھے کہ نزول قرآن و اپنی فضیحت سے ڈرتے تھے ولیکن شک اُن کے دل سے نہین جاتا تھا پس ہدایت فقط اللہ تعالی ہی کی طرف سے ہو اور دلون کے بھید وہی پاک پروردگار خوب جانتا ہو اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے بعد آنحضرت صلعم کے نفاق سے انکار کیا یعنی دلون کے بھید سے اللہ تعالی وحی کیساتھ اپنے رسول صلعم کو آگاہ فرماتا تھا پس اب کسی پر منافق کا حقیقی اطلاق نہین ہو سکتا اور آیت سے معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے بالجملہ قائل تھے کیونکہ حذر اُسکو متضمن ہو اور باوجود اسکے بسبب قطعی یقین نہ لانے کے منافق ہوئے پس اللہ تعالی نے حکم دیا کہ ۔ قُلِ اسۡتَهۡزِءُوۡا ۔ کہہ دے لے محمد صلعم ان منافقون سے کہ اچھا تم لوگ ٹھٹھول کرو ۔ اِنَّ اللّٰهَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ ضرور اللہ تعالی اس بات کو ظاہر کر دینے والا ہو جس سے تم حذر کرتے ہو ۔ اس کلام مین اُن کی فضیحت مقدر ہونا نکلتی ہے اور یہ امر جیسے ان لوگون کے حق مین فضیحت اور صریح اُن کو ایمان لانے پر مجبور کرنیوالا تھا مومنون کے حق مین مورث مزید ایمان تھا کیونکہ آیات مورث تنویر ایمان ہین ۔ کما قال تعالی فاما الذین آمنوا فزادتهم ایمانا الآیۃ ۔ اگر کہا جائے کہ قولہ قل استهزؤا ۔ سے استہزاء کرنے کا خود حکم دیا ۔ جواب یہ کہ یہ امر تہدیدی ہو جیسے کسی کو کہا جائے کہ اچھا تو شراب پی دیکھ تجھے کیسے دُرّے مارے جاتے ہین ۔ اور معالم وغیرہ مین ابن کیسان سے ذکر کیا جسکا حاصل یہ کہ بارہ منافقون نے تبوک سے لوٹتے ہوئے رات مین ایک گھاٹی پر توقف کیا تاکہ جب رسول اللہ صلعم یہان پہونچین تو اُن سے دغا کرین ولیکن آنحضرت صلعم کو وحی سے معلوم ہوگیا آپنے حضرت حذیفہ رضؓ کو حکم دیا اُنھون نے مار کر منافقون کے اونٹ راہ سے ہٹا دیئے اور کسی کو نہ پہچانا پھر حضرت صلعم نے

نام بنام ایک ایک کو بتلا دیا اور کہا اُنکو قتل مت کرو کہ خلاف اخلاق و بدنامی ہے اللہ تعالیٰ اُن کو دبیل کی بیماری سے ہلاک کریگا۔ حدیث مسلم مین ہے
کہ میری اُمت مین بارہ منافق ہین کہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاوینگے جنمین سے آٹھ کے دونون شانون کے بیچ شعلہ آگ کے مانند دبیل نکل کر اُنکے
سینہ سے پھوٹیگا۔ قال تعالیٰ۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ اور جب تو اُن سے پوچھے کہ تم بیہودہ قرآن کا ذکر کرکے اُس سے ٹھٹھول کرتے جاتے ہو
یعنی تبوک کو جاتے ہوئے۔ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ۔ تو تجھے جواب دینگے کہ ہم تو خوض و لعب کرتے تھے یعنی راستہ کاٹنے
کیلئے دل لگی کی باتین کرتے تھے کچھ ٹھٹھول کرنا ہمارا قصد نہ تھا۔ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ۔ تو کہیو
کہ بھلا کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ و اُسکی آیات اور اسکے رسول کو ٹھٹھا کرتے تھے۔ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ تبوک جاتے ہوئے ایک شخص
نے کہا کہ مین نے تو اپنے ان قاریون کے مانند کوئی نہین دیکھا کہ کھانے مین سب سے بڑھکر پیٹو اور بولنے مین سب سے زیادہ جھوٹے اور لڑائی مین
بڑے بودے پس اسکو ایک ایماندار نے جواب دیا کہ تو بڑا مفتری اور منافق معلوم ہوتا ہے جو ایسی جھوٹی باتین بناتا ہے۔ مین جاکر رسول اللہ صلعم کو
خبر دونگا پس قرآن نازل ہوا عبداللہ رضؓ کہتے ہین کہ مین نے اس منافق کو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم کے ناقہ کے آگے آگے پتھرون سے ٹھوکر کھاتا دوڑتا
چلتا اور کہتا جاتا ہے کہ ہم تو راہ کاٹنے کو دل لگی کی باتین کرتے تھے اور حضرت صلعم فرماتے کہ اباللہ و آیاتہ و رسولہ کنتم تستہزءون یعنی منافقون کے
انکار کرنے کو نہ مانا بلکہ ایسا استہزار واقع ہونے کو ثابت کیا پھر بطریق استفہام توبیخی کے انکار کیا یعنی تم پر ملامت ہے کہ تم ایسا کرتے تھے۔ لَا تَعْتَذِرُوا
اعتذار لغت مین محو اثر و انقطاع ہے کما فی قولہم اعتذر المنزل یعنی حویلی کا نشان مٹ گیا و اعتذرت المیاہ۔ پانی منقطع ہوگیا۔ اعتذار کرنیوالا یہی
چاہتا ہے کہ جو گناہ کیا اُسکا نشان مٹا دے۔ پس اللہ تعالیٰ نے منافقون کو منع فرمایا کہ مت اعتذار کرو کیونکہ جھوٹے عذر قبول نہ ہونگے۔ قَدْ كَفَرْتُمْ
بَعْدَ إِيمَانِكُمْ۔ البتہ تم نے ایمان کے بعد کفر کیا یعنی ایمان ظاہر کرنے کے بعد خواہ دل مین بالکل یقین نہ تھا یا مذبذب تھے اب کفر ظاہر کردیا
اسطرح کہ قرآن کلام الٰہی کو کہا کہ محمد صلعم اپنی طرف سے بتلاتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے آیات و رسول سے استہزار کیا مسئلہ جو کوئی کسی آیت پر یا آنحضرت صلعم
کا کلام جان کر حدیث پر یا مسئلہ شرعی پر اس ادعا سے کہ حکم شرعی ہے یا آنحضرت صلعم پر استہزار کرے یا استخفاف کرے یا عیب لگادے وہ کافر ہے اور اگر دل ہی مین
رکھے زبان سے نہ کہے تو وہ منافق حقیقی ہے اور اگر اُسکے دل مین شیطان نے ان باتون کے ساتھ وسوسہ ڈالا اور اُسنے ایسا وسوسہ بہت بُرا اور شیطانی
دھوکا جانا تو وہ مومن ہے اور استغفار و اعوذ باللہ کرنے پر ثواب پاویگا۔ غور کرو کہ منافقون کی جھوٹی قسم پر آنحضرت صلعم خاموش ہوتے اور عذر قبول کرتے
تو درحقیقت یہ رحمت و نرمی تھی مگر منافق کمبخت عیب لگاتے اور کہتے کہ وہ تو نرے کان ہی کان ہین اب یہان منافقون کی باتون کو قبول نہ کیا و صاف
صاف کھولدیا اور حق تعالیٰ نے حکم بھیجا یا کہ لا تعتذروا قد کفرتم الآیہ یعنی مت جھوٹے عذر کرو البتہ تم نے استہزار وغیرہ باتون سے ایمان ظاہر کرنے و کفر
دل ہی مین رکھنے کے بعد اب زبان سے بھی کفر ظاہر کردیا۔ محمد بن اسحاق نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلعم تبوک کو جاتے تھے تو منافقون کی
ایک جماعت بھی ذرا دور ساتھ ساتھ چلی جاتی تھی جنمین سے ودیعہ بن ثابت و مخشی بن حمیر بھی تھے اُنھون نے آپس مین اہل اسلام و ایمان کے
ڈرانے کو کہنا شروع کیا کہ کیا تم لوگ رومیون کی دلیری و جوانمردی ایسی ہی سمجھتے ہو جیسے عرب آپس مین لڑتے ہین (بالضم بروزن حنین ۱۲) واللہ مین تو دیکھتا ہون کہ گویا تم کل کے
روز اُن کی لڑائی مین زنجیرون سے جکڑے پڑے ہو یعنی شکست کھاکر قید ہوگئے ہو تو مخشی بن حمیر جسکا یہ حال تھا کہ منافقون کی باتون سے پھڑکا پھڑکا
رہا کرتا اور اُنکے مسخرہ پن و استہزار پر خالی ہنس دیتا تھا خود کبھی کچھ نہین کہتا وہ اسوقت بولا کہ مجھے خوف ہے کہ تمھاری اس گفتگو پر قرآن نازل ہو اور
مجھے تو پسندیدہ ہے کہ ہم مین سے ہر ایک سو کوڑے مارے جاوین بہ نسبت اس کلام کے۔ یہ لوگ اسی حال مین تھے کہ وہان رسول اللہ صلعم نے عمار
بن یاسرؓ سے کہا کہ جاکر قوم کی خبر لے کہ منافقون کی آگ مین جلے جاتے ہین اور منافقون سے پوچھنا کہ تم نے کیا کہا اگر انکار کرین تو کہنا کہ نہین

بلکہ حضور تم نے ایسا ایسا کہا ہی جب عمار رضی نے اُن سے جاکر ایسا ہی کہا تو آنحضرت صلعم کے پاس عذر کرتے ہوئے آئے اور بعض نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم تو راہ کاٹنے کو دل لگی کی باتین کرتے تھے۔ مخشی بن حمیر کا نام بعض نے جحش بن حمیر ذکر کیا جسکے لفظی معنی یہین کہ چھوٹے گدہے کا بچہ۔ اسنے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے جو پہونچا یہ میرا اور میرے باپکے نام کا اثر ہی اور وہ سچے دل سے مسلمان ہوگیا اور دعا مانگی کہ اے میرے مولائے حق عز وجل مجھے اسطرح شہید کردے کہ کوئی میرا ٹھکانا بھی نہ جانے۔ اور یہ نفاق کے بعد کمال اخلاص تھا کہ پھر تک کا نشان نہ ملے کہ کوئی شہید کہے اور اُس دن سے عبدالرحمٰن نام ہوا۔ اکثر علماء نے ذکر کیا کہ جنگ یمامہ مین شہید ہوے کہ کہین نشان نہ ملا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھین عبدالرحمٰن کے مانند توبہ کرنیوالون کو عفو فرمایا ہی چنانچہ فرمایا۔ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ۔ اگر ہم تم مین سے ایک ٹکڑے کو عفو کرین جنھون نے نفاق چھوڑ کر اخلاص کیا۔ نُعَذِّبْ طَآئِفَةً تو دوسرے گروہ منافق کو ضرور عذاب کرینگے۔ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔ اس سبب سے کہ وے مجرم یعنی منافق مرے ہین۔ طائفہ بمعنی جماعت اور ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ اس جماعت نفاق مین سے فقط جحش بن حمیر ہی کو نجات ملی اور عفو کیا گیا اور چونکہ وارد ہوتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے طائفہ کو عفو فرمایا تو اکیلے جحش بن حمیر پر کیونکر صادق ہوگا تو زجاج وغیرہ نے جواب کی طرف اشارہ کیا کہ جو لفظ جماعت کیلئے ہی وہ عرب کبھی واحد پر بھی بولتے ہین لہذا یہان طائفہ اولیٰ سے فقط جحش مراد ہین جیسے قولہ ان ابراہیم کان امۃ الآیۃ مین اکیلے ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کو امت فرمایا۔ فی العرائس قولہ لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام پاک یعنی انک لعلیٰ خلق عظیم۔ سے کمال خلق سے موصوف فرمایا ایسے ہی دشمنون کو قبیح خصلت سے مقبوح بیان فرمایا اگرچہ وہ اپنے عیوب نہین دیکھتے تھے۔ استادرح نے کہا کہ منافقون بدخلق نے رسول اللہ صلعم کو عین نشان کرم وفضل پر یعنی اُن کو صاف صاف جھوٹا نہ بتلانے پر عیب لگایا اور اپنے دروغ گوئی وچھوٹی قسم کھانے وغیرہ قبائح پر نظر نہ کی۔ سچ ہی مومن بھاری بھرکم کریم النفس ہوتا ہی جیسے منافق حقیر خوار وفرومایہ وبخیل ہوتا ہی۔ واضح ہو کہ منافقین جھوٹی قسمون وغیرہ سے مومنون کو فریب دیتے اور کہتے کہ انہم لمنکم یعنی ہم تمھین مین سے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ کے رسول کو عیب لگاتے و قرآن کو جھٹلاتے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو جھٹلا دیا۔ بقولہ۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ

منافق مرد اور عورتین سب کی ایک چال ہے سکھادین بات بُری اور چھڑادین بھلی سے

وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اور بند رکھین اپنی مٹھی بھول گئے ہین اللہ کو سو وہ بھول گیا اُن کو تحقیق منافق وہی ہین بے حکم

اَلْمُنٰفِقُوْنَ۔ اہل نفاق مین سے مرد لوگ اور وہ اسوقت تین سو تھے۔ وَالْمُنٰفِقٰتُ اور اہل نفاق مین سے عورتین اور وہ اسوقت ایکسو ستر تھین۔ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔ یہ خبر ہی یعنی منافق مرد اور منافق عورتین آپس مین بعض از بعض ہین۔ اسکے معنی مین دو قول ہین ایک یہ کہ منافقون کے بعض کے بعض سے ہونے سے مقصود تشبیہ ہی کہ نفاق کرتے اور ایمان سے دور رہتے ہین اہل نفاق کے مرد وعورتین آپس مین متشابہ ہین گویا ایک ہی چیز کے ٹکڑے ہین۔ وحاصل یہ کہ اُنین سے مذکر ہون یا مؤنث ہون سب یکسان ہین وہ ایمان نہین لاوینگے قول دوم یہ کہ منافقین جو قسم کھاتے تھے کہ واللہ ہم تمھین مین سے ہین جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے جھوٹ کھول دینے کو ذکر فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ یحلفون باللہ انہم لمنکم وماہم منکم الآیۃ۔ وہی یہان مقصود ہی کہ وے جو قسم کھاتے ہین کہ تم مین سے ہین تو جھوٹے ہین بلکہ اُن کے مرد وعورتین آپس مین بعضہم من بعض ہین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ وماہم منکم سے تو بیان فرما دیا تھا کہ وہ تم مین سے نہین ہین پھر یہان تکرار ہوگی تو جواب یہ کہ پہلے تو خلاصہ بیان کرادیا تھا

یہان اُسکی تفسیر بیان فرمائی کہ وے تم مین سے نہین بلکہ آپس مین بعض از بعض ہین اور آگے جو بیان آتا ہی اور مومنون کے چال چلن سے اُلٹا منافقون کا
چال چلن ہونا ثابت کرتا ہی وہ گویا اُن کے مومنون مین سے نہونے پر دلیل ہی یعنی قولہ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ یعنی
منافق مرد و عورتین آپس مین ایک دوسرے مین سے ہین اس حال کیساتھ کہ حکم کرتے ہین امر منکر کا اور منع کرتے ہین امر معروف سے منکر اسم مفعول
ادا سکا یعنی ہر وہ امر جو عقل و شرع سے قبیح ہو جیسے معروف ہر وہ فعل جو شرع مین اچھا ہو پس مراد منکر سے کفر و شرک جملہ معاصی ہین جیسے معروف
ایمان و طاعات ہین و حاصل یہ ہوا کہ منافق مرد ہون یا عورتین اُنکا حال یہ ہی کہ کفر و شرک و بُری باتین کرنے پر آپس مین ایک دوسرے کو اور
غیر لوگون کو آمادہ کرتے ہین اور بھلی باتون ایمان و طاعات سے روکتے ہین۔ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ۔ اور اپنی مٹھیان بند کرتے ہین
یہ کنایہ بخل سے ہی یعنی نیک کامون مین خرچ کرنے سے بخل کرتے ہین اسوجہ سے دار آخرت پر اُن کو یقین نہین اسلیے دنیاوی لذتون کھانے
پینے پہننے اوڑھنے لہو و لعب کھیل تماشہ شادی بیاہ مین خرچ کرنے کو موقع سے خرچ کرنا سمجھتے اور محتاجون کی پرورش و خیرات و یتیمون و
بیکسون کی خبرگیری وغیرہ کے صرف کو فضول خیال کرکے مٹھیان بند کر لیتے ہین یہ اسوجہ سے کہ آخرت پر اُن کو یقین نہین ہی بخلاف مومنون کے
کہ وے بُری باتون سے منع کرتے اور بھلی باتون کا حکم کرتے اور اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرتے ہین پس ثابت ہوا کہ منافق لوگ کچھ بھی مومنون
مین سے نہین ہین اور اُن مین کچھ ایمان نہین ہی۔ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ۔ بھولے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو پس اللہ تعالیٰ اُن کو بھولا۔ یہان یہ سوال
ہوتا ہی کہ بھولنا بندے کے اختیار سے باہر ہی اور یہ بھی ثابت ہو لیا کہ اللہ تعالیٰ بھول چوک پر مواخذہ نہین فرماتا جیسا کہ حدیث سے ثابت ہی کہ اللہ تعالیٰ
نے میری اُمت سے بھول کا مواخذہ معاف کر دیا ہی پھر یہان منافقون کو بھول پر کیون پکڑا اور دوسرا سوال یہ کہ اللہ تعالیٰ بھول چوک سے پاک ہی
تو جواب اول کا یہ ہی کہ نسیان سے یہان غفلت کرنا مراد ہی اور اللہ تعالیٰ کا بھولنا یہ کہ اُن کو لطف و فضل سے محروم و متروک کر دیا پس قولہ نسوا اللہ
فنسیہم اے غفلوا ذکر اللہ و طاعتہ فترکہم اللہ من لطفہ و فضلہ یعنی اُنھون نے اللہ تعالیٰ کی یاد و بندگی سے غفلت کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کو اپنے لطف
و فضل سے محروم و متروک کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین یہان نسیان کا اطلاق بطریق مقابلہ کے ہی جیسے کہتے ہین کہ تجھ پر کوئی ظلم کرے تو تو بھی اُسپر
ظلم کر حالانکہ مقصود یہ کہ تو بھی اُسکے ظلم کا بدلا اُسکو دیدے اور ظلم کا بدلا ظلم نہین ہوتا ہی بلکہ عین انصاف ہی پس مراد یہ کہ منافقون کے نسیان و غفلت
کرنے کا بدلا اُنکو دیا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو بھولنے والا بھولے ہوئے کیساتھ کرتا ہی حالانکہ
دنیا مین بندے اللہ تعالیٰ سے بندگی و نیکوکاری و بُرے کامون سے پرہیزگاری کا عہد کرکے اس مسافرخانہ مین چندروز بسر کرنے کو آئے تھے۔ اور
اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا کہ عہد پورا کرکے اصلی گھر مین جب آؤگے تو تم کو ایسے گھر (جنت) مین ٹھکانا ملیگا جہان پاک پروردگار سبحانہ کی رضامندی ہی بدون کسی
مشقت و تکلیف و غم وغیرہ کے جسمین ہمیشہ رہین گے پس مومنین نے عہد پورا کیا اور اس سرائے فانی کو بندگی کے ساتھ یاد الٰہی مین بسر کرکے جہان باقی مین
پہنچ گئے اور منافقون نے اسی گھر اور یہین کی زندگی پر اعتماد کیا اور اُلٹے بُرے کامون کا حکم اور بھلے کامون سے مانع ہوئے اور اللہ تعالیٰ کو بھولے
پس اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کو بدلا دیا کہ لطف و رحمت سے محروم و متروک کر دیا۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ لفظ ہم ضمیر فصل ہی اور اسم و خبر
دونون پر الف لام ہی تو حصر کا فائدہ نکلا اور معنی یہ ہوئے کہ البتہ منافقین ہی فاسق لوگ ہین۔ سوال ہوا کہ بعضے مومن بھی گنہگار ہوتے ہین اور فاسق وہ ہی
کہ طاعت سے باہر ہو جاوے تو گنہگاری کے وقت مومن بھی فاسق ہوا۔ جواب یہ ہی کہ یہان پورا فاسق مراد ہی پس فسق کرنے مین کامل درجہ منافقون
ہی کا ہی اور جب یہ درجہ کامل ہوا تو کفر و شرک ہو گیا۔ دوسرا سوال یہ ہی کہ قولہ ان المنافقین۔ کی جگہ ضمیر کافی تھی یعنی انہم ہم الفاسقون تو جواب
یہ کہ ضمیر مین ایک ابہام ہوتا ہی پس فصاحت کرنے کو اسم ظاہر کر دیا اور دوسرے یہ کہ کبھی اسم ظاہر بجائے ضمیر کے تحقیر کرنے کو لاتے ہین اور یہی یہان ہے۔

تمام آیت کا حاصل یہ ہوا کہ منافق مرد ہوں یا عورتیں ہوں آپس میں مشابہ ہیں یا وے لوگ آپس میں یہ اُن سے اور وہ اُن سے ہیں اُن میں سے کوئی مومنوں میں سے نہیں۔ دیکھو اُن کا یہ حال ہے کہ بُرے کاموں کے کرنے کو کہتے اور بھلے کاموں سے منع کرتے ہیں اور چونکہ دار آخرت پر یقین نہیں تو لہو ولعب و معاصی میں ہزاروں خرچ کریں لیکن آخرت کیلئے خرچ کرنے میں مٹھی بند کئے اور بخیل ہیں کیونکہ دنیاوی زندگی و لہو ولعب ہی کو سچ جانتے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو بھولے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی متروک و محروم کر دیا سو یہی لوگ تو پورے فاسق ہیں۔ اب اُنکا عذاب آگے بیان ہوگا۔ ف۔ **فی العرائس** قولہ المنافقون والمنافقات بعضهم من بعض۔ اسمیں بطریق اشارت بیان ہے کہ طینت نفاق میں جب قہر الٰہی تاثیر فرماتا ہے تو اُسوقت اہل نفاق کے طبائع بعض از بعض ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ بعض کی طینت سے جو سرزد ہوتا ہے اُسکو اُن میں سے دوسرے پسند کرتے ہیں اور اسمیں متفق ہیں کہ منکرات کا حکم کریں چنانچہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے بندوں کے ایذا دینے میں اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول صلعم کی مخالفت کرنے پر خوش ہیں۔ ابوبکر الوراق رح نے کہا کہ ایک منافق دوسرے منافق کے لئے پردہ ہوتا ہے کہ باہم ایک دوسرے کے عیوب چھپاتے ہیں بخلاف مومنوں کے کہ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے کہ اُسکے عیوب اُسکو دکھلاتا اور نجات کی راہ دکھلاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ ویقبضون ایدیهم نسوا الله فنسيهم اسمیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ منافقین سخت بخیل ہوتے ہیں جب مال نہیں دیتے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کب جان دینگے اور اپنی تنہائی میں اہل ایمان والیقان پر اُنگلیاں کاٹتے اور مٹھیاں بھینچتے ہیں۔ اہل بغض و نفاق کا یہی حال ہے کہ اُن میں سے ہر ایک جب بیٹھتا تو مٹھی مروڑتا اور اُنگلیاں کاٹتا اور حسد و عداوت پر اُبلتا ہے حالانکہ اہل ایمان و اولیاء الرحمن اُن کے حق میں سعادت کی دعا ہی مانگتے ہیں مگر ان جہنمیوں کی طرف سے احسان کا بدلا یہ اساءت اور یہ حسد و عداوت ہے دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واذا خلوا عضوا عليكم الانامل من الغيظ۔ اسکا جواب حضرت حق عز و جل نے اپنے تولی کے ساتھ اپنے اولیاء کی طرف سے فرمایا۔ قل موتوا بغيظكم۔ اے حبیب محمد صلعم تو ان منافقوں سے کہدے کہ تم اپنے جلاپے میں مرو یعنی بندگان حق کا کچھ نہیں کر سکتے ہو۔ پھر حق تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ یہ غیظ اُنکو اس سبب سے پیدا ہوا کہ منافقین و کفار بمقتضائے حکمت بالغۂ الٰہی تعالیٰ اُسکی سخت گرفت جبروتی کے قہر میں مقہور و سیاہ ہو کر حق تعالیٰ و اُسکے عہد کو فراموش کئے ہوئے ہیں برعکس مومنوں کے جو باختیار حضرت باری تعالیٰ اُسکی ربوبیت کے فسحت رحموتی کے لطف میں مسعود و مرحوم و منور ہو کر اُس کے عہد پر قائم اور اُسکی یاد میں مستغرق ہیں ناچار اُن کو اپنی ضد سے عداوت ہے کیونکہ اُنکی فطرت پر قہر کی گرفت سے نسیان طاری ہے یعنی حقیقت یاد الٰہی کا مزہ اُن کو کچھ نہیں ملا اسی سے جلال و عظمت و کبریاء الٰہی سے جاہل ہو کر یاد الٰہی چھوڑ کر قہر کے اندھیرے میں ٹاپتے پھرتے ہیں کبھی ان کو راہ راست نظر نہ آویگی۔ واضح ہو کہ جو کوئی معرفت الٰہی کا دعویٰ کرے اور اُسکو محبت الٰہی کا کچھ مزہ نہ آیا ہو اور یہ مدعی سچا نہ ہو تو اُسکا بھی یہی حال ہوگا بہر اولیاء الٰہی کیسا تعصب نہ کر سکیگا اسیطرح سے راہ مستقیم سے منھ موڑ کر دنیا جمع کرنے میں پڑ جاتے ہیں اور راہ حق سے محجوب ہو جاتے ہیں پس اللہ تعالیٰ اُن کو جاہ و دوستی دنیا کی محبت میں چھوڑ دیتا ہے اور اسمیں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کی بھی توفیق نہیں پاتے چنانچہ فرمایا یقبضون ایدیهم نسوا الله فنسيهم۔ بدون واو عاطفہ کے دونوں جملوں کا اتصال دلالت کرتا ہے کہ نسیان موروث حرمان ہوا۔ بعض نے فرمایا کہ قولہ یقبضون ایدیهم۔ مراد یہ کہ حاجات و دعاؤں میں اپنے مولیٰ کی طرف اپنے ہاتھ اُٹھاتے نہیں بلکہ بند رکھتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ صدقہ دینے سے یا مسکین کو دینے سے مٹھی کھینچے رہتے ہیں۔ سہل رح نے کہا کہ قولہ نسوا الله فنسيهم یعنی اللہ تعالیٰ نے اُن کے پاس جو نعمتیں بھیجیں اُن کی شکر گزاری بھولے تو اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کو اپنی یاد سے و اپنے اوپر و رسول پر ایمان لانے سے بھلا دیا۔ پھر اللہ عز و جل نے منافقوں کا عذاب اور اُن کی مشابہت بکفار ماضیہ بیان فرمائی۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ
وعدہ دیا اللہ نے منافق مرد اور عورتون کو اور منکرون کو دوزخ کی آگ پڑے رہین اسمین وہی بس ہے اُن کو

وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ
اور اللہ نے اُن کو پھٹکارا اور اُنکو ہے عذاب برقرار جس طرح تم سے اگلے زیادہ تھے

قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ
زور مین اور بہت رکھتے مال اور اولاد پھر برت گئے اپنا حصّہ پھر تم نے برت لیا اپنا حصہ

كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا اُولٰٓئِكَ
جیسے برت گئے تھے اگلے اپنا حصّہ اور تم نے قدم ڈالے ہین جیسے اُنھون نے قدم ڈالے تھے وہ لوگ

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
مٹ گئے اُن کے کئے دنیا مین اور آخرت مین اور وہی لوگ پڑے ہین زیان مین

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ۔ وعد ماضی اور المنافقین والمنافقات والکفار جملہ بحرف عطف مفعول یعنی جن لوگون کو وعدہ دیا اور نار جہنم وہ چیز جسکا وعدہ دیا پس وعد۔ کا استعمال یہان عذاب امر شر مین ہوا جیسے امر خیر و ثواب مین بھی آتا ہی اور فرق دونون کے مصدر مین ہی چنانچہ امر خیر و ثواب کے ساتھ۔ وَعَدَہٗ وعداً ہی اور شر و عذاب مین۔ وَعَدَہٗ وَعِیداً ہی لہذا یہان بطور وعید کے وعدہ دینا مراد ہی۔ المنافقین و باقی دونون مین الف لام عہد کا ہی یا جنس کا یا استغراق کا بنا بر اول کے وہی منافقین وغیرہ ہونگے جو اُس وقت موجود تھے اور قیامت تک ایسے اہل نفاق و کفر اُن کے ساتھ لاحق ہون گے اور حدیث صحیح مین جو ثابت ہوا کہ دجو شخص ایسا ہو کہ باتین کرے تو جھوٹ بولے اور جھگڑے تو فحش و فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے اور امانت دیا جاوے تو خیانت کرے تو ایسا شخص خالص منافق ہی) یہ منافق اُن کے ساتھ جو آیت مین مراد ہین داخل نہو گا کیونکہ اسمین خصائل نفاق پر حکم ہی اور شاید کہ وہ منافقین مراد ہون جو بلا توبہ مرنیوالے ہین دیگر حالتون مین یہ قید معتبر ہی۔ اور بنا بر دوم کے جنس اہل نفاق و کفر ہوگی وفیہ تامل۔ اور بنا بر سوم کے جملہ مرد منافق و عورتین منافقہ و جملہ کفار مراد ہین جو بلا توبہ کئے مرجاوین کیونکہ صیغہ سالم پر الف لام مفید استغراق ہی وفیہ بحث اور حق یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہی اور ہر چیز اُس کے علم مین مقدر ہی پس معنی یہ ہین کہ وعدہ دیا اللہ تعالیٰ نے جملہ منافقون مرد اور منافقات عورتون اور جملہ مرد و عورت کافرون کو آگ جہنم کا۔ یعنی جبکہ وہ نفاق و کفر سے بدون توبہ کے مرین تو اُن کیلئے جہنم کی آگ سزا ہی۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا درحالیکہ خلود والے ہون گے اُس آگ مین۔ یعنی داخل ہونے پر اُن کے حق مین مقدر کردیا جائیگا کہ ہمیشہ اسی مین رہین گے کیونکہ داخل ہوتے ہی تو حالت خلود کی نہین ہوسکتی اور یہ شرط ہی کہ ذوالحال کے ساتھ حال کی مقارنت ہو۔ ہان تقدیر خلود فی النار اُنکے ساتھ ہی۔ بخلاف گنہگار اہل ایمان کے جو دنیا مین شرک و نفاق سے بری تھے مگر اعمال گناہ کی وجہ سے دوزخ مین بھاد ینگے اور مشیت ایزدی اُن کے حق مین جاری ہوگی تو شفاعت وغیرہ بھی ہوگی چنانچہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہی کہ میری اُمت مین سے کچھ عاصی لوگ دوزخ مین جاوینگے تو اُن مین اور کفار وغیرہ مین فرق یہ ہوگا کہ گنہگار اہل ایمان کے حق مین بوقت داخل ہونیکے خلود مقدر نہوگا جیسا کافرون و منافقون کے حق مین ہی بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہی کہ اُن کے چہرے و دل کو آگ نہین جلاویگی بخلاف کافرون و منافقون کے کہ پہلے سے گرد آلودہ تیرہ و تار ہون گے اور دوزخ مین جلتے ہی سیاہ ہوجاوینگے نہایت بدشکل کے چنانچہ نیچے کا ہونٹ

پہاڑ برابر ناف تک لٹک پڑیگا اور دانت و داڑھیں بھی اسی بُری ہیأت پر ہوں گی نعوذ باللہ من عذاب النار۔ واضح ہو کہ پہلے منافقوں کو ذکر فرمایا
پھر کفار کو اُن پر عطف کیا تو ظاہر ہیں یہاں منافقوں کا ذکر ہے اور اشارت ہے کہ منافقوں نے دنیا میں بذریعۂ نفاق کے دنیاوی حظوظ کمائے اور
اپنے زعم میں اپنے پروردگار و اُس کے خالص بندوں کو دھوکے دیئے اور در پردہ فتنہ پھیلایا جن کے قبائح فی الجملہ مذکور ہوئے بخلاف کافروں کے
کہ وے اپنے پروردگار سے کھلم کھلا منہ موڑے تھے جس سے کوئی فریب نہیں کھاتا تھا لہٰذا جہنم کا پہلا استحقاق منافقوں کو ہوا اسی واسطے دوسری
آیت میں فرمایا کہ۔ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ یعنی نفاق والے جہنم کے بہت نیچے طبقہ میں ہیں اور عورتیں چونکہ تابع ہوتی ہیں لہٰذا
منافقین کے بعد اُن کو رکھا۔ حاصل آنکہ اللہ تعالیٰ نے وعید کے ساتھ مقرر کر دیا کہ جو مرد و عورتیں کہ نفاق یا کفر پر مریں اُن کے واسطے جہنم کی آگ
ہے کہ جسوقت اسمیں داخل ہونگے تو پکار دیا جائے گا کہ تمھارے لئے ہمیشہ یہی ٹھکانا مقدر ہے چنانچہ حدیث میں آیا کہ جسوقت جنتی لوگ جنت میں
اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوں گے تو موت سیاہ مینڈھے کی شکل پر جنت و دوزخ کے بیچ میں لاکر ذبح کر دی جائیگی اور پکار دیا جائیگا کہ اے
اہل جنت تمھارے لئے ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آویگی اور اے اہل دوزخ تمھارے لئے بھی ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آویگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
فرمایا۔ هِيَ حَسْبُهُمْ۔ یہ آگ اُن لوگوں کیلئے کافی ہے یعنی بھرپور عذاب و بدلا ہے۔ اس کلام میں دلالت ہے کہ عذاب دوزخ بہت بڑا
عذاب ہے۔ اعوذ باللہ منہا۔ ادنیٰ عذاب یہ کہ آگ کی جوتیوں سے دماغ اُبلے۔ اور اعلیٰ عذاب بیان نہیں ہو سکتا کہ اُسکا ایندھن آدمی و پتھر
وغیرہ ہیں وہ ستر گونہ آتش دنیا سے تیز اسمیں پہاڑ و بتوں کے انگارے اسمیں آگ کے سانپ بچھو اسمیں نہایت سیاہی و اندھیر اسمیں کافر
ایندھن اُسمیں ہر کافر کا ہونٹھ پہاڑ برابر ہو کر لٹکے اسمیں کافر کی کھال نہایت موٹی ہو کر جل گرے پھر تازی نئی ہو کر جلنے لگے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ
منہا حدیث ہے کہ میں نے آج کے دن وہ باتیں دیکھیں جو کبھی نہ دیکھی تھیں تمھاری جنت و دوزخ اس دیوار کے درے دیکھیں اور صحابہ
رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگو۔ اَللّٰهُمَّ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ اَللّٰهُمَّ نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِكَ وَبِرِضَاكَ مِنْ
سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔ واضح ہو کہ منافقوں کا عذاب
بہت سخت ہے کہ ساتوں طبقات جہنم میں سے نیچے ساتویں طبقہ میں ایسے ایسے صندوقوں کے اندر بند رہیں گے جنہیں بعد بند ہونے کے کسی طرف
راہ کھلنے کی نہ ہوگی اعوذ باللہ من ذلک۔ اور احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ ہی حسبہم یعنی اہل نفاق و کفر میں سے ہر ایک کیواسطے کافی موافق یہی
دوزخ ہے اور ہر ایک کو اُس کے موافق اُسی دوزخ سے کافی عذاب ملیگا اور یہ کمال قدرت الٰہی ہے کہ ایک ہی چیز سے ہر ایک جو سوائے
ایندھن ہونے کے اور کسی لائق نہ تھا اپنے موافق کافی عذاب پاویگا۔ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُنکو اپنی رحمت سے دور کیا
اور خوار کیا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ اور اُن لوگوں کیلئے عذاب مقیم ہے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا کبھی نہ ہٹے گا۔ مراد اس سے وہی
عذاب النار ہے جو مذکور ہوا یا اس سے زیادہ مراد ہے کیونکہ درک اسفل کا عذاب پاوینگے یا دنیا میں جو نفاق کی وجہ سے رنج و تعب
اُٹھاتے ہیں۔ پھر اُسوقت کے اہل نفاق و کفر کی تشبیہ اگلوں سے بیان فرمائی بقولہ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ اے انتم مثل الذین من
قبلکم تم لوگ ویسے ہی ہو جیسے تم سے اگلے گزر چکے۔ یا فعلتم مثل فعل الذین من قبلکم۔ تم نے بدکاریاں ویسی ہی کیں جیسے تم سے اگلوں نے
بدکاریاں کیں۔ یا وعدتم کالذین الخ۔ یعنی تم کو عذاب کا ویسا ہی وعدہ دیا گیا جیسا تم سے اگلوں کو دیا گیا۔ حق یہ کہ دلوں کے آخرت سے
ہٹے ہوئے دنیا ہی مال و متاع پر مقصور ہونے اور اُسی کے نام و لالچ میں زندگی گزارنے میں مشابہت ہے اور یہ متضمن نصیحت بھی ہے کہ ویسے مت
بنو کہ آخر اُن کی طرح دنیا چھوڑ مروگے چنانچہ فرمایا۔ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا۔ وہ لوگ تم سے

قوت مین زیادہ شدید اور مال و اولاد مین بڑھے ہوئے تھے۔ فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلَاقِهِمْ۔ خلاق حصہ مشتق از خلق بمعنی تقدیر اور مراد حصۂ دنیاوی جو ہر ایک کیلئے مقدر ہی اور حسن بصریؒ و حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ خلاق دین اور شاید مراد برتاؤ ہی اور استمتاع بہ نسبت تمتع کے زیادہ بلیغ ہی کیونکہ اسمین طلب کے معنی بھی ہین والمعنی پس حرص کے ساتھ اگلون نے اپنے حصۂ دنیا سے تمتع لیا۔ یا اپنی خواہش نفس کے برتاؤ پر عیش اڑائے۔ یہ اُن کی مذمت بیان فرمائی کہ دنیائے فانی کے شہوات پر اگرچہ اُسی قدر پائین جو مقدر تھین ایسے مغرور اور اُن کے حاصل کرنے پر ایسے مصروف ہوئے کہ لذت حقیقی دار آخرت سے بالکل غافل ہوکر جہنم کا ایندھن بن گئے پھر اس زمانہ کے اہل نفاق و کفر کی پوری تشبیہ اُن کے چال پر چلنے اور اُن کے حال سے مشابہ ہونے کی بیان فرمائی لقولہ تعالیٰ۔ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ۔ سو تم نے بھی او منافقو و کافرو اسی طرح استمتاع لیا اپنے حظوظ دنیاویہ سے جیسے اُن لوگون نے استمتاع لیا تھا جو تم سے پہلے تھے اپنے مقدر حصۂ دنیاویہ سے۔ واضح ہو کہ اگلون کا حال بطور تمہید کے پہلے بیان کر کے پھر موجودہ لوگون کی تشبیہ استمتاع مین اُن کے ساتھ بیان فرمائی اور طریقہ تشبیہ سمجھانے مین ایک جگہ بیان کر دینا کافی تھا لہذا کلام مابعد مین اگلون کا باطل مین خوض کرنا پہلے بیان نہین کیا بلکہ تشبیہ بیان کر دی بقولہ۔ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاضُوا۔ خوض گھسنا پانی وغیرہ مین مخاضہ وہ جگہ جہان سے دریا مین گھسکر عبور کرین۔ المعنی وخضتم فی الباطل کالذین خاضوا من قبلکم۔ اور تم نے بھی آیات الٰہی مین فکر و نظر چھوڑکر باطل مین خوض کیا جیسے تم سے اگلون نے خوض کیا۔ یا۔ خضتم کالخوض الذی خاضوا۔ تم نے خوض کیا مانند اُس خوض کے جو اگلون نے کیا۔ بالجملہ اُن کے قلوب بحکم قولہ تعالیٰ تشابہت قلوبہم۔ باہم متشابہ ہوئے ایسے کہ جو اُن کا چال چلن تھا وہی اُن کا اور جس طرح اُن کے دلون مین نورانی و سیدھی بات کے سوائے محسوس و تاریک اوندھے سماتی تھی ویسی اُن مین۔ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ یہی سب لوگ اُنھین حالتون والے ہین کہ دنیا و آخرت مین اُن کے اعمال مٹ گئے چنانچہ کسی جہان مین جو ثواب نیک کام کا ہے نہین پاوینگے وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ۔ اور یہی لوگ خاسر ہین انھین کو خواری و ٹوٹا نصیب ہی اور جن باتون مین نفع سوچتے ہین بعض بیکار ہین۔ دنیا مین جو بعضے کافرون و منافقون کو مال و اولاد کی کثرت ملتی ہے تو یہ اُن کا دنیاوی حصہ مقدر ہی ثواب اعمال نہین ہی کیونکہ دنیا تمام و کمال ایک مچھر کے پر برابر بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقیقت نہین رکھتی تو بھلا اپنے نیکوکار بندون کیلئے یہ خوار مایہ ملعونہ کو بدلا نہ فرماویگا بلکہ جیسے بدکارون کا عذاب قیاس ہی ویسے ہی نیکوکارون کا ثواب بے قیاس ہی اور ہر طرح عدل و انصاف ہی اب بندے مختار ہین چاہین وہ عذاب لین کہ جس سے ہم پناہ مانگتے ہین اور چاہین یہ ثواب لین اور ہم اپنے معبود حق سبحانہ تعالیٰ سے اسی کو اُسکے فضل و رحمت کیسا تھ چاہتے ہین وہو مولینا نعم المولی ونعم النصیر۔ آیت کریمہ مین اشارہ ہے کہ اس اُمت مین سے بھی اگلون کے مشابہ لوگ ہونگے چنانچہ ابوہریرہؓ نے حدیث روایت کی کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ تم لوگ بھی انھین لوگون کے چال چلن و راہ پر بالشت بالشت و ہاتھ ہاتھ و گز گز پیروی کرتے چلوگے جو تم سے اگلے ہین اور یہان تک پیروی مین حریص ہوگے کہ جو کوئی اُن مین ساہی کے بھٹ مین گھسا ہو تو تم بھی گھسو۔ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگلون سے کیا اہل کتاب یعنی یہود و نصاری مراد ہین فرمایا کہ پھر اور کون۔ ابوہریرہ نے کہا کہ تمھارا جی چاہے قرآن مجید کی آیت کالذین من قبلکم کانوا اشد الخ پڑھکر سمجھ لو۔ ذکرہ ابن کثیرؒ۔ جاننا چاہیئے کہ نفاق بہت بُری بیماری ہی اور آدمی اپنی جہالت سے غافل ہمیشہ اپنے آپ کو مغرور رہکر مومن صادق سمجھتا ہے بڑا نفاق تو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ و اس کے رسول کو دل سے انکار کرتے اور ظاہر مین مانتے تھے اور چھوٹا نفاق یہ ہی کہ زبان سے ماننے کا اقرار کئے جاتے ہین اور دل سے غافل ہین اور جب غور کر کے دیکھین تو زبانی

باتین ہی باتین ہین درحقیقت دل مین کچھ بھی نہین اور کیا ہو کہ اعمال خیر پر عامل ہی نہین حالانکہ مومن اپنے اعمال کی نسبت حبط ہو جانے کا خوف رکھتا ہے۔ ابراہیم تیمی رح نے کہا کہ جب مین نے اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا یعنی دیکھا کہ میرے اعمال میرے قول زبانی کے موافق ہین یا نہین تو مجھے خوف طاری ہوا کہ مین اپنے آپ کو جھٹلانے والا ہون یعنی مطابق نہ پایا۔ اور عبداللہ بن ابی ملیکہ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلعم کے صحابہ رضوان مین سے تیس بزرگون کی زیارت پائی اور دیکھا کہ ہر ایک ان مین سے اپنے نفس پر یہ خوف کرتا تھا کہ مین کہین منافق تو نہین ہون اور حسن بصری رح سے مذکور ہے کہ نفاق سے وہی ڈرتا ہے جو مومن ہے اور نڈر وہی رہتا ہے جو منافق ہے اور جان بوجھکر بدکاری پر اصرار کرنا ایمان کی علامت نہین بقولہ تعالی ولم یصروا علی ما فعلوا وهم یعلمون۔ آنحضرت صلعم نے جو منافقون کے علامات فرمائے ہین وہ اوپر مذکور ہوئے اور فرمایا کہ ہمارے و منافقون کے درمیان نماز عشاء و صبح کی حاضری ہے کہ منافقون کو ان دونون مین حاضر ہونے کی استطاعت نہین ہوتی ہے سراج مین مذکور ہے کہ منافق ایسی ہی باتین تاکا کرتا ہے جس سے اہل فضیلت اپنے رتبہ سے گرجاوین اور اُن کی خوبیان دیکھنے سے اندھا بنجاتا ہے اور مومن صادق کی یہ شان ہے کہ بدون کی بدی بھی نہین دیکھتے تو بھلا نیکون کی بدی ڈھونڈھنے کا کیا ذکر ہے اور منافق آدمی دین مین سے وہی باتین لیتا ہے جو دنیا مین اُس کے کار آمد ہون اور ایسی نہین لیتا جو عقبی مین اُسکے کار آمد ہون۔ اور دین سے جو امور اسکے دنیا کے لئے مضر ہین اُن سے اجتناب کرتا ہے اور جو عقبی مین مضر ہین اُن سے اجتناب نہین کرتا ہے پھر منافقون و کافرون کو جن اگلون کے ساتھ قلوب کی موافقت اور شہوات دنیاوی مین غفلت و اسی دار فانی پر اعتماد کرنے مین تشبیہ دی تھی انھین اگلون مین سے یہان چھ گروہ جنکو عرب جانتے بھی تھے اور اُن کو باوجود کفر و نفاق کے دنیا بھی نصیب نہ ہوئی بلکہ عذاب مین گرفتار ہوئے بیان فرمایا بقولہ تعالی۔

أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَقَوْمِ إِبْرَاهِيمَ وَأَصْحَابِ

کیا پہونچا نہین اُنکو احوال | اگلون کا | قوم نوح کا | اور عاد اور ثمود کا | اور قوم | ابراہیم کا | اور

مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَاتِ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ

مدین والون کا | اور اُلٹی بستیون کا | پہونچے اُن کو رسول اُن کے | لیکر حکم صاف | پھر اللہ نہ تھا | کہ اُن پر ظلم کرتا

وَلَٰكِن كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ○

ولیکن وہ اپنے پر آپ | ظلم کرتے تھے

پہلے تو منافقون و کافرون کا حال باطنی دلون کے اعتقاد کا اور ظاہری چال چلن غفلت کے برتاؤ کا تمام اگلی کافر قومون کے ساتھ مشابہ و متوافق ہونے کا بیان کیا پھر اب فرمایا کہ اگلون کا یہ انجام ہوا تو ظاہر ہے کہ اُن کا بھی وہی انجام ہوگا چنانچہ فرمایا۔ أَلَمْ يَأْتِهِمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ۔ استفہام تقریری بطریق تحذیر اور مثبت غفلت ہے کہ ان لوگون کو اگلون کے حالات سے عبرت نہین ہوئی پس معنی قولہ الم یاتہم کیا نہین آئی اُن کے پاس یعنی البتہ پہونچ گئی اُن کے پاس۔ نبا الذین من قبلہم۔ خبر اُن لوگون کی جو اُن سے پہلے گذرے عرب اگرچہ تمام اگلون کے حالات سے آگاہ و خبردار نہ تھے لیکن جب اگلی چند قومون کے حالات سے خبردار تھے تو یہ صحیح ہے کہ اُن کے پاس اگلی ایسی قومون کے اخبار جن سے عبرت حاصل کرتے پہونچ گئی۔ قَوْمِ نُوحٍ یعنی اگلون مین سے قوم نوح تھی کہ نوح علیہ السلام نے اُن کو نوسو پچاس برس ایمان و توحید کی طرف بلایا مگر نمانے اور اللہ تعالی نے اُن کو اس قدر بڑھایا کہ ان کی اولاد تمام روئے زمین و پہاڑون مین پھیل گئی اور مال کی بھی کثرت ہوئی آخر پانی کے طوفان سے ان سب کو غرق کر دیا کہ نہ دنیا ملی نہ آخرت سوائے عذاب کے کہ وہ دائمی ہے یہ انکا

انجام تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول نوح علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایمان نہ لائے۔ یہ سب سے پہلے تھے۔ وَعَادٍ اور دوم قوم جسکا نام عاد تھا جب اُنھوں نے
ہود علیہ السلام کو جھٹلایا تو ریح العقیم تند آندھی سے تباہ ہوئے اور باوجودیکہ بہت بڑے ڈیل ڈول و زور قوت پر اتراتے تھے اُنکو ہوا اچھال کر
پٹکتی تھی کہ پاش پاش ہو جاتے تھے۔ وَثَمُوْدَ اور سوم قوم ثمود جنکو عاد ثانیہ کہتے ہیں جب صالح علیہ السلام کو جھٹلایا و اونٹنی جو اللہ تعالیٰ
کی طرف سے نشانی تھی اسکی کونچیں کاٹیں تو آواز کرخت ہولناک سے اُن کے قلب پھٹ گئے و ہلاک ہوئے۔ یہ سب عرب ہی کے اقوام ہیں
اور عجیب قدرت الٰہی تعالیٰ ہے کہ اہل ایمان ان عذابوں میں محفوظ رہے۔ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ اور قوم ابراہیم علیہ السلام کہ جس قوم کا
نمرود بن کنعان بادشاہ تھا کہ مچھروں کے عذاب سے کچھ ہلاک ہوئے اور باقیوں سے نعمت جاتی رہی۔ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ یعنی قوم شعیب
علیہ السلام کو کہ جب اُنھوں نے شعیب کو جھٹلایا اور آخر مومنوں کو ایذا وسخت دینی شروع کی تو زلزلہ میں گرفتار ہوئے اور ابر سیاہ سے
عذاب یوم الظلۃ آیا کہ سب ہلاک ہو کر دائمی دوزخی ہوئے۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ۔ اور موتفکات والے یعنی قوم لوط علیہ السلام
جن کا صدر مقام سدوم تھا اور لونڈوں کے ساتھ اغلام کرتے ہیں آجتک معروف ہیں جب نافرمانی کی تو اُن کے شہر اُن پر لوٹ دیئے گئے
اور سجیل سے پتھر برسے کہ سب ہلاک ہوئے۔ ائتفکت بہم۔ اے انقلبت یعنی اُن کے بلاد اُن پر لوٹ پڑے کہ تہ و بالا ہو گئے۔ پس قوم
لوط تو موتفکات اسی وجہ سے کہلاتے ہیں کہ تہ و بالا ہو گئے تھے پس معنی حقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ تمام اقوام گذشتہ جنھوں نے جھٹلایا بطریق اجمال
مراد ہیں اس صورت میں ایتفاک بمعنی مجازی ہوگا کیونکہ حقیقت میں سب کے طبقات زمین نہیں لوٹے گئے پس مراد یہ کہ اُن کی حالت لوٹ دیگئی
کہ ناز و نعمت سے عذاب و نقمت میں پھنسے پس اول قول پر اصحاب قریات موتفکات مراد ہیں اور دوم پر اصحاب احوال موتفکات۔ یعنی
مضاف مقدر ہے اور موتفکات صفت موصوف محذوف۔ اور یہ سب قوم نوح پر عطف ہو کر الذین من قبلہم سے بدل البعض ہے اور موتفکات
سے اگر باقی اقوام گذشتہ مراد ہوں تو بدل الکل بھی ہو سکتا ہے۔ بات اتنی ہے کہ عرب کو جملہ اُمم ماضیہ کے اخبار نہیں پہونچے تھے پس قول اول
اصح ہے۔ حاصل معنی یہ کہ اسوقت کے کافروں و منافقوں کو کیا اپنے زمانہ سے اگلوں یعنی قوم نوح و مابعد کے اخبار نہیں پہونچے کہ عبرت
حاصل کریں پھر بیان فرمایا۔ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ آئے تھے اُن اقوام کے پاس اُن کے رسول یعنی ہمارے رسول جو
ہم نے اُن کے پاس بھیجے تھے بینات کے ساتھ یعنی کھلے معجزات کے ساتھ یا یہ معنی کہ اُن کے پاس اُن کے رسول آیات و معجزات بینات لائے۔
فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ ۔ اے فکذبوہم ولم یومنوا فاہلکہم اللہ بعد اتمام الحجۃ علیہم فما ظلمہم۔ یعنی حرف فا کے ساتھ بیان دلالت
کرتا ہے کہ عطف ہے کلام مقدر پر جسکی تقدیر یہاں ظاہر ہے یعنی جب اقوام نے دنیا میں پیدا ہو کر اپنے معبود و خالق کو نہ پہچانا تو اللہ تعالیٰ نے
بینات کیساتھ رسول بھیجے دے آیات بینات لائے مگر اُن لوگوں نے نہ مانا اور کچھ پرواہ نہ کی اور جھٹلایا پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو عذاب
میں گرفتار کر لیا کہ دنیا سے ہلاک ہوئے اور ہمیشہ آخرت میں گرفتار رہیں گے۔ فما کان اللہ لیظلمہم۔ سو اللہ تعالیٰ پاک معبود کی یہ شان نہیں کہ اُنپر
ظلم فرماوے جیسے بندے آپس میں ظلم کرتے ہیں۔ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔ ولیکن وے ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے
کہ ایک تو اپنے خالق عزوجل کو نہ پہچانا پھر رسول بھیجے و آیات تو اُن کو نہ مانا آخر اُن پر حجت پوری ہوئی اور سرکشی حد سے گذری تو ہلاک فرمایا
بالجملہ اس اُمت کے منافقوں و کافروں کو قیامت تک نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول و آیات و پاکیزہ احکام عدل و برگزیدہ اخلاق کو مانیں
و آخرت کی طرف متوجہ ہوں اور دنیا کی طرف مائل نہ ہوں ورنہ ہوشیار رہیں کہ جس عذاب میں اگلے گرفتار ہوئے وہی اُن کو نہ پہونچے۔ شاید
آنحضرت صلعم کی دعا سے ظاہری عذاب نہ آوے تو عذاب آخرت بہرحال ضرور ہے۔ جب منافقوں و کفار اور اُن کے قبیح افعال

وبرے چال چلن وسخت عذاب کا بیان ہوچکا تو مومنون کے نیک چال چلن و ثواب کو ذکر فرمایا بقولہ

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اور ایمان والے مرد اور عورتین ایک دوسرے کی مدد ہین سکھاتے ہین نیک بات اور منع کرتے ہین

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

بری سے اور کھڑی رکھتے ہین نماز اور دیتے ہین زکوۃ اور حکم مین چلتے ہین اللہ کے اور اُس کے رسول کے

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

وہ لوگ اُن پر رحم کرے گا اللہ البتہ اللہ زبردست ہے حکمت والا

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ واؤ عاطفہ قصہ سابق پر عطف کیلیے ہے یعنی منافقین وکفار کا حال وقصہ اوپر مذکور ہوا - اور اب قصہ ان مردون کا ہے جو ایمان لائے اور ان عورتون کا جو ایمان لائین - بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ آپس مین اہل ایمان بعض کے بعض اولیا ہین یعنی شان آلہی ہین باہم اُن مین محبت ہے ایک کلمہ توحید پر متفق ایک ہی خالق عز وجل کے کہ وہی خالق ہے سب عبادت کرنیوالے سب ایک دل ہین باہم ایک دوسرے کی نصرت و مدد کرتے رہتے ہین کہ اس دار محنت مین رضا حق عز وجل کا ذخیرہ جمع کرین اور نفس وشیطان و اُس کے اعوان و مددگار کوئی اُن کو ضرر نہ پہونچانے پاوین اور شریرون سے بفضل آلہی مامون ہو کر اس دار امتحان مین کمال کرتے ہوئے مسافر کی طرح اپنے اصلی گھر پہونچ جاوین پس باہم محبت سے مددگار ہین کہ رہزنون سے بچتے رہین. حدیث صحیح مین ہے کہ مومن کیلیے دوسرا مومن بمانند عمارت کے کہ بعض کو بعض مضبوطی دیتا ہے اور آپنے اپنی مبارک انگلیان ایک ہاتھ کی دوسرے مین مشبک فرمائین اور نیز حدیث صحیح مین ہے کہ مومنون کی آپس مین محبت وشفقت کرنے کی مثال جیسے جسم مین سے ایک عضو مین درد ہوا تو تمام اعضاء بخار و بیخوابی کے ساتھ اُسی کے ہمدرد ہو جاتے ہین - بالجملہ منافق تو مومنون مین سے نہین بلکہ مومن مرد و عورتین البتہ بعض اولیاء بعض ہین - اگر کہا جاوے کہ منافقون کے حق مین بعضهم من بعض - کہا اور مومنون کیلیے بعضهم اولیاء بعض فرمایا اسمین کیا بھید تو جواب یہ کہ نفاق مین بڑون کی تقلید خواہش وطبیعت وعادت مین کرنے سے چھوٹون پیروی کرنیوالون مین نفاق حاصل ہوا تو اُن کے حق مین بعضهم من بعض فرمایا کہ بعض سے بعض کو حصول ہوا اور رہے مومنین تو اُن مین باہمی موافقت بسبب ہدایت اور حب فی اللہ عز وجل پہ خلوص پیدا ہوا اور خواہش نفسانی وغیرہ سے نہین ہوا تو بعضهم اولیاء بعض فرمایا۔ پھر اُن کی خصلت ذکر فرمائی کہ - يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حکم کرتے ہین امر معروف کے ساتھ یعنی ہر ایسے امر خیر کے ساتھ جو شرع سے پہچانا گیا اور اسمین طبیعت وخواہش کو دخل نہین دیتے وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور منع کرتے ہین امر منکر سے یعنی ہر ایسے امر سے جس سے شرع نے انکار و نفرت فرمائی ہے پس یہ لوگ برخلاف منافقون کے ہین جو معروف سے منع کرتے اور منکر کا حکم کرتے ہین اور ایسے ہی منافقین نماز کو کسل و گرانی سے ٹھیک نہین ادا کرتے اُن کے برخلاف مومنین کو فرمایا وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اور نماز کو ٹھیک قائم کرتے ہین یعنی چستی کے ساتھ اچھی طرح وضو کرکے ٹھیک وقت پر عاجزی وخشوع کرتے ہوئے قرأۃ و رکوع وسجود وغیرہ کی تکمیل کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہین ایسے ہی منافق مال کے بندے اُس کو راہ حق مین خرچ کرنے ہوئے جان چراتے اور ہاتھ کھینچ لیتے ہین اُن کے برخلاف مومنون کو فرمایا وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ اور دیتے ہین زکوۃ کو یعنی خوشی خاطر سے جسقدر اللہ تعالی نے فرض کیا خلوص کے ساتھ دیتے ہین - ایسے ہی منافقین تو اللہ تعالی کو بھولے ہوئے ہین اُن کے برخلاف مومنون کو فرمایا - وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت کرتے ہین اللہ تعالی و اُس کے رسول کی یعنی جو کچھ

حکم دیا ہمیں اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول سے مطیع ہیں۔ وقد قال تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ
پس اہل ایمان ہردم اپنے معبود کی یاد سے مالامال ہیں۔ اسیواسطے جب قولہ والذین یکنزون الذہب والفضۃ الآیہ نازل ہوا اور خزانہ جمع کرنے پر
عذاب کی وعید آئی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ پھر ہم لوگ کیا جمع کریں تو فرمایا کہ قلب شاکر اور لسان ذاکر یعنی ایسا دل جو ہردم اللہ تعالیٰ کی نعمت
ایمان و سلامتی وغیرہ دینے پر شکرگزار ہو اور ایسی زبان جو ہروقت یاد میں بیدار رہے۔ بالجملہ منافقون کے بالکل برخلاف مومنون کی صفت ہے کہ
باہم ایک دوسرے پر رحیم و شفیق و امر معروف کا حکم دینے والے اور منکر سے روکنے والے اور نماز قائم کرنیوالے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ تعالیٰ و
اسکے رسول کے مطیع ہوتے ہیں۔ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ سین بمعنی قد یعنی مؤکد و متوقع ہے اور وعدہ الٰہی
لامحالہ ہوگا پس معنی یہ کہ جن بندون کے ایسے صفات ہیں ضرور اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمادیگا۔ اشارت ہے کہ دنیا دی چند روزہ زندگی میں
صبر و ثابت قدمی رکھیں۔ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ البتہ اللہ تعالیٰ عزیز غالب ہے جو چاہے کرے کوئی چیز مانع ہونہیں سکتی حکیم ہے کہ جہان جو چیز
چاہیے وہین ثابت فرماتا ہے۔ یہ رحمت الٰہی عجیب نعمت غیر متناہی ہے کہ جس کا کوئی پار نہیں پاسکتا اور آگے اہل ایمان کے ثواب ہیں فی الجملہ
توضیح فرمائی ہے۔ وفی العرائس قولہ والمومنین والمومنات الخ یعنی مومنین و مومنات باہم اولیا ہیں کیونکہ اُن کی روحیں انوار قدم میں مستغرق
تھیں وہیں اللہ تعالیٰ نے باہم اُن میں الفت دیدی باین طور کہ اُن کو وصال کا مزہ چکھایا پس انوار محبت الٰہی کے دلون میں لیکر اُن انوار پر
باہم عاشق ہوئے اور باہم ایک دوسرے کی محبت میں سرگرم پس اللہ تعالیٰ کی عبادت گزاری و اُس کے رسول کی معاونت و فرمانبرداری میں باہم
معاونت کرتے ہیں ابو عثمان نے کہا کہ مومنون باہم مددگار ہیں کہ عبادت الٰہی میں معاونت اور اُس کی طرف مبادرت کرتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کی
پیٹھ پر ٹیک دیتا ہے کہ اس سمندر سے پار ہو کر نجات پاوے تو نہیں دیکھا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مومن کیلئے مومن مانند عمارت کے ہے کہ ایک کو دوسرے
سے تقویت ہوتی ہے شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ مومنون کے باہمی موالات بے تکلف اُنکی جبلت ہے پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے مومنون کیلئے حسن ثواب ذکر فرمایا بقولہ عز و جل

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

وعدہ دیا اللہ نے ایمان والے مردون اور عورتون کو باغ بہتی ہیں نیچے اُن کے نہرین رہا کرینگے

فِيهَا وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَٰلِكَ

اُن میں اور مکان ستھرے رہنے کے باغون میں اور رضامندی اللہ کی سب سے بڑی یہی ہے

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ع ۹

بڑی مراد ملنی

وَعَدَ اللَّهُ یہان وعدہ وعدہ بشارت ہے وعدہ وعید جیسے سابق میں اہل نفاق و کفر کے عذاب میں وعید تھا۔ المعنی۔ وعدہ دیا اللہ تعالیٰ
الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ مومن مردون و مومنہ عورتون کو جنکے اوصاف اوپر مذکور ہوئے ہیں۔ جَنَّاتٍ جنتون کا یعنی وعدہ دیا کہ جو
بندے بصفات مذکورہ بالا دنیا میں مطیع رہے ہیں اُن کیلئے بدون کسی عذاب کفارۂ گناہ کے پہلے پہل جنات ہیں جمع جنت بمعنی باغ تروتازہ جسمیں
ہر قسم کے میوے ہون تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ ایسے جنات جن کے نیچے نہرین جاری ہون گی یعنی اُن کے درختون و مکانون کے
نیچے نہرین جاری ہونگی۔ خَالِدِينَ فِيهَا مقدرین الخلود فیہا۔ داخل ہوتے وقت اُنکے لئے مقدر ہوگا کہ اسمیں ہمیشہ رہو کبھی نہ مرو نہ تمھارا
شباب زائل ہو نہ اسمیں سے کسی طرح زوال ہو۔ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً اور ایسے مساکن جو پاکیزہ خوشگوار ہیں سونے و یاقوت و زمرد کے مکانات

جو آدمی کے واسطے سراسر عجائب قدرت الٰہی ہونگے ۔ فِیۡ جَنّٰتِ عَدۡنٍ یہ مساکن طیبہ واقع ہونگے جنات عدن مین ۔ عدن لغت مین بمعنی اقامت وخلود ہی یقال عدن بالمکان یعدن عدونا اے اقام بہ ۔ اسی واسطے کہا گیا کہ جنات جملہ عدن ہین اور فائدہ یہ کہ ایک جنات تو باغہائے تروتازہ ہین جن کے تحت مین نہرین جاری ہین اور دوسری جنات موتیون وغیرہ کے مکانات ہین جنہین مسکنہائے طیبہ ہین اور اخبار وآثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدن مقام خاص جنت مین ہی پس وہ علم ہی اور کشاف مین کہا کہ عدن علم ہی بدلیل قولہ تعالیٰ جنات عدن التی وعد الرحمٰن عبادہ الآیۃ ۔ وفی تفسیر الحافظ وعن ابی موسی الاشعری قال قال رسول اللہ صلعم جنتان من ذہب آنیتہما وما فیہما وجنتان من فضۃ آنیتہما وما فیہما وما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن ۔ یعنی دو جنت سونے کی ہین اُن کے ظروف وجو کچھ اُن مین ہے سب سونے کا ہی اور دو جنت چاندی کی اُن کے ظروف وجو کچھ اُن مین ہی سب چاندی کا ہی اور نہین کوئی مانع درمیان قوم کے اور درمیان اس بات کے کہ اپنے پروردگار کی طرف نظر کرین مگر رداء کبریائی اسکی وجہ ذوالجلال پر جنت عدن مین ۔ رواہ البخاری ومسلم مترجم کہتا ہی کہ بیہقی رح نے اس حدیث کے معنی مین تنبیہ کردی کہ یہ معنی نہین ہین کہ وجہ الٰہی جل جلالہ پر رداء کبریائی ہوگی بلکہ معنی یہ ہین کہ غایت جلال سے قوم کو یہ طاقت نہ ہوگی کہ نظر کر سکین پھر دوسرے وقت جب اہل جنت عدن سے پردہ دور کیا جائیگا اور طاقت از جانب اللہ تعالیٰ عطا ہوگی تو دیکھین گی ۔ اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ عدن مقام خاص جنت مین ہی جس کے شرف کا بیان یہ کہ وہان حضرت رب العزت جل جلالہ سے اسقدر تقرب حاصل ہی کہ سوائے رداء کبریائی کے اور کچھ حائل نہ ہوگا ۔ ابو موسیٰ رضہ نے مرفوع روایت کی کہ مومن کیلیے جنت مین مجوف ایک موتی کا ساٹھ میل طول کا خیمہ ہوگا اسمین اُسکی ازواج ہونگی ۔ اُن مین سے ہر ایک پاس جائیگا اور بعض کو بعض نہ دیکھین گے ۔ رواہ البخاری ومسلم ۔ ابو ہریرہ رضہ سے ہی کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول پر ایمان لایا اور نماز کو ٹھیک ادا کرتا رہا یعنی مال ہو تو زکوٰۃ دی و حج کیا اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ عزوجل نے کرم سے برحق کر دیا کہ اُس کو جنت مین داخل کرے خواہ اُس نے ہجرت کی ہو اللہ تعالیٰ کی راہ مین یعنی جہاد کیا ہو یا وہین بیٹھا رہا جہان پیدا ہوا ہے ۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ لوگون کو ہم یہ خبر نہ دیدین فرمایا کہ جنت مین سو درجے ایسے ہین جو اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ مین جہاد کرنے والون کیلیے رکھ چھوڑے ہین ہر دو درجہ کے بیچ مین ایسا فرق ہی جیسا آسمان وزمین کے بیچ مین ہی سو جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو فردوس مانگا کرو کہ وہ اعلائے جنت و اوسط جنت ہی اسی سے جنت کی نہرین جاری ہین اور اُس کے اوپر عرش الرحمٰن ہی ۔ رواہ البخاری ومسلم عن ابی ہریرۃ رضہ والطبرانی والترمذی وابن ماجہ عن معاذ بن جبل مرفوعًا والترمذی عن عبادۃ بن الصامت ایضًا اور غرفہائے جنت کی بابت صحیح ہوا کہ اہل جنت بعض کو بعض ایسے دکھلاوینگے جیسے آسمان مین ڈوبے ہوئے تارے کو چمکتا دکھلاتے ہین اور فرمایا کہ واللہ ایسے لوگون کو ملین گے جنہون نے اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھا اور رسولون کی تصدیق کی ۔ اور واضح ہو کہ جنت مین سب سے اعلیٰ مقام کا نام وسیلہ ہی وصحاح وسنن ومسانید مین کثرت سے وارد ہی کہ آپنے فرمایا کہ وہ ایک ہی شخص کو ملیگا اور مجھے اُمید ہی کہ وہ مین ہی ہون ۔ قال المترجم یہ صریح نص ہی کہ آنحضرت صلعم اللہ تعالیٰ کی مخلوق مین سب سے مطلقًا افضل ہین اور حدیث مین ہی کہ جس نے بعد اذان کے میرے لیے وسیلہ ملنے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کی قیامت مین اُسپر میری شفاعت نازل ہوگی ۔ ایک روایت مین ہی کہ قیامت مین اسکی شفاعت کرونگا ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ عمارت جنت سونے وچاندی کی اینٹون سے اور گارہ مصالحہ مسک کا اور ریزہ کنکر اس کے موتیون کے اور خاک زعفران کی جو اسمین داخل ہوگا ہمیشہ لذت عیش مین خوش کبھی نہین اُکتائیگا ہمیشہ زندہ کبھی نہین مریگا اور کبھی اُسکے کپڑے کہنہ نہ ہونگے اور کبھی اُسکا شباب زائل نہ ہوگا ۔ رواہ احمد ونحوہ عن ابن عمر ۔ اور حضرت علی رضہ سے مروی ہی کہ جنت مین غرفہ ہین جنکا اندر سے باہر اور باہر سے اندر دکھلائی دیتا ہی تو ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کس کے لیے ہین فرمایا کہ جس نے پاکیزہ کلام کیا اور طعام دیا اور برابر روزے رکھے

اور رات میں نماز پڑھی جب لوگ سوتے ہیں۔ رواہ الترمذی والطبرانی وقال الحافظان کلامن الاسنادین جید حسن۔ اسامہ بن زید سے مرفوع روایت میں ہے کہ قسم رب کعبہ کی جنت کا حصر نہیں وہ نور جگمگاتا ہے وہ ہرے بھرے خوشبودار درخت لہلہاتے ہیں الی آخر الحدیث رواہ ابن ماجہ۔ اور صحاح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندگان صالحین کے لئے وہ کچھ مہیا رکھا ہے جو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر اسکا خطور ہوا۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ رضا کی نسبت رضوان میں زیادتی ہے کیونکہ زیادت کلمہ زیادت معنی پر دلیل ہوتا ہے خصوص جبکہ موصوف بصفت کائن من اللہ ہو اور خصوص جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے اُس کے اکبر ہونے کو فرمایا تو قیاس کی کیا مجال کہ اُسکی بزرگی دریافت کرے۔ یعنی اور رضوان اللہ کی طرف سے سب سے اکبر ہے۔ ابوسعید خدری رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ اے اہل جنت عرض کرینگے کہ پروردگار لبیک وسعدیک ہم تیرے حضور میں بخوشی بسر وچشم حاضر ہیں تیرے ہی قبضہ قدرت میں سب بھلائی ہے۔ فرماویگا کہ بھلا تم راضی ہوئے عرض کرینگے کہ ہمارے رب ہم کیوں نہ راضی ہوں حالانکہ تو نے ہم کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو اپنی خلق میں سے کسی کو نہیں دیا۔ رب تبارک وتعالیٰ فرماویگا کہ بھلا تم کو اس سے افضل دوں عرض کرینگے کہ رب ہمارے اس سے افضل اور کیا ہے۔ فرماویگا کہ تم پر اپنا رضوان نازل کرونگا اسکے بعد کبھی تم پر سخط نہ فرماؤنگا۔ رواہ البخاری ومسلم والوبکر البزار رحمہ اللہ وحاکم رح نے جابر بن عبداللہ رض کی روایت سے اسی معنی کی حدیث میں آخر کلام یوں روایت کیا ہے اور تعالیٰ فرماویگا کہ میرا رضوان اس سب سے اکبر ہے یعنی سب سے بزرگ مرتبہ ہے وقال الضیاء المقدسی اسنادہ عندی علی شرط الصحیح کذا ذکرہ الحافظ رح مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطی رح نے بدور السافرہ میں آثار واخبار کثیرہ سے قولہ تعالیٰ الحسنیٰ وزیادۃ الآیۃ کی تفسیر میں دیدار حضرت باری تعالیٰ مراد ہونا ثابت کیا ہے اور ظاہر ہے کہ اہل ایمان جن کو اپنے خالق تبارک وتعالیٰ سے کمال محبت ہے جنت کو اسی وجہ سے چاہتے ہیں کہ وہ مقام ہے جہاں اُن کو رضوان حضرت حق سبحانہ تعالیٰ حاصل ہوگا وہ مقام ہے کہ جہاں دیدار پاک بلا کیفیت وتشبیہ نصیب ہوگا سبحان اللہ تعالیٰ اس سے بڑھکر کون مقام ہے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ یہ جو کچھ انعام مومنوں کیلئے مذکور ہوا یہی فوز عظیم ہے۔ دنیائے دنی ناپائدار کی لذات ومتاع اور جواہر وسونا وچاندی واولاد اور تمام روئے زمین کی سلطنت سہی جسکو کافر ومنافق آخرت سے منکر بے ایمان لوگ فوز عظیم سمجھتے ہیں وہ فوز عظیم کیسا کچھ بھی نہیں مگر آنکہ اللہ تعالیٰ اس سے آخرت کیلئے سامان ونفع اُٹھانیوالا کرے جس سے جنت حاصل ہو تو البتہ کیونکہ فوز عظیم یہی انعام آخرت ہے۔ وفی العرائس فی اشارات الآیۃ الکریمۃ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مومنین صادقین کو آخرت میں اعلیٰ شہود اور دیدار کا وعدہ فرمایا۔ اور یہ وعدہ الٰہی ہے جسکو نقد وصول جان لو کیونکہ اسکی خبر عین معائنہ ہے صرف موت کی دیر ہے دنیا میں اُس کے قدس سے معطر ہوائیں مشام اہل انس کو مفرح اور معنبر ریاحین ارواح اہل قدس کو معطر فرماتی ہیں اُنکے قلوب ہر چیز سے منقطع اسی کی طرف راغب ہیں یہی انوار وریاحین ہے جن سے اُن کے دل اللہ تعالیٰ سبحانہ کے شوق میں بیخود اور اُسکی محبت میں اپنی خودی سے باہر رہتے ہیں اور اُسی کے شوق وصال میں طائر ہیں۔ واضح ہو کہ نفس آیت کریمہ میں اس وعدۂ پاکیزہ کو عبودیت کی کسی شرط سے مقترن نہیں فرمایا یعنی اپنے وعدہ کو مثلاً یوں نہ فرمایا کہ مومنوں کے امر بالمعروف ونہی از منکر واقامۃ الصلوٰۃ وغیرہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو جنت عطا فرمائی بلکہ یہ افعال عبودیت تو مومنوں کے اصلی نشان اور اُن پر آسان ہیں اور رحمت الٰہی فضل واحسان ہے تو آیت میں شرط عبودیت پر معلق نہ فرمانا دلیل ہے کہ یہ عطاء اُن پر بدون کسی علت کے فضل واحسان ہے اور جو چیز جس کھان کی ہے وہیں پہونچائے جانے میں داخل ہے کیونکہ اہل عرفان کی مٹی رضوان کی کھان سے ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَادُّكَ اِلٰی مَعَادٍ الآیۃ حق تعالیٰ نے ازل میں مطیع بندوں کو اپنی درگاہ کی حضوری کے لئے برگزیدہ فرمایا اور مومنین صادقین سے موسوم کیا۔ جب بندہ اپنے خالق کا مطیع اور مومن صادق ہوتا ہے تو وہ صالح وشہید ہوتا ہے کیونکہ نعیم اور

سے دماغ جان اُسکا معطر ہوجاتا ہی تو وہ اپنی جان راہ حق مین فدا کر دیتا ہی اور اللہ تعالی پروا نہین فرماتا ان لغزشون کی جو اُس کی صورت ظاہری سے ظہور مین آتی ہین کیونکہ مومن سے جب گناہ سرزد ہوا تو وہ نادم ہوکر اُس معصیت کو جو اُس کے حق مین درگاہ مولی مین شرمساری کا سبب ہوئی ہی نظر عداوت سے دیکھتا ہی پس شہوت معصیت اُس کے حق مین منغص و مکدر ہوجاتی ہی اور پروردگار کی جناب مین شرمندگی سے اس کا دل پانی پانی ہوجاتا ہی پس اُس کی معصیت بھی طاعت ہوجاتی ہی۔ بندگان مومنون کو وعدہ جنت ہے اور وہ اصلی مشاہدہ کا مقام ہی جس کے کشف سے دنیا مین جنت دیدار وشہود مین اُن کے دل ڈوبے ہوئے ہین وے اس جنت کے سوائے کسی طرف نگاہ نہین کرتے ہین اور اُن کو مساکن طیبہ کا وعدہ دیا حالانکہ ارواح سے مشاہدۂ جمال و قرب وصال مین ساکن ہین پس معصیت پر غضب کی نگاہ سے دیکھکر وہ اشتہار مکدر وبے لذت کر دیتا ہی اور توبہ کرکے حضور مولی مین سر جھکاتا اور شرم وحیا سے اسکا دل پانی پانی ہوجاتا ہی پس یہ معصیت کہان ہی اُسکے حق مین تو اور طاعت ہوگئی سنو کہ پاک معبود نے اُن کو جنتون کا وعدہ دیا اور حالت دیکھو کہ وے مشاہدۂ انوار جمال کے باغون مین مستغرق پڑے ہین پھر جنتون کی طرف کیا التفات کرین۔ اُنکو مساکن طیبہ کا وعدہ فرمایا اور وے مشاہدہ وقرب وصال کے پاکیزہ منازل مین ساکن ہین اور ہر دم لذت خطاب لطائف اسرار اُن پر جاری ہین اور اُس کی اُمید و وصال مین ہفت اقلیم کی سلطنت پر لات مارے اُسکی طاعت مین مسرور ومبتہج ہین اور انوار آیات کے دوران مین اُن کی عقلین نہایت خوش اور مشاہدہ صفات سے اُن کے قلوب خوشگواری سے سیراب ہورہے ہین ان نہرون سے دمادم شربت محبت پیتے اور حیرت کے ساتھ لحظہ بلحظہ شکرگزار ہین اُسی کی توفیق وتائید پر نظر رکھے ہوے رضوان اکبر کے بال ور سے پر فضا ر بلندی اسرار صفات وسبحات ذات مین اُن کی روحین بلند پرواز ہین ہمیشہ ہر دم اُن کو انکشاف جمال قدم وجلال سرمدی سے تعلق ہی۔ اسی کا نام رضوان اکبر ہے کہ اُن کے چہرون سے صبح صفات چمکتی ہی اور وہ سبحان ہین اسی کا اکرام افضل ہی کہ اُنکی پیشانیون سے شہود ذات کا آفتاب روشن ہی اور سب حیران ہین۔ اے برادر یہ بندے ہین کہ اللہ تعالی شانہ نے دنیا ہی مین اُن کو ایسا سرفراز کیا کہ خاک سے ہمرنگ اور سایہ عرش مین امیدہ ہین جو جنات ووعدہ خیرات اورون کیلیے کل ہی وہ اُن کو آج حاصل ہی پھر کل اُن کیلیے کیا کچھ کرامت اصل ہوگی سنو کوئی جگہ پاکیزہ ہو کوئی باغ پرفضا ہو جبھی خوب ہی کہ وہان دیدار قدس قدم ہی تو اُس کے مشاہدہ پر منزل ومسکن پر کب نظر آتا ہی۔ استاد یم نے کہا کہ نشان اہل رضوان اکبر کا یہ ہی کہ ہر مزہ سے گم ہو تو راحت اُنس پاوے جو متقاصر از راحت دار القدس نہین بلکہ اتم اعظم ہی فافہم۔ بالجملہ یہ بندے ہین کہ اُن کی نظر مین سوائے ذات وحدہ لاشریک اُسکی صفات افعال قدرت کے کچھ نہین حتی کہ خود اُن کی نظر بھی نہین ہی۔ سنو کہ حضرت رب العزت وحدہ لاشریک کے غیرت قدم نے نہ چاہا کہ اہل اتحاد ووصال اپنی نظر مین وجود اہل کفر وضلال واغیار ناہنجار باقی رکھین لہذا آنحضرت صلعم کو مطلقاً جہاد کا حکم دیا۔ بقولہ

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ

اے نبی لڑائی کر کافرون سے اور منافقون سے اور تندخوئی کر اُن پر اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا

اور وہ بری جگہ پہونچے قسمین کھاتے ہین اللہ کی ہم نے نہین کہا اور بیشک کہا ہے لفظ کفر کا اور منکر ہوگئے ہین

بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

مسلمان ہوکر اور فکر کیا تھا جو نہ ملا اور یہ سب کرتے ہین بدلا اُسکا کہ دولتمند کر دیا اُن کو اللہ نے اور اُس کے رسول نے

مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا

اپنے فضل سے سو اگر توبہ کرین تو بھلا ہے اُن کے حق مین اور اگر نہ مانین گے تو ماریگا اُن کو اللہ دُکھ

اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ

کی مار دنیا اور آخرت مین اور نہین اُن کا روئے زمین مین حمایتی نہ مددگار

اللہ تعالی نے اس آیت مین اپنے رسول محمد صلعم کو اور اُن کی تبعیت مین تمام اُمت کو قیامت تک حکم کیا کہ کفار و منافقین سے جو قول و فعل حال مین مومنین کے برخلاف ہین جہاد کرین اور حکم دیا کہ اُن پر غلظت و سختی کرین جیسے اُن کے برخلاف مومنون کیلئے بحکم قولہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین۔ نرمی و مواسات کا حکم دیا ہے اور یہ خبر دیدی کہ اہل کفر و نفاق کا مرجع دار آخرت مین جہنم ہے۔ اور منافقون نے جھوٹی قسمین کھا کر جن باتون کو زبان سے کہنے سے انکار کیا تھا اُسکی خبر دیدی کہ ضرور اُنھون نے یہ باتین کہی ہین اور اسلام ظاہر کرنے کے بعد اپنی زبان سے کھلم کھلا آپس مین کفر بکنا شروع کیا ہے پس غیب کی خبر دیدی کہ منافق جھوٹے ہین ضرور اُنھون نے یہ کلمات زبان سے بکے ہین اور تنبیہ کردی کہ منافقون نے جس امر کا ارادہ کیا تھا وہ اُن کو حاصل نہ ہوا۔ سبحان اللہ تعالی پردہ رکھکر بات فرمائی کہ منافق سمجھ گئے پھر اُن کو توبہ کی طرف ارشاد کیا تو بعض جن کی تقدیر اچھی تھی سچے مسلمان ہوگئے۔ اب تفسیر سلوک فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ خطاب ہے محمد صلعم کو اور تبعیت مین مومنین داخل ہین اور یہ مومنون کے لیے فضیلت ہے اور مومن نہایت متبع رسول اللہ صلعم ہوتا ہے اور اُس کے کام بہ نسبت موافقت و اتباع رسول اللہ صلعم ہوتے ہین لہذا لفظاً آنحضرت صلعم کو خطاب کیا کہ اے نبی مکرم محمد صلعم۔ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ تو جہاد کر کافرون و منافقون پر۔ کافرون پر تلوار سے جہاد ہے اور اصل مقصود یہ کہ پہلے فہمائش و نصیحت کی جاوے جب نہ مانین اور فتنہ مٹتا نظر نہ آوے تو کہا جاوے کہ طریقہ عدل کے مطیع بنکر مغلوب رہو جب یہ بھی نہ مانین تو تلوار سے فتنہ و فساد مٹادو اور منافق چونکہ بظاہر مطیع تھے لیکن باطن مین فتنہ پھیلاتے تو اُن پر جہاد اسی قدر کافی ہے کہ زبان سے بھی فتنہ کی باتین نہ نکالین۔ حسن رح و قتادہ و مجاہد رح نے کہا کہ منافقون پر جہاد یہ کہ اُن پر حدود قائم کیے جاوین یعنی جب ایسا فعل بد کرین جس پر کوئی سزا مقرر ہے تو یہ سزا اُن پر جاری کردے اور بیضاوی رح نے کہا کہ اسمین تاویل ہے اسلیے کہ حدود قائم کیے جانے کا حکم تو ایسے گنہگارون پر بھی ہے جو منافق نہ ہون تو نفاق سے اُسکو کیا تعلق ہے۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ کفار سے جہاد تلوار سے اور منافقون سے زبانی کلام کے ساتھ بسختی و درشتی۔ یہی مقاتل و ربیع بن انس سے مروی ہے اور اسی کے مانند ابن عباس کا قول ہے اور ابن مسعود رض نے کہا کہ ہاتھ سے روکے اور قدرت ہو تو زبانی درشتی کرے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بعض علماء نے کہا کہ ان اقوال و تفاسیر مین کچھ منافات نہین کیونکہ جیسی حالت ہو اسی کے موافق مواخذہ کرے اور شیخ ابن جریر رح نے یہ اختیار کیا کہ منافق جب کھلم کھلا اپنا نفاق ظاہر کرے تو اُسپر تلوار سے جہاد کیا جاوے۔ جمہور علماء کے نزدیک بدیگر دلائل سے ثابت ہے کہ منافق پر تلوار کا جہاد نہین اور تفسیر کبیر وغیرہ مین ہے کہ آیت کریمہ سے ہر دو فریق پر مطلقاً جہاد کرنے کا حکم ثابت ہوا اور کیفیت جہاد بدیگر دلائل منفصلہ سے ثابت ہوئی کہ کافرون پر تلوار سے اور منافقون پر کلام درشت و حجت واضحہ سے جہاد کیا جاوے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول سابق مین مذکور ہوا کہ آنحضرت صلعم چار تلوارون کے ساتھ مبعوث ہوئے ایک تلوار مشرکون کیلئے چنانچہ حکم دیا۔ فاذا انسلخ الاشهر الحرم فاقتلوا المشركين الآية۔ دوم تلوار اہل کتاب یہود و نصاری کیلئے کما قال تعالی قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر الى قوله من الذين اوتوا الكتاب حتى يعطوا الجزية عن يد وهم صاغرون سوم تلوار منافقون کیلئے۔ کما قال یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین۔ چہارم تلوار مسلمان باغیون کیلئے کما قال فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ

ف جبیہ علیہ سلطے حرام گناہ ... (حاشیہ، ناخوانا) ۱۲ م

الی امر اللہ۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ کلام مقتضی ہے کہ منافق جب نفاق ظاہر کرے تو اُس کے ساتھ تلوار سے قتال کیا جاوے مترجم کہتا ہے
کہ شاید جمہور نے منافقین کی تلوار کو معنی مجازی پر محمول کیا ہو یعنی تیز زبان و حجت واضحہ سے اُن پر جہاد ہو ولیکن پوشیدہ نہیں کہ مختار ابن جریر
اقوے ہے اور آیت میں بھی اسطرف دلالت ہے کیونکہ منافقین تو جبھی اہل نفاق معلوم ہونگے کہ جب ظاہر کریں اور اسوقت بمنزلہ کفار مجاہرین
کے ہوے یا بمنزلہ مرتدین کے اور مرتد کو بھی قتل کیا جاوے اور قولہ کفروا بعد اسلامہم۔ ان کے ارتداد پر دلالت کرتا ہے اور اگر کہا جاوے کہ
آنحضرت صلعم کے عہد میں ان منافقون نے جہر نہیں کیا تو جواب یہ کہ بوحی الٰہی و دلیل قطعی اُن کا نفاق ایسا ظاہر ہوا جیسے اُن کے جہر سے
ثابت ہوتا اور گویا اسیواسطے آنحضرت صلعم کو مخصوص حکم کیا کہ امر شرع میں یہ لوگ منافق ہی تھے ولیکن وارد ہوتا ہے کہ منافق مرتدون کے کہاں
قتل کیے گئے اور جواب یوں ممکن ہے کہ توبہ و رجوع حقیقۃً یا حکماً یعنی بظاہر پائی گئی اور بنظر ظاہر شرع کے حکم نفاق خفیہ اُن پر جاری رہا
اگرچہ پہلے بحکم قولہ کفروا بعد اسلامہم۔ کے اظہار ارکان اسلام کے بعد کفر ظاہر کیا تھا۔ بیضاوی رح وغیرہ نے جمہور کے موافق یوں تفسیر کی کہ
جاہد الکفار بالسیف والمنافقین بالزام الحجۃ واقامۃ الحدود یعنی اے نبی مکرم محمد صلعم جہاد کر کافرون پر یعنی تلوار کے ساتھ اور منافقون پر
یعنی باین طور کہ حجت واضحہ سے اُن کو ملزم کر اور حدود اُن پر قائم کر۔ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ اور ان لوگون پر اس بارہ میں غلظت و درشتی کر
غلظت کے معنی درشتی کرنا خلاف لینت و نرمی کے۔ چونکہ آنحضرت صلعم رفق فرماتے تھے لہذا ایسا حکم دیا۔ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ
اور جہنم ایسے لوگون کا ٹھکانا ہے یہ جملہ مستانفہ ہے۔ کما قال ابو السعود رح اسمین اُن کے انجام کار کا بیان ہے۔ اور معنی یہ کہ کفر و نفاق کی صفت کیساتھ وہ جہنم
کے لائق ہیں۔ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۔ اور مرجع اُن کا جہان انجام کو جاوینگے وہ بُرا ٹھکانا ہے اور جہنم میں جاوینگے تو جہنم بہت بُری جگہ ہے یعنی فی نفسہٖ وہ
اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے ولیکن جو لوگ اُسمین عذاب یاوینگے اُن کے حق میں بُری ہے۔ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا۔ اور قسم کہاتے
ہیں اللہ تعالیٰ کے نام پاک کے ساتھ کہ اُنھون نے یہ نہیں کہا یعنی جھوٹ قسم یوں کہاتے ہیں کہ واللہ ہم نے نہیں کہا۔ وَلَقَدْ قَالُوا
كَلِمَةَ الْكُفْرِ۔ اور حال یہ کہ البتہ اُنھون نے کلمہ کفر کہا چونکہ قسم کے ساتھ وہ منکر تھے لہذا اردو میں حرف لقد کے ساتھ جو مشعر قسم ہے اثبات
فرمایا یعنی واللہ ضرور اُنھون نے کلمہ کفر کہا۔ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ۔ اور کافر ہوئے اپنے اسلام کے۔ یہ مراد نہیں کہ پہلے اُن کو
ایمان حاصل تھا بلکہ اسلام سے انقیاد مراد ہے یعنی بعد اظہار اسلام کے اب کلمہ کفر زبان سے بھی ظاہر کیا۔ ظاہر کلام مشعر ہے کہ منافقون نے
کوئی بات کہی تھی پھر جھوٹی قسمیں کھا کر اُس سے انکار کیا پس اصل مقصود یہ کہ اہل نفاق ایسے لوگ ہیں کہ جھوٹی قسمیں کھانے میں بیباک
اور زبان کے جھوٹے اور فسادکر سواے اور ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ ہیں اُن میں بالکل دیانت و امانت نہیں اُن سے خلق خدا کو سخت ضرر پہنچے
اور بُرے فریب فساد کی جڑ ہیں بلکہ کھلم کھلا کافرون سے بھی بڑھکر کیونکہ اُن سے کوئی فریب نہ کھاے گا اور نہ اس طرح بے امانت ہیں۔
اور بڑے باریک قبائح جو منافقون کے ان اطوار میں مضمر ہیں اُن کا کہان تک بیان ہو کیونکہ غور کرو تو جملہ قبائح اسمین مندرج ہیں۔ پھر
آیا اخبار و آثار سے کچھ مفصل معلوم ہوا کہ یہ کیا قصہ تھا اور آیا سب منافقین اسطرح کہنے والے تھے یا بعض نے کہا اُسکو سب کی طرف بسبب
یکسان حالت و باہمی رضامندی کے نسبت کر دیا گیا تو شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی منافق کے حق
میں نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی تھی کہ تبوک کے مقام میں ایک مرد جہنیؓ اور ایک انصاری میں کچھ جھگڑا ہوا اور جہنی نے انصاری پر تعلی کی
تو عبداللہ بن ابی منافق نے کہا کہ اے گروہ انصار اپنے بھائی کی مدد نہ کروگے واللہ ہمارے اور محمدؐ کی مثل ایسی ہے جیسے کسی نے کہا ہے کہ اپنا کتا پال پال
کے موٹا کر وہ تجھے کھائیگا اور ہم تو جب مدینہ لوٹ جاوینگے تو جو ہم میں عزت والے ہیں وہ ذلت والون کو نکال باہر کرینگے۔

اس منافق خبیث کی یہ باتین کسی نے رسول اللہ صلعم تک پہونچائین پس آپنے اسکو بلوایا تو لگا قسمین کھانے کہ واللہ یا رسول اللہ مین نے تو کچھ بھی نہین کہا ہو پس اسی کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی۔ انس بن مالک رضؓ سے عبداللہ بن الفضل نے سنا کہ واقعہ حرہؓ مین جب میری قوم بہت مصیبت مین مبتلا ہوئی تو مجھے سخت غم لاحق ہوا تو زید بن ارقم نے مجھے میرا غم سنکر لکھا کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ اللھم اغفر للانصار ولابناء الانصار۔ ابن الفضل کو شک ہو کہ ابناء ابناء الانصار بھی کہا تھا یا نہین یعنی انصار کیلیے و اُن کی اولاد کے لئے دعاء مغفرت مانگی یا پوتون تک کیلیے دعا فرمائی پھر انس رضؓ نے زید بن ارقم کے حق مین کہا کہ آنحضرت صلعم نے اُسکے حق مین فرمایا کہ اوفی اللہ لہ باذنہ اور بات یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلعم خطبہ پڑھتے تھے اور ایک منافق کہنے لگا کہ اگر یہ شخص سچا ہو تو ہم لوگ گدھون سے بدتر ہوے۔ زید بن ارقم نے سنکر کہا کہ ہان قسم اللہ محمد صلعم تو سچے ہین پھر تو ضرور گدھے سے بدتر ہو پھر آنحضرت صلعم کے پاس مرافعہ مین وہ منافق منکر ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے زید بن ارقم کی تصدیق نازل فرمائی بقولہ یحلفون باللہ ما قالوا الآیۃ۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ قولہ پھر انس نے زید بن ارقم کے حق مین کہا۔ شاید آدمی کا وہم ہو اور یہ کلام امام زہری راوی اعلیٰ یا موسیٰ بن عقبہ راوی وسط کا قول ہو اور واضح رہے کہ مشہور یہ ہو کہ جو قصہ یہان مذکور ہوا یہ غزوہ بنی المصطلق مین واقع ہوا تھا نہ تبوک مین پس آیت کریمہ کے ذکر مین شاید راوی کو وہم ہوا کہ بجائے دوسری آیت کے اسکو ذکر کردیا واللہ اعلم۔ اور محمد بن اسحاق نے باسناد جید کعب رضؓ بن مالک انصاری سے روایت کی کہ جب آنحضرت صلعم تبوک سے واپس تشریف لائے تو مجھے میری قوم نے سخت کچھا کہ تو مرد شاعر ہو جاکر حضور مین کچھ عذر بنا کر اپنا اعتذار کرے پھر دروغگوئی کا گناہ ہو گا اُس سے استغفار کرلینا۔ تمام حدیث طویل جوانشاءاللہ تعالیٰ آویگی ذکر کی چنانچہ اسمین ہو کہ پھر کعب بن مالک نے بیان کیا کہ جن منافقون کے حق مین بجھر رہنے وغیرہ کے فضائح مین قرآن نازل ہوا اُن مین سے بعض وہ تھے کہ آنحضرت صلعم کے ساتھ موجود رہے چنانچہ جُلاس بن سوید بن الصامت بھی تھا اور اُس نے عمیر بن سعد کی مان سے نکاح کیا تھا اور عمیر اُسکی تربیت مین تھے سو جب قرآن نازل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے منافقون کو بعض فضائح وقبائح کے ساتھ ذکر فرمایا تو جلاس بولا کہ واللہ اگر یہ شخص سچا ہو تو ہم لوگ گدھون سے بدتر ہین - یہ بات عمیر بن سعد نے سنی اور کہا کہ اے جُلاس قسم ہو اللہ تعالیٰ کی کہ مین تجھے لوگون سے زیادہ چاہتا ہون اور تیرے مجھ پر احسان ہین مجھے نہین منظور کہ تجھے بُرائی پہونچے ولیکن تو نے ایسی بات کہی کہ چھپانے مین خیانت ہو اور ذکر کرنے مین تیری فضیحت اور تیری طرف سے مجھے اپنی ہلاکت کا خوف ہو مگر دونون مین سے مجھے ایک آسان ہو پھر عمیر نے جاکر آنحضرت سے بیان کیا اور جب جلاس نے سنا تو جاکر قسمین کھائین کہ مین نے نہین کہا اور عمیر کا دشمن ہوگیا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ویحلفون باللہ ما قالوا الی آخر الآیۃ۔ پس آنحضرت صلعم نے جلاس کو اُس کے دروغ پر آگاہ کیا۔ ابن اسحق رح کا قول ہو کہ جلاس نے یہ سنکر توبہ کی و نفاق چھوڑا اور اچھا مسلمان ہوگیا۔ عروہ بن الزبیر سے بھی روایت ہو کہ یہ آیت جلاس کے حق مین بسبب مقولۂ مذکورہ کے نازل ہوئی ہو اور ابن جریر رح نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم ایک درخت کے سایہ مین بیٹھے تھے پس اپنے اصحاب سے کہا کہ تمھاری طرف گھورتا ہوا ایک آدمی آویگا تم مین سے کوئی کچھ مت بولنا۔ پھر ایک کرنجا آدمی ظاہر ہوا تو آنحضرت صلعم نے اُسکو بلاکر فرمایا کہ اے شخص تو اور تیرے ساتھی کیون مجھے بُرا بھلا کہتے ہین وہ اُٹھکر گیا اور اپنے ساتھیون کو لے آیا اور سبھون نے قسمین کھانی شروع کین کہ یا رسول اللہ قسم ہو اللہ تعالیٰ کی ہم نے تو کچھ نہین کہا ہو پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ویحلفون باللہ ما قالوا۔ مترجم کہتا ہو کہ حضرت ابن عباس وغیرہ اکابر اہل تفسیر ان منافقون کے نام و نسب کو ذکر نہین کرتے کیونکہ انکی اولاد مین سچے ایمان والے لوگ تھے پس تصریح نہین کرتے کہ باہم عار دلانے وغیرہ کا فتنہ نہ پھیلے کما قد عرفت۔ واضح ہو کہ بعض روایات مین ہو کہ جب عمیر بن سعد نے جلاس کا کلمہ نفاق کھول دیا تو جلاس دشمن ہوگیا اور چاہا کہ عمیر کو قتل کردون مگر قابو نہ پایا

حتی کہ خود مسلمان ہو گیا۔ اسی وجہ سے بعض مفسرین نے اس کلام الٰہی کے یہی معنی بیان کئے۔ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا۔ اور قصد کیا ان منافقون نے ایسی چیز کا جسکو نہیں پایا۔ یعنی جلاس نے قتل عمیر پر قابو نہ پایا۔ بعض نے کہا کہ عبداللہ بن ابی منافق کے حق مین ہے کہ اُس نے آنحضرت صلعم کے قتل کا قصد کیا مگر اسکی ملعون امید پوری نہوئی۔ سدی رح نے کہا کہ چند ایسے لوگون کے حق مین اُتری جنھون نے چاہا تھا کہ بعد خروج رسول اللہ صلعم کے عبداللہ بن ابی کو تاج بادشاہت پہنادین مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری مین بھی آیا ہے کہ قبل نزول مبارک آنحضرت صلعم کے وہان والون نے اس منافق کو تاج سرداری دینا چاہا تھا مگر پورا نہوا۔ یہ قصہ آل عمران وغیرہ مین گزر چکا ہے۔ قال الحافظ اور وارد ہوا کہ غزوہ تبوک سے لوٹتے ہوئے ایک رات چند منافقون نے قصد کیا تھا کہ آنحضرت صلعم کو فریب سے قتل کرین اور قصہ یہ تھا کہ راہ مین آنحضرت صلعم نے منادی کرا دی کہ لوگ یعنی تمام لشکر بطن وادی سے ہو کر گزرے اور گھاٹی کی راہ سے کوئی نہ جائے کہ وہ راہ فقط رسول اللہ صلعم نے اختیار فرمائی ہے پس بارہ منافقون نے مسلح ہو کر ڈھاٹے وغیرہ سے اپنے آپکو چھپایا اور گھاٹی کا قصد کیا تاکہ وہان ازدحام کر کے رسول اللہ صلعم کو اس ازدحام مین نیچے ڈھکیل دین مگر ان کی ملعون مراد پوری نہوئی۔ چنانچہ حذیفہ رضی اللہ عنہ آگے سے آنحضرت صلعم کے راحلہ کی مہار تھامے ہوئے تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پیچھے سے ہانکتے تھے کہ ناگاہ بارہ سوار پیچھے سے معترض ہوئے تو عمار نے آواز دی اور اُن کی سواریون کے منھون پر مارنا شروع کیا پس سب بھاگ گئے اور آنحضرت صلعم نے اُن کے نام ونسب اُن کا ارادہ بیان کر دیا۔ وہذا مصرح فیما رواہ الامام احمد والبیہقی وغیرہما والقصۃ فی الصحاح ایضًا۔ وعلی ہذا معنی کلام بطریق شمار قبائح منافقین ہین یعنی اُن کے قبائح کو شمار کیا کہ اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسمین کھاتے ہین اور بعد اظہار اسلام کے کفر ظاہر کیا اور اُن لوگون نے ایسا قصد بھی کیا تھا جو پورا نہوا اور کچھ نہ پایا۔ پس عجب اُن منافقون سے کہ باوجودیکہ آنحضرت صلعم کی ذات بابرکات سے اُن کی محتاجی دور ہوئی اور تونگر ہو گئے اسپر اس احسان کا بدلہ یہ چاہتے تھے کہ فریب سے قتل کرین۔ وقد قال تعالیٰ۔ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ ما نقموا ای ما انکروا او ما وجدوا ما یورث نقمتہم یعنی اور نہین انکار کیا انھون نے الا اس بات کا کہ اُن کو غنی کر دیا الخ یا یہ معنی کہ اور نہین پائی انھون نے کوئی ایسی چیز کہ جس سے اُن کو نقمت گھیرے مگر یہی کہ ان کو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول نے اپنے فضل سے تونگر کر دیا یعنی اُن کو رسول اللہ صلعم کی طرف سے کوئی بدی نہین پہونچی بلکہ تونگری پہونچی تو انھون نے جو برائی چاہی و انکار کیا تو اسی وجہ سے کہ رسول اللہ صلعم کی طرف سے اُن کو تونگری ملی حالانکہ یہ بات قابل احسان ماننے و اطاعت کے ہے نہ آنکہ انکار و عداوت سے بدلا کیا جائے۔ بیضاوی وغیرہ کے کلام سے مستثنیٰ منہ کی تقدیر یون ہے کہ وما نقموا شیئا الا ان اغناہم۔ اے الا اغناہم۔ یا۔ وما نقموا الشیٔ الا لان اغناہم۔ اور مروی ہے کہ جلاس بہت فقیر تھا اُس کا ایک مملوک مقتول ہوا تو آنحضرت صلعم نے اسکو بارہ ہزار درم دیت دلوائے تو وہ تونگر ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان منافقون کو ہدایت کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ۔ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ۔ یک در اصل یکن مجزوم بجواب شرط ہے جس سے نون تخفیفا حذف ہوا المعنی پھر اگر باوجود ایسے قبیح امر کے ارتکاب کے بھی وے توبہ کرین تو اُنکے لئے بہتر ہوگا سبحان اللہ تعالیٰ عجیب شان ہے کہ پھر توبہ کی راہ بتائی اور توبہ قبول فرمائی پس معلوم ہوا کہ منافق ہو یا مرتد ہو اگر توبہ کرے تو قبول ہے اور فتاویٰ فقہ مین جو مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم کی شان مین بدگوئی کرنیوالا پایا جاوے کرنیوالا قتل کیا جاوے اگرچہ توبہ کرے تو یہ براہ سیاست حکم ہے ولیکن ازراہ دیانت اُس کی توبہ اگر سچے دل سے ہو تو قبول ہے فاحفظہ۔ اگر کہا جائے کہ توبہ بتانیث ہے پھر یک کی جگہ تک بتانیث چاہیے تو جواب یہ ہے کہ توب و توبہ ہر دو مصدر ہین پس یک کی ضمیر بجانب توب ہے علاوہ برین مصدر بتانیث غیر حقیقی ہے کبھی مذکر لایا جاوے کبھی مونث۔ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا۔ اور اگر یہ منافقین اعراض کرین باین طور کہ توبہ نکرین و نفاق پر مصر رہین۔ يُعَذِّبْهُمُ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا۔

عذاب دیگا اُن کو اللہ تعالیٰ عذاب دردناک ۔ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ دنیا مین و آخرت مین ۔ چنانچہ حدیث لیلۃ العقبہ مین ان منافقون کے حق مین
یہ عذاب آیا کہ قلب کے لٹکاؤ کی رگون مین شعلۂ آتش بھڑکا اور دوسری جانب نکلا کہ اس مرض سخت سے ہلاک ہوئے نعوذ باللہ من موت النفاق
والکفر پس منافق اگر کھلم کھلا قتل و قید کی بلا مین گرفتار نہو تو اُسکا دنیا مین بلا عذاب ہونا لازم نہین اور جن احادیث سے مومن کا بہم بلاؤن مین
گرفتار و شکر گزار رہنا تا آنکہ دنیا سے پاک مرجاوے اور منافق کا سرکشی مین مغرور رہنا یہان تک کہ دفعۃً جڑ سے اُکھڑ کے جہنم مین گرے ثبوت ہوتا ہے
اُن سے یہان کچھ منافات نہین کیونکہ عذاب الٰہی کے طریقے اور احوال جدا جدا ہین حتیٰ کہ منافق و کفار کے مال و اولاد کے ساتھ تندرستی کی زندگی بھی
عذاب و وبال ہو ۔ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۔ اور منافقون کیلئے زمین مین کوئی ولی و نصیر نہین ہو ۔ اہل کفر مخذول
و مطیع ہونگے اور عذاب الٰہی جس طرح چاہے آوے کوئی اُسکو روک نہین سکتا پھر منافق کس چیز پر غرہ ہو سکتے ہین ف ۔ فی العرائس قولہ
یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین نفس امارہ ہر انسان کے ساتھ اُسکا دشمن کافر ہو اور اُسپر جہاد اسطرح کہ اسکی خواہش سے اُسکو مردہ کر ڈالے اور منافقین
شیطان و اُس کے ذریات اور اُن پر جہاد اسطرح کہ ہمیشہ بھوکا و دنیا سے افسردہ رہکر شیاطین کی راہین تنگ کر دے اور ان دشمنون پر زیادہ غلظت
و سختی از جانب قلب ہوگی جو انوار روحانی سے بھرا ہوا اور واضح ہو کہ آیت سے ثابت ہوتا ہو کہ سچے اعتقاد والے کو روا ہو کہ کاذب مدعی و فاسق
پر زجر و توبیخ کرے و ملامت کیواسطے اُس سے منھ موڑے ۔ محمد بن علی رح نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ کافرون کیساتھ تلوار سے جہاد کر اور منافقون کے ساتھ زبان سے ۔
سہل رح نے کہا کہ نفس بھی کافر ہو اُسپر مخالفت کی تلوار سے جہاد کرنا لازم ہو یعنی جو امور خلاف شرع و بیفائدہ وہ چاہے تو اُس سے مخالفت کر
اور اُسپر ندامت کے بوجھ لاد اور اُسکو آخرت کے خوف مین ہانک ۔ شاید اس تدبیر سے وہ توبہ کرے اور دار آخرت و صراط مستقیم کیطرف
رجوع لاوے اور توبہ اُسی شخص کی ٹھیک ہوتی ہو جو نہایت شرم و خوف سے متحیر و مبہوت و بیقرار ہو گیا ہو چنانچہ تبوک سے پیچھے رہنے والون سے
تین سچے مومن خلاف کر گئے جن کی توبہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اُنکا حال فرمایا بقولہ وعلی الثلاثۃ الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیہم الارض
بما رحبت وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ الآیۃ اور عنقریب یہ قصہ آتا ہو انشاء اللہ تعالیٰ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل نفاق مین سے بعض جو سب کا
نمونہ ہین عہد شکنی و بخل وغیرہ قبائح سے مذموم موصوف ظاہر فرمایا ۔ بقولہ تعالےٰ ۔

وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝
اور بعضے اُنمین وہ ہین کہ عہد کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو ہم خیرات کرین اور ہو رہین نیکی والون مین

فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَّهُم مُّعْرِضُونَ ۝ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ
پھر جب دیا اُن کو اپنے فضل سے اُسمین بخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر پھر اُس کا اثر رکھا نفاق اُنکے دل مین

إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ
جس دن تک اُس سے ملین گے اُسپر کہ خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ دیا اور اُسپر کہ بولتے تھے جھوٹ جان نہین چکے کہ اللہ

يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَأَنَّ اللَّهَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ ع
جانتا ہے اُن کا بھید اور مشورہ اور یہ کہ اللہ جاننے والا ہے ہر چھپے کا

اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا کہ منافقون مین سے بعض وہ شخص ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ کو عہد و میثاق دیا کہ اگر مال مجھے روزی
کرے تو مال سے صدقہ دونگا خیرات کرونگا پس نیکو کارون مین سے ہو جاؤنگا پھر جب دیا تو وعدہ وفا نہ کیا پس اس حرکت کی سزا مین تا دم مرگ

لہ اُن تین شخصون کی توبہ قبول کی جن کو پیچھے رکھا تھا یہان تک کہ جب تنگ ہو گئی اُن پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور تنگ ہو گئے اپنی جانون سے ۔ ۱۲

اُس کے دل مین نفاق قائم کر دیا نعوذ باللہ منہ تفسیر سنو کہ فرمایا۔ وَمِنْهُم مَّنْ عَاهَدَ اللَّهَ اور منافقون مین سے بعض وہ شخص ہو کہ اُسنے اللہ تعالیٰ سے معاہدہ کیا کہ۔ لَئِنْ آتَانَا مِن فَضْلِهِ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمکو دیا یعنی دنیاوی مال و متاع بہت سا تو۔ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصَّالِحِينَ۔ ضرور ہم صدقہ خیرات دینگے اور البتہ ہم صالحین سے ہوجاوینگے۔ قولہ لئن اتانا لام موطئۃ القسم ہو پس قسم کے ساتھ مؤکد عہد کیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اگر ہم کو مال و متاع کثیر جسمین سے خیرات نکالنا آسان ہو عطا فرماویگا تو ہم صدقہ دینگے پس قولہ لنصدقن بیان عہد ہو اور جواب قسم ہو اور رہا جواب شرط تو وہ محذوف ہو کیونکہ یہی جواب اسپر دلیل ہو اور اطلاق صدقہ یعنی لنصدقن سے جو مفہوم ہو وہ عام ہو کہ صدقہ مفروضہ و غیر مفروضہ سب کو شامل ہو گویا عہد کرتے وقت خوب عموم اظہار کر کے عہد کیا اور آفت نفاق سے اندھا بن رہا کہ اللہ تعالیٰ دل کے بھید کو جانتا ہو چنانچہ غیر مفروضہ کیسا اس منافق نے صدقہ مفروضہ بھی نہ دیا چنانچہ اوتعالے نے فرمایا ہو۔ فَلَمَّا آتَاهُم مِّن فَضْلِهِ بَخِلُوا بِهِ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے فضل سے دیدیا تو اس مال سے بخل کر گئے اور کچھ بھی صدقہ نہ دیا۔ وَتَوَلَّوا اور طاعت الٰہی سے اعراض کیا منہ موڑا۔ وَّهُم مُّعْرِضُونَ اور حال یہ کہ وے لوگ منہ موڑنے والے ہین یعنی ہر حال مین اُن کی خصلت و عادت یہی ہو۔ فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ۔ پس اس خلاف عہد کرنے کی سزا مین نفاق اُنکا اعقاب کر دیا اُن کے دلون مین یعنی انکے دلونمین نفاق بٹھلا دیا اور برابر مستمر کر دیا۔ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ۔ اُس دن تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہونگے یعنی دم مرگ تک اور اسکا حاصل یہ کہ نفاق پر مرینگے اور نفاق کی سزا پاوینگے اس لئے کہ جب نفاق پر موت ہوئی اور موت تک نفاق رہا تو بعد موت کے ایمان مفید نہین ہو پس نفاق پر حشر ہوا۔ رہا یہ کہ منافق نے یہ سزائے نفاق کیون پائی تو فرمایا۔ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ بسبب اُن کے خلاف کرنے کے اُس عہد مین جو اُنھون نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا۔ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ۔ اور بسبب اُن کے جھوٹ بولنے کے۔ بما مین ما مصدریہ ہو پس بما اخلفوا بسبب اخلافہم اور بما کانوا یکذبون۔ اسے بسبب کونہم کاذبین ہم۔ اور ایک قراۃ مین یکذبون بتشدید از تکذیب آیا اور معنی یہ کہ اور بسبب اُن کے جھٹلانے کے رسول اللہ صلعم و آیات الٰہی کو پس ظاہری اسباب مین سے ایک اُن کا خلاف وعدہ کرنا اور دوسرا جھوٹ بولنا بیان کیا یا اصلی نفاق یعنی رسول اللہ صلعم کی تکذیب بیان فرمائی۔ اور حدیث مین ہو کہ منافق کی تین علامتین ہین جب بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے اور جب امانت دیا جائے تو خیانت کرے۔ و عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ چار باتین ہین جسمین ہون وہ خالص منافق ہے اور جسمین اُنمین سے کوئی ہو تو اسمین نفاق کی خصلت ہوگی یہانتک کہ اسکو چھوڑے وہ چارون یہ ہین کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب جھگڑے تو فجور کرے اور جب عہد کرے تو توڑے اور جب امانت دیا جائے تو اسمین خیانت کرے۔ بالجملہ ان علامات سے منافق پہچانا جاسکتا ہو اور جو منافق ہو اسمین قبائح بہت ہونگے ازانجملہ یہ قبائح بھی ہونگے اور دیگر قبائح مختلف منافقون مین مختلف اطوار سے پائے جاوینگے لہذا اللہ تعالیٰ نے یہان لصیغہ جمع فرمایا یعنی منافقین مین سے بعض ایسے ہین کہ اُسنے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا الی آخرہ اور اسمین صیغہ بخلوا و معرضون وغیرہ جمع فرمائے کیونکہ خصائل نفاق مین منافقین یکسان ہوتے ہین کمی بیشی تھوڑی ہوتی ہو اور مفسرین رحمہم اللہ نے ذکر کیا کہ سبب نزول آیت کریمہ کا واقعہ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب کا ہو اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ یہی سبب نزول بہت سے مفسرین نے جنمین ابن عباسؓ و حسنؒ بھی ہین بیان کیا ہو اور اسمین ایک حدیث بھی آئی جو ابن جریرؒ و ابن ابی حاتمؒ نے بیان کی ہو مترجم کہتا ہے کہ وہ ابوامامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہو کہ ثعلبۃ بن حاطب الانصاری نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ آپ دعا فرماوین کہ اللہ تعالیٰ

مجھے مال ومتاع روزی کرے آپنے کہا کہ دیکھ یا ثعلبہ قلیل تودّیٰ شکرہ خیر من کثیر لاتطیقہ۔ بربادی تیری او ثعلبہ تھوڑا مال ایسا کہ جسکا
توشکر بجا لاوے ایسے بہت مال سے بہتر ہے جسکے شکریہ کی تو طاقت نہ رکھے۔ اُسنے پھر دوسری بار آپسے درخواست کی تو آپنے فرمایا کہ کیا
تو اس امر پر راضی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول کے مانند ہو پس قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ اگر مین چاہون کہ
پہاڑ میرے واسطے سونے وچاندی کے ہوجاوین تو ہوکر میرے ساتھ چلین۔ ثعلبہ نے عرض کیا کہ قسم اُس ذات پاک کی جسنے آپکو حق کیساتھ
بھیجا ہے کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کرین اور حق عزوجل مجھے مال عطا کرے تو مین ہر حقدار کو اُسکا حق پہونچا دونگا۔ پس آنحضرت صلعم نے
دعا فرمائی کہ اللھم ارزق ثعلبۃ مالا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کو مال عطا فرما دیے۔ ابو امامہ نے کہا کہ پھر ثعلبہ نے کچھ بکریان لین اور وے کیڑون
کی طرح بڑھنا شروع ہوئین یہانتک کہ اُسپر مدینہ کی آبادی مین رہنا دشوار ہوا پس آبادی سے باہر وادی مین رہا اور یہ شروع کیا کہ ظہر وعصر کی نماز کو
جماعت سے پڑھتا اور باقی مین جماعت چھوڑدی پھر اور بڑھا اور ہوکر کثرت زیادہ ہوئی تو اور دور جنگل مین چلا گیا یہانتک کہ جماعت بالکل چھوڑدی
صرف جمعہ کے روز جماعت مین حاضر ہوتا اور بکریون کی بڑھا ور ویسی ہی کیڑون کی طرح جاری تھی یہانتک کہ جمعہ بھی چھوڑا اور یہ شروع کیا کہ
آنے جانیوالے لوگون سے راہ مین ملتا اور خبرین دریافت کرلیتا۔ ایکروز رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ثعلبہ نے کیا کیا تو لوگون نے عرض کیا کہ
یارسول اللہ اُسنے بکریان پالین اور بہت بڑھا وے سے اُسپر مدینہ مین سکونت دشوار ہوئی اور اس کا سب حال بیان کیا تو آپنے تین مرتبہ یا ویح ثعلبہ
زبان مبارک سے کہا یعنی ثعلبہ کی خرابی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اموال مین سے صدقات لینے کا حکم نازل کیا تو آپنے جہینہ مین سے ایک اور بنو سلیم
مین سے ایک آدمی مقرر کیا اور دونون کو مسلمانون سے صدقات لینے کی کیفیت لکھدی اور دونون سے کہدیا کہ ثعلبہ اور فلان مرد سلمی
کی طرف بھی گذرنا اور دونون کے صدقات لے آنا پس دونون روانہ ہوکر ثعلبہ کے پاس آئے اور اس سے صدقہ کی درخواست کی اور
آنحضرت صلعم کا فرمان اُسکو پڑھ سنایا۔ اُسنے کہا کہ یہ اور کچھ نہین یہ تو جزیہ ہے یا جزیہ کی بہن صدقہ ہے میری تو سمجھ مین نہین آتا۔ اچھا تم جاؤ
جب فارغ ہونا تو اسطرف پھر ہوتے جانا۔ وہ دونون روانہ ہوئے اور فلان مرد سلمی نے جب اُن کے آنے اور صدقہ کا حکم نازل ہونے کا حال سنا
تو اپنے اونٹون کو دیکھا انمین سے اچھے اچھے سن سالوالے صدقہ کیلئے چھانٹ نکالے اور لیکر دونون کا استقبال کیا اُن دونون نے جب
اُن اونٹون کو دیکھا تو کہا کہ بھائی ایسے ایسے عمدہ چھنٹے ہوئے دینا تجھپر نہین واجب ہے اور ہم اُن کو تجھ سے لینا نہین چاہتے ہین اُسنے کہا کہ واجب
نہین سہی مگر تم یہی لو میرے دل کی خوشی یہی ہے یہ سب صدقہ ہی کیلئے ہین اور ان دونون نے اُنھین کو لے لیا اور اسی طرح اور لوگون سے
موافق حکم کے صدقات لیتے ہوئے پھر ثعلبہ کی طرف لوٹ کر آئے۔ اُسنے کہا کہ مجھے تم فرمان تو دکھلاؤ اسکو پڑھکر کہنے لگا کہ یہ اور کچھ نہین یہ جزیہ ہے
یہ اور کچھ نہین جزیہ کی بہن صدقہ ہے اب تم اسوقت تو جاؤ مین اسمین اپنی راے سے غور کرون۔ وہ دونون روانہ ہوکر نبی صلعم کے پاس آئے اور ہنوز دونون
نے کچھ عرض نہین کیا تھا کہ آپنے دونون کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یا ویح ثعلبہ۔ ثعلبہ کی خرابی وبربادی آئے اور مرد سلمی کو دعا دی۔ پھر ان دونون نے سلام
کرکے حال بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا ایسا کہا اور فلان مرد سلمی نے اس طرح صدقہ کے اونٹ بخوشی خاطر اصرار کیساتھ ہم کو دیے ہین پھر اللہ تعالیٰ
عزوجل نے نازل فرمایا۔ ومنھم من عاھد اللہ الخ۔ اور رسول اللہ صلعم کے پاس ثعلبہ کے اقارب مین سے ایک شخص موجود تھا اُس نے وحی الٰہی کو
سنا اور روانہ ہوکر ثعلبہ کو آگاہ کیا کہ تیرے حق مین یون نازل ہوا ہے تیری خرابی تونے کیا کیا۔ پس ثعلبہ روانہ ہوکر آنحضرت صلعم کی خدمت مین
آیا اور درخواست کی کہ میرا صدقہ قبول کر لیجیے آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنیسے منع فرمایا ہے پس ثعلبہ نے اپنے سر پر خاک ڈالنی شروع کی اور رسول صلعم نے اسکو فرمایا کہ او ثعلبہ یہ سب تیرا ہی
کیا ہوا ہے مینے تجھے حکم دیا تھا تونے اسکی اطاعت کی پس جب آنحضرت صلعم نے اُسکا صدقہ قبول کرنیسے انکار کیا تو وہ اپنے ٹھکانے لوٹ گیا پس آنحضرت صلعم نے اپنی حیات مین قبول نہ فرمایا

پھر جب آپنے وفات پائی تو اُسنے آکر ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قبول صدقہ کی درخواست کی حضرت ابوبکر نے کہا کہ حضرت سید عالم صلعم نے قبول نہ کیا مین نہین قبول کرونگا اسی طرح حضرت عمرؓ نے باقتدار آنحضرت صلعم وابوبکرؓ کے قبول نہ کیا اسی طرح حضرت عثمانؓ نے آنحضرت صلعم و ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدار سے قبول نہ کیا یہانتک کہ اسی عہد مین ثعلبہ مرگیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے زجر و توبیخ فرمائی بقولہ۔ اَلَمۡ يَعۡلَمُوۤا ۔ کیا منافقون نے نہین جانا کہ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰٮهُمۡ ۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اُن کے سرو نجوی کو۔ اے ما یسرون بہ وما یتناجون بہ بینہم یعنی سر نجوی مصدر ہین مراد سر وہ چیز جو سر کے ساتھ رکھتے ہین یعنی خفیہ دل مین رکھتے یا آپس مین بطور اسرار کے رکھتے ہین مثلاً زکوٰۃ و صدقہ کو دل مین تاوان خیال کرنا یا آپس مین بھید کے طور پر اُسکی گفتگو کرنا جس سے اور کوئی آدمی واقف نہ ہو اور نجوی وہ جو آپس مین کانون کان آہستہ مشورہ کرتے ہین اور اسمین تہدید ہے کہ منافقین جو آپس مین خفیہ آنحضرت صلعم پر طعن کرتے ہین یا منافقانہ کفر کے مشورہ کرتے ہین اور یہ سمجھتے ہین کہ کوئی جانتا نہین تو اللہ تعالیٰ سب جانتا ہے۔ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے حاصل معنی یہ ہین کہ کیا منافقون کو باوجود اسقدر مدت تک آنحضرت صلعم کی تعلیم و تفہیم کرنے اور دعوی اسلام کے یہ نہین معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے جو چیزین بندون سے غائب ہین وہ سب جانتا ہے اور منافقون کے اسرار مخفیہ و راز خفیہ اور پوشیدہ مشورت کی باتین سب اللہ تعالیٰ کو علم قدیم سے معلومات اور وقت وقوع کے معلوم ہین پس وہ ڈرین اور اپنی نادانی پر افسوس کرکے صدق دل سے توبہ کرین ف۔ وفی العرائس قولہ تعالیٰ ومنہم من عاہد اللہ الآیۃ۔ یہ ایسے لوگون کا بیان ہے جو مال و جاہ دنیاوی پر اور اپنے افعال پر مغرور رہے اور محبت الٰہی مین سے کچھ مزہ نہ پایا جیسے مومنون کو ملتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ ایمان کا مزہ اُسنے پایا جو راضی ہوا اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر اور اسلام کے دین بنانے اور محمد صلعم کے رسول ماننے پر۔ اور حدیث مین ہے کہ تین باتین ہین جسمین ہون اُس نے اُن سے ایمان کی حلاوت پائی جسکو اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول باقی تمام چیزون سے زیادہ محبوب ہون اور جو کفر مین پڑنے سے ایسا ڈرے جیسے آگ مین سے نکالا ہوا پھر اُسمین جا پڑنے سے ڈرتا ہے اور جو کسی سے محبت کرے تو فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے اُس سے محبت کرے پس منافقون کو محبت الٰہی سے کچھ بھی نصیب نہوا اور اگر سوئی کے ناکے برابر محبت کا مزہ پایا ہوتا تو اُس کے شوق جمال مین اپنی ہستی قربان کر دیتے نصرآبادی نے کہا کہ بفضل و بیدار احسان مین۔ ان لوگون نے اپنی ذات سے ایسے احسان کو دیکھا کہ ہنوز اُسکو نہین کیا اور ایسا صدقہ دیکھا کہ ابھی اسکا کچھ وجود بھی نہ تھا اور اپنی ذات کے حق مین بہت ایسے افعال بطور تخییل کے ثابت کرلیے کہ جو قبضۂ قدرت الٰہی مین ہین چنانچہ کہا کہ لنصدقن ولنکونن من الصالحین یعنی بڑا عیب یہ تھا کہ مال ملنے پر ان افعال کے پیدا کرنے کیواسطے اپنے آپ کو قادر سمجھ لیا حالانکہ مخلوقات و حوادث جو کچھ ہین سب کو مع افعال کے اوتعالیٰ خلاق العلیم ہی پیدا کرتا ہے اور طرہ یہ کہ اپنے افعال خیالیہ پر صالحین بھی خود ہی بن گئے۔ ہان اُمیدوار رہتے کہ اوتعالیٰ مال عطا کرے اور وہی توفیق نیک عطا فرمادے پھر شاید ہم بندون کو فضل سے بخشدے۔ سو یہ تو نہ کیا بلکہ خود ہی قادر بن گئے اور دیگر طرہ یہ کہ افعال پر صلاحیت معلق کی یعنی یہ افعال موجب صلاح یقین کرلیے بالجملہ یہ سب امور جہالت تھے کہ ایمانی معرفت سے بے بہرہ تھے اسی پر شدومد کے ساتھ عہد باندھا ایسی چیز کا جو محض حضرت اوتعالیٰ کے قبضۂ قدرت مین ہے لہٰذا عہد توڑا حالانکہ جو سوال تھا وہ پورا ہوگیا پس اُن کے جاہلانہ نفاق کے کلمات سے بخل پیدا ہوا۔ جسکی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ بخل سے بدتر کون بیماری ہے پس بخل کیا اور راہ ہدایت سے منھ موڑا اور حق سے پھر گئے کیونکہ وعدہ سخاوت مین خلاف کیا تو خیانت اور بخل اور دروغگوئی اُن پر لازم ہوگئی چنانچہ حق تعالیٰ نے مصرح فرمادیا۔ فلما اتاہم من فضلہ بخلوا بہ وتولوا وہم معرضون پھر سعادت و نکوئی سے بالکل انکا محروم ہونا بیان کردیا بقولہ فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الآیۃ۔ بخل کی سزا مین نفاق بڑھادیا اور بعض نے کہا کہ بڑھایا نہین بلکہ یہ تو بخل کی میراث ہے یعنی وعدہ خلافی و دروغگوئی اور خیانت۔ شیخ ابو حفص سے پوچھا گیا کہ بخل کیا ہے تو فرمایا کہ حاجت کے وقت ایثار کو ترک کرنا۔

مترجم کہتا ہو کہ ایسا ہی نسخہ موجودہ مین ہو اور شاید اسمین ناسخ کی تحریف ہوئی ہے۔ فلیتامل۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ جس بخل و نفاق پر اُن کی جبلت ہے اور جسکی موافقت مین اُن سے جھوٹے عہد واقع ہوتے ہین اُس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہو۔ کما قال تعالیٰ الم یعلموا ان اللّٰہ یعلم سرہم الآیۃ حق تعالیٰ نے ہم کو آگاہ کر دیا کہ اسکا علم قدیم پاک جسکی شان ایسی بڑی ہو کہ کبھی تصور خیال مین نہین آسکتا ہو وہ علم پاک تمام مخلوقات کے اوپر محیط ہو اُس کا علم پاک ہمارے دلی راز و بھید خوب جانتا ہو پس ہم کو اپنی معرفت دی کہ اسکا علم ایسا ہو اور ہم کو خوف دلا دیا کہ ظاہر و باطن اسکی جناب مین سچے و صادق رہین اور ہمیشہ دنیائے دنی سے دل اُٹھائے ہوئے مقامات ملکوت و جبروت کے منتظر رہین اور جب ہم نے جانا و پہچانا تو دیکھا کہ ہمارے رب تبارک تعالیٰ نے ہم کو اپنی درگاہ لایزال سے حیا و شرم کرنے کو اور اسکی عظمت و جلال کے سامنے پانی پانی ہو جانے کو تعلیم فرما دیا کیونکہ جب وہ علام الغیوب ہو تو ضرور ہمارے دلی خطرات وغیرہ بلکہ اس سے بھی تمام اخفی جس سے ہم خود متنبہ نہین ہوتے ہین او تعالیٰ سب جانتا ہو۔ واضح ہو کہ سر وہ ہو کہ تیرے نفس سے ہو اور تو اپنے نفس سے اُسکو خود نہ جانتا ہو اور نجوی وہ ہو کہ تو اپنے نفس سے اُسکو جانے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی اسکو نہ جانے اور تجکو یہ علم نہ ہو کہ یہ میرے نفس کی جانب سے ہو پس نجوی بھی ایک قسم کا سر ہو لیکن سوائے نجوی کے بھی سر السر ہوتا ہو بعض نے کہا کہ سر وہ ہو جسپر سوائے علم الاسرار کے یعنی حق عز و جل کے کوئی مطلع نہ ہو اور نجوی وہ ہو جسپر فرشتے حافظین بھی مطلع ہو جاتے ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انھین منافقین مذکورین کے اصناف قبائح مین سے یہ امر ذکر کیا کہ اہل طاعت و یقین کے افعال کو مانند اپنی ریاکاری پر محمول کرتے اور بعض کے ساتھ تمسخر کرتے ہین۔ کما قال تعالیٰ

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ

وہ جو طعن کرتے ہین دل کھول کر خیرات کرنیوالے مسلمانون کو اور اُن پر جو نہین رکھتے

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

مگر اپنی محنت کا پھر اُن پر ٹھٹھے کرتے ہین اللہ نے اُن سے ٹھٹھا کیا ہے اور اُن کو دکھ کی مار۔

منافقون کی عادات مین سے یہ بھی ہو کہ کوئی اُن کی زبان سے نہین چھوٹتا ہر حال مین وہ عیب لگاتے ہین حتی کہ جو لوگ اخلاص سے صدقہ دیتے ہین تو اگر اُن مین سے کوئی بہت سا مال صدقہ دے تو کہتے ہین کہ اُسنے دکھلانے کو یہ کام کیا اور اگر کسی کو کم میسر ہوا اور اُسنے خفیف سی چیز صدقہ دی تو مسخرہ پن سے کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کو اُسکے صدقہ کی کیا ضرورت ہو نعوذ باللّٰہ من اعتقادہم و کلماتہم۔ اور واضح ہو کہ بندہ کی نیت سچی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہو اور ثواب جمیل عطا فرمانا حق عز و جل نے اسی نیت پر محمول فرمایا ہو اگرچہ او تعالیٰ قادر مختار ہو لہذا حدیث مین ثابت ہو کہ بچو آگ سے اگرچہ ایک ٹکڑے چھوہارے کے عوض ہو۔ اور ایک حدیث مین ہو کہ امر معروف مین سے کسی امر کو بنظر حقارت مت دیکھ یعنی مت خیال کر کہ یہ کیا ہو کیونکہ اخلاص نیت سے او تعالیٰ اُسی کو قبول فرما دے اور خود حدیث سے ثابت ہوا کہ ایک فاجرہ عورت نے ایک کتے کو جو پیاس سے مرا جاتا تھا پانی پلایا تو وہ بخشی گئی اور نیز ایک مرد کا بھی ایسا ہی حال مروی ہو دونون قصے صحیح بخاری مین ثابت ہین اور خود معلوم ہے کہ حق عز و جل کے نزدیک افعال تکلف یا دنیاوی طور سے مزین کی قدر نہین بلکہ بندۂ مومن کی تمنا اپنے پروردگار کی رضا جوئی مین اور اپنے اصلی گھر کی طرف رغبت صادقہ مین ہو پس منافقون کی نظر عیب جوئی کی اہل ایمان کے بالکل خلاف ہو چنانچہ حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی بقولہ۔ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ لمز عیب لگانا اور توضیح اوپر قولہ یلمزونک فی الصدقات۔ مین گذر چکی ہو پس یلمزون بمعنی یعیبون یعنی عیب لگاتے ہین اور قتادہ رح نے کہا کہ یطعنون یعنی طعن کرتے ہین مطوعین اصل متطوعین تطوع بمعنی تبرع اور نفل عبادت جو واجب نہ ہوا ور

من المؤمنین بیان مطوعین کا ہی اور الذین موصول مبہم کا بیان نہین ہی بلکہ الذین مرفوع بروجہ مذمت ہی اور اُس کی توضیح یہ کہ ضمیر جیسے نفس ذات کی طرف
راجع ہوتی ہین ویسے اسم اشارہ وموصول مین ذات موصوف مقصود ہوتی ہی خواہ وصف ایسا ہو جو قابل مدح ہی جیسے قولہ الذین یومنون بالغیب
الآیۃ - یا وہ وصف قابل مذمت ہو جیسے یہان الذین یعنی یہ لوگ جنہین نفاق کی صفت مذموم ہی اور معنی یہ ہین کہ اس صفت ذمیمہ والے لوگون کا یہ
حال ہی کہ عیب لگاتے ہین ان مومن صادق بندون کو جو نوافل طاعات بجالاتے ہین۔ فِي الصَّدَقٰتِ صدقات مین - چنانچہ ابن مسعودؓ سے
روایت ہی کہ جب آیۃ الصدقہ نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے وعظ ونصیحت درباب صدقہ فرمائی پس ایک شخص نے بہت سا مال حاضر کیا یعنی
اسلئے کہ آنحضرت صلعم اپنی راے مبارک سے محل صدقات مین صرف فرمادین تو اور زیادہ بھلائی ہو تو منافقون نے کہا کہ اُسنے دکھلانے کو
ایسا کیا اور ابو عقیل رضی اللہ عنہ فقط آدھا صاع یعنی قریب ڈیڑھ سیر کے چھوہارے لائے تو منافق کہنے لگے کہ اللہ تعالی اُس کے صدقہ سے
بے پرواہ ہی تب یہ آیت نازل ہوئی - کما رواہ البخاری ومسلم - اور ابو بکر البزار وغیرہ نے ابو ہریرہؓ وابن عباسؓ سے اور مجاہد وابن اسحاق وغیرہم
سے روایت کی کہ مطوعین مین سے عبد الرحمن بن عوف چار ہزار درم صدقہ دینے والے اور عاصم بن عدی قریب چار من پختہ خرما صدقہ کرنے والے
تھے جنکو منافقین نے کہا کہ ریاکاری سے صدقہ دیا حالانکہ رسول اللہ صلعم نے عبد الرحمن بن عوف کو کہا کہ اللہ تعالی برکت دے اُسمین جو تو نے صدقہ
دیا اور اُسمین جو تو نے اپنے واسطے رکھ چھوڑا اور درحقیقت وہ صدق دل سے بدون ریاکاری کے صدقہ لائے تھے - اور اللہ عزوجل نے تصدیق
نازل فرمائی اور منافقون کی مذمت کی کہ مطوعین کو عیب لگاتے ہین - وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ - اور ان مومن بندون کو
جو نہین پاتے مگر بقدر جہد وکوشش کے - فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ - تو ایسے جہد سے لانیوالون کے ساتھ مسخرہ پن کرتے ہین - ابو عقیل رات بھر
مزدوری کر کے آدھے چھوہارے صدقہ لائے تو منافقون نے تمسخر کیا پس اللہ عزوجل نے انکا عذر نازل فرمایا اور منافقون کے حق مین فرمایا
سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ - اللہ تعالی نے اُن کے ساتھ سخریہ کیا - شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ نے لکھا کہ یہان حقیقت سخریہ مراد نہین بلکہ منافقون کی بدحرکت
کے مقابلہ مین ویسی ہی جزا بیان فرمائی پس یہ بطریق مقابلہ ہی اور مفاد اسکا یہ کہ دنیا مین بھی اپنے مومن بندون کی طرف سے انتصار ہو گیا اور
مآل اس سخریہ کا عقاب شدید ہی وہ دار آخرت مین منافقون کیلئے مہیا ہوا اور بندہ اگر دو غلامون مین سے ایک کو مطیع وسرفراز کرے اور دوسرے
کو عاصی وخوار تو دوسرا ضرور مسخرہ بنا پس منافقین اس سے زیادہ سخت غضب مین گرفتار ہین جسقدر مومنون سے سخریہ نہین کرتے ہین کما قال تعالی
وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ - اور منافقون کیلئے عذاب دکھ دینے والا ہی - اہل طاعت کے صدقہ کا یہ اوپر ہی اوپر کا اثر ہی کہ حق عزوجل
نے اُنکو دنیا مین باین کرامت سرفراز کیا اور دار آخرت کی کرامت خود امر جمیل جلیل جزیل ہی - ابو السلیل نے اپنے باپ یا چچا سے روایت کی کہ
مقام بقیع کے جلسہ مین رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ فرماتے تھے جو کوئی کچھ صدقہ کریگا مین قیامت مین اُسکے واسطے اسکا شاہد ہون گا تو مین نے اپنے
عمامہ مین سے ایک یا دو پیچ بغرض صدقہ دینے کے تہ پر مجھے خطرہ بشری آگیا اور مین نے عمامہ کی گرہ باندھ لی پھر ایک شخص آیا جس کے مانند سیاہ و
پست قد بدشکل مین نے بقیع مین نہین دیکھا اور اپنے ساتھ ایک اونٹنی لایا کہ اُس کے مثل خوبصورت مین نے نہین دیکھی اور کہا کہ یارسول اللہ یہ صدقہ
ہی آپنے کہا بہت اچھا پھر فرمایا کہ لے یہ خوبصورت اونٹنی لیجا - پھر ایک منافق نے صدقہ دینے والے کو عیب لگایا کہ یہ شخص اور یہ اونٹنی اس طرح
صدقہ دے ڈالی واللہ یہ تو اس سے اچھی ہی - اسکو آنحضرت صلعم نے سنا تو فرمایا کہ تو جھوٹا ہی بلکہ وہ شخص تجھ سے اور اس اونٹنی دونون سے
اچھا ہی تین مرتبہ فرمایا پھر کہا کہ تیرے ساتھیون مین سے جو لوگ دو سو اونٹ والے ہین اُن کیلئے ویل ہی یعنی ہلاکت یا جہنم ہی تو صحابہ رضی اللہ عنہ
نے عرض کیا کہ مگر کون یارسول اللہ تو فرمایا کہ دوسو والون مین سے سوائے اُس کے جس نے یون دیا اور یون دیا یعنی داہنے بائین لپ بھر بھر کے

اشارہ کیا۔ پھر تین مرتبہ کہا کہ مزہد و مجہد فلاح یاب ہوا۔ مزہد وہ جس نے عیش و عشرت میں زہد و تنگی کی۔ اور مجہد وہ کہ جس نے عبادت میں خوب کوشش کی ہو۔ رواہ احمد۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلعم کو منافقوں کے لیے استغفار کرنے سے منع فرمادیا۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ

تو اُنکے حق میں بخشش مانگ یا نہ مانگ اگر اُنکے واسطے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے اُن کو اللہ

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۠ ع

یہ اسپر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ راہ نہیں دیتا بے حکم لوگوں کو

اس میں اللہ تعالیٰ عز و جل نے اپنے رسول کو آگاہ فرمایا کہ منافق لوگ قابل مغفرت نہیں چنانچہ فرمایا۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ تو اُن کیلئے مغفرت مانگ۔ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا اُن کیلئے مغفرت مت مانگ۔ یعنی دونوں مساوی ہیں اگر کہا جائے کہ استغفر صیغۂ امر ہے جو از قسم انشا ہے پھر خبر کیونکر ہے تو جواب یہ کہ درحقیقت انشا ہے اور خبر یہاں مجازاً ہے بقرینہ قولہ اولا تستغفر لہم۔ اور توضیح یہ کہ جب امر و نہی دونوں کو اُن کے حق میں جمع کیا تو معلوم ہوا کہ یہ کام کر یا مت کر۔ دونوں یکساں ہیں یعنی اُن کے حق میں یہ حکم ہو کہ استغفر بصیغۂ امر یا یہ حکم ہو کہ لا تستغفر۔ دونوں ایک ہیں تو معلوم ہوا کہ مغفرت کی اُنکو صلاحیت نہیں پس مقصود یہ ہوا کہ سواء لہم ان یقال فیہم افعل کذا او لا تفعل۔ یعنی اُن کے حق میں یکساں ہے خواہ مغفرت مانگنے کا حکم ہو یا اُس سے ممانعت ہو۔ پس مراد خبر ہے کہ استغفار اُن کے حق میں بیفائدہ ہونے میں ایسا ہے کہ جیسے منع و عدم استغفار چنانچہ منصوص کر دیا۔ بقولہ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ اگر تو اُن کیلئے ستر بار استغفار کرے تو ہرگز کبھی اللہ تعالیٰ اُن کو نہیں بخشے گا۔ واضح ہو کہ عبداللہ بن ابی بن سلول منافقوں کا سردار تھا اور آنحضرت صلعم پر ظاہر میں ایمان رکھتا اور باطن میں دشمن و ایذا کے درپے رہتا اور اُسی نے کہا تھا کہ اے لوگو تمہیں نے محمد و اُن کے ساتھیوں کو کھانا کپڑا دیکر جمع کر رکھا ہے ورنہ سب ساتھ چھوڑ کر متفرق ہو جاتے اور تبوک کے مقام میں اسی نے کہا تھا کہ اگر لوٹ کر مدینے پہونچے تو ہم میں سے عزت والے بے عزتوں کو نکال باہر کرینگے۔ بالجملہ اس کے اقوال و افعال قبیحہ بہت ہیں ولیکن اُسنے منافقانہ اپنا مال بھی اہل ایمان پر خرچ کیا اور بدر کے قیدیوں میں جب عباس گرفتار ہوئے تو اُس نے ایک قمیص اُنکو پہنائی تھی اور بعض علماء نے لکھا کہ آنحضرت صلعم اسکا عوض دینا چاہا کرتے تھے پس روایت ہے کہ جب وہ مرا تو اُسکے بیٹے نے جس کا نام بھی عبداللہ تھا اور وہ منافق نہیں بلکہ خالص مومن تھا بمقتضائے بشریت آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ اُس کے لئے استغفار فرماویں پس آپ نے منظور فرمایا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی قولہ استغفر لہم او لا تستغفر لہم ان تستغفر لہم الخ۔ اگر کہا جائے کہ منافق مذکور ایک تھا جسکا واقعہ ہے اور آیت میں لہم بصیغۂ جمع ہے تو جواب یہ کہ حکم عام منافقوں کا بمانند اسکے بیان فرمادیا۔ اور علیٰ ہذا قولہ ان تستغفر لہم۔ بحرف شرط بھی بیان حکم عام کیلئے ہے اور آیندہ وقوع کیلئے نہیں کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُسپر نماز پڑھی اور اُسکے لئے استغفار کیا تھا تب آیت نازل ہوئی اور روایت ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ میں ستر سے استغفار بڑھاؤں گا تب نازل ہوا قولہ سواء علیہم استغفرت لہم ام لم تستغفر لہم الآیۃ۔ یعنی اُنکے حق میں یکساں ہے خواہ تو استغفار کرے یا نہ کرے الیٰ آخر الآیۃ۔ اگر کہا جائے کہ کیا آیت کریمہ میں ان تستغفر لہم سبعین مرۃ سے ستر عدد مخصوص مراد ہے تو جواب یہ کہ نہیں بلکہ کثرت مراد ہے جیسے اردو محاورہ میں بھی بولتے ہیں کہ ستر بار تجھے منع کیا مگر تو نہیں سمجھتا ہے۔ پھر یہ سوال ہوا کہ آنحضرت صلعم نے کیونکر فرمایا کہ میں ستر بار سے بڑھاؤں گا تو اُسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے اس سے عدد مخصوص سمجھا ہونکہ وہی اصل موضوع لہ ہے پس دوسری آیت میں بیان کر دیا گیا کہ مراد کثرت ہے نہ خاص ستر کا عدد اور اس جواب کو کشاف وغیرہ میں رد کر دیا کہ

آنحضرت صلعم افصح العرب اور اعلم باسالیب قرآن مجید تھے آپ پر یہ بات مخفی نہیں ہو سکتی تھی کہ یہ بطور ضرب المثل کے بمعنی کثرت ہو اور کیسے مخفی ہو سکتی جبکہ اسکے پیچھے ہی قولہ ذلک بانہم کفروا باللہ الخ موجود ہے مترجم کہتا ہے کہ یہی صواب ہے کہ بیشک آپ پر مراد مخفی نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا البعض نے یہ جواب دیا کہ آنحضرت صلعم نے اس سے اس امر کا اظہار فرمایا کہ جن لوگوں کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں اُن پر آپ کی رحمت و شفقت بدرجہ کمال ہے جیسے انبیاء علیہم السلام کی شان ہوتی ہے چنانچہ ابراہیم نے کہا ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ اور یوں نہ فرمایا کہ جو میری نافرمانی کرے اُس کے واسطے تیرا عذاب الیم ہے اور یہ بھی فائدہ ہے کہ امت کو باہم ایسے ہی ترحم کی طرف ارشاد کیا اور نیز جبتک امر محکم نہ ہو تب تک تاویل رخصت میں جو خالی از ہوا و ہوس تابع نفس ہو اجازت چاہنے کا طریقہ معلوم ہو گیا اور شیخ عکبری ؒ نے تبیان فی اعراب القرآن میں کہا کہ آنحضرت صلعم کا کلام اس قبیل سے ہے کہ لفظ کو ایسے معنی پر محمول کرنا جسکو محتمل ہو باوجود علم اس امر کے یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں چنانچہ قبعثری کا قصہ اس امر کا شاہد ہے کہ حجاج ثقفی اُسپر غصہ ہوا اور کہا کہ لاحملنک علی الادہم۔ تجھے بیڑیوں پر لادونگا یعنی تیرے پاؤں میں بیڑیاں ڈالونگا تو قبعثری نے جواب دیا کہ مثل الامیر یحمل علی الادہم والاشہب سمجھا سرار ادہم گھوڑے و اشہب گھوڑے پر سوار کر دیا کرتا ہے یعنی ادہم بمعنی بیڑی کو ادہم بمعنی اسپ ادہم لیلیا۔ بالجملہ آنحضرت صلعم نے اس امر سے کمال رحمت و رافت کا قصد کیا اور منافقوں کو اپنی طرف سے بالکل کوتاہی نہ کرنے کا اعتماد دلایا پس اُن کو بالکل طمع نہ رہی کہ دنیا ہوا و ہوس میں کالو پھر آخرت میں بھی استغفار وغیرہ کا حیلہ نکل آویگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قطعًا اُن کو قابل استغفار نہ ہونے سے آگاہ فرمایا۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ یہ یاس و بالکل محرومی اُن کے حق میں استغفار قبول نہ ہونے کی بسبب اس امر کے ہے کہ انھوں نے کفر کیا اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول کے ساتھ پس ظاہر کر دیا کہ تیرا استغفار اُن کے حق میں قبول نہ ہونا کچھ اسوجہ سے نہیں کہ ہماری طرف سے کچھ بخل ہے یا تجھ میں کوئی قصور رہے بلکہ فقط اس جہت سے ہے کہ اُن میں بسبب کافر ہونے کے صلاحیت ہی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے قطع کر دیا کہ کافر کبھی مغفور نہ ہوگا۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ اور ایسی قوم کو جو فاسق ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ہے یعنی کافروں کو ہدایت نہیں ملتی پس معلوم ہوا کہ منافق کافر ہیں اور کبھی مغفور نہ ہونگے۔ مراد ہدایت سے یہاں ایسی ہدایت کہ مقصود تک پہنچ ہو جاوے اور فسق سے مراد وہ فسق و نافرمانی ہے جس سے کفر ہو جاوے پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا نفاق کے افعال پر خوش ہونا وغیرہ بیان فرمایا۔

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

خوش ہوئے پچھاڑی ڈالے گئے بیٹھ رہ کر جدا رسول اللہ سے اور بُرا لگا کہ لڑیں اپنے مال سے

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۭ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۭ

اور جان سے اللہ کی راہ میں اور بولے مت کوچ کرو گرمی میں تو کہہ دوزخ کی آگ اور سخت گرم ہے

لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝

اگر اُن کو سمجھ ہوتی سو ہنس لیویں تھوڑا اور روویں بہت سا بدلا اُس کا جو کماتے تھے

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ خوش و فرحناک ہوئے وہ لوگ جو مخلف ہوئے یعنی ایسے کر دیئے گئے کہ پیچھے رہیں یعنی اُن کو توفیق ساتھ جانے کی حاصل نہ ہوئی لقولہ تعالیٰ ولکن کرہ اللہ انبعاثہم فثبطہم وقیل اقعدوا مع القاعدین۔ یہ حال اُن لوگوں کا ہے جو غزوۂ تبوک میں آنحضرت صلعم کے ساتھ جانے سے پیچھے رہ گئے تھے اور وہ منافقوں کی ایک جماعت تھی۔ اگر کہا جائے کہ تین سچے مومن بھی پیچھے رہے تھے از انجملہ کعب بن مالک ہیں تو جواب یہ کہ ہاں ولیکن یہ لوگ خوش نہ تھے بلکہ بمشیت تقدیری پیچھے رہے اور دل سے ناخوش تھے پس فرق ظاہر ہو گیا اور عنقریب قصہ تخلف کعب رضی اللہ عنہ آویگا اور اللہ تعالیٰ نے

صادقین مومنون کو متخلفین کے نام سے یاد نہیں فرمایا چنانچہ وہین مصرح بیان ہوگا انشاء اللہ تعالی اور بعض نے کہا کہ مخلفون بمعنی متروکون ہے یعنی چھوڑے گئے اور یہ ایک جماعت منافقون کی تھی جنھون نے آنحضرت صلعم سے تخلف کی اجازت لی تھی کہ ہم مدینہ مین چھوڑے جاوین یا نائب ہین تاکہ غسان وغیرہ اقوام عرب کے حملہ سے مدینہ کو محفوظ رکھین پس اللہ تعالی نے قرآن نازل فرماکر ظاہر کردیا کہ ان لوگون کی نیت فقط یہ تھی کہ ساتھ نہ دین اور خلاف رسول صلعم کے طور اختیار کرین چنانچہ فرمایا فرح المخلفون - خوش ہوئے پیچھے چھوٹنے والے بِمَقْعَدِهِمْ قعود ومقعد دونون مصدر ہین اے لقعودہم - اپنے بیٹھ رہنے سے یعنی مخلفین جو مدینہ مین بیٹھ رہے تھے وہ خوش ہوئے اپنے بیٹھ رہنے سے - خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ خلاف رسول اللہ صلعم کے - اے تخلفوا خلاف الرسول پس خلاف مفعول مطلق منصوب ہے یا مفعول لہ ہو اسے لاجل خلاف الرسول یعنی بغرض خلاف کرنے رسول اللہ صلعم کے ساتھ ہے - یا خلاف ظرف ہے جو جہت امام یعنی روبرو کے مخالف ہے - کما قال ابوعبیدہ وغیرہ اے بعد رسول اللہ - قطرب نے کہا کہ بمعنی خلف ہے یعنی بغرض مخالفت رسول صلعم کے بیٹھ رہنے پر خوش ہوئے - وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور مکروہ رکھا انھون نے اس امر کو کہ جہاد کرین اپنے مالون وجانون کے ساتھ اللہ تعالی کی راہ مین - کیونکہ انکے پاس ایمان واعتقاد بقاء دار آخرت وفناء دنیا نہین اور نفاق واعتقاد حیات دنیا واتباع شہوات طبع ونفس موجود پس دنیا و اسکے لذات چھوڑ کر راہ حق مین جان ومال فدا کرنے کو مکروہ جانا بخلاف مومنون کے کما قال تعالی لکن الرسول والذین آمنوا معہ جاہدوا باموالہم وانفسہم الآیۃ - اور تقدیم اموال بر انفس مشعر ہے اُن کے کمال بخل پر راہ خیر مین مال دینے سے کمال بخیل ہین - وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ - اور منافقون نے آپس مین بعض نے بعض سے کہا کہ جہاد کو نہ نکلو اس گرمی مین - پس آپس مین امر معروف سے ایک دوسرے کو منع کیا اور آرام طلبی وچین جسمانی جو مقتضائے طبع ونفس ہے اسکی اتباع کی اور غزوہ تبوک شدت گرمی و وقت پختگی خرمائے مدینہ واقع ہوا تھا قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا تو کہدے کہ اے لوگو جہنم کی آگ تو حرارت مین اس گرمی سے کہین سخت وشدید ہے لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ اگر سمجھتے ہوتے تو ایسا نہ کرتے کیونکہ جب اُن کو جہاد کے واسطے اللہ تعالی کے رسول نے حکم دیا تھا تو اُن کو روا نہ تھا کہ پھر بھی جیسے اُن کو نفاق وکفر ہی نہ کرنا چاہیئے پس جب حکم اللہ تعالی ورسول صلعم کے فرمانبردار نہ ہوئے بلکہ خواہش نفس کو غالب رکھا تو مومن نہ ہوئے جیسے حدیث مین ہے کہ کوئی تم مین سے مومن نہ ہوگا جب تک اسکی خواہش نفس اُس فرمان کی مطیع نہ ہو جائے جسکو مین لایا ہون - اور جب مومن نہوئے تو چند روزہ زندگی دنیاوی کے بعد آخرت مین اُن کے لئے جہنم کی آگ ہے اور وہ آگ دائمی ہے سو اگر سمجھ رکھتے تو چند روزہ ایسے ناقص لذت جسمانی کیلئے ہمیشہ کی آگ اختیار نہ کرتے اور اپنے نفاق وافعال ذمیمہ چھوڑ دیتے - کیونکہ کوئی سمجھدار چند روز جسم وزبان کے مزہ کیلئے ایسا عذاب نہ لیگا مگر منافقون کی سمجھ ہی پر شامت تھی بوجہ کفر ونفاق کے اندھے بہرے بن گئے تھے کہ دائمی عذاب اختیار کیا - فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا - اے فلیضحکوا ضحکا قلیلاً ولیبکوا بکاءً کثیرا یا زمانا قلیلا وزمانا کثیرا یعنی جب تم نے دائمی آگ اختیار کی تو تھوڑے سے یا تھوڑے دن ہنس لو اور بہتیرا روؤ صیغہ امر بقصد حتم وقطع وقوع کے بمعنی خبر ہے یعنی انجام یہ ہوگا کہ چند سے زندگانی فانیہ مین جیسی کچھ یہ زندگی بیماری وآفات وآلام کے ساتھ ہوتی ہے ہنسو گے اور پھر ہمیشہ بے انتہا رویا کروگے جو مرا اُسکی قیامت گویا قائم ہوگئی اور جب اصلی قیامت ہوگی تو اہل کفر وطغیان پر یہ دن بڑا سخت ہوگا اللہم انی اعوذ بک بسلمی ایای والمومنین جمیعا عن العذاب والکربات وانت ارحم الراحمین - اور منافقون کا یہان ہنسنا بھی بمقابلہ عذاب آخرت کے ہے اگرچہ کوئی منافق فقیر محتاج درد دکھ مین گرفتار ہو تو عذاب آخرت کے مقابلہ مین اُسکا حال گویا قابل ہنسنے وخوش ہونے کے ہے لہذا عموماً فرمادیا کہ تھوڑا ہنسو اور بہت روؤ - جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اے یجزون جزاء باعمالہم - بدلا دیئے جاوینگے منافق لوگ یہ بدلا اُن افعال واعمال کا جو چند روزہ زندگی مین کرتے تھے اگر جزاء آخرت مراد ہے تو لیبکوا کثیرا

سے متعلق ہے یعنی دائمی رونا انکا اُن کے اعمال کی جزا رہے اور محتمل ہے کہ ضحک قلیل و بکاء کثیر دونوں سے متعلق ہو پس دنیا میں جو منافقوں کو ملتا ہے حسن
کشی و لہو لعب و ہنسی کھیل میں پڑے رہتے ہیں بطریق استدراج ہے ۔ کما فی قولہ تعالیٰ فتحنا علیہم ابواب کل شئی الآیۃ ۔ اور اسی معنی میں احادیث
ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن ہمیشہ ابتلا میں رہتا ہے شکر گزار و صابر کہ کفارہ گناہوں سے پاک مرتا اور اپنے پروردگار سے ملتا ہے اور منافق
درخت کھجور کی طرح کسی آندھی سے جھونک نہیں کھاتا یہاں تک کہ ایک بار جڑ سے گر جاتا ہے بالجملہ منافق اسقدر ناسمجھ ہوتا ہے کہ دار آخرت سے بالکل
منکر فقط دنیا کی زندگی پر اعتماد کرتا ہے اور مومن دار آخرت کا اقرار کرتا اور ایمان رکھتا ہے پس یہ امر تو ایمان کیواسطے ضروری ہے پھر جنت و دوزخ
و عظمت جلال الٰہی کا شہود تو یہ خاص بندوں کو ہوتا ہے جنمیں سے اول انبیاء علیہم السلام ہیں لہذا آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔ لو تعلمون ما اعلم
لضحکتم قلیلاً و لبکیتم کثیرا ۔ رواہ البخاری عن ابی ہریرہ رض یعنی اگر تم جانتے جو میں جانتا ہوں تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے ۔ مترجم کہتا ہے کہ
یہ رونا اس دنیا میں اپنی تقصیرات و نقص عبادات میں گرانمایہ ہے اور حدیث میں بندہ صالح و فضل کو فرمایا کہ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اسکے
آنسو جاری ہوئے ۔ بالجملہ دنیا میں ضحک مورث غفلت و ممنوع ہے اور ابن عباس رض وغیرہم نے کہا کہ قولہ فلیضحکوا قلیلا الخ یعنی دنیا چند روزہ ہے
اسمیں ہنس لیں جب یہ منقطع ہوئی تو وہاں جاکر ایسا رونا روئیں گے کہ کبھی منقطع نہ ہوگا ۔ ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ پھر دوزخیوں سے دربان
کہیں گے کہ اے شقی بدبخت لوگو تم نے دنیا میں سونا چھوڑا احسان و نیز الوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتا تھا آج تمھاری کون فریاد سنے گا پھر دوزخی
لوگ اپنے باپ ماں اولاد کو جو جنت میں ہوں پکاریں گے کہ ہم قبروں سے پیاسے اُٹھے اور تمام قیام محشر میں پیاسے رہے اب بھی بہت پیاسے
ہیں سو تم کو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پانی و رزق روزی دیا ہے اسمیں سے ہماری طرف بھی بہا دو پس چالیس برس چلایا کرینگے کوئی جواب نہ دیگا ۔
پھر جواب ملیگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نعمتیں کافروں پر حرام فرمائیں تم وہیں پڑے رہو گے دفی حدیث آخر ۔ دوزخی آنسو و پیپ روئیں گے اور زخم کی جدولیں پڑجاوینگی
اور حرارت دوزخ کی شدت و ہول و سختی عذاب میں آیات و احادیث بہت ہیں کقولہ تعالیٰ کلا انہا لظی نزاعۃ للشوی ۔ قولہ و قیل لہم ذوقوا عذاب الحریق
قولہ کلما نضجت جلودہم بدلناہم جلودا غیرہا لیذوقوا العذاب الآیۃ ۔ و فی الحدیث عن ابی ہریرۃ رفعا سب سے کمتر عذاب والا دوزخی وہ ہوگا جسکے پاؤں
میں آگ کی دو جوتیاں ڈالی جاوینگی جن سے اس کا دماغ اُبلے گا ۔ رواہ احمد باسناد علی شرط مسلم و قد رواہ مسلم عن ابی سعید الخدری و نحوہ البخاری
عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نحوہ ۔ و عن ابی ہریرۃ رفعا ۔ اگر اس مسجد میں سو ہزار یا زیادہ آدمی ہوں ان میں ایک دوزخی آوے اور اس کی سانس ان کو
پہونچے تو سب لوگ مع مسجد کے جل جاویں ۔ رواہ ابو یعلی و ہو غریب ۔ انس رض رفعہ ۔ اگر آتش دوزخ کی ایک چنگاری پورب میں ہو تو پچھم میں اس کی
گرمی معلوم ہو ۔ رواہ الطبرانی ۔ و انس رض رفعہ آتش دوزخ ہزار برس دھونکی گئی کہ سپید ہوگئی پھر ہزار برس کہ سرخ ہوئی پھر ہزار برس کہ سیاہ ہوگئی کہ مانند
رات کے اسکی لپٹ میں چمک نہیں ہے ۔ رواہ الترمذی و ابن مردویہ وغیرہما ۔ و عن ابی ہریرۃ رفعا تمھاری یہ آگ ستر اجزاء میں سے ایک جزو آتش دوزخ
کا ہے دو بار سمندر میں بجھائی گئی ورنہ کسی کو اس سے نفع نہ ہوتا ۔ رواہ احمد بسند صحیح و بعضا منہ فی الصحیحین ۔ واضح ہو کہ حق عز و جل ہر چیز پر قادر ہے
اور کیفیت خلق اشیاء بطریق پیدا دار دنیا سراسر حکمت آمیز ہے ۔ فافہم ۔ ف ۔ و فی العرائس قولہ فلیضحکوا قلیلا ۔ اھ ۔ دنیا میں جتنا چاہیں ہنس لیں
جب منقطع ہو کر حق عز و جل کی طرف جاوینگے تو ایسے روئیں گے جو کبھی منقطع نہ ہو ۔ قلت کذا قال الحسن و ابو رزین و قتادہ و ربیع بن الہیثم و زید بن اسلم
و بہ فسر الحبر بن عباس ۔ شیخ ابو یزید نے کہا کہ اسمیں تعلیم ہے کہ ہنسو کم تاکہ دنیا تمھیں نہ لبھائے اور بہت رویا کرو کہ دار آخرت محبوب نظر آوے اور
مولیٰ کی طرف شوق بڑھاوے ۔ طاہر مقدسی نے کہا کہ خدمت گار بہت نہیں ہنستا اور اس دار محنت و غم میں رونا لائق ہے جب ضحک بسبب
ظہور نور جمال ہو تو وہاں رونا و ہنسنا یکساں ہے بہت رونا بشوق مشاہدہ ہوتا ہے پھر بفرحت وصال و رنہ گریہ مریدیں بخیال حزن و قوت ایام سے

قال تعالیٰ تریٰ اعینھم تفیض من الدمع الآیۃ بسبب ناگہانی انکشاف غیب کے واقع ہوا جریری نے کہا کہ ایک آنکھ تو خیر پر روتی ہے اور ایک عبادت پر اور ایک خوف سے جسمین محبت کا لگاؤ ہوا اور ایک ہیبت و ڈر سے اور ایک بحقیقت یہ اقسام ہین پھر ان منافقون کے ازلی شقی ہونے سے اللہ تعالیٰ نے خبر دی و جہاد میں لیجانے سے منع کر دیا۔ بقولہ

فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ فَاسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِلۡخُرُوۡجِ فَقُلْ لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا

سو اگر پھر لیجاوے تجکو اللہ کسی فرقے کی طرف اُن میں سے پھر یہ رخصت چاہیں تجھسے نکلنے کو تو تو کہہ تم ہرگز نہ نکلوگے میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑوگے

مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ ۝

میرے ساتھ کسی دشمن سے تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا پہلی بار سو بیٹھے رہو ساتھ پچھاڑی والون کے

فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ فا تفریع۔ رجع متعدی و رجوع لازمی۔ کرخی نے لکھا کہ رجوع کے معنی کسی چیز کا وہین پہونچا دینا جہان تھی۔ اور حرف ان شرطیہ جو محل مشکوک پر داخل ہوتا ہے اشارت دلاتا ہے کہ آدمی کو حیات فانی پر اعتماد نہ چاہیئے معنی یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے اس مقام تبوک سے لوٹا کر پہونچا دے مدینہ مین۔ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ اُن میں سے ایک گروہ کی طرف ضمیر منہم یا تو منافقین کی طرف راجع ہے یا جملہ متخلفین کی طرف۔ پس اگر منافقین کی طرف راجع ہے تو اُن میں سے ایک طائفہ یعنی ٹکڑی اسواسطے فرمائی کہ بہت سے منافقین ساتھ آئے تھے اور تھوڑے مدینہ مین پچھڑ رہے تھے اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم کو روایت پہونچی کہ بارہ آدمی تھے یا اسلیئے کہ سب باقی منافقون کے حق مین یہ حکم نہ تھا کیونکہ اُن مین بعض نے اپنے نفاق سے توبہ کر لی تھی اور اگر ضمیر جملہ متخلفین کی طرف ہے تو متخلفین مین سے ایک ٹکڑی اسواسطے فرمائی کہ سب پچھڑنیوالے منافق نہ تھے بلکہ بعضے مومنین صادقین ایسے تھے کہ اُن کے واسطے ٹھیک عذر تھے اور بعضون کے لیئے عذر نہ تھے اور پچھڑنے پر نادم تھے ہان بعضے منافق جو پچھڑنے پر خوش تھے سوانھین منافقون کو مراد لیا اور حاصل یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے لوٹا کر مدینہ پہونچا دے جہان یہ ٹکڑی منافقون کی ہے فَاسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِلۡخُرُوۡجِ پھر یہ ٹکڑی والے تجھسے اجازت چاہین نکلنے کی یعنی کسی دوسرے سفر جہاد مین جو اس سفر تبوک کے بعد ہو وسے ساتھ چلنے کی اجازت مانگین فَقُلْ لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا مَعِىَ اَبَدًا پس تو اُن سے کہدے کہ ہرگز تم نہ نکلوگے میرے ساتھ کبھی وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا مَعِىَ عَدُوًّا اور ہرگز تم مقاتلہ نہ کروگے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے یعنی مت نکلو و مت مقاتلہ کرو پس بجائے نہی کے صیغہ مضارع بطریق خبر فرمایا کہ اسمین مبالغہ ہے اور ایذان اس حال کا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو توفیق نہ ہوگی اور یہ اُن کے پچھڑنے کی وجہ سے اُن کے حق مین عقوبت ہے کہ اُن کو مجاہدین کے دفتر سے گرا دیا چنانچہ فرمایا۔ اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ اے لانکم یعنی یہ عقوبت تم پر اسوجہ سے کہ تم اول بار یعنی غزوہ تبوک مین پچھڑ کر بیٹھ رہنے پر راضی ہوئے۔ کما قال فرح المخلفون بمقعدھم خلاف رسول اللہ۔ پس مومنین اس سے الگ ہین کیونکہ وے پچھڑ جانے پر رنجیدہ تھے چنانچہ آگے انشاء اللہ تعالیٰ بیان آویگا۔ اگر کہا جاوے کہ مرۃ مؤنث ہے پس قیاس یہ تھا کہ اولی بجائے اول ہو جواب یہ کہ مضاف بجانب معرفہ متعددہ مین تذکیر و تانیث دونون جائز ہین جیسے ہندۃ افضل النساء و فضلی النساء اگرچہ مذکر لانا اکثر ہے اور مضاف بجانب نکرہ مطابقہ مین فقط تذکیر ہی آئی ہے جیسے ہندۃ افضل امرأۃ اور جائز نہین فضلی امرأۃ۔ کیونکہ افعل التفضیل مستعمل بحرف من کے ساتھ اسکو سخت مشابہت ہے۔ کذا فی الکشاف۔ فَاقۡعُدُوۡا مَعَ الۡخٰلِفِيۡنَ پس تم بیٹھ رہو خالفین کے ساتھ ہو کر۔ یہ امر بطریق عقوبت و ذلت ہے اور خالفین سے بقول ابن عباس وہ مرد لوگ مراد ہین جو غازیون سے پچھڑ رہے اور اسی کو ابن جریر رحمہ نے صحیح کہا۔ و لیکن اسمین تامل ہے اسلیئے کہ یہ لوگ تو خود بھی منافق تھے اور کہا گیا کہ خالف بمعنی فاسد ہے ماخوذ از قول عرب کہ خلف اللبن اے فسد یعنی دودھ بگڑ گیا اور فلان

خالف اہل بیتہ یعنی فلانا اپنے گھرانے والوں میں فاسد ہے۔ قتادہ رحمہ نے کہا کہ خالفین سے عورتیں مراد ہیں کہ ہمیشہ پیچھے رہتی ہیں۔ اسپر اعتراض کیا گیا کہ خالفین اسکی جمع نہیں ہوسکتی بلکہ خوالف خالفات ہونا چاہیئے تھا اور جواب یہ ہے کہ لڑکے و عورتیں و عاجز مرد سب کی وجہ سے بطریق تغلیب بصیغہ مذکر خالفین جمع آئی ہے۔ فافہم۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ خالفین کے ساتھ یعنی متخلفین کے ساتھ بیٹھ رہنے کا حکم دیا کیونکہ اُن میں جہاد کی لیاقت نہ تھی جیسے عورتیں لڑکے ہوتے ہیں۔ رازی رحمہ نے کہا کہ اس آیت میں دلالت ہے کہ آدمی جب دوسرے سے مکر و فریب نفاق دیکھے اور اسکو مشتد پاوے کہ ایسے ہی سامان کرنے میں مصر ہے تو اُس سے تعلق قطع کر دے اور اسکی مصاحبت سے احتراز کرے اور جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو منع کر دیا کہ طائفہ نفاق کو جہاد میں ساتھ نہ لیجاویں بغرض اُن کی عقوبت ذلت کے تو اُنکے جنازے پر نماز وغیرہ بھی ذلال کیواسطے منع فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ

اور نماز نہ پڑھ اُن میں کسی پر جو مرجاوے کبھی اور نہ کھڑا ہو اُسکی قبر پر وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اُسکے رسول سے اور مرے ہیں بے حکم

مفسرین و دیگر علماء نے کہا کہ نزول اس آیت کا اُسوقت ہوا کہ آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن ابی منافق پر نماز پڑھی۔ واضح ہو کہ عبداللہ مذکور انصار میں گروہ خزرج کا سردار تھا مگر اسلام کی حالت میں منافقوں کا سردار رہ گیا۔ مرد فربہ دراز قد تھا کہ جب عباس بن عبدالمطلب بدر کی لڑائی میں قید ہو کر آئے تو کسی شخص کی قمیص اُنکے بدن پر نہ آئی سوائے اس منافق کی قمیص کے اور اُسکے باپ کا نام اُبی تھا اور ماں کا نام سلول اور وہ اپنے باپ ماں دونوں کی طرف منسوب تھا یعنی عبداللہ بن اُبی بن سلول کہلاتا تھا اور اکثر ایام میں اُس سے افعال نفاق ظاہر ہوئے اور تادم مرگ منافق رہا پھر آئمہ کے دو قول ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر نماز پڑھی یا نہیں سو ابن جریر رحمہ کی روایت انس رضہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے منع کر دیا تھا و لیکن ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ اسناد ضعیف ہے اور صحاح کی روایات مثبت ہیں کہ نماز پڑھی چنانچہ امام احمد و ترمذی نے عمر بن الخطاب رضہ سے روایت کی کہ جب عبداللہ بن ابی مرگیا تو آنحضرت صلعم اُسکے جنازہ پر نماز کیلئے بلائے گئے جب آپ بہیر نماز کو کھڑے ہوئے تو میں پھر کر آپکے سامنے کھڑا ہوا اور کہا کہ یارسول اللہ کیا آپ اس دشمن خدا ابن ابی پر نماز پڑھتے ہیں جو فلاں روز یوں کہتا تھا اور فلاں روز یوں کہتا چنانچہ اسکے افعال منافقانہ شمار کرتا جاتا اور آنحضرت صلعم تبسم فرماتے یہاں تک کہ جب میں نے بہت کہا تو آپنے فرمایا کہ اے عمر ذرا مجھسے ہٹو تو مجھے مختار کیا گیا پس میں نے اختیار کیا یعنی قولہ تعالیٰ استغفر لہم اولا تستغفر لہم الآیۃ۔ اور اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں ستر بار سے استغفار بڑھاؤں تو بخشش کر دیجاویگی تو میں بڑھاتا پھر آنحضرت صلعم نے اسپر نماز پڑھی اور اُس کے جنازے کے ساتھ گئے اور اسکی قبر پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ اُسکے دفن سے فراغت ہوئی اور میں نے اُس روز آنحضرت صلعم کی حضور میں اپنی جرأت کرنے سے تعجب کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ و اُسکا رسول خوب دانا تر ہے پھر قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ کچھ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں ولاتصل علی احد منہم مات ابدا الآیۃ۔ پھر اسکے بعد کبھی آنحضرت صلعم کسی منافق کی قبر پر نہیں کھڑے ہوئے یہاں تک کہ وفات فرمائی قال الترمذی حسن صحیح۔ وقد رواہ البخاری و قد جاء فی الصحیحین بالفاظ متقاربۃ مفسرۃ و مجملۃ و یادل الروایات علی معنی واحد۔ اور صحاح و مسند کی روایات سے ثابت ہے کہ منافق مذکور نے اپنے مرض الموت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا جب آپ اُسکے پاس گئے تو فرمایا کہ تجھے یہودیوں کی محبت نے ہلاک کیا اُسنے کہا کہ میں نے آپکو اپنے حق میں صلوۃ وغیرہ کیلئے بلایا ہے اور اس لئے نہیں بلایا کہ مجھے ملامت کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ اُسوقت بھی نفاق پر جما ہوا تھا۔ بہرحال اُس نے وصیت کی تھی کہ آنحضرت صلعم اسپر نماز پڑھیں اور جب وہ مرگیا تو اُسکے بیٹے نے جو سچا مومن تھا اور اُسکا نام بھی عبداللہ تھا آنحضرت صلعم سے درخواست کی کہ آپ اپنے تن مبارک سے ملی ہوئی قمیص عطا فرماویں شاید وہ منافق آگ سے بچے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری قمیص اس سے عذاب الٰہی دور نہیں کر سکتی ہے کما فی السراج اور عبداللہ نے عرض کیا کہ یا حضرت اگر آپ نہ تشریف لاویں تو ہم پر عار باقی رہے گا اور کوئی مسلمان نہ کھڑا ہوگا اور بعض روایات میں ہے کہ منافق مذکور جب گڑھے میں رکھ چکا گیا تب آنحضرت صلعم تشریف لائے اور نکلوا کر اُسکے سر سے پاؤں تک

اپنا لعاب دہن مبارک ملوایا جو عطر سے زیادہ معنبر تھا اور اُسکو اپنی قمیص پہنائی۔ کما فی روایۃ النسائی۔ اور بات یہ ہوئی کہ قمیص منگوانے میں دیر ہوئی
کہ لوگون نے قبر میں اُتار دیا پھر پیچھے سے آپ وہان تک پہونچے فتدبر واللہ اعلم۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض سلف نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلعم نے اپنی قمیص
مبارک اُسکو مکافات قمیص عباسؓ میں پہنائی تھی اور سراج وغیرہ نے ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اپنی پاک قمیص اس پلید نجس کو دیتے
ہین تو فرمایا کہ میری قمیص اس سے عذاب الٰہی دور نہین کریگی اور مجھے اُمید ہے کہ اس سبب سے بہتیرے مسلمان ہوجاوین چنانچہ یہ دیکھکر بہت سے خزرجی
مومن ہوگئے بالجملہ حق تعالیٰ نے منافق پر نماز پڑھنے سے منع فرمادیا بقولہ۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ اور مت نماز پڑھ کسی پر انمین سے
یعنی منافقون میں سے۔ یہ مؤید ہے کہ اوپر قولہ طائفۃ منہم۔ میں بھی ضمیر راجع بجانب منافقین ہے نہ کل متخلفین تاکہ تفکیک ضمائر لازم نہ آئے۔ مَّاتَ
اَبَدًا واحدی رح نے کہا کہ مات جملہ صفت احد واقع ہوا ہے اُس کا جر ہے گویا یون کہا کہ علیٰ احد منہم میت اور ابدًا متعلق لاتصل ہے اسے لاتصل ابدًا
علی احد منہم مات یعنی مت نماز پڑھ کبھی کسی پر اُن میں سے جو مرجاوے پس کلمۂ دوام کے واسطے ممانعت ہوگئی اور بیضاوی رح نے کہا کہ مات ابدًا مستقل
ہے مراد اس سے کفر پر موت ہے کیونکہ کافر کی زندگی بھی موت ہے کہ وہ آخرت کا نفع اُٹھانے کیلیے نہین بلکہ عذاب پانے کیلیے زندہ ہے پس گویا زندہ
ہی نہین ہوا بلکہ دائمی مردہ ہے اور قول اول ارجح ہے یعنی مراد دوام ممانعت ہے لہذا امام احمد وغیرہ کی روایات میں ہے کہ بعد نزول اس آیت کے تا وفات
شریف آپ نے کسی منافق پر نماز نہین پڑھی اور جنازہ کو پوچھتے پس اگر تعریف کی جاتی تو اُسپر نماز پڑھ دیتے ورنہ اہل جنازہ سے کہتے کہ تم جانو اور
جنازہ۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ۔ اور اُسکی قبر پر مت کھڑا ہوا۔ زجاج نے کہا کہ جب میت دفن ہوتی تو رسول اللہ صلعم اُسکی قبر پر کھڑے ہوتے اور
اُسکے لیے دعا کرتے پس منافق کے حق میں ایسا کرنے سے منع فرمائے گئے۔ بعض نے کہا کہ قیام یہان بمعنی اصلاح ہے یعنی اُن میں سے کسی شخص کی
قبر و دفن کے اہتمام و اصلاح میں قیام نہ کیجیے اور بعض نے کہا کہ علیٰ بمعنی عند ہے یعنی دفن و زیارت کے واسطے قبر کے پاس نہ کھڑے ہون اور اول
اولیٰ ہے پھر آنحضرت صلعم کو اس ممانعت کی وجہ بتلائی بقولہ تعالیٰ۔ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ اسے لانہم یعنی اسلیے کہ ان لوگون نے کفر کیا
اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول سے وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ۔ اور مرے درحالیکہ وے فاسق تھے یعنی کافر تھے کہ قبل موت کے اُنھون نے کفر سے
توبہ نہین کی۔ اب یہ وہم نہین ہوتا کہ کفر سے فسق گھٹا ہوتا ہے پھر فاسقون کیون فرمایا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ اظہار ہے اُنھون نے کفر کے ساتھ
فسق بھی جمع کیا کیونکہ بعض کافر تو جس اعتقاد پر ہے اُسمین امانت دار ہوتا ہے بخلاف نفاق کے کہ یہ طریقہ سب کے نزدیک بدتر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ کافر
پر کیونکر نماز پڑھی تو جواب یہ کہ ہم لوگ ظاہر حال پر حکم لگاتے ہین اور باطن کا اللہ تعالیٰ داناتر ہے چنانچہ جب یہ حکم دیا تب کبھی نماز نہ پڑھی وفی تفسیر
الحافظ عمر بن الخطابؓ ایسے شخص کے جنازہ پر نماز نہ پڑھتے جسکا حال چھپا ہوتا جب تک اُسپر حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نماز نہ پڑھتے کیونکہ حذیفہ
رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلعم نے اعیان منافقین سے آگاہ کردیا تھا اسیواسطے حذیفہؓ کو صاحب سر الرسول صلعم کہتے ہین کہ اس بھید سے کوئی صحابی
سوائے اُن کے آگاہ نہ تھا اور ابو عبیدؒ نے کتاب الغریب میں روایت کی کہ عمرؓ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھنی چاہی تو حذیفہؓ نے چٹکی لی اس سے مقصود
یہ تھا کہ نماز نہ پڑھو پس عمرؓ نے نہ پڑھی واضح ہو کہ سبب نزول اگرچہ قصۂ منافق واحد ہے لیکن ممانعت عام ہے اور قمیص میں تکفین کرنے سے ممانعت
نہین فرمائی اسلیے کہ قمیص دینے سے انکار کرنا خلاف کرم تھا۔ کذا قال البیضاوی۔ اور یہ اس تقدیر پر کہ نماز پڑھنے سے پہلے ممانعت آگئی تھی اور بعد اسکے
ظاہر یہ ہے کہ قمیص وغیرہ سے خود ممانعت ظاہر ہے کیونکہ نماز جو بڑی بزرگی ہے یعنی دعا و استغفار جب وہ کافر و منافق کے حق میں کارآمد نہین تو کوئی
امر مفید ہوگا اور منافق کے حق میں اس ممانعت سے ظاہر ہے کہ مومن کے حق میں یہ امر موجب کرامت ہے چنانچہ دفن مومن میں شرکت موجب ثواب جبل
کہ ادنیٰ بمانند کوہ اُحد ہے حدیث صحیح سے ثابت ہوا۔ بالجملہ اہل نفاق و کفر نہایت خبیث ہین اور ظاہر حال میں کثرت مال و اولاد سے شیطان وسوسہ ڈالتا ہے

کہ شاید وے کچھ مقبول ہوں تو اللہ عزوجل نے اس وسوسہ پر متنبہ فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا

اور تعجب نہ کر اُن کے مال اور اولاد سے اللہ یہی چاہتا ہے کہ عذاب کرے اُنکو اُن چیزون سے دنیا مین

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ○

اور نکلے اُن کی جان جبتک کافر ہی رہین

اعجاب پسند کرنا بنظر تحسین او رتوضیح اسی کے مثل آیت سابقہ مین اسی سورہ مین گزری۔ وَلَا تُعْجِبْكَ خطاب آنحضرت صلعم کو اور اہم مقصود اُمت ہین اور ضمیر مضاف الیہ۔ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ مین منافقین کی طرف راجع ہی پس محتمل ہی کہ وہی قوم منافقین مراد ہو جو پہلی آیت مین مراد تھی یا دوسرے ہی اور اولی یہ کہ مطلق منافقین کی طرف راجع ہی کیونکہ مقصود عموم ہی حتی کہ قیامت تک کیلئے شامل۔ المعنی۔ اور تجھے اعجاب مین نہ ڈالین اُنکے اموال و نہ اولاد یعنی اے اہل ایمان تم لوگ منافقون کے اموال کثیرہ و اولاد کو بنظر تحسین نہ دیکھو۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا انما کلمہ انحصار۔ ان یعذبہم جملہ بتاویل مفرد ہوکر مفعول یرید المعنی یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ منافقون کو اُنکے ان اموال و اولاد سے دنیا مین عذاب کرے یعنی یہ چیزین اُن کے حق مین نعمت نہیں بلکہ عذاب ہین پس بطور استدراج کے اُن کو یہ چیزین ملین اس سے کہ شے دنیا مین اُن چیزون مین ایسے منہمک ہوے کہ بجاے اُس کے شکریہ و طاعت الٰہی کے ناشکری کی پس زکوٰۃ و صدقہ و خیرات اور اللہ تعالیٰ کی راہ پر خرچ کرتے اور ایمان کیساتھ طاعت و جہاد وغیرہ سب سے منہ موڑا تو یہ چیزین اُن کے حق مین عذاب ہوگئین اور یہ امر اُن کے حق مین ازل سے مقدر تھا پس قولہ یرید اللہ کے یہی معنی ہین۔ حاصل یہ کہ اُن کے حق مین قہری استدراج یون ہی مقدر ہی کہ ان چیزون سے دنیا مین عذاب پاوین تو اہل ایمان کو مال و اولاد پر نظر کرکے کسی کی خوبی نہ سمجھنی چاہیئے بلکہ جب یہ چیزین طاعت الٰہی کے ساتھ نہون تو عذاب ہین جیسے منافقون کے حق مین فرمایا کہ ان چیزون سے دنیا میں اُنکے لیئے یہی مقصود کہ عذاب کیا دین۔ وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ۔ زہوق سختی و تکلیف کے ساتھ نکالنا۔ اور حدیث مین صحیح ہوا کہ کافرون کی روح بسختی تمام نکالی جاتی ہی کیونکہ معائنہ عذاب و عدہ غضب الٰہی سے بھر بھراتی اور بدن مین گھسی جاتی ہی المعنی اور بسختی شدید اُن کی روحین نکالی جائین درحالیکہ وے کافر ہون یعنی دنیا مین اُن چیزون سے عذاب اُٹھاوین حتی کہ کافر مرین اسطرح کہ اُن کی روحین بسختی تمام اُن کے بدنون سے کھینچی جاوین۔ اعوذ باللہ من الکفر والموت علیہ اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ پہلے گذری پھر اسی سورہ مین یہان اُسکو مکرر فرمایا۔ توجواب یہ کہ دنیا سے تعلق خاطر ہی عاقبت سے اندھا دکا فروفاسق کردیتا ہی اور باعث تعلق اسی اموال و اولاد مین دائر ہی اسی سے ترک طاعات بالخصوص ترک جہاد ہی پس مکرر تنبیہ کرنا اسمین اہم ہی جیسے شرک سے وعید کرنا جبکہ بہت اہتمام کے لائق تھا تو اُسکو سورۂ نساء مین مکرر فرمایا۔ رازی رحمہ اللہ وغیرہ نے لکھا کہ اوپر جو یہی آیت کریمہ گذری اُس سے یہان چار حرف مین فرق ہی۔ اول وہان فلا تعجبک۔ یہان ولا تعجبک تو وہان خیرات مین خرچ کرنے سے کراہت کرنے پر تفریع فرمائی اور یہان شمار اُن کے قبائح کا اور مقصود اصلاح نفس مومن دفع وساوس ہی دوم وہان ولا اولادہم۔ یہان۔ بدون حرف لا کے فرمایا مگر لا محذوف ہی پس وہان تو بسبب مقام ادنی سے اعلی کی طرف ترقی ظاہر ہوئی جیسے کہتے ہین کہ مجھے تو نہ وزیر بھلا معلوم ہو نہ بادشاہ اور یہان دونون مین مساوات ہوگئی پس دونون چیزین منافقون کے حق مین یکسان ہین۔ سوم وہان لیعذبہم۔ اور یہان ان یعذبہم۔ یہ پس تنبیہ ہی کہ لام تعلیل ہونا و نہونا واحد ہی کیونکہ درحقیقت ارادہ و افعال الٰہی عزوجل بدون علت کے ہوتے ہین اور وہان علت کا دخل محال ہی۔ چہارم وہان فی الحیوۃ الدنیا۔ یہان فی الدنیا اس تنبیہ کے لئے کہ دنیا وی حیات کچھ حیات نہیں لہذا ترک ذکر حیات سے اُسکی دنارت و خست ظاہر ہوگئی۔ **وقال المترجم** وہان خرچ مین بخل پر

مستفرع کرنا مقتضی حیات تھا یعنی یہ بخل اسی قدر حیات دنیا کیلئے جو محض بے اعتبار ہے اور یہاں بیان اس امر کا کہ دنیا میں اُن کو یہ چیزیں موجب عذاب ہیں نہ نشان قبول و منزلت فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔

وَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَجَٰهِدُوا۟ مَعَ رَسُولِهِ ٱسْتَـْٔذَنَكَ أُو۟لُوا۟ ٱلطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا۟ ذَرْنَا

اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورۃ کہ یقین لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اُسکے رسول کے ساتھ ہوکر رخصت مانگتے ہیں مقدور والے اُن کے اور کہتے ہیں ہم کو

نَكُن مَّعَ ٱلْقَٰعِدِينَ ۝ رَضُوا۟ بِأَن يَكُونُوا۟ مَعَ ٱلْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۝

چھوڑدے رہ جاویں ساتھ بیٹھنے والوں کے خوش آیا کہ رہ جاویں ساتھ پچھلی عورتوں کے اور مہر ہوئی اُن کے دل پر سو اُن کو بوجھ نہیں

پہلے بیان ہوا کہ منافقون کے حق میں اُنکے اموال و اولاد عذاب ہیں کہ اُنھیں کو اصل مقصود خیال کرکے زندگی پر حریص موت کے نام ڈرے ہوے اور خرچ زکوٰۃ وجہاد سے نہایت بیزار و شہوات دنیاوی میں منہمک رہتے ہیں پس کوئی بندہ مومن اُنکے اموال و اولاد کو پسندیدہ نظر سے نہیں دیکھے اور اللہ تعالیٰ عزوجل بندہ مومن کو نور ایمان عطا فرماتا ہے جس سے وہ دنیا کو بمقابلہ آخرت کے جیسے ٹھکرا بمقابلہ تخت سلطنت کے دیکھتا ہے بخلاف منافق و کافر کے کہ آخرت سے اندھے ہیں پس اسی کو تمام نعمت جانتے اسی وجہ سے حیات دنیاوی پر بنظر شہوات حریص ہیں نہ بنظر طاعات پس جہاد سے بخوف موت مال و اولاد چھوٹنے و زندگی دنیاوی سے محروم ہونیکے گریز کرتے اور پچھڑتے ہیں چنانچہ اُنکے احوال و اقوال کو جابجا مذمت کے طور پر اپنے علم قدیم کے موافق حکایت فرمایا از انجملہ یہاں فرمایا۔ وَإِذَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ۔ احتمال ہے کہ سورۃ سے پوری سورہ مراد ہو اور ہوسکتا ہے کہ ٹکڑا مراد ہو اور بعض نے کہا کہ یہی سورہ براءۃ مراد ہے جسمیں منافقون کی قلعی کھل گئی کہ اسی میں جہاد کا عموماً حکم اور اسی میں آیۃ السیف ہے۔ المعنی اور جب اُتاری گئی سورۃ یعنی اللہ تعالیٰ نے سورہ نازل فرمائی أَنْ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَجَٰهِدُوا۟ مَعَ رَسُولِهِ اے بان آمنوا۔ بدین حکم کہ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر۔ اور اُسکے رسول کے ساتھ ہوکر جہاد کرو یعنی سورہ اس حکم کے ساتھ نازل کی گئی اور ہوسکتا ہے کہ اَن آمنوا میں ان تفسیری ہو یعنی وہ سورہ وکلام مجید نازل کیا گیا یہ حکم ہے کہ ایمان لاؤ الخ۔ اور یہ حکم عام ہے تمام مؤمنین کو شامل ہے اور منافقون پر بھی جاری ہے کیونکہ وے لوگ سچے مومن نہ تھے پس اُن کے حق میں اسطرح کہ سچے طور پر ایمان لاؤ اور خالص نیت سے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہوکر جہاد کرو پس آنحضرت صلعم خود جہاد کرنیوالے تھے الحاصل جب ایسا حکم نازل کیا گیا تو۔ ٱسْتَـْٔذَنَكَ أُو۟لُوا۟ ٱلطَّوْلِ مِنْهُمْ طول بالفتح دسترس و فراخی قدرت یعنی اجازت مانگنے لگے تجھ سے اے محمد صلعم انمیں سے دسترس و فراخی والے جنکو مال و زاد راہ سفر جہاد وسواری کی اچھی طرح قدرت حاصل تھی۔ وَقَالُوا۟ ذَرْنَا نَكُن مَّعَ ٱلْقَٰعِدِينَ اور کہنے لگے کہ چھوڑ دیجیے ہم کو ہم قاعدین کیساتھ ہورہیں۔ یہ اجازت مانگنے کا حاصل مطلب بیان ہوا۔ قاعدین جمع قاعد یعنی بیٹھنے والے اور مراد لڑکے نابالغ ولنجے اپاہج وغیرہ جنمیں عورتیں بھی شامل ہیں جنکو قاعدات کہنا چاہیے لیکن معذور مردون کے لفظ سے قاعدین جمع آئی ہے پھر احتمال ہے کہ متمول منافقون نے صاف صاف یہی بات کہی ہو کہ ہمیں ان لوگون کے ساتھ چھوڑ دیجیے اور شاید حاصل مطلب و نتیجہ بیان ہوا کہ اجازت مانگنے کا نتیجہ یہ کہ قاعدین کیساتھ بیٹھ رہیں اور خلاصہ یہ کہ جب جہاد کا حکم آیا جو بدُون ایمان کے ٹھیک نہیں تو ایسے تندرست متمول آئے اجازت لینے کہ ہمیں قاعدین کیساتھ چھوڑ دیجیے حالانکہ یہ ایمان کا مقتضی نہیں کہ حیات دنیا پر بھروسا کرکے آخرت سے محروم و خوار ہو اور ایسے مومن اسکو نہیں پسند کریگا کیونکہ وہ بنور الٰہی سمجھدار ہوجاتا ہے لہذا منافقون کی قلعی کھول دی کہ۔ رَضُوا۟ بِأَن يَكُونُوا۟ مَعَ ٱلْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ۔ خوالف جمع خالفۃ بمعنی تانیث یعنی وہ عورتیں جو مردون کے پیچھے گھر بیٹھی رہجاتی ہیں اور صیغہ صفت مرد کے واسطے بھی رجل خالفۃ بولتے ہیں یعنی ایسا مرد جو کسی کام کا نہیں پس ہوسکتا ہے کہ بلحاظ الفاظ کے صیغہ صفت کی جمع خوالف ہو کیونکہ خالف بدُون تا کے جمع خوالف نہیں آتی اسلئے کہ سوائے فوارس و نواکس و ہوالک وغیرہ چند الفاظ معدودہ کے فاعل کی جمع بروزن فواعل نہیں آتی ہے۔ طبع بمعنی مہر کرنا۔ المعنی یہ لوگ راضی ہوئے و پسند کیا اپنے حق میں اس بات کو کہ خوالف کیساتھ ہو رہیں یعنی زنانہ نامردے بنکر عورتون کیساتھ ہو رہیں اور مہر کردی گئی اُن کے دلون پر سو وے کچھ سمجھتے نہیں یعنی زندگی دنیاوی جو آنکھون دیکھی یقینی ناپائدار ہیچ ہے

اُسکے اعتقاد پر اور نفس باقی پائدار آخرت چھوڑنا اور وہاں عذاب بلا میں ہمیشہ گرفتار ہونا محض حماقت ہے اسکو نہیں سمجھتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے منافقون کے
وجود کو اور اُن کے ساتھ نہ دینے کو ہیچ کر دیا اور اپنے پاک رسول و مومنین کے فضائل بطور مدح فرمائے بقولہ تعالیٰ۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ؗ

لیکن رسول اور جو ایمان لائے ہیں ساتھ اُسکے لڑے ہیں اپنے مال اور جان سے اور اُنھین کے ہین خوبیان

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ع

اور وہی پہونچے مراد کو تیار رکھے ہین اللہ نے اُنکے واسطے باغ بہتی ہین نیچے اُنکے نہرین رہا کرین اُنھین ہی سے بڑی مراد ملنی

دنیا مین بندون کی صدق نیت و حسن طویت سے اپنے مولیٰ پر جان و مال فدا کرنا یہی بندگی کی علامت ہے ورنہ او تعالیٰ عزوجل چاہے تو سب کافر ایک پل مین فنا ہو جاوین وہ چاہے تو سب ایک آن مین سر نگون ہوئین مگر اُسکی حکمت کاملہ وہی جانتا ہے بندہ تو اپنی حقیقت اور ایک پتی کی ماہیت نہین معلوم کر سکتا وہ قادر مختار ہے جو چاہے حکم فرماوے پس جہاد کا حکم دیا جسمین ایمان والے ثابت قدم رہے اور منافق نکل گئے اور وہ کس قطار و شمار مین ہین اپنی ہی عاقبت خراب کی لہذا بحرف استدراک فرمایا۔ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ یعنی منافق پڑے پیچھے رہو کسی کا کیا نقصان ہوا اور رہا جہاد قائم ہونا تو بہتر بندون کو اُسکی توفیق دی کہ رسول اللہ عزوجل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ لوگ جو رسول کے ساتھ مین ایمان لائے ہین۔ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ۔ ان سب نے اپنے مالون و جانون کیساتھ جہاد کیا۔ تمام جہاد اُنکا یہ تھا کہ مال و جان کی طرف لگاؤ نہ رکھا اور سب کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق فدا کر دیا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق ہونا شرع شریف سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ جو کوئی اپنا سب مال یکبارگی خیرات کر دے اسنے شرع کے موافق نہ کیا اور خلاف مرضی الٰہی سبحانہ تعالیٰ کام کیا کیونکہ یہ حکم نہین ہے الا بضرورت خاصہ بس دل کسی چیز سے نہ لگاوے اور اپنی جان و جہان کو شرع کے تابع کر دے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک بندون کی مدح و منزلت بیان فرمائی۔ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ خیرات جمع خیرہ بتشدید یا رتھا پھر تخفیف کیگئی یعنی اسکی بھلائی اور مراد ہر طرح کی بھلائی ہے خواہ دنیاوی ہو یا اُخروی ہو کہ الف لام استغراق ہے۔ اور بعض نے حورون سے تفسیر کی اول اقوی و اولیٰ ہے۔ المعنی اور اُنھین بندون کیلئے تمام بھلائیان ثابت ہین دنیا مین بھی مانند اجر و غنیمت و نور ایمان وغیرہ کے اور آخرت مین خصوصًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہی بندے فلاح پانیوالے ہین۔ دونون جگہ اسم اشارہ اُنکی منزلت و خوبی ظاہر فرمانے کیلئے مکرر فرمایا فلاح کامل اُنھین بندون کو حاصل ہے اسکا تھوڑا بیان جو سمجھ مین آسکتا ہے ذکر کیا بقولہ تعالیٰ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مہیا کر دیا اللہ تعالیٰ نے اُنکے لئے جَنّٰتٍ ایسی جنتون کو۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جنکے مکانون ہرے بھرے درختون کے نیچے نہرین بہتی ہین۔ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جب سے ان جنتون مین داخل ہونگے حکم لگا دیا جائیگا کہ ہمیشہ اسی مین رہنے کو ملیگا کبھی نکالے نہ جاؤگے مر جیئے نہ یہان کی طرح طرح طرح نئی نئی نعمتون سے کبھی اُکتاؤگے جو چاہو گے وہین پاؤگے۔ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ جو بیان ہوا بڑا بھاری فوز ہے جسکی حقیقت ناقص بیچارہ آدمی کیا سمجھ سکتا ہے **فـ فی العرائس** قولہ لکن الرسول والذین آمنوا معہ الخ ہر ایک کا جہاد مختلف اُسکی شان کے لائق ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے ادائے امانت رسالت کا پورا بوجھ اُٹھانے مین کوشش و جہاد کیا اور مومنون نے اتباع سنت و حکم نبوت کی تعمیل مین جان فدا کی معیت جو کلام پاک معہ سے ظاہر ہے مومنین صحابہ رضوان اللہ علیہم کیلئے کمال کرامت ہے اور اشارت سے ثابت ہوا کہ حس مشاہدہ سے تحقق ایمان ہے اسمین رسول پاک کے ساتھ آپکے یاران جان نثار آپکے طفیل مین شریک ہو کر سب بمحض فضل حضرت باری تعالیٰ عزوجل کرامت پائی پھر مرتبہ نبوت فضل خاص کرامت کاملہ خاصہ ہے پھر حق تعالیٰ نے کشف انوار جمال کے عطا و نوال مین بھی اپنے پاک رسول کے ساتھ پاک مومن بندون کو شریک کیا اور فرمایا واولئک لہم الخیرات کیونکہ اولئک کے اشارہ مین آنحضرت صلعم کے ساتھ سب

مومنین نے اصل ہین خیرات مشاہدات وظہور انوار قرب وصال ہین جو دنیا مین بطرز خاص ہو عاقبت مین بتمام خوبی وظہور خاص پاوینگے پھر اُن کے وصف مین
اور بھی بڑھایا اسطرح کہ سابقہ سعادت ازلی کے انعام سے یہ لوگ قہر کی گرفت وسختی سے نجات پائے ہوئے ہین بقولہ تعالیٰ واولئک ہم المفلحون۔ تمام فلاح
وکمال مراد وتمنی سے فائز ہین چنانچہ اُسی کی تصدیق کرتا ہو قولہ تعالیٰ اعداللہ لہم جنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ذلک الفوز العظیم۔ قرب وصال
کے ہرے بھرے باغون مشاہدات کے بستان ہین جنکے نیچے بحر ذات سے علوم ازلیات کی نہرین جاری ہین جسنے اُن نہرون سے ایکبار پانی پیا
وہ ان اوصاف سے متصف ہوگیا اور مشاہدہ ذات مین باقی ودائم۔ پس یہ فوز عظیم یون ہو کہ حدوث سے نجات ہوا اور حضرت قدیم عزوجل کے
مشاہدہ تک رسائی حاصل ہو۔ بعض نے قولہ تعالیٰ لکن الرسول والذین آمنوا معہ الخ کے اشارہ مین کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادائے رسالت
مین انتہا درجہ کا اجتہاد کیا یعنی جہاد جو جان و مال سے کوشش ہو اُسکو رسول اللہ صلعم نے ادائے رسالت مین پورا کیا پس کافرون سے لڑائی بھی
منجملہ ادائے رسالت کے شمار ہو اور مومنون نے اس طرح یہ جہاد کیا کہ جو امر شرع مین وارد ہوا اُسمین اپنی جان سے کوشش کی چنانچہ جو حکم شرعی کہ
جان فدا کرنے سے متعلق ہو اُسمین جان سے دریغ نہین کیا یعنی جیسے کفار سے جہاد کرنا اور جو حکم متعلق بمال ہو اُسمین مال فدا کر دیا۔ واضح ہو کہ آیات
مذکورۃ الصدر سے منافقون کی مذمت مین ثابت ہوا کہ خالفین کیساتھ بیٹھ رہنے پر راضی ہوے وخالفین وہ لوگ جو باہر چلے جانیوالے مجاہدین کے بعد پیچھے
رہ گئے مانند معذور مردو اطفال و عورتون کے حالانکہ اُن پر خالفین کا اطلاق بوجہ مذمت نہین بلکہ بمعنی لغوی ہو لہذا آگے کلام مین عذر صحیح والون کے
معذور ہونے ومعاف وغیرہ ہونیکے احکام کو اور منافقون کے مذموم ہونے کو بیان فرمایا۔

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ
اور آئے بہانے کرتے گنوار تا رخصت ملے اُن کو اور بیٹھ رہے جو جھوٹے ہوئے اللہ سے اور رسول سے اب پہونچے گی اُنکو جو
كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ
منکر ہین اُنمین دُکھ کی مار ضعیفون پر تکلیف نہین نہ مریضون پر نہ اُن پر جن کو پیدا نہین جو خرچ کرین
حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا
جب دل صاف ہون اللہ اور رسول کے ساتھ نہین نیکی والون پر الزام کی راہ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہو اور نہ اُن پر کہ جب
مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝
تیرے پاس آئے تا اُنکو سواری دے تو نے کہا مجکو پیدا نہین جو تمکو سواری دون اُلٹے پھرے اور اُنکی آنکھون سے بہتے ہین آنسو اس غم سے کہ اُنکو پیدا نہین جو خرچ کرین
اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝
راہ الزام کی اُن پر ہو جو رخصت مانگتے ہین تجھسے اور مالدار ہین خوش لگا کہ رہ جاوین ساتھ پچھلی عورتون کے اور مہر کی اللہ نے اُن کے دل پر سو وہ نہین جانتے

وجاء المعذرون من الاعراب۔ معذرون جمع معذر بتشدید ذال معجمہ جمہور کی قرأۃ ہو پھر اُسکے اشتقاق مین دو قول ہین ایک کہ ماخوذ از عذر یعذر
تعذیراً یعنی باب تفعیل سے بمعنی التقصیر ہو یقال عذر فی الامر یعنی کام مین تقصیر کی اور اُسکو پورا نہ کیا اور نیز یہ مراد ہوتی ہو کہ ایسا عذر لایا جسکو وہ عذر
سمجھا مگر حقیقت مین عذر نہین ہو۔ بنابرین آیت مین یہ معنی ہوئے اور آئے اعراب یعنی دیہاتیون مین سے ناقص عذر والے یعنی باطل عذر لائے پس اس تفسیر پر
یہان جھوٹے عذر کرنیوالون کا بیان شروع ہو جنکو اللہ تعالیٰ نے معذور نہین رکھا۔ قول دوم یہ کہ معذرون دراصل معتذرون تھا تا کو ذال مین ادغام کر دیا تو معذرون
ہوا اور معتذر وہ شخص جسکو واقعی عذر ہو پس آیت مین یہ بیان ہو کہ جو لوگ سچے عذر والے تھے وہ اجازت حاصل کرنے کیلئے اپنا عذر بیان کرنے آئے اور اللہ تعالیٰ

و اسکے رسول سے منہ نہیں چھپایا اور نہ بے پروائی سے بیٹھ رہے بخلاف جھوٹے منافقون کے کہ وہ عذر کرنے نہیں آئے۔ اسی پر دلالت کرتی ہو قرأۃ ابن عباسؓ کہ معذرون بتخفیف ذال معجمہ از اعذر یعنی باب افعال پڑھا بمعنی عذر کو اپنی حد تک پہونچایا یعنی عذر مین معذرون سچے تھے۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ یہ اہل عذر کا بیان ہو اور کہا کہ آیت کے معنی مین یہی قول اظہر ہو۔ نحاسؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ مدار اس روایت کا کلبیؒ پر ہو اور وہ ضعیف ہین جواب یہ کہ حدیث کی روایت مین کلبیؒ متروک ہین مگر تفسیر کی روایت مین اگر اُن کی روایت کا شاہد یا متابع موجود ہو تو معتبر ہو جیسا کہ میزان الاعتدال وغیرہ مین منصوص ہو اور یہان باسناد جید حضرت مجاہدؒ سے بھی مثل قول ابن عباسؓ مروی ہو کما ذکرہ الحافظؒ ایضاً پس تفسیر مقبول ہوئی اور شیخ حافظؒ نے کہا کہ کلام ما بعد یعنی قولہ وقعد الذین کذبوا اللہ ورسولہ الخ اسی پر دلالت کرتا ہو کہ اہل عذر کی معذرت کیلئے آنے کا بیان کیا اور جھوٹون کے نہ آنے پر مذمت فرمائی۔ اسی کو علماء بیان مین سے فراء و زجاج و ابن الانباری و اخفش و ابوعبید و ابو حاتم و بغوی نے کہا ہو۔ فالمعنی اور حاضر ہوئے عذر کرنے کو وہ لوگ جو سچے عذر والے تھے اعراب یعنی دیہاتیون مین سے۔ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ تاکہ اُن کے لیے اجازت دیدی جاوے یعنی اُن کا واقعی عذر سنکر آنحضرت صلعم اُنکو بسبب اُنکے عذر کے یہ اجازت دیدین کہ اچھا تم اپنے وطن مین رہو ساتھ نہ چلو۔ **قال المترجم** مجاہدؒ کے قول سے روایت کلبیؒ پر شہادت لانا محل تامل ہو اسواسطے کہ ابن جریرؒ نے مجاہدؒ سے روایت کی کہ اُنھون نے فرمایا کہ ان معذرین اعراب سے مراد بنوغفار کے چند آدمی ہین جنھون نے آکر اعتذار کیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کا عذر صحیح نہ رکھکر قبول نہ فرمایا۔ ایسا ہی حسن بصری و قتادہ و محمد بن اسحاق کا قول ہو اور غایت امکان جواب یہ ہوسکتا ہے کہ اول قول مجاہدؒ کا نقل قول ابن عباسؓ ہو اور دوسرا قول اپنی تحقیق ہو پس اس تقدیر پر قول مجاہد درحقیقت متابعت کلبیؒ رہ واسطے ثبوت قول خیر الامۃ و ترجمان القرآن ابن عباسؓ ہوگا۔ فافہم اور حق یہ ہو کہ احتمال ہر دو تفسیر بحسب اللفظ مساوی ہو کیونکہ معتذر عذر باطل و عذر صحیح دونون طرح کے عذر والے کو بولتے ہین چنانچہ عذر باطل والے کی مثال قولہ تعالیٰ یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیہم۔ بدلیل قولہ قل لا تعتذروا۔ کیونکہ رد فرمایا تو معلوم ہوا کہ عذر باطل تھا اور عذر صحیح والے کی مثال قول شاعر ۵ من یبک حولا کاملا فقد اعتذر۔ یعنی فقد جاء بعذر صحیح یعنی ایسا عذر لایا کہ وہ معذور قرار دیا جاسکے اب ہا یہ کہ بقرائن دونون معنی مین سے کسی کو ترجیح دیجاوے بمانند سبب نزول و کلام ما بعد وغیرہ کے تو بنوغفار کے چند مرد مانند خفاف بن ایماء وغیرہ کے حق مین اگر نزول قرار دیا جائے اور قولہ قعد الذین کذبوا۔ دوسرے منافقون کے حق مین رکھا جائے تو معتذرین بعذر صحیح کے معنی ظاہر ہوتے ہین ولیکن بعض اہل تفسیر نے کہا کہ سبب نزول اسکا بنو اسد و غطفان ہین کہ اُنھون نے منافقانہ عذر کیا کہ ہم لوگ اہل عیال و سخت محتاجی مین ہین۔ اور بعض نے کہا کہ گروہ عامر بن الطفیل ہین جنھون نے کہا کہ ہم اگر آپکے ساتھ جہاد کرین تو قبیلہ طے کے دیہاتی ہمارے یہان لوٹ مار کرینگے **قال المترجم** جن کے حق مین سبب نزول روایت کیا گیا اُن کے حق مین بھی یہ امر منصوص نہین کہ درحقیقت سچے تھے یا جھوٹے تھے پس اللہ تعالیٰ دانا تر ہو اور اسکی تعیین نہ کھلنا کچھ مضر نہین بلکہ ہر دو صورت مین احکام برآمد ہوتے ہین چنانچہ یہ معلوم ہوا کہ آدمی کا نفس جس امر کو عذر سمجھے وہ عذر نہین ہوتا جبتک کہ شرع اُسکو معذور نہ فرمادے ورنہ عذر مین کاذب ہوگا اور دوسری تفسیر پر نکلا کہ عذر صحیح ہو تب بھی امام سے اجازت لے لینا چاہیئے جبکہ عموماً جہاد کسپر لازم آجاوے اگر عذر نہ ہو۔ اسی واسطے بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ قولہ وجاء المعذرون من الاعراب۔ مین معذرین سے احتمال ہو کہ عذر مین جھوٹے مراد ہون اور احتمال ہو کہ عذر مین سچے مراد ہون اور بر تقدیر دوم قولہ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ دوسرے دیہاتیون کے حق مین ہوگا جو منافق تھے کہ عذر کرنے نہین آئے المعنی اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنھون نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کو یعنی اللہ تعالیٰ و رسول پر ایمان لانے کے دعوی ہین جو لوگ جھوٹے تھے وہ بلا عذر بیان کئے بیٹھ رہے یا منافقانہ عذر کرتے تھے وہ درحقیقت دعوے ایمان مین جھوٹے

ہونے سے جہاد کو نہ نکلے۔ بالجملہ پہلے حق عزوجل نے شہر مدینہ کے منافقوں کا حال بیان کیا پھر دیہاتی جھوٹے وسچے لوگوں کا حال ذکر فرمایا پھر اُنکا
عذاب بقولہ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ اور عنقریب پہونچے گا اُن لوگوں کو جنھوں نے کفر وانکار کیا ہے یعنی ان دیہاتیوں میں
سے منکر منافق رہے مرتے دم تک یا جو سوائے انکار کے کسل وغیرہ کی وجہ سے بیٹھ نہیں رہے ہیں اُنکو عذاب الیم یعنی دکھ کی مار پاوینگے دنیا میں اسطرح کہ قتل
وخوار ہوں گے اور عاقبت میں دائمی آتش جہنم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سچے عذر والوں کو بیان کیا اور ماسوائے اُن کے جھوٹوں کی مذمت فرمائی بقولہ
تعالیٰ۔ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ الخ۔ لیس فعل ناقص جو دلالت کرتا ہے عموم نفی پر یعنی نہ تھا اور نہ ہوگا قیامت تک۔ قولہ علی الضعفاء مع معطوفات کے
ملکر خبر واقع اور قولہ حرج اُسکا اسم ہے اور قولہ اذا الخ متعلق بحرج ہے نہ لیس۔ اور باقی ترکیب کلام آگے مذکور ہوگی اور کلام یہاں سے دور تک باہم
متصل ہے ہاں بیچ میں بحکم بلاغت کاملہ بعض جمل معترضہ وارد ہیں۔ جب یہ تنبیہ ہو چکی تو اب جاننا چاہیئے کہ ضعفاء جمع ضعیف جیسے بہت بوڑھا آدمی
جو آمد و رفت وقتال کی طاقت نہیں رکھتا اور اُمید ہے کہ لڑکے وعورتیں بھی گناہ دفع ہونے کے حکم میں ضعفاء کے تحت میں داخل ہوں لیکن مرد ضعیف
جبکہ نیت کا سچا مومن ہے تو وہ باوجود فعل جہاد نہ کرنے کے ثواب وفضل الٰہی سے حصہ پاویگا چنانچہ آگے تحقیق آویگی انشاء اللہ تعالیٰ بخلاف عورتوں کے
کہ شے صلاحیت ہی نہیں رکھتی ہیں وَلَا عَلَى الْمَرْضَى جمع مریض خواہ مرض قابل دفع ہو جیسے بخار وغیرہ کا بیمار یا نہیں جیسے اپاہج وغیرہ اور ممکن ہے کہ اپاہج
قسم اول میں داخل ہو۔ یعنی نہیں ہے کچھ ضعیفوں پر اور نہ بیماروں پر وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ۔ اور نہ اُن تندرست لوگوں پر جو وہ
چیز نہیں پاتے جسکو راہ جہاد وسامان میں خرچ کریں حَرَجٌ کچھ حرج یعنی جو بندہ کہ ضعیف ہے یا بیمار ہے یا اُسکو نفقہ جہاد نہیں ملتا ہے تو اُن میں سے کسی پر
جہاد کیلئے نہ نکلنے میں کچھ حرج نہیں ہے یعنی کچھ گناہ نہیں ہے۔ ہر سہ اقسام میں سے ہر ایک پر نفی مستقل فرمائی تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ معذور وہی ہوگا جسمیں یہ سب
عذر جمع ہوں اور تاکہ سب کا مساوی معذور ہونا ظاہر ہو اور حرج کے نکرہ ہونے کا فائدہ یہ کہ کچھ بھی حرج نہیں لیکن اُسکے ساتھ ایک شرط فرمائی
بقولہ۔ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ یعنی کچھ حرج نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ و اُسکے رسول کیلئے ایام قعود میں ناصح بنیں یعنی خیر خواہ بندے سے خیر خواہی کا
کام انجام دیں باین طور کہ جیسے خیر خواہ غلام اپنے آقا کے سامنے و پیٹھ پیچھے نیکی چاہتا رہتا ہے ویسے ہی یہ لوگ بھی آدمیوں کو ایمان وطاعت وغیرہ
کی نصیحت کرتے رہیں اور پوشیدہ وظاہر یکساں رہیں یا یہ معنی کہ قول وفعل سے جس طرح اُن سے ممکن ہو ایسی بات کریں جسکا نفع اسلام ومسلمین
کی طرف عاید ہو۔ پس ظاہر ہوا کہ بوڑھا اگر لڑائی میں کوئی تدبیر جانے اور زبان سے نہ بتلاوے تو اُسنے نصح کو ترک کیا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان لوگوں
سے گناہ دور کیا گیا ہے اور ان کو ممانعت نہیں چنانچہ جو معذور اُن میں سے بدون حرج و تنگی شرعی کے خود نکلے تو ثواب جزیل پاویگا۔ مَا عَلَى
الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ۔ لے ما علیہم من سبیل۔ ان لوگوں پر کوئی راہ نہیں یعنی گناہ کے بار ڈالنے کو اُن پر کوئی راہ نہیں اور نہ اُن کے عتاب
کیئے جانے کی کوئی راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اگرچہ قادر مختار ہے جسکو چاہے عتاب کرے اور جسکو چاہے مجرم فرمادے سب اُسی کی ملک مخلوق ہیں لیکن
یہ کمال تفضل و احسان کا بیان ہے کہ ان بندوں کو ضعف بیماری وغیرہ کے دکھ دے اور شے صابر ہیں تو اُسکے شکر میں اُنکو اپنے فضل سے کمال مطمئن
فرمایا اور یہ دو طرح سے ایک یہ کہ کوئی راہ اُنپر نہیں رکھی اور دوم یہ کہ بجائے ضمیر کے محسنین فرمایا یعنی بجائے ما علیہم کے ما علی المحسنین فرماکر شرف وفضل سے سرفراز
کیا کہ انکو خواہی نخواہی بقدر وسعت طاعت کے ایسے ہی بندگان محسنین میں شامل ہیں اور یہ محض فضل الٰہی ہے کہ حرج کو اُنسے دور کیا اور نہ بندہ ہر وقت اپنے معبود عزوجل کی بندگی
ہی کیواسطے ہے لہذا فرمایا۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے یعنی ان معذور بندوں کیواسطے غفور رحیم ہے یا یہ معنی کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں پر مغفرت ورحمت
فرماتا ہے جو خطاوار ہو جاویں تو ان بندوں معذوروں کو خیال کرو جنکو محسنین فرمایا کہ اُن پر کیسی عظیم مغفرت ورحمت فرماویگا حاصل معنی یہ کہ جہاد کیلئے نہ جانے میں معذور
بندوں پر مانند ضعیف و بیمار لنجے اپاہج وغیرہ کے اور بیچارے محتاج بندوں کے کچھ گناہ نہیں ہے۔ وَلَا عَلَى الَّذِينَ اور نہ اُن بندوں پر کہ جن کے ساتھ یوں

معاملہ پیش آیا کہ اِذَا مَآ اَتَوْكَ جب تیرے پاس آئے لِتَحْمِلَهُمْ تاکہ تو اُن کو سوار کر دے یعنی اُن کے واسطے سواری کا سامان کر دے۔ قُلْتَ
لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ درحالیکہ تو نے کہا کہ میں ایسی چیز نہیں پاتا کہ جس پر تم کو سوار کر دوں تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ
تو پھرے اس حال میں کہ اُنکی آنکھیں بہتی تھیں آنسوؤں سے حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۔ اس غم سے کہ اتنا نہیں پاتے وہ لوگ جو راہ
جہاد میں خرچ کریں واضح ہو کہ قولہ اذا ما اتوک میں ما زائدہ برائے تاکید اور جملہ شرط ہے تولوا کی اور قلت لا اجد حال از ضمیر کاف اتوک ہے باضمار
حرف قد یعنی قد قلت لہم ای لا اجد الخ پس الذین موصول کا صلہ قولہ تولوا الخ اور قولہ واعینہم حال از فاعل تولوا ہے اور قولہ حزنا مفعول لہ تفیض کا ہے
وقولہ ان لا یجدوا منصوب بحزن بنا بر آنکہ یہ حزن کا مفعول لہ ہے یا بتقدیر کلام حزنا علی ان لا یجدوا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اعینہم تفیض فرمایا یعنی اُنکی آنکھیں بہتی تھیں حالانکہ
آنکھوں سے آنسو بہتے تھے پس تفیض الدموع من اعینہم کیوں نہیں آیا تو جواب یہ کہ اعینہم تفیض زیادہ بلیغ ہے کیونکہ مشعر ہے کہ اس کثرت سے آنسو تھے کہ گویا اُنکے
بدلے میں آنکھیں بہتی تھیں اور گویا آنکھیں سراپا آنسو ہو کر بہنے لگی تھیں۔ حاصل تمام کلام کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اصول بتلا دیا جس سے معذور و غیر معذور
ظاہر ہو گیا پس عذروں میں سے جو مقبول عذر ہیں کہ جنکے ہوتے ہوئے آدمی گنہگار نہو گا اُنمیں سے بعض لازمی ہیں جیسے بڑھاپا یا خلقی ضعف کہ اُسکے ساتھ
جہاد کی استطاعت نہووے اور بعض امراض ایسے ہیں کہ اچھے نہیں ہوتے اور استطاعت نہیں رہتی جیسے اندھا یا لنگڑا ہونا اور بعض ایسے ہیں کہ جبتک رہیں تب تک
معذور رہے جیسے شدت بخار وغیرہ اور اسی قبیل سے فقر و محتاجی ہے کہ اس سے استطاعت جاتی رہتی ہے پس جب تونگر ہو جاوے تو معذور نہ رہیگا پس ایسے لوگ معذور
ہیں اگر بیٹھ رہیں اور اس حالت میں مسلمانوں کی خیر خواہی کریں اور نصح کو مقدم رکھیں تو یہ محسنین میں داخل ہونگے اور ابو ثمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے پوچھا کہ یا حضرت ہمکو للہ ناصح بتلا دیجئے فرمایا کہ وہ شخص للہ ناصح ہے جو حق الٰہی کو لوگوں کے حقوق پر مقدم رکھے اور جب دو کام
ایک دنیا کا اور ایک آخرت کا اُسکو پیش آوے تو پہلے آخرت کا کام کرے پھر دنیا کے کام پر متوجہ ہو۔ اوزاعی رح نے کہا کہ بلال بن سعد کیساتھ لوگ استسقا کیلئے نکلے
پس بلال نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے لوگو تم اپنی طرف سے بدی کا اقرار کرتے ہو انھوں نے کہا کہ ہاں ہم سب مقر ہیں کہ ہم خطاوار ہیں پس بلال نے دعا مانگی کہ اے
پروردگار ہمارے تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ ما علی المحسنین من سبیل اور ہم سب اپنی خطاداری کا اقرار کرتے ہیں سو ہمکو بخشدے اور ہم پر رحم فرما اور ہم پر پانی
برسا دے۔ لوگوں نے بھی اُن کے ساتھ ہاتھ اُٹھائے آمین کہی پس اللہ تعالیٰ نے اُن پر پانی برسایا۔ ابن ابی حاتم نے باسناد حسن زید بن ثابت رضہ سے روایت
کی کہ میں وحی لکھا کرتا تھا پس میں سورۂ براۃ لکھتا تھا سو قلم میرے کان میں تھا کہ ہم کو قتال کا حکم دیا گیا اور آنحضرت صلعم وحی کے منتظر تھے کہ اتنے میں عبداللہ
بن ام مکتوم جو اندھے تھے حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ میں کیا کروں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لیس علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ الخ اور ابن عباس رض
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حکم عام دیدیا کہ سب لوگ میرے ساتھ تبوک کے جہاد میں چلیں پس آنحضرت صلعم کے صحابہ میں سے ایک ٹکڑا آیا جنمیں
عبداللہ بن مغفل بن مقرن المزنی بھی تھے اور مجاہد نے کہا کہ یہ سات آدمی انصاری تھے اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ سات انصار وغیرہ میں سے سالم بن عمیر
یا بن عوف اور علیہ بن زید و عبدالرحمٰن بن کعب و عمرو بن الحمام و عبداللہ بن مغفل مزنی و حرمی بن عبداللہ و عیاض بن ساریہ تھے اور بعض نے بعض کی
جگہ بعض دیگر کا نام لیا بالجملہ اُن ساتوں نے آکر درخواست کی کہ یا رسول اللہ ہم کو کسی طرح سواری عطا کر دیجئے آپ نے فرمایا کہ واللہ مجھے کوئی چیز نہیں
ملتی جسپر تمکو سوار کروں تو یہ لوگ بہت غمگین ہو کر روتے ہوئے لوٹے اور اُن پر شاق گذرا کہ جہاد سے باز رہیں اور سواری و نفقہ اُنکے پاس نہ تھا پس اللہ
عزوجل نے اُنکی حرص قبول فرما کر اُنکو معذور رکھا اور محسنین میں داخل کر لیا اور صحیحین میں آنحضرت صلعم سے مرفوع روایت ہے اسکے معنی یہ ہیں کہ اے لوگو
تم نے مدینہ میں ایسے لوگ چھوڑے ہیں کہ تم کوئی وادی نہیں طے کرتے اور کوئی راہ نہیں چلتے مگر وے تمھارے ساتھ ہیں صحابہ رض نے کہا کہ یا رسول اللہ
اور وہ ہیں بھی مدینہ میں فرمایا کہ ہاں یہ وہ لوگ ہیں جنکو عذر نے روک رکھا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مگر وے تمھارے ساتھ اجر میں شریک ہیں یعنی جو ثواب

تم کو ملتا ہی ویسا ہی انکو بھی ملتا ہی۔ اور ایک حدیث صحیح مین ثابت ہی کہ لوگون کو فرمایا کہ جو تم مین ضعفا رہین تم کو انھین کی برکت سے رزق ملتا ہی حاصل اسکا خلوص صدق نیت ہی اگرچہ کام کی استطاعت حاصل نہوا اور بعض احادیث مین ثابت ہی کہ مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہی اور صحیح حدیث مین ثابت ہی کہ جو صدق دل سے جہاد کا قصد رکھے وہ ثواب پاویگا اگرچہ اپنے بستر پر مرے فافہم اور واضح ہو کہ جن لوگون نے سواری مانگی تھی اُنکے بارہ مین ابراہیم بن ادہم وحسن بن صالح وغیرہم سے روایت ہی کہ ان لوگون نے جانور سواری نہین مانگے تھے بلکہ جوتیان چاہی تھین کیونکہ شدت طلبش سے پاؤن مین آبلہ پڑتے تھے آدمی چل نہین سکتا تھا پس انکا رونا اُن کے صدق دل کا شاہد ہی پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان سب کو معذور فرمایا اور محسنین مین داخل کیا پھر ان لوگون کو بیان کیا جو منافقانہ جھوٹے عذر کرتے تھے بقولہ تعالیٰ۔ اِنَّمَا السَّبِيْلُ حرف انما بعض کے نزدیک تاکید مبالغہ ہی اور بعض کے نزدیک حصر کیلیے ہی اور سقاقسی نے کہا کہ اسمے کوئی مانع نہین ہی کہ حصر کیواسطے ہو۔ اور سبیل سے مقصود راہ مواخذہ وعقوبت ہے۔ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَأْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَاۤءُ یعنی راہ مواخدہ وعذاب تو اُنھین لوگون پر ہی جو تجھ سے اجازت مانگتے ہین بیٹھ رہنے کی اور حال یہ کہ وے تونگر ہین یعنی سواری و زاد راہ اُنکے پاس موجود ہی اور کسی عذر واقعی سے معذور نہین ہین حاصل آنکہ تخلف کا گناہ وعذاب بغیر اعذار مذکورہ سابقہ کے پیچھے رہنے والون پر ثابت ہی پھر اللہ تعالیٰ نے بطور جملہ مستانفہ کے اُنکے بغیر عذر اجازت مانگنے و پیچھے رہنے کے سبب کے طور پر فرمایا۔ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ۔ راضی ہو بیٹھے اس بات پر کہ خوالف کے ساتھ رہین۔ خوالف جمع خالفہ یعنی عورت جو مردون کے پیچھے گھر مین رہجاتی ہی حاصل آنکہ اُنکی اجازت بے عذر مانگنے کا سبب یہ کہ تن پروری وتن آسانی کو پسند کرکے کمینہ پن پر راضی ہوکر عورتون کے ساتھ ہونا پسند کیا۔ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلون پر مہر کردی پس اپنی بدانجامی سے غافل ہوے فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ پس وہ جانتے نہین کہ اسمین کیا خرابی وبدانجامی ہی۔ واضح ہو کہ یہ آیت منافقون کے حق مین ہے کہ جو بغیر عذر شرعی اجازت مانگتے تھے اور بات یہ تھی کہ آنحضرت صلعم نے جب تبوک کے جانے مین عموماً سب مسلمانون کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور وقت پر روانہ ہوے تو جمہور مومنین اور بعض منافقین ساتھ گئے پس مومنین تو تصدیق وایمان کی راہ سے اور منافقین ظاہری ریاکاری وخوف دنیاوی سے اور راہ مین ومقام تبوک مین جو آیات دربارۂ قبائح وذمائم منافقین کے نازل ہوئین اُنکا حال مفصل اوپر گذرا اور مدینہ مین پانچ قسم کے لوگ باقی رہے ایک عورتین وبچے واُن کے مانند اور دوم وہ مومنین جنکو سواری نہین ملی اور روکر بیٹھ رہے اور سوم وہ مومنین جو باوجود تصدیق وایمان کے اتفاق سے بسبب عدم مساعدت مشیت آلہی کے جانیسے رہگئے اور اپنے حال پر افسوسناک وغمگین تھے۔ چہارم منافقین جنھون نے جھوٹے بہانے کرکے اجازت لی باوجودیکہ اُنکو سب طرح قدرت تھی پنجم وہ منافقین جو بدون عذر اور بدون اجازت کے رہ گئے اور منافقین عموماً اپنے تخلف سے خوش تھے پس تبوک مین برابر قرآن مجید ذمائم وقبائح منافقین کے بیان مین نازل ہوتا رہا یہان تک کہ بطور خبر غیب کے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ جب مدینہ پہونچوگے تو منافقین عذر کرنے آوین گے۔

الحمد للہ والمنہ کہ پارہ دسوان تمام ہوا اور گیارہوان پارہ قولہ تعالیٰ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ سے انشاء اللہ تعالیٰ شروع ہوتا ہی۔ وللہ الحمد والمنۃ اولاً وآخراً والحمد للہ رب العالمین۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰ ار
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلۂ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱ر
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲ر
کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔ عہر
چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۳ر
رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔ ۱ر

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمۂ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔ عللہ ر
شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف۔ ہیہر
تحفۃ الحج۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ عمر
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام۔ ۳ر
تبیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین۔ ار
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علیؒ۔ ۲ر
نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔ ۰ر
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۶ر
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔ عہر
مسلک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی آلہ یار خان۔ عہر
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ عہر
قدوری۔ بترجمۂ مولانا ابو القاسم۔ ۶ر
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمن جامی۔ ۱۵ ار
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳ ار
مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ ۵ر
شرح مختصر وقایہ گورسیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ عہر
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ار
رسالۂ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔ ر

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ۔ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔ ہے ر
فتح القدیر۔ حاصل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین ابن الہمام نہایت مستند و با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین آفندی کا مل چار مجلد بنائی گئی ضخیم جدید الطبع۔ للعہ ر
ہدایہ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہیں ہر چہار جلد کامل دو مجلدات میں بشرح ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات۔ للعہ ر
(۲) جلدین آخرین معاملات۔ صہ ر
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل۔
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔ للعہ ر
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔ للعہ ر
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل۔ معہ ر
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلاں خوشخط و صحیح۔ عہر
شرح وقایہ خرد۔ مع دائرۂ ہندیہ متوسط قلم۔ ۱۰ ار
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔ ہیہر
ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل میں داخل درس ہے۔ عہر
مستخلص الحقایق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ عہر
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہیں۔
(۱) جلدین اولین عبادات ہیں۔ عللہ ر
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول۔ ۱۱ ر
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر
کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ
قیمت ۱۰ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی - ۷ر
باب دانش - مؤلفہ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین
مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی - ۱۲ر
ترجمۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش - ۳ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس میں - ۳ر
آبحیات - اخلاق و موعظت میں مصنفہ
منشی کامتا پرشاد - ۳ر
کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان شریف
علم و ادب - ۲ر
پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل
مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین
بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا
روم مترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۱۲ر
چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اُردو پندنامۂ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہٗ
از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۲ر

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی
ہر چہار جلد کامل - ۵ر
تہذیب احسانی - مؤلفہ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۱۲ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۲ ۱۱ر
گلستان باتصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی
۹ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اُردو - اسپر طلبا کی آسانی کے
لئے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین - ۱۴ر
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب
اکبرآبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین
تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر
گلستان مترجم - فارسی باترجمہ اُردو - ۱۲ر
گلستان خورد - فارسی - ۵ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب
تفتہ سکندرآبادی نے اس صفائی سے گلستان
کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے
کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین
قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز
گلستان سعدی از ملا مجد الدین - ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب
گلستان و بوستان - ۹ر
بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - ۱۰ر
بوستان محشی کلان - اس مین ضروری
حواشی درج ہین - ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی
نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر
بوستان محشی خورد - ۵ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین
ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی
گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی
لکھپند بہار صاحب بہار عجم بے مثل شرح ہے - ۱۲ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین
ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - ۱۲ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین
داخل ہے - اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱۲ر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ
کاشفی - ۸ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر
بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۲ر
مجموعۂ صد پند سودمند - حضرت لقمان کے
نسخہ قابل قدر نصائح - ۲ر ۶ پائی

DUE DATE

پارہ ۱۱

یعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف حقائق ذخیرہ اسرار دقائق جسمیں تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عمادین ایمان،

الموسوم بہ

مواہب الرحمٰن تفسیر

المقترن

مع جامع البیان

مصنفہ

جبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ علیہ الرحمۃ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں بحسن خوبی چھپی

۱۹۴۱ء

اطلاع ۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہین قیمت بہت مناسب ہے اِس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے ان مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہین تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری ۔ ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدیں ۔۔ ؎

تفسیر سورۂ فاتحہ ۔ مسمّٰی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۳ ؎

تفسیر سورۂ یوسف ۔ پچہ مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵ ؎

پنجسورہ مترجم ۔ با ترجمۂ اُردو ۔ ۳ ؎

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ بستعارف سند اول پوری تفسیر خوشخط مجلد ۔ ؎

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف ۔ ؎

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی مسمّٰی بہ سواطع الالہام علم کے سرکا تاج جنی جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہر بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و بیجا ہی پایا جیسا سُنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا ۔ لیس بلا جلد ۔ مجلد ۔ ؎

احادیث اُردو

مظاہر حق ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدین ہر جامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اُسکا ترجمہ اُردو مین اس مرتبہ اسمین ترجمہ اسما الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۔ ؎

تحفۃ الاخیار ۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔ ؎

ترجمۂ جامع ترمذی حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری ۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں ۔ ؎

ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ۔ ؎

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع ۔ ؎

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف ۔ ؎

دلائل الخیرات ۔ با ترجمۂ فارسی و اسماء متبرکہ و خواص اسماء حسنےٰ معروف ۔ ۶ ؎

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرہ احادیث مؤلفۂ مولانا غلام یحییٰ ۔ ۵ ؎

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمۂ اُردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں ۔ ؎

راہ نجات ۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۔ ؎

مفتاح الجنۃ ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ ؎

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان ۔ ا ؎

ترجمۂ فتاوی عالمگیری اِس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل ۔ ؎

کشف الحاجۃ ۔ ترجمۂ اُردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۴ ؎

ہزار مسئلہ ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ۲ ؎

شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ ؎

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ط

بہانے لاوینگے تمھارے پاس جب پھر کر جاؤگے اُنکی طرف

قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ

توکہہ بہانے مت بناؤ ہم نہ مانینگے تمھاری بات ہمکو بتا چکا ہے اللہ تمھارے احوال اور ابھی دیکھیگا اللہ تمھارے کام اور اُسکا رسول پھر جاؤگے

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کے سو وہ بتا دیگا تمکو جو کر رہے تھے

مروی ہو کہ غزوہ تبوک سے تخلف کرنے والے منافقین کچھ اوپر اسّی آدمی تھے پس اللہ تعالے نے اُن کے حال سے آگاہ فرمایا کہ۔ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ تمھاری طرف اعتذار کرینگے جب تم لوٹوگے اُن کی طرف۔ اعتذار یہان باطل عذر کرنے کے معنی مین ہے ضمیر الیکم راجع بآنحضرت صلعم ومومنین ہے اور ہوسکتا ہے کہ تشریف کے واسطے فقط آنحضرت صلعم کو بصیغہ جمع یاد فرمایا ہو کیونکہ آگے فقط قل سے جواب دینے کا حکم فقط آنحضرت صلعم کو متعین ہو اگرچہ ہوسکتا ہو کہ جمیع مومنین کی طرف سے آنسرور صلعم کو حکم جواب ہو۔ يعتذرون الیکم مین اشارہ ہو کہ اُنکا اعتذار بغرض دنیاوی فقط تمھاری ہی طرف ہو نہ حضرت حق تعالے کی طرف۔ اذا رجعتم الیھم۔ فرمایا اور اذا رجعتم الی المدینۃ نہین فرمایا اس لیے کہ اہل مدینہ وغیرہم سب کو شامل ہو اور مبنی اعتذار کا ملاقات پر ہو نہ مدینہ پہونچنے پر لہذا الطریق بیان واقع کے اس قید کو ذکر فرمایا والحاصل غیب سے خبر دی کہ جب تم لوگ اے مومنو اس سفر تبوک سے واپس ہوکر اُن منافقون سے جو بغیر عذر واجازت بیٹھ رہے ہین ملوگے تو تمھاری پاسداری کے لیے تم سے اعتذار یعنے جھوٹے عذر کرینگے۔ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا حکم دیا کہ اے محمد صلعم توکہدے کہ تم اعتذار مت کرو۔ ظاہر یہ ہے کہ صریح اُنسے یہ امر کہدینے کا حکم دیا جس سے اُنکا جھوٹ ظاہر ہو اور فضیحت ہون اور احتمال ہو کہ انکے حال سے اعلام مقصود ہو کیونکہ حدیث کعب رضی اللہ عنہ مین جو انشاء اللہ تعالے آگے آویگی ظاہر ہو کہ معتذرین کے اعتذار پر آنحضرت صلعم نے چشم پوشی کی تھی پس شاید عموماً ان منافقون ودوسرون سب سے چشم پوشی فرمائی یا صاف کہکر پھر تعرض نہ کیا ہو سیاقی بالجملہ پہلے تو اعتذار کا بے فائدہ ہونا بتلایا کہ عذر مت کرو پھر اُسکا سبب فرمایا کہ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ ہم ہرگز تمھاری تصدیق نہ کرینگے یعنے اعتذار بیفائدہ مت کرو کیونکہ مقصود اعتذار سے یہ کہ تم سچے سمجھے جاوین سو ہم تمھاری تصدیق ہرگز نہ کرینگے اسکا سبب یہ ہو کہ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ہم کو اللہ تعالے نے تمھارے اخبار سے آگاہ کر دیا ہو یعنے اس غزوہ سے پیچھے رہنے مین جو تمھارے دلون کے بھید شر وفساد کے بدون کسی واقعی عذر کے تھے اُن خبرون سے ہمکو اللہ تعالے نے آگاہ کر دیا پس تمھارا عذر جھوٹ معلوم ہو پس تمھاری تصدیق ہرگز ہم نہ کرینگے۔ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ اور آیندہ دیکھیگا اللہ تعالے تمھارے اعمال کو اور اُسکا رسول یعنی اللہ تعالے نے آگاہ کر دیا ہو کہ تمھارے دلون پر نفاق کی مہر ہو تو تم کبھی نیک کام نہ کروگے چنانچہ آیندہ اللہ تعالے تمھارے اعمال کو دیکھیگا اور اُس کا رسول قولہ ورسولہ عطف ہے اسم پاک بر تر عزوجل کی طرف اور بیچ مین عملکم فاصل ہے تو اسمین تنبیہ ہے کہ مدار ثواب وعقاب اللہ تعالے کا دیکھنا ہے اور بعض نے کہا کہ یہان دیکھنا بطریق عموم مجاز ہو کیونکہ اللہ تعالے کا دیکھنا یہ کہ ثواب وقبولیت فرماوے اور رسول اللہ صلعم کا دیکھنا یہی دیکھنا ہے۔ فافہم۔ اور بیضاوی نے اشارہ کیا کہ دیکھنا آیندہ وقت کی طرف نسبت کرنے سے مراد انکے افعال کا اظہار علی العموم

ہو اور بعض نے لکھا کہ شاید اس مین انکو توبہ کی گنجایش دی ہے کہ دیکھو آیندہ تم توبہ کرکے سچے ہو جاتے ہو یا نفاق پر اصرار رکھتے ہو اور احتمال ہے کہ خبر غیب کی تصدیق دار دیا دا ایمان کے لیے مومنون کو دکھلانا منظور ہو کہ تمھارے نفاق استمراری کے مطابق تم سے اعمال جو دنیا مین صادر ہونگے وہ مومنین دیکھینگے اسطرح کہ اللہ تعالے کی تقدیر اُن مین بوجہ نفاق جاری رہیگی جیسے خبر فرمائی ہے۔ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰے عَالِمِ الْغَیْبِ وَالشَّہَادَۃِ اے الی اللہ تعالے۔ پھر تم موت طبعی سے لوٹا دیے جاؤگے طرف عالم الغیب والشہادۃ کے۔ یعنی طرف اللہ تعالے کے جو غیب وظاہر سب جانتا ہے پس یہ وہم مت کرنا کہ اللہ تعالے تمھارے اعمال دیکھکر جانیگا بلکہ وہ تمھارے دلی بھیدون کو بلکہ جہانتک تم نہین جانتے ہو سب کو خوب جانتا ہے۔ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس او تعالے عالم الغیب تم کو تمھارے اعمال سے خبردار فرماویگا تم کو دلی نفاق وکفر سے مطلع کرکے اُسی کے موافق بدلا دیگا اور معلوم ہو کہ نفاق کا بدلا جہنم کا سب سے نیچا طبقہ ہے۔

ف عرائس مین ان آیات کے رموز حقایق کو دقیق اشارات مین بیان کیا چنانچہ لکھا کہ قولہ تعالے لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی الخ۔ حاصل معنی مخصوص یہ ہین کہ ضعیفون ومریضون وفقیرون پر تخلف کرنے مین کچھ گناہ نہین ہے۔ اور بطریق اشارت اسمین حق تعالے نے اہل قرب ومحضور وعشاق ومستغرقین کی ایک قوم کو معذور فرمایا جنھون نے مجاہدہ مین جسم کو گھلا دیا اور ریاضت مین نفس کو بیمار ڈالا اور دوام ذکر وجولان فکر مین دل کو گلا دیا پس مشاہدہ لقا مین دنیا سے فانیہ سے نکل گئے پس ضعفاء وہ بندے ہین کہ بار محبت اُٹھانے سے ضعیف ہین اور مرضی جو تلخی عشق سے بیمار ہو گئے ہین اور فقراء وہ ہین جو مقام تجرید وتفرید مین دونون جہان سے خارج ہو گئے ہین پس عبودیت کی راہ سے محض فضل کے ساتھ اُن کی طرف سے عتاب کو اُٹھا لیا کیونکہ تیغ محبت سے قتل ہو کر دروازہ وصال پر گرے پڑے ہین ضعف اُن کا از راہ شوق ہے اور انکا مرض از راہ محبت ہے اور اُن کی فقیری از راہ رضا ہے یعنے قضاء الٰہی پر کمال خوشی سے راضی ہین پھر یہ لوگ اللہ تعالے کے دین اور اُسکے رسول صلعم کی سنت پر شفقت رکھتے ہین اس راہ سے انکا وصف زیادہ فرمایا بقولہ اذا نصحوا للہ ورسولہ یعنے بندگان حق عز وجل کو اللہ تعالے کی راہ اور اُسکے رسول صلعم کی سنت سکھلاتے اور تعلیم معرفت مین سعی وشفقت کرتے ہین۔ پھر کرو قہر سے انکا خلاص ہونا بیان فرمایا بقولہ تعالے ما علی المحسنین من سبیل۔ یعنے جلال وجمال کے مشاہدہ والون پر از راہ عتاب کے حجاب کو راہ نہین ہے کیونکہ حق تعالے نے ازل ہی مین انکو اپنی رحمت سے پسند کر لیا اور معرفت مین قصور انکا معاف کر دیا ہے کیونکہ تمام مخلوق اُسکی عظمت وکبریائی کی برداشت سے عاجز ہے لہذا فرمایا واللہ غفور رحیم یعنی عاجزی اُن لوگون کی اُسکی معرفت عظمت وکبریائی مین ثابت اور اُنکی تقصیر متحقق ہے پس فضل قدیم سے اُنکے قصور کو معاف کیا۔ بعض اکابر نے کہا کہ جسکو قدرت ہو اُسپر گناہ نہین۔ قاسم رح نے کہا کہ جو کوئی سب احسان اللہ تعالے ہی کی طرف سے اعتقاد کرے اُسپر کسی کو راہ نہین۔ قال الشیخ مجھے ایک نکتہ ظاہر ہوا کہ جن بندون کو احسان قدیم سے سرفراز کرکے محسن کیا اُسکے مقبول بارگاہ ہونے کو کوئی گناہ وکوئی فعل ہو تغییر نہین دے سکتا اور محسن ہونا اسکا اللہ تعالے کے احسان سے ہے کہ اسکو شہود عطا فرمایا اور شہود یہ ہے کہ اللہ تعالے کے سوائے کسی کا کچھ وزن اپنی نگاہ مین نہ دیکھے تاکہ کوئی شخص اُسپر اپنی احسان کی راہ نہ پاوے پھر ان فقیرون کے سچے ارادے کو جو اپنی جان قربان کرنے مین رکھتے ہین وصف کے ساتھ بیان فرمایا بقولہ ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملہم آہ یعنے سوائے اللہ تعالے کے کسی کو نگاہ مین نہین رکھتے حتی کہ مشاہدہ مین جو حلاوت پاتے ہین وہ بھی نگاہ مین نہین رکھتے بلکہ اللہ تعالے ہی کا مقصود ہونا انکین ثابت رہتا ہے اور قولہ لتحملہم یعنی مشاہدہ الٰہی مین تو انکو اپنے ساتھ لیجاوے کہ ہمیشہ مشاہدہ مین رہین اور کبھی طرفۃ العین دور نہ رہین پھر پوری آیت سے انکا سخت غم جو حقوق طریقت گم ہونے مین اُنپر طاری ہوا بیان فرمایا بقولہ تعالے قلت لا اجد ما احملکم علیہ۔ یعنی تمام عالم مین سوائے حق عز وجل کے کوئی ایسی چیز نہین جو قابل برداشت ہو۔ تولوا و

اعینہم تفیض من الدمع حزنا الخ- اس مین بیان ہو کہ حزن سے رونا ایسے بندون کی شان ہے جو مقام ارادت مین ہون اور جو لوگ کہ عارف کامل ہین وہ اللہ تعالےٰ کی فرحت سے روتے ہین- نصرآبادی رح نے کہا کہ قولہ لتحملہم آلخ یعنے اللہ تعالےٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونے اور اُسی پر بھروسا کرنے مین اُنکا حامل ہووے- اور نیز مخالفت کا بوجھ اُن کے سر سے دور کرے- پھر اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ عتاب فقط اُن لوگون پر ہے جو دنیا پر تکیہ کیے خوش بیٹھے ہین بقولہ تعالےٰ انما السبیل علی الذین یستاذنونک وہم اغنیاء آہ- بالجملہ یہ لوگ مخالف اہل اللہ ہین اور ہوائے نفس کے تابع ہو کر رضوان آلٰہی سے باز رہے- نصرآبادیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ندامت کو تونگرون پر لازم کر دیا کہ جنھون نے اپنے اموال واملاک پر اعتماد کر کے بے پروائی اختیار کی اور اگر حق عزوجل پر اعتماد کرتے تو تونگری سے ملامت ضرور نہین ہے پس متوکل علی اللہ تعالےٰ ہو کر لائق مدح ہوتے- واضح ہو کہ نفس کے واسطے بہت سے فریب و مکر ہین جنکو بندہ مومن بسبب صدق یقین کے اللہ تعالےٰ کے فضل سے جانتا اور اپنے آپ کو بچاتا ہے بخلاف اہل نفاق کے کہ وہ فریب نفس کی تصدیق کرتے ہین حالانکہ خفی مکر ہین پڑ کر عمداً کھلے مکر و عذر مین مبتلا ہو جاتے ہین اسی واسطے قولہ تعالےٰ یعتذرون الیکم اذا رجعتم الیہم الآیہ مین تنبیہ موجود ہو کہ منافق فریب خوردہ کے عذر پر اعتماد نہین پھر اُنکا دروغ قسم کھانا بیان فرمایا بقولہ

سَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ لَکُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ ؕ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ ؕ اِنَّہُمۡ رِجۡسٌ ۫ وَّ

اب قسمین کھاوینگے اللہ کی تمھارے پاس جب پھر کر جاؤگے ان کی طرف تا اُنسے درگذر کرو سو درگذر کرو اُن سے وہ لوگ ناپاک ہین اور

مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ۝ یَحۡلِفُوۡنَ لَکُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡہُمۡ ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡہُمۡ

اُنکا ٹھکانا دوزخ ہے بدلا اُن کی کمائی کا قسمین کھاوینگے تمھارے پاس کہ تم اُنسے راضی ہو جاؤ سو اگر تم راضی ہو گئے اُنسے

فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرۡضٰی عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ۝

تو اللہ راضی نہین بے حکم لوگون سے

سَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ لَکُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ عنقریب قسم کھاوینگے منافقین اللہ تعالےٰ کی تمھارے لیے جب تم لوٹ کر اُنکی طرف جاؤگے یعنے جب تبوک سے واپس ہو کر اُنسے ملوگے تو تم سے قسم کھاوینگے کہ ہم لوگ پیچھے رہنے مین معذور تھے- قسم کو اللہ تعالےٰ کے نام پاک سے مصرح کیا تاکہ منافقون کی بیباکی ظاہر ہو کہ اپنے خالق جل شانہ کے نام پاک کے ساتھ دروغ قسم مین ایسے بیباک ہین- قولہ لکم مین اشارت ہو کہ الیسی بزرگ قسم کو جھوٹا کھانا خالی تمھارے واسطے عمل مین لاوینگے- اوپر کی آیت مین اور اس آیت مین تکرار نہین بلکہ دونون کا سیاق الگ الگ ظاہر ہو زیادہ تطویل کی ضرورت نہین چنانچہ اس آیت کا سیاق یہ ہو کہ تمھاری خوشنودی کے واسطے قسم دروغ بنام پاک حق عزوجل کھاوینگے- لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ تاکہ تم اُنسے اعراض کرو یعنی انکو کفر کو چھوڑ کو نہین پس غایت مقصود انکو اس کبیرہ گناہ فسق سے تمھاری رضامندی تھی کہ تم اُنکو ملامت نہ کرو- فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ سو تم اُنسے مُنھ موڑ لو- اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تخلف کرنے والون مین سے کسی پر عتاب نہین فرمایا اگرچہ اُنکا جھوٹا ہونا بذریعہ وحی کے جانتے تھے پس متخلفین جاہل منافق اپنی نادانی سے آ کر جھوٹی قسمین کھا کر عذر بیان کر کے رخصت ہو لیے جاتے اور یہ نجانتے کہ وحی آلٰہی سے فضیحت ہو چکے ہین آیت مین وہ فقہ ہو جو حدیث صحیح مین ہو کہ مومن جھگڑالو بدزبان پردہ فاش کرنے والا نہین ہوتا- اور اشارہ ہو کہ حلم آلٰہی سجانا اختیار کرے کہ باوجود اُنکے دروغ قسم کے چونکہ اللہ تعالےٰ کے نام پاک کے واسطہ سے دنیاوی مقصود چاہا تھا وہ پورا کر دیا- اور آدمی کو پوشیدہ بات مین اپنی نیت کا پھل ملتا ہے اور آیت مین اشارہ مومنون کے شرف پر ہو کہ اُنکی رضامندی کے لیے اُنسے منافقون نے دروغ حلفی کی تو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اچھا تم اُن سے

منھ موڑ لو۔ اگر کہا جاوے کہ انھون نے اعراض ہی چاہا تھا بدین معنی کہ تم کو معذور رکھو کر تم سے عذر ورون کا برتاؤ رکھین اور اللہ تعالے نے بھی اعراض کا حکم دیا تو جواب یہ کہ اعراض دو طرح کا ایک اعراض صفح جیسے عالم کسی جاہل سے اعراض کرتا اور دوم اعراض مقت جیسے یہان ہے کہ انھون نے اعراض صفح چاہا اور ملا انکو اعراض مقت کیونکہ آگے فرمایا۔ اِنَّھُمْ رِجْسٌ یہ لوگ پلید ہی ہین۔ رجس یعنی پلیدی اور یہ مبالغہ ہو کہ پلید نہین بلکہ عین پلیدی ہین اس لیے کہ انکے افعال جملہ قبیح تھے یعنی دین اگرچہ نصیحت ہو اور مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا واجب ہو مگر تم کو ان منافقون سے اعراض کا حکم اس لیے دیا گیا کہ یہ بالکل نجس ہین تو انسے پاک اعمال کی امید مت رکھو کیونکہ اللہ تعالے نے انکو نجس مخلوق فرمایا وہ علیم و خبیر ہی پس نصیحت سے کہ جس سے پاک ہو کر داخل جنت ہون انھین کیا ہو ایسے پلید کا ٹھکانا جنت نہین۔ وَمَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ اور انکا ٹھکانا جہنم ہے یعنے درک اسفل جہان آگ کے صندوقون مین بند ہونگے پھر ان صندوقون کے کھلنے کی کسی طرف راہ نہو گی۔ جیسے انھون نے دنیا مین اللہ تعالے عزوجل سے کفر و انکار کیا اور اُسکے رسول صلعم سے دشمنی و اُسکے جناب مین بدزبانی کی اور مومنون سے سخت عداوت کی اور دنیا کے واسطے قبیح و بد افعال کیے پس جہنم انکا ٹھکانا ہے جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ بدلا اُن بد افعال کا جنکو دنیاوی زندگی مین کماتے تھے پس اللہ عزوجل نے ظلم کچھ نہین کیا جبکہ فرمادیا کہ دنیا پر سکون کروگے اور اعمال بد کے مرتکب ہوگے تو برخلاف مومنون نیکو کارون کے تمھارے لیے جنت نہین بلکہ دوسرا ٹھکانا جہنم ہوگا پس انھون نے خود اپنے اوپر ظلم کیا کہ حکم اوتعالے شانہ کو نہ مانا اور یہ کام کیے۔ یَحْلِفُوْنَ لَکُمْ لِتَرْضَوْا عَنْھُمْ منافق لوگ جھوٹی قسمین تمھارے واسطے اس غرض سے کھاتے ہین کہ تم اُنسے راضی ہو جاؤ حیف ہے کہ مخلوق کی رضامندی چاہتے ہین اور خالق جل سلطانہ کے نام پاک کی جھوٹی قسم کھاتے ہین۔ حدیث صحیح مین ہو کہ جس بات مین حضرت خالق عزوجل کی نافرمانی ہوتی ہو اُسمین کسی مخلوق کی تابعداری نہین ہو لہذا ان منافقون کو مخلوق کی رضامندی چاہنے سے کچھ فائدہ نہوا اور حق تعالے نے فرمایا۔ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرْضٰی عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ سو اگر تم لوگ اے مومنو ان منافقون سے راضی ہو جاؤ تو انکو کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالے راضی نہین ایسی قوم سے جو فاسق ہون۔ حاصل معنی یہ ہین کہ یہ منافق عجب احمق ہین کہ تمھاری رضامندی چاہتے ہین حالانکہ تمھاری رضامندی انکے کون کام آویگی جبکہ اللہ تعالے اُنسے راضی نہو پس سمجھدار ہوتے تو اخلاص کے ساتھ اللہ تعالے کی رضامندی چاہتے جس سے سب راضی ہو جاتے بجائے لا یرضی عنھم کے لا یرضی عن القوم الفٰسقین مین انکی تقبیح ہو کہ یہ قوم فاسق ہین۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ شاید یہ معنی ہون کہ اگر منافقون کو قابو ملجاوے کہ فریب سے کسی گروہ اہل ایمان کو اپنے حال سے ملتبس کر دین تو انکو یہ ممکن نہو گا کہ اللہ تعالے کی جناب مین تلبیس کر سکین کہ پھر انکی پردہ دری نہو اور انپر عذاب نازل نہو۔ بالجملہ آیت سے مقصود یہ کہ اعتراض و عدم التفات کا حکم دینے کے بعد منع فرمادیا کہ اُنسے راضی نہو اور اُنکے عذرون سے فریب مت کھاؤ۔ واضح ہو کہ اہل نفاق مین گاؤن دیہات کے گنوار بھی تھے پس دیہاتی منافقون کا اور مومنون کا حال بھی بیان فرمایا بقولہ تعالے۔

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا یَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ ؕ وَاللّٰہُ

گنوار سخت منکر ہین اور منافق اور اسی لائق کہ نہ سیکھین قاعدے جو نازل کیے اللہ نے اپنے رسول پر اور اللہ

عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ○ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّیَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَیْھِمْ دَآئِرَۃُ

سب جانتا ہے حکمت والا اور بعضے گنوار وہ ہین کہ ٹھہراتے ہین اپنا خرچ کرنا جرمانہ اور تاکتے ہین تم پر زمانہ کی گردشین انھین پر آوے گردش

السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ

بری | اور اللہ سب سنتا ہو جانتا | اور بعضے گنوار وہ ہین کہ ایمان لائے ہین اللہ پر | اور پچھلے دن پر | اور

عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ

اللہ سے | اور دعالینی | رسول کی | سنتا ہو وہ اُنکے حق مین نزدیکی ہے | داخل کریگا | اُنکو اللہ اپنی مہر

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

بخشنے والا | مہربان ہے

اس کلام مین اعلام ہو کہ گنوارون مین کفار و منافقین ہین اور مومنین بھی ہین پھران منافقون کا کفر ونفاق بہت سخت ہو اور وے احق ہین کہ حدود الٰہی سے واقف نہون چنانچہ ابراہیم تابعی رح سے روایت ہو کہ زید بن صوحان اعرابی آکر بیٹھا اور وے اپنے شاگردون سے حدیث کرتے تھے اور نہاوند کے جہاد مین اُنکا ہاتھ کٹ گیا تھا تو اعرابی ~~بولا~~ باتین تو بھلی معلوم ہوتی ہین ولیکن مجھے آپکے ہاتھ سے کچھ شک پڑتا ہو یعنی چوری مین نہ کاٹا گیا ہو تو حضرت زید نے کہا یہ تو بایان ہاتھ ہو اعرابی بولا کہ واللہ مجھے نہین معلوم کہ دایان کاٹا جاتا ہو یا بایان تو زید نے کہا کہ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ اعراب لعبہ جمع نہین کیونکہ عرب تو ہر ایسے شخص کو کہتے ہین جو ملک عرب مین ساکن ہو خواہ شہر کا ہو یا قصبہ کا یا گانون کا اور اعراب وہ لوگ ہین جو پرورده وگانون مین رہتے ہون۔ کما قال سیبویہ رح پس جیسے ہندی مین گنوار کا لفظ اہل شہر کو نا گوار ہو ایسے ہی اعرابی ہو بالجملہ جو شخص کہ گانون مین بسے اور بدو ہو وہ اعرابی ہو کہ درحقیقت پانی وگھاس جہان جہان ملتی ہو وہین اپنے ڈیرے لیے پھرتے ہین کہین قیام نہین اگرچہ بعضے کسی پرورده مین رہ پڑین اور عربی وہ ہین جو قصبہ وشہرون مین بستے ہون لہذا مہاجرین وانصار کو اعراب نہین کہہ سکتے ہین بعض نے کہا کہ اولاد اسمعیل علیہ السلام نے عرب مین نشو ونما پایا تو عربی ہوے پھر یا خذ فنا کرکے عرب کہلائے یہان تک کہ جو انکے ملک مین رہکر اُنکی زبان بولے وہ عرب کہلاتا ہو اور بعض نے کہا کہ عرب نام اس لیے ہوا کہ اُنکی زبان اُنکے ضمائر کی معرب یعنی صاف صاف اچھی تمام مظہر ہے کیونکہ زبان عرب مین جو بلاغت وفصاحت ہے اور کسی زبان مین نہین ہو۔ واللہ اعلم آیت کریمہ مین اعراب سے مراد وہی لوگ ہین جو بدو یعنی دیہات کے گنوار ہین تو اُنکو فرمایا کہ اعراب اشد ہین از راہ کفر ونفاق کے یعنی اُنکا کفر ونفاق زیادہ سخت وشدید ہوتا ہو واجدر ان لایعلموا آہ اور زیادہ سزاوار ہین کہ نہ جانین حدود اُس چیز کے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا یعنی قرآن مجید وسنت مطہرہ کے حدود اور شرائع سے واقف نہون۔ کیونکہ گانون مین جتنے رہتے ہین اور اہل علم سے ملتے نہین اور کتاب وسنت کو سنتے نہین پس نادانی سے اُنکا کفر ونفاق بھی سخت ہوتا ہو یہین سے بعض نے کہا ؎ وہ مرد وہ مرد را احمق کند ؛ عقل را بے نور وبے رونق کند ؛ یعنی گنوار پنجا آدمی کو احمق وبے عقل کر دیتا ہو۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہو اُسنے اپنے علم وحکمت سے گنوارون کو گنوار کیا۔ واضح ہو کہ حیثیت اعراب کی بمنزلہ صفت جنس ہو جیسے کہا جاتا ہو کہ عورت کی ذات مکارہ ہو حالانکہ بعض عورتین اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین بڑے مرتبہ والی ہین لہذا اعراب کی تقسیم فرمائی بقولہ۔ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا اے یتخذ ماینفق فی سبیل اللہ غرامۃ وخسرانا۔ اور اعراب مین سے بعض وہ ہو کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرتا ہو اُسکو ڈانڈ دینا جانتا ہو کیونکہ دار آخرت وثواب کا یقین نہین رکھتا تو خوف قتل وغیرہ سے

جو کچھ دیتا ہو وہ اسکے نزدیک گویا ڈانڈ و برباد ہو۔ مروی ہو کہ نزول آیت کے وقت ایسے گنوار بنو اسد و غطفان تھے۔ اور یہ امر بھی اُنکی جہالت پر متفرع ہو کہ جفا و غلظت قلب سے اس انتظام عجیب دنیاوی کو امتحان گاہ اور اُسکے بعد جزا و سزا کو باوجود دلائل قدرت الٰہیہ کے نہین سمجھتا بلکہ مطمح نظر اُسکا یہی دنیاے فانیہ ہو پس جو کچھ اس کو صدقات راہ الٰہی مین بخوف اسلام دینے پڑتے ہین اُنکو ڈانڈ و برباد سمجھتا ہو۔ وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ دوائر جمع دائرہ وہ حالت کہ نعمت سے بدلکر سختی و بلیت پر ہوجاوے گویا امر شر مین مستعمل ہے جیسے لفظ گردش۔ تربص یعنی انتظار لینا اور ایسا گنوار انتظار کرتا ہو تمھارے حق مین گردش زمانہ کا یعنی زمانہ پلٹے اور تم مغلوب ہو تو وہ چھوٹ جاوے۔ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ انھین پر بُری گردش رہے۔ یہ اُنکی بدخواہی کے انتہا اُنپر اہل ایمان کی طرف سے خود اللہ تعالیٰ عز و جل نے بددعا فرمائی۔ یہ بھی مومنون کے لیے تشریف ہو اور چونکہ مومنون کی لاعلمی مین اُنکے بدخواہ تھے باوجود خیر خواہی اہل ایمان کے تو ان کی طرف سے بددعا فرمانے مین اشعار ہے کہ گنوارون کی ناحق بدخواہی کے عوض مومنون کے بددعا کرنے سے پہلے قبول فرمائی گئی اور یہ امر معلوم ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے وہ واقع ہو تو یہ بددعا بمنزلہ اخبار غضب الٰہی کے ہے کیونکہ قبول سے واقع ہوگئی۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ کلام بددعا نہو جو از قسم جملہ انشائیہ ہو بلکہ جملہ خبریہ ہو پس مومنون کو بھی آگاہ کردیا کہ گردش بد انھین گنوارون ہی پر ہے اور ظاہر کلام شیخ سیوطی رح سے بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہین کہ جملہ خبریہ ہو کیونکہ لکھا۔ السوء بالضم والفتح اے یدور العذاب والهلاك عليهم لا عليكم۔ سوء بضم سین دونون قرائۃ ابو عمرو و ابن کثیر رح اور بالفتح قرائت باقی قرا رحمہم اللہ تعالیٰ اور معنی تفسیری یہ کہ عذاب و ہلاک کی گردش انھین گنوارون پر ہوگی تم پر نہوگی۔ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ اور اللہ تعالیٰ نے بندون کی باتون کو جو زبان سے کہین سنتا ہو جو دل مین رکھین جانتا ہے یا جو افعال کرین وہ جانتا ہے پس ہر ایک کے لیے اُسکے فعل عمدی کو موافق اُسکی نیت کے بدلا فرماتا ہے۔ اب دوسری قسم اعراب کا بیان فرمایا بقوله۔ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ اور اعراب مین بعض وہ ہو کہ یقین لاتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز آخر یعنی قیامت پر جسمین دنیا کے اعمال نیک و بد کا ہر ایک بدلا پاوے گا لہذا فرمایا۔ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبَاتٍ عِنْدَ اللّٰهِ اے تقربة عند الله وَصَلَوَاتِ ووسیلۃ الی صلوات الرَّسُولِ ای دعوات الرسول لهم۔ اور لیتا ہو یعنی سمجھتا و یقین کرتا ہے اس چیز کو جو اللہ تعالیٰ کی راہ مین خرچ کرتا ہے تقرب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور وسیلہ طرف حاصل ہونے دعاؤن رسول اللہ صلعم کے یعنی اپنے صدقات و خیرات کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک تقرب جانتا اور رسول اللہ صلعم کی دعائین حاصل ہونے کا وسیلہ سمجھتا ہو۔ چنانچہ عبداللہ بن ابی اوفی رض کہتے ہین کہ میرا باپ اپنی قوم کے صدقات لایا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ میرے لیے دعا فرماوین تو آپ نے فرمایا کہ اللھم صل علی آل ابی اوفی۔ علما رح نے کہا کہ صلوات کی لفظ سے دعا کرنا مخصوص بشان پاک آنحضرت صلعم ہو اور دوسرے کو اس لفظ سے اختیار نہین لیکن سنت ہو کہ جو شخص صدقات لینے پر مقرر ہو وہ جس صدقہ دینے والے سے وصول کرے تو اُسکو دعا دیدے۔ حاصل آنکہ اعراب مین ہر فرد بشر کافر و منافق نہین بلکہ بعض اُنمین سے سچے مومن ہین کہ ایمان صحیح رکھتے اور جو کچھ صدقہ دیتے اُسمین قربت الٰہی کی امید و صلوات الرسول صلعم کی تمنا رکھتے ہین پس اعراب مین جنسے یہ بات ہو انکو ثواب بھی بہت زیادہ ہو جیسے اس زمانہ مین بعد زمانہ وفات سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جو صدق نیت سے عامل خیر مین انکو تھوڑے عمل نیک مین بہت بڑا ثواب ملتا ہو جیسا کہ حدیث صحیح سے یہ مضمون ثابت ہو اور دیکھو آیت مین اللہ عز و جل نے ان اعراب کے واسطے فرمایا۔ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ آگاہ ہو کہ یہ انفاق اُنکے لیے قربت ہو یعنی اس سے اُنکو تقرب حاصل ہوا۔ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِي رَحْمَتِهِ ضرور انکو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت یعنی جنت مین داخل فرماویگا۔ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ البتہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم۔ اس کلام مین اللہ تعالیٰ نے کمال فضل ظاہر فرمایا کہ

اول حرف تنبیہ۔ آلا۔ سے دوم حرف اِنّ تحقیقیہ سے۔ سوم جملہ اسمیہ وتصریح لفظ قربت سے آور چہارم سیدخلہم کے حرف سین سے جو تحقیق پر دلالت کرتا ہے آور پنجم وعدۂ ادخال رحمت کی تخصیص سے۔ ششم تذئیل بقولہ ان اللہ غفور آلخ سے کلام کو تاکید فرمایا۔ زہے نصیبہ بندون کے جو اس نعمت سے سرفراز ہین روایت ہے کہ یہ لوگ مانند جُہَینہ ومُزَینہ وغیرہ کے ہین۔ واضح ہو کہ یہ لوگ ان اعراب مین سے بفضل ممتاز تھے پس اُنپر قیاس نہ کرنا چاہیے اور سیاق کلام مشعر ہے کہ علما واہل علم واہل صلاح وتقوی واہل عقل سے جنکو دین کی سمجھ حاصل دور رہنا امر مکروہ ہے کیونکہ سمجھ موٹی وبھدی اور قلب سخت وغلیظ ہو جاتا ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو جب اُس اعرابی نے ہدیہ بھیجا آپ نے کئی گونہ بھیجکر تب اُسکو راضی کیا تو فرمایا تھا کہ مین نے قصد کیا کہ کسی شخص کا ہدیہ قبول نہ کرون سوائے قریشی یا ثقفی یا انصاری یا د کے بات یہ تھی کہ یہ لوگ ہمیشہ سے مکہ وطائف ومدینہ ویمن وغیرہ شہرون ہی کے رہنے والے ہین پس رقیق القلب وسلیم الطبع سمجھدار ہا ابن عباس رضہ نے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من سکن البادیۃ جفا آلخ۔ یعنے جو شخص کہ بادیہ مین بسا وہ جافی القلب یعنی د موٹا وسخت ہو جاتا ہے اور جو شکار کے پیچھے ہوا وہ غافل ہو جاتا ہے اور جو سلطان پاس گیا وہ فتنہ مین پڑجاتا ہے۔ رواہ البیہقی والنسا ابو داؤد واحمد والترمذی وقال حسن غریب۔ ابوہریرہ رضہ نے مرفوع روایت کی کہ جو بدوی ہوا وہ جافی ہوا اور جسنے شکار کا پیچھا کیا وہ ہوا اور جو دربار سلطانی مین گیا وہ فتنہ مین پڑا۔ اور جس کسی نے آپ سے سلطان کا قرب بڑھایا وہ اللہ تعالے سے دور ہوتا گیا۔ رواہ ا وابوداؤد۔ معنی قولہ جو دربار سلطانی مین گیا آہ یعنی دنیا کی طرف راغب ہو کر دین کی طرف سے فتنہ مین پڑجاتا ہے۔ اور قولہ جس کسی نے سلطان جو صاحب سلطنت وحکومت ہے جب اس سے تقرب بڑھایا تو جتنا تقرب ودنیا کی چاہ بڑھتی جائیگی اُسیقدر اللہ تعالے سے دو جائیگا سچ فرمایا حضرت صلعم نے اور یہ خبر غیب ہے اگرچہ عرب کے لوگ سلطان اور اُسکی شان وشوکت دنیاوی اور اُسکے یہان کی درونگوئی وبیہودگی سے واقف نہ تھے پھر آخر جب زمانہ خلافت نبوت ختم ہو گیا اور اسلام مین سلطان ہونے لگے تو اُسکو تجربہ کے موافق پایا اور کیون نہیں کلام نبوت بوحی آلہی سبحانہ وتعالے ہے ف فی العرائس قولہ ومن الاعراب من یتخذ ما ینفق مغرما الآیۃ۔ یہ حال اُن دنیاداروں کا ہے جنھون نے معر نہ پائی کہ جان فدا کرنا حقیر سمجھتے تو مال کیا چیز ہے بقول کسے ؎ زنہار از آب شمشیرت کہ شیران را از ان ٭ تشنہ لب گشتی وگردن را در آب انداخ پس دنیاداروں کا یہ حال ہے کہ تکلف کے ساتھ دکھلانے سنانے ناموری کے لیے خرچ کرتے پھر اُسکو بھی ڈانڈ سمجھتے ہین یعنے ناموری کے اس راہ مین جسمین کچھ لہو ولعب نہین مجبوری اُٹھاتے ہین ورنہ شہوات نفسانی مین ناموری کے لیے خرچ کرتے کہ اُسمین جس حظ نفس کو چاہتے وہ آنکھون کے سامنے ہے بخلاف اس صورت کے کہ اُنکو معرفت نہین کہ اس خرچ مین کیا طلب کرتے ہین اور اگر مطلوب کو جانتے تو انپر جان فدا کر بھی آسان ہوتا بعض نے کہا کہ جو شخص مال ومتاع وغیرہ کسی چیز مین اپنی ملکیت دیکھتا ہے اُسکو یہ چیز خرچ کرنا ڈانڈ معلوم ہوتا ہے اسی منافقین کو جہاد مین اپنی جان کا خوف ہوتا تھا اور جو شخص ان چیزون کو اپنے پاس عاریت سمجھتا ہے اور ملکیت اللہ تعالے خالق عالم ذوالجلال والاکر کی جانتا ہے وہی سچا ہے اور وہ جو کچھ خرچ وخیرات کرنے کی توفیق پاتا ہے تو بہت غنیمت جانتا ہے۔ یہ کلام لطیف ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اعراب مین سے ایسے بندون مستثنی کیا جنکے دلون مین نور ایمان وہدایت کی تجلی فرما کر اللہ تعالے واُسکے رسول پر ایمان کی توفیق دی پس وہ جو کچھ خیرات کی توفیق پاتے ہین اُس کو غنیمت جانتے وتقرب وصلوات کے امیدوار ہوتے ہین چنانچہ فرمایا ومن الاعراب من یومن باللہ والیوم الآخر الآیۃ۔ پس یہ لوگ اللہ تعالے کے نزدیک قربات کے امیدوار ہین یعنے پردہ کھل جاوے اور مشاہدہ مل جاوے اور وصال کی امید لگائے ہین پس اہل ایمان کا یہی حال ہے کہ لقاء آلہی کے امیدوار رہتے ہین لہذا اصحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا فمنہم من قضی نحبہ ومنہم من ینتظر یعنی منتظر ہین کہ کب موت تشریف لا دے

قولہ وصلوات الرسول یعنے اکرم الاولین والآخرین اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی دعاے شریف حاصل ہونے کے اُمیدوار ہین تاکہ اس سے اللہ تعالے کے نزدیک مزید قرب ومنزلت حاصل ہو۔ پھر حق تعالے نے اُسکو قبول فرمایا لقولہ الا انہا قربۃ لہم یعنی یہ امر اُنکے لیے وسیلہ قربت بحق تعالے باہل وسیلہ ہے۔ پہلے انکو اپنی ہستی قربان کرنے کی توفیق دی پھر اُنکا وصف فرمایا سیدخلہم اللہ فی رحمتہ ضرور عنقریب اُنکی جنت مین جو مقام رضوان ومنزلت دیدار بلا حجاب ہے جگہ پاوینگے پس کمال رحمت اُسکا مشاہدہ ہے بعض مشائخ نے کہا کہ جو کوئی قرب الٰہی چاہے تو جو کچھ فدا وقربان کرگیا اُسکو حقیر وہیچ نظر آویگا حتی کہ اپنی جان حقیر قربان کریگا اور شرماویگا پس سچے طالب کی یہی پہچان ہے اور جو ایسا نہو وہ سچا نہین اور کیونکر قرب الٰہی پاوے جو ہر دم ایسی چیز سے قرب بڑھاوے جو اللہ سبحانہ تعالے سے دور کرنے والی ہے اور وہ دنیاے فانی ہے پھر اللہ تعـ نے ایسے پاک برگزیدہ بندون کا وصف فرمایا جو سبقت کرکے مجلس اکرم۔ دنا فتدلّٰی فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ کے ذوق وصال سے بہرہ وافی لے گئے اور اُنکے پرتو انوار سے انکے اہل جوار حکم قولہٖ اولئک قوم لا یشقی جلیسہم اُنکے ادنی مجاس مین داخل ہوئے بقولہ تعالے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

اور جو لوگ قدیم ہین پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو انکے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی اُنسے اور وہ راضی اس سے

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اور رکھے ہین واسطے انکے باغ نیچے بہتی نہرین رہا کرین اُنمین ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی

جب مخلوق انسانی مین سے اہل کفر ونفاق کا مردود ہونا و اصناف منافقین شہری ودیہاتی و اُنکے افعال واطوار قبیحہ کا حال اور ایک گروہ اعراب کے مقبول ومقرب ہونے کا حال معلوم ہوگیا اور دیگر اصناف منافقین وغیرہ جنکا حال مخفی تھا بسبب اسکے کہ اخفار نفاق مین مثل باریک وسوسہ نفس وشیطانی کے جو لغاوت امر خیر ہوتا ہے بہت کوشش رکھتے تھے اور جیسے اکثر فقیر ریاکار کا حال پوشیدہ ہوتا ہے ایسے اصناف باقی ہین تو درمیان مین بسلسلہ اقرب لبعض اعراب مقبولین کے اعلی طبقۂ اہل قرب ودرجات اور ائمہ اہل منزلت و سادات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حال جن مین بالتبع صنف اہل قبول از اعراب بھی بطفیل شامل ہوجاوے بیان فرمایا بقولہ۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

قولہ السابقون الاولون۔ مبتدا۔ من تبعیضیہ یعنے مہاجرین وانصار مین سے جو سابقین اولین ہین اور بعض نے کہا کہ من بیانیہ ہے یعنے سابقین اولین وہ جملہ مہاجرین وانصار ہین اور شاذ قراءۃ مین والانصار بالرفع ہے معطوف بر قولہ السابقون پس من المہاجرین۔ مین من تبعیضیہ ہے یعنے مہاجرین مین سے سابقین اولین اور جملہ انصار۔ قولہ والذین اتبعوہم عطف بر مبتدا یعنے السابقون۔ اور قولہ باحسان متعلق بفعل۔ اتبعوہم یعنے اتباع باحسان کی۔ یعنے محسنین ہونے کے ساتھ متبع ہوے اور بعض علماء و تابعین نے کہا کہ نیک کامون مین جو عموماً نیک نظر آتے ہین اتباع کی اور جن کامون کا بھید پوشیدہ ہے کہ عوام کو وہ بظاہر نیک نہین کھلتے اُن مین اتباع لازم نہین کی پس باحسان کا تعلق اتبعوہم سے تعیین کرتا ہے کہ اتباع باحسان کی شرط واسطے ثبوت خیر یعنے رضوان الٰہی کے فقط والذین اتبعوہم کے ساتھ ہے اسیواسطے شیخ تابعی محمد بن کعب نے استدلال کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سب کو بلا شرط اللہ تعالے نے بکمال رحمت بخش دیا بلکہ سب پر اپنا رضوان نازل فرمایا۔ قولہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ خبر مبتدا ہے یعنے سابقین اولین سے مطلقاً اور اُنکے تابعین سے بشرطیکہ متبعیت باحسان ہو اللہ تعالے راضی ہوا اور وے سب اللہ تعالے سے راضی ہوئے۔ واضح ہو کہ

محمد بن کعب کی استدلال سے معلوم ہوا کہ قولہ من المهاجرین والانصار مین من بیانیہ ہے یعنے جملہ صحابہ مہاجرین والانصار مراد ہین پس
والذین اتبعوہم سے بعد صحابہ کے جو لوگ قیامت تک ہون وہ داخل ہین اور اس مین اتفاق ہے کہ والذین اتبعوہم سے اصطلاحی تابعی
فقط مراد نہین یعنے فقط وہی لوگ جنکو اصطلاح مین تابعین کہتے ہین یعنے ہر وہ مومن جس نے کسی صحابی کو دیکھا ہو اور آنحضرت صلعم کو
نہ دیکھا ہو پس یہی مقصود نہین ہان تابعین رحمہم اللہ اس تقدیر پر والذین اتبعوہم مین داخل ہین اگرچہ حدیث صحیح مین یہ آیا ہے کہ میری اُمت
مثل باران رحمت کے ہے کہ کوئی جانتا نہین کہ آول بہتر ہے یا اخیر۔ اور یہ بھی ثابت ہو کہ تم لوگون پر جو وقت آتا جائیگا وہ اگلے وقت
سے گھٹا ہوا ہی ہوگا یہان تک کہ تمھاری وفات ہو جاوے۔ ولیکن بدلائل قطعیہ بمانند قولہ تعالےٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ وصحاح
احادیث کے اہل ایمان نے اجماع کیا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام امت مابعد سے افضل واکرم ہین جیسا کہ آخر مین انشاء اللہ تعالےٰ
یہ مسئلہ مذکور ہوگا۔ اب تفسیر معلوم کرو کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ شیخ سیوطی رح
نے لکھا کہ مراد انسے وہ صحابہ ہین جو بدر کے جہاد مین شریک تھے یا مراد سب صحابہ ہین جنکو چھوڑ کر آنحضرت صلعم نے انتقال فرمایا وَالَّذِيْنَ
اتَّبَعُوْهُمْ اور وہ لوگ جنھون نے سابقین اولین کی اتباع کی۔ قال الشیخ یعنے قیامت تک جو اتباع کرین۔ بِاِحْسَانٍ فی العمل
یعنے نیک کام کرنے مین۔ اولی یہ کہ باحسان فی الفعل کہا جاوے تاکہ قول وعمل وغیرہ ہر نیکی کو شامل رہے۔ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اللہ تعالےٰ
ان سب سے راضی ہوا یعنی اُنکی اطاعت کرنے سے راضی ہوا یعنے اُنکو ثواب جمیل وفضل کبیر دیا۔ وَرَضُوْا عَنْهُ اور یہ سب کے سب
اللہ تعالےٰ سے راضی ہوے یعنی ثواب الٰہی سے نہایت خوش ہوگئے۔ مترجم کہتا ہے کہ واضح کرکے اس مقام کا بیان اسطرح ہو
کہ اگر مِن تبعیضیہ ہے تو سابقین اولین سے آخر وقت تک کے جملہ صحابہ مین سے وہ جماعت مراد ہین جو سابق اول ہین مہاجرین مین
سے بھی اور انصار مین سے بھی۔ اور اُنکے واسطے عمل باحسان وغیرہ کی کوئی قید نہین لگائی پس معلوم ہوگیا کہ اُنکے جملہ افعال داخل ثواب
ہین اور یہ بفضل الٰہی ہو پس اُنکے سوائے جو باقی صحابہ رہے وہ قولہ والذین اتبعوہم باحسان مین داخل ہین اور چونکہ لفظ عام ہے لہذا
بعد زمانہ صحابہ کے قیامت تک والے اہل ایمان اُنکے طفیل مین اس نعمت عظمی سے سرفراز ہین مگر اس شرط سے کہ اتباع باحسان ونیکوکاری
ہو۔ پس معنی یہ ہوے کہ صحابہ مین سے سابقین اولین کے گروہ نے اور باقی صحابہ وقیامت تک والے مومن جنھون نے سابقین کی اتباع
باحسان کی ہو سب سے اللہ تعالےٰ راضی ہوا اور یہ سب بندے اپنے اللہ تعالےٰ سے راضی ہوے۔ اب بیان معرفت سابقین اولین باقی رہا
سعید بن المسیب وغیرہم نے فرمایا کہ سابقین اولین وے صحابہ ہین جنھون نے وہ زمانہ بھی پایا جب کہ آنحضرت صلعم بحکم الٰہی بجانب بیت المقدس نماز
پڑھتے تھے۔ یہ ابتداء ورود مدینہ منورہ کا زمانہ تھا پھر قریب ڈیڑھ برس بعد ہجرت کے قبلہ بجانب کعبہ معظم تحویل فرمایا شعبی رح نے کہا کہ جس وقت تک
بیعۃ الرضوان واقع ہوئی یعنے مقام حدیبیہ مین ہجرت کے چھٹے سال تک والے صحابہ ہین اور عطاء بن یسار نے فرمایا کہ جو صحابہ جنگ بدر مین تھے وے
سابقین ہین۔ جنگ بدر ہجرت کے دوسرے سال واقع ہوئی بعض علماء نے کہا کہ ان اقوال مین اختلاف رفع کرنا ممکن ہو باین طور کہ انتہاء
سابقین اولین کی بیعۃ الرضوان کے وقت تک تھی۔ ولیکن مفسر رح نے من تبعیضیہ کی صورت مین فقط یہی قول لیا کہ وے اہل بدر ہین پس معروف
اطلاق اہل بدر کا صرف انھین تین سو تیرہ صحابہ پر ہے جو واقعہ بدر مین حاضر تھے اور اُنکے فضائل صحاح احادیث مین بہت ہین ولیکن اسوقت مدینہ
مین اور بہت سے صحابہ موجود تھے جنکو آنحضرت صلعم نے ساتھ جانے کا حکم نہین دیا تھا بوجہ اسکے کہ لڑائی کا قصد نہ تھا پس بیان سابقیت واولیت
جسمین مفہوم زمانہ شامل ہو اُسکے الفاظ سے مقام اسکو مقتضی ہو کہ اہل بدر سے معنی عموم مراد ہون یعنی جو صحابہ بروقت واقعہ بدر کے موجود تھے خواہ واقعہ

جنگ مین حقیقۃً حاضر ہون یا حکماً شریک ہون پس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی شامل ہو اور اظہر قول شعبی رح ہو کہ بیعۃ الرضوان تک والے
سابقین ہین اور اگر من المہاجرین کے بعد قولہ والانصار بالرفع ہو تو سبقت باعتبار ہجرت کے ہوگی اور ہجرت سابقہ وہ ہو جو قبل صلح حدیبیہ یعنے زمانہ
بیعۃ الرضوان سے پہلے واقع ہوئی پس اُس وقت والے مہاجرین سابقین ہین اور اُس وقت تک کے نصرت والے انصار سابقین ہین پھر انکے بعد والے اُن کے
ساتھ لاحق ہین جیسا کہ قولہ والذین ہاجروا من بعد الآیۃ آخر سورہ انفال اسپر دلیل ہو اور یہ صریح مؤید قول شعبی رح ہو فافہم۔ اور علی ہذا قراءۃ متواترہ
من المہاجرین والانصار بالجر کی صورت مین بھی یہ توجیہ مستقیم ہو۔ کما لا یخفیٰ شیخ ابو منصور بغدادی نے کہا کہ ہمارے اصحاب کا اجماع ہو کہ تمام صحابہ
مین سے چارون خلفاء افضل ہین اُنکے بعد عشرہ مبشرہ بالجنۃ کے باقی چھ یعنے دس صحابہ کے لیے قطعی جنتی ہونے کا وعدہ آنحضرت صلعم کی زبان پاک سے
وارد ہوا انمین چارون خلفاء بھی ہین پس انکے بعد چھون باقی افضل ہین پھر اُنکے بعد اہل بدر پھر اہل اُحد پھر اہل بیعۃ الرضوان ہین۔ اور علی قاری رح وغیرہ
نے لکھا کہ بالاجماع آنحضرت صلعم کا دیکھنے والا مومن جسکو صحابی کہتے ہین تمام غوث و قطب وغیرہ سے جسنے آنحضرت صلعم کو نہین دیکھا پایا ہو افضل ہے۔
یہ سب تو بیان اس تقدیر پر تھا کہ من تبعیضیہ ہو اور اگر من بیانیہ ہو تو یہ معنی ہونگے کہ سابقین اولین جو جملہ صحابہ مہاجرین و انصار ہین جنکو چھوڑ کر آنحضرت صلعم
نے انتقال فرمایا اُنسے اور اُنکے اتباع باحسان کرنے والون سے جو کوئی قیامت تک ہو سب سے اللہ تعالےٰ راضی ہوا اور وے اللہ تعالےٰ سے راضی
ہوے۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالےٰ نے تو سابقین اولین کو فرمایا اور تم کہتے ہو کہ سب صحابہ مراد ہین تو جواب یہ کہ سبقت و اولیت امر اضافی ہو پس والذین
اتبعوہم۔ اپنے پچھلون سے سب صحابہ مقدم و سابق ہین۔ اور یہی محمد بن کعب کا قول ہو کہ سب صحابہ مراد ہین چنانچہ ایک شخص نے اُنسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا
حال بلحاظ اُنکے آپس کے بعض جھگڑون کے دریافت کرنا چاہا تو اسی آیت سے استدلال کر کے جواب دیا کہ اللہ تعالےٰ نے بدون قید احسان فی العمل کے
اُنکو کرامت فرما کر اکرام فرمایا پس تجھکو اُنکے حال سے بحث کرنے سے کیا مطلب ہو ہان انکے بعد والون کے حق مین یہ شرط کر دی کہ باحسان انکے متبع ہون
تو اللہ تعالےٰ کی رضا پاوینگے۔ اس شخص نے کہا کہ واللہ مین نے گویا آج تک اس آیت کو پڑھا نہ تھا یہان تک کہ مجھے محمد بن کعب سے معنی سمجھ مین آئے۔ ولیکن
واضح ہو کہ اس تقدیر پر مرجع کلام آلٰہی کا مقدر و ازلی کی طرف ہوگا کیونکہ قیامت تک کے بلکہ نزول آیت سے بعد مسلمان ہونے والے وقت نزول
کے ظاہر نہ تھے اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ یعنی وے اللہ تعالےٰ سے راضی ہوے اور اللہ تعالےٰ اُنسے راضی ہوا حالانکہ
قیامت تک والون سے جو موجود و پیدا نہین ہوے ہین یہ رضا کہان ظاہر ہوئی پس مراد یہ ہو کہ ازل مین ہر ایک امر اللہ تعالےٰ کے یہان
مقدر اور اُسکے علم مین بلا تفاوت قبل وجود کے معلوم ہو پس ازل ہی مین اُنکے واسطے برگزیدہ کرنا اور طرفین سے رضامندی متحقق ہوگئی پس یہ تشریف
بدون علت و سبب کے ہو کیونکہ افعال آلٰہی معلل باغراض نہین وہ جو چاہے کرے اور جو کرے عین حکمت ہو اور اہل سنت کا تقدیر پر اجماع ہو اور
ہو سکتا ہو کہ یون کہا جاوے کہ یہ امر فقط والذین اتبعوہم کے حال مین ہو اور اُنکے حق مین شرط احسان کی لگائی ہو پس انمین معنی شرط ملحوظ ہین اگرچہ
بحرف شرط نہو یعنی جو کوئی اتباع کرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس طرح کہ اعمال مین محسنین سے ہو تو وہ مستحق رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ہے
اور یہ نظیر احکام صوم و صلوۃ ہو کیونکہ خطاب بحرف ندا کے واسطے منادی کا حضور ضرور ہو حالانکہ یا ایہا الذین آمنوا سے جہان خطاب ہے
وہان مخصوص بحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نہین بلکہ قیامت تک جو کوئی ہو بلا فرق داخل ہو وتحقیق الکلام فی الاصول۔ اور اگر یون کہا جاوے
کہ یہ منقبت اُن حضرات کی ہے جو موجود تھے اور معنی یہ ہین کہ سابقین اولین از مہاجرین و انصار سے اور اُنکے باحسان اتباع کرنے والون سے
اللہ تعالےٰ راضی ہوا اور وے اللہ تعالےٰ سے راضی ہوے یعنی رضوان آلٰہی اُنکو حاصل ہوگیا تو یہ اُنکے واسطے کامل فضیلت ہو شیخ ابن کثیر رح
نے لکھا کہ یہ کمال فضیلت اور نہایت مراد ہے پس ہلاکی و بربادی ایسی قوم کی جو اُن بزرگون سے بغض رکھے یا بدی کرے خصوص تمام

صحابہ کے سردار بعد رسول اللہ صلعم کے اور سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پس فرقہ رافضیہ عجیب بیوقوف عقل کے اندھے اور دل کے اوندھے ہین کہ آیات مین ذرا غور نہین کرتے اور اللہ تعالے عزوجل جن بندون سے ایسی رضامندی فرما وے اُنسے یہ فرقہ رافضہ عداوت کرکے حق تعالے سے عداوت کرتے ہین نعوذ باللہ تعالے من ذلک۔ مترجم کہتا ہے کہ درحقیقت یہ فرقہ شقی ازلی ہے اور جو اُن سے محبت کرے وہ اُن کے ساتھ بسبب موالات کے جہنمی کیونکہ آیت کریمہ مین ہر ایک معنے اور ہر تقدیر پر حضرات خلفاء اربعہ وکرام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس تشریف الٰہی مین داخل ہین چنانچہ اس تقدیر پر کہ سابقین اولین سے اعلیٰ طبقہ صحابہ اور اُن کے متبعین سے مابعد کا طبقہ تا نزول آیت کریمہ مراد ہو تو بھی ان سب سے اللہ تعالے راضی ہوا اور وے اللہ تعالے سے راضی ہوے اور جب اسطرح موکد تراضی متحقق ہوگئی تو پھر اللہ تعالے کی رضا کی مخالفت کرنے والے شیطان کی رضا رچاہتے ہونگے۔ واضح ہو کہ اس تقدیر پر بھی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اور قیامت تک کے متبعین داخل ہوجاوینگے اس لیے کہ والذین اتبعوہم۔ فرمایا ہے پس مدار رضوان کا اُن حضرات سابقین کی اتباع ہے لہذا جو مومن نیکوکاری واحسان کے ساتھ مراوہ اُنکا متبع ہے اور اسمین دلیل ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتدا کرنا وسیلۂ رضوان الٰہی ہے اور حدیث مین ہے کہ میرے صحابہ ستارون کے مانند ہین جسکی تم اتباع کرو مراد کو پہونچ جاؤگے اور منجملہ ان دلائل کے جو مثبت اس امر کے ہین کہ عموماً سب مراد ہین اور تمام لوگ مابعد کے شامل ہین جیسا کہ محمد بن کعب وغیرہ کے کلام کا نتیجہ ہے یہ حدیث ہے جو ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری تمام امت سب کے واسطے ہے اور بعد رضامندی ملجانے کے پھر سخط نہین یعنی اللہ عزوجل نے رضامند ہونے کو ظاہر کردیا پھر اپنے فضل سے ناخوش نہ ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ مرد صالح تھوڑے تامل کرنے سے سمجھتا ہے کہ یہ رضوان الٰہی امر مقصود سے ہے جو اُنکو اسوقت حاصل ہوچکا اگرچہ بطریق کمال وہ رضوان فی الجنۃ ہے۔ فافہم پھر بعد رضوان کے فرمایا۔ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ابن کثیر رح کی قراءۃ مین من تحتہا الانہار ہے المعنی اور مہیا فرمائین اُن بندون کے لیے جنتین جنکے نیچے نہرین جاری ہین۔ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا درحالیکہ ہمیشگی والے ہین اس مین ہمیشہ۔ ابداً تاکید ہے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہ مجموع جو بیان ہوا یا اُن مین سے ہر ایک امر فوز عظیم ہے وقد مر تفسیر نحوا فی الآیۃ مرارا ف۔ علماء نے اتفاق کیا کہ سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا ایمان لائین۔ پھر روایات مختلف ہین کہ دوسرا کون شخص ہے پس بعض نے کہا کہ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ہین اور اکثرون کے نزدیک اُسوقت دس برس کے تھے اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ بعد خدیجہ رضہ کے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور عروہ بن الزبیر نے کہا کہ زید بن حارثہ اور شیخ اسحق بن ابراہیم کہتے تھے کہ اختلاف نہین بلکہ یہ معنی ہین کہ بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مردان آزاد مین سے ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور لڑکون مین سے علی بن ابی طالب رضہ اور موالی مین سے زید بن حارثہ رضہ پس یہ لوگ سب سے پہلے سبقت کرنے والے ہین۔ اور انصار مین سے وہ چھ آدمی ہین جو زمانۂ جاہلیت مین موسم حج مین کفار قریش سے معاہدہ کرنے گئے تھے اور آنحضرت صلعم کی دعوت اسلام کرنے پر معاہدہ وغیرہ چھوڑکر راستہ مین گھاٹی پہاڑ پر ایمان لائے اور واپس ہوکر دوسرے سال بارہ آدمی سے بیعت کی اور ایمان لائے پھر تیسرے سال ستر آدمی مشرف ہوے پس یہ لوگ انصار مین سے سب سے سابق ہین۔ پھر لوگ گروہا گروہ ایمان مین داخل ہوگئے جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر عثمان بن عفان وزبیر بن العوام اور عبدالرحمن بن عوف وسعد بن ابی وقاص وطلحہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے پھر لوگ پے در پے ایمان لاتے گئے۔ اور پہلے مذکور ہوا کہ آیت مین سابقین اولین سے کون لوگ مراد ہین اہل بدر یا بیعۃ الرضوان یا جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم علی ما مفصلا فتذکر۔ امام رازی وغیرہ نے یہان ایک قول یہ لکھا کہ ہجرت ونصرت کی راہ

سے سابقین مہاجرین و سابقین انصار مراد ہین بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے مطلقاً سابقین فرمایا اور یہ نہین کہا کہ کس امر مین سابق ہین تو لفظ مجمل رہا پس لفظ سے اجمال رفع کرنے کے واسطے ضرور ہوا کہ اُسکو پھیرا جاوے ایسی چیز کی طرف جس سے مہاجرین و انصار ہوئے ہین اور وہ ہجرت و نصرت ہی پس سبقت براہ ہجرت و سبقت براہ نصرت مراد ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے بھی سابق مین اس طرف اشارہ کیا ہے فتامل۔ اور میری توجیہ اور اس تقریر اور قول شعبی رحمہ اللہ کے اجماع سے بڑی قوت اس قول کی ہوگئی کہ اہل بیعۃ الرضوان مراد ہین فافہم واللہ اعلم۔ واضح ہو کہ قولہ والذین اتبعوہم باحسان۔ سے اہل سنت کے واسطے کمال تسکین ہی اسواسطے کہ یہی فرقہ ہے جو آنحضرت صلعم و آپکے صحابہ رضہ کی اتباع پر بدون کسی تغیر و تبدیل و اختراع و بدعات کی افترا کرتا ہی مسئلہ شیخ محمد بن الفضل بخاری رح نے کہا کہ جو کوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے یار غار ہونے سے انکار کرے وہ کافر ہے اور شیخ دہلوی و ایک جماعت علما رنے اکثر فرقہ رافضہ کے مرتد ہونے اور اُنکے ساتھ مناکحت جائز نہونے کا فتوی دیا ہے اور شک نہین کہ جو فرقہ ان لوگون مین سے جو اپنے کو شیعہ کہتے ہین قطعیات کے منکر ہین وے مرتد ہوکر دائرہ ایمان سے خارج ہوگئے مسئلہ سب الصحابہ رضی اللہ عنہم کبیرہ گناہ ہے اور بعض نے کہا کہ انکار اُن کے بندگان مرضی ہونے کا بسبب اس آیت کریمہ و دیگر آیات کے کفر و ارتداد ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لاتسبوا اصحابی الحدیث یعنی میرے صحابہ کو بدی کے ساتھ مت یاد کیجیو کیونکہ تم مین سے اگر کوئی کوہ اُحد کے برابر سونا خرچ کر ڈالے تو ان مین سے کسی کے ایک مُد برابر نہ پہونچیگا اور نہ آدھے مُد برابر۔ شراح رحمہم اللہ نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ اگر کوئی شب اور روز بلا وقفہ عبادت کرے اور خیرات کرتا رہے بلکہ جسقدر اسکے حیطہ امکان مین نہین بلکہ عادۃً اس سے محال ہی فرض کرو کہ اسقدر بجالاوے تو بھی کسی صحابی کے ایک ادنی مقدار عمل خیر کو بھی نہین پہونچیگا اور ظاہر ہی کہ انکا اخلاص و اُن کا جان و مال باوجود فقر و فاقہ کے فدا کرنا اس حال سے کہ آفتاب نبوت سے اُنکی پاک آنکھین روشن تھین اور انوار معارف سے مالامال تھے یہ کوئی کہان سے لاویگا ایک نعمت عظمی اُنکو دیدار و خدمت حضرت سرور عالمین مقصود خلق بنی آدم صلے اللہ علیہ وسلم حاصل تھی کہ وہ اب محال ہی۔ ایک روایت مین ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی کو دیکھو کہ میرے کسی صحابی کو بُرا کہتا ہی تو اُس سے کہو کہ تجھپر اللہ تعالے کی لعنت و پھٹکار ہی۔ ایک روایت مین ہی کہ فرمایا جسنے میرے کسی صحابی کو بُرا کہا تو اُسپر اللہ تعالے و ملائکہ و تمام لوگون کی لعنت ہی۔ صحیح حدیث مین ہی کہ آپ نے فرمایا خیر القرون قرنی الحدیث۔ قرن بنا بر قول مشہور کے سو برس کا ہوتا ہی تو معنی یہ کہ میرے وجود کی صدی بہت بہتر ہے پھر وہ صدی جو اس سے پیچھے لگی آویگی پھر اُسکے بعد والی صدی۔ علما رنے اتفاق کیا کہ بھلائی کی تخصیص انھین تین صدی کے واسطے ہی اور آیندہ چوتھی صدی سے لیکر زمانہ امام مہدی علیہ السلام تک لوگ اخلاص و امانت مین ناقص ہونگے اور بھلے لوگ کم اور بُرے زیادہ ہون گے اور لوگ بدعتین نکالینگے جسپر اُس زمانہ والے اکثر متفق ہوجاوینگے بخلاف زمانہ صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے کہ بدعت بھی کوئی نکالتا اور تو اُسپر بھی اہل تقوی کثرت سے انکار کرکے اُسکو برباد کردیتے اگرچہ اُس قوم مین جسنے بدعت نکالی ایک داغ رہجاتا اور یہ خود حدیث شریف سے بھی ثابت ہی اور آنحضرت صلعم نے بدعت سے بچنے کی بہت تاکید فرمائی ہی منجملہ احادیث کے صحاح کی حدیث من احدث فی امرنا ہذا و فی روایۃ فی امر دیننا ہذا الحدیث یعنی جسنے ہمارے اس دین مین یعنی جو اسوقت اصل موجود تھا کوئی ایسی بات نکالی جو آئین سے نہین ہی تو وہ مردود ہی یہان سے صاف ظاہر ہوگیا کہ علما رمین سے جسنے بدعت اُسکو کہا جو بعد آنحضرت صلعم کے نکالی جاوے پھر طرح طرح کے الوان طعام کو بھی اقسام بدعت مین سے شمار کیا تو اس عالم سے سہو ہوا اللہ تعالے مغفرت کرے کیونکہ یہ تو بدعت لغوی ہوسکتا ہی اور بدعت شرعی تو وہی ہے جو دین کے امور مین

احداث ہو یعنی ثواب کا طریقہ نیا نکالا جاوے اسطرح کہ اصول شرع سے اُسکا ثبوت نہو پس جو امر نظر ثواب نہو وہ بھی بدعت نہ ہوگا حتی کہ اعراب قرآن مجید وغیرہ جبکہ مستقل طریقہ ثواب نہین تو بدعت مین کیون داخل کیے جاتے ہین ہان تعلیم قرآن مجید کا آسان طریقہ ہی سو یہ خود شرع سے ثابت ہی آیا یہ نہین دیکھتے کہ اپنے دروازے پر بیٹھکر قرآن مجید پڑھانا یا دوزانو ادب سے بیٹھکر یا کتاب مصحف سے دیکھکر پڑھانا یہ کوئی بدعت نہین ہین بلکہ طریقہ تعلیم مین شرعاً اختیار ہی اس لیے کہ تعلیم کا حکم دیا بدون تخصیص کسی وضع خاص کے تو باشارت یا باقتضا ثابت ہو گیا کہ طرق مذکورہ جائز ہین اور چونکہ بے ادبی کرنا مطلقاً وخصوص کلام مجید سے حرام وممنوع ہی پس طریقہ خلاف ادب علیحدہ بخصوص سے منکر وممنوع ثابت ہی اب ایک بات یاد رکھو کہ علما کا اجماع ہی کہ افعال ثواب کی ہیأت امر توقیفی ہی مثلاً قرارۃ قرآن وغیرہ جو نماز مین ہی وہ جبھی نماز واقع ہوگی کہ جب اسی ہیأت سے ہو جو شارع نے بیان فرمائی ہی جیسے اعداد رکعات کہ فجر کی دو رکعات اور عصر کی چار ومغرب کی تین رکعات ہین انہین بھی قیاس کو کچھ دخل نہین بلکہ امر توقیفی ہی واقف کرا دینے سے ہم واقف ہو گئے ورنہ جاہل رہتے کیا نہین دیکھتے کہ جس دن عید کا چاند ہوگا اُس دن تک روزہ فرض متحتم ہی اور اسکے دوسرے روز عید کے دن حرام پھر بھلا قیاس کو یہان کیا مجال ہی اور دیکھو کہ دارمی وغیرہ مین مروی ہے کہ کچھ لوگ مسجد مین بیٹھے حلقہ کرکے اسطرح یاد الٰہی تعالے کرنے لگے کہ بھائیو سو مرتبہ تسبیح پڑھو پھر ایک بولا کہ بھائیو اب سو مرتبہ تحمید پڑھو تو ایک شخص نے دیکھکر عبد اللہ بن مسعود رض سے جاکر کہا وہ تشریف لائے اور اُن کو ملامت کرنے لگے اور کہا کہ ابھی اتنا زمانہ نہین ہوا کہ آنحضرت صلعم کے کھانے کے برتن ٹوٹے ہون کہ تم نے بدعتین نکالنی شروع کردین تو وہ لوگ بولے کہ یا حضرت ہم تو فقط تسبیح وتحمید کرتے ہین اس مین کیا برائی ہے تو فرمایا کہ تم وہ طریقہ پکڑو جو آنحضرت صلعم کے یارون کا ہے اور تم اپنے لیے استغفار کرتے تو تمہارے واسطے بہتر تھا غرضکہ انکو متفرق کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر مین نے انھین مجمع والون کو چند روز بعد دیکھا کہ خارجیون کے ہمراہ ہو کر مارے گئے ہین بہتر ہم اپنے برادران اسلام سے کہتا ہے کہ اللہ تعالے آپ لوگ ایسی باتون وطریقون سے پرہیز کرین جو بدعت ہین یا ان مین بدعت حسنہ وسیئہ ہونے کا اختلاف ہے اور اس اختلاف سے بچکر بحکم قولہ تعالے وأمر قومک یاخذوا باحسنہا۔ وہی طریقہ اختیار کرین کہ بالاتفاق وہ نہایت خوب ومحبوب ومسنون ہے جیسے حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر تخلیہ مین جوش خاطر ومحبت کے ساتھ درود پڑھنا کہ اُسکے فضائل سے قرآن مجید واحادیث مالامال ہین واللہ تعالے ہو الموفق للصدق والصواب صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ عین سنت تھا۔ کیا خوب اُمت مرحومہ مقبول الٰہی سبحانہ تھے کہ اُن کے حق مین فرمایا رضی اللہ عنہم اللہ تعالے اُن سے راضی ہوا ورضوا عنہ اور وے بھی اللہ تعالے اپنے معبود سے راضی ہوے پس اے لوگو تم اُن کی اقتدا کرو وہی صواب ہی اور سوا اسکے سب بدعت وضلالت وجہنم کی پکی ڈنڈی ہے۔ نعوذ باللہ تعالے من عذاب جہنم ف فی العرائس قولہ تعالے والسابقون الاولون آخر یعنے غیب سے پیدا ہو کر بحضور خالق عز وجل حاضر ہونے کے وقت ازل ہی مین شوق ومحبت سے ارواح کے ساتھ مشاہدہ کی طرف سبقت کرنے والے بندے۔ پھر جب ارواح ابدان مین آئین تو بھی برابر اسی طرف پرواز کرنے پر آمادہ رہین۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ سابقین وہ ہین کہ ازل ہی مین انکو عنایت پہونچی کہ مقبول ہو گئے ہین۔ قولہ والذین اتبعوہم باحسان یعنی سابقین کو اور اُن کے حال کرامت کو پانے والے۔ اور باحسان اتباع اس احسان سے ہی جو اُنپر بھی بفضل وکرم ازل مین واقع ہوا تھا۔ قولہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ رضائے الٰہی اصل وہ تھی کہ ازل مین اُن کو چھانٹ لیا پس کشف مشاہدہ سے یہ بندے اپنے پروردگار سے راضی ہو گئے۔ اور جعفر رح نے کہا کہ اُن کی رضامندی اس نعمت پر کہ جو اُن کو اپنے حبیب محمد صلعم کی اتباع سنت کی توفیق دی پس جان ومال فدا کر کے مومن ہوے۔ نصر آبادی رح نے کہا کہ پہلے حضرت حق عز وجل ہی کی رضا تھی کہ یہ بندے راضی ہوے

یہ حال تو نہایت کمال کے ساتھ ایمان میں راسخ بندون کا ہے پھر اُن کے مخالف نہایت کمال کے ساتھ نفاق مین راسخ آدمیون کا حال بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ

اور بعضے تمہارے گرد کے گنوار منافق ہین اور بعضے مدینے والے اَڑ رہے ہین نفاق پر تو اُنکو نہین جانتا ہم کو

نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝

معلوم ہین اُنکو ہم عذاب کرینگے دو بار پھر پھیرے جاوینگے بڑے عذاب مین

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ قولہ ممن حولکم۔ خبر مقدم قولہ منافقون مبتدا۔ اور قولہ ومن اہل المدینۃ عطف ہے قولہ ممن حولکم پر گویا یون ہے کہ وممن حولکم من الاعراب ومن اہل المدینۃ منافقون۔ اور قولہ ممن حولکم اے ممن حول بلدکم یعنی تمہارے شہر کے گرد والے گنوارون مین سے منافق لوگ اور اہل مدینہ مین سے بھی۔ اور شاید اول مبتدا خبر الگ ہو اور قولہ ومن اہل المدینۃ خبر مقدم اور قوم مبتدا محذوف ہو یعنی تمہارے شہر کے گرد والے اعراب مین سے اور اہل مدینہ مین سے منافق ہین وے نفاق پر اڑ رہے ہین۔ تمرد بمعنی صفائی وخلوص یعنے نفاق پر خالص ہین جیسے سابقین اولین لوگ ایمان پر خالص ہین۔ اور تمیز مرد بمعنی مشق وعادت ہے یعنے نفاق پر نہایت مشاق ہین اُن کی عادت ہوگئی ہے حتی کہ فرمایا۔ لَا تَعْلَمُهُمْ تو اُنکو نہین جانتا ہے۔ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ہم اُنکو جانتے ہین یعنی نفاق مین کامل مشاق ایسے ہین کہ اُنکی ظاہری طاعت واخفاء نفاق باطن کی عادت سے تجھپر اُنکا حال پوشیدہ ہو گیا باوجود اسکے کہ حق تعالے نے آنحضرت صلعم کو کمال نور فراست عطا فرمایا تھا اور قولہ نحن نعلمہم سے یہ نکل آیا کہ اُنکی مشاقی اُنکو کچھ مفید نہین کیونکہ اگر اپنی مشاقی سے تجھپر اخفاء کرکے فریب دیا تو مفید نہوا اس لیے کہ ہم اُنکو خوب جانتے ہین اور اللہ تعالے ہی کے علم پر آدمی کا بدلا ہے وہی عذاب وثواب دینے والا ہے لہذا فرمایا۔ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ہم اُنکو عنقریب ضرور دو بار عذاب کرینگے علمائے تفسیر مین سے بعض نے کہا کہ اللہ تعالے دانا ہے کہ دو بار کون کون ہین اور کیا عذاب ہے اور بعض سلف سے مروی ہے کہ عذاب دنیا خواہ فضیحت ورسوائی خواہ قتل ومصیبت اور خواہ باعتبار اموال واولاد جو درحقیقت منافقون کے لیے بحکم قولہ تعالے انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا۔ عذاب ہے اور دوسرا عذاب قبر ہے یہ دونون عذاب تو عاجل وجلد ہین۔ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ إِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ پھر رد کیے جاوینگے طرف عذاب عظیم کے یعنی قیامت مین دوزخ مین ڈالے جاوینگے۔ ف قولہ وممن حولکم من الاعراب مین کون گنوار مراد ہین تو امام محی السنۃ وشیخ مفسر سیوطی وجز غیرہما نے لکھا کہ وہ قبیلہ اسلم واشجع وغفار وغیرہ ہین جو مدینہ کے گرد اترے تھے بعض نے اعتراض کیا کہ آنحضرت صلعم نے ان قبیلون کے لیے اچھی اچھی دعائین فرمائی ہین پس تفسیر مین اشکال ہوا اور مترجم جواب دیتا ہے کہ معترض کو حرف من حولکم مین من تبعیضیہ سے شاید سہو ہوا کیونکہ تفسیر کے یہ معنی ہین کہ من اسلم واشجع وغفار یعنی ان قبائل مین سے بعض بعض منافق ہین حاصل آنکہ تفسیر من حولکم کی ہے دنی البیضاوی ہو لاء کانوا نازلین حول المدینۃ پس ممن حولکم یعنی من اسلم واشجع آخرہ اب کوئی اشکال نہین ہے کما لا یخفی۔ قولہ لا تعلمہم۔ ابو البقاء عکبری رح نے لکھا کہ علم یہان متعدی بیک مفعول بھی ہوسکتا ہے اور متعدی بدو مفعول بھی ہے یعنی مفعول دوم محذوف ہو گا لا تعلمہم منافقین۔ تو اُنکو منافق نہین جانتا یہی بعض مفسرین نے بھی لکھا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک پسندیدہ تقریر نہین ہے اس لیے کہ جب علم کے معنی دل سے جان لینا ٹھہرے تو اللہ عز وجل کے فرمانے سے آنحضرت صلعم نے جان لیا کہ وہ منافق ہین لہذا معنی یہ ٹھیک ہین کہ لا تعلمہم باعیانہم یعنی مخصوص ہر ہر فرد کو نہین جانتا ہے

معانقہ

اور اس تقریر سے یہ اشکال بھی مندفع ہوا کہ نفاق کے ایسے ایسے علامات ہین کہ آنحضرت صلعم پر چھپ نہین سکتے تھے۔ اور اصل اس اشکال کی قولہ تعالے ولو نشاء لاریناکھم فلعرفتھم بسیماھم ولتعرفنھم فی لحن القول الآیۃ ہو کیونکہ اس مین مصرح ہے کہ معرفت باعیان اگرچہ عطا نہوئی مگر معرفت بلحن القول آپ کو حاصل ہوئی ہے اور یہان بھی یہی معنی مراد ہین کہ بمعین اُن کو تو نہین جانتا ہے اور یہ نہین کہا کہ علامات سے بھی نہین جانتا۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس معنی کے واسطے شاہد روایت امام احمد ہو کہ جبیر بن مطعم نے کہا کہ یا رسول اللہ وے لوگ زعم کرتے ہین کہ مکہ مین ہمارے لیے کچھ ثواب نہین تو فرمایا کہ تمھارے اجر تمھارے پاس آجاوینگے اگرچہ تم لومڑی کے بل مین ہو اور مجھے کان مجھ کا کرنے کا اشارہ کیا اور میرے کان مین فرمایا کہ میرے ساتھیون مین سے بعضے منافق ہین۔ الحاصل ضرور منافقین سے ایسے بعض قول صادر ہوجاتے ہین جنسے نفاق کی شناخت ہوجاوے۔ اور پردہ فاش کرنے سے احتراز کرنا انبیاء علیہم السلام کی شان ہے اور آنحضرت صلعم نے بھی حرملہ رضی اللہ عنہ کو اُسکے ساتھی منافقون کے پردہ فاش کرنے سے منع فرمایا۔ کما رواہ الحاکم وابن عساکر۔ قولہ تعالے سنعذبھم مرتین۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز آنحضرت صلعم خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے اور فرمایا کہ او فلانے تو نکل جا کہ تو منافق ہے اور او فلانے تو بھی نکل تو بھی منافق ہے پس مسجد مین سے چند منافقون کو فضیحت کرکے نکال دیا اتنے مین عمر رضی اللہ عنہ جو بہت دور رہتے تھے آئے اور یہ منافق لوگ نکلے جاتے تھے پس عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھکر کہ نماز ہوگئی شرم کرکے ان لوگون سے چھپے اور یہ لوگ حضرت عمر رض سے اس حال سے چھپے کہ انکی فضیحت کا حال عمر رض کو معلوم ہو پھر عمر رض مسجد مین آگئے تو دیکھا کہ ابھی نماز نہین ہوئی ہے اتنے مین ایک صحابی رض نے حضرت عمر رض سے پکار کر کہا کہ اے عمر رض مبارک ہو کہ اللہ تعالے نے آج منافقون کو رسوا کیا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ یہ پہلا عذاب ہو اور دوسرا عذاب سو وہ عذاب القبر ہو۔ اسنادہ جید۔ وفی مسند احمد عن ابن مسعود رض نحو ذلک وفیہ انہ اخرج فی الیوم ستۃ وثلثین رجلا من المنافقین۔ اور شیخ قتادہ رح وغیرہ سے مروی ہو کہ مراد عذاب الدنیا و عذاب القبر ہے اور کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ آنحضرت صلعم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے منجملہ اسرار کے بارہ منافقون کو بیان کیا اور ہم سے بیان کیا گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ جب کسی مردہ کی نسبت گمان کرتے کہ شاید یہ بھی عنہم مین سے ہو تو حذیفہ کی طرف دیکھتے پس اگر حذیفہ رض نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو نماز پڑھاتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ اور عمر رض نے حذیفہ رض سے قسم دلائی کہ تم کو قسم ہو وحارہ لا اثمر کیا کی کہ مین ان لوگون مین سے تو نہین ہون تو حذیفہ رض نے کہا کہ نہین اور مین تمھارے بعد اور کسی کو اس سے امون نہین کرونگا۔ واضح ہو کہ آیت مین جو منافقین مراد ہین ان کی شان فی الجملہ ان کے دو مرتبہ معذب ہونے سے ظاہر ہے اگرچہ عموماً ظہور نہو۔ اور بعض نے جو تفسیر مین کہا کہ عذاب اول عذاب الدنیا اور دوم عذاب الآخرۃ ہے یہ قول ٹھیک نہین کیونکہ اللہ تعالے نے عنقریب ان کو معذب کرنے کو فرمایا بقرینہ قولہ ثم یردون الی عذاب عظیم۔ پس قول البعض خلاف ظاہر سیاق ہو اور یہ جو کہا گیا کہ دوم عذاب النار بمانند دیگر کفار ہوگا پھر ان کا مستقر درک اسفل النار ہوگا تو یہ بھی نہ آنکہ بعید ہے کیونکہ اس تقریر سے سیاق تسہیل وتہوین ہوگا حالانکہ سیاق تشدید وتہویل ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

اور بعضے دیگر مانین اپنا گناہ ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد شاید اللہ معاف کرے انکو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

جب ایسے لوگون کا حال جو بسبب شک ونفاق کے غزوہ تبوک سے تخلف کرگئے تھے بیان ہوگیا تو اب ایسے متخلفین کو ذکر فرمایا جو باوجود یقین وتصدیق کے بطور گناہ وسستی وآرام طلبی کے پیچھے رہ گئے تھے۔ بقولہ۔ وَاٰخَرُوْنَ اے ومن حولکم او من اہل المدینہ او منہا قوم آخرون

یعنی مدینہ کے گرد والون یا مدینہ والون یا دونون مین سے ایک قوم دیگر ہین یعنے ایک اور فریق کے لوگ ہین کہ۔ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ
جنھون نے اپنے گناہون کا اقرار کیا یعنے پیچھے رہنے پر نادم ہوے اور منافقون کی طرح جھوٹے عذر نہین کیے۔ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا
وَّاٰخَرَ سَیِّئًا خلط کیا انھون نے دو طرح کے اعمال کو ایک عمل صالح کو اور دوسرے عمل طالح کو عمل صالح اُن کا ایمان و دیگر اعمال اسلام مثل
نماز روزہ وغیرہ ہین اور عمل سیئ یہی تخلف ہے۔ یا عمل صالح سے مراد توبہ و ندامت ہے جو بعد تخلف کے اُنپر طاری ہوئی۔ اور خلط سے
مراد مطلق اکٹھا ہوجانا اور یہ کلام نہین کہ ایک دوسرے سے دودھ پانی کی طرح ملکر خراب کرین کہ نہ دودھ رہے نہ پانی۔ اور بعض نے کہا کہ
واؤ جمع بمعنے باء الصاق بطریق استعارہ ہے اے خلطوا العمل الصالح بالسئی۔ اور واحدی رح نے کہا کہ فائدہ اس استعارہ کا یہ ہے
کہ مراد خلط سے اجتماع ہے نہ حقیقۃً خلط کرنا یا ان اشارہ ہے کہ مجتمع ہونے سے مثل مخلوط کے رونق عمل صالح کم ہوجاتی ہے۔ اور آیت
مین دلیل ہے کہ خالی اعتراف گناہ و اقرار سے توبہ متحقق نہین ہوتی جب تک کہ یہ عزم قوی نہ ہو کہ آیندہ ایسی حرکت نہوگی اگرچہ سرزد ہوجائے
بعض نے کہا کہ اعتراف مستعمل بمعنے ندامت ہے جیسے اردو مین نوکر کی سفارش مین آقا سے کہتے ہین کہ معاف کیجیے وہ اپنے قصور کا معترف ہے
یعنے نادم ہے کہ اب کبھی نہوگا۔ پس ایسے ہی یہ بندے معترف نادم و عازم ہوکر مغفرت کے اُمیدوار تھے۔ ابن عباس رض و مجاہد وغیرہما سے مروی
ہے کہ جب ابو لبابہ وغیرہ نے سُنا کہ متخلفین کے حق مین ایسا ایسا نازل ہوا ہے تو نادم ہوکر اپنے آپ کو مسجد کے ستونون سے باندھ دیا اور
قسم کھائی کہ کوئی ہم کو نہ کھولے اگر ہماری توبہ قبول ہوجاوے تو آنحضرت صلعم کھولین ورنہ موت بہتر ہے پس آنحضرت صلعم نے کھولا جبکہ
آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ عَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ۔ لگتا ہے کہ اللہ تعالے انکی توبہ قبول فرماوے۔ مواہب
مین کہا کہ عسی کلام الٰہی مین بالاتفاق تحقیق وقوع کے لیے ہے۔ بعض نے نکتہ لکھا کہ عسی سے تعبیر مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالے کی طرف سے
یہ امور محض فضل و انعام ہین پس توبہ وغیرہ سے کسی طرح کوئی امر اسپر واجب نہین ہوتا تو توبہ و شرم کی حالت مین بھی امیدوار و خوفناک
رہین کہ مناسب بشان کبریائی و عظمت الٰہی یہی ایمان اُمید و بیم ہے ہان کبھی کفار کی طرح نا امید نہون کیونکہ مومن ہین۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ
رَّحِیْمٌ بالتحقیق اللہ تعالے غفور رحیم ہے یعنے بے انتہا و بدرجہ کمال مغفرت کرنے والا و رحمت فرمانے والا ہے۔ آیت کا سبب نزول
اگرچہ خاص ہے ولیکن حکم عام ہے کذا قالوا اور ابو عثمان رح سے مروی ہے کہ میرے نزدیک قرآن مین یہ آیت مومنون کے لیے کمال
اُمیدگاہ ہے۔ رواہ الطبرانی۔ سمرہ بن جندب نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ آج رات دو آنے والے میرے پاس آکر مجھے اُٹھاکر
سونے چاندی کی اینٹون سے بنے ہوے شہر مین لے گیے اسی وقت مجھ سے ایک گروہ سے ملاقات ہوئی جنکے آدھے دھڑ نہایت خوبصورت
تھے اور آدھے کریہ منظر پس دونون نے ان لوگون سے کہا کہ جاکر اس نہر مین کود پڑو پھر وے لوگ ہمارے پاس اچھی صورت مین واپس
آئے کہ وہ بدشکلی اُنسے دور ہوگئی تھی پھر دونون نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور وہ آپکی منزل ہے ارفع ہے اور یہ لوگ جو آدھے
خوبصورت و آدھے بدصورت تھے وہ لوگ ہین کہ عمل صالح و عمل سیئ کو خلط کیا تھا تو اللہ تعالے نے اُنسے تجاوز فرماکر اُنکو بخش دیا۔ رواہ
البخاری فی التفسیر من صحیحہ۔ بالجملہ حق تعالے نے سچے ان مومنین کو جن سے بسبب عدم توفیق کے گناہ تخلف سرزد ہوا اور وے اس پر سخت
نادم ہوے اپنے فضل و کرم سے بخشا اور اپنے رسول کو حکم دیا۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّیْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَیْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ
لے | اُنکے مال مین سے | زکات کہ اُنکو پاک کرے اس سے اور تربیت | اور دعا دے اُنکو | البتہ تیری دعا اُنکو آسودگی ہے

لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

اور اللہ سب سنتا ہی جانتا — کیا جان نہیں چکے کہ اللہ ہی قبول کرتا ہی — توبہ — اپنے بندوں سے — اور لیتا ہی — زکاتیں

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝

اور اللہ ہی — توبہ قبول کرنیوالا — مہربان ہی

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ ضمیر راجع بجانب مومنین متخلفین خالطین عمل صالح بالسئی ہی اور بعض نے کہا کہ عموماً مومنین کی طرف راجع ہے اسی واسطے بعد وفات حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض احیاء عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا یہ سمجھا کہ حکم صدقات لینے کا مخصوص بآنحضرت صلعم تھا اور امام کو دینے کا حکم نہیں پس حضرت ابوبکر رضؓ و صحابہ رضؓ نے بالاجماع انکار کیا اور ابوبکر رضؓ نے انسے قتال کا حکم دیا بعض صحابہ کو کچھ تامل ہوا پھر سب متفق ہو گئے بہرحال ضمیر کی طرف ہو اس مین اتفاق ہو کہ حکم عام ہے اگرچہ شیخ مفسر رحؒ نے ظاہر اقول اول اختیار کیا ہے خذ من اموال ہولاء المتخلفین الذین خلطوا العمل الصالح بالسئی - صَدَقَةً یعنی ان مومنین کے اموال سے جنھون نے تخلف کا گناہ کیا ہے صدقہ لے - تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا کہ تو ان کی تطہیر و تزکیہ کرلے اس صدقہ کے وسیلہ سے یعنی اس صدقہ کے تقریب سے تو انکو گناہوں سے عموماً و اس گناہ تخلف سے خصوصاً پاک کرے - دلیل ہے کہ صدقہ بعد گناہ سے توبہ کے پسندیدہ و بہتر ہے اور صدقہ اچھا وسیلہ تقرب بحق تعالے ہے - قال الشیخ پس آنحضرت صلعم نے ان متخلفین کے اموال سے تہائی لیکر صدقہ کر دیا مروی ہے کہ ان لوگون نے کل مال لٹا دینا چاہا تھا یہ کہکر کہ اسی مال نے ہمکو گناہ مین ڈالا پس نزول آیت سے آنحضرت صلعم نے تہائی لیکر صدقہ کر دی پس اگر وحی سے تعیین مقدار معلوم ہوئی تو ظاہر ہے ورنہ تہائی کی تعیین شاید آپ نے اجتہاد سے فرمائی ہو بعض کا نکتہ ہے کہ انقطاع از تعلقات دنیاوی دنیا سے موت اور آخری دائمی حیات ہے پس تو میت تہائی مال سے متعلق ہوتا ہے اسیقدر صدقہ کر دیا حتی کہ کچھ تعلق نفس بدنیا سے فانی نہ رہا - فافہم - وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ سے واستغفر لہم فان استغفارک رحمۃ لہم اور انکے واسطے انکے گناہون سے مغفرت مانگ کہ تیرا مغفرت مانگنا انکے واسطے رحمت ہے کذا روی عن ابن عباس رضؓ - صلاۃ بالف قیاسی ہو کیونکہ بدل واوی ہو اور دوسرے مواضع مین صلوٰۃ بالواو رسم الخط قرآنی ہو جسپر قیاس نہین ہو سکتا - والصلوٰۃ یعنی استغفار ہو چنانچہ صلاۃ الجنازہ میت کے لیے استغفار ہو اگرچہ صلاۃ جب مضاف بجانب حق تعالے ہو تو رحمت حقیقی ہے اور یہ دراصل آثار و نتائج بحسب مضاف الیہ مین جیسے مومنین کا آنحضرت صلعم پر صلاۃ و درود پڑھنا بمعنی دعا ہے - بالجملہ آنحضرت صلعم کو اخذ صدقات اور انپر صلاۃ کا حکم دیا اسیواسطے آپ اہل صدقات پہ صلاۃ بھیجا کرتے چنانچہ عبداللہ بن ابی اوفی نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم پاس کسی قوم کا صدقہ لایا جاتا تو فرماتے اللھم صل علی آل فلان پس میرا باپ اپنے صدقہ کو لایا تو فرمایا اللھم صل علی آل ابی اوفی - رواہ البخاری و مسلم وغیرہما - وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالے سمیع ہی پس تیرے استغفار کو انکے حق مین سنتا ہی اور علیم ہی کہ جو شخص تیرے استغفار کا سزاوار ہی اسکو خوب جانتا ہی - حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس کسی پر صلاۃ فرمائی تو اس شخص کو وہ پہنچی و اسکی اولاد کو اور اسکے اولاد کی اولاد کو یعنی آپ کی صلوٰۃ اس شخص کی تین پشت تک کے واسطے کافی و باقی ہوتی تھی - رواہ احمد سبحان اللہ کیا خوش نصیب لوگ تھے - ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھپر و میرے شوہر پر صلاۃ فرمائیے فرمایا صلے اللہ علیک و علی زوجک - واضح ہو کہ اللہ تعالے عز و جل اپنے حبیب رسول محمد صلعم پر صلاۃ فرماتا ہی پس یہ منزلت رفیع دیکھو اور رہے امتی لوگ تو انکا یہ منھ کہان کہ انپر اللہ تعؔ صلاۃ فرمائے ہان اگر یہ کرامت چاہتے ہین تو اپنے پاک رسول صلعم کے ذریعہ سے حاصل کرین چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ جو بندہ مومن مجھپر ایک مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالے

عزوجل اسپر دس مرتبہ ملا دیتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ پھر مومنون کو صدقات پر تحریص فرمائی بقولہ۔ اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ
التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ کیا انھون نے یہ نجانا کہ اللہ تعالے وہ پاک پروردگار قبول فرماتا ہے توبہ کو اپنے بندون سے
اور لیتا ہے صدقات کو۔ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ اور اللہ تعالے تواب الرحیم ہے یعنے یہ اسکی شان پاک ہے۔ ائمہ صوفیہ نے
کہا کہ گو قدیم وہ از شان صفات ہے چنانچہ قبول توبہ کے ساتھ اخذ صدقات کو باوجود ظہور حال کے ایسی شان سے ملایا کہ منافقین
خیالات باطل مین پڑے حالانکہ وہ تعالے مستغنی پاک ہے اور نفع صدقات انھین کو کامل واصل ہے بلکہ ابوہریرہ رضنے کہا کہ رسول اللہ صلعم
نے فرمایا کہ اللہ تعالے صدقہ قبول فرماتا ہے (یعنے حلال کمائی سے کما فی حدیث آخر) اور اسکو اپنے داہنے مین لیتا ہے۔ (یعنے صفت
یمین مین) پس اسکی تربیت فرماتا ہے جیسے کوئی تم مین سے اپنا گھوڑے کا بچہ پرورش کرتا ہے حتی کہ ایک چھوارا کوہ اُحد برابر ہو جاتا ہے اور
اسکی تصدیق کلام الٰہی تعالے مین ہے قولہ الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ ویاخذ الصدقات اور قولہ یمحق اللہ الربوا ویربی الصدقات
الآیۃ۔ یہ حدیث صحیحین وغیرہ مین ہے۔ حاصل آنکہ محتاج فقیر کے ہاتھہ مین پہونچنے سے پہلے موافق حدیث ابن مسعود رضکے یمین الرحمن تعالے
مین پہونچتا اور اسکی نظر رحمت وقبول سے ایک چھوارا مثل کوہ اُحد کے ہو جاتا ہے اور ایک حدیث مین مصرح ہے کہ حلال کے سوا قبول نہین
ہے فی التفسیر الحافظ رح حوشب بن سیف حمصی نے کہا کہ معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے زمانہ مین لوگون نے جہاد کیا اور عبدالرحمن بن خالد
بن الولید انپر سردار تھے پس لشکر مین سے ایک نے سو دینار رومی چھپا لیے جب لشکر واپس آیا تو وہ شخص نادم ہوا اور امیر لشکر کے پاس لایا تو
عبدالرحمن نے فرمایا کہ لوگ متفرق ہو گیے اور مین تجھ سے قبول نہین کرونگا یہان تک کہ تو خود انکو قیامت کے روز اللہ تعالے کے حضور مین
لاوے پس اس شخص نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس جانا شروع کیا اور ہر ایک اسکو یہی جواب دیتا تھا پس دمشق مین آکر معاویہ رض کے پاس
گیا کہ وے قبول کرلین انھون نے بھی انکار کیا پس وہ روتا ہوا غمناک نکلا اور استرجاع پڑھتا چلا جاتا تھا راہ مین عبداللہ بن الشاعر السکسکی
کی طرف گذرا عبداللہ نے اس سے حال پوچھا تو اسنے سب بیان کیا اور یہ عبداللہ فقیہ عالم تھے پس اس سے کہا کہ تو میری بات مانیگا اُسنے کہا
کہ ہان تو کہا کہ تو معاویہ رض پاس جاکر کہہ کہ آپ اپنا حق لے لیجیے یعنی پانچوان حصہ غنیمت بیت المال کے لے لیجیے پھر باقی اسّی دینار لے کر
تمام اہل لشکر کی طرف سے صدقہ کر دے کہ اللہ تعالے ہر ایک بندے کا نام ونشان ٹھیک جانتا ہے ہر ایک کو اُس کا حق عطا فرماویگا پس
معاویہ رض نے سنکر کہا کہ اگر مجھے یہ فتوی ملا ہوتا تو میرے نزدیک تمام مال سے جسکا مین مالک ہون زیادہ محبوب تھا اس شخص نے کیا اچھا فتوی
دیا ہے۔ رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالے ف فی العرائس قولہ تعالے وآخرون اعترفوا بذنوبھم الخ ایک قوم کا حال ہے کہ جب اللہ تعالے
نے انکو اپنی ذات کی معرفت دی اور انکے نفوس کے عیب انپر کھولے تو اپنے نفس کو پہچانکر سخت نادم ہوے اور یہ قوم وہ ہے کہ انوار لطف ازلی
انکو بعد تھوڑے قہر کے ملے تاکہ امتحان مین آکر لطف وقہر دونون سے واقف ہون۔ پھر جب مقام استقامت مین پہونچے تو مشاہدہ حضرت
ذوالجلال سے انکو سکون ہوا اور وا امنی مین قولہ تعالے عسی اللہ ان یتوب علیھم ان اللہ غفور رحیم۔ بعض نے کہا کہ ندامت سے توبہ کرنے کی نیت
والون کی شناخت یہ ہے کہ جو گناہ ہو گیا اسکا اعتراف کرین اور طاعتون پر نظر نکرین اور گناہ کو پیش نظر رکھکر ہمیشہ توبہ واستغفار مین گڑگڑاتے
رہین اس امید سے کہ اللہ تعالے توبہ قبول فرماوے۔ قولہ تعالے خذ من اموالھم صدقۃ الخ بیان ہے کہ صدقہ لینے مین ید الرسول علیہ السلام
ید اللہ تعالے ہے کیونکہ حدیث مین صحیح ہوا کہ سائل فقیر کے ہاتھون پہونچنے سے پہلے صدقہ ید اللہ عزوجل مین پہونچ جاتا ہے۔ اشارہ ہے کہ انکے
حظوظ نفس کو لے لے تاکہ انکے اور حق عزوجل کے درمیان نفس کا لگاؤ ندرہے تنبیہ ہے کہ انکے اموال سے صدقہ لینے مین اپنے دست مبارک کی

برکت پہونچا کہ بخل وبدخلقی سے پاک اور نفوس طاہر ہو جاوین۔ وقولہ وصل علیہم۔ انکے واسطے دعا کردے یعنی اللہ تعالیٰ انکو قرب وکرامت کے لیے قبول فرماوے۔ قولہ ان صلاتک سکن لہم یعنی مومنین کے دلون کو تیری دعا سے سکینت ہو کیونکہ تیری دعا مقرون بالاجابت ہے جسکا وے یقین رکھتے ہین۔ ذدیم رح نے کہا کہ تطہیر انکے سرایر کی اور تزکیہ انکے نفوس کا۔ واسطی رح نے کہا کہ تطہیر انکے ابدان کے اموال مین مشغولی سے اور تزکیہ ان اموال پر فخر کرنے اور اسکے جمع کرنے مین آلتار سے۔ اور انبیاء علیہم السلام پر زکوٰۃ نہین اس لیے کہ انکے دلون پر اموال کا خطرہ نہین ہوتا قال الواسطی ایضاً انکے ظاہر حال کی پاکیزگی گناہون سے اور باطن کے عیبات سے حاصل ہو پس ظاہری گناہ یہ کہ فقیر پر احسان رکھین اور باطنی عیب یہ کہ اذیت دین بعض نے کہا کہ قولہ صل علیہم آہ یعنے تیری دعا سے انکو تعلقات دنیاوی سے انقطاع ہوگا۔ قولہ تعالیٰ الم یعلموا ان اللہ ہو یقبل التوبۃ آخر اپنے کرم قدیم سے واقف کیا کہ دیا بہت اور قبول کیا تھوڑا۔ اور گناہ کرین بندے اور عطا فرماوے بھلا ئیان تائب بندہ وہ کہ غفلت مین جو زمانہ گذرا اسپر متاسف ونادم ہوا اور قبول توبہ اس ندامت کی جزا مین کشف مشاہدہ ہو نصر آبادی رح نے کہا کہ لینے وقبول کرنے مین فرق ہے کیونکہ کبھی قبول کرکے لیتا ہے اور لیتا نہین بدون قبول کے پس لینا اعم ہو۔ اور نیز کہا کہ قبول توبہ سے صدقہ لینا افضل ہو اسی واسطے اسمین تربیت وبڑھاو ہوتی ہو کما فی الحدیث۔ میرے نزدیک یہ کہ قبول اعم ہو کیونکہ لیتا اوقات لے لیتا ہے اور اپنی درگاہ کے لایق نہین رکھتا جیسے صدقہ مال حرام پس بندہ کو دلوا دیتا ہے پس اپنی رضا نہین بلکہ دینے والے کی خوشنودی دینے سے دوسرا پاجاتا ہو اور کبھی پاک صدقہ کو درگاہ عظمت کے لائق قرار دیکر تربیت فرماتا ہو اور نیز میرے نزدیک قبول توبہ افضل از اخذ صدقہ ہو کیونکہ صدقہ ایسی چیز ہے کہ وجود تائب سے اسکو تعلق نہین اور جو معصیت بسبب مخالفت کے صادر ہوئی وہ نفس تائب سے ہو پس جب مخالفت سے خجل ہوکر درگاہ الٰہی مین سر بسجدہ ہوا تو مخالفت سے خارج ہوا اور ربوبیت کے لیے خاضع اور یہ خجالت عند اللہ تعالیٰ بہت مقبول ہو یہ فعل قلب ہو اور صدقہ عمل جوارح و ذکر اللہ تعالیٰ اکبر ہو۔ فافہم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے متخلفین کو بطریق تہدید حکم فرمایا

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ ؕ وَسَتُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

اور کہہ کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے دیکھیگا اللہ کام تمھارا اور رسول اسکا اور مسلمان اور تم پھیرے جاؤگے اس چھپے اور کھلے کے واقف

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝

پاس پھر وہ جتا دیگا تمکو جو کچھ تم کرتے تھے

وَقُلِ اعْمَلُوا خطاب اعملوا مین تین احتمال ہین۔ اول آنکہ بے عذر تخلف کرنے والون کو ہو۔ دوم آنکہ ان لوگون کو ہو جنھون نے عمل صالح و طالح کو خلط کیا اور توبہ قبول ہوئی اور انکو صدقہ واستغفار کی توفیق ہوئی پس خطاب بدیں معنی کہ اعمال صالحہ کیے جاؤ۔ سوم آنکہ عموماً آدمیون کو خطاب ہو پس وجہ سوم مین مومنین بھی داخل ہونگے حالانکہ آگے فرمایا کہ مومنون تمہارے اعمال دیکھینگے اور آدمی خود اپنے اعمال کیا دیکھیگا پس یہ احتمال خالی از تکلف نہین ہو اور وجہ دوم مین اگر کلام بوجہ تہدید و وعید ہو جیسا کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہو تو مناسب بہ سلیق نہین کیونکہ وہ گناہ کے معترف ہوئے اور معاف فرمائے گئے ہین اور اگر کلام بطریق ترغیب وترہیب ہو تو ہو سکتا ہو اور وجہ اول مین صرف اتنی بات ہے کہ اب خطاب پھر ان لوگون کو ہوا جو بلا عذر متخلف ہوئے اور ہو سکتا ہو کہ خطاب عموماً متخلفین کو ہو خواہ عذر والے ہون پس انکے حق مین ترغیب وترہیب ہوگا اور خواہ بے عذر والے ہون پس انکے حق مین تہدید و وعید ہوگا اور مترجم کے نزدیک شامل عموم مجاز یا عموم مشترک کے علی اقوال المجوزین یہی اولیٰ ہو۔ المعنی تو کہدے اے محمد صلعم کہ تم لوگ عمل کرو یعنی جو کام تم سے بن پڑے کر و چاہو نیک یا بد۔ فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ پس ضرور اللہ تعالیٰ

تمہارے کام کو دیکھیگا یعنی وہ دانا ہے خبیر ہے تمکو اسکا بدلا دیگا۔ وَرَسُوْلُهٗ اور رسول اللہ اسکو دیکھیگا پس تمہارے عمل کے موافق تمہارے حق مین جزا مانگیگا اور مانند اسکے جو اسکے اختیار مین ہو۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومنون دیکھینگے پس تمہارے عمل کے موافق تم سے برتاؤ کرینگے۔ بالجملہ بد اعمال کی صورت مین تہدید ہے یہ مراد کہ ایسے اعمال مت کرو کہ سزا و بد دعا و فضیحت کے مستوجب دنیا مین ہو اور نیک اعمال کی صورت مین ترغیب ہو کہ جب روز محشر اٹھاؤ عنقریب لطف آلہی سے سرفراز و دعاے رسول سے مشرف و استغفار مومنین سے نیک نام دنیا مین بھر مرنے والے ہوگے۔ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ اور عنقریب ضرور بعالم الغیب والشہادۃ کی طرف پھیرے جاؤگے یعنی انھین اپنے اعمال کے ساتھ۔ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس جو کچھ تم کرتے تھے اس سے تم کو خبردار فرماویگا پس نیک کام والا کرامت خاصہ و منزلت عالیہ و مجمع عام مین نیکنام ہوگا اور بدکام والا غضب شدید و دوزخ و پھٹکار اور مجمع انام مین بدنامی پاویگا۔ یہ ضروری واقع ہوگا لقولہ تعالٰے یوم تبلی السرائر الآیۃ ولقولہ تعالٰے یومئذ تعرضون لا تخفی الآیۃ۔ اور رہا دنیا مین پس اللہ تعالٰے کبھی لوگون پر ظاہر فرما دیتا ہے خصوصًا کارہاے بد مین تو حدیث بخاری رح سے ثابت ہے کہ ایک بار و دو بار کو اللہ تعالٰے پوشیدہ کر دیتا ہے پھر تیسری بار مین پردہ فاش ہو جاتا ہے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اگر تم مین سے کوئی آدمی کسی سخت ٹھوس پتھر کے اندر جسمین نہ کوئی راہ ہو اور نہ سوراخ ہو کوئی عمل کرے تو بھی اللہ تعالٰے اسکے کام کو جیسا ہے کیسا ہی ہو لوگون پر ظاہر فرماویگا۔ رواہ احمد۔ اور یہ بھی حدیث مین وارد ہوا کہ زندون کے اعمال انکے مردے اقربا پر عالم برزخ مین پیش کیے جاتے ہین چنانچہ جابر بن عبد اللہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارے اعمال تمہارے اقربا و عشائر کے سامنے انکی قبرون مین پیش ہوتے ہین پس اگر اچھے ہوتے ہین تو خوش ہو جاتے ہین اور اگر اور طرح کے ہوتے ہین تو اللہ تعالٰے سے دعا کرتے ہین کہ اللھم الھمھم ان یعملوا بطاعتک۔ اے پروردگار ہمارے ان لوگون کو الہام فرماوے کہ تیری طاعت پر عمل کرین۔ رواہ ابو داؤد والطیالسی رحمہ اللہ اور امام احمد نے انس رض سے یہی حدیث روایت کی اور اس مین دعا یہ ہے اللھم لا تمتھم حتی تھدیھم کما ھدیتنا۔ اے پروردگار ہمارے تو ان لوگون کو موت نہ دیجیو یہان تک کہ انکو ہدایت فرما جیسے تو نے ہم کو ہدایت فرمائی اور بخاری رح نے کہا کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ جب تجھے کسی آدمی کا کام بھلا معلوم ہو تو اس سے یون کہنا کہ اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون مترجم کہتا ہے کہ مقصود اس سے دو امر ہین اول آنکہ کسی آدمی کی مدح نہ کرے کہ وہ اچھا ہے کہ فتنہ مین پڑ کر خسارہ اٹھا باوے چنانچہ حدیث مین مداح کو قتل کر دینے والا کہا ہے۔ اور دوم یہ کہ صریح مدح سے جب احتراز ہوا تو ایسے طور پر مدح ہو کہ وہ اس فتنہ سے بھی بچ جاوے یا مین طور کہ کام کیے جاؤ تمہارے کام کو اللہ تعالٰے و رسول و مومنین دیکھتے ہین یعنے اللہ تعالٰے ہر حال مین بعلم قدیم خوب جانتا ہے اور رسول اللہ صلعم و مومنین کے حضور مین اعمال پیش ہوکر اطلاع ہوتی ہو۔ پس وہ شخص خوشی خوشی نیک کام مین اسطرح کوشش کریگا کہ میرا کام عمدہ ہو اور وہ جبھی ہوگا کہ خالص اللہ تعالٰے کے واسطے سنت کی موافق طریقہ سنت کے بجا لاوے۔ علاوہ برین اس کلام مین ادب خوب ہے کیونکہ خوبی اعمال کی اسکا قبول ہوکر ذخیرہ آخرت و وسیلہ نجات ہو جانا ہے پس اللہ تعالٰے دانا تر ہے کہ کون بندہ اس کرامت سے سرفراز ہوا کیونکہ انس رض کی حدیث مین ہے کہ تم کسی مومن کو دیکھکر اعجاب مت کرو یعنی نہایت پسندیدہ مت سمجھو جب تک کہ یہ نہ دیکھو کہ اسکا خاتمہ کیونکر ہوتا ہے کیونکہ آدمی عمر بھر یا بہت زمانہ تک ایسا نیک کام کیا کرتا ہے کہ اگر اسی پر خاتمہ ہوتا تو جنت مین داخل ہوتا مگر وہ برگشتہ ہوکر کوئی کام بد کر بیٹھتا ہے اور آدمی عمر بھر یا ایک زمانہ تک بد کام کرتا ہے کہ اگر اسی پر مرتا تو دوزخ مین جاتا پھر مگر وہ نیک کام کرتا ہے اور جب اللہ تعالٰے اپنے بندے کے حق مین بھلائی چاہتا ہے تو اسکو کام مین لگا لیتا ہے تو صحابہ رض نے پوچھا کہ یا رسول اللہ تعالٰے کام مین لگا لینا کیونکر ہے۔ فرمایا کہ اسکو نیک کام کی توفیق دیتا اور اسی پر اسکو وفات دیتا ہے۔ رواہ احمد۔

ف في العرائس قوله وقل اعملوا فسيري الله عملكم ورسوله الآية حق سبحانه تعالیٰ نے علوم آلہیہ کی تین قسمین فرمائین ان مین سے ایک قسم کو اپنی ذات پاک کی شان سے مخصوص فرمایا اور دوسری قسم رسول اللہ صلعم کے واسطے اور تیسری قسم مین اولیاء کو شامل کیا پس جو علم کہ مخصوص بشان حق تعالیٰ ہے وہ علم قدیم و محیط ہے کہ ہر مخلوق کو گھیرے ہوے اسطرح ہے کہ سوائے اسکے کسی کی یہ طاقت اور کسی سے اس کا امکان نہین ہے پس اسی کی شان سے ہے کہ ضمائر و سرائر کو از راہ علم و دیکھنے کے بدون اکتساب وغیرہ کسی امر کے محیط ہے اور شان آلہی عزوجل اس سے برتر ہے کہ عبارت و بیان و عقل و گمان سے ادا ہو سکے یا سمجھ مین آوے واللہ المثل الاعلیٰ ۔ وقد قال تعالیٰ وهو الله في السموات وفي الارض يعلم سركم وجهركم ويعلم ما تكسبون ۔ پھر انبیاء علیہم السلام کو مخصوص کر کے اس مین سے ایک نور عطا کیا جس سے ان کے دل پاکیزہ منور ہین کہ اعمال خلائق کو بعیان و بیان دیکھتے ہین اور یہ نور جس سے مخصوص ہوے نور الذات ہے پھر اولیاء مومنین کو اس نور کی روشنی سے مخصوص کیا کہ وہ لوگ خلوت مین نور فراست سے خلائق کے اعمال کو اور انکے دل کے چھپے امور کو دیکھتے ہین اور یہ نور صفات ہے ۔ اس کلام پاک مین بندگان مخلصین و صادقین کو بہت خوف دلایا کیونکہ انکے صدق و اخلاص پر شیطانون و نفس کے وسواس کا ہجوم ہوتا ہے جب تک کہ اپنے دلون و سرائر کی نگہبانی نہ رکھین تب تک خطرات ایسے آتے ہین کہ خوف لغزش ہے پس حق سبحانہ تعالیٰ و رسول اللہ تعالیٰ و مومنین دیکھین حیف ہے کہ بدون صدق و اخلاص کے پاوین جب کہ اعمال مین کچھ میل ہو ۔ شیخ ابو حفص یا ابو عثمان رح نے کہا کہ جو کرو نیک کام کر اور خالص نیت سے کر کہ اللہ تعالیٰ تیرے دلی بھید کو جانتا ہے اور رسول اللہ صلعم اسکو مشاہدہ سے دیکھتے ہین اور مومنین اس کو فراست و توسم سے کما قال تعالیٰ ان في ذلك لآية للمتوسمين ۔ واضح ہو کہ اہل ایمان و صدق والے متخلفین مین سے ایک گروہ نے مانند ابو لبابہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی توبہ بفضل آلہی جلد پائی اور دوسرا گروہ اسمین کچھ پچھڑا ۔ کما قال تعالیٰ

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اور کچھے اور لوگ ہین کہ انکا کام ڈھیل مین ہے حکم پر اللہ کے یا انکو عذاب کرے یا معاف کرے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

ارجاء تاخیر کردینا ۔ یقال ارجیتہ بالیاء الخفیفۃ وارجائہ بالہمزۃ ای اخرتہ ۔ یعنی مین نے اسکی تاخیر کردی متخلفین غزوہ تبوک مین سے منافقین کا بیان ہوگیا اور مومنین کے دو گروہ مین سے ایک جس کی توبہ قبول ہوگئی اس کا بیان ہوگیا اور بعض نے کہا کہ انکی توبہ جلد قبول ہونے کا ظاہری سبب یہ تھا کہ فی الجملہ انکے پاس عذر تھا اور ظاہر یہ ہے کہ اہل عذر کا بیان قولہ لیس علی الضعفاء ولا علی المرضیٰ الآیۃ میں ہوا بدون مواخذہ و عتاب کے فتامل اب دوسرے گروہ مومنین کا حال ہے وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ اے موخرون یعنی موقوف امرہم ۔ نافع و حفص و حمزہ و کسائی نے مرجون بدون ہمزہ درمیان جیم و واو کے پڑھا اور باقیون نے ہمزہ مضمومہ مرجئون پڑھا ۔ لذا قال الخطیب و ظاہر کلام بیضاوی رح وغیرہ دلالت کرتا ہے کہ محاورہ ارجیتہ وارجاتہ کے اختلاف پر بدل ہمزہ واو ہے ۔ فافہم المعنی اور دوسرے لوگ موخر کیے گئے ہین لِاَمْرِ اللّٰهِ ۔ لامر اللہ فی شانہم ۔ واسطے حکم آلہی کے ان کی شان مین یعنی دیگر فریق مومنین متخلفین کا امر اس حال مین قبول و عدم قبول توبہ کی راہ سے متوقف و منتظر چھوڑا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر کہ دیکھیے اللہ تعالیٰ کا حکم اسکے بارہ مین کیونکر ہے ۔ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ یعنی یا تو ان کو عذاب فرماویگا تو یہ ظاہر ہو جائیگا کہ ان کی توبہ قبول نہ ہوئی تھی ۔ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ اور یا ان کی توبہ قبول فرماوے گا یعنی نازل فرماوے گا پس اس خطا کے مواخذہ سے بچ جاوینگے یعنی اللہ تعالیٰ

جانتا ہے کہ اس نے ان لوگوں کے حق میں کیا حکم مقرر فرمایا ہے وہ کسی بندہ کو ظاہر نہیں پس فی الحال خوفناک منتظر چھوڑ دیا کہ دیکھیے عذاب ہوتا ہے یا قبولیت توبہ نازل ہوتی ہے پس بندوں کو اسوقت مشکوک و خوفناک چھوڑا اوصاف ظاہر نفرمایا کہ امر الٰہی انکے حق میں کیونکر ہے اور یہ تعلیق گویا انکا مکافات اس آرام طلبی کی ہے جسکی وجہ سے ساتھ نہیں گئے تھے اور اس سے معلوم ہوا کہ امر و ارادہ الٰہی عز و جل ہی سے توبہ بھی ہوتی ہے جیسے عذاب کرنا ۔ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ اور اللہ تعالیٰ علیم حکیم ہے ہر امر میں اسکی حکمتہائے عجیب و غریب کو کوئی نہیں جان سکتا وہی انکے احوال کا علیم ہے اور وہی ان کے لائق حکم کا حکیم ہے ۔ ابن عباس رضی و مجاہد و عکرمہ و ضحاک و غیرہم رضی اللہ عنہم نے کہا کہ مراد وآخرون مرجون سے وہ تین صحابہ ہیں جنکا بیان قولہ وعلی الثلثة الذین خلفوا میں آویگا اور وہ مرارہ بن الربیع و ہلال بن امیہ و کعب بن مالک ہیں جو غزوہ تبوک سے بدون عذر کے بخواہش آرام و آسائش بدون شک و نفاق کے پیچھے رہ گئے تھے بلکہ اتفاق سے کعب رضی پیچھے رہ گئے چنانچہ مفصل انشاء اللہ تعالیٰ قصہ توبہ میں بیان ہوگا ۔ بخلاف ابو لبابہ وغیرہ نے توبہ کر کے اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھا اور کمال غم و رنج اپنے ایمان کی طرف سے اٹھایا اور سخت ہی نادم تھے پس انکی توبہ مقبول ہوگئی اور ان تین صحابہ رضی اللہ عنہم نے ندامت اٹھائی و توبہ کی اور کوئی عذر زبان سے نہ نکالا پس ان کے حکم ظاہر کرنے میں تاخیر فرمائی گئی وکان امر اللہ قدرا مقدورا ۔ اور لطیف اشارہ ہے کہ بمقتضائے غلبہ رحمت بر غضب آخر توبہ قبول ہوگی ۔ واضح ہو کہ بیضاوی رحمہ اللہ نے جو قولہ اما یعذبہم کی تفسیر میں کہا کہ ان یعذبہم ان اصروا علی النفاق ۔ یعنے عذاب کریگا اگر نفاق پر اصرار کیے رہے تو یہ سہو ہے اسواسطے کہ یہ تینوں صحابی ہرگز منافق نہ تھے بلکہ کعب بن مالک کے سوائے باقی دونوں بدری صحابی ہیں اور اہل بدر کے حق میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کرو جو چاہو میں نے تمہیں بخشدیا اور واضح ہو کہ جس بدری شخص سے شراب پینا واقع ہوگیا تھا اسکو سزائے حد شراب خواری دینے پر خلیفہ و دیگر صحابہ رضوان علیہم اجمعین نے باوجود اس بشارۃ مغفرت کے اجماع کیا اور اسکو سزا دی تو اخذ اسکا یہی آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہیں فرمایا کہ اما یعذبہم یعنی چاہے دنیا میں انکو اس خطا کی سزا دیگا نہ آخرت پس ظاہر ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کسی آدمی یا کسی قوم کو درحقیقت بخش دیتا ہے گر اس سے دنیا میں خطا سرزد ہوتا ہے ہے پس اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خاتمہ بخیر فرما دے وہو نعم المولیٰ ونعم المجیب ۔ واضح ہو کہ جو بندوں کی طاعت و اصلاح اس طریق سے کہ فریب نفس و طرق اہل کفر سے بچیں و اہل صدق و ایقان کی پیروی کریں پس قبائح اطوار منافقین کے بیان میں اہل یقین کی بشارت و صدور

وقوع خطا میں انکا طریقہ جو مخالف طریقہ منافقین ہے ذکر فرماکر پھر اہل نفاق کے قبیح اطوار کا بیان فرمایا بقولہ ۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللَّهَ

اور جنہوں نے بنائی ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور تیاری کو اس شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے

وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَا تَقُمْ فِيهِ

اور رسول سے آگے کا اور اب قسمیں کھاوینگے کہ ہمنے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں تو نہ کھڑا ہو اسمیں

أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن

کبھی جس مسجد کی بنیاد دھری پرہیزگاری پر پہلے دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اسمیں اسمیں وہ مرد ہیں جنکو خوشی ہے

يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ۝

پاک رہنے کی اور اللہ چاہتا ہے ستھرائی والوں کو

واو عاطفہ ہے اور الذین یا تو منصوب المحل بنا بر اختصاص ہے جیسے قولہ والمقیمین الصلوۃ مین ہے پس منجملہ اقوام منافقین کے ان لوگون کو مذمت
مین مخصوص فرمایا اور یا مرفوع المحل بنا بر آنکہ مبتدا ہے اور خبر محذوف ہے یعنی ومنھم۔ اور منافقون مین سے بعض وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا
مَسْجِدًا وہ لوگ ہین کہ جنھون نے ایک مسجد بنائی۔ ضِرَارًا مضارۃ ضرر رسانی کے لیے کہ اس سے اہل مسجد قبا کو ضرر دینا مقصود
ٹھہرایا یہ ایک بات۔ وَّكُفْرًا اور کفر کہ اللہ تعالے سے منکر ہون اور اہل اسلام پر فخر کرین کیونکہ اسکے بنانے سے منافقون کی قوت منظور
تھی یہ دوسری بات ہے۔ وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنین مین پھوٹ ڈالنے کو۔ اس لیے کہ تمام مومنین مسجد قبا مین جمع ہوتے پس
اس ضرر والون نے مسجد بنا کر چاہا کہ کچھ ادھر پھوٹ آوین اور باہم نفاق ولگائی بجھائی کا موقع ملے کہ انمین پھوٹ پڑ جاوے۔ یہ تیسری بات
ہے۔ واضح ہو کہ شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے لکھا کہ مدینہ مین رسول اللہ صلعم کے تشریف لانے سے پہلے گروہ خزرج مین ایک شخص ابو عامر تھا جو زمانہ
جاہلیت مین نصرانی ہو گیا اور جوگیون کی طرح تکلیف ومشقت اٹھاتا جسکو جاہل بڑا عابد کہتے اور بہت مانتے پھر جب آنحضرت صلعم ہجرت
کر کے آئے اور اہل اسلام سب آپ کے گرد مجتمع و باہم متفق ہوے تو یہ ابو عامر راہب جل مرا پھر جب بدر مین فتح ہوئی تو کھلا دشمن ہو گیا اور
مشرکین مکہ سے ملکر لڑائی پر آمادہ کیا پھر جب احد مین اہل اسلام مبتلا سے امتحان ہوے تو یہ فاسق کسیقدر افروختہ ہوا پھر جب انجام کار اللہ تعالے
نے اہل ایمان کو فتح دی یہان تک کہ جنگ حنین مین ہوازن وغیرہ نے شکست کھائی تو یہ فاسق باوجود تعلیم وتفہیم رسول اللہ صلعم کے متمرد ہو کر
شام کو بھاگا تاکہ وہان سے لشکر لاوے اور اہل ایمان کو شکست دے اور گروہ خزرج مین بارہ مرد جیسے منافق تھے انکے کہلا بھیجا کہ تم لوگ ایک
ایک مسجد بناؤ اور استمالت کرتے رہو مجھ سے قیصر روم نے لشکر دینے کا وعدہ کیا ہے مین آتا ہون اور میرے خطوط وایلچی وغیرہ اُسی مسجد کے
نشان پر آکر اُترا کرینگے پس ان منافقون نے اُس مسجد کی بنیاد ڈالی اور آنحضرت صلعم کی خدمت مین آئے کہ آپ وہان نماز پڑھ کر ہمارے لیے
برکت کی دعا فرماوین آپ نے فرمایا کہ مین اسوقت سفر تبوک کا عازم واُسمین مشغول ہون۔ انشاء اللہ تعالے وہان سے لوٹا تو دیکھا جائیگا۔
پس آپ تبوک کو تشریف لے گئے اور یہان ان لوگون نے اس مسجد کو مرصد ابو عامر بنایا۔ جو مسجد یعنی عبادت گاہ الٰہی تو حید واسلام تھی
بلکہ چار باتون کے ارادہ پر تھے ایک ضرار دوم کفر کرنا اور سوم پھوٹ ڈالنا مومنون مین اور چہارم۔ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
ارصاد انتظار۔ اور اکثر نے کہا کہ یعنی اعداد یعنے سامان مہیا کرنا اور بعض نے کہا کہ بھلائی کے واسطے سامان مہیا ہونے کے انتظار مین بدون
حرف متعدی ہوتا ہے لیقال ارصدتہ۔ اور برائی مین ارصدت لہ۔ بولتے مین جیسے آیت مین ہے۔ المعنی اور ارصاد واسطے اس شخص کے جس نے
محاربہ کیا اللہ تعالے واسکے رسول سے یعنی ابو عامر راہب کے انتظار کرنے کو یہ معقل بنایا۔ مِنْ قَبْلُ اگر متعلق حارب ہے تو یہ معنی ہین کہ انتظار
ایسے شخص کا جسنے اللہ تعالے واسکے رسول سے محاربہ کیا قبل بناء اس مسجد کے پس محاربہ سے مراد کفر وانکار و کافرون کو آنحضرت صلعم کی لڑائی
پر آمادہ کرنا اور خود ابو عامر مذکور نے آنحضرت صلعم سے گفتگو کی اور مدعی ہوا کہ مین ملت حنیفیہ ابراہیم علیہ السلام پر ہون اور آنحضرت نے رد کر دیا
اور اگر متعلق اتخذوا ہے تو یہ معنی کہ اتخاذ اسکا قبل ان بنانے والون کے منافق ہو جانے کے واقع ہوا یعنی جنگ تبوک مین ساتھ نجانے سے
انکا نفاق ظاہر ہونے سے پہلے ہی ان منافقون نے اسکو بنایا چنانچہ جب آنحضرت صلعم غزوہ تبوک سے واپس ہو کر قریب مدینہ کے پہونچے
تو جبرئیل علیہ السلام اخبار مسجد الضرار لیکر نازل ہوے جس سے اسکے بنانے والون کا ارادہ وحال سب ظاہر ہو گیا پس آپ نے مالک بن
الدخشم ومعن بن عدی کو بھیجا کہ اس مسجد ظالم کو ڈھا کر جلا دو پس ان دونون نے آکر اسکو ڈھا کر جلا دیا اسمین سے بنانے والے منافق نکل بھاگے۔
وقال اللہ تعالے۔ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى الآیۃ۔ واللہ یحلف الذین بنوہ ما اردنا ببنائہ الا الخصلۃ الحسنی۔ اور واللہ کہ اسکے بنانے والے

قسمین کھاوینگے کہ ہم نے اسکے بنانے مین کچھ نہین ارادہ کیا سواے خصلت حسنی کے یعنی ہماری مراد فقط یہی تھی کہ ضعیفون ومسکینون کو مینھ بوندی اولون وجاڑے پالے مین آرام ملے اور مسلمانون پر فراخی حاصل ہو۔ اسکو اللہ تعالے نے رد فرما دیا بقولہ۔ وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّھُمْ لَکٰذِبُوْنَ۔ اور اللہ تعالے گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹے ہین۔ گواہی معاینہ کی خبر ہوتی ہے پس ان لوگون نے جس پاک پروردگار عالم الغیب والشہادۃ کے نام سے جھوٹی قسم کھائی اسی سمیع بصیر نے انکا دروغ ظاہر فرما دیا پس گواہی دینا بمعنی خبر دینا ہے یعنے اللہ تعالے تمکو خبر دیتا ہی کیونکہ وہ دلون کے بھید سب دیکھتا ہے پس بعض نے کہا کہ گواہی دیتا یعنے جانتا ہی اور اول ابلغ ہی۔ بالجملہ یہ مسجد گراکر جلادی گئی اور وہ مقام گھورا کر دیا گیا اور ابوعامر فاسق جسکے لیے منافقون نے اسکو مرصد بنایا تھا وہ شام مین تنہا بے یار و غمگسار مر گیا اور جب اسنے اسلام سے انکار کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یہی بددعا دی تھی کہ تنہا خوار مرے۔ پھر چونکہ منافقون نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی تھی کہ آپ اس مین نماز پڑھکر ہمارے لیے برکت کی دعا فرماوین تو نازل ہوا قولہ تعالے۔ لَا تَقُمْ فِیْہِ اَبَدًا۔ تو اس مین کبھی کھڑا نہو پس عام اوقات وزمانہ کو نہی شامل ہے اور آنحضرت صلعم کے بعد آپ کی امت اس مین آپکے تابع ہی اور کھڑے ہونے سے مبالغت البلوغ یعنی اس امر کو مستلزم ہی کہ کبھی اس مین نماز مت پڑھ اور شاید عدم قیام تعبیر ہو عدم صلاۃ سے جیسے بولتے ہین کہ فلان شخص قائم اللیل ہی وفی الحدیث من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفر لہ ما تقدم من ذنبہ یعنی جو کھڑا ہوا رمضان مین یعنے تراویح پڑھی از راہ ایمان وامید ثواب کے اسکے لیے اسکے پہلے گناہ بخشے جاوینگے۔ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْہِ لام قسم ہی یا لام ابتدا یعنے واللہ وہ مسجد البتہ وہ مسجد جسکی بنیاد ڈالی گئی تقوی پر اول روز سے وہ سزاوار تر ہے اس بات کی کہ تو اسمین قیام کرے۔ یعنے مدینہ مین آنحضرت صلعم کے داخل ہونے کے اول روز جس مسجد کی بنیاد پڑی اس مین تیرا نماز پڑھنا ٹھیک ہی۔ قال المفسر رح وہ مسجد قبا ہی جیسا کہ بخاری مین آیا ہی یہی ابن عباس وضحاک وحسن وشعبی وغیرہم سے مروی ہی اور اسی کو بغوی رح نے مرجح کہا کیونکہ اللہ تعالے نے من اول یوم فرمایا اور ظاہر ہی کہ مطلقًا اول روز مراد نہین ہوسکتا کیونکہ پہلا دن تو حضرت آدم ع سے بھی پہلے تھا پس مراد مدینہ مین داخل ہونے کا پہلا روز ہی اور مسجد قبا اسی روز آنحضرت صلعم نے بنائی جیسا کہ کتب تاریخ مین مفصل ہی اور یہی مقام کے بھی مناسب ہی کیونکہ مسجد الضرار مقام قبا مین منافقون نے بنائی تھی اور یہ مسجد التقوی بھی وہین بنی ہوئی تھی جسکی فضیلت اس کے مقابلہ مین ذکر فرمائی ہی اور نیز دلالت کرتا ہے اسپر قول تعالے۔ فِیْہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ۔ اس مسجد التقوی مین ایسے مرد ہین کہ اپنے تئین پاک کرنا چاہتے ہین اور اللہ تعالے ستھرائی کرنے والون کو دوست رکھتا ہی۔ ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ آیت اہل قبا کے حق مین اتری۔ ابوہریرہ رضہ نے کہا کہ وے لوگ پانی سے استنجا کیا کرتے تھے۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ۔ ابن عباس نے کہا کہ جب یہ آیت اتری تو حضرت صلعم نے عویم بن ساعدہ کے پاس آدمی بھیجا کہ وہ کیا طہور ہے جسپر اللہ تعالے نے تمہاری ثنا فرمائی ہی تو عویم نے عرض کیا کہ ہم اور کچھ نہین جانتے سواے اتنی بات کے کہ ہر مرد وعورت ہم مین سے جو پاخانہ سے نکلا وہ اپنی شرمگاہ کو پانی سے دھو ڈالتا ہی تو آنحضرت صلعم نے کہا کہ وہ یہی ہی۔ رواہ الطبرانی واحمد وابن خزیمہ فی صحیحہ ورواہ ابن جریر عن خزیمہ بن ثابت واحمد عن محمد بن عبداللہ بن سلام ایک جماعت جنمین ابن عباس وعروہ وعطیہ وعبدالرحمن بن زید وشعبی وحسن بصری وسعید بن جبیر وقتادہ ہین کہا کہ مسجد التقوی مسجد قبا ہے اور حضرت عمر وابن عمر وزید بن ثابت وابوسعید خدری وسعید بن المسیب وغیرہم نے کہا کہ وہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہی۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اول روز سے جو مسجد التقوی پر موسس ہوئی اسمین دو شخصون نے اختلاف کیا ایک نے کہا کہ

وہ مسجد قبار ہی۔ اور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد رسول اللہ صلعم ہو پس رسول اللہ صلعم نے جواب دیا کہ وہ میری مسجد ہو۔ رواہ احمد والترمذی وصححہ والنسائی ومسلم وغیرہم اور بظاہر یہ حدیث امرجح ہو کہ آیت میں جو مسجد مذکور ہو اس سے مسجد نبوی مراد ہو لیکن کیا لین مین لکھا کہ صحیح قول اول ہو یعنی آیت مین مسجد قبار مراد ہو اور اس حدیث مین جو فرمایا کہ وہ میری مسجد ہو تو اس سے ظاہر کر دیا کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ اول روز سے تقوی پر موسس ہونے کی صفت مخصوص بہ مسجد قبا ہو وہ غلط گمان ہو۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ حدیث مین جو صحیح مدینہ کی مسجد نبوی کی نسبت آیا کہ اول روز سے تقوی پر موسس مسجد ہو تو یہ صحیح ہے ولیکن آیت مین اور اس حدیث مین کچھ منافات نہین ہے اس لیے کہ جب مسجد قبار کی نسبت یہ بات ثابت ہے کہ اول روز سے تقوی پر موسس ہوئی تو مسجد نبوی بطریق اولی صادق ہے۔ ایسا ہی قول سمہودی رح کا ہو اور کرخی رح نے بھی اسی طرح توفیق دی ہے پس بعض لوگون نے جو روایات مسجد قبار کو بالکل ضعیف واقوال صحابہ وسلف کو بسبب اس حدیث کے غیر مقبول قرار دیکر صرف مسجد نبوی سے اس کی تفسیر متعین کر دی تو یہ وہم واہی ہے خلاف اصول مقررہ علم الحدیث کیونکہ دونون مین توفیق اچھی طرح ممکن ہے جیسا کہ بیان ہوا فافہم۔ قولہ من اول یوم متعلق باسس ہے اور من بمعنی منذ اے منذ اول یوم تاسیسہ سہیلی رح نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اجماع سے تاریخ وسنہ کی تحریر اول سال ہجرت سے نکالی تو یہ رائے انکی تنزیل القرآن سے موافق واقع ہوئی کیونکہ اول یوم یہ وہی روز ہے کہ اسلام کو اعزاز و لوگون کو امن ہوا پس صحابہ رضی اللہ عنہم کی نسبت یہی گمان اولی ہے کہ انھون نے قرآن مجید ہی سے سمجھ کر اول روز تاریخ کا اول روز ہجرت دخول مدینہ مقرر کیا کیونکہ کتاب اللہ تعالے کے معانی واشارات جاننے وسمجھنے مین صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے بڑھکر ہین۔ انتہی ملخصا۔ وقولہ احق ان تقوم فیہ۔ اسم تفضیل یہان اپنے معنے پر نہین ہے یعنے یہ مراد نہین کہ مسجد التقوی نماز کے لیے بہ نسبت مسجد الضرار کے احق ہے حتی کہ مسجد الضرار حقیق رہجاوے حالانکہ مسجد الضرار مین نماز حرام تھی بلکہ احق بلا نسبت ہو یعنے فی نفسہ اس مین نماز نہایت ہی خوب ہو اور شاید باعتبار زعم منافقین کے ہو یعنی اگر مسجد الضرار اس قابل ہو کہ اسمین نماز قائم کیجاوے جیسا کہ منافقون کا زعم ہو تو اولے مسجد التقوی ہوگی۔ فافہم۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ آیت مین دلیل ہو کہ قدیمی مساجد جو اول روز سے تقوی پر موسس ہین ان مین نماز پڑھنا مستحب ہو اقول یعنے جو مساجد ایسے وقت والیسے لوگون کی تعمیر سے بنی ہین کہ غالب گمان سے انکی بنیاد تقوی ومال حلال سے معلوم ہو جیسے وہ مساجد جو زمانہ صحابہ وتابعین ومجاہدین کے وقت مین بنی ہین۔ قال ایضا۔ اور نماز ایسی جماعت کے ساتھ جو پرہیزگار وعابد لوگ ہین کہ بھرپور اچھی طرح طہارت کے ساتھ نجاسات وغیرہ سے بچے ہوئے رہتے ہین مستحب ہو۔ اور حدیث مین ہو کہ رسول اللہ صلعم نے ایک روز صبح کی نماز پڑھائی اسمین سورہ روم پڑھی اور متوہم ہوئے تو سلام کے بعد فرمایا کہ تم مین سے کچھ لوگ ہمارے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہین جو اچھی طرح طہارت نہین کرتے پس جو ہمارے ساتھ نماز مین آوے اسکو چاہئیے کہ اچھی طہارت کرلے۔ رواہ احمد۔ وقولہ واللہ یحب المطہرین۔ ابو العالیہ رح نے کہا کہ پانی سے طہارت کرنا اچھی بات ہو ولیکن یہ لوگ جنکی اللہ تعالے نے آیت مین تعریف فرمائی ہے یہ گناہون سے پاک تھے کسی طرح کی نجاست ناشرک سے ملوث نہ تھے۔ اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ یہ آیت اہل قبار کے حق مین نازل ہوئی تو آنحضرت صلعم نے اُنسے پوچھا انھون نے عرض کیا کہ ہم لوگ پتھرون سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے دھو ڈالتے ہین۔ رواہ البزار رحمہ اللہ۔ قال الحافظ رح مین اس روایت کو اس لیے لایا ہون کہ فقہاء مین تو یہ مسئلہ مشہور ہے کہ ڈھیلون سے پہلے استنجا کرکے پھر پانی سے دھووے اور محدثین مین سے پہلے بہت سے لوگ یا سب کے سب پچھلے لوگ اس سے واقف نہین ہوئے۔ وفی السراج جو مسجد کہ ناموری یا فخر یا دکھلانے وسُنانے کے واسطے یا اور کسی غرض سے سوائے خالص اللہ تعالے کی رضامندی چاہنے کے بنائی

جاوے یا حرام یا مشکوک مال سے بنائی جاوے وہ مسجد الضرار سے ملحق ہو یعنے اس مین نماز وغیرہ حرام ہے۔ عطار رح سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالے نے ملکون کو فتح کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمال صحابہ رض کو لکھا کہ جا بجا مسجدین بنواؤ اور خیال رکھو کہ ایک ہی شہر مین ایسی دو مسجدین مت بنوانا کہ ایک سے دوسری کو مضرت پہونچے۔ مسئلہ ہندوستان کے شہرون مین ہر محلہ مین کئی کئی مسجدین ہین اور اسپر بھی لوگ وہان اور مسجد بنواتے ہین وہی ثواب جانتے ہین جو احادیث صحیحہ مین آیا کہ اللہ تعالے اسکے لیے جنت مین گھر عطا فرماتا ہو۔ حالانکہ یہ دوسری موجودہ مسجدون کے حق مین اضرار ہو پس اسکا خیال ضرور ہو۔ مسئلہ جب محلہ مین کئی مسجدین ہون تو جو مسجد کہ مال حلال سے خالص اللہ تعالے کے لیے رضامندی چاہنے کو بنی ہو اور سب سے قدیم ہو اسمین نماز پڑھنا چاہیے۔ اور حرام ایسی مسجد مین ہو جو مال حرام ہی ہو یا مسجد الضرار کے حکم مین ہو جیسا کہ سراج المنیر سے اوپر منقول ہوا۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے تصریح فرمائی ہے۔ پھر

اللہ تعالے نے بانی مسجد تقوی و بانی مسجد الضرار کی تمثیل فرمائی۔ بقولہ تعالے

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ

بھلا جسنے بنیاد دھری اپنی عمارت کی پرہیزگاری پر اللہ سے اور رضامندی پر وہ بہتر یا جسنے نیو رکھی اپنی عمارت کی کنارے پر ایک کھائی کے جو ڈھیتا ہے

هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا

پھر اسکو لیکر ڈھے پڑا دوزخ کی آگ مین اور اللہ راہ نہین دیتا بے انصاف لوگون کو ہمیشہ رہیگا اس عمارت سے جو بنائی تھی

رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

شبہہ انکے دل مین مگر جب ٹکڑے ہوجاوین انکے دل اور اللہ سب جانتا ہو حکمت والا

اس آیت مین اللہ تعالے نے تقوی پر بنیاد رکھنے والے مین اور نفاق و کفر پر بنیاد رکھنے والے مین بڑا بھاری فرق ہونا ظاہر فرمایا بقولہ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ یہ جملہ متانفہ ہے اور ہمزہ استفہام تقریری ہے اور جس نے زعم کیا کہ استفہام انکاری ہے اس نے خطا کی۔ بعد ہمزہ کے فاء عاطفہ مقدر ہے اے اذا تبین حال اہل مسجد التقوی وحال اہل مسجد الضرار وصار الامر معلوما فاذا الاول خیر ام الثانی بنیان مصدر ہے بمانند عمران کے اور مراد اس سے اسم مفعول یعنے مبنی ہے۔ شفا بمعنے کنارہ وطرف۔ جرف بالضم جیم وسکون راء ایک قراءۃ مین وبضم راء بھی دوسری قراءۃ مین یعنی وہ جگہ جو سیل سے منجرف ہوجاوے یعنی پانی کے ہلکورون سے کھد جاوے۔ اور بعض نے کہا کہ (بنائی ہوئی عمارت ١٢) کنارہ کی جڑ سے جو خالی ہوجاوے کہ وہ گرنے ہی کو ہوتی ہے۔ اجتراف بمعنے جڑ سے اکھاڑ لینا۔ ہار بمعنے ساقط دراصل ہائر تھا عین کلمہ بے سبب واجبی حذف ہوا مانند شاک السلاح وشائک السلاح۔ یقال ہار البناء اے سقط لبعض نے کہا کہ اصل مین ہاور تھا یعنے جو گرنے کو ہو۔ پھر ہار و کیا گیا کہ لام کلمہ بجائے عین کے قلب کرکے ہار ہوا۔ اور شمس العلوم مین ہے کہ جرف وہ جس کی جڑ پانی کھا گیا اور اوپر کا کنارہ لگا ہو پھر جب وہ بھی بیٹھا تو وہ ہار کہلاتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ بدون تقلیب و بدون حذف کے ہار دراصل ہور تھا اعلال سے ہار ہوا لیکن یہ خلاف مشہور ہے ورنہ توجیہ اولی ہے۔ کما قال السمین رح۔ پھر تقدیر کلام یون ہے۔ افمن اسس بنیان دینہ علی التقوی اے مخافۃ من اللہ ورضوان منہ خیر۔ یعنے بھلا جس نے نیو رکھی اپنی عمارت کی یعنے اپنے دین کی عمارت کی اللہ تعالے کے خوف پر اور اللہ تعالے کے رضوان پر وہ بہتر ہے ام من اسس بنیان دینہ علی جرف ہار۔ یا وہ جس نے اپنی عمارت دین کی نیو رکھی جرف ہار پر یعنے ایسے کنارے پر جو گرا جاتا ہے یا ایسے کنارے پر

جس کی جڑ پانی سے خالی ہو گئی ہے یا ایسے کنارے پر جس کی جڑ خالی اور وہ کگار اچھٹ گیا ہے۔ فانہار بہ فی نار جہنم۔ اے فانہار الشفا او الجرف الہار او البنیان بہ اے بالبنیان او الباني فی نار جہنم۔ با رتعدیہ ہے اور معنی یہ کہ پھر لے گرا یہ کنارہ اس عمارت کو۔ یا لے گرا یہ کگار اچکا ہوا اس عمارت کو یا اسکے بنانے والے کو نار جہنم مین۔ الحاصل جس نے تقوی ورضوان پر مستحکم بنیاد رکھی وہ بہتر ہے یا جنے گرتے کگارے پر جسکا گرنا بھی نار جہنم مین ہووے وہ بہتر ہے یعنے پہلا بالضرور بہتر ہے دوسرے سے۔ پس اول مثال اہل مسجد قبا کی ہے اور دوم مثال منافقین مسجد الضرار کی ہے سبحان اللہ تعالے یہ کلام نہایت بلیغ و بدیع ہے اور رازی رح نے لکھا کہ مین تمام عالم مین کوئی مثال اس سے بڑھکر منافقون کے حال سے مطابق نہین پاتا ہون اور حاصل کلام یہ ہے کہ دو عمارتین ہین انمین سے ایک کے بنانے والے نے تقوی ورضوان الٰہی کی نیت کی دوسری کے بنانے والے نے نفاق و معصیت کی نیت کی پس اول عمارت تو اچھی و باقی رکھنے کے قابل ہے اور دوسری خراب و ڈھانے کے قابل ہے۔ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالے قوم ظالم کو راہ نہین دیتا یعنے نیک کامون پر انکو قدرت نہین ہوتی ہے حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ واللہ مسجد الضرار کی عمارت پوری نہونے پائی تھی کہ جہنم مین جا پڑے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رض نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلعم کے زمانہ مین دیکھا کہ مسجد الضرار سے دھوان نکلتا تھا۔ رواہ الحاکم و ابن جریر وغیرہما۔ ابن جریج رح نے فرمایا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ کچھ لوگون نے وہ مقام کھودا جہان مسجد الضرار تھی تو وہان سے دھوان نکلتا پایا۔ ایسا ہی قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے خلف ابن یاسین رح نے کہا کہ وہ مسجد ضرار جسکو اللہ تعالے نے قرآن مین ذکر فرمایا ہے مین نے دیکھا کہ اس مین سے ایک پتھر سے دھوان نکلتا تھا اور اب تو وہ گھور اتھی۔ رواہ ابن جریر رح جب مسجد الضرار بنانے والے منافقون کی مراد پوری نہوئی اور اللہ تعالے نے انکا پردہ فاش کر دیا اور فضیحت ہوئے تو نہایت خوفناک ہو گئے تھے اس جہت سے کہ ابو عامر فاسق جسکو اپنا سردار بنایا تھا وہ حضرت رسول اللہ صلعم کی بد دعا سے تنہا جنگل مین مرکر جہنم مین پڑا اور مسجد الضرار بھی جہنم مین گئی تو منافق ڈرے کہ دیکھیے ہم قتل کیے جاوین یا نکالے جاوین اور اللہ تعالے نے انکو اس فعل بد کی پاداش مین مسجد بیت جہنمی کر دیا کہ نفاق انکے دلون مین ایسا جا کہ کبھی نہ نکلا جیسے قولہ واشربوا فی قلوبہم العجل سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کے دلون مین گوسالہ رچ گیا تھا چنانچہ حق عز و جل نے فرمایا۔ لَا یَزَالُ بُنْیَانُھُمُ الَّذِیْ بَنَوْا رِیْبَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ برابر رہیگی انکی عمارت وہ جسکو انھون نے بنایا تھا شک انکے دلون مین یعنی یہ عمارت انکے دلون مین نفاق و شک ہو کر برابر باقی رہیگی کیونکہ وہ انکو لیکر جہنم مین گری ہے پس ان کے دلون سے شک و نفاق کبھی نہ جائیگا۔ اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُھُمْ مگر اسکہ انکے دل پارہ پارہ ہو جاوین یعنی وے مر جاوین۔ کما قال ابن عباس رض و مجاہد و قتادہ و زید بن اسلم و السدی و الضحاک وغیر واحد من السلف و الخلف و علی ہذا استثنار کے معنے یہ ہونگے کہ بغیر موت کے انکے دل سے شک نہ نکلیگا اور بعد موت کے جب مسجد الضرار کے ساتھ جہنم مین پڑینگے تو آگاہ ہونگے کہ ہم خطا پر تھے حالانکہ اسوقت کچھ مفید نہوگا۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اور اللہ تعالے علیم حکیم ہے یعنے جو کچھ انکے دلون مین شک و نفاق مضمر ہے اور جو حکمت انکو اسطرح رکھنے مین ہے اللہ تعالے پر روشن ہے ف ان آیات کے حقایق و اشارات کو سننا چاہیے فقال فی العرائس قولہ تعالے لمسجد اسس علی التقوی الآیۃ۔ اس مین بیان ہے کہ ہر عبادت کی محکم بنیاد نہین ہوتی مگر تقوی سے اور تقوی نہین ہوتا مگر اس طرح کہ غیر کی طرف نظر سے دل پاک ہو۔ پس جہان تقوی آیا وہان شرک و شک و ریا و نفاق وغیرہ جتنے ذمائم نفسانی و شیطانی ہین سب نیست و نابود ہو جاتے ہین اور وہان عمدہ اخلاق و صفائی دل و یاد الٰہی خالص رہجاتے ہین اور جب یہ ہوا تو خلوص نیت سے اعمال بدرجہ عرفان پہونچے اور عرفان بدرجہ توحید پھر بمشاہدہ موحد یعنے جسکی توحید کرتا ہے پس ہر غیبت عیان و ہر الہام بیان ہو گیا۔ کما قال تعالے الیہ یصعد الکلم الطیب و العمل الصالح یرفعہ اور اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ تسر قدمی ہے اور ہر زمانہ

ہین حق تعالے نے بندہ صادق کی ایذا رسانی پر ایک مکار ملعون ومقہور کیا ہے چنانچہ قولہ تعالے وکذلک جعلنا لکل نبی عدوًا من المجرمین
الآیۃ بھی اسپر شاہد ہے پس آنحضرت صلعم کی ایذا دینے والون مین سے جو مقہور وملعون ہوئے ہین ایک ابوعامر فاسق بھی تھا اور ظاہر مین یہ شخص
راہب تھا یعنے درویش گوشہ نشین نصرانی تھا مگر آنحضرت صلعم کی عداوت مین یہان مدینہ مین منافقون سے کہا کہ تم مکر وسالوس پھیلا کر
مسجد بناؤ اور مین قیصر روم سے لشکر لینے جاتا ہون اور عنقریب اسکے وعدہ کے موافق لیے آتا ہون اور یہ سمجھا کہ ایذاے اولیاء اللہ تعالے
اشد غضب الٰہی تعالے ہے پس موافق بددعاے حضرت سرور عالم صلعم کے خوار مردود تنہا سفر مین مرا۔ اب اس زمانہ مین خیال کرو کہ اہل مکر
وسالوس کا یہ حال ہے کہ صوف کا لباس پہنکر زہد وتقوی ظاہر کرتے ہین اور مسجد حجرے بنا کر اُس مین چلّے کھینچتے ہین اور اپنے شیاطین دنیاوی
مالدار تعلقہ دار و نوابون کے یہان بھیجتے ہین کہ وے جا کر انکو بہکاوین کہ فلان بزرگ چلہ مین بیٹھے ہین اور بڑے زاہد وعابد وصاحب کرامت
ہین انکی زیارت سے نجات وحصول مراد ہو غرضکہ تمام لوگون کو اپنا معتقد کرکے دنیا حاصل کرنا چاہتے ہین اور جن امور مین رضاے الٰہی نہین
ہے اور راہ توحید ومستقیم سے مانع ہین اور آخرت سے پھیرنے والے ہین مگر اہل دنیا کو مرغوب ومحبوب ہین انکو جاری کرکے دنیا کماتے ہین اور جو درحقیقت
اولیاء اللہ تعالے ونیک بندے وراہ توحید وآخرت سکھاتے ہین اُن کی مذمت وتفضیح کرتے ہین اور اُن کی برائیون وغیبت سے پیٹ بھرتے ہین تاکہ
بندگان حق عزوجل کو راہ راست سے پھیرین اور اُنکی صحبت سے مستفیض نہونے دین پس ایسے لوگ ہی اللہ تعالے کی خیانت کرتے ہین۔
وقال تعالے واللہ لا یہدی کید الخائنین۔ پھر آخر جو لوگ خاص بندے ہین اُنکے نزدیک خوار وفضیحت ہوجاتے ہین ہر حال اللہ تعالے
ایسے لوگون سے روے زمین کو پاک فرماوے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ مین ایسے لوگون کی بہت کثرت ہے اور عوام اُن کے اعتقاد
دین قدیم وصراط مستقیم واتباع رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے باز رہتے ہین اللہم احفظنا وانت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔ شیخ
نے لکھا کہ شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ جس نے اپنی نیت صحیح رکھی اور اسکو شک اور شبہہ عارض نہوا تو اسکی حالت ہمیشہ استقامت پر
ٹھیک رہتی ہے اور صحت نیت اسطرح ہے کہ بالکل اپنی مراد سے جاتا رہے اور فقط ارادہ الٰہی پر راضی ہوجاوے۔ شیخ ابوعثمان رح نے
آیت کریمہ سے استنباط کیا کہ جو زمین فتنہ ہو اس سے سواے فتنہ کے کچھ نہین پیدا ہوتا اور زمین رحمت سے انسان کو رحمت ملتی ہے اگرچہ
کچھ دنون بعد ملے۔ قولہ تعالے فیہ رجال یحبون ان یتطہروا الآیۃ۔ اہل قبا کی تعریف فرمائی کہ وے طہارت کو چاہتے ہین اور اللہ تعالے
طہارت والون کو چاہتا ہے۔ طہارت کے مراتب ہین۔ اسرار کی طہارت تو فکرات سے ہوتی ہے یعنے سر باطنی کو خطرات نفس وشیطان وغیرہ
سے پاک رکھنا چاہیے ارواح کی طہارت غفلتون سے یعنے ہر غفلت سے پاک رکھنا چاہیے۔ قلوب کو شہوات سے پاک اور عقول کو جہالات
سے پاک۔ النفوس کو تفکرات سے پاک۔ بدنون کو لغزش وافعال قبیح سے پاک رکھنا چاہیے جسکو اللہ تعالے نے ازل مین محبوب فرمایا اسکو
دنیا مین ہر شغل سے جو اسکو اللہ تعالے سے غافل کرے پاک رکھتا ہے کیونکہ جس سے محبت ہو اسکو حضرت مین نہین چھوڑا جاتا ہے۔ سہل رح
نے کہا کہ طہارت تین طرح ہے۔ علم کی طہارت جہالت سے اور یاد کی طہارت بھول سے اور طاعت کی طہارت معصیت سے ہے۔ بعض نے
کہا کہ میان اشارت ہے کہ ماسواے حق تعالے کے ہر دوجہان کے تعلق سے ان بندون کو طہارت محبوب تھی۔ قولہ افمن اسس بنیانہ علے
تقوی من اللہ الآیۃ۔ اللہ تعالے عزوجل ہر چیز سے بزرگ وقیاس وگمان وخیال سے پاک وبرتر ہے کوئی بندہ جو کچھ خیال کرے وہ پاک تعالے
اُس سے پاک ہے پھر کچھ علامات اُس کے واسطے ہین اور وہ صالحین کے دل ہین جو سچے وخالص اعتقاد سے اسکے بندے ہین اور ہر زمانہ
مین وہ بہت تھوڑے ہین اور یہ سب بھی ابتداءت انتہا تک ایک بندہ کی تفصیل ہین اور وہ بندہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

ہین پس اللہ تعالے عزوجل وہی اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے اور اُسکا ایک بندہ محبوب محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور اسکے طفیل مین بحسب مراتب رسول وانبیاء واولیا ہین اور یہ وہی بندے ہین جو صدق دل سے خالص اللہ تعالے کے بندے ہین پھر یہ ہر زمانہ مین تھوڑے ہین پس انکے دل وہی اللہ تعالے کی عمارات ہین جن مین مناظر قدس وانس منور بانوار تجلی حق عزوجل ہین پس جسنے دل کو رذیل اخلاق سے پاک کرکے یاد آلہی جل جلالہ وتمناے لقارحق تعالے وشوق ومعرفت وتوحید وتفرید وخوف وعظمت وکبریائی ومراقبہ خطاب واسرار وطلب رضوان ووصال آلہی سبحانہ تعالے سے آراستہ کیا وہ نور عظیم کو پہونچ گیا جو بیان سے باہر ہے- واسطی رح نے کہا کہ قولہ علی تقوی من اللہ- اشارت ہے کہ اصل تقوی ازجانب اللہ تعالے عزوجل ہے پس متقی پر حق تعالے سبحانہ کا احسان ہے اور ہمت تن اسی کی طرف متقی کا التفات لہذا امتحان کے لیے آیات مابعد مین امر جہاد وغیرہ مین اُنکو مشغول کیا مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ مین لکھا کہ سابق مین غزوہ تبوک کی تمہید مین گزرا کہ رسول اللہ صلعم نے جب جہاد کے لیے لوگون کو حکم دیا اور وے گرانبار ہوے تو اللہ تعالے نے قولہ یا ایہا الذین آمنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ اثاقلتم الے الارض ارضیتم بالحیوۃ الدنیا من الآخرۃ الآیہ سے انکار فرمایا کہ زندگانی دنیا پر راضی نہوجاؤ پھر آمادہ کیا بقولہ انفروا خفافا وثقالا وجاہدوا الآیہ- پھر بعد تشریح احوال ایمان وذمائم نفاق کے اب اُسکی فضیلت وتحقیق حالت پر متنبہ فرمایا بقولہ تعالے

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۚ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

اللہ نے خرید لی مسلمانون سے اُنکی جان اور مال اس قیمت پر کہ اُنکو بہشت ہے لڑتے ہین اللہ کی راہ مین

فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ۖ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ

پھر مارتے ہین اور مرتے ہین وعدہ ہوچکا اُسکے ذمے سچا توریت اور انجیل اور قرآن مین اور کون ہے قول کا پورا اللہ سے زیادہ

فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ ۚ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ○

سو خوشیان کرو اس معاملت پر جو تم نے کی ہے اُس سے اور یہی ہے بڑی مراد ملنی

إِنَّ اللَّهَ البتہ اللہ تعالے عزوجل نے جو خالق ومالک تمام عالم دنیا وآخرت کا ہے- اشْتَرَىٰ خرید فرمایا- مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اپنے مومن بندون سے جو اُس کے مخلوق ومملوک ہین- أَنفُسَهُمْ ان مومن بندون کی جانین- وَأَمْوَالَهُمْ اور ان مومنون کے اموال کہ خود ہی انکو رزق فرمائے ہین- بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ بعوض اس امر کے کہ ان مومنون کے لیے جنت مخصوص ہے- سبحان اللہ تعالے کیا فضیلت ہے کہ اسپر جان ومال فدا کرنا بہت متاع حقیر ہے لہذا حسن بصری رح نے فرمایا کہ اے لوگو سچے کانون سنو پس قسم ہے ذات پاک حق عزوجل کی کہ یہ خریداری محض نفع وسراسر فائدہ ہے اس سے روے زمین کے تمام مومنون سے قیامت تک اللہ تعالے نے مبائعت فرمائی واللہ کوئی مومن اس بیع سے محروم نہین رہا- مولوی رومی نے کہا ہے ؎ جان دہی از بہر حق جانت دہند + نان دہی از بہر حق نانت دہند + ؎ اللہ اللہ زود بفروش وبخر + قطرہ دہ بحر پر گوہر ببر + اللہ تعالے کی تمام مخلوق ومملوک ہین چنانچہ مومن کی جان خود اپنی نہین بلکہ محض اللہ تعالے کی مخلوق ومملوک ہے اور ایسے ہی مال بھی اُسی کا دیا ہوا رزق ہے پس خرید یہان بطریق استعارہ تبعیہ کی تمثیل ہے جیسے قولہ تعالے اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدی مین تمثیل مقصود ہے اور یہ امر خود واضح ہے اور کافرون ومنافقون کو متروک ومطرود کرکے فقط مومنین کی تخصیص فرمائی اور مومنون کی جانون ومالون کو مبیع قرار دیا جو کہ بیع مین عمدہ ومقصود ہوا کرتی ہے اور جنت کو

دام و مول بنایا جو کہ مقصود حاصل ہونے کا وسیلہ ہوتا ہے اور یہ کمال فضل ہے۔ اور خرید کرنا اپنی ذات پاک جل جلالہ کی طرف نسبت فرمایا اور یون نہ کہا کہ ان اللہ تعالیٰ باع الجنۃ بانفسھم واموالھم یعنی جنت کو اللہ تعالیٰ نے مومنون کے ہاتھ بعوض اُن کی جانون و مالون کے فروخت کیا تو یہ بھی کمال فضل مومنین ہو کہ قولہ ان اللہ اشتری۔ سے نکلا کہ اللہ تعالیٰ کو مومنون کی جانون و مالون کی طرف کمال اعتنا ہے لہذا یون نہ فرمایا کہ اشتری انفسھم واموالھم بالجنۃ بلکہ یون فرمایا کہ بان لھم الجنۃ تاکہ تحقیق معلوم ہو جاوے کہ یہ جنت اُنکے واسطے مخصوص ثمن ہے۔ یہ وہ مقام ہے کہ مومن اس خوشی مین تو جان فدا کر دے تو حقیر ہے اللھم رب اجعلنی مومنا من المومنین وانت ارحم الراحمین۔ پھر بعض نے کہا کہ انفسھم مین مجاہدین کی جانین والیسے ہی اُنکے اموال مراد ہین اور صحیح یہ ہو کہ جملہ مومنین کی جانین مراد ہین کہ وہ طاعت الٰہی مین اُنکو کھپین یہان تک کہ موت آوے اور اموال کو طاعت الٰہی مین خرچ کرین یہان تک کہ مر جاوین پس جہاد مین جان و مال خرچ کرنا سب سے پہلے داخل ہے۔ اور انفسھم کو اموالھم سے مقدم کیا تاکہ تحقیق ہو جاوے کہ یہ مبالعت اُن کے مال کمانے سے پہلے ہو گئی ہو اور حاصل اس مثال کا یہ ہو کہ مومنون کا اپنی جانون و مال کو اللہ تعالیٰ کی طاعت و رضامندی مین یعنی موافق شرع و سنت رسول اللہ صلعم کے قربان کرنا موجب کمال ثواب و رضوان الٰہی تعالیٰ ہو اور وہ جنت ہے پس زہے نصیب اُس کے جسنے یہ بیع پائی کہ یہ حقیر جان اُسی کی مخلوق ہے اور یہ حقیر اموال اُسی کا رزق دیا ہوا ہو اسی کو اس پاک خالق رازق جل جلالہ نے قبول فرما کر خریدا اور جنت جو محل اکرام و انعام و رضوان ہے عطا فرمایا اور اس مین اُسکا رضوان و دیدار ہو سبحان اللہ تعالیٰ کہان یہ حقیر اور کہان وہ انعام کبیر الحمد للہ رب العالمین۔ لہذا حسن بصری و قتادہ رح نے کہا کہ واللہ اُسکو حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے خریدا تو اُنکو بہت بھاری ثمن دیا۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر دونون چیزین اُنہین کے لیے کر دین حسن بصری رح نے کہا کہ ہماری جانین سب اُسکی مخلوق ہین اور ہمارے اموال سب اُسی کا رزق عطیہ ہے۔ ایک جماعت محدثین نے روایت کیا کہ لیلۃ العقبہ مین قبل ہجرت کے جب آنحضرت صلعم نے ایک گروہ انصار سے بیعت لی تو انھون نے عرض کیا کہ جو شرط آپ کو منظور ہین ہم سے لے لیجیے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے تو یہ شرط ہے کہ اُسی کی توحید کرو کچھ بھی اُس سے شرک نہ کرو اور میری ذات کے لیے یہ کہ اپنی جانون و مالون سے جس طرح روک ٹوک کرتے ہو میری نصرت کرو تو عرض کرنے لگے کہ ہم نے منظور کیا تو ہمارے لیے کیا ہے فرمایا کہ تمھارے لیے جنت ہے تو انصار بولے کہ واللہ ہم نے بیع مین سراسر نفع پایا اب ہم بیع نہ پھیرنے دینگے اور نہ خود پھیرینگے۔ روایت ہے کہ ایک اعرابی اس آیت کو پڑھتا ہوا آیا اور آنحضرت صلعم سے کہا کہ یہ کس کا کلام ہے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا۔ عرض کیا کہ بیع ہے سراسر سیر النفع ہو واللہ مین نہ پھیرون نہ پھیرنے دون پس جہاد کو روانہ ہوا اور وہان شہید ہو گیا۔ قال تعالیٰ۔ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ جملہ مستانفہ بیان غرض خرید ہے یعنے اس بیع مین کیا مفاد ہے اور حمزہ و کسائی کی قراۃ مین فیقتلون بصیغہ مجہول ہے اور دوم بصیغہ معروف اور باقیون کی قراۃ مین اول معروف ہو اور دوم مجہول ہو۔ یعنی قتال کرتے ہین یا قتال کرینگے یہ بندے اللہ تعالیٰ کی راہ مین پس قتل کرتے ہین کافرون کو اور قتل کیے جاتے ہین یا قتل کرین اور قتل کیے جاوین بعض علماء نے کہا کہ یقاتلون سے مراد امر ہے یعنے مومنون سے اسطرح خریدا تو وہ قتال کرین۔ اور بنا بر قراۃ حمزہ و کسائی کے یہ معنی ہین کہ قتل کیے جاتے ہین اور قتل کرتے ہین یعنے باوجودیکہ بتقدیر و مشیت الٰہی انمین سے بعضے قتل کیے جاتے ہین تو باقی قتال پر ثابت قدم رہتے ہین کیونکہ قتل ہو جانا انمین مراد لیا جاتا ہے کہ منافق بسبب ضعف اعتقاد و شک کے اسی سے بھاگتا ہے۔ الحاصل مومنین اللہ تعالیٰ کی راہ مین قتال کرتے ہین خواہ قتل کرین یا قتل ہون یا قتل کرین بھی و مقتول بھی ہون بہرحال

اُن کے لیے جنت ہے صحیحین وغیرہ مین حدیث ہی کہ جو شخص خالص اللہ تعالے پر ایمان و رسولون کی تصدیق پر اُسکی راہ مین جہاد کو نکلا تو اللہ تعالے نے اُسکے واسطے تکفل کر لیا کہ اُسکو وفات دے تو اُسکو جنت مین داخل فرماوے یا جہان سے نکلا وہین اُسکو اجر و غنیمت سمیت واپس فرماوے مترجم کہتا ہی کہ پہلی بات کیا خوب ہی اللہ تعالے اپنے فضل سے روزی فرماوے۔ قال تعالے۔ وَعۡدًا عَلَيۡهِ حَقًّا۔ اے وعد اللہ تعالے علی ذلک وعدًا وحق ذلک حقا۔ فِي التَّوۡرٰىةِ یعنی وعدہ فرمایا اللہ تعالے نے اس فعل جہاد پر وعدہ اور محقق کر دیا اُس کو خوب محقق جو ثابت و نازل ہے توراۃ مین یعنے جو کتاب آسمانی حضرت موسی علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی اُس مین مومنین کے لیے یہ وعدہ لکھ دیا تھا۔ وَالۡاِنۡجِيۡلِ اور کتاب انجیل مین جو حضرت عیسی علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔ وَالۡقُرۡاٰنِ۔ اور اب اس کتاب مجید قرآن مین ثابت فرمایا جو افضل الرسل و خاتم النبیین محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور وہ اگلی کتابون کا جامع و شاہد ہے حاصل آنکہ یہ وعدہ حضرت علام الغیوب کی طرف سے مومنون کے لیے اگلی کتابون سے نازل چلا آتا ہی یہان تک کہ قرآن مجید مین نازل ہوا پس وعدہ محقق و ثابت ہی۔ وَمَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ مِنَ اللّٰهِ اور کون ہی وہ جو اللہ تعالے سے بڑھکر اپنا وعدہ وفا کرے یعنی کوئی اس سے بڑھکر نہین ہے۔ دیکھو بندے بدعہدی سے شرم کرتے اور کبھی بدعہدی نہین کرتے ہین تو بھلا بندون کا خالق جو ہر چیز پر قادر ہی اُسکے وعدے کا کیا پوچھنا ہی اُسکے قبضہ قدرت مین ہر چیز ہے جو چاہے کر سکتا ہے پھر وفائے وعدہ سے کیا چیز مانع ہو سکتی ہی پس جب بندون کو بدون اُنکے کسی استحقاق کے پیدا کر دیا اُنکو تمام نعمتین عطا فرمائین تو فضل و کرم سے جو وعدہ فرمایا وہ بے شک پورا ہی۔ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِيۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ اب خطاب سے مشرف کرکے مومنون کو دوچند مسرور فرمایا کہ جب یہ جان چکے تو خوش ہو جاؤ اس اپنی بیع پر جو تمنے عقد مبایعت سے قرار دی ہے۔ وَذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ اور یہی تو فوز عظیم ہی سبحان اللہ عزوجل بے شک یہی فوز عظیم ہی تنبیہ واضح رہے کہ اس آیت کریمہ مین کمال بلاغت و انواع تاکیدات ہین۔ اول قولہ ان اللہ اشتری یعنی خریدنے والا وہ اللہ تعالے عزوجل ہی جس کی جناب پاک مین دروغ کا وہم نہین ہو سکتا پس عقد و عہد کامل مضبوط ہی۔ دوم اُسکو بیع و خرید سے استعارہ کیا اور عقد بیع بعد واقع ہونے کے واجب ہوتا ہی لہذا بلفظ یشتری نہین بلکہ اشتری فرمایا کہ واقع ہو گیا۔ سوم قولہ وعدًا۔ کیونکہ وعدہ الٰہی حق ہی۔ چہارم قولہ علیہ کیونکہ کلمہ علی وجوب کے لیے ہی پنجم قولہ حقا کیونکہ تاکید تحقیق ہی ششم قولہ فی التوراۃ والانجیل والقرآن۔ اے ثابتا کائنا فیہا کیونکہ ثبوت ان کتب آسمانی مین سجائے اسکے ہی کہ تمام انبیاء و رسل و تمام امتین اسپر گواہ ہو گئی ہین ہفتم قولہ ومن اوفی بعہدہ من اللہ یہ کمال تاکید ہی ہشتم قولہ فاستبشروا الخ یہ بشارت بنیل مرام ہی کہ وہی عین مقصود ہی پس مبالغہ تاکید ہی نہم قولہ ذلک ہو الفوز۔ اور دہم قولہ العظیم پس ان دس وجوہ سے حق تعالے جل جلالہ نے اس عہد کو موکد و مقرر و محقق فرمایا۔ ف وفی العرائس قولہ تعالے ان اللہ اشتری من المؤمنین الآیۃ ازل مین اہل مسجد الرضوان کو محبوب و مقبول فرماکر بمقتضائے عظمت و کبریائی امتحان غیرت مین غیر کی طرف ملتفت کیا اور یہ مکر قدیم ہی پس تحقیقاً یہ خرید ذات پاک اُسنے ہی کیونکہ قیام وجود اُسی کی ذات پاک سے ہی ورنہ اشیاء و حوادث سب عدم مین فانی ہو جاوین پس اپنے آپ کو حوادث پر پیش کیا مگر کوئی اُسکے لائق نہین تو خود اپنے آپ کو اپنے لیے خرید فرمایا کیونکہ وہ تعالے دانا تر ہی کہ اُسکی تجلی عظمت اٹھانے سے تمام مخلوق عاجز ہے اور حدوث کو قدم کی تجلی مین بھلا کہان تاب ہو سکتی ہی اور وہی اپنے آپ اپنی قیمت ہی پس شفقت سے اپنے آپ کو اُنسے خرید لیا کہ تجلیات عظمت مین یہ بندے نیست نہ ہو جاوین۔ پھر ان بندون کے اموال خریدے اور یہ اموال اُسکے نعوت ازلیہ متاع مشاہدہ ہی تاکہ عدم کا بھید قدم ہی مین رہے پس جب جلال قدم سے اُنکو قطع فرمایا تو جو کچھ اُنکے لائق و مناسب ہی یعنے جنت اُسمین اُنکو مشغول فرمایا بحقہ نفوس و اموال کی کچھ قدر و قیمت نہین

چنانچہ انکو بعوض جنت کے خرید فرمایا ورنہ درصورت قدر ولطافت ہونے کے بذات پاک خرید فرمانا کسی حادث چیز کی عوض کیونکہ جنت بھی
تجلی صفات کے ہے بلکہ نفوس کو خرید کر لیا کیونکہ وہ قلب کو پروردگار تعالے سے حجاب ہین اور یہی حال اموال کا ہے پس دونون خرید لیے
تاکہ درمیان مین کوئی حجاب نہ رہے بلکہ مومنین سے انکے نفوس خرید فرمائے جو مجاہدہ وریاضت کی راہ سے انکے زیر قدرت وملکیت داخل
کیے گئے ہین اور قلوب نہین خریدے کیونکہ وہ دیدار صفات مین خود مستغرق ہین۔ ابن عطار رح نے کہا کہ تیرا نفس ہی ہر شہوت وطلب کا گھر ہے اور
تیرا مال ہر گناہ ومعصیت کا ہتھیار پس دونون تجھ سے خرید کر تجھے وہ چیز عوض دی کہ حال ومآل مین تجھے نافع ہے سہل رح نے کہا کہ مومن کوئی
ایسا نہین جسکے ملک مین اسکا نفس ہو اس لیے کہ وہ تو اللہ تعالے کی بیع مین بک چکا پس جسنے بیع ادا نہ کی اور نفس اپنے پاس رکھا یعنے
حیات دنیاے فانیہ سے نہ درگزرا وہ بھلا کہان سے حیوۃ طیبہ پر زندگی کریگا۔ قال المترجم نکتہ لطیف ہے اور حدیث مین ہے کہ کوئی تم مین
سے مومن نہوگا جب تک اسکا نفس بالکل اسکا مطیع نہو جاوے جو مین لایا ہون فقال واقم جعفر رح نے کہا کہ بزبان حقیقت انکو مبتلاے
آزمایا بزبان معاملت کہ اسنے اجساد خریدے تاکہ قلوب مین وقوع محبت متعین ہو پس وصل سے انکو زندہ فرمایا۔ حسین رح نے کہا کہ نفوس
سرکش ہین انکو حق تعالے نے مومنین سے خرید کر اپنی غلامی مین مطیع کر لیا پس سواے حق عز وجل کے انکا کوئی مالک نہین ہوسکتا۔ نصرآبادی رح
نے کہا کہ جنید رح سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالے نے مومنین سے انکے نفوس کب خریدے۔ تو کہا کہ ایسے وقت کہ کب کا وہان وجود ہی نہ تھا پس انکی
نظر کو سبب وعلت سے بالکل اٹھا دیا جبکہ انکی ملکیت خود اپنے نفوس واموال سے زائل فرمائی تاکہ جوار حق عز وجل کی لیاقت پاوین۔ نصر
آبادی رح نے کہا کہ نفس تیری صفت تھا تجھ سے خریدا اور قلب اسی کی صفت کے زیر حکومت ہے اسپر بالیت نہین واقع ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ آدمی کا قلب حضرت الرحمن عز وجل کی دو انگلیون کے بیچ مین ہے یعنے اسی کی صفت قدیم کی تجلی مین مسخر ہے بلکہ۔ قال النصرآبادی رح
آدمی کا نفس معیوب ہے اور کریم وہی خرید لیتا ہے جس سے اور لوگ بے پروائی کرین۔ قال الشیخ العارف مجھے اور ایک نکتہ الہام ہوا کہ حق تعالے
نے وقت ایجاد کے نفوس کو لباس قہر ربوبیت پہنایا پس اسنے وصف کبر کر لے لیا پس جب قہر اسپر وارد ہوا تو اسنے منازعت کی پس حق تعالے
نے مومنون پر کرم فرمایا کہ اگر نفس انکے ساتھ رہا تو انکو اغوا کریگا جیسے فرعون کو اغوا کر کے اس سے قولہ انا ربکم الاعلی۔ کہلوالیا۔ جیسے ابلیس کو تکبر مین خوار ومردود کیا۔
پس مومنون سے خرید کر نابود کر دیا تاکہ ان مین سواے عبودیت کے کچھ باقی نہ رہے۔ پھر حق تعالے نے قلوب عارفین مومنین کو اپنے
پاک کلام یعنے قولہ ومن اوفی بعہدہ من اللہ سے فرح وسرور مین مسرور کیا کہ فداے جان ومال مین جہاد ومجاہدہ وریاضات مین اللہ تعالی
کے وعدہ پر نیک نیت وصدق طویت پر ثابت وقیم رہین لہذا یقین کرینگے کہ حق تعالے جل جلالہ سے بڑھکر کسکا وعدہ ہوسکتا ہے اسیلیے
کہ وعدہ آیندہ وفا ہوتا ہے اور جسقدر مخلوقات ہین یعنے سواے اللہ تعالے کے جو چیز وجو کوئی ہے وہ آیندہ کے معاملہ مین ناقص ہے
کیا معلوم کہ کیا واقع ہو اور حق تعالے قدیم پاک بے زوال قادر مختار عزیز جلیل ہے اوصاف کمال لایزال ہے انمین کوئی نقص ممکن ہی نہین
پس جو فرمایا وہ ضرور پورا ہوگا بلکہ اس سے بڑھکر اپنے فضل سے عطا فرمائیگا کیونکہ اسکے انعام وفضل کی انتہا ہی نہین اور وہ رب کریم رحیم
ہے پس بندہ مومن نہایت مطمئن ہے کہ اسکے مولی جل جلالہ کے مملوک ومقہور ہین جو چیز ہیا جو آدمی ہیا جو فرشتہ ہو جنکو گمراہ اپنا معبود بناتے
پھرتے ہین۔ حسین رح نے کہا کہ ازل مین حق تعالے کا عہد اپنے خالص بندون کے ساتھ انکی خصوصیت خاصہ کا ہے جسکے انوار انپر وجود سے
ظاہر ہوتے ہین چنانچہ حضرت آدم کی پشت سے جب ارواح نکالین مثال چیونٹیون کیطرح تھین تو آدم نے انمین سے خالص بندون پر
وہ انوار جنپر نظر نہین ٹھہرتی دیکھکر عرض کیا کہ اے پروردگار تیری شان پاک ہے یہ کون بندے ہین پھر دنیاوی وجود مین ان انوار کے آثار انپر

موافق عہد قدیم کے ظاہر فرمائے پس اُنکا عہد اُنکو پورا کر دیا۔ ومن اوفی بعہدہ من اللہ۔ اللہ تعالےٰ سے بڑھ کر کوئی عہد پورا کرنے والا نہین ہوسکتا پھر اسی پر مومنون کو بشارت دی بقولہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ۔ خرید اپنی طرف فرمائی کہ ازل مین مومنون سے انکی جانین خریدین اور بیع مومنون کی طرف نسبت کی کہ انھون نے جانین بیچین اور تو جانتا ہو کہ ازل مین مومنین کہان تھے اپنی پاک ذات کو مومنون کی جگہ قائم فرمایا اور یہ اتحاد الفعل کی طرف اشارہ ہو۔ کما فی قولہ تعالےٰ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور یہ آیت از قبیل عین الجمع ہو اُنکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو بشارت فرمائی اور غرض اس سے یہ کہ خوش ہوجاؤ تم میری متابعت سے باین طور کہ میرے ساتھ اللہ تعالےٰ کی اطاعت کرو پس بڑی خوشی ہو کہ مین نے تم کو اپنے خطاب و خریدے جو بسبب کمال لطف سے خبر دیتا ہو تم کو سرفراز کیا پس تم بلا عذاب و بلا حساب دیدار جمال و جلال سے فائز ہوگے۔ کما قال تعالےٰ وذلک ہو الفوز العظیم۔ شیخ نصر آبادی رح نے کہا کہ اس بیع مین خوشخبری کامل یہ ہو کہ اللہ تعالےٰ انکو بسبب وعدہ کے یہ جنت عطا فرماویگا جو کہ مقام رضوان ہو اور چونکہ وہ کریم حقیقی ہو بھرپور زیادت کے ساتھ دیدار و مشاہدہ عطا کریگا۔ کما قال تعالےٰ الحسنیٰ وزیادۃ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہو کہ متواتر تفسیر مین حسنیٰ جنت ہو اور زیادہ دیدار حق تعالےٰ ہے پھر واضح ہو کہ مومن اسم جامع ہو اس مین معانی کثیرہ داخل ہین پس جن مومنون سے اُنکے نفوس خرید فرمائے ہین اُنکے اوصاف و مقامات کو تفصیل و تقسیم کے ساتھ بعد اجمال کے یعنی بلفظ مومن بیان فرمانے کے اب تمیز و شناخت و تحقیق کے لیے بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ

توبہ کرنیوالے | بندگی کرنیوالے | شکر کرنے والے | بے تعلق رہنے والے | رکوع کرنیوالے | سجدہ کرنے والے | حکم کرنیوالے | نیک بات کو | اور منع کرنیوالے

عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

بری بات سے | اور تھامنے والے حدین باندھی اللہ کی | اور خوشخبری سنا ایمان والون کو

اَلتَّآئِبُوْنَ زجاج رح نے کہا کہ میرے نزدیک یہ مبتدا ہو مع معطوفات کے اور خبر محذوف ہو یعنے التائبون العابدون الی آخرہ لہم الجنۃ ایضا یعنی تائبون وغیرہ ان اوصاف والون کے لیے بھی جنت ہو اور کہا کہ یہ احسن اس وجہ سے ہو کہ اگر التائبون سے بیان الذین مومنین کا ہو جو اوپر کی آیت مین مذکور ہین تو وعدہ جنت مخصوص بمجاہدین ہوجائیگا۔ اسی قول کو مفسرین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ولیکن جواب یہ ہو کہ وعدہ مجاہدون کے ساتھ مخصوص ہونا لازم نہین آتا اس لیے کہ مومنین سے عام مومنین مراد ہین اور اُنسے ان کی جانین و اموال خرید لیے پس وہ حکم شرع کے موافق اپنی جان کو مطیع رکھتے ہین جسمین جہاد وغیرہ سب طاعات شامل ہین لہذا مختار قول جمہور مفسرین ہو کہ مرفوع علی المدح ہو۔ اے ہم التائبون۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ یہ اُن مومنون کی مدح ہو جن سے اللہ تعالےٰ نے اُن کی جانون و مالون کو خرید فرمایا۔ اور تائبون جمع تائب یعنے رجوع کرنے والا اور مراد شرک و نفاق سے پھر جانے والے۔ یا جملہ معصیات سے مُنھ موڑنے و توبہ کرنے والے۔ الحاصل مومنین جنکے جانون و مالون کو اللہ تعالےٰ نے خریدا وہ ایسے لوگ ہین کہ شرک و نفاق وغیرہ جملہ معاصی سے عموماً تائب ہین۔ الْعٰبِدُوْنَ عبادت کرنے والے ہین یعنی خالص اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک کی عبادت بدون شرک و نفاق کے کرتے ہین۔ الْحٰمِدُوْنَ اللہ تعالےٰ ہی کی حمد و ثنا ہر حال مین ادا کرنے والے ہین پس جو امر تقدیری خواہ نعمت ہو یا مصیبت جو انکو پیش آوے اُس مین راضی اور اپنے پاک معبود تعالےٰ کی حمد و ثنا کرتے ہین۔ السَّآئِحُوْنَ جمع سائح یعنے صائم ہین۔ الرّٰكِعُوْنَ رکوع کرنے والے۔ السّٰجِدُوْنَ سجدہ کرنے والے یعنی نمازین ادا کرنے والے ہین۔ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حکم کرنے والے ہین

امر معروف کا۔ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ اور روکنے والے ہین ایسے امر سے جو شرع مین انکار کیا گیا یعنی اسپر حکم دیا گیا کہ نہ کرنا چاہیے پس
موافق استطاعت کے ہاتھ یا زبان سے روکتے یا آخری مرتبہ دل سے برا جانتے ہین۔ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ اور حفاظت کرنے
والے ہین اُن حدون کے جو اللہ تعالےٰ نے انکے لیے مقرر فرمائی ہین یعنی اس دنیاے دنی و زندگانی فانی مین نفس و اُسکی خواہشون کی
چیزین اور اطوار و افعال پیدا کرکے انکو امتحان مین رکھکر حدین مقرر کردی ہین کہ اس حد سے تجاوز نہ کرین خواہ طاعات عبادات الٰہی
ہون یا نفس کی خواہشین ہون یا اور لوگون سے معاملات ہون سب مین اس دنیا سے خواہش نفس کے تابع نہون کہ جو انکا نفس چاہے
وہ کرنے لگین بلکہ اللہ تعالےٰ نے جو حدود رکھے ہین انکے مطیع رہین اور اس خوبی سے دنیا کی زندگانی بسر کرکے اپنے آخرت کے گھر مین جو جنت ہے
چلے جاوین لہذا فرمایا۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ اور بشارت دیدے اے رسول محبوب اُن بندون کو جو مومنین مطیع ان اوصاف سے
آراستہ ہین۔ پس مومنون نے اس دنیا و اسکی حیات فانی کو چھوڑا اور آخرت و اسکی حیات دائمی کو اختیار کیا اسطرح کہ انھین اوصاف
سے بفضل و توفیق الٰہی متصف ہوے تو جنت رضوان دائمی کی بشارت پائی۔ برخلاف کافرون و منافقون کے کہ انھون نے اپنے
نفس کی اطاعت کی اور اس دنیا و حیات فانی کو اختیار کیا پس جہنم ہمیشہ انکا ٹھکانا ہے۔ و اعوذ باللہ من عذاب جہنم۔ ف اللہ تعالےٰ نے
یہان نُو وصف ذکر فرمائے ہین جو دنیاوی زندگی بسر کرکے آخرت و جنت تک پہونچ جانے کے لیے بندگان مومنین کو کافی ہین ازانجملہ
چھ وصف پہلے خالص حضرت خالق عز و جل کی بندگی سے متعلق ہین یعنے اول توبہ کرے ہر شرک و نفاق و ہر معصیت سے پھر دوم
عبادت کرے اخلاص و توحید کے ساتھ اور یقین کیے رہے کہ حضرت خالق عز و جل کی عبادت جو اُسکی درگاہ کے لائق ہے مجھ سے
کبھی ادا نہین ہو سکتی و لیکن اُسکے فضل و کرم سے امید ہے کہ اُسکی عظمت و کبریائی کے لائق عبادت مین جو قصور مخلوق سے ہے اُسکو عفو
کرکے مجھ سے سیقدر قبول فرماوے کیونکہ وہ پاک پروردگار دانا ہے کہ ہم مخلوق بندے اُسکے شان اعز و اجل کے لائق عبادت نہین ادا
کر سکتے ہین۔ اسی سے اہل عرفان اپنی عبادت سے استغفار کرتے رہتے ہین۔ سوم تقدیر پر ایمان رکھے کہ حضرت خالق عز و جل کی حکمت کاملہ
و مشیت فاضلہ سے ہر نعمت و مصیبت ہے اور جب وہ حق تعالےٰ کی طرف سے ہے تو نعمت کے وقت شکر الٰہی اور مصیبت کے وقت انا للہ
وانا الیہ راجعون سے ہر حال مین اُسی کی حمد و ثنا کرے اور کسی غیر کی طرف سے یا کسی سبب وغیرہ سے کوئی امر خیال نہ کرے کہ یہ شرک
ہے۔ چہارم سائح ہو اور اسکا بیان آگے آتا ہے پنجم و ششم راکع و ساجد ہو پس یہ دونون فعل کمال التعظیم کی نیت سے مخصوص بجناب باری
تعالےٰ ہین لہذا آپس مین کسی بندے کی تعظیم کے لیے سر جھکادے نہ بطور رکوع نہ بطور سجدہ چاہے کوئی بندہ ہو اور سلام کے وقت جو
لوگون مین سر جھکانے کا طریقہ یا سلطان و امیر کے سامنے جھکنے کا طریقہ ہے سب خطا و گناہ ہے اور یہی تحقیق ہے اور مقصود رکوع و
سجود سے نماز ہے۔ پس یہ چھ وصف تو خالص اللہ تعالےٰ کی بندگی مین ہین اور ساتوان و آٹھوان وصف آمر بالمعروف و نہی از منکر کا
تو یہ اللہ تعالےٰ کے لیے بندون کے ساتھ پڑتے۔ اور تفصیل اسکی سابق مین گذر چکی اور مسائل اُسکے فتاوی عالمگیریہ کے ترجمہ جلد چہارم سے
تلاش کرو مگر یاد رکھو کہ یہ امر واجب ہے اور یہی تصحیح و اسی پر فتوی ہے پس اسکا زیادہ تعلق بندون سے ہے اور نیت خلوص سے ثواب ملیگا اور ربا
نوان وصف کہ حدود الٰہی کی حفاظت کرنا تو وہ اللہ تعالےٰ کی عبادات کے حدود مین بھی چاہیے اور بندون کے ساتھ معاملات کے حدود
مین بھی چاہیے پس کتاب و سنت پر عمل کرے اور بدعات عملی و بدعات اعتقادی جیسے رافضی خارجی معتزلی وغیرہ فرقون مین رائج ہین سب
سے اجتناب کرے اور بندون سے معاملہ نکاح و بیاہ و بیع و خرید وغیرہ سب مین حدود شرعی سے تجاوز نہ کرے یہ ترکیب اور کچھ تفصیل ان

کلام پاک بلیغ کی ہے۔ ف قولہ السائحون جمع سائح مشتق از سیاحت جو روے زمین پر سیر کرنے کو کہتے ہین اور قاموس مین کہا کہ اللہ تعالے
کی عبادت کی نیت سے زمین مین سیر کرنے کو سیاحت کہتے ہین اور علمار نے لکھا کہ سیاحت سے نفس بہت مہذب ہوجاتا ہو کیونکہ کسی مقام
سے آدمی کو دل لستگی نہین رہتی اور دنیا مین مثل مسافر کے ہوجاتا ہو کہ اُس کو دنیا سے انقطاع ہو کر آخرت کی طرف رغبت حاصل ہوجاتی
ہو پس یہ تو نفع سیاحت کا ہو لیکن آیت کریمہ مین سائحین سے کیا مراد ہو تو اس مین متعدد تفاسیر ہین اور جمہور مفسرین رحمہم اللہ تعالے کے
نزدیک مراد آیت کریمہ مین سیاحت سے صیام ہو چنانچہ تفسیر ابن کثیر رح مین ہو کہ عبد اللہ بن مسعود رض نے کہا کہ سائحون یعنی صائمون روزہ
رکھنے والے۔ ایسا ہی عوفی و سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کیا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ جہان قرآن مجید
مین سیاحت مذکور ہو مراد اس سے صیام ہو۔ رواہ ابن جریر و ابن المنذر۔ قلت۔ جیسے اللہ تعالے نے ازواج رسول اللہ صلعم کی صفت مین فرمایا
سائحات یعنی صائمات اور ایسا ہی ضحاک رح کا قول ہو۔ عائشہ رض نے کہا کہ اس اُمت کی سیاحت روزہ ہو۔ رواہ ابن جریر یہی قول مجاہد
و سعید بن جبیر و عطا و عبد الرحمن السلمی و ضحاک وغیرہم کا ہو اور حسن بصری رح نے کہا کہ رمضان کے روزہ دار مراد ہین۔ اور ابو عمرو العبدی
نے کہا کہ ہمیشہ روزہ رکھنے والے مراد ہین اور ایسا ہی ایک حدیث مرفوع مین آیا ہو۔ قلت ابو ہریرہ رض سے مرفوع روایت ہے کہ سائحین یہ
صائمین ہین۔ رواہ الحاکم۔ اور ابن مردویہ نے قول عائشہ رض جو اوپر مذکور ہوا مرفوع روایت کیا ہو۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ روایت ابوہریرہ
و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف اصح ہو ولیکن ابن جریر رح کی روایت عبید بن عمیر سے مرفوعاً کہ آنحضرت صلعم نے سائحین کی تفسیر پوچھنے
والے کو کہا کہ وہ روزہ دار ہین یہ مرسل روایت بحسب الاسناد جید ہو۔ نص علیہ الحافظ رح۔ اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ابو داود نے حدیث ابو امامہ رض
سے روایت کیا کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے سیاحت کی اجازت دیدیجئے تو فرمایا کہ میری اُمت کی سیاحت یہ کہ اللہ تعالے
کی راہ مین جہاد کرین۔ قلت قد رواہ ابن ماجہ والحاکم وصححہ اور یہ شخص اجازت مانگنے والے عثمان بن مظعون تھے نص علیہ بعض الحفاظ واللہ
اعلم۔ اور ابن المبارک رح نے ابن لہیعہ کے طریق سے مرفوع روایت کی کہ سیاحت کے ذکر مین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے میری اُمت کے
کے لیے سیاحت کو جہاد سے اور ہر بلندی پر تکبیر سے بدل دیا ہو۔ قال الحافظ رح اور عکرمہ رح نے کہا کہ سائحین وہ علم دین کے طالب ہین۔ رواہ
ابن ابی حاتم۔ اور کہا کہ بعضے کم فہم جو سیاحت سے یہ معنی سمجھتے ہین کہ زمین کے جنگلون و پہاڑون و دشت و بیابان وغیرہ مین سیر کرتا پھرے
تو یہ معنی غلط فہمی ہو کیونکہ یہ امر شرع مین مشروع نہین ہان جس زمانہ مین دین مین فتنہ و فساد پھیلے تو البتہ اسقدر آیا ہو کہ قریب ہو کہ مسلمان کا بہتر
مال کچھ بکریان ہون کہ انکو شعف الجبال و بارش ہونے کے مقامات مین لیجاوے اس غرض سے کہ اپنا دین سلامت رکھنے کو فتنہ سے بھاگے۔
کما فی روایۃ البخاری رح۔ حاصل اس آیت کی تفسیر کا وہ ہو جو شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ آیت کریمہ ان مومنون کی صفت ہو جنسے اللہ تعالے
نے انکی جانین و اموال خریدے پس وے لوگ ان اوصاف سے متصف ہونگے کہ ہر فواحش و گناہ سے توبہ کرنے والے ہونگے اور اپنے پروردگار کی
عبادت پر قائم و محافظ ہونگے اور یہ عبادت اقوال و افعال ہین پس اقوال مین سے زیادہ مخصوص قول حمد و ثنا ہو لہذا حامدون سے وصف
فرمایا اور افعال مین سے افضل نماز و روزہ ہو لہذا سائحون یعنی صائمون سے اور راکعون ساجدون یعنی نماز گزارنے والون سے وصف
فرمایا پھر باوجود اسطرح قیام طاعت کے یہ لوگ خلق الٰہی کو نفع پہونچانے والے اور انکو راہ راست دکھلانے والے ہین بایں طور کہ آمرون
بالمعروف و ناہون عن المنکر ہونگے باوجود علم اس بات کے کہ کن کن امور کا کرنا شرع مین مستحسن و معروف ہو اور کن کن امور کا شرع مین انکار کیا گیا
ہو پس انکا ترک واجب ہو پس حافظین حدود اللہ تعالے یعنی ہونگے کہ ہر چیز کی حلت و حرمت سے انکو آگاہی ہوگی پس یہ لوگ جامع اوصاف

ہین کہ عبادت حق عزوجل پر بھی قائم ہین اور مخلوق کی نصیحت پر بھی ثابت ہین لہذا فرمایا کہ وبشر المؤمنین کیونکہ ایمان ان سب امور کو شامل و
جامع ہے۔ وخیر الناس من ینفع الناس۔ آدمیون مین وہی بہتر ہے کہ آدمیون کو نفع پہونچاوے ف عرائس مین لکھا کہ قولہ تعالیٰ التائبون
العابدون الحامدون الخ اس کلام پاک مین نو مقام بیان فرمائے اور اول مین بقولہ ان اللہ اشتری من المؤمنین سے ایمان ذکر فرمایا کیونکہ
ایمان تمام حالات و مقامات و معاملات و درجات کی جڑ ہے اور وہی نیکیون و بھلائیون کی اصل ہے پس اُسی سے انسان اپنے خالق عزوجل
کو پہچانتا اور اپنے آپ کو بندہ جانتا ہے پھر اس سے یہ خصال حمیدہ مانند شاخون کے سر نکالتے ہین پس ایمان کے ساتھ ملا کر مقامات دس ہوئے
جنمین سے ایمان مقدم و اول ہے اور مومن کا معرفت مین امتحان ہوتا ہے کبھی ذوق وصال کے بعد تلخی فراق کا اور کبھی ادب انبساط کا پس
فراق کے امتحان مین غفلت سے توفیق ازلی اُسکو متنبہ کر کے چشم دل اُسکی کھول دیتی ہے پس اُسکے دل مین نفس و شیطان جو خطرات شہوت
و شبہات ڈالتا ہے اور اُسکی روح ناطقہ پر جو خواہش ماسوائے حق ہوتی ہے اُسکو پہچان کر جوش نور ایمان سے اُسکو نکال ڈالتا ہے پس سر باطنی
اغیار سے پاک ہوجاتا ہے پس گذشتہ اوقات غفلت پر نادم ہو کر توبہ و استغفار سے درگاہ کبریائی مین عاجزی کرتا ہے یہان تک کہ صدق
ارادہ ہو کر مرتبہ توبہ اُسکو نصیب ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ عزوجل اُسپر رجوع فرماتا ہے اور اُس کی توبہ پوری ہوجاتی ہے پس التائبون
وہ قوم ہے جنھنے غیر حق سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور استقامت باللہ مع اللہ تعالیٰ اُنکو نصیب ہوئی پھر وہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے
کبھی اغیار کی طرف رجوع نہین لائے اور اس صفت کے حصول سے توبہ کرنے والے کو عبادت و مجاہدہ و ریاضت حاصل ہوجاتی ہے
یہان تک کہ اُسکو بندگی کا مزہ مل جاتا ہے اور وہ خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوجاتا اور اغیار سے مُنھ موڑ لیتا ہے اور چشم احسان سے
نور عرفان اُسکو عبادت حق تعالیٰ مین مشاہدہ الٰہی حاصل ہوتا ہے کما قال رسول اللہ صلعم والاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ یعنی مرتبہ
احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا تو اُسکو دیکھتا ہے۔ العٰبدون وہ لوگ ہین کہ قائم باللہ فی اللہ عن غیر اللہ تعالیٰ ہون
سو جب تائب عابد کے لیے نعمتین پوری ہوئین تو اُسکا حال اس امر کو مقتضی ہوتا ہے کہ منعم حق سبحانہ کی اسطرح حمد ادا کرے کہ جو اُسکے حیطہ
امکان سے باہر ہے بسبب اس انعام قدیم کے جو ازل مین اُسپر فرمایا پس خجالت کے ساتھ اُسکی حمد کرتا ہے یعنے اُسکو اپنے کو نکمے پن اور اپنے
قصور پر سخت خجالت ہوتی ہے کہ اے میرے مولیٰ مجھ سے کچھ بھی تیری حمد ادا نہین ہوسکتی تیری شان پاک کے لائق مجھ حادث سے ایک حرف
بھی ممکن نہین پس حضرت منعم جل جلالہ نے جو اپنا وصف فرمایا اسی کی تتبع مین زبان اسرار تک سے حمد کرتا ہے مگر حمد صفت نہ حمد وصف
کیونکہ حادث کو کہان طاقت کہ حمد قدیم سے ایک حرف بھی ادا کر سکے۔ تو نہین دیکھتا کہ حضرت سید عالم کہ علی الاطلاق بندۂ واحد مقبول
والتقی فی العالم ہے کیونکر اپنے حمد کے قاصر ہونے کو زبان عجز سے ادا کرتا ہے بقولہ صلے اللہ علیہ وسلم لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک
مین عاجز بندہ ہون میرے مولیٰ مین تیری حمد و ثنا کہان ادا کر سکون اے مولیٰ میرے تیرے لائق وہی حمد ہے جس سے تو نے اپنی پاک ذات کو
وصف فرمایا ہے۔ لہذا۔ الحامدون وہی بندے ہین کہ جن تمام وجود سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی حمد و یاد کو ظاہر و باطن ہر طرح
ادا کرتے رہتے ہین ایکے تن پر کوئی بال نہین مگر کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اُسکو زبان ہے کہ وہ تمام وجود اُس کے حمد مین مستغرق
اور اس زبان کی زبان اسیطرح اُنکی اسرار تک بے انتہا حمد مین غرق ہین باوجود اسکے بعض شان عظمت و کبریائی کے لائق ایک
حرف حمد نہین ادا ہوا تبارک اللہ رب العالمین۔ یہ اُس کا فضل و کرم ہے بندون سے یہ قصور عفو فرما کر اسی حمد کو قبول فرمایا پھر وہی محمود ہے
تو حمد کرنے والا اُسکے جلال و جمال کو آسمان ایقان مین دیکھکر صائم و مانع و فات نفس سے رکنے والا ہوجاتا ہے تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے

فرمایا صوموا لرویته۔ اور اُسکا افطار نہین ہوتا مگر حلاوت مشاہدہ لقوله علیه السلام وافطروا لرویته۔ وقال المترجم عفا الله عنه حامد اپنے استغراق سے جمیع محامد اُسی کیطرف راجع پاکر تمام عالم کو فی نفسه غیر محمود اور فی صنعه راجع بمحمود حق عز وجل دیکھتا ہے پس الوفات جملہ اُسکے مناظر سے ساقط اور از راہ صنع اسکے واسطے آکل و مشارب ہین لہذا آنحضرت صلعم نے صوم وصال مین فرمایا کہ یُطعمني ربي ویسقیني۔ اور فتنۂ دجال مین فرمایا کہ تسبیح حمد وثنا مومنون کو اکل وشربات کافی ہوگی۔ لہذا وہ اُن چیزون سے جو الوفات کہلاتے ہین صائم ہوتا ہے پس السائحون وہی ہین جو ملکوت مین سیر کرتے اور جبروت مین اُترتے پھرتے ہین پھر اس سیاحت سے سائح کو مشاہدۂ عظمت وکبریائی کے وقت صفت فنا حاصل ہوتی ہے پس از خود رفتہ اُسی کے جبروت کے واسطے راکع ہوجاتا ہے لہذا الراکعون بندگان عاشق ہین کہ دیدار جبروت مین بار عظمت اٹھانے سے عاجز ہوکر خم ہوجاتے ہین جس سے قوت عنایت ازلی رحم فرماکر شہود اسرار کو مدد فرماتی ہے جو انوار جمال سلطان ذوالجلال کے طالب ہین پس ہر کشف کے وقت بسبب دہشت بداہة الکشف کے عظمت وکبریائی کے سامنے سربسجدہ ہوجاتا ہے پس جمیع جہات سے اُسکے لیے ساجد ہوتا ہے کیونکہ وہی قبلہ ہر جہت سے ہے جہت تمام عالم کے لیے ہے لقوله تعالے فاینما تولوا فثم وجه الله پس معائنہ صفات مین غائب ہوکر جمیع جہات سے ساجد ہوتا ہے جیسے بندہ صالح ہشام بن عبدان الشیرازی رحمه الله کا حال تھا جنے اُسی حال پر انتقال کیا الله تعالے اُسپر رحم فرماوے پس الساجدون وہ ہین کہ کشف غیب کے مشاہدہ مین انکو حرقت وہیجان وشوق وہیمان گھیر لیتا ہے پس سجود مقتضی نزدیک وقرب ہوتا ہے جو مقتضی مشاہدہ ہوتی ہے جس سے صفات تجلیات کریمہ ہوکر انوار اسما وصفات تبارک تعالے سے اپنی بندگی مین قائم متمکن ہوکر موافق حکم آلہی عز وجل کے حکم کرتا ہے لہذا فرمایا الآمرون بالمعروف یعنی مخلوق کو بزبان القدس بجانب خالق عز وجل راجع کرتے ہین اور انکی دفع مضرتین اور انکو معصیت سے نکالنے مین الله تعالے کے واسطے اپنی جانین فدا کرتے ہین اور الله عز وجل انکو لباس انوار ہیبت وعظمت سے مهاب فرماتا ہے پس جیسے حق عز وجل نے انکو تمام مخالفات سے ابتدا حال مین منع فرمایا تھا ویسے بقدرت صفات آلہی جل جلاله اس کی مخلوق کو آلہی کے واسطے منکرات سے منع فرماتے ہین لہذا فرمایا والناهون عن المنکر پس عموما نفوس کو ہوا وہوس سے وشیاطین کو وساوس سے اور قلوب کو خواہش آخرت سے اور ارواح کو مقام محبت مین کہین توقف کرنے سے منع کرتے ہین کیونکہ مقام ازلیت بالنہایت ہے اور کسی منزل مین توقف کرنا عاشق پر حرام ہے پھر یہ حال ایک مرتبہ اعلی کا مقتضی ہے اور وہ حفظ حدود آلہی تعالے ہے یعنی کمال طور سے سنت رسول الله صلے الله علیه وسلم کی اتباع وشریعت حق عز وجل پر پوری نگہداشت کیونکہ پس اپنے نفس پر اور خلق الله عز وجل پر الله تعالے واسکے رسول صلے الله علیه وسلم کے حکم کے موافق حکم کرین اور جو حدود مقرر فرمائے ہین اُنسے کبھی تجاوز نہ کرینگے پس والحافظون لحدود الله وہ بندے ہین کہ ربوبیت کا انکشاف ہونے کے بعد وسعت مقام عبودیت مین استقامت کے ساتھ قائم ہین ہرگز حدود عبودیت سے تجاوز نہین کرتے ہین اور باوجود اتصاف باخلاق آلہی جل سلطانہ کے اور باوجود مشاہدۂ جمال تبارک وتعالے کے ہرگز کسی طرح ادعاء ربوبیت نہین کرتے غفرانک اللهم لا اله الا انت سبحانک ما عبدناک حق عبادتک یہ صفت پاکیزہ خصال ہین جو آنحضرت صلعم کی اتباع مین بادہ سنت پر ثابت قدم ہین۔ پھر حق عز وجل نے ان اوصاف ومراتب کو ایک ہی نام مین جمع فرمایا اور وہ نام پاکیزہ مومنون ہے پس انکو اسی نام سے قرب منزلت کی بشارت فرمائی بقوله تعالے وبشر المؤمنین یعنی ان مومنون کو جنکے یہ اوصاف مذکور بالا ہین اور وہ توحید کے اعلی درجات پر ہین ان عارفون کو بشارت ہے کہ جو انکے لیے اور انکے سیر کے لیے ہے یعنی آلہی توانکے اور تمہارے درمیان حجاب ہے اور جب اس امتحان گاہ دنیا سے

نکلے تو پھر میرے اور اُنکے درمیان حجاب نہوگا اور اس زندگانی فانیہ کے بعد وہی زندگانی پاکیزہ دائمی ہو۔ کما قال تعالے فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔
یعنی ہم اُسکو پاکیزہ زندگانی کے ساتھ زندہ فرماوینگے۔ قال الشیخ رح مجھے یہان مومنون کے حق مین ایک نکتہ الہام ہوا کہ اللہ تعالے نے
ان بزرگ مرتبہ مومنون کے اہل مقامات کے اوصاف ذکر فرمائے اور بشارت اُنکی ضمیر سے نہین ذکر فرمائی گویا اس سے ادنی درجہ کے
مومنین کو شگفتگی بخشی پس بشارت مین بلفظ عموم یاد فرمایا اور وہی پہلا معاملہ یعنی قولہ ان اللہ اشتری من المومنین آخر انکے ساتھ بشارت
مین مقطوع فرمایا یعنے بشارت اُسی معاملہ مبایعت پر عام ہو پس قولہ وبشر المومنین یعنی مومنون کو عموماً بشارت فرمادے کہ مین نے اُنکے
نفوس کو ایسے بھاری ثمن کے عوض اُنسے خریدا اور بشارت فرماوے کہ یہ ثمن عالی میرے مشاہدہ کی جنت و رضوان اکبر ہو اور جبکہ مفلس
مومنون کے پاس یہ مقامات و درجات نہین ہین تو مین مفلسون سے خریدار اور مین مسکینون کا سرفراز کرنے والا سرور کرنے والا ہون۔ مین
مومنون کے واسطے حاضر ہون بدون کسی علت و سبب کے۔ قال المترجم یہ نکتہ لطیف ہو اللہ تعالے ہم ناچیز بندون کو اپنے فضل و کرم سے
قبول فرماوے اور پاک بزرگ بندون کے طفیل مین ہم حقیر بندون کو داخل مغفرت و رحمت کردے وہو مولانا ارحم الراحمین۔ قال الشیخ رح
اور نیز بشارت مین عام لفظ مومنین سے یاد فرمایا تو اشارت ہو کہ ان مقامات پر ایمان لانے والون کو بھی بشارت ہو کہ وے بھی اہل مقام اس ایمان
والتصدیق کی وجہ سے ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ اللہ تعالے کا کلام پاک اس امر کے استدلال کو اشارت ہو پس ہم بندے امیدوار ہین کہ جیسے ہم کو
توفیق عطا ہوئی کہ بلا شبہہ ان مقامات بزرگ پر ہم ایمان لائے۔ بے شک ہی اجل و اعظم شان حق سبحانہ تعالے کے واسطے بندگی لائق سقطات
بشریت فرض ہو اگرچہ شان الٰہی اس سے کہین اعلی و اجل ہو پس ہمکو جو مفلس و ہیچ ہین اس طفیل مین داخل بشارت فرماوے تو اُسکے کرم سے
دور نہین ہو پس ہم ان برگزیدہ بندون کے ان مقامات پر ایمان لائے اور اپنی مفلسی و بیچارگی کا اقرار کرتے ہین اللھم تقبلنا بطفیلھم فانت
مولانا نعم المولی و نعم المجیب۔ سہل رح نے کہا کہ تائبون بندے ہین اور دنیا مین مخلوق پر توبہ سے زیادہ اور کوئی چیز واجب نہین ہے اور
توبہ بدون حمد نہین ہو کہ اللہ تعالے نے بندے کو راہ توبہ پر واقف کیا پس اُسکے واسطے ضرور حمد ہو اور توبہ و حمد صحیح نہوگی جبتک کہ ہمیشہ ریاضت
وسیاحت مین نگذرے اور کوئی یہ مقامات نپاویگا جبتک برابر رکوع و سجود مین نرہے اور یہ سب صحیح نہین جبتک کہ امر بالمعروف و نہی از منکر کا
عامل نہو اور انمین سے کوئی مقام صحیح نہین جبتک کہ حدود الٰہی کی حفاظت ظاہر و باطن نکرے۔ مومن وہی ہو جسمین یہ اوصاف ہون پس وہی
بشارت پاویگا جو آخر آیت کریمہ مین ہو۔ بعض المشائخ رح نے کہا کہ تائبون وہ ہین کہ مال و جان و حال سب سے بالکلیہ اُسی پاک خالق کیطرف
رجوع لائے۔ عابدون جو حقیقی شرائط خدمت کے ساتھ اُسکی عبادت مین قائم ہوے۔ حامدون جو ہر لحظہ و ہر دم اُسکی نعمت کے شکرگزار ہین
سائحون وہ جنھون نے رضاے حق عز و جل کے واسطے اپنی مرادات کی خواہش سے اپنے آپ کو ممنوع کردیا۔ راکعون جو ہمیشہ اُسکی درگاہ مین خضوع
رکھتے ہین اور ساجدون جو بندگی کی تکمیل چاہتے ہین لیکن اپنی خواہش و اُمید نہین بلکہ گویا تتمہ مراد الٰہی عز و جل۔ آمرون بالمعروف۔ یعنے سنت
رسول اللہ صلعم کے موافق حکم کرنے والے ہین۔ قال المترجم قال فی الاصل الآمرون بسنۃ النبی صلعم یعنی سنت نبی صلعم کا حکم کرنیوالے یعنی ہمیں سنت
پر چلنے کا حکم کرنے والے ہین۔ والناہون عن المنکر یعنی سنت رسول اللہ صلعم سے مخالفت کرنے سے منع کرنے والے ہین۔ الحافظون لحدود اللہ یعنے
اُسکے ظاہر و باطن و اسرار و ارواح کیلئے ہر جو احکام الٰہی ہین اُنکی رعایت رکھنے والے ہین۔ وبشر المومنین یعنے اُن حدود کی حفاظت کرنے
والون کو بشارت ہو۔ ابو یزید بسطامی قدس سرہ نے کہا کہ سیاحت راحت ہو جسنے سیاحت کی راحت پائی۔ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ
حافظین حدود الٰہی وہ لوگ ہین جنھون نے کان لگا کر اللہ تعالے کے احکام گوش دل سے سنے و پاک دلون مین حفظ کرلیے اور کسی وقت اُنکی

ندا سے نہین چھوٹے۔ قال المترجم یعنی ہر پانچ وقت ندائے اذان سے نماز مین فوراً حاضر ہوئے اور جب جہاد کے واسطے بلائے گئے تو حاضر ہوئے اور علیٰ ہذا القیاس روزہ وزکوٰۃ وغیرہ جن امور کا حکم ہو کسی سے نہین چھوٹے۔ جعفر صادق رحمہ اللہ نے کہا کہ کوئی عبادت صحیح نہین مگر بعد توبہ کے لہذا توبہ کو مقدم کیا اور توبہ صحیح نہین جب تک ساتھ ہی طاعت پر کمر نہ باندھے لہذا اُسکے بعد ہی عبادت کو فرمایا۔ استاد رح فی قولہ العابدون بندہ خدائے تعالےٰ وہ ہین جو سلطنت دنیا و عقبیٰ کسی کی بندگی مین نہ آوین۔ خالص اللہ تعالےٰ کے بندے و اُسی کی رضا چاہین بعض المشائخ فی قولہ السائحون۔ وہ لوگ جو روے زمین مین اسواسطے پھرتے ہین کہ آیات قدرت الٰہی سے عبرت حاصل کرین۔ اور قلوب سے فکر کی راہین چلتے ہین اور تغیرات اشیاء حادثات سے اُنکے خالق قدیم عز وجل کی طرف استدلال کرتے ہین اور ہر آیت و نشانی سے حکمت خالق و عظیم قدرت پر راہ پاتے ہین اور آسرار سے ملکوت مین سیر کرتے اور مولےٰ وصل و نسیم اُنس و تجلی شہود سے تحقق حاصل کرتے ہین۔ قال المترجم سیاحت ظاہری یعنی اقدام کی سیر روے زمین مین تو یہ مشروع نہین جیسا کہ سابق مین کلام حافظ ابن کثیر رح اسپر منصیص ہو واللہ اعلم۔ پھر مقتضائے ایمان یہ کہ محبت و تودد خالصۃً لوجہ اللہ ایسے بندے سے ہو جو ولی اللہ تعالےٰ یعنی مومن وصالح ہو مع حفظ حدود الٰہی لہذا اہل کفر اگرچہ اقرب ہون مومن کے نزدیک اسباب عداوت اللہ مولےٰ کے کمال مبغوض ہونگے لہذا مشرک کے لیے استغفار سے انکار کیا بقولہ تعالےٰ۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ

نہین پہونچتا نبی کو اور مسلمانون کو کہ بخشش مانگین مشرکون کی اور اگرچہ وہ ہون ناتے والے جب کھل چکا انپر

أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ وَعَدَهَا إِيَّاهُ فَلَمَّا

کہ وہ ہین دوزخ والے اور بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے سو نتھا مگر وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اُس سے پھر جب

تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝

اُسپر کھلا کہ وہ دشمن ہو اللہ کا اُس سے بیزار ہوا ابراہیم نرم دل ہو تحمل والا

اول سورہ برارۃ وغیرہ متعدد مقامات مین بیان فرمایا تھا کہ مشرکین و کافرین سے برارت و ترک موالات واجب ہو پس یہان مصرح کر دیا کہ اہل قرابت سے ہو تو بھی کافر مرنے پر اسکے لیے استغفار جائز نہین ہو اور قرابت یہان کچھ موثر نہین ہو۔ یہ تو حکم آیت تا قیامت تمام مومنون کے لیے منصوص واضح ہو اور رہا یہ امر کہ اس آیت کریمہ کا سبب نزول کیا واقعہ ہوا تو اسمین روایات متعدد ہین اور اللہ تعالےٰ دانا ترہے کہ کون امر سبب نزول ہوا اور جائز ہو کہ چند اسباب پر سب کے لیے نزول اکبارگی ہوا ہو کما قال الشیخ ابن حجر رحمہ اللہ او مؤشر نے اتقان مین آیت کا نزول متعدد قرار دیا یعنے اکبار مکہ مین قبل ہجرت پھر مدینہ مین بعد ہجرت اسی کا نزول ہوا۔ اور واضح ہو کہ تین امر سبب نزول بیان ہوئے ہین ایک ابوطالب کے حق مین استغفار کرنا۔ دوم اپنی والدہ کے لیے استغفار چاہنا۔ سوم بعض مومنون کا اپنے مشرک والدین کے واسطے استغفار کرنا بدلیل آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد مشرک کے لیے استغفار کیا۔ پس اول کا بیان یہ کہ شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے لکھا کہ ابن المسیب نے اپنے باپ سے روایت کی کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت ہوا تو آنحضرت صلعم وہان گئے اور ابوطالب پاس ابوجہل و عبداللہ بن ابی اُمیہ دونون کافر بیٹھے تھے آپ نے فرمایا کہ اے چچا ابوطالب تو لا الٰہ الا اللہ کہہ لے مین اللہ تعالےٰ کے یہان تیری مغفرت کے لیے یہ کلمہ طیبہ حجت لاؤنگا تو ابوجہل و ابن ابی اُمیہ نے کہا کہ اے ابوطالب کیا تم ملت عبدالمطلب سے منھ موڑ وگے

اور بعض روایت میں ابوطالب نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ اگر یہ ہوتا کہ مشرکین قریش مجھپر جزع وفزع کا عار کرینگے میں ضرور یہ کلمہ
کہدیتا اور تیری آنکھیں ٹھنڈی کرتا۔ آخر ابوطالب نے کہا کہ میں عبدالمطلب کی ملت پر ہوں اور مرگیا تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ میں تیرے
لیے استغفار کرونگا جب تک اس سے منع نہ کیا جاؤں پس نازل ہوا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا الآیۃ۔ رواہ احمد واصلہ فی الصحیحین
وغیرہما۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ ابوطالب ہی کے حق میں قولہ تعالےٰ انک لا تہدی من احببت الآیۃ نازل ہوئی۔ والاسناد جید
اور ابوداؤد نے علی رضہ سے روایت کی کہ جب ابوطالب نے انتقال کیا تو میں نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ آپ کا بوڑھا گمراہ چچا مر گیا
آپ نے فرمایا کہ جا کر اسکو دفن کر دے اور کچھ بات نہ کرنا یہانتک کہ میرے پاس آنا۔ الی آخر الحدیث۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت میں استغفار سے ۲
نبی صلعم و مؤمنین پر انکار یا نہی ہے کہ ابوطالب کے استغفار میں بعض مؤمنین آپ کے ساتھ شریک تھے۔ کمالین وغیرہ میں یہاں اشکال
پیش کیا کہ وفات ابوطالب قبل الہجرۃ واقع ہوئی اور آیت کریمہ مدینہ میں آخر نازل ہوئی ہے۔ جواب اسکا بنا بر توجیہ شیخ مفسر رحمہ جو اتقان
میں مذکور ہے یہ کہ کسی بار اسکا نزول ہوا۔ اور اولیٰ یہ قول ہے کہ حق ابوطالب میں مالعنت استغفار سے یہ لازم نہیں کہ فوراً نزول ہونا اشکال
لازم آوے کہ واقعہ مکہ کا اور نزول مدینہ میں ہے اور اسیواسطے شیخ ابن حجر رحمہ نے کہا کہ ممکن ہے کہ آیت کے نزول میں تاخیر ہوئی اگرچہ واقعہ
ابوطالب اس سے پہلے ہوچکا تھا پھر اور سبب پیش آئے پھر سب کے واسطے ایکبارگی مدینہ میں نزول ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس طرح توفیق
سے یہ وہم دفع ہوگیا کہ آیت کے سبب نزول میں اقوال مختلف ہیں کیونکہ اقوال سب صحیح ہیں اور سب کے لیے نزول ہوا ہے پس بعض سلف
نے کوئی سبب اور بعض نے دوسرا سبب روایت کیا۔ فافہم۔ دوم کا بیان یہ ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی صلعم کے
ساتھ قریب ہزار سوار کے ایک سفر میں تھے پس ایک مقام پر ہم کو اتارا پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر ہماری طرف رخ فرمایا اس حال میں کہ
آپ کی آنکھوں سے آنسو بہتے تھے پس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اٹھکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کس
حال میں ہیں فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار تعالےٰ سے اپنی ماں کے لیے استغفار کرنیکی اجازت مانگی تھی مگر مجھے اجازت نہ فرمائی تو اسکے
الم سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ اور میں نے تم کو تین باتوں سے منع کیا تھا ایک تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا
تھا پس اب زیارت کیا کرو کہ تم کو آخرت یاد دلاوے اور ایک تم کو تین روز بعد قربانی کے گوشت سے منع کیا تھا سو اب کھاؤ اور رکھ
چھوڑو جو چاہو اور ایک تم کو چند قسم کے برتنوں میں پانی پینے سے منع کیا تھا سو اب جس برتن میں چاہو پیو لیکن کوئی نشہ کی چیز نہ ہو۔ رواہ
احمد وغیرہ اور اسی واسطے کہ باب استغفار کی روایات اور اس سے ممانعت اور نزول آیت کریمہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم سے ابن جریر
وطبرانی وغیرہ ایک جماعت حفاظ محدثین نے روایت کیا اور ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ بعد تبوک کے غزوہ عسفان یا سفر
عمرہ میں قریب مکہ کے واقع ہوا اور بعض میں عدم اجازت نزول آیت کریمہ مصرح ہے اور بعض میں ہے کہ جب مکہ آئے تھے تب قبر والدہ پر
تشریف لے گئے اور وہاں یہ واقعہ ہوا۔ اور طبرانی کی روایت ابن عباس رضہ میں اس قصہ میں مصرح ہے کہ یہ بھی حکم ہوا کہ جیسے ابراہیم
علیہ السلام نے اپنے باپ سے اجتناب اس امر کے کہ وہ عدو اللہ ہے تبری و انقطاع و بیزاری کی تھی اسیطرح تو بھی اپنی ماں سے منقطع ہو۔
شیخ حافظ ابن کثیر رحمہ نے اس روایت کے بعد لکھا کہ یہ روایت غریب و سیاق عجیب ہے اور لکھا کہ اس سے زیادہ غریب و منکر وہ روایت
ہے جو خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں بسند مجہول از عائشہ رضہ روایت کی اور اس میں یہ قصہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی
والدہ آمنہ کو زندہ کیا اور وہ ایمان لائیں پھر اپنی حالت پر عود کیا یعنی مر گئیں۔ اور اسیطرح وہ روایت جو سہیلی نے روض میں ایک جماعت

مجہول سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے والد اور ماں کو زندہ کیا اور دونوں آپ پر ایمان لائے مترجم کہتا ہو کہ صحیح مین روایت ہے کہ
ایک شخص نے اپنے باپ کو پوچھا تھا اس سے آپ نے فرمایا کہ دوزخ مین ہو تو وہ غمگین سخت واپس ہوا تو بلا کر اُس سے فرمایا کہ میرا باپ و
تیرا باپ دونون دوزخ مین ہین۔ ولیکن حافظ ابن دحیہ نے ان غریب روایات سے استدلال کیا باین طور کہ یہ جدید زندگانی واقع
ہوئی جیسے کہ آفتاب غروب ہو جانے کے بعد پھر آفتاب نے عود کیا اور حضرت علی رضی اللہ کرم اللہ وجہہ کی نماز عصر جو بسبب اسکے جاتی رہی تھی کہ
وحی کے وقت آنحضرت صلعم کا سر مبارک انکے زانو پر تھا پس حضرت علی رضی نے آفتاب سے عود کرنے پر اپنی نماز عصر پڑھ لی اور طحاوی رحمہ اللہ
نے اس روایت کو ثابت کہا ہو۔ قرطبی رح نے کہا کہ آپ کے والدین کا زندہ ہو جانا عقل یا شرع سے کسی طرح ممتنع نہین ہو اور کہا کہ مین نے یہ
بھی سُنا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کو زندہ کیا اور وہ آپ پر ایمان لائے مترجم کہتا ہو کہ صحیح مین ابوطالب کے حق مین بھی روایت
ہو کہ لوگون نے عرض کیا کہ ابوطالب آپ کی حمایت مین اسقدر مبالغہ کرتے تھے بھلا اُنکو کچھ نافع ہوا آپ نے فرمایا کہ ابوطالب کے پاؤن مین
دو آگ کی جوتیان ہین جنکی حرارت سے اُنکا دماغ اُبلتا ہو۔ واضح ہو کہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایک مستقل رسالہ آنحضرت صلعم کے والدین بلکہ اجداد
کے موٴمن ہونے کے بارہ مین لکھا ہو اور اسمین یہ تمام روایات جنمین سے بعض کو شیخ ابن کثیر رح نے اغرب کہا ہو وارد کیا اور خلاصہ یہ کہ والدین
واجداد آپ کے موٴمن ہوے ہین اور روایات صحیحین آپکی اطلاع کے پہلے کا کلام ہو۔ برخلاف انکے ملا علی قاری رح نے ان سب کا جواب دیا
اور روایات صحاح کو ترجیح دی اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اگر روایات دربارہ حیات وایمان صحت کو پہونچ جاوین تو دوبارہ زندہ ہو جانے
وغیرہ مین کوئی تردد نہین ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک اس مسئلہ مین کلام کرنا محض وسوسۂ شیطانی ہو کیونکہ اس کی دین مین کوئی ضرورت
نہین پھر الیسی امر مین بحث کو طول دینا کچھ ضرور نہین اور اللہ تعالےٰ دانا ہو کہ امر واقعی کیونکر ہو۔ فافہم۔ امر سوم کا بیان یہ ہو کہ امام احمد رح نے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ مین نے ایک شخص کو سُنا کہ وہ اپنے مشرک والدین کے حق مین استغفار کرتا تھا پس مین نے اُس سے
کہا کہ وے مشرک تھے تو اُنکے لیے استغفار کرتا ہو اُسنے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لیے استغفار نہین کیا تھا پس مین نے آنحضرت صلعم
سے اُس کو ذکر کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ۔ ماکان دو طرح پر قرآن مین آتا ہو
الاول بمعنی نفی تابید قولہ ماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ۔ اور دوم بمعنی نہی جیسا مانند قولہ ماکان لکم ان تؤذوا رسول اللہ پس یہان
ماکان بمعنی لاینبغی یا لایجوز ہو یعنے سزاوار نہین یا جائز نہین ہو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اور ان لوگون کو جو ایمان لائے ہین یہ بات کہ استغفار کرین
مشرکون کے لیے۔ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ۔ اگرچہ یہ مشرکین اُن کے قرابت والے ہون۔ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ بعد
ازانکہ ظاہر ہو گیا اُنکے اوپر یہ امر کہ یہ مشرکین دوزخی ہین۔ اللہ تعالےٰ نے قطعی حکم دیدیا ہو بقولہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ پس قطعاً معلوم
ہو کہ اللہ تعالےٰ کسی مشرک کی مغفرت نہ کریگا۔ اگر کہا جاوے کہ آخری سبب نزول سے تطبیق کیونکر ہے اس لیے کہ استغفار ایک موٴمن کرتا تھا
جواب یہ کہ استغفار اگرچہ ایک موٴمن سے سرزد ہوا ولیکن حکم مین عموماً موٴمنون کو منع کر دیا اور نبی صلعم کو بطریق مبالغہ ذکر فرمایا جس سے مشرک
کے حق مین طمع استغفار کی جڑ کٹ جاوے یعنی موٴمن تو موٴمن وہان نبی کا استغفار بھی مفید نہین بلکہ جائز ہی نہین ہو ولیکن پوشیدہ نہ رہے
کہ ظاہر سیاق بطریق انکار ہو لہذا تینون سبب نزول سے آیت کریمہ کو خوب مطابقت ہو جیسا کہ شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے اعتبار فرمایا۔
اور بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ تبین کی صورت یعنی مشرکون کے جہنمی ظاہر ہونے کی صورت یہ ہو کہ کفر پر انکی موت ہو جاوے اور اسی سے
ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کرنیکا جواب ظاہر ہوا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا عَنْ مَوْعِدَةٍ

وَّعَدَھَا اِیَّاہُ اور نہ تھا استغفار ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے مگر ایک وعدہ کیوجہ سے جسکا اُسکو وعدہ دیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے یہ قصہ ذکر فرمایا بقولہ اراغب انت عن آلھتی یا ابراہیم لئن لم تنتہ لارجمنک واھجرنی ملیا۔ قال سلام علیک ساستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا۔ یعنی ابراہیم کے باپ نے انکو کہا کہ کیا منھ موڑنے والا ہے تو میرے معبودوں سے اے ابراہیم۔ مجھے قسم ہے کہ اگر تو باز نہ آویگا تو تجھے سنگسار کرونگا اور تجھے چھوڑا ایک مدت تک۔ ابراہیم نے کہا کہ سلام علیک میں ضرور تیرے لیے اپنے رب سے استغفار کرونگا کہ وہ مجھپر بہت مہربان ہے۔ پس اس وعدہ پر اپنے باپ کے لیے استغفار کیا تھا۔ بیضاوی رحہ نے کہا کہ اس استغفار کے معنی یہ تھے کہ اللہ تعالےٰ سے تیرے لیے ایمان کی توفیق مانگونگا تاکہ تیری مغفرت کرے۔ بدلیل قولہ۔ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَہٗ اَنَّہٗ عَدُوٌّ لِّلّٰہِ تَبَرَّاَ مِنْہُ۔ پھر جب ظاہر ہوگیا ابراہیم کو کہ وہ اللہ تعالےٰ کا دشمن ہے تو اس سے بالکل انقطاع کیا اور اس سے بیزار ہوگیا۔ یہ ظہور اس طور سے کہ وہ کفر پر مرگیا یا اس طور سے کہ ابراہیم علیہ السلام کو وحی بھیجی گئی کہ وہ ایمان نہ لاویگا۔ پس حاصل آیت کریمہ یہ ہے کہ نبی و مومنون میں سے کسی کو مشرک کے لیے استغفار کرنا نہیں جائز ہے اور مشرک وہی کہا جائیگا جو کفر پر مرجاوے کیونکہ جب تک زندہ ہے تب تک احتمال ہے کہ ایمان لاوے۔ اور رہا یہ وہم کہ ابراہیم نے اپنے باپ کے لیے استغفار کیا تھا تو اللہ تعالےٰ نے جواب دیا کہ ابراہیم نے اس سے استغفار کا وعدہ کیا تھا یعنی تاکہ اُسکے لیے دعا کرے گا کہ مومن ہوجاوے تاکہ اُسکی مغفرت ہو پھر جب کافر مرجانے سے ابراہیم کو ظاہر ہوگیا کہ وہ دشمن خدا ازلی کافر ہے تو اُس سے بیزاری کرلی۔ بیضاوی رحہ نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوا کہ زندہ مشرکین کے لیے استغفار کرنا جائز ہے یعنے دعا کرنا کہ اللہ تعالےٰ اُسکو ایمان دیوے کہ جس سے مغفور ہوجاوے اور یہ جائز نہیں ہے کہ کسی مشرک و کافر کے لیے باوجود اسکے کفر پر باقی رہنے کے مغفرت کی دعا کرے کہ اسکے گناہ معاف ہوجاویں۔ بعض لوگوں نے یہاں اشکال وارد کیا کہ جنگ احد کے روز جب مشرکوں نے آپکا دندان مبارک شہید کیا اور چہرہ مبارک زخمی کیا تو آپ خون پونچھتے اور فرماتے تھے کہ اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون پس اُنکے لیے استغفار کیا۔ پھر خود جواب دیا کہ یہ قبل اسکے تھا کہ آپ کو معلوم ہو کہ مشرکوں کے لیے استغفار نہیں جائز ہے اور اگر مانا جاوے کہ آپ کو معلوم تھا تو یہ کلام آپ کا بعض انبیاء سابقین کا قول نقل کرنے کے طور پر تھا جیسا کہ صحیح مسلم میں عبداللہ رضہ سے روایت ہے کہ گویا میں آنحضرت صلعم کو دیکھ رہا ہوں اسوقت کہ آپ اگلے بعض انبیاء کا ذکر فرماتے تھے جسکو اسکی قوم نے مارا تھا اور وہ اپنے چہرہ سے خون پونچھتا جاتا اور فرماتا جاتا کہ اے رب میرے بخش دے میری قوم کو کہ وہ جانتے نہیں ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب ٹھیک نہیں ہے اسواسطے کہ مشرکوں کے لیے کسی نبی کو کسی وقت استغفار کرنا روا نہیں ہوا کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے عذر بیان فرمایا کہ اُسنے کبھی ایسے مشرک کے لیے جو حقیقی مشرک ہو استغفار نہیں کیا پس معلوم ہوا کہ ملت ابراہیم میں بھی مشرک کے لیے استغفار جائز نہ تھا۔ پس جواب صحیح یہ ہے کہ یہ استغفار ایسی قوم کے واسطے تھا جو زندہ موجود تھے اور معنی اسکے یہ تھے کہ انکو ہدایت ہوجاوے اور اسی پر دلالت کرتی ہے دوسری روایت کہ جسمیں یوں ہے۔ اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون یعنی میری قوم کو ہدایت فرماوے۔ پس یہ استغفار بمعنی طلب ہدایت ہے اور یہ جواب بھی ہوسکتا ہے کہ استغفار کبھی گناہوں سے پاک ہوکر رضوان الٰہی کی منزلت پر پہونچنے کے لیے ہوتا ہے اور وہ استغفار مومنین ہے اور کبھی رفع عذاب دنیوی کے لیے ہوتا ہے جیسا کہ قولہ وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون میں ہے کیونکہ استغفار مشرکین انکے گناہوں سے پاک ہونے میں مفید نہیں ہے لہذا یہ استغفار آنحضرت صلعم کا بمعنے عفو ان لوگوں سے جنہوں نے آپ کو زخم کی اذیت پہونچائی تھی پس فوراً وہ عذاب استیصال میں ماخوذ نہوے بسبب اسکے کہ آپ نے انکو عفو فرمادیا اور چونکہ متضمن جرم آپکی بھی ہے اور اللہ تعالےٰ سے عفو کی درخواست بھی کی فلیتامل۔ پھر جان لینا چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کا

استغفار اپنے باپ کے لیے اسوقت تک تھا کہ انکو باپ کا عدو اللہ تعالے ہونا ظاہر نہوا تھا پس مانند آنحضرت صلعم کے مخلوق پر شفقت کر کے انکی ہدایت پر ہوجانے کی حرص فرماتے تھے اور اُسوقت رحم دلی و ترس تھا پھر بعد ظہور اُسکے عدو اللہ تعالے ہونے کے بالکل تبری کر لی حالانکہ اللہ تعالے نے ابراہیم ؑ کی مدح فرمائی لقولہ تعالے۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ۔ البتہ ابراہیم اواہ و حلیم تھا۔ یہ حلم ہی تھا کہ باپ نے اذیتیں دیں اور اُسکے حق میں ترس کھاکر استغفار کیا کہ ہدایت پاوے۔ وفی تفسیر الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے ابن عباس رضہ نے کہا کہ برابر حضرت ابراہیم ؑ اپنے باپ کے لیے استغفار کرتے رہے یہانتک کہ وہ مرگیا پھر جب بامر الٰہی انکو ظاہر ہوگیا کہ وہ عدو اللہ تعالے ہے پس اس سے تبری فرمائی یہی مجاہد و ضحاک و قتادہ و دیگر علما و سلف رحمہم اللہ تعالے کا ہے اور سعید بن جبیر وغیرہ نے کہا کہ قیامت میں اپنے باپ سے تبری کرینگے جبکہ اسکے چہرہ پر سیاہی وغیرہ دیکھینگے اور وہ کہیگا کہ اے ابراہیم ؑ آج میں آپکی نافرمانی نہ کرونگا تو ابراہیم ؑ اپنے پروردگار سے عرض کرینگے کہ اے پروردگار تو نے وعدہ فرمایا کہ یوم البعث کو میں تجھے خوار نہ کرونگا اور باپ میرا اس حال میں ہے تو حکم ہوگا کہ نیچے دیکھ تو نظر آیا کفتار دیکھا بھرا ہوگا اور وہ چاروں ٹانگیں باندھ کر جہنم میں پھینکا دیا جائیگا۔ اور قولہ اواہ۔ ابن مسعود رضہ نے کہا کہ بہت دعا مانگنے والا۔ ایک روایت میں کہا کہ رحیم یعنی بندوں پر رحم و ترس کھانے والا ہے یہی مجاہد و قتادہ و حسن بصری وغیرہم کا قول ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ اواہ زبان حبش میں کمال یقین والا یہی مجاہد و ضحاک سے مروی ہے اور یہی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کیا کہ یعنے توبہ کرنے والا مومن۔ یہی ابن جریج کا قول ہے۔ امام احمد رح نے عقبہ بن عامر رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے ذوالبجادین کو اواہ فرمایا کیونکہ جب قرآن میں اللہ تعالے کا نام پاک آتا ہے تو وہ دعا کے لیے آواز بلند کرتا۔ ورواہ ابن جریر ایضاً۔ شعبی و سعید بن جبیر نے کہا کہ اواہ تسبیح پڑھنے والا۔ مجاہد رح نے کہا کہ حافظ جو الٰہی جو اس سے ڈرتا ہے اور پوشیدہ گناہ ہو جاوے اور پوشیدہ توبہ کر لے۔ آنحضرت صلعم نے قرآن بہت پڑھنے والے کو اواہ فرمایا۔ رواہ ابن جریر عن ابن عباس۔ اور نیز ابن عباس نے کہا کہ اواہ یعنے فقیہ ہے اور ابن جریر رح نے کہا کہ سب اقوال میں قول ابن مسعود وغیرہ کہ اواہ یعنے کثیر الدعا ہے اولی ہے اور یہی مناسب سیاق ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اواہ ایک صفت عالیہ الٰہی ہوسکتی ہے کہ اس کے ہوتے ہوے اس میں جملہ معانی جو مذکور ہوے ہیں بطور اس کے آثار و لوازم کے پائے جاویں اگرچہ یہاں کثرت دعا مراد ہونا انسب ہے۔ فافہم۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

اور اللہ ایسا نہیں کہ گمراہ کرے کسی قوم کو جب انکو راہ پر لاچکا جبتک کھول نہ دے انپر جس سے انکو بچنا اللہ سب چیز سے واقف ہے

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

اللہ جو ہے اُسکی سلطنت ہے آسمان اور زمین میں جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمکو کوئی نہیں اللہ کے سوائے

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

حمایتی نہ مددگار

قال الحافظ رح اللہ تعالے اپنے حکم کرم و عدل سے آگاہ فرماتا ہے کہ وہ کسی قوم کو گمراہ نہیں گردانتا مگر بعد اسکے کہ انکا رسول انکی طرف بھیجدے تو انکا کہ وہ منکر ہوں اور انپر حجت قائم ہوجاوے پس جیسے قوم ثمود کی نسبت کہا کہ امّا ثمود فہدیناہم فاستحبوا العمی

علی الہدے یعنے ثمود کو ہم نے راہ دکھلائی بذریعہ نبی صالح کے پھر انھون نے اندھے پن وکفر کو ہدایت پر پسند واختیار کیا۔ ویسے ہی یہان
عموماً فرمایا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا یعنی نہین ہی طریق اللہ تعالے عز وجل کا یہ کہ گمراہ قرار دے کسی قوم کو یعنے اُن کے ساتھ وہ
مواخذہ کرے جو گمراہ سے کیا جاتا ہی یا گمراہ انکا نام کرے یا گمراہی پر انکو حاصل کرے۔ بَعْدَ اِذْ هَدٰهُمْ بعد از انکہ ان کو ہدایت
فرمائی اسلام کی۔ حاصل آنکہ اللہ تعالے نے جس قوم کو اسلام کی ہدایت فرمائی انکو ایسا نہین فرمایا کہ گمراہ قرار دے اور ان کے ساتھ
وہ معاملہ کرے جو کافر ومشرک گمراہون سے کرتا ہی حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ یہان تک کہ انکے لیے بیان کر دے کل وہ چیز جس سے
وہ تقوی واجتناب رکھین یعنی بعد اس طرح اعمال وافعال بیان ہونے کے پھر اگر خلاف کرین تو البتہ ماخوذ ہونگے اور قبل اس کے
اللہ تعالے عام کرم سے ماخوذ نہین فرماتا۔ مترجم کہتا ہی کہ حافظ رح کی تلخیص سابق اس آیت کریمہ کے ظاہر سے بطریق عموم استلزام کے
البتہ موافق ہوتی ہی ہان شیخ ابن جریر رحمہ اللہ کی تقریر البتہ مطابق ظاہر آیت ہی کہ یہ اطمینان ان مومنون کو فرمایا جنھون نے مشرکین
کے لیے استغفار کیا تھا اور حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالے ایسا نہین کہ تم نے جو اپنے مردہ مشرکین کے لیے استغفار کیا بسبب نادانی کے اس کی
وجہ سے تم پر گمراہ ہونے کا حکم کر دے بعد اسکے کہ تمکو ایمان واسلام کی توفیق دیدی یہ اسوقت تک کہ تم کو امر ممنوع سے آگاہ کر دے تاکہ تم
تنبیہ ہو اور اس آگاہی وبیان ممانعت سے پہلے پس اس امر کے کرنے سے ضلال کا حکم نہین فرماویگا کیونکہ طاعت جیسے اُس امر کے بجالانے
مین ہوتی ہی جسکا حکم ہو ویسے ہی معصیت اس امر کے نہ کرنے یا جو منع فرمایا اسکے کرنے سے ہوتی ہی پس جسکو ہنوز کچھ حکم نہین دیا گیا یا ممانعت
نہین کی گئی وہ مطیع یا عاصی نہین ہوگا جب تک کہ امر ونہی نہو جاوے۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اللہ تعالے ہر چیز کو جانتا ہی اس طرح
کہ کوئی نہین جان سکتا۔ پس جو امور بندون کے واسطے جائز وناجائز ہین اور جسطرح انسے مواخذہ ہو یا نہو اور جو مستحق گمراہی ہے اور جو نہین
ہی اور ہر ایک کی نباتات وغیرہ سب کو اپنے علم سے جو قدیم ہی جانتا ہی۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ یہ بیان مومنون کے مشرکون کے لیے استغفار کرنے
مین خاص کر ہی اور ہر طاعت ومعصیت کے حق مین عام ہی یعنی یہ آیت بطور عموم نازل ہوئی کہ جب تک اللہ تعالے نے کسی قوم کو اسلام کی
ہدایت کیے بعد کسی امر کے نہ کرنے کا حکم نہ دیا اسوقت تک اس فعل کے کرنے یا نہ کرنے سے وہ قوم اسلام حکم الہی مین گمراہ
نہین ہوگی۔ پس اس سے خصوصاً ظاہر ہو گیا کہ مومنین جنھون نے مشرکین کے لیے قبل ممانعت وارد ہونے کے استغفار کیا تھا وے ماخوذ
نہونگے اور اسی کے سیاق مین یہ آیت کریمہ ہی اور عموماً ظاہر ہو گیا کہ جن امور سے شرع نے سکوت کیا وہ مباح ہین اور جو امر ونہی وارد ہو گئی
اس کے موافق تعمیل کرنا البتہ ضرور ہی ورنہ بعد بیان کے وہ قوم جو مخالفت کرے ماخوذ ہوگی۔ علماء رح نے لکھا کہ جو کوئی غافل رہا وہ
مکلف نہین ہی کما فی البیضاوی وغیرہ اور مترجم کہتا ہی کہ غافل رہنا وہی عذر ہو سکتا ہی جو بالکل لاعلمی سے ہو جیسے کوئی قوم ایسے جزیرہ
مین ہو جہان آج تک بعثت حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر نہ پہونچی ہو ورنہ شہر ودیہات وکوہ وجبال وغیرہ جہان خبر پہونچ چکی اور
جہان علماء وغیرہ ایسے لوگ موجود ہین جن سے مسئلہ معلوم کیا جا سکتا ہی تو عذر غفلت خطاے دیگر ہی مقبول ہونا کیسا ہوتا ہی۔ واضح ہو کہ
ابن عباس سے روایت کیجاتی ہی کہ اس آیت کا نزول قبل بیان ہدیت فدیہ لینے مین ہوا۔ اور مقاتل رح وکلبی رح نے کہا کہ منسوخ پر عمل
کر لینے کے بارہ مین ہی۔ اور مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک حضرت ابن عباس رض نے نزول آیت اس بارہ مین نہین فرمایا بلکہ یہ راوی کا سہو ہی
اور مراد ابن عباس رض کی یہ ہی کہ بدر کی لڑائی مین جو کفار قید ہوگئے تھے انمین رضاے الہی یہی تھی کہ مومنین انکو قتل کرین وفدیہ لیکر نہ چھوڑین
جیسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی رائے تھی لیکن چونکہ حق تعالے کی طرف سے اس بارہ مین حکم صریح نہین آیا تھا لہذا موافق منطوق

اس آیت کریمہ کے مومنین اس مین ماخوذ نہوئے اور رہا یہ امر کہ دوسرے سال اُحُد مین اسیقدر مسلمان شہید ہوے جسقدر کفار فدیہ لیکر
چھوڑے تھے تو یہ قبل فدیہ لینے کے جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا تھا کہ یارسول اللہ آپ کے اصحاب چاہین انکو قتل کرین تو یہ کرین اور چاہین
فدیہ لیکر چھوڑین تو دوسرے سال انہین سے اسیقدر شہید ہونگے پس اصحاب نے دوسرا امر اختیار کیا اور یہی مقدر تھا اگرچہ رضاے الٰہی
تعالے اس مین نہ تھی فافہم۔ اور مقاتل وکلبی رحمہا اللہ کے قول کی بھی ایسے ہی تاویل ہو کہ انکی مراد یہ ہو کہ اس آیت کریمہ سے یہ حکم بھی نکل آیا
کہ جس شخص نے منسوخ پر عمل کر لیا قبل اسکے کہ اسکو ناسخ معلوم ہووے وہ گنہگار نہوگا مثلاً شراب حرام ہوئی تو جسوقت حرمت نازل ہوئی
اُسوقت سے جتنے دن مین کئی منزل دور رہنے والے مسلمانون کو خبر پہونچی اُتنے دن تک جو کوئی شراب پیتا رہا وہ ماخوذ نہوگا کیونکہ یہ احکام
تو اسلئے ہین کہ بندہ کا مطیع ہونا ظاہر و ثابت ہو اور اسکا نفس سرکش مطیع حکم الٰہی ہو پس جب تک حکم نہین پہونچا اسوقت تک وہ معذور
ہو اور مترجم کہتا ہو کہ اس زمانہ مین جو امور ارکان اسلام سے ہین وہ عموماً مشہور ہو چکے پس انمین غافل ہونے کا عذر لغو ہو جیسا کہ علماء کا
قول ہو لیکن جو امور ایسے نہین ہین مثلاً کسی نے پچھنے لگانے سے روزہ افطار ہو جانے کا سبب حدیث کے گمان کیا اور دوسری حدیث
اسکو نہین معلوم ہوئی یا مانند اسکے تو اسبات ہو کہ معذور ہو جیسا کہ شیخ دہلوی وغیرہ نے لکھا ہو واللہ تعالے اعلم۔ اور آیت کریمہ سے جیسے یہ
مستفاد نکلتی ہو کہ جو کوئی حکم پہونچ جانے کے بعد خلاف کرے وہ سزاے گمراہی کا مستحق ہو ویسے ہی اسمین بہت سے معاملات مین کرم و لطف
سے آسانی بھی نکلتی ہو و لیکن اُسوقت کہ وہ شخص ایمان و اسلام پر ہو یعنی برخلاف رافضی و خارجی و معتزلی و جہمیہ وغیرہ کے ٹھیک ٹھیک
عقیدہ اسلام و ایمان پر ہو تو فروع اعمال مین جہان جہان بچانے کا عذر مقبول ہو وہان معذور ہوگا اور جہان کوئی حکم کتاب و سنت و
اجماع و قیاس مین نہین ہو وہان اباحت اصلیہ سے سرفراز ہوگا بالجملہ مومن اپنے آپ کو اپنے مالک خالق کا مطیع رکھے اور نفس کے وسوسہ
مین نہ پڑے اور کسی مشرک کے لیے غمناک نہو کیونکہ ہر ایک مخلوق کا خالق و مالک اللہ تعالے ہو۔ اِنَّ اللّٰہَ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ۔ تحقیق اللہ تعالے ہی کی ہو بادشاہت آسمانون و زمین کی یعنی اسکی ذات پاک ہی کی تمام مخلوق ہو اسی کے قبضہ قدرت مین
مقہور ہو آسمان ہون یا زمین یا جو کچھ انمین ہو یا جو انکے سواے ہو وہی سب کا خالق و مالک ہو لا الٰہ الا ہو۔ اسی کو اختیار ہو جسطرح چاہے
اُن مین تصرف کرے۔ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ۔ وہی زندہ کرتا و زندہ رکھتا ہو اور وہی مردہ کرتا و مردہ رکھتا ہو پس جو کچھ ہوتا ہو اسکی علم و حکمت سے
ہوتا ہو اور کسی مخلوق کو ممکن نہین کہ ویسا علم ہو اور نہ ویسی حکمت پس کوئی نہین جان سکتا کہ فلان بندہ کیون کافر و مشرک امر جس سے
دائمی جہنمی و دائمی مردہ رہا بلکہ فقط اللہ تعالے ہی جانتا ہو کہ کون مستحق ایمان و زندگی ہے اور کون لائق کفر و مردگی پس وہ جسکو چاہے
ایمان و زندگی دے اور جسکو چاہے کفر و شرک پر مارے اسپر کوئی اعتراض نہین چل سکتا۔ اس سے مومنون کو فہمایش کر دی کہ کسی مشرک
کے کافر مرنے پر غم نہ کھاوین اور استغفار پر آمادہ نہون یہ سمجھکر کہ اسکو عذاب نہو کیونکہ جب مشرک نے چند روزہ زندگی مین اپنے معبود
تعالے کی شان مین وہ گستاخی کی جو کبھی روا نہین ہو سکتی تو وہ عذاب دائمی کا مستحق ہوا پس کسی کی نصرت و مدد سے وہ عذاب سے
نہین بچ سکتا۔ وَمَا لَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ۔ اور نہین ہو تمھارے لیے اللہ تعالے کے سواے کوئی بھی ولی و
نہ مددگار کہ تم کو عذاب الٰہی سے بچا لیوے پس سب چیزون سے منقطع ہو کر خالص دل سے اللہ تعالے ہی پر بھروسا کرو۔ میرے مولی مجھے تیری ہی
رحمت کا آسرا ہو کہ ایمان و اسلام پر مغفور میرا خاتمہ بخیر ہو جاوے آمین وصلی اللہ علی رسولہ محمد وآلہ اجمعین۔ وما کان اللّٰہ لیضل قوما
بعد اذ ہداہم۔ ازل مین اللہ تعالے نے عارفین کو عاشق صادق کر لیا اور لطف و کرم مین مستغرق کر دیا پس اب انکو محجوب نہ فرماویگا کیونکہ

اس کی صفات مین تغیر نہین ہے پس ازل کے مقبول بندے ہمیشہ اس کے لطف مین مصئون ہین اور جو احکام امتحان ان پر جاری ہوجاتے ہین انکا اعتبار نہین ہو کیونکہ انکے شبہات مورث حسنات ہین اور حسنات مورث قربات ہین اور سبقت عنایت سے وہ جنایت پر ماخوذ نہین ہوتے ہین - قولہ حتی یبین لھم ما یتقون یہان ضلال ظہور نکرت بعد معرفت ہو پس امتحان نکرت مین بھی جو بطریق قہر ہو مانند معرفت کے نظر بجانب درگاہ حق عزوجل رکھین - بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اذ اضلھم یعنی بعد ہدایت کے انکو گمراہ نفرماویگا - مفسر جسم کہتا ہے کہ ما کان نفی کے لیے قرار دیا اور بعد اذ معنی بعد ان قرار دیا اور معنی مذکور اس دلیل سے کہ ہدایت ازلی و سعادت تقدیری کے بعد تغیر ممکن نہین ہے جرم کچھ اثر نہین کرتا - استاد رحمہ نے کہا کہ اس مین اشارہ ہو کہ عطیہ آلہی مین کمی نہین مگر جبکہ بندہ کی طرف سے ترک ادب ہو - و قولہ ان اللہ لہ ملک السموات والارض - تہدیدی اشارت ہو کہ عارف کے دل مین تمام عالم کا خطرہ نہ گذرے بلکہ فقط خالق عزوجل کا کہ وہی عرفان لبط سے زندہ کرتا اور وہی غیر سے مشغول کر کے قبض و موت دیتا ہو وہی مالک و خالق ہو وہی مختار ہے جسکو چاہا مقبول و سعید ازلی کر لیا چنانچہ فرمایا

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ

اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے تنگی کی گھڑی مین بعد اسکے کہ قریب ہو کہ دل پھر جاوین

فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

بعضون کے ان مین سے پھر مہربان ہوا ان پر وہ انپر مہربان ہو رحم کرنے والا

اول اللہ تعالے نے غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے والون و جھوٹے عذر کرنے والون کی مذمت فرمائی تھی - لقولہ سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیھم لتعرضوا عنھم فاعرضوا عنھم انھم رجس الآیۃ - یعنی عنقریب تم جھوٹی کھاوینگے نام جلیل اللہ تعالے کی تمہارے واسطے جب تم لوٹ کر انکی طرف جاؤ گے تاکہ تم انسے اعراض کرو یعنی ان پر جھڑکی و سختی نکرو سو تم انسے اعراض کرو کہ وے ناپاک لوگ ہین - الے آخر الآیہ - پھر درمیان مین اسی کے مناسب مسائل و فوائد ذکر فرماتا کہ اہل حق اپنے نفوس کی اصلاح کرین اب بندگان پاکیزہ و مطیع کو مع توبہ بعض ان متخلفین کے جنھون نے قسم نکھائی اور جھوٹا عذر کیا تھا بیان فرمایا لقولہ تعالے لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ ای رجع اللہ تعالے و قبل التوبۃ یعنی اللہ تعالے نے رجوع فرمایا اور مراد اس سے رحمت آلہی کا نزول موافق علم قدیم کے ہے یعنے توبہ قبول فرمائی - عَلَى النَّبِيِّ - اپنے نبی محمد رسول اللہ صلعم پر اور یہ خبر بشارت دوام ہو یعنے ہمیشہ کے واسطے اللہ تعالے نے توبہ قبول فرمائی اپنے رسول پاک محمد صلعم کی - اگر کہا جاوے کہ کس امر کی توبہ قبول فرمائی تو بعض علماء نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے بعض کو تخلف کی اجازت دیدی تھی جیسا کہ قولہ عفا اللہ عنک لم اذنت لھم الآیۃ سے معلوم ہوا پس اس سے توبہ قبول فرمائی اور بعض نے کہا کہ بعض مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے توبہ قبول فرمائی بعض نے کہا کہ توبہ در اصل رجوع آلہی ہو اپنے بندے کی طرف اور اس مین یہ ضرور نہین کہ اس سے کوئی گناہ ہوگیا ہو جس سے توبہ ہو کیونکہ اگر تاب النبی ہوتا یعنے نبی صلعم نے توبہ کی تو البتہ اسکا وہم ہوسکتا تھا کہ کسی گناہ و غیرہ سے جو شاید صادر ہوگیا ہو توبہ کر لی حالانکہ اس صورت مین بھی یہ وہم کرنا نادانی سے خالی نہین ہے کہ عظمت و شان کبریائی کے لائق عبادت و معرفت کسی مخلوق سے ادا نہین ہوسکتی کیونکہ اسکی ذات کبریا قدیم ہو اور تمام مخلوق حادث ہو پس جتنا ہی مقرب و مرتبہ والا ہو اللہ تعالے کی کبریائی کے آگے توبہ کرتا رہتا ہو اسیوجہ سے حدیث مین ثابت ہوا کہ ہم عاجزی کرتے تھے کہ اے پروردگار ہم تیری حمد جیسی چاہیے ادا نہین کرسکتے اور بہت استغفار کیا کرتے تو بعض

صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کے واسطے تو اللہ تعالے نے حکم فرما دیا کہ اگلے گناہ بفرض اگر ہوئے ہون یا آیندہ ہون ہم نے سب
معاف فرما دیے پھر آپ کیون اسقدر خائف و استغفار کرتے ہین فرمایا کہ اللہ تعالے نے معاف فرمایا تو کیا مین شکر گزار بندہ نہون یعنے
مین شکریہ مین استغفار کرتا ہون۔ اور بعض علماء نے اس مقام پر ایک اچھا جواب دیا کہ جیسے قولہ تعالے واعلموا انما غنمتم من شئی فان للہ خمسہ
وللرسول الآیۃ مین اللہ تعالے نے اپنا نام پاک تبرک کے لیے بیان فرمایا ایسے ہی یہان توبہ مین تبرکاً اپنے رسول پاک کے نام سے افتتاح
کلام فرمایا اور اس مین صحابہ رضی اللہ عنہم کے واسطے بڑی بزرگی ملی کہ توبہ مین انکو اپنے پاک رسول کے ساتھ ملا دیا یعنے توبہ قبول فرمائی
اللہ تعالے نے اپنے رسول پاک کی وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ اور مہاجرین کی اور انصار کی پس جب انکے واسطے بھی نبی صلے اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ توبہ فرمائی تو ہمیشہ کے لیے وے بھی توبہ سے سرفراز ہوے۔ اور اسی قبیل سے حق تعالے کے حکم سے آنحضرت صلعم نے خبر فرمائی
کہ ان اللہ اطلع علی اہل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ یعنے اللہ تعالے مطلع ہوا اہل بدر پر سو حکم فرما دیا کہ کرو جو چاہو کہ مین نے تمہاری
مغفرت کر دی یعنی اللہ تعالے اپنے علم قدیم سے انکے قلوب سے آگاہ ہے تبھی اسنے یہ حکم فرمایا کہ جو چاہو کرو مین نے تمھین بخشا۔ پھر اللہ تعالے
نے مہاجرین و انصار کا وصف فرمایا بقولہ۔ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ یعنے پر مہاجرین و انصار وہ نیک بندے ہین جنھون نے
رسول اللہ صلعم کی اتباع کی ساعت عسرت مین عسرت یعنی سختی و صعوبت و شدت و تنگی۔ اہل التفسیر نے اتفاق کیا کہ مراد اس سے
غزوہ تبوک ہے پس لفظ ساعت سے کوئی معین ساعت نہین مراد ہے بلکہ یہ تمام جہاد کا وقت مراد ہے کیونکہ یہ سختی کا وقت تھا اور قحط کا
زمانہ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ستر ہزار کے درمیان سوار و پیادہ سمیت اس جہاد پر چڑھے اور یہ لشکر بنام جیش العسرۃ کہلاتا تھا
اور اسی کی نسبت آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی جیش العسرۃ کا سامان کر دے اسکے لیے جنت ہے پس حضرت عثمان رضہ نے اس کا
سامان کر دیا تھا۔ حضرت مجاہد رحہ نے اور بہتون نے کہا کہ یہ آیت غزوہ تبوک کے بارہ مین نازل ہوئی اور بات یہ تھی کہ صحابہ رضی اللہ
عنہم سختی کے وقت مین جبکہ سال قحط کا تھا اور موسم سخت گرمی کا اور زاد راہ و پانی کی بڑی قلت تھی اس جہاد مین آنحضرت صلعم کے
ساتھ ہوئے۔ روایت ہے کہ قولہ تعالے۔ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر الآیۃ کے نزول پر آنحضرت صلعم نے نصارائے روم پر
جہاد کیا اور قتادہ رحہ نے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم سال تبوک مین شام کی طرف روانہ ہوئے ایسے حال مین کہ ون کی لپٹین تھین باوجود
تمام سختی و شدت کے کہ اللہ تعالے ہی اسکو خوب جانتا ہے پس انکو سخت تکلیف پہونچی یہان تک کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ دو آدمی
ایک چھوارا پھاڑ کر بانٹ لیتے اور چند آدمی ایک چھوارے کو باری باری سے چوس لیتے اور اسپر ہر ایک پانی پی لیتا تھا۔ پس اللہ تعالے
عزوجل نے انکی خلوص نیت کو قبول فرما کر انپر توبہ فرمائی اور غزوہ سے انکو واپس پہونچایا۔ اور ابن حبان و حاکم و بیہقی و ابن جریر وغیرہ
نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حال عسرت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ تبوک کو بہت سخت گرمی مین نکلے پس ایک منزل مین اُترے اور ہمکو سخت پیاس نے گھیرا یہان تک کہ ہم لوگون کو
گمان ہوا کہ ہماری گردنین اب الگ ہو جاوینگی یہان تک کہ ہم مین سے بعض آدمی اپنے اونٹ کو ذبح کرکے اسکے پانی کے کپے کو نچوڑ کر کچھ
پیتا اور باقی جگر پر کر لیتا پس ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ آپ کے لیے اللہ عزوجل نے دعا مین نیک اثر فرمایا ہے
سو آپ ہمارے لیے دعا فرما دین آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم کو یہ پسند ہے عرض کیا کہ ہان پس آپ نے ہاتھ اُٹھائے پس لوٹائے نہ تھے
کہ آسمان سے پانی پڑنے لگا اور لوگون نے جو کچھ انکے پاس تھا بھر لیا اور پانی تھم گیا پھر ہم نے جا کر اسکو دیکھنا شروع کیا کہ دیکھا تو لشکر سے پار

کچھ نشان نہ تھا۔ قال الحاکم صحیح الاسناد۔ پس اس سختی و شدت مین اہل ایمان نے ساتھ دیا۔ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ایک قراءۃ شاذ مین بجاے یزیغ کے تزیغ آیا تو معنی یہ ہونگے کہ بعد اسکے قریب تھا کہ دل ایک فریق کے ان مین سے جو زبان سے اسلام ظاہر کرتے تھے پس مراد اس سے تخلف کرنے والے منافقین ہین کہ وہ زیغ و شک کی وجہ سے اتنی سختی برداشت نہ کرسکے۔ اور مشہور قراءۃ یزیغ مین دو وجہ ہین ایک یہ کہ مضارع بطریق حکایت حال ہو یعنے حالت وہ تھی کہ منافقین کے دل پھرتے تھے پس دونون قراءتین متوافق ہوگئین۔ اور وجہ دوم یہ کہ مضارع اپنے معنے پر ہو اور کاد مین ضمیر شان کی ہو یعنے بعد اسکے قریب تھا کہ زیغ کرین دل ایک فریق کے اہل لشکر مین سے یعنے حق سے مڑجاوین اور رسول اللہ صلعم کے دین مین شک لاوین اور یا زیغ بمعنے بعید کی سختی و مشقت سے یعنے سختی و مشقت کے ساتھ زائغ ہون۔ بہرصورت یہ اسوقت کی انتہا سختی کا بیان ہو کہ سختی اسقدر شدید تھی کہ قریب تھا کہ ایک فریق کے دل زائغ ہوجاوین ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ پھر اللہ تعالیٰ نے انپر رجوع فرمایا ضمیر علیہم اگر اس فریق کی طرف ہو جنکے دل قریب بزیغ پہونچے تھے تو یا جملہ اہل ایمان کی طرف ہو تو اس کلام کو مکرر فرمانے مین نہایت مصرح اطمینان و تشریف ہو۔ وفی السراج وغیرہ قولہ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منہم یعنے قریب ہوے دل ایک گروہ کے انمین سے کہ مڑجاوین اور بسبب سختی کے آنحضرت صلعم کا ساتھ چھوڑ دین۔ اور یہ مراد نہین کہ دین حق سے مڑجاوین بلکہ ساتھ دینے سے مڑجاوین۔ اور یہ جو قریب ہوئے تھے تو مراد یہ کہ سختی سے اس حالت پر پہونچے تھے کہ قریب تھا کہ ساتھ چھوڑ دین ولیکن صبر و ثواب کی نیت خلوص سے ساتھ رہے اور ہرگز آنحضرت صلعم کا ساتھ چھوڑا نہ فرمایا ثم تاب علیہم۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے لقد تاب اللہ سے انکی توبہ قبول ہونا بیان فرمایا پھر دوبارہ ثم تاب مین کیا حکمت ہو تو جواب یہ ہے کہ پہلے بدون گناہ کا قصد ذکر کرنے کے انپر توبہ فرمانے کو ذکر کردیا تاکہ فضل الٰہی سے مطمئن ہوجاوین پھر ان مین سے ایک فریق کا قصد ایسا ذکر کیا کہ اگر وہ واقع ہوتا تو گناہ ہوجاتا پھر ثم تاب علیہم ذکر فرماکر اپنے فضل عمیم سے متنبہ کیا کہ رضوان الٰہی انپر متوجہ اور وے ازلی سعید و مقبول ہین۔ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ اور تعالیٰ انکے ساتھ کمال رافت و کمال رحمت ہمیشہ سے فرمانے والا ہو یعنے یہ جملہ اسمیہ بصیغہ رؤف و رحیم کہ صیغہاے مبالغہ ہین اپنے کمال رافت و رحمت مستمرہ کا انکے حق مین اظہار فرمایا۔ سبحان اللہ تعالیٰ ان بندون کو بھی کیا بزرگی عطا ہوئی۔ اللہم لک الحمد علی رضاک عنہم رضی اللہ عنہم اجمعین و رضی عنا بہم انہ رؤف رحیم آمین۔ اہل لغت و تفسیر نے لکھا کہ رافت و رحمت ہر دو صفت الٰہی ہین اور جب بندون مین استعمال آتا ہو تو رافت وہ شفقت ہو کہ جس مین ضرر سے بچانے کی طرف زیادہ رجحان ہو جیسے رحمت وہ کہ بھلائی پہونچانے کی طرف زیادہ رجحان ہو پس اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ہر ضرر سے محفوظ اور ہر بھلائی سے بکمال مالامال فرمادیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ والعاقبۃ للمتقین۔ پھر واضح ہو کہ کاد یزیغ قلوب فریق منہم مین شاید ایسے لوگ ہون جو بسبب شدت و سختی کے گھبرائے پھر توفیق و رحمت الٰہی سے مطمئن و ثابت اقدم ہوگئے جیسے روایت ہو کہ ابوخیثمہ انصاری اپنے باغ تک پہونچے اور اندر آمین داخل ہوکر بیٹھے اور انکی جورو نہایت خوبصورت بی بی تھی اسنے سایہ مین پانی چھڑک دیا اور بچھونا بچھا دیا اور تر و تازہ خرمے اور سرد پانی انکے پاس رکھا یہ سب دیکھکر بولے کہ سایہ گھنا ہو ٹھنڈی ہوا اور پختہ میوہ و خدمتی نیک عورت اور پانی ٹھنڈا اور لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چٹ میدان گرد باد اور لون مین ہون۔ یہ کچھ خوب نہین ہو یہ کہکر اٹھ کھڑے ہوے اور تلوار لگا کر اور نیزہ لیکر اونٹ پر سوار ہوکر نہایت تیز منزل ہوا کئے روانہ ہوے آخر ایک روز رسول اللہ صلعم نے راہ کیطرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک سوار کو ریگ اڑاتی لاتی ہو فرمایا کہ کن ابا خیثمہ ابوخیثمہ ہوجیو۔ پس وہی تھے تو آنحضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے

ان کے لیے خوش ہو کر استغفار فرمایا۔ یہ سب جن کی توبہ مین تقدیم فرمائی وہ ہین جنھون نے ساتھ دیا حالت تنگی و سخت مشقت مین اور انکے ساتھ توبہ مین شریک کیا بقولہ

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ

اور اُن تین شخص پر جنکو پیچھے رکھا تھا یہانتک کہ جب تنگ ہوئی انپر زمین ساتھ ہونے اسکے کہ کشادہ ہو اور تنگ ہوئی انپر انکی جان

وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اور سمجھے کہ کوئی پناہ نہین اللہ سے مگر اُسی کی طرف پھر مہربان ہوا اُنپر کہ وہ پھر آوین اللہ جو ہے وہی مہربان رحم والا اے

اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچون کے۔

یہ اُن تین مومنین کا حال ہی جو ساتھ سے پیچھے رہے تھے اور انھون نے آنحضرت صلعم کے واپس آنے پر کوئی عذر نہین کیا اور صاف صاف سچ کہدیا کہ ہم خطاوار ہین ہمارے حق مین یون ہی واقع ہوا پس آنحضرت صلعم نے انکی توبہ قبول نہ فرمائی اور حکم الٰہی کا انتظار کیا یہان تک کہ یہ آیت نازل ہوئی خلفوا بتشدید لام بصیغہ مجہول ہو شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ معنی اسکے ترکوا یعنی متروک ہوئے اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے آنے پر جو لوگ عذر دروغ کر گئے اور آپ نے ظاہر مین قبول کیا اور حق تعالے نے انکو فضیحت وانکا عذر نامقبول ظاہر کر دیا ان لوگون سے یہ پیچھے وفی الحال استغفار وقبول عذر سے چھوڑے گئے تھے اور غالبًا یہی لوگ قولہ تعالے وآخرون مرجون لامر اللہ الآیہ سے مراد ہین کہ انھین کی توبہ قبول ہونے مین تاخیر وانتظار تھا۔ اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے اسی پر جزم کیا اور وہ مرارہ بن الربیع بن عمرو العامری وکعب بن مالک الخزرجی وہلال بن امیہ بن عامر الواقفی ہین اور بعض حواشی مین جو لکھا کہ یہ سب بدری صحابی ہین تو یہ وہم وغلط ہے بلکہ بعض حفاظ کے نزدیک کوئی ان مین سے غزوہ بدر مین شریک نہ تھا وسیاق الکلام فیہ۔ اور قولہ وعلی الثلثۃ۔ اے وتاب علی الثلثۃ پس والثلثہ بدون اعادہ حرف علی کے دو امر کو مشعر ہو اول آنکہ عطف بعید ہونے سے اعادہ حرف جار کا ہوا اور عطف مین ایما ہونا مشعر تاخیر توبہ سے اور دوم آنکہ اولین کی توبہ بدون خطا کے مزید قرب درجات وقبولیت رافت ورحمت ہی اور انمین یہ بات نہین اگرچہ اللہ تعالے کا قبول توبہ کرنا انکے حق مین ایک فضیلت کاملہ ہی بما رحبت مین ما مصدریہ ہی اے مع رحبہا۔ باوجود اپنی کشادگی کے۔ قولہ ظنوا اے اتقنوا یقین کیا ان لوگون نے لجا پناہ کی جگہ۔ قولہ تاب علیہم لیتوبوا۔ فائدہ معلوم ہوا کہ جب اوتعالے رحمت فرماتا ہی تب بندہ کو توفیق توبہ ہوتی ہی اور معنی یہ ہین کہ ازل ہی مین انکے حق مین ایسا مقدر فرما دیا تھا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب اسکی تفسیر کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ نے امام محمد بن مسلم بن شہاب الزہری رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کی کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبید اللہ بن کعب نے جو اپنے باپکے قائد بحالت نابینا ہو جانے کے تھے روایت کرتے ہین کہ مین نے اپنے باپ سے وہ حال سُنا جو رسول اللہ صلعم کے ساتھ غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے مین انپر گذرا تھا بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے جتنے غزوہ فرمائے ہین کسی غزوہ مین آپکے ساتھ ہونے سے مین پیچھے نہ رہا سواے غزوہ تبوک کے مگر مین غزوہ بدر مین آپکے ساتھ نہین گیا تھا اور آپ نے کسی پر بدر مین ساتھ نجانے پر عتاب نہین فرمایا آپ تو فقط قریش کا قافلہ تلاش کرنے نکلے تھے یہان تک کہ اللہ تعالے نے بلا میعاد آپکو اور آپکے دشمنون کو جمع کر دیا یعنے بھڑا دیا۔ اور مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لیلۃ العقبہ مین حاضر ہوا جبکہ ہم سب نے اسلام پر آپ سے بیعت کی تھی اور مجھے محبوب نہین کہ بجاے اسکے میرے لیے بدر مین حاضر ہونا حاصل ہوا اگرچہ لوگون مین

مین بدر اس سے زیادہ مذکور و مشہور ہے اور جب مین رسول اللہ صلعم سے غزوہ تبوک مین متخلف ہو گیا تو اسکا قصہ یہ ہے کہ مجھے اس سے پہلے کبھی کسی غزوہ
مین ایسی قوت و دسترس نہ تھی جیسے اس غزوہ تبوک کے وقت تھی جبکہ مین پیچھے رہا واللہ مین نے قبل اسکے کبھی دو سواریان مجتمع نہین کین اور اس غزوہ
کے وقت میرے پاس دو سواریان تھین۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب آپ کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے جسکو مصرح کر دیتے مگر آنکہ
توریہ سے دوسرا ظاہر ہوتا یعنے آپ پیچ فرما دیتے کہ توریہ سے فرمانے تو سننے والا دوسرا سمجھتا یہان تک کہ آپ نے اس غزوہ کا قصد کیا اور یہ وقت ایسا
تھا کہ موسم چلچلاتی گرمی کا اور سفر دور دراز اور بیچ مین چٹیل میدان اور کثیر تعداد سے دشمن تھے جنکا قصد فرمایا پس مسلمانون سے اُن کا
کام کھلے کھلے ظاہر کر دیا تھا تاکہ اپنا سامان درست کر لین اور جس طرف آپ کا قصد تھا اس سے انکو آگاہ فرما دیا اور آپ کے ساتھ جانے والے
مسلمان اس کثرت سے تھے کہ نام بنام کسی دفتر مین جمع نہین کیے جا سکتے یعنے اسوقت کے دستور کے موافق ادنی بات مین اتنا وقت جسمین آخرت
کے واسطے بڑے ثواب کا کام ہو سکتا تھا صرف نہین کیا جا سکتا تھا کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کمتر ایسا آدمی تھا کہ اس نے ساتھ سے
پیچھڑنا چاہا مگر اتنا کہ اسکا گمان تھا کہ آنحضرت صلعم پر پیچھڑنا چھپ جائیگا جب تک کہ آپ پر اللہ تعالے کی طرف سے وحی نہ نازل ہو۔ اقول اکثر
منافقین کو یہی گمان تھا اگرچہ انکے دل مین شیطان کے غلبہ کی وجہ سے شک آ جاتا کہ وحی اُتری یا اور کوئی بات مثلاً اپنی طرف سے کہی ہو۔ اور رسول اللہ
صلعم نے یہ غزوہ ایسے وقت پر کیا کہ اسوقت پھل خوش مزہ بھلے معلوم ہوتے یعنے پختہ تیار تھے اور سایہ خوشگوار یعنے نہایت گرمی سے چھاؤن بھلی لگتی
تھی پس سامان کیا آنحضرت صلعم نے اور آپ کے ساتھ مومنون نے پس مین روز صبح قصد کرتا کہ انکے ساتھ چلنے کا سامان کرون سو ایسا ہی لوٹ آتا
بدون کچھ سامان پورا کرنے۔ اور اپنے دل سے کہتا کہ مین جب چاہونگا اسکو کر سکتا ہون پس برابر میرے ساتھ یہی تمادی ایام تھے یہان تک کہ لوگون نے
کوشش خوب کر لی پھر ایک روز صبح کو رسول اللہ صلعم نے کوچ فرمایا بہ نیت جہاد اور مومنین آپ کے ساتھ ہو لئے اور ہنوز مین نے اپنا کچھ سامان نہ کیا تھا
اور مین نے کہا کہ مین ایک یا دو دن بعد سامان کر کے روانہ ہونگا اور لشکر سے جا ملونگا پس دوسرے روز صبح کے نماز کے بعد گیا کہ بدون کچھ سامان کیے واپس
آیا پھر دوسرے روز بھی اسیطرح بدون سامان کیے واپس آیا پس برابر اسیطرح میرے ساتھ تمادی ایام ہوتی جاتی یہان تک کہ لشکر نے تیزی کی اور
دور ہو گیا پس مین نے قصد کیا کہ روانہ ہو کر جا ملون اور کاش مین نے یہی کیا ہوتا پھر میرے لیے یہی مقدر ہوا پھر میری یہ حالت تھی کہ رسول اللہ صلعم کے
بعد جب مین مدینہ مین باہر نکلتا تو مجھے غم ہوتا کہ مین کسی کو نہین دیکھتا سواے ایسے آدمی کے جو نفاق مین ڈوبا ہوا کھونڈا ہو رہا ہے یا بعضے ایسے لوگ
کہ جنکو اللہ عز و جل نے معذور فرمایا ہے اور رسول اللہ صلعم نے مجھے یاد نہ فرمایا یہان تک کہ تبوک پہونچ گئے پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان
بیٹھے اور فرمایا کہ کعب بن مالک نے کیا کام کیا پس بنی سلمہ مین سے ایک آدمی بولا کہ یا رسول اللہ اسکو اسکے چادرون و جنبٹ کی نظر بازی نے
روک لیا۔ تو معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے یہ بیہودہ بات کہی اور واللہ یا رسول اللہ ہمین تو اُس سے سواے بھلائی کے کوئی بات معلوم نہین ہے
پس آنحضرت صلعم خاموش رہے کعب رضہ کہتے ہین کہ پھر جب مجھکو خبر پہونچی کہ رسول اللہ صلعم نے تبوک سے اسطرف رجوع فرمایا ہے تو غم میرے
سامنے آیا اور مین برابر جھوٹ سوچنے لگا اور دل مین کہتا تھا کہ کل مین کسطرح آپ کے خشم و ناخوشی سے بچونگا یعنے آپ ناخوش ہونگے تو مجھے غم
گھیر لیگا پھر مین کیونکر اس عذاب سخت سے بچونگا اور اپنے لوگون مین سے ہر ہوشیار آدمی سے راے لیتا تھا پھر جب یہ خبر پہونچی کہ اب آنحضرت صلعم
قریب آ پہونچے تو میرے دل سے سب جھوٹ مٹ گیا اور مین نے پہچان لیا کہ مین آپ سے کسی چیز سے بھی نجات نہین پا سکتا پس مین نے سب
سچائی کو جمع کر لیا اور صبح کو رسول اللہ صلعم مدینہ مین تشریف فرما ہوے اور آپ کا یہ قاعدہ تھا کہ جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد مین آ کر
دو رکعت پڑھتے پھر لوگون کے واسطے بیٹھتے پس جب آپ نے یہی کیا تو جو لوگ پیچھے رہے تھے وہ آنا شروع ہوے اور برابر انھون نے عذر کرنے اور

آپ کے لیے قسمین کھانی شروع کین اور یہ لوگ کچھ اوپر اسی آدمی تھے پس آنحضرت صلعم انکے ظاہر کو قبول فرماتے اور استغفار کر دیتے اور انکے باطن کو اللہ تعالے کے علم و حساب پر چھوڑتے یہانتک کہ مین حاضر ہوا سو جب مین نے آپ پر سلام کیا تو آپ غضبناک کا مسکرانا مسکرائے پھر مجھے فرمایا کہ ادھر آ پس مین چلکر آپ کے سامنے بیٹھا تو فرمایا کہ تجھے کس چیز نے پیچھے ڈالدیا کیا تو ایسا نہ تھا کہ تو نے سواری خریدی تھی مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اگر آپ کے سوائے کسی آدمی کے سامنے کہ وے دنیا کے لوگ ہین بیٹھتا تو مین بالیقین جانتا کہ مین اسکے خشم سے نکل جاؤنگا کہ مین زبان آور اور باقوت ہون لیکن واللہ مجھے معلوم ہوگیا کہ اگر آج مین آپ سے جھوٹ ایسا بولون کہ جس سے آپ مجھ سے بظاہر راضی ہوجاوین تو لگتی بات ہے کہ اللہ تعالے آپ کو مجھ پر خشمناک فرما وے اور اگر مین آج آپ سے سچ بولونگا تو آپ مجھ پر غصہ ہونگے لیکن مین امیدوار ہون کہ اللہ تعالے کی طرف سے میرا انجام اچھا ہوگا۔ سو واللہ مجھے کچھ عذر نہ تھا اور واللہ اس سے پہلے کبھی مین قوی و آسودہ نہ تھا اسوقت کی بہ نسبت کہ جب مین آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ جب مین نے یون کہا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ یہ شخص البتہ سچ بولا۔ اور مجھ سے فرمایا کہ اُٹھ جا یہانتک کہ اللہ تعالے تیرے حق مین حکم کرے۔ پس مین وہان سے اُٹھ آیا اور کچھ لوگ بنو سلمہ کے اُٹھکر میرے پیچھے ہوے اور مجھ سے کہنے لگے کہ واللہ ہمکو نہین معلوم کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ کیا اور اب تو ایسا عاجز ہوگیا تھا تجھ سے یہ نہوسکا کہ آنحضرت صلعم سے ویسا ہی عذر کر لیتا جیسا اور پیچھے رہنے والون نے کیا پھر یہ گناہ ہوتا تو اسکے واسطے تجھے یہی کافی تھا کہ رسول اللہ صلعم تیرے لیے استغفار فرماتے کعب رض کہتے ہین کہ واللہ وے لوگ برابر مجھے ملامت کرتے رہے یہان تک کہ مین نے قصد کیا کہ لوٹ کر جاؤن اور اپنی بات کو جھٹلا دون پھر مین نے انسے پوچھا کہ بھلا ایسا کسی اور کو بھی حکم ملا ہے بولے کہ ہان دو شخص اور ہین جنھون نے تیرے ہی مثل کہا اور یہی انکو حکم ہوا ہے مین نے کہا کہ وے کون ہین بولے کہ مرارۃ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیۃ الواقفی ہین پس انھون نے مجھ سے دو مرد صالح کا نام لیا اور یہ دونون بدر مین حاضر ہوے تھے اور انہین اتباع طریقہ نبوت کا ایک اثر تھا پس جب انھون نے مجھ سے ان دو آدمیون کا نام لیا تو مین اپنی راہ چلا آیا کعب رض نے کہا کہ جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے ان سب مین سے فقط ہم تین آدمیون سے مومنون کو بات چیت کرنے سے رسول اللہ صلعم نے منع فرمادیا پس مومنون نے ہم تین آدمیون سے پرہیز کیا اور ہم سے بدل گئے یہان تک کہ مجھے گویا سرزمین مدینہ وہ زمین نہین معلوم ہوتی تھی جسکو مین خوب پہچانتا تھا اور اسی حالت پر ہم کو پچاس راتین وہان گذرین تفصیل یہ ہے کہ میرے دونون ساتھی تو بیتاب ہوکر ایک جگہ پڑ گئے اور اپنے گھرون مین بیٹھے رویا کرتے تھے اور رہا مین سو مجھ مین دلیری و جستی تھی پس مین مومنون کے ساتھ نماز مین حاضر ہوتا اور بازارون مین پھرا کرتا مگر مجھ سے کوئی شخص کلام نہین کرتا تھا اور مین رسول اللہ صلعم کے پاس حاضر ہوتا در حالیکہ آپ نماز کے بعد یاد الٰہی مین مشغول ہوتے پس مین سلام کرتا اور دل مین کہتا کہ میرے سلام کے جواب مین لب مبارک کو جنبش ہوئی یا نہین ہوئی۔ پھر مین آپ ہی کے قریب نماز پڑھنے لگتا اور آپ سے نظر چوراتا سو جب مین نماز کو متوجہ ہوتا تو میری طرف التفات فرماتے تھے پھر جب مین آپ کی طرف نظر کرتا تو مجھ سے مُنھ پھیر لیتے یہانتک کہ جب زمانہ دراز گذرا اور مسلمانون کے ہم کو چھوڑنے کا طول ہوا تو مین چلا اور ابو قتادہ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا وہ میرا چچازاد بھائی اور سب لوگون سے زیادہ مجھے دوست تھا پس مین نے اسکو سلام کیا واللہ اُسنے مجھے سلام کا جواب نہ دیا مین نے کہا کہ اے ابو قتادہ مین آپکو اللہ تعالے کی قسم دلاتا ہون کہ آپ جانتے ہو کہ مین اللہ تعالے و اُسکے رسول کو بہت چاہتا ہون۔ وہ سُنکر خاموش رہا پھر مین نے دوبارہ قسم دلائی پھر سنکر خاموش رہا پھر مین نے تیسری بار قسم دلائی پھر وہ خاموش رہا پھر کہا کہ اللہ تعالے و اسکا رسول ہی خوب جانتا ہے پس بے اختیار میرے آنسو جاری ہوے اور لوٹ کر دیوار سے پھاند آیا پھر اس بیچ مین کہ مین بازار مدینہ کے درمیان پھر رہا تھا کہ شام کے نبطیون مین سے جو مدینہ مین اناج بیچنے لایا تھا یہ کہتا ملا کہ مجھے کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتادے اور لوگون نے میری طرف اشارہ

آنا شروع کیا یہانتک کہ اُسنے آکر مجھے بادشاہ غسان کا خط دیا اور مین پڑھا ہوا تھا۔ اُس مین مین نے لکھا دیکھا کہ اما بعد ہم کو خبر پہونچی کہ تیرے صاحب نے تجھ پر ظلم کیا اور خدا نے تجھے خوار و ضیعت کرنے کو نہین بنایا پس تو ہم سے مل جا ہم تجھ سے بہت مواسات کرینگے جب مین نے اسکو پڑھا تو دل مین کہا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان و بلا ہے پس مین نے قصد کر کے تنور کی طرف گیا اور خط جھونک کر اسمین جلا دیا پھر پچاس مین سے جب چالیس راتین گذرین تو ناگاہ رسول اللہ صلعم کا ایلچی میرے پاس آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے حکم فرماتے ہین کہ اپنی جورو سے جدا ہو جا مین نے اس سے پوچھا کہ طلاق دیدون یا کیا کرون مجھے کیا حکم دیا ہے اُسنے فرمایا کہ نہین بلکہ اُس سے الگ سارہ اُس سے قربت نہ کرنا کعب رضہ نے کہا کہ ایسا ہی حکم میرے دونون ساتھیون کی طرف بھیجا پس مین نے اپنی جورو سے کہا کہ تو جا اپنے میکے والون پاس اور وہین رہ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اس بارہ مین جو چاہے وہ حکم فرما دے کعب رضہ نے کہا کہ پھر ہلال بن امیہ کی جورو نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہلال ایک بوڑھا ضعیف آدمی ہے اور اُسکا کوئی خادم نہین جو اُسکی خدمت کردے سو کیا آپ یہ امر ناگوار تو نہین جانتے کہ مین اُسکی خدمت کر دیا کرون فرمایا کہ نہین لیکن وہ تجھ سے قربت نہ کرے وہ بولی کہ یا رسول اللہ صلعم اُس کی تو یہ حالت ہے کہ واللہ اُسکو کسی چیز کی طرف جنبش نہین ہے اور واللہ جب سے اُسکا یہ معاملہ پیش آیا ہے تب سے آج کے دن تک وہ برابر روتا رہا ہے کعب رضہ نے کہا کہ پھر مجھ سے میرے بعض لوگون نے کہا کہ تو بھی اپنی جورو کے واسطے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے خدمت کی اجازت لے لیتا تو اچھا تھا کیونکہ ہلال بن امیہ کی جورو کو اس کی خدمت کرنے کی اجازت دیدی ہے مین نے کہا کہ واللہ مین اُسکے بارہ مین رسول اللہ صلعم سے اجازت نہ مانگونگا مجھے نہین معلوم کہ رسول اللہ صلعم کیا فرماوین اور مین تو مرد جوان تندرست ہون کعب رضہ نے کہا کہ پھر ہم اس حال پر اور دس راتین رہے اور جب سے ہم لوگون سے بات کرنے سے ممنوع فرمایا تھا اُسوقت سے پچاس راتین پوری ہو گئین اور مین نے اپنی گھرون مین سے ایک گھر کی چھت پر پچاسوین رات کے صبح ہونے پر صبح کی نماز پڑھی اور مین اسی حال پر جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مجھ پر زمین باوجود چوڑائی کے تنگ ہو گئی تھی اور مجھ پر اپنی جان دو بھر تنگ ہو گئی تھی اس حال سے بیٹھا تھا کہ مین نے ایک بلند آواز دینے والے کو سُنا کہ وہ جبل سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے کہتا تھا کہ بشارت ہو تجھ کو اے کعب بن مالک پس مین فوراً سجدہ مین گر پڑا اور مین نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل کی طرف سے کشائش آگئی یعنی طور کہ اُس پاک معبود تعالیٰ نے ہم پر توبہ فرمائی ہے اور رسول اللہ صلعم نے صبح کی نماز کے بعد ہمارے اوپر توبہ الٰہی سے لوگون کو خبردار کر دیا تھا تو لوگ ہمکو بشارت دینے دوڑے اور میرے دونون ساتھیون کی طرف بھی بشارت دینے والے گئے اور خود اسلم مین سے ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر میری طرف دوڑا اور دوسرا شخص خود اسلم مین سے پیادہ دوڑا اور کوہ سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے اُسنے پکار دیا پس آواز بہ نسبت گھوڑے کے تیز پہونچی پھر جب وہ شخص مجھے بشارت دینے آیا جسکی مین نے آواز سنی تھی تو مین نے اُسکے احسان بشارت کے شکریہ مین اُسوقت اپنے تن کی پوشاک اُتار کر اُسکو پہنا دیا اور قسم واللہ تعالیٰ کی کہ اُسوقت سوائے ان دو کپڑون کے میرے ملک مین نہ تھا اور مین نے دو کپڑے مانگے لیے اور پہنکر رسول اللہ صلعم کی حضوری کا قصد کر کے چلا اور فوج فوج لوگ مجھ سے ملتے اور مجھ پر اللہ تعالیٰ کی توبہ کی بشارت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کا تجھ پر توبہ قبول فرمانا تجھے مبارک ہو یہانتک کہ مین مسجد مین داخل ہوا سو مین نے دیکھا کہ رسول اللہ صلعم مسجد مین تشریف رکھتے ہین اور لوگ آپکے گرد بیٹھے ہین پس طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اُٹھکر آہستہ دوڑ کر مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی اور واللہ مہاجرین مین سے سوائے طلحہ کے کوئی شخص کھڑا نہ ہوا تھا کعب رضی اللہ عنہ حضرت طلحہ کا یہ احسان نہین بھولتے تھے۔ کعب رضہ نے کہا کہ پھر جب مین نے رسول اللہ صلعم کو سلام کیا تو آپ نے فرمایا اور اُسوقت آپ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا کہ بشارت ہو تجھ کو ایسے بھلے

دن کی کہ جب سے تو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور تجھ پر زمانہ گذرا ان سب دنون سے یہ دن بہتر ہی مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپکی
طرف سے ہی یا اللہ تعالے کی طرف سے فرمایا کہ نہین بلکہ اللہ تعالے کی طرف سے ہی کعب رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ شان تھی کہ جب آپ
مسرور ہوتے تو آپ کا چہرہ دمکنے لگتا گویا چاند کا ٹکڑا ہی یہان تک کہ لوگ آپکی حالت سرور و خوشی کو اس نشان سے پہچان لیتے اور یہ
حالت ہملکو معلوم ہوجاتی تھی پھر جب مین آپ کے روبرو بیٹھا تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری توبہ سے یہ ہی کہ مین اپنے مال سے صاف بالکل الگ
ہوجاؤن اس حال مین کہ اُسکو اللہ عز و جل کی درگاہ مین اور اُسکے رسول کی حضور مین صدقہ کر دون (یعنی رسول اللہ صلعم اس مال کو مساکین پر صدقہ
کر دین) تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بعض حصہ مال اپنا اپنے اوپر روک رکھ کہ وہ تیرے لیے بہتر ہی پس مین نے عرض کیا کہ بہت اچھا تو مین اپنا وہ حصہ رکھ لونگا
جو میرا خیبر مین ہی اور مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے میرے صدق نے ہی بچایا اور میری توبہ سے یعنی شکریہ توبہ سے یہ ہی کہ جب تک دنیا مین باقی
ہون سوائے سچ کے کبھی کچھ نہ بولون. کعب رض نے کہا کہ جب سے مین نے رسول اللہ صلعم سے یہ ذکر کیا اُسوقت سے واللہ مین نہین جانتا ہون
کہ کسی مسلمان کو اللہ تعالے نے سچ بات بولنے مین امتحان فرمایا ہو اس سے بہتر کہ جتنا مجھکو امتحان فرمایا واللہ مین نے جب سے رسول اللہ صلعم سے
یہ کہا اُسوقت سے آج کے دن تک مین نے عمداً کوئی بات جھوٹ نہین کہی اور مجھے امید لگی ہی کہ جتنے دن باقی ہون اُن مین اللہ تعالے مجھے جھوٹ
سے محفوظ رکھے پھر کعب رض نے کہا کہ (قبول توبہ مین) اللہ تعالے نے نازل فرمایا قولہ تعالے لقد تاب اللہ علی النبی والمهاجرین والانصار الذین اتبعوه
فی ساعة العسرة من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منهم ثم تاب علیهم انه بهم رؤف رحیم وعلی الثلثة الذین خلفوا حتی اذا ضاقت علیهم الارض بما
رحبت وضاقت علیهم انفسهم وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیه ثم تاب علیهم لیتوبوا ان اللہ هو التواب الرحیم یا ایها الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین
آخر تک آیات پڑھین کعب رض نے فرمایا کہ پس واللہ جب سے اللہ تعالے نے مجھے اسلام کی نعمت کی ہدایت فرمادی اسکے بعد میرے نزدیک مجھ پر
اس سے بڑھکر کوئی نعمت نہین کہ مین اُس دن رسول اللہ صلعم سے سچ بولا ایسا ہوتا کہ مین کہین آپ سے جھوٹا بول دیتا تو ویسا ہی برباد ہوتا جیسے
وے لوگ برباد و ہلاک ہوے جو آپ سے جھوٹ بولے تھے چنانچہ جب وحی نازل ہوئی تو اللہ تعالے نے جو کچھ کسی کی مذمت مین فرمایا ہی سب سے
بدتر اُن لوگون کے حق مین فرمایا جو رسول اللہ صلعم سے جھوٹ بولے تھے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا سیحلفون باللہ لکم اذا انقلبتم الیهم لتعرضوا
عنهم فاعرضوا عنهم انهم رجس وماواهم جهنم جزاء بما کانوا یکسبون یحلفون لکم لترضوا عنهم فان ترضوا عنهم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین کعب رض نے
کہا کہ ہم تین آدمی کو جو تخلف یعنی متاخر و پیچھے کر دیے گئے قرار دیا تو یہ پیچھے رہنا بہ نسبت اُن جھوٹون کے ہی جنھون نے غزوہ تبوک سے پیچھے رہکر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے دروغ عذر کیے اور آپ نے اُنسے بیعت لے کر انکے لیے استغفار کیا اور ہمارے معاملہ کو رسول اللہ صلعم نے پیچھے کر دیا یہان تک کہ اللہ تعالے
نے اس امر مرجا یعنی مؤخر کردہ شدہ مین حکم فرمایا اور ہمارے حق مین جو ارجاء و تخلیف کو فرمایا تو یہ غزوہ سے ہمارے تخلف و تاخر کا بیان نہین ہی بلکہ یہ ایسے لوگون
کی نسبت ہی جنھون نے آنحضرت صلعم سے تخلف کرکے جھوٹے عذر کیے اور آپ نے بظاہر قسم انکے قبول کر لیے تھے قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے
ہذا حدیث حسن صحیح متفق علیہ فقد رواہ البخاری ومسلم رحمہما اللہ تعالی فی صحیحیہما من حدیث الزهری بنحوه. اس حدیث مین اس آیت کی تفسیر خوب
بسط کے ساتھ موجود ہی. قال المترجم یہان چند فوائد ضروری ہین. الاول تفسیر آیہ کریمہ جیسے حدیث مرفوع مین واقع ہی اسی کے شواہد سلف کے اکثر
تفسیر مانند مجاہد و قتادہ و ضحاک و سدی وغیرہم سے باسانید جیدہ مروی ہین جنکے ذکر سے تطویل کچھ ضرور نہین. ہان ان سب مین مرارہ بن ربیعہ
نام لیا اور سعید بن جبیر سے ایک روایت مین ربیع بن مرارہ ہی اور حسن بصری رح نے ربیع بن مرارہ کہا و لیکن ضحاک رحمہ اللہ سے ایک روایت مین
مرارہ بن الربیع آیا جیسا کہ صحیحین کی حدیث مین واقع ہوا اور ابن کثیر رح نے کہا یہی ٹھیک ہی. الثانی اس روایت مین آیا کہ کعب رض کے ساتھ جو

دو شخص امتحان مین رکھے گئے یعنے مرارہ بن الربیع و ہلال بن امیہ انکی نسبت کہا کہ دو مرد صالح جو بدر مین حاضر ہوے تھے تو شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ
بعض کا قول یون نقل کیا گیا کہ یہ جملہ امام زہری رح کا سہو ہی اس لیے کہ ان تینون مین سے کسی کا بدر مین حاضر ہونا نہین پہچانا جاتا ہی واللہ اعلم
مترجم کہتا ہی کہ یہ قول قابل التفات نہین اس لیے کہ اہل بدر کے اسامی کی نقل صریح مین جو اسی بیان کے لیے عبارت ہیوند کو نہین بلکہ تتبع روایا
ت استقرا کیا گیا ہی تو اس صورت مین جب اس روایت صحیح مین صریح تنصیص موجود ہی تو سہو و وہم قرار دینا بلا دلیل ہی اور شاید شیخ رح نے صیغہ
تمریض سے اسی ضعف کی طرف اشارہ کیا فافہم۔ الثالث اس روایت کے آخر سے ظاہر ہوتا ہی کہ اعتذار کرنے والون کے حق مین قولہ یحلفون باللہ
لکم اذا انقلبتم الیہم الآیۃ پیچھے نازل ہوئی بعد انکے عتذار کے حالانکہ یحلفون سے ظاہر ہوتا ہی کہ نزول بطور خبر غیب کے مقدم ہی مترجم کو اسوقت فتح الباری
وغیرہ کوئی شرح نہین ملی لیکن وہ جواب بتوفیق اللہ تعالے لکھتا ہی کہ اس روایت کی تقریر مین تنصیص نہین کہ نزول آیت کا پیچھے ہوا ہی بلکہ روایت سے صرف یہ
معلوم ہوا کہ جب وحی نازل ہوئی تو انکے حق مین یون مذمت اتری اور ممکن ہی کہ وحی پہلے نازل ہوئی ہو لیکن ایک دوسرا سوال وارد ہوگا کہ اگر نزول مقدم ہی
تو آنحضرت صلعم نے انسے کیونکر رضامندی فرمائی اور اسکا جواب یہ ہی کہ ظاہر مین عذر مان لینا اور باطن کو اللہ تعالے کی طرف سونپنے سے رضامندی حقیقی لازم
نہین اور اللہ تعالے نے یحلفون الخ فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین۔ تو مقصود اس سے بالغ انکی خطاکاری مین ہی یعنے تمھاری رضامندی
انکے کچھ کام نہین بس جھوٹ بکر اور تمھاری رضامندی کے لیے جھوٹی قسم کھا کر کچھ فائدہ نہ پاوینگے حاصل یہ ہی کہ اللہ تعالے نے بدون تصریح نام کے
منافقین کے پہلے ہی سے آگاہ فرما دیا تھا کہ عنقریب تمھارے لوٹنے پر تمھاری خوشنودی کے لیے جھوٹی قسمین کھاوینگے پھر ان علامات کے ظہور سے پہچانے گئے
لیکن اسی آیت مین اللہ تعالے نے یہ بھی حکم دیدیا تھا کہ فاعرضوا عنہم انہم رجس ۔ انسے اعراض کرلینا کہ وے پلید ہین۔ تو آنحضرت صلعم نے اعراض فرمایا اور
پھر جب نازل ہوا کہ یعتذرون الیکم الخ۔ تو انسے کہدیا کہ حکم الٰہی قل لا تعتذروا قد نبأنا اللہ من اخبارکم بس فضیحت و رسوا ہوے۔ فتامل قیسم۔
الرابع اس حدیث صحیح مین بکثرت علوم ہین جنکا استخراج بہت وقت اور بڑا دفتر چاہتا ہی اور معظم امور ایمان و اعتقاد کے اور معظم فروع اور مکائد
نفس کے سب اس سے معلوم ہو سکتے ہین لیکن کچھ تھوڑی مقدار سے بیان ہوتے ہین۔ از انجملہ اسلام و ایمان پر مضبوط ہونا اصل ہی اور جہاد وغیرہ
اعمال سب فروع ہین اسیواسطے لیلۃ العقبہ کی حاضری کو بدر کی شرکت پر فضیلت دی اور اسیواسطے آخر حدیث مین نعمت ایمان کے بعد اس
صدق کو سب سے بڑی نعمت کہا۔ از انجملہ توریہ جائز ہے یعنے گول بات کسی دینی مصلحت سے ایسے طور پر کہدینا اگرچہ سننے والا یا خواہ پوچھنے والا
اپنی آنکھی سے کچھ اور سمجھے اگرچہ یہی مقصود تھا کہ یہ شخص ناحق اس امر سے ناخوش نہو کہ مجھے نہین جواب دیا۔ از انجملہ مجاہدین کے نام دفتر مین لکھ لینا
بھی جائز ہی لیکن دین مین ادنی کام ہی از انجملہ سایہ دھوپ ہین اور گرم سامان جاڑے مین اور دیگر اسباب بالطبع مرغوب النفس ہین اور وہی محل
امتحان ہین بس اگر آدمی کو یہ چیزین فرمان الٰہی سے باز رکھین تو نعمت ہین اور بغیر شکر کرنا جو ہر حال مین لازم ہی مزید نعمت ہوگا ورنہ یہی چیزین عذاب
ہین جیسے منافقون و کافرون کے حق مین مال و اولاد کا بیان ہوچکا۔ از انجملہ اپنے نفس مین یہ قدرت سمجھنا کہ ہم ایسا کرلینگے یا مثلاً مرتے وقت یا فلان وقت
توبہ و عبادت کرلینگے بالکل فریب النفس و مستوجب دوری از درگاہ حق تعالے ہی اور سراسر عاجزی کیونکہ اپنے نفس کے محاسبہ سے عاجز ہوا اور چیز پر کیا قدرت
پائی۔ از انجملہ امر حق و اتباع سنت سے پیچھے رہنا ایسا خسارہ ہی کہ اسکا تدارک کبھی نہوگا یا ان آیندہ اگر مطیع ہوگیا تو آیندہ کے واسطے انشاء اللہ تعالے کافی ہوگا
اگرچہ گذشتہ کے لیے اسکو حسرت و افسوس کرنا صدق ایمان کے ساتھ دائمی لازم ہی۔ از انجملہ تقدیر الٰہی برحق ہی اور تدبیر اسکے مقابلہ مین محض فریب النفس
و شیطان ہے۔ از انجملہ علامات ایمان سے ہی کہ اہل حق و عدل کو دیکھکر خوش ہو اور منافقون و کافرون کو دیکھکر اپنے حال پر غمگین ہوجاوے کہ
شفقت کے انکا بردہ [illegible] ایمان سایہ رحمت الٰہی کی صحبت سے مجھے ملے پر خدا ان انکے قہر و غضب سے بچ جاؤن تو یہی رحمت ہی از انجملہ کعب رض

کے ساتھ بخانے پر معاذ بن جبل رضہ نے بدگمانی نہین کی بلکہ مومن کے ساتھ نیک گمان رکھا اور یہی موافق حدیث کے اور یہی مومن کی شان ہے۔
ازانجملہ ہدایت فقط محض اللہ تعالے کی طرف سے فضل ازلی و احسان ہے اور اللہ تعالے ویسے ہی اسکے سامان فرماتا ہے یہی توفیق الخیر ہے جیسے کعب رضہ
کے دل سے سب دروغ و باطل دور فرماکر صدق پر ثابت قدم کر دیا بخلاف منافقون کے۔ ازانجملہ لوگون سے ظاہر حال پر اکتفا کرنا چاہیے
اور باطن سے بحث نہ کرے۔ ازانجملہ مخلوق کی خوشنودی کے لیے خالق کی معصیت نہ کرے ورنہ آخر وہ مخلوق جو قبضۂ قدرت مین مسخر و مقہور بے
تسخیر حق عز و جل اُس عاصی کا دشمن ہو جاتا ہے۔ ازانجملہ صدق ہر حال مین اچھا ہوتا اور اسکا انجام بخیر ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود رضہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم صدق کو لازم پکڑو کہ وہ نیکوکاری کی راہ بتاتا ہے اور نیکوکاری جنت کی راہ دکھاتی ہے اور آدمی
برابر سچ بولتا اور سچائی کا قصد رکھتا ہے یہان تک کہ اللہ تعالے کے یہان وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور خبردار تم کذب سے اور کذب راہ دکھاتا
ہے فجور یعنے گناہ کی اور گناہ راہ بتاتا ہے دوزخ کی اور برابر آدمی جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ کی طول رکھتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالے کے یہان کذاب
لکھا جاتا ہے۔ رواہ احمد والبخاری و مسلم رحمہم اللہ تعالے اور ابن مسعود رضہ نے شمول و لغویات مین بھی بدلیل آیت کریمہ منع فرمایا اور خود اللہ تعالے
فرماتا ہے۔ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ اے ایمان والو تقویٰ کرو اللہ تعالے سے یعنے اُس سے ڈرو اس طرح کہ جملہ معاصی چھوڑ دو اور
ظاہر و باطن مطیع رہو کہ وہ سب جانتا ہے۔ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ اور ہو جاؤ تم لوگ صادقین میں۔ ون کے ساتھ۔ یعنے محمد صلے اللہ علیہ
وسلم و آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کذا قال ابن عمر رضی اللہ عنہما اور ضحاک رح نے آنحضرت صلعم کے بعد والے مومنون کو صادقین
کے ساتھ ہو جانے کے معنے بتلائے کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر و انکے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ۔ قال المترجم یعنے اسی طرح درجہ بدرجہ ہر
زمانہ مین صالح بندگان حق تعالے کا ساتھ دینا ضرور ہے چنانچہ ابن عباس رضہ نے زمانہ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ مین اس سے احتجاج کیا
کہ لے لوگو بحکم آیت کریمہ تم حضرت علی رضی اللہ عنہ و انکے اصحاب کے ساتھ ہو جاؤ لعبض نے کہا کہ معنی یہ کہ انھین مین صحابہ کا طریقہ اختیار
کرو جنھون نے جھوٹا عذر نہین کیا بلکہ سچ بولے۔ ابن جریر رح نے کہا کہ مہاجرین صحابہ کے ساتھ اور بعض نے کہا کہ جو لوگ آنحضرت صلعم کے
ساتھ تبوک گئے تھے اُنکے ساتھ ہو جاؤ۔ بہرحال مقصود ایسا ہی ہے جیسا کہ مترجم عفا اللہ عنہ نے اشارہ کیا۔ واللہ تعالے اعلم۔ حسن بصری رح
سے روایت ہے کہ اگر تجھے صادقین کا ساتھ مطلوب ہے تو دنیا سے بے رغبت ہو جاؤ۔ الخامس کعب رضہ کے صدق پر لوگون نے انکی ملامت کی
اور زعم کیا کہ استغفار رسول اللہ صلعم کافی ہوتا حالانکہ یہ وسوسۂ شیطانی تھا کیونکہ استغفار رسول اللہ صلعم جبھی کافی تھا کہ آپ دل سے استغفار
فرماوین ورنہ نہین اور اللہ تعالے نے تو فرمایا کہ فان ترضوا عنہم الآیہ یعنے اگر تم اُنسے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالے فاسقون سے راضی نہین ہان
اگر گناہ پر ندامت ہو اور آنحضرت صلعم استغفار فرماوین تو سبحان اللہ تعالے زہے نصیب انکے جنکو یہ نصیب ہو اللہم رب اغفرلی وارزقنی استغفار
رسولک صلے اللہ علیہ وسلم لی فانی مقر بالذنوب وانک انت الغفور الرحیم۔ السادس موافقت و متابعت صالحین کو ترک نہ کرے اگرچہ مخالفت
پر ایک جم غفیر آمادہ کرتا ہو۔ السابع گنہگار سے ترک کلام کرنا خالص اللہ تعالے کے واسطے جائز ہے جبکہ اس سے فائدہ ہو اور محبت و غیرہ مین اللہ تعالے
ہی کے واسطے نیت خالص کرے چنانچہ ابو قتادہ نے کعب رضہ سے باوجود کمال محبت کے اس وقت مین اللہ تعالے و رسول کے واسطے انقطاع
کیا اور محبت و قرابت کا جوش و نفس کی رغبت سب کاٹ دی۔ الثامن گناہ کرنے مین کبھی دنیاوی آفت لاحق ہے لیکن وہ عذاب الٰہی ہے
اُس پر توبہ ہو۔ التاسع جو مال و اسباب و اولاد سب ایسے امور ہے جن سے نفس کو تعلق ہو جب تعلق باطنی ترک کرے اور بہتر ہے اللہ تعالے
کے واسطے ہو جاوے تو رحمت الٰہی انشاء اللہ تعالے اُس پر نزول فرماوے اور اس سے یہ مراد نہین کہ ان چیزون کو ترک کر دے بلکہ

دل کا تعلق فقط قطع کرے جیسے مولوی روم رحمہ نے کہا ہے چیست دنیا از خدا غافل بدن * نے قماش و نقرہ و فرزند و زن * الغائثر شیخ ابوبکر
الوراق رحمہ اللہ نے کہا کہ توبہ نصوح جسکا مومنوں کو حکم ہے ایسی ہوتی ہے کہ توبہ کرنے والے پر تمام زمین تنگ ہو اور اپنی جان اُس پر تنگ ہو جیسے
حضرت کعب بن مالک اور انکے دونوں ساتھیوں کی توبہ تھی یہ مترجم کہتا ہے کہ نصوح صفت توبہ ہے یعنے ایسی توبہ جو نصوح ہے چنانچہ قولہ التوبۃ النصوح
مشعر ہے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ نصوح کوئی شخص تھا اسکی مثل توبہ کرنے کا اللہ تعالے نے حکم دیا تو یہ محض مستنکر ہے اور یہ نہیں سوچتے کہ کیا
صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی وہ شخص بڑھ گیا کہ جنکی توبہ قبول ہونے در مرتبی ہونے پر نص ہے و کلام اس میں انشاء اللہ تعالے
توبہ نصوح کے حکم والی آیت میں مفصل آویگا واللہ تعالے الموفق والمعین. الحادی عشر مبارکباد و بشارت دنیا اہل ایمان کو امر خیر پر مستحب ہے
اور اس زمانہ میں جو غیر مشروع و فسق و فجور و دنیاوی امور پر لوگ مبارکباد کی رسم رکھتے ہیں تو بعضی ایسی صورتیں نکلتی ہیں جنمیں کفر کا خوف ہے
مثلاً کسی کا بیٹا جوان ہوا اور اُسنے کوئی فسق کیا اور عورتوں نے اُسکی ماں کو مبارکباد دی کہ خدا مبارک کرے خدا نے یہ دن دکھایا تو کہنے والیاں اور مبارکی
لینے والیاں کافر ہی جاویگی اور اپنے شوہروں سے بائنہ ہونے کا حکم ہوگا. واللہ تعالے اعلم. اور حدیث میں جو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بڑھکر مصافحہ کرنا و
مبارکباد دینا آیا تو عند التحقیق اسکے یہ معنی نہیں کہ خوشی کے وقت مصافحہ کرنا چاہیے بلکہ مصافحہ موافق معمول کے کیا اور خوشی کی مبارکباد دی
پس نماز فجر یا عصر کے بعد جو شافعیوں کا دستور ہے کہ مقتدی لوگ امام نماز سے مصافحہ کرتے ہیں وہ جائز طریقہ نہیں جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے
اپنے خاص رسالہ میں رد کیا ہے اور ایسے ہی عیدین میں مصافحہ سے بڑھکر معانقہ کرنا جو ہندوستان میں رائج ہے مذموم ہے. اور یہی خوشی و فرحت افطار
کی کہ اللہ تعالے نے روزہ و عمل کی توفیق سے روزے پورے ہوئے تو یہ روا ہے اور اصلی خوشی اُسوقت انشاء اللہ تعالے ہوگی کہ اللہ تعالے کی درگاہ میں قبول
ہونا دنیاوی زندگی فانی کے بعد ظاہر ہووے. ف حدیث کعب رضی اللہ عنہ دلالت کرتی ہے کہ ان تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی
توبہ میں تاخیر ہوئی یہاں تک کہ جب یہ نوبت پہونچی کہ اپنی جانیں انکو دو بھر ہوگئیں اور زمین تنگ ہوگئی حالانکہ پہلے ذرا سی تن کی آسایش
و آرام کی وجہ سے تخلف ہوا تھا تب اللہ تعالے نے انکی توبہ قبول فرماکر نازل فرمایا قولہ لقد تاب اللہ علی النبی الخ. اور حضرت کعب رضی اللہ
عنہ اسکو اسلام و ایمان کے بعد بڑی نعمت جانتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ اللہ اللہ کیا بڑی نعمت ہے کہ اللہ تعالے فرماوے ثم تاب علیہم لیتوبوا پس
اس نعمت کا شکر نہیں ادا ہو سکتا اور نہ اُسکی فضیلت بیان میں آسکتی ہے اللھم ربنا لک الحمد انت کما اثنیت علی نفسک. پس یہاں ایک
نکتہ سمجھ لینا چاہیے کہ جب یہ ایسی نعمت تھی تو اللہ تعالے نے حضرت سید عالم اپنے بندہ و رسول صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ مہاجرین و انصار
رضی اللہ عنہم کو جو ساتھ گئے تھے اس نعمت سے پہلے ہی اپنے کلام پاک لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوہ الآیۃ سے سرفراز فرماکر پھر قولہ
و علی الثلاثۃ الذین خلفوا الآیہ سے باقی تینوں صحابہ تابعین کو سرفراز کیا تاکہ تینوں صحابہ اس نعمت میں منفرد نہو جاویں اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اوپر کی
آیات یعنی قولہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم الآیہ و قولہ التائبون العابدون الآیۃ سے معلوم ہوچکا کہ مومنوں کی جانیں و مال حضرت خالق ذو الجلال کی
بیع میں داخل ہیں پس بیع ہی کے احکام کے تحت میں ہے چنانچہ توکل کے بارہ میں جب کعب رضی اللہ عنہ اور دونوں ساتھیوں نے مبیع کو روکا
تو مجرم قرار دیے گئے پھر جب کمال عاجزی تھی جب اس سے تنگ ہوگئے اور جان و مال سے ہاتھ اُٹھایا تو قبول فرمایا اور ایسی رحمت کے ساتھ کہ
دوام توبہ و قبولیت سے سرفراز کیا الیہ تائبون ہیں جو دل سے ان بندوں کی ہے جنکے لیے جنت مخصوص ہے اُن میں ظاہر ہوئی پس ظاہر
ہوا کہ صحابہ مہاجرین و انصار اور تینوں صحابہ سب وہ ہیں جنکے لیے جنت منزل کرامت ہے والحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین. ف. اول
آیت کا خاتمہ انہ بہم رؤف رحیم اور دوسری آیت کا خاتمہ ان اللہ ہو التواب الرحیم ہے اور اول بہ نسبت دوم کے افضل ہے اور کمال

رافت ورحمت ہے شعر چنانچہ فرق وامتیاز واکرام واعزاز پوشیدہ نہین ہے۔ پھر رحمت پر دونون کا خاتمہ ہے جس مین دلالت ہے کہ قبول توبہ محض
رافت اور رحمت الٰہی ہے اور بالکل احسان از حق تعالےٰ جیسے بندون وتمام مخلوق کا پیدا کردینا و انکو ہوش وگوش دینا۔ اور جیسے آدم کو مکرم و
برگزیدہ کردینا محض فضل ورحمت ہے پس معتزلہ ورافضی وغیرہ بدعتی فرقے جو حق عزوجل تعالےٰ شانہ پر بعض باتین واجب کہتے ہین یعنے جاہل
گستاخ یون کہتے ہین کہ او تعالےٰ پر یہ کرنا واجب ہے تو یہ لوگ معرفت الٰہی سے جاہل اور بے ادب گستاخ ہین تعالےٰ اللہ عما یقول الظالمون
علوا کبیرا۔ اللہ تعالےٰ پر کچھ واجب نہین وہ جو چاہے کرے اور جو وعدہ اُسنے فرمایا اور ضرور جیسا فرمایا ویسا ہی ہوگا تو یہ سراسر اُسکا فضل و احسان
ہے۔ ف۔ آخر مین قبول توبہ کے بعد حکم فرمایا کہ صادقین کے ساتھ رہین پس اس مین صادقین کی فضیلت نکلی۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت
ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بڑی فضیلت ہے کیونکہ اُنکو اللہ تعالےٰ نے صدیق کیا اور صادق سے صدیق مین مبالغہ ہے اسلیے کہ صادق صیغہ اسم فاعل
ہے اور صدیق صیغہ اسم فاعل مبالغہ ہے اور عموم صادقین مین بھی وے داخل ہوے جیسے آنحضرت صلعم پھر آنحضرت صلعم رسول پاک اور
بالاتفاق افضل الرسل بلکہ افضل جمیع خلائق ہین اور ابوبکر رضی اللہ عنہ صادق سے صدیق تک سرفراز ہوے ہین لہذا انبیاء ورسولون کے
بعد وہی سب سے افضل ہین۔ روایت ہے کہ بعد وفات حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے خلافت مین مشورہ
کیا پس انصار نے مہاجرین سے کہا کہ تم مین سے ایک شخص تمھارا سردار ہو اور ہم مین سے ایک شخص ہمارا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ
اللہ تعالےٰ اپنی کتاب مجید مین فرماتا ہے للفقراء المہاجرین الی قولہ اولئک ہم الصادقون۔ سو تم بتاؤ کہ یہ کون لوگ ہین تو انصار نے کہا کہ یہ
تمھین لوگ ہو پس ثابت ہوا کہ مہاجرین وہی صادقین ہین پھر حضرت ابوبکر رض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ
وکونوا مع الصادقین۔ پس مومنون کو حکم دیا کہ صادقین کے ساتھ رہین پس تم کو ہمارے ساتھ رہنے کا حکم ہے اور یہ نہین کہ ہم تمھارے
ساتھ رہین پس سب نے اتفاق کرکے حضرت صدیق رض کے ہاتھ پر بیعت کی مترجم کہتا ہے کہ توضیح یہ کہ انصار رضی اللہ عنہم پر حجت قائم
ہوئی کہ مہاجرین صادقین کے ساتھ رہین پھر ان صادقین مین سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق کے مرتبہ پر تھے لہذا باقی مہاجرین
وانصار سب نے متفق ہوکر اُنسے بیعت کرلی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ف۔ بعض علماء نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ اجماع جس امر
پر ہوا اُسکا ماننا ضرور ہے اسلیے کہ آیت مین قولہ تعالےٰ کونوا مع الصادقین حکم ہے کہ صادقین کے ساتھ ہوجاؤ پس ضرور انکا قول ماننا واجب
ہے تاکہ اُن کی معیت حاصل ہو لہذا اجماع حجت ہونے پر یہ آیت حجت ہوئی۔ بعض نے کہا کہ مع الصادقین مین مع بمعنے من ہوسکتا ہے
یعنے من الصادقین پس حجت نہوگی اور جواب یہ ہے کہ ایسا قول اُسی شخص کا ہوگا جو رائے سے تفسیر کرتا ہے اس لیے کہ صادقین صحابہ رضی اللہ
عنہم ہین تو کیونکر آدمی صحابہ مین سے ہوسکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ صحابہ کے زمانہ مین صحابہ کے ساتھ ہونا اور متاخرین مین ہر زمانہ مین درجہ بدرجہ
صادقین کو شامل ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو جواب یہ ہے کہ صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم اجمعین بدرجہ اولیٰ بلکہ اول وہی داخل ہین پس مع
جب اپنے معنی سے ہٹا کر بمعنے من لیا جاوے تو حکم عموم ممکن نہین ہوسکتا بخلاف اُسکے جب مع اپنے معنی پر ہو تو معیت باعتقاد دین ممکن ہے اور چونکہ
یہی معیت مراد ہے اسلیے کہ حکم عموم تاقیامت سب مومنون کو ہے اور وہ معیت جسمانی سے ممکن نہین تو ضرور معیت قولی وفعلی مقصود ہے علاوہ برین
معیت جسمانی خالی بیفائدہ ہے کیونکہ منافقین ایسی معیت رکھتے تھے پس آیت اچھی طرح اس امر پر حجت ہے کہ جس امر پر انکا اجماع ہوا اُسکا ماننا واجب
ہے۔ ہان اتنی بات البتہ ہے کہ مطلقاً اجماع حجت ہونا ثابت نہین ہوگا اس لیے کہ صادقین کا علم سوائے صحابہ رض کے متعذر ہے ہان صحابہ رضی اللہ عنہم
کی نسبت اللہ تعالےٰ نے البتہ تنصیص فرمائی پس اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم البتہ حجت قطعی ہوا اور حدیث مارآہ المسلمون حسنا فہو عند اللہ حسن مین

مسلمون سے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہین جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضہ سے مسلمون کی یہی تفسیر مروی ہو پس جو آیت کریمہ سے ثابت ہو اس سے یہ تفسیر حدیث مطابق و متوافق ہو فالحمد للہ علی ذلک۔ یہان سے ثابت ہو گیا کہ بعضے کم فہم لوگ جو ہر زمانہ مین بعضے بدعات نکالکر اس زمانہ کی جہت سے لوگون کا اتفاق کر لینا اجماع حجت سمجھتے ہین وہ بالکل کج فہمی ہو کیونکہ مومنون سے صحابہ مراد ہین جیسا کہ ابن مسعود رضہ نے صریح تخصیص فرمائی پس اجماع فقط صحابہ رضہ کا حجت ہوا کیونکہ اُنکا مومنین صادقین ہونا منصوص و معلوم ہو اور اُنکے بعد پھر زمانہ تابعین کے واسطے اگرچہ آنحضرت صلعم نے بھلائی کو فرمایا۔ فی قولہ علیہ السلام خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم الحدیث لیکن تخصیص اہل اجماع کی صادقین مومنین ہونے پر وہان بھی نہین ہو تو بھلا اس زمانہ مین کہ جس قرن کے واسطے بھلائی کی بھی تخصیص نہین ہو اُنکے اجماع و اتفاق کا کیا اعتبار ہے علاوہ برین بہت سے لوگون کا اتفاق کر لینا کچھ اجماع نہین ہو کیونکہ اسوقت جب تمام دنیا کے مسلمان سب مجتمع و متفق ہون کوئی باقی نہ رہے تو البتہ اتفاق کہا جاوے حالانکہ اُنکے حق مین بھی تخصیص ندارد ہو۔ بالجملہ یہان تو سرے سے اجماع ہی نہین اور ہوتا بھی تو اُسکا کچھ اعتبار نہین ہو سکتا کیونکہ مومنون کا اجماع کیونکر ثابت ہوگا اس لیے کہ ظاہر حال پر اسلام کا حکم ہو سکتا ہو اور یہ معلوم نہین ہو سکتا کہ حقیقت مین یہ مومن ہو یا نہین ہو علاوہ برین اسوقت اسلام کے اقرار کرنے سے یہی لازم نہین کہ اسلام پر اسکا خاتمہ ہوگا یا نہین ہوگا پس ایسے لوگون کے اجماع کو بفرض اُسکے کہ پایا بھی جاوے نہین کہہ سکتے ہین کہ مومنون کا اجماع ہوا کیونکہ یہ بات تو اللہ تعالے ہی جانتا ہو ہان صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین یہ بات معلوم ہو کہ وے مومنین صادقین تھے کیونکہ اللہ تعالے نے اُنکے حق مین جا بجا فرمایا قولہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ اور جا بجا قولہ و کونوا مع الصادقین۔ اور قولہ اولئک ہم الصادقون۔ وغیرہ آیات کریمہ تخصیص صریح فرمائی ہو پس اُنکا اجماع قطعی مومنون کا اجماع اور حجت قطعیہ ہو فافہم۔ ف۔ فی العرائس

قولہ تعالے لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین الآیۃ۔ توبہ دو ہین ایک بندہ کی توبہ اور دوسری توبہ آلٰہی تعالے پس بندہ کی توبہ اسطرح کہ لغزش خطا سے رجوع کرکے طاعات و فرمانبرداری پر ہو جاوے۔ اور توبہ آلٰہی اسطرح ہو کہ اللہ تعالے اُسپر رجوع فرماوے یعنی نعمت وصال کی خوشبو اسکے مشام روح کو پہونچاوے اور انجام کار واصل مراد کا دروازہ اُسکے واسطے کھولدے اور حجاب اس سے مرتفع فرماوے۔ یہان دل کی آنکھ سے غور کرکے دیکھو کہ اللہ تعالے جل شانہ کو اپنے رسول حبیب صلے اللہ علیہ وسلم پر کسقدر لطف و عنایت ہو اور مومنون پر جو آپکے ساتھ ایمان لائے تھے کیسا کرم ہو کہ اُنکی توبہ سے پہلے اُنپر رجوع فرمایا جس سے وے بھی تن اپنے معبود پاک کی طرف سے رجوع لائے اور انکو بقدر اپنے مرتبہ کے راہ کھل گئی اور نعمت مل گئی پس اپنے حبیب رسول صلعم پر اُسکا رجوع اسطرح کہ مشاہدہ کشف فرمایا اور رجوع بجانب بندگان اُمت اسطرح کہ منزلت قرب و وصال اُنکو کشف فرمائی لہذا نبی کی توبہ اس جہت سے تھی کہ اُنکو ادائے رسالت وغیرہ احکام مین مشاہدہ سے دوسری طرف اشتغال تھا اور قوم کی توبہ اس راہ سے کہ ملاحظہ درگاہ قربت سے اُنکو غیبت ہوئی پس اُنکو فیض و ہدایت آلٰہی نے سرفراز فرماکر انوار جمال کے انکشاف سے فیضیاب فرمایا اور یہی طریقہ فیض قدم کا انبیاء و اولیاء کے ساتھ مقام امتحان مین جاری ہو کہ ناامیدی و مایوسی مین باران رحمت سے حیات خاص حاصل ہوتی ہو۔ قال اللہ تعالے ہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا الآیۃ۔ اور فرمایا حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا جاءہم نصرنا الآیۃ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ توبۃ النبی صلعم مقدمہ و اصل توبۃ الامۃ ہو تاکہ اصل کی صحت سے تابع کی درستی ہو۔ بعض نے کہا کہ انبیاء کی توبہ بسبب مشاہدہ خلق کے وقت رسالت کے ابلاغ کے ہو کیونکہ انبیاء کو بھی حضوری سے غیبت نہین ہوتی اس لیے کہ وے ہمیشہ مقام عین الجمع مین ہوتے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے مخصوص کرکے ان تین بندون کو جو مقام امتحان مین مبتلا ہوئے تھے بیان فرمایا کہ اللہ تعالے نے اُنپر رجوع فرمایا اسطرح کہ اُنکی توبہ قبول فرمائی بقولہ تعالے وعلی الثلثۃ الذین خلفوا الآیۃ کثرت تراکم انقباض سے اور ہجوم انوار عظمت سے اُنکے قلوب مین انقباض ہوا اور روے زمین پر کوئی چیز قابل انس نہ دیکھی حتی کہ اپنی جانین بھی اور یقین

ہوگیا کہ ملجا اُسی کی طرف ہے پس جملہ وسائط قطع کرکے اُسی کے لطف پر منفرد ہوگئے۔ ثم تاب علیہم لیتوبوا پس حجاب القبض وغیرہ کو درمیان سے اُٹھا دیا پس انس مین داخل ہوئے اور یہ کرم اُسی پاک معبود ذوالجلال کا وصف قدیم ہے ان اللہ ہو التواب الرحیم۔ شیخ ابوعثمان رح نے کہا کہ جو کوئی حضرت حق عزوجل کی طرف رجوع لاوے اُس کا یہی حال ہونا چاہیے کہ زمین اُس پر تنگ ہو کبھی اُس پر پاؤن رکھنے کا ٹھکانا نہ پاوے اور اپنی جان تنگ ہو کہ اُسکی ہلاکت کا خوف کرے پس توبہ نصوح کی اول دلیل ایسی حالت ہو۔ بعض مشائخ نے قولہ وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ مین کہا کہ اُنھون نے کسی بندہ بزرگ حبیب محمد یا خلیل ابراہیم یا کلیم موسیٰ پر اعتماد نہ کیا بلکہ تمام سب مخلوق سے اُنکے دل منقطع ہوکر اپنے خالق عزوجل کیطرف رجوع لائے۔ شیخ احمد بن خضرویہ نے شیخ ابویزید سے پوچھا کہ مجھے توبۃ النصوح کیونکر ملے فرمایا کہ اللہ عزوجل داُس کی توفیق سے مل سکتی ہے کیونکہ حق تعالے فرماتا ہے ثم تاب علیہم لیتوبوا۔ مترجم کہتا ہے کہ توضیح یہ ہے کہ پہلے حق تعالے نے اُنپر اپنا رجوع بیان فرمایا اور اُنکی توبہ کو اُسی کا سبب قرار دیا پس اسی کی توفیق سے مرتبہ توبہ نصیب ہوا پس وہی ہادی و موفق وخالق افعال العباد ہے اللہم اہدنا الصراط المستقیم وتوفنی علیہ انک انت الغفور الرحیم۔ بعض مشائخ نے کہا کہ خود اُنپر فضل واحسان فرمایا کہ خود ہی انکو قبول کرلیا اور یہ نہین کہ اُنھون نے رجوع کیا ہو۔ استاد رح نے کہا کہ جب موت کی قربت آپہونچی ونصرت سے یاس ہوئی تو باران رحمت سے اُنکی خشک کھیتی ہری ہوگئی پھر مومنون کو اتقا کی تاکید وطلب مزید کی ہمت پر تخصیص فرمائی۔ بقولہ یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین۔ راہ حق کے تین اقسام ہے۔ ایمان وتقوی وصدق۔ اور یہ اعمال قلوب ہین کیونکہ اُنکے حقائق کشف انوار الغیوب سے درست وثابت ہوتے ہین پس جب یہ حقائق ثابت ہوگئے تو بندہ کو ایمان سے آیات کے حقائق ملتے ہین اور تقوی سے مشاہدہ صفات اور صدق سے مشاہدہ انوار ذات حاصل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ پہلے انکو مومنین کہا پھر اس مقام سے انکو مقام تقوی کی طرف بلایا اور وہ مشاہدہ جلال وعظمت کا مقام ہو کہ تمام اغیار سے بیزار ہوجاوے پھر تقوی سے مقام صدق مین بلایا اور وہ مقام استقامت مع اللہ عزوجل ہو چنانچہ صادق اُسکی بلا وامتحان سے گریز نہین کرتا اور اسمین اشارت ہو کہ جو مومن ہو اسمین تقوی وصدق کی استعداد ہے نیز اسمین بیان ہو کہ صادقین سے مخالفت مت کرو چنانچہ صادقین کو جو علوم واسرار حاصل ہوئے انکی اتباع کرنے والون کو بھی فیض ہوا اور نیز جو کوئی جس چیز کو محبوب رکھے اور جس شخص کو چاہے اُسکے ساتھ ہوگا۔ بعض نے کہا کہ صادقین وے بندے ہین جنھون نے عہد ازل سے خلاف نہین کیا۔ پھر اللہ تعالے نے

معیت الرسول صلعم وفضل جہاد کو بیان فرمایا۔ واللہ تعالے اعلم۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ

نہ چاہیے   مدینے والون کو   اور جو اُنکے گرد   گنوار ہین   کہ رہجاوین   رسول اللہ کے ساتھ سے اور نہ یہ کہ اپنی جانون کو

عَنْ نَفْسِهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَئُونَ مَوْطِئًا

چاہین زیادہ اسکی جان سے یہ   اسواسطے کہ نہ کہین پیاس کھینچتے ہین   نہ محنت   اور نہ بھوکھ   اللہ کی راہ مین   اور نہ پاؤن پھیرتے ہین کہین

يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ

جس سے خفا ہوں کافر   اور نہ چھینتے ہین   دشمن سے کچھ چیز   مگر لکھا جاتا ہے   اسپر   انکو نیک عمل   تحقیق اللہ نہین کھوتا   حق

الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ

نیکی والون کا   اور نہ خرچ کرتے ہین کچھ خرچ   چھوٹا   یا بڑا   اور نہ گذرتے ہین   کوئی میدان مگر لکھا گیا انکے واسطے کہ بدلا دے ان کو اللہ

اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

بہتر کام کا جو کرتے تھے

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ نہیں ٹھیک تھا و نہیں روا تھا اہل مدینہ کو۔ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اور اہل مدینہ کے گرد والے اعراب
یعنی دیہاتیوں کو جیسے اسلم و اشجع و غفار وغیرہ۔ غرض کہ مدینہ والے شہریوں کو اور گرد والے دیہاتیوں کو کسی کو روا نہ تھا۔ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ
رَّسُوْلِ اللّٰهِ یہ کہ پیچھے رہیں رسول اللہ سے۔ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ اور نہ روا تھا یہ کہ رغبت کریں اپنی جانوں کے ساتھ
رسول اللہ کی جان سے۔ جب کہتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف رغبت کی تو معنے یہ ہوتے ہیں کہ اسکی طرف مائل ہوا اور جب بولتے ہیں کہ فلاں
چیز سے رغبت کی تو یہ معنی کہ اُس سے مُنھ موڑا پس یہاں معنی یہ ہیں کہ انکو روا نہ تھا کہ رسول اللہ صلعم کی جان سے اپنی جانوں کو موڑیں بایں طور
کہ جن سختیوں و مشقتوں میں رسول اللہ صلعم نے اپنی جان کو ڈالا ہمیں وے لوگ اپنی جان کو بچاویں بلکہ اُنپر واجب تھا کہ ضرور اُن مشقتوں
و سختیوں کی برداشت میں ساتھ دیں و اُسکے سامنے جانیں فدا کریں کیونکہ یہ امر قطعی معلوم ہو کہ رسول اللہ کی جان شریف اللہ تعالےٰ کے نزدیک سا
تمام عالم سے افضل و اکرم و بہتر ہے۔ تو قدر والی جان ہی تو جب اُسنے طاعت الٰہی میں یہ سختیاں اُٹھائیں تو ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ اپنی
جانیں اُسکے سامنے پروانہ کی طرح جھونک دیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اُسکے سامنے انکی کیا قدر ہو اور کس شمار میں ہیں پس بمقتضاے ایمان و عقل کے
اپنی جانوں کو نہایت ہلکا و خفیف جانکر بدرجہ اولےٰ اُن سختیوں میں رسول اللہ صلعم کے سامنے جانبازی کرتے۔ کلام سے مقصود معنے نہی ہیں
ولیکن بطریق اخبار کے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اس میں ملامت و تقریع و ناقدری بمقابلہ رغبت کے زیادہ نکلی۔ ذٰلِكَ اشارہ ہے اُس مضمون
کی طرف جو کلام سے سمجھا گیا یعنی یہ جو مفہوم ہوا کہ ضرور اللہ تعالےٰ کے رسول کی متابعت ادا واجب ہو اور کبھی مُنھ نہ موڑیں بلکہ اُسکے سامنے
جانبازی کریں سو یہ امر بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ اس لیے کہ نہ پہونچیگی انکو کوئی پیاس۔ وَّلَا نَصَبٌ اور نہ تعب یعنی تھکاوٹ۔ وَّلَا
مَخْمَصَةٌ اور نہ بھوک کی شدت۔ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالےٰ کی راہ میں۔ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ اور نہ روندینگے کوئی
مقام جس سے کفار غیظ میں پڑیں۔ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اور نہ پاویں گے دشمن سے کچھ پانا یعنی رسول اللہ صلعم کے ساتھ
میں آپ کے پیچھے پیچھے ان باتوں میں سے کوئی بات رائگان نہ جاویگی۔ اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ مگر انکے اُسکے مقابلہ میں اُنکے
لیے عمل صالح لکھا جائیگا۔ ظمأ پیاس۔ نصب تعب۔ مخمصہ شدت بھوک جس سے پیٹ الگ جاتا ہو اور سب کو نکرہ فرمایا کہ ہر قلیل و کثیر
کو شامل ہو اور حرف لا سب پر مکرر کیا کہ معلوم ہو کہ ہر ایک ان میں سے علیحدہ مستقل شمار ہو۔ موطئا بعض نے کہا کہ مصدر ہو پس مفعول مطلق ہوگا
اور بعض نے کہا کہ ظرف ہو اور قولہ یغیظ الکفار اُسکی صفت ہو یعنے ایسا روندنا کہ کفار کو غیظ میں ڈالے یا ایسا مقام روندا ہوا جیسے ایک
مقام سے لشکر پیادہ یا سوار گزرا اور کفار نے مقابلہ نہ کیا پھر اپنے مقامات روندے ہوے پاکر سخت غصہ کھایا۔ نیل پانا۔ اور یہ بھی عام ہے
خواہ کفار کو قتل کیا ہو یا قید کیا ہو یا وے بھاگ گئے یا غنیمت ملی و مانند اُسکے اللہ تعالےٰ کی راہ میں جو کچھ حاصل ہوا سب کے مقابلہ میں عمل
صالح لکھا جائیگا یعنی بہت بڑا ثواب ملیگا۔ یہ سب نیک کام ہیں انکے کرنے والے نیکوکار ہوے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اللہ تعالےٰ
ضائع نہیں فرماتا۔ اجر نیکوکاروں کا۔ یہاں بجاے اجرہم کے اجر المحسنین فرما کر تنبیہ فرمائی کہ جہاد ایسا کار نیک ہو کہ ان مومنوں کو نصیب
ہوتا ہو جو محسنین ہیں یعنے مرتبہ احسان پر پہونچے ہیں۔ اس آیت میں دلالت ہو کہ جسنے اللہ تعالےٰ کی طاعت کا قصد کیا اُسکا کھڑا ہونا بیٹھنا چلنا کھانا پینا
یہانتک کہ سونا بھی سب اللہ تعالےٰ کے یہاں نیکی و ثواب ہو اور نافرمانی و گناہ کی صورت میں اسکے برعکس سمجھنا چاہیے پس طاعت کی کیا اچھی برکت

ہو اور گناہ کی کیا بُری ذلت ہو اور روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین جسکے قدم گرد آلودہ ہوئے اللہ تعالےٰ
اُسکو آتش جہنم پر حرام کر دیتا ہو۔ کذا فی السراج مترجم کہتا ہے کہ طاعت کی صورت مین ثواب کے واسطے سب اجزاء علیحدہ معتبر ہوتے ہین مثلاً
نماز کے لیے مسجد کو چلا تو ہر قدم کے لیے الگ نیکی ملتی ہے اور دھوپ ہو تو الگ اور رات اندھیری ہو تو اور زیادہ مستقل علی ہذا القیاس۔ اور
گناہ کے لیے اگر سب اسباب مہیا کیے اور جب اُس کام تک پہونچا تو اللہ تعالےٰ کا خوف کر کے چونکا اور ہٹ گیا تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے
توبہ واستغفار کرنے سے گناہ سب محو کیے گیے اور توبہ وغیرہ کا ثواب لکھا گیا پس طاعت مین ثواب نہایت کثرت سے ہو اور معصیت مین ہر
ایک بدفعلی کے موافق ایک بدی ہے بشرطیکہ جو معصیت النفس نے سجھائی تھی اُسکا مرتکب ہو جاوے۔ ان طاعت کا اثر وایمان کا مزہ یہی
ہو کہ ہمہ تن صدق دل سے اپنے آپ کو بندہ الٰہی و فرمانبردار کرے اور معصیات و مخالفت سے بچنے پر عزم مصمم رکھے اور یقین جان لے کہ ہوا
و ہوس ناپائدار ہو اور ہر طاعت برقرار اور اللہ تعالےٰ نیک اندیشون کا اجر ضائع نہین فرماتا یعنے ضرور انکو ثواب دیتا ہو۔ وَلَا یُنْفِقُوْنَ نَفَقَۃً
اور نہ خرچ کرینگے کوئی خرچہ صَغِیْرَۃً وَّلَا کَبِیْرَۃً چھوٹا نہ بڑا۔ وَّلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا اور نہ طے کرینگے کوئی وادی یعنے زمین۔ اِلَّا
کُتِبَ لَھُمْ مگر یہ کہ انکے واسطے یہ نیک کام لکھا جائیگا۔ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ تاکہ بدلا دیوے انکو اللہ تعالےٰ
بہتر اُس سے کہ وے کرتے تھے یعنے بدلا دیگا انکو اللہ تعالےٰ ایسا بدلا کہ جو انکے اعمال سے بہتر و افضل ہوگا اور وہ ثواب ہو۔ اور حقیقت
اس ثواب کی بلکہ ہر ثواب کی چونکہ بشر کی سمجھ سے اونچی ہے لہذا اسکو مجمل فرمایا۔ اور امام اوزاعی و ایک جماعت علماء نے فرمایا کہ یہ آیت
مسلمانون کے لیے قیامت تک باقی ہے۔ اور اول آیت مین فرمایا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ۔ اس لیے کہ وے افعال انکی قدرت مین داخل
نہین بلکہ اُنکے افعال سے ناشی ہین پس اظہار فرمایا کہ انکے عوض بھی اجر جمیل لکھا جائیگا اور دوسری آیت مین فرمایا کُتِبَ لَھُمْ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ
پس کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ یہان نفرمایا اس لیے کہ یہ افعال اُنسے خود صادر ہین اگرچہ اللہ تعالےٰ ہی کے پیدا کرنے سے دونون مین اسی واسطے اَحْسَنَ مَا
کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ فرمایا کذا فی تفسیر الحافظ۔ وادی وہ راہ کشادہ ہو جو پہاڑون وغیرہ مین سیل کے بہاؤ کے لیے ہوتی ہے۔ اور صیغہ اسم فاعل
از ودی بمعنی سیلان ہو پھر اُسکا استعمال زمین کے معنی مین شائع ہو گیا۔ چنانچہ بولتے ہین کہ اُسکی وادی مین سواے تیرے کوئی نہین جا سکتا
لہذا آیت مین وَلَا یَقْطَعُوْنَ وَادِیًا بمعنی ارضًا ہو یعنے جہاد مین اور ایسے ہی طاعت الٰہی مین جو زمین طے کرین انکے لیے ثواب لکھا جائیگا۔ اس
کلام مین جہاد کی اور اُس مین خرچ کرنے کی بڑی فضیلت ہے اور اسمین احادیث بھی بہت ہین چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت
ہو کہ ایک شخص ایک ناقہ مع خطام لایا اور عرض کیا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین ہو تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تیرے لیے قیامت مین اسی طرح
مخطوم سات سو ناقہ ہونگے۔ قال المترجم علماء نے کہا کہ شاید یہ ادنیٰ مرتبہ نفقہ جہاد مین معین ہو اور اس سے زائد اللہ تعالےٰ کے فضل پر اُسکے علم مین
ہو جیسا کہ احادیث مین آیا ہو۔ واللہ اعلم۔ زید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے غازی کا سامان کر دیا اُسنے جہاد کیا یعنے
جہاد کا ثواب اُسکو ملا اور جسنے غازی کے پیچھے خبرگیری کی اُسنے جہاد کیا۔ سہل بن ساعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین ایک روز کا رباط تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہو اور تم مین سے کسی کے کوڑے برابر جگہ جنت مین تمام دنیا و مافیہا سے
بہتر ہو۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون آدمی افضل ہو تو فرمایا کہ وہ مومن
جسنے اللہ تعالےٰ کی راہ مین اپنی ذات سے جہاد کیا۔ اسنے عرض کیا کہ پھر کون شخص۔ فرمایا کہ پھر وہ شخص جو درہ پہاڑ مین سے کسی درہ مین اللہ تعالےٰ کی
عبادت کرتا ہے اور لوگون کو اپنے شر سے چھوڑتا ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ معالم و سراج مین یہان ان احادیث کو وارد کیا تو مین نے لکھدیا

اور احادیث فضائل جہاد جا بجا مذکور ہو چکی ہیں اور اصل مقصود اس مقام پر یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تخلف ہرگز روا نہیں ہے اور تخصیص اہل مدینہ و انکے گرد والے اعراب کی فقط اسوجہ سے ہے کہ استنفار فقط انھیں کو کیا گیا یعنی آنحضرت صلعم نے انھیں کو اعلان و حکم کیا تھا کہ میرے ساتھ چلیں پس انھیں پر چلنا فرض تھا پھر آیت سے ثابت ہوا کہ ساتھ جانے میں جو امر انکو پیش آوے انہیں ثواب جزیل پاوینگے اور طے منازل میں اور نفقات میں اجر جمیل پاوینگے شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو اس آیۂ کریمہ سے بہت بڑا حصہ نصیب ہوا کیونکہ انھوں نے اس جہاد میں بہت بڑا مال خرچ کیا چنانچہ عبد الرحمن بن حباب السلمی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے خطبہ پڑھا اور جیش العسرۃ کے واسطے آمادگی دلائی تو عثمان رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھپر ہیں سو اونٹ مع زین و مہار کے پھر آنحضرت صلعم نے برانگیختہ کیا تو پھر عثمان رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھپر دوسرے سو اونٹ یعنی دو سو اونٹ مع زین و مہار کے۔ عبد الرحمن نے کہا کہ پھر آپ منبر کا ایک زینہ اتر آئے پھر آپ نے جیش العسرۃ کے لیے برانگیختہ کیا تو پھر عثمان نے کہا کہ مجھپر ہیں اور تین سو اونٹ مع زین و مہار کے۔ عبد الرحمن نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ اپنے دست مبارک کو جنبش دیتے ہوئے فرمایا کہ نہیں عثمان پر جو کچھ کرے بعد اسکے۔ مترجم کہتا ہے یعنے عثمان پر کسی فعل کا ضرر نہیں ہے اور یہ عرب کا محاورہ ہے جیسے حق تعالے نے فرمایا۔ لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت۔ یعنی ہر جان کے لیے ہے جو کماوے اور اسی پر ہے جو کماوے یعنی امر خیر کا نفع اسی کے لیے ہے اور امر شر کا ضرر بھی اسی پر ہے اسی طرح حدیث میں مراد ہے کہ یہ امر خیر جو عثمان رضی اللہ عنہ سے صادر ہوا تو اسکا کوئی عمل انکو مضر نہوگا فافہم واللہ اعلم۔ عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ ہزار اشرفیاں اپنے کپڑے میں لائے جس سے آنحضرت صلعم نے جیش العسرۃ کا سامان درست کیا تھا پس لاکر آنحضرت صلعم کے گود شریف میں ڈالیں پس میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے دست مبارک سے انکو لوٹ پوٹ کرتے اور فرماتے تھے کہ نہیں ضرر کریگا عثمان کو جو آج کے بعد کرے اس کلمہ کو بار بار فرماتے تھے ابن کثیر رح نے لکھا کہ قتادہ رح نے قولہ ولا یقطعون وادیا الا کتب لہم الآیۃ میں کہا کہ اللہ تعالے کی راہ میں جو لوگ اپنے اہل و عیال سے دور پڑے انکو اپنے لوگوں سے جتنی دوری ہوئی اتنا ہی اللہ تعالے سے قرب حاصل ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حال مجاہدین کا ہے اور انکا مرتبہ کسی اور کو نہیں مل سکتا صرف مجاہدین ہی کے لیے مخصوص ہے ہاں جو کوئی ایسے زمانہ میں کہ جہاد میسر نہ آوے اپنے نفس کو صدق و یقین پر مستقیم رکھے اور خطرات و وسواس شیطانی کو دور کرے اور جو خصال مومنون کے صدق و تقوی میں ہیں برتے اور اپنی جان راہ حق میں فدا کردے اور تمام تعلقات ماسوے اللہ تعالے سے قطع ہو تو امید ہے کہ وہ بھی مستحق ثواب جزیل ہو جیسا کہ مشائخ و علماء نے متفرق مقامات میں تصریح کی ہے اور یہ امر اشارات النصوص سے ثابت ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ قولہ تعالے۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ

اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ سارے کوچ میں نکلیں سو کیوں نہ نکلیں ہر فرقہ میں سے انکے ایک حصہ تا سمجھ پیدا کریں دین میں ع ۱۵ ۴

وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝

اور تا خبر پہنچاویں اپنی قوم کو جب پھر آویں انکی طرف شاید وہ بچتے رہیں

مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کے معنی میں چند اقوال ہیں اور چونکہ کتب تفاسیر میں بیان مشوش ہے اسلئے بتوفیق الٰہی اس کو بطریق انضباط ذکر کرتا ہوں اور جو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا اس کی تنبیہ کردونگا۔ واضح ہو کہ یہ حکم یا تو امر جہاد سے متعلق ہے یا الگ مستقل ہے پس اس تقدیر پر کہ امر جہاد سے متعلق ہے تو اس کے معنی کیونکر ہیں اس لیے کہ اوپر کی آیات سے مانند قولہ انفروا خفافا و ثقالا الآیۃ اور قولہ الا تنفروا یعذبکم الآیۃ اور قولہ ما کان لاہل المدینۃ ومن حولہم الآیۃ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عموم ہر ہر نفر پر ساتھ جانا جہاد کے لیے نکلنا عموم نفیر میں واجب تھا

اور اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض کو تخلف کرنا روا ہو تو بعض سلف نے کہا کہ عموم نفر کا حکم اُسوقت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود تشریف
لیجاویں اور استنفار بھی عام ہو کیونکہ بدر میں جب آپ نے عام استنفار نہیں کیا تھا تو جو لوگ ساتھ نہیں گئے انپر کچھ عتاب نہیں ہوا بالجملہ
عموم نفر عام استنفار کے وقت جب ہے کہ آنحضرت صلعم خود تشریف لیجاویں چنانچہ قولہ ماکان لاہل المدینۃ ومن حولہم من الاعراب ان
یتخلفوا عن رسول اللہ۔ الآیہ اسپر دلیل ہو اور یہ حکم جو یہاں مذکور ہو یہ اُسوقت ہے کہ آنحضرت صلعم خود تشریف نہ لیجاویں بلکہ سریہ روانہ کریں تو
ایسی صورت میں سب کو نہ جانا چاہیے اور یہی قول مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔ حضرت ضحاک رحمہ اللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلعم جب خود
جہاد کو تشریف لیجاتے تو مسلمانوں میں سے کسی کو حلال نہ تھا کہ آپ کی ہمراہی سے پیچھے رہتے سوائے ایسے لوگوں کے جو معذور تھے کہ جنکے عذر کو
اللہ تعالےٰ نے قبول فرمایا تھا اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بیٹھتے خود تشریف نہیں لیجاتے اور چھوٹے چھوٹے لشکر کسی صحابی کی سرداری
میں بھیجتے تو مسلمانوں کو حلال نہ تھا کہ بدون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیے ہوئے خود ساتھ چلے جاویں پس تھوڑے جاتے
اور کچھ رہجاتے تھے پس سریہ روانہ ہو جانے کے بعد جو کچھ قرآن مجید واحکام الٰہی نازل ہوتے وہ اُن لوگوں کو جو یہاں موجود رہتے تعلیم ہوتے
پس جب سریہ والے واپس آتے تو یہ لوگ انکو آگاہ کرتے کہ یہ قرآن مجید و یہ احکام تمھارے پیچھے تمھارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے
ہیں پس وہ بھی علم حاصل کر لیتے اور یہ طریقہ اسی حکم سے تھا جو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا یعنے قولہ۔ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً
اے وما کان المومنون مختارین لینفروا الی الغزو جمیعا۔ اور مومنون مختار نہیں اس امر کے چلے جاویں جہاد کو سب کے سب یعنی اس حال
میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مقیم ہوں۔ فَلَوْلَا نَفَرَ اے فہلا نفر۔ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ اے فہلا نفر من
کل حی وقبیلۃ منہم جماعۃ۔ سو کیوں ایسا نہیں کرتے یا کیوں ایسا نہ کیا جہاد کو نکل جاتا ہر قبیلے سے اُنہیں کا ایک گروہ یعنی اور یہیں رہتا
آنحضرت صلعم کی خدمت میں دوسرا گروہ۔ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ اے لیتفقہ الذین قعدوا فی الدین بما انزل بعد الذین خرجوا۔ تاکہ
کوشش کے ساتھ فقہ حاصل کر لیتے دین میں وے لوگ جو بیٹھے رہے ہیں جہاد کو نہیں نکلے ہیں ان آیات واحکام کے ساتھ جو جانے والوں
کے بعد نازل ہوئے۔ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ ولینذر الذین کثوا قومہم الذین خرجوا اذا رجع الخارجون من الغزو الیے
ہولاء الذین تفقہوا۔ اور تاکہ نصیحت و ڈر سناتے یہ لوگ جو حاضر رہے اور فقہ سیکھ چکے ہیں اپنی قوم کو یعنی اُن لوگوں کو جو جہاد کرنے گئے تھے
جبکہ وے واپس ہو کر ان فقہ سیکھے ہوؤں کے پاس آتے۔ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ۔ شاید کہ وے حذر کرتے عذاب الٰہی سے باین طور کہ اللہ تعالےٰ نے
جن باتوں کے بجالانے کا حکم کیا ہو انکو جانکر بجالاتے اور جنسے منع کیا ہو انکو چھوڑتے۔ مترجم کہتا ہو کہ جو تفسیر حضرت ضحاک رح سے بیان ہوئی ایسا ہی
علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رضہ سے روایت کیا اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ یہ حکم مخصوص بسریہ ہو اور جو پہلے مذکور ہوا وہ آنحضرت صلعم کے خود
تشریف لیجانے کی صورت میں تھا۔ اور قتادہ رح نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب لشکر بھیجا کرتے تو اللہ تعالےٰ نے حکم کیا کہ رسول اللہ صلعم کے ساتھ
جہاد کریں پس ایک گروہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور دوسرا اپنی قوم کے پاس جاکر دین اسلام کی طرف بلاوے اور انکو ایسے
واقعات یاد دلاوے جو اللہ تعالےٰ نے اگلی امتوں پر واقع کیے ہیں شاید کہ وے ڈر کر شرک و مخالفت سے پرہیز کریں مترجم کہتا ہو کہ ظاہر میں یہ قول بھی
قریب بقول اول معلوم ہوتا ہو لیکن میرے نزدیک اسکے معنا وہی ہیں اور عنقریب انشاء اللہ تعالےٰ واضح ہو جاوینگے مفسر رحمہ اللہ نے سبب نزول
یوں لکھا کہ جب مومنوں کو غزوہ تبوک سے پیچھے رہنے پر ملامت کی گئی تو وے خوفناک ہوگئے پس اسکے بعد آنحضرت صلعم نے جو سریہ بھیجا تو سب کے
سب اس سریہ کے ساتھ نکل گئے پس اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی مترجم کہتا ہو کہ اس بیان کے موافق قولہ تعالےٰ فہلا نفر کے یہ معنے

ہین کہ ایسا کیون کیا اور یون کیون نہ کیا کہ ہر فرقہ مین ایک گروہ جاتا۔ پھر واضح ہو کہ اس قول پر قولہ لیتفقہوا کی ضمیر راجع بجانب دوسرے گروہ
کے ہے جو جہاد کو نہین نکلا ہے اور ایسی ہی ضمیر قولہ لینذروا۔ اور ضمیر الیہم۔ اور جو لوگ نکلے وہ قوم کی لفظ سے مراد ہین اور قولہ رجعوا کا وہی فاعل
ہین۔ اور دوسرے نزدیک قتادہ رح کے قول کے یہ معنی ہین کہ ہر قبیلہ مین سے جو لوگ ایمان لائے اور آنحضرت صلعم کے پاس تھے اگرچہ وہ اپنی قوم
کی طرف سے بھی ہون ان کو یہ حکم ہے کہ وے دو گروہ ہو جاوین ایک گروہ تو جہاد کو جاوے اور دوسرا گروہ چھوٹا یہ کام کرے کہ اپنی قوم پاس جاکر
انکو ڈراوے اور احکام سُناوے تاکہ وے ڈرین اور امر و نہی کی پابندی کرین۔ اور اس صورت مین جب آنحضرت صلعم جہاد کو جاوین تو احتمال
ہے کہ دونون ساتھ جاوین یا اپنی قوم کو ڈر سُنانے والے چند آدمی آپ کی اجازت سے پھر قوم کو ڈر سناوین واللہ اعلم۔ واضح ہو کہ ابن عباس رض
سے ایک روایت اور آئی ہے چنانچہ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے یہی روایت کی کہ یہ آیت بارہ
جہاد نہین ہے بلکہ بات یہ تھی کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ مُضر پر قحط کی بد دعا کی اور اُنپر قحط طاری
ہوا اور تمام ملک مین قحط پڑا تو اُن مین ہر ایک کا کنبا پورا مدینہ مین آتا اور ظاہر مین مسلمان بنتا اور آنحضرت صلعم کے صحابہ کے یہان مہمان
اترتا کہ انکو سخت مشکل پیش آئی تو اللہ تعالے نے اس آیت سے اپنے رسول کو خبردار فرمایا پس حضرت صلعم نے انکو نکال باہر کیا پس قولہ ولینذروا قومہم
اذا رجعوا الیہم کے یہی معنے ہین مترجم کہتا ہے کہ قولہ وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ کے اس تقدیر پر یہ معنی ہونگے کہ اگر مومن ہوتے تو مومنون کی یہ
علامت نہین کہ سب کے سب بھاگ آوین پس یہ لوگ مومن نہین ہین اس علامت سے پہچان لو اور نفر لغوی معنی پر ہوگا ولیکن یہ روایت ضعیف
ہے باوجود ضعف کے اسپر اعتماد و تکلف نہین کیا جا سکتا ہے لیس ابن عباس رض سے متصل روایت ہوگی۔ ہان اسمین اتنی بات بادی النظر مین البتہ
ہے کہ انتشار ضمائر معلوم ہوتا ہے کیونکہ ظاہر ضمیر قولہ لیتفقہوا اُسی فرقہ کی طرف ہے جو ساتھ گیا۔ لہذا سلف مین ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ احیاء عرب
پر جنکو رسول اللہ صلعم نے استنفار فرمایا ہو یہ واجب تھا کہ جب آنحضرت صلعم نکلین تو وے سب کے سب نکلین کوئی فرد باقی نہ رہے پھر
اس آیت سے اللہ تعالے نے اسکو منسوخ کر دیا اور ابن زید رح نے جو کہا کہ حالت قلت مین ہر نفر کو ساتھ جانے کا حکم تھا پھر کثرت اسلام کے
وقت منسوخ ہوا تو یہ قول ضعیف ہے اور بعض سلف رح نے کہا کہ منسوخ نہین ہے بلکہ عموماً ہر قبیلہ پر جو ساتھ جانے کا حکم تھا اُس کی مراد اس آیت
مین بیان ہے اسطرح کہ ہر قبیلہ ساتھ جاوے ہان کچھ تھوڑے رہجاوین بوجہ اسکے کہ انتظام معاش سے چارہ نہین ہے باقی سب ساتھ جاوین
تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ قرآن مجید نازل ہو اس سے فقہ حاصل کرین اور جب واپس ہو کر اپنی قوم کی طرف آوین تو انکو
انذار و نصیحت کرین شاید وہ مخالفت سے حذر کرین پس انکو دونون باتین اسمین حاصل ہوجاوینگی۔ پھر آنحضرت صلعم کے بعد ہر قبیلہ پر خواہ
فقہ حاصل کرنے کے لیے ہو یا جہاد کے لیے ہو بطور فرض کفایہ ہے یعنی قبیلہ مین سے اگر سب نے ترک کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر بعض اسپر قائم
ہوئے تو انکے واسطے فضیلت ہے اور باقیون کے ذمہ سے وجوب ساقط ہوگیا۔ ہذا ما ذکرہ الحافظ رحمہ اللہ فی تفسیرہ وقال المترجم اس قول پر ضمائر
کا انتشار لازم نہین آتا اور سبب نزول شاید وہی ہے جو مفسر رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ سب کے سب بعد غزوہ تبوک کے کسی سریہ کے ساتھ روانہ ہوگئے
پس نازل ہوا کہ ما کان المؤمنون لینفروا کافۃ یعنے ما ینبغی للمؤمنین ان ینفروا جمیعا۔ چنانچہ اسی طرح روایت ضحاک رحمہ اللہ مین جسکو
حافظ رح نے ذکر کیا ہے صریح تفسیر نظم کلام مذکور ہے چنانچہ عبارت یہ ہے یعنی بذلک انہ لا ینبغی للمسلمین ان ینفروا جمیعا۔ اور روایت ابن عباس رض
بھی اسپر شاہد ہے۔ حاصل آنکہ مومنون کو نہین چاہیے کہ سب کے سب چلے جاوین۔ اور اگر سبب نزول وہ تھا جو مفسر رح نے ذکر کیا تو معنی مراد ہی یہ
ہوے کہ مومنون پر لازم نہین ہے کہ سبکے سب جہاد مین ساتھ چلے جاوین جس سے حفظ و امور معاش مین خلل پڑے فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ

پس کیون نہین نکلا ہر قبیلہ مین سے ایک گروہ انہین سے لیتفقہوا فی الدین. تاکہ یہ فرقہ جو آنحضرت صلعم کیساتھ نکلا ہو یہ لوگ تفقہ حاصل کرین یعنی جو قرآن مجید مین نئی نئی
نازل ہووے اُس سے تفقہ حاصل کرلین۔ ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون۔ اور تاکہ انذار کرین اپنی قوم کو۔ الیٰ آخرہ پس ضمائر
سب مرجع مذکور کی طرف ہین کما لا یخفیٰ۔ اور اسی کی مؤید ہے وہ روایت جو عکرمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اُنھون نے اس آیت کی تفسیر مین
کہا کہ جب قولہ تعالے الا تنفروا یعذبکم الآیۃ وقولہ ما کان لاہل المدینۃ الآیۃ یعنی جن آیات سے ظاہر مین عموم نفر کا وجوب معلوم ہوتا تھا نازل
ہوئین تو منافقون نے کہا کہ پھر وے سب مومن برباد ہوئے جو دور جنگلون مین تھے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہین ہو پہنچ سکے بلکہ
متخلف ہوگئے اور حال یہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مین سے بعضے لوگ ایسے تھے جو بوادی مین اپنی اپنی قومون کو انذار کرنے
گئے تھے کہ انکو دین مین فقہ سکھلاوین پس وے لوگ ساتھ جانے سے رہ گئے تھے تو اُنکے حق مین منافقون نے جب یہ کہا تو اللہ تعالے
عزوجل نے نازل فرمایا قولہ وما کان المومنون لینفروا کافۃ الآیۃ۔ اور نازل ہوا قولہ والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتہم داحضۃ
عند ربہم وعلیہم غضب ولہم عذاب شدید۔ اور اسی کی مؤید ہے وہ روایت جو حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ قولہ تعالے لیتفقہوا فی الدین۔ یعنے
تاکہ فقہ حاصل کرین وہ لوگ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کو نکلے اُس چیز سے جو دکھلائی انکو اللہ تعالے نے یعنے اللہ تعالے نے
جو انکو اپنی قدرت دکھلائی کہ مشرکون پر فتح ونصرت دی اُسکو دیکھکر دین مین سمجھ حاصل کرین اور واپس ہوکر اپنی قوم کو انذار کرین۔ مترجم
کہتا ہے کہ عکرمہ رحمہ اللہ کی تفسیر سے ایک بڑا فائدہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ منافقون نے جن مومنون کی نسبت تخلف کا الزام دیا تھا اور اللہ تعالے نے انکا
الزام رد کردیا یہ فرقہ علاوہ ان فرقون کے ہے جنپر تخلف اوپر کی آیات مین بیان ہوا کیونکہ وے تین فرقے تھے اول منافق اور دوم مومنون مین سے عذر والے
سوم مومنون مین سے بغیر عذر والے جو فقط بمقتضاے بشریت پیچھے رہے بدون شک ونفاق کے۔ اور قول عکرمہ سے ایک چوتھا فرقہ مومنین کا نکلا
جو کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے معذور نہین تھے اور نہ بمقتضاے بشریت پیچھے رہے بلکہ اللہ تعالے ورسول کی طاعت مین اپنی قوم کو انذار کرنے گئے تھے پس
گویا وے متخلفین ہی نہین ہین وعلی ہذا یہ آیت بقیہ قصہ تبوک سے ہے پھر مترجم کہتا ہے کہ قول عکرمہ رحمہ اللہ دقت نظر و دلیل چاہتا ہے بلکہ سیاق بر-
بسبب بیان اس تقدیر پر تھا کہ یہ آیت متعلق احکام جہاد ہو اور رہا بیان اسکا کہ یہ آیت مستقل وعلیحدہ ایک حکم کا بیان ہے پس حضرت مجاہد رحمہ اللہ
سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ ایسے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین نازل ہوئی جو بوادی و دور دراز گانؤن وغیرہ مین نکل گئے تھے پس وہان جن لوگون کو
پایا انکو امر بالمعروف کیا یعنے اللہ تعالے کے بندون کو جو جاہل تھے اللہ تعالے کی توحید سکھلائی اور دین کی راہ بتائی اور وہان ان صحابہ کو فراخی
میسر آئی کہ اُس سے خود انتفاع حاصل کیا اور جو کوئی ملا اسکو اللہ تعالے کی ہدایت کی طرف بلایا پس لوگون نے اُنسے کہا کہ ہمین تو ایسا دکھلائی دیتا
ہے کہ تم نے اپنے یارون کو چھوڑ دیا اور ہمارے پاس آگئے ہو پس اس بات سے اُنکے دلون مین تنگی وپچھتاوا ہوا اور وے بوادی سے روانہ ہوکر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے پاس داخل ہوگئے تو اللہ تعالے نے نازل کیا قولہ وما کان المومنون لینفروا کافۃ فلولا نفر من کل فرقۃ منہم طائفۃ یعنی ایسا گروہ جو خیر و
فضیلت کا خواہان ہو لیتفقہوا فی الدین۔ اور جو کچھ تھا مین احکام وغیرہ اُترے انکو خوب طرح سُن لین پس انکو اللہ تعالے نے معذور رکھا۔ ولینذروا
قومہم یعنی سب لوگون کو انذار کرین۔ اذا رجعوا الیہم لعلہم یحذرون۔ جب یہان سے اُن لوگون پاس واپس جاوین مترجم کہتا ہے کہ اس قول پر قولہ
تعالے وما کان المومنون۔ بطریق انکار ونفی ہوگا یعنے ما ینبغی للمومنین۔ اور احتمال ہے کہ بطریق مدح وتثبیت ہو پس رد ہوگا اُن لوگون پر جنھون
نے بوادی مین جانے ونصیحت کرنے والون کو دلگیر کیا تھا یعنے اُن لوگون نے اپنے ساتھیون کو چھوڑا نہین بلکہ چند ہی لوگون کو اسطرح انذار
کے لئے جانا چاہیے اور نہین ہوسکتا کہ مومنین سب کے سب انذار کرنے کو نکل جاوین۔ اور قول مجاہد رحمہ اللہ پس انکو اللہ تعالے نے معذور رکھا

دونون معنی کو محتمل ہے اگرچہ راجح بجانب احتمال اول ہو اور یہی اولےٰ ہو کیونکہ ما کان بمعنی ما ینبغی یعنی لائق نہین یا چاہیے نہین۔ دیگر روایات مین
بھی بیان گیا پس توافق اولےٰ ہو۔ اور اسی وجہ سے جو روایت عوفی رحمہ اللہ کی آتی ہو اسمین بھی یہی معنی لینا چاہیے پس عوفی رح نے ابن عباس رض سے
روایت کی کہ عرب کے ہر قبیلہ مین سے ایک دستہ آکر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے دین کی باتین دریافت کر لیتے اور دین مین سمجھ حاصل
کر لیتے اور عرض کرتے کہ آپ ہمکو کیا حکم دیتے ہین کہ ہم کیا کرین اور جب اپنی قوم والون کے پاس جاوین تو انکو آپ کا کیا حکم اور دین کے کیا امور
سناوین پس آپ انکے لیے وانکی قوم کے انذار کے واسطے دین کے امور بیان فرماتے اور حکم دیتے کہ اپنی قوم کو نماز و زکوٰۃ کے احکام سناؤ سو جب لوٹے
اپنی قوم کے پاس جاتے تو اللہ تعالےٰ کی توحید و احکام سناتے اور حذر کرتے کہ جو کوئی مسلمان ہو جاوے وہ ہم مین سے ہو ورنہ نہین یہان تک کہ آدمی
اپنے مان و باپ کو چھوڑ دیتا پس یہ لوگ تھوڑے آتے اور واپس ہو کر اپنی قوم کو انذار کرتے یعنی ایمان لانے والے کو مغفرت و جنت و دائمی زندگانی
خوبی کی بشارت دیتے اور جو منکر کافر ہوتا اسکو دنیا کی بربادی و خرابی و آخری موت و جہنم سے ڈر سناتے تھے ایسا ہی عوفی رح نے اس آیت مین
ابن عباس رض سے روایت کیا ہو۔ پھر مترجم کہتا ہو کہ میرا خیال اہل تفسیر کی طرف نیاس ہو اسطرح کہ ان لوگون کی مراد یہ نہین ہو کہ آیت مین احتمال
ہو کہ یہ معنی ہون یا وہ معنی ہون بلکہ انکی غرض یہ ہو کہ سبب نزول کیا واقع ہوا ہو پھر تحقیق یہ ہو کہ آیات کریمہ قرآنیہ ایسی حسن و خوبی و بلاغت و فصاحت
مین کامل ہین کہ مانند بحر زخار کے اللہ تعالےٰ نے انمین علم اولین و آخرین کو جمع فرمادیا اسی واسطے بندہ کوئی ہو اس سے عاجز ہو کیونکہ تمام آیندہ احوال
و مختلف واقعات پر بندہ کو اطلاع ممکن نہین ہو اور یہ شان پاک حضرت خالق عزوجل ہی کی ہو چنانچہ یہ آیت کریمہ جامع منفرد ہو کہ جتنی روایات
تفسیری حضرت ابن عباس و مجاہد و ضحاک و عوفی و عکرمہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مذکور ہوئین سب کے احکام اس آیت کریمہ سے نکلتے ہین اور
سب کو شامل ہو اور خواہ آیۃ کریمہ متعلق جہاد قرار دیجاوے یا سوائے اسکے ہر حال اسمین بڑا مقصود یہ کہ دین کی سمجھ حاصل کرنے سے کسی حال مین غافل
نہ رہین اور اسکو خلوص کے ساتھ سیکھین و سکھلاوین اور اسمین کوشش کرین پس بطور فوائد کے سننا چاہیے کہ قولہ تعالےٰ لیتفقھوا فی الدین لیتفقہ
باب تفعل ہو جسمین تکلف و کوشش کے معنی ہوتے ہین لہذا معالم و مدارک و سراج وغیرہ مین لکھا ہو کہ معنی یہ ہین کہ دین مین فقہ حاصل کرنے کے
لیے اچھی طرح کوشش و مشقت اٹھاوین تاکہ حرام و حلال و احکام دین الٰہی سے واقف ہو جاوین اور مترجم کہتا ہو خالی یہی بات فقہ نہین
ہو بلکہ یہ بھی کہ کبر و غرور برا ہو وہ انسان کے بلکہ مخلوق کے لائق ہی نہین اور حلم و عفو و اطمینان و کرم وغیرہ مکارم اخلاق بہتر ہین اور انکے
الٹے یعنی فسق و زنا زانی و ظلم وغیرہ بدتر ہین اور طاعت پر نظر نہ رکھے بلکہ اسکو بھی اللہ تعالےٰ کی سرفرازی و نعمت جانکر شکر کرے اور ہر وقت خضوع
و خشوع مین رہے اور دنیا کو فانی و اس سے منھ موڑے ہوے اور آخرت کو زندہ و اسکی طرف راغب اور اللہ تعالےٰ سے ہر دم ہدایت کا خواہان
رہے اور شیطان کے وسوسہ و راہین و مکر اور نفس کی ہوس وغیرہ سب کی سمجھ حاصل کرکے معلوم کرے کہ مین بندہ کیونکر ہو جاؤنگا کہ میرا معبود خالق مجھ
ناکارہ ضعیف کو اپنی بندگی مین قبول کر لے اور وہ ارحم الراحمین ہو غرضکہ یہ سب فقہ دین ہے جو اس زمانہ مین فقہ کی کتابون اور حدیث شریف
و قرآن مجید کے پڑھنے سے یا انکو سن لینے سے حاصل ہوتا ہو اور بدون ان سب کے حاصل نہین ہوتا پس فقہ حاصل کرنے مین بہت کوشش
کرے۔ قولہ تعالےٰ ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم۔ اور فقہ حاصل کرنے سے جیسے پہلا مقصود یہ کہ اپنے نفس کی اصلاح کر لے ویسے ہی دوسرا
مقصود یہ کہ قوم کو انذار کرے اور سابق مین امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید و فضائل بیان ہو چکے ہین اور اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ
اللہ تعالےٰ نے مومن کے اوصاف مین سے اسکو شمار کیا ہو اور یہان خاص کرکے اسکو ذکر کیا جس سے معلوم ہوا کہ یہ بات بہت اہتمام کے لائق ہو اور
اس کلام پاک مین دلیل ہو کہ فقہ حاصل کرنا اور لوگون کو انذار کرنا فرض کفایہ ہو اور یہ کہ فقہ حاصل کرنے والے کی خالص غرض یہ ہو کہ اپنے آپ کو ٹھیک کرے

اور لوگون کو ٹھیک راہ پر چلا دے تاکہ موت جو ضروری آتی ہے اور ہر آدمی کے سامنے ہے وہ آدمی کو ایسی ٹھیک راہ پر ملے کہ موت کی پیچھے پیچھے جنت ہو کہ پھر وہاں ہمیشہ زندگی و دائمی آرام و راحت ہے اور ایسے ٹیڑھے راستہ پر نہ ملے کہ وہاں پیچھے جہنم کا کھڈ ہو کہ اُسکا عذاب و دُکھ بہت خواری و ذلت و سخت مصیبت ہے اللہ تعالے مجھکو و سب مومنون کو جہنم سے پناہ دے آمین پس فقیہ و عالم کی یہی غرض ہووے اور فقیہ بننے سے یہ مقصد نہو کہ میرا نام جہان میں مشہور ہو اور دنیا کے لوگ میری طرف رجوع لاوین کیونکہ جس کسی میں یہ بات دیکھی جاوے تو اُسکو فقہ نہین ملی کیونکہ وہ خود اسی جہان فانی کا خواہان ہے اور ناپائدار چیز چاہتا ہے اور آخرت میں انجام خراب کہ پہلے اسی سے جہنم کی آگ روشن کیجاویگی نعوذ باللہ منہ۔ اور بزرگ لوگ تو جب کبھی انکی طرف کوئی انگلی اٹھاتا کہ یہ فلان عالم ہے تو وے نہایت غمگین ہوتے کہ شاید ہمکو اللہ تعالے جل جلالہ نے قبول نہ فرمایا کہ ہم دنیا میں مشہور ہوئے جاتے ہیں پس حاصل یہ کہ فقہ پڑھنے میں خالص اللہ تعالے کے واسطے نیت رکھے جسکی فضیلت حدیث شریف میں ہے چنانچہ ایک حدیث کے یہ معنے کہ اللہ تعالے جس بندہ کے حق میں بہتری چاہتا ہے اُسکو دین میں فقیہ یعنے سمجھدار کر دیتا ہے۔ دوسری حدیث کے معنے یہ کہ جو کوئی ایسی راہ چلا کہ اسمین اللہ تعالے کے دین کا علم ڈھونڈھتا تھا تو اللہ تعالے اسپر جنت کی راہ سہل فرماتا ہے تیسری حدیث پر کفایت کرو کہ اس سے بڑھکر کیا ہوگا کہ آنحضرت صلعم کی حدیث با این معنی ہے کہ عالم کی فضیلت بے علم عبادت کرنیوالے پر ایسی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنی آدمی پر ہے۔ رواہ الترمذی وغیرہ سبحان اللہ تعالے کیا بزرگ فضیلت ہے اللہ تعالے جسکو نصیب کرے۔ والحمد للہ رب العالمین ۔ ف

فی العرائس قولہ تعالے وما کان المومنون لینفروا کافۃ اس سے استنباط ہے کہ اللہ تعالے نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھنے و ہمیشہ ساتھ رہنے کے لیے ایک قوم کو مخصوص کر لیا اور انہیں کو القا سمع خاص سے مخصوص فرمایا کہ خطاب حق کو غیب سے بتلاوت الرسول صلے اللہ علیہ وسلم لے لیوین اور باقی قوم کو سفر و مجاہدہ و ریاضت کے لیے مخصوص کیا تاکہ مقام مشاہدہ و حضوری میں پہنچین و لائق دوام مجلس ہوں پس اول قوم وہ لوگ ہیں جنکو ہمیشہ جلیس ہونے و فہم خطاب و موانسہ کے لیے برگزیدہ کیا اور وہ اہل حضور و شہود الغیب ہیں۔ اور قولہ لیتفقہوا فی الدین۔ یعنے حقائق احکام معرفت و طریقت و حقیقت و شریعت کی سمجھ حاصل کرین۔ اور قوم دوم وہ ہیں کہ جب مقام عبودیت میں مرتبہ تمکین انکو حاصل ہوگا تو اُسوقت انکو بھی فہم الخطاب حاصل ہو جائیگا و راہل موانست سے ہو جاوینگے۔ بالجملہ سب کے سب ایک عظیم ازلی سعادت پر اللہ تعالے کی طرف سے ہیں چنانچہ پچھلے والے اگلون کے ساتھ ملتے چلے گئے اور سب منور بجلال و جمال کمال ہوگئے کیونکہ آفتاب عظمت و شمس عنایت و رافت و رحمت و رضوان جب طالع ہوا تو اسنے اپنے انوار سے سب کو احاطہ فرمالیا فلہذا قال تعالے والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ الآیۃ اسی واسطے حدیث شریف میں ہے کہ میرے صحابہ سب مثل ستارون کے ہیں جسکی پیروی کروگے تم منزل مقصود کو پہونچ جاؤگے۔ پھر جانو کہ اللہ تعالے نے سفر کا حکم دیا ہے۔ سہل رح نے کہا کہ افضل سفر وہ ہے کہ ہوا و ہوس سے کوچ کرکے عقل کی طرف چلا جاوے۔ اور جہل سے علم کی طرف۔ اور دنیا سے آخرت کی طرف کوچ کر جاوے اور استطاعت سے بیزاری از حول و قوت کی طرف یعنی اپنی استطاعت کچھ نہ سمجھے اُس سے بیزار ہوا و ہمیشہ درگاہ حق میں عاجزی کرے کہ پروردگار تعالے مجھمین کچھ طاقت و قوت نہین ہے کچھ استطاعت نہین ہے۔ پھر سہل رح نے باقی سفر کو بیان کیا کہ افضل سفر یہ ہے کہ نفس سے تقوی کی طرف سفر کر جاوے اور زمین سے آسمان کی طرف اور مخلوق سے خالق ذوالجلال والاکرام کی طرف سفر کر جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے پسندیدہ ہین اور یہ استنباط ہے جیسے اللہ تعالے نے ہجرت و اسلام کا حکم دیا تھا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان سے اہل اسلام سلامت رہین والمہاجر من ہجر ما نہی اللہ عنہ۔ اور ہجرت کرنے والا وہ ہے جس نے ہر وہ چیز چھوڑ دی جس سے اللہ تعالے و اُس کے رسول نے منع فرمایا ہے۔ اور واضح رہے

کہ نظم قرآنی بلیغ معجز ہر تمام مکارم و معانی کو شامل ہے اور جب ہجرت وطنی کو اس معنی سے ملاؤ تو بتوفیق الٰہی تعالےٰ سمجھ جاؤ گے کہ آنحضرت صلعم و صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو ہجرت کا حکم ہوا اور انکو ان سب سے مجبور کیا اس مین کیا کیا تحقیق تھین فافہم واللہ الموفق مترجم عفی عنہ کہتا ہے کہ سیاحت و سفر کی دو قسمین ہین ایک یہ کہ احکام دین و اساس شریعت سمجھنے کے لیے سفر کرے دوم یہ کہ آداب عبودیت و ریاضت نفس کے لیے سفر کرے پس جو شخص کہ احکام سیکھنے کی سیاحت سے لوٹا وہ لوگون کی تعلیم مین مصروف ہوتا ہے اور جو شخص سیاحت ادب سے آراستہ ہو کر لوٹا وہ اللہ تعالےٰ کے بندون کو آداب و اخلاق سکھلاتا ہے اور ایک سیاحت بنام سیاحۃ الحق ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نیک بندون سے ملاقات کرے اور اُن کے آداب حاصل کرے پس یہ برکت ہے کہ تمام ملک کو و تمام بندون کو پہونچتی ہے مترجم کہتا ہے کہ سیاحت ریاضت و سیاحت ادب کے بعد پھر سیاحۃ الحق کا مرتبہ ہے کیونکہ دل کو ولی پہچانتا ہے لہٰذا نادان لوگ جو اسی کو مقدم کرتے ہین وہ ناقص کو کامل اور اسکے برعکس سمجھکر خراب ہوتے ہین لہٰذا مرتبہ و موقع کو ملحوظ رہے اور شیخ مترجم رحمہ نے اسکی طرف خود اشارہ کیا ہے پہلی رہنے قولہ تعالےٰ لیتفقہوا فی الدین مین کہا کہ معنے یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ کے خطاب سے اسکی مراد اسی سے سمجھین اور جو حکم دیا گیا اُسکی تعمیل پر قائم ہون اس حال سے کہ دین کو اخلاص کے ساتھ رکھین اور ظاہر و باطن و خفی و اخفی شرک سے احتراز کرین پھر اللہ تعالےٰ نے مجاہدہ نفوس پر اشارہ کے ساتھ جہاد و قتال کفار کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ تعالےٰ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْۤا

اے　ایمان والو　لڑتے جاؤ　اپنے نزدیک کے کافرون سے　اور چاہیے کہ معلوم ہو تمہارے بیچ مین سختی　اور جانو

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

کہ اللہ　ساتھ ہے　ڈر والون کے

یلون در اصل یلیون تھا جو صرفی تہذیب سے یلون ہوا اور معنی اس کے ملے ہوئے نزدیک کے ہین غلظت سختی و درشتی۔ اس آیت مین اللہ تعالےٰ نے اہل ایمان کو کافرون پر جہاد کرنے کا طریقہ بتلایا اور حکم دیا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ قتال کرو اُن کافرون سے جو تم سے ملے ہوئے نزدیک ہین۔ علما رحمہ نے کہا کہ مومنون کو حکم دیا کہ سب کے نزدیک ملے ہوئے کافرون سے جہاد شروع کرین پھر جب انکی طرف سے اطمینان حاصل ہو جاوے یا انکا فتنہ و فساد دفع ہو جاوے تو جو انکے متصل ہین اُنپر جہاد کرین اسی طرح ترتیب سے چلین اور یہ ایسا ہے جیسے آنحضرت صلعم کو حکم ہوا تھا۔ وانذر عشیرتک الاقربین یعنی اپنے کنبہ کے سب سے قریب ناتے والون کو انذار سنا چنانچہ پہلے آنحضرت صلعم نے اپنی قوم والون سے قتال کیا پھر دیگر اہل حجاز سے پھر باقی عرب والون سے پھر غزوہ تبوک مین اہل شام پر چڑھائی کی۔ اور بعض سلف سے روایت ہے کہ یلونکم من الکفار سے یہودی بنو قریظہ و نضیر و اہل خیبر مراد ہین مترجم کہتا ہے کہ خیبر تو غزوہ تبوک سے پہلے فتح ہو چکا تھا پس ان بعض بزرگون سے اگر روایت صحت کو پہونچے تو معنے یہ ہونگے کہ انھون نے قرب کی مثال ذہن نشین کر دی مع اشارہ اس بات کے کہ آنحضرت صلعم نے اسی حکم کے مطابق عمل کیا تھا اور بعض سلف رحمہ نے کہا کہ اہل شام مراد ہین جو نصرانی تھے اور یہ قول تحقیق معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ وہ تبوک کے سیاق مین پہنچے اور اسمین ایک لطیف اشارہ بھی ہے کہ مومنون کو خطاب کرکے اس جہاد مین عمل درآمد کا طریقہ فرمایا کہ تم تبوک مین جہاد شروع کرو اور یہی واقع ہوا کہ آنحضرت صلعم نے تبوک سے مراجعت فرما کر دوسرے سال حجۃ الوداع کیا اور اسکے چند روز بعد اس دار فانی سے رحلت فرمائی اس سال مین کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم۔ مترجم کہتا ہے کہ دین حق کی تکمیل سے آگاہ فرمایا اور اس نعمت

کا ملہ میں اہل ایمان کو مستغرق کر دیا پھر بعد انبیاء علیہم السلام کے جو افضل البشر اور خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا صدیق یار غار ہے یعنی حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ انھوں نے مومنون کو روم کے جہاد پر روانہ فرمایا اور فتوحات شروع ہوئی پھر آپ کے وصی صحیح حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے جو معاملہ الٰہی عزوجل میں بہت مستقیم و مضبوط تھے پس انکی برکت سے اہل ایمان نے دشمنان حق و کافران روم پر جو صلیب پوجتے تھے اور گبران فارس پر جو آگ پوجتے تھے بہت سختی و شدت کی بحکم قولہ تعالیٰ ولیجدوا فیکم غلظۃ اور چاہیے کہ پاویں یہ کافر لوگ تم میں سختی و مضبوطی ۔ حکم اگرچہ کافرون کو ہے مگر فصاحت و بلاغت میں اسکی مراد یہ ہوتی ہے کہ تم اچھے استقلال و صبر و سختی کے ساتھ رہو کہ کسی نرمی و بودے پن کے کافرون سے سنا تم اور کہ جس سے کفار تمھارے اندر دلیری و مضبوطی پاویں ۔ یہ وصف ایسے بندے میں ہوگا جو آخرت کا طالب اور دنیا سے منہ موڑے ہوئے اور اپنی جان و مال کو صدق و خلوص سے اللہ تعالیٰ کی بیع میں داخل یقین کیے ہوئے ہو حاصل یہ کہ یہ وصف محض اللہ تعالیٰ کی قوت و مدد کا ظہور ہے لہذا انکو آگاہ فرمایا بقولہ واعلموا ان اللہ مع المتقین اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی بندون کے ساتھ ہے یعنی انکی قوت و مدد ایسے بندون کو ملتی ہے جو اس سے تقویٰ رکھیں اسطرح کہ جو احکام دین اسنے حضرت خاتم المرسلین صلعم کی رسالت سے بھیجے ہیں انپر عمل کریں بدون نفس کی مداخلت کے اسلئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب شام پر جہاد کیا تو بہت تھوڑا لشکر تھا اور رومیوں کی تعداد و سامان و ہتھیار و گھوڑے و جسمانی زور و ڈیل ڈول بہت زیادہ بڑھ کر تھے ولیکن ان پاک بندون نے اللہ تعالیٰ پر تقویٰ کیا اور اسکے حکم کی فرمانبرداری کر کے اپنے آپ کو اس کام میں لگایا اور یقین کیا کہ اللہ تعالیٰ متقیون کے ساتھ ہے پس حق تعالیٰ عزوجل نے انکو ایسی ایسی فتوحات دین کہ دنیا کو نمونہ قدرت الٰہی نظر آتا تھا آخر بہت تھوڑے عرصہ میں تمام شرک و کفر کا فساد مٹا دیا اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوگیا اور صحیح ہوا وہ وعدہ جو حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا کہ تم لوگ خزائن کسریٰ و قیصر کے مالک ہو جاؤگے متعدد روایات صحاح میں جو اخبار غیب کہ آنحضرت صلعم نے علم نبوت سے فرمائے تھے وہ سب تمام و کمال صحیح ہوئے والحمد للہ رب العالمین واضح ہو کہ علامات قیامت جو احادیث صحیحہ میں وارد ہوئے ہیں وہ سب ایک ایک کر کے پورے ہوتے چلے جاتے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ قریب قیامت کے نصرانی اکثر روئے زمین کے مالک و غالب ہونگے ۔ دیکھو کیسا صحیح واقعہ آنکھوں کے سامنے ہے اور بڑی روایت میں آپ نے اپنی امت کے جو حالات فرمائے ہیں کہ ایسے ایسے فسق و فجور میں مبتلا ہونگے اور وہ سنن ترمذی وغیرہ میں مفصل مذکور ہیں سب ٹھیک ٹھیک پورے ہیں پس اہل ایمان کے لیے یہ سب زیادت یقین کا سبب ہیں اور عجب ہے کہ عناد والے اہل کفر و شرک اس سے متنبہ نہیں ہوتے کہ دنیا کی طرف سے منہ موڑ کر موت کی فکر کریں اور جہان لامحالہ جانا ہے اس سے ڈریں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر دونون جہان کی سعادت حاصل کریں واللہ تعالیٰ ہو الہادی وھو المفضل ونعوذ باللہ تعالیٰ من الضلال

پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ضلالت منافقین کی سختی دلی و شدت گمراہی و خبیث باطن کو ذکر فرمایا ۔ بقولہ تعالیٰ

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور جب نازل ہوئی ایک سورت تو بعضے انمیں کہتے ہیں کسکو تم میں سے زیادہ کیا اس سورت نے ایمان سو جو لوگ یقین رکھتے ہیں

فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى

انکو زیادہ کیا ایمان اور وہ خوشوقتی کرتے ہیں اور جنکے دل میں آزار ہے سو انکو بڑھائی گندگی پر

رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

گندگی اور وہ مرے جبتک کافر رہے

و اذا ما انزلت از اذا مادہ ما تاکید ہے یعنے اذا بمعنے جب اور ما زائدہ سے تاکید ہوئی یعنے اور جبھی نازل کی گئی ۔ سورۃ کوئی سورت یعنے

قرآن مجید مین کوئی کلام نازل ہوا اور احتمال ہے سورت یعنے معروف ہو جیسے سورۂ فاتحہ ایک سورت ہے اور سورۂ اخلاص دوسری سورت ہے بالجملہ منافقون کے کفر و نفاق و نافہمی و شک کا یہ حال ہو کہ جبھی قرآن مجید مین سے کوئی سورہ نازل کی گئی جس پر ایمان کو رونق تازہ اور روح کو فرحت بے اندازہ ہونی چاہیے مگر منافقین کا حال اسکے برخلاف ہے۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ چنانچہ منافقون مین سے بعض یون کہتا ہو کہ تم مین سے کس کو اس نے ایمان بڑھا دیا۔ یعنے اللہ تعالے نے جو فرمایا ہو کہ قرآن مجید سے ایمان بڑھتا ہو تو کہاں یہ واقع ہوتا ہو تم مین سے کسکو اس نے ایمان بڑھایا۔ یہ بات آپس مین منافقین ایک دوسرے سے ٹھٹھول کے طور پر کہتے تھے اور یہی اقرب ہو اور شاید بعضے بے پڑھے غریب مسلمانون سے اس غرض سے کہتے ہون کہ یہ لوگ خلجان مین پڑجاوین کہ یہ کہنے والا بھی مسلمان ہو تو جب یہ کہتا ہو کہ میرا ایمان نہین بڑھا تو شاید مجھے جو فرحت حاصل ہوئی ہو ایسا ہو کہ میرے نفس کا وہم ہو پس متردد ہو جاوے تو اللہ تعالے نے جو عالم الغیب ہو انکا اظہار کر دیا کہ یہ کہنے والے منافق ہین اور کلام الٰہی سے منافقون کا ایمان بڑھنا نہین کہا گیا کیونکہ منافقون مین تو ایمان ہی نہین ہو پھر کیا بڑھے گا۔ تو کہنے والے منافق نے جو اپنے حال کی خبر دی کہ اسکا کچھ بھی ایمان نہ تھا اور نہ سورت نے کچھ بڑھایا تو یہ واقعی ہو اور جو اسکی مراد تھی کہ اس سے کسی کا ایمان نہین بڑھا تو وہ جاہل جھوٹا ہو اسکو کہان سے معلوم ہوا دیکھو اللہ تعالے نے فرمایا۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ سو جو بندے کہ اپنے خالق عز و جل پر ایمان و یقین رکھتے ہین انکو اس سورہ نے ایمان بڑھایا اور وے نہایت خوش ہوتے ہین انکو اپنے پروردگار عز و جل کی طرف سے بشارت و معرفت و اسرار و انوار جو اس سورہ سے مخصوص ہین حاصل ہوتے اور ایمان بڑھاتے ہین ایک ذرا سی بات ہی ہے کہ جنکو منافق خیال کرتے تھے اور انکے چال چلن و باتون سے گمان کرتے تھے کہ یہ باتین تو آگاہ کرتی ہین کہ ایسی جہالت کی بات کبھی ایمان والا معرفت و علم والا نہین کہیگا تو سورہ کریمہ نے نازل ہو کر علم غیب سے انکو آگاہ کر دیا کہ یہ لوگ منافق ہین پس منافق فضیحت ہوے اور مومنون کو ایمان بڑھایا اور خوشی و سرور حاصل ہوا۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور رہے وے لوگ جنکے دلون مین مرض ہو یعنے ظاہر مین اگرچہ ہٹے کٹے تندرست ہون مگر دلون مین شک و نفاق کا مرض کفر ہو اور کیا برا مرض ہو۔ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ تو انکو سورہ کریمہ نے رجس پر رجس بڑھا دیا۔ یعنے کافر سب جو رجس یعنی عقائد کی پلیدی مین تھے جب سورہ نازل کی گئی تو اس سے کفر کیا پس کفر سابق پر اور کفر بڑھا یعنے پہلے پلیدی مین اور پلیدی کا گیا پس زادت متضمن معنی ضمت ہے لہذا حرف الی سے متعدی آیا۔ اسے فزادتھم السورۃ رجسا مضموما الی رجسھم الحاصل لھم من قبل۔ بڑھا دیا انکو فزادت کے نزول نے نئے رجس کو ملا یا ہوا اپنے رجس کے ساتھ پس تہ پر تہ پلیدیون کی جمع ہوتی گئی اور تنگدل سیاہ ہوتے چلے گئے۔ ایمان کی ان مین بالکل بو باقی نہ رہی بلکہ نجاست کفر و نفاق خوب جمتی گئی یہان تک کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ اور وے مرگئے اور وہ کافر تھے یعنی برابر نفاق پر قائم رہے اور اسی پلیدی کو ترقی رہی یہانتک کہ کافر مرگئے نعوذ باللہ من ذالک منافق تو دنیا سے کافر گئے اور آخرت کا چھوڑ کر اس نہایت نجاست پر مرے پس دنیا تو گئی اور آخرت جاتی کا ایسا نجس در آخرت تو دوزخ مین [illegible] کسی قابل نہین لہذا ہمیشہ کیلیے دوزخ مین پڑے۔ نعوذ باللہ من ذالک ف اوپر کی آیت مین [illegible] منافقون سے جہاد کا حکم کیا اور جہاد جیسے زبان و حجت سے ہے ویسے ہی تلوار و ہتھیار سے ہے اور سراج [illegible] وغیرہ مین انکا حجت سے جہاد [illegible] اسکے بعد منافقون کے قبائح بیان کیا اور منافقین ایسے کافر ہین کہ سب سے زیادہ قریب مین [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین واغلظ علیہم الآیۃ جیسے یہان فرمایا ولیجدوا فیکم غلظۃ اور چونکہ منافقین [illegible] ظاہری اسلام [illegible] منافق لوگ اپنی باتون [illegible] بیہودہ باتین کرکے راہ حق

سے روکتے تھے تو انکے فسادات سب ظاہر کردیے تاکہ کسی ایمان والے کو فریب دینے کا قابو نہ پاوین اور دنیاوی زندگی مین بھی لوگون کی نظرون مین
خوار و بے اعتبار ہین اب کچھ حقائق آیات کے سننا چاہیے۔ قال الشیخ فی العرائس۔ قولہ تعالے یاایہا الذین آمنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار
پہلے کافر تو آدمیون کے اندر انکے نفوس ہین جو طاعت آلٰہی سے سرتابی کرنے اور ہوا و ہوس و حجاب کی نجاست الادے ہوئے رہتے ہین پس جس
کسی نے اسکو پہچان لیا وہ اسکو اپنا دشمن دیکھکر اس سے قتال کرتا ہو اور جہاد اسکا یقین و شریعت ہو یعنے ہر فرد اپنے خالق پاک ذوالجلال والاکرام
کی توحید کرتا ہو اور جب خالق عز و جل نے رسول پاک محمد صلے اللہ علیہ وسلم بھیجا تو جو اسنے راہ شریعت بتلائی وہی راہ مستقیم ہو پس مومن نے جب
یقین پایا اور اسی راہ پر مضبوط ہو گیا تو نفس مقتول ہو گیا کہ اب وہ کچھ قدرت نہین رکھتا کیونکہ راہ مستقیم بالکل ہوا و ہوس سے خالی ہو اور نفس کی
راہ ہوا و ہوس ہی تھی لہذا حدیث صحیح مین ہے کہ کوئی تم مین سے مومن نہوگا جب تک کہ اسکی ہوا و ہوس بالکل اس شریعت کے تابع نہو جاوے
جسکو مین لایا ہون۔ بالجملہ جب وہ راہ مستقیم کا تابع ہو گیا تو ہوا و ہوس کا اثر تک نہ رہا تو حجاب بھی نہ رہا اب اسکے دل مین معرفت و کشف
و حکمت ربانی و کمالات کے ہرے بھرے درخت میوہ دار اگینگے اور انوار تجلیات حضرت تبارک و تعالے سبحانہ ذوالجلال والاکرام نازل ہونگے
پس وہ منور با نوار الٰہی ہو جائیگا۔ سہل رح نے کہا کہ نفس کافر کو اسطرح قتل کر کہ اسکی خواہش و ہوا و ہوس سے خلاف کرکے اس مخالفت کو
زبر کرکے اپنے آپ کو طاعت الٰہی مین لگاوے۔ روایت ہے کہ سب سے زیادہ تیرا دشمن تیرا نفس ہے جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہے۔
واضح ہو کہ حق تعالے نے فرمایا۔ وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لایومنون پس جن بدبختون کے حق مین سعادت ازلی بمشیت حضرت خالق علیم
نہین ہے انکو آیات سے کچھ بھی نفع نہین ہوتا اسواسطے دیکھو منافقین کو آیات مفید نہین ہوتی تھین اور جنکو اللہ تعالے ذوالجلال والاکرام نے
اپنے محض فضل سے سعادت نصیب فرمائی انکے دل آیات سے لہلہانے لگتے ہین۔ قال تعالے۔ فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا وہم یستبشرون
یہ لوگ بشری چاہتے ہین اور ایمان پر بفضل الٰہی انکا خاتمہ بخیر ہوتا ہے چنانچہ حق عز و جل نے فرمایا لہم البشری فی الحیٰوۃ الدنیا وفی الآخرۃ۔
پس آیت مین اللہ تعالے نے مومنون کا وصف بیان فرمایا کہ خطاب الٰہی سننے و سمجھنے کے لیے انکے دل مستعد ہین اور اسکی راحت یقین سے
بہت ہی مستبشر ہو جاتے ہین۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ جو بندے اپنی بندگی کے عہد ازلی پر قائم ہین اور اپنے خالق عز و جل کو پہچانتے اور ہردم
زیادتی کے خواہان ہین وہ ہر آیت و سورہ سے نئی معرفت پا کر نہایت خوش ہو جاتے ہین اور جب معرفت بڑھی تو غیر کی طرف سے نظر اٹھی
جاتی ہو بخلاف منافقون کے کہ دل کے بیمار ہین جیسے بیمار کو کیسی عمدہ غذا کھلاؤ اسکو فائدہ نہین دیتی بلکہ وہ زیادہ مریض ہو جاتا ہو ایسے ہی یہ
منافق ہین۔ کما قال تعالے واما الذین فی قلوبہم مرض الآیۃ پس بجاے معرفت و فرحت کے انکو جہالت ملتی ہو سو پہلی جہالات پر یہ جہالت اور
ترقی ہو جاتی ہو پس عجیب قدرت الٰہی ہو کہ دلیل و برہان پاکر اور زیادہ جاہل و سرگردان ہو جاتے ہین یہی حال اسوقت کے گمراہون کا ہو کہ آیات
والنصوص سے انکو بجاے حق کے ضلال سوجھتا ہے۔ سہل رح نے کہا کہ برا ہو بدعت والون کو جہالت پر جہالت بڑھ جاتی ہو اور سبب یہ کہ ہوا و ہوس
و بدعت سے انکو دنیا کی ہوس بڑھتی ہو آخرت کی نہین ہوتی اور دنیا کی ہوس ہی سب گمراہی کی جڑ ہے جیسا کہ بعض سلف کا قول ہو پھر بھی یہ لوگ
متنبہ نہین ہوتے کہ آخرت کی طرف جب رغبت نہین ہی تو بدعت ضلالت ہو۔ فقد قال تعالے

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ۝

نہین دیکھتے　کہ وہ　آزمائے جاتے ہین　ہر برس ایکبار　یا دو بار　پھر توبہ نہین کرتے　اور نہ نصیحت　پکڑتے ہین

او لا یرون حمزہ و یعقوب رحمہما اللہ تعالے کی قراءۃ مین ترون بتا خطاب ہو پس حمزہ واسطے تعجب دلانے کے بطور خطاب مومنون کو

ہے یعنی اے مومنو تم نہیں دیکھتے ہو یعنی بنظر تعجب دیکھو خواہ آنکھوں سے یا دل کی نگاہ سے اکثروں کی قراءۃ میں یا تحتیہ ہے اور ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس میں بھی عبرت لینے والے کو تعجب ہوگا المعنی اور کیا دیکھتے نہیں ہیں منافق لوگ کہ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وے ہر سال میں ایک بار یا دو بار فتنہ میں ڈالے جاتے ہیں یعنی امتحان میں مبتلا ہوتے ہیں۔ مجاہد رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ انکو سختی و قحط و گرسنگی میں مبتلا فرماتا ہے۔ ابن عطیہ رح نے کہا کہ بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ ایک دو بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں مجبوری جانے میں مبتلا ہوتے ہیں۔ بیضاوی رح نے ان سب وجوہ کو بطور مثال قرار دیکر عموم لفظ کی وجہ سے جمع کر دیا اور کہا کہ قولہ انہم یفتنون یعنی طرح طرح کی بلیات میں اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ مجبوری جہاد کرنے جانے میں گرفتار ہوتے ہیں اور طرح طرح کے آیات قدرت و تصدیق نبوت کو آنکھوں دیکھتے جاتے ہیں۔ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ پھر اس سے متنبہ نہیں ہوتے اور نفاق سے توبہ نہیں کرتے۔ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ اور نہ وے نصیحت پکڑتے ہیں اسطرح کہ ان آیات سے عبرت حاصل کریں اور نفاق سے توبہ کرکے رجوع لاویں۔ حضرت حذیفہ رض سے روایت ہے کہ منافقین سال میں ایک دو بار کوئی ایسا دروغ بولتے کہ جسکی وجہ سے لوگوں کا ایک گروہ دین سے پھر جاتا تھا۔ فی اسنادہ شریک عن جابر الجعفی وقال المترجم قد روی عن ابی سعید رضی اللہ عنہ باسناد آخر فیشہد کلواحد منہما للآخر۔ بعض نے کہا کہ قولہ انہم یفتنون یعنی سال میں ایک دو بار فضیحت ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ سال میں ایک دو بار نفاق سے ایمان کی طرف آکر پھر مرتد ہو جاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ ایک دو مرتبہ سال میں عہد توڑتے ہیں۔ بالجملہ لفظ عام ہے ہر طرح کے فتنہ دینی و دنیاوی کو شامل ہے جس سے انسان کو عبرت ہونی چاہیئے جیسا کہ کلام بیضاوی رح سے اشارہ گذرا اور مقصود اس سے تعجب دلانا و انکار ہے کہ نفاق میں یہ لوگ ایسے مضبوط و مستحکم ہیں کہ غور و فکر و عبرت کو بالکل چھوڑ دیا ہے۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ اولا یرون انہم الآیۃ۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اہل فتنہ سے آگاہ فرمایا کہ متواتر بلیات میں مبتلا ہو کر اور کثرت اظہار دلائل و آیات سے بھی راہ حق کی طرف ہدایت نہیں اختیار کرتے اور کیونکر ہدایت پکڑیں کہ ازل ہی میں حجاب دائمی سے مبتلا ہو گئے ہیں۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ ایام فتنہ میں یہی راہ ہے کہ التجا و استغاثہ کرے و امان مانگے اور توبہ کا عازم ہو سو جسنے سوائے اسکے اور کسی سبب کی طرف رجوع کیا وہ اگر عوام کے فتنہ سے بچا تو اپنے نفس کے فتنہ سے نہیں بچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ۔ یعنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہیں لاتے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لایا وہ ہر فتنہ و آفات سے بچ گیا اور قولہ ولا ہم یذکرون یعنی گئی نعمتوں و عفو الٰہی کو فتنہ میں یاد نہیں لاتے قال المترجم عبرت و نصیحت نہیں لیتے ہیں۔ واضح ہو کہ مومنوں کو جو تعجب دلایا تو اسکا حاصل یہ ہے کہ اہل ایمان انہیں خوض و فکر کرینگے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال دیکھکر تمام قلوب اسکے قبضہ قدرت میں مسخر ہیں اسکو اگر نہیں چاہا اسکو کوئی آیت و عبرت فائدہ نہیں دیتی اور بدون اسکی ہدایت کے کسی کو راہ نہیں ملتی ہے اپنے اوپر احسان اسی تعالیٰ شانہ دیکھکر ہزار ہزار شکر دل و جان سے ادا کرینگے کہ حضرت تبارک و تعالیٰ شانہ نے کمال فضل سے انکو سرفراز فرما کر ایمان عطا فرمایا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نزول سورہ کیوقت منافقوں کا فعل بھی بیان فرمایا فقولہ تعالیٰ

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۭ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ۭ صَرَفَ اللّٰهُ

اور جب نازل ہوئی ایک سورت دیکھنے لگے ایک دوسرے کی طرف کہ کوئی نہیں دیکھتا ہے تمکو پھر چلے گئے پھیر دیئے ہیں اللہ نے

قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝

دل انکے اسواسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں رکھتے

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اور جب نازل کی گئی کوئی سورة یعنی جب رسول اللہ صلعم پر کوئی سورة نازل ہوئی جسمین منافقون کا حال وفضیحت
مذکور ہو اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکو پڑھا جیسے اور سورتون کو جو نازل ہوتی تھین اور آپ مسجد مین بیٹھتے اور مسلمان آپکے گرد بیٹھکر آپ کے
پڑھنے سے سنتے تھے اسی طرح آپ نے یہ سورة بھی پڑھی جسمین منافقون کے قبائح و فضائح ہین۔ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ تو منافقون مین سے
بعض نے بعض کو دیکھا یعنی اس ارادہ سے کہ یہان سے آنکھ بچاکر جلد واپسی واسطے اشارہ سے آپس مین کہا۔ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ بھلا
کوئی تمھین دیکھتا ہے یا کوئی دیکھ لیگا یعنی موقع دیکھکر چلدو کوئی دیکھتا تو نہین ہے کہ جب تم یہان سے کھسکو تو کوئی دیکھلے۔ حرف مِن
زائدہ مفید معنی استغراق نفی ہے یعنی ایسا نہو کہ کوئی بھی دیکھ لے کہ وہ جاتا ہے لہذا اگر دیکھتا ہوا یا کھڑے ہونے پر کسی نے دیکھ لیا تو ناچار بیٹھ
گئے ورنہ چل دیے بہر حال اُنکی کیفیت یہ ہو جو اللہ تعالے نے فرمائی۔ ثُمَّ انْصَرَفُوْا پھر منھ موڑ گئے یعنی یا تو اول ہی آنکھ بچاکر چل دیے یا
مجبوری بیٹھے رہے بہر حال جو ناصح تھے اُنسے منھ موڑ لیا اور نفس وشیطان کے پابند ہوے۔ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ اللہ تعالے نے
اُنکے دل موڑ دیے۔ احتمال ہو کہ بددعا کے مانند ہو یعنے ایسے ناپاک لوگون کے دلون کو اللہ تعالے موڑے رکھے اور احتمال ہو کہ بطریق اعلام ہو
یعنی آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ تعالے نے اُنکے دل موڑ دیے ہین جیسے حدیث صحیح مین آیا ہو کہ بندون کے دل حضرت حق عز وجل کے قبضہ قدرت
مین مسخر ہین جدھر اور جیسے چاہتا ہو موڑ دیتا ہو پس منافقون کا ایسے عمدہ نصائح سے جو موجب کمالات صالحات باقیات اور یہان مراد ہین
منھ موڑنا خود اُنکی قدرت کا فعل نہین ہو بلکہ اللہ تعالے نے اُنکے دل موڑ دیے ہین پس قہر مین مقہور ہو کر ان نصائح کو سمجھتے ہی نہین جیسا کہ حق
عز وجل نے فرمایا۔ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ یعنے دلون کا موڑنا بسبب اسکے کہ یہ ایسی قوم ہین کہ سمجھتے نہین ہین۔ یہان سے ہر سمجھدار کو
سمجھ لینا چاہیے کہ راہ حق اور سچی بات کی سمجھ فقط اللہ تعالے عز وجل کی ہدایت وعنایت سے حاصل ہوتی ہو کیونکہ یہ منافق اپنے نزدیک اسکو
خوب سمجھتے تھے لیکن حقیقت مین اپنے اعتقاد کو جو محض باطل اور بالکل غلط تھا اُسی کو سچ سمجھتے تھے اور حق بات واقعی وہ تھی جو آیات کریمہ
واحادیث رسول اللہ صلعم مین صاف بیان ہو اُسکی سمجھ سے حق عز وجل نے انکے دل موڑ دیے تھے اور یہ اُس پاک معبود حق ذو الجلال والاکرام
کی شان ہو وہ خالق قادر مختار ہو جس مخلوق عاجز کو جو ہر وقت اُس سے گڑگڑاتا اور صراط مستقیم و اُنکی رضامندی کی دعا کرتا رہتا ہو اپنے فضل
سے قبول کرلیتا ہو اسکو دین کی و راہ حق کی سمجھ دیدیتا ہو کہ آخر یہ عمر چند روزہ ختم کرکے اس دنیاے ملعونہ کو چھوڑ کر رضاے حق و راحت دائمی مین بعزت
وامتیاز پہونچ جاتا ہو پس یہ اُسی کا فضل ہو اور جس مخلوق سرکش نڈر کو جو الٹی پلٹی باتین بناتا اور خالق عز وجل کی درگاہ عظمت وکبریائی مین
عاجزی نہین کرتا ہو حضرت خالق العالم اُسکو مانند شیطان کے ملعون کرکے دنیاے ملعون کی طرف راغب اور کبھی دنیا اسکو بہت کثرت سے دیدیتا
ہو پس وہ ملعون اُسکا نفس ملعون و اُسکا ساتھی شیطان لعین اور اُسکی محبوبہ دنیا ملعون یہ سب لاعنت مجتمع ہوجاتے ہین اعوذ باللہ من ذلک
اللھم ربنا اہدنا وتب علینا وتوفنا مومنین۔ واضح ہو کہ قرآن مجید کی آیات اپنی وحی جلی مین اور رسول اللہ صلعم کی احادیث یعنے وحی خفی مین ایسا
ودلائل اعجاز ایسے بیان مین کہ ہر باطل کی سیاہی و اسکا اندھیرا بمقابلہ نور آیات و احادیث کے مٹا جاتا ہو لہذا منافقون کے نفس وشیطانی اعتقاد
خود مٹے جاتے اسلیے وہ سننے سے بھاگتے تھے اور انکے نفس گھٹے جاتے تھے جیسے اللہ تعالے نے قولہ تعالے اوکصیب من السماء فیہ ظلمات ورعد و
برق الآیة مین انکی تمثیل فرمائی ہو فقطعھم۔ آیت کریمہ مین لطیف اشارہ ہو کہ حضرت سرور عالم صلعم کی مجلس شریف مین جو خالص مومن ہوتے تھے وہ
آیات کلام الٰہی اور حدیث حضرت رسالت پناہ صلعم کے سننے مین ایسی خوشی کے ساتھ مستغرق اور دل لگائے رہتے تھے کہ انکو اسطرف خیال بھی نہ
ہوتا تھا کہ کون منافق چلدیا۔ لہذا قولہ تعالے نظر بعضھم الی بعض ہل یراکم من احد ثم انصرفوا۔ کا ترجمہ کیا گیا کہ بعض منافقون نے بعض کی طرف

نگاہ کی کہ بھلا کوئی تمکو دیکھتا تو نہیں ہو پھر چل دیے۔ اس سے قوت اُسی طرف ظاہر ہوئی کہ اہل ایمان کوئی ایسا نہ پایا کہ ادھر اُدھر نظر کرتا ہو بلکہ سب استماع قرآن میں مشغول تھے اور منجملہ لطائف کلام الٰہی کے ہے کہ قولہ من احد۔ سے ہر ہر فرد کا استغراق فرمایا تو باوجود اس کے کہ منافقین آپس میں ایک دوسرے کو تاکتے تھے اُنکو ان افراد سے خارج کر دیا۔ فافہم فانہ یحتاج الی لطف القریحۃ واللہ تعالےٰ الموفق۔ بالجملہ اس سورہ شریفہ میں ذمائم وقبائح منافقین کے اور اُنکا اپنے نفوس کی ہوا وہوس اور شیطانی مواجس کا پابند ہونا خوب مشرح توضیح صریح واشارہ واقتضاء ودلالت سے بیان فرمادیا کہ ہر اہل ایمان بتوفیق الٰہی فریب نفس سے آگاہ ہو گیا برخلاف اہل نفاق وکفر کے کہ وے سرکشی کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلعم کی رافت ورحمت بحال امت پر ختم فرمایا بقولہ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

آیا ہو تم پاس رسول تمھارے میں کا بھاری ہوتی ہو اُسپر جو تم تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہو تمھاری ایمان والون پر

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ

شفقت رکھتا مہربان پھر اگر وہ پھر جاوین تو تو کہہ بس ہو مجھکو اللہ کسی کی بندگی نہین سوائے اسکے اُسی پر مین نے بھروسا کیا اور وہی ہو صاحب

الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ ع ۱۶

بڑے تخت کا

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی دعاء دربارہ اولاد اسمٰعیل علیہ السلام کے بیان فرمائی ہو کہ۔ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم الآیۃ۔ سو اس دعا کو حضرت ابراہیم نے خانہ کعبہ کے پاس حالت سفر میں جبکہ حضرت اسمٰعیل وانکی والدہ کو اللہ تعالےٰ کے توکل پر اس بیابان ریگستان مین بے آب ودانہ عجیب قدرت الٰہی پر چھوڑے جاتے تھے تضرع والحاح کے ساتھ حضرت حق تعالےٰ ذوالفضل العظیم الخلاق العلیم سے مانگا تھا پس جیسے حضرت ابراہیم کو اس دعا کی توفیق دی اور ایسے ایسے سامان قبولیت دعا کے اُسوقت موجود فرمائے تھے ویسے ہی اوتعالےٰ ارحم الراحمین نے یہ دعا بہت بزرگی وکمال قبولیت کے ساتھ مستجاب فرمائی کہ اپنا بندہ اکرم محبوب اکمل افضل الانبیاء والمرسلین جسکے طفیل میں تمام عالم کو خلق فرمایا اور اسی محبوب خاص کی بشارت دینے کے لیے جملہ انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا تھا وہی محبوب بندہ رسول کیا جس کی پاک ذات سے حضرت موسیٰ وعیسیٰ وجملہ انبیاء اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہم السلام کو فخر حاصل ہوا اور حضرت عیسیٰ نے آسمان کو جاتے وقت کہا تھا کہ میرے بعد تمھاری ہدایت کرنے کو وہ بادشاہ دنیا میں تشریف لاویگا جسکی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق بھی میں نہیں ہون چنانچہ الحال جو تحریف کی ہوئی انجیل نصرانیوں کے پاس موجود ہو اُسمین بھی یہ روایت مذکور ہو اور تعجب ہو کہ نصرانی ناحق منکر ہوتے ہیں بہرحال اہل ایمان واسلام کی امت اگر اپنے آپ کو خیال کرے کہ اللہ تعالےٰ نے اُسکو کیسے اخص الخاص محبوب خاتم الانبیاء والمرسلین کی اُمت مرحومہ کر دیا تو حضرت باری تعالےٰ کی درگاہ میں سر بسجدہ ہو کر اپنے بال بال کی زبان سے شکر کرے اور اگر اُسی ایک سجدہ میں عمر گذار دے تو بھی شکر الٰہی تعالےٰ ادا نہو سکے کیونکہ اس احسان کی کوئی انتہا نہیں ہو اور خود اللہ تعالےٰ نے ہمپر یہ احسان رکھا ہمارے مولیٰ اپنے اُس پاک رسول محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ایمان واسلام پر ہمارا خاتمہ بخیر فرماوے یہ پیر اول وآخر ہمپر احسان ہو۔ قال تعالےٰ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ واللہ اعلم آگیا تمھارے پاس رسول جو تمھیں میں سے ہو۔ لقد میں لام موطئۃ للقسم ہو پس کیسے اہتمام سے اللہ تعالےٰ نے یہ احسان رکھا کہ حضرت خلیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس رسول کی جناب باری تعالےٰ میں دعا کی تھی اور حضور حق تعالےٰ کو اُسکا مبعوث فرمانا ایک خیر امت میں ازلی تقدیر سے

منظور تھا پس وہ رسول سب سے افضل اور اسکی امت سب سے بہتر ہو کما قال تعالٰے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ۔ وہ رسول پاک اس امت مرحومہ کے پاس آگیا پھر افسوس کہ اس وقت میں بہت سے کافر و منافق اسکی پیروی سے منکر ہوے اور جو کتاب پاک اللہ تعالٰے نے اُسپر نازل فرمائی یعنے قرآن مجید کہ عجائب علوم و کمالات معرفت آلہی جو اصل مقصود ہو اُسکے لیے وہ عجیب بحر زخار ہو کہ دنیا کے تمام سمندر اگر اُسکے معارف و علوم کو لکھیں تو اس سے دو چند ختم ہو جاویں اور اُن معارف آلہیہ کی انتہا نہین ہو سکتی ہو پس صد افسوس کہ اس سے مُنھ موڑ کر اُس نعمت عظمی سے فقط دنیا و اسکی متاع چند روزہ کے واسطے محروم رہے حالانکہ یہ رسول کمال شفقت سے انکی اس حرکت سے انپر ترس کھاتا ہو جیسا کہ حق تعالٰے نے اپنے پاک رسول کا وصف فرمایا بقولہ عزیز عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ما مصدریہ ہو اے کبر علیہ عنتکم اے شدید علیہ مشقتکم وما تنالون من العذاب یعنی ایسا وہ رسول ہو کہ بہت گران و بہت شاق گذرتا ہو اسپر تمھارا مُنھ موڑنا کہ جس سے تم بہت بھاری سختی و عذاب میں مبتلا ہو گئے مترجم کہتا ہو کہ اس بیان سے معنی ظاہر ہین لیکن میرے نزدیک اولی یہ ہو کہ کلام کو حسن سیاق پر ہموار رکھا جاوے اور یون تفسیر کیجاوے کہ تمھارے پاس آگیا رسول جو تم مین سے ہو یعنی کوئی فرشتہ یا جن وغیرہ اجنبی وغیر قوم نہین ہو کہ اُس سے تم اچھی طرح فائدہ نہ لے سکو پس رسول کا بھیجنا ایک احسان ہو اور رسول کی تنوین کمال التعظیم ہو یعنے بہت بزرگ و اشرف و اکرم و خاتم المرسلین رسول آیا یہ دوسرا احسان بزرگ ہو پھر مِنْ أَنْفُسِكُمْ یعنے تمھین مین سے ہونا کہ اس سے کامل طور سے استفادہ و فیض حاصل کر سکو یہ تیسرا کامل احسان ہو پھر قولہ عزیز علیہ ما عنتم یعنی اُس رسول اکرم و افضل کو جو تم مین سے ہو اللہ تعالٰے کی رحمت کاملہ سے تمپر اسقدر شفقت ہو کہ جو امر تمھارے واسطے دنیا و دین مین سختی و مشقت ہو وہ اُسپر شاق و گران ہو پس اس رسول کی شان و صفت یہ ہو کہ عموماً اسوقت کی مخلوق پر جو امر باعث سختی ہو وہ اسپر شاق ہوتا ہو لہذا وہ کامل شفقت کرنے والا تمپر ہو پس اسپر پہلے تو کافرون کا کفر کرنا شاق ہو کہ وے جہالت سے اللہ تعالٰے عزوجل کی جناب مین شرک کرتے اور گستاخ کلمات بکتے اور جورو اور بیٹا بنا کر بہتان باندھتے اور ایسے افعال کرتے ہین جن سے نیک بندے دنیا مین امن و آسائش کے ساتھ اپنے خالق عزوجل کی بندگی بے کھٹکے نہین کر سکتے ہین اور ان کافرون نے اپنے اپنے جتھے جا کر کچھ لوگ سرغنہ کر لیے اور دنیا مین فساد پھیلائے ہین۔ اور دوم اسپر منافقون کا نفاق شاق ہو جو محض دنیا کے لیے بیہودہ ادھر ادھر بنگ کھلے کافرون سے بھی باطن مین بدتر ہو رہے ہین کہ انجام ان دونون گروہ پر دائمی عذاب ہوگا پس بمقتضائے ترحم و شفقت کے اُسپر ان لوگون کا مُنھ موڑنا اور قرآن مجید و آیات آلہی کی طرف دھیان نہ لگانا اور کفر پر اڑے رہنا شاق ہو اور سوم مومنین کے حق مین شفقت فرماتا ہو کہ ایمان کی برکت سے اگرچہ اللہ تعالٰے جل جلالہ انپر فضل فرما کر انکو دائمی عذاب نکرے لیکن معصیت سے بھی تکلیف ہوگی تو نہین چاہتا کہ انکو یہ تکلیف بھی پہونچے اور ترحم صفت حضرت رب العزۃ ذو الجلال والاکرام ہو ولیکن معاصی و نافرمانی مین شرک وغیرہ پر عذاب جہنم و قہر و غضب فرماتا ہو اسیطرح حدیث صحیح مین ہو کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی غضب نہین فرماتے لیکن جب ایسا کوئی فعل دیکھتے جس سے حرمت آلہی کی ہتک ہو تو غضب فرماتے تھے۔ پھر اللہ تعالٰے نے تیسری صفت فرمائی بقولہ تعالٰے حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ تمپر حریص ہو یعنے نہایت شفقت سے بہت ہی چاہتا ہو کہ تم ہدایت کی راہ پر آجاؤ پس کمال ترحم و شفقت کو حرص سے تعبیر فرمایا پھر مومنین کے ساتھ چوتھی صفت اُنکے پاک رسول کی مخصوص فرمائی بقولہ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ یعنی مومنین ہی کے ساتھ خاص کر کے نہایت رافت و کمال رحمت والا ہو سبحان اللہ تعالٰے دونون پر کیسی اللہ تعالٰے کی عنایت ہو کہ خود فرمایا ثم تاب علیہم انہ بہم رؤف رحیم یعنی مومنون پر اللہ تعالٰے رؤف و رحیم ہو اور یہان اپنے رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت مین بھی بالمؤمنین رؤف رحیم فرمایا پس مومنون کے واسطے کیا خوب سعادت ہو کہ اللہ تعالٰے و اُس کا رسول اکرم دونون مومنون کے ساتھ رؤف رحیم ہین اور کمال قرب و منزلت و عبودیت حضرت رسول اللہ صلعم کی ظاہر ہوئی کہ اللہ تعالٰے عزوجل کے

ارادت میں بندگی میں رسول اکمل ہو کہ عین ارادت الٰہی جو بمقتضائے صفت قدیمہ پاک ہو رسول بھی اپنے مولیٰ عزوجل کے اخلاق سے کامل
متصف ہو اور یہی کمال عبودیت اور کمال قرب و منزلت ہو۔ واضح ہو کہ بعض نے آیت میں قولہ من انفسکم میں انفس کو جو جمع نفس بفتح الفاء بصیغہ
اسم تفضیل انفس پڑھا یعنے تم میں سے نہایت انفس از راہ شرف و نسب ہو کیونکہ امام مروی رحمہ اللہ وغیرہ نے مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلعم
نے آدم سے اپنی ولادت تک اپنے آبا و اجداد کو نکاح سے مولود ہونا بدوں سفاح یعنے زنا کے بیان فرمایا اور ظاہراً نکاح سے مخصوص صیغہ عقد
نہیں مراد ہے بلکہ مقابل زنا مراد ہے یعنے حرام سے کوئی نہیں پیدا ہوا بلکہ سب حلال سے پیدا ہوئے خواہ بذریعہ عقد کے ہوئی یا حلت بوجہ
ملک یمین کے جیسے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور حدیث میں صحیح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم سے لیکر دو فریق
میں سے آنحضرت صلعم کو بہتر فریق میں کیا حتی کہ اولاد ابراہیم میں سے بھی لہذا افضل ہوا افضل از اسحاق ہوئے اور اسی طرح فضائل میں از راہ
نسب و شرف بھی روایات احادیث بہت ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم افضل الخلائق
اجمعین ہیں پس جتنے امور کہ شرف و منزلت کے ہوں سب آپ کے واسطے افضل و اکرم طور سے اللہ تعالیٰ نے مجتمع فرمائے لیکن یہ بات کہ آیت
میں انفس بصیغہ افعل التفضیل ہو تو یہ ٹھیک نہیں ہے کیونکہ شاذ قرارہ بلکہ شیخ مفسر رح نے اسکو متروک بلکہ موضوع قرار دیا کما ذکرہ فی الاتقان
اسی طرح ایک جماعت علماء نے بھی اسپر انکار کیا ہو اور مترجم کہتا ہے کہ قطع نظر اسکے از راہ معنے نظم اس میں خلل قوی ہے اسطرح کہ حرف
من بہر حال تبعیضیہ ہے تو معنے یہ ہونگے کہ تم میں سے جو انفس یعنے نہایت نفیس لوگ ہیں انہیں سے ایک اپنا رسول کر دیا پس لازم آویگا کہ
رسول اللہ صلعم منجملہ انفس کے ایک ہوں حالانکہ ضرور ثابت ہو کہ اسپر اجماع ہے کہ آنحضرت صلعم علی الاطلاق اشرف و اکرم ہیں یعنے آپ ہی آپ
منفرد ہیں کوئی آپ کے مثل شرافت میں دوسرا نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے خواہ از راہ نسب اور خواہ از راہ کمالات پس انفس کی قراءۃ کچھ نہیں ہے لہذا قراءۃ
وہی انفس بضم الفاء جمع نفس ہے یعنے وہ رسول اشرف و اکرم تم میں سے ایک بشر ہے جو تم پر شفیق و تمہاری ہدایت پر حریص اور بخصوص مومنوں کے
ساتھ رؤف و رحیم ہے۔ حدیث میں ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی اور کیڑے
پتنگوں نے اسمیں گرنا شروع کیا اور وہ انپر شفقت کرکے انکو جل جانے سے روکتا اور ہانکتا تھا اور وہ ہجوم کرتے ہیں پس یہی حال تمہارا
ہے کہ میں تمہاری کمروں کو پکڑ کر تم کو آگ میں گرنے سے کھینچتا ہوں اور تم زور کرتے اور چھوٹ چھوٹ بھاگتے اور آگ ہی میں گھسے جاتے ہو۔ قال
اللہ تعالیٰ۔ فَاِنْ تَوَلَّوْا پھر اگر اہل کفر و منافقین منہ موڑیں یعنے باوجود اس کمال شفقت و ترحم کے تجھ پر ایمان نہ لاویں اور آیات الٰہی پر
کان نہ لگاویں اور ذرا بھی دھیان نہ رکھیں کچھ بھی نہ سمجھیں فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ تو تو کہدے کہ کافی ہے مجھے میرا اللہ تعالیٰ
کوئی الٰہ نہیں مگر وہی عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے بھروسا کیا پس وہی جو چاہے وہ ہووے کسی اور کو کچھ بھی قدرت نہیں ہے لہذا میں نے
اسی پر بھروسا کر لیا کہ اس کے سوائے کوئی معبود نہیں۔ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ وہی رب ہے عرش عظیم کا۔ عرش کے معنے و اس کی تفسیر
آیۃ الکرسی اور قولہ ثم استوی علی العرش کی تفسیر میں گذر چکی اور مفسر رحمہ اللہ نے عرش کی تفسیر کرسی کے ساتھ بیان کی اور یہ اس بنا پر ہے
کہ عرش و کرسی ایک ہی چیز ہے جیسا کہ علماء کے دو قول میں سے ایک یہی قول ہے لیکن ارجح قول دوم ہے کہ عرش اور ہے اور کرسی دوسری
چیز ہے چنانچہ احادیث جو اس بارہ میں آئی ہیں وہ آیۃ الکرسی کی تفسیر میں مذکور ہیں اور صاوی رح نے جزم کیا کہ مفسر رح نے جو قول اختیار کیا
وہ خلاف قول صحیح ہے اور خازن رح نے کہا کہ خلاف مشہور ہے۔ حق یہ ہے کہ احادیث جو عرش کے بارہ میں آئی ہیں جب وہ صحیح ہو جاویں
تو اختلاف کی کچھ اصل نہیں اور کسی عقلی دلیل کو بعد اس کے مجال نہ ہوگی۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ دو آیتیں آخر

نازل ہوئی ہیں۔ قال المفسر رحمہ اللہ رواہ الحاکم فی المستدرک۔ اور ابن عباس رضہ نے ابی بن کعب رضہ سے روایت کی کہ یہ آخر آیت ہے کہ قرآن میں نازل ہوئی۔ رواہ احمد۔ اگر کہا جاوے کہ آخر آیت تو صحاح کی روایات سے قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الآیۃ وغیرہ ثابت ہے جواب دیا گیا کہ یہ آیت تو مطلقاً آخر نازل ہوئی اور آیۃ الکلالۃ احکام میراث میں سے آخر نزول ہے اور یہ آیت شاید کہ سورہ براءۃ میں سے آخر نزول ہو یا فضائح منافقین و قبائح نفس کے بارہ میں جو کلام اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا جس سے اصل مقصود یہ کہ انسان خطرات نفس سے بچکر ایمان میں کامل ہو اُس میں سے آخر نزول یہ آیت ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ اور قرآن مجید کے جمع کرنے کا تذکرہ خود آنحضرت صلعم کے حضور میں آیا تھا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے وقت میں ایک مصحف میں جمع کر لیا گیا اور حضرت عثمان رضہ کے وقت میں اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جن میں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہیں مصاحف میں لکھکر دیار و امصار میں بھیجدیا گیا تاکہ دین الٰہی استقامت کے ساتھ پھیلے اور زید بن ثابت سے جمع القرآن کے حالات میں ہے کہ میں نے آخر سورہ براءۃ یعنے انھیں دو آیات کو خزیمہ بن ثابت انصاری رضہ کے پاس پایا اور اُس میں دلالت ہے کہ متفرق قرآن صحابہ کے پاس لکھا ہوا موجود تھا۔ واللہ اعلم۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی صبح و شام سات مرتبہ قولہ تعالےٰ حسبی اللہ لا الٰہ الا ہو علیہ توکلت وھو رب العرش العظیم پڑھ لیا کرے اللہ تعالےٰ اُسکے ہمّان کو کفایت فرماویگا۔ رواہ ابوداؤد باسناد حسن وقد رواہ ابن عساکر وقد روی مرفوعاً وھو ضعیف ف فی العرائس قولہ تعالےٰ لقد جاءکم رسول من انفسکم اس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول پاک کی بزرگی میلاد و عظمت میعاد اور شرف سے آگاہ فرمایا جس میں اس کی امت کا شرف ظاہر ہے کہ انھیں میں سے اس پاک رسول کو مختار فرمایا اور اس سے بڑھکر کون شرف ہوگا کہ اپنے پاک رسول کو ہم میں سے کیا اور رافت و رحمت سے موصوف فرما کر ہماری ہدایت کے لیے بھیجا۔ وہ رسول موصوف باوصاف جلیلہ ہے اور ہم امتیون کے لیے اس میں سے حصہ ہے یعنی عموماً وہ رحمۃ للعالمین ہے کہ اُس کے وجود پاک سے اللہ تعالےٰ نے ہر کافر و مشرک و عاصی وغیرہ سے ظاہری عذاب کو جیسے اگلے کفار پر آتا تھا اس امت سے رفع فرمایا اور خصوصاً وہ مومنون کے لیے رؤف رحیم ہے حسین رح نے کہا کہ تم ہی میں سے ایسا رسول جس نے اللہ تعالےٰ کے واسطے ہر دو جہان سے نظر اٹھالی وقال تعالےٰ ما زاغ البصر وما طغیٰ۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ خلقت میں خلق سے موافق ہے اور حقیقت میں مباین ہے کیونکہ وہ ذات پاک منور بانوار رسالت و مقبول حضرت کردگار تعالےٰ بقبولیت تامہ ہے اس کا سایہ نہ تھا اُس کا بدن مثل گلاب کے معطر تھا اور اُس میں پسینا ہے۔ جس نے پانی کے دھوکے پی لیا تھا اُس کے بدن سے عمر بھر گلاب کی خوشبو آتی رہی اس کا مقام اقرب از انبیاء و مرسلین ہے وہ اکرم رسول رب العالمین ہے اللّٰھم توفنا مومنین مسلمین علیٰ سنتہ واتباعہ یا ارحم الراحمین پھر اللہ تعالےٰ نے اس کا وصف فرمایا بقولہ تعالےٰ عزیز علیہ ما عنتم یعنی تمہاری مخالفت جو امر حق تعالےٰ کے ساتھ کرتے ہو اس پر شاق ہے۔ سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ سے تمہارا ایک دم بھی غافل ہونا اس پر گران ہے پھر اُس کا وصف بڑھایا بقولہ تعالےٰ حریص علیکم الآیۃ۔ حریص ہے کہ تم اپنے پروردگار سبحانہ تعالےٰ سے محبت و عشق کرنے والے ہو جاؤ۔ اور فرمان الٰہی کی متابعت دل و جان سے کرو اور رافت الٰہی کے ساتھ مومنون پر رؤف ہے رحمت الٰہی کے ساتھ مومنون پر رحیم ہے۔ عارفین پر رحمت فرماتا ہے گنہگارون پر رافت رکھتا ہے۔ اُن کے لیے شفاعت کرتا ہے اہل طاعت کے لیے دعا کرتا ہے جعفر رضہ نے کہا کہ حق تعالےٰ علام الغیوب ہے پس جب مخلوق اُس کی عظمت خطاب کے لائق نہ تھی تو اپنا رسول اُنھیں کی جنس سے برگزیدہ فرما کر اُس کو اپنی صفات سے آراستہ کر کے حق و صدق کے ساتھ بھیجکر مخلوق میں سے جن کو چاہا ہدایت مستقیم کر دیا پھر اللہ تعالےٰ نے رسول پاک صلعم کو اپنے واسطے مخصوص کر لیا اور حکم دیا بقولہ فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الٰہ الا ہو الخ۔ اس کا قرب مجھے کافی ہے کہ دو جہان اُس کے مقابل میں ہیچ و بے نشان ہے وہ پاک منزہ ہے لا الٰہ الا ہو بیان

مین کسی غیر کا وجود نہین ہے۔ قولہ علیہ توکلت کسی غیر یا اپنے نفس پر کسی پر مجھے توکل نہین ہے صرف اُسی پر توکل ہے اور اُسی کے فضل و رحمت سے دل ثابت رہتے ہین۔ قولہ وھو رب العرش العظیم۔ اسی نے عرش کو انوار سے مزین فرمایا پس اُسی کی عظمت سے وہ عظیم ہوا اور اگر ایسا نہو تا تو عرش ایک دم مین فنا ہو جاتا انتہے کلامہ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے اس سورۃ شریفہ کو اس آیت کریمہ پر ختم فرمایا جس مین اصل مقصود مع علوم دیگر موجود ہے یعنے اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہے لا الٰہ الا ھو پس شرک کی بنیاد ہی نہین ہو سکتی ہے لہذا توحید الٰہی کی جس نے ہدایت پائی اُس نے راہ پائی اور اللہ تعالےٰ لا الٰہ الا ھو اس بندہ موحد کے اعتقاد کرنے ہی سے نہین بلکہ وہ وحدہ لاشریک ہے جیسے مشرک کے اعتقاد سے بت یا عیسیٰ علیہ السلام مین کوئی صفت الوہیت پیدا نہین ہو سکتی بلکہ سب مخلوق و عباد ہین اُن مین الوہیت ممکن ہی نہین حتیٰ کہ سوائے ذات پاک حق عزوجل کے کوئی ہو خواہ سب سے بڑا جسم ہو اور وہ عرش عظیم ہے اور خواہ اخلاق مین اکرم ہو جیسے انبیاء و رسل کہ جنکے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین سب اللہ تعالےٰ کی مملوک و مخلوق و عبید ہین اور جب قدرت خلق و نفع و ضرر وغیرہ کسی مین نہین تو ایمان والا فقط اللہ تعالےٰ پر توکل ہوگا۔ اللّٰھم اھدنا وثبتنا علی الایمان والطاعۃ وتوفنا علی ذلک وانت ارحم الراحمین۔

سورۃ یونس مکیۃ الا فان کنت فی شك الاٰیتین او

سورۃ یونس مکیہ ہے یعنی رسول اللہ صلعم کے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے مکہ معظمہ مین نازل ہوئی سوائے قولہ تعالےٰ فان کنت فی شک الخ دو آیتون یا تین آیتون کے یہ مدینہ

الثلث او ومنھم من یومن بہ الاٰیۃ مائۃ وتسع او عشر اٰیات

مین ہجرت کرنے کے بعد نازل ہوئین پس ایک قول پر دو اور دوسرے قول پر تین آیات مکیہ ہونے سے مستثنیٰ ہین اور تیسرے قول پر ایک آیۃ ومنھم من یومن بہ الاٰیۃ مستثنیٰ ہے۔

اور تمام سورۃ کی ایک سو نو یا ایک سو دس آیات ہین مترجم کہتا ہے کہ مشہور اصطلاح مکی و مدنی کی یہ ہے کہ جو قبل ہجرت نازل ہوئی وہ مکی اور جو بعد ہجرت نازل ہوئی وہ مدنی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور بعض کے نزدیک جو مکہ مین نازل ہوئی خواہ قبل ہجرت کے یا بعد ہجرت کے مکی ہے اور تیسرا قول بھی شیخ مفسر رح نے اتقان مین ذکر کیا ہے اور بعض سلف سے ایک قول اور بھی باسناد جید مروی ہوا کہ سفر ہجرت کی آیات بھی مدنی ہین۔ بالجملہ معرفت مکی و مدنی سے احکام ناسخ و منسوخ وغیرہ اکثر متعلق ہین ولیکن اختلافات جو بعض سورتون و آیات کی نسبت مکی و مدنی ہونے مین آئی ہین سو باوجودیکہ یہ اختلافات رحمت الٰہی ہین منشا یہ بھی واقع ہوا کہ اصطلاح مین کئی اقوال ہین پس سلف مین جس نے کسی کو مکی یا مدنی کہا تو معلوم نہین ہو سکتا کہ کس اصطلاح پر کہا لہذا ممکن ہے کہ معنے مین مراد واحد ہو اور اللہ تعالےٰ نے بندون کے اعتقادات مثل توحید وغیرہ کے مقطوع کر دیئے ہین پس ہر امر اعتقادی قطعی یقینی ہے اور رہے اعمال طاعات تو وہ اپنے اپنے ثواب و منزلت کا نے کے لیئے ہین اور حق تعالےٰ ثواب عطا فرمانے والا ہے پس ان اعمال کے لیے جو احکام بطریق اجتہاد و کوشش کے علماء و مجتہدین نے اللہ تعالےٰ و اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام سے نکالے ہین ان پر عمل جائز اگرچہ ظنی ہون پس اگر ایک ہی امر متعین ہو جاتا تو اُسی کے موافق عمل کرنا لازم ہو جاتا اور جب اختلاف ہوا تو مرجع آسانی کی طرف ہو گیا اسی واسطے اختلاف امت بھی رحمت الٰہی ہے اور مراد امت سے صحابہ رضی اللہ عنہم و ان کے تابعین ہین اور جو فرقہ ان رافضی و خارجی و جہمیہ و معتزلہ وغیرہ کے اس راہ پر نہین وہ خارج ہین انکے اختلاف گمراہی و ضلالت ہین کیونکہ قطعی اعتقادات سے پھر گئے اور رسول اللہ صلعم کے دین مین رخنہ ڈالا پس راہ سنت سے مخالف اور اپنی رائے کے

پاتے ہیں لہذا اُنکا اعتبار کچھ بھی نہیں ہے اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ مکی و مدنی کا جاننا کچھ اصول اعتقادات میں سے نہیں اور ایسے ہی آیات کا شمار بھی جاننا ضروری نہیں بلکہ بعض عملیات کے لیے مجتہد عالم کو جاننا بہتر ہے تاکہ وہ اعمال کے احکام نکال کر بندگان خدائے تعالیٰ کو بتلادے اور خود بھی عمل کرکے اُس عمل کی قدر ثواب پاوے جیسے اجتہاد کرنا بھی اُسکے لیے ثواب کا کام ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو جاننا چاہیے کہ اس سورہ شریف کا نام سورہ یونس ہے اور اس میں حضرت یونس علیہ السلام کا حال مذکور ہے اگرچہ اسمیں دیگر احوال کا بھی ذکر ہے لیکن اسرار کلام الٰہی ہر بندہ کی وسعت سے باہر ہیں اور تصفیہ قلب و تزکیہ روح و سر باطن و طرق تقرب و مراتب قبولیت کے انواع کثیرہ ہیں اور آیات و سورتوں میں ضلالت و گمراہی و نفاق اور وساوس نفس و شیطان سے بچنے کے لیے جیسے ان امور کے قبائح صریحاً و اشارۃً و دلالۃً مذکور ہیں اور جو دیگر گمراہی کی راہیں بیشمار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اس معجز کلام پاک میں سب سے تخلیص (نجات) بتلادی ویسے ہی تقرب و علو منزلت کمالات کی راہیں ہر آدمی کے شمار پر الگ الگ بیشمار ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے انواع میں انکو احصار فرمایا جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بندہ نہیں شمار کر سکتا اور اللہ تعالیٰ دینے والا ہے پس کلام مجید کے اعجاز و فصاحت و بلاغت میں سے ایک یہ بیان بھی ہے کہ بدبختی و خواری سے بچنے کے انواع اور سعادت و شرف و منزلت حاصل کرنے کے انواع کو حق تعالیٰ نے جو ہر ہر فرد مخلوق کی ذرہ ذرہ ماہیت و حقیقت سے خوب دانا ہے بلکہ وہی اُن کا خالق و ذوالجلال ہے درحالیکہ انکا کچھ بھی وجود نہ تھا اس کلام پاک میں جو بہت چھوٹی سی کتاب معلوم ہوتی ہے بالکل بیان فرمادیا اور اسمیں بے انتہا اسرار و حقائق ہیں جن کا علم سوائے رسول اللہ صلعم کے اوروں کو اپنی اپنی منزلت کے اندازہ پر ہوتا اور سب نہیں ہو سکتا ہے لہذا اس سورہ شریف کا نام سورہ یونس منجملہ انہیں اسرار حکمت کی بنیاد پر ہے اسواسطے کسی اور کو جائز نہیں ہے کہ اُسکا یا کسی دوسری سورت کا خود کچھ نام تجویز کر لے اور آیات میں بھی اپنی رائے کو بالکل دخل نہیں بلکہ واقف کرانے سے علم ہوا کہ یہاں سے آیت شروع اور وہاں ختم ہے اگرچہ اسکا جان لینا کچھ امر ضروری نہیں ہے اسواسطے بعض صحابہ کو کسی مقام پر آنحضرت صلعم کے پڑھنے سے مثلاً ظاہر ہوا کہ یہاں آیت ہے اور بعض کو ظاہر نہوا لہذا شمار آیات میں اختلاف ہو گیا اور چونکہ امر اعتقادی نہیں بلکہ ضروری بھی نہیں ہے تو اختلاف کچھ مضر نہیں بلکہ عین رحمت ہے چنانچہ اس سورہ کی آیات میں بھی دو قول مذکور ہوتے اور بنا بر قول حضرت حسن البصری و عطاء و عکرمہ و جابر بن زید کے سورۂ مکیہ ہے باستثناء دو آیات یعنی قولہ فان کنت فی شک الخ یا تین آیات تک جیسا کہ مقاتل رح نے کہا اور ابن عباس رض و قتادہ کے قول میں تین آیات پر جزم ہے اور کلبی رح نے قولہ تعالیٰ ومنھم من یومن بہ الآیۃ کو بھی مدنیہ کہا اور قرطبی رح نے ذکر کیا کہ کچھ لوگوں کے نزدیک اول سے چالیس آیات تک مکی اور باقی مدنی ہے۔ واضح ہو کہ خاص لطف الٰہی سبحانہ تعالیٰ اس امت پر یہ تھا کہ کتاب حکیم اعجاز کریم قرآن عظیم کو اللہ تعالیٰ نے نجم نجم کرکے مختلف اوقات میں نازل فرمایا اور جب تعلیم کے واسطے موقع مقدر پیش آیا اُسوقت حکم کا نزول ہوا جیسے بچوں کو آہستہ آہستہ کچھ آداب و قواعد سکھلاتے ہیں تاکہ آراستہ ہو جاویں ایکبارگی اُنپر بوجھ نہیں دیتے ہیں لہذا اس امت میں آنحضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جملہ انبیاء علیہم السلام کے اصحاب سے افضل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو خیر الامم و امت الخیر کر دیا کیونکہ وہ تمام آداب عبودیت و ربوبیت سے آراستہ ہو کر حضوری کے واسطے لائق ہو گئے اور نزول نجم نجم میں سب آسانی ہو گئے بخلاف امت توریت و انجیل کے کہ ایکبارگی نزول سے انمیں شائستگی کمتر آئی اور یہ امر ایسا واضح و صحیح ہے کہ کوئی عقل والا اس سے منکر نہوگا سوائے ایسے شخص کے جو مطیع نفس امارہ ہو کیونکہ نفس بوسوسہ شیطانی خواری و بے حیائی کا طالب و نیز آخرت سے غافل ہوتا ہے اسواسطے کفار مکہ باوجود اقرار اعجاز فرقان حمید کے اس امر پر ہٹ کرتے کہ یکبارگی آسمان سے ہماری آنکھوں کے سامنے لاؤ پس قطع نظر اس بات کے تجھے معلوم ہو چکا کہ اس میں خاص عباد راشدین صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے حق میں ازدیاد تعلیم کیسی ضرورت تھی لہذا انکی ہٹ دھرمی

نہ فرمائی کیونکہ وے تو کفر پر مطبوع تھے کسی طرح ایمان نہ لائے چنانچہ یہ امر انپر ظاہر کر دیا پھر نیک بندوں کو یکبارگی نازل کیے کیوں ضرر
دیا جاتا فافہم اور چونکہ نزول نجم ہوا جیسا کہ ذکر کیا گیا تو کثر ایسی یکیہ سورتین ہین جن مین استثنا بعض آیات ہو پس نزول آیات کے وقت آنحضرت
صلعم فرمادیتے تھے کہ انکو فلان سورہ مین فلان مقام پر رکھو اور حفظ آلہی وقت نبوت سے آپکو تمام قرآن مجید مع قریب العہد نازل شدہ
آیات کے کلیۃً یاد ہوتا اور نماز و تلاوت مین پڑھا کرتے تھے یہان تک کہ تمام فرقان حمید کامل ہوا اور اہل السنۃ کا اجماع ہو کہ بموافق اجماع
صحابہ رضی اللہ عنہم کے قرآن مجید جس ترتیب سے الحال موجود ہو یہی ترتیب لوح محفوظ کی ہو اور یہ جو روایت کیا گیا کہ مصحف عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ مین آل عمران سے سورۃ النساء مقدم تھی اور مانند اسکے اختلاف ترتیب بعض سورتون کا بعض پر مصحف ابی بن کعب وغیرہ مین تھا تو
جواب اسکا یہ ہو کہ اسوقت جو مصحف ہو اسکی ترتیب مین صحابہ رضی اللہ عنہ کے اجماع مین یہ سب صحابی بھی ہین تو ظاہر ہوگیا کہ مطلقاً ترتیب مین ایسا
ہوگا اور خلاصہ جواب یہ ہو کہ روایات مذکورہ مین مطلق ترتیب مذکور ہو اور ہمارا کلام لوح محفوظ کے موافق ترتیب مین ہو پس موافق لوح محفوظ کے یہی ترتیب
ہو جو اسوقت موجود ہو جیسا کہ عبد اللہ رضہ و ابی رضہ وغیرہ اسمین سب صحابہ رضہ کے ساتھ متفق ہین پس ترتیب لوح محفوظ انکے نزدیک بھی یہی ہو اور سوائے
ایسی خاص ترتیب کے اور ترتیب مین باہم اختلاف تھا اور اس سے ہمکو بحث نہین ہو کیونکہ مقاصد ترتیب کے متفاوت ہو سکتے ہین جیسے اس زمانہ مین
بعض ہجبورہ لوگون نے لکھ لیا ہو اور اسمین مثلاً بعد سورہ یٰس کے سورہ انا فتحنا ہو تو اس سے کوئی نہین کہہ سکتا کہ قرآن مجید و لوح محفوظ کی ترتیب مین یٰس سے
پیچھے ملی ہوئی انا فتحنا ہوگی حالانکہ بیچ مین اور سورتین ہین پس ایسا ہی ان مصاحف مین قیاس کر لو اور علاوہ اسکے جو مصحف مجید اسوقت جس ترتیب
سے ہو وہ متواتر چلا آیا پس صحابہ و تابعین کا اسپر اجماع خود ظاہر ہو اور اس خبر متواتر قطعی کے مقابلہ مین ان روایات کا جو ایک دو آدمی کی روایت
ہو اور وہ بھی محتمل کہ جسمین بہت سے احتمالات ہو سکتے ہین مثلاً شاید راوی کا وہم ہو یا شاید ہجبورہ کی طرح ہو اور مانند اسکے تو متواتر کے مقابلہ مین
اسکا کیا اعتبار ہو اور دیکھو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا گیا کہ قرآن مجید جمع کیا کرتے و گھر سے نہین نکلتے تھے حالانکہ دوسری صاف
روایت مین اسکی تصریح آئی کہ مطلب یہ تھا کہ قرآن مجید کی آیات ناسخ و منسوخ کو الگ لکھے دیتے تھے یا مصحف مین نشان دیے دیتے تھے کہ اب زمانہ
تابعین کا آتا ہو اور صحابہ تمام اکلون مین جا ونیگے تو وہ لوگ غلطی مین نہ پڑ جاوین لہذا الطریق تفسیر و تعلیم کے یہ تالیف ہو جانا چاہیے اور یہ واقعی بڑا
عمدہ کام تھا حالانکہ پہلے راوی نے اسکو ایسے الفاظ مین روایت کیا کہ اس سے کئی احتمال پیدا ہوگئے اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کو جمع
کرتے تھے حالانکہ دوسری روایت سے صاف ہوگیا اور یہ نہین دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مومنون کی شان مین خصوص صحابہ رضہ کی صفت مین کہا
کہ امر معروف کرتے اور منکر سے منع کرتے ہین پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہو کہ ترتیب مصحف مجید معاذ اللہ اگر خلاف ہوتی تو اسپر خاموش رہتے تو کبھی اس وہم مین نہ
پڑنا اور فرض ہو کہ اجماع صحابہ و جمیع اہل السنۃ و اتباع و ائمہ و صلحاء کی دل سے تصدیق کر اور یقین جان لے کہ بحکم قولہ تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر
وانا لہ لحافظون۔ یہ قرآن مجید لوح محفوظ مین جس ترتیب سے ہو اسی ترتیب سے اب موجود ہو فافہم واللہ تعالیٰ الموفق۔ فرقان حمید مین اعجاز کے کمالات
بے نہایت ہین اور بحکم قولہ تعالیٰ وفوق کل ذی علم علیم ہر علم والے سے اونچا علم والا موجود ہو پس جسقدر کمال ایمان ہو اسیقدر اسمین سے عجائب حقائق
و دقائق ظاہر ہوتے ہین اور اسمین علوم اولین و آخرین مجموع ہین اور اگر کسی نادان کی سمجھ مین نہ آوے تو اُسکا قصور ہو اور ابن مردویہ نے حضرت انس رضہ سے
روایت کی کہ انہون نے آنحضرت سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رائیات تنی طواسین کو قائمقام انجیل کے عطا فرمایا ہو یعنی یہ ہین کہ فرقان حمید مین
جو علوم ان سورتون مین ہین تمام انجیل مین بھی تھے اور معارف فرقان حمید کے یہان مزید ہین فافہم۔ واللہ اعلم۔ اور حضرت عمر رضہ سے روایت کیا گیا کہ آپنے
صبح کی نماز مین اس سورہ کو پڑھا۔ قال اللہ تعالیٰ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ

یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ حکم بھیجا ہم نے ایک مرد کو انہیں سے کہ ڈر سنا لوگوں کو

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝

اور خوشخبری دے جو لوگ یقین لائے کہ ان کو ہے پایہ سچا اپنے رب کے ہاں کہنے لگے منکر بیشک یہ جادوگر ہے صریح

الٓرٰ مترجم کہتا ہے کہ ساتوں قاریوں وغیرہم نے اتفاق کیا کہ یہ پوری آیت نہیں ہے اور دانی رحمہ اللہ نے کہا کہ طٰہٰ کو کوفی قاریوں نے پوری آیت شمار کیا ہے اور شاید معنی یہ ہیں کہ باب قراءۃ میں آواز و روانی و لہجہ کے لحاظ سے یہ کلام ہے اور آیۃ اصطلاحی سے یعنی پارہ کلام جو سورہ کے اندر ابتدا و انتہا رکھتا ہو یہاں کلام نہیں ہے کیونکہ وہ امر توقیفی ہے اس میں اجتہاد کو مساغ نہیں اگرچہ معرفت اسکی امر ضروری نہو ابن کثیر نے لکھا کہ ابن عباس رضہ نے قولہ الٓرٰ کی تفسیر میں کہا اے انا اللہ اریٰ یعنی میں اللہ تعالیٰ ہوں دیکھتا ایسا ہی ضحاک وغیرہ نے کہا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل نہیں بلکہ بطریق تفسیر ہے اور کلام بلیغ میں اصل مقصود و معنی کے علاوہ علوم و اشارات ہوتے ہیں پس آگے سورہ میں کفار کا استعجاب و جادو کہنا وغیرہ جو مذکور ہے اسکے مناسب یہ اشارہ موجب تشفی و تسلی رسول اللہ صلعم ہے اور مفسر رح نے اتقان میں جملہ حروف مقطعہ کی نسبت ایسے اقوال لکھے ہیں جنکا مرجع مناسبت مذکورہ ہے اور حسن و عکرمہ سے روایت ہے کہ الٓرٰ قسم ہے اور قتادہ رح نے کہا کہ سورہ کا نام ہے۔ بالجملہ اگرچہ روایات صحت کو پہونچیں تو تاوقتیکہ ایمان کامل نہو انکے معانی سمجھ میں نہیں آسکتے ہیں لہذا القول صادی رحمہ اللہ کے سچا و سیدھا طریقہ وہ ہے جو شیخ مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا کہ الٓرٰ کی مراد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے یعنے یہ کلمہ منجملہ متشابہات کے ہے جیسے الٓمٓ کہ اُس کی تاویل و مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور واضح رہے کہ تفسیر بہ نسبت تاویل کے اعم ہے لہذا جو شیخ مفسر رح نے لکھا وہ بھی ابن عباس رضہ وغیرہ سے مروی ہے پس عدم علم تاویل پر اتفاق ہے اور باوجود اسکے بطور تفسیر کچھ اشارہ بیان کرنا اسکے منافی نہیں ہے چنانچہ اول سورہ البقرہ میں مفصل بیان ہو گیا ہے۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ اے ہذہ الآیات آیات من القرآن الحکیم یہ آیات جو آگے آتی ہیں یا جو پہلے نازل ہو چکی ہیں آیات ہیں قرآن محکم میں سے تلک اشارہ بعید بحسب استعمال ہے ورنہ اصل وضع میں تلک اور ہذہ یکساں ہیں پھر تلک کا استعمال کبھی براہ بلاغت کے بُعد مسافت کے سوائے مجازاً البعد منزلت پر آتا ہے یعنے مرتبہ بہت بالاتر ہے اور یہی یہاں مراد ہے اور مشار الیہ اسکا آیات ہیں یعنے یہ آیات جن کی طرف رفعت منزلت کا اشارہ ہے آیات الکتاب ہیں یعنی آیات ہیں کتاب معہود یعنے اضافت بمعنی من ہے اے آیات من الکتاب اور معہود کتاب وہ قرآن مجید ہے جسکی صفت حکیم ہے اور حکیم بروزن فعیل بمعنے محکم ہے یعنے بسبب فصاحت و بلاغت و کمال ہدایت کے نہایت احکام کے ساتھ ہے کہ اس میں تمام بہتری دنیا و آخرت کی بیان و مندرج ہے لہذا جو کافر و منافق کہ فقط دنیا ہی چاہے تو وہ لغت و آخرت بلکہ معنی آدمیت سے جاہل ہو کر کبھی اپنی خواہشوں و شہوات کے لیے قرآن مجید کا قائل نہیں ہوتا بلکہ مضر پاتا ہے حالانکہ یہ خیال اُس کا ایسا ہے کہ جیسے مجنون اپنی خواہش کے لیے عقلاء کی تہذیب و آدمیت کے برتاؤ کے قواعد کو ناقص اور اپنی مراد کے مخالف و مضر خیال کرتا ہے اسی طرح کافر و منافق کی خواہشیں محض دنیائے فانی و اُسکے اموال و عیش فانی و دنی و بے بنیاد ہیں اگرچہ اُس کو ان چیزوں کے حاصل کرنے کی سمجھ و ڈھنگ خوب سمجھائے گئے ہوں پس وہ اپنی دانائی پر مغرور و اسی دانائی کے نتائج میں منہمک

ہیں اور یہ بجریان تقدیر ازلی وقضاء حضرت ذوالجلال ہے کما قال تعالیٰ سنستدرجھم من حیث لا یعلمون واملی لھم ان کیدی متین۔ لہٰذا
جب مانند مجنون و دیوانہ کے انکو امر واقعی سے آگاہی نہیں اور نور ایمان وعقل ایمانی حاصل نہیں ہے تو اسرار و حقائق قرآن حکیم سے خبردار
ہی نہیں ہو سکتے۔ کما قال تعالیٰ وھو علیھم عمی۔ پس تحقیق انپر صادق ہے کہ وے قرآن مجید سے اندھے ہیں اور رہے اہل ایمان جو ہمیشہ
ہدایت الٰہی کی دعا مانگتے ہیں انکو اللہ تعالیٰ نے عقل ایمانی و نور بصیرت کرامت فرمایا ہے پس انکے دلوں سے پوچھا جاوے تو عاجزی سے سچ
سچ اقرار کرتے ہیں کہ سبحان اللہ تعالیٰ وہ ایک سمندر ہے کہ جس کا کنارہ نہیں اور اس میں موتی و یاقوت وغیرہ جواہر ہیں کہ ان کا شمار ممکن نہیں
اور جب روز بروز اُن کو زیادہ علم حاصل ہوتا ہے اور قیامت تک کے واقعات اس میں سے پاتے ہیں تو حیران رہجاتے ہیں اور عجز سے اقرار
کرتے ہیں کہ اے پروردگار جو تو نے فرمایا بقولہ ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیۃ۔ بے شک صحیح ہے اور کسی بندہ کی تاب نہیں
کہ ان سب علوم کا احاطہ کر سکے پس ہر بندہ کو اسکے مقدار علم حاصل ہوتا ہے پھر واضح ہو کہ قولہ تلک آیات الکتاب الحکیم کی تفسیر جو مذکور ہوئی
یہی مفسر رح نے اختیار فرمائی ہے اور رہا یہ امر کہ تلک کا اشارہ جن آیات کی طرف ہے وہ آیات یہ ہیں جو اسی سورہ میں آتی ہیں تو یہ ظاہر ہے یا وہ
ہیں جو اسوقت تک نازل ہو چکی تھیں تو آگے کا کلام یعنی قولہ اکان للناس عجبا ان اوحینا۔ اور قولہ ان ہذا لسحر مبین۔ اسپر بھی شاہد ہوتا ہے
بہرحال یہ آیات کوئی ہوں قرآن مجید میں سے ہیں۔ اور یہی تفسیر کلام ہے۔ مجاہد رح و قتادہ و حسن بصری رح سے مروی ہے کہ قولہ تعالیٰ
تلک آیات الکتاب الحکیم میں کہا کہ توریت و انجیل و زبور یعنی اگلی کتابیں ہیں اور شیخ ابن کثیر رح نے انکے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا کہ
مجھے اس قول کی وجہ نہیں معلوم اور نہ معنی معلوم ہوتے ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ تفسیر کے طریقہ میں تو بات یوں ہی ہے جیسے شیخ نے فرمائی ہاں شاید
مقصود یہ ہو کہ قرآن مجید کی آیات متضمن علوم اولین و آخرین ہیں تو ان آیات القرآن کی نسبت صحیح ہے کہ کتب سماویہ متقدمہ اس میں حاصل ہیں
اور اس توجیہ پر ایک بات یہ نکلی کہ قرآن مجید و کتاب حکیم ایک بزرگ کتاب ہے کہ اگلے صحیفہ و کتب جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ
علیہ السلام تک نازل ہوئے سب کے علوم اس کتاب حکیم میں سے آیات ہیں فافہم واللہ اعلم ضحاک رح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول کر کے مبعوث فرمایا تو اکثر جہال عرب نے انکار کیا اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں
کہ آدمی اسکا رسول ہو پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ۔ ہمزہ استفہام انکاری مفید ملامت
و سرزنش ہے کیونکہ انہوں نے اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ پر حکم لگایا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ بشر اسکا رسول ہو سکے اور یہ آدم علیہ السلام سے اسوقت
تک جاہل رہے در حالیکہ آپ کو حضرت ابراہیم کی ملت پر کہتے تھے تو کیا انکو بھی رسول نہیں جانتے اور کیا اسمٰعیل علیہ السلام کی رسالت کے منکر
تھے اور آدمی جو مظہر قدرت الٰہی و مکرم ازجملہ اشیا ہے اس سے بالکل جاہل تھے۔ کان فعل ناقص۔ للناس حال ہوا سے حادثا للناس و
لیکن عجبا سے مقدم کر دیا اس لیے کہ صفت تھا الناس نہو عجبا پر مقدم اور ان اوحینا سے آخر تک اسم کان ہے۔ اور ان مصدریہ ہے
ان اوحینا یعنی ایحاؤنا یعنی ہمارا وحی کرنا۔ اور حاصل معنی یہ ہیں کہ ایک آدمی کو ہمارے وحی کرنے سے کہ ایمان لانے والوں کو بشارت دے کافروں
کو ڈر سنا دے کیوں تعجب ہوا اور وہ بھی لوگوں کو کہ باوجود آدمی ہونے کے وہ حالت تعجب میں متعجب ہو گئے۔ اب توضیح کے ساتھ معنے لکھے
جاتے ہیں۔ قولہ اکان للناس عجبا۔ کیا ہوگیا لوگوں کو عجیب۔ ان اوحینا الی رجل منھم ہمارا وحی فرمانا انہیں سے ایک مرد کی طرف یعنی جہال عرب کو
تعجب کی حالت پیدا کرنے والا ہوا ہمارا وحی کرنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور بیان اس وحی و عجب کا یہ ہے۔ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ انذار کر دے تو لوگوں کو
یعنی وحی یہ فرمائی کہ ناکارہ کافر لوگوں کو جو اپنے خالق کی اطاعت سے درحقیقت باہر ہیں اگرچہ اپنی رائے میں وہ اپنے آپ کو اچھا و اپنا طریقہ

بہتر سمجھتے ہوں تو ایسے کافروں کو انذار کر دے یعنی خوفناک عذاب آخرت کی خبر سنا دے کہ اگر وے اللہ تعالےٰ کے حکم کے موافق ظاہر و باطن طاعت
واعتقاد لائق نہ رکھینگے تو آخرت میں نافرمانی کا عذاب سخت ہے اُس سے کسی طرح نجات نہوگی اور یہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات
کی معرفت اپنی سمجھ سے ممکن نہیں کیونکہ آدمی کی سمجھ و خیال میں خواہ مخواہ یہی محسوسات و حادث چیزوں کی عادتیں یا معانی آوینگی اور خالق عز وجل
ان سب سے پاک منزہ ہے پس جب تک اللہ تعالےٰ کے رسول سے یہ بات معلوم نہو کہ اللہ تعالےٰ کی جناب میں کیا اعتقاد رکھیں تب تک
آدمی کی سمجھ خود نہیں پہونچ سکتی اگرچہ وہ دنیا کے کاموں میں افلاطون سے زیادہ سمجھدار ہو اس لیے کہ دنیا خود ملعون و ناچیز ہے اور اسکی
سمجھ کو عقل سے کچھ مناسبت نہیں کیونکہ وہاں صورت و شکل وغیرہ کا نشان ہی ممکن نہیں ہے پس جس نے سوائے رسول اللہ صلعم کے تعلیم وحی کی
خالی اپنی سمجھ سے کچھ اعتقاد کیا تو اُس نے کوئی چیز اپنے ذہن و خیال میں گڑھ لی اور اس کو اللہ اعتقاد کر لیا نعوذ باللہ منہ پس درحقیقت اُسنے
اللہ تعالےٰ کا اعتقاد نہیں کیا اور نہ اسپر ایمان لایا پھر اللہ تعالےٰ کے لائق عبادت کیا کریگا جبکہ وہ اللہ تعالےٰ پر ایمان ہی نہیں رکھتا اور نہ
معرفت۔ دیکھو حدیث میں آخر زمانہ قرب قیامت کے علامات بیان ہوے ہیں منجملہ اُنکے یہ بھی آیا کہ نصرانی اُسوقت سب سے اغلب و زیادہ
ہونگے تو ہم جو غور کرتے ہیں تو آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور اب اُن کی کثرت و غلبہ کے وجوہ بھی ہم کو معلوم ہوگئے پس باوجودیکہ دنیاوی
امور میں اُن کی سمجھ بہت تیز ہے لیکن دین کے معاملہ میں وہی مسیح کو خدا کا بیٹا کہے جاتے ہیں حالانکہ یہ بات ایسی خلاف عقل ہے کہ کوئی ملت
و مذہب والا اُسکو روا نہیں رکھتا اور اکثر اس پر ہنستے ہیں اور اہل ایمان جب ایسا کلمہ سنتے ہیں تو عقل ایمانی و معرفت الٰہی سے اُسکو بالکل
محال دیکھکر نصرانیوں کی سمجھ پر افسوس کرتے ہیں اور چونکہ حضرت خالق عز وجل کی جناب میں یہ کلمہ نہایت گستاخی ہے کہ ہرگز شان
باری تعالےٰ کے لائق ہی نہیں ہو سکتا پس اُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور وے اپنے پروردگار سے پناہ مانگنے لگتے ہیں۔ ذرا سی بات سمجھو
کہ اگر بادشاہ کو کوئی چمار کہے تو بادشاہ اُس پر غضبناک ہوگا حالانکہ بادشاہ و چمار دونوں آدمی ہونے میں یکساں ہیں یا مثلاً سور یا کوئی
نجس چیز جیسے گوہ وغیرہ کہے تو بادشاہ غضب کریگا حالانکہ جسم ہونے میں دونوں یکساں ہیں اور یہاں تو خالق عز وجل سے کسی چیز کو کچھ بھی
مناسبت نہیں تو بیٹا کہنا یا بتوں وغیرہ کو عبادت میں شریک بنانا یا جتنے امور شرک ہیں سب شان الٰہی عز وجل کے کسی طرح لائق و
مناسب نہیں ہیں پس جس نے اپنے خالق جل شانہ کو پہچانا وہ اُس کی شان کے خلاف کچھ اعتقاد نہیں کرتا اور کفر و شرک سے پناہ
مانگتا ہے اور جنہوں نے نہیں پہچانا وہ اپنے خیال کی بنائی ہوئی چیز کے معتقد ہیں اور ہر دم ایسی ایسی گستاخیاں کرتے ہیں کہ جن سے بدن کے
رونگٹے کھڑے ہوں اور دنیا سے فانی و پلید اگر کافروں کو دیگئی اور اُس کی تدبیریں و سمجھ اُنکو حاصل ہوئی تو اُس سے اُنکا کیا فائدہ ہوگا
جبکہ وہ آخرت و اُس کی نعمتوں سے بے نصیب ہے بلکہ ان گستاخیوں کے عوض کیسا سخت عذاب پاوینگے لہذا اللہ تعالےٰ نے جو رسول بھیجا
اُس پر یہ وحی کی کہ خوفناک عذاب پانے کی کافروں کو خبر سنا دے یعنی اگر ایمان نہ لائے تو آخرت میں دائمی جہنم کے عذاب میں پڑینگے
یہ خبر سنا دے۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اور یہ وحی فرمائی کہ بشارت دے یعنی خوشخبری سنا دے اُن لوگوں کو جو اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے
اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ یہ خوشخبری یا اس طرح خوشخبری کہ اُن کے واسطے اُن کے پروردگار پاس قدم صدق ہے
یعنی اس سفر میں جو انہوں نے نیکیاں کرکے اپنے اعمال کماکے آخرت میں پہلے قدم بھیجے ہیں اُنکا بہت سچا ثواب ہے۔ قدم بمعنے سابق یعنی جو
مقدم کیا اور ہر وہ شخص جسکو مسافر لوگ قافلہ میں سے منزل گاہ پر پہلے بھیجدیتے ہیں کہ راحت کے سامان وہاں مہیا کر دے اور قدم صدق یعنے نیک
اعمال جنکو دنیاوی زندگانی میں اللہ تعالےٰ کی توفیق سے بجا لا کر مقدم بھیجا تھا اُنکا نیک ثواب و اجر ہے۔ یعنی حاکم رحمہ اللہ کی روایت

ابی بن کعب اور ابن عباس رض مین آئے ہین اور ابن جریر رح کی روایت از مجاہد رح مین ہے کہ قدم صدق اُن کا نمازین ادا کرنا و زکوٰۃ دینا و روزہ
رکھنا و تسبیح و تہلیل پڑھنا وغیرہ اعمال صالحہ ہین یہی ضحاک و ربیع و ابن زید وغیرہم کا قول ہے یہی مفسر رح نے اختیار کیا ہے۔ اور علی بن ابی طلحہ رح
نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ قدم صدق فرمایا کہ ذکر ازل مین اُن کے لیے سعادت مقدم ہو چکی۔ مترجم کہتا ہے کہ ایمان و اعمال
صالحہ تقدیر ازلی ہے اور بدون ہدایت آلہی تعالے کچھ نہین ہو سکتا اگرچہ قرآن مجید سی بزرگ کتاب کی تلاوت کرے پس ہر دو معنی متلازم ہین
اور حدیث مین خود ثابت ہے کہ دیکھو یہود و نصاریٰ کے پاس توریت و انجیل تھی مگر بدون ہدایت آلہی انکو کچھ فائدہ نہوا مترجم کہتا ہے کہ اگر
فائدہ ہوتا تو کیون تحریف کر کے اپنی خواہش کے لیے معنے بگاڑتے حتی کہ جو کچھ موجود ہے اُس مین سے بھی راہ حق کی کجی ڈھونڈھتے ہین۔ یہان تک
تو انکار کا بیان تھا یعنے لوگون کو جو ایک مرد کی طرف وحی ہونے مین تعجب تھا اُس پر اللہ تعالے نے پہلے انکار فرمایا اور پھر وحی فرمانے و اُنکے
تعجب کو بیان کیا تو وحی یہ فرمائی کہ کافرون کو عذاب آخرت سے آگاہ کر اگر ایمان نلاوین اور مومنون کو جنت و عدہ ثواب کی بشارت دے پس
جب ایک مرد پر ایسی وحی فرمائی تو کافرون کو تعجب ہوا۔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ کہا کافرون نے یعنی تعجب کرنے والون نے
کہ بے شک یہ تو کھلا جادو ہے یعنی یہ قرآن جس مین یہ ایجاد مذکور ہے یہ کھلا ہوا جادو ہے۔ اُس کو جادو اس وجہ سے کہتے تھے کہ کمال فصاحت
وانتہار بلاغت سے جب اُس کے مثل نہین لا سکتے تھے تو یہ معجزہ تھا کہ اُس پر ضرور یقین کرنا چاہیے کہ یہ مرد ضرور رسول ہے کیونکہ ایسا معجز کلام
لایا کہ باوجود فصاحت و بلاغت مین دعویٰ کرنے کے عرب اس سے عاجز ہوئے تو شیطان نے انکو وسوسہ ڈالا کہ جادو بھی ایسا ہی ہوتا
ہے کہ لوگ اس کی ماہیت سے عاجز ہوتے ہین پس ان کافرون نے جادو کہنا شروع کیا۔ اور کہا کہ وحی ہوتی تو یہ آدمی کیونکر رسول ہو سکتا ہے
اور ایک قراءۃ مین ان ہذا لساحر آیا یعنی یہ مرد بے شک کھلا جادوگر ہے یہ سب اُنھی زعم باطل پر تھا کہ اللہ تعالے کا رسول کوئی آدمی نہین
ہو سکتا ہے۔ حاصل معنی آیت کریمہ کے یہ ہوئے کہ کیا لوگون کو عجب ہو گئی یہ بات کہ ہم نے ان مین سے ایک مرد پر وحی بھیجی اور اُس کو رسول بنایا
یہ وحی کہ تو کافرون کو ڈر سناوے اور مومنون کو خوشخبری سناوے کافرون نے کہا کہ یہ قرآن تو کھلا جادو ہے یا یہ مرد کھلا جادوگر ہے آیت مین
ایک قوی دلیل ہے کہ قرآن مجید اپنی فصاحت و بلاغت نظم کلام و حسن معانی مین اعجاز ہے اس لیے کہ قرآن مجید مین کافرون کا یہ قول حکایت
ہے پس ضرور وہ لوگ جو فصاحت و بلاغت کے مدعی تھے قرآن کے اعجاز کو دیکھکر عاجز ہو کر جادو کہتے تھے کیونکہ اگر نہ کہتے ہوتے تو صاف یہ مشہور
کرتے کہ پیمبر پر بہتان باندھا گیا ہے اور جب ناحق عیب نکالنے والے بکثرت تھے تو یہ بات تمام مین مشتہر ہو جاتی پس ثابت ہوا کہ ضرور سچی بات تھی
تو معلوم ہو گیا کہ بڑے بڑے فصحاء عرب جب اس کے اعجاز ہونے کے قائل تھے اور وہ اہل زبان تھے تو اب کسی شخص کو یہ نہین پہونچتا کہ اس مین
شک کرے کیونکہ وہ مثل عرب کے ادنی آدمی کے بھی فصیح نہین ہے تو اسکو اسکے اعجاز مین کیا سمجھ ہو گی پھر جب آج تک فصحاء عرب مین اُسکے اعجاز پر
اتفاق ہے تو زمانہ جاہلیت کے کفار سے لیکر آج تک اجماع اور متواتر الثبوت ہو گیا کہ قرآن کلام معجز ہے والحمد للہ رب العالمین ف فی العرائس قولہ تعالیٰ
بسم اللہ الرحمن الرحیم آلر الف عین وحدانیت و لام عین ازلیت و را عین ربوبیت از عین وحدانیت ہے الف سے قلوب موحدین کے لیے
جو تمام مخلوق سے منفرد ہین تجلی فرمائی تاکہ انوار الوہیت مین فانی ہون اور لام سے ارواح عاشقین کے لیے تجلی از عین ازلیت فرمائی تاکہ ابد و
قدم مین پرواز کرین اور را سے عین ربوبیت سے سر محبین پر تجلی فرمائی تاکہ حسن صفات سے اُنس پا کر مشاہدہ ذات کے مشتاق ہون
موحدین کو وحدانیت سے الف کے ساتھ شربت انانیت دیا کہ صفت اتحاد سے متخلق و آراستہ ہوئے اور لام سے عارفین کو شربت جمال پلایا
کہ والہ و شیدا ہوئے اور را سے انوار ربوبیت سے اہل محبت کو شربت دیا کہ حیران و بیخود ہو گئے مترجم کہتا ہے کہ یہ اسرار منجملہ علوم تفسیری

کے ہین حقایق تاویل نہین ہین اور جو ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ الر معناہ انا اللہ اری۔ اس کے لطائف اسمین توضیح بیان ہوے شیخ رح
نے لکھا کہ نیز یہ اشارت ہو کہ الف الآء یعنے صادقین کے لیے نعمتین ہین۔ لام الطاف برائے مقربین ہین۔ را رحمت کج نابین ہو جسین رح نے
کہا کہ قرآن مجید مین ہر چیز کا علم ہو اور قرآن کا علم ان حروف مین ہو جو سورہ کے اول مین ہین شیخ رح نے کہا کہ میرے دل مین واقع ہوا کہ سورہ
یونس مین جو غرائب و عجائب و قصص و امثال ہین انکو صرف تین حرف مین جمع کر دیا یعنے الف لام را مین اور اپنے حبیب رسول صلے اللہ
علیہ وسلم کے دل کو اُس سے متنبہ کر دیا اور آنحضرت صلعم کو یہ کافی ہوگیا کیونکہ اللہ تعالے و اُسکے رسول صلعم کے درمیان اشارات جاری ہین کہ
سوائے دیگر مخلوق مین سے کسی کو اطلاع نہین ہو سکتی ہو اسیواسطے انکو پوری سورہ نازل ہونے کی ضرورت ہوتی ہے یعنے قبل نزول تمام سورہ کے
انکو تمام احوال و معانی پر اطلاع نہوتی بخلاف آنحضرت صلعم کے کہ صرف آر سے سب اطلاع ہوگئی۔ اور نیز مجھے محفوظ ہوا کہ اللہ تعالے نے
تربیت و مواسات کے طور پر سب سے اچھے نام سے خطاب فرمایا چنانچہ الف سے اشارہ کیا کہ اے آدم الثانی کیونکہ آدم مین الف سب حروف سے پہلا
حرف ہو اور لام سے باللطیف کا اشارہ ہو اور آر را سے یا رحیم کی طرف اشارہ ہو جیسے طٰہٰ اور یٰسٓ اور یا ایہا المزمل اور یا ایہا المدثر مین صریح اور
اشارت ہو وقولہ تلک آیات الکتاب الحکیم یعنے یہ اخبار آیات صفاتیہ ازلیہ ہین کہ قدم و ازل مین تو انکا عالم تھا اور نیز یہ علامات ہین کہ ازل مین ہم نے
تیری روح کو الہام کیا تھا پس اس سے تجھکو خطاب ازلی کا پتہ یاد آجائیگا۔ پھر اللہ تعالے نے تلک آیات الکتاب الحکیم مین بیان فرمادیا کہ قرآن مجید
محکم محکم ازلیہ ہو اور پوری حجتون سے آراستہ ہو جسمین حکم ربوبیت موجود او رعبودیت کے آداب موجود ہین جنے اسکی سمجھ پائی وہ حکمت آمیز سے حکیم ہوگیا
بعض نے کہا کہ اس مین علامات ہین جس سے معلوم ہوجاتا ہو کہ کون اس خطاب سے حکمت حاصل کرکے مقبول ہو اور بعض نے کہا کہ کتاب حکیم یعنے
عہد ناطق باحکام ظاہر و باطن ہو استاد رح نے کہا کہ الکتاب الحکیم الف لام عہد کا ہو یعنے وہ کتاب جو ازلی میثاق کے روز تم سے وعدہ کردی گئی تھی
اور اشارہ اسمین یہ ہو کہ ہم نے تم سے وعدہ پورا کیا اور رشتہ محبت مضبوط کر دیا اور زمانہ دوری منقضی ہوگیا اور زمانہ سرور ملاقات نزدیک پہونچا
پس شربت محبت نوش کرو اور طریقہ مودت پر مستقیم رہو اور ایسے لوگون کی طرح مت ہو جنھون نے محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت و نبوت سے عجب
کرکے موقع عنایت الٰہی کو نہین پہچانا کما قال تعالے اکان للناس عجبا ان اوحینا الی رجل منہم پس درحقیقت یہ فضل عظیم تھا اسکو تعجب سے بدل لیا
پھر اللہ تعالے نے آگاہ کیا کہ خاصہ وحی اس لیے کہ جو مخلوق کہ مشاہدہ عظمت کبریا و جلال سے غافل ہوتے ہین انکو بیدار کرے کما قال تعالے ان
انذر الناس پس اسمین معرفت حق تعالے کی تعلیم ہو کہ وہ پاک پروردگار ہر شخص کے فعل نیک و بد سے ایسا علیم و خبیر ہو کہ جیسا اس کا فاعل نہین جانتا
اور اس کی صفات مین عقاب کرنا بھی ہو جیسے نیکون کو نعمت دینا کما قال تعالے وبشر الذین آمنوا ان لہم قدم صدق عند ربہم سچی ارادت و خلوص
والون کو اپنی سوابق نعمت سے آگاہ فرمایا کہ انکے لیے وصال جمال بلا حجاب ہوگا نیز اشارت ہو کہ میثاق ازل مین جب کشف جلال و تجلی جمال
ہوا تو صادقین کی ارواح ہی کے لیے قدم صدق تھا پس انھین کا سچا وعدہ تھا کہ عبودیت کے مقام مین محبت کی برداشت کرنے مین انکا
قدم نہین لغزش کریگا نیز اشارہ ہو کہ قدم ربوبیت ایجاد کونین مین نہین رکھا گیا الا اسی وصف سے ازل مین انکے ساتھ محبت صادقہ تھی نیز واضح
ہو کہ دل آیت مین تخویف ہو بقولہ ان انذر الناس اسلیے جنے ایک دم میرے مشاہدہ کو کھویا اور ہلاک ہو نیکے سبب فراق اختیار کیا اسکو اس حرکت سے ٢
خوف دلادے۔ پھر آخر آیت مین بشارت فرمائی بقولہ وبشر الذین آمنوا یعنی جنکے دل اُسکی محبت مین بھرے ہوے اور سچی یاد مین مستغرق ہین انکو
اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بشارت دیدی نیز اشارت ہے کہ اہل ارادت کو جو یقین کامل رکھتے ہین یہ بشارت دیدے
کہ زمانہ فتور و فراق مین اگر بمقتضائے بشریت ہوا سے نفسانی اُن سے قصور ہوا تو میرے لطف سے نا امید نہون کہ انکے لیے قدم صدق ہو

یعنے حکم قبولیت ازلیہ اُن کے لیے ثابت ہو پس نا اُمیدی و وسوسہ شیطانی ہو کہ قدم ارادت مقام قبولیت سے دور کر دیے جاوین بلکہ لطف و رحمت پر نظر رکھین کہ آخری قدم اُنکے برابر استقامت پر ہو کر سب اگلے پچھلے یکسان ہو جاوینگے۔ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ حقیقت قول یہ تھا کہ جسنے ڈھونڈھا اُسنے پایا پھر اسمین ڈھونڈھنے والے کئی راہون پر متفرق ہوے اول اہل اشارات ہین کہ سابقہ قوت اشارت سے اُنھون نے ڈھونڈھا پس وہی قدم صدق کے مصداق ہین اور وہی اہل طوالع و اشارات ہین سہل رح نے کہا کہ قدم صدق سابقہ رحمت جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین ودیعت رکھی تھی ترمذی رح نے کہا کہ قدم صدق وہ امام و ہادی صادق شفیع مطاع محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین۔ نصر آبادی رح نے کہا کہ قدم صدق ہر مقام مین ادب کا سلوک ہو اور وہ شفیع شفاعت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہو۔ اُستاد رح نے کہا کہ قدم صدق وہ طاعات و عبادات و اعمال صالحہ بصدق نیت ہین جنکو اُنھون نے عدم بھیجدیا ہو اور صداقت انکی طاعت ادا کرنے مین بھی اور سب کامل نہونے کے اقرار نقصان مین بھی پس اُن کی یہ صداقت بفضل الٰہی گویا تکمیل ہو بعض نے کہا کہ قدم صدق وہ انعام ہین جو یوم القیامۃ مین انکے لیے مقدم کر دیے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے اپنی الوہیت و ربوبیت و انواع احسان و کرامات ثابت کر کے متنبہ فرمایا کہ محل نہین چھوڑے گئے ہین اور ان معارف کے واسطے رسالت ضرور ہو جو جن یا ملائکہ سے تمام نہین ہو سکتی پس رسول آدمی ہوگا۔ فقال تعالے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مَا

تمھارا رب اللہ ہو جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا کام کی کوئی

مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ○

سفارش نہ کر سکے مگر جو پہلے اسکا حکم ہو وہ اللہ ہو رب تمھارا سو اُسکو پوجو کیا تم دھیان نہین کرتے

سعد بن اسحٰق بن کعب بن عجرہ سے روایت ہو کہ جب مکہ مین یہ آیت اُتری تو سوارون کا ایک بڑا گروہ اُنسے ملاقی ہوا تو اُنھون نے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو پس انھون نے جواب دیا کہ ہم جن ہین مدینہ سے آتے ہین اور یہی آیت کریمہ ہمارے سفر کر کے حاضر ہونے کا باعث ہوئی ہو۔ رواہ ابن ابی حاتم اس آیت مین اللہ تعالے نے اپنی الوہیت سے متنبہ کر کے عبادت خالص اپنے ہی واسطے ثابت فرمائی بقولہ تعالے۔ إِنَّ رَبَّكُمُ بیشک رب تمھارا۔ اللّٰہ اللہ تعالے ہو۔ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ جسکی صفت یہ ہو کہ اُسی نے پیدا کیے سب آسمان اور زمین فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ چھ روز مین یعنی دنیا مین جتنی مقدار ایک روز کی ہوتی ہو اتنی مقدار کے چھ گونہ وقت مین کہ چھ روز کے انداز ہوا سب آسمانون و زمینون کو جو سب سے بڑی مخلوق نظر آتی ہے پیدا فرمایا اور اگر چاہتا تو ایک لمحہ بلکہ اُس سے بہت کم مین پیدا کر دیتا ولیکن مخلوق کو آہستگی اور خوبی کے ساتھ کام کرنا سکھلانے کو اس انداز کے وقت مین پیدا کیا اور ہم نے چھ روز کا اندازہ اسواسطے کہا کہ اسوقت مین سورج نہ تھا کہ دن و رات ہو تو مراد یہی ہو کہ چھ روز کی قدر وقت مین پیدا کیا لیکن مترجم کے نزدیک اس مین اشکال یہ ہو کہ زمانہ کا حساب حرکت فلکی سے ہو تو فلک نہو پھر وقت و زمانہ اندازے بھی نہوگا پس جواب اس کا یا تو اسطرح دیا جاوے کہ حرکت فلکی سے زمانہ ہونے کا قول فلاسفہ کا ہے اور ہم اس کو نہین مانتے ہین اور یا جواب یہ ہے کہ آسمان و زمین نہونے کی حالت مین کوئی کیفیت حس و خیال سے معلوم نہین ہو سکتی ہو پس جائز ہو کہ دن اس حال مین موجود ہو جسکی کیفیت ہم کو معلوم نہین جیسی وہ حالت ہمارے قیاس مین محسوس نہین ہو سکتی ہے اور نسبت اس موجودہ حالت کے وہ حالت عدم اس ملکہ کا ہو محض عدم نہین ہو علاوہ برین علم الٰہی مین ہر حوادث کا وجود تھا حتی کہ جو کچھ قیامت تک موجود ہو لہذا سورج نہونے یا فلک نہونے سے جزم اس امر کا نہین ہو سکتا اور حکم لگایا جا سکتا ہو کہ دن نہ تھا یا زمانہ نہ تھا کیونکہ عدم العلم مستلزم علم العدم

نہین ہر اور سورج کے طلوع وغروب کے ابین کو دن کہنا فقط لفظی گفتگو ہے کہ اس وجود دنیاوی مین اُسکے سوائے معلوم نہین جیسے اقرار
میثاق ازل اب یاد نہین ہر یا پچاس ہزار برس کا دن کبھی دیکھا نہین ہر پس سوائے کیفیت مجہول ہونے کے کوئی استحالہ لازم نہین آتا تو جب
اللہ تعالے نے آگاہ فرما دیا کہ چھ روز مین پیدا فرمایا تو معلوم ہو گیا کہ روز تھا جسکی کیفیت ہمارے خیال سے باہر ہر اور ہم اسی کو یقین کرتے ہین لہذا
جو صحیح حدیث مین وارد ہوا کہ اتوار کے روز پہاڑ قائم اور دوشنبہ کو فلان چیز وسہ شنبہ کو فلان چیز وغیرہ تفصیل ایام کی پیدایش مذکور ہے
اور دیگر احادیث جن مین تعیین ایام ہر سب اپنے ظاہر معنی پر ہین اور ایسے ہی جنت کے خلود وغیرہ مین بعض احادیث مین تخصیص روز جمعہ کے
مانند ظہور خصوص لعنت خاص کا جو وارد ہوا وہ اپنے معنی پر ہر حالانکہ وہان سورج وچاند اور دن رات نہین ہر بالجملہ ملک آخرت وعالم وراء محسوسات
کو عالم عناصر محسوسات پر قیاس نہین کر سکتے ہین اور نہ کوئی استحالہ قائم ہو سکتا ہے اور عجب ہر کہ ذہن کے مقابلہ مین خارج کا حکم بدلا ہوا
مسلم ہر پھر عقل وایمان ہمارے مسئلہ مین بدرجہ اولے کسی اشکال کو راہ نہین دیتے ہین۔ فاستقم وباللہ التوفیق۔ اور آیت مین دلیل ہے کہ سما
بمعنی بلندی ہی نہین بلکہ ایک خلقت محسوس اور چند عدد جمع ہر تو جنھنے یہ زعم کیا کہ آسمان فقط منتہائے نظر ہر وہ آیت سے کافر ہے۔ اور آیت مین
ربکم مقدم کیا اس لیے کہ عرب کے کفار اقرار کرتے تھے کہ آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا اللہ تعالے ہے لہذا انحصار کے ساتھ یون بیان کرنیکی
بھی ضرورت نہین کہ اللہ تعالے ہی نے انکو پیدا کیا ہان وے لوگ اپنے کامون وحاجتون کا سرانجام دینے والا بعضے بتون کو خیال کرتے ہین اور
انکو رب جانتے تھے تو رد کر دیا کہ رب تمھارا وہی اللہ تعالے ہر جسکی قدرت عظیم وشان بے قیاس ہر اُس نے چھ روز مین یعنے اپنی مخلوق کو اسطرح
آہستہ سوچ سمجھکر کام کرنے کا طریقہ سکھلانے کے لیے چھ روز مین آسمانون وزمین کو پیدا کیا۔ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ۔ پھر عرش پر مستوی
ہوا۔ کرخی رح نے لکھا کہ عرش پر مستوی ہونا اللہ تعالے کی ایک صفت ہے اُس کی کیفیت بالکل سمجھ سے باہر ہے مفسر رح نے لکھا کہ یہ استوار
ایسا ہی جو اُس کی شان پاک کے لائق ہر یعنی کوئی جاہل یہ گمان نہ کرے کہ عرش پر مستوی ہونا ایسی کیفیت پر ہے یا اسکی مثال اسطرح ہر یا یون
متصور ہے کیونکہ حضرت باری تعالے کو کسی چیز سے تشبیہ نہین اور نہ آدمی کے قیاس کو مجال ہر پس جب یہ صریح آگیا کہ اللہ تعالے کسی
چیز سے مشابہ نہین ہر تو اتنا بالیقین معلوم ہو گیا کہ جو کیفیت بندہ تصور کرے وہ حادث ہو گی اور حادث سے اللہ تعالے پاک ہے تو اس کی
کیفیت کبھی معلوم نہین۔ اور چونکہ اللہ تعالے نے استوار علی العرش کو بیان فرمایا تو ہم یہ نہین کہتے ہین کہ یہ کچھ نہین ہر بلکہ یقین کرتے ہین
کہ جو کچھ اُسنے فرمایا وہ صحیح ہر اور کیفیت ہم کو معلوم نہین ہر ہان اتنا یقین ہر کہ کوئی تشبیہ وتمثیل وتصور یہان نہین ہر پس یہ طریقہ تو سلف
الامۃ واماموں کا ہر کہ ایسی آیات کو جو اللہ تعالے کی شان مین ہین انپر بدون تاویل کیے اسطرح ایمان لاتے ہین کہ جسطرح وارد ہوا بدون کیفیت
کے اور یقین جانتے ہین کہ یہان قیاس وگمان ووہم وغیرہ سب باطل ہر اور پچھلے علماء رح نے ان آیات مین تاویلین کین تا کہ سمجھ سے موافق
ہو جاوے ولیکن بے ضرورت تاویل ہر اور بکثرت احادیث جو صفات مین وارد ہین انمین تاویل بعض جگہ نہی ہر اور بعض جگہ بالکل نہین بنتی ہر
تو تاویل بیکار ہر اور کوئی آدمی جسکو ذرا بھی عقل ہو وہ ایمان لانے کے لیے اس بات پر ہٹ نہین کریگا کہ مجھے شان وصفت الٰہی کا علم ہو جاوے
اسلیے کہ مخلوق کو اتنی مجال نہین کہ حضرت خالق تبارک وتعالے کا علم حاصل کرے لہذا آیات واحادیث صفات کو اپنے معنی پر یقین کرے
بدون دخل اپنے قیاس کے اور جان لے کہ یہ صفت الٰہی ہر جسطرح اُسکی شان پاک کے لائق ہر اُسیطرح ہر۔ پھر قولہ ثم استوی مین حرف ثم
اس امر پر دلالت کرتا ہر کہ آسمانون وزمین پیدا کرنے کے بعد صفت استواء عرش ظاہر ہوئی اور وہ پاک پروردگار قبل اسکے عرش سے مستغنی تھا اور
بعد اسکے بھی کیونکہ وہ تعالے کو کسی چیز حادث کی طرف احتیاج محال ہر اور صفات الٰہی سب قدیم ہین انمین کچھ تغیر وتبدل نہین ہو سکتا ہان ظہور

اوقات مختلف میں ممکن ہے۔ بالجملہ سچا طریقہ ایمان کا وہ ہے جس پر صحابہ وتابعین گذرے کہ بیشک بے تردد وہ ایمان لائے تھے ورہم بھی ایمان لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چھ روز میں آسمانوں و زمین کو پیدا کیا اور پھر عرش پر جس طرح اسکی شان پاک کے لائق ہے مستوی ہوا۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ تدبیر فرماتا ہے امر کی۔ اس جملہ کو بدون واو عطف کے فرمایا کیونکہ یہ گویا سابق کلام کی تفسیر وتفصیل ہے تدبیر لغت میں نظر کرنا ادبار امور کو یعنے انجام کار میں نظر کرنا کہ اچھی صورت پر واقع ہو اور امر یعنی شان وحال ہے اور جناب باری تعالیٰ میں تدبیر کے معنے قضا وقدر کا جاری کرنا نہایت حکمت وکمال قدرت پر کیونکہ وہ تعالیٰ کا علم محیط ہے اور اُسی کے خلق سے تمام مخلوق ہے لہذا شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ معنے یہ ہیں کہ امر خلائق کی تدبیر فرماتا ہے اُسکے علم سے ایک ذرہ پوشیدہ نہیں ہے نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی حال وشان اُسکو مشغول کر سکتی ہے اور نہ بے شمار مخلوق کی حاجات و دعاؤں میں کچھ سہو ہوتا ہے اور نہ جنگلوں وپہاڑوں وآبادیوں وآسمانوں وزمینوں وملائکہ وجن وانسان ووحوش وطیور وگزندوں اقسام کے حشرات الارض وچیونٹیاں ومکھیاں اور بے انتہا خلقت جسکے علم سے وہی آگاہ ہے کسی کے رزق وجزا وسزا ودعا وعطا میں ذرہ برابر تغیر وفرق ہو سکتا ہے اور ہر جانور کا روزینہ اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے اور کوئی پتی بدون اُسکے علم کے نہیں گرتی اور کوئی دانہ زمین کے اندر بدون اُسکی اجازت تغیر نہیں پاتا اور جو کچھ رطب ویابس ہے سب کتاب مبین و لوح محفوظ میں موجود ہے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ یدبر الامر یعنی امر کائنات کو بمقتضائے حکمت بالغہ وکلمہ نافذہ مقدر فرماتا اور اُسی کے حکم وتحریک پر اسباب نازل ہوتے واُسی کے فعل و قدرت سے خلق جاری ہے۔ بالجملہ جب کافر لوگ حضرت حق تعالیٰ عز وجل کے اس اقتدار عظیم کو دیکھیں اور اُسکی عظمت وجلال میں فکر وغور کریں تو انکو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں کچھ تعجب وشک نہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت تعلیم فرماتا ہے اور انکو کچھ شک نہ رہے کہ ایسا خلاق العلیم سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم وہی ہمارا رب کریم ہے اُسی کے واسطے الوہیت وربوبیت مختص ہے اور ہم سب اُسی کے بندے ہیں تو بندگی خالص اُسی کی ہے پس بتوں وغیرہ کسی چیز کا شریک ہو محض باطل ہے اور رہا یہ گمان کہ بت وغیرہ ہماری حاجت بر لاتے ہیں اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارے شفیع وسفارشی ہیں تو محض باطل گمان ہے اول تو بت پتھر کے خود تمھارے ہاتھوں کے تراشے ہوئے پس وہ تم سے بھی بدتر ہیں دوم انکو گویائی ہی نہیں ہے تیسرے پتھر کو نہ عقل نہ شعور چوتھے حضرت رب العزۃ ذو الجلال والاکرام کے دربار عظمت وجلال کبریائی میں دم مارنے کی مجال کہاں ہے اور بدون اسکے حکم کے زبان حرکت کہاں کر سکتی ہے قال اللہ تعالیٰ مَا مِنْ شَفِيعٍ الخ لا احد شفیع یشفع لاحد کوئی سفارش کرنے والا جو کسی کے لیے سفارش کرے ہو نہیں سکتا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اِذْنِهٖ مگر حق عز وجل کی اجازت کے بعد پس بدون اسکی اجازت کے کسی کی زبان ہل نہیں سکتی کہ سفارش کر سکے تو اگر بتوں کے زبان ہوتی اور شعور ہوتا اور بول سکتے تو بھی بیکار تھے کہ بدون رضامندی حق عز وجل کے انکو مجال سفارش نہوتی۔ اور ظاہر ہے کہ جو بندے کہ اپنے پروردگار کے سوائے دوسرے کی بندگی کریں تو اللہ تعالیٰ ایسے مشرکوں سے راضی نہیں اور اُنپر غضب فرماتا ہے اور بت اگر شعور رکھتے اور اپنے معبود بنائے جانے پر راضی ہوتے تو انکو بھی سخت عذاب ہوتا اور بڑی ذلت ودکھ کی مار اٹھاتے پھر سفارش کیسی لہذا قطعی حکم دیا کہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ یہ نہیں بخشتا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے یعنی کوئی دوسرے کی بندگی کرے یا دوسرا اپنی بندگی پر اس سے راضی ہو تو بیشک وہ دونوں مشرک ومردود ہیں آیت میں دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت ہوگی چنانچہ آنحضرت صلعم
۴
کے واسطے حق تعالیٰ عز وجل نے اجازت کا وعدہ فرمایا ہے اللھم ارض عنا بفضلک وتوفنا مؤمنین مسلمین علی سنۃ نبیک محمد صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین الحاصل اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی وقدرت وکمال ایسی ہے اور عظمت وجلال یہ کہ بدون اجازت کسی کی زبان نہیں ہل سکتی ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ وہی عظمت وجلال والا اللہ تعالیٰ تمھارا رب ہے وہی معبود ہے اُسی کے تم بندے ہو اُسی کے واسطے عبادت وبندگی خالص وخاص ہے۔

فَاعْبُدُوْهُ پس اُسی کی توحید کرو یعنی یقین کرو کہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ پس اُسی کی بندگی کرو۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ اے منکرو کیا تم سمجھکر نصیحت نہیں پکڑتے ہو۔ پس درحقیقت تعجب کے قابل یہ بات تھی کہ حضرت حق ذوالجلال والاکرام کی توحید چھوڑکر بتون وغیرہ کے بندے بنگئے جس سے آنکھیں اندھی و دل سیاہ ہوگئے تو اُلٹا تعجب کرنے لگے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم آدمی ہیں اللہ تعالے کے رسول نہیں ہو سکتے ہیں باوجودیکہ یہ کلام معجز نظام کہ سراسر معرفت ہے اپنے دعوی رسالت پر معجزہ لائے تو بدبخت کافر اُسکو جادو کہنے لگے حالانکہ اس امر کے قائل تھے کہ تمام مخلوق اللہ تعالے کی پیدا کی ہوئی ہے پس خود ہی اقراری تھے کہ وہی معبود برحق اور اُسی کی بندگی خالص ہے۔ ف۔ عرائس البیان میں ہے کہ اللہ تعالے نے اپنی الوہیت کو اسرار عارفین و اہل توحید کی تربیت کے واسطے ذکر فرمایا بقولہ ان ربکم اللہ۔ پھر اہل الیقین کے فرحت قلوب کے لیے آگاہ فرمایا بقولہ الذی خلق السموات والارض فی ستۃ ایام۔ اسمین اہل عقل کو بصیرت ہے اور چند ایام میں انکی خلقت فرمانے کا بیان مفید ہے کہ انسان سے عجلت دور ہو وقد قال تعالے وکان الانسان عجولا پس بالطبع انسان میں عجلت اسکی کمالات و ترقیات میں بہت مضر ہے پس وجود نور قلب کے لیے درنگی و آہستگی ضرور ہے جیسے اس آیت کریمہ میں اشارہ فرمایا ورنہ اوتعالے ایک لحظہ میں کروروں آسمان بے انتہا پیدا فرما سکتا ہے وقال تعالے ثم استوی علی العرش پھر عرش کو اپنی تجلیات کے لیے آئینہ بنایا اور انفاس صدیقین و مریدین کے واسطے وہی منتہی ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے نازل مرتبہ پر سدرۃ المنتہی وغیرہ ہیں اور سورۃ النجم و حدیث المعراج میں بہت سے اسرار کی طرف اشارہ ہے جبکہ ہدایت آلہی سے فکر سلیم نصیب ہو۔ پھر اللہ تعالے نے آگاہ فرمادیا کہ جو بندے صدق ارادت سے طالب حق ہیں وجل نے انپر راہ بہت آسان فرمائی ہے قال تعالے یدبر الامر۔ ارواح کو علت حدوث و تعلق بالغیر سے پاک فرماکر راہ مشاہدہ دیتا ہے اور عارفین کے دلوں کو کشف انوار صفات سے منور فرماتا ہے پھر بیان فرمایا کہ اللہ تعالے خود مختار ہے جسکو چاہا مقبول کیا اور جسکو چاہا مطرود فرمایا اسمیں کسی مخلوق کو مجال نہیں ہے بقولہ ما من شفیع الا من بعد اذنہ پس جب بندہ مخلوق کو زبان انبساط و بدی وہ سوال و دعا کرنے لگتا ہے اور دوسروں کی شفاعت کرتا ہے ورنہ حادث کو کیا مجال و اسکی کیا ہستی ہے کہ اللہ تعالے کی عظمت و جلال کے سامنے دم مارے۔ پھر حسن وصف سے موصوف فرمایا اسی کو اہل معرفت کے لیے واسطے حصول معرفت کے بیان کیا بقولہ ذالکم اللہ ربکم پھر معرفت کے بعد انکو عبادت کی طرف بلایا بقولہ فاعبدوہ معرفت کے ساتھ اُسکی عبادت کرو کیونکہ خلق سے یہی معرفت توحید مقصود ہے بقولہ تعالے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی توحید و معرفت حاصل کریں۔ پھر انکو فکر و غور سلیم کی طرف آمادگی دلائی بقولہ تعالے افلا تذکرون۔ دریاے فکر میں غوص نہیں کرتے کہ حقائق صنائع آلہی حاصل کرو جنسے حقائق انوار ملتے ہیں اور اُنسے لطائف اسرار منکشف ہوتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ توحید و تفکر کا حکم دیا کہ یہ اسوقت حصول کمالات و قبولیت کا عمل کسبی ہے پھر جزا و سزا واقعی سے جو بلا اختیار خواہ مخواہ واقع ہونے والا ہے آگاہ فرمایا۔

اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ

اسی طرف پھر جانا تم سبکو وعدہ ہے اللہ کا سچا وہی بناتا ہے پہلے پھر اسکو دہرا دیگا تا بدلا دے انکو جو

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ

یقین لائے تھے اور کیے تھے کام نیک انصاف سے اور جو منکر ہوے انکو پینا ہے کھولتا پانی اور دکھ کی مار اسپر

بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝

کہ منکر ہوتے تھے

واضح ہو کہ ضمیر الیہ راجع بجانب اللہ تعالے جو رب و خالق و مالک ہے مرجع لوٹنا یا مقام بازگشت جمیعًا تاکید۔ وعد اللہ مفعول مطلق اپنے
فعل محذوف کا اے وعد اللہ وعداً۔ اور اپنے نفس کا خود موکد ہے کیونکہ قولہ الیہ مرجعکم خود بھی وعدۂ الٰہی ہے حقا بھی مفعول مطلق اپنے فعل
محذوف کا اور موکد غیر کا ہے یعنے وعد اللہ جسپر دلالت کرتا ہے اسکی تحقیق کرتا ہے اس آیت سے شروع کیا کہ اللہ تعالے نے یہ تمام مخلوقات جو عجائب
قدرت و صنعت الٰہی پر دلیل ہے تمھارے امتحان و فکر کرکے توحید حاصل کرنے کے لیے پیدا فرمائی ہیں تم مہمل نہیں چھوڑے گئے بلکہ خواہ مخواہ تمکو
بدلا دیا جائیگا پس فرمایا۔ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا اللہ تعالے ہی کی طرف تمھارا سب کا مرجع ہے یعنے پیدا ہوے ہو پھر ہلاک ہوکر یوم البعث و
نشر کو اسی کی طرف پھر جاؤگے کسی اور کی طرف جنکو شریک بناتے ہو نہیں مرجع ہے پس اُسکے حضور میں جانے کا سامان کرو۔ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا
وعدہ دیا ہم کو اللہ تعالے نے یہ وعدہ اور اُسکو خوب محقق کر دیا اسمین ذرا خلاف نہیں ہو سکتا۔ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ اللہ تعالے
ابتدا فرماتا ہے خلق کو اسطرح کہ انکو پیدا کر دیا پھر اعادہ فرماویگا اس طور کہ ہلاک کرکے پھر بعد موت کے یوم الحشر کو اٹھاویگا پس جس حالت پر
مرے ہیں اُسی حال پر اُٹھینگے۔ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ یہ پیدائش و اعادہ اسواسطے ہے کہ بدلا دیوے اللہ تعالے
ان بندوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے ساتھ عدل کے یعنی اپنے عدل و انصاف کے ساتھ۔ یا یہ معنی ہیں کہ ان مومنوں نے جو
عدل اختیار کیا تھا یعنے تمام امور میں اعتدال شرعی سے تجاوز نہیں کرتے تھے اگرچہ اُنکے نفوس فساد کی طرف خواہش کرتے ہوں و عدل
شرع سے ناگواری اٹھاتے ہوں۔ یا عدل سے مراد ایمان ہے اسواسطے کہ ایمان عین عدل ہے چنانچہ ایمان یہی ہے کہ خالق عز و جل کی جناب میں
ادب ہو پس خالق کو پہچانے و اسکے حقوق بجالاوے اور اپنے آپ کو اُسکا بندۂ مخلوق جانے اور آپس میں بندوں سے خالق عز و جل کے
حکم کے موافق برتاؤ کرے پس ایمان عین عدل عظیم ہے جیسے شرک ظلم عظیم ہے بیضاوی رح نے کہا کہ یہی معنی اوجہ ہیں معنی یہ ہوے کہ ایمان
والوں کو اُنکے ایمان کا ثواب عطا فرماوے۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ اور جن بندوں نے
کفر کیا اُنکے لیے پینے کو حمیم ہے اور دکھ کی مار ہے بسبب اُنکے کفر کرنے کے یعنی مخلوق ہو کر خالق عز و جل کی عبادت سے منکر ہوے اسطرح کہ غیر کو شریک
جانا۔ یہ جملہ مقابلہ میں جملہ اول کے ہے اور اصل میں یہ معنے تھے کہ ولیجزی الذین کفروا وعملوا السیات بظلمہم۔ اور تاکہ سزا دیوے ان لوگوں کو
جنھوں نے کفر کیا اور بُرے کام کیے ہیں بوجہ اُنکے ظلم و شرک کے۔ پھر بلاغت کاملہ سے اس جملہ کو اس اسلوب پر بدل دیا پس اسمین بہت سے
فوائد پیدا ہو گئے از انجملہ یہ کہ ظاہر ہوا کہ اہل کفر اسی عذاب کے مستحق ہیں۔ از انجملہ یہ تنبیہ ہوئی کہ خلق و اعادہ سے اصل مقصود ثواب کا بدلا دینا تھا
اور عذاب تو بالعرض واقع ہوا۔ از انجملہ تنبیہ ہوئی کہ مومنوں کے ثواب دینے میں اللہ تعالے بذات پاک متولی ہے پس جب اُسکے فضل و کرم پر انکو
ثواب ملا تو اُسکی کچھ انتہا نہیں اور وہ فہم بشری سے باہر ہے اسواسطے اس میں کوئی تفصیل نہیں فرمائی اور کافروں کا عذاب فقط اُنکے اعمال بد کا
مساوی بدلا ہے کچھ زیادہ بالکل نہیں ہے گویا اُنکی بد اعتقادی و بد اعمالی خود اُنپر بیماری و دکھ کھینچ لائی حمیم نہایت گرم پانی۔ اور یہ نحو جلتا ہوا
خود جہنمیوں کا انکو ملیگا جس سے انتڑیاں کٹ گرینگی بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ جملہ گویا کلام سابق یعنے قولہ الیہ مرجعکم الخ کی تعلیل ہے کیونکہ جب
پیدا کرنے و مارنے اور پھر اعادہ کرنے سے اصلی مقصود یہ ہوا کہ ہر مخلوق کو جو اعمال کی پابندی کی گئی ہے اُسکے برتاؤ کے موافق بدلا دیا جاوے تو خواہ مخواہ
ہر ایک کا مرجع اسی کی طرف ہوگا۔ اور اسکے مؤید قراءۃ عبد اللہ بن مسعود رض و اعمش رحمہ اللہ ہے کہ انھوں نے قولہ انہ یبدء الخلق کو بفتح ان پڑھا یعنے
لانہ یبدی الخلق پس جملہ بلام تعلیل ہوا۔ واضح ہو کہ قولہ الیہ مرجعکم میں ضمیر خطاب بجانب اہل عقل ہے اور جملہ تعلیلیہ میں یبدی الخلق عام خلق
فرمائی۔ تو اشارہ ہے کہ سواے عقلا کے جانور وغیرہ سب کا اعادہ ہوگا حتی کہ سینگوں والی بکری سے بے سینگوں والی کے مارنے کا قصاص لیا

جائیگا جیسا کہ حدیث میں صحیح ہوا ہے اور فرق عقلا ہیں وان میں یہ ہے کہ حیوانات العبد قصاص و بدلے کے خاک کردیے جاوینگے بخلاف کفار و مشرکین کے کہ وے دائمی جہنمی ہونگے جیسے دنیا میں انپر کرامت تھی کہ سب سے افضل کیا ویسے ہی عذاب میں سب سے خوار ہونگے فافہم واللہ اعلم ف و فی العرائس قولہ تعالےٰ الیہ مرجعکم جمیعا۔ اس میں اشارت یہی ہے کہ جیسا ہر غزین و خائف و حیران و تائب و قاصد و طالب کا وہی مرجع ہے تو ہر مجذوب کو اُسکی ایک صفت پاک جذب کرتی ہے پس عاشق کا مرجع اُسکا جمال مبارک ہے اور عارف کا مرجع اُس کا جلال اور موحدین کا اُسکی کبریائی اور خائفین کا اُسکی عظمت اور مشتاقین کا وصال اور محبین کا قرب اور مرجع اہل فنا اُسکی ذات پاک ہے پس اُسکی ذات پاک کے انوار مرجع ارواح قدسیہ ہیں اور انوار صفات مرجع قلوب شیفتہ و انوار افعال مرجع عقول حیران تعالےٰ اللہ سبحانہ۔ قال المترجم پس وہاں کسی حادث و حدوث کو رسائی نہیں ہے اور طرق معرفت سب مسدود ہیں سوائے اسکے کہ قدم کی صفت سے قدیم کی طرف معرفت ہوا اور یہ طریقہ عقلی نہیں ہے کیونکہ عقل آپ ہی خود حیران ہے پس اُسکا طریقہ یہی ہے کہ اتباع رسول اللہ صلعم تمام و کمال ہوا اور بغیر چون و چرا کے بتصدیق تمام اُسی پر قائم و ثابت رہے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ عطا فرماوے وہ قوت جو ظل الصفۃ ہے اور اُسکا بیان اس حدیث صحیح میں ہے۔ لایزال العبد یتقرب الی بالنوافل الیٰ آخر الحدیث واللہ تعالےٰ اعلم۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ پاک برتر عالی متعالی ہے وہاں کسی حادث کو مجال نہیں ہے اور بیان اسکا آخر آیت میں ہے قولہ تعالےٰ وعد اللہ حقا انہ یبدؤ الخلق ثم یعیدہ۔ عدم سے تجلی قدم انکو ابداع فرمایا پھر قہر سلطانی سے انکو معدوم کیا پھر براہ شفقت انکو اعادہ فرمایا کہ اہل عرفان کو نعمت کشف جمال عطا ہو آگہ قال تعالےٰ لیجزی الذین آمنوا وعملوا الصالحات بالقسط یعنے جن بندوں نے ملکوت کو مشاہدہ کیا انکو کشف جمال جبروت عطا فرماوے اور جن بندوں نے اپنے سرائر کو درست کرکے نزول انوار کے لیے پاک کیا تھا انکو قرب وصال عطا فرماوے اے برادر جو اس سفر دنیا سے شوق دل کے ساتھ یہاں تکلفوں کو پاکیزگی کے ساتھ اُٹھائے ہوئے ہیں کا دھیان لگائے ہوئے پہنچتا ہے حق تعالےٰ انکو نعمتوں سے سرفراز کرتا ہے جنکا کچھ بیان نہیں ہوسکتا اسی پر اکتفا کرو کہ حضرت سید المرسلین صلعم نے قسم سے بیان فرمایا کہ جنت میں ہاتھ بھر جگہ تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے جنید رح نے کہا کہ قولہ الیہ مرجعکم اُسی سے ابتدا ہے اور اُسی کی طرف انتہا ہے اور درمیان میں فضل و نعمت کے باغ ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ درمیان میں معرض امتحان میں دنیا و مافیہا ہے کہ اُسپر تجلی قہری ہے پس جسنے اُس کو امتحان میں موافق رضاے حق تعالےٰ یعنی موافق شرع پاکیزہ لیا اگرچہ اُسکے نفس پر گران ہوا اور اسیقدر پر اکتفا کیا اور بالکل اُسکو اُسکی محبت سے نہیں لیا بلکہ باغ حقیقی یعنے اعمال صالحہ کے لیے لیا تو اُسکے لیے دنیا کی اتنی چیزیں بالتبع اور اصلی باغ اعمال صالحہ ہیں پس شیخ نے فقط اہل ایمان کی تخصیص کی لہذا یوں فرمایا کہ درمیان میں باغ فضل و نعمت ہیں پس جسکے لیے ابتدا میں سعادت سابق ہوگئی تو اُسکے لیے باغہاے مذکور میں نعمتوں کے اظہار میں زبان شکر و دل راضی و دیدار نعم حقیقی ہے اور جسکے لیے ابتدائی سعادت جاری نہیں ہوئی اُس نے تمام عمر اپنے نفس کی خواہش میں اور فانی اموال جمع کرنے میں برباد کی تاکہ ابتدا میں جو شقاوت اُس کے حق میں مقدر ہوئی آخر اسی طرف مردود ہوا لہذا قال تعالےٰ الیہ مرجعکم جمیعا پس اللہ تعالےٰ کی طرف راجع درحقیقت وہی ہے جسنے تمام ماسواے حق تعالےٰ سے مُنھ موڑ کر اُسی کی طرف رجوع کیا مترجم کہتا ہے کہ اشارت یہ فرمائی کہ اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں مرجع واقعی یہ تھا کہ خوشی و رضا کے ساتھ ہو جسپر انعام و اکرام ہے اور یہ مومنوں کے لیے مخصوص ہے اور رہے کفار و مشرکین و منافقین تو وہ مقہور و مجبور اسکی طرف مردود ہیں ورنہ باختیار خود تو یہ تن دنیا و مافیہا کی طرف راجع تھے پس مرجع انکا عذاب شدید کی طرف ہے۔ اُستاد رح نے کہا کہ رجوع مقتضی ہے کہ ارواح کے لیے جسم میں ہونے سے پہلے وجود ہو پس مقامات تسبیح و تقدیس میں مقیم تھیں پس جو کوئی سفر کو جاتا ہے جب وہ واپس آتا ہے تو اہل محبت اس سے خوش ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ مثال ایسی ہے کہ جیسے مالک کے دا د

غلام سفر کو تجارت کے لیے گئے جنمین سے ایک نے پاس مالک کے قاصد نے جو پیغام پہونچایا تھا اُسنے اُسی کی پابندی کرکے نفع اٹھایا اور دوسرے کے پاس وہی پیغام پہونچا مگر اُس نے پیغام کو خوب استوار الیقین کرنے کے باوجود لہو و لعب مین زیادہ اوقات گذارے اور کچھ نفع نہین کمایا لیکن سرمایہ بھی باقی رکھا اور تیسرے کو وہی پیغام پہونچا اس نے قاصد کو بُرا بھلا کہا اور اپنی رائے کی پابندی کی اور اس سے بڑھ کر یہ کیا کہ وہان ایک اور آقا کی غلامی اختیار کی پھر پہلا غلام واپس ہو کر مالا مال اپنے مالک کے حضور مین حاضر ہوا دیکھا کہ مالک سلطان روے زمین ہے اُس نے اُس کی حسن خدمت پر تمام کمائی اُس کو بخشی اور نعمت بے قیاس و وزارت اُس پر فضل و کرم سے مزید فرمائی اور دوسرا غلام حاضر آیا مگر شرمندہ پس مالک نے اُس کو کچھ تنبیہ و تادیب کے بعد بخشدیا اور تیسرا غلام بفرمان سلطانی گرفتار ہو کر مع اُس شخص کے جسکو وہان آقا بنالیا تھا حاضر ہوا اور معلوم ہوا کہ یہ شخص جسکو آقا بنایا ہے مالک کا مملوک و نافرمانی سے بھاگا ہوا نہایت نجس و نامعقول ہے پس مالک نے دونون مردودون کو جہنم مین ڈالدیا۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت باری جل سلطانہ و عز برہانہ ایسا پاک معبود ہے کہ اُس کی جناب مین جو مثال و نظیر بیان کی جاتی ہے وہ کسی طرح بن نہین پڑتی ہے کیونکہ جس سے مثال بیان کیجاوے گی لا محالہ حادث چیز ہوگی اور حوادث سب مخلوق و مملوک ادنیٰ و ہیچ و پوچ ہین پھر حضرت قدیم تعالے و تقدس تک کہان رسائی ممکن ہے یہان عبارت قاصر یہان عقل حیران یہان تو اسی کے فضل پر ہدایت و معرفت ہے ع اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم * وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم جو کچھ ہے اس کی مخلوقات ہے ولیکن ہدایت و کرم عفو پر بھروسا کر کے شرمندگی و عاجزی کے ساتھ زبان پر حرف لایا جاتا ہے اللہ تعالے عفو فرماوے ہم بندے اسی طرح آپس مین ناچار ایک دوسرے کو انھین حرفون مین سمجھاتے ہین اللھم اعف عنا واغفر لنا پھر شیخ نے لکھا کہ جب فرمانبردار مطیع بندہ حاضر ہوا تو اُس کو وہ بھلائی ملی جو اُس کے قیاس و گمان و وہم سے کہین بڑھ کر تھی بلکہ کسی طرح وہم مین نہین آئی اور نہ مجال ہو اور نہ کوئی نسبت ہے اور ثواب ملا اور قرب و منزلت حاصل ہوئی ہر دم ترقی اور کہین انتہا نہین ہے اور اقراری گنہگار غلام جب اخلاص کے ساتھ شرم مین ڈوبا ہوا افسوس و آہ کرتا ہوا لوٹا تو اُس کو کرم کے ساتھ درگذر فرمانے کا تمغہ و مغفرت و عفو کا لباس خلعت و امان مل گیا۔ واضح ہو کہ جو حق تعالے نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اور وحی خاص سے احکام بھیجے سب قطعی ہین وقد قال تعالے وعد اللہ حقا۔ پس صالح بندون کو فردوس اعلی و رضوان اکبر ہے اور گنہگار شرمسار کے لیے رحمت و رضا و لطف حق عز و جل ہے پس رحمت تو وصف حق جل و علا ہے اور وصل صفت اجل کہ اس کو دوام بقا ہے مترجم کہتا ہے کہ اشارت سے فرق بتادیا اور یہان تقریر کو گنجایش نہین ہے لیکن مجھے اتنی تنبیہ کی ضرورت ہوئی کہ یہ وہم نہو کہ گنہگار پر رحمت و بخشش دائمی نہین بلکہ جو بخشا گیا وہ ہمیشہ جنت مین ہے اور احادیث و ایراد حق سبحانہ عز و جل مین بہت اشارات ہین ازانجملہ یہ ہے کہ اعلی درجہ اُن بندون کا ہوگا جو ہر وقت اس کرم مین غرق ہین اور ادنی وہ ہین کہ انکے واسطے میعاد ہے فافہم واللہ ولی الحق وہو یہدی السبیل۔ اُستاد رح نے کہا کہ تمام عمر مین جس بندے کو ایسا وقت جب کبھی ملگیا کہ جیسا اُسکا آغاز ہو چکا تو اشارہ مین اُس کے لیے عادۃً تحقق ہوا مترجم کہتا ہے کہ یہ نعمت کبیر ہے اور حدیث صحیح مین ایک قصہ طویل ایک بندۂ مقبول ازلی کا ہے جو شوق ایمان مین سفر دراز طے کرکے گرد آلود حاضر ہو کر عین صدق سے ایمان لائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بشارت پائی کہ اسوقت تو ایسا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو اسقدر خوشی ہوئی کہ اُسی مین شکر ادا کرتے ہوئے جان بحق تسلیم ہوئے رضی اللہ تعالے عنہ و عن اصحاب الرسول صلے اللہ علیہ وسلم اجمعین پھر حق تعالے عز و جل نے عالم کو نورانی فرمانے کی قدرت کاملہ اور وحدانیت کے

دلائل سالمہ پر تنبیہ فرمائی بقولہ تعالے

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَّالْقَمَرَ نُورًا وَّقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا

وہی ہے جس نے بنایا سورج کو جھلک اور چاند کو اُجالا اور ٹھہرائین اُسکو منزلین تو پہچانو گنتی برسون کی اور حساب نہین

خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُونَ ۝

بنایا اللہ نے یہ سب مگر تدبیر سے کھولتا ہے پتے ایک قوم پر جنکو سمجھ ہے۔

هُوَ الَّذِي وہی پاک ذات معبود برحق وحدہ لاشریک ہے جسنے جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً کر دیا آفتاب کو ضیا یعنی ذات ضیا یعنی ضیاء والا کر دیا
سورج کو۔ ضیاء مانند قیام کے مصدر ہے یا ضوء کی جمع ہے جیسے سوط کی جمع سیاط آتی ہے اور یا تحتانیہ اسمین واو سے بدلی ہوئی ہے وَالْقَمَرَ نُورًا
اور کر دیا چاند کو نور یعنے نور والا۔ اور اللہ تعالے نے دونون کو ضیاء و نور فرمایا اور نور والا نہین فرمایا تو مانند زید عدل ہے وصف مین مبالغہ
ہے پھر نور کا لفظ ہر روشنی کو شامل ہے چنانچہ قولہ تعالے ذہب اللہ بنورہم مین بیان ہوا ہے ضوء خاص عمدہ تیز روشنی کو کہتے ہین اور بعض نے کہا
کہ جو روشنی کہ بالذات ہو وہ ضوء ہے اور جو بالعرض ہو وہ نور ہے پس اسمین تنبیہ ہے کہ آفتاب کو خود روشن پیدا فرمایا اور چاند کو اُسکے مقابلہ سے روشنی
پاکر روشن ہو جانے والا پیدا کیا۔ بالجملہ یہ دونون جرم مخلوق اور مطیع و منقاد ہین اور انکی پرستش کرنے والے جاہل و مشرک و سفیہ ہین اور جنکو اللہ تعالے نے
ایمان عطا فرمایا وے ان دونون کو اللہ تعالے کی قدرت کاملہ کی نشانی جانتے ہین اور بعض سلف سے مروی ہے کہ سورج و چاند کے منھ آسمان کی طرف
اور پشت ادھر ہے لیکن کسی مرفوع حدیث مین یہ بات نہین آئی پس اولے یہ ہے کہ اسیقدر پر اکتفا کیا جاوے جو اللہ تعالے نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے سورج کو
مضی اور چاند کو منور پیدا کیا۔ وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ اور مقدر کیا اُسکو منازل۔ بیضاوی رح نے کہا کہ قدرہ کی ضمیر ہر واحد کے لیے ہے یعنی ہر واحد کی
رفتار کے منازل مقرر و معین کر دین یا اُنکو منازل یعنی ذی منازل ہونے یعنے ہر ایک کو مقرری سیرون والا کر دیا پس ہر ایک اپنی گردش مین اور سفر مین
مقرری منزلون سے تجاوز نہین کرتا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تقریر سے یہ وہم دفع ہوا کہ قدرہ کی ضمیر مذکر ہے اور شمس مونث سماعی ہے تو قدرہا چاہیے تھا پس
قاضی رح نے دفع کر دیا کہ ضمیر ہر واحد کی طرف ہے یعنے۔ قدر لکل واحد منہما۔ اور اولی یہ ہے کہ ضمیر فقط قمر کی طرف ہو اور ذکر اگرچہ دونون کا ہوا لیکن ضمیر مذکر
سے التباس نہ رہا کیونکہ شمس مونث مستعمل ہے اور شمس کے منازل سے عموماً عرب بلکہ عموماً عوام واقف نہین ہوتے ہین اور یہان عموماً ہر ایک کو عبرت
اور حسن قدرت الٰہی پر تنبیہ مقصود ہے اگرچہ عبارت بلیغہ دونون کو بھی شامل ہے اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا اور اسی کو ثانیاً بیضاوی رح نے
ذکر کیا کہ یا قدرہ کی ضمیر بجانب قمر راجع ہے یعنے اللہ تعالے نے قمر کے منازل مقدر فرمائین اور اس سے یہ لازم نہین کہ آفتاب کے منازل نہون۔ رہا یہ
کہ قمر کو خاص کر کے کیون بیان کیا تو مترجم نے اوپر ایک وجہ کی طرف اشارہ کیا اور دوسری وجہ قاضی رح نے بیان کی کہ قمر کی رفتار تیز ہے اور اُسکے
منازل معائنہ ہوتے ہین اور شرعی احکام اُس سے متعلق ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان کچھ شرع ماننے والون کی خصوصیت نہین بلکہ عموماً ہر ایک کو
تنبیہ بوحدانیت الٰہی تعالے منظور ہے پس کمال قدرت دیکھین اور احسان بھی دیکھین کہ اللہ تعالے نے اسکو نور اور اسطرح منازل کے ساتھ مقدر
پیدا کر کے احسان کیا۔ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ تاکہ جان لو تم لوگ شمار سال کا اور حساب۔ سنین سنہ بمعنے سال اور حساب
سے یہ مراد کہ ہفتہ و مہینہ و ایام جو تمھارے معاملات مین پڑتے ہین اُنکو معلوم کر لو۔ اور مفسر رح نے منازل کی تفسیر مین لکھا کہ اٹھائیس منازل اسیقدر
راتون کی مقدار ہوتی ہین یعنے ہر مہینہ میں ہر رات اُنمین سے ایک منزل مین ہوتا ہے اور جب مہینہ تیس کا ہو تو ایک رات دن اور جب انتیس کا ہو تو ایک دن
چھپ جاتا ہے۔ کمالین مین کہا کہ کبھی تین رات بھی چھپتا ہے اور اسپر بعض اہل الہیئۃ کا قول شاہد لایا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ مفسر رح نے
شاید یہ تفسیر بطریق علم الہیئۃ لی ہے اور چونکہ بالاجمال تقدیر منازل نص مین مذکور ہے تو ایسی حالت مین یہ قول لینا مضائقہ نہین ہے بخلاف علم نجوم وغیرہ کے

یا دیگر امور علم الہیئۃ کے جو خلاف نصوص ہین یا زعم بالغیب ہین اُنکو لینا یا اُنپر اعتماد کرنا حلال نہین ہو اگرچہ بعض نے فی الجملہ اسمین مخالفت
کی ہو اور بعض نے فقہ کے ایک مسئلہ سے استدلال کیا کہ اگر کسی نے دوسرے کو اجرت پر مقرر کیا کہ میرے لڑکے کو نجوم سکھلا دے اور مثلاً دس روپیہ
ماہواری دونگا تو فقہ مین لکھا ہو کہ اجرت واجب ہوگی پس اُس شخص نے استدلال کیا کہ یہ جائز ہو بدلیل ایجاب اجرت کے اور اسکا جواب یہ ہو
کہ ایجاب اُجرت کا حکم باعتبار ظاہر قضا کے ہو چنانچہ اور مسائل بھی ایسے موجود ہین کہ باوجود عدم جواز فعل کے وجوب اجرت کا حکم دیا اور یہ
تصریح کردی کہ یہ فعل مکروہ ہو پس اس سے استدلال نہین ہو سکتا بعض نے اس آیت سے نکالا کہ علم حساب سیکھنا جائز ہے مترجم کہتا ہو کہ
ظاہر لفظ سے یہ استدلال کیا گیا ہو اور میرے نزدیک حق یہ ہو کہ اصل مقصود زندگی دنیا کا یہی ہو کہ سورج و چاند کی طرح اپنے منازل طاعت و
اتباع سنت کو استقامت سے پورا کرتا رہے اور جب آدمی سب مخلوق سے اکرم ہو تو ان دونون سے بڑھکر نور ایمان سے منور ہو اور جو امر کہ اسکے
حق مین ذخیرۂ آخرت نہو اس سے احتراز کرے پس اللہ تعالے نے ضرورت و اکثر حاجت کے واسطے چاند کا حساب کافی کر دیا ہو اور یہ اصل ہو اور اس سے
زائد جہان تک مفید ہو اور لایعنی نہو جائز ہو ورنہ اتنا وقت طاعت و ذکر الٰہی مین صرف کرے۔ بالجملہ جیسے جواز کی وجہ نکلتی ہو ویسے ہی یہ بھی نکلتا
ہو کہ چاند کی اسطرح منازل کی خلقت تمھاری حاجت کے لائق شمار و حساب کے واسطے کافی پیدا کر دی ہو بعض نے نکالا کہ شمار سال جان
لینے مین علم تاریخ یعنی مثلاً اچھے لوگون کا سال پیدائش و وفات جان لینا جائز ہو بلکہ بعض نے قولہ قدرہ کی ضمیر راجع کرنے مین اوّل توجیہ کے موافق
لکھا کہ قولہ لتعلموا عدد السنین نتیجۂ آفتاب کی تقدیر منازل کا ہو یعنے آفتاب کی منازل مقدر فرمائے تاکہ تم لوگ اس سے سالون کی گنتی جان لو
اور حساب نتیجہ تقدیر منازل قمر ہو۔ بالجملہ یہ دونون نور و جرم اپنے خالق عز و جل کے مطیع و منقاد ہین اور حدیث صحیح مین ہو کہ آفتاب ہر روز غروب کے
وقت سجدہ کرتا ہو اور اجازت چاہتا ہو پس اسکو حکم ہوتا ہو کہ مطلع سے پھر طلوع کر۔ یہ معانی اہل ایمان کے نزدیک یقینی ہین اگرچہ جہلا بے ایمان
کے خیال مین نہ آوین۔ حق تعالے نے فرمایا۔ مَا خَلَقَ اللّٰہُ ذٰلِکَ نہین پیدا کیا حق تعالے نے اسکو یعنی جو مذکور ہوا ہو۔ اِلَّا بِالْحَقِّ مگر متلبس بحق
یعنی جو مذکور ہوا اُسکو اللہ تعالے نے محض حق و راست و عین حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہو کچھ عبث و بیکار نہین ہو اور جہان تک بندہ صحیح سالم فکر
کرے تو علم کے ساتھ جان لیگا کہ انسان کے رزق و حیات و صحت وغیرہ کے یہ اسباب ہر دم اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین کمال حکمت کے
ساتھ مسخر ہین نہ انکو خود کوئی تاثیر ہو اور نہ قدرت ہو جسنے انکو پیدا کیا وہی تمام مخلوق کا حافظ و رازق عجیب لطف سے ہو لہذا فرمایا۔ یُفَصِّلُ
الْاٰیٰتِ بصیغہ غائب اے یفصل اللہ تعالے یعنے مفصل بیان فرمایا ہو اللہ تعالے۔ دوسری قراءۃ مین نفصل بصیغہ متکلم ہو یعنے حق تعالے
فرماتا ہو کہ مفصل بیان فرماتے ہین ہم آیات کو یعنے اپنی قدرت و وحدانیت و الوہیت کے دلائل و نشانیون کو۔ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ واسطے
ایسی قوم کے جو جانتے ہین یعنے سوچ و فکر کر لیتے و جان جاتے ہین۔ لقوم مین لام بمعنے نفع ہو پس یہ مراد نہین کہ بیان کرنا عموماً سب کے واسطے نہین
ہے بلکہ علم غیبات آگاہ کر دیا کہ سب بندے ایمان نہین لاوینگے اگرچہ یہ دلائل قدرت و وحدانیت بہت روشن ہین بلکہ نفع اس
بیان سے فقط اہل ایمان یقین ہی کو ہوگا پس یہ بیان اُنھین کے نفع کے لیے ہو۔ واضح ہو کہ آیات مین ہر شخص کو اپنی مقدار پر نفع ہوتا ہے
اور اعلیٰ اس کا انبیاء علیہم السلام کو ہے اور حدیث صحیح مین ہو جو کہ آنحضرت صلعم کے تہجد کے لیے اُٹھنے کے بارہ مین ہو کہ سبحان اللہ اس رات
کیا کیا فتنہ نازل ہوتا ہے جگادو حجرون والیون کو کہ بہتیری دنیا مین لباس والیان آخرت مین ننگی ہونگی۔ بالجملہ کوئی مومن ایسا نہین کہ
اُسکو ان آیات سے وحدانیت و الوہیت الٰہی و فنائے دنیا و تحقیق آخرت کا فائدہ حاصل نہو اسیواسطے اللہ تعالے نے آیات مابعد مین اسکو
متفرع فرمایا ہو۔ ف۔ وفی العرائس قولہ تعالے ہو الذی جعل الشمس ضیاء الآیہ تفصیلی اشارات جو اس آیت کریمہ کی ہدایت سے غور کرنے مین حاصل

ہون ازانجملہ یہ ہو کہ آفتاب ذات پاک کو ارواح عارفین کے لیے ضیا کر دیا پس ازل و ابد انکو نظر آیا اور قمر صفات کو عاشقون کے لیے نور کر دیا پس
انکو اخلاق جمال وجلال نظر آئے پس صولت ذات سے ارواح مذکورہ عین ذات مین فنا ہوئین اور مشاہدہ صفات سے ارواح ثانیہ عین صفات
مین فنا ہوئین پس آفتاب ذات ہر حال مین وتمام اوقات مین ارواح کی نظر سے پوشیدہ ہو اسیواسطے نہ اُس سے غائب ہین اور نہ اُس کو دیکھتے
ہین کیونکہ مقام توحید ہو۔ سورج تو دن گذر کر رات مین غروب ہوتا ہو مگر دلون کا آفتاب کبھی غروب نہین ہوتا۔ اور صفات کا چاند حالت بسط
مین دکھلائی دیتا اور حال قبض مین چھپ جاتا ہو اسیواسطے مقام صفات کے منازل مین قلوب کا حال منقلب رہتا ہو پس جیسے آفتاب کی
مواجہت مین کمی بیشی کے اختلاف سے چاند گھٹتا بڑھتا رہتا ہو ایسے ہی ماہتاب صفات کے ظہور وخفا مین قلوب کا حال ہوتا ہو۔ پھر محبین کے دلون
مین ہدایات کے منازل ہین کہ مواجید وحالات وغیرہ انھین منازل مین متفاوت ہین اور انفاس کا جریان موافق معرفت ومحبت واوقات
وارادات غیبیہ کے ہوتا ہو پس انھین اسباب کے اجتماع وغیرہ سے حالات معلوم ہوتے ہین اور قولہ تعالے لتعلموا عدد السنین والحساب سے یہی
اشارہ لیا گیا ہو بعض نے کہا کہ آفتاب مختلف ہین پس آفتاب اعمال شریعت سے جوارح واعضا کو نور ہوتا ہو اور آفتاب التقوی ومعرفت سے
دل منور وعلی ہذا روح واسرار کی تنویر ہے۔ بعض نے کہا کہ آفتاب توفیق سے بندون کو عبادت وطاعت کی روشنی ملتی ہو اور توحید کا چاند انکے
دلون کو حلاوت سے مسرور کرتا ہے اور دونون لازم ملزوم ہین پھر دونون کے اتفاق سے حسب توفیق کامل یا کم وبیش کے بندہ کو منزلت ملتی ہو
حتی کہ اعلی اُس کا منزل صدیقیت ہے۔ بالجملہ ان آیات سے اصل عبرت راہ ورغبت بدار آخرت وانقطاع از دنیا وحیات فانی ہے
اسیواسطے فرمایا اللہ تعالے نے۔

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝
البتہ بدلنے مین رات اور دن کے اور جو بنایا اللہ نے آسمان اور زمین مین پتے ہین کہ لوگون کو جو ڈر رکھتے ہین
إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ
جو امید نہین رکھتے ہمارے ملنے کی اور راضی ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اسی پر چین پکڑا اور جو ہماری
اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ أُولٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
قدرتون سے خبر نہین رکھتے ایسون کا ٹھکانا ہو آگ بدلا اسکا جو کماتے تھے جو لوگ یقین لائے اور کیے کام
الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝
نیک راہ دیگا انکو رب انکا انکے ایمان سے بہتی ہین انکے نیچے نہرین باغون مین آرام کے
دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ
انکی دعا اُس جگہ یہ کہ پاک ذات ہے تیری یا اللہ اور ملاقات انکی سلام اور تمام انکی دعا اسپر کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝
سارے جہان کا۔

إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور فی اختلاف آخر خبر مقدم اور لآیات بلام تاکید واعراب نصب کے اسم
موخر ہو اور اختلاف کے معنی یہ ہین کہ آنا ایک کا خلف دوسرے کے یعنے ایک کے پیچھے دوسرے کا آنا اور یا ہر ایک کا خود مختلف ہونا اور

ظاہر مفسر رحمہ نے دونون کو جمع کر دیا اور معنی یہ ہین کہ بے شک رات و دن کے اختلاف مین یعنی ایک کے جانے اور دوسرے کے آنے مین اور کبھی گھٹ جانے و کبھی بڑھ جانے مین۔ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ اور ان چیزون مین جو اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمائی ہین آسمانون مین مانند ملائکہ و سورج و چاند و ستارون کے۔ وَالْاَرْضِ اور زمین مین مانند جانورون و پہاڑون و دریاؤن و نہرون وغیرہ کے۔ لَاٰيٰتٍ البتہ نشانیان و دلالات ہین اپنے خالق عز و جل کے وجود اور اُس کی وحدانیت و کمال علم و قدرت پر لِقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ایسی قوم کے لیے کہ جو اپنے خالق عز و جل سے تقویٰ رکھتے ہین اور انجام کار سے ڈرتے ہین کہ انجام خراب نہو پس یہ آیات تو خود آیات ہین مگر قوم متقین کی تخصیص اسواسطے فرمائی کہ انھین کو ان آیات سے نفع ہوا اور انکا اتقاء انکو آمادہ کرتا ہو کہ ان آیات مین فکر و غور کرکے اللہ تعالیٰ کی طاعت و تقویٰ مین مستعد و مستحکم ہون ادنیٰ یہ ہے کہ یہ چیزین اسطرح اپنے خالق عز و جل کی مطیع و منقاد ہین کہ کبھی نافرمانی نہین کرتی ہین اور سب سے منھ موڑ کر اُسی کی طرف راجع ہین۔ پس اہل تقویٰ بھی خالص دل سے اپنے پروردگار کی طرف راجع ہوتے ہین۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا جو لوگ کہ نہین توقع رکھتے ہماری ملاقات کی۔ کیونکہ وہ بعث و حشر کے منکر ہین اور جو چیزین انکو محسوس نظر آتی ہین انھین پر جم گئے اور ماسوائے ان محسوسات کے جو ملک عظیم و عجیب انکے پیچھے ہے اُس سے غافل و بھولے ہوئے ہین۔ وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور راضی ہوگئے ہین اسی دنیاوی زندگی پر جو بسر و فانی ہوجاتی ہے مگر جہالت سے اسی فانی پر راضی ہوکر آخرت سے غافل ہوگئے ہین۔ وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا اور مطمئن ہوگئے اسی حیات دنیاوی پر یعنے تمام ہمت اسی دنیا کی لذتون پر مقصور کر دی اور اسی کی آرائش و اسی کی ناموری وغیرہ کو عین مراد سمجھ کر اسی پر مطمئن ہوگئے یا یہ معنے ہین کہ دنیاوی زندگی پر اُن کو ایسا سکون و اطمینان ہے کہ کچھ گھبراہٹ و دھیان سے موت کی کچھ فکر نہین کرتے ہین۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور وہ لوگ کہ جو ہماری آیات سے غافل ہین۔ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ یہی لوگ ہین کہ انکا ٹھکانا دوزخ ہو بسبب اُن بداعمال کے جنکو کماتے تھے۔ ان الذین۔ حرف مشبہ و اسم اُس کا ہے اور والذین ہم عطف ہو موصول اول پر اور اولٰئک خبر ہو۔ اور حاصل یہ ہو کہ اہل تقویٰ وہ ہین کہ جنکے واسطے مخلوقات آسمانی و زمینی مین آیات وحدانیت الٰہی حاصل ہوتے ہین پس متقین کامل ایمان لاتے اور آخرت کی طرف راجع ہوتے ہین اور فریق دوم وہ اہل کفر و طغیان ہین جو لقاء الٰہی کی امید نہین رکھتے کیونکہ آخرت سے منکر ہین اور حیات دنیا پر راضی و اُسی پر مطمئن ہین اور وہ لوگ کہ آیات الٰہی سے غافل ہین تو اُن کا ٹھکانا جہنم ہے۔ پس قولہ ان الذین لا یرجون معطوف علیہ۔ والذین ہم عطف ہے اور دونون اسم موصول سے مراد یا تو ایک ہی لوگ ہین یا دو فریق ہین۔ پس اگر ایک ہی فریق مراد ہین یعنے اہل کفر و نفاق تو عطف کی وجہ بسبب تغائر ہر دو وصف کے ہے یعنے پہلا وصف انکا یہ بیان کیا کہ لقاء آخرت کے متوقع نہین و حیات دنیاوی پر راضی و مطمئن ہین اور دوسرا وصف یہ کہ آیات الٰہی جن سے ہدایت پاتے اُن سے بالکل غافل ہین یعنے دنیا و اُسکی لذات فانیہ مین ایسے منہمک ہوئے کہ آیات مین فکر و سوچ ہی نہین کرتے پس اس مین تنبیہ ہوئی کہ جہنم کی وعید انکو دو باتون پر ہو ایک تو آخرت سے انکار و دنیا پر رضامندی اور دوم شہوات مین اسطرح انہماک کہ آیات ہدایت کی طرف توجہ ہی نہین کرتے محض غافل ہین پس جب دونون باتین جمع ہوئین تو ضرور موت دیکر جہنم مین ہمیشہ جلائے جاوینگے۔ اور اگر دو فریق مراد ہین تو اول فریق وہ کافر ہین جو آخرت سے منکر اور سوائے حیات دنیاوی کے قائل ہی نہین ہین پس انکار آخرت و قیامت کفر ہوا اور سزا اسکی یہ ہو کہ آخرت کے جہنم مین عذاب پاوین۔ دوم فریق وہ لوگ مراد ہین جنھون نے سرد ست حقیر و ناپائدار شہوات و لذات لہو و لعب مین منہمک ہوکر آیات سے غفلت کی اور اُس کا کچھ سامان نہ کیا پس اسمین گنہگار لوگ بھی داخل ہون گے اور دونون فریق کو عذاب جہنم کی وعید جبھی ہے کہ کفر و معاصی سے توبہ و رجوع نہ کیا ہو

بلکہ اسی حالت پر مر گئے ہون۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آیات مین غور کرنے والون اور اپنے پروردگار پر تقویٰ رکھنے والون پر احسان و فضل بیان کیا
کہ ان آیات کے واسطہ سے ہدایت فرما کر داخل فضل عظیم کیا بقولہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بے شک جو لوگ ایمان لائے
اور اُنھون نے نیک کام کیے۔ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ ہدایت دیتا ہے اُنکو اُنکا پروردگار بسبب اُسکے کہ وہ اپنے پروردگار
پر ایمان لائے ہین۔ مفسر رح نے کہا کہ ارشاد و ہدایت اسطرح ہوگی کہ قیامت کے روز اُنکو ایک نور عطا فرما دیگا کہ راہ پاوین۔ ابن کثیر رح
نے کہا کہ قولہ بایمانھم مین با موحدہ کے دو معنی ہو سکتے ہین ایک یہ کہ با سببیہ ہو پس معنے یہ ہونگے کہ ہدایت فرما دیگا اُنکو پروردگار اُن کا
قیامت کے روز پل صراط پر ایک نور سے بسبب اسکے کہ دار دنیا و امتحان مین وہ لوگ اپنے رب پر ایمان لائے تھے پس وہ پل صراط سے پار
ہو جاوینگے اور نجات پا کر جنت مین داخل ہو جاوینگے۔ اور دوم یہ کہ با استعانت ہو یعنے ہدایت باستعانت ایمان ہے۔ واضح ہو کہ نور
قیامت کی جو تفسیر مذکور ہوئی وہ مجاہد رح کا قول ہے اور قتادہ رح سے مرسل مروی ہے کہ اعمال صالحہ کا نور ہوگا اور ایسا ہی ابن جریج کا قول ہے اور
علی ہذا ایمان کا اطلاق اعمال صالحہ پر ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اعمال کا اعتبار جبھی ہے کہ ایمان کامل ہو۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا ہدایت و ارشاد قیامت ہے
اور یہان کی ہدایت کے معنی بھی درست ہین چنانچہ بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ یہدیھم بایمانھم یعنی ہدایت کرتا ہے اُنکو پروردگار اُنکا بسبب اُن کے
ایمان کے یعنے ایسی راہ چلنے کی ہدایت کرتا ہے کہ آخر کار جنت مین پہونچ جاوین۔ یا ایسی ہدایت فرماتا ہے کہ حقیقت و اسرار کو پا جاوین چنانچہ
آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی ایمان و علم کے موافق عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسکو ایسی چیز کا علم دیتا ہے جسکو وہ نہ جانتا تھا۔ اور آیت کریمہ مین اگرچہ
ایمان و اعمال صالحہ پر ہدایت مذکورہ کا ترتب بطریق مفہوم ظاہر ہوتا ہے لیکن قولہ بایمانھم کے منطوق سے صاف معلوم ہوگیا کہ فقط ایمان و یقین ہی
مستقل سبب ہدایت ہے اور اعمال صالحہ اُس کا تتمہ و ردیف ہین۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جس مین
اہل ایمان کے اوپر نعمتون مین سے بعض کا بیان ہے یا حرف آن کے دوسری خبر ہے اور قولہ فی جنات النعیم تیسری خبر ہے یا حال ہے یا متعلق ہے معنے
یہ کہ جاری ہونگی۔ ان مومنون کے قصر و مکانات کے نیچے نہرین جنات النعیم مین یعنی نعمتون کے باغون مین اُنکے مکانات کے نیچے نہرین جاری ہونگی
حدیث مین ہے کہ نیل و دجلہ و فرات کا ظہور یہان ہے اور بطن اُنکا جنت مین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ منجملہ لطیف اشارات کے ہے کہ اہل ایمان اسپر یقین
رکھتے اور خوب سمجھتے ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ دَعْوٰىهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ۔ طلبھم فی الجنۃ لما یشتھونہ ان یقولوا سبحانک اللھم
یعنی جنت مین جس کسی چیز کی خواہش کرکے اُس کو طلب کرینگے تو فقط اتنا کہینگے کہ سبحانک اللھم یعنی تنزیہ تیرے لیے ثابت ہے اے اللہ تعالیٰ
پس فوراً وہ چیز جو چاہتے تھے اُنکے سامنے موجود ہو جاویگی۔ یہ قول مقاتل بن حیان و سفیان الثوری رح کا اسکی تفسیر مین مروی ہے اور تبیان
مین لکھا کہ یہ بہت سے علماء سلف سے مروی ہے اور سلف کی ایسی خبر اپنی رائے و عقل سے نہین ہو سکتی بلکہ یون ہی ہوگی کہ انھون نے آنحضرت صلعم
کے بیان سے اس کو معلوم کیا۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ دعواھم اے دعاؤھم۔ اُن کی دعا۔ فیھا اے فی الجنۃ۔ جنت مین سبحانک
اللھم اے اللھم انا نسبحک تسبیحاً۔ اے پروردگار ہم تیری تسبیح کرتے ہین کامل تسبیح۔ تفسیر ابن کثیر رح مین ہے کہ ابن جریج رح نے فرمایا
کہ جب اُن کو خواہش ہوگی تو سبحانک اللھم کہینگے پس فرشتہ اُن کے سامنے حاضر کرے گا پس پہلے اُنکو سلام کریگا اور یہ لوگ اسکو جواب
سلام دینگے یہی فرمایا۔ وَتَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ اور آپس مین اُن کی ملاقات کی تحیت بلفظ سلام ہوگی پھر جب اس نعمت کو کھا چکینگے
تو اپنے پروردگار تعالیٰ کی حمد و ثنا کرینگے چنانچہ یہی فرمایا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اور آخر دعا اُن کی
یہ ہوگی کہ الحمد للہ رب العالمین۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ شاید معنی یہ ہین کہ اہل جنت جب اس مین داخل ہوکر عظمت و کبریائی الٰہی کو معائنہ

کرینگے تو اللہ تعالے کی تسبیح و تحمید کرینگے پس فرشتے انکو سلامت و مبارکباد اُن فوز کرامات کی دینگے یا اللہ تعالے کی طرف سے اُن کی تشریف
و تکریم کے واسطے انکو سلام ہوگا پس شکرگزاری و تعظیم میں یہ لوگ الحمد للہ رب العالمین کہینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ ایسے اقوال تفسیری میں احتمال
قوی ہے کہ سب باتیں و کرامات اللہ تعالے کی طرف سے اُن کے واسطے جمع ہوں اور اسپر بھی بیان اُسیقدر ہوئیں جسقدر عموماً فہم میں آسکتی ہیں
اور باقی بعد موت کے اس تن مکدر سے خلاص ہوکر جان لینگے جو ایمان پر مرین فافہم۔ قولہ آن الحمد میں ان مخففہ ہے یعنے آخری دعوی کی
تفسیر کرتا ہے اور بیضاوی رح نے آن کو مخففہ از ثقیلہ لیا اور کہا کہ ایک شاذ قراءۃ میں آنّ مشددہ آیا بھی ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ
اس کلام میں دلیل ہے کہ اللہ تعالے جل جلالہ وہی اول میں و آخر میں محمود ہے اور سب حیات دنیا میں بھی اُسی کی حمد کرتے ہیں اور آخرت
میں بھی اُسی کی مدح کرینگے اور ہر حال میں اُسی کی مدح ہے لہذا حدیث میں آیا ہے کہ اہل جنت کو جنت میں تسبیح و حمد کا الہام کیا جائے گا۔
اور یہ اسواسطے ہوگا کہ ہر تسبیح پر اللہ تعالے کی نعمت میں ترقی و مزید دیکھکر تسبیح کرینگے اور اللہ تعالے انکو ہر بار مزید نعمت کے واسطے الہام
فرماویگا پس اُس کی نعمتوں میں کمی نہیں اور مدت ابد الآباد کا انقضا نہیں فسبحان اللہ رب السموات والارض رب العرش رب العالمین
ف۔ فی العرائس قولہ تعالے ان فی اختلاف الیل والنہار الآیۃ۔ رات میں اہل صدق و عرفان کو اُنس ہوتا اور انوار عظمت نزول
کرتے ہیں اور دن آئینہ مشاہدۂ انوار جمال و جلال ہے اور عرش سے تمام مخلوقات آئینہ شہود ہے اور اشارت میں رات قبض اور دن
بسط اور دیگر احوال و مکاشفات ہیں کہ سوائے متقی کے دوسرے کو نصیب نہیں ہے۔ اُستاذ رح نے کہا کہ دن وقت اہل طاعت ہے
اور رات وقت ارباب وصلت کہ اپنے پروردگار کی حضور میں منفرد حاضر ہوتے ہیں۔ اہل محبت کی مناجات اور استغفار کی اوقات میں یہی
رات ہے اور یہ سب کرامات اہل تقوی و ثبات ہیں اور رہے منکرین اہل کفر و طغیان تو انکو کچھ نصیب نہیں چنانچہ فرمایا۔ ان الذین لایرجون لقاءنا
انکو لقاء کی اُمید نہیں اُن کو فراق سے خوف نہیں پھر اُن کے اس انکار و ناامیدی کی وجہ فرمائی بقولہ ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا
یعنی باقی و دائمی حیات کو چھوڑا اور اس زندگی دنیاوی کو اختیار کرلیا اور اسی پر مطمئن اور ساکن آرام میں ہو بیٹھے۔ حسن بصری رح نے
کہا کہ واللہ اسکو زینت نہیں دی اور نہ اُس کو مرتفع و بلند کیا جب تک کہ اسپر راضی نہیں ہوگئے اس حال میں کہ اس عالم فانی کی آیات
آلہی سے غافل و بےفکر ہیں۔ کذا فی تفسیر الحافظ قول حسن رحمہ اللہ۔ شیخ نے کہا کہ دنیا کی حیات و دنیا کے اموال فانیہ پر انکی رضامندی کا
سبب اللہ تعالے نے بیان فرمایا بقولہ والذین ہم عن آیاتنا غافلون۔ ان آیات کے اندر دیدار صفات سے غافل ہوے پس اُن کو اُس
دن کا خوف نہیں کہ جسدن میدان حشر میں کھڑے ہوں گے اور نامہ اعمال کھلینگے اور پوشیدہ باتیں ظاہر ہونگی۔ اور حیات دنیا پر راضی
ہوے یعنی مذموم عیش اور بدتر زندگانی کو اختیار کیا اور اسپر مطمئن ہوے یعنے ناگہانی موت کو بھول گئے اور آیات سے غافل ہوگئے کہ اللہ تعالے
قلوب کو پھیر دیتا اور جوارح کو عذاب فرماتا ہے پھر اللہ تعالے نے ازلی مقبول بندوں کو ذکر فرمایا بقولہ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات الآیۃ
یعنی وہ بندے جنھوں نے عہد ازل میں چشم محبت سے حق عز و جل کو دیکھا اور معرفت کی راہ سے خس و خاشاک حوادث کو دور کیا پس اُن کو
حق عز و جل اپنی صفات کی طرف اور انوار صفات سے ذات کی طرف ہدایت فرماتا ہے کہ علم آلہی میں ہدایت آلہی انکے لیے سابق ہوچکی ہے۔ پھر
انکی منزلت و مراتب کو بیان فرمایا بقولہ تجری من تحتہم الانہار فی جنات النعیم۔ وے خالص بندے مشاہدہ کی جنتوں میں اس حال سے ہوں گے کہ
انکی ارواح کی نظر میں انہار معارف و کواشف جاری ہوتے ہیں۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ازل میں جب انھوں نے بلی کہا تو اللہ تعالے نے
انپر قبولیت کی برکت فرمائی پس اُسی کی برکات سے یہ ہے کہ فرائض و سنت کو لازم پکڑے ہیں اور ایمان ٹھیک ہے اور اعمال کو صدق نیت سے ادا

کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اہل جنت کے وصف کو بیان فرمایا کہ جب دیکھینگے تو مشاہدہ کی نعمت میں فنا ہو کر اسی کی حمد وثنا رچاہینگے اور حق ثنا سے عاجز ہو کر اسی کی ثنا کی طرف راجع ہونگے فقال تعالےٰ دعوٰہم فیہا سبحانک اللھم یعنی تو ہی ہمارا معبود ہے تجھی سے ہم نے تجھکو سچا نا اور تنزیہ بیان کی۔ یہ مرتبہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کا اس حیات میں ہے چنانچہ آپ دعا میں عرض کیا کرتے تھے۔ لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ پھر انکی تحیت کہ باسم السلام ہوگی بیان فرمائی لقولہ وتحیتہم فیہا سلام۔ انکو سلامتی سنائی جائیگی کہ اب حجاب وفراق سے بیخوف ہو چنانچہ حدیث میں ہے کہ پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت تم کو ہمیشگی ہے اور اب موت نہ آویگی۔ سلام نام آلہی تعالےٰ ہے پس سلامتی از آفات بفضل حق سبحانہ تعالےٰ ہے اور آپس میں اہل جنت ایک دوسرے کو تحیت سلام سے ہر نفس وشیطان کے وصف ووسوسہ سے پاک ظاہر کرینگے پھر جب اہل جنت نے جان لیا کہ یہ تمام نعمتیں کہ نہایت کامل ہیں محض فضل آلہی عزوجل سے ہیں ہمیں ہمارا استحقاق نہ تھا اور کوئی سبب وعلت نہیں ہے تو اسپر مدح وثنا کرینگے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لقولہ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین۔ یہ مدح وثنا صریح ہے کہ انکو جو کچھ ملا وہ حق تعالےٰ کا فضل ازلی و لطف قدیم انپر تھا بدون اسکے کہ انہیں خود کچھ استحقاق ہو یا انکے اعمال کچھ سبب ہو سکیں کیونکہ ان اعمال کو بھی انھون نے اللہ تعالےٰ کی توفیق وہدایت سے کیا تھا پس اُسی کا فضل وکرم تھا۔ شیخ ذوالنون رہ کا قول ہے کہ عارفین میں سے جو اہل تحقیق ہیں ان کا یہ قول ہے کہ جو کچھ انکے اقوال وافعال وغیرہ ہیں سب سے بیزار ہوتے ہیں اور انکو کچھ نہیں سمجھتے ہیں اور ہمتن حضرت حق تعالےٰ عزوجل کی طرف رجوع لاتے ہیں اور اسکی تسبیح کرتے ہیں کہ وہ پاک پروردگار عزوجل ہے کہ اسکی طرف کوئی اپنے کسی سبب کے ساتھ قصد نہیں کر سکتا اور نہ اپنی کوئی طاعت اُسکو پسند کرا سکتا ہے بلکہ وہی اپنی رحمت سے جسکو چاہے قبول کرے پس جو اعمال وطاعات اس سے ظاہر ہوتے ہیں یہ وہی قبول ازلی کا نتیجہ ہے۔ شبلی رح نے کہا کہ اگر ابتدا میں لوگون پر حمد کی راہ کھل جاوے تو کوئی دعویٰ نہ کرے لیکن برابر جہالت میں دوڑتے رہتے ہیں یہانتک کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے حمد کا دروازہ کھول دے پھر سب دعویٰ ساقط ہو جاتے ہیں اور بالکل اپنے اوپر احسان ہی احسان دیکھتے ہیں اہل جنت کا قول اللہ تعالےٰ نے حکایت فرمایا لقولہ وآخر دعوٰہم ان الحمد للہ رب العالمین۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ

اور اگر شتاب لادے اللہ لوگون پر برائی جیسے شتاب مانگتے ہیں بھلائی تو پوری کر چکے انکی عمر سو ہم چھوڑ رکھتے ہیں جنکو امید نہیں

لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ

ہماری ملاقات کی اپنی شرارت میں بہکتے اور جب پہونچے انسان کو تکلیف ہمکو پکارے پڑا ہوا یا بیٹھا یا

قَآئِمًا فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا

کھڑا پھر جب ہمنے کھول دی اُس سے وہ تکلیف چلا گیا گویا کبھی نہ پکارا تھا ہم کو کسی تکلیف پہونچنے پر اسیطرح بھلا سوجھا ہے بے لحاظ لوگون کو

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

جو کچھ کر رہے ہیں

شیخ ابن کثیر رح وغیرہ نے یہان نزول آیت کا کوئی سبب نہیں بیان کیا مگر شیخ مفسر رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی وسعت نظر سے معلوم کیا ہوگا جبھی یہ سبب نزول لکھا کہ مشرکین مکہ نے جب نہ مانا اور قرآن مجید اعجاز کو جادو اور آنحضرت صلعم کو ساحر کہا اور شیطان نے انکو دلیری پر آمادہ کیا تو مانگنے لگے کہ جو وعید تم کفر وانکار پر بیان کرتے ہو وہ لاؤ چنانچہ اوپر ان کی بد دعا گزر چکی اور آئندہ بھی آوے گی انشاء اللہ تعالیٰ

تب یہ آیت نازل ہوئی یعنے اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اور اگر تعجیل فرمادے اللہ تعالے لوگون کے لیے شر کو یعنے
جلدی دیدے۔ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ مانند ان کے جلدی چاہنے کے خیر کو۔ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ تو البتہ پوری کر دیجاوے اُن کو انکی
اجل۔ تقدیر کلام یون تھی۔ لو یعجل اللہ للناس الشر تعجیلہ للخیر حین استعجلوہ استعجالا کاستعجالہم بالخیر لقضی الیہم اجلہم۔ اور تعجیل کے معنے جلدی
کر دینا اور استعجال جلدی چاہنا۔ اور معنی یہ ہوے کہ اگر اللہ تعالے لوگون کو برائی پہونچانے مین جلدی کردے جیسے بھلائی پہونچانے مین جلدی
کردیتا ہو جبکہ انھون نے برائی چاہنے مین ایسی جلدی کی جیسے بھلائی چاہنے مین کرتے ہین تو ضرور یہ ہو کہ انکی میعاد مقرر کو ابھی پورا کردے بیضاوی رح
نے لکھا کہ یہ ایجاز بلیغ ہو کہ اس تقدیری کلام مین سے جو کچھ حذف فرمایا گیا وہ اسوجہ سے حذف ہوا کہ جسقدر باقی یعنی آیت ہو وہ اس محذوف پر
دلالت کرتا ہو۔ اور جملہ استعجالہم بالخیر کو بجاے تعجیلہ لہم بالخیر کے قائم کیا پس اسمین دو باتون کا اشعار ہو ایک یہ کہ اللہ تعالے انکی درخواست بھلائی
کو جلد قبول فرماتا ہو حتی کہ انکا استعجال دربارۂ خیر گویا انکے حق مین تعجیل ہوتا ہو کیونکہ تعجیل تو استعجال کا اثر قبولیت ہو اور دوم یہ کہ مراد شر سے وہ شر ہو
جسکا استعجال کیا یعنی چاہا کہ انکے لیے تعجیل کردیا جاوے جیسے کہتے تھے کہ ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا آسمان گرادے جیسے کہ دیگر آیات مین مذکور ہو حاصل
یہ کہ اگر اللہ تعالے بیوقوف لوگون کی درخواست عجلت پر برائی دینے مین تعجیل کردے جیسے بھلائی مین کرتا ہو تو جو انکی مدت مقرری ہو اسکو پورا کردے بایں طور
کہ موت دیدیے جاوین یا ہلاک کردیے جاوین پس اللہ تعالے کی رحمت ہو کہ جب ایمان نہ لائے اور آخرت سے انکو مہر نہین تو یہی دنیا انکے لیے جنت ہو کہ
ایک وقت مقرر تک اسمین تمتع اٹھا لیں کیونکہ آخرت کے بدلے اسی پر راضی و مطمئن ہوے ہین اور اپنے پروردگار تعالے کو بھولے اور اسکی آیات سے
غافل ہین ولیکن وہ رحمت کاملہ سے غضب مین تعجیل نہین فرماتا لہذا فرمایا۔ فَنَذَرُ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ
پس ہم چھوڑے دیتے ہین یعنے اجل مقرری تک ان لوگون کو جو ہمارے لقاء کی امید و توقع نہین رکھتے ہین اس حال مین کہ وے اپنی طغیان
و سرکشی و گمراہی مین متردد بھٹکتے ہین۔ واضح ہو کہ جو لوگ آخرت کے قائل نہین اور جو لوگ اقرار اسلام کرتے ہین مگر دل مین انکو یقین پورا نہین ہو
اور جو لوگ متحیر مین سب انھین لوگون مین داخل ہین اور لقاء یعنی ملاقات ہو پس سواے اہل سنت والجماعت کے جملہ فرقے رافضی و خارجی و معتزلی
وغیرہ جو دیدار الٰہی سے منکر ہین سب منکرین لقاء مین شامل ہین سواے اُنکے کہ جنکی تکفیر نہ کیجاوے۔ آیت مین دلیل ہو کہ شر و برائی کی دعا کرنا ممنوع
ہو اور ہمیشہ اللہ تعالے سے عافیت و بھلائی و ایمان و سلامتی کی درخواست کرے اور اہل و عیال کسی کے لیے بُرائی نہ مانگے حتی کہ آیت کی اس سے
تفسیر آئی ہو چنانچہ مجاہد رحمہ اللہ نے اس آیت مین کہا کہ یہ آدمی کا قول اپنی اولاد و مال کے حق مین درحالت غضب ہو کہ اللہ تعالے اسکو خوار
کردے اللہ تعالے اس مین برکت نہ دے اسکی بیناس ہوجاوے پس اگر اللہ تعالے اُس کی قبولیت مین تعجیل فرمادے جیسے بھلائی کی دعا قبول
کرنے مین تعجیل فرماتا ہو تو ضرور انکو موت دیدے و برباد کرے۔ مترجم کہتا ہو کہ اس کلام مین اشارت ہو کہ تعجیل نہونے سے یہ ضرور نہین کہ کسی
وقت آیندہ یا آخرت کے لیے قبول نہین ہوتی ہو ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے اپنی رحمت سے اسکو قبول نہین کرتا اس لیے کہ وہ تو
جانتا ہو کہ دل سے اس نے ایسی برائی کا قصد مراد نہین لیا ہو پھر لکھا کہ اگرچہ دل سے مراد نہو لیکن خوف کرنا چاہیے اور ایسا کرنا نچاہیے چنانچہ حدیث
مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بددعا مت کرو اپنی جانون پر اور مت بددعا کرو اپنی اولاد پر
اور مت بددعا کرو اپنے اموال پر ایسا نہو کہ تمھاری بددعا ایسی ساعت مین واقع ہو کہ اللہ تعالے نے اس ساعت کی دعائین مستجاب فرمائی
ہین پس تمھاری یہ بددعا بھی قبول ہوجاوے۔ رواہ ابو داؤد والبزار۔ پھر دعا چونکہ عبادت ہو اللہ تعالے بندون کی دعاء خیر قبول فرماتا ہو
اور اس مین رحمت عام ہو کہ کافر و مومن سب سے قبول ہوتی ہو جیسے توبہ کا حال ہو ولیکن کافر کی دعا ہمیشہ ایسی ہوگی جو ضلال ہو سواے اسکے کہ

ایمان واسکی توفیق وہدایت کی دعا کرے اور نیز کافر کا یہ حال ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا بقولہ۔ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ اور جب چھو لیا انسان کو یعنی ایسے انسان کو جو دل سے کافر ہے اسکو چھو لیا۔ الضُّرُّ ضرر نے یعنی ایسی چیز نے جو اسکے بدن یا مال واولاد کو مضر ہے دَعَانَا۔ تو دعا کرنا شروع کرتا ہے ہم سے یعنی شرک وکفر سب بھول کر خلوص سے اسکے دور ہونے کی ہم سے دعا کرتا ہے لِجَنْۢبِهٖٓ۔ اے لقیا لجنبہ اپنی کروٹ پر پڑے ہوئے۔ اَوْ قَاعِدًا یا بیٹھے ہوئے۔ اَوْ قَآئِمًا یا کھڑے ہوئے یعنی انسان کی ہی حالتیں ہیں تو جس کسی حالت پر جو وقت ہوتا ہے ہم سے دعا کرتا ہے پس بحرف واو نہیں بلکہ بحرف او۔ بیان کرنے میں یہ فائدہ نکلا کہ جب تک یہ ضرر گھیرے رہتا ہے تب تک وہ ان حالتوں میں کسی حالت پر ہر وقت ہوتا ہے تو ہر حال میں دعا کرتا ہے۔ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ پھر جب ہم نے اس سے اسکا یہ ضرر کھول دیا اور وہ رہا ہو گیا تو مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اے مضی علی طریقتہ کان لم یدعنا وہ اپنی راہ چل دیا گویا اس نے ہم سے کبھی دعا ہی نہیں کی تھی۔ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ اے الی کشف ضر مسہ کسی ایسے ضرر سے رہائی میں جو اس کو پہونچا ہو۔ واضح ہو کہ مذمت یہاں اس امر پر نہیں کہ ہر حال میں کیوں دعا کی بلکہ اس امر پر ہے کہ جب مضرت لاحق ہوئی تو خلوص کرنے لگا اور جب چھوٹا اور آسودہ ہوا تو کبھی یاد بھی نہ آئی بلکہ وہی شرک وبدعت کی راہ چل دیا۔ لہذا یہ اسراف ہے کہ آدمی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ودعا نہ کرے یا حالت آسودگی میں غافل ومشرک ہو جاوے فرمایا اللہ تعالیٰ نے كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ایسا ہی جیسا کہ اس دعا کرنے والے کا حال مذکور ہوا ایسا ہی مزین کر دیئے گئے تمام مسرفون حد سے بڑھ چلنے والوں کے لیے۔ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ جو کچھ وے اعمال کرتے ہیں چنانچہ کفر وشرک وبدعت کو اچھا سمجھتے ہیں اور شہوات میں مبتلا رہتے ہیں اور توحید واخلاص ودعا عبادات سے منہ موڑے رہتے ہیں۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ حال تو کافر ومشرک ومبتدع بیوقوف کا ہے اور رہے وہ بندے جنکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت وتوفیق دی ہے تو وے ان انسان سے مستثنیٰ ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے قولہ الا الذین صبروا وعملوا الصالحات الآیۃ سے مستثنیٰ فرمایا اور جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ مومن کا حال کیا اچھا عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ اسکے حق میں قضا جاری فرماتا ہے وہ اسکے حق میں بہتر ہی ہو جاتی ہے چنانچہ اگر اسکو مضرت پہونچی پس اسنے صبر کیا تو اسکے لیے بھلائی ہوئی اور اگر اسکو منفعت پہونچی پس اسنے شکر کیا تو اسکے لیے بھلائی ہوئی پس یہ بات سوائے مومن کے اور کسی کے لیے نہیں ہے۔ الحدیث فی الصحیحین وغیرہما۔ واضح ہو کہ جو کوئی اسطرح مثلاً دعا کرے کہ الٰہی مجھے جنت دکھیو اور اسمیں ایک گھر لعل سپید کا اور ایک زمرد کا اور ایک موتی والماس کا اور ایک ایسا اور ایک ویسا اور مانند اسکے تو یہ اسراف ہے اسکو چاہیے کہ جنت ورضائے الٰہی کی مع عافیت وسلامتی دعا کرے کہ اسمیں سب آگیا۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے قضا وقدر وارادہ ومشیت میں متحیرین کا وصف بیان کیا کہ جب بلیات کی تاریک گھٹا میں انپر چھا جاتی ہیں اور راحت کے آثار انسے زائل ہو جاتے ہیں اور الطاف ازلی انکے دلوں کی زنجیر ہلا کر انکو حضوری میں متوجہ ہونے کی جنبش دیتا ہے اور مصباح الغیب کی نسیم عنبر شمیم انکے دماغ اسرار میں خوشبوئے عہد الست پہونچاتی ہے تاکہ مضطر ہو کر بارگاہ ربوبیت پر حاضر ہوں جب یہ ادھر متوجہ ہوئے تو قہر جبروتی کے اعلام دیکھ کر انکی عقل ہیبت سے نکلی اور انکو آمادہ کیا کہ بارگاہ عظمت وکبریائی پر تضرع والحاح سے سر بسجدہ ہوں پس دعا عبودیت کو بارگاہ ربوبیت پر تضرع ونیاز ادا کرنے سے ارحم الراحمین نے لطف فرمایا اور ورطہ محنت سے خلاص فرمایا جب بلا اور بلیات سے ساکن ہوئے تو عقل نے استقامت پر تمکین رہنے کی خواہش دلائی مگر لشکر قہر نے انکے نفس شوم کی مدد فرمائی کہ دریائے شہوات میں غرق ہو گئے تمام مشاہدات وعہود بھول کر قبائح اعمال میں منہمک ہوئے۔ کاش التجا وتضرع میں سچے ہوتے کیونکہ جو بندہ مقام دعا میں پہونچا وہ ابتہاج و انبساط میں شاہد رضوان ہوتا ہے کیونکہ نظر اسکا لطف واحسان ہوتا ہے۔ وہ دعا میں اپنے رب کریم بے مثل ونظیر بے مانند وبے شبہ [illegible]

مستانس ہوتا اور خلوص عقیدت وصدق طویت سے ہر حال میں خواہ وقت بلا ہو یا نہو شاکر و داعی رہتا ہے۔ ابوحفص رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے دعا کا دروازہ بہت وسیع وبلند فرمایا اور نوائب و محن کے وقت وہی مومن کا ہتھیار ہے اور اصل رجوع بندہ کا فاقہ و محنت کے وقت رضا کے ساتھ ہے لیکن جب رجوع نہ لایا تو التجا و دعا سے راجع ہوا۔ شیخ ابوعبدالرحمٰن السلمی رح نے کہا کہ میں نے اپنے جد بزرگوار سے سنا کہ عادت کے طور پر دعا کرنا معصیت ہے اور یقین پر دعا کرنا نجات و عبادت ہے لقولہ علیہ السلام الدعاء ہی العبادۃ لیکن دعا کے واسطے اوقات و آداب و شرائط ہیں جس نے انکو لحاظ کر کے نفس کو مقید نہ کیا وہ برکت سے محروم رہا منجملہ آداب کے یہ ہے جو حدیث میں مروی ہے کہ تم لوگ دعا کرنے میں قبولیت کا یقین رکھے رہو اور جان لو کہ لہو ولعب میں غافل دل کی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا ہے مترجم کہتا ہے دیگر آداب وغیرہ تحت قولہ تعالیٰ قال ربکم ادعونی استجب لکم الآیۃ اور قولہ تعالیٰ اذا سالک عبادی عنی الآیۃ مذکور ہوے ہیں وہاں سے تلاش کرو پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے مزید توضیح کے ساتھ پہچان ہونے اور کفار مکہ وغیرہم کو عبرت و نصیحت لینے کے لیے ایسے آدمیوں کا حال جنھوں نے حقائق عبودیت کو شاہد ربوبیت میں نہیں پہچانا اور مانند مضطر دعا کرنے والے کا فری رہائی کے بعد منھ پھیر کر چل دینے کے انھوں نے بھی بارگاہ عظمت کے دروازہ پر اخلاص چھوڑ دیا اور وسواس وشہوات کا اقتدار کیا آخر ابدی ہلاک ہوے کما قال اللہ تعالیٰ

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا

اور ہم کھپا چکے ہیں سنگتیں تم سے پہلے جب ظالم ہوگئے اور لائے تھے رسول انکے کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے

لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

ایمان لانیوالے۔ یوں ہی سزا دیتے ہیں ہم قوم گنہگار کو پھر تم کو ہم نے نائب کیا زمین میں اُن کے بعد

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

کہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ حرف لام مع قد کے ہول دلانے کو قسم کا موطئہ ہے اور ہلاک دو طرح کا ہوتا ہے ایک باطنی اور وہ اسطرح کہ باطن مسخ ہوا اور ایمان سے زندگی نہ پائی بلکہ کفر و شرک سے مردہ رہا اور یہ بہت بری موت ہے اگرچہ ظاہری جسم موٹا تازہ رہے اور دوم ہلاک ظاہری خواہ بالکل جڑ سے یا تھوڑے باقی رکھے جاویں لیکن یہ ضرور ہے کہ اگر ظاہری ہلاکت سے رہائی ہو تو کفر پر اڑے رہنے میں باطنی ہلاکت لازم ہے اور اسمیں کوئی شک نہیں ہے اور یہاں اہل کفر کو عبرت دلانے کے لیے انھیں امم کافرہ ماضیہ کو بیان کیا جو جڑ سے ظاہر میں ہلاک کر دیے گئے تھے کیونکہ اہل کفر تو ظاہر محسوس کے پابند ہوتے ہیں پس انکو محسوس مشاہد ہوے کافروں سے عبرت دلائی پس معنی یہ ہیں کہ قسم ہے کہ ہم نے ہلاک کر دیں انھیں جو تمسے پہلے تھیں اے مکہ والو۔ یہ خطاب مکہ والوں کو ہے اور آخر دنیا یعنے قیامت تک جتنے آدمی ہوں سب کو شامل ہے اور شاید کہ خطاب عموماً کافر و مومن سب کو ہو کیونکہ ہر ایک پر عبرت لازم ہے اور یہاں خطاب کر کے بیان کرنا کمال تہدید کے معنے دیتا ہے یعنے اے لوگو خواہ جن ہوں یا انسان ہوں تم عبرت پکڑو کہ ہم نے تم سے اگلی امتیں ہلاک کر ڈالیں۔ لَمَّا ظَلَمُوْا حین ظلموا بالتکذیب والطغیان۔ جب کہ انھوں نے ظلم کیا یعنے شرک کیا اور جو ہوش و حواس اللہ تعالیٰ نے دیے تھے یا جو چیزیں پیدا کی تھیں انکو بیجا صرف کیا پس اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ٹھہرے کہ خالق عزوجل کا حق نہ پہچانا جس طرح مخلوق بندوں پر واجب ہے۔ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ اے وقد جاءتہم الخ۔ اور حال یہ تھا کہ اُن کے پاس انکے رسول لے آئے تھے بینات کو یعنے انکو یہ بھی عذر نہ رہا تھا کہ ہم مخلوق ہیں ہماری عقل کو تاب نہیں کہ خالق عزوجل کے حقوق کو

خود جان لیں تو یہ عذر بھی اللہ تعالیٰ نے رفع کر دیا تھا کہ آیات و معجزات واضحہ کے ساتھ اپنے رسولوں کو انپر بھیجدیا تھا جنھوں نے طرح طرح سے انکو سمجھایا مگر انھوں نے سوائے جھٹلانے و سرکشی کے راہ نہ پکڑی ۔ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا وما استقام لہم ان یومنوا لفساد الاستعداد وجفاف القلم یعنی اللہ تعالیٰ ایاہم وقدرہ تعالیٰ بکفرہم ۔ اور ٹھیک و راست نہ تھا انکے لیے یہ کہ ایمان لاویں یعنی انکا ایمان لانا انکے واسطے ٹھیک نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اُن کے لیے یونہی جاری تھی کہ کافر رہے ایمان مرین پس انھوں نے جو جھٹلانا شروع کیا تو پھر ایمان نہ لائے آخر اللہ تعالیٰ نے عذاب کرکے سب کو ناس کر دیا ۔ یہ صریح دلیل ہے کہ ایمان و کفر محض خلق الٰہی ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ازل میں مقدر کر دیا وہی برحق واقع ہوتا ہے اور چونکہ علم الٰہی غیر متناہی ہے اور بندہ مخلوق کو کیا علم ہے لہذا حکمت اسکی بندہ کبھی نہیں سمجھ سکتا ۔ یہ مقام بہت خوف و التجا کا ہے برخلاف اس کے بعضے کافر و جاہل جو بحث کرتے ہیں کہ پھر ہمارا کیا قصور ہے اور جو ہونا ہوگا وہ ہوگا اور مانند اس کے تو اس سے انکو کیا فائدہ یہ مباحثہ یہاں کیا کام آویگا اور سلف صالحین و ائمہ مومنین اہل سنت بالکل متفق ہیں کہ تقدیر امر حق ہے اُس کا انکار کفر ہے اور مترجم کہتا ہے کہ جو کوئی بحث کرے چاہے کہ مجھے تقدیر کا بھید معلوم ہو جاوے تو وہ بھی جاہل قریب بکفر ہے اور جیسے ایمان بالغیب سے انکار کرنے والے نے اپنی جان پر خود ظلم کیا ویسی ہی تقدیر کے منکر نے اپنے آپ کو برباد کیا اور اللہ تعالیٰ پاک معبود ہے وہ بے پرواہ و بے نیاز ہے اسی کو عظمت و کبریائی ہے کروڑوں اقسام کی بے انتہا مخلوق تو وہ ہے کہ آنکھوں دکھلائی دیتی ہے اور بے انتہا نظر سے غائب ہے پھر آسمانوں کے اُدھر کسی مخلوق کو علم نہیں ہوسکتا اسکی سلطنت و بادشاہت میں کوئی منکر جو تنگی سے کمتر و بدتر ہے انکار کرکے کیا خلل ڈالیگا اُس نے خود اپنا برا کیا ۔ اور سیدھا راستہ یہ ہے کہ عاجزی کے ساتھ ایمان لاوے اور تقدیر سے بحث نہ کرے کیونکہ اسکو کیا معلوم کہ کیا مقدر ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ ہر ایک پر وہی آسان ہے جسکے لیے وہ پیدا ہوا ہے ۔ اسکی تصدیق دیکھو کہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امم کافرہ ماضیہ جو ظالم ہو کر ہلاک کیے گئے انکو مستقیم نہ تھا کہ ایمان لاویں كَذَٰلِكَ ایسے ہی جیسے ہم نے ان ظالموں کو اپنے رسولوں کو جھٹلانے اور اپنے معبود عز و جل کی جناب میں بہتان و شرک باندھنے سے برباد و ہلاک کر دینے کا بدلا دیا ایسے ہی ۔ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ہم بدلا دیتے ہیں کافر و مشرک قوم کو ۔ جیسے تم جرم کرتے ہو واضح ہو کہ کافر کوئی ہلاکت و بربادی سے نہیں بچتا اگرچہ دنیا میں الدار موٹا تازہ مضبوط ہو جیسا کہ اوپر بیان ہوا ۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ وما کانوا لیومنوا میں لام تاکید نفی ہے اور یہ بمانند قولہ فما کانوا لیومنوا بما کذبوا من قبل کذلک نطبع علی قلوب المجرمین یس معنی یہ ہونگے کہ جس سے وے پہلے انکار کر چکے تھے اسپر ایمان نہ لائے اور نہ لا سکتے تھے ۔ اور مراد یہ ہے کہ ازل میں ظاہری اقرار و باطنی انکار سے دنیا میں بھی ایمان نہ لائے اور مآل و مرجع دونوں معانی کا ایک ہی ہوتا ہے ۔ اور دونوں آیتیں ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں اور ان میں فقہ یہ ہے کہ ایمان در اصل صدق یقین دلی کا نام ہے اور اعمال صالحہ و طاعات وغیرہ اسکی تصدیق و مظہر اور اسکو لازم ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے تہدید فرمائی بقولہ ۔ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ پھر ہلاک شدہ امتوں کے پیچھے ہم نے تم کو زمین میں انکا خلیفہ کیا ۔ لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو یعنی جیسے وے اس امتحانگاہ میں لائے گئے تھے ویسے انکے جانے کے بعد تم پیدا کیے گئے تاکہ تمھارے اعمال کا امتحان ہو پس اگر تم نے جان لیا کہ تم کو ضرور یہاں سے جانا پڑیگا اور یہ دنیا دار امتحان ہے پس تم نے اچھے کام کیے اور آخرت پر ایمان لائے اور اپنے معبود کو جس عظمت و کبریا و جلال پر وہ ہے اسیطرح اسکے رسول صلعم سے معلوم کرکے مومن ہوئے و نیک کام کیے تو آخر جنت و نعمت و رضوان میں پہونچے اور اگر لقاء الٰہی تعالیٰ سے منکر ہو کر اسی دنیا پر مطمئن ہو بیٹھے اور شرک و کفر و ظلم کیا اور اپنی رائے کے موافق جو چاہا اعتقاد کیا خواہ وہ جناب باری تعالیٰ کے لائق ہو یا نہو مگر تمھاری رائے میں دہی آیا پس در حقیقت تم اپنی رائے کے پابند ہوئے تو ضرور تمھاری بھی وہی سزا ہے جو مجرمین کی مقرر ہے ۔ واضح ہو کہ آدمی اپنی رائے سے یا بہستا

لوگون کے مجمع و اتفاق سے یا جھوٹی موٹی کتابون سے اللہ تعالے کی شان مین کچھ اوصاف اعتقاد کر لیتا ہو جیسے عرب کے مشرکین و عجم کے کفار وغیرہ نے اعتقاد کیا تھا کہ یہ بُت یا یہ آگ وغیرہ اللہ تعالے کے کارپردازمین ہیں اسکی درگاہ مین ہماری سفارش کر کے جو چاہتے ہین کر دیتے ہین اور انکی عبادت کرنی ضرور ہو یا جیسے نصاریٰ نے عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا نعوذ باللہ من ذلک اعتقاد کیا اور بعض نے صلیب پوجنا و چومنا واجب جانا اور ایک مختلط حرف مجموعہ بسمل پر اعتقاد جمایا تو ان سب کا یہ حال ہو کہ اللہ تعالے پر اُنکا ایمان نہین ہو اس لیے کہ اللہ تعالے تو وہ پاک معبود ہو جسکا کوئی شریک نہین وہی خالق وہی مالک وہی رزاق ہو بدون اُسکے حکم کے ایک پتی نہین گرتی اور اسکی تدبیر خلق سے سب جاری ہو ایک ذرہ نہین ہو اُس سے پوشیدہ نہین و بے مثل و بے مانند ہو نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا یہ سب اُسکی شان مین محال ہے تو نصاریٰ کسی ایسے خدا کے اوپر ایمان لائے ہین جسکا مسیح بیٹا ہو اور کسی ایسے عیسیٰ پر ایمان لائے جسنے اُنسے کہا کہ مین خدا کا بیٹا ہون پس وہ کوئی اور ہوگا کیونکہ پیغمبر حضرت عیسیٰ بن مریمؑ تو اللہ تعالے کے بندے و رسول تھے اُنھون نے اللہ تعالے کی توحید سکھلائی اور اپنے آپ کو بندۂ الٰہی بتلایا اور اپنے بعد حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے کا بندہ و رسول آویگا کہ وہ اللہ تعالے کو محبوب ہو اور وہ اللہ تعالے کا بندہ و رسول اُسکا محبوب و مقبول خاص الخاص ہو وہ دنیا مین نور لاویگا اور پھیلاویگا اور وہ بادشاہ دنیا و آخرت ہو صلے اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم واضح ہو کہ قولہ تعالے لننظر کیف تعملون مین بیضاوی رح نے حرف کیف کے فائدہ مین لکھا کہ اسمین دلالت فرمائی گئی کہ خود کسی فعل کی ذات معتبر نہین ہو مثلاً کوئی کافر نماز کے افعال ادا کر دے تو کچھ اعتبار نہین بلکہ کیفیت و جہت سے معتبر ہو کہ ایمان کے ساتھ خالص عبادت کی نیت سے ہو اسی واسطے جو فعل کہ بطور ریاکاری اور لوگون کے دکھلانے سُنانے کو ہو اگرچہ نماز کے ارکان ہون انکی بڑی مذمت حدیث مین آئی ہے اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالے عزوجل کو ازل و قدم سے سب علم ہو اور یہان جو فرمایا کہ لننظر تاکہ ہم دیکھین تو یہ تہدید ہو اور آمادگی بھی دلائی لہٰذا جو لوگ بندگی مین کوشش کرتے ہین اللہ تعالے دیکھتا و جانتا ہو کما فی قولہ تعالے قل اعملوا فسیری اللہ عملکم الآیہ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ استعارہ ہو یعنے جیسے کوئی امتحان کے طور پر کسی کو مقرر کرتا ہو ایسا ہی تمھاری سمجھ کے لائق ہم نے تمھارے ساتھ یہ معاملہ کیا ہو بالجملہ دنیا مین آدمی امتحان مین ہو پس دنیا کی طرف مائل ہو انکی زندگی پر راضی و مطمئن نہو بلکہ آخرت کا طالب رہے اور دنیا مین سے بقدر ضرورت و حاجت کے ایک وقت مقرر تک کے یعنی موت تک اسکے لیے انتفاع حاصل کرے اور دنیا مین اللہ تعالے کا کلمہ بلند کرے اور شرک و کفر کا کلمہ جو باطل ہو مٹا دے اور جو لوگ یہ فساد پھیلاتے ہین انکو زیر کرے۔ حدیث مین حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ان الدنیا حلوۃ خضرۃ وان اللہ مستخلفکم الحدیث یعنی دنیا میٹھی ہری بھری ہو اور اللہ تعالے تم کو اسمین خلیفہ بنانے والا ہو کہ تم اسمین کیسے کام کرتے ہو پس تم بچے رہنا اس دنیا سے اور بچے رہنا عورتون سے کہ پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل مین شروع ہوا وہ عورتون ہی سے تھا۔ رواہ مسلم فی الصحیح مترجم کہتا ہو کہ دنیا کو اللہ تعالے نے ایک زینت دیدی ہو کہ وہ خوشگوار و مزین نظر آتی ہو پس اسی سے امتحان ہو اور باطن مین وہ نہایت قبیح ہو اور سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ نے فتوح الغیب مین اس کو گھورے سے مثال دی ہو جہان پلیدی و نجاست ڈالی جاتی ہو اور سچے ایمان والے کی نظر مین یون ہی آخر نظر آنے لگتی ہے۔ پھر واضح ہو کہ جب تک اللہ تعالے کے ایسے بندے خلیفہ رہے جنھون نے نیک عمل کیے اور دنیا سے بچے رہے جیسے حضرت سرور عالم صلعم نے نصیحت فرمائی تھی تب تک دنیا مین امن و امان تھا اور بکثرت سلطنتین اُن کے زیر حکومت تھین اور بے انتہا جواہرات اور سونے چاندی بھرے ہوئے تھے کہ جس پر یہ نیک بندے اسطرح نظر کرتے تھے جیسے کوئی پلید چیز کو دیکھتا ہے اور جب یہ نوبت پہونچی کہ ایسے بادشاہ ہونے لگے جنھون نے دنیا پر نظر ڈالی اور اُس کو چاہنے لگے تو جیسے کافرون کی نیت ہے ویسی ان کی نیت ہوئی پس ہوا جو ہوا اعوذ باللہ من عذاب اللہ

وبالاٰیة اللهم توفنی مومنا مسلما والحقنی بعبادک المخلصین والحمد لله رب العالمین۔ وقال الحافظ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ حدثنی المثنی قال حدثنا زید بن عوف ابو ربیعة بهذا انبانا حماد عن ثابت البنانی عن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی ان عوف بن مالک رضی اللہ عنہ قال لابی بکر رایت فیما یری النائم کان سببا دلی من السماء فانتشط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم اعید فانتشط ابوبکر ثم ذرع الناس حول المنبر ففضل عمر بثلاث اذرع حول المنبر فقال عمر دعنا من رؤیاک لا ارب لنا فیها فلما استخلف عمر قال یا عوف رؤیاک قال وهل لک فی رؤیای من حاجة اولم تنتهرنی قال ویحک انی کرهت ان تنعی لخلیفة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسه فقص علیه الرؤیا حتی اذا بلغ ذرع الناس الی المنبر بهذه الثلاث الاذرع قال اما احداهن فانه کان خلیفة واما الثانیة فانه لا یخاف فی اللہ لومة لائم واما الثالثة فانه شهید۔ قال فقال یقول اللہ تعالیٰ ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدهم لننظر کیف تعملون۔ فقد استخلف یا ابن ام عمر فانظر کیف تعمل واما قوله فانی لا اخاف فی اللہ لومة لائم فیما شاء اللہ واما قوله شهید فانی لعمر الشهادة والمسلمون مطیعون ہکذا فی تفسیر الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ۔ ترجمہ اسکا میرے نزدیک یہ ہے کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے ایسی حالت میں کہ جیسے سونے والا آدمی دیکھتا ہے یہ خواب دیکھا کہ گویا آسمان سے ایک رسی لٹکائی گئی پس آنحضرت صلعم خوشی خوشی اُس سے لٹک کر چڑھ گئے پھر وہ دوبارہ لٹکائی گئی پس ابوبکر رضی اللہ عنہ اسیطرح چڑھ گئے پھر لوگوں نے منبر کے گرد ہاتھوں سے پیمائش کی تو منبر کے گرد عمر رضہ کے تین ہاتھ سب سے بڑھ گئے تو عمر رضہ نے کہا کہ اپنا خواب بیان کرنے سے ہمیں معاف کرو کہ ہمکو اسکی کچھ حاجت نہیں ہے پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ کیے گیے تو کہا کہ اے عوف اپنا خواب لاؤ تو عوف نے کہا کہ آپکو میرے خواب کی حاجت ہو گیا تم نے مجھے جھڑکا نہ تھا تو فرمایا کہ ارے مجھے یہ گوارا نہوا کہ تو رسول اللہ صلعم کے خلیفہ کو انکی وفات کی خبر سنا دے پس عوف نے اپنا خواب سب بیان کیا جب لوگوں کے گز منبر کے ناپنے اور عمر رضہ کے تین ہاتھ سب سے بڑھنے کا ذکر آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان تین ہاتھوں میں ایک تو یہ ہے کہ وہ خلیفہ ہوگا اور دوسرا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریگا اور تیسرے یہ کہ وہ شہید ہوگا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ثم جعلناکم خلائف فی الارض الآیۃ۔ سو اے عمر کی ماں کے پوت تو خلیفہ تو ہو گیا اب دیکھ کہ تو کیسے کام کرتا ہے اور یہ جو میں نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا تو مراد یہ کہ جن امور میں اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے ان میں انشاء اللہ تعالیٰ میں ایسا ہی ہوں اور یہ جو میں نے کہا کہ میں شہید ہوں تو عمر کے لیے شہادت کہاں ہے اور حال یہ ہے کہ مومنین بالضرور اسکی اطاعت پر ہیں۔ قال المترجم اسکی اسناد حسن ہے کم نہیں واللہ اعلم اور اسکے لیے شاہد صحاح میں متفرق موجود ہیں ف وفی العرائس قوله ولقد اهلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا ظلم اس مقام پر اقرار کے بعد کرنا اور سنت چھوڑ کر اپنی رائے پر نازاں ہونا اور طریقہ سنت یعنی آنحضرت صلعم کی اقتداء مع خصوصیت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کا ترک کرنا۔ چنانچہ جب انہوں نے انبیاء و اولیاء الٰہی سے سرکشی کی بعد اسکے کہ انکو صدق آیات و دلالات سے اس امر کا علم ہو گیا کہ یہ بارگاہ کے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے انکو ہلاک کر دیا اسطرح کہ شہوات نفس کے حجاب میں مردود چھوڑ دیا اور انکو اہل قرب کا راستہ نہ ملا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ ظلموا یہ کہ سوائے حق تعالیٰ کی ہدایت کے اپنے نفس وغیرہ کی قدرت پر اعتماد کیا۔ ابو عثمان رح نے کہا کہ لما ظلموا اسطرح کہ اکابر و سلف کے حقوق پہچاننے اور درگاہ الٰہی میں جو انکا آداب عبودیت تھا وہ لیا اور بخود حاصل نہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے خلیفہ بندوں کو خوف دلایا کہ صدیقین ہوں یا مفسرین ہوں بہر حال پیغمبر علیہ السلام کی راہ سے کسی اور طرف التفات نہ کریں بلکہ اسی طریقہ مستقیم رہیں اور راہ یقین میں سنت کی اتباع کرنے سے کوئی نقصان نہ کھاویں اور کسی امر پر مغرور نہوں کما قال تعالیٰ ثم جعلناکم خلائف فی الارض الآیۃ۔ یہ خلیفہ لوگ درحقیقت انبیاء علیہم السلام کے نائب اور رسولوں علیہم السلام کے وارث ہیں اور یہی اہل استقامت و تمکین و جمعیت ہیں جنکو ہر دم اللہ تعالیٰ زبان ولایت سے خطاب فرماتا

اور آداب سنت واعمال پاکیزہ واخلاق کریمہ اور اتباع پسندیدہ تعلیم فرماتا ہے پس ان احکام سے انکو سیر روحی و ہوائے عالم القدس سے خلوص حاصل ہوتا اور ہردم مشتاق رہتے ہیں اور انوار صفات وذات سے صاف کلام بے کیفیت سنتے ہیں پھر رجوع کرکے مخلوق کو اللہ تعالے کی طرف واسکے رسول کی سنت اور امر بمعروف ونہی از منکر وحدود الٰہی کی حفاظت کی طرف راجع کرتے ہیں بعض انکا برہنے کہا برابر اللہ تعالے کے انبیاء ورسولوں کے خلیفہ وانکے اولیاء واولیاء کے اولیاء اسیطرح چلا آیا کہ پچھلے اگلوں کی اتباع سے راہ پاویں اور خود استقلال واستقامت پر ہوجاویں اور حفظ حدود الٰہی برابر باقی رہے۔ پھر اللہ تعالے نے اہل کفر کی جہالت وعدم حفظ حدود کو باوجود ایسی واضح آیات توحید ومعرفت کے بیان فرمائی کہ

راہ عقل چھوڑکر نفس کی پابندی میں اپنے اوپر کمال ظلم کرتے ہیں کہ راہ مستقیم کو نفس کے موافق چاہتے ہیں قال عز وجل۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ

اور جب پڑھیے اُن پاس آیتین ہماری صاف کہتے ہین جنکو ہمسے ملاقات کی امید نہین ہے آ کوئی اور قرآن اسکے سوائے یا اسکو بدل ڈال

قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ

تو کہہ میرا کام نہین کہ اسکو بدلون اپنی طرف سے مین تابع ہون اُسی کا جو حکم آوے میری طرف مین ڈرتا ہون اگر

عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ ۖ فَقَدْ

بے حکمی کرون اپنے رب کی بڑے دن کی مار سے تو کہہ اگر اللہ چاہتا تو مین نہ پڑھتا یہ تمہارے پاس اور نہ وہ تمکو خبر کرتا اس کی کیونکہ مین

لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

رہ چکا ہون تم مین ایک عمر اس سے پہلے کیا پھر تم نہین بوجھتے

واضح ہو کہ عظمت وکبریا اللہ تعالے سے جاہل ہونا اور آخرت کا انکار اور بندون کی خود مختاری کا اعتقاد اور نفس کی پیروی اور اسکی خواہشون پر اڑنا ایسی باتون نے کفار کو حق صریح سے منھ موڑنے اور ایسے سوال اٹھانے پر آمادہ کیا چنانچہ اللہ تعالے نے بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تلاوت پڑھنا کسی کلام کو اور تلا علیہ اسکو پڑھ سنایا۔ اور آیت مین ضمیر علیہم راجع بجانب کفار مکہ اور داخل آئین ان کے مانند سب ہین اور اوپر کی آیت مین من قبلکم سے خطاب فرمایا تھا جو ہول دلانے کے لیے تھا اور یہان بطریق صنعت التفات کے ضمیر غائب فرمائی جو مفید ہے کہ یہ لوگ قابل خطاب نہین ہین انتہی اور جب پڑھی جاتی ہین انپر ہماری آیات جنکی شان یہ ہے کہ بہت واضح وروشن حجت ہین یعنی آئین توحید الٰہی واسکے خلق وتقدیر ومشیت وجزا وسزا سے حکمت وہدایت وغیرہ صفات کاملہ کا بیان واضح ہے قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا تو کہتے ہین وہ بدبخت مخلوق جو ہماری لقاء کی توقع نہین رکھتے یعنی اپنے خالق عز وجل سے غافل اور اُسکی صفات عظمت وکبریائی سے جاہل اور آخرت وقیامت سے منکر اور لقاء الٰہی سے ناامیدی گمان کیے ہین۔ ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا لے آ تو اے محمد صلعم کوئی قرآن جو اسکے سوا وہ اسکا غیر ہو۔ أَوْ بَدِّلْهُ یا اسی قرآن کو تبدیل کردے یعنی اس قرآن مین ایسی باتین ہین جو ہماری خواہش ولپسند کی نہین ہین جیسے بتون کی مذمت اور انکے نام پر ذبیحہ کی حرمت و تحقیر اور دنیاوی زندگی پر مطمئن اور اسی پر جی بہلانا نابلکہ دار آخرت کے لیے نیک اعمال کرنا اور بعد موت کے پھر حشر وقیامت کے لیے زندہ ہونا اور خالص اللہ تعالے وحدہ لا شریک کی بندگی کرنا کسی کو اسکا شریک نہ کرنا اور جان لینا کہ وہی خالق رازق علیم خبیر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو اسکی تقدیر ومشیت ہے وہی ہوتا ہے اسی نے اس حکمت کاملہ سے مخلوق کو پیدا کیا ایک ذرہ اسکی حکمت سے باہر نہین اور سب اُسکی قضاء وقدر اور مشیت وقدرت کے محکوم ہین کسی کو اسکی مملکت مین ذرہ برابر اختیار نہین ہے ایسی سب باتین ہماری خواہش ونفس کے لائق نہین ہین ہان باقی جو کام کرنے کو کہا گیا اس مین مضائقہ نہین

پس تم کو چاہیے کہ یا تو تم اس قرآن کے سوا دوسرا قرآن ہی لے آؤ جس میں یہ باتیں نہون یا خیر اُسی کو رہنے دو مگر اُس میں سے ایسی باتیں بدل دو مترجم
کہتا ہو کہ اہل کفر کی جہالت اپنے خالق عز وجل کی شان عظمت و کبریائی سے ایسی ہی ہوتی ہو اسیواسطے مومن اپنے پاک معبود عز وجل کی ہدایت
فرمانے کا بال بال سے شکرگزار ہوتا ہو کہ اللہ تعالے ذوالجلال والاکرام نے محض اپنے فضل واحسان سے اسکو اس تاریکی وجہالت سے نجات دی
وہی جو چاہے کرے اُسپر کسی کا دعوی نہیں چنانچہ کفار کو اندھا رکھا کہ ایسی درخواست اسکے کامل مطیع بندہ رسول صلعم سے کی جسکا ہر کام موافق رضاے
الٰہی عز وجل اور اُسکے حکم سے تھا لہذا جواب کا حکم دیا بقولہ تعالے قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي تو کہدے کہ میرے واسطے یہ
ٹھیک ہی نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے نفس کی جانب سے اسکو بدل دون بیضاوی رح نے کہا کہ تلقاء دراصل مصدر ہو اور ظرف کے معنے مستعمل ہوا
اور کفار کی دونون باتون میں سے ایک کے جواب پر اکتفا کیا گیا اسوجہ سے کہ جب تبدیل سے انکار کیا تو بالکل دوسرا قرآن لانے سے انکار اُس کو
لازم ہو یعنی بدرجہ اولی اُس سے انکار ہو کیونکہ کسیقدر بدل دینا بہ نسبت بالکل ترک کرنے کے آسان ہو تو جب آسان کو ممکن نہیں کہا تو مشکل کہان
سے ممکن ہوسکتا ہو اور قولہ ما یکون لی نہایت بلیغ ہو کہ اس سے اپنے عدم ارادہ کی اور اُسکے صحیح ہونے کی اور اُسکے نہو سکنے کی سب کی نفی نکلتی ہو یعنے
نہ میرا ارادہ اور نہ وہ مجھ سے صحیح ہوسکتا اور نہ وہ میری جانب سے ہوسکے اور اسمین اشارہ ہو کہ اصل خلقت میں ہر شخص کے ساتھ جو شیطان پیدا ہوتا ہو
اور نفس انسانی میں ایک اثر شیطانی ہوتا ہو ان دونون سے آنحضرت صلعم سلامت تھے چنانچہ حدیث صحیح میں ثابت ہو کہ آپکا ہمزاد مطیع تھا اور ثابت ہے
کہ خلق آپکا قرآن مجید تھا یعنی بدون کسی معاوضہ و تکلف کے جو مقتضاے نفس ہو آپ قرآن مجید کے عامل تھے پس احکام و مواعظ قرآن میں اور آپ کے
خلق عظیم میں درجہ اتحاد تھا اور اسی پر شاہد ہو کہ یہان اللہ تعالے خالق سبحانہ نے یون جواب کا حکم دیا کہ تو کہدے کہ میں اپنے نفس کیجانب سے بدل نہیں سکتا
یعنی نہ اپنے نفس کیطرف سے کچھ لایا اور نہ اُسکو بدل سکتا ہون۔ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ نہیں پیرو ہون مگر اسی چیز کا جو میری طرف وحی کی گئی یعنے
بدون مداخلت نفس کے پس خوب محکم جواب ہوگیا کہ میں کیونکر بدل سکونگا کیونکہ یہان کچھ بھی میرا تصرف نہیں ہو لہذا بعض احکام جو کسیوقت تک کے لیے
اللہ تعالے عالم الغیب نے اپنے علم قدیم میں مقدر و نازل فرمائے پھر اُسوقت مقرر کے بعد دوسرا حکم نازل فرما کر اول کو منسوخ کیا اسمین بھی مجھے کچھ دخل نہیں بلکہ
میں وحی کی اتباع کرتا ہون اور تمھاری درخواست میں جو یہ بات نکلتی ہو کہ قرآن معجز بلیغ فصیح کچھ میرا کلام ہو تو یہ تمھارا گمان محض غلط ہو میں تو وحی کا
متبع ہون جو وحی مجھپر ہوئی اگرچہ اسمین خود بعض احکام کی تبدیل ہو میں نے وہی بعینہ تلاوت کردی کیونکہ مجھپر اتباع الوحی و تبلیغ بعینہ فرض ہو اور خود
میں کیونکر تبدیل کرکے گنہگار ہوسکتا ہون۔ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ میں ڈرتا ہون اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کرون یعنی اگر
اپنی طرف سے تبدیل کرنے میں نافرمانی کرون عذاب یوم عظیم کو یعنے اگر ایسا عصیان کرون تو مجھے عذاب روز قیامت کا خوف ہو۔ اسمین ایما ہو کہ کافر لوگ ایسی
ہٹ کرنے سے مستوجب عذاب اور دور ہوگئے۔ یوم کو جو عظیم کہا گیا تو بسبب ظہور جلال و عظمت الٰہی کے ہو کہ اُس دن ہولناک عظیم وقائع بالکل کھلے ظاہر ہونگے
بالجملہ یہ سب بوحی الٰہی و بقدرت و مشیت الٰہی عز وجل ہو پھر صحت وحی پر تنبیہ بلکہ حجت بیان کی بقولہ تعالے قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ تو کہدے
کہ اگر اللہ تعالے چاہتا تو میں اُسکو تمپر تلاوت نہ کرتا۔ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ اور نہ ادراء واعلام کرتا تم کو اسکے ساتھ یعنی یہ سب اللہ تعالی کی وحی و مشیت و ارادہ
سے ہو کہ میں تمکو یہ سب سناتا اور آگاہ کرتا ہون اور تم اسمین سے بعض باتون سے کراہت کرکے میری ذات کی طرف سے سمجھتے ہو حالانکہ یہ بالکل تمھاری نادانی ہو
فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ کیونکہ بیشک میں اس سے پہلے ایک عمر یعنی چالیس برس تم میں رہا یعنے اسطرح کہ نہ کچھ تلاوت نہیں کرتا
تھا اور نہ تم کو کچھ اعلام کرتا تھا۔ یہ سمجھنے کی بات ہو کہ قرآن میرا ایک ایسا معجزہ و خرق عادت ہوا کیونکہ جو شخص اسمین ایک عمر چالیس برس تک اسطرح
کہ نہ اسکو کسی علم سے ممارست تھی اور نہ کسی عالم کو اسنے دیکھا جس سے کچھ علمی باتیں سنتا اور نہ کبھی اُسنے شعر نظم کیا اور نہ کبھی نثر عبارت بنائی پھر یکایک

اسپر ایسی کتاب تلاوت فرمائی کہ اسکی فصاحت کے آگے سب فصیح جنکو بڑے بڑے دعوی تھے گونگے ثابت ہو گئے اور سب نظم و نثر والے گردنین جھکانے
لگے اور اس انتہا تک بلاغت و فصاحت پہونچی کہ کمال تعجب سے دیکھتے اور جادو کہتے تھے پھر معانی کا یہ حال کہ دو علم ہین ایک علم اصول اور
ایک علم فروع تو دونون کو اسکے معانی نے گھیر لیا اور اگلون پچھلون کے قصص کو بالکل ٹھیک ٹھیک بیان کر دیا تو جسنے ذرا بھی عقل سے کام
لیا اور تعصب کی رگ اپنی آنکھون سے نکال ڈالی وہ یقین کر گیا کہ یہ اسکی طرف سے کبھی نہین بلکہ خالص اللہ تعالے کی تعلیم و وحی ہے اسیواسطے ان
کفار کو جنکو دین کی سمجھ بالکل نہین ہے ملامت فرمائی بقولہ - اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ سو کیا تم سمجھتے نہین ہو تمکو عقل بالکل نہین ہے یعنے کیون ایسے بیعقل ہو گئے
کہ عقل سے سوچ سمجھکر کچھ بھی کام نہین لیتے ہو کہ تمہین صاف ظاہر ہو جاوے کہ یہ قرآن تو خالص وحی از جانب الٰہی ہے - قال ابن کثیر رح حاصل
دلیل اسکے خالص وحی ہونے پر یہ ہے کہ تم لوگ اسکے ادنی سورہ کے مثل لانے سے عاجز ہوا اور تم یہ بھی بالیقین آنکھون دیکھا جانتے ہو کہ جب سے
مین پیدا ہوا اب سے وقت بعثت تک تم مین بہت سچا و امانت دار معروف و مشہور ہون تم مجھ مین کچھ بھی کوئی ایسی بات نہین جانتے ہو کہ جسکے سبب
آنکھ مار و پھر کیا تم کو ذرا بھی سمجھ نہین کیفائدہ ہے مین تم سے کیون جھوٹ بولتا لہذا سوچو اور سمجھو کہ یہ خالص اللہ تعالے کی طرف سے وحی اور تمہارے لیے
دائمی حیات کی نعمت ہے کہ اسکے مثل تم کو لانا ممکن نہین ہے پھر ابن کثیر رح نے اسکا شاہد قصہ ہرقل بادشاہ روم پیش کیا کہ جب اُسنے ابوسفیان سے حال
پوچھا اور ابوسفیان نے باوجودیکہ اسوقت کافرون کے سرغنہ تھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق و امانت و عفاف و دیانت و کرائم اخلاق
کی سچی خبر دی مگر رسول ہونے سے انکار کیا تو ہرقل نے جواب مین کہا کہ مین ضرور سمجھتا ہون کہ نہین ہو سکتا کہ وہ شخص دنیا کے لوگون پر تو جھوٹ بالکل نہ بولے
اور جاکر اللہ تعالے پر جھوٹ باندھنے لگے جعفر بن ابی طالب نے بادشاہ حبشہ سے کہا تھا کہ اللہ تعالے نے ہم مین ایک رسول مبعوث فرمایا ہے جسکی سچائی اور
نسب کی بزرگی اور امانت و دیانت کو ہم خوب پہچانتے ہین تم مین معلوم و مشہور ہے اور قبل نبوت کے وہ ہم مین چالیس برس رہتے ہین - ابن کثیر رح نے کہا کہ سعید
بن المسیب رح سے تینتالیس برس کی روایت ہے ولیکن صحیح و مشہور پہلا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم
کو چالیس برس کی عمر پر مبعوث فرمایا پس تیرہ برس مکہ مین رہے آپ پر وحی اُترتی تھی پھر ہجرت پر مامور ہوئے پس ہجرت کر کے دس برس مدینہ مین رہے
اور وفات فرمائی جبکہ آپکی عمر تریسٹھ سال کی تھی - رواہ البخاری و ابن ابی شیبہ و الترمذی - اور اسی کے مانند سدی رح سے بھی مروی ہے اور
نووی رح نے کہا کہ یہی اصح و اشہر ہے اور اسی کو مسلم رح نے حدیث انس و عائشہ و ابن عباس سے روایت کیا اور اسی پر علماء نے اتفاق کیا اور ایک
قول مین ساٹھ برس کی عمر آئی ہے اسکی تاویل یہ ہے کہ راوی نے سال ولادت و ہجرت و وفات کی کسر چھوڑ دی اور پورے پورے سال شمار کر لیے اور
تیسرے قول مین پانسٹھ اور یہ مروی ہین یہین سے شبہ واقع ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ یہین کسر سال ہجرت کو محسوب کیا ہے باین طور کہ ایک مرتبہ وہ پورا سال
اقامت مکہ اور دوسرا زمانہ ہجرت مین حساب کرنے سے زیادہ ہوا واللہ اعلم - ف قولہ تعالے وَلَا اَدْرٰىکُمْ بِهٖ مین دو قراءۃ ہین اول قراءۃ جمہور لا ادراکم بالف از ادرا
یدری یعنی اعلام اور یہی مذکور ہو چکی ہے اور ابن کثیر رح نے لادراکم بلام بدون الف پڑھا اور معنی یہ کہ - لادراکم اللہ تعالے علی لسان غیری من غیران
اتلوہ علیکم یعنی البتہ اعلام فرماتا تم کو اللہ تعالے اسکو میرے سوائے دوسرے کی زبان سے یعنی ضرور یہ پیغام الٰہی تمکو پہونچایا جاتا اگر مین نہوتا تو دوسرا ہوتا
پھر اللہ تعالے نے دروغ باندھنے والے کے کبیرہ جرم کو اس طرح بیان فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تبدیل قرآن کا رد اور
مشرکون کی ذاتی حرکت کو متضمن ہے - قال تعالے -

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ وَيَعْبُدُوْنَ

پھر کون ظالم کہ جو باندھے اللہ پر جھوٹ یا جھٹلاوے اسکی آیتین بیشک بھلا نہین ہوتا گنہگارون کا اور پوجتے ہین

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۤءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ

اللہ سے نیچے جو چیز نہ بگاڑ سکے اُنکا اور نہ بھلا اور کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس تو کہہ تم اللہ کو جتاتے ہو

بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

جو اسکو معلوم نہیں کہیں آسمانوں میں نہ زمین میں وہ پاک ہے اور بہت دور تر اُس سے جو شریک کرتے ہیں

اظلم صیغہ اسم تفضیل مستعمل ہیں۔ افترا جھوٹ باندھنا اور کذب بیان اس امر کا ہے کہ یہ امر باوجود افترا ہونے کے خود جھوٹ ہے یعنے اللہ تعالیٰ کی طرف اسکو نسبت کرنا جیسے دروغ افترا ہے ویسے ہی وہ خود جھوٹ بھی ہے۔ لا یفلح اے لا یسعد یعنی سعید و نیک انجام نہیں ہوتے ہیں۔ المجرمون۔ الکافرون یعنی مجرم سے مراد کافر ہیں اور یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا یا اسکی آیات کو جھٹلایا پس یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل شرک و کفر پر جو اللہ تعالیٰ کی جناب میں شریک ہونے کو نسبت دیتے یا بیٹا وجورو ہونے کو نسبت دیتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی آیات یعنی قرآن کو جھٹلاتے اور اُسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکے بعض احکام بدل ڈالنے یا کوئی اور قرآن لانے کی درخواست کرتے تھے تشنیع و توبیخ ہے فرمایا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا پس کون اشد ظالم ہے یعنی کوئی نہیں اس سے بڑھ کر ظالم ہے جسنے افترا باندھا اللہ تعالیٰ پر دروغ کو۔ اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ یا جھٹلایا اسکی آیات کو۔ اِنَّهٗ شان یہ ہے کہ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ فلاح نہیں پاتے ہیں جرم کرنے والے یعنی کفر کرنے والے۔ سطرح کہ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھیں یا اُس کی آیات کو جھٹلاویں۔ وفی تفسیر الحافظ رحمہ اللہ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے شخص سے کوئی بڑھ کر ظالم و مجرم نہیں جو اللہ تعالیٰ پر افترا باندھے اور وہ بھی ایسی چیز سے جو خود باطل و دروغ ہے لہذا جو کوئی اپنی نسبت دعویٰ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں حالانکہ درحقیقت نہ ہوا اور دعویٰ کرے کہ مجھ پر وحی اُتری ہے حالانکہ کچھ بھی نہیں اُتری بلکہ اُس نے اپنی طرف سے باتیں بنائی ہیں تو وہ بھی ویسا ہی ظالم ہے جیسے یوں کہنے والا کہ اللہ تعالیٰ کا شریک یا بیٹا وجورو ہے نعوذ باللہ من ذلک حاصل یہ کہ اس کلام سے مشرکوں کو دو طرح ملامت فرمائی گئی ایک یہ کہ رسول اللہ صلعم سے قرآن لانے یا بدلنے کی درخواست کرتے تھے۔ حالانکہ وہ محض وحی الٰہی تھا پس کیونکر تغیر ہو سکتا ہے اور جو کوئی اپنے کلام کو وحی الٰہی بتلاوے اس سے اظلم کون ہوگا پس قرآن تو بالکل صحیح وحی الٰہی ہے کچھ افترا نہیں ہے اور دوم یہ کہ جو کوئی وحی الٰہی کو جھٹلاوے اُس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں حالانکہ مشرکین جھٹلاتے تھے تو وے سخت مجرم ہوئے جنکے واسطے سعادت و فلاح نہیں اگر ایمان نہ لاویں عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے سب سے بڑے علماء یہود میں تھے کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلعم مدینہ میں آئے تو میں نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ چہرہ پاک کچھ جھوٹوں کا چہرہ نہیں ہے اور پہلے پہل میں نے آپ کو یہ فرماتے سنا کہ۔ یا ایہا الناس افشوا السلام الخ یعنی اے لوگو تم آپس میں سلام کے ساتھ ایک دوسرے کے لیے دعا کرنے کو افشا کرو اور آپس میں کھانا کھلاؤ اور ناتے کو ملاؤ اور رات میں جب کافر لوگ سوتے ہیں تم نماز میں پڑھو پس سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ قال ابن کثیر رح اور آنحضرت صلعم کے اقوال پاکیزہ اور جو وحی معجزہ آپ پر ہوتی ہے نہایت روشن حجت آپکی صدق رسالت کی ہے چنانچہ اس کی معجز بلاغت و فصاحت و اخبار غیب و کمالات معانی کا اقرار جب کثرت سے عرب کے بلیغ و فصیح لوگوں نے کیا ہے ایک دفتر طویل میں لکھا جا سکتا ہے اور مسیلمہ کذاب و سجاح و اسود وغیرہ لعنہم اللہ تعالیٰ جن جھوٹے مدعیوں نے وحی شیطانی کی باتیں کہیں اور اللہ تعالیٰ پر افترا باندھا خود اُنکے تابعین کفار نے اُس کے عیوب و کذب و افترا ہونے کا اقرار کیا تو بھلا عقل سلیم والے اہل فراست پر کب ان لوگوں کا افترا چھپ سکتا ہے چنانچہ مسیلمہ وغیرہ کے اقوال جو کتب سیر میں نقل کیے گئے ہیں خود اسپر شاہد عدل ہیں کہ مدعی ان اقوال والا احمق کذاب ہے اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ عمرو بن العاص اور مسیلمہ کذاب سے دوستی تھی ایک مرتبہ عمرو اپنے مشرک ہونے کی حالت میں مسیلمہ کذاب کے پاس گئے

اُسنے پوچھا کہ اے عمرو آج کل تمھارے گروہ والے کی کیا خبر ہے اور مراد اُس ملعون کی یہ تھی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر کیا نازل ہوا تو عمرو نے کہا کہ مین نے محمد صلعم کے اصحاب سے پڑھتے سُنا آج کل ایک چھوٹی سی سورہ کیا عظمت والی نازل ہوئی ہے اُسنے کہا وہ کیا ہے تو عمرو نے سورہ والعصر ان الانسان لفی خسر آخر تک پڑھی یا جسقدر یاد ہو پس مسیلمہ ملعون نے ایک ساعت فکر کر کے کہا کہ مجھپر بھی ایسی ہی ایک سورہ نازل ہوئی ہے اور وہ یہ ہے. یا وبر یا وبر انما انت اذنان وصدر وسائرک حفر ونقر کیون عمرو تم کیونکر دیکھتے ہو عمرو نے جواب دیا کہ واللہ تو جانتا ہے کہ مین یہ بات جانتا ہون کہ تو کذاب ہے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ جب ایک مشرک کا حالت شرک مین یہ حال تھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا حال صادق نبوت اسپر پوشیدہ نہ رہا اور مسیلمہ کذاب کی جھوٹ باتین اسپر بطرح روشن ہوئین کہ اُسنے بالیقین قسم کھائی تو بھلا اہل حق وعقل پر کب مخفی ہو سکتا ہے قال المترجم. والقرآن کلام الٰہی آئینہ سے زیادہ روشن ہے اسکے صدق مین سوائے ازلی مردود کے جسکو اللہ تعالیٰ نے جہنم کے لیے مخصوص پیدا کر دیا ہے کوئی منکر نہین ہو سکتا یہ تعجب نہین ہے کہ کفار اُسکے مثل لانے سے سخت عاجز ہو کر اسکو جادو وغیرہ کہتے تھے چنانچہ متواتر انکا قول نقل فرمایا بقولہ تعالیٰ قالوا ان ہذا الا سحر مبین پھر واضح ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے حق تعالیٰ پر افترا کو اشد ظلم بیان فرمایا تو کافرون کی خود افترا کی فضیحت وانکی حماقت بیان فرمائی کہ بت وغیرہ جمادات واوہام کو شریک اور عیسیٰ وغیرہ کو بیٹا وغیرہ بنا کر افترا وبہتان باندھتے ہین بقولہ تعالیٰ وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهُمْ وَلَا یَنْفَعُهُمْ اور پوجتے ہین اللہ تعالیٰ کے سوائے ایسی چیز کو جو نہ انکو ضرر دے سکتی ہے اور نہ انکو نفع دے سکتی ہے کیونکہ یہ سب جمادات وغیرہ تھے اُن کو خود کسی نفع وضرر کی کچھ قدرت نہین ہے۔ وَیَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ۔ اور کہتے ہین کہ یہ لوگ ہمارے واسطے سفارشی ہین اللہ تعالیٰ کے یہان یعنی دنیا مین جو مہم وسخت کام ہم پر پیش آتے ہین اُن کے پورا ہو جانے مین ہمارے سفارشی ہین یا اگر قیامت ہوئی تو ہمارے سفارشی ہونگے جیسے نصاریٰ نے زعم کیا کہ حضرت عیسیٰ نے ہم سب کے گناہ لاد لیے ہین اور ہمارے لیے کفارہ ہو گئے ہین حالانکہ جو کتاب اُن کے پاس ہے اُس مین یہ مذکور ہے کہ کوئی کسی دوسرے کا گناہ نہین اٹھاتا ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ یہ اُن کی سخت جہالت تھی کہ حضرت حق تعالیٰ جو یقینی نفع وضرر پہونچانے والا ہے اُس کی عبادت چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت اختیار کی جسکو قدرت نہین خالی اس وہم پر کہ شاید ہمارے لیے سفارشی ہون۔ اور ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ عجیب جہالت تھی کہ فی الحال جس سے نفع وضرر کی کچھ قدرت ظاہر نہین اس سے ثانی الحال مین سفارش کے امیدوار ہو کر اُس کو پوجنے لگے۔ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ۔ تو کہدے کہ کیا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے جسکو وہ آسمانون مین موجود نہین جانتا اور نہ زمین مین۔ یعنے تم اللہ تعالیٰ کو آگاہ کرتے ہو کہ اُس کا شریک بھی ہے یا یہ لوگ تمھارے سفارشی ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کو نہ آسمانون مین اور نہ زمین مین کہین موجود نہین جانتا پس حق تعالیٰ جس کا علم تمام عالم کو محیط ہے اور تمام مخلوقات کو گھیرے ہے جب وہ اُس کے علم مین نہین تو قطعاً وہ چیز خود موجود نہین ہے کیونکہ اگر ہوتی خواہ آسمانون مین یا زمین مین تو ضرور وہ اللہ تعالیٰ کے علم مین ہوتی بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ بالا یعلم اے بالا یعلمہ پس موصول کی طرف ضمیر عائد محذوف ہے اور قولہ فی السموات الخ حال اسی ضمیر محذوف سے نفی کی تاکید اور اس امر پر تنبیہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے جسکو پوجتے ہین سماوی ہے یا ارضی ہے اور جو کوئی چیز یہان موجود ہو وہ خود انکے مثل ایک حادث مخلوق ہے اسکو یہ لیاقت ہی نہین کہ شریک ہو سکے۔ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ تسبیح ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اور وہ پاک برتر ہے ایسی چیز سے جس سے یہ لوگ شرک کرتے ہین۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ اتنبئون اللہ بما لا یعلم الآیۃ کے معنے یہ ہین کہ کیا خبر دیتے ہو اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز سے جو نہو گی نہ آسمان مین اور نہ زمین مین۔ حاصل اس کا یہ ہے کہ جو کچھ کفار نے زعم کیا اُسکا وجود ہی نہین ہو سکتا ہے۔ اور آسمانون و زمین کا بیان اس وجہ سے کہ عموماً اعتقاد اہل حس کا یہ ہے کہ جو چیز پائی جاوے انھین دونون

کے بیچ میں ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ بندے سب ایک ملت پر تھے اور بعد اتفاق کے اختلاف کر کے مختلف حالت پر ہو گئے۔ قال تعالےٰ۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں پیچھے جدا جدا ہوئے اور اگر نہ ایک بات آگے ہو چکتی تیرے رب کی تو فیصلہ ہو جاتا اُن میں

فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

جس بات میں پھوٹ رہے ہیں

بعض نے کہا کہ آیت میں ایک ملت پر ہونے کا بیان ہے خواہ ملت اسلام ہو یا ملت کفر ہو اور اہل تحقیق نے کہا کہ ملت فطرت یعنی اسلام پر ہونے کا بیان ہے۔ اور بعض نے کہا کہ۔ الناس سے مراد عموماً سب آدمی ہیں اور بعض نے کہا کہ خصوص اہل عرب کا بیان ہے قولہ تعالےٰ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً نہیں تھے سب لوگ مگر ایک ہی ملت پر ابن عباس رضہ نے کہا کہ آدم سے نوح تک دس قرن تھے سب ملت اسلام پر تھے اسکے بعد اختلاف واقع ہوا اور بعضوں نے بت وغیرہ پوجنے سے شرک کیا۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے زمانہ سے عمرو بن لحی کے وقت تک ملت ابراہیم پر تھے پھر عمرو ملعون نے بت نکالے۔ انھیں دونوں قولوں کو مفسر رحمہ نے ذکر کیا ہے اور یہ اس جہت سے کہ توحید و اسلام سب سے قدیم ملت ہے اسی پر لوگ متفق ہوئے اور شرک تو جہالت ہے جبکہ گمراہ ہو جانے والے لوگوں نے ایجاد کر لیا۔ اور ابن مسعود رضہ نے کہا کہ کانوا الاعلی ہدی یعنی سب لوگ ہدایت ہی پر تھے۔ اور بیضاوی رحمہ نے کہا کہ عنی یہ ہیں کہ لوگ سب ایک ملت پر متفق تھے یا سب کے سب دین حق پر ثابت تھے۔ اور یہ حالت زمانہ آدم سے تا وقت قابیل کے ہابیل کو قتل کرنے کے یا زمانہ نوح تک یا بعد طوفان نوح کے تھی۔ فَاخْتَلَفُوا پھر لوگوں نے باہم اختلاف کیا پس بعض نے ہوا و ہوس کی پابندی کر کے بت پرستی وغیرہ کو اختیار کر لیا اور بعضے دین حق پر ثابت رہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ اور اگر تیرے رب کی طرف سے ایک وعدہ سابق نہ ہو چکا ہوتا۔ یعنے کمال رحمت سے قیامت تک مہلت کا وعدہ فرما دیا ہے کہ اسی دن فیصلہ و جزا و سزا ملے گی پس اگر ایسا نہ کیا ہوتا۔ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ تو البتہ فیصلہ کر کے حکم دیدیا جاتا اُن کے درمیان ایسے معاملہ میں جس میں وے اختلاف کرتے ہیں۔ یعنے فی الحال حکم دیا جاتا پس دنیاوی زندگی میں ہی مومن جنت میں اور کافر دوزخ میں ڈال دیا جاتا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اہل کفر و شرک کی خواریوں میں سے ایک نوع دیگر بیان فرمائی۔ بقولہ تعالےٰ۔

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا ۚ إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۝ ع ۱۰

اور کہتے ہیں کیوں نہ اُتری اسپر ایک نشانی اسکے رب سے سو تو کہہ کہ غیب کی بات ہے اللہ ہی جانے سو راہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں راہ دیکھتا

وَيَقُولُونَ الكفرة المکذبون ۔ لَوْلَا ہلا ۔ أُنْزِلَ عَلَيْهِ علی محمد ۔ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ کما کان للانبیاء من الناقۃ والعصا والید۔ اور کہتے ہیں یہی کفار و مشرکین جنھوں نے قرآن مجید اعظم آیات الٰہی تعالےٰ کو جھٹلایا ہے یہ بات کہ کیوں نہیں اتاری گئی اس پر یعنے محمد صلعم پر کوئی نشانی اُس کے رب کی طرف سے یعنی جیسے اگلے انبیاء علیہم السلام کو دی گئی تھیں چنانچہ حضرت صالح کو ناقہ و موسیٰ کو عصا و ید بیضا بطریق معجزہ دیے گئے ویسی نشانی محمد صلعم پر کیوں نہیں اُتاری گئی۔ کمال تعجب ہے کہ قرآن جو سب سے بڑھ کر بڑا معجزہ جانتے تھے کیونکہ عصائے موسیٰ وغیرہ خالی محسوس معجزات تھے اور قرآن مجید بنظم معجز و معانی غیبی دونوں کا جامع ہے اور معنوی کمالات جیسے بدرجہ انتہا اس میں ہیں کسی اگلی آیت میں نہیں

پھر اسکو تو سحر کہکر دوسرے معجزات کے طالب ہوے اور باوجود اسکے درختون کا اپنی جگہہ سے زمین پھاڑتے ہوے آنا اور پہاڑون کا کلمہ توحید پڑھنا اور چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور حیوانات اونٹ وغیرہ کا صاف زبان مین اقرار اور آنحضرت صلعم کو مخلوقات کا سلام کرنا اور آپکی انگلیون سے فوارہ کا جاری ہونا کہ لشکر نے سیر ہوکر پانی پی لیا اور زہر ملے ہوے گوشت کا آپ سے باتین کرنا کہ مین زہر ملا ہوا ہون اور کوڑھی کا اچھا ہونا اور اُمتی مردے کا اٹھکر باتین کرنا اور مانند اسکے بے شمار معجزات آنحضرت صلعم سے ظاہر ہوے اور کسی معجزہ پر پابندی نہ تھی اور جب معنی مین غور کیا جاوے تو اگلے انبیاء علیہم السلام کو جو گنتی کے مختصر معجزے دیے گئے تھے اُنسے یہ معجزات کہین بڑھکر تھے اسپر بھی کافرون نے نہ مانا اور عناد سے روز ایک نیا معجزہ مانگنا شروع کیا اور کسی پر ایمان نہ لائے اور اللہ تعالے نے باوجودیکہ اسکے علم پاک مین معلوم تھا کہ اُس نے ان کافرون کو ملعون جہنمی پیدا کیا ہے کبھی ایمان نہ لاوینگے برابر یہ معجزات اپنے رسول مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم سے ظاہر فرمائے تاکہ کفار پر حجت پوری ہو اور رسول صلعم کی علو منزلت وکمال مرتبت ظاہر ہو پس وہی ہوا جتی کہ کافرون نے زعم کرلیا کہ جو کچھ آنحضرت صلعم دعا فرماوینگے وہ واقع ہوگا لیکن ازلی کافر ہونے سے ایمان کی توفیق نہ پائی اہل النفس کی خواہشین دنیاوی پوری کرنے کے لیے مکروفریب کا ارادہ کرکے یہ درخواست کی کہ مکہ مین کوہ صفا کو خالص سونے کا ہوجانے کی دعا کردو تو ایمان لے آوینگے یا مکہ کے پہاڑ وریگستان کو زائل کرکے اسکے بجاے ہرے بھرے باغ ونہرین کردو اور مانند اسکے جنکی غرض دنیاوی عیش و راحت تھی۔ اور علام الغیوب حق سبحانہ وتعالے نے مکہ معظمہ کو حرم محترم بنایا اور اسی شان سے سراسر حکمت بالغہ کے ساتھ پیدا فرمایا وہ ان کافرون کے مکروفریب کے واسطے تبدیل نہین ہوسکتا تھا جبکہ وے علم الٰہی مین کافر مطبوع تھے حتی کہ اگر علم الٰہی مین انکا ایمان اس معجزہ پر مقدر ہوتا تو اللہ تعالے ہر بات پر قادر ہے تو کچھ بھی نہ تھا وقد قال تعالے تبارک الذی ان شاء جعل لک خیرا من ذلک جنات تجری الآیۃ! ورکمال رحمت الٰہی اپنے رسول رحمۃ للعالمین پر تھی کہ اسکی امت کو عذاب استیصال سے ہلاک نہ فرماوے وبخصوص جبکہ انھین کافرون کی پشتان مین اولاد مومنین صالحین مستودع تھے پس اگر ان ازلی کافرون کی ہٹ کا معجزہ دیدیا جاتا اور وے خواہ نخواہ ایمان لانے والے نہ تھے تو درصورت کفر کرنے کے عذاب استیصال مین گرفتار ہوتے جیساکہ اللہ تعالے نے ختم کردیا ہے اور اگلی امتون کے عبرت آمیز حالات ایسے انکو سنا دیے لہذا ان ازلی کافرون کی ہٹ پوری نہ فرمائی کیونکہ ان اشقیاء کو کچھ فائدہ نہ ہوتا پس اولاد صالحین پر شفقت کرکے انکا استیصال نہ فرمایا وقد قال تعالے وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون واتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ الآیۃ۔ اسیواسطے جب ان کافرون نے ایسی درخواست کی تو آنحضرت صلعم کو اختیار دیا گیا کہ تیری مرضی ہو تو انکی درخواست پوری کیجاوے لیکن پھر ایمان نہ لانے پر سنت الٰہیہ کے موافق اُنپر عذاب استیصال نازل کردونگا تو حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ تعالے علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین نے عرض کیا کہ پروردگار اُن کی درخواست پوری نہ کیجاوے اور انکو مہلت دیجاوے اور یہ کچھ پہلا امر شفقت کا نہین بلکہ بارہا ان خبیثون کی ایذا دینے پر آنحضرت صلعم کو اختیار دیا گیا کہ تیری مرضی ہو تو تجھے ایذا دینے کے جرم مین پارہ پارہ خاک سیاہ کردیے جاوین مگر اس رسول کریم رحمۃ للعالمین خاتم المرسلین صلعم نے ہمیشہ اپنی ایذا کو فراموش کرکے ان خبیثون کے لیے مہلت ہی چاہی اس امید پر کہ انکی اولاد مین مومنین صالح پیدا ہون پس وہی ہوا والحمد للہ رب العالمین اور آیت کریمہ مین قولہ لولا انزل علیہ آیۃ۔ سے اسی آیت یعنی معجزہ کی درخواست مذکور کی تفسیر بھی کی گئی ہے پس معنے یہ ہونگے کہ کفار مکہ جس نشانی پر ہٹ کرتے تھے اُس کے نہ ملنے پر کہتے تھے کہ کیون اسپر یہ آیت نہین اُتاری گئی تو اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا اپنے رسول کو کہ جواب دے فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ ما غاب عن العباد لہ امرہ۔ لِلّٰہِ سو تو اُن کے جواب مین کہدے کہ غیب تو اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے یعنے جو چیزین کہ بندون اور عالم کی نظر وعلم سے غائب ہین اس غائب کا امر مخصوص حق عزوجل ہے کسی اور کے اختیار مین نہین ہے اور یہ آیات بھی منجملہ غیب کے ہین پس اللہ تعالے ہی کو اختیار ہے چاہے لاوے یا نہ لاوے اور مین تو ایک بندہ رسول ہون مجھپر یہی واجب ہے کہ اللہ تعالے کے احکام وزواجر تم کو پہونچادون

فانتظروا پس اگر تم میری رسالت پر ایمان نہ لائے تو عذاب کے منتظر رہو۔ اِنِّی مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ وقال الحافظ رحمہ اللہ فی قولہ فقل انما الغیب للہ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضہ قدرت میں تمام حکمت کے موافق سب امور ہوتے ہیں وہی ہر امر کا انجام جانتا ہے۔ فانتظروا انی معکم الخ یعنے اگر تم لوگ بجز ایمان نہیں لاؤگے جب تک کہ معجزات جو تم نے بہت کرکے مانگے ہیں دیکھ نہ لو تو حکم الٰہی تم کا میرے و اپنے حق میں انتظار کرو کہ وہی احکم الحاکمین ہے منتظر رہو دیکھو وہ کیا حکم فرماتا ہے۔ قال المترجم یہ تفسیر خوب موافق ہے اور بنابریں یہ کلام ان کافروں کے حق میں تہدید ہوگا اور آخر یہی ہوا کہ بدر وغیرہ میں کفار عذاب کیے گئے اور دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے رونق و بلندی دی یہانتک کہ تھوڑے زمانہ میں تمام جہان آوازہ عدل سے معمور و معمور ہوگیا وللہ الحمد۔ اگر کہا جاوے کہ معجزات طلب کرنے میں کفار کا عذر مقبول ہے چنانچہ انبیاء کو معجزات دیے گئے پھر جب کفار قریش کو یہ معجزات نہیں دکھلائے گئے تو وہ لوگ معذور کیوں نہ ہوگئے۔ جواب یہ ہے کہ انھوں نے مانند شق القمر وغیرہ کے معجزہ کی راہ سے اپنی ہٹ سے بڑھ کر معجزات دیکھ لیے تھے کیونکہ زمین کے معجزات جو وہ مانگتے تھے یا جو تصور کیے جاویں سب سے یہ آسمانی معجزہ شق القمر کا بڑھ کر ہے پس یہ لوگ ہدایت کی خواہش سے یہ معجزات نہیں مانگتے تھے بلکہ تعنت و عناد کی راہ سے مدعی تھے اور اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ کبھی ایمان نہ لاوینگے کیونکہ انکے لیے کفر مقدر تھا کما قال تعالیٰ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یؤمنون ولو جاءتہم کل آیۃ۔ یعنے جن آدمیوں پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہوچکا ہے یعنے وے جہنمی ہیں تو وے کبھی ایمان نہ لاوینگے اگرچہ انکے پاس تمام نشانیاں و معجزات آجاویں وکما قال تعالیٰ ولو اننا نزلنا الیہم الملائکۃ وکلمہم الموتیٰ وحشرنا علیہم الآیۃ۔ وقال تعالیٰ ولو فتحنا علیہم بابا من السماء الآیۃ وقال تعالیٰ وان یروا کسفا من السماء ساقطا الآیۃ۔ وقال تعالیٰ ولو نزلنا علیک کتابا فی قرطاس الآیۃ پس ایسے لوگوں کی درخواست پوری ہونی بےفائدہ ہے اور بعض درخواستیں مانند شق القمر وغیرہ کے جو پوری کی گئیں انکا پورا کرنا اس راہ سے نہیں تھا کہ کچھ مفید ہوجاویں بلکہ اسوجہ سے تھا کہ کافروں کو یہ عذر باقی نہ رہے کہ دعوی نبوت میں معجزہ دکھلانا چاہیے اگرچہ واجب نہ تھا پھر بھی خوب تکمیل کردی گئی پس اسکے بعد نبوت سے منکر ہونا انکے حق میں لازم ہوگیا پھر نعمت کے مقابلہ میں کفران طریقہ کفار ہونا بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ

اور جب چکھاویں ہم لوگوں کو مزہ اپنی مہر کا بعد ایک تکلیف کے جو اُن کو لگی تھی اسی وقت بنانے لگیں حیلے ہماری قدرتوں میں تو کہہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلہ

اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي

ہمارے بھیجے ہوئے لکھتے ہیں حیلے بنانے تمہارے وہی تم کو پھراتا ہے جنگل اور دریا میں یہانتک کہ جب تم ہوئے

الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَاۗءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَاۗءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ

کشتی میں اور لیکر چلیں لوگوں کو اچھی ہوا سے اور خوش ہوئے اُس سے آئی اُن پر ہوا جھونکے کی اور آئی اُنپر لہر ہر جگہ

مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ لَىِٕنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

سے اور انکے کہ وہ گھرے پکارنے لگے اللہ کو نرے ہوکر اسکی بندگی میں اگر تو بچاوے ہم کو اس سے تو بیشک ہم رہیں

الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ

شکر گزار پھر جب بچا دیا انکو اللہ نے اسیوقت شرارت کرنے لگے زمین میں ناحق سنو لوگو تمہاری شرارت ہے تمھی پر برت لو

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

دنیا کے جیتے پھر ہمارے پاس ہے تمکو پھر جانا پھر ہم جتا دینگے جو کچھ کہ تم کرتے تھے

وَإِذَآ أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً حرف اذا شرطیہ اور اذاقہ چکھانا اور بہ مس کی نسبت بحسب موقع کم وزیادہ ہے اور گویا اشارت ہے کہ کمال رحمت الٰہی سے
قیامت و دار آخرت میں متقی بندے سیر ہونگے اور الناس سے بعض نے عموماً سب لوگ خواہ کافر ہوں یا مومن ہوں مراد لیے مگر ارجح یہ ہے جو مفسر رح
نے کہا کہ مراد کفار مکہ ہیں اگرچہ حکم میں سب کافر بلکہ ہر وہ شخص جو کفران نعمت اسطرح کرے شامل ہے۔ المعنی اور جب چکھائی ہم نے لوگوں کو رحمت
مِّن بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ بعد ضرر کے جو انکو چھو گئی تھی۔ إِذَا لَهُم مَّكْرٌ فِيٓ ءَايَاتِنَا۔ ناگاہ انکے لیے مکر ہے ہماری آیتوں میں۔ قولہ اذا لہم۔
جملہ جواب شرط ہے اور یہ اذا مفاجات کا ہے کما افادہ الخلیل وسیبویہ اور مفاجات کے یہاں یہ معنی ہیں کہ ناگہانی طور پر انھوں نے آیات میں مکر
واقع کیا لہذا اس میں سرعت مکر پر دلالت ظاہر ہوئی یعنی بہت سرعت و جلدی کے ساتھ مکر کرنے لگے جیسے ناگہانی چیز واقع ہوتی ہے اور مکر سے مراد
یہاں یہ ہے کہ ہر حیلے سے آیات الٰہی میں قدح کرنے اور اسکے رسول کو جھٹلانے میں سرگرم ہونے اور رحمت سے یہاں مراد جیسے وبا، و بیماری سے تندرستی
و قحط کے بعد فراخی وغیرہ ہے اور ضراء سے قحط و بیماریاں وغیرہ اور حاصل معنی یہ ہیں کہ کفار مکہ کو بیماریاں و قحط کی مصیبت پہونچی اور وے ناچار ہوکر
اللہ تعالے کی طرف تضرع کرنے لگے پس جب اللہ تعالے نے انکو اس مصیبت قحط و مرض کے بعد رحمت چکھائی یعنی صحت و فراغت و فراخی دیدی
تو اس نعمت کے شکر کی جگہ سب تضرع بھول کر بہت جلد یہ مکر یعنی حیلہ کرنے لگے کہ آیات الٰہی میں قدح کریں اور اسکے رسول کو کسی حیلے سے جھوٹا
بنا دیں اور لوگوں کو کبھی راہ راست پر نہ آنے دیں بعض نے لکھا کہ اہل مکہ کو آنحضرت صلعم کی بد دعا سے ہفت سال قحط نے گھیرا کہ آسمان انکو دھواں
دھار نظر آتا تھا آخر وے لوگ کچھ نادم ہوکر گڑگڑائے تو اللہ تعالے نے انپر فراخی کی رحمت بھیجی تو ان کی طرف سے شکر اور طاعت الٰہی کا نتیجہ نکلنا چاہیے تھا
گویا عقل منور و روح پاک والا انکے اسی کے منتظر تھے کہ ناگاہ اُن سے یہ نتیجہ ظاہر ہوا کہ آیات الٰہی میں مکر کرنے لگے مثلاً زعم کیا کہ اس میں بتوں کی
الوہیت و طاعت کا ذکر نہیں بلکہ بالکل جہالت و باطل کہا گیا ہے اور انکی جہالت میں یہ قابل طعن تھا کہ بُت پتھر کے تراشے ہوئے ہر جاندار
جانور سے زیادہ مہمل و بے فائدہ ہیں اُنسے تو ایک مکھی بھی بڑھکر ہے انکی عبادت کا عقیدہ یا نفع وضرر کا گمان محض غلط و باطل ہے اور کمال الوہیت
و عبادت فقط اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہی کے لیے مخصوص ہے پس کفار اسپر طعن و قدح کرتے اور رسول اللہ صلعم کو ایذا دیتے اور ہر حیلے سے چاہتے
کہ کلمہ توحید بلند نہ ہو یہی اُنکا تمام مکر تھا۔ قُلِ ٱللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مکراً تمیز واقع ہے اور معنی یہ کہ تو کہدے کہ اللہ تعالے
اسرع ہے از راہ مکر کے یعنی اللہ تعالے نے اپنے رسول کو خطاب فرمایا کہ تو ان کافروں کو خبردار کر دے کہ تم جو مکر کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تمہارا مکر کچھ
کارگر ہوگا وہ محض تمہاری نادانی ہے اللہ تعالے کا مکر تم سے بڑھکر سریع ہے کیونکہ جب کوئی آدمی بیوقوف کسی عقلمند جاننے والے کے ساتھ مکر
کرنا چاہتا ہے تو وہ جاننے والا اس سے بڑھکر ایسی تدبیر کرتا ہے کہ بیوقوف خود ہی اپنے مکر کے وبال میں گرفتار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالے سب ظاہر
و باطن و حال و استقبال کو خوب جانتا ہے بھلا اس سے کوئی مخلوق کیا مکر کر سکے اور مکر کے معنے لغت میں یہ ہیں کہ فریب و کید چھپے چھپے اس
طرح کرنا کہ دوسرے کو ناگہانی اثر پہونچے جس کو مکار کے مکر سے خبر نہ تھی اور اللہ تعالے عالم الغیب ہر مکار و نیکوکار کی خالی نیت کا بدلا عطا فرماتا ہے
تو مکار نے جبھی نیت شروع کی تبھی سے اُس کا بدلا ملنے لگا بلکہ اللہ تعالے کے علم میں اس کا حال سب پہلے ہی معلوم تھا تو پہلے ہی سے بدلا
مقرر تھا اسیواسطے مکر کے مقابلہ میں مکر بیان کیا کہ اللہ اسرع مکراً یعنی مکر کی سزا دینے والا ہے یا یہ مراد کہ انکے ساتھ ایسا معاملہ کر دینے والا ہے جسکو
وہ اپنے پسند کے موافق دنیا میں اچھا گنیں حالانکہ جو انھوں نے پسند کیا اسکی عاقبت بہت خراب ہے جس سے اللہ تعالے نے آگاہ فرما دیا تھا
پھر بھی کفار مکار نے وہی اختیار کیا۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے کے مکر سے یہ مراد ہے کہ مکار کو اسکے مکر کا بدلا دیتا ہے یا ایسے طور پر معاملہ رکھا ہے کہ مکار کی
سمجھ میں نہیں آتا جیسے آدمی کو دوسرے آدمی کا مکر نہیں معلوم ہوتا پس کافروں کے مکر کے مقابلہ میں مکر الٰہی بیان کیا اور یہ بات ظاہر ہے کہ معاملہ آخرت

ایسے طور پر واقع ہو کہ کافر اسپر اعتقاد نہیں کرتا اور ظاہری دنیاوی زندگی پر بھروسا کر لیتا ہے لیکن اگر کافر اپنے خالق مالک کا حکم مانتا اور اسکی آیات
پر یقین لاتا و عمل کرتا تو اچھا رہتا مگر اسنے تو آیات کو ہر طرح مکر و حیلہ سے دفع کرنا چاہا لہذا مکر کی سزا الٹا مکر پا کر دائمی عذاب جہنم میں پڑا اور دنیا چند روزہ
زندگی ہے۔ اور اسی غمناک و مشوش عیش پر اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا چاہتا ہے۔ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ البتہ ہمارے رسل یعنے
کرام کاتبین جو فرشتہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے پر اسکے ظاہری و باطنی افعال و اعمال لکھنے کو بھیجے ہیں وے فرشتہ لکھتے ہیں جو تم مکر کرتے ہو۔ اس سے
معلوم ہو گیا کہ مکر کا بدلا ضروری ہے اور یہ فعل مکر کا لکھا جاتا ہے جیسے ایمان والے کی نیک نیتی لکھی جاتی ہے اور یہ بھی تنبیہ ہو گئی کہ کافروں نے
جو مکر کے طور پر مخفی رکھا اور جانتا تھا کہ یہ مکر انکا بالکل چھپا ہوا خالی ان کے نفس کے اندر ہے کیونکہ ان کا نفس ہی ایمان و طاعت سے منکر اور
دنیاوی لذت وغیرہ کا طالب و آخرت سے بے اعتقاد کرتا ہے اور کافر حقیقت میں اپنے نفس کا مکر خود اٹھائے ہوئے ہے جانتا ہے کہ اس مکر سے اسکے
سوائے کسی کو آگاہی نہیں تو فرمایا کہ ملائکہ لکھتے ہیں پس جب ملائکہ پر یہ مکر مخفی نہیں تو اللہ تعالیٰ جس نے ملائکہ کو بھی پیدا کیا ہے اسپر کب یہ مخفی ہو سکتا ہے
قال الحافظ رح قولہ قل اللہ اسرع مکرا یعنی اللہ تعالیٰ کا استدراج سخت ہے یعنے نافرمان و گنہگار کو ڈھیل دینا جس سے وہ سرکش گمان کرے کہ
میرے افعال بہت اچھے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو خوب مہلت دیدی ہے پھر ناگاہ وہ موت کے عذاب میں گرفتار ہو کر رہائی نہ
پاویگا اور انھیں اعمال کے بدلے جنکو کرام کاتبین لکھتے تھے سزا پاویگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے احسان کے مقابلہ میں کافروں کا کفران بیان فرمایا بقولہ
هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تسییر کے معنی سیر کرانا و چلانا۔ اور مراد تسییرکم سے چلنے پر آمادہ کرنا اور اسپر قابو دینا اور مترجم کہتا ہے کہ
ارادہ کے بعد اس کام کو ان سے پورا کرا دینا پس صریح ہے حقیقی معنے ہیں اور یہ دلیل صریح ہے کہ بندوں کا اور انکے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ
عز و جل ہے کیونکہ فرمایا ہو الذی یسیرکم۔ وہی اللہ تعالیٰ تمھارا خالق تم کو سیر کراتا و چلاتا ہے۔ فِي الْبَرِّ خشکی میں اسطرح کہ تمھارے اقدام پیدا کر دیے اور چارپایوں کو
تمھارا مسخر کر دیا اور تمھارے ارادہ و سامان پر قدموں چلنے یا سوار ہو کر چلنے میں تمھارا فعل پورا کر دیا۔ والبحر اور تری میں اسطرح کہ کشتیاں وغیرہ بنانی تم کو
الہام فرمائیں اور جہاز دخانی وغیرہ بنانے و چلانے تمکو سکھلا دیے پس جیسے اسنے تمکو پیدا کیا ویسے ہی تم کو خشکی و تری میں چلاتا ہے حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِي
الْفُلْكِ حتی کہ جب تم کشتیوں میں ہوئے۔ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ اور چلیں کشتیاں انکو لیکر ہوائے طیبہ کے ساتھ۔ فلک جمع فلک ہر دو بلفظ
واحد ہیں صرف اعتبار کا فرق ہے اسطرح کہ فلک مفرد بروزن قفل ہے اور فلک جمع بروزن اُسُد جمع اَسَد بفتحتین ہے اور ترجمہ میں بارعایت ہے۔ یہاں سے
عبرت و نصیحت و سمجھ حاصل کرنے کو ایک واقعہ بیان کیا اسطرح کہ خشکی و تری میں چلانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور ایک قوم کشتیوں میں سوار ہو کر تری میں
سمندر یا دریا میں روانہ ہوئی پس ایک تو کشتیاں اپنے سوار ہونے والوں کو لیکر روانہ ہوئیں اور چلیں اور دوم یہ کہ ہوا موافق تھی اور طیبہ یعنی ہلکی ہلکی اسی
سمت چلتی تھی جدھر کشتی جاتی ہے اور سوم یہ کہ وَفَرِحُوْا بِهَا اور سوار ہونے والے لوگ اس نرم موافق ہوا سے خوش ہوئے پس قولہ اذا کنتم الخ جملہ شرطیہ
میں تین باتیں ہیں کشتی میں ہونا اور ان کا چلنا پھر ہوا نرم اور موافق ہونا پھر انکا خوش اور فرحناک ہونا انھیں تین کے مقابلہ میں جملہ جزائیہ میں
بھی تین باتیں ہیں یعنے جب کشتی میں روانہ ہوئے اور تین باتیں فرحت کی ہوئیں تو جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ آگئی ان کشتیوں پر آندھی اس نرم طیبہ ہوا
کو ریح عاصف یعنی عصف والی ہوا جو ہوا عصف تند چلتی ہے اور اسکی کوئی جہت خاص نہیں پس ایسی تند ہوا آگئی۔ وَجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ
اور آئی انپر موج ہر ٹھکانے سے یعنے جہاں جہاں سے دریا میں موج انپر آسکتی ہے ہر ٹھکانے سے موجیں اُمنڈ آئیں۔ اور سوم یہ کہ۔ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ
اُحِيْطَ بِهِمْ اور ظن کیا انھوں نے کہ ان کو احاطہ کیا گیا یعنی غالب گمان انکو ہوا یا یقین ہو گیا کہ وے گھیرے گئے انکی رہائی کی راہیں بند ہوگئیں
جیسے کسی کو دشمن نے گھیر لیا ہو اور حاصل یہ ہے کہ انکو گمان یا یقین ہوا کہ وے اب ہلاک ہوئے مگر کوئی راہ رہائی کی نہیں ہے پھر بیان فرمایا کہ جب

اسی فرحت کے بعد ایسے یاس میں ہو گئے تو پھر انھوں نے کیا کام کیا۔ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ پکارے اللہ تعالیٰ کو اس حال سے کہ خالص کرنے والے تھے اسی کے لیے دعا کو یعنی دعا و پکار میں کسی بت وغیرہ کو شریک کرنے والے نہ تھے بلکہ خالص اللہ تعالیٰ ہی سے دعا کرنے والے ہو گئے کہ تیرے سوائے کوئی نجات دینے والا یہاں نہیں ہے بیضاوی رح نے کہا کہ یہ اخلاص اس جہت سے ہوا کہ خوف کی شدت سے اصلی فطرت نے رجوع کیا اور فرحت و اترانے سے جو پردہ آگیا تھا جس سے شرک کرنے لگے تھے وہ سب دور ہو گیا ولیکن یہ مراد نہیں ہے کہ توحید کا اعتقاد کر لیا بلکہ یہ سمجھ کر اخلاص کیا کہ یہاں کوئی نجات دینے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے پس اخلاص سے اسی سے دعا کرنے لگے اور کہنے لگے کہ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ یعنی بہت تاکید و قسم کے ساتھ عہد کیا کہ اگر تو نے ہم کو اس مہلکہ سے نجات دی تو ضرور ہم شکر گزاروں میں سے ہونگے۔ یہ جملہ دعوا کا مفعول بھی ہو سکتا ہے کیونکہ بمنزلہ قول کے ہے۔ فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ پھر جب اللہ تعالیٰ نے انکی دعا قبول کر کے اُن کو نجات دی۔ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ تو ناگاہ وے بغی کرتے ہیں ملک میں یعنی مفاجات کے ساتھ فساد پھیلانے لگے اور جس حال پر پہلے تھے اسی حال پر بہت جلد چھوٹتے ہی عود کر گئے حاصل یہ کہ مہلکہ سے نجات پاتے ہی سب عہد و پیمان فراموش کر دیا اور اگلے شرک و کفر و فساد زمین میں پھیلانے لگے۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ متعلق یبغون ہے یعنی بغاوت ناحق کرنے لگے اور بغاوت اگرچہ ہمیشہ ناحق و باطل ہوتی ہے لیکن بغیر الحق زیادہ کر کے تنبیہ کر دی کہ بدون شبہ کے تمرد و عناد سے فساد پھیلانے لگے اور زمخشری رح نے کہا کہ بغی تو حد سے تجاوز ہوتا ہے اور وہ کبھی حق کے ساتھ ہوتا ہے جیسے مسلمانوں کا کفار کے ملک پر غلبہ کر کے انکے دیار و اموال کو برباد کر دینا پس بغیر الحق کے قید سے یہ فائدہ ہے کہ مشرکوں کا فساد ناحق تھا و قال المترجم زمخشری کا یہ قول خلاف تحقیق اور خطا ہے اس لیے کہ مسلمانوں کا استیلا جس طرح ذکر کیا کچھ بغاوت نہیں ہے یعنے حد سے تجاوز نہیں ہے بلکہ انکا ایسا نہ کرنا حد سے تجاوز ہے اس لیے کہ کفار جنکے ساتھ ایسا معاملہ کیا گیا وہ اپنے افعال و اعتقاد و معاملات میں حد سے متجاوز تھے جبکہ اللہ تعالیٰ عز و جل کی زمین میں غیر شرک و ظلم و فساد کے احکام و برتاؤ پھیلاتے تھے بلکہ اپنی جانوں پر سخت ظلم کرتے تھے کہ دوزخ کے واسطے اسکو تیار کرتے تھے پس مسلمانوں نے اللہ عز و جل جلالہ کے حکم سے بدون دنیاوی لالچ کے انکو فساد و بغاوت سے روکا چنانچہ یہ نہیں دیکھتے ہو کہ اگر کوئی گروہ فرقہ کفار بدون جدال و قتال کے فساد کرنے سے توبہ کر لے اور مطیع ہو جاوے تو پھر اس فرقہ کے جان یا مال کسی چیز سے کچھ بھی تعرض کرنا حرام ہے بلکہ انکی حفاظت کرنا حق و واجب ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ بغیر الحق اس تنبیہ مذکور کے لیے بڑھا دیا اور تاکہ فضیحت کیجاوے کہ کیا بری حرکت کافروں کی ہے کہ ناحق ایسا کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ آیت میں دو فوائد عظیمہ ہیں ایک یہ کہ شدت و سختی کے وقت انسان کی جبلت یہ ہے کہ مضطر ہو کر فقط اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع لاوے اور دوم یہ کہ مضطر کی دعا قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ کافر ہو اسیواسطے حدیث میں مطلقاً مظلوم کیواسطے فرمایا کہ اُسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ نہیں ہوتا یعنی مظلوم کی دعا سے ڈرنا چاہیے لہذا جس قوم نے کسی پر ظلم کیا آخر وے تباہ و برباد ہو گئے اور ظلم ایسی بری چیز ہے کہ آخرت ہی پر اسکا عذاب موقوف نہیں بلکہ دنیا میں بھی وبال میں ظالم گرفتار ہوتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ ما من ذنب اجدر من ان یعجل اللہ عقوبتہ فی الدنیا الحدیث یعنے بغاوت کرنے و ناتا قطع کرنے سے بڑھکر کوئی گناہ اس بات کے لیے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں تعجیل اسکی عقوبت میں گرفتار کرے باوجود اس عذاب کے جو آخرت میں اس گناہ کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ثابت کر دیا ہے پس اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ شرک و کفر وغیرہ اگرچہ بڑے سخت گناہ ہیں کہ آخرت میں مشرک و کافر وغیرہ کے لیے دائمی دوزخ ہے لیکن دنیا چونکہ ملعون و ناچیز ہے یہ ضرور نہیں کہ مشرک یہاں بھی عقوبت پاوے بلکہ کبھی کافر و مشرک کو دنیا خوب طرح دیدی جاتی ہے اس لیے کہ انھوں نے دار الآخرۃ و باقیات صالحات اصلی نعمتوں کے عوض اس ناچیز ملعون کو اختیار کر لیا ہے اور رہا ظلم کرنا و بغاوت کرنا و آپس ناتے داروں و قرابت والوں سے ناتا کاٹنا یہ دونوں اگرچہ کفر و شرک سے کم درجہ کے ہیں یعنے عذاب انکا اگرچہ کم ہے لیکن اس لائق زیادہ ہیں کہ دنیا میں بھی باغی

وقاطع الرحم کو وبال پہونچے اور آخرت مین بھی عذاب پاوے اور واضح ہو کہ شرک و کفر بھی ظلم ہے بلکہ سب سے بڑا ظلم ہے اس سے بڑھکر اور کوئی ظلم نہین ہے
ولیکن حدیث کے جو معنے بیان ہوے اس بنا پر ہین کہ بغاوت سے مراد حد سے تجاوز کرنا جو شرک و کفر وغیرہ سے کم ہو جیسے کسی کو قتل کرنا یا مال چھین لینا
ناحق و مانند اسکے اور طریقہ سے بغاوت کرنا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حدیث مین بغی سے مراد اسکے عام معنی ہون جو شرک و کفر وغیرہ سب کو شامل ہین
اور مذمت اسکی ظاہر ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے نہایت ارشاد اور نصیحت کے ساتھ اپنے کلام پاک مین بغاوت کی برائی و اسکا انجام بیان فرمایا بقولہ
یٰاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اے لوگو تمھاری بغاوت تو تمھاری ہی جانون پر ہے۔ یعنے اے کافرو جو تم نے ورطۂ ہلاکت سے خلاص ہونے
کے بعد بجاے شکر و طاعت کے یہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کی زمین و ملک مین ناحق جان بوجھکر بغاوت پھیلائی اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کی توحید مین شرک کیا
یعنے خوب جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ وہی وحدہ لاشریک خالق مالک رازق اور سب امیدین بر لانے والا اور سب انجام دینے والا ہے عبادت و
طاعت فقط اُسی کی ہے چنانچہ دیکھو ورطۂ ہلاکت مین جب تم گرفتار ہوے تو خالص اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنے لگے اور کسی بت وغیرہ کو تم نے نہین
پکارا تو تمھین معلوم ہے کہ الوہیت و وحدانیت فقط اسی کے واسطے ہے پھر جب تمکو ورطۂ ہلاکت سے نجات دی تو تعجب ہے کہ تم بتون وغیرہ کی عبادت
کرنے لگے پس بغاوت بغیر الحق تم سے سرزد ہوئی یعنے جان بوجھکر تم نے یہ بغاوت پھیلائی کہ اللہ تعالیٰ کی توحید و عبادت مین اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو
بلکہ بتون کو جنھین تمھارے ہاتھون نے بنایا ہے شریک کیا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا کہ اپنا رسول بھیجا اور اُسپر اپنی کتاب مجید نازل فرمائی اور
تم کو اس نے حجت واضحہ و دلائل ساطعہ راہ حق دکھلائی مگر تم نے وہی اپنا پرانا طور نہ چھوڑا اور بجاے اسکے شکر کے اللہ تعالیٰ کے رسول کو جادوگر
بنایا حالانکہ جادوگر کمبخت ایسے خصائل حمیدہ و شمائل پسندیدہ کی تعلیم کہان سے کرسکتا ہے اور اسکو معجزات باہرات کہان سے حاصل
ہو سکتے ہین اور رسول صلعم کچھ بھی مال دنیاوی تم سے نہین چاہتا اور بالکل کچھ اُجرت نہین مانگتا اور ایسے اعجاز کلام کو لایا ہے جو کمالات انسانی
سکھلا کر فرشتہ سے بلند مرتبہ بناتا ہے مگر تم ہر حیلہ و مکر سے چاہتے ہو کہ آفتاب کو ہاتھ سے ڈھانپ دو اور رسول سے قتال کرتے ہو۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ نے
سمجھا دیا کہ اے کافرو تمھاری یہ بغاوت بغیر حق یعنے جان بوجھکر تمرد و عناد کے ساتھ تمھاری بغاوت تو تمھاری ہی جانون پر ہے کیونکہ اسکا وبال
آخر تمھارے ہی اوپر ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ تم کیا ہو تمام مخلوقات کو ذرہ برابر بھی قوت نہین کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہے اسکو روک سکے پھر تمھارے تمرد
سے تمکو کچھ فائدہ نہین اور کسی کا کچھ ضرر نہین بلکہ وبال تمھاری ہی گردنون پر ہے کہ تم نے زندگانی دنیاوی کے پیچھے محض وہم و خیال سے اپنی عاقبت
خراب کی اور بغاوت اختیار کی حالانکہ زندگی دنیاوی اور خود دنیا بے شک محض ناپائدار ہے تمھارے اسپر اعتماد کرنے سے وہ اپنی حالت ناپائداری
سے بدل نہین جائیگی اور ایسے ہی تم اپنے تمرد سے یہ نہین کرسکتے کہ جسقدر چاہو اسقدر لے لو بلکہ تمکو وہی مقدر ملیگا اور وہ بھی فانی و ناچیز ہے قال تعالیٰ
مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا حیات دنیا کی متاع ہے۔ واضح ہو کہ قولہ یا ایہا الناس انما بغیکم الخ کی ترکیب دو طرح ہو سکتی ہے ایک یہ کہ انما بغیکم
مبتدا اور قولہ علی انفسکم لیے واقع علی انفسکم خبر ہے اور معنے وہی ہین جو اوپر مذکور ہوے۔ یا لفظ انفس بنی آدم یا ابناء جنس کے لیے ہے اسے انما بغیکم واقع علی
امثالکم او واقع علی ابناء جنسکم یعنی تمھاری بغاوت جا پڑتی ہے تمھارے امثال پر یعنے تمھین آدمیون پر یا واقع ہوتی ہے تمھارے ہی ابناء جنس پر جو آدمی ہین
یا مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کی بارگاہ عالی مین تمھاری بغاوت کی کچھ پروا نہین ہے اور دوم ترکیب یہ کہ قولہ علی انفسکم متعلق بغیکم ہے اور تنبیہ ہے کہ
اس بغاوت کا وبال تمھین پر ہے پس یہ مبتدا ہے اور قولہ متاع الحیوٰة۔ اسکی خبر ہے اور تقدیر کلام گویا یون ہے۔ یا ایہا الناس انما بغیکم الراجع علی انفسکم متاع
الحیوٰة الدنیا یعنی اے لوگو تمھاری بغاوت جو تمھین پر لوٹتی ہے وہ تو یہی متاع حیات دنیا ہے۔ حاصل معنی یہ کہ حیات دنیا جسپر تم نے بغاوت کی وہ پائدار نہین اور
اس بغاوت پر جو عذاب ہوگا وہ پائدار ہے اور ایک قراءت مین متاع الحیوٰة بنصب ہے پس مفعول مطلق ہو سکتا ہے یعنے تمتعون متاع الحیوٰة۔ یا بغی کا مفعول ہے کیونکہ

اُسکے معنی طلب کے ہین اے انما طلبکم متاع الحیٰوۃ یعنی تمھاری بغاوت اس ہی حیات دنیا کی طلب ہی جو ناپائدار ہی۔ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُکُمْ پھر ہماری طرف تمھارا مرجع ہی کہ وقت آنی ہی حیات دنیا کے منقطع ہو کر قیامت کے لیے پیدا ہو جاؤ گے۔ فَنُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ پس تمھارے کامون سے ہم تمکو خبردار فرما دینگے یعنی تم کو تمھارے اعمال کی جزا دیدینگے۔ یہ جملہ تہدید سخت ہی جیسے زبردست حاکم کسی محکوم سے کہتا ہو کہ جو تم نے کیا ہی وہ ہم تم کو جتلا دینگے۔ قال ابن کثیر یعنی ہم تمکو تمھارے سب اعمال سے آگاہ کرینگے اور تمھین کو بھرپور دیدینگے پس جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالے کی حمد وثنا کرے اور جو کوئی اسکے سوا پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے قلت وقد ثبت المعنی فی الحدیث۔ ف الاولی۔ قولہ تعالے حتی اذا کنتم فی الفلک وجرین بھم الآیہ۔ اول خطاب ہی اور ضمیر بھم سے غیبت ہی پس زمخشری وبیضاوی وغیرہ نے کہا کہ خطاب سے غیبت کی طرف صرف الکلام مین مبالغہ کا فائدہ ہی گویا ان لوگون سے دوسرون کا حال ذکر کیا جاتا ہی کہ جس سے تعجب کرین اور قباحت اس فعل کی بخوبی انپر ظاہر ہو کیونکہ انسان کو اپنے عیوب وقبائح کم نظر آتے ہین۔ حاصل آنکہ انتقال از خطاب بغیبت وبالعکس منجملہ فصاحت کلام کے ہی پھر انتقال متضمن فائدہ بھی ہوتا ہی سو یہان مفید فائدہ مذکور ہی۔ رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ خطاب سے غیبت کی طرف کلام پھیرنا دلیل غضب وناخوشی ہی جیسے غیبت سے خطاب کی طرف انتقال کرنا دلیل رضامندی وتقرب ہی کما فی قولہ ایاک نعبد۔ فائدہ ثانیہ قولہ ریح عاصف ریح اکثر مونث مستعمل ہی اور کبھی نادر مذکر لاتے ہین اور ابن الانباری نے کہا کہ ریح کے سب نام مونث ہین سوائے لفظ اعصار کے کہ وہ مذکر ہی اور ریح ہوائے جوف ہی اور یوم راح وراح جبکہ دن خوب ہوا چلتی ہو۔ اگر کہا جاوے کہ ریح مونث ہی تو عاصف اسکی صفت کیونکر آئی ہی جواب یہ کہ عاصف صیغہ نسبت ہی سو مصدر ہی اے ریح ذات عصف بمانند لابن وتامر پس عاصف مین مذکر ومونث یکسان آویگا اور سخت جھکڑ کو عصف کہتے ہین۔ فائدہ ثالثہ قولہ دعوا اللہ مخلصین لہ الدین۔ اہل عرب تمام اشیا کا خالق اللہ تعالے کو جانتے اور شدائد کے وقت اُسی کی طرف رجوع لاتے تھے ولیکن بےفکری مین بغاوت کرکے شرک وبتون کی عبادت کرتے تھے پس بتون کی نسبت یہی اعتقاد تھا کہ اللہ تعالے کے یہان سفارش کرکے حاجت پوری کرا دیتے ہین اور اسپر انکو لائق عبادت جانتے تھے اور یہ اُن کی سخت جہالت وکفر وشرک تھا اگرچہ شدت کے وقت سوائے حق تعالے کے سب کو بھول جاتے تھے جیسے کہ اللہ تعالے نے مصرح بیان فرمایا ہے پس اللہ تعالے نے اسلام کی ہدایت سے فضل واحسان فرمایا کہ جہالات دور کرکے توحید کی راہ بتلائے پس اس زمانہ مین جو بعضے لوگ اسلام کا دعوی کرکے ایسی حرکتین کرتے ہین کہ چیچک وغیرہ عوارض وشدائد کے وقت پیرون وقبور وغیرہ کی طرف رجوع لاتے ہین وے مشرکین عرب سے بھی گویا جہالت مین ایک درجہ بڑھے ہوئے ہین کیونکہ لات وعزی وغیرہ کچھ لوگون کے نام ہین جنکو عرب والے بہت نیکوکار جانتے تھے اور انھین کے نام پر بت تراشتے تھے لیکن شدائد کے وقت خالص اللہ تعالے ہی کی طرف رجوع لاتے تھے اور اللہ تعالے نے قولہ فلما انجاہم سے انکی دعا قبول ہونے کا اشارہ کیا ہی جیسا کہ بیضاوی وغیرہ مفسرین نے بیان کیا پس ان مدعیان اسلام سے سخت عجب ہے کہ اپنی جہالت پر کچھ غور نہین کرتے ہین بلکہ بڑا غضب یہ ہے کہ سیتلا وبھوانی ولال پری وغیرہ نہین معلوم کسقدر خرافات کے ان دان کرتے ہین اور فتاوی عالمگیری وغیرہ کے باب ارتداد مین مصرح ہے کہ یہ لوگ مرتد اور انکی عورتین انکے نکاح سے باہر ہو جاتی ہین اور اگر عورتین اس کی مرتکب ہوئین تو وہ بھی مرتدہ ہو جاتی ہین نعوذ باللہ من ذلک۔ فائدۃ الرابعہ قولہ انما بغیکم علی انفسکم۔ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزین ہین جو اپنے ہی لوگون پر لوٹ پڑتی ہین ایک مکر یعنے مکر کرنے والا خود اپنے مکر مین گرفتار ہوتا ہے اور دوم نکث یعنے بدعہدی کرنا اور سوم بغاوت پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھین آیات قولہ انما بغیکم علی انفسکم اور قولہ لا یحیق المکر السیئ الا باھلہ اور قولہ ومن نکث فانما ینکث علی نفسہ اس حدیث کو ابوالشیخ وابن مردویہ وابونعیم وخطیب نے اخراج کیا۔ اور اس حدیث مین انحصار مقصود نہین بلکہ اور بھی بعض افعال بد ایسے ہو سکتے ہین اور یہ جو بعض نے کہا کہ خداع بھی لاحق کرنا چاہیے بقولہ تعالے

وما یخدعون الا انفسکم الآیۃ تو مترجم کہتا ہے کہ یہ کرمین داخل ہو چکا اب الحاق کی ضرورت نہین ہے فافہم ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ہو الذی یسیرکم فی البر والبحر۔ واضح ہو کہ تمام ممکنات وحادثات بالکل معرفت وطاعت الٰہی عزوجل مین قاصر ہین پس جو لوگ کہ ایمان ہی سے کافر ہین وہ تو معذور نہین کیونکہ اپنے خالق عزوجل سے منکر ہین اور جو بندے ایمان لائے اور اپنے خالق عزوجل کو پہچانا وہ اسکی عظمت وکبریائی کو اسقدر عظیم وکبیر دیکھتے ہین کہ اپنے کو بالکل نیست ونابود پاتے ہین پس آیت مین فرقہ کفار کا بیان ہے اور اسمین اشارات ولطائف ہین جو اہل عرفان کے حال سے موافق ہین یعنیا شارۃ النفس حالات ومعارف کا بیان ہے پس بر وبحر دونون مجاہدات ومشاہدات ہین کہ اللہ تعالےٰ ان دونون مین اہل عرفان کو سیر کراتا ہے اول مین نفوس کو اور دوم مین قلوب کو اور نیز یہ سیر عقل وروح کو بھی آیات وصفات مین شامل ہے۔ قولہ حتی اذا کنتم فی الفلک۔ یہ کشتی رعایت ازلی کی ہے ورنہ ان مقامات مین سیر محال ہوتی کیونکہ سب قلوب وارواح اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین اسنے فرمایا۔ وجرین بہم بریح طیبۃ ہوائے کرم وعنایت انکو ازل وابد مین لیجاتی ہے اور یہی نسیم وصال کیا خوش حال ہے کما اول علیہ قولہ وفرحوا بہا پھر جب آہمین سکون ہوا تو غیرت کبریائی نے میدان قدم سے معرض محبت مین نکالا جیساکہ حال معروف ہے وقال تعالیٰ جاءتہا ریح عاصف۔ عصف کمال مین تہ وبالا ہونے لگے اور ریح انس سے فراق ہوا۔ وقال تعالیٰ وظنوا انہم احیط بہم پھر انھون نے خصوص اثبات وحدانیت اور نفی وجود غیر سے دعا کی کما قال تعالیٰ لئن انجیتنا من ہذہ الآیۃ یعنی قہر غیرت سے کو نجات ملی کیونکہ حادث کو ازات قدیم کی گنجائش نہین پس توفیق ازلی کی درخواست ہے کہ اسی سے بقا ہو بعض مشائخ نے ان حالات کو اہل ارادت سے موافق کیا کہ آخر وہ اپنے اختیار وتدبیر سے رجوع کرنے اور اللہ تعالےٰ عزوجل کی جناب مین تفویض وتسلیم کرکے نجات پاتے ہین بعض مشائخ نے کہا کہ اہل عبادت کی سیر تو جنگلون ورد سے زمین خشکی پر سیر کے مانند ہے اور سیر اہل عرفان کے قلوب سے سیر سمندر کے مانند ہے جسمین مہالک وخطرات ہین ولیکن ایک مہینہ کی رفتار ایک روز مین ہے بعض نے کہا کہ خشکی کی سیر بطریق استدلال ہے اور سمندر کی سیر بطریق غلبہ حال بدون واسطہ کے شیخ نوری رح نے کہا کہ دعاء اخلاص یہ ہے کہ جس سے دعا کرتا ہے اسکے سوائے نفس کے خطرات مین سے کچھ بھی باقی نہ ہو۔ قولہ تعالےٰ فلما انجاہم اذا ہم الآیۃ۔ اسمین اہل سکر کا اشارہ ہے کہ آخر مدعی انانیت ہو جاتے ہین اور حد عبودیت سے قدم باہر نکالتے ہین وقولہ تعالےٰ یا ایہا الناس انما بغیکم علی انفسکم الآیۃ۔ بیان عدم ادراک حوادث بشان قدم ہے اور بہم معرفت کنفس مدعی ہو سے اللہ تعالےٰ اس سے اعلیٰ واجل ہے اور انانیت ایک بغاوت ہے اور حق تعالےٰ ہر کسی مخلوق کی نظر واتحاد سے پاک ومنزہ ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ بلاحظ النفس سے خلع پیدا ہوتا ہے چنانچہ ذی النون مصری سے پوچھا گیا کہ بہت خفی کون آفت ہین جن سے بندہ خداع مین پڑتا ہے فرمایا کہ الطاف وکرامات ودید آیات۔ ابن عطار وغیرہ مشائخ نے کہا کہ نجات بندہ کی اسوقت ہے کہ اپنے واسطے کوئی صفت وکوئی شان وکوئی حیلہ وکوئی مکان نہ ٹھہراوے سب سے منھ موڑ کر خالص اللہ تعالےٰ کے کرم پر بھروسا کرے کما فی قولہ وظنوا انہم احیط بہم دعوا اللہ مخلصین لہ الدین الآیۃ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک مثال حیات دنیا کی اور اس شخص کی جو جہالت کے ساتھ بدون ہدایت الٰہی کے راہ چلتا ہے پس اسکی سعی بالکل برباد ہے بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ

دنیا کا جینا وہی کہاوت ہے جیسے ہمنے پانی اُتارا آسمان سے پھر رل نکلا اُس سے سبزہ زمین کا جو کھاوین آدمی

وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ

اور جانور یہانتک کہ جب پکڑی زمین نے چمک اور سنگار پر آئی اور اٹکے زمین والے کہ یہ جدا ہمارے ہاتھ لگے

اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

تو پہونچا اُسپر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اسکو کاٹکر ڈھیر گویا کل یہان نہ تھی بستی اسیطرح ہم کھولتے ہین پتے

لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۞

اُن لوگون پاس جنکو دھیان ہو

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ حرف انما جو انحصار کے لیے ہے یہان اس سے دنیا کے مثل کا انحصار مقصود نہین بلکہ
محض ناچیز و فانی وزائل ہونے کا بیان ہو پس اللہ تعالے نے دنیا کی مثل تو کئی مقام پر بیان فرمائی ہو لیکن حاصل سب کا یہی صفت تشبیہ عجیب ہے
جو یہان فرمائی کہ انما مثل الحیوۃ الخ۔ زندگانی دنیا کی صفت عجیب جو مثل کے مانند ہی ایسی ہو جیسے ہم نے آسمان سے پانی اُتارا۔ یعنے مینھ برسایا۔ فَاخْتَلَطَ
بِهٖ پس اسکے سبب سے مختلط ہوئے یعنی آپس مین گونج گئے۔ نَبَاتُ الْاَرْضِ زمین کی اُگنی یعنی جو چیزین زمین سے اُگتی ہین وہ ہمارے اس فعل سے کہ پانی
برسا دیا اسقدر نکلین و بڑھین کہ آپس مین گنج گئین۔ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ہر قسم کی جسکو آدمی کھاتے ہین اور چوپائے وغیرہ کھاتے ہین یعنی کھیتی
و ساگ و گھاس وغیرہ ہر قسم کی پیداوار خوب اُگی اور خوب خوشنما تیار ہوئی۔ حَتّٰىٓ اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا یہان تک کہ جب حاصل
کرلی زمین نے اپنی زخرف یعنی زمین طرح طرح کی نبات مختلف اشکال و مختلف رنگون سبز و سرخ و زرد وغیرہ سے مانند دولھن کے جو مختلف رنگین
لباس سے آراستہ کیجاوے خوب ساماان والی ہوئی۔ وَازَّيَّنَتْ اے تزینت۔ اور خوب آراستہ ہوگئی۔ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اور یقین کیا اس کے
لوگون نے کہ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ وے اسپر قادر ہین یعنے اسکی زراعت و پھل وغیرہ حاصل کرلینے پر قدرت رکھتے ہین۔ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا آگیا
یکایک اُسپر یعنے اسکی زراعت و پھلون وغیرہ پیداوار پر ہمارا حکم یعنے قضا و مقدار اسکے ہلاک و برباد کرنے کی۔ لَيْلًا اَوْ نَهَارًا رات مین یا دن مین یعنے
رات کو اولا یا پالا وغیرہ سردی ایسی پہونچی کہ ساری پیداوار تباہ کردی یا دن مین آندھی و لون وغیرہ نے تباہ کیا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ
سو ہم نے کردیا اس کو حصید یعنے محصود جو جڑ سے کٹی ہوئی ہو گویا کہ کل تھی ہی نہین یعنے گویا اس کی یہ سب پیداوار اس سے پہلے کچھ بھی نہ تھی۔ قولہ لم تغن
اے لم تغن الارض والمراد لم تلبث نبات الارض یعنے نبات زمین ثابت ہی نہین ہوئی تھی۔ اور قولہ بالامس سے خصوص گذرے ہوئے کل مین ہونا
مراد نہین ہوتا ہے بلکہ یہ ضرب المثل عرب کی زبان مین بدین معنی ہو کہ اسوقت سے پہلے بہت قریب اوقات سے لیکر کسی وقت نہ تھی۔ ولیقال غنی بالمکان لے اقام
اور قتادہ رح نے کہا ہے لم تغن یعنی گویا کبھی اُگی ہی نہ تھی۔ بیضاوی رح وغیرہ نے کہا کہ حرف تشبیہ اگرچہ قولہ کما انزلناہ مین لفظ ما پر داخل ہوا لیکن حیات
دنیا کی تمثیل خالی منہ سے مقصود نہین ہو بلکہ تمام مضمون جو اس بیان سے حاصل ہوا وہ مثل ہو کیونکہ یہ تشبیہ مرکب ہو یعنے نباتات کا بہت جلد زائل و
برباد ہو جانا بعد ازانکہ بہت ہری بھری تھی اور لوگ اپنے یقین مین جو محض گمان ہوتا ہو یہ جانتے تھے کہ اب ہمکو اسپر سب طرح قدرت ہی ابن کثیر رح
نے کہا کہ اوپر کی آیات مین لوگون کی بغاوت و کفر و شرک کو متاع الحیوۃ الدنیا بتلا کر اب حیات دنیا کی تشبیہ فرمائی کہ اسکی ترو تازگی و زینت کی اور جلد
فانی و زائل ہونے کی مثال ایسی ہو جیسے اللہ تعالے نے مینھ برسا کر زمین کو طرح طرح کی نباتات رنگین و اشکال مختلفہ کے ساتھ بہت کثرت سے آراستہ
کیا پھر جب زمین خوب مزین ہوئی اور کاشتکار و باغبان کو غرہ ہوا کہ اب ہم کو اسپر قدرت حاصل اور نادانی سے بے خوف ہو بیٹھے نہین سمجھے
کہ یہ دار فانی محل آفات ہے بونے والے و کھیتی کرنے والے اسی زعم مین تھے کہ ناگاہ بجلی گری یا سرد ہوا چلی یا آندھی آئی خواہ رات مین یا دن مین کہ
تمام درخت خشک و کھیتی تلف ہوگئی اگرچہ پہلے ہری بھری تر و تازہ تھی پس برباد ہو کر ایسی ہوگئی کہ گویا اس سے پہلے کبھی کسی وقت اس کا وجود ہی
نہ تھا یہی کیفیت دنیاوی زندگی کی ہے اسی واسطے حدیث مین آیا کہ دنیا مین جو سب سے بڑھکر ناز و نعمت مین اترا تا ہوا آخر مر گیا ہو وہ آتش دوزخ
مین غوطہ دے کر پوچھا جائیگا کہ بھلا کبھی تو چین مین تھا تو اس شدت کے آگے سب فراموش ہو کر کہیگا کہ کبھی نہین اور دنیا مین جو سب سے
بڑھ کر تکلیف اُٹھا کر طاعت الٰہی پر مر رہے وہ لا کر آخرت کی نعمتون مین ایکبار غوطہ دے کر پوچھا جائیگا کہ کبھی تجھپر تکلیف تھی تو کہیگا کہ مجھے

کسی تکلیف کا اثر نہیں معلوم ہوتا۔ وفی السراج دنیا کی حیات کو اس نبات سے تشبیہ کئی معنی پر ہو سکتی ہے۔ اول یہ کہ جیسے دنیا کی طرف زیادہ رغبت والا جب تمام ہمت اُسی پر مصروف کرتا ہے اور بڑی بڑی اُمیدیں باندھتا ہے تو ناگاہ موت آجاتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا حتیٰ اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃ فاذاھم مبلسون یعنی جب پھولے وے لوگ اس چیز پر جو دیے گئے تھے تو ناگاہ ہم نے انکو گرفتار کر لیا پس اچانک وے بھلائی سے نا اُمید ہو کر رہ گئے یعنی نہ دنیاے فانیہ رہی اور نہ نعیم آخرت باقیہ ملی۔ دوم یہ کہ جیسے اس زراعت و پیداوار کا کوئی انجام سوا اس کے بہتر ظاہر نہیں ویسے ہی حیات دنیاوی پر قصر کر لینا محض بد انجام ہے باوجود یکہ دنیا میں جو منافع حاصل بھی ہوے وہ کبھی آفات سے خالی نہ تھے بلکہ جملہ منافع دنیاوی بلا ار و محنت و تعب و مشقت سے خلط ملط ہیں بلکہ خلقت کدورات جسمانی خود بخود تفکرات و متاعب میں ممتزج ہے سوم آنکہ جیسے کاشتکار وغیرہ کو بعد محنت و مشقت کے بربادی پر سخت غم و الم ہے ایسے ہی دنیا کو دل سے چاہنے والے پر جب موت خواہ مخواہ طاری ہوئی۔ تو دنیا حاصل کرنے کی مشقت اسپر اور بھی غم و حسرت کے ساتھ شدت بکثرت بڑھ گئی۔ قال تعالےٰ۔ کَذٰلِکَ مثل اسی تفصیل کے جو مذکور ہوئی ہے۔ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ مفصل ہم بیان فرماتے ہیں آیات کو۔ لِقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔ ایسی قوم کے نفع کے لیے جو فکر کرتے ہیں یعنی آیات تو عموماً بیان فرمائی ہیں لیکن انتفاع اہل ایمان ہی کے لیے مخصوص فرمایا اسی واسطے انتفاع و ہدایت کی راہ سے آیات کی تفصیل فقط قوم متفکرین ہی کے لیے ہے ف شیخ عارف نے منجملہ اشارات کلام پاک کے یہاں یہ بھی اشارہ پایا کہ اہل ایمان و سلوک و عرفان نے جب اعمال صالحہ و عبادات و طاعات کی کھیتی بوئی یہ سمجھکر کہ دنیا ایک کھیت ہے کہ اس میں آخرت کے لیے زراعت کر کے توشہ و زاد راہ لیجانا چاہیے پس جب خوب ادب و سنت کے موافق اس کی حسنات کثرت سے ہوے تو اُس نے وسوسہ شیطان و نفس سے اپنے اعمال کو اچھی نگاہ سے دیکھا اور لوگوں کی تعریف و توصیفات سے اسکے نفس میں ریاکاری نے دخل پایا پس دکھلانے سنانے کو اُس نے اعمال کیے اور اس شرک خفی کے سبب اس کے سب اعمال برباد گئے نعوذ باللہ من الریاء والسمعۃ بھلا حضرت خالق جل جلالہ کے لائق کون عبادت کر سکتا ہے۔ پھر الکو اعمال ہوں کچھ نہیں اور دنیاے فانی محل آفات ہر پھر و سا حمق ہو و قال تعالےٰ۔

وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ○

اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کو اور دکھاتا ہے جسکو چاہے راہ سیدھی

پہلے اللہ تعالےٰ نے کافروں کا حکم الٰہی واس کی توحید سے پھر جانا اسی واسطے بیان فرمایا کہ حیات دنیاوی کی رغبت و خواہش میں ڈوبے ہیں پھر بیان فرمایا کہ حیات دنیاوی اور اس کے منافع بالکل عیش نہیں بلکہ محض تعب و مشقت سے ممزوج و آخر حسرت و غم و ضرر و فانی ہیں پھر اب فرمایا کہ حق تعالےٰ عز و جل تم کو جنت و مقام عیش میں جو بالکل تعب و مشقت سے خالی ہے اور دائم و باقی ہے دعوت فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ یَدْعُوْٓا اور اللہ تعالےٰ دعوت فرماتا ہے یعنے رسول صلعم کے اوپر اپنا کلام پاک نازل فرما کر اور بزبان رسول صلعم بھی تم کو دعوت فرماتا و بلاتا ہے۔ اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ دار السلام کی طرف یعنے ایسے گھر کی طرف کہ وہ ہر طرح کے آفات سے گذر جانے سے سالم ہے یا وہاں ہر طرح سلامتی و عیش ہے یا اللہ تعالےٰ نے بزرگی کے لیے جنت کو اپنا گھر کہا کیونکہ السلام اللہ تعالےٰ کا نام ہے اور مراد یہ کہ یہ گھر اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لیے مہمانی کا گھر مقرر فرمایا ہے کہ ہمیشہ اس میں رہیں اگرچہ تمام مخلوقات سب اللہ تعالےٰ عز و جل کی ہے اور اپنے پاک ناموں میں سے السلام کی طرف اس گھر کی نسبت کی یعنے دار السلام کہا اور دار اللہ یا دار الجبار نہیں فرمایا اس لیے کہ بندے متنبہ ہوں کہ دار السلام ضرور ہر کروہ سے سلامت ہوگا یا دار السلام وہ کہ جس میں اللہ تعالےٰ و ملائکہ کی طرف سے اس میں داخل ہونے والوں کو سلام ہے بہرحال مراد اس سے

جنت ہے یعنے اللہ تعالے بندون کو جنت کی طرف جو باقی و دائم و ہر آفت سے سالم ہے دعوت فرماتا ہے۔ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ اور ہدایت فرماتا ہے
اللہ تعالے جسکو چاہے۔ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ راہ مستقیم کی یعنی اُسی دار السلام تک پہونچ جانے کے راستہ کی۔ اور یہ راستہ وہی اسلام اور تقوی
و ایمان ہے پس جو بندہ کہ دنیاوی حیات اور اس کی چیزون کو فانی سمجھا اور اللہ تعالے کی ہدایت پاکر دار الآخرت کی طرف مائل ہوا اور حکم اللہ تعالے
و رسول صلعم پر حسن نیت و تقوی کے ساتھ اس چند روزہ زندگی مین مضبوط قائم رہا وہ بفضل آلہی دار السلام کو پہونچ گیا والحمد للہ رب العالمین بیضاوی رح
نے کہا کہ دعوت مین تعمیم فرمائی یعنے اللہ تعالے ہر ایک کو دار السلام کی طرف بلاتا ہے اور ہدایت مین تخصیص کی کہ جسکو چاہتا ہے اُسی کو ہدایت فرماتا ہے
تو یہ دلیل اس بات کی ہے کہ امر دعوت اور ہے اور ارادہ آلہی دیگر ہے دونون ایک ہی نہین ہین اور نیز دلیل اس بات کی ہے کہ جو بندہ کہ برابر مرتے دم تک
گمراہی پر اڑا رہا و مرگیا اللہ تعالے نے اسکی ہدایت کو نہین چاہا کیونکہ اگر چاہتا تو ضرور وہ ایمان لاتا۔ اور سراج مین خطیب نے جو اقوال بیان کیے وہ سب
تفسیر المعارف مین موجود ہین مع زائد فوائد چنانچہ عرائس مین لکھا کہ اہل عرفان مین سے اہل سلوک و مجذوبین وغیرہ ہر ایک کو جنت و مشاہدہ وغیرہ
ہر ایک کے لائق مراتب کی طرف دعوت خالق اکبر جل جلالہ ہے۔ دعوت ہر ایک کو عام ہے اور ہدایت خاص باہل عرفان ہے۔ دنیا مین دار السلام
قلوب عارفین ہے ولیکن اسکی طرف بھی ہدایت خصوص اہل ارادت و اخلاص کو ہوتی ہے۔ دار السلام کی دعوت مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالے اسلام ہے جو
ہر قیاس و گمان و وہم و خیال سے پاک و منزہ ہے اسکا دار بھی متصف بصفات کمالیہ ہے اور اس دعوت والے تین مرتبہ کے ہین اہل الدار اور اہل المشاہدہ
اور اہل الوصال پس دار السلام برائے اہل ایمان ہے اور مشاہدہ برائے دوم (اہل مشاہدہ ۱۲) اور وصال برائے اہل عرفان ہے۔ ابو سعید رح نے کہا کہ جو کوئی ازل مین مرید
ہوا یعنے وہ ارادت و اخلاص والا ہے تو اسکی ہدایت قولہ والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا الآیۃ سے نکلی اور جو کوئی ازل مین مراد ہوا یعنے وہ کمال فضل سے
ارادہ کیا گیا ہے تو اسکی ہدایت قولہ و یہدی من یشاء الآیۃ سے نکلی پس مرید و مراد مین یہی فرق ہے۔ جنید رح و قاسم رح نے کہا کہ دعوت عام و ہدایت خاص
ہے بلکہ ہدایت عام و صحبت خاص ہے بلکہ صحبت عام و اتصال خاص ہے بعض نے فرمایا کہ جسکے حق مین ہدایت سابق نہین ہو چکی اسکو دعوت
کچھ مفید نہین ہوتی ہے قال فی السراج عموم دعوت اظہار رحمت ہے اور خصوص ہدایت اظہار حکم و قدرت ہے کیونکہ اسی کا حکم سب مخلوق پر طاری
ہے۔ قال جعفر رح جنت خوش مقام با نوار السلام ہے۔ بعض رح نے کہا کہ دعوت دار السلام کی آداب ہے اور ہدایت مذکورہ بحقائق و معارف
ہے۔ بعض نے کہا کہ دعوت واسطے اللہ تعالے کے ہے اور ہدایت از حق تعالے ہے اور استاد رح نے کہا کہ دعوت تو مکلف کر دینا اور ہدایت پہنچوا دینا
پس مکلف عبادت تو بعموم سب ہین ولیکن معرفت خاصہ خاص ہے۔ اور مشہور یہ ہے کہ صراط المستقیم مسلمانون کی راہ ہے اور وہ عوام کے لیے بشرط الیقین
ہے پھر مومنون کی راہ ہے اور وہ بشرط عین الیقین ہے پھر محسنین کی راہ ہے اور وہ خاص الخاص راستہ بشرط حق الیقین ہے پس گروہ اول نور عقل سے
اہل البرہان ہین اور دوم کشف علم سے اہل البیان ہین اور سوم بجہت روشنی معرفت کے گویا اہل العیان ہین اور انھین کے حق مین حدیث مین آیا
ہے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ الخ یعنے مرتبہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالے کی بندگی اسطرح ادا کرے کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہے پھر اللہ تعالے نے انھین
نیک بندون کی منزلت و کمال نعمت کو بتفخیم بیان فرمایا بقولہ تعالے

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ۭ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ
جنھون نے کی بھلائی انکو ہے بھلائی اور بڑھتی اور نہ چڑھے گی اُنکے منھ پر سیاہی اور نہ رسوائی وہ ہین جنت والے
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ
وہ اسمین رہا کرینگے اور جنھون نے کمائین بُرائیان بدلا برائی کا اسکے برابر اور انپر چڑھے گی رسوائی

مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ كَاَنَّمَاۤ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

کوئی نہین انکو اللہ سے بچانے والا جیسے ڈھانک دی ہیں انکے مونھ پر ایک ٹکڑا اندھیری رات کا وہ ہین

النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

آگ والے وہ اسمین رہا کرینگے

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا ان لوگون کے لیے جنھون نے احسان کیا یعنی ایمان لائے وادامر کی پابندی ومناہی سے احتراز کیا جسکا خلاصہ یہ ہے کہ بصدق دل سے خلوص کے ساتھ لاالٰہ الا اللہ کہا۔ یا ایمان سے بڑھکر مرتبہ احسان کے موافق اللہ تعالےٰ کی بندگی پر قائم رہے انکے لیے الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ حسنیٰ ہے اور زیادت ہے حسنیٰ تانیث احسن آے خصلت حسنیٰ اور ابن الانباری نے کہا کہ اہل عرب اس لفظ کو ایسی خصلت پر بولتے ہین جو محبوب ومرغوب ہو اسی واسطے موصوف کو ذکر مین نہین لاتے ہین اور زیادت سے مراد یہ کہ فضل وکرم سے جسقدر وعدہ فرمایا ہے اسپر اور بھی بڑھتی کوئی چیز ہے اور وعدہ دی ہوئی جنت ہے پس جنت سے بڑھ کر جو کچھ ہو وہ زیادت ہے کما قال تعو ویزیدہم من فضلہ بعض نے کہا کہ حسنیٰ تو مومنون کی نیکیون کے مثل ثواب ہے اور زیادت اسپر دس گونہ سے لیکر سات سو گونہ اور جہانتک اللہ تعالےٰ چاہے۔ اور بعض نے کہا کہ زیادت مغفرت ورضوان آہی ہے۔ واضح ہو کہ یہ سب امور موعودہ جنت سے زائد نہین ہین کیونکہ نعمہا سے جنت بالقدر مراتب امر یہ ہین اگرچہ ادنی جنت بلکہ موضع سوط یعنی قریب ہاتھ بھر جگہ جنت کی تمام دنیا ومافیہا سے بہتر ہے جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے پس صحیح وہ ہے جو ثابت ہوا کہ حسنیٰ سے مراد جنت ہے اور زیادت سے مراد دیدار باری تعالےٰ جل شانہ ہے اور کشاف معتزلی نے اس سے اپنے فاسد اعتقاد کی وجہ سے انکار کیا حالانکہ یہ صحیح وثابت ہے اور شیخ عکبری نے تبیان مین کہا کہ خود رسول اللہ صلعم نے یہی تفسیر فرمائی ہے جیسا کہ صحیح مسلم وسنن ابن ماجہ والترمذی ومسند احمد مین ہے اور یہی اکابر صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا قول ہے لیکن فاسد الاعتقاد جس کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت نفرمائی ہو اسکو کون ہدایت کرسکتا ہے۔ انتہی کلامہ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہی تفسیر حضرت ابوبکر الصدیق وحذیفہ بن الیمان وابن عباس رضی اللہ عنہم وسعید بن المسیب وعبدالرحمن بن ابی لیلی وابن سابط ومجاہد وعکرمہ وعامر وعطاء وضحاک وحسن وقتادہ وسدی ابن اسحاق وغیرہم سلف وخلف سے مروی ہے اور اسمین آنحضرت صلعم سے بہت کثرت سے احادیث مروی ہوئی ہین از انجملہ صہیب نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے قولہ تعو لِلَّذِينَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ الآیہ پڑھا اور فرمایا کہ جب جنتی جنت مین اور دوزخی دوزخ مین داخل ہوجاوینگے تو ایک پکارنے والا آواز دیگا کہ اے اہل جنت تمہارے واسطے اللہ تعو کے پاس ایک وعدہ ہے اسکو پورا فرمانا چاہتا ہے جنتی کہینگے کہ وہ اور کیا وعدہ ہے بھلا اللہ تعالےٰ نے ہماری میزان بھاری نہین فرمائی کیا اسنے ہمارے چہرہ روشن نہین فرمائے ہم کو جنت مین نہین داخل کیا ہم کو دوزخ سے نہین بچایا حکم ہوگا ہان یہ تو فرمایا ہے پھر اسنے حجاب دور فرماویگا یعنی اہل جنت کی نظرون پر جو حجاب پیدا کیا ہے وہ اٹھاویگا پس جنتی بندے اپنے پروردگار کو دیکھینگے پس قسم ہے اللہ تعو جل شانہ کی کہ دیدار الٰہی سے بڑھکر انکے نزدیک کوئی نعمت محبوب نہوگی اور کوئی انکی آنکھون کی ٹھنڈک نہوگی۔ رواہ احمد ومسلم وجماعۃ من الائمۃ ابوموسیٰ نے آنحضرت صلعم سے یہی وعدہ صریح روایت کیا کہ حسنیٰ جنت ہے اور زیادت دیدار الٰہی ہے۔ رواہ ابن جریر وابن ابی حاتم اور یہی تفسیر کعب بن عجرہ رض نے آنحضرت صلعم سے روایت کی اور ابی بن کعب رض نے آنحضرت صلعم سے اسکی تفسیر پوچھی تو آپ نے یون ہی تفسیر فرمائی۔ رواہ ابن جریر رح وابن ابی حاتم جب آنحضرت صلعم سے یہ تفسیر صحیح قریب متواتر ثابت ہوچکی تو اس کا منکر وہی ہوگا جو اپنی خواہش نفس کی جہت سے علوم نبوت سے جاہل اور اپنے نفسانی ہذیانات مین گرفتار رہا۔ حاصل معنے یہ ہوے کہ بندگان ایماندار نیکوکار کے واسطے جنت ہے اور دیدار الٰہی ہے۔ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ رہق کے معنے چھالینا ڈھانک لینا اور بعض نے کہا کہ لاحق ہونا اسی سے طفل مراہق وہ لڑکا جو بالغ مردون کے ساتھ لاحق ہوا۔ اور قترہ غبار جس مین سیاہی ہو اور بعض نے کہا کہ چہرہ کی سیاہی اور بعض نے کہا

لگا یہ یعنی واپسی کا ٹوٹا و خسارہ جو سخت عمناک ہو اور اس تقدیر پر مراد یہ ہوگی کہ دار آخرت و اصلی گھر مین واپس ہو کر ایسے حال سے پہونچے کہ کافرون کی
طرح خسران مین نہ تھے بخلاف کافرون کے کہ جو محض خسران مین ہونگے اور معنی یہ ہے کہ اور نہین چھپا لیگی انکے چہرون کو سیاہی اور نہ خواری۔
بلکہ انکے چہرے سپید ہونگے کما فی قولہ یوم تبیض وجوہ۔ اور صہیب رض سے مرفوع روایت ہو کہ یہ حال انکا اپنے باری تعالیٰ کو دیکھنے کے بعد ہوگا۔
رواہ ابو الشیخ۔ شاید یہ مراد ہو کہ انوار الٰہی اول سے ہی انپر روشن ہونگے جس سے انکے چہرون پر خوشی و تازگی دمکتی ہوگی۔ واللہ اعلم۔ شیخ عکبری رح
نے کہا کہ یہ جملہ مستانفہ ہو یا بوجہ حال واقع ہونے کے محل نصب مین ہو لیکن حال قرار دینا مشکل ہو اسلیے کہ صیغہ مضارع بلا ے نفی جب حال ہوتا
ہو تو اسپر واو حالیہ نہین آتا۔ اِن محل رفع مین حسنی پر عطف ہو سکتا ہو بتقدیر حرف ان آے وان لا یرہق یعنی محسنین کے لیے حسنی ہو اور زیادت ہو
اور یہ امر ہو کہ انکے چہرون کو سیاہی نہین ڈھانکیگی اور نہ ذلت۔ اُولٰٓئِکَ یہی لوگ جنکا وصف اوپر مذکور ہوا ہو اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ جنت والے لوگ ہین
هُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ وے اس مین ہمیشہ رہنے والے ہونگے کیونکہ وہ ملک باقی اور اس کی نعمتین دائم و مستمر ہین اس کو کوئی آفت و فنا نہین
ہے اور اس مین داخل ہونے والا ہر آفت سے مانند نکالے جانے وغیرہ کے مصئون ہے۔ جب اپنا نیک بندون مطیع کا حال بیان فرمایا کیسی نعمتون
مین ہونگے تو اس کے پیچھے اہل بغی و کفر و شرک کا کچھ حال بیان کر دیا کہ کیسے عذاب و خواری مین ہونگے بقولہ۔ وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ اے
وجزاء الذین کسبوا الکفر والشرک۔ اور بدلا ان سرکشون کا جنھون نے کما یا اپنے دنیا مین کما یا کفر و شرک کو یہ ہے کہ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍۭ بِمِثْلِھَا جزاء
ہر بدی کی ہوگی برابر اس کے۔ وقیل والذین کسبوا السیأت یجزون جزاء سیئۃ بمثلہا۔ وقیل جزاؤہم مثلہا۔ اول و ثالث اولی ہے۔ بیضاوی رح
نے کہا کہ یہ جملہ والذین آخر عطف ہے قولہ والذین احسنوا آخر پر بنا بر مذہب عطف معمولین مختلفین کے عاملون پر جائز ہے یا والذین مبتدا اور جزاء سیئۃ
اسکی خبر بتقدیر اول ہو اور معنی یہ کہ ہر ایک کو اسکی بدکاری کے برابر سزا ملیگی اسپر زیادتی نہ کیجاویگی پس اسمین تنبیہ ہوئی کہ یہ امر محض عدل پر ہو اور
مومنون کو جو زیادتی ثواب عطا ہوئی وہ محض فضل ہو اور ہو سکتا ہو کہ خبر اسکی قولہ کانما اغشیت ہو یا قولہ اولٰئک اصحاب النار ہو اور جو کچھ بیچ مین
رہا وہ جملہ معترضہ ہو۔ لیکن اول بہتر ہو یعنے اور جن لوگون نے کفر و شرک کما یا انکی ہر بدی کی سزا اسکے برابر ہوگی۔ وَتَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ اور چھا لیگی
انکو ذلت یعنی انکے چہرون پر سیاہی ہوگی اور خواری برستی ہوگی۔ اور بعض نے زعم کیا کہ بسبب غم کے انکے چہرون پر دھوان سا ہوگا لیکن صحیح یہ ہو
کہ یہ انکی پاداش مین انپر مستقل طاری ہوگا کما دل علیہ قولہ تعالیٰ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوہہم اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا
العذاب الآیۃ۔ وقولہ تعالیٰ ووجوہ یومئذ علیہا غبرۃ الآیۃ۔ مَا لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِمٍ اے ما من احد یعصمہم من عذاب اللہ کوئی بھی ایسا
نہوگا کہ انکو عذاب الٰہی سے بچا لیوے پھر جو مشرکین زعم کرتے ہین کہ ہمارے بت ہمکو چھڑا لینگے یا عیسیٰ ہمارے گناہون کے کفارہ ہو گئے یہ سب انکے خیالات
باطلہ ہین جنکا کچھ وجود نہین ہو درحقیقت انکا شرک کبھی نہین بخشا جاویگا جب کہ دنیا سے ایمان توحید نہ لیجاوین تو یہ ایمان البتہ انکے لیے بفضل الٰہی
بچانے والا ہوگا۔ قیل من اللہ ای من جہۃ او من عندہ۔ بعض نے کہا کہ آیت میں تنبیہ ہو کہ جیسے مومنون کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف یا اللہ تعالیٰ کے پاس سے عاصم ہوگا
یعنی فضل و رضوان الٰہی تو ویسے کافرون کے لیے کوئی بھی اور کچھ نہوگا وے محض روسیاہ رہینگے۔ کَاَنَّمَآ اُغْشِیَتْ وُجُوْھُھُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا
گویا ڈھانکے گئے ہین انکے چہرے رات کے ایسا ٹکڑے سے درحالیکہ رات ایسی ہو کہ بالکل اندھیری ہو۔ قطع بفتح الطاء قراءۃ اکثر یعنی ٹکڑے جمع قطعہ
اور بسکون الطاء قراءۃ حمزہ و کسائی و یعقوب بمعنی ٹکڑا۔ مظلما حال ہو لیل کا اور اغشیت اس مین عامل ہو کیونکہ وہی قطعا مین عامل ہو جو کہ موصوف
واقع ہوا اور من اللیل اسی کی صفت ہو اور جو موصوف کا عامل ہو وہی صفت کا ہوتا ہو یا من اللیل مین معنے فعل لیکر اس مین عامل کیا جاوے اور دوسری
قراءۃ پر مظلما صفت قطعا بھی ہو سکتا ہو اے قطعا مظلما من اللیل یعنی گویا رات مین سے سیاہ ٹکڑا ان کے چہرون کو ڈھانکے ہو۔ اُولٰٓئِکَ

أَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ جنکی حالت بیان ہوئی یہی دوزخ والے لوگ ہین هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ وے اُمین ہمیشہ پڑے رہنے والے ٹھہرے ہین معتزلہ نے اس آیت سے سمجھا کہ گناہگار اگرچہ مومن ہو ہمیشہ دوزخ مین رہیگا اگر بغیر توبہ کے مرا ہو کیونکہ اللہ تعالے نے والذین کسبوا السیئات کو ہمیشہ کا دوزخی فرمایا ہے پس گناہگار بھی سیئہ کا مرتکب ہوا۔ اور یہ سمجھ صحیح نہین ہے بلکہ مومنون کے مقابلہ مین یہان کفر و شرک وغیرہ کے بدکار یعنے بے ایمان مراد ہین کیونکہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء الآیۃ۔ یعنے بے شک اللہ تعالے یہ نہین بخشتا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جاوے اور اس سے کم کو جسکے لیے چاہتا ہے بخش دیتا ہے الآیۃ اس سے صاف صاف ثابت ہے کہ سوائے شرک و کفر کے باقی گناہ جسکو چاہتا ہے بخشدیتا ہے پھر یہان گنہگار مومن شامل نہین ہوسکتے ہین کیونکہ یہان جنکو ذکر کیا انکے لیے قطعی دائمی دوزخ قرار دی ہے اگر کہا جاوے کہ جب شرک و کفر کا گناہ مراد ہے تو کسبوا السیئات بلفظ جمع کیون فرمایا تو جواب یہ ہے کہ الذین جمع اور انکے کفر بھی جمع ہوے کیونکہ طرح طرح سے کفر ہوتا ہے جیسے بت پوجنا یا عیسیٰ کو بیٹا کہنا۔ اور مانند اسکے لہذا جمع فرمایا اور دوسرا جواب تحقیقی یہ ہے کہ آدمی جب اپنے خالق سے کافر و مشرک ہوا تو اسکے جو کچھ افعال ہین سب اپنی رائے پر ہوے کوئی اللہ تعالے کے حکم پر نہوا تو ہر کام اُسکا خطا و گناہ ہوا لہذا کافر و مشرک اپنے سب سیئات مین گرفتار ہوگا کما ثبت فی صحیح مسلم فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے للذین احسنوا الحسنی وزیادۃ الآیۃ احسان کے معنے یہان کسی دوسرے کے ساتھ نیکوئی کرنا نہین ہین بلکہ وہ معنی ہین جو حدیث صحیح مین ثابت ہوے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ الخ یعنے اللہ تعالے کی بندگی اسطرح ادب و خلوص و یقین و خشوع و خضوع و تحیر و شوق و خوشی و خوف کے ساتھ کرے کہ گویا تو اسکو دیکھ رہا ہے الی آخرہ۔ پس ان بندون کا احسان یہ ہوا کہ اپنے مراقبات و خلوات مین اپنے دلون سے مشاہد قرب الٰہی ہین اسطرح حاضر ہوتے ہین کہ اسوقت تمام جہان خواہ جنت ہو یا دوزخ بلکہ اپنے وجود سے بھی خبردار نہین ہوتے صرف اپنے معبود برحق جل جلالہ کی بزرگی دیکھتے ہین اور یہ حال انکا ابتدائی تجلی مین ہوجاتا ہے پس ایسے وصف والے بندون کا بدلا حسنی ہے اور نور جمال الٰہی جل سبحانہ کو پاتے ہین کیونکہ اگر نور جلال عظمت کو پاوین تو کون تاب لا سکتا ہے سب ہلاک ہوجاوین۔ احسان انکا حسن نور جمال سے ہے کہ انکی ارواح نے کلمات تسبیح و تقدیس سے ورد کیا اور دوسری جزا انکے لیے زیادہ فرمائی وہ دوام لقا و تمام مشاہدہ و وصال ہے۔ واضح ہو کہ اہل احسان کے بھی مراتب ہین جیسے انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین پس زیادت مین ہر ایک اپنے مرتبہ کے مطابق کشف جمال سے نصیبہ پاویگا لہذا مروی ہے کہ حسنی جنت ہے اور زیادہ دیدار جمال حق تعالے ہے اور حسنی محبت اور زیادت معرفت ہے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ حسنی معاملات الٰہی مین التذاذ اور زیادت دیدار الٰہی ہے۔ استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ احتمال ہے کہ حسنی دیدار ہو اور زیادہ اسکا دوام ہو یا حسنی دیدار ہو اور زیادہ اس دیدار مین لقا ہو۔ قال المترجم ان بزرگون کو حدیث صحیح سے اطلاع نہین ہوئی یا بھولکر متردد ہوے ورنہ حدیث مین آگیا کہ الحسنی جنت ہے اور الزیادۃ دیدار او تعالے جل جلالہ۔ پھر ان بندون کا شرف بڑھایا بقولہ لا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ نہ خجالت ہوگی اور نہ خواری۔ اولئک اصحاب الجنۃ ہم فیہا خالدون مشاہدات ذات و صفات مین سرمدی الدہر ایسے انواع اکرام سے مشرف ہونگے کہ عقل اسکی ادراک سے عاجز ہے کیونکہ انعامات الٰہی کی انتہا نہین ہے۔ یہ تو بزرگیان اہل طاعت کی ہین اور انکے برخلاف حال کفار ہے کہ دوام ذلت و عذاب و نکال مین گرفتار ہونگے۔ پھر محسنین و کافرین کا معاملہ حشر ذکر فرمایا بقولہ تعالے

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ

اور جسدن جمع کرینگے ہم ان سب کو پھر کہینگے شرک کرنے والونکو کہ ٹھہرو اپنی اپنی جگہ تم اور تمھارے شریک پھر توڑا دینگے آپس مین انکو اور کہین گے

شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ۝ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ

انکے شریک تم ہم کو بندگی نہ کرتے تھے سو اللہ بس ہے شاہد ہمارے اور تمھارے بیچ مین ہم تمھاری بندگی کی خبر

لَغٰفِلِيْنَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

نہین رکھتے — وہان جانچ لیگا ہر کوئی جو آگے بھیجا — اور رجوع ہونگے اللہ کی طرف جو سچا صاحب ہے انکا اور گم ہوجاویگا ان پاس سے جو

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

جھوٹھ باندھتے تھے

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا۔ حشر بمعنی جمع کرنا ہر طرف وناحیہ سے ایک مقام پر پس قبرون وغیرہ سے سب مردے نفخ صور سے زندہ کیے جانے کے وقت محشور ہونگے اور زمین تبدیل ہوگی کما فی قولہ تعالے یوم تبدل الارض غیر الارض الخ۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ حشر موت ہے اور شاید مراد اس تفسیر سے یہ ہے کہ حشر قیامت کو دور مت سمجھو اس لیے کہ جو کوئی مرا اسکی قیامت قائم ہوگئی کیونکہ اسکے آثار اسپر طاری ہوجاتے ہین جیسا کہ حدیث صحیح مین آگیا ہے اور آیت مین حشر سے وہی حشر مراد ہے جو قیامت مین ہوگا۔ اور قولہ یوم منصوب بالفعل مقدر لے واذکر یوم۔ یا۔ وانذرہم یوم نحشرہم جمیعا۔ انذار و تذکیر کردے اے محمد صلعم کافرون کو جس دن کہ محشور کرین گے ہم انکو جمیع کو یعنی جملہ کافرون کو خواہ جنی ہو یا انسی ہو سڑ کر خاک ہوگیا ہو یا مردہ جسم پڑا ہو کوئی نہین بچ سکتا ہے۔ اور یا ضمیر ہم سب جن وانس کی طرف ہے خواہ مومن ہون یا کافر ہون یعنے یاد دلاوے وہ دن کہ محشور کرینگے ہم جن وانس کو سبکو پس کوئی فرد خواہ مومن ہو یا کافر ہو بچ نہین سکتا۔ ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا پھر کہینگے ہم ان لوگون کو جنھون نے اشراک کیا۔ یہ امر مشرکون کو مجمع عام مین جبکہ ہر ایک کی نظر سے پردہ غفلت اٹھا ہوا اور حیا و شرم وغیرہ عمدہ اخلاق سامنے ہونگے اسواسطے کہا جائے گا کہ لوگون کی نظرون مین خوار اور ذلیل ہون اور اسوقت وہ مخلوق بھی موجود ہوگی جسکو شریک بناتے تھے پس ملامت و سرزنش کرنے کے لیے مشرکون کو کہا جائے گا کہ۔ مَكَانَكُمْ اپنے مقام پر جمے رہو۔ مکان دراصل اسم ظرف منصوب ہے اور تیسیر مین لکھا کہ نصب بالاغراء ہے اے الزموا مکانکم۔ لازم پکڑو اپنے ٹھکانے کو جہان کھڑے ہو۔ اور یہ لفظ اسم الفعل بھی آیا مگر یہان نہین ہے اور خفاجی نے کہا کہ یہ تکلف ہے اور دمامینی رح نے کہا کہ اسکو اسم الفعل کرنے کی کوئی ضرورت نہین بلکہ اپنے اصل پر ظرف رکھو لے اثبتوا مکانکم۔ اپنے مقام پر جمے رہو۔ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ تم اور تمھارے شرکا دونون۔ بیضاوی رح نے کہا کہ مکانکم کے عامل سے جو ضمیر منتقل ہوئی انتم اس کی تاکید ہے اے الزموا انتم۔ اور اسی پر شرکا کا عطف ہے اور تبیان مین کہا کہ شرکا سے وہ بت مراد ہین جنکو اپنے زعم مین شریک بناتے تھے اور بعض نے کہا کہ عام رکھنا بہتر ہے چنانچہ جن گمراہون نے نیک بندون کو شریک بنایا وہ بھی داخل ہین کیونکہ وے بھی اشراک سے بیخبری و بیزاری کرینگے کما فی قولہ تعالے واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء الآیۃ۔ وقولہ اذ تبرا الذین اتبعوا من الذین اتبعوا الآیۃ۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس آیت مین بیان ہے کہ اہل شرک بروز قیامت خوار و بے مددگار ہوجاوینگے چنانچہ فرمایا کہ ویوم نحشرہم الخ یعنے جسدن کہ ہم محشور فرماوینگے تمام اہل الارض کو جن ہون یا آدمی نیک ہون یا بد ہون جیسا کہ فرمایا وحشرناہم فلم نغادر منہم احدا یعنے حشر مین کوئی باقی نہین رہیگا۔ ثم نقول للذین اشرکوا مکانکم۔ یعنے تم و تمھارے شرکا اپنے ٹھکانے جمے رہو۔ یعنے مومنون کے مقام بلند سے علیحدہ رہو کقولہ تعالے وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ وکقولہ یومئذ یتفرقون۔ وکقولہ یومئذ یصدعون۔ اور معنے یہ کہ تم و تمھارے شرکا دونون اپنے علیحدہ ٹھکانے پر جمے رہو اور منتظر رہو کہ تمھارے حق مین کیا حکم ہوتا ہے اور کیا کیا جاتا ہے۔ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ۔ تزییل کے معنے تفریق کرنا اور مفسر رح نے اسکی تفسیر مین لکھا کہ فزیلنا اے میزنا بینہم وبین المومنین کما فی قولہ وامتازوا الیوم الآیۃ یعنی پس ہم میز کردینگے انکے درمیان مین یعنے مومنون وکافرون کے درمیان فرق و تمیز کرینگے چنانچہ کفار مع شرکا کے الگ مقام پر کھڑے ہونگے۔ قرطبی رح نے کہا کہ یہ تفسیر سابق ولاحق سے مناسب نہین کیونکہ کلام مشرکون کے حق مین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر رح کی عبارت اسی معنی کو موہم ہے ولیکن

تحقیق یہ ہے کہ شیخ ابن کثیر رح نے قولہ مکانکم مین اضافت کا فائدہ بتلایا ہے کیونکہ محشر تو مقام حشر سب کا ہے پس کافرون کی طرف جو کہا کہ اپنے مقام پر جمے رہو تو اسوجہ سے کہ انکا مقام الگ مومنون سے ہوگا جیسا کہ دوسری آیت سے ثابت ہے بیضاوی رح وخطیب رح نے کہا کہ فزیلنا بینھم یعنی فرقنا بین المشرکین وشرکائھم وقطعنا وصلھم۔ اور یہی تفسیر اولی ہے اور صیغہ ماضی بسبب قطعی الوقوع کے ہے اور اسی کو مفید ذمخشری والمعنی ہیں ہم جدائی کر دینگے مشرکون اور انکے شرکاء کے درمیان یعنے جو لگاؤ تھا وہ قطع کر دینگے۔ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُم مَّا كُنتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ اور کہینگے شرکاء اُن کے کہ نہین تھے تم ہم کو پوجتے۔ ایانا مفعول مقدم برعایت فاصلہ ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حالت استعجاب وغیرہ مین جیسے کہتے ہین کہ ایا سے دعوتنی۔ مجھے تو نے پکارا تھا یعنی نہین تو غلط کہتا ہے مجھے نہین پکارا تھا اسی طور پر انکے شرکاء کہینگے کہ ہم کو تو تم نہین پوجتے تھے یعنی چونکہ مشرکون کی پرستش سے محض غافل ہونگے اور نیز تعجب کرینگے کہ ہم کیونکر پوجے جا سکتے ہین کیونکہ کہین مخلوق بھی معبود و آلہ ہو سکتا ہے لہذا کہینگے کہ ہم کو تو تم نہین پوجتے تھے۔ وقال البیضاوی رح یہ بطریق مجاز ہے انکی عبادت سے برات کی یا یہ کہ انہون نے جب بالکل خلاف عقل کے باوجود اپنے آدمی ہوش گوش والے ہونے کے پتھرون ومردون کی عبادت کی تو فی الحقیقۃ اپنی حماقت وخواہش نفس کی عبادت کی اور درحقیقت ہوائے نفس ہی شرک کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ شرکاءھم یعنے انکے شرکاء کیون کہلائے کیونکہ مشرکون نے تو اپنے آلہہ کو حضرت حق تعالے کے ساتھ عبادت مین شریک کیا تھا اور دوسری بات یہ کہ ان کے شرکاء سے کون مراد ہین اور کیونکر شرکاء نے جواب دیا تو مین کہتا ہون کہ اللہ تعالے جل جلالہ کے ساتھ درحقیقت کوئی شریک ممکن ہی نہین ہے لہذا کلمہ توحید مین آیا کہ لا الٰہ الا اللہ یعنی درحقیقت موجود یا گڑھ کر یا کسی طرح پر کوئی آلہ ہو نہین سکتا سوائے اللہ تعالے عزوجل کے تو دنیا مین جتنے مشرک ہین وہ جسکو آلہ بناوین خواہ اسطرح کہ کھلے کھلے اسکو سجدہ کرین یا رکوع کرین یا جو باتین کمال التعظیم کی ہین وہ کرین اگرچہ دل ہی دل مین اسکو اسقدر تعظیم جانین جسقدر انکے دل مین تعظیم آسکتی ہے یا کسی مین ایسی بات ثابت کرین علم وقدرت وغیرہ کی جو مخصوص بجناب باری تعالے ہے یا بنیا وغیرہ ذلک مین جو جناب باری مین محال ہے۔ یا سوائے اللہ تعالے کے کسی کا حکم مستقل مانین یا اسطرح بے دلیل مان لین جیسے اللہ تعالے واسکے رسول کا کہا ہوا مانا جاتا ہے تو یہ سب واسکے مانند شرک ہے اور اسکو لازم ہے کہ ایسا کرنے والے نے اسکو معبود بنایا جسکے ساتھ ایسا کیا لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی معبود نہین بلکہ محض مخلوق ہی رہا مگر بنانے والا مشرک وکافر ہوا تو بنانے والے کے زعم باطل مین فقط وہ شریک تھا لہذا انکے شرکاء کہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشرکین کہ مثلاً بتون کے لیے اپنے جانورون ومالون مین سے ایک حصہ لگاتے تھے لہذا جب وے بت وغیرہ درحقیقت کچھ بھی آلہہ نہ تھے تو حقیقت مین ان کے شرکاء اقراری ہوے۔ رہا امر دوم کہ کون مراد ہین تو اوپر اشارہ گذرا کہ جس قوم نے جس کسی کے ساتھ کوئی برتاؤ ایسا کیا جو شرک ہے وہی اُس کا شریک ہوا۔ اور بیان مین لکھا کہ شرکاء سے بت مراد ہین جنکو مشرکون نے اپنی زعم مین اللہ تعالے کا شریک تصور کیا تھا یعنے سمجھتے تھے کہ بت کچھ روزی ومال واولاد دے سکتے ہین یا یہ کہ اللہ تعالے کی جناب مین ان کے لیے سفارش کر کے ایسی چیزین ضرور دلوا دیتے ہین لیکن یہ سوال کہ پھر بت کیونکر جواب دینگے تو بیضاوی رح نے کہا کہ بعض علماء نے جواب دیا کہ اللہ تعالے ان پتھرون کو گویائی دیگا کہ صاف صاف مشرکون سے بالمشافہ کہدینگے تاکہ مشرکون کو جو توقع لگی ہے کہ ہمارے سفارشی ہین وہ ٹوٹ جاوے۔ اور سراج مین کبیر وغیرہ سے لایا کہ بعض نے کہا کہ اللہ تعالے بتون مین حیات پیدا کر دیگا پس جواب دینگے اور بعض نے کہا کہ خالی گویائی بدون حیات کے پیدا کریگا کما قال البیضاوی اور رازی وغیرہ نے کہا کہ بعد حیات دینے کے احتمال ہے کہ پھر ویسا ہی کر دے یا نہ کرے اور اللہ تعالے قادر مختار ہے جو چاہے کرے اور اصل بات یہ ہے کہ احوال قیامت تو ادراک بشری سے خارج ہین ہمین سے صرف اسقدر جسکی کلام مجید یا حدیث صحیح مین خبر دی گئی

معلوم ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ مجھے ایسے سوال ہی سے تعجب ہی کیونکہ ہمارے ادراک و حواس مین کسی چیز کی ماہیت و حقیقت جیسے واقع مین ہے کبھی
نہین آسکتی ہے حتیٰ کہ آدمی کو اپنی روح کی ماہیت نہین ظاہر ہوتی پھر جو چیزین مذکور ہوئی ہین اگر اللہ تعالےٰ انکو دنیا ہی مین واقع کرے تو بھی
بے تکلف ہوسکتا ہے اور یہ نہین دیکھتے کہ حضرت محمد صلعم کو ہر درخت و پتھر وکنکر سلام کرتا اور آپ کی نبوت کی گواہی دیتا اور ازلی کافر جو ہرگز
ایمان لانے والے نہ تھے وہ اسکو تعجب سے دیکھکر آپ کو جادوگر کہتے تھے اور عیسیٰؑ نے مردے زندہ کیے جو خوب باتین کرتے اور عصائے موسیٰؑ
حقیقت مین اژدہا ہوجاتا اور اپنا کام کرتا پھر وہی لکڑی ہوجاتا تو اس مین سوال و جواب کی ضرورت ہی کچھ نہین ہے۔ پھر خطیب رحہ نے لکھا
کہ بعض نے کہا کہ ہر وہ چیز جو سوائے حق تعالےٰ کے پوجی گئی خواہ جن ہو یا آدمی یا فرشتہ ہو وہ سب شرکاء مین داخل ہین اور لکھا کہ یہی قول اظہر
ہے اور بیضاوی رحہ نے بعض کا قول لکھا کہ شرکاء سے مسیح علیہ السلام و ملائکہ علیہم السلام مراد ہین پس کوئی سوال وارد نہین ہوتا ولیکن حق وہی ہے
کہ یہ سب مع بتون کے مراد ہین پس بتون کا انکار کرنا بیان ہوگیا اور مسیحؑ و ملائکہ ظاہر ہی کہ بیزار ہونگے پس جو لوگ مسیح علیہ السلام کی نسبت
ایسے الفاظ استعمال کرتے ہین جو شرک ہین انکی وہان تباہی ہوگی۔ اور رہا شیطان تو وہ بھی انکار کریگا جیسا کہ آیات قرآنیہ مین کئی جگہ مصرح
وارد ہی بالجملہ سب کے سب مشرکون سے بیزاری صاف بیان کرینگے کہ تم ہمکو نہین پوجتے تھے کیونکہ بُت و مسیح، مثلاً یہ محض بے خبر ہین اگرچہ مشرکین
مدعی ہونگے کہ ہم تو ضرور پوجتے تھے لہذا شرکاء کا انکار ہو کہ بیان فرمایا بقولہ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ پس کافی ہے اللہ تعالےٰ
شاہد ہمارے تمہارے درمیان۔ گویا شرکاء نے حجت و گواہی کی جستجو سے نجات پائی اور یہ عمدہ حجت مل گئی کہ اللہ تعالےٰ عزوجل علیم و خبیر ہی کہ حقیقت
خوب جانتا ہی بالجملہ سب یا بعض شرکاء کہینگے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل ہمارے تمہارے درمیان کافی شہید ہے کہ۔ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ
البتہ ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے۔ اَن حرف مشبہ بالفعل مخفف ہے اسے انہ کنا۔ اور اِن نافیہ بھی ہوتا ہے ولیکن اسکی خبر پر لام نہین آتا
لہذا جب اِنَّ مشددہ کو مخفف کرکے اِن نافیہ کے لفظ پر کیا تو التباس دور کرنے و فرق کرنے کے لیے۔ لغافلین بلام فرمایا۔ پھر جاننا چاہیے کہ اظہر یہ
ہے کہ جملہ شرکاء مین سے بت و عیسیٰؑ و عزیرؑ و مانند انکے جو لوگ کہ مشرکون کے شرک کرنے سے غافل ہین یہ جواب دینگے اور عکبری رحہ نے تبیان مین
لکھا کہ شرکاء سے بت مراد ہین اور وے غفلت ظاہر کرینگے یعنی ہم تو پتھر وغیرہ جمادات تھے ہم کو تمہاری حرکتون کا کچھ شعور و علم نہ تھا اور ہم نے تم کو
عبادت کا حکم نہین دیا اور نہ ہم راضی ہوے۔ حاصل یہ ہی کہ عظمت و جلال الٰہی کے حضور مین سب شرکاء اپنے عبادت کرنیوالون سے صاف صاف
انکار کرینگے اور مشرکین کو انکی توقع ٹوٹ جائیگی اور رہا یہ امر کہ ہر ایک ان شرکاء مین سے بطریق تعجب کے انکار کرے یا اپنی لاعلمی پر شاہد کرے تو یہ ضرور نہین
ہی پس سیاق کلام مشرکون کی مایوسی و خواری بروز قیامت کا بیان ہی پس جب بدون رضاء الٰہی کے سفارشی و مددگار وغیرہ سے مایوس ہوے تو
مدار اپنے اپنے اعمال پر ہوا چنانچہ فرمایا۔ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّاۤ اَسْلَفَتْ ہنالک وہان یعنی اسی مقام مذکور ہولناک مین۔ تبلوا از بلاء بمعنے
امتحان ہی اور یہی اکثر کی قراءۃ ہی معنی یہ کہ اسی مقام پر جانچیگا ہر نفس اس چیز کو جو اسنے پہلے کر رکھا ہی یعنے اپنے کیے ہوئے اعمال کا نفع و ضرر آنکھون دیکھیگا
حمزہ و کسائی نے تتلو پڑھا یعنے دونون تاء فوقانیہ کے ساتھ پس دو احتمال ہین ایک یہ کہ تتلو وہ بمعنی قراءۃ ہو یعنی پڑھیگا ہر نفس نوشتہ ان اعمال کا جنکو
دنیا مین کر چکا ہے۔ دوم یہ کہ مشتق از تلو بمعنی تبع ہو یعنی پیچھے لگیگا ہر نفس اپنے اعمال کے پس اسکے اعمال جیسے ہونگے ویسے ہی مقام پر جنت مین یا ۲
دوزخ مین لیجاوینگے۔ اور مراد یہ ہی کہ جنت و دوزخ کے سوائے کوئی ٹھکانا نہین اور ہر ایک انمین سے کسی ٹھکانے پہونچنے مین اپنے اعمال کے تابع ہوگا پس
اگر اعمال موافق مرضی الٰہی عزوجل ہین تو جنت مین جائیگا ورنہ دوزخ مین بھیجا جائیگا بعض نے کہا کہ بلاء کے معنی امتحان و عذاب و انعام بھی آئے ہین
تو جائز ہی کہ یہ معنی ہون کہ وہان ہر نفس کا فرو گنہگار مصیبت و عذاب مین پڑیگا بسبب اپنے دنیاوی اعمال کے۔ و علی ہذا ما اسلفت مین ما موصول منصوب

بنزع الخافض ہوگا۔ اور ظاہر معنی اول ہیں چنانچہ حدیث میں ہے کہ ہر فرقہ کے لیے جسکو پوجتا تھا ممثل کیا جائیگا پس اسکے پیچھے ہو جائیگا یہاں تک کہ جہنم میں پہونچ جاوینگے پھر پڑھا قولہ ہنالک تبلوا کل نفس الآیۃ اور مترجم کہتا ہے کہ اس صورت میں نفس سے کافر نفس مراد ہوگی کیونکہ مومنین کسی کے پیچھے نہ جاوینگے چنانچہ حدیث صحاح میں انکے لیے رب تبارک وتعالے کا تجلی فرمانا بعد سوال وجواب کے مصرح ہے اور ارجح معنی تبلوا یا ہو جدہ ہیں یعنے ہر نفس خواہ کافر ہو یا مومن ہو اپنے اعمال کے موافق بدلا پاویگا اور نفع ضرر صاف معائنہ کریگا۔ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اے ردوا کلھم الی جزاء اللہ الذی ہو مولاہم الحق لا الی ما اتخذوہ مولی لہم۔ اور سب کے سب پھیرے جائینگے طرف اللہ کے یعنی اللہ تعالے کے بدلا دینے کے موافق انکے عمل کے اور اللہ تعالے وہی انکا سچا مولی ہے اور جنکو انھوں نے دنیا میں اپنے مولی بنا لیے ہیں وہ سچے نہیں ہیں۔ بالجملہ اسوقت اُن کو صاف معلوم ہو جائیگا کہ انھوں نے شرک و کفر کرنے میں بڑا جرم و بڑی غلطی کی کیونکہ اللہ تعالے وحدہ لا شریک ہے۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ اور گم ہو جائیگا اُنسے وہ سب جسکو افترا باندھتے تھے یعنی بت وغیرہ سب ضائع ہو گئے یا لفظ ما مصدریہ ہو یعنے انکا افترا کرنا گم ہوگا پس بتپرستوں کا دعوی کہ یہ آلہہ ہیں یا ہمارے سفارشی ہیں یا نصاری کا دعوی کہ عیسی علیہ السلام بیٹا یا الوہیت رکھتا ہے سب افترا باطل ہوگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ہنالک تبلوا کل نفس جیسے کافر ومومن کا امتحان ہوا یعنے کہ اپنے خالق مالک کا وحدانیت سے کون اعتقاد کرتا تھا ویسے ہی مسلمانوں میں سے ظاہری اقراری منافق اور تحقیقی اقراری مومن کا امتحان ہوگا اور ہر سچے و جھوٹے کا اظہار ہو جائیگا۔ قولہ وردوا الی اللہ مولٰہم الحق۔ اہل صدق اپنی خصوصیت درجات پر رہینگے اور ہر مفتری و کاذب اور دکھلانے و سنانے والا قہر الٰہی میں گرفتار ہوگا جب بت پرستان مشرکوں کے قبائح ذکر کردیے تو انکے اعمال واعتقادات کے باطل ہونے پر حجتیں فرمائیں فی قولہ تعالے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ
تو پوچھ کہ کون روزی دیتا ہے تمکو آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کانوں اور آنکھوں کا اور کون نکالتا ہے جیتا
مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا
مردے سے اور کون نکالتا ہے مردہ جیتے سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی سو بول اٹھینگے کہ اللہ تعالے سو تو کہہ کہ پھر کیوں
تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ حَقَّتْ
ڈرتے نہیں سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا پھر کیا رہ گیا سچ پیچھے مگر بھٹکنا سو کہاں سے پھرے جاتے ہو اسیطرح ٹھیک آئی
كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝
بات تیرے رب کی ان بے حکموں پر کہ یہ یقین نہ لاوینگے

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ تو کہہ کہ کون رزق دیتا ہے تم کو مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ آسمان و زمین سے یعنی دونوں سے اسطرح کہ پانی برساوے اور زمین سے نباتات اُگاوے پس آسمان و زمین دونوں سے رزق دینا مراد ہوا اور رازی رح نے عقلی دلیل قائم کرکے یہ نتیجہ نکالا کہ اس سے بالیقین ثابت ہوا کہ رزق آسمان و زمین ہی سے حاصل ہوتا ہے اور بیضاوی رح نے اچھا لکھا کہ آسمان و زمین دونوں اس جہت سے کہے گئے کہ ظاہرا رزق کا حاصل ہونا آسمانی کچھ اسباب سے اور زمینی مادے سے ہوتا ہے اور شاید یہ مراد ہو کہ دونوں میں سے ہر ایک سے تم کو کون رزق دیتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ من السماء والارض یعنی من اہل السماء والارض۔ اور بیان ہے من موصولہ کا پس معنے یہ ہونگے کہ تو کہہ یہ بات کہ آسمان و زمین والوں میں سے وہ کون ہے جو تم کو رزق دیتا ہے یعنے ان دونوں میں کہیں کوئی نہیں ہے

جو ان کا رازق ہو بلکہ اللہ تعالےٰ پاک رازق ہے چنانچہ خود کفار کا اقرار آتا ہے۔ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ یا وہ کون ہو کہ مالک ہو
سمع و ابصار کا یعنی کون قدرت رکھتا ہے کہ انکو ٹھیک پیدا کرے یا آفات سے بچاوے باوجودیکہ یہ دونوں عضو بہت نازک اور
آفات بکثرت موجود ہیں۔ یا کون انکا مالک ہے بدون اس کی قوت کے ان میں سے کوئی نافع نہو۔ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ
اور وہ کون ہے کہ نکالے زندہ کو مردے سے جیسے جاندار کو نطفہ سے۔ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ اور نکالے مردہ کو زندہ سے جیسے نطفہ کو حیوان
سے۔ اسی میں شامل ہے کافر سے مومن کر دیا اور فطری پیدائش والے کو کافر کرنا اور ایسی ہی بزرگ قدرتیں چونکہ بے شمار تھیں کہاں تک
اقرار کرائی جاویں لہذا خاص دو میں کے بعد ایک عام اقرار لیا کہ۔ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ اور کون سنوارتا ہے امر کو اسطرح کہ اسکے ہر کام کا
انجام کمال حکمت کے ساتھ وہی ہوتا ہے جو اُس نے چاہا۔ حاصل یہ کہ تمام عالم کے امور کا کون متولی ہے۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ سو بالضرور
کہینگے کہ وہ اللہ تعالےٰ ہے۔ کیونکہ یہ اسقدر واضح و ظاہر ہے کہ اسکے انکار و مکابرہ کی گنجایش نہیں پاوینگے یہاں سے ظاہر ہے کہ دہریہ
وغیرہ بعض اقوام ایسے بیوقوف و بے انصاف ہیں کہ کفار عرب سے زیادہ جاہل ہو کر دہر کو ان امور کا فاعل کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خود
بخود باضطرار یہ سب کام ہو جاتے ہیں اور یہ محض حماقت ہے کیونکہ کمال حکمت و انتظام سے جملہ امور واقع ہوتے ہیں پس انصافاً و عقل یہی
کہ باختیار یہ امور اللہ تعالےٰ کی پیدائش سے ہیں جیسے مشرکین عرب قائل تھے لہذا تنبیہ فرمائی بقولہ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ پس اے محمد صلعم تو
کہہ دے کہ پھر بھلا ڈرتے نہیں ہو۔ یعنے اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنے میں ڈرتے نہیں ہو کہ تمہاری جانیں جب اپنے خالق مالک رازق
زندگی دینے والے کو چھوڑ کر یا اُس سے منہ موڑ کر اس کے ساتھ شرک کرینگی تو کیسے سخت عذاب میں پڑینگے پس نصیحت مانو اور اپنے کو
اس کے صفات کاملہ سے ٹھیک ٹھیک پہچانو کہ وہ ہر نقص سے پاک ہے اور کسی کو اس کی درگاہ میں شرک کی مجال ہی نہیں۔ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ
یہی ہے اللہ تعالےٰ۔ رَبُّكُمُ الْحَقُّ۔ رب تمہارا سچا یعنی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا اور رازق و مالک اور سب عالم و اسکے امور کی
تدبیر کرنے والا وہی مستحق عبادت ہے یعنے عبادت اسی کے لیے سچ و صحیح ہے وہی تمہارا سچا رب ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ
سو حق کے پیچھے اور کیا ہے سوائے بھٹکنے کے۔ یعنے جب حق معلوم ہو گیا تو اُس کے سوائے جو کچھ ہو وہ گمراہی ہے پس بتوں کا پوجنا اور
ہر طرح شرک کرنا سب ضلالت ہے لہذا جس نے اللہ تعالےٰ کی توحید اور اس کی عبادت سے تجاوز کیا وہ گمراہ ہوا۔ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ
پھر تم کہاں کو پھیرے جاتے ہو یعنے توحید چھوڑ کر ضلالت میں کہاں جاتے ہو کیونکہ تمہارے اعمال کا انجام دائمی عذاب جہنم ہو۔ كَذٰلِكَ حَقَّتْ
كَلِمَتُ رَبِّكَ اسی طرح حق ہوا کلمہ تیرے پروردگار کا یعنی جیسے ربوبیت خالص اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے حق و ثابت ہوئی اسیطرح ثابت ہوا
کلمہ یعنے حکم تیرے پروردگار کا۔ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا ان لوگوں پر جنھوں نے فسق کیا یعنے حد عبودیت سے کفر کی طرف نکل بھاگے۔ پھر وہ کلمہ یہ
ہو کہ۔ اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ البتہ وے فاسق لوگ ایمان نہیں لاوینگے یا قولہ انہم بمعنے لانہم ہو تو حق و ثابت ہو جانے کی یہ علت ہوگی یعنے اس سبب سے
حق ہوا کہ وے لوگ ایمان نہ لاوینگے یعنی انپر عذاب ثابت و محقق ہو گیا ہو۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ فذلکم اللّٰہ ربکم الحق۔ اسمیں بیان ہو کہ حق تعالےٰ
کے نور شہود سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہو وہ بلا شک و شبہہ کہ کشف ذات و صفات دیدار و نشان صفت ہو پس معنی قولہ فذلکم اللّٰہ ربکم الخ یعنی وہی حق بلا شبہہ
و بلا تشبیہ و بدون تعطیل ہو یعنی جیسے کفار یونان کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ عقل اول کو پیدا کرنے کے بعد کچھ پیدا نہیں کر سکتا بلکہ معطل ہو تو یہ کفر صریح و تعطیل محض و
ضلالت واضحہ ہو پس جسنے اشیاء و شواہد کو جو محسوس ہیں اس شناخت سے نہ پہچانا یعنے رب عز و جل کی وحدانیت ان مخلوقات سے مشاہدہ نہ کی اور ان
چیزوں کو اسکے شواہد نہ سمجھا وہ گمراہ از مشاہدہ و اندھا و گرداب قہر میں غرق ہو چنانچہ فرمایا قولہ فماذا بعد الحق الا الضلال پس جو کوئی معرفت حق سے محروم

ہوا وہ ضلال کے سوائے کچھ نہیں پاویگا اگرچہ ضلال کی راہیں بہت کثرت سے ہیں کیونکہ صراط مستقیم فقط ایک راہ ہے جیسے دو نقطہ کے بیچ میں خط مستقیم
ایک ہی ہوتا ہے اور ٹیڑھے خطوط بے شمار نکل سکتے ہیں پس جو کوئی طالب حق ہو وہ ضلال کی راہ سے جو ضرور دوری ہے کیونکر وصال حاصل کرے گا
لہذا فرمایا۔ فانی تصرفون یعنی وصال دار السلام و رضوان السلام چھوڑ کر دوری ضلال کی راہ سے کہاں اور کدھر جاتے ہو کسکو ڈھونڈھتے ہو واضح ہو
کہ مخلوقات و حادثات کو پھر جانے و گمراہی کے کوئی راہ ایسی نہیں کہ وہاں قہر الٰہی سے نجات پاوے۔ ہاں راہ مستقیم پر البتہ وصول کرامت و رحمت و نجات
از قہر و ملامت ہے۔ آشارہ قولہ من یرزقکم من السماء والارض۔ غذاء ارواح تو قرب و وصال ہے اور غذاء قلوب از نعماء عبودیت۔ اور کانوں کو سماع لذیذ
خطاب اور آنکھوں کو دیدار جمال ہے اور قولہ من یخرج الحی الخ۔ ارواح عارفہ پاکیزہ اسکی معرفت ذات و صفات کے ساتھ نور قدم کی حیات سے عدم سے زندہ
نکلتے ہیں اور قولہ یخرج المیت الخ یعنی دلوں سے مردہ سانس نکل جاتے ہیں جبکہ اسکی عظمت میں انکو بقاء قدم سے حیات جاودانی ہوتی ہے۔ قولہ من یدبر الامر
عارفوں کو معرفت دینا اور موحدوں کو آداب عبودیت و حقوق ربوبیت تعلیم کرنا اُسی پاک سبحانہ تعالےٰ کی تدبیر پاک ہے۔ اور قولہ فسیقولون اللہ۔ اہل کفر و ضلال
اس امر کو اضطراراً باوجود انکار باطنی کے کہتے ہیں اور اہل ایمان اسکو بنشاط قلب کہتے ہیں اور اشارہ ہے کہ جس بندہ کو مقامات مذکورہ بالا میں توفیق مشاہدہ
نصیب ہوئی وہ تحقیق کے ساتھ کہتا ہے۔ پھر قولہ افلا تتقون۔ سے خوف عظمت دلایا کہ حق تعالےٰ کے سوائے اور کسی طرف التفات نکریں اور اس کلام میں بہت
اخص اشارہ جسکو خاص خاص بندے سمجھتے ہیں یہ ہے کہ کشف صفات سے جب انوار قدم میں واصل ہوئے تو قدم کے سوا مت ڈھونڈھو کیونکہ وہاں
معادن ملکوت بے نہایت ہیں اور وہاں معرفت بندہ محض ہیچ ہے پس کوئی روح و کوئی بصیرت یہ مجال نہیں رکھتی کہ کچھ بھی احاطہ کر سکے حسین رح نے کہا کہ
عبادات سے مقصود وہی حق تعالےٰ ہے کوئی غیر اسکا شاہد نہیں اور کسی غیر سے سکا ادراک نہیں ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ حق کے بعد جب سب کو ضلال فرمایا
تو بندہ موحد کو روا نہیں ہے کہ کسی چیز کو توحید پر شاہد کرے کیونکہ جو چیز ہے وہ بعد الحق اور ضلال ہے تو ضلال کیسے واقف ہوا اور ضلال کیونکر اسکا وصف
کمال بیان کر سکے حسین رح نے کہا کہ حق وہی ہے کہ کسی قبیح کا استقباح نہیں کرتا اور کسی خوب کا استحسان نہیں تو اسکی طرف عود کیونکر کرے جو انہی سے شروع
اور اسی کی مخلوق ہو۔ بعض نے کہا کہ حق تو ان لوگوں کا راستہ ہے جو علم دین سے خلوص کے ساتھ عالم ہیں اور جنکو علماء سے بڑھکر عمل و تقویٰ بھی ہونے کی
وجہ سے حکمت حاصل ہوئی انکا راستہ حقیقت ہے پھر جو اولیا میں انکا راستہ تحقیق ہے اور حقائق التحقیق راہ انبیاء علیہم السلام ہے۔ قولہ فانی تصرفون یعنی
حق سے منھ موڑ کر غیر کی طرف کہاں جاتے ہو۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ تعالےٰ ومن یدبر الامر یعنی وہ کون ہے کہ ایجاد کرتا ہے اپنے امر کو اور اعادہ کرتا ہے
اسکو اوقات حادثہ مخلوقہ میں اپنے علم و حکمت کے موافق جاری فرماتا ہے پس جب حق تعالےٰ عزوجل نے کہدیا کہ من یدبر الامر یعنے اللہ تعالےٰ کے سوائے
کوئی بھی مدبر الامر نہیں ہو سکتا تو تمام عالم سے ملک زائل کر دی پس اب کسی بندے کو روا نہیں ہے کہ کہے کہ میرا کام یا میرا عمل طاعت وغیرہ بلکہ جو
کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرے۔ واضح ہو کہ گمراہی کا دروازہ لوگوں کا یہ غلط گمان کہ سوائے حق تعالےٰ کے بعض مخلوق بھی اپنے
اعمال پیدا کرنے یا اپنی تمناؤں کے موافق تدبیر کر لینے کی قدرت رکھتے ہیں حتی کہ سوائے اہل ایمان یعنے اہل السنۃ کے معتزلہ وغیرہ بکثرت فرقہائے اسلام
اس گمراہی میں پڑے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے کافروں پر رد کر دیا بقولہ تعم۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ

پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو پہلے بناوے پھر اسکو دوہراوے تو کہہ اللہ پہلے بناتا ہے پھر اسکو دوہراتا ہے

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ

سو کہاں سے الٹے جاتے ہو پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو راہ بتاوے صحیح تو کہہ اللہ راہ بتاتا ہے صحیح اب جو کوئی

يَهِدِّي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَن يُتَّبَعَ أَمَّن لَّا يَهِدِّي إِلَّا أَن يُهْدَىٰ ۖ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ

راہ بتارے صحیح اسکو چاہیے ماننا یا جو آپ نہ پاوے راہ مگر جب کوئی بتاوے سو کیا ہوا ہی تمکو کیسا انصاف کرتے ہو اور وہ

أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝

اکثر چلتے ہین سو اٹکل پر اٹکل کام نہین کرتی صحیح بات مین کچھ اللہ کو معلوم ہی جو کام کرتے ہین

قُلْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم تو کہہ اے محمد صلعم کہ بھلا ہی کوئی تمھارے شرکا مین سے مَّن يَبْدَأُ الْخَلْقَ جو ابداع کرکے خلق کو یعنے محض عدم سے وجود مین لاوے۔ ثُمَّ يُعِيدُهُ پھر اسی خلق کا اعادہ کرے یعنی مشرکون کو راہ دکھلائی کہ بھلا وہ چیزین جنکو تم الوہیت مین شریک کرتے ہو مانند بتون و ملائکہ و مسیح وغیرہ کے اور انکے لیے ایسے عظیمی امور ثابت کرتے ہو جو خاص خالق جل جلالہ کے سوا کسی شخص کے لیے صحیح نہین ہوسکتے ہین بھلا تمھارے ان شرکا مین سے کوئی ایسا ہی جسکو یہ قدرت حاصل ہو کہ خلق کو ایجاد کرے پھر جب چاہے فنا کرے پھر جب چاہے اسکو دوبارہ دے پس مخلوق پر اس خالق کی بندگی فرض ہوجاوے کیونکہ مخلوق اسی کو اپنا معبود بناوے جسنے اسکو خلق کیا پس جب اسطرح انکو تنبیہ فرمائی تو ضرور آنکھ اٹھا کر دیکھتے ہی یہی جواب دیا جائیگا کہ نہین تو انہین سے تو کوئی بھی ایسا نہین ہی بلکہ ہو نہین سکتا تب انکو انکے خالق جل سبحانہ کی معرفت بتلائی لقولہ قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ تو کہدے کہ اللہ تعالے عز و جل ہی کی یہ شان عظمت و کبریائی ہی کہ خلق کو ایجاد فرماتا ہی پھر اسکا اعادہ فرماتا ہی پس جب وہی خالق ہی تعالے شانہ اور تمام جو کچھ اسکے سوا ہے سب مخلوق ہی تو سب پر فرض و لازم ہی کہ اسی کی درگاہ مین سجدہ کرین اور اسی کی ثنا و صفت جہان تک ممکن ہو بیان کرین اور اسی کی بندگی کرین اور اسی کے واسطے الوہیت خاص کرین کیونکہ اسکی بارگاہ عظمت و جلال مین کسی کی شرکت نہین کیونکہ سب ہی مخلوق ہین لہذا تعجب سے فرمایا۔ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ اے کیف تصرفون عنہ الی المخلوق پھر بھلا تم کیونکر اس خالق عز و جل سے منھ موڑ کر مخلوق کی طرف شرک کرتے جاتے ہو۔ تؤفکون افک سے بمعنے صرف منھ موڑنا ہی یعنی پھر تم کہان منھ موڑے جاتے ہو۔ اور مراد یہ کہ اللہ تعالے ہی خالق پاک ہی پس وہی معبود آلہ ہی اور یہ بالکل صاف ظاہر ہی تو بڑا تعجب ہی کہ پھر دوسرے کسی مخلوق کو کسی امر مین جو عبادت و مخصوص بخالق عز و جل ہی کیون مستحق ٹھہرالیتے ہو اور کیون اپنے خالق عز و جل کی درگاہ مین یہ بہتان باندھتے ہو کہ اسکی یہ مخلوق بھی اسکی عبادت مین مستحق ہی۔ ابو السعود رح نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ یہ کلام ایک پوری دلیل اس امر کی ہی کہ خالص اللہ تعالے ہی کے لیے توحید و عبادت فرض ہی اور شرک بالکل باطل ہی اور طریقہ استدلال یہ ہی کہ الوہیت اسی کو ثابت ہی جو خالق و مالک ہی اور اللہ تعالے کے سوا کوئی خالق و مالک نہین پس اللہ تعالے کے سوا کوئی آلہ نہین کہ وہی پاک سبحانہ تعالے مُبدی و مُعید ہی اور اسکے سوا جو کوئی ہو سب مخلوق و بندے ہین پس کسی دوسرے مین الوہیت نہین ہوسکتی ہی اور یہ حجت نہایت کامل اور بہت ہی کھلی ہوئی ہی اسیواسطے آخر مین سمجھدار بندون کو تعجب دلاتا ہی مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر اس کلام کی تفسیر مین بہت صاف ہی اور یہ حجت ارشادی ہی یعنے ہدایت و رہنمائی ایسے کلام سے فرمائی کہ دلیل کے ساتھ اللہ تعالے کی توحید کو برحق سمجھین اور اپنے شرک طریقہ کو جھوٹا و باطل جانلین اور بیضاوی رح وغیرہ بعضے مفسرین نے اسکو حجت الزامی قرار دیا جسکا حاصل یہ ہوگا کہ الوہیت اسی کو ہوتی ہی جو خلق کو ایجاد کرے اور اعادہ کرے اور وہ فقط اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہی تو دوسرے کسی کو الوہیت نہین چنانچہ استفہام انکاری کے طور پر پوچھا کہ ہل من شرکائکم الخ یعنے تمھارے شرکا مین سے کوئی مبدی و معید ہی یعنے کوئی نہین ہی۔ اس صورت مین یہ سوال ہوتا ہی کہ مشرکین مکہ وغیرہ بھی اس خطاب مین شامل ہین بلکہ پہلے انکو خطاب ہی اور باقی تمام جہان کے مشرک قیامت تک شامل ہین اور یہ مشرکین اس بات کے معتقد نہ تھے کہ اعادہ واقع ہوگا یعنی دنیاوی زندگی سے مرجانے کے بعد پھر قیامت کے لیے اٹھائے جانے و اعادہ کیے جانے کو مانتے نہ تھے تو انپر یہ الزام

کیونکر پورا ہوگا کیونکہ الزام اسی طرح ہوتا ہے کہ مخاطب کی مانی ہوئی باتون سے اسپر باطل ہونے کا اثبات پہونچایا جاوے اور جواب اسکا بیضاوی رحمہ نے یہ دیا کہ اعادہ سے بھی ابدا کے مثل اسپر الزام قائم ہونا اسی وجہ سے ہے کہ اعادہ واقع ہونے کی یا ٹھیک ہونے کی حجتین نہایت واضح وبہت قوی قائم ہین اگرچہ وے ہٹ دھرمی سے اقرار نہین کرتے تھے۔ اسیواسطے رسول اللہ صلعم کو حکم دیا کہ انکی طرف سے جواب دے بقولہ قل اللہ یبدئ الخلق الخ۔ کیونکہ کافر قوم تو اعتدال سے برگشتہ ہوکر جھگڑالو ہوجاتے ہین تو یہ غضب انکو کب چھوڑے گا کہ ایسا اقرار کرین مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کے موافق جواب مین انحصار کے معنے لینا ضرور ہونگے یعنے اللہ تعالے ہی وہ ہے کہ ابدا و اعادہ فرماتا ہے کما لا یخفی علی المتامل۔ اور پہلی صورت مین جبکہ حجت ارشادی ہووے کوئی تکلف نہین ہوتا کہ جواب مین مشرکین کی طرف سے نیابت ہو یا انحصار نکالا جاوے اور اگر کوئی وہم کرے کہ پہلی صورت مین بھی خطاب مشرکون کو ہے جو اعادہ کے لیے دوبارہ پیدا کیے جانے کے کیسے قائل نہ تھے تو جواب یہ ہے کہ ہان قائل ہون یا نہون کچھ مضائقہ نہین ہے کیونکہ انکو ہوشیار کیا کہ بھلا کوئی اُن چیزون مین سے جنکو تم پوجتے ہو ایسی صفت والا ہے کہ پیدا کرسکے اور پھر اعادہ کرسکے پس جب انکو نہین ملا اور ہرگز نہین مل سکتا تو آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل پاک معبود خالق مبدی و معید ہے پھر تم کہان کو منہ موڑے جاتے ہو۔ رہا یہ وسوسہ شیطان کہ جو مشرکون کو دامنگیر تھا کہ یہ چیزین جنسے شرک کرتے تھے انکے لیے سفارشی ہین اور انکی امیدین برلانے والے اور انکے گناہون کا کفارہ وغیرہ ہین تو اسکو بھی دفع فرمایا۔ بقولہ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ تو کہہ یعنے انکو ارشاد کر اور راہ دکھلا اور ہوشیار کر کہ ہے کوئی تمھارے شرکا مین سے مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ جو ہدایت کردے حق کی۔ ٹھیک راہ بتاوے اسطرح کہ جیون کو پیدا کردے جیسے اللہ تعالے نے دلائل اپنے توحید کے تمام مخلوقات پر ظاہر کردیے اور مثلاً دوبارہ مردون کے اعادہ پر دلیل بتلائی کہ جس نے ابتدا ئً پیدا کیا وہ اعادہ پر بخوبی قادر ہے اور بے شمار درخت پیدا کیے کہ انکے بیج گر کر زمین مین ہلاک ہوجاتے ہین پھر جب رحمت سے پانی بارش کے موسم کا برسایا تو اُگتے ہین پس تمام مخلوقات اسکی وحدانیت پر دلیل ہے تعالے اللہ علوا کبیرا اور جیسے رسولون کو ہدایت کے لیے بھیجا اور کمال یہ کہ توفیق عطا فرمائی اور عجیب قدرت دکھلائی کہ مدعی عقل کو جب ہدایت نہ دی تو وہ بدتر دجال اور زمانہ کے گمراہون کا سردار ہوگیا اگر بندہ ضعیف عاجز کو اپنی ہدایت سے سرفراز کرکے ایمان پر خاتمہ بخیر فرمایا۔ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ تو کہدے یعنے ہدایت کردے کہ اللہ تعالے پاک قادر ہے ہدایت فرماتا ہے حق کی۔ یعنی جب شرک کرنے والون نے دیکھ لیا کہ انکے شرکا مین سے کسی کو یہ قدرت نہین کہ جسکو چاہے ہدایت کرے حتی کہ جن جن سے مشرکون نے اشراک کیا انہین سے مسیح و ملائکہ اشراف ہین حالانکہ مسیح سے شرک کرنے والے خود قائل ہین کہ یہود نے انکو سولی دیدی اگرچہ انکا زعم غلط ہے لیکن عدم قدرت تو ظاہر ہوگئی کہ یہود کو ہدایت نہ دے سکے پس الوہیت سواے اللہ تعالے کے کسی مین ممکن نہین ہے پس فرض ہے کہ عبادت خالص اللہ تعالے وحدہ لاشریک کے لیے رکھین اور تمام عالم کو اسکی مخلوق و بندہ جان لین اسلئے فرمایا۔ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ سو بھلا جو کوئی ہدایت کرے حق کی۔ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ وہی لائق اسکے ہے کہ اسکی پیروی کیجاوے۔ أَمَّنْ لَا يَهِدِّي إِلَّا أَنْ يُهْدَى یا وہ کہ جو راہ نہین پاتا مگر اسطرح کہ راہ پر لگا دیا جاوے۔ یعنی حق تعالے عزوجل نے تم کو سمجھ عطا فرمائی ہے پس تم سمجھ دیکھو کہ دو شخص ہین ایک ایسا ہے کہ اسکو قدرت کاملہ حاصل ہے وہ مخلوق کو ٹھیک راہ کی ہدایت کردیتا ہے اور دوسرا ایسا عاجز و زبون ہے کہ دوسرے کو راہ کیا بتلاوے خود ہی کسی طرح راہ نہین پاتا ہان کوئی دوسرا اسکو راہ پر لگاوے یا وہی کھینچ لیجاوے تو چلا جاوے پس بتلاؤ کہ جسکو ذرا بھی سمجھ ہے وہ ان دونون مین سے کسکی پیروی کریگا پس تم بھی معذور نہین ہو کیونکہ ضرور اسی کی پیروی کرنی فرض ہے جو قدرت کاملہ ہدایت کی رکھتا ہے اور تم جان چکے کہ اللہ تعالے وہی خلاق علیم ہادی ہے۔ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ پھر تم کو کیا ہوا تم کیونکر حکم

لگاتے ہو یعنی ایسی صاف صاف بات جسکے سمجھنے میں کوئی معذور نہیں ہوسکتا تم بالکل بے عقل بن گئے اور اسکے برخلاف تم نے بتون وغیرہ کی
پیروی اختیار کی۔ اور سچ دیکھو تو ملائکہ و عیسیٰ علیہم السلام کا یہ حال ہے کہ خود کچھ قدرت نہیں رکھتے ہیں ہان جب اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے انکو
راہ بتلا دی تو اسپر چلے گئے اور بتون کو تو یہ بھی استطاعت نہیں کہ راہ پر لگا دینے سے چل سکیں بلکہ دوسرا انکو لنگڑون تپھرون کی طرح کہیں
اُٹھائے لیے جاوے۔ اس آیت سے بہت سے فوائد نکلتے ہیں از انجملہ یہ ہے کہ جو راہ اللہ تعالیٰ نے بتلا دی ہے بواسطہ اپنے رسول کریم محمد مصطفےٰ صلے اللہ بدعت
علیہ وسلم کے وہی تو سیدھی راہ ہے اور اس سے کسی بات میں کمی کرنا یا بڑھانا سب بھٹکنا اور گمراہی کی پیروی ہے اسیواسطے حدیث صحیح میں ثابت
ہے کہ جو کوئی دین میں کوئی کام ایسا نکالے جو قرآن یا حدیث سے ثابت نہیں اور یہ سمجھے کہ یہ راہ ثواب ہے تو یہ مردود ہے اور صحیح ثابت ہے کہ ہر بدعت
گمراہی ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ خالق جملہ افعال اللہ تعالیٰ ہے کیونکہ شرکا کو جنمین مسیح و ملائکہ بھی ہین خود اپنی راہ ٹھیک حاصل کرنیوالا بھی نہیں توحید
قرار دیا اور خود فرمایا۔ واللہ خلقکم وما تعملون الآیۃ پس ظاہر ہو گیا کہ خالق افعال بندہ نہیں بلکہ کاسب ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ کسی بات کے حکم لگانے
مین بندہ گنہگار ہے مگر وہ احکام جو اللہ تعالیٰ و اسکے رسول صلعم کے فرمانے یا اجازت یا اباحت سے معلوم ہوئے۔ وقد قال تعالیٰ ان الحکم الا للہ
پس جو کوئی معرفت وغیرہ کسی مین خلاف شریعت حکم لگاوے وہ حکم مردود ہے۔ از انجملہ یہ ہے کہ جس کسی مخلوق کیطرف شرک لوگ التجا لیجاوین انکی
جہالت ہے کیونکہ انکے شرکا خود ہدایت نہیں ہین اور بے رضاء الٰہی اُنسے کوئی جنبش نہیں ہوسکتی پس خالق عزوجل عادل رحیم کریم سمیع و بصیر کی رضا
جوئی فرض ہے۔ واضح ہو کہ مصدر ہدایت جیسے حرف الی سے متعدی ہوتا ہے بسبب تضمن معنی انتہا کے کما یقال ہداہ الی الحق ویسے ہی لام سے متعدی
ہوتا ہے تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ ہدایت کی وہی انتہا ہے اور وہی کمال مقصود ہے لہذا اجناب باری تعالیٰ مین دونون طرح اسناد کیا گیا اور
واضح ہو کہ قولہ امن لا یہدی مین کئی قرأتین ہین اول بفتح یا و کسر ہا و دال مشدد اور یہی یعقوب و حفص کی قرأت ہے اور ابن کثیر و نافع
رحمہ اللہ اور ابن عامر نے بفتح ہا پڑھا اور اصل مین یہتدی تھا پس تا فوقانیہ کو ہا مین ادغام کر کے بقرأت اول بسبب التقاء ساکنین کسرہ
دیا اور بقرأت ثانیہ تا کی حرکت سے فتحہ دیا اور ابوعمرو نے خالی ادغام کے ساتھ پڑھا اور التقاء ساکنین کی کچھ پروا نہین کی کیونکہ جو مدغم ہو
مانند متحرک ہے۔ اور قالون نے نافع سے یہی روایت کی ہے اور ابوبکر نے یا وہا و دال سب کو باتباع کسرہ دیا معنی قولہ امن لا یہدی الا
ان یہدی اے ام الذی لا یہدی الا ان یہدی یعنی کیا وہ شخص پیروی کرنے کے لائق ہے جو اپنے آپ راہ نہیں پاتا مگر جب ہی کہ اسکو
راہ بتلائی جاوے یا وہ دوسرے کو راہ نہیں بتلا سکتا مگر جبھی کہ اس کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے۔ قال البیضاوی رحہ شرکون نے جنکو
شرکا بنایا ہے ان مین سے جو سب سے اشرف ہے جیسے ملائکہ اور مسیح یہ اُن کا حال ہے کہ کسی کو ہدایت کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہین اور
زجاج رحہ نے کہا کہ قولہ فما لکم۔ پورا کلام ہے یعنے بتون کے پوجنے میں تمھین کیا فائدہ ملتا ہے پھر اُنسے کہا گیا کہ کیف تحکمون۔ یعنے جو صریح
باطل ہے اُس مین تم کیسے حکم لگاتے ہو کیونکہ تمھارے شرکا کو نہ کسی کام کی قدرت اور نہ کچھ ہدایت مگر جب ہی کہ اللہ تعالیٰ ہدایت فرماوے
تو وہی پاک سبحانہٗ تعالیٰ ہادی اور کارساز ہوا پھر شرک بے فائدہ اور توحید فرض ہے اور واضح ہو کہ بہت بڑا فائدہ اس کلام پاک سے یہ
حاصل ہوا کہ آدمی کے واسطے گمراہی کی جڑ یہ ہوئی کہ اُس نے اپنی عقل و حواس سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے موافق کام نہ لیا بلکہ اپنی عقل کو
یا تو ہدایت مین مستقل سمجھا جیسے دہریہ و فلاسفہ یونان گمراہ ہوئے اور یا اُس نے معرفت الٰہی مین اپنی طرف سے کچھ حکم لگائے اور وہ احکام جناب
باری تعالیٰ کی شان مین محال ہین تو لا محالہ انکا مرجع کسی ایسی چیز کی طرف ہوا جسمین یہ باتین جو انھون نے نکالی ہین پائی جاوین اور اللہ تعالیٰ
عزوجل کی طرف ہرگز نہ ہوا اگرچہ وے لوگ زبان سے اللہ تعالیٰ کا اقرار کرین اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَمَا یَتَّبِعُ

أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا اور نہین پیروی کرتے ان مین کے بہتیرے مگر اپنے گمان کی یعنی تمام مشرکین دو قسم کے ہین بعضے تو بالکل اللہ تعالے کا اقرار نہین کرتے جیسے دہریے وغیرہ اور بہتیرے اس قسم کے ہین کہ زبان سے اللہ تعالے کا اقرار کرتے ہین لیکن اس اقرار مین انکو اپنے گمان کی پیروی ہے چنانچہ جو کچھ انھون نے اپنے گمان مین ٹھہرالیا اُسی کے پیچھے چلے جاتے ہین جیسے مشرکین عرب نے بتون کو امر الٰہی مین شریک سمجھ لیا یا نصرانیون نے عیسیٰ علیہ السلام کو بیٹا یا اپنے گناہون کا کفارہ گمان کرکے اپنے گمان کی پیروی اختیار کی اور جب یہ دیکھا جائے کہ یہ گمان کہان سے نکالا گیا تو صاف کھلتا ہے کہ کچھ اوہام اور خیالات پر اس کا مدار ہے چنانچہ وہمی مشارکت کی وجہ سے خالق کو مخلوق پر یا غائب کو حاضر پر قیاس کرکے اللہ تعالے کی درگاہ مین ایسے گمان باندھے جیسے مثلاً مشرکین عرب نے اللہ تعالے کو دنیاوی بادشاہون پر یون قیاس کیا کہ رعیت کی حاجتین وزیر و دیگر اہل کار بادشاہ کے حضور مین پہونچا کر حکم حاصل کر لیتے ہین لہذا وزیرون کی خوشامد کرنی ضرور ہے پس انھون نے بتون کی پرستش اپنے اوپر لازم کر لی حالانکہ اللہ تعالے کو خالق اقرار کرتے تھے اس سے ظاہر ہو گیا کہ ایسے مشرکون نے اللہ تعالے کو نہین پہچانا بلکہ ایسے خدا کو اپنے ذہن مین گڑھ لیا کہ جو محتاج و بے خبر ہے اور اللہ تعالے شانہ جب ہر طرح کے نقص اور عیب سے پاک ہے تو کوئی مشرک اسکا اقرار کرنے والا نہوا بلکہ اپنے گمان کا پیرو ہوا اسیواسطے فرمایا کہ بہتیرے نہین کہ اللہ تعالے کا اقرار کرنے مین حق بات و سچے اوصاف کی پیروی نہین کرتے بلکہ اپنے گمان کی پیروی کرتے ہین۔ قال تعالے إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا البتہ گمان کچھ بھی کفایت نہین کرتا حق سے یعنی جو بات حق ہے اسکے حاصل ہوجانے مین گمان کچھ کارآمد نہین بلکہ جو کچھ اللہ تعالے اپنی معرفت بھیجے اُسی کی پیروی عین ایمان ہے اور وہ اسطرح ہوتی ہے کہ رسول پر وحی بھیجکر آگاہ فرماتا ہے اسیواسطے رسول خالص وحی کی پابندی فرماتا ہے۔ کما فی قولہ تعالے ان اتبع الا ما یوحی الی الآیۃ۔ اور چونکہ یہ معرفت بغیر وحی کے حاصل نہین ہوسکتی اسی واسطے بغیر رسول بھیجنے کے کسی پر عذاب نہین فرمایا۔ کما فی قولہ۔ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا الآیۃ۔ بعض علماء نے قولہ واتبع اکثرہم الخ کی تفسیر مین یون کہا کہ اکثر سے مراد کل مشرکین ہین یعنی نہین پیروی کرتے سب مشرکین اپنے اصل اعتقاد مین مگر گمان کی اور بعض نے کہا کہ اکثر سے وے مشرکین مراد ہین جو خالی اپنے باپ دادا کی تقلید پر راضی نہوے بلکہ کچھ فکر و نظر دوڑائی پاوے لوگ مراد ہین جو معرفت الٰہی مین اپنے باپ دادون کی تقلید پر جہالت سے راضی ہوے اور بعضے جان بوجھ کر دنیا کی خواہش سے سرکشی و عناد کرنے لگے وقال الرازی رحمہ اللہ قول اول بہتر ہے اسلئے کہ لفظ اکثر اپنے معنے پر رہتا ہے اور حق سے مراد یقین اور سچا اعتقاد ہے لہذا بیضاوی رحمہ نے کہا کہ یہ صریح دلیل ہے کہ اعتقادات مین گمان کچھ کافی نہین ہے بلکہ امر یقینی ہونا چاہیے اور خالی تقلید اور گمان پر کفایت کرنا جائز نہین ہے اور یہ بھی دلیل پائی گئی کہ اعتقادات مین یقین حاصل کرنا فرض ہے لہذا آدمی جبھی مومن ہوگا کہ جو باتین اعتقادی ہین انکو معلوم کرکے اُنپر ٹھیک یقین لاوے خالی سنے پر یا تقلید پر اکتفا نہ کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ بڑا افسوس ہے کہ اس زمانہ مین بہت کثرت سے مسلمان اپنے خیال و گمان کے پابندی پر ایسی باتون کے معتقد ہین جو جناب باری تعالے مین جائز نہین اور بہتیرے معرفت صفات الٰہی سے بے خبر ہین جسے نام مسلمان کہلانے پر راضی ہین حالانکہ اللہ تعالے نے صاف مشرکون پر رد فرمایا کہ اللہ تعالے کا اقرار کرتے ہین لیکن اسکی شان مین گمان کے پابند ہین حق بات کا علم و یقین نہین رکھتے حالانکہ گمان سے کچھ بھی حق حاصل نہین ہوتا ہے پھر تہدید فرمائی بقولہ۔ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ بیشک اللہ خوب جانتا ہے جو وے کرتے ہین یعنے گمان کی پیروی کرنا اور وحی الٰہی سے منھ موڑنا یہ سب اللہ تعالے کو خوب معلوم ہے اور حاصل یہ کہ روز جزا انکو بلکہ مرتے ہی اپنی نافرمانی و بد اعتقادی کا بدلا پاوینگے اگر کوئی کہے کہ مسائل فقیہ کے دلائل ظنی ہوتے ہین اور ظن کی اتباع کافی نہین۔ پھر کیونکر عمل کرنا جائز ہے تو جواب یہ ہے کہ بندہ پر اپنے خالق کی بندگی فرض ہے پس خالق کو یقینی قطعی وحی الٰہی سے پہچان لینا فرض ہوا

اور اس جاننے مین گمان محض بیفائدہ ہو کیونکہ گمان سے اپنے خالق کو نہین پہچان سکتا ہو لہذا معرفت و اعتقاد کے مسائل جنمین یقین ہونا ضرور ہے وہان گمان نہین کافی ہے۔ اب رہے عبادت کے اعمال تو اُن مین بعض قطعی ہین جیسے پانچ وقت کی نمازین اور انکی رکعتون کی تعداد وغیرہ جو آگاہ کرانے سے معلوم ہوئے ہین اور باقی کچھ افعال جیسے آمین زور سے کہنا یا آہستہ کہنا اور جیسے ہاتھ اُٹھانا یا نہ اُٹھانا ان مین ظنی دلیل پر اکتفا کرنا قطعی دلیل سے معلوم ہو گیا ہے تو ثابت یہ ہوا کہ ہمارے دین کا مدار سب قطعی طور سے ہے اور مفسر رح وغیرہ بعض علماء نے آیت مین تخصیص کی اس طرح کہ جہان یقین چاہئے وہان گمان نہین کافی ہے لہذا سوائے اعتقادات کے احکام فرعیہ اس سے مستثنیٰ ہو گئے ولیکن مترجم نے اسکو پسند نہین کیا اس لیے کہ تکلف کی کوئی ضرورت نہین ہو چنانچہ جو کچھ اُس نے اوپر جواب لکھا ہو اُس مین غور کرنے سے حق صاف کھل جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ف۔ و فی العرائس قولہ تعالے قل ہل من شرکائکم من یبدؤا الخلق ثم یعیدہ یہان دلیل قطعی سے ثابت کر دیا کہ جو کچھ مخلوقات ہے سب محتاج ہے کوئی یہ قدرت نہین رکھتی کہ حضرت قدیم عزوجل سے مزاحم ہو اور کیونکر کفار بیوقوف محض عاجز چیزون کو پاک معبود جل شانہ سے شریک کرتے ہین بیچاری مخلوق کو موجود یا معدوم کرنے کی قدرت کہان سے آئی وے خود جلال قدم کے سامنے درحقیقت معدوم ہین ان مین سے کوئی بھی خود قائم نہین بلکہ بذات قدیم الحی القیوم انکا قیام ہے اس کلام سے ان مشرکون کو رد کیا جو اللہ تعالے کے سوا دوسری چیزون پر توجہ کرتے ہین پھر مشرک جاہل کو اپنی پاک ذات سے آگاہ فرمایا کہ جو باتین و جو چیزین ظاہر ہوتی ہین ان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالے ہی پاک پروردگار ہے پس عدم کو تمام صفات کشف فرما کر شہود کے وجود سے ابدا کیا پھر انوار عظمت و ہیبت کو مسلط فرما کر تمام حوادث کو عزت جلال کے تحت مین مضمحل فرما دیگا پھر جمال بقاء کشف فرما کر انکو اعادہ کریگا پس اسکی ابقاء سرمدی سے انکو دوام بقاء ہوگی چنانچہ اہل العدل کو دوام راحت و مقام جنت مین بقاء ہوگی اور اہل الجدل والعدول کو دوام عذاب و محنت مین بقاء ہوگی بالجملہ تمام تصریفات اسی کی ارادت و مشیت قدیمہ کے موافق جاری ہے۔ اشارہ یہان یہ ہے کہ انوار قیومیت عارفون کے دلون مین پیدا کر کے اس کے لطائف سے حقائق معرفت ظاہر فرماتا ہو پھر سطوات جلال سے ایسا فنا کر دیتا ہے کہ سوائے معروف کے کچھ نہین باقی رہتا پس تجلی جمال سے بقاء اعادہ فرماتا ہو۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ اظہار قدرت سے ابدا فرماتا ہو تو معدوم موجود ہو جاتا ہو پھر اظہار ہیبت سے اعادہ فرمائیگا تو موجود معدوم ہو کر موجود ہو جائیگا۔ قولہ تعالے قل ہل من شرکائکم من یہدی الی الحق الآیہ پہلی آیت اس آیت کی تصدیق ہے کیونکہ ہادی وہی ہوگا جس نے سب کو پیدا کیا اور وہ ازلی مقدس قدیم ہے پس جیسے قدرت قدیمہ اسکا وصف ہو ویسے ہی ہدایت ابدیہ اسکی شان ہے پس اپنے وجود پاک کے انوار اپنے اولیاء پر کشف فرماتا ہے تو حقائق عبودیت سے آگاہ اور آداب شریعت سے متادب ہو جاتے ہین اور اشارہ ہے کہ اللہ تعالے وہی حق ہو اور ازل مین اہل اصطفاء کو محقق فرمایا کہ نظر انکی اغیار سے اُٹھ گئی اور انکو حقیقت دیدی کہ محبت و شوق کے ساتھ کتاب اللہ تعالے و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع و اقتدا کرتے ہین۔ قولہ تعالے افمن یہدی الی الحق احق ان یتبع الآیہ حسین رح نے کہا کہ حق از حق و از جہت حق ہے اور وہ قائم الحق مع الحق ہے اور نہین سوائے اسکے اِلّا دیدار حق۔ پھر حق تعالے نے آگاہ فرمایا کہ اہل الشرک کو ادراک حق سے کچھ حاصل نہین بلکہ وے توہم نفوس و ناکچی ظنون مین گرفتار ہین کما قال تعالے وما یتبع اکثرہم الا ظنا۔ اس آیت کریمہ کا ظاہر تو ایسی قوم کے واسطے ہے جو رحمت حق سے مطرود ہین اور اہل الحق نے آیت کچھ اشارات پائے ہین از انجملہ یہ کہ عقول کو آیات سے حجاب ہے اور قلوب کو ذات سے اور ارواح کو راحتون سے اور نفوس کو شہوات سے حجاب ہے اور اسرار باطنہ کا حجاب خطرات ہین اور سب مین سے کسی نے سوائے سوم افعال کے درگاہ کبریائی سے کوئی علم نہین پایا اور ان مین سے کسی پر سوائے سایۂ ملکوت اور تصرفات جبروت کے کوئی سایہ نہین پڑا بھلا کہان تاب ہے

کہ حادث کو کنہ قدم کا ادراک ہو سکے اور ذات واحد تعالیٰ شانہٗ بذات خود بدرجۂ کمال ہے کسی عقل یا سر باطن یا وسوسہ خاطر کو مجال نہیں کہ اسکی حقیقت وجود پر مطلع ہو ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ ہان تمام لوگ جو صراط مستقیم سے کج چلتے ہیں وے اقرار خالق تعالیٰ میں اپنے خیالات وظنون کے پابند ہیں اور رہے وہ لوگ جو طریق وحی و رسالت سے معرفت الٰہی سبحانہ کے یقین رکھنے والے ہیں وے کسی اعتقاد میں وہم و خیال کے پابند نہیں بلکہ نور حق سے انکو بینائی حاصل ہے اور وے معرفت و توحید کی راہ میں اپنے خیالات وظنون وعقول واسرار سے بیزار ہو کر ایمان الٰہی تعالیٰ کے مومن ہیں کما فی قولہ تعالیٰ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی الآیۃ بلکہ بحر ازل و ابد میں نور حق کے ساتھ مستغرق ہیں پھر بھی ایک قطرہ وصول بحقائق سے انکو تری وہی نہیں ملی بلکہ دریا کے دریا پیتے چلے جاتے ہیں اور ہنوز ویسے ہی پیاسے ہیں ؎ عجب کہ برآب فادرند ✽ کہ بر ساحل نیل مستسقی اند ✽ اور تمام زمانہ غیر متناہی تک انکا یہی حال رہیگا۔ بھلا اہل حدوث کو قدم الرحمٰن تک کب رسائی ہو اور حال تو یہ ہے کہ وہ حق سبحانہ تعالیٰ ہر اتصال و انفصال سے پاک منزہ ہو۔ شیخ جنید رح نے اس آیت میں کہا کہ ارباب توحید حتی کہ شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہ پر یہ حال گزرا کہ حقائق توحید میں دنیا سے خالی تو ہم پر نکلے ہیں اور ایسا ہی شیخ واسطی رح کا مقولہ ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ شیخ جنید رح و شیخ واسطی رح کی مراد یہ ہو کہ حقیقت توحید اس کمال پر پاک منزہ ہو کہ بڑے بڑے اکابر اولیاء اللہ تعالیٰ جو واصل سمجھے جاتے ہیں وے اپنے آپ کو عارف کی جگہ محض جاہل جانتے تھے کیونکہ معارف حق سبحانہ تعالیٰ غیر متناہی ہیں پس جب کسی بندہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے قبول فرما کر اسپر دروازۂ معارف کھول دیا تو لحظہ بلحظہ ہزارہا معارف پر آگاہ ہوتا ہو کہ قیل ؎ سیر عارف در دمی تا تخت شاہ ✽ لیکن جسقدر عروج ہوتا ہو اسیقدر کمال ذات باری تعالیٰ عز و جل کو بعید و بے پایان دیکھ کر اپنے آپ کو محض نادان و گنہگار و حقیر و بعید جانتا جاتا ہو چنانچہ ظاہری علوم کو دیکھو کہ ہر جاہل اپنے خیالات میں مغرور ہو اور ہر عالم اپنے علم سے اپنے خالق تعالیٰ شانہ کے سامنے ہر دم عاجز و ہیچ و مجبور ہو اور لحظہ بلحظہ خوفناک و متواضع و انکساری بڑھانے والا اور عظمت الٰہی پر ایمان بڑھانے والا رہتا ہو حالانکہ یہ عالم مذکور ہنوز طفل مکتب ہو اسکو حقائق و اسرار کی خوشبو بھی نہیں پہونچی ہو پس جب حقائق معارف سے آگاہ ہو تو اپنے آپ کو محض نادان و نابود جانے بلکہ سوائے حق تعالیٰ کے بقا نہ رکھے اور یہ سب کبھی اپنا ہی خیال ہوگا لہذا حقیقت عرفان حق منحصر بحق عز و جل ہو اور یہی ہر دو شیخ رحمہما اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہو اور مترجم نے اس قدر عبارت لکھکر آخر یہ اقرار کیا کہ یہان عبارت کو گنجایش نہیں ہے جسکو اللہ تعالیٰ توفیق دے وہ سمجھ لے وہو الہادی والموفق والیہ المرجع والمآب شیخ نے لکھا کہ بڑے اکابر اولیاء الٰہی اسی گریہ و زاری میں دنیا سے گئے کہ وے اپنے گمان کے پابند ہیں لوگ جانتے ہیں کہ وے واصل ہوگئے حالانکہ وے مقام انفصال میں ایسے حال سے ہیں کہ نہ وہان وصل ہے نہ فصل ہے وہ ذات پاک تعالیٰ شانہ درحقیقت وہ ذات ہو کہ وہان وصل کو گنجایش نہیں جیسے وہان فصل محال ہو بالجملہ جو کچھ کسی مخلوق کی عقل و وہم و خیال میں آوے وہان سب محال ہے ؎ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ✽ وز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم ✽ دفتر تمام گشت و بپایان رسید عمر ✽ ما ہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم ✽ شیخ ابو حفص رح سے توکل کی حقیقت پوچھی گئی تو جواب دیا کہ بھلا ہم بندے کہان کسی چیز کی حقیقت میں گفتگو کر سکتے ہیں دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وما یتبع اکثرہم الا ظنا۔ اور شیخ ابو عثمان رح سے پوچھا گیا کہ ظن کیا چیز ہے تو فرمایا کہ نفس اپنی مراد حاصل کرنے میں کچھ خیالات باندھتا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ راہ حق سوائے اس کے نہیں کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول محمد صلعم نے فرمایا اسپر یقین کرے ورنہ جو کچھ خیال میں لاویگا سب وہم و خیال ہوگا کیونکہ معرفت ذات و صفات حق جل جلالہ کو کوئی مخلوق اپنے قدر انداز سے بالکل بھی نہیں جان سکتا بھلا یہ نہیں دیکھتے کہ کمہار نے جو برتن بنایا وہ برتن کسی طرح کمہار کی معرفت و حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتا حالانکہ برتن و کمہار دونون درحقیقت مٹی کے پتلے ہیں

اور ایک ہی ذات ہیں درمیان تو خالق و مخلوق میں کچھ نسبت ہی نہیں ہے لہذا جو کچھ خالق ذوالجلال والاکرام نے وحی خاص سے آگاہ فرمایا اسی پر یقین وایمان لاویں واللہ تعالے ہو الموفق اللہم ربی توفنی علی الایمان والاسلام۔ رہا یہ امر کہ وحی الٰہی پہچان لینا کیونکر حاصل ہو تو روح نورانی کلام ربانی پہچانتی ہے کیونکہ قرآن مجید نور ہے اور انکی ارواح ازلی منور تو جب روح منور کو یہ نور نظر پڑا اسکے سینہ کو کمال فرحت حاصل ہوئی اسی واسطے اہل ایمان کو آیات الرحمن سے مزید ایمان وایقان حاصل ہوتا ہے اور جیسا ارحم الراحمین نے معجزات باہرات سے نبوت حضرت محمد صلعم کو آفتاب کی طرح ظاہر وروشن کردیا و بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہے لہذا استنبہ فرمایا بقولہ تعالے

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ

اور وہ نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنالے اللہ کے سوائے اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور بیان ہے

الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا

کتاب کا جس میں کچھ شبہ نہیں جہان کے صاحب سے کیا لوگ کہتے ہیں یہ بنالایا تو کہہ تم لے آؤ ایک سورت ایسی اور بلاؤ

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ

جسکو بلا سکو اللہ کے سوائے اگر تم سچے ہو کوئی نہیں پر جھٹلانے لگے ہیں جسکے سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہیں انکی

تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

حقیقت یوں ہی جھٹلاتے رہے ان سے اگلے سو دیکھ لے کیسا ہوا آخر گنہگاروں کا

واضح ہو کہ اوپر اسی سورہ میں کفار مکہ کی درخواست درباره تبدیل قرآن وغیرہ بروجہ عناد وتمرد مذکور ہوئی اور یہ حرکت انکی کمال اتباع نفس وطمع حیات دنیاوی تھی کہ اندھے ہو کر کمالات علوم قرآن سے غافل تھے اور وہیں انکار کردیا تھا بقولہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی الخ۔ پھر درمیان میں انکا مرض ذکر کیا کہ حیات دنیاوی پر فریفتہ اور دار السلام سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور اپنے خالق کو باوجود ظہور آیات کے نہیں پہچانتے یہاں تک کہ تصریح فرمادیا کہ وے جو کچھ غرہ کرتے ہیں کہ ہم تو خدا تعالے کا اقرار کیے ہوئے ہیں اور خوب پہچانتے ہیں یہ سب انکا غلط گمان ہے اس لیے کہ معرفت الٰہی میں سے انکو کچھ حاصل نہیں سوائے اس کے کہ اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں پس جو کچھ اوصاف انھوں نے گمان کیے وہی ان کا خدا ہوگا اور اللہ تعالے عز وجل پاک ہے انکے مشرکانہ گمان واوہام سے اور اس کلام میں نہایت نفیس علوم ہر مرتبہ و درجہ کے بندوں کے لیے بھی آگئے جیسا کہ ایک شمہ اس کا عرائس وغیرہ سے بطور اشارہ مذکور ہوا۔ فسبحان اللہ تعالے شانہ اس کا کلام معجز نظام کس درجہ اعجاز پر ہے کہ یہی کلام جیسا کافروں کو ہدایت ایمان کرتا ہے ویسا ہی اہل توحید و درجہ کمال پر پہونچنے والوں کو درجات توحید و مراتب قرب و کمال کی ہدایت فرماتا ہے باوجودیکہ دونوں کے درمیان بالکل ضد ومخالفت ظاہر ہے پس جن بندوں کو اللہ تعالے نے ایمان وہدایت سے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ اپنے خالق پاک کا کلام سمجھ کر نہایت شاد ہو جاتے ہیں اور عجیب اعجاز دیکھتے ہیں کہ اس کا بیان عبارت سے بہت ہی کم ممکن ہے اور صاف قولہ تعالے فاما الذین آمنوا فزادتہم ایمانا وہم یستبشرون کے معنے کھل جاتے ہیں اور کلام مجید کا اعجاز مثل آئینہ کے ظاہر ہوتا ہے۔ اللہم لک الحمد آمنا بک فاہدنا وانت الہادی وانت ارحم الراحمین۔ پس جب اس کو بیان کردیا تو آپ تحقیق جواب فرمائی۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اعجاز قرآن کا بیان ہے کہ اسکی فصاحت اور بلاغت اور کم الفاظ میں بے انتہا معنے کے بیان اور اس کی کمال حلاوت اس درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ آدمی ہو یا فرشتہ کوئی

مخلوق ہو اُس کی ایک سورت سے مثل نہیں لا سکتا بلکہ وہ کسی بشر کے کلام سے مشابہ نہیں ہو سکتی اور بیضاوی رحمہ نے کہا کہ اوپر کی آیت میں گمان کی پیروی سے ممانعت کرنے کے بعد اب اُس چیز کا بیان ہے جس کی پیروی کرنا فرض ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ان سب اقوال کا مآل ایک ہے چنانچہ خطیب رحمہ نے کہا کہ قولہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی الخ پر عطف کر کے فرمایا۔ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اور نہیں ہے یہ قرآن افترا سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کی طرف سے یعنے کفار مکہ نے جو گمان کیا تھا کہ محمد صلعم یہ قرآن مجید اپنی طرف سے بناتے ہیں اسی واسطے اُنسے درخواست کی تھی کہ دوسرا بناؤ یا بدل دو تو پہلے اُنکو جواب دیا تھا کہ میں بدل نہیں سکتا پھر درمیان میں ایسا کلام فرمایا جس کے معانی و بلاغات درجہ اعجاز سے متجاوز ہیں تاکہ اُس میں غور کر کے جان لیں کہ ایسا کلام اس حکمت کے ساتھ کسی بشر کی مجال نہیں ہے پھر یہاں صاف فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے کی طرف سے یہ قرآن افترا نہیں ہو سکتا بلکہ حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ عز و جل کی طرف سے وحی خاص ہے کسی مخلوق نے اس کو بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں کیا تاکہ افترا ہووے کیونکہ ایسے اعجاز پر کسی مخلوق کو قدرت نہیں پھر تاکید فرمائی بقولہ۔ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ اے ولکن کان ہو تصدیق الکتب التی حاصلۃ بین یدیہ۔ یعنے ولیکن یہ قرآن تصدیق ہے اُن کتابوں آسمانی کی جو اُس کے پہلے اُتری ہیں جیسے توراۃ و انجیل وغیرہ۔ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ اے تفصیل ما کتب اللہ لعباده من الاحکام۔ اور تفصیل ہے اُن احکام کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لازم کیے ہیں۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ کچھ شک نہیں ہے اس میں رب العلمین کی طرف سے یعنی اسکا تصدیق ہونا یا وحی ہونا رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں کچھ شک نہیں ہے کیونکہ محمد صلعم محض اُمّی تھے لکھتے پڑھتے نہ تھے اور باوجود اسکے جو احکام اگلی اُمتوں پر تھے اور ان میں سے جسقدر آسان کر دیے گئے اور جو کچھ میں عدل و ایمان کے احکام مضبوط اُتارے گئے سب اسمیں واضح بیان ہیں اور جن کو اگلی کتابوں کے عالموں نے اپنی خواہش نفسانی سے باہمی اختلاف سے بدلا بگاڑا تھا اُنکا اس میں صاف فیصلہ کر دیا چنانچہ یہودی و نصرانی عالم لوگ اس کا اقرار کرتے ولیکن عداوت سے ظاہر نہیں کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نے اُنکا یہ کبھی اُنکے روبرو صاف صاف کھول دیا اور ایسے ہی کفار مکہ جو محض جاہل اور اپنی بلاغت و فصاحت پر بہت اترایا کرتے تھے دل میں اسکے اعجاز بیان کے قائل تھے چنانچہ انکو الزام دیا بقولہ تعالیٰ۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا وے کہتے ہیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بنا لیا۔ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ تو کہدے کہ اگر بات یوں ہی ہے جیسے تم کہتے ہو تو لے آؤ کوئی سورۃ اسکے مثل یعنے تمام علوم آسمانی جو اسکے اندر بھرے ہیں اگر وہ تم کو بسبب کفر کے نظر نہیں آتے کہ تم کو اُس کا اعجاز کھل جاوے تو اسکی فصاحت و بلاغت بھی اعجاز ہے لہذا آدمی سے ناممکن ہے پس اگر ممکن ہے جیسا کہ تم دعوی کرتے ہو تو تم بھی اسکے مثل کوئی سورہ لاؤ کیونکہ محمد صلعم تو بالکل اُمّی ہیں اور تم میں سے بہتیرے پڑھے لکھے اور اپنی بلاغت کے مدعی ہیں اور محمد صلعم اکیلے ہیں اور تم بہت لوگ ہو اور اسپر بھی فرمایا۔ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور پکارو اسکو جو تمہارے امکان میں ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے یعنے تمام دنیا کے آدمی اور جن وغیرہ جتنے تم کو مل سکیں سب کو اپنی مدد کے واسطے بلاؤ کہ قرآن کی ایک سورۃ کے مثل لاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو یعنی اگر سچے دل سے کہتے ہو کہ محمد صلعم نے اسکو اپنی طرف سے بنا لیا اور ہٹ دھرمی نہیں کرتے ہو تو تم بھی ایسی ہی سورۃ بناؤ کیونکہ تم بھی عربی اور فصاحت و بلاغت کے مدعی ہو بلکہ تم سب اور جہان کے جتنے لوگ تم کو ملیں سب ملکر لاؤ۔ خطیب رحمہ وغیرہ نے لکھا کہ قرآن کے مثل لانے پر چند مرتبہ تحدی کی گئی اول پورے قرآن کی۔ کما فی قولہ تعالیٰ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ دوم دس سورتوں سے کما فی قولہ تعالیٰ فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات الآیۃ۔ سوم ایک ہی سورت پر جیسا کہ فرمایا فاتوا

اور ایک ہی ذات ہیں اور یہاں تو خالق و مخلوق ہیں کچھ نسبت ہی نہیں ہے لہذا جو کچھ خالق ذو الجلال والاکرام نے وحی خاص سے آگاہ فرمایا اسی پر یقین و ایمان لاویں واللہ تعالے ہو الموفق اللھم ربی توفنی علی الایمان والاسلام ۔ رہا یہ امر کہ وحی الٰہی پہچان لینا کیونکر حاصل ہو تو روح نورانی کلام ربانی پہچانتی ہے کیونکہ قرآن مجید نور ہے اور انکی ارواح ازلی منور تو جب روح منور کو یہ نور نظر پڑا اسکے سینہ کو کمال فرحت حاصل ہوئی اسی واسطے اہل ایمان کو آیات الرحمٰن سے مزید ایمان وایقان حاصل ہوتا ہے اور عموماً ارحم الراحمین نے معجزات باہرات سے نبوت حضرت محمد صلعم کو آفتاب کی طرح ظاہر و روشن کر دیا اور بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہے لہذا اسپر تنبیہ فرمایا بقولہ تعالے

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ

اور وہ نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنا لے اللہ کے سوا اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور بیان ہے

الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا

کتاب کا جس میں کچھ شبہ نہیں جہان کے صاحب سے کیا لوگ کہتے ہیں یہ بنا لایا تو کہہ تم لے آؤ ایک سورت ایسی اور پکارو

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ

جس کو پکار سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو کوئی نہیں پر جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہیں اس کی

تَاْوِيْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝

حقیقت یوں ہی جھٹلاتے رہے ان سے اگلے سو دیکھ لے کیسا ہوا آخر گنہگاروں کا

واضح ہو کہ اوپر اسی سورہ میں کفار مکہ کی درخواست درباره تبدیل قرآن وغیرہ بر وجہ عناد و تمرد مذکور ہوئی اور یہ حرکت انکی کمال اتباع نفس و طمع حیات دنیاوی تھی کہ اندھے ہو کر کمالات علوم قرآن سے غافل تھے اور وہیں انکار ذکر دیا تھا بقولہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی الخ ۔ پھر درمیان میں انکا مرض ذکر کیا کہ حیات دنیاوی پر فریفتہ اور دار السلام سے منہ موڑنے والے ہیں ۔ اور اپنے خالق کو باوجود ظہور آیات کے نہیں پہچانتے یہاں تک کہ مصرح فرما دیا کہ وے جو کچھ عزہ کرتے ہیں کہ ہم تو خدا ے تعالے کا اقرار کیے ہوئے ہیں اور خوب پہچانتے ہیں یہ سب انکا غلط گمان ہے اس لیے کہ معرفت الٰہی میں سے انکو کچھ حاصل نہیں سوائے اس کے کہ اپنے گمان کی پیروی کرتے ہیں پس جو کچھ اوصاف انھوں نے گمان کیے وہی ان کا خدا ہو گا اور اللہ تعالے عز و جل پاک ہے انکے مشرکانہ گمان واوہام سے اور اس کلام میں نہایت نفیس علوم ہر مرتبہ و درجہ کے بندوں کے لیے بھی آ گئے جیسا کہ ایک شمہ اس کا عرائس وغیرہ سے بطور اشارہ مذکور ہوا ۔ فسبحان اللہ تعالے شانہ اس کا کلام معجز نظام کس درجہ اعجاز پر ہے کہ یہی کلام جیسا کافروں کو ہدایت ایمان کرتا ہے ویسا ہی اہل توحید و درجہ کمال پر پہونچنے والوں کو درجات توحید و مراتب قرب و کمال کی ہدایت فرماتا ہے باوجودیکہ دونوں کے درمیان بالکل ضد و مخالفت ظاہر ہے پس جن بندوں کو اللہ تعالے نے ایمان و ہدایت سے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ اپنے خالق پاک کا کلام سمجھ کر نہایت شاد ہو جاتے ہیں اور عجیب اعجاز دیکھتے ہیں کہ اس کا بیان عبارت سے بہت ہی کم ممکن ہے اور صاف قولہ تعالے فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون کے معنے کھل جاتے ہیں اور کلام مجید کا اعجاز مثل آئینہ کے ظاہر ہوتا ہے ۔ اللھم لک الحمد آمنا بک فاہدنا وانت الہادی وانت ارحم الراحمین ۔ پس جب اس کو بیان کر دیا تو آپ تحقیق جواب فرمائی ۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اعجاز قرآن کا بیان ہے کہ اسکی فصاحت اور بلاغت اور کم الفاظ میں بے انتہا معنے کے بیان اور اس کی کمال حلاوت اس درجہ تک پہونچ گئی ہے کہ آدمی ہو یا فرشتہ کوئی

مخلوق ہو اُس کی ایک سورت سے مثل نہیں لا سکتا بلکہ وہ کسی بشر کے کلام سے مشابہ نہیں ہو سکتی اور بیضاوی رحمہ نے کہا کہ اوپر کی آیت
مین گمان کی پیروی سے مخالفت کرنے کے بعد اب اُس چیز کا بیان ہے جس کی پیروی کرنا فرض ہے مترجم کہتا ہے کہ ان سب اقوال کا
مآل ایک ہے چنانچہ خطیب رحمہ نے کہا کہ قولہ قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقاء نفسی الخ پر عطف کر کے فرمایا۔ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ
يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور نہین ہے یہ قرآن افترا سوائے اللہ تعالے کے دوسرے کی طرف سے یعنے کفار مکہ نے جو گمان کیا تھا کہ محمد صلعم یہ
قرآن مجید اپنی طرف سے بناتے ہین اسی واسطے اُنسے درخواست کی تھی کہ دوسرا بناؤ یا بدل دو تو پہلے اُنکو جواب دیا تھا کہ مین بدل نہین سکتا
پھر درمیان مین ایسا کلام فرمایا جس کے معانی و بلاغات درجہ اعجاز سے متجاوز ہین تا کہ اُس مین غور کر کے جان لین کہ ایسا کلام اس حکمت
کے ساتھ کسی بشر کی مجال نہین ہے پھر یہان صاف فرمایا کہ اللہ تعالے کے سوائے کسی دوسرے کی طرف سے یہ قرآن افترا نہین ہو سکتا
بلکہ حقیقت مین وہ اللہ تعالے عز و جل کی طرف سے وحی خاص ہے کسی مخلوق نے اس کو بنا کر اللہ تعالے کی طرف نسبت نہین کیا تا کہ افترا
ہووے کیونکہ ایسے اعجاز پر کسی مخلوق کو قدرت نہین پھر تاکید فرمائی بقولہ۔ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ اے ولکن
کان ہو تصدیق الکتب التی حاصلۃ بین یدیہ۔ یعنے ولیکن یہ قرآن تصدیق ہے اُن کتابون آسمانی کی جو اُس کے پہلے اُتری ہین جیسے
توراۃ و انجیل وغیرہ۔ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ اے تفصیل ما کتب اللہ لعبادہ من الاحکام۔ اور تفصیل ہے اُن احکام کی جو اللہ تعالے نے اپنے
بندون پر لازم کیے ہین۔ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ کچھ شک نہین ہے اس مین رب العلمین کی طرف سے یعنی اسکا تصدیق ہونا یا وحی
ہونا رب العالمین کیطرف سے ہو اس مین کچھ شک نہین ہے کیونکہ محمد صلعم محض اُمّی تھے لکھتے پڑھتے نہ تھے اور باوجود اسکے جو احکام اگلی امتون
پر تھے اور ان مین سے جسقدر آسان کر دیے گئے اور جو کچھ عین عدل و ایمان کے احکام مضبوط اُتارے گئے سب اسمین واضح بیان ہین اور جن کو
اگلی کتابون کے عالمون نے اپنی خواہش نفسانی سے یا باہمی اختلاف سے بدلا یا بگاڑا تھا اُنکا اس مین صاف فیصلہ کر دیا چنانچہ یہودی و نصرانی
عالم لوگ اس کا اقرار کرتے و لیکن عداوت سے ظاہر نہین کرتے تھے چنانچہ اللہ تعالے عالم الغیب نے اُنکا یہ کبھی اُنکے روبرو صاف صاف
کھول دیا اور ایسے ہی کفار مکہ جو محض جاہل اور اپنی بلاغت و فصاحت پر بہت اترایا کرتے تھے دل مین اسکے اعجاز بیان کے قائل تھے چنانچہ اُنکو
الزام دیا بقولہ تعالے۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ کیا وے کہتے ہین محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بنا لیا۔ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ تو کہدے کہ
اگر بات یون ہی ہو جیسے تم کہتے ہو تو لے آؤ کوئی سورۃ اسکے مثل یعنے تمام علوم آسمی جو اسکے اندر بھرے ہین اگر وہ تم کو بسبب کفر کے نظر نہین آتے
اگر تم کو اُس کا اعجاز کھل جاوے تو اسکی فصاحت و بلاغت بھی اعجاز ہے لہذا آدمی سے ناممکن ہے پس اگر ممکن ہو جیسا کہ تم دعوی کرتے ہو تو تم بھی
اسکے مثل کوئی سورہ لاؤ کیونکہ محمد صلعم تو بالکل امی ہین اور تم مین سے بہتیرے پڑھے لکھے اور اپنی بلاغت کے مدعی ہین اور محمد صلعم اکیلے ہین اور
تم بہت لوگ ہو اور اسپر بھی فرمایا۔ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور پکارو اسکو جو تمہارے امکان مین ہو سوائے اللہ تعالے کے
یعنے تمام دنیا کے آدمی اور جن وغیرہ جتنے تم کو مل سکین سب کو بھی مدد کے واسطے بلا کر قرآن کی ایک سورۃ کے مثل لاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
اگر تم سچے ہو یعنی اگر سچے دل سے کہتے ہو کہ محمد صلعم نے اسکو اپنی طرف سے بنا لیا اور ہٹ دھرمی نہین کرتے ہو تو تم بھی ایسی ہی سورۃ بناؤ کیونکہ تم بھی
عربی اور فصاحت و بلاغت کے بڑے مدعی ہو بلکہ تم سب اور جہان کے جتنے لوگ تم کو ملین سب ملکر لاؤ۔ خطیب رحمہ وغیرہ نے لکھا کہ قرآن
کے مثل لانے پر چھ مرتبہ تحدی کی گئی۔ اول پورے قرآن کی۔ کما فی قولہ تعالے قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون
بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ دوم دس سورتون سے کما فی قولہ۔ فاتوا بعشر سور مثلہ مفتریات الآیۃ۔ سوم ایک ہی سورت پر جیسا کہ فرمایا۔ فاتوا

لسورة مثلہ. چہارم ایسا بات پر کا قال تعالے فلیأتوا بحدیث مثلہ الآیہ. اور پنجم ایسے شخص کی طرف سے جسنے آنحضرت صلعم کے مثل کسی سے سیکھا پڑھا ہو. کما فی قولہ تعالے. فاتوا بسورة من مثلہ الآیہ اے من مثل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم. ششم یہ کہ کسی مخلوق کی طرف سے چاہے امی ہو یا نہو اور چاہے کتنے مددگار کرلیوے اُس کے مثل لاوے جیسے اس مقام کی آیت مین فرمایا اور سورہ بقر مین بعد تحدی کے یہ بھی خبر دیدی کہ ہرگز اسکے مثل نہ لاوینگے حالانکہ فصاحت اور بلاغت اہل عرب کی جبلت ہے اور بڑے بڑے دعوے کے قصائد خانہ کعبہ کے دروازہ پر لٹکاتے تھے ولیکن باوجود اس قدر تحدی کے قرآن کی ایک سورة کی مثل لانے پر قادر نہوئے اور کہان سے قدرت پاتے کہ اللہ تعالے خالق فصاحت وبلاغت بلکہ فصیح وبلیغ کے خالق کی طرف سے ایسا معجز کلام آیا جسکا مقابلہ ممکن نہین ہے لہذا اسکی بلاغت پر عرب بکثرت ایمان لائے اسی واسطے وہی لوگ اسکو خوب جاننے والے اور خوب سمجھنے والے اور نہایت ہی مطیع ومنقاد تھے اور یہ واقعہ ساحران موسی کے مانند ہوا چنانچہ جب ساحرون نے عصاے موسی کا معجزہ دیکھا اور وے فنون سحر کو خوب جانتے تھے تو یقین صاف کرگئے کہ یہ جادو نہین اور آدمی اسکی طاقت رکھتا ہے لہذا اکمال الیقین کے ساتھ ایمان لائے اور فرعون کے قتل کرنے اور سولی دینے کی کچھ پرواہ نہ کی اور ایسی ہی اللہ عز وجل نے ہر زمانہ مین اُس زمانہ کے دعوی کرنے والون کے موافق اُنکے عاجز کرنے کو ویسے ہی معجزہ دیکر اپنے انبیا کو مبعوث فرمایا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانہ مین طب کا بہت زور تھا تو جالینوس وغیرہ کے عاجز کرنیکے لیے عیسی علیہ السلام کو باذن الٰہی مردہ زندہ کرنے اور اندھے اور کوڑھی اچھے کرنے کا معجزہ دیا تمام طبیب حیران اور عاجز رہے اور پہچاننے والے پہچان گئے کہ یہ بندہ خدا اسکا رسول ہے اور واضح ہو کہ جو معجزات انبیا سابقین کو دیے گئے وہ خالی محسوسات تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شق القمر وغیرہ کے مانند بہت سے محسوس معجزہ بھی عطا ہوے اور بہت سے معنوی معجزہ بھی عطا ہوے اور سب سے بڑا یہ معجزہ قرآن کا تا قیامت باقی وپائدار ہے اور محسوس ومعنوی دونون کا جامع ہے اسی واسطے صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ فرمایا. ما من نبی من الانبیاء الا وقد اوتی من الآیات ما آمن علی مثلہ البشر وانما کان الذی اوتیتہ وحیا اوحاہ اللہ الی فارجوا ان اکون اکثرہم تابعا. رواہ البخاری وغیرہ یعنی انبیا مین سے ہر ایک کو کوئی معجزہ ایسا دیا گیا کہ ویسے معجزہ پر آدمی ایمان لایا اور مجھے جو عطا ہوا یہ تو وحی خالص ہے کہ اللہ تعالے نے مجھے وحی فرمائی پس مجھے امید ہے کہ ان سب سے میرے پیرو بہت ہون مترجم کہتا ہے کہ بفضل الٰہی ایسا ہی واقع ہونا معلوم ہوتا ہے اور مراد تابعین سے واقعی پیرو ہے مراد ہین خالی نام کے تابع نہین لہذا نصرانی جو حضرت عیسی علیہ السلام کے امتی ہونیکا دعوی کرتے ہین خالی نام کے ہین واقعی کوئی بھی نہین ہے سواے اُن اصحاب عیسی کے جو انپر توحید اسلام کے ساتھ ایمان لائے تھے اور وے بہت تھوڑے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تابعین ما شاء اللہ سب توحید پر ہین لہذا تبعین موسیٰ جو باقی انبیا سے بہت ہونگے وے بھی تابعین آنحضرت صلعم سے تھوڑے ہونگے جیسا کہ دوسری حدیث صحیح مین منصوص ہے. بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ اے بل سارعوا الی التکذیب بما لم تبلغ معانیہ اذہانہم. بلکہ جلدی کی انھون نے ایسی چیز کے جھٹلانے مین جسکے معانی ہنوز انکے ذہن مین نہین آئے تھے. یعنے قرآن کو سنتے ہی بدون اسکے کہ جو کچھ اس مین معانی ہین انکو جانین پہلے اسکو جھٹلانے لگے یا قولہ بما لم یحیطوا بہ. سے حشر وقیامت ودوزخ وجنت وغیرہ ایسی چیزین مراد ہین جنپر انکو اعتقاد نہ تھا پس معنی یہ کہ قرآن کے اعجاز بلاغت کے معترف ہین لیکن انھون نے ایسی چیزون کو جھٹلایا جنکے علم سے بے خبر ہین. وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ اور ہنوز انکے پاس اس چیز کی تاویل نہین آئی یعنے بدون غور کیے قرآن کو جھٹلایا اور جو وعدہ وعید اسمین مذکور ہین انکی تاویل یعنے انجام مین جو وقوع ہوگا وہ ابھی واقع نہین ہوا. یا اپنے اعتقاد کے خلاف باتون کو جھٹلایا جنکی تاویل ابھی نہین آئی بلکہ اپنے وقت مقدر پر آویگی. حاصل آنکہ جو غیب کی خبرین اسمین ہین ہنوز واقع نہین ہوئین تا کہ تصدیق کرلیتے اس جہت سے جھٹلاتے ہین حالانکہ انکو اللہ تعالے واس کے رسول

کی خبر غیب پر یقین لانا فرض تھا بیضاوی رح نے لکھا کہ معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید اپنے نظم و معانی دونوں راہ سے معجزہ ہے لفظ سے تو ظاہر ہے اور معنی وہ اخبار
غیب ہیں جو اسمیں مذکور ہیں تو براہ اعجاز نظم انکو اقرار تھا جبکہ اسکی مثل نہیں لا سکتے تھے اور براہ معنی چونکہ ابھی واقع نہیں ہوا اور انکے اعتقاد کے خلاف تھا
تو ناگاہ بدون غور و فکر کے اسکو جھٹلانے لگے۔ قال البیضاوی اور حرف لما میں ایک توقع ہے یعنی معنے یہ ہیں کہ جب بار بار انکو تحدی کی گئی اور سب طرح
کوشش کر کے معارضہ سے تھک گئے تو اسکا اعجاز ظاہر ہو گیا یا اسکی بعض خبریں آخر مطابق واقع ہو گئیں اور بار بار تجربہ کر کے آخر اعجاز مان گئے
ولیکن بعضے اولی کافر اپنی سخت جہالت و خواہش نفس سے براہ تمرد و عناد منکر رہے چنانچہ ابوجہل اس شرم و عار سے انکار کرتا تھا کہ ہم لوگ
ایمان لاویں تو بنو ہاشم کے تابع بنیں حالانکہ ہم انکے برابر ہیں اور یہ اقرار کرتا تھا کہ بے شک محمد سچے ہیں ولیکن کہتا کہ ہم نے کوشش کر کے برابری کر لی ہے
اب ہم بنو ہاشم کے تابع نہیں ہونگے مترجم کہتا ہے کہ باوجود اقرار اعجاز کے بتوں وغیرہ کا اعتقاد اور قیامت و حشر و جزا کا انکار ان میں ایسا جم رہا تھا
کہ اپنی جہالت نہیں سمجھتے بلکہ قرآن کو جادو کہتے تھے قال تعالے۔ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ایسے ہی جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان کافروں
سے پہلے گذرے ہیں یعنے اگلی امتوں نے بھی اپنے رسولوں کو علوم غیب و ایمان کی تاویل واقع ہونے سے جھٹلایا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ
سو تو دیکھ کہ کیا انجام ہوا ظالموں کا یعنی کیسے عذاب سے ہلاک ہوئے۔ اسمیں اس امت کے کافروں کو بھی وعید ہے۔ فانظر کا خطاب آنحضرت صلعم کو دو وجہ
سے ہے اول یہ کہ وحی الٰہی سے آپ کو اگلوں کا انجام معلوم تھا دوم یہ کہ اللہ تعالے نے اپنے رسول کی نظر سے پردہ اٹھا دیا تھا تو اگلوں کا عذاب
دیکھ لیتے تھے اور بہت سی احادیث اسپر دلالت کرتی ہیں فافہم واللہ اعلم۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ الآیۃ اسمیں اللہ تعالے
نے بیان فرمایا کہ کافر وہی ہیں جنکو کچھ معرفت نہیں ہے وہ علوم غیبیہ کے ادراک سے بالکل عاجز ہیں اور اہل معرفت کی روحانی اور ملکوتی زبانیں ان
اسرار سے باتیں کرتی ہیں اور یہ اسرار صفات و ذات ہیں اور کفار چونکہ اہل حجابات تھے اسی واسطے حقائق خطابات جو اولیاء الٰہی کی زبان پر
جاری ہیں انکو ارواح کافروں نے جھٹلایا اور اسمیں اشارہ ہے کہ جن قوموں کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں وہ بھی نور معرفت سے نابینا ہو کر کرامات
اولیاء و فراسات اہل کشف سے منکر ہوتے ہیں۔ کما قال تعالے واذ لم یہتدوا بہ فسیقولون ہذا افک قدیم الآیۃ بعض نے فرمایا کہ تصدیق اور ایمان والا تباع
کرامات جو اولیاء اللہ کو عطا ہوئے اسنے یہ قوم محروم ہو کر منکر ہو گئی اور ابو تراب نخشبی رح نے کہا کہ اللہ تعالے سے جو دل دور ہوتے ہیں وہ اپنے بندوں سے
بغض رکھتے ہیں جو حقوق الٰہی پر قائم ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ لوگ جس بات کو نہیں جانتے اسکے دشمن ہو جاتے ہیں پھر اللہ تعالے
نے خبر غیب وغیرہ سے آگاہ فرمایا۔ فقولہ۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ

اور کوئی یقین کرتا اسکو   اور کوئی نہیں یقین کرتا   اور تیرا رب خوب معلوم رکھتا ہے شرارت والوں کو   اور اگر تجھکو جھٹلاویں

فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْۗـــــُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

تو کہہ مجھکو میرا کام اور تمکو تمہارا کام   تم پر ذمہ نہیں میرے   کام کا   اور مجھپر ذمہ نہیں   جو تم کرتے ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ ضمیر منہم جھٹلانے والوں کی طرف راجع ہے جیسا کہ بیضاوی رح نے کہا یا اہل مکہ کی طرف راجع ہے جیسا
مفسر رح نے اختیار کیا اور ظاہر یہ ہے کہ دونوں کلام اہل مکہ کے حق میں ہے تو اس اعتبار سے قول مفسر رح صحیح ہے اور شمول حکم کا تا اہل مکہ کے
قیامت تک سب جھٹلانے والوں کو ہے یہ قول بیضاوی بھی صحیح ہے اور یومن صیغہ مضارع محتمل حال و استقبال ہے۔ اور اسکا مصدر
ایمان بھی بمعنی تصدیق قلبی یعنی ایمان شرعی دونوں ہو سکتا ہے اسواسطے اسکی تفسیر میں دو قول ہیں اول یہ کہ مضارع بمعنے حال والایمان

یعنی تصدیق قلبی ہو تو یہ معنی ہوے کہ قرآن کے تمام جھٹلانے والون یا اہل مکہ مین سے بعض وہ شخص ہو کہ اپنے دل مین اُسکو سچ جانتا ہو ولیکن عناد سے
اقرار نہین کرتا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ۔ اور اُنہین سے بعض وہ ہو کہ اسکی تصدیق نہین کرتا یعنی جسنے کچھ بھی غور کیا وہ اُسکے سچ ہونے سے واقف ہوا
ولیکن عناد مین گرفتار رہا اور بعض بسبب اپنی غباوت اور کج فہمی کے بالکل منکر رہا اور حقیقت مین یہ دونون مفسد ہین اسیواسطے تہدید فرمائی بقولہ
تعالے۔ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ اور تیرا رب خوب جانتا ہو مفسدون کو یعنی اُنکو اُنکے فعل بد کی سزا دیگا۔ اور دوسری تفسیر یہ ہو کہ مضارع
بمعنی استقبال و ایمان بمعنی شرعی ہو اور یہ علم آلہی کی خبر غیب ہو اور اسی کو مفسر وغیرہ نے اختیار کیا پس معنی قولہ منہم من یؤمن بہ یعنی بعض اہل مکہ مین
سے وہ ہو کہ قرآن پر ایمان لاویگا اور اپنے کفر سے توبہ کرکے مؤمن مسلم ہو جاویگا یہ وہ علم آلہی مین نیک و صالح ہو و معنی قولہ و منہم من لا یؤمن بہ۔ اور
بعض اہل مکہ سے وہ ہو کہ اسپر کبھی ایمان نہ لاویگا بلکہ اپنے کفر پر مصر رہکر مرجاویگا اور ایسے ہی لوگ علم آلہی مین مفسد ہین جنکو خاتمہ آیت سے تہدید فرمائی
ہو۔ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ اور اگر تجھکو جھٹلاوین یعنی اُنپر حجت قائم ہونے کے بعد بھی میرے جھٹلانے پر اڑے رہین تو قُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ کہدے انسے
کہ میرے لیے میرے اعمال ہین اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہین یعنی اُنسے بالکل برأت کرنے اور معنی یہ کہ میرے لیے میرے کامون کا بدلا ہو اور تمکو تمھارے
کامون کا بدلا دیا جاویگا نیک یا بد جو کچھ کرو اُسکی جزا و سزا پاؤگے۔ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ تم اُس سے بری ہو جو مین کرتا ہون یعنی ان میرے اعمال مین
تم گرفتار نہوگے۔ وَاَنَا بَرِيْۤءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ اور مین اُس سے بری ہون جو تم کرتے ہو یعنی مین تمھارے اعمال مین گرفتار نہونگا بعض علما نے کہا کہ مقصود اس کلام
سے زجر ہو اور بعض نے کہا کہ نرمی و ملاطفت سے اُنکو راہ راست کی طرف جھکایا اور بیضاوی رہ نے کہا کہ اس کلام مین چونکہ یہ وہم ہوتا ہو کہ کافرون کو ہدایت
کرنے سے اعراض کیا گیا اور اُنکو اُنکی راہ پر چھوڑ دیا گیا اسیواسطے بعض نے کہا کہ یہ حکم آیت السیف سے یعنے عام حکم جہاد سے منسوخ ہو میں ترجم کہتا ہو کہ یہ تاویل
مقاتل رہ و کلبی رہ سے منقول ہو اور مدار اسکا یہ کہ ہر ایک اپنی راہ پر جو چاہے کرے بمانند قولہ لکم دینکم ولی دین۔ اور اسی کو مفسر رحمہ اللہ نے اختیار کیا
اور کلام بیضاوی رہ سے اس قول کا ضعف ظاہر ہو اور رازی رہ نے کہا کہ یہ تاویل بعید ہو اس لیے کہ ناسخ وہ آیت ہوتی ہو جس سے منسوخ کا حکم
اُٹھ جاوے اور یہان مرتفع نہین ہوتا کیونکہ آیۃ کے یہ معنی ہین کہ ہر ایک جیسا کام کرے اُسکا ثمرہ ثواب یا عذاب پاویگا اور یہ بات برابر جاری ہو آیت الجہاد
نے اس حکم کو نہین اُٹھایا پس یہ قول ٹھیک نہین ہو بلکہ آیت محکم ہو۔ پھر اللہ تعالے نے اہل کفر و فساد کو خواہ مخواہ تصدیق پر آمادہ کرنے سے اعراض کرنیکی
حکمت کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ

اور بعضے انمین کان رکھتے ہین تیری طرف بھلا تو سناویگا بہرون کو اگرچہ بوجھ نہ رکھتے ہون اور بعضے انمین نگاہ کرتے ہین

اِلَيْكَ ۭ اَفَاَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔـا وَّلٰكِنَّ

تیری طرف کیا تو راہ دکھا دیگا اندھون کو اور اگرچہ سوجھ نہ رکھتے ہون اللہ ظلم نہین کرتا لوگون پر کچھ لیکن

النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

لوگ اپنے پر آپ ظلم کرتے ہین

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ اور بعض اُن مین سے وہ ہین کہ تیری طرف کان لگاتے ہین یعنی جب تو قرآن پڑھتا ہے اور شرائع
سکھلاتا ہے اور دین اور دنیا کی نافع احادیث فرماتا ہو تو تیری طرف کان لگا لیتے ہین لیکن قبول نہین کرتے مانند ایسے بہرے کے جو بالکل
کچھ نہین سنتا پس تو انکو کیونکر سنا سکتا ہے۔ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ بھلا کیا تو سنا سکتا ہے بہرے کو۔ کافرون کو بہرے سے اس بات مین

تشبیہ دی کہ ان کو حق بات سننے سے کچھ نفع نہ ہوا گویا بہرے کی طرح اُنھون نے کچھ نہین سنا اور انکو انتفاع نہ ہونا بمشیت آلٰہی ہے لہذا
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ ممکن نہین پس استفہام انکاری ہے یعنے تو بہرون کو کچھ نہین سنا سکتا۔ وَلَوْ كَانُوا لَا يَعْقِلُونَ اور اسپر
زیادتی یہ کہ وے بے عقل ہون یعنی ایک تو بہرے اور اسکے ساتھ نا سمجھ بھی تو یہ بہرون سے بھی بڑھکر ہوے کیونکہ سمجھدار بہرا کبھی فراست سے
علم حاصل کر لیتا ہے بخلاف ان کافرون کے کہ باوجود ایسے فصیح و بلیغ و واضح و منور دلائل توحید و معجزات نبوت کے رسالت سے منکر اور قرآن سے
کافر بلکہ اپنے خالق سے جسنے انکو پیدا کیا مُنھ موڑ گئے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اس کلام مین تنبیہ ہے کہ سننے اور کان لگانے کا حقیقی فائدہ یہ ہے
کہ اصل مقصود سمجھ مین آجاوے اسی واسطے کسی جانور کو متمتع نہین کہتے ہین پس استماع یون ہی ہوتا ہے کہ جتنے خطرات اور ہوس و شہوات ہین ان
سب سے عقل کو سلیم کرکے کلام مین غور کرے اسی واسطے چونکہ کافرون کی عقلین وہم و خواہش دنیاوی و باپ دادون کی تقلید وغیرہ کے
امراض سے بیمار ہو رہی تھین انکو حکمتہاے آلٰہی اور معانی دقیقہ سمجھنا متعذر ہو گیا پس خالی الفاظ کی روانی سے انکو کچھ اور فائدہ نہ ہوا سواے
اتنی بات کے کہ جیسے چرواہے کی بانگ سے بھیڑ و بکری وغیرہ جانورون کو کچھ تنبیہ ہوتی ہے ولیکن کچھ سمجھتے نہین ہین۔ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْظُرُ إِلَيْكَ
اور بعض ان مین سے وہ ہے جو تیری طرف دیکھتا ہے یعنے تیرے اخلاق و شمائل اور اپنے خالق عز و جل کی اطاعت وغیرہ تیرے نبی ہونے کی
دلیلون کو آنکھون دیکھتے ہین ولیکن تصدیق نہین کرتے کیونکہ انکو بصیرت نہین ہے خالی نظر ہے جیسے کسی جانور کو کوئی کتاب دکھلائی جاوے
تو اسکا دیکھنا بے فائدہ ہے گویا وہ اندھا ہے لہذا فرمایا۔ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْيَ بھلا کیا تو راہ دکھلا سکتا ہے اندھون کو یعنی ایسے لوگون کو
جنکا دیکھنا ایسا بے فائدہ ہے گویا وہ دیکھنے سے اندھا ہے۔ وَلَوْ كَانُوا لَا يُبْصِرُونَ اور اسپر بڑھکر یہ کہ وہ بصیرت اندر نہ رکھتے ہون یعنی آنکھون کی
بینائی نہونے پر یہ اور زیادتی ہو کہ دل کی بینائی بھی نہین رکھتے کیونکہ دیکھنے کا اصلی مقصود یہ ہے کہ عبرت حاصل ہو اور کافرون کو کچھ حاصل
نہ ہوا اسی واسطے انکو اندھون سے اس بات مین تشبیہ دی کہ وے سیدھی راہ نہین پاتے بلکہ اندھون سے بھی بدتر ہین کیونکہ عقلمند اندھا
دلی بینائی سے ایسی بات سمجھتا ہے جو احمق آنکھون والے کو حاصل نہین ہوتی بلکہ دلی بینائی وہی اصل ہے ولہذا قال تعالے فانها لا تعمی
الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور الآیۃ۔ بیضاوی رح نے کہا کہ کافرون سے برات اور اعراض کرنے کا حکم جو مذکور ہوا اس کے لیے یہ
یہ آیت گویا سبب ہے یعنی اُنسے برات اور اعراض کر کیونکہ وہ بہرے بیوقوف اور اندھے بے عقل ہین تو کیسے ہی بلیغ اور فصیح نصیحت اور روشن اور
واضح حجت سے انکو سمجھاوے نہین سمجھین گے۔ واضح ہو کہ رازی و خطیب رح وغیرہ علما نے یہان طول کلام کیا کہ سمع بہتر ہے یا بصر پس بعض
علما نے کہا کہ سمع بہتر ہے کیونکہ آیت مین مقدم ہے اور بعض نے کہا بصر کیونکہ آنکھین جاتے رہنے پر صبر کرنے والے کے لیے ثواب جنت کا وعدہ حدیث صحیح
مین آیا ہے واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالے نے اپنی حکمت بالغہ سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالے إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا اللہ تعالے ظلم نہین فرماتا ہے
لوگون پر کچھ۔ ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایمان والے وقار کی آنکھ سے دیکھتے تھے اور کافر لوگ آپ کو نظر حقارت
سے دیکھتے تھے۔ کما قال تعالے واذا راٰک الذین کفروا ان یتخذونک الا ھزوا الآیۃ پس آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے کسی پر کچھ ظلم نہین فرماتا اگرچہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم سے بہتون کو ہدایت فرمائی اور انکی آنکھون کو بینائی بخشی اور دلون کو کھول دیا اور اکثرون کو آپ پر ایمان لانے سے محروم چھوڑا کہ
گمراہ ہوگئے پس اللہ تعالے کی تمام مخلوقات ہے اس مین جس طرح چاہتا ہے تصرف فرماتا ہے وہ علیم حکیم سب کا خالق ہے جو کچھ کرتا ہے اس سے
کوئی سوال نہین کر سکتا اور مخلوقات جو کچھ کرین سب سے پوچھ پچھ ہوگی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ ان اللہ لا یظلم شیئا بسبب حواسہم و عقولہم
یعنے اللہ تعالے کسی پر کچھ ظلم نہین کرتا کہ کسی آدمی کے حواس آنکھ کان وغیرہ یا کسی کی عقل و فہم کو سلب کر دے بلکہ وہ کسی کی عقل و حواس کو

کچھ سلب نہیں کرتا۔ وَلٰکِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ۔ ولیکن لوگ اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے ہیں اسطرح کہ اپنے حواس وعقول کو بگاڑتے
واپنی منفعتیں خود زائل کرکے محروم رہجاتے ہیں۔ حدیث ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ میں آنحضرت صلعم سے ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یاعبادی
انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرما الخ۔ یعنے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندو میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کرلیا ہے اور تمہارے
درمیان بھی ظلم کو حرام ٹھہرادیا پس تم آپس میں ظلم مت کرو یعنی نہ اپنے نفس کے ساتھ اور نہ کسی غیر کے ساتھ کچھ ظلم کا برتاؤ کرو۔ اور اس حدیث
کے آخر میں ہے کہ اے میرے بندو یہ سب تمہارے اعمال ہی ہیں کہ تمہارے واسطے انکا احصار فرماتا ہوں پھر وہی تم کو بھرپور دیدونگا
پس جو کوئی بھلائی پاوے وہ اللہ تعالےٰ کی حمد وثنا کرے اور جو کوئی اس کے سوائے پاوے وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ رواہ مسلم۔
بیضاوی رح نے کہا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ بندہ کے لیے اعمال کی کمائی ہے اور وہ بالکل پتھر کی طرح بے اختیار نہیں ہے جیسا
کہ فرقہ جبریہ نے خیال کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فرقہ معتزلہ وغیرہ تو اس امر کے قائل ہیں کہ بندہ خود مختار ہے جو چاہے وہ کرلے
پس خود اپنے اعمال آپ پیدا کرتا ہے اور یہ اعتقاد کثرت سے گمراہ قوموں کا ہے اور مخالف قولہ تعالےٰ واللہ خلقکم وما تعملون کے۔ اور خود یہ بات سخت گناہ ہے
کہ آدمی اپنے آپ کو بھی کچھ خالق خیال کرے اور اس فرقہ کے مقابلہ میں جبریہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ یہ کچھ بھی معتزلہ وغیرہ نہیں کیونکہ ہم بالکل بے اختیار
اور مجبور ہیں اور یہ دونوں قول باطل وگمراہی ہیں کیونکہ صاف معلوم ہے کہ آدمی اور پتھر میں فرق ہے پھر صحیح قول اہل السنۃ کا یہ ہے کہ نہ ہم کو
بالکل اختیار ہے اور نہ ہم بالکل مجبور ہیں بلکہ آدمی کرتا ہے اور خالق عزوجل وہ کام پیدا فرماتا ہے اور جب اللہ تعالےٰ ہدایت فرماتا ہے تو یہ بات اسکو
صاف صحیح معلوم ہوتی ہے واللہ تعالےٰ یہدی ونسألہ الہدایۃ وان یوفقنا الاستقامۃ علی ما یرضی بہ ربنا الرحمٰن الرحیم۔ ف۔ فی العرائس قولہ
تعالےٰ ومنہم من یستمعون الیک الآیۃ۔ بیان ہے کہ خاص قوت سننے ودیکھنے سے وے لوگ محروم ہیں نہ انکو سماع خطاب کے کان ہیں اور
نہ دیدار جمال قدیم کی آنکھیں ہیں بلکہ عوارض بشریہ میں الجھے پڑے ہیں۔ یہ آیت الصدیق اول ہو چنانچہ جب انھوں نے عقل کے کانوں سے
خطاب غیب کو نہ سنا تو حقائق وحی والہام سے منکر ہوئے اور جب دل کی آنکھوں سے مشاہدہ حق نہ پایا تو جو کچھ انبیاء اللہ تعالےٰ نے فرمایا
اس سے کافر ہوئے جب ازل میں انکو حکمت بالغہ الٰہی کے موافق عقل قدسی ونظر جبروتی وسماع ملکوتی نہیں ملی تو قبول حقائق کی استعداد
اور فہم دقائق کی صلاحیت ان میں موجود نہیں اسیواسطے منکر ہوگئے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ حقائق علوم غیب اور دیدار ملکوت کچھ انسان کے
اختیار میں نہیں ہے بلکہ موہبت الٰہی ہے جس سے روز ازل ہی میں خالص بندوں کو سرفراز فرماتا ہے انہیں بندے کے اکتساب کو دخل نہیں ہے اور اگر
حاصل کرنے سے حاصل ہوسکتی تو آنحضرت صلعم انکو سنانے اور ہدایت کرنے پر قادر ہوتے۔ فالحمد للہ الذی ہدانا للاسلام حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ۔
شیخ حسین رح نے کہا کہ جسنے تیری طرف اپنی قوت سے کان لگائے تو اسکو نہیں سنا سکتا ہے بلکہ اسی کو سُنا سکتا ہے جسکو ہم نے ازل میں سنا دیا ہے اور جسکو
نہیں سنایا وہی بہرا ہے اور وہ اگرچہ سنتا ہے لیکن سمجھتا نہیں تو اصلی مقصود کی راہ سے وہ بہرا ہے وقد قال اللہ تعالےٰ الامن یومن بآیاتنا الآیۃ
یعنی سنتا نہیں مگر وہی جو ہمارے آیات پر ایمان لایا یعنے ازل میں ہم نے اسپر سعادت کا حکم جاری کردیا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ
کے بلانے کو نہیں سنتا وہ اللہ تعالےٰ کی طرف ہدایت کرنے والے کی پکار کیا سُنیگا۔ واسطی رح نے کہا کہ یہ نہیں ہے کہ جو تیری طرف دیکھے وہ تجھے
دیکھ لے بلکہ وہی دیکھ سکتا ہے جو ہماری توفیق سے دیکھے اور تجھے وہی دیکھ سکتا ہے جو تیرے دیدار میں اوقات مستغرق کیے ہوئے ہے قال تعالےٰ تراہم
ینظرون الیک وہم لا یبصرون یعنی تو دیکھے کہ وہ تیری طرف نظر لگاتے ہیں مگر وے تجھے دیکھتے نہیں ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا طوبیٰ لمن رآنی الحدیث یعنی مبارکباد
بشارت بشارت اسکو جسنے مجھے دیکھ لیا اور بہایت بشارت اسکو جسنے میرے دیکھنے والے کو دیکھ لیا۔ مترجم کہتا ہے کہ فضیلت اکمل تو صحابہ رض کو حاصل ہوئی پھر

[illegible]

تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کو حاصل ہوئی کہ انھون نے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو دیکھا اور واضح ہو کہ امام ابوحنیفہ رح کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوئی کیونکہ انھون نے بعض صحابہ کو دیکھ لیا پس یہ فضیلت ابوحنیفہ رح کیواسطے کافی وافی ہے اور اسکے بعد ضرورت نہین کہ اصطلاحی تابعی یعنے راوی ہونا بھی ثابت کیا جاوے جیسا کہ اس زمانہ مین اسکا اختلاف یہانتک پھیلا کہ مسلمانون نے آپس مین نفاق پیدا کر لیا اور امر حرام کے مرتکب ہوگئے اللہم وفقنا للصواب۔
قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ جہان مین جو کچھ جاری ہے خواہ طاعت ہو یا معصیت خواہ کفر ہو یا اسلام ہو وہ قضا بقدر ازلی ہے جو موافق مشیت الٰہی کے جاری ہو چکی اور قلم قدرت نے ہر ایک کیواسطے مقدر کر دیا اور یہ ارادہ و مشیت اسکی ذات پاک کے ساتھ قائم ہے اور وہ ازل مین سب کچھ جانتا تھا لہذا جیسا وہ جانتا تھا ویسا ہی واقع ہوا اور جو اُسنے چاہا اُسکے خلاف نہین ہو سکتا بس اُسکے موافق ہی واقع ہوا وہ علم والا و حکمت والا ہے اور وہی خالق ہے جو چاہے کرے پس اُسنے کسی پر ظلم نہین کیا جبکہ اُسنے ایک قوم کو اپنی مخلوق مین سے نبوت و ولایت کے لیے برگزیدہ فرمایا اور دوسری قوم کو گمراہی و ضلالت کے واسطے الگ کر دیا تو وہی مالک و خالق ہے جو چاہے وہ کرے اسمین ظلم کو کیا دخل ہے لہذا فرمایا ان اللہ لا یظلم الناس شیئًا پس کافر پر کچھ ظلم نہین جبکہ اسپر اسکے فعل کے موافق عذاب کیا کیونکہ ازل ہی مین انکو اپنے قہر کے لیے مخلوق فرمایا اور ایسے ہی اہل ایمان پر کچھ ظلم نہین جبکہ لطائف مشاہدہ سے انکی تربیت فرمائی کیونکہ ازل ہی مین انکو لطف کیواسطے پیدا کرنا مقدر کیا پھر جنکو آگاہی بخشی کہ ہر دو گروہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہین بقولہ تعالیٰ ولٰکن الناس انفسہم یظلمون مین ظلم فریق گمراہ کا تو ظاہر ہے کیونکہ شرک و کفر سے بڑھکر کوئی ظلم نہین کیونکہ جسنے انکو پیدا کیا اُسکی شان مین پاکی بیان کرنے کی جگہ بہتان باندھے اور اقرار و عاجزی کی جگہ انکار کیا اور رب نیک بندے تو انکا اپنی جانون پر ظلم کرنا لطیف اشارہ ہے کہ کمال تضرع و نہایت اپنے معبود برحق جل شانہٗ کی طرف توجہ مین ایسے غرق ہوے کہ حق تعالیٰ کے ادراک کے امیدوار ہین اور اپنی جانین فدا کرتے ہین حالانکہ حق تعالیٰ جل جلالہٗ کے فضل سے واقف ہین کہ حادث کو کہان طاقت کہ قدیم کا متحمل ہو سکے ہیواسطے انسان کو ظلوم جہول خطاب دیا پس وہ تعالیٰ اپنے فضل سے انکو انکے لائق دکھلاتا ہے اور اگر فرض کرو کہ نہایت ذرہ برابر نور قدم سے مطلع ہون تو سطوت عظمت کے اول ہی وہلہ مین فنا ہوجائین حالانکہ وہ ذات پاک قیاس و گمان و وہم و مثال سب سے برتر ہے کوئی چیز بھی اسکے مشابہ نہین ہے اور نور و ظلمت سب اسکی مخلوق ہے اور کوئی مثال و کوئی وہم و خیال اس لائق نہین ہو سکتا کہ کوئی ذرہ برابر فہم و ادراک حاصل ہو سولے اسکے کہ جسطرح بذریعہ وحی و نبوت کے ہدایت فرمائی ہے اُسی راہ پر چلے چلو تو البتہ قبولیت کی امید ہے اللہم لک الحمد علی ما ہدیتنا فتوفنا علی الایمان والحمد للہ رب العالمین۔ پھر جو لوگ اس زندگانی دنیا پر مغرور ہو کر آخرت بھول گئے انکو اس زندگی کے ہیچ ہونے اور آخرت کے برحق ہونے کو مصرح سمجھا دیا بقولہ تعالیٰ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ

اور جسدن انکو جمع کریگا گویا نہ رہے تھے مگر کوئی گھڑی دن آپس مین پہچانینگے بیشک خراب ہوے جنھون نے

كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ○

جھٹلایا اللہ کا ملنا اور نہ آئے راہ پر

فی السراج۔ جب کافرون کا دنیا پر غرہ ہونا اور حق سے اعراض کرنا بیان کر دیا تو پیچھے اس فعل کے وعید بیان فرمائی۔ بقولہ تعالیٰ۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ حفص رح کی قراءۃ مین بیا تحتیہ ہے یعنے واذکر یوم یحشرہم اللہ تعالیٰ۔ اور باقیون کی قراءۃ مین نون ہے یعنے اور یاد کر یا انکو یاد دلاوے کہ جس دن ہم انکو محشور کرینگے۔ كَأَنْ کانہم۔ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِنَ النَّهَارِ گویا وے نہین ٹکے تھے مگر دن کی ایک ساعت۔ یعنے دنیا مین یا قبرون مین اپنے ٹھہرنے کی مدت بہت قلیل جانینگے اور یہ ہولناک امور کے دیکھنے کے سبب طاری

لہ ولیکن لوگون نے اپنی جانون پر ظلم کیا ۱۲

ہوگا۔ یا اسوجہ سے کہ انھون نے دنیا مین اپنی عمرین برباد کین تو اسکو کالعدم ٹھہرایا یا حشر مین مدت دراز تک پڑے رہنے کی وجہ سے قلیل جانا یا اس لیے کہ دنیا مین اُن کا ٹھہرنا بمقابلہ آخرت کے نہایت قلیل گویا معدوم ہے یہ جملہ تشبیہیہ موقع حال مین واقع ہے اے نحشرہم مشبہین بمن لم یلبث الا ساعۃ یا یوم کی صفت ہے اے کان لم یلبثوا قبلہ۔ اور حشر کے معنے ایک جماعت کو نکالنا اور اپنی جگہ سے جنبش دینا اور یہان مراد قبرون سے زندہ کرکے نکالنا اور ساعت سے مراد بطریق مثل کے نہایت قلیل زمانہ اسی واسطے دوسری آیہ مین ہے لبثنا یوما او بعض یوم۔ اور ساعت کو نہار مین سے اسواسطے خاص کیا کہ رات کی ساعتون سے دن کی ساعتون کو آدمی زیادہ پہچانتا ہے۔ ابوالسعود نے کہا کہ اس تشبیہ سے مقصود یہ بیان ہے کہ قبرون سے زندہ کرکے اٹھانا اگرچہ زمانہ دراز کے بعد ہو اللہ تعالے کے نزدیک نہایت آسان ہے اور آخرت کے مقابلہ مین اسکا ایک ساعت ہونا بھی بڑی چیز سے تمثیل ہے اور اسمین اظہار ہے کہ کفار جو خاک ہوکر پھر زندہ ہونے کو مستبعد جانتے اور انکار کرتے تھے وہ باطل ہے والحاصل۔ وہ دن یاد کرین کہ قبرون سے اٹھائے جاوینگے اس حال سے کہ اُنکی مشابہت ایسے شخص کے ساتھ ٹھیک ہوگی جو گویا ایک ساعت نہین ٹھہرا تھا۔ یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَھُمْ درحالیکہ آپس مین ایک دوسرے کو پہچانینگے گویا بہت تھوڑی دیر جدائی رہی تھی اور یہ ابتدائے حشر کا حال ہے پھر سختی اور دہشت بڑھنے سے یہ تعارف جاتا رہیگا جیسا کہ دوسری آیات سے ثابت ہے۔ قالہ البیضاوی وتبعہ المفسرون۔ اور بعض نے کہا کہ یہ تعارف کچھ مہربانی کا نہین ہے بلکہ ملامت کا ہے کہ آپس مین بعضے بعضون کو کہینگے کہ تجھی نے مجھے گمراہ اور برباد کیا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ باپ بیٹے اور قرابتی ایک دوسرے کو پہچانینگے ولیکن وہان ہر ایک اپنی جان کی فکر مین ہوگا انتہی۔ اور محتمل ہے کہ ساعت کی صفت ہو یعنی دنیا مین جو مقدار ساعت کی آپس مین پہچانتے ہین اُسیقدر وہان معائنہ کرین گے جیسا کہ اہل ایمان یہان جانتے ہین کما قیل الدنیا ساعۃ۔ اور اول دونون قول پر خواہ تعارف بطریق ملامت ہو جسکو قرطبی نے صحیح کہا ہے یا بطریق شفقت ہو دونون پر یہ سوال ہوتا ہے کہ بعض نصوص سے تعارف کی نفی ثابت ہے اور جواب دیا گیا کہ حشر کے اوقات مختلف ہونگے چنانچہ ابتدا مین تعارف ہوگا پھر منقطع ہو جائیگا یا تعارف شفقت فقط ابتدا مین ہوگا اور تعارف ملامت پھر بھی انکی تفضیح کے لیے رہیگا ولیکن واضح ہو کہ حدیث صحیح مین ننگے بدن بے ختنہ مانند ابتدائی پیدایش دنیا کے محشور ہونا مروی ہے اور جب حضرت عائشہ رضہ نے ننگے بدن ہونے پر شرم کو دریافت کیا تو جواب پایا کہ وہ امر ایسا سخت ہوگا کہ کسی کو اس کی طرف التفات بھی نہین ہو سکیگا اور خود اللہ تعالے نے فرمایا شاخصۃ ابصارہم یعنے واقعہ ہولناک کی طرف آنکھین پتھرائی ہونگی پس یہ صریح ہے کہ ابتدا مین بھی تعارف شفقت نہین ہوگا کما لا یخفی اور حق یہ کہ کیفیات حشر جسقدر منصوص ہین سب اسی طور پر یقینی ہین اور کیفیت انکی عقل سلیم کے نزدیک اسوقت معقول نہین ہو سکتی لہذا ایمان لانے مین اشکال نہین ہے۔ بالجملہ کفار اسوقت قیامت وحشر کو بعید جانتے اور زندگی دنیاوی کو طویل دیکھتے ہین پھر جس دن محشور ہونگے اُسدن آنکھون دیکھکر یقین جان لینگے کہ قدرت الٰہی مین حشر محض آسان تھا اور حیات دنیا ایک ساعت یعنی نہایت ہی کم تھی۔ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰہِ یہ جملہ ضمیر یتعارفون سے حال ہو سکتا ہے بتقدیر قول اے قائلین قد خسر الخ یعنے باہم پہچانینگے درحالیکہ آخرت کے معائنہ سے یقین کرکے یہ کہتے ہونگے کہ بے شک اُنھین بندون نے خسارہ اٹھایا جنھون نے دنیا مین لقاء الٰہی کو جھٹلایا۔ اور اولی یہ کہ یہ جملہ مستانفہ ہے پس اللہ تعالے کی طرف سے شہادت ہے کہ بے شک آخرت کے جھٹلانے والے خسارہ مین رہے کیونکہ تجارت مین انھون نے دنیائے فانیہ کو بدل لیا آخرت باقیہ سے اور نیز مومنون کو تعجب دلایا کہ دنیا کی ظاہری بھڑک پر فریفتہ ہوکر عذاب دائمی لینے والے کیا برباد ہوئے۔ وَمَا کَانُوْا مُھْتَدِیْنَ۔ اور نہ تھے وے مہتدین یعنی راہ پر نہ تھے کیونکہ جو چیزین عقل وشعور وحواس وغیرہ کی انکو اپنے خالق کی معرفت اور وہان کے سامان کیلیے دیگئی تھین انھون نے انکو ایسی بری طرح صرف کیا کہ بجائے معرفت و نیکیون کے انھون نے الٹی ایسی جہالتین

لہ تعارف باہمی درحق کرچند در دنیا بود بر یاد ساعتے از ساعات ایمان ۱۲

کاٹین کہ بے راہ جاکر جہنم و دائمی عذاب مین پڑے پھر حق تعالیٰ نے اپنے رسول صلعم کو ان کے عذاب کی خواہ دنیا مین یا دین مین خبر دی۔ بقولہ تعالیٰ۔

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ۝

اور اگر ہم دکھا دینگے تجھ کو کوئی ان وعدون مین سے جو دیتے ہین انکو یا پوری کر دینگے تیری عمر سو ہماری طرف ہے انکو پھرنا پھر اللہ شاہد ہے ان کامون پر جو کرتے ہین

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝

اور ہر فرقے کا ایک رسول ہے پھر جب پہنچا انپر رسول انکا فیصلہ ہوا انمین انصاف سے اور انپر ظلم نہین ہوتا

وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ اور یا تو ہم تجھے آنکھون دکھلا دینگے۔ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ۔ تھوڑا اسکا جو ہم انکو وعید دیتے ہین یعنی عذاب کی وعید مین سے کچھ عذاب ہم تجھکو دنیا ہی مین دکھلا دینگے چنانچہ بدر کے روز انکو کچھ عذاب گیا اگرچہ جو کفار اسدن قتل ہوے وہ تو لگاتار عذاب آخرت مین مل گیے۔ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم تجھے وفات دیدینگے یعنی قبل انکا عذاب تجھے دنیا مین دکھلانے کے۔ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ تو ہماری ہی طرف انکا لوٹنے کا ٹھکانا ہے پس آخرت مین تجھے دکھلا دینگے۔ یہ دوسرے اما کا جواب ہے اور پہلے کا جواب ایسے مقام پر حذف ہوا کرتا ہے اما نرینک فذاک۔ اور حرف اما سے بیان بطریق احتمال نہین ہے بلکہ مقصود تحقیق وقوع عذاب الٰہی کافرون کو جو وعدہ عذاب ہے وہ ضرور واقع ہوگا از انجملہ جو کچھ تھوڑا عذاب انکا تو دنیا ہی مین دیکھ لے وہ تو نے دیکھ لیا اور پھر تیری وفات بھی مثل اور انبیا کے مقدر ہے تو ضرور ہوا آخرت مین انکا عذاب دیکھیگا کیونکہ جنپر دنیا ہی سے عذاب شروع ہو جاوے یا جنپر یہان شروع نہو سب کا مرجع آخرت کی طرف ہے اور وہی تحقیقی جزا کا مقام ہے اسیواسطے دوسرے اما کا جواب ذکر کیا ایسے کلام سے جو مفید معنی دیگر بھی ہے۔ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ پھر اللہ تعالیٰ شہید ہے ان اعمال پر جو وے کرتے ہین۔ حرف ثم بیانی ترتیب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دونون جہان مین ہر ایک کے اعمال پر شاہد و عالم ہے اور مراد یہ کہ جب منکرین کا مرجع دار الآخرۃ کی طرف ہوا تو پھر ان اعمال انکار و کفر و استہزا وغیرہ پر سزا پاوینگے کیونکہ اللہ تعالیٰ انکے افعال کو خوب جانتا ہے۔ زمخشری نے کہا کہ شہادت ذکر ہے اور اس سے مراد نتیجہ ہے یعنے عقاب گویا کہا گیا کہ پھر اللہ تعالیٰ انکے اعمال پر انکو عذاب فرماویگا اور شہادت بالفعل سے وے کافر جو اسوقت کفر پر تھے پھر راہ پر آگیے اس سے مستثنیٰ ہو جاوینگے کیونکہ ان کے اعمال جنپر اللہ تعالیٰ مطلع ہے صالح ہوگئے اور اگر تخصیص عقاب ہوتی تو وعید و تہدید تو ہوتی لیکن یہ وہم ہوتا کہ اسوقت جسقدر منکر ہین عذاب ہی کیے جاوینگے۔ فافہم۔ یا یہ مراد کہ اگر تو نے وفات پائی قبل دیکھنے کے تو اللہ تعالیٰ انکے اعمال پر شاہد ہے کما فی قولہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم یہی ابن کثیر رح نے اختیار کیا اور لکھا کہ طبرانی رح نے حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس حجرہ پاس میری امت اگلی و پچھلی مجھ پر پیش کی گئی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو مخلوق ہو چکے وہ پیش ہوے سو جو ابھی پیدا نہین ہوے ہین فرمایا کہ وہ سب سے واسطے مصور کیے گئے مٹی مین حتی کہ مین ان مین سے ہر آدمی کو ایسا زیادہ پہچانتا ہون کہ تم مین سے کوئی اپنے دوست ساتھی کو نہین پہچانتا۔ رواہ من وجہین۔ اس مین اشارات لطیفہ ہین فافہم۔ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ اور ہر امت کے لیے رسول ہے یعنی اگلی امتون مین سے ہر امت کے واسطے ایک رسول بھیجا گیا کہ انکو حق کی دعوت کرے۔ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ۔ پھر جب انکا رسول آگیا یعنی معجزات و آیات لایا اگر انھون نے رسول اللہ کو جھٹلایا قُضِيَ بَيْنَهُمْ۔ تو انکے درمیان فیصلہ کر دیا گیا یعنے رسول کے اور جھٹلانے والون کے درمیان حکم کیا گیا۔ بِالْقِسْطِ عدل کے ساتھ پس رسول کو نجات ہوئی اور جھٹلانے والے ہلاک ہوے وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ اور وے ظلم نہین کیے جاتے یعنے بغیر جرم کے ان پر عذاب نہین اور نہ بغیر حجت کے مواخذہ ہے اور مراد اس سے کمال عدل کا اظہار ہے اسی واسطے فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا یعنی جب تک ہم رسول نہ بھیجین اور وحی سے معرفت نہ دین تب تک

کسی پر عذاب نہیں کرتے۔ یہ جو مذکور ہوا اس قول پر ہو کہ یہ فیصلہ اسی دار دنیا مین ہے اور اس تقدیر پر احتمال ہے کہ کافرین کی ہلاکت سے اُن کا کفر پر رہنا اور بے ایمان مرنا مراد ہو کیونکہ در واقع اس سے بڑھ کر کوئی ہلاکت نہین ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس فیصلہ کا مقام دار آخرت ہے پس آیت بمانند قولہ وجیٔ بالنبیین والشھداء وقضی بینھم الآیۃ۔ اور قولہ فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید الآیۃ۔ اور معنی یہ کہ ہر اُمت کسی ایک رسول کی طرف نسبت کی گئی ہے پھر جب موقف حساب مین وہ رسول آیا تاکہ انپر کفر یا ایمان کی گواہی دے تو فیصلہ ہوگا اور جب امت کافر اپنے رسول کے پیغام الٰہی پہونچانے سے انکار کرینگی تو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام جسکے درمیان سب سے پہلے حکم و فیصلہ ہوچکا ہوگا ان انبیاء کی تبلیغ پر بشہادت قرآنی گواہی ادا کرینگی اور رب تبارک وتعالےٰ خوب جانتا ہو مگر یہ عدل کامل ہو کہ کافرون پر حجت قائم ہوگئی پس رسول کے مراتب عالیہ ہین اور کافرون کو عذاب دائمی ہے اور اس صورت مین شاید ضمیر بینھم سے مراد انھین امتیون کے درمیان فیصلہ ہو یعنے جب رسول کی شہادت یا امت محمدی کی شہادت قائم ہوجائیگی تو امتیون کے درمیان جو اختلاف دنیا مین تھا حکم اللہ عزوجل سے فیصلہ ہوجائیگا پس مومنون کو نجات و مرتبہ عالیہ ملیگا اور کافرون کو خواری و دائمی عذاب ملیگا یہی قول دوم تفسیر کا حضرت مجاہد رحمہ سے مروی ہے اور ابن کثیر رحمہ نے اس کے معنے مین لکھا کہ ہر امت اپنے رسول و اعمالنامہ کے ساتھ حضور حق عزوجل پیش ہوگی اور ملائکہ حفظہ وغیرہ بھی شاہد ہونگے حتی کہ بھلے و بُرے اعمال کے واسطے زمین و مقام حتی کہ جوارح ہاتھ پاؤن وغیرہ بھی شاہد ہونگے اور یہ امت مرحومہ یعنی امت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اگرچہ سب اُمتون سے آخر دنیا مین پیدا ہوئی لیکن یہی امۃ وسط ہو بقولہ تعالےٰ کذلک جعلناکم امۃ وسطا الآیۃ پس یہ امت عدل ہے سب سے آخر کی گئی کہ سب پر شاہد ہے اور آخرت مین سب سے اول اسکا فیصلہ ہوگا کما قال علیہ السلام نحن الآخرون السابقون یوم القیامۃ الحدیث پس اس امت کو سبقت کاملہ بسبب اپنے رسول اکرم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے حاصل ہوئی۔ پھر کافرون کی جہالت وقوع قیامت و استعجال عذاب مین وقلت معرفت بیان فرمائی۔ بقولہ تعالےٰ۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ قُل لَّا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا

اور کہتے ہین کب ہو یہ وعدہ اگر تم سچے ہو تو کہہ مین مالک نہین اپنے واسطے بُرے کا اور نہ بھلے کا مگر جو

مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝

چاہے اللہ ہر فرقے کا ایک وعدہ ہے جب پہونچا انکا وعدہ پھر نہ ڈھیل کرین ایک گھڑی و نہ جلدی

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۝ أَثُمَّ إِذَا مَا

تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر آ پہونچے تمپر عذاب اُسکا راتی رات یا دن کو کیا کرینگے اس سے پہلے گنہگار کیا پھر جب

وَقَعَ آمَنتُم بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ كُنتُم بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ

پڑچکے گا تب یقین کروگے اُسکو اب قائل ہوئے اور تم تھے اس کی جلدی کرتے پھر کہینگے گنہگارون کو چکھو عذاب

الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ۝

ہمیشہ کا وہی بدلا پاتے ہو جو کچھ کماتے تھے۔

ویقولون۔ اور کہتے ہین یعنی کفار مکہ یا مع دیگر کفار عرب کے کیونکہ بت پرست مشرکین سب منکر قیامت تھے اور حکم مین تو آخر زمانہ تک کے منکرون کو شامل ہے کیونکہ قول سے ان کا عندیہ و اعتقاد مذموم بیان کرنا مقصود ہے اس لیے کہ وہی معتبر ہے جیسے قول اقراری مین ایمان

معتبر ہے لہذا قیامت تک کے منکر اسکو اپنے حق میں ارشاد و ہدایت سمجھیں اور یہ امر منجملہ معجزات قرآنیہ کے ہے کہ جو امور قیامت تک خواہ صریح
کفر کے یا ضمنی شرک و کفر کے یا دیگر ہوسات نفس جو فسق و فجور کے سبب رضائے الٰہی و وصول معارف سے مانع ہیں سب اسوقت عالم الغیب
والشہادۃ العزیز الحکیم جل شانہ نے بیان فرما دیے ہیں ولہذا علماء اسلام اپنے نفوس اور اپنے تابعین کے نفوس کی آراستگی میں اسی کلام مجید
سے بانضمام احادیث سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین راہ مستقیم ظاہر و باطن حاصل کریں اور اللہ تعالیٰ سے
توفیق چاہیں پس یہاں کفار کا بد اعتقاد مع بد قول کے ذکر فرمایا کہ ویقولون یعنے کہتے ہیں کہ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ یہ وعدہ کب ہوگا علماء نے
لکھا کہ انکی غرض یہ نہیں تھی کہ حال کی تحقیق کریں تاکہ مہلت میں عبادت و طاعت سے وہاں کا سامان کریں اور خوف کریں بلکہ اس وعدہ
کو یعنی قیامت آنے و عذاب کفر طاری ہونے کو مستبعد جانتے تھے لقولہ ءاذا کنا عظاما ورفاتا ءانا لمبعوثون الآیۃ پس بعث و حشر کو خلاف جانتے
ولقولہ یستعجل بہا الذین الآیۃ یعنی اسکے وقوع میں جلدی چاہتے کیونکہ معتقد نہ تھے ورنہ خوف کرتے اور چونکہ اس کا ایک وقت مقدر بعلم الٰہی
ہے تو ابھی ٹھٹھا کرتے کہ بھلا وہ بڑا وعدہ کب ہوگا بتاؤ۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو۔ اس خطاب میں آنحضرت صلعم کے ساتھ آپکے
تبعین مومنین بھی شامل ہیں کیونکہ صدق دل سے قیامت کے قائل و کافروں کو ہدایت کرنے والے تھے۔ حاصل قول ان کافروں کا
بطور استہزاء و استبعاد کے یہ تھا کہ اگر وہ وعدۂ عذاب جو تم دیتے ہو سچ ہے تو لاؤ دکھیں اور کوئی وقت جو علم الٰہی میں کہتے ہو تو بھلا آخر
کب ہوگا تم اللہ تعالیٰ سے دریافت کرکے لاؤ اور واقع کردو کیونکہ ہم تمکو ہنستے و نہیں مانتے ہیں پس تم عذاب لاؤ اگر اپنے دل ٹھنڈے کرو۔ قُلْ
لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا۔ اے محمد صلعم تو کہدے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے لیے کسی ضرر کا کہ اپنی ذات سے اسکو چاہوں
دور کروں اور کسی نفع کا کہ جب چاہوں حاصل کروں پھر بھلا تمھارے اوپر کیونکر اسکا مالک ہونگا کہ عذاب موعود جلدی تمپر جاری
کردوں۔ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ان الملک اولکن ماشاء اللہ من ذالک کائن سوائے اس کے جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ یعنے اللہ تعالیٰ جس امر کو چاہتا
ہے اس پر مجھے قادر فرماتا ہے یا حرف الا بمعنے لکن ہے یعنی و لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ واقع ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ تم لوگ اپنے خالق تعالیٰ
کو نہیں پہچانتے ہو ورنہ ایسا نہ کہتے کیونکہ منجملہ صفات کے یہ ہے کہ ہو النافع ہو الضار۔ وہی نفع پہونچانے والا اور وہی ضرر پہونچانے والا ہے
ہو المالک الذی لا یقع شیء الا بمشیئتہ ولا یتحرک ذرۃ الا باذنہ۔ وہی مالک ہے کہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی مگر جبھی کہ وہ چاہے اور کوئی ذرہ نہیں
ہلتا مگر اسی کے حکم سے اور جو کچھ واقع ہوا اسکا وہی خالق ہے الغرض قادر و خالق وہی ہے اور سب مخلوق ہیں پس جب یہ بات ہے تو پھر کافروں نے کفر کا
خیال جانا کہ تم عذاب پھیر لاؤ بسبب جہالت و بے ایمانی کے نہ جانا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار و قبضۂ قدرت میں ہے لہذا پہلے ان کو
معرفت کی طرف ارشاد کیا کہ تو کہدے کہ میں اگرچہ تمام مخلوقات الٰہی میں افضل و اکرم ہوں لیکن بے شک اس کا بندہ و رسول ہوں میرا
لقب عبد اللہ و رسولہ ہے میں قدرت و خلق نہیں رکھتا یہ تو فقط اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے اختیار میں بلکہ اسی کی صفات میں سے ہے۔ اور یہ جو
زعم کفار تھا کہ اگر ہم برے اعمال پر ہوتے تو عذاب آتا تو یہ بھی جہالت تھی اس کو ہدایت سے معرفت دی کہ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ہر گروہ کے
واسطے ایک مدت مقرر ہے۔ اجل یعنے مدت و آخر مدت و وقت وغیرہ معانی میں مستعمل ہے اور یہاں آخری وقت مہلت کا ہے یعنے ہر
گروہ جسکو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اس کے لیے ہلاکت کا ایک وقت مقرر کیا ہے۔ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ جب آگئی ان کی اجل یعنے آخری
وقت۔ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ اے لا یتاخرون ولا یتقدمون۔ اور یستاخرون از استفعال یہاں مبالغہ
بلیغ ہے یعنے پھر نہیں پیچھے ہٹتے ایک دم اور نہ ایک ساعت آگے ہونگے۔ الحاصل تمھارا بھی ایک مقرری وقت ہے تو جلدی مت کرو کہ

وہ آنے ہی والا ہے پھر گھڑی گنتی چلی جاتی ہے پس عنقریب اسکا وعدہ پورا ہوگا عجب کہ در صورت خالق عزوجل سے کفر کرنے کے دنیا مین تو
کیسے ہی محتاج و تکلیف مین ہون دائمی عذاب عاقبت کی بہ نسبت گویا بہشت ہے پس چونکہ انھون نے نعمت و عیش آخرت کے عوض اسی کو
لیا تو وہ انکو ایک مدت معین تک اللہ تعالے نے دیدی کہ حرام حلال جسطرح جی انکا چاہتا ہے کھاتے پیتے و زنا وغیرہ شہوت پرستی کرتے ہین پس
باوجود کفر کے کیا وعدہ مین جلدی کرتے ہین یعنی چھوڑنا چاہتے تھے اور یہ کہ خالی عذاب آنے مین اگر شک کرتے تھے تو یہ بھی سخت جہالت تھی
کہ جس خالق عزوجل نے انکو پیدا کیا وہ کیا عذاب کرنے پر قادر نہین ہے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیٔ
قدیر۔ لہذا فرمایا۔ قُلْ أَرَءَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ تو کہدے کہ اے کافرو مجھے بتلاؤ کہ اگر آجاوے تم پر عذاب اُسکا یعنے جس عذاب کو جلدی
مانگتے ہو تاکہ ہم کو سچا جانو سو اگر وہ تم پر یکلخت آہی آپڑے۔ بَيَاتًا۔ وقت بیات و نوم تمھارے سونے وقت مین۔ أَوْ نَهَارًا یا وقت نہار مین
جبکہ تم اپنے لہو و لعب کے کاروبار مین مشغول ہو۔ مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ۔ ای شیٔ من العذاب یستعجلونہ وکل العذاب مکروہ لا یلائم
الاستعجال۔ کون چیز عذاب مین سے مجرم لوگ جلدی مانگتے ہین۔ یعنے مجھے خبر دو کہ اس مین سے سونے کا یا جاگنے کا کون عذاب مانگتے ہو وہ
تو سب نہایت خوف کی سخت چیز ہے جلدی مانگنے کی چیز نہین ہے اور تستعجلون ضمیر بصیغہ خطاب کی جگہ المجرمون ظاہر کر دیا کہ مجرم کو یہی
تنا جو عقوبت جرم ہو عجیب ہے انکو واجب تھا کہ عذاب جرم سے ڈرتے نہ انکا اسکو جلدی مانگین۔ جواب شرط محذوف ہے اے ندموا علی الاستعجال
او عرفوا الخطاء۔ یعنی اگر عذاب تم پر آیا تو جلدی مانگنے پر نادم ہوگے اپنی خطا پہچانوگے اور ہو سکتا ہے کہ ماذا الخ جواب ہو جیسے بولے کہ ان اتیتک
ما ذا تعطینی۔ اگر تیرے پاس آؤن تو تو کیا چیز ہے جو مجھے دیگا۔ اور یہ جملہ متعلق ارایتم ہو۔ اور یہ بھی عمدہ بنتا ہے کہ آگے کا کلام جواب الشرط ہو یعنے قولہ
أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ کیا اسوقت جبکہ واقع ہو جاوے عذاب مذکور تو تم اسپر ایمان لے آؤگے یعنی بعد وقوع کے کیا ایمان لاؤگے جبکہ
ایمان کچھ نافع نہین اور قول اذا۔ درمیان شرط و جزا کے جملہ معترضہ ہو ثم ظرف بالفتح ہو پھر ہمزہ استفہام انکاری ہو یعنے اتنے وقت تک ایمان لانے
مین تاخیر نہین جائز ہے کیونکہ اسوقت ایمان کچھ مفید نہ ہوگا کذا فی البیضاوی وغیرہ اور معنے یہ ہین کہ مجھے خبر دو کہ اگر عذاب تم پر رات یا دن مین آ دے
تو کیا جب آ پڑے اسوقت ایمان لاؤگے۔ اور جملہ ماذا معترضہ ہو کہ سوتے یا جاگتے کے عذاب مین سے بتلاؤ کون تم مجرم چاہتے ہو یعنی انہین دونون
حالتون کا ہوگا بہر حال کوئی چاہو تو پھر طلب کیا ہے کیا آ پڑنے پر ایمان لاؤگے تو یہ کچھ مفید نہین ہو اور کہا جائیگا کہ آلْآنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ
تَسْتَعْجِلُونَ۔ کیا اب ایمان لائے اور کہا گیا اگر غنا کرتے ہو کہ عذاب جاوے عافیت آوے اور ہم مومن ہین حالانکہ تم پہلے اسی کو جلدی مانگتے
تھے جبکہ غیب پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا تھا اور تم نے جھٹلایا و بستہزؤن بہ کہا تھا آلآن بہ ہمزہ بادغام ہمزہ استفہام و ہمزہ آل اور الیسا
قرآن مین چھ جگہ ہے انعام مین آلذکرین دو مرتبہ اور یاس سورۃ مین آلآن دو مرتبہ اور آللہ اذن لکم۔ اور سورۃ نمل آللہ خیر ایک جگہ پس ان
چھ جگہ ہمزہ و مدہ کو الگ الگ پڑھنا نہین جائز ہو۔ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا یہ عطف ہو قیل مقدر پر یعنے قیل لہم آلآن وقد کنتم الخ قیل للذین الخ
یعنے پہلے انکو ملامت کرنے کے واسطے وہ کہا جائیگا کہ اب ایمان لاتے ہو پھر کہا جائیگا ان لوگون سے جنھون نے ظلم کیا یعنے اپنی جانون پر اسطرح
کہ ہمیشہ کفر کیا۔ ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ چکھو عذاب دائمی یعنے اپنے جرم کے عوض جس سے بڑھ کر کوئی جرم نہین ہے ایسا عذاب چکھو جو دائمی ہے
کیونکہ چند روزہ دنیاوی زندگی کے بعد سوائے راحت جنت یا عذاب النار کے غیر دائم نہین اور اس سے اچھی طرح خبردار کردیے گیے تھے کہ نہ مانا
سوائے اپنے خالق سے انکار و شہوات دنیاوی کے۔ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ نہین بدلا دیے جاؤگے الا العوض اسکے جو تم
کفر و معاصی کماتے تھے۔ واضح ہو کہ دنیا مین خالق عزوجل کی معرفت و ایمان کو رضائے حق تعالے لازم ہے کہ یہ یاد رکھو کہ معرفت الٰہی بقدر پاک

سبحانہ تعالے آدمی سے ممکن نہیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالے کے رسول صلعم سے معلوم کرکے ایمان لاوے اور یہین سے رسول صلعم کا بھی بہت نہایت بڑا احسان ہے اور مرجع اس کا یہی احسان الٰہی تعالے ہے لہذا آخر دعانا الحمد للہ رب العالمین ہے بقولہ وما کنا لنہتدی لولا ان الآیہ۔ اور مفصل کر کے بیان گزرا کہ جو کوئی بدون تصدیق رسول صلعم کے معرفت الٰہی کا دعوی کرے اگرچہ دنیاوی عقل کیسی ہی رکھتا ہو محض جھوٹا ہے کیونکہ دنیا وما فیہا سب حادث فانیہ ہیں اور باری تعالے کی ذات وصفات قدیم ہیں پس دونوں میں ضد ہے تو ایک کی سمجھ سے کچھ بھی دوسرے کی سمجھ نہیں آتی بلکہ الٹا ہونا چاہیے کیونکہ اضداد جمع نہیں ہوتے اور خود دیکھا ہے کہ کثرت سے دنیاوی امور جنکا مرجع حیات دنیا ہے جسکو انہیں زیادہ تر عقل وفضل ہو وہ دین سے اتنا ہی زیادہ اندھا ہوتا ہے پھر دنیا میں انس کو مکلف باحکام الٰہی رکھکر بیان کیے شہوات سے موافق شرع کے بچنا اور جنت دونوں گویا لازم ملزوم ہیں اور دنیا میں نفس کو چھوڑ دینا اور یہاں کی خواہشوں پر دل جمانا اور خالق تعالے کا حق بھول جانا اور جہنم یہ دونوں گویا لازم ملزوم ہیں مگر دنیا دار امتحان ہے اور نہایت عجیب نظام مخلوق ہے انہیں پردہ ہے کہ ظہور نہیں ہوتا لہذا جسکو بصیرت عطا ہوئی وہ اس دنیا کو دیکھکر قولہ تعالے ربنا ما خلقت ہذا باطلا الآیہ کہتا اور عجب حیران رہتا ہے جو کچھ مترجم نے اشارہ کیا اسکو غور سے دیکھنا اور یقین کرنا چاہیے کہ دنیا کے بعد کوئی ٹھکانا سوائے جنت یا دوزخ کے نہیں پھر خالق عز وجل پر یقین کامل وایمان واثق بدون شرک کے یہی رضوان الٰہی اور وہ جنت میں ہے اور خالق تعالے کو بھولنا الا کفر وشرک کرنا یہی غضب الٰہی وجہنم ہے اور ہر ایک کو دوام ہے الا دنیا کی زندگی چند روزہ ہے دل ہٹا کر شرک وکفر سے بچنا جسکو نصیب ہوا یہی رحمت واحسان الٰہی ہے۔ واضح ہو کہ آدمی کو وسوسہ شیطانی اور اسکے کرنے سے بیاد ما انکا واجب ہے چنانچہ آیات واحادیث میں اسکی بہت تاکید موجود ہے لہذا جادہ شرع سے اپنی عقل ورائے کی طرف قدم نہ بڑھائے اور محکم یقینی کو چھوڑ کر متشابہ میں نہ پڑے خصوص ایسے متشابہ میں جس میں خوف کفر وغیرہ اعتقاد میں یا خوف حرام وغیرہ کبائر اعمال میں ہو جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ آج کل ایک مسئلہ پھیل رہا ہے وہ یہ کہ لوگ نبی وصحابہ وغیرہ سے دقت اولیاء و بزرگان دین کو جو وفات پاگئے ہیں پکارتے ہیں انہیں دو امر ہیں ایک یہ کہ وے سنتے ہیں یا نہیں سنتے تو عامہ علماء حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک مردے نہیں سنتے ہیں پس یہ صریح مخالفت ہے دوم یہ کہ اگر سنتے ہیں تو کسی کے نزدیک یہ نہیں صحیح ہے کہ سوائے دفن کے وقت کے بھی سنتے ہیں تو تمام امت سے صریح مخالفت ہوئی اور سمیع بعید اسطرح صفت الٰہی ہے دوسرے کو ثابت کرنا شرک جلی ہے۔ اور اگر سنتے ہوئے تو مقصود کیا ہے آیا وے نفع وضرر پہنچانے پر خود قادر ہیں تو یہ کفر صریح ہے اور اگر اللہ سے سفارش کرنیکا ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں یا تو رضاے الٰہی انکو معلوم ہوگی یا نہیں تو دوم صورت باطل ہے اور اول صورت میں رضا ہے الٰہی کسی بندہ سے ہے جو امر تقدیر میں تھا اور اسکی درگاہ میں دعا کرے تو یہ خلاف رضاے الٰہی کام کیا اور دعا بے شک نافع ہے لیکن خلاف تقدیر نہیں واقع ہوتا پس ایسا کرنے والے نے اپنے آپ کو مخالفت ائمہ حنفیہ ومخالفت اجماع امت اور شرک وانکار تقدیر یعنی کفر اور خلاف رضاے الٰہی میں ڈالا اگر اسکے نزدیک اسپر یقین نہیں تو دیگر علماء کے قول پر مشتبہ ہی لہذا اس سے احتراز فرض ہے اور علماء پر واجب ہے کہ بندگان حق تعالی کو تعلیم بتا دیں اور لوگوں کو واجب ہے کہ سیدھی راہ پر چلیں اور چند روزہ زندگی دنیاوی سے ایمان سلامت لیجاویں اور ہوشیار ہوں کہ شیطان انکو پھیر کر بدعت واعتقاد میں نہ فریب کی راہ چلاتا ہے واللہ تعالے والہادی الی الصراط المستقیم فقط فی العرض الیس قولہ قل لا املک لنفسی ضرا ولا نفعا الآیہ یعنی میں توحید کا دعوی فرمایا اور بتلایا کہ قدم میں حدوث بالکل راہ نہیں پاتا اور ثبوت فقط ایک ہی شی ہے ثابت ہو نہ یعنی ثبوت ازلی میں کسی حادث کی شرکت کو کچھ دخل نہیں اور ضرر کیا مخلوق کی نیکی بدی کا ایک کوئی مقدور میں کچھ نا ضرر نہیں ہے بلکہ وہی ایکے کسب میں موثر ہو جو بعض نے کہا کہ حضرت سید المرسلین نے اپنی ذات سے ہر طرح کی قدرت کی نفی کی کسی چیز پر ملک نہیں اور کسی حال پر اعتقاد نہیں ہے بلکہ ظاہر کردیا کہ سب اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے ہے پس جو کوئی اپنے نفس کا مالک نہ ہو وہ نفس کے ضرر ونفع کا گمان سے مالک ہو سکتا ہے اور جس شخص کو یہ حالت بخوبی صحیح

ہو جاوے وہ مخلوق کی مدح و مذمت اور مخلوق سے طمع و امید رکھنے اور انسے توسل ڈھونڈھنے سب سے الگ ہوگا۔ قال المترجم شیخ رہ نے بھی جملہ امور کی تصریح کردی فافہم پھر اللہ تعالیٰ نے کفار کے دریافت کرنے کو بیان فرمایا بقولہ۔

ع ۵ ۱۳ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ

اور تجھ سے خبر پوچھتے ہیں کیا سچ ہے یہ بات تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے اور اگر ہو ہر شخص گنہگار پاس

ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

جتنا کچھ ہے زمین میں البتہ دے ڈالے اپنی چھڑوائی میں اور چھپے چھپے پچھتاوینگے جب دیکھیں گے عذاب اور ان میں فیصلہ ہوگا انصاف سے

وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اور انپر ظلم نہ ہوگا

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ استنبا رطلب نبا یعنے طلب خبر ای یستخبرونک تجھ سے چاہتے ہیں کہ تو انکو خبر دے و آگاہ کردے کہ۔ اَحَقٌّ هُوَ کیا سچ ہے یہ۔ یعنے جو تو نبوت کا دعوی کرتا ہے اور کفر و انکار کرنے والوں کو عذاب کے وعید سناتا اور مومنوں کو انعام و اکرام جنت کے وعدے فرماتا ہے کیا یہ سچ ہے یعنے تم سچ سچ کہتے ہو یا تمسخول کے طور پر باطل بیان کرتے ہو بعض نے زعم کیا کہ یہ خبر پوچھنا بطریق تمسخول کافروں کا فعل تھا اور قولہ الحق میں ہمزہ انکاری ہے بیضاوی رح نے کہا کہ شاذ قراۃ میں الحق ہو آیا ہے جس میں تعریض ہے کہ تمھارا قول حق نہیں ہے پس یہ قراۃ اس زعم کی موید ہو سکتی ہے مگر بیضاوی رح نے اس زعم کو ضعیف ٹھہرایا اور کہا کہ اظہر یہ ہے کہ استفہام یہاں اپنی اصل پر ہے اور لکھا کہ یہ قول ایک یہودی عالم حیی بن اخطب نے کہا تھا جب مکہ میں مسافر آیا تھا۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ویستنبؤنک احق ہو یعنی تجھ سے خبر پوچھتے ہیں کہ بعث و قیامت و معاد بعد مٹی ہو جانے کے کیا سچ ہوگا مترجم کہتا ہے کہ یہ مشعر ہے کہ کفار مکہ پوچھنے والے تھے کیونکہ یہودی معاد و حشر کا اقرار کرتے تھے ظاہرا حیی بن اخطب کا پوچھنا صحیح روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نیز مشعر ہے کہ استفہام بمعنے حقیقی ہے اور یہی مفسر رح نے اختیار کیا اور یہی اظہر ہے بدلیل قولہ ویستنبؤنک یعنی احق ہو کو اللہ تعالیٰ نے استنبا قرار دیا پس مقصود انکا یہی تھا کہ ہمیں بتادو کہ تم حشر و معاد کے وعدے و وعید کو سچ کہتے ہو یا بطریق ہزل ہے کیونکہ انکو یہ بہت بعید معلوم ہوتا تھا کہ خاک مٹی ہو کر اٹھائے جاویں و کفر پر عذاب پاویں لہذا تحقیقی جواب کا حکم دیا بقولہ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ تو کہدے کہ ہاں قسم مجھے اپنے رب کی کہ بیشک یہ البتہ حق ہے یعنے بعث بعد موت کے اور عذاب جہنم کفار کو برحق ہے۔ آئے بکسر اول بمعنے نعم یعنے ہاں۔ اور وہ لوازم قسم میں سے ہے لہذا التصدیق میں واؤ قسم سے ملا دیا جاتا ہے جیسے یہاں ہے۔ واضح ہو کہ نعم جواب ایجاب ہے جیسے کوئی پوچھے کہ الحشر کائن۔ کیا حشر ہونے والا ہے کہو کہ نعم یعنے ہاں ضرور ہوگا۔ اور جواب نفی میں نعم نہیں آتا اور وہاں بلی آتا ہے جیسے قولہ الست بربکم کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں۔ قالوا بلی۔ بولے کہ کیوں نہیں یعنے بیشک تو ہمارا رب ہے۔ اور اگر ایسے مقام پر نعم سے یہ معنے پیدا ہوں کہ ہاں تو رب نہیں ہے پس نعم یہاں غلط ہے۔ اس سے تقویت ہوگئی کہ احق ہو میں ہمزہ انکاری نہیں بلکہ حقیقی استنبار ہے کہ یہ حقیقت میں سچ ہے تو جواب دیا کہ نعم ہاں سچ ہے وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ اور تم اس کو عاجز نہیں یعنے یہ عذاب کم کرنے والے نہیں ہو کہ کسی حیلہ و مکر سے اپنی ذات سے دفع کر سکو۔ قال ابن کثیر رح یعنے تمھارا خاک ہو جانا کچھ اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والا نہیں کہ تم کو اعادہ نفرماوے جیسے پہلے عدم سے پیدا کیا تھا اور تب تو تم کچھ بھی نہ تھے قال اور اس آیت کی نظیر قرآن میں فقط دو آیات اور ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے رسول صلعم کو قسم سے موکد کر کے ایسے جواب کا حکم دیا سورہ سبا قولہ وقال الذین کفروا لا تاتینا الساعۃ قل بلی وربی لتاتینکم۔ الآیۃ۔ سورہ تغابن قولہ زعم الذین کفروا ان لن یبعثوا قل بلی وربی

لتبغوا الآیۃ۔ پھر فرمایا۔ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ اور اگر ہو ہر ایک نفس کے لیے جسنے ظلم یعنے شرک و کفر کیا یا غیر پر تعدی کی ہے۔ مَا فِي الْاَرْضِ سب جو کچھ زمین میں ہے خزانے و جواہرات و نقود و اسباب وغیرہ سے۔ لَافْتَدَتْ بِهٖ تو ضرور افتدا کر لیتا اس کے عوض یعنے اسوقت دنیا میں کافر کو ریزہ حقیر مال و اسباب کا چھوڑنا و آخرت ہی کو طلب کرنا گران ہے آخر کفر و شرک و خلاف رضاء الٰہی چلتا ہے اور وہان لب موت کے اٹھکر عذاب معاینہ کرکے ایسا ہو جائیگا کہ اگر بالفرض اسکے پاس ریزہ حقیر کیا بلکہ تمام خزائن و اموال زمین ہوتے تو انکو اپنا فدیہ کرتا یعنے اپنے آپ کو عذاب سے چھوٹنے کی عوض یہ سب کمال خوشی سے دیدیتا۔ فی الحدیث بعض کافروں سے حق تعالےٰ فرماویگا کہ تمام جو کچھ زمین میں ہے تو سب اپنے فدیہ میں دیدے عرض کریگا کہ ہان اے رب میسر ہے۔ فرماویگا کہ تجھ سے تو ہم نے دنیا میں بہت آسان بات چاہی کہ ہمارے ساتھ شرک نہ کرے تو نے نہ مانی مگر یہی کہ شرک کیے جاوے مراد ظلم سے شرک ہے لقولہ تعالےٰ ان الشرک لظلم عظیم۔ اور غیر پر تعدی کرنا اسکی فروعات میں سے ہے۔ افتداء بمعنے فداہ یعنے افتدا کیا یا افتعال سے بمعنے فدیہ دیکر چھٹ جانا یا اگرچہ کچھ فدیہ نہیں اور نہ قبول ہوگا اور فرمایا۔ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ اسرار لغات اضداد میں سے ہے جسکے معنے چھپانا بھی اور ظاہر کرنا بھی دونوں آئے ہیں اور یہان دونوں محتمل ہیں پس بنا بر معنی اخفا کئی وجہیں بیان کی گئیں اول آنکہ چھپایا انھوں نے یعنی کافروں نے جنکا بیان ہے جو کہ کفر و شرک پر مر گئے ہیں ندامت کو جس گھڑی کہ دیکھا انھوں نے عذاب کو صیغہ ماضی بمعنے مستقبل اور اشارہ ہے کہ قطعی الوقوع مانند ماضی کے ہے اور علم الٰہی میں سب ماضی و مستقبل یکسان ہیں پس کہا گیا کہ ندامت چھپانا اسوجہ سے واقع ہوا کہ برخلاف اپنے گمان کے جب اچانک سخت عذاب ہولناک دیکھا تو کمال خوف سے زبان بند ہوگئی اور ندامت دل ہی میں چھپی رہگئی۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر اسروا بصیغہ مجہول ہوتا تو البتہ توجیہ مذکور مناسب زیادہ تھی مگر آنکہ مجاز کہا جاوے اور بعض نے کہا کہ اسرار ندامت کے معنے یہ ہیں کہ خالص ندامت ہی دلوں میں بھر جائیگی کیونکہ خفا ندامت وہ اخلاص ندامت ہے یا یہ کہ ہر چیز کے خالص کو سِر الشی کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں کی نظر سے مخفی رکھی جاتی اور بخل کیا جاتا ہے۔ اور شیخ مفسر رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حال کافروں کے سرگروہ لوگوں کا ہے جنھوں نے عوام کو گمراہ کیا ہے وے اس خوف سے چھپا وینگے کہ عوام انکو عار دلاوینگے کہ تم نے ہم کو گمراہ کیا اور ظاہر ہے وقت ایسے امور کے برتاو کا نہ ہوگا۔ اور بنابر معنے اظہار کے ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا کہ معنے یہ کہ اظہار کرینگے ندامت جس گھڑی کہ عذاب دیکھینگے۔ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ اور فیصلہ کیا جائیگا انکے درمیان عدل کے ساتھ اور وے کچھ ظلم نہیں کیے جاوینگے اسی کے مثل پہلی آیت گذری لیکن یہ اسی کی تکرار نہیں ہے کیونکہ وہان تو انبیاء اور انکے جھٹلانے والوں کے درمیان فیصلہ تھا اور یہان کافروں کے خود اعمال اور ظالم و مظلوم کے درمیان فیصلہ ہے۔ پھر واضح ہو کہ اسرار کے معنے اخفا کے لغت میں مشہور ہیں اسی سبب سے شاید مفسر رح نے اخفا کے معنے اختیار کیے پھر جبکہ اخفا کے معنے لیے جاویں تو یہ ابتداء قیامت کا حال ہے ورنہ بعد داخل ہونے دوزخ کے چلاوینگے کہ ربنا غلبت علینا شقوتنا الآیۃ یعنی اے رب ہمارے ہم پر شقاوت ہماری غالب آئی۔ اور اسرار بمعنے اخلاص بھی مناسب سیاق ہیں یعنے ابتداء میں تو دنیا و مافیہا کی افتداء پر راضی ہونگے پھر جب عذاب دوزخ اپنے واسطے متعین دیکھینگے تو خالص ندامت سے بھر جاوینگے کہ وہان ندامت کے سوائے کچھ نہ ہوگا اور عذاب انپر جزائے عمل کفر و ظلم ہے جو محض عدل کے ساتھ ہے۔ قال فی العرائس قولہ تعالےٰ ویستنبؤنک احق ھو الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ بنی آدم مختلف اقوام کثیرہ ہیں بعضے بالکل کافر و رو سیاہ ہیں بعضے مختلف باعتبار اوضاع و اطوار ظاہر و فساد و اعتقاد کے ہیں اور دوم اقرار کرنے والے پس انمین بہتیرے زبانی اقرار رکھتے ہیں اور باطن میں کافر ہیں اور بعضے دل سے معتقد بھی ہیں لیکن اعتقاد انکا محض استدلالی ہے اور چونکہ حکم قولہ تعالیٰ نقلی ہو تو اعتماد اسکا یہان کسی استدلال کی ضرورت نہیں بلکہ استدلال ایسے پاک عمدہ دریکتا پر قائم کیا جاوے جس سے

استدلال وغیرہ سب کو پیدا کیا لہٰذا ایسے استدلال معتقد بھی معرض زوال میں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو ایمان دیوے جیسے اپنے انبیاء علیہم السلام پر فضل فرمایا انکے طفیل میں خصوصاً ہمارے سرور عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں اور آپ کے آل واصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طفیل میں ہم سب کو ایقان کامل عطا فرماوے اور ایسے بندے کامل الیقین جس حال پر ہوتے ہیں انکو بھی خطرات سے چارہ نہیں تو بھلا دوسروں کا کیا شمار ہے اب سنو کہ شیخ رہ نے اس آیت کے اشارات میں لکھا کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ان جاہلوں کے حال سے ہم کو آگاہ فرمایا جو ہر ذرہ کے آئینہ میں انوار عظمت وجلال الٰہی نہیں دیکھتے اور اپنی طبیعتوں کے شہوات میں پھنسکر اندھے ہو رہے ہیں حالانکہ ظہور تجلیات کے ساتھ حق تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے کما قال تعالیٰ اولم یکف بربک انہ علیٰ کل شیء شہید الآیۃ پھر انکے شکوک باطلہ سے آگاہ فرمایا بقولہ الا انہم فی مریۃ من لقاء ربہم الآیۃ پس جو ایسا ہو وہ حقائق خطاب واسکے فہم سے محجوب ہوگا اور اگر محجوب نہ ہوتے تو خبر میں تحریر شدہ کو دیکھتے اور خبر پوچھنے کے محتاج نہ ہوتے لیکن ہر خبر کے ساتھ ایک اثر ہے بعض مشائخ نے کہا کہ انوار حق کے سامنے آفتاب اندھا ہے پھر اس سے دریافت کرکے وہ اندھا یا گمراہ ہے جو بندے حقائق آگاہ ہیں وے اپنے مقاصد وموارد ومصادر میں راہ حق چلتے ہیں اور جو بندے اس سے مرتبہ سے نیچے ہیں وہ غیر کی طرف جاتے ہیں وہی گمراہ ہیں کہ شک سے پوچھتے ہیں کیا یہی حق ہے لہٰذا آنحضرت صلعم کو حکم خطاب دیا کہ قل ای وربی انہ لحق۔ تو اے آئینہ جمال احدیت کہدے کہ مجھے اپنے رب کی قسم کہ بیشک یہی حق ہے پھر حق تعالیٰ نے اپنی خلاقی وعظمت ظاہر فرمائی تاکہ چشم بصیرت کو رجوع کرکے اسکے حق ہونے کو جان لیں بقولہ تعالیٰ۔

أَلَا إِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ هُوَ
سن رکھو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان وزمین میں سن رکھو وعدہ اللہ کا ہے سچ ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے وہی
يُحْيِي وَيُمِيْتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝
جلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤگے۔

ما اسم موصول عام ہے ذوی عقل وذوی روح وبے روح سب کو شامل ہے اور ائمہ حنفیہ کے مسائل وتصریحات اسی کے شاہد ہیں اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ من ذوی عقل کے لیے اور ما بے عقل کے لیے خاص ہے پس آیت کریمہ میں ما موصولہ سے بالاتفاق کل مخلوق مراد ہے خواہ بطور حقیقت بنا بر قول اول اور یا بسبیل مجاز بنا بر قول دوم پس غیر ذوی العقول کو بسبب کثرت کے غالب رکھکر انھیں میں ذوی العقول داخل کردیے اور فرمایا۔ الا ان للہ ما فی السمٰوٰت والارض خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے۔ اس سے خوب مقرر کردیا کہ اللہ تعالیٰ کو ثواب دینا اور عذاب کرنے کی کامل قدرت ہے۔ قال البیضاوی رح کوئی زعم نہیں کرسکتا کہ کچھ میرا ہے حتیٰ کہ وہ خود اپنا نہیں ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ مالک خالق ہے جسطرح چاہے تصرف کرے پس سوائے اسکے جو کچھ ہے سب اسکی قدرت میں مقہور ہے تو کسی بت یا مسیح یا فرشتہ وغیرہ پر بھروسہ جہالت ہے جب اسکی عظمت لیس ہے تو ثواب وعذاب کا وعدہ برحق ہے۔ کما قال تعالیٰ۔ الا ان وعد اللہ حقٌّ خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچ ہے خواہ مخواہ ضرور واقع ہوگا لہٰذا عذاب میں کفار کا جلدی کرنا انپر قطعی خوفناک ہولناک ہے جسکا منشا محض انکی جہالت ہے لہٰذا فرمایا۔ ولکن اکثرہم لا یعلمون ولیکن اکثر آدمیوں کے لیے کافر لوگ جو ہر زمانہ میں کثرت سے ہوتے ہیں اسکو نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ملک وخلق تمام ہے اور اسی کے قبضہ قدرت میں مقہور ومجبور ہے۔ ہو یحیی ویمیت وہی حیات دیتا اور وہی موت دیتا ہے پس ظاہری زندگی اگر ممکن تو اسی سے نہ کسی بت وغیرہ سے جو خود مجبور ہے اور اگر موت آوے تو اسی کی قدرت ہے جو ہرگز ٹل نہیں سکتی اور جبتک

وقت مقدر نہ ہو تب تک کسی ہلاکت یا بیماری وغیرہ سے موت نہین آتی ہے پس سب اُسی کے اختیار مین ہے جیسے اسکو اُسی سے چاہو ویسے ہی حیات اصلی
یعنے ایمان کی اُسی سے تمنا کرو اور موت اصلی یعنے کفر کی اُسی سے پناہ مانگو کیونکہ بے شک و بے شبہہ یہ زندگی عارضی چند روزہ ہے۔ وَاِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ
اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے یعنی خواہ مخواہ وہین جاؤ گے لہذا اسپر ایمان واثق وجازم پر اعمال نیک کے ساتھ قائم رہو اسی کی توجہ و
طاعت کرو کہ سفر سے لوٹنا مبارک ہو اور کفر و شرک و بے ایمانی و بداعمالی سے بچو کہ اسکی سزا بہت سخت ہے اور ہوشیار ہو کہ مرکر زندہ کیے جاتے ہین تاکہ
ثواب یا عذاب پاؤ تمھین کیونکر شک ہوا جبکہ وہی سبحانہ تعالیٰ خالق مالک زندہ کرنے وموت دینے والا ہے پس جب چاہے بے انتہا مرتبہ تمکو جلاوے
مارے لہذا آخرت کا یقین کرو کہ وہان ہر ایک کو اسکا بدلا دینے کا حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ ف۔ دلیل اسپر اُس قول تعالیٰ الا ان للّٰہ ما فی السموات
والارض الآیۃ۔ حادثات و ممکنات جملہ بفیض الٰہی سے صادر اور اسکی قدرت مین مسخر اور مزید رحمت کے محتاج ہین سچا اپنے بندون کے منہ ذکر
اپنی طرف پھیرے کہ کوئی ذرہ بدون اسکی مشیت کے متحرک نہین تو اپنے کو اسی پر قربان کر کے سب غیر سے واسطے ہوا اور اسمین وعدہ اسی پر حق ہے کسی سچے
کی امید نہین ٹوٹتی اور نہ طلب ضائع ہوتی ہے بعض مشائخ نے فرمایا کہ محروم و نامراد وہ ہے جسنے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنے
کسی مہم و مطلب یا خواہش و امید مین رجوع کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ اسکے سوا ہے سو جب اسباب اسی کا ہے تو جسنے انمین سے بعض کو بعض سے
مانگا تو راہ بھولا۔ قولہ الا ان وعد اللّٰہ حق۔ اسکی درگاہ مین التجا کرنے والا محروم نہین بلکہ اپنی مراد کی انتہا کو پہونچ جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ ہو یحیی و یمیت
الآیۃ۔ زندہ وہ ہے جو اسی حی القیوم سے زندہ ہے ورنہ ہر ایک مردہ ہے اگرچہ عکسی تصویرون کی طرح خیالات مین زندہ معلوم ہون۔ اور اسمین بیان
ہے کہ جو اس کی طرف رجوع لایا وہ حیات سے فائز ہوا اور نابود ہستی سے چھوٹا۔ اور جو اس سے پھرا اُس نے نابود ہستی کو زندہ خیال کیا اور حقیقی
حیات سے مردہ رہا کیونکہ اس کے سوائے کسی غیر مین حیات نہین ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ حیات دے کیونکہ ہو یحیی و یمیت الخ پس عارفون
کے دلون کو اپنی معرفت و مشاہدہ سے زندہ فرمایا اور زاہدون کے نفوس امارہ کو اپنی ہیبت کے انوار سے مردہ کر کے حیات طیبہ بنایا ہے پس
ہر ایک کا مرجع وہی ہے لہذا فرمایا والیہ ترجعون بعض مشائخ نے کہا کہ نفوس کو موت دیکر قلوب کو زندہ فرماتا ہے اور بعض مخلوقات کے
نفوس زندہ کرتا ہے ان کے قلوب مردہ فرماتا ہے پس گروہ اول تو ہر حال مین اسی کی طرف رجوع لاتے ہین۔ اور گروہ دوم اس سے بھٹک کر
غیر کی طرف جو مردہ فانی ہے دوڑے جاتے ہین بعض نے کہا کہ انوار تجلیات و مشاہدات سے قلوب زندہ فرماتا ہے اور شہوات و فانیات
دور کر کے نفوس کو مردہ کرتا ہے۔ نصر آبادی رح نے کہا کہ ارواح کو مشاہدہ و تجلی مین جلاتا اور نفوس کو پردہ و حجاب کر کے مارتا ہے۔ قال المترجم
بیضاوی رح نے لکھا کہ قولہ و لکن اکثرہم لا یعلمون۔ قدرت تامہ آپکی کو اکثر آدمی نہین جانتے کیونکہ قصور عقل سے بیوگ خالی حیات دنیاوی
ہی کو سمجھتے ہین قولہ ہو یحیی و یمیت او تم دنیا مین زندہ کرتا اور مارتا ہے تو وہ عقبیٰ مین ضرور اسپر قادر ہے کیونکہ یہ آپ خالق عز و جل ہے کبھی اسکی قدرت کو
زوال نہین اور مر کر یا حشر مین اسی کی طرف سب کا مرجع ہے جب یہ امر محقق ہو تو ایمان سے بھٹکنا ہی جہل ہے اور یا خطرات شیطانی جو آدمی پر طاری ہوتے
ہین انکے واسطے حق تعالیٰ عز و جل نے کتاب مجید و رسول حمید صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جس سے قلب صاف ہو کر وساوس سے بچے کما قال عز

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

اے لوگو تمکو آئی ہے نصیحت تمہارے رب کی اور چنگا کرنے جیون کا روگ اور راہ سوجھانے اور مہربانی

لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

یقین لانے والون کو

دلائل توحید کے بعد اب دلائل رسالت وطرق ہدایت کو شروع فرمایا۔ بقولہ تعالےٰ۔ یَآاَیُّهَا النَّاسُ مراد عام لوگ ہین کما اختارہ ابن جریر رح
یا خاص اہل مکہ ہین کما اختارہ المفسر رح اور یہی اوجہ ہے کیونکہ سورہ مکیہ ہے اور ابتدائی خطاب انھین کو ہے ولیکن اس مین اتفاق ہے کہ شمول خطاب این
عموماً قیامت تک سب داخل ہین المعنی اے اہل مکہ۔ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ البتہ آگئی تمھارے پاس موعظت تمھارے رب کی
طرف سے موعظت وعظ دراصل انجام کار کی نصیحت ہے خواہ رغبت دلانے کے طور پر ہو یا ڈرانے کے طور پر اور خلاصہ اسکا نصیحت ایسی کہ قوت
سے لیکر انجام کار تک بھلائی چاہی جاوے۔ اور بعض نے کہا کہ وعظ ایسے زجر کو کہتے ہین جسمین خوف دلانا ملا ہو اور خلیل رح نے کہا کہ بھلائی کی نصیحت
جس سے دل پسیجے۔ اور مّن ربکم مین من ابتدائیہ ہے یعنے رب واحد لاشریک قادر ذوالجلال کی طرف تمھارے نیک انجام وبھلائی حال کے
واسطے پوری موعظت آگئی اور وہ قرآن مجید ہے کہ جسنے اس کو نظر عبرت ونصیحت سے پڑھا اسکو سچی ہدایت ملی کہ اپنے نفع وضر حال وآل
سے آگاہ ہوا پس یہ کتاب موعظت ہے۔ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ اور شفاء ہے ان سب بیماریون سے جو سینہ مین ہوتی ہین یا مراد
قلب ہے کہ اسی کا بناؤ وبگاڑ معتبر ہے اور اسی کو اکثر علماء نے اختیار کیا یعنے قلب کی بیماریون کے لیے شفاء ہے کہ اس سے دل مردہ و
بیمار اچھا ہو جاتا ہے اور ظاہری جسم کی بیماری سے قلب کی بیماری نہایت مہلک ہے اور مؤید اول حدیث ابوسعید خدری رضہ ہے کہ ایک
رسول اللہ صلعم سے اپنے سینہ کی بیماری ظاہر کی تو حکم دیا کہ قرآن پڑھ کہ وہ شفاء لما فی الصدور ہے اخرجہ ابن المنذر وابن مردویہ۔ اور
دوسرے کو درد حلق کی بہی دوا مع شہد بتائی کما اخرجہ البیہقی فی الشعب عن واثلۃ بن الاسقع رضہ اور شفاء دراصل مصدر ہے پس
قرآن کو ہدی وشفاء ورحمۃ بطریق مبالغہ فرمایا۔ وَّهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اور ہدایت اور رحمت ہے مومنون کے لیے یعنی درحقیقت شفاء
وہدی ورحمت قرآن کے ذاتی اوصاف ہین لیکن نفع پانے مین مومنین ہی مخصوص ہوئے کیونکہ وہی بفضل الٰہی ہیجز انداہائے نعمت الٰہیہ کو خوب جمع
کرتے ہین۔ قال البیضاوی رح حاصل یہ کہ تمھارے پاس ایسی کتاب آگئی جو حکمت نظری وعملی دونون کی جامع ہے اسی واسطے اسکو تعظیمی تنکیر
سے بیان فرمایا پس جسمین نیک اعمال واونکی طرف رغبت دلانے کی تحقیقین اور بد اعمال والنے باز رہنے کی راہین مذکور ہین یہی حکمت عملیہ ہے اور صدر یہ
سے امراض مانند شکوک واعتقادات باطل کے شفاء ہے یہی حکمت نظریہ ہے پس مومنین ان کمالات سے آراستہ ہو کر ضلالت سے ہدایت کی طرف نجات
پاگئے اور انکے سواے جو منکر ہے وہ اپنی گمراہی مین الگکمین لگاتے رہگئے جن کا جہنم ٹھکانا ہے۔ کرخی رح نے کہا کہ موعظت سے اشارہ ہے
کہ ظاہری جسم کو جو نیچا ہے اس سے پاک کرنا سکھاتا ہے اور یہی شریعت ہے اور شفاء باطنی بیماریون مانند بد اعتقادی وغیرہ سے پاکی کی طرف اشارہ
ہے اور یہی طریقت ہے اور ہدی ظہور نور حق باطن صدیقین مومنین کی طرف اشارہ ہے اور یہی حقیقت ہے اور رحمت اس حد کمال تک پہونچنے کا اشارہ
ہے کہ ناقص کو کامل کردے اور یہی نبوت ہے پس یہ مراتب اس آیت سے ثابت ہین انمین یہی ترتیب واجب ہے۔ اقول فعلی ہذا شفاء لما فی الصدور اور
ہدی ورحمت ہونا مومنین کے لیے جن مین انبیاء بھی داخل ہونگے مخصوص ہوگا اور موعظت یعنی شریعت کی اضافت کفار مکہ کی طرف مؤید قول شافعی رح ہے کہ
شرع کفار پر بھی فرض ہے بدین معنی کہ اس کی موافقت نکرنے سے انپر عذاب زیادہ ہوگا۔ فافہم ف اور عرائس مین خطاب کی دو جہت کا اشارہ کیا ایک
جہت عقوبت پس کفار پر حجت انکار کے ثابت ہے اور دوم جہت رحمت پس واقع مین مومنین مخصوص ہین چنانچہ آیت مین کہا کہ اس مین اپنے محبوب
بندون کو الناس سے خطاب کیا کیونکہ سوائے انکے اہل کفر وشرک وغیرہ درحقیقت الناس نہین بلکہ کالانعام بل ہم اضل ہین کیونکہ حقوق
خالق وآداب مخلوق تو درکنار رہے تو اپنے نیک وبد کو نہین پہچانتے ہین پھر ناس وہ کہ اپنے نفس سے ناسی ہو یعنے جبکو اپنا نفس فراموش ہو اور
اسکو نہ پہچانے اور حاصل یہ کہ پروردگار کی طرف سے کتاب پاک آئی جسمین موعظت ہے یعنے احکام عبودیت مین اور شفاء یعنے انوار ربوبیت مین اور

ہدی ہو یعنی اپنی ذات پاک کی تعریف فرمائی اس طریق سے کہ انوار صفات ظاہر فرمائے اور رحمت ہو یعنے مشاہدہ کے ابواب کشادہ فرمائے۔ مترجم
کہتا ہے کہ کلام شیخ کرخی رحمہ سے اسکو لاکر فوائد عجیبہ حاصل ہوتے ہین اور مزید بران شیخ رحمہ نے لکہا کہ پہر ان چارون خصال سے موعظت
تو مریدون کے لیے ہے اور شفا محبون کے لیے اور ہدی عارفون کے لیے اور رحمت اہل اشتیاق و انس کے لیے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ
تفصیل لطیف ہو اور معنے یہ کہ اہل ارادت اس موعظت پر استقامت کرنے سے محبت و عرفان و انس یعنے توحید کے مراتب پر ترقی کرتے جاتے
ہین اور ہر ایک اپنے مقام کا فیض اسی کلام پاک سے حاصل فرماتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ یہ مراتب و اُن کے علوم ایک ہی آیت کریمہ سے
ہر درجہ والے کو حاصل ہوتے ہین حتی کہ اہل کفر و جہالت کو نہایت آسان مثالون سے نصیحت فرمائی گئی حالانکہ وہی کلام علوم دقیقہ
اور مدارک عالیہ کو مشتمل ہو اور ہر ایک کے نفس مین خطرات مخفیہ اور وسوسات گمراہ کرنے والے جنسے وہ خود بھی خبردار نہین ہوتا مگر بعد بد انجامی
کے جسقدر مضر ہوتے ہین سب خالق عزوجل نے اپنی رحمت عامہ و فضل خاصہ سے مخلوق کو بتلا دیے لہذا ابد اسکے گمراہی وانہماک ان لوگون کا
شقاوت ازلیہ ہو اور کسی کو کوئی عذر بعد ارسال الرسل کے نہین رہا اور جو کچھ بطریق اشارہ و تنبیہ یہان مذکور ہوا اس جہت سے کہ بیان عبادت
اس کلام پاک کی صفات ادا کرنے سے درحقیقت محض عاجز ہو ولیکن جہانتک ممکن ہو یہی غایہ ہو کہ کچھ اشارات و تنبیہ ہو پس غور کرکے اس سے متنبہ ہونا
چاہیے کہ سبحان اللہ تعالے شانہ اسکا کلام پاک بے شک اعجاز ہو کیونکہ یہ امور کسی بشر کی طاقت مین نہین ہین اور یہان سے تجہے واضح ہوجائیگا کہ اعجاز
قرآن مجید کا مسئلہ نہایت ہی واضح و بہت ہی ٹہیک ہو ولیکن علماء متکلمین اس بحث مین اندیشے معاندین کو پورے طور پر سمجہانے سے عاجز رہے کیونکہ
عبارت یہان بالکل قاصر ہو فتدبر واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم پہر شیخ نے دوسرے نکتہ کی طرف اشارہ کیا کہ نیز موعظت ہو نفوس کے لیے جو
اپنی جبلت سے شہوات و خودرائی و باطل و بد انجامی امور کی طرف راغب ہوتے ہین اور شفا ہو قلوب کے لیے یعنے پہلے نفس کو احکام حقہ کی قید سے
راہ پر لایا گیا اب قلوب کو شفا حاصل ہوئی پہر ہدی ہو ارواح کے لیے اور رحمت ہو اشباح کے واسطے جو تکمیل ہو۔ اور نیز یہ موعظت تو مقام ہیبت ہو
اور شفا مقام وصلت ہو اور ہدی مقام معرفت ہو اور رحمت مقام مخاطبت ہو۔ موعظت تو عظمت سے صادر ہوئی اور شفا کا صدور حسن
اجمال سے اور ہدی کا صدور عین قدم و بقاء سے ہوا بعد باوصف رحمت تو اس مین یہ تفصیل ہو کہ عموم کی رحمت تو افعال سے صادر ہوئی اور
رحمت خصوص کا صدور صفات سے ہے اور خاص الخاص بندون کی رحمت کا صدور ذات سے ہے۔ اور نیز موعظت تو انکے لیے ہو جو بہگوڑے
غلام کی طرح حضور سے غافل و بیزار ہین اور شفا ان بندون کے لیے ہو جو محبت کے بیمار ہین اور ہدی انکے واسطے جو دل و جان سے اُسی کی جستجو
مین ہین۔ اور رحمت ہو واصلین کے واسطے پس موعظت سے شروع کیا کہ مریض محبت کو پاکیزہ کیا جاوے کیونکہ یہی موعظت ہو جسکی دوا مین حکمت
بالغہ الٰہیہ قدیمہ سے ترکیب دی ہوئی اس حسن کمال سے ہین کہ تمام شہوات کا مادہ اس سے زائل ہوجاتا ہو پس اہل محبت کے بشری عوارض سے
اسکے اسرار باطنی واسطے انوار محبت کے پاکیزہ ہوجاتے ہین قال المترجم اس سے صریح ثابت ہوا کہ بدون استقامت شریعت کے کوئی کمال جو اس سے
اوپر ہو مانند طریقت یا حقیقت کے ہرگز حاصل نہین ہوسکتا اور یہی جملہ اولیاء الٰہی رحمہم اللہ تعالے کے کلام مین مصرح ہو فاحفظہ ثم قال الشیخ رحمہ پہر
جب وہ اس معجون موعظت سے پاکیزہ ہو کر محبت کا بیمار ہوا اور زہے نصیب اسکے جسکو یہ بیماری جو کروڑ صحت معروفہ سے افضل ہو بلکہ صحت معروفہ تو
موت ہو اور یہ بیماری محبت الٰہی حیات ہو پس جب وہ اس محبت کی بیماری سے سرفراز ہوا تو الطاف حضرت خلاق العلیم سے اسکو شفا کا شربت پلایا گیا اور
حق تعالے اپنے خطاب پاک سے بیماران جذب محبت و شوق کے سینہ کمال لطف سے شاد فرماتا و شفا دیتا ہے شعر بمقدمک المبارک زال دائی
وفی لقیاک عجل لی شفائی پہر جب صحت پائی تو اپنی طرف ہدایت فرمائی۔ اللہ اکبر اللہ اکبر زہے نصیب جسکو یہ حاصل ہو پہر جب صحت

مین عیب احدوثات سے بے چین ہوا تو اسکو رحمت عطا فرمائی یعنے باران رحمت سے اس مریض کو بعد صحت کے نہلا دیا کہ مرض و امتحان کے میل کچیل سے صاف ستھرا ہوگیا۔ قال المترجم بندہ در الشیخ رحمہ اللہ لطیف اشارات مین یہان دلالت فرمائی اگرچہ کلام باری تعالے معجز تام ہے اور کمال واضح کیونکہ مقصود آخری اسکی تعمیل مین حاصل ہے ولیکن انشراح صدور اہل ایمان اور انکے خوش و نہال ہوجانے کے لیے ان اشارا عالیہ مین سے بعض کی طرف دلالت کرنی اصلی غرض ہے کہ پہلے ہی سے پتہ نشان کھلجاوے ولیکن عبارت کو اسکے ادا و بیان کی مجال نہین تو ناچار یہ بھی اشارات ہی اشارات رہے تاکہ درواقع اظہر سے اخفی کی طرف میلان ہوتا کہ جو قلوب دور پڑے ہین انکو چونکہ اخفی سے بسبب ابعد ہونے کے مناسبت ہے کچھ سمجھ جاوین ورنہ دراصل کلام الٰہی خود اوضح ہے کما قال عز من قائل ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر۔ اور معلوم ہے کہ تفاسیر ضرور لکھے جاتے ہین پس وجہ اسکی یہی ہے اور بعید اسین یہی ہے جو مترجم نے اشارہ کیا فاحفظہ فانہ سانح عزیز واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ موعظت برائے نفوس اور شفاء برائے قلوب اور ہدی برائے اسرار ہے اور رحمت اس کے لیے جسمین یہ اوصاف ہون جعفر رحمہ نے کہا کہ شفاء یعنی اسرار کے لیے راحت ہے۔ جعفر رحمہ نے کہا کہ بعض کے لیے شفاء معرفت و صفا ہے اور بعض کے لیے شفاء تسلیم و رضا اور بعض کے لیے شفاء سے توبہ و وفا اور بعض کے لیے شفاء مشاہدہ و لقاء ہے۔ استاد رحمہ نے کہا کہ موعظت تو سب کے لیے ہے لیکن مانند کفار وغیرہ کے بعض اقوام وہ ہین جن مین موعظت اثر نہین کرتی ہے اور دوسرون مین نفع بخشتی ہے پس جسنے اپنے دل کے کان اس نصیحت کی طرف جھکائے اسکے دل مین نور یقین کھل جاتا ہے اور جو اس طرف ظاہر مین متوجہ اور باطن مین غائب ہے وہ ہمیشہ اسکے نور سے محجوب ہے۔ بعض کا قول ہے کہ موعظت ان لوگون کے لیے ہے جو غائب ہین تاکہ حضوری مین حاضر ہون اور شفاء خاص بندون کے لیے اور ہدی خاص الخاص کے لیے اور رحمت جملہ عالمین کے واسطے کہ اسی رحمت سے انکو وصول ہوا بعض مشائخ کا قول ہے کہ قرآن مانند موعظت کے شفاء بھی ہر ایک کے لیے ہے ولیکن ہر ایک کو اپنی لیاقت کے موافق نصیب ملتا ہے پس گنہگارون کو موعظت سے انتفاع ہوا تو رحمت حاصل ہونے سے شفاء حاصل ہوئی کیونکہ گناہ کی سخت بیماری جاتی رہی اور راہ پر آگئے وعلیٰ ہذا اہل طاعت کے لیے وجود نعمت سے شفاء ہے اور عارفون کے لیے وجود قرب سے اور اہل وجد کے لیے وجود حقیقت سے شفاء ہے۔ بعض نے کہا کہ گنہگارون کی شفاء تو نجات ہے اور مطیعین کی حصول درجات اور اسیطرح ہر ایک کو اپنے مرتبہ کے موافق شفاء عطا ہوتی ہے۔ وقال المترجم یہ قول گویا اشارت ہے کہ کوئی بندہ معرفت الٰہی مین سب طرح سے بدرجہ کمال نہین پہونچ سکتا حتی کہ جو دیدار عیانی مثلاً قیامت مین موعود ہے اسوقت حاصل نہین اور ایسے ہی احاطہ وہان بھی منتفی لہذا اعتراف عدم معرفت تا بحضور عظمت و کبریاء آلٰہی جل سلطانہ اسکے بندہ خاص الخاص مالک الخص و افضل مخلوقات سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم سے صحاح مین مروی و معروف ہے پس کوئی شخص ایسا نہین ہوسکتا جو شفاء و رحمت کا محتاج نہو۔ فافہم۔ قال الشیخ پھر نعمت کو تمام کیا جبکہ بندون کو نصیحت و موعظت و شفاء و رحمت سے ہدایت فرمائی کہ کسی علت و سبب پر یا اپنی عبادت و طاعت پر نظر نہ کرو اور ازلی فضل و عنایت پر نظر کر کے انعامات متواترہ پر کامل شکریہ ادا کرو۔ بقولہ تعالے

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

کہہ اللہ کے فضل سے اور اسکی رحمت سے اسی پر چاہیے خوشی کرین یہ بہتر ہے ان چیزون سے جو سمیٹتے ہین

واضح ہو کہ بفضل اللہ مین بار جارہ متعلق ایسے فعل سے ہے جس کی فلیفرحوا تفسیر کرتا ہے۔ اور بذلک اسم اشارہ ہے بمنزلہ ضمیر کے ہے پس تقدیر کلام یہ ہے قل فلیفرحوا بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا اور ہوسکتا ہے کہ فلیفرحوا اس فعل محذوف پر دلالت کرنے والا

قرار دیا جاوے اور مانند آنکہ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فلیفرحوا فبذلک فلیفرحوا بفضل اللہ وبرحمتہ فلیعتنوا فبذلک کیونکہ فرحت جس چیز سے ہو آدمی اسکی
جانب زیادہ اہتمام کرتا ہے فلیعتنوا یعنے چاہیے کہ اسپر اعتنا کرو اور اہتمام کرو۔ یا یہ کہ تکرار کا فائدہ کیا ہے تو کہا گیا کہ ایجاب کے
بعد تاکید و بیان ہوا اور فضل و رحمت کے ساتھ اختصاص فرح کا ایجاب ہو۔ یعنے فرح اسی پر ہونا چاہیے بلکہ واجب ہے یا جار مجرور
متعلق ہو۔ قولہ قد جاءتکم سے اور ذلک اشارہ ہو اسکے مصدر کی طرف اسے مجیبا فلیفرحوا۔ اور فا یعنے شرط ہے یعنے اگر وے لوگ کسی سے
فرحت پاویں تو چاہیے کہ انھیں سے فرحت میں پاویں یا ربط با ما قبل کے لیے تاکہ دلالت کرے کہ ایسی کتاب جامع اوصاف کا آنا موجب
فرحت ہے اور تکرار مفید تاکید ہے اور یعقوب یا حسب اللہ کی قراءۃ میں فلتفرحوا بتا فوقانیہ ہے اور مرفوع قراءۃ بھی اسطرح مروی
ہے اور شاذ قراءۃ میں فافرحوا اس کا مؤید ہے۔ ابن جنی رح نے کہا کہ قراءۃ بالتا رائجی اصل پر ہے کیونکہ اصل امر کا اپنے حروف کے
ساتھ ہو یعنی افرحوا دراصل فلتفرحوا تھا جیسے صیغہ غائب میں ہوتا ہے ولیکن بسبب کثرت کے حذف کر کے افرحوا کے مانند کیا گیا۔ اگر
کہا جاوے کہ تقدیم ظرف سے کیا فائدہ ہے جواب یہ کہ اختصاص فرحت کا ان دونوں سے ثابت ہو کیونکہ فرحت بطریق اترانے وغیرہ
کے مذموم ہے۔ کما فی قولہ لا تفرح ان اللہ لا یحب الفرحین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ فرحین بما آتاہم اللہ الآیۃ میں جو کچھ اللہ تعالے نے ان کو
دیا اسپر فرح مذکور ہے تو اختصاص کیونکر ہوا جواب اول یہ کہ ان کا فرح عالم آخرت کا ہے اسپر دنیاوی زندگی کو قیاس نہیں کر سکتے۔ دوم یہ
کہ وہ بھی فرح بفضل و رحمت الٰہی ہے سوم یہ کہ ان چیزوں کا فرح کے ساتھ اختصاص مراد ہے پس فرح اور وجہ سے ہونا منحصر نہیں ہے اور
حاصل یہ کہ اختصاص از جانب فضل بفرح ہے نہ برعکس اور یہ جواب ضعیف ہے چنانچہ تفسیر سے معلوم ہو کہ فرمایا۔ قل بفضل اللہ وبرحمتہ
تو کہہ کہ خوش و فرحت میں ہو جاؤ اللہ تعالے کے فضل و رحمت سے یعنی ہر چیز و ہر امر جہان کہیں جب بھی ایسا ہو کہ وہ اللہ تعالے کا فضل
و اسکی رحمت ہے تو اسپر فرحت ہونا چاہیے چنانچہ قرآن مجید و رسول حمید جو آیا وہ نہایت بڑا فضل الٰہی ہے اسپر کمال فرحت چاہیے برخلاف
اسکے کفار و مشرکین ان سے منہ موڑتے اور بغض و عداوت کرتے تھے اور دنیاوی مال و متاع پر جو اللہ تعالے کے نزدیک مبغوض ہے خوش ہوتے
تھے تو ان کو فہمایش و تنبیہ کی کہ دیکھو یہ فضل الٰہی ہے جسپر فرحت ہوتی ہے فبذلک فلیفرحوا بس اسی کے ساتھ تم کو فرحت والا ہونا چاہیے
ابن عباس سے مروی ہو کہ فضل اللہ تعالے قرآن ہے اور رحمت الٰہی دین اسلام ہے حسن و ضحاک و مجاہد و قتادہ نے کہا کہ فضل تو ایمان
اور رحمت قرآن ہے۔ انس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ فضل الٰہی قرآن ہے اور رحمت اس کی یہ کہ تم کو اس کے لوگوں
میں سے کردیا۔ روایۃ ابو الشیخ و ابن مردویہ اور مانند اسکے جماعت تابعین سے روایات آئی ہیں اور مقصود یہی معلوم ہوتا ہے کہ فرحت عموم فضل الٰہی
و اس کی رحمت پر چاہیے جن میں سے اعلی و اول قرآن مجید و دین اسلام ہے یعنے دنیاوی متاع حقیر و حیات فانیہ پر فرحت نہیں چاہیے۔
ہو خیر مما یجمعون اے ذلک خیر الخ یہ فضل و رحمت الٰہی بہتر ہے اس چیز سے جسکو مشرکین جمع کرتے ہیں یعنی اموال دنیاویہ جو بے شک
معرض زوال میں ہیں۔ واضح ہو کہ ابن عامر نے تجمعون بتا پڑھا ہے یعنی تم لوگ جسپر فرحت کرتے ہو اور یہ اس سے بہتر ہے بلکہ اسے کافرو تم
جمع کرتے ہو خیر اگرچہ اسم تفضیل ہے لیکن یہاں معنے تفضیلی مراد نہیں کہ اموال دنیاویہ کا خوب ہونا لازم آوے اور فضل و رحمت اسکی نسبت
بہت خوب ہو بعض نے کہا کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح حدیث سے مال حلال کا خوب ہونا تو ثابت ہے تو اسم تفضیل اپنے معنے تفضیلی پر ہوگا۔ د
حق وہی قول اول ہے کیونکہ مرجع مال صالح کا مرد صالح کی قید سے جو حدیث میں خود مذکور ہے ثواب الٰہی کی طرف ہے تو اموال فی نفسہ
کچھ خیر نہیں بلکہ بالآخر خیر ہے جزا حصول ثواب ہو کہ بندہ صالح اسکو خیرات وغیرہ کرکے فضل الٰہی حاصل کرتا ہے اور فرحت بھی مخصوص بفضل و رحمت

آلہی ہی اور ایمان پر فرحت ہونا اور روزہ دار کو موافق حدیث کے روزہ کھولنے کے وقت فرحت ہونا اور قبول توبہ سے اور مانند اس کے جو فرحتین ثابت ہین وہ بمرجع فضل و رحمت ہین حتی کہ بدون اس نظر و نیت کے فرحت باطل ہی فافہم۔ آیت مین دلیل ہے کہ جو فرحت بنظر مرجع فضل یا رحمت آلہی نہو وہ باطل ہی کیونکہ جب انھین سے اختصاص ہوا تو اور جگہ باطل ہو گی جیسے طعام دنیاوی و اموال وغیرہ پر فرحت بنظر دنیاوی شیوۂ اہل کفر ہی اور استمتاع مباح بنظر آنکہ اختلال حواس وغیرہ سے حفظ صحت ہو تاکہ عبادات و طاعات مین تقویت رہے مباح فرحت اسی نظر سے ہی ورنہ باطل ہی اور یہ نہین کہ ہر ایسی چیز جسکا کچھ انجام محمود نہو وہ حرام ہو کیونکہ کھا کر فنا کرنا اور پہنکر پھاڑ ڈالنا وغیرہ حدیث سے بمعنی باطل ثابت ہین اگرچہ فی الجملہ اباحت ہی فافہم۔ خراج عراق کو دیکھکر عمر رض نے قولہ قل بفضل اللہ وبرحمتہ الآیۃ پڑھی تو آپ کے آزاد کیے ہوے غلام نے بھی کہا کہ واللہ یہ فضل و رحمت آلہی ہی فرمایا کہ تو جھوٹ بولا بلکہ یہ تو مما یجمعون مین سے ہے۔ ہذا الاثر رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی۔ عمر رض کی مراد یہ تھی کہ ان سب اموال سے جسکو لوگ جمع کرتے ہین فضل و رحمت آلہی خوب ہی یا یہ کہ فضل آلہی اہل اسلام پر ظاہر ہوا کہ کفار و کلمہ کفر مقہور ہوا کیونکہ کفار جسکو دل و جان سے جمع کرتے ہین وہ اہل خیرات کے پاس آیا جس سے وے فضل حاصل کرنے مین قوت پاوین فافہم۔ بالجملہ امور ایسے بہت ہین کہ انھین خالی دلی نیت سے زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہی چنانچہ کفار کی نیت اموال جمع کرنا محض باطل ہی اور مومن کی نیت اصلاح عاقبت و بہتر ہے اور یہ حسن نیت حصۂ مومن ہی لہذا مومن کی نیت کا اسکے کام سے بہتر ہونا حدیث مین آیا ہی۔ ف۔ فی العرائس قولہ قل بفضل اللہ الخ ازل مین اہل ایمان کو ولایت و مشاہدہ کے لیے چھانٹ لیا پس مشاہدہ فضل ہی اور خطاب رحمت اور انکی کچھ انتہا نہین ہی لیکن اول فضل و رحمت ازلی ہے پھر لانہایۃ ابدی ہی اور در حقیقت ایک ہی چلی جاتی ہی کبھی اسکو تغیر نہین ہی کیونکہ مثل دنیا کے یا زندگی کے انقطاع ہوتا تو کمال نہ تھا اور جب انقطاع نہین تو اسپر فرحت و سرور لازم ہی اور اسپر دیدار حق تعالی کی زیادتی لانہایہ و بے کیف و کمال سرور ہی۔ آیت مین اشارت ہی کہ مجاہدہ سے جمع کرنے کی نسبت مراقبہ افضل ہی کیونکہ کثرت مشقت مجاہدہ مین نظر مراقبہ غیب سے فی الجملہ غفلت ہوتی ہی اور مراقبہ کا حاصل خزائن معرفت ہین لہذا ثابت ہوا کہ ایک ساعت صفات آلہیہ مین فکر کرنا تمام رات کی عبادت سے افضل ہی۔ و فی حدیث تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیائہا۔ رات مین ایک دم علم کی مدارست تمام رات عبادت سے بہتر ہی اور شبلی رح نے اپنی ایسی حالت مین اسی مضمون کا شعر کہا ہی۔ پھر شیخ رح نے فضل و رحمت کے انواع ظہور کو بیان کیا کہ فضل اختیار ولایت ہی یعنے بندے کو ازل مین ولی کرنے کے لیے پسند کر دیا۔ و رحمت حفظ از قہریات مطرودہ ہی فضل وصال ہی اور رحمت حفظ از لعنت۔ فضل عنایت ہی اور رحمت کفایت۔ فضل معرفت ذات ہی اور رحمت کشف صفات۔ فضل عطاے محبت ہی اور رحمت جذب ارواح اور مریدین کو کشف انوار آیات و رعایت آداب ہی۔ واسطی رح نے کہا کہ اللہ تعالے ہی کے فضل و رحمت کی تخصیص سے تمام مخلوق کو مایوس کر دیا کہ کسی کو اپنی ذات سے کچھ نہین ہی بعض نے کہا کہ فضل آلہی احسان ازلی ہی اور رحمت ایجاد از عدم ہی پس ہدایت و ایمان نتیجہ فضل و رحمت ہی۔ قال المترجم بذریعہ قرآن مجید و رسول حمید صلے اللہ علیہ وسلم کے فافہم۔ جعفر رح نے کہا کہ معرفت فضل اور توفیق رحمت ہی بعض نے کہا کہ ثواب و کرم ہی جنید رح نے کہا کہ ابتدا مین فضل و انتہا مین رحمت ہی۔ کتانی رح نے کہا کہ نعمتہاے ظاہرہ و باطنہ مین کما فی قولہ اسبغ علیکم نعمہ ظاہرۃ و باطنۃ۔ شیخ فضل رح نے کہا کہ فضل اللہ تعالے اسلام ہی اور رحمت اسکی اتباع سنت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم یعنے اجتناب از بدعات ہی۔ ذو النون رح نے کہا کہ حصول جنت و پناہ از دوزخ ہی عمرو بن عثمان رح نے کہا کہ فضل آلہی حجاب اٹھا دینا اور رحمت اسکی دیدار ہی بعض نے کہا کہ فضل دوام توفیق اور رحمت تمام تحقیق ہی۔ پھر اللہ تعالے نے کفار کی نظر اموال جمع کرنے مین اور ان کے درمیان خلاف رضاے حق تصرف کرنے مین مع دیگر قبیح اعمال کفر و مذموم نیات کے بیان فرمائین۔ بقولہ تعالے۔

قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْہُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اللہ نے اتاری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرائی اس میں سے کوئی حرام اور کوئی حلال کہہ کیا اللہ نے حکم دیا تم کو یا اللہ پر

تَفْتَرُوْنَ ۝ وَمَا ظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی

جھوٹ باندھتے ہو اور کیا گمان ہے جھوٹ باندھنے والے اللہ پر قیامت کے دن کو اللہ تو فضل رکھتا ہے

النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَشْکُرُوْنَ ۝

لوگوں پر لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے

قُلْ اَرَءَیْتُمْ تو کہہ دے کہ تمہیں معلوم ہو تو مجھے خبر دو کہ۔ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ لَکُمْ مِّنْ رِّزْقٍ جو اللہ تعالیٰ نے اتارا تمہارے لیے رزق۔ فَجَعَلْتُمْ مِّنْہُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا سو بنایا تم نے اس میں سے حرام و حلال۔ قال البیضاوی رح آیت میں رزق کو اتارا ہوا قرار دیا کیونکہ وہ آسمان میں مقدر ہوا اور آسمانی اسباب مانند مینہ وغیرہ سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور ما موضع نصب میں مفعول انزل یا ارأیتم کا ہے کیونکہ ارأیتم بمعنی اخبرونی ہے اور حرف لکم دلالت کرتا ہے کہ مراد رزق سے حلال رزق ہے کیونکہ وہی نفع کے لیے ہوتا ہے اور اسی واسطے فجعلتم میں توبیخ کو تنہ سے قرار دیا منہ من تبعیضیہ سے پس مراد یہ کہ تم نے رزق میں سے حلال کو اپنی شرع میں پھیر دیا ٹکڑے کر کے انہیں سے بعض کو حرام کر دیا کما فی قولہ وقالوا ھذہ انعام وحرث حجر الآیۃ اور قولہ ما فی بطون ھذہ الانعام خالصۃ لذکورنا ومحرم علی ازواجنا الآیۃ۔ قُلْ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمْ اَمْ عَلَی اللّٰہِ تَفْتَرُوْنَ اے محمد تو کہہ دے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمکو اسکی اجازت دی ہے یا تم اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہو یعنی اللہ تعالیٰ پر تم قطعاً افترا باندھتے ہو اور یہ نہایت سخت گناہ ہے۔ کما قال۔ وَمَا ظَنُّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اور کیا گمان ہے ان لوگوں کا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں قیامت کے روز یعنی ایسے مفتریوں کا گمان اپنے حق میں قیامت کے روز کیا ہے بھلا کیا یہ خیال باندھتے ہیں کہ سزا نہ پاوینگے نہیں بلکہ ایک سزا پاوینگے ایسی بڑی سزا کہ خوب تمہیں بیان کی حاجت نہیں ہے پس موعود وعید کو مبہم رکھنا بڑے سخت ہونے کی دلیل ہے جیسے اُردو محاورہ میں کہیں دیکھو تجھے کیسی سزا ملتی ہے۔ اور ما بمعنی اے شئی ہے منصوب بظن بدلیل قراءۃ شاذۃ ظن الذین بلفظ ماضی بوجہ قطعی الوقوع ہونے کے۔ قال البیضاوی رح اور جائز ہے کہ قولہ اللہ اذن لکم متصل ارأیتم ہو اور قل کی تکرار تاکید ہو اور جائز ہے کہ ارأیتم استفہام انکاری ہو ام منقطعہ بمعنی بل ہو۔ قال المترجم کشاف نے یہی اختیار کیا و لیکن اول اولے و اظہر ہے۔ قال الحافظ رح اور ابن عباس و مجاہد و ضحاک و قتادہ و عبدالرحمٰن بن زید وغیرہم نے کہا کہ بحیرہ و سائبہ وغیرہ جنکو مشرکین طرح طرح کی جاہلانہ شرع سے اپنے اوپر حرام کرتے تھے انپر انکار کے لیے آیات ہیں تاکہ جب شریعت الٰہی کے حق ہونے کا اقرار کریں اور دین کی تکمیل ہو تو صحیح دیکھیں اور اپنی خود رائی چھوڑ دیں تو راستے پر آویں۔ اور مالک بن نضلہ سے روایت ہے کہ میں شکستہ حالت بنا ہوا آیا تو آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ تیرے پاس کچھ مال ہے میں نے کہا کہ اونٹ گھوڑے بکریاں غلام باندیاں سب قسم کا مال ہے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے دیا تو محبوب ہے کہ تجھ پر اسکا اثر دیکھے یعنی بخیل ہو کر بیہیات چھوڑ دے پھر فرمایا کہ بھلا تیرے اونٹ بدن سے درست بچے جنتے ہیں اور تو استرہ لیکر انکے کان کاٹ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بحیرہ ہے اور کھال پھاڑ کر کہتا ہے کہ یہ حرم ہے پس اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر حرام کر لیتا ہے۔ میں نے کہا کہ جی ہاں ایسا تو کرتا ہوں الی آخر الحدیث یعنے اچھی نصیحت سے یہ طریقہ باطل اسکے دل سے دور کیا جیسا کہ سورۂ انعام میں گذر چکا و تحقیق ذالک فی سورۃ الانعام۔ والحاصل اس آیۃ کا یہ ہے کہ اسنادھا جید قویۃ پس اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے شخص پر انکار کیا جو بدون دلیل و سند کے محض رائے و خواہش سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرتا ہے۔ والحاصل علی ما قال الرازی وغیرہ تم لوگ جن چیزوں

پر حلت یا حرمت کا حکم لگاتے ہو تو خالی رائے و خواہش سے ہے یا نہیں پس اگر محض رائے ہے تو جسکو ذرا بھی عقل ہے اسکو ٹھیک نہیں سمجھتا اسلیے کہ رائے و خواہش سے پسند یا نہیں پسند کر سکتا ہے اور یا حلال ہونا کہ اسپر آخرت میں ثواب ہوگا یا مواخذہ نہوگا اور نیز حرام کہ اسپر آخرت میں عذاب ہوگا تو ایسا حلال و حرام کبھی نہیں معلوم ہو سکتا سوائے اس طریقہ کے کہ اللہ تعالے کی طرف سے معلوم ہوا اور یہ طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالے کے رسول پر وحی سے حکم الٰہی دریافت ہو جیسا کہ حق تعالے نے ابتدائے آدم علیہ السلام سے برابر انبیاء علیہم السلام بھیجے ہیں اسلیے ہمیشہ انہی کی پیروی ضرور ہے لہذا فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ بیشک اللہ تعالے فضل کرتا ہے بندوں پر چنانچہ پیدا کر کے عقل دی اور رسل بھیجکر ہدایت کی اور کتابیں نازل فرما کر حلال و حرام و فرض و منکر و ممنوع سب کی راہ بتائی کہ معرفت توحید خالق عز و جل سے ثواب جنت حاصل کریں پس انپر بے انتہا شکر واجب ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ولیکن بہتیرے لوگ شکر نہیں کرتے۔ قال ابن جریر رحمہ اللہ تعالے لوگوں پر فضل والا ہے کہ دنیا میں انپر عذاب کرنے میں تعجیل نہیں فرمائی۔ وقال الحافظ رحمہ میں کہتا ہوں کہ بڑا فضل کیا کہ دنیا میں ان کے لیے مخلوقات کے منافع مباح کر دیے اور حرام وہی کیے جو ان کے دین یا دنیا میں انکو مضر ہیں اگرچہ اپنے زعم میں اچھا سمجھیں ولیکن بہتیرے اس کے عوض ناشکری کر کے شرک و کفر کرتے اور اپنی رائے و خواہش سے حرام حلال بناتے ہیں۔ قال الکرخی رح یہ نہایت کافی زجر ہے ہر ایسے شخص کو جو دین میں اللہ تعالے و اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو بغیر مضبوط دلیل پہچاننے کے حرام یا حلال وغیرہ کا حکم لگاوے جیسے اس زمانہ کے بعضے فقیہ میں انتہی ترجمۃ کلامہ۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ کرخی رح نے اپنے زمانہ والوں پر افسوس کیا تو مترجم اپنے زمانہ والوں پر اگر صد افسوس کرے تو کم ہے کیونکہ ان لوگوں نے کلام الٰہی و حدیث سے بالکل ہاتھ اٹھا کر محض تقلید پر مدار کر لیا بلکہ سخت واجب قرار دیا حالانکہ انکو مجتہد ہونے کی لیاقت نہیں تو مجتہد کے قول کے دلائل دیکھ لینے کی لیاقت ہے ورنہ اپنے نفس کے خطرات و اصلاح کی خاک سمجھ ہوگی بلکہ اسی وجہ سے خالی اعمال جوارح پر مغرور ہو کر اصلاح قلب سے محض بے بہرہ ہوتے ہیں حتی کہ شیطان کے خطرات سے دین برباد کرنے میں ساعی ہو جاتے ہیں۔ نعوذ باللہ تعالے انپر فرض ہے کہ جدال چھوڑ کر ائمہ مجتہدین و سلف صالحین کی طرح اعمال جوارح سے ہر وقت ذخیرہ ثواب جمع کریں اور اصل اصول اصلاح قلب و افعال قلبی کی نگہداشت کریں تاکہ علما ربانی ہوں عوام کو جنت و دوزخ کی طمع و خوف ہی سے اور اپنے کو توحید و محبت الٰہی کے جوش سے قبر تک جو دروازہ آخرت ہے با ایمان صحیح سلامت لیجاویں اللھم وفقنا للآخرۃ ولا تجعلنا للدنیا و فیہا خاسرین حافظ رح نے لکھا کہ اسی خود رائی میں بہت لوگ پڑ گئے پس مشرکین تو معلوم کہ اپنے واسطے انھوں نے کیا کیا شریعتیں بنائیں اور کتاب والوں میں سے جیسے یہود و نصاریٰ کہ دین میں بکثرت بدعتیں نکالیں۔ قال المترجم نصاریٰ کی ایک بدعت یہی کہ عیسے بیٹا اور خدا تثلیث ہے کمال گمراہی کے لیے کافی ہے اور واضح ہو کہ یہ بدعت اس امت میں بھی پھیلی چنانچہ کرخی رح نے اشارہ کیا ہے ثم ذکر الحافظ رحمہ اللہ و ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں موسی بن الصباح تابعی رحمہ اللہ سے روایت کی کہ قولہ تعالے ان اللہ لذو فضل علی الناس کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر کافر و مشرک و منافق و فاجر و فاسق اپنے اپنے اعمال میں گرفتار ہونگے اور ہے نیک نیت نیکوکار مومن بندے اولیاء اللہ تو وے حضور میں لائے جاوینگے پھر اولیاء الٰہی تین گروہ ہو کر حاضر ہونگے پس ایک گروہ میں سے ایک شخص لایا جائیگا اس سے اللہ تعالے فرمائیگا کہ اے بندے تو نے یہ کام نیک کس غرض سے کیے تھے عرض کرے گا کہ پروردگار آپ نے جنت و اشجار و نہریں و اثمار و حور و قصور پیدا فرمائے و تزین اہل طاعت کے لیے نعمتیں رکھیں سو میں اسکے شوق میں راتوں جاگا و دنوں روزے رکھے کہ اسکو پاؤں تو فرمائیگا کہ اے بندے تو نے جنت کے لیے یہ کام کیے اچھا یہ جنت ہے اس میں داخل ہو اور تجھپر میرے فضل سے یہ ہے کہ میں نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور میرے فضل سے ہے کہ تجھے اپنی جنت میں داخل کروں پس وہ اور اسکے ساتھی جنت میں چلے جاوینگے پھر دوسرے

گروہ سے ایک شخص لایا جائیگا کہ اے بندے تو نے کس لیے عملہائے نیک کیے عرض کریگا کہ پروردگار آپ نے دوزخ و اسکے حرو سموم و طوق و جحیم پیدا کیے اور جو کچھ اس میں اپنے اعدا کے لیے عذاب رکھے تو میں نے راتون کو بیداری میں و دنون کو روزے میں اسی کے خوف سے کاٹا۔ فرمائیگا کہ اے بندے تو نے دوزخ کے خوف سے ایسا کیا تو میں نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور تجھپر میرا فضل ہے کہ تجھے جنت میں داخل کرون پس وہ اور اس کے ساتھی جنت میں داخل ہو جائینگے پھر تیسرے قسم کا ایک آدمی لایا جائیگا اس سے فرماویگا کہ اے بندے تو نے کس لیے یہ کام کیے وہ عرض کریگا کہ میرے مولی آپکی محبت و عشق و شوق دیدار میں قسم ہے آپ کی عزت و جلال کی کہ راتین تیرے عشق میں بیدار کاٹین اور دنون تیری محبت میں روزے رکھے پس حق عزوجل فرمائیگا کہ اے میرے بندے تو نے میرے ہی عشق و محبت سے یہ کام کیے تو اسکی عطا میں میرا دیدار دیکھ حق عزوجل اسکا حجاب دور فرمادیگا پھر فرمائیگا کہ تجھپر میرا فضل ہے کہ میں نے تجھے دوزخ سے آزاد کیا اور تجھپر اپنی جنت کو مباح کر دیا اور ملائکہ تیرے حضوری میں اور میں آپ تجھپر سلام فرماؤنگا پھر وہ و اسکے ساتھی جنت میں داخل ہو جاوینگے۔ قال المترجم دلائل احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اس امت مرحومہ والون کو پھر اگلی امتون کے مومنین کو فضل ملیگا اور یہ سب مومنین سچے توحید والے بدون شرک و خود رائی کے دنیا میں خالص ایمان والے ہیں جو دنیا کی چیزون سے بدون دنیا کی خواہش و محبت کے نفع لینے والے اور دل و جان سے آخرت کی طرف مائل تھے۔ واللہ تعالے اعلم اور اللہ تعالے ہر ایک کے حال و نیت و صدق کو خوب جانتا ہے اور ہر ایک کے نافع و مضر امر کا وہی عالم ہے لہذا فرمایا۔

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا

اور نہیں ہوتا ہے تو کسی حال میں | اور نہ پڑھتا ہے تو اس میں سے | کچھ | قرآن | اور نہ کرتے ہو تم لوگ کچھ کام | کہ ہم نہیں ہوتے | حاضر تمپر

إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِن

جب تم لگتے ہو | اسمین | اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے | ایک ذرہ | بھر | زمین میں | نہ آسمان میں | نہ اس سے چھوٹا

ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

نہ اس سے بڑا | جو نہیں کھلی کتاب میں

پہلے کلام کی ترکیب فصیح و بلیغ سمجھو کہ ما تکون بحرف نفی ہے اور خطاب آنحضرت صلعم کو جو سردار خاص الخاص ہیں پھر آگے سب کی تعمیم کردی بقولہ ولا تعملون الخ۔ اور شان بالف دراصل ہمزہ بمعنے قصد ہے پس اطلاق مصدر بمعنے اسم مفعول آیا۔ اور تفسیر میں کی لفظ امر سے کی گئی اے لا تکون فی امر۔ اور تتلو منہ میں ضمیر مجرور یا شان کی طرف ہے کیونکہ تلاوت بھی منجملہ شان کے ہے اور رسول کا تلاوت کرنا منجملہ شان رسول کے بڑی شان عظیم ہے لہذا تخصیص کی گئی یا تلاوت کسی شان کی وجہ سے ہوا کرتی ہے تو منہ اے من اجل الشان یا یہ ضمیر راجع بحق عزوجل ہے یعنی حق تعالے کی طرف سے یا یہ کہ ضمیر بجانب قرآن ہے جو آگے مذکور ہے پس اضمار قبل الذکر بغرض تفخیم شان کتاب ہے اور بنا بر اول کے من قرآن دراصل مفعول تتلو ہوا و من اسپر یا تبعیضیہ ہے یا تاکید نفی کے لیے زائدہ ہے اور بر وجہ اخیر وہ بیانیہ ہے۔ ذرہ چھوٹی چیونٹی یا ریگ کے ذرہ جو ہوا میں شعاع سے نظر آتے ہیں اور من مثقال میں من زائدہ بغرض استغراق نفی ہے یعزب بضم زا اور بکسر زا معجمہ دونون قراۃ مشہورہ فصیحہ ہیں اور معنے اسکے دور ہونا یا غائب ہونا۔ اور قولہ الا فی کتاب کی استثنا میں کلام آویگا انشاء اللہ تعالے پھر واضح ہو کہ جب کفار نے قرآن سے انکار کیا اور فضل و رحمت الٰہی سے منھ موڑا اور حاضر و پیان ہو چکی تو اب احاطہ علم الٰہی سے

کفار کو تہدید کامل کر دی اور اہل ایمان کو پوری خوشخبری و طمانینت ہوئی کہ مولائے حق عزوجل کا علم ہم بندوں کے ادنیٰ و اعلیٰ حالات کو تم سے کہیں زیادہ محیط ہے بلکہ ہمارا علم کچھ چیز نہیں اور ہیچ و کم ہے اور علم درحقیقت اُسی کا علم ہر بندے کی ابتدا و انجام کو محیط ہے چنانچہ فرمایا۔ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ اور نہیں ہوتا تو کسی شان میں یعنے کسی حال و کام میں۔ وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ اور نہیں تلاوت کرتا ہے تو اُس سے قرآن سے۔ وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کوئی کام۔ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا مگر آنکہ ہوتے ہیں ہم تم پر شہود۔ یعنے اے محمد صلعم تو جس شان و حال پر ہوتا ہے اور جو کچھ قرآن پڑھتا و تبلیغ و نصح فرماتا ہے اور جو کچھ کام تم لوگ کرتے ہو وہ ہم سے کچھ بھی چھپا نہیں بلکہ ہم اُس پر شاہد و رقیب و مطلع ہیں۔ اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ جبکہ تم اس میں گھستے و مندفع ہوتے ہو۔ بعض نے کہا کہ لا تعملون کا خطاب اہل مکہ کو ہے اور حاصل یہ ہے کہ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیری سب شان کو نماز و روزہ و نظر بحضرت کبریا و حرص بجانب ایمان بندگان خدا وغیرہ کو اور تیری تلاوت قرآن کو تاکہ سب لوگ ہدایت پاویں اور خرابی و بربادی و جہنم سے بچیں اس سب کو ہم دیکھتے و اس پر مطلع ہیں اور تم اے کفار مکہ جو کوئی کام کرتے ہو جیسے قرآن مجید سے انکار و اُس میں بیوقوفی و عداوت کا خوض کرنا و انجام میں اس سے منکر ہونا اور توحید الٰہی سے انکار کرنا وغیرہ جو کام کرتے ہو اُسکو ہم ابتدا سے انتہا تک بخوبی جانتے ہیں۔ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ اور نہیں دور ہے یا نہیں پوشیدہ و غائب ہے تیرے رب سے۔ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ وزن ذرہ بھر یعنی چھوٹی چیونٹی برابر یا ریت کے ذرہ برابر جو شعاع میں نظر پڑتے ہیں۔ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ۔ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اور نہ اس سے بہت چھوٹی چیز اور نہ بڑی۔ یعنے بڑی سے بڑی چیز جو تم کو نظر آتی ہے آسمان ہے اور سب سے نزدیک زمین ہے تو زمین سے شروع کرو اور آسمان تک نظر کرو کہ انمین کوئی ذرہ برابر یا اُس سے چھوٹی بڑی چیز نہیں جو پروردگار تعالیٰ شانہ کے علم سے غائب ہو میں مثقال میں من زائدہ استغراقی ہے اور علم الٰہی تو ہر جگہ وہر مخلوق کو خواہ محسوس ہو یا نہو جیسے نیات و خطرات سب کو محیط ہے لیکن چونکہ کفار پابند محسوسات ہیں اور سوائے زمین و آسمان کے نہیں دیکھتے لہذا نہایت حقیر محسوس چیز کا پوشیدہ نہونا خواہ زمین میں ہو جو قریب محسوس ہے یا آسمان میں جو دور ہے مخصوص بیان فرمائی تاکہ اس سے سمجھ حاصل کر لیں کہ حضرت الٰہی تعالیٰ کے صفات کیسے کمال پر ہیں پس وہی معبود ہے۔ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ مگر کتاب مبین میں ہے مفسرین نے اس استثناء میں کلام کیا کیونکہ اگر قولہ ما یعزب سے مستثنیٰ ہے تو یوں ہوا کہ ما یعزب عن ربک الا فی کتاب۔ حالانکہ یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ معنے ہوتے جاتے ہیں کہ علم الٰہی سے کچھ پوشیدہ نہیں مگر جو کتاب میں یعنی لوح محفوظ میں ہے یعنے وہ خارج از علم ہے حالانکہ یہ محال ہے اور جواب دیا گیا کہ اشیاء دو قسم کی ہیں ایک وہ جنکو اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ پیدا کیا جیسے آسمان و زمین وغیرہ اور دوم وہ جنکو بالواسطہ پیدا کیا جیسے بواسطہ مطر یا آدمی کے تو یعزب بمعنے یبعد لیکر یوں ہوا کہ علم الٰہی سے دور نہیں کوئی چیز مگر وہی ایک درجہ دور ہے جو لوح محفوظ میں ہے مترجم کہتا ہے کہ ایسا جواب دینے والا محض غفلت میں رہا کہ اسکو اصول و فروع و ایجاد و فعل سب سے ذہول ہوا کیونکہ اسباب خود کچھ موثر نہیں تو ایجاد بالواسطہ درحقیقت ایجاد الٰہی ہے علاوہ بریں کلام علم الٰہی میں ہے نہ ایجاد میں پس یہ جواب محض واہی و باطل ہے اور معتزلہ وغیرہ اہل بدعت جہالت کے اصول سے موافق ایسے قول کو بدون رد کے ذکر کرنا روا نہیں ہے بعض نے جواب دیا کہ استثناء بمعنے لکن ہے یعنے منقطع ہے اے لکن فی کتاب مبین یعنی اللہ تعالیٰ سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے اور یہ معلومات الٰہیہ سب کتاب لوح محفوظ میں ثابت ہیں خلاصہ یہ کہ ایسا استثناء درحقیقت استثناء نہیں ہوتا ہے اور ابو علی جرجانی رح نے کلام عرب سے الا بجائے واو کے بولنا ثابت کرکے یہاں بھی یہی تجویز کیا اور کرخی رح نے اس کو تعسف قرار دیا اور مترجم کہتا ہے کہ تعسف نہیں بلکہ درحقیقت قریب بجواب دوم ہے اور تحقیق یہ ہے کہ لکن کے معنے میں الا جو منقطع ہے وہ لکن عاطفہ کی قوت

میں قرار دیکر بعضے واو لیتے ہیں اور اردو زبان میں بھی لفظ اگر اسطرح بولا جاتا ہے۔ اور اس صورت میں معنے یہ ہونگے کہ علم الٰہی تمام کائنات زمین و آسمان کو محیط ہے خواہ کیسی ہی چھوٹی ہو اور یہ سب لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے ثبت فرمائی ہیں اور مقصود یہ کہ علم الٰہی محیط ہوا اور عجیب قدرت ہے کہ لوح محفوظ میں ہر چیز مثبت ہے اور عجیب احاطہ ہے کہ وہ شئے مثبت بھی ہے۔ وقال البیضاوی رح قولہ لا یعزب تا الا فی السماء تک ایک کلام ہوا جو احاطہ علم پر برہان ہے اور قولہ ولا اصغر من ذلک آخر کلام مستقل ہے جو اپنے ماسبق کا مقرر ہے مترجم کہتا ہے کہ حاصل اسکا یہی ہے جو الا بمعنے لیکن بمعنی حرف عطف لینے کی صورت میں مذکور ہوا یعنے پوشیدہ نہیں تیرے پروردگار کے علم سے کوئی ذرہ بھی جو کہیں ہو خواہ آسمان میں یا زمین میں۔ پس تو اسکا علم محیط ہے پس جو کوئی یہ گمان کرے کہ وہ جزئیات کو نہیں جانتا وہ کافر ہے۔ اور قولہ ولا اصغر یعنے سب علم محیط کے ساتھ دوسری قدرت کا ظہور یہ کہ ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی ہو سب لوح محفوظ میں مثبت ہے قال الحافظ رحمہ اللہ فی تفسیر الآیۃ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرماتا ہے کہ تیرا خالق مالک ذوالجلال والاکرام تیرے سب احوال و تیری امت کے اور تمام مخلوقات کے ہر ساعت و ہر دم و ہر لحظہ کے خوب جانتا ہے اسکے علم و نظر سے کوئی ذرہ حقیر سے حقیر چھوٹے سے بڑے کچھ پوشیدہ نہیں ہے خواہ کہیں ہو اور بیانہ قولہ تعالیٰ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمہا الا ہو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ کہ ہر مترجم کہتا ہے کہ ظاہر کلام موافق باختیار بیضاوی ہے واللہ اعلم [illegible] قولہ تعالیٰ وما تکون فی شان آخر۔ اس میں آگاہی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے دلی خطرات پر آگاہ ہے اور کیوں نہیں کہ اسی نے انکو پیدا کیا کما قال تعالیٰ الا یعلم من خلق وہو اللطیف الخبیر پہلا اپنے رسول اکرم اشرف الخلق کو اپنی اطلاع ہونے سے متنبہ کیا بقولہ وما تکون فی شان الخ [illegible] رسالت کے لیے ہوتا ہے وما تتلوا منہ من قرآن اور جو خطاب امت پر انکو میسر ہو [illegible] کرنے کے لیے بطریق تبلیغ رسالت پڑھتا ہے ہم حضور اس پر مطلع ہیں [illegible] کہ کوئی خطرہ آنے سے اپنا آپ کو محفوظ رکھنا چاہیے اور حبیب علیہ السلام کو اس خطاب سے عظمت کی تجلی فرمائی پھر سب کو شامل کر دیا بقولہ ولا تعملون من عمل۔ اور تم کوئی کام نہیں کرتے یعنے عبودیت کے کاموں میں سے جنمیں مشاہدہ چاہیے الا کنا علیکم شہودا مگر ہم حضور اس پر مطلع ہیں اس طرح کہ جلال و عظمت تیر کشف فرمائی اور سطوت کبریائی تمہارے دلوں پر ڈالتے ہیں تا کہ تم ہماری عظمت جبروت و کبریائی کے مشاہدہ میں رہو۔ اذ تفیضون فیہ۔ در حالیکہ تم اپنے آپ کو عظمت کے واسطے قربان کرتے ہو اور جو حرکت تم سے ایسی جاری ہوتی ہے پھر آگاہ فرمایا کہ عرش سے انتہائے مخلوق ہر ذرہ علم کبریائی کے احاطہ میں ہے بقولہ وما یعزب عن ربک [illegible] بیان فرمایا کہ عدم سے جو کچھ بوجود [illegible] ہوا اور ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے علم قدیم اور قدرت قائمہ بالذات کے سامنے ہوا اور نظر اسکی تمام مخلوق شامل ہے خواہ کیسی ہی چھوٹی یا بڑی ہو۔ اور یہ سب مخلوقات اسکے علم ازلی میں اسکی بصر کے سامنے معروف ہیں اور سب اسکی ذات و صفات کے ساتھ قائم ہیں اور ہر حال میں ہر ذرہ اسکی حفظ و رعایت میں ہے اور اگر اسکی عزت کاملہ و قدرت تامہ شامل نہ ہوتی تو سب کے سب پارہ پارہ ہو جاتے اور اس آیت سے عارفین کو اپنے اپنے مرتبے کے موافق حصہ ملا [illegible] شقیق بلخی رحمہ نے کہا کہ بندہ پر لازم ہے کہ اپنے نفس کو ہمیشہ [illegible] دیکھتا رہے کہ نظر الٰہی اس پر [illegible] علم و قدرت اسکی ہر دم [illegible] کہا کہ جیسے [illegible] یقین کیا [illegible] تمام اغیار سے منقطع ہو جائیگا [illegible] تو ایسا کام کیا اور [illegible] علم الٰہی [illegible] بیان [illegible] ظاہر ہوا الحق تعالیٰ نے ارواح واشباح و اجرام میں تفاوت بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارواح و اشباح کے ساتھ بانوار شہود [illegible] استغراق فی القرب [illegible]

ان کے ساتھ ہین بعلم قدرت واحاطہ کہ اللہ تعالے نے انپر منت احسان فرمایا پس حق سبحانہ تعالے بندہ عارف کے ساتھ ہین بصفت قرب ومشاہدہ ہو اور تمام مخلوق اُسکے علم مین مستغرق ہو۔ کما قال وما یعزب عن ربک الآیۃ۔ اور عارف اگر اپنے مشہود کو مشاہدہ کرتا تو کبھی اعمال کیطرف نہ جاتا بلکہ پروبال احوال سے اُسی لیے کشف جمال کیطرف پرواز کرتا کیونکہ شدۂ محبت مین اعمال کا واسطہ نہین رہتا پس ایسی صورت مین اُس سے خوف حزن وغم جو بسبب عبادت بخوف جہنم ہوتا ہو اور امید جنت سب ساقط ہو جاتی کیونکہ وہ مشاہدہ جمال مین غرق ہو پھر حق تعالے نے ایسے بندون کو بیان فرمایا جو قہریات وعقوبات سے انجام مین یا ابتداء سے رہا ہو کر اہل مشاہدہ وانس اور داخل وصال ہوے ہین بقولہ تعالے

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ وَكَانُواْ

سن رکھو جو لوگ اللہ کی طرف ہین نہ ڈر ہو انپر نہ وہ غم کھاوین جو لوگ یقین لائے اور رہے

يَتَّقُونَ ۝ لَهُمُ ٱلْبُشْرَىٰ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا وَفِى ٱلْءَاخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَٰتِ ٱللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ

پرہیز کرتے انکو ہو خوشخبری دنیا کے جیتے جی اور آخرت مین بدلتی نہین اللہ کی باتین یہی ہے

ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ۝

بڑی مراد ملنی

علم الٰہی تعالے مین تمام مخلوقات اپنی اپنی ابتدا وانجام کی راہ سے متمیز ومعلوم ہو اور ہر ایک اپنے انجام کے موافق اعمال کا مرتکب ہے از انجملہ جو اللہ تعالے عزوجل کی توحید وکمال صفات پر مومن ہین وے ہر حال مین جو عمل کرتے ہین خواہ اُس مین جوارح ظاہرہ کو دخل ہو یا فقط باطن کا فعل ہو ہر دم اللہ تعالے کو شاہد وعلیم وخبیر جانتے اور تقویٰ رکھتے ہین اور اُنکے اعمال خلوص محبت الٰہی سے ہوتے ہین اور حدیث موسیٰ بن الصباح متذکرہ بالا سے ظاہر ہوتا ہو کہ وعدۂ الٰہی پر یقین کرکے یا وعید الٰہی سے ڈر کر اعمال کرنے والے بھی اللہ تعالے ہی کے واسطے مخلص ہین اگرچہ خالص محبت سے عاملین کے برابر نہ ہون پس اللہ تعالے نے اپنے اولیاء کا مرتبہ بیان فرمایا تاکہ کفار حسرت مین پڑین اور اہل ایمان خوشی سے سر جھکاوین بقولہ تعالے۔ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ خبردار ہو کہ اللہ تعالے کے اولیاء بندے بے شک ایسے ہین کہ۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ انپر کچھ خوف نہین اور نہ وے غمگین ہونگے۔ ولی ضد عدو ہو جیسے مومن ضد کافر ہو اور ترکیب لفظ قرب پر دلالت کرتی ہو پس ولی کو قرب ہوتا ہو جسکی کیفیت مجہول ہو جیسے حدیث مین حالت سجدہ مین بندہ کا رب سے بہت قرب آیا پھر ولی کا لفظ جب اللہ تعالے پر اطلاق ہو جیسے قولہ ان ولیی اللہ الذی نزل الکتاب الآیۃ۔ تو ولی اسم فاعل کے معنے ہین اور جب بندہ پر اطلاق ہو جیسے یہان تو فعیل بمعنے اسم مفعول ہو اور بلحاظ محبت کے ہر ایک مین معانی کا اعتبار ہو اور یہ عجیب لطف ہو فافہم یہان دو معنے ہو سکتے ہین اول یہ کہ انجام مین انکے لیے کوئی ایسی بات نہین جس سے انپر خوف ہو یا غم کھانا پڑے اور دوم یہ کہ وے ایسے حال مین ہونگے کہ انپر کوئی غم یا خوف نہین طاری ہوگا بخلاف کافرون ومشرکون کے کہ انکو سخت غم متواتر رہیگا اور بخلاف گنہگار مسلمانون کے کہ انپر ایک نوع کا غم وخوف چھایا ہوگا اگرچہ آخر مین عفو ہو جاوے یا کچھ سزا نے جہنم کے بعد نجات ہو جاوے واللہ اعلم۔ اور کفار تو عذابی کفر وشرک کے غم ورنج مین متواتر ہمیشہ پڑے رہینگے کہ یہ غم انھین اشقیاء کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ دونون احتمال کے واسطے احادیث وآثار مین شواہد ہین چنانچہ آیندہ معلوم ہوگا اگرچہ ابتداء سے غم نہونا مستلزم ہو کہ آیندہ نہو پس ارجح یہ ہو کہ انپر کچھ خوف وغم طاری ہی نہوگا اور یہان سے نکلتا ہو کہ شدت محبت بجناب باری تعالے سے خوف جہنم یا امید جنت کی نیت اُسکی عبادت مین جاتی رہتی ہو اور نا خوشی اپنے مولیٰ سے ہر دم ہراسان وخائف رہتے ہین پھر واضح ہو کہ اولیاء کی تفسیر مین علماء کے اقوال مین بیضاوی نے کہا

کہ اولیاء وہ لوگ جو طاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تولی رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کرامت عطا کرنے کے ساتھ بھی تولی فرماتا ہے اور ایسا ہی متکلمین کا قول ہے اور مدار انکا محبت کی یہ تاویل کہ بندہ کی طرف سے محبت یوں کہ طاعت میں مستقیم ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسطرح کہ انکو ثواب و کرامت عطا فرماوے۔ اور اہل تصوف رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی مختلف عبارات سے تعریف کی ولیکن مآل واحد ہے اور بنا انکے تعریف کی اثبات محبت ہے اور یہی مختار و صحیح ہے ولیکن معنی محبت کے بیان میں نہیں آسکتے ہیں اور رہی کرامت تو یہ ولی کے لیے کچھ ضروری نہیں اگر مراد اس سے خرق عادت ہو ورنہ ایمان و استقامت عین کرامت ہے اور جو تفصیل تعریفات میں ہے امر مجمل کی توضیح باعتبار ظاہر فہم ناقص ہے ورنہ درحقیقت واضح معنے یہ ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمائے بقولہ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ یعنے اولیاء وہ بندے ہیں جو ایمان لائے و متقی رہے پس خلاصہ معنے ولی کے مومن متقی۔ اور ابو السعود رح نے لکھا کہ تقوی کے مراتب متعدد ہیں ادنی یہ کہ شرک سے پرہیز کرے اگرچہ اس سے گناہ سرزد ہو اور اعلیٰ یہ کہ طاعت پر قائم اور معاصی سے مجتنب اور شبہات سے دور اور طریق سنت پر مستقیم ہو پس یہاں تیسرا مرتبہ اعلیٰ مراد ہے اور مدار ولایت کا یہی تقوی ہوا کہ ہر ایسی چیز سے جو حق تعالیٰ سے غافل کرے دور بھاگے اور تمام عالم سے بالکل منقطع ہو کر اپنے رب تبارک تعالیٰ سے واصل ہوتے ہیں اسی سے انکو قرب و حضور و شہود حاصل ہوتا ہے اور جب یہ غور کیا جاوے کہ ایمان صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ کہنا پھر صدق کی تفصیل دیکھی جاوے تو مآل واحد ہے کیونکہ جنے ایمان کے بعد معصیت کا ارادہ کیا اسمیں صدق کا کامل اثر نہیں ہے اور اسی کی نظیر ولی کی تعریفات میں مختلف عبارات ہیں جنکا حاصل ایک ہی ہے مگر لوگوں کے سمجھانے کو مختلف عبارات میں بتلایا کہ اپنی سمجھ کے موافق ہر ایک سمجھ جاوے۔ ابن عباس و سعید بن جبیر نے کہا کہ اولیاء الٰہی وہ بندے ہیں جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے۔ یہ پہچان انکے سیما و آثار سے ہے۔ ابو حنیفہ و شافعی رح نے کہا کہ اگر عالم لوگ اولیاء نہوں تو پھر کوئی ولی نہیں ہے۔ کذا حکاہ عنہ النووی فی مقدمۃ شرح المہذب۔ پھر نووی رح نے کہا کہ یہ اُن عالموں کا ذکر ہے جو علم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ قشیری رح نے کہا کہ ولی کی شرط ہے کہ محفوظ ہو جیسے نبی معصوم ہوتا ہے پس جس پر شرع کا اعتراض ہو وہ مغرور مخادع ہے ولی نہیں اور ولی وہی ہے جسکے اقوال و افعال موافق شرع ہوں مترجم کہتا ہے کہ بعض آثار میں ایسا مروی آیا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ولی جاہل نہیں بنایا۔ اور معروف ہے کہ بے علم نتوان خدا را شناخت ؛؛ وقال الحافظ فی تفسیرہ۔ جو شخص متقی ہو وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے اسکو آیندہ کے لیے آخرت کا اور پچھلی دن کا کچھ خوف اور غم نہیں ہے۔ اور عبداللہ بن مسعود و ابن عباس و بہت سے سلف رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ اولیاء الٰہی وہ ہیں جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے۔ اسمیں ایک مرفوع حدیث بھی آئی جو سعید بن جبیر عن ابن عباس ہے کہ ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اولیاء الٰہی کون ہیں فرمایا کہ جب انکو دیکھتے تو اللہ تعالیٰ یاد آوے۔ رواہ البزار وقال قد روی عن سعید مرسلا۔ ابوہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام و شہداء رضی اللہ عنہم انپر غبطہ کرینگے۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ وے کون ہیں بتلا دیجیے شاید کہ ہم انسے محبت کریں فرمایا کہ وے ایک قوم ہیں کہ بدون شرکت مالی یا نسبی کے انھوں نے آپس میں اللہ تعالیٰ کے واسطے الفت کر لی انکے چہرے نور اور نوری کرسیوں پر ہونگے لوگوں کے خوف کے وقت انکو خوف نہوگا اور لوگوں کے غم کے وقت انکو غم نہوگا پھر پڑھی آیت الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم رواہ ابن جریر عنہ و صححہ الحاکم و ابوداؤد و ابن ابی حاتم والبیہقی عن عمر بن الخطاب ایضا وقال الحافظ اسنادہ جید لکن اسناد حدیث عمر مع جودتہ منقطع و روی احمد بنحوہ مرفوعا عن ابی مالک الاشعری رض مترجم کہتا ہے کہ عمرو بن الجموح رض سے مرفوع روایت ہے کہ بندہ کا ایمان خالص نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی کیواسطے محبت کرے اور اُسی کے واسطے بغض رکھے پھر جب ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کیطرف سے ولایت کا مستحق ہوا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے میرے اولیاء اور میری خلق میں سے میرے احباء وہ ہیں کہ میری یاد میں رہتے ہیں اور انکی یاد میں انکو یاد کرتا ہوں۔

رواہ احمد وغیرہ۔ عبد الرحمن بن غنم الاشعری رضہ سے مرفوع روایت ہو کہ بندگان الٰہی مین سے وے بہتر ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے اور
وے بدتر ہین جو لوگون کے درمیان لگائی بجھائی کرتے پھرتے اور دوستون کے درمیان پھوٹ ڈالتے اور باغی سرکش اکھڑ ناہنجار ہین۔ رواہ احمد و
عن عمرو بن العاص رضہ مرفوعاً تم مین سے بہتر وہ ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے اور اسکی باتون سے تمھارا علم بڑھے اور اسکے کامون سے
تمکو آخرت کی رغبت ہو۔ رواہ الحکیم الترمذی وہو غیر الحافظ الترمذی صاحب السنن الجامع۔ پھر واضح ہو کہ یہ فضل جن لوگون کا بیان ہو بیشک
اولیاء الٰہی ہین ولیکن یہ قطعی منحصر نہین کہ اُس سے کمال والے آیت مین مراد ہین بلکہ جائز ہو کہ انسے کم مرتبہ والون کو بھی شامل ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔
پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو انکی ذات کے لیے معرفت اور دوسرون کو انکی منزلت کی رغبت دلائی بقولہ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْاٰخِرَةِ انکے لیے بشری ہو حیات دنیا مین اور آخرت مین بشری بالضم والف مقصورہ مصدر ہو مراد اس سے وہ چیز جس سے بشارت
ہو پس دنیا مین انکا بشری وہ ہو جو اپنی کتاب مین اور اپنے رسول علیہ السلام کی زبان سے انکو خوشخبری کے وعدے فرمائے اور سچے خواب
ہین اور مکاشفات ہین اور موت کے وقت ملائکہ کا حضور نہایت خوبصورتی کے ساتھ کہتے ہوئے کہ کچھ نہ ڈرو اپنے مہربان مالک حق عز و جل
کے رضوان مین چلو اور مانند اسکے۔ اور آخرت مین ملائکہ انکو فوز عظیم و سلامت کی بشارت دیتے ہوئے ان سے ملینگے۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ
کے کلمات کے حق مین تبدیل نہین ہو۔ اسکے وعدون مین کچھ خلاف کو راہ نہین سب برحق و صحیح ہین۔ ذٰلِكَ یہ جو مذکور ہوا کہ دونون جہان
مین انکے لیے بشارت ہین۔ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ وہی فوز عظیم ہو۔ اسکی حقیقت و ماہیت کو تمام و کمال حق تعالیٰ جانتا ہو پس یہ بہت ہی بڑی
نعمت ہو۔ یہ دونون جملہ معترضہ اس بیان کے لیے ہین کہ جس امر کی بشارت دی گئی وہ بہت بڑی نعمت ہو اور معترضہ جملہ ہونے کے لیے یہ شرط
نہین ہو کہ اسکے بعد ضرور کوئی کلام ایسا ہو کہ پچھلے کلام سے متصل ہو۔ کذا قال البیضاوی رح واضح ہو کہ قولہ لہم البشری الخ گویا توضیح ہو کہ
انکو بشارات دنیا کی وجہ سے خوف و غم بفضل الٰہی زائل ہو جاتا ہو۔ اور حق یہ ہو کہ ایمان درمیان خوف و امید کے ہو ولیکن انکو خوف و غم اس
قسم کا جو عوام کو محیط ہو نہین رہتا ولیکن عظمت و کبریاء الٰہی اور موارد قہریات سے ڈرتے رہتے ہین یہان تک کہ وقت موت کے بشارت ملائکہ سے
بحکم قولہ تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیۃ زائل ہو کر تمام امن ہو جاتا ہو اور یہ جو بعض نے لکھا کہ انکو اس وجہ سے خوف نہین رہتا کہ
جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انپر واجب کیا تھا اُسپر وے ٹھیک ٹھیک قائم رہے اور معاصی سے مجتنب رہے پس وے اپنے اوپر بھروسا کرتے اور اپنے
پروردگار سے نیک گمان رکھتے ہین انتہی ما فی کلامہ تو یہ بالکل خبط و جہل ہو انکو کبھی اپنی ذات یا اعمال و افعال پر یا التقوی و طہارت پر کچھ
اعتماد نہین ہوتا اور کیونکر آدمی قبل مرگ کے یہ اطمینان کر سکتا ہو کہ مین گناہون سے پاک مرونگا حتی کہ ایمان پر خاتمہ کی تمنا فرض ہو پس منجملہ
صفات اولیاء کے یہ ہو کہ تمام اعمال و افعال انکے بتوکل الٰہی سبحانہ تعالیٰ موافق سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوتے ہین پھر بھی وے انکو
بالکل کچھ نہین سمجھتے لقولہ ولا ید خل احدکم الجنۃ عملہ الحدیث اور خوب جانتے ہین کہ عظمت و کبریاء الٰہی تعالیٰ کے لائق کسی سے عبادت ادا نہین
ہو سکتی لقولہ ما عبدناک حق عبادتک الحدیث فافہم اور لوگون کی دنیاوی تعریف یا مذمت کچھ قابل اعتبار نہین مگر آنکہ مومنین کاملین
اُسکی تعریف کرین لحدیث صحیح مسلم سے ثابت ہوتا ہو کہ یہ بشارت دنیا ہی سے شروع ہو گئی ہو اور طرق کثیرہ سے حدیث مرفوع مین حیات دنیا مین
بشارت کی تفسیر صالح خواب سے مروی ہو یعنے دنیا مین اللہ تعالیٰ اُسکو سچا و اچھا خواب دکھلاتا ہو ولیکن اسمین انحصار نہین ہو کیونکہ دیگر آیات و احادیث
مین دیگر بشارات بھی حیات دنیا مین مومن کے لیے آئی ہین ہان نیک خواب نبوت کے چھیالیس اجزا مین سے ایک جزء ہو چنانچہ ایسے خواب کو بیان
کرنے کا حکم آیا اور جو شیطانی خیالات ہوتے ہین انکے بیان سے منع کا حکم آیا ہو۔ پس مختصر فضائل اولیاء الٰہی سبحانہ تعالیٰ یہ ہین اللہم اجعلنی من احبۃ اولیائک

فی زمرتہم بلطفک یا ارحم الراحمین آمین۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون الآیۃ۔ عارف صادق پر
جب انوار ذات کا انکشاف ہوتا ہے تو نہایت مانوس ہو کر فرحت میں دوام وصال چاہتا ہے پھر نور انبساط میں داخل ہوتا اور اسپر طمانینت و امید
غالب ہو جاتی ہے پھر راحت وصال سے ساع انبساط میں داخل ہوتا اور نشاط و استبشار اسپر غالب ہو جاتا ہے اور یہ ایسا مقام ہے کہ سطوات
عظمت سے وہاں قلب میں دہشت نہیں آتی اور نہ ہیبت سے روح مضطرب ہو اور نہ شان قہاری سے سر باطن فنا ہو اور نہ سلطان عزت
سے وجود مضمحل ہو بخلاف اس کے جب تک ولی کو دید صفات کا مرتبہ ہوتا ہے تو وہاں اسرار کو ازل و ابد کی منازل میں سیر ہوتی ہے اور وہاں
غیرت قہریات سے منقرض و فنا رہتا ہے چنانچہ وارد ہے کہ المخلصون علی خطر عظیم اہل اخلاص ایک بڑے خطرہ میں ہوتے ہیں پھر جب اسرار کو
ان منازل سفر سے سکون ہوا اور وصال حق فی الحق ہوا و تمکین باللہ فی اللہ حاصل ہوئی اور انوار جمال میں توطن ہوا تو پھر اسپر امتحان کی
تجلیاں نہیں گرتی ہیں چنانچہ دیکھو کہ جنت میں مومن پر آفات لغزش و خوف و حزن نہیں کیونکہ وہ مقام روح و ریحان ہے ایسے ہی عارف
بھی جب جنت مشاہدہ میں پہونچا تو سایہ الطاف سے تمازت قہریات سے امون ہو جاتا ہے یہی اشارت ہے قولہ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم
ولا ہم یحزنون یعنی کہ سابق ازلی سے خوف نہیں کیونکہ سابقہ ازل میں عنایات قدم کا ظہور ہوا اور حزن آئندہ عوارض قہر سے نہیں کیونکہ
عنایات لقاء میں ابد تک مدفون ہوئے اور کیونکر وہ بندہ غم و خوف میں ہوگا جو جمال کا ناظر و نور جلال میں واصل ہے پھر ولایت بدون
چار مقام کے پوری نہیں ہوتی۔ اول مقام محبت۔ دوم شوق۔ سوم عشق۔ چہارم معرفت پس محبت نہیں حاصل ہوتی بدون کشف
جمال کے اور شوق نہیں ملتا مگر نسیم وصال کی خوشبو سے اور عشق نہیں ہوتا بدون قرب القرب کے اور معرفت نہیں ہوتی بدون حضور
صاحبیت کے اور اصل صاحبیت کشف الوہیت قدم مع ظہور انوار صفات مجموعی حالت ہے چنانچہ جب انوار صفات دیکھے اور نعوت و اسماء کو
اور صفات کے متشابہ کو پہچانا جیسا کہ سابق میں قولہ یتفکرون فی خلق السموات الآیۃ اور قولہ منہ آیات محکمات الآیۃ وغیرہا میں متشابہ کا
تفصیلی بیان گذرا ہے اور اس نے ذات کی معرفت حاصل کی اور مقام فنا سے بصفت بقا نکلا تو ولی ہوا پس محبت سے اس کو
طاعت میں سرگرمی آتی ہے اور شوق سے حالت طاری ہوتی ہے اور عشق سے جان فدا کرنا چاہتا ہے اور معرفت سے یہ کہ تمام ماسوائے
حق سبحانہ تعالیٰ سے منقطع ہو جاتا ہے پھر طاعات سے اسکو فرحت حاصل ہوتی ہے اور حالت سے لطافت اور بذل الوجود سے کرامات اور
ماسوائے حق تعالیٰ کے سب سے خالی و منقطع ہونے سے ہیبت و وقار حاصل ہوتا ہے پس جب اس مرتبہ پر پہونچا تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملک
میں ایک آیت الٰہی ہوتا ہے خصائل اس کے بشاشت و سخاوت ہیں اور اخلاق اسکے صحبت و نصیحت ہیں کہ بھلائیوں کا حکم کرتا ہے اور
ممنوعات سے روکتا ہے اور نگاہبان حق تعالیٰ پر حدود الٰہی یعنی فرائض و واجبات و محرمات و ممنوعات کو نگاہ رکھتا ہے پس جس نے ایسے ولی کو دیکھ لیا
اسکو مبارک باد ہو جس نے اسکی خدمت کی اسکو بشارت و مبارکباد ہو [illegible] کی تصدیق کی آیت ہے یعنی قولہ تعالیٰ الذین
آمنوا وکانوا یتقون ایمان اسکا تصدیق بذات الٰہی ہے یعنی تصدیق ذاتی اسکو حاصل ہو گیا اور ذات الٰہی سے اللہ تعالیٰ کو مشاہدہ کر لیا اور معرفۃ
اللہ باللہ تعالیٰ پا لیا اسکی معرفت کسی سبب سے نہیں سوائے کشف جمال قدم کے۔ اور تقویٰ اسکا یہ کہ سوائے حق تعالیٰ کے سب سے حتیٰ
کہ اپنے نفس سے بھی اسکو انقطاع ہے پس اسکے ایمان سے اسکو کرامات ملتی ہیں اور تقویٰ سے مشاہدات حاصل ہوتے ہیں پھر حق تعالیٰ نے
دنیا و آخرت میں انکے لیے رضا و وصال و مشاہدہ کے حصول سے انکے دلوں کو فرحت میں کر دیا قولہ تعالیٰ لہم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا
وفی الآخرۃ یعنی دنیا میں انکو مشاہدہ بیانی بلا [illegible] اور آخرت میں مشاہدہ عیانی حاصل ہوگا۔ دنیا میں مکاشفات اور آخرت میں مشاہدات

ہین ۔ دنیا مین تجلی و آخرت مین قرب منزلت ہو دنیا مین دیدار آلٰہی بیداری خواب مین نصیب ہے اور آخرت مین وہان دیدار مشافہہ ہے۔
قلت فالحجۃ فی رویۃ المنام قولہ علیہ السلام اتانی ربی فی احسن صورۃ الحدیث اخرجہ الترمذی وصححہ واحمد فی مسندہ باسناد حسنہ ابن الجوزی
فی العلل وقول الدارقطنی رح ان الحدیث بطرقہا ضعیف خطاء لا یلتفت الیہ او یقال انہ اراد رحمہ اللہ تعالےٰ ان تلک الطرق التی اوردہا
بمجموعہا ضعیفۃ مع ان کثرۃ الطرق اذا لم یکن فیہا وضاع تجعل الحدیث حسنا کما تقرر فی الاصول فلیتفکر پھر حق تعالےٰ نے مکرر بشارت فرمائی
کہ ازل مین جو مختار ہو گیا وہ اختیار متبدل و متغیر نہین ہوتا لقولہ تعالےٰ لا تبدیل لکلمات اللہ حسن عنایت ازلی انکی اصطفائیت کی
اختیار آلٰہی ہے کبھی اس کی صفات مین تغیر و تبدل نہین ہے قلت وبہذا ظہر ان ما جری علے من اصطفٰی فی الازل من موارد الامتحان
الی غیر معروف کما وقع لماعز رضی اللہ عنہ لا یخرجہ عن الاصطفائیۃ ولذا کان اثنی النبی صلے اللہ علیہ وسلم احسن الثناء علیہ بعد ما رجم
ماعز رضی اللہ عنہ وانکر علی من وقع فیہ فلیتدبر۔ پھر حق تعالےٰ نے فرمایا۔ ذٰلک ہو الفوز العظیم یہی فوز عظیم ہو عظمت یہ کہ اس قہر سے
نجات پائی جسمین جہنم غفیر بے تعداد شیاطین واقوام کفار و مشرکین راندے گئے جنکے مقابلہ مین اہل حق بمنزلہ سپید تل کے سیاہ اونٹ مین ہین
اور حق تعالےٰ کی سلطنت و عظمت مین اس کثرت سے مخلوق مطرود فرمانے سے ذرہ بھی کمی ممکن نہین ہو پس دل کو کتنا بڑا فوز عظیم مل گیا کہ
اس قہر سے چھوٹا اور کیا بڑا فضل پایا کہ حضرت خلاق العلیم غیر متناہی عظمت و کبریا و صفات والے رب العزۃ کا مشاہدہ وصال پایا
اس سے بڑھکر کون فوز ہوگا ۔ واسطی رح نے کہا کہ چار نام پاک سے اولیاء کے حظوظ ہین اور ہر ایک کو ان پاک نامون مین سے ایک
کے ساتھ قیام ہے اور وہ پاک نام یہ ہین ۔ ہو الاول والآخر والظاہر والباطن ۔ پس جو انکی ملابست کے بعد انسے فنا ہوا وہ کامل تمام
ہے قلت یعنی پہلے ان اسماء کے مشاہدات مین منور ہو کر پھر ان سے بھی فانی ہوا تو اکمل ہوا اور جو اسم الظاہر کے حظ مین آیا تو اس کو
عجائب قدرت کا ملاحظہ ہے اور جو اسم الباطن سے مشرف ہوا وہ انوار اسرار سے منور ہے اور جو اسم الاول سے مشرف ہوا وہ
ماسبق سے مشغول ہو اور مشرف باسم الآخر مربوط بمستقبل ہو اور ہر ایک کو اپنی طاقت و طبیعت کے اندازہ پر ان پاک نامون مین کشف
ہوتا ہو مگر آنکہ کسی بندہ کی حق تعالےٰ نے اپنے فضل سے تولی فرمائی ۔ بعض نے کہا کہ اہل ولایت کے دل ہر بات سے محفوظ ہوتے ہین کیونکہ
وے موارد حق ہین بعض سے کہا گیا کہ اولیاء کی علامت کیا ہو فرمایا کہ انکے ہموم مع اللہ تعالےٰ وانکا شغل باللہ تعالےٰ و فرار الی اللہ تعالےٰ ہو
ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ دنیا مین اولیاء آلٰہی اپنے قلوب سے پرواز کرکے اقسام فوائد و حکمت کے میوے کھاتے اور چشمہ معرفت سے پانی پیتے ہین
پس وہ فضول سے بھاگتے یعنی دنیا سے گریز کرتے اور مولیٰ سبحانہ تعالےٰ سے انس پاتے اور وے اپنی جان سے بھی وحشت کھاتے ہین یہان تک
کہ فرشتۂ اجل و موت آجاوے اور نیز شیخ نے کہا کہ اولیاء کے نفوس انکے قلوب کو اٹھاتے ہین اور اعداء کے قلوب انکے نفوس کو اطفال کی طرح اٹھائے
ہوئے نفوس کی راحت رسانی کرتے رہتے ہین بطریقہ شرک و کفر و معصیات کے شیخ ابو یزید رح نے کہا کہ اولیاء آلٰہی مانند عروس کے پردہ نشین ہین انکو
سوائے محرم کے کوئی نہین دیکھتا اور محرم وہ ہو جو حجلۂ انس مین پہونچے ۔ ابو علی الجوزجانی رح نے کہا کہ ولی وہ ہو جو اپنی حالت مین فانی ہو اور مشاہدہ
حق سبحانہ تعالےٰ مین باقی ہو اسکا متولی حق سبحانہ تعالےٰ ہو کیونکہ ولی کو خود اپنی خبر نہین اور سوائے حق تعالےٰ کے کسی کے ساتھ اس کو قرار
نہین ہو ۔ ابو حفص رح سے پوچھا گیا کہ ولی کون ہو فرمایا کہ جو کرامات سے مؤید کیا گیا مگر خود کرامات سے غائب ہو ۔ قال المترجم یہ ایک حالت
ولی کا بیان ترغیب آمیز ہوا اور اسکی نظیر بغرض سمجھانے کے یون ہو کہ آدمی ایک پتلی سے کام لیوے کہ کام اسکے ہاتھون ہوا مگر خود اسکو شعور
نہین ہو اسیواسطے عوام الناس کو منع کیا جاتا ہو کہ ولی کی خوشامد وغیرہ سے نیت مت رکھو کہ وہ کچھ کریگا کیونکہ وہ خود فانی ہو جو امر آلٰہی موافق قضا

وقدر کے جاری ہوگا اسی کے موافق وہ تبلی حرکت کریگی مگر اللہ تعالے عزوجل کی اسپر کرامت ہو کہ وہ محل جریان قضاء وقدر ہو اشار الیہ الشیخ الجیلانی قدس اللہ اسرارہ ورضی اللہ عنہ فی فتوح الغیب وصرح بہ غیر واحد فافہم۔ محمد بن علی الترمذی رح نے کہا کہ ولی کی روح پر خواب میں اور قلب پر ہر حال میں تلطف الٰہی سے موارد میں تو روح اسکی جاکر عرش کے نیچے سجدہ کرتی ہو اور اسکا قلب اوپر سیر کرتا و مناجات مجالس وبشارت میں حاضر ہوتا ہو۔ ابوسعید الخراز رح نے کہا کہ انکے لیے حیات دنیا وآخرت میں بشارت ہو وے ہر دم اس کے حضور میں حاضر ہیں لیکن حق تعالے عزوجل کی بارگاہ رفیع ومعالم وسیع ونعمائے غیر متناہی سے انکو تنقلہ لحظہ ہو کچھ حاصل ہوتا رہتا ہو کہ قبل علم وعطا کے انکو اسکی خبر ہی نہ تھی لہذا جب بارادۂ الٰہی انکی اطلاع بحسب مقدر ہو تو انکے مراتب متفاوت ومناصب متعدد اور ہر ایک کے لیے طریقۂ خاص واختلاف مقامات ہو واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ مترجم کہتا ہو کہ اولیاء کی محبت اللہ تعالے ہی کے واسطے ایک نعمت عظمی ہو اور ایسے بندوں سے دل میں محبت رکھنا بمعنی کہ ضرور روئے دنیا یا برزخ میں موجود ہیں اور اکابر انکے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں یہی کافی ہو کچھ انکی شناسائی یا ملاقات ضرور نہیں ہو ہاں حاصل ہوجاوے تو نہایت خوب ہو لیکن کثرت سے عوام الناس خالی کوئی خرق عادت دیکھکر معتقد ہوجاتے اور اسی کو پہچان تصور کرتے ہیں حالانکہ محض غفلت ہو اور بہت خوفناک کیونکہ یہ امر شیطان سے بھی ممکن ہو جبکہ وہ ہر دم گمراہ کرنے کے درپے ہو تو خرق عادت دو شخصوں سے ہوتا ہو ایک ولی اللہ تعالے سے اور یہ کرامت ہو دوم ولی الشیطان سے اور یہ ضلالت ہو پس عوام کو چاہیے کہ زہد وتقوی کی شناخت مقرر کریں ورنہ برباد ہونگے لیکن صد افسوس کہ انکو ولی سے اللہ تعالے کی محبت سے الفت نہیں بلکہ دنیا حاصل ہونے کی طمع سے چاپلوسی ہوتی ہو اور یہ بات خواہ مخواہ انکو ولی الشیطان سے ملتی ہو کیونکہ ولی اللہ نہیں انکو دنیا میں پھنساویگا بلکہ یا دنیا سے بچاویگا۔ فلیتامل واللہ تعالے ہو الہادی وہو المضل ونعوذ باللہ من الضلال۔ یہ حال تو اہل الحق کا تھا جو کمال موحد واہل الآخرۃ ہیں۔ پھر حق تعالے نے اپنی قدرت کاملہ وعظمت کا اور اہل وسواس واعداء کا بیان فرمایا بقولہ تعالے

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۚ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ أَلَآ إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي

اور نہ غم کھا انکی بات سے اصل سب زور اللہ کو ہے وہی ہے سنتا جانتا سنتا ہے اللہ کا ہے جو کوئی ہے

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ۚ إِنْ

آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں اور یہ جو پیچھے پڑے ہیں شریک پکارنے والے اللہ کے سوا سے کچھ

يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ

نہیں مگر پیچھے پڑے ہیں خیال کے اور کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے وہی ہے جس نے بنا دی تم کو رات کہ چین پکڑو اس میں

وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝

اور دن دیا دکھانے والا اس میں نشانیاں ان میں ان لوگوں کو جو سنتے ہیں

وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ۔ اور نہ غمگین کرے تجھے کافروں کا قول یعنے کفار ومشرکین جو کلمہ توحید چھوڑ کر کلمہ شرک کہتے ہیں اور اللہ تعالے کی جناب میں گستاخی وبے ادبی کرتے ہیں اور ضرور ہے کہ اللہ تعالے کا ولی خصوصاً رسول کرم اپنے مولی عزوجل کی شان میں ایسی بات دشمنوں کی زبان سے سنکر ملول ہوگا اور کفار مشرکین جہالت سے انکار رسالت کرتے اور آپ کو ساحر وغیرہ کہتے یا سخت گستاخی سے آپ کو دھمکاتے اور سخت الفاظ کہتے تو یہ سب امور آپ کی غمگینی کا باعث ہوتے اس سے منع کر دیا بطور تسلی دینے کے کہ اے رسول کرم تو

اولیاء الٰہی مین سب سے افضل ہو تو غمگین نہو - واضح ہو کہ آپ کا غم خالی اسوجہ سے نہ تھا کہ آپ کی شان مین مدح نہین بلکہ مذمت کرتے تھے اور مدح پسند تھی - یہ ہرگز نہین کیونکہ آپ نے مدح کرنے والون کو سخت منع کیا اور روکا اور مداح کو بسبب مغرور کر دینے کے مار ڈالنے والا ٹھہرایا ہے چنانچہ احادیث صحیحہ کثیرہ اسپر صریح دلیل ہین بلکہ غمگین ہونے کی ایسی وجہین تھین کہ جو بمقتضاے شان رحمۃ للعالمین کے تھین کفار کی طرف راجع تھین مثلاً رسول اللہ سے بے ادبی موجب کفر و ضلال ہو اور وہ موجب دائمی عذاب چنانچہ قولہ حریص علیکم الآیۃ اور حدیث وانا آخذ بحجزکم آخرہ اسپر دلیل ہو اگر کہا جاوے کہ اوپر کی آیت مین اولیاء کو غم و خوف نہونا بیان ہو اور یہان اثبات ہے تو جواب یہ کہ نفی خاص خوف و غم کی یعنی متعلق بدار آخرت ہو اور یہ غم یہین تک کے لیے ہو یا نفی اسکی مضاف بما بعد الموت ہو اور حیات مین تو ایمان درمیان خوف و امید کے دائر ہوتا ہو اگرچہ ایمان اولیاء کا کشف سے خبر بعین الیقین و بالاثر ہو جاتا ہو جیسا کہ حدیث حارثہ بن مالک رضی اللہ عنہ کیف اصبحت یا حارثہ آخرہ اسپر دلیل ہو ولیکن نظر بعظمت و جلال الٰہی اور اپنے خاتمہ و انجام کے ابلیس ملعون کے حال سے عبرت لیکر بہر بد خوف کرتا ہو - الحاصل حق تعالیٰ نے کفار کے کلام شرک بکنے و توہین وغیرہ کرنے سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی کہ غم مت کھا - نافع رح کی قراءۃ مین یحزنک بضم اول و کسر الزاء المعجمہ از باب افعال ہو ولیکن حزنہ واحزنہ دونون ایک ہی معنی مین ہین - اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا جملہ استینافیہ بمعنے تعلیل ہو اور ایک قراءۃ مین اَنَّ بالفتح آیا تو بحذف لام یعنے لِاَنَّ اس یہ دلیل ہو کہ اِنَّ بالکسر بھی بمعنے تعلیل ہو - حاصل یہ کہ تو انکے قول سے غمگین مت ہو اس لیے کہ غلبہ تو جمیع سب کا سب فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو کسی دوسرے کے لیے نہین سے کچھ نہین پس او تعالیٰ انکو مقہور کر کے تجھکو انپر منصور فرماویگا یہی سنت الٰہیہ ہو لقولہ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی الآیۃ - اگر کہا جاوے کہ نہین تو سواے اللہ تعالیٰ کے رسول کے لیے بھی غلبہ قرار دیا اور قولہ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین الآیۃ - مین مومنون کے لیے بھی قرار دیا حالانکہ اس مقام پر جمیعا سے تاکید کی جو دلیل اس امر کی ہو کہ کلام مین حقیقی معنے لیے جاوین اور مجاز و مبالغہ کا احتمال دور ہو تو جواب یہ ہو کہ بے شک غلبہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہو جیسے یہان فرمایا اور رسولون و مومنون کے لیے جو عزت ہو وہ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے انکو حاصل ہو پس عزت مین سے کچھ بھی کسی دوسرے کے اختیار و قدرت مین نہین ہو - هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وہی سمیع علیم ہو پس کافرون کے بد اقوال سنتا اور انکے انجام کو جانتا ہو پس اللہ تعالیٰ چاہے تو دم مین کفار عذاب و فنا مین گرفتار ہون لیکن کمال رحمت سے ہر ایک کا وقت مقرر کیا تاکہ دنیاے فانی کا حصہ لے لیوین کہ آخرت انکے لیے عذاب ہی عذاب ہو اور یہ وہم کافرون کا کہ انکے معبود ذات و شرکاء کچھ اختیار رکھتے ہین جو انکو نفع و ضرر پہونچا سکتے ہین محض باطل ہو - اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جو آسمانون مین اور جو زمین مین ہو - مَن کا اطلاق عقل والون پر آتا ہو جو ملائکہ و جن و انسان ہین - جب یہ عقل والے جو مخلوقات مین سے اشرف ہین اللہ تعالیٰ کے عبد مملوک مخلوق خدمتی اسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہوے کوئی ان مین شریک یا معبود ہونے کے لائق نہین تو باقی چیزین جنکو عقل ہی نہین اور ارذل ہین وے تو بدرجہ اولی لائق عبادت کے شریک وغیرہ کسی ایسی چیز کے مستحق نہین ہو سکتے جو اللہ تعالیٰ کی شان پاک کے واسطے مخصوص ہو لہذا مشرکون کی تجہیل فرمائی بقولہ تعالیٰ - وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ - اس کلام مین مَا نافیہ ہے یا استفہامیہ یا موصولہ ہے پس اگر موصولہ ہے تو مَن پر معطوف ہو اور معنے یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے عبد مخلوق مسخر ہے ہر ذی عقل والا جو آسمان و زمین مین ہو اور ہر وہ بے عقل چیز جسکو ایسے لوگ پوجتے ہین جو سواے اللہ تعالیٰ کے شرکاء کو پوجتے ہین یعنی بت وغیرہ جنکو مشرکین اپنے زعم مین شرکاء عبادت جانتے تھے اگر کہا جاوے کہ سواے اللہ تعالیٰ کے کہان بلکہ اللہ تعالیٰ کو بھی پوجتے تھے تو جواب یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک معبود ہو جسکا کوئی شریک ہو نہین سکتا تو جب وے شرکاء کو مستحق عبادت

زعم کرتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس زعم کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں رہی۔ اور اس میں کافروں پر تعریض ہے کہ مخلوقات الٰہی میں خود عقل
والے وافضل ہو کر بے عقل والے حقیر کو اپنا معبود بناتے ہیں ایسے جاہل احمق ہیں۔ اگر استفہام ہے تو یہ معنے کہ کون چیز ہے جس کی پیروی
کرتے ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوائے شرکاء پوجتے ہیں یعنے خواہ مخواہ وہ بھی آسمان و زمین کی مخلوقات میں سے مسخر بقبضہ قدرت الٰہی
ہے کچھ اور نہیں ہو سکتی ہے پھر اسکو کیا سمجھکر پوجتے ہیں پھر آگے قولہ ان یتبعون الا الظن بیان ہے۔ اور ایک قراءۃ میں تدعون بتاء
خطاب ہے تو معنے یہ ہونگے کہ کس کی اتباع کرتے ہیں وہ لوگ جنکو تم سوائے اللہ تعالیٰ کے پوجتے ہو شرکاء ٹھہرا کر جیسے مسیح علیہ السلام یا ملائکہ
وغیرہم اور حاصل یہ کہ جنکو تم شرکاء بنا کر پوجتے ہو وہ کس کو پوجتے تھے یعنے ضرور اللہ تعالیٰ کو پوجتے تھے پھر تمہیں کیا ہوا کہ اس میں انکی
پیروی چھوڑ کر مخالفت کرتے ہو۔ علی ہذا اول برہان سے سمجھایا کہ ہر ذی عقل وغیرہ سب مخلوق و بندہ الٰہی ہے کوئی معبود نہیں ہو سکتا پھر
انکو لازم ٹھہرایا کہ جنکو مانتے ہو یہاں تک کہ ان کی پوجا کرنے لگے ہو وہ سب تو اللہ تعالیٰ کو پوجتے اور اسی کو معبود مانتے تھے تمہیں کیا ہوا کہ
انکی پیروی سے مخالفت کرتے ہو۔ اگر ما نافیہ ہے اور یہی مفسر نے صحیح قرار دیا تو معنے ہیں کہ سب ذی عقل وغیر ذی عقل تو مخلوق الٰہی ہے اور نہیں پیروی
کرتے وہ لوگ جو پوجتے ہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے شرکاء کو حقیقت میں شرکاء کی۔ یعنے شرکاء بنا کر پوجنے والے جنکو پوجتے ہیں وے درحقیقت
شرکاء نہیں ہیں بلکہ انہوں نے اپنے نزدیک ان میں الوہیت مان لی ہے لہذا فرمایا۔ ان یتبعون الا الظن نہیں پیروی کرتے ہیں مگر
گمان کی یعنی بدون حق برہان وحجت کے خالی گمان کے پیرو ہیں اور بحکم قولہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا حق کے واسطے گمان کچھ بھی
کافی نہیں ہے انکے گمان سے کچھ انکو ادراک حق نہ ملی اسی واسطے گمراہ ہوئے اور تفسیر قولہ ولا الضالین میں آیا کہ النصاریٰ ضلال۔ نصاریٰ گمراہ
ہیں تو اسی وجہ سے کہ خالی گمان کے پیرو ہیں اور عنقریب بیان آتا ہے۔ واضح ہو کہ اس تقدیر میں جبکہ ما نافیہ ہووے شرکاء کو نصب دو وجہ سے
ہو سکتا ہے اور ایک تو شرکاء محذوف ہے اول یہ کہ شرکاء جو مذکور ہے یتبع سے منصوب ہے اور یدعون کا مفعول محذوف ہے کیونکہ مذکور اس محذوف پر
دلالت کرتا ہے اور دوم یہ کہ جو مذکور ہے مفعول یدعون ہے اور یتبع کا مفعول محذوف ہو بہرحال تقدیر کلام یہ ہے ما یتبع الذین یدعون من دون اللہ
شرکاء شرکاء ای الذین یدعون من دون اللہ شرکاء لا یتبعون شرکاء علی الحقیقۃ بل ما یتبعون الا الظن۔ یعنے جو لوگ سوائے اللہ تعالیٰ کے شرکاء کو
پوجتے ہیں وے نہیں پیروی کرتے ایسوں کی جو حقیقت میں شرکاء ہوں بلکہ انہوں نے انکو شرکاء کا زعم کر لیا ہے پس نہیں پیرو ہیں مگر اپنے زعم کے
اور ایسے زعم سے انکو کچھ فائدہ نہیں ہے کیونکہ یہاں عبادت کے لیے معبود حق چاہیے جو خالق و مالک ہو جسکی الوہیت پر دلیل قطعی یقینی ہو وہ نہیں بلکہ
وے گمان کی پیروی کرتے ہیں۔ وان ہم الا یخرصون اور نہیں ہیں وے لوگ مگر انکل لگاتے ہیں یعنی کوئی حجت نہیں بلکہ اپنے
انکل پر چلتے ہیں اور ہتک کرتے شیطانی راستہ پر دوڑتے ہیں۔ پھر انکو تنبیہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو پیدا کیا ہے جس کو عقل دی اور اپنی قدرت و
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کہ اسکی قدرت نہایت کاملہ اور نعمت نہایت بزرگ ہو وہی مستحق عبادت ہو جسکی الوہیت پر یہ قطعی دلائل قائم ہین پھر تم اپنے اٹکل پچون وغیرہ کو کیسی الوہیت مین شریک کرتے ہو اور عقل سے بالکل خالی بنتے ہو۔ یہان لطیف اشارہ ہو کہ قدرت کاملہ الٰہی سے ہر مخلوق ایسے محکم صنع پر ہو کہ بحکم قولہ علیہ السلام کل میسر لما خلق لہ ارواح جو سب کے سب بحکم دوسری حدیث کے ظلمت مین پیدا ہوئین ان مین سے بعض کو نور الٰہی سے حصہ ملا سو وے روز روشن کی طرح مبصر الوہیت الٰہی اور نور بصیرت سے ہدایت پر ہین اور باقی مثل شب مظلم کے دنیا پر ڈھنی دیے ہوئے مطمئن ہین۔ فافہم۔ یہ کمال قدرت الٰہیہ ہو اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ اس مین بیشک نشانیان ہین ایسی قوم کے لیے جو سنتی ہین یعنے پند و نصیحت و عبرت کی سنوائی سنتے ہین کیونکہ سننے کا یہی فائدہ ہو ورنہ آواز کان مین پڑنا تو گائے گورو جانورون کو بھی حاصل ہو کمثل ینعق بما لا یسمع الا دعاء و نداء الآیۃ۔ چرواہے کی آواز سنتے اور کچھ نہین سمجھتے ہین یہی حال کفار و مشرکین کا ہو۔ ف فی العرائس قولہ تعالٰے ہو الذی جعل لکم اللیل الآیۃ۔ رات ہین عاشقون و اہل محبت کا سکون انکی مناجات کے لیے ہے جس کی قدر وہی لوگ خوب جانتے ہین سے افتضی نہاری بالحدیث و بالمنی ۞ و یجمعنی باللیل والہم جامع ۞ اسے یعنی جامع باللیل مع الہم۔ اور دن کو انوار قدرت انہین ساری جو نکے لیے روشن بنایا کہ آفتاب صفات سے ہر لحظہ طلوع کرتے ہین پس وہ آئینہ ہو کہ عارفین اسمین تجلی حق تعالٰے کو دیکھتے ہین الآخری لے قولہ تعالٰے اللہ نور السمٰوٰت والارض الآیۃ۔ بعض نے کہا کہ رات کو سکون خلوت و مناجات کا ہو اور دن کو مبصر کیا کہ نظر عبرت سے مخلوقات الٰہی کو دیکھین برخلاف انکے کفار و منکرین رات مین موت کی نیند سوتے اور دن مین موت کا کاروبار کرتے ہین پس وہ بالکل مردہ ہین اور وحدانیت الٰہی سے محض غافل چنانچہ باوجود ان دلائل واضحہ کے شرک پر آمادہ بالکل نہایت گستاخی کیساتھ شرک کرتے ہین بقولہ تعالٰے

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا سُبْحٰنَہٗ ؕ ھُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَکُمْ

کہتے ہین اللہ نے کوئی بیٹا کیا وہ پاک ہو وہ بے نیاز ہو اسی کا ہو جو کچھ ہو آسمانون اور زمین مین کچھ سند نہین

مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِھٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ

تم پاس اسکی کیون جھوٹ کہتے ہو اللہ پر جو بات نہین جانتے کہہ جو لوگ باندھتے ہین

عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُھُمْ ثُمَّ نُذِیْقُھُمُ الْعَذَابَ

اللہ پر جھوٹ بھلا نہین پاتے تھوڑا سا برت لینا دنیا مین پھر ہماری طرف ہو انکو پھر آنا پھر چکھاوینگے ہم انکو

الشَّدِیْدَ بِمَا کَانُوْا یَکْفُرُوْنَ ۞

سخت عذاب بسبب کہ منکر ہوتے تھے

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا۔ اور مشرک کہتے ہین کہ بنا لیا اللہ تعالٰے نے فرزند یعنی بیٹا بنا لیا۔ یہ منجملہ اٹکل کی باتون کے ہے جو عقل سے بالکل منافی ہین مگر وہم کی قوت البتہ ایسے خیالات و اٹکل لگاتی ہو کیونکہ وہ صورتین گڑھا کرتی ہے اور یہ قوت فن ریاضی کے لیے ضروری ہو جیسا کہ یونانیون نے تصریح کی ہو اسواسطے بچون کو جنکی عقل ضعیف اور قوت واہمہ قوی ہوتی ہے پہلے ریاضیات سے شروع کرتے ہین پس حساب و پیمائش و مثلث و جبر و مقابلہ و طبعیات و طب وغیرہ فنون اسی ریاضی کی شاخین ہین جو بچپن مین خوب آتی ہین یا جوانی مین جن کے بدن مین عقل قوی نہوئی بلکہ واہمہ قوی رہی انکو بھی یہ فنون خوب آتے ہین اسواسطے نصاری قوم والے جو حضرت عیسی کو بیٹا کہتے ہین اس قوت مین نہایت قوی ہین اسی واسطے فنون ریاضیہ مین انکو خوب دستگاہ ہوتی ہے اور ملکی انتظام کی

تصویرین خوب ذہن مین لاتے ہین اور کلین وغیرہ خوبصورت چیزین خوب بناتے ہین بالجملہ یہ قول محض عقل کے خلاف ہر اور وہم کی قوت
سے بہت مناسب ہے اسی واسطے اکثر عقلاء وعلماء کا قول ہر کہ عقیدہ نصاری کا جو بہت ضعیف وسخیف ہے اسقدر دنیا مین کسی قوم کا
مذہب واعتقاد ضعیف نہین ہے اور اللہ تعالے نے بھی رد فرمایا بقولہ سُبْحٰنَہٗ پاک ہے اللہ تعالے ایسے کلمات کفر سے بیضاوی
نے کہا کہ اللہ تعالے کی ذات عالی کی اس سے تنزیہ فرمائی کیونکہ بیٹا بنانا تو اسی سے تصور مین ٹھیک ہوسکتا ہے جسکے اولاد ہوسکے
اور اللہ تعالے کی جناب مین اس کا تصور ہی نہین ہوسکتا پھر یہ کیا بات ہے کہ بیٹا بنایا اور اس کلام الٰہی مین بندون کو ان کے
احمق قول سے تعجب دلایا کہ سبحان اللہ ذرا اس احمق بات کو دیکھو ھُوَ الْغَنِیُّ وہی تو غنی ہر پس جب اللہ تعالے ہر چیز سے غنی ہر اور یہ
اسکی صفت پاک ہر تو فرزند کی حاجت کہان سے آئی۔ اور کیا ضرورت پیش آئی۔ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اسی کا ہر
جو کچھ آسمانون مین اور جو کچھ زمین مین ہے پس جب سب اسی کی مخلوق ومملوک ہین سب بندے ہین تو فرزند کون ہوسکتا ہر کیونکہ فرزند مثل
باپ کے ہوتا ہر وہ مملوک کیونکر ہوگا۔ اور تم ہو اللہ تعالے وحدہ لاشریک لہ کی کہ جیسے اللہ تعالے کا بیٹا یا شریک ہونا محال ہر ویسے ہی جسکا یہ
عقیدہ ہو وہ اللہ تعالے کو ہرگز نہین پہچانتا اور نہ اسپر ایمان لایا ہر اور ایسا کلمہ زبان سے نکالا کہ جسپر کوئی دلیل نہین اور جسکے سننے سے اہل حق
کی رونگٹے کھڑے ہوتے ہین کما قال تعالے وقالوا اتخذ الرحمن ولدا لقد جئتم شیئا ادا تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا
للرحمن ولدا الآیہ۔ پھر مشرکین کی جہالت وانکا قول باطل ہونے کو خوب واضح کردیا بقولہ اِنْ عِنْدَکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِھٰذَا جار ومجرور متعلق
بسلطان یا اسکی صفت یا متعلق عندکم ہر گویا یون کہا یا کان عندکم من سلطان کائن بہذا۔ یا ان عندکم بہذا من سلطان۔ یعنے
نہین ہے تمھارے پاس اسپر کوئی حجت یعنی ٹھیک دلیل۔ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کیا تم باتین بناتے ہو اللہ تعالے پر
وہ جسکا تم کو علم نہین ہر یعنی جب بلادلیل تم نے اللہ تعالے پر ایسی بات کہی تو ضرور دروغ باندھا اور اس سے بڑھکر کون گنہگار اپنے آپ کو
خوار کرنے والا ہوگا جو اللہ تعالے پر بہتان باندھے پھر ایسا بہتان جو اس کی الوہیت کے منافی ہر۔ قال البیضاوی رح اس مین انکی
جہالت وگستاخی پر سخت ملامت ہر۔ واضح ہو کہ اس مین اہل حق کے واسطے یہ دلیل ہر کہ جو بات یا جو فعل ایسا ہو کہ اسپر کوئی دلیل شرعی
نہو وہ قول وفعل جہالت ہر اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اہل ایمان جن امور پر اعتقاد رکھتے ہین وہ سب امور ایسے ہونے چاہئے ہین جو قطعی دلیل
سے ثابت ہون اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اعتقادی باتون مین تقلید کرلینا جائز نہین ہر کذا ذکرہ البیضاوی وغیرہ مترجم کہتا ہر کہ ایسے ہی
ائمہ علماء رحمہم اللہ تعالے نے بدلیل ایسی ہی آیات واحادیث کے تصریح کردی ہے کہ اعتقادات مین تقلید نہین جائز ہے اور گویا
اسپر اجماع ہر اور بعض نے جو اس مین کچھ کلام کیا ہے وہ صحیح نہین ہے یا اختلاف فقط لفظی ہر اور دونون کا مطلب ایک ہی ہر کیونکہ مثلاً
یہ بات کہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے اگر کسی دوسرے کی تقلید سے مان لیا مثلاً کہ وہ مانتا ہر تو مین بھی کہتا ہون۔ اسکے کچھ معنے مین
نہین جبتک کہ یقین نہ کرے کہ بے شک اللہ تعالے واحد لاشریک ہر اور لا الہ الا اللہ کے یہی معنے ہین۔ اور دین سے علماء نے لکھا ہے کہ مثلاً اگر
ایک لڑکا مسمی زید کے باپ نے اسکے ساتھ ایک لڑکی ہندہ کا اسکے باپ کی بیاہ دینے سے ہندہ سے نکاح کردیا پھر دونون بالغ ہوئے پس اگر
لڑکا یا لڑکی کوئی حالت بلوغ مین اپنے ایمان واعتقاد کو موافق دین اسلام کے نہین جانتا تو وہ مومن نہین اور نکاح باطل ہوا اور واضح ہو کہ
یہ ضرور نہین کہ وہ مکتب کے لڑکون کیطرح آمنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ الخ صحیح عبارت مین بیان کرے بلکہ خالی عبارت کچھ مفید نہین جبتک کہ اسکے
معنے نجانے اور معنے جاننا کافی ہر اگرچہ عبارت صحیح نہ ادا کرسکے اور مسائل فتاوے عالمگیریہ وغیرہ مین مصرح ہر اب اہل اسلام جو ہو ما

اس سے بالکل غافل ہین اپنی اولاد کو اعتقاد حق کی تعلیم فرض عین سمجھین اور ہوشیار ہون کہ یہ بلاے عام پھیلی ہوئی ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے
کہ باب اعتقاد مین اللہ تعالے کی ذات و صفات کو جسطرح قرآن مجید و احادیث صحیحہ مین آیا اور دیگر امور آخرت کو جنپر ایمان کا مدار ہے
جاننا مراد ہو لہذا فروع اعمال جن سے توشۂ آخرت کمانا مقصود ہو انمین بالاجماع دلائل ظنیہ کافی ہین اور ان اعمال کے اعتقاد چونکہ تابع
ہین یعنے اصل مقصود عمل ہو اور اعتقاد تابع ہو بلکہ وہ خالی آگاہ ہو کر کام کرنے کے لیے ہو تو انمین اصل کے موافق دلیل ظنی کافی ہو مثلا وتر واجب
ہو تو مقصود یہ کہ اسپر مواظبت کرے لہذا اسکے وجوب کا اعتقاد بھی تابع اسکے ہو لہذا امام شافعی وغیرہ کے نزدیک سنت ہو تو سنت ہونیکا اعتقاد
رکھیگا اور یہ عقائد ایمانیہ یعنی اصول مین سے نہین ہو بہمین سے اہل اسلام پر واجب ہو کہ آپس مین ان اعمال کے کرنے یا نہ کرنے پر باہم نخرش نہ کرین
کیونکہ یہ تو اپنا اپنا توشۂ آخرت ہر شخص بہ اتباع حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کماتا ہو ہان یہ شرک ہو جائیگا کہ کوئی یہ کہے کہ ہمین اللہ
تعالے و رسول صلعم کے کلام و حدیث سے بحث نہین بلکہ ہم تو فلان امام کی بات مانینگے جو وہ کہے وہی کرینگے ہمپر اسی کی تقلید فرض ہو ہکو اور کچھ
کام نہین تو یہ بڑی بات اور شرک ہوگا۔ ان ادب کے ساتھ یون کہے کہ بیشک جو اللہ تعالے و اسکے رسول پاک صلعم نے فرمایا وہی ہمپر واجب و
فرض ہو اور کسی دوسرے کا قول اسطرح ہمپر فرض نہین لیکن چونکہ آیات و احادیث مین ناسخ و منسوخ و محکم و ماول و مجمل وغیرہ ہین اور مجھے اسقدر
علم نہین لہذا مین کسی عالم سے دریافت کر کے اللہ تعالے یا اسکے رسول صلعم کے حکم پر عمل کرونگا کیونکہ اللہ تعالے نے یہی حکم دیا ہو کہ نجانو تو عالم سے پوچھ لو
پھر مجھے بھلا معلوم ہوتا ہو کہ مین امام الفقہاء ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اجتہاد دریافت کرلون کیونکہ وہ بھی اللہ تعالے کے حکم کی فرمانبرداری ہوجائے گی
تو مجھے اسی پر عمل کرلینا کافی ہوگا اور زیادہ شخص جو کہ اتنا علم رکھتا ہو کہ امام ابو حنیفہ رح کے اجتہادی دلائل دیکھ لے اور دوسرے فقہاء کے بھی دیکھ لے
اور حقیقت سمجھ لے وہ اپنی ذات کے واسطے احسن پر عمل کرے ولیکن عوام کو فتنہ مین نہ ڈالے اور اپنی تقلید کی طرف نہ بلاوے والکلام الواضح فی ہذا
فی مقدمتی للفتاوی الہندیہ ترجمۃ العالمگیریہ واللہ تعالے ولی التوفیق پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے کی صفات بدین معنی کہ مثلا علیم و خبیر و ارادہ
کرنے والا او جسقدر صفات الٰہی ہین سب کا علم یوحی خاص ہو اور انمین رائے و قیاس وغیرہ کو کچھ مجال نہین اور اسلیے یہ بطریق کلی علم ہوگیا کہ
جو امر کہ نقص ہو مثلا بدلیل شرعی اس سے اللہ تعالے پاک منزہ ہو اور اکثر اقوام دنیا مین ایسے ہین کہ اپنی عقل کو اصل قرار دیکر علم صفات الٰہی کو اسکے
تابع کرتے ہین اور یہ درحقیقت کافر ہین بھلا کیونکر ہوسکتا ہو کہ ہماری عقل جو ادنی مخلوق ایک حکمت الٰہی کا ظہور ہو یعنے او تعالے خالق ہے اسنے
ہماری عقل کو بھی مانند دیگر اشیاء کے پیدا کر دیا تو عقل کا کام معرفت ہو نہ اثبات صفت لہذا جب تک قطعی دلیل سے ثابت نہو تب تک مانند
مشرکین کے بیٹا وغیرہ کا اعتقاد کفر ہو اور ایسے ہی جو امر ثابت ہو مثلا دیدار الٰہی قیامت مین تو عقل سے انکار کفر ہو علی ہذا اکثر اقوام دنیا مین
آخرت سے درحقیقت منکر ہین بوجہ اسکے کہ وہ محسوس نہین حالانکہ بیان ہی ہو کہ دنیا کو اپنے واسطے مسافر خانہ سمجھکر یہان سے وہان کے واسطے
زاد راہ با تباع رسول اللہ صلعم جمع کر کے لیجاوے ور آخرت کو پیش نظر رکھے پھر مشرکین نے یہ دھوکا اٹھایا کہ مثلا حضرت عیسی علیہ السلام بیٹے تھے
وہ سب کے لیے کفارہ ہو گئے اب ہم دنیا خوب لوٹیں حالانکہ یہ ایسی بات ہو کہ تجس و غلیظ جسپر چیتھڑے کا حکم کیا ولیکن شیطان کے فریب مین آکر اس کے
قائل ہوے اگرچہ صریح خلاف عقل اور جناب باری تعالی کی شان مین فرزند ہونا محض نقص اور بالکل محال ہو اور کوئی دلیل نہین جس سے
اس عقیدہ کا ثبوت ہو حالانکہ عقائد کے لیے قطعی ثبوت ضروری ہو تو لامحالہ ایسا اعتقاد اللہ تعالے پر بہتان و افترا ہوا۔ قال تعالے قُلْ إِنَّ الَّذِينَ
يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ بیشک جو لوگ کہ افترا باندھتے ہین اللہ تعالے پر جھوٹ کا فلاح نہین پاتے۔ افترا ہمیشہ جھوٹ ہوتا
ہو لیکن آیت مین لیجہ بیان سے زیادہ شناعت کا اظہار ہو یعنی خود کہ جھوٹی بات تو ہر کسی کے ساتھ بری ہو پھر اللہ تعالے سے شرم کرے جو خلاف اسکے

شرم چھوڑ دی اور جھوٹ بولا اور بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالےٰ پر وہ جھوٹ جو بدتر ہو گیا افترا باندھا ایسا انتہا درجہ بدتر ہو گیا تو کیونکر فلاح پاوین پھر فلاح یہ ہے کہ دوزخ سے نجات ہو اور جنت عطا ہو کیونکہ دنیا چند روزہ محض فانی ہو افسوس ہے کہ لوگ اپنی جہالت سے دنیا کی مالداری کو نیک بختی سمجھتے ہین حالانکہ یہ بالکل الٹا ہے کیونکہ دنیا مبغوض و ملعون ہے اور جو اس مین ہے سوا ے یاد الٰہی و علم شرع آلٰہی کے سب ملعون ہے تو ایسی ملعون چیز جسکو دی گئی وہ نیک بخت کیسے ہوا بلکہ جسکے پاس بہت ہوا سکو اپنے حق مین خوف چاہیے مگر آنکہ وہ اس سے دل ہٹا کر اللہ تعالےٰ کی راہ مین خیرات کر دے بہر حال دنیاوی دولت و ثروت کچھ بھی فلاح نہین ہے بلکہ دنیا مین ایمان و تقوی و ہدایت و استقامت فلاح ہے اور عاقبت مین اس کا نتیجہ و حصول فلاح ہو و اللہ تعالےٰ ولی المؤمنین والحمد للہ رب العالمین۔ اور مال و اسباب دنیاوی فانی کچھ فلاح نہین جسپر مغرور ہو کر شرک و کفر و افترا پر آمادہ ہوے بلکہ یہ غرور انجام مین ہلاک سے بدتر ہے کما قال تعالےٰ۔ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا چنانچہ الافترا متاع الخ خبر مبتدا محذوف ہے یعنے یہ افترا انکا قلیل متاع دنیاوی ہے جس سے کافر ہوتے ہین مثلاً تین خدا ایک کرتے ہین ای ذلک نصرانی عالمون بلکہ بادشاہ قسطنطین نے اس عقیدہ پر سب علما نصارے سے دستخط کرائے اور بعضے حقانی علما نصاری جنھون نے اس سے انکار کیا انکو عذاب سخت سے مارا اور باقی اپنی زندگی کے لالچ دستخط کرنے پر راضی ہو گئے۔ یا مبتدا محذوف جیسے تمتع وغیرہ مناسب خبر ہے یعنے انکی زندگی چند روزہ متاع قلیل دنیاوی ہے آخر مرکر دار الآخرۃ کی طرف رجوع کرینگے یا خبر محذوف ہے اے لھم متاع فی الدنیا یہی اولی ہے یعنے انکے لیے فلاح کچھ نہین بلکہ قلیل متاع دنیاوی ہے کہ چند روزہ زندگی بھر اس دنیا سے جو محنت و مشقت کا گھر ہے تکلیف لی ہوئی زندگی کاٹا وین۔ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ پھر ہماری ہی طرف انکا لوٹنا یا مرجع ہے یعنی بعد موت کے دار الآخرۃ کی طرف پھرینگے اور وہان ان اعمال کا بدلا جو کچھ ملیگا وہ بیان فرمایا کہ۔ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ پھر چکھاوینگے ہم انکو سخت عذاب سو یہ کچھ بے وجہ نہین بلکہ۔ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ سے اے بسبب کفرہم۔ ما مصدریہ ہے یعنے یہ عذاب شدید بدلا انکے کفر کرنے کا ہے یہ بیان کر اللہ تعالےٰ چاہتے تو انکو عذاب شدید چکھا دے لیکن ترحم سے حکم دیا کہ دنیاوی زندگی بھر اس دنیا کو جو آخرت کے بدلے مول لی ہے بقدر تقدیر ہمیشہ مین شمار لکھی دنیاوی عذاب سے بچنا مقدر کیا گیا پھر موت کے وقت سب چھوڑ کر آخرت مین جہنم کا عذاب یقینی نعوذ باللہ تعالےٰ من عذابہ الشدید پھر اگلی امتون نے اپنے انبیاء علیہم السلام سے کفر و سرکشی کرنے والون کے انجام کو بیان فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ إِن كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُم مَّقَامِي وَتَذْكِيرِي

اور سنا انکو حوال نوح کا جب کہا اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا اور سمجھانا

بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ

اللہ کی باتون سے تو مین نے اللہ پر بھروسا کیا اب تم سب مل کر مقرر کرو اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریکون پھر نہ رہے تمکو اپنے کام مین

غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ ۝ فَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُم مِّنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا

شبہہ پھر کر چلو میری طرف اور مجھ کو فرصت نہ دو پھر اگر منہ پھیرو گے تو مین نے چاہی نہین تم سے مزدوری میری مزدوری ہے

عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ

اللہ پر اور مجھ کو حکم ہے کہ رہون حکم بردار پھر اسکو جھٹلایا پھر بچا دیا ہم نے اسکو اور جو اسکے ساتھ تھے کشتی مین اور انکو قائم کیا

خَلَائِفَ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ۝

جگہ پر اور ڈبا دیے جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتین سو دیکھ کیسا ہوا انجام ڈرائے ہوؤن کا

بعد توضیح آیات بینات کے قصص انبیاء سابقین بیان فرمائے کہ آنحضرت صلعم کو تسلی اور کفار کو عبرت ہو پس فرمایا ۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ اور پڑھ دے انپر ۔ نَبَاَ نُوْحٍ خبر نوح علیہ السلام کی یعنی امر عجیب الشان جو نوح کو اپنی قوم کی دعوت میں ابتداء و انجام میں پیش آیا اور وہ یہ ہے اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ جب اپنی قوم سے کہا کہ ۔ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اے قوم اگر بھاری و شاق ہوا تمپر میرا مقام و میرا نصیحت کرنا آیات الٰہی سے ۔ مقام بفتح اول قراء کی اتفاقی قرات ہے اور بعض نے کہا کہ ابو رجاء و ابو مجلز و ابن الجزری نے بالضم پڑھا ۔ و معنی اول موضع قیام اور معنے دوم موضع اقامت و نفس اقامت ۔ پھر اگر مقامی کنایہ اپنی ذات سے ہے تو معنے یہ کہ میرا ہونا و نصیحت کرنا تمپر شاق ہوا ۔ یا مراد اس سے مکث طویل ہے کیونکہ ساڑھے نوسو برس دعوت فرمائی ہے ۔ یا مراد اس سے کھڑے ہوکر وعظ و نصیحت کرنا جیسا کہ واعظین کا قاعدہ ہے اور یہی اولی ہے اس لیے کہ اسی دعوت سے کفار کو عداوت ان کی باتوں و انکے جان و مال سے پیدا ہوگئی پس یہ اول دونوں کو شامل و اصل ہے ۔ حاصل یہ کہ اگر تم میری نصیحت سے ملول ہوکر میرے دشمن ہوئے ہو ۔ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ تو مین نے اللہ تعالے پر توکل کیا ۔ جملہ جواب شرط ہے یعنے مین اس کے مقابلہ مین تمہارے ساتھ یہی کرتا ہون کہ اللہ تعالے پر توکل کرون جیسے میری عادت چلی آتی ہے یا خاص توکل مراد لیا ۔ اور اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ جملہ معترضہ ہے اور جواب شرط یہ ہے کہ ۔ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ اے اعزہ ۔ اجمع الامر اے نوی و عزم علیہ یعنی کسی کام پر عزم کر لیا تو اجمع الامر بولتے ہین یعنی جب ایسا ہے تو تم لوگ اپنے امر پر عزم کر لو اور اصل اس محاورہ کی یہ ہے کہ آدمی پہلے متفرق رہتا ہے کبھی کہتا ہے کہ یہ کرون اور کبھی وہ کرون پھر کسی بات پر مجتمع ہو جاتا ہے تو نوح علیہ السلام نے گویا انکو اللہ تعالے کے صدق وعدہ پر بھروسا کرنے سے مطلع کیا کہ تم سب میری ایذاء دینے پر مجتمع ہو جاؤ اور ابن الانباری رح نے کہا کہ امر یہان وجوہ کید و مکر ہین یعنے کوئی طریقہ میری مضرت کا نچھوڑو سب جمع کرو ۔ وَشُرَكَآءَكُمْ مع شرکاء کے ۔ اپنے شرکاء کے ساتھ ہو کر ۔ قالہ الزجاج والفارسی و کشاف نے اسی کا مؤید قرار دیا جو بعض قراءۃ مین شرکاء بالرفع عطف بر ضمیر متصل پڑھا گیا اور بوجہ فصل کے بدون تاکید جائز ہے اور بعض نے کہا کہ وامر شرکاءکم بحذف مضاف ہے اور بعض نے کہا کہ وادعوا شرکاءکم بحذف فعل ہے اور حضرت ابی بن کعب کی قراءۃ بھی یہی مروی ہے اور نافع رح سے ایک روایت مین فاجمعوا الزبع آیا مقصود یہ کہ ان کو آگاہ کیا کہ مجھے تمہاری کچھ پرواہ نہین اور مجھے اللہ تعالے پر بھروسا ہے تم سب مجتمع ہوا و عزم کر و میری ایذاء پر ۔ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً پھر نہو جاوے تمہارا کام تمپر گھٹا ۔ قالہ الزجاج رح یعنے در پردہ مت رکھو کہ تم لوگون کو آپس مین کھلے نہین بلکہ آپس مین خوب صاف کھلے کھلی یہ ارادہ مصمم کر دو کہ نوح کو ہلاک کرو ۔ ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ پھر میری طرف یہ امر جسکا عزم کیا ہے پورا کر دو ۔ بعض قراءۃ مین افضوا الفاء آیا یعنے پہونچانا ۔ یا کھلا کر نکل آنا ۔ مراد یہ کہ پھر سب کے سب جمع ہوکر مجھ پر چڑھائی کرو اور جو بدی چاہتے ہو مجھکو پہونچاؤ ۔ وَلَا تُنْظِرُوْنِ اے ولاتمہلونی ۔ اور مجھے کچھ مہلت مت دو ۔ حاصل آنکہ انکو ایسے گناہ کفر کا حکم خواہ مخواہ نہین دیا بلکہ انکو بادلیل صدق کے ساتھ آگاہ کیا کہ اللہ تعالے وعدہ دار شریک ہے بغیر اسکے حکم کے کچھ نہین ہو سکتا چنانچہ مین تمہاری کچھ پرواہ نہین کرتا تم اسطرح مجتمع ہو جاؤ ۔ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پھر اگر تم نے میری نصیحت سے منھ موڑا تو تمہاری نادانی ہے ۔ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ مین نے تو تم سے کچھ اجرت و مال نہین مانگا بلکہ بے غرض خالص اللہ تعالے کے واسطے تمہاری بھلائی کو نصیحت کی پھر تمپر کیون بھاری ہوئی ۔ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ اور میرا ثواب تو اللہ تعالے ہی پر ہے یعنے مجھے تو میرے پروردگار ہی نے اپنے فضل سے ثواب کا وعدہ دیا ہے پس مجھے اسی پر یقین کامل ہے یہان سے معلوم ہوا کہ بندہ اللہ تعالے سے ثواب ملنے پر یقین کامل رکھے پس حضرت نوح نے اپنے ثواب کا یقین کیا اور انکے ایمان لانے یا منھ موڑنے کی کچھ پروا

نہ کی اور کہا کہ میرا ثواب اللہ تعالے کے فضل پر ہے۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اور مجھے حکم دیا گیا ہے میں مسلمین سے ہو جاؤن یعنے اللہ تعالے کے حکم کا مطیع و منقاد ہون اور خلاف نہ کرون اور نہ کسی دوسرے سے امید کرون۔ فَكَذَّبُوْهُ پھر کافرون نے اسکو جھٹلایا یعنے جھٹلاتے رہے اور سب نصیحت برباد کی اور سرکشی انتہا کو پہونچائی اور ظاہر کر دیا کہ حجت میں کوئی دقیقہ مخفی نہ تھا بلکہ محض عناد اور تمرد سے جھٹلانے میں انتہا کر دی۔ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ پس نجات دی ہم نے اسکو غرق سے اور ان سب کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں یعنے ایمان لائے تھے اور ان کی تعداد اللہ تعالے کو معلوم ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ اسی تھے چالیس مرد اور چالیس عورتین وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ اور کر دیا ہم نے ان سب کو خلیفہ یعنے غرق ہو جانے والون کے پیچھے زندہ رہجانے والے۔ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا اور غرق کر دیا ہم نے ان کافرون کو جنھون نے جھٹلایا ہماری آیات کو یعنے طوفان میں ڈبا کر ہلاک کر دیا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ سو تو دیکھ کہ کیسے ہوا انجام انکا جنکو انذار کیا گیا تا یتوین ہے ورکفار کو تہدید و تحذیر ہے اور آنحضرت صلعم کو تسلی دی ف فی العرائس وقولہ وامرت ان اکون من المسلمین یعنے میں سلام نوح علیہ السلام اور ہیبت جلال و عظمت کبریائی کے حضور میں انقیاد نفس ہو کیونکہ بجز توحید و تجرید و تفرید میں حدت نکرے اثابت نفس کا خطرہ آجاتا ہے اس سے نفی کی اور کمال ادب سے انقیاد رکھا کیونکہ نوح علیہ السلام انبیاء اولوالعزم سے ہیں جو صحو میں رہتے کہ انکے اسرار اجنبیت سے ذلیل اور تھے۔ بعض نے کہا کہ اسلام یہ کہ سالم رہے سر باطن اس کا قلب سے اور قلب اس کا نفس سے اور نفس اس کا زبان سے اور زبان سکی کذب و غیبت و بہتان سے۔ قلت وفی الحدیث مسلم وہ ہے جسکی زبان و ہاتھ سے لوگ سلامت رہیں۔ قولہ تعالے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ

پھر بھیجے ہمنے ۔ نوح کے پیچھے کتنے رسول ۔ انکی قوموں میں ۔ پھر لائے انکے پاس کھلی نشانیاں ۔ سو ہرگز نہ ہوئے کہ یقین لاویں جو بات جھٹلا چکے

مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

پہلے سے ۔ اسیطرح مہر کرتے ہیں ۔ دلوں پر ۔ زیادتی والوں کے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ پھر ہم نے بھیجا بعد نوح علیہ السلام کے رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ رسولون کو انکی قوم کی طرف یعنے ہود و صالح و ابراہیم و لوط و شعیب علیہم السلام کو انکی اقوام کی طرف ارسال فرمایا۔ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پس لائے یہ رسول اپنی قوم پاس بینات یعنی کھلے معجزات لائے کہ صاف انکے دعوے نبوت ثابت ہوتے تھے۔ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا پس ٹھیک نہ ہوئے کہ ایمان لاوین کیونکہ کفر پر جمے رہے تھے اور ازل میں مقرر ہو چکے تھے تو ایمان لانے والے نہ تھے۔ بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ اس بات پر جس کو رسولون کے آنے سے پہلے جھٹلا چکے تھے۔ یا جسکو قوم نوح والے اس سے پہلے جھٹلا چکے تھے یا جس بات کو ازل میں جھٹلا چکے تھے یعنے دین کا اقرار نہ کیا تھا۔ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ایسے ہی ہم مہر کر دیتے ہیں حد سے بڑھنے والون کے دلون پر۔ قال البیضاوی رح ایسی آیات الٰہی صاف معرفت دیتی ہیں کہ جو افعال واقع ہوتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کی قدرت و مشیت سے ہیں اور بندہ انکا کمانے والا ہے اور یہی اہل السنۃ کا اجماعی مذہب ہے اور اسی پر تمام انبیاء گذرے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام و فرعون کے قصہ سے شبہات کفر دور کیے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا

پھر بھیجا ہمنے ۔ انکے پیچھے ۔ موسی ۔ اور ہارون کو ۔ فرعون ۔ اور اسکے سرداروں پاس اپنی نشانیاں دیکر پھر تکبر کرنے لگے ۔ اور وہ تھے

قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ۝ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ۝ قَالَ

لوگ　گنہگار　پھر جب پہونچی انکو　سچی بات　ہمارے پاس سے　کہنے لگے　یہ تو　جادو ہے صریح　کہا

مُوْسٰٓی اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا

موسیٰ نے　تم یہ کہتے ہو　تحقیق بات کو جب وہ تمہارے پاس پہونچی　کوئی جادو ہے یہ　اور بھلا نہیں پاتے جادو کرنے والے　بولے　کیا تو آیا ہے

لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ

کہ ہمکو پھیردے　اس راہ سے جسپر پائے ہمنے اپنے باپ دادے　اور تم دونوں کو　سرداری ہو　اس ملک میں　اور ہم نہیں

لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ ۝

تم کو　ماننے والے

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ پھر بھیجا ہم نے بعد ان رسولوں کے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ مُّوْسٰی وَهٰرُوْنَ موسیٰ کو نبی اول اور ہارون کو مستقل نبی و موسیٰ کا وزیر کر کے۔ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون اور اسکے ملا کی طرف یعنی اسکے اشراف قوم کی طرف یا مطلق قوم کی طرف۔ بِاٰیٰتِنَا اپنی آیات کے ساتھ یعنی نو معجزات سے جو صریح عاجز کرنے والے تھے اور فرعون باوجود دعوی الوہیت کے انکے مقابلہ سے عاجز آگیا تھا اور اسکی قوم احمق پھر بھی اسکو مانے جاتی تھی۔ فَاسْتَكْبَرُوْا پس فرعون و اسکی قوم نے استکبار کیا یعنے دونوں انبیاء کی اتباع سے سرکشی کی وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ اور فرعون والے تھے ایک مجرم قوم یعنی ازل میں مجرم قرار پائے تھے یا یہ لوگ جرم کرنے کے عادی ہو رہے تھے اسی واسطے اپنے پروردگار کے رسول کو نہ مانا اور اسکو دور کرنے کی جرات کی۔ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا پھر جب آگیا انکے پاس حق ہماری طرف سے یعنے پے درپے معجزات و نشانات سے حق کھل گیا کیونکہ شک بالکل مٹا اور مقابلہ محال ہوا۔ قَالُوْٓا تو کمال تمرد اور عناد سے کہنے لگے کہ اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ بیشک یہ تو جادو کھلا ہوا ہے یعنے جادو ہونا ظاہر ہے یا فن سحر میں بہت واضح ہے۔ قَالَ مُوْسٰٓی اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ موسیٰ علیہ السلام بولا کہ کیا تم کہتے ہو حق کو جب تمہارے پاس آگیا کہ یہ سحر ہے یعنے حق کو سحر کہتے ہو۔ مقولہ حذف ہوا کیونکہ ماقبل اسپر دلالت کرتا ہے اور قولہ اَسِحْرٌ هٰذَا کیا یہ سحر ہے۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ یہ مقولہ نہیں ہو سکتا کیونکہ فرعونیوں نے تو سحر ہونا قطعی کہا تھا اور یہ بطریق استفہام ہے بلکہ یہ جملہ مستانفہ اُن کے قول پر انکار کے لیے ہے یعنے تم حق کو سحر کہتے ہو کیا یہ سحر ہے۔ اور اگر استفہام تقریری لیا جاوے تو ہو سکتا ہے یعنے تم اس حق کو سحر قرار دیتے ہو۔ وَلَا یُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ اور حال یہ ہے کہ جادوگروں کو کبھی فلاح نہیں ہوتی۔ پس میں جان بوجھکر کیوں سحر کروں گا۔ یا سحر ہوتا تو مٹ جاتا اسطرح قاہر ہونا جسکا مقابلہ نہیں ہو سکتا سحر نہیں ہے۔ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا بولے کہ بھلا تو ہمارے پاس آیا ہے کہ ہم کو موڑ دے اس طریقہ سے جسپر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا یعنی تو ہم کو ہمارے باپ دادوں کی راہ سے موڑ کر اپنی طرف مائل کرنے کو آیا ہے۔ وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِیَآءُ فِی الْاَرْضِ اور تاکہ زمین میں تمھیں دونوں کے لیے بڑائی ہو یعنے تم بادشاہ بن بیٹھو اور ہم تمہارے تابع ہوں۔ وے لوگ بادشاہ کو صفات میں متکبر قرار دیتے تھے۔ حاصل آنکہ فرعونی بولے کہ تو اس واسطے آیا کہ ہم کو اپنی طرف موڑے اور بادشاہ بن بیٹھے۔ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِیْنَ اور ہم تو کبھی تم دونوں پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اس مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ مقابلہ جادوگروں سے پہلے بھی بعض فرعونیوں نے قطعی دائمی کفر پر اصرار ظاہر کیا تھا اور شاید یہ آخری مقولہ اُن کا یہاں بیان فرمایا۔ بالجملہ ماننے سے انکار کر کے مقابلہ پر آمادہ ہوئے چنانچہ

بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوسَى أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ

اور بولا فرعون کہ لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑھا پھر جب آگئے جادوگر کہا انکو موسی نے ڈالو جو تم

مُلْقُونَ ۝ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ

ڈالتے ہو پھر جب انہوں نے ڈالا موسی بولا کہ جو تم لائے ہو سو جادو ہے البتہ اللہ اسکو بگاڑتا ہے اللہ نہیں سنوارتا

عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

شریروں کے کام اور اللہ سچا کرتا ہے سچ کو اپنے حکم سے اور پڑے برا مانیں گنہگار

واضح ہو کہ فرعون نے ربوبیت کا دعوی کیا اور تمام قبطیوں وغیرہ سے اپنی بندگی کراتا تھا جب موسی علیہ السلام معجزہ عصا و ید بیضا کے ساتھ بھیجے گئے اور وہ عاجز ہو کر انکو ساحر کہنے لگا اور معجزہ کو جادو ٹھہرایا تو حضرت موسی علیہ السلام سے مقابلہ کی نیت کی چنانچہ اللہ تعالی نے اس کا قصہ متفرق مقامات کلام مجید میں ہر مقام کے سیاق نصیحت و عبرت کے موافق بیان فرمایا چنانچہ یہاں اوپر کے سیاق میں کفار عرب کا موعود آخرت میں شک وغیرہ کرنے کا فعل وہی فرعونی خصلت تھی کہ کہنے لگے احق ہو قل ای وربی انہ لحق پھر نبوت سے مقابلہ با افکار و افعال پر آمادہ ہوئے جیسے فرعون نے کیا کما قال تعالے۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ۔ اور فرعون نے کہا یعنی اپنے لوگوں سے کہ لے آؤ میرے پاس ہر جادوگر خوب جاننے والے کو یعنی جو فن سحر کو خوب جانتا ہو حمزہ و کسائی نے سحار علیم پڑھا اور یہ مبالغہ ہے۔ پھر فرعون کے حکم سے بکثرت جادوگر دور دور سے جمع ہوئے اور مقابلہ کا ایک روز سمندر کے کنارے میدان اسکندریہ مقرر ہوا اور اس دن ہزاروں لاکھوں آدمی اس وسیع میدان میں جمع ہوئے۔ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ پھر جب جادوگر لوگ آگئے یعنی میدان میں کھڑے ہوئے۔ اور موسی مع ہارون کے دوسری جانب کھڑے ہوئے۔ قَالَ لَهُمْ مُوسَى تو موسی نے جادوگروں سے کہا أَلْقُوا مَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ میدان میں ڈالو جو تمہیں ڈالنا ہے۔ پہلے ساحروں نے پوچھا تھا تو موسی نے یہ جواب دیا اور مقصود یہ تھا کہ مخلوق پر ظاہر ہو جاوے کہ یہ سب جادو تھا جو نظروں میں ایسا ہولناک معلوم ہوتا ہو پھر معجزہ الہی اسکو باطل کر دے تاکہ سب لوگ معجزہ کی تصدیق کریں اور یہ مراد نہیں کہ انکے جادو کرنے کو کہا تاکہ یہ شک ہو کہ جادو کرنا اور اس کا حکم دینا دونوں کفر و جرم ہیں چنانچہ فرمایا فَلَمَّا أَلْقَوْا پھر جب ساحروں نے پھینکا یعنی رسیان و رسے ڈالے کہ وہ حضرت کو دیسے نظر آئے اور رینگنے لگے اور لوگوں کی نظروں میں سحر عظیم لائے حتی کہ موسی کے جی میں کچھ خوف آیا پھر وحی الہی آئی تو مطمئن ہوئے۔ قَالَ مُوسَى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ موسی نے کہا کہ یہ جو تم لائے ہو یہی جادو ہے اور میرا معجزہ کو فرعون و اس کی قوم نے جادو قرار دیا تھا وہ جادو نہیں ہے۔ ابو عمرو کی قراءۃ میں آلسحر بمد الف ہے تو ما جئتم میں ما استفہامیہ ہے اور معنی یہ کہ موسی نے کہا کہ یہ کیا تم لائے ہو کیا جادو ہے۔ ہاں یہ جادو ہے۔ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ البتہ اللہ تعالے اسکو باطل کر دیگا یعنی نیست کر دیگا یا اس کا باطل ہونا ظاہر ہو گا اس دلیل سے کہ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ۔ اللہ تعالے نہیں ٹھیک کرتا یعنی ثابت و قوی نہیں کرتا بدکاروں مفسدوں کا کام۔ جملہ استینافیہ گویا علت کلام سابق ہے۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ اس میں دلیل ہے کہ جادو بھی افساد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ بے شک اسکا کرنا اکثر فقہا کے نزدیک کفر ہے درحقیقت کبیرہ ہونے میں شک نہیں ہے پھر بیضاوی رحمہ نے نکالا کہ یہی دلیل ہے کہ جادو کی کچھ حقیقت نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک جادو ثابت ہے

اگرچہ اس کا کرنا کفر ہو لہذا سراج مین خطیب رحہ نے قول بیضاوی رح کی تاویل کی کہ مراد یہ ہو کہ وہ بھی آلات وادویات سے بنانے کے مانند عمل مین لایا جاتا ہو اور یہ مراد نہین کہ وہ کوئی چیز ہی نہین ہے اور مترجم کہتا ہو کہ بیضاوی کی مراد فرق درمیان معجزہ وسحر کے ہو یعنے معجزہ ان چیزون مین سے ہو جو افعال الٰہیہ حقہ ہین اور سحر ان افعال مین سے جو باطلہ ہین جیسے توحید وکفر ہے کہ توحید حق ہے اور کفر اگرچہ ہزارون مخلوق کا اعتقاد ہے مگر باطل ہے اور خالق ہر ایک چیز کا اللہ تعالےٰ ہو اور یہ مراد نہین کہ سحر کوئی چیز نہین بلکہ از قبیل کرو فریب کے حیلہ گری ہے کیونکہ سورہ بقر مین صاف اس کی تحقیق گذری علاوہ برین یہان فرمایا کہ ان اللہ سیبطلہ یعنے اللہ تعالےٰ اب اسکو باطل کریگا پس اگر وجود ہی نہوتا تو باطل کرنا کچھ معنے نہین اور بطلان ظاہر کرنا ایسا ہی ہے جیسے بدر کے واقعہ مین کفر کا بطلان ظاہر فرمایا اور حق کو ثابت کیا ویسا ہی یہان فرمایا۔ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ اور جماتا ہے اللہ تعالےٰ حق کو اپنے کلمات سے یعنے حکم وقضا سے۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۔ اگرچہ مجرم برا جانا کرین۔ کیونکہ مجرمون کی پسند تو فساد وبدکاریان ہین۔ واضح ہو کہ پھر موسیٰ ؑ نے اپنا عصا ڈالا جو ساحرون کی رسیان ولکڑیان وغیرہ سب نگل گیا لہذا آخر جمع عظیم کی طرف بڑھا جس سے بھگدر کے تلے اوپر گرنے سے ہزارون آدمی مرے اور ساحرین چونکہ فن سحر سے خوب واقف تھے یقین کر گئے کہ یہ سحر نہین جیسے اہل عرب بلیغ وفصیح تھے یقین کر گئے کہ قرآن مجید کلام بشر نہین ہو اور یہ انکا عناد تھا کہ اسکو سحر کہنے لگے جیسے فرعون نے ساحرون کے ایمان لانے کو حیلہ بنا کر انکو پھانسی کی دھمکی کے بعد یہ کہنا شروع کیا کہ موسیٰ انکا سردار استاد ہو جو سب سے بڑا ہو یہ محض اسکا عناد تھا۔ قال تعالےٰ

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ

پھر کسی نے نہ مانا موسیٰ کو مگر کتنے لڑکون نے اسکی قوم سے ڈرتے ہوئے فرعون سے اور انکے سردارون سے کہ انکو بچلا نہ دے

وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ

اور فرعون چڑھ رہا ہو ملک مین اور اُسنے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے اور کہا موسیٰ نے اے قوم اگر تم

اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ۝ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا

یقین لائے ہو اللہ پر تو اُسی پر بھروسا کرو اگر ہو حکم بردار تب بولے ہم نے اللہ پر بھروسا کیا اے رب ہمارے نہ آزما

فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

ہمپر زور اس ظالم قوم کا اور چھڑا ہمکو اپنی مہر کر اس منکر قوم سے

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى پس تصدیق نہین کی موسیٰ ؑ کی۔ اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ مگر قوم فرعون کی ذریت نے یعنی قلیل نے یہ تفریع ہو بیان سابق پر یعنے اس تحقیق الحق اور ابطال الباطل سے سب کفار کا مسلمان ہونا چاہیے تھا خصوص جبکہ ساحر لوگ مسلمان ہوگئے تھے مگر یہ نہوا بلکہ کوئی ایمان نہ لایا سوائے قلیل کے اور وہ مومن از آل فرعون واسکی بی بی آسیہ اور اسکا خزانچی مع جورو کے اور مانند ان کے چند آدمی قوم فرعون کے مسلمان ہوئے وہ بھی عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ ڈرتے ہوئے فرعون اور اپنے ملأ یعنے ارکین سلطنت سے۔ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ یہ کہ فتنہ مین ڈالے فرعون انکو یعنی ذریت بھی اسلام لائی تو ایسے ڈرتے تھے کہ فرعون اُن کو عذاب مین نہ ڈالے جس سے ایمان سے پھر جانے کا خوف تھا۔ ہذا ما رواہ العوفی عن ابن عباس واختارہ ابن کثیر رحمہ اللہ ان الذریۃ من غیر قوم موسیٰ بعض نے قومہ کی ضمیر کی موسیٰ کی طرف راجع کی یعنی بنی اسرائیل مین سے بوڑھے بسبب خوف فرعون کے

ایمان نہ لائے اور نوجوان ذریت ایمان لائی اور ملائہم کی ضمیر فرعون کی طرف بدین معنی کہ وہ انکا بادشاہ تھا تو ضمیر تعظیمی بین عادت جمع لانے کی مفرد کے لیے ہو بقولہ لا الہم لے لائہ۔ اور ابن کثیر رح نے باوجود اختیار ابن جریر کے اسکو رد کر دیا کیونکہ بنی اسرائیل سب قدوم موسیٰ کو جانتے اور مشہور ہے کہ سب ایمان لائے اور آیات اسپر شاہد ہین۔ اور بعض نے کہا کہ فرعون سے مراد آل فرعون ہے جیسے ربیعہ و مضر و قریش وغیرہ تو ملائہم یعنی اشراف آل فرعون ہوا۔ ابن کثیر رح نے ان وجوہ کو مستبعد قرار دیا۔ اور جو پہلے مذکور ہوا وہ اولیٰ ہے کیونکہ محققین میں کسی بھی تاویل کی ضرورت نہین ہوئی کہ یہان فرعون کی طرف ضمیر مفرد اس لیے کہ ظاہر ہو کہ ملاء کا خوف بسبب فرعون کے تھا۔ فافہم۔ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ اور بے شک فرعون علو چاہنے والا تھا زمین مین۔ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ اور بیشک وہ مسرفین سے تھا یعنی تکبر و سرکشی مین حد سے بڑھ گیا تھا حتیٰ کہ ربوبیت کا دعویٰ کیا حالانکہ تکبر کسی حد تک ہو حرام ہے۔ یہ آیت دلیل ہے کہ یہ لوگ فرعون و قوم فرعون ایسے بندون مین سے نہین جنکے لیے اللہ تعالیٰ نے دار الآخرۃ کا وعدہ فرمایا بقولہ تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا یعنی یہ دار الآخرۃ ہے ہم اسکو ان بندون کے لیے کرینگے جو زمین مین نہین چاہتے ہین علو اور نہ فساد آخر۔ وَقَالَ مُوْسٰى اور کہا موسیٰ نے یعنی جب مومنون کو فرعون سے خوفناک دیکھا تو کہا۔ يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اے قوم اگر تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر اور اسکا یہ اعتقاد کرو کہ وہی جو چاہے کرے تو اسی پر توکل کرو اسی پر بھروسا کرو۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ اگر تم انقیاد کرنے والے قضاء الٰہی کے اور اسی پر اخلاص رکھنے والے ہو۔ بیضاوی رح نے کہا کہ یہان حکم کو دو شرط پر معلق نہین کیا کیونکہ وجوب توکل تو ایمان پر معلق ہو کیونکہ یہی اسکا مقتضا ہو اور اسلام سے مشروط اسکا حصول ہو کیونکہ تخلیط کے ساتھ وہ نہین پایا جاتا ہو اور نظیر اسکی یہ ہو کہ اگر تجھے زید بلاوے تو چلا جا اگر تجھ سے ممکن ہو۔ قال المترجم واضح ہو کہ ایک حکم دو شرط سے معلق ہوسکتا ہو مثلاً کسی نے غلام سے کہا کہ اگر تو اس شہر مین داخل ہوا تو تو آزاد ہو اگر تو نے زید سے کلام کیا۔ اور آیت کے معنی بنا بر قول بیضاوی رح کے یہ ہوئے کہ اے قوم اگر تم ایمان لائے ہو تو ایمان کا مقتضا ہو کہ توکل ہو پھر جب تم مخلص ہوئے اور انقیاد کر لیا تو تم کو توکل حاصل ہو جائیگا اور محصل یہ کہ تم مومن خالص ہو کر توکل کی صفت سے آراستہ ہو جاؤ۔ فرعون نے بعد واقعہ ساحرون کے بنی اسرائیل مین سے نرینہ اولاد کو قتل و اسپر سختی شروع کی تھی۔ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا۔ قوم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی پر ہم نے بھروسا کیا۔ قال البیضاوی رح یہ لوگ مومن مخلص تھے انھون نے دعا کی۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اے رب ہمارے ہم کو مت کیجیو فتنہ قوم ظالم کے لیے یعنی ہمپر انکو مسلط نہ کیجیو کہ فتنہ مین ڈالین۔ کذا روی عن مجاہد۔ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ اور ہم کو نجات دیجیو اپنی رحمت سے کافر قوم سے یعنی فرعونیون کے مکر سے و انکے قبیح دیدار سے پس انکے اخلاص سے انکی دعاء قبول ہوئی۔ طیبی رح نے کہا کہ دعاء کا قبول ہونا قولہ تعالیٰ ولقد نجینا بنی اسرائیل من العذاب المہین من فرعون الآیۃ سے معلوم ہوا۔ قال البیضاوی رح توکل کو دعاء پر مقدم کرنے مین تنبیہ ہو کہ دعا کرنے والے کو چاہیے کہ پہلے توکل کر لے تاکہ دعا قبول ہو۔ واضح ہو کہ فتنہ کسی قوم کے لیے یون بھی ہوسکتا ہو کہ وہ قوم ہمپر اسطرح غالب ہو کہ اپنے آپ کو حق پر سمجھنے لگے جیسے نصاریٰ اپنے غلبہ سے اپنے کو حق پر سمجھتے ہین حالانکہ حدیث صحیح مین وارد ہو کہ آخر زمانہ مین جبکہ امت اسلامیہ مین فساد آ جائیگا تو نصرانی تمام روئے زمین مین سب سے زیادہ اور غالب ہونگے پس یہ حدیث صریح اسلام کی حقیت پر شاہد ہے وقد رایت فی التفسیر بحافظ ہذا المعنی روی عن ابی مجلز و ابی الضحیٰ۔ اور نظیر اسکی دوسری حدیث ہے جسمین مومن متقی کی نسبت پہاڑون مین گلہ بکریون کا لیکر عبادت پروردگار کا حکم دیا ہو فرمایا ویدع الناس من شرہ۔ اور لوگون کو اپنے شر سے الگ کر دے یعنی لوگ اس پرہیزگار کو ایذاء دینگے اور عذاب مین پڑینگے تو یہی اسطرح رہے کہ وہ فتنہ مین نہ پڑین دعلی ہذا یہ فائدہ نکلا کہ مومن اپنی ذات سے

کسی شخص کی گمراہی نہیں چاہتا اللھم ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین ونجنا برحمتک من القوم الکافرین ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین یعنی اگر تم نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا اور اسکی ربوبیت کی بندگی کے ساتھ مطیع ومنقاد ہو تو اسی پر توکل کرو کیونکہ معرفت وانقیاد وعبودیت ہونا موجب ہے کہ آدمی اپنے آپ کو اپنے خالق کے سپرد کرے کہ وہ جسطرح چاہے اس مین تصرف کرے اور یہ بندہ اسکے شربت امتحان کو اگرچہ کیسا ہی تلخ ہو لذت کے ساتھ نوش کرے۔ ابراہیم الخواص رح سے پوچھا گیا کہ معنی قولہ فعلیہ توکلوا کیا ہین فرمایا کہ سبب کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بلا واسطہ جان لے۔ پھر واضح ہو کہ بنو اسرائیل کے کنائس وبیعہ مصر مین چلے آتے تھے فرعون نے انکو خراب کردیا تو اللہ تعالےٰ نے حضرت موسیٰ وہارون کو حکم دیا۔ لقولہ تعالےٰ

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُیُوْتَکُمْ قِبْلَۃً وَّاَقِیْمُوا

اور حکم بھیجا ہمنے | موسیٰ کو اور اسکے بھائی کو کہ ٹھہراؤ | اپنی قوم کے واسطے | مصر مین سے گھر | اور بناؤ | اپنے گھر | قبلے کیطرف اور قائم کرو

الصَّلٰوۃَ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝

نماز | اور خوشخبری دے ایمان والون کو

خطیب رح نے ذکر کیا کہ مفسرین نے اس واقعہ کی کیفیت مین تین وجہین بیان کی ہین اول یہ کہ ابتدائی حکم حضرت موسیٰ وانکے ساتھیون کے لیے آیا تھا کہ کافرون کی ایذادہی وغیرہ سے بچنے کے لیے گھرون مین خفیہ نماز پڑھین جیسے ابتداء اسلام مین مکہ مین مومنین کو حکم ہوا۔ دوم یہ کہ جب موسیٰ ع بھیجے گئے تو فرعون نے عداوت سے بنی اسرائیل کے بیعہ وکنائس خراب کردیے تو حکم ہوا کہ گھرون مین مساجد بنا کر نماز پڑھین۔ سوم یہ کہ فرعون کی عداوت سے اللہ تعالےٰ نے موسیٰ وہارون کو علانیہ مساجد بنانے کا حکم کیا اور انکی حفاظت کی کفالت فرمائی قلت الوجہ الثانی اقرب منہ الاول فافہم قال تعالےٰ۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْہِ اور ہم نے وحی بھیجی موسیٰ واسکے بھائی ہارون کو۔ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِکُمَا یہ کہ تم دونون منزل ٹھکانا بناؤ اپنی قوم کے لیے بِمِصْرَ بُیُوْتًا شہر مین بیوت جہین رہا کرو یا عبادت کے لیے وہان جایا کرو۔ وَّاجْعَلُوْا اور بناؤ تم دونون مع اپنی قوم کے۔ بُیُوْتَکُمْ اپنے بیوت کو یعنی انھین گھرون کو۔ قِبْلَۃً قبلہ یعنی مُصَلّٰی جگہ نماز پڑھنے کی کذا قالہ ابراہیم ومجاہد وابومالک والربیع والضحاک وزید بن اسلم۔ یا مراد مساجد ہین یعنی مساجد بناؤ جو بجہت قبلہ ہون رکذا رواہ عکرمۃ عن ابن عباس اور بجہت قبلہ یعنی کعبہ ہون کذا قال مجاہد وقتادہ والضحاک موسیٰ خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن القیم رح نے تحقیق کیا کہ قبلہ انکے لیے معین نہوا تھا صرف اجتہاد پر تھا چنانچہ صخرہ بیت المقدس اختیار کیا اور یہ کلام الٰہی اسکا مؤید ہے اور شاید ابتداء مین بجانب کعبہ ہو پھر شام مین حکم اجتہادی ہوا وفیہ نظر فان جہۃ المشرق اتخذ واقبلۃ وذلک بمصر او ضح کما لا یخفی۔ وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز کو ان بیوت مین جو بجہت قبلہ ہین بیضاوی رح نے کہا کہ ابتداء سے حال مین انکو گھرون مین نماز کا حکم تھا کہ کافر ظاہر ہو کر انکو فتنہ مین نہ ڈالین قلت ہکذا قالہ مجاہد وابراہیم وغیرہم اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ امر شاید واللہ اعلم اس جہت سے تھا کہ جب فرعون کی طرف سے ان کو بلائین سخت پہونچین تو انکو کثرت نماز کا حکم ہوا کما قال تعالےٰ یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ الآیۃ۔ اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم پر جب کوئی امر بھاری ہو جاتا تو نماز کی طرف مبادرت فرماتے تھے اخرجہ ابو داؤد وغیرہ۔ اسیطرح بنو اسرائیل کو حکم ہوا کہ اپنے بیوت قبلہ رخ بنا کر ان مین نماز قائم کرو۔ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ اور بشارت دے اے موسیٰ ع مومنون کو یعنے دنیا مین نصرت وفتح کی اپنے دشمنون پر اور آخرت مین جنت ونعمت باقیہ کی۔ واضح ہو کہ اول آیت مین موسیٰ وہارون کو خطاب کیا کیونکہ معابد بنانا سرپرست کے مشورہ سے ہوتا ہے اور یہی دونون

حضرت رسول تھے پھر درمیان مین ضمیر جمع فرمائی کیونکہ واجعلوا بیوتکم قبلۃ مین قبلہ بنانے کا حکم ہے جسکو ہر ایک پر بنانا فرض ہے پھر آخری بشارت
مین خطاب مخصوص موسیٰ علیہ السلام پر کردیا کیونکہ بشارت دینا صاحب الشریعہ کا کام ہے اور وہ فقط موسیٰ علیہ السلام تھے کیونکہ ہارون ؑ
انکے وزیر تھے جیسے ابراہیم ؑ کے ساتھ لوط ؑ تھے۔ پھر آخر مین بشارت اس لیے فرمائی کہ غرض اصلی عبادات مین یہی بشارت ہے اور وہ چیز جسکی بشارت
ہے اس لیے مبہم رکھی کہ وہ عقل بشری سے باہر ہے پھر اللطیف امر کے ساتھ دعاء موسیٰ کو ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَقَالَ مُوسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا

اور کہا موسیٰ نے — اے رب ہمارے تونے دی ہے — فرعون کو — اور اسکے سرداروں کو رونق — اور مال — دنیا کی زندگی مین — اے رب

لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ج رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى

اسواسطے کہ بہکاوین — تیری راہ سے — اے رب مٹادے — انکے اموال — اور سخت کر — انکے دل — کہ نہ ایمان لاوین جبتک

يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝

دیکھین — دکھ کی — مار

وَقَالَ مُوسٰى اور کہا موسیٰ ؑ نے یعنی اپنے پروردگار سے دعا کی درحالیکہ ہارون ؑ حاضر تھے کہ۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ اے
رب ہمارے تونے عطا کیا فرعون کو۔ وَمَلَاَهٗ اور اسکے گروہ یا اشراف کو۔ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زینت و اموال
یعنی لباس و گھوڑے و خادم وغیرہ جنسے تزئین ہوتا ہے اور روپیہ اشرفی املاک وغیرہ جو انواع اموال ہین تونے سب فرعون و اسکے ملا کو دیے
دنیا کی زندگی مین۔ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ اے رب ہمارے تاکہ وے بھٹکین یا بھٹکاوین تیری راہ سے۔ قال ابن کثیر رح بعض نے
لیضلوا بالفتح پڑھا یعنے خود بھٹکین اور بعض نے بالضم پڑھا یعنے دوسرون کو بھٹکاوین۔ قال البیضاوی رح صیغہ امر ہے اور بد دعا
بلفظ امر اسطرح اسوجہ سے فرمائی کہ فرعونیون کے ساتھ ممارست سے حال معلوم ہوگیا کہ اسکے سوائے اب یہ لوگ کسی اچھے حال پر نہ دیکھے
جیسے آدمی لعنت کرتا ہے ابلیس پر۔ اور بعض نے کہا کہ لام عاقبت ہے اور متعلق اتیت سے ہے یعنے تونے دیا تاکہ انجام یہ ہو کہ تیری راہ سے
بھٹکین۔ اور محتمل ہے کہ لام علت ہو یعنے اسواسطے دیا کہ بھٹکین کیونکہ کفر پر نعمتون کا ملنا استدراج ہے تاکہ کفر پر ثابت قدم رہین اور نیز یہ
کہ جب انھون نے ان اموال و املاک کی وجہ سے ایمان چھوڑا بخوف آنکہ موسیٰ علیہ السلام کو بادشاہت ہو تو گویا اسواسطے انکو یہ زینت و
اموال ملے کہ راہ سے بھٹکین پس بطریق تاکید کے کرر ہوگا اور تنبیہ ہوگی کہ بد دعا سے مقصود یہ کہ انکی ضلالت و کفر کا حال عرض کیا اور یہ تمہید
آگے کی بد دعا کے لیے ہے۔ قلت و سیاتی التحقیق فی ذلک۔ بہرحال پہلے یہی علیہ السلام نے عرض کیا کہ تو نے فرعونیون کو دنیا مین یہ
اموال دیے کہ راہ سے بھٹکین۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے دوسرون کی خیرخواہی سے چاہا کہ یہ مانع ان کافرون کے پاس سے دور ہو تاکہ
اور لوگ جو بھٹکے ہین انکا فائدہ ہو اور چاہا کہ ایمان لاوین تو دعا کی کہ۔ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ اے رب ہمارے ان کے مالون پر
طمس کردے یعنی اموال کو ہلاک کردے۔ قال ابن عباس و مجاہد یا محو کردے ضحاک و ابو العالیہ و ربیع نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان
اموال کو اس دعا پر پتھر کردیا گر انکے نفس ویسے ہی غالب تھے جیسے پہلے تھے اور قتادہ رح نے کہا کہ ہم کو خبر پہونچی کہ انکی کھیتیان پتھر ہوگئین
اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ محمد بن کعب رض نے عمر بن عبد العزیز کو سورہ یونس سنائی تو اس آیت پر عمر نے پوچھا کہ طمس کیا تھا
فرمایا کہ جملہ اموال پتھر ہوگئے تو عمر نے غلام سے ایک تھیلی جو بقیہ قوم فرعون کی انکے ہاتھ آئی تھی منگوائی جس مین چنے و انڈے وغیرہ سب پتھر کے

ہوگئے تھے۔ قال الترجسم ظاہر یہ ہو کہ پھر بدعاے موسیٰ علیہ السلام انپر سے یہ عذاب دور ہوگیا تھا وعلیٰ ہذا احتمال ہو کہ بعض اموال ویسے ہی رہگئے ہوں تاکہ عبرت رہے۔ بالجملہ بددعا کی کہ اموال طمس کردے۔ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اور شدّ کردے ان کے دلوں پر یعنی دلوں کو قاسی کردے اور انپر مہر کردے کہ ایمان کے لیے نہ کھلیں۔ قال ابن عباس رض۔ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ پس نہ ایمان لاسکیں یہان تک کہ دکھ والا عذاب دیکھیں۔ جواب دعا ہے یا خود بلفظ نہی دعا ہے۔ قلت حرف حتی عدم ایمان کی انتہا ہے یعنی ایمان نہ لاوین یہان تک کہ یہ عذاب دیکھیں۔ پھر اسوقت ایمان کا وقت ہی نہین ہے۔ اور یہ ایک دلیل قوی حنفیہ کے لیے ہے کہ حتی کے بعد حکم کا انتظار ہوتا ہے اور وہی پہلا حکم متعین نہین ہوجاتا چنانچہ یہان یہ نہین ہوا کہ عذاب الیم دیکھکر ایمان لاوین قال ابن عباس رض عذاب مذکور غرق البحر ہے بعض نے اشکال کیا کہ رسول اپنی قوم کی ہدایت چاہتا ہے نہ گمراہی پھر بددعا کیونکر ہے اور جواب یہ کہ نبی اپنی قوم پر بحکم الٰہی بددعا کرتا ہے یا آگاہ فرمادیا ہے کہ ان مین کوئی مومن نہ ہوگا جیسے نوح علیہ السلام کو بقولہ واوحی الی نوح انہ لن یومن من قومک الا من قد آمن الآیہ تبھی انھون نے بددعا کی کہ۔ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا الآیہ۔ ایسے ہی موسیٰ ع نے بعد العلم یہ دعا فرمائی ہے۔ ولہذا قولہ لیضلوا بالفتح بصیغہ امر ہونے مین اشکال نہین ہے پھر دعا قبول فرمائی۔ بقولہ تعالے

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

فرمایا قبول ہو چکی دعا تمہاری سو تم دونوں ثابت رہو اور مت چلو راہ انکی جو انجان ہیں

قَالَ اللہ تعالے نے یوحی فرمایا۔ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا۔ قبول کرلی گئی تم دونوں کی دعا۔ یعنی موسیٰ ع کی دعا جس پر ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے۔ کما قال ابو العالیہ رح وابو صالح وعکرمہ ومحمد بن کعب والربیع یعنے تم دونوں نے جو بربادی آل فرعون کی دعا کی وہ ہم نے قبول کرلی۔ قال ابن کثیر رح اس آیت سے حجت لی گئی کہ نماز مین امام نے سورۂ فاتحہ پڑہی اور مقتدی خاموش رہا پھر اس نے آمین کہی تو وہ بمنزلہ مقتدی کی قراءۃ کے ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اور ہارون ع نے آمین کہی تھی اسپر اللہ تعالے نے ہارون کی بھی دعا قرار دی اور فرمایا کہ قد اجیبت دعوتکما۔ فَاسْتَقِيْمَا پس تم دونوں استقامت پر رہو۔ ابن جریج عن ابن عباس یعنے میری فرمانبرداری پر چلے چلو یہی استقامت ہے اور ابن جریج نے کہا کہ کہتے ہین کہ اس دعا کے بعد فرعون چالیس برس رہا اور محمد بن کعب وامام زین العابدین نے کہا کہ چالیس روز رہا۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ فاستقیما یعنی دعا کرنے اور حجت پوری کرنے پر جمے رہو اور جلدی مت کرو کیونکہ جو تم نے مانگا وہ ضرور ہونے والا ہے ولیکن اپنے وقت پر ہوگا قلت منجملہ دعا کے شد القلوب ہے یعنے دلوں کا سخت ومطبوع ہونا وہ فی الحال حاصل ہے اور واحدی رح نے کہا کہ اس مین دلیل ہے کہ اللہ تعالے جسکا دل مشدود کرنا چاہے کردیتا ہے ورنہ موسیٰ ع دعا نہ کرتے۔ سُنی اس رح نے کہا کہ علی بن سلیمان سے مین نے سنا کہ موسیٰ وہارون دونوں کی دعا ہونے پر قولہ ربنا دلیل ہے کیونکہ رب نہین کہا قالت ہذا لیس لشی بل یدل علی العکس فانہ ادخل معہ فی الدعاء اخاہ مع قومہما۔ قولہ تعالے۔ وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اور نہ پیروی کرنا راہ ان لوگوں کی جو جانتے نہین ہین یعنی جاہلوں کی راہ نہ لینا جو جلدی اثر چاہتے ہین یا انکو وعدۂ الٰہی پر وثوق واطمینان نہین ہوتا ہے۔ اور یہ قول دسیا ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کو فرمایا کہ انی اعظک ان تکون من الجاہلین پس اس سے یہ نہین ہوا کہ موسیٰ وہارون نے اتباع سبیل جہال کی ہو جیسے نوح ع جاہلون مین سے نہین ہوئے اور

جیسے قولہ لئن اشرکت لیحبطن عملک۔ سے آنحضرت صلعم سے شرک کا قرب بھی نہیں ہوا بلکہ بنواسرائیل کو تنبیہ ہے کہ قبول دعا سے لازم نہیں کہ اُسیوقت مراد ملجاوے بلکہ وقت مقدر پر ملتی ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے قد اجیبت دعوتکما الآیۃ حق سبحانہ تعالے نے ان کو مقام دعا بتلایا تاکہ مقام قبولیت کو پہچان لیں جس نے مقام قبولیت کو نہ جانا اس سے دعا وسوال ٹھیک نہیں ہوتا پس مقام قبولیت وہ مقام رضوان وبسط وانبساط ہے اور نیز اس میں ایک گونہ تنبیہ ہے کہ واردات امتحانی برداشت کرنے میں تمہارے ضعف سے ہم نے تمہاری دعا قبول فرمائی پس بعد اسکے صبر وامتحان میں مستقیم رہو کیونکہ معرفت سے رضا بقضا اور سکون فی البلاء حاصل ہوتی ہے ذوالنون رحمہ اللہ نے کہا کہ دعا میں استقامت یہ ہے کہ مراد ملنے کی تاخیر میں غمگین نہو اور جلدی ملنے سے تسکین نہو اور خصوص درخواست نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ راہ صدق پر رہو۔ قال المترجم اس میں صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ابوجہل فرعون الامۃ وغیرہ کفار قریش کی ایذاء وغیرہ پر صبر وتحمل کی تعلیم اور مثال تا قیامت ہے اور اس میں صریح تفہیم وتعلیم ہے کہ کسی قوم کے لیے دنیاوی عروج ہونا اور غلبہ ہونا کچھ بھی نہیں بلکہ وہ قوم کافر ہو تو علامت کمال ضلالت ہے جیسے آج کل معائنہ ہے پھر حق تعالے نے نتیجہ دعا ظاہر ہونے کا حال یاد دلایا۔ بقولہ تعالے

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰىٓ اِذَآ اَدْرَكَهُ

اور پار کیا ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھے پڑا انکے فرعون اور اسکا لشکر شرارت سے اور زیادتی سے جبتک کہ پہونچا

الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝

اسکو ڈوبنا کہا یقین جانا میں نے کہ کوئی معبود نہیں مگر جسپر یقین لائے بنی اسرائیل اور میں ہوں حکم برداروں میں

آٰلْئٰنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ

اب یہ کہنے لگا اور تو بے حکم رہا پہلے اور رہا بگاڑ والوں میں سو آج بچا دینگے ہم تجھکو تیرے بدن سے تو ہووے تو اپنے

خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝ ع

پچھلوں کو نشانی اور البتہ بہت لوگ ہماری قدرتوں پر دھیان نہیں کرتے

وَجَاوَزْنَا بِبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ جاوز از مجاورت یعنی تجاوز کرنا یقال جاوز المکان اے اس مقام سے تجاوز کر گیا جبکہ اس مقام سے چلکر نکل گیا اور اسکو پیچھے چھوڑ دیا ہو اور با برائے تعدیہ ہے اور معنے یہ کہ اور تجاوز کرادیا ہم نے بنی اسرائیل کو۔ البحر سمندر سے اور مراد بحر السویس یعنے بحر قلزم ہے اور چھ لاکھ مرد جنگی علاوہ بال بچوں و بوڑھوں کے تھے اور یہ سب بارہ فرقہ بارہ فرزندان یعقوب علیہ السلام کی اولاد تھے جو یوسف علیہ السلام پاس آگئے تھے اور حسن رحمہ کی قرأۃ میں جوزنا بمعنے جاوزنا ہے اور اس میں دلیل ہے کہ اللہ تعالے خالق افعال ہے چنانچہ عبور کرنا جو انکا فعل تھا اللہ تعالے نے اپنی طرف نسبت فرمایا اسی لیے کہ خالق اس فعل کا اللہ تعالے ہے والمعنی اور پار اُتار دیا ہم نے بنواسرائیل کو بحر قلزم سے حتی کہ اس کنارہ سرحد کنعان پر آگئے اور فرعون اُسیوقت اول کنارے پر مع لشکر پہونچ گیا تھا۔ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا اتبع اور تبع ایک معنی میں اور اصمعی نے کہا کہ تبعہ بدون الالف جب کہتے ہیں کہ پیچھا کرکے پاجاوے اور اتبعہ جب کہ پیچھا کرے خواہ پاوے یا نہ پاوے۔ وکذا قال ابو زید۔ والمعنی پھر پیچھے چلا انکے فرعون مع اپنے لشکر کے درحالیکہ باغی تھا اور عدوان کرنے والا تھا۔ یا از راہ بغاوت وعدوان کے۔ اور بعض نے کہا کہ بغیا وعدوا۔ درحالیکہ باغی تھا

حد سے بڑھنے والا باتون مین اور عادی بغا حد سے بڑھنے والا کامون مین۔ عکرمہ نے کہا کہ عدو اور عتو اور علو جہان قرآن مین آیا ہو سرکشی وغرور کے معنی مین ہی تو معنی یہ ہونگے کہ براہ تکبر وغرور اسنے پیچھا کیا۔ قال ابن کثیر رح فی تفسیرہ۔ اس آیت مین اللہ تعالے نے فرعون اور اسکے لشکر کے ڈوبنے کی کیفیت بیان فرمائی اور بنواسرائیل جب مصر سے فرعونیون کی غفلت مین نکلے اور وہ بقولے چھ لاکھ مردان جنگی سوائے ذریات کے تھے اور قبل ازین اُنھون نے قبطیون سے اپنے یہان شادی مین بہت زیور مانگے لیے تھے وہ بھی ساتھ لیے نکلے تو فرعون کا حمق جوش مین آیا اور تمام مُلکت سے بکثرت لشکر ہولناک جمع کر کے بنواسرائیل کا پیچھا کیا اور مملکت مین کوئی سردار پیچھے نہین رہا پھر چلتے چلتے آفتاب نکلتے وقت اُن تک پہونچ گیا پس جب دونون جماعتین مقابل ہوئین تو اصحاب موسیٰ ع نے کہا کہ انا المدرکون ہم پکڑے گئے۔ اور یہ اسوجہ سے کہ وے جہان پہونچے تھے سمندر کا کنارہ تھا اور فرعون مع لشکر پیچھے تو سوائے لڑائی ہوجانے کے اور کیا خیال ہوسکتا ہے پس موسیٰ علیہ السلام سے بار بار پوچھنے لگے کہ کیونکر رہائی ہوگی اور موسیٰ ع نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے اسی راہ پر چلنے کا حکم کیا ہے بولے کہ پھر ہم تو پکڑے گئے فرمایا کہ کلا ان معی ربی سیہدین۔ ہرگز نہین میرے ساتھ میرا رب ہے مجھے راہ دیگا پس یہی ہوا کہ اللہ تعالے نے حکم بھیجا۔ ان اضرب بعصاک البحر فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔ اعجاز موسوی ظاہر کرنے کو عصا سے سمندر مین مارنے کا حکم کیا تو بارہ پارہ مثل تودہ کوہ کے پانی جم گیا اور بارہ راستہ ہر سبط کے لیے ایک راستہ ہوگیا اور ہر دو راستہ کے بیچ کا پانی مشبک جالدار تھا کہ ہر ایک دوسرے کو دیکھتا رہے اور حکم الٰہی سے ہوا نے زمین خشک کردی۔ کما قال تعالے فاضرب لہم طریقا فی البحر یبسا لا تخاف درکا ولا تخشی۔ پس بے خوف حضرت موسیٰ ع انکو لیے ہوئے پار اُترے اتنے ہی مین فرعون کنارے پہونچا اور اُسکے ساتھ ایک لاکھ ادہم حصان گھوڑون پر تھے علاوہ دیگر رنگون کے پس جب اسنے یہ دیکھا تو خوفناک ہوکر چاہا کہ پھر جاوے مگر رہائی کہان حکم قضا جاری ہوچکا اور دعاء الرسول علیہ السلام قبول ہوچکی۔ یہ ہوا کہ جبرئیل ایک گھوڑی مادہ پر سوار برابر فرعون کے گذرے اور فرعون کا گھوڑا اہنہنایا اور جبرئیل نے گھوڑی دریا مین ڈالدی پس ساتھ ہی فرعون کا گھوڑا کودا اور فرعون بے قابو ہوگیا اور اسنے اپنے سردارون کو بہادری دلائی کہ بنواسرائیل سے ہم زیادہ لائق ہین پس سب کے سب سمندر مین گھُسے اور میکائیل پس لشکر تھے جو پیچھے پٹا اسکو ہانک کر ملا دیتے حتی کہ جب سب کے سب سمندر مین مجتمع ہوے اور راہ اسی حال پر تھی جسطرح بنواسرائیل گزرے تھے اور فرعون مع لشکر بیچ سمندر مین پہونچا تو سمندر کو حکم الٰہی ہوا کہ انپر ڈھانپ لے پس موجون نے تھپیڑے مارنے شروع کیے اور فرعون مع لشکر غوطے کھانے لگا۔ قال تعالے۔ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَکَہُ الْغَرَقُ یہان تک کہ جب فرعون کو ڈوبنے نے لیا یعنی اسپر سکرات موت ظاہر ہوے تو۔ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ۔ اے بانہ۔ لَاۤ اِلٰہَ۔ بولا فرعون کہ مین ایمان لایا باین طور کہ نہین ہے کوئی معبود۔ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ مگر وہی جسپر بنواسرائیل ایمان لائے ہین۔ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور مین مسلمین سے ہون۔ حمزہ وکسائی کی قراءۃ مین انہ لا الٰہ بکسر حرف ان بطریق استیناف کے بدل اور تفسیر آمنت ہی۔ اسطرح مبالغہ سے ایمان لایا ایسے وقت کہ جب ایمان قبول نہین لقولہ فلما راوا باسنا قالوا آمنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین فلم یک ینفعہم ایمانہم لما راوا باسنا سنۃ اللہ التی قد خلت فی عبادہ وخسر ہنالک الکافرون۔ اور جب قبولیت کا وقت تھا تو سخت مُنھ موڑے بلکہ گمراہ کرنے والا رہا۔ لہذا جواب فرمایا بقولہ۔ آٰلْـٰٔنَ بھلا اب ایمان لاتا ہو کہ جب اپنی جان سے مایوس ہوا اور تجھے کچھ اختیار نہین رہا۔ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ۔ اور قبل اسکے مدۃ العمر نافرمان رہا جب تیرے ایمان اختیاری کا وقت دراز تھا۔ وَکُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ اور تو مفسدین سے تھا جو اسدم کہتا ہو کہ مسلمین سے ہون۔ حالانکہ پہلے خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرنے والا تھا۔ قال تعالے۔ وجعلناہم ائمۃ

یدعون الی النار ویوم القیامۃ لا ینصرون ثم قال تعالیٰ یقدم قومہ یوم القیامۃ فاوردھم النار وبئس الورد المورود۔ اور ابن کثیر رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جو یہ قول فرعون کا اس حال میں اس سے حکایت فرماتا ہے یہ اسرار غیب میں سے ہے جس سے اپنے رسول کو آگاہ فرماتا ہے خطیب رح نے سراج میں ذکر کیا کہ اگر کہا جاوے کہ فرعون تین مرتبہ ایمان لایا ایک تو قول آمنت۔ دوم قولہ انہ لا الٰہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل سیوم قولہ وانا من المسلمین پھر قبول نہونے کی کیا وجہ ہے علماء نے اسکے بہت سے جوابات دیے ہیں از انجملہ یہ کہ ایمان نزول عذاب ومعاینہ کے وقت اقرار کیا اور یہ مقبول نہیں بقولہ تعالیٰ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رأوا بأسنا الآیۃ۔ از انجملہ یہ کہ فرعون نے اس بلیہ سے چھٹکارے کے لیے یہ کلمہ کہا اور مقصود اقرار توحید نہ تھا لہذا بیفائدہ ہوا قلت یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ قولہ آلآن یعنی آلآن تو مؤمن ہوا اب تو ایمان لاتا ہے صریح ہے کہ وہ شرعی ایمان لاتا تھا فافہم از انجملہ یہ کہ فرعون دہریہ تھا خالق عالم سبحانہ تعالیٰ کا مقر نہ تھا لہذا اسنے کہا کہ لا الٰہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل۔ تو ایمان میں شک ہونے سے قبول نہوا۔ قلت یہ بھی ضعیف ہے کیونکہ دہریہ ہونا منصوص نہیں بلکہ رازی رح کا گمان ہے اور آلٰہ بنو اسرائیل پر ایمان لانا کچھ مشکوک نہیں جیسے ساحروں نے کہا تھا کہ آمنا برب موسیٰ وہارون۔ اور قول ہذا ایسے ہی بیان ہے۔ فافہم۔ از انجملہ یہ کہ وہ آلٰہ بنی اسرائیل پر ایمان لایا اور بعض بنی اسرائیل سمندر سے پار اتر کر اسوقت گوسالہ پوجنے لگے اور اسکو آلٰہ بنایا تو فرعون سے گوسالہ کا مقر ہوا اور یہ اسکے حق میں زیادہ ضلالت کا باعث ہوا قلت یہ بہت ضعیف ہے حتیٰ کہ کسی کلام کی ضرورت نہیں ہے۔ از انجملہ یہ جواب ہے کہ فرعون نے فقط اللہ تعالیٰ کا اقرار کیا اور نبوت موسیٰ وہارون کا مقر نہوا پس اگر کوئی ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے جب تک محمد رسول اللہ نہ کہیگا مؤمن نہوگا اسیطرح یہاں بھی ایمان فرعون قبول نہوا قلت یہ بھی کچھ نہیں کیونکہ ایمان بنی اسرائیل واسلام کی اسنے تصریح کردی اور یہ خود متضمن اقرار نبوت ہے اور قولہ آلآن سے اسکا ایمان شرعی ظاہر ہے کما مر فافہم پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ وجہ وہی اول ہے کہ ایمان وقت یاس نہیں قبول ہے لہذا ابن کثیر رح وغیرہ محققین نے اسی پر اقتصار کیا۔ اور شیخ محی الدین بن العربی رح نے زعم کیا کہ فرعون مؤمن مرا ہے لیکن محققین علماء نے اس قول کو رد کردیا بدلیل قولہ وجعلناھم ائمۃ یدعون الی النار الآیۃ وقولہ یقدم قومہ یوم القیامۃ الآیۃ۔ اور یہی صحیح ہے واللہ تعالیٰ ہو الموفق۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرعون کا یہ قول پڑھا اور فرمایا کہ مجھ سے جبرئیل نے کہا کہ جب فرعون نے یہ کہا تو اسوقت آپ مجھے دیکھتے کہ میں سمندر کی کیچڑ لیکے (جو دریا کی تہ کا تھا) اسکے منہ میں ٹھونستا تھا بخوف انکہ اسکو رحمت الٰہی پہونچ جاوے۔ رواہ احمد والترمذی وحسنہ وصححہ وابو داؤد الطیالسی والحاکم علی شرط الصحیح وغیرہ۔ ابن عباس رض نے کہا کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو اپنی انگلی سے وحدانیت کا اشارہ کیا اور قول لا الٰہ الا الذی آمنت الخ بلند آواز سے کہا پس جبرئیل نے خوف کیا کہ رحمت الٰہی اسکے غضب پر سابق ہے پہونچ نہ جاوے تو بازو سے سمندر کی کیچڑ لیکر اسکے منہ پر مارکر تھوپ دیا۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن جریر وغیرہما عنہ موقوفا ومرفوعا (یعنی کالی کیچڑ) اور علماء تابعین کی ایک جماعت نے مرسل اس حدیث کو روایت کیا اور ضحاک بن قیس نے وعظ میں لوگوں سے اسکو بیان کیا خطیب رح نے سراج میں لکھا کہ جبرئیل نے فرعون سے فتویٰ طلب کیا تھا بتعریض موسیٰ کہ جو بندہ اپنے مولیٰ کی نعمت میں پلا اور پرورش پاکر حق فراموش کرکے اسنے خود مولائی کا دعوے کیا اسکی کیا سزا ہے تو اسنے کہا تھا کہ سمندر میں غرق کیا جاوے سو جبرئیل نے یہ غرق اسکو دکھلایا قلت خبر غریب ہے تاوقتیکہ اسناد صحیح ثابت نہو ہم نہیں کہہ سکتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔ امام رازی رح نے اس حدیث میں اشکال طویل کیا جسکا خازن رح نے جواب دیا ہے اور ملخص یہ ہے کہ جبرئیل نے اسکا منہ تھوپ دینے کا کیا فائدہ ہے اگر ایسی حالت میں وقت تکلیفی یعنے بسبب ایمان وغیرہ کا مدار ہے باقی تھا یا نہیں پس باقی تھا تو کیوں توبہ سے روکا ورنہ تھا تو کچھ فائدہ نہیں ہے جواب یہ ہے کہ باقی تھا کہ جبرئیل تصرف الملائکۃ موصوف بقولہ یفعلون ما یؤمرون میں جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا انھوں نے کیا اور اللہ تعالیٰ قادر

مختار ہے جو چاہے کرے جسکو چاہے ہدایت دے اور جسکو چاہے گمراہ کرے پس یہ بمنزلہ مہر کرنے وغیرہ کے ہے۔ کما قال تعالےٰ ونقلب افئدتہم وابصارہم
کما لم یومنوا بہ اول مرۃ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ وقت یاس کے زبان تکلیف نہیں رہتا ہے تو اولی یہ ہے کہ اظہار کمال رحمت الٰہی
ہے کیونکہ رحمت الٰہی سابق بر غضب ہے کما اشار الیہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فیما عنہ۔ اور طبرانی نے اوسط میں ابوہریرہ رضی سے مرفوع روایت کی
کہ جبرئیل نے مجھ سے کہا کہ روئے زمین پر فرعون سے زیادہ میرے نزدیک کوئی مبغوض نہ تھا تو جب ایمان لایا تو میں نے اسکے منہ میں کیچڑ
بھرنی شروع کردی کہ مبادا اسکو رحمت پہونچ جاوے ورویٰ ابن مردویہ عن ابن عمر نحوہ وابو الشیخ عن ابی امامہ نحوہ واسنادہ فیہ کثیر بن زاذان
رجل یجہلہ ابن معین وابو حاتم والبواقی ثقات۔ والمذہب علیک ان الکلام فی الحدیث اجبرار والایمان ان یقف عندہ ان لم یحصل فہمہ فلعلہ
امور لا یحیط بہا فہم العامۃ بل اشاعۃ ایضاً لا آلہ الا ہو عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ بالجملہ فرعون کو کہا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے اور
پہلے عاصی ومفسد تھا۔ قال تعالےٰ۔ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ سو آج ہم تجھے نجات دینگے یعنی جس غرق میں تیری قوم والے قعر بحر میں پڑے
اس سے ہم تجھے نجات دینگے۔ یا تجھے نجوہ پر ڈالینگے یعنی اونچے ٹکرے پر کنارہ سمندر کے۔ مؤید اول ہے قراءۃ ننحیک بحاء حطلہ یعنے دور کردینگے
تجھ کو ناحیۃ البحر یعنے ساحل سمندر پر۔ بِبَدَنِكَ تیرے بدن کے ساتھ۔ یہ موضع حال میں ہے عاریاً عن الروح یعنی درحالیکہ
نجات میں تو خالی بدن ہوگا بدون روح کے قالہ الحسن وغیرہ یا پورا بدن بدون نقصان وتغیر کے ہوگا۔ قالہ عبداللہ بن شداد یا بغیر لباس
کے ننگا ہوگا یا بدن سے زرہ مراد ہے یعنے تیری زرہ سمیت۔ قالہ ابو صخر رح اور اسپر سونے کی ایک زرہ تھی جس سے وہ صاف پہچانا جاتا تھا۔
وقال ابن عباس رضی وغیرہ رح کہ بعض بنو اسرائیل نے غرق فرعون میں شک کیا تو اللہ تعالےٰ نے بحر کو حکم کیا کہ فرعون کا جسم بلا روح کے
باہر اونچی زمین پر پھینک دے مع اسکی زرہ زری کے۔ سو یہ نجات دینا اسواسطے تھا۔ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً تاکہ تو ہوجائے اپنے پچھلوں کے
کے لیے نشانی۔ پچھلوں سے مراد بنو اسرائیل ہیں کیونکہ انکے دل میں اسکی ہیبت ایسی سمائی تھی کہ اُسکے مرنے پر یقین نہ کیا یہانتک کہ ساحل پر اس کو
مرا ہوا دیکھ لیں۔ یا مراد پچھلی امتیں ہیں جو اسکا حال سنکر تکبر وتجبر سے عبرت کریں کہ جسکا یہ انجام ہو اور جان لیں کہ بندہ کیسے ہی بڑے مرتبہ پر ہو
بہرحال وہ مقدور مجبور ہے اس میں ربوبیت کا کچھ لگاؤ بھی نہیں ہے بعض قراءۃ میں لمن خلقک بقاف آیا بصیغہ ماضی یعنے نشانی ہوجاوے
اپنے خالق کے لیے کیونکہ فقط تجھ کو اسطرح ذلیل مطرود کنارے ڈالنا تاکہ لوگ تجھے خوب پہچان لیں بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ خالق
عزوجل بڑا قادر مختار علیم وخبیر ہے۔ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ اور بے شک لوگوں میں سے بہتیرے ہماری آیات سے
غافل ہیں یعنی فکر وغور نہیں کرتے تاکہ عبرت پکڑیں مترجم کہتا ہے کہ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بہتیرے ایسے ہیں جو دنیاوی حیات ونام کے
لیے آیات الٰہی ومعجزات باہرات سے انکار کرتے ہیں اور اس خوض وفکر میں سرگردان ہیں کہ کمال قدرت الٰہی کو محسوسات میں محصور کریں
اعوذ باللہ منہم ومن صنیعہم القبیح۔ واضح ہو کہ واقعہ غرق فرعون ونجات بنو اسرائیل بروز عاشورا واقع ہوا (دسویں محرم) چنانچہ یہود مدینہ اس دن روزہ رکھتے
اور کہتے کہ اس دن موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب ہوئے تو آنحضرت صلعم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہودیوں کی بہ نسبت ہم موسیٰ علیہ السلام ۲
سے احق ہیں تو تم اس دن روزہ رکھو۔ رواہ البخاری قلت صوم یوم عاشورا واجب تھا جو رمضان سے منسوخ ہوا اب جو چاہے رکھے اور چاہے
نہ رکھے قلت ان ہذا الیوم الذی اظہر موسیٰ علیہ السلام علی عدوہ کان یوماً معیناً ولکن اعتبر فی دور السنین فیما بعد ایضاً فدل علی ان الصفۃ تعتبر فی
زمن بعد زمانہ وکذلک حدیث عمر رضی فی قولہ تعالےٰ الیوم اکملت لکم دینکم الآیۃ فی کون الجمعۃ عیداً بدلیل انہ لم ینکر ان یجعل ذلک الیوم عیداً بل
بین کونہ یوم عید لنا فلیتامل فیہ۔ واعلم ان الشیخ ابن العربی قال بعد تفسیر قولہ ان کنتم آمنتم باللہ فعلیہ توکلوا الآیۃ ان ما فی السورۃ بعضہ مما لا

یقبل التاویل وبعضہ معلوم ما مر انتہی وکانہ رجع عن قولہ المشہور من ان فرعون اٰمن ومنا کما شیر الیہ قولہ فیما اول واللہ اعلم

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ فَمَا ٱخْتَلَفُوا۟ حَتَّىٰ جَآءَهُمُ

اور جگہ دی ہمنے بنی اسرائیل کو پوری جگہ دینی اور کھانے کو دیں ستھری چیزیں سو وہ پھوٹے نہیں جبتک آئی انکو

ٱلْعِلْمُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُوا۟ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

خبر اب تیرا رب ان میں فیصلہ کریگا قیامت کے دن جس بات میں وہ پھوٹ رہے تھے

واضح ہو کہ تبوّیہ منزل میں اُتارنا اقال ابیات زید امنزلا یعنی زید کو میں نے ایک اچھی منزل میں اتارا مبوّأ ظرف اور اضافت اسکی صدق کی طرف بلاغت عرب ہے کہ جب کسی چیز کی مدح کرتے ہیں تو صدق کی طرف مضاف کرتے ہیں ومنہ قولہ لہم قدم صدق عند ربہم۔ و طیبات ایسی چیزیں ہیں رزق کی جن سے لذت حاصل ہو اور کہا گیا کہ حلال چیزیں۔ آیت میں حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر انعام سے شروع اور انکے کفران نعمت پر ختم کیا چنانچہ فرمایا۔ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا اور بیشک ہم نے اتارا اور بسایا بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ اولاد یعقوب کو یعنی ان کے بارہ بیٹوں کی اولاد بارہ فرقوں کو جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے مُبَوَّأَ صِدْقٍ منزل صدق میں۔ وہ زمین مصر یا شام یا اردن و فلسطین یا بیت المقدس وفارس ہو اقوال ہیں اور مفسر بیضاوی وغیرہ نے مصر وشام اختیار کیا اور مشہور یہ ہے کہ بعد خروج مصر کے بنی اسرائیل پھر اسمیں داخل نہیں ہوئے اور ابن جریر وغیرہ نے اختیار کیا کہ داخل ہوئے۔ وَرَزَقْنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ اور رزق دیا ہم نے انکو مستلذات یا حلالات سے یا حلال لذیذ سے قالہ فی السراج۔ وقال الحافظ فی التفسیر اس میں خدا تعالیٰ نے جو بنی اسرائیل پر دینی و دنیاوی انعام فرمائے بیان فرمایا ہے اور مبوأ صدق سے مراد لی گئی کہ وہ مصر وشام ہے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کیا تو مصر پر موسیٰ کی دولت تمام قائم ہوئی لقولہ تعالیٰ واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض ومغاربہا التی بارکنا فیہا وتمت کلمت ربک الحسنیٰ علیٰ بنی اسرائیل بما صبروا ودمرنا ما کان یصنع فرعون وقومہ وما کانوا یعرشون۔ ولقولہ تعالیٰ فاخرجناہم من جنات وعیون وکنوز ومقام کریم کذلک واورثناہا بنی اسرائیل الآیۃ۔ ولیکن بنو اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بڑی برکت پر مستمر رہے کہ بلاد بیت المقدس جو کہ خلیل علیہ السلام ہو وہاں جاکر رہیں اسمیں قوم عمالقہ رہتے تھے انسے لڑنے میں بنو اسرائیل کچے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے چالیس برس انکو تیہ میں قید کیا اسمیں پہلے ہارون پھر موسیٰ علیہما السلام کا انتقال ہوا اور کثرت سے اسرائیلی مرے پھر نوجوان اولاد کو لیکر یوشع بن نون پیغمبر علیہ السلام نکلے اور خوب خوب جہاد کیے حتیٰ کہ بیت المقدس اللہ تعالیٰ نے فتح کیا اور مدت تک بنی اسرائیل کی سلطنت وہاں رہی اور انبیاء واولیاء ہوئے یہاں تک کہ بگڑ گئے اور بخت نصر شاہ بابل نے قتل وغارت کیا پھر بنو اسرائیل کو جمع کیا پھر سکوشاہان یونان نے فتح کیا اور مدت دراز تک انکے زیر حکم رہے اور اس حال میں بہتیرے شرک و بدین ہوئے پھر اسی حال میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا مگر یہود نے بادشاہ یونانی کو عیسیٰ کی ذات سے مذہب کا خوف دلاکر قتل کرانا چاہا پس اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اٹھا لیا اور جب ان دوسری نے عیسیٰ کی گرفتاری چاہی تھی اسی پر اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کی شباہت ڈالی اسی کو پکڑ کر سولی دیدی اور یقین کیا کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو مارا اور پیچھے جو اسی کے نسبت کم ہو جانے اور پیر کا السلام کرنے کا اعتقاد کیا پھر بعد مسیح علیہ السلام کے قریب تین سو برس کے قسطنطین فیلسوف جو بادشاہ تھا نصرانیت میں داخل ہو بعض نے کہا کہ تقیہ کیا تھا اور بعض نے کہا کہ حیلہ سے دین بگاڑنا چاہتا تھا مرنا ہی کے لیے سقف یعنی علمائے نصاریٰ نے قوانین بنائے جنمیں محض رائے کی مداخلت سے بدعات کا میں ہوا۔ اس نے انکے لیے معبد کنیسے وتصویریں و دینیات تھم وغیرہ چیزیں بنوائیں اور

مسیح کے بیٹے ہونے پر زبردستی مارپیٹ سے دستخط کرائے اور بہتیرے خود راضی تھے غرضکہ اسی طرح تحریف وتبدیل وتغیر ووضع وغیرہ کے
ساتھ برائے نام نصرانیت کا دین نام رکھکر خوب پھیلایا اور درحقیقت دین مسیح پر سوائے چند راہبون کے جو بھاگ کر جنگلون وپہاڑون
مین رہ گئے تھے کوئی باقی نہ رہا اور رفتہ رفتہ بالکل معدوم ہوگیا اور اس زمانہ مین نصاریٰ کے قبضہ مین اسی بادشاہ کے بنائے ہوئے شہر
قسطنطینیہ سے لیکر روم وشام وموصل وغیرہ سب آگیا اور قسطنطین نے قمامہ وبیت لحم وبیت المقدس کے کنائس وشہرہائے حوران و
بصرہ وغیرہ باستحکام بنائے اور اسی وقت سے نصرانیون نے صلیب کو پوجنا شروع کیا اور شرق کی جانب رخ کرکے نماز پڑھی اور کنائس
مین تصویرین بنائین اور سور کا گوشت حلال کرلیا اور سوائے اس کے اور بہت بدعات اپنی اعتقادیات وعملیات مین نکالین جنکا شمار
دشوار ہے بالجملہ برابر دین نصرانیت جو اسطرح توحید سے متغیر کرکے شرک کا اصل اصول کردیا گیا اور اسپر نصرانیت کا نام رکھ لیا گیا تھا
پھیلتا رہا اور یہ تمام ملک انھین لوگون کے قبضہ مین رہے یہان تک کہ اللہ تعالےٰ نے اہل البلاد پر رحم فرماکر رسول کرم محمد مصطفےٰ صلے اللہ
علیہ وسلم کو بھیجا اور آخر آپ کے صحابہ رض نے یہ ملک ان نصرانیون کے قبضہ سے نکال لیے تاکہ دین توحید پھیلے۔ اور لکھا کہ قولہ رزقناہم
من الطیبات۔ اسے حلال پاکیزہ نافع جو شرعاً مباح وطبعاً خوشگوار ہین مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مکرر احادیث
مین آگاہ فرمایا تھا کہ تمام شام وغیرہ سب تمھارے قبضہ مین آجاوینگے لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو یعنے اوقات مقدر مین جلدی
مت کرو۔ اور پھر جہان اپنی امت کے بگڑنے کا حال بیان فرمایا منجملہ ان احادیث کے ایک یہ ہے کہ تین قرن تک ایمان کامل ہے پھر
نقصان آویگا حتی کہ جو امور اب اس زمانہ مین مسلمانون مین نظر آنے لگے سب کی خبر فرمائی ہے اور صحیح فرمایا کہ قیامت کے قریب نصاریٰ
سب سے زائد اور قوی وغالب ہونگے۔ یہ معجزہ شریفہ اسوقت معائنہ ومشاہدہ ہوتا چلا جاتا ہے حتی کہ آگاہ فرمایا ہے کہ مسلمانون کے قبضہ مین
خالی تین صوبہ رہجاوینگے اور اسکے آثار بھی سلطنت روم کے ضعف سے ظاہر ہین وللہ الامر من قبل ومن بعد یفعل مایشاء ویحکم مایرید پھر
اللہ تعالےٰ نے نصاریٰ ویہود کا انجام کار بیان فرمایا بقولہ۔ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ سو آپس مین پھوٹ نہین ڈالی یہانتک
کہ آگیا انکے پاس علم یعنی بنواسرائیل بعد علم توریت کے مختلف ہوکر اعتقاد واعمال مین بگڑے اور بعد بعثت مسیح ؑ کے بنواسرائیل مع ان لوگون
کے جو انکے دین پر یہود ونصاریٰ تھے توریت وانجیل پڑھنے واحکام جاننے کے بعد آپس مین مختلف ہوے ایسا اختلاف کہ ایک دوسرے
کی تضلیل کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ علم سے جو کتاب آسمانی ہے یہ نتیجہ ہونا چاہیے تھا کہ آخرت وتوحید پر جزم ویقین کرتے برخلاف اسکے مسیح ؑ کو بیٹا
وغیرہ بنانے کے فاسد وباطل اعتقاد نکالے۔ اور حدیث مین ہے کہ یہود کے اکہتر فرقے ہوے اور نصاریٰ کے بہتر فرقہ ہوے اور میری
امت کے تہتر فرقے ہوجاوینگے جنمین سے ایک جنت مین اور باقی دوزخ مین ہین پوچھا گیا کہ یارسول اللہ جنتی کون ہے فرمایا کہ جسپر مین اور
میرے صحابہ ہین۔ رواہ الحاکم ہکذا والحدیث فی السنن والمسانید وقیل لفظ کلہم فی النار الا واحدۃ۔ مدرج ہے واللہ اعلم ولیکن معنی صحیح ہین۔ یہ تفسیر
تو اس بنا پر ہے کہ فما اختلفوا سے بنواسرائیل کا اپنے دین مین اختلاف کرنا مراد ہوا اور دوسرا قول یہ ہے کہ انکا اختلاف آنحضرت صلعم کے ساتھ مراد
ہے یعنے پہلے تو توریت وانجیل سے صفت ونعت محمد صلعم پڑھکر برابر یقین کرتے چلے آتے تھے یہان تک کہ جب قرآن مجید سے بامتواتر معجزات سے آپکا
صدق ظہور جان چکے تو دنیاوی لالچ وہواوہوس سے مختلف ہوکر ایمان سے اعراض کرگئے۔ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ بیشک تیرا رب ان مین فیصلہ وحکم کردیگا قیامت کے روز جس امر مین وے اختلاف کرتے تھے۔ اسمین تسلی ہے
کہ استعجال مت کرو اور انکے فیصلہ کا وقت عنقریب قیامت مین موجود ہے اور حدیث مین ہے کہ آپ نے دو انگلیان ملائین اور فرمایا کہ مین بھیجا

قیامت کے ساتھ ایسے یعنی جیسے دونوں انگلیاں یعنے نہایت ملا ہو کہ بعد آپ کے کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ چودھویں صدی میں قیامت ہے اس کو اللہ تعالیٰ جانے اور یہ قول قابل تصدیق نہیں کیونکہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کوئی دوسرا نہیں جانتا ہے اور بظاہر بھی فتح قسطنطنیہ و خروج دجال و نزول عیسیٰ علیہ السلام جو یقیناً واقع ہونگے ہنوز باقی ہیں لیکن قیامت قریب ہیں واللہ اعلم

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْــَٔـلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ

سو اگر تو ہو شک میں اس چیز سے جو اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب آگے تجھ سے البتہ

جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۙ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

آیا ہے تجھ کو حق تیرے رب سے سو تو مت ہو شبہ لانے والا اور مت ہو ان میں جنھوں نے جھوٹ بتلایا

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

باتیں اللہ کی پھر تو بھی ہووے خرابی والا جنہیر ٹھیک آئی بات تیرے رب کی وہ نہ مانیں گے

وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ

اگرچہ پہونچیں انکو ساری نشانیاں جب تک نہ دیکھیں دکھ کی مار سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ یقین لائی پھر کام آتا اس کو

اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ

یقین لانا مگر یونس کی قوم جب یقین لائی کھولدیا ہم نے ان سے ذلت کا عذاب دنیا کے جینے میں اور کام چلایا انکا

اِلٰى حِيْنٍ ۝

ایک وقت تک

فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ پھر اگر تو شک میں ہو اس چیز سے جو ہم نے تیری طرف نازل کیا فَسْــَٔـلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ تو پوچھ لے ان لوگوں سے جو پڑھتے ہیں کتاب تورات پہلے علما نے اس آیت کی تفسیر میں اس بنا پر تاویل کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو شک جائز نہیں ہے کیونکہ اگر آپ کو خود شک ہو تو دوسرے کو بدرجہ اولیٰ ہوگا اور نیز حضرت قطعی میں شک کو بال نہیں ہے علاوہ برین اگر شک ہو تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیان ہوا پھر اہل کتاب سے پوچھنے سے بونا یا کافی نہیں پھر شک رفع ہوگا لہذا تاویل ظاہر ہے اور ایسا ہی ظاہری تاویل کا کلام لغو ہوتا ہے جیسے کسی شاعر کی مدح کرے کہ اگر آپ کو شبہ ہو اپنے علم ہونے میں شک ہو تو اپنی تصانیف دیکھئے یعنی آپ کی تصانیف نہایت عمدہ آپ کا علم نہایت ہو گا پھر تاویل قول بیان کی ہے تا کہ لبدیہ کہ بطریق فرض مراد ہے یعنی بالفرض اگر تجھے شک ہو اس قصہ میں جو ہم نے تجھ پر نازل فرمایا ہے یعنی کتاب سے دریافت کرنے سے ایسا ہی کتابوں سے ثابت ہوا مخفی نزدیک محقق ہے اور حاصل یہ کہ یہ قصص جو قرآن میں بیان ہوئے ہیں صحیح ہیں پس کتب سابقہ میں بھی اسطرح بیان کیا اللہ تعالیٰ نے اعلام فرمایا جاتا ہے اور قرآن مجید انکا مصدق ہے پس قرآن کے مصدق ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اہل کتاب مخالف ہو کر تحریف کرتے تھے تو جس امر کی قرآن تصدیق فرماوے وہی صحیح ہے اور بقیہ محرف ہے اور اس میں بشارت ہے کہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ جو نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے بے شک صحیح وحی ہے اور مقصود یہ کہ آنحضرت صلعم کو خوش دلایا اور زیادہ استقامت دی اگرچہ اس سے شک دفع ہونا تو درکنار رہا یہ بھی نہیں کہ ایسا شک ممکن ہو سکے اسی واسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا لا اشک ولا اسئل یعنے میں نہ شک کرتا ہوں

اور نہ پوچھون۔ رواہ قتادہ رح مرسلا ورُوی عن ابن عباس ونحوہ عن سعید بن جبیر والحسن رح اور ابن کثیر رح نے کہا کہ اس مین امت کے لیے
بھی زیادہ تثبیت ہے کیونکہ انکو معلوم ہوگیا کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات اگلی کتب مین موجود ہین قلت وفیہ نظر فافہم۔ اور
بعض مفسرین نے زعم کیا کہ فی الجملہ شک رہا ہو تو قاضی عیاض رح نے شفا مین انکار کیا ہو کہ یہ زعم غلط اور ایسا جائز نہین ہو۔ مترجم
کہتا ہو کہ بے شک قاضی رح نے سچ کہا اور جیسے امکان شک کا زعم کیا وہ خاطی ہو تو وقوع شک کا زعم محض غلط وواہی ہو اور قرآن پاک
مین بسبیل فرض کئی جگہ خطاب ہو نحو قولہ یا ایہا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین الآیہ۔ اور قولہ لئن اشرکت لیحبطن عملک الآیہ۔
باوجودیکہ یقین اس امر کے شرک کرنے کا امکان بھی نہین ہے۔ اور جیسے عیسیٰ کو کہا۔ اذ قال اللہ یا عیسیٰ ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین
من دون اللہ۔ حالانکہ ایسا کہنا مسیح کی طرف سے محتمل بھی نہین ہے بعض نے کہا کہ یہ قطعی تھا کہ رسول اللہ صلعم کو شک نہین ولیکن
اسواسطے خطاب کیا کہ جواب مین تصریح کرے کہ مین کچھ بھی شک نہین کرتا۔ پس سامع کے دل مین صدق کی وقعت عظیم ہو اور نظیر اس کی
قول آہی ملائکہ کو کہ اہٰؤلاء ایاکم کانوا یعبدون۔ بدین غرض کہ تصریح جواب دین بقولہ سبحانک انت ولینا من دونہم بل کانوا یعبدون الجن
الآیہ۔ اور جیسے عیسیٰ سے تصریح برائت کا جواب مقصود ہو الخ جملہ یہ تاویل ہو کہ جیسے سلطان کسی امر مین اپنے امیر کو خطاب کرتا ہو حالانکہ التفصیل اسکی
امیر کے ماتحت لوگون سے مقصود ہوتی ہو ایسے ہی یہان آنحضرت صلعم کو خطاب کیا اور مقصود امت والے ہین خصوص کفار قریش جو یہود اہل کتاب
کو علم والا جانتے تھے پس تنبیہ کی کہ اے قریش اگر تم کو اس مین شک ہو تو جاؤ اہل کتاب سے پوچھ کر مطابقت کر لو۔ اور ثعالبی ومبرد رحمہا اللہ کا یہی
مقصود ہے جو انھون نے کہا کہ معنی آیت کے یہ ہین کہ قل یا محمد للکافر فان کنت فی شک الخ یعنے محمد صلعم پر نازل فرمایا کہ تو کافر ومنکر سے کہہ دے
کہ اگر تجھے اس منزل مین شک ہو تو اہل کتاب سے تصدیق کر لے قلت یہ توجیہ اچھی ہے ولیکن آنحضرت صلعم نے جب کہا کہ مین شک نہین
کرتا اور نہ پوچھون تو معلوم ہوا کہ خطاب آپ ہی کو ہے اور جواب یون ممکن ہے کہ کلام بظاہر آنحضرت صلعم کو تھا تو اسی راہ سے آپ نے
جواب عرض کر دیا اور تحقیقاً امت کو تھا انپر اگر شک کرین گے تو حجت قائم ہو اور اسی سے دفع ہوگیا جو بعض نے زعم کیا کہ یہ توجیہ خلاف
ظاہر ہو کیونکہ اسکا انکار نہین کہ ظاہر خطاب آپ کو ہے پس زعم کرنے والے کو معنوی کلام ہونے سے ذہول ہوگیا۔ وقال الزجاج ان اللہ تعالیٰ
خاطب الرسول وہو شامل للخلق۔ یعنی خطاب آنحضرت صلعم کو کیا اور وہ امت کو شامل ہو اور مراد زجاج کی واللہ اعلم یہ کہ جس کسی کو مخلوق
مین سے شک ہو وہ اہل کتاب سے پوچھے ولیکن بظاہر آنحضرت صلعم کو خطاب کیا تاکہ بدون واسطہ آنحضرت صلعم کے کسی کو خطاب کرنا لازم
نہ آوے۔ اور یہی معنی ہین جو بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین۔ فان کنت ایہا السامع فی شک مما انزلنا الیک اے بواسطہ نبیک انزلنا الیک بالجملہ
تاویلات دو وجہ ہین اول آنکہ خطاب آنحضرت صلعم کو اور آپ ہی مقصود از خطاب بھی ہین تو کلام بطریق فرض ہو۔ یعنے بالفرض اگر تجھے شک ہو آلخ
اور دوم یہ کہ خطاب آپ کو ولیکن آپ مقصود نہین ہین کیونکہ کبھی خطاب سے دوسرا مقصود ہوتا ہو جیسے تعریض وغیرہ مین محاورات معروف ہین تو اس صورت
مین جو مقصود ہو وہ امت ہو یا ہر سننے والا۔ اور بعض نے کہا کہ خطاب کبھی شاید غیر کو ہووے ولیکن بعید ہو اور احسن وجہ دوم ہو کیونکہ افید واشمل ہے
چنانچہ ظاہر خطاب سے آنحضرت صلعم نے کہا کہ مین نہ شک کرون نہ پوچھون اور مقصود خطاب سے امت والون کو تثبیت ہو۔ قال البیضاوی اسمین
تنبیہ ہو کہ جب دین مین کسی کو شبہہ پیش آوے تو فوراً اہل علم یعنے قرآن وحدیث جاننے والون سے پوچھکر تسکین کرے قلت بہت ضروری ہو ورنہ وسوسہ
شیطان قبول کرکے غوطہ کھانے لگیگا کیونکہ درحقیقت اسکو علم آلہی واسرار سے خبر نہین اور حق تعالےٰ نے جو دین مستقیم بھیجا بے شک نہایت صحیح ومضبوط ہو اسمین
نہی ہی سمجھ کا قصور ہوگا ورنہ کسی شبہہ کو گنجایش نہین ہو۔ لقد جاءک الحق من ربک تحقیق ہو کہ آگیا حق تیرے رب کے پاس سے ایسا حق واضح بدلائل

قاطعہ کہ جس میں شک کو دخل نہیں۔ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ پس تو مت ہو جیو ان لوگوں میں سے جو شک کرتے ہیں یعنی یقین سے
متزلزل ہونا تثبیت کا ہے [illegible] اور تعریض ہے کافروں منکروں پر کہ باوجود واضح حق کے شک کرتے ہیں پس یہی رہے لیکن فلا تکونن فاء
تفریع ہے قولہ فان کنت فی شک الخ پر۔ اور قولہ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ یہ تفریع ہے لقد جاءک الحق پر یعنی حق
آگیا تو مت ہو جیو ان کافروں سے جنہوں نے آیات الٰہی کو جھٹلایا فَتَكُونَ مِنَ الْخَاسِرِينَ کہ تو زیان کاروں سے ہو جاوے۔ یعنی اگر
بالفرض جھٹلانے والوں میں سے ہوا تو زیان کاروں میں سے ہو جائیگا یہ بھی تثبیت ہے اور کافروں و اہل کتاب پر تعریض ہے کہ آیات الٰہی
کی تکذیب کر کے زیان کار ہو گئے اور جو کوئی ان کو دنیا میں بادشاہی کی حسرت پر جائے وہ خود آخرت سے کافر ہے کیونکہ متاع دنیا
نے دنیا سب ملعون اور یہ زندگی [illegible] ناپائدار ہے [illegible] یہ معلوم ہے اور سارا دنیا کی نعمتیں تو اسوجہ سے ملاقی ہیں کہ یہاں
والا ان کے ذریعہ سے درجات آخرت اس امتحان میں کامل ہو کر حاصل کر لیتا ہے۔ فائدہ واضح ہو کہ کفار قریش یہی جہالت سے یہی
سمجھا کرتے کہ آنحضرت صلعم شاید ہمارے دین کی طرف رجوع کریں اور دین تو اس آیت سے کافروں کی طمع کاٹ دی اور یہ بیان ہے جیسے
قولہ فلا تکونن ظہیرا للکافرین پھر جب اہل الشرک پر اس طرح حجت قائم کی و اہل کتاب پر اس طرح ہے کہ کتب سابقین میں نعت
وصفت و بعثت آنحضرت صلعم صریح ہے۔ کما قال تعالیٰ النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیۃ وقال یعرفونہ کما
یعرفون ابناءہم الآیۃ۔ باوجود اس کے اہل الشرک کو شک نہ رہا اور اہل کتاب کو محض دنیا و حسد و عناد و تحریف و تبدیل کی باتیں تھیں پھر
تو فرمایا۔ اِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ بیشک جو لوگ ہیں کہ ان پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہو چکا کہ یہ
لوگ اصرار کر کے کافر مرینگے اگرچہ [illegible] تو بھی ایمان نہ لاوینگے وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ اگرچہ
آجاویں ان کے پاس سب نشانیاں یعنی جو ازلی کافر [illegible] ہیں اگر اس امتحان کو [illegible] آخرت پر ایمان [illegible] کے سے
اللہ تعالیٰ کا رسول اپنی رسالت پر آخرت و [illegible] نشانات [illegible] تو بھی ایمان نہ لاوینگے
حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ یہاں تک کہ عذاب الیم دیکھیں پس جب عذاب الیم [illegible] و آخرت کا دیکھ لیا تو خواہ [illegible] ایمان لائینگے
اسوقت کوئی نفع نہیں ہو چنانچہ فرعونیوں نے تمام معجزات باہرات دیکھے اور عجیب عجیب وقائع ان کو پیش آئے اور محسوسات کی پابندی
ان کی طینت تھی اسی کے معجزات تھے مگر ایمان نہ لائے اور جو ایمان لاتا ہے [illegible] توفیق و فضل الٰہی سے بصیرت والا ہو کر ایمان
لاتا ہے اگرچہ ایک معجزہ بھی نہ دیکھے کیونکہ علم معانی و اسرار [illegible] گویا اسرار [illegible] ہو گا کیونکہ [illegible] معجزہ تو
اسواسطے تھا کہ ان کی راہ چلے تب معانی تک پہونچے پھر [illegible] قدم رکھے اور مومن تو پہلے ہی معانی تک پہنچ گئے اسواسطے اس امت
میں جو مومن ہوئے مثلاً اصحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کہ علوم القرآن [illegible] یقین کے ساتھ خوب [illegible]
تھی کہ اب تک امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات راہ استقامت میں محکم اصول [illegible] ہے اور ان کے [illegible] کافروں کو
خبر نہیں ہو سکتی ہے پس اس معجزہ دیکھنے کے ایمان والے دارالآخرۃ تک [illegible] زندگی میں ہو پہنچے بدلیل حدیث حارثہ بن مالک جو سابق میں
گذر چکی بخلاف بنو اسرائیل وغیرہ کے جو محسوس معجزات پر ایمان لائے [illegible] وہ بصیرت [illegible] سے معانی تک پہنچیں پھر دارالآخرۃ
تک رسائی ہو اسی واسطے بیچ ہی میں کہیں گوسالہ پوجنے لگے اور کہیں بت پرست ہوئے اور جو انکی پیروی [illegible] میں معانی سے محض
لا یعقل ہیں ان محسوس چیزوں میں بڑی دستگاہ رکھتے ہیں جس سے ان معانی کو نفرت ہے کیونکہ اسکا کوئی [illegible] سوائے حیات

دنیا میں متاع دنیاوی کی کثرت حصول کے اور یہ خود ہیچ ہے لہذا جن لوگوں کو محسوس کی پیروی ہے وہ آخرت کے معانی پر شکوک رہتے
ہیں اگرچہ حسّی معجزات پر ان جاویں اسی واسطے قریش کو اللہ تعالےٰ نے یہ قصص سنائے اور فرمایا وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب
بہا الاولون وآتینا ثمود الناقة مبصرة فظلموا بہا وما نرسل بالآیات الا تخویفا۔ بیان سے انزال معجزات سے خالی تخویف کا فائدہ ہونے کی
وجہ بھی ظاہر ہوگئی۔ پس قریش جو وہی تباہی معجزے محسوسات کے مانگتے تھے اسی وجہ سے نہ دیئے کہ یہ مطبوع کافر کی علامت ہے کہ
خالی محسوسات پر ایمان لاوے تو وہ معانی تک کب پہونچیگا لہذا ہر معجزہ اسکو کارآمد نہ ہوگا جیسے فرعون کو کارآمد نہ ہوا حتی کہ اس نے
عذاب الیم دیکھا اور اسوقت ایمان بیکار ہے پہلے جب عالم محسوس میں غیب الآخرة پر ایمان لاتا تو ان آیات معجزات سے البتہ نفع پاتا مگر
مطبوعی مقدری کافر کو کچھ نفع نہیں دیتا ہے لہذا فرمایا۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ اے فہلا کانت اہل قریة آمنوا الخ۔ یعنے یہ شہروں
والے جنکو آخر ہم نے ہلاک کر دیا ہے عذاب دیکھ لینے سے پہلے کیوں نہیں ایمان لائے اور فرعون کی طرح اس عذاب دیکھنے تک نہ تاخیر کی ہوتی
فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا کہ اس شہر والوں کو انکا ایمان نفع دیتا اور ضائع ہو وقت بیکار نہ تھا کیونکہ معائنہ سے پہلے وقت امتحان ہی میں ایمان
واقع ہوتا ہے بخلاف فرعون کے کہ عذاب معائنہ کرنے کے وقت ایمان لایا تو بیکار گیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ایک قوم کو استثنا کیا بقولہ۔ إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ
علماء نے اس استثنا میں کلام کیا کہ منقطع ہے یا متصل ہے پس دونوں ہوسکتے ہیں تو منقطع ہونے کی صورت میں تقریر یہ ہے کہ فلولا بمعنی ہلّا حرف
تحضیض ہے جسکے معنی آمادگی دلانے و برانگیختہ کرنے و ابھارنے کے ہوتے ہیں پس قولہ فلولا کانت قریة آمنت فنفعہا ایمانہا۔ سے اہل عبرت و موجودہ
لوگوں کو آمادگی دلائی کہ اگلے قریات یعنے عذاب سے برباد ہو جانے والے قریہ کے لوگوں میں سے کسی قریہ والوں نے یوں کیوں نہ کیا کہ دیر نہ کرتے
اور شک میں نہ پڑے رہتے کہ دیکھو عذاب کی وعید معلوم نہیں سچ ہے یا جھوٹ ہے بلکہ ایمان لے آتے تاکہ انکو وقت تکلیفی یا ایمان غیب میں ایمان
نافع ہوتا کیونکہ عذاب واقع ہو جانے و گھیر لینے سے پہلے ہوا پھر قوم یونس کو بیان کیا کہ لیکن قوم یونس اسکا یہ حال ہوا کہ اسنے عذاب واقع ہونے
کے قریب تک تاخیر کی تھی لیکن ہنوز عذاب واقع نہوا تھا کہ ایمان لے آئے۔ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا پھر جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے اُنسے دور کر دیا عذاب خواری کو حیات دنیا میں۔ وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَىٰ حِينٍ اور تمتع دے دیا انکو
ایک وقت تک یعنی انکی آخر زندگی مقدری تک کہ وہ وقت موت ہے۔ آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کفار پر جو عذاب آتا ہے وہ عذاب
الخزی ہے یعنے دنیا میں خوار کر دیئے گئے اور بعد اس کے موعود عذاب الآخرة وہ عذاب جہنم بہت سخت ہے اعوذ باللہ منہ اور یہاں محسوس
نہیں ہے تاکہ امتحان میں کلام الٰہی کی تصدیق کرنا ظاہر ہو۔ بالجملہ اگر استثنا منقطع ہے تو الا بمعنے لکن ہے اور طیبی رحمہ نے کہا کہ قریہ سے مراد
اسکے لوگ ہیں جنکے حق میں یہ وصف صحیح ہے کہ فلولا کانت الخ کیوں نہ ایمان لائے کہ انکو نفع دیتا انکا ایمان پس وہ ایمان سے موصوف نہوئے
بخلاف قوم یونس کے کہ ایمان سے موصوف ہوئے تو گویا مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ دونوں دو جنس مختلف ہوئے تو استثنا منقطع ہوا اور اس صورت
میں استثنا متصل کرنے سے معنی بگڑ جائینگے اسلئے کہ لولا حرف تحضیض ہے تو یہ معنے ہوئے جاتے ہیں کہ ہلاک کیے ہوئے قریات کو ایمان نافع پر
آمادگی دلائی سوائے قوم یونس کے۔ حالانکہ مراد یہ کہ ایمان نافع کیوں نہ لائے قریات ہالکہ اور بے ایمان مرے ولیکن قوم یونس کو ایمان ۴
نافع مل گیا۔ یہ تو استثنا منقطع کی تقریر تھی۔ اب رہا یہ کہ استثنا متصل بھی ہوسکتا ہے اسکی یہ تقریر ہے کہ لولا اگرچہ حرف تحضیض ہے مگر متضمن معنے
نفی کو ہے چنانچہ لولا آمنت کے معنی کیوں نہیں ایمان لائے۔ پھر چونکہ یہاں تحضیض کے معنی حقیقی خود ان قریات ہالکہ کے حق میں نہیں ہیں
کیونکہ وہ تو ہلاک ہو چکے اب انکو آمادگی کیونکر ہوگی بلکہ آمادگی کا فائدہ موجودہ قریات و پچھلوں کو ہے لہذا قریات ہالکہ کے حق میں گویا نفی ایمان نافع کا

بیان ہے گویا یون کہا کہ آمنت قریۃ بالایمان النافع الا قوم یونس یعنی کوئی گانون والے ایسا ایمان نہ لائے جو انکو نافع ہوتا سوائے قوم یونس کے
اس تقریر سے استثناء متصل درست ہے حاصل آنکہ جملہ منفی ہے اور استثناء سے منفی کا اثبات قوم یونس کے لیے ہے۔ وقال البیضاوی بعض قراءۃ میں
قوم یونس بالرفع بنا بر بدل ہونے کے پڑھا گیا تو یہ استثناء متصل ہونے کا مؤید ہے۔ مختصر قصہ قوم یونس جو انشاء اللہ تعالیٰ سورۂ صافات میں مفصل بیان
کیا جائیگا یہ ہے کہ یونس نینوی کو جو بیرون موصل ہے بھیجے گئے مگر اس شہر والون نے انکو جھٹلانے پر اصرار کیا تو انکو عذاب کا خوف دلایا کہ
تین روز تک یا چالیس روز تک تم پر عذاب آویگا مگر انھون نے پروا نہ کی پس یونس وہان سے نکل گئے پھر جب میعاد قریب آئی تو آسمان
دھوان دھار ہو گیا اور لٹک کر انکے شہر کے گرد چھا گیا یعنی ہیبت ناک ہوا حضرت یونس کو ڈھونڈنے دوڑے کہ نہ پایا اور عذاب کا انکو یقین ہو گیا
اور حضرت یونس کو رسول برحق جان گئے پس فقیرون کے ٹوٹے کپڑے پہنکر عورتین بچے و جانورون سمیت پرپٹ میدان مین نکل گئے اور ہر مرد و عورت
و مان و بچہ کو جدا کر دیا اور آپس مین گریہ و زاری شروع کی اور صدق دل سے اخلاص کے ساتھ توبہ کی اور سخت نادم ہوئے اور رو رو کر ایمان لانے کا
جناب باری تعالیٰ مین اظہار کیا اور چالیس روز تک یہی حالت رہی اور اپنی حماقت پر نہایت غم کے ساتھ ہراسان تھے اور کھانے پانی سے
متنفر پس ارحم الراحمین ذوالجلال والاکرام نے رحم فرمایا اور عذاب ان سے دور کر دیا اور جمعہ کے روز دسوین محرم کو واقع ہوا۔ ابن کثیرؒ نے قولہ
فلولا کانت قریۃ آمنت الآیۃ مین معنی استثناء کی لطیف توجیہ کی طرف اشارہ کیا اگرچہ بنظر سیاق کے بعید ہے چنانچہ کہا کہ اگلی امتون مین سے جہان
جہان رسول بھیجے گئے سبھون نے تکذیب کی۔ کما قال تعالیٰ۔ وکذلک ما اتی الذین من قبلہم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون۔ وماننداسکے آیات
کثیرہ مین کقولہ یا حسرۃ علی العباد ما یاتیہم من رسول الا کانوا بہ یستہزؤن۔ اور حدیث صحیح مین ہے کہ انبیاء مجھ پر پیش کیے گئے تو گذرنا شروع ہوئے پس کوئی
نبی گذرا کہ اسکے ساتھ چھوٹے سے آدمیون کے گروہ تھے اور کسی نبی کے ساتھ ایک ہی مرد تھا اور کسی کے ساتھ دو مرد اور کوئی تھا کہ اسکے ساتھ
ایک بھی نہ تھا پھر امت موسیٰ کی کثرت پھر سب سے بڑھکر اپنی امت کی کثرت بیان فرمائی۔ بالجملہ غرض یہ کہ قری مذکورہ مین سے کوئی قریہ
تمام و کمال اپنے نبی پر ایمان نہ لایا کہ اسکو ایمان بچاتا سوائے قوم یونس کے کہ نینوی کے رہنے والے تھے سب کے سب ایمان لائے۔ پھر قتادہ سے تفسیر
قوم روایت کیا کہ کسی قریہ کو بعد کفر کے عذاب آجانے پر ایمان لانے سے کچھ نفع نہ ہوا کہ چھوڑے جاتے سوائے قوم یونس کے کہ جب عذاب قریب ہوا
تو اللہ تعالیٰ نے انکے دلون مین توفیق توبہ ڈالی اس طرح کہ فقیرون کے کپڑے پہنے آخر تک نقل کیا چالیس رات انکی گریہ و زاری مصرح ہے
اور قتادہ نے کہا کہ ہم سے ذکر کیا گیا کہ نینوی زمین موصل سے ہے۔ پھر کہا کہ ایسا ہی ابن مسعود و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہم سلف صالحین رضی اللہ
عنہم سے مروی ہے اور کہا کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بجائے فلولا کانت کے فہلا کانت پڑھتے تھے قلت کلاہما واحد۔ پھر کہا کہ ابو عمران نے ابو الجلد سے
روایت کی کہ انھون نے اس حال مین اجتماع عالم کے یہ دعا مانگنی شروع کی تھی یا حی حین لا حی ویا حی محیی الموتیٰ ویا حی لا الہ الا انت۔ یعنے
ان پاک اسماء و صفات سے دعا مانگتے تھے۔ قلت کانہم ارادوا الاسم الاعظم الذی اذا دعی بہ استجیب وقد مر انہ اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم احد ثلث
بالاسم فیہا الاسم الاعظم۔ اور فضیل بن عیاض رحمہ سے روایت ہے کہ انکی یہ دعا تھی کہ اللہم ان ذنوبنا قد عظمت الخ یعنے اللہم رب ہمارے بے شک ہمارے
گناہ بڑے و بھاری ہین لیکن تو رب ہمارا سب سے اعظم و اجل ہے ہمارے حق مین وہ کر جو تیری شان کے سزاوار ہے اور وہ مت کر جسکے ہم
مستوجب ہین۔ قلت دعا مین دونون اچھی ہین لیکن یہ امر کہ انکے الفاظ کیا تھے تو اسکو اللہ تعالیٰ عز و جل جانتا ہے وہو اعلم بالصواب۔ پھر واضح ہو
کہ آیت مین عذاب دور کرنا حیات دنیاوی مین مذکور ہے اس سے مفسرین کے دو قول ہوئے ایک یہ کہ فقط دنیا مین وے عذاب اخروی سے
بچے جیسا کہ آیت مین ہے اور عذاب آخرۃ آخرت انپر باقی ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ نہین بلکہ دونون عذاب سے نجات پائی بقولہ تعالیٰ

وارسلناہ الی مائۃ الف او یزیدون فآمنوا فمتعناہم الی حین الآیۃ۔ پس انپر مومن ہونے کا اطلاق کیا اور ایمان عذاب آخرت سے نجات
دینے والا ہے۔ قال الحافظ اور یہی قول اظہر ہے واللہ اعلم۔ قلتُ اسی قول پر یقین و جزم نہیں کیا کیونکہ آیہ ارسلناہ اخیر میں مچھلی کے پیٹ
سے نجات دینے کے بعد ارسال بیان فرمایا ہے اور نینوی سے نکل جانے کے بعد مچھلی کا واقعہ ہے تو محتمل ہوا کہ شاید یہ دوسری قوم ہو۔ اور
خروج مغاضبا کے بعد مچھلی کا واقعہ بدلیل حدیث ابن مسعود رض ہے جو آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ یونسؑ نے اپنی قوم کو دعوت فرمائی
انھوں نے قبول سے منہ موڑا تو انکو آگاہ کر دیا کہ فلاں روز اسطرح تمپر عذاب آویگا اور خود نکل گئے اور انبیا جب اپنی قوم کو عذاب کا وعدہ
دیتے تو خود نکل جاتے تھے پھر جب قوم پر عذاب نے اپنا سایہ ڈالا تو نکلے اور عورت و اسکے بچہ میں اور بکری و اسکے بچہ میں جدائی کردی اور
اللہ تعالے کی جناب میں چلا چلا کر رونا شروع کیا اور اللہ تعالے نے انکا صدق جان لیا پس انکی توبہ قبول فرمائی اور عذاب انسے پھیر دیا
اور یونس علیہ السلام راستہ میں بیٹھے راہگیروں سے خبر پوچھتے تھے کہ ایک آدمی گذرا اس نے بیان کیا کہ انھوں نے ایسا ایسا کیا تو کہا کہ میں
ایسی قوم پاس پھر جاؤں جنھوں نے مجھے جھٹلایا اور وہاں سے چلدیے درحالیکہ مغاضبت یعنی مراغم تھے۔ رواہ ابن مردویہ۔ قلتُ حدیث میں
فوائد بہت میں ازانجملہ یہ کہ قریش پر کچھ عذاب نہ آیا جب تک آنحضرت صلعم وہاں تھے پھر جب ہجرت کرکے مدینہ آگئے تو دوسرے ہی سال بدر میں
قریش کو بطریق سزا کے تھوڑی مار دی گئی جو بڑے معجزہ کے طور پر آیات الٰہی سے واقعہ ہوا باوجودیکہ آنحضرت صلعم انکی ہلاکت کی خواہش
نہیں کرتے تھے بدلیل آنکہ بحکم الٰہی جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ آپ چاہیں تو ان گستاخوں کو ہلاک کیا جاوے آپ نے شکر الٰہی کے بعد درخواست کی
کہ پروردگار مجھے امید ہے کہ ان کے نطفہ میں ایمان والے پیدا ہونگے۔ اور جو قنوت میں آپ نے ولید بن الولید وغیرہ کی رہائی کے لیے دعا کی
اور ابوجہل وغیرہ کے اوپر لعنت کی تو یہ درخواست عذاب نہیں ہے بلکہ رحمت سے مطرود اور کفر پر مرنا ہوگا اور یہ دوسری بات ہے چنانچہ
ابوجہل کافر مرگیا۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ قوم یونس سے عذاب آخرت دور ہونے پر یقینی دلیل ملتی ہے اسطرح کہ جب قبل عذاب نازل ہونے کے
توبہ کی توفیق و ایمان پایا تو وقت تکلیف ثابت ہے اور یونس علیہ السلام پر مدت تک انکا ایمان لانا معلوم تو قطعاً مومن ہوئے پھر شک کی کوئی
وجہ نہیں ہے اور رہا یہ کہ آیت میں کشف عذاب مقید بحیات دنیا ہے تو فائدہ اسکا یہ ہے کہ یوں وہم نہ کیا جاوے کہ شاید قبول ایمان واسطے دفع
عذاب آخرت ہو مگر دنیا میں عذاب دیدیا گیا ہو جیسے گوسالہ پوجنے والے بنواسرائیل سے قبول توبہ و دفع عذاب آخرت میں دنیاوی قتل دور
نہوا اور جیسے محصن زناکار سے دنیاوی سنگسار کیا جانا دور نہیں ہوتا اگرچہ ایسے شخص سے توبہ قبول بلکہ آخرت کے عذاب سے نجات ہونا محض
خصوص وقائع میں صحیح حدیث میں آیا ہے اور خصوص وقائع کی قید سے مترجم نے اشارہ کیا کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک عذاب آخرت ہونا کل
بحکم حق تعالے ہے چاہے عذاب کرے اور چاہے عفو کرے جو کہ امید ہے اور دنیاوی سزا سیاست شرع ہے نہ تطہیر ذنوب اور حدیث میں جن بعض کے
حق میں تطہیر ذنوب آیا ہے وہ خاص واقعہ اسی شخص نیک کے ساتھ تھا اور لوگ آپس میں حسب نیات و صدق وغیرہ کے متفاوت ہوتے ہیں
پس سب کا ایک قیاس نہیں ہوسکتا۔ فافہم فہذا ح المترجم ولا یخفی بہ لفسہ فحلہ یحق الیہ غیرہ واللہ اعلم۔ ف۔ فی العرائس فی اشارات تلک
الآیات قولہ تعالے فان کنت فی شک الآیۃ واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ازل میں تو مصطفے رسول نبی مکرم مخصوص بمقام محمود و
شفاعت کبری و سردار انبیاء تھے لیکن دنیا میں موافق سنت الٰہیہ عزوجل کے اصطفائیت ازلی تک وصول کے منازل میں جب ابتدا تک
پہنچے ہی ذرائل نبوت و رسالت وارد ہوئے اور ہنوز حال میں صرحیت حاصل نہ تھی کیونکہ ابتدا تھی تو حال و سرباطن میں معارضہ ہوا
کہ آپ کو حال کم ہونے کا خوف ہوا پس حق تعالے نے خطاب خاص سے تسلی فرمائی اور اگلی کتابوں کی طرف حوالہ دیا کہ انمیں ازلی اصطفائیت

وفضائل وعموم رسالت وکمالات کاملہ مذکور چلے آتے ہیں جن سے اطمینان ہو کہ کسی حال سے ان میں وصف ایمانیت میں تغیر نہ ہوگا کچھ ضرورت ہو اور
فی الجملہ امتحان میں سنت الٰہی عزوجل جاری ہے۔ قال تعالیٰ اور ہم نے ... ان سلسلے خطاب ووحی میں فترۃ ہونا برداشت کا
مقام ہے اور اسی میں حال جاتے رہنے سے خوف تھا کیا تو نہیں دیکھتا کہ شوق خطاب ووحی اور انتظار پیک خوش خبر جبرئیل میں زمانہ فترۃ الوحی
میں کیونکر کوہ حرا سے اپنے آپ کو گرانے کا قصد کیا تھا یہاں تک کہ جبرئیل نے حاضر ہو کر سلام الٰہی و وحی سے تسلی وتسکین دی اور کیسے کہا تھا کہ
زملونی زملونی مجھے اڑھاؤ پس خواطر بشری یہاں کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اگرچہ شان شیخ ہو اور مشاہدہ قدم اگرچہ ثابت ہو ... کہ
صدیقین کے دلوں تک پہونچا اور ارواح مقربین کو فنا کردیا جو کچھ من معارضۃ نفس سے پیدا ہو وہ معارضہ از جانب حق سبحانہ وتعالیٰ بطریق
امتحان وعبرت کے واقع ہوتا ہے تاکہ طالب صادق پر آفتاب عنایت وسعادت سایہ افگن ہو پس حق یہ ہے کہ ایسے مقامات سے تعجب ہو بھلا
تو نہیں دیکھتا کہ کیونکر آنحضرت صلعم نے فرمایا انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ یعنی میرے دل پر کچھ دھندلاہٹ سی چھا جاتی
ہے اور میں ہر روز ستر بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں قلت قد رواہ مسلم اور نیز آپ نے فرمایا نحن اولیٰ بالشک من ابراہیم الحدیث یعنی ابراہیم
علیہ السلام کی بہ نسبت ہم کو بدرجہ اولیٰ شک کرنا چاہیے تھا آخر الحدیث وہو متفق علیہ ولیکن تو ہوشیار ہو کہ ایسا کچھ ... نہیں ہے
بلکہ محض معارضۃ نفس دفع کرلیے اور حضرت ... کہ اس حال میں قبل استقامت کے حکم کرنے ... جب استقامت
ہو جاوے تو نہیں دیکھتا کہ بعد استقامت کے فرمایا کہ لا اشک ولا اسئل یعنی نہ شک کرتا ہوں اور نہ پوچھتا ہوں۔ قال المترجم یہ حدیث تو اس آیت کے
نزول پر فرمائی تھی لہذا اگر کوئی کہے کہ آیت ابتدائی حالت ہو تو اس وقت دریں استقامت کے کیا معنی ہیں تو مترجم کی طرف سے جواب ہے کہ شیخ عارف کا یہ
منشا نہیں ہے کہ ابتدائی حال میں آپ سے شک واقع ہوا بلکہ اس تمام تقریر سے اصل یہ مقصود ہے کہ آپ سے بسبب الذات ... شک
ممکن تھا اگرچہ معمولی باتیں ایمان آخرت کی ایسی نہیں کہ ... کیا کہ شک ہو تو قولہ فان کنت فی شک بطریق فرض صادق ہونے کے لیے اتنا ہی
کافی ہے ولیکن آپ سے کبھی شک کا وقوع نہیں ہو سکتا تھا الا کبھی نہ شک کیا اگرچہ استقامت کا مرتبہ حاصل ہو جانے پر خطاب آئندہ نازل ہوا ہے
مترجم کہتا ہے کہ در اصل لفظ شک کی تحقیق سے غفلت ہے جس سے اشکال وارد ہوتا ہے لہذا واضح ہو کہ شک عوام میں مداخلت اوہام ان کے عقول کے
ادراک میں بطریق خلط یا معارضہ ہے پس یہ عوام ہی سے مخصوص ہے کیونکہ ہم کو مداخلت الٰہی ہے اور وہاں درک عقل ومشاہدہ سے بالاتر ومشاہدہ
قلب میں بعض معانی ہوتے ہیں جیسے ... نہیں کیونکہ جب تک کیفیت طاری نہ ہو تب تک درک نہیں ہوسکتا اور لیکن اسکی
تو نحن اولیٰ بالشک ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کو شک یعنی ... نہیں تھا جو منافی ایمان ہو بس یہ کہ قولہ قال اولم تؤمن قال بلیٰ ولکن لیطمئن
قلبی صریح ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو تصدیق کامل تھی پھر کسی بات میں شک کے کیا معنی ہیں لہذا شک کے لفظ سے وہ معنی نہیں مراد ہیں جو عوام کے
خیال میں متبادر ہوتے ہیں بلکہ یعنی ... منافی تصدیق کامل نہیں۔ فان قلت فما ... من صفات ... الکامل
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ہوتا ہے پس قدم مین حدوث مضمحل ہوا اور قدم کو دیکھا اور نہین دیکھا کہ مین نے قدم کو بحدوث دیکھا پس ان دونون دیدار مین مدہوش ہوکے کہ خطاب ازل سنتے تھے پس انوار قدم مین حدوث کو متکلف بافعال پاتے تھے اور یہ امر عجیب ہے۔ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ قولہ فان کنت فی شک مما انزلنا الیک ای مما شرفناک وفضلناک یعنی اگر شک ہو اس مین جو ہم نے تجھے فضل و شرف دیا ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لے کہ وے کیونکر تیرے اوصاف جمیل وفضائل شریف کو اگلی آسمانی کتابون مین مفصل پاتے ہین۔ قولہ تعالے ان الذین حقت علیہم کلمت ربک ہر ازلی نے ازل سے قہر ولطف کے لیے الگ چاہا کہ ہر ایک اپنے مقام سے صادر اور اسی طرف راجع ہوا اور انکے اوصاف متفاوت ہون پس حق سبحانہ تعالے نے اس سر کو اپنے کلمات سے اہل سعادت کے سعید ہونے اور اہل شقاوت کے شقی ہونے کا جواب دیا پس نشان لطف مقبولون کے چہرون پر اور نشان قہر مقہورون کے منھ پر لازم ہوئے لہذا اہل لطف تو ازل سے ابدتک لطف مین ہین اور جو کچھ ازلی ارادۃ ومشیت واحکام قضاء وقدر صادر ہوتے ہین انکو قبول کرتے ہین اور اسکے برعکس حال اہل قہر کا ہے کہ ازل سے ابدتک قہر مین ہین کہ احکام ازل سے مخالفت قہری لیتے ہین سوا سطے انکو آیات الہی وانبیاء واولیاء نظر نہین آتے بلکہ برعکس دیکھکر مخالف ومنکر ہین واسطی رحمہ نے کہا کہ جسکو نور ازلی نہین ملا وہ صفاء وقت نہین جانتا کیونکہ یہ نتیجہ نور ازل ہے قلت یہ تبدیل عبارت ہے اور اصل حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے نے مخلوق کو تاریکی مین پیدا کیا اور اسپر اپنا نور چھڑکا جسکو پہونچا وہ مومن ہوا اور جسکو نہ پہونچا وہ منکر ہوا۔ قولہ تعالے لما آمنوا کشفنا عنہم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا اس سے آگاہ کیا کہ شان مشیت الہی ہر عقل وفہم سے باہر ہے چنانچہ طریقہ ہوا خذہ یہ تھا کہ بعد معائنہ عذاب کے پھر کسی طرح چھٹکارا نہ ہو مگر یہان قوم یونس کی تضرع وعاجزی وزاری کو قبول فرمایا اس سے استفادہ ہوا کہ امر الہی سجانہ بمقدار معقول نہین ہے اور کسی درک کو اسکی حکمت مین مجال نہین ہے۔ قوم یونس نے تضرع کیا تو صبح وصال نے مطلع جمال سے بعد گم ہونے تاریکی ضلال کے طلوع فرمایا اور آفتاب الوہیت کے انوار نے انکو تاریکی قہر سے چھڑالیا کیونکہ رحمت اس کی غضب پر سبقت لیے ہوئے ہے اور اگر کشف نہوتا تو پردہ انکار مین رہکر جل جاتے ورنہ جبکہ ایمان لائے بعد کشف انوار کے انکے دلون مین تو دوری فراق کا عذاب ان سے دور ہوا قلت یہ اشارہ ہے پھر حق تعالے نے بیان فرمایا کہ اہل اختصاص واصطفائیت بدون کسی علت واکتساب کے محض مشیت ازلیہ ہے اور اجماع ہے کہ نبوت محض فضل ربانی ہے اور یقین ہے کہ ولی کسی اپنے فعل سے نہین ہوجاتا الا کرم ولطف سابقہ ہے کہ جس قوم کو چاہا بلند کیا یعنے ایمان وعرفان دیا اور جس قوم کو چاہا پست کیا یعنے کفر وضلالت مین ڈالا پس تصریح کردی کہ چاہتا سب کو ولی کردیتا بقولہ تعالے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ط اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى

اور اگر تیرا رب چاہتا یقین ہی لاتے جتنے لوگ زمین مین سارے ہین تمام اب کیا تو زور کریگا لوگون پر تاکہ

يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى

ہوجاوین باایمان اور کسی جی کو نہین ملتا کہ یقین لاوے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہے گندگی اُنپر

الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

جو نہین بوجھتے

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ۔ اور اگر چاہتا تیرا پروردگار اے محمد صلعم تو ضرور ایمان لاتا ہر وہ شخص جو زمین مین ہے۔ كُلُّهُمْ سب کے سب کہ کوئی ان مین سے چھوٹا نہ رہتا۔ جَمِيْعًا درحالیکہ مجتمع ہوتے ایمان پر اور کوئی مختلف نہوتا۔ اسمین صاف

حجت ہو کہ اللہ تعالے نے سب مجموع کا ایمان نہیں چاہا اور جسکا ایمان اسنے چاہا وہ ضرور ایمان لاوے گا پس اسی کی مشیت پر ایمان و کفر ہے تو اسی کے ارادت ایمان والا ہو جاتا ہے اور اُسی کی مشیت سے کافر ہوتا ہے پھر چونکہ آنحضرت صلعم یہ حرص کرتے تھے کہ تمام روئے زمین کے لوگ مومن ہو جاویں اور غمناک ہوتے کہ کیوں مومن نہیں ہوتے تو اس آیت میں تسلی فرمائی اور تصریح کر دی کہ۔ اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ کیا تو اکراہ کرتا ہے لوگوں پر حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ یہانتک کہ مومن ہو جاویں یعنی بطریق استفہام انکاری فرمایا کہ جو امر کہ اللہ تعالے نے کسی قوم سے نہیں چاہا ہے کیا تو انکو اکراہ کرتا ہے کہ مومن ہی ہو جاویں پس خلاف مشیت الٰہی نہیں ہوگا اور قولہ افانت ضمیر کو بجز فعل پر مقدم کرنے میں دلالت ہے کہ خلاف مشیت کے ہونا محال ہے تو اکراہ کرنے سے اسکا حاصل کر لینا ممکن نہوگا اور جب تو اکراہ کر کے حاصل نہیں کر سکتا تو تیرے معمولی طریقہ سے جو وعظ و نصیحت و آمادگی دلانا وغیرہ ہو بدرجہ اولی وے مومن نہونگے اور بیضاوی نے ذکر کیا کہ بعض روایت میں اس کا سبب نزول یہی ہوا کہ آنحضرت صلعم اپنی قوم کے مومن ہو جانے کو بہت چاہتے تھے بالجملہ اللہ تعالے عز و جل کی حکمت بالغہ کو کوئی آدمی یا مخلوق ہو ہرگز احاطہ نہیں کر سکتا کیونکہ اسکا علم غیر متناہی ہے پس ضرور اسکی حکمت ہے کہ سب کے سب مجموع ایمان نہ لاویں اور ہم کہتے ہیں کہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو اس نے سب کا ایمان چاہا یا نہیں چاہا پس اگر چاہا تو خلاف اسکے چاہنے کے کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ وہ کسی امر میں عاجز نہیں ہے اور اگر نہیں چاہا تو بھی کیونکر خلاف ہو سکتا ہے اسی واسطے معلوم ہوا کہ اُسنے سب کا ایمان نہیں چاہا اور نہ سب مومن ہوتے تو ہمیں اسکی حکمت بالغہ میں عدل و انصاف ہے پس آنحضرت صلعم کو منع کر دیا کہ جو تونے چاہا ہے اسکے خلاف تم حرص مت کرو۔ اور بہتیری آیات میں مصرح ہے کہ قولہ تعالے ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم وتمت کلمۃ ربک لاملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین۔ وقولہ تعالے افلم ییأس الذین آمنوا ان لو یشاء اللہ لہدی الناس جمیعا۔ اسیواسطے اس آیت میں انکار بقولہ افانت تکرہ الناس سے تلازم یعنی کیا تو لوگوں کے ذمہ لازم کرتا ہے یا چپکاتا ہے خواہ نخواہ ایمان کو حتی یکونوا مومنین یہانتک کہ ضرور مومن ہو جاویں یعنے یہ خلاف مشیت الٰہی نہیں ہوگا اور قال تعالے انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء الآیۃ۔ قال تعالے انما علیک البلاغ وعلینا الحساب۔ قال تعالے انما انت مذکر لست علیہم بمصیطر۔ ان اسکے دیگر آیات میں جو صریح دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالے ہی جسکو چاہتا ہے ایمان دیتا اور جسکو چاہتا نہیں دیتا ہے اسیواسطے مصرح فرمایا بقولہ۔ وما کان لنفس ان تؤمن الا الخ واضح ہو استفہام ایا ذلک۔ اور نہیں ممکن ہے کسی نفس کے لیے یہ کہ ایمان لے آوے یعنی خود کسی نفس کو قدرت نہیں کہ مومن ہو جاوے۔ الا باذن اللہ مگر اجازت یعنی بارادہ و حکم الٰہی پس جب اللہ تعالے چاہتا ہے تو وہ شخص ایمان لاتا ہے اور بدون اسکی توفیق کے نہیں لا سکتا۔ آنحضرت صلعم کو تسلی دیدی کہ جب ایسا ہے تو اپنی جان کو سب لوگوں کے مومن ہو جانے یا کسی خاص کے لیے مشقت میں مت ڈال کیونکہ تیرا کام فقط ابلاغ رسالت الٰہی ہے اور مومن کر دینا اللہ تعالے ہی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ واضح ہو کہ ایمان معرفت الٰہی عز و جل و حضور اسکے شہود میں ہے اور کوئی مخلوق یہانتک کہ ذرہ خون کی چیونٹی زمین کے ذرہ سب اسکے قبضہ قدرت میں مسخر ہیں بطریق مشیت ہو وہ الٰہی جنکو حرکت دینا چاہتا ہے وہ بطریق حرکات کرتے ہیں اگر جسم جاہل آدمی ہر ایک حرکات و سکنات کو بے قابو سمجھتے مگر و حقیقت میں کہ بارادہ الٰہی ہے تو نہیں دیکھتا کہ ہر ایک حرکت و سکون کسی چیز کا جو ہو وہ علم الٰہی میں پہلے سے معلوم تھا کیونکہ اگر نہ معلوم ہوتا تو گویا اللہ تعالے کو اس کا علم نہ تھا یعنی غافل ہے کیونکہ اللہ تعالی کی شان اسے منزہ ہے کہ کسی بات سے جاہل ہو تا کسی طرح صحیح نہیں ہے پس ضرور ہر امر اسکو معلوم ہے خواہ وہ ابھی واقع ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ اسکی ذات و صفات میں کسی

طرح تغیر نہیں و بدلنا کہ کبھی کچھ ہو پھر کچھ اور ہو یا کمی بیشی ہو ہرگز صحیح نہیں ہے تو اسکا علم بھی ازل سے ابد تک یکسان ہے لہذا جس مخلوق بندہ سے جیسا اس کے علم میں ہے ویسا ہی واقع ہوگا اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اسکے قبضۂ قدرت سے باہر ہو کر کوئی مخلوق جو چاہے کرے تو ضرور ایمان یا کفر اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے پھر ایمان جو معرفت و نعمت و وصول بدرجہ کرامت ہے جسکو چاہتا ہے یہ درجۂ عالی عطا فرماتا ہے بدون اس کے انعام کے نہیں ہوسکتا وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ اے عذاب یا خواری یا کفر جو مقابل ایمان ہے یعنے اور کر دیتا ہے کفر کی پلیدی کو عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔ ان شخصوں پر جو سمجھ نہیں رکھتے ہیں یعنے عقل کو کام میں نہیں لاتے کہ اللہ تعالے کی آیات واضحات سے اسکی توحید و صفات تک پہونچیں و ایمان حاصل کریں لفظ الذین اسم موصول واسطے ذوی العقول کے ہے پھر انکو لا یعقل قرار دیا تو اسی وجہ سے کہ اللہ تعالے نے عقل والوں سے کردیا مگر انہوں نے عقل سے کام نہ لیا اور مراد یہاں سمجھ سے دینی سمجھ ہے جسکا نتیجہ باقی و معتبر ہو اور جن لوگوں کو دین کے برخلاف دنیاوی متاع و نام و شوکت و حشمت حاصل کرنے میں سمجھ ہو وہ دراصل جہالت ہے کیونکہ فانی چیزوں کے حصول میں شفقت و دانائی محض نادانی ہے اور مومن تو دنیا سے بقدر ضرورت حاصل کرتا ہے کہ زاد راہ آخرت جمع کرے اسی سے کہا گیا کہ دنیا کھیتی ہے کہ اس سے آخرت کے لیے غلہ لیا جاتا ہے پھر اگر مومن کے سلیقہ سے رزاق عزوجل نے اسکو رزق وسیع دیدیا تو وہ بھی پسندیدہ ہے کہ آخرت کا توشہ اس نے اچھی طرح بھرا۔ باجملہ دنیا کے اموال میں اگر انھین پر نظر ہے تو یہ بھی رجس اور وہ شخص بھی رجس ہے کہ اس کو عقل نہیں ہے اور اگر اس کی نظر آخرت پر ہے اور ان اموال سے نماز روزہ کے توشہ عقبی چاہتا ہے تو مضائقہ نہیں لیکن اس نیت سے بھی اموال کے جمع میں کوشش کرنا ضرور مذموم ہے کما شرح بہ الغزالی رحمہ اللہ ہاں اگر اللہ تعالے حلال حیلہ میں کسی کو رزق وسیع عطا فرماوے کیونکہ رزاق وہی ہے تو اسکے لیے کہ خیرات و صدقات سے اور جورو اور بال بچوں وغیرہ کے نفقات سے ثواب جمیل حاصل کرے بتوفیق اللہ تعالے۔ آیت میں تلویح ہے کہ عطاء ایمان و اسکی توفیق از حضرت حق سبحانہ تعالے اپنی حضوری کی اجازت و کمال انعام ہے برخلاف کفر کے کہ وہ پلیدی ہے لہذا جو قوم شرک و کفر میں مبتلا ہیں انکی کثرت ثابت ہوتی ہے اور قولہ تعالے لو اعجبک کثرۃ الخبیث صریح تنبیہ ہے کہ کفر و شرک والے ہر زمانہ میں اس ملعون دنیا میں کثرت سے رہینگے یوں ہی مشیت الٰہی جاری ہے اور وہ پاک خالق علیم سبحانہ تعالے اپنی حکمت بالغہ کا خود ہی دانا ہے پس ہوشیار رہنا چاہیے کہ کوئی قوم مشرک جو توحید سے خارج ہے چاہے کسیقدر کثرت سے ہو کبھی اس کے حق ہونے کا وہم و وسوسہ شیطان کی طرف سے دل میں نہ لاوے اور دنیا خود ملعون اور جو اس میں ہے وہ بھی ملعون تو پلیدوں کو پلیدی بھی لائق ہے لہذا دنیاوی دولت و حشمت سے کسی کو حق پرست خیال کرو کہ محض استدراج ہے لہذا صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود فتوحات پے درپے و خزائن بے شمار حاصل ہونے کے خلیفہ سے ادنی تک دنیا کے اموال ترک کیے ہوئے فقیری لباس میں بسر کرتے اگرچہ اموال غنیمت کو فالی اس خوشی سے لیتے کہ اسکی خیرات وغیرہ تو ذخیرہ و ثواب آخرت میں ترقی ہوگی پس مومنوں پر فرض ہے کہ انکا اقتدا کریں اور ان کے مانند نظر کو دنیا سے دور اور آخرت پر مقصور رکھیں واللہ یوفق من یشاء و یہدی والیہ المرجع والمآب ف فی العرائس قولہ تعالی ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلہم جمیعا۔ اگر اللہ تعالے عزوجل جو خالق الکل ہے ایسا چاہتا تو ضرور ہوتا اور وہ ہر شان میں ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے وہ کرے اور جو کرے وہ عین عدل و صواب و کمال حکمت بالغہ ہے پھر جبکہ سب مومن نہیں ہیں تو ظاہر ہوا کہ اس نے نہیں چاہا بلکہ ایک قوم کو رحمت سابقہ کی غذا دی وہ مومن ہوئے اور باقیوں کو قہر ازلی کی غذا دی وہ تمام مقہور و ملعون غذا ہیں لینے دنیا کو کھا کر مطرود اور ملعون ہیں پس لطف و قہر اس کی دونوں صفتوں کا ظہور بکمال حسن و حکمت اس مخلوقات سے ظاہر ہے پھر چونکہ اہل ایمان کو

معرفت سے اپنے ہم جنس مخلوقات پر رحم آتا ہے کہ یہ لوگ خدا ملعون پر حریص ہوکر انگارے کھاتے ہیں اور آتش جہنم میں گھسے جاتے ہیں لہذا وہ لوگ اپنی سمجھ کے موافق طمع و حرص کرتے ہیں کہ کاش یہ لوگ بھی کسی طرح ایمان لاویں آنکھوں والے ہو جاویں اور دیکھیں کہ کیا عجائب اسرار الٰہی ہیں کہ جس سے آنکھیں کھلیں اور بصیرت سے دیکھ کر ہم شکرگزار ہیں کہ افسوس ہم کس خواب غفلت میں تھے کہ جس راہ جاتے تھے وہ بالکل آگ و عذاب ہے اور الحمد للہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دے کر راہ راست عطا فرمائی غرض کہ اہل ایمان کو اپنی ہم جنس مخلوق کفار و مشرکین پر یہ طمع رہتی ہے لیکن حکمت بالغہ الٰہی سے [illegible] سبحانہ تعالیٰ نے اس کلام پاک سے انکی طمع خواہ مخواہ کافروں کے مومن ہو جانے سے قطع کردی اور واضح ہے کہ یہ غرض نہیں ہے کہ کوئی مومن کسی کافر کی نسبت مومن ہو جانے کی طمع نہ کرے کیونکہ یہ تو پسندیدہ خصلت اور عین صواب ہے بلکہ تنبیہ ہے کہ خواہ مخواہ کسی کے مومن ہو جانے پر اور سب کے مومن ہو جانے پر قدرت نہیں اور نہ ایسا اسکے اختیار میں ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ بندہ مومن تمام مخلوقات پر شفقت و رحمت رکھتا ہے [illegible] کہ چند روزہ زندگی کے بعد وہ رضوان الٰہی پاکر دائمی راحت جنت میں ہو جاوے اسلیے [illegible] نصیحت کرتا ہے [illegible] غمناک نہ ہو اسلئے کیوں نہ مانا بلکہ جان لے کہ یہ خاص اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے [illegible] معرفت الٰہی کی نہ ہوگی وہ کبھی ایمان نہیں لاوے گا اور [illegible] معلوم ہوسکتا ہے [illegible] کافر [illegible] حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں معلوم ہے لہذا نصیحت [illegible] کسی وقت ہاتھ اٹھانا [illegible] تو اسکا جواب [illegible] سپرد کرے کہ یہ اسی کے اختیار میں ہے [illegible] حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وما کان لنفس ان تؤمن الا باذن اللہ جس نفس کو [illegible] نہیں ہوا کیونکہ ایمان و معرفت پر ہوگا کیونکہ ایمان یہی ہے کہ صفات الٰہی کا دل [illegible] ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل [illegible] بعض [illegible] تصدیق قلب عارف کے مظاہر آیات واضحہ مخلوقات آسمان و زمین [illegible] طرف بلایا۔ بقولہ تعالیٰ

قُلِ انْظُرُوا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ

تو کہہ دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور کام نہیں آتیں نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو جو نہیں مانتے

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانْتَظِرُوْا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ

سو اب کچھ راہ دیکھتے ہیں مگر انہیں کے سے دنوں کی جو ہو چکے ہیں ان سے پہلے تو کہہ اب راہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ

الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

راہ دیکھتا ہوں پھر ہم بچا دیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور جو ایمان لائے اسی طرح ذمہ ہے ہمارا بچا دینا ایمان والوں کو

اوپر کی آیت میں تھا کہ یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون [illegible] جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے کہ وحدانیت و قدرت الٰہی پر یقین کرکے ایمان پر ہو جاتے تو کفر کی نجاست انہیں [illegible] اس آیت میں [illegible] مخلوقات کی [illegible] میں نظر و غور و فکر کرنے کا حکم دیا بقولہ تعالیٰ۔ قُلِ انْظُرُوا تو کہہ یعنی ارشاد و ہدایت کر [illegible] تو کہہ دیکھو و فکر کرو کہ مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کیا ہے ان آسمانوں و زمین میں۔ یعنی کیا عجائب صنعت الٰہی [illegible] ہے تاکہ تم [illegible] عزوجل کی وحدت و کمال قدرت

ظاہر ہو۔ ماذا۔ استفہامیہ ہے جو انظروا کے عمل سے متعلق ہے اور اگر ما موصولہ ہے تو مفعول انظروا ہے اسے انظروا ما فیہا من العجائب یعنی جو عجائب ان دونون محسوسات کے درمیان محصور ہین انکو دیکھو تا کہ خالق عز وجل کی کمال قدرت سے جانو کہ وہی وحدہ لاشریک لہ ہے وہان کسی بت یا مسیح یا ملائکہ وغیرہ کے شرک کو گنجایش نہین اور کسی غیر کو کچھ بھی قدرت خودمختاری ممکن نہین ہے۔ پھر واضح ہو کہ انظروا خطاب یا تو خاصۃ کفار کو ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے زعم کیا۔ یا عام ہے کہ کفار و مومنین سب کو شامل ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ رات مین ایک ساعت تفکر کرنا تمام رات عبادت سے افضل ہے کما مر مفصلا فی قولہ ویتفکرون فی خلق السموات والارض الآیہ۔ اور اسی طرف ابن کثیر رح نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالے اپنے بندون کو اپنی مخلوقات مین تفکر کرنے کی رہنمائی فرماتا ہے کہ آسمانون کے عظیم جسم و کواکب ثوابت و سیارات و شمس و قمر و انکے فوائد و ہیئات پر غور کرو اور آسمان مزین و سقف محفوظ ہے کہ اسکے آگے حس کو تجاوز نہین اور ہر ایک متحیر ہو کر اٹکل و قیاس دوڑاتا ہے حتی کہ بعضے ملحدین جو وجود آسمان کے قائل نہین وے بھی سرگردان ہون کہ باوجود اس انکار کے بھی عقل دنگ ہے کہ آخر اسکے کوئی حد بھی ہے یا نہین ہے۔ زمین مین پہاڑ و پتھر و درخت طرح طرح کے بے شمار ہر ایک کی خاصیت علیحدہ و صفت و صورت مختلف اور پھل پھول رنگا رنگ کے عجیب و غریب پھر کبھی روز روشن ہے اور کبھی تاریکی شب کا ہجوم ہے کبھی کمی اور کبھی بیشی و بروج مین تحویل وغیرہ عجائب صنع الٰہی نہایت محکم اور یہان ہمہ حیوانات بے شمار جنکے مقامات و مسکن باوضاع متفاوت اور ہر ایک کا رزق بفضل حضرت خالق عز وجل بدون تجاوز کے اوقات معینہ پر پہونچنا وغیر ذالک پس پاک ہے وہ معبود حق سبحانہ تعالی جسکی قدرت و احاطہ علم کا کوئی پار نہین پا سکتا پھر یہ سب فانیات ہین کسی وقت و موسم مین موجود اور کبھی فانی ہین لہذا ان فانی اشیاء کو چھوڑ کر خالق عز وجل کیطرف دل لگا کر اُسی کی حضوری فرض و واجب ہے کہ آخر بعد چند روزہ حیات کے دار السلام رضوان الٰہی کے ساتھ دائمی نعمت سے سرفرازی ہو جسکو فنا نہین جہان کچھ فکر و تکلیف نہین وہان سلامت نعمت ہی جسکا بیان حد امکان سے باہر ہے۔ پس یہ عجائب صنع الٰہی صریح و واضح دلیل حق تعالی کی کمال قدرت و خودمختاری و الوہیت و پاکی و وحدانیت و فردانیت پر ہین کہ جنمین کچھ بھی پوشیدگی نہین ہے و لیکن با این ہمہ یہ عجیب قدرت ہے کہ بعض اقوام کو یہ بصیرت دی اور بہتیرون کو اندھا کر دیا ہے اور یہ وہی لوگ ہین جو آیات الٰہی مین عقل سے کام نہین لیتے اور جانورون کے مثل ہو رہے بلکہ بدتر ہین چنانچہ فرمایا۔ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ اور نہین بے پروا کرتے ہین آیات و نذر ایسی قوم سے جو ایمان نہین لاوینگے۔ آیات جمع آیہ بمعنی علامت چنانچہ یہی مخلوقات مذکورہ جو اپنے خالق عز وجل کی وحدانیت و کمال پر علامات ہین۔ نذر جمع نذیر بمعنی رسول یا وہ امر جس سے انذار کیا جاوے یعنی تخویف کے ساتھ آگاہ و ہوشیار کیا جاوے۔ معنی یہ کہ جو قوم کہ علم الٰہی مین موافق اسکی مشیت کے مومن نہین ہوئے ہین کافر ہی مطبوع ہین انکے واسطے چاہے یہ آیات واضحات ہون اور چاہے کلام انذار ہو کچھ مفید نہین اور انکو کفر پر مرنے و عذاب مین گرفتار ہونے سے کوئی بھی اغناء و بے پروا نہین کرتا اور کچھ بھی کافی نہین ہے پس وے بھی سب مخلوق سموات و ارض اندھون کیطرح دیکھتے اور نذر یعنی رسل انکو انذار سناتے ہین تو بہرون کیطرح سنتے ہین مگر ایمان نہین لاتے گویا وعدہ عذاب وغیرہ مین شک کیے جاتے ہین لہذا فرمایا فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ استفہام بمعنی نفی ہے یعنے نہین انتظار کرتے ہین اِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ مگر مثل ایام ان لوگون کے جو انسے پہلے تھے۔ عرب کے لوگ محاورہ مین ایام کسی واقعہ پر جو نعمت کا یا عذاب کا یادگاری کے قابل ہووے اطلاق کرتے ہین اسی سے یوم البعاث وغیرہ جو زمان عرب والون مین ہو گذرے ہین اور جو کچھ واقعات پیش آئے انکو ایام العرب کہتے ہین اور اسی معنی مین ہے قولہ تعالی فذکرہم بایام اللہ یعنی اللہ تعالے نے انپر انعام کرنے کے واقعات انکو یاد دلاوے۔ اور اردو زبان مین بھی یہ محاورہ موجود ہے کہ فلان شخص کو اس کے دن یاد دلا دو یا فلان شخص کیا اپنے دن بھول گیا۔ اور یہان وقائع عذاب کفار مراد ہین اور معنی یہ ہین کہ نہین انتظار کرتے ہین یہ کفار جو محمد صلعم کو جھٹلاتے اور

کفر پر اصرار کیے جاتے ہیں گویہی کہ انکے ساتھ بھی واقع ہوں مثل وقائع اُن اگلے کافرون کے یعنی جب کسی طرح ایمان نہیں لاتے تو اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عذاب نازل ہو جیسے اگلے کافرون کے ساتھ واقع ہوا پس گویا یہ بھی منتظر ہیں کہ انکے ساتھ بھی ویسے ہی عذاب کے واقعات پیش آوین جو اگلون کے ساتھ پیش آئے کیونکہ اسکے سوا اور کسی چیز کے مستحق نہیں ہیں۔ لہذا تہدید فرمائی کہ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ تو کہدے کہ اگر یہی ہے تو پھر انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والون میں ہوں یعنی ایسے وقائع کا انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں یا تم میرے برباد ہونے کے منتظر ہو تو میں بھی تمہارے ہلاک کا منتظر ہوں گو دونو اولے ہے کیونکہ وقائع کے انتظار میں نتیجہ کا انتظار ہے اور نتیجہ ہلاکت کفار اور نجات رسول ہے جو اگلون کے ساتھ ہوا ہے سو سطے اگلے کافرون کا جو واقعہ ہوا اسکا نتیجہ اسی وقت کا یاد دلایا کہ اگلے کفار بھی اپنے رسولون کی تکذیب کیے جاتے اور کسی طرح نہیں مانتے بلکہ رسولون کو سخت ایذا دیتے تھے اور رسول اور ایمان والے ہر ایک کو نصیحت کرتے وصبر کرتے آخر انجام یہ ہوا کہ ۔ ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پھر ہم نجات دیتے ہیں رسولون کو اور ان بندون کو جو رسول پر ایمان لائے یعنی اے کافرو انتظار کرو تو اس نتیجہ کا جو ہم نے اگلون سے کیا کہ انکو ہلاک کرتے اور رسولون و مومنین کو نجات دیتے ہیں۔ کَذٰلِکَ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ کذلک ننجی المومنین حق ذلک علینا حقا پس حقا مفعول مطلق فعل محذوف ہے اور جملہ معترضہ ہے۔ المعنی ایسا ہی نجات دینا جو مذکور ہوا ہے ہم مومنون کو نجات دیتے ہیں یہ ہم پر حق ثابت ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے جو کچھ انعام فرماوے سب فضل و کرم ہے یا جسکو عذاب فرماوے سب عدل ہے اسپر کسی کا کوئی حق نہیں ورنہ اسپر کوئی امر واجب ہے کیونکہ وہی مالک مخلوق میں جس طرح چاہے تصرف کرے لہذا چاہے مطیع و مومن کو عذاب کرے اور چاہے گنہگار کو بخشے اسپر کوئی اعتراض عقلی نہیں اگرچہ وہ اپنے کرم سے ایسا نہیں فرماتا ہے بلکہ مطیع کو ثواب و عاصی کو عذاب دیتا یا سوائے کفر و شرک کے معاف فرماتا ہے یہی بالاجماع اہل السنۃ کا مذہب ہے جو آیات و احادیث صحیح و ثابت ہے پھر یہاں قولہ حقا علینا کیونکر فرمایا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالے پر حق واجب ہے کہ مومنون کو نجات دے تو جواب یہ ہے کہ یہاں اپنے فضل و کرم کو بیان فرمایا ہے یعنے اپنے فضل سے اپنی طرف سے یہ لکھ دیا ہے کہ ہم ضرور مومنون کو نجات دینگے کما فی قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ الآیۃ۔ اور جیسے حدیث میں آیا کہ ان اللہ کتب کتابا الحدیث پھر واضح ہو کہ کلام میں لطیف اشارت خبر غیب کی ہے اور تہدید بھی موجود ہے سطرح کہ پہلے کافرون کے بنا کو بیان کیا کہ ایسا ہی یاد کرتے ہیں کہ اگلون کے مانند گویا انکے واقعات کے منتظر ہیں پھر دھمکایا کہ کہدے اچھا انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں پس صریح انپر عذاب کا حکم نہیں دیا پھر مومنین کا نجات دینا قطعی کر دیا سو ایسے واقع ہوا کہ بدر میں کفار ذلیل ہو کر کچھ مارے گئے اور اسلام کو عزت ہوا پھر مکہ فتح ہو گیا اور ایمان والے دنیاوی فتنے سے چھوٹے اگرچہ کافرون پر عذاب بالکل نیست کرنے والا نہیں آیا۔ فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ الآیۃ شمس و قمر و کواکب وغیرہ سے انوار صفات ظاہر ہیں جو وجودی آثار و صفات ذات ہیں چنانچہ ابراہیم خلیل علیہ الصلوات والسلام نے آخر یہ اقرار ظاہر کر دیا بقولہ انی بریٔ مما تشرکون اور ہر جہت سے بے جہت کی طرف رجوع کیا بقولہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات الآیۃ۔ اور اشارہ کیا کہ جمیع جہات سے منہ موڑنا یہی رجوع بحق عزوجل ہے اور کعبہ معظمہ رخ جہت توحید ہے ورنہ نوافل میں دیکھو کہ بحکم قولہ تعالی المشرق والمغرب فاینما تولوا فثم وجہ اللہ الآیۃ ہر جہت پر جانور کی سواری میں جائز ہے۔ حاصل اشارت یہ کہ صفات کی بصیرت ہو تو مخلوقات سے بحکم کمال صفت صنعت خلقت دیکھو پھر نور ذات دیکھو جہان قدم ظاہر ہو لیکن جسکی آنکھ نہ ہو اسکو جمال نظر نہیں آتا ہو لہذا فرمایا۔ وما تغنی الآیات والنذر آیات پیدا کرنے والے سے جو منہ موڑے اسکو آیات کیا نفع دیوین وہ نور ایمان سے

محروم ہو اور محروم فرمانے والا وہی خالق آیات ہو اور خالی عقل تو اہل اللہ تعالے کو آخر مین ملتی ہو ورنہ ہر ایک اپنے وہم مین یا عقل جزوی مین گرفتار ہو پھر اسکو سبیل نجات کیونکر نظر آوے اور جب خذلان و محرومی کا اندھیرا چھایا تو عقل کا نور بے اثر رہا کیونکہ خود کوئی چیز بھی موثر نہین ہو بلکہ محروم کو اسکی عقل سے سبیل ہلاک نظر آتی ہو کیونکہ عقل وغیرہ اپنے خالق کی مراد پر مطیع ہین اور خالق عزوجل نے کافر کو محروم رکھکر دنیا کیطرف متبع ہوا وہوس کردیا تو عقل بھی اس سے یہی برتاؤ کرتی ہو۔ قولہ تعالے ثم ننجی رسلنا والذین آمنوا معہ۔ اشارت ہو کہ انبیاء علیہم السلام و انکی اتباع کرنے والے مومنین کو قہر الٰہی سے بلطف الٰہی نجات ہو وفی الحدیث اللھم اعوذ برضاک من سخطک الحدیث اور انبیاء کو حجاب خطرات سے نجات ہو اور عارفون کو حجاب شہوات سے اور مومنون کو غارت ابلیس سے کہ انکے ایمان کو شیطان اپنے وساوس سے نہین چھین سکتا کیونکہ محبت ایمانی و لطف ازلی انکا نگہبان ہو بخلاف کفار کے کہ وہ شیطان کے تختہ مشق کیے گیے ہین کیونکہ قہر سے خذلان انپر ہر دم طاری ہوتا جاتا ہو یہان تک کہ مرین درحالیکہ کفر مین کامل ہین دوسرا اشارہ ہو کہ انبیاء عین الجمع مین قہر سے معصوم ہین اور مومنین عین التفرقہ مین محفوظ ہین اول ذات کے دیدار مین اور دوم صفات کے انوار مین ہین۔ قولہ کذالک حقا علینا ننجی المومنین۔ کیونکہ ازل مین انکو کرامت کے لیے برگزیدہ فرمایا تو رعایت پاک کرنے کی ہر فتنہ و وسوسہ سے مقتضائے رحمت ازلیہ ہو بعض نے کہا کہ رسولون کو انکے نفس کی خواہش و ارادت سے اور غفلت بہمہ وجوہ سے نجات ہو اور مومنین چونکہ انھین کی اتباع و قدم بقدم ہین تو انکو بھی وہی نعمت ملی جو ان کے سردار پیشوا کو ملی ہو فقط اسی واسطے اہل الحق ہر زمانہ مین مریدون کو ہر اعتقاد و اعمال مین راہ سنت لازم پکڑنے کی تاکید کرتے رہے تاکہ خواہش نفس و وسوسہ مین نہ پڑجاوین اور انکو خبر بھی نہو کیونکہ یہان عقل کو مجال تحقیق نہین ہے ؎ مپندار سعدی کہ راہ صفا + توان رفت جز درپئے مصطفےٰ + پھر اہل شک مشرکون کو اپنے یقین توحید سے ہوشیار کرنے کا حکم دیا۔ بقولہ۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ

تو کہہ اے لوگو اگر تم شک مین ہو میرے دین سے تو مین نہین پوجتا جنکو تم پوجتے ہو اللہ کے

اللَّهِ وَلَٰكِنْ أَعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُمْ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَأَنْ أَقِمْ

سوائے لیکن مین پوجتا ہون اللہ کو جو تم کو کھینچ لیتا ہو اور مجھ کو حکم ہو کہ رہون ایمان والون مین اور یہ کہ سیدھا کر

وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا

منھ اپنا دین پر حنیف ہوکر اور مت ہو شریک والون مین اور مت پکار اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ

يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ ۝ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ

بھلا کرے تیرا نہ برا پھر اگر تونے یہ کیا تو تو بھی اسوقت ہو گنہگارون مین اور اگر پہونچاوے اللہ تجھ کو کچھ تکلیف

فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۚ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۚ

تو کوئی نہین اسکو کھولنے والا اسکے سوائے اور اگر چاہے تجھپر کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہین اسکے فضل کو پہونچاوے وہ جسپر چاہے اپنے بندون مین

وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

اور وہی ہو بخشنے والا مہربان

واضح ہو کہ ابتداء سورہ سے حق تعالے نے لوگون کو انکی اصلیت و حقیقت سے لیکر اصلی مراد تک مع توضیح دلائل و تحقیق حجج و دفع اوہام

وبطلان شرک وغیرہ کے حق بیان فرمایا جس سے کافرون کا اپنے اٹکل کے تابع ہونا اور حق سے بھاگ کر شکوک کے اندر چھپنا ظاہر ہوا اور حق صریح مین اوہام دوڑانا کہ جادو ہے اور مانند اسکے امور کو شیطان کے سپرد ہونا صریح کر دیا تو اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اپنا اعتقاد حق باعلان کہدے بقولہ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ تو کہدے کہ اے لوگو یعنی اے اہل مکہ اور قیامت تک کے سب لوگ داخل ہین۔

اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ اگر تم شک مین ہو میرے دین سے یعنی معجزات وآیات وفصاحت وبلاغت قرآن مجید سے عاجز ہو کر جادو وغیرہ کہکر اپنے کفر کی طرف مرجاتے ہو لیکن مضطرب وشکوک ہو کر اور جب تک شک باقی ہو کافر ہو یا میرے دین مین اعتقاد توحید وقیام قیامت وبعث ونشر بھی ہے اور تم ان سب مین شک کرتے ہو تو یقین کرو کہ مین ان باتون بدون شک کے تمہارے پریشان وباطل دینون سے بیزار ہون۔ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ پس مین نہین پوجتا ان لوگون کو جنھین تم پوجتے ہو اللہ تعالے کو چھوڑ کر الذین اسم موصول عاقلون کے لیے ہے اور بتون مین عقل کیا روح بھی نہین تو شاید لات وعزی وغیرہ جنکے نام پر بت بنائے وہ لیے گئے یا عموماً ملائکہ ومسیح وعالمون وغیرہون کو پوجنے والے لیے گئے کیونکہ خطاب شامل تا قیامت لوگون کو ہے پس علم وقدرت وحکم وعبادت وغیرہ جو خالصًا خاصۃ اللہ تعالے ہی کے واسطے حضرت مین اس طرح کسی غیر مین جاننا یا کرنا شرک وپرستش ہے پس اہتمام کر کے پہلے مشرکون کے معبودون سے جو فقط انکے ظن مین گھڑے ہوے اور حقیقت مین باطل کچھ بھی نہین محض مجبور مخلوق ہین اپنی بیزاری کر دی کہ مین انکو یا انمین سے کسی کو نہین پوجتا اور جو خالص اللہ تعالے ہی کے واسطے مخصوص ہین وہ ان مین سے کسی کے لیے ثابت نہین کرتا پھر توحید حق کو ثابت کیا بقولہ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ ولیکن مین عبادت کرتا ہون اللہ تعالے کی یعنے فقط اسی کی۔ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ جو تم کو وفات دیتا ہے یعنی وفات دینا اسی کے اختیار مین ہے پس حیات دنیا وموت دینا اسی پاک عز وجل کے قبضہ قدرت مین ہے تو باقی نعمتین جو حیات باقی رکھنے وغیرہ سے متعلق ہین لامحالہ اسی کی طرف سے ہین جبکہ اصل یعنی پیدا کر دینا اسی کی طرف سے ہے اور پیدا کرنا اور مارنا جب اسی کے قبضہ قدرت مین ہے تو سواے احمق بیوقوف جاہل کے اور کوئی شک نہین کرسکتا کہ جب چاہے دوبارہ پیدا کرسکتا ہے اسی بشارت کے لیے صفات الٰہیہ مین سے یتوفاکم یعنی وفات دینے کی صفت بیان کرنے کے لیے مخصوص کر دی گئی اور نیز اسوجہ سے کہ موت کی ہیبت دلون پر خصوص کافرون پر بہت ہوتی ہے اور اسوقت آدمی خوفناک ہو کر سب خیالات سے ایک طرف ہو جاتا ہے پس نیک نصیحت اچھی طرح اثر کرتی ہے اور نیز اس لیے کہ اوپر انکو تہدید کی گئی تھی کہ اگلی امتون کے مانند وقائع عذاب وہلاک کے منتظر ہین یہان متنبہ کر دیا کہ موت جو لامحالہ واقع ہونے والی ہے اسی کے قبضہ قدرت مین ہے تو اگر عذاب الخزی سے بچ گئے تو بھی لامحالہ وہی موت دینے والا ہے پس اپنے اعمال کا بدلا چکھینگے۔ حاصل یہ نکلا کہ اٹکل کے ماننے والے وشہوات کے پنجہ مین گرفتار ہو کر اپنے خالق کو بھولنے والے اور اسی دار فتن پر قناعت کر کے عقل کھو کر اپنے مانند مخلوق کو بلکہ اپنے سے بھی حقیر چیزون بتون وغیرہ کے پوجنے والے لوگون کو خطاب کر کے کہنے کا حکم دیا کہ اے کافرو اگر تمھین میرے دین حق مین شک ہے تو خوب غور کرو اور آگاہ ہو کہ میرا دین حق یہ ہے کہ جنکو تم پوجتے ہو اللہ تعالے کو چھوڑ کر انکو مین کسی حال مین کسی طرح نہین پوجتا انسے بیزار ہون ولیکن عبادت کرتا ہون خالق ذو الجلال والاکرام کی جسکی صفات پاک بہت ہین ازانجملہ یہ ہے کہ حیات وموت اسی کے قبضہ قدرت مین ہے اسلیے حیات کی نعمت مین اس کے حکم کی فرمانبرداری واجب ہے تاکہ موت کے بعد جب اسی کی طرف مرجع ہے تو رضا وخوشنودی ہو کیونکہ موت یقینی ہے ورنہ اگر نافرمانی وغفلت کی گئی تو قطعی موت کے بعد عذاب شدید وغضب الٰہی ہوگا بقولہ ہو یحیی ویمیت والیہ ترجعون۔ پھر اس پاک معبود عز وجل کے احکام انکی تعمیل پر اسکی خوشنودی ہو ارشاد کیے بقولہ۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اور مجھے حکم دیا گیا کہ مین مومنین سے ہون یعنی اللہ تعالے ہی کے واسطے اخلاص

عبادت کرنے والا ہون بالکل شرک نہ کرون ورنہ نافرمانی کرون۔ دوم یہ کہ۔ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ٹھیک رکھ اپنے چہرہ کو
دین کے واسطے درحالیکہ چہرہ تیرا حنیف ہو یعنے ہر کجی سے مڑکر راہ راست کی طرف مستقیم ہو یا ایسے دین کے لیے جس کی شان یہ ہے کہ دین
حنیف ہے یعنے طریقہ مستقیم ہے بالکل اس مین کجی نہین ہے۔ بیضاوی رح نے کہا کہ آن اقم عطف ہے آن اکون پر اگرچہ امر صیغہ طلب کا
عطف مضارع صیغہ خبر پر ہے تو مقصود مین یہان کچھ فرق نہین ہے کیونکہ دونون پر حرف اَنْ مصدریہ ہے معنی مصدری کی دلالت
یکسان ہوگئی اور معنے یہ ہین کہ مجھے حکم دیا گیا دین مین استقامت کا اور اس مین مضبوط رہنے کا اس طرح کہ فرائض و واجبات جو اعمال
محمودہ ہین انکو ٹھیک ادا کرون یا قبلہ کا استقبال کرون۔ پھر دین کا دوسرا رکن یعنی مخالفت از اعمال قبیحہ کو بیان کیا بقولہ۔ وَلَا تَكُوْنَنَّ
مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اول یہ کہ تو مشرکون مین سے مت ہوجیو یعنی مسلمین سے ہوجیو۔ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا
يَضُرُّكَ اور دوم یہ کہ مت پکار یو اللہ تعالے کے سوا ایسی چیز کو جو نہ نفع دے سکے تجھے اور نہ تجھے ضرر پہونچا سکے۔ یعنے نفع و ضرر پہونچانا تو
قولہ قائم کی تفسیر سے معلوم ہوچکا کہ حیات و منافع اور موت و مضار اسی حق تعالے کے قبضہ قدرت مین ہین تو اور کسی کے اختیار مین نہین
پس کسی کو مت پکار یو یا کسی کو مت پوجیو جسکی لامحالہ یہی حالت ہے کہ نہ اسکو نفع کا اختیار ہے اور نہ ضرر کا۔ پھر اسکے خلاف کرنے اور اسکے نتیجہ کو فرمایا
بقولہ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ پھر اگر تو نے ایسا کیا یعنے اگر تو نے ایسی چیز کو پکارا تو اس حال مین تو ظالمون مین سے ہوگا۔
یعنی مخالفت کرنے سے یہی نہ ہوگا کہ غیر نافع و مضر کو پکارنا بیفائدہ گیا بلکہ خود اپنے اوپر ظلم کرنے والا ہو جائیگا اس لیے کہ جو بات مخصوص بخالق
عزوجل تھی اسکو مخلوق مین ثابت کیا تو مخلوق کو خالق بنایا اور خالق حقیقی کو بھول گیا بلکہ مخالفت کی تو اس سے زیادہ بڑھ کر کون ظلم ہے لہذا فرمایا
کہ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ الآیۃ یعنے شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے پس جتنا بڑا ظلم ہے اسیقدر بڑی اسکی سزا ہے۔ واضح ہو کہ کلام مین لطیف اشارہ اس
امر کا کہ مخصوص خطاب آنحضرت صلعم کو ہے یہ کہ استقامت توحید کامل طور پر اور امتثال امر و اجتناب از نہی بطور کامل یہ آپ ہی کی شان تھی
کیونکہ رسول معصوم تھے تو آپ کا یہ دعوی بتوفیق الٰہی صحیح ہے اور یہان سے نکلا کہ جو کچھ حدیث مین صحیح ہو وہ تکمیل دین قدیم اور صراط مستقیم ہے
اور شرک و دعوت غیر ہے وفی الآیۃ اشارات وعلوم لایحتملہا البیان واللہ تعالے الملہم۔ پھر آنحضرت صلعم کو صریح توحید سے خطاب کیا کہ امت والے
متنبہ ہون بقولہ۔ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ اور اگر اللہ تعالے کے حکم سے چھووے یعنی پہونچے تجھے کوئی ضرر تو۔ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا
هُوَ کوئی اسکو کھولنے والا یعنی دور کرنے والا نہین مگر وہی پس وہی جب چاہتا ہے بندہ کو ضرر پہونچاتا ہے پھر جب وہی چاہتا ہے تو دور ہو جاتا ہے اس مین
کسی غیر کو کچھ دخل نہین ہے اور بدون حکم الٰہی و مشیت مقاری کے کسی کو ضرر نہین پہونچ سکتا اگرچہ تمام مخلوقات ایک طرف ہو جاوے اور نہ
اُسے ضرر دور ہوسکتا ہے۔ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ وان یرد بک خیرا اور اگر تجھے بھلائی پہونچانی چاہے۔ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ تو کوئی اسکے فضل کو
پھیر دینے والا نہین یعنے کوئی آڑ نہین ہوسکتا کہ تجھے فضل پہونچنے سے مانع ہو۔ بیضاوی رح و نیشاپوری رح وغیرہ نے لکھا کہ خیر پہونچنے کی صورت
مین اللہ تعالے نے ارادہ فرمایا اور ضرر کی صورت مین مس فرمایا یعنے ضرر تو چھو جاوے اور خیر کو اللہ تعالے ارادہ فرماوے باوجودیکہ ضرر ہو یا نفع
ہر ایک اُسی کے ارادہ سے ہے تو شاید اس تنبیہ کے لیے ہے کہ خیر پہونچانا تو بالذات مراد ہے اور ضرر کا چھو جانا اگرچہ بارادہ الٰہی ہے لیکن بقصد اولی نہین
ہے۔ قال بعض الفضلاء قلت وفی ہذا النظر فان المس ہو امر ورا الارادۃ فہو مستلزم لہا انتہی کلامہ اقول نظرہ ہذا اہمل من الانظار التی لا اصارۃ
لہا فان مس الضر معلول الارادۃ ومغائرتہا لا ینکرہا احد فضلا عن العلامۃ البیضاوی رحمہ اللہ بل مرادہ ان اللہ تعالے لم یقل فی جانب الضر
ان اراد اللہ بک ضرا الخ کما قال فی الخیر مع کونہما جمیعا بارادۃ اللہ تعالے فذلک للتنبیہ علی ان الخیر بالقصد الاول ولذلک صرح بالارادۃ

لہ لفظ اس تفسیر سے مقصود یہ کہ ظاہر مین [illegible]

فیہ وان الضر لا بالقصد الاول ولذلک لم ینسبہ الی ارادتہ تعالیٰ مع انہ بارادتہ تعالیٰ کالخیر فافہم والناظر کانہ لم یدرک ما قالہ القاضی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ وما یدل علی قوۃ الخیر ان الکلام یدل علی ان اللہ تعالیٰ مزیل الضر ومصیب الخیر فدل ان الخیر مطلوب بالذات والضر مراد بالعرض وما بالذات اقوی مما بالعرض ویدل علیہ قولہ علیہ السلام عن اللہ تبارک وتعالیٰ ان رحمتی سبقت غضبی۔ وان اللہ تعالیٰ قال وھو الغفور الرحیم فاید الرحمۃ فدل ان الخیر مرغوب مطلوب والثانی بالعرض لمصلحۃ فافہم۔ پھر بیضاوی رح نے کہا کہ قولہ فلا راد لفضلہ میں فلا راد لہ سے للخیر کافی تھا لیکن ضمیر کی جگہ فضل کو رکھنے میں دلالت ہے کہ جو بھلائی بندوں کو اپنے ارادہ سے پہونچائی وہ محض فضل الٰہی ہے کچھ انکے استحقاق پر نہیں ہے۔ اور واضح ہو کہ کلام الٰہی میں استثنا نہیں یعنی ان شاء اللہ نہیں فرمایا کہ فلا راد لفضلہ ان شاء اللہ تعالیٰ کیونکہ یہ حکم بندے کے لیے ہے کہ جب کسی کام کو کہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ کہے کیونکہ وہ فاعل مختار نہیں بخلاف ارادہ الٰہی کے کہ وہ کسی طرح رد نہیں ہو سکتا ہاں پہونچانا وارادہ کرنا اسکی مشیت واختیار میں ہے لہذا فرمایا۔ یُصِیْبُ بِهٖ پہونچاتا ہے خیر کو۔ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ جس کسی کو اپنے بندوں میں سے چاہے یعنی جس کسی کو پہونچانا چاہے اسکو خیر پہونچاتا ہے کوئی روک نہیں سکتا۔ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وہی غفور رحیم ہے پس اس کی رحمت کے سامنے پیش ہو اس طرح کہ نماز وغیرہ طاعات ادا کرو اور ناامید مت ہو اور محروم نہ ہو اس طرح کہ معصیت کیے جاؤ یا معصیات کی مغفرت سے ناامید ہو جاؤ کیونکہ توبہ سے شرک تک معاف ہو جاتا ہے۔ وعن ابن مالک ان رسول اللہ صلعم قال اطلبوا الخیر دہرکم کلہ وتعرضوا لنفحات ربکم فان للہ نفحات من رحمتہ یصیب بہا من یشاء من عبادہ واسألوہ ان یستر عوراتکم ویؤمن روعاتکم۔ رواہ ابن عساکر وروی من وجہ آخر عن ابی ہریرۃ مرفوعا بمثلہ قال وہذا المعنی ثبت من الصحاح یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے تمام دہر بھر بھلائی مانگا کرو اور اپنے رب کی نفحات کے سامنے پڑے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کچھ نفحات ہیں اسکی رحمت سے جسکو اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے پہونچاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ تمھارے پردے چھپاوے اور تمھارے دل مطمئن کرے۔ بالجملہ کلام میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی خالق وموجد ومبدع ومعید اور وہی معبود ہے کسی دوسرے میں یہ صفات نہیں اور کوئی شخص کسی چیز کا خود مستقل خالق نہیں بلکہ سب مخلوق کے ہاتھ اسکی طرف محتاجی کے ساتھ اٹھے ہوئے ہیں اور مغفرت ورحمت اسکی طرف سے برستی ہے والحمد للہ رب العالمین۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وان اقم وجہک الخ اس مقام پر اشارت دین سے محبت وشوق وحضرت ہو یعنی اپنے دل وجان سب سے ایک طرف متوجہ ہو اور وہی صفات ہیں جو ہر مخلوق کی محبت سے پاک اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف راجع ہیں پھر مشاہدہ میں استقامت اختیار کر اور بدون کسی تصویری صورت یا خیالی گمان کے ہماری طرف متوجہ ہو کر اسکو اسی کے ساتھ دیکھے اور اسی سے اس تک پہونچے اور نور ذات سے کمال کو پہونچے اور شان یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ برابر فرض کرو کہ انکشاف ہو تو عرش سے لیکر تمام مخلوق فنا ہو جاوے ومن ہہنا قال علیہ السلام حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجہہ ما انتہی الیہ بصرہ من خلقہ اقول رواہ مسلم وقد روی الطبرانی باسناد جید ایضا۔ بالجملہ اشارت ہے کہ استقامت چاہیے کہ وصول از حق کی ہو تعالیٰ شانہ پھر غیر کی طرف التفات سے احتراز کے لیے یہ فرمایا قولہ ولا تکونن من المشرکین یعنی کسی حادث وغیرہ کی طرف التفات نہ کرنا۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ذات حنیفیہ کی اقامت یہ ہے کہ معرفت میں مستقیم ہو یعنی معرفت ٹھیک کر اور کسی غیر کی طرف التفات مت کر۔ اقول عوام تو دنیاوی امور کی طرف دل لگاتے ہیں التفات تو دنی چیز ہے پھر خاص مومنین کو التفات بجانب نعمتہائے آخرت وعلو درجہ بدرجہ مرسلین تک کبھی اپنے مناسب ادنیٰ التفات ہو سکتا ہے اور شاید اسی کی طرف قولہ علیہ السلام انہ لیغان علی قلبی حتی ولیکن اولیاء وصدیقین کو جو التفات ممکن ہے وہ آنحضرت صلعم سے مروی ہے جیسا کہ شیخ نے جو اشارہ کیا تو کسی غیر کی طرف التفات مت کر تو غیر سے یہاں اعتبارات صفات کے مانند ہوگا مانند مقام اعتبارات کے فافہم پھر اپنی طرف جھکنے سے اور غیر سے منع ہونے کی تاکید فرمائی بقولہ ولا تدع من دون اللہ

مالا ینفعک الآیۃ۔ اس مین توکل کو خوب مضبوط کرکے ظاہر کردیا کہ آسانی وسختی کے امتحان مین جو مغلوب ہوجاتا ہو وہ مرادسے محروم اور اللہ تعالے سے محجوب وغیر کے ساتھ ہو کر خراب ہوتا ہو پس وہ ظالم ہوا کہ اسنے ربوبیت ایسی جگہ رکھی جو عبودیت مین بھی پوری نہین ہوسکتی شقیق بلخی رح نے کہا کہ مخلوق سے امید کرنے والا ظالم ہو کیونکہ ایسے سے نفع چاہا جو اپنی ذات کے نفع پر قادر نہین یا ضرر کا خوف کیا جو اپنی ذات سے ضرر دور نہین کرسکتا پس جو اپنے ذاتی نفع وضرر پر قادر نہین وہ دوسرے کے لیے کہان سے درستی کرسکتا ہو پھر اللہ تعالے نے مصرح فرمایا بقولہ وان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہ الا ہو۔ آمین خوب معرفت دیدی کہ کوئی ذرہ بدون ارادۂ الٰہی حرکت نہین کرسکتا اور ہر ایک پر مقادیر قضا وقدر جاری ہین اور ہر نفع وضرر بحکم قدیم ہے پس غیر کو درمیان سے دور کردینا چاہیئے وعلی ہذا اگر حجاب ہو تو سولے نور وصال کے دور نہین ہوگا اور اگر کشف جمال چاہے تو کوئی سبب وعلت حتی کہ اعمال تک اسکے مانع نہین ہوسکتے کیونکہ یہ اسباب حادث ہین اور وہ مشیت قدیم چنانچہ فرمایا یصیب بہ من یشاء من عبادہ الآیۃ۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ بندون کو خوف وامید مین اپنی ہی طرف راہ بتلائی کہ وہی ضار ونافع ہو اور دوسرے مین کچھ قدرت نہین ہو۔ پھر اللہ تعالے نے اقامت حجت کے بعد بندون پر الزام ثابت کیا اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اقامت تبلیغ وحی پر تسلی دیدی۔ بقولہ تعالے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ

تو کہہ اے لوگو حق آچکا تمکو تمھارے رب سے اب جو کوئی راہ پر آوے سو وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى ع ۱۱

اور جو کوئی بھولا پھرے سو بھولا پھریگا اپنے برے کو اور مین تم پر نہین ہوا مختار اور تو چل اُسی پر جو حکم پہونچے تیری طرف اور ثابت رہ جبتک

يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝

فیصلہ کرے اللہ اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ تو اے محمد کہہ اے لوگو یعنی اے اہل مکہ۔ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ بے شک آگیا تمھارے پاس تمھارے پروردگار سے حق یعنی رسول یا قرآن اور حجت قائم ہوگئی اب تمھارے لیے کوئی عذر لاعلمی وبے خبری وغیرہ کا باقی نہین رہا اور بحکم فاما یاتینکم منی ھدی الآیۃ وعدہ پورا ہوگیا۔ فَمَنِ اهْتَدٰى پس جس نے ہدایت اختیار کی یعنی ایمان کی راہ مستقیم اور پیروی اختیار کی۔ فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ۔ تو اسنے اپنے ہی واسطے ہدایت اختیار کی۔ کیونکہ نیک راہ کا نفع اسی کو ہو اور حق تعالے عز وجل کی رضامندی اسکو حاصل ہوئی جس سے وہ دائمی نعمت وفضل مین رہیگا۔ وَمَنْ ضَلَّ اور جو گمراہ ہوا یعنی اپنے کفر پر اڑا رہا اور رسول وقرآن کو نہ مانا تو اللہ تعالے پاک پروردگار غنی ہو اسکو کسی کے ایمان سے نفع نہین اور کسی کے کفر سے ضرر نہین ہو بلکہ جو گمراہ رہا۔ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وہ اپنی ہی ذات پر گمراہ رہا کیونکہ چند روزہ زندگی کے بعد اس گمراہی کا وبال اُسی پر ہوگا۔ اللہ تعالے ایسا پاک ذوالجلال ہو کہ تمام روے زمین کی مخلوق کافر ہو تو اسکی سلطنت مین ذرہ برابر بھی کمی نہ ہو اور خود کیا مجال ہو کہ کوئی گمراہی کرسکے بدون اسکے حکم کے ایک ذرہ حرکت نہین کرسکتا پھر جو گمراہ ہوا اسکا وبال اُسی پر ہو۔ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ اور مین تمپر کچھ وکیل یعنے نگہبان نہین ہون یعنے حق پہونچانے والا ہون وہ پہونچا دیا اور تمپر نگہبان نہین ہون کہ تمھارے کفر کی مجھ سے پرسش ہو بلکہ ہر ایک کی ہدایت وضلالت کو اللہ تعالے خوب جانتا اور اُسی کے قبضۂ قدرت مین ہر ایک مسخر ہو۔ پھر حکم دیا بقولہ۔ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ اور تو پیروی کر اُس کی جو تجھے وحی کیا گیا یعنی خود اسکے موافق عمل کر اور لوگون کو اللہ تعالے کے احکام اوامر ونواہی پہونچا دے۔ وَاصْبِرْ۔ اور صبر کر یعنے کافرون کو دین حق کی دعوت کرنے مین اور انکی طرف سے اذیت برداشت کرنے مین صبر کر حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ اسوقت تک کہ اللہ تعالے

حکم فرماوے۔ اس میں اشارت ہے کہ اللہ تعالےٰ کا حکم کسی وقت میں آنے والا ہے اور مراد اس سے حکم جہاد ہے یا آنکہ اللہ تعالےٰ نصرت عطا فرماوے
وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ وہی خیر الحاکمین ہے اس لیے کہ اسکے حکم میں چوک جانے کا کچھ احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ ظاہر و باطن کو اور ماضی و حال
و مستقبل کو یکساں جانتا اور سطرح جانتا ہے کہ ویسا جاننا کسی مخلوق سے ممکن نہیں ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے سطرح کہ کافروں
پر جہاد کرنے و سختی کا حکم دیا اور یہی ابن عباس رضہ کا قول ہے اور مترجم کہتا ہے کہ منسوخ کا لفظ یہاں اصطلاحی معنی پر نہیں ہے اور مراد یہ ہے جیسے شیخ
مفسر رح نے لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم آنے تک صبر کیا اور کفار کے تکلیف کو یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے حکم کیا کہ مشرکوں سے قتال کریں اور
سوائے ایمان کے کچھ منظور نہ کریں اور اہل کتاب یہود و نصاری سے جزیہ قبول کریں۔ ف فی العرائس قولہ قل یا ایہا الناس آہ ظاہر تفسیر میں
حق سے مراد قرآن ہے اور حقائق اشارت میں ظہور معرفت تجلی صفات ذات حق تعالےٰ ہے پس ہر لائق برکت کو اس تجلی سے برکت ملی جیسے
ہر محروم سے پھر گئی اور قولہ فمن اہتدی آہ ظہور تجلی قدم ہے جسنے دیکھا وہ عدم سے وجود حیات ابدی میں آیا ورنہ مردہ سے بدتر ہے یعنی جسنے معرفت الٰہی
پائی جو بدوں تعلیم رسول اللہ صلعم و اتباع نبوت کے ممکن نہیں ہے وہ بجانب حق راجع ہوا اور یہی کو اسکو کچھ ملا اور جو اس معرفت سے جاہل رہا وہ
ڈوبا اگرچہ اپنے زعم باطل میں سمجھے کہ دنیا کے ظاہر و اس کی زینت و غرور میں رہتا ہو کہ گویا حق پہچانتا ہو پھر شان کبریائی جل سلطانہ وہ
پاک ہے کہ وہاں معرفت و جہالت دونوں کو کچھ مداخلت نہیں ولیکن معرفت اپنے لیے ہے اور نہایت فوز عظیم ہے اور اپنے ہی جہالت و کفر بھی اسی
کافر کے اوپر ہے اور نہایت قبیح مذموم ہے۔ پھر بیان فرمایا کہ ہدایت و ضلالت کا متولی و قدرت والا کوئی نہیں سوائے حق تعالےٰ کے
بقولہ وما انا علیکم بوکیل یعنی وکیل نہیں کہ خواہ مخواہ تم کو ایمان پر لاؤں کیونکہ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ
اگر نعوت و صفات کی وجہ سے تفاضل ہوتا تو ذات معلول ہوتی بلکہ جو کچھ ظاہر فرمایا وہ مخلوق ہی کے لیے ہے پس احسان بھی مخلوق
کے لیے ہے کما قال تعالےٰ ان احسنتم احسنتم لانفسکم اگر ہدایت دنیا جاری کیا تو بھی مخلوق کے لیے ہے بدلیل قولہ فمن اہتدی فانما یہتدی
لنفسہ آہ اور ایسے ہی اگر شکر جاری کیا تو مخلوق کے لیے ہے بقولہ تعالےٰ ومن شکر فانما یشکر لنفسہ الآیۃ شیخ کہتا ہے خود مصرح کر دیا بقولہ
ان اللہ لغنی عن العالمین پس جب وہ مخلوق سے خواہ آدمی ہو یا جن ہو یا فرشتہ ہو یا کفر ہو یا اسلام ہو طاعت ہو یا معصیت ہو ہر
ایک سے مستغنی ہے تو ہر ایک خیر و بھلائی اپنے کرنے والے کی ہوگی اور ہر شر و برائی اپنے کرنے والے کی ہوگی اور وہ خود تقاضا در میں نہیں
بلکہ لینے والا ہے اور تمام امر بقضا و قدر الٰہی ہے۔ پھر اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا کہ مراد الٰہی کی متابعت کرے
اور عبودیت میں مستقیم رہے اور بلا و امتحان پر صابر رہے اور قضائے الٰہی پر راضی و شاکر رہے بقولہ واتبع ما یوحی الیک آہ جو کچھ خطاب نازل ہو تیرے
قلب میں نازل ہو کر تیری روح کو پاکیزہ کرتا ہے اسکی پیروی کر اور خوشی کے وصال پر جما رہنا چاہیے صبر ہونا چاہیے کیونکہ امتحان رسالت کا
وقت درمیان تک کہ اللہ تعالےٰ حجاب امتحان دینے کا حکم کرے سب سے عارفین و محبین و مشتاقین والی بلاء حجاب سے چھوٹتے ہیں وہی خیر الحاکمین ہے
کہ اولیا و اعداء میں تفریق فرمائیگا اور اہل سعادت و عرفان کو اہل شقاوت و حرمان سے تمیز و علیحدہ کرے گا۔ سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوق میں
احکام جاری کیے اور مخلوق کو ان احکام کی اتباع کی قوت دی پس کسی کی قدرت نہیں ہے پھر صبر کرنا اتباع احکام الٰہی ہے اور رضائے الٰہی پر پھیر چھوڑنا ہی
فی الحال نجات ہے اور خوف نفس سے اور نجات کا جاننا مخالفت سے ہے اللہ تعالےٰ علم والا ہے۔ واضح ہو کہ کشاف و بیضاوی میں جو سورۂ یونس پڑھنے پر ثواب بعدد
مومنین قوم یونس و کافرین کی حدیث مرفوع مذکور ہے اسکو ثعلبی و واحدی و ابن مردویہ نے ابی بن کعب سے روایت کیا ولیکن وہ موضوع ہے
جیسا کہ ابن الجوزی نے لکھا کذا قال السیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ واللہ اعلم

سورة هود مكية وهي مائة وثلث وعشرون اٰية

سورہ ہود مکیہ ہے اور وہ ایک سو بائیس ۱۲۲ یا تیئیس ۱۲۳ آیات ہیں اور مفسر رح نے کہا کہ مکیہ ہے باستثناء اقم الصلوۃ الآیۃ۔ اور یا باستثناء فلعلک تارک الآیۃ واولئک یؤمنون بہ۔ مترجم کہتا ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ حسن وعکرمہ وعطاء وجابر ومجاہد وابن زید کے قول میں یہ سورت مکیہ ہے اور ابن عباس وقتادہ رح نے فرمایا کہ باستثناء قولہ واقم الصلوۃ طرفی النہار الآیۃ۔ اور مقاتل رح نے دونوں آیتوں کو مستثنیٰ کیا ہے جنکو ساتھ ذکر کیا گیا والحاصل ابن عباس کے نزدیک مدنی ایک آیۃ ہے اور مقاتل رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نہیں اُسکے سوا دو آیتیں ہیں ابن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقرؤا ہود یوم الجمعۃ رواہ الدارمی وابوداؤد والبیہقی وغیرہم یعنے تم لوگ جمعہ کے دن سورہ ہود پڑھا کرو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ پر بڑھاپے کی سپیدی جلدی دوڑی۔ فرمایا کہ شیبتنی ہود الخ یعنے مجھے ہود وواقعہ ومرسلات وعم یتساءلون واذا الشمس کورت نے سپید کر دیا۔ اخرجہ الطبرانی وحسنہ الترمذی۔ بعض علماء نے اس سورت کے سبب سے شیب طاری ہونیکی یہ وجہ بیان کی کہ اس میں احوال قیامت وبعث وحساب وجنت ودوزخ وغیرہ کا ذکر ہے واللہ اعلم بمرادہ ورسولہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ (بڑھاپا ۱۲)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓرٰ قف كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ

کتاب ہے کہ جانچ لی ہیں باتیں اسکی پھر کھلی ہیں ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے کہ نہ پوجو مگر اللہ کو

اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا

میں تم کو اسکی طرف سے ڈر سناتا ہوں اور خوشخبری پہنچاتا ہوں اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اسکی طرف کہ برتاوے تمکو اچھا برتاوا

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ

ایک وعدہ مقرر تک اور دیوے ہر زیادتی والے کو زیادتی اپنی اور اگر تم پھر جاؤ گے تو ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کی مار سے

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اللہ کی طرف ہے تمکو پھر جانا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

الٓرٰ اللہ تعالے وہی دانا تر ہے کہ اس سے اس کی کیا مراد ہے۔ کِتٰبٌ اے ہذا الکتاب یہ کتاب ہے اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ احکام کی گئی ہیں آیات اس کی یعنے اس کی نظم بدیع اور بلیغ ایسی محکم ہے کہ معنے یا لفظ کی راہ سے کسی خلل کو طاری ہونے کی گنجائش نہیں (ح) یا محکم یعنی فساد اور نسخ سے ممنوع ہے کیونکہ آیات سے اسی سورت کی آیتیں مراد ہیں جن میں سے کوئی منسوخ نہیں ہیں یا احکام حجج ودلائل مراد ہیں یا یہ معنی ہیں کہ احکمت آیاتہ۔ اے جعلت حکمۃ کیونکہ یہ آیات امہات حکم نظریہ وعملیہ پر مشتمل ہیں (ق) ثُمَّ فُصِّلَتْ پھر بیان کی کی گئیں یہ آیتیں باحکام وقصص ومواعظ (ح) یعنی یہ فوائد عقائد واحکام ومواعظ واخبار یا انکی تفصیل کیے یہ معنے ہیں کہ انکو سورت سورت کیا گیا اتارنے میں نجم نجم کیا گیا یا ہر ضرورت کی تلخیص کردی گئی (ق) مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ از جانب حکیم خبیر یعنے اللہ تعالیٰ (ح)

یہ جملہ کتاب کے لیے دوسری صفت ہو یا دوسری خبر ہو یا احکمت یا فصلت کا صلہ ہو پس یہ اسکے احکام اور تفصیل کی تقریر ہو باعتبار اُس کے ظہور امر اور اخفا کی اکمل وجہ پر بیان کیا (ق) اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۔ اے بان لا تعبدوا الا اللہ یعنی اس طور کہ مت پوجو مگر اللہ ہی کو (ح) وقیل لان لا تعبدوا ۔ اور بعض نے کہا کہ ان مفسرہ ہے کیونکہ تفصیل آیات میں قول کے معنی ہیں اور جائز ہے کہ کلام مبتدا ہو بغرض اغرا علی التوحید اور امر بہ بیزاری از عبادت غیر گویا کہا گیا کہ غیر کی عبادت چھوڑ کر اللہ عزوجل کی عبادت پر لازم اختیار کرو ۔ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ بالثواب علی التوحید ۔ بیشک میں تمہارے لیے اللہ تعالے کی طرف سے ڈر سنانے والا ہوں عذاب الٰہی کا جو شرک پر مرے اور خوشخبری سنانے والا ہوں ثواب الٰہی کی جو توحید پر ثابت رہے ضمیر منہ راجع بحق سبحانہ تعالے ہے بعض نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ کائنا من جہۃ اللہ سبحانہ ۔ لیکن بظاہر یہ جید نہیں کیونکہ صفت اپنے موصوف پر مقدم نہیں ہوتی ہے تو نذیر کی صفت کیونکر ہوگا اور شاید کہنے والے کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ دراصل یہ صفت ہے اگر متاخر ہو ولیکن چونکہ مقدم واقع ہوا تو حال ہوگیا کما صرح بہ ابو البقاء ۔ پس صواب یہ ہے کہ کائنا من جہۃ اللہ تفسیر کیجاوے ۔ بعض نے کہا کہ منہ کی ضمیر کتاب کی طرف راجع ہے یعنے میں تمہارے حق میں نذیر کرنے والا ہوں کتاب کی مخالفت کرنے سے اور بشارت دینے والا ہوں جو اسکے موافق ایمان لاوے اور نیک کام کرے ۔ انذار کو مقدم کیا کیونکہ خوف دلانا اہم ہے جس سے انسان بد اعمال سے باز رہتا ہے ۔ بعض نے کہا کہ یہ اللہ تعالے کا کلام ہے مانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ کے ۔ اور اول اولے ہے ۔ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۔ اور یہ کہ تم استغفار کرو اپنے رب سے پھر اُسی کی طرف توبہ کرو ۔ پہلے استغفار کرنے پھر توبہ کرنے کو اس لیے فرمایا کہ استغفار وسیلہ توبہ ہے پہلے بندہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی پردہ پوشی یا ان کا محو مانگیگا پھر ایک ہوکر اُسی کی طرف رجوع لاویگا ۔ بعض نے کہا کہ استغفار کے پورے ہونے میں سے یہ بھی ہے کہ توبہ کرے ۔ اور بعض نے کہا کہ استغفروا ربکم کے معنے یہ کہ اپنے رب سے توبہ کرو ۔ پھر تم توبوا کے معنے یہ کہ اخلاص کے ساتھ اس پر مستقیم رہو اور بعض نے کہا کہ استغفار کرو اگلے گناہوں سے پھر توبہ کرو جو آئندہ سرزد ہو جاویں ۔ بعض نے کہا کہ استغفار کرو شرک سے پھر توحید پر ہوکر اپنے رب کی طرف رجوع لاؤ ۔ فراء نے کہا کہ ثم یہاں بمعنے واو ہے ۔ بعض نے کہا کہ مغفرت ہی اصل مقصود ہے اور توبہ اس کے حصول کا سبب ہے پس جو آخر میں حاصل ہو اس کو طلب میں مقدم کیا ۔ بعض نے کہا کہ استغفار کرو صغائر سے اور توبہ کرو کبائر سے ۔ والاول اولی ۔ پھر جو کچھ اوپر ذکر فرمایا اسپر دو باتیں مرتب فرمائیں اول يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا ۔ امتاع دراصل اطالہ یعنی درازی دنیا چنانچہ دعا میں امتع اللہ بک بولتے ہیں تو معنے آیت کے یہ ہوئے کہ اللہ تم طول دیگا تمہارے نفع کو دنیا میں عمدہ پسندیدہ منافع سے کہ رزق میں فراخی و عیش میں فراغت پاؤگے ۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ یمتعکم متاعا حسنا ۔ یہ ہے کہ اللہ تعالے مومن کو جو میسر آوے اس پر رضامندی دیگا اور جو مقدر پیش آوے اس پر صبر کی توفیق اس زندگی میں عطا کرے ۔ بیضاوی نے کہا کہ قولہ یمتعکم متاعا حسنا تم کو امن و راحت میں زندہ رکھے اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک مدت معلوم تک اور وہ تمہاری عمر مقدر کا آخر ہے ۔ اور شاید منع کی اجل کے معنے یہ ہوں کہ تم کو عذاب استیصال سے ہلاک نہ کرے ۔ رزق و اجل کو اگرچہ اعمال پر معلق کیا ولیکن وہ ہر ایک کی اضافت سے مقدر ہے کیونکہ اللہ تعالے جانتا ہے ہر بندہ کو کہ وہ ایسے اعمال میں مشغول ہوگا جو مثلاً اسکے ترقی عمر کا باعث ہونگے پس کوئی تغیر و تبدیل نہیں ہوسکتا ۔ واضح ہو کہ احادیث صحیحہ میں بھی اعمال پر نیکی تمتع اکثر و امر یہ عمر کا ذکر آیا مانند حدیث قدسی یا عبادی انما ہی اعمالکم احصیہا لکم حدیث اور نیک اعمال سے عمر بڑھ جانے کی احادیث پس آیات و احادیث متوافق ہیں اور صریح دلیل ہے کہ نیکوکاری سے صلاح و فلاح دارین ہے ۔ اور یہ تمام آیات و احادیث سب کی موافق ہیں کہ ہر مقدر ہیں تو یہ بھی صحیح ہے چنانچہ

قولہ تعالےٰ ولو آمن اہل القریٰ الآیۃ - وقولہ لاکلوا من فوقہم الآیۃ - وقولہ فلولا کانت قریۃ آمنت فنفعہا ایمانہا الا قوم یونس الآیۃ پس
خلاصہ جواب جو حضرت ادی رح نے دیا یہ ہے کہ علم آلہی عز سلطانہ اپنی مخلوق کو محیط ہے اور جسطرح اُسنے جس مخلوق کو پیدا کیا سب اپنی قدرت
واختیار سے پیدا کیا ورنہ نعوذ باللہ لازم آتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کو اپنی مخلوق سے آگاہی نہ تھی کہ یہ کیا کریگی پس خلاف علم آلہی واقع نہین ہوسکتا
اور استطاعت مین ہر ایک کے کان ناک آنکھ حواس دیدیے ہین کچھ ظلم نہین کیا اور رزق پاک وفراخ اور عمر دراز جن اعمال پر منوط
فرمائی ہے بحال خود منوط ہے پس جس نے ان اعمال کو اختیار کیا اس نے حصہ وافی پایا اور یہ وہی کریگا جسکے حق مین موافق علم آلہی محیط
کے یہ مقدر ہو چکا ہے اور جو ایسا نہ کریگا وہ محروم رہا اور یہ وہی ہوگا جو علم ازلی مین محروم رہا ہے اسمین کوئی تغیر واقع نہین ہوسکتا پھر واضح ہو کہ ہر
عمل جو دنیا وآخرت دونون مین نیا سا نتیجہ دے وہی ہوگا جو بحکم آلہی ہو ورنہ اگر کوئی قوم کسی ایسے افعال کو اختیار کرے جو عقلی حسن وقبح کے
موافق اچھے ہین مثلاً اس نے اپنے اخلاق مین سے یہ مقرر کیا کہ باہمی اتفاق رکھین اور قوم کو نفع پہونچاوین اور مشورہ سے دنیا کے کام
کرین اور تمام لوگون کے لیے مدارس تعلیم باہمی جاری کرین اور ایک ساختہ مذہب پر سب کو جمع کرین اور ظلم وغیرہ اپنی رائے کے موافق
نہونے دین تو اس قوم کو دوسری اقوام پر جنمین یہ باتین نہون ترقی ہوگی لیکن ان اعمال کا نتیجہ انکو دنیا مین بھرپور دیدیا جائیگا یہانتک
عروج سلطنت ومال ومتاع دنیاوی مگر یہ سب بحقیقت انکی نیت کے موافق بدلا ملا جو محض فانی ہے پھر دار الآخرۃ باقی ہے اسکی لازوال نعمتون
مین سے ایسی قوم کے لیے کچھ نہین ہے لہذا دین حق کی پیروی کرنے والے جبکہ اپنی پیروی پر قائم ہون دونون جہان مین بہتری اٹھاوینگے چنانچہ
مزید فضل کی طرف تخصیص فرمائی بقولہ تعالےٰ وَیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ اور عطا کریگا ہر فضل والے کو اسکا فضل یعنی جو کوئی دین حق کے
واجبات پورے کرکے نوافل ومستحبات کا عامل ہو اسکو اسکے اس واجب سے بڑھتی کی جزا بھی دنیا وآخرت مین عطا فرماویگا حضرت ادی رح نے کہا
کہ یہ وعدہ ہر مومن موحد تائب کو کہ اسکو دونون جہان مین بہتری ملیگی بالجملہ جسکی نیکیاں موافق حکم آلہی پوری ہون اور بڑھتی پر اللہ تعالےٰ
فضل عظیم فرماویگا - ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جسنے کوئی برائی کی اسپر ایک برائی لکھی جائیگی اور جسنے ایک نیکی کی اسکے واسطے
دس نیکیاں لکھی جائینگی پھر جو اسنے برائی کی تھی اگر اسکے عوض دنیا مین اس سے عقوبت لیگئی تو اسکی دسون نیکیاں باقی رہین اور
اگر دنیا مین اس بدی کا بدلا اُس سے نہ لیا گیا تو آخرت مین دس سے ایک نیکی کم کردی جائیگی اور نو اسکے لیے باقی رہجائینگی پھر ابن مسعود فرماتے
ہین کہ مرد ہلاک تو وہ ہوا کہ جسکی دہائیون پر اکائیان بڑھ گئین - رواہ ابن جریر - مترجم کہتا ہے کہ حضرت ابن مسعود رض نے احادیث صحیحہ کا خلاصہ
اپنے قول سے بیان کردیا اور مضمون صحاح احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم مین ثابت ہے - شیخ ابو العالیہ نے آیت کی تفسیر مین کہا کہ دنیا مین
جسکی طاعات بہت ہین اسکی خوبیان ومراتب جنت مین بڑھتے ہوئے ہونگے - مترجم کہتا ہے کہ ان بزرگون نے عمدہ باتین تفسیر مین بیان کردیا
اور ظاہر باقی اور بہتر یہ ہے کہ جو کوئی کتاب آلہی ورسول اللہ کی پیروی سے اللہ تعالےٰ عز وجل کی طاعت پر قائم ہو پس اگر اسنے فرائض وواجبات
کے عمل پر اکتفا کیا تو اللہ تعالےٰ اسکو اسکی موت مقدر تک اچھی طرح تمتع فرماویگا اور امید قوی ہے کہ آخرت مین بخشش وجنت عطا فرماوے اور جسنے
فرائض وواجبات پر نوافل ومستحبات کی کثرت کی اور فضل حاصل کیا تو اسکو اسکا فضل بھی دنیا وآخرت مین عطا فرماوے گا کیونکہ
اللہ تعالےٰ کی عظمت وکبریائی وفضل کی انتہا نہین ہے پیچھے بیان سے پوری ترغیب وبشارت فرمائی پس جو اب بھی نافرمان ہوا وہ بڑا
بدبخت ہے پھر منہ موڑنے والے کو تہدید فرمائی - وَاِنْ تَوَلَّوْا اور اگر تمنے منہ موڑا یعنی خالص اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے سے اور استغفار
وتوبہ کرنے سے تم نے منہ موڑا اور شرک ونافرمانی پر رہے - فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَبِیْرٍ تو مین خوف کرتا ہون تم پر

عذاب یوم کبیر کا۔ وہ یوم القیامۃ ہے اور اسکو کبیر اسلیئے کہا کہ اس دن بڑے بڑے ہولناک وقائع پیش آوینگے اور بعض نے کہا کہ کبیر کا لفظ صفت
عذاب ہے یعنے عذاب کبیر اور اسکو جر بسبب جوار یوم کے ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کفر و شرک سے یہ ضرور نہیں کہ خواہ مخواہ دنیا میں عقاب ہو اور
ظاہر حق یہ ہے کہ رسول کے موجود ہونے پر جو اسکو ایذا دیں اور ستاویں وہ دنیاوی عذاب میں بھی پکڑے جاوینگے اور بعد رسول کے دنیاوی عقاب
ضرور نہیں ہے۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ بعض کے نزدیک عذاب یوم کبیر سے سختی کے ایام مراد ہیں چنانچہ قریش کے لوگ عوض [illegible] سے قحط
میں گرفتار ہو کر آخر مردار [illegible] کھانے لگے تھے جبکہ آنحضرت صلعم نے بددعا فرمائی تھی کہ پروردگار انکو ہفت سالہ قحط میں مانند
یوسف کے گرفتار کرے پھر تمسک کیا عذاب سے خوف ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے فقط [illegible] الی اللہ مرجعکم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف تمہارا
مرجع ہے یعنی اس دن جبکہ [illegible] مرجع بمعنی رجوع۔ قال البیضاوی ہو وہ شاذ از قیاس ہے۔ الحاصل اللہ ہی کی طرف تمہارا رجوع ہے
وھو علیٰ کل شیء قدیر۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے پس تم کو عذاب دینے پر قادر ہے پس تم ہوشیار ہو اور اسکی عبادت و اس سے
استغفار و اسکی طرف توبہ کرنے سے اعراض کرنے سے باز رہو خصوصاً جبکہ اطاعت اسکی [illegible] فائدہ تمہارا ہے [illegible] قولہ سورۃ ہود
بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ [illegible] الف اشارہ جمیع [illegible] کمالات کا ہے [illegible] وحدت کے [illegible] عبودیت کا
[illegible]
[illegible] آیات [illegible] ذات و صفات [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] عبادت الٰہی میں [illegible]
اور کسی امر کی طرف التفات نہ کریں قولہ انی لکم منہ نذیر و بشیر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] استغفروا ربکم
ثم توبوا الیہ پھر ایک کا استغفار جدا جدا ہے گنہگار تو جرم سے توبہ کرتے ہیں اور متقی لوگ اپنی عبادت کا نقص دیکھ کر اسی سے استغفار کرتے ہیں

اور عارف لوگ اپنے اسرار کے جرم سے استغفار کرین اور غیر کی طرف التفات نظر سے توبہ کرکے اسی کی طلب انوار مین رجوع لاوین۔ استغفار کو توبہ پر مقدم کیا اس لیے کہ استغفار تقدیس ہے اور توبہ تخلیص ہے استغفار تو لغزش سے ہوتا ہے اور توبہ غفلت سے ہوتی ہے۔ سہل بن عبد اللہ سے پوچھا گیا کہ استغفار کیا ہے فرمایا کہ پہلے فرمان قبول کرنے پر آمادہ ہونا پھر گڑگڑا کر جھکا پڑنا پھر توبہ کرنا پھر مغفرت مانگنا۔ اور استغفار تو ظاہر سے ہے اور گڑگڑا کر جھکنا قلب سے ہے اور توبہ ہمیشہ مغفرت مانگنا اور اسی مین قصور سے استغفار ہے بعض نے کہا کہ قولہ استغفروا ربکم یعنی ہر دعوی سے اور توبوا الیہ یعنی مذموم خطرات سے۔ شیخ یوسف رح نے کہا کہ عوام کا استغفار اپنے گناہون سے ہے اور خواص کا استغفار اپنے افعال دیکھنے سے نہ دیدار منت و فضل سے یعنی افعال اسی کا احسان و اسی کی طرف سے ہے تو التفات سے استغفار کرتے ہین یا یہ مراد ہے کہ افعال کو کچھ عمل کرنے والا دیکھکر استغفار کرتے ہین کیونکہ اور درحقیقت اسی کے فضل و منت سے ہے واللہ اعلم اور جو سب سے خاص لوگ ہین وہ سوائے حق کے ہر چیز کے دیکھنے سے استغفار کرتے ہین شیخ نے لکھا کہ جب مین تفسیر مین یہان پہونچا تو میرے بعضے مصاحبون نے عارفین کے حقائق استغفار کو پوچھا تو مین نے کہا کہ عارفین اس امر سے استغفار کرتے ہین کہ حق کے ساتھ انکا کوئی وجود ہوا اور اس امر سے کہ معرفت مین انہون نے حضرت حق تعالی کی صفات کی حقیقت پہچانتے ہین تا کہ حقیقی عبودیت سے عبادت ممکن ہو تقصیر دیکھکر استغفار کرتے ہین اگرچہ ساحت قدم مین حدوث کو کوئی مجال نہین ہے اور اس امر سے استغفار کرتے ہین کہ مقام صحو مین سکر مین انسے دعوی انانیت سرزد ہوا اور اس امر سے کہ مشاہدہ ربوبیت مین عین عبودیت کا غاشیہ اٹھائے ہوئے ہین چنانچہ تو آنحضرت صلعم کے قول پاک کو نہین دیکھتا کہ فرمایا۔ انہ لیغان علی قلبی وانی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ یعنی میرے دل پر تغین لایا جاتا ہے اور مین دن مین اللہ تعالی سے ستر مرتبہ استغفار کرتا ہون۔ آنحضرت کے وجوہ استغفار کے منجملہ اس مقام پر یہ ہے کہ وجود حق مین اپنے وجود کو دیکھنے سے اور مشاہدہ صرف وحدانیت مین مشاہدہ التباس دیکھنے سے اور دیدار ازلیت کے بعد خطرہ انانیت سے استغفار کرتے تھے۔ پھر حق تعالے نے بیان فرمایا کہ بندے جب ما سوائے حق سے مڑکر حق تعالی کیطرف رجوع لاوین تو وہ انکو لقاء و وصال و فرحت کا بدلا عمدہ عطا فرماویگا لقولہ تعالی یمتعکم متاعا حسنا۔ سب سے زیادہ متاع خوب یہ ہے کہ ہمیشہ انوار مواجید و صفا سے احوال مین اور روشنی ذکر اور حلاوت فکر مین اور نزول حقائق کشف و لطائف معارف مین رہے اور رضوان الٰہی و مشاہدے سے تمام فرحت مین پاکیزہ زندگی بسر کرے لقولہ تعالی لنحیینہ حیوۃ طیبۃ الآیۃ۔ اور کیا خوب کہا ع منائی من الدنیا لقاءک مرۃ۔ فان نلتہا استوفیت کل منائیا۔ میری تمنا دنیا مین سے ایک مرتبہ تیرا دیدار ہے اگر مل جاوے تو مجھے بھرپور میری مراد مل گئی۔ قولہ تعالی۔ ویؤت کل ذی فضل فضلہ پس فضل مشاہدہ اسکو جسکو معرفت مین فضل ہے اور فضل وصال جسکو فضل شوق جمال ہے اور فضل کرامات جسکو فضل عبادات ہین اور فضل تحقیق جسکو فضل توفیق ہے اور فضل کفایت اسپر جسپر فضل عنایت ازلی ہے اور منجملہ فضل کے یہ ہے کہ بندہ اگلے گناہون پر نادم ہو اور اپنی لغزشون سے استغفار و توبہ کرے اور دل سے خالق کیطرف رجوع لاوے۔ پھر جسکو یاد الٰہی کی توفیق ہے اسکو طمانینت قلب کا فضل ملتا ہے اور خلق کو فراموش کرنے سے دیدار احسان حق کو دیکھتا ہے اور یہی فضل ہے کہ نسیم وصال سے حیات مین موانست و لذت حاصل رہے۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ یمتعکم متاعا حسنا یعنی پاکیزگی نفس و وسعت رزق و امر مقدر پر رضامندی۔ قلت قول حسن۔ اور سہل رح نے کہا کہ وہ ترک کرنا مخلوق کو اور متوجہ ہو جانا خالق عز و جل کیطرف ہے۔ ابو الحسن الوراق رح نے کہا کہ وہ نصیب ہو جانا اچھے فقراء عارفین کا ساتھ ہے۔ جنید رح نے کہا کہ بندون کے لیے اس سے بہتر کچھ نہین کہ حقیقت سے لزوم پاوین اور اپنے سر باطن کو اللہ تعالے کے ساتھ محفوظ رکھین حسین رح نے کہا کہ وہ رضامندی اس امر پر جو میسر آوے اور صبر اس امر پر جو مفقود پیش آوے۔ واسطی رح نے کہا مطلب فضل والا وہ بندہ ہے جسکو استغفار و توبہ کے بعد یہ نصیب ہوا کہ دل سے اللہ تعالی کیطرف جھکا رہے اور ہمیشہ خشوع کے ساتھ اپنے باطن کو محبوب کا نے رکھے۔ نصرآبادی نے کہا کہ جسنے فقط فضل پر نظر رکھی وہ فضل دینے والے کو دیکھنے سے ویسا ہی محروم رہجاتا ہے جیسے احسان کو دیکھنے والا

محسن کے دیکھنے سے غافل ہوتا ہے بعض نے کہا کہ ہر فضل والے کو اسکا فضل ملنا یہ کہ قرب و درجات میں سے ہر ایک جسکا مستحق ہو پاوے گا۔ جوزجانی رح نے کہا کہ جسکے لیے فضل مقدر ہوا وہ پیدا ہو کر اس فضل کو بفضل الٰہی پاویگا۔ ابو عثمان رح نے کہا کہ قولہ یؤت کل ذی فضل فضلہ یعنے جسنے اپنے پروردگار سے نیک گمان رکھا وہ اپنی مراد کو پہونچیگا۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض تفاسیر انہیں سے مبنی بر احوال ہیں اور ہر ایک کے لیے محمل صحیح ہے اور آیت کریمہ ان سب کو شامل و محتمل ہے کیونکہ فضل عام ہے اور ہر ایک فضل کے لیے مراتب ہیں واللہ اعلم۔

أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ

سنتا ہے وہ دوہرے کرتے ہیں اپنے سینے کہ پردہ کریں اس سے سنتا ہے جس وقت اوڑھتے ہیں اپنے کپڑے وہ جانتا ہے جو چھپاتے ہیں

وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

اور جو کھولتے ہیں وہ جاننے والا ہے جیون کی بات

آیت کی شان نزول میں مفسرین کے اقوال ہیں بعض مفسرین رح نے لکھا کہ نزول اسکا اس شخص کے حق میں ہے جو بیجا نہ پیشاب پھرتے وقت یا جماع کرتے وقت حیا کرتا تاکہ فرج کا وصول بجانب آسمان ہو۔ کما رواہ البخاری عن ابن عباس رضی اللہ عنہ یعنی ایسے وقت میں وہ اپنا سینہ موڑتا اور اپنے آپ کو کپڑوں سے خوب ڈھانکتا تاکہ مفضی نہ ہو اور بعض مفسرین رح نے کہا کہ بعض قول میں اسکا نزول منافقوں کے حق میں ہے قال فی المعالم بعض منافقین تھے کہ جب آنحضرت صلعم حکم دیتے تو وہ اپنی پیٹھ موڑتا اور سر آگے ڈالتا اور منہ ڈھانپ لیتا تاکہ آنحضرت صلعم اسکو نہ دیکھیں رواہ ابن جریر عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد۔ بیضاوی رح نے کہا کہ اس قول میں نظر ہے کیونکہ آیت تو بالاتفاق مکیہ ہے اور نفاق کا پیدا ہونا مدینہ سے شروع ہوا اور معالم میں اسکا جواب دیا کہ اخنس بن شریق حلیف بنی زہرہ مکہ میں منافق تھا۔ ابن کثیر رح نے بعد روایات بخاری از ابن عباس لکھا کہ حضرت ابن عباس رضہ سے دوسری روایت میں اس آیت کی تفسیر میں آیا کہ مراد اس سے شک کرنا اللہ تعالیٰ کے وجود میں اور گناہ کا مرتکب ہونا۔ ایسا ہی مجاہد و حسن وغیرہم سے مروی ہے۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ مقصود یہ کہ قول بد و عمل بد کے وقت سینہ موڑتے کہ اللہ تعالیٰ کو آگاہی نہ ہوگی۔ مترجم کہتا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ آیت کو اپنے ماسبق سے مربوط رکھی جائے جیسے بیضاوی رح وغیرہ نے کیا ہے اور جو اسباب نزول مذکور ہیں وہ سب اس ربط ماسبق میں شامل ہیں حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اب آگاہ فرمایا کہ سابق میں جو انذار و بشارت مذکور ہوئے وہ انہیں کارگر نہیں ہوتے اور نہ انکے دل نرم ہوتے بلکہ وے عناد و کفر پر مصر رہے اسیواسطے حرف تنبیہ سے تعجب کیواسطے مصدر فرمایا بقولہ۔ اَلَا اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ الآیۃ حرف تنبیہ تاکہ ہر مومن عاقل اپنے خالق سے معرفت والا انکی جہالت سے متنبہ ہوکر تعجب کرے کہ کیا قدر اپنے رب سے جاہل ہیں یثنون از ثنی یقال ثنی صدرہ عن الشیٔ جبکہ اس شے سے اپنا سینہ موڑ دے و منحرف کرے پس کنایہ ہے اعراض سے قال البیضاوی ای یثنونہا عن الحق و ینحرفون عنہ یعنی خبردار ہو کہ بے شک وے لوگ منحرف کرتے ہیں اپنے سینے حق سے یعنی حق سے منحرف ہوتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ثنی بمعنی عطف ہے یعنے پیچ دیا یعنے اپنے سینوں کو بل دیتے ہیں اور اسکی تہ میں کفر و عداوت الرسول صلعم پیچ دیتے ہیں اسطرح کہ یہ سب بداعمال انکے سینوں میں چھپکر مخفی رہیں جیسے کپڑے کی تہ میں چیز پوشیدہ رہتی ہے چنانچہ منافقین کہا کرتے کہ جب ہم نے اپنے دروازے بند کر لیے اور کپڑوں سے اپنے آپ کو لپیٹ کر ڈھانپ لیا اور محمد صلعم کی عداوت پینچ اپنے سینے پیچ دیے تو ہم کو کون آگاہ ہوگا۔ قال البیضاوی رح یا معنی یہ ہیں کہ پیچ دیتے ہیں اپنے سینوں کو کفر و عداوت الرسول صلعم پر۔ قال البیضاوی رح ایک قرأۃ میں تثنونی صدورہم بیاء تحتیہ و تاء فوقانیہ ہے اور یہ افعوعل مبالغہ ہے یعنے تثنونی ثنی سے ہے۔ واضح ہو کہ وجہ دوم اولیٰ ہے یعنے کپڑے کی تہ کی طرح اپنے سینوں کو عطف کرتے ہیں لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ تاکہ چھپا دیں اللہ تعالیٰ سے یعنے اپنے اسرار کو اپنے زعم میں اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ کرنے کو اس طرح عطف کرتے پھر کلمہ تنبیہ کو مکرر کیا

اسوقت کے بیان کے لیے جب تنگی صدور کرتے تھے اور فرمایا۔ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَهُمْ خبردار ہو جو وقت ڈھانکتے ہین اپنے کپڑے ابن عباس رضہ نے کہا یستغشون اے یغطون رؤسھم یعنی جب اپنے سرون کو ڈھانپتے ہین بیضاوی رحمہ اللہ نے اسکو حقیقت پر محمول کیا یعنی خبردار ہو جبکہ بستر پر آتے اور اپنے آپ کو کپڑون سے ڈھانپتے ہین اور یہ گذرا کہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ مراد اس سے شک فی اللہ و عمل سیآت ہی اور ایسا ہی مجاہد و حسن وغیرہم نے کہا یعنے جب کوئی معصیت کا قول کہتے یا فعل کرتے تو وے اپنے سینون کو پیچ دیتے اور گمان کرتے کہ اس سے ہم یہ بات اللہ تعالے سے چھپا ڈالینگے پس اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ خبردار جب وے تاریک رات مین اپنے آپ کو کپڑون سے ڈھانک لیتے ہین۔ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ اللہ تعالے جانتا ہی جو وے پوشیدہ کرتے ہین یعنی اپنے دلون مین۔ وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جو اعلان کرتے ہین یعنی زبانون و منھون سے حاصل یہ کہ علم الٰہی تعالے انکے سر و علانیہ سب کو یکسان محیط ہی اسپر کوئی چیز مخفی نہین ہو سکتی ہی۔ اِنَّهٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ وہ بے شک خوب جانتا ہی ذات الصدور کو یعنی اسرار ذات الصدور کو یا دلون والے احوال کو پس حاصل یہ ہی کہ کفار اپنے خالق کو پہچانین کہ وہ انکے پوشیدہ و علانیہ سے یکسان آگاہ ہی کوئی امر اس سے پوشیدہ نہین پس کفر وغیرہ پر اصرار نہ کرین اور علی ہذا جو کوئی منافق ہی اپنے نفاق کو کبھی مخفی نہین کر سکتا۔ اور اسی سے یہ احکام نکلے کہ بندہ ہر دم اپنے خالق پاک عز و جل کے علم مین ہی وہ اسکو خوب دیکھتا و جانتا ہی پس جو امور اس نے مانند پیخانہ و پیشاب کے یا جماع حلال کے جائز کیے ہین انکو کرے اور اگر کسی طرح چاہے کہ مین پوشیدہ رکھون تو معرفت سے محض ابعد ہی کیونکہ خالق عز و جل کے علم محیط سے خارج نہین ہو سکتا۔ فافہم واللہ تعالے اعلم ف عرائس مین صرف قولہ تعالے یعلم ما یسرون وما یعلنون کے معانی شاملہ کے اشارات مین لکھا کہ خطرات کو جانتا و علانیہ نظر کو جانتا ہی اسکے دیکھنے و جاننے مین دونون حال مین کچھ فرق نہین ہی قلب کا ذکر جانتا اور علانیہ اخبار غیب جانتا ہی۔ حالات اسرار کو اور علانیہ معاملات کو یکسان جانتا ہی اللہ تعالے نے قلوب صدیقین کو اپنے انوار جلال سے پرتو دیا ہی لہذا خلائق کے دلون مین جو مضمر ہوتا و جو خطرات آتے ہین وے اپنے قلوب کے ابصار سے جو پرتو نور جلال ہی ایسا ہی دیکھتے ہین جیسے ظاہری آنکھ سے ظاہری امر کو دیکھتے ہین چنانچہ حق تعالے نے فرمایا فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اتقوا فراسة المومن الحدیث یعنی مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ تعالے کے نور سے دیکھتا ہی۔ فارس رح نے کہا کہ تم جو اپنے احوال پوشیدہ رکھو وہ ویسا ہی جانتا ہے جیسے علانیہ افعال کرتے ہو وہ تو تم کو پیدا کرنے و ایجاد کرنے سے پہلے تم سے خوب آگاہ تھا۔ فارس رح نے کہا کہ حرکات تو جوارح پر ہین اور مشاہدہ اسرار پر ہی بعض نے کہا کہ وہ تعالے خوب علیم ہی جو پوشیدہ کرین اخلاص سے اور جو علانیہ کرین عبادات سے۔ پھر اللہ تعالے عز و جل نے اپنے محیط علم کو اور اپنی تمام مخلوق کی کفالت کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالے۔

تم الجزء الحادی عشر ویتلوہ الجزء الثانی عشر

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰/

حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱/

جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲۰/

کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔ …

چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ …

رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔ ۱/

فقہ فارسی

ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔ …

شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی معروف۔ …

نہج الحج۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ …

تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبدالسلام۔ …

تبیان۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین۔ ۱/

بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی۔ ۲/

نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔ ۱/

مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۶/

شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ …

مسالک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از مولوی آلہ یار خان۔ …

فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ …

قدوری۔ ترجمہ مولانا ابو القاسم۔ ۶/

شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبدالرحمن جامی۔ ۱۵/

کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۲/

مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ …

شرح مختصر وقایہ کوریسری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ …

رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت و حرمت جانوران۔ ۱/

رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔ /

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ۔ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح ہے۔

فتح القدیر۔ حامل متن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کا ہے چار مجلد اضافی کنند صحیح جدید الطبع۔ …

ہدایہ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل

(۱) جلدین اولین عبادات۔ …

(۲) جلدین آخرین معاملات۔ …

ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل۔

ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح۔ …

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب۔ …

فتاوی قاضیخان مع شرح الحبیر از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل۔ …

شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح۔ …

شرح وقایہ خرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم۔ ۱۰/

الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔ …

ملا مسکین۔ … محشی جدید کابل اور اطراف کابل مین داخل درس ہے۔ …

مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ …

عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہیں۔

(۱) جلدین اولین عبادات مین۔ …

مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول۔ ۱۱/

عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر
کنز الدقائق عربی جدید حواشی کے ساتھ
قیمت ۱۰ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق۔ ترجمۂ اخلاق جلالی - ۷ر
باب دانش۔ مولفہ مولوی محمد کریم بخش - ۲۰ر
اوقات عزیزی۔ از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - ۱۲ر
تدبیرۂ دانش۔ ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ۳۰ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲۰ر
انجیات - اخلاق و موعظت مین مصنفہ منشی کامتا پرشاد - ۳۰ر
کیمیاے حکمت۔ حصہ اول بیان شریف علم و ادب - ۲۰ر
پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف۔ کامل دو جلد مین بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳۔ زیر طبع
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶۔ زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی۔ منتخبات مثنوی مولانا روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب - ۱۲ر
چشمۂ فیض۔ نظم ترجمۂ اُردو پند نامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہٗ از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۲ر

مذاق العارفین۔ ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل ۸ر
تہذیب احسانی۔ مولفہ حکیم احسان علی - ۳۰ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان۔ جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۱۲ر
گلستان مع فرہنگ۔ متوسط قلم آخر مین مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر
گلستان بالتصویر۔ کاغذ حنائی و سفید رسمی ۹ر
گلستان مع فرہنگ۔ متوسط قلم رسمی محررۂ منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اُردو - اسپر طلبا کی آسانی کے لئے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین - ۱۴ر
شرح گلستان۔ از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر
گلستان مترجم - فارسی با ترجمہ اُردو - ۱۲ر
گلستان خرد۔ فارسی - ۵۰ر
تضمین گلستان سعدی۔ منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہو کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۶ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر
خارستان۔ حکایات پند و نصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجد الدین - ۸ر

عقد گل و عقد منظوم۔ یعنی انتخاب گلستان و بوستان - ۹ر
بوستان جلی قلم۔ محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - ۱۰ر
بوستان محشی کلان۔ اس میں ضروری حواشی درج ہین - ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم۔ چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر
بوستان محشی خرد - ۵۰ر
بوستان مترجم منظوم۔ معمولی ترجمہ نہیں ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر
بہار بوستان۔ بوستان کی جامع شرح از منشی تیکچند بہار صاحب بہار عجم بمثل شرح ہے - ۱۸ر
اخلاق جلالی محشی۔ منشی فاضل کے کورس مین ہو اور عموماً طلبا ر کے درس مین داخل ہے - ۱۲ر
اخلاق ناصری۔ منتہیان فارسی کے درس مین داخل ہو۔ اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱۲ر
اخلاق محسنی۔ داخل درس از ملا حسین واعظ کاشفی - ۸ر
مثنوی سلسبیل۔ اخلاق و موعظت مین ایک در بے بہا ہو از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۲ر
مجموعۂ صد پند سودمند۔ حضرت لقمان کے سو قابل قدر نصائح - ۲ر ۲ پائی۔

المشتہر منیجر صیغہ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ

پارہ ۱۲

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جس مین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین و ایمان،

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

مع جامع البیان

مصنفہ

جبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حادی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ عین الہدایہ طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین چھپی

بحسن و خوبی

سنہ ۱۹۳۲ء

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت مناسب ہے بعض کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اِن مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری۔ ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدمین ۔ ،
تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمّٰی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲۰ ،
تفسیر سورۂ یوسف ۔ جو مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵ ،
پنجسورہ مترجم ۔ باترجمۂ اُردو ۔ ۲ ،

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ بمعارف مبتدا ول پوری تفسیر خوشخط مجلد ۔ ،
تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ ملا معین ہروی در تصوف ۔ ،

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی ۔ مسمّٰی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج یعنی جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط ہے عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُداۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و بیا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت

نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا ۔ لہ ۵ بلا جلد ۔ مجلد ۔ ،

احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمۂ مشکوۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدمین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدۂ اسکا ترجمہ اُردو ہیں اس مرتبہ اسمین ترجمہ اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۔ ،
تحفۃ الاخیار ۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمۂ مولوی خرم علی ۔ ۸ ،
ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اوّل مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری ۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے ۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں ۔ للعہ ر
ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ۔ ،

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع ۔ ،

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف ۔ ،
دلائل الخیرات ۔ باترجمۂ فارسی و اسماے متبرکہ

در خواص اسمار حسنے معروف ۔ ۲ ،
زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرہ احادیث مؤلفۂ مولانا غلام یحیٰ ۔ ۵۰ ،

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمۂ اُردو در مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدمیں ۔ ،
راہ نجات ۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۔ ،
مفتاح الجنۃ ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ ،
حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالۂ بے نمازان ۔ ۱ ،
ترجمۂ فتاوی عالمگیری ۔ اِس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل ۔ ،
کشف الحاجۃ ۔ ترجمۂ اُردو مالابد منہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۴ ،
ہزار مسئلہ ۔ بشامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ۲ ،
شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ ۲ ،

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ

اور کوئی نہین پاؤن چلنے والا زمین پر

اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

مگر اللہ پر ہے اُس کی روزی اور جانتا ہے جہان ٹھہرتا ہے اور جہان سونپا جاتا ہے سب موجود ہے کھلی کتاب مین

دآبۃ بتشدید بار موحدہ ما دبّ علی الارض۔ جو چیز زمین پر رینگے یا حرکت و سیر کرے پس چیونٹی وغیرہ حشرات الارض کو بھی شامل ہے اور یہی یہان مراد ہے اور عرف مین چارپایہ پر اور عرف خاص مین گھوڑے پر بولتے ہین۔ وہ مراد نہین ہے۔ ما نافیہ۔ اور مِن دابۃ مین مِن زائدہ بغرض استغراق نفی ہے علی اللہ مین کہا گیا کہ علی وجوب کیلیے اور کہا گیا کہ نہین و سیاق الکلام فیہ بیضاوی رح نے کہا کہ گویا اس آیت سے یہ بیان مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات سب کا عالم ہے جیسے مابعد مین تمام ممکنات پر قدرت والا ہونے کا بیان ہے تاکہ توحید خوب محقق ہوجاوے۔ فرمایا۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اور نہین کوئی دابہ مین ہین اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا مگر آنکہ اللہ تعالیٰ پر ہے اُسکا رزق یعنی اُسکی غذا و معاش جو کچھ ہو وہ اللہ تعالیٰ پر ہے کیونکہ اُسنے تفضل و رحمت سے اُسکا تکفل فرمالیا ہے پس کوئی یہ وہم نہ کرے کہ اوتعالیٰ پر بھی یہ امر واجب ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ علی اللہ بحرف وجوب فقط اسواسطے فرمایا کہ جب اُسنے تفضل و رحمت سے تکفل فرمایا تو ضرور ہر دابہ کو اسکا رزق پہونچے گا اور اسیلیے کہ مخلوق اس بارہ مین اسپر توکل کرین۔ اور کمالین مین کہا کہ یہ اگرچہ محض تفضل ہے لیکن جب اُسنے یہ ضمانت کر لی کہ مخلوق پر تفضل فرماویگا تو اس تفضل کا مرجع واجب ہوا جیسے بندون کی نذر کرلینے کا حال ہے۔ امام رازی رح نے کہا کہ رزق تو اللہ تعالیٰ پر بسبب وعدہ و فضل و احسان کے واجب ہے تو یہ بندون کی نذرون کے معنی مین ہوگا بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب نہین ہے جیسا کہ ظاہر کلام بیضاوی رح ہے اور حاصل یہ ہے کہ وجوب یہان وجوب اختیاری ہے نہ وجوب التزامی پس رزق اسکی مشیت پر موکول ہے چاہے دے اور چاہے نہ دے۔ اور بعض نے کہا کہ علی اللہ بمعنی من اللہ ہے۔ مجاہد رح نے کہا کہ دابہ کو جو رزق پہونچا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور کبھی رزق نہین دیتا کہ وہ بھوک سے مرجاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر وجوب تعبدی کے معنی متصور ہی نہین ہین ولیکن اس سے یہ لازم نہین کہ وہ اپنی مخلوق کے ارزاق کا متکفل نہ ہو کیونکہ اسکے سوا کوئی رازق و رزاق نہین ہے اور احادیث مین تصریح ہے کہ ہر ایک مخلوق کا رزق و اجل وغیرہ قبل پیدائش کے اللہ تعالیٰ مقدر فرماتا ہے ہان جیسے ابتدائے آیت مین گذرا کہ باعتبار نیک و بد اعمال کے تمتع پاکیزہ و تمتع ناپاک سے فرق ہوتا ہے لہذا ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مین خبر دی کہ تمام دواب روئے زمین صغیر و کبیر کا خواہ بری ہو یا بحری ہو ہر ایک کے ارزاق کا اللہ تعالیٰ متکفل ہے۔ وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا۔ اور وہ جانتا ہے ہر دابہ کے مستقر و مستودع کو یعنی کہان اُسکا مستقر ہے کہ وہان تک نے مین مین سیر کرے اور کہان مستودع ہے کہ پھر وہان بسیرا لیوے۔ علی بن ابی طلحہ وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ مستقرہا یعنی زندگی مین کہان ٹھکانا لیتا ہے اور مستودعہا یعنی جہان مرکر مدفون ہوگا۔ مجاہد رح سے روایت ہے کہ مستقر سے رحم کا محل قرار مراد ہے اور مستودع سے صلب کا نطفہ مراد ہے اور یہی ضحاک و ابن عباس و ایک جماعت سے مروی ہے پس یہ سورۂ انعام کی آیت سے متوافق تفسیر ہوئی۔ الحاصل اللہ تعالیٰ ہر دابہ کو رزق دیتا ہے جہان کہین ہو بعد از انکہ وہ دابہ محتاج غذا ہوگیا ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ جب تم مین سے کسی کی موت کسی زمین مین مقدر ہوگی تو وہان جانے پر اس کو کوئی ضرورت مجبور کریگی یہان تک کہ جب وہ انتہائے مقام پر پہونچ جائے گا

تو وہان اسکی روح قبض کی جائیگی پس قیامت کے روز زمین عرض کریگی کہ یہ وہ ہے جو تو نے مجھے ودیعت سونپا تھا۔ رواہ الحاکم وصححہ۔
پھر اللہ تعالیٰ نے آیت کو ختم فرمایا بقولہ کُلٌّ فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ ہر ایک ان دواب مین سے و اس کا پورا حال مذکور و مثبت ہے لوح محفوظ مین۔ بالجملہ
علم الٰہی اسطرح مخلوقات کو محیط او رسب اسطرح اسکے علم مین منحصر و معلوم ہین جیسے فرمایا۔ ومامن دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم ما فرطنا
فی الکتاب من شیئ ثم الیٰ ربھم یحشرون۔ اور دوسری آیت مین فرمایا۔ وعندہ مفاتح الغیب لا یعلمھا الا ھو ویعلم ما فی البر والبحر وما تسقط من
ورقۃ الا یعلمھا ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ پس وہی اللہ تعالیٰ وحدہٗ خالق رازق ہے جس کے علم
مین اسطرح مخلوق کے ارزاق و مستقر و مستودع کا انضباط ہے جس سے تجاوز نہین ہوسکتا اور کفار مشرکین اپنی جہالت سے رزق وغیرہ کو
شرکا کی طرف سے سمجھتے اور خالق عزوجل سے کفر کرتے ہین ف فی العرائس قولہ ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا جمہور کو زبان توحید
سے بلایا کہ متفرد ہو کر مقام رضا مین داخل ہون اور مسند صفا پر بیٹھین اور آئینہ قدر مین دیکھین کہ سابقہ ازل مین جو رزق ہر ایک کے مقدر
ہوا انھین اسباب ظاہری سے اسی قدر اس کو ضرور پہونچے گا پس ان کے اسرار مطمئن ہوجاوین اور معلوم کرلین کہ ہر دابہ کا رزق بقدر اس کے
حوصلہ کے مقدر ہوا چنانچہ اشباح کے لیئے رزق ظاہری ہے اور ارواح کیلئے رزق مشاہدہ ہے اور اسرار کیلئے رزق وصل ہے اور نفس کیلئے
رزق ہمت اور عقل کیلئے رزق رغبت اور قلوب کیلئے رزق قرب ہے اور ملائکہ کیلئے رزق خوف و ذکر ہے اور جنون کیلئے رزق زجر و وعید ہے
رزق حیوان روح عنصر ہے۔ رزق حشرات خطرات تسبیح ہے۔ درندون کا رزق یہ کہ انفعال درندگی کی تاریکی مین کو دپڑین۔ طیور کا رزق
یہ کہ فرح اور تہلیل کرین۔ انسان کا رزق جس سے وہ زندہ رہتا ہے قبض فعل و روح فعل ونور صفت ہو اور اسرار پر ظہور نور ذات ہو اور اللہ تعالیٰ
اپنے لطف سے مصادفت اجمیع کو افعال وصفات سے جانتا ہے اور فرمایا۔ ویعلم مستقرہا ومستودعہا مستقر الارواح انوار ذات ہین اور مستقر
القلوب نور صفات ہین و مستقر العقول انوار افعال ہین اور مستودع العقول عبادات ہین اور مستودع القلوب مشاہدات ہین و مستودع الارواح
مکاشفات ہین و مستقر الاشباح اکناف آیات ہین اور مستودع انکا قبور مجاہدات ہین مستقر العقول اذکار اور مستودع انکا افکار ہین مستقر القلوب محبت
اور مستودع انکا معرفت ہے مستقر الارواح توحید اور مستودع انکا فنا فی الموحد ہے مستقران سب کا اصلاب عدم اور مستودع انکا انوار قدم ہے۔
روایت ہو کہ شیخ یوسف بن حسین نے اس آیت کو پڑھا پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے تمام بندون کو اسی پر توکل واعتماد بتلایا ولیکن گویا
سبھون نے اس سے انکار کیا اور چند عاریتی چیزون پر جن کے وے درحقیقت مالک نہین ہین اعتماد کیا سوائے فقرائے مہاجرین رضی اللہ عنہم کے
کہ بالکل گھر بار چھوڑ کر اسی پر متوکل ہوئے پھر بے حرکت پیچھے فقراء صوفیہ ہین جو ان کے قدم بقدم چلے جاری رہے پس مخلوق نے تو اسباب ہی
پر اعتماد کیا اور اللہ تعالیٰ پر توکل سے منکر ہوئے اور اس فرقہ نے کسی سبب پر اعتماد سے انکار کیا بلکہ فقط مسبب عزوجل پر اعتماد کیا اور
یہی کشادہ راستہ چلنا لوگون پر سخت ہے بعض نے کہا کہ مستقرہا یعنی ظاہر اسلام اور مستودعہا یعنی باطن ایمان بعض نے کہا کہ مستقرہا
یعنی مخلوق مین سے اور مستودعہا یعنی از حق تعالیٰ بعض نے کہا کہ مستقر طاعات ہین اور مستودع احوال ہین کہا جاتا ہے کہ عابدون کا مستقر
مساجد ہین اور عارفون کے مستقر مشاہد ہین۔ کہا جاتا ہے کہ نفوس مستودع التوفیق از حق تعالیٰ ہین اور قلوب مستودع التحقیق از جانب حق تعالیٰ
ہین بعض نے کہا کہ قلوب مستودع معرفت ہین اور معرفت اسمین ودیعت ہو اور ارواح مستودع محبت ہین پس محبت اُن مین ودیعت ہے
اسرار مستودع مشاہدات ہین پس مشاہدات اللہ تعالیٰ کی ودیعتین ہین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی خالقیت و وحدانیت وکمال قدرت و
عجیب حکمت کو بیان فرمایا بقولہ

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَآءِ

اور وہی ہے جسنے بنائے آسمان اور زمین چھ دن مین اور تھا تخت اُس کا پانی پر

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَّبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ

کہ تمکو آزماوے کون تم مین اچھا کرتا ہے کام اور اگر تو کہے کہ تم اُٹھوگے مرنے کے بعد

لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ○ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ

تو البتہ کافر کہنے لگین یہ کچھ نہین مگر جادو ہے صریح اور اگر ہم دیر لگا وین اُن سے عذاب کو

إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ۗ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ

ایک مدت گنے تک تو کہنے لگین کیا روک رہا ہے اسکو سنتا ہے جس دن آویگا ان پر نہ پھیرا جاویگا اُن سے

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهٖ يَسْتَهْزِءُونَ ○

اور اُلٹ پڑیگا اُن پر جس پر ٹھٹھے کرتے تھے

ع ۱

اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر اپنی قدرت کا حال بیان فرمایا کہ وہ ہر چیز پر ابتدائی پیدائش مین قادر تھا تو انتہائی بعث مین بدرجہ اولیٰ قادر ہے اور تعلیم خلق کے لئے مخلوقات سماوی و ارضی کو چھ روز مین پیدا کیا جن مین سے اول سنیچر اور آخر جمعہ ہے اور قبل اس کے اُسکا عرش پانی پر تھا چنانچہ عمران بن حصین رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اقبلوا البشری یا بنی تمیم الحدیث یعنی بنو تمیم اور اہل یمن آئے تھے پہلے آپنے بنو تمیم سے کہا کہ اے بنو تمیم بشری قبول کرو۔ وے بولے کہ آپنے بشارت دی تو کچھ دیجئے۔ آپ نے اہل یمن سے فرمایا کہ اے اہل یمن تم بشری قبول کرو۔ وے بولے کہ ہم نے قبول کیا اب آپ ہم کو اول الامر سے آگاہ فرمایئے کہ کیونکر تھا آپنے فرمایا کہ ہر چیز سے پہلے اللہ تعالیٰ تھا اور اُس کا عرش پانی پر تھا اور لوح محفوظ مین اُس نے ہر چیز کا ذکر لکھا۔ عمران کہتے ہین کہ اتنے مین ایک نے آکر مجھ سے کہا کہ تیرا ناقہ اپنے عقال سے کھل گیا ہے۔ مین اسکی تلاش مین چلا گیا پھر مجھے نہین معلوم کہ میرے پیچھے کیا ہوا رواہ احمد اور یہ حدیث صحیحین مین الفاظ کثیرہ سے مروی ہے بعض روایت مین ہے کہ اہل الیمن نے کہا کہ ہم آپکے پاس اول الامر کو پوچھنے آئے ہین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور ایک روایت مین ہے کہ اسکے سوائے کچھ نہ تھا اور ایک روایت مین اُسکے ساتھ کوئی چیز نہ تھی اور اُسکا عرش پانی پر تھا اور اُس نے ذکر مین یعنی کتاب لوح محفوظ مین ہر چیز لکھی پھر آسمانون و زمین کو پیدا کیا۔ صحیح مسلم مین عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ ان اللہ قدر مقادیر الخلائق الحدیث یعنی آسمانون و زمین پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے مقادیر خلائق کو مقدر کیا اور اُسکا عرش پانی پر تھا۔ بخاری رح نے اس آیت کی تفسیر مین حدیث ابو ہریرہ رض کو روایت کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ انفق علیک الحدیث یعنی تو خرچ کر تجکو نفقہ دیا جائیگا اور کہا کہ ید اللہ بھرا ہوا ہے اسکو نفقہ سحاء اللیل والنہار کچھ کم نہین کرتا اور کہا بھلا تم کو معلوم ہو تو مجھے بتلاؤ جبسے آسمانون و زمین کو پیدا کیا جو کچھ نفقہ دیا بیشک اس کے یمین سے کچھ کم نہین ہوا اور اسکا عرش پانی پر تھا اسکے ہاتھ میزان ہے کہ پست و بلند فرماتا ہے عرش کا پانی پر ہونا قول مجاہد و وہب بن منبہ و ضمرہ و قتادہ و بہت سے علماء کا ہے اور ربیع بن انس نے کہا کہ جب آسمانون و زمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے فرمائے ایک نیچے عرش ہے اور ابن عباس نے فرمایا کہ عرش کا نام عرش اسکی اونچائی کے سبب سے ہوا۔ محمد بن اسحاق نے اس آیت مین کہا کہ ایسا ہی تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا کیونکہ سوائے

نی کے نہ تھا اور اُسپر عرش تھا اور عرش پر ذو الجلال والاکرام وعزت وسلطان وملک وقدرت وحلم وعلم ورحمت ونعمت تھی وہی جو چاہتا ہے
رتا ہے ابن عباس رضؓ سے سوال کیا گیا کہ عرش پانی پر تھا اور پانی کس چیز پر تھا تو کہا کہ ہوا کی پشت پر تھا مترجم کہتا ہے کہ یہ سب شیخ ابن کثیرؒ
نے ذکر کیا اور جب اسقدر معلوم ہو گیا تو اب تفسیر کی طرف رجوع کیا جاتا ہے فرمایا۔ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ
ہی پاک خالق ہے کہ جسنے پیدا کیا آسمانون وزمین کو چھ روز مین مفسرؒ نے کہا کہ اول اسکا روز سنیچر تھا اور آخر اسکا روز جمعہ تھا۔ مدارک مین
ا کہ وہ چاہے ایک آن مین پیدا کرے پھر چھ روز مین پیدا کرنا مخلوق کو تعلیم ہے کہ آہستگی کے ساتھ معرفت مین کمال حاصل کرنے کو نفس سے
مجاہدہ رکھین۔ واضح ہو کہ دوسری آیات مین خلق السموات دو روز مین وعلی ہذا زمین وغیرہ کا ذکر ہے پس یہان کلام اجمالی ہو اور تفصیل
کی بنا پر دوسری آیات کے یہ کہ آسمان کو دو روز مین مع اسکے عجائبات کے اور زمین کو دو روز مین اور زمین کی مخلوقات مثل حیوانات ونباتات
قوات وجمادات کو دو روز مین پیدا کیا اور ایام سے یہان اوقات مراد ہین لذا ذکرہ بعضہم مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین سنیچر واتوار ودوشنبہ
(زائد وغیرہ)
غیرہ کے ایام مین جمعہ تک ہر روز کی تفصیل پیدائش پہاڑ ودرخت ودواب ونور وظلمت کا ذکر ہے پس ساعات مراد لینے سے یہ جواب ہو سکتا
ہے کہ زمین کے اوپر جو مخلوق ہو وہ منجملہ چھ اوقات مین سے دو وقت مین پیدا ہوئی اور دو وقت کی تفصیل یہ ایام ہین فلیتامل فیہ پھر واضح
رکہ اصل اشکال اس مقام پر بعضون کو یہ پیش آیا کہ دن نام ہے طلوع آفتاب سے غروب تک اور ہفتہ کے ایام مین سنیچر سے جمعہ تک نام مقرر
ہے پھر جب آسمانون وزمین کی پیدائش نہ تھی تو ایام کا وجود کیونکر ہوگا اور جب یوم نہ ہوا تو تخصیص سنیچر وغیرہ کی بدرجہ اولی نہ ہوگی اسی واسطے
صاحب فتح البیان نے لکھا کہ بعض نے کہا کہ مراد ایام ست آیت مین ایام معروفہ ہین کہ اول روز سنیچر تھا اور آخر اسکا جمعہ تھا۔ پھر لکھا کہ
ٹھیک نہین ہو اسواسطے کہ اسوقت زمین وآسمان وسورج نہ تھا مترجم کہتا ہے کہ یہ اس مؤلف کی سخت بیباکی ہے اُس نے کیونکر ایسی بات
غیر مستقیم کہا جو حدیث صحیح سے ثابت ہے اور یہ اشکال دراصل حاشیہ جمل سے اسنے لیا چنانچہ جمل نے کہا ہے کہ اسمین سخت اشکال یہ ہو
سنیچر وغیرہ کوئی متعین نہین ہو سکتا مگر جبھی کہ بالفعل موجود ہو اور اس حال مین بالکل زمانہ نہین تھا پھر تفصیل ایام کے کیونکر ہوگی پھر ہر ایک
ن کا مخصوص نام کیونکر ہوگا اور رہا یہ جواب کہ مراد ایام سے مقدار چھ روز کا وقت ہے اس سے یہ اشکال دفع نہین ہوتا ہان اس بات کا جواب
سکتا ہے کہ زمانہ نہ تھا پس اس سے مندفع ہوا کہ اتنے زمانہ کی مقدار مراد ہے مترجم کہتا ہے کہ منشاء اس اشکال کا فلسفی خیال کا دماغ
ین سوخ ہو چنانچہ مین اسکی تفصیل کر کے اشکال دفع کرتا ہون بحول اللہ تعالی وتوفیقہ۔ واضح ہو کہ زمانہ فلاسفہ خیال پر حرکت فلک اول کا
ہے اور شرع اسکی مثبت نہین پس یہ محض اختراع عقلی ہے ہان علم آلہی غیر متغیر وغیر حادث ہو تو علم اُسکا وجود زمانہ وایام وہر ایک کے
ین نام بنام مین قدیم سے یکسان ہو اور وجود بالفعل ان مخلوقات کیواسطے ضرور ہو جنمین حدوث وحس ہے لہذا علم آلہی مین وجود اُن کا و
ین بدون قیاس حادث وغیرہ کے یکسان موجود تھا اور کوئی اشکال نہین ہے پس جو آیات مین آیا صحیح ہے کہ آسمانون وزمین
چھ روز مین پیدا کیا۔ حدیث مین آیا کہ اول سنیچر وآخر جمعہ ہو۔ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ۔ اور تھا عرش اسکا پانی پر۔ سابق مین ذکر ہوا کہ
ں کی حقیقت معلوم نہین ولیکن جو صورت خیال وعقل مین ایسی آوے کہ مخلوق سے خالق کی مشابہت لازم آوے وہ قطعاً خیال باطل ہو
لیس کمثلہ شیٔ۔ لہذا یہ تو صریح باطل ہو کہ عرش اللہ تعالی کا اُٹھانے والا ہے ہان بلا کیفیت وبدون تشبیہ کے ایمان لانا فرض اور
اہل السنۃ کا قول ہے۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالی نے آیۃ مین اول مخلوق کا ذکر نہین کیا پس بعض احادیث جو اول مخلوق کے بارہ مین ثابت
ئی ہین وہ حقیقۃً یا اضافۃً صحیح ہین ہان آیت مین اسقدر بیان ہو کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے پانی تھا اور یہ ظاہر ہے اور

قولہ وجعلنا من الماء کل شیء حی - کے معنی یہاں سے خوب مرتبط ہیں بعض سلف سے منقول ہے کہ وضع عرش میں اب بھی تغیر نہیں جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب ہے - ابو رزین العقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ مخلوق پیدا کرنے سے پہلے ہمارا رب کہاں تھا فرمایا - کان فی عماء ما فوقہ ہواء وما تحتہ ہواء وخلق عرشہ علی الماء یعنی عماء میں تھا جسکے اوپر ہوا اور نیچے ہوا تھی اور اپنا عرش پانی پر پیدا کیا رواہ الترمذی وحسنہ اور امام احمد نے کہا کہ عماء سے مراد یہ کہ اسکے ساتھ میں کچھ نہ تھا - بیہقی نے کہا کہ معنی اسکے یہ کہ کوئی چیز ثابت نہ تھی کیونکہ وہ خلق سے عمی تھا - ازہری رح وغیرہ نے کہا کہ ہم لوگ بلا کیفیت وصفت خیال کرنے کے اسپر ایمان لاتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ جملہ احادیث صعود ونزول واستواء وغیرہ میں اہل السنۃ سلف صالحین وائمہ فقہاء وعلماء ربانیین کا یہی قول ہے کیونکہ شان الٰہی عزوجل بقول معروف ؎ اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم ٭ وز ہرچہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم ٭ ہر فرد مخلوق کے قیاس وگمان وعقل وغیرہ سے اعلیٰ ہے لہٰذا ایمان بلا کیفیت وصفت فرض ہے اور اس سے کوئی تشبیہ یا جسمیت وغیرہ کا شبہہ وارد نہیں ہوتا اور متاخرین نے جو ایسی تاویلیں کیں یہ طریقہ بہت ضعیف وخلاف سلف بلکہ کمال خلجان پیدا کرنیوالا ہے - پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سب کمال حکمت بالغہ سے پیدا فرمایا چنانچہ کہا - وما خلقنا السماء والارض وما بینہما باطلاً ذلک ظن الذین کفروا الآیۃ - فرمایا - افحسبتم انما خلقناکم عبثاً - اور مدح فرمائی - ربنا ما خلقت ہذا باطلاً سبحانک فقنا عذاب النار - بلکہ منجملہ حکمتوں کے ایک ہم کو صریح بتلائی کہ یہ مخلوق واسطے نفع ان بندوں کے ہے جن کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا کہ توحید کریں وشرک نہ کریں کما قال تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اور یہاں فرمایا - لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا - اے خلق لیبلوکم یعنی یہ سب اسواسطے پیدا کیا کہ تم کو امتحان میں ڈالے کہ کون تم سے احسن ہو از راہ عمل کے - بیضاوی رح نے کہا کہ پیدا کیا مانند ایسے پیدا کرنے کے کہ امتحانی معاملہ کرنا چاہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو کیونکہ یہ سب اسباب ومواد تمہارے وجود ومعاش وضروریات اعمال ہیں اور دلائل وآیات ہیں جن سے اپنے خالق پر استدلال ودنیا کے فنا ہونیکا اعتبار وجزا وسزا وبعث وحشر کا اعتقاد حاصل کرو خصوص جبکہ وحی الٰہی سے ہدایت کی گئی کیونکہ حادث کیسے ہی کامل ہو حدوث کے نقص سے جو فی نفسہ بڑا نقص ہے قدیم عزوجل تک خود عقلی رسائی میں عاجز ہے اسیواسطے بحکم قولہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولاً - بدون ارسال رسول وکتاب کے مواخذہ مرتفع فرمایا - اور یہ درحقیقت فضل وکرم ہے اگر کہا جاوے کہ استفہام کا تعلق علم سے یا جو اسکے معنی میں ہو - ٹھیک ہوتا ہے تو بیضاوی رح نے جواب دیا کہ فعل ابتلاء دبلوی کی تعلیق اس سبب سے جائز ہے کہ اسمیں علم کے معنی ہیں اس راہ سے کہ مانند نظر کرنے واستماع کے وہ طریقہ بجانب علم ہے اور احسن عمل میں صیغہ اسم تفضیل واختیار شامل بجملہ فرق مکلفین کو باعتبار حسن وقبح کے اس فائدے کیلئے ذکر فرمایا کہ سب عمدہ اعمال پر آمادہ ہوں اور اختیار کریں اور ہمیشہ مراتب علم وعمل میں ترقی کریں اور عمل سے عام عمل مراد ہے جو فعل قلب وجوارح سب کو شامل ہو ایسی ہی حدیث میں آیا کہ ایکم احسن عقلا واورع عن محارم اللہ واسرع فی طاعۃ اللہ - اور آیت میں قصہ موسیٰ علیہ السلام میں فرمایا - وامر قومک یاخذوا باحسنہا الآیۃ - اور معنی یہ کہ کون تم میں سے از راہ علم وعمل کے اکمل ہے - پھر کفار پر تشنیع کی کہ ان کو اس خلق ونظام محکم سے کوئی پند ونصیحت حاصل نہ ہوئی بلکہ کمال جہالت سے تنبیہ وتصریح پر بھی منکر ہوئے چنانچہ فرمایا - وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّکُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ - لام اسمیں موطیۃ القسم ہے اور کلام میں شرط وقسم کا اجتماع ہوا اور قاعدہ یہ ہے کہ پچھلے کا جواب حذف اور اگلے کا جواب ذکر کیا جائے پس قولہ لیقولن جواب قسم ہے اور شرط کا جواب محذوف ہے اور ایسا ہی قولہ ولئن اخرنا - اور لئن اذقنا الانسان اور لئن اذقناہ - چاروں مواضع میں ہے - پھر واضح ہو کہ ابتلاء وامتحان متضمن

جزا و سزا اٹھا جو بعث و حشر کو مقتضی ہے اور وہ مثل ابتدائی تخلیق کے بدرجۂ اولیٰ قدرت الٰہی میں شامل اور خوف و نیا میں فنا و اعادہ ہوتا
ہے تو کفار کی جہالت بیان فرمائی یعنی اور اگر اے محمد تو کافروں سے کہے کہ تم بیشک مبعوث ہو بعد موت کے۔ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ۔ تو کہتے ہیں وے لوگ جو کافر ہوئے ہیں کہ بیشک یہ کھلا جادو ہے یعنی جیسے جادو امر باطل ہے اگرچہ بتاثیر الٰہی
مؤثر ہو ویسے ہی یہ قول باطل ہو۔ اور احتمال ہے کہ کفار نے اس قول کو کلام معجز نظام قرآن سے سُنا اور متحیر ہوئے کہ یہ کلام تو امکان بشر
سے خارج ہے ولیکن بعث بعد الموت ان کے اعتقاد میں کسی طرح ٹھیک نہ تھا پس متحیر میں کلام مجید کے جواب میں یہ خدعہ کیا کہ یہ تو جادو ہے
لہٰذا اسمیں جو بات مذکور ہے اسی قبیل سے ہو کہ لفظ مسحور ہوں اور ایک قراۃ میں ساحر ہے تو آنحضرت صلعم کو بلحاظ قرآن کے ساحر کہتے تھے
پھر یہ امال جہل تھا کہ عذاب موعود دائمی کو یقین کرنے کیلئے مانگتے تھے حالانکہ بعد حلول کے ایمان سے کوئی معنی نہیں ہیں سوائے عذاب کے
لہٰذا فرمایا۔ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اور اگر ہم نے تاخیر کر دیا اُن سے عذاب یعنی جسکو جلدی مانگتے تھے کہ سچے ہو تو لاؤ یا وہ عذاب جو
جو قولہ اخاف علیکم عذاب یوم کبیر میں مذکور ہے اور بعض نے کہا کہ عذاب دنیاوی مانند روز بدر وغیرہ کے۔ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَعْدُودَةٍ۔
الی طائفۃ من الایام معدودۃ قلیلۃ۔ ایک ٹکڑے ایام قلیل تک یعنی اگر چند روز تک ہم نے اُن پر سے عذاب میں تاخیر کی۔ لَيَقُولُنَّ
مَا يَحْبِسُهُ۔ تو کہتے ہیں کہ عذاب کو کون چیز روکے ہے یعنی سچے ہو تو کیوں نہیں وہ عذاب نازل ہوتا ہے۔ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ
لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ۔ خبردار ہو کہ دن جو آویگا اُنپر مانند عذاب یوم بدر کے دنیا میں و مانند روز موت کے کہ متصل بمتوالی عذاب
آخرت ہو وہ نہیں ہے پھیرا ہوا اُن سے یعنی خبردار ہوں کہ اس تاخیر سے یہ نہ ہوگا کہ عذاب موعود کا روز اُن سے دفع ہو جاوے بلکہ وَحَاقَ
بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ اور گھیر لیگا اُن کو وہ جسکے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے یعنی جسکو جلدی مانگتے تھے پس بجائے یستعجلون کے
یستہزؤن اسلئے فرمایا کہ انکا استعجال بطور استہزا تھا اور دے شک پر مجبول ہوئے تھے۔ حاق بصیغۂ ماضی بھی اسی دلالت کیلئے ہے
کہ ہوشیار رہو کہ گویا اسنے تم کو گھیر لیا کیونکہ علم الٰہی پر خبر قطعی ہو پس یہ تہدید شدید ہے ف۔ قولہ الی امۃ معدودۃ۔ اے الی اجل
معدود و امد محصور۔ ایک مدت معدود اور انتہا محصور تک۔ پس امت کا استعمال یہاں مدت یا انتہا معلوم پر ہوا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے افادہ
فرمایا کہ امت کا لفظ قرآن و حدیث میں معانی متعددہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے چنانچہ ایک بمعنی انتہائے مدت معلوم جیسے اس آیت میں اور
قولہ وقال الذی نجا منہما وادکر بعد امۃ الآیۃ میں یعنی بعد مدت کے اسنے یاد کیا۔ دوم بمعنی امام پیشوا مانند قولہ ان ابراہیم کان امۃ قانتا للہ
حنیفا سوم بمعنی ملت و دین کقولہ قالوا انا وجدنا آباءنا علی امۃ اے علی ملۃ و دین۔ چہارم بمعنی جماعت کقولہ ولما ورد ماء مدین وجد علیہ
امۃ من الناس یسقون۔ و قولہ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا۔ و قولہ ولکل امۃ رسول الآیۃ۔ یہاں امت سے ہر وہ جماعت مراد ہے جنمیں
رسول مبعوث ہوا خواہ وے مومن ہوے یا کافر رہے ہوں۔ کما فی صحیح مسلم والذی نفسی بیدہ لا یسمع بی احد من ہذہ الامۃ یہودی ولا نصرانی
ثم لا یومن بی الا دخل النار یعنی آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ نہیں سنیگا میرے
مبعوث ہونے کو اس امت میں سے کوئی خواہ یہودی ہو یا نصرانی ہو پھر مجھ پر ایمان نہ لاویگا تو ضرور آگ میں ڈالا جائیگا۔ پنجم امت
وہ خاص لوگ جو رسول پر ایمان لائے اور اتباع کی کقولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ۔ وفی الصحیح فاقول امتی امتی۔ اور حدیث صحیح
ابن حبان وغیرہ میں آنحضرت صلعم کا اپنی امت کیلئے غمگین ہونا اور جبرئیلؑ کا بحکم الٰہی عزوجل آکر پوچھنا اور آپ کا عرض کرنا یارب امتی امتی
پھر بشارت الٰہی کہ اے محمد ہم تمکو تمہاری امت کی طرف سے غمگین نہ کرینگے اور امت کا لفظ اسمیں سے ایک فرقہ پر بھی بولا جاتا ہے کقولہ تعالیٰ

ومن قوم موسیٰ امة یهدون بالحق وبه یعدلون وکقوله من اهل الکتاب امة قائمة الآیة ۔ ہذا ما افادہ الحافظ رح فائدہ ثانیہ آنکہ قولہ الا یوم یاتیهم لیس مصروفا عنهم میں یوم کو نصب بسبب خبر لیس کے ہے درحالیکہ خبر اسپر مقدم ہے اور یہ دلیل بصریون کی ہے کہ تقدیم خبر کا اسپر جائز ہے کیونکہ معمول تابع عامل ہے پس وہین واقع ہوگا جہان اسکا متبوع واقع ہو ورنہ اصل پر فرع کی تقدیم لازم آویگی ۔ اسکا جواب یا گیا کہ یہان معمول ظرف ہے اسمین وہ بات جائز ہوتی ہے جو اور مین نہین جائز ہوتی ہے کیونکہ ظرف مین توسع و تسامح ہے اور یون بھی جواب یا گیا کہ کبھی معمول مقدم ہوتا ہے جہان تقدم عامل کو مجال نہین مانند قولہ تعالیٰ فاما الیتیم فلا تقهر واما السائل فلا تنهر ۔ باوجودیکہ یتیم وسائل ہر دو منصوب بفعلین مجزومین ہین کہ دونون لا ناہیہ پر مقدم ہوسکے باوجودیکہ تقدم فعلین کا اسپر ممتنع ہے ۔ ابو حیان نحوی نے کہا کہ مین نے دواوین عرب کو تتبع کیا مگر مجھے لیس کی خبر اسپر مقدم نہ ملی اور نہ مین نے اسکے معمول کو اسپر مقدم پایا مگر ان ابیات سے ظاہر ہے یہ بات ملی اور ایک شاعر کے قول مین بھی جیسے کہا ؎ فیابی فما یزداد الا لجاجة ☆ وکنت ابیا فی الخنا لست اقدم ☆ مترجم کہتا ہے کہ زبان عرب کیلئے کلام مجید اصل ہے لہذا بیضاوی رح وکشاف رح نے کہا کہ یوم منصوب بخبر لیس اسپر مقدم ہے اور یہ دلیل ہے کہ خبر لیس کا اسپر مقدم ہونا جائز ہے کیونکہ جب معمول خبر لیس کا اسپر مقدم ہونا جائز ہوا تو یہ دلیل اسکے خبر مقدم ہونے پر ہوئی اسواسطے کہ معمول تابع عامل ہے پس وہین واقع ہوگا جہان عامل واقع ہو انتہی کلام الکشاف ۔ ولیکن یہین وہی اعتراض ہوسکتا ہے کہ ظرف کے باب مین توسع ومسامحہ کیا جاتا ہے پس معمول ظرف کی تقدیم سے یہ استدلال تمام نہین ہے ۔ فافہم ۔ پھر اللہ عزوجل نے انسان کا تابع مطلون ہونا و بے ثباتی ہونا فرمایا ۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ج اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ

اور اگر ہم چکھا دین آدمی کو اپنی طرف سے مہر پھر وہ چھین لین اس سے تو وہ نا امید ناشکر ہو اور اگر ہم

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ط اِنَّهٗ لَفَرِحٌ

چکھا دین اسکو انعام بعد تکلیف کے جو پہونچی اسکو تو کہنے لگے گئین برائیان مجھ سے تو وہ خوشیان کرے

فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ط اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

بڑائیان کرتا مگر جو لوگ ثابت ہین اور کرتے ہین نیکیان ان کو بخشش ہے

وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝

اور ثواب بڑا

ابن کثیر رح نے کہا کہ آیت مین اللہ تعالیٰ نے انسان کی صفات ذمیمہ کی خبر دی سوائے ایسے بندون کے جن پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور وے مومنین ہین چنانچہ فرمایا ۔ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ۔ انسان سے مراد جنس انسان ہے جو کافر و مومن سب کو شامل ہے بدلیل استثناء قولہ الا الذین صبروا یعنی مومنین کو استثنا کیا ولیکن بغوی رح نے الاصمعی لکن لیا ہے پس موافق اس قول کے ہے کہ انسان سے جنس کفار مراد ہین بتائید آنکہ یاس وکفران واترانا و فخر کرنا اوصاف اہل کفر ہین اسواسطے حدیث صحیح مین فرمایا کہ میری امت سے فخر وطعن بسبب یہ دونون کفر کی باتین لگی رہین گی اور جنس کفار مراد لینا منافی اسکی نہین جو مروی ہے کہ مراد انسان سے ولید بن المغیرہ یا عبد اللہ بن امیہ مخزومی ہے کیونکہ سبب نزول مین وہ بدرجہ اولیٰ داخل ہے ۔ المعنی اور جب چکھائی ہم نے انسان کو اپنی طرف سے رحمت یعنی نعمت و وسعت رزق

وصحت وسلامتی از محنت وغیرہ۔ ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ۔ پھر ہم نے اس رحمت کو اس سے کھینچ لیا اور الگ کر دیا۔ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ۔ بیشک وہ نہایت نا اُمید از رحمت۔ كَفُوْرٌ۔ نہایت کفران والا ہے اور سخت منکر ہے۔ واضح ہو کہ نزعنا منہ مین نزع سے اشارہ ہے کہ وہ اس مال و دولت پر نہایت چپٹا ہوا حریص تھا کہ اس سے نزع کیا گیا اور یؤس وکفور ہر دو صیغہ مبالغہ مین دلالت ہے کہ انسان سے بعض نعمت سلب ہونے پر وہ ہستہ ہی مایوس و سخت کفران والا ہو جاتا ہے پھر اسکو عود کی اُمید نہین رہتی اور گذشتہ کا شکر نہین کرتا۔ وفی الحدیث نعوذ باللہ من الحور بعد الکور۔ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ اور جب ہم نے اسکو چکھائی نعمت بعد مضرت کے مثلاً فقیری کے بعد تونگری اور بیماری کے بعد صحت وغیرہ۔ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ۔ تو کہتا ہے کہ مجھ سے سیآت جاتی رہین یعنی جو مجھے ناگواری واسارت دیتی تھین وہ جاتی رہین یعنی شکر الٰہی واسکے مقدرات پر نظر نہین کرتا بلکہ اترا کر مطمئن ہو جاتا ہے اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ۔ بیشک آدمی اترانے والا فخر کرنیوالا ہے۔ نعماء وہ انعام جسکا اثر انعام والے پر ظاہر ہوا اور ضراء ظہور اضرار اس کے مبتلا مین ہے۔ واضح ہو کہ نعماء کو اللہ تعالیٰ نے اذقناہ کے ساتھ اپنی طرف منسوب فرمایا اور ضراء مستہ مین ضراء کو لفعل لازمی فرمایا تو بعض مفسرین نے یہ نکتہ بیان کیا کہ نعمت کا صدور اللہ تعالیٰ سے اسکا فضل وانعام مقرری ہے چنانچہ حدیث صحیح مین یہ مضمون آیا کہ کوئی اپنے عمل سے جنت مین نہین داخل ہوگا یعنی بلکہ بفضل الٰہی داخل ہوگا اور کہا کہ مین بھی اپنے اعمال سے نہین بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت مین مجھے ڈھانپ لے اور ضرر کا صدور بندہ کی کمائی ہے کیونکہ غالباً وہ معاصی سے اسکو اپنی طرف کھینچتا ہے لقولہ تعالیٰ ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ وما اصابک من سیئۃ فمن نفسک۔ اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا کہ قل کل من عند اللہ فما لہؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا۔ تو جواب یہ ہو کہ بیشک ایجاد وخلق اُسی کی طرف سے ہے فرق اتنا کہ نیکوئی تو احسان وامتحان ہے اور مصیبت مجازات وانتقام ہے وفی الصحیح عبادی انما ہی اعمالکم احصیہا علیکم الحدیث پھر اللہ تعالیٰ نے نیک بندون کو جنمین یہ اوصاف ذمیمہ نہین ہین بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا۔ فراء نے کہا کہ استثناء متصل ہے کیونکہ انسان سے جنس مراد ہے اور اخفش نے کہا کہ منقطع بمعنی لکن ہے اور یہی مفسر نے اختیار کیا یعنی لیکن وے بندے انسان جنھون نے صبر کیا یعنی سختی کے وقت صبر کیا اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہوئے اور نعمت کے وقت امتحان پر صبر و شکر کیا۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور ہر حال مین صالحات اعمال کئے۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ۔ ایسے بندون کے لئے مغفرت ہے گناہون سے اگرچہ کیسی کثرت سے ہون ماسوائے شرک کے۔ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ۔ اور اجر ہے جو کبیر ہے اور وہ جنت ہے جہان رضوان الٰہی و دیدار حق سبحانہ تعالیٰ ہے باوجود سلامتی از آفات و دوام نعمت کے۔ بالجملہ اہل ایمان کی یہ صفت ہے کہ شدائد و مکارہ مین صابر رہتے ہین اور آسانی وعافیت مین شکر و اعمال صالحہ کرتے ہین حدیث مین یہ مضمون ہے کہ قسم اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہو کہ نہین پہونچتا مومن کو کوئی ہَم و نہ غم اور نہ وصب و حزن حتی کہ کانٹا جو اسکے لگ جاوے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اُسکے عوض اُسکے گناہون کا کفارہ کر دیتا ہے۔ صحیحین کی حدیث مین مضمون ہے کہ قسم اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ مومن کے لئے کوئی حکم قضا جاری نہین فرماتا مگر یہ کہ اس بندہ کے حق مین بہتر ہوتا ہے اگر اسکو آسانی و فراخی پہونچے پس اُسنے شکر کیا اسکے لئے بہتر ہوا اور اگر اسکو مضرت پہونچی پس اُسنے صبر کیا تو اُسکے لئے بہتر ہوا اور یہ بات کسی ور کے لئے نہین سوائے مومن کے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولئن اذقنا الانسان منا رحمۃ الخ انہین اشارات سے بعض نے قصین کے احوال پر استدلال کی چنانچہ اس شخص کا بیان حاصل ہوا جو امتحان مین ڈالا گیا اور اُسنے حال عارفین و محبین و مریدین کے طعم سے۔

مذاق پایا تھا پھر حظوظ نفس و اسکے ہوا و ہوس میں پڑ گیا تھا اور اس سے مراتب ذاکرین و صالحین سے محجوب ہو گیا اور اوقات و انفاس کی قوت ہونے پر کچھ تدارک نہیں کیا بلکہ حجاب میں رہ کر احوال اصلاح پانے سے مایوس ہو کر بتابعت نفس میں زیادہ خوض کرنے لگا پس ہلاک ہو جاتا ہے اور بہتیرے گروہ اسی ورطہ میں ڈوب گئے۔ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ جس کسی کو یاد الٰہی کی حلاوت اور صفائی سر باطن عطا ہوئی پھر مقامات واحوال میں سے اُس سے سلب کر دیا گیا تو اپنے قلب کے لئے موت کا اور سر باطن کیلئے راہ ہدایت سے اندھے ہونے کا حکم لگادے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولئن اذقنا الانسان منا رحمۃ الخ اور یہی محل قربت تھا پھر اسکا نزع کر لینا حجاب نقمت ہے پھر دوسری آیت یعنی قولہ ولئن اذقناہ نعماء بعد ضراء الخ میں محنت فراق سے وزہر قہر سے نجات پا کر ایام سعادت پر پہونچنے والے کو بیان کیا پس اشارہ ہے کہ بعد فراق کے اسکو نعمت وصال دے پس اسکو وجد و سکر ہوتا ہے اور قلب کو ہیجان سے فرح ہوتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ یہ اوقات اسپر باقی ہیں پس خلق کے سامنے بمقتضائے بشریت مقامات و احوال کے دعوے کرتا ہے اور یہ اسکی بڑی غلطی ہے لہذا بعد وقت کے جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے اسی واسطے فرمایا انہ لفرح فخور۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل استقامت و ثبات کو جو انوار تجلی قدم میں خشوع و فنا کے ساتھ مستقیم رہتے ہیں ذکر فرمایا بقولہ الا الذین صبروا وعملوا الصالحات پس باوجود اعلیٰ منزلت وارفع قرب کے صابر رہتے ہیں اور دعوے کے ساتھ مخلوق کے نزدیک ان اسرار کو افشا نہیں کرتے ہیں۔ اعمال صالحہ انکے یہ ہیں کہ ہوا و ہوس پر قدم صدق رکھکر اپنے اوقات کی تلافی کرتے اور انفاس کی رعایت رکھتے اور اس کو خطرات سے بچاتے ہیں انھیں کو اللہ تعالیٰ نے زمانہ فترۃ و غفلت کے گناہوں سے مغفرت کا اور اپنی طرف سے مزید فضل کا وعدہ دیا بقولہ اولئک لہم مغفرۃ واجر کبیر مغفرت یہ کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان پر قبول کر لینے سے تو جہ فرمائی اور اجر کبیر یہ کہ اگلے زمانۂ فراق کو یاد کر کے موجودہ حالت پر شکر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اسمیں ترقی و ازدیاد فرماتا ہے۔ استاد رح نے قولہ ولئن اذقناہ نعماء بعد ضراء میں کہا کہ جس نے تفرع و تذلل اختیار کیا اسپر آفتاب اقبال طلوع فرماتا ہے اور دنیاوی احوال کو تحقیق کے نزدیک کچھ منزلت نہیں اور نہ اسکے تکدر کو مرتبہ ہے ہاں بڑا خطرہ اسکا ہے کہ شاخ وصال خشک ہو جاوے تو یہی اُن کیلئے قیامت ہے اور جب درمیان میں فراق کا نام آیا تو یہی اُن کیلئے گریہ وزاری ہے۔ فافہم۔ پھر اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی فرمائی بقولہ تعالیٰ۔

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

سو کہیں تو چھوڑ بیٹھے گا کوئی چیز جو وحی آئی تیری طرف اور خفا ہو گا اُس سے تیرا جی اُسپر کہ وے کہتے ہیں کیوں نہ اُترا

عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝

اسپر خزانہ یا آتا اُسکے ساتھ فرشتہ تو تو ڈرانے والا ہے اور اللہ ہے ہر چیز پر ذمہ رکھنے والا

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ

کیا کہتے ہیں باندھ لایا ہے اُسکو تو کہہ تم لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی باندھ کر اور پکارو جس کو پکار سکو

دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ

اللہ کے سوائے اگر ہو تم سچے پھر اگر نہ کریں تمھارا کہنا تو جان لو کہ یہ اُترا ہے

بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝

اللہ کی خبر سے اور کوئی حاکم نہین سوائے اُسکے پھر اب تم حکم ماننے ہو

اہل کفر اپنی جہالت وسرکشی سے آنحضرت صلعم کے حق مین رسول ہونے کا تعجب کرکے عجیب بے تکے معجزات بطریق ٹھٹھول کے مانگتے تھے اور اُن کا قول اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا بقولہ وقالوا مال ہذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق لولا اُنزل الیہ ملک فیکون معہ نذیرا او یلقی الیہ کنز او تکون لہ جنۃ یاکل منہا وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔ پس یہان اللہ تعالیٰ نے اُن کی تعنت سے اپنے رسول کو تسلی فرمائی بقولہ۔ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ ۔ اُمید کی جاسکتی ہے کہ تو چھوڑنے والا ہے بعض اُسکو جو تجھے وحی کیا گیا۔ یعنی بعض وحی کی تبلیغ اور بندون کو پہونچانا تو ترک کرے اور یہ وہی ہے جو مشرکین کی رائے سے بالکل مخالف تھا بخوف اُنکے بے کمبخت وحی صریح کو بسبب مخالفت اپنے ظنون کے رد کرینگے اور اس سے ٹھٹھول کرین اگر کہا جاوے کہ کیا آپ نے بعض وحی کی تبلیغ چھوڑدی اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا۔ یا ایہا الرسول بلغ ما اُنزل الیک من ربک فان لم تفعل فما بلغت رسالتہ الآیۃ۔ تو جواب بیضاوی وغیرہ یہ ہے کہ ہرگز نہین اور یہان کلام مین حرف لعل ہے جو امید کیواسطے آتا ہے پس جب ایسی بات موجود تھی جو بعض وحی کی تبلیغ چھوڑنے پر داعی تھی تو اس حرف سے فرمایا ولیکن داعی موجود ہونے کے سبب توقع سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ بات جسکی طرف داعی موجود ہے وہ واقع بھی ہوجاوے کیونکہ وہان اس سے مانع قوی موجود ہوسکتا ہے چنانچہ یہان یہ بات موجود ہے کہ رسول الٰہی تبلیغ رسالت مین تقیہ کرنے سے اور وحی مین خیانت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معصوم ہین اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا واللہ یعصمک من الناس پس کوئی خوف بھی نہ تھا وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اور عارض ہونیوالا ہے تجھے اسکے سبب ضیق صدر کبھی کبھی یعنی کبھی تو دل تنگ ہوکر وحی کو ایسے منکر بیہودہ قوم کو جو حق کو باطل سمجھین برعکس کیونکر سنایا جاوے پس ترک کی اُمید و ضیق صدر کی۔ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ سے مخافۃ ان یقولوا یعنی بخوف اُنکے کہین کفار کہ کیون نہین نازل کیا گیا اسپر خزانہ جسکو وہ تابع بنانے مین بادشاہون کی طرح خرچ کرتا۔ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۔ یا کیون نہین آیا اسکے ساتھ مین فرشتہ جو اسکی تصدیق ظاہر کرتا بعض نے کہا کہ ضائق بہ کے ضمیر کو جملہ ان یقولوا تفسیر کرتا ہے بالجملہ تسلی فرمائی کہ تو اسکا خیال مت کر اور دل تنگ مت ہو۔ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۔ تو فقط انذار و ڈر سنانیوالا ہے اس سے جو تجھ پر وحی کی جاوے پس اگر وے رد کرین یا تعنت سے اقتراح و ہٹ کرین تو تجھ پر کچھ ڈر نہین پھر تیرا سینہ کیون تنگ ہو۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر وکیل ہے پس وکالت کفار تجھ پر نہین بلکہ یہ مخصوص بحق عزوجل ہے پس تو بھی اُسی پر توکل کر کہ وہی تیری تبلیغ رسالت کا اور منکرون کے تفصیلی احوال و افعال و اقوال کا عالم ہے پس وہی اُن کے اقوال و افعال کی اُن کو جزا دیگا۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۔ ام منقطعہ بمعنی بل ہے اور یہ اضراب از بیان سابق ہے کہ کفار مشرکین اپنے خالق سے منکر لوگ فقط رسول و وحی سے تہاون ہی نہین کرتے اور معجزات کاملہ ظاہرہ سے اعراض ہی نہین کرتے بلکہ اس سے بڑھکر قبیح فعل کے مرتکب ہین کہ رسول کو مفتری بناتے اور وحی کو افترا و سحر کہتے ہین قولہ افتراہ مین ہا کا مرجع وحی ہے والمعنی بلکہ کفار کہتے ہین کہ افترا کرلیا اُسکو محمد صلعم نے یعنی اپنی طرف سے بنالیا ہے پس بدلیل مسکت اسکو رد کیا جسمین انکا و اُن کے شرکا کا عجز بھی کھل گیا بقولہ۔ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ ۔ اسکے مثل کی سورۃ۔ مُفْتَرَيٰتٍ مختلقات۔ بالفاظ ۱۲ تو کہدے اے محمد صلعم کہ بس تم بھی لے آؤ دس سورتین کہ ہر ایک اسکے مثل ہو ایسی مفتریات یعنی گڑھی و بنائی ہوئی۔ حاصل یہ کہ اگر ایسے حسن نظم و

بیان احکام پاک و توحید و اخبار غیب وغیرہ مین مجھے بنانے کی قدرت ہے اور مین نے اپنی طرف سے تمھارے زعم مین بنایا تو مین اکیلا ہون اور آدمی ہون تم بھی فصحاء عرب ایک جماعت ہو اور تم کو قصص واشعار و بلاغات نظم مین بڑا توغل رہا پس تم بھی ایسی ہی دس سورتین جمع ہو کر بنا لاؤ بلکہ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّن دُونِ اللَّهِ۔ اور بلاؤ مدد کیلیے جسکی تمھین استطاعت ہو سوائے اللہ تعالیٰ کے یعنی اپنے معبودون و شرکاء کو بھی اپنی مدد پر پکار لو اور سب مل کر بناؤ۔ اِن كُنتُمْ صَادِقِينَ۔ اگر تم سچے ہو اس بات مین کہ یہ قرآن آدمی کا بنایا ہوا ہے۔ سراج مین لایا کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ یہ سورتین جن سے یہ تحدی واقع ہوئی معین ہین اور وہ سورۂ بقرہ و آل عمران و نساء و مائدہ و انعام و اعراف و انفال و توبہ و یونس و ہود ہین اور بعض نے کہا کہ تحدی مطلق سورتون سے واقع ہوئی ہے اور یہی اظہر ہے۔ پھر واضح ہو کہ یہان دس سورتون سے تحدی فرمائی پس سورۂ بقرہ وغیرہ مین جو ایک سورہ سے تحدی فرمائی کہ ایک سورہ کے مثل لاؤ تو دس سورہ کی تحدی جیسے یہان ہے یہ مقدم ہے پس سورہ بقرہ پر اس سورہ کا تقدم ظاہر ہے کیونکہ یہ سورہ مکیہ ہے اور بقرہ مدنیہ ہے اور سورۂ یونس اور یہ سورہ دونون مکیہ ہین اور یہ سورۂ ہود کا نزول سورۂ یونس پر مقدم ہوگا جیسا کہ امام رازی کا قول ہے ولیکن مبرد رح نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ نہین بلکہ سورۂ یونس مقدم ہے اور کہا کہ معنی یہ ہین کہ سورۂ یونس مین ایک سورہ کے مثل تحدی فرمائی تھی کہ اخبار غیب و احکام صادقہ و وعدہ و وعید مین ایک سورہ کے مثل لاؤ پھر جب عاجز ہوئے تو ہود مین یہان تحدی کی کہ خالی فصاحت و بلاغت مین دس سورتون کے مثل لاؤ۔ فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ۔ خط مصحف مین یہان مخصوص فان لم بدون نون کے فالم لکھا جاتا ہے۔ المعنی پھر اگر نہ استجابت کرین تمھاری یعنی جو تم اُن سے مانگتے ہو اگر اسکو لاکر تمھارا کہنا پورا نہ کرین اور جواب نہ دے سکین۔ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ۔ تو یقین کرلو کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے علم ہی کے ساتھ اُتارا گیا۔ وَأَن لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ۔ اور یقین کرلو کہ کوئی آلہ نہین مگر وہی کیونکہ اسمین یہی توحید کی تعلیم ہے۔ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ۔ اب تو تم مسلم ہو یعنی اسلام پر ثابت و راسخ ہو اور پورے مخلص ہو جبکہ تمھارے نزدیک اسکا اعجاز ہر طرح متحقق ہو گیا۔ واضح ہو کہ اس تفسیر پر فاعلموا کا خطاب اہل اسلام کو ہوا اور فالم یستجیبوا لکم۔ مین خطاب جمع یا تو رسول اللہ صلعم کی تعظیم ہے یا مومنون کو شامل ہے کیونکہ وے بھی کافرون کو تحدی کرتے تھے اور امر الرسول صلعم مومنون کو اس راہ سے شامل تھا کہ مومنون پر آپ کی اتباع ہر امر مین واجب تھی سوائے بعض امور کے جو بدلیل خاص مستثنی ہو کر آنحضرت صلعم سے مخصوص ثابت ہوئے اور نیز اسمین تنبیہ ہے کہ تحدی سے اہل اسلام کے ایمان کا رسوخ اور اُنکے یقین کو قوت ہے پس اس سے غافل نہ ہون اسی واسطے اس کلام پر فاعلموا الخ کو بالفاء مرتب فرمایا۔ نزول بعلم اللہ سے یہ مراد کہ اسمین ایسے اخبار و علوم بعد اعجاز ہین کہ ان کو سوائے اللہ تعالیٰ کے نہ کوئی جانتا اور نہ اسپر قدرت رکھتا ہے۔ بیضاوی رح وغیرہ نے لکھا کہ جائز ہے کہ یہ سب خطاب مشرکون کو ہو اور تبیان مین کہا کہ بنظر سیاق یہی اظہر ہے پس اس صورت مین تفسیر اسطرح ہے کہ قولہ فالم یستجیبوا لکم۔ پھر اگر قبولیت کا جواب تم کو نہ دین یعنی اے اہل کفر اگر تمھارے آلہہ جن کو شرکاء ٹھہراتے ہو وہ معارضہ مین تمھاری مدد نہ کر سکین بسبب اپنے عجز کے اور تم اپنے آپ کو تو معارضہ سے عاجز جان چکے ہو۔ فاعلموا انما انزل بعلم اللہ۔ تو جان لو کہ یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے علم سے ملتبس نازل ہوا اور ایسا کلام ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اسپر قادر نہین اور وہ اسی کی طرف سے منزل ہے۔ وان لا الہ الا ہو۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے کوئی اسکا شریک نہین پس اس کلام وحی مین جس توحید کی طرف تم کو بلایا گیا وہ حق ہے فہل انتم مسلمون۔ اب بھلا تم ایسی قطعی حجت قائم ہونے کے بعد اسلام مین

داخل ہونیوالے ہو۔ ایسے استفہام مین ایک اسجاب بلیغ ہے کیونکہ اسمین طلب کے معنی ہین اور تنبیہ ہی کہ موجب موجود اور عذر زائل ہے واضح ہو کہ مجاہد رح سے روایت ہی کہ یہ خطاب اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے پس یہ مرجح وجہ اول ہے اور موید اُس کا دوسری آیت ہے جسمین فرمایا فان لم یستجیبوا لک فاعلم الآیۃ۔ کیونکہ یہ خطاب آنحضرت صلعم کو متعین ہے۔ پھر اللہ تعالی نے راس الخطیہ حب دنیا پر ہمت مقصور کرنے والون کو وعید فرمائی بقولہ تعالی۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ۝

جو کوئی ہو چاہتا دنیا کا جینا اور اُسکی رونق بھر دین ہم اُن کو اُن کے عمل اُسی مین اور اُنکو اسمین نقصان نہین

أُولٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا

وہی ہین جنکو کچھ نہین پچھلے گھر مین سوائے آگ کے اور مٹ گیا جو کیا تھا اُس جگہ

وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۝

اور خراب ہوا جو کماتے تھے

علما تفسیر نے اس آیت مین اختلاف کیا اور فی الحقیقت کچھ خلاف نہین ہے ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے اس آیت مین روایت کی ریاکار لوگ دنیا ہی مین اپنی نیکیون کا بدلا پا جاوین گے اور یہ اس سبب سے کہ ان پر بقدر نقیر بھی ظلم نہ ہوگا پس قولہ تعالی۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ جو شخص چاہتا ہے زندگانی دنیا کو۔ وَزِينَتَهَا اور اسکی زینت کو نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا۔ بھرپور دیدین گے ہم ان کو اُنکے اعمال اسی دنیا مین۔ وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ۔ اور وے دنیا مین کمی نہین کئے جاوین گے۔ ابن عباس رض نے کہا یعنی جس نے دنیا کی التماس سے کوئی نیک کام کیا مثلاً روزہ یا نماز یا تہجد اس کی کوئی غرض اس سے نہین سوائے دنیا کی طلب کے تو اللہ تعالی اسکو دنیا مین اسکا ثواب دیتا ہے پھر جو کام اُسنے بطلب دنیا کیا تھا وہ مٹ گیا اور آخرت مین وہ بالکل خسارہ والون مین سے ہوگیا۔ ایسا ہی مجاہد و ضحاک و بہتون سے روایت ہے۔ انس بن مالک رض و حسن رح نے کہا کہ اسکا نزول یہود و نصاری کے حق مین ہے۔ مجاہد وغیرہ نے کہا کہ یہ آیت نازل ہوئی ریاکارون کے حق مین اور قتادہ رح نے کہا کہ جس شخص کی تمام ہمت و نیت و خواہش یہی دنیا ہو اللہ تعالی اسکی نیکیون کا عوض دنیا ہی مین اسکو دیدے گا۔ پھر آخرت مین ایسے حال سے پہونچے گا کہ اسکے پاس کوئی نیکی نہین جسکا ثواب پاوے اور مومن کو اسکی نیکیون کا عوض دنیا مین بھی ملتا ہے اور اللہ تعالی آخرت مین بھی اسکو ثواب عطا فرماتا ہے۔ قال الحافظ۔ اور ایک حدیث مرفوع مین آنحضرت صلعم سے بھی اسی کے مانند وارد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح سے یہ مضمون ثابت ہے کہ ریا شرک اصغر ہے اور آپ نے اُمت پر ریا سے بہت خوف کیا اور سراج مین کہا کہ ریا یہ ہے کہ آدمی نیک اعمال ظاہر کرے تاکہ لوگ اسکی تعریف کرین اور اسمین صلح ہونیکا اعتقاد کرین مترجم کہتا ہے کہ اس صورت مین اسکی خواہش یہی شہرت و تعریف ہوئی چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ پہلے آگ تین گروہ سے بھڑکائی جائے گی از انجملہ ایسے عالم و حافظ کو شمار کیا جس نے نام و شہرت کے واسطے علم سیکھا تو اسکو کہا جائیگا کہ تو جھوٹا ہی تو نے اللہ تعالی کے لیے نہین کیا بلکہ نام و شہرت کیلئے کیا تھا وہ تجھے دیدیا گیا۔ اور یہان مناسب ریا کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالی کیواسطے خالص نہو بلکہ مقصود فقط دنیا ہو جیسے حدیث ہجرت کی نیت مین ہے من کانت ہجرتہ الی دنیا یصیبہا او الی امرأۃ ینکحہا فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ۔

یعنی جسکی نیت میری طرف ہجرت کرکے آنے مین یہ ہو کہ کوئی متاع دنیا ہے جسکو پاوے یا کوئی عورت ہے جس سے نکاح کرے تو اسکی ہجرت اسی چیز کی طرف ہوگی جسکی طرف اسنے ہجرت کی نیت کی ہے۔ علی ہذا یہان اعمال صالحہ سے قصد فقط دنیا ہو خواہ اس سبب سے کہ آخرت کا اعتقاد نہین جیسے اس زمانہ مین نصاریٰ مین دیکھا جاتا ہے۔ سراج مین کہا کہ اکثر مفسرین کا قول ہے کہ آیت کا نزول اہل کفر کے حق مین ہے بخلاف مومن کے کہ وہ دنیا مین عافیت سے بسر ہونا چاہتا اور آخرت اسپر غالب ہوتی ہے پس بفضل الٰہی دونون جگہ ثواب پاتا ہے بعض نے کہا کہ آیت کا نزول منافقون کے حق مین ہے۔ حق یہ ہے کہ نیک اعمال جس کا نفع غیر کو پہونچے یا مانند اس کے جو کوئی دنیا ہی کیواسطے کرے خواہ عمداً قصد کرکے یا بسبب عدم اعتقاد آخرت کے اسکو اس کا نفع دنیا ہی مین جسقدر ہو مل جاویگا اسی واسطے بعض نے کہا کہ جب یہ نیات پر ہے تو جو فرقہ مختلفہ مفسرین نے بیان کئے وے اسمین شامل ہین اور آیت عام وارد ہے اسمین سب آدمی شامل ہین کوئی کیون نہ ہو پس عموم پر محمول کرنا اولیٰ ہے کہ ہر ایک اپنی نیت پر بدلا پاویگا پھر واضح ہو کہ آیت مین خالی ارادہ مذکور ہے اور یہی مراد نہین بلکہ مقصود یہ ہے کہ نیک اعمال کے کرنے سے ارادہ اسکا حظ دنیا ہو اور اسکی زینت اور مراد زینت سے ہر وہ چیز جس سے زندگی دنیا کی مزین ہوتی ہے مانند صحت و تندرستی و امن و کشائش رزق و کثرت اولاد و ریاست و مانند اسکے پھر قولہ من کان یرید مین حرف کان داخل کرنے سے افادہ فرمایا کہ اُن کو اس ارادہ پر استمرار ہے کہ آخرت کو چاہتے ہی نہین ہین اور بعض نے فرمایا کہ آخرت مین خالی ہاتھ ہی نہین بلکہ عذاب پاوینگے کیونکہ اُنھون نے آخرت کیلئے کچھ نہین کیا بلکہ بالکل ہمت دنیا ہی پر مقصور کرکے منصوص الٰہی کے خلاف کیا مترجم کہتا ہے کہ قولہ اولئک لیس لہم فی الآخرۃ الا النار صریح ہے کہ آخرت مین انکے لئے فقط دوزخ ہے وہذا کقولہ تعالیٰ من کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب اور ظاہر آیت مقتضی ہے کہ طالب دنیا اپنے اعمال کا بدلا خواہ مخواہ یہان پاتا ہے اسیواسطے قاضی وغیرہ نے لکھا کہ معنی اس آیت کے یہ ہین کہ جو کوئی اپنے عمل نیک سے زندگی دنیا و اسکی زینت چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا مین بدون کمی و نقصان کے ان کے اعمال بھرپور دیدیتا ہے اور یہ مانند صحت و کفاف و دیگر لذات و طیبات و منافع کے ہے پس بدلا ایسے ہی مذکورہ چیزون سے مخصوص ہوا اور یہ جزا ہر شخص کو جو دنیا کے لئے عمل کرے حاصل ہے اگرچہ قلیل ہو اور بعض نے کہا کہ ہر متمنی دنیا اپنی خواہش نہین پاتا لہٰذا یہ بھی اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت پر مقید ہے۔ قرطبی رح نے کہا کہ اکثر علما اسطرف گئے ہین کہ یہ آیت مطلقہ ہے اور ایسے ہی قولہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا الآیۃ جو سورۂ شوریٰ مین واقع ہے اور ایسے ہی قولہ من یرد ثواب الدنیا نؤتہ منہا الآیۃ ہے پھر اُن کی تقیید و تفسیر اس آیت سے ظاہر ہوئی جو سورۂ سبحان الذی مین ہے۔ قولہ من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید الآیۃ۔ الحاصل جو اعمال خیر سے دنیا ہی فقط طلب کرتا ہے اسکو دنیا ہی ملیگی وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے اور اُن کے اعمال اگرچہ فی الواقع ریا وغیرہ ہین لیکن کمال کرم سے صورت اعمال پر اُن کو بدلا دیدیا پھر وہ مٹ گئے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ۔ ایسے ہی لوگ ہین کہ نہین ہے اُن کیلئے آخرت مین کچھ سوائے آگ کے مراد اولئک سے وہی لوگ ہین جنھون نے استمراراً سوائے دنیا کے کسی عمل سے آخرت کا قصد نہین کیا یا یہ آیت مخصوص بحق کفار و مشرکین ہے۔ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا۔ اور مٹ گیا جو کچھ اُنھون نے دنیا مین کیا تھا کیونکہ وہ کوئی عمل ثابت و صالح نہ تھا بلکہ صورت مین غیر کو نفع پہونچانے وغیرہ سے خیر قرار دیکر اسکا بدلا اُن کو دنیا مین متاع حقیر جو اُنکی مراد تھی دیدیا گیا لہٰذا فرمایا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ اور جو وے کرتے تھے باطل ہے یعنی اُن کے اعمال فی نفسہ باطل تھے

کسی شمار مین نہ تھے کیونکہ اُن کا عمل کسی ایسے صحیح طریقہ پر نہ تھا جو موجب جزا ہو ۔ واضح ہو کہ جس نے آیت مین تعمیم کی کہ مومن و کافر سب کو شامل ہے اسپر اشکال ہی کیونکہ آخر آیت مومن کے حال سے لائق نہین ہے اور مرجع اُسکا آخر یہی ہے کہ آیت اہل کفر کے حق مین متعین ہے اسلئے کہ جس مومن نے اپنے اعمال سے استمرارًا فقط دنیا کا قصد کیا وہ درحقیقت کچھ مومن نہین ہی بلکہ مرتد ہے یا درحقیقت ایمان ہی نہین لایا تھا اور کبھی جواب دیا جاتا ہے کہ جب یہ اعمال باطلہ سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر کے واسطے ہوئے تو ان کا کرنیوالا مستحق وعید شدید ہوا کہ اولٰئک لیس لھم الخ اور اسی کا مؤید ہے جو ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا من تعلم علما لغیر اللہ الخ یعنی جس نے اللہ تعالیٰ کے سوائے غیر کے لیے علم سیکھا یا اس سے غیر اللہ کا ارادہ کیا تو وہ اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنا دے۔ اخرجہ الترمذی ۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلعم کو سنا کہ فرماتے تھے قال اللہ تعالیٰ انا اغنی الشرکاء عن الشرک الخ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین مشرکون کے اعمال شرک سے بالکل مستغنی ہون جسنے کوئی ایسا کام کیا جسمین میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کیا تو مین اسکو واسکے شرک کو چھوڑتا ہون ۔ اخرجہ مسلم اور اسمین ایسی ہی بہت احادیث ہین اور یہ ریا شرک اصغر ہے وظاہر نظم القرآن الکریم یہ ہی کہ اس مین مطلقًا کفار داخل ہین اور جو ان مین سے قرآن عظیم مین قدح کرتے و خالی دنیا ہی چاہتے اور عذاب مین استعجال کرتے وے بدرجہ اولے داخل ہین اور اُن کو تفہیم ہے کہ بسبقت رحمت و کمال کرم سے حق تعالیٰ نے خالی دنیا چاہنے والون کو موافق اپنی مشیت کے ایک وقت تک دنیا دیدی ہے فـــــ فی العرائس قولہ تعالیٰ من کان یرید الخ ۔ اسمین اللہ تعالیٰ نے کھلانے ستانے کو کام کرنیوالون کی خبر دی جو اپنے اعمال سے فقط ترفع وجاہ و زینت و مال چاہتے ہین اور آخرت سے اُن کی آنکھون پر پردہ پڑا ہے اور اگر اُنھون نے دیدار آخرت کا مزہ چکھا ہوتا اور معرفت پائی ہوتی تو کیونکر حظوظ نفس کی طرف التفات کرتے اور یہان تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایسی چیزین دیدین جو اُن کو دنیا مین آخرت سے محجوب کرین ۔ واضح ہو کہ اگر عارف متمکن نے دنیا و اُسکی زینت سے کام لیا تو اسے برادر اسکو بھی تو انھین لوگون مین سے مت شمار کیجیو وہ اللہ تعالیٰ ہی کو چاہتا ہے اور دنیا کو اپنے کفاف وعفاف کے لیے چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو دنیا مین پاکیزہ زندگانی سے رکھتا ہے اسطرح کہ دنیا کو اسکا خادم کر دیتا ہے پس مخلوق کی آنکھ مین اسکی تبجیل اور لوگون کے دلون مین اسکی ہیبت ہوتی ہے کما قال تعالیٰ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ الآیۃ ۔ اور مروی ہے کہ جو بندہ مرتبہ احسان پر پہونچا تو عاجل دنیا اور آجل الآخرۃ مین اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر واقع ہوا ۔ اور یہ عارف ان ریاکارون کی طرح نہین ہی جو شرف آخرت سے محروم ہین چنانچہ ریاکارون کو فرمایا ۔ اولٰئک لیس لھم فی الآخرۃ الخ ابوبکر الوراق رحؒ نے کہا کہ حیات دنیاوی نام ہے ارتکاب تمنا و اتباع شہوات کا اور اُمیدون کے جنگل مین غافل ہونا اور موت سے بے فکر کہ کبھی یاد نہ آوے اور حرام وحلال سے جس طرح ملے مال جمع کرنا اور زینت دنیاوی مین پڑنا کہ جسمین غافل کرنے والے علائق ہین جن کو اللہ تعالیٰ شانہٗ قولہ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیۃ مین بیان فرمایا ہے ۔ بعد ذکر اہل کفر و شرک

دریا کے اہل ایمان و ان کے درمیان بڑا فرق ہونا بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ ـ

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِۦ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِن قَبْلِهِۦ كِتَـٰبُ مُوسَىٰٓ إِمَامًا وَرَحْمَةً

بھلا ایک شخص جو ہے نظر آتی راہ پر اپنے رب کی اور پہنچتی ہے اُسکو گواہی اُس سے اور پہلے اُس سے کتاب موسیٰ کی راہ ڈالتی اور مہربانی

أُو۟لَـٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ مِنَ ٱلْأَحْزَابِ فَٱلنَّارُ مَوْعِدُهُۥ ۚ فَلَا تَكُ فِى مِرْيَةٍ

یہی لوگ مانتے ہین اُس کو اور جو کوئی منکر ہو اُس سے سب فرقون مین سو آگ ہے وعدہ اُسکا سو تو مت رہ شبہہ مین

مِنْهُ ۚ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○

اُس سے یہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن بہت لوگ یقین نہین رکھتے ہین

اللہ تعالیٰ مومنون کے حال سے آگاہ فرماتا ہے جو اس فطرت پر ہین جسپر اللہ تعالیٰ بندون کو پیدا کرتا ہے یعنی اپنے خالق کے معترف کہ لا الٰہ الا اللہ۔ چنانچہ فرمایا فاقم وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔ اور صحیحین مین ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ یعنی ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے والدین اسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر ڈالتے ہین جیسے چوپایہ پورے اعضا کا بچہ جنتا ہے بھلا تم اسمین کوئی کان وغیرہ کٹا ہوا پاتے ہو پھر آخر الخ صحیح مسلم مین عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یقول اللہ تعالیٰ انی خلقت عبادی حنفاء الخ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مین نے اپنے بندون کو حنیف پیدا کیا پھر اُن کے پاس شیاطین آئے اور اُنکو اُن کے دین سے بہکا دیا الحدیث اور سنن و مسانید مین مروی ہے کہ ہر مولود اسی ملت پر پیدا ہوتا ہے یہان تک کہ اسکی زبان چھوٹے اور وہ اپنا عقیدہ بیان کرے۔ قال ابن کثیرؒ بالجملہ مومن تو اسی فطرت پر ہوتا ہے اور کفار اس سے برگشتہ ہذا فرمایا۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ بینہ برہان یعنی روشن دلیل جو اسکو راہ حق دکھلاوے والمعنی کیا بھلا وہ شخص جو روشن دلیل پر ہے اپنے پروردگار کی طرف سے۔ ہمزہ اسمین انکار کا ہے یعنی ایسا نہین کہ جو ایسی روشن دلیل پر ہے وہ بمنزلہ ان لوگون کے ہو جن کی ہمتین محض دنیا پر مقصور ہین۔ قال البیضاویؒ اسی نے ذکر خبر سے مستغنی کر دیا اور تقدیر کلام یون ہے کہ بھلا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہو کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسکی ہمت فقط دنیا پر مقصور ہے یعنی ہرگز نہین بلکہ دونون مین بڑا فرق ہے اور یہ حکم ہر مومن مخلص کو شامل ہے اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے آنحضرت صلعم ہین اور بعض نے کہا کہ اہل کتاب مین سے ایمان لانیوالے قول اول پر معنی یہ ہین کہ آنحضرت صلعم کی اتباع مین اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا مومن مخلص کیا ویسا ہے جو حیوۃ دنیا و اُسکی زینت چاہتا ہے۔ قول دوم پر یہ معنی ہین کہ کیا آنحضرت صلعم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیان و معجزات پر ہین نظیر کفار ہین حیات دنیا و اسکی زینت چاہنے والون کے مثل ہین ہرگز نہین۔ اور حکم عام اولیٰ ہے کہ بھلا جو شخص بینہ پر ہو اپنے پروردگار کی طرف سے۔ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ قال ابن کثیرؒ یعنی اور آیا اسکے پاس شاہد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور وہ وحی الٰہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی طرف بھیجی جسمین شرائع مطہرہ مکملہ کا بیان ہے اور اسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا اسی واسطے ابن عباسؓ و مجاہد و عکرمہ و ابو العالیہ و ضحاک و ابراہیم نخعی و سدی وغیرہم نے کہا کہ قولہ یتلوہ شاہد منہ یعنی جبرئیل علیہ السلام اور حضرت علیؓ و حسن بصریؒ و قتادہ سے روایت ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور ہر دو قول قریب المعنی ہین کیونکہ دونون مین سے ہر ایک نے رسالت الٰہی کو پہونچایا چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلعم کو اور آنحضرت صلعم نے اُمت کو پوری تبلیغ کی بعض نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ قریش مین سے کوئی ہو ہر ایک کے حق مین کچھ قرآن نازل ہوا تو ایک شخص نے پوچھا کہ آپکے حق مین کیا نازل ہوا فرمایا کہ کیا تو سورہ ہود نہین پڑھتا قولہ افمن کان علی بینۃ من ربہ و یتلوہ شاہد منہ پس آنحضرت صلعم بینہ من ربہ ہین اور مین شاہد ہون۔ اخرجہ ابو نعیم و ابن ابی حاتم۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یتلوہ شاہد منہ علی ظاہر ہے۔ اخرجہ ابن عساکر۔ حافظ ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعض کے قول مین یتلوہ شاہد کی تفسیر مین علیؓ ہین مگر یہ قول ضعیف ہے اسکا کہنے والا کوئی ثابت نہین ہوتا اور حق وہ قول اول و ثانی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ مومن کے پاس فطرت خود شاہد شریعت ہے مگر بالاجمال پھر شریعت سے اسکی تفاصیل لیجاتی ہین اور فطرت اسکی تصدیق کرتی اور اُسپر ایمان لاتی ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ افمن کان

علیٰ بینۃ من ربہ ویتلوہ شاہد منہ یعنی قرآن جسکو جبرئیلؑ نے آنحضرت صلعم کو اور آنحضرت صلعم نے اُمت کو پہونچایا - پھر فرمایا - وَمِنْ قَبْلِہٖ - اور
پہلے قرآن سے کِتٰبُ مُوْسٰی اِمَامًا وَّرَحْمَۃً - موسیٰ کی کتاب یعنی توریت ہو درحالیکہ وہ اس اُمت کے لئے امام پیشوا و رحمت آلٰہی تھی کہ دے
اُسکی اقتدا مین رحمت آلٰہی پاتے لہذا جو اسپر ایمان لایا اسکا ایمان خواہ مخواہ منجر ہوا کہ قرآن پر ایمان لاکر سعادت دارین حاصل کرے - الحاصل
یتلوہ شاہد منہ ویتلوہ شاہد آخر وہو کتاب موسیٰؑ - یعنی ایک تو اسکا شاہد از جانب حق ہے اور دوسرا شاہد کتاب موسیٰؑ ہے کیونکہ اُسنے محمد صلعم
کی رسالت عامہ وختم رسالت کی شہادت دی ہے زجاج رح نے کہا کہ المعنی ویتلوہ من قبلہ کتاب موسیٰؑ کیونکہ آنحضرت صلعم کا وصف بلیغ توریت
مین اور انجیل مین مذکور ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ قول بنا بر نیکہ یتلوہ تلاوت کرتا ہے اسکو یعنی بینۃ وحی کو شاہد منہ شاہد از حق یعنی محمد صلعم
اور من قبلہ کتاب موسیٰ - مربوط باینکہ آنحضرت صلعم کا وصف اسمین مذکور تھا - اظہر قول یہ ہو کہ افمن کان عام ہے آنحضرت صلعم اصل و اول ہین
اور مومنین مخلصین آپکے مقتدی ہین چنانچہ فرمایا - اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ - ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بینہ پر ہین وہی ایمان لاتے
ہین اسپر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یا قرآن کی تصدیق کرتے ہین وَمَنْ یَّکْفُرْ بِہٖ مِنَ الْاَحْزَابِ - اور جس نے کفر کیا اسکے ساتھ یعنی نبی صلعم
یا قرآن کے ساتھ احزاب مین سے - فَالنَّارُ مَوْعِدُہٗ - تو دوزخ اُسکا وعدہ گاہ ہے - دوزخ کو موعد قرار دینا تہویل ہو کہ اسمین طرح طرح کے
عذاب الیم ہین - احزاب جمع حزب ایک جھنڈا اور وے تمام روے زمین کے لوگ تا قیامت ہین - حافظ رح نے کہا کہ تمام بنی آدم جن کو قرآن
پہونچا بقولہ تعالیٰ لانذرکم بہ ومن بلغ - وبقولہ قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا پھر وہ حدیث ذکر فرمائی قال والذی نفسی بیدہ لایسمع
بی احد من ہذہ الامۃ الخ یعنی صحیح مسلم مین ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ مین میری
جان ہے کہ نہین سنیگا مجھے کوئی اس اُمت مین سے خواہ یہودی ہو یا نصرانی ہو پھر مجھ پر ایمان نہ لاویگا تو بیشک وہ دوزخ مین داخل ہوگا - سعید
بن جبیر سے روایت ہو کہ مین جب کوئی حدیث سنتا تو اسکا مصداق با تصدیق قرآن مجید سے پاتا پھر جب مجھے یہ حدیث والذی نفسی
بیدہ لایسمع بی الخ پہونچی تو مین نے ڈھونڈھا کہ اسکا مصداق کلام آلٰہی مین کہان ہین یہانتک کہ مجھے یہ آیت ملی کہ من یکفر بہ من الاحزاب
فالنار موعدہ کہا کہ احزاب تمام ملتون والے کوئی ہون - فَلَا تَکُ دراصل تکن تھا نون خلاف قیاس حذف ہوتا ہے فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْہُ مریہ
بالکسر لغت اہل حجاز و یہی جمہور کی قرأۃ ہے اور بالضم لغت اسد وتمیم وغیرہ اور سلمی وغیرہ کی یہی قرأۃ ہے - والمعنی پس نہ ہیو تو کسی طرح کے
شک مین قرآن سے - اِنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ - بیشک وہ حق ہے تیرے پروردگار کی طرف سے - آنحضرت صلعم تو قرآن مین و اُسکے وعدہ
و وعید مین شک کرنے سے معصوم تھے پس قولہ فلا تک اگرچہ ظاہر خطاب آپکو ہے مگر یہ تعریض ہے اور لوگون کو جو شک کرتے و کفر کرتے ہین
لہذا فرمایا - وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ - ولیکن بہتیرے لوگ ایمان نہین لاتے ہین خواہ اسوجہ سے کہ مانند علماء یہود کے حق جانکر
عنادا کرتے یا کفر پر مطبوع ہوئے کہ ان کے دلون مین اسکا حق ہونا باوجود کھلے دلائل کے نہین سماتا ہے - اسمین تنبیہ ہے کہ قرآن و راہ
ہدایت کے منکر بہت ہونگے اور مومنین تھوڑے چنانچہ آئندہ و گذشتہ آیت ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ الآیۃ - مین اسکی تصریح ہے
فافہم - فی العرائس قولہ تعالیٰ افمن کان علی بینۃ الخ آیت کی تقدیر بطریق استفہام کے اس معنی مین ہو کہ جو کوئی اپنے پروردگار کی
طرف سے بینہ و برہان پر ہو کیا ویسا ہے جو اختیار دنیا و ضلالت و جہالت مین پڑا ہے جس شخص کو اپنے رب سے معرفت و ولایت و کرامت
حاصل ہو وہ محض بندۂ دنیا کے مثل نہین ہے اور ہر عارف جب حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنے قلب و روح و عقل و سر باطن سے مشاہدہ کر لیتا ہے
اور انوار جمال و قرب پاجاتا ہے تو یہ اسکی صورت تک مین اثر کرتا ہے یہانتک کہ اسکے چہرہ سے نور آلٰہی ظہور کرتا ہے جسکو ہر نظر والا دیکھتا ہے

قولہ تعالیٰ ویتلوہ شاہد منہ - بینہ تو بصیرت معرفت ہے اور شاہد اسکے ساتھ ظہور نور مشاہدہ ہے اور نیز بینہ کلام معرفت ہے اور شاہد
اسکے لئے قرآن وحدیث ہے پس جو شخص اس مرتبہ پر ہو وہ چشم حق سے مکنون غیب اسرار قلب دیکھتا ہے اور اسکا مشاہدہ اسکے یقین پر
اور اسکا یقین اسکی بصیرت پر اور بصیرت عقل پر اور عقل اسکے نفس پر غالب ہوتے ہین حتی کہ اسکا نفس اپنی ہوا و ہوس سے اس کا
مزاحم نہین ہو سکتا بلکہ واردات حق از کشف وعیان وبیان کے تحت مین اسکا نفس فانی ہوتا ہے تصدیق اسکی قولہ تعالے
فلا تک فی مریۃ منہ انہ الحق من ربک جو کچھ حق سے وارد ہو وہ حق ہے جبکہ معارضہ نفس زائل ہو گیا پھر اگر اول نزول انوار مین کوئی
خطرہ آیا تو یہ امتحان حق ہے پھر اسپر وارد اسقدر حقیقیہ ایسے آتے ہین کہ اس خطرہ کو بالکل زائل کر دیتے ہین شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ جو کوئی
بینہ پر ہو گیا پھر اسپر کوئی بھید چھپا نہین رہتا ہے - رویم رح نے کہا کہ بینہ یہ ہو کہ بندہ کو اپنے قلب پر اطلاع نصیب ہو اور عیوب پر
حکم ہو جنید رح نے کہا کہ بینہ حقیقت ہے اور مؤید اسکا ظاہر علم ہے - ابو بکر بن طاہر رح نے کہا کہ جو کوئی بینہ پر ہو اس کے اعضاء
ظاہری اپنے پروردگار کی درگاہ پر طاعت مین حاضر رہتے ہین اور اسی کے حکم سے موافقت کرتے ہین اور زبان اسکی یاد مین تر رہتی ہے
اور وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتین دنیا مین پھیلاتا ہے اکثر زبان سے اور اسکا قلب منور بانوار توفیق ہوتا ہے اور اسمین تحقیق کی روشنی
بھری ہوتی ہے اور اسکے سر وروح کو تمام اوقات مین حق کا مشاہدہ ہوتا ہے اور مکنون عیوب مستور سے جو ظاہر ہو سکتا ہے
اسکو وہ جانتا ہے اور اشیاء کو یقین کی نظر سے دیکھ لیتا اور اسکا حکم اسکی مخلوق پر مانند حکم حق کے ہو کہ نہین نطق اسکا مگر بحق اور
نہین دیکھتا مگر بحق کیونکہ وہ مستغرق فی الحق ہو پس اسکا مرجع نہین مگر الی الحق - پھر اہل الحق کے بیان کے بعد زبان اشارت مین فاسقین
مدعین کے جو بہتان وفریب کرتے ہین مذمت فرمائی قلت یعنی آگے کی آیت مین فافہم - پھر اللہ تعالے پر افترا کرنیوالونکا خسران بیان ہوا

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ
اور کون ظالم ہے اس سے جو باندھے اللہ پر جھوٹھ وہ لوگ روبرو آوینگے اپنے رب کے اور کہین گے
الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝
گواہی والے یہی ہین جنھون نے جھوٹھ بولا اپنے رب پر سن لو پھٹکار ہے اللہ کی بے انصاف لوگون پر
الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم
جو روکتے ہین اللہ کی راہ سے اور ڈھونڈتے ہین اُس مین کجی اور وہی ہین
بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُم
آخرت سے منکر وہ لوگ نہین تھکانے والے زمین مین بھاگ کر اور نہین ہے اُن کو
مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ يُضَاعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ
اللہ کے سوائے حمایتی دونا ہے اُن کو عذاب نہ سکتے تھے
السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا
سُننا اور نہ تھے دیکھتے وہی ہین جو ہار بیٹھے اپنی جان اور گم ہو گیا اُن سے جو

يَفْتَرُوْنَ ۝ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝

جھوٹ باندھتے تھے آپ ہوا کہ یہ لوگ آخرت مین ہی ہین سب سے خراب

اللہ تعالیٰ نے منکرین کفار کے چودہ ذمائم بیان فرمائے۔ ذم اول یہ کہ وہ مفتری ہین بقولہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ اور کون بڑھکر ظالم ہے یعنی کوئی بڑھکر ظالم نہین اس شخص سے جسنے افترا کیا اللہ تعالیٰ پر۔ کَذِبًا۔ دروغ۔ یہ زیادہ فضیحت و مبالغہ ہے کیونکہ افترا خود کذب ہے، تو یہ لوگ افترا و کذب کے جامع ہین پھر انکا افترا ظاہر ہے کہ بتون کو اپنا شفیع بتلاتے اور ملائکہ کو دختران بتاتے اور قرآن کو کلام مخلوق کہتے اور قولہم واللہ امرنا بہا۔ ایسے افعال کی نسبت کرتے جو فحش تھے غرضکہ خالق عزوجل کی جناب مین خلاف واقع کہکر افترا کرتے اور ایسے ہی عزیرؑ کو بیٹا اور مسیح کو بیٹا کہتے۔ واضح ہو کہ ظاہر لفظ سے نکلتا ہے کہ ان سے اظلم کوئی نہین ولیکن مقام مقتضی ہے کہ اُن کے برابر ظالم بھی نہین ہے۔ دوم آنکہ یہ لوگ مقام ذلت وخواری مین پیش ہون گے بقولہ۔ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ۔ یہی لوگ پیش کیے جاوین گے اپنے پروردگار کے سامنے یعنی قیامت کے روز جسمین کچھ شک نہین ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اس پیش ہونے مین یہی لوگ مختص نہین بلکہ عرض عام ہے سب بندے پیش ہون گے۔ بقولہ وعرضوا علی ربک صفا۔ جواب دیا گیا کہ فضیحت کے لئے پیش ہونا انہین سے مخصوص ہی کیونکہ اُن کے مخالف فقط ایک فریق مومنین کا ہے پس وے فضیحت نہین کیے جاوینگے بلکہ یہی سب احزاب فضیحت ہونگے بقولہ تعالیٰ۔ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ۔ اور اشہاد کہین گے کہ یہی ہین وے لوگ جنہون نے جھوٹ باندھا اپنے پروردگار پر۔ اس سے اُنکو نہایت ذلت وخواری حاصل ہوگی مع اُن کی بدصورتون کی شناخت وتشہیر کے اور یہ تیسری صفت مذمت ہے۔ اشہاد جمع شہید اسی کو فارسی رحنے ترجیح دی کیونکہ قرآن مین کثرت سے اسکا ورود ہے بمانند قولہ ویکون الرسول علیکم شہیدا۔ قولہ من کل امۃ بشہید وجئنا بک علی ہؤلاء شہیدا۔ بعض نے کہا کہ وہ جمع شاہد ہے مانند اصحاب صاحب کے پھر ان اشہاد مین اختلاف ہے کہ کون لوگ ہون گے۔ مجاہدؒ نے کہا کہ وہ ملائکہ ہون گے جو دنیا مین اُن کے اعمال کے حافظ تھے۔ مقاتل نے کہا کہ الناس جیسے کہتے ہین کہ علی رؤس الاشہاد یعنی علی رؤس الناس اور ایک قوم نے کہا کہ انبیاء ہون گے بقولہ تعالیٰ فلنسئلن الذین ارسل الیہم ولنسئلن المرسلین۔ یہ قول ابن عباسؓ کا ہے اور بعض نے کہا کہ ملائکہ ومرسلین وعلماء جنہون نے دنیا مین اُن کو دین الٰہی پہونچایا تھا اور قتادہؒ نے کہا کہ جمیع خلائق۔ مترجم کہتا ہے کہ سوائے فرقہ مومنین کے جملہ خلائق یہی کذاب ہین ماسوائے ملائکہ کے۔ فافہم۔ اسکے تعیین کی حاجت نہین بلکہ اسی قدر کافی ہے کہ جو اشہاد ہون گے وہ اُن کو فضیحت وخوار کرین گے کہ انھین نے دنیا مین اپنے پروردگار پر دروغ باندھا تھا اگر کہا جاوے کہ اللہ کے سامنے پیش ہونا مقتضی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مقام پر ہے حالانکہ اوتعالیٰ اس سے پاک منزہ ہے جواب دیا گیا کہ یہ لوگ ان مقامات مین پیش ہون گے جو حساب کے لیے مقرر ہین۔ حق جواب یہ ہی کہ اسکی تاویل وکیفیت عقل بشری سے باہر ہے اور قدرت الٰہی اس سے اعلیٰ واجل ہے پس اسمین کوئی مشکل نہین کہ ہم ایمان لاتے ہین کہ وے پیش ہون گے مگر اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے کوئی کیفیت اسکے خیال مین نہین لاتے ہین بالجملہ دار آخرت مین مفتریون کی فضیحت ہوگی ابن کثیرؒ نے کہا کہ ملائکہ ورسولون و باقی آدمیون وجنون کے روبرو اور اشہاد کہین گے کہ انھین نے دنیا مین اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ خبردار ہو کہ ظالمون پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہی بعض نے کہا کہ یہ منجملہ کلام اشہاد سے ہے اور بعض نے کہا کہ محتمل ہی کہ بعد اشہاد کے اللہ تعالیٰ نے اُن کے حق مین رحمت سے دوری ولعنت فرمائی۔ سراج مین کہا کہ یہ اُن کی چوتھی مذمت ہے اور عقاب قیامت سے آگاہ کرنیکے بعد

فی الحال وے جس طرح ہین وہ بیان کیا یعنی فی الحال ظالمین ملعون ہین۔ پھران کی پانچوین مذمت فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ اَلَّذِیۡنَ یَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ۔ یہ ایسے لوگ ہین جو روکتے ہین راہ آلہی یعنی اُسکے دین سے لوگون کو اس راہ راست پر چلنے نہین دیتے چھٹی مذمت یہ کہ وَیَبۡغُوۡنَہَا اور چاہتے ہین اس راہ کو عِوَجًا۔ کج معوجۃ۔ یعنی چاہتے ہین کہ راہ ایسی ہو جیسے اُن کے نفوس چاہتے ہین جو سراسر ظلم و برائی سے محض کج ہے راہ مستقیم نہین ہے۔ پھر ساتوین مذمت فرمائی بقولہ وَہُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ہُمۡ کٰفِرُوۡنَ۔ لفظ ہم کی تکرار اُنکی تاکید کفر و توغل کیلیے ہو یعنی حالانکہ وے آخرت سے کافر ہین جملہ حالیہ ہی۔ آٹھوین مذمت یہ کہ اُولٰٓئِکَ لَمۡ یَکُوۡنُوۡا مُعۡجِزِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ۔ ایسے لوگ نہ تھے معجز زمین مین یعنی اگر دنیا مین اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب کرنا چاہتا تو یہ اسکو عاجز کرنیوالے نہ تھے کہ کہین بھاگ جاتے کیونکہ عذاب آلہی اُسکی مشیت ہو تو ہر جگہ و ہر طرح بندہ کو پہونچے۔ بعض نے کہا کہ معجزین اے سابقین یعنی دنیا مین کچھ سبقت نہین کر گئے تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایک وقت تک عذاب سے مہلت دی تھی۔ بعض نے کہا معجزین اے فائتین و بعض نے کہا مفلتین۔ یعنی دنیا مین اگر عذاب چاہتا تو یہ اسکو فوت نہین کر سکتے یا اس سے اُچک کر بھاگ نہ سکتے تھے سب کے معنی قریب قریب ہین کیونکہ عذاب آلہی سے چھٹکارا بندے کو اپنی طاقت سے محال ہی۔ نوین مذمت وَمَا کَانَ لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ مِنۡ اَوۡلِیَآءَ۔ اور نہین اُن کیلیے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اولیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اُنکا ولی نہین تو اسکے سوائے کوئی غیر انکا ولی نہین ہو سکتا جو اُن کو عذاب آلہی سے بچا لیوے۔ دسوین مذمت دونا عذاب ہونا۔ یُضٰعَفُ لَہُمُ الۡعَذَابُ۔ دونا کیا جائے گا اُن کیلیے عذاب۔ کہا گیا کہ خود گمراہ ہوے اور دوسرون کو گمراہ کیا۔ کہا گیا کہ اُنھون نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا اور اُسپر افترا باندھا۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قولہ اولٰئک لم یکونوا الخ دنیا مین اُنسے انتقام پر قادر ہے مگر ان کو ایک ایسے دن تک مہلت دی جسمین آنکھین پھرا وینگی اور صحیحین مین ہو کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے یہان تک کہ جب پکڑ لیتا ہے تو پھر اس کو چھٹکارا نہین ہوتا اور قولہ یضاعف لہم الخ یہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کان آنکھین دل دیا تھا کہ بچانین مگر وے صم بکم عمی رہے لہذا قیامت مین اقرار کرین گے۔ لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر۔ دوسری آیت مین فرمایا زدناہم عذابا فوق العذاب الآیۃ۔ اسیواسطے ہر امر آلہی جسکو ترک اور ہر نہی جسکا ارتکاب کیا ہے سب پر عذاب کیے جاوین گے اسی واسطے اقوال مین سے اصح قول یہ ہو کہ کافر لوگ بلحاظ دار آخرت کے فروع اعمال سے بھی مکلف ہین مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک کافر نماز روزہ زکوٰۃ وغیرہ کا قبل ایمان کے مکلف نہین بلکہ اول ایمان لاوے پس ان اعمال کا مکلف ہو گا کیونکہ یہ اعمال بدون ایمان کے باطل ہین اور مشہور مذہب شافعی رح یہ ہو کہ کفار فروع اعمال سے مکلف ہین پھر جو قول شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا وہ ظاہر حدیث صحیح مسلم اخذ بالاول والآخر یعنی عدم ایمان کی صورت مین اگلے و پچھلے گناہون مین ماخوذ ہو گا۔ موافق ہے پس ظاہر اس قول پر احکام دنیاوی ان پر جاری نہ ہون گے بلکہ آخرت مین ضعف عذاب کیواسطے ہے اور فائدہ اسکا یہ ہو کہ مثلاً رمضان مین کسی کافر تندرست مقیم نے جو بہت پیاسا ہے کسی مسلم سے پانی مانگا تو اسکو پلا دے یا نہین پس بنا بر قول مذکور کے ہر دو مذہب کے موافق پلا دینے مین مضائقہ نہین ہے۔ فافہم۔ گیارہوین مذمت۔ مَا کَانُوۡا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ السَّمۡعَ نہ تھے کہ استطاعت رکھتے سمع کی یعنی سننے کی۔ قتادہ رح نے کہا کہ سماع حق سے بہرے تھے پس بھلائی کو سنکر اُس سے انتفاع نہین لیتے تھے۔ وَمَا کَانُوۡا یُبۡصِرُوۡنَ۔ اور نہین تھے کہ دیکھین یعنی بھلائی کے دیکھنے سے اندھے تھے دیکھتے نہ تھے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل الشرک اپنی طاعت مین بیچ مین روک کر دی پس دنیا مین اسطرح کہ ما کانوا یستطیعون السمع الخ اور آخرت مین اسطرح کہ فلا یستطیعون خاشعۃ ابصارہم الآیۃ۔ پھر بارھوین مذمت قولہ۔ اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَہُمۡ۔ یہی لوگ ہین جنھون نے

خسارہ مین ڈالا اپنی جانون کو۔ کیونکہ انھون نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے بدل کر آلہہ کی عبادت کی پس ہمیشگی کی آگ مین پڑے اور یہ بڑے خسارہ کی وجہ ہی۔ تیرھوین مذمت قولہ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۔ اور گم ہوگیا اُن سے وہ کچھ جو افترا کرتے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک کا دعوی کرتے اور کہتے کہ یہ بت وغیرہ آلہہ انکے سفارشی ہین اور مسیح اُن کے گناہون کا کفارہ ہوگئے ہین یہ سب باطل دعوی گم ہوجاوینگے۔ چودھوین مذمت ۔ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْأَخْسَرُونَ ۔ لامحالہ وہی عاقبت مین نہایت خسارہ والے ہین خلیل وسیبویہ نے کہا کہ لاجرم بمعنی حق ہے پس ان کے نزدیک یہ گویا کلمۂ واحدہ ہے فرار رحمہ نے کہا کہ بمنزلہ لابد ولامحالہ کے ہے پھر کثرت استعمال سے بمعنی حق ہوگیا۔ زجاج رحمہ نے کہا کہ جرم بمعنی کسب اور فاعل مضمر ہے اے کسب ذلک الفعل لہم الخسران ۔ اور ان کو نصب بوجہ جرم کے ہی والمعنی اس فعل نے ان کو خسران کما دیا ۔ ازہری رحمہ نے کہا کہ یہ اس لغت مین احسن توجیہ معقول ہے ۔ بالجملہ اس آیت سے من کان علی بینۃ من ربہ مین اور من کان یرید الحیوۃ الدنیا مین فرق وتفاوت ظاہر ہوا خصوص جبکہ اگلی آیات مین مومنون کے درجات بیان ہون گے تو ان مین کمال تفاوت ظاہر ہوجاویگا ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن افتری الآیۃ اسمین اشارہ ہے ثابت ہو کہ ریاکار ومکار بھی عذاب مین ماخوذ ہون گے یعنی کون بڑھکر ظالم ہے اس شخص سے جو ولایت کا دعوی کرے اور سابق الحکم مین وہ کذاب ٹھہرا ہے گویا وہ چاہتا ہے کہ وہ حکم ازلی جو اسکے کفر وبہتان کا جاری ہوا اسکو توڑے اور اولیاء وصدیقین جن کے حق مین سابق عنایت ہے اُن کو اہل شقاوت سے مقابلہ ومماثلہ کرے پس ظلم اس کا اس مراد سے کہ اپنے آپ کو ولایت کے دعوی پر لاکر اللہ تعالیٰ پر دروغ باندھتا ہے حالانکہ وہ کاذب ہو اور ان مفسدون کی غرض اس فعل سے یہ ہوتی ہے کہ ریا وسمعہ وجاہ کےلئے مخلوق کے منہ اپنی طرف پھیرلاوین پس اللہ تعالیٰ ان کو قیامت مین تمام خلائق کے روبرو فضیحت فرمادیگا پس جو کوئی اپنے پروردگار سے سچا معاملہ رکھتا تھا وہ اُن کے کذب پر گواہی دیگا پھر قرب ووصال سے دور کرکے نکال ووبال مین ڈالے جاوینگے بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر افترا کرنیوالا وہ شخص بھی ہے جو اپنے واسطے ان احوال کا دعوی کرے جو بزرگان دین وصلحار کو حاصل تھے اور اپنے نفس سے ایسے مقام کا مشاہدہ ظاہر کرے جہان اسکو شہود نہین ہوا ہے پس ایسے لوگون کو اللہ تعالیٰ دنیا مین بھی فضیحت کر دیتا ہے کہ ان کے کذب پر وے لوگ مطلع ہوجاتے ہین جو حقائق اشیاء کو بنور حق دیکھتے ہین پس وے ظاہر کر دیتے ہین کہ ہٰؤلاء الذین کذبوا علی ربہم ۔ کیونکہ اُنھون نے اپنے لئے ایسے احوال ظاہر کئے جو درحقیقت ان مین نہین ہین ۔ اور اپنے آپ کو لباس صلحار سے آراستہ کر لیا لہذا یہ فضیحت تو ان کو مجالس اہل الحق مین ہے یہان تک کہ جب قیامت مین مشاہد الحق مین جاوینگے تو عام فضیحت اُٹھاوینگے ۔ قولہ تعالیٰ ما کانوا یستطیعون السمع الآیۃ ۔ یہ لوگ خطاب حق کو دل کے کانون نہین سنتے تھے اور مشاہدۂ حق کو روح کی آنکھون نہین دیکھتے تھے کیونکر سنتے و دیکھتے کہ ازل مین اُن کے حق مین عنایت نہین جاری ہوئی بعض نے کہا کہ سماعت کی استطاعت ایسے شخص کو کیا ہو جس کے کان امر حق کی سماعت کے لئے نہین کھلے ہین اور کیونکر دیکھے جس کی آنکھ مین توفیق کا سُرمہ نہین ہے کیونکہ بغیر سُنائے اور بغیر دکھلائے کچھ دیکھتا وسنتا نہین ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل الخسران کے نکال ووبال کے بیان کے بعد اہل درجات از اہل ایمان کے فضائل وکرامات کو بیان فرمایا بقولہ ۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ

البتہ جو یقین لائے اور کین نیکیان اور عاجزی کی اپنے رب کی طرف وہ ہین جنت کے لوگ

ع

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ

وہ اُس میں رہا کرینگے مثال دونون فریقون کی جیسے ایک اندھا اور بہرا اور ایک دیکھتا اور سنتا کیا برابر ہے

مَثَلًا ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

دونون کا حال پھر کیا تم دھیان نہین کرتے

اب اہل ایمان وطاعت کا حال اور ہردو فریق کی مثال بیان فرمائی بقولہ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ بیشک جو بندے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے یعنی رسول الٰہی وکلام الٰہی سے معرفت صحیحہ حاصل کرکے سب جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اسپر یقین کیا۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کام کئے نیک یعنی جو طاعات نماز روزہ وغیرہ اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ بتلائے ہین اور رسول صلعم نے سکھلائے ہین سب بجا لائے مگر خالی اعضا وجوارح ظاہرہ سے نہین بلکہ اُسکے ساتھ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ۔ اور خشوع وخضوع کیا اپنے رب کی طرف۔ اصل اخبات کا معنی مستوی ہونا جنت یعنی زمین ہموار مین پس خشوع واطمینان کے معنی سے مناسب ہے اسی واسطے کہا گیا کہ واخبتوا سے انابوا مطمئن ہو کر اپنے رب کی طرف۔ فراء نے کہا کہ الیٰ ربہم اور لربہم واحد ہین اور ربیع وغیرہ نے کہا کہ اخبت الیہ کے معنی مطمئن ہوا اسکی جانب اور اخبت لہ کے معنی اسکے لیے خاشع وخاضع ہوا۔ بعض نے کہا۔ انابوا یعنی پروردگار کی طرف دل سے جھکے۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ خافوا۔ یعنی اپنے پروردگار سے خوف وتقوی کیا۔ بالجملہ اشارہ ہے کہ آخرت مین اعتبار اعمال جوارح کے ساتھ اعمال قلب کا ہے یعنی نماز وغیرہ خشوع وخضوع سے ہو اور خود بندہ دیگر اوقات مین خاشع رہے۔ اُولٰٓئِكَ یہ بندے جن کا وصف ایمان وطاعت وخشوع وخضوع مذکور ہوا۔ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنت والے ہین۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ وے اُسمین ہمیشہ رہین گے۔ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ اہل سعادت جنھون نے جوارح سے قولی وفعلی اعمال صالحہ کئے ومنکرات کو ترک کیا اور دل سے خشوع وخضوع کیا وہی جنت کے وارث ہونگے جسمین غرف عالیہ وسرر مصفوفہ وقطوف دانیہ وفرش مرتفعہ وخیرات حسان وغیرہ نعیم باقیہ دائمہ ہین اسمین انکو خلود ہوگا نہ کبھی مرینگے نہ بوڑھے ہون گے نہ بیمار ہون گے نہ نیند مین اونگھین گے نہ پاخانہ مین جائین گے نہ وہان تھوک بلغم ہو وہان تو عرق مشک کی خوشبو ہو۔ واضح ہو کہ جنت واسکی نعمتون کا بیان بہت دراز ہے وہان ایک رضوان الٰہی ودیدار جیسے نعمت ہے جسمین ممکن نہین ہے پھر دونون فریق کی مثال فرمائی بقولہ تعالیٰ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ وَالسَّمِيْعِ۔ فریق کفار کی تشبیہ اعمیٰ یعنی اندھے واصم یعنی بہرے سے فرمائی۔ خواہ علیحدہ علیحدہ یا یہ دونون ہون اور مومن کی تشبیہ بھی اسی طرح سمیع یعنی سننے والے وبصیر یعنی آنکھون دیکھنے والے سے فرمائی پس اگر مثال مجموع ہو تو بلحاظ صفت بصفت ہے۔ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا۔ یعنی حالًا وصفةً بھلا دونون فریق برابر ہین اندر اہ حال وصفت کے یعنی ہرگز نہین اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ کیا تم سوچ نہین کرتے ہو کہ ان مین بڑا تفاوت ہے پس تم بھی مومن ہوجاؤ۔ دوسری آیت مین فرمایا لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ الآیۃ۔ اور فرمایا ما یستوی الاعمیٰ والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور وما یستوی الاحیاء ولا الاموات الآیۃ۔ بالجملہ دونون مین صاف فرق کردیا آیت تمام ہوگئی۔ ف۔ فی العرائس قولہ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات الآیۃ۔ اشارت ہے کہ آمنوا یعنی جو اغیار غیب کو بصفت دیدار یقین کیا اور وعملوا الصالحات یعنی اپنی جانین قریب حاصل ہونے مین فدا کردین اور دعا اور ذکر سے اپنے سرائر پاک کیے اور فکر کو آیات الٰہی مین جولان کیا واخبتوا الیٰ ربہم یعنی اسرار کی بصیرت سے سلطان کبریائی کے انوار دیکھ کر اسکے ہیبت مین فنا ہوگئے یعنی

اپنے آپ کو صفات قدم مین فنا کر کے اصحاب مشاہدہ صفات بقا رہین اور بدون ضرر فنا کے باقی ہین کیونکہ اب بعد محو کے ہمیشہ اصحاب
الصحو ہین گے ۔ شاہ کرمانی رحؒ نے کہا کہ اخبات تین طرح ہے عُم ایاس مع توبہ کے کیونکہ گناہون کی طرف کثرت سے عود ہوتا ہے اور خوف
استدراج کا پردہ ہین یعنی شاید باوجود ان گناہون کے انعام فقط استدراج ہون کہ ناگہانی عذاب مین پکڑا جاوے اور سوم توقع
عقوبت کی ہر وقت بخوف کیونکہ وہان عدل ہے اور عدل مین یہان گناہ بہت ہین استاذ رحؒ نے کہا کہ اخبات یہ ہے کہ ہمیشہ انکسار کے
ساتھ دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف خشوع ہو اور مخبتین کے علامات مین سے یہ ہے کہ ہمیشہ پوشیدہ استعانت کے ساتھ احکام تقدیر کے
تحت مین گھلتے رہتے ہین ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ازلی مقبول بندون اور ازلی مطرودین فرق بیان فرمایا کہ فریق اول کو نعمت ولایت ہے
اور دوم کو حجاب بقولہ مثل الفریقین کالاعمی آہ بیان اشارت سے ثابت ہے کہ باطنی حالت کے اعتبار سے جو حقیقت مین مشاہدہ ووصال
مین پہونچا وہ محقق مانند سمیع وبصیر کے ہے اور جو حقیقت مین کچھ نہین مگر ظاہر مین مکار ہے وہ اندھا و بہرا ہے ۔ پھر سمیع کی یہ کیفیت
ہے کہ حق تعالیٰ سے اُس کے کلمات کو اسی کی قوت سے سنتا ہے اور انھین کلمات سے اُسکو خواطر ملکوتی اور ہواجس شیطانی ونفسانی مین فرق
معلوم ہوتا ہے اسی طرح جمال حق تعالیٰ کو قوت حق سے دیکھتا ہے اور یہ کوئی کرامت اپنی قوت سے نہین ملتی ہے وہی پاک پروردگار سبحانہ
اپنے کرم سے عارفون کے دل اور جھون کی آنکھین روشن کر دیتا ہے جس سے اُن کو آدمیون کے دلی خطرات اور غیب کے حقائق ظاہر ہو جاتے ہین
اور جو شخص مکار جاہل ہے وہ الہامی ہواتف کو نہین سنتا کیونکہ اسکو خاص سننا جو بقوت حق ہے حاصل نہین ہوا اور اسپر بشری شہوات
دعوارض غالب ہونے کی وجہ سے اسکو معرفت کے انوار نظر نہین آتے ۔ یہ صریح مثال دونون کی فرما کر اہل عقل سے دونون کے
مساوات پوچھی بقولہ ہل یستویٰن یعنی ہرگز دونون یکسان نہین ہین ۔ بعض نے کہا کہ بصیر وہ شخص ہے کہ تقدیر الٰہی مین جو کچھ اُس سے مراد ہے
اور جو اس کے نفع وضرر کے لئے جاری ہو تمام اوقات مین اسکو دیکھے اور سمیع وہ شخص ہے جو خطاب کے تمام اقسام کو خواہ تادیب ہون یا
تقریع ہون یا حث ومذب ہون تمام اوقات مین سنے پھر بعض مشائخ نے کہا کہ اندھا وہ شخص بھی ہے جو عبرت کی باتین نہ دیکھے
اور بہرا وہ شخص بھی جو لطائف خطاب سے محروم ہوا اور بصیر وہ شخص جو نظر حق سے اشیاء کو دیکھے تو کسی کا انکار نہ کرے اور کسی چیز سے
تعجب نہ کرے ۔ جنید رحؒ نے کہا کہ اندھا وہی ہے جو حقائق اشیاء کو نہین دیکھتا ۔ اُستاد رحؒ نے کہا کہ اندھا وہ ہے جسکو ہدایت کی بینائی
نہ ہوا ایسے ہی بہرا وہ جسکے دل کے کان بہرے ہون پس نہ وہ افعال مین تقدیر کا بھید دیکھتا ہے اور نہ نور فراست سے مکاشفات غیب
پاتا ہے اور فرمایا کہ بصیر وہ ہے جو افعال کو علم الیقین سے دیکھے اور صفات کو عین الیقین سے اور ذات کو حق الیقین سے پس جو چیزین
غائب ہین اُن کو ایک قسم کا حضور ہے اور جو مستور ہین ان مین کشف ہے ۔ پھر جو شخص کہ صفت حق سے سنتا ہے اسکو ہواجس
نفسانی ووساوس شیطانی نہین سنائی دیتے ہین پس دواعی علم سے شرعًا سنتا ہے اور خواطر تعریف سے براہ تقدیر سنتا ہے اور خطاب
حق سے براہ اسرار سنتا ہے پس یہ جاہل وعارف کسی طرح مساوی نہین ہو سکتے ہین ۔ پھر ایداع دلائل کے بعد بعض قصص ووقائع
اُمم سابقہ واُن کے بد انجام کو شاہد یقینی بیان فرمایا بقولہ ۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط اِنِّيْٓ

اور ہم نے بھیجا نوح کو اُسکی قوم کی طرف کہ مین تم کو ڈرستا تا ہون کھولکر کہ نہ پوجو سوائے اللہ کے مین

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ

ڈرتا ہون تم پر عذاب سے ایک دُکھ دالے دن کے پھر بولے سردار جو منکر تھے اُسکی قوم کے ہم دیکھتے نہین تجکو

إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ج وَمَا نَرَى لَكُمْ

مگر آدمی جیسے ہم اور دیکھتے نہین کوئی تابع ہوا تیرا مگر جو ہم مین نیچ قوم ہین اوپری عقل سے اور دیکھتے نہین تم کو

عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ○

اپنے اوپر کچھ بڑائی بلکہ ہم کو خیال ہو کہ تم جھوٹے ہو

وَلَقَدْ واو ابتدائیہ ولام موطئہ للقسم ہے۔ اَرْسَلْنَا نُوْحًا نوح علیہ السلام اول رسول ہین جو کافر بت پرستون کی طرف بھیجے گئے بعد آدم علیہ السلام کے لوگون کے گمراہ ہونے کے وقت۔ اِلٰی قَوْمِہٖ۔ یہ قوم بُت پرست تھی اور بعد آدم کے دس قرن تک لوگ توحید پر رہے پھر اُن مین کفر پھیلا۔ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ بعض نے کہا کہ تقدیر کلام بانی لکم ہے پس ان مفتوحہ کی قراۃ ابو عمرو و ابن کثیر و کسائی پر صحیح ہو اور باقی قرا نے بالکسر پڑھا تو قول مضمر ہے یعنی قال انی۔ یا قائلا انی۔ والمعنی اور قسم ہے کہ بیشک ہم نے بھیجا نوح کو اُس کی قوم پاس کہتا ہوا کہ مین بیشبہہ تمھارے لیے کھلا ڈر سنانے والا ہون۔ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰہَ۔ ان مصدریہ یا مفسرہ متعلق بارسلنا یا نذیر یا مبین ہے اور لا ناہیہ ہو۔ سراج مین کہا کہ انی لکم الخ سے یہ جملہ بدل ہو یعنی مین تمھین ڈراتا ہون کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی کی عبادت مت کرو۔ یا مبین کا مفعول ہو یعنی صاف بیان کرنے والا ہون اس امر کو کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو مت پوجو۔ علی ہذا مبین بمعنی بیّن نہین بلکہ افعال متعدی معنی مین ہو۔ خالی انذار پر اکتفا کیا اسلیے کہ نوح کی دعوت محض انذار تھی بشارت نہین۔ یہ قول ضعیف ہے۔ بعض نے کہا کہ بشارت ان مین کارگر نہین ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ قوم بد افعال مین مبتلا تھی اس سے باز رہنے کا حکم دیا اور نہ ماننے کی صورت مین ڈر سُنایا۔ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ۔ بیشبہہ مجھے تم پر عذاب روز الیم کا خوف ہو۔ روز کو الیم کہنا باعتبار اسکے عذاب کے ہے اور مراد روز طوفان ہو یا روز قیامت اور ظاہر یہ ہو کہ قیامت مراد ہو یا مخالفت پر عذاب کا یقین کر کے فرمایا کہ ایک نہ ایک روز تم پر عذاب آویگا اسلیے کہ غرق کی وحی پیچھے ہوئی ہے ہان محتمل ہو کہ پہلے سے قوم کا انجام معلوم ہو واللہ اعلم فی السراج۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت نوح چالیس برس کی عمر ہونے پر رسول ہوئے اور ساڑھے نوسو برس قوم کو راہ راست کی طرف بلایا۔ مقاتل رح نے کہا کہ سو برس کی عمر مین اور بعض نے کہا کہ پچاس برس اور بعض نے کہا کہ دو سو پچاس برس کی عمر ہونے پر رسول ہوئے اور ساڑھے نوسو برس دعوت کی اور بعد طوفان کے ڈھائی سو برس زندہ رہے تو اُن کی عمر ایک ہزار چار سو پچاس برس کی ہوئی اور نوح اسم عجمی ہو اسلیے جس نے کہا کہ کثرت گریہ کی وجہ سے نوح بالفتح سے ماخوذ ہو اُسنے سہو کیا کیونکہ عربی اشتقاق نہین ہوسکتا۔ اس سورہ مین سات قصے ترتیب وار جس طرح زمانہ مین واقع فرمائے ہین ذکر کیے از انجملہ پہلے یہی قصہ نوح ہی۔ الحاصل حضرت نوح نے قوم بت پرست سے کہا کہ اگر تم نے سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر کو پوجا تو مجھے تم پر عذاب الیم واقع ہونے کا خوف ہی لہذا تم باز رہو۔ مترجم کہتا ہے کہ جو کوئی مشرک مرے اسپر عذاب آخرت یقینی ہی پس ظاہر کلام اسکو مشعر ہے کہ آنحضرت نے قوم کو دنیاوی عذاب کا خوف دلایا۔ قوم نے اُن کے جواب مین صاف انکار کیا اور تین شبہہ پیش کیے چنانچہ اُن کو بیان فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ فَقَالَ الْمَلَاُ۔ ملا جماعت اشراف جنکو دنیا کی ریاست و منزلت حاصل ہو۔ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا جملہ صفت ملا۔ مِنْ قَوْمِہٖ۔ بیان ملا یعنی اسکی قوم کے اشراف نے جو کافر تھے۔ کہا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اشراف قوم کافر نہ تھے ولیکن اظہر یہ ہے کہ جملہ الذین کفروا محض مذمت کیلئے ہے یعنی ان ملاء کی یہ صفت تھی کہ خبیث
کافر تھے اسلئے کہ کلام مابعد سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان لانیوالے دنیا کی راہ سے حقیر لوگ تھے۔ بالجملہ رئیس کفار قوم نوح نے کہا کہ۔ مَا
نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا پہلا اعتراض وشبہہ یہ کہ ہم نہیں دیکھتے تجکو مگر ایک آدمی مانند اپنے یعنی اللہ تعالیٰ کا رسول کوئی فرشتہ ہوتا آدمی
کیا ہوگا اور تو ہمارے مثل آدمی تجھے یہ فوقیت ہم رؤساء سے بڑھکر نہیں ہوسکتی جیسے کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے۔ وَمَا
نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا۔ جمع ارذل بضم ذال معجمہ وارذل جمع رذل بسکون ذال جیسے کلب اکلب و اکالب ہیں اراذل
جمع الجمع ہے اور بعض نے اسم تفضیل رذل بروزن اشرف کے جمع قرار دی جیسے اساود جمع اسود پھر اراذل مانند جولاہہ موزہ دوز وغیرہ کے
آدمیوں میں سے اور گھٹیا حقیر ہیں۔ بَادِيَ الرَّاْيِ۔ ظاہر الرائے یعنی بدون غوض و تحقیق کے۔ اور نصب اسکو بنا بر ظرف کے یعنی وقت ظہور
اول رائے کے۔ یہ دوسرا شبہہ جتایا اور معنی یہ کہ اور ہم نہیں دیکھتے کہ تیری پیروی کی ہو کسی نے سوائے اپنے لوگوں کے جو ہم میں سے اراذل
ہیں انھوں نے بھی بدون غور و تحقیق کے سرسری نظر سے اتباع کرلی۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ کافروں کا یہ اعتراض ان کی جہالت و بے عقلی پر
دلیل ہے اسلئے کہ جو امر حق ہے وہ ہمیشہ حق ہی ہے چاہے اراذل اسکی پیروی کریں چاہے اشراف۔ بلکہ سچی بات یہ ہے کہ جو لوگ امر حق و حکم الٰہی
کی پیروی کرتے ہیں وہی اشراف ہیں اگرچہ فقیر ہوں اور جو اس سے منہ موڑتے ہیں وہی ارذل ہیں چاہے تونگر ہوں پھر اکثر ایسا واقع
ہوتا ہے کہ امر حق و انبیاء و اولیاء کی پیروی کرنیوالے فقیر و ضعیف لوگ ہوتے ہیں ان میں کچھ غرور نہیں ہوتا اور وے حق کے تابع
ہوجاتے ہیں اور رؤساء اکثر مخالف ہوتے ہیں اسیواسطے ہرقل بادشاہ روم نے جب آنحضرت صلعم کا حال پوچھا اور آپ کی اتباع دریافت کیے
اور ابوسفیان نے کہا کہ ضعیف لوگوں نے انکی پیروی کی اور کسی شریف نے پیروی نہیں کی تو بادشاہ نے کہا کہ تم جانتے ہو بلکہ رسولوں کی پیروی کرنیوالے
ضعیف ہی ہوتے چلے آئے ہیں۔ زجاج رحمہ نے کہا کہ کافروں نے اتباع نوحؑ کو جولاہہ وغیرہ ارذل کہا اور بیوقوفی سے یہ نہیں جانا کہ دین کی بزرگی اور رسول
کی پیروی میں شرافت ہے مال و مناصب کو کچھ دخل نہیں اور کوئی پیشہ جائز ہو اس سے دین میں کچھ نقصان نہیں آتا بلکہ جو دینداری میں انکی سے بہتر ہے تو
بد پیشیوں سے دین میں افضل ہیں۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ بادی الرائے کا اعتراض بھی محض جہالت ہے کچھ عیب نہیں اسلئے کہ حق جب کھل گیا تو اسمیں ایک فکر کو کوئی مجال نہیں
رہتی بلکہ اس حال میں امر حق کی اتباع فرض ہے ایسی حالت میں سوائے غبی گمراہ جاہل کے کوئی بدی و برائی انکا اسمیں نہیں پڑیگا اور
اللہ تعالیٰ کے رسول ہمیشہ امر واضح لائے ہیں اور صحیح حدیث میں آیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے جس کسی کو اسلام کی طرف بلایا
اسنے کچھ نہ کچھ گردن موڑائی سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ انھے کچھ بھی توقف نہ کیا یعنی فوراً ایمان لائے پھر کافروں نے تیسرا شبہہ
حضرت نوحؑ و ان کی اتباع سب پر پیش کیا یعنی قولہ۔ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ۔ اور ہم تو تمہارے لئے اپنے اوپر کچھ فضیلت
نہیں دیکھتے یعنی دنیاوی مال و دولت میں تم ہم سے اچھے نہیں ہو۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ لوگ اندھے تھے بہرے تھے گونگے تھے اُن کو
بھلا حق و اسکی بزرگی کیونکر نظر آتی پھر حضرت پیغمبر کی فضیلت کمالات سے دیکھتے لہذا دنیاوی عزت کے سوائے آخرت میں بھی ارذل خوار
ہوں گے جو دنیا میں اندھے ہوکر امر حق میں متردد اور جہالت کے اندھیرے میں ہاتھ پیر مارتے تھے آخرت میں دوزخ کے اندھیرے میں جلینگے
پھر ان کافروں نے حضرت نوحؑ کے مقابلہ میں خود ہی تردد بھی چھپٹا اور اپنی اصل کی طرف جو تمام کافروں میں ہمیشہ موجود ہو رجوع کیا اور
وہ خالی گمان ہے چنانچہ کہا بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ۔ بلکہ ہم تو تم کو جھوٹا گمان کرتے ہیں۔ اسی گمان پر جم گئے اور اسی طرح آنحضرت کی
نسبت رکھتے تھے۔ حالانکہ گمان سے حق نہیں ملتا ہے آخر غرق کے عذاب میں پڑے یہی حال کفار مکہ کا تھا کہ رسول کو اللہ تعالیٰ کے

یہان اپنا سفارشی سمجھتے اور گمان کرتے کہ وہان ہم کو نفع دینگے حالانکہ یہان نہ منہ سے بولین اور نہ ہاتھ ہلاوین اور نہ اشارے سے راہ بتاوین اور نہ اپنے اوپر سے ایک مکھی ہانک سکین ایسے ہی نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ کو اپنے تمام گناہون کا چاہے کیسی ہی بدکرداری کرین کفارہ سمجھ لیا اور یہ خلاف عقل و تمام انبیاء سے مخالف ہے اور جب ان لوگون کو امر حق دیا جاتا ہے تاکہ دنیاے فانی سے منہ موڑ کر عاقبت درست کرین تو دل سے عاقبت پر یقین نہین کرتے اور اسپر بھی حق بات مین مانند قوم نوح کے بالکل وہی شبہہ پیدا کرتے ہین ف۔ فی العرائس قولہ ما نراک اتبعک الخ کمینہ جاہلون بیوقوفون کی یہی عادت ہے جو اپنی فاسد راے پر انبیاء کے حالات کو قیاس کرتے ہین اور اگر کاش ایک ذرہ اُن کے حالات سے مشاہدہ کیا ہوتا تو اسکے شوق و حسرت مین مرجاتے ولیکن شقاوت ازلی نے ان کو ان بزرگون کے انوار سے محجوب و محروم کیا اور اپنے گمان و قیاس مین پڑے ٹھوکرین کھایا کیے پس ان کو شکل و صورت نظر پڑی اور اسطرح دیکھنے سے اندھے رہے اور بسبب جہالت کے اولیاء الٰہی پر تحجر کرتے رہے۔ ابن الطرطی رح نے کہا کہ جس نے انبیاء سے مخالفت کی اسکو فقط البشری صورت نظر پڑی اور جو اختصاص و فضائل اُن کو عطا ہوئے ہین مخالف کو نظر نہ آئے کیونکہ حقائق باطن ہین اور اُن کی ظاہری صورت کا باقی رہنا خلق پر رحمت ہے کہ فیض پاوین اسی ظاہری شکل کو اپنی طرح کھاتا پیتا دیکھکر ان کو اپنے مثل سمجھنے لگے اور یہ سمجھا کہ وہ مشاہدۂ قدس مین حضرت حق عزوجل کے قرب مین ہین اگر اُن کے قرب و منزلت کو دیکھ پاتے تو ایسے جواب گونگے رہجاتے اور اُن کے عیش کی تمنا مین حسرت کیساتھ جان دیدیتے ولیکن تقدیر العزیز العلیم ہے کہ ڈرے اسی عذاب مین غوطے ہین پھر مجمل جواب نوح نے ذکر فرمایا۔

قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِہٖ فَعُمِّیَتْ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر مین ہوا نظر آتی راہ پر اپنے رب کی اور اُسنے دی مجکو مہر اپنے پاس سے پھر وہ

عَلَیْکُمْ اَنُلْزِمُکُمُوْھَا وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ۝

تمھاری آنکھ سے چھپا رکھی کیا ہم لگا دیوے تمکو اور تم اُس سے بیزار ہو

حضرت نوحؑ نے خصائل نبوت کے موافق نہایت حلم و تلطف سے بیوقوف قوم کو جواب دیا۔ قَالَ یٰقَوْمِ ۔ کہا کہ اے قوم اَرَءَیْتُمْ مجھے آگاہ کرو۔ اِنْ کُنْتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّیْ ۔ کہ اگر مین کھلی دلیل و معجزہ پر ہون اپنے پروردگار کی طرف سے ۔ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِہٖ اور دی اُسنے مجکو رحمت یعنی نبوت اپنے پاس سے یعنی اپنے فضل سے تو بھی کیا مجھے جھوٹا کہوگے یعنی مین جھوٹا نہین ہون مجھے حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے بدون دعوی و استحقاق کے اپنی طرف سے معجزے و برہان دی اور اپنے پاس سے رحمت و نبوت دی ۔ فَعُمِّیَتْ عَلَیْکُمْ ۔ پس ہر ایک بینہ و رحمت تم پر اندھی ہوگئی کہ تم اُس کو نہین دیکھتے و انکار کرتے ہو حفص و حمزہ و کسائی نے عمیت بضم اول و تشدید ثانی پڑھا یعنی یہ رحمت تم پر اندھی کردی گئی اور مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کے فضائل و کرامات دیکھنے سے اندھا کر دیا ۔ دلیل ہے کہ ہدایت و ضلالت کو اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے ۔ اَنُلْزِمُکُمُوْھَا کیا مین تمپر لازم کرونگا وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ ۔ حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو یعنی زبردستی مین تمھارے اوپر لازم نہین کر سکتا ہون ۔ قتادہ رح نے کہا کہ واللہ اگر اللہ تعالیٰ کے نبی کو استطاعت ہوتی تو لازم فرماتا ولیکن اس کے امکان مین نہ تھا ف۔ حلم رکھنا جاہلون کے جواب مین اخلاق انبیاء مین سے ہے اور قولہ فعمیت بنا بر قراءۃ حفص و حمزہ کے دلیل ہے کہ ہدایت و ضلال ازجانب حق تعالیٰ ہے ۔ قولہ تعالیٰ

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ

اور اے قوم نہین مانگتا ہون تم سے اسپر کچھ مال میری مزدوری نہین مگر اللہ پر اور مین نہین ہانکنے والا ایمان والون کو

اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ

اُن کو ملنا ہے اپنے رب سے لیکن مین دیکھتا ہون تم لوگ جاہل ہو اور اے قوم کون چھڑاوے مجکو اللہ سے

اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

اگر اُن کو ہانک دون کیا تم دھیان نہین کرتے ہو

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ ضمیر علیہ راجع اس نصح کی طرف ہے جو پہلے ان کو فرمائی تھی - مَالًا - اور اے قوم مین نہین مانگتا اس نصح پر تم سے کچھ مال یعنی خالص اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسکے واسطے تم کو اسکی سیدھی راہ پر بلاتا ہون اور تم سے کچھ چاہتا نہین کہ تم تہمت کرو کہ اسی مال کیلیے ایسا کیا - بلکہ تم سے بےغرض نصیحت ہے - اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ - نہین میری مزدوری مگر اللہ تعالیٰ پر - یعنے اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے مجھے اس کام پر ثواب جزیل دینے کا وعدہ فرمایا ہے تو میرا ثواب تو وہی ہے پھر کافرون کے تکبر و غرور کی درخواست کا جواب دیا بقولہ - وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - اور مین کبھی نہین ہانک دینے دور کرنے والا ہون ان لوگون کو جو ایمان لائے - روایت ہے کہ کافرون نے صریح درخواست کی تھی کہ ان رذیل لوگون کو دور کرو تو ہم تمہارے پاس بیٹھین اور بعض نے کہا کہ انکی گفتگوے سابق سے یہ بات نکلتی تھی بہرحال جواب دیدیا کہ مین کبھی ایسا نہین کرونگا - یہ ویسا ہی ہے جیسے کفار مکہ نے آنحضرت صلعم سے ضعفاء مومنین کو ہٹانے اور خاص اپنے لئے مجلس بنانے کی درخواست کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے قولہ لا تطرد الذین یدعون ربہم الآیۃ - سے صریح ممانعت فرمائی پھر حضرت نوح نے جن کو کافر رذیل کہتے تھے انکا مرتبہ مع اپنے فعل کی دلیل کے بیان کیا بقولہ - اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ - یہ لوگ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہین - انکا مرتبہ یہ ہے کہ پروردگار عزوجل ان سے ملاقات فرماویگا اور اُن کو اُن کے ایمان و نیکیون کا اچھا ثواب عطا کریگا کیونکہ ایمان و اعمال نیک کسی کے ضائع نہین ہوتے اور وہی حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہین - دنیاے فانی و دولت بالکل ہیچ و باطل ہے - اسی واسطے فرمایا - وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ - لیکن مین تم کو ایسی قوم دیکھتا ہون کہ تم جہالت کرتے ہو یعنی صاف بات صحیح جسکو ہر عقل والا جان لیتا ہے اس سے تم جاہل ہو پھر زیادہ انکا مرتبہ بڑھایا اور طرد کا جائز نہ ہونا بتلایا بقولہ - وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ - اور اے قوم کون مدد کرکے مجھے بچاویگا اللہ تعالیٰ سے اگر مین ان لوگون کو مطرود کردون یعنی اُن کا مطرود کرنا خلاف مرضی الٰہی ہے اگر مین بالفرض طرد کرون تو اللہ تعالیٰ مجھ پر عذاب فرماویگا پھر اُسکے عذاب سے بچانے والا کوئی نظر آتا ہے ہرگز کوئی ممکن نہین ہے پھر اُن کو اُن کی جہالت پر تنبیہ کی بقولہ - اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ - کیا بھلا تم غور نہین کرتے ہو بعض نے کہا کہ افلا بمعنی ہلا یعنی حرف تحضیض ہے یعنی کیون نہین غور کرکے سمجھ حاصل کرتے ہو کہ ایمان و طاعت سے کوئی ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوجاتا ہے کسی کو اُسکے رد کرنے کی مجال نہین ہے اور دنیاوی دولت سے قرب الٰہی و شرف نہین حاصل ہوتا - ف - **فی العرائس** قولہ وما انا بطارد الذین آمنوا الخ حضرت نوح علیہ السلام نے بیان کردیا کہ مین ایسے لوگون کو مطرود نہین کرسکتا جنھون نے دنیا کو جو محل امتحان تھا چھوڑا اور خالص اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور دار آخرت پسند کیا اور حق تعالیٰ نے ازل سے اُن کو اپنے دیدار و مجلس اُنس

وسماع کلام ومعرفت صفات وذات کیلئے برگزیدہ کر دیا تھا پھر دلیل فرمائی بقولہ انہم ملاقوا ربہم یعنی انکا مقبول کرنا یا مطرود کرنا میرے حوالہ نہیں ہے بلکہ جس پاک خالق جل سلطانہ نے مجھے پیدا کرکے رسول بنانے کو چھانٹا اسی نے اپنے ان بندون کو ولایت کیلئے مخصوص کیا اور اسکو اختیار ہے کہ اپنی رحمت سے جسکو چاہے سرفراز کرے اور تم لوگ اندھے جاہل ہو تم کو چاہیئے کہ انکی شکستگی کو مت دیکھو اور دنیا سے اعراض کرنیسے انکے پھٹے کپڑون و زرد رنگ کو لحاظ مت کرو کیونکہ ملکوت وجبروت مین بسر کرنیوالے یہی لوگ ہین شیخ ابوعثمان رح نے اس آیت مین کہا کہ مین نہین منہ موڑونگا ایسے لوگون سے جنہون نے اللہ تعالیٰ کی طرف منہ کیا کیونکہ جو کوئی خلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ لاوے اللہ تعالیٰ اسپر توجہ فرماتا ہے پس جو کوئی ایسے شخص سے منہ موڑے اُس نے اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ لیا پس مین ایسا نہین کرونگا

پھر حضرت نوح علیہ السلام نے کافرون کے بعض اقوال کا جواب فرمایا کما قال تعالیٰ۔

وَلَآ اَقُوۡلُ لَكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ وَلَاۤ اَقُوۡلُ اِنِّىۡ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوۡلُ

اور مین نہین کہتا تم کو کہ میرے پاس ہین خزانے اللہ کے اور نہ مین خبر رکھون غیب کی اور نہ مین کہون کہ فرشتہ ہون اور نہ کہون گا

لِلَّذِيۡنَ تَزۡدَرِىۡۤ اَعۡيُنُكُمۡ لَنۡ يُّؤۡتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيۡرًا ؕ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ۖۚ

کہ جو تمہاری آنکھ مین حقیر ہین نہ دیگا اُن کو اللہ بھلائی اللہ بہتر جانے جو اُن کے جی مین ہے

اِنِّىۡۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ○

یہ کہون تو مین بے انصاف ہون۔

وَلَآ اَقُوۡلُ لَكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآئِنُ اللّٰهِ۔ اور مین تم سے یہ نہین کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہین یعنی رزق کے خزانے یا اموال کے خزانے۔ یہ جواب کفار ہے کہ رسول ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے خزانے رکھتا ہوتا۔ یعنی رسول کیلئے یہ شرط نہین ہے اور بعض نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ جیسے مین تم سے مال نہین مانگتا ویسے ہی یہ بھی نہین کہتا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانون کا مالک ہون بلکہ مجھے مال سے دینے یا لینے کی کچھ غرض متعلق نہین ہے کیونکہ یہ اموال دنیاوی سب فانی ہین ان کے حاصل ہونے سے کچھ آبرو نہین اور نہ ہونے سے کچھ ذلت نہین ہے اور اُن کی جستجو مین عمر برباد کرنا عذاب کی گرفتاری ہے۔ ہان دار الآخرة کی نعمتین البتہ باقی و دائم ہین وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ اور یہ بھی نہین کہتا کہ مین غیب جانتا ہون۔ بلکہ مین نے وحی الٰہی پہونچنے پر تم سے یہی کہا تھا کہ انی نذیر مبین مین کھلا ڈرسنانے والا ہون۔ وَلَاۤ اَقُوۡلُ اِنِّىۡ مَلَكٌ۔ اور یہ بھی مین نہین کہتا کہ مین فرشتہ ہون تاکہ تم کہو ہم تو تم کو اپنے مثل آدمی دیکھتے ہین بیشک آدمی ہون اور آدمیت ونبوت دونون جمع ہوتے ہین کوئی شک نہین بلکہ تمہارے لیے جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہو وہ آدمی ہونا چاہیئے۔ اس کلام سے بعض نے استدلال کیا کہ آدمی سے فرشتہ افضل ہوتا ہے کیونکہ اپنے سے افضل کی اسطرح نفی کیا کرتے ہین اور جواب دیا گیا کہ یہ استدلال نہین صحیح ہے کیونکہ حضرت نوح نے کافرون کے جواب مین یہ کہا جو کہتے تھے کہ تم تو ہمارے سے آدمی ہو پس جواب دیا کہ مین اپنے کو فرشتہ کب کہتا تھا جو تم مجھ پر طعن کرتے ہو اور حق اس بحث مین یہ ہے کہ سرے سے ہم بحث ہی نہ کرین کیونکہ ہم کو طاعات الٰہی وعافیت کی راہ چلنے سے کام ہے اس بحث سے کیا کام کہ کون افضل ہے۔ وَلَاۤ اَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ تَزۡدَرِىۡۤ اَعۡيُنُكُمۡ لَنۡ يُّؤۡتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيۡرًا۔ اور جن لوگون کو تمہاری آنکھین حقارت سے دیکھتی ہین اُن کے حق مین مین یہ نہین کہتا کہ اللہ تعالیٰ کبھی اُنکو بھلائی وبہتری نہ دیگا کیونکہ ثواب و درجات کا مدار دل کے ایمان وسلامتی پر ہے مجھے ان کے دل کا حال

کیا معلوم۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے کہ ان کے دلون مین کیا ہو پس اگر ایمان وتصدیق ومعرفت ہے تو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ ان کے لئے آخرت مین مہیا کیا وہ نہایت افضل ہی تمھارے دنیاوی اموال بلکہ تمام روے زمین کی سلطنت زمین کے خزائن ودریا کے جواہرات سب بمقابلہ ایک ہاتھ جنت کی جگہ کے کچھ چیز نہین ہین۔ جب یہ بات ہو تو پھر مین کیونکر اُن کو دور کرون اور کیونکر ان کے حق مین ایسی بات کہون۔ اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ اے انی اذا فعلت ذلک صرت من الظالمین یعنی اگر مین ایسا کرون تو مین بھی ظالمون مین سے ہو جاؤن اور یہ بڑا گناہ ہے اگر کہا جاوے کہ جب ایسا گناہ ہو تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر مطرود کیا تھا جسپر قولہ ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیۃ۔ اُتری ہو جواب دیا گیا کہ ایک تو حضرت نوح سے کفار کہتے تھے کہ غریبون کو بالکل اپنے پاس سے دور کردو اور آنحضرت صلعم نے اپنے ضعفا صحابہ کو بالکل دور نہین کیا اور دوسری بات یہ ہو کہ یہ جواب اس تقدیر پر تھا کہ آنحضرت صلعم نے دور کیا اور اصح قول یہ ہو کہ خالی قصد کیا تھا جبکہ بعضے اکابر صحابہ نے مشورہ دیا کہ غیر کافرون کی یہ ہٹ بھی دیکھیے اسپر جب آیت اُتری تو آپنے یہ قصد دور کر دیا کیونکہ حق تعالیٰ نے کافرون کے تکبر اور مومنون کی دلشکنی کو پسند نہ فرمایا اور اپنے رسول صلعم کو اس قصد سے قبل اسکے کہ واقع ہووے منع فرمادیا پھر کافرون نے ٹھیک جواب پاکر جدال شروع کیا بقولہ تعالیٰ

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

بولے اے نوح تو ہم سے جھگڑا پھر بہت جھگڑ چکا اب لے آ جو وعدہ دیتا ہے ہم کو اگر تو سچا ہے

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ

کہا کہ لاویگا تم پر اُسکو اللہ ہی اگر چاہیگا اور نہ تم تھکا سکوگے بھاگ کر اور نہ کام کریگی تم کو میری نصیحت جو مین چاہون

اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

تمکو نصیحت کرون اگر اللہ چاہتا ہوگا کہ تم کو بیراہ چلاوے وہی ہے رب تمھارا اور اسی کی طرف پھر جاؤگے

قَالُوْا کفار قوم نے کہا کہ يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا۔ اے نوح تونے ہم سے جدال کیا یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید و نبوت ومعاد ثابت کرنے مین غلبہ کا کلام لایا۔ فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا۔ پس ہم سے جدال مین اکثار کیا یعنی طول کلام سے تونے سب باتون پر دلائل پیش کئے ولیکن کافرون کے گمان سے یہ سب باہر تھا لہذا کہا۔ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا۔ سو لے آ جو کچھ تو ہم کو وعدہ دیتا ہے یعنی عذاب کے وعید دیتا ہو وہ عذاب لے آ۔ بما مین با تعدیہ ہو۔ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ اگر تو سچون مین سے ہو۔ جزا اس شرط کے محذوف ہو جسپر جملہ ماقبل دلالت کرتاہے یعنی ان کنت صادقا فاتنا بما تعدنا یہ اس مذہب نحویین کے طور پر جو جزا کو شرط پر مقدم ہونا جائز نہین کہتے ورنہ دوسرے مذہب پر جزاء مقدم ہو۔ حاصل آنکہ تیرا مناظرہ ہم مین کچھ موثر نہین اب اگر تو سچا ہے تو وہ عذاب جس سے ڈراتا ہے لا۔ قال فی السراج اس آیت مین دلیل ہے کہ دلائل کو صاف بیان کرنا اور کافرون کے شبہات دور کرنا یہ انبیا علیہم السلام کا پیشہ ہو اور تقلید وجہالت کرنا کافرون کا پیشہ ہے حضرت نوحؑ نے اُن کے جواب مین کہا۔ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اُسکو تو اللہ تعالیٰ ہی تمپر لاویگا۔ اِنْ شَآءَ اگر وہ چاہیگا یعنی تم جو عذاب مجھ سے جلدی مانگتے ہو تو مجھے کچھ اختیار نہین ہو بلکہ اللہ تعالیٰ قادر مختار ہے اگر چاہیگا تو تمھاری موت سے پہلے ہی تم پر عذاب لاویگا اور چاہیگا تاخیر فرماویگا۔ وہ مختار ہو۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۔ اور تم لوگ اس عذاب سے بچنے والے نہین ہو یا تم عذاب مین اللہ تعالیٰ کو عاجز نہین کرسکتے کہ تم پر عذاب نہ کرسکے پھر حضرت نوح نے کلام کو قطعی طور پر ختم کردیا

بقولہ و لَا یَنْفَعُکُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَکُمْ ۔ اور نہین نفع دیگی تم کو میری نصیحت اگر مین چاہون کہ تم کو نصیحت دون ۔ اِنْ کَانَ
اللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا ہوگا کہ تم کو گمراہ کرے ۔ تقدیر کلام یون ہے ان کان اللہ یرید ان یغویکم فان اردت ان انصح
لکم فلا ینفعکم نصحی ۔ پس بمذہب عدم جواز تقدیم الجزا ان اردت الخ کی جزا بمثل جملہ اول محذوف ہے اور بمذہب جواز تقدیم جملہ شرط و جزا ر
اول جزا شرط ثانی ہے اور ایسے شرائط مین حکم ثابت ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ ثانی قبل اول کے واقع ہوا اور مفاد خلاف ایسی صورت مین ظاہر
ہوتا ہے کہ ایک مرد نے جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے اگر تو گھر مین داخل ہوئی اگر تو نے زید سے بات کی پس اگر وہ داخل ہوکر بات کرے تو طلاق
نہ پڑے گی اور اگر بات کرکے داخل ہو تو طالقہ ہوجائے گی ۔ ہذا ماذکرہ فی السراج اور تمام یہ بحث مترجم کے ترجمہ عالمگیریہ سے تلاش کرو
و فی السراج اس آیت مین دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کبھی بندہ سے کفر کو ارادہ کرتا ہے پس جب اس نے ارادہ کیا تو بندہ سے ایمان کا صادر ہونا ممکن
نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ ازلی اختیار یہی ہے چنانچہ ازل مین اگر اسکو کافر مقدر کیا تو وہ کبھی مومن نہین مریگا اگرچہ مثل بلعم باعور کے درمیان
مین مانند ابلیس کے بظاہر کسی کرامت کو پہونچے ۔ بالجملہ ارادہ الٰہی مقدم ہے اور وہ خالق پاک قادر مختار ہے جو چاہے کرے اسپر کسی کا
کچھ حق نہین ہے اسیواسطے حضرت نوح نے ان کافرون کو ان کے خالق عزوجل کے حوالہ کیا بقولہ تعالیٰ ۔ ھُوَ رَبُّکُمْ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ
وہی تمھارا رب ہے اور اسی کیطرف تم لوٹائے جاؤگے ف فی العرائس قولہ ولا ینفعکم نصحی ان اردت الخ یعنی کیونکہ میری نصیحت تم کو فائدہ
دیگی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قبول نصیحت کی استعداد پیدا نہین کیا اور یہ شقاوت ازلی تمھارے حق مین ہے اور نصیحت تو اسی کو کارگر ہوتی
ہے جسکے دل مین اسکے رب کی طرف سے کوئی ایسی استعداد ہو جو اسکو معصیات سے جھڑکے اور روکے اور نصیحت سننے پر آمادہ کرے
شیخ حمدون القصار نے کہا کہ نصیحت ایسے شخص کو مفید نہین جو اپنے آپ کو نصیحت نہ کرے ۔ پھر اس ذکر قصہ کے درمیان مین بطریق
جملہ معترضہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتان کفار دفع فرمایا بقولہ تعالیٰ ۔

اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۟ ع

کیا کہتے ہین کہ بنا لایا قرآن کو تو کہہ اگر بنا لایا ہون تو مجھ پر ہے میرا گناہ اور میرا ذمہ نہین جو تم گناہ کرتے ہو

مقاتل نے کہا کہ یہ کفار مکہ کا کلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بطریق جملہ معترضہ درمیان قصہ نوح مین ذکر فرمایا اسی
قول کو شیخ ابن کثیر نے اختیار کیا اور رازی نے کہا کہ یہ بہت بعید ہے بلکہ یہ کلام منجملہ کلام نوح علیہ السلام کے ہے یعنی انکی قوم انکو
اس وحی مین مفتری بتلاتی تھی تو کہا کہ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۔ بلکہ کہتے ہین کہ اس نے افترا کر لیا یعنی اپنی طرف سے گڑھ لیا ہے ۔
ضمیر افترا راجع بجانب وحی ہے جو قوم کو پہونچائی تھی ۔ قُلْ اِنِ افْتَرَیْتُهٗ فَعَلَیَّ اِجْرَامِیْ تو کہدے کہ اگر مین نے اسکو گڑھ لیا تو
مجھ پر اسکا اجرام ہے ۔ اجرام کسی ممنوع بات مین پڑجانا پس مضاف محذوف ہے یعنی گناہ اس اجرام کا وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ۔
اور مین بری ہون اس چیز سے جسکا تم اجرام کرتے ہو یعنی تمھارے اجرام کے عقاب سے مین بری ہون کہ ناحق تم مجھ پر افترا کرتے ہو ۔
بعض نے لکھا کہ ان افتریتہ فعلی اجرامی ۔ ایک محذوف جملہ پر دلالت کرتا ہے اسی سے وہ حذف کیا گیا یعنی وان کنت صادقا وکذبتمونی فعلیکم عقاب لک
یعنی اور اگر مین سچا ہون اور تم ہین نے مجھے جھوٹا بتلایا تو اس کا عذاب تم پر ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ وانا
بری الخ اسی معنی پر دلالت کرتا ہے اور یہ حسن بیان ملیح ہے ۔ پھر انجام قوم نوح علیہ السلام بیان
فرمایا ۔ بقولہ تعالیٰ ۔

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ○

اور حکم ہوا طرف نوح کے کہ اب ایمان نہ لاویگا تیری قوم میں مگر جو ایمان لا چکا سو غمگین نرہ اُن کاموں پر جو کر رہے ہیں

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ○ وَيَصْنَعُ

اور بنا کشتی روبرو ہمارے اور ہمارے حکم سے اور نہ بول مجھ سے ظالموں کے واسطے یہ البتہ غرق ہونگے اور وہ

الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا

کشتی بناتا ہی اور جب گذرتے ہیں اُس پر سردار اُس کی قوم کے ہنسی کرتے اُس سے. بولا اگر تم ہنستے ہو ہم سے تو ہم ہنستے ہیں تم سے جیسے

تَسْخَرُونَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ○

تم ہنستے ہو اب آگے جان لوگے کس پر آتا ہے عذاب کہ رسوا کرے اُسکو اور اُترتا ہے اُس پر عذاب ہمیشہ کا

پہلے بعض ترکیب ومعانی معلوم کرلو۔ قولہ انہ لن محل رفع میں نائب فاعل ہے۔ قولہ لن یومن بعض نے کہا کہ وقت موت کفار تک اُن کے ایمان سے مایوسی دلانے کو حرف لن آیا۔ قولہ الا من قد آمن اے الا من قد سبق ایمانہ۔ یا مراد یہ کہ الا من استعد للایمان۔ ظاہر مراد نہیں ہی ورنہ معنی یہ ہونگے الا من آمن فانہ یومن۔ اور اسکا فساد ظاہر ہے۔ قال المترجم اللھم الا ان یقال ان المعنی انہ لا متصف بالایمان من قومک الا من قد آمن فانہ متصف بہ دائما۔ اوربعض نے کہا کہ استثنا منقطع ہی بمانند قولہ الا ما قد سلف چنانچہ پارۂ پنجم وغیرہ میں گذرا قولہ فلا تبتئس بوس بمعنی حزن ور ابتیاس حزن آگین ہونا۔ بائس مسکین۔ قولہ باعیننا اے بمرآی منا یعنی ہماری نظر روبرو کہ وہاں ہم دیکھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سب دیکھتا ہے اور یہ مجاز ہے مراد اس سے حفظ آلٰہی ہے اور عین سے تعبیر کیا حفظ کو کیونکہ وہ دیکھنے کا آلہ ہے جس سے حفاظت ہوتی ہے بعض نے کہا کہ باعیننا یعنی بعلمنا۔ ہمارے دیے علم سے اور اعین کی جمع بغرض مبالغہ وتعظیم ہے ورنہ کثرت سے مقصود نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ مضاف الیہ محذوف ہی اور تقدیر یہ کہ باعین ملائکتنا یعنی ہمارے ملائکہ کی نگاہ روبرو بعض نے کہا کہ مراد اس سے حکم آلٰہی ہے اور ایک جماعت نے کہا کہ عین صفت آلٰہی ہے اسکو بدون تاویل وتمثیل وتشبیہ وتعطیل وتقدیر کے رکھنا اور اسپر ایمان لانا مذہب سلف صالحین ہی اگر کہا جاوے کہ پھر اعین جمع کیوں آئی توجواب یہ کہ جیسے ضمیر جمع متکلم واسطے وحدہ لاشریک کے ہے اسی رعایت سے جمع ہی چنانچہ نفسنا غیر مستحسن اور انفسنا صحیح ہی۔ قال تعالیٰ۔ وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ۔ اور وحی لیگئی نوحؑ کو أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ۔ کہ ہرگز نہیں ایمان لاویگا تیری قوم میں سے کوئی سوائے اُن کے جو ایمان لا چکے اسمیں پیغمبر کو قوم کے ایمان سے تادم موت مایوس کر دیا اور معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ برابر کفر پر اڑے رہیں گے حالانکہ اس سے پہلے آنحضرت اپنی قوم کے ایمان نہ لانے پر غمگین ہوتے۔ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ۔ سو تو ان پر غمگین سست مت ہو بسبب اُن کے فعل کے یعنی کفر وبت پرستی وانکار توحید ورسالت جو ان سے صادر ہوتا ہے اس سے غمگین مت ہو۔ قتادہؒ نے کہا کہ اسی وقت نوحؑ نے دعا کی کہ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا الآیۃ۔ اور حسنؒ سے روایت ہی کہ نوحؑ نے اپنی قوم پر بددعا نہیں فرمائی یہاں تک کہ جب یہ وحی ہوئی تو اُن سے امید منقطع ہوئی تب بددعا فرمائی۔ محمد بن اسحاق نے عبید بن عمیر اللیثی سے روایت کی کہ عبیدؒ کو خبر پہونچی کہ نوحؑ کے قوم والے آنحضرت کو پکڑ کر گلا گھونٹ دیتے یہاں تک کہ ان پر غشی طاری ہوتی پھر جب ہوش آتا تو کہتے کہ پروردگار میری قوم نادان ہی اسکو معاف کر دے یہاں تک کہ قوم نے معصیات میں بہت دور

باندھا اور نوح پر زیادہ سختیاں شروع کیں اور آنحضرت پشت پشت و قبیلہ و قبیلہ دیکھتے کہ شاید کوئی مومن ہو جاویں مگر
جو صدی آتی وہ اگلوں سے بھی زیادہ ناپاک نکلتی آخر آنحضرت نے جناب باری تعالیٰ میں شکایت کی کما قال تعالیٰ۔ رب انی
دعوت قومی لیلا ونہارا لآ آیات۔ اور دعا مانگی لقولہ رب انی مغلوب فانتصر۔ پس قوم پر عذاب کا حکم ہوا اور آنحضرت کو وحی ہوئی کہ
وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا۔ اور کشتی بنا ہماری نظر روبرو۔ وَوَحْيِنَا اور ہمارے حکم سے یعنی جس طرح بنانے کا ہم حکم فرماویں
وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا۔ اور مت خطاب کیجیو مجھ سے ان لوگوں کے حق میں جنھوں نے اپنے اوپر ظلم کیا یعنی کافروں
میں سے کسی سے عذاب دور ہونے میں مجھ سے کچھ التجا مت کیجیو۔ إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ۔ بیشک وے ڈوبنے والے ہیں بعض نے کہا
کہ الذین ظلموا سے مقصود انکا بیٹا کنعان اور انکی جورو راعلہ ہے یعنی یہ دونوں بھی قوم کے ساتھ ہلاک ہونیوالے ہیں۔ روایت ہے
کہ حضرت جبرئیل نے آکر حکم الٰہی پہونچایا کہ کشتی بناؤ۔ آنحضرت نے کہا کہ میں کیونکر بناؤں میں بڑھئی نہیں ہوں کہا کہ پروردگار تعا
فرماتا ہے کہ تو بنانا شروع کر ہماری نظر روبرو۔ دلپس بسولا لیکر تراشنا شروع کیا تو برابر ٹھیک بنتی چلی جاتی تھی اور اُن کا فعل برائے نام
تھا پھر روغن سے مالش کر کے سب تیار کر لی۔ اس حال میں ان کی قوم ان پر استہزا کرتی کما قال تعالیٰ۔ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ اور بناتا ہے
کشتی علی ہذا یہ صیغۂ حال کا اسوقت کی حکایت ہے یعنی اسوقت آنحضرت ایسا کر رہے تھے بعض نے کہا کہ تقدیر کلام یہ کہ فاقبل
یصنع الفلک یعنی بعد اس حکم کے متوجہ ہو کر کشتی بنانے لگا۔ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ اور ہر بار جب گذرتی اسکے پاس سے
کوئی جماعت اسکی قوم سے سَخِرُوا مِنْهُ۔ تو یہ جماعت والے اس سے مسخرہ پن کرتے۔ کہتے تھے کہ اے نوح تم تو پیغمبر بنے تھے اب
بڑھئی ہو گئے اور دریا سے دور خشکی میں اتنی بڑی کشتی کیونکر چلے گی تم مجنون ہو گئے ہو۔ روایت ہے کہ کافروں کی عورتیں اس جرم
میں بانجھ ہو گئیں۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دو سال میں کشتی بنائی اُسکا طول تین سو گز اور ساکھو کی تھی اسمیں تین درجے
تھے نیچے درجہ میں جانور وحشی و کیڑے وغیرہ تھے اور بیچ میں چارپایہ اوپر درجہ میں خود مع مومنین مع طعام۔ صاوی نے ذکر کیا کہ دو سو
برس میں بنائی سراج میں لکھا کہ زید بن اسلم نے کہا کہ ایک درخت جمایا سو برس بعد اسکو کاٹ کر سو برس میں پوری کشتی تیار
کی۔ اور ابو السعودؒ نے چار سو برس ذکر کئے بعض قول میں تیس برس ہیں اور ظاہر یہ کہ ان اقوال کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور
اہل کتاب یہود سے یہ مختلف روایتیں لی گئی ہیں اسی طرح اس کے طول و عرض میں بھی چنانچہ کہا گیا کہ تین سو گز لمبی اور پچاس گز
چوڑی اور تیس گز اونچی تھی۔ امام بغوی نے اسی کو مشہور قول لکھا ہے اور بعض قول میں طول بارہ سو اور عرض چھ سو مذکور ہے اور مانند
اسکے دیگر اقوال ہیں اور لکڑی اسکی ساکھو کی اور بعض نے کہا کہ توریت میں صنوبر کی آئی ہے اسکی اونچائی میں روایات متفق ہیں
کہ تیس گز اونچی تھی اور اسکے اوپر چھت تھی۔ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ شیخ ابن جریرؒ نے ابن عباسؓ سے یہاں ایک اثر روایت کیا کہ حواریوں
نے حضرت عیسیٰؑ سے کہا کہ اچھا ہوتا اگر آپ کسی ایسے مردہ کو بحکم الٰہی زندہ فرماتے جسنے اس کشتی کو آنکھوں دیکھا اور اسمیں حاضر ہوا ہوتا کہ وہ
ہم سے حال بیان کرتا پس آپ ان کو لیکر چلے یہاں تک کہ ایک تودۂ خاک کے پاس ٹھہرے اور ایک مٹھی خاک اٹھا کر فرمایا کہ تم جانتے
ہو یہ کون ہے انھوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کو معلوم ہے فرمایا کہ یہ حام بن نوح کا ٹخنا ہے پھر اس تودہ میں اپنا عصا مار کر
کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ وہ اسی وقت حام بن نوح اپنے سر سے خاک جھاڑتے اٹھ بیٹھے کہ انکا سر سپید ہو گیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ
نے کہا کہ کیا آپ اسی عمر میں سپید بال ہوئے تھے کہا کہ نہیں بلکہ میں جوان مرا تھا لیکن مجھے اب گمان ہوا کہ قیامت قائم ہوئی آئی

خوف سے میرے بال سپید ہوگئے کہا کہ ہم سے کشتی نوح کا حال بیان کیجئے۔ کہا کہ بارہ سو گز لمبی اور چھ سو گز چوڑی تھی اسمین تین درجے تھے ایک مین چوپایہ و وحشی جانور تھے اور دوسرے مین انسان اور تیسرے مین پرند تھے۔ پھر جب جانورون کی لید بہت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ہاتھی کی دُم کو دباؤ پس حضرت نوح نے دبائی تو جوڑا سور کا پیدا ہوکر لید کی طرف دوڑا اور سب صاف کردی پھر جب کشتی مین چوہے رسیان وغیرہ کاٹنے لگے تو وحی کی گئی کہ شیر کی دونون آنکھون کے درمیان عصا مارے پس جوڑا بلی کا پیدا ہوکر چوہے پر دوڑے پھر حضرت عیسیٰ نے پوچھا کہ حضرت نوح کو کیسے معلوم ہوا کہ روئے زمین غرق ہوگئی کہا کہ کوّے کو خبر کیلئے بھیجا تھا وہ راہ مین مردار دیکھکر اسپر گر پڑا تو اسپر بددعا فرمائی کہ خوفناک رہے اسی واسطے گھرون مین نہین رہتا پھر کبوتر کو بھیجا وہ زیتون کا پتہ چونچ مین اور کیچڑ پنجون مین لایا تو معلوم کرلیا کہ شہر و بلاد غرق ہوگئے پس سبزی اسکی گردن مین ڈالی اور اسکے لیے انس و امان کی دعا فرمائی تھی سو گھرون سے اُلفت رکھتا ہے پھر حواریون نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ ان کو ہمارے گھرون مین نہین لے چلتے کہ بیٹھکر باتین سنا دین آپنے فرمایا کہ کیونکر ایسا شخص تمہارے ساتھ رہیگا جس کا یہان رزق نہین ہے پھر کہا کہ یا حام عود کر بحکم الٰہی پھر وہ مٹی ہوگئے۔ قال ابن کثیر رح۔ یہ اثر ضعیف ہے کیونکہ اسکے بعضے راوی ثقہ نہین ہین۔ امام رازی رح نے لکھا کہ ایسے مباحث و امور جو انبیا کے قصص مین بغیر صحیح روایات کے نقل کئے جاتے ہین مجھے کچھ پسند نہین اسلئے کہ ایسی باتون کے جاننے کی ہم کو کچھ حاجت نہین اور نہ اسکا کوئی فائدہ ہے ایسے مباحث مین خوض کرنا محض فضول ہے خصوصاً جبکہ یہان کوئی ایسی بات نہین نکلتی جس سے معلوم ہو کہ ان اقوال و روایات مین سے کون صحیح ہے ہان اسقدر ہم جانتے ہین کہ وہ کشتی اتنی چوڑی لمبی تھی کہ اسمین نوح علیہ السلام کی قوم سے ایمان والے مع ہر جاندار کے جوڑے و ضروریات کے بخوبی سما گئے اور بحکم الٰہی ہر آفت سے محفوظ تھے اور قرآن مین اسی قدر مذکور ہے اور اُن کے ساتھ ایمان والے بہت تھوڑے تھے پھر انکی مقدار کہ چالیس تھی یا اسی تھی وغیرہ ذلک تو یہ ہمکو معلوم نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ ایسے مقامات مین یہی قول صواب ہے بالجملہ جب قوم نے مسخرہ پن کیا تو آنحضرت نے انکا جواب دیا بقولہ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ۔ حضرت نوح نے کہا کہ اگر تم تمسخر کرو ہم سے تو ہم بھی تم سے مسخرہ پن کرینگے جیسے تم تمسخر کرتے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ تمسخر کرنا منصب نبوت کے لائق نہین ہے۔ جواب یہ دیا گیا کہ یہ بطریق مشاکلت ہے جیسے قولہ فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی۔ و قولہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا۔ اور مراد یہ ہے کہ اگر تم ہم سے مسخرہ پن کرتے ہو تو اسکا انجام دیکھوگے کہ تم غرق ہوجاؤگے اور ہم نجات پاوینگے چنانچہ مصرح کردیا بقولہ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ عنقریب جانوگے کہ کس پر آتا ہے ایسا عذاب کہ خوار کردے اسکو دنیا مین یعنی غرق۔ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ اور نازل ہوگا اسپر آخرت مین عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ عذاب مقیم کہ کبھی دور نہ ہوگا ہمیشہ طاری رہیگا اور وہ آتش دوزخ ہے۔ ف فی العرائس قولہ واصنع الفلک باعیننا۔ اس کلمہ مین صبر الحق کا اشارہ ہے اور یہ استعارہ مین ربوبیت از عیون ازلیہ ہے تاکہ نوح کو اس سے حقائق صنعت جو علم الٰہی مین ہین نظر آدین پس کشتی کو اسی نقش پر جو علم الٰہی مین ہے بنادین یعنی کشتی کو ہمارے دیدہ سے بنا جیسے ہم نے ازل مین کشتی کا وجود چاہا ہے اور اعین بلفظ جمع مین اشارہ عیون صفات ہے کہ ذات حق اُن کے انوار کا معدن ہے والحاصل فی قولہ باعیننا یعنی تاکہ متصف ہو تیری آنکھ اس کشتی کے بنانے مین عیون صفاتیہ سے جس سے تو وہ ہیات و ترکیب دیکھے جو ہمنے ازل مین ارادہ فرمائی ہے۔ یہ اشارہ حدیث حبیب الٰہی صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ مین موجود ہے حیث قال

فی حدیث قدسی فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بی وبصرہ الذی تبصر بی الحدیث۔ نیز اسمین تقاضا جریان عبودیت اور مشاہدہ ربوبیت ہے مانند قولہ علیہ السلام الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ الحدیث۔ نیز یہ معنی ہین کہ کن فی عیون رعایتنا وحفظنا یعنی ہماری نظر رعایت وحفاظت مین ہو جا اور اپنے فعل کو مت دیکھیو اور نہ اسپر اعتماد کیجیو کیونکہ غیر کی طرف نظر کرنے والا مجھ سے محجوب ہو جاتا ہے۔ بعض نے کہا یعنی تدبیر کو اپنے نفس سے ساقط کر دے اور جو کچھ کرنے والا اسکو ہمارے مشاہدہ مین پورا کر اور کسی مخلوق کو یا اپنے نفس کو مت دیکھیو۔ بعض نے کہا یعنی کشتی تیار کرو لیکن اسپر اعتماد مت کیجیو کیونکہ تو ہماری حفاظت ونگہداشت مین محفوظ ہے اور اگر کشتی پر اعتماد کریگا تو ہماری حفاظت سے ساقط ہو جائیگا۔ قولہ ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا۔ اللہ تعالیٰ نے اسمین اپنے پیغمبر نوح علیہ السلام کو ادب سکھلایا اور اپنے علم قدیم سے آگاہ فرمایا کہ قوم سب غرق ہوگی اسکے حق مین سفارش کا آمد نہ ہوگی اور بتلا دیا کہ تمھین اول ان پر بددعا کر چکے ہو وہ قبول ہوئی اور اب سفارشی دعا قبول نہ ہوگی کیونکہ دعاے اول تو موافق تقدیر واقع ہوئی اور بندہ عارف کی دعائین مقبول ہونے مین یہی ہوتا ہے کہ وہ موافق تقدیر دعا کرتا ہے اور جو خلاف تقدیر ہے اسکی زبان سے نہین نکلتی اور اگر نکلی تو قبول نہین ہوتی ہے اور ذی النون رحمہ اللہ کا قصہ تونے سنا ہوگا کہ اپنے اوپر سختی کر نیوالون کیلئے دعا کی جب شاہ بزرگی کو پہونچے تو پھر توبہ کی کہ پروردگار اب تیرے کسی بندے پر بددعا نہ کرونگا۔ آیت مین حضرت نوح کے قلب کی رقت ظاہر ہے کہ قوم سے اتنی ایذا وتکلیف اٹھانیکے بعد اسکے حق مین بھلائی کے خواہان تھے اور سچے بندون کی یہی شان ہوتی ہے شیخ ذوالنون رح نے فرمایا کہ اگر مجھے ازل مین کچھ عنایت مل چکی ہو تو مین نے نجات پائی ورنہ خالی مستجاب الدعوة ہونے سے کچھ کام نہین چلتا ہے قال اللہ

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ قُلۡنَا احۡمِلۡ فِیۡہَا مِنۡ کُلٍّ زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ وَ اَہۡلَکَ

یہان تک کہ جب آپہونچا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے کہا ہم نے لادلے اسمین ہر قسم سے جوڑا دو ہرا اور اپنے گھر کے لوگ

اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَیۡہِ الۡقَوۡلُ وَ مَنۡ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَہٗۤ اِلَّا قَلِیۡلٌ ﴿۴۰﴾

مگر جسپر پہلے پڑ چکی بات اور جو ایمان لایا ہو اور ایمان نہ لائے تھے اسکے ساتھ مگر تھوڑے

وَ قَالَ ارۡکَبُوۡا فِیۡہَا بِسۡمِ اللّٰہِ مَجۡؔرٖىہَا وَ مُرۡسٰىہَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۴۱﴾

اور کہا سوار ہو اسمین اللہ کے نام سے اسکا بہنا اور ٹھہرنا تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان

حتّٰی۔ ابتدائیہ ہے جو جملہ شرطیہ پر داخل ہوا یا غائیہ ہے پس لیصنع الفلک کی انتہا بیان کرتا ہے اور درمیان مین جو کلام ہے وہ اسکی ضمیر سے حال ہے کذا فی السراج وقیل درمیانی کلام معترضہ ہے۔ اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا۔ مراد امر سے عذاب ہے یا وقت اسکا اور یہ امر کا واحد ہے یعنی امر بمقابلہ نہی نہین ہے بلکہ امور کا واحد ہے یعنی منجملہ امور کے یہ امر آیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مقابل نہی کا لیا جاتے یعنی حکم اس قوم کے ہلاک کرنے کا۔ یا حکم حضرت نوحؑ کو کشتی مین سوار ہونیکا۔ المعنی حتی کہ جب آگیا ہمارا حکم۔ وَفَارَ التَّنُّوۡرُ۔ اور ابلا تنور۔ واضح ہو کہ تنور کی تفسیر مین اختلاف ہے لہذا پہلے ان اقوال کو بیان کرتا ہون۔ اول آنکہ تنور سے مراد زمین تھا اور یہی فرشتہ ہے اور اہل عرب بولتے ہین زمین کو تنور یا اسمین سے بہتر مقام کو تنور بولتے ہین اور یہ قول ابن عباس وعکرمہ وزہری وابن عیینہ سے روایت بھی کیا گیا۔ دوم تنور وہ مقام ہے جہان کشتی مین پانی مجتمع ہوتا ہے یہ حسن بصری کے حسب مروی ہے۔ سوم تنور طلوع فجر ہے نقال طلع الفجر وعلی ہذا معنی یہ ہونگے کہ نور کا ترکا ہوا اور یہ قول علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ چہارم تنور مسجد کوفہ ہے یہ بھی حضرت علیؓ ومجاہد سے مروی ہے اور مجاہد کہتے تھا

ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ○ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۭ قَالَ

سوار ہو ساتھ ہمارے اور مت رہ ساتھ منکروں کے کہا میں لگ رہونگا کسی پہاڑ کو کہ بچالے گا مجکو پانی سے بولا

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ○

کوئی بچانیوالا نہیں آج اللہ کے حکم سے مگر جسپر وہ رحم کرے اور بیچ آپڑی دونوں میں موج سو رہ گیا وہ ڈوبنے والوں میں

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ ۔ واو حالیہ ہی تو یہ جملہ حال ہی باین طور کہ کلام کی تقدیر یہ ہی۔ فرکبوا آمنین السفینۃ وہی تجری بھم ای تجری وھم فیھا یعنی جاری ہوئی کشتی درحالیکہ نوح مع اہل و عیال مؤمنین و اتباع مؤمنین کے اسمیں تھے اور محتمل ہی کہ جملہ مستانفہ ہو۔ فِيْ مَوْجٍ جمع موجہ اور موجہ اس پانی کو کہتے ہیں جو ہوا کے تھپیڑے سے چڑھ کر اوپر اچھلے۔ كَالْجِبَالِ جمع جبل یعنی پہاڑ۔ المعنی اور وہ کشتی ان کو لئے چلتی تھی موجوں میں جو پہاڑوں کے مانند تھیں۔ ہر موج کو پانی سے اونچے ہونے میں پہاڑ سے تشبیہ دی جیسے وہ زمین سے اونچے ہوتے ہیں پس یہ بیان طوفان کے ہولناک ہونیکا ہے کہ اسکی موجیں بلند مانند پہاڑوں کے اٹھتی تھیں اور یہ کشتی ان موجوں میں بدون ہالے ڈولے کے مومنوں کو لئے چلتی تھی۔ اہل تواریخ نے لکھا کہ پانی پہاڑوں سے چالیس گز اونچا یا پندرہ گز اونچا ہوا حتی کہ کل چیز غرق ہوئی اور جہان کے سارے بندے ہر ملک کے ڈوب گئے۔ اور یہ مشہور ہے کہ آسمان و زمین کے بیچ میں سب پانی بھر گیا اور کشتی اسکے اندر مانند مچھلی کے پیرتی چلتی تھی تو سراج وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ ثابت نہیں ہو۔ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ ۔ اور پکارا نوح نے اپنے پسر کو۔ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ ۔ اور وہ تھا معزل میں معزل اسم ظرف عزل ہے ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں آدمی اپنی قوم و قرابتیوں کو چھوڑ کر یا کسی وجہ سے جدا ہوکر تنہا ہو جاوے پس یہاں مراد یہ کہ دین الٰہی سے الگ تھا یا کشتی سے علیحدہ تھا اور بعض نے کہا کہ جسوقت نوح نے لوگوں کو حکم کیا کہ بسم اللہ پڑھکر سوار ہو اسوقت ایسی جگہ الگ تھا کہ اسکو یہ خبر نہیں پہنچی اسواسطے بعض نے کہا کہ نوح علیہ السلام کا یہ پکارنا کشتی چلنے سے پہلے خالی تنور ابلنے کے وقت تھا جسوقت لوگوں کو غرق کا یقین نہیں ہوا تھا مترجم کہتا ہے کہ یہ قول مستبعد ہے کیونکہ اسنے پہاڑ سے بچاؤ حاصل ہونیکا جواب دیا اور درمیان میں موج حائل ہوگئی پھر ظاہر یہی کہ وہ کشتی والے قرابت دار مومنین سے علیحدہ ہو رہا تھا جسکو نوح علیہ السلام نے پکار کر کہا کہ يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا ۔ اے میرے چھوٹے پسر تو ہمارے ساتھ سوار ہو لے۔ وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۔ اور کافروں کے ساتھ مت رہ۔ یا بنیّ سے یہ غرض نہیں کہ ان کی اولاد میں سے سب سے چھوٹا تھا بلکہ پیار سے اپنے فرزند کو بصیغہ تصغیر یاد کیا کرتے ہیں اور قولہ ہمارے ساتھ سوار ہوے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ تو مسلمان ہوکر ہمارے ساتھ ہو جا چنانچہ توضیح کی کہ کافروں کے ساتھ مت ہو کیونکہ اسوقت تک غرق نہیں ہوا اور نہ غرق کا یقین رکھتا تھا پس اسوقت مسلمان ہو جانا حالت اختیاری میں قرار دیا جاتا۔ ملا علی جیلانی نے کہا کہ ظاہر معنی یہ ہیں کہ تو مسلمان ہو جا تاکہ ہمارے ساتھ سوار ہونے کا مستحق ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نوح کو کسی کافر کے سوار کرنیکا حکم نہیں دیا تھا پھر واضح ہو کہ اس پسر کا نام ایک قول میں کنعان تھا اور دوسرے قول میں یام تھا پھر کہا گیا کہ یہ لڑکا مع اپنی ماں کے کافر تھا اسپر اعتراض کیا گیا کہ خود حضرت نوح نے دعا فرمائی کہ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ باوجود اسکے مستبعد ہے کہ کافر کو آواز دیتے۔ یہ جواب دیا گیا کہ مراد کافر سے منافق ہے اسکے نفاق سے آنحضرت نے اسکو مومن گمان کیا۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس صورت میں قولہ تعالیٰ واہلک الا من سبق کے وقت اسکو کیوں نہیں سوار کیا جواب دیا گیا کہ اسی وقت اسکا نفاق ظاہر ہوا ونیہ ما فیہ پھر اسمیں بھی اختلاف کیا گیا کہ کیسا بیٹا تھا بعض نے کہا کہ نوح کی بی بی سے حرام زنا سے پیدا ہوا تھا درحقیقت اسکا بیٹا نہ تھا یہ قول مردود اور مخالف نص ہے بقولہ ونادی نوح ابنہ۔ وبقولہ ان ابنی من اہلی۔ اور کہا گیا کہ وہ

خبیثہ فاحشہ ایسے پاک پیغمبر اولوالعزم کے ساتھ رہ سکتی تھی اور دلی کفر امر دیگر ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اس کافرہ سے نکاح کیونکر صحیح ہوا۔
جواب دیا گیا کہ شاید اسوقت مباح ہوا اور صحیح جواب یہ ہے کہ یہ عورت اور اسکا بیٹا دونون منافق تھے جو کافرون کیسا تھ
ہوگئے اور کشتی پر سوار نہ ہوئے بدین زعم کہ طوفان پہاڑون تک نہین پہونچیگا بعض نے کہا کہ اسی عورت کا بیٹا پہلے خاوند
سے تھا اور قرأۃ علی کرم اللہ وجہہ اسکی مؤید ہے کہ اُنھون نے قولہ ونادی نوح ابنہا پڑھا ولیکن صریح نص مذکور اسکی مخالف
ہے لہذا صحیح نہین معلوم ہوا۔ اور ابن عباسؓ وغیرہ مجتہدین نے فرمایا کہ درحقیقت وہ حضرت نوح کا چہیتا بیٹا تھا ولیکن اُسنے کفر قبول
کیا اور حضرت نوحؑ کا اسکو پکارنا بوجہ شفقت پدری کے تھا پس اس حالت مین جبکہ کشتی روان تھی اور پانی چڑھتا آتا تھا اس سے کہا کہ اب
بھی نفاق چھوڑکر اسلام لاکر ہمارے ساتھ ہوجا اور آخر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ میرے اہل کو بچانے کا حکم ہے تو یہ لڑکا میرا بیٹا
ہے اسکو بھی ایمان دیکر نجات دی جاوے لیکن کمال شفقت سے تقدیر ازلی سے نظر چوک گئی کہ وہ بھی استثناے قولہ الا من سبق علیہ القول
مین داخل ہوا اور وعدہ آلٰہی حق ہے اسمین خلاف نہین ہوسکتا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے جاہل ہونے سے منع فرمایا یعنی جبکہ وہ ازلی حکم
مین کافر مطبوع ہوا تو اب اسکے ایمان کی درخواست منصب نبوت کے لائق نہین ہے اور یہی حکم ازلی پورا ہوا چنانچہ جب نوحؑ
نے اسکو پکارا کہ مومن ہوکر کشتی پر ہمارے ساتھ ہوجا تو اسنے یا جود اس تلاطم طوفان کے قبول نہ کیا اور جواب دیا قَالَ سَاٰوِیۡۤ بولا کہ عنقریب مین
ٹھکانا لونگا اِلٰی جَبَلٍ کسی پہاڑ پر یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ جو مجھے پانی کے صدمہ سے بچالیگا اسنے اندھی آنکھون سے یہ طوفان بھی مثل
پانی کی بہیا کے گمان کیا۔ لہذا آنحضرت نے اُسکو اس خیال محال سے پھیرا بقولہ قَالَ نوح علیہ السلام نے فرمایا لَا عَاصِمَ کوئی بچانیوالا نہین
الۡیَوۡمَ ۔ آج کے روز مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ حکم آلٰہی سے یعنی حکم آلٰہی کو آج کوئی پھیرنیوالا نہین یا امر سے عذاب مراد ہے یعنی عذاب سے آج
کوئی نہین بچا سکتا کیونکہ حق تعالیٰ نے آج کے روز عذاب کو کافرون پر مسلط کیا کہ سب ہلاک ہوجاوین اور قلم تقدیر حکم جاری ہوچکا
اب نہین مٹ سکتا پس تونے پہاڑ پر بچانے کا گمان دوڑایا حالانکہ پہاڑ وغیرہ کوئی چیز بھی نہین بچا سکتی۔ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ ۚ اسے
لکن من رحمہ اللہ فہو معصوم منہ لیکن جسپر اللہ تعالیٰ ہی نے رحم کیا تو وہ البتہ بچیگا اور رحم اسپر ہے جو ایمان لایا لہذا تو مومن ہوکر اس کشتی
مین داخل ہو۔ استثنا اس صورت مین منقطع بمعنی لکن ہو اسی کو زجاج نے بیان کیا اور صفاقسی ح نے اسی کی تائید کی ہو اور استثنا ر
متصل بھی ہوسکتا ہو جبکہ عاصم بمعنی معصوم ہو مانند ماء دافق وعیشۃ راضیۃ کے یعنی لا معصوم الیوم من عذاب اللہ الا من رحمہ اللہ
یعنی آج عذاب آلٰہی سے کوئی بچا ہوا نہین ہوسکتا سوائے اسکے جسپر اللہ تعالیٰ نے رحم کیا اسی کو ابن جریر وزمخشری وقاضی بیضاوی
نے اختیار کیا وحاصل کلام وہ ہو جو عکرمہؒ نے فرمایا اے لا ناج الا اہل السفینۃ کوئی نجات پانیوالا نہین سوائے کشتی والون کے۔
وَحَالَ بَیۡنَہُمَا الۡمَوۡجُ ۔ اور حائل ہوگئی موج دونون کے بیچ مین یعنی امر آلٰہی سابق وازلی غالب کا ظہور ہوا کہ اسی درمیان مین
ان دونون کے بیچ مین موج کا پہاڑ آگیا اور کچھ فائدہ مترتب ہوا فَکَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِیۡنَ ۔ پس وہ غرق ہونے والون مین سے تھا یعنی
علم آلٰہی مین۔ یا کافرون مین ہوگیا اور ڈوبا جیسا کہ تقدیر مین تھا ف فی العرائس بیان اشارات قولہ تعالیٰ بسم اللہ مجریہا ومرسہا
بحر جبین کشتی روان ہو بحر القدم والابد ہے سفینہ قلب العارف ہو جو موافق ہوائے عنایت کیساتھ بقوت روح ناطقہ جو قدرت ہائیہ
کا مظہر ہو بکلمہ بسم اللہ مجریہا ۔ دریائے قلزم صفات مین جاری اور بکلمہ مرسہا ۔ قاموس الذات مین راسی ہو ۔ یہ کمال کرم ہے کہ اس سفینہ کو
باوجود حدوث کے صفات مین جاری ہونیسے نہین روکا اور ذات مین فنا نہین کیا ہذا قولہ ان ربی لغفور رحیم کشتی کو بحر صفات مین روان ہونے کیلئے

حق تعالیٰ انوار جمال مشاہدہ سے منبسط فرماتا ہے اور سطوات عظمت کے سکون سے ذات مین منقبض فرماتا ہے قال المترجم یعنی قلب عارف جو کشتی ہے اسکی روانی یہ ہے کہ صفات کے مشاہدہ مین انوار جمال سے اسکو انبساط ہوتا ہے پس یہی انبساط اسکی روانی ہے اور ذات مین بوجہ ظہور عظمت کے انقباض ہوتا یہی ٹھہراؤ ہے۔ قولہ لا عاصم الیوم الآخ یعنی بحر تہریات کے تلاطم مین کوئی حافظ نہین سوائے انوار لطف کے لہذا جسنے الطاف کی طرف التجا کی وہ قہریات سے بچ گیا۔ انطاکی رح نے کہا کہ کسی مخلوق کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اعتصام نہین ہے بعض نے کہا کہ جسکو توفیق دے کہ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لے اسی کو اس موج خیز طوفان سے نجات دیتا ہے۔ القصہ سب کافر ہلاک ہوگئے اور پانی کا جوش اترا اور کشتی ٹھہری چنانچہ بیان فرمایا بقولہ

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ

اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور سکھا دیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹھہری

عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ○

جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہوں قوم بے انصاف

وقیل- یہ حکم طوفان پورا ہونے اور قوم کافر کے ہلاک ہونے پر ہے اور کہا گیا کہ قیل یہاں دونون مقام پر قدرت تنجیزی کا تعلق ہے یعنی پانی کا جاتا رہنا اور قوم کا ہلاک ہوجانا جیسے قولہ تعالیٰ ان یقول لہ کن فیکون مین خاصۃ قول مراد نہین بلکہ تعلق قدرت وقوع ارادت ہے۔ وعلیٰ ہذا اس آیت مین استعارہ مکنیہ وتخییلیہ یا تمثیلیہ ہے جیسا کہ خفاجی رح نے عنایہ مین بسط سے مع انواع بلاغت ذکر کیا اور حق یہ ہے کہ ہر مقام پر ایسے قول مین حقیقی معنی مراد ہین اور ضرورت تاویل کچھ نہین ہے ہان کیفیت صفات آلٰہی عز سلطانہ وجل برہانہ بالکل طوق بشری سے باہر ہے پس نہین معلوم کہ کیونکر کہا گیا لیکن ہم ایمان لاتے ہین کہ کہا گیا۔ یا ارض ابلعی ماءک۔ کہ اے زمین نگل لے اپنے پانی کو۔ بلع پی لینا اور پانی وہین وغیرہ مین دھنس جانا اور اسی سے بالوعہ وہ چہ بچہ جسمین پانی جمع کرتے ہین کہ وہین خشک ہوجائے ویقال بلعہ مافی فمہ من الطعام یعنی طعام مین سے جو کچھ اسکے منہ مین تھا وہ نگل گیا۔ پھر آیت مین زمین کیلئے بلع استعارہ ہے کیونکہ یہ لفظ حیوان کیلئے ہے اسکو زمین کے چوس لینے مین استعارہ فرمایا بدین معنی کہ سمجھ لیا جائے کہ زمین کا یہ چوسنا ویسا نہ تھا جیسا از راہ عادت دیکھا جاتا ہے کہ آہستہ آہستہ ہوتا ہے بلکہ کہان یہ طوفان پانی کا اور کہان حکم ہوتے ہی زمین نے خشک کر لیا گویا منہ کا نوالہ نگل گئی خفاجی وغیرہ نے کہا کہ بلع نشف ہے جیسے کپڑا پسینے کو چوس لیتا ہے اور علامہ مدقق نے کہا کہ سکاکی رح نے جو بلع کو پانی زمین کے اندر ہوجانے کا استعارہ قرار دیا تاکہ دلالت کرے کہ زمین کا یہ پانی چوس لینا مانند حیوان کے نگل لینے کے واقع ہوا تو اسکے بہ نسبت نشف الثوب استعارہ بہتر ہے کیونکہ نشف فعل زمین ہے اور غائب ہوجانا پانی کا کام ہے پس ظاہر ہوا کہ علامہ کو حقائق معانی پر خوب اطلاع تھی۔ پھر ابن عباس و عکرمہ وغیرہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ بلع لغت ہندی یا حبشی ہے لیکن اسکے ثبوت مین کلام ہے علاوہ برین لفظ بلع لغت عرب مین مع مشتقات کے فصیح معروف ہے کہان کی ہندی اور کہان کی حبشی خلاصہ یہ روایات ضعیف راویوں کا وہم ہے اور آیت کے معنی یہ ہین کہ زمین کو حکم ہوا کہ اپنا پانی چوس لے یعنی دریا و نہر وغیرہ کے سوائے جو پانی بطریق عذاب طوفان نکلا و چڑھا ہے تاکہ کفار غرق ہو کر جہنم واصل ہوں اور ہوگئے اب اسکو چوس لے۔ ویسماء اقلعی۔ اور اے آسمان رک لے۔ اقلاع امساک یقال اقلع المطر اذا انقطع یعنی آسمان کو حکم ہوا کہ پانی برسانے سے رک لے اور مہائمی رحمہ اللہ نے لکھا کہ اے آسمان جو تو اتارتا ہے اسکو اوپر کی طرف جذب کر لے بعض نے کہا

کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی و زمینی پانیون مین فرق کر دیا کہ جو کچھ زمین کا ہو اُسکو زمین چوس لے اور جو آسمانی تھا وہ دریا و نہرین ہو گیا مترجم
کہتا ہے کہ اگر یہ مراد ہو کہ اسیوقت سے دریا و نہرون کا وجود ہوا تو مسلم نہین کیونکہ حدیث تخلیق مین ابتدا سے انکا پیدا کرنا مذکور ہے اور اگر یہ مراد
ہے کہ آسمانی پانی دریاؤن سے بہا تو غیر منصوص ہو علاوہ برین مقام مقتضی قدرت عجیبہ ہو کہ باوجود اس کثرت کے کفار کے مرتے ہی تمام
روئے زمین پھر پاکیزہ ہو گئی کہ زمین نے تمام اپنے اوپر کا چوس لیا اور آسمان سے برسنا منقطع ہو گیا وَغِيضَ الْمَآءُ - اور گھٹ گیا پانی -
غاض لما یغیض - لازمی و غاضہ یغیضہ متعدی - و قولہ تعالیٰ - ما تغیض الارحام - اسے تنقص یعنی لازمی ہے اور یہان کہا گیا کہ متعدی ہو
کیونکہ لازمی کا مجہول بلا واسطہ حرف الجر نہین آتا ہے - مراد یہ کہ زمین و آسمان نے مثلاً حکم کو مانا اور پانی گھٹ گیا - خفاجی رح نے کہا کہ
ناقص ہونا اسلیئے فرمایا کہ آسمانی پانی باقی ہے بالکل نہین گیا اور یہ قول ظاہرا اس بنا پر ہو کہ غیض لما مخصوص بطوفان آسمانی ہو
وَقُضِيَ الْأَمْرُ - اور پورا ہو گیا امر یعنی حکم ہلاک قوم نوح پورا ہو گیا - وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ - اور ٹھہری وہ کشتی اس پہاڑ پر جسکو
جودی کہتے ہین - روایت ہو کہ آنحضرت علیہ السلام دسوین رجب کو کشتی پر سوار ہوے اور دسوین محرم کو چھ مہینہ روئے زمین پر سیر کرکے
جودی پر اترے اور اُس روز شکر کا روزہ رکھا اور جودی قریب موصل کے ایک پہاڑ ہے اور بعض نے کہا کہ شام مین ہو یا بجانب آمدن
اقوال ہین اور حدیث مین آیا کہ اس کشتی مین سے کچھ باقی رہ گیا تھا کہ اس اُمت کے اگلون نے اسکو پایا ہو - وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ
اور کہا گیا کہ دوری واسطے ظالم قوم کے یعنی ہلاکت ہو جیو اور رحمت سے تا ابد دوری ہو جیو - یہ لفظ بددعا کیلیئے مخصوص ہو اور ظالمون
سے کافرون کو تعبیر کیا تاکہ ظاہر ہو کہ یہی سبب ہلاک ہو اور قیل کا فاعل بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل ہو اور بعض نے کہا
کہ یہان نوح علیہ السلام مع اصحاب ہین بخلاف ابتدائے آیت کے ولیکن ہذا سب قول اول ہو - واضح ہو کہ عبدالرحمٰن بن خلدون نے
تاریخ مین لکھا کہ لوگون نے اتفاق کیا ہو کہ یہ طوفان زمانہ نوح مین آنکی بددعا سے آیا اس سے روئے زمین کی تمام آبادی جاتی رہی جو لوگ
کشتی مین سوار تھے وے بھی اپنے وقت موت پر بغیر اولاد چھوڑے مرے پھر تمام روئے زمین کے اہل حضرت نوح کی نسل سے ہوے اسی سے آنحضرت
کو آدم ثانی کہتے ہین - انتہی کلامہ اور ابن الاثیر نے کامل مین فرمایا کہ مجوسی لوگ اس طوفان سے آگاہی نہین بیان کرتے ہین مگر بعضے انمین
سے اقرار کرتے ہین وہ بھی اسطرح کہ طوفان مذکور اقلیم بابل مین آیا تھا اور کیومرث کی اولاد مشرق مین رہا کرتی تھی ان تک طوفان
پہونچا اور اسی طرح اہل ہند و فارس و چینین والے اس طوفان کا اقرار نہین کرتے ہین لیکن بعضے فارسی مقر ہین اور یون کہتے ہین کہ طوفان عام
نہ تھا اور عقبہ حلوان سے آگے نہین بڑھا اور صحیح یہ ہو کہ طوفان عام تھا تمام روئے زمین کے حیوانات آدمی وغیرہ مر گئے پھر اولاد
نوح علیہ السلام سے بڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وجعلنا ذریتہ ہم الباقین یعنی تمام آدمی اولاد سام و حام و یافث سے ہین انتہی کلامہ اور
مقریزی نے خطط مین لکھا کہ انبیاء کے متبعین خواہ یہود ہون یا نصاریٰ یا مومنین مسلمین ہون سب متفق ہین کہ تمام اولاد آدم فقط نوح
علیہ السلام کی اولاد ہوکے باقی ہین لیکن قبطی و مجوس و ہنود و چینیون نے طوفان سے انکار کیا اور بعض ان مین سے کہتے ہین کہ طوفان
فقط اقلیم بابل اور اسکے آس پاس والے مغربی ملکون مین آیا ہو اور فارسیون کے نزدیک کیومرث آدم اول ہو جو مشرقی ملکون مین رہتا
تھا وہ طوفان سے غرق نہین ہوا انتہی کلامہ ملخصا - وفی الفتح علماء بلاغت نے اتفاق کیا ہو کہ اس آیت مین اس مرتبہ بلاغت و فصاحت
ظاہر ہو کہ جہان کے فصیح و بلیغ اسکے بیان وصف سے عاجز ہین بھلا اسکا مقابلہ کرنے کا کیا ذکر ہے حالانکہ یہ وے لوگ ہین جو میدان
فنون بلاغت مین راسخ القدم و خطباء عرب و اشعار الشعراء مین علوم بیان سے مرتاحل در عربیت کے اسرار سے خوب واقف کہ تمام عمر اسی مین

گزاری ہے۔ صادی رح و جمل رح نے لکھا کہ ایسے بلغاء و فصحاء کا قول ہے کہ قرآن مجید کی اس آیت میں خالی اُنیس الفاظ ہیں اور اسپر اکیس اقسام
علم بدیع موجود ہیں پھر معاصر موصوف نے لکھا کہ ایک جماعت ائمہ رحمہم اللہ نے جہان تک امکان بشر ہے اس آیت کے علوم بیان کرنے
میں خوب خوب لکھا۔ انھیں نامورون میں سے شیخ امام ابوحیان محمد بن یوسف اندلسی رح نے کتاب نہر الماد میں اور سید امیر محمد بن اسمعیل
بن صلاح نے رسالہ نہر المورود فی تفسیر آیہ ہود میں پر اکیس انواع یہ لکھے ہیں۔ المناسبۃ والمطابقۃ۔ المجاز۔ الاستعارہ۔ الاشارہ
التمثیل والارداف۔ التعلیل۔ صحۃ التقسیم۔ الاحتراس۔ الایضاح۔ المساوات۔ حسن النسق۔ الایجاز۔ التسہیم۔ التہذیب۔ حسن
البیان۔ التمکین۔ التجنیس۔ المقابلہ۔ الذم۔ الوصف۔ پھر امام سید امیر محمد رح نے ہر نوع کو بسط سے بیان کیا اور پھر لکھا کہ یہ سب اصناف
بلیغ معجز جو مذکور ہوئے اس آیت کریمہ کی مثالی بلاغت پر نظر کرنے سے ظاہر ہوئے ہیں اور اگر فصاحت معنویہ پر نظر کرو تو کیا پوچھنا
کہ معانی کیلئے نظم لطیف سدید ملخص سینہ ہے نہ اسمیں تعقید کہ فکر کے پاؤن پھسلین اور نہ التواء کہ مقصد نکلے بلکہ معانی پر الفاظ سبقت
کرتے ہین اور معانی الفاظ پر۔ پھر اگر فصاحت لفظیہ پر نگاہ کرو تو سبحان اللہ تعالی پاکیزہ مستعمل الفاظ پانی کے مانند روان و موتی کے مانند
آبدار و شہد سے شیرین و نسیم سے خوشگوار رہتے ہین۔ قال المعاصر رح۔ بالجملہ اسمین چار طور سے نظر ہے اول از راہ علم البیان دوم از جہت
علم المعانی سوم و چہارم از جہت فصاحت لفظی و معنوی۔ علامہ نسفی رح نے مدارک مین بعد ذکر بعض انواع از ہر جہات کے فرمایا کہ ہمین سے
اہل العناد از یہود و نصاری و مجوس وغیرہ جو زبان عرب مین مہارت رکھتے و علوم بدیع و بیان سے واقف ہین ناچار متفق ہو گئے کہ بیشک
کسی بشر کی طاقت نہین کہ اسقدر کلم الفاظ مین ایسی بلاغت و فصاحت لا سکے اور عجیب قدرت الٰہی اس کلام مجید مین ظاہر ہے کہ جہانتک
عالم اسمین فکر و تامل کرتا جاتا ہے عجیب عجیب لطائف نکلتے چلے آتے ہین کہ عالم با وجود تبحر و ہمہ دانی کے اسکے سامنے اپنے کو طفل مکتب
سے زیادہ نادان دیکھتا ہے اور خبردار رہو کہ کبھی تم یہ گمان مت کرنا کہ آیت کریمہ مین اسی قدر ہے جتنا بیان کیا گیا بلکہ جو ادراک بشر
سے باہر ہے غالباً وہ مذکور شدہ سے زائد ہے۔ قاضی بیضاوی رح نے کہا کہ یہ آیت کریمہ بلاغت کی انتہا سے بڑھ گئی اسکے الفاظ عجیب فخیم
ہین و نظم نہایت خوب نکتہ الحال پر دلیل با وجود اعجاز کے خلل سے خالی ہے۔ خفاجی رح نے لکھا کہ یہ آیت کریمہ عجیب بلاغت کو گھیرے
ہوئے ہے کہ غایت تعجب سے دل اسکے لئے خوشی مین رقص کرنے لگتے ہین اور کچھ اسکے نکات شرح مفتاح مین بیان ہین۔ ابو السعود رح نے لکھا کہ
سبحان اللہ تعالی شانہ یہ آیت کریمہ اعجاز کے مراتب مین سے انتہا کو پہونچ گئی اور کمالات فن کی پیشانی کے بال اُسکے قبضۂ قدرت
مین ہین اور اسکی تفصیل مین ماہرین کاملین نے کوشش کی اور مین قسم کھاتا ہون کہ اُسکے اوصاف کسی وصف کرنیوالے کے حیطہ
قدرت مین نہین ہین جہان تک بشر کا امکان ہے بیان کرے ورنہ فی الحقیقت اسکا وصف کرنا طاقت بشری سے باہر اور بالاتر ہے مترجم
ضعیف کہتا ہے کہ مین نے ان کاملین علماء متقنین متبحرین کے نکات کو یہان درج نہین کیا اسلیے کہ یہ تفسیر جس سے حضرت رب العزۃ جلشانہ
وعز برہانہ اپنے فضل عمیم سے اہل عالم کو فیضیاب فرماوے بطفیل سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین زبان اُردو مین عام
کیلئے ہے جن کو ان نکات کے ادراک مین کمال قوت بلکہ امکان نہین ہے لہذا یہ شہادات مذکورہ ان کے جوہر بیان کیلئے سچی گواہیان عین
الیقین کے مرتبہ پر ان کو علم اجمالی عطا فرماتی ہین اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین بعضے احمق جاہل کندۂ ناتراش جنکو بلاغت عربیت سے ادنیٰ
مس نہین ہے زبان درازی کے ساتھ سوال کرتے ہین کہ اسمین کوئی بلاغت بیان کرو اور ضرور اسکے مثل ہم لا سکتے ہین پس قسم ہے اُس ایک
وحدہٗ لاشریک تعالی شانہ کی کہ جسکو زبان عربیت کے بلاغات سے ذرہ برابر بھی مس ہے وہ ان احمقون پر بیساختہ ہنستا ہے کہ یہ جاہل جنکو گندھوتے

مثال دنیا چاہیئے کہ جنون سے بھی زیادہ بیوقوف ہین مرد عاقل ایسے احمقون کی طرف لحاظ بھی نہین کرسکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ اہل اسلام بہت
دنیاوی کارآمد زبانون کے سیکھنے مین ایسے سرگرم ہین کہ گویا انکو عاقبت کا بالکل یقین نہین ہے اور یہ درحقیقت کفر ہے اسی وجہ سے انکو ان علوم سے
کچھ نصیب نہین بلکہ ان احمقون کی بات پر لحاظ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ معترض صاحب تو عربی خوب جانتے ہین لاحول ولاقوة الا باللہ العزیز الحکیم
اے لوگو عاقبت کو دیکھو آخر انجام موت و فنا ہے دنیا کی تھوڑی تکلیف پر صبر کرو اور دنیا کے حاصل کرنے مین دل مت لگاؤ بلکہ آخرت کیلئے
اگر تم کو ضروری کھانے پینے وغیرہ کی احتیاج ہو تو اس نیت سے دنیا کی اتنی چیزین حاصل ہو جانے کا ذریعہ سمجھکر شرعی جائز زبانون و کانون و
نوکریون کیلئے کوشش کرنا امید ہے کہ مباح ہو لہذا عاقبت کیلئے علوم دین و عربیت مین کمال حاصل کرو واللہ تعالی ہو الموفق وہو الذی یفضل
اشارہ و یحکم ما یرید ـــ فی العرائس قولہ تعالی وقیل یا ارض ابلعی ماءک الآیۃ جب سفینہ قلوب بحر علوم غیوب مین سیری اور عظمت کے گرداب
مین پہونچے تو عزت القدم سے ڈوبنے کے قریب ہوئی پس سابقہ عنایت ازلیہ جنسے اب تک سطوات ربوبیت مین فنا ہو جانے سے محفوظ تھا
ہے ارادت قدیمہ سے بچا دیا اور زبان وصال نے آسمان کمال الذات وزمین صفات کو آواز دی کہ یا ارض ابلعی الی آخرہ پس آفات صفات
ادراک عبودیت سے باہر ہوئے اور لطف سے اسکو مشاہدہ افعال و آیات کی طرف راجع فرمایا اور مسالک ازل و ابد اس روح ناطقہ پر بند کیا
ہوئی چنانچہ آخر آیت کریمہ سے یہ اشارہ لیا گیا ہے پس احکام معارف ذات وصفات اسپر جاری ہوئے اور سوائے ذات وصفات کے جو کچھ
اس روح کاملہ پر بھاری تھا وہ ذات وصفات مین غرق ہو گیا یعنی نفس و اسکے ہواجس و شیطان و اسکے وساوس اور عقول و انسے مراتب
حتی کہ ہر دو جہان و جملہ عوالم سب اس سے مستغرق ہوئے اور وہ تمکین کیساتھ جودی طریقت و حقیقت پر متمکن ہو گئی چنانچہ اضطراب کے بعد اسکو
مواجید مین سکون ہوا اور قولہ تعالی فکان قاب قوسین او ادنی مین یہ اشارہ خوب نکلتا ہے پس روح نوالدنو سے بحر ازل و فنا مین غرق ہو گئی
سے جسکا خوف میدان ابد کے قہری طوفان سے تھا جو قلزم کبریا و عظمت سے اٹھا تھا بچ گیا کیونکہ حسن عنایت ازلی نے بصفت رضا
اسکو قبول فرمایا لہذا آنحضرت علیہ السلام دعا فرماتے کہ اللہم انی اعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بمعافاتک من عقوبتک و اعوذ بک
منک الحدیث۔ آنحضرت علیہ السلام مدارک صفات و مرآئے انوار ذات مین حقائق ازلیت مین شناور تھے پس سطوت کے قہر سے
خائف ہو کر کبھی صفت سے صفت کی طرف اور کبھی فعل سے فعل کی طرف اور کبھی ذات سے ذات کی طرف گریز فرمایا یعنی معنی یہ کہ
مین پناہ ڈھونڈھتا ہون تیرے رضوان عنایت کیساتھ تیرے خشم غیرت سے اپنے اوپر اس بات مین کہ تیرے سوائے کوئی اور تجکو
پہچان لے اور نیز مین پناہ ڈھونڈھتا ہون تیرے رضوان جمال کے ساتھ تیرے سطوات جلال سے تاکہ تیرے ساتھ تجھ مین فنا ہو جاؤن
اور مین پناہ ڈھونڈھتا ہون تیرے رضوان بقا کے ساتھ صولت تجلیات قدم سے پھر جب صفت مین دوران سے زوال کا خوف کیا
تو وہان سے افعال کی طرف فرار فرمایا کہ دل کو راحت پہونچا دین جو عظمت الوہیت کا بار اٹھا چکا ہے لہذا فرمایا اعوذ بمعافاتک
من عقوبتک یعنی ازلی عنایت دعوت کے معافات مین تیرے ابدی ہجر کی عقوبت سے پناہ لیتا ہون پھر جب راحت حاصل
ہو گئی تو بکر مشاہدہ ذات کی طرف رجوع لائے بقولہ اعوذ بک منک یعنی تیرے فردانیت کی پناہ مین آتا ہون حلاوت جمال مشاہدہ
سے جہان عاشق تیری وحدانیت مین گم ہو جاتا ہے تاکہ تیری ہی بقا و وحدت کی پاکی بیان کرنے مین دعوی انانیت سے بچا رہے۔ اور
مین پناہ لیتا ہون اس مقام کی بیہودگی و مکر سے حتی کہ مین ہون اور تو ہی ہو اور مین نابود ہون جیسے تو نہین اور تو ہی ہو جیسے تھا پھر جب اسلام
عبودیت سے فانی اور مشاہدہ ربوبیت از افعال و صفات مین باقی ہوکر استقامت کیساتھ انوار الوہیت و توحید و افراد القدم عن الحدث کے

مواری) ہوکر حضرت حق عزوجل سے زبان ازلی پائی تو تعریف بیان فرمائی بقولہ لا احصی ثناءً علیک۔ اپنے حدوث و عبودیت کا اقرار باقی کیا پھر قولہ انت کما اثنیت علی نفسک۔ یہاں نفس و شمار و عبودیت و تکالیف وجود اور قرب و بعد اور تصاریف علل سب کو درگاہ حضرت رب العزت سے بدر کیا اور اسی پاک حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام کمالات کو رجوع کیا۔ فافہم۔ اب ہم ظاہری آیت کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام اذیت قوم سے ضیق انقباض میں تھے پس وصل بلا فرقت اور بسط بلا قبض اور انس بلا وحشت کی خواہش کی لہذا حضرت پروردگار سبحانہ سے دعا کی کہ اس سے نجات فرما دے پس اوتعالیٰ نے قوم کو غرق کیا ولیکن بشریت سے اپنے پسر کے حق میں مناجات کی تو موج آئی اور اسکو غرق کیا تاکہ پیغمبر کے دل میں سوائے حق کے کچھ باقی نہ رہے۔ اُستاد رح نے کہا کہ پسر کنعان کے غرق ہوتے ہی موج ٹھہری پانی جذب و منقطع ہوا گویا اسی کا غرق مقصود تھا۔ پھر حق تعالیٰ نے انبساط نوح علیہ السلام سے آگاہ فرمایا۔ بقولہ تعالیٰ

وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ

اور پکارا نوح نے اپنے رب کو بولا اے رب میرا بیٹا ہے میرے گھر والوں میں اور تیرا وعدہ سچ ہے

وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ

اور تیرا حکم سب سے بہتر ہے فرمایا اے نوح وہ نہیں تیرے گھر والوں میں اُسکے کام ہیں

صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝ قَالَ

ناکارہ سو مت پوچھ مجھ سے جو تجھکو معلوم نہیں میں نصیحت کرتا ہوں تجھکو کہ ہو جاوے تو جاہلوں میں بولا

رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اے رب میں پناہ لیتا ہوں تیری اس سے کہ پوچھوں تجھ سے جو معلوم نہو مجھکو اور اگر تو نہ بخشے مجھکو اور رحم نہ کرے تو میں ہوں خرابی والوں میں

وَنَادٰى۔ اور پکارا یعنی دعا کی نُوْحٌ رَّبَّهٗ نوح نے اپنے رب سے۔ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ پس کہا کہ اے رب میرے میرا بیٹا میرے اہل میں سے ہے وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ۔ اور بیشک تیرا وعدہ حق یعنی صدق ہے۔ گویا قولہ احمل فیہا من کل زوجین اثنین واہلک۔ کی طرف التجا کی یعنی تو نے میرے اہل کو نجات کا حکم دیا ہے وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ۔ اور تو احکم الحاکمین ہے یعنی سب حاکموں سے افضل ہے یا عدل و علم میں سب سے بڑھکر ہے اور اولی قول یہ کہ تو بڑے اتقان والا ہے کہ تیرے حکم میں کوئی نقص و خلل نہیں ہو سکتا کیونکہ تجھے اسکا خوب علم ہے اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے قولہ اہلک الا من سبق علیہ القول میں اہل سے اولی کافروں کو استثنا کر دیا تھا پھر نوح نے کیونکر اسکے لئے دعا کی تو جواب یہ کہ نوح کو اس وقت تک یقین نہ تھا کہ وہ ازلی کافر ہے پھر کہا گیا کہ دعائے مذکور کشتی روان ہونے سے پہلے تھی کیونکہ اس وقت تک نجات کا امکان تھا اور بعض نے کہا کہ پسر مذکور کو فہمائش کرنے واسکے انکار کرنے کے بعد یوں دعا فرمائی ولیکن اس قول پر ضرور ہے کہ قولہ حال بینہما الموج کے یہ معنی ہیں کہ موج حائل ہو گئی اور پردہ ہو گیا اور یہ نہیں کہ وہ اسی وقت غرق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے نوح کو جواب فرمایا کہ اہل میں تیرا بیٹا داخل نہیں ہے بقولہ قَالَ يٰنُوْحُ فرمایا کہ اے نوح اِنَّهٗ یہ تیرا بیٹا جسکی تو نجات مانگتا ہے لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ۔ نہیں ہے تیرے اہل میں سے یعنی ایسے مومنوں میں سے جنہوں نے ایمان لاکر تیری پیروی کی ہے اگرچہ قرابت کی راہ سے تیرا بیٹا ہے اور بعض نے کہا کہ معنی یہ ہیں کہ وہ نہیں ان لوگوں میں سے جنکی نجات کا میں نے تیرے ساتھ میں وعدہ فرمایا ہے یہیں سے بعض نے کہا کہ قولہ لیس من اہلک سے تنصیص ہے کہ یہ لڑکا حضرت نوح کے نطفہ سے نہیں تھا اور استبعاد کیا کہ نبی کا لڑکا کافر ہوئے اور جواب یہ ہے کہ اہل سے مراد اُن کی اتباع

مومنین ہین بس ایسے اہل سے نہ تھا اگرچہ قرابتی پسر تھا بدلیل قولہ۔ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ انہ ذو عمل غیر صالح۔ یہ لڑکا بے نیکوئی کے عمل والا ہی
پس عمل مصدر کو بمبالغہ محمول کیا گویا وہ نرا بدکاری ہو اور حق یہ ہو کہ کافر آدمی مین اتنی کوئی نیکی نہین رکھتا اگر باعتبار صورت کے بعض اسکے افعال
اس قابل ہوتے ہین کہ دنیا کی دولت اسکا عوض ہو اور نکوئی درحقیقت وہ ہی جسکا بدلا نعمت کاملہ آخرت ہو سکے بالجملہ بدکاری وکفر
کی وجہ سے اسکو اہل نہین قرار دیا ورنہ صریح قولہ نادی نوح ابنہ۔ اور قولہ یا بنی۔ دلیل ہو کہ وہ بیٹا تھا اور عکرمہ وسعید بن جبیر وضحاک واکثر
مفسرین نے کہا کہ وہ نوح کا بیٹا اُنکے نطفہ سے تھا اور یہی صحیح ہو اور ابن عباس رضہ سے روایت ہو کہ کسی نبی کی جورو نے زنا نہین کیا بالجملہ
کلام کو حقیقی معنی سے مجاز کی طرف پھیرنا بلا ضرورت نہین جائز ہو اور اسمین شک نہین کہ اللہ تعالیٰ مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا
فرماتا ہو چنانچہ آدم عم سے قابیل کو اور آزر سے ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ ایسے ہی کنعان کو پشت نوح عم سے پیدا کیا وہ قادر مختار ہے
جو چاہے جسطرح چاہے کرے۔ واضح ہو کہ قولہ انہ عمل۔ مین جمہور کی قرأت عمل مصدر ہو اور انہ ضمیر مین دو قول ہین ایک یہ کہ راجع
بجانب پسر ہو پس عمل اسکی خبر بطریق زید عدل ہو اور یہی راجح ہو اور صاوی رح نے کہا کہ شیخ سیوطی رح نے اشارہ کیا کہ یہان مضاف محذوف
او ضمیر راجع بجانب نوح عم ہو یعنی ان سوالک عمل غیر صالح اے غیر مقبول یعنی تیرا یہ سوال کرنا ایسا کام ہو جو مقبول نہین ہو اور ابن عباس رض
سے جو تفسیر مروی ہو اسکی تائید کرتی ہو کہ کہا کہ معنی یہ ہین کہ اے نوح تیرا مجھ سے یہ سوال کرنا عمل غیر صالح ہو مین پسند نہین کرتا ہون پھر
اس سوال سے منع فرمایا بقولہ۔ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔ پس تو مجھ سے مت مانگ وہ چیز کہ جسکا تجھکو علم نہین ہو یعنی جب تجھے
نہین معلوم کہ اسکا مانگنا ٹھیک ہو تو مانگنا چاہیئے یا نہین ٹھیک ہو کہ ترک کرنا چاہیئے اور یہ حکم عام ہو ہر شخص جو اپنی درخواست کو مطابق شرع
نہ جانے وہ سوال نہ کرے بعض نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ اے نوح تجھکو نہین معلوم کہ وہ ازلی کافر ہے اور قولہ الا من سبق علیہ القول مین داخل ہو
اور بعض نے کہا کہ تجھکو نہین معلوم کہ وہ منافق ہو مومن نہین ہو ولیکن اول راجح واوفق ہو۔ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ۔ اے
انہاک من ان تکون من الذین یجہلون فیسئلون مالا علم لہم بہ۔ مین تجھکو نصیحت کرتا یعنی منع کرتا ہون اس امر سے کہ تو جاہلون مین سے
ہو جاوے یعنی اُنکے مانند ہو جو جہالت کرتے پس مانگتے ہین وہ چیز جسکا اُنکو علم نہین ہو۔ یہان سے بھی کہا گیا کہ حضرت نوح عم کو اسکے قطعی کافر
ہونے کا علم نہ تھا بلکہ ظاہری اقرار منافقانہ سے مشتبہ تھے ورنہ معلوم ہے کہ مشرک وکافر کے واسطے مغفرت نہین ہو یا جو ازلی مطرود ہو
وہ حسب تقدیر کبھی مومن نہ ہوگا۔ کرخی رح نے کہا کہ نوح کے سوال کو جہل اسلیئے فرمایا کہ فرزند کی محبت مین اُنکو استثناء قولہ الا من سبق
علیہ القول۔ یاد نہ رہا۔ ابن العربی رح نے کہا کہ یہ نصیحت وموعظت از جانب الٰہی تھا ایک فضل ہو جس سے نوح عم کو مقام جاہلین سے
خارج اور بلند مرتبہ کر کے مقام علماء عاملین پر پہونچایا جب نوح عم کو اپنا سوال غیر مطابق تقدیر ورضائے الٰہی وغیر موافق منصب
نبوت عظمیٰ معلوم ہوا تو فوراً مغفرت ورحمت کی درخواست کی بقولہ۔ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ۔ نوح عم نے کہا کہ اے رب میرے
مین تیری پناہ مین آیا اور التجا وعذر لایا من اَنْ اَسْـَٔلَكَ اس امر سے کہ مین تجھ سے مانگون مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ۔ ایسی چیز جسکا مجھکو علم
نہین ہو خوفناک ہوئے کہ یہ سوال اس صورت مین تقدیر وعلم الٰہی سے معارضہ ہوا اگرچہ دعا مین کوئی گناہ نہین ہو لہذا زیادہ خوفناک ہو کر
التجا کی وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وان لا تغفر لی ذنب ما دعوت کذلک۔ وَتَرْحَمْنِیْۤ بقبول توبتی بالرحمۃ الواسعۃ اور اگر تو نہ بخشے مجھکو میرا یہ
گناہ جو مین نے اسطرح سوال کرنے سے کیا اور اگر تو نہ رحم فرمائے مجھ پر اپنی وسیع رحمت سے اسطرح کہ میری توبہ قبول کرلے۔ اَكُنْ مِّنَ
الْخٰسِرِیْنَ۔ تو مین خسارہ والون مین سے ہو جاؤن۔ واضح ہو کہ یہ شان نبوت تھی کہ خالی ایسی دعا سے اسقدر خوفناک ہو کر گڑگڑانے لگے

ورنہ آیت کریمہ میں کوئی امر ایسا مذکور نہیں کہ جو نوحؑ سے گناہ و معصیت صادر ہونے پر دلالت کرے سوائے اس بات کے کہ ایک ایسے
امر کی دعا مانگی جو علم الٰہی میں تقدیر سے موافق نہ تھا اور یہ کچھ معصیت نہیں ہے سراج میں ہے کہ نوح سے اجتہاد میں چوک ہوئی جیسے
آدم علیہ السلام سے درخت کا پھل کھانے میں چوک ہوئی وقال المترجمؒ وفیہ نظر لان ما وقع من آدم علیہ السلام کان سہواً منہ تصریح
قولہ تعالیٰ فنسی ولم نجد لہ عزما ۔ واما نوح علیہ السلام فلم ینس وکان من اولی العزم غیر انہ سأل ما لا علم لہ بہ من شقاوۃ ابنہ ہذا وانما استغفارہ
فشان الانبیاء کما قال تعالیٰ بل عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول وہم بامرہ یعملون وقولہ تعالیٰ وہم من خشیتہ ربہم مشفقون ۔ اولا تری الی
ما اجاب اللہ تعالیٰ بہ حیث وعظہ وذکرہ ولم یواخذہ بشیء واما ما وقع لآدم علیہ السلام بعد اکل الشجرۃ من ہبوطہ من الجنۃ الی الارض فلیست بعقوبۃ ایضاً
بل من قبیل ما وعدہ اللہ تعالیٰ من خواص الاشیاء کانہ اکل شیئاً قدر اللہ تعالیٰ من اثرہ ما وقع سعۃ فلیتامل فیہ ۔ وفی العرائس قولہ
ونادیٰ نوح ربہ الآیۃ یہ سمجھ کہ سر بشریت بمقام امتحان الٰہی ہے کہ نوحؑ کی شان سے تھا کہ اسرار کو اغیار کی طرف نظر سے پاک کر کے موجود
و جود کو فنا کریں لہٰذا انہیں خلیلؑ کے امتحان میں غرق رہا کہ آگ میں ڈالے جانے کے وقت ملائکہ مقربین وغیرہ کسی سے مدد نہ چاہی اور
اپنے آپ کو سلم کر دیا اور صحیح ہوا قولہ اذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العالمین پس معارضہ قلب حول و قوت و نفس و تمام عالم سے بیزار
ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جھک گئے اور نوح علیہ السلام نے غرق فرزند کی طرف التفات کر کے سوال کیا حالانکہ مقام توحید میں اور تسلیم و رضا
و شرط معرفت میں فرزند کا کیا ذکر ہے اور انبساط کیساتھ مناجات میں حکم کیا کہ میرا پسر میرے اہل میں سے ہے حالانکہ وہ اہل میں سے نہ تھا
اسیواسطے یہ جواب پایا کہ انہ لیس من اہلک اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نوحؑ فرزند کی طرف نظر کرنے سے تقدیر سابق سے غافل ہوئے اور یہ
انبساط تھا جو کمال رحمت سے حضرت نوحؑ کے اسرار پر وارد ہوا اور جو انبساط کہ مقام امتحان میں حکم سابق کے دیدار پر ہو وہ مراد
ملنے سے دور رہتا ہے جنید نے کہا کہ انبساط قدرت الٰہی قہر و جبروت کی وجہ سے مقام انبساط نہیں ہے ورنہ رد کر دیا جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ
نوح علیہ السلام کو سمجھا دیا کہ جیسی اہلیت ظاہری اُن کے اور بیٹے کے درمیان مرتفع ہو ویسی ہی ان کی روح و پسر کی روح میں اہلیت
مرتفع ہے کیونکہ ازل میں آنکے بیٹے کو معرفت و محبت و تقویٰ کی اہلیت عطا نہیں ہوئی بقولہ انہ عمل غیر صالح ۔ جو تجھکو معرفت دی گئی
اسکی اہلیت تیرے پسر میں نہیں ہے وہ کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم ۔ ادب سکھلایا کہ وہی دعا مانگو جو موافق تقدیر
ہو ورنہ جو مشیت الٰہی سے ناموافق ہو وہی مراد نہیں ملتی ہے اور یہ جو فرمایا انہ عمل غیر صالح ۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ اسکے اعمال موافق سنت
نبیؐ نہیں ہیں پھر وعظ فرمایا بقولہ انی اعظک ان تکون من الجاہلین ۔ جاہل اسکو کہتے ہیں جو تقدیر الٰہی کو بھولا اور اسکی لیاقت والوں کو
سمجھانا مراد یہی کہ میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو سوال کرنے میں خلاف ادب راہ چلے بلکہ ارادہ الٰہی کے موافق ہونا واجب ہے۔ اس میں خواص
عارفین کو تہدید ہے کہ بارگاہ حق میں غیر کی طرف التفات کرنے سے اپنے اسرار کو صاف رکھیں تاکہ مقام احتشام میں مراد الٰہی کے لیے
سر تسلیم جھکائے ہوئے ہوں قاسم رحمہ اللہ نے کہا کہ اہلیت دو طرح کی ہوتی ہے اہل قرابت اور اہل ملت پس پسر نوحؑ کو اہل ملت ہونے سے
منفی کر دیا اور قرابتی ہونے سے نفی نہیں فرمائی ہے قولہ ۔ انی اعظک بعض نے کہا کہ مقصود یہ ہے کہ کیا تو نے نہ جانا کہ میں نے نیک بختوں و
بدبختوں کو ازل میں مقرر کر دیا ہے پھر سر الحکم قضا رد نہیں ہو سکتا اب میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو ان احکام کو کھو دینے والا مت ہو جیو۔ بعض
نے کہا کہ نوحؑ نے مخصوص کر کے اپنے بیٹے کیلئے دعا فرمائی تو گو نہ عتاب کیا کہ میرے تمام بندوں کے درمیان سے خالی اپنے پسر کے لئے دعا فرمائی
پھر نوحؑ نے تضرع و عاجزی کے ساتھ بارگاہ کبریائی میں رجوع کیا بقولہ قال رب انی اعوذ بک ان اسئلک آہ ۔ اس میں بیان ہے کہ جو مانگے اسکے جانے بغیر

اسکا سوال کر بیٹھنا خوب نہین ہوا اور جب آنحضرت کو جو کنا معلوم ہوا تو خضوع و خشوع سے ملتجی ہوئے کہ اے رب اگر یہ ترک ادب تو نہ بخشے اور مجھ پر رحم نہ فرماوے کہ عبودیت مین ربوبیت آسان کرے تو مین ایسے لوگون مین سے ہوجاؤنگا جنھون نے عبودیت مین حقائق معرفت کو گم کیا ابوسعید الخراز نے کہا کہ نوح علیہ السلام نے جو انبیاء اولوالعزم مین سے تھے ساڑھے نوسو برس اللہ تعالیٰ کی بندگی مین نہایت کوشش و نصیحت کی اور طرح طرح کی ایذائین اٹھائین پھر اس کہنے پر کہ رب ان ابنی من اہلی جب عتاب کئے گئے تو خوف کبریائی سے ساری باتین بھول گئے اور سال بھر اس ترک ادب سے رویا کئے یہان تک کہ کہا والا تغفرلی وترحمنی الخ پھر اس بات کہنے سے مدت تک نادم رہے پھر جب نوح علیہ السلام نے کبریا آلٰہی کیلئے خشوع و خضوع کیا تو حق عزوجل نے اُن کو لباس انوار امن و عافیت پہنا یا و فرمایا۔

قِيلَ يٰنُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ

حکم ہوا اے نوح اُتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے اور برکتون کیساتھ تجھ پر اور کتنے فرقون پر تیرے ساتھ والون مین اور کتنے فرقون کو فائدہ دین گے پھر

يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ

پہونچے گی اُنکو ہماری طرف سے دکھ کی مار یہ بعض خبرین ہین غیب کی کہ ہم بھیجتے ہین تیری طرف اُن کو جانتا نہ تھا تو

وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

معانقه ۴ عشر الم

اور نہ تیری قوم اس سے پہلے سو تو ٹھہرا رہ البتہ آخر بھلا ہے ڈر والون کا

قِيلَ يٰنُوحُ - کہا گیا اے نوح یعنی حق تعالیٰ نے وحی فرمائی - اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا - اُتر کشتی سے یا جودی پہاڑ سے ہماری طرف سے سلامتی و امن کے ساتھ - کما قال تعالیٰ سلام علی نوح فی العالمین بعض تفاسیر مین مذکور ہے کہ غرق چونکہ تمام روئے زمین مین عام تھا تو کشتی سے اترنے مین گویا حضرت نوحؑ کو خوف ہوگا کہ کھانے پینے کی کوئی چیز نہین ملیگی لہذا حق تعالیٰ نے سلامتی و عافیت کی بشارت دی اور فرمایا - وَبَرَكٰتٍ اور برکتون کے ساتھ یعنی امن و عافیت جسمانی اور برکات انواع رزق وغیرہ سے عَلَيْكَ تجھ پر - وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ - اور امتون پر تیرے ساتھ والون سے - اگر کہا جائے کہ ممن معک مین من تبعیضیہ ہے پس ساتھ والون مین سے بعض اس امن و برکت مین داخل ہے جواب دیا گیا تین طرح سے - اول آنکہ کشتی مین وحوش و طیور و بنی آدم سب تھے انہین سے وحوش و طیور وغیرہ اُمم کو چھوڑ کر سلام کیساتھ بنی آدم کو تکریم فرمایا - اور اطلاق امت کا اقسام وحوش و طیور وغیرہ پر قرآن و حدیث مین شائع ہے پھر بنی آدم کو بلفظ اُمم تعبیر کرنا اسوجہ سے کہ وے جماعات متفرقہ تھے دوم آنکہ ممن معک سے انکی پشت کی اولاد مع سمیت مراد ہے اور مشہور ہے کہ جو لوگ کشتی مین ان کے ساتھ تھے انکی اولاد نہین ہے اور نوع انسانی اولاد نوحؑ مین منحصر ہوئی اسی سے اُن کو آدم دوم و آدم صغیر کہتے ہین اور وہ آدم سے ہزار برس بعد آٹھوین پشت بعد ہوئے ہین پس مراد اس سے اولاد نوحؑ کی تقسیم بجانب مومن و کافر ہے ورنہ اُن کے ساتھ والے سب مومن تھے سوم ابوالسعود رح نے کہا کہ من بیانیہ ہو سکتا ہے یعنی اُن اُمم پر جو تیرے ساتھ ہین اور جماعات متفرقہ ہونے سے اُن کو بلفظ اُمم تعبیر فرمایا - واضح ہو کہ مشہور یہ ہے کہ دعوت نوح عام تھی تمام روئے زمین کے لوگون کو ایمان لانے کا حکم تھا اسی واسطے کفر و اصرار سے عام طوفان آیا ولیکن مترجم نے سابق مین بعض مقام پر اشارہ کیا ہے کہ عموم دعوت کا کوئی ثبوت نہین اور بعض محققین نے اسی کو مصرح بیان کر کے صحیح قرار دیا ہے اور کلام آلٰہی مانند قولہ ولقد ارسلنا نوحا الیٰ قومہ - شاید ہو کہ دعوت مخصوص بقوم نوح تھی لیکن قوم مذکور کو اسقدر ترقی ہوئی کہ روئے زمین کے پہاڑون و ملکون مین پھیل گئی لہذا طوفان محیط ہوگیا - وعلیٰ ہذا ممکن ہے کہ بعض اقوام جن کی طرف اُنکی بعثت نہین تھی عام عذاب طوفان سے بچے ہون

لہذا چین و ہندوستان و فارس والے جنکو طوفان سے انکار ہے یعنی قائل ہیں کہ عموماً ہم لوگ غرق نہیں ہوئے ہاں ارض بابل وغیرہ ممالک مغرب غرق طوفان ہوئے ہیں تو شاید ایسا ہو اور معنی یہ ہیں کہ یہ لوگ قوم نوح میں سے نہ تھے اور قولہ تعالیٰ وجعلنا ذریتہ ہم الباقین یعنی فی تلک البلاد التی غرقت ۔ یا آنکہ من ذلک القوم پس اس صورت میں اقوام فارس و ہندوستان و چین وغیرہ شاید اولاد نوحؑ سے نہ ہوں لیکن جمہور اہل ادیان اسپر متفق ہیں کہ طوفان عام تھا اور قوم نوح تمام روئے زمین پر پھیلی ہوئی تھی لہذا انکے مقابلہ میں ان چند اقوام کا اعتبار نہیں ہو سکتا خصوصاً اس صورت میں کہ یہ اقوام ان ملکوں میں بعد طوفان کے اولاد نوح سے موجود ہو کر یہاں آباد ہیں پس انکو مشتبہ ہوا کہ یہاں کبھی طوفان نہیں آیا حالانکہ ان کے بسنے سے پہلے جب طوفان آچکا تو ان کے اگلوں کی کتابوں میں کہاں سے مذکور ہوتا فتدبر واللہ تعالیٰ اعلم ۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو سلام و برکات دیں اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ میں تھے بنا بر آنکہ من بیانیہ ہو پس ساتھ والے یا تو یہی مراد ہیں جو کشتی میں سوار تھے اور اس صورت میں کہا جائیگا کہ مشہور یہ ہے کہ ان کے اولاد باقی نہیں رہی اور یا حضرت نوح کی پشت میں انکی اولاد سے قیامت تک کے امم مراد ہیں اور اس صورت میں من تبعیضیہ اولیٰ ہے یعنی ان امتوں میں سے قلیل بعض امم پر برکت و سلامت فرمائی اور یہ امم مسلمہ ہیں پھر باقی امم کافرہ کو بیان فرمایا بقولہ وَأُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ۔ ای ومنہم امم آہ او البواقی امم ۔ اور امم ہیں کہ ہم ان کو متاع دیں گے جس سے وے دنیاوی حیات پوری کریں ۔ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔ پھر پہونچیگا ان کو ہماری طرف سے عذاب دکھ دینے والا یعنی آخرت میں بعد موت کے ۔ اور احتمال ہے کہ یہ معنی ہوں کہ ان میں سے بعض امم ہیں کہ ہم ان کو دنیاوی عیش و آرام دینگے پھر بسبب کفر و شرک و معاصی کے ان کو دنیا و آخرت میں عذاب پہونچیگا اور مصداق اسکے اقوام حضرت صالحؑ و ہودؑ وغیرہ ہیں واللہ اعلم ۔ اور یہاں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ اگر طوفان عام نہ ہو تو حضرت نوحؑ کے ساتھ والوں پر سلامت و برکت کا حکم دیا اور انکو آگاہ فرمایا کہ بقایا دیگر امم ہیں جنکو چند روزہ معاش دنیاوی کے بعد عذاب پہونچیگا اسلیئے کہ وے کافر اقوام ہیں مانند اہل چین و فارس وغیرہ کے ولیکن مبنیٰ اسکا ضعیف ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا حضرت ضحاکؒ سے روایت ہے کہ قولہ علیٰ امم ممن معک آہ یعنی من لم یولد یعنی مراد وہ لوگ ہیں جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکے لیئے برکات واجب فرمائیں کیونکہ علم الٰہی میں انکا جنتی ہونا مقرر تھا اور قولہ امم سنمتعہم یعنی متاع حیات دنیا کے بعد ان کو عذاب ملیگا کیونکہ علم الٰہی میں وے لوگ بدبخت شقی تھے ۔ محمد بن کعبؒ نے کہا کہ اس سلام و برکات میں قیامت تک کے ایمان والے مرد و عورتیں داخل ہیں جیسے عذاب الیم میں قیامت تک کے کافر مرد و عورتیں شامل ہیں ۔ ابن زیدؒ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کے ساتھ انکو نزول کا حکم دیا اور انسے نسل پیدا فرمائی جنمیں سے بعض پر رحمت فرمائی اور بعض پر عذاب کیا بعض نے کہا کہ امم سنمتعہم سے اقوام ہود و صالح و لوط وغیرہ مراد ہیں جو چند سے متاع کے بعد عذاب میں گرفتار ہوئے ۔ یہاں تک قصہ نوحؑ تمام ہوا پھر فرمایا ۔ تِلْكَ ۔ اے قصہ نوح ہیں ۔ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ انباء جمع نبا بمعنی خبر ای من اخبار الغیب ۔ یہ قصہ از اخبار غیب ہے ۔ نُوحِيهَا إِلَيْكَ ۔ جس کو ہم تیری جانب وحی فرماتے ہیں ۔ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ ۔ جسکو نجانتا تھا تو اور تیری قوم یعنی اہل عرب ۔ مِنْ قَبْلِ هَٰذَا ۔ پہلے اس وحی سے یا قرآن سے یا اسوقت سے ۔ اسمیں تنبیہ ہے کہ یہ بڑی قوم جب اس سے غافل تھی تو اکیلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو وحی سے جانا اور کسی سے نہیں سنا ہے لہذا کفار جو آنحضرت صلعم پر بہتان باندھتے کہ لوگوں سے یا جنوں سے قصے سنکر نظم کرتے ہیں اول تحدی و معارضہ رد فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو اسکے مثل ایک ہی سورہ بنا لاؤ اور فرمایا کہ اخبار غیب بکثرت مذکور ہیں کوئی لاؤ پھر جب عاجز ہو کر شرارت و عناد پر آمادہ ہوئے تو انجام کار کی غیبی خبر کے ساتھ حکم دیا بقولہ ۔ فَاصْبِرْ ۔ صبر کر اے محمد صلعم کافروں کی ایذا پر جیسے نوحؑ نے صبر کیا تھا ۔ إِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِينَ ۔ بیشک نیک

انجام دنیا و آخرت مین انھین لوگون کیلئے ہی جو اللہ تعالیٰ پر تقویٰ کرتے ہین چنانچہ انجام کار حضرت نوح و مومنین کو سلامتی و برکات حاصل ہوئین و کفار عذاب دنیا و آخرت مین دائمی گرفتار ہوئے اسمین آنحضرت صلعم کو تسلی اور خوشخبری ہی کہ انجام کو فتح و ظفر آنحضرت صلعم کے واسطے ہو — فی العرائس قولہ تعالیٰ قیل یانوح اہبط بسلام الخ - اشارہ ہی کہ اہبط بسلام یعنی ہبوط بوصف سلام ہو یعنی ہماری صفات و خلق سے متصف ہو کر کشتی حقیقت سے بسلامت نازل ہو کہ پھر اسکے بعد تیرے واسطے سوائے سلامتی کے یہ نہ ہوگا کہ سطوات عظمت مین فنا ہو جاوے کیونکہ ہمارے وصل کی برکت سے تجھے اور تیری برکت سے تیری ساتھی قوم کو عذاب فراق سے نجات ہی پھر آنحضرت صلعم کو کشف انبار الغیب سے تشریف فرمائی بقولہ تلک من انبار الغیب الخ کشف و انبار کے دو مرتبہ ہین - اول ارواح کیلئے اشباح سے پہلے دیوان غیب مین کشف ہی کہ نور غیب سے اسرار مکتوم کو یہ ارواح دیکھتے ہین دوم اشباح مین ارواح کے ہو جانے بعد انکشاف ہو پس اسکو دیکھنا و سننا اس چیز کا حاصل ہوتا ہی جو اشباح مین آنے سے پہلے ارواح نے غیب مین دیکھا تھا پس مکاشفہ تجدید عہد ہی اور مشاہدہ تذکیر عہد ہی اور یہ جو فرمایا ما کنت تعلمہا یعنی وجود روح سے پہلے نہ جانتا تھا اور رہا بعد وجود روح کے جو ہوا اور ہونے والا تھا سب تعلیم الٰہی جان لیا اور اسمین آنحضرت صلعم کو تسلی ہی کہ اولو العزم انبیاء کی اقتدا مین اہل شقاوت سے ایذا برداشت کرین کما قال تعالیٰ فاصبر ان العاقبۃ الخ یعنی تقویٰ کے میدان مین جو لطائف بلا و حقائق وجود عظمت و کبریا کا ظہور ہو اسکی برداشت مین صابر رہو اور ہمت بلند رکھو اور کسی غیر کی طرف نظر و التفات مت کرو کیونکہ جنھون نے میرے سوائے سب سے انقطاع کیا انجام کار انکو میرا وصال و دیدار جمال ہی - شیخ جنید رحؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی و رسول کیواسطے ایک طرف غیب کو کشف فرمایا اور ہمارے پیغمبر حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے انبار الغیب کو کشف فرمایا اور یہ انتہا ر کشف ہی چنانچہ آنحضرت صلعم پر غیب سے وہ امور مکشوف تھے کہ مخلوق مین سے کسی پر کشف ہونا روا نہین ہی اور یہ اسوجہ سے کہ آپ کو امانت عظمیٰ بدرجہ کمال حاصل تھی کیونکہ اسرار کا انکشاف انھین لوگون کو ہوتا ہی جو امین ہین پس جتنا زیادہ امین ہو اتنا زیادہ کشف پاویگا نصرآبادی رحؒ نے کہا کہ عاقبت کی نجات اسکو ملیگی جو ازل مین زیور تقویٰ سے آراستہ ہوا ہی پھر حق تعالیٰ عز و جل نے اپنے رسول ہود علیہ السلام کا و انکی قوم کی ضلالت و عذاب کا حال بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ إِنْ أَنتُمْ

اور عاد کی طرف ہم نے بھیجا اُنکا بھائی ہود بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی تمہارا حاکم نہین سوائے اسکے تم سب

إِلَّا مُفْتَرُونَ ۝ يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۚ

جھوٹ کہتے ہو اے قوم مین تم سے نہین مانگتا اسپر مزدوری میری مزدوری اسی پر ہے جسنے مجکو پیدا کیا

أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا

پھر کیا تم نہین بوجھتے اور اے قوم گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع لاؤ اسکی طرف چھوڑدے تم پر آسمان کی دھاریتا

وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۝

اور زیادہ دے تم کو زور پر زور اور نہ پھرے جاؤ گناہگار ہو کر

یہ قصہ شرارت قوم عاد و اسکی ہلاکت کا ہی اور عاد نام ایک شخص کا ہی اسکے نام سے اس قبیلہ کا نام ہو گیا جیسے تمیم و بکر وغیرہ قبائل عرب کا نام ہی اور کہتے ہین کہ عاد کا نام دو قوم کا ہی اول یہی عاد جو اولاد سام بن نوح سے بت پرست تھے جنکی طرف ہود علیہ السلام مبعوث

ہوئے اور نہایت قوی ہیبت ڈیل ڈول کے مغرور تھے اور دوم عاد جنہیں شداد مطرود اور لقمان مقبول وغیرہ تھے جنہیں صالح علیہ السلام
مبعوث ہوئے پھر نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام کے درمیان آٹھ سو برس کا فرق تھا اور ہود چار سو چونسٹھ برس زندہ رہے فرمایا اللہ تعالیٰ
نے۔ وَإِلَىٰ عَادٍ۔ وارسلنا الی قوم عاد۔ أَخَاهُمْ ای فی النسب لا فی الدین هُودًا۔ اور بھیجا ہم نے قوم عاد کی طرف انکے بھائی کو یعنی انکے نسبی
بھائی کو نہ دینی بھائی کو اور وہ ہود علیہ السلام ہیں۔ قَالَ يَا قَوْمِ ہود نے کہا کہ اے میری قوم۔ اعْبُدُوا اللَّهَ۔ بندگی کرو اللہ تعالیٰ
کی یعنی اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانکر اسی کی عبادت کرو اور بت وغیرہ سے شرک مت کرو۔ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ۔ نہیں تمہارا کوئی
معبود سوائے اسکے یعنی درحقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے تمہارا کوئی معبود نہیں ہے مگر تم نے اپنے گمان پر بتوں وغیرہ کو شرکا و معبودات بنالئے
ہیں۔ إِنْ أَنتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ۔ نہیں ہو تم مگر افترا کرنیوالے یعنی شریک و معبودات بنانے میں اور اس کہنے میں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے
یہاں ہمارے سفارشی و مستحق عبادت ہیں تم اللہ تعالیٰ پر افترا و بہتان و دروغ باندھتے ہو۔ بالجملہ میں نے جو وحی سے تم کو نصیحت کی وہی
حق و تمہارے واسطے بہتر ہے۔ يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ اے قوم میں تم سے نہیں مانگتا عَلَيْهِ اس تبلیغ و نصح خالص پر أَجْرًا۔ کچھ اجرت۔ بلکہ محض
خلوص سے اللہ تعالیٰ کیواسطے تم کو سمجھاتا اور راہ راست بتلاتا ہوں تو ایسی بے غرض نصیحت ضرور سچ و صحیح و ضرور ماننے کیلئے لائق ہے۔ إِنْ أَجْرِيَ
إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي۔ نہیں میری مزدوری و اجرت مگر اسی رب پر جس نے مجھے پیدا کیا یعنی جس نے فضل سے مجھے پیدا کیا اسی سے مجھ
ثواب کی امید ہے اور تم لوگوں سے میں کچھ نہیں چاہتا ہوں أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ بھلا تم کو سمجھ نہیں ہے اگر سمجھو تو صاف نصیحت نیک ہے کیونکہ
اچھی بات جو کوئی سمجھاتا ہے اور کسی طرح کی طمع نہیں رکھتا وہ کیوں جھوٹ بات کہیگا تو عقل والے کو صاف ظاہر ہوگیا کہ یہ شخص بیشک
رسول صادق ہے نہ مکار کاذب۔ پھر قوم کے دلوں پر جو تاریکی چھائی تھی جسنے انکی عقل ہٹائی اسکو دور کرنے کیواسطے توبہ و استغفار کی طرف ارشاد
کیا بقولہ تعالیٰ وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ۔ اے قوم تم مانگو مغفرت اپنے پروردگار سے پھر اسکی طرف رجوع لاؤ یعنی اگلے
گناہوں اور انکی سیاہی دور ہونے کی درخواست کرو اسطرح کہ تم کو طاعات الٰہی کی توفیق دیدی جاوے پھر اسکی طرف صفائی دل سے
رجوع لاؤ۔ چونکہ انکو متاع دنیا کی طرف رغبت زیادہ تھی اور طاعات سے یہاں بھی بھلائی ملتی ہے تو ترغیب دلائی کہ تمہاری اس اطاعت
و طاعات کا نتیجہ یہ ہوگا کہ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا۔ یہ جواب امر ہے اور معنی یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار و توبہ کرو وہ ارسال فرمائیگا
تم پر سما یعنی سحاب کو مدرار یعنی کثرت سے دردر والا یعنی پے درپے کثرت سے برسنے والا پانی تم پر برسادیگا۔ واضح ہو کہ قوم ہود کھیتی و باغوں کی
کثرت تھی اور یمن و شام کے درمیان بستی تھی ضحاک نے کہا کہ تین برس مینہ نہیں برسا جس سے قحط ہوگیا بس ہود نے انکو استغفار و توبہ کی
نصیحت کی یعنی ایمان و طاعت کی مگر وہ اور زیادہ سرکش ہوئے اگر کہا جاوے کہ سما مؤنث ہے تو مدرارۃ بتانیث چاہیے جواب یہ کہ مدرار
صیغہ مبالغہ ہے جسمیں تذکیر و تانیث یکساں ہے بدون تا کے یا سما سے مراد سحاب و مطر ہے جو مذکر ہے۔ وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ۔ اور
بڑھادیگا تمہاری قوت پر قوت۔ یہ لوگ بڑے قوی تھے تو زیادہ قوت کا وعدہ دیا۔ یا مراد یہ کہ فراخی پر فراخی یا عزت پر عزت بڑھائے گا
عکرمہ سے روایت ہے کہ مراد اولاد پر اولاد ہے کہ تیس برس سے انکی عورتیں بانجھ ہوگئی تھیں انکے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ بالجملہ انکو اپنے پروردگار
کی بندگی و طاعت پر دین و دنیا کی بہتری کا وعدہ فرمایا اور گنہگاری سے منع فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ۔ اور منہ مت موڑو
اس حال میں کہ تم مجرم ہو یعنی کفر پر اڑے ہوئے رہکر میری نصیحت سے منہ موڑ و ایسا مت کرو۔ فی العرائس فی اشارات قولہ ویٰقوم
استغفروا ربکم الآیۃ یعنی استغفار کرو اپنے پروردگار کو چھوڑ کر غیر کی طرف نظر رکھنے سے اور رجوع ہو اسکی طرف اپنے نفوس کو چھوڑ کر اور اپنی

طاعت پر نظر کرنے سے تو باران قدم سے انوار تجلیات تمہارے دلوں پر برسین گی اور تمہاری ارواح کو بستان قدس و ریاض انس مین طیران کی قوت حاصل ہوگی اور یہ قوت اس طرح ہوتی ہے کہ روح کو بحر سرمدیت و ازلیت سے اور مشاہدہ ذات و صفات پاک سے زلال دوام بقا حاصل ہو کر لیاقت و قوت مشاہدہ حاصل ہو جاتی ہے حاصل آنکہ نفس جبتک فانی ہو کر باقی بقاء حق عزوجل نہو جاوے تب تک بے قوت و مردہ ہے۔ قوم نے نہایت غباوت و جہالت سے جواب دیا کما قال تعالیٰ۔

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○

بولے اے ہود تو ہم پاس کچھ سند لیکر نہیں آیا اور ہم نہیں چھوڑنیوالے اپنے ٹھاکروں کو تیرے کہے سے اور ہم نہیں تجھکو ماننے والے

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا

ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تجھکو جھپٹ لیا ہے کسی ہمارے ٹھاکروں نے بری طرح بولا میں گواہ کرتا ہوں اللہ کو اور تم گواہ رہو

اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ○ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ

کہ میں بیزار ہوں ان سے جنکو شریک کرتے ہو اسکے سوائے سو بدی کرو میرے حق میں سب ملکر پھر مجھکو فرصت نہ دو میں نے بھروسہ کیا

عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

اللہ پر جو رب ہے میرا اور تمہارا کوئی نہیں پاؤں دھرنیوالا مگر اسکے ہاتھ میں ہے چوٹی اس کی بیشک میرا رب ہے سیدھی راہ پر

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ؕ

پھر اگر تم پھر جاؤگے تو میں پہونچا چکا جو میرے ہاتھ بھیجا تھا تم کو اور قائم مقام تمہارے کریگا میرا رب کوئی اور لوگ

وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْئًا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ○

اور نہ بگاڑ سکوگے اسکا کچھ تحقیق میرا رب ہے ہر چیز پر نگاہبان

قَالُوْا - کافروں نے عناد و بدبختی سے کہا کہ یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ - اے ہود تو نہیں آیا ہمارے پاس کوئی روشن دلیل اپنے ساتھ لئے ہوئے یا تو نہیں لایا کوئی کھلی حجت ہمارے پاس یعنی اس امر کی واضح دلیل نہیں لایا کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اسی کی عبادت فرض اور بتوں وغیرہ کا ترک فرض ہے۔ تمام معجزات سے منہ موڑ لیا اور خالی حضرت ہودؑ کا زبانی دعویٰ قرار دیا۔ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا اور ہم نہیں ہیں ترک کرنیوالے اپنے آلہہ معبودوں بتوں کو عَنْ قَوْلِكَ تیری بات کے سبب سے یا تیری بات سے وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ - اور ہم نہیں ہیں ایمان لانیوالے تجھ پر یعنی تیری تصدیق کبھی نہیں کریں گے اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ یقال عراہ الامر و اعتراہ اذا الم به اصابه - ہم کچھ اور نہیں کہتے مگر یہی کہ پہونچایا تجھکو بَعْضُ اٰلِهَتِنَا - ہمارے بعض معبودوں نے - بِسُوْٓءٍ برائی یعنی جنون کو یعنی ہم کو یہی یقین ہے کہ تو نے جو ہمارے آلہہ کو برا کہا تو ان میں سے کسی نے تجھکو مجنون کر دیا ہے جس سے تو خلاف عقل باتیں کرتا ہے جو ہمارے نزدیک بغیر حجت ہیں و فیہ ہو کہ اللہ عزوجل جب کسی کو مطرود فرماتا ہے تو وہ اپنی رائے و گمان کو جو ایک دائرہ میں محیط ہے ایسا دندھا دیتا ہے کہ تمام حکمت آلہیہ کو محیط ہو جاوے اور یہی مکر قدم ہے حالانکہ قوم ہود کے احمق تو بالکل عقل کے دشمن تھے جو تو تکو مجنون کرنیوالا اور نفع و ضرر دینے والا خیال کرتے تھے لہذا حضرت ہودؑ نے جواب ایسا دیا کہ مجکو سوائے حق تعالیٰ کے کسی پر بھروسہ نہیں کیونکہ وہی نفع و ضرر دینے والا ہے لہذا تم لقین کے طور پر میرے ضرر کی فکر کرو چنانچہ کما بقوله قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ فرمایا کہ میں اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کو گواہ کرتا ہوں وَاشْهَدُوْٓا اور تم بھی گواہ رہو کہ اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ - بیشک میں بری ہوں اس چیز سے جو تم

شرک کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اگر مما میں ما مصدریہ ہے تو یہ معنی کہ تمہارے شرک کرنے سے اللہ تعالیٰ کیساتھ غیر کو۔ فَكِيدُونِي جَمِيعًا سو تم مکر و فریب کرو میرے ساتھ میرے قتل کرنے و بُرائی پہونچانے پر تم و تمہارے آلہہ سب کے سب۔ ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ۔ پھر تم مجھے کچھ مہلت مت دو بلکہ فوراً کر گزرو جو تمہارے خیال میں آئے یہ صاف معجزہ ہے کہ تم کو یا تمہارے آلہہ کو کچھ قدرت نہیں ہے۔ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم۔ میں نے بھروسہ کیا اللہ تعالیٰ قادر قاہر ذوالجلال پر جو میرا رب و تمہارا رب ہے۔ اسی کے بھروسے پر میں نے یہ دعویٰ کیا ہے ورنہ مجھ میں بھی کوئی قدرت نہیں ہے کیونکہ اسنے فرمایا ہے کہ من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ۔ اسلیے کہ ہر چیز اسی کے قبضہ قدرت میں ہے لہذا فرمایا مَا مِن دَابَّةٍ من زائدہ بغرض استغراق نفی نہیں کوئی دابہ۔ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ مگر وہی رب قاہر پکڑے ہے انکی پیشانی کو یعنی ہر دابہ کی پیشانی اسکے قبضہ قدرت میں ذلیل ہے کسی کو طاقت نہیں کہ اسکے حکم سے سرتابی کر سکے پھر تمہارے یا تمہارے معبودوں یا تمام عالم کی کیا طاقت ہے کہ اسکے بندہ مطیع کو بدون اسکی مشیت کے ستاویں۔ إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔ بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے یعنی حق عادل ہے جو چیز جسطرح پیدا فرمائی ہے بعدل و انصاف ہے اور اس چیز سے جو صادر ہوگا جسکے لیے اسکو پیدا کیا اسیواسطے تم ایمان سے انکار کرتے ہو اور صاف کہتے ہو کہ ہم کبھی ایمان نہیں لاوینگے۔ فَإِن تَوَلَّوْا۔ پس اگر تم اعراض کرو یعنی ایمان سے منہ موڑے پڑے رہو اور کبھی نہ مانوگے تو مجھے تمہارے ایسے رہنے پر اپنے حق میں کچھ ڈر نہیں۔ فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ کیونکہ بیشک میں نے تم کو پہونچا دیا وہ پیغام الٰہی جسکے ساتھ میں تمہارے پاس بھیجا گیا تھا اور یہی مجھ پر واجب تھا اب تم نے جو اصرار کیا ہے تو حجت الٰہیہ تمام ہونیکے بعد کیا لہذا عذاب سے مٹائے جاؤگے۔ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔ اور میرا رب لاویگا بجائے تمہارے کسی دوسری قوم کو جو تمہارے دیار و اموال کے مالک ہونگے اور خبردار رہو کہ تم کچھ نہیں کر سکتے ہو۔ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا۔ اور تم اسکا کچھ نہیں بگاڑوگے بلکہ اپنی دنیا و آخرت خراب کرکے دائمی عذاب اُٹھاؤگے اور اگر عذاب آیا تو بیشک تم اسی لائق ہو۔ إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ۔ میرا رب ہر چیز پر حفیظ ہے۔ وہی رقیب و مہیمن ہے ہر چیز اسکے حفظ و علم میں ہے جو جس لائق ہے اسکو وہی پہونچاتا ہے۔ ف۔ فی العرائس۔ قولہ قال انی اشہد اللہ واشہدوا الخ میں جلال ازل میں ڈوبا ہوا ہوں وہی میرا مشہود و معبود ہے پس میں اسکے سوائے ہر ایسی چیز سے بری ہوں جو اسکے سوائے بتلاتے ہو اور اپنی قوت و طاقت سے بھی اور تمہاری طرف نظر کرنے سے بھی بری ہوں تم اسکی بادشاہت میں ایک ذرہ قدرت نہیں رکھتے ہو اور اگر تم کو کچھ دعوی ہے تو ہر حیلہ سے مجھ پر اپنا مکر پھیلاؤ دیکھو کہ کچھ بھی کر سکتے ہو اور مجھے تو اپنی نبوت و رسالت میں اپنے رب پر وثوق ہے کہ میں اسکی طرف سے معجزات پر ہوں اور وہ پاک تعالیٰ ہر بندہ صادق کیلئے اپنا فضل فرماتا ہے اسیواسطے کہا۔ انی توکلت علی اللہ ربی وربکم۔ میری پرورش انوار مشاہدہ و لطائف وصل سے فرماتا ہے اور تمہاری پرورش تمہارے ایجاد کرنے و ظاہری غذاؤں سے فرماتا ہے۔ پھر وصف کیا کہ میرا رب ذوالجلال قادر ہر ذرہ پر محیط ہے بقولہ ما من دابة الا ہو آخذ بناصیتہا۔ ید القدم سے ہر مخلوق کا ناصیہ پکڑ کر اسکو جبروت کیساتھ عدم سے وجود میں لایا اور پھر قدرت قہاری سے ہر چیز کو وجود سے عدم میں لیجاتا ہے اور ہر چیز کو اسکی لیاقت کے موافق غذا ظاہری سے یا تجلی افعال و آیات و صفات و ذات سے غذا دیتا ہے پس ارواح کو غذا تجلی ذات اور قلوب کو مشاہدہ صفات اور عقول کو مشاہدہ انوار افعال و آیات ہے اور نفوس کو عنصریات غلیظہ سے غذا ہے۔ ان ربی علی صراط مستقیم یعنی راہ ربوبیت پر ہے جسکی مبادی صحاری ازل و ابد میں ہیں اور مجھے آسان طریقہ پر جو کہ طریقہ علم ذات و صفات ہے اور وہی طریق مستقیم ہے روان کرتا ہے کیونکہ جمیع احوال میں قلوب اولیا پر تجلی فرماتا ہے اور وے اسی راہ سے چلتے ہیں۔ علی صراط مستقیم وہی ہادی الا مستقیم

ہے کیونکہ حوادث وکائنات کی کجی وتغیر سے پاک ہی۔ واسطی رح نے قولہ فکیدونی جمیعا میں کہا کہ ہود علیہ السلام پر اسوقت میں وصلت و قربت غالب تھی اور بہت خوب مقام ہی کیونکہ وہ محل حضور و مجلس قربت ہے۔ اسیواسطے بالکل بس مشاہدہ وحدت میں کسی غیر کی پروا نہ فرمائی اور قصہ لوط علیہ السلام میں ہی لو ان لی بکم قوۃ او آوی الی رکن شدید۔ یہ نطق لوط علیہ السلام نطق طبعی تھا انھون نے اسوقت میں اپنا حال و وقت دان سے اشتغال نہ کیا قال المترجم حدیث میں آنحضرت صلعم نے فرمایا ہی رحم اللہ لوطا الحدیث فلیتامل بعض مشائخ نے کہا کہ جو بندہ قبضۂ حق و سرادق عزت وہیبت میں ہوا اسکو کسکی طاقت ہی کہ ایذا پہونچا سکے بلکہ کیدا سی کو پہونچتا ہی جو مخالفت کے راستہ پر چلتا ہی بعض مشائخ نے کہا کہ قولہ ما من دابۃ بھلا تجکو کیا قوت و قدرت ہوسکتی ہی جبکہ تیری ہستی وبقا رقبضۂ قدرت حضرت ذوالجلال میں ہی بعض کا قول ہی کہ جسنے انا کہا یعنی میں ہون تو اُسنے قبضۂ قدرت حق سے منازعت کی۔ بالجملہ جب ہود علیہ السلام سے کافرون نے اصرار سے انکار کیا تو اُنھون نے جان لیا کہ یہ سب ہلاک ہون گے چنانچہ ان کے جواب میں اشارہ کیا اور وہی واقع ہوا لقولہ تعالیٰ۔

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ

اور جب پہونچا ہمارا حکم بچا دیا ہم نے ہود کو اور جو یقین لائے تھے اُسکے ساتھ اپنی مہر سے اور بچا دیا اُن کو

عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَتِلْكَ عَادٌ ۟ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ

ایک گاڑھی مار سے اور یہ تھے عاد منکر ہوئے اپنے رب کی باتون سے اور نہ مانے اُس کے رسول

وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ

اور مانا حکم اُنکا جو سرکش تھے مخالف اور پیچھے پائی اُس دنیا میں پھٹکار اور

الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ۝

قیامت کے دن سُن لو عاد منکر ہوئے اپنے رب سے سُن لو پھٹکار ہے عاد کو جو قوم تھی ہود کی

وَلَمَّا جَآءَ اور جب آیا اَمْرُنَا حکم ہمارا قوم ہود کے ہلاک ہونے کا یا ہمارا امر یعنی دنیاوی عذاب جو متصل بعذاب آخرت ہی اور وہ ہوا تند سے قوم ہود کا ہلاک ہوکر دار البوار میں پڑنا نَجَّيْنَا هُوْدًا انجات دی ہم نے ہود علیہ السلام کو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور ان لوگون کو جو اُسکے ساتھ میں ایمان لائے اور وے چار ہزار تھے بِرَحْمَةٍ مِّنَّا۔ اے برحمۃ عظیمۃ کائنۃ منا۔ اپنی طرف سے بڑی رحمت کیساتھ کیونکہ عذاب نازل ہونے پر وہی بچتا ہی جسپر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو بعض نے کہا کہ وہ ایمان تھا جو ان لوگون کو توفیق سے عطا ہوا تھا اور اشارہ ہی کہ نجات محض رحمت الٰہی دی ہی کسی کو اپنے افعال پر کیسے ہی نیک ہون کچھ بھی گھمنڈ نہین کرنا چاہئے وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ۔ اور نجات دی ہم نے انکو عذاب سخت شدید سے اور وہ عذاب آخرت ہی یہان مختصر قصہ ہود تمام ہوا اور پہلے تفصیل سے گذر چکا ہی پھر قوم عاد سے عبرت کو بیان فرمایا لقولہ وَتِلْكَ عَادٌ۔ اسم اشارہ مونث اس اعتبار سے کہ عاد قبیلہ ہی چنانچہ کسائی نے کہا کہ بعضے عرب لفظ عاد کو قبیلہ کا نام کرکے غیر منصرف رکھتے ہین مراد اس سے قوم عاد کے آثار و قبور و شہر ہین جہان قریش و عرب کا گذر ہوتا تھا تو عبرت حاصل کر لینے کو فرمایا کہ یہی عاد ہین جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ جنھون نے انکار کیا اپنے رب کی نشانیون و آیات سے یعنی ایسی واضح آیات کا انکار کرتا گویا جان بوجھکر انکار و جحد ہی بعض نے کہا کہ آیات معجزات ہین وَعَصَوْا رُسُلَهٗ اور نافرمانی کی اُسکے رسولون کی یعنی اکیلے ہود علیہ السلام سے انکار گویا تمام رسولون سے انکار ہی کیونکہ رسول باہم رسالت میں یکسان ہین اور

عہد ازل میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی اتباع کرنے کا عہد لیا تھا یا بجملہ رسل جمع فرمایا حالانکہ سوائے ہود کے دوسرا رسول اسوقت نہ تھا تو اسکی دو دلیلیں ہیں ایک یہ کہ ہود سے انکار گویا سب رسولوں سے انکار ہے دوسرے یہ کہ ہود کیلئے ضمیر جمع بطریق تعظیم ہے بعض نے کہا کہ ہود اور اُن سے پہلے سب رسولوں سے انکار کیا اور بعض نے کہا کہ اس حالت پر تھے کہ اگر اُن کے پاس متعدد رسل بھیجے جاتے تو سب انکار کرتے لہذا رسولوں سے منکر ہوئے وَاتَّبَعُوْا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ - جبار تکبر کرنیوالا اور عنید سرکش جو حق بات نہ ماننے اور ظلم کرے قتادہؒ نے کہا کہ عنید مشرک ظاہر المشرک بدرجہ اولیٰ عنید میں شامل ہے یا یہاں کی مراد بیان فرمائی ہے یعنی پیروی کی عوام قوم عاد نے ہر متکبر مشرک کے حکم کی یعنی ان میں کے رذیلوں نے اپنے مالداروں و ثروت و قوت والوں کی پیروی کی - وَاُتْبِعُوْا اور پیچھے لگا دیئے گئے قوم عاد کے رذیل و مالدار سب کے سب - فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً اس دنیا میں لعنت وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور قیامت کے روز یعنی اس دنیا میں اور آخرت میں ان پر لعنت یعنی رحمت سے دوری لاحق ہوئی اور مراد یہ کہ دنیا و آخرت میں لعنت اُن سے کبھی جدا نہو گی - سدیؒ نے کہا کہ عاد کے بعد جو نبی مبعوث ہوا اُس نے اس قوم پر لعنت فرمائی - قتادہؒ نے کہا کہ لعنت دنیا اور لعنت آخرت سے ان پر پے در پے لعنت ہوئی - اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ - خبردار ہو کہ عاد نے ناشکری کی اپنے پروردگار کی - اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ - خبردار ہو کہ رحمت سے دوری یا ہلاکت ہے عاد کیلئے جو ہود علیہ السلام کی قوم تھی دو مرتبہ تکرار میں مبالغہ و تاکید ہے

پھر عاد دوم کا حال فرمایا - بقولہ تعالےٰ -

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ هُوَ اَنْشَاَكُمْ

اور ثمود کی طرف بھیجا اُنکا بھائی صالح بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی حاکم نہیں تمہارا اسکے سوائے اُسی نے بنایا تم کو

مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ

زمین سے اور بسایا تم کو اُسمیں سو بخشواؤ اُس سے اور اُسکی طرف آؤ تحقیق میرا رب نزدیک ہے

مُّجِيْبٌ ۝ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ

قبول کرنیوالا بولے اے صالح تجھ پر ہم کو اُمید تھی اس سے پہلے تو ہمکو منع کرتا ہے کہ پوجیں جن کو پوجتے رہے

اٰبَاۗؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝

ہمارے باپ دادے اور ہم کو تو شبہ ہے اُسمیں جس طرف تو بلاتا ہے ایسا کہ دل نہیں ٹھہرتا

عاد ثانیہ یہی قوم صالح ہے جسکا نام ثمود ہے اور حجر میں جو شام و مدینہ منورہ کے درمیان ہے رہا کرتے تھے کما قال الشیخ المحلی فی سورۃ النجم اور قراء نے ثمود کی قرأۃ میں اختلاف کیا پس بعض مقام پر ثمود کو قبیلہ کا نام قرار دیکر غیر منصرف اور بعض مقام پر گروہ و قوم کے معنی پر منصرف پڑھا - پھر حضرت ہود اور حضرت صالح کے درمیان سو برس کا زمانہ گذرا تھا اور صالح ۲۸۰ دو سو اسی برس زندہ رہے اور اُنکی قوم بھی عذاب سے ہلاک ہوئی چنانچہ یہاں سے زیادہ تفصیل اسکی سورۂ اعراف میں گذری ہے بیان فرمایا - وَاِلٰى ثَمُوْدَ اور بھیجا ہم نے ثمود کی طرف اَخَاهُمْ اُنکے بھائی کو جو نسبتی رشتہ سے اُنکا بھائی تھا اور وہ صٰلِحًا صالح علیہ السلام تھے - قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ - کہا کہ اے قوم توحید کرو اللہ تعالیٰ کی اسکے سوائے تمہارا کوئی الٰہ نہیں ہے کیونکہ اسکے سوائے کوئی تمہارا خالق و مالک و منعم و سب کمال و قدرت والا نہیں ہے - هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ - اُسی نے تم کو پیدا کیا زمین سے کیونکہ آدم علیہ السلام کا جسم

زمین سے بنایا پھر آدم سے سب آدمی پیدا ہوئے ۔ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا اے اعمرکم فی الارض اور کر دیا تم کو اس زمین کے آباد کرنے اور بسنے والے ضحاکؒ نے کہا کہ تم کو دراز عمر دی زمین میں چنانچہ تین سو برس سے ہزار تک جیتے تھے بعض نے کہا کہ استعمرکم یعنی تم کو زمین میں عمارتیں بنانے و درخت لگانے سے عمارت کا حکم دیا ۔ حاصل آنکہ تم کو پیدا کرنے و نعمتیں دینے والا وہی ہے فَاسْتَغْفِرُوهُ سو تم اس سے مغفرت مانگو کیونکہ جہالت سے تم نے خالق کو چھوڑ کر بتوں وغیرہ کی عبادت کی اور یہ جائز نہ تھا لہٰذا اس سے درخواست کرو کہ اے رب ہمارے جو کچھ ہم نے جہالت کی کہ غیر کو پوجا اسکو تو اپنے کرم سے معاف کر دے تاکہ تم پاک ہو جاؤ ۔ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۔ پھر تم اسکی طرف رجوع لاؤ تاکہ تم کو کمالات انسانی و نعمت دنیا و آخرت کی پاکیزہ زندگانی ملے ۔ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُجِيبٌ ۔ بیشک میرا رب قریب مجیب ہے یعنی استغفار و توبہ و دعا کا قبول کرنیوالا اور جلد قبول کرنیوالا ہے یا علم اسکا قریب محیط ہے سب کی دعا سنتا ہے اور بڑا قبول کرنیوالا ہے ۔ قَالُوا يَا صَالِحُ ۔ قوم والے بولے کہ اے صالح قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا ۔ تو تھا ہم میں اُمید لگایا گیا یعنی ہم تیری نیکی و سچائی و خوبی دیکھ کر اُمید لگائے تھے کہ دنیا حاصل کرنے اور بتوں کی پجاری بنانے میں تجھ سے قوت و مدد پاویں گے یعنی دنیا حاصل ہونے میں ہم کو تجھ سے مدد کی اُمید تھی کیونکہ صالح علیہ السلام اسی قوم میں سے ضعیفوں کی خبر گیری کرنیوالے و فقیروں کی حاجتیں روا کرنیوالے تھے لہٰذا ان لوگوں نے کہا کہ تو ہم میں اُمید کیا گیا تھا قَبْلَ هَذَا اس سے پہلے یعنی نبوت کا دعوی کرنے اور فقط ایک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم کرنے سے پہلے ہم کو تجھ سے بھلائی قوم کی اُمید تھی جب حضرت صالحؑ نے ان کے بتوں کی مذمت فرمائی تاکہ سمجھکر بت پرستی چھوڑیں تو اُنھوں نے نہ مانا اور اُن سے اُمید توڑ لی اور تعلیم توحید و بتوں کے ترک سے انکار کیا بقولہ ۔ أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا ۔ بھلا تو ہم کو منع کرتا ہے اس بات سے کہ ہم وہی پوجیں جو ہمارے باپ دادے پوجتے تھے یعنی جو کچھ دے کرتے آئے انھیں کی تقلید کرنے میں ہمارا اطمینان ہے وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ۔ اور ہم تو بڑے شک میں پڑے اس چیز سے جسکی طرف تو ہم کو بلاتا ہے مریب از ارابہ یریب ایسا کام کرنا جو ریب کو پیدا کر دے یعنی جس سے اطمینان نہیں بلکہ اضطراب ہو ۔ کفار ثمود کو حضرت صالحؑ کا توحید سکھلانا ایسا کام معلوم ہوتا تھا جو ان کو شک میں ڈالے باوجودیکہ توحید کھلی ظاہر ہے اور شک بھی ایسا کہ جو مریب ہو یعنی مضطرب و بے اطمینانی میں ڈالنے والا ہو اور باپ دادے کی تقلید پر بت پرستی کرنے میں بڑا اطمینان تھا حالانکہ شرک بہت ظاہر بدی ہے یہی حال تمام دنیا چاہنے والوں کا ہے جنکو ہدایت نصیب نہیں ہوئی اگرچہ اپنے نزدیک بے لوگ بڑے عقیل بنیں پھر حضرت صالحؑ کا جواب فرمایا ۔

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ

بولا اے قوم بھلا دیکھو تو اگر مجھ کو سوجھ مل گئی اپنے رب سے اور اُسنے مجکو دی مہر اپنی طرف سے پھر کون میری مدد کرے اللہ کے سامنے

إِنْ عَصَيْتُهُ فَمَا تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ

اگر اسکی بیحکمی کروں سو تم کچھ نہیں بڑھاتے میرا سوائے نقصان کے

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ ۔ ابن عطیہؒ نے فرمایا کہ رویت سے یہاں رویت قلبی مراد ہے جو متعدی بدو مفعول ہوتی ہے مانند رایت زیداً فاضلاً یعنی میں نے زید کو فاضل دیکھا پس یہاں آگے جملہ شرط و جزا بجائے اسکے دو مفعول کے ہے ۔ شیخ وغیرہ نے فرمایا کہ ارایتم بمعنی اخبرونی ہے یعنی متضمن معنی اخبار ہے ورنہ جملہ شرطیہ قائم مقام دو مفعول نہیں ہوتا ہے ۔ یعنی حضرت صالحؑ نے کہا کہ اے قوم مجھے آگاہ کرو کہ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي ۔ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے بینہ پر ہوں یعنی روشن واضح حجت لایا ہوں ۔ وَآتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً ۔

اور اسنے دی ہو مجھے اپنی طرف سے رحمت یعنی نبوت۔ کافرون کے شک دور کرنے کا جواب دیا کہ تمھین ایسی صورت مین بھی شک ہوگا کہ مجھے اللہ تعالی کی طرف سے معجزات ونبوت حاصل ہو اگر کہا جاوے کہ حرف ان کنت مستعمل بمقام شک ہوتا ہو تو جواب یہ ہو کہ بیشک حضرت صالح کو یہ باتین بالیقین حاصل تھین مگر بحرف شک بیان کرنا دو وجہ سے ہو یا تو کافرون کی رسی ڈھیلی کرنے کے طور پر تھا کما قال الخفاجی اور یا اسلیے کہ قوم کی حالت پر اعتبار کیا کیونکہ اُنھون نے اپنا شک صاف بیان کر دیا تھا۔ فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ پھر کون مدد کرکے بچاویگا مجھے اللہ تعالی سے یعنی عذاب الٰہی سے مجھے کوئی بچانے والا نہین۔ اِنْ عَصَيْتُهُ۔ اگر مین اسکی نافرمانی کرون یعنی اسطرح کہ مثلاً اُسکا پیغام اسکی مخلوق کو نہ پہونچاؤن اور تمھارا ساتھ دون ینصرنی مستعمل اپنے معنی کے لازم مین یعنی منع کے معنی مین مستعمل ہوا لہٰذا حرف من سے متعدی ہوا۔ ان عصیته۔ اگر مین نے اسکی نافرمانی کی یعنی اللہ تعالی عزوجل کا پیغام توحید تم کو پہونچانے اور اشراک سے تمکو منع کرنے ہین۔ الحاصل اگر تم کو توحید پہونچانے اور اشراک سے منع کرنے کا کام جسکے واسطے مین بھیجا گیا ہون نہ کرون تو مجھے عذاب الٰہی سے کون بچاویگا۔ فَمَا تَزِيدُونَنِي سو تم مجھے کچھ نہین بڑھاتے ہو اپنے قول سے غَيْرَ تَخْسِيرٍ۔ سوائے تخسیر کے یعنی نافرمانی سکھلاتے ہو جس سے اللہ تعالی کی نعمت قبولیت جو مجھکو حاصل ہو وہ جاتی رہے اور مین سخت خسارہ اُٹھاؤن۔ فی السراج اور شیخ حسن بن الفضل نے کہا کہ حضرت صالح علیہ السلام کچھ بھی خسارہ مین نہ تھے جو یہ معنی ٹھیک ہون کہ خسارہ کے سوائے نہین بڑھاتے ہو بلکہ یہان تو فقط یہ معنی ہین کہ تم مجھے کچھ نہین بڑھاتے سوائے اسکے کہ مین تم کو کہون کہ تم سخت خسارہ مین ہو۔ المترجم توجیہ یہ کہ تفعیل باب تفعیل سے بمعنی نسبت باخذ کے مصدر محذوف ہو اے انسبکم الی الخسران یعنی سوائے اس بات کے کہ مین تمھین خسران کی جانب نسبت دون اور بیضاوی وغیرہ نے دونون معنی ذکر کیے کیونکہ شیخ کا اعتراض ساقط ہو اور معنی یہ ہین کہ تم اپنی حکمتی باتون سے مجھے کچھ فائدہ نہین دیتے سوائے اسکے کہ اگر مانون تو مجھے خسارت پہونچے اگرچہ ابھی تک بفضل الٰہی تعالی نعمت ہو فائدہ۔ امر معروف اور نہی منکر عموماً انبیاء علیہم السلام پر جن کے لیے بھیجے گئے تھے فرض تھا خواہ مانین یا نہ مانین اور اب مومنین پر اس تفصیل کے ساتھ ہو جو فتاوی ہندیہ مین مذکور ہو اور اصح یہ ہو کہ جو مومنین وارث انبیا یعنی علما ہین ان پر بھی مطلقاً واجب ہو بدلیل قولہ تعالی یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر الآیۃ بمقابلہ منافقین کے جو اسکے برعکس ہین بغیر ازینکہ ان مین سے جو ہاتھ وزبان سے منع نہ کر سکے اسکا دلی انکار بوجہ عدم معجزہ کے گویا وہان موجود نہو نیکے مثل ہے علی ما جاء فی الاحادیث المرفوعۃ وقد مر البحث فی مواضع مما سبق فتذکر چونکہ قوم نے حضرت صالح علیہ السلام سے ایک پہاڑ سے اونٹنی معجزہ مانگی تھی جو آخر باعث ہلاک قوم ہوئی اشارہ فرمایا بقولہ تعالی۔

وَيَٰقَوْمِ هَٰذِهِۦ نَاقَةُ ٱللَّهِ لَكُمْ ءَايَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِىٓ أَرْضِ ٱللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا

اور اے قوم یہ اُونٹنی ہو اللہ کی تم کو نشانی سو چھوڑ دو اُسکو کھاتی پھرے اللہ کی زمین مین اور نہ چھیڑو اسکو

بِسُوٓءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ۝ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا۟ فِى دَارِكُمْ

بری طرح تو پکڑیگا تم کو عذاب نزدیک سا پھر اُسکے پاؤن کاٹے تب کہا برت لو اپنے گھرون مین

ثَلَٰثَةَ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۝ فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا

تین دن یہ وعدہ ہے جھوٹا نہ ہوگا پھر جب پہونچا حکم ہمارا بچادیا ہم نے

صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ

صالح کو اور جو یقین لائے اُسکے ساتھ اپنی مہر کر کر اور اُس دن کی رسوائی سے تحقیق

رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا

تیرا رب وہی ہے زور آور زبردست اور پکڑا اُن ظالموں کو چنگھاڑنے پھر صبح کو رہ گئے

فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۝ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا

اپنے گھروں میں اوندھے پڑے جیسے کبھی رہے نہ تھے اُس میں سن لو ثمود منکر ہوئے

رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ۝ ع ۸

اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہے ثمود کو

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً ۔ نصب آیۃ بنا بر حالیت و عامل معنی اشارہ اور لکم اُسکا حال اور بسبب نکرہ ہونے کے مقدم ہے ۔ کذا قال البیضاوی رح والکواشی والعکبری ۔ اور بعض نے اُس کے ذو الحال ہونے سے انکار کیا اور واحدی رحمہ اللہ نے کہا کہ آیۃ بمعنی والہ ہو کر ذو الحال ہو سکتی ہے اور بعض نے کہا کہ اولی یہ کہ لکم میں معنی اشارہ نے عمل کیا اور آیۃ اسکی ضمیر مستتر سے حال ہو الپس ہر دو حال متداخل ہوئے ۔ تفصیل اس ناقہ کے نکلنے اور اسکے قد و قامت و معاملت و مسکن و مشرب وغیرہ حالات کی سورۂ اعراف میں مذکور ہو چکی ہے ۔ فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ جزم تاکل بجواب ذروا صیغۂ امر ہے ارض اللہ باعتبار حقیقت کے ہے کیونکہ کل مخلوقات الٰہی ہر طرح اسی کی ہے اور مخلوق کو اسکے حکم کے موافق ان اشیاء سے انتفاع کی اجازت ہے اور اصل یہ ٹھہری کہ جن اشیاء کی ممانعت نہیں فرمائی خواہ صریح یا بقاعدۂ شرعی تو وہ مباح ہیں اسی سے تنباکو پینا و کھانا مباح کہا جاتا ہے کیونکہ کراہت پر دلیل قائم نہیں ہوتی بخلاف افیون و بھنگ وغیرہ کے المعنی اور کہا کہ اے قوم یہ ناقۃ اللہ ہے درحالیکہ تمھارے لئے وہ ایک نشانی ہے سو اسکو چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرے اور پانی پئے ۔ کہتے ہیں کہ نہایت دراز قد و جسیم سے انکے جانور اسکی صورت دیکھکر بھاگتے اور ایک نالے سے تالاب پر جاکر سب پانی پی جاتی کہ پھر بغیر دوسرے روز سوتوں سے پانی جمع ہوئے اُن لوگوں کو پانی نہ ملتا لیکن سب کو اُسکا دودھ کافی ہوتا غرضکہ ایک روز پانی اُسکا اور دوسرے روز لوگوں کا تھا اور ناغہ کے روز دودھ پاتے اسیواسطے بلفظ لکم فرمایا یعنی اگرچہ یہ ناقۃ اللہ معظم مکرم ہے کہ بطریق معجزہ اسکا ظہور ہوا مگر نفع اسکا تمھارے لئے اور نشانی بھی تمھارے لئے ہے اسکو اللہ تعالیٰ کی زمین میں چرنے پھرنے دو ۔ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ ۔ اور ایسا مت کرو کہ اسکو کوئی بُرائی چھو جاوے ۔ ممانعت میں ان کو بہت احتیاط سکھلائی کہ اس سے ایذاء کا برتاؤ کرنا تو دور اسکو بُرائی چھونے نہ پاوے اور یہ حضرت صالح کا لطف تھا کیونکہ معجزہ مانگنے والی قوم کو اگر معجزہ دیا گیا پھر ایمان نہ لائے تو ضرور ہلاک ہوتے ہیں اسیواسطے جب کفار قریش نے آنحضرت صلعم سے درخواست کی اور سونا ہو جاتا کوہ صفا کا مانگا اور حق عزوجل نے آگاہ فرمایا کہ پھر اگر نہ ایمان لائے تو عذاب دونگا تو آنحضرت صلعم نے شفقت کو کام فرماکر معجزہ مذکور نہ لیا ایسے ہی حضرت صالح نے جانا کہ یہ لوگ شیطانی وسواس سے باوجود اس نفع کے اسکے ساتھ بدی چاہتے ہیں جس سے ضرور عذاب آویگا لہٰذا انکو باحتیاط منع فرمایا اور صاف کہدیا ۔ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۔ کہ تم کو عذاب قریب گرفتار کریگا یعنی اگر تم نے بُرائی پہنچائی

تو نزدیک عذاب مین پکڑے جاؤگے باوجود اس تصریح کے جلدی کا زمانہ نہین بتلایا اور وہ تین روز مہلت کے تھے۔ عذاب قریب
باعتبار ظاہر کے فرمایا کیونکہ عذاب آخرت کو وہ دور سمجھتے تھے حالانکہ بحکم قولہ تعالی ونراہ قریبا۔ وہ بھی نزدیک ہے خصوص بحکم
حدیث صحیح من مات فقد قامت قیامتہ۔ جو مرا اُسکی قیامت آگئی پس مراد یہ کہ ہلاک ناقہ سے عذاب تک دیر نہوگی چونکہ اس قوم مخذول
نے انکو محرمات مین مبتلا پایا اور بالکل شیطانی وساوس و شہوات کو قبول کیا۔ فعقروہا۔ پس ناقہ کو عقر کیا۔ روایت مین ہے کہ سب سے
شقی وہ تھا جس نے ناقہ صالح کو عقر کیا کہتے ہین کہ ایک نے کمینگاہ سے تیر مارا اور ایک ہی تیر سے گر پڑی۔ دوسرے نے دوڑ کر تلوار
سے کونچین کاٹین پھر سبھون نے اسکے گوشت کے حصے لگائے اور اسکا بچہ بھی اسکے برابر تھا وہ بھاگا اور پہاڑ پر جا کر اس نے تین بار
آواز سے اپنی مان کو پکارا اور پہاڑ شق ہوا وہ اسمین سما گیا جب حضرت کو خبر پہنچی تو آئے اور ناقہ کو دیکھکر روئے اور قوم شقی
نے مضحکہ کیا کہ ہم نے تو مارا اب کہان ہے وہ عذاب۔ فقال تمتعوا فی دارکم ثلثة ایام۔ تو فرمایا کہ اب زندگی کر لو اپنے
گھر مین تین روز۔ کہتے ہین کہ چہارشنبہ و پنجشنبہ و جمعہ۔ تین روز تھے اور مراد اپنے گھر سے خواہ وہ بستی ہو جسمین رہتے تھے یا مراد دنیا کا
گھر ہو۔ ذلک وعد غیر مکذوب۔ یہ وعدہ غیر مکذوب فیہ ہے یعنی اس وعدہ مین کچھ جھوٹ نہین رہا جیسے اور وعدون
مین بھی دروغ نہین اور مین نے عذاب قریب کہا تھا سو تین روز بعد آویگا۔ اول روز تمہارے منھ زرد دوسرے روز سرخ
تیسرے روز سیاہ اور چوتھے روز عذاب ہوگا۔ علما نے کہا کہ تین دن کی مہلت بھی رحمت تھی کہ اب توبہ کرین مگر ان بدبختون
نے نہ مانا آخر جب چہرے اسی طرح نیلے پیلے ہوئے تو موت کا یقین کر کے رات بھر وہ لوگ کفن پہنے بیٹھے رہے۔ کہتے ہین کہ تڑکے سے
تاخیر ہوئی یہانتک کہ سورج نکل آیا اور پھر یہ لوگ خوش ہوئے اور سمجھے کہ شاید کچھ نہین ہوگا کہ ناگاہ عذاب الصیحۃ آگیا ولیکن
اہل ایمان بچائے گئے چنانچہ فرمایا۔ فلما جاء امرنا نجینا صالحا۔ پھر جب آیا ہمارا امر یعنی عذاب تو ہم نے نجات دیدی
صالح کو۔ والذین امنوا معہ۔ اور ان بندون کو جو صالح کے ساتھ ہمپر ایمان لائے تھے۔ برحمۃ منا۔ یہ نجات ہم نے
اپنی رحمت وفضل سے انکو دیدی ورنہ اُنکا کچھ حق ہمپر واجب لازم نہ تھا کہ ہم اسپر مجبور ہون۔ ومن خزی یومئذ۔ اور ہم نے
ان سب کو نجات دی اس دن کی خواری و ذلت سے یا قیامت کی خواری سے بھی۔ ان ربک ھو القوی العزیز۔ بیشک تیرا پروردگار وہی
قوی عزیز ہے حتی کہ کافرونکو کچھ بھی قوت نہ تھی کہ اپنے اوپر سے عذاب ہٹادین یا صالح کو بھی آزار پہنچادین یا کرخت آواز سے مومنون کو
کچھ بھی صدمہ نہوا۔ واخذ الذین ظلموا۔ اور پکڑ لیا اُن لوگون کو جنھون نے اپنی جانون پر خود کفر کر کے اور ناقہ قتل کر کے ظلم
کیا تھا۔ الصیحۃ۔ سخت کرخت مہیب آواز نے۔ کہتے ہین کہ سورج نکلے جب پھر دل خوشی مین اترانے لگے ناگاہ حضرت جبرئیل
نے سخت کرخت مہیب آواز دی کہ کافرون کے دل پارہ پارہ پھٹ گئے اور سب گھٹنون کے بل پڑے رہگئے چنانچہ فرمایا فاصبحوا
فی دیارہم جثمین۔ پس رہ گئے اپنے گھرون مین گھٹنون کے بل پڑے ہوئے۔ کان لم یغنوا فیہا۔ اے کانہم لم یسکنوا
فی دیارہم من قولہم غنی بالمکان وفی المکان اذا سکن بہا۔ گویا وے ان گھرون مین کبھی نہ بستے تھے یعنی وہ خواہشین و اُمیدین و عمارات
واسباب سب چھوڑ کر بالکل نابود ہوگئے گویا کبھی یہان انکا وجود ہی نہ تھا۔ الا ان ثمود کفروا ربہم۔ آگاہ ہو کہ بیشک ثمود
یعنی قوم صالح نے اپنے پروردگار سے کفر کیا یعنی جس بزرگی وعظمت کی صفات سے پیغمبر نے بتلایا اسطرح نہ مانے اور خلاف حکم اعمال کئے
آخر عذاب کفر مین پڑے۔ الا بعدا لثمود۔ خبردار ہو کہ ثمود کیلئے رحمت الہی سے دوری ہے پھر حضرت ابراہیم کا حال ذکر فرمایا بقولہ تعالی

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ

اور آچکے ہیں ہمارے بھیجے ابراہیم پاس خوشخبری لیکر بولے سلام وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی کہ لے آیا

بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ۝ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ

ایک بچھڑا تلا ہوا پھر جب دیکھا اُن کے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر اوپری سمجھا اور دل میں اُن سے ڈرا

قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ۝ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا

وہ بولے مت ڈر ہم بھیجے آئے ہیں طرف قوم لوط کے اور اُسکی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے خوشخبری دی اُسکو

بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ۝ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ

اسحٰق کی اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی بولی اے خرابی کیا میں جنوں گی اور میں بڑھیا ہوں اور یہ خاوند میرا ہے بوڑھا

اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ۝ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ

یہ تو ایک عجیب چیز ہے وہ بولے کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے اللہ کی مہر ہے اور برکتیں تم پر

اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝

اے گھر والو وہ ہے سراہا بڑائیوں والا

قال المترجم حضرت ابراہیم کا قصہ اس مقام پر مستقل طور پر نہیں بلکہ حضرت لوط کی قوم پر عذاب کا ذکر بیان کرنے کا تو طلب ہوا اسواسطے شامل ہوا ہے کے مانند و ارسلنا ابراہیم الی قومہ وغیرہ اسلوب نہیں فرمایا اور ابراہیم خلیل اللہ اولاد نوح سے دو ہزار چھ سو چالیس برس بعد اکے بابل میں پیدا ہوئے اور بعد ہجرت ہوئے اور بلاد فلسطین شام میں سکونت اختیار کی اور ایک سو پچھتر برس زندہ رہے اور ان کے بیٹے اسحٰق ایک سو اسی برس اور یعقوب ایک سو سینتالیس برس جئے اور لوط علیہ السلام بھی پیغمبر تابع ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے بھتیجے تھے اور قوم لوط کی بستیاں نواحی شام میں تھیں پھر جب اللہ تعالیٰ نے قوم لوط پر عذاب بھیجا تو ملائکہ حضرت ابراہیم کے پاس ہوتے ہوئے بشارت دیتے ہوئے گئے لیکن چونکہ خوبصورت لڑکوں کی صورت میں متمثل تھے حضرت ابراہیم نے انکو مہمان سمجھا عطا نے کہا کہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل تھے ضحاک نے کہا کہ نو تھے سدی نے کہا گیارہ تھے مقاتل نے کہا بارہ تھے اور محمد بن کعب القرظی نے کہا کہ جبرئیل کے ساتھ سات تھے قال المترجم ان واقعات کی تحقیق مشکل ہے اور کوئی ضرورت داعی نہیں ہاں اتنا ضرور ہے کہ تین سے کم نہ ہوں کیونکہ رسلنا جمع ہے قولہ تعالیٰ۔ ولقد جاءت رسلنا بعض نے کہا کہ لقد لام تاکید خبر کیلئے اور قد واسطے توقع کے ہے کیونکہ انبیاء کے قصص میں ایک کے بعد دوسرے کے سننے کی توقع رہتی ہے اور حاصل یہ کہ قسم نہیں ہے اور رسل جمع مکسر اصل ہے اور جب ضمیر کی طرف مضاف ہو تو سکون سین بھی مانند رسل کے جائز ہوتا ہے اور یہ لفظ جمع مکسر تین عدد ہونا چاہیے اسواسطے عطاء و ابن عباس نے تین عدد سے تفسیر فرمائی اور اس بات پر اجماع ہے کہ اُن میں جبرئیل ضرور تھے اٰتی اور اسکے ساتھ بھیجے ہوئے یعنی ملائکہ۔ ابراہیم بالبشری۔ ابراہیم ہمارے پیغمبر پاس بشارت کو یعنی جن ملائکہ کو جبرئیل کے ساتھ ہم نے قوم لوط پر عذاب کیلئے بھیجا تھا وہ پہلے حضرت ابراہیم پاس بشارت لیکر آئے بسبب افضل ہونے کے تو قالوا سلاما بولے کہ ہم تمہیں سلام کرتے ہیں اسلئے ہم نے علیکم سلاما۔ یا قالوا بمعنی ذکروا لیا جائے تو سلاما اسکا مفعول منصوب ہوگا قال سلٰم۔ ابراہیم نے کہا وعلیکم سلام یا امرکم سلام بہرحال سلام مرفوع ہے تو یا مبتدا ہوگا اور یا خبر بیان کیا ہو کہ سلام ہمیشگی کے معنی پر دلالت کو یوں کہا کہ ہم پر

ہمیشہ سلامتی رہے حالانکہ ملائکہ نے سلاماً منصوب کہا تھا جسکا جملہ فعلیہ تھا اور علماء نے کہا کہ فعلیہ مین ہمیشگی نہین ہوتی ہی لہذا حضرت ابراہیمؑ کا جواب
انکے سلام سے احسن ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہی کہ اِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا ۔ جب تمکو تحیہ یعنی سلام کیا جائے تو اُس سے اچھا جواب دو
یا وہی جواب مین کہدو ۔ مسئلہ آداب سلام مین مذکور ہی کہ چھوٹا بڑے کو اور کھڑا بیٹھے کو اور راہ چلتا اور آنیوالا بیٹھے کو اور سوار پیادہ کو سلام کرے
اور پورا سلام یہ ہی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور بعض روایت مین ومغفرتہ زیادہ ہی تو جب کسی بزرگ کو سلام کرے تو چاہیئے کہ فقط السلام علیکم کہے
تاکہ وہ جواب مین بڑھالے اور صحیح حدیث مین ہی کہ ایک صحابی نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ پڑھایا تو آنحضرت صلعم نے آگاہ فرمایا کہ اُسنے دس نیکیان
بڑھائین اسی طرح ہر لفظ پر دس فرمائین اور آخر مین جسنے پورا سلام کیا اُسکو فقط وعلیکم کہا اور فرمایا کہ تم نے میرے بڑھانے کو کچھ باقی نہین چھوڑا ۔ اب
سمجھو کہ ملائکہ نے شاید حضرت ابراہیمؑ کے جواب کی توقع کی کہ اپنی زبان سے اچھی دعا دین اور دوسرے مقام پر ہی قال سلام قوم منکرون ۔ ابراہیمؑ نے
اچھا جواب دیا حالانکہ ان لوگون کو انجان بتایا لہذا حدیث مین عمدہ نیکی یہ بتلائی کہ سلام کرے ہر آدمی پر خواہ جان پہچان ہو یا انجان ہو ۔ واضح ہو کہ سلام
اکثر قراء سبعہ کی قرأت ہی اور یہی ہمارے یہان معروف ہی اور حمزہ وکسائی نے سِلْمٌ پڑھا اور یہ بھی قراۃ متواترہ ہی فراءؒ نے کہا کہ دونون قراۃ مین
کچھ فرق نہین جیسے حلال کی جگہ حل وحرام کی جگہ حرم اور بعض نے کہا کہ سلم بمعنی صلح ہی مسئلہ اگر کوئی نماز مین السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی جگہ سلام علیکم کہے تو
مکروہ ہی اور شافعیہ مین سے امام نوویؒ نے اسی پر جزم کیا اور وجہ یہ ہی کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ سنت متبعہ ہی اسمین تغیر نہین ہو سکتا ۔ فائدہ
یہان ثابت ہوا کہ ملائکہ بصورت آدمی متمثل ہو سکتے ہین اور ممکن ہی کہ نبی و ولی کسی چیز کو نہ پہچانے چنانچہ ابراہیمؑ کی عادت تھی کہ بغیر مہمان کے تنہا نہین
کھاتے تھے جب ملائکہ خوبصورت آدمی کی شکل بنکر آئے تو انکو مہمان سمجھے اور خوش ہوکر ضیافت کا جلد سامان کیا چنانچہ حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ۔
فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ ۔ یا مبنی لفی لبث دیر کرنا ۔ ان بمعنی حتی عجل گوسالہ حنیذ بھونا ہوا اور بعض نے کہا کہ گرم پتھرون پر بغیر آگ کے
آدھ کچا کرنا اور بعض نے کہا کہ حنیذ موٹا تازہ ۔ کہا گیا کہ بھونا ہوا چکنائی ٹپکتا لائے تھے یعنی پھر کچھ دیر نہین لگائی تھی کہ بھونا بچھڑا موٹا تازہ لے آئے
قتادہؒ نے کہا کہ اکثر انکے پاس یہی گائین تھین اور روایت ہی کہ پندرہ روز انتظار کے بعد انکو یہ مہمان ملے تھے تو خوشی خوشی لائے کہ آج انکے
ساتھ اچھی طرح کھاؤنگا مگر یہ فرشتے بھلا کیا کھاتے انھون نے ہاتھ نہ ڈالا ۔ فَلَمَّا رَأَى أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ ۔ سو جب ابراہیمؑ نے
انکے ہاتھون کو دیکھا کہ اس خوش مزہ غذا تک نہین پہنچتے تو انسے استنکار کیا ۔ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۔ اور انکی طرف سے اپنے دل مین کچھ خوف
لائے یعنی خیال کیا کہ دیکھیے اللہ تعالیٰ نے کیا محنت نازل فرمائی ہی ۔ قتادہؒ نے کہا کہ یہ اسوجہ سے تھا کہ اس زمانہ کا دستور تھا کہ جب مہمان نان و نمک
نہ کھاتا تو یہ دلیل تھی کہ وہ بھلائی نہین بلکہ کوئی برائی لایا ہی ۔ یہ ڈران بندون کی طرف سے نہ تھا کیونکہ کمال الیقین سے وہ نمرود بادشاہ سے نہین
ڈرے تو ان چند آدمی سے کیا ڈرتے جبکہ بالیقین جانتے تھے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی مین کچھ قدرت نہین ہی بلکہ امتحان الٰہی تعالیٰ کا خوف ہوتا
ہی جب ملائکہ نے انکو دیکھا کہ کچھ خائف ہین یا کہدیا کہ انا منکم وجلون ہم تم سے ڈرتے ہین جیسا کہ سورۂ حجرات مین ہی قالوا لا تخف ۔ بولے
کہ کچھ خوف مت کرو ۔ روایت ہی کہ جبرئیلؑ نے اپنے ساتھیون کو ابراہیمؑ کا ہر کام مین اللہ تعالیٰ کے لیے خلوص ظاہر کرنے کو کہا کہ ہم لوگ بغیر دام لیے
نہین کھاتے تو فرمایا کہ اسکے دام تم دیدو گے بولے کیونکر فرمایا کہ اول بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر کھانا شروع کرو اور فارغ ہوکر الحمد للہ
یعنی شکر کرو اور اسکی قوت سے طاعت وعبادت کرنا کوئی گناہ نہ کرنا ۔ تو جبرئیلؑ نے ساتھیون سے کہا کہ دیکھو اسی سے اللہ تعالیٰ نے اسکو خلیل
بنایا ہی پھر صاف ظاہر کردیا ۔ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ ۔ کہ ہم ملائکہ ہین قوم لوط کی طرف عذاب لیکر بھیجے گئے ہین اسواسطے ہم نہین کھاتے
ہین کیونکہ ہم حقیقت مین آدمی نہین ہین ۔ وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ ۔ اور ابراہیمؑ کی جورو یعنی حضرت سارہ علیہا السلام کھڑی تھی یعنی

مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی اگر پردہ نہ ہو یا پردہ کے پیچھے باتیں سنتی تھی وہ یہ سنکر ہنس پڑی۔ ہنسنے کی وجہ صاف مذکور نہیں مگر شاید اسوجہ سے کہ یہ عجیب معاملہ ہوا کہ اتنے دنوں بعد مہمان ملے جنکا یہ سامان ہوا پھر وے فرشتے نکلے یا اسوجہ سے کہ قوم لوط نے عورتوں کو خوار کیا اور لڑکوں کو بیجا بدکار بنایا تھا انکا عذاب سنکر خوش ہوئیں۔ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ۔ پس ہم نے اسکو اسحاق فرزند کی بشارت دی یعنی ملائکہ کی زبان سے اسکو خوشی سنائی کہ تجھ سے اس سن میں لڑکا پیدا ہوگا اسکا نام اسحق ہے پھر تو اسکا بیٹا یعنی پوتا بھی دیکھے گی وہ یعقوب ہے چنانچہ فرمایا۔ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۔ اور علاوہ اسحق کے یعقوب کی بھی بشارت دی اور دوسرے مقام پر ہے ویعقوب نافلۃ یعنی اسحاقؑ سے علاوہ زائد اسکا لڑکا یعقوب۔ یا بعض علماء نے کہا کہ حضرت سارہؓ نے حکم الٰہی پر خوشی کی تو اسکے بدلے یہ انعام عطا ہوا۔ واضح ہو کہ قوم لوط علاوہ کفر کے لڑکوں سے اغلام کرنیکے سخت گناہ میں مبتلا تھے اسیواسطے یہ ملائکہ بصورت لڑکوں حسین کے بھیجے گئے اور شاید کہ سارہؓ اسی پہ ہنسی ہوں کہ عذاب باتمام حجت ہے اور قدرت الٰہیہ کیسی اعلیٰ و اجل ہے کہ ملائکہ کو لڑکوں کی شکل کردی اسکی قدرت بہت بڑی ہے اور شاید کہ اپنے بانجھ ہونے کے بغیر فرزند ہونیکا خیال دل سے دور کردیا ہو اور اس شکریہ میں بشارت عطا ہوئی یا اس قدرت عجیبہ کو دیکھکر ان لڑکوں کی صورت سے اپنے واسطے خواہش کی ہو اور یہ مقام لطیف ہے جہاں تک آدمی اپنے دل کو خواہش سے پاک کرے لطائف صنعت الٰہی سے محظوظ ہوگا ابن عباسؓ نے کہا کہ وہ فرزند کا فرزند ہے یعنی اسحاقؑ فرزند کا ہونا ایک بشارت اور یعقوبؑ فرزند کا فرزند دو بشارت ہیں کیونکہ پوتا ہونا اور دادی کو بشارت کہ یہانتک زندہ رہیگی کہ پوتا دیکھے گی۔ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ۔ بولی اے میں موئی اب جنونگی وَاَنَا عَجُوْزٌ۔ اور میں اب بڑھیا ہوں وَّهٰذَا بَعْلِىْ۔ اور یہ میرا شوہر ہے شَيْخًا۔ حالانکہ بالکل بوڑھا ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ۔ یہ تو بیشک تعجب کی بات ہے۔ ویل کے معنی تو اصل میں ہلاک کے ہیں لیکن ان معنوں کا لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ جب کوئی بڑا سانحہ ہو تو یہ لفظ بولا کرتے ہیں اور اکثر عورتوں کی بول چال میں محاورہ ہے جیسے اردو میں موئی و نگوڑی وغیرہ بولا کرتی ہیں حضرت سارہ کی عمر اسوقت بقول مجاہدؒ ننانوے سال کی اور بقول ابن اسحق نوے سال کی تھی اور حضرت ابراہیمؑ ایکسو بیس برس کے تھے اور بعل جو دوسرے پر بلند مرتبہ ہو اسی واسطے شوہر کو عورت بعل کہتی ہے اور ابراہیمؑ کا ایک بیٹا حضرت اسمٰعیلؑ پہلے حضرت ہاجرہ سے ہو چکا تھا جنکو دیکھکر حضرت سارہؓ متمنی ہوئی تھیں لیکن فرزند عطا نہ ہوا یہانتک کہ بڑھیا مایوس ہوئیں تب یہ بشارت دی گئی اور اسکو انھوں نے عجیب سمجھا۔ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ ملائکہ بولے کہ کیا تو تعجب کرتی ہے حکم الٰہی سے یعنی قدرت الٰہی بہت بڑی ہے وہ جو چاہے ہو جاتی ہے یہ کچھ تعجب کی بات نہیں بلکہ نبی کے اہلبیت کو ایک نعمت عطا فرمائی ہے۔ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکتیں ہیں تمپر اے اہلبیت ابراہیم۔ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ۔ بیشک اللہ تعالیٰ حمید محمود ہے ہر حال میں و ہر فعل میں جو کرتا ہے لائق حمد ہے مَّجِيْدٌ۔ بہت احسان و بھلائی والا ہے۔ مسئلہ علیکم خطاب جمع مذکر کا بطور تعظیم کے عرب کی زبان میں واحد مونث کو روا ہے مسئلہ زوجہ بھی اہلبیت میں ہوتی ہے اور یہی آیت حجت قطعی ہے اور قولہ تعالیٰ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ میں علماء کے دو قول ہیں ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت فقط حضرت علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ حسینؓ ہیں اور انکی دلیل صحیح مسلم کی روایت ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک کمل میں ان سب کو اوڑھا کر فرمایا کہ اے میرے پروردگار یہ سب میرے اہلبیت ہیں اور دوسرا قول یہ ہے کہ آیت میں اہلبیت آپکی ازواج مطہرات کیلئے ہے اور یہی قول صحیح ہے اسواسطے کہ وہاں اوپر سے ازواج ہی کا بالکل ذکر ہے و لیکن آنحضرت صلعم نے ان سب ائمہ مذکورین کو بھی اہلبیت میں شامل کرکے حدیث مذکورہ سے اعلام فرمادیا اور حدیث میں کوئی تخصیص اس امر کی نہیں ہے کہ اہلبیت کا انحصار انھیں چار ائمہ میں ہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کا حلم و ترحم اور قوم لوط کا عذاب بیان فرمایا۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۝ إِنَّ إِبْرٰهِيمَ

پھر جب گیا ابراہیم سے ڈر اور آئی اسکو خوشخبری جھگڑنے لگا ہم سے قوم لوط کے حق میں البتہ ابراہیم

لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ۝ يٰٓإِبْرٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا إِنَّهُ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ

تحمل والا نرم دل ہو رجوع رکھنے والا اے ابراہیم چھوڑ یہ خیال وہ تو آ چکا حکم تیرے رب کا

وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝

اور اُن پر آتا ہے عذاب جو پھیرا نہیں جاتا

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ ۔ روع بالفتح خوف و بالضم دل اور یہاں بالفتح ہے۔ یعنی پھر جب جاتا رہا ابراہیم سے خوف یعنی جو ملائکہ کی طرف سے پیدا ہو گیا تھا۔ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى ۔ اور اسکو خوشخبری ملی یعنی اسحاق و یعقوب پیدا ہونے کی یا ملائکہ کی تسلی کہ تم کچھ خوف مت کرو۔ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۔ لگا ہم سے جھگڑنے درباره قوم لوط کے فائدہ لاجل یجادلنا جزا فلما ہو لیکن عربیت میں لمّا کا جواب فعل ماضی ہوتا ہے مضارع تو مفسرین نے کہا کہ یہاں تقدیر عبارت قولہ اخذ یجادلنا ہے یعنی شروع کیا کہ جھگڑتا تھا اور یہ قول فراء کا ہے اور اخفش و کسائی نے کہا ماضی کی جگہ مضارع لایا گیا جیسے مضارع کی جگہ ماضی کر دیا جاتا ہے اور بلاغت یہ ہے کہ مضارع سے اس حالت کا تصور آ گیا ہو اسوقت واقع ہوئی اگر کہا جائے کہ یجادلنا فعل جدال ہے اور جدال کرنا پیغمبر کی شان نہیں ہے اسکا جواب یہ آیا کہ لغات عرب ایسے مقام پر جدال کے لفظ سے یہ مراد لیتے ہیں یا یہ بہت الحاح طرح سفارش کی باتیں کرنا جیسے حدیث شفاعت میں ہو مومنوں کا اللہ تعالیٰ عزوجل سے جدال کرنا مذکور ہے کہ اسقدر جدال کریں گے جو کبھی نہیں ہوا یعنی اپنے پروردگار رحم الراحمین کی درگاہ میں گنہگاروں کیلئے نہایت عاجزی و تضرع سے الحاح و مبالغہ کیساتھ سفارشی ہونگے پھر واضح ہو کہ قولہ یجادلنا یعنی یجادل رسلنا یعنی ہمارے فرشتوں سے بہت گفتگو شروع کی۔ ایسا ہی مفسرین نے کہا ہے چنانچہ روایت ہے کہ جب ملائکہ نے کہا انا مهلکوا اهل هذه القرية ہم اس ملک کے والوں کو ہلاک کرنیوالے ہیں جیسا کہ دوسری آیت میں صحیح ہے تو ابراہیم نے اُن سے کہا کہ بھلا اگر اس میں پچاس مسلمان ہوں تو کیا تم اُنکو مار ڈالو گے وہ بولے کہ نہیں پھر کہا کہ اگر چالیس ہوں تو وہ بولے کہ نہیں پھر کہا تیس ہوں تو وہ بولے تو بھی نہیں یہاں تک کہ دس و پانچ کے جواب میں بولے کہ نہیں پھر کہا کہ اگر ایک ہو تو بولے کہ تو بھی نہیں تو کہا کہ پھر اس میں تو لوط علیہ السلام موجود ہیں تو وہ بولے نحن اعلم بمن فيها لننجينه واهله الا امرأته الآية یعنی بولے کہ جو موجود ہیں ہم اسکو جانتے ہیں ہم اسکو اور اسکے لوگوں کو نجات دینگے سوائے اسکی کافر عورت کے۔ اور ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ ملائکہ نے ابراہیم سے کہا کہ اگر اس میں پانچ مسلمان نمازی ہونگے تو سب سے عذاب دور کر دیا جائیگا الحاصل یہ گفتگو ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اتفاقی تھی مگر بواسطہ ملائکہ کے کہ وہ واسطے تھے بہرحال خواہ موافق جمہور کے یجادلنا یعنی یجادل رسلنا لیا جائے یا بمعنی یکلمنا و یسألنا یعنی ہم سے درخواست کرنے لگا کوئی لیا جائے جدال کے وہی معنی ہیں جو مختصر تحریر کئے اور پہلے ذکر کئے اور جمہور مفسرین نے یجادل رسلنا کی جو روایت ذکر بیان کی اسکے علاوہ خود آیت میں دلیل موجود ہے یعنی قولہ یا ابراہیم اعرض عن هذا انه قد جاء امر ربک یہ آخری جواب ملائکہ کی طرف سے صاف ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ قوم لوط کے بارہ میں حضرت ابراہیم کا کلام ملائکہ سے تھا لیکن چونکہ ملائکہ بذات خود مقصود نہ تھے بلکہ اس سے غرض یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اس التجا کو قبول فرمائے اور مومن کی وجہ سے کافروں سے عذاب دور فرمائے پھر اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی تعریف فرمائی اِنَّ اِبْرٰهِيمَ لَحَلِيمٌ بیشک ابراہیم بندہ حلیم ہے یعنی کسی خطا کا بدلہ جلدی عقوبت نہیں چاہتا اور یہ حضرت حق عزوجل کی صفت کا ظہور حلم کا ظہور تھا۔ اَوَّاهٌ بہت نرم دل مہربان۔ مُّنِيبٌ اپنے پروردگار

کی جانب بندگی وطاعت سے رجوع لانے والا ہے۔ اواہ کے معنی مین کہا گیا کہ جو آہ واوہ سے اپنے و دوسرون کے گناہون پر تاسف ہو۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ منیب وہ نیک بندہ جو اخلاص سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اسمین اشارہ ہی کہ ابراہیم جو اس الحاح پر آمادہ ہوے اسکا باعث یہ صفات حمیدہ ہین کہ دل کے بہت نرم اور بندون پر ترس کھانے والے مہربان تھے لہذا چاہا کہ عذاب مین تاخیر کی جائے شاید دسے لوگ ایمان لے آدین اور اس گناہ سے توبہ کرلین کیونکہ عذاب سے ہلاک ہونے مین پھر امید ان کو نہوگی اور ہمیشہ اسی سختی مین پڑے رہین گے لیکن آخر کار ملائکہ نے انکو حکم قضا وقدر سے آگاہ کردیا بقولہ۔ يَآاِبۡرٰهِيۡمُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا۔ اے ابراہیمؑ تم اس بہت سفارش و الحاح سے درگزر کرو۔ اِنَّهٗ قَدۡ جَآءَ اَمۡرُ رَبِّكَ ج بیشک آگیا حکم تیرے پروردگار کا یعنی اللہ تعالیٰ جو سب بندون کے حال سے آگاہ ہی اُس نے جو کچھ ازل مین ان کے لئے مقدر کیا تھا وہ حکم آگیا اسی واسطے حدیث مین و بعض آیات مین صریح ہی کہ جب عذاب آجاتا ہی تو پھر مرتفع نہین ہوتا وَاِنَّهُمۡ اٰتِيۡهِمۡ عَذَابٌ غَيۡرُ مَرۡدُوۡدٍ۔ اور بیشک ان لوگون پر آویگا ایسا عذاب جو کسی طرح رد نہ ہوگا یعنی یہ قوم انکی کافر ہی کسیطرح توبہ کی طرف رجوع نہ کریگی ہم آپکو حکم لوح محفوظ بتلائے دیتے ہین کہ اُن پر ضرور عذاب آویگا چنانچہ آخر یہی واقع ہوا اور ہر چند پیغمبر نے عاجزی و الحاح سے فہمایش کی مگر ان بدبختون نے کسی طرح نہ مانا اور پیغمبر کو تنگ کیا جیسا کہ عنقریب یہ حال آگے معلوم ہوگا اب کچھ اشارات عرائس سننا چاہیئے اور غور سے سمجھنا چاہیئے **ف المترجم** چونکہ اشارات لطیف ہین لہذا مترجم انکی فہمایش کیلئے بقدر فہم کے توضیح کریگا۔ **قال فی العرائس** قولہ تعالے ولقد جاءت رسلنا ابراہیم بالبشریٰ فرشتون نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابراہیم خلیل کو دوام وصال اور کشف جمال بلا حجاب و عتاب کی بشارت دی اور یہ کہ خلت ابراہیمی کسی فعل حادث کا نتیجہ نہین بلکہ ازلی قبولیت کا ظہور ہی۔ **قال المترجم** حبیب کو حبیب سے بشارت یہی مقدم ہی جسکے لئے شدت محبت ہی لہذا بشارت مذکورہ بدین معنی متضمن ہی۔ فافہم اور یہ بشارت دی کہ نبوت تمھاری اولاد مین باقی رہیگی اقول اسواسطے کہ خالی فرزند ہونا امر آخرت مین سے نہین اور نہ اہل آخرت کیلئے موجب سرور ہی جبتک کہ وہ صالح نہو فافہم اور یہ بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب و خلیل بندون کا مشتاق ہی اور یہ بشارت دی کہ تمام مخلوقات مین سے برگزیدہ آپکی اولاد مین سے تشریف لائیگا اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین و در اولاد کی بشارت بدین معنی یہ بشارت ہی کہ شریعت ابراہیمی یعنی اصل حقیقت کا فیضان ہمیشہ باقی رہیگا چنانچہ تاقیامت یہی واقع ہوا اور فرشتون کا سلام کرنا اخبار ہی کہ یہ فرشتے لیاقت رکھتے ہین کہ خلیل کیطرف ایلچی ہون اور اظہار ہی کہ باہم کوئی فکرت یعنی انجان پن نہین ہے اور معارضہ خطرات سے امن ہونیکے ساتھ عہد ازل کی شناخت ہی اور فرشتون کا سلام ممزوج بسلام حبیب ہے اور خلیل کا سلام اظہار اکرام حنیف ہی اور فرشتون کا سلام خلیل کے سلام سے موافق ہونا علامت ہی کہ سر خلیل نے انکے اسرار کو پہچانا یعنی یہان مقام کرامت اور عیوب سے سلامت ہے اور دیکھو کہ حبیب کا سلام حبیب کو کیسا خوشگوار اور پیغام کیسا مزہ دار اور بشارت کیسی پاکیزہ ہی اگرچہ بواسطہ ہو ۔ سلام علی سلمی ان شطط دارہا ؛ سلام علی ارض قدیم بہا العہد ؛ سلام علی جارا تہا لجوارہا ؛ سلام حزین فی امق شفة الصدہ ؛ سلام علیہا دائما متواترا ؛ سلام علی ارض الیہا لہا القصد ؛ اذا نزلت سلمی بوادوقبادہا ؛ زلال وسلسال و سحابہا وردہ ۔ منزل سلمی کہ بادش ہر دم از من صد سلام ؛ پر صدائے سار بانان بینی و بانگ جرس ؛ بعضے اکابر نے کہا کہ رسل نے ابراہیم کو بشارت دی کہ نسبت خلت ایسی ثابت ہوئی ہی کہ کبھی منقطع نہوگی بعض نے کہا کہ فرشتون نے اصل بشارت دی تھی کہ آپکی پشت سے حضرت حبیب اعظم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہونگے جو خاتم النبیین ہین اور لواء الحمد انھین کے ہاتھ مین ہوگا بعض نے کہا کہ جب حبیب کیطرف سے ایلچی آیا تو یہی بشارت ہی اور جب پیغام پہونچایا تو خوشی پوری کردی اور جب سلام پہونچایا تو سبحان اللہ وبحمدہ دیکھو کیسے ذکر کیا کہ قالوا سلاما پس خلیل نے کہا سلام اور مراد پوری ہوگئی۔ ابن عطارحؒ نے کہا کہ قالوا سلاما۔ اشارہ ہے

کہ مرتبہ خلت تمکو سلامت رہے جسمین کبھی لغزش نہو گی قال سلام یعنی مجھے یہ سلامتی از جانب السلام ہے یعنی از جانب حق عزوجل۔ قولہ فما لبث ان جاء بعجل حنیذ اسمین اخبار و اسرار ہین اخبار یہ کہ جوانمردی کیساتھ اپنے مہمانون کیلیے اکرام کیا اقول فی الحدیث الصحیح من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ تجھکو اللہ تعالی و روز آخرت پر ایمان لایا وہ ضرور ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اسرار یہ کہ قلب مذبوح تھا روح مجروح تھی اور نفس کو سلطان جبروت نے انوار ملکوت و برق جمال و سر جلال کے سامنے قربان کردیا اور یہ سب نتیجہ محبت و عشق حقیقت تھا تا کہ نسیم وصال سے تسلی کی جاوے اور اس طریقہ مین اظہار معارضہ دقیقہ ہے تا کہ شان حال معلوم ہو اگرچہ خلقت سخاوت و کرم بھی بعض نے کہا کہ مہمانداری کے آداب مین سے ہے کہ پہلے اچھی طرح اُتارے پھر طعام کی دعوت کرے پھر باتین کرے چنانچہ خلیل نے پہلے طعام کا بندوبست کیا پھر باتین کرنا جسکو پسند ہو۔ قولہ فلما رای ایدیہم لا تصل الیہ نکرہم۔ یہ انکار اس بات پر تھا کہ اُنھون نے خلق کو ترک کیا حالانکہ اسمین ایک عجیب اشارہ ہے یعنی یہان بچھڑا ذبح کرنا کام نہین بلکہ جو ذبح کرنا چاہیے تو ہمارے لیے اسمعیل کو ذبح کرو کیونکہ یہی فدیہ بقتضاے عشق ہے ابو الحسن بوشنجی سے حکایت کی جاتی ہے کہ وہ فرماتے جو کوئی ہمارے جھونپڑے مین آیا اور خوشی سے ہمارے ٹکڑے روٹی یا جو ما حضر ہو اسمین ہمارے ساتھ شریک ہوا تو اُسنے ہم پر سخت ظلم کیا۔ ابن جعفر بن عبد اللہ نے کہا کہ جسنے فقیرون یا غلامون کے کھانے سے انکار کیا اُسنے اپنا غرور ظاہر کیا۔ اقول مروی ہے کہ چند راہ نشین مانگے ٹکڑے بچھا کر کھانے بیٹھے کہ اتنے مین حضرت امام زین العابدین گھوڑے پر سوار اُس راہ سے گذرے درویشون نے صلاے طعام دی آپنے فرمایا کہ ہان یہ کہکر اُتر پڑے اور اُنکے ساتھ کھایا اور فرمایا کہ یا رب مجھے متکبرین مین نہ لکھنا پھر ان لوگون سے کہا کہ اب تم میری دعوت قبول کرو چنانچہ وقت مقررہ پر وہ آئے اور اُنکے ساتھ مہمانداری کا برتاؤ کیا قولہ واوجس منہم خیفۃ۔ اُن سے خوف اسوجہ سے نہ تھا کہ ابراہیم کو اُنکے حال سے آگاہی نہ تھی بلکہ اُن کے آثار سے قوم لوط کا عذاب ظاہر ہوا اور یہ خوف کا مقام ہے اقول شیخ کی مراد یہ ہے کہ ابراہیم نے انکو اہل الخیر [illegible] سے پہچان لیا تھا اگرچہ یہ امر مخفی ہو کہ فرشتے بصورت اطفال خوبصورت متمثل ہوئے ہین مگر اُنکے اخلاق سے انکار کیا جب اُنھون نے کھانے پر ہاتھ نہ ڈالا اور آثار غضب الٰہی نمایان ہوئے تو اُن کو خوف ہوا کیونکہ بسا اوقات ایسی کچھ خوفناک بات لاتا ہے۔ ع لعلک عصیان تسمت بعالم ۔ پس سلام علی الدارین ان کنت راضیا ۔ اور نیز یہ خوف بوجہ حضرت لوط و اُنکے اہل و عیال کے پیدا ہوا قولہ قالوا لا تخف انا ارسلنا الی قوم لوط۔ فرشتون نے حجاب اُٹھا دیا اور صاف عذاب کا حکم ظاہر کر دیا۔ قولہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت۔ یہ رحمت و برکت ان نیکون پر انوار مشاہدہ الٰہی تھی اور نیز نبوت و رسالت و خلافت تھی حتی کہ آخر قیامت تک باقی رہی اور تمام اولاد مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مخصوص دعاے مقبول سے مانگا بعض نے کہا کہ رحمت تو محبت ہے اور برکات معرفت و توحید ہے بعض نے کہا کہ اہل البیت کی برکتین دعاے خلیل و دعاے ملائکہ سے ہین اور آنحضرت صلعم نے تمام نمازون مین اسکا حکم دیا چنانچہ درود شریف مین ہے کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم یعنی خود اہل بیت و اولاد مین سے تھے۔ انہ حمید مجید محمود تو اپنی حمد قدیم سے ہے چنانچہ خود اپنی تعریف فرمائی ہے اور وہی مستحق حمد ہے۔ مجید عظیم الشان ہے نہ کوئی فہم ہے کہ اس تک رسائی پاوے اور نہ کوئی عقل ہے کہ ادراک کرے پھر جب برکات الٰہی واصل ہوئین اور مکاشفہ کے دروازے کھلے اور فیض بشارت حاصل ہوا تو انکا قلب غبار امتحان سے نکلکر حضرت الرحمن کے ساتھ مقام انبساط مین حاضر ہوا کما قال تعالی فلما ذہب عن ابراہیم الروع وجاءتہ البشری یجادلنا فی قوم لوط۔ دوری کا خوف گیا اور نزدیکی کی خوشخبری ملی محبت کا مزہ آیا اور خلت کا انبساط ہوا تو اس مقام کے موافق بر خلاف انقباض کے حالت طاری ہوئی اور ایسی حالت مین جو امور ان سے برداشت ہوتے ہین وہ اہل ہیبت و جلال سے جائز نہین ہین لیکن خلیل کا انبساط یہی ہوتا ہے کہ مخلوق پر رحمت و شفقت ہو چنانچہ فرمایا یجادلنا فی قوم لوط پس قوم لوط کیلیے تاخیر عذاب مانگتے اور لوط و اُنکے لوگون کیلیے رحمت و نجات چاہتے تھے اور یہی سخاوت و جوانمردی و مروت و حلم ہے اسیواسطے

وصف فرمایا بقولہ ان ابراہیم لحلیم اواہ منیب حلیم تو اسوجہ سے کہ اپنی قوم پر بددعا نہیں کرتے بلکہ کہتے فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم یعنی جو
میری پیروی کرے وہ مجھ میں سے ہے اور جو میری نافرمانی کرے تو تو غفور رحیم ہے اور اواہ یہ تھا کہ غیر سے آنکھ پھیر کر رب تبارک و تعالیٰ کیطرف کشادہ رکھتے تھے اور یہی
حال عاشقوں کا ہوتا ہے اور منیب بدین معنی کہ سب سے منہ موڑکر رب تبارک و تعالیٰ کی طرف راجع ہوئے چنانچہ آیت میں مذکور ہے انی بری مما تشرکون انی وجہت وجہی
للذی فطر السموات والارض الآیہ۔ اور ابراہیم علیہ السلام کا مجادلہ بوجہ جہالت کے نہ تھا بلکہ بسبب کمال انبساط کے تھا پس کمال شفقت سے لوگوں پر کرم چاہا کیونکہ اپنے آپکو
ازلی انتخاب کی وجہ سے ایسی سفارش کے لائق دیکھا اور حقتعالیٰ کو اپنے نیک بندوں کا ایسا معاملہ پسند ہے وفی الحدیث انہ لما اسری بی لایت رجلا فی الحضرۃ یتدمر
فقلت لجبرئیل من ہذا قال اخوک موسیٰ علیہ السلام یتدمر علی ربہ تعالیٰ فقلت وہل لہ ذلک تعالیٰ یعرفہ فیتحمل عنہ۔ اور قصہ موسیٰ علیہ السلام میں انبساط
مذکور ہے بقولہ ان ہی الا فتنتک۔ واضح رہے کہ انبساط نہیں ہوا ہے مگر اسی شخص سے جو معرفت میں ایسے رتبہ پر ہو بعض مشائخ نے اس مقام کی
تفسیر میں کہا کہ قولہ فلما ذہب عن ابراہیم الروع الخ یعنی فرشتوں کے کھانے سے پرہیز کرنے کے سبب جو انکو تعجب پیدا ہو گئی تھی جاتی رہی اور
جان گئے کہ یہ ملائکہ ہیں اور اُن کو بشارت پہونچی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام پہونچا تو خلق پر بے انتہا شفقت کی طرف متوجہ ہو کر قوم لوط
بدکار کی طرف سے مجادلہ کرنے لگے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکے دل میں رحمت کو پیدا کر دیا تھا لہذا چاہتے تھے کہ یہ لوگ مہلت دیئے جاویں شاید
ایمان لاویں اور لوط مع اہل ایمان رہتے ہوئے کیونکر اہل کفر پر عذاب نازل ہوگا اور کیونکر انکے ساتھ اہل ایمان ہلاک کیئے جاویں گے اور بیشک
اللہ تعالیٰ نے اس کلام پاک سے بندوں پر ظاہر کر دیا کہ ابراہیم خلیل اللہ نے باوجود مرتبہ خلت درجہ نبوت عظمیٰ کے بسبب صنع الٰہی سے ملائکہ کو
پہلے پہل نہیں پہچانا اور اُنکو مہمان سمجھے اور یہی اظہر ہے کیونکہ کلام الٰہی مصرح ہے کہ اول میں اُنکو نہیں پہچانا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت
لوط علیہ السلام کی دل تنگی اور خوف کا ویسا ہی حال بیان فرمایا جیسا ابتدا میں حضرت ابراہیم کا نہ پہچاننے سے ہوا تھا۔ بقولہ تعالیٰ

وَلَمَّا جَاۤءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡۤءَ بِہِمۡ وَضَاقَ بِہِمۡ ذَرۡعًا وَّقَالَ ہٰذَا یَوۡمٌ عَصِیۡبٌ ۝

اور جب پہونچے ہمارے بھیجے لوط پاس خفا ہوا اُنکے آنے سے اور تنگ گیا جی میں اور بولا آج دن بڑا سخت ہے

وَجَاۤءَہٗ قَوۡمُہٗ یُہۡرَعُوۡنَ اِلَیۡہِ ؕ وَمِنۡ قَبۡلُ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ ؕ قَالَ یٰقَوۡمِ ہٰۤؤُلَاۤءِ

اور آئی اُس پاس قوم اُسکی دوڑتی بے اختیار اور آگے سے کر رہے تھے برے کام بولا اے قوم یہ

بَنَاتِیۡ ہُنَّ اَطۡہَرُ لَکُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ فِیۡ ضَیۡفِیۡ ؕ اَلَیۡسَ مِنۡکُمۡ رَجُلٌ رَّشِیۡدٌ ۝

میری بیٹیاں حاضر ہیں یہ پاک ہیں تمہارے واسطے سو ڈرو تم اللہ سے اور مت رسوا کرو مجھکو میرے مہمانوں میں کیا تم میں ایک مرد بھی نہیں نیک راہ

قَالُوۡا لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا لَنَا فِیۡ بَنٰتِکَ مِنۡ حَقٍّ ۚ وَاِنَّکَ لَتَعۡلَمُ مَا نُرِیۡدُ ۝

بولے تو تو جان چکا ہے ہم کو تیری بیٹیوں سے دعویٰ نہیں اور تجھکو تو معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں

وَلَمَّا جَاۤءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا۔ اور جب پہونچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط پاس یعنی جو ملائکہ حضرت ابراہیم پاس مہمان تھے بشارت دیکر آگاہ کر کے
نکلے اور لوط علیہ السلام کی طرف چلے اور درمیان میں چار فرسخ کا فاصلہ تھا سدی نے کہا کہ دوپہر کے وقت نہر سدوم پر پہونچے وہاں
لوط کی بیٹی پانی بھرتی تھی اُس سے بولے کہ اے لڑکی یہاں کوئی ٹھکانا مسافروں کیلئے ہے اُسنے دیکھا کہ چند لڑکے نہایت خوبصورت خوش پوشاک
خوشبو سے معطر اس گاؤں میں مہمانی چاہتے ہیں تو اُسنے بولی کہ تم یہیں ٹھہرے رہو میں آتی ہوں یہ کہکر فوراً گھر پہونچی اور باپ سے کہا کہ کچھ لڑکے شہر
کے دروازہ پر ہیں میں نے اُن سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھے آپ اُنکی خبر لیجئے ورنہ آپکی قوم اُنکو تباہ کریگی حضرت لوط روانہ ہوئے اور

پوشیدہ اُنکو لائے مگر نہایت پریشان و دل تنگ تھے اور اسوقت کوئی واقف نہوا صرف انکی جورو آگاہ ہوئی اور اُسنے قوم سے کہدیا اور قتادہ رح نے کہا کہ حضرت لوط اپنے کھیت مین تھے وہان آکر ان لوگون نے مہمانی چاہی تو حضرت لوط نے شرم سے انکار نہ کیا اور ساتھ لیکر خوفناک و دلتنگ چلے اور آپ اُنکے آگے ہوگئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کہا سِيْٓءَ بِهِمْ - ان مہمانون کے آنیکے سبب غمناک ہوگئے - وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا اور دل تنگ ہوئے وَقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ - اور دل مین کہا کہ یہ دن سخت ہے حضرت ابن عباس رض وغیرہ نے کہا کہ یوم عصیب یعنی اسمین سخت بلا گھیرے ہوئے ہے جیسے سر کے گرد عصابہ یعنی پٹی باندھے ہو پھر آگے آگے اُنسے کہتے چلے کہ اے لوگو تم اس قصبہ کی بدکاری سے واقف ہو انھون نے کہا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ اے لوگو واللہ مین نہین جانتا کہ روئے زمین پر اس سے بڑھکر کوئی گانون والے خبیث ہون اور مطلب یہ تھا کہ یہ مہمان یہان سے چلے جاوین ورنہ اُنکی طرف سے مجھے اس قوم بدکار سے مقابلہ پیش آویگا اور یہ امر ان پر بہت گران تھا پھر کچھ دور چلکر اُنسے یہی کلمہ کہا اسی طرح چار مرتبہ اُنسے کہا - قتادہ رح نے کہا کہ ان ملائکہ کو حکم تھا کہ اس قوم کو ہلاک نکرنا جبتک کہ انکا پیغمبر چار مرتبہ اُنکی بدفعالی کی گواہی نہ دے غرض یہ لوگ نہین گئے یہانتک کہ حسب اتفاق انکو خفیہ گھر تک لائے مگر اُنکی جورو نے آخر وقت جاکر قوم سے ان لڑکون کے حسن و جمال کی حکایت بیان کی وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ اور لوط کی قوم اُنکی طرف دوڑتی ہوئی اتراتی آئی - وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ - اور اس سے پہلے قوم والے بدکاری کیا کرتے تھے یعنی اس قوم کی طینت و عادت بدکاری ہوگئی تھی حتی کہ اسی حال پر عذاب مین گرفتار ہوئے قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ - لوط نے فرمایا کہ اے قوم یہ سب میری بیٹیان ہین تمھارے لئے زیادہ پاکیزہ ہین یعنی لڑکون سے یہ زیادہ پاکیزہ ہین لہذا تم لوگ لڑکون سے اغلام و بدکاری جو محض پلیدی ہے چھوڑو اور عورتون سے جوڑا اختیار کرو - فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ - پس اللہ تعالیٰ خالق و مالک سے ڈرو اور لا تخزونی اور مجھے مت رسوا کرو میرے مہمانون کے بارہ مین یعنی لڑکے میرے مہمان ہین تم اُن کی طرف بدکاری کے لیے ہاتھ مت بڑھاؤ کہ اسمین میری سخت رسوائی ہے اور دوسری آیت مین قوم کا جواب یہان مذکور ہے اولم ننہک عن العالمین یعنی کیا ہم نے تمکو عالمین سے نہین منع کر دیا تھا یعنی پہلے ہم نے تم کو منع کر دیا تھا کہ تم کبھی مردون کو اپنا مہمان نکرنا - یہان ناواقف آدمی کو ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ لوط علیہ السلام نے لڑکیون کو اطہر فرمایا اور اُسکے معنی زیادہ پاک کے ہین جو کسی دوسری چیز سے بڑھکر ہو تو شبہہ ہوتا ہے کہ لڑکون سے اغلام پاک ہے - لڑکیون سے جماع کرنا زیادہ بڑھکر پاک ہے حالانکہ بالیقین احادیث و آیات سے معلوم ہوا کہ اغلام کرنا بالکل نجس و ناپاک ہے اس شبہہ کو جو عربی زبان سے واقف ہے جلدی حل کر لیتا ہے اسطرح کہ یہ کلام بطریق مقابلہ کے ہے اور سمجھانے کا یہی طریقہ عمدہ ہے اور ظاہر ہے کہ وے لوگ اس فعل کو پاک سمجھتے تھے تو سمجھایا کہ اے لوگو تم اپنی جہالت سے کچھ ہی سمجھو اتنا تو یقینی ہے کہ لڑکیون مین خوب پاکیزگی ہے تو اسی کو کیون نہین لیتے اور نظیر اسکی قولہ تعالیٰ اذلک خیر ام شجرة الزقوم - بھلا یہ میوے خوش مزہ بہت اچھے ہین یا تھوہڑ کا درخت - حالانکہ تھوہڑ کے درخت مین تو کچھ بھی اچھائی نہین ہے اور نظیر اسکی حدیث مین قصہ احد مین ہے کہ ابوسفیان نے اپنے ہبل بت کی بزرگی بیان کی اور کہا اعل ہبل یعنی او ہبل بڑا ہو تو پس حضرت نے جواب مین کہلایا کہ اللہ اعلی و اجل یعنی اللہ بہت بزرگ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بت کی کچھ بھی بزرگی نہین ہے اور اسکے نظائر زبان عرب مین بہت ہین فائدہ - حضرت لوط نے فرمایا کہ ہؤلاء بناتی - یہ میری بیٹیان - تو کیا حقیقت مین اپنی بیٹیون کو فرمایا تھا یا قوم کی عورتون کو کہا تھا اور دوسری بات یہ ہے کہ بیٹیون کو ان کافرون کو کیونکر دینا چاہا تو جاننا چاہیے کہ ابتدا مین جو روایت سدی رح سے مروی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت لوط کی بیٹیان تھین اور انھون نے اپنی ہی بیٹیون کی طرف اشارہ کیا اور یہ ارشاد تھا یعنی ان کو بدکاری سے موڑ کر نیکوکاری کیطرف

راہ بتائی اسیواسطے کہا۔ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ۔ کیا تم مین سے کوئی ایسا نہین ہے جو نیک راہ پر ہو یعنی نیک راہ قبول کرلے اور دوسرون کو نیک راہ بتلادے اور برائی سے منع کرے بعض نے کہا کہ اس قوم مین دو شخص سردار تھے جنکا کہنا سب مانتے تھے تو چاہا کہ ان پاک بیٹیون سے انکو راہ پر لادین تو پھر سب راہ پر آجاوین اور ظاہر قرآن بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کہ بیٹیان خود اپنی تھین چنانچہ کافرون کا جواب مذکور ہے کہ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِکَ مِنْ حَقٍّ۔ قوم کافر کہنے لگی کہ تجھے خوب معلوم ہے کہ ہم کو تیری بیٹیون مین کچھ حق نہین یعنی کچھ خواہش و حاجت نہین ہے۔ وَاِنَّکَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ۔ اور تو خوب جانتا ہے جو ہم چاہتے ہین یعنی لڑکون و مردون سے اغلام کرنا۔ یہان دو طرح شبہہ کیا گیا ایک تو کرخی کا قول ہے کہ اپنی بیٹیون کو کسی پر پیش کرنا خلاف مروت ہے اور اسکا جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ عذاب کفر سے نکالنا اور ہدایت پر لانا مقصود تھا اور پیغمبر اپنی قوم کا باپ ہوتا ہے لہذا یہان کچھ خلاف مروت نہین ہے اور دوسرا شبہہ یہ کہ اہل قوم کافر تھے ان کو یہ مسلم بیٹیان کیونکر دینی چاہین تو جواب یہ ہے کہ اس شرط سے دینی چاہین کہ تم مسلمان ہو جاؤ اور بعض نے کہا کہ غالباً اس شریعت مین مسلم کا نکاح کافر مرد سے روا ہو چنانچہ آنحضرت صلعم نے بھی قبل وحی کے اپنی دختر کا نکاح عتبہ بن ابی لہب اور ابو العاص بن الربیع سے کردیا حالانکہ یہ دونون کافر تھے مترجم کو یہین تردد ہے اسلیئے کہ آنحضرت صلعم پر جبتک وحی نہین آئی تو زمانہ فترت تھا اور احکام وحی نازل نہین ہوئے تھے بہرحال یہ سب اس قول پر ہے کہ خود حضرت لوط کی بیٹیان موجود تھین ولیکن قوی تفسیر حضرت مجاہد رحمہ سے مروی ہے کہ حضرت لوط کے کوئی بیٹی نہ تھی مگر ہر نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ ایسا ہی قتادہ رحمہ وغیرہم سے مروی ہے اور اسکے معنی یہ ہین کہ اسی قوم کی عورتون کو اپنی بیٹیان کہا اور ابن جریج نے کہا کہ لوط علیہ السلام نے ان کو ارشاد کیا کہ تم عورتون سے نکاح کرو اور یہ مطلب نہ تھا کہ عورتون سے بغیر نکاح کے بدکاری کرو اس قول کی تائید مین کہا گیا کہ قوم کے لوگ بہت تھے اور بیٹیان اسقدر کہان تھین جو سب کے نکاح مین پوری ہون لہذا قوم کی عورتون کو بیٹیان کہکر ترغیب دی اور قولہ مالنا فی بناتک من حق یعنی اپنی عورتون کی جن کو تو شفقت سے بیٹیان فرماتا ہے ہمین کچھ خواہش نہین ہے اور حاصل یہ کہ حضرت لوط نے اس قوم بدکار کو جب انھون نے مہمان لڑکون کا قصد کیا تھا بہت بلیغ و نہایت الحاح سے نصیحت کی کہ اے لوگو تم اپنی عورتون سے رغبت کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے مین باپ کی طرح شفقت کرکے تم کو راہ بتاتا ہون کہ یہ میری بیٹیان یعنی تمہاری عورتین تمہارے لیے بہت پاکیزہ ہین مگر ان بدبختون نے نہ مانا آخر حضرت لوط علیہ السلام مضطرب ہوکر کہنے لگے۔

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ ۝ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ

کہنے لگا کہین سے مجھکو تمہارے سامنے زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی محکم آسرے مین   مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہین تیرے رب کے

لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَکَ ؕ اِنَّهٗ

ہرگز نہ پہونچ سکین گے تجھ تک سو لے نکل اپنے گھر کو   کچھ رات سے   اور مڑکر نہ دیکھے تم مین کوئی   مگر تیری عورت یونہین ہے

مُصِیْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ۝

کہ اسپر پڑنا ہے   جو ان پر پڑیگا   ان کے وعدے کا وقت ہے صبح   کیا صبح نہین نزدیک

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً۔ لوط نے کہا کہ کاش مجھے تمہارے مقابلہ مین قوت ہوتی تو خود تم کو دور کرتا۔ اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ۔ یا جگہ لیتا رکن شدید کیطرف یعنی کنبہ ہوتا کہ انکی مدد سے تم کو دور کرتا کہ تم میرے مہمانون پر زیادتی کرکے مجھے فضیحت نہ کرنے پاتے۔ واضح ہو کہ

جب لوطؑ کی جورو نے کوٹھے پر چڑھ کر یا باہر جاکر قوم کو آگاہ کر دیا اور وے دوڑتے آئے تو لوطؑ نے دروازہ بند کر لیا اور خود دروازہ کے باہر
انکو سمجھانے اور مہمانون تک پہونچنے سے روکتے تھے یہان تک کہ وے لوگ نہ مانے اور ہجوم کیا یہان تک کہ اور طرف دیوارون پر چڑھکر مکان مین
داخل ہونے لگے تو حضرت لوطؑ مضطرب ہوکر کہنے لگے کہ کاش مجھے بذات واحد یہ قوت ہوتی کہ تم کو دور کر سکتا یا میرے کنبہ کے لوگ ایک جماعت
باقوت ہوتے کہ تم کو دور کرتا اور یہ قوم انکے نلتے دار نہ تھی کیونکہ لوطؑ پہلے عراق مین حضرت ابراہیم اپنے چچا کے ساتھ تھے جب وہان سے شام
مین آئے تو اللہ تعالی نے انکو موتفکات مین پیغمبر کیا اور یہ چند بستیان تھین جنمین بڑی بستی سدوم تھی اور آبادی سب چار لاکھ کے قریب
تھی لہذا لوطؑ نے تمنا کی کہ اسوقت میرے کنبہ والے باقوت وشوکت ہوتے تو تم مجھپر ظلم نہ کر سکتے۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ لوطؑ کے بعد اللہ تعالی
نے جو نبی بھیجا وہ اپنے کنبہ کے باقوت گروہ مین سے بھیجا۔ سدی رحمہ نے کہا کہ قولہ الی رکن شدید یعنی زبردست لشکر کو اس سے مین تم سے قتال کرتا اور
حدیث صحیح مین ہی رحم اللہ لوطا وفی روایۃ یغفر اللہ للوط ان کان یاوی الی رکن شدید یعنی اللہ تعالی لوطؑ پر رحم کرے یا لوط کو بخشدے کہ وہ رکن شدید
کی طرف جگہ لیتے تھے۔ امام نووی رحمہ نے کہا کہ رکن شدید سے مراد اللہ تعالی عزوجل ہے کیونکہ وہی سب رکن سے اقوی ہی ولیکن تفسیر اول اصح ہی
پھر جب قوم کا ظلم یہان تک پہونچا اور حضرت جبرئیل نے ہلاک قوم کی اجازت جناب باری تعالی سے مانگی تو اجازت ملی اور جبرئیلؑ نے حضرت
لوطؑ کو اس سختی مین دیکھا۔ قَالُوا يَا لُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ تو جبرئیلؑ و دوسرے ساتھیون نے کہا کہ اے لوطؑ ہم تو تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہین یعنی فرشتے
ہین۔ لَنْ يَصِلُوا إِلَيْكَ ۔ یہ لوگ تجھے کوئی برائی نہین پہونچا سکتے ہین پھر جبرئیلؑ نے اٹھکر اس قوم ظالم تبہ کار کے منھون پر ایک طمانچہ مارا
جس سے اندھے ہوگئے جیسا کہ دوسرے مقام پر آیت مین ہی فطمسنا علی اعینہم۔ انکی بینائی بگاڑ دی کہ اپنے گھر کا راستہ نہین سوجھتا تھا تو کہتے ہوئے
بھاگے کہ لوطؑ کے گھر مین جادوگر ٹھہرے ہین پھر ملائکہ نے لوطؑ کو حکم کیا۔ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ کہ تو یہان سے کچھ رات مین اپنے لوگون
کے ساتھ روانہ ہو۔ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ اور تم مین سے کوئی مڑکر نہ دیکھے۔ إِلَّا امْرَأَتَكَ ۔ سوائے تیری جورو کے۔ ابن کثیرؒ وابوعمروؒ نے برفع
تا پڑھا پس احد سے بدل ہی اور معنی یہ ہین کہ تم مین سے کوئی مڑکر نہین دیکھے گا سوائے تیری جورو کے کہ وہ نافرمانی کرکے دیکھے گی اور ہلاک
ہوگی چنانچہ روایت ہی کہ وہ ساتھ گئی تھی پھر جب نالہ وفریاد و آوازین ہیبتناک سنین تو مڑکر دیکھنے لگی اور بولی کہ ہائے میری قوم پس اسپر
بھی ایک پتھر گرا جس سے ہلاک ہوگئی اور باقیون نے بنصب تا پڑھا اور یہ اہل سے استثنا ہی یعنی تو اپنے سب اہل کو سوائے جورو کے ساتھ
لیکر روانہ ہو۔ واضح ہو کہ یہ ممکن ہی کہ لوطؑ نے عورت کو ساتھ نہ لیا ہو مگر وہ خود ساتھ ہوگئی ہو۔ إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ ۔ بے شبہہ
اس عورت کو وہی عذاب پہونچیگا جو اس قوم کو پہونچنے والا ہی۔ یہ حال سنکر لوطؑ کا اضطراب رفع ہوا اور بولے کہ پھر انکو ابھی ہلاک کردو
تو جبرئیلؑ نے کہا إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۔ انکے ہلاک کا وقت اس رات کی صبح ہی۔ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ۔ کیا صبح نزدیک نہین ہے۔
ابن کثیرؒ نے لکھا کہ لوطؑ نے انسے کہا تھا کہ انکو ابھی ہلاک کردو تو انھون نے یہ جملہ انکی خوشدلی کیلیے کہا تھا اور لکھا کہ معمرؒ نے قتادہؒ سے
انھون نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ قصہ اسطرح نقل کیا کہ ابراہیم علیہ السلام قوم لوطؑ کے پاس آتے تھے اور کہتے کہ اے لوگو مین تم کو بدافعالی سے
باز رہنے کی نصیحت کرتا ہون کہ تم اپنی جانین اللہ تعالی کے عذاب کے سامنے مت پیش کرو انھون نے کچھ نہ مانا یہان تک کہ تاخیر کی مدت
پوری گذری اور عذاب کا وقت پہونچا اور ملائکہ لڑکون کی صورت مین لوطؑ کے پاس پہونچے وہ اپنے کھیت مین تھے پس ملائکہ نے کہا کہ اس
رات ہم تمھارے مہمان ہین اور اللہ تعالی نے جبرئیلؑ کو مامور کردیا تھا کہ اس قوم کو عذاب نہ کرنا یہان تک کہ لوطؑ انپر تین مرتبہ گواہی دے
جب انکو لیکر گھر چلے تو انکو اپنی قوم کی بداعمالی جو مردون کے ساتھ کیا کرتے تھے یاد آئی اور کچھ دور چلکر مہمانون کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا

کہ تم کو معلوم ہی کہ اس شہر والے کیا حرکت کرتے ہین مجھے تو روے زمین پر ان سے زیادہ بدکار کوئی نہین معلوم ہی بھلا مین تم کو کیونکر ایسی قوم مین
لیجاؤن جو تمام مخلوق سے بدکردار ہی یہ سنکر جبرئیلؑ نے ملائکہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم یاد رکھو یہ دو مرتبہ گواہی ہوگئی پھر جب دروازہ
تک پہونچے تو آن سے شرم کھا کر اور اُنپر شفقت کرکے رونے لگے اور کہا کہ اے عزیز و میری قوم تمام مخلوق سے بڑھکر بدکردار ہی تم کو
نہین معلوم ہوا کہ یہ لوگ کیا بدفعل کرتے ہین مین تو روے زمین پر اس سے بدتر کوئی شہر والے نہین جانتا ہون پس جبرئیلؑ نے کہا کہ دیکھو
یاد رکھو یہ تیسری بار پیغمبر نے اس قوم کی بدکرداری پر گواہی دی اب تو عذاب ضرور ثابت ہوگیا پھر جب گھر مین داخل ہوے تو ناگاہ
بڑھیا نے اوپر چڑھکر اپنے کپڑے سے بعضے لوگون کو اشارہ کیا ذظاہر اعادت کے موافق مہمانون کے خرچ سے ناگواری ہوئی ، اسکے اشارہ پر
فاسق لوگ خوش خوش دوڑتے آئے اور بڑھیا نے باہر نکلکر ان کے دریافت کرنے پر کہا کہ آج لوط مہمان لایا ہی مین نے ایسے خوبصورت
نہین دیکھے اور نہ ایسے معطر دیکھنے مین آئے یہ سنتے ہی وہ لوگ دروازہ کی طرف دوڑے پس حضرت لوطؑ نے نکلکر دروازہ بھیڑ دیا اور باہر کھڑے
ہوکر اُنکو اللہ تعالیٰ کی قسمین دلائین کہ مجھے مت رسوا کرو بھلا دنیا مین کسی بیچارہ کے مہمانون سے ایسا معاملہ کوئی کرتا ہی اور دیکھو یہ میری بیٹیان
یعنی اس قوم کی عورتین تمہارے لیے پاکیزہ تر ہین اُنھون نے آپکی عاجزی پر کچھ خیال نہ کیا اور چاہا کہ زبردستی گھر مین گھسکر مہمانون کو پکڑ لیجاوین اسوقت
حضرت لوطؑ نے اپنی عاجزی و بیکسی پر افسوس کیا جبرئیلؑ نے یہ حال دیکھکر درگاہ آلٰہی مین عذاب کرنے کی اجازت چاہی اور کھڑے ہوکر لوطؑ سے
کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے فرشتے ہین اور آسمانی اپنی صورت جو بہت خوشنما ہی پیغمبر کی نظرون مین ظاہر فرمائی اور ان فاسقون کے تھپڑ مارا جس
اُنکی آنکھین چوندھیا گئین کہ انکو گھر کی راہ نہین سوجھتی تھی اور کہتے بھاگے کہ لوطؑ کے مہمان تو جادوگر ہین پھر ملائکہ نے لوطؑ سے کہا تم اپنے لوگون
کو لیکر رات رہے نکل جاؤ اور ہم کو اور اُن کو چھوڑ دو یہ تجھے کچھ برائی نہین پہونچا سکتے ہین ایسا ہی محمد بن کعب القرظی و قتادہ و سدی وغیرہم
سے مروی ہی اب اس آیت کے اشارات سننا چاہیے ف ۔ فی العرائس قولہ ولما جاءت رسلنا لوطا سیٔ بہم وضاق بہم ذرعا حضرت لوطؑ
کا ملال اپنی قوم کے فتنہ سے خوف کرکے مہمانون کے حال پر شفقت کی راہ سے تھا چنانچہ قولہ ولا تخزون فی ضیفی تصریح ہی کہ مہمانون پر شفیق
و کریم تھے اور واضح ہو کہ ابراہیمؑ و لوطؑ دونون نے ملائکہ کو نہ پہچانا باوجودیکہ فراست نبوت اعلیٰ ہی اسوجہ سے کہ دونون مقام بسط و رجاء
مین تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوم پر عذاب کا کچھ خوف نہ تھا اسیواسطے ملائکہ کو نہ پہچانا یہان تک کہ قوم کے حق مین مستحق عذاب ہونے کو
خود اپنے منہ سے حضرت لوطؑ نے بیان کیا حالانکہ اپنے اسرار سے ملائکہ کو پہچانتے تھے پس تقدیر نے علم قضا جاری ہونے کیلیے اُنکی ظاہری اسماء
نظر پر پردہ کردیا بعض نے حکمت بیان کی کہ جب حکم آلٰہی جاری ہونے کو ہوتا ہی تو اہل عقل پر تقدیری پردہ ہوتا ہی چنانچہ دیکھو حضرت
ابراہیمؑ کو نبوت و خلت و رسالت حاصل تھی پس اُنکی فراست کے مثل کسکی فراست ہوسکتی ہی پھر بھی ملائکہ کو نہین پہچانا کیونکہ فراست مسدود
کردی گئی تھی جیسے آنحضرت صلعم سید المرسلین و ملائکہ پر پردہ کردیا گیا جبکہ منافقون نے حضرت صدیقہؓ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان
عظیم باندھا تھا پس آنحضرت صلعم پر حال خفیہ رہا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہ کی شان مین پاکیزگی بیان کرنے کو قرآن پاک نازل
فرمایا اسی طرح لوطؑ پر التباس رہا یہان تک کہ عذاب کا حکم ہوگیا واضح ہو کہ جب لوط علیہ السلام اپنی قوم کی طرف سے شدت امتحان مین پڑے
تو قوم کو بدکاری سے دور کرنے کیلیے قوت و رکن شدید چاہا بقولہ تعالیٰ قال لو ان لی بکم قوۃ او آوی الیٰ رکن شدید حضرت لوطؑ نے اپنے آپکو
مقام امتحان مین دیکھا اور مکاشفہ و مشاہدات کا دروازہ بند دیکھا اور یہی پایا کہ مین خوف و فکر مین مبتلا ہون و تمنا کی کہ کاش مجھے اس
ساعت بھی صفت قدرت سے اتصاف ہوتا جیسے اس امتحان سے پہلے میرا حال تھا تو البتہ مین اس قوم کو کفر و معصیت سے دور کرتا یا

رکن شدید سے تکیہ لیتا یعنی عدم کے گوشہ مین اگر مجھے جگہ مل جاتی تو وہین جگہ لیتا اور اس قوم کے دیکھنے سے راحت پاتا۔ یا عالم ملکوت سے اس قوم کیلئے عذاب لاتا یا قوم کیلئے دعا کرتا اگر مجھے زبان بانی حاصل ہوتی جس سے انکو راہ ہدایت ملجاتی اور اپنے اوپر حقوق الٰہی پہچانتے۔ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ معنی یہ ہین کہ معرفت اگر میرے قبضہ قدرت مین ہوتی تو تم کو وہان تک پہونچا دیتا یعض نے کہا کہ اگر مجھے تم پر بددعا کی جرأت ہوتی تو بددعا کرتا یا رکن شدید کی طرف جگہ لیتا یعنی علم غیب جانتا کہ تمہارا انجام سعادت یا شقاوت مین سے کس طرف ہے تو اسی پر صبر دسا کرتا پھر جب کام پورا ہوگیا اور ملائکہ نے حال کھول دیا اور کہا کہ یہ قوم صبح کے وقت ہلاک ہوگی لقولہ ان موعدہم الصبح الیس الصبح بقریب۔ تو خاموش ہوئے اور شاید انھون نے خواہش کی تھی کہ کسی طرح گراہی کے درمیان سے جلد باہر ہوجاؤن اور قرب رحمت و مشاہدہ قدرت مین داخل ہوجاؤن اور اُلٹی باتین ومنکرات دیکھنے سے راحت پاؤن تو ملائکہ نے تسلی کردی کہ وقت تو بہت قریب ہے گویا لوطؑ نے قوم سے یہ کہا کاش اگر مجھے قوت ازلیہ ہوتی تو تمین ہم کو ہلاک کرتا یا رکن شدید یعنی حضرت ملکوت مین جگہ لیتا اور تمھاری صحبت و دیدار معصیت سے نجات و راحت پاتا پھر ملائکہ کے وعدہ کا انتظار کرنے لگے تو کہا گیا کہ کیا صبح کا وقت قریب نہین ہے عارفون پر واردات غیب کا اور طلوع صبح مشاہدہ کا انتظار بہت سخت ہوجاتا ہے سری سقطیؒ سے حکایت ہے کہ ابرار کے دل انتظار کا تحمل نہین کرسکتے ہین قال المترجم پھر مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون الغرض جب ملائکہ نے لوطؑ کو نکلنے اور اپنے آپکو قوم مین چھوڑنے کا حکم کیا تو لوطؑ مع اہل و عیال کے جو ایک گھر مین تھے رات رہے سے روانہ ہوگئے اور غالب کہ اسقدر وقت سے حکم دیا تھا کہ ان گاؤن کے حدود سے قبل صبح کے باہر ہوجاوین چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بحکم عذاب حاصل کرلیا تھا چنانچہ فرمایا

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ۙ مَّنْضُودٍ ۙ

پھر جب پہونچا ہمارا حکم کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر نیچے اور برسائین اُسپر پتھریان کنکر کی تہ بتہ

مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۝ ع

صاف بنائین تیرے رب کے پاس اور نہین وہ بستی اُن ظالمون سے کچھ دور

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا۔ پھر جب آگیا ہمارا امر یعنی وہ وقت جو عذاب کیلئے موعود تھا یا آگیا عذاب ہمارا جو اس قوم کیلئے مقدر تھا تو اُس کی کیفیت یون ہوئی کہ جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا ہم نے ان گاؤن کے عالی یعنی اونچے کو سافل یعنی نیچے کردیا یعنی اس ہیئات پر لوٹ دیا کہ اونچا نیچے اور نیچا اونچے ہوگیا اور یہ فعل الٰہی بواسطہ ملائکہ کے واقع ہوا جیسے عادت الٰہی دنیا مین جاری ہے اور اسکی کیفیت حضرت مجاہدؒ سے یون مروی ہے کہ صبح ہوتے حضرت جبرئیلؑ نے ان مواضع کو اسکی زمین کے اتصال سے قطع کرکے مثل تختہ کے اپنے بازو پر اٹھا کر آسمان کو بلند کرکے لوٹ دیا کہ اونچا نیچے و نیچا اونچے ہوا پس جو عذاب اس قوم کو پہونچا کسی قوم کو نہین پہونچا مروی ہے کہ یہ پانچ موضع تھے جنمین سدوم سب سے بڑا موضع تھا اور انھین کو موتفکات کہتے تھے اور سب لونڈے بازی و مردون سے اغلام کرنے مین مشہور تھے حالانکہ ان لوگون سے پہلے کسی قوم سے یہ بدفعل نہین واقع ہوا پس انکو عذاب بھی ایسا سخت پہونچا جو کسی قوم کو نہین دیا گیا تھا پہلے انکی آنکھین پتھرائین پھر مواضع لوٹ دیئے گئے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ ۔ اور برسائے ہم نے اُن پر پتھر سجیل سے کہتے ہین کہ جبرئیلؑ نے جسوقت عذاب کیلئے اُٹھایا اُسوقت گرم آگ سے پتھر برسے یا اس گاؤن کے لوگ جو اُسوقت باہر تھے اُن پر برسے یا مواضع اُلٹے جانے کے بعد برسے بہر کیف جب اللہ تعالیٰ کو عذاب دینا منظور ہوا تو ایسا عذاب انکو پہونچنے سے کوئی چیز نہین روک سکتی اور اہل تفسیر نے اسکی کیفیت بیان کرنے مین بہت طول دیا حالانکہ کلام الٰہی مین بہت مختصر مذکور ہے اور ایسے عنوان سے بیان ہے کہ اسکے ضمن مین علوم قلبی و اسرار عجیب شامل ہین جنکو بیان مین لانا مشکل بلکہ غیر ممکن ہے لہذا ایکی

ظاہری کیفیت سے بحث کرنا بیفائدہ ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ظاہری کیفیت کسی حدیث مین مروی نہین اور اسقدر زمانہ دراز سے اسوقت تک
ایک معتبر آدمی کی زبانی دوسرے معتبر شخص کا روایت کرنا ممکن نہین تو خواہ مخواہ اکثر باتین یہود و نصاری کے عالمون سے لیگئی ہین اور معلوم
ہے کہ ان لوگون نے اپنی کتابون کو مہذب کرنیکے لائق جانکر کیسی کچھ تحریف کرتے چلے آئے تو بھلا ان قصون مین کیونکر انکی زبانی اصلی کیفیت معلوم ہو سکتی
ہے اور ہمکو حکم ہے کہ انکی روایتون کو نہ مانین اور نہ جھٹلاوین اسلئے ہم سکوت کرتے ہین اور صرف اسقدر یقین کرتے ہین جسقدر قرآن پاک مین
ذکر ہے تو ہم جانتے ہین کہ یہ سچ ہے جو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہم نے اُن پر سجیل سے پتھر برسائے بعض علمار نے کہا کہ سجیل ایک مقام ہے اور بعض نے
کہا کہ سجیل کے معنی پکی اینٹ پس مراد یہ کہ پکی اینٹ کے کھنگر اور بعض نے کہا کہ سجیل معرب سنگ گلین ہے اور یہ کھنگر کے معنی مین ہے اور بعض نے کہا کہ
سجیل و سجین ایک ہے اور سجین کے معنی قولہ تعالی وما ادراک ما سجین کتاب مرقوم سے ظاہر ہین بالجملہ انکی اصل حقیقت کا علم مثل اور چیزون کے
حضرت خالق عز وجل ہی کو ہے ہم کو اس سے کچھ زیادہ بحث نہین ہے قولہ تعالی مَّنضُودٍ صفت سجیل ہے اور یہ مؤید ہے کہ سجیل معرب
سنگ گلین ہے کیونکہ منضود و نضید کے معنی یا تو یہ ہین کہ ایک پر دوسرا ملا ہوا جیسے کیلے و خرما کے گودہ مین ہوتا ہے اور مقصود یہ کہ پتھر بہت
کثرت سے تھے اور یا یہ کہ پے در پے جیسے پانی کی بوندین برستی ہین و قولہ تعالی مُّسَوَّمَةً بصیغہ مؤنث اسم مفعول کے حجارۃ سے حال ہے اسوجہ
کہ حجارۃ اگرچہ نکرہ ہے لیکن موصوف ہے اور نکرہ موصوفہ سے مثل معرفہ کے حال جائز ہے اور معنی اسکے معلمۃ یعنی اسپر نشان و علامت تھی حسن بصری
و سدی نے کہا کہ ہر پتھر پر مہر سی لگی تھی اور بعض نے کہا کہ ہر کافر کے پتھر پر اسکا نام تھا۔ فراء رح نے کہا کہ یون بیان کیا جاتا ہے کہ ہر پتھر پر سرخ
و سیاہ لکیرین کھچین اقول یہ قتادہ و عکرمہ سے مروی ہے۔ ابن جریج رح نے کہا کہ ان پتھرون پر ایک خاص نشانی ایسی تھی جس سے بالیقین
معلوم ہو جاتا کہ یہ زمین کے پتھرون کے مانند نہین ہین الحاصل اس قوم پر جو پتھر عذاب کے برسے وہ گول تھے ہوئے یا بندون کی طرح پے در پے
بلکثرت تھے اور ہر ایک پتھر پر نشان تھا۔ عِندَ رَبِّكَ ۔ تیرے پروردگار پاس سے یعنی خزائن الٰہیہ مین سے تھے یا علم الٰہی مراد ہے اور خلاصہ
یہ کہ اللہ تعالی عز و جل کے واسطے کوئی مقام نہین جہان سے آنا مراد ہو بلکہ ایسا کلام جہان مذکور ہے اس سے غیب و خزانہ قدرت یا حکم
حق مراد ہے اور یہ خطاب آنحضرت صلعم کو ہے ۔ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ۔ اور ایسے عذاب کے پتھرون کا برسنا ظالمون سے کچھ دور
نہین ہے یعنی ظالم لوگ جو اللہ تعالی کے رسولون سے کفر کرتے اور زمین مین فساد پھیلاتے ہین ان کو خوف کرنا چاہیے کہ ان پر ایسے پتھر
برسین ۔ مجاہد رح نے کہا کہ اس کلام سے کفار قریش کو دہشت دلائی کہ ان کو بھی ایسا ہی عذاب نہ پہونچے جیسا کہ قوم لوط کو پہونچا۔ قتادہ رح
نے کہا کہ اس امت کے ظالمون سے ایسا عذاب کچھ دور نہین ہے ۔ قال المترجم حدیث مین ہے کہ جسکو تم پاؤ کہ وہ قوم لوط کا فعل کرتا ہے تو فعل
کرنیوالے اور کرانیوالے دونون کو قتل کر ڈالو یعنی ان دونون کا قتل کر دینا تم پر واجب ہے کما فی السنن عن ابن عباس مرفوعا ۔ اور
حدیث مین ہے اس امت مین بھی یہ ہوگا کہ کچھ لوگ زمین مین دھنس جاوینگے اور بعضون کی صورتین بگڑ جاوینگی اور بعض روایت مین
پتھرون سے ہلاکت بھی ہے اور بعض روایت مین اسکا وقت وہ زمانہ بتلایا کہ لوگ بیباکانہ فسق و فجور کے مرتکب ہون اور بعض روایات
مین علانیہ شراب خواری و چوری و زناکاری و امانت مین خیانت و بدکار کا سردار ہونا وغیرہ قریب چند باتین فرمائین کہ جب ایسا کرینگے
تو بلائین اسطرح ٹوٹ پڑین گی جیسے لڑی ٹوٹ کر دانہ گرنے لگتے ہین یہان تک یہ تذکرہ ختم فرمایا اور چاہیے کہ عام لوگ اس سے عبرت حاصل
کرین اور خاص لوگ اس کیلئے انتہاء علوم و دقائق سے فیضیاب ہون اور یہ قصہ تو یہ کوئی افسانہ نہین ہے جیسا کہ اسوقت کے بعض نیچر
ملحدون نے اپنی جہالت سے زعم کیا اور واضح ہو کہ بعض مفسرین نے قرآن مجید کے ذکر سے بہت زائد روایات یہان بھی مانند دیگر

قصص الانبیاکے ذکر کین جنکے ثبوت مین تامل ہو اور کوئی حاجت نہین اور اکثر یہ روایتین اگلی کتابون یہود و نصاری سے لی گئی ہین حالانکہ انکی روایت کو نہ ہم جھٹلاوین نہ مانین یہی ہم کو حکم دیا گیا ہے اسیواسطے بہت سے قصص ہم نے حذف کر دیئے ہین فاستقم ف
فی العرائس فی اشارۃ قولہ فلما جاء امرنا جعلنا عالیہا سافلہا۔ ابتداء فطرت و انتہاء وجود مین جب معرفت کی نظر یہ ہوتی ہے کہ مشاہدہ وکشف ملکوت سے اطمینان و سکون مین مطمئن ہون تو غیرت قدم ان پر امتحان کے بوجھ ڈالکر بلا مین مبتلا فرماتی ہے چنانچہ اعلیٰ جنت سے ادنیٰ مسکن زمین پر الٹ جاتے ہین اور قلوب احوال سے امتحان شہوات مین منقلب ہو جاتے ہین تاکہ خوب معلوم کرین کہ بارگاہ عظمت و جلال کبریائی مین تمام عرفان جہالت ہے مرید لوگ اگر اپنے مشائخ پر تکبر کرتے ہین تو نفس کے ہاتھون گرفتار ہو کر خوار ہو جاتے ہین اور قرب منزلت سے دوری کے پتھران پر برستے ہین قولہ وما ہی من الظالمین ببعید۔ ایسا خوار ہونا اور قرب منزلت سے دوری مین گرفتار ہونا ایسے لوگون سے دور نہ جانو جو اتباع سنت و طریقہ شریعت چھوڑ کر اتراتے ہین اور ایسے عذاب کے لائق ہونے کی علامت یہ ہے کہ متواتر اس سے گناہ و فسق و فجور ظاہر ہوتے ہین بعض نے قولہ فلما جاء امرنا الآیۃ سے نتیجہ اخذ کیا کہ جب حکم ازلی پہونچا تو جیسے ان کے دلون کو الٹا کر دیا گیا تھا ویسے ہی انکی ظاہری ہیأت بھی لوٹ دی۔ شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ قوم لوط کو جو سزا ملی اسی جہت سے تھی کہ سب کا کام خود کرتے اور نہ دوسرون کو نصیحت کرتے اور کچھ پروا نہین کرتے تھے اور باتین بنا کر حرام و فحش باتین عمل مین لاتے اور کہا کہ جو لوگ اپنے خالق سے خوف چھوڑ کر شرع سے تجاوز کرتے ہین یا شرع مین خلاف تقوی تاویلین کر کے حرام کو حلال بناتے ہین اور باسناد اسکے معاصی کے مرتکب ہوتے ہین وہ ظالم ہین اُن سے ایسا عذاب کچھ دور نہین ہے اقول دور کیونکر ہوگا جبکہ ایسی بداعمالی سے اسکی قلبی و باطنی خوبصورتی مقلوب ہو کر فسق و فجور وغیرہ مین بدشکل ہوئی اور عذاب اسپر برستا ہے تو اگر دنیاوی چند روزہ زندگی مین یہ حال نہ کھلا تو اُسکو کچھ فائدہ نہین کیونکہ موت دور نہین تو پھر خواہ مخواہ قبر کا عذاب بھی طاری ہوگا پھر عذاب دوزخ کہان ہے والعیاذ باللہ من الضلال والعذاب۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجمل عربی اذکار کے حضرت شعیب کا تذکرہ فرمایا بقولہ تعالیٰ۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ

اور مدین کی طرف بھیجا انکا بھائی شعیب بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہین تمہارا حاکم اسکے سوا

وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

اور نہ گھٹاؤ ناپ اور تول مین مین دیکھتا ہون تم کو آسودہ اور ڈرتا ہون تم پر

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۝ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

آفت سے ایک گھیر لینوالے دن کی اور اے قوم پورا کرو ناپ اور تول انصاف سے اور نہ گھٹاؤ لوگون کو

أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝ بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَّكُمْ

انکی چیزین اور نہ مچاؤ زمین مین خرابی جو بچ رہے اللہ کا دیا وہ بہتر ہے تم کو

إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ ۝

اگر ہو تم یقین رکھتے اور مین نہین ہون تم پر نگاہبان

ف۔ ارسلنا۔ الی مدین اخاہم شعیبا۔ اور ہم نے بھیجا مدین کی جانب انکے بھائی شعیب کو۔ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

بیٹے کا نام ہے اور مدین کی تمام اولاد بڑا قبیلہ ہوا وہ بھی مدین ہی مشہور ہوئے اور مدین نے ایک شہر آباد کیا وہ بھی مدین کہلاتا ہے کما فی قولہ لما بلغ ماء مدین الآیۃ حضرت موسی علیہ السلام کے تذکرہ میں فرمایا ہے پس اگر یہاں مدین سے قبیلہ مراد ہے تو معنی ظاہر ہیں اور اگر شہر مراد لیا جاوے جیسے بعض مفسرین نے کہا تو ضرور ہے کہ مضاف محذوف ہو یعنی اہل مدین کیونکہ اخاہم کی ضمیر مدین کے لوگوں کی طرف راجع ہے مقریزی نے خطط میں لکھا کہ مدین حضرت شعیب کی امت ہیں اور یہ لوگ مدیان بن ابراہیم خلیل کی اولاد ہیں اور مدیان کی بیوی کا نام قنطورا تھا وہ یقطان کی بیٹی اہل کنعان میں سے تھی جس سے آٹھ بیٹے ہوئے جنکی اولاد بڑا گروہ ہو گیا اور شہر مدین بحر قلزم کے کنارے پر تبوک کے محاذی اس سے چھ مرحلہ دور واقع ہے اور تبوک سے بڑا قصبہ ہے اور حضرت موسی علیہ السلام جب اول مرتبہ مصر سے تنہا بھاگے تو اسی شہر کے کنوئیں پر ٹھہر کر شعیب کی بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مدین عرب کا ایک قبیلہ تھا جو حجاز و شام کے درمیان ایک شہر میں بستے تھے جو انھیں کے نام پر مدین مشہور تھا۔ اللہ تعالی نے ان کے پاس شعیب کو رسول کر کے بھیجا اور شعیب انھیں میں سے سب سے شریف النسب تھے۔ بعض نے لکھا کہ جمہور کے نزدیک مدین عجمی لفظ ہے تو اسکے وزن پر اشکال نہیں اور بعض نے کہا کہ عربی لفظ ہے تو اس صورت میں وزن فعیلاً بفتح الیاء ماخوذ از محاورہ مدن بالمکان یعنی وہاں قیام کیا مگر یہ وزن نادر ہے اور ۔ بعض نے کہا مہمل ہے اور بعض نے کہا مفعلاً ماخوذ از دان ہے تو بھی شاذ ہے اقول بقول مقریزی اصل لفظ یہاں موافق نام مدیان بن ابراہیمؑ ہے اور شاید کہ انھوں نے یہی نام رکھا ہوا اور بہر حال میں وہ غیر منصرف لفظ ہے یہی قول ابو النحاس کا ہے اور ابن کثیر نے جبکہ اس قبیلہ کو عرب میں سے قرار دیا تو قابل بحث ہے جسمیں عربیت سے واقف آدمی غور کریں اور معنی کی نظر سے عرب میں سے ہونا اقرب واصح معلوم ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن پاک میں عرب کو اکثر انھیں وقائع سے عبرت ونصیحت دلائی جو انکی سرزمین میں واقع ہوئے سوائے چند وقائع کے جو کمال شہرت کی وجہ سے عرب کے نزدیک مثل ان کے ملک کے واقعات کے تھے بالجملہ انھیں مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا اور بھائی ہونا کچھ دین کی راہ سے نہ تھا بلکہ نسب کی راہ سے تھا اور شعیب بشبہ عربی لفظ ہے اور نسب انکا یہ ہے شعیب بن میکائیل بن یشجر بن مدین بن ابراہیمؑ تو شعیب علیہ السلام اسی قبیلہ مدین میں سے ان سب سے اشرف تھے۔ فوائد حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی نے ہر قوم میں سے اسکا نبی سب سے اشرف خاندان کا بھیجا اگرچہ وہ فقیر ہو۔ پھر شعیبؑ کی نصیحت وتعلیم کا حال بیان کیا کہ مثل اور انبیاء کے شعیب نے جو خطیب الانبیاء کہلاتے ہیں پہلے قوم کو وہ بات بتلائی جو سب سے زیادہ فرض ہے۔ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ ۔ کہا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالی کی عبادت کرو یعنی اپنے خالق معبود کی توحید کرو کیونکہ اللہ تعالی پاک نام ہے تمام مخلوقات کے خالق مالک بےمثل واحد قادر کا جسکی تمام صفات کاملہ ہیں اسکا کوئی شریک نہیں ہے تو جب کہا کہ اللہ تعالی کی عبادت کرو تو گویا کہا کہ معبود اپنا اسکو جانو جو وحدہ لاشریک ہے یہی توحید اسلامی ہے اسی واسطے جو کوئی کہ شرک کرے یا تدبیر پر اعتماد وبھروسا کرکے تقدیر کو نہ مانے اسنے اللہ تعالی کو نہ مانا اگرچہ منہ سے کہے کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں یا جو کوئی کہ اللہ تعالی پاک کیلئے جورو یا بیٹا بتلاوے اسنے اللہ تعالی کو نہ مانا بلکہ اسنے اپنا خدا ایسی چیز کو بنایا جسکا بیٹا وجورو ہے اور بیشک اللہ تعالی ایسی چیزوں سے پاک ہے سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم تو اسنے اللہ تعالی کو نہ مانا اسیواسطے دیکھو اہل کتاب یہود ونصاری اگرچہ زبان سے خدا کو مانتے ہیں لیکن حقیقت میں اپنے گڑھے ہوئے خیال کو اپنا معبود بنا لیا ہے تو قرآن میں صاف فرما دیا کہ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر یعنی مومنوں کو حکم دیا کہ جہاد کرو ان لوگوں سے جنکا یہ حال ہے کہ اللہ تعالی کو نہیں مانتے ہیں لہذا جب اللہ تعالی

کی توحید سب سے مقدم فرض تھا تو پہلے قوم کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو اسی طرح یقین کرو جس توحید پر وہ پاک ہو تب تمہاری عبادت البتہ اپنے خالق کی عبادت ہوگی - مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ - اسکے سوائے تمہارا کوئی معبود نہیں ہو تو اپنے دل سے کوئی معبود بت بنا و حتیٰ کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مانند کسی دوسرے کا کہنا اپنے اوپر فرض جانے اور مانے تو اسی کو اسنے اپنا معبود بنالیا اسیواسطے اگلے یہود و نصاریٰ جنکا اعتقاد تھا کہ جو حبر و قسیس راہب کہے وہی فرض ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے مشرک فرمایا اور کہا کہ انھون نے معبود بنالیے بقولہ تعالیٰ اتَّخَذُوا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ - اور اس زمانہ میں بھی نصرانیون کی یہ کیفیت ہو کہ بڑا پادری و بشپ اکثر سفارش سے روپیہ لیکر درخواست معاف کر دیتا ہے اور عام نصرانی اسکی معافی پر معاف ہونیکا یقین کرتے ہین تو انبیا علیہم السلام کے موافق حضرت شعیب نے قوم کو بتلایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے تمہارا کوئی معبود نہیں ہو اور پیغمبر کا حکم خود نہیں ہوتا بلکہ وہ فرماتا ہے کہ تمہارے رب کا یہ حکم ہو - سراج مین توحید پر یہ دلیل عمدہ لکھی کہ دیکھو ہزارون پیغمبر گذرے اور ان کے ملکون مین ہزارون کوس کا فاصلہ اور ان کے زمانون مین ہزارون برس کا فرق تھا مگر سب نے اپنی قوم کو یہی توحید کا اعتقاد سکھلایا تو بالیقین معلوم ہوگیا کہ ہر ایک سچا پیغمبر تھا اور یہی توحید بیشک برحق ہو جبکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی - پھر جب انکو تعلیم کردیا کہ اللہ تعالیٰ خالق عزوجل کا حق ہر حال مین اپنے اوپر فرض جانو اور تمہارا جی چاہے یا نہ چاہے اسی کو سچ جان کر عمل کرو تو پھر انکو تعلیم کیا کہ آپس مین تمام مخلوق مین عدل کا برتاؤ کرو اور جو فعل بڑا ظلم بعد شرک کے کرتے تھے اس سے منع کیا بقولہ - وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ - اور کم مت کرو کیال و میزان مین - فی السراج یعنی ناپ مین اور ناپنے کے برتن مین اور نہ تول اور تولنے کے باٹ مین - اور ناپ تو یہ ہے کہ کسی برتن سے کوئی چیز باعتبار کمی و زیادتی کے برابری پر اندازہ کی جاوے اور وزن یہ ہو کہ باٹ سے ہلکے و بھاری ہونے کی راہ سے برابری کی جاوے انتہی - حضرت شعیبؑ نے قوم کو ناپ تول مین کمی سے منع کیا کیونکہ یہ لوگ باوجود کفر کے یہ بدفعلی بھی کرتے تھے اور انکی عادت تھی کہ جب وہان بیوپاری اناج لاتا تو بڑھتی پیمانہ سے لیتے یا تول کی چیزین بڑھتی باٹون سے رواج ظاہر کرتے اور جب خود فروخت کرتے تو چھوٹے پیمانہ اور کم باٹ سے دیتے تھے تو دونون حالتون مین انکو عدل سے تجاوز کرنے کو منع کیا اور کہا - اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ - مین تم کو بھلائی کے ساتھ دیکھتا ہون یعنی اب تو تم نعمت و ثروت رکھتے ہو ایسی کدورت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی نعمت پر ناشکری و بندون کو ضرر ہوتا ہو بلکہ شکرانہ مین سب پورا اور کچھ بڑھتی دینے سے گئے تو بھلا کمی تو نہ کرو جس سے خدا کے غضب مین پڑو - وَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ - اور مجھے تم پر عذاب روز محیط کا خوف ہے یعنی تم پر ایسا دن نہ آوے جسمین تم کو سب طرف سے عذاب گھیر لے پس یہ دنیاوی عذاب سے خوف دلایا کیونکہ عذاب آخرت کا خوف بعد ایمان کے ہوتا ہو اور بعض نے کہا کہ مراد عذاب آخرت ہو اور معنی یہ ہین کہ مجھے تم پر اسدن عذاب ہونے کا خوف ہو جو دن سب کو گھیر لیگا یعنی روز قیامت اور مراد یہ کہ اس دن کے عذاب سے کوئی بدکار مستوجب سزا اسکو چھٹکارا نہ ہوگا اور ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ عذاب سے مراد غلہ کی گرانی ہے جیسے خیر سے مراد ارزانی ہے پس معنی یہ ہون گے کہ مین اب تم کو سستے بھاؤ مین آسودہ دیکھتا ہون تو ڈنڈی نہ مارو یا دھوکا نہ کرو کہ مجھے تم پر قحط و کال کا خوف ہے بعض نے کہا کہ ابن عباسؓ کی مراد یہ ہو کہ اسوقت خیر و بہتری مین ہو از انجملہ ارزانی ہو اور تم پر خوف عذاب کا ہو جسکی صورتون مین سے گرانی سے ہلاکت بھی ہے پھر ان کو تاکید فرمائی بقولہ - وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ - اور اے قوم تم پورا دو ناپ و تول کو عدل کے ساتھ - پہلے تو لوگون کو

کمی کرنے سے منع فرمایا اور اب انکو بغیر کمی بیشی کے پورا دینے کا حکم دیا تو بیان مین خوب اہتمام ہوگیا اگرچہ حدیث مین جھکتا ہوا حق دینے
پر فضیلت آئی ہے لیکن حضرت شعیبؑ نے ایسی قوم کو ہدایت کی جو کم دینے پر عادی تھے تو انکا پورا دینا اول مقصود تھا کیونکہ واجب اسیقدر
ہے علاوہ اسکے یہ قوم جاہل تھی اور بعض صورتون سے بڑھتی دینا بھی منع ہے اور وہ ان سب صورتون مین ہے جنمین سود ہوتا ہے
اور تمام مقام کو کتاب الربوا فتاوی ہندیہ سے معلوم کرو لہذا ان کو حق واجب پر چھوڑا کیونکہ بیشی ثواب کی بات جس سے خوف ہو کہ آخر
گناہ کبیرہ کا ارتکاب ہوگا تو ایسی بات کو چھوڑنا ثواب ہے جیساکہ فقہاء نے تصریح کردی ہے پھر اور زیادہ انکی سمجھ کو اوپر چڑھایا اور
کل چیزون مین اعتدال سے ہٹنے کو منع فرمایا۔ بقولہ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ۔ اور لوگون کے ساتھ انکی چیزون مین گھاٹا
نہ کرو بس ناپ تول کی چیزین ہون یا کوئی اور ہون کسی مین گھاٹا نکرو۔ حدیث مین ملونی کرنا اناج مین اسطرح حرام کیا کہ من غش
فلیس منا۔ جنے اناج مین ملونی کرکے یا تری دیکر گھاٹا کی وہ ہم مین سے نہین ہے بعض احادیث مین ہر چیز مین اور ہر معاملہ مین
مین خیانت و گھاٹا کرنیکی صورت مین یہی وعید فرمائی ہے کیونکہ ایسی حرکتون کا فساد تمام ملک مین پھیل جاتا ہے لہذا قوم کو تنبیہ کر کے
منع کیا اور کہا۔ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۔ اور فسادی مفسد ہوکر زمین مین بگاڑ نہ کرتے پھرو۔ اور خضر علیہ السلام نے جو
یتیمون کی کشتی توڑ ڈالی تھی وہ بغرض فساد نہ تھی بلکہ صد درستی در شکست خضر ہست۔ وہ بگاڑ نہ تھا بلکہ اس بگاڑ مین ہزار
بناؤ تھے۔ اسی طرح چور کو یا رہزن کو سزا دینا یا خونی کو قصاص دینا کچھ فساد نہین بلکہ بالکل اصلاح ہے ایسے ہی شریعت موسی
علیہ السلام مین اور شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین جہاد کا حکم بالکل اصلاح ہے اور جو شبہ کرتا ہے اسکو ابھی تک جہاد کے معنی ہی
معلوم نہین ہین اور ہم نے سابق مین تفصیل کردی ہے۔ بَقِيَّتُ اللّٰهِ۔ رسم الخط قرآنی مین صرف اسی مقام پر بقیت کو تار کشیدہ سے لکھا
جاوے۔ خَيْرٌ لَّكُمْ۔ جو اللہ تعالی نے باقی رکھا وہ تمھارے لیے بہت اچھا ہے۔ ابن جریر وغیرہ مفسرین نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ ناپ
تول تجارت مین ہر حقدار کا حق پورا دینے کے بعد جو نفع حلال تمھارے لیے اللہ تعالی نے مقدر فرمایا وہ گھاٹا کرنے اور کم دینے سے
تمھارے حق مین بہتر ہے اسمین تمھارے لیے برکت و خوبی ہے۔ مجاہدؒ نے کہا کہ بقیۃ اللہ کے معنی اللہ تعالی کی بندگی و فرمانبرداری کرنا۔
ربیع نے کہا کہ وصیت آلہی۔ اقول یہ کلام عمدہ و دقیق ہے کیونکہ فرمانبرداری سے آدمی حلال کما دیگا تو اسمین برکت ہوگی اور بعد اسکے
کا ثواب آخرت مین بہت زیادہ ہوگا مانند قولہ تعالی والباقیات الصالحات خیر عند ربک الآیۃ۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ بقیۃ اللہ یعنی
رزق آلہی۔ قتادہ نے کہا یعنی پروردگار کی طرف سے تمھارا نصیب۔ اگر کہا جاوے کہ حضرت شعیبؑ کی نصیحت سے قوم کا اس حکم پر فرمانبرداری
کرنا ان کے لیے کیونکر مفید و بہتر ہوگا جب تک ایمان نہ لادین تو جواب یہ کہ اسیواسطے آگے فرمایا۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ اگر تم مومن ہو
یعنی یہ سب اس شرط سے بہتر ہوگا کہ تم ایمان لاؤ کیونکہ برکت و ثواب و نجات حاصل ہونے کیلیے ایمان شرط ہو۔ کذا فی البیضاوی بعض نے
کہا کہ حسن ان معنی اگر یہان شرطیہ نہین بلکہ نیکی پر بڑھاوا دینے کے طور پر ہے جیسے باپ اپنے بیٹے کو کہے کہ اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو یہ سبق
جھٹ پٹ یاد کرڈالو حالانکہ کچھ شک نہین کہ وہ بیٹا ہے اور یقینی بات پر اگر بولتے ہین اقول یہ قول کچھ ٹھیک نہین کیونکہ ابھی انکا ایمان لانا
اور شعیب کو سچا جاننا ظاہر نہین ہوا بلکہ جواب انکار خلاف ہے اور خود شعیبؑ نے فرمایا۔ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۔ اور مین تم پر کچھ بھی
حافظ و نگہبان نہین ہون یعنی مین اس بات کا نگہبان و ذمہ دار نہین کہ تم کو گناہون مین پڑنے سے بچاؤن اور تمھارے سب کام
نیک اوپر رکھون بلکہ مجھ پر فقط نصیحت فرض ہے سو مین نے پوری کردی چاہو مانو بہتر ہوگا اور نہ مانو تو تمھارا حساب تمھارے پروردگار کے

قبضہ میں ہو یا یہ معنی کہ میں تم پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا نگہبان نہیں ہوں جبکہ تم بداعمالیاں نہ چھوڑو یعنی ڈرو کہ اگر بدفعلی نہ چھوڑوگے تو شاید تم پر عذاب آوے کہ تم اور تمہاری نعمتیں سب فنا ہو جاویں اور پھر تم ہمیشہ کیلئے عذاب میں پڑے رہوگے میں تمہارا نگہبان نہیں ہو سکتا ہوں ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ انی اراکم بخیر وانی اخاف علیکم۔ خیر سے دنیا کی بھلائیاں مراد ہیں جو استدراج کا محل ہوتا ہے اور استدراج یہ ہے کہ دنیاوی نعمتوں کو دیکھکر آدمی یہ خیال کرے کہ میں اپنی خوبی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوں کہ مجھے اسقدر نعمتیں عطا فرمائی ہیں حالانکہ اکثر ہوتا ہے کہ بدکار و فاجر جسکے حق میں آخرت کا عذاب شدید ہے دنیا میں وہ سب کچھ دیدیا گیا اور اس تھوڑی چیز پر اسنے آخرت برباد کردی پس یہ چیزیں محل استدراج و امتحان ہیں اور اگر شعیبؑ ان لوگوں میں آخرت کی بھلائی دیکھتے تو ان پر خوف نہ کرتے اور جو لوگ کہ عارف ہیں جب اپنے آپکو اونچے درجوں و بلند مقامات و استقامت پر دیکھتے ہیں تو انکا خوف بہت زیادہ ہو جاتا ہے کیونکہ انکو معلوم ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ غیور ہے پس اسکے سامنے حوادث کو بلندی و استقامت نہیں ہو سکتی مگر بقا رالحی القیوم اسیواسطے دیکھو آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا اعلمکم باللہ واخوفکم منہ۔ کما فی الصحیح یعنی صحابہؓ کو کسی بات میں اپنی پیروی سے بڑھ چلنے کو منع کرنے میں سمجھایا کہ میں تم سب سے اللہ تعالیٰ کی شان کا عارف ہوں اور اس سے بہت زیادہ خوف رکھتا ہوں پس دیکھو کہ زیادہ عرفان پر زیادہ خوف فرمایا بعض مشائخ نے کہا کہ ایمان والے کو اپنے اوپر ہر حال میں استدراج کا خوف ہوتا ہے لیکن اسوقت زیادہ ہوتا ہے جب وہ آرام و آسائش میں ہو اور برابر نعمتیں آتی جاتی ہوں جیسے اس آیت سے ظاہر ہے بعض مشائخ نے کہا کہ قولہ انی اراکم بخیر یعنی میں تم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں دیکھتا ہوں۔ قولہ وانی اخاف علیکم یعنی میں تم پر خوف کرتا ہوں کہ تم ناشکری کرکے برباد نہ ہو بقیت اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین یعنی اگر تم ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ کا قرب و درجات و کرامات و خاصہ نعمتیں جنت جو خیالات بشری سے باہر ہیں تمہارے لئے اس سب سے بہتر ہیں بلکہ ان سے اور آخرت سے کچھ نسبت نہیں لیکن قوم کے لوگ دنیا کو اچھا سمجھتے تھے اس لئے اُن سے بہتر بتلایا پھر قوم مردود کا جواب سنو۔

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ

بولے اے شعیب تیرے نماز پڑھنے نے تجکو یہ سکھایا کہ ہم چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے یا چھوڑ دیں کرنا

فِیْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ ۝

اپنے مالوں میں جو چاہیں تو ہی بڑا باوقار ہے نیک چال والا

قَالُوْا یٰشُعَیْبُ قوم کے سردار بولے کہ اے شعیب اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ۔ کیا تیری نماز تجھے حکم دیتی ہے کہ اَنْ نَّتْرُكَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا۔ ہم اسکی عبادت چھوڑ دیں جسکو ہمارے باپ دادے پوجتے تھے یعنی بتوں کی عبادت ہمارے باپ دادے بڑے رتبہ والے بزرگ جیسے آپ کہاں ہوسکتے ہیں برابر کرتے چلے آئے اب تو نے ایک نئی نماز پڑھکر یہ نکالا کہ ہم ان بزرگوں کی راہ چھوڑ دیں۔ احنفؒ نے کہا کہ شعیب نماز بہت پڑھتے تھے تو قوم نے طعنہ دیا حالانکہ قوم والے نماز کو اچھا نہیں جانتے تھے بعض نے کہا کہ نماز سے یہاں شریعت مراد ہے یعنی تیری شریعت حکم دیتی ہے اعمشؒ نے کہا کہ تیری قراۃ و لیکن اصلی ظاہر معنی سے تاویل کی کچھ ضرورت نہیں معلوم ہوتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ طعنہ سے کہا کہ تیری نئی نماز نے تجھے سمجھایا کہ تو ہم کو منع کرے کہ ہم اپنے باپ دادوں کی راہ سے خلاف کرکے بتوں کی عبادت چھوڑ دیں اور خالی تیرے کہنے پر ایک معبود وحدہ لاشریک ہو جاویں

اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۔ یا اپنے مالون مین جس طرح ہمارا جی چاہتا ہو تصرف کرتے ہین اسکو چھوڑ دین ۔ پہلا قول تو
اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کا جواب تھا اور یہ جواب انکی تطفیف سے منع کرنے کا ہو اور حرف یا بیان اور کے معنی
مین ہو اور ایک قراۃ مین او ان تفعل بتا اور ما تشا آیا ہو او معنی یہ کہ تیری نماز حکم دیتی ہو کہ تو ہمارے مالون مین وہ کرے جو تیرا
جی چاہے یعنی ہم کچھ اپنی خواہش پر نہ کر سکین یا طعنہ دیا کہ نمازین پڑھکر ہمارے مالون مین خواہش وڑآتا ہو اور باتون باتون مین
چاہتا ہے کہ ہمارے مالون مین جو تیرا جی چاہے تصرف کرے ۔ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۔ تو بیشک بیر ھاسلا دالہے
ابن عباس و دیگر علما مفسرین نے کہا کہ یہ لفظ ٹھٹھول کے طور پر کہتے تھے حلیم درحقیقت وہ شخص ہو جو مخالفات مین تحمل
کرے اور مکروہات کو برداشت کرے اور رشید وہ ہو جو نیک چال چلن ہو ۔ حسن بصری نے کہا کہ ہان واللہ حضرت شعیب کو ان کی
نماز یہی حکم کرتی تھی کہ کفار قوم بت پرستی چھوڑ دین یعنی اور ناپ تول مین کمی کرنا چھوڑ دین اقول یہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا
ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر یعنی نماز بیشبہہ روکتی و منع کرتی ہو ایسی باتون سے جو فحش ہین اور اس بات سے جو شرع مین انکار
کی گئی ہو پس صحیح ہوا کہ شعیب کی نماز انکو آمادہ کرتی تھی کہ قوم کو نہی از منکر اور امر معروف کرین ۔ ثوری رحہ نے کہا کہ قولہ ان نفعل
فی اموالنا ما نشاء یعنی زکوۃ ادا کرین ۔ اقول یہ تفسیر بقراۃ دوم یعنی بتا صیغہ خطاب ہے پس عطف ان نترک پر ہوا بعض نے
کہا کہ قولہ انک لانت الحلیم الرشید یعنی اپنے نزدیک اپنے اعتقاد مین تو حلیم و رشید ہے پس طعنہ دیا کہ تو بہت جلد توحید کرنے کو کہتا اور
بتون کی عبادت و تطفیف سے منع کرتا ہے وہ تیرے اعتقاد حلم و رشد کے خلاف ہو بعض نے کہا کہ قوم انکو حلیم و رشید جانتی تھی مگر
کہا کہ تم ایسے ہو تو قوم کی مخالفت دین و اعتقاد مین تم پر شاق نہ ہونا چاہیے ۔ اور اصح یہی ہو کہ قوم نے شعیب پر بدگمانی کی کہ
باتون سے ہمارے مالون مین دست درازی کرنا چاہتے ہین چنانچہ جواب دلالت کرتا ہو بقولہ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ

بولا اے قوم دیکھو تو اگر مجھکو سوجھ مل گئی اپنے رب کی طرف سے اور اُسنے روزی دی مجھکو نیک روزی اور

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ

مین نہین چاہتا کہ پیچھے آپ کرون جو کام تم سے چھڑاؤن مین تو چاہتا ہون یہی سنوارنا جہان تک ہو سکے

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ○

اور بن آنا ہے اللہ سے اُسی پر مین نے بھروسا کیا ہو اور اُسکی طرف رجوع ہون

قَالَ يٰقَوْمِ شعیب نے جواب دیا کہ اے قوم ۔ اَرَءَيْتُمْ مجھے آگاہ کرو کہ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ اگر مین اپنے پروردگار کی طرف
سے کھلی حجت و بیان و ہدایت و بینائی پر ہون جس سے تم کو نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرتا ہون ۔ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا اور
اُس نے مجھے رزق دیا اپنی طرف سے یعنی خزانہ غیب سے بلا کسی ایسے فعل کے جو جائز نہ ہووے ایسا رزق کہ وہ اچھا یعنی حلال و فراخ
ہے جسکے ہوتے ہوئے مجھے تمہارے مالون کی طرف کچھ بھی حاجت نہین ہو تو ایسی صورت مین بھلا مجھکو کب روا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری
کرون کہ تم کو نہ سمجھاؤن اور وحی الٰہی کی تعمیل نہ کرون یا یہ معنی کہ اے قوم مجھے بتلاؤ کہ بھلا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے حجت واضحہ بوحی عطا فرمائی
جسمین گمان و وہم کو کچھ دخل نہین تو مین علم الیقینی پر ہون تو تم نے کیونکر طعن کیا کہ تو حلیم ہو اور تمہارا مطلب یہ ہو کہ تو بیوقوف ہو خلاصہ یہ کہ جو شخص

اسطرح علم یقینی از جانب حق تعالی رکھتا ہو اور نور یقین سے اسکو بصیرت و بینائی حاصل ہو تمھین کہو کہ وہ کیونکر گمراہی و جہالت پر ہو سکتا ہے اور جسکو اللہ تعالی نے مال حلال فراخی کے ساتھ دیا ہو تمھین کہو کہ وہ کیونکر پرائے مال پر ہاتھ بڑھاویگا تو پھر تم کیا طعنہ دیتے ہو کہ تو رشید ہے یعنی نیک چال چلن کہکر یہ مطلب لیتے ہو کہ تیرا چال چلن اچھا نہین کہ تو ہم کو یہ حکم دیتا ہے کہ لوگون کے مال مین کمی کرو حالانکہ تو در پردہ ہمارے مالون مین تصرف کرنا چاہتا ہے اور ظاہر مین کچھ کہتا اور باطن مین اسکے خلاف کرتا ہے لہذا فرمایا ۔ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۔ اور میرا یہ ارادہ نہین ہے کہ جس کام سے تمکو منع کرتا ہون اسی کام کی طرف تم سے مخالفت کرکے جاؤن ۔ زجاج نے کہا یعنی ایسا نہین ہون کہ جس کام سے تم کو منع کرون خود اسی کو کرون بلکہ جو بھلائی کی راہ اپنی ذات کیلیے پسند کرتا ہون وہی تم کو نصیحت کرتا ہون اور میرا علم یقینی بوحی الٰہی ہے ۔ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ ۔ مین نہین چاہتا مگر اصلاح کردینا تاکہ تمہارے اعتقاد و معاملات مین سے فساد دور ہوجاوے ۔ مَا اسْتَطَعْتُ ۔ جہانتک مجھسے ممکن ہے وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۔ اور مجھے کچھ توفیق نہین مگر بقوت و طاقت الٰہی یعنی مین اصلاح اپنی طاقت بھر چاہتا ہون لیکن مجھے یہ طاقت پوری جبھی ملیگی جب اللہ تعالی عطا فرماوے اور صلاح کے جسقدر سامان ہین وہ پورے کردے ۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۔ اسی پر مین نے بھروسا کیا یعنی سب کام جنمین تمہاری اصلاح بھی ہے سب کی کوشش خوب کرتا ہون لیکن نظر میری اللہ تعالی پر رہتی ہے اسی پر بھروسہ رکھتا ہون کہ یہ کام پورا کردے وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۔ اور اسی کی طرف رجوع لاتا ہون کہ اے رب میرے مجھے کچھ قوت و طاقت نہین ہے تو ہی اپنے فضل سے پورا کرادے ۔ مسئلہ تدبیر کرنا اور کام مین کوشش کرنا جہانتک ممکن ہے کوئی فریب خیانت نہ کرنا جو منع ہے یہ آدمی پر واجب ہے اور کافر بھی یہی کرتے ہین لیکن مسلم و کافر مین صرف یہ فرق ہوتا ہے کہ اس کوشش مین کافر کی نظر اپنی طرف یا غیر اسباب کیطرف ہوتی ہے اور مسلم کی نظر اللہ تعالی پر ہوتی ہے پس اسی نظر کا نام توکل ہے تو جب یہ کام پورا ہوا تو کافر اپنی کوشش پر خوش ہو کر اسکی تعریف کرتا ہے اور مسلم اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرتا ہے اور اگر یہ کام پورا نہ ہوا تو کافر کہتا ہے کہ اگر یون ہوتا تو ہوجاتا اور ایسا نہ ہوا اور نہ پورا ہوتا اور رنجیدہ ہو کر افسوس کرتا ہے ولیکن مسلم جان لیتا ہے کہ اللہ تعالی کی مشیت نہ تھی لہذا وہ کچھ رنج نہین کرتا اور خوشی سے پھر کوشش کرتا ہے بعضے لوگون نے تقدیر و توکل کے یہ معنی سمجھے کہ خاموش آرام کرو اور کاہل و مجہول ہو کر بیٹھے رہو کچھ کوشش مت کرو حالانکہ یہ بہت بُری بات ہے کیونکہ تقدیر تو علم الٰہی ہے بندہ کو اس سے کچھ بحث نہین مگر اسقدر کہ مقدر ہوگا ہوجاویگا ورنہ نہین لہذا جو مجہول لوگ کہا کرتے ہین کہ ہم کچھ تدبیر و کوشش نہین کرتے ہم تو توکل کئے ہین یا ہم تو اپنی تقدیر پر شاکر ہین یہ لوگ جاہل بلکہ گنہگار ہین انکو کچھ علم نہین ورنہ آج تک توحید و توکل کے معنی سمجھے ہین اور ناحق اسلام کا نام بدنام کرتے ہین واللہ تعالی ہو الحافظ لدینہ القویم تفسیر ابن کثیر رح مین اس آیت کی تفسیر مین ہے کہ قولہ رزقنی منہ رزقا حسنا بعض نے کہا کہ رزق حسن سے مراد نبوت ہے اور بعض نے کہا کہ رزق حلال ہے اور احتمال دونون باتون کا ہے ۔ قولہ ما ارید ان اخالفکم الخ ثوری نے کہا کہ یہ معنی ہین کہ یہ نہین ہے کہ مین تم کو ایک کام سے منع کرون اور مین پوشیدہ تم سے اسکا عمل مین لاؤن اور ایسا ہی قتادہ سے مروی ہے پھر شیخ نے مسند امام احمد سے اس مقام کے مناسب ایک حدیث حکیم بن معاویہ رض سے روایت کی کہ حکیم نے کہا کہ میرے باپ یعنی معاویہ نے بیان کیا کہ میرے بھائی مالک نے مجھ سے کہا کہ اے معاویہ میرے پڑوسیون کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گرفتار کرلیا ہے سو تو میرے ساتھ آنحضرت صلعم کے پاس چل کہ آنحضرت تجھ سے باتین کرچکے اور تجھکو پہچان چکے ہین پس مین بھائی

کے ساتھ گیا اُسنے آنحضرت صلعم سے کہا کہ میرے لئے میرے پڑوسیوں کو چھوڑ دیجئے وے مسلمان ہو چکے ہیں آپنے منہ پھیر لیا تو میرا بھائی غصہ میں اُٹھ کھڑا ہوا اور بولا کہ واللہ اگر آپ ایسا کرینگے تو لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ ہم کو ایک بات کا حکم دیتے ہیں اور خود اسکے خلاف کرتے ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا آئین یہ بات لوگوں نے کہی ہی اگر میں ایسا کروں تو اسکا وبال مجھی پر ہوگا ان پر اسمیں سے کچھ وبال نہیں ہی پھر فرمایا کہ اسکے پڑوسیوں کو اسکے واسطے چھوڑ دو۔ دوسرے طریق سے اس روایت کو نقل کیا آئین ہی کہ میری قوم سے بعض لوگوں کو آنحضرت صلعم نے ایک بات کی تہمت میں گرفتار کرکے قید کیا پس یہ شخص آنحضرت صلعم کے پاس ایسے وقت آیا کہ آپ خطبہ پڑھتے تھے اور کہا کہ یا حضرت میرے پڑوسی کس جرم پر گرفتار ہیں اور کہا کہ بعضے لوگ کہتے ہیں کہ آپ ایک بات کا حکم دیتے ہیں اور خود اسکے خلاف کرتے ہیں پس آنحضرت صلعم نے پوچھا کہ لوگ کیا کہتے ہیں پس میں نے بیچ میں سے بات کاٹ دی اس خوف سے کہ ایسا نہو آنحضرت صلعم اس بدوی گنوار کی بات پر رنجیدہ ہو کر میری قوم پر بد دعا کریں کہ پھر کبھی اس قوم کو فلاح نہ ہو لیکن آنحضرت صلعم نے برابر پوچھا یہاں تک کہ صاف ظاہر ہو گیا مگر اسی قدر فرمایا کہ آئین کیا یہ بات کہتے ہیں یا کہا کہ ان میں ایسا کہنے والا بھی ہی اور واللہ اگر میں ایسا کرتا تو مجھی پر اسکا وبال ہوتا اور ان پر کچھ نہ ہوتا پھر فرمایا کہ اسکے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔ اقول اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ جو کوئی اوروں کو ایک بات کا حکم کرے جسکو وہ اسکے کہنے سے عمدہ و بہتر خیال کریں اور یہ اسکے برخلاف عمل میں لاوے تو اس شخص پر وبال ہوگا مترجم کہتا ہے کہ دین کی نیک بات جو پہلے سے معلوم ہے دوسرے کو اسپر آمادہ کرنا اگرچہ خود نہ کرتا ہو بعضے علماء کے نزدیک ضرور ہی کیونکہ یہ توفقط بھولے کو یاد دلانا ہوتا ہی اور اُسکا نیکی ہونا تو پہلے سے معلوم ہی اور تمام تفصیل فتاوی ہندیہ میں ہی بیضاوی نے اس جواب کے فوائد میں کہا کہ اس طریق سے جواب میں بہت بڑی تنبیہ ہی کہ عاقل کو واجب ہے کہ ہر امر میں تین حقوق سے ایک لحاظ رکھے انمیں سب سے بڑھکر حق الہی ہی اور دوم حق نفس ہی اور سوم حق مخلوق ہی اور لکھا کہ قولہ علیہ توکلت یعنی میں نے اسی پر بھروسا کیا کیونکہ اسی کو ہر چیز پر قدرت ہی اور جو کچھ اسکے سواے ہی یعنی مخلوقات تو وہ اپنی ذات میں بےشبہہ عاجز بلکہ نابود ہی اور اسمیں خالص توحید کی طرف اشارہ ہی اور جسکو یہ علم بالیقین حاصل ہوا اسکو وجود کے اعلی مرتبہ کا علم ہوگیا اور قولہ والیہ انیب۔ اور میں اسی کی طرف راجع ہوں اسمیں اشارہ ہی کہ آنحضرت علیہ السلام کو جیسے مبدء کا پورا علم حاصل تھا ویسا ہی معاد کا پورا علم تھا کیونکہ انجام سب کا اپنے خالق کی طرف رجوع ہی پھر لکھا کہ تمام کلام میں ایک تو اللہ تعالی سے ہر کام میں ٹھیک ٹھیک صواب حاصل ہونے کی توفیق مانگی اور تمام امور میں اسی کی استعانت چاہی اور بالکل دل و جان سے اسی کی طرف رجوع کیا اور دوم کافروں کی طمع توڑ دی اور سوم ظاہر کیا کہ کافروں سے بالکلیہ فارغ و بیفکر ہیں کچھ انکی دشمنی کی پروا نہیں کرتے اور چہارم اُن کو خوف دلایا کہ پیغمبر ان کے ہاتھ سے ایذا پاکر جب اللہ کی طرف رجوع لایا تو سزا میں گرفتار ہوں گے ف۔ وفی العرائس قولہ وما ارید ان اخالفکم الی ما انہکم عنہ۔ یاد رکھو کہ اہل صدق و صفا کو مخلوق سے کسی سبب دنیاوی میں عداوت و بغض نہیں ہوتا صرف جبھی غصہ آتا ہے کہ جب وے طریقہ سنت کو چھوڑ کر گمراہی اختیار کریں اقول صحیح حدیث میں ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات میں کسی آدمی پر غضبناک نہوتے لیکن جب کوئی شخص شرع کی ہتک حرمت کرتا تو نہایت غضبناک ہو جاتے تھے۔ قال الشیخ اور اہل صدق کبھی مخلوق سے دل نہیں ملاتے مگر جبھی کہ وے لوگ اپنی نفسانی خواہش کو ترک کردیں اور جو کچھ انکو نصیحت کرتے ہیں وہ محض شفقت سے ہوتی ہی۔ شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ وہ واعظ کچھ نہیں ہی جو خالی زبان سے نصیحت کرے اور اسپر خود عمل کرنا نہ دکھلاوے

(ابتداء ۱۲) (انجام ۱۲)

قولہ ان ارید الا الاصلاح ما استطعت یعنی میری عقل و نیت مین جو قوت از جانب حق عزوجل ہو اس سے مین تمھاری بھلائی چاہتا ہون لیکن ہدایت یعنی نیک راہ پر ہوجانا اور توفیق میرے قبضۂ قدرت مین نہین ہو اور مجھے یہ طاقت نہین کہ جو حکم تم پر ازل مین جاری ہوچکا ہو یعنی گمراہی و بدبختی اس سے تم کو نکال لون۔ قولہ وما توفیقی الا باللہ یعنی اگر مجھے نبوت و دلالت حاصل ہوئی تو میرے صفات کی نہین ہو بلکہ ازل مین حق عزوجل نے اپنے علم قدیم سے مجھے اسطرح سرفراز فرمادیا ہو علیہ توکلت۔ اُسی پاک معبود عزیز قوی قدیر سے مجھے سکون ہو کسی دوسری چیز سے نہین ہو اور جو اُسنے اپنے فضل عمیم سے وعدہ فرمایا اسپر مجھے پورا اعتماد ہو۔ والیہ اُنیب مشتاق ہو کر اُسی کی طرف رجوع لاتا ہون۔ بعض مشائخ نے قولہ ان ارید الا الاصلاح الخ مین کہا کہ میرا مقصد تمھاری درستی ہو بشرطیکہ توفیق الٰہی مدد فرماوے اور خود مجھے ایسی قدرت نہین ہو مگر جبھی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو۔ شیخ نہرجوری نے توفیق کے یہ معنی بیان فرمائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک عنایت بندہ کو خود بخود پہونچتی ہے جسمین کوئی سبب نہین ہوتا اور نہ بندہ کی طلب ہوتی ہو حضرت جنید نے توکل کے یہ معنی فرمائے کہ اگر بندہ کو سخت ضرورت لاحق ہو تبھی اسکا دل کسی سبب کی طرف مضطر ہو اور حق عزوجل کے ساتھ تسکین سے ٹھہرے ہونے سے جنبش نکرے انتہی مافی العرائس۔ واضح ہو کہ تفسیر الحافظ مین اس مقام کے فوائد مین احادیث و آثار نقل کیے از انجملہ ابو سلیمان الضبی نے کہا کہ ہمارے پاس عمر بن عبد العزیز خلیفہ وقت کے خطوط آتے جنمین وہ ہم لوگون کو نیک کامون کے کرنے اور بُرے کامون سے بچنے کا حکم و نصیحت لکھا کرتے اور آخر مین لکھتے کہ اس سب نصیحت کے بعد مین وہی کہتا ہون جو بندۂ صالح حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا تھا کہ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب۔ اس اثر کو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین روایت کیا ہو مسروق نے کہا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ آپ عورتون کو بالون مین بال جوڑنے سے منع فرماتے ہو فرمایا کہ ہان بیشک۔ اُسنے کہا کہ آپکی بعض عورتون نے خود ایسا کیا تو فرمایا کہ ایسی صورت مین بندۂ صالح حضرت شعیب کی وصیت وما ارید ان اخالفکم الی ما انھاکم عنہ کو یاد نہین کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ مطلب یہ ہو کہ جو تو کہتی ہو یہ نہین واقع ہوا کیونکہ مجھے حضرت شعیب کی وصیت یاد ہو تو اگر میرے یہان خود ایسا ہوتا تو مین اسکے برخلاف تم عورتون کو منع نکرتا۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ حافظ نے ایک حدیث اس مطلب کے لیے ذکر کی کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلعم کی طرف سے ایسی بات روایت کرے جو آپکی شان کے لائق نہین ہے تو قطعاً جان لو کہ راوی جھوٹا کذاب ملعون ہو چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جب تم ایسی حدیث مجھ سے روایت کی ہوئی سنو جس سے تمھارے دل اُنس کرین اور تمھارے رونگٹین وکھال اسپر نرم ہو جاوین یعنی دل پر اچھا اثر پیدا کرے اور تم دیکھو کہ تم سے یہ بات قریب ہے تو جان لو کہ وہ بات مجھ سے بنسبت تمھارے اور زیادہ قریب ہوگی یعنی بیشک وہ میری طرف سے صحیح ہو اور جب تم مجھ سے ایسی حدیث کی روایت سنو کہ تمھارے دل اس سے انکار کرین و تمھارے رونگٹے وکھال اس سے نفرت کرین اور سمجھو کہ تم سے ایسی بات ہونا بعید ہو تو یقین جانو کہ وہ مجھ سے بہت ہی دور ہو۔ رواہ احمد وقال الشیخ واسنادہ صحیح۔ مترجم اسکی مثال ذکر کرتا ہے کہ صحاح کے سوائے بعض نیچے درجہ کی کتابون مین روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے حضرت جبرئیل سے شکایت کی کہ میری قوت باہ بہت کمزور ہوگئی ہو تو جبرئیل نے آپکو ہریسہ کھلانے کو بتلایا۔ مترجم کہتا ہو کہ نقاد محدثین نے صریح تنبیہ کردی کہ یہ روایت بالکل موضوع و باطل ہو اسکی کچھ اصل نہین ہو اور سند بتلا دیا کہ اس روایت کو جن لوگون نے بسلسلہ پہونچایا انمین فلان و فلان راوی جھوٹے بیباک لوگ تھے۔ مترجم کہتا ہو کہ اونکے فاسق ہونے سے تو ظاہر ہی ہوگیا کہ روایت بنائی ہوئی ہو اور بحکم حدیث مسند صحیح مذکورہ بالا بھی معلوم ہوا کہ یہ بات عالم ربانی سے

بعید ہے تو شان نبوت سے بالکل دور ہے دو وجہ سے ایک تو یہ شہوت کی جستجو ہے جسکا نتیجہ آخرت میں کچھ باقی نہیں مگر بواسطہ ۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلعم
کو اللہ تعالیٰ نے پاک طاہر جامع کمالات بشری پیدا فرمایا تھا جہاں کسی عیب کو دخل نہیں دیا چنانچہ آپ سامنے آنکھوں سے جیسے دیکھتے ویسے
ہی سر کی پشت سے دیکھتے تھے اور بعض صحابہ کی آنکھ جو جہاد میں تیر کے زخم سے نکل پڑی تھی اپنا لب لگا کر دوبارہ حلقہ میں جما دی جس سے
وہ نہایت بڑھاپے میں مرتے وقت تک ویسا ہی روشن دیکھتے تھے اور چالیس جوان زبردست قوی سے بڑھکر آپکو جماع کی قدرت تھی
جیساکہ صحیح میں ثابت ہے تو پھر اس روایت موضوع کا کچھ بھی نشان ہے اور یاد رکھو کہ اگر کسی عالم نے اس روایت کو لکھکر اسکی کچھ توجیہ تاویل بیان
کی تو اس عالم کو یہ معلوم نہوا کہ یہ روایت موضوع ہے اور عالم کیسا ہی بزرگ ہا بدو زاہد تہجد گزار ہو وہ کچھ نبی نہیں ہوتا ہے بس جب ہم نے
جان لیا کہ آنحضرت صلعم کو حضرت خالق عز و جل نے ہر عیب سے پاک معجزہ پیدا فرمایا تھا حتی کہ بڑھاپے کی سپیدی نہیں ظاہر فرمائی تو یہ
عیب بالکل دور تھا پھر اسکا علاج ڈھونڈھنا جو کہے اسپر لعنت ہے کیونکہ اسنے پیغمبر افضل علیہ السلام پر تہمت باندھی اور اسکے حکم سے برخلاف
کیا ۔ واللہ تعالیٰ اعلم پھر حضرت شعیبؑ نے اپنی قوم کو اپنی مخالفت پر عذاب سے ڈرایا ۔ کما فی قولہ ۔

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ

اور اے قوم نہ کمائیو میری ضد کر کر یہ کہ پڑے تم پر جیسا کچھ پڑا قوم نوح پر یا قوم

هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۝ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا

ہود پر یا قوم صالح پر اور قوم لوط تم سے دور نہیں اور گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور اسکی طرف

اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۝

رجوع لاؤ البتہ میرا رب مہربان ہے محبت والا

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ لایجرمن صیغہ نہی بنون تاکید از جرم یجرم اور ابن کثیر سے ایک قرأت اجرم یجرم سے مروی ہے
ولیکن بیضاوی رحنے کہا کہ فصحا کی زبان پر اسکا دوران کمتر ہے لہذا لغت فصیح وہی اول ہے اور یہ فعل متعدی بیک مفعول در بدو مفعول آتا ہے
یہان اسکا دوسرا مفعول لفظ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ ہے اور جرم کے معنی کسب ہے لایکسبنکم یعنی تم کو کموا نہ دیوے یہ قول زجاج ہے ۔ قتادہؒ
نے کہا اے لایحملنکم یعنی تم کو آمادہ نہ کر دیوے یہی مجاہد و سدی رحسے مروی ہے اور اسی کو ابن کثیر نے اختیار کیا ۔ شقاق عداوت بقول زجاج
اور یہی سدی و مجاہدؒ سے مروی ہے اور قتادہ رحنے معنی فراق بیان کئے اور یہ بول چال ایسے وقت میں ہے کہ ایک دوسرے سے پھوٹ چلے
اسطرح کہ ایک تو ایک شق و طرف اختیار کرے اور دوسرا اسکی عداوت سے دوسری طرف پھٹ جائے اور احتمال یہ ہو سکتا ہے یعنی اور اے
قوم نہ کمائی کرادے تمکو میری عداوت یہ کہ تم کو پہونچے مِثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ ۔ ایسا ہی عذاب جو پہونچا تھا قوم نوح کو یعنی طوفان
میں غرق ہوئے ۔ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ یا قوم ہود کو یعنی ہوا کے طوفان سے ٹکرا کر مرے اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۔ یا قوم صالح کو کہ سجیل پتھروں سے ہلاک
ہوئے الحاصل قوم کو نصیحت کی کہ تم مجھسے عداوت کر کے پیٹے پیچھے نہ چلو اور اپنے گناہوں پر ہٹ نہ کرو ایسا نہ ہو کہ ایسی حرکت سے
ان قوموں کو جو عذاب پہونچا ویسا ہی تم کو پہونچے اور تم ان قوموں کے تاریخی حالات سے خوب واقف ہو اگرچہ انکو کچھ زمانہ گذرا
تو ان سے عبرت پکڑو ۔ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ۔ اور قوم لوط تو تم سے دور نہ تھی ۔ قتادہؒ نے کہا یعنی یہ قوم ایسی ہٹ گناہ پر
کرنے اور پیغمبر سے مخالفت کرنے سے ابھی کل کی بات ہے کہ تمہارے روبرو ہلاک ہوئی یعنی انکو تباہ ہوئے کچھ زمانہ نہیں گزرا اور بعض نے کہا

کہ اس قوم کی بستیاں تم سے دور نہ تھیں۔ قال الحافظ کلام میں دونوں باتوں کا احتمال ہے یعنی قوم لوط تم سے بہت قریب تھی نہ انکا زمانہ
دور تھا اور نہ انکی بستیاں تم سے دور تھیں عربی زبان کے موافق بعید صیغہ واحد کی جگہ بعید بن صیغہ جمع باعتبار کثرت افراد قوم کے سو اسطے
نہیں فرمایا کہ مراد ہلاک قوم ہے یعنی ہلاک کیا جانا قوم لوط کا تم سے دور نہ تھا پس ہلاک کا لفظ دل میں سمجھا ہوا ہے اور قوم کثیر کا لفظ
سنایا تاکہ اچھی طرح ہولناک ہوں کہ وہ ہلاک اس قوم کثیر جابر لاکلام پر طاری ہوا تھا اس لطیف بلاغت کو غور سے سمجھو تو جب حضرت
شعیب نے ان کو انکا خوفناک انجام سنادیا تو پھر عذاب واقع ہونے سے پہلے انکو ایسی بات بتلائی جس سے بجائے عذاب کے نعمت و
رحمت پاویں اگر کریں یعنی فرمایا۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ۔ اور مغفرت مانگو اپنے رب سے یعنی پچھلے گناہوں کی معافی
چاہو پھر اپنے رب کی طرف رجوع کرو یعنی آیندہ کیلئے اسی کے حکم پر چلو اور کفر اور ناپ و تول میں کمی چھوڑ دو اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ بیشک
میرا پروردگار رحیم ہے بڑی رحمت والا ہے اسکی خاص رحمت تو مومنوں کے ساتھ مخصوص ہے اور عام میں سب شریک ہیں۔ وَّدُوْدٌ بہت
محبت والا ہے یعنی اپنے نیک بندوں کو محبوب رکھتا اور ان پر بہت رحم فرماتا ہے ودود بتشدید دال بمعنی محبت ہے اور یہاں مراد یہ ہے کہ جیسے
اہل مودت میں جو نہایت ودود ہوتا ہے وہ دوسرے کو لطف سے خوش کرتا ہے اور اسکو بھلائی پہونچاتا اور اس سے برائی دور رکھتا
ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے مومن بندوں کو اپنی کاملہ قدرت سے سرفراز فرماتا ہے اور مقصود یہ کہ میرا رب رحیم ودود ہے اگر تم
اب بھی استغفار و توبہ کرو تو تم پر کرم و لطف و رحم فرمادیگا۔ واضح ہو کہ پہلے تو فرمایا استغفروا ربکم۔ رب انکا کہا اور آخر میں ان ربی میرا
رب کہا اسمیں نہایت لطیف اشارہ ہے کہ رحیم و ودود ہونے کی صفت میں میرا رب ہے اور جب تم میری راہ پر ہو تو تمہیں بھی شمول ہو اور
ہنوز تم قابل استغفار و توبہ ہو۔ فائدہ فی العرائس قولہ واستغفروا ربکم ثم توبوا الیہ الخ۔ اہل قرب و منزلت اپنی عبادت سے
استغفار کرتے ہیں تو حکم میں اشارہ ہے کہ تمہارے دلوں پر جو خطرہ گذرا کہ تم کو بندگی یا نافرمانی کی قدرت ہوئی اس سے استغفار کرو
کیونکہ بندگی یا معصیت کا تعلق بندہ کی قدرت پر نہیں بلکہ اسی سعادت ازلی یا شقاوت ازلی سے متعلق ہے جو تقدیر الٰہی ہے اور
قولہ ثم توبوا الیہ یعنی اپنی طاقت و قوت سے بیزاری کرو یعنی یقین کرلو کہ بذات خود تم کو ایسی قدرت نہیں ہے پھر جب تم نے ایسا یقین
کرلیا اور اپنی ہستی کے دیکھنے سے خارج ہوگئے تو اسوقت تم کو میرا رب اپنی معرفت کا لباس پہناویگا کیونکہ وہ اپنے عارف بندوں پر
رحیم ہے اور اپنے مودت والوں کے ساتھ ودود ہے اقول معنی یہ ہوئے کہ جو لوگ اپنے رب کے ساتھ بہت محبت رکھتے ہیں انکا پروردگار
بھی ان سے بہت محبت و رحم و کرم فرماتا ہے محمد بن الفضل رحمہ نے فرمایا کہ جس شخص کے استغفار کا نتیجہ آئندہ کیواسطے سچی توبہ و رجوع نہ ہوا تو
یہ شخص استغفار میں جھوٹا ہے اسنے سچے دل سے نہیں چاہا کہ اے میرے پروردگار میرے گذرے گناہ بخشدے کیونکہ اگر سچا ہوتا تو آیندہ ضرور
توبہ میں مضبوط ہوتا کہ اب مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو یعنی اگر اتفاقاً جہالت سے ہو جاتا تو اسی وقت شرمندہ و نادم ہو کر توبہ کرتا اور جس شخص
کی توبہ کا نتیجہ سچی محبت نہ نکلا تو وہ توبہ میں جھوٹا ہے اسکے نفس نے اسپر دھوکے سے ظاہر کیا کہ تونے توبہ کرلی ہے اور حقیقت میں توبہ کا
اثر اسکے دل میں نہیں ہے اور دلیل اس تمام کلام کی یہ ہے کہ فرمایا استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ۔ پہلے استغفار کو فرمایا پھر اسپر توبہ کو مرتب کیا
جو اس استغفار کا نتیجہ ہے تو استغفار ٹھیک ہوا پھر توبہ کرنے والوں کے حق میں فرمایا ان اللہ یحب التوابین یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنیوالوں
کو محبوب رکھتا ہے تو جو کوئی توبہ کرنیوالا ہوگا وہ ضرور محبت میں سرگرم ہوگا کیونکہ جھوٹا توبہ کرنیوالا تو تواب نہیں ہے بس جھوٹی توبہ کا نتیجہ بھی
محبت نہ ہوگا۔ قال المترجم یہ کلام نفیس قابل حفظ ہے اور اسکے فوائد بہت ہیں یاد رکھو کہ محبت سے بندہ کی طرف سے عشق حقیقی کے معنی مراد ہیں اور

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم کو بحث کرنا لغو و مہمل ہے کیونکہ اسکی صفات سے ہم کو علم نہیں ہو سکتا مگر اسی قدر کہ وہ اپنے بندہ کو محبوب رکھتا ہے اور ماہیت اس محبت کی مثل اور صفات الٰہیہ متعالیہ کے ادراک مخلوق سے باہر و متعالی ہے فافہم شیخ ابو عثمان رحمہ نے فرمایا کہ وہ وہ وہ پاک منعم ہے جس نے تجھکو قدیم سے ابتک ہر طرح کی نعمتیں عطا فرمائیں بدون اسکے کہ تیرا کوئی استحقاق ہو یا اسپر کسی طرح ان نعمتوں کا دینا واجب ہو جب قوم کو آنحضرت علیہ السلام نے یہاں تک نصیحت باللہ و رسالت تامہ پہونچائی تو قوم نے اپنا مردود ہونا ظاہر کر کے نصیحت کے عوض عداوت کا جواب دیا۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ

بولے اے شعیب ہم نہیں بوجھتے بہت باتیں جو تو کہتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں تو ہم میں کمزور ہے اور اگر نہ ہوتے تیرے بھائی بند

لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

تو تجھکو ہم پتھراؤ کرتے اور تو ہم پر کچھ سردار نہیں بولا اے قوم کیا میرے بھائی بندوں کا داب تم پر زیادہ ہوا اللہ سے

وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَاۗءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝

اور اسکو ڈال رکھا تم نے پیٹھ پیچھے فراموش تحقیق میرے رب کے قابو میں ہے جو کرتے ہو

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ قوم والے بولے کہ اے شعیب مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ ۔ ہم سمجھتے نہیں بہتیری باتوں کو ان باتوں میں سے جو تو کہا کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید و عبادت کرنا اور شرک چھوڑنا و ناپ تول میں کمی نہ کرنا سب حق پورے کرنا و ان کی دلیلیں ہم اکثر نہیں سمجھتے اور یہ اسوجہ سے تھا کہ انکی عقل میں قصور رہتا اور اسکے باوجود ان کی باتوں کی طرف غور نہ کرتے و دھیان نہ لگاتے تھے حالانکہ حضرت شعیبؑ ان کو انھیں کی زبان میں انکی سمجھ کی مقدار پر سمجھاتے تھے اور بعض نے کہا کہ سب سمجھتے مگر یہ مطلب تھا کہ تمہاری باتوں کی توقیر کچھ نہیں ہے جیسے کہتے ہیں کہ اے شخص تیری بات تو ہماری سمجھ میں نہیں آتی یعنی یہ بات قابل توجہ نہیں ہے۔ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۔ اور ہم تو تجھے اپنے درمیان ضعیف دیکھتے ہیں کہ تجھے کچھ قوت نہیں ہے اگر ہم تجھکو برائی پہونچانا چاہیں تو تو روک نہیں سکتا یا ضعیف سے یہ مراد کہ تو ہم میں ایک ذلیل آدمی ہے تیری کچھ عزت نہیں ہے۔ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۔ اور اگر تیرا گروہ نہ ہوتا جو تیرے گھر والے ہیں تو ہم تجھکو رجم کر ڈالتے یعنی پتھروں سے مار کر ہلاک کر دیتے یا کوڑوں وغیرہ سے یا تجھے قید کرتے۔ رہط کا لفظ تین سے سات تک یا دس تک کیلئے بولا جاتا ہے تو اسقدر آدمی اتنی قوت والے تو نہیں ہو سکتے کہ ہزاروں کا مقابلہ کریں بلکہ یہ غرض کہ ہم کو تیرے خاندان والوں کی عزت و حرمت کا پاس ہے کیونکہ وہ ہمارے دین پر ہیں تیرے ساتھی نہیں ہیں باوجود اسکے اگر تیری آبروریزی ہو تو انکی بھی ذلت ہوگی جیسا دنیاوی لوگوں کے خیالات ہیں پس رہط کے لحاظ سے رجم نہیں کرتے۔ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۔ اور تو ہماری نظروں میں کچھ عزت والا نہیں ہے تاکہ تیری عزت سے ہم تجھے رجم نہ کریں قولہ لنراک فینا ضعیفا علی بن عیسیٰ نے کہا کہ مقصود و ضعیف البدن و ضعیف الجسم ہے۔ نحاس رح نے کہا کہ قبیلہ حمیر کی زبان میں ضعیف اندھے کو کہتے ہیں اور یہی زجاج نے ذکر کیا ہے اور سیوطیؒ ثوری و سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ شعیبؑ اندھے تھے اور اسوجہ سے اندھے ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں بہت رویا کرتے تھے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں شعیب یہاں تک روئے کہ اندھا ہو گیا اخرجہ ابن عساکر والواحدی۔ یہ بات اگرچہ واقع ہو لیکن ضعیف کی تفسیر اندھے کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے چنانچہ بیضاوی رح نے کہا کہ خود لفظ

فیناسے یہ قول ہی رد ہوتا ہی اسلئے کہ جو اندھا ہوتا ہے وہ ہر ایک کے نزدیک ہر جگہ اندھا ہی ہے پھر یہ کیا کہ تو ہم مین اندھا ہی اور سدی نے کہا کہ اسکے یہی معنی ہین کہ تو اکیلا تنہا ہی یعنی تیرے یار و مددگار لوگ نہین ہین اور ایسے شخص کو کمزور کہا کرتے ہین اور یہ قول اقرب ہے کیونکہ ذلیل و حقیر ہونے کو قولہم وما انت علینا بعزیز نے مصرح کردیا ہے پس حاصل یہ کہ قوم مردود نے اول تو یہ کہا کہ تیری باتین لایعنی ہین ہم اکثر نہین سمجھتے اور دوسرے آنکہ تو ہم مین تنہا کمزور ہی کیونکہ تیرے کنبہ والے تیرے ساتھ شریک نہین ہین اگرچہ تیری ذلت انکی ذلت ہوگی لہذا اگر وے نہوتے تو ہم تجکو بہت جلد رجم کردیتے ہم کو صرف انکی آبرو و عزت کا خیال ہی اور تو ہمارے نزدیک کچھ بھی عزت والا نہین ہی علی رض نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہین ہی کہ اس قوم نے جلال الٰہی سے خوف نکیا بلکہ فقط پیغمبر کے کنبہ والون سے خوف کیا بیضاوی رح نے کہا کہ قوم نے حضرت شعیب کے جواب مین بیہودہ گوئی و مارپیٹ کی دھمکی دی اور یہ قرآن کا یہی مستفاد ہوتا ہی کہ نور ایمان سے بے بہرہ ہوکر جہالت کی تاریکی مین پڑے ہوئے روشن آیات و کھلے دلائل کے مقابلہ مین ایسی ہی شیطانی حرکات کیا کرتے ہین حضرت شعیب ع کو اپنی طرف خیال نہوا بلکہ بمقابلہ الٰہی عزوجل جو انھون نے کنبہ والون کی عزت کی اس سے غمناک ہوئے۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ فرمایا کہ اے میری قوم کیا میرا کنبہ تمھاری نظرون پر اللہ تعالی سے زیادہ عزت والا ہی کہ تم نے کنبہ کی عزت سے مجھے اپنے نزدیک چھوڑا اور اللہ تعالی کی جلال و عظمت کے خوف سے نہین چھوڑا۔ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا۔ اور کر لیا ہی تم نے اسکو ادھر اپنی پیٹھ پیچھے یعنی حضرت ذوالجلال والاکرام کو ایسے بھولے ہو جیسے کوئی بھولی چیز کو پیٹھ پیچھے ڈال دیتا ہی چنانچہ تم نے بلا تردد اسکی جناب مین شرک کیا اور اسکے رسول کی اہانت کرتے جاتے ہو جو تم کو برابر نرمی سے عمدہ طور پر نصیحت کر رہا ہی تو تم نے حق الٰہی عزوجل کو بھلا دیا ہے مگر یاد رکھو کہ تمھاری حرکتون سے تم کو کچھ فائدہ نہین ہی۔ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۔ بیشک میرا پروردگار سب کو جو تم کرتے ہو محیط ہی یعنی یعنی وہ سب جانتا ہی اسپر ذرہ برابر پوشیدہ نہین ہی وہ ضرور تم کو تمھاری حرکتون کا بدلا دیگا ظہری بکسر اول منسوب بظہر بفتح اول بمعنی پشت ہی و لیکن عرب اکثر نسبت مین ایسا تغیر کر دیتے ہین جیسے بصرہ کی طرف نسبت مین بصری بالکسر بولتے ہین ف فی العرائس قولہ وانا لنراک فینا ضعیفا۔ یہ خطاب جبکہ قوم کی طرف سے ہی تو اسکی تفسیر گذر چکی اور جبکہ خطاب بطریق اشارات ہی تو منجملہ اسکے اشارون کے ضعیف سے اشارہ ہی کہ جس حال مین اہل الکفر تھے اس سے پیغمبر علیہ السلام کو وحشت تھا اور جس حال مین خود تھے اس سے مانوس تھے اور نیز ضعیف اس دعوی رسالت و معجزہ مین و دعوی قربت و مشاہدہ مین بدین معنی کہ جلال احدیت عز سلطانہ سے جسقدر معرفت حاصل ہو وہ بذات خود اگرچہ یعنی قربت ہین لیکن بذات تعالی و تقدس محض ہیچ ہے عقول خلائق کو وہان رسائی نہین ہی حکیم ترمذی رح نے کہا کہ ضعیفا سے انکی یہ مراد تھی کہ ہمارے درمیان سے نکالا ہوا ہی ہم مین سمجھے جلسہ برادری کے معاملہ مین شرکت حاصل نہین ہی اور بعض نے کہا کہ مراد انکی قلیل العقل ہی واللہ اعلم پھر جب حضرت شعیب علیہ السلام اس قوم کی ہدایت سے مایوس ہوئے تو بواسطہ علم نبوت کے ان کو ڈرانے سے بڑھکر انتظار عذاب کا وعدہ دیا۔

وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

اور اے قوم کام کیے جاؤ اپنی جگہ مین بھی کام کرتا ہون آگے معلوم کروگے کس پر آتا ہے عذاب

يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۝ وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا

کہ رسوا کرے اسکو اور کون ہے جھوٹا اور تاکتے رہو مین بھی تمھارے ساتھ ہون تاکتا اور جب پہونچا ہمارا حکم

نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا

بچا دیا ہم نے شعیب کو اور جو یقین لائے تھے اسکے ساتھ اپنی مہر سے اور پکڑا اُن ظالمون کو

الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا

چنگھاڑنے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھرون مین اوندھے پڑے جیسے کبھی نہ بستے تھے اُنمین سُن لو پھٹکار ہے

لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ

مدین پر جیسے پھٹکار پائی ثمود نے

جب آنحضرت علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ یہ قوم اپنے باپ دادون کے دین پر اور اپنے قبیح اعمال پر ہٹ کیے رہین گے اور نصیحت ان مین کارگر نہ ہو گی تو ایسے کہا۔ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اور اے قوم تم کام کیے جاؤ اپنی حالت پر۔ اِنِّيْ عَامِلٌ مین بھی اپنے حال پہ کام کیے جاتا ہون اگر وہم ہو کہ قوم تو شرک و کفر و تطفیف کا کام کرتی تھی انکو انکے حال پہ کام کرنے کا کیونکر حکم دیا اسلیے کہ شرع مین مسئلہ یہ ہو کہ کسی شخص کے کفر پر راضی ہونا کفر ہو تو اس سے بڑھکر کسی کو کفر کے موافق عمل کرنے کا حکم دینا۔ تو جواب یہ ہو کہ یہ شرک کرنیکا حکم نہین ہو بلکہ باوجود اس قوم کے ازلی مردود ہونے کو وحی وغیرہ سے جان لینے کے انکو اس طریقہ پر چلنے سے خوف دلایا جیسا کہ اگر کسی کو سمجھا کر آدمی تھک گیا اور جانا کہ یہ ضرور وہی کریگا تو اس سے کہتا ہو کہ اچھا تو یہ کام کر دیکھ تو ابھی تجھے معلوم ہوا جاتا ہو جو تجھ پر پڑیگا پس یہ کہنا گویا بہت سخت منع کرنا ہوتا ہو ایسا ہی یہان ہو چنانچہ اسی پر دلالت صریح ہو قولہ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ عنقریب تم جان لوگے کہ ہم مین اور تم مین کون نیک راہ اور کون گمراہ ہو یا جان لوگے آنکھون دیکھکر۔ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ کس پر آویگا ایسا سخت عذاب جو اسکو دین و دنیا مین ذلیل و خوار کردے۔ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ۔ اور کون جھوٹا ہو۔ واضح ہو کہ قولہ علی مکانتکم بعض نے کہا کہ یعنی علی حالتکم جس حال پر تم ہو کہ شرک و گناہ پر ہٹ کیے جاتے ہو چنانچہ اسی معنی پر تفسیر مذکور ہوئی اور بعض نے کہا کہ مکانت منزلت و قدرت ہو تو مراد یہ ہو کہ جہان تک تم کو قدرت و طاقت ہو وہان تک شرک و کفر و گناہ کے اعمال کرو جن کو تم اچھا سمجھتے ہو اور مین بھی اپنی استطاعت پر جسکو اچھا سمجھتا ہون عمل کرتا ہون پھر دونون کے اعمال کا حال عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ کس کو ثواب ملا اور کس کو عذاب پس جو بدکار و جھوٹا ہوگا اسی پر عذاب آویگا۔ زمخشری رح نے کشاف مین ذکر کیا کہ قولہ سوف تعلمون بطریق استیناف کے گویا یہان سے نیا جملہ شروع کیا حالانکہ وہ اپنے اوپر سے مربوط ہو اور کبھی فا سے وصل کرکے فسوف تعلمون کہتے ہین لیکن استیناف مین زیادہ بلاغت ہو کیونکہ اسمین ہول طاری ہونا زیادہ ہو جاتا ہو اور یہی اصلی مقصد ہو۔ اقول یعنی بدون فا کے استیناف بیانی زیادہ بلیغ ہو کیونکہ اس صورت مین گویا پوچھنے والے کافر نے پوچھا کہ اچھا جب سب کفار اپنے حال پر اور آپ اپنے طریقہ پر عمل کرینگے تو کیا ہوگا جواب دیا کہ سوف تعلمون الی آخرہ تو ہول سمایا کہ اسطرح اس بحث کا خاتمہ تو بہت سخت ہو کہ آئین بدکار کا فیصلہ ہو جائیگا واضح ہو کہ کافرون نے کہا تھا کہ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ۔ تیری بہتیری باتین ہم سمجھتے نہین یعنی تیری اکثر باتین ہم کو جھوٹ معلوم ہوتی ہین مثلاً مرکر عذاب پانا و بعث و نشر و حشر و جزا و سزا وغیرہ اکثر باتون مین جھوٹا ٹھہرایا اور کہا تھا کہ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ یعنی تو ہمارے نزدیک ذلیل و خوار ہو تو آنحضرت علیہ السلام نے رہط کی عزت بمقابلہ حضرت ذو العظمة والکبریاء کے منکر جانکر فوراً قوم پر رد کر دی پھر علم وحی وغیرہ سے آگاہ ہوکر یہ فیصلہ کیا کہ اچھا نہین مانتے ہو تو خیر اپنے طور پر خوب برتاؤ کرو دیکھو انجام کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ جھوٹا کون ہو

اور کھل جائیگا کہ ذلیل و خوار کون ہوا - اور یہ وعدہ ایسا قریب ہے کہ اسکی طرف ٹکٹکی لگاؤ - وَارْتَقِبُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ - اور انتظار
کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں دیکھو کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے بیچ میں کیا حکم و فیصلہ جاری فرماتا ہی پھر حسب وعدہ عنقریب ہی قوم
پر عذاب آگیا - وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا - اور جب آگیا ہمارا حکم یعنی عذاب مقدر یا عذاب کا حکم
تو ہم نے دونوں فریق میں سے نجات دی شعیب کو اور ان بندوں کو جو اسکے ساتھ مل ایمان لائے تھے اپنی طرف سے ایک خاص رحمت
کے ساتھ یعنی ان بندوں کو ہمارا نجات دینا ہماری طرف سے اُنپر خاصہ رحمت تھی اسی کا اثر تھا کہ یہ لوگ ایمان لائے اور نیکوکار تھے اور
قوم مردود سے دل سے بیزار و علیحدہ تھے پھر انکو خواری و عذاب آخرت کے مکانات میں بھی قوم سے الگ کر دیا گیا - وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ
ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ - اور گرفتار کر لیا اس قوم کو جنہوں نے خود اپنی جانوں پر آپ شرک و عصیان سے ظلم کر رکھا تھا ایک کرخت آواز نے -
روایت ہی کہ جبرئیل نے انکو سخت ہولناک آواز سے ڈانٹا جبکہ وے اللہ تعالیٰ خالق کی نافرمانی میں اسکے پیغمبر و مومنوں کو آزار دیتے تھے
پس دہشت سے ان کے دل پھٹ گئے - فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ - پس یہ لوگ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل مرے رہگئے یعنی اس
ہیئات پر مرے کہ گھٹنے زمین پر ٹیکے تھے اور دونوں ہاتھ کے بل زمین پر تھے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ زمین کو زلزلہ سخت آیا تھا تو لڑکھڑا کر
اسی ہیئات پر رہ گئے تھے چنانچہ سورۂ اعراف و عنکبوت میں زلزلہ مذکور ہی بقولہ فاخذتھم الرجفۃ - اور یہ زلزلہ بھی ان پر عذاب تھا
اور واضح ہو کہ اس امر میں گفتگو ہی کہ اصحاب الایکہ قوم شعیب تھے حالانکہ وہ عذاب ظلہ سے ہلاک ہوئے تو کہا گیا کہ خاص لوگ تھے مدین جنمیں
حضرت شعیب تھے وہ تو زلزلہ و کرخت آواز سے مرے اور ایکہ والوں پر آسمان سے آگ اتری جس سے ہلاک ہوئے اور سوائے غریب
مومنوں کے اس قوم مالدار مغرور بدکردار میں سے کوئی نہیں بچا سب مال و دولت سکان و ثروت جنکی محبت میں اتراتے اور ایمان کھوتے
ہوئے حضرت پیغمبر علیہ السلام کو ذلیل و خوار سمجھتے و انکی طاعت سے عار کرتے تھے سب چھوڑ کر عذاب دائمی میں گرفتار ہوئے اللہ تعالیٰ
نے فرمایا - كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا - گویا کبھی ان گھروں میں نہیں بستے تھے پھر فرمایا - اَلَا بُعْدًا لِّمَدْیَنَ - آگاہ رہو کہ ہلاکت ہو مدین کے لئے
كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ - جیسے ثمود ہلاک ہوئے اور تشبیہ اس بات میں ہی کہ مدین قوم شعیب بھی اسی عذاب صیحہ سے ہلاک ہوئی جس سے
ثمود قوم صالح مری تھی صرف فرق اسقدر رہا کہ قوم ثمود کو صیحہ نے نیچے سے ہلاک کیا اور مدین کو صیحہ اوپر سے پہونچا تھا اور روایت ہی
کہ کسی دو قوم کو اللہ تعالیٰ نے ایک عذاب سے نہیں مارا سوائے مدین و ثمود کے کہ دونوں صیحہ سے مرے اور شیخ حافظ نے کہا کہ دونوں کی
تشبیہ معنوی یہ ہی کہ دونوں قومیں کفر اور رہزنی میں یکسان تھیں و دونوں عرب میں سے تھے - واضح ہو کہ البعد مصدر ہے یعنی دوری
اور فعل اسکا کرم بضم العین آتا ہی اور بمعنی ہلاکت اور فعل اسکا بروزن سمع بکسر العین آتا ہی اور ابن الانباری نے کہا کہ بعضے عرب ہلاک و
دوری میں فرق نہیں کرتے ہیں - مہدوی نے کہا کہ بُعد بضم العین کا استعمال بھلائی و برائی دونوں میں ہوتا ہی اور بکسر العین کا
استعمال خاصکر برائی سے مخصوص ہی اور یہاں بعدت بکسر العین جمہور کی قرات ہی اور مراد اس سے لعنت ہی تو معنی یہ ہوئے کہ
مدین پر لعنت ہی جیسے ثمود ملعون ہوئے اور بعدت صیغہ تانیث باعتبار قبیلہ کے ہی - واضح ہو کہ تطفیف جو مدین کا فعل تھا کبیرہ
گناہ ہی اور اسکا عذاب علاوہ تذکرہ مدین کے قولہ تعالیٰ ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا الآیۃ میں منصوص ہی اور حدیث سنن میں
یہ مضمون آیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے موالی کو فرمایا کہ تم نے ناپ تول کا پیشہ وہ اختیار کیا ہی جسمیں امتوں میں سے بعض ہلاک ہوئے تو
جنیا طرکھو یعنی پورا دو اور عذاب سے ڈرو - واضح ہو کہ جب بدفعلی کا عذاب دنیا میں کسی قوم کو ملا چنانچہ اس امت میں بسبب برکت

آنحضرت صلعم کے دنیا مین عذاب عام نہ دیا جائے گا تو اس سے آخرت کے عذاب سے چھٹکارا نہ ہوگا بلکہ مرتے ہی آثار عذاب طاری ہونگے اور عذاب القبر شروع ہو جائیگا نعوذ باللہ من عذاب اللہ تعالیٰ و من سیئات الاعمال - پھر حق تعالیٰ نے ساتوان تذکرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بادشاہ فرعون کا بیان فرمایا بقولہ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا

اور بھیج چکے ہین ہم موسیٰ کو اپنی نشانیون سے اور واضح سند سے فرعون اور اُسکے سردارون پاس پھر چلے گئے ہین

اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۝ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

فرعون کے اور نہین بات فرعون کی کچھ نیک چال رکھتی آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن

فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ

پھر پہونچا دیگا اُن کو آگ پر اور بُرا گھاٹ ہے جسپر پہونچے اور پیچھے سے ملی اس جہان مین لعنت اور دن

الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝

قیامت کے بُرا انعام ہے جو ملا

اس تذکرہ کو بلفظ لقد ارسلنا - شروع فرمایا جسکے معنی تاکید و تحقیق کے ہین اور عرب اگرچہ اس قصہ سے اقسام سے موجب اتھے بقیے خصوص عرب کے یہود اور دیگر مقامات کے نصاریٰ سے متواتر اخبار موصول ہوئے لیکن پھر بھی یہ عرب کی سرزمین کا واقعہ نہ تھا تو ان کو بحرف تاکید سنایا اور دوسرے سننے کیلئے تاکید و تنبیہ ہے کہ اس سے کمال عبرت حاصل کرو کیونکہ اصلی مقصود ان تذکرون سے یہی ہے کہ اہل عقل ان سے اپنے خالق کی قدرت و اُسکا طریقہ عبودیت پہچانین اور اہل حال ان سے اسرار کے مقامات جو انھین عبارات کلام مین عجیب لطافت سے مندرج ہین ادراک کرین اور اہل توحید و اسرار کو اعلیٰ مقامات فنا تک وصول حاصل ہو اور یہ سب بنحاء ہدایت الٰہی عزوجل ہے مگر ابتدا اسکی یہی ہے کہ نفس کے فریب شیطان کے وساوس اور زندگی و جان کے شہوات سے مقابلہ کرکے نفرت کی نظر سے دور کرین اور حضرت خالق عزوجل کی عظمت اور اپنے بندہ ہونے کو دیکھین اسکے ساتھ اس کلام کو غور سے سنین پس بتاکید فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى - اور بیشک بھیجا تھا ہم نے موسیٰؑ کو ازلی علم مین اسکو رسول مقدر کر دیا تھا کہ فلان وقت زمانہ مین پیدا ہو اور اسطرح زندہ رہے اور اسطرح فرعون اسکو پالے پھر دشمن ہو پھر وہ بیاکے ہماری تعلیم خاص و تنویر قلبی سے فیضیاب ہو ہمارا ایلچی ہو کر جاوے بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتون کو ساتھ لئے - وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ - اور کھلے ہوئے غلبہ کے ساتھ مین یعنی موسیٰؑ کے ساتھ دو باتین ہم نے عطا فرمائین ایک آیات اور دوم سلطنت واضحہ - اور مفسرین نے باہم گفتگو کی کہ یہان ان دونون سے کیا مراد ہے پس بعض نے کہا کہ آیات سے مراد توریت کتاب آسمانی ہے ولیکن یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ آگے فرمایا - اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فرعون و اُسکے سردارون کی طرف - حالانکہ جسوقت حضرت موسیٰؑ رسول ہو کر فرعون کی طرف گئے اسوقت توریت اُنکو نہین ملی تھی بلکہ یہ تو فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد ملی ہے اور صاحب فتح البیان سے عجیب ہے کہ اُسنے لکھا قولہ بآیاتنا اسمہ بالتوراۃ مال کونہ منلہ سابہا پھر آگے جا کر لکھا وقیل المراد بالآیات ہی التسع المذکورۃ فی غیر ہذا الموضع الی قولہ ولیس من الآیات المرادۃ ہہنا التوراۃ لانہا انزلت بعد اغراق فرعون و قومہ انتہی حالانکہ یہی بات صحیح ہے تو اُسنے برعکس معاملہ کیا چاہیئے تھا کہ آیات کی تفسیر یہان کی

مراد ہے کرتا پھر ایک قول کر کے لکھدیتا کہ بعض نے توریت سے تفسیر لکھی ہو واللہ اعلم اور یہ جواب کہ متلبس بالتوراۃ تھا پس یہ حال مقدرہ ہے تو یہ جواب کچھ نہیں ہو اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کے انوار قلبی و موارد باطنی کا اثر فرعون کے حق مین نفس رسالت کی راہ سے کچھ نہ تھا غالبا ملا و بیضاوی رح نے بھی آیات کی تفسیر مین توریت لکھی و لیکن کہا کہ مراد توریت ہو یا معجزات ہین اور سراج مین اسی کی پیروی کی ہو اور شیخ حافظ ابن کثیر رح نے آیات سے نشانیان مراد لین جیسا کہ ظاہر کلام شیخ اسپر دلیل ہو اور حاصل اُسکا یہی معجزات باہرہ تھے پس سیاق کلام گویا اس امر کو مفید ہو کہ اولاد آدم اگر اپنے خالق کو بالکل فراموش کر بیٹھے تو نوح ع و ہود ع و صالح ع و ابراہیم ع و لوط ع و شعیب ع انبیاء عظام اُنکی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول گئے اور سمجھایا مگر اُنھون نے سب کو جھٹلایا اور محسوس چیزون کے سامنے غیب کی باتون پر ایمان نہ لائے آخر عذاب سے تباہ و ہلاک ہوئے پھر ہم نے موسیٰ ع کو بلا شبہ بہت سے آیات و معجزات کے ساتھ بھیجا کہ ان کے سامنے جھٹلانے اور رسول نہ ماننے کا موقع نہ تھا اور ایسے معجزات دیئے کہ جو بالکل واضح تھے کہ عذر آدمی محسوسات سے تجاوز کر کے غیب پر ایمان لاوے ۔ خلاصہ یہ ہوا کہ انبیاء سابقین کیساتھ اگر کثرت سے معجزات نہ تھے اور کوئی سمجھے کہ قوم نے اپنی عادت کے موافق محسوس چیز سے تجاوز نہ کیا اور ان کو جھٹلایا اور بہت معجزے ہوتے تو شاید مان لیتے تو بتاکید فرمایا کہ ہم نے موسیٰ کو فرعون کیطرف بہت سے معجزات کیساتھ بھیجا تب بھی اسکا حکم نہ مانے اب اگر کہا جائے کہ آیات سے اگر معجزات مراد ہین تو سلطان مبین سے کیا مراد ہے تو بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ دونون سے معجزات ہی مراد ہو سکتے ہین اور فائدہ یہ ہو کہ معلوم ہوجاوے کہ یہ معجزات ہماری قدرت و عظمت و الوہیت پر نشانی تھے اور موسیٰ کیلئے اسکی نبوت پر سلطان مبین تھے کیونکہ معجزہ کے معنی عاجز کرنیوالا تو جب ان معجزات سے موسیٰ ع نے منکرون کو عاجز کیا اور وے کچھ مقابلہ نہ کر سکے تو موسیٰ کو سلطنت یعنی غلبہ ان پر حاصل ہوا اور مراد غلبہ سے یہی حجت و دلیل سے غلبہ ہو زبردستی وغیرہ عوام کے معنی مراد نہین ہین اور چونکہ سلطان بروزن مصدر ہو تو مفرد و جمع اور مذکر و مؤنث اسکا یکسان ہے اور لکھا کہ آیت تو ایسی چیز کو بھی کہتے ہین کہ جو نشانی ہو خواہ یقینی قطعی ہو یا نہو اور سلطان ہر ایسی آیت ہو جو قطعی ہو اور امام رازی نے کبیر مین اور سراج وغیرہ مین ہین سے نقل کیا کہ قطعی حجت کو سلطان اسلئے کہتے ہین کہ اسکو ہر دون حجت والے پر غلبہ ہوتا ہو کہ اسکو مقہور کر لیتا ہو جیسے سلطان اپنے محکوم پر غالب ہوتا ہو اور علماء اپنی قوت علمیہ کے کمال سے سلاطین ہین جیسے بادشاہ اپنی فوج وغیرہ سے سلطان ہو و لیکن علماء کی سلطنت اُنسے دو وجہ سے زیادہ قوی ہوتی ہو کیونکہ بادشاہ تو تخت سے معزول ہو سکتا ہے اور عالم اپنے علم سے معزول نہین ہو سکتا اور عالمون کی سلطنت انبیاء کی سلطنت کے جنس سے ہو تو ملوک انکے تابع ہین اور بادشاہون کی سلطنت فرعون کی سلطنت کی جنس سے ہو حالانکہ موسیٰ وہان بھیجے گئے تھے کہ وہ اُسکا تابع ہو کر رہے اگرچہ دنیاوی تمام ثروت مین سے موسیٰ کو کچھ حصہ نہ تھا بیضاوی رح نے لکھا کہ یہ بھی ہو سکتا ہو کہ سلطان مبین سے مراد عصا کا معجزہ ہو اگرچہ وہ آیات مین داخل ہے چنانچہ نو آیات مین آٹھ سورہ اعراف مین مع عصا اور نوین سورہ یونس مین مذکور ہے لیکن اسکو الگ کر کے سلطان مبین اسوجہ سے کہا جا سکتا ہو کہ وہ نہایت زبردست معجزہ تھا اور بعض نے لکھا کہ سلطان مبین سے مراد وہ غلبہ ہو جو موسیٰ ع نے فرعون کے ساتھ سوال و جواب مین پایا ۔ اقول یہ بہت ضعیف قول ہو اسوجہ سے کہ ہر پیغمبر کو قطعاً یہ سلطنت حاصل تھی بلکہ جو شخص دنیا مین سچا ہو وہ اپنے مقابل جاہل پر سلطان مبین رکھتا ہو اور ایسے قول سے تو میرے نزدیک یہ اچھا تھا کہ یون کہا جاتا کہ فرعون ایک سرکش ظالم تھا جو الوہیت کا مدعی تھا اور کثرت اموال و افواج و قہر و غلبہ پر مغرور اور اسنے تمام بنی اسرائیل کو خوار و ذلیل کر رکھا تھا پھر اُسپر

پیغمبر کرکے تنہا حضرت موسیٰ کو بھیجا اور اسکو ہرگز قوت نہوئی کہ ان کو قتل کرے یا کوئی آزار پہونچاوے بلکہ وہ خوفناک رہتا تھا اور بیس برس تک برابر حضرت موسیٰ دین حق کی دعوت فرماتے رہے تو کیسی سلطان مبین تھی کہ اللہ تعالیٰ کی عزت و قدرت و سلطنت پر دلیل واضح ہے اور کھلی دلیل ہے کہ دنیا میں وہی واقع ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کسی تدبیر سے یا کسی کی قدرت سے کچھ نہیں ہوسکتا ہے پھر واضح رہے کہ اس تفسیر میں اسلیئے حقائق صرف اسیقدر کلام کرتے ہیں جو عقل والون کی عقل کے اندازہ پر ہو حالانکہ احوال و اسرار بہت کچھ مندرج ہوتے ہیں لیکن اُنسے بالکل سکوت اختیار کرتے ہیں کیونکہ وہ کمالات ہیں بیانات نہیں ہیں تو بعض مقامات میں ظاہری تفسیر سے اسرار اعلیٰ ہوتے ہیں اہل بیان خاص توفیق تک جناب باری تعالیٰ میں اُمیدوار رہیں اور یہ بات اس مقام پر ظاہر ہے کہ خواہ آیات و سلطان مبین کی مراد معلوم ہو یا نہو اصلی مقصود ضرور ظاہر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے موسیٰ اولوالعزم پیغمبر کو آیات و سلطان مبین کے ساتھ فرعون و اسکے گروہ کی طرف ایلچی کرکے بھیجا اور باوجود اسقدر معجزات ظاہرہ و حجج قاہرہ کے ان سرکشون نے پیغمبر الٰہی عزوجل کی بات نہ مانی۔ فَاتَّبَعُوٓا اَمۡرَ فِرۡعَوۡنَ۔ اور یہ نتیجہ ہوا کہ اس گروہ نے فرعون کے امر کی پیروی کی۔ اگر امر سے حکم مراد ہے تو یہ معنی ہوے کہ فرعون نے خود کفر کیا اور اپنے گروہ کو حکم کیا کہ موسیٰ کو جادوگر جانو اسکی بات نہ مانو پس باوجود ایسے معجز دلائل دیکھنے کے ان جاہلون نے دنیا کے لالچ سے اسی کا حکم مانا اور اگر امر سے طریقہ مراد ہو تو یہ معنی کہ نفس کی خواہش و دنیا کی لالچ و آخرت و موت سے غفلت میں یہ جاہل ایسے پھنسے تھے کہ موسیٰ کو ایسے معجزات حقانی کے ساتھ نہایت ادب بندگی کے طریقہ پر دیکھکر نہ مانے اور اُسکے طریقہ پر نہ چلے بلکہ فرعون گمراہ جسکی گمراہی و بدفعلی اور بدقولی ظاہر تھی اسی کے طریقہ پر چلے۔ وَمَآ اَمۡرُ فِرۡعَوۡنَ بِرَشِيۡدٍ۔ اور نہین تھا حکم فرعون کا یا طریقہ فرعون کا رشید یعنی سیدھی راہ پر چلانیوالا یا راستی والا نہ تھا بلکہ محض گمراہی و فساد تھا۔ حاصل یہ کہ وے لوگ فرعون کی بات مانے و اسکے طریقہ پر چلے حالانکہ اسکا طریقہ راستی پر نہ تھا اگر کہا جاوے کہ دے لوگ راستی سمجھکر چلے تو سراج میں لکھا کہ طریقہ و امر فرعون کا راستی سے خالی ہونا ظاہر تھا اسکا عذر نہین ہوسکتا اوّل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت بالکل معجزات سے ظاہر ہونیکے بعد جو کچھ امر یا طریقہ ہو سب باطل ہے۔ اور مین کہتا ہون کہ سراج کی تقریر پر یہ امر ظاہر ہوا کہ اس کلام میں تلویح ہے کہ حسن و قبح عقلی ہوتا ہے اور یہ بحث علم کلام و اصول سے متعلق ہے پھر فرعون کا انجام دنیا کے برعکس آخرت کا بیان فرمایا۔ يَقۡدُمُ قَوۡمَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ۔ اور فرعون پیشوا ہوگا اپنی قوم کا قیامت کے دن۔ فَاَوۡرَدَهُمُ النَّارَ۔ پس نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سب کو آگ میں داخل کریگا یہ دنیا کے برعکس نتیجہ ہے کیونکہ دنیا میں انکا پیشوا تھا تو اُن کو مال و منال و تمام خواہش کی چیزون میں داخل کرتا تھا یعنی اسکی پیروی میں انکو تمام شہوات حاصل ہوتی تھین اور آخرت میں اسکی پیشوائی سے یہ نتیجہ ہوگا کہ اسکے پیچھے پیچھے آگ میں جا پہونچین گے حدیث میں ہے کہ مجمع قیامت میں حکم الٰہی ہوگا کہ جو جسکی پرستش کرتا تھا اسکے نشان کیساتھ پیچھے چلے حتی کہ سوائے اہل توحید کے سب گمراہ اپنے پیشواؤن کے پیچھے جاوینگے یہانتک کہ دوزخ میں گرینگے اور حدیث صحیح میں ہے کہ حفت النار بالشہوات یعنی نفس کی خواہشون سے دوزخ گھری ہوئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے جی چاہتی چیزون کے پیچھے دین الٰہی سے باہر ہو اور حرام و شہوت و شراب ستانے میں اپنی شہوات پوری کرے تو جب شہوات طے ہون گے تو جہنم تک پہونچ جائیگا اور اگر بیچ میں ہوشیار ہو کر توبہ استغفار سے واپس آیا اور نیک کام کئے تو جنت نصیب ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اگرچہ نیک کام جو حقیقت میں نہایت آسان ہیں نفس پر بہت شاق گزرتے ہیں اسواسطے حدیث میں ہے کہ حفت الجنة بالمکارہ جنت ایسی چیزون سے گھری ہے جو آدمی کے جی پر گران اور شاق گذرتی ہیں تو دیکھو کہ فرعون والون نے باوجود ظہور نبوت موسیٰ کی

وکثرت معجزات باہرات وخوبی وراستی طریقہ کے صرف دنیاوی خواہشون کی لالچ مین فرعون کی پیروی کی اور شہوات کو پورا کرلیا آخر اُسنے اپنی پیروی مین انکو جہنم مین ڈالا اور دنیا مین جب سے بحر قلزم مین غرق ہوئے دوزخ کی آنچ پر پیش کئے جاتے ہین کما قال تعالی النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا الآیۃ - اور دیکھو حضرت موسی علیہ السلام کی پیروی کرنے والے دنیا مین فرعون کے ہاتھون مصیبت اُٹھاتے اور طرح طرح کی تکلیفین سہتے تھے مگر دین آلہی پر ثابت قدم تھے تو آخرت مین جنت دائمی مین آرام پاوینگے انشاء اللہ تعالی اگر کہا جاوے کہ فرعون خوار و ذلیل کیلئے جھنڈا کیسا ہوگا تو جواب یہ ہے کہ یہ خواری و ذلت کا جھنڈا ہوگا چنانچہ جہنم مین جاوے گا اور کچھ اسی پر موقوف نہین ہے جو کوئی کسی گمراہی کا پیشوا بنا ہے آخر رسوائی کا جھنڈا اُٹھاویگا چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جاہلیت کے شاعرون کا جھنڈا اُٹھانیوالا امرء القیس ہوگا - رواہ الامام احمد - اگر کہا جاوے کہ قولہ اوردہم النار - مین ایراد اور ورود کا استعمال عرب مین پانی کے ساتھ مستعمل ہے مثلاً اورد البعیر الحوض - اور جیسے قولہ تعالی ورد ماء مدین پس بجائے ادخلہم النار کے اوردہم - جو پانی کے واسطے ہے کیون فرمایا ہے تو سراج وخفاجی وغیرہ مین ربانی بلاغت کی توجیہ کی کہ نار کو ان کے حق مین بمنزلہ پانی کے استعارہ کرکے ورود کے لفظ سے استعمال کیا اور بلاغت کی اصطلاح مین اسکا نام استعارہ مکنیہ تہکمیہ ہے - حاصل یہ ہے کہ جیسے پانی سے آدمی سیراب و خوش ہوتا ہے جب وہان وارد ہو تو ان کے حق مین آگ ایسی ہی قرار دی جیسے قولہ ذق انک انت العزیز الکریم مین ہے اگر کہا جاوے کہ اوردہم ماضی فرمایا حالانکہ مراد یوردہم ہے یعنی وارد کریگا - جواب دیا گیا کہ منجملہ قواعد بلاغت کے ہے کہ جب کوئی واقعہ قطعی ہونیوالا ہو تو اسکو ماضی سے بولتے ہین تاکہ اشارہ ہو کہ گویا واقع ہو چکا - بعض علماء نے کہا کہ آگ کے ساتھ پانی کا لفظ اُن کے حق مین اور مضارع کی جگہ ماضی اس نکتہ کی وجہ سے ہے کہ ظاہر مین تو فرعون مع قوم کے بحر قلزم مین ڈوبا مگر وہ آگ پر پہونچا ہے لقولہ تعالی - النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا - دونون وقت آگ پر پیش ہوتے ہین اگرچہ قیامت مین اسمین داخل ہوجاوینگے تو وقوع اسکا شروع ہو چکا ہے چنانچہ حدیث مین ہے من مات فقد قامت قیامتہ - جو مرا اسکی قیامت قائم ہو چکی بعض متصوفین نے کہا کہ رحمت آلہی اسکے غضب پر سبقت لے گئی ہے چنانچہ آیت سے و صریح حدیث صحیح سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے تو فرعونیون کے حق مین باوجودیکہ آگ مین ڈالے جاوینگے اسکے ساتھ ورود کا لفظ جو پانی کے ساتھ مستعمل ہے اشارہ ہے کہ اس آگ مین بھی ایک طرح کی رحمت خفی ہوگی واللہ اعلم - ظاہر توجیہ تو وہی ہے جو مذکور ہوئی کہ جیسے مجرم کو کہتے ہین کہ لو اب جوتے کھانے یا کوڑے کھانے کا مزہ چکھو اس سے زیادہ بلاغت لطیفہ کیسا تھا انکے حق مین کہا کہ سیر ہونے کو آگ پر وارد ہون گے پھر تصریح کردی بقولہ - وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ - اے بئس مکان الورد المورود لہم یعنی کتنا برا گھاٹ ہے یہ گھاٹ جسمین اُترے ہین کیونکہ گھاٹ پر آدمی کو پوری اُمید ہوتی ہے کہ پیاس کی جلن اور دھوپ کی گرمی سے یہان سیراب ہو کر آرام و آسائش مین ٹھنڈا ہوگا اور یہان اسکے برعکس ہوگا کہ پیاس کے مارے زبان چھاتی پر لٹک پڑیگی اور ہونٹ سوجکر کھال جلکر اُدھڑ پڑیگی پھر جیسے وجلینگی اور پیپ و پچ لوہو پئین گے اللہم اعوذ بک من عذاب النار وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً اور اس دنیا مین اس قوم کے پیچھے لعنت لگادی گئی یعنی جس دولت فانی وسلطنت و خواہش نفسانی کے پیچھے تکبر کرتے اور اپنے خالق عز وجل کے رسول سے انکار و تمسخر کرتے تھے اسی دنیا مین ان پر لعنت کی جاتی ہے وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ - اور قیامت کے روز بھی لعنت اُن کے پیچھے لگائی گئی کہ وہان تمام اہل محشر حتی کہ کافر بھی اُن پر لعنت کرین گے اور یہ بات اکثر منکرون کی سمجھ مین نہین آتی ہے تو وہ یون سمجھین کہ حق عز وجل جسنے سب چیز پیدا کی ہے اس نے لعنت اُنکے پیچھے لگادی بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ - یہ کتنا برا عطیہ ہے جو ان کو انعام

میں ملا ہی۔ کسائی نے کہا کہ رفد نام ہے عطیہ کا پس لعنت کو بطریق تہکم کے ان کے حق میں عطیہ قرار دیا۔ اور رفد کے معنی عون یعنی مدد بھی ہیں تو دنیا کی لعنت پر قیامت کی لعنت انکے لئے ایک عون قرار دی گئی کہ جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں اس مدد سے جگہ پائی۔ ماوردی نے اصمعی سے نقل کیا کہ رفد وہ قدح جسمیں شراب ہو تو اس معنی پر جو انکو دوزخ میں پینے کو ملیگا اسکی مذمت ہو پس وردہ مورود سے اسکو زیادہ مناسبت ہوئی۔ ابو السعود نے عطیہ کے معنی کو کہا کہ وہ چنداں مناسب اس مقام کے نہیں ہیں۔ کلبی وغیرہ نے کہا کہ رفد کے معنی زیادت کے ہیں یعنی لعنت پر لعنت کی زیادتی بڑی مذموم زیادتی ہے۔ شیخ حافظ رح نے اسی معنی کو ذکر کیا اور کہا کہ مراد یہ ہے کہ ہم نے عذاب جہنم پر انکے حق میں یہ مزید کیا کہ دنیا میں اُن پر لعنت باقی رہے اور قیامت میں اُنپر لعنت ہو۔ مجاہد رح نے کہا کہ قیامت کے روز انکے لیے ایک لعنت بڑھائی گئی تو دو لعنتیں ہو گئیں۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے رفد مرفود کے معنی روایت کئے کہ لعنت دنیا و آخرت کی اور یہی ضحاک و قتادہ کا قول ہے اور لکھا کہ یہ بمانند قولہ تعالیٰ وجعلناہم ائمۃ یدعون الی النار الآیتین یعنی امام تو ایک کرامت کا لفظ ہے جو پیشوا کیلئے بولتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں اللہ تعالیٰ نے ائمہ و پیشوا فرمائے تھے تو انکے مقابلے میں فرعون و اسکے اشراف کی نسبت بطریق تہکم کے فرمایا کہ ہم نے اُنکو جہنم کی طرف دعوت کرنیوالے پیشوا بنائے یعنی جنھوں نے انکی پیروی کی انکو وے جہنم کو لیگئے حالانکہ یہ اُن کے حق میں کمال مذمت ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یہ تو کتنی بُری پیشوائی ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیشوا ہونے سے محفوظ رکھے۔ ف فی العرائس قولہ ولقد ارسلنا موسیٰ بآیاتنا الآیۃ۔ آیات میں سے تھا کہ حضرت موسیٰ ع کو قدرت ہوئی کہ جو انوار جلال و جمال و حقائق و معارف پائے انسے صالح بندوں کو آگاہ فرماویں اور معارف و صفات کو اہل الخیر والصدق میں پھیلادیں اور سلطان مبین وہ آثار ہیں جو نور ازلیت اور برق محبت سے ظاہر ہوتے تھے کما فی قولہ والقیت علیک محبۃ منی۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ آیات میں وہ قوت تامہ بھی تھی جو کلام الٰہی سننے کے وقت فنا ہونے سے ظاہر ہے اور سلطان وہ انبساط تھا جس سے دیدار کا سوال کیا جعفر رح نے کہا کہ آیات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اولیاء کے ساتھ متواضع اور اعداء کے ساتھ متکبر ہو۔ بعض نے کہا کہ آیات میں سے خلق کو انکی محبت ہے اور سلطان اس محبت میں ہیبت ہے۔ اب جاننا چاہیے کہ اس سورت شریفہ میں سات تذکرہ اس اُمت سے اگلوں کے اسواسطے ذکر فرمائے کہ تمام بنی آدم یکساں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں وہ اُن پر ہر حال میں ہر طرح قادر ہے تو اس اُمت والے ان واقعات سے عبرت حاصل کریں کہ اس دنیا سے فنا ہونا مثل اُنکے ضرور ہے پھر سعادت پر مرنا بیشک بدبختی پر مرنے سے اچھا ہے اور سعادت ظاہر ہے کہ اگلوں کو اُنکے انبیاء کی پیروی میں تھے ورنہ اپنی رائے سے اُنھوں نے دنیا کی بہت کچھ ثروت حاصل کر رکھی تھی اور نبوت کا اُن میں طریقہ برابر چلا آیا پھر نبوت کے انکار سے بدبخت ہوئے اور آخر کس حد تک اگلوں نے تجاوز کیا جب عذاب اسی زندگی سے شروع ہو گیا اور سبب انکار و سرکشی کا یہی ہوا کہ فنا ہونا جو ہر شخص کے نزدیک یقینی ہے اُس سے غفلت کر گئے اور باعث غفلت کا یہی دنیا کی لذتیں و مال و منال و آل و اولاد و مکان و جائداد اور فخر و ناموری وغیرہ آخرت سے غافل کرنیوالی باتیں واقع ہوئیں اور اپنے جی کی خواہش پر تکیہ لگا کر جھگڑا و بنگرا الٹی سمجھنے لگے تو ضرور اُسکا خود اُنھیں پر واقع ہوا کیونکہ پیدا کرنیوالا تو پیشتر دیکھ پیدا کرنے پر ہزار بار قادر ہے اور جس نے یہ عجائب کارخانہ دنیا پیدا کیا وہ اس سے افضل و اعلیٰ اور ہزار پیدا کر سکتا ہے تو نعمتیں و لذت کی بعضیں اسی پر مقصور نہیں ہیں لہذا عبرت حاصل کر کے فنا کو پیش نظر کر کے نبوت کا اعلیٰ نعمت جانکر پیروی کر کے نعمت باقیہ حاصل کریں ورنہ عذاب سے ڈریں کہ جسطرح اگلوں کے ساتھ ہوا انکے ساتھ ہو۔ لہذا اللہ تعالیٰ جل سلطانہ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو مخاطب فرمایا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

یہ تھوڑے احوال ہیں بستیوں کے کہ ہم سناتے ہیں تجھکو کوئی اُن میں قائم ہے اور کوئی کٹ گیا اور ہم نے اُن پر ظلم نہ کیا

وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

لیکن ظلم کر گئے اپنی جان پر پھر کچھ کام نہ آئے اُن کے ٹھاکر جن کو پکارتے تھے سوائے اللہ کے

مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ

کسی چیز میں جب پہونچا حکم تیرے رب کا اور کچھ نہ بڑھایا اُن کے حق میں سوائے ہلاک کرنا اور ایسی ہی ہے پکڑ

رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تیرے رب کی جب پکڑتا ہے بستیوں کو اور وہ ظلم کر رہی ہیں بیشک اسکی پکڑ دکھ دینی ہے زور کی اس بات میں

لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝

نشانی ہے اسکو جو ڈرتا ہے آخرت کے عذاب سے وہ ایک دن ہے جس دن میں جمع ہونگے سب لوگ اور وہ دن ہے دیکھنے کا

ذٰلِكَ ۔ یہ سب ہولناک عبرتناک قصص جو اس سورہ میں اوپر مذکور ہوئے مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى ۔ چند قریہ کے اخباروں میں سے ہیں نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ ۔ ہم اسکو تجھے سنواتے ہیں تاکہ تو اپنی قوم کو سنا دے کہ وے عبرت حاصل کریں اور عذاب کے لئے نشانہ نہوں اس میں اشارہ ہو کہ اگلی امتوں میں صرف اسی قدر واقع نہیں ہیں بلکہ یہ صرف چند قریہ کے حالات ہیں جن سے عرب واقف تھے اور انکے حالات بھی سب نہیں ہیں چنانچہ جن سے عبرت کی غرض نہ تھی اُنکو ذکر نہیں فرمایا اسی واسطے علمائے حقانی ان قصوں میں سے صرف اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں اور زائد حالات سے کچھ تعرض نہیں کرتے ہیں پھر گویا عبرت حاصل کرنیوالے کو خیال ہوا کہ یہ قریہ کیا ہوئے تو فرمایا مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ۔ اُن میں سے بعضے قائم ہیں جیسے کھیتی کے درخت کھڑے ہوتے ہیں اور بعضے حصید ہیں جیسے کھیتی کٹی ہوئی ہوتی ہے ۔ قال الشیخ منہا قائم یعنی معمور آباد ہیں و حصید تباہ ہیں اور دوں نے کہا کہ یہی ابن عباس رضؓ سے مروی ہو ۔ قتادہ رحؒ نے کہا کہ قائم جنکا ٹھکانا پہچان پڑتا ہو اور حصید جنکا اثر بھی نہیں ہو ۔ اقول حدیث صحیح میں مروی ہو کہ تبوک کو جہاد کیلئے جاتے ہوئے لشکر کا گزر قوم ثمود کے قریہ سے ہوا اور عرب انکو خوب جانتے تھے تو آنحضرت صلعم نے انکو وہ کنواں بتلایا جو ثمود کا تھا اور ناقہ کے آنے کا نالہ اور لوٹتے وقت دوسرے نالہ سے جانے کا پتہ بتلایا اور قوم میں سے جس نے اس کنویں سے پانی لیا تھا انکی ہانڈی تک انڈھوا دی اور مع اشکر دوسرے کنویں پر اُترے جو شہر سے باہر تھا اور بعضے لوگ اس قریہ میں نشانات دیکھنے گئے تھے اُنکو بلوایا اور کہا کہ معذب قوم میں مت جاؤ اور یہاں سے روتے ہوئے گزرو وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا یعنی جو اُن پر واقع ہوا عذاب ہلاک تو یہ ہماری طرف سے اُن پر ظلم نہ تھا وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ۔ ولیکن انھوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کیونکہ خالق عزوجل سے کفر و اسکی رضا کے برخلاف قبیح اعمال کئے اور بتوں کو اپنا معبود بنایا اور مستوجب عذاب کے ہوئے فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ ۔ انکو نفع نہ دیا عذاب الٰہی اُن پر سے دور کرنے میں اُنکے معبودوں نے ۔ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے پوجتے تھے ۔ مِنْ شَيْءٍ ۔ کچھ بھی لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۔ جس گھڑی کہ اُن پر تیرے پروردگار کا عذاب آیا یعنی ان لوگوں نے اپنے خالق سے کفر کر کے بتوں وغیرہ کو اپنا معبود بنایا تھا اور اُن کو قدرت والا جانتے کہ مصیبت ڈال لیتے اور بھلائی دیتے ہیں یعنی ان کو ہر طرح نفع و ضرر دینے والا جانتے

تو جب اُن پر عذاب الٰہی آیا تو اُن پر سے عذاب کو اُنکے یہ معبود کچھ بھی دور نہ کر سکے اور کچھ بھی نفع نہ دے سکے اور کچھ بھی کام نہ آئے۔ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ۔ اور نہ بڑھایا اُن کے معبودوں نے اُن کے حق میں سوائے ہلاک کے یعنی انھیں معبودوں کی بدولت یہ لوگ ہلاک ہوئے اور کچھ بھی اُنکو فائدہ نہ دیا۔ اولیاء کرام نے فرمایا کہ جو کوئی چیز تجکو اللہ تعالیٰ سے غافل کر کے اپنی طرف متوجہ کرے وہی تیرے حق میں طاغوت ہے اور اللہ تعالیٰ نے بندہ کی ہوائے نفس کو اُسکا معبود بتلایا لقولہٖ فرأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ۔ اور سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر کی پرستش کرنا بڑا سخت ظلم ہے پھر بھی حق تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے لیکن جب گرفتار فرماتا ہے تو رہائی نہیں ہوتی پھر ممکن ہے کہ دنیاوی زندگی بھر مہلت ہو اور موت کے وقت عذاب میں گرفتار ہو پھر رہائی نہیں ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ۔ اور ایسے ہی ہوتا ہے گرفتار کرنا تیرے پروردگار کا۔ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى۔ جب اُسنے کسی بستی والوں کو پکڑا یعنی عذاب میں گرفتار کیا۔ وَهِيَ ظَالِمَةٌ درحالیکہ یہ قریہ ظالم ہے یعنی کثرت گناہ و نافرمانیوں سے اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہوتے ہیں تو اسی طرح عذاب میں پکڑتا ہے کہ کوئی اُن کو رہا کرنے کی مجال نہیں رکھتا۔ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔ بیشک اُسکا عذاب کافروں کے حق میں سخت دردناک ہے تو لوگ ڈرتے رہیں کہ اسی چندروزہ زندگی میں نیکی و رضائے الٰہی کو بتوفیق الٰہی ستدعا کریں۔ ورنہ عذاب میں گرفتار ہوں گے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ بندہ ظالم کو ڈھیل دیدیتا ہے حتی کہ جب اُسکو گرفتار کر لیتا ہے تو پھر اُسکو رہائی نہیں دیتا ہے پھر یہی آیت پڑھی۔ کما فی صحیح البخاری و مسلم۔ واضح ہو کہ ظالم کا حال زمانہ مہلت میں نہایت خوفناک ہوتا ہے کیونکہ کمال جہالت سے وہ سمجھتا ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ مجکو اسقدر مال و دولت دیدی اور کبھی تکلیف و بیماری بھی نہیں ہوتی ہے اور جان لینا چاہیئے کہ جسکو عاقبت کی بھلائی نہیں ہوتی اسکو یہاں اسکی خواہشیں مال و دولت و آل و اولاد بہت کچھ دیدی جاتی ہیں جیسا کہ دوسرے مقام کی آیات سے ظاہر ہے تو اس سے وہ اپنے کو اچھا سمجھتا ہے آخر یکایک عذاب میں پڑ جاتا ہے اسیواسطے بعض مشائخ کرام نے کہا کہ امن کی حالت زیادہ خوفناک ہوتی ہے کیونکہ مشتبہ رہتا ہے کہ یہ ظالم کی مہلت ہے یا فضل الٰہی ہے اور جس نے یہ سمجھا کہ آیت شریف کا حکم اگلی امتوں کے ظالموں کیواسطے مخصوص تھا تو اُسنے آیت کے معنی نہ سمجھے اور حدیث موصوفہ بالا بھول گیا صرف اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ پر تکیہ لگا کر بیٹھ رہا اب کلام الٰہی سے عبرت حاصل نہیں کرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ۔ بیشک اس گرفت میں یا ان قصص میں عبرت ہے ہر ایسے شخص کیلئے جو عذاب آخرت سے ڈرتا ہے یعنی ایمان لایا کیونکہ جو نہیں ڈرا اور آخرت پر ایمان نہ لایا اُسکا تو وہ حال ہے جو اگلی امتوں کا ہوا اور نصیحت و عبرت اُسی کو ہوگی جو آخرت پر ایمان لاوے اور اُس سے ڈرے تو ویسی حرکتیں نہ کریگا کہ عذاب پاوے۔ بعض اہل الفہم نے بتوفیق الٰہی کہا کہ اس کلام میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ اس اُمت کے ظالم لوگ اسطرح عذاب میں ماخوذ نہ ہونگے جیسے اگلی قومیں ماخوذ ہوئیں کیونکہ یہ نہیں فرمایا کہ عبرت ہے اُسکے لیے جو عذاب الٰہی سے ڈرے بلکہ عذاب الآخرۃ فرمایا یعنی عذاب الحیوۃ الآخرۃ یا عذاب النشاۃ الآخرۃ۔ تو معلوم ہوا کہ عذاب الحیوۃ الدنیا کی عبرت اب ایک خاص رحمت کیوجہ سے نہ ہوگی اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ نے درگاہ الٰہی میں دعا فرمائی تھی کہ حیات دنیا کے عذاب سے اس اُمت کو عفو فرمایا جاوے اور اللہ تعالیٰ نے کمال رحمت سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی ہے اسیواسطے تو دیکھتا ہے کہ اس اُمت میں اگلوں سے زیادہ ظالم ہیں لیکن عذاب ظاہری میں گرفتار نہیں ہوتے ہیں اور یہ بڑا معجزہ تمام قوموں کیلئے ظاہر ثابت ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں کہ آخرت میں عذاب نہو بلکہ آیات و احادیث صریح متواتر ہیں کہ مرتے ہی عذاب القبر شروع ہو جاتا ہے لہذا حسرت یہ ہے کہ اسی زندگی

ہیں عذاب سے خوفناک ہو کر توبہ و استغفار کرے کیونکہ یہ بھی عام رحمت و خاص رحمت ہے کہ کوئی بندہ کیسا ہی گنہگار حتیٰ کہ کافر و مشرک ہو پھر وہ آخرت پر ایمان لا کر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ جل شانہٗ اسکو پاک بخشدیتا ہے گویا آج اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا اور کافر نے حالت کفر میں اگر خون بھی کیا ہو وہ بھی معاف ہو جاتا ہے کیونکہ سچے ایمان و بندگی کے بعد کافر کو نورانی علم حاصل ہوتا ہے وہ دیکھتا ہے کہ میں حالت کفر میں اگرچہ خوش خوراک خوش پوشاک اور بڑا باقوت اور بڑی عمدہ تدبیر والا اور بہت عقلمند تاجر تھا لیکن بلاشبہ میں جانور کے مثل تھا تو جانور اگر خون کرے معاف ہونے کے قابل ہے اور اگر ایمان نہ لایا تو ہرگز معاف نہ ہو کیونکہ جانور وہ خود بنا تھا پیدائشی جانور نہیں ہے اور جسکو ذرہ برابر تمیز ہو وہ دنیا کے لوگوں و پیدائشی حالتوں میں ذرا انصاف کی نظر سے دیکھکر جان جائیگا کہ سب کیلئے ایک ہی اور پیدائش و دوسرا گھر ضرور ہے پھر جبکہ ابتدائے خلقت سے لیکر حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین تمام سب پیغمبروں نے متواتر آگاہ فرمایا کہ اے لوگو تمہاری جزا و سزا کیلئے دوسرا جہان ہے تو یقین قطعی ہو گیا کہ یہ دنیا اور یہ زندگانی خوب نیکی و بندگی کیلئے ہے کہ جنکا آرام و انعام و ثواب دوسرے جہان میں غیر متناہی اور آدمی کی ہوس سے بڑھکر ہے اور جس نے بدکاری کی اسپر عذاب بھی وہم و گمان سے باہر ہے چنانچہ بعضی قوموں کو جن کی نافرمانی پر غضب آیا اسی جہان میں طاری ہو گیا جس سے نیک بندوں نے عبرت حاصل کی اور عذاب الآخرة سے ڈرے پھر اس آخرت کا حال فرمایا ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُودٌ ۔ یہ روز آخرت ایسا دن ہے کہ اسمیں سب لوگ جمع کیے جاوینگے اور یہ ایسا دن ہے کہ مشہود ہوگا یعنی سب اہل محشر اسمیں شاہد و حاضر ہونگے یا ہماہ خلائق جن و انسان و چرند و پرند وغیرہ یا سب آسمانی و زمینی حاضر ہونگے یا اسمیں شہادت ادا ہوگی ف بعض اشارات اس مقام کے عرائس البیان میں ہیں قولہ تعالیٰ وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القرى وهي ظالمة اسمیں ایسے لوگوں کے حق میں دھمکی ہے جو دنیاوی نعمتوں میں پڑکر ایسے غافل ہو گئے کہ نعمت کی محبت میں نعمت دینے والے سے انقطاع کر لیا۔ شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ جب حق تعالیٰ کسی پر خشم فرماتا ہے تو اسکو دنیا کی نعمت بہت دیدیتا ہے اور اسکا شکر کرنے سے غفلت نصیب ہوتی ہے اور اسکے دل سے توفیق جاتی رہتی ہے اور آخرت سے منقطع ہو کر مہمل ہو جاتا ہے اور اسی دنیاوی نعمت پر مغرور ہو کر ایسے گناہوں کا مرتکب ہوتا ہے جو مستوجب گرفتاری عذاب ہیں تو وہ ناگاہ غفلت ہی میں بدون توبہ و استغفار کے عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے اقول شیخ ابوبکر الوراق رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے حق میں یہ حال بیان فرمایا جسنے دنیاوی نعمت کو شرعی حلال طریقہ سے حاصل کیا ولیکن اسکی محبت میں آخرت سے غافل ہو گیا پھر واے برحال ان لوگوں کے جو بدون مال کے صرف ہوس پر دل میں اسکی محبت ایسی بھر لیتے ہیں کہ حالت افلاس ہی میں آخرت سے غافل ہوتے ہیں اور مال تو مثال ہے کوئی چیز دنیاوی ہو یکساں ہے پھر کبھی ایمان سلب ہو جانیکے بعد اسکو آخرت کے عوض حرام و حلال کسی طریقہ سے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے اور کبھی یوں ہی محروم مرجاتا ہے بس خسر الدنیا والآخرة کا مصداق ہو جاتا ہے حالانکہ مقدر سے زائد ملنا ممکن نہیں ہے اور جب خود فانی ہے تو یہ اموال و اسباب بدرجہ اولیٰ فانی ہیں تو بہتر تھا کہ دار آخرت باقی کا ذخیرہ وہاں جمع کرتا بعد یقین واثق و ایمان کامل کے کیونکہ روز قیامت برحق ہے۔ قولہ تعالیٰ ذلک یوم مجموع لہ الناس الآیۃ۔ اس دن عارفین تو دیدار جلال مشاہدہ عظمت و کبریا کیلئے حاضر ہونگے اور محبین وصال و جمال و لقاء باقی کے واسطے یکجا ہونگے اور موحدین جن کو سوائے واحد کے کچھ بھی یہاں مشاہدہ نہیں ہے وہ سب دیدار قدم و شہود ازل کیلئے مجتمع ہونگے اور یہی لوگ اہل البصر ہیں کہ برابر دنیا میں طوارق تقدیر و سطوات عظمت پر صابر ہو کر رہیں اہل الجمع و الشہود ہے ابو سعید الخراز رح نے فرمایا کہ جس نے حقیقت میں الجمع سے معاینہ کیا اسکو جمع قیامت میں ہول نہ ہوگا اور جو کشف المشاہدہ میں تھے اسکو شہود قیامت سے تعجب نہ ہوگا کیونکہ انکشاف کشفی مطابق حقیقی اسکو حصول تھا

یحییٰ بن معاذ رازی رحؒ نے کہا کہ ایام تین سے ایک یوم مفقود ہے دوم یوم مشہود اور سوم یوم مورود اور چہارم یوم موعود و پنجم یوم ممدود پس یوم مفقود جو گزرا تو استغفار و توبہ سے مکافات ممکن نہیں اسکو حسرت سے یاد رکھ کہ مین نے اسمین کیسی تقصیر کی ہو یوم مشہود یہ روز ہو جسمین تو حاضر ہو تو جسقدر تجھ سے ممکن ہو زاد راہ جمع کرے۔ یوم مورود وہ ہو کہ ابھی تجکو معلوم نہین کہ وہ تیرے لئے ہو یا تو اسکے لئے ہو یعنی شاید یہ تیرے زمانہ کا نہو اور وہ کل کا روز ہو تو اسکے بھروسہ پر مت بیٹھ اور اسکے اہتمام مین مشغول مت ہو۔ یوم موعود اپنے دل مین یاد رکھ کبھی کسی حال مین اسکو مت بھول اور اسکے واسطے سامان جمع کر کہ وہی تیرا آخری وقت ہو اگرچہ ابھی تجھکو معلوم نہین کہ وہ کون دن ہوگا مگر آخر ایک روز موت کا قطعی موعود ہو۔ یوم ممدود وہ دن ہو کہ تمام مخلوق محشر مین رب العالمین کے لئے عاجز قائم ہون گے تو ہر روز اپنے نفس سے اس روز کے سوال و جواب کے لئے حساب کر لیا کر کہ آخر تجکو یہ کرنا ضروری ہی پھر تو افراط و تفریط کیلئے کیا جواب رکھتا ہو اور اگر کسی کا فر کو شبہہ ہو کہ آخر وہ دن کب ہوگا ابھی قائم کیون نہین ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ

اور اسکو ہم دیر جو کرتے ہین سو ایک وعدہ کی گنتی تک جس دن وہ آویگا نہ بولیگا کوئی جاندار مگر اسکے حکم سے سو انمین کوئی بدبخت ہی اور

سَعِيْدٌ ۝ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝ لَا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

کوئی نیکبخت سو وہ لوگ جو بدبخت ہین سو آگ مین ہین ان کو وہان چلانا ہے اور دھاڑنا رہا کرین اس مین

مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝

جب تک رہے آسمان اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بیشک تیرا رب کر ڈالتا ہی جو چاہیے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

اور وہ جو نیکبخت ہین سو جنت مین ہین رہا کرین اسمین جب تک رہے آسمان اور زمین

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝

مگر جو چاہے تیرا رب بخشش ہے بے انتہا

وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۔ اور نہین تاخیر دیتے ہم اس دن کو مگر بوجہ ایک مدت معدود کے یعنی ہم نے ایک قلیل مدت مقرر کر دی ہو جسکو کوئی مخلوق سوائے ہمارے نہین جانتی ہو جب وہ پوری ہوگی اُس وقت اچانک قیامت قائم ہو جائیگی۔ اس مدت کی قلت اس وجہ سے ہے کہ بقاء آخرت غیر متناہی ہو تو دنیا کی مدت کسی قدر ہو محدود ہوگی اور وہ غیر محدود کے مقابلہ مین محض قلیل ہو حالانکہ آدمی سخت احمق ہو جو کمی و بیشی پر نظر کرے اسکے لئے تو دنیا بھی چند روز حیات تک ہے اور قیامت کیلئے اگرچہ آثار بہت مروی ہین جنکو اس زمانہ مین مشاہدہ کرنے سے ظاہر ہوا کہ بالکل آثار ظاہر ہین سوائے چند آثار کے جنکی تعداد چار یا پانچ تک پہنچتی ہو ان چار یا پانچ کیلئے جو آثار مروی ہین وہ بھی ظاہر ہوتے جاتے ہین مثلاً مروی ہو کہ اُس وقت امت اسلامیہ کے اخلاق و عادات بگڑ جاوینگے اور نصرانی تمام روئے زمین کے لوگون سے زیادہ شمار مین اور زیادہ ثروت و قوت مین ہون گے اور جو آثار ابھی ظاہر نہین ہوئے از انجملہ یہ ہے کہ تمام زمین مین سے صرف جزیرہ یا ایک صوبہ مصر مین یا عرب چند قطعہ معدود مسلمانون کے قبضہ مین رہ جاوینگے اس امر کیلئے بھی آثار ظاہر ہوتے جاتے ہین از انجملہ ظہور امام مہدی علیہ السلام ہو۔ از انجملہ خروج دجال ہو از انجملہ فتح قسطنطنیہ ہو پھر اسکے آثار بھی قریب ہین در رہے

آثار صغریٰ مثل کثرت زنا و شراب خواری و فساد علماء و کثرت دروغگوئی و مسجد میں دنیاوی باتیں و توحید کے نام سے شرک کرنا اور جاہلوں کا جاہل کو پیشوا بنا کر گمراہ ہونا اور مانند اسکے جو بکثرت مذکور ہیں وہ غالباً سب ہی پائے جاتے ہیں اور رہا قیامت کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی پیغمبر کو بھی نہیں تو یہ قرآن مجید و صحاح احادیث میں صریح مذکور ہے اور علماء سب اسپر متفق ہیں اور اچانک قائم ہونا تو حدیث صحیح میں یہ مضمون ہے کہ آدمی بازار میں کپڑا خرید کر ہاتھ میں لئے ہوگا اور عربی آدمی اپنے اونٹ کے پانی پلانے کا حوض درست کرتا ہوگا کہ ناگاہ صور کی آواز سے وہیں ہاتھ جیسے ہوگا ویسا ہی رہجائیگا پھر حشر وغیرہ ایک اوقت سخت ہولناک عظیم ہے سوائے کافر و جاہل کے کوئی اس ہولناک واقعہ کیلئے آمادہ نہیں ہے الغرض قیامت ہولناک کی تاخیر اسوجہ سے ہے کہ علم آلٰہی میں دنیا کی انتہار کیلئے ایک مدت قلیل بنسبت آخرت کے مقدر ہے اسوقت تک نسل آدم جنکا ظہور مقدر ہوا ہے ظاہر ہوجائیگی اور حکمت بالغہ آلٰہیہ اسکی مقتضی ہے یَوْمَ یَأْتِ یا تی یوم القیامۃ لَا تَکَلَّمُ لاتتکلم نَفْسٌ جس دن وہ آجائیگی قیامت تو نہ بول سکے گا کوئی نفس اِلَّا بِاِذْنِهٖ مگر اللہ تعالیٰ کی اجازت سے یعنی کسی کو اس دن بولنے کی مجال نہوگی بسبب ہول وقائع اور ظہور جلال و غضب آلٰہی کے مگر وہی بول سکے گا جسکو اجازت ہوگی اور وہ بھی قول صواب کہیگا صحیحین کی حدیث شفاعت میں مذکور ہے کہ اسدن کوئی شخص بات نکر سکے گا سوائے رسولوں کے اور رسول بھی یہی کہینگے یارب سلم سلم یعنی اے رب ہمارے سلامتی سلامتی۔ اگر کہا جاوے کہ دیگر آیات میں تو مذکور ہے کہ کفار جھگڑا کرینگے اور اپنی طرف سے جھوٹ بولینگے کقولہ تعالیٰ یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسہا۔ اور مثل قولہ تعالیٰ ربنا ما کنا مشرکین اور عدم کلام کی دوسری آیت ہے قولہ یوم لاینطقون ولایؤذن لہم فیعتذرون تو حضرت ابن عباس وغیرہم سے یہ جواب مروی ہے کہ اس دراز دن میں مواقف متعدد ہونگے مثلاً اول میں بسبب ہیبت کے زبان سے بول نہ پھوٹے گا پھر بقدرت آلٰہیہ نہ بول سکینگے بلکہ انکے اعضاء و جوارح انکی بداعمالیوں کی گواہی دینگے پھر حق تعالیٰ کی بخشش و انبیاء و مؤمنین یعنی صادقین و شہداء و صالحین کی شفاعت سے نجات دیکھکر کفار کرنے سے منکر ہونے لگینگے کہ ہم بھی مشرک نہ تھے اور اس مقام پر دیگر اقوال بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ آخرت کے معاملات سے جسقدر فہم ہے کچھ سمجھ میں آسکتا ہے اور سمجھدار جانتا ہے کہ اکثر امور آخرت دنیا کے قیاسات پر موافق نہیں ہوسکتے ہیں اور بیشبہ آدمی بڑا احمق ہے کہ جب اسکو دنیا میں اپنی روح و نفس کا علم جو اسکے اندر موجود ہے نہیں ہوسکتا تو وہ آخرت میں کیا اتمام کرتا ہے جب اسکو رسول کی رسالت حقہ کی تصدیق ہوگئی تو جو کچھ رسول علیہ السلام نے فرمایا ضرور صحیح درست ہے یعنی جو کچھ قرآن کلام آلٰہی میں مذکور ہے بالکل صحیح ہے۔ واضح ہو کہ اس آیت میں بلاغت بدیع کے تین نوع جمع ہیں اول تو اجتماع بقولہ لاتکلم نفس پھر افتراق بقولہ فَمِنْهُمْ شَقِیٌّ وَّ سَعِیْدٌ پس ان نفوس مجتمعین سے بعضے شقی ہونگے اور بعضے سعید ہونگے پھر تیسری نوع تقسیم اور وہ آگے آتی ہے پس شقی بدبخت بداعمال وہ ہیں جن کے حق میں شقاوت ازلی مقدر ہوچکی ہے اور سعید نیک بخت نیکو کار وہ ہیں جو ازلی برگزیدہ محبوب بندے ہیں اور ازلی تقدیر کے یہ معنی ہیں کہ خالق تمام مخلوقات غیر متناہیہ کا علیم خبیر ہے اسکی شان میں جل و نادانی کا لفظ جائز نہیں ہے کہ جب ایمان ہے تو سوال ہے کہ جسوقت اسنے مثلاً زید کو پیدا کیا تو اسکا یہ علم تھا کہ یہ بندہ ایسے ایسے کام کریگا یا نہ تھا اگر نہ تھا تو نادانی ہوئی اور یہ جہالت کا اعتقاد بالکل کفر و محض حماقت و جہالت ہے بلکہ خالق علیم ضرور جانتا تھا اور اسکے علم کے برخلاف دنیا میں زید سے واقع نہ ہوگا بلکہ وہی واقع ہوگا جو علم آلٰہی میں تھا پس یہی ازلی سعادت یا شقاوت ہے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فمنہم شقی و سعید تو میں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ جو عمل کرتے ہیں وہ کس طرح پر ہے آیا ایسی وجہ پر ہے کہ اس سے فراغت ہوچکی یا فراغت نہیں ہوئی ہے تو فرمایا کہ اے عمر اس سے فراغت ہوچکی اور قلم اسکو لکھ چکے ولیکن

ہر شخص کو وہی کام میسر آویگا جسکے واسطے وہ مخلوق ہوا ہی - اس حدیث کو ترمذی وابو یعلی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ نے روایت کیا اور ترمذی نے کہا کہ حدیث حسن ہی اور یہ مضمون تو صحیحین مین ثابت ہی پھر جاننا چاہیئے کہ یہان دو قسم مذکور ہین ایک شقی دوم سعید اور بعض لوگون نے زعم کیا کہ تیسری قسم اور باقی رہی اور یہ وہ لوگ ہین جنکی بدی ونیکی مساوی ہون یا نیکی وبدی کچھ نہ ہوون جیسے اطفال ومجنون اور لکھا کہ یہ قسم مشیت آلٰہی مین ہی جو چاہے حکم کرے - واقول یہ غلط محض ہی اور تحقیق یہ ہی کہ تقسیم بندون کی اگر باعتبار اعمال کے ہو مثلاً کہا جاوے کہ مومن یا کافر پھر مومن مین اقسام ہین تو مومن کے اقسام مین البتہ کئی صورتین نکلتی ہین پھر بھی سب سعید ہین کیونکہ عدم خلود ان کے حق مین ثابت ہی ولیکن یہان اللہ تعالیٰ نے بندون کی تقسیم باعتبار اپنے علم ازلی کے فرمائی ہی پس وہ دو ہی قسم ہین سعید یا شقی اور اُن کے سوا تیسری قسم نہین ہی یا کہا جاوے کہ مومن کافر تو تیسری قسم نہین ہے البتہ معتزلہ ایک منزلہ دونون کے بیچ مین قائم کرتے ہین اور وہ قول مردود ہی اور جہنم مین فی الجملہ عذاب ہونا جیسے مومن ہونے سے خارج نہین کرتا ویسے ہی سعادت سے خارج نہین کرتا اور اطفال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہی کہ وہ شقی ہین یا سعید ہین ہان بندون مین سے اہل علم پر یہ مسئلہ مشکل ہوا اور جمہور کی طرف ہین کہ سعید ہونگے اور مومنون کے اطفال کی نسبت گویا اتفاق ہی کہ وہ مغفور ہین جیسا کہ کلام امام نووی ؒ وغیرہ دلالت کرتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور سابق مین یہ بحث قولہ تعالیٰ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس الآیۃ کی تفسیر مین گذر چکی ہی - خلاصہ یہ ہی کہ شقی وہ ہین جو ہمیشہ دوزخ مین رہینگے - اور سعید وہ ہین جو ہمیشہ جنت مین رہینگے اگر گنہگار مومن جب ہمیشہ دوزخ مین نہ رہے تو وے سعید ہین کیونکہ جنت مین جس وقت سے داخل کئے جاوینگے پھر اسمین ہمیشہ رہینگے تو تیسری قسم کوئی خارج از علم الٰہی نہین ہی غایت یہ ہی کہ ہم کو نہین معلوم کہ اطفال ومجنون مین کون سعید وکون شقی ہی اور یہ تو درحقیقت عاقل بالغ مین بھی مشتبہ ہی - یہان ایک نکتہ اور ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فمنہم شقی وسعید مین پہلے شقی کو کیون ذکر فرمایا تو اہل البیان نے کہا کہ مقام چونکہ ڈرانے وعبرت دلانے کا ہی لہٰذا اسکو مقدم کیا اور مین کہتا ہون کہ پہلے شقی کو بیان کر کے اسکی تفصیل کردی کہ وہ ایسے لوگ ہین جس وقت سے دوزخ مین داخل ہونگے ہمیشہ اسی مین رہینگے تو معلوم ہوا کہ سعید وہ ہین جو جنت مین جس وقت سے داخل ہونگے ہمیشہ اسمین رہینگے اور اس سے نکل آیا کہ گنہگار مومنون پر شقی صادق نہین آیا اسلئے کہ ان کو دوزخ مین خلود نہین ہی پس ضرور سعید صادق آیا اور نیز یہ ہوا کہ جب یہ جنت مین جاوینگے اگرچہ مدت دوزخ اٹھا کر ایک زمانہ کے بعد جاوین تبھی ہمیشہ جنت مین رہینگے چنانچہ تفصیل ہر دو قسم مین فرمایا - فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا پس جو لوگ کہ شقی ہوئے ہین یعنی علم الٰہی مین انکی شقاوت مقدر ہوئی ہی فَفِی النَّارِ - تو وے دوزخ مین ہین - یہان کوئی فعل نہین ذکر کیا کہ جس سے جملہ فعلیہ ہو جاوے اور فعلیہ جملہ ہمیشگی پر دلالت نہین کرتا بلکہ اسکو جملہ اسمیہ فرمایا جس سے عرب اپنی زبان مین ہمیشگی کے معنی سمجھتے ہین تو اس سے نکلا کہ وے ہمیشہ دوزخ مین ہین - لَہُمْ فِیْہَا زَفِیْرٌ وَّشَہِیْقٌ اُن کے لئے دوزخ مین زفیر وشہیق ہو یعنی اس حالت پر کہ ہمیشہ غم والم مین رہینگے - زجاج نے کہا کہ بصری وکوفی زباندان لوگ کہتے ہین کہ زفیر گدھے کی شروع آواز کے مانند ہو اور شہیق اسکی آخری بلند آواز کے مثل ہی - اسکی مثال یہ ہی کہ جیسے کسی کے دل پر آگ کی طپش پہونچی اور اسکی روح گھٹ گئی تو یکایک اسکی آواز بایک کھچی ہوئی نکلی پھر آخر مین گدھے کی طرح ہیبایا اور زجاج کے مانند لیث کی تفسیر بھی ہی اور مراد اس سے یہ ہی کہ اہل دوزخ آگ کی جلن وقلب کی طپش سے نہایت غم والم مین ہو کر پہلے زفیر نکالینگے پھر انکی آواز شہیق ہوگی - پھر حضرت خالق قادر مختار مطلق نے تصریح فرمائی کہ اس حالت پر وے لوگ ہمیشہ رہینگے بقولہ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ہمیشہ اسمین اسی حال پر جیسے رہینگے جبسے داخل کئے جاوینگے جبتک

برابر قائم رہین آسمان و زمین ۔ ما مصدریہ دوامیہ یعنی قامت ولقیت یعنی تا دوام آسمان و زمین ۔ اگر کہا جاوے کہ آسمان و زمین تو برابر قائم نہین رہین گے بلکہ مدت دنیا پوری ہونے کے بعد آخرت کے روز یہ بھی زائل ہون گے جیسا کہ آیات واحادیث مین مصرح ہے تو کفار کا عذاب جہنم صرف اسی وقت تک منتہی ہوا حالانکہ دیگر آیات واحادیث سے ثبوت ہے کہ عذاب کفار دائمی ہوگا کبھی اس کا انقطاع نہین ہے تو جواب دیا گیا کہ آسمان و زمین سے یہ آسمان و زمین دنیاوی مراد نہین ہے اسوجہ سے کہ دنیا کے وجود تک کفار داخل جہنم نہونگے بلکہ بعد قیامت کے جاوین گے اور اسوقت یہ آسمان و زمین نہ ہوگا بلکہ مراد آخرت کا آسمان و زمین ہے کیونکہ قولہ تعالیٰ یوم تبدل الارض غیر الارض الآیۃ سے ثابت ہے کہ دوسرا آسمان و زمین بدلا جاویگا جو ہمیشہ باقی رہیگا تو کفار کا عذاب بھی ہمیشہ رہیگا ۔ اور بعض نے جواب دیا کہ یہ عرب کے محاورہ پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے عرب سے انکے محاورہ پر کلام فرمایا ہے چنانچہ عرب جب کسی چیز کا دوام بیان کرنا چاہتے ہین تو کہتے ہین ہو دائم ما دامت السموات والارض ۔ یہ ہمیشہ رہیگا بدوام آسمان و زمین اور کہتے ہین کہ ابقی ما اختلف اللیل والنہار جبتک رات دن آگے پیچھے باری باری آتے ہین تب تک زندہ رہ یعنی ہمیشہ تو قولہ ما دامت السموات والارض سے صرف یہ معنی مراد ہین کہ ہمیشہ جسکا انقطاع نہین ہے اور یہ معنی لفظ سے ماخوذ نہین بلکہ انکے محاورہ سے مستنبط ہین اور بعض نے جواب دیا کہ اس سے مراد یہی آسمان و زمین دنیاوی ہے اور کلام سے مقصود اس آسمان و زمین کے باقی رہنے کی مدت ہے تو عوام جو محسوسات کے پابند ہین ان دونون کے باقی رہنے کی مدت بہت دراز جانتے ہین پس خوفناک و ہولناک ہونگے کہ زفیر و شہیق کی تکلیف کے ساتھ اسقدر دراز مدت تک عذاب سہنا ہوگا پھر اس عذاب کا دوام بتلادیا بقولہ ۔ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۔ الا اسقدر کہ اللہ تعالیٰ چاہے یعنی یہ مدت دراز جس سے خوفناک ہوئے یہ تو تمہارے خیال مین آئی اور اسپر اور زیادہ مشیت الٰہی مین ہے جسکی مقدار نہین بتلائی ولیکن دیگر آیات واحادیث سے معلوم ہے کہ وہ بے انتہا رہے ۔ چنانچہ صحیح حدیث مین یہ مضمون وارد ہے کہ جب جنتی جنت مین اور دوزخی دوزخ مین داخل ہو جاوینگے یعنی گنہگار مومن اور رائی برابر ایمان والے بھی بشفاعت و خاصہ رحمت الٰہی جہنم سے نکالکر جنت مین داخل کر دیئے جاوین گے اور دوزخ مین کوئی بھلائی والا نہین رہے گا سوائے ایسی قوم کے جنپر عذاب قطعی ہے تو اسوقت موت ایک مینڈھے کی صورت لاکر جنت و دوزخ کے بیچ مین ذبح کردیجائے گی اور پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آویگی اور اے دوزخیو ہمیشگی ہے اور کبھی موت نہ آویگی ۔ واضح ہو کہ اس تقریر پر یہ مشکل ضرور پیش آویگی کہ الا حرف استثنا اپنے معنی پر نہین ہے کیونکہ اس تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ جہنم والے جب اسمین داخل ہون گے تو مدت بقاء آسمان و زمین تک مع اور زیادہ بے انتہا مدت کے وہین رہین گے اور الا حرف استثنا ہے چاہیئے تھا کہ دوام بقاء آسمان و زمین سے کچھ مستثنیٰ کیا جاتا اور کم کیا جاتا ۔ تو جواب یہ ہے کہ استثنا منقطع ہے اور معنی مین صرف الا بمعنی حرف عطف ہے یعنی الا بمعنی لکن و سوائے وغیرہ ہے یعنی جہنمی اسمین ہمیشہ رہین گے جبتک آسمان و زمین ہین لیکن اس سے زیادہ جبتک اللہ تعالیٰ چاہے یا سوائے اس مدت کے جبتک اللہ تعالیٰ چاہے اور معلوم ہوگیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ بے انتہا مدت تک چاہا ہے ۔ ایسا ہی شیخ مفسر سیوطی نے تاویل کو پسند کیا اور جمل نے اسکی توضیح کی ۔ واضح ہو کہ اس آیت کو مفسرین نے مانند متشابہات کے قرار دیا اور طرح طرح کی تاویلین کی ازانجملہ شیخ سیوطی نے اسی تاویل مذکورہ کو اظہر قرار دیا اور یہ اس بنا پر ہے کہ استثنا مذکو خلود سے ہے یعنی تا بقاء آسمان و زمین خلود ہوگا سوائے زائد مدت کے جو اللہ تعالیٰ چاہے اور دیگر اہل علم نے استثنا مین متعدد اقوال پر اختلاف کیا ہے اور مترجم کو پسندیدہ معلوم ہوا کہ نایاب کتب عربیہ کی تلاش سے عموماً کلفت دور کر کے جہان تک علماء نے لکھا ہے اسی سان تفسیر مین ترجمہ کر دون کہ متوسط درجہ کے اہل علم و ایمان محروم

نہ رہین کیونکہ مقصود علم ہے خواہ کسی عبارت مین ہو۔ مین کہتا ہون کہ شیخ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ قولہ فاما الذین شقوا ففی النار الآیۃ۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ سینہ مین گھٹی ہوئی سانس تو زفیر ہے اور زور سے نکروہ آواز سے (مثل گدھے کے) باہر نکالنا وہ شہیق ہے۔ قولہ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض۔ ابن جریرؒ نے کہا کہ عرب کی عادت ہے کہ جب کسی چیز کا دوام ہمیشہ ہونا بیان کرتے ہین تو کہتے ہین کہ ہذا دائم بدوام السموات والارض یعنی آسمان و زمین کے دوام کی طرح یہ دائم ہے پس حق سبحانہ تعالیٰ نے ان سے ان کے عرف کے موافق خطاب فرمایا یعنی اس محاورہ سے وہ ضرور سمجھ لین گے کہ دوزخیون کے لیئے عذاب مین دوام مراد ہے اور حافظؒ نے کہا کہ مین کہتا ہون کہ آسمان و زمین سے اس موجودہ کے سوائے دوسرا مراد ہو سکتا ہے جو کبھی زائل نہو اور ایسا آسمان و زمین آخرت مین ہونا ضرور ہے چنانچہ مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ ہر جنت کیواسطے علیحدہ آسمان و زمین ہے رواہ ابن ابی حاتم یعنی تو دوزخ کیلیئے بھی علیحدہ ہوگا اور قولہ الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید یہ قول ایسا ہے جیسے دوسرے مقام پر فرمایا۔ النار مثواکم خالدین فیہا الا ما شاء اللہ۔ یعنی اُنکے واسطے خلود ہوگا لیکن اس استثناء مین علماء کے کئی اقوال مختلف ہین جنکو شیخ ابن الجوزی نے زاد المسیر مین نقل کیا ہے و ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر مین کہا کہ میرے نزدیک مختار وہ قول ہے جو خالد بن معدان و ضحاک و قتادہ و ابن سنان سے منقول ہے کہ یہ استثناء گنہگار مومنون کی طرف راجع ہے۔ قال المترجم یعنی استثناء اہل جہنم سے ہے اور معنی یہ ہین کہ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض ہمیشہ جہنم مین رہین گے یہ اشقیاء سب کے سب۔ الا ما شاء ربک۔ سوائے ان بندون کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ ہمیشہ نہ رہین گے بلکہ خارج کر کے جنت مین داخل کیئے جاوین گے اور متواتر اخبار سے صحیح ہوا کہ وہ گنہگار مومنین ہین۔ واضح ہو کہ اس صورت مین الا ما شاء بمعنی الا من شاء ہوگا کیونکہ من ذوی العقول کے لیئے آتا ہے اور ما بمعنی من دوسری جگہ مانند قولہ الا ما قد سلف وغیرہ مین بھی آیا ہے اور لکھا کہ بعض سلف سے اسکی تفسیر مین اقوال غریبہ بھی آئے ہین اور قتادہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے استثناء سے خوب آگاہ ہے پھر اہل الجنۃ کی آیت مین جو استثناء ہے یعنی قولہ الا ما شاء ربک عطاء غیر مجذوذ۔ مین کہا کہ مراد یہ ہے کہ اہل جنت کا دوام کچھ بذات خود امر واجب نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے اور ضحاک و حسن بصری نے کہا کہ یہ گنہگار مومنون کے حق مین ہے یعنی وہ ہمیشہ جنت مین نہین تھے کیونکہ پہلے دوزخ مین تھے پھر نکال کر جنت مین آئے اقول خالدین فیہا کو جمہور مفسرین نے حال مقدرہ قرار دیا یعنی ان کے حق مین خلود مقدر ہے جب سے داخل ہون گے اسوقت سے خلود ہے فلیتامل فیہ۔ پھر لکھا کہ اہل جنت کیساتھ قولہ عطاء غیر مجذوذ سے وہم دور کر دیا کہ یہ دوام کبھی منقطع نہو گا جیسے دوزخیون کا دوام اپنی مشیت پر رکھا ہے اور ظاہر کیا کہ عذاب اہل جہنم کا عدل و حکمت پر ہے لہذا فرمایا اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ۔ بیشبہہ تیرا رب جو چاہے اسکو کرنے پر خوب قادر ہے پھر صحیحین کی حدیث دوام خلود اور ذبح موت کی ذکر فرمائی اور تلخیص کلام بیضاوی و معالم و سراج و جلالین و کبیر وغیرہ اس مقام پر یہ ہے کہ قولہ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض۔ قید ما دامت السموات کی اسواسطے نہین ہے کہ اہل دوزخ کا دوام عذاب ان دونون کے دوام سے مربوط ہے کیونکہ نصوص قرآن و حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ انکے عذاب کا دوام ہے اور ان دونون کا دوام منقطع ہے گا بلکہ یہ عبارت اُنکے دوام عذاب سے ہے اور یہ کثرت درازی عذاب کا بیان ہے اس عبارت کیساتھ جو عرب ایسے موقع پر بولا کرتے تھے بر سبیل تمثیل۔ اور اگر یہ قید انکی دوام عذاب سے ارتباط کیلیئے بھی ہوتی تب بھی یہ لازم نہین آتا کہ ان دونون کے زوال سے ان کے عذاب کا زوال

ہوجاوے یا عذاب کے دوام سے ان دونون کا دوام لازم آوے ہان مفہوم ہوسکتا ہی کیونکہ دوام عذاب کیلئے ان دونون کا دوام گویا ملزوم
ہے ولیکن یہ محقق ہوچکا ہی کہ جہان صریح نص سے کوئی امر ثابت ہوجاوے تو کوئی مفہوم اسکے برخلاف اثبات کیلئے مقابل نہین ہوسکتا
کیونکہ منصوص صریح مقدم ہی اسکے سامنے مفہوم کا اعتبار نہین ہی۔ اقول اگر مادامت السموات والارض کو انکے عذاب سے مرتبط کہا جاوے
تب بھی دونون کے زوال سے عذاب کا زوال لازم نہین ہی اسلئے کہ یہ قید کچھ انکی مقدار عذاب یا نفس عذاب کیلئے شرط نہین اور نہ ملزوم
ہے کہ فوات شرط یا زوال ملزوم سے مشروط و لازم کا وجود نہ رہے بلکہ صرف اسقدر ظاہر ہوا کہ عذاب اسوقت تک ممتد رہیگا کہ جبتک
دوام آسمان و زمین ہی اور مفہوم یہ ہی کہ شاید ان دونون کا بھی دوام ہو لیکن نصوص صریح سے دوام عذاب ہمیشہ کیلئے ثابت اور زوال
دوام ان دونون کا ثابت ہی تو یہی ثبوت مقدم ہوگا اور یہی یہ مفہوم ہوئے کہ ان دونون کے برابر باقی رہنے تک عذاب رہیگا مگر انحصار نہین
کہ پھر نہ ہوگا کیونکہ جائز ہی کہ ان کے بعد باقی رہے فافہم ولیکن مترجم کہتا ہی کہ ارتباط کیلئے ہونا منظور فیہ ہی کیونکہ جہنم مین داخل
ہونیکے وقت ان دونون کا دوام تو درکنار نفس وجود ہی باقی نہ ہوگا فلیتامل فیہ پھر بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ بعض نے کہا کہ آخرت
کے سموات والارض مراد ہین بدلیل قولہ یوم تبدل الارض غیر الارض الآیۃ اور انکا وجود ہمیشہ کیلئے ہی۔ پھر لکھا کہ یہ قول قابل نظر ہی اسلئے کہ اس
صورت مین ایسی چیز سے تشبیہ ہوئی جسکو اکثر مخلوق نہین پہچانتے ہین نہ انکا وجود اور نہ دوام اور جو پہچانتا ہی وہ انکا دوام اسیوجہ سے
پہچانتا ہی کہ ثواب جنت و عقاب دوزخ دائمی ہی تو تشبیہ سے فائدہ نہ ہوگا۔ قولہ الا ما شاء ربک۔ خلود سے استثناء ہی کیونکہ گنہگار
موحدین دوزخ مین ہمیشہ نہین رہینگے بلکہ نکالے جاوینگے اور استثناء صحیح ہونے کیلئے اسقدر کافی ہی کیونکہ کل سے جو حکم زائل کرنا
مقصود ہی وہ اگر اسکے بعض سے زائل ہوجاوے تو کافی ہی کیونکہ یہ صحیح ہوگیا کہ سب خلود فی النار مین نہین رہے اور اما الذین
سعدوا مین جو استثناء ہی وہان بھی یہی گنہگار موحدین مراد ہین کیونکہ جنت مین اسوقت تک ہونگے جبتک عذاب کیلئے دوزخ مین ہین
اور یہ لوگ اگرچہ بوجہ گناہ کے شقی ہین لیکن ایمان کی وجہ سے سعید ہین اگر اسپر اعتراض ہو کہ شقی و سعید دو قسمون مین تقسیم اب صحیح نہ ہوئی
کیونکہ ایک قسم کی صفت دوسری قسم مین نہ ہونا شرط ہی تو جواب یہ ہی کہ یہ بات اسوقت ملحوظ ہوتی ہی کہ جب تقسیم اس راہ سے ہو کہ دونون
قسمون مین ہر طرح بالکل جدائی ہو یا جمع نہ ہوسکین اور یہان تو یہ مراد ہی کہ جمع حشر کے لوگ سعادت و شقاوت کی حالت سے باہر
نہ ہونگے اور ایسی صورت مین ہوسکتا ہی کہ ایک ہی شخص مین دونون صفتین دو لحاظ سے مجتمع ہون مثلاً ایمان کی راہ سے سعید ہو
اور گناہون کے اعمال سے شقی ہو۔ یا یہان استثناء سے یہ معنی ہو کہ اہل جہنم کبھی زمہریر وغیرہ کی طرف عذاب کیلئے باہر نکالے جاوینگے اور اسیطرح
اہل جنت کبھی زیادہ انعام مانند دیدار الٰہی سبحانہ کے اعلیٰ درجہ پر جاوینگے اور احتمال ہی کہ استثناء اصل حکم سے ہو اسقدر مدت کہ
حساب کیلئے خارج رہین یا دنیا کی زندگی بھر یا برزخ کی مدت تک بشرطیکہ حکم مذکور اسی روز قیامت کیساتھ مقید نہ ہو بلکہ مطلقاً لیا جاوے
اور اس تاویل پر خلود سے بھی استثناء ممکن ہی اور بعض نے کہا کہ زفیر و شہیق سے استثناء ہی اور بعض نے کہا کہ الا حرف استثناء بمعنی لکن یا سوائے ہی
اور معنی یہ کہ سوائے اس مدت کے جو تیرا رب اس سے زیادہ چاہے جسکی کوئی حد مقرر نہین ہی اقول پہلے مذکور ہوا کہ اسی نہج کی تاویل کے
قریب شیخ مفسر سیوطی رح نے مختار قرار دیا ہی چونکہ اس مقام کے اقوال کو مؤلف فتح البیان نے زیادہ کوشش سے جمع کردیا ہی لہذا اس کلام کے
ترجمہ پر اکتفا کرتا ہون اور جسقدر ہین سے ذکر کیے ہین انہین اختصار کرونگا اور جو کچھ لکھنا ہوگا بلفظ اقول علیحدہ کرونگا پس مؤلف رحمہ اللہ
نے لکھا کہ اس استثناء مین اہل العلم کے چند اختلافی اقوال ہین۔ الاول یہ استثناء قولہ ففی النار سے ہی یعنی اشقیا تو دوزخ مین

ہون گے باستثنا مشیت الٰہی کے کہ کسی قوم سے دوزخ مین داخل کرنے مین تاخیر فرماوے کسی مدت تک - یہ تاویل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہی اقول یہ جبھی ہوگا کہ اصل حکم مقید بروز قیامت ہو تو موقف حساب یا مدت دنیا یا برزخ تک مشیت الٰہی تاخیر ہوگی - الثانی خالدین مستثنیٰ منہ اور ما شاء بمعنی من شاء اور مراد گنہگار موحد ہین یہ قتادہ وضحاک وابوسنان وغیرہم سے مروی ہی - اقول یہی ابن الجوزی و ابن جریر نے اختیار کیا کیونکہ متواتر احادیث سے قطعاً ثابت ہوا کہ اہل التوحید ہمیشہ دوزخ مین نہ رہینگے اگرچہ عاصی ہون - الثالث استثنا از زفیر وشہیق ہی یعنی سوائے اسکے جو نوع عذاب انکے لیے اللہ تعالی چاہے اسکو ابن الانباری نے کہا ہی الرابع معنی یہ ہین کہ تا دوام آسمان و زمین یہ مرینگے مگر مشیت الٰہی کہ ان کو آگ کھا جاوے پھر نئے سر سے پیدا ہون - یہ ابن مسعود رضہ سے روایت کیا جاتا ہی اقول یہ تقدیر موت کی زیادت ہی جو بغیر قطعی حجت کے قبول نہ ہوگی حالانکہ یہان اسکے برخلاف منصوص ہی مثلاً حدیث ذبح الموت جو اوپر گذری اور صریح آیات جنمین عدم موت مذکور ہی - الخامس الا بمعنی لکن و سوائے ہے و استثنا منقطع ہی گویا جب زمانہ کو عرب نہایت دراز سمجھتے کہ اس سے بڑھکر نہین جانتے تھے وہ خلود کے واسطے ذکر کرکے پھر غیر متناہی کو اپنی مشیت پر زیادہ کیا یہ قول زجاج نے حکایت کیا اقول یہی شیخ مفسر سیوطی نے ظاہرا اختیار کیا ہے - السادس قرار ابن الانباری و ابن قتیبہ سے مروی ہی کہ آیت مین صرف استثنا مشیت پر ہے اور ممکن ہی مشیت نہ ہو تو دوام خلود ہوا - اس قول کو زجاج نے بھی نقل کیا اقول یہ بعض سلف سے بھی منقول ہی کہ مدینہ مین دوسری آیات سے عدم مشیت ظاہر ہوگئی السابع ما شاء ربک یعنی مقدار موقف حساب و برزخ وغیرہ حکاہ الزجاج ایضاً - اقول یہ وہی اصل حکم سے استثنا بنا بر وجہ اول ہی اسکو مستقل قول قرار دینا وہم ہی - الثامن الا ما شاء ربک کر دہ کہ جو چاہے تیرا پروردگار یعنی زیادتی عذاب کی اہل جہنم کے لیے اور ایسی ہی زیادتی نعمت کی اہل جنت کیلئے حکاہ الزجاج اور اسی کو حکیم ترمذی نے اختیار کیا - اقول غیر موجہ ہی مگر تاویل الا بمعنی لکن و سوائے و حرف عطف تو مستقل قول نہ ہوا - التاسع الا بمعنی واو ہے بقول فراء اور مکی نے کہا کہ یہ قول بصریون کے نزدیک بعید ہی اقول حرف الا بمعنی حرف عطف کے تحت مین یہ قول بھی ہی - العاشر حرف الا بمعنی کاف ہی جیسے قولہ تعالی الا ما قد سلف - اسے کما قد سلف مین ہی یعنی کما شاء ربک ہوئے اقول اس صورت مین آسمان و زمین کا دوام بھی ہوگا کہ اخروی آسمان و زمین لیا جاوے لیکن اس صورت مین وہ وارد ہوگا جو بیضاوی رح نے کہا کہ اخروی آسمان و زمین سے تشبیہ قلیل النفع ہی جبکہ اکثر لوگ اسکو جانتے نہین اور ذہن مین تشبیہ میں کہتا ہون کہ جواب یہ ہو سکتا ہی کہ دوام آسمان و زمین محسوس کے عرب قائل تھے یا ان کے عرف مین یہ محاورہ مقید دوام ہوتا تھا تو دوام اس سے مراد ہوا لیکن چونکہ واقع مین انکا دوام نہ تھا اسواسطے کما شاء ربک بڑھا دیا جس سے دوام تحقیقی ہوگیا فافہم فانہ توجیہ [illegible] واللہ تعالی اعلم - الحادی عشر ابن عطیہ نے کہا کہ یہ استثنا بمنزلہ اسی استثنا کے ہے جو یمین کے کہنے کی شارع نے تاکید فرمائی ہے یہ کلام بمنزلہ قولہ تعالی لتدخلن المسجد الحرام ان شاء اللہ آمنین الآیۃ - اور اسی کے مانند ابو عبید سے مروی ہی اور اس صورت مین استثنا نہ کہ متصل یا منقطع ہونے کی کچھ ضرورت باقی نہین اقول یہ کلام اہل علم کے نزدیک ایک قوت رکھتا ہی واللہ تعالی اعلم - مؤلف نے لکھا کہ شیخ شوکانی رحمہ اللہ نے ان اقوال کو توضیح کے ساتھ مع سوال و جواب کے ایک مستقل رسالہ مین جمع کیا ہی پھر شیخ مفسر سیوطی رحمہ اللہ کا قول مختار نقل کیا اور مجمل سے اسکا حاصل بیان کیا جو اوپر مذکور ہو چکا ہی اور مجمل نے اشارہ کیا کہ یہان مفسرین نے تیرہ وجوہ بیان کیے ہین اور لکھا کہ ابن جریر کی تحقیق [illegible] مین لکھا کہ آیات و احادیث دلیل صریح ہین کہ مومنین کا فرون کا عذاب جاودانی ابدی ہی اور جو کلام اسکے مخالف ہی اس کا شبہ پیدا کرتا ہی

اسکی تاویل واجب ہے از انجملہ قولہ تعالیٰ خالدین فیہا مادامت السموات والارض الا ما شاء ربک ان ربک فعال لما یرید چنانچہ اس سے
ظاہر یہ ہے کہ اہل شقاوت کے عذاب کی مدت بقائے آسمان و زمین کے برابر ہے الا اسقدر مدت کہ اللہ تعالیٰ چاہے کہ اسمین انکو اسقدر مدت
خلود نہ ہوگا اور علماء نے اسکو قریب بیس وجہ سے تاویل فرمایا ہے منجملہ ان وجوہ کے بعض اس جانب راجع ہین کہ دوام آسمان و زمین کی
مدت سے مقید کر لینے مین کیا فائدہ ہے۔ اور بعض کا مرجع حکمت استثناء ہے پس قسم اول مین سے یہ تاویل ہے کہ آسمان سے آسمان جنت
و زمین سے جنت کی زمین مراد ہے کیونکہ سماء ہر وہ چیز جو تیرے اوپر سایبان ہو اور زمین وہ جسپر تیرا استقرار ہو اور بدین معنی جنت
و دوزخ کا آسمان و زمین ہونا امر قطعی ہے کسی پر پوشیدہ نہین ہے پس ہماری اس تقریر سے جو بعض نے اسمین اعتراض کیا تھا کہ اخروی
آسمان و زمین پر محمول کرنا آیت کے سموات و ارض کا اس وجہ سے نہین جائز ہے کہ مخاطبین کو اسکا علم نہین ہے وہ دفع ہو گیا۔ قال المترجم
اعتراض مین نے بیضاوی سے اوپر نقل کیا ہے اور ابن حجر کا یہ زعم کہ اعتراض دفع ہو گیا مجرد ادعا ہے میرے نزدیک اعتراض دفع
نہین ہوتا کیونکہ مخاطبین اگر جنت و دوزخ کے بوجہ مذکور قائل ہون تو اخبار غیب پر ایمان کے طور پر ہوگا حالانکہ وے آخرت کے
منکر ہین۔ فلیتامل فیہ پھر شیخ ابن حجر نے اس لفظ سے دوام ابدی بطریق محاورہ عرب کے تاویل ذکر فرمائی پھر لکھا کہ ابن عباس رض سے
روایت ہے کہ تمام مخلوقات کی اصل نور عرش سے ہے اور آسمان و زمین آخرت مین اسی نور کی طرف پھیر دیے جاوینگے جس سے
دونون مخلوق ہوئے تھے اور وہ دونون نور عرش سے دائمی ابدی ہون گے۔ پھر لکھا کہ اس جواب کی ضرورت اس بنا پر ہے کہ دوام
سموات و ارض کی قید سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ دوزخی دوزخ مین انھین دونون کے دوام تک باقی رہین گے اور بعض نے اسکو منع کیا
الے آخرہ ذکرہ اقول مانع اس سے شیخ مفسر بیضاوی ہین اور مین نے انکی تقریر اوپر لکھدی ہے پھر ابن حجر نے لکھا کہ اگر کہا جائے کہ جب
انکا عذاب دائمی ہوگا خواہ دونون باقی رہین یا زائل ہو جاوین تو پھر اس تقلید سے کیا فائدہ ہے تو جواب یہ کہ نہین بلکہ اسمین بہت
بڑے فوائد ہین از انجملہ یہ ہے کہ مخاطبین کو دوام آسمان و زمین تک بقائے عذاب سے ہول ہوگا کہ ایک زمانہ طویل دراز ہے کہ وہم کو احاطہ
کرنا دشوار ہے اقول بلکہ جب وے لوگ دوام آسمان و زمین سے ابدی قیام سمجھتے تھے تو تعبیر متنا ہی زمانہ تک خلود عذاب سے تہویل کا مقصود
حاصل ہے اور لکھا کہ باقی رہی یہ بات کہ آیا اس عذاب کی کوئی حد مقرر ہے کہ وہان منقطع ہو جائیگا یا نہین تو یہ بات دوسری دلیلون
سے حاصل ہوتی ہے یعنی ان آیات سے جنمین مذکور ہے کہ کبھی جہنم سے نہ چھوٹین گے ہمیشہ اسی مین رہین گے اور قسم دوم تاویلات سے
ایک وجہ یہ ہے کہ فیہا سے استثنا ہے یعنی برابر اسی مین رہین گے سوائے ان مقامات کے جہان بمشیت الٰہی انواع عذاب کے لیے نکالے جاوینگے
جیسے زمہریر و شرب حمیم وغیرہ پھر اسی مین واپس کر دیے جائین گے اور لکھا کہ یا لفظ ما بمعنی من ذوی عقل کے واسطے لیا جاوے مثل قولہ
انکحوا ما طاب لکم من النساء اے من طاب پس یہ گنہگار مومنون کا استثنا ہوگا خواہ متصل قرار دیا جاوے جبکہ شقوا مین یہ لوگ بھی شامل
ہون یعنی گنہگار مومنین کو بھی شقیا کا لفظ شامل ہووے جو الذین شقوا سے معلوم ہے یا استثنا منقطع ہو جبکہ اہل شقاوت مین انکا
شمول نہ لیا جاوے اور یہی اظہر ہے یا حرف الا بمعنی سوا لے لیا جاوے اور یہان کچھ اور تاویلین بھی باقی رہین جن کے بیان سے بین اعراض
کرتا ہون کیونکہ تاویلات بعیدہ ہین اگر کہا جاوے کہ یہ طریقہ تاویل کا اسی یقین پر ہے کہ جہنم سے کبھی انکو نکلنا میسر نہ ہوگا حالانکہ عبداللہ
بن عمرو سے روایت ہے کہ لیاتین علی جہنم یوم تصفق فیہ ابوابہا لیس فیہا احد و ذلک بعد ما یلبثون فیہا احقابا۔ رواہ الامام احمد۔ جہنم پر
ایسا زمانہ آویگا کہ اسکے دروازے مصفوق کر لیے جاوین گے اسمین کوئی آدمی نہ ہوگا اور یہ کئی احقاب ان کے جہنم مین پڑے رہنے کے بعد

ہوگا۔ اسکو امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں اشقیاء کو دوام خلود نہ ہوگا پھر قولہ الا ما شاء ربک۔ کی
تاویل کی ضرورت نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ اس روایت میں بعض راوی ثقہ نہیں ہے اور اسکی نسبت ثابت ہوا کہ وہ بہت جھوٹ بولتا ہے
تو جب اسکا ثبوت نہ ہوا تو کالعدم ہوا لہذا تاویل واجب ہوئی۔ ہاں یہ بات البتہ ہے کہ جو قول عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے
مروی ہوا وہی کسی علماء نے حضرت ابن مسعود وابو ہریرہ سے نقل کیا ہے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا کہ یہی قول عمر بن الخطاب و
ابن عباس و ابن مسعود و ابو ہریرہ وانس بن مالک رضی اللہ عنہم کا ہے اور اسی طرف حسن بصری و حماد بن سلمہ گئے ہیں اور یہی قول علی بن ابی طلحة
الوالبی و ایک جماعت تابعین مفسرین کا ہے انتہی کلامہ و لیکن حسن بصری سے جو نقل کیا وہ دیگر علماء کی نقل سے رد ہوا جاتا ہے کیونکہ ثابتؒ نے
کہا کہ میں نے حسن رحمہ اللہ سے انکا مقولہ پوچھا تو انھوں نے اس سے انکار کیا اور ظاہر یہ ہے کہ جن علماء و صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ مقولہ نقل کیا ہے
اُن سے درحقیقت کچھ روایت صحیح نہیں ہے اور اگر ہم تسلیم بھی کر لیں تو اسکے معنی وہ ہوں گے جو علماء نے بیان کئے کہ اسمیں کوئی اجنبی نہ ہوگا
یعنی گنہگار مومنوں میں سے کوئی نہ ہوگا اور رہے کافروں کے ٹھکانے تو وہ خوب بھرے ہوں گے وے اسمیں سے کبھی خارج نہ ہونگے
جیسا کہ بہت سی آیات میں مذکور ہے۔ اقول حاصل طریقہ تاویل یہاں یہ ہے کہ قولہ لیس فیہا احد۔ عام ہے اسکو نصوص قطعیہ خلود کفار سے
مخصوص کیا تو معنی یہ ہوے کہ لیس فیہا احد من عصاة المومنین۔ اسمیں گنہگار مومنوں سے کوئی نہ ہوگا۔ اور صفق الابواب کا فائدہ یہ ہے
کہ جبتک گنہگار موحد کوئی رہیگا اسوقت تک ابواب مسدود نہ ہونگے اور یہ تاویل قریب ایسکے ہے جو طویل حدیث شفاعت مرویہ صحیحین وغیرہ
میں آخر میں مذکور ہے کہ جب جنت میں ذرہ برابر خیر والا بھی کوئی نہیں رہیگا تو اللہ تعالیٰ ایک مٹھی یا دو مٹھی اپنی قدرت و شان کے لائق
مٹھی سے اہل دوزخ سے نکال لیگا جو عتقاء الرحمن کہلاویں گے تو علماء نے کہا کہ خیر سے ایمان مراد نہیں بلکہ عمل مراد ہے یعنی ایسے
ہوں گے جنھوں نے کوئی نیکی نہیں کی ہے مگر نفس ایمان ان میں تھا اور مترجم نے اسکو تاویل اسوجہ سے قرار دیا کہ
سیاق میں ذرہ برابر ایمان والے کے نکال لینے کا حکم بدون شفاعت کے محض فضل سے ہو چکا ہے تو شبہہ یہ ہوتا تھا کہ اب کوئی ایسا
نہیں ہے جسمیں ذرہ برابر بھی ایمان ہو تو محض کافر کی نجات ظاہر ہوتی ہے حالانکہ کفر پر نجات نہ ہونا قطعی آیات سے ثابت ہے لہذا
کہا گیا کہ مراد ایمان سے عمل خیر ہے کما فی قولہ تعالیٰ ما کان اللہ لیضیع ایمانکم۔ اور مراد نماز بجانب غیر القبلہ ہے۔ فافہم پھر ابن جریرؒ نے کہا کہ
رازی کی تفسیر کبیر میں ہے کہ ایک قوم کا قول ہے کہ کافروں کے عذاب کی ایک انتہا ہے جہاں منقطع ہو جائے گا اور استدلال انکا اسی آیت
سے ہے اور قولہ تعالیٰ لابثین فیہا احقابا۔ سے ہے اور بدیں دلیل کہ ظالم کی معصیت متناہی ہے تو اسپر غیر متناہی عذاب ہونا ظلم ہوگا
انتہی اور اسکا جواب ابن جریر نے یہ دیا کہ احقابا سے استدلال اسکے متناہی ہونے پر صحیح نہیں اور نہ اس آیت سے صحیح ہے کیونکہ پہلے
معلوم ہو چکا کہ عرب ایسے استعمال میں دوام ابدی مراد لیتے ہیں اقول ہاں لیکن استثناء الا ما شاء ربک سے استدلال ہے نہ بقولہ ما دامت
السموات والارض۔ لیکن چونکہ اسمیں احتمالات پیدا ہو گئے ہیں اس سے البتہ استدلال کسی قطعی بات کیلئے صحیح نہ رہا۔ پھر دلیل عقلی ظلم کا جواب
دیا کہ ظلم کچھ نہیں ہے اسواسطے کہ کافر کو دوام زندگی بھر یہی عزم تھا کہ کفر پر جا رہے تو اسکے عوض اُخروی زندگی بھر عذاب دیا جائیگا حالانکہ
وہ زندگی دائمی ہے پس عذاب الیم ہوا تو دائمی ظلم کے موافق دائمی عذاب ہوا باوجودیکہ اسکو اُخروی زندگی دائمی و عذاب سے آگاہ کر دیا گیا تھا
وہذا ما حررہ المترجم۔ ولیکن اسمیں تردد ہنوز مثل عقلی دلیلوں کے باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ ظلم کافر کا اسکی زندگی بھر تھا اور یہ مقدار متناہی ہے۔
اور ابن جریرؒ نے کہا تھا کہ کافر کو کفر پر عزم تھا مادامیکہ زندہ ہے تو جزا و سزا ایک دوسرے کے متوافق دائمی ہوئی اور اسپر تردد مذکور زیادہ جاری ہے

اور جسطرح مترجم نے تقریر مین تغیر کردیا اسکے موافق رفع تردد ہوسکتا ہو کہ جب ایک شخص کے واسطے موت کی دونون طرف دو زندگی مقرر ہوئین اور مبتلا کیا گیا کہ دنیاوی فانی ہو اور اُخروی باقی ہے تو اُسنے خود باقی زندگی بھر عذاب کو اختیار کیا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا یعنی جبتک رسول کے واسطہ سے کسی قوم کو آگاہ نہین کیا گیا ان پر عذاب نہوگا اگر آگاہ نہوسے ہون اور بشبہہ جو زمانہ فترت کا ہے یعنی ایک رسول کے بعد دوسرے رسول تک شریعت ایسے متغیر ہوئے کہ اس سے آگاہی واطمینان نہین ہوسکتا جیسے حضرت موسیٰ سے پہلے یا حضرت عیسیٰ اور حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بیچ مین تھا لہذا جب فرعون نے موسیٰ سے پوچھا کہ ما بال القرون الاولی - تو اُسکا جواب نہین دیا بلکہ فرمایا علمہا عند ربی فی کتاب پس جہان تک نصوص وارد ہین بندہ وہان تک اعتقاد رکھتا ہو اور ماوراے اسکے علم الٰہی محیط ہو وہی اپنی مخلوق کا دانا ہو لہذا بعض سلف نے کہا کہ کوئی کسی مخلوق کو جنت یا دوزخ مین نہین اُتار سکتا اور خود اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کا دانا ہے جیسا کہ قولہ تعالیٰ خالدین فیہا الا ما شاء اللہ کی تفسیر مین سابق مین مذکور ہوا ہو پھر شیخ ابن حجرؒ نے لکھا کہ واضح ہو کہ اہل جنت کیواسطے دوسری آیت مین ایسا ہی استثناء مذکور ہو اور وہان بالاجماع یہ مراد نہین ہو کہ اُن کے خلود مین دوام نہوگا بلکہ کبھی استثناء رہیگا اور خود اللہ تعالیٰ نے دوام کی تنصیص فرمائی بقولہ عطاءً غیر مجذوذ یعنی ایسی عطا کہ کبھی منقطع نہوگی تو جیسی تاویل یہان مذکور ہوئی اسی نظیر پر وہان تاویل ہوگی اور جبکہ تا بمعنی من ہو تو مراد گنہگار مومنین اہل اعراف ہون گے جو ہنوز جنت مین داخل نہین ہوئے ولیکن داخل ہونے کی طمع رکھتے ہین - اقول دوسری آیت جو اہل جنت کے حق مین ہو جبکہ اسمین بالاجماع استثناء سے ظاہر مراد نہین ہو تو یہی مؤید ہو کہ اس آیت مین جو دوزخیون کے حکم مین ہو یہ ظاہر جو عموماً سمجھ مین آتا وہ خلاف دیگر نصوص قطعیہ ہو مراد نہوئے پس جب ظاہر معنی مقصود نہ ہونا معلوم ہوگیا تو جملہ نصوص کے متوافق ومتعاضد معنی پر بقاعدۂ زبان عربی محمول کیا جائیگا اور یہ ویسی ہی تاویل ہین جو اوپر مذکور ہوئین - پھر شیخ نے لکھا کہ ابن زید نے فرمایا کہ اہل جنت کی آیت مین الا ما شاء ربک فرمایا اور اس مشیت سے ہم کو آگاہ کردیا کہ جو کچھ مراد ہو خلود ودوام سے استثناء نہین ہو چنانچہ صریح فرمادیا عطاءً غیر مجذوذ یعنی غیر مقطوع لہ یعنی اس نعمت کا انقطاع نہوگا اور جو اہل دوزخ کے حق مین ایسا ہی استثناء کیا تو اس مشیت سے ہم کو آگاہ نہین فرمایا کہ اُن کے حق مین کیا چاہا ہے انتہی کلامہ - مؤلف نے کہا کہ شیخ ابن تیمیہ نے جو آثار نقل کیے ہین انکا ثبوت ہو اور اسکو شیخ ابن القیم نے حادی الارواح الی بلاد الافراح مین بتوضیح بیان کیا ہے ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کی کہ اُنھون نے یہ آیت پڑھکر کہا کہ ہم سے حضرت انس بن مالکؓ نے حدیث بیان فرمائی کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ایک قوم دوزخ سے نکالی جاوے گی اور کہا کہ ہمارا وہ قول نہین ہے جو اہل حرورا یعنی خارجی کہتے ہین کہ جو کوئی جہنم مین گیا پھر وہان سے نہین نکلے گا اور یہی کبائر مین معتزلہ کا قول ہو - حضرت جابرؓ سے روایت ہو کہ آنحضرتؐ نے یہ آیت پڑھکر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے کہ ان لوگون مین سے جو شقی ہوئے ہین انکو دوزخ سے نکالے تو کرسکتا ہے رواہ ابن مردویہ اقول یہ کلام ایسا واقع ہونے کیلئے دلیل نہین ہو بلکہ قولہ تعالیٰ ان ربک فعال لما یرید کی تفسیر ہے خالد بن معدان نے آیت کی تفسیر مین کہا کہ یہ اہل توحید اہل القبلہ کیواسطے ہو یعنی گنہگار مومنین بمشیت الٰہی جہنم سے نکالے جاوین گے جبکہ مشرک نہون - جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ یا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ یہ آیت تمام قرآن مین جہان خالدین فیہا آیا ہو فیصلہ کرتی ہے یعنی ہر خلود پر وارد ہے ابن عباس سے مروی ہے کہ قولہ تعالیٰ الا ما شاء ربک مین کہا کہ پھر پروردگار کی مشیت معلوم ہوئی کہ دوزخی ہمیشہ دوزخ مین رہین اور جنتی ہمیشہ جنت مین رہین اور ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہو کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے النار سے استثناء کیا کہ ان کو بالکل نہ کھالے

سدیؒ نے آیت میں کہا کہ پھر اسکے بعد مشیت الٰہی کا علم آیا جس سے معلوم ہوگیا چنانچہ مدینہ میں نازل ہوا قولہ ان الذین کفروا وظلموا لم یکن اللہ لیغفر لہم ولا لیہدیہم طریقا الآیۃ ۔ پس دوزخیوں کی نجات کی اُمید جاتی رہی اور اُنکے لیے ہمیشہ کی خلود کا حکم واجب ہوگیا اور قولہ اما الذین سعدوا الآیۃ میں مشیت الٰہی کا علم مدینہ میں نازل ہوا بقولہ والذین آمنوا وعملوا الصالحات سندخلہم الی قولہ ظلا ظلیلا پس اُنکے لیے ہمیشہ خلود واجب ہوگیا ۔ اور ابونضرہؒ سے روایت ہے کہ پورا قرآن اس آیت پر منتہی ہوتا ہے یعنی قولہ ان ربک فعال لما یرید ۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے اور مناوی کبیر علی الجامع الصغیر میں لکھا کہ یہ جو ہم نے ذکر کیا کہ جہنم میں کفار کا عذاب دائمی ابدی ہے اسی پر آیات واخبار وآثار دلالت کرتے ہیں اور جمہور اُمت سلف وخلف اسی پر یقین کیے ہوے ہیں ۔ اور اسکے سوا بھی کچھ اقوال منقول ہیں جنکی تاویل واجب ہے ازانجملہ شیخ محی الدین بن العربی کا قول ہے کہ دوزخی مدت تک دوزخ میں عذاب پاوینگے پھر ان پر انقلاب ہوگا اور اُنکے لیے ایک آتشی طبیعت رہجائیگی جس سے اُن کو ایک طرح کی لذت حاصل ہوگی کیونکہ وہ انکی طبیعت کیواسطے موافق ہوگی اور خلف وعید کا شبہہ وارد نہیں ہوتا کیونکہ ثنا تو وعدہ کی سچائی میں ہے جو وعدہ انعام کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسکو پورا کرلیں اسکی شان کیواسطے حمد وثنا ہے اور وعید یعنی عذاب و سزا کا وعدہ پورا کر دینا ثنا نہیں بلکہ سزا سے تجاوز کرنا ثنا ہے چنانچہ فرمایا فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ۔ اور یہ نہیں فرمایا مخلف وعیدہ ۔ بلکہ فرمایا ہے ونتجاوز عن سیئاتہم ۔ باوجودیکہ ان کو اس فعل پر وعید فرمائی تھی اور حضرت اسمعیلؑ کو فرمایا ۔ انہ کان صادق الوعد یعنی وعید کے صدق میں تعریف نہیں فرمائی اور دوسرے مقام پر شیخ نے لکھا کہ دوزخی جب اسمیں داخل کیے جاوینگے تو برابر خوفناک منتظر رہینگے کہ شاید اسمیں سے نکالے جاوینگے پھر جب جہنم کے دروازے بند کر دیے جاوینگے تو مطمئن ہوجاوینگے کیونکہ جہنم انکی طبیعتوں کے موافق پیدا کی گئی ہے قال المترجم حضرت ابن عمر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے اثر میں اس تاویل کو دخل ہے کہ جبتک کوئی موحد عاصی ہے کہ جس نے کوئی نیکی کبھی نہیں کی ہے جہنم میں ہوگا اسوقت تک اس کے دروازے مسدود نہ ہونگے پس مسدود اسوقت ہونگے کہ اس میں کوئی نہ ہو یعنی موحد کوئی نہ ہو ۔ اور واضح ہو کہ تفسیر ابن العربی اسوقت موجود ہے اسمیں یہ عبارت جو مناوی میں ہے مذکور نہیں ہے ۔ ظاہراً شیخ کی دوسری کتابوں سے نقل کی گئی ہے اور مناسب مقام ہے کہ شیخ کا قول اُنکی تفسیر سے بھی اس مقام پر ترجمہ کردوں ۔ قولہ تعالیٰ فمنہم شقی وسعید جب شقی وسعید منکر نبوت و تعظیم کا ذکر کیا تو ازلی ابدی سعید و شقی کو بیان فرمایا اور جب تقسیم تفصیلی میں انکا حال بیان کیا یعنی بقولہ فاما الذین شقوا ۔ تو اسمیں سے شقی کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے سے اور سعید کے جنت میں رہنے سے استثنا کیا بقولہ الا ما شاء ربک ۔ کیونکہ جنت و دوزخ سے مقصود سے محروم ہو کر رنج والم پانا اور حصول مراد سے لذت اٹھانا پس دونوں میں استثنا کرنے سے یہ غرض ہے کہ جہنمی تو اس رنج والم سے بڑھکر غم میں پڑیگا یعنی صفات کے حجاب میں ہو کر قلب کی آگ سے جلیگا اور افعال کے حجاب سے خشم ومطرود ہونے اور ذلت واہانت میں پڑیگا اور روح کی سوزش سے پردہ ولعنت وقہر میں گرفتار ہوگا اور جنتی اس لذت سے بڑھکر اکرام میں پہونچیگا مثلاً تجلیات صفات سے جنان قلب میں رضوان ولطف اکرام واعزاز پاویگا اور تجلیات ذات وظہور سے جنان روح میں مقام شہود ولقا وظہور سبحات جلال وہ کچھ پاویگا کہ جسکی نسبت حدیث صحیح میں آیا ہے لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور یہ اسوجہ سے کہ سعید بمقابلہ شقی کے ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ سعید نکلکر دوزخ میں جاوے اور نکالے نہ جانے کیلیے یہ کلام دلیل ہے عطاء غیر مجذوذ یعنی یہ عطا کبھی مقطوع نہ ہوگی پس ایسے ہی سعید کا مقابل شقی بھی زیادہ عذاب رنج والم میں جاویگا اور یہ نہیں ہوسکتا کہ سعید ہوجائے علاوہ ازین قولہ ان ربک فعال لما یرید ۔ اسکو مقرر ہے کیونکہ یہ ایک سخت وعید ہے یہ جو لکھا گیا برعایت ادب ہے اور بواطن کی تحقیق میں ظواہر کا لحاظ رہا اور رہا بیان حقیقت تو جاننا چاہیئے کہ شقی جب دوزخ میں ان مراتب مذکورہ پر تھا تو اس سے کبھی خارج نہ ہوگا بلکہ ایک طبقہ سے

دوسرے طبقہ کو منتقل ہوتا رہیگا اور ایک درک سے دوسرے درک کو جاویگا تو وہ ہمیشہ ای عذاب مین رہا بلکہ عذاب سے بڑھکر عذاب ہوتا گیا اور مراد استثنا سے اس خلود کے علاوہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دوزخی اور راہ احدیت کے اپنے رب کے ساتھ ہے وہ اسکی پیشانی کے بال پکڑے یعنی اپنا مسخر کیے ہوئے خود راہ راست پر ہے اور بدبختی کی ہوا یعنی خواہش نفس کی پیروی اسکو جہنم کی طرف ہانکے اور اٹھا لے لئے جاتی ہے پس وہ وہان رب کے ساتھ عین القرب مین ہے پس اپنے موافق سے متلذذ ہوتا رہیگا جا اسکے حق مین عین نعمت ہوجائیگا تو آگ کے معنی اسکے حق مین زائل ہوگئے اور وہ مقام اسکے لئے جنت کے حکم مین ہوگیا اگرچہ فی الحقیقت جو جنت کہ سعید کیلیے ہے اس سے وہ بعد المشرقین بہت دور پڑا ہے چنانچہ حدیث مین آیا ہے کہ تھوڑی مدت مین جہنم مین جرجیر اُگیگا اور آیا ہے کہ جہنم پر ایک زمانہ آویگا کہ اسکے دروازے بند کیے جاوینگے اسمین کوئی نہ ہوگا۔ ایسی ہی سعید کی جانب ہے کہ جنت مین اسکا مراتب پر منتقل ہونا دوام خلود کے حکم مین ہے اور استثنار سے اس خلود کے علاوہ مراد ہے اور وہ یہ ہے کہ احدیت ذات مین فانی اور سبحات جمال سے عشق مین فنا ہوگا جہان کہ حق عین شاہد و مشہود ہے اور یہ بطریق مشاہدہ روحی نہین بلکہ شہود ذاتی احدی کے ساتھ جہان غیر کا کچھ اثر بھی نہوگا اور یہ کمال نعمت ہے جیسا کہ حدیث مین اشارت ہے کہ نہ آنکھ نے دیکھا اور نہ کانون نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر اُسکا خطور ہوا۔ اور اگر شقی وسعید مین تنوین نوعیت کیلیے ہو نہ تعظیم کے لئے تو یہان دنیا مین نیک کام سے بدکار بمشیت الٰہی نیکوکار ہو سکتا ہے ولیکن اس صورت مین یہ شقی ازلی کا بیان نہوگا۔ انتہی کلامہ مترجما۔ اس کلام سے جیسا تو دیکھتا ہے طریقت کی توجیہ موافق جمہور اُمت کے ہے اور تاویل موافق بتاویل مختار شیخ سیوطی رح ہے یعنی شقی کو دائمی شقی رکھا جو کبھی سعید نہوگا اور استثنار سے مزید عذاب مراد لیا اگرچہ حقیقت کے معنی مین باطنی الم کو ایک خاص انتقال حالت پر قرار دیا اور اس سے انکار کیا کہ کبھی دوزخ سے نکلے اگرچہ بعض آثار کو تاویلی تائید مین نقل کیا ہے پس اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ جہان سے مناوی مین منقول ہے وہان آیا یہی مقصود ہے یا کیا مراد ہے فلیتدبر۔ پھر مناوی مین لکھا کہ حافظ ابن القیم نے کہا کہ یہ قول ایک طرف ہے یعنی ابن العربی کا قول کہ دوزخ فنا ہوکر ان کیلیے جنت ہوجائے گی ایک طرف ہے اور معتزلہ کا قول کہ جو جہنم مین گیا وہ کبھی نہ نکلیگا دوسری طرف ہے اور ہر دو قول ان نصوص کے خلاف ہین جو بالضرور رسول اللہ صلعم کی احادیث اور آپ پر نازل ہوئے قرآن سے معلوم ہوئے ہین اور کہا کہ جیسے ایک جماعت کا قول کہ دوزخ فنا ہوجائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکے لیے ایک انتہا مقرر فرمائی ہے پھر ان لوگون سے اسکا عذاب بھی زائل ہوجائیگا اور استدلال ایک اس آیت سے فرمایا اور ایک قولہ تعالیٰ لابثین فیہا احقابا۔ یعنی کئی احقاب اسمین پڑے رہین گے۔ تو معلوم ہوا کہ کئی احقاب کے بعد پھر نجات ہوگی۔ اور ان لوگون کا یہ بھی قول ہے کہ قرآن مین دوزخ کے دوام بقا پر کوئی دلالت نہین ہے بلکہ قرآن مین تو فقط اسیقدر ہے کہ کفار اسمین ہمیشہ رہین گے اور وے یہین سے کبھی نہین نکلین گے۔ اور اُن سے اسکا عذاب فتور نہ کریگا اور وے کبھی نہین مرین گے اور اُن پر عذاب اسمین مقیم وغرام ولازم ہوگا۔ اور یہ بات وہ ہے کہ جسمین صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ مین کچھ اختلاف نہین ہے بلکہ اختلاف ایک اور بات مین ہے اور وہ یہ ہے کہ دوزخ دائمی ابدی چیز ہے یا اسپر بھی فنا لکھی گئی ہے اور یہ بات کہ کفار اسمین سے کبھی نہین نکلین گے اور جنت مین کبھی نہین داخل ہون گے تو اس بات مین اہل السنۃ مین سے کسی نے اختلاف نہین کیا ہے۔ الحاصل اگر کچھ اختلاف ہے تو اس بات مین کہ آیا دوزخ پر بھی فنا لکھی گئی ہے جیسے کل چیزون پر یا نہین تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے دوزخ کے فانی ہونے کا قول ایک جماعت صحابہ وتابعین سے نقل کیا اور شیخ ابن القیم نے مثل اپنے استاد ابن تیمیہ کے اسی قول کو نصرت دی اور اسی کو محقق کیا لیکن جمہور نے اسکو ترک کیا یہ قول متروک مہجور ہے اسکا قائل نہونا چاہیئے اور نہ اسپر اعتماد کرنا چاہیئے کیونکہ جمہور نے ان اقوال کی تاویل کردی اسطرح کہ صحابہ رض کی مراد یہ ہے کہ اسمین کوئی گنہگار مومن نہ ہوگا اور رہے کفار تو وہ اسمین

بھرے ہون گے کبھی اسمین سے نہین نکلین گے جیساکہ بہت سی آیات مین اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے اور دونون آیتون کو قریب بمین وجہ سے
تاویل کردیا ہو انتہی کلام المناوی مؤلف نے کہاکہ ابن المنذر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کہاکہ لو لبث اہل النار فی النار کقدر
رمل عالج لکان لہم علی ذلک یوم یخرجون فیہ - اگر پڑے رہین دوزخ والے دوزخ مین بشمار ریگ تو دہکے تو البتہ اُن کے لئے اسپر ایک دن
ہوگا کہ اسدن نکلین - قال المترجم مبہم ہو معلوم نہین کہ اہل النار سے کفار دوزخی مراد ہین یا گنہگار موحد جو دوزخ مین داخل ہوئے ہین -
ولیکن دوم کی تائید دیگر احادیث مرفوعہ صحیحہ سے ظاہر ہو اور اول مخالف آیات واحادیث ہوگا پھر لکھاکہ عبد بن حمید نے بھی ثقات راویون
سے حضرت عمرؓ سے اسی قول کے مانند روایت کیا اور ابن راہویہ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیاکہ کہاکہ سیاتی علی جہنم یوم لایبقی فیہا احد
وقرا فاما الذین شقوا الآیۃ - البتہ جہنم پر ایسا روز آویگا کہ اسمین کوئی شخص باقی نہین رہیگا اور پڑھی یہ آیت فاما الذین شقوا ففی النار خالدین فیہا
الآیۃ مترجم نے کہاکہ اسمین بھی وہی تردد ہو کہ اسمین کوئی شخص باقی نہ رہیگا اس لفظ سے کون مراد ہو آیا کوئی شخص کافر ہو یا موحد ہو باقی
نہ رہیگا یا گنہگار موحد باقی نہ رہیگا - اگر اول مراد ہو تو خلاف آیات واحادیث ہو اور اگر دوم مراد ہو تو موافق احادیث صحیحہ ہو اگر کہا جاوے کہ
فاما الذین شقوا کے پڑھنے سے تو یہی ظاہر ہے کہ شقی کافر مراد ہین تو کہا جائیگا کہ گنہگار موحد بھی بسبب بداعمالی کے شقی یعنی بدبخت ہوسکتا ہے
اگرچہ وہ بوجہ نفس اعتقاد توحید کے سعید ہو ولیکن واضح ہو کہ یہ اسی صورت مین ہو کہ قولہ فمنہم شقی وسعید سے باعتبار اعمال کے دو قسم کی گئی ہون
تو ضرور ہوگا کہ سوائے دو کے دیگر اقسام بھی نکلین ورنہ ازلی شقاوت وسعادت کی راہ سے تو دو ہی قسم مین انحصار ہوگا مگر فاما الذین شقوا سے
حالی ازلی کافر دائمی دوزخی مراد ہون گے - ان مین گنہگار موحد داخل نہین ہوسکتے تو قول حضرت ابوہریرہ مین تاویل مذکور مین تردد ہوگا - اگر کہا جاوے
کہ قولہ لایبقی فیہا احد - یا لیس فیہا احد مین نکرہ تحت نفی مفید عموم ہے تو یہی معنی ہوئے کہ کوئی نہ ہوگا خواہ کافر ہو یا مومن ہو - کہا جائیگا کہ ہان عموم تو ہو لیکن
آیا یہ عام اپنے معنی عموم پر لیا گیا یا نہین چنانچہ شرع مین بہت الفاظ عموم اپنے عموم پر نہین مراد ہین جیسے بلقیس کو کہاکہ اوتیت من کل شئی - اسکو ہر چیز
دی گئی حالانکہ اسکو آسمان یا ستارہ یا روس کی سلطنت نہین دی گئی تھی لہذا جب ہم نے دوسری آیات واحادیث کو دیکھا تو اس سے معلوم ہوا کہ
عموم مراد نہین بلکہ خصوص گنہگار موحد مراد ہین فافہم - پھر مؤلف نے لکھاکہ ابن المنذر وابوالشیخ نے ابراہیم رحمہ اللہ یعنی تابعی نخعی سے روایت کی کہ کہاکہ مافی
القرآن ارجی آیۃ لاہل النار من ہذہ الآیۃ خالدین فیہا مادامت السموات والارض الاماشاء ربک ان ربک فعال لما یرید یعنی کہاکہ اہل دوزخ کیلئے قرآن
مین اس آیت سے بڑھکر کوئی آیت امید کی نہین ہو یعنی خالدین فیہا مادامت الآیۃ - قال المترجم اسمین بھی اہل النار سے شاید گنہگار موحد
مراد ہین جیسے دیگر اقوال ہین - اور اسی قول ابراہیم مین ہو کہ کہاکہ ابن مسعودؓ نے فرمایا لیاتین علیہا زمان تصفق ابوابہا کہ جہنم پر ایک زمانہ آویگا کہ اسکے
دروازے بند کئے جاوینگے - اقول شاید یہ مراد ہو کہ موحدین گنہگار کے نکالے جانیکے بعد جب اسمین کوئی ان مین سے نہ رہیگا تو کفار پر سد ود کر دئے
جاوین گے واللہ اعلم - امام احمد نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی کہ قال لیاتین علی جہنم یوم تصفق فیہ ابوابہا لیس فیہا احد - اور اس
قول کو محی السنۃ بغوی وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ وغیرہ سے حکایت کیا اور ابن جریرؒ نے اپنی اسناد سے شعبی تابعی رحمہ اللہ سے روایت کی کہ
قال جہنم اسرع الدارین عمرانا واسرعہما خرابا یعنی دوزخ وجنت دونون گھرون مین سے دوزخ زیادہ جلد آباد ہو جائیگی اور زیادہ جلد خراب یعنی
ویران و کھنڈل ہوگی اور قتادہ رحمہ اللہ نے کہاکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا الاماشاء ربک ان ربک فعال لما یرید - تو وہی جانتا ہے کہ یہ استثناء
کس پر واقع ہوا اور جاننا چاہیئے کہ جیسا حضرت ابن مسعود وحضرت عمر وابوہریرہ وعبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہوا ویسا ہی ایک
جماعت سلف سے مروی ہے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ابن عباسؓ وابن عمر وجابر وابوسعید خدری سے اور تابعین مین سے ابومجلز و

عبدالرحمن بن زید بن اسلم وغیرہ سے روایت کیا گیا اور اسمین ایک حدیث بھی طبرانی کے معجم کبیر مین ابو امامہ صدی بن عجلان الباہلی سے مرفوع روایت ہو لیکن اسکی اسناد بعض راویون کی وجہ سے ضعیف ہو۔ مؤلف نے کہا کہ اس بیان سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے جو کچھ ان بزرگون سے نقل کیا وہ صحیح ثابت ہو اور حافظ ابن القیم نے جو اسکا انتصار کیا وہ بجا ہے اور ابن حجر مکی ومناوی کا قول سست ہے اگرچہ بیشک اج رہی جمہور کا مذہب ہے۔ قال المترجم مناوی مین یہ نہین کہا تھا کہ شیخ الاسلام کی نقل مین فتور ہو بلکہ اُسنے یہی کہا تھا کہ یہ مذہب مہجور ومتروک ہو ہان ابن حجر نے البتہ عدم ثبوت کا احتمال پیدا کیا تھا تو ان اسانید سے ثبوت ہو جاتا ہو ولیکن اصل کلام انکے معنی مین ہو مترجم کہتا ہو کہ عذاب جہنم ایک نہایت سخت چیز ہو نعوذ باللہ من عذاب جہنم وعذاب القبر۔ چنانچہ صحیح حدیث مین ہو کہ بسبب برکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابو طالب آپکی پرورش کرنے والے جان نثار چچا پر جو کافر مرے عذاب مین بالکل تخفیف ہوئی اسپر بھی آپنے فرمایا کہ اسکے پاؤن مین آگ کی دو جوتیان ہین جن سے اُسکا دماغ اُبلتا ہے۔ اعوذ باللہ اعوذ باللہ۔ لہذا مترجم کہتا ہو کہ تمام برادران اسلام ہر وقت اپنے آپ کو مع اہل وعیال و دوست واحباب کے نافرمانی الٰہی سے روکین اور شرع پر جو نہایت آسان راستہ ہو چلے چلین اور ضرور بالضرور اپنے ایمان ویقین کو ہر دم تازہ رکھین ورنہ جسوقت غفلت ہو گی شیطان اُن کو کافر بنا دیگا کہ جس سے اُنکو خود خبر نہ ہو گی اور شرک سے بالکل دور رہین اور اس کے بعد مین کہتا ہون کہ یہان جو بحث مذکور ہوئی اس مین خود خوض نکرین اسکو علماء پر چھوڑین ہان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید کرنا ضرور ہو جیسے اسکے عذاب سے ڈرنا ضرور ہو۔ پھر واضح ہو کہ مؤلف نے لکھا کہ یہان جار اللہ محمود زمخشری نے کشاف مین اپنا معتزلہ ہونا خوب ظاہر کیا اور اُس سے آگے بڑھکر خندق مین گرا اور اُسکا مذہب بانند دیگر معتزلہ کے یہ ہو کہ کبیرہ گناہ کرنے والے موحد دوزخ سے نہین نکالے جاوینگے چنانچہ اُن کے نزدیک جو دوزخ مین گیا وہ ہمیشہ اُسی مین رہیگا بنا برین اُس نے لکھا کہ تو اہل السنۃ کے اس قول سے دھوکا نہ کھانا کہ استثناء سے یہ مراد ہے کہ کبیرہ گناہ والے دوزخ سے نکالے جاوینگے کیونکہ اہل سعادت کے حکم مین بھی استثناء ہو وہ صاف ان لوگون کا جھوٹ وافترا پکار کر ظاہر کرتا ہو اور تو ان لوگون سے بھلا کیا بھلائی کی اُمید رکھتا ہو جو قرآن کو چھوڑ دیتے ہین اچھے تو اسود کی روایت پر کہ اُسنے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کی کہ لیأتین علی جہنم یوم تصفق فیہ ابوابہا لیس فیہا احد۔ اور مین تو کہتا ہون کہ عبداللہ بن عمرو کو اپنی دونون تلوارین لیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقاتلہ کرنے سے اتنی فرصت کیون ملی جو انھون نے تمام زمانہ مین یہ حدیث پھیلائی۔ انتہی کلامہ مترجما۔ شیخ شوکانی رحمہ اللہ نے اس قول کو نقل کرکے کہا کہ اے مسکین تو نے جو ہم پر طعن کیا کہ کبیرہ گناہ والے کے دوزخ سے نجات پانے کے قائل ہین تو یہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو اور آپ سے آپکے سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ہم لوگون کو پہونچایا اور سنت مطہرہ کی کتابون مین جو ایمان واسلام کیواسطے خزائن جواہر بے بہا وبمثل ہین ایک جماعت سے بدرجہ تواتر بطریق متواترہ نقل ہوا ہو پس تیری لیاقت کیا ہو جو تو ایسی قوم پر طعن کرتا ہے جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عارف ہین اور طریقہ رسول وصحابہ کو اس قدر جانتے ہین کہ تو اُس سے جاہل ہو اور ایسی پیروی اُن کی راہ کی کرتے ہین کہ جس سے تو کوسون دور پڑا ہے اور یہ جو تو نے وہم کیا کہ آیت مین دوسرا استثناء اہل سنت کی تکذیب کرتا ہو تو یہ تیرا وہم ہے اور دونون جگہ گنہگار مومنون کی مراد لینے مین کوئی نقصان وکچھ مانع نہین ہو پس دوسری استثناء مین یہ معنی ہین کہ بعضون کے خلود مین اسقدر دیر ہو گی کہ جبتک اُن کے گناہون کبیرہ وغیرہ کی وجہ سے اُن کو دوزخ مین عذاب اُٹھانا پڑے اور یہ قول تو ایک جماعت علماء سلف کا ہو جنکا ذکر ہم نے اوپر بیان کر دیا اور یہی حبر الامۃ حضرت ابن عباس کا قول ہو اور رہا وہ جو تو نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص پر طعن کیا حالانکہ وہ صحابہ مین بڑے عابد وزاہد اور سنت کے حافظ تھے تو اے بیچارے

محمود تجھے کچھ بھی شعور ہوا کہ تو کیا کرتا ہے اور کس جنگل مین بھٹکا چلا جاتا ہے اور کس کنوین مین گرا پڑا ہے اور بھلا تو اور تیری یہ لنگڑی ٹانگین اور لولے ہاتھ اور تیرا یہ اُچکنا کہ صحابہ رسول اللہ صلعم کہ بحکم صحابی کالنجوم الحدیث کے آسمان کے ستارے ہین وہان تک تو ہاتھ بڑھاتا ہے افسوس کہ تیری نحو ولغت کے طالبعلمون مین بھی کوئی نہ تھا جو تجھکو روکتا کہ جن علوم پاکیزہ و سنت مطہرہ مین تجھکو دخل ہی نہین ہے آمین تو کیون کلام کرتا ہے فیا للہ العجب اس علم الروایۃ ومعرفۃ السنت سے جاہل ہونا بھی کس خراب فضیحت مین ڈالتا ہے بلکہ فضیحت اُٹھانے والا وہ شخص اپنے ہاتھون ہوگا جو اپنی کملی جھونپڑی سے بڑھکر بادشاہی تخت و تاج کا خواب بیان کرے ۔ انتہی کلام الحافظ الشوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ مترجما ۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے اس مقام کو اس تفسیر مین کافی وضاحت سے نقل کیا تاکہ اہل اسلام اپنے علوم دینی کی طرف توجہ کرکے ضائع نہ کرین والتوفیق من اللہ سبحانہ وتعالیٰ اب مین آیت کی تفسیر موافق مختار شیخ سیوطی رح کے اول و موافق اکثر کے دوم اور موافق ایک جماعت کے جنکا مذہب مجھور ہے سوم نقل کرتا ہون اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ فاما الذین شقوا ففی النار لہم فیہا زفیر وشہیق خالدین فیہا ما دامت السموات والارض ۔ پس جو لوگ شقی ہوئے یعنی ازلی کافر ہوئے (بقول سیوطی) یا انکے اعمال بد ہوئے جو مستوجب عذاب دوزخ ہین (بقول جمہور) تو وے آگ جہنم مین ہونگے انکے لیے اسمین زفیر و شہیق ہے درحالیکہ خلود اسی مین رہین گے جب تک آسمان و زمین دنیا کا دوام ہے (بقول سیوطی) یا ہمیشہ اسی مین رہین گے ابد تک ۔ (بقول جمہور) الا ما شاء ربک سوائے اسقدر مدت کے جو تیرا رب چاہے یعنی بے انتہا جسکی کوئی حد نہین کیونکہ اس آسمان و زمین کو دوام ابدی نہین اور کفار کو خلود ابدی ہے (بقول سیوطی) یا باستثناء ان گنہگار موحد لوگون کے جن کو اللہ تعالیٰ چاہے تو وہ ہمیشہ نہ رہین گے بلکہ بعد مقدار عذاب کے نکال کر نہر الحیات مین غسل دیکر جنت مین داخل کیے جاوین گے (بقول جمہور) یا اس مقدار کہ تیرا رب چاہے تو جہنم فنا ہوگی آسمین نہ ہون گے اگرچہ عذاب ہے (بقول جمہور) ان ربک فعال لما یرید ۔ بیشک تیرا رب جو چاہے کرے ۔ اسکو کوئی مانع نہین اور کوئی بات اسپر فرض و واجب نہین اور کسی کا اُسپر حق نہین آتا ہے بلکہ وہ سب کا خالق مالک خود مختار ہے لیکن فضل الٰہی تو اہل دوزخ جو اس سے نجات چاہین گے اگر چاہے انکی امید پوری کرے یا ان کو عذاب بڑھاوے جو چاہے کرے ۔ پھر اہل سعادت کا حال بیان فرمایا بقولہ ۔ وَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا ۔ اور جو لوگ کہ مسعود ہوئے یعنی اللہ تعالیٰ کے علم مین اور یہ وہ لوگ ہین جو ایمان پر مرے اگرچہ پہلے اُن سے کفر وغیرہ گناہ صادر ہوئے ہون یعنی ابتدا مین اگر کوئی آدمی کافر ہو یا کسی گناہ مین مبتلا ہو لیکن ایک وقت سچے طور پر توبہ کرکے ایمان لاوے اور اسی ایمان پر مرے تو وہ سعید ہے ۔ یہان قرأت مین اختلاف ہے سمین نے کہا کہ حمزہ وکسائی و حفص نے بضم سین اور باقیون نے بالفتح پڑھا پس قرأۃ اولیٰ تو عرب کے اس محاورہ پر ہے کہ سعدہ اللہ اے اسعدہ ۔ فراء رح نے ہذیل سے حکایت کی کہ وے لوگ یون ہی بولتے ہین ولیکن سیبویہ نے کہا کہ سعد بضم سین نہین بولتے جیسے شقی مجہول نہین بولتے کیونکہ فعل متعدی نہین ہے ۔ نحاس نے کہا کہ مین نے علی بن سلیمان سے سُنا کہ وہ بضم سین قرأت پر تعجب کرتے اور کہتے کہ کسائی سے تعجب ہے کہ باوجود زبان عربی سے ماہر ہونے کے اسنے بالضم پڑھا حالانکہ یہ لحن غیر جائز ہے ۔ ازہری نے کہا کہ دونون صحیح ہین سعد بالفتح کا فاعل سعید ہوتا ہے اور سعد بالضم کا مسعود آتا ہے ۔ اقول بلا انکار مسعود معروف ہے اور یہ متولد نہین بلکہ خاص حجاز و عرب ہے پھر سعد بالضم جس سے مسعود آوے سیبویہ وغیرہ کا انکار کرنا خود عجیب ہے اور واضح ہو کہ سعد وا بالفتح قرأت پر معنی مین بجائے مسعود کے سعید سمجھنا چاہیے یعنی جو لوگ سعید ہوئے فَفِی الْجَنَّۃِ ۔ وہ جنت مین ہین یعنی ہمیشہ کیونکہ جملہ اسمیہ سے استمرار پایا جاتا ہے پھر ہمیشگی پر تنصیص کردی بقولہ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ۔ ہمیشہ اسی مین رہین گے مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۔ جبتک آسمان و زمین ہین یا اس لفظ سے بطریق محاورہ یہ معنی ہین کہ دائم ابد تک یا جبتک اُخروی آسمان و زمین ہین جو لا انکہ و ہمیشہ کو رہین گے ۔ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ ۔ الا اسقدر کہ اللہ تعالیٰ چاہے یا سوائے اسقدر زائد کے جو مشیت الٰہی مین ہے یعنی بے انتہا جسکا کبھی ختم نہین ہے جیساکہ دوسری

آیات سے صریح معلوم ہوا اور خود یہاں تنصیص فرمائی بقولہ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ - اے اعطوا اعطاء غیر مقطوع لا نہایۃ لہ - دیئے گئے یہ بندے ایسی نعمت کہ کبھی منقطع نہ ہوگی - بیضاوی رح نے کہا کہ یہ تصریح ہر کہ ثواب کبھی منقطع نہ ہوگا - اور تنبیہ ہر کہ ثواب جو استثنا کیا بقولہ الا ماشاء ربک اس سے ظاہر مراد نہین کہ کبھی دوام مین انقطاع ہوگا کیونکہ آگے عطاء غیر مجذوذ فرما دیا اور اسی وجہ سے ثواب و عقاب کے تابید مین فرق کر دیا - خفاجی نے کہا کہ بعض کو وہم ہوا کہ عذاب جہنم کبھی منقطع ہوگا اور ثواب جنت منقطع نہین ہوگا اور اسمین ایک حدیث عبد اللہ بن عمرو سے وارد کی و ابن الجوزی نے کہا کہ وہ موضوع ہر اور اسی کے قریب زمخشری نے کہا ولیکن زمخشری نے ابن عمرو کے حق مین ایسی بات کہی جسکا ذکر کرنا لائق نہین ہر - مترجم کہتا ہر کہ خفاجی رح سے عجب ہر کہ زمخشری رح کا قول بھی روایات کی تضعیف و توثیق مین سند قرار دیا حالانکہ اسکو اس علم سے کوئی مناسبت ہی نہین ہر آیا تو نہین دیکھا کہ وہ تو صحیح متفق علیہ احادیث سے منکر ہوجاتا ہر اور رہا ابن الجوزی کا موضوع کہنا کچھ مضر نہین جبکہ مفصل معلوم ہوچکا کہ اسانید صحیح ہین لیکن یہ یاد رکھنا ضرور رہے کہ خلود کفار کی آیات قطعی ہین ان کے مقابلہ مین یہ نصوص جو محتمل تاویلات ہین معارضہ نہین کر سکتے ہین لہذا قول جمہور امت کا مختار رہے اور یہ ہم نہین کہتے کہ اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت مین کیا ہر کیونکہ وہ فعال لما یرید ہے جو چاہے کرے اور یہی جمیع اہل السنت کا مذہب ہر پھر مشائخ صوفیہ کے اقوال بھی سننا چاہیئے **ف** عرائس مین ہے کہ قولہ تعالیٰ خالدین فیہا ما دامت السموات والارض الا ماشاء ربک - اللہ تعالیٰ کے کرم و لطف سے یہ امید کی جاوے کہ کفار جب حشر مین اٹھائے جاوین تو بلا حساب جہنم مین داخل کر دیئے جاوین پھر مومنون کا حشر ہو اور میزان سے اعمال محسوب ہون و زمین تبدیل کی جاوے و آسمان دوسرا بدلا جاوے یا درمیان سے دور کیا جاوے اور مومنون سے آسان حساب لیا جاوے اور حق تعالیٰ قادر ہر کہ ان سے ایک لحظہ مین حساب کرے پھر جب ان کو جنت مین داخل کرنا چاہے تو کافرون کو جہنم سے نکالکر بحر الحیوان مین داخل کرکے پھر مومنون کے ساتھ ان کو جنت مین لیجاوے کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا کہ کفار جہنم مین اتنی مدت تک رہین گے کہ آسمان و زمین ہون پھر جب دونون زائل ہوئے تو مدت پوری ہوگئی اور یہ ایک بات ایسی ہر کہ امید کی جاوے ورنہ اہل سنت کا یہ مذہب نہین ہر ولیکن قولہ الا ماشاء ربک کے معنی یہ ہین کہ وہ کافر ایسا ہو کہ آخرت معاینہ کرنے سے ایک لمحہ پہلے ایمان لے آیا ہو اور کوئی اسکے ایمان سے مطلع نہ ہوا سوائے اللہ تعالیٰ کے تو اس صورت مین وہ بحر الحیوان سے نہاکر مومنون کے ساتھ ہوگا - قال المترجم یہ دونون اقوال نہایت عجیب ہین شاید صوفیہ وغیر صوفیہ بلکہ جمیع امت مین سے کسی کا قول مجھے اسکے موافق نہین ملا - اول قول کہ محشور ہوکر جہنم مین جاوین پھر مومنین محشور ہون تو واضح ہو کہ آیات سے ثابت ہر کہ کفار بد ہیأت و مقہور و مقتور محشور ہونگے اور جملہ خلائق ایک میدان مین جمع ہوگی اور چنین و چنان و قائع صریح منصوص آیات مین مذکور ہین پھر اس قول کی کیا ہستی رہی اور دوم یہ کہا کہ کافرون کی نجات کی شرط یہ کہ لمحہ پہلے ایمان لایا ہو جس سے سوائے حق کے کوئی مطلع نہ ہو تو واضح ہو کہ جمہور امت کے نزدیک جو کوئی توبہ کے وقت تک توبہ کرے وہ ایسا ہر کہ جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تو اسپر کوئی گناہ نہین اگرچہ فضائل اعمال سے اسکو درجہ نہ ملے مگر وہ ایک لمحہ بھی دوزخ مین عذاب نہ پاویگا اور رہا خیر یعنی عمل صالح نہونا بلکہ عصیان ہونا تو اہل توحید بھی بعوض گناہ کے عذاب پاکر جہنم سے ایک وقت پر نکالے جاینگے پھر بحر الحیوان یا نہر الحیات سے غسل دیکر جنت مین جاوینگے جیساکہ صحاح مین مصرح ہر اور رہا رحمت الٰہی کا بیان تو بیشک وہ ایک ایسی صفت ہر کہ بندہ اسکو کیا بیان کر سکے لیکن احادیث الرسول کے بیان سے جانا ہے حتی کہ شیطان اس رحمت کی تمنا کریگا لیکن وہ قہار بھی ہے تو جامع صفات کمالیہ سے سب کو خوف و رجا ہے ولیکن شیخ نے بعد اسکے لکھا کہ اللہ تعالیٰ عذاب کافرین سے مستغنی ہر جیسے طاعت مومنین سے مستغنی ہر اور اسکا کچھ نقصان نہین اگر تمام کافرون کو جنت مین داخل کر دے پس جب کرم فرمایا تو اولین و آخرین و مومنین و کافرین سب اسکے کرم سے فیضیاب ہونگے مگر جو اسنے

وعدہ رحمت دیا ہے یا عذاب سے ڈرایا ہے اسمین سچا ہے اور سب علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اقول بیشک وہ کفر و طاعت و عذاب و ثواب سب سے مستغنی ہے ولیکن یہ غضب و رضا رہا اور یہ ہر ایک کے اعمال کا عوض ہر ایک کو ملا اسکو دونوں سے استغنا ہے جیسا کہ تمام اہل السنت کا قول اور احادیث صحیحہ مین مصرح ہے بحمد اللہ تعالیٰ در رسول و صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم و جمہور اکابر اولیاء و ائمہ کا قول اسطرح امید و بیم پر آنکی مخالفت کرکے نہیں چھوڑا جاسکتا ہے اور شیخ محی الدین ابن العربیؒ کا یا کسی صوفی کا یہ قول نہیں ہے کہ جہنم والے جنتی یا جنت والے جہنمی ہوجاوینگے بلکہ شیخ ابن العربیؒ نے اسکو صریح لکھا ہے جیسا کہ مین نے اوپر انکا قول ترجمہ کردیا ولیکن شیخ رح نے جو قول لکھا وہ کسی کرام صوفیہ کے قول سے متوافق نہیں ہوتا والعلم عند اللہ تعالیٰ پھر لکھا کہ جو کچھ مین نے لکھا اسکی تائید مین ابو مجلز کا قول ہے کہ جہنم کافرون کی سزا ہے لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو عفو کردے اور جہنم مین داخل نکرے اور ابن مسعودؓ نے کہا کہ یاتین علی جہنم زمان الخ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا اور ایسے ہی شعبی کا وہی قول نقل کیا جو اوپر مذکور ہوچکا اور کہا کہ تصدیق اسکی قولہ تعالیٰ ان ربک فعال لما یرید۔ وہ جو چاہے کرے اقول ان اقوال کے معنی و تاویلات سب اوپر مذکور ہوئین اور لکھا کہ قولہ تعالیٰ واما الذین سعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا مادامت السموات والارض الا ما شاء ربک عطاء غیر مجذوذ یعنی جو لوگ ایسے ہین کہ ازل مین سعادت کبریٰ سے سرفراز ہوئے وہ سرادق عرش کے نیچے مقاصیر معرفت مین ہین انکو دوام خلود ہے جبتک جنت کا آسمان و زمین قائم ہے آسمان اسکا عرش عظیم ہے اور زمین اسکی دُر یکہ بیضا و مشک اذفر کی ہوگی یعنی جیسا کہ حدیث مین زمین کی نسبت وارد ہے الا ما شاء ربک یعنی عارفین و محبین و مشتاقین کیلئے خاصہ مشیت کہ انوار جمال مین تا ابد داخل ہون اور قولہ عطاء غیر مجذوذ یعنی کبھی منقطع نہوگی اور اہل جنت کے فواکہ کی نسبت بھی فرمایا کہ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ۔ اقول تفسیر باشارت متوافق ظاہر ہے پھر شیخ نے اکابر مشائخ صوفیہ سے اقوال موافق جمہور امت کے نقل کیے اور خود شیخ کا قول ان سب سے مخالف صریح ہے چنانچہ لکھا کہ ابن عطاء نے کہا کہ قولہ الا ما شاء ربک جو اہل جنت کیلئے ہے اسکے معنی یہ کہ سوائے خلود نعمت کے اور جو تیرا پروردگار چاہے زائد نعمت کہ اسکی انتہا نہین اور وہ ادراک بشری سے باہر ہے اور اہل جہنم کے حق مین جو الا ما شاء ربک فرمایا اسکے یہ معنی کہ سوائے خلود جہنم کے جو تیرا رب چاہے مزید عذاب سے جو طرح طرح کے انواع ہین۔ اقول دیکھو شیخ ابن عطاء رح کا قول بالکل علماء کے اقوال مین سے شیخ سیوطی کے معتاد کے موافق ہے۔ فافہم۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ شقی وہ ہے جو رحمت سے محروم ہوا اور سعید وہ ہے جسکو رحمت نصیب ہوا۔ اقول یہ تو صحیح ہے ولیکن شیخ مولف رح نے شطح کے طور پر سب کو اہل سعادت کردیا کیونکہ کوئی رحمت سے محروم نہین رکھا اور شاید کہ شیخ جنید رحمہ اللہ کی مراد خاص رحمت ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ ابراہیم خواص رح نے فرمایا کہ شقی وہ ہے جس نے اپنی تدبیر پر اعتماد کیا اور قوت کا بھروسہ سمجھا اور سعید وہ شخص ہے جس نے اپنے کام کو اپنے رب کے سپرد کیا اور سعید وہ ہے جو مقامات و طاعات چاہتا ہے اسمین توفیق ازلی اسکی مساعدت کرے اور اسپر سہل کردے اور شقی وہ مردہ دل ہے کہ تجلی رب سے محروم ہے جب قیامت تک کے لوگون کیلئے عموماً اور عرب کے لیے خصوصاً اگلی قومون کے عبرت آمیز احوال بیان کیے جس سے رسول اللہ صلعم نے انذار فرمایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے ایک اشارہ حکمت آمیز کیساتھ تسلی فرمائی اور اسکے ضمن مین استہزا و شکایت سے منع فرمایا اگرچہ رسول کریم افضل المرسلین کو اس مین کچھ شک نہ تھا۔

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُهُمْ

سو تو نہ رہ دھوکے مین ان چیزون سے جنکو پوجتے ہین یہ لوگ کچھ نہیں پوجتے مگر ویسا ہی جیسا پوجتے تھے اُن کے باپ دادے

مِّنْ قَبْلُ ۭ وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا

اس سے پہلے اور ہم دینے والے ہین انکو انکا حصہ بن گھٹایا اور ہم نے دی تھی

مُوسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ

موسیٰ کو کتاب پھر اُسمیں پھوٹ پڑگئی اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ کہ آگے نکل چکا تیرے رب سے

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ

تو فیصلہ ہو جاتا اُن میں اور اُن کو اسمیں شبہ ہے کہ جی نہیں ٹھہرا اور جتنے لوگ ہیں جب وقت آیا پورا دیگا رب تیرا اُن کو

اَعْمَالَهُمْ ۭ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا

اُن کے کیے اسکو سب خبر ہے جو جو وہ کر رہے ہیں سو تو سیدھا چلا جا جیسا تجھکو حکم ہوا اور جنے توبہ کی تیرے ساتھ اور حد سے نہ بڑھو

اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝

وہ دیکھتا ہے جو تم کر رہے ہو

فَلَا تَكُ يَكُنْ۔ حذف نون بسبب کثرت استعمال کے ہوا اور کرخی نے کہا کہ جب نون کنارے پڑتا ہے تو تلفظ میں اس سے فقط ایک غنہ باقی رہتا ہے اسواسطے اُنھوں نے ایسے نون کو ساقط ہی کر دیا۔ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَاۗءِ ۔ اس چیز کی طرف سے جسکو یہ لوگ پوجتے ہیں تو کچھ شک میں مت ہو جیو۔ ہٰؤلاء سے اشارہ کفار قریش کیطرف ہے اور قیامت تک سب کی طرف جو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی غیر کی بندگی کرتے ہیں اور بندگی خواہ اسطرح کہ صریح سجدہ کرتے ہوں یا اور وجہوں سے جو شرک ہیں جیسے کسی کو قادر مختار جاننا یا مثل اللہ تعالیٰ کے حکم کے بے چون و چرا کسی کا کہنا مان لینا کما فی قولہ تعالےٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا الآیۃ۔ اور قادر مختار جاننے کی یہ مثال کہ کسی کو سمجھنا کہ وہ اولاد یا روزی چاہے خوش ہو کر دیدے یا ناراض ہو کر بند کر دے اور واضح ہو کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کوئی کام ہونیوالا ہو اور شیطان کو استراق السمع سے معلوم ہو گیا تو اُسنے اپنے ماننے والوں کو وسوسہ دیا کہ فلان بت یا میت سے مراد مانو شاید وہ راضی ہو تو تمہیں ملے تو اُسنے یونہی کیا اور وہ کام تو ہونیوالا تھا ہو گیا تو اُسکے اعتقاد میں یہی شرک جمگیا۔ ابحاصل معنی یہ ہو نگے کہ آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر دوسروں کو نصیحت کی کہ کبھی شک لانا اس چیز کی طرف سے جسکو یہ لوگ قریش وعرب کے پوجتے ہیں یا قیامت تک کے کافر پوجنے والے ہیں اور شک اس بات کا کہ شاید یہ نفع یا ضرر انکو اسی باطل معبود سے پہونچا ہو ہرگز نہیں بلکہ وہ مقدر ہو گا اور یہ شک کرنا کہ ان لوگوں کی عاقلانہ تحقیق ہے جو معبود بناتے ہیں بلکہ محض جہالت وگمراہی ہے ان چیزوں کو کچھ بھی قدرت وتاثیر نہیں ہے بعض نے کہا کہ انکے معبودوں کے باطل ہونے میں کچھ شک کرنا بعض نے کہا کہ ان لوگوں کے ایسے شرک وکفر کر کے شقی و بدانجام ہونے میں کچھ شک کرنا حق یہ کہ ایسے سب معنی کو کلام شامل ہے اور محصول یہ کہ ان لوگوں کی عبادت ان باطل معبودوں کی کسی تحقیق وتاثیر نفع وضرر واقعی پر نہیں بلکہ محض جہالت وتقلید آبائی پر ہے۔ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ۔ سمجھانے لکھا یعنی ان لوگوں کے پاس کوئی قطعی حجت ان معبودوں کی عبادت میں نہیں ہے مگر یہ جہالت کہ ہم تو وہی کرینگے جو ہمارے اگلے باپ دادے کرتے چلے آئے یا یہ معنی کہ اُن کا پوجنا بتوں وغیرہ کو ویسا ہی ہے جیسے اُن کے اگلے باپ دادے پوجتے تھے۔ قال الحافظ یعنی تجھکو کچھ شک مت ہو کہ جو شرک پوجتے ہیں محض باطل ہے کیونکہ ان کے پاس کوئی حجت ان کے خالق کی طرف سے نہیں ہے سوائے اس جہالت کے کہ اپنے باپ دادوں کی پیروی کیے جائینگے وَاِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ۔ اور ہم ان کو پوری جزا دینگے اس بدلے میں کچھ کمی نہ کرینگے اور اگر کوئی نیکی ہوگی تو اسکو دنیا ہی میں دیدینگے۔ الثوری عن جابر عن مجاہد عن ابن عباس کہا کہ جو کچھ ان کو بھلائی وبرائی کا وعدہ دیا ہے ہم پورا بغیر کمی کے دیدینگے۔ ابن زید رحمہ نے کہا کہ پورا عذاب دینگے اور بعض نے کہا کہ جو انکا حصہ ازل میں مقدر ہو چکا ہے ہم ان کو پورا دیدینگے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مشرک کا فر خالی اپنی بداعتقادی سے یہ سمجھتا ہے کہ بت یا میت نے ایسا کر دیا ورنہ جو مقدر نہیں وہ ہرگز نہیں ملتا ہے ورنہ ہر مشرک بادشاہ

ہوجاتا اور جو مقدر ہی ضرور پہونچتا ہے یہ جہالت سے شرک پر اعتقاد کرتا ہے۔ پھر جو لوگ حکم خالق سے خلاف کرکے دوسرے احکام پر چلے
خواہ اپنی رائے پر یا کسی دوسری مخلوق کی رائے پر اور مشرک ہو کر مستوجب عذاب ہوئے انکا حال فرمایا بقولہ۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ
اور بیشک ہم نے عطا فرمائی یعنی کمال فضل سے اُس نہ ماننے والوں کی ہدایت وسعادت کیلئے کتاب یعنی توریت۔ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ۔ پس
اسمین پھوٹ ڈالی گئی بعضے اسپر ایمان لائے اور بعضے کثرت معجزات اور رشد کامل دیکھکر ایمان نہ لائے۔ اور بعضون نے تھوڑے احکام مانے
اور تھوڑے نہ مانے اور کسی کے معنی بگاڑے اور آخر میں پڑھے لکھے خود حاکم بن گئے۔ جو چاہا حکم دیا اور جس سے چاہا منع کیا اور جب چاہا منع کیا
اور جب چاہا جائز کیا اور عوام لوگ ایمان سے جاہل ہو کر انھین کی گویا بندگی کرنے لگے پس اسمین آنحضرت صلعم کو بھی تسلی ہے کہ اگر قرآن پاک
کے ساتھ یہی برتاؤ ہو تو پہلے توریت کیساتھ ہوچکا اور اسمین اشارات قیامت تک قائم رہے ہین اور اسلام مین ایک فرقہ نے اسی واسطے نہایت
کوشش کی کہ وہی طور وطریقہ مضبوط پکڑے رہین بعد کامل تلاش کے جسپر آنحضرت صلعم وصحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم قائم تھے تاکہ کوئی اختلاف
نہو کیونکہ یہ غضب الٰہی ہے لہذا فرمایا۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ۔ ابن جریرؒ نے کہا یعنی اگر حکم ازلی مین یہ نہوتا
کہ اللہ تعالیٰ نے عام کرم سے بندون کیلئے ایک میعاد مقرر کردی ہے کہ اس مدت تک تاخیر ہوتی ہے تو ابھی ان مین فیصلہ کردیا جاتا۔ مراد
یہ کہ رحمت سابقہ سے ایک وقت تک باقی ہوئی ورنہ ابھی شرارت کرنے والے ماخوذ ہوتے۔ اور بعض نے کہا کہ قوم موسیٰ پر توریت مین
قرآن پر ایمان کا حکم تھا بعض نے مانا اور بعض نے اختلاف کیا تو اگر میعاد مہلت نہ ہوتی تو ابھی فیصلہ کیا جاتا۔ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ
مُرِيْبٍ۔ اور وے اس کتاب کی طرف سے یعنی توریت سے یا قرآن سے ایسے شک مین پڑے ہین جو انکو ریب مین ڈالنے والا ہے۔ فائدہ تاکید
یہ ہے کہ وسوسہ قبول کرنا شیطان کی طرف سے ان کے شک کا موجب ہے جو عذر مقبول نہین کیونکہ حق تعالیٰ کی یاد سے قلب کو منور کرنا اور اوہام
وظنون شیطانی سے محفوظ رکھنا واجب تھا پھر اس شک کا فرون نے کفر کیا اور ظنون مین منہمک ہلاک ہوئے یعنی خالی وہم پر بتون وغیرہ کو پوجنا
اختیار کیا۔ کما قال تعالیٰ وان ہم الا یظنون۔ اور منافقون نے اپنا مال خرچ کرنا اور طاعت کی مشقت سے حیف کیا کہ شاید دین کے پیرایہ
مین برباد ہوا اور دنیا ہاتھ سے جاوے اور اللہ تعالیٰ نے بقولہ ام یخافون ان یحیف اللہ علیہم الآیۃ سے انکو تنبیہ کی الغرض بشمار اقسام تو ہین
مشکوکین کی برآمد ہوئے جو تنبیہ سے بھاگے اور کیچڑ مین پھنسے صرف ایک فرقہ اہل صدق وایمان کا باقی رہا پس وہ ہر وقت اپنے قلب کو
شک ووساوس شیطانی سے محفوظ رکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جملہ فرقون کو ایک جملہ مین گھیر دیا بقولہ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ۔
تفسیر بیضاوی مین ہے کہ قرا سبعہ مین سے ابن کثیر ونافع وابوبکر نے حرف اِن کو تخفیف پڑھا یعنی نون کو تشدید نہین دی مگر باوجود
اسکے کلا کو اسکے عمل سے نصب دیا حالانکہ اِنَّ بتشدید تو اسم مین نصب کرتا ہے اور جب اسکو مخففہ کرتے ہین تو عمل نہین کرتا اسکی وجہ یہ ہے
کہ اِن مخفف کو اصل تشدید کے اعتبار سے عامل ٹھہرایا اور حاصل یہ کہ وہان کے لحاظ سے وہ اِنَّ مشدد ہے لیکن پڑھنے مین آسانی وسلاست
کی راہ سے مخفف کر لیا اور باقیون نے اسکو اپنی اصل پر مشدد پڑھا بالجملہ کلا سب کی قراءۃ مین منصوب ہے اور حرف اِن ہر ستہ ائمہ قراءۃ کے
نزدیک مخفف اور باقیون کے نزدیک مشدد ہے اور معنی بالاتفاق ایک ہین اور کہا کہ کُلًّا کی تنوین بعوض مضاف الیہ کے ہے یعنی ان کل الذین
اختلفوا من المومنین والکافرین یا ان کل الفریقین۔ یا۔ ان کل المختلفین الکافرین والمومنین یعنی بیشک ہر دو فرقہ اختلاف کرنے والے مومنین
وکافرین۔ اور لکھا کہ لما کو ابن عامر وعاصم وحمزہ نے بتشدید میم پڑھا اور باقیون نے بتخفیف پڑھا تو اس صورت مین اس حرف کے معنی
مین فرق ہوا اگرچہ مجموعہ کلام کے معنی مین حاصل فی احد ہے پس جبکہ لما تخفیف لیا جاوے تو یہ حرف لام وما سے مرکب ہے اور لام تو قسم کا موطیہ ہے

وما زائدہ ہے اور لیوفینہم کا لام واسطے تاکید کے ہے یا قسم کا لام لیوفینہم کا ہوا اور لما کا لام تاکید ہوا اور ما کا زائد کرنا اسی فائدہ کیلئے ہے کہ دو نون لامون مین فصل ہو جاوے پس معنی یہ ہوئے کہ بالتحقیق ہر ایک کو دونون فریق مین سے البتہ بھرپور دیدیگا انکو تیرا رب انکے اعمال یعنی انکے اعمال کا ثواب یا عذاب۔ اور حاصل یہ کہ ہر آدمی کو جیسے وہ اعمال کرتا رہا ہے پروردگار اسکے اعمال کا پورا بدلا دیدیگا۔ اب دوسری قرأۃ لمّا بتشدید کو لکھا کہ وہ اصل مین لمن ما تھا تو نون کو میم سے بدل کر میم مین ادغام کر دیا لیکن تین میم جمع ہو گئے تو پہلا میم حذف کر دیا پس لمّا ہو گیا اور ما اس صورت مین موصولہ ہے اور معنی اسکے لمن الذین لیوفینہم ربک جزاء اعمالہم یعنی بالتحقیق ہر گروہ البتہ ان مین سے ہے کہ جن کو انکا پروردگار انکے کامون کا بدلا پورا دیدیگا حاصل یہ کہ اختلاف و پھوٹ ڈالنے والے لوگ اور توحید و طاعت پر قائم رہنے والے لوگ ہر ایک کو پروردگار انکے کامون کا ثواب یا عذاب جس لائق ہون گے پورا دیدیگا کچھ کمی نہ کی جائے گی یعنی ایسے طور پر ان کو عوض نہ دیا جائیگا جسمین انکا نقصان و خسارہ ہو سکے اور بیضاوی نے لکھا کہ شاذ قرأۃ مین لمًّا بتنوین پڑھا گیا تو لمّ کے معنی جمیع ہین جیسے قولہ تعالیٰ وتاکلون التراث اکلا لمّا۔ اور اس صورت مین لمّا تاکید کلا ہے یعنی کلہم اجمعین پس خلاصہ معنی یہ کہ بیشک کل سب کو الی آخرہ اور لکھا کہ دوسری شاذ قرأۃ مین ان کل لما آیا یعنی ان بجزم نون بمعنی نفی اور کل مبتدا اور لما بتشدید میم بمعنی الا ہے اور معنی یہ کہ نہین کوئی فریق مگر البتہ بھرپور دیدیگا انکا رب انکے کامونکا بدلا۔ انتہی مترجما موضحا۔ اور مؤلف فتح البیان نے لکھا کہ یہان لفظان ان و کلا و لما مین اقوال متخالفہ ہین مترجم کہتا ہے بلکہ یون کہو کہ قرأۃ متعدد ہین پھر مؤلف نے یہ قرأتین بیان کر کے لکھا کہ لما خفیفہ یا ثقیلہ آیا بمعنی الا یعنی حرف استثناء ہے یا بمعنی لا یعنی حرف نفی ہے اور لکھا کہ ان اقوال مین سب سے بہتر یہ ہے کہ لما بمعنی الا حرف استثناء ہے اور ایسا ہی خلیل و سیبویہ سے روایت ہے اور اسی کو زجاج نے ترجیح دی ہے اور حضرت ابی بن کعب کی قرأۃ مین بھی ان کلا الا لیوفینہم آیا ہے مترجم کہتا ہے کہ مؤلف مذکور نے یہ نہین لکھا کہ لما بمعنی الا کس قرأۃ پر مرجح ہے کیونکہ ان حرف تحقیق کی صورت مین الا کے معنی ظاہر نہین ہوتے تو ترجیح کا کیا ذکر ہے اور اگر ان نافیہ کی صورت مین کہا تو بیضاوی رحمہ نے اسی معنی پر جزم کیا ہے کیونکہ لا نافیہ کے معنی نہین بنتے ہین ترجیح کیونکر متصور ہو علاوہ ازین یہ قرأۃ شاذہ ہے اور مجھے ظاہر نہ ہوا کہ لما بمعنی لا نافیہ کے تفسیر کس نے لکھی ہے پھر جو حضرت ابی رضی کی قرأۃ لکھی اسمین ان حرف تحقیق اور کلا منصوب نقل کیا اور مترجم کو اسکے معنی کے ظہور مین تامل ہے تو راجح ہونے کا کیا ذکر ہے اور میرے نزدیک یہ سہو ہے اور صحیح ان نافیہ و کل برفع ہے جیسا کہ بیضاوی و سمین وغیرہ کے کلام سے ظاہر ہے چنانچہ سمین رحمہ نے کہا کہ بعض نے ان و لما دونون کو مخففا پڑھا اور بعض نے ان مخففا اور لما مثقلہ پڑھا اور بعض نے دونون کو مشدد پڑھا اور بعض نے ان مشددہ اور لما مخففہ پڑھا پس یہ چار قرأتین ہین اور چارون سبعیہ متواترہ ہین اور کہا کہ ان مین سے چوتھی قرأت تو خوب واضح المعنی ہے اور لکھا کہ شاذ قرأت مین ان کل آیا یعنی ان کا نون بجزم اور کل کو رفع اور لما کو تشدید اور یہی حسن بصری کی قرأۃ ہے پس ان نافیہ ہے اور لما بمعنی الا ہے انتہی مترجما ملخصا اور بیضاوی رحمہ نے کہا کہ شاذ قرأۃ مین ان کل الا لیوفینہم آیا ہے اقول یہی حضرت ابی رضی کی قرأۃ ہے اور میرا خیال ہے کہ یہی حضرت حسن بصری کی قرأۃ ہے یعنی بحرف الا استثنائیہ نہ بحرف لما جیسا کہ سمین رحمہ نے زعم کیا واللہ تعالیٰ اعلم مترجم کہتا ہے کہ قرأۃ قرآنیہ ثواب ہین اسواسطے مین نے مفصل لکھا اور تاکہ طلبہ و واقفان زبان کو آسانی ہو ورنہ محصول سب قرأتون متواترہ بلکہ شاذہ کا بھی متحد ہے اور وہ یہ ہے کہ جو کوئی جیسے اعمال کریگا وہ شیطانی وسوسہ پر یہ شک نہ کرے کہ اسکی نیکیان ضائع ہونگی کیونکہ مراد بھرپور سے یہی ہے کہ اسکا خسارہ نہ کیا جائیگا اور یہ نہین ہے کہ عذاب اسکو خواہ مخواہ ضرور دیا جائیگا اور یہ بھی شک نہ کرے کہ کون جانتا ہے کہ عمر بھر مین خفیہ و ظاہر کیا ہوا کیونکہ جسنے مخلوق فرمایا اسکا علم ہر رگ و ریشہ کو محیط ہے لہذا فرمایا۔ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ بیشک اللہ تعالیٰ

خوب آگاہ ہی اُس سے جو تم کیا کرتے ہو یس ایمان وطاعت والون مین نیت کے خالص و سچے سب کو جانتا ہے اور کافر و مشرک
ومنافق سب کے حال سے واقف ہی تو ہر ایک کو اُسکا پورا بدلا ملیگا واضح ہو کہ اول کلام مین آنحضرت صلعم کو خطاب فرمایا تھا کیونکہ وہ
آپ ہی کے لائق مضمون تھا اور یہان خود عمل کرنیوالون کو خطاب کر دیا جس سے بدکار سخت خوف کرین اور نیکوکار اپنے رب کے حضور مین
جان نثاری مین سرگرم ہون پھر آنحضرت صلعم کو خطاب کر کے امت مرحومہ کو تاکید فرمائی بقولہ۔ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ پس تو استقامت کر
جیسا تجھے حکم دیا گیا یعنی جس چیز کا تجھے جسطرح حکم ہوا ہی تو اسی طرح اسپر ٹھیک مستقیم رہ۔ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ۔ اور ہر وہ بندہ بھی مستقیم
رہے جسنے تیرے ساتھ توبہ کی یعنی مخالفت الٰہی تعالیٰ سے توبہ کر کے اسی کی طرف رجوع کیا ہی بعض نے کہا کہ اسمین لطیف اشارت ہی کہ جیسا
حکم ہوا اس سے آنحضرت صلعم کا علم بوحی ہر طرح کی سمجھ کے ساتھ تھا اور مومنین کو یہ فہم آنحضرت صلعم کی اتباع مین ٹھیک حاصل ہوئی لہذا
اہل السنت نے تمام فہم حتی کہ کتاب الٰہی کی سمجھ بالکل آنحضرت صلعم کے طریقہ شریف سے حاصل کر کے اپنی نجات کا وسیلہ ڈھونڈھا بخلاف
معتزلہ وغیرہ بدعتی فرقہاے اسلام کے کہ وے طریقہ سنت سے منحرف ہو گئے اور گمراہ ہوئے اور جو اشارہ بیان ہوا وہ اسطرح ظاہر
ہے کہ یون نہین فرمایا کہ فاستقم انت ومن تاب معک کما امرتم حالانکہ طاعات وغیرہ احکام مومنون پر بھی بحکم الٰہی لازم ہین۔
شیخ امام عماد ابن کثیر رح نے کہا کہ اس آیت مین اپنے رسول علیہ السلام و مومنون کو حکم دیا کہ استقامت پر ثابت قدم رہین۔ سراج مین کہا
کہ یہ بطور تاکید کے ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برابر استقامت پر قائم تھے تو تاکید کی کہ ہمیشہ قائم رہنا یعنی جیسے نماز مین دعا کے
اہدنا الصراط المستقیم کے یہی معنی کہ ہمکو صراط مستقیم پر قائم و ثابت رکھ جیسے فرمایا۔ یؤمنون بالغیب یعنی ایمان پر ثابت قدم رہتے ہین اور
جیسے کہتے ہین کہ قم حتی آتی۔ کھڑا ہو جب تک مین آؤن یعنی کھڑا رہ کیونکہ وہ تو کھڑا تھا اور یہ تمہید ہی من تاب یعنی مومنون کیلئے استقامت
کے حکم کی یعنی جو تیرے ساتھ ایمان لایا ہر ایک دین الٰہی و طاعت پر اسطرح مستقیم رہے جیسا تجھے حکم دیا گیا یعنی تجھ سے اُنھون نے سیکھا
اقول یہی معنی ہین کہ رسول صلعم کی اطاعت کرنا عین اطاعت الٰہی ہی اور آنحضرت صلعم نے فرمایا صلوا کما رأیتمونی اصلی یعنی ویسی ہی نماز
پڑھا کرو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا اور لکھا کہ حضرت امیر المومنین عمر ابن الخطاب رض نے فرمایا کہ استقامت حقیقت مین یہ ہی کہ تو ٹھیک
جم جاوے ایسے کام کرنے پر جسکا تجھے حکم دیا گیا اور ایسی بدی نہ کرنے پر جس سے تجھکو منع کیا گیا اور تیری یہ حالت نہو کہ لومڑی کی طرح حیلہ
ڈھونڈھے اقول جب دنیا سے منہ موڑ کر آخرت کو برحق جانتا ہے اور نفس اسکا نماز بے وسواس سے محبت الٰہی مین منور اور روزہ خالص
سے مطمئن ہو جاتا اور فانی خواہشون سے بے رغبت ہو جاتا ہی تو پھر کوئی حیلہ نہین کرتا اور مستقیم ہو جاتا ہے تو حضرت امیر المومنین نے
خالص نیت سے سنت کی پیروی کاملہ کا اشارہ کیا ہی۔ اور یہ استقامت جبکہ پہلے نفس و شیطان کی مخالفت کرنے اور نیز اعمال کی چیزین دینے
کے بعد حاصل ہوتی ہی لہذا آدمی پر شاق ہوتی ہی اگرچہ پیچھے اسکو استقامت کی نعمت سے وہ کچھ حاصل ہو جو کبھی کسی کے خیال مین نہین
آسکتا ہی واللہ تعالیٰ اعلم۔ چونکہ اس آیت مین اُمت پر استقامت کا حکم ہے اور یہ امر دشوار ہے الا ضعیفون سے انکی امید کم ہی سوائے
مردان حق و شیران الٰہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و ان کے تابعین کے تو باقیون کی حالت پر آنحضرت صلعم نے شفقت فرمائی اور
کمال ترحم سے انکی حالت گران گزری چنانچہ ابن عباس رض سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم پر اس آیت سے زیادہ سخت و شاق کوئی آیت نہین اتری
اور سراج مین لکھا کہ بعض اکابر سے روایت ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور کہا کہ میرے ماں باپ فدا ہون
آپ سے حدیث روایت کی جاتی ہے کہ آپ نے فرمایا شیبتنی ہود یعنی مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا تو فرمایا کہ ہان صحیح ہی مین نے عرض کیا کہ

کس آیت سے آپنے ایسا فرمایا ہے تو فرمایا کہ قولہ تعالیٰ فاستقم کما اُمرت سے۔ واضح ہو کہ یہ حدیث صحاح وسنن میں صحیح الاسناد مروی ہے۔ حسن بصری رحمہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اُتری تو آپنے لوگوں کو فرمایا کہ شمروا شمروا۔ یعنی دامن سمیٹ کر کمر باندھ کر مضبوط آمادہ ہو جاؤ پھر اسکے بعد آپکو کبھی ہنستے نہیں دیکھا گیا۔ ابو السعود رحمہ نے کہا کہ یہ حکم تمام اصلی و فرعی احکام و اعتقادی و عملی کمالات کو جامع ہے اور اسکو پورا ادا کرنا بہت دشوار ہے یعنی جیسا حکم فرمایا ہے اس استقامت کو البتہ پاکیزہ نفوس مثل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ادا کر سکتے ہیں اسیواسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ شیبتنی ہود۔ سفیان بن عبد اللہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اسلام میں ایسی بات بتلا دیجئے کہ آپکے بعد کسی سے مجھے پوچھنے کی حاجت نہو تو فرمایا۔ قل آمنت باللہ ثم استقم یعنی کہہ ایمان لایا مین اللہ تعالیٰ پر پھر استقامت اختیار کر رواہ مسلم فی صحیحہ۔ البتہ نہایت جامع کلمہ فرمادیا بیضاوی میں ہے کہ استقامت عقائد و اعمال دونوں کو شامل ہے چنانچہ عقیدہ میں تشبیہ نہ کرے یعنی ایسا اعتقاد نہ رکھے کہ حضرت خالق عزوجل کی مشابہت کسی مخلوق سے لازم آوے اور نہ تعطیل کا قائل ہو یعنی فلاسفہ وغیرہ کے مانند یہ اعتقاد نہین صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ بالکل معطل ہے نعوذ باللہ منہ اور اعمال مین افراط و تفریط نہ کرے اسیواسطے فرمایا۔ وَلَا تَطْغَوْا فِیہِ۔ اور جو حد مقرر کردی گئی اُس سے تجاوز مت کرو۔ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔ بیشک جو تم کرتے ہو وہ خوب دیکھتا ہے یعنی پوری استقامت کروگے تو ثواب پورا اور اس سے کہین زیادہ اپنے فضل سے عطا فرماویگا اور اگر سرکشی کروگے تو تم کو چھپانا مفید نہ ہوگا بلکہ ہر ذرہ ذرہ اسکو معلوم ہے سب کا بدلا ہے مگر آنکہ استغفار کرو۔ واضح ہو کہ اس آیت کریمہ کی تفسیر گویا تمام اعتقادات و اعمال کی پوری شرح ہے جسکے بیان کی گنجایش نہین لیکن ایسی تلخیص سے چند ضروری باتین جنکو سمجھنا واجب معلوم ہوئین ہین کہ جانے بغیر آدمی اس مقام کی تفسیر سے فائدہ مند نہ ہوگا بلکہ برعکس خیال مین پڑیگا اور اگر سمجھکر ان فوائد سے ہوشیار ہو تو امید ہے کہ دین مین بصارت حاصل ہوگی وانما التوفیق من اللہ عزوجل واضح ہو کہ بالاتفاق علماء کے نزدیک صحیح ہوا کہ ایمان کا اعتقاد ہر شخص پر اپنے یقین کے ساتھ فرض ہے مثلاً خوب یقین کرلے کہ ہمارا خالق و معبود جس نے ہم کو پیدا کیا ہے اور اسی کی بندگی ہم پر فرض ہے وہ وحدہ لاشریک ہے اور جو کچھ اسکے سوائے موجود ہو یا خیال مین آوے سب اسکی مخلوق ہے وہ اپنی مخلوق سے نرالا ہے اسکے مثل کوئی چیز نہین ہے اور اہل حق سب کا اجماع ہے کہ وہ سمیع سننے والا البصیر دیکھنے والا خبیر آگاہ علیم و رزاق و ارادہ کرنے والا اور ایسی بہت صفات ہین ان سب سے موصوف ہے لیکن یہ نہین کہ جیسے مخلوق دیکھتی ہے ویسے ہی دیکھتا ہے مثلاً سمجھو کہ ہم اس آنکھ سے دیکھتے ہین کہ اگر اسپر ایک تل کھد و یا اندھیرا کردو تو کچھ نظر نہ آوے پھر ہم کو اس کا غذ کی تہ نظر نہین آتی نہ دوسرا رُخ اور نہ اسکے پیچھے اور اللہ تعالیٰ سب کو یکسان دیکھتا اور زمین کی تہ اور ذرہ ذرہ چیونٹی سے بھی حقیر چیز و رات دن سب اسکے نزدیک یکسان ہین اسکو سمجھو تو جانوگے کہ ہمارے دیکھنے کو اُس سے کچھ مشابہت نہین ہے ایسے ہی اسکی ذات و صفات سب پر خود یقین کرے اور یہ نہین کہ فلان عالم کہتا تھا ہم بھی وہی کہتے ہین اور دل مین کچھ یقین نہین آیا تو یہ ایمان نہین ہے اسی طرح جب یقین کرلیا کہ وہی جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے تو کبھی اسکو شک نہ ہوگا کہ اگر فلان شخص میری مدد کرتا تو یہ کام پورا ہو جاتا افسوس مجھسے یہ تدبیر رہ گئی بلکہ جان لیگا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو مجھسے یہ بھی ہوتا الغرض جب یہ یقین کریگا تو استقامت پر ہو جائیگا اور کسی دوسری مخلوق کو قدرت والا نہین جانے گا اگرچہ اس دنیا مین بندگی پوری ہونے کو اسباب ایسے پیدا فرما دیئے ہین کہ آدمی تدبیر و مدد وغیرہ کو دیکھکر پھسل جاتا ہے اور اسکو استقامت نہین رہتی حالانکہ دیکھو صحابہ رضی اللہ عنہم سب کام تدبیر کے ساتھ کرتے تھے پھر بھی اُن کی نظر کو استقامت تھی اور حدیث مین صریح منع فرمایا کہ کاش و اگر کا دروازہ کھولکر شیطان کو قابو مت دو یعنی مت کہو کہ کاش اس کام کے لئے یون کرتے تو ہو جاتا یا اگر ایسا ہوتا

توہم کو مقصد حاصل ہو جاتا کیونکہ یہ تو جب ہوتا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو استقامت اعتقاد مین اسی طرح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین کرے جس طرح اہل السنت کا عقیدہ ہو اور خالق رازق وغیرہ جسقدر صفات آلہی ہین سب کا یقین کرلے پھر اس پر مستقیم رہے اور ظاہری تدبیر و اسباب کو دیکھکر نظر کو لغزش نہ ہونے دے اور اُسکے یہ معنی نہین ہین کہ کوئی تدبیر نہ کرے کیونکہ یہ جان چکا کہ یہان امتحان کیلیے اسی طرح خالق عزوجل نے پیدا فرمایا ہے تو اُسنے حکمت الٰہیہ سے مخالفت کر کے اپنے آپکو سخت امتحان مین ڈالا مثلاً جاہلون کی طرح زعم کیا کہ مین اس عالم مین امتحانی طریقہ الٰہی پر نہین چلتا اور ضروری روزینہ کیلیے کمائی نہ کرونگا بلکہ جو میرا رزق مقدر ہی مجھے حسب وعدہ ملجائیگا تو اس جاہل نے اپنے آپ کو ایک اور امتحان مین پھنسایا کہ وہ مذکورہ بالا سے بھی زیادہ سخت ہو کیونکہ اسکو یہ کیا معلوم ہے کہ میرے واسطے کیا مقدر ہوا ہے پھر اُسنے یہ کہان سے جانا کہ مجھے خواہ مخواہ رزق ہی پہونچے گا شاید یہ مقدر ہو کہ فلان شخص جب کمائی نہ کرے تو استنے دن بھوکا رہ کر مرجاوے یا یہ مقدر ہو کہ اسکو ہر قدم مین ایک مسئلہ کرنے اور ایسی صورت مین نفس و شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ یہ بات کیونکر ہے اگر رزق مقدر ہوتا تو مجھے ملتا اور آخر کار کافر ہو کر دونون جہان سے خوار ہوا اور پہلے تو یہی تھا کہ کام کر دیجئے اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق ملتا اور اب اُسنے جہالت اختیار کی ولیکن ہر کمائی کو شرع نے بتلا دیا ہے اگر حرام طریقہ اختیار کیا یا ظالمون کے یہان کفر و شرک و ظلم و جور کی باتون مین ہان ہان کرتا رہا تو یہ کمائی گناہ و معصیت ہو۔ بالجملہ یہان مقصود یہ ہو کہ اعتقاد مین ہی متوسط طریقہ اختیار کرے جو اہل السنت کا مذہب ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو صفات اپنی پاک ذات کیواسطے فرمائے ہین سب پر ایمان لاوے اور گمراہون کی طرح اُسمین قیاس نہ دوڑاوے کہ بصیر کیسے ہو سکتا ہے اسکی آنکھین کہان ہین یا ہو گا تو اسکی آنکھین ضرور ہونگی نعوذ باللہ تعالیٰ کیونکہ اسکی شان کو مخلوق پر قیاس کرنا کبھی جائز نہین ہو وہ ہر خیال و قیاس و گمان و وہم سے پاک ہو اسیواسطے بیضاوی رحمہ اللہ نے اسی آیت سے استدلال کیا کہ جہان نص موجود ہو وہان کوئی قیاس و استحسان نہین جائز ہو یعنی کما اُمرت فرمایا تو وہی کیا جائیگا جو حکم ہو وہان اپنے قیاس کو دخل دینا حرام و کفر ہے ایسے ہی تمام اعمال مین ٹھیک سیدھی طریقہ اختیار کیا جاوے جو منصوص ہو یا شرع نے اسکا طریقہ بتلایا ہو کوئی نئی بات نہین نکالی جاوے گی اگرچہ اسکو اپنے قیاس پر اچھا جانے اور علی ہذا نفس کشی کا ایسا طریقہ نہین نکالا جائیگا جس سے نماز روزے سے بیکار ہو جاوے جیسے چلہ مین بیٹھکر بعضے آدمی مثل مردہ کے باہر نکالے جاتے ہین کیونکہ یہ طغیان ہو اور صریح فرمایا کہ لا تطغوا الخ۔ اسمین حد سے بڑھنا نہین جائز ہے اسیواسطے رہبانیت کو اسلام مین حرام فرمایا اور کہا کہ میری اُمت کیلیے رہبانیت جہاد ہے کیونکہ سچی نیت سے جہاد والا اپنی جان سے منقطع ہو جاتا ہے تو کسی چیز کی محبت اسکو کب ہو گی اور دیگر احادیث صحیحہ مین نفس کا حق اور جورو کا حق اور مہمان کا حق وغیرہ واجب فرمائے تو ایسی عبادت کرنا کہ جورو کی بالکل خواہش نہ رہے طغیان ہے اسیواسطے ایک جماعت صحابہ کو جنھون نے ہمیشہ روزہ رکھنا و کبھی سونا وغیرہ باتین بخوف عذاب جہنم و بحصول رضائے الٰہی کرنی چاہی تھین سخت منع کیا اور کہا کہ مین تم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتا ہون اور اس سے خوف رکھتا ہون پھر مین یہ سب باتین کرتا ہون تو کیا تمکو میری پیروی نہین کرنی ہے اور یہ خوفناک دھمکی ہے کیونکہ بغیر آپکی پیروی کے دین کی سمجھ نہین آسکتی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف طریقہ اختیار کریگا ضرور جہنمی ہے۔ سراج مین کہا کہ افراط اسیواسطے منع ہو کہ شرع مین جو امر و نہی وارد ہو وہ بندون کی تہذیب کے لئے ہو کہ آخرت مین جنت کے لائق عالم منور ہون ورنہ اُس کو کچھ حاجت نہین ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت و شان کے لائق عبادت ادا ہونا ممکن نہین ہو تو دین کو اپنے اوپر سخت نہ کرنا چاہیئے چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا و یسروا واستعینوا بالغدوة والروحة

ذنبی من الدلجۃ فلحوا - دین بہت آسان ہے اور جس کسی نے اسکو اپنے اوپر سخت کر لیا تو دین ہی اسپر غالب ہو جاتا ہے تو قصد رکھو کہ تمہارے کام شرع پر ٹھیک ہوں اور مقاربت رکھو یعنی درمیانی حالت رکھو نہ بڑھ چلو اور نہ کمی کرو اور مدد لو غدوہ و روحہ سے یعنی جہاد سے اور مدد لو کچھ تھوڑی رات کی عبادت سے فلاح پاؤ گے مترجم کہتا ہے ایسے ہی دین میں افراط کرنے سے اکثر ممانعت ہے اور اسکی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنے اوپر لازم کیا کہ ہر روز ہزار رکعت پڑھے گا یا رات بھر ہمیشہ نہ سوئے گا تو فرمایا کہ آخر یہ شخص تھک کر چھوڑ بیٹھے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خراب حرکت ہے اور حدیث میں تعریف آئی ہے کہ جو عمل آدمی ہمیشہ کیا کرے کبھی اسکو ملال آگین ہو کر نہ چھوڑ لے وہ اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے اگرچہ تھوڑا ہو - واضح رہے کہ دین کسی قدر آسان ہو لیکن شیطان جو دشمن ہے کبھی آدمی کو اسکی آسانی سمجھنے نہیں دیتا اور خود اسکا نفس اسکے وسوسہ قبول کرتا ہے تو اسی واسطے شرع پر چلنا خصوصاً استقامت کے ساتھ بہت دشوار ہو گیا اور شک نہیں ہے کہ یہ مرتبہ انہیں شیران الٰہی کا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت کیواسطے ازل سے برگزیدہ ہو کر اسوقت آپکے ساتھ موجود ہوئے اور توریت وغیرہ میں انکی تعریفیں بہت خوب مذکور تھیں تو انہیں سے استقامت کما ینبغی ادا ہوئی اور طغیان نہ کرنا اور خلوص کے ساتھ جان و مال راہ الٰہی میں فدا کرنا اور آنحضرت صلعم پر پروانہ کی طرح نثار ہونا ظاہر ہوا حتی کہ حق عزوجل ان سے راضی ہوا لقولہ رضی اللہ عنہم اور اس آخر وقت کے لوگ ایک ایسی حالت میں ہیں کہ انکو ایسی استقامت کا مرتبہ ممکن نہیں الا ماشاء اللہ تعالیٰ اور یہیں سے مجھکو ظاہر ہوا کہ قولہ من تاب معک میں لطیف اشارہ ہے یعنی ادنیٰ حکم استقامت کا تیرے ساتھ والوں پر ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے حدیث میں ثابت ہے کہ تابعین کو بعض مکروہ تنزیہی فعل دیکھکر فرماتے کہ آنحضرت صلعم کے عہد میں ہم اس فعل کو بڑا حرج جانتے تھے جسکی تم پروا نہیں کرتے ہو اور اکثر ایسے امور پر انکار کرنا مرتبہ ہے جو اعلیٰ مرتبہ تقویٰ میں ایک طرح کی کراہت یا خلاف اولیٰ کے حکم میں ہیں - اب یہاں دو باتیں سننا چاہیے ایک یہ کہ اس استقامت کا درجہ و منزلت بہت اعلیٰ ہے چنانچہ حق عزوجل نے فرمایا - ان الذین آمنوا ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیۃ - یہ بڑا مرتبہ ہے کہ ملائکہ انکے پاس نازل ہو کر ان کو اللہ تعالیٰ کے رضوان کی بشارت دیتے ہیں پھر تمام نعمتیں جنت وغیرہ سب اسکے پیچھے ہیں اور حدیث میں ہے کہ ملائکہ تم سے تمہارے بچھونوں پر مصافحہ کریں اور دوسری بات یہ ہے کہ استقامت جب یہاں ختم ہوئی تو ہمارے اعمال ہر حال میں حکم سے خارج ہوئے تو انجام کیا ہوگا جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو منزلت و مرتبہ عطا کیا اسکو ہر شخص قیاس نہیں کر سکتا ایک کامل نعمت انکو آنحضرت صلعم کا دیدار تھا اسی واسطے اُن کے نصف مدستو کا صدقہ اور کسی کا آسمان و زمین بھر سونا خیرات کرنا برابر نہیں کیا مگر کمال رحمت سے ثواب میں اسوقت زیادتی کر دی چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو اسوقت ادنیٰ عمل کرے اسکو شہداء کے برابر ثواب ہے لہٰذا اسوقت آدمی پر لازم ہے کہ سب سے بڑھکر اپنے ایمان یعنی یقین کو مضبوط رکھے اور شیطانی وسوسہ اور شیطان کے متبع لوگوں کی باتوں سے اپنے دل میں شبہہ نہ آنے دے کیونکہ یہ شیطانی لوگ جو وسواس دلاتے ہیں اُنکا جواب صاف صحیح معقول کتاب الٰہی و سنت رسول میں موجود ہے پھر اس یقین کیساتھ موت کو یاد رکھے اور آخرت پر قطعی یقین رکھے اور فرائض و واجبات ادا کرے اور اسکے سوائے جو نیکی ممکن ہو بہت ثواب کا امیدوار رہے اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ف فی العرائس قولہ فاستقم کما اُمرت عہد ازل میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کی روح پاک کو علوم قدیمہ و امانت الٰہیہ برداشت کرنے کا حکم دیا تھا کہ ازل سے ابد تک اسکا امین ہو حالانکہ پہلے اسکو لباس ربوبیت اور قدرت الٰہیہ سے آراستہ کر دیا تھا تو اب بنیادی وجود کے بعد جبکہ آنحضرت صلعم ادائے حقوق رسالت و کمال طاعت پر قائم تھے اس عہد کو یاد دلایا

کیونکہ مقام امتحان ہے اور دنیا اپنی تمام زینت سے آراستہ دنیا کیطرف رغبت کرنیوالی چیز یعنی طبیعت اس پاکیزہ روح کے ساتھ ساتھ ہے قولہ ومن تاب معک تیری
اُمت مین سے جو ازل سے سرفراز ہوئے ہین اُنکو بھی خبر دیدے کہ عہد پر مستقیم رہین کیونکہ اسرار امانت وہ ہین کہ آسمان و زمین اُنکو برداشت کرنیسے عاجز ہوئے اور
استقامت علیحدہ کرنیکا سبب یہ ہے کہ ہر آدمی اپنے مقام کے لائق استقامت کرے پس حاصل یہ ہوا کہ تیری رسالت و منزلت کے لائق جو استقامت ہے وہ تو پوری
کر دے اور تیری اُمت والے اپنے مرتبہ پر استقامت کرین کیونکہ استقامت نبوت اپنے مراتب پر علیحدہ علیحدہ اور استقامت ولایت کے مراتب بے انتہا ہین تو اسکی کوئی حد
نہین ہے کیونکہ استقامت دراصل مقامات و حالات و معارف و کواشف و توحید و یقین و صدق و اخلاص و آداب خطاب ہین پس ہر مقام کی استقامت ایک صف مین ہے جسکے
جو موارد ات لطف اسپر وارد ہون یا امتحانات و بلیات طاری ہون مضبوط رہے تب وہ استقامت سے موصوف ہوتا ہے لیکن وہ کون ہے جو ان
چیزون کے مقابلہ مین ثابت قدم رہے اور کب آثار قدم پر عدم کا استقلال ہو سکتا ہے مگر جسکو اللہ تعالیٰ نے مستقیم فرمایا وہ مستقیم ہے اور خاص اس
لطف سے اول مخصوص حضرت سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اسیواسطے فرمایا کہ مستقیم رہو اور شمار نہ کر سکوگے اور جب آپ پر تجلی
کشوف ازلیات و ابدیات سے استقامت گران ہوئی تو فرمایا شیبتنی ہود۔ **قال المترجم** اوپر مذکور ہوا کہ آنحضرت صلعم کو صحابہ رضی اللہ عنہم
کے علاوہ پچھلے لوگون کا خیال تھا کہ وے اُمتی کس طرح مستقیم رہین گے تو اس معنی ہین اس حکم کو بلحاظ اُمتیون کے شاق جانا اور غالبًا
ایسے ہی احکام سے بذات شریف محزون ہوتے چنانچہ مروی ہوا کہ اسکے بعد ہنستے نہین دیکھا گیا اور صحیح ابن حبان وغیرہ مین صحیح ہوا کہ سید
الملائکہ جبرئیل ع نے حاضر ہو کر حضرت باری تعالیٰ عز سلطانہ کا سلام دیا اور سبب غمگینی پوچھا آپنے رد کر جناب باری تعالیٰ مین عرض کیا
کہ اے رب میرے میری امت۔ پس جبرئیل علیہ السلام یہ سنکر گئے اور دوبارہ واپس حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت رب العزۃ ذو العظمۃ والکبریا
بعد سلام کے فرماتا ہے کہ اے حبیب محزون مت ہو ہم تجکو تیری اُمت کی طرف سے محزون نہین فرماوینگے الحدیث۔ بالجملہ حدیث شریف
شیبتنی ہود کے اسرار سے وقوف دشوار ہے ہان ظاہری چند امور جو معلوم ہوئے اُنہین سے ایک یہ ہے جو مترجم نے زعم کیا واللہ تعالیٰ اعلم
بالصواب اور دوم نکتہ جو شیخ نے لکھا کہ استقامت کے مدارج بحسب کمالات متفاوت ہین اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم افضل الخلق جمیعًا
تھے تو مقام آپکا سب سے بالا اور اقرب ہے اور جب آپکو استقامت کا حکم ہوا تو کمال عبودیت پر استقامت بیشبہہ شان ہے اگرچہ حضرت ام المومنین
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے صحیح مین ثابت ہوا کہ قرآن مجید آپکا خلق عظیم تھا اسی واسطے اکابر علماء نے جزم کیا کہ خلقت مطہرہ و جبلت پاکیزہ پر کوئی
امر گران نہ تھا اور آپ ہمیشہ استقامت پر تھے پس حکم کا مرجع آپکی اُمت ہے واللہ تعالیٰ اعلم پھر شیخ نے لکھا کہ ابن عطا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جسقدر نور
باطن عطا ہوا اسی کے موافق آدمی کو استقامت ہوتی ہے اقول واضح ہو کہ مخلوق ادنیٰ و اعلیٰ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے حتی کہ شیطان
مع ذریات بھی لیکن دنیا مین جو حالت اختلافی شاہد ہے اس سے خواہ مخواہ کوئی فرقہ اس امر کا قائل نہین ہو سکتا کہ سب کے سب اپنے خالق کے پسندیدہ
ہین کیونکہ بالضرور ہر فریق دوسرے کو ناپسندیدہ قرار دیگا اور قرآن و حدیث سے صحیح ہوا کہ ان مخلوقات مین سے بعضے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت
کیلئے پسند فرمالیے تو وے عبد بندے ہین چنانچہ شیطان کو فرمایا۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان الآیۃ۔ پس اصل پسندیدگی یہی عبودیت ہے اسی واسطے
آنحضرت صلعم جو سب سے افضل و اشرف ہین انکی رسالت پر ایمان کا کلمہ یہ ہے اشہد ان محمدا عبدہ و رسولہ پہلے عبد سے کمال بزرگی کا اقرار کیا تو خود ہی
ثابت ہو گیا کہ آپ ہی رسول ہین کیونکہ جسقدر عبودیت مین کامل اسیقدر منزلت قرب درجہ کمال پر فائز ہے اب جاننا چاہیے کہ شیخ ابن عطا رح
کی مراد یہ ہے کہ عباد اللہ الصالحین جسقدر بندے ہین انکی پیدائشی حالت مین گمراہ مخلوق سے فرق ہے پھر ان سب مین بھی آپس مین اگرچہ اصلی
جبلت کا فرق نہین لیکن مرتبہ کا فرق ہے پس جسکی جبلت مرتبہ کاملہ عبودیت مین جس درجہ پر ہے وہ اسی قدر استقامت رکھتا ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم

بعض مشائخ نے کہا کہ استقامت کا حکم ایسے ہی شخص کے اٹھانے کے لائق ہے جسکو مشاہدہ قویہ اور انوار ظاہرہ و آثار صادقہ سے تائید فرمائی گئی ہو
پھر بھی اسکو مضبوط جمے رہنے کی توفیق دیگئی ہو بقولہ تعالیٰ ولولا ان ثبتناک الآیۃ پھر اسکو مشاہدہ کے وقت بھی محفوظ فرمایا گیا ہو اور یہ مرتبہ کاملہ
صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا تھا لہذا حکم ہوا کہ فاستقم کما امرت۔ اور اگر پہلے یہ باتیں کرامت نہ ہوں تو اس خطاب کی تفصیل
میں متزلزل ہوگا چنانچہ دیکھو کہ امت کو فرمایا کہ استقیموا ولن تحصوا یعنی استقامت اختیار کرو مگر تم کو اس استقامت کی طاقت نہیں ہے جس کا تجھے
حکم ہوا ہے اقول یہاں سے یہ نکتہ ظاہر ہوگیا کہ آنحضرت صلعم کو بقولہ فاستقم کما امرت۔ فرمایا یعنی جیسا حکم ہوا تو ویسی استقامت کر اور امت کو بقولہ
ومن تاب معک۔ فرمایا یعنی وے تیری تبعیت میں بسبب توفیق وطاقت کے استقامت رکھیں اور ان کو کما امرتم نہیں فرمایا اور یہ صحابہ رضی اللہ
عنہم میں پھر معک کے ساتھ پچھلوں پر کمال رحم فرمایا کیونکہ وے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں موجود نہ تھے ولیکن اے لوگو جب تم نے
آپ کی رسالت سے آگاہی پائی اور کتاب الٰہی وسنت رسول اللہ صلعم کے ساتھ ایمان کی بزرگی پائی تو تم ساتھ ہو چنانچہ مشکوۃ کے باب ثواب
ہذہ الامۃ اور دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ آنسرور عالم وعالمیان سید الرسل والملائکہ خیر الخلق کلہم نے پچھلے ایمان والوں کو اپنا مصاحب
فرمایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر اس ترحم پر امت کی جانیں قربان ہوں اور ساتھ ہی یہ بھی بشارت دی کہ پیچھے ایمان پر ان لوگوں کو تھوڑے عمل
پر بہت زیادہ ثواب عطا کیا جائیگا پس اے بھائیو تم اس بات کا بہت بڑا لحاظ رکھو کہ تمہارا یقین وایمان اللہ تعالیٰ جل شانہ واسکے رسول پاک
صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت ٹھیک رہے کسی طرح شرک وکفر کے لگاؤ میں نہ پڑو کیونکہ ایمان جاتا رہا نعوذ باللہ من ذلک تو پھر تم کیونکر یہ فضیلت
پاؤ گے اللہم احفظنا من الفتن المضلۃ واحینا مومنین مسلمین وتوفنا مومنین انت علیٰ کل شیء قدیر۔ السید امام جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ وعلیٰ آبائہ
السلام نے کہا کہ قولہ فاستقم کما امرت یعنی سچے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں جھوٹ کرکے امیدوار ہو۔ شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے کہا کہ میں نے
شیخ ابو علی الشبوی سے سنا کہ کہتے تھے کہ میں نے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھکر عرض کیا کہ میرے ماں باپ فدا ہوں آپ سے حدیث
روایت کی جاتی ہے شیبتنی ہود یعنی حضور نے ارشاد کیا کہ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا آپ نے فرمایا کہ ہاں صحیح ہے میں نے عرض کیا کہ کیا انبیاء کے
قصص وانکی امتوں کی ہلاکت کے سبب سے ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ قولہ تعالیٰ فاستقم کما امرت۔ کے سبب سے امام جعفر الصادق نے کہا کہ امت والوں
کی استقامت علیٰ قدر مراتب ہے بعض نے توحید پر استقامت کی اور بعض نے ایمان پر۔ اور بعض نے اسلام اور بعض نے معرفت الٰہی و بعض نے عظمت
وبعض نے عہد وشمار اور بعض نے کرم ووفا اور بعض نے خوف ورجا پر اور بعض نے اللہ تعالیٰ پر کہ سوائے اسکے کوئی چیز نہیں ہے اور بعض نے حق پر
کہ کبھی نہ ہوگی استقامت اختیار کی اور جس نے کسی فاسد خیال پر استقامت کی وہ درحقیقت غیر مستقیم ہے اسلئے کہ استقامت حق پر ہوتی ہے اقول ظاہرا
مراد یہ کہ استقامت کا اللہ تعالیٰ کے واسطے قصد کیا لیکن ایسے طور پر کہ وہ شرع میں وارد نہیں ہے بلکہ خود اسکی رائے ہے مثلاً یہ عزم کیا کہ مسجد کے دروازہ
پر پڑا رہیگا کہ لوگ اسکو پھاند کر جایا کریں اور قصد کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے سامنے اپنے نفس کی ذلت ہے یا ہر طعام میں مٹی و پانی ملاکر کھاونگا کہ نفس کو
لذت نہ ملے اور مانند اسکے رہبانیت وغیرہ کے خیالات جو صرف اپنے زعم باطل پر مبنی ہوں اسی قسم کے ہیں ان پر استقامت بھی باطل ہے
واللہ اعلم۔ اور بعض نے کہا کہ استقامت نہیں ہوتی مگر اسی طریقہ پر کہ سنت نبوی کی اتباع کرے۔ جریری رح نے کہا کہ نعمت میں استقامت کرنا
عوام کا طریقہ ہے اور بلا میں استقامت کرنا خواص کی استقامت ہے۔ جنید رح نے کہا کہ خوف ورجا کے ساتھ استقامت کرنا عابدوں کا حال ہے اقول
یعنی باعث استقامت عذاب کا خوف اور جنت کی امید ہووے تو یہ عابدوں کا حال ہے اور ہیبت وحیا کے ساتھ استقامت کرنا مقربین کا
حال ہے اور اسطرح استقامت کرنا کہ باوجود استقامت کے استقامت کو نہ دیکھے یعنی اسطرف نظر ہی نہ دیا برعکس نظر ہو تو یہ عارفوں کا حال ہے

شیخ استاذ نے قولہ فاستقم میں کہا کہ استقامت از باب استفعال ہے اور اسکے معنی طلب کے بھی ہیں تو شاید یہ معنی ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے استقامت کی درخواست کرو۔ **قال المترجم** قولہ لا تطغوا فیہ یعنی یہ تاویل مناسب نہیں ہے خلاصہ یہ کہ فاستقم میں جمہور کے نزدیک مراد یہ ہے کہ اپنے نفس سے استقامت کا فعل صادر کر جسطرح اسکا وجود ہوتا ہے اور لا تطغوا سے یہ مراد کہ طغیان سرزد نہ ہو اور شیخ استاذ نے یہ احتمال پیدا کیا کہ فاستقم سے مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ سے استقامت مانگو تو ظاہر ہے کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ سے درخواست کریگا کہ مجھے استقامت نصیب ہو اگرچہ اسکا حصول نہ ہو۔ اور شاید کہ شیخ استاذ کی غرض یہ ہو کہ استقامت با خدا طلب کرو یعنی عزم کرو کہ خدا کے ساتھ استقامت حاصل ہو لیکن ظاہر کلام اس سے موافق نہیں علاوہ اس کے دونوں معنی میں کچھ فرق نہ ہوگا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ کہا جاتا ہے کہ مستقیم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے نہ پھرے یہاں تک کہ واصل ہو جاوے اقول یہ عبارات کلیہ ہیں ہر جزئیہ طریقہ کو اس سے استخراج کرنا خود ایک مرد عارف کا کام ہے وہ بھی بدشواری لہٰذا اللہ و رسولہ اعلم یہی تفسیر ہے کہ مستقیم وہ ہے جو جملہ ارکان و افعال و اعتقاد میں سنت کی اتباع کرے اور سنت طریقہ سب احادیث میں بین ہے فافہم و استقم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نفوس قدسیہ کو استقامت کے خلاف دنیا کی عزت و جاہ کیطرف مائل ہونے اور ظالموں کی طرف فاسد اغراض دنیاویہ میں سے کسی غرض سے میل کرنے سے منع فرمایا۔ بقولہ۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝

اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں پھر تم کو لگے گی آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوائے مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے

مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت کریمہ اسوقت کے لوگوں کیلئے خاصہ نصیحت سمجھی جاتی ہے لہٰذا پہلے اسکے ظاہری معنی کی توضیح کرکے تب اسکی مراد و حکم کی تفصیل کرنا مناسب ہے۔ واضح ہو کہ لا ترکنوا صیغہ نہی از رکون ہے اور کشاف میں زمخشری نے لکھا کہ الرکون ھو المیل الیسیر۔ رکون کے معنی تھوڑا سا جھکنا یعنی کسی چیز کی طرف ہلکا و خفیف جھکنا اور ایسا ہی بیضاوی و سراج میں اسی کی اتباع کی ہے اور شاید کہ میل کے معنی میں خود ہلکا ہونا داخل ہے کیونکہ میل و جھکنا پورے طور پر ساتھ ہو جانے کو نہیں کہتے ہیں تو خفیف و ہلکا جو اس سے مفہوم تھا صریح ظاہر کر دیا اگرچہ میل کے ساتھ اسکا ملانا غیر معقول ہے اور یہ میں نے اسواسطے کہا کہ ثقات ائمہ لغت نے خفیف و یسیر کی قید نہیں لگائی چنانچہ صحاح میں کہا کہ رکون میل و سکون ہے اور شمس العلوم میں رکون بمعنی سکون لایا اور قاموس میں کہا کہ رکن الیہ کنصر و علم و منع رکونا مال الیہ و سکن یعنی رکون کے معنی جھکنا اور کسی چیز کی طرف سکون و ٹھہراؤ کر لینا۔ اور قاموس سے ظاہر ہوا کہ مانند باب نصر کے رکن یرکن بالضم اور مانند علم کے رکن یرکن بالکسر اور مانند منع کے رکن یرکن بالفتح آیا اور صاحب الفتح نے نقل کیا کہ مضارع بفتح کاف لغت اہل حجاز ہے اور بالضم لغت قیس و تمیم ہے اور ازہری نے کہا کہ بفتح کاف ماضی و مضارع اصلی لغت نہیں بلکہ دو لغت کا تداخل ہے اور راغب نے لغات قرآن میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ دونوں کاف مفتوح ہیں بالجملہ ائمہ لغت و محققین مفسرین نے اسکے معنی میں مطلقاً میل و سکون لکھا اور خفیف کی قید نہیں لگائی اور قرطبی نے کہا کہ رکون درحقیقت یہ ہے کہ کسی کی طرف ٹیک لگا دے و تکیہ کرے و اسپر اعتماد کرے اور سکون کرے یعنی اسکی طرف استناد و اعتماد کرکے اضطراب و حرکت سے ٹھہر جاوے اور اسکے ساتھ رضامند ہو یعنی پسند کرے اور مؤلف الفتح نے کہا کہ رکون میں یہ باتیں معتبر ہونا کسی لغت میں مذکور نہیں ہے واقول ظاہراً قرطبی نے اس مقام کی تفسیر سے جو ائمہ تابعین و صحابہ رض سے منقول ہے یہ معنی نکالے ہیں اگرچہ لغت میں مذکور نہ ہوں پس غایت یہ ہے کہ یہ تفسیر بقرائن مقام مجازی ہے اور صحابہ و تابعین و ائمہ سے اسکی تفسیر اسطرح منقول ہے کہ ابن جریر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی کہ لا ترکنوا سے لا تمیلوا یعنی میل نہ کرو اور مت جھکو حافظ رح نے کہا کہ یہ تفسیر عمدہ ہے اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ ظالموں کی مدد مت کرو کہ تم ایسے ہو جاؤ کہ گویا تم ان کے کئے پر راضی ہوئے اور لکھا کہ ابن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ لا تمیلوا سے لا تداہنوا یعنی مداہنت مت کرو یعنی ظالم کا برا قول و فعل دیکھو مگر خاموش کر کے چپکے ہو رہو یعنی نہ

ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یعنی شرک کی طرف میل مت کر۔ وقال ہو الرکون الی الشرک یعنی اس سے شرک کی طرف میل سے ممانعت مقصود ہے
ابو العالیہؒ نے فرمایا کہ لاترکنوا الی الذین ظلموا یعنی ظالمون کے اعمال پر تم مت راضی ہو۔ کذا فی تفسیر الحافظ۔ اور فتح میں ہے کہ قتادہ وعکرمہ سے مروی
ہے کہ لاترکنوا یعنی نہ اُن سے دلی دوستی رکھو اور نہ اُنکی اطاعت کرو اور عبدالرحمن بن زید سے مانند روایت عوفی کے مداہنت کے معنی مذکور ہین۔
یعنی ظالمون کے کفر پر انکار نہ کرے واضح ہو کہ اس تفصیل سے اسکے معنی کی بحث کرنا اس غرض سے ہے کہ آیا ممانعت مطلقاً میل سے ہے جیسا کہ لغات
معتبرہ مین رکون کے معنی لکھے ہین یا خفیف میل سے ہے جیسا کہ کشاف واسکی اتباع نے معنی لکھے ہین کیونکہ جس حد پر عرب کی زبان مین میل
کہا جائیے اگر اس سے کم جھکاؤ ہو تو بھی خفیف میل ہو جائیگا اور معصیت لازم آویگی۔ پھر قولہ الذین ظلموا۔ کے معنی وہ لوگ جنھون نے ظلم کیا اور
اسمین کوئی شک نہین کہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے بقولہ تعالیٰ ان الشرک لظلم عظیم۔ اور دیگر معاصی بھی ظلم ہین اگرچہ شرک کے برابر نہ ہون پس جو کوئی مشرک
ہے وہ خود اپنی جان پر بوجہ شرک کے بڑا ظالم ہے توجسقدر اسکے افعال اس اعتقاد کی بنا پر ہون سب صریح ظلم ہون گے اگرچہ تھوڑا لوگون کو ان
افعال سے تکلیف پہونچے یا بعض کو پہونچے بلکہ اگر راحت پہونچے تو بھی وہ افعال ظلم ہونے سے خارج نہ ہون گے لیکن ایذاء خلق البتہ زائد نہوگی
مثلاً کوئی شخص بت یا صلیب پوجتا ہے اور راستہ پر اسنے پرستش خانہ بناکر یہ فعل اختیار کیا کہ جو اس راہ سے گزرے اسکو روپیہ دیگا تو خلق کو نفع ہونچا
لیکن یہ فعل اس نیت پر ظلم رہا کہ عاقبت مین اسکا نفس ثواب سے محروم وعذاب مین گرفتار ہوگا اور اگر اسنے یہ فعل اختیار کیا کہ جو اس راستہ سے بغیر
سلام کے اور بغیر اسکی تعظیم کئے نکلا اسکو دو کوڑے مارونگا تو دوہرا عذاب ہو گیا بلکہ پہلے شخص کو مخلوق کے نفع پہونچانے کی وجہ سے دنیا مین عوض
دیدیا جائیگا حتی کہ اگر راہ توحید وایمان پر کوئی قوم مستقیم نہ ہو تو وہ بادشاہ ہوسکتا ہے کیونکہ خلق کو آرام پہونچاتا ہے اسی طرح اگر کوئی شخص توحید اسلام پر
ہو مگر شراب پیتا ہو تو اسنے اپنی جان کیلئے آخرت کا عذاب مہیا کیا پس اپنے اوپر ظلم کیا اور اگر مخلوق مین سے کسی پر ظلم کیا تو دونا عذاب لیا اور اگر بادشاہ
ہے اور اس نے اپنی عیش وشہوت پرستی کی تو ایک اپنے اوپر ظلم کیا اور دوسرا خلق پر کہ تمام روپیہ انکا بھی حق تھا وہ چھین کر اپنی عیش مین اُڑایا اور
غفلت سے تمام ملک مین زبردست نے کمزور پر ستم ڈھایا خون ہوئے اور تمام رعایا بے علم وجاہل رہی اور لوگ اسکی دیکھا دیکھی کھاتے ومزے اُڑاتے
وفسق وفجور مین پڑے تو اُسپر ہزارون ظلم ثابت ہوئے حتی کہ وہ بادشاہت سے خوار ہو کر عاقبت مین اپنے عذاب کا مستحق ہوا اگرچہ خالی ایمان
کی وجہ سے اُمید ہے کہ ہمیشہ دوزخ مین نہ پڑے اسی بیان سے سمجھنے والا سمجھ جائیگا کہ بادشاہ پر بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے چنانچہ ادنی سی
بات یہ ہے کہ کسی سے کوئی کوڑی ناحق نہ لیوے اور اسکو جمع کر کے امانت رکھے ہان اپنی مزدوری لے سکتا ہے اور پھر اسکو جس طرح اللہ تعالے
واس کے رسول صلعم نے شرع بتلائی ہے اسی طرح خرچ کرے بیجا کوئی کوڑی نہ اُٹھائے اور تمام مخلوق کی تعلیم وتربیت واصلاح وآرام
ودینداری کا ضامن ہے جب یہ بات معلوم ہوئی کہ ظلم کچھ شرک وکفر پر منحصر نہین ہے بلکہ جو گناہ ہے ظلم ہے تو آیت مین علماء مفسرین سے دو قول
مروی ہین ایک یہ کہ ظالمون سے یہان مشرک مراد ہے اور دوسرا یہ کہ نہین بلکہ کوئی ظالم ہو خواہ ایمان رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ اب مین آیت کی تفسیر
نقل کرتا ہون قال تعالیٰ وَلَا تَرْكَنُوٓا۔ اور مت جھکو یا ذرا بھی مت جھکو اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ ان لوگون کی طرف جنھون نے ظلم کیا خواہ اپنی جانون
پر فقط جیسے نوشیروان کہ آتش پرست تھا مگر خلق کو آرام وآسائش دیتا تھا یا غیرون پر بھی جیسے حجاج ظالم مسلمان تھا مگر شرک سے کم اُس نے
اپنے اوپر گناہ کا اور غیرون پر ایذا کا ظلم کیا تھا یا مراد یہ کہ مت جھکو مشرکون کی طرف فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ کہ تم کو بھی آگ چھوئے۔ حاصل یہ کہ اوپر
استقامت کا حکم دیا تھا کہ حکم الٰہی پر ٹھیک مستقیم رہو اب فرمایا کہ دنیا کی ثروت دیکھکر یا زبان کے مزے وپیٹ بھرنے کی غرض سے مشرکون یا
عام ظالمون کی طرف مت جھکو کہ ایسا کرنے سے وہ آگ جو انکو گھیرے ہے تم کو بھی چھو جائے گی۔ اس سے ظاہر ہے کہ ظالم سے ملنے مین تو بالکل

آگ مین گھس جانا ہوگا صرف جھکنے مین لپٹ پہونچے گی اور شاید ظالم کو بالکل آگ بتلایا ہے جانو کہ اگر ظالمین سے مشرکین مراد ہین جیسا کہ عوفی کی روایت
ابن عباس سے سمجھا گیا کہ ہو الرکون الی الشرک یعنی شرک ہی کی طرف جھکنے سے ممانعت ہو اور اس وجہ سے کہ سلطان کی فرمانبرداری کا حکم قطعی پایا گیا ہے
بقولہ تعالیٰ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ۔ اور حدیث صحیح مین ہو کہ سلطان کی اطاعت کرو اگرچہ حبشی غلام ہو ۔ اور وارد ہو کہ جبتک نماز
ٹھیک قائم رکھین اور اُنسے صاف کھلا کفر ظاہر نہ دیکھو اور تم کو کسی معصیت کا حکم نہ کرین تب تک اُنکی اطاعت کرو تو ظاہر ہو کہ خود اگرچہ
بدفعلی کرین جو ظلم اُنکی جان پر ہے تاہم سب پر اطاعت لازم ہے ۔ وجہ اسکی تو ظاہر ہے کیونکہ گناہ سے کمتر خالی پائے جاوینگے تو انتظام مصالحت
عباد درہم برہم ہوگا اگر طاعت نہ کی جائے خصوص جبکہ قاضی عدالت و انتظام آسایش رعیت و حدود و حقوق چاہین اور جہاد کیواسطے حکم کرین تو
خواہ مخواہ بغیر اطاعت کے چارہ نہین ہو اور بیشک آنحضرت صلعم نے جیسے انکی اطاعت مین مبالغہ فرمایا کہ اگرچہ تیرا مال چھین لے اور مارے اور تیرا حق
نہ دے بہرحال تو اطاعت کر دیسے ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر مبالغہ فرمایا کہ جابر بادشاہ کو حق بات کی نصیحت کرنا شہید کا ثواب اور جہادون
مین سے افضل جہاد ہو اور بتاکید حکم دیا کہ ظلم سے اسکا ہاتھ روکو ورنہ عام فتنہ مین پڑوگے تو حاصل ہوا کہ ظالمین یعنی فقط مشرکین کی طرف مت جھکو
کہ آتش دوزخ مین تم کو بھی عذاب پہونچے گا ۔ شیخ ابو السعود نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ دیکھو جب خالی ظالم کی طرف میل کرنے سے یہ عذاب ہو تو
بھلا ایسے لوگونکی نسبت تیرا کیا گمان ہو جو پکے ظالمون بدکارونکے ساتھ دلی محبت مین گرم ہین اور اُنکے مصاحب بننے پر مرے جاتے ہین اور اپنا دل و جان
انکی محبت اور طریقہ پر فدا کئے دیتے ہین اور انھین کے مانند پوشاک پہننے پر پھولے نہین سماتے اور دنیائے فانی کی رونق و مال و متاع جو اُنکو دیا گیا ہے
اُسکی طرف آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہین ۔ قال المترجم شیخ ابو السعود رحمہ اللہ نے ان ظالمونکا ذکر کیا ہو جو اسلام لائے مگر دنیا کی وزارت و امارت یا سلطنت
کے سبب سے عیش و آرام و فسق و فجور مین پڑکر ظلم کیا تو ہمارے وقت مین نواب و امرا و اہل دولت بلکہ محض مشرکون کی طرف میل کرنیوالون کا
کیا گمان ہے خصوص جبکہ اُن کے چال و چلن پر دل سے فریفتہ اور اُن کے سلام کا جواب دینے کو دو جہان کا فخر سمجھتے اور اُنکی خدمتگزاری مین ذلت
و خواری کو عین عزت جانتے ہین بلکہ اُنکی چال ڈھال وضع لباس بول چال سب پر دل سے فریفتہ ہین اور اُنکی تعظیم سے اپنے دل بھرے ہوئے
ہین ۔ ایسی مودت و موالات کا انجام کفر و شرک پر خاتمہ ہے نعوذ باللہ من سوء الخاتمہ ۔ اگر پوچھا جاوے کہ دین آلہی کے دریافت مین کچھ شرم
نہین ہے تو شرع مین ایسی صورت مین کیا حکم ہے کہ جب بادشاہ و حاکم ایسا شخص یا ایسی قوم ہو جو اسلام پر نہین ہو جیسے آجکل ہندوستان
مین انگریز حاکم ہین تو ان کے ساتھ کیونکر برتاؤ کیا جاوے اسکا جواب یہ ہو کہ جب تم نے اُنکی رعیت ہوکر یہان سکونت اختیار کی تو تم نے اُن سے
عہد کیا کہ دنیاوی معاملات مین انکو عمداً ضرر نہ پہونچاؤگے اور وے تم کو تمھارے دین کے برتاؤ سے نہین روکین گے اور نہ تم پر ظلم کرینگے پس
عہد پورا کرنا فرض ہو لہذا ان سے بغاوت مت کرو اور ان کو ضرر مت پہونچاؤ اور اُن کے دشمن مت بنو لیکن اس سے یہ لازم نہین آیا کہ تم
اپنا دین چھوڑ دو کیونکہ جب تم نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اسکو توڑ دیا پورا نہ کیا تو بادشاہ وقت کو بھی تم سے کچھ اُمید نہ ہوگی بلکہ تم اُنکے ساتھ
دنیا کو حرام طور پرست کماؤ اور آخرت کے طالب رہو اگر تم سچے ایمان والے ہو اور رہی دنیا کی بسر اوقات تو جس نوکری مین کوئی طریقہ حرام
نہین جیسے سود کی ڈگری کرنا و شراب فروخت کرنا وغیرہ بلکہ مباح ہو تو اسکو اختیار کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے ۔ قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر
مین لکھا کہ اگر کسی کو ناچار ضرورت پڑے کہ ظالم کی مصاحبت کرے تو ضرورات کے احکام آیت سے مستثنیٰ ہین جیسا کہ شرع کا اصول ہے اور
نیشاپوری رحمہ اللہ نے لکھا کہ محققین نے فرمایا ہو کہ جس رکون و میل سے آیت مین ممانعت ہو وہ ایسا رکون ہے کہ جس چال و وضع پر ظالم لوگ
ہون اسکو دل سے پسند کرے اور اُن کے طور کو اچھا سمجھے اور دوسرون کو اسکی خوبی سمجھا دے اور ظالمون کے ساتھ انکے کسی ظلم مین شرکت

کرے اور رہا دنیا کی منفعت ضروری حاصل کرنے کیلئے یا کوئی مضرت دور کرنے کیلئے اُن سے ملنے جلنے مین مضائقہ نہین ہے اور لکھا کہ میرے نزدیک اگرچہ یہ از قسم مباح ہے لیکن تقوی یہی ہے کہ ان سے بالکل اجتناب کرے اقول س زمانہ مین فتوی قرطبی رح کے قول پر ہونا چاہیئے کہ لوگ اپنی معیشت کیلئے اُن سے مخالطت اور میل ملاپ رکھین و لیکن دل مین اعتقاد آخرت کے سوائے کسی چیز کی محبت و موانست کو جگہ ندین تو جیسے اُنکی محبت کو دل مین جگہ دینا بلکہ تمام دنیا و مافیہا کسی چیز کی محبت کو دل مین جگہ دینا روا نہین ہے ویسے ہی کسی کی عداوت و ایذا رسانی کو جگہ دینا بھی روا نہین ہے کیونکہ شرع مین شیطان سے بھی دل مین عداوت جمائے رکھنے کا حکم نہین حالانکہ یہ بتلا دیا گیا کہ شیطان تمھارا کھلا دشمن ہی اور کیونکر ایسے امور جائز ہو سکتے ہین جو ترحم کے خلاف ہین اور لوگون کو راہ راست پر آنیکے برخلاف نفرت مین ڈالین بلکہ مقتضائے ترحم و شفقت یہ ہی کہ جس کسی کو گمراہ دیکھے تو ضرور سچے اعتقاد کی وجہ سے یہ جانے گا کہ افسوس یہ آگ مین گھسا جاتا ہے تو چاہیئے کہ اسکو نرمی و ملائمت و شفقت سے اس گمراہی و آگ سے بچاوے نہ آنکہ برعکس اس سے عداوت کر کے اس کو آگ مین ڈھکیل دے اور کچھ بھی شک نہین ہی کہ آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہی کہ اسلام کے ساتھ وہ آراستہ ہی جسکے ہاتھ و زبان سے لوگ بچے ہوئے ہون۔ لہذا مسلمان وہ ہی جو زبان سے سچ بولے جھوٹا وعدہ نہ کرے اور نیک نصیحت کرے اور کسی کو برا نہ کہے اور خرید و فروخت وغیرہ جملہ معاملات مین فریب دے اور رہا ہاتھ سے ہمیشہ انصاف پر مدد کرے اور نیک کام کرے چوری و بدکاری و زبردستی وغیرہ بد افعال سے باز رہے اور ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دے حتی کہ شرع مین قطعًا منع ہی کہ کسی جانور کو بھی ہاتھ سے ایذا کی مار نہ دے اور قطعًا لکھا ہے کہ دودھ والے جانور جو لوگ پالتے ہین انکو حکم دیا جاوے کہ اسکو بقدر کفایت دانہ چارہ دیوے اگر نہ مانے تو اسکو کوئی سزا دینا اسپر ظلم ہوگا لیکن قطعی حکم دیا جائیگا کہ اسکو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرے اور دودھ اُسکا مثل عوام گھوسیون کے بالکل نہ دوہے بلکہ لکھا کہ ایک مہینہ تک بالکل بچہ کو دیا جائے ورنہ ضرور پندرہ روز تک جبتک وہ کچھ چارہ نہ کھاوے بالکل بچہ کو پلاوے پھر آدھا پلا دے پھر اسکو تھوڑا حصہ چھوڑے تو جب جانورون کے احکام و قواعد مین ترحم ہے تو آدمیون کے ساتھ تیرا کیا گمان ہی اور حدیث صحیح سے ثابت ہی کہ تم مین سے اچھے وہ ہین جنکے اخلاق اچھے ہین یعنی ترحم و شفقت و عدل و دیانت و امانت و سخاوت و شجاعت و جوانمردی وغیرہ اخلاق جسقدر اچھے ہون اُسی قدر اچھا ہے پھر جب شرع مین ممانعت ہی کہ جانور بیچا جاوے تو اُسکا چھوٹا بچہ جبتک کہ جانور کو اُس سے محبت رہتی ہے جدا نہ کیا جاوے اور قصاب اسکو دوسرے جانور کے روبرو ذبح نہ کرے اور نہ اُسکے سامنے چھری تیز کرے اور مانند اسکے بکثرت امور شفقت و ترحم کے مخلوق الٰہی عزوجل کیساتھ مذکور ہین اگر کہا جاوے کہ جہاد تو مین کہونگا کہ پھانسی و سولی و بید مارنا اور قتل کرنا اور دونون طرف کی فوجون کی باڑھون سے ہزارون جانین تلف کرنا۔ الغرض دنیا مین عقلا متفق الکلمہ سب کہتے و جانتے ہین کہ انسانی طبائع تین قسم کے ہین۔ اول محض نیک۔ دوم محض شریر۔ سوم جنمین بدی و نیکی دونون طرح کی استعداد ہی۔ پھر جو گروہ محض شریر ہو اسکے شر و فتنہ سے عام مخلوق کو بچانا بھی نیکی ہی ورنہ عام فساد پھیل جائیگا تو جہاد عدل اور ملکی لڑائی شرارت ہی اور کوئی شبہہ نہین کہ جہاد ظلم مٹانے کیلئے ہی دیکھو پہلے فرض ہی کہ دعوت اسلام کی جاوے پھر مکرر سہ کرر انکو سمجھایا جاوے اور اگر عاقلانہ گفتگو کے ذریعہ سے سمجھنا چاہین تو انکو امن کے ساتھ خوب سمجھایا جاوے پھر اگر نہ مانین تو اُن سے کہا جاوے کہ اچھا صلح کر کے آباد رہو اور تم اپنی جان و مال کے مختار رہو لیکن جو باتین دنیا مین فساد و ظلم ہین اور اللہ تعالی کی عبادت سے لوگون کو مجبوری پریشان کرتی ہین ان باتون سے ہاتھ روکو پھر اگر یہ بھی نہ مانین تو یہان دو باتین رہ گئین ایک یہ کہ ان کو انکی مستی و اترانے مین چھوڑ دیا جاوے کہ تمام مخلوق کو

پریشان کریں اور اپنی نفسانی خواہشوں سے خلق کو آزار پہونچاویں تو ان چند آدمیوں پر بیجا رحم کھایا اور تمام خلق کو ان کی بدولت ایذا و آزار کے ساتھ آگ میں جلنے دیا۔ دوم یہ کہ ان لوگوں کو مجبور کر دیا جاوے کہ فساد نہ کریں تو یہ بھی اپنے ظلم کے بدولت خود برباد نہ ہوں اور تمام خلق بھی ان کے آزار سے چھوٹے اور ظاہر ہے کہ یہی دوسری بات بلاشبہہ واجب ہے اور بعضے لوگ بہتان باندھتے ہیں کہ اسلام میں جہاد سے فتح پاکر سب کافرون کو قتل کرتے ہیں یہ بالکل جھوٹ ہے اسلام میں یہ حکم نہیں ہے ہاں شریعت توریت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے برابر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک البتہ فتح پاکر کافرون کو قتل کر دیتے تھے تو تعجب ہے کہ نصرانی توریت کے قائل ہو کر اسلام کو جھوٹی بات سے بدنام کرتے ہیں اور کبھی یہ بہتان باندھتے ہیں کہ اسلام میں تلوار کے زور سے زبردستی ایمان قبول کرایا جاتا ہے یہ بھی بالکل دروغ ہے بھلا تلوار کے زور سے کسی کو یقین کیونکر دلایا جائیگا۔ صحیح وہی ہے جو ہم نے لکھدیا کہ بالاجماع صلح سے وہ لوگ اپنے دین پر چھوڑے جاویں اور بعد فتح کے تابع رکھے جاویں ہاں اگر وے خود مسلمان ہو جاویں تو برابر اُن کے ساتھ ہر مسلمان وہی برتاؤ کرے جو دوسرے مسلمان بھائی کے ساتھ کرتا ہے واضح ہو کہ اس زمانہ میں جو مسلمان نام کے ہیں انکا ایک خراب طریقہ یہ پھیلا ہے کہ اگر کسی قوم میں سے کوئی آدمی اسلام لایا تو اسکو برادری میں نہیں لیتے بلکہ حقیر سمجھتے اور نو مسلم وغیرہ کا طعنہ دیتے ہیں جس سے لوگ گھبرا کر اسلام میں نہیں آتے تو ایسے مسلمان خود گمراہ و شیطان سے زیادہ گمراہی پر مددگار اور بڑے ظالم ہیں اور ان پر فرض تھا کہ جو مسلمان ہوا اسکو مثل بھائی کے اپنا عزیز سمجھیں اور آگاہ ہونا چاہیئے کہ ظلم کا شیوہ اسلام میں اسوقت سے شروع ہوا جب سے یہ لوگ آخرت سے منہ موڑ کر دنیا کی طرف راغب ہوئے تو اسکی محبت میں سب اعتقاد بھول گئے اور یہان کی لذت پر قناعت کر کے راہ الٰہی میں جانبازی نہ کر سکے ان کو یہ زندگی پیاری ہوئی اور موت سے ڈر کر نامرد بن گئے شجاعت جاتی رہی حالانکہ جہاد تو شجاعت پر تھا اور کوئی بے موت نہیں مرا اور آخر سب فنا ہونے کیلئے ہے اور یہ سب باتیں اپنے اوپر اور عزیزوں پر ظلم ہے اسیواسطے اس آیت کریمہ میں یہی قول راجح کہا گیا ہے کہ ظالم سے مراد فقط مشرک نہیں بلکہ عام ہے خواہ مشرک ہو یا مسلم ہو جبکہ ظلم کرے تو ظالم ہے اگرچہ شرک سب سے بڑا ظلم ہے تو مشرک سب سے بڑا ظالم ہوا لیکن مسلم بھی جب ظلم کرے ظالم ہے اور اکابر علماء سلف تو اپنے عہد کے سلطان و اُمراء و وزراء کو قطعاً ظالم جانتے تھے اس جہت سے کہ صریح وہ لوگ بیت المال و خراج وغیرہ کو بیجا صرف کرتے اور حقوق ادا نہیں کرتے تھے اسیواسطے فقہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ سلطان اگر کسی کو عطیہ دیوے تو اسکا لینا حلال ہے یا حرام ہے۔ اور سراج میں نقل کیا کہ موفق خلیفہ بغداد نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام نے نماز میں یہی آیت پڑھی یعنی ولا ترکنوا الی الذین ظلموا الآیۃ پس موفق سلطان کو غش آگیا جب افاقہ ہوا اور وہ رونے سے خاموش ہوا تو اسکے ارکان سلطنت نے اس سے پوچھا کہ نصیب اعداء یہ کیا حال ہوا اُسنے جواب دیا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے آیت میں جو حکم دیا وہ عذاب ایسے نیک بندوں پر ہے جو ظالموں کی طرف جھکیں تو بھلا جو خود ظالم ہوا اسکا کیا حال ہوگا قال المترجم دیکھو اس بیچارے نے اقرار کیا درگاہ الٰہی عزوجل میں اور یقین کیا کہ میں ظالم ہوں پھر دیکھو کہ اسکا یقین کیسا اچھا تھا کہ باوجود اس سلطنت عظیم کے آخرت پر مضبوط تھا اور ایمان اسی یقین کا نام ہے زبانی اقرار خالی کچھ مفید نہیں ہے پس اسکو آخرت کا عذاب سامنے نظر آیا اور ظالم کا گرفتار ہونا دیکھکر خوف الٰہی و ہول عذاب سے غش آگیا تو افسوس اس زمانہ کے لوگ اپنے آپکو نمازی پرہیزگار متقی جانتے ہیں حالانکہ انکا یقین اتنا بھی نہیں ہے اللھم اہدنا واجعلنا مومنین وتوفنا مومنین اور لکھا کہ جب شیخ زہری رحمہ اللہ نے سلاطین سے خلط ملط اختیار کیا تو اُن کے دینی بھائی نے انکو لکھا کہ اے برادر زہری ہم کو تم کو اللہ تعالیٰ فتنہ سے سلامت بچاوے تم نے وہ حالت اختیار کی ہے کہ آپکے دوست آشنا کو لازم ہے کہ آپکے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر دعا مانگیں اور آپ پر ترس کھاویں کیونکہ

آپ کو دین مین اُسنے شیخ امام کبیر بنایا مگر آپ پر اللہ تعالیٰ کی یہ نعمتین گران گزرین کہ اُس نے اپنی کتاب عزیز کی سمجھ دی اور آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت تعلیم کی اور آیا یہ نہین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے علماء سے یہ عہد لیا کہ ہر کسی کو خواہ سلطان ہو یا غیر ہو سنا دُ بتلا دو کما قال تعالیٰ لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ ۔ اور تم آگاہ رہو کہ ادنیٰ حرکت جو تم نے آخرت کیواسطے اُٹھائی یہ ہو کہ تم نے ظالم کی مصاحبت مین انس حاصل کیا اور گمراہون کیساتھ بیٹھنا آسان سمجھا اور تم نے بدکاری کی راہ اس شخص پر آسان کر دی جس نے کوئی حق ادا نہین کیا اور کوئی باطل بات نہ چھوڑی ہو کیونکہ تم نے اسکا تقرب اختیار کیا تو وہ اپنے کو ٹھیک راہ پر سمجھا اور اُنھون نے تو تم کو کیلی بنالیا جس پر اُن کے باطل کی چکی گھومتی ہو اور تم کو پل بنا لیا کہ اس سے عبور کرتے ہین اور گمراہون کی طرف چڑھنے کی سیڑھی بنالی تمھارے باعث سے علماء کی طرف شک پیدا ہوتا جاتا ہو اور نادانون کے دل تمھاری اقتدا کرکے ان ظالمون کی طرف رجوع لاتے ہین تو سمجھو کہ ان ظالمون نے جو کچھ تمھارا اگاڑ ڈالا اسکے مقابلہ مین یہ نہایت ہی خفیف ہے جو تمھارا بنایا اور جو تم کو دیا وہ بمقابلہ اسکے جو چھین لیا نہایت حقیر ہے کیونکہ تمھارا دین لیکر برباد کر دیا اور حقیر دنیا مین سے بھی نہایت حقیر تم کو دیدیا پس تم کس وجہ سے نہین ڈرتے وندڈر ہو گئے ہو کہ تم انھین لوگون مین داخل ہو جن کے حق مین اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ فخلف من بعدہم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات فسوف یلقون غیا ۔ کیونکہ تمھارا معاملہ ایسی ذات کے ساتھ ہے جو نادان نہین اور ایسا محفوظ رکھتا ہو کہ کبھی بھولتا نہین یعنی اللہ تعالیٰ جل شانہ یا اُسکے ملائکہ کرام کاتبین تمھارے محافظ ہین پس تم اپنے دین کی دوا کرو وہ بیمار ہو گیا ہے اور اپنا زاد راہ مہیا کرو کہ بہت دراز سفر پیش آیا ہے اور اللہ تعالیٰ پر آسمان و زمین مین سے کوئی چیز پوشیدہ نہین ہو والسلام سفیان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جہنم مین ایک جنگل ہے جسمین کوئی نہین بسایا جائیگا سوائے ان قاریون کے جو بادشاہ کی زیارت کو جاتے ہین قال المترجم علماء سلف قاری اسکو کہتے تھے جو قرآن مجید کے معنی سے آگاہ ہوا اور اسکو علم حاصل ہوا اور زیارت سے مراد ملاقات ہو ۔ اور جمہور علمائے محققین کے نزدیک بادشاہ کی ملاقات ممنوع اسوقت ہو کہ کسی مصلحت یا نصیحت یا دفع مضرت کی غرض سے نہ ہو جبکہ شرعًا مباح ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔ امام اوزاعی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی چیز زیادہ مبغوض نہین ایسے عالم سے جو عامل یعنی ظالم بادشاہ یا امیر و وزیر کی ملاقات کرے ۔ اقول ظالم کے معنی معلوم ہو چکے کہ شرع پر مستقیم نہ ہو ۔ محمد بن مسلمہ کا قول مروی ہے کہ ظالمون کے دروازے پر قاری کا ہونا پائخانہ پر مکھی سے زیادہ بدتر ہے اور حدیث مین مروی ہو کہ جس نے ظالم کیلئے دیر تک زندہ رہنے کی دعا کی اُس نے یہ پسند کیا کہ دنیا مین اللہ تعالیٰ کی نافرمانی زیادہ پھیلے ۔ یہ سب سراج سے منقول ہوا ۔ خلاصہ تفسیر کلام آلہی یہ ہو کہ پہلے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو تکریمًا خطاب کرکے حکم امت کو دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر ظاہر و باطن مستقیم رہو کسی افراط و تفریط کی طرف مت جھکو پھر پہلے فتنہ اور جڑ وسواس شیطانی کی کاٹ دی اور منع فرمایا کہ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا ۔ اور مت جھکو ان لوگون کی طرف جنھون نے ظلم کیا ہے یعنی مشرکون کی طرف خواہ اپنی جانون پر ظلم کرین یا غیرون پر انکی طرف ظاہر یا باطن مین مائل مت ہو یا کسی ظالم کی طرف خواہ مشرک ہو یا ظاہر مین مسلمان معلوم ہو جبکہ ظالم ہو یعنی موافق شرع آلہی کے حقوق ادا نہ کرتا ہو تو ظاہر و باطن مین اسکی طرف مت مائل ہو ۔ علمائے محققین نے دوسری احادیث سے یہان تخصیص بیان کی کہ نوکری جائز اور مزدوری مباح یا کسی اور نفع لینے یا ضرر دور کرنے کیلئے جو مباح ہے اُن کے پاس جانا اور حسن تدبیر سے یہ کام پورا کرنا روا ہے اور حاکم سے بغاوت کرنا جائز نہین ہو اور جب کسی ظلم کے روکنے پر قادر نہ ہو تو دل سے ضرور برا جانے ورنہ اس حکم مین داخل ہوگا اور اُسکا عذاب یہ ہو ۔ فتمسکم النار ۔ کہ تم کو دوزخ کی آگ لگے ۔ اس سے خود معلوم ہوا کہ جو ظالم ہے وہ بالکل دوزخ مین پڑکر آگ ہو پھر دوستی و محبت کا خیال جو اکثر ظالمون و مشرکون سے

ہوتا ہے تو دین و دل سے قطعی کاٹ دیا ہے فرمایا۔ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۔ اور تمہارے لئے تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی دوست و محبتی نہیں ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ ظالموں کی طرف جھکنے سے مراد وہی دل پسندیدگی والفت و دوستی ہے یعنی جب تم کو دوزخ کی آگ لگے درصورت اُنکی طرف میل کے تو حالت یہ ہوگی کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی تمہارا بچانیوالا نہ ہوگا یا یہ کہ دوستی کا خیال مت کرو کہ تمہارا مولیٰ سوائے تمہارے خالق عزوجل کے اور کوئی نہیں ہے جو تم کو عذاب الٰہی سے بچائے۔ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۔ پھر تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے عذاب سے بچنے میں نصرت و مدد نہ دیئے جاؤ گے ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ اس آیت کریمہ کے اشارہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ دکھلانے سنانے کو عابد زاہد و فقیر بنتے ہیں اُنکی پیروی سے بالکل پرہیز کرنا واجب ہے بلکہ اُنکی طرف میل بھی نہ کرے اور جو جاہل آدمی فقیری کا دعویٰ کرے یا عالم بن بیٹھے اسکی طرف بالکل میل نہ کرے اور جو عالم کہ مخلوق کے حق میں بہت مضر ہیں یعنی دنیا کمانے کی فکر میں رہتے ہیں اور امرا و روسا کی صحبت اختیار کرتے ہیں وہ خود گمراہ ہیں بلکہ بڑے خراب ہیں انسے پرہیز واجب ہے ورنہ بحکم اس آیت کے عذاب دوزخ میں گرفتاری ہوگی اور اشارہ ہے کہ اُنکی مصاحبت سے اللہ تعالیٰ سے دوری اور دنیا کی ریاست اور جاہ و منزلت کی محبت سے مردود ہونا حاصل ہوتا ہے اور آدمی بدعت و ضلالت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس سے یہ بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ حقوق الٰہی سے جاہل ہیں اور شرع کے اسرار سے غافل ہیں اُن کے ساتھ دل کو تسکین دینا محبت و مؤانست سے جائز نہیں ہے۔ کتانی رحمہ اللہ نے کہا کہ جو شخص کسی امام یا ولی سے ادب حاصل نہ کرے وہ ہمیشہ بیہودگی کے ساتھ ناکارہ رہیگا۔ سہل رحمہ اللہ نے اسی آیت سے یہ حکم نکالا کہ اپنے دین و تقویٰ کے لئے آدمی پر فرض ہے کہ کسی شخص کے طور و طریقہ پر اعتماد نہ کرے سوائے ایسے بزرگ عالم کے جو طریقہ سنت پر خلوص سے عامل ہو۔ حمدون القصار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بدکاروں کی صحبت اختیار مت کرو ورنہ نیکوں کی صحبت سے محروم کر دیئے جاؤ گے۔ علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن جدہ علیہم السلام نے اس آیت کے اشارہ میں کہا کہ آدمی کا نفس جبتک اللہ تعالیٰ کے ذکر و محبت سے و آخرت کی طرف ہمہ تن ظاہر و باطن توجہ سے مطمئن نہ ہو جائے تب تک اسکا نفس دنیائے فانی شہوات کی طرف اسکو مائل کر کے عذاب میں گرفتار کرنا چاہتا ہے تو وہ بڑا ظالم ہے پس خود ظاہر ہوا کہ اپنے نفس کی باتوں و خواہشوں کی طرف جبکہ خلاف سنت ہوں ہرگز میل نہ کرے۔ قال المترجم لطیفہ نفیس و عجیب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل بدعت جنھوں نے طریقہ رسول اللہ صلعم ترک کر دیا اُن کی مصاحبت مت اختیار کرو اقول بیشک ایسے لوگ بھی ظالم ہیں فی ہذہ نفائس فی العرائس۔ پھر واضح ہو کہ سوائے رسول اللہ صلعم و صحابہ کے عموماً استقامت امر دشوار تھا خصوصاً صغیرہ گناہوں سے عموماً تو محض فضل و کرم سے محبت نازل فرمائی لقولہ

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ

اور کھڑی کر نماز دونوں سرے دن کے اور کچھ ٹکڑوں میں رات کے البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں

السَّيِّاٰتِ ۭ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۚ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ

برائیوں کو یہ یادگاری ہے یاد رکھنے والوں کو اور صبر کر البتہ اللہ ضائع نہیں کرتا

اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

ثواب نیکی والوں کا

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّھَارِ - اور اچھی طرح ادا کر نماز کو دونوں طرف دن کے۔ الصلوۃ سے مراد مفروضہ نمازیں ہیں اور بعض نے کہا کہ نفل وغیرہ سب شامل ہیں ولیکن اصح وہی قول اول ہے کیونکہ ادا کرے نوافل سے گناہوں کا کفارہ ہونا مردی نہیں لیکن فرائض کے عمدہ طور پر ادا کرنے سے جب گناہوں کا کفارہ ہوگیا تو نوافل زائد فضیلت وکفارہ کے لیے زیادہ اُمید کی چیز ہیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مراد پانچوں فریضہ نمازیں ہیں اور ابن عباسؓ نے بڑھایا کہ اور باقیات صالحات ہیں اور قرطبیؒ نے لکھا کہ ابن المسیب وضحاک وجماعت کا یہی قول ہے اور میں کہتا ہوں کہ احادیث صحیحہ وتفاسیر ائمہ تابعین بالکل اسی پر دلالت کرتے ہیں۔ اب تفاسیر معلوم کرنا چاہیے تو شیخ حافظ رحمہ نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ طرفی النہار کی نماز دن سے مراد نماز صبح ومغرب ہے اور یہی حسنؒ وابن زید کا قول ہے اور دوسری روایت میں حسن نے اور قتادہ وضحاک وغیرہم نے کہا کہ صبح اول طرف کی اور ظہر وعصر دوسری طرف کی ہے اور یہی محمد بن کعب کا قول ہے۔ قال المترجم اور بعض نے کہا کہ ابن جریرؒ نے قول اول کو ترجیح دی کیونکہ سب کا اتفاق ہے کہ دن کی اول طرف صبح ہے اور دوسری طرف مغرب ہے و اقول فخر رازی نے کبیر میں قول دوم کو ترجیح دی اور کہا کہ دوسری طرف میں نماز مغرب نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ زلفا من اللیل کی تحت میں داخل ہے تو ضرور نماز عصر مراد ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر ہمارے شرعی نہار مراد ہو تو بطلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور اگر نہار عرفی مراد ہو تو طلوع شمس سے ہوتا ہے ولیکن اسمیں اختلاف نہیں کہ اول نماز صبح ہے اور دوم میں ظاہر قول ابن جریر رح ہے کیونکہ بالاتفاق شرعًا وعرفًا طرف دوم غروب ہے اگرچہ نماز عصر کی فضیلت بقولہ والصلوۃ الوسطی الآیہ وغیرہ سے ثابت ہے اور ان جوجملہ پر سبب دل پر وارد ہوئی اور آگے آتی ہے تو ظہر وعصر مراد لینے پر انسب ہے وَزُلَفًا مِّنَ الَّیۡلِ - زلف وہ ساعتیں کہ ایک دوسرے سے قریب ہوں اسی وجہ سے عرفہ کے بعد مکہ سے قریب منزل کو مزدلفہ کہتے ہیں قاموس میں ہے کہ زلفہ رات کا ٹکڑا یعنی یہ کہ اور نماز قائم کر رات کے ایک ٹکڑے میں۔ قال الحافظ ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ نے فرمایا کہ نماز عشاء مراد ہے۔ مبارک بن فضالہ نے کہا کہ مغرب وعشاء مراد ہے اور یہی مجاہد وغیرہم نے فرمایا۔ اقول جن کا یہ قول ہے کہ دن کی دوسری طرف کو مغرب کہا ان کے نزدیک یہاں نماز عشاء ہوگی اور جنھوں نے عصر کہا ان کے نزدیک مغرب وعشاء ہیں اور زلف کے معنی بھی مناسب ہیں اور ارجح قول واللہ اعلم یہ ہے کہ اول طرف نہار سے صبح اور دوم طرف دن سے ظہر وعصر دونوں اور زلف اللیل سے مغرب وعشاء مراد ہیں کیونکہ جمہور مفسرین نے پانچوں نماز سے تفسیر کی تو اسی قول پر آگئیں اور چونکہ مقصود یہاں استقامت سے صغائر گناہ معاف ہونا اور احادیث صحیحہ سے جملہ فرائض نمازوں کا مکفرات ہونا معلوم ہوتا تو سب یہاں مراد ہیں کیونکہ جملہ حسنات سے سیأت زائل ہوجاتے ہیں بقولہ تعالیٰ - اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ - ضرور نیکیاں بہا دیتی ہیں برائیوں کو۔ قال الحافظ یعنی نیک کام کرنے سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اسطرح کہ گویا اُن کا وجود ہی نہ تھا چنانچہ حدیث صحیح میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے سنا کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے ما من مسلم یذنب ذنبا فیتوضأ ویصلی رکعتین الا غفرلہ یعنی نہیں کوئی مسلمان کہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھے مگر آنکہ اس کا گناہ بخشدیا جائیگا۔ اقول اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آیت میں حسنات سے مراد عام ہے خواہ فریضہ نماز ہو یا نفل ہو تو اسنادًا آیت میں الصلوۃ سے عام نماز مراد ہوگی لیکن حدیث اگر تو بہ پر محمول کی جاوے یعنی دو رکعت پڑھکر توبہ کرے تو بخشدیا جائیگا تو ایسا نہ ہوگا اور وجہ حمل یہ ہے کہ حدیث میں یذنب ذنبا سے گناہ عام ہونے کی تاکید ہے خواہ

صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو اور آیت مین علمار کے نزدیک صغیرہ معاف ہوتے ہین جیسا کہ آگے آویگا۔ **قال الحافظ** اور صحیحین مین حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ اُنھون نے آنحضرت صلعم کے مثل وضو کیا اور کہا کہ مین نے یون ہی رسول اللہ صلعم کو وضو کرتے دیکھا
اور آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جو میرا ایسا وضو کرے پھر دو رکعتین نماز پڑھے ان مین اپنے جی سے باتین نہ کرے (یعنی وسواس و خیالات
سے بچا رہے) تو اُسکے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہین اور امام احمد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حدیث مین آخر مضمون یون روایت کیا کہ پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میرا ایسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر پڑھے تو صبح سے ظہر تک درمیان کے گناہ معاف ہون گے پھر جب
عصر پڑھے تو ظہر و عصر کے بیچ کے معاف ہون گے پھر مغرب پڑھے تو عصر و مغرب کے بیچ کے گناہ معاف ہون گے پھر عشاء پڑھے تو مغرب
و عشاء کے بیچ کے گناہ معاف ہون گے پھر شاید وہ رات کو لیٹے تو رات بھر پڑا لوٹا کرے پھر جب اُٹھکر ایسا وضو کرکے نماز صبح پڑھے تو
نماز عشاء و صبح کے بیچ کے گناہ معاف ہون گے اور یہی حسنات ہین جو برائیون و گناہون کو زائل کر دیتی ہین اور صحیح مین روایت
ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا او ارأیتم لو ان الحدیث یعنی بتلاؤ کہ اگر تم مین سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو جسمین وہ روز پانچ مرتبہ نہاتا ہو
تو بھلا اُس کے بدن پر کچھ میل رہ جائیگا صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کچھ نہین، تو فرمایا کہ ایسی ہی پانچون نمازین ہین کہ انکے واسطے
سے اللہ تعالیٰ بندے کے گناہون و چوک کی حرکتون کو محو کر دیتا ہے۔ امام احمد نے ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ ہر نماز
اپنے روبرو کے گناہ و بھول چوک کو میٹ دیتی ہے۔ سراج مین لایا کہ علمار نے فرمایا کہ نیک کام مثل نماز و روزہ و صدقہ
و ذکر و تسبیح و استغفار وغیرہ سے صغیرہ گناہ محو ہو جاتے ہین اور رہے کبیرہ گناہ تو وہ فقط توبہ سے معاف ہوتے ہین اور اسکی تین
شرطین ہین ایک یہ کہ اب اس گناہ سے بالکل دور رہے اور دوم یہ کہ جو ہو گیا اسپر شرمندہ و نادم ہو اور سوم یہ کہ پکا مضبوط ارادہ
ہو کہ آیندہ اب کبھی نہین کرونگا۔ جب یہ باتین پائی جاوین تو اسکی توبہ صحیح ہے انشاء اللہ تعالیٰ مقبول ہوگی انتہی مافی السراج و
قال الحافظ اور صحیح مسلم مین ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ پانچون نمازین اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک ان
گناہون کے مٹانے والی ہین جو ان کے درمیان مین واقع ہون جب تک کہ کبیرہ گناہون سے بچا رہے اقول اور قولہ تعالیٰ ان
تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم الآیۃ۔ سے بھی ایسا ہی ثابت ہوا چنانچہ اسکی تفسیر مین گذر چکا اور بعض علمار نے کہا کہ بعض
کبیرہ معاف ہونے کی بھی اُمید ہے اور شاید وجہ اختلاف یہ ہو کہ اول قول پر کبیرہ مانند فعل شرک و قتل ناحق و عقوق والدین
وغیرہ ہین تو بدون توبہ معاف نہ ہون گے اور قول دوم پر کبیرہ بہت ایسے حرام افعال کو شامل ہو جن کے کرنے والے کو عذاب کا
خوف دلایا گیا ہے۔ فی السراج۔ اور اس آیت کا سبب نزول وہ ہے جو ترمذی نے ابو الیسیر بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کیا
کہ میرے پاس ایک عورت آئی جسکے شوہر کو آنحضرت صلعم نے کسی لشکر مین مقرر کرکے جہاد کو بھیجا تھا اُسنے مجھ سے کہا کہ مجھے ایک
درم کے چھوہارے دیدو مجکو اسوقت وہ عورت بھلی معلوم ہوئی تو مین نے کہا کہ اس کوٹھری مین اس سے اچھے چھوہارے ہین وہ
میرے ساتھ اندر آئی تو مین نے اسکی طرف جھککر لپٹا کر اسکا بوسہ لیلیا لیکن مجھے خوف الٰہی آ گیا تو الگ ہو کر مین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس
آیا اور اُنسے یہ حال کہکر اپنے گناہ کی معافی کی راہ ڈھونڈی اُنھون نے مجھسے فرمایا کہ اپنا پردہ رکھ اور توبہ کر لے اور کسی کو خبر مت کر پھر مین پریشان حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اُنھون نے بھی یہی فرمایا تو نا چار مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور مین نے عرض کر دیا کہ مجھ سے یہ گناہ سرزد ہوا
آپنے فرمایا ارے تونے ایک مرد کی جو اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کو گیا اسکے پیچھے ایسی خیانت کی تو مجھے سخت خوف ہوا اور گھبرا کر مجھے تمنا ہوئی کہ

اش ہین اسی وقت مسلمان ہوتا اور مجھے یقین ہوگیا کہ مین دوزخی ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک جھکا لیا اور بہت دیر ہوگئی
یہان تک کہ آپ پر وحی نازل ہوئی جب وہ حالت رفع ہوئی تو مجھے بلایا اور یہ آیت پڑھی واقم الصلوة طرفی النہار وزلفا من اللیل ان الحسنات
یذہبن السیات ۔ ذلک ذکرى للذاكرين ۔ یعنی اور قائم کر نماز کو دونون طرف دن کے اور رات کے ٹکڑے مین ضرور نیکیان دور
کرتی ہین برائیون کو یہ نصیحت ہے متقیون کیلئے تو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ خاص اسی کے لئے ہے یا سب
لوگون کیلئے فرمایا کہ نہین بلکہ سب لوگون کیلئے ہے ۔ **قال الترمذی** ہذا حدیث حسن غریب ۔ وفی تفسیر الحافظ اور بخاری رح نے
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مرد اجنبی نے ایک عورت کا بوسہ لیکر گناہ کا ارتکاب کیا تھا اور حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو اپنے گناہ سے آگاہ کیا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی اقم الصلوة طرفی النہار الآیۃ ۔ اسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ میرے ہی لیے
خاص ہے یا عام فرمایا کہ میری تمام امت کیواسطے ہے ۔ اور مسلم رح نے اپنی صحیح مین روایت کیا کہ اسنے حاضر ہو کر عرض کیا کہ مین نے چار دیواری کے
باغ مین ایک اجنبیہ عورت کو پاکر اس سے سب کچھ حرکت کی بوسہ لیا اور چپٹایا مگر مین نے اس سے جماع نہین کیا تو مین اللہ تعالی کے
حکم پر اپنی جان سے حاضر ہون جو آپ چاہین وہ میرے حق مین حکم کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہین دیا وہ شخص چلا گیا
اور عمر رض نے کہا کہ اللہ تعالی نے اس شخص کی پردہ پوشی فرمائی تھی اگر یہ اپنا فعل خود چھپائے رہتا اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنی نظر اٹھائی اور فرمایا کہ اس شخص کو پھیر لاؤ لوگ اسکو واپس لائے تو آپنے اسکو یہ آیت پڑھ سنائی اقم الصلوة طرفی النہار الآیۃ
تو معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا اکیلے اسی کے لئے ہے فرمایا کہ نہین بلکہ سب امت کے لیئے ہے ۔ پھر شیخ نے مسند احمد و ابن جریر کی تفسیر
سے مانند روایت ترمذی مذکورہ سابق کے نقل کیا ولیکن اسمین حضرت ابوبکر رض کے پاس جانا مذکور نہین ہے اور لکھا کہ ابن جریر نے اپنے اسناد
سے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم کے حضور مین ایک مرد نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری جان پر وہ سزا پوری کیجیے جو
اللہ تعالی نے فرمائی ہے یعنی مین نے ایک عورت سے سوائے جماع کے مساس و بوسہ سب کیا ہے تو مجھے سزا دیکر گناہ سے پاک کیجیے آپنے
ایک یا دوبار عرض کیا مگر آپنے منہ پھیر لیا پھر مضطرب ٹھہرا رہا پھر نماز کا وقت آیا اور نماز پڑھی گئی جب نماز سے فراغت ہوئی تو آپنے
فرمایا کہ وہ آدمی کہان ہے اسنے عرض کیا کہ مین حاضر ہون فرمایا کہ تونے پورا وضو کیا تھا اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی اسنے کہا ہان فرمایا کہ تو
اب تو اپنے گناہ سے ایسا پاک ہے جیسے تیری مان نے تجھے جنی تھی مگر اب ایسا نہ کرنا اور اللہ تعالی نے نازل فرمایا قولہ اقم الصلوة طرفی النہار الآیۃ
اور شیخ رحمہ اللہ نے یہان مسند احمد سے یہ حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے نقل کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان اللہ قسم بینکم
اخلاقکم الحدیث یعنی جسطرح اللہ تعالی نے تمہارے درمیان تمہارے رزق تقسیم فرمائے یعنی نصیب مین مقدر کیے ہین ایسے ہی تم مین تمہارے اخلاق
تقسیم فرمائے ہین (یعنی ہر شخص اپنی قسمت کے موافق اخلاق نیک یا بد کا عامل ہو جاتا ہے) اور اللہ تعالی دنیا کو تو ایسے شخص کو بھی دیتا ہے
جسکو محبوب رکھتا ہو اور ایسے کو بھی جسکو محبوب نہین رکھتا جیسے کافرون و مشرکون کو دنیا کی ثروت بہت ہوتی ہے) اور دین نہین دیتا مگر اسی
جسے محبوب رکھتا ہو پس جسکو اللہ تعالی نے دین دیا اسکو محبوب کیا اللہ قسم اس پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے کہ کوئی مسلمان
نہین جبتک اسکا قلب و زبان سلامت نہ ہو اور کوئی مومن نہوگا جبتک کہ اسکا پڑوسی اسکے بوائق سے امن مین نہو ہم نے پوچھا کہ کیا بوائق
غشمہ و ظلمہ
آپنے فرمایا کہ اسکے فریب مکر و دھوکے سے اور اسکے ظلم سے خوف ہو اور کوئی بندہ مال حرام نہ کمائے گا کہ اسمین سے خرچ کرے تو پھر
برکت ہو اور صدقہ دیگا کہ نہ قبول ہو اور مرکر چھوڑ نہ جائیگا مگر جہنم کی طرف اسکا زاد راہ ہوگا (یعنی مال حرام کی کمائی مین کبھی برکت

نہ ہوگی اور اُسمین سے صدقہ ہرگز قبول نہوگا اور اگر ترکہ چھوڑیگا تو یہ اُسکا جہنم کی منزل کا توشہ ہوگا) اور اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے نہین مٹاتا ہے بلکہ بدی کو نیکی کرنے سے محو کر دیتا ہے اقول یعنی بدلیل قولہ ان الحسنات یذہبن السیآت۔ شیخ ابو عثمان النہدی سے روایت ہے کہ ہم حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھے اُنھون نے اسکی سوکھی شاخ پکڑکر ہلائی کہ پتے کھڑکھڑا کر گر پڑے پھر کہا اے ابو عثمان تو پوچھتا نہین کہ آپ کیون ایسا کرتے ہین مین نے پوچھا تو فرمایا کہ آنحضرت صلعم نے بھی میرے ساتھ ایسا ہی کیا تھا پھر فرمایا کہ مسلمان نے جب اچھی طرح وضو کیا پھر پانچون نمازین پڑھین تو اسکے گناہ اسطرح گر پڑتے ہین جیسے اس شاخ کے پتے گر پڑے اور یہ آیت پڑھی اقم الصلوۃ طرفی النہار الآیۃ - رواہ احمد۔ اور معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ کوئی خطا صادر ہوجاوے تو اُسکے پیچھے نیکی کر جس سے وہ محو ہوجائیگی اور لوگون کے ساتھ اچھی خصلت سے برتاؤ کر۔ رواہ احمد۔ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اگر کوئی خطا سرزد ہوجائے تو اُسکے پیچھے نیکی کر جو اسکو محو کر دیگی مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا نیکیون مین سے ہے کلمہ پڑھنا لا الٰہ الا اللہ تو فرمایا کہ یہ تو سب نیکیون سے افضل ہے - رواہ احمد۔ اور حضرت انس رضؓ سے مرفوع روایت ہے کہ جس بندہ نے رات یا دن مین کسی وقت لا الٰہ الا اللہ کہا تو ضرور اسکے نامۂ اعمال مین سے برائیان محو کر دی جاینگی اور اُسکی جگہ بھلائیان برابر قائم ہونگی۔ رواہ ابو یعلی۔ اور حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کوئی خواہش و مالوف چیز نہین چھوڑی بغیر کئے ہوئے تو فرمایا کہ بھلا تو گواہی دیتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ و محمد رسول اللہ اُسنے عرض کیا کہ مین دل سے یقین جانتا ہون فرمایا کہ تو یہ کلمہ ان سب پر حاوی ہوگا۔ رواہ البزار۔ مترجم کہتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ دل اسوقت اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی سے تسکین پاوے اور سب چیز کی خواہش و اچھائی نکلجائے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و کمال صفات کا اثر دل پر پیدا ہو اور جو اچھے لوگ ہین وہ تو اس پاک کلمہ کے وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے تمام مخلوقات کو دل سے محو کر دیتے ہین پھر اسکی عظمت و جلال کے سوائے خود اپنے آپ کو بھی نہین دیکھتے ہین خلاصہ یہ کہ پڑھنے سے دو باتین ہین ایک یہ کہ زبان سے اچھی قرأت ان الفاظ کے ادا کرنے مین پیدا ہو جسکو کان خوشی سے سنین تو یہ جہالت کا خیال ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اسکے مضمون سے دل کے کان کھلین اور جب یقین بھر جاوے کہ بس معبود وہی اللہ عز و جل ہے ماسوائے اسکے سب مخلوق مجبور ہے کوئی بھی معبود نہین بس جو صفات اللہ تعالیٰ مین ہین ان مین سے کوئی بھی کسی مین نہوگی اور جو حمد و ثنا و تعظیم اسکی شان عالی و جلیل کیواسطے ہے وہ ذرہ برابر بھی کسی کیلئے نہین ہے پھر یقین قطعی ہوگا کہ اسکے جلال و عظمت کو آسمان و زمین و پہاڑ نہین اُٹھا سکتے تو کون اُٹھا سکتا ہے پھر خود اپنے آپ کو فانی اور ہیچ و ناچیز جان جائیگا پس جب اسطرح یہ کلمہ طیبہ پڑھے تو بڑی نیکی ہے ضرور بحکم حدیث اس کے گناہ مٹ جاوینگے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ پھر چونکہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ملائکہ کی طرح انسان کو بے روک ٹوک کے میسر نہین ہے کیونکہ انسان ایسی جگہ مین پیدا ہوا ہے جو طرح طرح رنج و موذی چیزون سے بھری ہے اور اسطرح پیدا ہوا کہ اسکا پیٹ کھانے پینے کی خواہش کو اور آنکھین سونے کو و بدن آرام طلبی کو متقاضی و ہر عضو اپنی خواہش کا طالب ہے اور نفس جبتک پاکیزہ نہ ہو طرح طرح کی خراب خواہشون پر آمادہ کرتا ہے اور سب سے بڑھکر شیطان دشمن ہے جو دماغی قوی کو تخیلات و اوہام و بزدلی وغیرہ کے وسواس دلاتا ہے اور دل سے ذرہ برابر غفلت ہونے پر یقین مٹاتا رہتا ہے اور آدمی دوسرون کو دیکھکر ہل جاتا اور عجائب دیکھکر جھک پڑتا ہے خصوص جبکہ شیطانی راہ سے اسکی سلیع قوم کو ایسی ایسی صنعتین و کاریگری سوجھتی ہین جس سے دنیا مین خوب تجمل و آرائش میسر ہو اور تمام دنیا انھین کی سلطنت اور

کیلئے بہشت ہو تیار ہے تو جبتک آدمی خوب یقین کے ساتھ آراستہ و آخرت ہی کو جنت و نعمت وا اپنا گھر نہ سمجھتا ہو تب تک ممکن نہین کہ قوم کی طرف رجوع نہ ہو جاوے اور اگر یقین کامل سے اسکو دین ملا اور اللہ تعالی کا محبوب ہوا تو اسپر اپنے اعضاء کی خواہشین و شہوات لب ہون گی اور حدیث صحیح مین مضمون وارد ہے کہ اگر آدمی سے منع کیا جاوے کہ ساہی کے بھٹ مین نہ گھسنا تو منع کرنے سے خواہ مخواہ سکا دل لگا رہیگا کہ کسی طرح گھسکر دیکھون تو کیا بات ہے اسوجہ سے دین ہرچند بہت آسان ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ نماز مین مشقت کیا ہے لیکن پھر بھی اسپر بہت گران ہو جاتی ہے جب تک مرتبہ احسان کو نہ پہونچے کیونکہ اس مرتبہ پر نماز نہایت ہی خوب ہے چنانچہ آنحضرت فرماتے کہ قرۃ عینی فی الصلوۃ میری دونون آنکھین نماز مین ٹھنڈی ہوتی ہین لہذا ابتدا مین آدمی ضرور اپنے نفس پر مشقت سمجھکر گوارا کرے اور شرع پر مستقیم ہو یقین کے ساتھ آخر مرنا برحق ہے اور اسیواسطے اللہ تعالی نے آنحضرت صلعم کو خطاب فرما کر امت کو نصیحت فرمائی بقولہ - وَاصْبِرْ اور تو صبر کر یعنی استقامت پر قائم رہنے کی مشقت مین صبر کر اور طغیان سرزد نہ ہونے پر اور ظالمون کی طرف مائل نہ ہونے سے نفس کی تنگدلی پر صبر کر بعض نے کہا کہ جس کام کے کرنیکا حکم ہے اسی کی مشقت پر صبر مراد ہے کیونکہ جس سے ممانعت ہے اس سے باز رہنے مین کچھ مشقت نہین ہے اقول یہ بالکل وہم ہے کیونکہ بسا اوقات ممنوعات سے باز رہنا نفس کو نماز ادا کرنے سے زیادہ شاق ہوتا ہے خصوص جبکہ ایسے سامان موجود ہون جنکے ذریعہ سے فسق و فجور کا اسباب بآسانی ممکن ہو یا زیادہ تر سامان مہیا ہون اور جو کوئی خوف الہی رکھتا ہے نفس کو مضمحل و مجبور کرکے باز رہے اور یہ مامور کے ادا کرنے سے زیادہ شاق ہے اور ظاہرا قائل مذکور نے اعمال قلب و باطن کو دین نہین سمجھا صرف ہاتھ پاؤن وغیرہ جوارح ظاہرہ پر مدار رکھا اور یہی منشا غلطی کا واقع ہوا حالانکہ دین کا بڑا جزو اعمال قلبی سے متعلق ہے از انجملہ نیت تو ہر فعل کے ساتھ لازمی ہے جیسے خلوص وغیرہ لطف فافہم - اور یہ خطاب بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مقصود امت ہین پھر بطور دلیل کے اس صبر کے حسن و ثواب کو فرمایا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ - کیونکہ اللہ تعالی مرتبہ احسان پر عبادت کرنے والون کا اجر ضائع نہین فرماتا یا نیکوکارون کا ثواب نہین کھوتا اور مراد اس سے واقعی نیکی ہے حتی کہ جو شخص دل سے بد اعتقاد ہو تو اسکی نماز واقعی کچھ نہین اور جو دکھلانے کو پڑھے وہ بھی باطل اور جو حرام کھانے و کپڑے کے ساتھ یا بغیر وضو یا بدون نیت وغیرہ پڑھے وہ بھی واقعی نہین ہے اقول کبھی مسلمانون کے ساتھ نہانے کے شریک ہوتے ہین جنکو دنیا کا لالچ ہے انکو اسکا عوض دنیا مین مل جاتا ہے ولیکن آخرت کے اجر والون کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہین ہے - ف

فی العرائس قولہ تعالی واقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل الآیۃ - اسکے اشارات سے یہ بات ثابت ہے کہ اہل مشاہدہ اپنی اوقات کو ان پانچ وقتون مین فریضہ طور پر محفوظ رکھین تاکہ مراقبہ سے اعلی درجات و قربات پر واصل ہون پس دن کے دونون طرف مجلس ذکر و مراقبہ مین بیٹھنے سے سر باطن سے مشاہدہ ہوگا اسلئے کہ درمیان مین کثرت سے دن مین فتور و غفلت واقع ہوتی ہے تو دونون طرف دن مین عبادت سے یہ سب میل جاتا رہیگا اور صفائی حاصل ہوگی اور یہ سب بمقتضائے رحمت ہے اور رات مین سے اس کا پہلا حصہ لیا تاکہ ذکر کی حلاوت و صفائی و ولولہ عشق و محبت کا اثر دن تک باقی رہے اور آدمی غافل نہ ہو اگرچہ نیند مین سو جاوے پس جب ان کے اوقات رات سے اور رات کے دن سے مل گئے اسطرح کہ وسواس کی مجال بیچ مین نہ رہی تو دل سے خطرات و اسکی تاریکی و خواہش فانیہ وغیرہ سب دور ہوئے بقولہ ان الحسنات یذہبن السیات پس مشاہدہ کے نور سے شیطانی معارضہ نہین رہتا اور کشف جمال کے آگے اوہام و خیال کو مجال نہ رہی اور حسنات توحید و معرفت سے گمان و وہم جسکی مخلوق پابند ہے زائل ہوئے اور یہ امر جو مذکور ہوا اہل ذکر و اخلاص و مراقبہ و معرفت کو خوب روشن ہے کیونکہ وہ ہمیشہ یاد والے ہین غافل نہین ہین قد قال تعالی ذلک ذکری

للذاکرین - شیخ ابوعثمان رح نے فرمایا کہ اوقات وساعات اللہ تعالیٰ کی یاد کیلئے علامات ہین تاکہ غفلت سے بیدار و دنیا سے عبرت حاصل رہے تو جس شخص کے اوقات وساعات غفلت مین گزر جاوین وہ یقین کرے کہ اسکا دل مر گیا کیونکہ ہر وقت اسپر فرض لازم ہی یا سنت یا کوئی نفل اور ان سب مین اسنے غفلت کی تو کرنیوالا یعنی دل مردہ ہے واسطی رح نے کہا طاعات کے انوار سے معاصی کی کدورت زائل ہو جاتی ہی اقول یہ اشارہ ہی ورنہ منصوص ہی کہ معاصی خود میٹ دیئے جاتے ہین اور وجہ اشارت حدیث صحیح ہی کہ معصیت سے دل پہ سیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہی اور توبہ نکرنے سے یہان تک بڑھ جاتا ہی کہ تمام دل گھیر لیتا ہے پس روشنی اصلی جاتی رہتی ہے اور نیکی نہین سماتی اور اگر توبہ کرلے تو رفتہ رفتہ سیاہی دور ہوتی جاتی ہے پس معلوم ہو گیا کہ نیکیون کی روشنی سے گناہون کی تاریکی زائل ہو جاتی ہی بعض نے کہا کہ جب بندہ اپنے اوپر ہر نعمت کو حتی کہ بندگی کی توفیق کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل جانتا ہے تو اسکو اپنا فعل کچھ بھی ملحوظ نہین رہتا ہے - ابوعثمان نے فرمایا کہ مخلوق کے ساتھ نیک گمان کرنیسے کدورت و غیبت جاتی رہتی ہی اور اُن پر شفقت نصیحت و ترس آجاتا ہی اور یہ اسکو نصیحت مفید ہو گی جو توفیق سے اس لائق کیا جاوے یحییٰ بن معاذ رح نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کیلئے گناہ پر راضی نہ ہوا یہانتک کہ اسکو چھپا دیا اور چھپانے پر بھی خوش نہوا یہانتک کہ بخشدیا اور بخشنے پر بھی خوش نہوا یہان تک کہ گناہ کی ماہیت بدل دی اور بدل دینے پر بھی راضی نہوا یہان تک کہ اسپر ثواب دیا چنانچہ مومن تو وہی تھا کہ اسکو نیکی و استغفار کی توفیق دی ہی پھر یہان فرمایا کہ ان الحسنات یذھبن السیئات - اور حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ مومن کا گناہ ایکدو مرتبہ چھپا دیتا ہے اور مغفرت مانگنے پر بخشدیتا ہے اور دوسری آیت مین فرمایا فاولٰئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات - اور بعض نے فرمایا کہ توبہ کی نیکی سے خطا کاری کا گناہ مٹ جاتا ہے اور کہا گیا کہ عرفان حاصل ہونے سے عصیان کا گناہ مٹ جاتا ہے اور کہا گیا کہ رحمت الٰہی سے جرم بندہ زائل ہوتا ہے - پھر چونکہ حفظ اوقات و پاس انفاس اور ہجوم انوار عظمت سے اہل مشاہدہ و مجاہدہ کے نفس پر بار عظیم واقع ہوتا ہے باوجودیکہ اعضا و جوارح کے کام دین حنیفیہ مین نہایت آسان ہین مگر حق امانات و نعمتہاے مشاہدات کا بار نفس سرکش شہوت پرست پر ایسا شاق ہی جسکا نمونہ آسمان و زمین و پہاڑون کی امانت اٹھانے کے انکار سے ظاہر ہے لہذا نفس کو صابر رکھنا فرض ہے چنانچہ صریح حکم فرمایا بقولہ واصبر فان اللہ لایضیع اجر المحسنین اور اسکے اشارات مین سے یہ ہی کہ مجاہدہ و مکاشفہ مین مذموم خطرات ایسے زبردست وارد ہوتے ہین کہ محض مذموم ہین انکے دور رکھنے مین نفس کو صابر رکھنا چاہیئے اقول صحیح مین ہی کہ صحابہ رض نے عرض کیا تھا کہ ہم کو ایسے خطرات آتے ہین کہ انکا زبان پر لاکر عرض کرنا ہم کو نہایت گران معلوم ہوتا ہے فرمایا کہ تم انکو برا و مذموم جانتے ہو تو یہی عین ایمان ہی پس معلوم ہوا کہ خیر الخلائق صحابہ ان خطرات سے محفوظ نہ تھے اور عوام تو خود ہی نفس و شیطان کی پیروی مین بسر کرتے ہین ان پر ایسے خطرات و وساوس لانے کی شیطان کو ضرورت نہین ہی اور شیخ نے دوسرا اشارہ لکھا کہ تجلی کبریا کی گرانی مین متحمل ہونا چاہیئے کہ بدلہ جود فانی سے حصول دیدار باقی عزوجل اور بقا ربقا حق ہی بعض نے کہا کہ جو طاعات پر مستقیم ہوا اور نفس کو مضبوط رکھا وہ گناہون سے بچا رہتا ہی اقول بدلیل قولہ - ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر - اور نیت صادقہ سے اجر عظیم کا امیدوار ہو گا بعض نے کہا کہ ذکر پر صبر کرنا چاہیئے کیونکہ جو کوئی سچے طور پر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہی اسکو اللہ تعالیٰ یاد فرماتا ہے چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ جب بندہ مجھے اپنے دل مین یاد کرتا ہی تو مین بھی اسکو اسی طرح اپنے ملائکہ سے مخفی یاد فرماتا ہون اور یہ نعمت عظیم ہی - قال المترجم واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ عزشانہ کی بارگاہ اعلیٰ واجل ہے کہ تمام مخلوق بادشاہ سے فقیر تک اُس کے پیدا کیئے ہوئے ذلیل و خوار بندے ہین تو اُس سے

کرنیوالے کو ادب ملحوظ رکھنا فرض ہے اور خود پاکیزہ ظاہر و باطن ہو کر حاضر ہوئے اور دل سے یاد کرے جس کے ساتھ زبان بھی جنبش کرے اور وسواس
دخل نہ دیوے تو اس کرامت عظمیٰ کا مستحق ہوا اور اسطرح تھوڑی دیر بہت اچھی ہے بہ نسبت تسبیح لوٹنے کے۔ اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ بنی اسرائیل کے فاسقوں و بدکاروں سے کہدے کہ مجھے یاد نہ کیا کریں اس حالت میں کہ غافل دل سے بدکاری
کے خیال میں ہیں ورنہ میں اُن پر لعنت کرتا ہوں اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر دنیاوی بادشاہ کے روبرو بیٹھکر ایک شخص اس سے بک بک
کرے اور نظر اپنی اسکے منقش دیواروں کی طرف اور منہ دوسرے کی طرف رکھے تو بادشاہ اس سے نہایت ناخوش بلکہ بے ادبی پر سخت
سزا دیگا تو بھلا حضرت ذوالجلال والاکرام کی شان عظمت و کبریائی کی تو کیونکر تعظیم بجا لاتا ہے جسنے تمام آسمان و زمین پیدا کیئے و یہ بادشاہ
سکے ناچیز مجبور حقیر بندے ہیں۔ فافہم واللہ تعالیٰ ہو الموفق والہادی۔ حاصل اس مقام کی آیات کا یہ ہے کہ بندہ جب استقامت پر ہو
ور حق تعالیٰ کے احکام میں طغیان نکرے اور جیسا خود ظلم نہ کرے ویسے ہی ظالموں کی طرف مائل نہوا اور طاعات پر مضبوطی کیساتھ
امید ثواب عظیم قائم رہے کیونکہ یہ اُمیدواری بھی خود طاعت ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال رہتی ہے اور آنحضرت صلعم کو تمام
مت کیلئے ہادی و مرشد قرار دیا اسکے بعد پھر اگلی اُمتوں کا تذکرہ فرمایا کہ ان میں کوئی ایسا نہ رہا کہ آپس میں ایک دوسرے کو ظلم و بدکاری
سے منع کرے جن کا کہنا مانا گیا۔ لہذا اس طرح عذاب سے ہلاک ہوئے بقولہ تعالیٰ۔

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ
سو کیوں نہ ہوئے اُن سنگتوں میں تم سے پہلے کوئی لوگ جن میں اثر رہا ہو کہ منع کرتے بگاڑنے سے ملک میں
إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ۝
مگر تھوڑے جو ہم نے بچا لیئے اُنمیں سے اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے اسی راہ جسمیں عیش پایا اور تھے گنہگار
وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ۝
اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ہلاک کرے بستیوں کو زبردستی سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں

واضح ہو کہ نظام عالم دو طرح قائم ہے اول یہ کہ جو لوگ تمام روئے زمین پر آباد ہیں قانون عدل کے موافق اپنے اہل عقل و دانش و حکمت
کی رائے پر چلیں حتی کہ جانوروں کے ساتھ بھی ترحم رکھیں۔ دوم نظام شریعت آلٰہی ہے پس اعلیٰ طریقہ جو دونوں پر عامل ہوا اور اگر فقط اول
پر عمل کرے تو دنیاوی نظام قائم ہوگا اور فقط دوم ہو تو فساد برپا ہوگا پھر افسوس کہ اول و دوم دونوں میں فساد ہے خلیل سے
نقل ہے کہ قرآن مجید میں سوائے سورہ صافات کے جہاں کلمہ لولا آیا ہے اسکے معنی ہلّا ہیں یعنی کیوں نہیں۔ اور زمخشری نے کہا کہ یہ حکایت
ٹھیک نہیں اُتری کیونکہ صافات کے سوائے دیگر آیات میں مثل قولہ لولا ان تدارکہ نعمة من ربہ اور قولہ لولا رجال مومنون و نساء مومنات اور
قولہ لولا ان ثبتناک لقد کدت الآیہ میں لولا بمعنی ہلّا نہیں ہے کذا فی السراج۔ اولو بقیة اے صاحبان خیر و فضل و تقویٰ۔ کیونکہ بقیہ بمعنی فضیلت
و خیر ہے اور یہ اسلیئے ہوا کہ آدمی جو کچھ اپنے واسطے رکھ لیتا ہے وہ اچھا و عمدہ رکھکر باقی نکالتا ہے پھر خوبی و عمدگی میں مثل ہوگیا چنانچہ کہنے لگے
کہ فلان بقیة القوم ہے یعنی اس قوم کے سب ردی و قابل نکال باہر کرنے کے ہیں صرف فلان اچھا و افضل ہے اور شاید بقیہ بمعنی تقویٰ ہو
جیسے تقیہ بمعنی تقویٰ تو اولو البقیہ بمعنی صاحبان بقار ہوا اور مراد یہ ہے کہ ایسے لوگ جو اپنی جان کو عذاب و غضب آلٰہی سے باقی و بچائے رہیں
قولہ تعالیٰ۔ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ ۔ یعنی یہ اُمتیں جن کے اخبار ہم نے بیان کیئے اور عذاب سے

آخر ہلاک کردی گئین نہین تھے ان امتون مین جو تم سے پہلے ہلاک ہوئین صاحبان فضل و خیریت ایسے کہ ۔ یَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ ۔ منع کرتے لوگون کو زمین مین فساد کرنے سے ۔ یعنی یہ اُمتین جو تم سے پہلے عذاب سے ہلاک ہوئین اُن کی یہ حالت تھی کہ ان مین نیکی کرنیوالے اور علم وعمل والے لوگ ایسے نہ تھے جو ان لوگون کو کفر وشرک و بداعمالی وگناہون کے سبب زمین مین فساد کرنے سے روکتے ۔ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ لیکن تھوڑے لوگ ایسے تھے جو منع کرتے تھے وہ ایسے مغلوب تھے کہ قوم کے لوگ انکو نہ مانتے اور یہ بڑھکر نافرمانی تھی کہ سیدھی راہ بتلانے والے کو دشمن جانین اور ذلیل وخوار کرین پھر اُن کا پتا بتلا دیا ۔ بقولہ مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۔ وہ لوگ ہین کہ ہم نے اس قوم مین سے نجات دیدی وقت عذاب نازل کرنے کے کیونکہ وہ لوگ شرک وعصیان کے فساد سے منع کرتے تھے تو وہ عذاب سے محفوظ رہے نظیر اُن کی اصحاب السبت کا قصہ ہو چنانچہ تین فریق مین سے منع کرنیوالے اور الگ ہوجانیوالے بچ رہے اور نافرمان عذاب مین گرفتار ہوئے اور حاصل یہ ہو کہ اگلی اُمتون پر جو عذاب آیا اسکا سبب دو امر تھے ایک یہ کہ ان مین ایسے لوگ تھے جو شرک وعصیان سے منع کرتے لیکن تھوڑے لوگ ایسے تھے جو حق پر قائم تھے انکو ہم نے نجات دیدی اور دوسرا سبب عذاب یہ تھا کہ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ ۔ اور پیروی کرتے رہے وہ لوگ جنھون نے اپنی جانون پر اور غیرون پر ظلم کیا تھا اُن شہوات کی جو ان کو فراخی سے دی گئی تھین یعنی سب قوم ظالم اپنی خواہش نفس کی پیروی مین دنیاوی نعمتون مین اترانے لگے ۔ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۔ اور تھے مجرم یعنی دنیاوی چیزون کی خواہش مین موافق شرع کے نہین چلتے تھے یا جو جی چاہتا تھا وہ شرک ومعصیت کرتے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ رہتے تھے کیونکہ دنیا کی طیبات لذیذہ کھانا پینا وغیرہ شرع مین بالکل منع نہین ہو بلکہ اُسکے استعمال مین حلت وحرمت کے احکام متعلق ہین پس اُنہین موافق حکم الٰہی تصرف کرے اور اسکی طاعات ادا کرے ولیکن اُنھون نے اپنی خواہشون کے موافق مجرم ونافرمان ہوکر اسراف کیا اور اترانے لگے تو اُن پر عذاب الٰہی آیا کہ بالکل نعمتون سے ہمیشہ کیلئے محروم ہوگئے نعوذ باللہ من عذابہ ۔ اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ آدمی جہالت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرکے اپنے آپ کو اچھا جانتا ہے اور نعمتون دنیاوی کے سبب یہ خیال دوڑاتا ہے کہ ہم لوگ بڑے نیک ہین جبھی ہم کو سلطنت وبادشاہت ومال ومتاع ودانائی وعقل دی گئی ہو ولیکن فی الحقیقت انکو معرفت الٰہی سے خبر نہین و آخرت سے منکر اور شہوات نفس مین اتراتے ہین اور ہلاک ہوکر ظلم کا وہم کرتے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان مین ظلم متصور نہین ہو قال تعالیٰ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ ۔ یعنی جس شہر والے شرک وفساد سے پاک صالح ہون انکو اللہ تعالیٰ ہلاک نہین کرتا ہے کہ ظلم کی صورت سمجھی جاوے بلکہ یہ لوگ درحقیقت بڑے مفسد تھے اور دوسرا طرح مین یہ معنی بیان کیے کہ اور نہ تھا تیرا رب کہ تباہ کردے ان شہرون کو ان کے شرک کے سبب ۔ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۔ درحالیکہ اُسکے رہنے والے آپس مین اصلاح پر ہون یعنی کوئی قوم خالی مشرک ہونے کی وجہ سے ہلاک نہین کی جاتی ہو جبکہ وے آپس مین اصلاح کرتے رہین اور معاملات مین مصلح ہون پس خالی شرک کے اعتقاد رکھنے سے ایسا عذاب نہین آتا کہ بالکل تباہ کردیے جاوین بلکہ ایسا عذاب اسوقت نازل ہوتا ہے کہ جب انکا برتاؤ آپس مین ظلم وایذا کا ہو چنانچہ جن قومون کا قصہ عذاب سے ہلاکت کا نقل ہوا اُن سے اللہ تعالیٰ نے معاملات مین ظلم وایذا کا معاملہ بیان فرمایا ہے لہٰذا بعض نے کہا کہ حقوق الٰہی کا مبنی چشم پوشی وسہولت پر ہو اور بندون کے حقوق کا مبنی ضیق وبخل پر ہے اور اثر مین مروی ہے کہ بادشاہت کفر وشرک کے ساتھ باقی رہتی ہے اور ظلم کے ساتھ نہین رہتی ہے انتہی ۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ غنی ہو اسکو بندون کی طاعت ومعصیت سے پروا نہین ہو اگرچہ شرک اسکو پسند نہین ہے

تو آخرت اسکو نہ ملیگی اور دنیا بھی اسکے نزدیک محض بے قدر و ناپسندیدہ ہے تو مشرک کو یہ دنیا دیدی گئی - بخلاف ظلم و ایذا رسی کے کہ اسمین
بندون کے حقوق متعلق ہین اور وے سب اللہ تعالی کی مخلوق ہین تو جو کوئی ان پر ظلم کرے ہلاک ہو جیسے قوم شعیب لوگون کا مال
مارتے اور ظلم کرتے تھے اور قوم لوط والے لوگون کی اولاد کو بے حیا و زنانہ بناتے تھے بالجملہ مشرک قوم جو خلاف رائے کے شہوات مین گرفتار
ہو تو وہ ضرور ظلم کریگی جس سے لوگون کی جان و مال پر سخت خطرہ ہوتا ہے ورنہ جو قوم مشرک کہ ظلم و ایذا رسی سے بچے اور لوگون مین معاملات
مین صلاح رکھے وہ دنیا کی بادشاہت پاویگی چنانچہ اس آیت کریمہ کی تصدیق اسوقت روبرو موجود ہے حتی کہ جو قومین اسلام کا دعوی کرتی
ہین ظلم و اتباع شہوات مین گرفتار ہین انکو دنیاوی حکومت مخلوق سے زوال ہے اور بعض مشرک قومین صلاح و انصاف پر آمادہ
ہین انکو روز بروز ترقی ہے حضرت جریر البجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پوچھی
جاتی تھی تو مین نے آپکو فرماتے سنا کہ اہلہا مصلحون کے معنی مین فرمایا کہ وے لوگ آپس مین ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرتے
رواہ الطبرانی وابو الشیخ وابن مردویہ والدیلمی - حاصل کلام یہ ہو کہ اللہ تعالی کسی قوم کے ساتھ ایسا برتاؤ نہین کرتا جو ظلم کی صورت پر ہو
جس حال مین وے صلاح پر ہون یا کسی قوم کو فقط ظلم یعنی شرک کی وجہ سے بالکل ہلاک و تباہ نہین کر دیتا درحالیکہ دنیا مین برتاؤ مین انصاف
واتفاق سے رہتے ہون ایذا و آزار خلق انکا شیوہ نہ ہو بلکہ دنیاوی زندگی بھر ان کو اسی حال پر چھوڑتا ہی اگرچہ وے مشرک کافر
ہون تو اگلی قومین جن پر عذاب نازل فرمایا وہ صرف شرک و کفر کی وجہ سے نہ تھا بلکہ انھون نے اترانا شروع کیا اور شہوات نفس کی
پیروی مین جو چاہا وہ کیا اور ان مین امن و انصاف جاتا رہا لوگ ظلم کرنے لگے اور ان مین کوئی ایسا نہ رہا جو دین حق پر ہو یا ایسے لوگ
نہ رہے جو عوام کو راہ راست پر مصلحت کے موافق اپنی رائے و مشورہ سے چلا دین اور سب کو ایک صلاح پر رکھین مگر تھوڑے لوگ ایسے
تھے جن کا کہنا نہین چلتا تھا تو عذاب آیا اور یہ لوگ بچائے گئے کہ انکو حیات دیدی گئی - ظالم کا قطع - اسی واسطے اللہ تعالی نے اس امت مرحومہ
کے واسطے فرمایا ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الآیۃ یعنی تم مین سے ایک گروہ ایسا ہو جو نیکی کی طرف بلاوین اور معروف کا حکم کرین اور منع
سے روکین تا آخر - اور احادیث بکثرت وارد ہین کہ آنحضرت صلعم نے ان میں باہم تاکید فرمائی ہے کہ تم لوگ آپس مین نیکیون کے بجالانے کا حکم
اور ممنوعات سے منع کرتے رہو ورنہ اللہ تعالی تمہارے دلون مین پھوٹ ڈالیگا کہ تمہارے نیکون کی دعائین قبول نہ ہونگی اور سب تعمیم اسکی دلیل
واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیۃ - اور قولہ کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ الآیۃ کی تفسیر مین گذر چکی ہو - قف فی العمر
قولہ تعالی وما کان ربک لیہلک القری بظلم واہلہا مصلحون - اس آیت کے اشارت مین شیخ نے لکھا کہ ظاہری تفسیر مصلحون مین کہا گیا کہ منصف بعضہم
بعضا یعنی آپس مین ایک دوسرے سے برتاؤ و معاملات مین انصاف کرتے ہون کوئی کسی پر ظلم نہ کرنے پاوے انقل وہی طبرانی وغیرہ
کی حدیث جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور خاص اشارہ سے یہان یون لیا گیا کہ قری عارفون کے دل
ہین اور اہل القری ارواح قدسیہ ہین اور معنی یہ ہوئے کہ جب یہ ارواح اپنے نفوس امارہ سے مخالفت کرتے ہین تاکہ یاد آلہی و طاعات
مین نفس امارہ کچھ خلل نہ ڈال سکے تو یہ قلوب ہلاک و برباد نہین ہوتے یعنی برابر ان مین تجلیات قدسی وارد ہوتے ہین اور انوار
مشاہدہ و قربت سے نورانی رہتے ہین اور ان کو قدرت کے نزول و خطرات و وساوس کے داخل ہونے سے ویران نہین فرماتا ہے اشارہ
دوم یہ کہ جو لوگ پورا یقین رکھتے ہین اور اپنے پروردگار سے محبت صادقہ رکھتے ہین اور عارف بندے ہین اللہ تعالی ان قلوب کو
خراب نہین فرماتا جبکہ انکے نفوس امارہ مطمئن ہون یعنی بحکم قولہ تعالی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب وہ یاد آلہی مین مطمئن ہون پھر اگر بعض خواطر

تو وساوس کا گزر بھی ہوا تو حق تعالے اُن کے اسرار کو مشاہدہ حال سے محجوب نہیں فرماتا فقولہ ظلم یعنی تھوڑے ظلم و بعض خطرات سے محروم نہیں کرتا ہی
اور تیسرا اشارہ ہو کہ قلوب پر اللہ تعالی کی شان سے ظلم نہیں ہے کیونکہ وہ ظلم سے بالکل پاک ہے اور اگر بفرض محال اسکی طرف سے ظلم متصور بھی
ہوتا تو بندگان مقبول و صالحین پر وہ ظلم نہیں فرماتا کیونکہ ازل میں اسنے انکو اپنی معرفت کیلئے منتخب فرمایا چنانچہ کشف صفات سے اُنکو
ذات کی معرفت عطا فرمائی پس صلاحیت اُن میں برابر باقی رہی بعض نے کہا کہ جو عذاب میں گرفتار ہوا اور اپنے گناہوں ہی کے عوض
پکڑا گیا اور جسنے طاعت الٰہی کو اپنے اوپر لازم کر لیا وہ دونوں جہان کی آفات سے محفوظ کر دیا گیا - شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ عاجزی
سے گڑگڑا کر ہر دم اللہ تعالی کی طرف رجوع لانا یہی صلاحیت ہو - انتہی - واضح ہو کہ اگر مشرک قوم اسوجہ سے کہ باہم تصفیہ کر کے
معاملات کو صلاح کی صورت پر رکھتے ہیں دنیا میں دولت و مال بلکہ سلطنت پا دین تو یہ دنیا ایک ملعون چیز ہے جو ان کے اعمال کا عوض
اُن کی خواہش پر انکو دیدی گئی اور دنیا میں عذاب نہ کیا گیا لیکن آخرت میں اُن کے لئے سوائے جہنم کے کوئی ٹھکانا نہیں ہے اسوجہ
سے کہ انھوں نے وہاں کے واسطے توحید و معرفت و طاعات سے کوئی ذخیرہ نہیں جمع کیا - پھر اگر تجھکو یہ وہم ہو کہ اُن کو ہدایت کیوں
نہیں دی گئی تو آگاہ ہو کہ اسکا جواب دو باتوں پر موقوف ہے اول یہ کہ تجھکو یہ معلوم ہو کہ صفات الٰہی تقدس و تعالی کی ماہیت و کنہ
کیونکر ہے اور دوم یہ کہ تمام مخلوق کے پیدا کرنے میں اسکی حکمت کیونکر ہے - اب ظاہر ہے کہ اسکی ماہیت سے آگاہی مخلوق کو محال ہے
اور جبکہ اسکی صفت ہو تو حکمت سے آگاہی بھی محال ہے چنانچہ کوئی شخص یہ جواب نہیں دیسکتا کہ آسمان سات سے زائد یا ستارے اس سے
کم یا زائد کیوں نہیں پیدا کئے اور زمین سے اسقدر دور کیوں ہیں ہاں اسقدر ضرور معلوم ہے کہ خالق عز و جل نے جسوقت کسی مخلوق کو
پیدا کیا وہ جاہل نہ تھا کہ یہ کیسے کام کریگا پھر دنیا میں اس مخلوق سے علم الٰہی کے خلاف نہیں واقع ہوسکتا ورنہ نعوذ باللہ لازم آئیگا
کہ وہ علم دروغ تھا جب یہ یقینی بات ہے تو تجھکو اسی قدر پر اطمینان ہو اور یہی تقدیر اور یہی حکمت الٰہیہ ہے چنانچہ اللہ تعالی عز و جل نے اسی سے آگاہ فرمایا فقولہ تعالیٰ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝

اور اگر چاہتا تیرا رب کر ڈالتا لوگوں کو ایک راہ پر اور ہمیشہ رہتے ہیں اختلاف میں

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ

مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے اور اسی واسطے اُن کو پیدا کیا ہے اور پورا ہوا لفظ تیرے رب کا کہ البتہ بھروں گا

جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے -

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً - اور اگر تیرا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک اُمت کر دیتا - یعنی
اللہ تعالی قادر ہے کہ چاہتا تو سب کو ایک ہی ملت ایمان پر یا ملت کفر پر مجتمع و متفق کر دیتا - وفی السراج ایک ہی ملت کر دیتا اور
وہ اسلام ہے اور یہی بیضاوی میں ہے اور اس آیت میں صریح دلالت ہو کہ ایمان پر ہونا اللہ تعالی کے چاہنے و کرنے سے ہوتا ہے اور
اُسنے ہر ایک کا مومن ہونا نہیں چاہا اور جب آدمی سمجھ کے ساتھ غور کرے تو دنیا میں یہ عجب حال دیکھے گا کہ کسی تدبیر سے ان سب کا دل
سے ایک راہ پر ہونا ممکن نہیں اور ہر فریق اپنے کو حق پر اور دوسرے کو باطل پر جانتا ہے اور آخر اسی ملت پر مرجاتا ہے اور دوسرے
کی بات نہیں مانتا اگرچہ وہ حق کہتا ہو پھر اگر اسکی سمجھ کا قصور ہے تو شاید معتزلہ کے قول پر یہ وہم ہو کہ یہ رحمت کاملہ الٰہی سے دور ہے

کہ اس بیچارے کو دوسرے کی سی سمجھ کیوں نہ دی اور اگر دی تھی اور اس نے اپنے آپ علم نہ پڑھا اور سمجھ بگاڑی تو جس نے اس کی ذات
کو پیدا کیا وہ ضرور قادر تھا کہ اسکی صفت علم کو پورا کر دے اور تدبیر کرلے میں اگر اسکا قصور ہے تو خالق عزوجل قادر تھا کہ وہ تدبیر
مثل دوسرے کے پوری کرے بیشبہ جب خالق علیم و خبیر نے اسکو پیدا کیا تو اس سے پہلے جانتا تھا کہ یہ کیا فعل و کیسی عمر کتنی کرے
گا تو ضرور اسی کے موافق اس سے صادر ہوگا اور یہی مشیت الٰہیہ ہے اسی واسطے فرمایا کہ ولو شاء ربک الآیہ یعنی اپنی حکمت و مشیت
سے جسکا علم مخلوق کو ممکن نہیں ہے تیرا رب چاہتا تو سب کے سب لوگ ایک ملت پر متفق ہوتے ان میں کچھ اختلاف نہ ہوتا ولیکن
اسنے نہیں چاہا - وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ - اور برابر ان میں اختلاف و پھوٹ چلی جائیگی یعنی کوئی یہودی کوئی نصرانی کوئی مجوسی
کوئی ہندو کوئی مسلمان کوئی نانک شاہی کوئی آزاد اور زمانہ حال میں نئی قوم نیچری ہوئی اور یہ سب اپنے درمیان مختلف اور ضد علاحدہ
سے جدا ہوتے گئے جیسے مسلمانوں میں معتزلہ رافضی و خارجی وغیرہ خلاف سنت پھوٹ نکلے الغرض اسقدر برابر مختلف ہوتے گئے کہ
اسکا انضباط ممکن نہیں ہے - قال الحافظ عکرمہ رح نے کہا کہ مختلفین یعنی طریقہ دین میں یا دین حق میں یا اسلام میں - اور حسن نے کہا کہ
رزق میں چنانچہ غنی نے فقیر کو مسخر کرلیا ولیکن صحیح قول اول ہے کہ مراد دین میں اختلاف ہے یعنی برابر دین حق و ہدایت میں مختلف ہوتے
جاوینگے - اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ - باستثناء ان لوگوں کے جن پر تیرے رب نے رحم کیا یعنی رسولوں کے پیرو جو اسی طریقہ پر بغیر
چون و چرا قائم رہے جو رسول نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر فرمائی اور برابر ہر زمانہ میں ہر رسول کے پیرو دین اسلام و توحید پر
متفق و مرحوم رہے یہاں تک کہ حضرت خاتم المرسلین شفیع المذنبین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ نے مبعوث فرمایا پس
مرحوم فرقہ نے اسی طرح آپ کی پیروی کی اور جو کچھ آپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تعلیم فرمایا اور صحابہ سے تابعین نے پایا وہی بجملہ حق
مضبوط کرلیا اور کچھ مختلف نہ ہوئے اور یہی وہ فرقہ ہے جسکو عذاب اختلاف و جنگ سے نجات ہوئی فی الفتح حضرت ابوہریرہ سے
روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا افترقت الیہود علی احدی وسبعین الحدیث یعنی یہودی اکہتر فرقہ میں مختلف ہوئے اکہتر میں
اور نصاری بہتر فرقہ میں اور عنقریب میری امت تہتر فرقہ میں مختلف ہوگی - رواہ ابوداؤد و نحوہ الترمذی - اور معاویہ رض سے
مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے ہم میں کھڑے ہوکر خطبہ پڑھا اور اسمیں ہے کہ آگاہ رہو کہ تم سے پہلے اہل کتاب تو بہتر فرقہ تک
مختلف ہوئے اور یہ امت تہتر فرقہ ہو جائیگی جنمیں سے بہتر دوزخ میں ہیں اور ایک فرقہ جنت میں ہے اور وہ فرقہ جماعت ہے
رواہ ابوداؤد - اور شیخ حافظ رح نے مستدرک سے یہ روایت نقل کی اسمیں یوں ہے کہ یہ امت تہتر فرقہ میں مختلف ہوگی وے سب
سوائے ایک کے جہنم میں ہیں تو صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ ایک کس صفت پر ہوگا فرمایا کہ اسی حال پر جسپر میں اور میرے اصحاب
ہیں حافظ عماد الدین رح نے فرمایا کہ یہ حدیث مسانید و سنن میں ایسی سندوں سے مروی ہے کہ بعض سے بعض کو تقویت حاصل ہوتی
ہے یعنی یہ حدیث آخر قوی ہے اور خطابی رح نے شرح سنن ابوداؤد میں کہا کہ اس حدیث میں یہ دلالت موجود ہے کہ یہ سب
فرقے باوجود اختلاف کے دین اسلام سے خارج نہ ہوں گے کیونکہ انکو اپنی امت فرمایا ہے اقول اوپر کی روایت مذکورہ میں تو صرف
اسی قدر ہے کہ یہ امت تہتر فرقے ہو جائیگی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ایمان پر ہوں گے جیسے اگلی امت کے مختلف فرقے
ضرور نہیں کہ راہ موسیٰ یا راہ عیسیٰ پر ہوں دیکھو فرقہ نصاری جو حضرت عیسیٰ کے بیٹے ہونے کا قائل ہے یا انکی الوہیت کا قائل ہے بنص قرآنی
یعنی قولہ تعالیٰ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلثۃ - اور قولہ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ہو المسیح ابن مریم - صریح کافر و مشرک ہیں اسی طرح

اسلامیہ فرقون مین سے جنھون نے توحید کو چھوڑ دیا وے کافر ہین مثلاً رافضہ مین سے فرقہ نصیریہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے الوہیت
کے قائل ہین صریح کافر ہین قتامل اور علماء نے کہا کہ مراد ان فرقون سے مانند معتزلہ و قدریہ و رافضہ و خارجہ وغیرہ کے ہین اور فرقہ
واحدہ ناجیہ وہ اہل السنۃ والجماعۃ ہین کیونکہ یہی اس اعتقاد و طریقہ پر ہین جو آنحضرت ؐ نے صحابہ کو تعلیم فرمایا تھا اور یہ صریح ظاہر ہی اسلیئے کہ
مجموعۂ احادیث پر انھین کا عمل ہی اور یہ جو فرقہ شیعہ نے زعم کیا کہ ہماری احادیث کا بھی ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے مروی ہونا قطعی ہے
تو جاہل ہی اسلیئے کہ خود اقرار ہی کہ اہل بیت کی روایات مخفی طریقہ سے ہین تو انکو اعلان و تواتر کا دعوی زیبا نہین ہے خصوص جبکہ اہل السنت
نے انھین ائمہ رضی اللہ عنہم سے صحیح روایات انکے بالکل خلاف روایت کین تو معارضہ سے انکا سقوط ہوا اب اہل شیعہ کے پاس کچھ باقی نہ رہا
اور اہل السنۃ سب صحابہ ؓ کو بحکم صریح قرآن یعنی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے عادل جانتے ہین تو باقی صحابہ کی روایات انکے پاس بلا معارضہ
ہین بہرحال ہم قطعی جانتے ہین کہ وہ فرقہ یہی ہی جسنے بالکل آنحضرت صلعم وصحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ پر عمل کیا اور بحث یہان بیکار ہی۔ قال الحافظ
اور عطاء نے کہا قولہ لایزالون مختلفین یعنی یہود و نصاری و مجوس۔ قولہ الا من رحم ربک یعنی فرقہ حنیفیہ اقول یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم اگرچہ
آخر زمانہ مین بعد تابعین کے اُن کے طریقہ سے بھی لوگ اپنی رائے کی پیروی مین مختلف ہوگئے جیسا کہ حدیث مین گذرا اور قتادہ ؒ نے
کہا کہ الا من رحم ربک وہ جماعت ہین اگرچہ انکی بستیان دور ہون اور ظاہری جسم سے جدا جدا ہون اور مختلفین وہ ہین جنھون نے سنت
وجماعت سے اختلاف کیا اگرچہ سب ایک ہی جگہ مجتمع ہون۔ اقول مختلف فرقون سے تعجب ہی کہ جب دریافت کیئے جاوین کہ دے زمانہ
رسول اللہ صلعم مین تھے تو سچا اقرار کرین گے کہ نہین یہ فرقہ پیچھے پیدا ہوا ہے پھر وساوس شیطان سے منحرف ہو کر اپنی ہوس سے
ہٹ کیئے جاتے ہین کہ ہمین حق پر ہین جبکہ کسی دلیل سے ظاہر نہ ہوا کہ وے طریقہ رسول اللہ صلعم پر ہین مگر بیشک صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ
کی مشیت خود مختار اور حکمت بالغہ مین اُنکے حق مین یون ہی ہماری تھا وقد قال تعالیٰ ولذلک خلقھم۔ اور اسی کیلیئے اُن کو
پیدا کیا تھا۔ قال الحافظ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ انھون نے اسکے معنی مین کہا کہ اسیواسطے اُن کو پیدا کیا
یعنی اُن کو دو فریق پیدا کیا ایک جنت کیلیئے اور دوسرا دوزخ کیلیئے بمانند قولہ تعالیٰ فمنھم شقی وسعید۔ اقول اگر کہا جاوے کہ لذلک اشارہ
واحد ہے اسکا مشار الیہ دو چیز کیونکر ہونگی تو جواب یہ ہی کہ اسطرح اشارہ مجموعہ دو چیزون کی طرف جائز ہے جیسے قولہ تعالیٰ
عوان بین ذلک یعنی ان دو رنگون کے بیچ مین اسکا رنگ ہوگا اور قولہ وابتغ بین ذلک سبیلا یعنی ان دونون کے بیچ بیچ مین
راہ اختیار کر۔ مجاہد ؒ نے کہا کہ قولہ ولذلک خلقھم یعنی رحمت کیواسطے انکو پیدا کیا اور عکرمہ سے بھی اسی کے مانند مروی ہے جس نے علماء نے کہا
کہ انکو اختلاف ہی کیواسطے پیدا کیا۔ ابن وہب نے اپنے اسناد سے روایت کیا کہ عطاء ؒ کے پاس دو شخص جھگڑتے آئے آخر عطاء ؒ نے کہا کہ تم نے
بہت جھگڑا پھیلایا تو ایک بولا کہ ہم اسی کیواسطے پیدا کیئے گئے آپنے کہا کہ تو جھوٹ بولا اسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی ولذلک خلقھم۔ آپنے کہا
کہ اسواسطے نہین پیدا کیا کہ جھگڑین بلکہ ان کو جماعت و رحمت ہی کیلیئے پیدا کیا۔ عکرمہ ؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ لذلک خلقھم کہا
کہ رحمت کیلیئے ان کو پیدا کیا اور ان کو عذاب کیلیئے نہین پیدا کیا اور یہی قول مجاہد و ضحاک و قتادہ کا ہی بمانند قولہ وما خلقت الجن
والانس الا لیعبدون۔ حافظ ؒ نے کہا کہ ایک معنی یہ ہین کہ انکو رحمت و اختلاف کیلیئے پیدا کیا جیسا کہ حسن و عطاء و اعمش سے روایت
کی گئی ہی۔ اشہب نے کہا کہ مین نے مالک بن انس سے اس آیت کے معنی پوچھے تو فرمایا کہ ایک فریق جنت مین اور ایک فریق دوزخ
مین اور دوسری روایت مین مالک ؒ نے کہا کہ انکو رحمت و اختلاف کے لیئے پیدا کیا۔ قال المترجم میرے نزدیک قولہ خلقھم کی ضمیر کے

مرجع مین اختلاف کے سبب سے یہ اختلاف ہو چنانچہ اگر الا من رحم ربک کے واسطے ضمیر ہے تو معنی یہ ہوئے کہ ان مرحوم بندون کو اسی رحمت ہی کیواسطے پیدا کیا اور اگر مرجع کل کی طرف ہو تو معنی یہ کہ اسی رحمت و اختلاف کیواسطے ان مجموع کو پیدا کیا اور اسی بنا پر ان اکابر سے روایات تفسیری مختلف ہین ورنہ کچھ اختلاف نہین ہو کیونکہ احتمال دونون طرف ہو۔ فی البیضاوی وغیرہ اس آیت مین دلیل ہے کہ ہدایت و ایمان نہین ملتا جبتک اللہ تعالی پیدا نہ فرماوے کیونکہ سمجھ و عقل دینا اور رسول بھیجدینا اور کتاب نازل کر دینا اور عذر دور کر دینا تو سب کے حق مین یکسان ہو چنانچہ کافرون کو بھی یہ دیا گیا تھا تو اب یہی رہا کہ اللہ تعالی اپنے فضل سے ہدایت پیدا کردے اور یہی وہ رحمت ہو جسکو ان بندون متقین کیساتھ خاص کیا۔ بالجملہ دو گروہ فرمائے ایک کے حق مین اختلاف کی معصیت قائم ہوئی تو اُن کا انجام جہنم کی طرف ہوا اور دوسرے گروہ پر اتفاق و جماعت کا انعام ہوا اُن کا انجام جنت ہو وقد قال تعالی۔ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ۔ اور پورا ہو گیا کلمہ تیرے رب کا یعنی جیسا ازل مین مقدر فرمایا تھا جسمین تبدل و تغیر نہین ہو سکتا یا یہ کلمہ کہ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ۔ کہ بیشک بھر دونگا مین جہنم کو جنون سے جنت بمعنی جن اور تا مبالغہ کی ہو وَالنَّاسِ اور آدمیون سے أَجْمَعِينَ۔ سب سے یعنی دونون فریق کے کافرون و سرکشون مین سے اس کثرت سے ہونگے کہ ان سے جہنم بھر جائے گی قال الحافظ اللہ تعالی آگاہ فرماتا ہو کہ اسکی قضا و مقدر مین یہ امر جاری ہو چکا کہ اسکے خلق مین سے بعضے مستحق جنت ہون اور بعضے مستحق دوزخ ہون اور وہ پاک معبود ان دونون کو بھر دیگا اور حکمت اسکی پوری ہے اور حجت اسکی سب مخلوق پر غالب ہے وہی جانتا ہے کہ کن لوگون سے کس منزل کو بھریگا اور اگر چاہتا تو سب کو جنت مین یا سب کو دوزخ مین رکھتا ولیکن اسنے جسطرح چاہا اسطرح واقع ہوا صحیحین مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہو قال اختصمت الجنۃ والنار فقالت الجنۃ مالی لا یدخلنی الا ضعفاء الناس وسقطھم یعنی جنت نے کہا کہ میری کیا حالت ہو کہ مجھ مین نہین داخل ہونگے مگر لوگون مین سے ضعیف و ناکارہ یعنی دنیا مین جو عروج و ثروت والے مغرور و متکبر ہین وہ مجھ مین نہ آوینگے بلکہ جو دنیا مین ضعیف و خوار اور اللہ تعالی کی درگاہ مین اُمیدوار ہین وہی آوینگے۔ وقالت النار اوثرت بالمتکبرین والمتجبرین یعنی دوزخ نے فخر کیا کہ اہل تکبر و تجبر سے مجھے تخصیص دی گئی ہو فقال اللہ عزوجل للجنۃ انت رحمتی ارحم بک من اشاء پس اللہ عزوجل نے جنت کو فرمایا کہ تو میری رحمت ہو جسپر رحمت چاہونگا اسکو تجھی سے سرفراز کرونگا کہ وہ تجھ مین داخل ہو وقال للنار انت عذابی انتقم بک من اشاء اور دوزخ کو فرمایا کہ تو میرا عذاب ہو جس کو اسکے گناہون کی سزا و بدلا دونگا وہ تجھ مین آویگا۔ ولکل واحدۃ منھما ملؤہا۔ اور دونون مین سے ہر ایک کے لئے بھرپور ہے فاما الجنۃ فلا یزال فیھا فضل حتی ینشئ اللہ خلقا پس جنت مین برابر جگہ خالی رہتی جائیگی یہان تک کہ اللہ تعالی دوسری مخلوق اُسکے لیے پیدا فرمادیگا شاید یہ لوگ اہل جنت کے خدم و حشم ہون یا مستقل ہون واللہ اعلم۔ واما النار فلا یزال تقول ہل من مزید حتی یضع علیھا رب العزۃ قدمہ فتقول قط قط وعزتک۔ اور رہی دوزخ تو کہا کرتی جائیگی کہ کچھ اور ہو کچھ زیادہ ہو یہانتک کہ اسمین رب العزۃ صفت خاص رکھیگا تو سمٹکر کہنے لگیگی کہ اے رب العزۃ بس بس ف فی العرائس قولہ ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ یعنی ایک راہ توحید و معرفت و قرب مشاہدہ پر سبکو رکھتا ولیکن اسکی حکمت ازلیہ علوم قدیمہ نے طرح طرح کے معارف مین متفرق کیا اقول اس اشارہ مین ظاہر عبارت سے تصرف یہ ہو کہ الناس سے مراد آدمی ہو اور درحقیقت آدمی وہی ہین جو کان ناک آنکھ و دل رکھتے ہین تو وہی ایمان لائے ہین اور برخلاف انکے جو صورت کے آدمی ہین تو اُنکی نسبت فرمایا لھم قلوب لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا الآیۃ یہان تک کہ فرمایا اولئک کالانعام بل ھم اضل الآیۃ۔ تو جب یہ لوگ آدمی کی صفات سے خارج ہین

تو اُن کو الگ کر دیا اور صرف اہل الحق سے اشارہ یہ لیا کہ جملہ اولیاء معرفت کی راہ مین ایک ہی منزل پر نہین ہین بلکہ باعتبار صورت ظاہری کے اختلاف کے راہ معرفت مین بھی اسی طرح متمیز ہین چنانچہ جنید رحمہ کا قول مذکور ہوا کہ ہر ایک کی معرفت خاص ہے اور حضرت شہاب الدین سہروردی سے عوارف مین ہے کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق کلہا مسدودۃ لا یصل الیہا الامن فیقفی اثر الرسول یعنی صراط مستقیم مین ہر جان مثل اپنے تشخص کے اختلاف کے اللہ تعالی سے واصل ہونے کی دوسرے سے جداگانہ راہ رکھتی ہے اور سب راہین مسدود ہین کوئی پہونچ نہین سکتا مگر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی مین صادق ہو پس اختلاف کے یہی معنی ہین ورنہ اُن مین بالکل اتفاق ہے ۔ فافہم ۔ شیخ نے کہا کہ اور اُسنے ہر ایک کو اپنی ذات کی معرفت و صفات کی معرفت مین علیحدہ علیحدہ راہ دی ہے پس ہر ایک اپنے مذاق و مشرب کے موافق اپنی راہ مین چلتا ہے اور یہ ہر ایک کیلئے ازلی توفیق و تقدیر ہے چنانچہ بعضے معرفت مین اور بعضے توحید مین اور بعضے محبت مین اور بعضے عشق مین اور بعضے شوق مین اور بعضے ارادت مین اور بعضے حالات مین اور بعضے معاملات مین وان ہین اور ابتدائی مریدون کا حال درمیانی درجہ والون سے نہین ملتا ہے اور درمیانی والون کا حال عارفون سے نہین ملتا ہے اور عارفون کا حال انبیاء و مرسلین سے نہین ملتا ہے ۔ اقول انبیاء و مرسلین کا حال سید المرسلین و خاتم النبیین محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین ملتا ہے بقولہ تعالی تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض ۔ اور شیخ ابن العربی نے کہا کہ اس اُمت مرحومہ پر جو معارف منکشف فرمائے وہ سابق مین مطلقاً مسدود تھے اور وجہ انسداد یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور نہین کیا تھا اور اسی واسطے جو انبیاء کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب گذرے انکو سابقین سے اولو العزمی ہے سوائے حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے کہ ملت حنیفیہ کے سردار ہین اور یہ حال بجز ذات پاک باری تعالی جل سلطانہ کے مخلوق نہین جانتی اور مترجم ان مقامات مین کلام نہین کر سکتا اسکو تو اپنی مغفرت کے لالے ہین اللہم اغفرلی بطفیلہم علیہم السلام ۔ شیخ نے لکھا کہ ان سب کے علوم و معارف مقدر ہین اور اختلاف مرتفع نہین ہے قولہ تعالی ولا یزالون مختلفین یعنی احوال و مقامات و افعال مین مختلف رہین گے ۔ الا من رحم ربک سوائے اسکے جسپر اللہ تعالی نے رحم فرمایا یعنی اسکو مقام غیبت و فناء مین داخل کر لیا تو وہ انوار قدم و سطوات ازل مین سرفراز ہے یا جسکو مقام سکر و تلوین سے نکالکر مقام ہوشیاری و تمکین مین داخل کر لیا تو وہ سب پر مطلع ہو جاتا ہے تو اس سے کسی کو مخالفت نہین ہو سکتی ہے اقول جملہ انبیاء اس شان سے موصوف ہین خصوصاً آنحضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اسی واسطے اکثر انبیاء کے احوال آپنے بیان فرمائے اور بسا اوقات حضرت یونس کو ترجیح دی اور کبھی لوط کو الغرض یہ اطلاع کامل کا سبب تھا اور شاید کہ یہ مرتبہ کسی دوسرے نبی کو حاصل نہو واللہ تعالی اعلم ۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ تعالی ولذالک خلقہم یعنی اُن کے جوہر اصلی اسی طرح پیدا فرمائے ہین کہ مقامات و درجات میں اسطرح مختلف ترقی کرین اور یہ طریقہ الٰہیہ سب اہل الحق مین برابر جاری ہے چنانچہ قولہ تعالی قد علم کل اناس مشربہم الآیۃ کی اشارت سے ظاہر ہے اور شاید ایسا ہو کہ ابتداء مین سب کو مختلف اوضاع سے ترقی کرنے کے لیئے مخلوق فرمایا اگرچہ آخر و انتہاء مین سب متفق ہین چنانچہ ان مقامات و درجات مین انکو رسوخ ہے اقول فیہ نظر کیونکہ کوئی اس حد تک نہین پہونچا جس حد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واصل ہین اور علی ہذا کسی نبی کا صدیق اس حد تک نہین پہونچا کہ جس حد تک آنحضرت صلعم کی صدیق حضرت ابوبکر کو وصول ہو گیا تو نہین دیکھتا کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اُمتی ہونے کی تمنا فرمائی اور یہ نہ تھا مگر قرب منزلت واللہ تعالی اعلم ۔ شیخ نے کہا کہ ممکن ہے کہ سب کے سب رحمت کیلئے پیدا ہوے ہون یعنی بعد عبور احوال و اعمال کے انتہاء مین موافقت ہوگی ۔ شیخ نے اسکے معنی یہ بیان کئے کہ جب

مشاہدہ تک وصول ہوا تو وہان اونچے درجہ نیچے درجہ کا امتیاز نہین رہتا ہے کیونکہ وہ منزل شرف و قربت ہے اور حق تعالیٰ ان سب پر رؤف رحیم ہے بقول ؎ اذا طلع الصباح لنجم راح ؛ تساوی فیہ سکران وصاحی یعنی صبح جب طلوع ہوئی تو مدہوش و ہوشیار سب پر یکسان طلوع ہوتی ہے۔ شیخ جنید رحمہ اللہ نے ظاہر کے موافق یون تفسیر کے اشارہ مین کہا کہ سب کو اختلاف کیلئے پیدا کیا کیونکہ اگر موافقت کے لیے پیدا کیا ہوتا تو اسکے سوائے غیر کی طرف رجوع نہ کرتے باستثنا ان لوگون کے جن پر رحمت فرمائی تو انکو انوار موافقت سے تائید فرمائی پس انھون نے اتباع رسول مین خوب استقامت و مضبوطی کی اور غیرون کی طرف کچھ التفات نہین کیا پھر حق تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو ان قصص کے فوائد سے آگاہ فرمایا بقولہ

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِى

اور سب بیان کرتے ہین ہم تیرے پاس رسولون کے احوال سے جس سے ثابت کرین تیرا دل اور آئی تجکو

هَٰذِهِ ٱلْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

اس صورت مین تحقیق بات اور نصیحت اور سمجھوتی ایمان والون کو

وَكُلًّا۔ اسے دکل بنا اور ہر قصہ کہ نَّقُصُّ عَلَيْكَ جو تجکو ہم سناتے ہین۔ مِنْ أَنۢبَآءِ ٱلرُّسُلِ۔ رسولون کے اخبار سے یعنی رسولون کے معاملات جو ادائے رسالت و قوم کی سرکشی و ایذا رکے اور رسول و مومنون کی نصیحت نہ ماننے اور ان کو ہاتھ و زبان سے ایذا دینے اور آخر رسول و مومنون کے غالب ہونے و قوم کافر کے ہلاک ہونے کے گذرے ہین ہم تجکو ان مین سے سناتے ہین دو فائدہ کیلئے۔ اول۔ مَا نُثَبِّتُ بِهِۦ فُؤَادَكَ ۔ وہ قصہ کہ جس سے ہم تیرے فواد کو مستقل و ثابت رکھین یعنی تجکو اپنی قوم کے کفر کرنے اور دو زخ کیلئے ایندھن ہونے سے رنج و غم و حزن نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو اسی واسطے پیدا کیا ہے یہ نہین ہو سکتا کہ سب تجھ پر ایمان لاوین اور تجکو ادائے رسالت پر طمانیت و صبر حاصل ہو اور قوم جاہل کی اذیت برداشت کرے کیونکہ اگلی قومین بھی گمراہی کرتی رہین آخر ہم نے اُن کو ہلاک کیا اور تیرے پروردگار کا کلمہ ٹھیک ہوا پس تو قوم پر ترحم کر کے مضطرب مت ہو کیونکہ حکمت آلہیہ و اسکی حجت بالغہ و مشیت تامہ اور چیز ہے جس سے کسی کو ماہیت کی آگاہی نہین ہے وہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے جسکو اُسنے سعید کیا وہ رسول پر ضرور ایمان لائیگا اور اسکی آنکھون مین حق آئینہ کی طرح نظر آویگا اور جو شقی ہے وہ اُلٹا دیکھے گا پس تو ان حالات و قصص سے علوم آلہیہ حاصل کرکے ثابت و متمکن ہوگا اور دوسرا فائدہ یہ کہ۔ وَجَآءَكَ فِى هَٰذِهِ ٱلْحَقُّ ۔ اور تیرے پاس اسمین حق آیا۔ قولہ فی ہذہ یعنی اس سورہ مین یہ ابن عباس و جماعت نے کہا ہے۔ کذا فی تفسیر الحافظ اور سراج مین کہا کہ یہی اکثر کا قول ہے۔ قال الحافظ قتادہ نے کہا فی ہذہ اے فی ہذہ الدنیا۔ اس دنیا مین اور سراج مین اسکو حسن رح کا قول بیان کیا اور رازی رح نے کبیر مین کہا کہ یہ بعید ہے مقام کے لائق نہین ہے کیونکہ دنیا کا ذکر اوپر نہین آیا جس کی طرف ضمیر راجع ہو اگر کہا جاوے کہ حق تمام قرآن مین آیا ہے اس سورہ کی کیا تخصیص ہے تو جواب یہ ہے کہ ہان بیشک لیکن سورہ کی بزرگی کے لئے فرمایا ہے۔ اقول میرے نزدیک سوال و جواب دونون وارد نہین اسلئے کہ مقصود نقص علیک سے وحی فرمانا اور وہ تمام قرآن ہے کیونکہ وحی خالص ہے چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ اور انبیاء کو معجزات و آیات دی گئین اور مجھے وحی خالص دی گئی تو مجھے اُمید ہے کہ قیامت مین میرے تابعین سب سے زیادہ ہون اقول یہی ظاہر ہوتا جاتا ہے اسلئے کہ اور امتون مین تحریف و تبدیل و خود رائی سے بہت قلیل رہین اور چند روز بعد سے برائے نام یہودی یا عیسائی رہ گئے

ان مین سے کوئی بھی اپنے پیغمبر کی راہ پر نہین رہا بخلاف مسلمین کے کہ ان مین ایسا نہین ہوا اور دوسرے فائدہ کا تتمہ فرمایا ؛ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ - اور نصیحت و ذکرہے مومنین کیلئے یعنی اسمین تیرے لیئے حق آیا اور مومنون کے لیئے نصیحت ہے اور برابر اور دن کے حال سے عبرت ہے اس شان مین مومنون کو اسواسطے مخصوص فرمایا کہ شقی و کفار اس سے منتفع نہین ہوتے بلکہ منھ موڑتے ہین - واضح ہو کہ یہ آیت صریح ہو کہ تمام قصص مین جو حالات مندرج ہین اور جن سے اگلی اُمتون کو عذاب ہوا وہ اس اُمت کے لیئے نصائح ہین کہ ویسا نکرین چنانچہ نحس و تطفیف جو مدین کا پیشہ تھا اُس سے آنحضرت صلعم نے اُمت کو خوب منع فرمایا پس عوام یا خواص جو ان قصص کو فقط کہانی کی طرح سنتے ہین محض جہالت ہو بالضرور اپنے آپ کو ظاہر و باطن ان قومون کی حرکات سے بچاوین اور ان قومون کے تذکرے جب سنین تو عبرت کرین اور اللہ تعالی سے پناہ مانگین کیونکہ آخر وے سب بھی اللہ تعالی کے مخلوق تھے اور وہ پاک غنی و حمید ہے ہماری اسکو کچھ پرواہ نہین ہو اور رؤف رحیم ہے کہ عاجزی کرین تو ہم کو اللہ تعالی مغفرت و نجات عطا فرماوے اللهم اغفرلنا وارحمنا وانت خیر الراحمین ف فی العرائس قولہ تعالی وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فوادک - شیخ نے کہا کہ واضح ہو کہ عارف جب ازل کے مقام پر پہونچا اور وہان اُسنے کشف سے صفات و ذات کے عجائب دیکھے تو اپنی شان سے متعجب ہوکر گمان کرتا ہے کہ یہ منزلت کسی اور کو نصیب نہین ہوئی خصوصاً ابتداے حال اور یکایک کشف مین متحیر ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مین اس کشف مین فرد ہون پس حق عزوجل نے آنحضرت صلعم کو اول انبیاء کا حال سنایا کہ جس سے معلوم ہو کہ یہ واقعہ عجیب آپ ہی کے ساتھ نہین ہو بلکہ عارفین کے ساتھ معروف ہو اور صدیقین و مرسلین کے ساتھ علی قدر مراتب واقع ہوا حتی کہ جو کچھ اللہ تعالی نے ازل مین اپنے اولیاء کیلئے جاری فرمایا اس سے آپ کو فرحت و سرور حاصل ہوا اور آپ معلوم فرماوین کہ اس قبولیت کو حوادث سے تغیر نہین ہوتا ہے وقد قال تعالی سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا ولا تجد لسنتنا تحویلا - اور جو چیز علما و اولیاء کے نزدیک معروف ہو اسمین معارضات و شبہات کو دخل نہین ہوتا ہے اقول شیخ رحمہ اللہ نے یہ نہایت نفیس قاعدہ ذکر کیا کہ اہل علم و متدین متقی لوگون کے نزدیک جو بات معروف ہو اگر کسی وقت مین کوئی جاہل اسکو اپنی راے کے خلاف سمجھے تو اسکا شبہہ و معارضہ باطل اور وہ خود جاہل ہو اور اس قاعدہ مین جملہ اہل عقل کا اتفاق ہے اسی واسطے جو امر کہ ہزار برس پہلے واقع ہو چکا اور اُس کی تحریر ہزارون آدمیون کے ہاتھ سے ہاتھون ہاتھ ہم کو پہونچے تو قطعی یقین ہے کہ بیشک یہ خبر صحیح ہو اور یون ہی واقع ہوا اور کسی جاہل کا شبہہ کچھ معارض نہین اور اس مین اسکی ضرورت نہین ہو کہ مین بیان کرون کہ مجھ سے فلان شخص نے بیان کیا اور فلان شخص سے فلان دیگر نے بیان کیا اسی طرح ہزار برس تک سلسلہ پہونچاؤن مثلاً قرآن مجید مین کسی قوم کو کلام کرنے کی مجال نہین جبکہ اسکے حافظ آجتک ہزارون موجود ہین اور قاری بے انتہا ہین اور ہر مسلمان اسپر اپنی جان فدا کرتا ہو تو بلا شبہہ یہ وہی ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور صحابہ و تابعین و پچھلون نے اسی پر عمل کیا اسیواسطے رافضی فرقہ کا دھوکا دینا کہ اسمین کچھ اور بھی تھا محض کفر و جہالت ہو اور ہرگز اس قول کا کچھ اثر بمقابلہ حفاظ و قراء کے نہین ہو پس جب اسمین موجود ہو کہ قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم الآیہ یعنی تو کافرون سے کہدے کہ تم عنقریب مغلوب ہوجاؤگے اور حشر کیئے جاؤگے جہنم کی طرف - یہ واقعی معجزہ ہے اور مراد اس سے کفار یہود ہین چنانچہ یون ہی واقع ہوا اور اسمین ہے کہ کانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ الآیہ - اس سے قطعی ثابت ہوا کہ یہود سب کے سب منتظر بعثت حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور کافرون بت پرستون پر آپکے ظہور کی دعائین مانگتے اور آپکے طفیل و واسطہ سے فتمندی چاہتے تھے

پھر بعد ظہور آفتاب رسالت کے نہ پہچانا اور کافر ہو گئے اس سے ضرور ثابت ہو کہ تمام قوم یہود مین توریت کی بشارت سے آنحضرت صلعم کی بزرگی و فضائل کا اشتہار قطعی تھا حتی کہ اپنے پیغمبر کے بجائے آنحضرت صلعم کے نام پاک سے استفتاح کرتے تھے۔ یہ حال ہم کو قطعی معلوم ہو گیا اور یہ واقعہ ان یہودیون کے منہ پر انکا قفل مار گیا اور سچ صریح تھا تو سب یہودیون نے گردن جھکائی۔ پھر اب اگر کوئی قوم ایک کتاب لا دے اور کہے کہ یہ توریت ہو اسمین کہین ذکر نہین ہو تو بالکل اسکا دعوی مسلم ہوگا کیونکہ جو بات قطعی معلوم ہوئے اور اسطرح معروف و مشہور ہے اسکے مقابلہ مین کسی جاہل کا فریب دھوکا کچھ بھی نہین کر سکتا اسی طرح جو معجزات و واقعات حضرت موسی علیہ السلام یا حضرت عیسی علیہ السلام کے قرآن پاک مین موجود ہین سب اعلان و اشتہار کے ساتھ قطعی ہین لیا سکے برخلاف اگر کوئی شخص کہتا ہے یا کوئی کتاب دکھلاتا ہے تو اسکا کچھ اعتبار نہین ہے کیونکہ ہم قطعی یقینی چیز کو چھوڑ کر کیسے ایک جھوٹے آدمی کی بات جسکا اسوقت وجود بھی نہ تھا مان لین گے اور ماننے والا کیسا بیوقوف جاہل ہوگا اسی طرح جو معجزات اس حد شہرت تک پہونچے اس زمانہ مین اگر انکو کوئی نہ مانے تو وہ بالکل جاہل ہو جب اسطرح ایک کتاب سچائی مین عرش پر ہو اور نیکون کے سینہ مین محفوظ ہے تو جو شخص اسکو سچ نہ مانے اور کسی مؤرخ کی تاریخ پوچ پھر ڈھونڈھے حالانکہ مؤرخون کا دروغ و تراش و خراش اور بے پر کی اڑانا خوب معلوم تو اس شخص سے بڑھکر کون اجہل و احمق بیوقوف ہوگا گرچہ وہ دنیا ملعون کو بغل مین دبوچ کر خود بھی ملعون ہو گیا اور دنیا مین بڑا عزت والا ہو کیونکہ بحث دین کی سمجھ مین ہو اور دین کو اللہ تعالی نہین دیتا مگر ایسے بندہ کو جو اسکو محبوب ہو اور دنیا تو محبوب کو اور مردود کو بہت دیدیتا ہے یہ اصل شریف لطیف یاد رکھو تاکہ تم کو شیطانی آدمی فریب دین اور اب تم سمجھے کہ شیخ نے کہا کہ جو بات علماء و اولیاء کے نزدیک معروف ہو وہ کسی شیطان کے وسوسہ دلانے سے نہین ہلتی ہے اور لکھا کہ شیخ ابوبکر الکتانی نے کہا کہ مین نے شیخ جنید رحمہ سے پوچھا کہ سچی حکایات جنکی سچائی یقینی ہے پس حکمت سے دنیا مین جاری ہین فرمایا کہ زمین مین یہ اللہ تعالی کے لشکر دن مین سے ایک لشکر ہین جن سے مریدون اور آخرت کے طلب کرنیوالون کو عبرت و تقویت حاصل ہوتی ہے مین نے کہا کہ اللہ تعالی کی کتاب پاک سے اسپر دلیل ملتی ہے فرمایا کہ ہان قولہ تعالی وکلا نقص علیک من انباء الرسل الآیۃ۔ قولہ وجاءک فی ہذہ الحق مترجم نے بزرگون کے کلام سے سمجھکر جابجا کہنا یہ کیا ہو کہ جیسے نماز و دیگر اعمال و افعال ظاہر ہین کوئی جسم نہین رکھتے ہین لیکن فی نفسہ حقائق ہین اور روح و جان و قوی سے سوائے جاہل کے کوئی منکر نہین ہو سکتا کہ وہ حقیقت مین موجود ہین اگرچہ جسم نہین ہین اسی طرح الفاظ و معانی مین سمجھو پس لفظ بحسب المعنی اپنے مقام سے متصل ہے حتی کہ جو کلام محض فحش و شہوت ہو وہ اپنی مستقر جہنم سے واصل ہو لیکن جہنمی لوگ ہی اندھے بہرے ہونگے تو ان کو اتصال نہین سوجھتا بخلاف اہل جنت کے کہ خوب کلام کا اتصال انکو مکشوف ہوتا ہے چنانچہ شیخ رحمہ اللہ نے یہان قولہ وجاءک فی ہذہ الحق۔ مین تصریح کر دی کہ ان خطابات مین ہر خطاب کے اثر مین جمال حق کا انکشاف تجکو ہوتا ہے اور موافق خطاب کے صفت کا انکشاف ہوتا ہے چنانچہ جہان خطاب بشان کبریائی ہے یعنی اس خطاب سے شان کبریائی سے خبر دی گئی وہان تجھے صفت کبریا منکشف ہوتی ہے اور یہی حال ان آیات کا ہو جنمین عزت و جلال و عظمت و قدم و بقاء سے خبر دی گئی ہے اور جہان ذات پاک سے اخبار ہے وہان تجھے ذات صرف کا انکشاف ہوتا ہے اقول یہان اگر وہم ہو کہ یہی مراتب انکشاف کے امت کو بھی ہوتے ہین چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ آپ مجھے تمام جہان سے سوائے اپنی ذات کے محبوب ہین اور آپنے خطاب فرمایا کہ کوئی مومن نہین جبتک تجھے اپنی جان سے

بہی زیادہ محبوب رکہے تو اس خطاب کے انکشاف ہوتے ہی فوراً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے میری
جان سے بہی زیادہ محبوب ہین فرمایا کہ ہان اب ایمان کامل ہوا پس جب اُست کو یہ انکشاف ہو تو شان نبوت مین فرق کیونکر ہو
جواب یہ ہو واللہ اعلم کہ یہان زمین و آسمان کا فرق ہو اور التباس مذکور صرف لفظ کے یکسان ہونے سے پیدا ہوا اور بات یہ ہو
کہ مدارج نبوت کو کوئی شخص نہین پہونچ سکتا کیا تو نہین جانتا کہ نبوت فضل الٰہی ہو اسمین عبادت و طاعت وغیرہ کسی سبب
کو دخل نہین ہے دیکہو بعض صحابہ جنہون نے ہمیشہ عبادت و روزے وغیرہ کا اور کہانے پانی و سونے و عورتون سے الگ رہنے
کا قصد کیا تہا تو یہی کہا گیا تہا کہ آنحضرت صلعم کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اول و آخر سب مغفرت فرمائی ہے ہم لوگ آپکا سا کام نہین کر سکتے
ہین اور مراد یہ تہی کہ آپ ازلی مغفور تہے اور ازل ہی سے تمام خلق الٰہی سے اشرف و محبوب تہے اور دوسرون کو یہ مرتبہ حاصل نہین ہو
پس تمام قرب انکشاف وغیرہ مین وہ درجۂ خاص ہے جو فضل نبوت و رسالت کا ہوتا ہو کہ کسی نبی کو بہی مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے حاصل نہ تہا اور دوسرون کو اپنی اپنی قدر کے لائق ہے اور زہر اُمت مین سے کوئی کیسا ہی مقرب ہو کسی درجۂ نبوت سے
مشابہ بہی نہین ہوتا اور اگر وہم ہو کہ مثلاً صحیح حدیث مین ہو کہ سچا خواب نبوت کے اجزا مین سے چہیالیسوان جزو ہو تو سمجھو کہ اس سے
مقصود انفتاح اغلاق قلب و سلامتی ہو نہ مشابہت ہان البتہ اُمت مین سے صدیق کا مرتبہ سب اعلیٰ و افضل ہوتا ہے اور ہر نبی
کا صدیق اپنے نبی کے درجہ سے ملحق ہوتا ہے لیکن صدیق کا درجہ انتہائی متصل با بتدائے درجہ نبوت ہو اور اس سے نبی کے
ابتدائی درجہ کا بہی خیالی تصور آدمی کو ہو سکتا ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے لکہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائی
درجہ پر تہے تو اللہ تعالیٰ نے آپکے بہائی دوسرے انبیاء کے احوال ذکر کرنے سے آپکو تقویت فرمائی تا کہ عجائب واردات کے
متحمل ہون پس جب اسمین قوی ہوئے تو کشف جمال و جلال مین ثابت و متمکن فرمایا جس سے بجز قدم کے تجلیات سے عبور
کرین اور کرامات و امتحانات سے متغیر نہ ہون اقول اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو انبیاء سابقین کے احوال
سے ثبت فرمانے کا قول اور آنحضرت صلعم کے سب سے افضل ہونے کا قول ان دونون کی تطبیق کیونکر ہے تو جواب یہ ہو کہ جب
کسی عزیز کو یا جسپر شفقت زیادہ منظور ہو احسن الوجہ سے تعلیم کرنا منظور ہو تو کہتے ہین کہ فلان شخص نے ایسا کام کیا تہا اُسکو آخر
عتاب کیا گیا اور فلان مرد نیکوکار نے ایسے طریقہ سے یون انعام حاصل کیا اور فلان شخص نے اسطرح نہ کیا اور نہ اسکو درجہ ملتا چنانچہ
اس اُمت مرحومہ کو جو نہایت رحمت سے کمال ایمان و کمال قرب عطا فرمایا وہ قرآن پاک کے وقتاً فوقتاً نزول سے خوب ظاہر
ہے چنانچہ مثلاً یہود و نصاریٰ نے اپنے کو اللہ تعالیٰ کا محبوب دوست قرار دیا اسکو رد فرمایا تو اس اُمت مین کوئی شخص ایسی گستاخی
نہ کریگا بلکہ ادب سے اپنے کو ہمیشہ قصوروار بندہ سمجہیگا اور یہود نے آخرت کو اپنے لئے خاص کیا تو اُنکو فرمایا کہ قل ان کانت لکم الدار
الآخرۃ عند اللہ الآیۃ۔ پس صلاحیت و حسن یقین پر بہی بندہ اسکی جرأت نہ کریگا ولیکن حتمی وعدہ یا غالب اُمید پر موت کو محبوب رکہنے کا
اشارہ ہو جہانتک اگر حکم دیا جاوے تو شاید اکثر اسکی کراہیت کی وجہ سے منکر ہو جاوین حاصل کلام یہ ہو کہ اگلی اُمتون کے حسن و قبح
سب اس کمال سے بیان فرمائے کہ نفس و شیطان کو اہل یقین کے دل مین خلاف راہ مستقیم بہکانے کا موقع نہ رہا اور یہ بات
سوائے عالم الغیب خلاق علیم عز و جل کے کوئی نہین جانتا اور کسی کلام مین یہ بات ممکن نہین ہو اگر میرا مقصود کوئی سمجھ جائے
تو اُسکو قرآن پاک کے نہایت عظیم معجزہ ہونے مین شک نہین ہو سکتا اور دوسرے یہ کہ اہل یقین کو عبرت و نصیحت جدید ہر مقام کو

وہان کے مکائد ومکر سے بچنے اور استقامت پر رہنے کے لیے اس طرح ہے کہ عمدہ باتون پر عمل کرین اور ناکارہ و مضر باتون سے
پرہیز رکھین اور رسالت مین تو یہ بھی ضرورت ہی کہ قوم کے ساتھ ایسے برتاؤ سے یہ نتیجہ اور اسطرح معاملت سے وہ نتیجہ ہوتا ہے
اور دونون کا انجام ثواب عذاب وغیرہ کا بھی معلوم ہوجاتا ہے پس آنحضرت صلعم کے واسطے اگلے انبیاء کے قصص سے یہ مراد ہے کہ حضرت
یونس علیہ السلام اسطرح مغاضب ہوکر مچھلی کے پیٹ مین اور حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ خود دعا کرکے لیا پھر ایک رہا شدہ
قیدی سے اپنا حال بادشاہ تک پہونچانے کا تذکرہ کیا اور مترجم کو یہ مجال نہین ہے کہ حضرت حق جل شانہ اور اسکے مخلص محبوب
انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کرے اور کچھ سمجھے مجھے اللہ تعالیٰ معاف فرماوے اس سے مراد یہ ہی کہ اسطرح تعلیم و تقویت فرمائی اسیواسطے
آنحضرت صلعم نے یونس علیہ السلام کی تعریف فرمائی اور حکم دیا کہ مجھے یونس بن متی پر تفضیلت مت دو اور فرمایا کہ رحم اللہ لوطا ان کان
لیاوی الی رکن شدید الحدیث یعنی اگر مین یوسف کے برابر بہت مدت قید خانہ مین پڑا رہتا تو بلانے والے کا کہنا مان لیتا۔ اگرچہ
علما نے کہا کہ یہ امتحانات اللہ تعالیٰ نے بزرگی بلحاظ عصمت الٰہی عزوجل ظاہر ہونے پر کئے ہین اور خود انبیاء علیہم السلام معصوم ہین پس
یعنی تاکہ امتحان سے بزرگی ظاہر ہو ۱۲
تثبیت نبوت ہوا اور اسی طرح امت کو انکی قدر سے موافق اگلی امتون کے ذکر سے مستقیم و مضبوط فرمایا۔ شیخ رحمہ اللہ نے لکھا کہ اگلے
انبیاء کے قصص سے اور ان کے پیغمبروں سے آنحضرت صلعم کو تثبیت فرمائی اور امت مرحومہ کو آپکے احوال سے تثبیت فرمایا تو دیکھنا
چاہیے کہ سبحان اللہ تعالیٰ اس امت کا بھی کیا بڑا مرتبہ ہے جسکی تثبیت اسکے پیغمبر کے احوال سے منظور ہوئی اقول اور نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی وہ کہ تمام انبیاء کے سردار ہین اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اپنی کبریائی کے صدقہ مین آپکی امت کو آپکے پسندیدہ طریقہ
مسلمون پر فدا کردے کہ آپ کی اتباع مین حق سبحانہ تعالیٰ کو جانین و دیعت سپرد کردین اور شیخ نے لکھا کہ اس قول کی تصدیق
کیلیے میرے پاس دلیل یہ کلام پاک ہی کہ فرمایا وموعظۃ وذکریٰ للمؤمنین۔ قرآن مجید کا ظاہر تو عمل کرنے والون اور ان کے
اعمال کی خوبی و نیکی کے لیے موعظت ہی اور قرآن کے حقائق ان لوگون کے لیے نصیحت ہین جنکو معائنہ سے عین الیقین حاصل
ہوا ہے سبحان اللہ تعالیٰ کیسا پاکیزہ کلام ہے کہ ہر شخص اس سے اپنی حالت وسمجھ وادراک کے موافق معرفت حاصل کرتا ہی پس
عام لوگ تو قرآن مجید کے ظاہر سے لپٹے ہوئے ہین اور خواص اسکے باطن پر جان دیتے ہین اور جو لوگ کہ خاص الخاص ہین وہ
اسمین تجلی حق سبحانہ دیکھکر عجب نور مین ہین کہ آفتاب ہزارون وہان ذرہ سے کمتر بلکہ بے مناسبت ہین اور واضح ہو کہ قرآن
کی حقیقت تو صفت ازلیہ ہی تو جب حقیقت قرآن کسی پر منکشف ہوئی تو صفت الحق عزوجل کی تجلی منکشف ہوئی چنانچہ
حضرت سیدنا امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون کیواسطے قرآن مین تجلی فرماتا ہی کہ شیخ ابو یزید رحمہ اللہ
نے کہا کہ بندہ مومن اپنی لیاقت کے اندازہ پر قرآن کے فوائد سے آگاہ ہوتا ہے تو جس نے دوسرے بندہ اپنے مثل سے سنا
تو گویا اسنے علم احکام کو موعظت نبوت سے سنا پس جس نے حکم پر یقین سے سنا اسکا ظاہر منور و باطن نرم و خشوع و خضوع
کے ساتھ محبت مین گرم و سینہ کھل جائیگا اور جس نے اسکو زبان جبرئیل علیہ السلام سے سنا گویا وہ وحی کو حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پر ادا کرتے ہین تو وہ غیب کے مطالعہ اور اسکے وعدہ و وعید کے معائنہ سے سرفراز ہوا جبکہ اپنے حواس ظاہرہ
سے بالکل بیخبر ہوگا اور جس نے اسکو حق سبحانہ تعالیٰ عزوجل سے سنا وہ فنا ہوکر تحقیقی صفات کیسا تھ باقی ببقاء حق عزوجل
ہوگیا یعنی حق الیقین کے درجات مین علم الیقین و عین الیقین حاصل ہین کذا ترجمۃ مافی العرائس اور سراج مین قولہ وجاءک

فی ہذہ الحق الآیۃ کے تحت مین لکھا کہ حق کے معنی سے اشارہ ہی قرآن مجید کے سچے صاف روشن دلائل کی طرف جو اسمین توحید وعدل ونبوت ودار الآخرت کی تحقیق پر مذکور ہین اور موعظت سے اشارہ ہے اس دنیا سے ضروری سفر کرنے پر اور یہان کے حالات کی قباحت وبرائی ورسوائی وخواری پر جس سے آدمی پرہیز کرے جیسے اندھا کسی آنکھون والے کے بتلانے پر یقین کرکے ہاتھ بڑھا کر نجاست کو نہین چھوتا ہے یا سانپ کو رسی سمجھکر نہین پکڑتا ایسے ہی رسول علیہ السلام کی موعظت سے مومنین کا حال ہے کہ آخر مین وے خود رسول رسول اور آنکھون والے ہوجاتے ہین اور ذکری سے ان اعمال کی طرف اشارہ ہی جو دار الآخرۃ مین نافع ہین اور لکھا کہ جب اس حد تک اللہ تعالیٰ نے عذاب سے ڈرسنایا اور ثواب کا وعدہ دیا اور ترغیب ونصیحت کو کامل فرمایا تو آخر مین تحیت کو ختم فرمایا بکلام بابعد اور اسکے ضمن مین دلیل تحقیق وعدہ ووعید فرمائی کہ خالق خود غیب جاننے والا ہی تو سب حق ہے چنانچہ فرمایا -

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ ۙ

اور کہدے اُن کو جو یقین نہین کرتے کام کیے جاؤ اپنی جگہ ہم بھی کام کرتے ہین

وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ۚ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہین اور اللہ کے پاس ہے چھپی بات آسمانون اور زمین کی

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ

اور اُسی کی طرف رجوع ہی کام سارا سو اُسکی بندگی کر اور اُسپر بھروسا رکھ اور تیرا رب

بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۠

بیخبر نہین جو کام کرتے ہو

وَقُلْ - اور کہدے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم - لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ - ان لوگون کو جو ایمان نہین لاتے یعنی قرآن مجید و اسکے احکام پر تیری رسالت کی تصدیق کرکے - اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ - کام کیے جاؤ اپنی حالت پر شعبہ کی قرأۃ مین مکانات بلفظ جمع ہی اور قتادہ رح نے کہا یعنی منازلکم اپنے ٹھکانون پر اور مقصود یہی ہے کہ جس حال پر ہٹ کرتے ہو اسی پر چلے چلو اور یہ حکم دنیا ویسا ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو حکم دیا - واستفزز من استطعت منہم بصوتک واجلب علیہم بخیلک الآیۃ - اور مراد اس سے سخت تہدید ہے یعنی نصیحت سے راہ پر آنے سے مایوسی ہے تو عذاب آلہی کے منتظر ہو - اِنَّا عٰمِلُوْنَ ہم بھی اپنے اعتقاد توحید وطاعت پر کام کرتے ہین جیسا ہمکو پروردگار نے حکم فرمایا ہے وَانْتَظِرُوْا اور انتظار کرو اُس سزا کا جو تم کو نافرمانی کرنے کی صورت پر وعید کی گئی ابن جریج نے کہا ان وعدون کا جو دنیا کی زینت دکھلا کر تم کو شیطان وسوسہ دلاتا ہے اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ - ہم بھی منتظر ہین کہ پروردگار نے جو ہم کو نیک وعدہ دیا وہ اسکے فضل سے حاصل ہو اور تم خوار ہو جاؤ جیسے فرمایا قل للذین کفروا ستغلبون وتحشرون الی جہنم الآیۃ - یا ہم بھی تمہارے برانجام وعذاب کے منتظر ہین پھر اللہ تعالیٰ نے اس سورہ پاک کا خاتمہ تمام اسرار کا جامع مجموعہ ذکر فرمایا بقولہ - وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہی جو مخلوق سے غائب ہے آسمانون وزمین مین اور مراد اس سے علم ہے یعنی غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی کیلیے مخصوص ہی از انجملہ مخلوق مین سے ہر ایک کا انجام کہ وہ سعید ہے یا شقی ہے اگرچہ بالفعل کافر و بدکار ہو اسیواسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش وعرب کے حق مین موافق حکم کے انتظار کیا اور ان پر بددعا نہین کہا کہ تم ہی ثابت

جہنمی ہوا اور دیکھو جب بعض احبار عرب نے بعضے پرہیزگار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بڑی تکلیف کے ساتھ غدر و بدعہدی سے قتل
وشہید کیا تو آپ نے رنجیدہ ہو کر اُنکے حق میں لعنت فرمائی اور بددعا کی کہ ہمیشہ کیلئے رحمت آلٰہی سے دور ہوں اور یہ اسطرح ہوگا
کہ وے کفر و شرک و نفاق پر مریں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا لیس لک من الامر شیٔ الآیۃ اور وجہ یہی ہو کہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو
ہے ابولہب و ابوجہل وغیرہ کو ارشاد و ہدایت کرنیکا حکم پیغمبر صلعم کو دیا ولیکن غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہو اور فائدہ اسمیں یہ تھا کہ انپر
حجت پوری ہو اور مومنوں کے درجات اس کام میں بلند ہوں جو ان کافروں کی ایذا اُٹھاتے تھے اور کبھی اپنے حبیب مصطفےٰ
سید الانبیاء علیہم السلام کو بعض احوال غیب سے واقف کر دیا اسیواسطے ایک مرتبہ جب ابوجہل نے آنحضرت صلعم سے بیہودگی کے ساتھ
تمسخر کیا اور کہا کہ یہی کہتا ہو کہ جو مجھے نہ مانے وہ جہنمی ہوگا حالانکہ یہ فقیر و ذلیل ہو اور اپنے آپکو اس ملعون نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک
معظم و مکرم سمجھا اس گمان سے کہ وہ سردار و رئیس بنایا گیا ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اسمیں کچھ شک نہیں اور
تو بھی ایک جہنمی ہو پس یہ کلمہ آپ نے بعد مطلع ہونیکے فرمایا اور اس مقام پر تمام نصیحت و پند و ترغیب ترہیب و تعلیم و ارشاد فرما کر رسول
اکرم صلعم کو انتظار کا حکم دیا اور یہ سخت تخویف ہو پھر علم غیب اپنے واسطے مخصوص فرمادیا جس سے معلوم ہوگیا کہ اس ہدایت
کا مفید ہونا جنکے لیے ہوگا اُسکا علیم خالق عزوجل ہو اور انتظار عذاب ہے جو کچھ واقع ہوگا اس سے حق عزوجل خبیر ہے چنانچہ بڑا
گروہ مسلمان ہوگیا اور کچھ لوگ عذاب میں تھوڑے انتظار کے بعد گرفتار ہوئے بحکم قولہ قل للذین کفروا ستغلبون الآیۃ - اگرچہ
شان نزول اسکا یہود کے حق میں بیان ہوا ہے اور اسیواسطے حضرت سید عالم صلعم نے واقعہ بدر کے روز کفار مقتولین ابوجہل وغیرہ کو
فرمایا تھا کہ ہل وجدتم ما وعد ربکم حقا کیوں تم نے وہ عذاب پایا جو تم کو تمہارے رب عزوجل نے فرمان قہر سے وعید فرمایا تھا پس وعید
انتظار میں یہی نہ تھا کہ اُن پر خواہ مخواہ عذاب استیصال آویگا جیسے قوم مدین کے ساتھ واقع ہوا تھا اور یہ بھی سمجھو کہ وعدۂ انتظار
سے یہ ضرور نہیں ہو کہ دنیا میں ظاہری عذاب ان پر نازل ہو جاوے جو کفر پر جمے رہیں بلکہ انتظار کیلئے مہلت قلیل بھی زندگی ہی
اور عمر خفیف ہونیکا حکم حدیث صحیح میں ساٹھ برس تک خود مذکور ہے پس حاصل یہ ہوا کہ پہلے ترغیب و ترہیب فرمائی پھر سخت
خوف دلانا ۱۲
خوفناک قطعی فیصلہ کر دیا کہ اے رسول حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کہدے کہ اچھا اگر میری ہدایت پر اپنے خالق عزوجل کی توحید
و طاعت نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی وحی قرآن سے تم کو انکار ہے تو اپنی حالت پر کام کیئے جاؤ اور ظاہر ہے کہ اُن کا کام
مستوجب غضب آلٰہی تھا کہ صریح شرک و ظلم کرتے تھے اور میں اور میرے اتباع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہم سب اپنے اعتقاد
یقینی بوحی و حکم آلٰہی عمل کرتے ہیں اور دونوں کے انجام و نتیجہ کا تم بھی انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں دیکھو کون سچا ہوتا ہے
اب یہاں تک انتظار کریں تو اُسکا وقت قطعی یہی چند روزہ زندگی کے بعد وقت موت ہو اور اللہ تعالیٰ کے غیب میں شاید
بعضوں کیلئے درمیان میں وقت ہو اب واضح ہو کہ آیات پاک کا حکم تا قیامت سب کے لیے جاری ہو تو اب اسوقت میں رسول اللہ
صلعم کا نصیحت کرنا عموماً ہر شخص پر ثابت ہو جبکہ قرآن پاک ناطق ہے اور احادیث صحیحہ ظاہر و باہر ہیں پس اُسی طرح نرمی و دلجوئی
سے تمام اقوام کو عموماً نصیحت ہو خواہ وہ قوم یہودی ہوں یا نصرانی ہوں یا اہل ہنود ہوں یا اہل اسلام ہوں سب پر اللہ تعالیٰ کی
یہ رحمت نازل ہو ذرا تامل سے انصاف کی نگاہ سے انجام پر غور کریں اور پہلے ہی سے نفرت و کراہت کر کے آنکھیں بند نہ کریں اور
دل سے جھگڑا ہو جانا چھوڑ دیں کیونکہ کیسی کھلی اور سچی بات کو جب دشمنی کی نگاہ سے دیکھو تو آدمی پر خراب خیالات چھا جاتے ہیں کیونکہ

اُسنے پہلے ہی سے جھگڑالوپن کی خراب خصلت کو اپنے دل مین جگہ دیدی تھی اور دیکھو خالق عزوجل کی بندگی تو صاف صاف فرض ہے اور اُسی کی وحدانیت سب کے نزدیک مسلم ہے پھر ایسی بات جسپر سب متفق ہین کیون چھوڑتے ہو اور جب اُسنے پیدا کر دیا تو اسکو ضرور قدرت ہے کہ پھر جسطرح چاہے زندہ کرے اور آخرت مین بعد موت کے آرام دے یا سزا دے اور یاد رکھو کہ اگر نہ مانوگے اور اسی طرح ہٹ کرکے اپنے خالق کی نافرمانی کئے جاؤگے تو اچھا ہی چند روز انتظار کرلو دیکھو کیا خراب انجام ہوگا اور خالق عزوجل کا علم تو محیط ہے سب غیب پر اسطرح صاف ظاہر و روشن ہے کہ مخلوق کا وہم وہان نہین پہونچ سکتا ہے اور خود صحیح فرمایا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ ۔ اور امر بالکل اسی کی طرف راجع ہوتا ہے اور فرق درمیان خلق وامر کے قولہ تعالیٰ الا له الخلق والامر کی تفسیر مین ہے ۔ اور بعض نے لکھا کہ معنی یہ ہین کہ تمام مخلوق کا امر سب بالکل دنیا و آخرت میں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے یہ جمہور کی قرأت یرجع بصیغہ معروف پر ہے اور امام نافع وحفص کی قرأت بصیغہ مجہول یرجع بضم یا و فتحہ جیم مبنی راجح کیا جاتا ہے اور فاعل معنا حضرت خالق الخلق والامر ہے اور اشارت یہ ہے کہ مخلوق کو جس حکمت بالغہ سے اسنے اپنے امر سے مخلوق فرمایا اسکا مرجع اسکی طرف ہے باوجود ان تمام ظاہری اسباب سامان کے وقوع اسی طور پر ہوگا جسکو اسکا علم محیط ہے حتی کہ پیغمبر برحق کی تمام کوشش کمال شفقت سے اور واضح دلائل وحجت سے کافرون کے حق مین بیکار رہیگی اگرچہ کوشش کا ثواب عظیم پیغمبر کو ضرور ملیگا۔ اور ازل مین جو سعید ہے وہ سعادت پر کام کریگا اور انجام اسکا نیک ہوگا اور جو شقی ہے وہ کیسا ہی نیک بنے مگر انجام اسکا شقاوت ہے ونعوذ باللہ من الکفر والشقاوۃ ۔ لہذا آنحضرت صلعم کو اسمین تسلی فرمائی کہ کافرون ومشرکون ومنافقون کے انکار وہٹ سے کمال ترحم وشفقت کی وجہ سے غمناک نہ ہون اور انکی ایذا پر بھی صابر رہین اور اگر وعدۂ عذاب دنیا میں ظاہر واقع نہ ہو تو اسکو علم الٰہی پر حوالہ کرین اور خود فرمانبرداری پر قائم رہین لہذا فرمایا ۔ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۔ یعنی جب غیب کا جاننے والا وہی تیرا رب ہے اور امر کا مرجع اسی کی طرف ہے جسکے اعتقاد سے انتظام جزا وسزا کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیئے تو تجکو لازم ہے کہ اسکی عبادت پر قائم رہ یعنی جسطرح تجکو حکم ہے مستقیم رہ اور مخلوق کو اچھی تدبیر وطریقہ سے ہدایت فرما اور اللہ تعالیٰ پر توکل کر یعنے تمام امور میں اسی پر بھروسا کر کہ وہ تجھے کافی ہے امید ہے کہ تیری ہدایت سے اہل سعادت خالص توحید پر عبادت کرنے کے واسطے امن پاوین اور اہل شقاوت خوار ہون کہ اہل طاعت کو ایذا نہ دینے پاوین ۔ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۔ قرأۃ نافع وابن عامر وحفص مین تعملون صیغہ خطاب بالتا ہے یعنی اور تیرا رب کبھی غافل نہین ہے ان اعمال سے جو تم کرتے ہو اگر مخاطبین فقط آنحضرت صلعم و آپکے صحابہ مومنین ہین تو انکو انکی استقامت واعمال خیر پر خوشنودی ظاہر فرمائی پس حسن الثواب کی بڑی امید ہوئی اور اگر مخاطبین عموماً سب لوگ ہین تو مراد یہ کہ اُن مین سے نیکون کو نیک ثواب ملیگا اور بدون کو عذاب مین گرفتار کریگا باقی ائمہ نے یعملون بیاء تحتیہ صیغہ غائب پڑھا تو ظاہر یہ تہدید اہل کفر کو ہے یعنی اللہ تعالیٰ و رسول صلعم سے منکر ہوکر کافر لوگ جو کچھ دنیا کی خواہش و اسکی کوشش مین کمال زینت کرتے ہین اور عاقبت واسکے سامان سے اعراض کئے ہوئے بالکل دنیا ہی پر جھکے ہوئے ہین اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال سے غافل نہین ہے تنبیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیفیت دنیا بسر کرنے مین یہ تھی کہ سوائے ایک رسی اور بدھنی کے اپنے پاس کچھ نہین رکھتے تھے ایک روز ایک شخص کو چلو سے پانی پیتے دیکھا تو اسکو بھی ایک فقیر کو دیدیا کہ کچھ حاجت نہین ہے اور ایک روز میدان مین ایک پتھر سر کے نیچے تکیہ کرکے سو رہے شیطان نے کہا کہ اے عیسیٰ تم دنیا کی آسائش کی طرف

جھکے تو سر کے نیچے سے نکال کر اسکی طرف پھینکا اور فرمایا کہ لے یہ مع دنیا تیرے لیئے ہی بالجملہ عیسائی ہرگز انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس دنیا کی متاع میں سے کچھ نہ تھا اور انکا زہد و تقوی نہایت معروف و مشہور ہی کہ اگر کوئی انکار کرے تو جھوٹا ہی اب انکا یہ حال اسی وجہ سے تھا کہ دنیا جملہ ملعون ہی انھون نے آخرت چاہی تو جو لوگ آخرت سے منکر اور محض دنیا کی خواہش و آرام و آسائش میں سرگرم اور اسی کا نام تہذیب کہتے ہین کیونکر آنحضرتؐ کی راہ پر ہو سکتے ہین اور شیطان نے انکو بہکا دیا کہ وہ تمہارے لئے کفارہ ہوگئے اور سارا عذاب تمھاری بداعمالیون کا اپنی گردن پر لے لیا لا حول ولا قوۃ اسقدر نا سمجھی کہ ایسا کر کے دنیا کا مبغوض الٰہی و ملعون ہونا بھی لوٹ دیا پس کچھ بھی شک نہین ہی کہ حقیقت مین حضرت عیسیٰؑ کے متبعین تو اہل اسلام ہین جو دنیا سے اسی طرح اعراض کرنے پر کوشش رکھتے ہین اور واضح رہے کہ جن لوگون نے یہ بہتان باندھا کہ اسلام مین تعلیم ہی کہ کوشش و تدبیر مت کرو اور فقیر و محتاج ہو جاؤ اور ذلیل بنو - یہ بالکل غلطی و محض نادانی ہی اسی آیت مین دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل کا حکم ہے تو کیا آپ لوگون کو ہدایت کرنیسے باز رہے یا جہاد نہین کیا یا انتظام نہین کیا بلکہ توکل تو ہر حال مین اللہ تعالیٰ پر بھروسا رکھنے کا نام ہی اور کیا خلفاء راشدین مہدیین اتنی بڑی زبردست سلطنتون کے حاکم نہ تھے پھر کیا وے تجارت نہ کرتے یا انتظام نہین کرتے تھے و لیکن آخرت پر انکو پورا یقین تھا تو رعایا و مخلوق کو آرام دیتے اور بے کار دوست و مال و جواہرات کو کچھ نہین سمجھتے صرف بقدر کفاف اسمین سے لیتے اور برابر لشکرون کو آراستہ کرتے تھے لہذا یہ بہتان باندھنے والا محض جاہل ہی سچ یہ ہے کہ آدمی مین بدن و روح دونون کی صفات الگ الگ ہین بدن کا اقتضا تو کھانا طرح طرح کا مزے دار ولذیذ خوب پیٹ بھر کے موٹا ہونا سونا و کھیلنا و جماع کرنا و تصویرین بنانا اور گلاب کا پھول جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اسکو چھوڑ کر اپنی اوقات نقش بنانے مین ضائع کرنا اور اس سے حماقت کیساتھ خوش ہونا یہ سب بیوقوف جانورون کے کام ہین لہذا اسلام تعلیم کرتا ہی کہ بدن سے جانورون کے کام مت لو بلکہ کھاؤ پیو عبادت کرو اور فنون سپہگری سیکھو اور سمجھ لو کہ یہ بدن بعد چند روز کے ایک گڑھے مین ایسا سڑیگا کہ اسکی بدبو سے تابت ہو گی اور کیڑون سے دیکھنا دشوار ہوگا رونا آویگا تو اس بدن سے ایسے نیک کام لو کہ تمھارا ثواب باقی رہے مخلوق کو آرام دو مفلس محتاجون لنجے اپاہج لوگون کی خدمت کرو جانورون کی طرح کھانے پینے جماع کرنے مین عمر برباد مت کرو - ایسے ہی روح تو اسکی صفات علم و معرفت وغیرہ ہین لیکن عام مخلوق تو اسکو ایسے علم سکھلاتے ہین جس سے ایسی دولت ملے کہ خوب بدن کی ترتیب پرورش ہو اور اسلام سکھلاتا ہی کہ روح کے کمال ایسے صفات علم و معرفت سے پیدا کرو کہ باقی و دائم ہو اور روح اشرف ہی اسکو بدن کے تابع مت کرو بلکہ بدن کو روح کے تابع کرو حتی کہ بدن سے وہ کام لو جس سے روح کو تقویت و صفائی و کمال حاصل ہوتا ہی اور بدن کے نقصانات سے مت ڈرو کہ وہ آخر فنا ہونیوالا ہے اور اللہ تعالیٰ نے صریح وعدہ فرمادیا کہ وقت موت مقدر ہے اسمین کمی و زیادتی نہین ہوتی ہی - بالجملہ جو کوئی اسلام سے خارج ہو اس سے بنص الٰہی عزوجل کچھ قبول نہ ہوگا اگرچہ وہ دنیا مین بڑا عقلمند ہوا اور آسمان و زمین بھر سونا و جواہرات خیرات کیا کرے اب مین اہل ایمان کو فائدہ آیت سے آگاہ کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر مضبوط ہون اور دنیا کی زندگی پر فریفتہ نہ ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قائم ہون اور استقامت اختیار کرین اور اسی راہ پر تمام پیغمبر گذرے خواہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہون یا کوئی اور ہون سبھون نے اسلام تعلیم کیا اور جب یہ بات واضح ہوگئی کہ روح باقی اصل ہی

اور بدن تابع تو اب اس زمانہ مین مسلمانون نے بسبب ضعف یقین وضعف ایمان کے تمام اوصاف روحی ضائع کردیئے حتی کہ
ادنی اوصاف جو بدن کی شرکت سے ہین جیسے صدق وحیا وعفت وترحم وجوانمردی وشجاعت سب سے محروم ہوکر غیر قومون کے
مقتدی ہوگئے فاتقوا اللہ۔ ڈرو اللہ تعالی سے اور اپنے آپس مین اصلاح کرو۔ تنبیہ اسوقت مین کچھ اسباب ایسے جمع ہوگئے ہین
کہ اکثر مسلمانون کی نظر پھسلتی اور انکو وہم پیدا ہوتا ہے اور بہت سے لوگ جو کور باطن ودل سے کافر مگر ظاہر مین دنیا کے
عروج کے ساتھ مسلمانون کے بھیس مین ہوکر اہل اسلام کو بہکاتے ہین تو بدبخت لوگ بالکل ان کے ساتھ بے ایمان ہوتے
جاتے ہین اور اسکا علاج اسوجہ سے دشوار ہوگیا کہ طبیعت سرکش دنیا کی طرف خواہ مخواہ راغب ہوتی ہے اور علم دین مسلمانون
مین سے اٹھتا چلا جاتا ہے اور ایسے ضعف ایمان واس جہالت پر طرہ یہ ہے کہ عوام لوگ دین کی بات سننے سے گویا بہرے ہین اور علماء
اپنی معیشت کی فکر مین انکو صاف توحید سکھلانے سے گویا گونگے ہین پھر ایسی قوم مین یا تحت ہین کہ ان کو دنیا بھرپور دیدی
گئی ہے پس جو سعید کہ نصیحت سنے اور خلجان دور کرنا چاہے اسکو زیادہ غور کی ضرورت نہین ہے صرف اس امر کو دیکھے کہ جس
قوم پر عقلمند ہونے کا گمان ہے اسنے اپنی عقل سے ایسی دانائی دکھلائی جو باقی وآخرت کیلئے مفید ہے یا فانی اور فقط بدن کی پرورش
مین مفید ہے پس صاف ظاہر ہے کہ ملک یورپ کی قومین معرفت وتوحید الٰہی وباقیات صالحات مین سے جو روح کے کمالات ہین
کچھ بھی نہین رکھتے ہین اور تجارت وریل وتار برقی وکلین وغیرہ یہ سب فانی بدن کے عیش وتنعم کیلئے ہین تو صاف معلوم ہوگیا
کہ انکو عقل نہین بلکہ حواس بدنی مین تیزی ہے پس آدمی اب خود اپنے نفس کے لئے راہ اختیار کرے اگر اسکو دنیائے فانی اور
بدن کی پرورش جو عنقریب سڑ کر ریشہ ریشہ جائیگا منظور ہو تو انکی پیروی کرے اور اگر روح باقی اور دار الآخرۃ باقی ونعمتہائے باقی
کی خواہش منظور ہو تو جوانمردی کے ساتھ اللہ تعالی خلاق علیم کے رسولون وانبیاء علیہم السلام کی اتباع کرے اور خود حق تعالی
نے پارہ پانزدہم سورۂ بنی اسرائیل مین صاف یہ مضمون فرمادیا ہے کہ جو کوئی دنیا چاہے ہم اسکو دینگے مگر چند روز کے بعد
مرکر عذاب کے سوائے کچھ نہین پاویگا اور جو آخرت چاہے اور ایمان کے ساتھ نیک کام کرے جیسے کرتے چاہیئے ہین تو اسکی
کوشش کا شکریہ ہوگا اللہم اجعلنا مومنین وثبتنا علی الایمان ووفقنا لما تحب وترضی ربنا واللہ تعالی مجیب الداعین وہو
ارحم الراحمین **فائدہ** عبداللہ بن امام احمد وابن الضریس وابن جریر وابو الشیخ نے اپنی اسانید کے ساتھ حضرت کعب احبار
رحمہ اللہ سے روایت کی کہ توریت کا شروع وہ ہے جو سورۂ انعام کا شروع ہے اور توریت کا خاتمہ یہ سورۂ ہود کا خاتمہ یعنی
وللہ غیب السموات والارض آیۃ ہے۔ واضح رہے کہ کشاف نے اور اسکی تبعیت مین بیضاوی نے یہان ایک حدیث لکھی کہ جو کوئی
سورۂ ہود پڑھے اسکو دس گونہ ثواب ان لوگون کی تعداد پر ملیگا جو نوح پر ایمان لائے و جنھون نے نہ مانا اور اسی طرح
ہود وصالح وشعیب ولوط وابراہیم وموسی پر جو ایمان لائے اور جو کافر ہوئے اور قیامت مین وہ اہل سعادت سے ہوگا
سراج مین کہا ہے کہ یہ علم حدیث سے ناواقفی ہے یہ حدیث نہین ہے بلکہ کسی نے بنا کر اسکو حدیث کہا ہے امام ابن الجوزی نے
کہا کہ موضوع یعنی بنائی وگڑھی ہوئی ہے۔ فاحفظہ واللہ تعالی اعلم **فی العرائس** قولہ وللہ غیب السموات والارض ۔
اشارت سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی ارواح وابدان کے غیب سے واقف ہے پس وہی خالق علیم ہے کہ اسنے کس روح وبدن
کو اسطرح مرکب کیا کہ روح مین علم ذات کے اسرار وقلب مین علم صفات کے اسرار ازل سے ودیعت فرمائے کہ جب دنیا دی

ظہور میں اس علم کا طلوع ہوا تو روح قوی و غالب و بصیر و دانا ہوئی اور بدن اسکا تابع ہو کر معرفت میں کامل ہوا اور وہی مومن ہوا اور
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و سنت پر مستقیم ہوا اور وہی جانتا ہے کہ کس روح و بدن کو اسطرح مرکب کیا کہ روح تاریکی و جہالت
میں ہو اور بدن قوی و مضبوط و حواس کا تیز دنیا کی زینت میں کامل ہو تو روح مضمحل ہو گئی اور بدن غالب ہوا اور حواس کی
تیزی سے دنیا کی لذتیں و مال و متاع و شوکت و حشمت حاصل کرنے میں قوی ہوا اور روح و عقل بالکل بے نور و آخرت سے کور
و نابینا رہا - اور لکھا کہ غیب السموات وہ بھی ہیں جو ملائکہ کے قلوب میں مقادیر کے علوم ہیں کہ قضا و قدر کے نام سے بندوں کے
افعال پر جاری ہوتے ہیں اور غیب الارض وہ علوم و معارف ہیں جو اہل معرفت و صدق و ایمان کے دلوں میں مضمر و پیدا ہوتے
ہیں قولہ والیہ یرجع الامر کلہ - امر یا ان ارواح ہیں جو اپنی سعادت کے اندازہ پر صفات و ذات کی طرف راجع ہیں - پھر اللہ تعالیٰ
نے اپنی عبادت کی طرف راغب فرمایا بقولہ فاعبدہ - کیونکہ جب اسی کا بندہ ہوا تو ہر چیز سے آزاد ہوا اس سے توحید پیدا
ہو گئی جس سے تجرید پیدا ہوئی اور تجرید سے تفرید اور اس سے ذات و صفات میں محو ہوا اور اس مقام سے وہ مخلوق کبھی فنا نہ ہوگا
اور برابر نعمتوں و آرام میں باقی رہیگا قولہ و توکل علیہ یعنی وہی تجھے کافی ہے اسکے قہر سے اسی کے لطف کی طرف اور اسی سے اسی کی
طرف راجع ہو اسیواسطے آنحضرت صلعم نے فرمایا اعوذ بک منک - تجھ سے تیری ہی طرف پناہ لاتا ہوں - شہر جوذی رحمہ نے کہا کہ قولہ
و للہ غیب السموات یعنی اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے غیب تو جو بندے اپنے مولیٰ کی قبولیت و قرب میں ہیں وہ بھی جہاں تک اللہ تعالیٰ
چاہتا ہے اسرار و مغیبات سے واقف ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جنمیں اپنے شہوات و خواہش کچھ بھی باقی نہیں رہی اور نہ ان میں
نفس و وسواس کا مطالبہ ہے پس بلا وجود کے انکا وجود ہے اور بلا شہود کے انکا شہود ہے بلکہ قبضہ قدرت الٰہیہ میں انکا انقلاب ہے
باشارۂ حدیث انا سمعہ الذی یسمع بی - اور اشارہ آیت تقلبک فی الساجدین پس وے نہ وے ہیں اور نہ وے وے نہیں ہیں بلکہ
از راہ وجود کے وے ممکن ہیں اور از راہ اتحاد کے انکا وجود وے نہیں ہیں - اقول یہ مقام بالکل عوام کی فہم سے باہر ہے صرف
اتنا فائدہ یاد رکھیں کہ جو مقولہ صوفیہ فنا فی اللہ کا مشہور ہے اس سے یہ مراد ہے کہ وصول و قرب ایسا کہ خود سننا دیکھنا وغیرہ خواہشات
نہیں ہیں اور وے عجب نعمت و مشاہدہ میں ہیں کہ گویا تمام مخلوقات آسمان و زمین سب انکے قبضہ قدرت میں ہیں حالانکہ خود کچھ حرکت
نہیں کر سکتے ہیں بلکہ جو ارادت اللہ تعالیٰ چاہے وہی ہوتا ہے مگر وے خود وہی بنتے ہیں چنانچہ مولانا بحر العلوم نے شرح مثنوی
میں شیخ اکبر کے فصوص و فتوحات وغیرہ سے یہ مقام مشرح لکھدیا ہے کہ ممکن کبھی قدیم و واجب الوجود نہیں ہو سکتا پس یہاں
انقلاب الماہیۃ نہیں جیسا کہ عوام کا زعم ہے - قال الشیخ اور یہی لوگ اہل غیب ہیں کہ جو اپنی ذات سے غائب ہو گئے ہیں نہ ان کو
اپنے نفس کیلئے کوئی حظ ہے اور نہ مخلوق کو انکی طرف کوئی راہ ہے کیونکہ وے تفرقہ سے نکلکر عین الجمع میں پہونچ گئے ہیں جہاں کسی
عبارت و کلام کو گنجائش بیان نہیں ہے اور نہ اس حال کو زبان ادا کر سکتی ہے اور بعض نے کہا کہ قولہ الیہ یرجع الامر کلہ سب کا
وہی مرجع ہے کیونکہ وہی سب کا مبدا تھا - فاعبدہ - اپنی خواہش نفس کو اپنی ذات سے ساقط کر دے اور ادب و طریقہ سنت
کے ساتھ حکم الٰہی بجا لانے پر قائم و ثابت رہ و توکل علیہ جسکی کفایت ہماری طرف سے ہے یعنی تو کچھ اہتمام مت کر اور جسکا تجھے حکم
ہے اسکا اہتمام کر و ما ربک بغافل عما یعملون کیونکہ اسکو غفلت ہوگی جسنے مقدر کر دیا کہ تو بمقدر کام اسطرح کریگا کہ اس سے کم و بیش
آدمی کی مجال نہیں ہے اور تو اس سے اپنی آخری سانس پر ملاقی ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب و الیہ المرجع و المآب

سُورَۃُ یُوسُفَ مَکِّیَّۃٌ

اس سورۂ شریفہ کی خوبیاں وفضائل خود نص قرآنی سے ثابت ہیں ومقام نزول وشان نزول کا بیان یہ ہے کہ بعض کے قول پر ہجرت کے وقت مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کے درمیان نازل ہوئی اور اکثروں کے قول پر مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور ابن عباس و قتادہ سے ایک روایت ہے کہ چار آیات کے سوائے باقی سب مکی ہے اور ارجح واصح یہ ہے کہ پوری سورت مکیہ ہے اور اسی پر سراج وغیرہ میں بھی جزم ہے اور شیخ امام حافظ نے کہا کہ وہ کہتا ہے قرطبی رح نے علماء سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بنا بر تکرار انبیاء و انکی قوم کے وقائع کو مکرر اسلوب و نظم سے بیان فرمایا کہ درجات بلاغت میں اعجاز ہر جگہ ہوا اور سورۂ یوسف کو مکرر نہیں فرمایا۔ مگر کفار منکرین میں سے کسی نے مکرر و غیر مکرر کسی کے مقابلہ کی قدرت نہیں پائی۔ اس سورہ میں ایک سو گیارہ (۱۱۱) آیات ہیں اور ایک ہزار نو سو چھیانوے (۱۹۹۶) کلمات ہیں اور سات ہزار ایک سو چھہتر (۷۱۷۶) حروف ہیں قال الحافظ رح وروی الثعلبی وغیرہ من طریق سلام بن سلیم ویقال سلیم المدائنی وهو متروک عن هارون بن کثیر وقد نص علی جهالته ابو حاتم عن زید بن اسلم عن ابیه عن ابی امامة عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علموا ارقاءکم الحدیث یعنی اپنے مملوکوں غلام وباندیوں کو سورۂ یوسف سکھلاؤ کیونکہ جو کوئی مسلمان اسکو پڑھے یا اپنے اہل کو سکھلاوے یا اپنی مملوک کو سکھلاوے تو اللہ تعالیٰ اسپر موت کی سکرات کو آسان کر دیگا اور اسکو ایسی قوت عطا فرما دیگا کہ کسی مسلمان پر حسد نہ کریگا اسکے اسناد میں سلام بن سلیم ایسا شخص ہے کہ اسپر اعتماد نہ تھا وجہ یہی نے اسکی روایت متروک کر دی تھی اور ہارون بن کثیر کو شیخ ابو حاتم نے صاف کہا کہ یہ مرد مجہول ہے قال الحافظ اسوجہ سے تو یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اسکی اسناد بالکلیہ ضعیف ہے اقول یعنی ابو امامہ و ابی بن کعب تو صحابی ہیں انکے سوائے باقی راوی سب ضعیف ہیں اور میرا خیال یہ ہے کہ شاید صحیح نسخہ میں یوں ہوگا عن ہارون بن کثیر عن عبد الرحمن بن زید بن اسلم عن ابیه کیونکہ زید بن اسلم کے ضعف میں تامل ہے کیونکہ انکی توثیق معروف ہے واللہ اعلم۔ پھر شیخ نے لکھا کہ حافظ ابن عساکر نے اس اسناد کا متابع ذکر کیا۔ کئی وجہ سے اول من طریق القاسم بن الحکم عن ہارون بن کثیر یعنی سلام بن سلیم کی تقویت ہوئی اور رہی تقویت ہارون بن کثیر تو دوسرا طریق لکھا یعنی شبابہ عن محمد بن عبد الواحد النضری عن علی بن زید عن جدعان۔ اقول شبابہ یعنی ابن سوار اور قولہ علی بن زید عن جدعان ایسا ہی اس نسخہ مطبوعہ مصر میں ہے اور میرے نزدیک خطائے کاتب ہے صواب علی بن زید بن جدعان ہے اور یہ شخص بھی منکر الحدیث ہے پھر تیسرے طریق کو لکھا عن عطاء بن ابی میمونہ عن زر بن حبیش عن ابی بن کعب۔ اقول مقصود اس سے تقویت زید بن اسلم یا عبد الرحمن بن زید ہے اور زر بن حبیش اصحاب ابن مسعود رض سے معروف ثقہ ہیں اور ابو امامہ رض کی متابعت مقصود نہیں ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ رح نے ان طرق کے بیان کے بعد لکھا کہ یہ روایت جملہ طرق سے منکر ہے اور لکھا کہ بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا کہ یہود کے ایک گروہ نے جب آنحضرت صلعم سے سنا کہ یہ سورہ شریفہ آپ اپنی قوم پر تلاوت فرماتے ہیں تو سب مسلمان ہوگئے کیونکہ جسطرح انکے پاس یہ قصہ تھا اسی کے موافق آنحضرت صلعم نے وحی سے سنایا تھا۔ شیخ نے کہا کہ یہ روایت کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس سے ہے۔ اقول یعنی کلبی ضعیف الحدیث ہیں دیکھو میزان میں ذہبی رح کے بیان سے ضعف میں بہت شدت ظاہر ہوتی ہے واللہ اعلم۔ سراج میں عطاء سے لایا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہود نے آنحضرت صلعم سے سوال کیا

کہ آپ ہم سے یعقوب و انکی اولاد و یوسف کا حال بیان فرماوین تو یہ سورہ نازل ہوا قول روایت کی توجیہ آتی ہے کیونکہ سورہ کے مکیہ ہونے پر گویا اجماع ہے اور سعید بن جبیر رح سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا تو آپ قوم پر تلاوت فرماتے تو قوم نے کہا کہ ہم امیدوار ہیں کہ آپ ہم سے حدیث فرماتے تو نازل ہوا قولہ اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی تقشعر منہ الآیۃ۔ پھر قوم نے کہا کہ ہم امید رکھتے ہین کہ آپ ہمکو غفلت سے بیدار کرتے تو نازل ہوا قولہ الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔ قوم نے عرض کیا تھا کہ آپ ہم سے مفید حالات سابقین بیان فرماتے یعنی جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت و ایمان کیواسطے نصیحت و عبرت ہو تو یہ سورہ شریف نازل ہوا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ہے اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا رحم والا مہربان ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۞ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ

یہ آیتین ہین واضح کتاب کی ہم نے اس کو اتارا ہے

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۞ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ

قرآن عربی زبان کا شاید تم بوجھو ہم بیان کرتے ہین تیرے پاس بہتر بیان

بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ

اسواسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور تو تھا اس سے پہلے البتہ

الْغٰفِلِيْنَ ۞

بیخبرون مین

الٓر۔ الف لام را۔ ابو علی فارسی نے کہا کہ ان حروف سے انکی مسمی مراد ہین یعنی اسم الف اور ل سے لام اور ر سے را مقصود ہے اور ہر ایک پر وقف ہے اور شیخ حافظ رح نے کہا کہ ان حروف مقطعہ کے معنی مین اول سورہ بقرہ الم مین گفتگو ہو چکی ہے اور حق راجح وصحا براہ اہل معنی و مراد کے شیخ سیوطی مفسر رح کا یہ ہے کہ انکی مراد سے اللہ تعالیٰ ہی دانا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ بھید ہے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول علیہ السلام کے درمیان کہ سوائے رسول علیہ السلام کے کسی کو یہ مرتبہ نہین کہ ان اسرار کو سمجھے اور یہ قول بھی اچھا ہے اور مفصل کلام الم مین گذر چکا اور دونون قول مین اسطرح توفیق ممکن ہے کہ جیسے قیام جنت و اسکا آرام بالفعل آدمی کو محسوس نہین اگرچہ ایسا ہونے کا یقین ہے تو اسی راہ سے اسکی تاویل کا علم بھی اللہ تعالیٰ کو ہے یا جیسے قیامت قائم ہونے کا وقت معین اگرچہ ہر مومن وقوع قیامت کا یقین کرتا ہے اور اس راہ سے کہ اسکے اسرار سے انکشاف و علم ہو جیسے قیامت کے آثار تو اسکا علم آنحضرت صلعم کو ہوا اور بعض علماء متقدمین و متاخرین نے زعم کیا کہ اہل بیان کو اسکا علم ہو سکتا ہے مگر دوسری وجہ مذکورہ کے طور پر چنانچہ شیخ ابن تیمیہ رح نے اسکو مفصل ذکر فرمایا ہے پس ائمہ حنفیہ نے جو کہا کہ انکا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہین ہے تو پہلے معنی کے موافق ہے اور امام شافعی رح نے جو کہا کہ مومنین راسخین کو ہوتا ہے تو دوسرے معنی کے موافق ہے

واللہ اعلم۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۔ یہ آیتیں ایسی کتاب کی ہیں جو مبین ہے یعنی واضح روشن ہے جو مبہم امور کو صاف روشن کرتی ہو اور ان کو بیان سے ظاہر کر دیتی ہے کذا قال الحافظ۔ مبین ابانہ باب افعال ہے تو بعض نے اسکو متعدی کیا یعنی دوسرے امور کو بیان سے صاف جدا کرنیوالی اور شیخ مفسر وغیرہ نے لازمی معنی پر محمول کیا یعنی خود واضح و روشن اور شیخ حافظ نے گویا دونوں کو جمع کر دیا کہ خود بھی واضح ہے اور حق و باطل میں فرق کرنیوالی بھی ہے۔ زجاج نے کہا کہ حق کو باطل سے اور حلال کو حرام سے جدا ظاہر کرنیوالی ہے اور ایسا ہی مجاہد رح سے مروی ہو۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ سراج میں کہا کہ تقدیر کلام یہ ہو۔ انا انزلنا ہذا الکتاب الذی فیہ قصۃ یوسف حال کونہ قرآنا عربیا لکی تعلموا و ارادوا ان تفہموا ما فیہ یعنی ہم نے اس کتاب کو جسمیں حضرت یوسف کا قصہ ہے نازل فرمایا درحالیکہ وہ قرآن عربی ہے تاکہ تم خوب سمجھو اور لکھا کہ قرآن کے ایک سورہ کو قرآن اسوجہ سے کہا کہ قرآن اسم جنس ہو جیسے کل پر بولا جاتا ہے ویسے ہی بعض پر بولا جاتا ہے۔ اقول صحیح یہ ہو کہ قولہ انا انزلنا یہ انا انزلنا ہذا الکتاب حال کونہ قرآنا۔ میں اگر کتاب سے تمام قرآن مراد ہے تو اسکا قرآن عربی ہونا ظاہر ہے اور اگر فقط یہ سورہ مراد ہو تو وہ توجیہ ہو جو سراج میں لایا لیکن سراج کا یہ قول کہ ہذا الکتاب الذی فیہ قصۃ یوسف حال کونہ الخ پھر اسکے بعد توجیہ مذکور مناسب نہیں ہو۔ حاصل معنی یہ ہیں کہ یہ سورہ قرآن مبین کی آیات ہیں ہم نے قرآن کو عربی نازل فرمایا تاکہ تم خوب سمجھ حاصل کرو بیان وہم ہوتا تھا کہ شاید آنحضرت صلعم کی رسالت مخصوص بعرب ہے تو شیخ امام حافظ رح نے اسکو دور کر دیا اسطرح کہ عربی زبان میں نزول کچھ عرب کے آدمیوں پر مخصوص لحاظ نہیں ہو بلکہ اسوجہ سے کہ تمام زبانوں سے عربی زبان بہت فصیح ہو اور اسمیں الفاظ ایسے وسیع ہیں کہ جو مضمون باریک کہ دل میں آوے اسکے لئے ایسے نفیس الفاظ ملتے ہیں کہ خوب ادا ہو سکتا ہے اور تھوڑے فرق کیلئے دوسرا لفظ موجود ہو اسواسطے اشرف کتاب کو اشرف زبان میں اشرف الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اشرف الملائکہ جبرئیل علیہ السلام کی سفارت سے اشرف قطعہ زمین یعنی مکہ معظمہ میں اشرف زمانہ یعنی رمضان میں نازل فرمایا پس ہر وجہ سے اسکی بزرگی بڑھ گئی اور اول عرب میں نزول کی وجہ یہ بھی ہو کہ ابتدائی تعلیم و ہدایت اسکی عام لوگوں میں سے اشرف کو فرمائی یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم بحکم قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیۃ پس یہ بھی لاحق کرنا چاہئیے کہ اشرف لوگوں کی ہدایت کیلئے نازل فرمایا۔ اور یہ وہم نہ ہو کہ قرآن تو تمام روئے زمین کی ہدایت کیلئے ہو صحابہؓ کی ہدایت کیونکر مخصوص ہوئی کیونکہ ابتدائی نزول اشرف لوگوں کیلئے واقع ہوا اگرچہ حکم و خطاب قیامت تک کیلئے عام روئے زمین کے لوگوں کیلئے ہو اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ قولہ لعلکم تعقلون میں خطاب ان حضرات سے بوجہ انکے اشرف ہونے کے ہو کیونکہ یہ بات بالیقین معلوم ہو کہ اہل عرب جو اسوقت موجود تھے انکی اولاد آخر تک اسمیں داخل ہیں حالانکہ وے وقت لعلکم خطاب کے پیدا بھی نہیں ہوئے تھے تو ضمیر خطاب سے انہیں موجودین کا انحصار مقصود نہیں بلکہ انکی اولاد اور تمام روئے زمین کے لوگ داخل ہیں لیکن اللہ تعالی نے ازلی خلقت سے صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو اشرف و اکمل اس شان ایمان و عبودیت میں مخلوق فرمایا تھا اسواسطے قرآن مجید میں اکثر خطاب انہیں حضرات کی طرف فرمایا ہو۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۔ ہم تجھ پر نازل کرتے ہیں یا بیان کرتے ہیں قصص میں سے احسن و بہتر بوجہ ہمارے وحی فرمانے کے تیری جانب یہ قرآن یعنی ہم نے جو تجھ پر قرآن بوحی نازل فرمایا تو ہم تجھے قصص میں سے بہتر سناتے ہیں پس تمام قرآن نہایت بہتر ہو اسلئے مروی ہو کہ قصص میں سے بہتر یہ قرآن ہو مقصود یہ کہ عوام جنکو معرفت ابتداء نہو اسکا انجام نہیں اور نہ اپنی تہذیب نفس

وانسانی کمالات سے وقوف ہوسے بیہودہ دروغ وباطل یا بیفائدہ وبیحاصل باتون کو سنکر خوش ہوتے اور یہ نہین جانتے ہین کہ نفس
وشیطان کے پھندسے مین گرفتار ہو کر ہلاک ہوسے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مین بندگان صالحین انبیاء ومرسلین وانکی امتون وو قائع کو
ایسے نفیس اسلوب معجز بیان سے وحی فرمایا کہ آدمی قصہ سنے اور اس سے یہ فائدہ حاصل کرے کہ برے افعال جن سے اگلے ہلاک ہوئے ہین
ترک کرے اور اچھے افعال جن سے اگلون کا انجام بخیر ہوا ہو اختیار کرین اور یہ دنیا بالکل بے ثبات ہو اس سے تعلق منقطع بہتر ہے
ورنہ دنیاوی فریب سے بھائی کا بھائی جانی دشمن ہو جاتا ہو حالانکہ خیال وتخیل وحاصل وحصول سب چند روزہ فانی ہو بعض نے کہا کہ
احسن القصص سے یہی قصہ یوسف علیہ السلام مراد ہو یعنی ہم اپنی وحی سے تجھے احسن القصص قصہ یوسف سناتے ہین۔ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ
اور بیشک تو ہمارے وحی فرمانے سے پہلے لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ۔ البتہ اس قرآن یا اس قصہ سے غافل تھا مقصود یہ کہ قرآن مین ہم پے در پے
احسن قصص وحی فرماتے ہین تاکہ کسی کو شک ممکن نہو کہ اپنی طرف سے بیان کرتے ہین بلکہ یقین ہو جائے کہ یہ صحیح واقعات ایک اُمّی سے
صرف بوحی ہین لہذا واثق یقین کرین کہ آنحضرت صلعم بیشک رسول ہین چنانچہ مروی ہو کہ یہود مدینہ جنھون نے بواسطہ سرداران قریش کے
اس قصے کو دریافت کرایا تھا جب اپنے یہان کے روایات کو اس سورہ کے مطابق صحیح پایا تو ایک گروہ مسلمان ہو گیا قال المترجم آنحضرت
صلعم کے صدق رسالت کیلیے منجملہ دلائل کثیرہ کی یہ دلیل ہو کہ آپنے گزرے ہوے پیغمبرون وانکی اُمتون کا حال خصوصًا واقعات
نبوت حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کو صحیح صحیح بیان فرمایا اور باعلان کہ جن قصص سے عرب غافل تھے انکو بیان فرمایا تو ممکن نہین کہ
کسی سے سنکر ایسے اعلان کے ساتھ دعوی کیا جائے خصوصًا جبکہ اہل کتاب یہود ونصاری دشمن ہو رہے تھے پس صریح ظاہر ہو کہ محض
وحی الٰہی سے بیان فرماتے تھے اور یہ خصوصیت نہ تھی کہ جو آپ خود بیان فرمادین آپ کا مقصود یہ ہو کہ جو پوچھا جاتا اسکو بیان فرماتے تھے اور
چونکہ جملہ انبیاء کی تعلیم خالص توحید تھی جس سے نفس وشیطان سے نجات واپنا کمال حاصل ہوتا ہے تو انمین سے خاصکر حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے حالات کثرت سے بیان فرماے کیونکہ حضرت موسیٰ کے امتی ہونے کے مدعی یہود بہت عرب مین موجود تھے اور
سب دشمن تھے تو کبھی ممکن نہ تھا کہ کچھ حال ظاہر کرتے بلکہ آپکی وحی سے اپنی کتابون کی روایات صحیح پاکر تصدیق کرتے تھے اگرچہ حسد و
عداوت سے بہتیرے ایمان نہین لاتے تھے چنانچہ یہ بات بھی صاف اُن سے کہدی گئی اور اللہ تعالیٰ نے جابجا تنصیص فرمائی کہ حقیر دنیا
کے لالچ سے وحی ورسالت کی تصدیق چھپاتے ہین اس بیان سے یہ بھید بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء مین سے حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے حالات کو کیون زیادہ بیان فرمایا ہے۔ سراج وغیرہ مین ہو کہ اگر احسن القصص سے مراد یہی سورۂ یوسف ہو تو
اسکا احسن ہونا اس وجہ سے ہو کہ اس قصہ مین دین ودنیا کے فائدے وعبرت واشارات وحکمت بہت ہین اور اسمین بادشاہون
سے غلامون تک کے برتاؤ اور عورتون کے مکر ودشمنون کی ایذا پر صبر اور قدرت کے وقت عفو کرنا وغیرہ اخلاق واوصاف کا بیان ہو
اور بعض نے کہا کہ اسمین حبیب ومحبوب کے حالات واشارات ہین اور جملہ عزائم اخلاق کے اسمین عفت یوسف کا بیان ہو خالد بن معدان نے
کہا کہ جنت مین اہل جنت اس سورۂ یوسف سے اور سورۂ مریم سے تفکہ کرین گے مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارہ لطیف ہے اسکو مرد کامل
سمجھتا ہو۔ ابن عطار رح نے کہا کہ جو شخص محزون ہو اگر دل لگا کر سورۂ یوسف سُنے تو اُسکو اسطرف راحت ہوگی۔ شیخ امام حافظ
رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر مین اس مقام مین فوائد سے توضیح کے ساتھ جو لکھا اسکا خلاصہ یہ ہو کہ ابن جریر وحاکم نے سعد بن ابی وقاص سے
اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم پر قرآن نازل ہوا تو ایک زمانہ تک آپ لوگون کو سناتے رہے صحابہ رض نے

عرض کیا کہ ہم امیدوار تھے کہ آپ ہم سے اگلون کے حالات بیان فرماتے (یعنی وحی خفی کے ساتھ تاکہ دلیری ہو) پس اللہ تعالیٰ نے اس اُمید کو وحی جلی سے پورا فرمایا، تو نازل ہوا قولہ الٓر تلک آیات الکتاب المبین الآیات ۔ پھر اُنھون نے آرزو کی کہ آپ ہم سے حدیث فرماتے تو نازل ہوا قولہ اللہ نزل احسن الحدیث کتابا الآیۃ ۔ اور ابن جریر رح نے اسکو عون بن عبداللہ سے مرسل روایت کیا اور آخر مین ہو کہ اُنھون نے حدیث چاہی تو اللہ تعالیٰ نے احسن الحدیث کی راہ انکو بتلائی اور اُنھون نے قصہ چاہا تو انکو احسن القصص کی راہ بتلائی ۔ مترجم کہتا ہو کہ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید کتاب عظیم کریم کافی شافی ہو اسکی فہم کے ساتھ کسی دوسری چیز کی ضرورت نہین رہتی اور رہی احادیث تو وے اسکی فہم کیلئے مستند ہین قال الحافظ الامام رح جب اس آیت سے ظاہر ہوا کہ قرآن مجید دوسری کتابون سے مستغنی کرتا ہے تو اسکی مؤید احادیث کا ذکر کرنا یہان مفید و مناسب ہے چنانچہ امام احمد رح نے اپنی اسناد سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یہود سے ایک کتاب پائی اسکو آنحضرت صلعم کے پاس لائے اور آپکو پڑھ سنائی تو آپ غضب مین ہو گئے اور فرمایا کہ اے ابن الخطاب کیا تو اسمین متھوک ہے حالانکہ قسم اس پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ مین اسکو تمھارے پاس پاکیزہ صاف لایا ہون تم یہودیون سے کچھ مت پوچھو ایسا نہو کہ یہ بیباک لوگ کبھی تمکو سچی بات بتلا دین مگر تم انکو جھوٹا بتلاؤ اور کبھی تمکو باطل بات بتلا دین مگر تم اسکو سچ ان لو اور قسم اس پاک کی جس کے قبضۂ قدرت مین میری جان ہو کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتا تو اسکو کوئی چارہ نہ ہوتا سوائے اسکے کہ میری پیروی اختیار کرے ۔ امام احمد نے لکھا کہ حدثنا عبدالرزاق قال حدثنا سفیان عن جابر عن الشعبی عن عبداللہ بن ثابت کہ اُنھون نے کہا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ قریظہ مین سے ایک بھائی کے پاس میرا گذر ہوا اسنے میرے واسطے توریت مین سے ایک مجموعہ لکھدیا مجھے اجازت ہو کہ مین اسکو آپکی خدمت مین سناؤن پس آنحضرت صلعم کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا عبداللہ بن ثابت کہتے ہین کہ مین نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم آنحضرت صلعم کے چہرہ پر آثار نہین دیکھتے ہو پس حضرت عمر رضہ نے کہنا شروع کیا کہ رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد رسولا ۔ ہم دل سے راضی ہین کہ رب ہمارا اللہ تعالیٰ ہے اور دین ہمارا اسلام ہے اور محمد صلعم ہمارے لئے رسول ہین عبداللہ کہتے ہین کہ وہ غضب آنحضرت سے جاتا رہا اور فرمایا کہ قسم اس پاک کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہو اگر موسیٰ تم مین زندہ ہوکر آدے پھر تم مجھے چھوڑ کر اسکی پیروی کرو تو بے شک گمراہ ہو جاؤ تم مخلوق مین سے میرا حصہ ہو اور نبیون مین سے مین تمھارا حصہ ہون ابویعلی الموصلی نے اپنی اسناد کے ساتھ خالد بن عرفطہ سے روایت کی کہ مین حضرت عمر کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے مین قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص آپکے پاس پہنچا آیا آپنے اسکو فرمایا کہ تو ہی فلان بن فلان العبدی ہے اسنے کہا کہ ہان آپنے کہا کہ تو ہی مقام سوسن مین رہنے لگا اسنے کہا کہ ہان پس خدا کی چھڑیون سے جو آپکے پاس تھین اسکو مارا اسنے عرض کیا کہ اے مومنون کے سردار میرا کیا قصور ہے آپنے حکم دیا کہ بیٹھ وہ بیٹھ گیا پس آپنے اسکو پڑھکر سنایا بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ الٓر تلک آیات الکتاب المبین ۔ تا قولہ لمن الغافلین تین بار اُس کو پڑھکر سنایا اور تین بار اسکو مارا اُسنے کہا کہ امیر المومنین مجھ مین کیا خطا و قصور ہے فرمایا کہ تو ہی ہے جسنے دانیال پیغمبر کی کتاب کو لکھا ہے اُسنے کہا کہ آپ مجھے دین اسلام کا حکم دین مین اسکی پیروی کرون آپنے کہا کہ جا کر اسکو گرم پانی اور صوف سے مٹا دے پھر مت پڑھ اور کسی کو مت پڑھا پھر اگر مجھے خبر پہونچی کہ تو نے اسکو کسی آدمی کو پڑھایا تو مین تجھکو عبرتناک سزا دونگا پھر فرمایا کہ بیٹھ جا وہ بیٹھا تو فرمایا کہ مین نے جا کر یہود سے ایک کتاب نقل کی اور چمڑے کے قطعات لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا آپنے فرمایا کہ اے عمر یہ تیرے ہاتھ مین کیا ہو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین ایک کتاب نقل کر لایا ہون تاکہ ہم اپنے علم کیساتھ اس کو

ملا کر پڑھا لیں پس آنحضرت صلعم غضبناک ہو گئے یہاں تک کہ آپکے رخسارہ مبارک سرخ ہو گئے پھر نماز کیواسطے آواز دی گئی کہ الصلوٰۃ جامعۃ پس انصار رضی اللہ عنہم نے آپس میں کہا کہ دیکھو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غضبناک کر دیا گیا ہے ہتھیار لاؤ ہتھیار لاؤ - پس سب مسلح ہو کر آئے اور آپکے منبر کو سب طرف سے حلقہ کر کے کھڑے ہو گئے اور آنحضرت صلعم نے منبر کے اوپر سے فرمایا کہ اے لوگو مجھے جوامع الکلم و خواتیم عنایت ہوئے ہیں اور میرے واسطے نہایت بلیغ اقتصار فرمایا گیا ہے اور قسم ہے کہ میں ان کو تمہارے پاس پاکیزہ صاف لایا ہوں پس تم تھوک نہ کرنا اور تھوک کرنے والے تمکو فریب میں نہ ڈالیں عمر رضہ نے کہا کہ میں خوف زدہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ رضیت باللہ ربا" بالاسلام دینا و بک نبیا پس آنحضرت صلعم منبر سے اتر آئے - قال الشیخ الحافظ اسکو ابن ابی حاتم نے بھی مختصر روایت کیا و لیکن اسکی اسناد میں عبدالرحمن بن اسحاق ابو شیبہ الواسطی و اسکا شیخ خلیفہ بن قیس دونوں راوی ضعیف ہیں چنانچہ امام بخاری نے کہا کہ اسکی حدیث صحیح نہیں ہے - شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کا شاہد دوسری اسناد سے ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے پھر اسکو مطول ذکر کیا اور اسمیں مذکور ہے کہ حضرت عمر رضہ کی خلافت میں شہر حمص میں دو آدمیوں نے یہود سے کچھ کلمات لکھے تھے اور حضرت عمر رضہ سے پوچھنے آئے تھے کہ ہم یہاں اہل کتاب کے دیس میں ہیں جو ہم سے اپنی باتیں بیان کرتے ہیں جن سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو ہم لیویں یا نہیں پس انکو سخت ملامت کی اور فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم نے کچھ لکھا ہے تو میں تم کو اس امت کے لیے عبرتناک نمونہ عذاب کا بنا دونگا پھر اپنا قصہ نقل کیا اور اسمیں ثابت ہے کہ جب عمر کسی یہودی سے لکھ لائے تھے اور جب سنانے میں آنحضرت صلعم کے چہرہ کو غضبناک سرخ دیکھا تو ان کے ڈر کے (یعنی خوف الٰہی سے) زبان بند ہو گئی اور آگے ایک حرف نہ چلا پھر آنحضرت صلعم نے اس تحریر کو مٹا دیا اور فرماتے تھے کہ ارے ان لوگوں کی پیروی مت کرو یہ لوگ متہوک ہوئے اسسے یہ لوگ تہوک ہو گئے ہیں پس ان دونوں نے جا کر جو کچھ لکھا تھا اسکو قد آدم گڑھا کھود کر گاڑ دیا ابوداؤد نے مراسیل میں اسکے مانند روایت کیا - قال المترجم اس زمانہ میں لوگوں میں یہ شامت ہے کہ اگر کہا جاتا ہے کہ جو کوئی نماز میں بیباکی کرے نہ پڑھے تو عذاب جہنم میں پڑے گا اگر توبہ نہ کی ہو اور وہ عذاب سخت شدید ہے تو انکو کم اثر ہوتا ہے اور اگر کہا جاوے کہ بے نمازی کو آگ کی زنجیروں میں کسکر اسکے ناخنوں میں آگ کی کیل میخیں ٹھونکی جاوینگی اور پیروں میں کیلیں کہ دماغ میں پھوٹیں گی اور کھال چرلیوں عذاب ہوگا اللہ بچاوے اسطرح و پیٹ پر اسطرح الغرض ایسی باتیں کوئی واعظ کہے تو عوام اسی کیطرف جھکتے و دوڑتے ہیں حالانکہ اسنے اپنی طرف سے باتیں گڑھ کر وعظ و نصیحت بنائیں جیسے یہود کرتے تھے اور یہ خود کبیرہ گناہ ہے اور سچ واقع ہوا جو امام اوزاعی وغیرہم نے قولہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا ان کثیرا من الاحبار والرہبان الآیۃ سے استفادہ کیا کہ اس امت کا عالم بگڑ کر یہودیوں سے مشابہ ہو جائیگا اور فقیر درویش بگڑا ہوا نصرانی درویش سے مشابہ ہوگا استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ہو اللہم ثبت اقدامنا علی الاسلام والایمان ف فی العرائس قولہ تعالیٰ الٓر - الف اشارہ بجناب لا ثانیت توحید ہے اور لام اشارہ بجانب نکرت اہل تجرید ہے - اور را اشارت بجانب اہل التفرید ہے اقول تحقیق الٓم میں گذری اور وہ یہی بیان ہوا کہ حقائق مراد سے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی آگاہ نہیں اور خاصہ اسرار میں سے آنحضرت صلعم مثل اپنے مرتبہ کے اخص علم سے مشرف ہیں اور دیگر راسخین فی العلم کو موافق اپنے اپنے مراتب کے وقوف ہے اور شیخ محدث مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی فی الجملہ علم متشابہات کے حصول علم پر بعض کتب میں تصریح کر دی ہے اور جو کچھ شیخ نے

ذکر کیا وہ ہماری نسبت کرکے خود بمنزلہ منشابہ کے ہو اور اس سے وہی آگاہ ہوگا جو اس مرتبہ تک پہونچا ہو فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ قولہ تعالےٰ
تلک آیات الکتاب المبین منظہ اشارات ان تینوں حروف میں علامات معارف ہیں جن سے صفات قدیمہ کی معرفت حاصل ہوتی
ہے حالانکہ ان صفات کے انوار خود صدیقین کے دلوں میں مبین و ظاہر ہیں اور ملک و ملکوت میں انکے آثار مشاہدہ ہیں اور
ان حروف سے خطاب کرنے میں حکمت یہ ہو کہ اسرار خاصہ ایسے لوگوں سے مخفی رہیں جو ان اسرار کے لائق نہیں ہیں جیسے کفار
یا ان میں بالفعل ایسی استعداد نہیں ہو جیسے عوام مسلمین۔ قال المترجم ظاہرا استعداد کا مرتبہ وہ ہے کہ علم ہو اور رسوخ ہو
اور امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہو کہ عالم باعمل کو راسخ فی العلم کہتے ہیں اور بعض آثار میں وارد ہو کہ جو کوئی علم سیکھے اور اُس پر
عمل کرے تو اسکو اللہ تعالیٰ ایسا علم دیتا ہے جسکو وہ جانتا نہ تھا اور مراد یہ ہو کہ ان علوم ظاہری سے جو سیکھے جاتے
ہیں اور ہر کوئی جانتا ہے کہ علم فقہ و حدیث و تفسیر ہے اسکے سوا یہ بھی ایسی چیز کا علم دیتا ہو جو اسطرح معلوم نہ تھی اور یہی علم
کشف و عیان ہو اور یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی اس مرتبہ تک نہیں پہونچا اگر اسپر علم کشفی ظاہر کیا جاوے تو وہ ضرور انکار کر جائیگا کیونکہ
وہ اس قبیل سے نہیں ہے اور بعض لوگوں نے یہ زعم کیا کہ کشف سے نور بصیرت ہو جاتا ہے جس سے بعض دلائل و مسائل واضح معلوم
ہو جاتے ہیں اور یہ زعم بالکل غلط ہے مگر ہم نے اُسنے موافق اصطلاح منطقیین کے ایک کیفیت کو تصور کیا جسکو وہ لوگ علم کہتے ہیں اور
وجہ اسکی یہ واقع ہوئی کہ اسنے کشف کے لفظ سے ظاہری طور پر بحث کی کیونکہ علم انکے نزدیک انکشاف ہو یا انکشاف اسکو لازم ہے
حالانکہ یہ علم کشف دیگر چیز ہے اسکو چاہو کشف وغیرہ کسی لفظ سے تعبیر کرو بدون اس مرتبہ کے حاصل ہونے کے کبھی اس سے
آگاہی نہیں ہوسکتی ہے اور یقین کرو کہ بندہ ضروری شرائع و اصلی عقائد سے آگاہ ہو کر عمل میں اخلاص و طاعت میں مجاہدہ سے
درجہ قبولیت پاتا ہے اور اسکو علم کشفی حاصل ہو جاتا ہے حالانکہ اصول فقہ و دلائل و علم روایت وغیرہ سے ویسا ہی رہتا ہے جیسا
پہلے تھا اور اکثر آدمی ان علوم ظاہری میں بڑا طاق شہرہ آفاق بحاث جدلی ہوتا ہے مگر علم کشف سے بے بہرہ محض اور کچھ شک
نہیں کہ مقصود و مراد یہی کشف ہو اور اس علم جدلی ظاہری کو اس سے اسقدر نسبت سمجھنا چاہیئے جیسے تخت پر آرام و جلوس کیلئے
کوئی شخص بخاری سیکھے بلکہ کثرت ایراد و دفع جو ظاہر میں محمود ہو در واقع بقول علامہ جلال دوانی رح کے سخت مذموم و جہالت ہو
وتمام البحث فی المقدمۃ یہاں مقصود صرف اسی قدر ہے کہ عموماً ظاہری تعلیم قرآن پاک کی موافق فہم عوام ہو کیونکہ انھوں نے
ہنوز راہ ہی نہیں اختیار کی تو مقصود تک واصل ہونا کیسا پھر جو کوئی راہ اختیار کرنے میں صفت حجت و دلائل کرکے ایک قدم
بڑھانے کیلئے آمادہ ہو بھلا وہ کیا قدم بڑھاویگا اور کب اس منزل دور دراز کو طے کریگا وہ تو علامہ فہامہ ہو کر ابھی
راہ ہی نہیں چلا اور ہر قدم پر اسکو ہزاروں وسوسہ آتے ہیں جنکے دفع کرنے میں عمر برباد کرتا جاتا ہو تو جب علماء کا
یہ حال ہے تو ابتدائی تعلیم جن کو کی جاتی ہے کیونکر اسرار سے واقف ہونگے تو خطاب میں اسرار کیلئے حروف ہیں جن سے
حضرت سید المرسلین افضل النبیین خیر الخلائق اجمعین کو آگاہ فرمایا اور پھر آپکے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جو امت امی تھے
نہ حساب نہ کتاب کچھ نہیں جانتے تھے واقف ہوے حالانکہ وے خیر الامم تھے تو اسرار سے وقوف مخصوص ہو فافہم شیخ نے کہا کہ
یہ ایک خاص طریقہ بندوں میں بھی معروف ہو کہ دوستوں کے رموز سے دوست ہی واقف ہوتے ہیں انکو حجاب در
پردہ میں اظہار کیا جاتا ہے استاد نے کہا کہ یہاں ایک لطافت ہو کہ ان حروف سے آدمی کبھی اپنے نفس پر مغرور نہ ہوگا

اگر اس نے ان حروف عجائب ملک و ملکوت و اسرار کثیرہ سمجھ لیے تو وہ اسی حد تک ہا پس عوام سے اتنا امتیاز ہوا اور اگر کچھ نہیں
سمجھا اور منکشف نہوا تو وہ محض جاہل عامی ہے پس وہ ہنوز غائب پڑا ہے حضوری سے اسکو کچھ حصہ نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ
یہان کتاب مبین سے آنحضرت صلعم کو اشارت ہی کہ حکم سابق ازلی قدیم یون جاری ہوا ہے کہ ایسے مرتبہ پر پہونچا سے جادین
کر کوئی اور اس مرتبہ کو نہیں پہونچا۔ **قال المترجم** ابتدا مین آنحضرت صلعم نے جو شق توحید و معرفت مین مقام امتحان کے
مشاہدہ سے دیگر انبیاء کو ایک نوع کی تفصیل دی اور آخر مین اپنے مرتبہ پر فائز ہو کر آگاہ فرمایا کہ ایک درجہ مقام محمود سے
وہان ایک ہی بندہ واصل ہوگا اور مجھے اُمید ہی کہ وہ مین ہی ہون واضح ہو کہ یہ اُمید کا لفظ رعایت ادب ہے ورنہ
حق تعالیٰ نے قولہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً - مین منصوص فرمادیا ہی اللھم صل علی سیدنا محمد وابعثہ مقاماً محموداً وعلی آلہ
واصحابہ وسلم کثیراً - ثم قال الشیخ فی قولہ تعالیٰ نحن نقص علیک احسن القصص بما اوحینا الیک جب حق سبحانہ تعالیٰ نے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کو مقام التباس سے تجلی جمال فرمائی اور افعال قدس سے عشق مظاہر سے ظہور ظاہر چاہا حالانکہ آنحضرت صلعم کو
مشاہدہ ازل کا یہ معہد غیر نظر آیا تو اس قصہ سے تسلی فرمائی کہ عشق مرکب اہل الصدق ہے کیونکہ عشق انسانی آئینۂ جمال حقیقی ہوتا ہے
قال المترجم شیخ کی ظاہر عبارت طولانی سے صاف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم عاشق و بعض زوارج مطہرات معشوق کر کے
التباس مین ظہور ہوا ولیکن مترجم نادان کو اس سے اعراض ہو بلکہ تمام مخلوق و مظاہر کیلیے آنحضرت صلعم محبوب تھے اور عشق آپکا
ظاہر نہین اور نہ اُمتاین سے کسی بزرگ کا مین نے قول دیکھا لہذا میرے نزدیک شیخ کی مراد شاید یہ ہو کہ اس قصہ سے التباس
ظہور و امتحان زلیخا بعشق حضرت یوسف علیہ السلام سے وصول زلیخا کا بنا نازل ازل ہونا آپ پر نازل فرمایا جس سے آپ کو
تحمل میثاق عشق حق عزوجل مین تسلی ہوا اور حدیث مین بھی منصوص ہو کہ آپ نے فرمایا ولو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا
یعنی سوائے پاک حق سبحانہ تعالیٰ کے اگر خلت کیلیے جگہ مجھ مین ہوتی تو کسی فرد بشر کیلیے سوائے ابوبکر کے نہ ہوتی اور خلت کو کمال عشق
سے ائمہ صوفیہ نے تفسیر فرمایا ہو پس کمال عشق آپ کو منحصر بحضرت عظمت حق سبحانہ جل شانہ سے تھا اور خود محبوب بھی تھے
اور باقی تمام مخلوق کیلیے سوائے ملائکہ و وحوش کے جنہیں استعداد عشق نہین ہی سب اہل استعداد کیلیے آپ محبوب بمعنی عشقی تھے
اور یہی دیدار خاص تھا جو آپکی دنیاوی حیات مین مخصوص تھا اور وہ بدبخت کافرون کو حاصل نہوا القولہ تعالیٰ تراھم ینظرون الیک وھم
لایبصرون بلکہ مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہم مومنین صادقین کو اس اشرف واعلیٰ کرامت سے مخصوص فرمایا گیا وذلک فضل اللہ یوتیہ
من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم پس حضرت یوسف پر زلیخا نے ہاتھ نہین کاٹا بلکہ زنان مصر نے ایسا کیا تھا اور یہان آنحضرت صلعم پر
صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہاتھ کیسا جان پر بہتر زخم برداشت کرتے اور تلوار و خنجر کھاتے اور آنکھون کے ڈھیلے نکل آتے اور پھر ویسے ہی پروانہ
کی طرح فدا ہوتے تھے چنانچہ احادیث و تفاسیر صحاح روایات سے مصرح ہین پس یہ مقام خوب غور سے دیکھنا چاہیے اور شیخ عارف
سے مجھے مخالفت نہین مگر شاید مین شیخ کے کلام کو نہ سمجھا ہونگا اسی قدر مین کہہ سکتا ہون و اللہ تعالیٰ اعلم بمراد عبادہ - پھر شیخ نے
لکھا کہ اس قصہ کا احسن ہونا اسوجہ سے ہو کہ ارواح عاشقہ کے مراتب مین ایک عشق انسانی کا بیان ہی کہ اس مرتبہ پر تھا اور
یہان سے عشق الوہیت پر بلند پرواز ہوا اور قصہ عاشق و معشوق کو احسن اسوجہ سے فرمایا کہ اسمین نظائر اور عبرت کثیر و ذوق
شوق و فراق و وصال اور سختی و مصیبت کا بیان ہے اول اور غیرت حسن ازل اور پستی ہمراہ بلندی اور نمایاں ہونا ہر حسن کمال کا

اور بقا حسن ازلی لایزال کا اور ارشاد خلائق بحسن ازل از نبوت حضرت یوسف علیہ السلام کہ باوجود اس حسن کمال کے عاشق حسن لایزال و بندہ خاشع و خاضع تھے ہر حال مین مطیع و صابر تھے اور ماسوائے اسکے بہت کثرت سے اشارات ہین۔ قال الشیخ شان یوسف علیہ السلام ہمہ تن عشق تھی چنانچہ باپ عاشق ہوئے اور جس نے دیکھا عاشق ہوا کیونکہ جمال قدیم کا حسن انکے چہرہ سے عیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خلقت مین آئینہ تھے۔ اقول اس مقام سے عشق کا اندازہ ظاہری صورت سے ہو سکتا ہے مولوی روم علیہ الرحمۃ نے کہا ؎ عشق من گرزین سر و گرزان سراست ؞ عاقبت ما را بدان سر رہبر است ؞ عوام نے سمجھا کہ عشق حقیقی ہو یا مجازی ہو انجام اسی طرف ہو یہ محض غلط فہمی ہے مطلب یہ ہو کہ اگر بندہ مرید ہو یا مراد ہو یعنی قبولیت حاصل ہونے و وصول کیلئے خواہ بندہ ازل مین مرید ہوا جیسے اکثر اہل ارادت وجد وجہد ہوتے ہین خواہ مراد ہو کہ وہ مقصود و داشرف ہوتا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام۔ اور مجازی عشق کی نسبت خود کہا ؎ عاشق صنع خدا با فر بود ؞ عاشق مصنوع او کافر بود ؞ عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا ؞ یافتند از عشق او کار و گیا ؞ ؎ عشق بر مردہ نباشد پایدار ؞ عشق را بر حی و بر قیوم دار ؞ ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود ؞ این فساد خوردن گندم بود ؞ دیکھو شیخ نے اس مقام پر تصریح کر دی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا عشق حضرت یوسف علیہ السلام پر بجہت مشاہدہ حسن ازل تھا جو حق شہوات کی کیفیات نفسانیہ سے کروڑون کوس دور ہے ولیکن عشق زلیخا و زنان مصر کا بمقتضائے شہوات تھا اور یہ مقام مشکل ہو امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیا مین اور بعض متاخرین نے بھی فی الجملہ تشریح لکھی ہے مترجم کو صرف اسقدر تنبیہ مقصود ہے کہ عوام اپنی سمجھ پر جیسے متعارف زمانہ حزہ ہو کر گمراہ نہ ہون قال الشیخ اور یہ قصہ حسن قدیم کا آئینہ ہو احسن القصص ہونا ظاہر کہ ہر حسن کا معدن وہی قدیم ہے اور یہان لطیف اشارت ہو کہ تمام قصہ مین امر و نہی افعال تکلیفی کا ذکر نہین فرمایا گویا مرتبہ عشق کا وصل ان تکالیف عامہ سے بالا ہو اقول قال تعالیٰ عن نبیہ یوسف علیہ السلام انی ترکت ملۃ قوم لا یومنون باللہ الآیۃ وقال یا صاحبی السجن الآیۃ پس اصل توحید کی طرف اشارت ہو جس سے مقام عشق خالی نہین ہوتا بلکہ وہی توحید ہے فافہم بعض نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو بھائیون سے جو مصیبت پہونچی وہ زیادہ تھی بہ نسبت اسکے جو آنحضرت صلعم کو اپنی قرابتیون سے پہونچی تو آنحضرت صلعم کو اسمین تسلی ہو اور ارشاد ہو کہ یوسفؑ نے ان سے انتقام نہ لیا تو آنحضرت صلعم بھی عفو فرمادین کیونکہ یہ موارد قضاء و قدر ہین اقول مروی ہے کہ حضرت ذی النورین امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ نماز فجر مین کثرت سے اس سورہ شریف کو پڑھا کرتے تھے اور مروی ہو کہ آنحضرت صلعم نے حضرت عثمانؓ کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اسکی شفاعت سے میری امت سے ستر ہزار یا مخلوق کثیر داخل جنت ہونگے دونون کے مجموعہ سے اشارت سمجھ لینا چاہیئے علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن جعفر علیہم السلام نے کہا کہ عوام تو قصون کے سننے مین مشغول ہوتے ہین اور خواص بندے اُنسے عبرت حاصل کرتے ہین جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب۔ بعض نے کہا کہ اس قصہ مین یون ہنمائی فرمائی ہو کہ مومنین کا احوال سچا ہوتا ہے اور متقین کے معنی کیا ہین چنانچہ باوجود ہر طرح قدرت بلکہ زلیخا کی طرف سے اقتضا و جبر کے بخوف الٰہی تقویٰ فرمایا متوکلون کی راہ اختیار کرنی چاہیئے ایسے زاہد کی پیروی کی جاتی ہو سب سے منقطع ہوکر اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہو سختیان نازل ہونے کے وقت اسی کی طرف التجا ہو مکار کا فریب کھل جاتا ہو اور کذاب ہمیشہ آخر خوار ہے اعلیٰ درجہ پر پہونچنے والے طرح طرح کی محنتون و مصیبتون مین پھنستے ہین لیکن انجام کو اعزاز و اکرام کے ساتھ چھوٹتے ہین اقول ایک اشارہ ظاہر تھا وہ ذکر نہین فرمایا یعنی زلیخا

ایک حسن فانی کیلیے یہ شدائد اٹھائے حالانکہ وہ خود مختار نہ تھا تو حسن ازل حی القیوم کے مدعی کس قدر محنت اٹھا کر مدعی ہیں اللھم عذرانک غفرانک لا الٰہ الا انت سبحانک۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا کہ حسن قصہ یہ کہ جو آیتیں مذکور ہیں سب کا انجام سعادت ہے قال تعالیٰ

اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

جسوقت کہا یوسف نے اپنے باپ کو اے باپ میں نے دیکھے گیارہ تارے اور سورج اور چاند

رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ ○

دیکھے میرے تئین سجدہ کرتے

اِذْ قَالَ يُوسُفُ جمہور کی قراۃ بضم سین اور بعض نے بکسر سین وہمزہ پڑھا اور یہ اسم عبرانی غیر منصرف بوجہ علمیۃ وعجمہ ہونے کے ہے اور بعض نے عربی خیال کیا حضرت یوسف کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی اور باپ انکے یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ سب پیغمبر جلیل القدر ہیں ذکرہ الشیخ المفسر فی التحبیر۔ اہل تفسیر نے کہا کہ حضرت یوسف کے گیارہ بھائی اور جنکی تفصیل آویگی ولیکن یعقوب علیہ السلام کو یوسف سے سخت محبت تھی اور انکے بھائی اسی وجہ سے ان سے حسد کرتے تھے اور کہا کہ حضرت یوسف نے بارہ برس کی عمر میں اور بعض نے کہا کہ سات برس اور بعض نے سترہ برس کی عمر میں شب جمعہ لیلۃ القدر کو خواب دیکھا کہ گویا گیارہ ستارے آسمان سے مع چاند و سورج اترے اور انکو سجدہ کیا پس انھوں نے یہ خواب اپنے باپ سے بیان کیا۔ قال الامام الحافظ۔ انکے باپ یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم نبی تھے چنانچہ امام احمد نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم یعنی یوسف پیغمبر علیہ السلام وہ برگزیدہ ہیں کہ خود بزرگ و باپ بزرگ و دادا بزرگ و پردادا بزرگ یعنی پدر بہ پدر بزرگی و شرافت حضرت یوسف کو حاصل تھی ورواہ البخاری فانفرد۔ اور بخاریؒ نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کیا کہ آنحضرت صلعم سے دریافت کیا گیا کہ اکرم سب لوگوں میں سے کون ہے فرمایا اکرمھم عند اللہ اتقاھم جو سب سے زیادہ متقی ہو وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بزرگ ہے یعنی اسمیں حسب ونسب کو دخل نہیں ہے تو پوچھنے والوں نے عرض کیا کہ ہم اسکو نہیں پوچھتے ہیں فرمایا۔ فاکرم الناس یوسف نبی اللہ بن نبی اللہ بن نبی اللہ بن خلیل اللہ یعنی نسب کی راہ سے اکرم وہ یوسف نبی اللہ ہے جو نبی اللہ (یعقوب ۱۲) کا بیٹا اور نبی اللہ (اسحٰق ۱۲) کا پوتا و خلیل اللہ (ابراہیم ۱۲) کا پرپوتا تھا تب انھوں نے عرض کیا کہ ہم اسکو آپ سے نہیں پوچھتے تو فرمایا کہ کیا عرب کے معادن کو پوچھتے ہو انھوں نے عرض کیا کہ ہاں تو فرمایا کہ تم میں جو لوگ جاہلیت کے زمانہ میں بہتر تھے وہی اسلام میں بہتر ہیں جبکہ وہ فقیہ ہو جاویں۔ الحاصل اس سورہ میں اسی بزرگ پیغمبر علی نبینا وعلیہ السلام کا قصہ حق عزوجل نے بیان فرمایا بقولہ۔ اذ قال یوسف یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو سنا دے یہ قصہ کہ جب یوسف نے بیان کیا۔ لِأَبِيهِ۔ اپنے باپ یعقوب علیہ السلام سے اسطرح کہ یَا أَبَتِ۔ یا ابی و یا ابتی اے میرے پیارے باپ۔ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ۔ میں نے خواب میں دیکھے گیارہ ستارے اور سورج و چاند۔ گویا باپ نے خوب متوجہ ہوکر پوچھا کہ تو نے ان اجرام علویہ کو جنہیں عقل نہیں دی گئی ہے کیونکر دیکھا تو کہا۔ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ۔ میں نے انکو عقلاء اولاد کی طرح اپنے آپکو سجدہ کرتے دیکھا۔ مفسرین نے کہا کہ چونکہ یہ اجرام سجدہ کرتے دیکھے تھے اسواسطے رایتھم میں ضمیر ہم مثل عقلاء کے آئی ورنہ رایتہا آتا۔ اور سجدہ سے مراد تعظیم ہو یا حقیقی سجدہ ہو اور یہی اولیٰ خیال کیا گیا اور کہا کہ جیسے

ہمارے یہان تحیۃ سلام بدون سر جھکانے کے ہے انکے یہان تحیہ سجدہ تھا اور بعض نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ سر ٹیک کے سجدہ
کبھی سوائے خدا کے دوسرے کو نہ تھا پس مراد تعظیم کے طور پر جھک جانا جیسے اس زمانہ مین لوگ جہالت سے یہ فعل ممنوع کیا کرتے
ہین کہ تسلیم و آداب کہکر رکوع کرتے ہین پھر اس خواب کی تعبیر بقول اکثر مفسرین چالیس برس بعد ظاہر ہوئی اور بقول حسن
بصری اسی برس بعد ظاہر ہوئی جبکہ والدین و بھائی سب مصر مین گئے کما فی قولہ وخروا لہ سجدا وقال یا ابت ہذا تاویل
رویای من قبل - چنانچہ آخر سورہ مین آویگا - قال الامام الحافظ - اور ابن عباس رض نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب ایک وحی
ہوتا ہے اقول خواب شرع مین تین طرح کا معلوم ہوتا ہے ایک خواب احلام ہین اور وہ شیطانی ہوتا ہے اور حدیث صحیح
مین آیا ہے کہ جب آدمی ایسا مکروہ معاملہ دیکھے تو بائین طرف تین بار تھوک دے اور کروٹ بدل لے اور اسکو کسی سے ذکر نہ کرے
انشاء اللہ تعالیٰ کچھ مضر نہوگا اور ایک شخص نے بیان کیا تھا کہ مین نے دیکھا کہ میرا سر کٹکر زمین پر غلطان چلا جاتا ہے اور مین اسکے
پیچھے دوڑا چلا جاتا ہون تو فرمایا کہ یہ شیطانی خیال ہے تم مین بعضون کو شیطان کیون مسخرہ بناتا ہے یعنی دل کو نورانی خیالات
سے صاف رکھو اور اسمین دنیا کی شہوات کو جگہ نہ دو تو شیطان کو دل مین جگہ نہ ملیگی اور دوسرا خواب وہ ہے جسکی تعبیر کی
حاجت ہوتی ہے اور وہ کچھ ایمان و صلاح پر موقوف نہیں ہے ہان مرد ظالم تبہ کار مخلوق کو ایذا دینے والا نہ ہو ہان انوار
ملکوتی سے البتہ کافر ازلی محروم ہوگا اور دنیاوی واقعات مین وہ بھی دیکھ سکتا ہے چنانچہ بادشاہ مصر نے جو خواب دیکھا تھا
یا دونون قیدیون نے وہ عنقریب آویگا اور کہتے ہین کہ وہ آخر مین حضرت یوسف پر ایمان لایا تھا اور مومنون مین یا وہ
بندگان صالح جن کے پیٹ مین غذا کے ابخرات کم بھرے ہوتے ہین نورانی خواب سے مشرف ہوتے ہین اور حدیث مین تعریف
ہے کہ سچا خواب منجملہ چھیالیس یا چہل و یکم اجزائے نبوت مین سے ایک جزو ہے اور یہ مخصوص بسعادت ازلی ہے اور خواب
حضرت یوسف خود باقل تھا اور ان کو تعبیر خواب کا علم عطا ہوا تھا اور تیسرا خواب صریح صاف اور یہ اکثر مخصوص بنبوت
ہے جیسے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے پسر کو قربانی کرتے دیکھا اور یہ وحی ہے جیسا کہ ابن عباس رض نے فرمایا یعنی اسپر
عمل کرنا واجب ہے اسیواسطے حضرت خلیل علیہ السلام نے قربانی کرنا اختیار کیا چنانچہ قرآن مجید مین منصوص ہے بخلاف دیگر
امتیون کے خواب کے کہ جمہور علماء امت و تمام ائمہ حنفیہ متفق ہین کہ کسی آدمی کو خواب پر عمل کرنا مثل احکام شرع کے نہین
چاہیئے اور اسکا اعتبار نہ ہوگا اگرچہ وہ ولی ہو لیکن حکم شرع کی تعمیل مین اگر تائید ہو تو مضائقہ نہین ہے مثلاً اگر کسی نے خواب
دیکھا کہ مجھے ایک بزرگ صورت کہتے ہین کہ تو بڑی مجلس جمع کر کے الٹی سیفی پڑھ تو تعمیل حرام ہے بلکہ کفر ہے یا مجلس کر کے حضرت
عیسیٰ کے حالات بیان کر کے خیرات کر تو عمل کرنا ممنوع ہے یا دیکھا کہ کوئی مجھے جھڑکتا ہے کہ تو فرائض و سنن ادا کرنے مین
سستی و کوتاہی کرتا ہے تو چاہیئے کہ بیدار ہو کر استغفار کرے اور خوب کوشش سے ادائے فرائض و سنن پر قائم ہو اسقدر
مختصر بیان اس مقام پر کافی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ - قال الامام الحافظ رح پھر علماء نے اس خواب یوسف کی تعبیر مین کلام کیا ہے
بعض نے کہا کہ گیارہ ستارے سے مراد گیارہ بھائی ہین اور شمس لفظ مؤنث سے مراد ماں اور قمر مذکر سے مراد باپ ہین اسواسطے
راسیتھم کی ضمیر اہل عقل کے مانند فرمائی تو حاصل یہ ہوگا کہ مین نے گیارہ بھائیون و مادر و پدر کو اپنے آپ کو سجدہ کرتے
دیکھا ہے اس صورت مین یہ خواب صریح ہوگا باقل و معبر نہ ہوگا جسکا وقوع بعد چالیس برس کے ہوا اور کہا کہ یہی ابن عباس

وقتادہ وضحاک سفیان ثوری وعبدالرحمن بن زید سے مروی ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ خواب میں ستارے وسورج وچاند ہی کو
دیکھا تھا تو جواب اول ہوگا پھر ابن جریر نے اسناد سے یہ روایت لکھی کہ عبدالرحمن بن سابط نے کہا کہ آنحضرت صلعم کے پاس ایک
یہودی جسکو بستانہ الیہودی کہتے تھے آیا اور کہا کہ جن کواکب کو یوسف نے سجدہ کرتے دیکھا تھا آپ مجھے بتلا دیجئے کہ ان کے کیا نام
تھے پس آنحضرت صلعم خاموش رہے کچھ جواب نہ دیا حتی کہ وہ شخص چلا گیا اتنے میں حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور ان ستاروں کے
نام بتلائے تو آپ نے اسکو بلوا بھیجا اور فرمایا کہ اگر میں تجھے اسکے نام بتلا دوں تو کیا تو مسلمان ہو جائیگا اسنے اقرار کیا کہ ہاں تو فرمایا کہ جریان
طارق۔ ذیال۔ ذو الکتفین۔ قابس۔ وثاب۔ عمودان۔ فلیق۔ مصبح۔ ضروح۔ ذو الفرغ۔ ضیاء۔ نور۔ یہودی نے کہا کہ ہاں واللہ بیشک یہی
نام ہیں۔ اسکو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں اور ابو یعلی الموصلی وابو بکر البزار وابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے اور ان سب کے
اسانید میں شیخ سدی سے حکم بن ظہیر راوی ہے اور سدی رح کے شاگردوں ثقات میں سے کوئی اس حدیث کو روایت نہیں
کرتا ہے صرف تنہا یہ شخص حکم بن ظہیر روایت لاتا ہے حالانکہ یہ شخص ثقہ نہیں ہے ائمہ علماء حدیث نے بیان کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے
اور بہتوں نے اسکو متروک کر دیا ہے اور جوزجانی نے کہا کہ یہ شخص ساقط الاعتبار ہے اور اسی نے حسن یوسف کی حدیث روایت کی ہے
مترجم کہتا ہے کہ شیخ کے نزدیک اس روایت کا ثبوت نہیں ہے اور بیضاوی وکشاف وغیرہم نے بھی بلا سند کی آیتی ہی حدیث
جسمیں یہی نام و قصہ مذکور ہے ذکر کی اور اسی سے دوسروں نے بیان کی اور شہاب خفاجی نے حاشیہ میں لکھدیا کہ یہ نجوم جو اس حدیث
میں مذکور ہوئے ہیں رصد سے دریافت نہیں ہوئے میں کہتا ہوں کہ پہلے یہ ثابت ہو کہ یہ حدیث کو آپ نے فرمایا بھی ہے تب رصد وغیرہ
کا ذکر مناسب ہوگا حالانکہ شیخ مفسر سیوطی رح نے در المنثور میں اس روایت کو لکھا اور شیخین اولین کا ضعف وفساد ومتروکین ہونا ثابت
ہے اور سراج میں بھی لکھا کہ شیخ ابن الجوزی نے کہا کہ یہ روایت بنائی ہوئی موضوع ہے پس جسقدر صحیح ثابت ہوا وہ یہ ہے کہ حضرت
یوسف علیہ السلام نے گیارہ ستارے جنکی صورت و نام کچھ مذکور نہیں ہے مع چاند و سورج کے اپنے آپ کو سجدہ کرتے دیکھے اور اسکو
اپنے باپ سے بیان کیا۔ فت فی العرائس قولہ اذ قال یوسف لابیہ الآیۃ۔ اللہ تعالی نے یوسف کے نام میں ی و س ف چار
حروف جمع فرمائے یا سے یسار ملک (یعنی آسمانی حکومت ۱۲)۔ واو سے وفا حسنت وجہ سین سے سر غیب پر اطلاع بطریق خواب وکشف۔ فا سے فوز بوفاء عہد ازلی در
اداے رسالت۔ پس انہیں اوصاف سے یوسف نام ہوا بعض نے کہا کہ اسیف غلام کو کہتے ہیں اور ظاہر میں ان پر عبودیت
طاری ہوئی تھی اور اسف حزن و اندوہ کو کہتے ہیں جیسا کہ ان پر واقع ہوا تھا تو یوسف نام ہوا مترجم کہتا ہے کہ یہ اشتقاق
بطور عربی زبان کے ہے اور تمہیں معلوم ہو چکا کہ یہ لفظ عبرانی ہے تو معانی سے تعلق بہتر ہوگا اب بیان خواب یہ ہے کہ اہل صدق وصفا
وقبولیت واصطفاء کا پہلا مرتبہ مکاشفہ یہی سچے خواب ہوتے ہیں پھر جب حالت تحمل قوی ہوتی جاتی ہے تو خواب سے کشف ہو جاتا
ہے اور مکاشفہ کے درجات بہت ہیں جن کو میں نے کتاب المکاشفہ میں بیان کر دیا ہے اور ان معانی کے سمجھنے کے لئے ستاروں کو جو حقیقتاً انکے
نسبت ملکوت کی مثال ستارے وشمس وقمر سے فرمائی اور انہیں سے انبیاء واولیاء کی تمثیل دی ہے پس شمس تو مثل ذات ہے اور
قمر مثل صفات ہے اور کواکب مثال اسماء وقوت ہیں اور میں یہاں مکاشفہ کی اشکال نہیں بیان کرنا چاہتا بلکہ جو کچھ یوسف کو کشف
ہوا اسکا کچھ حال کہتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام آدم ثانی تھے کیونکہ جو جمال وخوبصورتی آدم پر تھا وہی یوسف پر تھا پس
ملائکہ نے وہی لباس دیکھکر جیسے آدم کو تمام ملائکہ نے سجدہ کیا یہاں یوسف کو اشرف انبیاء نے جو ملائکہ سے بہتر ہیں سجدہ کیا۔

اقول شاید برادران یوسف علیہ السلام کو انبیاء قرار دیا ہے اور قول یہی راجح معلوم ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہاں ایک لطیف اشارہ ہے کہ خلیل علیہ السلام نے اس معنی کو چہرۂ شمس و قمر و کواکب سے مشاہدہ کر کے ہٰذا ربی کہا تھا اور یہ ملائکہ و انبیاء کیلئے آدم و یوسف کو سجدہ کیلئے عذر ہے کیونکہ وہاں تجلی حق سبحانہ تو اجرام فلکی سے تھی کہ جنکا وجود از صفت فعلی یعنی افعال ہے اور یہاں تجلی حق ان دونوں سے تھی اور انکو مزیت ان اجرام فلکی پر ظاہر ہے تو نہیں دیکھتا کہ قولہ تعالیٰ خلقت بیدی۔ اور نفخت فیہ من روحی۔ سے اختصاص خاص ظاہر ہے پس اجرام فلک کو لباس انوار ہیبت پہنایا تو بسا اوقات قوم کو انکی طرف ہیجان ہوا جیسے طور کو یہ انوار دیئے تو سر موسیٰ اسکی طرف مائل ہوا اور آدم و یوسف پر یہ انوار ظاہر کئے تو سر ملائکہ و انبیاء کو انکی طرف ہیجان ہوا پس اگر خلیل علیہ السلام حضرت آدم اپنے باپ کو یا یوسف اپنے فرزند کو دیکھتے تو اسرار ملکوت جو اجرام سماوی سے مشاہدہ کرتے تھے انمیں بہت زیادہ پاتے کاش اگر یہ سب لوگ مع آدم و یوسف کے انوار جمال سید الانبیاء و المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم اجمعین کو دیکھتے تو دریائے حیرت میں غرق ہو جاتے اور ملائکہ آسمان سے اترتے کیونکہ آپکا نور معدن جمال قدم و ازل سے نہایت ہی انور و اشرق تھا انمیں ایک عجیب نکتہ توحید ہے کہ خلیل علیہ السلام نے جو کہا تھا کہ ہٰذا ربی بغیر اسکے کہ معبود و مسجود قرار دیا ہو تو صاف بیان کیا کہ جلال کبریا و ساحت عزت و بقا ہر اضداد و انداد سے پاک ہے وہاں کوئی مثل و شریک نہیں ہے اس معنی کو خلیل نے نور نبوت سے ادراک کیا تھا چنانچہ قوم کو خطاب کیا کہ انی بری مما تشرکون۔ اسمیں مرید کیلئے ادب ہے کہ جو مکاشفہ سے ظاہر ہوا اسکو استاد کے حضور میں عرض کرے تاکہ وہ کشف و خیال میں فرق کر دے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کو اپنے خواب کی خوبصورتی اچھی معلوم ہوئی تو اپنے باپ سے اسکو بیان کر دیا اور یہی پہلا امتحان تھا جس سے بلا و مصیبت میں گرفتار ہوئے پھر جب یعقوب علیہ السلام نے اس خواب کی تاویل و اسرار کو دیکھا کہ بھائیوں کا مع والدین کے اس کے لیئے خضوع ہے تو منع کر دیا کہ اپنے بھائیوں سے نہ کہے چنانچہ فرمایا۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

کہا اے بیٹے مت بیان کر خواب اپنا اپنے بھائیوں پاس پھر وہ بنا دینگے تیرے واسطے کچھ فریب البتہ شیطان ہے

لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

انسان کا صریح دشمن

قال یٰبنیّ۔ کہا یعقوب نے اے میرے بیٹے۔ بُنیّ تصغیر تصغیر جیسے طفلک وغیرہ اور یہ بنظر شفقت پدری ہے یا بنظر صغر سنی یعنی اے میرے بچے۔ لا تقصص رءیاک علیٰ اخوتک۔ مت بیان کیجیو اپنا خواب اپنے بھائیوں سے۔ فیکیدوا لک کیدا۔ کہ وے تیرے حق میں کوئی مکر باندھیں یعنی تیرے ہلاک یا ایذا رسانی کی تدبیر و حیلہ کریں۔ ان الشیطان للانسان عدو مبین۔ بیشک شیطان تو انسان کا ظاہرا دشمن ہے چنانچہ انسان کی اصل ماں و باپ کو اسکے فضل و قرب کو منزلت میں دیکھکر دشمنی سے انکو جنت سے باہر اس نشأت کے جنگل میں نکلوایا۔ حاصل یہ ہے کہ جب حضرت یوسف نے اس خواب سے خوش ہو کر اپنے باپ سے آگاہ کیا تو انھوں نے نور نبوت و فراست سے اسکی تعبیر ظاہر اسقدر سمجھی کہ یہ منزلت عالی کی انتہائی ہے جو یوسف علیہ السلام کو عطا ہوگی اور شاید یہ بھی جانا کہ ماں و باپ و بھائی انکے لیئے خضوع کرینگے چنانچہ بعض مفسرین کا گمان ہے اور شاید یہ تاویل ہی

مصرح ظاہر نہ ہوئی ہو واللہ اعلم مگر اسقدر ضرور ظاہر ہوا کہ سب بھائیون سے شرف مین ممتاز ہون گے تو یوسف کو منع کرنا کہ اپنے بھائیون سے یہ خواب بیان نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ انکو شیطان رشک حسد کا وسوسہ ڈالدے کہ وے تجھ سے عداوت کرین اور تیری ہلاکت کا حیلہ نکالین کیونکہ شیطان آدمی کا کھلا دشمن ہے نہین چاہتا کہ کوئی آدمی شرف قرب آلہی پاوے اور جب شیطان کو یہ قدرت نہین ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع بندے کے دل مین اپنا وسوسہ دوڑاوے اسطرح کہ وہ معصیت مین مبتلا ہو کر منزلت سے گر جاوے تو یہ کرتا ہے کہ دوسرے آدمیون کو جنمین گنجایش پاتا ہے اپنا وسوسہ ایسا دوڑاتا ہے کہ وے اس آدمی سے مکروفریب کرین کیونکہ آدمی کو آدمی کی طرف بوجہ جنسیت کے التفات ہوتا ہے اسیواسطے حقیقی شیطان سے وہ آدمی زیادہ مضر ہوتا ہے جو شیطانی باتون کو مان لے اسیواسطے اکثر دیکھا گیا کہ اہل الخیر و اولیاء آلہی کے لئے بلا مین دشمن پیدا ہوتا ہے اور حضرت سفیان ثوری سے روایت ہے کہ جب کسی عالم کی تعریف سنتے تو اسکے دوست اور دشمن دریافت کرتے اگر معلوم ہوتا کہ اسکے دشمن بہت ہین تو اسکو متقی صالح جانتے تھے پس اس آیت سے ظاہر ہوا کہ جو کوئی اپنے خالق عزوجل کی طاعت واخلاص مین مستعد ہو کر تقرب چاہے لوگ اکثر باغوا روسواس شیطانی اسکے دشمن ہوجاتے ہین حتی کہ غیر تو در کنار اسکے بھائی برادر اسکے ساتھ حسد وعداوت کرکے اس کو ایذا دینے کے درپے ہوجاتے ہین تاکہ یہ شخص طاعت سے باز رہے یا خلل پڑے پھر اگر وہ مستقیم رہا تو اس استقامت کا درجہ بلند و منزلت عالی ہے اور ضرور انجام کار وہی غالب ہوتا ہے اور دشمن خوار و ذلیل ہوتے ہین لیکن ابتدا مین علی قدر مراتب امتحان اخلاص کی سنت آلہیہ یون ہی جاری ہے اور وہی رب تبارک تعالیٰ حکمت والا ہے اسیواسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو بھائیون کے سامنے خواب بیان کرنے سے منع فرمادیا۔ قال الامام الحافظ رح یعقوبؑ نے یہ خواب جسکی تعبیر یہ تھی کہ یوسفؑ کے سامنے انکے بھائی بطریق اکرام واحترام کے ساجد ہون گے یوسف سے سنا تو ڈرے کہ بھائی سنکر حسد سے اسکی ہلاکت کے حیلے نکالین گے اور حقیقت مین یہ دشمنی از جانب شیطان ہوگی جو تقرب انسان نہین چاہتا اہلا بھائیون کے دل مین حسد کی آگ بھڑکائی ورنہ بھائی تو بھائی تھے اور جو بات اللہ تعالیٰ چاہے وہ پوری ہوتی ہے کسی حاسد کا حسد کچھ نہین کرسکتا اور یہی وجہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شیطان کو دشمن جانا اور بھائیون کو معذور فرمایا جیسا کہ قصہ مین آویگا۔ سراج مین ہے کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مین ایسا خواب دیکھتا جو مجھے بیمار ڈالدیتا یعنی اسکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھکر معاملہ مکروہ سے خوف زدہ و بیمار محزون و مغموم ہوجاتا تھا یہان تک کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حلم شیطان کی طرف سے ہے تو تم مین سے جو کوئی ایسی بات دیکھے جسکو وہ پسند کرتا ہے تو کسی سے بیان نہ کرے مگر جسکو محبوب رکھتا ہو اس سے کہے اور جب ایسی بات دیکھے جو بری جانتا ہے تو اسکو بیان نہ کرے اور بائین جانب تین مرتبہ تھوک دے اور اللہ تعالیٰ عزوجل سے پناہ چاہے شیطان رجیم و اسکے شر وبدی سے تو وہ خواب اسکو مضر نہ ہوگا واضح ہو کہ خواب نیک و بد سب کا خالق اللہ تعالیٰ عزوجل ہے اور جو حکمت آلہیہ تدبیر عالم مین جاری ہے وہی یہان مؤثر ہے اسکے پیدا کرنے مین شیطان کو کچھ دخل نہین ہے پس حدیث مین جو نیک خواب کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا تو اسکی نعمت کا شکر ادا کرنے کی جہت سے ہے چنانچہ دوسری صحیح حدیث مین صریح مذکور ہے کہ اسکے شکریہ مین اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے اور مکروہ خواب کو شیطان کی طرف نسبت بوجہ مناسبت کے ہے کہ شیطان بسبب عداوت کے موقع پاکر وسوسے کے طور پر ایسے

مکروہ واقعہ کو حاضر کرکے آدمی کو ایذا اور دینے وغمگین کرنے سے خوش وراضی ہوتا ہے اسیواسطے اپنے قلب سے شیطانی اثر دور کرنے کیلئے
حدیث مین استعاذہ کا حکم ہے کہ شیطان کی بدی سے پناہ مانگے تو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ذکر پاک دل مین آویگا پس شیطان کو جگہ
نہ ملیگی کیونکہ شیطان کو اسی قلب مین جگہ ملتی ہی جو یادِ الٰہی سے خالی ہو یا قلب کا سویدا جو مثل آنکھ کی پتلی کے ہی وہ خالی ہو
اسیواسطے اکثر آدمی نماز روزہ کرتا ہے مگر دل کے بیچ مین دنیا کی محبت وشہوات کی لذت رکھتا ہے تو یادِ الٰہی کا نور ادھر
ادھر کنارون پر آتا ہے اور شیطان کو بیچون بیچ مین قابو ملتا ہی پس باوجود اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھنے کے وسوسہ
دور نہین ہوتا پھر یہ جو فرمایا کہ استعاذہ پڑھے اور تین مرتبہ بائین طرف تھوکے اور دوسری روایت مین ہی کہ کروٹ بدل لے
تو سراج وغیرہ مین لکھا کہ غیب باتین کے احوال سے اللہ تعالیٰ دانا ہے اور انبیاء وصالحین کو جہانتک ظاہر فرمایا انکو آگاہی ہے
پس یہ اسباب اسنے سلامتی کے مقرر فرمائے ہین جیسے کپڑا اوڑھنا سردی سے بچاؤ کیلئے اگرچہ سردی آنکھون نہین دکھلائی
دیتی لیکن حواس سے محسوس ہی اور یہ مقامات حواس سے اعلیٰ ہین۔ قال الامام الحافظ اور حدیث مین آنحضرت صلعم سے ثابت
ہے کہ جو کوئی تم مین سے ایسا خواب دیکھے جسکو پسند کرتا ہے تو اسکو بیان کرے اور اگر ایسا دیکھے جسکو مکروہ جانتا ہے تو کروٹ
بدل لے اور بائین طرف تین مرتبہ تھتکار دے اور اللہ تعالیٰ کی جناب مین اسکی بدی سے پناہ مانگے اور کسی سے اسکو بیان نکرے
تو وہ اسکو کبھی ضرر نہ کریگا۔ امام احمد وبعض اہل السنن نے معاویہ بن حیدۃ القشیری سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا
الرؤیا علی رجل طائر الحدیث یعنی خواب مثل پرندہ کے اسپر پرواز کرتا ہے جبتک تعبیر نہ دیا جائے پھر جب تعبیر دیا گیا تو گر پڑتا
ہے۔ قال الامام یہین سے یہ حکم دیا گیا کہ نعمت کو پوشیدہ رکھنا چاہیئے یہانتک کہ وہ موجود وظاہر ہوجاوے چنانچہ حدیث
مین ہی استعینوا علی قضاء الحوائج بکتمانہا الحدیث اپنی حاجتین پوری ہونے پر انکی پوشیدگی کے ساتھ استعانت چاہو کیونکہ
ہر نعمت والا محسود ہوتا ہے کوئی نہ کوئی اس سے حسد کرتا ہے۔ سراج مین ہے کہ حکماء ربانی نے کہا کہ ردی خواب کی تعبیر جلدی
ظاہر ہوجاتی ہے اور نیک خواب کی تعبیر دیر مین کھلتی ہے اور فرمایا کہ اسکی حکمت یہ ہی کہ رحمت الٰہی مقتضی ہوئی کہ بدی
سے اسیوقت خبر ہو کہ اسکا ظہور قریب ہو تاکہ غم واندوہ کم ہو اور خیر سے آگاہی بہت پہلے سے ہوجاتی ہی تاکہ اسکی توقع
حصول مین مدت سے خوشی مناتا رہے چنانچہ خواب یوسف علیہ السلام کی تعبیر چالیس برس بعد ظاہر ہوئی فافہم ف۔
فی العرائس قولہ یا بنی لاتقصص رؤیاک علی اخوتک الآیۃ۔ اہل معرفت کی بھی ایسی ہی شان ہوتی ہی چنانچہ مرید کو روا نہین
ہے کہ سر مکاشفہ کو افشا کرے لیکن استاد کے حضور مین بیان کرسکتا ہے اور اگر افشا کریگا تو حجاب مین پڑکر غیرت ازل مین
گرفتار ہوگا اور یعقوب اسوقت دیدار علم مین تھے ازلی حکم جاری ہونے سے نظر اسطرف تھی تو تدبیر سے اپنے فرزند کی نگہداشت
چاہی مگر صورت تدبیر عین تقدیر ہوگئی بعض نے کہا کہ اسوقت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزند پر خوف کرکے اسکی تدبیر چاہی
ولیکن ہوا جو ہوا اور اگر تدبیر چھوڑکر رضا وتسلیم کی طرف راجع ہوتے تو محفوظ رہتا اقول حدیث مین منع ہے کہ اگر ایسا ہوتا اور
اگر ویسا کرتے ان باتون کا دروازہ شیطان کیلئے مت کھولو پس اگر کوئی کہے کہ ان بعض حضرات کا یہ کہنا کہ اگر تدبیر چھوڑکر تسلیم
کی طرف راجع ہوتے تو محفوظ رہتا عین تدبیر ہے جسکو بمقابلہ تقدیر کوئی قیام نہین ہی ہان اگر یہ ہو تاکہ بالکل خاموشی سے رضا
بتقدیر بنظر ثواب ہو تو درجہ عالی کی امید ہی بالجملہ اس مقام مین ایک طرح کی فہمائش مقصود حضرات ہی کہ موافق ظاہر کے جو کام

ہاتھ وآنکھ وزبان وغیرہ سے مناسبت رکھتا ہو عمل مین لاوے ولیکن ان جوارح کو کام مین لاتے وقت بھی قلبی نظر محض جریان قضار
و قدر پر ہوتا کہ حسن تدبیر آلہیہ جو کائنات مین جاری ہو اُس سے مخالفت بھی نہو اور اصل حکم ازل جو پردۂ امتحان سے اعلیٰ ہو اُس سے
موافقت بھی ہو۔ پھر شیخ نے بعض حضرات کا قول نقل کیا کہ جب آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ اخاف ان یاکلہ الذئب اور کہا کہ لاتقصص
رویاک۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسمین وہی نتیجہ دکھلایا جس سے خوف کرتے تھے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ تفویض وتسلیم بہتر ہوتی ہو تدبیر
کے ساتھ چپٹے رہنے سے۔ اقول یعنی تدابیر مین ادنیٰ سے ادنیٰ طریقہ جس سے حکم تدبیر آلہیہ سے موافقت رکھنا ثابت ہو جاوے اختیار کرنا
چاہیئے اور اسمین مبالغہ وجد وجہد شدید سے احتراز رکھنا چاہیئے اسیواسطے حدیث مین فرمایا۔ اجملوا فی الطلب یعنی تدبیر کی جستجو مین
ادنیٰ درجہ پر اکتفا کرو پھر مترجم کہتا ہو کہ جبتک یہان مستقیم نہو اور انسان کو فی الجملہ نور معرفت نہو تب تک ان مقامات کی وضاحت
عامی اندھے بہرے پر نہین ہوسکتی کیونکہ بسا اوقات وہ دیکھتا ہے کہ ایک مرد نصرانی مثلاً تمام جد وجہد سے بہت کچھ دنیا حاصل
کرلیتا ہے اور خود مسلم اپنے اختصار سے اس سے ادنیٰ رہتا ہے پس شیطان موقع پاکر اسکے دل مین اوہام وشکوک ڈالتا ہو جس سے
وہ دین آلہی سے گمراہ ہوکر شیطان کی اتباع مین خود بھی خراب حال سے نصرانی کیساتھ ہو جاتا ہو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب پتھر
رکھکر سوئے اور شیطان نے اس پتھر مین اپنا حصہ ظاہر کیا اور کہا کہ تم دنیا کی طرف مائل ہوئے تو پتھر نکالکر اسکی طرف پھینکا اور کہا
کہ لے یہ مع دنیا تیرے لیئے ہو پس جسکو دار الآخرۃ پر ایمان نہو وہ عام رحمت آلہیہ سے ہر جگہ محروم نہ ہوگا بلکہ شیطان کے ساتھ اسکو
دنیاوی حصہ ہو پس اگر ظالم تبہ کار جاہل ہو تو اسنے شیطان کے کار ندہ ہونے کی بھی لیاقت نہین پائی اور ظلم سے عذاب آلہی
پہونچیگا اور اگر مصلح ومہوا خواہ دنیا کا حریص ہو تو بحکم قولہ نؤتہ منہا یعنی جو دنیا کی خواہش مین اسکے لیئے کوشش کرتا ہے ہم اس کو
دنیا سے حصہ دیدیتے ہین وہ اپنا حصہ اسی حقیر فانی ادنیٰ اموال غلیظہ سے لیجائیگا پھر آخرت مین اسکے لیئے کچھ نہین ہو اور جب غور
کرے تو اسکو معلوم ہو جائیگا کہ اُسنے تمام اقسام اموال ودولت فانیہ مین سے صرف اسی قدر پایا جس سے اپنا پیٹ بھر لیا
اور باقی دوسرون کیلیئے ہو اور نام اگر رہا یا نہین اسکو کچھ فائدہ نہین ہو جب یہ معلوم ہوا تو اب ظاہر ہوگیا کہ تدبیر محض ایک تعمیل
اُس طریقہ آلہیہ کی ہو جو اُسنے اس مقام امتحان مین چاہا ورنہ وہی واقع ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا اور جب ایسا ہو تو آخرت
کا سعی کرنیوالا اتمام کوشش اسی طرف مصروف فرماوے ورنہ دنیا کی طرف رجوع کرنے سے اسلام وایمان ومعرفت مین قصور
ظاہر ہے اور تدبیر کا اثر دونون مین سے ہر ایک فریق کیلیئے موافق اسکی تقدیر کے ظاہر ہوتا ہو والسلام۔ قائل ہو قصہ
لغت مین کسی چیز کے تتبع کو کہتے ہین چنانچہ قولہ تعالیٰ وقالت لاختہ قصیہ۔ مین یہی معنی مراد ہین یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی والدہ نے بالہام آلہی سبحانہ تعالیٰ موسیٰ کو صندوق مین بند کرکے دریائے نیل مین بہادیا اور اسکی بہن سے کہا کہ اسکے پیچھے پیچھے جا
اور تتبع کر دیکھ کیا ہوتا ہے اور یہ لفظ مصدر ہو اور حکایت کو قصہ اسلیئے کہتے ہین کہ بیان کرنے والا تھوڑا تھوڑا کرکے لاتا ہو کذا
ذکرہ فی السراج وغیرہ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک قصہ مصدر بمعنی تتبع ہو یعنی کسی چیز کے نشان روانی پر پیچھے پیچھے چلنا جیسے قالت
لاختہ قصیہ۔ مین مراد ہو کہ اس صندوق کی رفتار پر اسکے پیچھے پیچھے چلی جا۔ پھر حکایت کو قصہ اسلیئے کہتے ہین کہ اصل واقعہ تو گذر گیا اب
قصہ بیان کرنیوالا اسکے اثر ونشان پر چلتا ہے اور اسکے تصویر کا خاکہ کھینچتا چلتا ہے اگرچہ اس معنی کو تھوڑا تھوڑا کرکے بیان کرنا بضرورت
اداے عبارت کے واقع ہوتا ہو کیونکہ تھوڑا تھوڑا بیان کچھ قصہ کی ضروریات سے نہین ہو بلکہ بیان کا یہی طریقہ ہو حتیٰ کہ اگر ممکن ہو

تو وہ ایک مرتبہ سب صورت دکھلا دے قولہ فیکیدوا لک سوال ہوا کہ فیکیدوک نہین فرمایا حالانکہ قولہ فیکیدونی جمیعًا الآیۃ۔ مین بغیر لام متعدی ہوا جواب دیا گیا کہ یہ لام صلہ ہی جیسے قولہ لربہم یرہبون حالانکہ یرہبون ربہم بھی صحیح ہی بعض نے کہا کہ تاکید صلہ ہے جیسے ان کنتم للرؤیا تعبرون یعنی تعبرون الرؤیا اور جیسے نصحتک و نصحت لک۔ اور بعض نے کہا کہ کید یہان متضمن معنی احتیال ہی اور وہ متعدی بلام ہوتا ہے اور جب کسی کلمہ کو دوسرے فعل سے تضمین کرتے ہین تو اسی طرح اسکی مقتضیات مین سے لاتے ہین تاکہ تضمن ظاہر ہو پس قولہ فیکیدوا لک یعنی حیلہ ڈھونڈھکر تیرے لیئے ہلاکت کا جال پھیلاوین اور کیدًا مفعول مطلق بنا بر اظہار قوت کید ہو یا یہ کہ تیرے لیئے مکر ایسا کرین جو پوشیدہ و مضبوط ہو قولہ تعالیٰ۔

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ

اور اسی طرح نوازے گا تجکو تیرا رب اور سکھاویگا کل بٹھانی باتون کی اور پورا کریگا اپنا انعام

عَلَيْكَ وَعَلٰى آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلٰى أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ

تجھ پر اور یعقوب کے گھر پر جیسا پورا کیا ہی تیرے دو باپ دادون پر پہلے سے ابراہیم اور اسحاق پر

ع ۲ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ؏

البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمتون والا

اس آیت شریف مین یعقوب علیہ السلام کے علم و فراست کا ظہور ہی جسکو پہلے سے جانتے تھے باوجودیکہ ظاہری اسباب کی تعمیل مین برعایت ادب یون کہا لا تقصص رؤیاک علی اخوتک۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انکا قول بیان فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ یعنی جیسے تجکو اس خواب کی بشارت سی جو عزت و کمال نفس کی دلیل ہی برگزیدہ و مخصوص کیا ایسی ہی يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ۔ تجکو برگزیدہ فرماویگا تیرا رب یعنی درجات عالیہ عطا فرماویگا۔ فی السراج وغیرہ۔ اجتباء الٰہی یہ ہی کہ کسی بندے کو خاص اپنے فیض سے سرفراز فرماتے کہ اس سے طرح طرح کی کرامات حاصل ہون درحالیکہ بندے کی کوشش طاعت وغیرہ کو اسمین کچھ دخل نہین ہی اور یہ بات مخصوص با نبیاء علیہم السلام ہی اور ان کے اتباع مین بعض بندے صدیق و شہداء و صالحین جنکو انبیاء سے قرب ہے **قال المترجم** کوشش و طاعت کے دخل نہ ہونیکے یہ معنی نہین ہین کہ یہ لوگ عبادت و زہد و طاعت نہین کرتے بلکہ مراد یہ ہی کہ یہ قرب و منزلت محض فضل الٰہی ہی اور طاعات تو جبھی ادا کرسکا کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ کان ناک صحت و تندرستی رزق وغیرہ دیا پھر یہ طاعت تو ان نعمتون کا شکر یہ بھی پورا نہین ہی اور یہ ظاہر ہے کہ ایسی قرب و منزلت والے نہایت خلوص ظاہری و باطنی سے خالص اپنے مولیٰ کی عبادت مین سرگرم رہتے ہین پس کوئی بندہ کبھی یہ نہین جانتا کہ اُسکا انجام کیونکر ہی اور اللہ تعالیٰ نے قبول یا عدم قبول اُسکے حق مین کیا مقدر فرمایا ہی لہذا ہر ایک پر یہ واجب ہی کہ تقدیر جو شان الٰہی ہی اس سے کچھ بحث نہ کرے بلکہ خود طاعت و عبادت مین کوشش کرے اور کوئی ارادہ کرنیوالا کبھی اپنی خواہش کے موافق قائم نہ رہیگا مگر جبھی کہ اللہ تعالےٰ چاہے چنانچہ یہ بات صاف ظاہر اور حجت قطعی ہی اسیواسطے حدیث مین آیا کہ ہر شخص پر وہی آسان کیا جاتا ہے جسکے لیئے وہ مخلوق ہوا یعنی وہی اسکو میسر آتا ہے پھر اس مقام پر ظاہر ہے کہ حضرت یوسف کو صغر سنی مین بغیر طاعت و عبادت کے اس خواب سے کرامت فرمائی پس یعقوب علیہ السلام نے آگاہ فرمایا کہ یون ہی تجھے تیرا رب درجات عالیہ کے لیئے مخصوص فرماویگا۔ وَيُعَلِّمُكَ

اور سکھلا دیگا تجکو تیرا رب۔ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ بعض خوابون کی تعبیر۔ یہ مجاہدرح کا قول ہی اور خواب کو احادیث یعنی باتین اسلیئے کہتے ہین کہ یا تو رویاے صادقہ ہوتی ہین تو فرشتہ کی باتین ہین یا شیطان کی احلام ہین جو اسکی باتین ہین قرطبی نے لکھا کہ باجماع یہ تاویل احادیث بمعنی تعبیر خواب ہی اور یوسف علیہ السلام اسوقت اسمین سب سے زیادہ عالم تھے ولیکن بعض متاخرین نے احادیث کو عام کیا کہ خواب کی باتین ہون یا اگلی کتابون واستون کے بیان ہون۔ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ۔ اور تجھ پر اپنی نعمت پوری کریگا وَعَلَىٰٓ اٰلِ يَعْقُوْبَ۔ اور اولاد یعقوب پر یعنی تجھ پر پہلے اور تیرے ساتھ اولاد یعقوب پر نسلاً بعد نسل اپنی نعمت پوری کریگا یہان تک اسکو منظور ہو۔ مفسرین نے کہا کہ اتمام نعمت سے مراد نبوت مع بادشاہت ہی چنانچہ حضرت موسیٰ سے نبوت و بادشاہت انہین رہی۔ اور آل یعقوب سے مراد حضرت یوسف کے بھائی و قرابتی وانکی اولاد ہین اور یہ مؤید ہی کہ برادران یوسف نبوت کو پہونچے۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ شاید ان نعمتون کا اشارہ ہو جو ملک مصر مین داخل ہونے کے بعد انکو میسر ہوئین باوجودیکہ وے سب انبیا پہلے سے تھے پھر ان مین بادشاہت بھی ہوئی۔ سراج وغیرہ مین لکھا کہ نعمت سے مراد نبوت ہی جیسا کہ ابن عباس کا قول ہی کیونکہ مخلوق کو جو مراتب حاصل ہوئے ان سب مین نبوت اعلیٰ واشرف و دائم نعمت ہے اور بعض نے کہا کہ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ سے عطاے نبوت مراد ہی اور يتم نعمته عليك سے دنیا و آخرت کی خوبیان و بھلائیان مقصود ہین اور لکھا کہ قوله على آل يعقوب سے اولاد یعقوب مین یوسف کے سب بھائی داخل ہین اور جب اس سے معلوم ہوا کہ اولاد یعقوب پر اتمام نعمت ہوگا اور نعمت نبوت ہی جیسا کہ گذرا تو ظاہر ہوگیا کہ اولاد یعقوب سب انبیا تھے اور اس سے بڑھکر حجت یہ ہی کہ یوسف نے بھائیون کو گیارہ ستارے دیکھا پس گیارہ آدمی نورانی جنمین داغ دھبا نہین اور ان کو فضل وعلم ہے جنکی روشنی سے دنیا والے راہ پاوین جیسے ستارون سے روشنی ہوتی ہے اور لوگ ان ستارون سے اپنا راستہ جنگلون وبیابان مین بھٹککر پیدا کر لیتے ہین جیسے آنحضرت صلعم نے اصحابی کالنجوم فرمایا پس یہ اولاد یعقوب ہادی خلائق انبیا و رسل ہوئے واقول حدیث مین قوله منهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد الآیۃ مین سب کو خیر و ہدایت و منزلت پر فرمایا ہے اور اگر یہ وہم ہو کہ انھون نے حضرت یوسف کی ایذاء و قتل کا اقدام کیا تو جواب یہ کہ قبل نبوت کے ایسا واقع ہوا باوجودیکہ وہ مغفور رہے وقد قال یوسف لا تثريب عليكم اليوم الآیۃ۔ اور یہ بنا بر اس قول کے کہ انبیا سے قبل حصول نبوت کے ظہور بعض افعال کا بصورت معصیت ممکن ہی جیسے موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو قتل کر ڈالا تھا پھر واضح ہو کہ تمم نعمته سے نبوت مراد ہونا ظاہر ہے بدلیل مابعد یعنی تجھ پر نعمت نبوت پوری کرے اور اولاد یعقوب پر كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ۔ جیسے پورا کیا اس نعمت کو تمھارے دونون باپ پر پہلے اس سے وہ ابراہیم واسحاق ہین یعنی جیسے ان دونون کو نبوت و رسالت عطا فرمائی یہان دادا و پردادا کو ابوین فرمایا اور خود بھی پیغمبر صلعم نے ظاہر اتواضع و حسن خلق سے اپنا ذکر نہین کیا۔ قال الامام الحافظ رحمہ اللہ حضرت مجاہد وغیرہم نے فرمایا کہ قوله ويعلمك من تاويل الاحاديث یعنی خواب کی تعبیر اور قوله ويتم نعمته عليك یعنی تجھے رسول بنا کر اور تجھ پر وحی فرما کر اپنی نعمت تجھ پر پوری کریگا اسیواسطے فرمایا۔ كما اتمها على ابويك من قبل ابراهيم واسحاق جیسے ان دونون پر وحی کرنے و رسول بنانے سے نعمت پوری کی۔ قال الشیخ حضرت ابراہیم کیلیئے جس فرزند کے ذبح کا حکم تھا وہ مجاہد رح کے قول مین یہی اسحاق ہین ولیکن یہ قول صحیح نہین ہی۔ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ تیرا رب خوب دانا و حکمت والا ہی یعنی جو جس لائق ہی اُس کو

وہی دیتا ہے اگر وہم ہو کہ اس سے تو صاف معلوم ہوا کہ جو چیز جسکو حاصل ہے وہ اسکے لائق تھا تو جب کافرون کو نعمت و دولت سے
مالا مال کیا تو وے اس سرفرازی کے لائق تھے تو جواب یہ ہے کہ دنیا تمام وکمال جب شیطان کو دیدی تو کافرون سے تجھے کیون
تعجب ہوا اور یہ جو تیرا وہم ہے کہ اس سے بہت سرفرازی ہوئی تو محض غلط ہے دنیا کے اموال کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ دنیا کو
دنیا کی ناز نعمت و آرام و فخر و نام و دولتمندی کیلئے لیوے اور یہ ملعون و حقیر و فانی بیقدر ہے اور صحیح روایت ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ
کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہین ملتا۔ دوم صورت یہ کہ دنیا کو بقدر کفایت یا زائد واسطے ثواب آخرت
کے لیوے یعنی مثلاً عبادت کی قوت کیلئے خود کھاوے اور دوسرون کو کھلاوے اور محتاجون کو اتنا آسودہ کر دیوے کہ وے اپنی
عبادت مین متفکر نہ ہون اور خیرات و صدقات سے دنیا کو آخرت کے لیے کھیتی بنا دیوے تو یہ مال بجذبات خود اسکی نظرون مین کچھ
نہ تھا نہ اسکی کچھ محبت تھی صرف نیکی مین خرچ کرنے کا ثواب تھا تو اس راہ سے یہ مال وغیرہ نعمت ہے کیونکہ اسکے ذریعہ سے نعمت
آخرت اسنے حاصل کی اسیواسطے حدیث صحیح مین آیا نعم المال الصالح للرجل الصالح الحدیث یعنی پاکیزہ مال نیک مرد کیلئے بھلا ہوتا
ہے۔ دیکھو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مالدار تھے جب آنحضرت صلعم کو فرماتے سنا کہ جیش العسرۃ کیلئے جو سامان کر دے جنتی ہے تو آپنے فوراً
سامان کیا اور تین مرتبہ اشرفیان آنحضرت صلعم کی گود شریف مین لائین جیسا کہ یہ قصہ حدیث صحیح و سیر مین مفصل ہے پس ہر ایک
کو اللہ تعالیٰ اپنے علم و حکمت سے اُسکے لائق عطا فرماتا ہے لہذا اولاد یعقوب علیہم السلام مین سے نبوت کبری حضرت یوسف علیہ السلام
کو عطا فرمائی۔ تنبیہ قولہ من قبل سراج وغیرہ مین کہا کہ من قبل ہذا الزمان۔ اس زمانے سے پہلے مترجم کہتا ہے کہ خود یعقوب علیہ السلام
پر اتمام نعمت تھا اسکو بطریق تواضع نہین فرمایا اور اگر تقدیر کلام من قبلہ ہووے یعنی مجھ سے پہلے تو بھی یہی تاویل ہو گی لیکن تجدد وقت
مین تخفیف ظاہر ہے۔ فی العرائس قولہ وکذلک یجتبیک ربک الآیۃ۔ اجتبا و اصطفا یہ تھا کہ نور جمال سے لباس دیا اور
پاکیزگی مین پرورش فرمایا۔ ویعلمک من تاویل الاحادیث سے علوم الٰہیہ و کشف و وحی سے سرفراز کیا اور یتم نعمتہ علیک الآیۃ
سے رسالت نصیب کی اور اتمام نعمت سے یہ ہے کہ مرتبہ تمکین و تحقیق کو پہونچایا اور تلوین سے مقام استقامت تک فائز فرمایا اور مقام
امتحان زلیخا سے پاکیزہ و طاہر رکھا جیسے انبیا و صدیقین کی شان ہوتی ہے اور درجہ حضرت ذبیح و خلیل تک بلندی قرب
و منزلت حاصل ہوئی۔ اقول شیخ کی عبارت صریح ہے کہ ذبیح حضرت اسحاق علیہ السلام تھے اور سابق ایک مقام مین فی الجملہ
اس امر مین کلام مذکور ہو چکا ہے اور آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ قولہ فدیناہ بذبح عظیم کے تحت مین اپنے مقام پر تحقیق آوے گی
ابن ہند رح نے کہا کہ اجتبا حسن خلق و دشمن و دوست سے عمدہ برتاؤ اور اپنی ذات کا انتقام بھائیون سے چھوڑنا۔ بعض
نے کہا کہ اجتبا یہ تھا کہ عورتون کا مکر ان سے دور کیا ورنہ مبتلا ہو جاتے۔ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے کہا کہ اتمام نعمت سے یہ بھی
تھا کہ بھائیون کو اُنکے سامنے خضوع و لاچاری سے انکساری کی نوبت پہونچی اور خود ان پر انعام فرمایا۔ سہل رح نے کہا کہ اتمام
نعمت یہ کہ جو خواب دکھلایا اسکو تحقیق واقع کر دے۔ استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ اتمام نعمت سے یہ ہے کہ نعمت پر شکر کی توفیق ہو
اور نعمت کو مشاہدہ نہ کرے بلکہ منعم حقیقی کو دیکھے تو شان یوسف علیہ السلام حسن و جمال و پاکیزگی و طہارت و بھائیون سے
ایذا اُٹھا کر ان سے حسن سلوک و مغفرت مانگنے مین بہت بڑھی ہوئی تھی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اسکو آیات
و عبرت قرار دے کر فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ ۝ إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ

البتہ ہین یوسف کے مذکور مین اوراسکے بھائیون کی نشانیان پوچھنے والون کو جب کہنے لگے البتہ یوسف اوراُسکا بھائی

أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۝ اقْتُلُوا

زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کوہم سے اورہم قوت کے لوگ ہین البتہ ہمارا باپ خطا مین ہے صریح مار ڈالو

يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا

یوسف کو یا پھینکدو کسی ملک مین کہ اکیلی رہے تم پر توجہ تمہارے باپ کی اور ہو رہیو اُس کے پیچھے

صَالِحِينَ ۝ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ

نیک لوگ بولا ایک بولنے والا انمین مت مار ڈالو یوسف کو اور پھینکدو گمنام کنوین مین کہ اُٹھالیجاوین اسکو

بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝

کوئی مسافر اگر تم کو کرنا ہے

لَقَدْ كَانَ فِي خبر يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٌ لِلسَّائِلِينَ - بیشک ہین یوسف علیہ السلام واسکے بھائیون کے قصہ مین نشانیان واسطے پوچھنے والون کے یعنی جو لوگ اس قصہ کو پوچھتے ہین انکے لیے یوسف وان کے بھائیون کے قصہ مین آیات ہین یعنی ایسی نشانیان ہین جو اللہ تعالی کی توحید عظیم قدرت وبدیع حکمت وعجیب صنعت پر دلالت کرتی ہین۔ امام رازی نے کہا کہ اور جو نہین پوچھتے ہین اُنکے لئے بھی یہ آیات موجود ہین تو سائلین کا ذکر بمانند قولہ تعالی اربعۃ ایام سواء للسائلین الآیۃ ہے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ سائلون کا ذکر فقط انکے پوچھنے وتوجہ کرنے کی وجہ سے ہے ورنہ آیات جیسے سائلون کے لیے ویسے ہی دوسرون کیلئے یکسان ہین۔ قال الامام الحافظ۔ آیات للسائلین یعنی عبرت ونصائح ہین ان لوگون کیلئے جو اس قصہ کو دریافت کرتے ہین کیونکہ یہ عجیب قصہ اس لائق ہے کہ ضرور اسکی خبر دریافت کی جاوے مترجم کہتا ہے کہ امام نے شان نزول کی روایت کہ یہود وغیرہ نے دریافت کیا تھا اس روایت پر معنی کو موقوف نہین رکھا بلکہ یہ معنی بیان کئے کہ اس قصہ مین عجیب اخبار ہین ہر شخص کو چاہیئے کہ اسکے دریافت کیواسطے سوال کرے پس سائل کو بہت نصائح وعبرت حاصل ہونگے یہ تقریر نفیس ہے اور واضح ہو کہ لقد کان مین معنی ماضی مراد نہین ہین چنانچہ کثرت سے عرب اس لفظ کو استمرار وثبوت کے معنی مین لاتے ہین پس اب بھی وہ آیات موجود ہین اور مترجم کہتا ہے کہ اگر یہود کے سوال کرنے کی روایت سے معنی کا ارتباط لیا جاوے تو شاید یہ تعریض ہو یہود پر کہ ان کے لئے اس قصہ مین بہت علامات ونصائح وعبرت تھین گویا انھون نے انکو حاصل نہ کیا ولیکن احسن وہی ہے جو علماء تفسیر سے مذکور ہوا پھر آیات سے بعض نے تو اللہ تعالی کی توحید وقدرت وصنعت پر علامات مراد لیا اور بعض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر حجت مراد لیا کیونکہ آیت حجت قطعی وظنی دونون کو شامل ہے کما صرح بہ البیضاوی فی غیر ہذا الموضع۔ اور آنحضرت صلعم کی نبوت پر حجت ہونے کی یہ توجیہ بیان فرمائی کہ یہود نے مدینہ رؤسا قریش کے پاس آدمی بھیجے کہ محمد صلعم سے دریافت کرو کہ ہم سے ایک نبی کا حال تبلاوین جو شام مین رہتا تھا اور اسکا بیٹا مصر کو نکالا گیا وہ اسکے غم مین یہانتک رویا کہ اندھا ہو گیا تو اللہ تعالی نے سورۂ یوسف پوری یکبارگی نازل فرمائی اور یہ بالکل اُسکے

مطابق واقع ہوئی جو توریت مین تھا تو ضرور انکے واسطے حجت قطعی ہوئی کہ آنحضرت صلعم رسول ہین کیونکہ آپنے اگلی کتابین نہین پڑھین اور نہ عالمون کے پاس بیٹھے اور نہ اخبار والون سے سنا اور نہ ملک حجاز مین کبھی اسکا ذکر ہوا تو ضرور وحی آلہی تعالی سے آپکو معلوم ہوا اور بعض نے کہا کہ آیات یعنی عجب ہین اور مراد عجب سے وہ ہی جسکو ہندی مین اچنبھا اور فارسی مین شگرف و شگفت بولتے ہین اور بعض نے آیات للسائلین کے معنی مین کہا کہ عبرت حاصل کرنیوالون کیلئے عبرت ہین کیونکہ اس قصہ مین کئی طرح کی نصیحت و عبرت و حکمت موجود ہے ازانجملہ حضرت یوسف ؑ کا خواب اور اسکا تحقیقی واقع ہونا اور کیسی کیسی گردش و سوانح و وقائع کے بعد کس طریقہ سے اسکا ظہور ہوا۔ ازانجملہ بھائی ہوکر حسد کرنا اور اس حسد کا انکو قتل کر ڈالنے پر آمادہ کر دینا اس زعم پر کہ اسکے بعد ہم اپنی سعی سے قوم صالح یعنی برگزیدہ ہوجاوینگے اور آخر حسد کا انجام کیا ہوا اور یوسف علیہ السلام کی راستی و تواضع و صبر کرنا اور ظاہر و باطن اللہ تعالی کے ساتھ صدق و عفت کا برتاؤ اور آخر وہ کس مرتبہ پر فائز ہوئے ازانجملہ یعقوب علیہ السلام کا فرزند سے اسقدر تعلق کہ روتے روتے اندھے ہوگئے اور باوجود نبوت کے مرضی آلہی یہی رہی کہ پیغمبر اس حال کو پہونچے اور آنحضرت علیہ السلام کا صابر رہنا اور کچھ دعا نہ کرنا اور کنعان کے کنوین مین یوسف کا پڑا رہنا معلوم نہ ہوا اور مصر سے پیراہن یوسف ؑ کی خوشبو معلوم ہوئی باوجود اسکے یہ کہا کہ مین اللہ تعالی کی طرف سے وہ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہو اور آخر اپنی مراد کو پہونچنا اور ازانجملہ وقائع زلیخا کہ مثل دنیا کی زینت کے مزین ہوکر انکو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی اور اسکے لئے کیسے فریب و جال پھیلائے مگر آنحضرت علیہ السلام پاک رہے اور آخر رضائے آلہی و عروج کے ساتھ اس سے بہتر حالت مین وہ بھی مل گئین ازانجملہ حکم قولہ فالذین آمنوا اشد حبا للّٰہ۔ ایمان والے جو سب سے زیادہ اللہ تعالی کو چاہتے ہین انکو اپنی محبت کا اندازہ کرنا کہ زلیخا کے مقابلہ مین انکا کیا حال ہی۔ ازانجملہ حکمت اسکی کہ یوسف علیہ السلام نے عورتون کے پاس رہنے سے قید ہونا بخوف آلہی پسند کیا اور وہین سے ایک قیدی نے رہا ہوکر بادشاہ سے تعریف کی جس سے مملوکیت کے داغ سے بالکل پاک ہوگئے کیونکہ بادشاہ نے اپنے واسطے استخلاص کیا تو آقا ہوگئے اور وہ ان کے دین پر ہولیا اور عورتون سے بالکل نجات ہوگئی اور سوا اسکے بکثرت نصائح ہین کہ اگر ہر ایک اشارہ لکھا جاوے تو غالبا ایک ضخیم مجلد کتاب ہوجائیگی کیونکہ باریک اشارات سمجھانے کیلئے سب متعلقات بیان کرنا درازہوگا وانما الفہم من توفیق اللہ عز وجل وہو الہادی الملہم ولہ الحمد فی الاولی والآخرۃ والیہ یصعد الکلم الطیب۔ اگر کوئی آیات سائلین کے جمیع معانی کو بوجوہ جمع کرے تو بھی ممکن ہی بس کہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام و انکے بھائیون کے قصہ مین سائلین کیلئے آیات ہین یعنی اہل عبرت و اہل عقل کیلئے اللہ تعالی کی وحدانیت پر نشانیان اور آنحضرت صلعم کے صدق رسالت پر قطعی حجتین و دلیلین اور انسانی اصل و انجام و حیات دنیا کیلئے نصیحتین و عبرتین موجود ہین اور جنکے پاس توریت تھی انکے پاس پہلے سے آیات وحدانیت و عجیب صنعت آلہی و نصائح و عبرت و حکمت موجود تھین مگر اکثرون نے انسے نفع نہین پایا پھر اس قصہ مین زلیخا کا تذکرہ بتبعیت واقع ہوا اور اصل انکے بھائیون کا حسد ہی تھا لہذا صرف یوسف و اخوتہ کا قصہ فرمایا علاوہ برین تہذیب سکھلائی کہ عورتون کے تذکرہ سے تعلق کم کرین اور واضح ہو کہ حسد کرنیوالے صرف دس بھائی تھے اور گیارہوان بھائی انمین شامل نہ تھا پھر معالم و بیضاوی و سراج وغیرہ مین انکے بھائیون کے نام اسطرح لکھے کہ حضرت یعقوب کی پہلی بی بی انکے ماموں لیان کی دختر لیا نام سے یہودا۔ روبیل۔ شمعون۔ لاوی۔ زبلون۔ یشجر چھ بیٹے تھے اور سراج مین مذکور ہی کہ سب سے بڑا

بدال ۱۲ بدون نون ۱۲ بنون در آخر ۱۲

روبیل تھا اور ایسا ہی مؤلف الفتح نے قرطبی سے نقل کیا اور زبلون کو زبولون لکھا ۔ پھر معالم میں کہا کہ دو لونڈیوں سے چار اولاد
تھے ان دونوں کا نام زلفی وبلہم لکھا اور امام رازی و قرطبی نے بلہم کی جگہ بلہہ لکھا ہے اور ان چاروں کے نام ۔ دان نفتالی ۔
جاد ۔ اشر بیان کیے بقاعی نے کہا کہ نفتالی بنون و فا و تا ر فوقیہ و الف و لام و یا راور فتح میں قرطبی سے نفتالی کی جگہ نفتونا
یعنی بتا ر فوقیہ بعد فا و تا ر فوقیہ و واو و نون الف لکھا اور ظاہر غلطی ہے ۔ اور اشر کی جگہ اوشیر لکھا ہے پھر لیا بنت لیان کا انتقال
ہو گیا تو آنحضرت نے اسکی بہن سے جسکا نام راحیل تھا نکاح کیا اس سے یوسف علیہ السلام و بنیامین پیدا ہوئے ۔ سہیلی نے کہا
کہ راحیل سے فقط بنیامین ہوئے اور اسی نفاس میں وہ مر گئیں پھر حضرت یعقوبؑ نے وقفا سے نکاح کیا اس سے حضرت
یوسفؑ پیدا ہوئے پس بنیامین حضرت یوسفؑ سے بڑے تھے ولیکن یہ قول غریب معلوم ہوتا ہو ظاہر اصحیح وہی قول ہو اور
سراج وغیرہ میں لکھا ہو کہ بعض کا قول یہ ہو کہ حضرت یعقوبؑ نے لیا کی حیات ہی میں راحیل سے نکاح کر لیا تھا اور اسوقت
میں دو بہنوں کو نکاح کر کے جمع کرنا حرام نہیں کیا گیا تھا ۔ محمد بن اسحاق بن یسار سے روایت ہو کہ جب آنحضرت صلعم کو نبوت
ہوئی اور قرابتیوں نے اپنے آپ کو نبوت کے لائق و فائق زیادہ سمجھکر آنحضرت صلعم سے حسد کیا اور آپ کی ایذا رکے درپے
ہوئے اور بہت کچھ تکلیف پہونچائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر قصہ حضرت یوسف و اخوہ نازل فرمایا تاکہ آپکو تسلی ہو اور مثل
یوسفؑ کے ایذار قرابت پر صابر اور انکے حق میں استغفار فرماویں اور انتقام کا قصد نہ فرماویں اقول یہ بھی اس سورہ شریف
کی حکمت میں سے ہے تاکہ قوم والے خود حاسد کا انجام دیکھکر لغو خیالات سے باز رہیں کیونکہ رسالت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ علیم
حکیم ہو خوب جانتا ہو کہ کہاں رسالت کا تاج رکھا جاوے بقولہ تعالیٰ اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کسی مخلوق کے گمان پر نہیں ہے
قتادہ و ضحاک وغیرہم نے اس آیت میں کہا کہ جو کوئی اس قصہ سے سوال کرے تو وہ یوں ہی ہو جیسا اللہ تعالیٰ نے تم پر بوحی سنایا
اور آگاہ فرمایا ہو ۔ اقول ظاہر یہ تفسیر قولہ آیات للسائلین کے متعلق ہو یعنی جو کوئی سائل ہو اور سب عقلا کو ہونا چاہیے تو سطور
بیان ہوا اس سے وے سائل عبرت و نصائح حاصل کریں اسکا بیان یہ ہو ۔ اِذْ قَالُوْا یعنی سائلین کیلئے آیات اُن کے
اس قصہ میں ہیں کہ جب یوسفؑ کے بھائی سوائے بنیامین کے کہنے لگے آپس میں کہ لَیُوْسُفُ قسم ہے کہ یوسفؑ وَاَخُوْہُ اس کے
بھائی چھوٹے یعنی باپ و ماں دونوں کی طرف والے بھائی بنیامین کے ۔ اَحَبُّ اِلٰٓی اَبِیْنَا مِنَّا ۔ زیادہ محبوب ہیں ہمارے باپ کو
بہ نسبت ہمارے ۔ سراج میں لکھا کہ جب بھائیوں کو حضرت یوسفؑ کے خواب کی خبر پہونچی تو کہنے لگے کہ بھائیوں سے سجدے
کرانیکا خیال دماغ میں سمایا ہو اور لتے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ ماں باپ بھی سجدے چاہتا ہے اور حضرت یعقوبؑ کو بسبب علم نبوت
و فراست کاملہ کے حضرت یوسفؑ کی طرف التفات بہت تھا خصوصاً اس خواب کا باوجودیکہ نور نبوت انکی پیشانی سے ظاہر تھا
اور حسن کا آفتاب ایسا چمکتا تھا کہ شمس و قمران کے سامنے سر جھکاتے تھے پس شیطان نے بھائیوں کے دلوں میں حسد کی آگ
بھڑکائی اور باہم مشورہ کیا کہ واللہ یوسف و اسکا بھائی دونوں ہماری بہ نسبت ہمارے باپ کو زیادہ محبوب ہیں وَنَحْنُ عُصْبَۃٌ
حالانکہ ہم ایک گروہ زبردست ہیں یعنی یہ دونوں حقیر لونڈے نہ کام کے نہ کاج کے اُن سے کیا مال و دولت و منفعت
ملنے والی ہو اور ہم البتہ قوی گروہ کا گروہ ہیں ہر طرح کا آرام ہماری ذات سے متصور ہو پھر بھی ہمارے باپ کو انہیں دونوں سے
زیادہ محبت ہو ۔ اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۔ بیشبہ ہمارا باپ کھلی ہوئی خطا میں پڑ گیا ہو ۔ سراج وغیرہ میں کہا کہ مراد کھلی

یہ تھی کہ ہماری محبت پر انکی محبت کو ترجیح دینے میں اس سے صاف چوک ہوئی ہے کیونکہ اگر دلیل سے دیکھا جاوے تو ہم سب فرزند
ہونے میں یکسان ہیں تو محبت برابر ہوتی لیکن ہم کو ان دونوں پر اسوجہ سے ترجیح ہے کہ ہم ایک جماعت قوی بردست ہیں کہ باپ کو
ہر طرح نفع پہونچا سکتے ہیں اور کوئی برائی آوے اسکو دور کر سکتے ہیں اور ہر کام کیلئے کافی ہیں اور ان دونوں سے یہ بات ممکن نہیں ہے
تو ہماری محبت زیادہ چاہیئے ہے پھر اگر زیادہ نہ ہوتی تو خیر برابر ہوتی پھر برابر بھی نہیں بلکہ انکے لئے زیادہ ہے تو یہ صاف خطا ہے۔ تنبیہ قولہ
لیوسف واخوہ احب۔ لام ابتدائیہ ہے تو معنی یہ ہوئے کہ یوسف و اسکا بھائی زیادہ محبوب ہے بعض نے کہا کہ لام قسم ہے یعنی واللہ
یوسف الخ اور شاید قسم بوقت تعجب ہے یا باپ کی خطا ثابت کرنے کیلئے قطعی تو طیہ ہے پھر یوسف واخوہ دونوں کی خبر میں احب
صیغہ واحد اسوجہ سے ہے کہ جب اسم تفضیل حرف لام یا اضافت نہو تو اسمیں واحد و تثنیہ و تذکیر و تانیث یکسان ہوتا ہے اور شاید کہ
واخوہ بمعنی مع اخیہ ہو سکے تو اس توجیہ کی ضرورت نہ ہوگی اور مع اخیہ یعنی انکو مقصود ہونا اسوجہ سے ظاہر ہے کہ درحقیقت
خواب فقط حضرت یوسفؑ نے دیکھا اور آثار نبوت و نجابت صرف انکے چہرہ سے ہویدا تھے اور شطر الحسن یعنی نصف حسن یا قریب
نصف کے انھیں کو ملا تھا اور یہ وجہ بے اختیاری محبت کی ظاہر تھی مگر انھوں نے بھائی کو بھی ساتھ ملا کر اس محبت کو دوسرے معنی پر
محمول کر دیا اگرچہ یوسف علیہ السلام اصلی محبوب تھے تو انکا ایک پیٹ کا بھائی بھی فی الجملہ انکی محبت سے محبوب ہوگا۔ سراج و کبیر وغیرہ
میں کہا کہ یہاں چند اوہام پیدا ہوتے ہیں تو انکا جواب دیا جانا ہے اول یہ کہ اولاد میں سے اگر بعض کو بعض پر فضیلت دیا جاوے
تو دوسروں کو اس سے حقد و حسد پیدا ہو جاتا ہے تو احقو علیہم السلام کیونکر کیا جواب یہ ہے کہ یہ فقط محبت کی زیادتی تھا اور محبت آدمی کی
اختیاری چیز نہیں ہے اقول یہ نہیں کہا جائیگا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بعد دن کی باری و نان نفقہ وغیرہ امور اختیاری میں کسی کو دوسرے
پر فضیلت دے تو گنہگار ہوگا اور اگر محبت ایک سے بہ نسبت دوسرے کے زیادہ ہو تو وہ معذور ہے کیونکہ اسکے اختیار سے باہر ہے دوم
یہ کہ اولاد نے باپ پر کیونکر اعتراض کیا حالانکہ جانتے تھے کہ وہ نبی ہیں اور یہ لوگ ان پر ایمان رکھتے تھے۔ جواب بیشک پیغمبر برحق
جانتے تھے لیکن انھوں نے بمقتضائے بشریت یہ خیال کیا کہ باپ کا یہ فعل مبنی بر رائے ہے اور جب خود دلیل سے دیکھا تو ان کی
سمجھ میں آیا کہ باپ کی رائے میں خطا کرتی ہے پس انھوں نے اعتراض کیا اور یہ نہیں سمجھے کہ باپ کا ان دونوں سے زیادہ محبت کرنا کس وجہ
سے واقع ہوا ہے اول یہ کہ ان دونوں کی والدہ کا انتقال ہو چکا تھا اقول یہ غلط ہے بلکہ شاید ان کی والدہ البتہ مر چکی تھیں اور ان دونوں
کی والدہ مدت تک زندہ رہیں ظاہرا توجیہ کی فکر میں یہ یاد نہیں رہا کہ خواب کی تعبیر واقع ہوئی اسطرح کہ ماں باپ نے سجدہ کیا اور یہ تو
آخر سورہ میں منصوص ہے تعجب کہ سراج میں بھی کبیر سے اسیطرح نقل کر دیا غرض یہ زلت قلم مقتضائے انسانی ہے اللہم اغفرلی ولعموم المؤمنین
اور دوم یہ کہ یوسفؑ میں آثار نبوت و نجابت ایسے ظاہر تھے کہ باقی اولاد میں نہ تھے اقول اسکا بھی یہ مناقشہ ہے کہ پھر ایا میں
سے کیوں زیادہ الفت تھی فافہم۔ اور سوم یہ کہ یوسف اگرچہ صغیر تھے مگر باپ کی ایسی خدمت کرتے تھے جو اوروں سے نہیں
ہوتی تھی اقول یہ کہاں سے معلوم ہوا اسکی کوئی روایت نہیں آئی علاوہ بریں تنہا میں کا احتمال باقی رہیگا۔ الحاصل سبب الاعتقادی
تھا اور اسمیں نفسانی خواہش یعنی یوسفؑ سے حسد کا کوئی دخل تھا تو اس سے دین میں اعتراض لازم نہیں آتا اقول محصول یہ ہے کہ
انھوں نے اس لئے کو دنیاوی معاملہ کی رائے سمجھکر اعتراض کیا ورنہ اگر باپ اسمیں کوئی حکم صریح ظاہر کرتا اور میں کہتا ہوں کہ اس
جواب کو تقویت ایک حدیث سے ہو سکتی ہے جبکہ صحابہؓ نے موافق دستور کے درختان خرما میں نر مادی لگائی اور آنحضرت صلعم نے

لغو فرمایا تو انھوں نے نہیں لگائی تو پھل نہ آئے تب آپ نے فرمایا انتم اعلم بامور دنیاکم۔ دنیاوی معاملات تم ہی خوب جانتے ہو پس جب مین
دین کے معاملہ مین تم کو حکم دون تو تم پر تسلیم کرنا واجب ہے اور دنیاوی مشورہ مین تم جانو تمہارا کام جانے علی ہذا انھون نے اس واقعہ محبت
کو دنیاوی معاملہ پر محمول کرکے اعتراض کیا چنانچہ اپنے آپ کو عصبہ قرار دیکر مستحق فضیلت جاننا اسپر دلالت کرتا ہے تیسرا سوال
یہ ہے کہ باپ کو ضلال کی طرف نسبت دی اور ضلال گمراہی ہے۔ جواب یہ ہے کہ دین مین ضلال نہین کہا تھا بلکہ دنیاوی مصلحتون کی جو راہ
ہوتی ہے اسکی طرف التفات نہ کرنا مقصود تھا۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ یہ کیسے معصوم نبی ہونگے جبکہ انسے چند کبیرہ گناہ سرزد ہوئے
ازانجملہ ایک حسد ہے جو کبیرہ کی جڑ کہنا چاہیئے دوم قتل یوسف بیگناہ کا قصد۔ سوم باپ کو دوام ملال مین ڈالنا۔ چہارم صریح جھوٹ
بولنا۔ اسکا جواب یہ دیا کہ انسے یہ جرائم نبوت حاصل ہونے سے پہلے سرزد ہوئے ہین اور یہان دو قول ہین ایک یہ کہ نبوت کے بعد یہ شرط ہے
کہ نبی سے گناہ کبیرہ سرزد نہو اور اسی قول کے مطابق یہ جواب ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ نبی سے کبھی گناہ کبیرہ واقع نہ ہونا شرط ہے تو اسکے
نبوت سے پہلے یا بعد
مطابق یہ جواب نہین ہوسکتا۔ واضح ہو کہ یہان دو قول ہین ایک یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی سب انبیا تھے اور
دوسرا قول یہ ہے کہ وے نہین تھے پس چوتھا سوال اسی صورت پر وارد ہے کہ ان کو انبیا مان لیا جائے اور اسمین زیادہ گفتگو انشاء اللہ تعالیٰ
آگے آویگی۔ یہان تو اسی قدر بیان تھا کہ انھون نے پہلے مشورہ کیا اور اپنی رائے سے یہ نتیجہ نکالا کہ ہم سے زیادہ یوسف و اسکے بھائی
سے باپ کا محبت کرنا ہمارے باپ کی طرف سے چوک ہے لیکن اصلی مقصود یہ نہین تھا کہ باپ کی غلطی ثابت کرین بلکہ مقصود یہ تھا کہ حسد سے
یوسف پر اپنی فضیلت ظاہر کرین لہذا باپ کو ایذا و آزار دینا نہین ٹھہرایا بلکہ یوسف کے حق مین یہ نتیجہ نکالا کہ اگر یہ باپ کی نظر سے دور
ہوجاوے تو پھر ہم باپ کے منظور نظر ہو کر صلاحیت و کمال کو پہونچین گویا انکو یہ یقین تھا کہ باپ کے منظور نظر ہونے سے کمال و شرف حاصل ہوتا ہے
اسی سبب سے جب یوسف کو منظور فرمایا تو اسکو خواب خیرہ کا شرف ملا اور اسی طرح ملتا جائیگا اگرچہ باپ کے ان دونون سے محبت
کرنے مین خطا کی ہے اور محبت کے سزاوار ہم جماعت تھے پس جب یوسف زندہ نہ رہا تو خواہ مخواہ ہم ہی منظور نظر ہو کر قوم صالح یعنی انبیا
ہوجائینگے لہذا یہ رائے ٹھہرائی کہ اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا یَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِیْكُمْ ۔ مار ڈالو یعنی ہم تم
سب مل کر مار ڈالو۔ یوسف کو یا پھینک بہاؤ اسکو کسی زمین مین یعنی دور دراز کسی ملک مین تو پھر تمہارے ہی لئے خالی ہو جاویگا
تمہارے باپ کا چہرہ یعنی بینا مین تو بذات خود منظور نظر نہین ہے یوسف اصلی محبوب ہے اسکو مار ڈالو یا کہین دور بہادو تو پھر
باپ کی نظرون مین خالی تم ہی تم رہجاؤگے اور ان کا چہرہ خالص تمہارے ہی لئے ہوگا تو تم ہی انکے منظور نظر ہوجاؤگے
وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ ۔ اور یوسف کے بعد یا اس واقعہ کے بعد تم ہو جاؤگے ایک قوم صالح یعنی باپ کے منظور
نظر ہو کر تم سب درجہ نبوت و ولایت سے سرفراز ہو جاؤگے ؎ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند ✣ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند
امام رحمہ اللہ نے لکھا کہ گناہ کرنے سے پہلے ہی انھون نے توبہ اپنے دل مین رکھ چھوڑی تھی چنانچہ دل مین ٹھان لیا
کہ یوسف کو اسطرح گم کرکے توبہ کرکے قوم صالح ہوجاؤنگے۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ ان مین سے ایک کہنے والے
نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو۔ قتادہ و محمد بن اسحاق نے کہا کہ یہ کہنے والا بڑا بھائی روبیل تھا۔ سدی رحمہ اللہ نے
کہا کہ وہ یہودا تھا۔ قال الامام مراد اسکی یہ تھی کہ حسد و عداوت کو یہان تک ترقی مت دو کہ قتل کرکے جان لو۔ اور
وے کبھی ایسا کر نہین سکتے تھے کیونکہ حق تعالیٰ نے جو چاہا تھا اسکا پورا ہونا ضروری تھا کہ وہ مصر مین پیغمبر بادشاہ ہون۔

اقول شاید یہی حسن طویت یہودا کے مقبول ہوئی کہ اسباط و اولاد میں خلافت و مملکت کا استحقاق اولاد یہودا میں رہا جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھا ہو واللہ اعلم۔ بہر حال اس قائل نے جب مار ڈالنے سے منع کیا تو اشارہ کیا کہ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ اور ڈال دو اسکو غیابت جب میں۔ یَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ نہ اٹھا لیجائیگا اُسکو کوئی مسافر۔ غیابت ہر ایسی جگہ کو بولتے ہیں جو کسی چیز کو ڈھانک کی نظر سے غائب کر دے اور جب گڑھا یا بے جگت کا کنوان واسکے مانند ہیں مراد کنوین کی تہ جسمین نظر نہیں پڑتا احتمال ہو کہ کوئی خاص کنوان مقصود نہ تھا اور قتادہ رح سے روایت ہو کہ مشہور کنوان بیت المقدس کا تھا اسپر کثرت سے مسافر وارد ہوتے تھے۔ امام حافظ رح نے فقط قول قتادہ رح ذکر کیا اور دوسرون نے لکھا کہ وہب نے کہا کہ وہ اردن کی زمین مین تھا اور مقاتل نے کہا کہ حضرت یعقوب کے مسکن سے تین فرسخ دور تھا۔ اقول اتنی دور ہونا چاہیئے کہ صبح کو بھائی ساتھ لیگئے اور آخر وقت یا رات تک واپس آئے اور وہان بکری وغیرہ ذبح بھی کی اور کنعان سے بیت المقدس سے بہت فاصلہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم بعض اہل علم نے کہا کہ ان لوگون نے حضرت یوسف کے قتل کا عزم کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جو اسکو بچا لیا تو یہ ان لوگون پر بھی رحمت تھی ورنہ اگر قتل کرتے تو سب ہلاک ہوکر عذاب مین پڑتے۔ حاصل یہ کہ اس کہنے والے نے انکو سمجھایا کہ تم حسد کو یہان تک نہ بڑھاؤ کہ یوسف بھائی ہو اسکی جان مار ڈالو بلکہ تمہارا مقصود تو صرف یہ ہو کہ اسکو باپ کی نظر سے معدوم کردو تو یہ یون حاصل ہو کہ اسکو جب کی تہ مین ڈالدو وہان سے بعضے مسافر اسکو دور اٹھا لیجاوینگے اور تمہارا مقصود حاصل ہوجائے گا۔ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ۔ اگر تم کرنیوالے ہی ہو یعنی اگر تم خواہ مخواہ ایسے فعل پر آمادہ ہو۔ ظاہر یہ کہنے والا ایسی سخت حرکت کو ناپسند کرتا تھا مگر خراب مصاحبون کی صحبت مین اتفاق کرنا پڑا واللہ اعلم۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ یہ بڑے لوگ بڑے سخت کام پر متفق ہوئے تھے ایک تو ناتا قطع کرنا یعنی علاتی بھائی اور ایسے نیک کو اس بیرحمی سے ارادہ قتل کرنا دوسرے باپ کی نافرمانی و عاق ہونا تیسرے اس صغیر بیگناہ پر رحم نہ کرنا چوتھے اس پیر مرد بزرگ کی بیقراری پر ترس نہ کھانا جسکا رتبہ اللہ تعالیٰ کے یہان بڑا تھا پنجم اس حق کا لحاظ نہ کرنا کہ والد و فرزند صغیر کے درمیان جدائی نہ چاہیئے خصوص جبکہ بڑھاپے سے اس بزرگ کی ہڈیان اس قلق کی آنچ سے گھلی جاتی ہون اور یہ فرزند صغیر سنی سے اپنے باپ کی لطف و پرورش و اُسکی گود مین آرام کا محتاج ہو بیشک یہ سخت بات تھی اللہ تعالیٰ ہمکو اور اُنکو بخشدے وہ ارحم الراحمین ہو۔ رواہ ابن ابی حاتم عنہ۔ امام حافظ رحمہ اللہ نے لکھا کہ جاننا چاہیئے کہ کوئی دلیل اس بات پر قائم نہیں ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی نبی تھے بلکہ ظاہر سیاق قرآن مجید اسکے برخلاف دلالت فرماتا ہو یعنی سیاق سے بلکہ یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ لوگ نبی نہیں تھے اور لوگون مین بعض یہ گمان کرتا ہو کہ اسکے بعد انکو وحی بھیجی گئی اور وے نبی ہوگئے مگر یہ کہنا اسمین آیل ہو کیونکہ ایسی بات کے کہنے کیلئے دلیل کی ضرورت ہو اسلئے کہ صرف رائے سے کسیکو نبی نہیں بنا سکتے ہین پھر اسکی دلیل کچھ ان لوگون نے کوئی ذکر نہین کی سوائے اس قول اللہ تعالیٰ کے کہ قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب والاسباط۔ پس معلوم ہوا کہ اسباط پر جیسا نازل ہوا جسپر ایمان لائے ہین تو وے ضرور پیغمبر ہوئے۔ امام حافظ رح نے کہا کہ یہ تو کوئی دلیل یقینی نہین ہو اسلئے کہ اسباط تو اولاد اسرائیل کے سب بطون کہلاتے تھے جیسے عرب میں قبائل و عجم والے شاخین بولتے ہین پس فرزندان یعقوب مین سے ہر فرزند کی اولاد و نسلاً بعد نسل سبط تھے اور مجموعہ اسباط ہین اور ان اسباط مین انبیا کثیر گذرے ہین مانند موسیٰ و ہارون و داؤد و سلیمان و عیسیٰ وغیرہم تو آنکی کتب و صحف پر ایمان لانا مقصود تھا اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اسباط اسکے

باپ یعنی اول فرزندان یعقوب علیہ السلام جنمین کلام ہووے بھی انبیا رہتے ہان یوسف علیہ السلام بیشک بنص قرآنی پیغمبر تھے۔ اقول ظاہرا مراد
شیخ حافظ رح کے اس قول سے کہ بلکہ سیاق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ لوگ نبی نہین تھے۔ یہی امور ہین جنکی طرف محمد بن اسحاق رح
نے اشارہ کیا ہی اور سابق مین تفسیر کبیر سے سوال چہارم مین منقول ہوئے اور حاصل یہ ہی کہ جسقدر افعال مذکور ہوئے اکثر انمین سے
کبیرہ اور مہلک کبیرہ ہین از انجملہ عقوق والدین ہی چنانچہ حدیث صحیح مین اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنیکے بعد دوسرے درجہ پر
عقوق والدین شمار فرمایا ہی اور از انجملہ قطع رحم ہی اور قتل مسلم بے گناہ اگرچہ واقع نہین ہوا مگر انھون نے اسپر اتفاق کر لیا تھا
اور ایسے ہی حسد اور باپ پر اس راہ سے کہ پیغمبر تھے اعتراض کرنا اور عمداً جھوٹ بولنا اور فریب کرنا اور امانت و عہد مین خیانت
و غدر کرنا سب از قسم کبیرہ ہین پھر مترجم کہتا ہی کہ اہل الحق نے زعم کیا کہ قبولیت ازلیہ کو کوئی فعل ضرر نہین کرتا یعنی انجام
وہی قبولیت ہوتا ہی اور یہ قول صحیح ہی لہذا اکمل ہی کہ انکے واسطے شان ہو اگرچہ بلا دلیل انکی نبوت پر جزم نہین ہو سکتا لیکن
جس طرح بعضے شعرا نے اس قصہ مین انپر زبان درازی کی ہی وہ روا نہین ہی خصوص جبکہ انکے صالحین ہونے پر جزم ہی اگرچہ
نبی نہون اور ان افعال سے حضرت یوسف و حضرت یعقوب نے عفو و استغفار فرمایا ہی اگر کہا جائے کہ قتل نفس تو حضرت موسی ع سے
بھی سرزد ہوا کہ انھون نے قبطی کو مار ڈالا حالانکہ اسکا نفس مصئون تھا اور یہ جواب نہین ہو سکتا کہ انھون نے ایک کافر قبطی
کو قتل کیا کیونکہ جب اسکے مالک ہین بوجہ ذمی تھے تو اسکا نفس بھی مثل مسلم کے قتل سے محفوظ تھا آیا تو نہین دیکھتا کہ سلطان اسلام کو
روا نہین ہی کہ اپنی رعیت مین سے کسی ذمی کافر کو قتل کرے اور جیسے یہ روا نہین ہی کہ کسی کافر کی بادشاہت مین آباد ہو کر
کوئی مسلمان جہاد کے بہانے سے انمین سے کسی کو مار ڈالے اور خود موسی علیہ السلام نے اقرار کیا کہ یہ شیطانی فعل تھا ہان جواب
صحیح یہ ہی کہ قبطی مذکور سخت ظلم کر رہا تھا اسکو انھون نے مارا اور یہ قصد نہ تھا کہ جان سے مار ڈالون مگر وہ مر ہی گیا پس یہ
چوک ہی نہ قتل عمد اور اللہ تعالی خالق حاکم مالک مختار ہی اسنے بخشدیا بقولہ فاغفر لی ربی الآیۃ۔ علاوہ ازین ایسے ظالم کو جو مخلوق
کو ناحق ایذا پہونچاتے ہین قتل کرنا روا ہی جبکہ سوائے اسکے نجات کی راہ نہو چنانچہ ذخیرہ و محیط وغیرہ مین سید امام کبیر [illegible]
سے پوچھا گیا کہ سلطانی سرہنگ جو لوگون سے از راہ ظلم مال لیتے ہین یا حاکم اسطرح ظلم کرتا ہی اسکا کیا حکم ہی فرمایا کہ اسکا قتل
کر دینا روا ہی اور فرمایا کہ قاتل کو ثواب ملیگا چنانچہ عالمگیریہ فتاوی وغیرہ مین صریح منقول ہی اور دیگر ائمہ رحمہم اللہ تعالی نے
اگرچہ اسپر فتوی نہین دیا لیکن سکوت کیا ہی اور یہان قبطی مذکور زبردستی اس سبطی بیچارہ کی جان پر مار پیٹ سے ظلم شدید کرتا تھا
پھر بھی انھون نے قتل کا قصد نہین کیا پھر بھی یہ قصہ مؤید قول اہل الحق ہی کہ اسرار حکمت الہیہ کسی کو نہین معلوم وہی جانتا ہی اور
مقبول ازلی کبھی مردود نہین ہوتا اور سورہ فاطر کی آیت قولہ تعالی منہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ
کی تفسیر مین صحیح حدیث وارد ہی کہ کلہم علی منزلۃ واحدۃ فی الجنۃ او کما قال یعنی اپنے نفس پر ظلم کرنیوالے اور درمیانی درجہ پر
رہنے والے اور بارادہ الہی نیکیون پر سبقت کرنیوالے سب کو اہل جنت مین سے فرمایا پس اگر ظاہری گفتگو کو یہان دخل ہو تو
نفس کا ظالم انکو وہی معلوم ہی جو مرتکب معاصی ہوا اور یہ ہرگز مراد نہین ہی اور بعض علماء کا قول کہ نیکو کارون کیواسطے جو کام نیک ہین
وہ اہل قرب منزلت کے حق مین گویا گناہ ہین اسکی مثال یہ ہی کہ اگر بادشاہ کا وزیر صرف خدمتگار کے برابر پنکھا جھلنے کا کام کر دیا
کرے تو جو کام خدمتگار کے حق مین اسکی خوبی تھی وہ وزیر کے نازیبا ہوگا حتی کہ وہ نالائق قرار دیا جائیگا الحاصل برادران یوسف علیہ السلام

کی نسبت صلاحیت کا گمان لازم ہو اور جو کچھ اُن سے واقع ہوا خواہ باپ کی ایذا تو اسکو خود باپ نے عفو کرکے اللہ تعالیٰ سے انکے لیے استغفار کیا اور خواہ حضرت یوسف کے حق میں تو اُنھوں نے خود فرمایا لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم پس کسی کو مجال نہیں کہ کچھ گستاخی کرے اگرچہ بوجہ قطعی دلیل نہ ہونے کے یقین نہیں ہو سکتا کہ وے ایسے پیغمبر تھے کہ اُنکو وحی ہوتی تھی اور مترجم کہتا ہے کہ ایک بڑی جماعت مفسرین وغیرہ جو انکی نبوت کے قائل ہیں شاید انکی مراد بھی نبوت ہو تو ضرور ہوگا کہ انکو وحی ہوتی ہو بلکہ وحی مخصوص بحضرت یوسف علیہ السلام تھی اور وے رسول کے سبل تھے اور یہ صحیح ہوا ہے کہ ایک رسول کے بھی رسول تابعین ہوئے ہیں اور خود قرآن مجید میں لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تابع اور یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کے تابع تھے اور بنی اسرائیل میں بہت ایسے پیغمبر گذرے جنکو توریت پر عمل کرنے اور اسی پر مخلوق کی ہدایت کرنے کا کام تھا اور عوام اس امر سے ممنوع ہیں کہ شان نبوت یا اسرار الٰہی میں کلام کریں کیونکہ ناسمجھی سے انکو شیطان کے وساوس دور کرنے کی طاقت نہ ہوگی تو اُنکا دشمن اُن پر غالب ہو جائیگا ایسی طرح کہ خود خبردار نہ ہونگے چنانچہ اس زمانے میں نیچر وغیرہ کتنے گمراہ لوگ ایسے ہی خیالات سے اسلام سے خارج ہو گئے اور منھ سے اسلام کا دعوی کرنے سے اور لوگ ان کے دھوکے میں اعتقاد کا ضرر اُٹھاتے اور دنیا کے لالچ سے گمراہ ہوتے ہیں جیسے فاحشہ کسبیوں کے دعوی سے کہ ہم مسلمان ہیں تمام عوام یہ سمجھے کہ بداعتقادی محض بیباکی ہے ایسے کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے کچھ اسلام میں تو فرق آتا نہیں لہذا عموماً بدکاریوں و فحش و فجور کو بیباک ہو کر علانیہ کرنے لگے اور کسی نے نہ روکا تو سب عذاب خواری میں گرفتار ہوئے اسواسطے لازم و فرض ہے کہ عوام جب انکو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر دار الآخرۃ کے وعدہ و وعید کا یقین اور اپنی موت کا یقین ہے تو سے ہر حکم کی جو قرآن مجید و حدیث میں ہے اور وہ قطعی اتباع کریں اور ہی تفسیر کی ایسی باتیں کہ حضرت یوسفؑ کے بھائی نبی تھے یا نہیں تھے تو اسکا انکو صریح حکم قرآن یا حدیث میں نہیں ہے پس انکے واسطے نیک گمان کریں اور جو افعال مذکور ہوئے اُن سے بحث نہ کریں کیونکہ جن پر ظلم سمجھا گیا انھوں نے خود معاف کیا اور استغفار کیا تو دوسرا اپنی عاقبت کیوں خراب کرے اور اسکا کیا حق اور کیا اختیار ہے۔ فافہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وھو ارحم الراحمین ف کچھ اشارات اہل حق کے طور پر مترجم اوپر اشارہ کر چکا ہے کہ جس سے برادران یوسفؑ کی ایک خاص نیت ظاہر ہوتی ہے اور بیان عرائس سے سننا چاہیئے قولہ لقد کان فی یوسف و اخوتہ الآیۃ۔ بیان کثرت سے علامات و آیات ہیں جیسے یوسف کے چہرہ سے ظہور نور و انکے قلب سے ظہور علم غیب و معرفت بذات و صفات اور وقائع سے لطائف افعال و صنائع عجیبہ و بیان اس عظیم قہر کا جو اللہ تعالیٰ نے نفس امارہ میں رکھا ہے کہ اپنی شہوات و خواہشوں و حرص کیلیئے آدمی کو فتنہ میں مبتلا کرتا ہے اور اسمیں ایک عجیب فریب مکر ہے کہ کبھی کچھ مضبوط آدمی کو نیک بات کی تصویر دکھلا کر ایک ایسے کام پر آمادہ کرتی ہے کہ اسکے ضمن میں بکثرت معاصی میں گرفتار ہو جاتا ہے حالانکہ وہ بات حاصل بھی نہیں ہوتی اور اسی اوسے اس نفس امارہ و طبیعت شیطانیہ میں قوی ارتباط ہے پھر صدق و صبر کا انجام نیک در بکر بدی کا بد انجام اور ظہور قبولیت ازلیہ آلٰہیہ کہ وہ کسی طرح تبدیل نہیں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف و ادب سے مصیبت و ذلت گوارا کرنے میں ایسی ایسی راحت و عزت کا گمان نہیں ہوتا اور مانند اسکے وقال المترجم اکثر اوپر مذکور ہوئیں شیخ نے کہا کہ اس قصہ میں مرید کیلئے اپنے درجہ و فہم کے مناسب آیات ہیں اور متوسطین عارفین کیلیئے اپنے اپنے مراتب کے موافق آیات لطیف ہیں اور قصص میں سے اسمیں بڑے بڑے

معارف توحید موجود ہیں ۔ سمعدون نقصار رحمہ نے کہا کہ مخلوق کے لیے حضرت یوسف ؑ میں آیات ہیں اور حضرت یوسف کو خود بھی اپنی ذات میں
بڑی معرفت حاصل ہوئی کہ کہا ۔ ما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء ۔ اور بعض نے کہا کہ یہاں سے ایک انائی قیافہ پیچانی ہر
کہ اللہ تعالی جسکی صورت و سیرت اچھی کرتا ہے وہ ظاہر و باطن کسی ناپاکی سے مخلوط نہیں ہوتا ہے اقول یہ دانائی تو علم الہی عزوجل
ہی کو مفوض ہے وہی خوب جانتا ہے کہ کس کو اُسنے کیسا پیدا فرمایا ہے ۔ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ شان اس قصہ کی یہ ہے کہ جو محزون اسکو سنے
وہ اس سے استراحت پاتا ہے قال تعالی ۔ جب انہوں نے مشورہ کر کے عزم کیا تو اسپر عمل کیا مکر باندھا گیا قال تعالے

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ۝ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ

بولے اے باپ کیا ہو کہ تو اعتبار نہیں کرتا ہمارا یوسف پر اور ہم تو اسکے خیر خواہ ہیں　　بھیج اسکو ہمارے ساتھ کل کہ کچھ چرے اور کھیلے

وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝

اور ہم تو اُسکے نگہبان ہیں

جب اس بات پر عزم کر لیا کہ یوسف علیہ السلام کو باپ سے جدا کر دیں تو اسکے لیے حیلہ چاہا اور اس حیلہ کو پورا کرنے کیلئے باپ کی خدمت میں
حاضر ہوئے ۔ قالوا ۔ اور کہنے لگے بطور تعجب کے ۔ یا ابانا ۔ اے ہمارے باپ ۔ مالک لا تأمنا علی یوسف ۔ آپکو کیا ہے کہ آپ ہمکو
برادر یوسف پر امین نہیں ٹھہراتے ہیں ۔ وانا لہ لناصحون ۔ اور ہم تو اسکی بہتری و بھلائی چاہنے والے ہیں اسطرح تعجب
کرنا صرف حیلہ تھا ورنہ دل میں یوسف سے حسد اسکے قتل تک کا عزم رکھتے تھے اور چونکہ باپ بھی اُنکی طرف سے یوسف
کے ساتھ مکر و حسد کو بوجھ لیا تھا اسیواسطے اپنا نیک خواہ بننا اس شد و مد سے ظاہر کیا کہ بطور تعجب کے بیان کیا کہ ہم تو اسکے
دل و جان سے اسکے خیر خواہ ہیں تو تعجب ہے کہ آپ ہمکو یوسف پر امین نہیں ٹھہراتے ہیں تنبیہ اگر فراست سے آدمی کو کسی کی
طرف سے کوئی بدی محسوس ہو تو اس سے احتیاط کرنا روا ہے اور ایسی بدگمانی در حقیقت گمان بد نہیں یا ممنوع نہیں ہے اور منع یہ ہے
کہ کسی کی طرف سے گمان بد پیدا کر کے اسکے آزار کی فکر کرے مثلاً زید کو اپنا دشمن گمان کر کے اسکے مار ڈالنے کی فکر کرے تو منع ہے
اور اگر وجہ عداوت معلوم ہو تو اپنے آپکو اس سے محفوظ رکھنے میں احتیاط ہے اور یہ تمام کلام فی قولہ ان بعض الظن اثم میں انشاء اللہ
مع تحقیق آویگا جب اپنا ناصح و امین ہونا بیان کر چکے تو درخواست کی ۔ ارسلہ معنا غدا ۔ یوسف کو ہمارے ساتھ بھیجدیجئے
کل کے روز ۔ یعنی جنگل کو ہم کل صبح روز مویشی چرانے یا تیر اندازی وغیرہ کیلئے جاوینگے ہمارے ساتھ یوسف کو بھی بھیجدیجئے
یرتع ویلعب کہ چھوٹے بند کھاوے و کھیلے ۔ رتع پھل پھلاری میوے مزے سے کھانا ۔ رتع الانسان اپنے جی کے خوشی کے
موافق جیسے چاہا فواکہ وغیرہ سے تمتع اُٹھایا پس مراد یہ ہے کہ دل کھول کر جنگل کے پھل و میوے کھائیگا اور لعب کریگا یعنی
کھیل کود کریگا ۔ ابن عباس نے کہا کہ خوشدل ہوگا اور کود پھاند کریگا ۔ یہ تو ایک قراۃ کے موافق ہے جسمیں یرتع و یلعب بیاء
تحتیہ صیغہ غائب ہے اور فاعل حضرت یوسف ہیں دوسری قراۃ ابن کثیر و ابو عمرو اور ابن عامر کی نرتع و نلعب بنون صیغہ
جمع متکلم ہے تو معنی یہ ہیں کہ کل ہمارے ساتھ یوسف کو بھیجدیجئے ہم خوشدلی کے ساتھ پھل میوے کھاوینگے اور کھیل کود کرینگے
یعنی ہمارے ساتھ وہ بھی خوشی سے کھیلے کودیگا اس قراۃ پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ لہو و لعب تو ممنوع ہے یہ کیسے انبیاء تھے
جو کہتے تھے کہ ہم لہو و لعب کرینگے اسکا جواب امام قراۃ ابو عمرو بن العلاء سے یوں مروی ہے کہ سائل کو جواب دیا کہ اسوقت یہ لوگ

انبیا نہیں تھے یعنی نبوت انکو اس زمانہ کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ قال المترجم اگر روایت صحیح ہے تو شیخ ابو عمرو بھی انکے نبی ہونے کے قائل تھے اور نیز یہ جواب اسی تقدیر پر ہے کہ قبل نبوت کے نبی ایسے فعل سے جو بظاہر گناہ ہے معصوم نہیں ہوتا ہے جائز ہے کہ اس سے ایسا فعل سرزد ہو جاوے مگر جن لوگوں نے ایسا کہا نہیں بلکہ نبی ہمیشہ سے محفوظ ہوتا ہے تو اسکے موافق یہاں جواب یہ ہے کہ سائل نے جو یہ گمان کیا کہ لعب سب ممنوع ہے غلط ہے بلکہ بعض اقسام کے لعب جائز ہیں چنانچہ حدیث میں عورتوں سے ملاعبت اور گھوڑے کی سواری و اسکے کرتب سیکھنا اور مشق کرنا اور تیر اندازی کا کھیل جائز ہوا ہے اگرچہ حقیقت میں لعب نہیں ہے مگر چونکہ لعب کی صورت میں ہے اور یاد الٰہی و ذکر و تسبیح و قراءۃ وغیرہ کی صورت اس سے ظاہر نہیں ہوتی ہے اسواسطے لعب کہلایا پس ممکن ہے کہ انھوں نے ایسا ہی کوئی مباح فعل مثل سیر درختان و صحرا کو لعب کہا ہو۔ بلکہ سواری دوڑ اسپ و آگے نکل جانے و تیر اندازی و نشانہ بازی کا کھیل تھا کیونکہ خود بیان کیا تھا۔ انا ذہبنا نستبق یعنی ہم دوڑ یا سواری کی دھاپ میں کہ کون آگے نکل جاتا ہے کپڑوں و اسباب کے پاس سے چلے گئے تھے اور یوسف کو یہاں بٹھلا گئے تھے لیکن مقام یہ چاہتا ہے کہ سوائے نشانہ بازی وغیرہ کے اور کھیل بھی ہے جسمیں یوسف کی شرکت ظاہر ہوتی۔ اور وہ بھی از قسم مباح ہو سکتا ہے الغرض ایسا جائز کوئی کھیل مقصود تھا جس سے حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکار و منع نہیں فرمایا اور انکا یہ قول مان لیا کہ ہم کھیل کود کرینگے ہمارے ساتھ یوسف بھی خوش ہوگا۔ وانا لہ لحافظون اور ہم ہر حال میں یوسف کے خوب محافظ رہیں گے یعنی کسی طرح کا اندیشہ آپ نہ فرما دیں ہم اسکو خوش و خرم کھلا کود کر آپکے پاس واپس لاوینگے۔ ف فی العرائس فی قولہ قالوا یا ابانا مالک لاتامنا الآیۃ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے امتحان کا حال بیان فرمایا کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ بندوں کو امتحان میں ڈالتا ہے تو اسکی باریکی و حکمت بالغہ و قدرت کاملہ سے عقلیں حیران و مدہوش عاجز ہو جاتے ہیں کوئی نجات نہیں پاتا مگر جسکو خود چاہے یہاں تک کہ انبیا بھی نہیں پہنچتے کیونکہ وہ عقول سے بالاتر ہے اور یوسف علیہ السلام کے بھائی تو اس سال میں نبوت کے درجہ تک نہیں پہونچے تھے۔ شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی شان قہاری سے میں حیرت میں ہوں کہ جب اسنے تجلی قہر فرمائی تو دیکھو ان لوگوں کے نام دفتر ازل میں نبوت و رسالت کے خانہ میں درج تھے انکی فطرتیں کسطرح متغیر فرمائیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسپر کوئی حاکم نہیں ہے اسی نے سب کو پیدا کیا وہی سب کا مالک ہے اور اسکی حکمت و شان کو کوئی شعور و ادراک نہیں کر سکتا ہے جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے وہی واقع ہوتا ہے۔ یہاں سے حق تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہے کہ اسنے ہم سب گنہگاروں کیلئے عذر بتلا دیا اور اس سے ظاہر کیا گیا کہ صدق و راستی کے مقام پر جو کھڑا ہوتا ہے اسکے دل پر خطرات کسقدر ہجوم کرتے ہیں اور وہ سب نفس امارہ کی طرف سے آتے ہیں ادنیٰ یہ ہے کہ حسد و مکر سماتا ہے چنانچہ برادران یوسف نے کیسے کہا کہ مالک لاتامنا علی یوسف وانا لہ لناصحون۔ حالانکہ اپنے دل میں غلطی کا موقع خوب پہچانتے تھے کیونکہ انھیں کے دلوں میں حسد بھر گیا تھا اور دل میں یوسف کا آزار دینا چھپائے ہوئے تھے ظاہر میں اسطرح بیان کرتے تھے پھر بھی کچھ متنبہ نہیں ہوئے پاک ہے وہ خلاق علیم جو بندے کو اسکے نفس سے حجاب میں ڈال دیتا ہے اور صفائی و مودت کو دم بھر میں مکدر کر دیتا ہے دیکھو اس پردہ کی موٹائی کہ اپنے باپ پیغمبر برحق کی فراست سے بیباک ہو گئے اور بھلا دیا کہ پیغمبر برحق کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم دیا ہے کہ ہمارے دلی مکر و مضمر ارادہ کو نور فراست سے پہچان جاوینگے بعض نے کہا کہ سبب یہ ہے یعقوب علیہ السلام انکو یوسف پر مامون نہیں سمجھتے تھے کیونکہ نور فراست سے انکے دلی حسد و بغض کو پہچانتے تھے قولہ تعالیٰ ارسلہ

معنا غدا یرتع ویلعب - یہان لہو ولعب کی اجازت دینا صرف اس وجہ سے تھی کہ حضرت یعقوبؑ نے یوسف کی لطافت خاطر کو ملاحظہ فرمایا کہ نبوت کا بوجھ ان پر گران ہو گیا اور انقباض نے سینہ مین اثر کیا تو انکو لہو ولعب کی اجازت دی تاکہ ایک دم حزن محبت کے پیاپے درد اور انتقال محبت و معرفت کے ہموم سے باہر ہو کر آیات و علامات آلہی کو مخلوقات مین ملاحظہ کرین لہذا اس حرکت سے چشم پوشی فرمائی ورنہ وہ غافل نہ تھے کہ لہو ولعب سے اُن کو زجر و توبیخ فرماتے اور دیکھا کہ اُن کے دلون مین ایک لطیف مکر و آثار قدر کا ظہور ہے اور جانا کہ یہ مقام ابتلا و امتحان ہے تو انھین پر اسکا مدار رکھا اور تقدیر آلہیہ ہر تدبیر سے سابق ہے اور غیرت آلہیہ نے حجاب دوری اُنکے و یوسفؑ کے درمیان مقدر فرمائی تھی - محمد بن علیؓ نے فرمایا کہ جب انکو زجر سے منع نہ کیا اور خاموش ہی تو اس لعب سے متصل وہ بیز نتیجہ نکلی جس سے برابر غم متصل ہو گیا - ابن عطا رنے کہا کہ اگر حفظ آلہی کے سپرد کر دیتے اور جانے دیتے تو محفوظ رہتا و لیکن انھون نے حفاظت کی تدبیر کی اور انکے اس عہد پر کہ انا لہ لحافظون - اعتماد کیا تو انھون نے امانت مین خیانت اور عہد مین بد عہدی کی چنانچہ دوسری مرتبہ بنیامین کے بارہ مین کہا کہ اللہ خیر حافظا - تو محفوظ رہا بلکہ سب مل گئے بعض نے کہ کہا کہ حضرت یعقوبؑ نے تین مرتبہ اپنے نفس کی طرف رجوع کیا اور اسی مین مبتلا ہوئے اول تو یوسف سے کہا کہ لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا اسپر آخر انھون نے کید کیا اور دوسری مرتبہ جب اُنھون نے کہا کہ ہمارے ساتھ بھیجدو تو کہا کہ اخاف ان یاکلہ الذئب - آخر اُنھون نے کہا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا تیسری مرتبہ کہا کہ لا تدخلوا من باب واحد - آخر ان لوگون کو وہی پہونچا جس سے پرہیز چاہا تھا - انتہی - جب برادران یوسف علیہ السلام نے درخواست کی تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا -

قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ
بولا مجکو غم پکڑتا ہے اس سے کہ لیجاؤ اُسکو اور ڈرتا ہون کہ کھا جاوے اسکو بھیڑیا اور تم

عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ
اس سے بیخبر رہو بولے اگر کھا گیا اُسکو بھیڑیا اور ہم یہ جماعت ہین قوتور تو تو ہم نے

اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝
سب کچھ گنوایا

اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان سے یہ عذر بیان فرمائے - قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ - کہا کہ ضرور مجھے غمگین کرتا ہے اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ یہ امر کہ تم یوسف کو لیجاؤ یعنی شدت الفت سے ایکدم کی جدائی ناگوار ہے تو اتنی دیر تک تمہارے ساتھ بھیجنا مجھے بیشبہہ غمگین کریگا اور دوسرا عذر یہ کیا کہ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ - اور مجکو خوف ہے کہ اسکو بھیڑیا کھا جاوے وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ - درحالیکہ تم اس سے غافل ہو یعنی مویشی چرانے اور سبقت و تیراندازی وغیرہ مین تم اس سے غافل ہو اور تمہاری غفلت مین اسکو بھیڑیا کھا جاوے - سراج مین لایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے خواب دیکھا تھا کہ یوسف علیہ السلام پر بھیڑیئے نے حملہ کیا لہذا احتیاط وہ پرہیز رکھتے تھے اور اسی خیال سے ان سے یہ بات ذکر فرمائی اور آخر اسی بات کو اُنھون نے بہانہ پکڑ لیا تھا اسی واسطے ابن عمرؓ سے حدیث مروی ہے کہ ان لوگون کو خراب باتین مت سکھلاؤ کہ وے جھوٹ بولین چنانچہ

یعقوبؑ کے بیٹون کو یہ حیلہ نہیں معلوم تھا کہ آدمی کو بھیڑیا کھا گیا تا جب باپنے انکو بتلایا تو جھوٹ باندھا اور کہنے لگے کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا رواہ السلفی والو الشیخ وابن مردویہ۔ اب جاننا چاہیئے کہ پہلا عذر جو حضرت یعقوبؑ نے بیان فرمایا اگرچہ اس سے اپنی بیقراری بہ ترحم کا اظہار رہا کہ جب اتنی دیر صبر نہیں ہو سکتا تو مدت تک بیقرار و غمگین کرنے کی تدبیر نہ کرنی چاہیئے مگر بر خلاف اسکے یہ کلمہ زیادہ حسد کو بھڑکانیوالا ہو گیا ادنی یہ کہ اسکی ایک دم کی جدائی ایسی ناگوار ہے اور ہماری ہر روز کچھ پروا نہیں ہے اور اسقدر جسقدر غم حضرت یعقوبؑ کو ہوا اسقدر انکے خیال مین بھی نہ تھا بلکہ جانتے تھے کہ چند روز مین دفع ہو کر ہماری طرف متوجہ ہونگے لہذا انھون نے اس سے حسد کو زیادہ بھڑکایا اور اسکا کچھ جواب نہیں دیا بلکہ دوسری بات کا جواب دیا۔ قَالُوْا دوسری بات کے جواب مین کہنے لگے کہ لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ اگر یہ تصور کیا جاوے کہ اسکو بھیڑیے نے کھا لیا۔ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۔ حالانکہ ہم لوگ ایک جماعت ہین جیسے سر کے گرد عصابہ محیط ہوتا ہے ہم اسکو گھیرے ہوے رہین گے اور ایسی حالت مین کھا لیا تو۔ اِنَّا اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ایسی صورت مین ہم لوگ بیشبہہ خاسرین ہونگے یعنی کمزوری و عاجزی کی وجہ سے گویا ہمارا عدم و وجود برابر ہوگا اور ہم کسی شمار مین نہونگے۔ **فائدہ** حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب بیان کیا تو بلاے حسد ہجوم کر گئی اور یعقوبؑ نے کہا کہ بھیڑیا کھا جائیگا تو اسی فکر سے غمگین ہوئے۔ عرب کی مثل صادق آئی کہ البلاء موکل بالنطق۔ باتون پر بلا موقوف ہے اور یہان سے زبان کے آفات سمجھنا چاہیئے۔ بعض تابعین سے مذکور ہے کہ اگر بات خالص چاندی ہے تو اس سے خاموش رہنا بالکل سونا ہے اور بیشک حدیث صحیح ہے کہ من صمت نجا جو خاموش رہا وہ سالم رہا۔ **فی العرائس** فی قولہ واخاف ان یاکلہ الذئب۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا اُن کے حسد کے بھیڑیئے سے خوف کیا اور اسکو بھیڑیا دیکھنا حقیقت تھا یعنی حسد کی صورت بھیڑیئے کی ہے اور ان واقعات مین جو کچھ حضرت یعقوبؑ نے دیکھا اسمین انکی نظر باطنی سابقہ تقدیر پر واقع ہوئی اور فرزندون سے دربارۂ یوسف علیہ السلام کے جو کچھ نور نبوت سے دیکھکر بیان کیا وہ آئندہ زمانے کے واقعات ہونیوالے تھے اور یہ تدبیر وغیرہ کچھ حقیقت توحید کے منافی نہیں ہے کیونکہ عقل و عادت و حواس کو بمقتضائے بشریت استعمال کرنا کبھی انبیاء و صدیقین کے لیئے حقائق تقدیر کے معائنہ سے پردہ نہیں ہو سکتا کیونکہ انکا یقین ہماری محسوسات کے دیکھنے سے بھی بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے وے خوب جانتے ہین کہ عرش سے فرش تک جو کچھ حرکات و سکنات واقع ہوتے ہین وہ حرف کن اور حکم الٰہیہ مین مسخر و مقدر ہین نیز معلوم کر لیا کہ تقدیر مین میرے واسکے درمیان فراق ہے لہذا لیجانے ہی پر حزن پیدا ہوا اور فرزندون کو غافل اسی معنی مین کہا کہ جو میرے علم مین ہے اس سے تم لوگ آگاہ نہین ہو۔ اقول یہ اشارہ ہے کہ شہود وحدت مین تکلم بظاہر غیر سے اور بباطن حضرت حق سبحانہ تعالی سے ہے بدون اظہار اندوہ و ملال کسی دوسرے سے نہیں ہوتا۔ فافہم فانہ دقیق واللہ تعالی اعلم۔ انھون نے دیکھا کہ غیرت حق کسی غیر پر نظر کرنا نقص شان نبوت قرار دیتی ہے حتی کہ وسائط پر بھی نظر نہ ہو صرف شہود حقیقت ہو۔ اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ بھیڑیئے نے یوسفؑ کو نہین کھایا تو معلوم ہوا کہ وہی حسد کا بھیڑیا مشتمل ہوا اور فراست نبوت مین خطا کا احتمال خطا ہے اور خود انکو فراست سے یوسفؑ کے آخر عمر تک کے واقعات معلوم تھے چاہو یہ کہدو کہ خواب وغیرہ سے ظاہر ہوسکے لیکن انھون نے مراد الٰہی تعالی سے موافقت کی کہ یوسفؑ سے جدائی و شہود حقیقت پر نظر ہو تو اپنی مراد چھوڑدی۔ ابو علی الجرجانی نے کہا کہ بھیڑیئے سے خوف کیا تھا وہی مسلط کیا گیا اور اگر اللہ تعالی کا خوف کرتے تو بھائیون کو مجال نہین ہوتی اقول یعنی بان

سے بھی نہ کہتے کہ بھیڑیئے کا خوف ہے۔ جنیدؒ نے کہا کہ ان کا حسد اسی شفقت کے کلمہ سے اور زیادہ بڑھا کہ قصد کو خواہ مخواہ پورا کیا۔ قولہ تعالیٰ قالوا لئن اکلہ الذئب ونحن عصبۃ الآیۃ ۔ تقدیر ازلی کو قوت تدبیر دفع نہیں کر سکتی ہے اور قولہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ۔ اور قولہ وما النصر الا من عند اللہ ان اللہ عزیز حکیم وغیرہ آیات سے اسطرف اشارات ہیں لیکن نظر توحید کبھی بعض اسباب سے ساکن ہو جاتی ہے پس انکے اس خیال پر کہ ہم ایک جماعت قوی ہیں خاموش ہے پس اللہ تعالیٰ نے اسکو قطع کر دیا اور ان عہد و امانت والوں نے اسکو لیجا کر جُب میں ڈالدیا اور بنیامین کو ساتھ کرتے وقت اللہ خیر حافظا۔ کہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حفظ سے اسکو یوسفؑ تک پہونچایا اور یوسفؑ کے ساتھ ان سب کو یعقوبؑ کے پاس جمع کر دیا۔ یہی عبرت و نصیحت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنیکا مال و غیر پر اعتماد کا نتیجہ کیسا ہوتا ہے۔ القصہ جب بیٹوں نے باپ کو اطمینان دیا تو آگے یہ حال ہوا۔

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

پھر جب لیکر چلے اُسکو اور متفق ہوئے کہ ڈالیں اُس کو گمنام کنوئیں میں اور ہم نے اشارت کی اُسکو کہ تو جتا دیگا اُن کو

بِأَمْرِهِمْ هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ○

اُنکا یہ کام اور وہ نہ جانیں گے

شیخ وہب بن منبہ و دیگر اہل اخبار و قصص نے ذکر کیا کہ بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو لبھایا اور پھسلایا کہ ہم ایسے ایسے کھیل تماشے میں خوشی کرتے ہیں تمہارا جی ہمارے ساتھ چلنے کو نہیں چاہتا ہے یوسفؑ نے کہا کہ ہاں میں بھی چلونگا تو بولے کہ اچھا باپ سے چل کر اجازت مانگو تو سب نے جا کر کہا کہ یوسف کا بہت جی چاہتا ہے حضرت یعقوبؑ نے پوچھا کہ بیٹا تیری کیا مرضی ہے کہا کہ ہاں بابا مجھ کو میرے بھائی پیار و محبت کرتے ہیں آپ اجازت دیجئے حضرت یعقوبؑ نے پیار سے اُن کے عہد پر اُن کے ساتھ کر دیا۔ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ۔ پھر جب اسکو لے گئے تو جبتک نظر کے سامنے رہے ہر ایک باری باری سے کندھے پر بٹھاتا اور گود میں لیتا تھا جب نظر دن سے غائب ہو کر دور جنگل میں جہاں کوئی نہ تھا پہونچے تو غیظ و غضب ظاہر کیا اور اس صغیر بیگناہ بچہ کو تھپڑوں و لاتوں سے مارنا شروع کیا وہ رو رو کر فریاد کرتا اور ایک کے طمانچہ سے بلبلا کر دوسرے کی طرف پناہ لینے دوڑتا وہ بھی جب مارتا تو تیسرے کی طرف جاتا مگر یہی آفت پاتا اور جس سے فریاد کرتا وہی ترس کی جگہ اسکو طمانچہ مارتا آخر مایوس ہو کر باپ کا نام لے کر رونے لگا کہ اے پدر مہربان تیرے یوسف کا یہ حال ہے بابا اگر تم دیکھتے تو تم سے صبر نہ ہوتا اے باپ اُنھوں نے کتنی جلدی تمہارا عہد بھلا دیا آخر اس صدمہ جانکاہ سے قریب مرگ نوبت پہونچی اور بڑے بھائی روبیل نے زمین پر پٹک دیا اور سینہ پر چڑھکر چاہا کہ قتل کر دے حضرت یوسفؑ نے اس چوٹ و صدمہ کے بعد اپنے قتل کا سامنا دیکھکر اُس سے فریاد کی کہ مجھ پر رحم کر۔ مجھے چھوڑ دو اُسنے کہا کہ اے راحیل کے بچہ اب تیرا وہ جھوٹا خواب کہاں ہے انھیں چاند سورج سے کہو کہ تجھے چھڑا دے اور گردن مروڑ کر مار ڈالنا چاہا حضرت یوسفؑ نے یہودا سے فریاد کی اسکو رحم آگیا اُسنے روبیل کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تم نے یہ کچھ عہد نہیں کیا تھا آخر لیچلے کہ جُب میں ڈالدیں۔ کما قال تعالیٰ ۔ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ۔ اور سب متفق ہوئے کہ اسکو جُب کے کوئیں میں ڈالدیں جب وہاں پہونچے تو حضرت یوسفؑ اُسکو دیکھکر ڈرے مگر اُن لوگوں نے اس اندھیرے کنوئیں میں جسکا پانی کھاری تھا لٹکا دیا اور یوسفؑ کے ہاتھ کناروں سے جھٹک کر رسی

بندھا ہوا اندر اُتارا اور بیچ کنوین سے رسی کاٹ دی۔ آنحضرت اندر گرے اور پانی سے اُبھر کر ایک پتھر جو اسمین تھا اسکو پکڑ کر
اسپر آرام پایا اور اس حال مین جب لٹکاتے تھے ان کی قمیص ان لوگون نے اُتار لی تھی روایت ہو کہ جب بیچ مین سے رسی کاٹ دی
تو بحکم الٰہی حضرت جبرئیل نے بیچ مین سے آپکو بغیر تکلیف کے اس پتھر پر بٹھا دیا اور جب ابراہیم خلیل علیہ السلام کو نمرود نے قمیص
اُتار کر کوپھن کے ذریعہ سے آگ مین پھینکا تھا تو بحکم الٰہی تعالیٰ حضرت جبرئیل نے حلہ جنت انکو پہنایا تھا وہ قمیص حضرت اسحاقؑ
سے حضرت یعقوب تک وراثت پہونچی تھی حضرت جبرئیل نے اسوقت حضرت یوسفؑ کو پہنائی اور وحی الٰہی سنائی۔ وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ
اور ہم نے وحی بھیجی یوسف کو یعنی اُسی جُب کے اندر کہ۔ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا تو ان لوگون کو ان کے اس فعل سے آگاہ
کریگا۔ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ حالانکہ وے نہ جانتے ہون گے کہ تو یوسف ہو یعنی کسی ہلاکت وغیرہ کا خوف مت کر ہم تجکو ایسے
رتبہ پر پہونچا دینگے کہ یہ لوگ تیرے آگے ذلیل کھڑے ہونگے اور تو ان کو اس فعل سے آگاہ کریگا اور یہ تیرے بلندی درجہ
کی وجہ سے یہ گمان بھی نہ کرینگے کہ یوسف ہو بلکہ ان کو یہ خیال ہو کہ یہین ہلاک ہو جائیگا چنانچہ جب حضرت یوسف کنوین مین
ٹھہرے تو بھائیون نے آواز دی اور حضرت یوسفؑ کی عمر چونکہ بارہ برس یا کم تھی تو ان کو اس اُمید پر جواب دیا کہ شاید
مجھے نکال لین گے پر ان لوگون نے پتھر جمع کیے کہ ابھی جیتا ہے اسکو پتھرون سے ہلاک کرین مگر یہودا نے روکا اور نہ مانا کہ کوئی
مارے اور روایت ہو کہ تین روز آنحضرت اس کنوین مین رہے اور یہودا انکو کسی ترکیب سے کھانا پہونچاتا تھا اور کنوین کا پانی بحکم
الٰہی شیرین ہو گیا۔ ؎ ترے قدم کے تلے خاک کیمیا ہو جائے ؛ ترے نبھانے کو ہر خار گل گل بنجائے ؛ ابن جریرؒ نے اپنے استاد
سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ قحط مین جب یوسف کے پاس انکے بھائی اناج لینے پہونچے تو موافق قولہ تعالیٰ فعرفهم وهم
له منكرون۔ یوسفؑ نے اُن کو پہچانا اور وے نہین پہچانتے تھے پس حکم دیا کہ صواع لاؤ یعنی وہ پیمانہ جس سے اناج ناپا جاتا
تھا اسکو ہاتھ پر رکھکر ٹھونکا یا تو اس سے جھنجھناہٹ کی آواز نکلی فرمایا کہ مجھے یہ پیمانہ آگاہ کرتا ہو کہ تم ایسے لوگ ہو کہ باپ
کی طرف سے تمہارا ایک بھائی یوسفؑ تھا اسکو باپ تم سے زیادہ چاہتا تھا اسکو تم نے لیجا کر غیابت الجب مین ڈالدیا۔ پھر
دوبارہ اس جام کو جھنکارا اور کہا کہ پھر تم اپنے باپ پاس آئے اور تم نے کہا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا اور اسکی قمیص دروغ خون مین
لتھاڑ لائے یہ سنکر اُنھون نے آپس مین کہا کہ عجیب ہو یہ جام تو ٹھیک تمہاری خبر بیان کرتا ہو۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ہمارے
علم مین یہ آیت لتنبئنهم بامرهم هذا الآية۔ اسی بارہ مین ہو۔ بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ وهم لا يشعرون کے معنی یہ ہین کہ ہم نے
اسکو جُب مین وحی فرمائی در حالیکہ ان لوگون کو وحی ہونے سے خبر نہ تھی۔ سراج مین کہا کہ اخفاء کا فائدہ یہ تھا کہ خالی خواہ
حسد تھا تو اس کرامت سے بالکل دشمن ہو جاتے۔ قول اسرار کی توجیہ محمول بعلم الٰہی ہونی چاہیئے کیونکہ اگر اُن کو وحی الٰہی
یا حضرت جبرئیلؑ کی صورت سے آگاہی ہو جاتی تو مارے خوف کے جان نکل جاتی و بحکم قولہ ولو شاء ربک ما فعلوہ۔ اگر تیرا
پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہین کر سکتے تھے ہرگز کسی کو مقابلہ حق عز و جل کی طاقت نہین ہو۔ فافہم۔ پھر اگر کہا جاوے کہ
حضرت یوسف بالکل صغیر تھے ایسی حالت مین وحی فرمانے کے کیا معنی ہین تو جواب اسکا کئی وجہ سے دیا گیا اول یہ کہ شان
نبوت کے استقرار حالات سے دریافت ہوا کہ وحی اسرار و احکام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تو سخت و شدید
تھی کہ سخت سردی مین آپکی پیشانی سے پسینہ ٹپکنے لگتا اور اُسکے بوجھ کو سوائے آپکے کون سنبھالتا کیونکہ بڑے قوی جوان

کی ران پر آپ کا سر مبارک ہوتا تھا تو وہ اسقدر بیتاب ہوجاتا کہ گویا اسکی ران پھٹی جاتی ہے پس یہ وحی تو اسوقت بجمیع اقسام حضرت یوسف پر نازل نہین ہوئی بلکہ جملہ اقسام مین سے صرف ایک قسم یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضرت یوسف کے پاس ایک بزرگوار شفیق جن سے یوسف کو تسکین ہو بہت شفقت کے ساتھ آئے اور اس غم والم سے انکو تسکین دی کیونکہ جو صدمات اسوقت اس صغر سنی مین آپ پر پیش آئے اگر کسی بالغ پر ہون تو شاید اسکی روح فنا ہوجاوے تو صغیر بچہ کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے کیونکہ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ ایک صغیر بچہ جو ہمیشہ شفقت وناز ونعمت کی گود مین پالا گیا یکایک ہولناک جنگل مین دس مرد زبردست کے ہاتھون قتل کی دہشت وچوٹ کی صدمات مین گرفتار ہوکر ایک ہولناک کنوین مین ڈھکیل دیا گیا پس خیر الملائکہ اچھی صورت مین اسکی تسکین وپیار کیلئے آدمی کی صورت مین آئے اور بشارت دی کہ تم نجات پاکر بڑے عالی درجہ کو پہونچوگے۔ دوم وجہ یہ کہ ایحار مذکور ویسا ہی تھا جیسا حضرت یحیی وعیسی علیہما السلام کو صغر سنی مین وحی فرمائی اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ یہ بات جائز ہے کہ اللہ تعالی صغیر کو نبوت دے اور وحی سے سرفراز کرے اور بعض فرقہ معتزلہ وغیرہ نے جب اس سے انکار کیا تو یہان یہ دعوی کیا کہ حضرت یوسف کی عمر سترہ سال کی تھی اور پورے مرد ہوچکے تھے ولیکن یہ قول صریح مردود ہے اسلئے کہ اتنے بڑے آدمی پر یہ خوف نہین ہوتا کہ اسکو بھیڑیا کھا جائیگا جیسے اور بھائیون مین سے کسی پر یہ خوف نہین ہوا۔ وجہ سوم بعض نے کہا کہ یہ وحی بطریق الہام تھی جیسے قولہ او حی ربک الی النحل۔ اور قولہ او حینا الی ام موسی۔ وغیرہ مین ہے ولیکن صحیح قول اول ہے پھر اگر سوال کیا جاوے کہ آیت مین فلما کا جواب مذکور نہین ہے تو کہا جاوے کہ ہان اسوجہ سے کہ وہ خود ظاہر ہے اور شاید وہ افعال جو ان سے سرزد ہوے کہ ایسے باپ کی نافرمانی مین ایسے پیارے بھائی کو اسطرح ایسی بیرحمی سے تڑپا کر مارا کہ رقیق القلب آدمی سنکر تڑپ جاتا ہے اور چونکہ یہ صدمہ خالی جسم پر ہے اور مقصود تعلیم روحانی ہے لہذا اسطرف توجہ نہین چاہیئے اسیواسطے جو کوئی جہاد وغیرہ حکم الٰہی کی تعمیل مین اپنے بچون کی طرف دیکھکر باز رہتا ہے اسنے وسوسہ شیطانی قبول کیا پس تقدیر کلام یہ ہے فلما ذہبوا بہ لم یلبثوا ان فعلوا بہ ما فعلوا واجمعوا ان یجعلوہ فی غیابت الجب یعنی لیجانے کے بعد اسکے ساتھ پہلے بہت بیرحمی کا برتاؤ کرکے پھر اس بات پر اتفاق کیا کہ اسکو جب مین ڈالدین بظاہر مترجم کہتا ہے کہ جو کچھ صدمات وضرب وشتم وانتہا بیرحمی کا برتاؤ مذکور ہوا ہے یہ قرآن مجید مین بصریح دکھنا یہ مذکور نہین اور نہ حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کسی سے صحت کو پہونچا بلکہ طبقہ تابعین واتباع مین سے بعض نے ذکر کیا ہے تو اسکی راہ سوائے اسکے اور کوئی نہین ہے کہ انھون نے اہل کتاب سے لیا ہو اور غالباً یہودیون سے لیا ہے پھر جب یہودیون کے روایات کو دیکھا جاتا ہے تو وے بالکل بیباکی سے کتاب الٰہی کے حکم تک بدل ڈالتے تھے تو بھلا قصون مین کیا اعتبار رہا لہذا نہ ہم تصدیق کرتے ہین اور نہ جھٹلاتے ہین اور اسیواسطے ہم کہتے ہین کہ تقدیر کلام میرے نزدیک اسطرح مناسب ہے فلما ذہبوا بہ واجمعوا ان یجعلوہ فی غیابت الجب فعلوا یعنی جب لیگئے اور اتفاق کیا کہ اسکو کنوین مین ڈالدین تو اسکو کر گزرے پھر جو کچھ افعال سختی وبیرحمی کے قصص سے مذکور ہوے ہین بہت بعید ہین پھر اگر صحیح نہ ہون تو ناحق ایک سخت تہمت کا دنیا مین پھیلانا ہوجائیگا لہذا جسقدر کلام الٰہی وقرآن مجید سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ بھائیون نے حضرت یوسف پر حسد کرکے چاہا کہ اسکو باپ سے جدا کرکے خود انکی نظرون مین محبوب ہون تو بعض نے کہا کہ جان سے مارڈو کوئی بولا کہ نہین ہم جان سے بھلا کیا مارین اسکو فلان کنوین مین شاید وہ باؤلی ہوگی اتار دو وہان سے کوئی مسافر لیجائیگا پس بہانہ سے باپ کی اجازت سے لیگئے اور اگر مار ڈالنا چاہتے تو ممکن تھا کہ یہین کسی حیلہ سے مار ڈالتے اور لیجاکر شاید بیچ مین

بعض نے اختلاف کیا، اتفاق کر کے کنوین مین اُتار دیا اسوقت اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ تو پریشان مت ہو تو انکو انکے ایسے
افعال سے خبردار کریگا اور وے بیشعور ہونگے مترجم کہتا ہو کہ اس سے زیادہ ہم نہین جانتے اور نہ ہم کو تہمت لگانا بغیر
یقینی طریقہ کے جائز ہو لہذا مفسرین مین سے جتنے بڑے ہی کی روایات ذکر کیگئے یہ نتیجہ نکالا کہ انبیاء کے یہ افعال تو ہو نہین سکتے ہین
یہ تو مرد صالح کے بھی افعال نہین ہین تو یہ لوگ صالح بھی نہ تھے۔ مین کہتا ہون کہ ایسے یہ نتیجہ خراب تہمت کا کس دلیل سے نکالا
ہے اگر قرآن مجید و حدیث صحیح سے نکالا تو غلط ہو کیونکہ سوائے قصد قتل کے جو بعض کا خیال تھا یا حسد کے اور کچھ ثابت نہین ہے
اور اگر یہودیون کے بیان سے نکالا تو ہم کو آنحضرت صلعم نے منع کر دیا ہو کہ ہم انکی باتون پر اقرار یا انکار کچھ نہ کرین اسلیئے کہ اس قصہ کے
معائنہ کرنیوالے راوی تک ثقہ نقل کر نیوالے کہ جو متقی ہون نہین ملتے ہین تو بھلا اسطرح روایات پر ہم کو ہرگز روا نہین ہو کہ ہم
برادران یوسف کے نسبت جنکو باپنے معاف کیا اور خود حضرت یوسف نے معاف کیا ایسا الزام لگا دین اور یہ وہم نہ کرنا کہ مسلمانون
کے شاعرون وقصہ کی کتابون اور عموماً لوگون کی زبان پر جاری ہو گیا ہو کیونکہ اصل حال تو معلوم ہو گیا اب اس شہرت کا کیا
اعتبار ہو دیکھو جیسا بھر مین مشہور ہو کہ فرعون دریائے نیل مین ڈوبا حالانکہ محققین مفسرین بلکہ صحابہ معروفین نے لکھدیا کہ نہین بلکہ
قلزم مین ڈوبا اور قرآن و حدیث مین بحر کے اندر ڈوبنا مذکور ہو اور یہی صحیح ہو اور مترجم نے سراج وغیرہ سے جو یہ روایات
لکھدین تو ان لوگون نے خود لکھدیا ہو کہ قصص و سیر و اخبار کی روایتین ہین اور اُن مین سے کسی نے برادران یوسف پر
یہ اعتراض نہین کیا کہ اسکے نتیجہ سے وے صالح بھی نہین معلوم ہوتے ہین بلکہ سراج وغیرہ مین انکے انبیاء ہونے پر جزم کیا ہو اسلیئے
سے کہ وے ہر قول کو اسکے رتبہ پر رکھتے ہین یہ اعتراض صرف بعضے ابنائے زمانہ نے کیا جن کو تفسیر لکھنے مین شاید یہ امتیاز
نہین ہا اللہم اغفر لنا وارحمنا وانت ارحم الراحمین ۔ **فی العرائس** جب حضرت یوسفؑ امتحان مین پڑے اور بھائیون
کے ہاتھون عاجز ہو کر مصیبت اُٹھائی تو غیب سے اُنکی تسلی خاطر فرمائی کما قال تعالیٰ واوحینا الیہ لتنبئنہم بامرہم ہذا وہم لا یشعرون
اشارہ ہو کہ جب رتبہ رسالت و نبوت و تمکین کو پہونچینگے تو زبان نبوت سے اُنکو اخبار ذلیت سے انکے قول و فعل و حرکات
کو بیان کرینگے اور یہ حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو کمال تسلی ہو اقول اسلیئے کہ تمام مصائب دنیا در واقع آسان ہین جبکہ انجام
بخیر و رضوان الٰہی ہونا معلوم ہو جائے اور ایسے شخص کو مصائب کی حالت مین بھی قوت اطمینان ایسی پہونچتی ہو کہ وہ استقامت پر
رہتا ہو کیونکہ وہ مقبول ہو واللہ اعلم۔ استاد رح نے فرمایا کہ اشارہ یہ ہو کہ جب بلا مین پھنسایا تو رضوان کا مژدہ معمولی وقت سے
پہلے سنایا جس سے یہ بلا ظاہر ہو جاوے کہ رحمت ہو عذاب نہین ہو۔ کہا گیا ہو کہ جب یوسف علیہ السلام سے شفقت پدری منقطع کیگئی
تو رحمت مولیٰ عطا فرمائی گئی اقول سبحان اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے لطف کے عوض حضرت حق عزوجل خالق و مالک
یعقوب کا لطف محض فضل و انعام ہو قال تعالیٰ ۔

وَجَآءُوْٓا اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۝ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ

اور آئے اپنے باپ پاس اندھیرا پڑے روتے ۔ کہنے لگے اے باپ ہم لگے دوڑتے آگے نکلنے کو ۔ اور چھوڑا یوسف کو

عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ۝ وَجَآءُوْ

اپنے اسباب پاس پھر اُسکو کھا گیا بھیڑیا ۔ اور تو باور نہ کریگا ہمارا کہنا اگرچہ ہم سچے ہون ۔ اور لائے اُس کے

عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

کرتے پر لوہو لگا جھوٹھ بولا کوئی نہیں بلکہ بنا دی ہے تم کو تمھارے جیوں نے ایک بات اب صبر ہی اچھا ہے اور اللہ سے مدد مانگتا ہوں

عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝

اس بات پر جو بتاتے ہو۔

جب حضرت یوسفؑ کو قمیص اتار کر غیابت الجب میں ڈال چکے تو اُسی قمیص کو خون میں لتھاڑ کر گھر کو روانہ ہوئے۔ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ۔ اور آئے اپنے باپ پاس وقت عشا کے درحالیکہ روتے تھے۔ قال الامام یہ بندش پہلے سے باندھ رکھی تھی جب یوسف کو اس اندھیرے میں اُس پاس کے ساتھ اکیلا چھوڑ چکے تو اندھیری رات میں باپ پاس آئے روتے تھے اور بڑا ماتم و غم ظاہر کرتے تھے۔ فی السراج وغیرہ عشا کے وقت رات میں اسوجہ سے آئے کہ ان کے چہرہ کو دن کی روشنی میں دیکھکر حضرت یعقوب علیہ السلام فراست سے اس حیلہ کے برخلاف نہ دریافت کرلیں اسیواسطے بعض علمار کا قول ہے کہ کسی سے اپنی حاجت رات کے وقت نہ مانگے کیونکہ مروت و حیا آنکھوں میں ہوتی ہے وہ روشنی میں جاتی رہیگی اور دن میں کسی گناہ کا عذر نہ کرے کیونکہ خیارت سے عذر ثابت کرنے میں زبان لغزش کریگی۔ قولہ یبکون حال ہے اور رونا فقط آنکھوں سے آنسو جاری ہونے کو کہتے ہیں اور اسکے واسطے درد دل ضرور نہیں ہے پس آیت میں صاف دلیل ہے کہ رونا کچھ سچائی کی دلیل نہیں ہے کیونکہ بناوٹ بھی ہوتی ہے اور روایت ہے کہ حضرت شریح قاضی کے پاس ایک عورت نے نالش کی اور روتی تھی آپنے موافق اصول شرع کے گواہ مانگے وہاں شعبی رح بیٹھے تھے کہنے لگے کہ اے ابوامیہ تم نہیں دیکھتے کہ وہ رو رہی ہے تو فرمایا کہ یوسف کے بھائی نہیں روتے آئے تھے حالانکہ وہ ظالم جھوٹے تھے کسی قاضی کو روا نہیں ہے کہ ایسی باتوں پر حکم دیدے سوائے طریقہ حق و عدل کے۔ الغرض یہ حالت دیکھکر حضرت یعقوب علیہ السلام گھبراکر پوچھنے لگے کہ کیا ہوا کیا تمھارے مویشی کو کوئی آفت پہنچی بولے کہ نہیں پھر فرمایا کہ یوسف کا کیا حال ہے۔ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ ۔ بولے کہ اے ہمارے باپ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ ۔ ہم جاکر دوڑ کی مشق یا تیراندازی کی مشق کرنے لگے وفی الحدیث لاسبق الا فی خف او نصل او حافر۔ حدیث میں ہے کہ سبقت معتبر نہیں مگر گھوڑ دوڑ میں یا تیراندازی یا اونٹ دوڑ میں۔ اور بعض نے کہا کہ پاؤں کی دوڑ تھی کہ کون آگے نکل جاتا ہے کیونکہ سواری پر نہیں گئے تھے اور اسمیں کلام ہے کہ اس مشق کی ضرورت بنظر جہاد تھی اور روایت نہیں ہے کہ اسوقت جہاد فرض تھا ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شریعت توریت میں فرض ہوا اور برابر فرض رہا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ کی انجیل میں منسوخ ہوا لہٰذا استباق کو لہو و لعب قرار دیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ عدم مفروضیت کا یقین نہیں ہو سکتا تھا تو اس سے ممنوع نہیں ہو سکتا اور حدیث صحیح میں ہے کہ ارموا فان اباکم کان رامیا ۔ لڑکوں کو تیر سے چاندماری کرتے دیکھکر فرمایا کہ ہاں تیراندازی کی مشق کرو کہ تمھارا باپ تیرانداز تھا۔ شارحین و مفسرین نے کہا کہ باپ سے عرب جانکے باپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام مراد ہیں اور محتمل ہے کہ حضرت ابراہیم مراد ہوں پس ظاہر ہوا کہ اُسوقت بھی مستحسن تھا تو لہو ممنوع نہیں ٹھہرا۔ الحاصل انھوں نے بیان کیا کہ ہم استباق میں گئے۔ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا ۔ اور ہم یوسف کو اپنی متاع یعنی کپڑوں وغیرہ کے پاس چھوڑ گئے تھے فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۔ پس اسکو بھیڑیا کھا گیا یعنی کھیل میں ہم سے غفلت ہو گئی اس سبب سے اسکو بھیڑیا کھا گیا ف۔ جو لوگ عبرت حاصل کرتے ہیں اُنھوں نے یہاں دیکھا کہ آدمی اگر اپنے دل کو یاد الٰہی سے غفلت میں ڈالدے تو دشمن جان سے بڑھکر دشمن شیطان اسکو مردہ کر دیتا ہے پھر عام مسئلہ سوء فہم پر

یہ ہو کہ اشتیاق اگر لہو ممنوع تھا تو غفلت و حرمان ظاہر ہے لیکن ظاہر تفسیر پر اعتراض ہوگا کہ برادران یوسف کیونکر مرتکب ہوئے اور اگر ایسا لہو تھا جو شرع مین مباح ہو تو اس سے یہ خانہ بربادی کیونکر ہوئی کیونکہ لازم آتا ہو کہ بعض شرعی مباح سے بھی یہ نوبت پہونچتی ہو بلکہ جب ایسا ہے یہ نوبت پہنچتی ہو تو مباح کیون لکھا گیا اسکا جواب یہ ہو کہ یہان ہماد و دہی لہو مباح تھا لیکن مباح وہین تک جائز ہو کہ غفلت نہ آئے ورنہ حرام ہو جائیگا اور اسیواسطے جو کھانا پینا مباح اس حد تک پہونچے کہ آدمی پیٹ بھرنے کے جوش مین ایسا غافل ہو وے کہ نماز جاتی رہے تو مکروہ ہو اور صریح نص اس کے قصۂ حضرت سلیمانؑ مین صافنات الجیاد کا معائنہ ہو کہ جہاد کی گھوڑیان ملاحظہ کرنے مین وقت نماز سے غفلت ہوگئی باوجودیکہ جہاد کی نیت سے یہ کام ثواب کا تھا مگر پھر بھی اُنھون نے کہا۔ انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب۔ اور سب گھوڑیان جو غفلت مین ڈالنے والی تھین ذبح کردین اور یہان سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ غفلت مین ڈالنے والی چیز دور کر دینا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب عظیم و ثنا حاصل کرتا ہو پس جب خیر سے غفلت کا یہ حال ہو تو مباح کا کیا حال ہوگا اور بعید یہ ہو کہ تیر اندازی و گھوڑدوڑ وغیرہ خود امر آخرت نہین ہین بلکہ واسطہ ہین اور ذکر الٰہی و نماز وغیرہ خود آخرت سے ہین اب جانو کہ دنیا لہو و لعب ہو بحکم صریح قولہ تعالیٰ انما الحیوۃ الدنیا لہو و لعب۔ اور جو لہو و لعب مباح غفلت مین ڈالے وہ مکروہ ہے تو دنیا بالکل مکروہ و حرام ہے الا اسی قدر کہ غفلت مین نہ ڈالے اسیواسطے حدیث سے ثابت ہو کہ ما قل وکفی خیر مما کثر والہی۔ اگر زیادت سے غفلت و لہو مین پڑے تو قلیل کفایت پر قناعت واجب ہو۔ یہ مختصر تنبیہ اسلیے بڑھائی گئی کہ قرآن پاک ہمہ تن نصائح و عبرت و علوم و صلاح قلب و طریق دار الآخرۃ دائم و باقی و وصل رضوان الٰہی جل شانہ ہو پڑھو اور دل سے صاف کرو اور اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہو واللہ الہادی الی سواء الصراط۔ القصہ برادران یوسف علیہ السلام نے یہ عذر کیا کہ لہو و لعب مین ہمارے ہاتھ پاؤن مشغول ہوگئے اور ہمارے حواس غافل ہوگئے تو یوسف کو ہمارا دشمن بھیڑیا کھا گیا۔ بھلا یعقوب علیہ السلام کی فراست کے آگے انکو کب فروغ ہوتا یہ خود جانتے تھے لہٰذا کہا۔ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا۔ اور آپ تو کبھی ہم کو سچا ماننے والے نہین ہین۔ وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ۔ اگرچہ ہم درواقع اس بات مین سچے ہون تو بھلا جب آپ کو ہماری طرف سے حضرت یوسفؑ کے بارہ مین شبہہ تھا تو آپ کب سچ مانین گے اور پہلے آپنے کہدیا تھا کہ شاید تم غافل ہوجاؤ اور اسکو بھیڑیا کھا جاوے اتفاق سے ویسا ہی واقع ہوا بعض نے کہا یعنی آپ بلا دلیل ہم کو سچا نہ مانین گے اگرچہ ہم حقیقت مین سچے ہون۔ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ۔ اور لائے تھے اسکی قمیص پر دروغ خون یعنی ایسا خون جسمین جھوٹ باندھا تھا کیونکہ اُنھون نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ خون حضرت یوسفؑ کا ہو مگر اصل مین جب کنوین مین ڈالا تو قمیص زبردستی اُتار لیا تھا اور بکری کا بچہ ذبح کرکے اس کے خون مین یہ قمیص لتھاڑ کر حضرت یعقوبؑ کو اپنے قول کی نشانی دکھلانے لائے۔ روایت ہو کہ حضرت یعقوبؑ نے یہ قمیص اُنکے ہاتھون سے لیکر اپنے چہرۂ مبارک پر ڈالی اور یہان تک روئے کہ داڑھی اس خون سے مانند خضاب کے رنگین ہوگئی اور فرمایا کہ اللہ سبحانہ مین نے آج کا سا بھیڑیا نہین دیکھا ایسا ہوشیار کہ میرا بچہ کھا گیا اور قمیص کہین سے نہ پھاڑی۔ شعبی رح نے کہا کہ یوسف کی قمیص مین عجیب واقعات ہین بھائیون نے قمیص اُتار کر خون مین ڈبو لیا مگر قمیص نے ان کو جھٹلایا کہ سب صحیح سالم تھی۔ زلیخا نے ان پر الزام رکھا تو ننھے بچے نے گواہی دی کہ ان کان قمیصہ قد من قبل الآیۃ۔ اس قمیص نے زلیخا کا مکر جھٹلا دیا۔ آخر وہ قمیص آئی اور اُن کے باپ کی آنکھین روشن کر دینا بقولہ والقاہ علی وجہہ فارتد بصیرا۔ وہ لباس نوری جو کسی عیب نجاست سے

سیلا نہین ہوتا اور آخر یعنی اصل سے متصل ہوتا ہو القصہ حضرت یعقوب نے فرمایا۔ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا۔ فرمایا کہ
نہین بلکہ تمھارے نفس نے تسویل سے کوئی امر کیا یعنی تم لوگ اپنے نفوس کے پھندے مین مبتلے ہوئے اُسنے تم کو بُرا کام بھلا
دکھلایا وہ تم کر کے آئے ہو بھیڑیے وغیرہ نے نہین کھایا۔ ذکر الحافظ رح ابن عباس رض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر بھیڑیا
کھاتا تو قمیص پھاڑتا۔ یہی شعبی رح وحسن وقتادہ وغیرہم سے مروی ہو۔ بعض علما نے کہا کہ آنحضرت علیہ السلام تو پہلے ہی اپنے فرزند لبیب
ہو کر جان چکے تھے کہ کذالک یجتبیک ربک ویعلمک من تاویل الاحادیث ولیکن تقدیر الٰہی تھا جب جاری ہوتی ہو تو حسن تدبیر حکمت الٰہیہ
پردہ عجیب طاری ہوتا ہو و لقد قال تعالیٰ واللہ غالب علی امرہ۔ اور خود حضرت یعقوب نے آخر کہا کہ انی اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔
یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنکو جو علم تھا اس سے جانتے تھے کہ یوسف زندہ ہین۔ بعض نے لکھا کہ علم الٰہی سے یہ کچھ منزلت تھی کہ مصر سے
قمیص کی خوشبو سونگھ لی لیکن بھائیون نے کنعان کے پاس کنوین مین ڈالا وہ نہ جانا تو یہ پردہ تقدیر ہو اور یہی دلیل اس امر کی ہے
کہ اللہ تعالیٰ غالب قوی عزیز حکیم ہو جو چاہتا ہے ہوتا ہے جب چاہا علم دیا جب نہ چاہا کچھ نہین پس حمد و ثنا اُسی قادر حی القیوم
کیلئے ہو بالجملہ کسی خاص علم سے آنحضرت علیہ السلام نے اُنکے قول کو جھٹلایا اور اُسپر یہ بھی زیادہ کیا کہ تمھارے نفوس نے
کسی حرکت پر تم کو آمادہ کیا جو تم سے سرزد ہوئی۔ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ۔ رائے فصبر جمیل اولی من الجزع وقیل فصبری صبر جمیل وقیل
فہو صبر جمیل والاولی ہو الاول۔ پس صبر جمیل خوب ہو شکایت و جزع و فزع سے۔ علما نے کہا کہ صبر دو طرح کا ہو ایک جمیل
جو خالص اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہونے کیلئے ہو پیرا اسکو ایک نور مشاہدہ ہوگا کہ یہ امر حق تعالیٰ ہو اسکے استغراق میں کسی سے
شکایت نہین کریگا اسی واسطے کہا گیا کہ پوری محبت و صدق مودت شدہ ناسے بڑے اور نہ جفا سے گھٹے اور دوسرا صبر جو جمیل نہ ہو اور
وہ کسی غرض وغیرہ سے سوائے خالص رضاء الٰہی کے ہوتا ہے۔ وفی التیسیر الحافظ مجاہد رح نے کہا کہ فصبر جمیل یعنی جزع نہین ہے
ثوری رح نے اپنے بعض شاگردون سے نقل کیا کہ اُسنے کہا کہ صبر مین سے یہ ہو کہ اپنے درد و مصیبت کو کسی سے بیان نہ کرے اور اسی
اپنے نفس کی خوبی نہ سمجھے اور حبان بن ابی جبلہ سے مرسل روایت ہو کہ صبر جمیل کی تفسیر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبر
لا شکوی فیہ۔ ایسا صبر ہو کہ جسمین شکوی نہ ہو۔ اور بعض اہل تفسیر نے اتنا اور زیادہ ذکر کیا کہ جس نے بیان کیا اُس نے صبر نہ کیا اور
امام حافظ رح نے کہا کہ امام بخاری رح نے اس مقام پر حدیث عائشہ رض جو درباره افک حضرت صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا تھی وہ
بیان کی چنانچہ اسکے آخر مین جب آنحضرت صلعم نے خود حضرت ام المومنین صدیقہ رض سے پوچھا اور آخر اُنھون نے خود جواب دیا تو یہ کہا
کہ جھوٹے بہتان باندھنے والون نے جو کہا وہ تم لوگون کے خیال مین جم گیا ہے اب اگر مین قسم کھاؤن تو تم میری تصدیق نہ کروگے
اور اعتذار کرون تو نہ مانوگے (حضرت صدیقہ رض نے کہا کہ مین قرآن کم پڑھتی تھی اُسوقت مجھے یعقوب تو یاد نہ آیا مین نے یوسف کا باپ
کہدیا) میری اور تمھاری مثل وہی جو ابو یوسف نے کہا تھا فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔ اُسیوقت اللہ تعالیٰ نے اُنکا
عذر نازل فرمایا اور پاکیزگی ظاہر فرمائی اور بہتانیون پر غضبناک جھڑکی اُتاری اور ایسا ہی سراج مین بھی اسکو بیان ذکر کیا ہے
مترجم کہتا ہو کہ شاید امام بخاری کا یہان یہ حدیث لانا صرف روایت پر محمول ہو اور تفسیر سے اسکا ربط کچھ ظاہر نہین ہوا
اسواسطے اس سے کچھ استفادہ بیان نہین ہوا اور مترجم ضعیف اپنے مالک مولی حق سبحانہ تعالیٰ کی توفیق سے جو کچھ سمجھتا ہو ظاہر کرتا
ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی خطا سے پناہ مانگتا ہے۔ واضح ہو کہ اس حدیث سے اس آیت کریمہ کی تفسیر مین بہت مدد ملتی ہے

کیونکہ حضرت یعقوبؑ نے دو جملہ فرمائے ایک تو قولہ فصبر جمیل - اور دوسرا قولہ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ یعنی امر یوسف مین جو تم کہتے ہو اسپر اللہ تعالیٰ ہی مستعان ہو یعنی اُسی سے استعانت مین بھی چاہتا ہون اور ہمیشہ چاہونگا اور ہر ایک اُسی سے چاہے اور وہی لائق و مستحق ہو کہ سب مخلوق اُسی سے استعانت چاہے پس صبر جمیل تو طاعت و تسلیم ہو بمنزلہ قولہ ایاک نعبد - اور یہ کلام بمنزلہ ایاک نستعین ہو کہ پس حدیث موصوف سے یہان کئی باتین معلوم ہوئین اوّل یہ کہ حضرت ام المومنین صدیقہ رضؓ کئی دن رات برابر روئین اور آخر مین صبر جمیل فرمایا تو جب نظر بجانب خوف الٰہی ہو اور رونا کچھ شکایت قضاء الٰہی سے نہ ہو تو صبر جمیل زائل نہ ہوگا چنانچہ اولاد وغیرہ کے مرنے مین مطلقاً رونا ممنوع نہین ہو جبکہ طپش دل سے آنسو جاری ہون یا بشفقت یا بخوف الٰہی مگر قضاء مقدر سے شکایت کسی مخلوق کے سامنے نہ ہو کیونکہ حضرت یعقوبؑ نے کہا تھا کہ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ - تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ مین تضرع اُس سے اُسی کی طرف ممنوع نہین ہو - دوم یہ کہ صبر جمیل یہ ہو کہ باوجود تمام صدق کے قسم کھانا بے سود تھا و اعتذار بے فائدہ تھا تو صبر جمیل مین قسم نہ کھاوے نہ اعتذار کرے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے نہ اُنسے مواخذہ کیا اور نہ اوروں سے در بارہ تفتیش وغیرہ کی استعانت لی اور نہ تحقیقات کی اگرچہ کید و فریب اس قمیص سے ظاہر ہوگیا تھا بلکہ صبر جمیل کیا اور اللہ تعالیٰ سے استعانت چاہی اور اسی سے یہ بھی ظاہر ہوگیا اخیر کلام کے معنی اور ربط کس طرح ہے اور یہان فوائد بھرپور ہین مین گنجائش نہین پاتا واللہ الموفق اور شاید کہ صبر جمیل مین اللہ تعالیٰ سے استعانت عین عبادت ہے تو اب یہ سوال بھی وارد نہین ہوتا جو سراج وغیرہ مین مذکور ہو کہ قضاء الٰہی پر صبر کرنا واجب ہو مگر ظالمون کے ظلم پر صبر کرنا ضروری نہین ہو تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس معاملہ مین اچھی طرح تفتیش کیون نہ کی اور دوسرون سے استعانت کیون نہ لی اسلئے کہ خاندان شرافت مین سے تھے اور لوگ اُنکو مانتے تھے اور جواب یہ دیا کہ شاید برادران یوسفؑ اسرار سے مانع ہوتے اور شاید وحی سے منع کئے گئے ہون تاکہ مشقت سے ثواب زیادہ ہو اور مترجم کے نزدیک حدیث موصوف سے استفادہ اقوی ہو اس لئے کہ اگر ملنے والے ہون گے تو بغیر کسی جستجو کے مل جاوینگے اور اگر نہین تو یہ اضطراب بے فائدہ ہو پھر اگر وہم ہو کہ رزق حلال کی جستجو بھی بیکار ہو کیونکہ جو مقدر ہوگا ملے گا ورنہ نہین تو جواب یہ ہو کہ بیشک جسقدر رزق مقدر ہوگا ملیگا اور جسطرح مقدر ہوگا وہ اس بندے سے ضرور واقع ہوگا اور شاید یہ مقدر ہو کہ مشقت سے اسقدر اور بے محنت بہت قلیل ملے بہرحال اُسنے یہ کہان سے جانا کہ میرے حق مین یہ مقدر ہو کہ ہاتھ پاؤن توڑ کے بیٹھ رہون اور فرق یہان یہ ہو کہ رزق کے واسطے تلاش کا حیلہ مقرر ہو تو جب اُسنے یہ حیلہ نہ کیا تو عادت الٰہیہ سے اُسنے برخلاف کیا اور یہ معصیت ہو اگر ایسی نیت ہو اور ظاہر ہو کہ گناہ کرنے سے رزق مین کمی ہو جاتی ہے جیساکہ حدیث صحیح مسلم سے ثابت ہو جیسے گھبراہٹ کے ساتھ حرص مین طمع کا پاؤن پھیلانا معصیت سخت ہو اس سے کچھ مقدر سے زیادہ نہین ملتا اور گناہ شدید کے بعد جو ملا وہ رزق کیا بلکہ عذاب ہو جنہین سے سمجھو کہ جو بعضے سرکش گناہگار بہت کچھ مال پاتے ہین وہ ان کے حق مین رزق حلال نہین بلکہ عذاب شدید ہے کہ فوراً مرتے ہی پردہ اُٹھ جائیگا پس حاصل یہ کہ حدیث مین اجملوا فی الطلب کا حکم اسی معنی مین ہو یعنی طلب جمیل کرو رزق کی تلاش مین پس طلب جمیل یہی ہو کہ آخرت کے کام مقدم کرکے تبعاً اسکے طالب ہو اور یہ نہ چاہیئے کہ طلب کو مقدم کرکے پھر جو کچھ وقت نکلے اُسمین عبادت کرے اور قصہ مین صبر جمیل یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ سے استعانت چاہی اور ایسی جستجو مین پڑنا جو خلاف طریقہ قضاء و قدر ہو خلاف جمیل جانا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم ف - جب حضرت یوسف علیہ السلام سے باپ کی شفقت توڑ دی گئی اور اس صالح نے رضائے حق تعالیٰ کی طرف جگہ ڈھونڈھی تو ارحم الراحمین سے وحی تسلی پہنچی اور ہزار ناز و نعمت مین ہوگئے - رہا بھائیون کا حال

تو فرمایا حق تعالیٰ نے وجاءو اباہم عشاءً یبکون۔ اسمین منجملہ اسرار کے یہ ہے کہ آدمی مین جو طبیعت رکھی گئی ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ جب اسکی مراد حاصل ہو جاتی ہے تو بہت نرم ہنجاتی ہے اور رونے کو چاہو تو رونا آجاتا ہے اور یہ فقط دنیا کی خواہش و لذت و شہوات کے حصول سے مکرر ہوتا ہے جو عقل پر پوشیدہ نہین ہے اور اکثر یہ رونا خالی بناوٹ ہوتی ہے کسی عبرت و قلق آخرت سے موجب ثواب و کمال نہین ہوتا ہے اور عشاء کو اسی جہت سے آئے کہ باپ کے رعب سے حالت سے دہشت نہو اور بناوٹ ظاہر نہ ہو جائے اور اندھیرے مین عذر کی بناوٹ ٹھیک ہو۔ قولہ وجاؤ علی قمیصہ بدم کذب الآیۃ۔ اسمین منجملہ اشارات کے یہ ہے کہ فریب و مکر اہل ایمان ولو۔ فراست والون پر پوشیدہ نہین ہوتا حالانکہ لئے قرب مقامات اور اولیاء کے مقالات سے مدعی ہوتے ہین اور یہ لوگ پچے ہین اور ظاہر یا باطن راہ حق مین شہید ہین اُن کے خون سے شہادت ٹپکتی ہے اور حدیث صحیح مین آیا لہ المتشبع بما لم یعط الحدیث جو ایسی چیز سے سیر ہو بیٹھے کہ حقیقت مین اسکو نہین ملی تو ایسا ہی جیسے کوئی مکر کا لباس پہنے ہو یعنی بناوٹ سے خلعت پہنکر شاہزادہ نہین ہو جاتا اگرچہ اسکو اسوقت خلعت بھی حاصل ہے تو بھلا جو کوئی فریب سے خلعت کی قطع بناوے وہ ضرور آنکھون والون پر مکار ظاہر ہو جائیگا عجب ہے کہ جس کے دل مین ایمان کا نور ہے اگرچہ وہ ولی نہ ہو وہ آخر ضرور ولی و مکار مین امتیاز کر لیتا ہے تو بھلا گراہ ہونے والے کس نعم پر مطلع نہین ہوتے ہین طبیعت مین جب حسد چھایا تو اس سے دروغ و گناہ پیدا ہوتے ہین اور عالم مین آگ لگا دیتے ہین حسین بن الفضل رح نے لہا کہ آخر مین برادران یوسف نے کہا تھا کہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل۔ اور یہ دروغ کلمہ تھا تو آخر دروغ بھی اسی اول حسد کے دروغ سے ہوا جب کہا کہ اسکو بھیڑیا کھا گیا۔ قولہ بل سولت لکم انفسکم امراً۔ اس سے فراست یعقوب علیہ السلام ظاہر ہے اور انکو نفوس کے کید و فریب سے آگاہ کر دیا اور اشارہ ہے کہ تم اپنے فریب مین خود گرفتار ہوا اور مین تو درمیان مین سوائے سابقہ تقدیر کے کچھ نہین دیکھتا ہون بس قولہ فصبر جمیل سے حق عز و جل نے لباس پہنایا اور صبر جمیل وہ ہے کہ مصیبت مین گرفتار ہو کر تقدیر ازل و مراد الٰہی کو مشاہدہ کرکے اس سے صابر ہو اور اپنے نفس سے تکلف کا صبر نہو۔ ولقد قال تعالیٰ وما صبرک الا باللہ۔ وقال تعالیٰ واصبر لحکم ربک فانک باعیننا اور تحقیق اسمین یہ ہے کہ دل پر جو کچھ اللہ تعالیٰ جاری فرمائے اُسپر آسودہ ہو اسطرح کہ یا دالٰہی صاف اور ذوق مشاہدہ منور رہو لہذا فرمایا۔ واللہ المستعان علی ما تصفون میری استعانت صبر بلا مین اُسی سے ہے کسی اور چیز سے نہین ہے شیخ حسین نے فرمایا کہ موارد قضاء پر ظاہر و باطن کی آسودگی کو صبر جمیل کہتے ہین۔ یحییٰ بن معاذ رح نے فرمایا کہ صبر جمیل یہ ہے کہ بلاء کو دل خوش و لب خندان قبول کرے۔ قال تعالیٰ

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۭ

اور آیا ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پنہارا اُسنے لٹکایا اپنا ڈول بولا کیا خوشی کی بات ہے یہ ہے ایک لڑکا

وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ

اور چھپا لیا اُسکو پونجی سمجھکر اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہین اور بیچ آئے اُسکو ناقص مول کو گنتی کی کئی

مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝

پاؤلیان اور ہو رہے تھے اُس سے بیزار

جب حضرت یوسفؑ بنا بر بعض روایات کے تین روز اُس جُب مین رہے کہ یہودا اُن کو کھانا پہونچاتا رہا اور بنا بر بعض روایات کے ایک ہی روز رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اندھیرے کنوین سے جسکا پانی کھاری تھا اپنے بندۂ مخلص کو خلاص فرمایا اس طرح کہ

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ اور آگئے کچھ مسافر۔ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ ۔ سو اُنھون نے اپنے وارد کو بھیجا۔ سراج وغیرہ مین لکھا کہ سیارہ دراصل سیر کرنیوالے جو زمین مین پھرتے رہتے ہین پس مسافرون کو اسی وجہ سے سیارہ کہتے ہین اور یہ لوگ جو بئر الجب پر وارد ہوئے تھے مدین سے یا شام سے روانہ ہو کر مصر کو جاتے تھے وے راستہ بھول کر بھٹکتے ہوئے اس جنگل مین آئے جہان یہ کنوان تھا اور یہ کنوان آبادی سے دور ایک جنگل مین تھا جس سے پانی پینے سوائے چرواہون کے کوئی نہین آتا تھا اور مترجم کہتا ہے کہ پہلے ایک روایت یہ بھی مذکور ہوئی کہ اس پر اکثر لوگ اترا کرتے تھے تو ظاہر اس قول پر بعض نے زعم کیا کہ وہ بیت المقدس کا کنوان تھا یا مراد یہ ہو کہ چرواہے بہت آتے تھے لیکن مناسب مقام یہی قول ہے جو یہان مذکور ہوا بہرحال روایت ہے کہ اس کنوین کا پانی کھاری تھا حضرت یوسفؑ کی برکت سے شیرین ہو گیا تھا یہ لوگ بھٹکے ہوئے وہان اترے اور آگے آگے اپنا وارد پہلے بھیجدیا تھا اور وارد اسکو کہتے ہین جس کو مسافرون کی جماعت اپنے مین سے منزل پر پہلے بھیجدے تاکہ وہان پانی کا بندوبست کردے تو وہ اپنی جماعت سے پہلے منزل پر پہونچ جاتا ہے اور پانی بھر کر جمع کرتا ہے تاکہ ساتھی لوگ آتے ہی جانورون کو پلادین اور کھانے پکانے کا سامان کرین اور اہل التفسیر نے لکھا ہے کہ یہان ان کے وارد کا نام مالک بن ذعر الخزاعی عرب کا بدوی تھا جس نے یہ کنوان پایا جنہین آنحضرت علیہ السلام اس کے ساتھی دالے گئے تھے۔ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۔ پس وارد نے اپنا ڈول کنوین مین لٹکایا اور ظاہر ہے کہ یہ بچہ بیچارے ایک نکلنے کا وسیلہ وسبب پاکر اس پر بیٹھ گئے چنانچہ اُسنے نکالا تو یہ عجب دیکھا کہ نہایت خوبصورت لڑکا نکل آیا۔ خوبصورتی کی تفصیل بعض راویون نے بیان کی کہ گھونگروالے بال بڑی بڑی آنکھین چہرہ خوبصورت رنگ گورا بانہین اور ٹانگین گداز بھری ہوئین سینہ چوڑا کمر پتلی ناف باریک چھوٹی تمام اعضا نہایت متناسب کوئی تعریف کر نہین سکتا جب بولتے تو دانتون سے نور برستا گویا کہ موتی جھڑتے اندھیری رات مین چاند تھے بلکہ دن ہو جاتا اور ابتدائے خلقت حضرت آدمؑ سے مشابہ تھے خلاصہ بیان کافی وہ ہے جو حدیث کی روایت مین آیا کہ یوسف کو آدھا حصہ حسن کا دیا گیا تھا اور بعضے کہتے ہین کہ آپ کی پردادی حضرت سیدہ سارہ رضی اللہ عنہا کو چھٹا حصہ حسن کا دیا گیا تھا اور مراد اُس حسن سے یہ ہے کہ ظاہری دیدار نہایت خوبصورت تھا۔ القصہ جب اُسنے ایسا لڑکا دیکھا جسکو نصف حسن دیا گیا تھا تو۔ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ۔ بول اُٹھا کہ اے بشارت یہ تو غلام ہے۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ خوشی کے وقت بشارت کو پکارتے ہین اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ وقت وہ ہے کہ اے بشارت تو حاضر ہو جیسے غم کے وقت ویل و ہلاکت کو پکارتے ہین چونکہ خوشی کا وقت تھا اسنے اپنے لیے بشری یعنی بشارت کو پکارا اور بعض قراءۃ مین بشری بکسر الرا و سکون یا آیا تو صحیح یہ ہے کہ اسکے معنی بھی یہی ہین صرف اتنا ہوا کہ اسنے میری بشارت کہا۔ یہی ابن کثیرؒ نے اور جح قرار دیا اور بعض نے زعم کیا کہ اسکے ساتھ بشری کوئی عورت تھی اور بعض نے کوئی دوسرا مرد گمان کیا واللہ اعلم اولی وہی اول ہے پھر غلام سے مراد یا تو لڑکا ہے کیونکہ آنحضرتؑ بچہ تھے یا غلام مملوک پس اُسنے آپ کو غلام شاید اسوجہ سے گمان کیا کہ ننگے بدن بے لباس خستہ حالت مین تھے بھلا کوئی فرزند کے ساتھ ایسا کیون کرتا خصوصاً ایسا خوبصورت بیٹا۔ اور یا اس قرینہ سے کہ کنوین مین پانی بھرنے کو غلام آیا کرتا ہے اور ظاہرا غلام بمعنی مملوک ہی اُسنے مراد لیا بقرینہ قولہ۔ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ۔ اور اُنھون نے اسکو پوشیدہ رکھا ایک نفیس اسباب یا اصطلاحی بضاعت قرار دیکر۔ یا بعید رقرار دیکر یہ دونون متخالف باتین ہوتی ہین کہ اسروہ کی ضمیر فاعل کی طرف راجع ہے پس دو احتمال ہین اول یہ کہ وارد مع ساتھیون کی طرف ہے یعنی اسرالوارد واصحابہ یوسف بضاعۃ۔ یعنی وارد خزاعی نے اپنے لوگون سمیت جو اسوقت کنوین پر اسکے ساتھ تھے یہ مشورہ کیا کہ باقی لوگون سے جو آج منزل پر آتے ہون گے اسکو خفیہ کرلو کہ یہ ہمارے لئے خاص ایک بضاعت

نہیں اسباب ہوگا اسکو ہم مصر میں پہونچکر بیچکر مالا مال ہوجائینگے (چھپانا مشکل امر تھا واللہ اعلم) یا یہ مشورہ کیا کہ اس راز کو پوشیدہ کرو
ہم نے کنوئیں سے پایا بلکہ ساتھیون سے کہہ دو کہ راستہ مین کسی مقام پر ہمارے عزیز ملے تھے اُنھون نے یہ غلام اپنا مال ہم کو بضاعت
دیا ہے کہ مصر مین اُنکے لئے فروخت کر دین اور بضاعت وہ مال ہوتا ہے جو آدمی کسی دوسرے عزیز یا ملاقاتی کو اس غرض سے دیتا ہے کہ
تم تجارت کو یا کسی کام کو جاتے ہو ہمپر احسان ہوگا کہ ہمارے اس مال کو تجارت کرتے لاؤ تمہاری بدولت ہم کو کچھ نفع ملجائیگا اور اگر
بالفرض خود بخود تلف ہو یا چور لیجاوین یا کشتی ڈوبے تو خیر ہماری قسمت ہی بس حاصل یہ ہوا کہ وارد اور اسکے ساتھیون نے بضاعت
کرکے اسکو چھپا ڈالا۔ احتمال دوم یہ کہ ضمیر مذکور آنحضرتؑ کے بھائیون کی طرف راجع ہی اور بات یہ تھی کہ یہودا ہر روز یوسفؑ کو طعام
پہنچاتے تھے تیسرے روز کنوئیں مین نہ پایا تو بھائیون کو آگاہ کیا اور ان کو خیال ہوا کہ شاید اسی دیس کا کوئی نکال لایا ہو تب تلاش
کی تو مالک بن ذعر الخزاعی وغیرہ کو اُترا پایا اور وہین یوسف کو دیکھا تو عبرانی زبان مین قتل سے ڈرایا اور مسافرون سے کہا کہ
یہ ہمارا غلام بھاگ کر کنوئیں مین گر پڑا تھا تم کو مفت نہین ملیگا ہان ہم کو اسکی زیادہ خواہش نہین ہی تم کو ہم سستا دینگے انتہا حاصل
یعنی قولہ واسروہ بضاعۃ یعنی یوسفؑ کے بھائیون نے اسکو مخفی کیا کہ اُنکا بھائی ہی اور یوسف نے قتل کے خوف سے چھپایا
اور بیع ہونا گوارا کیا پس وارد خزاعی نے ساتھیون کو آواز دی کہ یا بشری ہذا غلام یعنی اے ساتھیو خوشی کا مقام ہے کہ یہ
حسین غلام سستا بکتا ہی قال تعالی۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ۔ اور اللہ تعالی جانتا ہے جو یہ لوگ حرکت کرتے تھے کہ ایسے کریم بن الکریم
بن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم التسلیم کو اسطرح غلام بضاعت بناکر فروخت کرتے تھے جب یہ گفتگو ہوئی تو
معاملہ ٹھہرا۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ۔ اور بیچ ڈالا اسکو بعوض دامون بخس یعنی حرام کے قول ضحاک ہی اسلئے کہ آزاد کے دام حرام ہین یا
کم تن زیون کے قول ابن مسعود روایت کیا جاتا ہی یعنی بعوض کھوٹے دامون کے۔ یا بقول عکرمہ بعوض قلیل دامون کے جیساکہ اللہ تعالی
نے فرمایا۔ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ۔ یعنی کچھ گنتی کے درہمون کے بدلے اور یہ عرب کا محاورہ ہی مراد بہت تھوڑے درم ہوتے ہین کیونکہ
چالیس درم ہوتے تو اسکا حساب تول سے ایک اوقیہ ہوتا ہے اور اس سے کم گنتی کے ہین اور مروی ہی کہ بیس ۲۰ یکجر دو دو درم بانٹ
لیے تھے کیونکہ وے تو چاہتے ہی تھے کہ کوئی لیجائے انکو مال عزیز نہ تھا لہذا فرمایا۔ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ۔ اور یوسفؑ کے
حق مین اُنکے بھائی لوگ بالکل بے پروا و بے رغبت تھے مفت بہادیا واضح ہو کہ شیخ حافظ نے لکھا کہ قولہ اسروہ بضاعۃ یعنی خزاعی
وغیرہ نے باقی مسافرون سے چھپایا اور کہا کہ ہم نے اسکو خریدا یا بضاعت لیا ہے اس خوف سے کہ ساتھی اسمین ساجھا مانگین گے
جب اُنکو صحیح بات معلوم ہوجائے۔ یہ مجاہد وسدی وابن جریر کا قول ہی اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا کہ اسروہ بضاعۃ
یعنی بھائیون نے یوسف کا حال پوشیدہ کرکے غلام بتلایا اور آخر تک موافق مذکورہ بالا کے تفسیر ذکر کی اور لکھا کہ قولہ وشروہ
بثمن یعنی بیع کیا اسکو بھائیون نے یہ ابن عباس ومجاہد وضحاک کا قول ہی پس شرا بمعنی بیع بھی بسبب لغت ہی اور قتادہ نے کہا کہ یعنی
خریدا اسکو مسافرون نے لیکن کہا کہ قول اول اصح ہی کیونکہ مسافرون نے خوشی سے خریدا تھا اگر جواب یہ ہی کہ اُنھون نے دھوکا کھایا
کہ یہ بھگوڑا ہے اسلئے کم دامون کو بے رغبت ہو کر خریدا تھا اور لکھا کہ ابن مسعود رض نے کہا کہ بیس ۲۰ درم کو اور ابن عباس ونوف البکالی
وسدی وقتادہ وعطیہ نے بڑھایا کہ دو دو درم بانٹ لئے اور مجاہد رح نے کہا کہ بائیس ۲۲ کو بیچا مترجم کہتا ہی کہ دو دو درم بانٹنے سے
گیارہ بھائی کے حساب سے بائیس ہوئے لیکن بنیامین قطعاً شریک نہ تھے تو یہ وہم ہوگا اور لکھا کہ محمد بن اسحاق وعکرمہ نے چالیس درم

بیان کئے مترجم کہتا ہے کہ پھر معدود درم نہ ہون گے لہذا کم ہونا چاہیئے۔ سراج وغیرہ مین محمد بن اسحاق کا یہ قول اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانے کہ بھائیون نے بیچا یا مسافرون نے خریدا یعنی مقصود تو ظاہر ہے اس سے زیادہ بحث کی کچھ ضرورت نہین ہے اور سراج مین لایا کہ اسروہ بضاعۃ کے دونون قول مین سے خزاعی وغیرہ کا خفیہ کرنا اقوی ہے کیونکہ بضاعۃ حال اُس وقت سے لاحق ہے کہ جب خفیہ کیا اور مترجم کہتا ہے کہ اظہار اس مقام پر یون ہے کہ اسروہ بجملہ بضاعۃ۔ تو حال نہ ہوا یعنی چھپانا اس پیرایہ سے تھا کہ اس کو بضاعت ظاہر کر دیا۔ روایت ہے کہ جب آنحضرت کنوین سے نکالے گئے تو اسکی دیوارین آپکے فراق پر روتی تھین اقول سبحان اللہ تعالیٰ یہ اسرار عجیب مخفی و مضبوط صنعت الٰہی تعالیٰ ہے کہ دیوارون کا یہ شعور دیکھو اور ادھر برادران یوسف یا مسافرون کی یہ بے شعوری دیکھو کہ کسی نے نور نبوت و ظہور کرامت کبریائی کو نہ دیکھا بلکہ غلام قرار دیا اور بیچا اور اسقدر زاہد و بے رغبت ہوئے اور قصہ مین مذکور ہے کہ بھائیون نے مسافرون کے پیچھے پیچھے چلانا شروع کیا کہ یار خوب مضبوط گھیرے رہو وہ بڑا بھاری بھگوڑا ہے آخر بہت دور تک پہونچا کر مصر کی منزل پر چھوڑا اور بالکل بے کھٹکے ہوگئے ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ وجاءت سیارۃ فارسلوا واردہم مترجم کہتا ہے کہ اشارت مین اگر قلب روحانی سے کنایہ ہے تو موافق حدیث کے ملائکہ سیارہ کا اشارہ ان سیارہ سے ظاہر ہے لیکن اہل دنیا اسکو بعوض حقیر دنیا کے فروخت کر ڈالتے ہین اسیواسطے روایت صحیح مین آیا کہ کافرون مین قلب نہین ہوتا اور خود قرآن مجید مین افئدتہم ہوی یعنی خالیۃ سے تصریح ہے کیونکہ جب انھون نے بعوض دنیا کے بیچا تو سیارہ نے لیا وے خالی رہ گئے اور وہ مصر کبریائی مین درجہ عروج کو پہونچا اور بیان ایسی باتون کو متحمل نہین ہو سکتا اور افہام بیان قصور کرتے ہین بلکہ خوف ہے کہ نا سمجھی سے منکر ہون۔ لہذا نادان مترجم اپنے نادان بھائیون کے سامنے اہل الحق کے اقوال نہین بیان کرتا ہے بلکہ مجبوری شیخ کا قول نقل کرتا ہے تاکہ سمجھنے والے سمجھین یا خاموش رہین۔ کہا کہ جب ارواح عدم سے نکلکر فضائے قدرت مین سائر ہوئین اور موارد قدم کو ڈھونڈھا تو بحر ناپیداکنار پایا اور ڈلو ہمت سے مشاہدہ آفتاب یا ماہتاب حاصل ہوا تو فرحت سے بزبان عشق بشارت دی اور اپنی بقا پر نازان ہوئین و قولہ تعالیٰ واسروہ بضاعۃ۔ اسمین بضاعت توحید و معرفت کو اغیار سے چھپایا اور اس سفر سے یہ رتبہ پایا اگرچہ نفوس جو ظالم ہین بحکم قولہ اخلد الی الارض و اتبع ہواہ۔ اسی دیس سے مانوس ہوکر بہر حال ذلت و خواری مین رہے لکھا کہ اگر یوسف واسطے مسافرون کو انوار حسن ازل اس آفتاب نبوت سے ظاہر ہوتے تو آدم کو سجدہ ملائکہ کی طرح عشق و محبت سے سجدہ کرتے۔ اور یہ عبودیت کا سجدہ نہین ہے بلکہ مشاہدہ انوار الٰہی بیچون و بیچگونہ ہے اور یہ گمان مت کرو کہ وہان حلول یا خفا تھا بلکہ مخلوق سے صنعت صفات صانع کا ظہور بیچون و چرا ہوتا ہے حالانکہ وہان صانع اندر سمایا نہین اور نہ کچھ ملازم ہے تعالیٰ اللہ علوا کبیرا۔ شیخ جعفرؒ نے کہا کہ یوسف مین اللہ تعالیٰ جلشانہ کا ایک بھید تھا پس مقام ستر کو انکی نظرون سے پوشیدہ کر دیا اور اگر اس بھید کو ان پر ظاہر فرماتا تو مر جاتے دیکھو کیسے انھون نے کہا کہ ہذا غلام اور اگر آثار قدرت سے واقف ہوتے تو کہتے کہ ہذا نبی صدیق۔ چنانچہ زنان مصر پر جب بعض نور کا انکشاف ہوا تو بولین کہ ہذا ملک کریم اور جب اُن کو اسرار قدرت و کرامت نہ سوجھے تو انھون نے اسکو ثمن بخس کے عوض بیچ ڈالا۔ کما قال تعالیٰ وشروہ بثمن بخس دراہم معدودۃ۔ اگر ان مین وہ عشق و محبت بمشاہدہ آثار قدرت ہوتی جو حضرت یعقوبؑ مین اسرار باری تعالیٰ معائنہ کرنے سے تھی تو کبھی اسکو دونون جہان کے عوض نہ بیچتے کیونکہ جس جمال باطن کا پرتو جمال ظاہری تھا یہ ظہور اُن کو کہین جہان مین نہ ملتا اگرچہ عین دیدار باطن کا معائنہ اُن کے ماسوا انبیا

وصدیقین سے مشاہدہ ہے لیکن جمال باطنی کا مشاہدہ بغیر فضل آلہی ممکن نہین تو نہین دیکھتا کہ کیسے حضرت سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وعلی جمیع الانبیاء اجمعین کے دیدار سے کفار کی نفی فرمائی بقولہ تراہم ینظرون الیک وہم لایبصرون کیونکہ اصل بصیرت ہے نہ بصارت کیونکہ بالاتفاق اندھا عالم کے سامنے آنکھون والا جاہل اندھا ہے جعفرؒ نے فرمایا کہ حضرت یوسفؑ کی قدر نہ پہچانی تو قلیل دامون کو بیچ ڈالا ابن عطاء رحمہ اللہ نے نہایت لطیف اشارہ فرمایا کہ اے شخص بتجھے تعجب ہوتا ہے کہ برادران یوسف نے اپنے یوسفؑ سے بھائی کو ایسے حقیر دام کو بیچ ڈالا - ارے تو نے تو بڑا غضب کیا ہے کہ اپنے قلب نفس کو ذرا سی شہوت کے عوض بیچا - تیرا نفس ذرا سے مزے کے ہاتھ بک گیا - ارے تو نے اس سے بھی زیادہ ظلم کیا کہ پہلے اپنے مالک خالق مولی رحیم کریم کے ہاتھون بھاری دامون کو بیچا بحکم قولہ ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ - ایسی تیری جان حقیر کو اسنے اتنے بھاری دامون جنت کے عوض خریدا اور تو نے یہ خیانت کی کہ چیز حقیر کو اپنے دشمن شیطان کے حوالہ کیا اور اسکو اپنے اوپر بالکل قابو دیدیا اور ذرا سے مزے کے عوض بیچ ڈالا بھلا بکی ہوئی چیز کو دوبارہ بیچنا کہین جائز ہے بھلا یہ دوسرے دام بالکل حرام ہوئے یا حلال ہوئے ارے تو بڑا سخت بیوقوف ظالم ہے تیرا گمان ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیون نے اُن پر ظلم کیا مگر یہ نجانا کہ تو اُن سے کہین بڑھا ہوا ظالم ہے تیرے و اُنکے ظلم مین زمین و آسمان کا فرق ہے دیکھ تو یوسفؑ کو اُن کے دشمن بھائیون نے بیچا اور نیت یہ تھی کہ پیغمبر جلیل القدر پدر کی شفقت ہمین پر رہے اور تیرا یہ حال ہے کہ تو نے اپنے یوسف کو خود ہی اپنے دشمن کے ہاتھ بیچا اور تجھے حدیث صحیح مین معلوم کہ سب سے بڑا تیرا دشمن خود تیرا نفس ہے جس کو تو اپنے دونون پہلو مین پیار سے دبائے ہوئے ہے اور اُسکو اسکی شہوات کی غذا سے خوب موٹا تازہ کرتا ہے کہ دن مین ہزار بار تجھکو قعر جہنم مین ایسی آگ کے کنوئین مین بُری طرح ڈھکیلتا ہے کہ کبھی وہان سے تیرا چھٹکارا نہ ہوگا اگر ایمان نہو اور یوسف کو تو اُن کے دشمنون نے پانی ہی کے کنوئین مین ڈالا تھا جہان سے وہ تین ہی روز مین نکلے - تجھے کہان تک بتلایا جاوے تو احسن القصص کو کہانی مت سمجھ غور کر دیکھ تو یہان ایسے اعلی مقامات ہین کہ ہم ابھی اُن کا اشارہ بھی نہین کرسکتے ارے جاہل وسوسہ چھوڑ دے خیانت چھوڑ دے - دشمن سے الگ ہو تب تیری آنکھین جنت کی ہوا سے ٹھنڈی ہون اور ابھی تو جہنم کے دھوئین سے تو چوندھایا ہوا اندھا ہے - اللہم اہدنا اللہم انت الہادی ثم قال الشیخ - اور ابن عطاء و جنید وغیرہ نے کہا کہ قدرت آلہیہ نہ دیکھی تو ہلکے دامون کو بیچا اور اگر تمام دنیا و مافیہا بلکہ آخرت کے عوض بیچتے تو یہ بھی معدود چیز تھی ثمن بخس ہوتا لہذا تجھکو عبرت چاہیئے کہ ثمن بخس سے ہمیشہ احتیاط رکھ - قال تعالی

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ

اور کہا جس شخص نے خرید کیا اُسکو مصر سے اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اُسکو شاید ہمارے کام آوے یا ہم کرلین اسکو

وَلَدًا ط وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ز وَلِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيلِ

بیٹا اور اسطرح جگہ دی ہم نے یوسف کو اُس ملک مین اور اسواسطے کہ اسکو سکھاوین کچھ کل

الْأَحَادِيثِ ط وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ○ وَلَمَّا بَلَغَ

بٹھانی باتون کی اور اللہ جیت رہتا ہے اپنا کام اور لیکن اکثر لوگ نہین جانتے اور جب پہونچا

أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ط وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ○

قوت کو دیا ہم نے اسکو حکم اور علم اور ایسا ہی بدلا دیتے ہین ہم نیکی والون کو

جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے زعم مین مسافرون کے ہاتھ فروخت کر کے بھگوڑا ہونے کے فریب سے مشتری کی حراست مین کر دیا تو بے فکر ہو گئے اور سمجھے تھے کہ باپ کو ہم پر التفات ہو گا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کو فراق یوسفؑ مین رونا تھا اس درد جدائی سے آہ کرتے رہتے تھے بھائیون نے خالی خیال و گمان کی پابندی پر ایسی حرکت کی اور کچھ مراد حاصل ہوئی پس جو کوئی یقینی بات کو چھوڑ کر خیالی و گمانی باتون کی پیروی کرے اُسکا احمق ہونا ظاہر ہے اور یہان یہ یقینی بات تھی کہ صلاحیت و باپ کی شفقت و حُسن اخلاق و عدل و انصاف و خدمت سے جسقدر مقدر ہو گی حاصل ہو گی اور ظلم و جور و معصیت و ایذا رونا فریانی وغیرہ تدبیرون سے کچھ فائدہ نہین ہو سکتا بلکہ ایسے معاصی موجب خواری ہین اور اگر یوسفؑ کے حق مین عروج بمنزلت نبوت وغیرہ مقدر ہو تو اُس کا انسداد نہین ہو سکتا پھر وہمی تدبیر سے کسی معصیت کا ارتکاب روا نہین ہے۔ آخر یہی ہوا کہ کنعان مقام سلطنت حکومت نہ تھا وہان سے حق عزوجل نے یوسفؑ کو بھائیون کی حرکت سے بذریعہ مسافرون کے مصر پہونچایا وہان اسوقت مین عمالقہ مین سے ریان بن الولید بادشاہ تھا ان بادشاہون کا لقب فرعون ہوتا تھا اور بعضون نے کہا کہ وہی حضرت موسیٰؑ والا فرعون تھا ولیکن صحیح اول ہے وابن جریرؒ کے نزدیک بعد ریان کے قابوس فرعون ہوا اور اسکے بعد مصعب بن الولید فرعون موسیٰؑ ہوا ہے غرضکہ اس فرعون کا وزیر خزانہ عزیز نام تھا اور یہ تو قرآن مجید مین مذکور ہے لیکن شاید یہ لقب ہو کیونکہ ابن عباسؓ سے عوفی نے روایت کی کہ نام اسکا قطفیر تھا اور محمد بن اسحاق امام سیر و مغازی نے کہا کہ اطفیر بن رحیب نام تھا اور بعض نسخ مین رحیب لکھا ہوا اور کہا کہ یہی وہ عزیز ہے جو وزیر خزانہ تھا اور شیخ حافظ رحؒ نے جزم کیا کہ بادشاہ اسوقت عمالقہ مین سے ریان بن الولید تھا اور شیخ نے حضرت مجاہدؒ سے روایت نقل کی کہ بھائیون نے جب یوسف کو مسافرون کے ہاتھ بیچا تو ان کے پیچھے دور تک کہتے جاتے کہ بھگوڑا ہے خوب مضبوطی رکھو کہ بھاگ نہ جاوے یہان تک کہ مصر کی منزل پر پہونچے پھر مسافرون نے مصر مین لا کر بازار مین منادی کی کہ بشارت ہو جو اسکو خریدے پس اسکو بادشاہ نے خریدا اور وہ مسلمان تھا مترجم کہتا ہے کہ حضرت مجاہدؒ سے شاید کسی نے ایسا سوال کیا ہو جسکے جواب مین اُنھون نے اس طور پر اختصار سے جواب دیا ورنہ مشہور ہے کہ خریدنے والا عزیز مصر تھا اور کہا گیا ہے کہ بادشاہ مذکور آخر حضرت یوسف پر ایمان لایا تھا پہلے سے مسلمان نہ تھا پھر عزیز مذکور جسکا نام قطفیر یا اطفیر بیان ہوا ہے لاولد تھا اور کہتے ہین کہ عنین محض تھا اور اسکی جورو کا نام محمد بن اسحاق نے راعیل بنت رعاییل بیان کیا اور کہا کہ وہ فرعون ریان بن الولید کی بہن کی بیٹی تھی ذکرہ الحافظ ؒ اور دوسرون نے زلیخا بیان کیا ہے۔ قاموس مین کہا کہ زلیخا بفتح اول وکسر ثانی آخر ممدود۔ اور خفاجی وغیرہ نے بضم اول وفتح ثانی لکھا اور بعض نے کہا کہ ایک نام دوسرا لقب ہے اور عزیز نے اسکو اپنی جورو کیلئے خریدا تھا اور قیافہ و فراست سے ہونہار دیکھکر اکرام کے ساتھ رکھنے کی تاکید کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یوسفؑ کا حال بیان فرمایا کہ۔ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ ۔ اور کہا یعنی تاکید کی اپنی جورو سے اس شخص نے جس نے یوسف کو مصر مین خریدا تھا کہ اسکا ٹھکانا و مرتبہ اکرام کے ساتھ رکھیو۔ کہتے ہین کہ جب مالک خزاعی نے بازار مین پیش کیا تو ہیرا شرفیان دام لگے اتنے مین زلیخا کی فرمائش سے عزیز مصر نے لینا چاہا اور دام بڑھتے بڑھتے آخر یہ نوبت ہوئی کہ حضرت یوسف کے برابر سونا چاندی و کپڑے وجود ہر و مشک و عنبر وغیرہ اقسام اموال نفیسہ دیئے جاوین اور حضرت یوسف کا وزن چار سو رطل تھا اور اسیر بھی ایک دوسرے سے بڑھاتا گیا یہان تک کہ اُن کے وزن سے بھی دونا یا زیادہ بڑھ گیا آخر عزیز نے اس بے بہا جوہر کو لیکر اپنا جوہری ہونا ظاہر کیا خصوص جبکہ

اپنی جورو سے کہا کہ اسکو غلامون کی طرح نہین بلکہ اکرام و منزلت سے رکھیو یہ ہونہار ہے عَسَىٰٓ أَن يَنفَعَنَآ- شاید ہم کو نفع پہونچاوے
یعنی ہمارا کارپرداز ہوجاوے کہ مثل فرزندون کے مہمات خانہ داری و انتظام کرے أَوْ نَتَّخِذَهُۥ وَلَدًا- یا ہم اسکو حقیقت مین
بیٹا بناوین- شاید یہ مطلب تھا کہ اگر ہمارے اولاد ہوئی تو اسکو بیٹا نہ بناوینگے بلکہ بیٹون کی طرح حسن سلوک سے ہمارا منتظم
وکارپرداز ہوجاویگا اور ہمارے مال و دولت کو نفع ہوگا اور اگر اولاد نہ ہوئی تو اسکو متبنی کرلینگے پس اگر اسوقت اسکے ساتھ
غلامون کا برتاؤ ہوا تو آیندہ یہ بات نازیبا و غیر مناسب ہوگی یہ عزیز مصر کی فراست تھی و فی تفسیر الحافظ قال ابو اسحٰق عن
ابی عبیدۃ عن عبد اللہ بن مسعود رض انہ قال افرس الناس ثلثۃ الخ- قال المترجم ابو عبیدہ ہذا ہو ابن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
حاصل آنکہ حضرت ابن مسعود رض نے فراست مین تین آدمیون کو سب سے زیادہ بیان فرمایا اول وہ شخص جس نے یوسف کو اپنی جورو کیلئے
خرید کر اس سے تاکید کی کہ اکرمی مثواہ عسیٰ ان ینفعنا الآیۃ- اور دوم وہ عورت جس نے موسیٰ کی نسبت اپنے باپ سے کہا تھا
یعنی حضرت موسیٰ کی پاک بی بی
یا ابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین- اور سوم حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہ فراست سے حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کردیا- قال المترجم اس اثر مین ایک فائدہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رض نے سوائے حضرت ابوبکر الصدیق
رضی اللہ عنہ کے کسی نام کی تصریح نہین فرمائی حالانکہ سیر و تواریخ کی روایات سے اوپر مذکور ہوا کہ قطفیر یا اطفیر خرید نیوالا اور زلیخا کہ
کہنے والا تھا- اور صفورا حضرت موسیٰ کی پاک بی بی تھین انھین نے اپنے باپ حضرت شعیب سے کہا تھا لیکن چونکہ ان اخبار کی تحقیق
بدون تنصیص الٰہی تعالیٰ کے قطعی نہین ہے لہٰذا احتراز کیا اور مترجم کہتا ہے کہ اسی طور سے کلام الٰہی تعالیٰ کی تفسیر کرنے مین ان روایات
اخبار وغیرہ سے احتراز چاہیئے اور مراد میری یہ ہے کہ ان روایات پر معنی و احکام کا مدار نہین ہے ہان جو حکم و نصیحت کہ صریح نص
الٰہی سے نکلے وہ عین صواب ہے اسیواسطے مینے پہلے بہت تنبیہ کردی کہ کلام الٰہی مین حضرت یوسف کے بھائیون کی نسبت
انبیا رہونے یا فساق ہونے کا کچھ ذکر نہین ہے ہان حضرت یوسف کے ساتھ جو معاملہ ہوا اُس سے معاف ہونا منصوص ہے
تو زبان درازی کرنا بڑا خطرہ عظیم ہے اور کلام الٰہی مین صرف کنوین مین ڈالنا مذکور ہے باقی مار پیٹ و بیرحمی وغیرہ کا ثبوت
کسی آیت یا حدیث سے نہین ہے سراج مین تفسیر امام رازی سے نقل کیا کہ امام رازی نے کہا کہ جاننا چاہیئے کہ ان روایات قصص
وسیر مین جو کچھ مذکور ہے وہ قرآن مجید سے کچھ ثابت نہین ہوتا اور کوئی حدیث صحیح بھی وارد نہین ہوئی جسمین اسکا کچھ بیان ہو اور
قرآن مجید کی تفسیر کرنا ان روایات مین سے کسی روایت پر موقوف نہین ہے تو عاقل پر فرض ہے کہ ان روایات کے بیان کرنے سے
بھی احتراز کرے انتہی کلامہ مترجم کہتا ہے کہ رازی نے اشارہ فرمایا کہ ان روایات پر یقین کرنا تو درکنار انکو ذکر بھی نہ کرنا
چاہیئے پھر خطیب رح نے کہا کہ ان روایات کو شیخ بغوی رحمہ اللہ نے معالم مین ذکر کرنا شروع کیا پس دیگر جماعت مفسرین نے انھین کی
پیروی مین اپنی اپنی توالیف مین ذکر کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ امام بغوی محدث مفسر ہین وہ خوب جانتے تھے کہ یہ روایات اس قسم کے
اخبار ہین جیسے سنن ابو داؤد وغیرہ مین ہر حدیث کو صاحب السنۃ خوب جانتا تھا کہ یہ روایت صحیح ہے یا ضعیف ہے لیکن یہ
افسوس ہے کہ پچھلے لوگ جنکو اسماء الرجال مین تمیز نہین ہے اکثر بھٹک گئے اسی طرح ان روایات کا حال ہے جنکو امام بغوی رح نے
ذکر کیا چنانچہ پچھلے لوگون نے انکو مثل اقوال صحابہ یا حدیث کے تصور کرلیا اور تعجب یہ ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعض مدعیون سلف نے انھین
روایات سے یہ حکم نکالا کہ ایسے بیرحم و فاسق لوگ تو مومن صالح نہین ہوسکتے پھر نبی کہان ہوسکتے ہین حالانکہ اس شخص کو یہ سمجھ

نہ آئی کہ ان روایات کا ذکر کرنا صرف اس غرض سے ہو سکتا ہے کہ یہود وغیرہ نے یوں بیان کیا ہے ورنہ ذکر نہ کرنا بہتر ہے پھر ان روایات سے کوئی حکم نکالنا حلال نہیں ہے پھر ایسا حکم نکالنا جو صریح نص کے خلاف ہو اعوذ باللہ من ذلک۔ اب میں تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ القصہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ اسطرح پوری فرمائی کہ جس نے مصر میں اپنی جورو کے لیے حضرت یوسفؑ کو خریدا تھا اپنی جورو سے تاکید کی کہ اسکو اکرام سے جگہ دے شاید ہم کو نفع پہونچاوے یا ہم اسکو بیٹا بنا دیں۔ پس معلوم ہوا کہ آنحضرت علیہ السلام غلامی کی ذلت میں نہیں رہے پھر فرمایا۔ وَكَذَٰلِكَ اور ایسے ہی یعنی جیسے ہم نے یوسف کو قتل سے اور کنوئیں سے نجات دیکر عزیز مصر کو اسپر مہربان کیا اور اس سے باوجود اسکا مملوک ہونے کے اکرام کا برتاؤ لیا ویسے ہی مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ۔ تمکین وقابو دیا یوسف کیلئے زمین میں۔ مراد زمین سے ملک مصر ہے۔ بقاعیؒ نے کہا کہ سرسبز وشاداب وکثیر المنافع اسقدر ہے کہ گویا یہی سب زمین ہے اور میں کہتا ہوں کہ تمام زمین ایک سرائے مسافرانہ ہے کوئی ٹھکانا ہو تو یہی جسکو بتوفیق الٰہی تعالیٰ نیکیوں کیلئے قابو ملا وہ خوب پا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمام واقعات گردش میں آنحضرت علیہ السلام کے صبر ورضا سے ثواب دیکر آخر مصر میں ٹھکانا دیا وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ۔ اور تاکہ ہم اسکو سکھلا دیں احادیث کی تاویل یعنی خوابوں کی تعبیر۔ اس عبارت کی ترکیب میں بعض نے کہا کہ مکنا سے متعلق ایک فعل مقدر ہے جسپر یہ عطف ہے یعنی لنمکنہ ولنعلمہ من الخ یا واؤ یہاں زائدہ ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ ہم نے یوسف کو حیات دنیا میں اسجگہ تمکین دی تاکہ مقرب ومؤدب باداب رسالت بنا دیں اور تاکہ اسکو خوابوں کی تعبیر سکھلا دیں اور ان دونوں باتوں کا فائدہ تمام مخلوق کے لیے عام ہے وفضل عام ہے کیونکہ نبوت سے عوام کو تقرب ومعرفت ہے جس سے وہ درجۂ جانورے آدمیت کے عروج پر پہونچکر صاف منزلت دیکھتے وشکر کرتے ہیں اور ایسے ہی خواب کی تعبیر سے اسرار الٰہیہ وعلوم غیبیہ کیواسطے طاعت وعبادت وصلاح وتقوی سے آراستہ ہوتے ہیں۔ پھر واضح ہو کہ برادران یوسفؑ نے چاہا کہ ہم یوسف سے بڑھکر مقرب صالح ہوں اور ہم درجۂ نبوت پر فائز ہوں جو باپ کی طرف سے ملنے کا یقین رکھتے تھے بدلیل قولہ تعالیٰ لقد آثرک اللہ علینا۔ اور بدلیل قولہ یخل لکم وجہ ابیکم وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ پس ان سے دو طرح غلط فہمی ہوئی اول تو یہ سمجھے کہ نبوت اور ولایت ایک ایسی چیز ہے جو تدبیر وکوشش وکمائی سے حاصل ہو جاتی ہے حالانکہ یہ محض فضل الٰہی ہے لیکن جو کوئی ولی ہوتا ہے وہ ظاہر وباطن اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور خلق خدا پر رحم کرنے اور ان کو عذاب دنیا وآخرت سے بچانے میں اپنی جان کی طرح کوشش کرتا ہے خواہ دوسے کافر ہوں یا مشرک ہوں اور سب کو آرام سے رکھنا چاہتا ہے اور اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا ہاں ولی انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہوں گے۔ دوم یہ غلطی کی کہ نبوت کو باپ کی طرف سے بطور میراث سمجھے حتی کہ بعد یوسفؑ کے انبیاء رہوں ولیکن تدبیر کچھ مفید نہ ہوئی اور وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِ۔ اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے حکم پر۔ اسکا حکم کوئی روک نہیں سکتا۔ یا غالب ہے اپنے امر پر یعنی جس امر کا ارادہ فرماتا ہے وہی ہوتا ہے اور بعض نے امر اور ارادہ کو ایک سمجھا ولیکن ہم فرق پہلے بیان کر چکے ہیں اور بعض نے امرہ کی ضمیر حضرت یوسفؑ کی طرف راجع قرار دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ غالب ہے یوسف کے امر پر یعنی شان یوسفؑ میں جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہی ہوا چنانچہ بھائیوں نے قتل چاہا پس امر الٰہی ان پر غالب ہوا پھر چاہا کہ مسافر اسکو لیجاویں تاکہ اسکا نام مٹ جائے پس اسکا نام مشہور ہو گیا اور فروخت کر کے ذلیل بنانا چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اسکا امر غالب کیا کہ وہ بادشاہ ہوا اور یہ لوگ اسکے سامنے سجدہ میں جھکے اور

چاہا تھا کہ اب کو اس طرح تکلیف دیکر پر جوش کریں کہ انھیں کی جانب راجع ہو تو امر الٰہی غالب ہوا کہ اُن کے مکر سے آگاہ ہو کر ہمیشہ ناخوش
ہوئے اور عزیز کی جورو کے یوسفؑ سے مراودت کی مگر با امر الٰہی وہ بالکل پاک ہے پھر انے قید وغیرہ سے ذلت چاہی مگر وہ تہمت
سے پاک اور معزز رہے پھر یوسفؑ نے ساقی کے ذریعہ سے بادشاہ کو اپنے حال سے آگاہی دلانی چاہی مگر امر الٰہی غالب ہوا
وہ بھول گیا یہاں تک کہ جو مدت مقرر تھی وہ پوری ہوئی اور اس قصہ میں اکثر ایسے امور ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ حکم وامر
فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کسی غیر کی شرکت نہیں ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ ولیکن بہتیرے آدمی یعنی کافر ومشرک لوگ
اس بات کو جانتے نہیں ہیں کہ کل امر بقبضۂ قدرت الٰہی تعالیٰ ہے۔ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ۔ اور جب پہونچ گیا یوسف اپنی مضبوطی کو یعنی
اتنے سن پر پہونچے کہ وحی نبوت ورسالت کو برداشت کریں یا علم وحکمت کو اٹھاویں۔ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا۔ تب ہم نے
اسکو حکم اور علم دیدیا۔ سراج وغیرہ میں لکھا کہ اشدہ یعنی شباب کی انتہا اور قوت وشدت پر پہونچے عرب بولتے ہیں کہ
بلغ فلان اشدہ یعنی فلانا انتہائے شباب کو پہونچ گیا۔ وبلغوا اشدہم۔ وے لوگ اپنی منتہائے شباب کو پہونچ گئے شیخ حافظؒ نے
لکھا کہ اس مقدار میں کئی اقوال مروی ہیں۔ ابن عباس۔ مجاہد۔ قتادہ نے کہا کہ تینتیس۳۳ سال کی عمر ہوئی تھی ضحاکؒ نے بیس سال
وعکرمہ نے پچیس۲۵ وحسنؒ نے چالیس سال وسدیؒ نے تیس بیان کئے۔ امام مالکؒ وربیعہ اور زید بن اسلم وشعبی نے کہا
کہ اشد احتلام کا سن ہوا انتہی بعض اہل لغت نے کہا کہ انتہا اسکی ستّیس برس ہوتی ہے اور سراج میں یہاں اطبا کا قول
تزاید وانحطاط کا مجمل نقل کیا اور مترجم کہتا ہے کہ اطبار کے نزدیک وقوف کا سن آخری چھتیس۳۶ سال ہے اور شاید کہ مرتبہ نبوت
کا چالیسواں سال ہو جیسا کہ حسنؒ کا قول ہے اور مواہب کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سن سے پہلے نبوت نہیں ہوئی
ہے واللہ اعلم بالجملہ قرآن مجید میں جو منصوص ہے اسی قدر ہم کو کافی ہے کہ جب وے اپنی مضبوطی کو پہونچ گئے خواہ کوئی سن ہو تب
ان کو حکم وعلم عطا ہوا۔ سراج میں کہا کہ سابق میں قولہ تعالیٰ اوحینا الیہ لتنبئنہم بامرہم۔ میں بیان ہو چکا کہ وحی انکو پہلے ہو چکی
تھی اب یہ حکم وعلم خالی وحی نہیں ہے بلکہ حکم سے مراد علم بعمل ہے مترجم کہتا ہے یعنی خاصہ درجۂ فقہ کہ متفرق علوم پر عمل کرنا جس سے
ظاہر وباطن ہر حال میں موافق رضائے الٰہی ہے حکمت ہے کیونکہ باوجود علم کے اس پر عمل کا طریقہ اکثر لوگوں کو نہیں آتا ہے اسی واسطے
کسی شیخ عارف کامل کے مرید ہو جاتے ہیں جو خود یہ درجہ طے کر چکا ہو مصرعہ کہ۔ سالک بے خبر نبود ز راہ ورسم منزلہا۔ اور
بعض نے کہا کہ حکم سے مراد لوگوں کے درمیان حکومت ہے لیکن حکومت ان کو عرصہ کے بعد جب قید خانہ سے نکلے ہیں تب حاصل ہوئی تھی
اور تاویل الاحادیث کا علم پہلے ہو چکا تھا چونکہ علوم الٰہی عجیب عالی ہیں کہ جو اس مرتبہ تک نہیں پہونچا اس سے اگر بیان کیا جاوے تو
وہ جہالت سے انکار کر جاوے اسکو تو ابھی ایمان کی تصدیق پوری نہیں ہوئی ہے لہذا ہم کو اسقدر کافی ہے کہ مرتبہ بلوغ وقوت کے
وقت اللہ تعالیٰ نے ایک قسم کا علم وحکمت انکو عطا فرمایا جو نہایت عظیم الشان وقابل قدر ہے۔ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ اور
یوں ہی ہم محسنین کو نیک عوض دیتے ہیں جیسے یوسفؑ کو ایذا پر صبر وثبات کے عوض یہ علم ربانی عطا فرمایا اور محسن وہ شخص ہے جو
صدق وخلوص کیساتھ حضوری سے عبادت وطاعت ادا کرے اور حدیث سے اسکی تفسیر کئی مقام پر گذر چکی ہے اور طبرانی وغیرہ
کی روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے علم کے موافق عمل کرتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ ایسا علم دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا تھا پس شدائد و
مصائب پر صبر کرنا اور جان لینا کہ بغیر تقدیر الٰہی واقع نہیں ہوا پس مستقیم رہنا منجملہ ایمان کے ہے ف فی العرائس قولہ اکرمی

مثواہ عسیٰ ان ینفعنا الآیۃ۔ اسمین آخرت کیلیے خریداری بہتر ثابت ہو اور اکرام منزلت سے تھا کہ یوسف کو بنظر شہوت نہ دیکھے کیونکہ اگر عارف باطن ہو تو چہرہ اس عالم مین آئینۂ تجلی حق ہو اور یہ آئینہ سب سے افضل ہو کیونکہ طور سینا کی تجلی تو پہاڑ سے تھی اور یہ آدم سے ہے اسواسطے عالم الغیب کے دیکھنے والے مثل یعقوب علیہ السلام کے وہان کچھ اور دیکھتے تھے۔ محل اکرام قلب ہو تب معرفت و طاعت ملتی ہو اور اگر نفس کو قرار دے تو فتنہ و شہوت جوش کریگی۔ نفع اکرام قلبی کا معرفت مرتبہ صدیق ہے اور مشاہدہ حضرت رب العالمین ہو۔ قولہ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض الآیۃ۔ تمکین یہان مرتبۂ صبر مین ہو حتی کہ معرفت مین چو رس قائم ہو اور مشاہدہ غیب کے دہشت نہ کرے اور اسکو تکوین و تغیر احوال سے باہر کر دیا تاکہ ضعیف و غریب لوگ اُس سے فیض و ہدایت پاوین اور اسواسطے کہ حقائق مکاشفہ و لطائف خواب و اسرار ملائکہ سے آگاہ و خبردار رہو۔ قولہ واللہ غالب علی امرہ۔ اگر ضمیر امرہ راجع بجانب یوسف ہے تو مراد امور اوپر مذکور ہوئے اُن سے یوسف کا خلاص ہونا بتجلیۂ الٰہیہ ہو اور اگر ضمیر راجع بجانب الٰہی عزوجل ہو تو لطیف اشارہ ہو کہ امر الٰہی از عالم فعل ہو اور عقول مکلف الشریعت و طریقت مین پس مرتو از راہ رسم ہے اور غلبہ از راہ قہر پس تقدیر ہر حال مین غالب ہو ولیکن انسان موافق تدبیر کے کام کرنے پر معذور ہو اور وہ اس تدبیر پر بھی غالب ہو۔ قولہ ولکن اکثر الناس لایعلمون۔ امور مخلوقات منوط بتدبیر مین اکثر لوگ نہین جانتے کہ تقدیر ازلی کا موقع کیا ہو۔ ابن عطا رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہے جو چاہا جس مخلوق کی طرف چاہا جسطرح چاہا اسکی طرف جاری کر دیا اور جس سے چاہا پھیر دیا ولیکن اکثر لوگ یہ جانتے و دیکھتے نہین کہ امر الٰہی اسطرح غالب ہو آپنے بندون کو طاعت کا حکم دیا مگر جسکے لیے چاہا آسان کر دیا اور جسکے لیے چاہا اسکو ادائے طاعت سے عاجز کر دیا۔ واسطی رح نے کہا کہ تدبیر مین انکو مصروف فرماتا ہے اور اُن کے تصرف مین خود تدبیر فرماتا ان مین گم موجود ہوتا اور موجود گم ہوتا ہے پس کسی بات کو کسی مخلوق کی طرف نسبت کرنا ایک طرح کا شرک ہے۔ قولہ ولما بلغ اشدہ الخ اشد مرتبہ تمکین ہو کہ معاملات مین بھی مستقیم ہو اور حال و آداب مین کوئی تلون صادر نہ ہو پس مکاشفہ مین۔ ربوبیت کا تصرف ظاہر فرمایا پس حکم عبودیت اور علم ربوبیت اور حکم بطریقت و علم بحقیقت و حکم بملک دنیا و علم بملک آخرت عنایت کیا وکذلک نجزی المحسنین۔ جو کوئی ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جانکر اپنی کوشش و طاقت کو فی اللہ و باللہ خیرات کرے وہ محسن ہے اور بعض آبادی رح نے اس مقام سے اشارہ لیا کہ جو کوئی علوم سنت حاصل کرتے ادب کے ساتھ امر و نہی پر قائم رہے اسکو علم غیب کا حصہ ملتا ہو اور ہوائے نفس سے مخالفت کا علم جان لیتا ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام مرتبۂ احسان مین آزمائے گئے اور محسن تھے کہ اس علم سے فائز ہوئے چنانچہ فرمایا۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَن نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ

اور پھسلایا اسکو عورت نے جسکے گھر مین تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کئے دروازے اور بولی شتابی کر کہا

مَعَاذَ اللَّهِ ۖ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ○

خدا کی پناہ وہ عزیز مالک ہو میرا اچھی طرح رکھا ہے مجکو البتہ بھلا نہین پاتے جو لوگ بے انصاف ہون

یہان سے اُن وقائع کا بیان ہو جو حضرت یوسف علیہ السلام پر عزیز مصر کے گھر مین گذرے اور پہلے اس کا ایک نمونہ یعنی قولہ وقال الذی اشتراہ من مصر لامرأتہ اکرمی مثواہ الآیۃ ذکر کر دیا اور درمیان مین قولہ کذلک مکنا لیوسف فی الارض الی قولہ نجزی

المحسنین - یہ سب جملہ معترضہ درمیان مین اسواسطے بیان فرمادیا کہ سننے والا آگے سنیگا کہ حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت سے فتنے پیش آئے تو جب پہلے سے اسکو معلوم ہوگا کہ ان سب سے نجات پاکر انجام کو بڑے مرتبہ پر پہونچے تو غور سے دیکھتا رہیگا کہ ایسے فتنے سے کس طرح نجات پاتے تھے اور اس منزل کرامت پر پہونچے ہین - مراودت نرمی و آہستگی کے ساتھ خواہش کرنا اور چاہنا پس رود اسکا مادہ ہے جسکے معنی نرمی و آہستگی کے ہین اور بعض نے کہا کہ راد یرود سے ماخوذ ہے جسکے معنی کسی چیز کے طلب مین آنا جانا گویا مطلب یہ ہے کہ ایسا فعل کرنا جیسے دھوکا دینے والا کرتا ہے اور کبھی خاص کر کے جماع کے حیلہ کرنے مین بولتے ہین - القصہ جب عزیز مصر نے اپنی جورو سے دربارہ اکرام منزلت یوسف ؑ کے تاکید کی تو آنحضرت اسکے گھر مین اچھی طرح پرورش پانے لگے یہان تک کہ بالغ ہوئے اور اُسکی جورو ہر وقت ان کے کمال حسن کو دیکھتی آخر ان پر فریفتہ ہوگئی اور اُن کو اپنی طرف لبھانا چاہا چنانچہ فرمایا - وَرَاوَدَتْهُ - اور لبھایا اسکو - الَّتِي اُس عورت نے هُوَ کہ یوسف - فِي بَيْتِهَا جسکے گھر مین تھے - عَنْ نَفْسِهِ - یوسف ؑ کی ذات سے یعنی چاہا کہ یوسف اپنی ذات کو اُسے دیدین اسکے لیئے اُنسے انکے ساتھ مراودت کی - اور مراودت اگرچہ از باب مفاعلۃ ہے جسکے معنی دونون طرف سے یہ کام ہونے کے آتے ہین جیسے مکالمہ دونون طرف سے باہم باتین کرنا اور معانقہ دونون طرف سے باہم گلے ملنا وغیرہ لیکن یہان یہ باب ایک ہی طرف سے ہے یعنی خالی عورت نے انکو چاہا تھا جیسے قرضدار کا مماطلہ کرنا یعنی ادا کرنے مین تاخیر کرنا اور جیسے طبیب کا مداواۃ کرنا یعنی علاج کرنا اور جیسے چور کا معاقبہ یعنی پیچھا کرنا - اور بعض نے کہا کہ عورت کی طرف سے طلب تھی اور آنحضرت کی طرف سے دفع تھا پھر یون نہین فرمایا کہ راودتہ زلیخا یعنی زلیخا نے اسکو اپنی طرف لبھایا اور اگر یہ کہا جاوے کہ اللہ تعالی نے سوائے مریم کے کسی عورت کا نام نہین فرمایا اسی سے ادب سکھایا گیا کہ عورتون کا نام نہ لیا جاوے اور مریم کی نسبت کافرون نے نعوذ باللہ تعالی جورو اور بیٹا ہونے کا کفر بکا تھا تو باندیون کی طرح نام ذکر کر دیا اور تمام مخلوقات تو شان حضرت خالق عزوجل کے سامنے غلام و باندی سے کمتر ہین بہرحال اگر نام لیا تو یون بھی نہین فرمایا کہ راودتہ امراۃ العزیز - عزیز کی جورو نے اسکو لبھایا تو اسمین نکتہ یہ ہے کہ اس خواہش کا باعث یہ ہوا کہ وہ اسکے گھر مین ہر وقت رہتا تھا اور حال یہ تھا کہ اسکو آدھا حسن ملا تھا اور بقول مشہور ما فی الوجود سیمسے من شعبۃ العشق یعنی مخلوقات مین جو ہے عشق کا زخم اُٹھائے ہوئے ہے اور بعض حکمانے تمام موجودات مین محبت ثابت کر دی ہے یعنی جو چیز ہے اسکو کسی دوسری چیز سے خواہش و محبت ہے پھر جو مخلوق کسی اپنے مثل مخلوق کے طلب مین ہے وہ کافر بادہ ہے جبکہ اُسکو عقل ہو اور اسمین ایک اشارہ آنحضرت علیہ السلام کے کمال پاکیزگی پر ہے کیونکہ زلیخا خود حسن مین مشہور تھی اور باوجودیکہ ہر وقت اسکے گھر مین ہر طرح قدرت رکھتے تھے اور خود وہی دل وجان سے طالب تھی پھر بھی کمال منزہ و پاک رہے اور دل مین خواہش بھی نہین آئی اور یہ بہت اعلی مرتبہ ہے قتادہ رح نے کہا کہ یہ عورت عزیز مصر کی جورو تھی - ابن زید رح نے فرمایا کہ جب آنحضرت پورے مرد ہوگئے تھے تب اس عورت نے ایسی خواہش کی - وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ - اور سب دروازے بند کر دیئے - اغلق الباب اغلاق سے نہین بلکہ تغلیق سے فرمایا جس سے زبان عربی مین دلالت ہوتی ہے کہ خوب مضبوط بند کیا تھا اسی سے گمان کیا گیا کہ قفل دیدیئے تھے واللہ اعلم اور ابواب سے دلالت ہے کہ آگے پیچھے کئی دروازے تھے اور شاید یہ مراد ہو کہ سب طرف کے دروازے بند کئے ولیکن سیاق مابعد سے قول اول کو ترجیح ہوتی ہے بہرحال اُسنے سب دروازے خوب بند کر دیئے وَقَالَتْ - اور اسکے بعد آنحضرت سے بولی - هَيْتَ لَكَ - ابو عمرو و عاصم و اعمش و کسائی نے ہَیت بفتح اول و سکون دوم و فتح سوم

پڑھا ہے زبان کیفت وھیت - یہی جمہور و ابن عباس و ابن جبیر و حسن و مجاہد و عکرمہ کی قرأت ہے - اس کے معنی ان ائمہ سلف نے یہ بیان کئے کہ یہ
عورت اسکو اپنی طرف بلاتی ہے اور علی بن ابی طلحہ و عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اسکے معنی یہ ہے - اور یہی زر بن حبیش و عکرمہ و حسن
و قتادہ نے بیان کئے اور حسن سے مروی ہے کہ یہ سریانی زبان کا کلمہ ہے اور سدی رح نے کہا کہ قبطی زبان ہے اور بخاری رح نے عکرمہ سے
ذکر کیا کہ حورانیہ کلمہ ہے اور ابو عبید یعنی قاسم بن سلام نے کہا کہ کسائی اسی قرأت کو پسند کرتے تھے اور ابو عبید نے کہا کہ میں نے حوران
کے ایک عالم سے پوچھا تھا اُسنے کہا کہ ہاں ہماری بولی ہے اور حق یہ ہے کہ اب یہ کلمہ عربی فصیح ہے شاید دونوں زبان کا توارد ہو یا اشتقاق
پہلے کسی اور زبان کا ہو - اور ابن مسعود رض نے قریب قریب قرأتیں پڑھتے سنکر فرمایا کہ تم کو جس طرح علم پہونچا ہو پڑھو بیشک یہ اختلاف
کی نسبت سے ہے اور یہ کلام ایسا ہے جیسے کوئی تم میں سے ہلم و تعال کہتا ہے تعال کے معنی ادھر آ اور ہلم آ کو یہ ہے - ابن کثیر رح نے ذکر کیا
کہ ابن عباس رض و ابو وائل و ابو عبد الرحمن السلمی و عکرمہ و قتادہ سے روایت کی جاتی ہے کہ انہوں نے ہئت بکسر اول و ہمزہ بجائے یاء
و ضم تا پڑھا اور معنی یہ بیان کئے کہ میں تیرے لئے آراستہ و مہیا ہوئی ہوں - اور ابو عمرو اور کسائی اس قرأۃ سے انکار کرتے تھے
اور ابن جریر نے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ہیت بفتح اول و فتح آخر پڑھو اور درمیان میں ہمزہ مت لا - اور
ابو اسحٰق نے بفتح اول و کسرہ آخر پڑھا اور یہ غریب ہے اور دوسروں نے جنمیں عامہ اہل مدینہ ہیں بفتح اول و ضم آخر پڑھا - اور لکھا کہ
اکثر قاریوں نے بفتح اول و ضم آخر پڑھا اور ابو عبید نے نقل کیا کہ ہیت میں جمع و تثنیہ نہیں ہوتا بلکہ ہیت لک و ہیت لکما و ہیت لکم و
ہیت لکن و لہن پڑھا جاتا ہے - باجملہ معنی کلمہ سے مراد یہ ہے کہ عورت نے حضرت یوسف ع کو اپنی طرف نزدیکی کیلئے بلایا قَالَ
مَعَاذَ اللّٰهِ [illegible] معاذ اللہ مصدر فعل ہے حضرت یوسف نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں اس امر قبیح کی پناہ
یعنی اس کام سے جسکی طرف تو مجھ کو بلاتی ہے - اِنَّهٗ بیشک [illegible] نے مجھے خریدا ہے [illegible] - رَبِّیْٓ میرا پروردگار [illegible]
اَحْسَنَ مَثْوَایَ - بہت خوبی سے اُسنے میرا ٹھکانا رکھا چنانچہ عورت کو حکم دیا تھا کہ اکرمی مثواہ الخ پس عورت کو یہ یاد دلاکر
عذر کیا کہ میں احسان کے عوض اسکے ساتھ بدی نہیں کر سکتا اور یہ عورت کی سمجھ کے موافق عذر ہے اور ارشاد ہے کہ بیشک
خدا [illegible] حق کا خیال ضروری ہے [illegible] اشارت ہے کہ درحقیقت آنحضرت علیہ السلام عزیز مصر کے مملوک تھے اور آزاد کی [illegible]
جائز نہیں ہے - اور صحیح حدیث میں [illegible] ہے کہ آزاد آدمی کے دام کھانا کبیرہ گناہ ہے - اگر کہا جائے کہ قولہ تعالیٰ وشروہ بثمن بخس لینی
[illegible] حقیقت [illegible] ہے اور مجاز پر محمول کرنا ضروری نہیں [illegible] قولہ اشتراہ من مصر [illegible] حقیقی [illegible]
[illegible] پر محمول کرنا اولیٰ ہوگی اور صحیح حدیث میں حضرت سلمان کا خریدنا اور اسکا قصہ [illegible] معروف ہے تو جواب یہ ہے کہ [illegible]
[illegible] نہیں ہے [illegible] اعتراض ہوتا ہے کہ اس صورت میں سلمان کا آزاد [illegible] ہوگا اور حق والا [illegible] حالانکہ
آزاد [illegible] ہونا معروف ہے اور تحقیق جواب یہ ہے کہ بندے اپنی احکام سے مکلف ہیں [illegible] ظاہری [illegible]
اور سلمان [illegible] دست بدست [illegible] فروخت ہو چکے تھے اور ان کے ساتھ احکام [illegible]
[illegible] شیخ محقق استاد [illegible] سلمان کا اپنا آزاد ہونا بیان کرنا اگرچہ در واقع
صحیح ہو لیکن [illegible] خود حجت قاصرہ ہے [illegible] غیر پر متعدی نہیں ہوتا ہے
[illegible] امام شافعیہ و دیگر فقہا کے نزدیک اگر کوئی آدمی ایک لونڈی لایا اور اسکو مشتری کے ہاتھ فروخت کیا اور بائع نے [illegible]

پس مشتری نے خریدا اور اسکو ام ولد بنایا یعنی اپنے تصرف مین لایا جس سے اولاد ہوئی پھر باندی نے اقرار کیا کہ مین آزادہ ہون تو اس سے کچھ نہ ہوگا اور مرد پر حرام کرنے کا الزام نہ ہوگا بلکہ جو اولاد ہوئی وہ صحیح النسب ہوگی اور اگر مشتری نے اسکی تصدیق کی تو بھی اولاد کے حق مین کچھ مضر نہین ہے ہان آیندہ اُس سے اجتناب کریگا اور اس کی نظیر بکثرت مسائل ہین جنمین یہ تصریح موجود ہے کہ اس کا یعنی ظاہر پر ہے اور جو کچھ احکام متعلق ہوچکے وے سب صحیح ہین مثلاً مشتری نے کسی دوسرے سے اسکا نکاح کرادیا تو مشتری کو مہر کھانا حلال رہا اور یہی اصل شرع مین اثر دسائر ہے چنانچہ مثلاً ایک شخص زید نے ایک عورت ہندہ سے نکاح کیا اور وہ پہلے کہہ چکا تھا کہ اگر مین اس سے نکاح کرون تو اسکو طلاق ہے پھر مرد نے ایک عالم سے فتویٰ پوچھا وہ ایسی طلاق کو واقع نہین جانتے تھے اُنھون نے حلت کا فتویٰ دیا پس مرد مدت تک اسکے ساتھ رہا اور کئی اولاد ہوئین پھر عورت کو خبر ہوئی تو اُسنے قاضی سے نالش کی اور قاضی کی راے مین اسمین حنفی مذہب حق تھا اُسنے وقوع طلاق کا فتویٰ دیا تو اولاد حلال ہوگی اور مرد پر زناکاری وغیرہ کی حد واجب ہوگی اور نظائر اسکے بکثرت کتاب القضاء اور کتاب المحاضر والسجلات اور بکثرت کتاب الشروط مین مبین ہین اسکو فتاوی ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ سے تحقیق کرو جب یہ بات تحقیق ہوگئی تو حضرت یوسف کا یہ کہنا کہ انہ ربی احسن مثوای یعنی عزیز مصر میرا سید و آقا ہے مجھے اچھی طرح پرورش کیا ہے یہ قول صحیح رہا اسمین کچھ مضائقہ نہین ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ پیغمبر سے یہ بعید ہے کہ اسکو اپنا مربی فرماوے بلکہ معنی یہ ہین کہ انہ یعنی بیشک وہ اللہ تعالیٰ۔ ربی میرا رب ہے احسن مثوای اُسنے مجھے اچھا ٹھکانا دیا یعنی بھائیون کی شر اور جب کی آفت سے نجات دیکر اس منزلت پر پہنچایا میں اسکی نافرمانی مین زنا و حرامکاری نہین کرسکتا ہون۔ اِنَّہٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ - بیشک جو ظلم کرتے ہین یعنی نیکی کی جگہ بدی کرتے ہین اور حکم الٰہی کے برخلاف کرتے ہین جسسے ظالم ہین تو اُن کو فلاح نہین ہوتی ہے اگر مین ایسا کرون تو مین بھی ظالم ہوجاونگا اور فلاح نہ پاونگا ف و فی العرائس قولہ تعالیٰ وراودتہ التی ہو فی بیتہا الآیۃ سرباطنی پہلے عشق کی کشش سے اپنے معدن کی طرف چلا لیکن درمیان مین طبیعت آڑے ہوگئی پس بسبب لاعلمی وبیتمیزی کے بھٹک کر شہوت کی طرف جھکا اور دروازے بند کئے۔ چاہا کہ عشق چھپا رہے اور کبھی غیرت عشق اُسکو مقتضی ہوتی ہے لیکن عشق مثل مشک کے چھپتا نہین ہے وہ کس قدر فاش ہوگیا اور شبلی رح نے کہا کہ سب دروازے بند کردئے اور سب لگاو کاٹ دیئے اور پوری ہمت اپنے مقصود کی طرف پھیری اور چاہا جو چاہا ولیکن یوسف علیہ السلام پر قدس نبوت غالب ہوئی وقال معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای۔ اشارت ہے کہ رب تبارک تعالیٰ نے آدمی کو احسن تقویم پر پیدا کیا اور ازل مین اسکو برگزیدہ فرمایا۔ جیسے یوسف کو نبوت و رسالت سے ممتاز کیا اور تاویل الاحادیث کا علم دیا۔ روایات کثیرہ ہین کہ پہلے حضرت یوسف کا حسن تمام عورتون کیلیے فتنہ ہوگیا تھا آخر جب نبوت و رسالت عطا ہوئی تو ہیبت و جلال کا لباس پہنایا۔ اقول اسکو اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔ قال الشیخ۔ اور بعض نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چھوٹے ولی نعمت کا خیال کیا یعنی عزیز مصر کا اکرام دیکھکر اس خیانت سے انکار کیا اور حضرت ولی نعمت حقیقی یعنی رب تبارک و تعالیٰ کا خیال نہ کیا تھا اسی سبب سے قصد کے فتنہ مین پڑ گئے کما قال تعالیٰ لقد ہمت بہ وہم بہا یعنی فی الجملہ زلیخا کی طرف میلان ہوا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر کچھ بھی نہین ہے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا خیال نہ تھا کیا یہ نہین دیکھا کہ پہلے ہی فرمایا معاذ اللہ ولیکن عورت مذکورہ اُسوقت کافرہ تھی اُس سے ایسا عذر کیا جسکو وہ بھی تسلیم کرتی تھی اور یہ جو بیان کیا کہ آنحضرت نے اُسکی طرف میلان کیا تھا یہ صریح نہین ہے بلکہ صحیح نہین ہے چنانچہ بیان رہیگا قال الشیخ اور حضرت اُستاد رحمہ اللہ نے کہا کہ انہ ربی احسن مثوای یعنی میرے رب تبارک تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے اس حال پر

مخلوق کر کے عزیز مصر کا دل مجھ پر مہربان کیا حتیٰ کہ اُسنے اکرمی مثواہ کا حکم دیا تو مجھے عصیان نہیں لائق ہے پھر شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ آگے اشارہ ہے کہ فطرت بشری و نفس امارہ سے ہر وقت نبی و پیغمبر تک ہوشیار رہتے ہیں۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۭ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْۗءَ

اور البتہ عورت نے فکر کیا اُسکا اور اُسنے فکر کیا عورت کا اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی یوں ہی ہوا اسواسطے کہ ہٹادیں اُس سے بُرائی

وَالْفَحْشَاۗءَ ۭ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ۝

اور بےحیائی البتہ وہ ہے ہمارے چُنے بندوں میں

اسمیں آنحضرت علیہ السلام کے کمال عفت کا بیان ہے درحقیقت نعمت حسن عفیف ہو ورنہ اکثر لوگ جن کی ظاہری صورت مرغوب باطنی اوصاف قبیح ہوتے ہیں انکو بھی نظر سے دیکھو تو ایسا سبزہ ہیں جو ایسے گھورے پر اگا ہو جہاں نجاست ڈالی جاتی ہو ہمیشہ مرد پاکیزہ مزاج ایسوں کو اسی نظر سے دیکھتا ہے اور قابل تعظیم واجلال وہ ہیں جنہیں اوصاف یوسفی میں سے ہو چنانچہ جب زلیخا نے دروازے مضبوط بند کر دیئے اور تمام آرائش سے انکو اپنی طرف بلایا تو اُنھوں نے اپنی پاکیزگی سے صاف کہا کہ معاذ اللہ یعنی میں ہرگز ایسی حرکت نکروں گا مگر اپنے اوپر بھروسا نہ کیا کیونکہ نفس تو بدی کا امارہ ہوتا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی کیونکہ بشریت مقتضی ہے کہ مبتلا ہو جائے چنانچہ قولہ اصب الیہن سے یہ خوف ظاہر ہے پس جب پناہ مانگی تو ظاہر ہے کہ وہ عورت زبردستی پر آمادہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ اس آیت کی تفسیر میں اقوال بہت ہیں اور اکثر ان میں سے ائمہ سلف سے روایت کئے جاتے ہیں ولیکن سراج المنیر میں خطیب نے اور کبیر میں رازی رحمہ اللہ نے و دیگر مؤلفین نے ان روایات کے ثبوت سے بالکل انکار کیا ہے اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے جو فن حدیث میں امام حافظ ہیں اسطرح انکار نہیں کیا لہذا میں بعض روایات نقل کرنے میں مضائقہ نہیں دیکھتا علاوہ اسکے مؤلفین نے جو وجہ انکار بیان کی وہ کچھ نہیں ہے واضح ہو کہ بالاجماع والاتفاق سب کے نزدیک صحیح ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کسی قول ناحسنہ کے مرتکب نہیں ہوئے تھے ولیکن اختلاف اسمیں ہے کہ آیا قصد فرمایا تھا یا نہیں تو یہاں تین قسم کے اقوال ہیں اول یہ کہ ہاں قصد کیا یہاں تک کہ اوپری باتوں سے تجاوز کر کے قربت کی بیٹھک بیٹھے تھے پھر برہان آلٰہی سے الگ ہو کر بھاگے اور یہ قول حد سے افراط ہے دوم یہ کہ خالی قصد کیا تھا سوم یہ کہ دل ہی دل میں باتیں بنائیں اور ایک جماعت نے کہا کہ نہیں بلکہ برخلاف اسکے قصد بھاگنے کا کیا تھا اور بیان اقوال سے پہلے لفظ ہَمّ کے معنی معلوم کرنا چاہیئے۔ عرب بولتے ہیں کہ ہَمّ بالامر جب اس کام کا قصد و اسکے کرنے کا عزم کیا ہو۔ حدیث میں ہے لقد ہممت ان آمر فتیتی۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ اپنے غلاموں کو حکم دوں الحدیث فی تخلف الجماعۃ ہمّ بمعنی غمّ و اندوہ و منہ قولہ ان قریشا اہمّھم شان المرأۃ المخزومیۃ۔ یعنی قریش کو اندوہ میں ڈالدیا تھا بنی مخزوم کی عورت کے واقعہ نے کیونکہ اُسکی چوری ظاہر ہوگئی تھی۔ ومنہ الحدیث وکفاہ اللہ ما اہمّہ۔ بالجملہ یہاں ہَمّ مراد قصد ہو پس یہ معنی ہیں قولہ ولقد ہمت بہ۔ اور البتہ قصد کیا عورت نے اُسکا وہم بہا۔ اور قصد کیا اُسنے عورت کا پس بعض نے کہا کہ عورت نے اس سے اختلاط کا قصد کیا یعنی دھینگا مشتی سے اور اُسنے قصد کیا عورت کے مارنے کا۔ اور بعض نے کہا کہ عورت سے بھاگنے کا ولیکن زبان عربیہ سے خلاف ہو اور گویا اتفاق اس بات پر ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے عورت کا قصد کیا جیسا کہ نص ظاہر ہے پھر ان لوگوں میں اقوال ہیں کہ یہ قصد بجانب عورت کے کس طرح تھا کیونکہ حرام طور پر قصد کرنا دل کا زنا ہو اور خفاجی نے سبب

وجوہ صحیح یہ پسند کیا کہ عورت نے اسکی خواہش کی اور اسنے عورت کی خواہش کی مگر یہ اشتہار رغبت بدین معنی نہ تھی کہ بالفعل اسکا اثر مترتب ہو
اور یہ قول امام رازی نے ذکر کیا ہے چنانچہ آگے آتا ہے۔ اب میں ہر سہ اقوال مذکورہ بالا کو تلخیص مناسب ذکر کرتا اور صحیح و ضعیف کو علیحدہ
کرتا ہوں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ معلوم ہو کہ بعض نے اس مقام پر علماء سلف سے عجیب الٹی پلٹی باتیں روایت کیں
کہ مثلاً انھوں نے کہا کہ عورت مذکورہ نے جب خوب آراستہ ہو کر اسے بلا کر الحاح کیا اور قصد کیا تو اسنے بھی عورت کا قصد کیا یہاں تک کہ
کمربند کھولا اور عورت کیساتھ ایسی بیٹھک پر بیٹھے جیسے میں آواز آئی کہ یا اس عورت سے دور ہو مگر کچھ فائدہ نہ ہوا پھر دوبارہ
سہ بارہ تیسری بار مگر اثر نہ ہوا پھر یعقوب علیہ السلام کی صورت دانتوں میں انگلی دبائے ظاہر ہوئی تو بھاگے۔ اور بعض نے کہا کہ سینہ پر ہاتھ مارا تو شہوت
جاتی رہی اسی وجہ سے اولاد یوسف کے بارہ بارہ بیٹے ہوئے اور ان کے صرف گیارہ ہوئے اور بعض نے کہا کہ چھت میں زنا کی مذمت کی آیت
نظر آئی اور بعض نے کہا کہ اس سے بھی اثر نہ ہوا آخر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل سے فرمایا کہ جاکر خبر لے میرا بندہ ڈوبتا ہے تو انھوں نے آواز دی
اے یوسف یہ کیا کرتا ہے ہوشیار ہو۔ اسی طرح کے اقوال مروی ہوئے اور ہرگز ان بزرگوں میں سے کسی سے کچھ صحیح نہیں ہوا اور باہم یہ اقوال
خود متناقض ہیں اور سب میں امام رازی نے بھی تطویل کے ساتھ نقل کر کے سب کو رد کر دیا۔ اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہاں لوگوں
کے اقوال مختلف ہیں اور ابن عباس و مجاہد و سعید و ایک جماعت سلف سے یہاں وہ کچھ مروی ہے جو ابن جریر وغیرہ نے روایت
کیا مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ان اخبار کا کیا حال ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے ان روایات کو بالکل متروک کر دیا کچھ نقل نہیں فرمایا
اشارہ ہے کہ ان میں سے کچھ ثبوت نہیں ہے اور شیخ نے ان کو قابل ذکر بھی نہیں سمجھا اور بیشک یہ قابل ذکر بھی نہیں ہیں لیکن چونکہ
یہاں جماعت فارسی تفسیر العوام و قصص الالوان نے جنکو صحیح و سقیم کی تمیز نہیں ہوئی روایات کو لکھکر شائع کر دیا ہے لہذا میں نے بطور تنبیہ
مختصر لکھکر عموماً آگاہ کر دیا کہ ان مفسرین سلف سے موافق ان مؤلفین علماء کے قول کے کچھ ثابت نہیں ہوا پس کسی کو حلال نہیں ہے
کہ ان روایات پر اعتقاد کرے یا غرہ ہو کر وعظ وغیرہ میں بیان کرے۔ بالجملہ لفظ ہم سے اگرچہ لغوی معنی یعنی قصد کرنا مراد
ہے لیکن بالیقین وہ قصد ایسا نہ تھا جیسا ان جاہلوں راویوں نے سمجھا اور اسکو سلف صالحین کی طرف منسوب کر دیا اور ظاہر ہوا
معلوم ہوتا ہے کہ یہودی ہیں کیونکہ حدیث صحیح ایک قوم بہتان باندھنے والی ہے یا یہ کہ ان میں سے بعض نے یہ حرکت کی ہو واللہ اعلم
اب بیان اس بات کا کہ قصد سے صحیح مراد کیا ہو تو خود سلف و خلف سے صحیح روایات یہی ہیں مذکور ہیں کہ مقتضائے طبیعت بشری
آنحضرت یوسف علیہ السلام نے بھی اس عورت کی خواہش کی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی مجمل بیان ہے اسکی توضیح کرنے سے اصلی مقصود ظاہر ہوگا
اور توضیح یہ ہے کہ قصد و خواہش دو طرح کی ہوتی ہے ایک یہ کہ آدمی اپنے اختیار سے کسی چیز کی طرف قصد کرے جیسے ہر روزانہ آدمی
اپنی تلاش معاش کے واسطے طعام کا قصد کرتا ہے اور دوم قصد بے اختیار ہے۔ اور وہ اسطرح ہوتا ہے کہ دل میں خود بخود ہی چاہنے والی
کوئی بات آ جاتی ہے یا طبیعت بشری خود بخود کسی طرف جھک جاتی ہے۔ ابن کثیر نے لکھا کہ امام بغوی یعنی معالم التنزیل کے مصنف نے
بعض اہل التحقیق سے نقل کیا کہ حضرت یوسف کے قصد سے مراد خطرات نفس ہیں۔ امام رازی رح نے کہا کہ جیسے سخت گرمی میں
روزہ دار آدمی سرد ٹھنڈا پانی دیکھے اور اسکی طبیعت خود بخود اسکے پینے کی طرف میل و قصد کرے لیکن وہ اپنے اختیار سے اپنے
دین کے خیال سے اسکو روک رکھتا ہو یا جیسے نوجوان تندرست قوی آدمی کے سامنے ایک خوبصورت نوجوان عورت آراستہ
و پیراستہ ہو کر تعرض و آمادہ ہو تو اسکی طبیعت بے اختیار اسکی طرف رغبت کرتی ہے مگر وہ اپنی عقل کے اختیار سے خیال

کرتا ہے کہ اس فحش و حرام ایکدم کی لذت و دائمی غضب الٰہی میں پڑنا روا نہیں ہے تو دل ہی دل میں جھگڑے و کشمکش میں پڑ جاتا ہے پس جب اسنے بخوف الٰہی اپنے آپکو روکا تو اسکی بندگی کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہے اسی مضمون کو بیضاوی نے اس طرح بیان کیا کہ آنحضرت علیہ السلام کے قصد سے مراد بے اختیاری قصد ہے کہ طبیعت کا میل کرنا اور شہوت و عقل میں جھگڑا ہونا اور یہ اختیاری قصد نہیں ہے اور بالاتفاق جو چیز کہ انسان کے اختیار میں نہیں ہے اُسپر اللہ تعالیٰ نے حکم امر و نہی کا نہیں دیا ہے اور اختیاری بات یہاں یہ ہے کہ ایسے میل و خواہش کے آنے پر اس فعل کو نہ کرے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے ثواب کا سزاوار ہو جاتا ہے۔ ثعلب رحمہ اللہ نے کہا کہ زلیخا نے قصد کیا تو وہ چاہتی تھی کہ اسکو واقع کرے اور اصرار کرتی تھی اور آنحضرت علیہ السلام نے جو قصد کیا وہ بغیر عزم تھا اسکو واقع کرنا نہیں چاہتے تھے پس یہ قصد محض نفس کے خطرات و باتین ہوتی ہین بالجملہ انبیاء علیہم السلام کی شان سے ایسا قصد البتہ نہیں ہوتا جسکو واقع کرنے کا عزم ہو اور ایسا قصد جو خطرات کے قسم سے ہے وہ معصوم ہونے میں مضر نہیں ہے آیا نہیں دیکھتے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے خود تنصیص کی بقولہ وما أبرئ نفسي ان النفس لأمارة بالسوء یعنی نفس اندر ہی اندر بُرے خطرات لاتا ہے اور اس سے بڑھکر حضرت سرور عالم سید المرسلین و خاتم الانبیاء اجمعین کا ایک مرتبہ کا ذکر جو بعض سنن میں مروی ہے اگرچہ اسناد بہت قوی نہو لیکن خطرات نفس کے ثبوت میں جو نص سے ثابت ہین کافی ہے کہ ایک مرتبہ اچانک ایک عورت پر نظر پڑی تو اُسی وقت اُٹھکر حضرت ام المومنین زینب کے حجرۂ پاک میں تشریف لیگئے اور جب باہر آئے تو بالون سے پانی کے موتی ٹپکتے تھے اور ارشاد فرمایا کہ عورت امتحان و فتنہ ہین اُسکے آگے پیچھے شیطان چلتا ہے تو جب کوئی تم سے خطرہ پاوے تو اپنی عورت سے جو اسکے نکاح میں ہے قربت کرلے کہ وہ خطرہ دل پر رہنے نہ پاوے پس درحقیقت زنا سے بچنے کا ثواب انہین مردون کیلئے ہے جو خواہش کے باوجود بخوف الٰہی و تعظیم حکم اللہ عزوجل ممنوع فعل سے باز رہتے ہین ورنہ جو ہیجڑا ہو وہ خواہش ہی کیا کریگا پھر ہم اور وقوع میں صاف فرق ہے اور دونون کا ثواب علیحدہ ہے چنانچہ صحاح میں حضرت ابوہریرہؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بدین معنی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ اذا ہم عبدی بحسنۃ الحدیث جب میرا بندہ قصد کرے کسی نیکی کا تو اسکے لیے ایک نیکی لکھو پھر اگر اسکو کرے تو اسکے لئے دس گونہ ثواب لکھو اور اگر کسی بدی کا قصد کرے مگر اسکو نہ کرے تو اسکے لئے ایک نیکی لکھو کیونکہ اس نے میرے ہی خوف و طاعت سے چھوڑی ہے اور اگر اسکو کر گذرے تب اسکے لئے ایک بدی لکھو۔ کما فی روایۃ من الصحیحین اور یہ خاص واقعہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے پیش آیا تھا وہ بڑے مرتبہ کا تھا کیونکہ اُنھون نے قصد نہین کیا مگر جبکہ ایک نہایت خوبصورت عورت نے جو اس ملک میں شکیل تھی کمال زینت و طمانیت کے ساتھ در پردہ اور بے حجاب ان سے خواہش بیحد تمنا اظہار کی۔ اور انکار کی صورت میں اپنے اوپر صدمات کا خوف تھا پھر بھی عفت کے ساتھ رہے اور یہ سب فضل الٰہی ہے لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۔ اگر یہ نہوتا کہ اسنے دیکھا اپنے رب کے برہان کو یعنی رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے یقینی روشن دلیل کو اگر وہ نہ دیکھتا تو جو اسکے دل میں خواہش ہوئی تھی اسکو پوری کرتا۔ مگر اُس نے اپنے رب کی توحید و عظمت وغیرہ کمالات کبریائی پر روشن دلیل دیکھ لی پس باز رہا ۔ اور ابوعبیدہ سے ابو حاتم نے روایت کی کہ اس آیت پر ابو عبیدہ رح نے مجھ سے کہا کہ یہاں تقدیم و تاخیر ہے یعنی ولقد ہمت بہ ولو لا ان رای برہان ربہ لہم بہا یعنی عورت نے تو انکا قصد کیا اور اُسنے اگر برہان رب تبارک تعالیٰ نہ دیکھا ہوتا تو عورت کا قصد کرتا یعنی اُسنے عورت کا قصد ہی نہین کیا۔

شیخ ابن کثیر نے کہا کہ زبان عربی کی راہ سے اس قول میں تامل ہو واللہ اعلم اور لکھا کہ اس برہان میں بھی اقوال ہیں جسکو آنحضرت
نے دیکھا چنانچہ ابن عباس و سعید و مجاہد و سعید بن جبیر و محمد بن سیرین و حسن و قتادہ و ابو صالح و ضحاک و ابن اسحق وغیرہم
نے کہا کہ وقت قصد کے حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دیکھی کہ دانتوں تلے انگلی دابے منع فرماتے ہیں اور ایک روایت میں
ہے کہ سینہ پر ہاتھ مارا کہ شہوت ان کے ناخنوں سے باہر ہو گئی اور ایک روایت میں قطفیر یعنی عزیز کا خیال دیکھا اور محمد بن کعب القرظی
نے کہا کہ چھت میں تین آیات لکھی دیکھیں۔ ان علیکم لحافظین کراما کاتبین۔ وما تکون فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل
الآیۃ۔ افمن ہو قائم علی کل نفس بما کسبت الآیۃ۔ اور کہا گیا کہ چوتھی آیت۔ ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ ومقتا وساء سبیلا۔ اوزاعی نے کہا کہ کتاب الٰہی کی ایک آیت
دیوار پر دیکھی جو اس کام سے روکتی تھی ابن جریر نے کہا کہ صحیح بات یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات و نشانیوں میں سے کوئی نشانی دیکھی اور قطعی دلیل نہیں کہ کون آیت تھی
شاید یعقوب کی صورت ہو اور شاید فرشتہ جبرئیل کی صورت ہو اور شاید لکھی آیت ہو پس مطلقًا چھوڑنا ٹھیک ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ علمائے سلف سے جو اقوال مذکور ہوئے
عجیب ہیں اور ان میں سے بعض اقوال ایسے بھی ہیں کہ قصد فاحشہ کیا تھا تو آیت دیکھکر باز رہے اور شان نبوت جو اعلیٰ واکرم ہے کہ یہاں تک
تھا اس پر نور بصیرت کے سامنے اندھے ہیں اس سے ان اقوال کو مناسبت بہت ہی کم ہے اور ان اقوال کے حق میں جو کچھ
رازی و خطیب وغیرہ نے کہا وہ اقرب الصواب ہے اور خفاجی نے حاشیہ بیضاوی میں لکھا کہ ان اقوال و قصص کی باتوں میں ایسی
باتیں ہیں کہ انکا بیان کرنا شان نبوت کے لائق نہیں ہو اور چھوڑ دینا بہتر ہے باوجود اسکے یہ سب اقوال محض بے اصل ہیں اور
اسپر طرہ یہ ہو کہ نص قطعی و اسکے اشارات سے بالکل خلاف ہیں اور یوں کیوں نہیں کہتے کہ برہان رب تبارک و تعالیٰ وہ علم نبوت تھا
جس سے قطعی جانتے تھے کہ یہ فعل حرام و منکر و فحش ہو اسی پر اعتقاد کرنا واجب ہو مترجم کہتا ہے کہ ائمہ سلف و خلف و علمائے متبحرین
سے صحیح تفسیر فقط اسطرح ثابت ہو کہ قولہ ولقد ہمت بہ۔ عورت مذکورہ نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ قصد قربت کیا یعنی دل
میں اسکو ٹھان لیا اور بڑی کوشش سے ایسا واقع ہونا چاہتی تھی۔ وہم بہا۔ اور آنحضرت علیہ السلام کے دل میں خواہش کا خطرہ
آگیا تھا کہ وہ واقع کرنا ہرگز نہیں چاہتے تھے باوجودیکہ اسباب امتحان کے سخت تھے اور نہایت مشکل موقع تھا لولا ان رای برہان
ربہ۔ اگر یہ نہ ہوتا کہ اپنے رب کی نشانی جو کھلی ہوئی نورانی حجت تھی دیکھی تھی تو موقع ایسا تھا کہ مبتلا ہو جاویں و لیکن اللہ تعالیٰ
نے انکو برہان توحید دکھلائی دیدی تھی جس سے انھوں نے نجات پائی اور معاذ اللہ کہنے کی برکت ظاہر ہوئی کیونکہ
اپنے نفس پر بھروسا نہیں کیا۔ کذالک۔ یعنی یوں ہی ہم نے اسکو برہان دکھلایا اور پناہ دی یا یوں ہی ہم نے اسکو ثابت قدم فرمایا
لنصرف عنہ السوء والفحشاء۔ تاکہ ہم پھیر دیں اس سے برائی کو اور بے حیائی کی بات کو یا زنا کو یعنی مستقیم رکھنا و طاعت پر
ثابت قدم و پاک کرنا حضرت خالق عزوجل کے قبضہ قدرت میں ہو وہی اپنے خالص بندوں کو سلامت رکھتا اور قبول فرماتا
اور جسکو چاہتا ہے برگزیدہ کرتا ہے۔ انہ من عبادنا المخلصین۔ بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہو اور قرآن میں منصوص ہے کہ
شیطان کو فرمایا۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ یعنی میرے بندوں پر تجھے کبھی کچھ بھی قابو نہیں ہو۔ اس سے صاف ظاہر
ہو گیا کہ آنحضرت نے حرام قصد اور عورت کو شہوت سے چھونا وغیرہ خرابیاں باتیں جو قصہ کہنے والے بیان کرتے ہیں کچھ نہیں کیا
تھا یہ محض افترا ہو بلکہ وہ بالکل پاک ہو اور دل میں خطرہ آنا جو بے اختیاری ہو وہ معصیت ہی نہیں ہو اور شیخ ابو السعود رحمہ اللہ کو
حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرماوے کہ انھوں نے اس مضمون کو آیت کریمہ سے صاف نکال لیا اسطرح کہ اگر آنحضرت علی نبینا

وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوء وفحشاء کی طرف خود قصد کیا ہوتا تو خود اس سے پھیرے جاتے اور یوں کہا جاتا کہ لنصرفہ عن السوء والفحشاء
تاکہ ہم اسکو پھیر دیں سوء وفحشاء کی طرف سے یعنی سوء وفحشاء کی طرف جاتا ہے وہاں سے اسکو موڑ دیں ولیکن یوں نہیں تھا بلکہ
سوء وفحشاء کو شیطان رجیم انکی طرف لاتا تھا تو حضرت رب العزۃ ذو العظمۃ والکبریاء جل جلالہ نے دور ہی سے اُن کی طرف سے
شیطان کو مع سوء وفحشاء کے روک دیا اور وہ خائب وخاسر مطرود ہوگیا پس قطعی ثابت ہوگیا کہ آنحضرت نے سوء وفحشاء کا کچھ
قصد نہیں کیا تھا اگر سوء وفحشاء نے انکی طرف شیطان پر سوار ہوکر قصد کیا تھا تو اُن سے یہ دونوں مع شیطان کے رد کی گئیں
اسلئے کہ شیطان کو بندگان حضرت خلاق العلیم عز وجل پر کچھ قابو نہیں ہے ۔ والحمد للہ رب العالمین ف فی الاسرار ۔
قولہ تعالیٰ ولقد ہمت بہ وہم بہا الآیۃ قصد زلیخا سابق ہوا اور حسن یوسف کا جذب سابق ہوا اور قصد زلیخا کا باعث حسن
یوسف تھا کیونکہ اسکا عشق وماسوا حسن دونوں کا صدور ومصدر ازلی سے تھا اور دونوں جمال قدیم کی صفات سے ہیں پس
جب قلب زلیخا بجانب حسن یوسف مجذوب ہوا اور قصد زلیخا کو ہیجان ہوا تو قصد یوسف کو بھی اُسکے عشق کی الہیت وحسن کی
جانب ہیجان ہوا پس دونوں قصد یکدیگر مختلط ہوگئے پس جوہر کو بجانب جوہر اور فطرت کو بجانب فطرت اور طبیعت کو
بجانب طبیعت اور انسانیت کو بجانب انسانیت اور روحانی کو بجانب روحانی اور الٰہی کو بجانب الٰہی ہیجان ہوا پس جملہ یوسف
دو قصد ہوکر متحد ہوگئے یعنی کہ دونوں کا شخص وخیال وسواد وعقل وقلب وروح وسر باہم یک دریکے ہوگیا پس دونوں قصد میں
کوئی قصد تہمت نہیں کر سکتے حالانکہ اصل الجواہر نور ارادہ ہو اور اصل فطرۃ فعل ارادہ ہو اور اصل الطبیعۃ مباشرت قدرت ہو اور اصل
انسان جو حیوان تمیز ہے اور روحانی مباشرت لطف ہو اور یہی سر نفس لامارہ ہے اور اصل روحانی تا مباشرت لطف اور
اصل الٰہی تا تجلی جمال وظہور ذات وصفات اور ظہور صفات وافعال بصورت ہو پس نظر عین الجمع میں دونوں عشق
کی اصل اور دونوں ہمتوں کی بنیاد تجلی ذات وصفات وافعال کے معنی میں سے ہو پس جب تو نے اسکو معلوم کر لیا تو
دونوں شخص کو ایک شخص اور دونوں روح کو ایک روح اور دونوں قلب کو ایک قلب اور دونوں قصد کو ایک ہمت
اور دونوں سر کو ایک سر اور دونوں کل کو ایک کل دیکھیگا اور اس کل کا حصہ در ایک کل سے ہو اور یہی کل تمام عالم کی علت
ہے اور تمام چیزوں کے معالی اور دونوں جہان کا پیدا کرنیوالا ہے اور یہی جملہ اصول کے بیچ اصل ہو پس نہ وہم ہیان
کون ہو اور نہ ہیہات حقیقت اسرار شارہ میں قدس معرفت ہے کہ اشارہ کیا کہ ابتدا اسی سے ہو اور انتہا اسی کی طرف ہے
اور بیچ میں درمیان میں ہیں اپنے لطف سے یعنی درمیان سے گر اوسکے سبب فعل سے فعل کے واسطے اور صفت فعل تجلی
فرمائی تو عشق بشہوت ہوگیا اور جب صفت کیلئے صفت سے بوصف صفت تجلی فرمائی تو عشق بشہوت روحانی وا
نفسانی کے ہوگیا ۔ اور جب ذات کیلئے ذات سے بوصف ذات تجلی فرمائی تو عشق ازلی مقدس انا سرار کا تمام شہود سے
ہوگیا کیونکہ اسکا عشق ازلی بلا علت ہو پس پہلے ہمت وحرکت فعل بفعل ہے اور یہاں مقام امتحان ہو کیونکہ امر سے مخالفت
ہے اور درمیانی ہمت تجلی صفت بصفت ہو اور وہاں مقام التباس ہو اور انتہا بہ تجلی ذات بذات ہے اور یہ مقام قدس ہو
امتحان سے نجات اور وہاں سے طہارت ہو پس جبتک حضرت یوسف علیہ السلام ابتدا اور وسط میں رہے تب تک
محل امتحان والتباس میں معرض تھا پس میں تھے پھر جب تجلی ذات بذات میں آئے تو انوار ذات نے دونوں مقام کو کسب کیا

اور اگر یہ نہوتا تو برابر عتاب امتحان مین پڑے رہتے اور تصدیق اسکی یہ ہے قولہ تعالیٰ لولا ان رآی برہان ربہ کذلک لنصرف عنہ السوء والفحشاء پس جو برہان حضرت یوسف علیہ السلام پر ظاہر ہوئی تو وہ ظہور ذات قدیم بلا پردہ منزہ از علت حلول و مباشرۂ حدوث تھا اور یہ ظہور موجب ہے کہ حدوث کو قدم سے جدا کر دے اور وہان حدوث کا تعلق و شائبہ نہین رہتا ہے یہ مقام صرف تجرید و تفرید و توحید ہے وہان مقام التباس سے نجات ہے اور قولہ کذلک لنصرف عنہ السوء الخ ظہور آثار فحش و برائی کے اسرار تالیف ارواح و اجسام پر اور بعض کی حرکت بعض کی جانب بصفت محبت و الفت و مودت و ہوائے نفسانی و شہوت شہوانی و حیوانی و جسمانی پر ہے اور یہی عالم امتحان ہے اور امر و نہی و تکلیف و عبودیت یہین سے ظاہر ہے پھر عالم امر سے مخالفت کرنا بھی اور راہ علم و عقل کے سوء و فحشا ہے اور حقیقت مین وہان علت فحش و سوء کی کچھ بھی نہین ہے کیونکہ یہ مواضع مقادیر ازلیہ ہین اور وہان ہمہ تن خوبی ہی خوبی ہے۔ اقول ایک حقیر مثال جس سے کچھ عقل کو عروج ہو یون کہنا چاہیئے کہ مثلاً سنکھیا بذات خود ایک پاک چیز ہے حتی کہ بدن پر اسکا استعمال حلال ہے اور کوئی عیب نہین ہے اور اگر اسکو بدن کے اندر استعمال کیا جائے جس سے ہلاکت ہے تو خودکشی و عیب ہے اور یونہی دنیا کی جو چیز کہ نہایت عیبدار دیکھو اسکے جہات خوبی کے بھی موجود ہین اور بعض جہات بدی کے ہین اور خود اس مسئلہ مین دیکھو کہ عورت کی طرف قصد مقاربت درحالیکہ وہ اجنبیہ بلا عقد نکاح ہے محض فحش و سوء بہت بدتر ہے اور جب بعد نکاح کے اسکی طرف قصد ہو تو بہت پسندیدہ ہے جبکہ نیت صالح ہو اسیواسطے بعض علماء مفسرین نے آنحضرت علیہ السلام کے زلیخا کی طرف قصد کرنے کے معنی مین کہا ہے کہ قصد یہ کیا تھا کہ اگر اس سے نکاح ہوتا تو خوب تھا اور ظاہر ہے کہ بنکاح ایسے قصد مین کچھ بھی عیب نہ تھا بلکہ اس صورت مین عدم قصد سے عیب پیدا ہوتا ہے اور اسی واسطے اہل الحق کا دستور صحیح ہے کہ دنیا مین کسی چیز کو بنظر حقارت و عیب نہین دیکھتے ہین کیونکہ بنظر حقیقت وہ مقادیر ازلیہ ہین ان مین کچھ عیب نہین ہے اور جس شخص کو تقدیر ازلی نظر نہ آوے وہ خود سوء و فحشا مین لتھڑا ہوا ہوتا ہے تو وہ بھلا کیا کسی دوسری چیز کو سوء و فحشا کہے گا۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ قال الشیخ واضح ہو کہ جب عارف مقام توحید صرف سے پستی مین رہا اور درمیان ہی مین التباس و امتحان سے نہ نکلا تو دیدار قدم سے حجاب مین پڑا رہگیا قدس ازل تک نہین پہونچا اسپر یہ پردہ اُسپر خود سوء و فحشا رہے اور اس فحش سے بڑھکر کون عیب ہوگا کہ دور راندہ ہوا ہستہ مین حیران ہوا اور اصل الاصل و اصل الکل تک پہونچنے سے محجوب ہو پس اس عیب کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندۂ خالص حضرت یوسف علیہ السلام سے دور فرمایا چنانچہ اُنکی ہمت عالیہ تمام مقامات امتحان و التباس و احتجاب و سوء و فحشاء سے ترقی کرکے دیدار صفات و ذات تک پہونچی اس صفت سے کہ خودی سے فانی اور بقاء حق باقی تھے تو اللہ عز و جل نے انکی تقدیس سوء و فحشا سے بیان کرکے بعد اُنکا اخلاص اپنی منت و احسان کے ساتھ فرمایا بقولہ انہ من عبادنا المخلصین (پاکیزگی کردہ شدہ) یعنی موحدین مرسلین و انبیاء کاملین مین سے تھا۔ قولہ ولقد ہمت بہ وہم بہا۔ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ زلیخا نے اسکی طرف شہوت کا قصد کیا اور اُسنے عورت کو زجر و نصیحت کا قصد کیا یعنی بدلیل قولہ معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای۔ اور کہا کہ قولہ لولا ان رآی برہان ربہ یعنی یہ قصد زجر نہ ہوتا اگر برہان نہ دیکھتا اور کہا کہ برہان باہر نہ تھی بلکہ ان کے دل مین حق کی طرف سے واعظ تھا اور وہ واعظ ہر بندہ کے دل مین ہوتا ہے اور کہا کہ زلیخا نے تو چاہا تھا کہ اپنا جمال یوسفؑ پر ظاہر کرے مگر خراب نیت سے اُسکو لباس مکروہ پہنایا تھا پس اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام سے اُسکو محجوب کر دیا اور برہان عالی اور حق ظاہر دکھلایا کہ اسوقت سوائے حق کے ان کو کچھ مشاہدہ نہ تھا اور کہا کہ اگر مشاہدہ برہان نہ ہوتا تو زلیخا پر نظر فرماتے قال المترجم

اہل حق رحمہم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ بغیر مشاہدہ برہان حق کے بشری نظر کو تلبیسات شیطانی سے دوری بتکلف ہوتی ہو اور اکثر دین کو نجات نہیں ہوتی ہے اور جب ایمان صادق ہوا تو محبت الٰہی عزوجل کے سامنے ہر مخلوق کا حسن غیر مرغوب ہو اور امام غزالی وغیرہ نے نقل کیا کہ روایت کیا گیا ہے کہ ایک مدت کے بعد جب زلیخا ایمان لائیں اور معرفت الٰہی حاصل ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے تنہائی اختیار کی تھی کہ آنحضرت علیہ السلام اگر بستر پر بلاتے تو صبح سے شام کا اور شام سے صبح کا عذر کرتی تھیں اور آخر کہا کہ مجھے آپ کی محبت بسبب عدم معرفت حضرت خالق عزوجل کے تھی اب میں اسکا عوض نہیں چاہتی ہوں تب آنحضرت علیہ السلام نے آگاہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے آگاہ فرمایا ہے کہ تجھ سے میرے دو فرزند ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ نبی بنا دیگا تو کہا کہ اچھا اگر حضرت عزوجل کی رضا ہو تو میں بسر و چشم اسکی بندگی میں حاضر ہوں۔ فافہم۔ اور شیخ جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ السلام سے طبیعت بشریہ نے حرکت کی اور اختیار سے اسکو معاونت نہیں پہنچی اور آدمی میں اگر بے اختیاری طبیعت جوش کرے تو کچھ مذموم نہیں ہے ولیکن شہوت کو خود اختیاری سے جوش دینا مذموم ہے اور اگر معصیت کو عمل میں لاوے تو ملامت وعذاب کے قابل ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصد بطریق مذمت نہیں بیان فرمایا بلکہ بطریق مدح ہو۔ شیخ ابوعثمان رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ لنصرف عنہ السوء یعنی سوء الہم۔ بدی کا قصد کرنا اور موافقت کا فحش دونوں دور کر دیئے۔ شیخ جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ جو بندے اپنے خالق کے محبوب ہیں ان سے پہلے باطنی خلوص وصفائی ہمت وارادت ظاہر ہوتی ہے پھر ان کے افعال خاص ہوتے ہیں پس جسکا باطن صاف نہ ہوا اسکے افعال کبھی پاک نہ ہوں گے۔ القصہ جب برہان الٰہی سے حضرت یوسف علیہ السلام مستغرق تھے تو عورت کی خواہش کے موافق کچھ قصد نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی جیسے ایمان والے بندے ہر وقت اللہ تعالیٰ سے خائف اور اپنے نفس سے پناہ مانگتے رہتے ہیں اگرچہ قبول ونماز وعبادت کے مرغوب ہونے میں پکے ہیں بعد برہان الٰہی تعالیٰ سے حلاوت ہوتی ہے پس جب عورت کی طرف سے اصرار دیکھا تو وہاں سے بھاگے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۭ قَالَتْ

اور دونوں دوڑے دروازے کو اور عورت نے چیر ڈالا اسکا کرتا پیچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازے پاس بولی

مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالَ هِيَ

اور کچھ سزا نہیں ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید پڑے یا دکھ کی مار یوسف بولا

رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ

اسی نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تھاموں اپنا جی اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے اگر ہے اسکا کرتہ پھٹا آگے سے

فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ

تو عورت سچی ہے اور وہ ہے جھوٹا اور اگر ہے اسکا کرتا پھٹا پیچھے سے تو یہ جھوٹی

وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۭ

اور وہ ہے سچا پھر جب دیکھا عزیز نے کرتا اسکا پھٹا پیچھے سے کہا بیشک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا

اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ۝ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۫ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ښ

البتہ تمہارا فریب بڑا ہے یوسف جانے دے یہ ذکر اور عورت تو بخشوا اپنا گناہ

ع ۳

إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ۝

یقین ہے کہ تو ہی گنہگار تھی

جب حضرت یوسفؑ بھاگے تو عورت ان کے پیچھے دوڑی وَاسْتَبَقَا اور دونوں نے سبقت کی۔ الْبَابَ۔ دروازہ تک لیکن دونوں کے استباق میں مقصود علیحدہ تھا حضرت یوسفؑ تو چاہتے تھے کہ سبقت کر کے نکل جائیں اور اس فتنہ سے چھوٹیں اور عورت چاہتی تھی کہ سبقت کر کے روک لوں جانے نہ دوں۔ اور شاید کہ قولہ ہمت بہ و ہم بہا۔ میں بھی ہر ایک قصد کا مقصود علیحدہ ہو۔ اور یوسف علیہ السلام اگرچہ مرد تھے تیز بھاگے ہوں گے لیکن دروازے بند تھے تو کھولنے میں دیر ہوتی گئی اور کعب احبار رحمہ اللہ نے اخبار یہود سے روایت کی کہ دروازوں میں قفل تھے بحکم الٰہی وہ قفل برابر کھلتے چلے گئے ہیں دیکھا لی دروازے کھولنے میں ہوتی گئی۔ اور کہتے ہیں کہ سات دروازے تھے آخر عورت نے باہری دروازے پر آنحضرت کی قمیص پیچھے سے پکڑ پائی اور زور کرنے میں وہ قمیص پیچھے سے پھٹی تو ٹکڑا عورت کے ہاتھ رہ گیا کما قال تعالیٰ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِن دُبُرٍ۔ اور نوچ لی عورت نے قمیص یوسف کی پیچھے کی طرف سے۔ اور حضرت یوسف رہا ہو کر نکل جانا چاہتے تھے کہ ناگاہ وہاں یہ معاملہ پیش آیا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ۔ اور دونوں نے پایا اس عورت کے سید کو یعنی شوہر کو نزدیک اس دروازے کے یعنی باہری دروازہ جسکے بعد کوئی دروازہ نہ تھا وہاں دونوں کو عورت کا شوہر ملا اور عورت اپنے شوہر کو جیسے فارسی میں خاوند یعنی خداوند کہتی ہے ویسے عربی میں سید کہتی ہے اور غلام و باندی بھی اپنے آقا کو سید کہتے ہیں مگر یہاں اول صیغہ الفیا تو تثنیہ فرمایا یعنی دونوں نے پایا۔ اور دوسرا سیدہما نہیں بلکہ فقط سیدہا فرمایا تو اسوجہ سے کہ علم الٰہی میں درحقیقت عزیز مصر حضرت یوسف کا سید نہ تھا اور نہ آپ اسکے مملوک تھے اگرچہ ظاہر میں لوگ بسبب نہ جاننے کے آپ کو اسکا مملوک خیال کرتے تھے اور یہی ظاہری برتاؤ کے لیے آپ نے بقولہ انہ ربی کہا تھا اور کہتے ہیں کہ عورت کا شوہر قطفیر عزیز مصر وہاں اس عورت کے چچازاد بھائی یا ماموں زاد بھائی کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا تھا چنانچہ مروی ہے کہ دونوں نے دروازے کے اندر لوچا لکھو نچی اور دھینگا مشتی اور قمیص پھٹنے کی آواز سنی تھی۔ مگر ظاہر سیاق اور اشارہ لفظ الفیا یہ ہے کہ وہ اسوقت اتفاق سے مل گیا پس عورت کو رنج و ملال میں فضیحت کا غم و خوف ہوا اور ڈری کہ شاید یوسفؑ اس سے مل گئے ہیں سارا ماجرا کہہ دیا ہو گا پس چھوٹتے ہی خود پیش قدمی کر گزری اور بہتان و مکر باندھا۔ قَالَتْ۔ اور کہنے لگی اپنے شوہر سے کہ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا۔ کیا سزا ہے ایسے مرد کی جو تیرے اہل خانہ کے ساتھ بدی کا قصد کرے۔ تیری اہلیہ کہکر اسکو آبرو کا بڑا غصہ دلایا اور اپنی نسبت یہ ظاہر کیا کہ میں تیری ہی ہوں اور سوائے تیرے کسی سے تعلق نہیں ہو لیکن دل میں تو آنحضرت علیہ السلام کی محبت بھری تھی صاف نہ کہا کہ اسنے ایسا چاہا تھا اسکی کیا سزا ہو گی بلکہ علی العموم ایک لطیف اشارہ سے کہا ... بھی ڈری کہ شاید اسکی زبان سے نکلا ... کہ وہ قتل کیا جائے یا بدی کے قصد سے وہ زبردستی کوئی حرکت واقع ہوتا ... غیظ و خشم میں قتل کرے تو خود ہی تخفیف کر کے یہ سزا بیان کی کہ۔ إِلَّا أَن يُسْجَنَ۔ مگر یہی سزا کہ وہ قید کیا جاوے اور شاید یہ غرض ہو کہ گھر میں اپنی ہی حفاظت میں قید کرا دوں تو بھاگنے بھی نہ پاوے۔ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ یا کوئی دکھ کی مار دیا جاوے اور شاید یہ غرض ہو کہ ایک دفعہ کچھ تکلیف ... اٹھا کر پھر انکار نہ کریگا نہ ہو گا۔ خطیب وغیرہ نے کہا کہ محبوب کا دکھ بھی عاشق نہیں چاہتا ہے اسواسطے پہلے اسکی سزا قید بیان کی

اور چاہا کہ وہ ہمیشہ وایک وقت بطور زجر کے قید کیا جاوے اور حبس دوام منظور نہ تھا کیونکہ جب دوام قید منظور ہوتی ہے تو جملہ فعلیہ اسطرح نہیں لاتے ہیں آیا نہیں دیکھتے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ لاجعلنک من المسجونین یعنی دائمی قیدیوں میں سے تجھے بھی کرونگا۔ القصہ عورت اسطرح کہہ بیٹھی حالانکہ آنحضرت کے دل میں اسوقت تک فشائے راز کا کچھ ارادہ نہ تھا مگر چاری سے انکو اپنی پاکی وعورت کا فریب ظاہر کرنا پڑا۔ قَالَ یوسف نے جواب دیا کہ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي۔ وہی مجھے لبھاتی تھی۔ شرم سے بصیغہ غائب بیان کیا حالانکہ وہ اسوقت سامنے حاضر تھی یوں نہیں کہا کہ ہذہ راودتنی یا انت راودتنی۔ اسی نے خود ایسا چاہا یا تو نے خود ایسا چاہا تھا کیونکہ جب وہاں گواہ نہ تھا تو شاید انکی جانب شبہہ ہوتا بس حیادار کو اس سے شرم ہوتی ہے تو اس قصہ کا ذکر ہی نہیں چاہتے تھے اور جب بضرورت بیان کیا تو بھی شرم سے اس عورت کو غائبہ قرار دیکر کہا کہ میں نے کچھ نہیں چاہا بلکہ اسنے خود مجھسے ایسی خواہش کی تھی اور اس موقع پر حالت خود شاہد تھی چنانچہ عورت ساتوں سنگار سے آراستہ اور تنہائی میں انکو لئے ہوئے پھر دروازے پر شاہزادی کیونکر آئی اگر بلائے نہیں آئی اور بھلا غلام کو یہ جرأت کہاں اور بھلا اتنی مالا مال محلوں میں غلام کو ملاقات کب ہو سکتی ہے اور بھلا ایسے شخص کو جو نہایت حیادار شرمیلا مدت سے معلوم تھا فت حدیث صحیح میں منع آیا ہے کہ جوان عورت کسی جوان آدمی کے ساتھ تنہا خلوت میں بیٹھے اگرچہ وہ مرد اسکا بھائی کیوں نہ ہو۔ یہ خوف اہل ایمان کے حق میں زیادہ ہے کیونکہ شیطان انہیں کی فکر میں رہتا ہے بخلاف کافروں کے کہ انکا کفر خود کافی ہے ایسے فعل کیلئے وسوسہ دلانے کی حاجت نہیں اسی لئے اہل ایمان جب سب کے سب ضعیف الاعتقاد ہیں تو بہ نسبت کافروں کے انہیں بد اخلاق وبد افعال زیادہ پائے جاتے ہیں کیونکہ شیطان انسے اسقدر ایمان بھی سلب کرنا چاہتا ہے اور وہ بسبب ضعف کے اسکا وسوسہ جلد قبول کر کے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں خصوص عورتوں کے دل میں اسکا گھر ہے۔ اللهم ثبتنا على الصراط المستقيم۔ القصہ جب عزیز نے یہ سنا تو شہادت وتحقیق کی ضرورت ہوئی مگر حق عزوجل نے آنحضرت علیہ السلام کے لئے نہایت قوی شاہد اپنی قدرت سے پیدا کر دیا کہ جس سے انکی پاکی وطہارت پر یقین واثق ہو گیا اور یہ واقعہ ہونے سے پہلے جسقدر پاکیزہ خیال کئے جاتے اس سے بھی زیادہ ظاہر ہو گئے چنانچہ فرمایا۔ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا اور گواہی دیدی ایک گواہ نے جو اس عورت کے ناتے داروں میں سے تھا کہ إِن كَانَ قَمِيصُهُ۔ اگر ہوئے قمیص یوسف کی ایسی حالت پر کہ قُدَّ مِن قُبُلٍ۔ نوچی گئی ہو آگے کی طرف سے فَصَدَقَتْ تو عورت نے سچ کہا۔ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ اور یوسف جھوٹوں میں سے ہوگا یعنی یوسف کی قمیص دیکھو اگر آگے سے پھٹی ہو تو عورت سچی و یوسف جھوٹا ہے وَإِن كَانَ قَمِيصُهُ۔ اور اگر ہووے یوسف کی ایسی کہ قُدَّ مِن دُبُرٍ نوچی گئی ہو پیچھے کی طرف سے فَكَذَبَتْ تو عورت جھوٹ بولی وَهُوَ مِنَ الصَّادِقِينَ۔ اور یوسف صادقین میں سے ہے جب دیکھا گیا تو بیشک حضرت یوسف صدیق علیہ السلام سچے تھے ف سچ ہمیشہ سچ ہوتا اور بالا رہتا ہو اگرچہ ظاہری صورت کچھ مشکل نظر آوے اور حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ آدمی سچ بولتا ہو اور ہمیشہ اسی کا قصد مصمم رکھتا ہو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اسکا لقب صدیق لکھا جاتا ہو اور آدمی جھوٹ بولتا ہو اور جھوٹ کا قصد رکھتا ہو یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کذاب لکھا جاتا ہے اور حدیث صحیح میں ثابت ہو کہ آدمی مال بیچنے میں بڑھانے کیلئے جھوٹی قسمیں کھاتا ہو یہ بڑا سخت گناہ ہو اور جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہوں میں بڑا سخت شمار فرمایا ہے۔ بالجملہ زبان کی خوبی ومنفعت سے زیادہ آدمی اسکے آفت سے بچے جیسے آلہ تناسل سے نسل و نیک اولاد کی نیت کم اور فائدہ کم ہو بلکہ اسکی آفت سے بچنے کا قصد زیادہ ہے اسیواسطے حدیث میں ثابت ہو کہ جو کوئی مجھ سے ضمانت کرے کہ اپنے جبڑوں کی

بیچ والی چیز اور اپنی ٹانگون کی بیچ والی چیز کو نگاہ رکھیگا تو مین اسکے لئے جنت کا ضامن ہون پس جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا زبان کی آفتون مین سے تھوڑی ہین - واضح ہو کہ اس گواہ کے عمر مین لوگون نے دو مختلف اقوال نقل کئے ایک یہ کہ ڈاڑھی والا مرد تھا اور دوسرا یہ کہ گہوارہ کا لڑکا تھا - اور ابن عباس رض سے عکرمہ وغیرہ نے قول اول روایت کیا اور عوفی نے قول دوم روایت کیا اور ایسا ہی حسن بصری رح سے دونون قول مروی ہین اور ابن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ ہرنی تھی اسکو اللہ تعالیٰ نے گویا کیا اور مجاہد رح سے بھی مروی ہو کہ وہ آدمی ہی نہ تھا یہ عجیب ہے - ظاہر البعض راویون سے سہو ہوا یا سمجھ مین فرق ہوا اور شاید بات یہ ہوگی کہ پہلے عزیز مصر کے دروازے پر ملنے کے وقت جو شخص ساتھ تھا اور وہ بادشاہی مصاحبون مین سے زلیخا کا رشتہ دار تھا اور مرد دانشمند تھا اسنے حضرت یوسف کی صداقت پر گواہی دی ہوگی اور جب اسمین عورت نے گفتگو کی تو ایک طفل نے گواہی دی جسکا آیت مین ذکر ہی پس حضرت ابن عباس رض و مجاہد و عکرمہ و حسن رح و قتادہ و سدی و محمد بن اسحاق وغیرہم ایک جماعت نے پہلے گواہ کا ذکر جو بعض قصص و اخبار سے معلوم ہوا ہے بیان کیا ہوگا اسکو راوی نے شاہد کی تفسیر سمجھ لیا واللہ تعالیٰ اعلم کیونکہ خود ابن عباس رض و حسن بصری سے و ضحاک و سعید بن جبیر سے اور ہلال بن یساف اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ گہوارہ کا بچہ تھا اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شیخ ابن جریر رح نے اسی کو اختیار کیا مگر صواب یہ ہو کہ یون کہنا چاہئیے جیسے سہیلی رح نے کہا کہ یہی صحیح ہو اسلئے کہ اسمین تو صریح ایک حدیث آئی ہی جس کو ابن جریر نے ابن عباس کی روایت سے آنحضرت صلعم سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بچپن مین چار نے کلام کیا ہے ماشطہ دختر فرعون کا بیٹا اور یوسف کی سچائی کا گواہ اور بچہ اور جریج راہب کی پاکی والا گواہ بچہ اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام - اور سراج مین لکھا کہ اس حدیث کو امام احمد نے مسند مین روایت کیا ہی یہ حدیث صحیح ہو اور جب یہ حدیث خود ابن عباس سے روایت ہو اور صحیح ہو تو کیونکر ہو سکتا ہو کہ انھون نے شاہد یوسف کی تفسیر مین کبھی کہا ہو کہ ڈاڑھی والا مرد تھا اور کبھی کہا ہو کہ ہرنی جانور تھی جو تکلم الٰہی بولی تھی اور مجاہد نے کبھی ڈاڑھی والا مرد بیان کیا اور کبھی کہا کہ وہ آدمی ہی نہ تھا - ہان یہ ہو سکتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم و قدرت سے بچہ نے کلام کیا اور گواہی دی اسی طرح وہان آواز غیب بھی آئی ہو کہ یوسف سچا ہی جسکو مجاہد بیان کرتے ہین اور ہرنی بھی بولی ہو جس کو ابن عباس کہتے ہین اور یہ راوی سے غلط ہوا کہ اسنے سب کو شاہد کی تفسیر سمجھ لیا ورنہ ان ائمہ سلف سے صحاح احادیث مین ثقات حفاظ راویون سے تبحر کا اندازہ ہو چکا ہے کہ انکے کلمات علوم ہوتے ہین اور ہرگز ایسے مختلف اقوال سے اشتباہ نہین ہو سکتا کیونکہ جسنے غور کیا ہو وہ جانتا ہو کہ اکثر تفاسیر مین بعض بے تمیز راویون سے غلطی ہوئی کہ سلف نے جو حالات یہود کی زبانی نقل کئے انکو بھی بعض راوی نے تفسیر مین داخل کر دیا اور کہین انکا مطلب کچھ ہی اور خود کچھ اور سمجھ لیا لہذا ہم کو حضرات سلف کی طرف سے یہ گمان کبھی درست نہین ہو کہ انھون نے شاہد کی تفسیر مین ایسے متناقض و متخالف اقوال بیان کئے ہون گے - بھلا یہ تو دیکھو کہ شاہد کی تفسیر مین راوی نے کہا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ وہ جانور ہرنی تھی جسکو اللہ تعالیٰ نے گویائی عطا فرمائی حالانکہ صریح آیت مین شاہد من اہلہا منصوص ہو یعنی وہ گواہ اس عورت کے کنبہ والون مین سے اسکا ناتے دار تھا تو بھلا کوئی احمق یہ گمان کر سکتا ہو کہ حضرت ابن عباس حبر الامۃ فقیہ مفسر جنکے علم و فضل پر اتفاق ہو انکو اتنا نہ معلوم ہوا ہو گا ہذا - مجاہد رح بھی نہ جانے کہ وہ آدمی ہی نہ ہوگا تو عورت کا رشتہ دار کیونکر ہوگا پس صریح معلوم ہوا کہ ان بزرگون نے اسوقت کی گواہی دینے والونکو

سب کو بیان کیا کہ قطفیر کا ساتھی اور رشتہ دار جو بادشاہی مقرب جوان آدمی تھا اُسنے بھی گواہی دی اور غیب سے آواز آئی اور ہرنی نے بھی
گواہی دی اور ایک طفل نے بھی گواہی دی جسکا ذکر قرآن مجید میں ہو کہ شہد شاہد من اہلہا اور جب ہر طرف سے حضرت یوسف کی
پاکی کی آوازیں اُٹھنے لگیں حتی کہ طفل نے گواہی دی تو قطفیر کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت علیہ السلام پاک ہیں یہ تو ان روایات کا حال ہو
اور شاہد کی تفسیر خود مرفوع حدیث میں مذکور ہو کہ وہ گہوارہ کا بچہ تھا اور یہی ابن عباس و حسن وغیرہم سے مروی ہو فصل اول یہ کہ
گہوارہ میں بات کرنیوالے حدیث مذکور میں چار بیان ہیں اور صحیحین میں فقط تین بیان ہیں اور شاید وہ بدون گواہی دریافت کرنیکے
بولنے والے یا اور کسی صفت کی خصوصیت سے فقط تین بچہ بیان فرمائے تو ان میں دو تو دو عیسیٰ ابن مریم اور جریج راہب کی تہمت کی پاکی
بتلانے والے ہیں اور تیسرا ایک بچہ جو اپنی ماں کا دودھ پیتا تھا اُدھر سے خوبصورت خوش لباس سوار گذرا ماں نے کہا کہ پروردگار میرا
بچہ ایسا ہی کیجیو تو بچہ بولا کہ پروردگار مجھے ایسا نہ کیجیو پھر ایک مظلومہ باندی کو لوگ مارتے تھے کہ تو بدکاری کرتی ہو حالانکہ وہ بڑی
پاکدامن تھی تو ماں نے کہا کہ الٰہی میرا بچہ ایسا نہ کیجیو تو بچہ بولا کہ الٰہی ایسا کیجیو یہ حدیث صحیحین میں مفصل مذکور ہے دونوں حدیث میں
ملکر پانچ ہو گئے اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا بچپن میں کلام کرنا مشہور ہو اور اصحاب الاخدود والی عورت کے بچہ کا بولنا
خود صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہو۔ یہ سب اور زیادہ ہوئے اور ثعلبی رحمہ نے حضرت یحییٰ
بن زکریا کو شمار کیا اور شیخ مفسر سیوطی رحمہ نے سب گیارہ بیان کئے اور اتقان وغیرہ میں منظوم کر کے لکھا ہو اور حضرت سید المرسلین
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین و الصالحین وسلم علیہم اجمعین کو اور حضرت مریم والدہ عیسیٰ کو اور زمانہ ہادی مبارک کے
طفل کو زیادہ کیا ہو اور واضح ہو کہ جریج ایک راہب تھا بہت پارسا اور ایسے شخص کے دشمن بہت لوگ فاسق شیطان کے
پیرو ہو جاتے ہیں اسپر تہمت لگانے کے لئے ایک بدکارہ عورت کو آمادہ کیا جسکے کسی چرواہے سے پیٹ رہا تھا اس نے وضع حمل کے
بعد لوگوں میں مشہور کیا کہ یہ جریج راہب کا بچہ ہو آخر لوگ ہجوم کر کے جریج کے پاس گئے ملامت کرنے لگے اس نے انکار کیا اور بیچارہ
پاکدامن تھا اور لڑکے سے پوچھا کہ اے طفل تیرا باپ کون ہے اسنے جواب دیا کہ فلاں چرواہا ہے حالانکہ یہ بچہ دودھ پیتا ہوا تھا۔ اسی
حدیث سے ائمہ حنفیہ نے کہا ہو کہ زنا سے جو اولاد ہو اسکا رشتہ ثابت ہوتا ہے حتی کہ جب چرواہا اسکا باپ ہوا تو جائز نہ تھا کہ مثلاً چرواہے
کی بیٹی سے وہ بچہ نکاح کرتا اسی طرح قیاس کرنا چاہیئے اور امام شافعی رحمہ کے نزدیک ایسی حرمت نہیں ثابت ہوتی ہے اور اس قصہ میں
کہتے ہیں کہ یہ اُسنے باطن کی بات بیان کی کہ درحقیقت اسکا نطفہ ہے اور حرمت کے احکام ظاہری ہیں تو بحکم حدیث الولد للفراش وللعاہر الحجر
یعنی اولاد تو جورو سے ہوتی ہے خواہ منکوحہ ہو یا باندی ہو اور زناکار کے لئے پتھر ہیں جب زناکار کا نسب نہیں ہوا تو حرمت بھی نہ ہوگی
مترجم کہتا ہے کہ اقوی استدلال حنفیہ ہو لہذا وہی مذہب ہے۔ اصحاب الاخدود مسلمانوں کی ایک جماعت کو کافر بادشاہ نے اگلی
امتوں میں سے آگ بھر کر خندقوں کو دوزخ بنا کر اسمیں جلایا تاکہ دین سے پھر جاویں انہوں نے نہیں مانا اور مرجانا قبول کیا چنانچہ
تفسیر سورۂ والسماء ذات البروج میں ان شاء اللہ تعالیٰ العزیز الرحیم بیان آویگا تو انھیں لوگوں میں ایک عورت کا بچہ لیکر
آگ میں ڈالا جسکے صدمہ سے عورت تڑپنے لگی اور قریب تھا کہ دین سے پھر جاوے مگر بچہ نے آگ سے آواز دی کہ
اے مادر مہربان جلدی چلی آ یہاں تو آگ نہیں نہایت عمدہ باغ ہو بس یہ بچہ تھا جسنے کلام کیا۔ فائدہ دوم اس قصہ میں
ایک بچہ کی گواہی پر حضرت یوسف کی پاکی ثابت ہوئی اور فقہاء کا مذہب یہ ہو کہ گواہ جو قاضی کے نزدیک گواہی دیں یا

یا نکاح مین گواہ کئے جاوین وہ عاقل بالغ آزاد آنکھون والے عادل ہون اور طفل کی گواہی قبول نہین ہی تو جواب یہ ہی کہ طفل کو لیاقت نہین کہ وہ سمجھے اور اگر سمجھا تو قوت نہین کہ محفوظ رکھے حتی کہ قبل بلوغ کے احکام روزہ نماز وغیرہ فرض نہین ہوتے ہین اگرچہ بیع وخرید وغیرہ عقود مین نابالغ عاقل ہمارے نزدیک معتبر ہین تو معلوم ہوا کہ قبل بلوغ کے قابل تحمل شہادت نہین ہوتا تو ادا کے قابل بدرجۂ اولی نہ ہوگا اور گواہی سے دوسرے پر قطعی لازم کرنا اور الزام ہوتا ہی پس ایسی صلاحیت ضرور ہی اسیواسطے طفل نابالغ قاضی نہین ہوسکتا ہے اور یہ امر عادت مین قطعی ہی بخلاف شاہد یوسف کے کہ وہ خرق عادت تھا یعنی بطور معجزہ کے خلاف عادت اتنا سا بچہ بولا تھا اگر کہا جاوے کہ اکیلا تھا اور یہان دو گواہ شرط ہین تو جواب یہ ہم کہ ہان شرع مین کہین دو ہین اور کہین چار شرط ہین اور یہ علی العموم عادت مین قاعدہ شرعی ہی اور شاہد یوسف خلاف عادت تھا اور معجزات مین اور جو اس قبیل سے ہون یہ شرائط ضرور نہین ہین لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت جبتک ختم نہین ہوئی تھی تب تک انبیاء کے معجزہ کا اعتبار تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوچکی تو اب جو کوئی معجزہ کا دعوی کرے وہ کذاب مردود شیطان ہے اور کرامت البتہ ہوسکتی ہی اور واقع ہوتی ہے لیکن اس سے شرعی حکم نہین ثابت ہوتا ہے حتی کہ اگر اب کوئی لڑکا گہوارہ مین بولے اور ایسی بات کہے جو شرع کے حکم صریح سے یا اجتہادی سے خلاف ہی تو اسکا اعتبار ہرگز نہ ہوگا جبکہ ولی کے کشف کا دین مین کچھ اعتبار نہین ہی اور اسکی کرامت برحق ہی اسیطرح ولی کے خواب سے شرعی حکم ثابت نہین ہوتا ہے اسپر اہل السنتہ والجماعت کا اتفاق ہی ہان پیغمبرون کے خواب البتہ وحی ہوتے تھے تو اب ممکن نہین ہی کہ کوئی شخص پیغمبر ہووے۔ اور قصہ مین حضرت یوسف کے گواہ کا اعتبار اسی وجہ سے ہوا کہ اللہ تعالی عزوجل نے اسکو خلاف عادت گویا کیا اور شاید کہ ہان ایسے طور پر وقوع ہوا کہ عزیز مصر وغیرہ کو قطعی یقین ہوگیا کہ حضرت یوسف سچے و پاک ہین اسکو کچھ شبہہ نہ رہا۔ فَلَمَّا رَا قَمِيصَهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ۔ پس جب عزیز مصر نے دیکھا قمیص یوسف کو کہ نوچی گئی ہی پیٹھ کی طرف سے تو اسکو یقین کامل ہوگیا کہ یوسف سچے ہین اور عورت کی طرف مخاطب ہوکر۔ قَالَ۔ بولا۔ اِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ۔ کہ یہ تہمت یوسف کو بیشک تم عورتون کی مکاری مین سے ہے۔ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ۔ تمہارا کید و مکر بہت بڑا ہے۔ کید ایسی بات کسی آدمی کے واسطے کرنا جسکو وہ مکروہ و ناگوار رکھے اس کلام مین اشارہ ہی کہ عزیز مصر نے جو کہا وہ ٹھیک ہے کیونکہ حق تعالی نے اسکو برقرار رکھا ہے۔ حدیث سے حکم نکالنے مین یہ قاعدہ ہے کہ جس فعل کو آنحضرت صلعم نے کسی آدمی کو کرتے دیکھکر منع نہین کیا برقرار رکھا تو وہ بھی سنت ہوتا ہے اسی طرح آیت مین بھی اس آیت کو مثال سمجھنا چاہیئے تو گویا حق تعالی نے عورتون کے مکر کو بڑا فرمایا۔ بعضے علماء حکما نے کہا کہ مین عورتون کے مکر سے اتنا ڈرتا ہون کہ شیطان سے اتنا نہین ڈرتا کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا شیطان کا مکر کمزور ہے بعضون نے اعتراض کیا کہ یہ عالم حکیم ٹھیک نہین سمجھے اسلیئے کہ شیطان کا مکر بمقابلہ ارادۂ الٓہی کے ضعیف ہی اور عورتونکا مکر بمقابلہ مردون کے بڑا ہے۔ یہ اعتراض بالکل لوچ ہے اسلیئے کہ اللہ تعالی خالق عزوجل کے مقابلہ مین تو شیطان و اسکا مکر و تمام جہان سب کوئی چیز ہی نہین ہی کمزور کیسا ہوتا ہے اور جب اللہ تعالی کے ارادہ کا اعتبار کرو تو عورتون کا مکر بالکل نابود و نیست ہی پس جو کچھ اللہ تعالی نے چاہا وہ تو ضرور واقع ہوگا اس سے ہم کو بحث نہین ہے۔ بلکہ یہان تو مخلوق کا بیان ہی تو آدمی کو چاہیئے کہ عورتون کے مکر سے زیادہ احتیاط رکھے اور شیطان سے ہر وقت ہوشیار رہیگا مگر عورتون سے اس سے بھی زیادہ ہوشیار رہے

کیونکہ شیطان اگر خالی وسوسہ دلادے تو ہوشیار اسکو فوراً جان کر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ لیگا اور اگر شیطان نے پہلے عورت کو آمادہ کیا کیونکہ عورت اُسکا جال ہوتی ہو تو وہ ہتھیار لیکر آیا اب بہت زیادہ ہوشیاری چاہیئے ہو - ہاں یہ البتہ ہوسکتا ہے کہ کوئی چیز بڑی ہو مگر کمزور ہو لیکن حکیم جانتا ہو کہ عورت آدمی ہے خود مکر نہیں ہو بلکہ شیطان کیلئے آلہ ہو کیونکہ کم عقلی سے اسکا وسوسہ جلد قبول کرتی اور آمادہ ہوجاتی ہو اسیواسطے جو مرد ایسے ہیں کہ شیطانی افعال میں بڑی مستعدی سے جلد جلد آمادہ ہوتے ہیں وہ عورتوں کے مثل بلکہ بدتر ہیں کہ مرد ہو کر عورت سے بدتر ہوگئے نعوذ باللہ من سیٔ الاخلاق والضلال - القصہ اس فیصلہ کے بعد اسنے حضرت صدیق علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر کہا - یُوْسُفُ اے یوسف اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا - منہ موڑ لو اور درگذر کرو اس بات سے یعنی تہمت کو معاف کرو اور اسکو کسی سے ذکر مت کرو تاکہ لوگوں میں نہ پھیلے پھر عورت کی طرف خطاب کرکے کہا - وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ - اور تو اپنے گناہ سے مغفرت کی التجا کر - تو نے بیجا حضرت یوسف کو تہمت لگائی - اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ - بیشک تو ہی تھی خطا داروں میں سے - بعضوں نے کہا کہ طعنہ دیا کہ تو خطا داروں کی نسل سے ہے جو تجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی لیکن ٹھیک یہی ہے کہ تو خطا وار آدمیوں میں سے ہو اور خاطئین جمع مذکر کہا اور خاطئات جمع مؤنث نہیں کہا کیونکہ عورتیں تو مکار ہوتی ہیں اور واضح رہے کہ عورتوں پر مکاری کا حکم بطور جنس کے ہے یعنی جنس عورتوں کی بڑی مکار ہوتی ہو اس سے یہ لازم نہیں ہو کہ ہر ایک عورت بڑی مکار ہو بلکہ اگر آدمی بڑا مکار ہو تو عورت کی جنس سے ہوگا - پس عورتوں میں سے مانند حضرت مریم وحضرت صدیقہ عائشہ وحضرت فاطمہ وسارہ وغیرہ بڑی بڑی پاکدامن فقیہہ عالم گذری ہیں تو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ جو عورت ہو وہ بڑی مکار ہوتی ہو حتی کہ مردوں میں سے بعضے ایسے ہوتے ہیں جو ہزار درجہ عورت سے بدتر ہوتے ہیں اور یہ ایسا ہے جیسے کہتے ہیں کہ مرد اچھا کہ عورت یعنی مرد کی جنس اچھی ہوتی ہو حالانکہ زانی چور خائن بدمعاش بیہودہ نکما مرد نہایت خراب ہو اور پاکدامن صالحہ نیک سیرت مطیع دیندار عورت اس سے بہت بہتر ہے - القصہ عزیز نے عورت کو استغفار کرنے کا حکم دیا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا تو سراج میں شیخ ابو بکر الاصم سے نقل لایا کہ شوہر اس عورت کا غیرت کم رکھتا تھا کہ فقط اتنی بات پر کفایت کی - میں کہتا ہوں کہ یہ بات کچھ نہیں ہو اسلیئے کہ درحقیقت کوئی لوث واقع نہ ہوا تھا اور بنوز پردہ ڈھکا تھا البتہ عالم الغیب جل جلالہٗ کو علم تھا اسنے نازل فرمایا تو قتل کرنے یا طلاق دینے میں پردہ فاش ہوتا اور اسکو یہ حالت ایک ایسے پیغمبر کی طرف پیدا ہوئی جسکا مثل نہیں تھا - وفی قصۃ الاھک قال استغفری ان المست فتابی - اور قتل البتہ اسطرح روا ہو جیسے حدیث صحیح میں آیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے
سعد بن عبادہ سید الخزرج ۱۲
کہا کہ یا رسول اللہ اگر میں اجنبی مرد کو اپنی کوٹھری میں دیکھوں تو تلوار سے قتل کر دوں - آپ نے فرمایا الا ان سعد الغیور یعنی خبردار ہو کہ بیشک سعد بڑا غیرت والا ہے وانا اغیر منہ - اور میں اس سے بڑھکر غیرت والا ہوں واللہ اغیر منی اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہو ولذلک حرم الفواحش اور اسی جہت سے اس نے فواحش کو حرام کر دیا - علماء حنفیہ نے کہا کہ اگر کوئی شخص اپنی جورو کے ساتھ کسی اجنبی کو دیکھے درحالیکہ دونوں راضی ہوں تو روا ہے کہ دونوں کو قتل کر دے اور اسپر کچھ قصاص نہیں ہے اور کہا کہ اسی طرح اگر ذی رحم محرم کے ساتھ مانند ماں وبہن وپھوپھی وغیرہ سے معاملہ ہو تو بھی یہی حکم ہے اور اگر عورت پر زبردستی کیگئی ہو تو مرد فاجر کو قتل کر سکتا ہے اور بعض نے لکھا کہ اولیٰ یہ ہو کہ بحالت ضرورت قتل کرے اور میں کہتا ہوں کہ غیرت اسکا باعث ہے مسئلہ اگر منڈی کے بیٹے نے اسکی ماں کے یاروں میں سے کسی کو قتل کیا اور صورت ولباس ان لوگوں کا مسلمانوں کا

ہے تو کیا حکم ہوگا مترجم کہتا ہے کہ یہ لڑکا اگر اپنی ماں کو اس حالت مین دیکھ چکا تھا اور جانتا تھا کہ راضی ہوا تو جب اسنے مردانی کو قتل کیا
تو اس سے قصاص لیا جاوے اور اسلام کی حکومت والے ملک مین یہ فعل روا نہین ہے اور رنڈیون کی نسبت اسلام کا حکم دیا جاوے
یا نہین دیا جائیگا بلکہ اُن سے وہ برتاؤ ہوگا جو کافرون کے ساتھ ہو پس میرے نزدیک جو کوئی اُن کو اسلام مین داخل کرکے اُنسے
مسلمانون کا برتاؤ کرے وہ بھی انھین کے مثل ہو ایسا ہی حکم اللہ تعالیٰ و رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بقواعد شرع ثابت ہو اور استدلال
کے ذکر کا یہان موقع نہین ہے واللہ تعالیٰ اعلم - فی العرائس قولہ واستبقا الباب الآیۃ - واضح ہو کہ اول ظہور نور توحید مین آنحضرت
کو برداشت نہ ہوئی تو مقام خطر سے بھاگے اور اگر بحر توحید مین غوطہ لگاتے اور متمکن ہو کر زلیخا کو دیکھتے تو وہ پانی پانی ہو جاتی اور
شہوت انسانی کا اثر نہ رہتا اسیواسطے جب زلیخا مین اثر نہ ہوا تو ان کے بھاگنے پر وہ پیچھے دوڑی اور قمیص پھاڑ لی - آنحضرت تو
ابتدا توحید مین تھے اور زلیخا اپنے عشق مین انتہا کے قریب تو اسکے عشق مین توحید مؤثر نہ ہوئی - اور قمیص پھاڑنا عشق
روحانی پر عشق انسانی کا غلبہ تھا اور یہی پھاڑنا حضرت یوسف علیہ السلام کے صدق پر دلیل ہو گیا بعض نے کہا کہ اگر مکان
کی طرف نہ بھاگتے بلکہ اللہ تعالیٰ کیطرف بھاگتے تو کافی ہوتا قولہ تعالیٰ والفیا سیدہا لدا الباب - زلیخا کا سید عزیز کو قرار دیا کیونکہ یوسف علیہ السلام کا سید
حضرت خلاق علیم ہے جل شانہ اور یوسف بتوحید و تفرید آزاد از عبودیت نفس تھے اور ظاہر شریعت کی راہ سے بھی ایسا ہی
تھا پھر عشق و ملامت مین ملازمت ہے چنانچہ زلیخا نے پہلے جرم کو آنحضرت کے ذمہ لگایا اور زبان دباکر خالی سزا دینے کا نام لیا مگر
آخر اسی کی طرف عود ہوا - قولہ الا ان یسجن او عذاب الیم - اگر زلیخا کو عشق پورا ہوتا تو جرم آنحضرت پر نہ لگاتی بلکہ خود گوارا کرتی - شیخ
ابن عطار رح نے فرمایا کہ ابتدا مین سچی نہ تھی اور آخر مین محبت سے مستغرق تھی کہ بولی کہ الآن حصحص الحق انا راودتہ عن نفسہ - مترجم کہتا ہے
کہ اکابر اولیا نے بحکم قولہ تعالیٰ والذین آمنوا اشد حبا للہ اور باعتبار اس قصہ و اشارات احادیث صحیحہ کے کہا کہ محبت اعلیٰ مقامات
قرب مین سے ہے ولیکن ؎ عشق آن نبود کہ در مردم بود ٭ این فساد خوردن گندم بود ٭ امام غزالی رح و ایک جماعت
نے عشق نفسانی اور عشق روحانی و عشق ایمانی مین امتیاز بیان کر دیا ہے پس عشق نفسانی یعنی شہوانی مین جانور و آدمی
سب شریک ہین اور وہ معیوب ہے اور عشق روحانی اکثر فلاسفہ افلاطون وغیرہ کے مشق مین تھا - اعلیٰ عشق ایمانی ہے ولیکن
ہر حال مین ملامت اسکے ساتھ لازم ہے پس قسم اول کی ملامت تو فواحش و عیوب ہین جیسے فاسقون و فاجرون کی حرکات
مین مشاہدہ ہے اور یہ برعکس آثار رہتے ہین چنانچہ قسم اعلیٰ مین ہمہ تن رضائے حق عز و جل کا اختیار بملامت ہے چنانچہ فرمایا
حق عز و جل نے - لا یخافون فی اللہ لومۃ لائم یعنی اپنے رب کی عبودیت مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف
نہین کرتے ہین کیونکہ صدق کے علامات مین سے ہے کہ رضائے محبوب پر ہمہ تن پسند ہوتی ہے اور اپنی کوئی خواہش مختار نہین ہوتی
اسیواسطے ابتدا حال مین زلیخا کا صدق نہ تھا اور آخر مین صادق ہو گیا چنانچہ اپنے کو مجرم قرار دیا اور آنحضرت علیہ السلام
کو بری کیا ایسے ہی جو لوگ بندون مین سے صادق ہین وہ حضرت رب تبارک و تعالیٰ کی رضائے اعلیٰ مین ہر دم سرگرم ہین
ماں باپ بیٹے دوست و آشنا سب کے سب جا و نصیحت و ملامت سے باز نہین آتے کسی شخص کی ملامت سے نہین ڈرتے ہین
اس سے معلوم ہوا کہ محبت ایمانی مین اہل ملامت کا اصل التقوی بزرگون کا نام ہے چنانچہ حضرت المباری رحمۃ اللہ سے صریح
منقول ہو کہ کتاب لب لطائف مین ذیل تذکرہ بعض اکابر اولیا در شیخ العباد رحمۃ اللہ نے افسوس کے ساتھ ہوتے تھے کے

جاہل صوفیہ پر ملامت کی ہے کہ یہ لوگ رندی و زندقہ و الحاد و سدا سہاگ و بیہودگی کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت اور شیطان سے محبت ہے اسکو ملامت کہتے ہین مترجم کہتا ہو کہ شاید ان بدبختون نے سوائے عشق شہوانی کے کسی عشق سے وقوف نہین پایا اس سبب سے اسی کے مناسب ملامت کو ملامت خیال کیا اللھم اہدہم حاصل یہ کہ عشق شہوت کی ملامت تو تمام مشہور ہے اور ملامتیہ فرقہ گمراہ گردن کا اسی قسم کا مفسد گروہ ہے اور عشق نورانی ایمانی کی ملامت یہ کہ کمال تقوی و طہارت ہو حتی کہ راہ حق مین اسکو کچھ خوف ملامت کا نہ ہو کہ لوگ ہم کو اس طرح کہین گے فلیحفظ المقام واللہ تعالیٰ ہو الحکیم العلام قولہ قال ہی راودتنی عن نفسی۔ شیخ نے لکھا کہ کرم مقتضی سکوت تھا بنظر آنکہ فضیحت نہ ہو و توحید مین ترک تدبیر سے اقرب ہو کیونکہ ظہور اشیاء بقادیر ازلیہ ہے لیکن تقدیس نبوت نفل حق تعالیٰ کی عبودیت ہے لہذا گہوارہ کے بچہ نے گواہی دی لطیف اشارہ ہو کہ عورت نے محبت کا دعوی کیا اور بلا کے وقت الگ ہوئی تو کریم بن الکریم نے اپنے قول سے ملامت اسپر لازم کی۔ شیخ نے کہا کہ ملامت دعوی عشق مین لازم ہے ورنہ عشق صادق نہ ہوگا۔ اقول اسی واسطے مردان راہ حق ہر زمانہ مین کافر و مسلم یعنی دشمن و دوست سے عجیب سوانح کے ساتھ بدگوئی و ملامت برداشت کرتے ہین ولیکن شرع مقدس و طریقہ سنت و رضائے حق تعالیٰ مین کمال تقوی کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہین۔ جب حجت قاطعہ سے صدق نبوت ظاہر ہوا تو عورت کے شوہر نے کہا کما حکاہ اللہ تعالیٰ انہ من کیدکن ان کیدکن عظیم۔ شیخ نے کہا کہ عورتون کے مکر اور کید سے مراد یہان انکا کرشمہ و ناز و عشوہ و زلفون کا لہرانا و خوش ادائی و دلربائی سے حرکات انداز اور زینت لباس و لطافت گفتگو اور نانہ سے پھول مارنا اور اسپر حسن کی ایک نقاب اُن کے چہرون پر ہے۔ بھلا شیطان کو یہ منظر ملعون صورت کا انکے مقابلہ مین کیا شمار ہے اسیواسطے قولہ ان کید الشیطان کان ضعیفا مکر شیطان کو کمزور اور مکر زنان کو عظیم قرار دیا۔ حدیث مین ہے کہ ما ترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء یعنی مین نے اپنے بعد کوئی فتنہ نہین چھوڑا کہ وہ عورتون سے زیادہ بڑھکر مضر ہو مردون کے حق مین یعنی اُمت کو آگاہ فرمایا کہ تمھارے لئے سب سے بڑا فتنہ عورتین ہین اور فرمایا النساء حبائل الشیطان شیطان کے جال یہ عورتین ہین۔ اقول اس زمانہ مین تو مرد مومن کو یہ بدیہی نظر آتا ہے۔ کچھ دلیل کی حاجت نہین ہے۔ شیخ نے کہا کہ حسن فعل الٰہی عز و جل یہ ہے کہ عورتون کے چہرون و طبائع پر ایک نقاب حسن ازل ہے کہ طبائع مردان اسطرف منجذب ہوتے ہین اور یہی اصل عظیم ہے اسکی وجہ سے انکے کید کو عظیم فرمایا ہے۔ جب یہ خبر فاش ہوئی تو زلیخا کی ہمجولیون و ہمرازون نے لالچ کیا ولیکن ظاہر مین زلیخا کو ملامت کا بہانہ کیا چنانچہ اسکو اللہ تعالیٰ نے حکایت فرمایا بقولہ

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۭ

اور کہنے لگین کئی عورتین اُس شہر مین   عزیز کی عورت   خواہش کرتی ہے اپنے غلام سے اسکے جی   فریفتہ ہو گیا اُس کی محبت مین

اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ

ہم تو دیکھتے ہین وہ بہکی ہے صریح   پھر جب سنا اُسنے اُنکا فریب   بلا بھیجا   اُن کو   اور   طیار کی

لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ

اُنکے واسطے ایک مجلس اور دی اُن کو   ہر ایک کے ہاتھ مین   چھری اور بولی یوسف نکل انکے سامنے   پھر جب دیکھا اُس کو

أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ○

دہشت میں آگئیں اُسکی اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیاں حاشا للہ نہیں یہ شخص آدمی یہ تو کوئی فرشتہ ہے بزرگ

قَالَتْ فَذَٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ۖ وَلَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ

سو یہ وہی ہے کہ الزام دیا تم نے مجکو اُسکے واسطے اور میں نے چاہا اُس سے اُسکا جی پھر اُسنے تھام رکھا

وَلَئِنْ لَمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِنَ الصَّاغِرِينَ ○ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ

اور مقرر اگر نہ کریگا جو میں اسکو کہتی ہوں البتہ قید پڑیگا اور ہوگا بےعزت یوسف بولا اے رب مجکو قید پسند ہے اس بات سے

إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ ○

جس طرف مجکو بلاتیاں ہیں اور اگر تو دفع نکریگا مجھ سے انکا فریب تو مائل ہوجاؤں اُنکی طرف اور ہوجاؤں بےعقل

فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ○

سو قبول کرلی اُسکی دعا اُسکے رب نے پھر دفع کیا اُس سے انکا فریب البتہ وہ ہی ہے سننے والا خبردار

القصہ جب یہ خبر فاش ہوئی کہ عزیز کی جورو اسطرح چاہتی ہے اور حکمت الٰہیہ نے حضرت یوسفؑ کی پاکی اور طفل کی گواہی سے کرامت عام مشتہر فرمائی تو امراء و رؤسا کی عورتوں میں یہ تذکرہ پھیلا وقال تعالیٰ ۔ وَقَالَ نِسْوَةٌ ۔ نسوۃ جماعت زنان اس کا واحد بلفظ نہیں بلکہ امرأۃ آتا ہے اور تانیث غیر حقیقی ہے لہذا فعل قالت ضرور نہیں روایت ہے کہ پانچ عورتیں سرغنہ تھیں ساقی کی جورو باورچن ۔ داروغہ اصطبل کی بیوی ۔ اور داروغہ جیل خانے کی بیوی اور شاہی حاجب کی عورت یعنی اور کہا عورتوں کی ایک جماعت نے ۔ فِي الْمَدِينَةِ ۔ جو اس شہر میں تھیں مصر میں اور بعض نے کہا کہ شہر عین الشمس میں تھیں اِمْرَأَتُ الْعَزِيزِ ۔ امرأۃ رسم الخط بتا رکشیدہ یہاں ہے عزیز بادشاہ دلقب وزیر مصر اور ایسے شخص کی جورو کا قصہ سننے کی طرف توجہ زیادہ ہوگی ۔ المعنی کہ عزیز مصر کی جورو ۔ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ ۔ مراودت کرتی ہے اپنے غلام کو اسکے نفس سے یعنی زلیخا چاہتی ہے کہ اُسکا زرخریدہ اُس سے مانوس ہو حالانکہ وہ بھاگتا ہے ۔ فتی نوجوان ۔ فتاۃ ۔ نوخیز عورت ۔ اور فتاہا وفتاک وفتای اسکا تیر امیرا غلام یعنی وہ اپنے غلام کنعانی سے بُری حرکت چاہتی ہے ۔ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۔ درحالیکہ مشغوف کرلیا اُسنے اس عورت کو از راہ محبت کے یعنی شغاف قلب جو پردہ جھلی رقیق ہے وہاں تک عورت کے دل پر اسکی محبت بیٹھ گئی اور یہ پردہ پھاڑکر دل پر پہونچ گئی ضحاکؒ و ابن عباسؓ شغف یعنی محبہ عشق شدید اور شغف یعنی مہملہ اس سے کم اور شغاف دل کی جھلی ہے ۔ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۔ ہم سب تو اس عورت کو کھلی ہوئی گمراہی میں پڑا دیکھتے ہیں اور ضلال عرب والے عشق کو بھی کہتے ہیں تو شاید یہ معنی ہوں کہ ہم اسکو عشق میں مدہوش سمجھتے ہیں ولیکن اول ظاہر ہے بقرینہ قولہ ۔ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ ۔ پس جب سنا زلیخا نے اُن کا مکر ۔ مُراد مکر سے قول ہے کیونکہ اس قول سے چاہتی تھیں کہ کسی طرح یوسف کو دیکھیں کیونکہ ان عورتوں نے بظاہر کہا کہ فلانی عورت اپنے غلام پر ایسی گئی گذری جاتی ہے ہم تو اسکو دیوانی سمجھتے ہیں اور مطلب یہ تھا کہ ہم کو تحقیق کردو ہم دیکھیں سفیان ثوریؒ نے کہا کہ قرآن میں جہاں مکر ہے اس سے عمل مراد ہے پس معنی قولہ تعالیٰ مکر اللہ یعنی فعل اللہ ۔ اگرچہ فعل الٰہی ایسی طرح پر ہو کہ بدکار ظالم بندوں کے فعل کے مقابلہ میں خفیہ بصورت مکر ہو ۔ رازی نے کہا

کہ یا یہ ہو کہ زلیخا نے ان کو اپنے اسرار سے آگاہ کیا تھا اسکو انھون نے فاش کیا۔ یا۔ اُنھون نے خفیہ غیبت کی۔ مترجم کہتا ہے کہ عورتون نے بلحاظ موقع حالیہ کے اس کلام سے کوئی مکر چاہا تھا مثلاً زلیخا کا یوسف سے ترک تعلق اور گھر سے بدر کرنا یا اُن مین سے کسی کو دیدینا وغیرہ جسکو زلیخا سمجھ گئی پس صحیح ہوا کہ جب زلیخا نے ان عورتون کا مکر سنا تو۔ اَرۡسَلَتۡ اِلَيۡهِنَّ۔ اُن عورتون کو بلوا بھیجا۔ وَاَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّکَاً۔ اور مہیا کر رکھا انکے لئے متکا۔ ابن عباسؓ وسعید بن جبیرؒ ومجاہدؒ وحسنؒ وسدیؒ وغیرہم نے فرمایا کہ متکا وہ مجلس جسمین فرش بچھے دگاؤ تکیہ آراستہ ہون اور چاقو چھری سے کاٹ کر کھانے کی چیزین مہیا ہون جیسے ترنج وغیرہ۔ کذا فی تفسیر الحافظ۔ واعتدت اے اعددت ومعنی اعداد کے سامان مہیا کرنا اور سراج مین متکا کی تفسیر خالی ایسے طعام سے ذکر فرمائی جو چاقو چھری سے کاٹا جائے اور ایسے طعام کو متکا اسوجہ سے کہتے ہین کہ اترائے ہوئے لوگ تکیہ دیکر اُسکو کھاتے ہین اور اصل متکا وہ چیز ہے جسپر تکیہ دین جیسے گاؤ تکیہ وغیرہ اور حدیث مین تکیہ دیکر کھانے سے ممانعت فرمائی ہو کما فی الصحاح ولیکن اصوب وہی تفسیر ہے جو سابق مین مذکور ہوئی کہ مراد متکا سے مجلس گاؤ تکیہ وغیرہ سے آراستہ ہو اور فرعونیون کے رواج مین شاید یہ ہوگا کہ ترنج وغیرہ فواکہ کی دعوت مین ایسی تکیہ دار مجلس آراستہ کرتے ہون گے پس متکا مجلس اس امر کو متضمن ہو کہ اسمین چھری چاقو سے کاٹ کر کھانے کی چیزین بھی مہیا ہوتی ہین اسی واسطے فرمایا۔ وَّاٰتَتۡ اعطت۔ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّيۡنًا۔ اور دیدی زلیخا نے ہر ایک عورت کو اُن مین سے ایک چھری۔ قال الحافظ۔ یہ طریقہ زلیخا کی طرف سے عورتون کے مکر کا جو دیکھنا چاہتی تھین مقابلہ ہے یعنی صریح زخم کی حجت سے زلیخا کی معذوری کا اقرار کرین چنانچہ جب یہ سامان ہوگیا تو۔ وَّقَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّ اور زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو فرمایا کہ نکل کر ان عورتون پر ظاہر ہو پہلے سے حضرت یوسفؑ کو فرزندانہ خیال عزیز سے بلباس شاہانہ آراستہ کرکے تنہا مقام پر چھپا رکھا تھا اب حکم دیا تو ظاہر ہوئے۔ فَلَمَّا رَاَيۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ سو جب ان عورتون نے آنحضرت کو دیکھا تو بڑا بزرگ شان والا جانا اسکو۔ یعنی عظمت واجلال شان یوسفؑ کی ان پر طاری ہوئی اور کمال حسن وہیبت شان اصلی نبوت ازلی کی اور لباس تاج شاہانہ ظاہری سے ان پر دہشت طاری ہوئی کہ جس سے خود فراموشی کی نوبت پہونچی۔ وَقَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ۔ اور لگین کاٹنے اپنے ہاتھون کو۔ یا کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ۔ شیخ حافظؒ نے کہا کہ اکثرون کا قول ہو کہ ترنج سے چھری طے ہوکر ہاتھون پر پہونچی اور بیہوشی وحیرت سے اسی طرح وہ عورتین رہ گئین حتی کہ ہاتھ زخمی ہوگئے اور مجاہد وقتادہ سے مروی ہو کہ بعضے ٹکڑے کٹ گرے اور زید بن اسلم سے روایت ہو کہ جب عورتین دعوت کھاکر فارغ ہوئین تو زلیخا نے تنقل کے طور پر ترنج مع چھری ہر ایک کے سامنے رکھوائی اور فرمایا کہ کیا تم یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو۔ بولین ہان تو کہلا بھیجا کہ یہان آؤ جب عورتون نے دیکھا تو عظمت وہیبت طاری ہوئی اور متحیر رہ گئین پھر حکم دیا کہ جاؤ تاکہ سامنے سے آتے اور جاتے دونون ہیئت سے دیکھ لین اور یہ عورتین اس حالت مین چھری اپنے ہاتھ پر چلانے لگین جب آنحضرتؑ چلے آئے تو انکو درد محسوس ہوا اور غلغلہ برپا ہوا تب زلیخا نے کہا کہ ایک نظر اس آفتاب جمال کو دیکھنے سے تمہارے حواس کی آنکھین اسقدر نابود ہوگئین بھلا تم مجھے کیونکر ملامت کرتی ہو۔ فَقُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا۔ تب کہنے لگین حاش للہ یعنی پاکی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ تو آدمی نہین ہو۔ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ۔ نہین ہو یہ شخص مگر ایک بزرگ فرشتہ۔ الغرض آئندہ زلیخا پر کبھی ملامت نہ کرین گی کیونکہ آدمی تو ایسا کیا بلکہ اس سے مشابہ بھی کبھی نہین دیکھا گیا ہو یہ آدمی نہین ہوسکتا بلکہ کوئی فرشتہ ہے جسکو اللہ تعالےٰ

نے متمثل فرمایا ہو واضح ہو کہ حضرت یوسف کا جو حسن تھا بیان سے باہر ہے اور احادیث مین بعض روایات مین ہو کہ حسن مین سے نصف و بعض مین دو تہائی و فقط آنحضرت کو دیا گیا تھا اور باقی مین تمام مخلوق ہو اور ظاہرا صریح روایت نصف کی ہے اور ما قال دو تہائی ہو اسطرح کہ ایک تہائی حسن کا آنکی دادی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو ملا تھا جیسا کہ حدیث مین آیا اور یہ میراث بھی حضرت یوسف کو ملی اور خود نصف حسن انکو ملا تو مجموعہ دو تہائی ہو گیا واللہ اعلم - بالجملہ انکا حسن سوائے دیکھنے والون کے دوسرون کے قیاس سے باہر ہو کیونکہ انکا مشابہ دوسرا نہ تھا جسپر حواس کی قوت کو دوڑاوین اور ادنی بات یہ تھی کہ جب سوار ہو کر چلتے تو چہرہ کی روشنی سے دیوارین روشن ہو جاتی تھین - اب یہان ایک وہم یہ ہوتا ہے کہ ظاہرا عورتین اسوقت توحید الٰہی اور فرشتہ کی قائل تھین حالانکہ تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم بت پرست تھی تو اسکا جواب کئی طرح پر ہو اول یہ کہ حاشا للہ کلمہ تنزیہ و تعجب ہے جسکو عرب بولتے ہین پس ان عورتون کے کمال تعجب کے کلمہ کو عرب کے ایسے کلمہ سے تعبیر فرمایا اور فرشتہ سے تشبیہ بنظر عرف معروف ہو اگرچہ بنظر ایمان انکو اعتقاد نہ ہو اور ممکن ہو کہ حضرت ابراہیم و دیگر انبیاء کی تعلیم و تلقین سے اثر عام اقوام تک پہونچا اگرچہ ان فرقون کی طرف نسبت نہ ہو یا بت پرستی گو ان مین بعد اسلام کے پھیلی ہو اور یہ امر صاف مشاہدۂ حالیہ سے ظاہر ہوتا ہو جواب دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کا اقرار اور فرشتہ کا اقرار انکی طرف سے تحقیقی تھا اور انکی بت پرستی کو اس اقرار سے کچھ مخالفت نہ تھی دیکھو کفار عرب کو بھی اللہ تعالیٰ کا اقرار تھا باوجود بت پرستی کے اور ملائکہ کو بنات اللہ بطریق کفر و انکار کہنے سے فی الجملہ انکا اقرار تھا - بالجملہ کفر کی ملتین طرح طرح کی ہین اور انکا یہ اقرار واقعی ہوتا کچھ محل وہم نہین ہو اور جواب سوم درحقیقت دوسری قرأۃ کا اختیار ہے اور وہ یہ ہو کہ بشرا بای جارہ اور شرا بمعنی خرید ہے پس قولہ ما ہذا بشرا یعنی یہ شخص تو خریدا ہوا غلام نہین ہے اس کی شان غلامی کی نہین ہو - ان ہذا الا ملک کریم - ملک بکسر لام پڑھو یعنی یہ شخص تو بادشاہ بزرگ ہو - خفاجی رح نے کہا کہ یہ قرأۃ براہ روایت و درایت دونون طرح صحیح ہو - اگر کہا جاوے کہ ان عورتون نے کیونکر جانا کہ فرشتہ اس صفت کا ہوتا ہو تو جواب یہ کہ محض اعتقاد جو ان کے دل مین مرتکز تھا یا خیال خوبی جو بجانب ملائکہ ہو سکتا ہے اس امر کا باعث ہوا جیسے بھوت پریت و شیطان کی نسبت نہایت قبیح صورت ہونے کا خیال راسخ ہوتا ہو پس یہان مانند کشاف معتزلی کے کوئی شخص یہ زعم نہ کرے کہ بشر سے فرشتہ کی صورت افضل ہو بلکہ اس بحث مین نہ پڑے کہ فرشتہ اچھا کہ آدمی اچھا کیونکہ دین مین یہ کوئی مسئلہ نہین ہو - اگر کہا جاوے کہ یہ فضل حضرت یوسف ع کے ساتھ مخصوص تھا تو جواب یہ ہو کہ ہان مگر یہان نظر دو طرح پر ہے اول آنکہ کسی شے کی خوبی جو درحقیقت ہو اور دوم آنکہ ظہور کسی خوبی کا دنیاوی آنکھ کی قوت پر تو جاننا چاہیے کہ نظر دنیاوی ایک صنعت قدرت کاملہ الٰہی تعالیٰ ہے اور اسپر امتحان کا اندازہ ہو چنانچہ روح کو یہ آنکھ نہین دیکھ سکتی اور عصائے موسیٰ کو آنکھ دیکھتی تھی مگر اسکی حقیقت کو کچھ نہین پہچانتی تھی حالانکہ درحقیقت وہ فرعون کیلیئے اژدہا ہو جاتا تھا اور یہ حال حواس کا اہل عقل پر خوب واضح ہے پس اب سمجھو کہ حضرت یوسف ع کے ساتھ یہ مخصوص تھا کہ ظہور نصف حسن کا ہوا اور ممکن ہو کہ درواقع کسی بندۂ خاص کو ان سے زیادہ حسن عطا فرمایا گیا لیکن صفت ظہور اس نظر کیلیئے عام نہ ہوئی ہو اور اکابر اہل الحق اسی پر ہین کہ آنحضرت سید الانبیاء والمرسلین یعنی مولانا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ اجمعین مین کمالات بروجہ اتم واکمل تھے اور آپ جملہ انبیاء و مرسلین سے افضل تھے و لیکن اس فرادنا پائدار کے ظہور مین حکمت الٰہیہ جس طرح مقتضی ہوئی ظہور ہوا اسیواسطے آپکا دیدار ایک معجزہ خاص تھا جس سے حضرات

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بحکم طوبیٰ لمن رآنی الحدیث کے جو حاصل ہوتا تھا وہ کمال کبھی کسی طرح اب ممکن نہیں ہے اور جیسے طائفات کافرہ معاندین کی صریح نفی فرمائی بقولہ تراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون - اور سعدی علیہ الرحمہ نے خوب کہا ہے گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ؛ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ؛ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وجمیع الانبیاء والمرسلین کا حسن وجمال اعلیٰ واکمل تھا اگرچہ اندھوں کو نظر نہ آوے - فافہم واستقم - وہہنا اشارات لطیفۃ لا یسعہا المقام بل لا یتحملہا الکلام - القصہ ان عورتوں نے اس حسن ظاہری پر ایک نارسا نظر سے ایسی کیفیت دیکھی اور یہ حالت طاری ہوئی کہ تن بدن کا ہوش نہ رہا ہاتھ کاٹ ڈالے اور درد محسوس نہوا اور بالآخر انہوں نے خام خیالات پر اسکو آدمی نہ جانا بلکہ فرشتہ تجویز کیا اور زلیخا کا عذر معقول جانا - قَالَتْ - زلیخا نے ان عورتوں سے کہا کہ - فَذٰلِكُنَّ - اے فہذا - اور کن ضمائر خطاب ہوتی ہیں جنکے لیے موقع اعراب نہیں ہوتا اور اشارہ ذالک بجائے ہذا کے بغرض تفخیم شان ہے جیسا کہ بلاغت عرب میں معلوم ہوا - پس یہی ہے - الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ - وہ شخص جسکے عشق میں تم نے مجھے ملامت کی تھی یعنی میں ایسے حسن سے بے اختیار وبے صبر ہوں - بالجملہ یہ عذر ایسا صریح تھا کہ معذوری کا مرتبہ یقین سے بھی بڑھ گیا لہذا زلیخا نے اپنے واقعہ کی تصریح کردی قولہ - وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهُ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ - اور بیشک میں نے اسکو اسکی ذات کی چاہت میں بہلایا تھا مگر اسنے عصمت وپاکدامنی اختیار کی یعنی صحیح واقعہ جسکا شہرہ ہوا یہی ہے کہ میں نے ہی اس سے مراد چاہی لیکن اسنے بجائے لوث کے عصمت کو چاہا پس حسن صورت کاملہ کے ساتھ اسمیں حسن سیرت صادقہ ایسی اعلیٰ مجتمع ہے - پھر دھمکایا اور کہا وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ - اور اگر اس نے نہ کیا وہ جو میں اسکو حکم دیتی ہوں - زبان دبائے ہوئے اشارے سے حکومت کی بولی میں فحش بات سے پرہیز کرکے کہا کہ اگر میرا کہا نہ مانیگا تو لَيُسْجَنَنَّ - ضرور قید کیا جائے گا - یعنی ایسی تدبیر کروں گی کہ قید میں پڑکر محبوس رہے - وَلَيَكُوْنًا - البتہ ہووے - مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ - یا ہو جائیگا ذلیل وخوار غلاموں یا نوکروں میں سے یعنی اس رتبہ سے گراکر خوار کروں گی - یہی تکبر باوجود اس عشق کے زلیخا کی راہ میں خار ہو گیا حتیٰ کہ آنحضرت علیہ السلام جدا ہوئے اور وہ خود خوار ہوکر بعد ایک مدت کے آنحضرتؑ کی نوازش سے سرفراز ہوئی - واضح ہو کہ عبارات مفسرین صحیح ہیں کہ زلیخا نے قولہ ولئن لم یفعل - بطریق دھمکی کے حضرت یوسفؑ کو سنا کر انکی موجودگی میں کہا لیکن اسمیں مضائقہ نہیں کہ اسنے فقط عورتوں سے بطور تمہید وتدبیر کے کہا ہو اور شاید کہ ان عورتوں سے اپنی مراد کیلئے استعانت چاہی ہو اسطرح کہ آنحضرت علیہ السلام نے کہا تھا کہ معاذ اللہ انہ ربی احسن مثوای یعنی اپنی پرورش کرنیوالے عزیز مصر کی جورو سے بلحاظ مربی ہونے کے یہ کام نکرینگا تو یہ عورتیں طالب ہوں پھر انکی تلویث کے بعد کام آسان ہو چنانچہ بعض مفسرین نے قصہ روایت کیا کہ ان عورتوں میں سے ہر ایک نے زلیخا کی حیلہ گری وا شارہ سے آنحضرت علیہ السلام سے تخلیہ میں یہ خواہش ظاہر کی اور ہر طرح کی زینت ومکر ولجاجت وحیلہ کا خاتمہ کردیا تھا - اور کلام مابعد میں بطرف اشارہ بھی نکلتا ہے چنانچہ جب یہ صورت معاملہ نظر آئی تو - قَالَ - دعا کی حضرت یوسفؑ نے - رَبِّ - اے میرے پروردگار - السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ - قیدخانہ مجھے زیادہ پسند ہے یعنی وہی مجھے منظور ہے - مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ - اس کام سے جسکی طرف یہ عورتیں مجھے بلاتی ہیں اور سب دعا میں یہ حال حضرت علام الغیوب جل کبریاؤہ کی درگاہ میں عرض کیا اور بعض نے کہا کہ عورتوں نے زلیخا کیلئے سفارش کی تھی اسوجہ سے عورتوں کے جمع کا صیغہ بیان کیا - وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ - اور اگر اے پروردگار تو نہ پھیر دیگا میری طرف سے ان عورتوں کے مکر کو تو میں مل جاؤں گا

ان عورتوں کی طرف سے اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ۔ اور ہو جاؤں گا جاہلوں میں سے ۔ یہ آیت صریح ہے کہ خیر کو پہنچانیوالا اور بدی و برائی کو دور کرنیوالا حضرت خالق عز و جل ہے اور آدمی کافر ہو یا مومن ہو سبکے امور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں ولیکن جسکے لئے ایمان کا حصہ نہیں ہے وہ اپنی تدبیر کا بھروسا کرتا اور جو مراد ملی اسکو نتیجۂ تدبیر خیال کرتا ہے اور مومن تدبیر سے گریز نہیں کرتا ولیکن اسپر اعتماد نہیں کرتا ہے پس جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ عورتیں یا تو مراد چاہتی ہیں یا میرے لئے قیدخانہ تو خیال ہوا کہ اول میں دنیا کی مذمت و آخرت کا عذاب عظیم مگر کچھ لذت ۔ اور دوم میں دنیا کی مدح اور آخرت میں ثواب جلیل مگر کچھ کراہت تو دوم اختیار کیا اور اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے قیدخانہ طلب کیا ۔ حالانکہ طول مدت سے گھبرا کر رہائی چاہی تھی جیسا کہ آئندہ آویگا انشاء اللہ علماء نے کہا کہ محنت امتحان پر دلیری نچاہیئے اگر قیدخانہ نہ مانگتے تو بلا قید کے خلاصی پاتے اسیواسطے حدیث صحیح میں بلا پر صبر پر بغیر کے اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگنے کا حکم مروی ہے اور بعض روایات میں دنیا و آخرت کی سلامتی و عافیت مانگنے پر تحریض ہے اور آیت میں دلالت ہے کہ معصیت کیساتھ جہالت کی صفت ہوتی ہے کیونکہ حکمت سے ارتکاب قبیح نہ ہوگا لہٰذا جو کوئی معصیت و قبیح فعال و نافرمانی خالق عز و جل کا مرتکب ہوا اگرچہ ظاہری حواس سے ہنرمند ہوش اور لوگوں میں زیرک مشہور ہے وہ کبھی عقلمند حقیقی نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ عوام بلکہ خواص بلکہ علماء وقت کے نزدیک حواس کا اندازہ و عقل کا منارہ بالکل خلط و مشتبہ ہوگئے ہیں ۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ علم ریاضی یعنی حساب و جبر و مقابلہ و اقلیدس و علم مثلث و علم طبعیات و موسیقی و تمام کلیں مانند کپڑا بننے و سینے وغیرہ کے و ریل و تار برقی وغیرہ جو کچھ ریاضی ہیں سب حواس سے متعلق ہیں اور تدبیر انتظام ملکی بھی اسی کا اثر ہے اور اسمیں دخل دماغ کے بطون کی خزانہ اول کو جو محل قوت تخیلیہ ہے بہت زیادہ ہے اور یہ قوت بدن کی تروتازگی و رطوبت و خون کی زیادتی و جوش سے خصوصاً ایام طفولیت میں زیادہ ہوتی ہے اسی واسطے گرم ملکوں میں خصوصاً جوانی کے زمانہ میں جب اشتعال حرارت سے اس رطوبت میں کمی آجاتی ہے اس قوت میں وہ بات نہیں رہتی جو ابتداء میں تھی اور یہ مقام فلاسفہ یونان نے بہت مشرح ثابت کیا اور کہا کہ ریاضی کی تعلیم اسیوجہ سے اطفال کو شروع میں دیجاتی تھی ۔ میں کہتا ہوں کہ اب بھی دی جارہی ہے اور صاف مشاہدہ ہوا کہ طفولیت میں یہ فنون بنسبت جوانی کے اچھی طرح آتے ہیں پھر عقل کا مرتبہ اس سے بلند ہے اسکو کسی شکل و تصویر سے مدد کی ضرورت نہیں ہے اسیواسطے فلاسفہ یونان نے ایام کودکی میں آلٰہیات کے مسائل بالکل تعلیم نہیں دیئے بلکہ لکھا کہ قوت تخیلیہ و واہمہ جبتک قوی ہے عقل کی قوت کو ترقی نہو گی یعنی ظہور آثار صاف نہ ہوگا کیونکہ اسمیں مادیات کی بالکل ضرورت نہیں ہے اور قوت مذکورہ سوائے مادیات کے مجردات سے بحث نہیں کر سکتی مثلاً وجود امور عامہ میں سے ہے کہ افراد امکان بالمعنی الاعم کو فی الجملہ عام ہے اور جیسے معلول مقتضی علت تامہ ہے و غیر ذالک من المسائل و ریہیں سے تم دیکھتے ہو کہ بڑا مدبر و بڑا ریاضی دان و بڑا نئی ایجادیں کرنیوالا جب اس سے کوئی مسئلہ آلٰہیات کا پوچھو تو سخت جہالت کا جواب دیتا ہے اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ دنیاوی چیزوں میں بڑی ترقی کرنیوالے مسئلہ آلٰہیات و آخرت میں بالکل جاہل ہیں لیکن یہ افسوس ہے کہ عوام کی نظروں میں یہ لوگ بڑے عقیل ہیں حالانکہ صحیح اسقدر ہے کہ بڑے قوی حواس کے لوگ ہیں ۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ایسے فنون جاننے والا درحقیقت عقلمند نہ ہوگا وہ کبھی حکیم نہیں ہے تو اس سے معاصی و خالق عز و جل کی نافرمانی حتیٰ کہ حق سبحانہ تعالیٰ سے منکر ہونا بھی سرزد ہوگا اور جو شخص ان حواس سے تجاوز کرکے عقل سے فائز ہوا وہ راہ حق میں مستقیم ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ حدیث میں آثار قیامت میں ہے کہ دنیا ان کیلئے آراستہ ہوگی اور یہی انکا عین مقصود ہوگا ۔ اور ہم کہ ملوک الارض ہوں گے یعنی

روئے زمین کے بادشاہون کو عقل سے بہرہ نہ ہوگا بلکہ حواس مین نہایت قوی و تیز اور حاکم بادشاہ ہونگے - مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے مثل مترجم کے بتوفیق الٰہی سبحانہ تعالیٰ مذکورہ بالا تمام فنون ریاضی و منطقیات و فلسفہ و مسائل عقلیات بطور فلاسفہ حاصل کیئے اور اللہ تعالیٰ نے اسکو قرآن مجید و احادیث پاک علوم دینی سے سرفراز فرمایا اور اپنی رحمت سے فیض الہام و ہدایت خاصہ جوان علوم مین سمجھ کا نام ہے عطا فرمایا ہے وہ شخص ضرور میرے بیانات کو صاف آئینہ کے مثل روشن دیکھے گا واللہ ہو الہادی الی سواء السبیل والحمد للہ رب العلمین - القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے عاجزی سے دعا فرمائی کہ اے رب میرے تو ہی مجھکو بچا دیجیو اور مجھے میرے نفس پر مت چھوڑیو ورنہ جہالت سے مین انکے مکر مین مبتلا ہو جاؤنگا پس مجھے قید خانہ جو چند روزہ تکلیف ہو اس لذت سے جسکا انجام دائمی عذاب ہو زیادہ محبوب ہے - شیخ حافظ رح نے ذکر کیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بہت عالی عصمت عطا فرمائی اور نہایت فضل سے انکو محفوظ فرمایا اور یہ کمال کا اعلیٰ مقام ہے کہ خود عالم جوانی مین بڑھتے ہوئے جوش شباب مین کمال خوبصورت اور انکو ایسی خوبصورت بلاتی تھی جسوقت ان پر سردار تھی وہ بھی عزیز مصر کی بیوی اور تمام زمانہ مین خوبصورتی مین مشہور - مال بھرا ہوا - جمال پہ کچھ - اسپر انکی حاکمہ تھی اور تمام عورتین اسکی طرف سے سفارشی اور منت سماجت بیجا اسپر بھی اللہ تعالیٰ جل سلطانہ کے خوف سے نافرمانی چھوڑ کر قیدخانہ مانگا - حدیث صحیحین مین ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبعۃ یظلہم اللہ فی ظلہ الحدیث یعنی سات آدمی ایسے ہین کہ اللہ تعالیٰ انکو اپنے سایہ مین رکھیگا اسدن کہ کچھ سایہ نہ ہوگا سوائے سایۂ حق عزوجل کے یعنی بروز قیامت (ایک) امام و بادشاہ عادل (دوم) نوجوان جو عبادت الٰہی مین پرورش ہوا (سوم) جو شخص مسجد سے نکلا اور اس کا دل مسجد مین لگا رہا ہو حتی کہ وہین لوٹ کر آجاوے (چہارم) دو شخص جنہون نے اللہ تعالیٰ کے واسطے باہم محبت پیدا کی اسی پر دونون یکجا اور اسی پر متفرق ہوئے (پنجم) وہ شخص جس نے صدقہ دیا اور اسقدر چھپایا کہ اسکے بائین ہاتھ کو خبر نہ ہوئی کہ اسکے دائین ہاتھ نے کیا خرچ کیا (ششم) وہ مرد جس کو منصب جمال والی عورت نے بلایا اور اسنے کہا کہ مین اللہ تعالیٰ سے خوف کرتا ہون (ہفتم) وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کو تنہائی مین یاد کیا پس اسکے آنسو جاری ہوئے - مترجم کہتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اعلیٰ مصداق اسی کرامت کے تھے جو ششم مین مذکور ہے صلی اللہ تعالیٰ علی نبینا مولانا محمد و آلہ وصحبہ وعلی اخیہ یوسف وجمیع الانبیاء والمرسلین والملائکۃ وسلم علیہم اجمعین جب آنحضرت نے دعا کے طور پر قید کی پسندیدگی ظاہر کی - فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ تو قبول کر لیا اسکے واسطے اسکے پروردگار نے فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ - پس پھیر دیا اسکی طرف سے ان عورتون کا مکر یعنی عصمت پر ثابت قدم رہے اور قیدخانہ کی مشقت برداشت کرلی - اور اللہ تعالیٰ نے اسکو لوث سے بچایا - اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ بیشک اسکا پروردگار خوب سنتا جانتا ہو - دل کا اخلاص و حسن نیت اسپر روشن ہو اور دعا آواز سے و مخفیہ و دل سے سب سنتا جانتا ہو - ف فی العرائس قولہ وقال نسوۃ فی المدینۃ الآیۃ - ملامت سے انکا مقصود دیدار حضرت یوسف علیہ السلام تھا اور فراست سے مفسرون نے یہ بات بتلائی کہ محبت یوسفی زلیخا کے سویدا سے دل تک پہنچ گئی ہو اور صورت شغاف قلب کی ایک لطیف رقیق جھلی ہو اسکے بعد عالم کثافت ہو اور اسکے بعد عالم لطافت ہو پس دل مقام نفس و ہوی و وسواس ہے اور دیگر مقام عقل و روح و فرشتہ ہو پس عالم کثافت تو شہوت نفسانی کا مقام ہے اور مقام لطافت عشق روحانی کی جگہ

اور واضح ہو کہ عشق روحانی میں کوئی علت سوائے نفس و شیطان کی نہیں ہوتی ہے۔ قال المترجم امام غزالی رحمہ اللہ وغیرہم نے کہا کہ
فرق دونوں کا اکثر اسوجہ سے پوشیدہ ہوجاتا ہے کہ عشق نفسانی و روحانی میں طبیعت مقہور ہوتی ہے اور وہی جانب قوی ہوجاتی ہے
ولیکن نشان اسکا یہ ہے کہ شہوت نفسانی میں تناسب اعضاء و رنگ و اقتضاء حاجات پر نظر ہوتی ہے اور شہوت روحانی میں روحی
صفات پر نظر ہوتی ہے مثلاً معشوق کے جسم پر نظر شہوت ہے اور اخلاق پر نظر عشق روحی ہے الی آخر ما قالوا۔ اور مترجم نے عشق ایمانی
کو بہ تبعیت بعض اکابر کے سابق میں بڑھایا اور مفصل ذکر کر دیا ہے۔ فاللہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ پھر جب محبت کا اثر منظر روح
تک پہونچا اور روح الروح سے مل گیا تو عالم روحانی میں پہونچا اور متمکن ہو کر ماسوائے حق عز و جل کے سب سے ساقط ہو چھوٹ گیا اور یہی
حب اللہ جل سلطانہ ہے۔ قولہ انا لنراہا فی ضلال مبین۔ چونکہ اس مقام پر پہونچکر عالم کثافت کے غلبہ سے استغراق ہوتا ہے تو ضلال کہا گیا یعنی
محبت میں ایسے مستغرق ہے کہ کسی ملامت کا اثر اسپر نہیں ہوتا ہے اور سلامتی پر التفات نہیں کرتی ہے۔ جنید رح سے پوچھا گیا کہ محبت کی کیا
علامت ہے فرمایا کہ قرآن مجید میں آیا کہ قد شغفہا حبا۔ اور کہا کہ جفائے حبیب کو وفا خیال کرے۔ سمنون رح نے کہا کہ شغف محبت یہ کہ
قلب اس سے اسقدر بھر جاوے کہ دوسری چیز کی جگہ باقی نہ رہے۔ شبلی رح نے اسکو انتہائے محبت بیان کیا۔ بعض نے کہا کہ ایسی حالت
کہ بیان میں آنا ممکن نہ ہو۔ سری سقطی رح نے کہا کہ دائے محبوب کے کچھ مطلوب نہو اور ملامت بے اثر ہو۔ جعفر رح نے کہا کہ شغاف مثل پر
غلیظ کے قلب پر چھایا کہ کوئی اور نظر نہ آیا۔ ابن عطا رح نے کہا کہ وجد و محبت میں شوق تازیانہ ہے جعفر بن محمد رح نے کہا کہ عشق ضلال ہے
بقولہ فی ضلال مبین یعنی عشق ظاہری میں بعض نے کہا کہ غلبہ عشق میں اسکی عقل گم ہوگئی قولہ فلما سمعت بمکرہن۔ زلیخا نے اُن کو
بھی مبتلائے بلا کرنا چاہا۔ واعتدت لہن متکا۔ اقسام طعام و ترنج مع چھری دیدیا کہ مشغول ہوں اور ناگاہ آفتاب رسالت حسن یوسفی سے
چکر کر مسلوب ہوں۔ قالت اخرج علیہن یعنی انکو اسکو تاج و خلعت سے آراستہ کر دیا تھا اور چونکہ عورت کو دیکھکر اپنا چہرہ چھپایا
تھے تو دونوں ہاتھوں پر طباق رکھدیا تھا کہ کشادہ چہرہ دیکھیں پس ناگاہ آفتاب نکل آیا کہ عورتیں بیہوش متحیر ہوگئیں۔ قولہ فلما
رأینہ اکبرنہ۔ نور عظمت الٰہی سے ہیبت ناک ہو کر عقل و حواس سے غافل ہوگئیں وقطعن ایدیہن۔ انکو عظمت میں تحیر ہوا بخلاف
زلیخا کے کہ اسکو چہرہ یوسفی سے دوسری طرح دیدار ہوا اسی لیے یہ عورتیں تحیر و ہیبت میں پڑگئیں اور زلیخا عشق و محبت میں
مسلوب ہوئی ورنہ کبھی مراودت نکرتی۔ قولہ وقلن حاش للہ الخ۔ اس عظمت و شان سے فرشتہ خصلت بلکہ فرشتہ پاک از شہوات یقین
کرلیا اور چونکہ محل قدس میں نہ پہونچی تھیں تو مجانست سے فرشتہ کو خارج رکھا اور ہیبت سے نگاہ کی کیونکہ جمال یوسفی پر نور
چمکتا تھا و فی الحدیث مررت لیلۃ اسری بی بالسماء فرأیت یوسف۔ قیل فکیف رأیتہ۔ قال کالقمر لیلۃ البدر۔ یعنی شب معراج میں
آپنے یوسف کو مثل چودھویں رات کے چاند کے دیکھا۔ ابو فروہ نے کہا ہے کہ جب مصر کے کوچوں میں چلتے تو چہرہ کے روشنی سے
در و دیوار منور ہوجاتے تھے جیسے سورج و پانی و آئینہ کی جھلک پڑتی ہے۔ وہب رح نے کہا کہ محل کی چالیس عورتوں میں سے نو عورتیں
مرگئیں اور عارفین کو یہ مقام التباس ہے لیکن مضائقہ نہیں ہے کیونکہ بالاتفاق یہ سب یقین جانتے ہیں کہ وہ تعالیٰ جل شانہ ہر تشبیہ
و حلول وغیرہ سے پاک ہے اور یہ جو منصور یعنی حسین بن منصور سے تشبیہ کا کلمہ مروی ہے اس سے تشبیہ مراد نہیں ہے پھر واضح ہو کہ تفاوت
اثر دیدار ان عورتوں و زلیخا میں ظاہر ہے کہ عظمت و ہیبت سے از خود رفتہ ہوگئیں اسیواسطے زخم کے اثر سے الم نہ معلوم ہوا حالانکہ
زلیخا کو اگر ایک چیونٹی کاٹتی تو اسکو محسوس ہوتا۔ بعض نے کہا کہ عورتوں نے حسن پاکیزہ خالی از شہوت ملاحظہ کیا۔ جعفر رح نے کہا کہ

ہیبت نبوت نے وہ روک دیا جو ان عورتوں نے چاہا تھا۔ ابو سعید خراز نے کہا کہ مشاہدہ میں جو غائب ہوا اپنے نفس سے جدا ہو اسکو معلوم نہیں ہوتا کہ اسپر کیا گزر گیا۔ ابن عطاء رح نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کے دیدار میں مدہوش و متحیر ہو کر ہاتھ کاٹ گئیں۔ یہ ایک مخلوق نے دوسری مخلوق کا مشاہدہ کیا تھا تو بھلا تمکو کیا گمان ہے جبکہ مخلوق پر دیدار خالق عزوجل سے کچھ انکشاف ہو تو کیوں تجھے انکار ہے ایسے امور کا جو انکے حالات سے تغیرات ہوتے ہیں بعض نے کہا کہ تائید الٰہی تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کیواسطے عصمت کی محافظ تھی اسلیے اسواسطے ان میں سے کسی نے اسکو بنظر شہوت نہ دیکھ پایا سہل رح نے کہا کہ ان ہذا الا ملک کریم یعنی بصورت انسان اور بصورت فرشتہ ہے محمد بن علی رح نے کہا کہ یعنی یہ شخص ایسا نہیں ہے کہ مباشرت کا قصد کرے بلکہ کریم پاکیزہ ہے کچھ شبہہ نہیں ہوسکتا بعض روایات میں ہے کہ اہل مصر کو چار ماہ تک کچھ غذا نہیں ملی بلکہ جب بھوکے ہوتے تو آنحضرت علیہ السلام کا چہرہ دیکھ لیتے تو بھوک جاتی رہتی تھی جب یہ کیفیت ہوئی تو آنحضرت علیہ السلام وہاں سے گزرے۔ پھر جب عورتوں کو ہوش ہوا تو قالت فذلکن الذی لمتننی فیہ۔ اقرار لیا کہ یہاں ملامت کو گنجائش نہیں ہے اور عشق ہر کسی اندازہ سے باہر ہے۔ نصرآبادی رح نے کہا کہ عشق میں عذر غیر معقول ہے اور کامل عشق سوائے معشوق کے کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا ہے۔ پھر چاہا کہ خود یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی بیان کرے۔ قولہ ولقد راودتہ عن نفسہ الخ یعنی وہ درحقیقت سب تہمتوں سے پاک ہے باطن میں ظاہر سے زیادہ خوبصورت ہے۔ قولہ ولئن لم یفعل ما آمرہ۔ حضرت یوسف کو دھمکایا ولیکن جو کوئی بعنایت الٰہی ممتاز و مؤید ہوا اور خاص بندہ محبوب ہوا اسپر شہوات شیطانی کا غلبہ کیونکر ہوسکتا ہے ولیکن زلیخا کا یہ قول صرف بباعث غلبہ محبت و عشق تھا۔ بعض اہل الحق نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جو کچھ تکلیف قید و مشقت کی پہونچتی تھی وہ درحقیقت زلیخا پر امتحانات ہوتے تھے جس سے غلبہ عشق میں زیادتی ہوتی جاتی تھی اور اسی کی بلاؤں میں سے کچھ ادھر ادھر کی مشقت آنحضرت علیہ السلام کو بھی پہونچ جاتی تھی یعنی زلیخا پر ایک بلا کا پورا ہونا اسی طور پر ہوتا کہ کچھ مشکل آنحضرت کو بھی لاحق ہو جیسے قید خانہ میں جانا وغیرہ۔ **قال المترجم** اگر وہم ہو کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام پر تکلیف طاری نہ تھی حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناقب حضرت یوسف کے طور پر تواضع فرمایا کہ اگر حضرت یوسف کی سی دراز قید مجھے ہوتی تو بلانیوالے کا کہنا مان لیتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قید ایک مشقت تا زمانہ درازی تھی تو جواب یہ ہے کہ شیخ مذکور کی غرض یہ نہیں ہے کہ حضرت یوسف کو کلفت نہ تھی کیونکر کہ قیدی سے اقرار لیا تھا کہ بادشاہ سے مجھ بیگناہ کی رہائی کے واسطے سفارش کرے بلکہ غرض یہ ہے کہ تکلیف مقصود نہ تھی چنانچہ حکیم بعالم باحادیث صحیحہ واقف ہے کہ اصلی ماہیت کیسا ہے آثار بقدر طاعت و معصیت ہیں اور آنحضرت علیہ السلام خود پیغمبر معصوم تھے اور اصلی ماہیت کے آثار سے مراد میری یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کا قید ہونا درحقیقت نعمت تامہ ہے گو بصورت قید ہوا اور فرعون کی بادشاہت درحقیقت بلا ہے اگرچہ بصورت بادشاہت ہو وعلیٰ ہذا دنیا میں جو سرفرازی و دولت ہے وہ فقط ظاہر صورت کچھ معتبر نہیں ہے بلکہ بدلائل شریعت ایک انکا بطن دل پہچان سکتا ہے۔ شیخ نے کہا کہ بالجملہ یہ واردات آنحضرت علیہ السلام پر تتمہ بلا زلیخا کی شدت تھی۔ پھر جب یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ عورتیں مکاری سے مجھے زلیخا کی اطاعت و اسکی خواہش کی قبولیت پر مائل ہیں اور ابھی اور بجائے میری اعانت کے معصیت خالق پر زلیخا کیلئے ملتجی ہیں تو اپنے پاک معبود حق سبحانہ تعالیٰ کے سامنے التجا کی اور تضرع کے ساتھ دعا کی کہ قال رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ الی قولہ اصب الیہن یعنی اے میرے رب پاک مجھے تیری معصیت کے سامنے

یہ قیدخانہ بڑھکر پسند ہی بہ نسبت اس لذت حرام و شہوت نفس کے جو مجھکو تجھ سے محجوب کرے اور انوار روحانیہ و آثار ربانیہ پر پردہ ہو جاوے اور یہ بول چال مین محاورہ ہی ورنہ مراد یہ ہی کہ مجھے دعوت زلیخا کچھ بھی پسند نہیں ہی بلحاظ عقل و بصیرت ایمان کے۔ اور نیز قیدخانہ کی پسندیدگی اسوجہ سے بڑھی ہوئی تھی کہ تنہائی مقام انس خلوت و مناجات و مشاہدت ہی اور مجھے اپنے نفس کی خواہش سے تیری رضامندی ہی مختار ہی اسمین ایک لطیف اشارہ ہی کہ مجھے قیدخانہ بحق زلیخا زیادہ محبوب ہے کیونکہ اس سے اسکا عشق دوچند ہوکر جسمانی و نفسانی سے منتقل بروحانی ہو جائیگا جبکہ آتش عشق جلاکر اسکو خاک اکسیر کردیگی کیونکہ تر و تازگی جسم کثیف موجب جوش شہوات جسمانی ہی اور قولہ والا تصرف عنی کیدہن یعنی اگر اپنے قدیمی حکم سے جو تونے میرے حق مین معصوم رہنے کا جاری فرمایا ہے مجھے ان عورتون کے مکر سے اور بن ٹھنکر مکر و عشوہ و ناز و غمزہ سے لبھانے سے نہ بچاوے تو مین اپنے نفس پر بھروسہ نہین کرسکتا کہ وہ انکی طرف میلان کرجاوے پھر تہ مین تیری رضامندی کے عوض شہوات نفس مین گرفتار ہوجاؤن یعنی کسی کو نہین چاہیے کہ اپنے نفس پر بھروسہ کرے ورنہ نفس امارہ بڑے معاصی کا خواہشمند ہوتا ہے اور دعا کرے کہ رب میرے مجھے نفس کے حوالہ مت کیجیو اور جو کوئی کہ مخالفت نفس پر قابو پاوے وہ حق عزوجل کا شکر ادا کرے کہ یہ حفظ الٰہی اسکے حق مین تقدیر ازلی تھی والحمد للہ رب العالمین۔ پس جاہل وہ کہ قرب الٰہی پر شہوت نفس کو مقدم رکھے اور نیز جاہل وہ کہ اپنے نفس سے آگاہ نہ ہوا اور نیز جاہل وہ کہ نفس کے حظوظ مین گرفتار ہوکر باطنی عقوبات سے بیفکر ہو جاوے۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کلام کے اسرار سے ہی کہ عورتین مجھے حسن لذت کی طرف بلاتی ہین اسکا مجھ سے مسلوب کرلینا بھی خواہش نفس ترائی رہنے سے زیادہ محبوب ہے قال المترجم یہ غرض نہین کہ نامردگی بہتر ہے کیونکہ ہجڑے کو عفت کا ثواب کیا ہووے جبکہ خواہش ہی نہین ہی بلکہ مراد یہ کہ باوجود بقائے خواہش کے ان عورتون سے کام دل حاصل کرنے سے اجتناب کرنے کو زیادہ محبوب کردیا اور شرم و حیا یا اسکے مثل خصلت کو غلبہ دیدیا۔ فافہم۔ وقیل من العفة ان لا تقدر یعنی عدم قدرت بھی منجملہ عفت سے ہی پس سامان نہ دینا از جانب حق عزوجل ہی تو تعریف اسی پاک حق سبحانہ تعالیٰ کے واسطے ہی۔ بعض نے فرمایا کہ یوسفؑ نے وہم کیا کہ قیدخانہ اُن کو فتنہ سے نجات دیدیگا حالانکہ اُسنے بڑے فتنہ مین پھنسایا جبکہ آنحضرت علیہ السلام نے قیدی سے کہا کہ تو اپنے بادشاہ سے میرا حال بیان کرنا۔ قال المترجم یعنی ساقی و بادرچی بادشاہ کے قید تھے جب ساقی نے رہائی پائی تو آپنے اُس سے سفارش چاہی تاکہ بادشاہ ان کو قید سے رہائی دیدے پس بعض اکابر کا مطلب یہ ہی کہ شان نبوت کے مناسب یہ نہین تھا کہ غیر کی طرف نظر رکھتے چنانچہ اسی وجہ سے اور چند سال قید مین پڑے رہے اور یہ قصہ عنقریب آویگا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ آنحضرت علیہ السلام کی طرف سے یہ امر صرف ایک خطرہ تھا جسپر اسقدر مواخذہ ہوا حالانکہ عموماً ہم لوگ اسسے کروڑون درجہ بڑھکر خطرات بلکہ افعال کرتے ہین اور اندھے بیعقل معذور فرمائے جاتے ہین۔ اللہم اغفر انک انت ارحم الراحمین۔ شیخ ابن عطاء نے کہا کہ آنحضرت علیہ السلام نے دعا کی کہ مین فواحش زنان مصر و لذات عیش کو ترک کرتا ہون اور قیدخانہ اختیار کرتا ہون چونکہ کمال توحید یہ ہی کہ خود کسی امر کو اختیار نہ کرے بلکہ ہر حال مین یہ چاہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی جو مرضی ہو وہی مجھے پسند ہی جبکہ رضائے حق عزوجل حاصل ہے اسی وجہ سے کام بگڑ گیا اور اگر قیدخانہ اختیار نہ کرتے تو امید تھی کہ بغیر امتحان قید کے فواحش سے معصوم و محفوظ رہتے جیسے ابتدائے مراودت کے وقت معصوم رہے۔ شیخ جنید نے کہا کہ دعائے آنحضرت علیہ السلام فوراً قبول ہوئین

ظاہر یہ حکمت ہے کہ جنھون نے تعدی وظلم کرنا چاہا تھا اُن کے دفعیہ مین اپنی محتاجی بجناب باری تعالیٰ بیان کر کے اپنے اوپر نشان عشق ظاہر ہونے کا خوف کیا جس سے سوائے عصمت کے کوئی پناہ نہین ہے تو قبولیت سے تائید فرمائی گئی اور مکر و تسلط شیطان دور کر دیا گیا اور امتحان مین پورے اُترے واللہ تعالیٰ اعلم۔ القصہ عورتون کی طرف سے یہ شورش ہوئی اور آنحضرت علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی چنانچہ اسکا اثر ظاہر ہوا۔ کما قال عز وجل۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ۝

پھر یون سوجھا لوگون کو وہ نشانیان دیکھے پر کہ قید رکھین اُسکو ایک مدت

ثُمَّ۔ پھر اس واقعہ کے بعد۔ بَدَا لَهُمْ۔ ظاہر ہوئی یہ رائے ان لوگون کو یعنی عزیز مصر و اسکے صلاح کارون کو۔ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ بعد از انکہ اُنھون نے نشانیان دیکھ لین کہ لَيَسْجُنُنَّهُ ضرور اس عبرانی کو قید رکھین حَتَّىٰ حِينٍ۔ ایک مدت تک۔ یعنی اتنی مدت تک کہ لوگ جو بدگوئی اس معاملہ مین حضرت یوسف کے حق مین کرتے ہین وہ گفتگو موقوف ہو جائے۔ سوال ہوا کہ ان لوگون نے یوسف کے حق مین نشانی بلکہ گواہی سُن لی کہ وہ پاک ہے پھر کیون قید کیا گیا تو جواب یہ دیا گیا کہ ہان لیکن زلیخا کی وجہ سے عورتین اُلٹا الزام لگاتی تھین اسلئے آنحضرت کے حق مین ظاہر مین بدگوئی ہوتی تھی۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ زلیخا نے اپنے شوہر سے کہا کہ یہ عبرانی لوگون سے کہتا ہے کہ زلیخا نے مجھے لبھایا تھا اسلئے مین فضیحت ہوتی ہون اور نکلکر اپنی برأت بیان نہین کر سکتی تو تم یا تو مجھے نکلنے دو کہ مین اپنا عذر بیان کر دون یا اسکو قید کر دو تاکہ فضیحت نہ پھیلے تب عزیز نے اسکو قید کر دیا مصلحت دیکھا تاکہ یہ گفتگو بند ہو جائے۔ انتہی کلامہ۔ شیخ حافظ نے ذکر فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ ان لوگون نے آنحضرت کو اسی بہانہ پر قید کیا تھا کہ اُسنے اپنی مربیہ کو لبھانا چاہا تھا کیونکہ آخر قصہ مین جب بادشاہ نے اپنے واسطے رہا کر کے لینا چاہا تو آنحضرت علیہ السلام نے انکار کر کے کہا کہ پہلے تحقیق کر لیا جاوے کہ مین بیگناہ قید ہوا ہون اور مین نے کچھ بھی خیانت نہین کی اور زلیخا نے آخر کہا کہ اب سچی بات صاف کھل گئی کہ مین نے ہی اسکو لبھایا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر بیشک قوی ہے اور بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ در اصل لوگوا ہیون وغیرہ سے انکو آنحضرت کا پاک ہونا معلوم ہوتا تھا لیکن اس زمانہ مین کہانت وغیرہ کے اعتقادات سے عورت نے مشتبہ کر دیا اور لوگ مذبذب ہو گئے علاوہ اسکے یہ بھید بھی چھپ نہین سکتا کہ عورتین دیکھکر فریفتہ ہوتی جاتی ہین اور باہم عورتون مین بھی فساد و فتنہ ہوگا اور گھر گھر یوسف کا قصہ ہو گیا حتی کہ بہت سی نشانیان ایسی دیکھی گئین کہ بحکم قبولیت دعا و تقدیر ازلی کے انکو بھی رائے ٹھیک معلوم ہوئی کہ چندروز کیلئے قید کر دینا چاہیئے۔ واضح ہو کہ فعل بدا کا فاعل حذف ہو کر لیسجننہ کا جملہ اسکے قائم مقام ہوا اور خود جملہ فاعل سوجہ سے نہین ہے کہ جملات ایسے ہو نہین سکتے ہین پھر اس قید کی مدت مین ہو دیون کے روایات پانچ و سات د بارہ ہین اور امام رازی نے کہا کہ ہم اس سے بیکار بحث نہین کرتے ہم کو اتنا معلوم کہ کچھ مدت قید رہے کیونکہ اصلی غرض تو علوم روحانی و پاک کرنا نفس امارہ کا ہے وہ ہم کو سب اسیقدر بیان سے حاصل ہو جاتے ہین اور حدیث صحیح سے اتنا ثابت ہے کہ دراز مدت تک قید مین پڑے رہے حیث قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ لو لبثت طول لبث یوسف لاجبت الداعی ۔

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَقَالَ الْآخَرُ إِنِّي أَرَانِي

اور داخل ہوئے بندی خانہ مین اُسکے ساتھ ایک دو جوان کہنے لگا اُنمین سے ایک مین دیکھتا ہون کہ مین نچوڑتا ہون شراب اور دوسرے نے کہا مین دیکھتا ہون

أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ۝

کر اٹھا رہا ہون اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے ہین اسمین سے بتا ہمکو اسکی تعبیر ہم دیکھتے ہین تجکو نیکی والا

وَدَخَلَ مَعَهُ اور داخل ہوئے یوسف کے ساتھ۔ السِّجْنَ۔ قیدخانہ مین فَتَيَانِ۔ دو جوان بھی یعنی جب یوسف قیدخانہ گئے تو قیدخانہ مین انکے ساتھ دو جوان اور بھی قید کر دیئے گئے اُن کا جرم بعضے راویون نے بیان کیا ہے چنانچہ ذکر آویگا قتادہ رح نے کہا کہ بادشاہ کے دونون ملازم خاص تھے ایک تو شراب وغیرہ پلانے والا تھا اور دوسرا شاہی باورچی تھا۔ محمد بن اسحاق رح نے فرمایا کہ شراب پلانیوالے کا نام نبدا اور دوسرے کا مجلث تھا۔ اور شیخ سُدّی رح نے کہا کہ بادشاہ نے دونون کو اس اتہام پر قید کر دیا تھا کہ طعام و شراب مین زہر دینے کی سازش کرتے تھے چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حال قیدخانہ مین مشہور ہو گیا تھا کہ یہ بڑے جوانمرد با مروت نہایت سچے و امانت دار خوش خلق بڑے عابد زاہد ہین اور خوابون کی تعبیر خوب بتاتے ہین اور تمام قید والون کے ساتھ احسان و حسن خدمت و بقدر وسعت سلوک کرتے ہین تو جب یہ دونون قیدی داخل ہوئے اور اُن کی ملاقات سے مشرف ہوئے تو سب باتین بیان سے بڑھکر دیکھین اور آپ کی محبت مین ایسے گرویدہ ہوئے کہ ہر دم آپ کی خدمت مین رہتے اور کہتے کہ یا حضرت واللہ ہم تو آپ کو دل و جان سے چاہتے ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے لیکن مین وہ شخص ہون کہ جس نے مجھ سے محبت کی وہ اسکی محبت سے کسی بلا مین مبتلا ہو گیا چنانچہ میری پھوپھی نے پیار کیا تو مجھے ضرر پہونچا اور میرے باپ نے تو مجھے ایذا پہونچی اور زلیخا نے تو مجھے قیدخانہ ملا۔ وے بولے کہ آپ معاف فرماوین کہ ہم تو بے اختیار ہین محبت نہین چھوڑ سکتے پھر ان دونون نے ایک رات خواب دیکھا اور صبح کو آنحضرت سے بیان کیا۔ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا دونون مین سے ایک نے کہا کہ مین نے آپکو دیکھا کہ مین نچوڑتا ہون شراب یعنی بادشاہی ساقی بولا کہ مین نے خواب دیکھا کہ مین انگور نچوڑتا ہون انگور کو عربی مین عنب کہتے ہین چونکہ عنب سے خمر بنتی ہے مجازاً خمر سے عنب مراد کیا جیسے کہتے ہین کہ شیرہ نچوڑ و اور مراد یہ ہوتی ہے کہ انگور نچوڑ کر شیرہ نکالو۔ وَقَالَ الْآخَرُ اور دوسرا بولا کہ إِنِّي أَرَانِي۔ مین اپنے آپکو دیکھتا ہون کہ أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا لادے ہون اپنے سر پر روٹی کہ تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ۔ اسمین سے چڑیان کھاتی ہین یعنی پرند اس روٹی سے جو مین سر پر لادے ہون نوچ نوچ کر کھاتے ہین جب دونون اپنا اپنا خواب بیان کر چکے تو درخواست کی کہ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ اے یوسف ہم کو ہمارے خواب کی تاویل سے آگاہ فرما دے اور تاویل مآل کار یعنی اس خواب کا انجام کار کیا ہوگا اور تعبیر کے معنی عبارت و بیان مین لانا پس مآل کار کو بیان کر دینا تعبیر ہے چونکہ ان دونون کو آنحضرت علیہ السلام کے علم و تقوی پر اعتماد تھا تو ان سے اصلی مقصود پوچھا چنانچہ خود کہا کہ۔ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ۔ ہم یقین کرتے ہین تجکو کہ تو نیکوکارون مین سے ہے شیخ حافظ رح نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے اپنے استاد کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی کہ اُنھون نے پڑھا۔ انی ارانی اعصر عنباً۔ اور ضحاک نے کہا کہ عمان کے لوگ عنب کو خمر بولتے ہین مترجم کہتا ہے کہ شاید حضرت ضحاک رح کی روایت سے یہ غرض ہے کہ یہ آیت اہل عمان کے لغت پر ہے تو اس صورت مین مجاز نہ ہوگا اور اہل حجاز کے محاورہ پر مجاز فصیح ہے حتی کہ اُردو فارسی مین بھی ایسا محاورہ فصیح ہے۔ پھر لکھا کہ عکرمہ نے بیان فرمایا کہ ساقی بولا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ مین نے انگور کا ایک درخت بویا وہ بڑھا اور پھلا اور خوشہ لٹکے اور مین نے انکو نچوڑ کر اپنے بادشاہ کو پلایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے

تعبیر دی کہ تو قیدخانہ مین تین روز رہیگا پھر نکالاجائیگا اور بادشاہ کو شراب پلا دیگا۔ **مترجم** کہتا ہو یعنی آخر مین بعد تھوڑی گفتگو کے یہ تعبیر بیان کردی تھی اور محسن لغت مین احسان کرنے والا اور شاید یہی اُنکی مراد ہو کیونکہ آنحضرت علیہ السلام قیدخانہ والون سے نیکی و صبر کی نصیحت و خبرگیری و خدمت کرتے رہتے اور عبادت مین بھی مشہور تھے تو ممکن ہے کہ احسان سے اعلیٰ درجہ کا نیکوکار عابد مراد لیا ہو اگرچہ وہ معنی جو حدیث سے ثابت ہین کہ اسطرح بندگی مین قائم ہو جیسے اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہے اور نہین تو اسطرح کہ وہ داللہ اسکو دیکھتا ہو اس معنی کی حقیقت سے یہ قیدی واقف نہین تھے اور تیسرے معنی محسن کے یہ بھی زبان عرب کا بول چال ہو کہ فلان محسن ذلک یعنی اس کام و صنعت مین فلان شخص نہایت اچھی لیاقت رکھتا ہو تو گویا انھون نے اقرار کردیا کہ ہم تجھکو خوابون کی تعبیر دینے مین بہت اچھا لائق جانتے ہین۔ **قال المترجم** اس آیت سے ظاہر ہے کہ کافر کا خواب بھی ٹھیک ہوتا ہے کیونکہ یہ دونون اسوقت تک کافر تھے اور صنعت الٰہیہ انسان کی اندرونی قوتون مین عجیب شان کے ساتھ ہے کہ باطن مین یہ واقعہ جو آخر کو ظاہر ہوا ان دونون نے پہلے دیکھ لیا اگرچہ باطن سے جاہل ہو کر کچھ جان نہین سکتے تھے اور یہ بھی عجیب ہو کہ باورچی نے اپنے قتل ہوجانے اور گدھ و چیل و کوے کی نوچ نوچ کھانے کی تصویر اسوقت دیکھ لی۔ پھر دیکھو کہ صحیح حدیث مین آیا کہ خواب صالح نبوت کے چھیالیس جزون مین سے ایک جزو ہی تو وہم ہوگا کہ ان کافرون کو کہان سے نبوت کا جزو ملا اور جواب یہ ہو کہ حدیث کے معنی رؤیا صالحہ سے متعلق ہین اور یہان رؤیا صالحہ نہ تھی۔ خلاصہ یہ ہو کہ اُن کے خواب کا مآل کار صرف دنیادی امور تھے اور بندہ مومن کو آخرت باقی کے ثواب نظر آتے ہین لقولہ تعالیٰ لہم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا الآیۃ۔ علاوہ اسکے کافر کے اندر ہر ایک چیز ودیعت ہو اگرچہ اُن کے قلوب خالی ہونے سے انوار آخرت نظر نہین آتے تو دنیوی امور مین انکی مشارکت ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ سراج مین لایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اُن کے خواب کی تعبیر دینے مین کراہت کی اسلیے کہ ایک کیواسطے موت تھی لہذا پہلے ایک تمہید کے ساتھ ایمان کی دعوت شروع فرمائی۔

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي

بولا نہ آنے پاویگا تمکو کھانا جو ہر روز تمکو ملتا ہے مگر بتا چکونگا تمکو اسکی تعبیر اسکے آنے سے پہلے یہ علم ہے جو مجھکو سکھایا

رَبِّي إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ○

میرے رب نے میں نے چھوڑا دین اس قوم کا کہ یقین نہین رکھتے اللہ پر اور آخرت سے وہ منکر ہین

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

اور پکڑا مین نے دین اپنے باپ دادون کا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا ہمارا کام نہین کہ شریک کرین اللہ کا کسی چیز کو

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ○

یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگون پر لیکن بہت لوگ بھلا نہین مانتے

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ۔ فرمایا کہ نہین آویگا تمھارے پاس وہ کھانا جو تم کو رزق دیا جائیگا۔ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ۔ مگر آنکہ مین تم کو اسکی تاویل سے خبردار کردونگا قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا۔ قبل اسکے کہ تمھارے پاس آوے یعنی تمہید کی کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم حاصل ہو کہ جو کھانا تمھارے واسطے رزق ہو اسکے تم تک پہنچنے سے پہلے مین تم کو اُسکے سب حال سے آگاہ کردونگا۔ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي۔ یہ ایسی بات ہو جو میرے رب نے مجھے تعلیم فرمائی ہے بعضے مفسرین نے کہا کہ طعام

[illegible]

مرزوق سے خواب کا کھانا مراد ہو تو معنی یہ ہوے کہ خواب مین اگر تم ایسا کھانا دیکھو جو تم کو آخر کسی وقت ملنے والا ہو تو مین خواب سنکر تمکو بتلادونگا کہ ایسا ایسا کھانا تمکو ملیگا حالانکہ ہنوز وہ تم کو ملا نہ ہوگا اور بعضے مفسرون نے کہا کہ جاگنے کا روزانہ کھانا مراد ہو یعنی جو کھانا تمکو آج یا کسی وقت ملیگا مین تم کو اسکے ملنے سے پہلے اسکا رنگ و وزن و وقت و مقدار و کیفیت بتلا دونگا جیسے حضرت عیسیٰ نے کہا تھا۔ اُنبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم۔ اور چونکہ اس زمانہ مین جادو کا زور بڑھا تھا اسلیے انکو صاف سمجھا دیا کہ یہ جادو سے نہین ہو بلکہ میرے رب نے مجھے سکھلایا ہو اب اس فضل کی وجہ بیان کی اور ان کو ایمان کیطرف بلایا بقولہ۔ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ کٰفِرُوْنَ۔ مین نے چھوڑ دی ملت ایسے لوگونکی جو یقین نہین لاتے اللہ تعالیٰ پر اور وے آخرت سے بالکل منکر ہین یعنی یہ فضل الٰہی مجھپر ہوا کہ مین نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب جانا اور آخرت کو برحق مانا اور جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ سے منکر و آخرت سے کافر ہین اُنکی ملت کو کبھی نہین لیا چھوڑے رکھا اور مطلب نہین ہو کہ پہلے مین اس ملت پر تھا پھر چھوڑ کر مومن ہوگیا پھر بتلایا کہ مجھے فقط ایمان ہی نہین بلکہ نبوت خاندانی ہو۔ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ۔ اور مین نے پیروی کی اس ملت کی جو میرے باپ دادے کی ہو یعنی حضرت ابراہیم خلیل اللہ پردادا اور اُنکے بیٹے اسحٰق دادا اُنکے بیٹے یعقوب کی سنت پر چلا اور اگر کوئی کہے کہ وہ خود نبی تھے تو جواب دیا گیا کہ ہان لیکن شریعت عبادت وہی رہی جو صحف ابراہیم مین نازل ہوئی تھی جیسے توریت بلا عیسیٰ تک رہی اور چونکہ وہی اسحٰق و یعقوب کی شریعت رہی اسلیے انکا بھی ذکر کردیا اور اچھا جواب یہ ہو کہ یہان آپ ان قیدیون کو توحید پر یقین دلاتے تھے اور توحید سب پیغمبرون کی یکسان ملت ہو اسمین کچھ تغیر نہین ہوسکتا اسیواسطے آنحضرت نبینا صلوات اللہ علیہ وسلامہ کو حکم ہوا۔ فبھداھم اقتدہ یعنی انبیاء سابقین کی اقتدا کرو یعنی توحید مین ورنہ آپ سب سے افضل تھے اور اسی پر دلالت کرتا ہو۔ قولہ۔ مَا کَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِکَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ۔ ہم لوگون سے کبھی ٹھیک نہین ہوسکتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک بناوین۔ بلکہ ہم توحید کرتے ہین کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب نرالا ہے کوئی اسکا شریک نہین ہو اور اسکے سوا سب چیز اسی نے پیدا کردی ہو حتی کہ جو علم تاویل و تعبیر مجھے حاصل ہو اسی کا پیدا کیا ہوا ہو۔ ذٰلِکَ۔ یہ دین توحید۔ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل مین سے جو ہم پر بھی۔ وَعَلَی النَّاسِ۔ اور قوم کے باقی لوگون پر بھی کیونکہ ہم نے اسکی توحید پہچانی اور دوسرونکو معرفت سکھلائی تو سب نے نجات پائی اور آخرت کی نعمتون سے سرفراز ہوے تو درحقیقت یہ فضل ہمپر اول و بالذات آگیا ہے اور باقی قوم پر رجوع ہے۔ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ۔ ولیکن قوم مین سے بہتیرے اس نعمت کا کچھ شکر نہین کرتے کہ ایمان لاوین بلکہ ناشکری و انکار کرتے ہین جب اپنی حالت پاکیزہ و تنبیہ توحید ظاہر کردیا تو اب آگے انکو ایمان کی جانب دعوت فرمائی۔ اور اس سے ظاہر ہو کہ حسن تدبیر لوگون کو ایمان کیطرف لانا یہی شان انبیاء ہو اس زمانہ کے لوگونکی طرح یہ کہنا لغو ہو کہ جسکی قسمت مین ہوگا ہو جائیگا۔ دیکھو تعبیر سے پہلے ان کو ایمان سکھلایا۔

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

اے رفیقو قیدخانہ کے بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر یا اللہ اکیلا زبردست کچھ نہین پوجتے ہو سوائے اسکے

اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُکُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُکْمُ

مگر نام ہین کہ رکھ لئے ہین تم نے اور تمھارے باپ دادون نے نہین اُتاری اللہ نے اُنکی کوئی سند حکومت نہین ہو کسی کی

اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

سوائے اللہ کے اُسنے فرمادیا کہ نہ پوجو مگر اُسی کو یہی ہے راہ سیدھی پر بہت لوگ نہین جانتے

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ - اے دونون ساتھی قیدخانہ کے یعنی دونون میرے ساتھی جو قیدخانہ مین ہو یا بوجہ سکوت کے انکو قیدخانہ کیطرف
منسوب کردیا جیسے اصحاب الجنۃ و اصحاب النار وہ لوگ جو جنت و دوزخ مین رہین گے یا جنت و دوزخ مین باہم ساتھ ہوگئے ہین بہرحال
ان دونون قیدیون کو ایسے لفظ سے خطاب کیا جس سے اُنکا دل دنیا سے ہٹ جاوے اور فرمایا ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ - ہمزہ اول
استفہام اور ارباب جمع رب کی بمعنی پالنے والا اور معبود کے معنی مین مستعمل ہی اور کبھی خالق و حافظ کے معنی لئے جاتے ہین جیسے رب النوع کا
لفظ یونانی کافر ایک ایسی چیز مجہول کا نام رکھتے تھے جسکو اس نوع کا خالق و قائم رکھنے والا جانتے اسیوجہ سے اسکی تصویر بنا کر قربانی
وغیرہ چڑھاتے تھے اور یہان بھی رب کا اطلاق اخیر معنی مین مناسب ہی یعنی پوچھا کہ بھلا بتاؤ کہ جدا جدا چند متفرق معبود اچھے -
اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ - یا کہ اللہ تعالیٰ جو زبردست سب پر غالب ہی وہ اچھا ہی - ارباب متفرق عمدہ کلمہ سب طرح کے باطل معبودون
کو شامل ہی حتی کہ چھوٹے بڑے پتھر چاندی سونے وغیرہ کے بتون کو بھی اور کالی دیوی دیوتا و آفتاب ستارے وغیرہ کو بھی شامل ہو اب اگر کوئی
کہے کہ ارباب متفرقہ تو درحقیقت مخلوق و جمادات وغیرہ ہین انسے مقابلہ اللہ تعالیٰ کا کیونکر ہوسکتا ہی کہ یہ اچھے یا وہ تو جواب یہ ہی کہ سمجھانے کا طریقہ یہ
عمدہ ہی کہ جو کوئی جسرا اعتقاد رکھتا ہو اسکو اسکے اعتقاد پر جہان بھٹکا ہی وہین تنبیہ کرو چنانچہ دونون قیدی تو بت پرستی کے قائل تھے کسی بت کو چھپکے بچانیوالا
اور کسی کو روزی دینے والا اور کسی کو کسی طرح قدرت والا سمجھتے تھے تو ان بتون کو باطل و ناکارہ کہنے سے انکا نفس شرارت پر آمادہ ہوجاتا اسیواسطے قریش کے
بتونکو برا کہنے سے صحابہؓ کو منع کردیا تھا کہ یہ جاہل اسکے مقابلہ مین اللہ عزوجل کی جناب مین گستاخی کرینگے مگر قیدیون کو آہستہ سمجھایا کہ تم سوچو کہ یہ بت ایسے ہی
لیکن اللہ تعالیٰ تو جہان کا خالق ہے اور اسمین سب ہی قدرت ہی جو وہ چاہے وہی ہو کہ وہ سب جہان سے غالب تھا ہی تو پھر متفرق ارباب مین سے
ہر ایک کی خوشامد کرنا تمکو پسند ہی یا ایک زبردست سب قدرت والا اچھا ہی اب سچا و صاف انصاف والا ضرور کہدیگا کہ بیشک اس سے کیا فائدہ
کہ ہم سو دروازہ بھٹکے پھرین اب یا وہ غور کریگا تو فوراً جان جائیگا کہ جب ہی زبردست سب پر غالب ہی تو یہ کیسے ہوگا کہ جو وہ نہ چاہے
وہ ہو جاوے یا جو وہ چاہے وہ نہ ہونے پاوے بلکہ قدرت و طاقت فقط اُسی کیلئے رہی تو صاف معلوم ہوگیا کہ ہر طرح کا نفع و ضرر
وہی دیتا ہی کسی سے کچھ نہین ہوسکتا بس جہالت سے منہ پھیر لیگا اب آگے اسکو صفات باری جل سلطانہ کی معرفت حاصل ہوجائیگی
تو عارف ہوجائیگا کہ کہنا و عبادت و حکم تو اسی کا ہوا باقی سب بنائی باتین رہ گیئن چنانچہ فرمایا - مَا تَعْبُدُوْنَ - نہین پوجتے تم دونون
و تمہارے طریقہ والے سب لوگ مِنْ دُوْنِهٖ سوائے اللہ تعالیٰ کے اِلَّا اَسْمَآءً مگر کچھ نامون کو یعنی حق عزوجل جو حقیقی سچا معبود ہی
اسکے سوائے جو تم دوسرے کو پوجتے ہو تو وہ فقط نام بادہوائی ہین کہ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ - ارباب معبود اور دیوتا اُنکا نام رکھ لیا تم نے
وَ اٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادون نے یعنی حقیقی چیز نہین ہین محض خیالی ہین مثلاً ایک بھول ہی کہ اسکے سامنے کوئی کپڑا رکھا ایسے کہ وہ
آفتاب ہی تو یہ محض بے حقیقت خیالی بات ہی اور خشک ہوجانا کپڑے کا ہوا و حرارت آفتاب سے ہوجائیگا اگرچہ یہ جاہل اپنے فرضی بھول
کی طرف سے سمجھے تو ایسے ہی باطل معبود درحقیقت معبود ہونے مین محض خیالات ہین اسیواسطے فرمایا کہ تمنے نام رکھ لیے ہین - مَا
اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ - کچھ بھی ان نامون کے ساتھ اللہ تعالیٰ حقیقی خالق نے حجت نہین نازل فرمائی یعنی عبادت تسلیم و گردن
جھکانا حکم الٰہی کا ہوتا اگر اُسنے حکم دیا ہوتا کہ چند افعال انکی خدمت مین کیئے جاوین ورنہ عبادت تو اُسی خالق کیلئے ہی لہذا اللہ تعظیم
کی جانب تمازاد اگر اسمین طاعت الٰہی ہی حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی حکم نہین دیا کہ تم ان بتون وغیرہ کی خدمت کرو - اِنِ الْحُكْمُ
اِلَّا لِلّٰهِ - حکم تو کسی کی شان نہین سوائے اللہ تعالیٰ کے تو اگر تمہارے نفس خیال نے کچھ حکم لگایا تو خود اپنے آپ کو کسی کا بندہ ٥

بنایا اور یہ محض خبط ہی حکم نہین ہی چونکہ حکم ماسوائے حق عزوجل کے کسی سے ہو نہین سکتا۔ روایت ہی کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ
کے ساتھ امیر المومنین حضرت خلیفہ چہارم علی کرم اللہ وجہہ نے صلح بطریق تحکیم اقرار دی تو ایک گروہ بنو تمیم کا خارجی ہو گیا کہ خلیفہ برحق کیطرف
سے دوسرے کی تحکیم بے معنی ہی اور قولہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ سے حجت تصور کی جب آنحضرت علیہ السلام نے سنا تو فرمایا کہ کلمہ حق کے معنی
نہین سمجھے۔ رواہ الائمہ۔ واضح ہو کہ دنیا مین باہمی معاملات مین جو احکام جاری ہوتے ہین وہ جبتک مطابق شریعت آلہی ہین تب تک
الاحکام صفہ در حقیقت حکم آلہی ہین اور جب مخالف ہوئے تو ہیچ ہین اسیواسطے جو قوانین کہ مخالف شرعی آلہی ہون وہ ظلم ہین ولہذا بحکم
قولہ تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الفاسقون۔ ان احکام پر عمل کرنا فسق اور انصاف دیکھنا و رضامندی کفر ہی اور تفصیل
تحت آیت کریمہ مذکور ہو چکی ہی۔ اور یہین سے کہا گیا کہ وکالت خلاف قوانین شرع حرام ہے اگرچہ کفر مین تامل ہی جیسا کہ وہان بیان
ہو چکا مسئلہ جو وکالت کہ خلاف شرع خرید فروخت و نکاح و رہن و نالش وغیرہ مین ہو حرام ہی بدلیل نص و بدلیل آنکہ معاونت
بظلم بھی ظلم ہی کیونکہ ظلم کی معاونت منع ہی۔ فی السراج وغیرہ۔ حکم یہ ہی کہ کسی امر مین بمقتضائے حکمت فیصلہ دینا۔ اقول حکمت عدل ہی
جو حق عزوجل کے سوائے کوئی مخلوق نہین جان سکتی ہی جسکو حق تعالیٰ نے بطریق وحی کے انبیاء علیہم السلام پر نازل فرمایا ہی اور جہان کہین
حلت و حرمت مین اختلاف ہی جیسے شریعت توریت مین جہاد فرض تھا اور شریعت انجیل مین منسوخ ہوا یا شراب کی حلت و حرمت تو یہ
حکمت بالغہ آلہیہ کے موافق ہی لہذا بغیر منسوخ اب نہین منسوخ ہو سکتا کیونکہ علم آلہی قدیم و ازل سے تا ابد بالکل حاوی ہی اگر کہا جائے
کہ فقہاء اختلاف عصر و زمانہ سے احکام مین مغایرت کیونکر لیتے ہین تو جواب یہ ہی کہ یہ انہین مقامات مین مخصوص ہی جنہین شرع نے بندون کو مختار
کیا ہی یا انکے اختیار و پسند پر مبنی ہوا ہی مثلاً شاہی زمانہ مین ریشمی کارچوبی کام زینت تھا اور اب عیب ہی تو بنائے اختیار لباس ہی جسمین شرع
نے کوئی قید محصور نہین فرمائی ہی پس مرجع ان سب کا یہی ہی کہ حکم وہی معتبر ہی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہی۔ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ
اس نے حکم دیدیا کہ بندگی مت کرو کسی کے سوائے اسکی۔ یہ حکم سب سے مقدم ہی اور یہی ایمان توحید ہی عبادت کے معنی تحت قولہ اتخذوا احبارہم
ورہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم الآیۃ۔ بیان ہو چکے ہین خلاصہ یہ ہی کہ کسی کا حکم لینا و خدمت کرنا اسطرح کہ جیسے اللہ تعالیٰ
کا حکم ہی یہ بھی عبادت ہی عجیب کا موقع ہی کہ اہل یورپ اپنے بڑے پادری سے روزے کا لادینے کا حکم حاصل کرتے ہین۔ دیکھو یہ معجزہ قرآنی
تمہاری آنکھون کے سامنے موجود ہی۔ والحق کہ عبادت کسی کی نہین سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ ذٰلِكَ۔ یہ جو کچھ بیان ہوا کہ حکم و عبادت مخصوص
بحق تعالیٰ ہے الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یہی ٹھیک دین ہی اسمین کچھ کجی نہین ہی وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ ولیکن بہتیرے لوگ ایسی جو کافر ہین لَا يَعْلَمُوْنَ
اسکو نہین جانتے ہین پس کچھ اسکو مختار کرتے ہین یا تو کھلم کھلا جیسے بت کو دیوتا وغیرہ مانا اور مسیح مین الوہیت بتلائی اور یا جہالت ہی جیسے یہ تصور
کیا کہ فلان کی روح ہم کو بیٹا دیگی اور اگر نذر نیاز نہ کی تو ستا دیگی۔ یہان تک انکو ایمان و توحید سکھلائی اور اسمین بڑا فائدہ یہ تھا کہ دونون
قیدیون مین سے ایک کا زمانہ آخر ہو چکا تھا اور موت آدمی کو سخت ناگوار ہوتی ہی پس اگر پہلے اسکی موت کی خبر دیتے تو بدحواسی مین پھر
ایمان کا کلمہ نہ سنتا اور نہ سمجھتا پس کمال شفقت سے چاہا کہ دنیا کے قیدخانہ سے رہائی پاوے تو ایمان کی بدولت جنت پاوے اسلام
اٹھالے ورنہ زیادہ سخت و شدید عذاب کی قید مین پڑ جاویگا معرفت مخلوق آلہی پر شفقت کرو۔ فی الحدیث۔ زمین والون پر تم رحم کرو
تم پر آسمان والا رحم فرماویگا۔ رواہ اصحاب الصحاح۔ جو کوئی فسق و فجور و گمراہی مین پڑا ہوا اسپر ترس کھا کر یہ آگ مین جلا جاتا ہی الا گرا پڑتا ہی معرفت
سیدھی راہ شیطان کی ہی کما صح فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ و فی الحدیث الدنیا سجن المومن ایمان والے کیلئے دنیا قیدخانہ ہے

معرفت جہالت نجاننا اور یقولوں العلمون کا انجام کفر ہے لہذا علم قرآن وحدیث فرض ہو جب آپ ایمان تعلیم فرما چکے تو دونوں قیدیوں
کے خواب کی تعبیر انکو اسطرح سنائی کہ کسی خاص کی تعیین نہ فرمائی تاکہ دل نہ دکھے ۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ
اے رفیقو بندی خانے کے ایک جو ہو تم دونوں میں سو پلاویگا اپنے خاوند کو شراب اور دوسرا جو ہو سو سولی چڑھے گا پھر کھاوینگے جانور اسکے سر میں سے

قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ
فیصل ہوا کام جس کی تحقیق تم چاہتے تھے اور کہدیا اُسکو جسکو اٹکلا کہ بچیگا اُن دونوں میں میرا ذکر کریو

عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ۝ ع ۵/۷
اپنے خاوند پاس بھلا دیا اُس کو شیطان نے ذکر کرنا اپنے خاوند سے پھر رہا قید میں کئی برس

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ۔ اے میرے دونوں قیدخانہ کے ساتھیو ۔ دونوں کے خوابوں کی تفصیلی تعبیر یہ ہو ۔ اَمَّآ اَحَدُكُمَا تم دونوں
میں سے ایک شخص تو ۔ فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۔ اپنے رب یعنی سردار کو شراب پلاویگا ۔ یہ وہی ساقی تھا جسنے دیکھا انگور کا شیرہ
نچوڑتا ہے ۔ یہ تعبیر خوشی کے ساتھ ملی ہوئی مقدم کردی وَاَمَّا الْاٰخَرُ ۔ اور رہا دوسرا ۔ فَيُصْلَبُ تو وہ سولی دیدیا جائے گا ۔
فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۔ تو کھائینگی چڑیاں اسکے سر میں سے یعنی گدھ و کوے وغیرہ نوچ نوچ کھا دینگے ۔ یہ وہی بڑھیا
تھا جسنے دیکھا تھا کہ میں سر پر روٹیاں لادے ہوں اسمیں سے پرندے نوچ نوچ کھاتے ہیں اور چونکہ اسکے حق میں سولی و
موت تھی اسواسطے تعبیر کو مجمل کردیا کہ تم میں سے ایک ایسا ہوگا ۔ پھر حکم ازلی آلہیہ کو محکم بیان فرمایا بقولہ قُضِيَ الْاَمْرُ ۔ پوری ہو چکی
وہ بات ۔ الَّذِيْ فِيْهِ کہ جسمیں ۔ تَسْتَفْتِيٰنِ تم دونوں پوچھ کچھ کرتے ہو یعنی یہ حکم آلہی قدیم جاری ہو چکا ہے کسی بہانہ و حیلہ
سے بدل نہیں سکتا ہے ۔ اپنے انجام کار کی فکر کرو ۔ اسمیں تنبیہ ہو کہ ایمان پورا کرلو کہ انجام اچھا ہو ۔ فقہ خواب صحیح و اسکی تعبیر
درست ہو وہ تین قسم کا ہوتا ہے ایک خواب انبیا علیہم السلام اور وہ وحی ہے حتی کہ مثل وحی کے اسکی تعمیل واجب ہے جیسے حضرت
ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو ذبح کرتے دیکھا اور اسکا برتاؤ کیا ۔ یہ کبھی جیسا دیکھا ویسا ہی بلا تعبیر ہوتا ہو جیسے یہی خواب اور کبھی تعبیر
کے ساتھ جیسے خواب یوسف علیہ السلام اور اسی کے چھتیس جزو میں سے ایک جزو خواب مومن یعنی حقیقی ایمان والے کا خواب ہے
ولیکن وہ وحی نہیں اور نہ اسپر عمل کرنا خلاف شرع یا جدید تشریع میں جائز ہے مثلاً کسی نے دیکھا کہ اسکو حکم دیا جاتا ہو کہ کوئی معصیت
کرے یا مغرب کی دو سنت کو فرض سے پہلے پڑھے یا ایک مجلس قوالی وغیرہ کی قائم کرے تو ایسے امور میں کچھ اعتبار نہیں ہو کیونکہ
وہ درجہ نبوت تک نہیں پہونچ سکتا تاکہ حکم شرع اسپر نازل ہوئے چنانچہ مصرح یہ حکم کتب اصول میں مذکور ہی پھر مومن کا خواب
دو طرح کا ہوتا ہو ایک وہ جو امور آخرت سے متعلق ہو اور یہی ایک جزو خواب نبوت ہو اور دوسرا وہ جو امور دنیا سے متعلق
ہے وہ قسم دوم ہو اس قسم میں مومن و کافر شریک رہتے ہیں حتی کہ صاحبان یوسف نے اپنا اپنا حال دیکھ لیا تھا قسم سوم
جو درحقیقت خواب نہیں بلکہ شیطانی احلام ہیں اور اسی قسم سے وہ خواب ہے جو حدیث صحیح مسلم میں ہو کہ ایک نے بیان کیا کہ گویا اسکا
سر جدا ہو کر گرا اور بھاگا اور یہ اسکے پیچھے دوڑا ۔ ایسے احلام کی نسبت حدیث میں حکم ہے کہ جب کروٹ ہو تو تین مرتبہ تھتکار دے
اور اعوذ باللہ پڑھکر کروٹ بدل لے اور کسی سے ذکر نہ کرے اسکو کچھ ضرر نہ پہونچیگا اور حدیث میں منع ہو کہ جاہل یا دشمن

یا دشمن یا پرستش سے خواب بیان کرے معرفت احکام الٰہی ہو واقع ہوتے ہیں سب ازلی ہیں یعنی کہ جو کچھ کل کے روز واقع ہوگا سب حکم الٰہی ازلی ہے کل ملا شد و عزیر یاد - واضح ہو کہ علم الٰہی میں ازل سے ابد تک سب حاضر ہے تو جو کچھ مقدر ہے وہ واقع ہوگا و لیکن بندہ کو نہ چاہئے کہ طریقۂ عبودیت سے سرتابی کرے اور کہے جو ہونا ہے گا وہ ہوگا - میں ایسی پر بیٹھا رہونگا کیونکہ یہ کیونکر جانتا ہے کہ کیا ہوگا اور کہاں سے جانا کہ مجھے بیٹھا رہنا چاہئے اور کچھ کوشش نہ کرنا چاہیئے حتی کہ نماز اور روزہ سب ترک کرے کیا کہ جنتی و دوزخی مقدر ہیں پس استفسار حکم شرعی پا نگلنا چونکہ پیغمبر برحق سے تعبیر چاہی تھی وہ یقینی جواب تھا واضح ہو کہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ وغیرہ نے ذکر کیا کہ قال الثوری عن عمارة بن القعقاع عن عبد اللہ قال لما قالا ما قالا و اخبرہما قالا ما رأینا شیئا فقال قضی الامر الذی فیہ تستفتیان - ورواہ محمد بن فضیل عن عمارة عن ابراہیم عن علقمة عن ابن مسعود یعنی سفیان ثوری رحمہ اللہ نے روایت کی عمارہ بن قعقاع سے انہوں نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ جب دونوں قیدیوں نے اپنا اپنا استفسار بیان کیا اور حضرت یوسف نے دونوں کو خبر دی تو دونوں کہنے لگے کہ ہم نے تو کچھ نہیں دیکھا ہے تو یوسف نے کہا کہ جسمیں تم حکم پوچھتے ہو وہ حکم جاری ہو چکا - اسی قول کو محمد بن فضیل نے عمارہ سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی سے روایت کیا پھر شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ مجاہد و عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم وغیرہم نے بھی اسکی یوں ہی تفسیر کی ہے اور اسکا حاصل یہ ہو کہ جس نے کوئی جھوٹا خواب بیان کیا اور اسکی تعبیر دیدی تو تعبیر سے لازم ہو جاتا ہے واللہ تعالی اعلم - اور لکھا کہ امام احمد نے اسناد کے ساتھ معاویہ بن حیدہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپنے فرمایا - الرؤیا علی رجل طائر ما لم تعبر فاذا عبرت وقعت یعنی خواب آدمی پر طائر ہے جبتک تعبیر نہ دیا جاوے پھر جب تعبیر دیا گیا تو واقع ہو جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اس روایت پر کچھ کلام نہیں کیا حالانکہ اسمیں چند وجوہ سے کلام ہے اول یہ کہ نص میں جھوٹا خواب مذکور ہی اگرچہ احتمال ہو کہ کذب مقولہ کا ہو - دوم یہ کہ تاویل کا وعدہ آنحضرت علیہ السلام نے دیا اور یہ خواب کو اس عبارت میں بیان کر دینا ہوتا ہے جو مشکل ہے کہ پھر اگر خواب ہی نہ تھا تو ایک خبر غیب بطریق وحی ہوگی نہ خواب کی تعبیر سوم آنکہ آنحضرت نے اسپر امتنان الٰہی ظاہر کیا کہ ذلکما مما علمنی ربی یعنی تعبیر خواب جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے تو جب خواب ہی نہ تھا تو ان دونوں کو زیادہ بد اعتقادی ہوگی جیسے تندرست آدمی کسی حکیم سے نبض شناسی کا تجربہ کرے اور وہ بخار کا نسخہ لکھدے - چہارم جب بادشاہ نے خواب دیکھا تو ساقی کو تعبیر خواب کا اعتقاد حضرت یوسف کی جانب ہو جاتا اگرچہ صلاحیت و پرہیزگاری کا اعتقاد اور دیگر امور کا ہونا مثلاً دنیا میں بہت پرہیزگار و صالح ہیں لیکن تعبیر خواب میں سب مشہور نہیں ہیں جیسے انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت یوسف کو یہ صفت بطریق خصوصیت عطا ہوئی تھی پنجم جبکہ آنحضرت علیہ السلام نے انسے کہا کہ تمہارا رزق آنے سے پہلے میں اسکو بیان کر دونگا تو اسکی یہ تھا کہ پہلے انکا یہ دروغ بیان فرماتے اور پھر کہدیتے کہ ولیکن واقع یوں ہوگا الا آنکہ جو کہ اللہ تعالی عفو فرماتے جزم و یقین ہو کہ ایسی روایات سہو و باطل ہیں انکا ذکر کرنا روا نہیں ہو [illegible] ہو کہ دونوں قیدیوں نے بحقیقت میں خواب دیکھا تھا اور چونکہ خواب کی تعبیر سے آپنے ایک کی موت دیکھی تو تعبیر دینے سے پہلے اپنی نبوت و اسپر [illegible] کر کے ایمان کیطرف بلایا پھر جو ہونا تھا اسکو بیان کر دیا اور تاکید کر دی کہ اسمیں تکرار یا کمی بیشی نہ ہوگی یہ حکم سابق ہو چکا [illegible] جو شیخ رحمہ اللہ نے اسکا حاصل نکالا کہ دروغ خواب تعبیر سے واقع ہو جاتا ہے یہ ایسی بات ہو کہ اسکے لئے قطعی دلیل چاہیئے [illegible] التفات نہیں ہے جس سے عوام ہزاروں شکوک میں مبتلا ہوں ہاں البتہ جھوٹا خواب بیان کرنا باحکام احادیث صحیحہ [illegible]

پیدا ہو جائے حالانکہ اس صورت پر اس وجہ سے بھی موافق نہیں کہ دوسرا بھی جھوٹا ہوتا حالانکہ اسنے نجات پائی۔ اور یہ جو شیخ نے امام احمد کی روایت معاویہ بن حیدہ قشیری سے تقویت دی تو وہ صحیح نہیں ہے اسلئے کہ وہ رویا سے متعلق ہے اور بیان تو دعویٰ ہے کہ رویا کا جو دعویٰ تھا پھر کیا پیشر طائر پرندگی اور کس کی تعبیر واقع ہو جائیگی۔ پس صحیح یہی ہے کہ ان دونوں نے خواب دیکھا تھا جس کی آپ نے تعبیر دی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے مسند ابو یعلی موصلی سے حضرت انس رضی کی مرفوع روایت ذکر کی الرؤیا لاول عابر۔ یعنی خواب کی تعبیر وہی ہوتی ہے جو سب سے پہلے تعبیر دینے والا تعبیر دیوے۔ یعنی دوسرے تعبیر دینے والے کا کچھ اعتبار نہیں ہے تعبیر وہی ہوئی جو اول نے دیدی۔ آدمی کو چاہیئے کہ جھوٹا نہ ہو بلکہ ان دونوں نے ایسا خواب دیکھا۔ اگر دیکھے تو کوئی مرد صالح متقی عقیل تلاش کرے کہ اس سے تفصیل بیان کرے اور تعبیر پر جلدی دلیری نہ کرے۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دونوں کی تعبیر دیدی اور فرمایا کہ یہ نجومیوں و کاہنوں کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے اور آگاہ کر دیا کہ یونہی واقع ہونے کا وقت مقرر ہو چکا ہے فقہ عام لوگوں سے برتاؤ رکھنا نیکی کے ساتھ بڑا ثواب ہے لیکن انکے حقوق کا بھلائی سے لحاظ رکھنا اور اپنے آپ کو بچانا اور ظاہر دیانت اپنے دل کو خطرے سے محفوظ رکھنا ضرور ہو جانا پھر آگے کا حال سنو۔ وقال۔ اور کہا یوسف نے للذی ظن دونوں قیدیوں میں سے فقط اس شخص سے کہ ظن جسکے حق میں ظن یعنی یقین کیا تھا کہ انہ ناج منہما۔ ان دونوں میں سے رہائی پاویگا یعنی ساقی سے کہا کہ۔ اذکرنی عند ربک۔ میرا ذکر کرنا اپنے رب یعنی بادشاہ کے پاس۔ ظاہر ہے غرض تھی کہ جب موقع و قرینہ ہو تو بادشاہ سے بیان کرنا کہ ایک مرد صالح ناحق قید ہے تاکہ تیرے ذریعے سے میری رہائی ہو جاوے خصوصاً جبکہ ساقی کا اعتبار بڑھ گیا تھا اس سبب سے کہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ ارکان سلطنت و شاہی خاندان والے اس بادشاہ سے ناراض ہو گئے اور باورچی و ساقی سے سازش کی کہ کھانے و پانی و شراب میں زہر دیدیں چنانچہ دونوں نے اقرار کر لیا ولیکن بوقت پر ساقی نے انکار ہی سے توبہ کی اور فوراً حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے بادشاہ یہ کھانا آپ نہ کھاویں اسمیں زہر ہوگا تو باورچی نے کہا کہ اس شراب میں بھی ہوگا آپ نہ پیئیں۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ تم دونوں کھاؤ پیو۔ چونکہ شراب صاف تھی ساقی نے فوراً پی لی۔ اور کچھ نہ ہوا مگر باورچی نے کھانے سے انکار کیا تو وہ کھانا ایک کتے کو دیا گیا جو کھاتے ہی مر گیا چونکہ سازش میں شرکت دونوں کی ظاہر ہوئی تھی بادشاہ نے دونوں کو قید کیا پھر تین روز یا زیادہ کے بعد ساقی کو اعزاز کے ساتھ اپنے کام پر بحال کیا اور باورچی کو سولی دیدی اور یہی واقعہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اول سے بیان کر دیا تھا پس حضرت یوسف نے چاہا کہ ساقی کے ذریعہ بادشاہ کے حکم سے مجھے رہائی مل جاوے حالانکہ قید کی خود درخواست کی تھی ولیکن قید و مشقت سخت ہوتی ہے خصوصاً جبکہ پانچ برس گذر گئے تھے اسیواسطے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم نے تواضع فرمایا کہ لو لبثت فی السجن طول ما لبث یوسف لاجبت الداعی یعنی یوسف الکریم رسول تھے کہ صابر و ثابت قدم تھے اور اسیواسطے حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دیا ہے کہ آدمی کبھی امتحان و سختی پر دلیری نہ کرے اور ہمیشہ سلامت و عافیت چاہے ہم لوگ اپنے نفوس کے مکائد یاد رکھیں کہ انسان ذرا سے پرہیز و امانت پر اتراتا ہے اور بے صبری کر کے اول سے زیادہ بدتر حالت پر ہو جاتا ہے اور فرشتہ صفت پیغمبر صادق حضرت یوسف صدیق علیہ السلام سے عبرت و نصیحت حاصل کریں کہ کہاں ہم لوگ نفوس ردیہ اور کہاں وہ جوہر نفیس کہ آخر جو چیز خود مانگی تھی یعنی قید خانہ اس سے گھبرائے اور ایک ساقی سے وسیلہ رہائی چاہا حالانکہ امور مقدر ہیں اور قید کی دعا کو اللہ تعالیٰ نے قبول کیا تھا اسکے سوائے دوسرے پر نظر کرنا دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے نظر ہے اور چونکہ اسنے

دنیا میں ظاہر اسباب کی پابندی کا قاعدہ جاری فرمایا ہے تو ظاہری اعضا کو ان اسباب میں مشغول کر دے تو حقیقت میں پیغمبر کی طرف سے نظر نہ ہوئی
اور یہ جائز ہے حتی کہ فوج و لشکر و سامان و ہتھیار مہیا کرے اور فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے دوم یہ کہ دل کی نظر جھک جاوے اور جس وقت ظاہری اعضا
کو اسباب میں لگاتا ہے اسوقت ساتھ ہی دل کی نظر بجانب خالق عزوجل نہ ہو اگرچہ دل کی نظر ان اسباب پر بھی نہ ہو تو یہ بات کمال صدق و ایقان کے مرتبہ میں یہ
ایک جھک ہے اور ادنیٰ درجہ والوں کیلئے کرم الٰہی عفو فرماتا ہے اور ایک تیسری صورت یہ ہے کہ ظاہر اور باطن نظر ان اسباب پر ہو اور یہ قسم کفر سے ملی ہوئی ہے
حتی کہ اگر دل کی نظر اس اعتقاد پر ہو کہ یہی سبب یا اسکے مثل کوئی سبب مؤثر ہوگا تو صریح کفر ہے ورنہ شدید غفلت گناہ ہے۔ اللھم غفرانک۔ پس شاید کہ حضرت
صدیق علیہ السلام کی نظر اسوقت جھکی ہو اور میرے نزدیک یہ بھی بعید ہے اور شاید کہ نظر ہو۔ لیکن خلاف درخواست قید کے جو اللہ تعالیٰ سے عرض تھی
اسوقت درخواست رہائی اس سبب کی طرف جھکائی اور یہی بات جناب کبریا جل شانہ میں ناگوار آئی۔ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ
پس بھلا دیا اس قیدی ساقی کو شیطان نے ذکر کرنا یوسف کا اپنے مالک کے پاس یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف کی درخواست اس طریقہ
سے ناپسند فرمائی اور شیطان کو قابو دیدیا کہ وہ ساقی کی یاد پر مسلط ہو گیا حتی کہ مدت تک اسکو یوسف کا ذکر کرنا اپنے بادشاہ پاس
یاد نہ آیا۔ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ۔ تو پڑے رہے حضرت یوسف قیدخانہ میں کچھ برسوں۔ بضع کی تعداد تین سے اور دس سے
کم ہوتی ہے اور اکثر روایات میں سات برس بیان ہوئے ہیں اور تحقیق اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ اور بارہ برس کی روایت بھی آئی ہے لیکن
اسطرح کہ پانچ برس پہلے اور سات برس یہ ملاکر بارہ برس ہوئے جو تفسیر مذکور ہوئی ایک جماعت مفسرین کا قول ہے اور بعض دوسروں نے
ضمیر انساہ مفعول الیہ بجانب یوسف قرار دی تو ترجمہ یہ ہوا کہ بھلا دیا یوسف کو شیطان نے اپنے رب کا بیان کرنا تو پڑا رہا قیدخانہ میں
کچھ برسوں تک۔ حکم ہے کہ ہر کام کا ہونا انشاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ رکھے یعنی سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہوگا شاید کلمہ اسطرح ملاکر نہ کہا ہو
اور شاید کہ اپنے رب کی طرف درخواست میں چوک ہوئی۔ امام محمد بن عمر رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا کہ یہی قول ٹھیک ہے کہ شیطان نے
یوسف کو ذکر رب تعالیٰ بھلا دیا کہ انھوں نے اپنے مانند ایک آدمی سے استعانت چاہی اور یہ ایک غفلت انکو بشریت سے آگئی مگر تحقیق کہتا ہوں
کہ نہیں اس درجہ تک غفلت میری اعتقاد سے باہر ہے اور جو کوئی اہل عرفان و توحید کی حالت سے واقف ہے وہ ایسا قیاس نہیں کر سکتا
یہ تو ہم لوگوں پر قیاس ہے وہاں تو ایسی حالت کی گنجائش نہیں خصوصاً یکتا پیغمبر مرسل و نبی صدیق کی شان میں کیا موقع ہے ہاں
یہ کہ طریقۂ درخواست اول مرسل تھا اور اب اس نازل طریقہ سے ہوا جو ایک قسم کی بھول ہے۔ پھر امام رازی نے لکھا کہ کسی مخلوق سے مدد
لینا کسی ظلم کے دور کرنے میں عام لوگوں کیلئے شریعت میں جائز ہے لیکن بہت سی باتیں عام کے حق میں نیکیاں سمجھی جاتی ہیں اور
مقرب لوگوں کے حق میں یہ باتیں درجۂ گناہ پر ہوتی ہیں پس صدیق کی شان یہ ہے کہ سبب پر بالکل نظر نہ کریں بلکہ مسبب الاسباب پر
نظر رکھیں اور بالکل اسی کی شان میں مشغول ہو جاویں اسیواسطے یوسف علیہ السلام اتنی بات پر ماخوذ ہوئے مگر یہاں
اللہ تعالیٰ نے اس قدر ان کے حق میں بطریق تعریف بیان فرمادیا کہ وہ بالکل حق تعالیٰ کی شان میں مشغول تھا حتی کہ ایک مرتبہ اسنے
ایسا کیا تو ماخوذ ہوا اور اگر کوئی کہے کہ شیطان کو کہاں سے پیغمبر پر یاد الٰہی بھلا دینے کا قابو مل سکتا ہے اسکا جواب یوں دیا جائے
کہ یہ بھلاوا ایک خطرہ تھا اور شیطان کو یہ قابو نہیں دیا گیا کہ دل سے یاد الٰہی چھڑا دے یا بھلا دے۔ قال المترجم یعنی خطرہ آنا
روا ہے جیسا کہ آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے اور سابق میں یہ بحث مفصل گذری ہے واضح ہو کہ مسئلہ
یاد الٰہی جل شانہ اسوجہ سے مشکل ہو گیا کہ ہنوز قلوب جو کدورات و شہوات و دنیات سے غلط ملط ہیں وہ خیال اس صاف باطن کی

حالت کا لاتے ہین جو یا تو ازلی ہو جیسے انبیاء و مرسلین یا حکم اولیت کے ساتھ ہو تو محبت ایمانی مین صاف ہوا ہو جیسے اولیاء کیونکہ جو ہنوز متعلق ہے وہ تو قصد کرتا ہے کہ یاد کرے مگر الفاظ آتے ہین وہ بھی مشقت تو جہ کہ آنا فانا تغیر ہو جاتا ہے اور یہان تحصیل سے حصول ہے اور الفاظ سے معانی اور خارج سے باطن اور انتہا یہ کہ اپنا یاد مین لانا مشکل پھر قیاس کی صورت کیا ہو سکتی ہے۔ اب مین کہتا ہون کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یا ایہا الذین آمنوا لاتکونوا کالذین نسوا اللہ فانساہم انفسہم اولٰئک ہم الفاسقون۔ مومنون کو مخالفت طریقہ فاسقین بتلایا کہ فاسق اپنے رب کو بھولے ہوتے ہین تو خود کو بھولائے جاتے ہین کیونکہ اپنے نفس کو پہچانتے تو رب کو پہچانتے اور یہی آیت اصل ہے اس قول عارفانہ تابعین کے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ پس جو راہ شرع نے بتلائی یعنی جس طریقہ پر زندگی کرنا چاہیے اسپر قیام بھر دوام سے نفس کی شناخت ایمانی سے یاد الٰہی کا ظہور ہوتا ہے تو نسیان ممکن نہین ہے اسیواسطے حدیث صحیح مین ہے کہ یذکر اللہ فی کل احیانہ یعنی آنحضرت علیہ السلام ہر حال و وقت مین اپنے رب کو یاد رکھتے تھے۔ امام بخاری رح نے بیت الخلا کے وقت ذکر کے مسئلہ کا استدلال اس حدیث سے کیا اور میرے نزدیک اشارہ کردیا کہ یاد الٰہی زبان سے پڑھنے پر نہین ہے اور بعضے لوگ جو بیٹھا ئے پائخانہ کے وقت ذکر الٰہی سے اپنے کو علیحدہ کرتے ہین وہ غلطی کرتے ہین وہان کوئی وقت علیحدگی نہ تھی حالانکہ بالاتفاق بیتالخلاء و غسلخانہ وغیرہ کے وقت قرأت قرآن منع ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو سمجھنا اعتبار کرنا چاہیے کہ اگر ضمیر انساہ راجع بجانب یوسف علیہ السلام ہو تو بھی نسیان سے نفس فراموشی مراد نہین ہے کیونکہ یہ تو عام مومن مین نہین ہو سکتی بلکہ طریقہ معاملت مین نظر کی چوک یا شغل گو شۂ خاطر ہو جو بالکلیہ بشان حق عز و جل ہونا چاہیے تھا پس اُسیے مواخذہ ہوا کہ کتنے برس تک قید خانہ مین پڑے رہے مترجم کے نزدیک اولیٰ یہ ہے کہ ضمیر مذکور راجع بجانب ساقی ہے بقرینہ قولہ وادکر بعد امۃ الآیۃ۔ جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ شیخ نے لکھا کہ یہی قول مجاہد و محمد بن اسحاق و بہتون کا ہے اور لکھا کہ حضرت یوسف کی طرف ضمیر مذکور راجع ہونا بھی مجاہد و ابن عباس و عکرمہ وغیرہم سے ابن جریر نے روایت کیا اور ایک حدیث بھی آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ اگر یوسف نے یہ کلمہ نہ کہا ہوتا جو کہا تو قید خانہ مین اتنی مدت نہ پڑے رہتے جتنی مدت رہے بوجہ اسکے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسری کی طرف سے رہائی چاہتے تھے۔ شیخ نے کہا کہ یہ روایت تو ضعیف ہے کیونکہ سفیان بن وکیع راوی اور ابراہیم بن یزید جعفی بہت ضعیف ہین اور حسن و قتادہ سے یہ قول مرسل بھی روایت ہوا لیکن یہان مرسل قبول نہین ہو سکتی ہے۔ قال مجاہد و قتادہ لفظ بضع تین سے نو تک۔ قال وہب بن منبہ ایوب کی بیماری سات برس اور یوسف کی قید سات برس ہی اور بخت نصر کا عذاب سات برس رہا۔ الضحاک عن ابن عباس بارہ سال قید رہے۔ ظاہر امراد یہ کہ کل مدت بارہ مجموعہ پانچ و سات کا تھا۔ امام رازی رح نے کہا کہ سوائے اسقدر حصہ کے جو قرآن حق مین منصوص ہے باقی باتین بنی اسرائیل سے سنی گئین تو انکا سچ و جھوٹ اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ مترجم نے کہا کہ مقصود نفس کی تہذیب واسطے آخرت و بقائے دائمی کے ہے اسطرح کہ اشارات و صریح بنیات آیہ سے مکائد نفس و شیطان و اسکی راہون سے آگاہ ہو کر راہ راستہ پر مہذب ہو اور وہ اسقدر نصوص مین خواہ صریح خواہ اشارت کیا تھا اور اکثر بتوضیح احادیث و صحیح اقوال صحابہ رض موجود ہے پھر باقی باتون سے دنیاوی حیات و کانون کی لذت سے بیکار تضیع اوقات مین کیا حاجت و کیا فائدہ ہے۔ فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ عرائس البیان مین ان آیات کے کچھ اشارات جو اوپر درجہ مین معرفت کیلئے مفید ہین بیان ہوئے انکو یہین لینا چاہیئے۔ قولہ انا نراک من المحسنین احسان جب صفت خلق ہو تو معنی یہ ہین جو حدیث مین مذکور ہے کہ صل من قطعک واعف عمن ظلمک و احسن الی من اساء الیک یعنی نا تا جوڑ جس نے تجھسے

کاٹا ہوا اور عفو کر دے جس نے تجھ پر ظلم کیا ہو اور نیکی کر جس نے تجھ سے بدی کی ہو۔ اور جب صفت معرفت ہو تو بحکم حدیث الاحسان ان تعبد اللہ
کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر گویا تو اسکو دیکھتا ہے سو اگر تو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہے۔
پس یہاں مشاہدہ کرنیوالا عالم ملکوت کا اور بکشف معائنہ کرنے والا انوار جبروت کا۔ گویا نظیر قولہ تعالیٰ وکذلک نری ابراہیم ملکوت
السموات والارض ولیکون من الموقنین۔ اے من المحسنین۔ کیونکہ مشاہدہ صرف اس عالم کے بعد اُس عالم میں اہل توحید کو ہی اور جب
احسان بصفت ہادی ہو تو معنی عالم کحل مشکلات نفوس وعجائبات قلوب اور عارف بدقائق اعمال وحقائق اعمال۔ ابن عطاء نے
کہا کہ فقراء کی طرف مائل باحسان ونکوئی وانس ومصاحبت۔ ابوبکر بن طاہر نے کہا کہ عذر کرنیوالے کا عذر نہیں رد کرتا۔ اقول
شافعیؒ ایک جماعت سلف کا قول ہو کہ جو عذر کرے اسکا عذر قبول کرنا چاہیئے اور رد کرنا حماقت ہو شیخ نے کہا کہ ایمان کے شرائط میں
سے ہو کہ جو بدی کرے اسکے ساتھ مکافات کے بجائے نیکی کرے بعض نے کہا کہ محسن جو تعبیر خواب کا عالم ہو اقول یہ تفسیر خاص ہے۔
ابوبکر الوراق نے فرمایا کہ جو محنت وسختی کے وقت بھٹکے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لاوے۔ یوسف بن الحسین نے کہا کہ جو
کوئی دوستون کی خاطر اپنی خواہش چھوڑ دے اقول دوست سے مراد وہ کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھے پس پہلے سے
دیکھ بھال لے جلید رح نے فرمایا کہ جو حقائق امور نفس سے آگاہ ہو۔ قولہ واتبعت ملۃ آبائی ابراہیم واسحق ویعقوب۔ کمال
توحید باتباع انبیاء ورسل ہو صلے اللہ تعالیٰ علی نبینا وآلہ وعلیہم اجمعین۔ اتباع انکی راہ شوق پر چلنا اسطرح کہ سر باطن صاف نورانی و
روح ملکوتی ونیت صادق وانفاس پاک ونفس طاہر وعقل عالم باحکام آلہیہ واسرار وآثار عبودیت قائم رکھے حسن ادب کی رعایت سے
اول حضرت ابراہیم خلیل پھر اسحق پھر یعقوب کا ذکر فرمایا حالانکہ اشارت یہ تھی کہ خلت میں اتباع خلیل اختیار کرتا ہون اسکے ساتھ ہی
محبت وحلم وسخاوت ومہمان نوازی اور قضا وقدر پر رضامندی اور بیقراری بعشق باری تعالیٰ وآہ وزاری میں اور کمال توحید کیساتھ
قدیم کو حوادث سے منزہ رکھنے میں حضرت ابراہیم کا متبع ہون کیونکہ حنیف مسلم وغیر محب الآفلین تھے اور ساتھ ہی صدق الیقان
ومشاہدہ آیات والتماس مین طالب حق ہونے وانقیاد وحنیفیت سہل مین انکا مطیع ہون پھر اسحق علیہ السلام کی اتباع اس امر مین کہ
درگاہ ربوبیت پر اپنی جان قربان کی اور اپنے والد علیہ السلام کی فرمانبرداری پر حاضر وقائم رہے اور اتباع یعقوب اس امر مین کہ صبر جمیل وحزن
طویل وگریۂ دائم وتحمل امتحانات قضا مین قائم ہین۔ قال المترجم اہل بیان کیواسطے یہان ایک ضروری نکتہ یہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام
جب اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا ہوئے تو بہت صغیر تھے حتی کہ اسکی مدت کے بعد بلوغ کو پہونچے ہین تو علم شرائع آنا وصرف
بالہام ووحی الٰہی پہونچنا مقصود ہو مع ہذا ان کو دعوئے اتباع ابراہیم واسحق ویعقوب علیہم السلام ہے تو تا دب بآداب وحی کو عین ان کی
اتباع قرار دیا پس بہت سی باتین اس سے معلوم ہوئین اول یہ کہ زندہ ہونا حضرت متبوع کا شرط نہین ہی۔ دوم یہ کہ چند انبیاء
علیہم السلام کی اتباع ایک ساتھ متحقق ہوتی ہو ولیکن ظاہری احکام کی اتباع صرف ایک ہی کی ہوگی سوم یہ کہ انکشاف مقامات
مین تابع اپنے متبوع کا ہمسفر ہوتا ہو۔ چہارم متبع باعتبار وصول بمقام متبوع کے اتباع رکھتا ہو جسکی کفالت لطف رحمت حق عزوجل
سے ہوتی ہو پس اگر عالم یا قدر ضرورت ادب سیکھا ہو اصفات جمیلہ حمیدہ مین انبیاء وصالحین کی اقتدا سے وصول رضائے حق عزوجل
کا قصد کرے تو پیر کی بھی ضرورت نہین ہو جبکہ نیت صادق وطریق آداب سے ٹھیک واقف ہو اور سب بھلائیون کی جڑ یہ ہو کہ جملہ خواہش
منحصر برضائے حق تعالیٰ رکھے اور سب برائیون کی جڑ یہ ہو کہ شہوات وخواہشون کا مجمع ہو یا محل ہو حتی کہ جنت کی خواہش ودوزخ کا

خوف ایک پورا باعث ہونا قاتل ہے اور صحیح ہی جو فرمایا کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ دنیا کی خواہش سب برائیوں کی جڑ ہی اور دنیا کو
اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ لہو و لعب ہے یعنی اسکو بقا نہیں ہی اور دل کو یاد الٰہی سے لاہی و غافل کر دیتی ہی اور پوری اہیت تحت قولہ انما
مثل الحیوۃ الدنیا کما انزلناہ الآیۃ۔ اور تحت قولہ واضرب لہم مثل الحیوۃ الدنیا الآیۃ تلاش کرو جس آسایش و آرام و دل لبھانے والے اسباب
اس دنیا پر مرتب ہیں۔ فافہم واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ باب خوب سمجھ لو کہ متابعت کرنا خالص مریدوں کی صفت
ہوتی ہے اور جس شخص نے اخلاق و عادات میں پیروی نہ کی وہ کسی وقت کبھی متبع کے درجہ پر نہیں پہونچے گا۔ قولہ ما کان لنا
ان نشرک باللہ من شیٔ۔ طریقہ آبائی جسمیں اتباع کی ہی۔ اسکی اصل یہ ہی کہ قدیم کو تمام حوادث سے منزہ و پاک جانا و سمجھا یعنی محبت
و انقیاد الٰہی جل شانہ میں کسی غیر جانب التفات نہیں ہی۔ اقول و فی الحدیث یا غلام احفظ اللہ یحفظک۔ یعنی ہر طرح مؤثر او تعالیٰ ہی
تو کسی چیز میں غیر پر نظر نہیں چاہیے پس اللہ تعالیٰ بندے کیلئے ہر طرح کفایت و رعایت فرماتا ہے۔ پھر بیان کر دیا کہ یہ طریقہ حاصل
کرنے سے اب پیدا نہوگا بلکہ سابق ازل میں حق عز و جل نے اختیار فرمایا ہے۔ فی قولہ ذلک من فضل اللہ علینا۔ یہ سب صفات
جمیلہ جنکو حق عز و جل پسند فرماتا ہی ہم لوگوں کو محض فضل الٰہی سے حاصل ہوئے ہیں و قولہ علی الناس۔ یعنی ہم پر یہ فضل ہی اور ہم
اور لوگوں کے واسطے فضل الٰہی ہیں۔ قولہ و لکن اکثر الناس لا یشکرون۔ جو فضل ہم سے ظاہر ہی اسکے شکر یہ سے اکثر لوگ
غافل و جاہل ہیں۔ اقول لہم قلوب لا یفقہون بہا۔ اسوجہ سے جہالت و غفلت ہی کہ اسکا ادراک بذریعہ قلوب ہے اور قلوب انکے
ہوا رغا لیہ ہیں ان سے ادراک ہو نہیں سکتا تو جاہل و منکر ہیں قال الشیخ ابو عثمانؒ نیک صالحین کی پیروی کرنے اور ابرار کی
بزرگی کا اعتقاد رکھنے سے قلب کی اصلاح ہوتی ہے شیخ ابو عثمان مغربیؒ نے کہا کہ فریب شیطان و نفس سے بچا ہوا بے کھٹکے
راستہ یہ ہی کہ بزرگان صالحین کی اقتدا کرے کیونکہ صالحین نے بھی یہی کہا ہے کما قال تعالیٰ حکایۃ عن یوسف الصدیق علیہ السلام
واتبعت ملۃ آبائی الآیۃ۔ واسطی رح نے کہا کہ فضل پر نظر اچھی ہی اور متفضل پر نظر اس سے اچھی ہے پھر متفضل پر نظر اچھی ہی اور اس
نظر سے فنا رہنا سب سے اچھی ہی ابو علی جوزجانی نے کہا کہ وہ شخص سب سے زیادہ اچھے حال میں ہی جس نے اپنی ذات کو فضل و منت
و نعمت کے نیچے دبا ہوا جانا اور اپنے عمل و سعی و لیاقت کو کچھ خیال نہ کیا کیونکہ یہ باطل و دروغ خیال ہی اور وہ صحیح و راست و مستقیم ہی قولہ
یا صاحبی السجن ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ اسمیں متفرقون سے اشارہ کیا کہ جو چیز متعدد و منقسم ہو وہ حادث ہی قدیم
نہیں ہو سکتی بلکہ قدیم حق عز و جل وہی ہے کہ وہاں انقسام و تعدد کو راہ نہیں ہی اور اسکے واحد ہونیکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اسکو ایک کا
عدد و گنتی عارض ہی ہرگز ہرگز نہیں اسکے معنی یہ ہیں کہ وہی ہی ویسا کوئی نہیں ہی وہاں شرکت محال ہی۔ عوام اس بات کو
بہت کم سمجھتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ بمثل و بے مانند ہی تو وہی رب قاہر ہوا اور سب مخلوق اسکے قبضۂ قدرت میں مقہور ہی یعنی جو وہ
چاہتا ہے وہی ہوتا ہی حتیٰ کہ اگر زید سے چاہا کہ وہ تمام رات عبادت پر قائم رہے تو وہ برابر قائم رہے گا۔ پس یہ اسکی صفات ہیں قولہ
ذلک الدین القیم و لکن اکثر الناس لا یعلمون۔ یہ نہیں جانتے کہ فلاں چیز سے روزی حاصل ہونا اور فلاں سے یہ ہونا اور وہ ہونا اور
یوں نہونا و غیرہ جہالت کی نظر ہیں بھلا کبھی حادث بھی قدیم ہو سکتا ہی بلکہ قدیم وہی وحدہ لاشریک ہی اور جملہ حوادث ہیں اور
جو حرکات ان حوادث سے صادر ہوتے ہیں خواہ وہ نافع ہوں یا مضر ہوں سب مقہور تحت قدرت ہیں۔ شیخ ابو عثمان مغربیؒ نے
یہاں ایک عجیب اشارہ فرمایا کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ انسان پر غیر کا حال کھل جاتا ہی اور اپنا حال چھپ جاتا ہی تم دیکھو کہ بزرگ سارقبیہ

حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے قیدیوں کو فرمایا کہ ارباب متفرقون خیرام اللہ الواحد القہار۔ پھر دوسرے وقت ایک قیدی سے کہا کہ اذکرنی
عند ربک۔ حکایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت فضیل سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے تو فرمایا کہ اس آیت کو یاد رکھ۔ قال المترجم
شیخ ابوعثمان کے قول کا یہ مطلب ہے کہ جب تقدیر الٰہی میں کوئی امر جاری ہوتا ہے تو ایک پردہ ایسا حائل ہوتا ہے کہ آدمی باوجود علم
کے غفلت کے پردہ میں چھپ جاتا ہے لہذا آنحضرت صلعم نے استعاذہ میں فرمایا۔ وسوء القضاء یعنی قضائے مکروہ سے جو بذات خود مجوب ہے
پناہ مانگی اور فرق یہ ہے کہ جو امر مجوب کسی بندہ کو پہونچا مگر نظر اسکی فضل الٰہی پر نہیں ہے تو وہ اسکے واسطے درحقیقت وبال ہوگی جبکہ
اسنے شرک کیا اور جو مکروہ کسی بندۂ صالح کو پہونچا اور اسکی نظر حق تعالیٰ پر راضی ہے تو یہ نہایت درجہ ثواب کی نعمت ہے کیونکہ جو امر
مجوب ہے اسمیں تو ایک راحت نفس کی بھی بندہ صالح کو مل گئی اور مکروہ میں سراسر عوض آخرت ہاتو ثواب زیادہ ہوگا۔ فافہم۔ قولہ اذکرنی
عند ربک فانساہ الشیطان ذکر ربہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کلام میں وہ موقع بیان فرمایا جسمیں حضرت صدیق علیہ السلام اپنے خاص بندہ
کا امتحان فرمایا ہے اور وہ صورت یہ واقع ہوئی کہ شان معرفت کے بجائے قلب یوسفی پر نکرت کا ایک پردہ دیا تو دریائے ناپیدا کنار نکرت میں
ایک لمحہ غوطہ کھایا اور معرفت سے موصوف ہونے کے ساتھ ایک حجاب بشری آیا اور یہ شان وہ رسائے طور عقل عوام ہے کیونکہ اس حالت
کی کیفیت وہی سمجھ سکتا ہے جو فی الجملہ اہل باطن میں سے ہو بالجملہ یہ کیفیت عبارت میں اسطرح لائی جاتی ہے کہ وصف معرفت
سے موصوف ہونے کی حالت میں نکرت میں ہوگئے پس جب نفحات تمثیل و تمثال قدیم نے امتناع فرمایا اور بندۂ خاص عارف کو مشاہدۂ
جمال قدم سے محجوب فرمایا تو رسم طبیعت و عالم صورت میں پھنسے پس مثل اہل صورت کے اسباب ظاہری کی راہ چلنے لگے حالانکہ یہ حالت
لمحہ سے بھی کم واقع ہوئی۔ قال المترجم اسقدر قلیل وقت شیخ نے آیت کے لطیف اشارہ سے نکالا ہے اور وہ یہ ہے کہ قولہ وقال للذی مسئلہ [illegible] ۱۲
ظن انہ ناج منہما۔ کو اللہ تعالیٰ نے علیحدہ مستقل آیت نہیں فرمایا بلکہ اسی کلام کا ایک ٹکڑا ہے کہ ذیل کی گفتگو میں سرزد ہوا تھا۔ فافہم
فانہ لطیفۃ جدا۔ قال الشیخ پھر حبیب الانوار قدم نے قلب یوسفی پر طلوع فرمایا اور فیض کرم نے اسکی دستگیری کی تو محل امتحان وکید شیطان
کو سمجھ گئے اور ذکر انسان سے رجوع کرکے درگاہ کبریائی پر عجز وانکسار سے سر رکھا۔ قال المترجم اگر کسی کو شبہ ہو کہ شیخ نے انکا رجوع کرنا
کہاں سے معلوم کیا اسواسطے کہ آیت میں اسکا ذکر نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ یہاں آیت میں مذکور نہیں ولیکن اہل دل بالیقین جانتے ہیں کہ یہ
حالت عارف کیلئے نہیں رہ سکتی ہے اور یقین کیلئے قطعی دلیل قولہ تعالیٰ والذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ہم مبصرون
ہے جیسا کہ اس آیت کی تفسیر میں گذر چکا پس کوئی شک نہیں کہ حضرت یوسفؑ اہل تقویٰ میں سے تھے بلکہ متقین کے سردار تھے تو بعد
خطرۂ شیطانی کے فوراً انکو تذکر ہوا ہوگا جبکہ عوام مومنین کا یہ حال ہے تو پیغمبر مرسل کا ضرور ہوگا اور مواخذہ بطریق مدح صرف محل امتحان
تھا۔ فافہم۔ قال الشیخ اور جب اللہ تعالیٰ بندۂ عارف کے حق میں زیادہ معرفت و قرب منزلت چاہتا ہے تو اسکو ایک لمحہ غفلت میں ڈالدیتا
ہے پھر اسپر تجلی فرماتا ہے تاکہ اپنے نسیان سے نادم اور نہایت تیزی سے مزید عرفان کی جستجو میں سرگرم ہو جاوے گویا کہ یہ غفلت زیادہ یادہ کا
باعث ہو جاتی ہے اور یہ مواخذہ تو جسکو زیادہ قرب ہے اسکو اہتمام زیادہ و مواخذہ و بلا زیادہ ہے۔ قال المترجم کوئی یہ گمان نکرے
کہ قرب زیادہ محل الم ہے کیونکہ دنیاوی عمر ایک لمحہ سے کم ہے کہ دنیا میں یکدمی بیش نیست ؎ غم وخرمی بیش درویش نیست ؎ پس
ہر مواخذہ و بلا درحقیقت اعلیٰ عیش و کمال انعام ہوتا جاتا ہے اسیواسطے کثرت سے اکابر وہ گذرے ہیں جو انعام و راحت پہونچنے کے بجائے
غم واندوہ و مکروہ پہونچنے پر زیادہ خوش ہوتے تھے کیونکہ یہ خالص ثواب دائمی راحت ہے اور یہ وہی سمجھیگا جسکو حق تعالیٰ نے قرب

ومنزلت عطا فرمائی ہو ورنہ مترجم تو ناقل ہو۔ واللہ اعلم۔ **قال الشیخ** دیکھو ایک لمحہ غفلت پر چند سال تک قید کا مواخذہ فرمایا گیا ولیکن واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان چند سال قید سے حضرت یوسفؑ کے حق مین کمال تربیت وکامل لیاقت نبوت کی تعلیم اس خلوتخانہ مین رکھکر ارادہ فرمائی تھی حالانکہ نفس یوسفی بتلبیس شیطان یہ چاہتا تھا کہ اسیوقت قید خانہ سے خارج ہوکر اس کمال سے محروم ہوجا دین لیکن حق تعالیٰ اپنے خالص بندون کی خود تربیت فرماتا ہو پس خلوت مین انس وتمکین وقوت سلوک مین استقامت وبیداری عطا فرمائی اور تو یہ نہین دیکھتا کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے کیونکر ابتدائے نبوت مین غار حرا مین تنہائی کے ساتھ عبادت اختیار فرمائی۔ **قال الشیخ** قولہ فانساہ الشیطان الآیۃ۔ مین احتمال یہ بھی ہو سکتا ہو کہ یوسفؑ نے قیدی سے کہا کہ اذکرنی عند ربک یعنی بادشاہ سے میرا ذکر کرنا اور مقصود یہ تھا کہ بادشاہ سے میری تعریف بیان کرنا کہ وہ مجھے پہچانے اور مین اسکو ایمان کی ہدایت کرون اور وہ عذاب الٰہی سے رہا ہو اور ثواب پاوے اور مین عموماً اس طریقہ سے توحید پھیلاؤن اور امر معروف ونہی منکر سے لوگون کو راہ راست پر لاؤن پھر شیطان کا بھلانا اس معنی مین ہو کہ حضرت یوسفؑ کو سابقہ تقدیر الٰہی یاد نہ رہا کہ ہنوز بادشاہ کے ایمان لانے کا وقت نہین آیا ہے تو بادشاہ کے وقت ایمان تک قید مین رہے پس یوسف علیہ السلام کا نسیان سابقہ تقدیر ازلی سے تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ **مترجم** کہتا ہے کہ یہ توجیہ شیخ کی طرف سے علمائے ظاہر سے مشابہ واقع ہوئی حالانکہ معنوی امور سے تسکین وطمانینت کے بعد ایسی اضطرابی توجیہ کی کچھ ضرورت نہین ہی بخلاف علمائے ظواہر کے کہ زیادہ نظر انکی عوام کی فہمائش پر رہتی ہی یا معنوی مدارک سے غفلت ہوتی ہے تو خواہ مخواہ غیر مطمئن طور پر مضطربانہ توجیہات سرزد ہوتی ہین مگر جو کوئی کہ معنوی اسرار وحقائق سے واقف ہوا وہ ہر مقام پر جہان عموماً اضطراب کی گفتگو کی جاتی ہے نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ یقین کرتا ہے۔ فاستقم۔ واسطیؒ نے کہا کہ اے لوگو اپنے نفوس کے پیچیدہ قاعدون سے ہوشیار رہو جو بے محل دلیری سمجھاتا ہو ایسا نہ ہو کہ حکمت آلہیہ بطور پاداش کے تم کو خبردار فرمائے کہ اسطرح بندے وتمام مخلوقات اسکی مملکت مین عاجز ہین۔ اقول شاید غرض یہ ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے نفس نے بذریعہ ساقی کے رہائی کی خواہش کی تو اللہ تعالیٰ نے مدت تک اُن کو عاجز ہوکر قید مین رہنا دکھلایا۔ بعض نے کہا کہ قولہ اذکرنی عند ربک یعنی تاکہ وہ جانے کہ ضرر ونفع کا اختیار اسکو بالکل نہین ہی اور جملہ امور موکول بتدبیر الٰہی ہین پس کسی غیر پر اعتماد نہ کریگا اور دلیل سپر قولہ فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیۃ ہی۔ **مترجم** کہتا ہو کہ جہان تک میرے خیال مین آتا ہے اس بزرگ کے قول کی جو اس مقام پر بظاہر بالکل بے ربط معلوم ہوتا ہے یہ توجیہ نفیس ہو کہ بادشاہ نے دونون قیدیون کو مقید کرکے اپنے اختیار سے ایک کو پھانسی اور دوسرے کو رہائی دیدی ضرور ہو کہ یہی خیال بادشاہ کو بلکہ تمام لوگون کو ہوگا اور عموماً ایسا ہی خیال ہوتا ہے کہ حاکم نے فلان کو رہا کیا اور فلان کو یہ کیا اور وہ کیا۔ تو قیدی سے حضرت یوسفؑ نے فہمائش کردی کہ دیکھو مین نے تم دونون کے خواب کی تعبیر سے پہلے ایمان توحید سکھلایا اور سمجھایا کہ اصل مین اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے سب مخلوق پر قادر وقاہر ہے جو وہ چاہتا ہو وہی ہوتا ہی پھر خواب کی تعبیر مین کہدیا کہ ہر ایک کے حق مین یہی حکم ہوچکا ہو تو اس سے معلوم ہوگیا کہ بادشاہ کے فعل سے پہلے یہ امر حکم الٰہی مین مقدر ہوتا اگرچہ بادشاہ اسی حکم پر مقدور تھا حتیٰ کہ اسکے سوائے وہ اور کچھ نہ کرسکتا تو ساقی سے کہا کہ تو بادشاہ کو متنبہ کردینا کہ مجھے فلان صدیق سے جو قید خانہ مین ہو صاف معلوم ہوچکا تھا کہ تجھکو ضرور ایسا کرنا پڑیگا وہی ہوا تو خواہ مخواہ تجھے خود کچھ اختیار نہین ہی جو حکم الٰہی ہوتا ہے وہی ہوتا ہے تاکہ بادشاہ توحید پر مستقیم ہوکر اپنے خیالات شرکت سے اجتناب کرے۔ **وقال المترجم**

یہ حکمت نہایت نفیس ومتین ہی فافہم واستقم واللہ تعالیٰ اعلم ۔ نصر آبادی ؒ نے کہا کہ ذکر رب سے پہلے اپنا ذکر کیا تو شیطان نے قیدی سے یہ غرض بیان کرتے وقت ذکر الٰہی سبحانہ تعالیٰ بھلا دیا بعض اکابر نے کہا کہ دیکھو انبیاء علیہم السلام کو تو ایک چھوٹی برابر بات پر ماخوذ فرمایا کیونکہ انکو حضوری ومنزلت ہے اور ان پر ایک خاص عنایت کی نظر ہی اور دوسروں پر چونکہ یہ نظر نہیں ہی تو اس سے کرور درجہ زیادہ گستاخی پر عفو کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہاں یوسف علیہ السلام کو کیسے ماخوذ فرمایا ہی ۔ شیخ نے کہا کہ میرے دل میں القا ہوا کہ یہاں شیطان نے یوسف علیہ السلام کو یاد سے نسیان دلایا اور رب عز وجل نے ذکر یا نہ کو کسی کو نہیں بھلایا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہی کیونکہ تمام وجود یوسفی ہر سانس میں سے فرق مشاہدہ ہی لیکن ذکر اس مقام پر محل توکل ورضا ہی اور یہ نہیں ہوتا کہ جو کوئی درجہ توکل سے ساقط ہو وہ یاد حق عز وجل سے بھی ساقط ہو کیونکہ توکل تو مقامات کے اسباب میں سے ہی اور عارف کا حال یہ ہی کہ وہ حالات میں سیر کرتا ہی اور یہ بھی نہیں ہوتا کہ وہ حقیقت توکل سے محجوب ہو جائے کیونکہ حقیقت اسکی یہ وحدانیت حق عز وجل ہی پس وحدانیت کا علم اور یہ کہ وہ ہر مخلوق پر قادر قاہر ہی ہر دم ضروری ہے اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ انبیاء اس الیقین سے محجوب ہوں ۔ **قال المترجم** سابق میں جو معنی میں نے نسیان الٰہی عز وجل کے محتمل بیان کئے ہیں الحمد للہ کہ انکی تائید اس کلام شیخ سے نکلتی ہی اور حاصل اسکا میرے خیال میں یہ ہی کہ یاد حق عز وجل بھول جانے کی شان یوسف علیہ السلام میں کوئی صورت نہیں ہی بلکہ بیان کلام بمنزلہ ارسال کے بدون ذکر انشاء اللہ تعالیٰ کے ہوا اور یہ ایک حد ہی کہ شیطان کو وہاں تک مجال دیکھی ہی کیونکہ اسرار توکل تصرف شیطان نہیں ہیں اور اگر تجھکو وہم ہو کہ قوی حدیث سے ثابت ہی شیطان دونوں کندھوں پر سے سونڈ دل تک دوڑاتا ہی اور ذکر الٰہی سے سونڈ ہٹاتا ہے تو جواب یہ ہی کہ یہ بیان عام فہم اس مضغہ گوشت کا ہی جو انسان کے حکم میں بیٹھ ہی اور دل لطیفہ الٰہیہ دو دوسرا ہی ان دونوں لطیفہ کا محل یہی مضغہ ہی اسیواسطے قولہ ان فی الجسد لمضغة الحدیث میں اس مضغہ کی تعریف بیان فرمائی ہے کیونکہ لطیفۂ الٰہیہ کا بیان اگرچہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر آسان تھا لیکن شک نہیں کہ وہ قیامت تک کے عوام کے واسطے بہت مشکل ہو جاتا حالانکہ آیات واحادیث عام ہیں اور یہیں سے تجھے معلوم ہوگا کہ معجزہ ان آیات واحادیث میں یہ بھی ہی کہ تا قیامت تمام افہام وعقول کے احاطہ کے ساتھ یہ کلمات بلاغت معجز نظام ہیں فسبحان اللہ رب العرش عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین ۔ القصہ وہ قیدی جسکو سولی کی تعبیر دی تھی قتل ہوا اور ساقی بدستور اپنے عہدہ پر گیا لیکن بھول گیا اُسنے مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کا کچھ ذکر اپنے بادشاہ سے نہ کیا اور ایک مدت قید میں گذری یہانتک کہ جب حضرت یوسف اس خلوت میں کامل ہوئے اور حق تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے صدیق پیغمبر علیہ السلام کو سرفراز فرمائے تو یہ وقوع ہوا جو بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّيٓ أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَٰتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنۢبُلَٰتٍ

اور کہا بادشاہ نے میں خواب دیکھتا ہوں سات گائیں موٹی انکو کھاتیاں ہیں سات دبلی اور سات بالیں

خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَٰتٍ ۖ يَٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِى فِى رُءْيَٰىَ إِن كُنتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُونَ ۝

ہری اور دوسری سوکھی اے دربار والو تعبیر کہو مجھسے میرے خواب کی اگر ہو تم خواب کی تعبیر کرتے

قَالُوٓا۟ أَضْغَٰثُ أَحْلَٰمٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَٰمِ بِعَٰلِمِينَ ۝

بولے یہ اُڑتے خواب ہیں اور ہم کو تعبیر خوابوں کی معلوم نہیں

وَقَالَ الْمَلِكُ ۔ اور کہنے لگا بادشاہ یعنی مصر کا جو سب سے بڑا بادشاہ تھا اور عزیز مصر اگرچہ بادشاہی لقب رکھتا تھا مگر وزیر تھا اور بادشاہ کو فرعون کہتے تھے اور نام اسکا ریان بن الولید بیان ہوا ہو غرضکہ اس بادشاہ نے اپنے وزرا اور ارکان دولت کو جمع کر کے جو خواب دیکھا تھا اسکو اسطرح بیان کرنا شروع کیا گویا کہ ابھی دیکھ رہا ہے چنانچہ کہا کہ ۔ اِنِّيْٓ اَرٰى ۔ مین دیکھتا ہون سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ ۔ سات گائیان فربہ موٹی تازی ۔ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ ۔ اُن کو کھائے جاتی ہین سات دُبلی بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ بادشاہ اس خواب سے بہت دہشتناک ہوگیا تھا کہ اسنے دیکھا کہ ایک خشک نہر سے سات موٹی تازی گائیان نکلین اور اسی نہر مین سے سات دُبلی لاغر ڈانگر نکلین پس دُبلیون نے موٹیون کو نگلنا شروع کیا یہانتک کہ کھا گئین ۔ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ ۔ اور دیکھتا ہون سات بالیان سبز یعنی دانہ آگئی ہین مگر ہنوز خشک کاٹنے کے قابل نہین ہوئی ہین ۔ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۔ اور دوسری سات بالیان خشک پس خشک بالیان اُن سبز بالیون پر لپٹ گئین اور غالب آگئین ۔ یہ خلاصہ خواب تھا ۔ بقرات جمع بقرہ گاے ۔ سمان جمع سمینہ چربی و گوشت کی بدن کی موٹائی کو سمن کہتے ہین اور سمینہ مؤنث بسبب گاے کے ولیکن اسمین مذکر کی جمع بھی سمان آتی ہو بقال رجال سمان و نساء سمان ۔ اور قولہ یاکلہن اسے یبتلعہن یعنی کھائے جاتی ہین ۔ مراد نگلے جاتی ہین ۔ عجاف یہان عجفاء کی جمع ہو جو بقرہ کی صفت ہو اور عجفاء وہ گاے جو ڈانگر دُبلی رغال ہو اور قیاس عجفاء کی جمع کا عجف ہو جیسے حمراء کی جمع حمر آتی ہو ولیکن سمان کے وزن پر عجاف لایا گیا کیونکہ یہ اسکا نقیض ہو اور بلاغت عرب مین قرار پایا ہو کہ نظیر و نقیض کو دوسرے پر محمول دا سکے وزن پر لاتے ہین اور سنبلات خضر و سنبلات یابسات کا تفصیلی حال نہین لکھا کہ خشک غالب ہوگئین اسوجہ سے کہ دُبلی و موٹی گائیون کے عجیب واقعہ بیان کر دینے سے انکے عجیب واقعہ کی تفصیل کی حاجت نہ رہی یعنی ان مین بھی وہی حال ہوا کہ سبز غائب ہوگئین اور خشک رہگئین ۔ جب بادشاہ اپنا یہ واقعہ بیان کر چکا تو وزیرون کو خطاب کیا کہ ۔ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ ۔ اے میری جماعت خاص ۔ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ ۔ مجھے فتوی دو میرے خواب کے بارے مین ۔ یعنی میرے خواب کی تعبیر بیان کر دو ولیکن خواہ مخواہ حکم نہین دیا بلکہ کہا ۔ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ۔ بشرطیکہ تم لوگ خواب کی تعبیر دیا کرتے ہو یعنی تمھین اگر تعبیر خواب کا علم ہو تو میرے خواب کی تعبیر بیان کر دو فقط اگر کسی نے خواب دیکھا اور اسکو ایسے شخص کے سامنے بیان کرنا چاہا جسکا حال وقوف نہین رکھتا ہو یا اسپر پورا اعتماد نہین ہو تو اس سے شرط کرلے کہ اگر تمکو تعبیر خواب کا علم ہو تو بیان کرو بلکہ اس زمانہ مین تو ہر شخص کو یون ہی تعبیر پوچھنا چاہیئے تاکہ بیان کی وہی خواب تعبیر دیوے اور جب شرط کرلی تو خواب تعبیر سے کچھ ضرر لاحق نہ ہوگا کیونکہ اسنے خلاف شرط کی نادانی کی تعبیر دیدی القصہ وزیرون نے جہالت کا جواب دیا چنانچہ ۔ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۔ کہنے لگے کہ یہ افتشار احلام ہین ۔ اضغاث جمع ضغث بکسر ضاد معجمہ و سکون غین معجمہ و ثاء مثلثہ ایک گٹھا ہری و سوکھی گھاس کا یا تنکون کا اور مراد بیان یہ کہ کئی طرح کی چیزین خلط ملط ہین ۔ احلام جمع حلم بضم حاء غیر نقطہ و سکون لام جو سونے مین نظر آوے اور اکثر پریشان خواب کو کہتے ہین اور عموماً کا فرون و مشرکون مین یہ منقول ہو کہ دماغ حالت خواب مین بھی متحرک رہتا ہو تو بیداری مین جو صورتین آدمی کے خیال مین نقش ہوکر جمع ہوتی ہین انکو الٹ پلٹ کیا کرتا ہے اور کبھی دماغ مین کوئی مادہ فاسدہ ہوتا ہے اسکی کیفیت عجیب طرح سے نظر آتی ہو جیسے کوئی شخص سادہ پانی پی گیا یا نزلہ کی شدت ہو یا بلغم بڑھ گیا ہے تو دیکھیگا کہ دریا مین پیرتا ہے یا بہتے پانی مین کھڑا ہو یا جیسے شراب تیز پی کر سویا اور تیزی سے صفرا پیدا ہوا تو آگ وغیرہ خواب مین دیکھیگا یا کوئی رنگین سُرخ مادہ ہے تو خون کے ہولناک واقعات

دیکھے گا تو اُن کے نزدیک یہ احلام ہین جنکی کوئی اصل سوائے اسکے نہین ہوتی ہی۔ کلیہ یہ گمان صحیح نہین ہی ہان یہ صحیح ہی کہ اگر ایسے اسباب ہوین تو اسطرح احلام نظر آوینگے ولیکن یہ کہنا کہ بس خواب ہمیشہ یہی احلام ہوتے ہین غلط ہی اور تحقیق اوپر گزری کہ جو لوگ دنیا کے خیالات مین گھرے ہین اور کافر ہین یا گنہگار مسلمان ہین انکو کبھی ایسے احلام نظر آوینگے اور کبھی دنیا کی واقعات آیندہ کے صحیح نظر آوینگے جبکہ روح دماغی کو روح اصلی سے کوئی جھلک مل جاوے اور رہے وہ لوگ جن کی روح اصلی صاف ہی تو اُنکو دنیا کے آیندہ واقعات بھی صحیح نظر آتے ہین اور اکثر آخرت یا اسکے متعلقات خواب صحیح نظر آتے ہین لیکن کبھی تاویلی ہوتے ہین اور کبھی صریح ہوتے ہین القصہ وزیرون نے یہی کہا کہ یہ تو خلط پریشان دماغی خیالات ہین ۔ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ۔ اور ہم لوگ پریشان خواب کی تاویل سے آگاہ نہین ہین ف یعنی بادشاہ سے عذر کیا کہ ہم کو ایسے احلام کی تعبیر کا علم نہین ہی چونکہ بادشاہ کو اضطراب تھا اور ہول سے اسکو تشویش ہی اور وہان ساقی حاضر تھا اسکو یاد آگیا حالانکہ وہ ایک مدت تک بھولا رہا تھا پس اُسنے اجازت چاہی کیا قال اللہ

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ○ يُوسُفُ أَيُّهَا

اور بولا وہ جو بچا تھا اُن دونون مین اور یاد کیا مدت کے بعد مین بتاؤن تم کو اُسکی تعبیر سو تم مجکو بھیجو جاکر کہا یوسف اے

الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ

سچے حکم دے اسمین خواب مین سات گائین موٹی اُنکو کھاوین سات دبلی اور سات بالین ہری

وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ○

اور دوسری سوکھی کہ مین لیجاؤن لوگون پاس شاید اُنکو معلوم ہو

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا اور کہنے لگا وہ شخص جس نے دونون قیدیون مین سے رہائی پائی تھی یعنی شراب پلانے والا ساقی اس مجلس مین بولا کہ قیدخانہ مین ایک مرد صالح فاضل بڑا عالم عابد رہتے ہین نے اور باورچی نے اپنے اپنے خواب بیان کیے تھے تو اُسنے نہایت صحیح تعبیر دی جسمین ایک حرف کا فرق نہ تھا ویسا ہی واقع ہوا ۔ وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ ۔ اور یاد آیا اُس کو بعد ایک مدت یعنی زمانہ دراز کے ۔ اتنے عرصہ تک وہ بتقدیر الٰہی حضرت یوسف ؑ کو بھولا رہا ۔ ایک قرأۃ مین امہ بکسر اول و آخر ہا بمعنی نسیان ہے اے تذکر بعد نسیان ۔ اسکو بھولنے کے بعد یاد آیا اور ایک قرأۃ مین اُمَۃ در آخر تا ، فوقانیہ اول کسرہ ہی بمعنی نعمت ۔ اول دونون قرأتین جید ہین بحسب المعنی ۔ حاصل آنکہ ساقی نے ایک مدت کے بعد یاد کرکے کہا کہ ۔ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ مین تم کو اُسکی تعبیر سے آگاہ کرونگا ۔ ظاہر یہ ہی کہ اُسنے اسوقت حضرت یوسف ؑ کو نہین بتلایا بلکہ کہا فَأَرْسِلُونِ سو تم لوگ مجھے بھیجو یعنی رخصت دیدو تو مین جاکر خبر لاؤن کیونکہ مروی ہی کہ قیدخانہ خاص دارالسلطنت مین نہ تھا بلکہ دوسرے شہر مین تھا کذا ذکرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ غرضکہ انھون نے بھیجا اور ساقی حاضر ہوکر محبت کے الفاظ مین حضرت یوسف سے یون عرض کرنے لگا ۔ يُوسُفُ اے حضرت یوسف ۔ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ ۔ اے بڑے سچے ۔ أَفْتِنَا ہمکو تعبیر بتلاو فِي ۔ اس خواب کے بارہ مین ۔ سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ سات گائیان موٹی تازی ہین کہ ۔ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ اُنکو کھائے جاتی ہین سات دُبلی ڈانگر گائین ۔ وَسَبْعِ سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ اور سات بالیان سبز ہین ۔ وَأُخَرَ يَابِسَاتٍ اور دوسری سات خشک ہین ۔ واضح ہو کہ اس سے معلوم ہوگیا کہ خواب کی تعبیر دریافت کرنے کیلیے دوسرے شخص کو بھیجنا جائز ہی اور اس کام کیلیے سفر کرنا جائز ہی اگرچہ شرعی قصری مسافت نہو یا ہو ۔ اور ایلچی کو چاہیئے کہ

ٹھیک انھیں الفاظ میں خواب بیان کرے جو جیسے والے نے کہے ہیں کیونکہ تعبیر میں قیاس و تخمین درست نہیں ہے تو کبھی نہیں اطمینان ہو سکتا
کہ ایک حرف کی تعبیر سے کیا فرق ہو گیا بلکہ وہی الفاظ ادا کرے۔ لَعَلِّیٓ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ۔ اُمید ہے کہ میں لوگوں کے پاس واپس
جاؤں قبل کسی واقعہ کے۔ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔ اور اُمید ہے کہ وہ لوگ جان لیویں یعنی اس خواب کی تعبیر قبل وقوع کے یا آپ کی شان
و منزلت جس سے رہائی ہو وے جیسا کہ پہلے وصیت فرمائی تھی۔ اس مرتبہ حضرت صدیق علیہ السلام نے اس سے کوئی درخواست نہیں
فرمائی کیونکہ اول مرتبہ عتاب آمیز خطاب ہو چکا تھا۔ فی الحدیث۔ اچھا خواب فرشتہ کی جانب سے ہوتا ہے اور مکروہ پریشان غم و دنیا از جانب
شیطان ہے اور شاید اسکے معنی یہ ہیں امور قضا و قدر سے فرشتہ اچھائی کو بطریق خواب کے آدمی کے دل میں الہام کرتا ہے یا اسکے معنوی و
برزخ کی تصویر دکھلا دیتا ہے اور مکروہ میں دشمن شیطان کا غم دینا مقصود ہوتا ہے پھر واضح ہو کہ یہ امر کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا کہ یہ جو
دیکھنے والے نے دیکھا ہے وہ خوشی ہے یا غم ہے لہذا جو لوگ کوئی خواب دیکھکر پریشان ہو جاتے اور اسکو برا سمجھنے لگتے ہیں یہ اُنکی جہالت
ہے اسلئے کہ ان کو علم تعبیر نہیں دیا گیا جس سے اُنھوں نے بھلائی و برائی پہچان لی حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرزند کا ذبح دیکھا
اور وہ ذبح عظیم سے فدیہ و بلا عظیم یعنی نعمت عظمیٰ تھی علی اہل التفسیرین فافہم۔ صدیق وہ شخص جو بڑا سچا ہووے پس اگر یقین و حسن نیت
و کمال ایمان و کمال تصدیق احکام الٰہی و نبوت حضرت رسالت پناہی و کمال صدق معاملات میں ہو تو وہ اصطلاحی صدیق ہے
جیسے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے کہ ان کے مثل امت میں دوسرا فرد اسوقت نہیں ہو سکتا تھا اور اگر خاص خاص امور میں ہو تو
انھیں امور کی راہ سے صدیق ہو گا اور جو شخص سچ بولنے میں مستقیم ہے وہ بھی صدیق ہے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ آدمی سچ
بولتا ہے اور سچ ہی بولنے کا قصد رکھتا ہے یہانتک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور آدمی جھوٹ بولتا ہے اور قصد
جھوٹ بولنے کا رکھتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کذاب لکھا جاتا ہے ف۔ و فی العرائس قولہ یوسف ایہا الصدیق
صدیق اسوجہ سے کہا کہ غیب کے حالات کامل پورے پورے سچائی کے ساتھ بوحی و الہام بیان فرماتے تھے اور بمکاشفہ سے سچ جانتے تھے
اور عجائب خبریں اپنے سچے مکاشفہ سے بیان فرماتے تھے اور صدیق وہ ہے جو صدیقیت میں مستقیم ہے یعنی صدق کا درجہ اسکو استقامت
کے ساتھ حاصل ہو کہ اسمیں کبھی حرکت نہ کرے اور یہ اسطرح ہوتا ہے کہ دل پر انوار تجلی نے ظہور کیا اور صدق حاصل ہوا پھر برابر انوار
یقین و عرفان نے ظہور کیا یہاں تک کہ اسمیں یہ ملکہ مستقیم ہو گیا اور ظاہر اسکا یہ ہوتا ہے کہ اسکی حالت یکساں ہے اور سچائی کے ساتھ
احوال یکساں صحیح رہیں۔ شیخ ابوحفص نے فرمایا کہ صدیق وہ ہوتا ہے کہ جس طرح ظاہر میں ہے ویسا ہی باطن میں ہو یعنی ظاہر و باطن
میں کچھ فرق نہو اور مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ظاہر میں صلاحیت و تقویٰ کا اظہار ہو ویسا ہی باطن میں ہو۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ یہ
صدیق کا ادنیٰ درجہ ہے اور جیسے متقی کیلئے درجات ہوتے ہیں ویسے ہی صدیق کے لئے بھی اعلیٰ و ادنیٰ درجات ہیں چنانچہ جو کوئی اسلام لایا اگرچہ
وہ گنہگار رہو بنسبت مشرک کے کافر کے متقی ہے کیونکہ اسنے شرک کرنیسے اتقا کیا یا دائمی عذاب الیم سے پرہیز کیا۔ اور بعض نے فرمایا کہ صدیق
وہ ہے کہ جس کے قول و فعل و عزم و نیت اور لوگوں کے ساتھ اسکے معاملات اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکے عہد و پیمان سب سچ ہوں مترجم
کہتا ہے کہ جس کے معاملات و افعال میں خطا واقع ہو جاتی ہے لیکن وہ ہمیشہ سچائی کا قصد و عزم رکھتا ہو تو اسکا حکم معلوم نہیں ہوا اور ظاہرا
حدیث شریف متذکرہ بالا سے وہ بھی صدیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ بعض نے فرمایا کہ صدیق وہ ہے جسکے قول و فعل موافق ہوں
اور جو حالت اپنی ظاہر کرے ویسا ہی باطن میں ہو اور مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا یہ شرط ہو گی کہ ظاہری افعال اسکے سب صلاحیت پر

ہون فسق وفجور نہ ہون پس منافق وہ ہو کہ ظاہر مین صالح و باطن مین فاسق ہو اور یا اسکی تاویل وہی ہو جو ادپر مترجم نے نقی کی نظیر مین ذکر کیا ہو واللہ اعلم شیخ ابن العربی رحمہ اللہ نے کہا صدیق کی مثال مین حقیقی ایک فرد حضرت ابوبکر الصدیق ہین کہ دوسرا صدیق انکے مثل نہین ہوسکتا و لیکن صفت یہ ہوگی کہ وہ دونون جہان کو دیدارِ حق پر قربان کردے چنانچہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر یعنی اپنے صدیق سے پوچھا کہ تم نے اپنے واسطے کیا باقی رکھا ہو یعنی گھر کے تمام مال و متاع مین سے سب خیرات کیا پھر اپنے واسطے باقی رکھا ہو وہ کسقدر ہے تو جواب مین عرض کیا کہ مین نے اپنے واسطے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کو رکھ لیا ہو۔ قال المترجم ہذا استنباط جید۔ واللہ اعلم۔ القصہ جب خواب بیان کیا تو حضرت صدیق نے تعبیر مع تدبیر بیان فرمائی۔

قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ۝

کہا تم کھیتی کروگے سات برس لگ کر سو جو کاٹو اسکو چھوڑ دو اسکی بال مین مگر تھوڑا جو کھاتے ہو

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ۝

پھر آوینگے اس پیچھے سات برس سختی کے کھا جاوین جو رکھا تم نے انکے واسطے مگر تھوڑا جو روک رکھوگے

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ۝ ع

پھر آویگا اس پیچھے ایک برس اسمین مینہ پاوینگے لوگ اور اسمین رس نچوڑینگے۔

قال حضرت صدیق علیہ السلام نے تعبیر خواب کو اسطرح فرمایا کہ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ کھیتی کروگے سات برس اور کہا گیا کہ بمعنی امر کے ہے از جو یعنی سات برس تم کھیتی کرو لیکن امر کو بصیغہ مضارع بیان کیا اور یہ مبالغہ ہے جیسے قولہ تؤمنون باللہ والیوم الآخر وتجاہدون الآیۃ۔ اور غرض مبالغہ کی یہ ہو کہ اسوقت جس کام کا حکم دیا جاوے وہ مخاطب کو کیا معلوم کہ ہوگا یا نہ ہوگا تو خوب یقینی کردیا کہ ضرور تم ایسا کروگے اگرچہ تمھارے دل مین اسوقت یہ بھی ہو کہ یہ کرنے کا حکم دیتا ہے ہم نہ کرینگے یا شاید کرین یا نہ کرین تو وحی الٰہی تعالیٰ سے غیب کا حال بیان کردیا کہ کروگے اور تم ضرور ایسا کروگے آپ سمجھے وہم ہو کہ یہ تو ہمارا الٹا حال ہو کہ غیب کا حال جب کوئی پیغمبر برحق بیان فرماتا ہو تو یہی معنی ہین کہ ایسا ہوگا تو اسکو صیغہ امر کیون کہتے ہو تو جواب یہ ہو کہ خود آگے فرمایا کہ فذروہ اسکو چھوڑ رکھو اور یہ صیغہ امر ہو تو معلوم ہوا کہ یہان بھی یہی مراد ہے ورنہ تقریر خوب مرتبط و مناسب ہوگی بخرشک فرمایا کہ کھیتی کروگے سات برس دَاَبًا بسکون الف اور ایک قراۃ میں بتحریک حال ہے دائبین یعنی متوالین دم لگاتے رہیگے یعنی ہمیشہ کی عادت کے موافق ایسا کروا اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے یہ کہ برابر کوشش سے یہ کام کرنا چاہیئے پس دَاَبًا مفعول مطلق ہو سکتا ہو کہ تدابون دابا۔ یا تقدیرا تدابوا الزراعۃ دابا۔ اور دونون کیلئے یہان قرینہ ہے پہلے قول کا قرینہ تو ظاہر ہے کہ علم غیب کی خبر دینا بطریق مبالغہ یون ہوا کہ تم سات برس برابر زراعت کروگے اور دوم کا قرینہ یہ ہو کہ آیندہ قصہ مین بادشاہ نے یہ کام انھین کے حوالہ کردیا کہ جس کوشش سے آپ چاہتے ہین خود اہتمام فرمایئے۔ مدارج مین لکھا کہ یہ سات موٹی تازی گائیون اور سات سبز بالیون کی تعبیر ہو پھر یہان ایک تدبیر بنظر شفقت جیسا انبیاء علیہم السلام کی عادت ہوتی ہو بیان فرمائی کہ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ پس جو تم کاٹو یعنی گیہون یا جوار و جو وغیرہ جو کھیتی پکا کر کاٹو تو اسکو چھوڑ رکھو اسی کی بالیون مین یعنی تاکہ وہ خراب نہ ہوجاوے اور گھن وغیرہ نہ لگجاوے کیونکہ وہ اپنی بال مین خوب رہیگا اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ یا مستثنیٰ اسقدر قلیل مقدار کے اسمین سے نکالو جو تم کھاؤگے یعنی جس اناج مین سے کھانا مقصود ہو اسمین سے بقدر حاجت دانہ نکالو

اور باقی بالیون مین چھوڑ دو۔ پھر تعبیر شروع کی۔ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ۔ پھر آوینگے بعد ان سات برسون کے جنمین کھیتی کروگے اور سات برس شِدَادٌ سخت یعنی قحط کے کہ بالکل خشکی ہوگی کچھ تازگی نہوگی۔ یہی سات خشک بالیان وسات دُبلی گائیان ہین جو موٹیون وسبز کو نگلے جاتی ہین يَأْكُلْنَ۔ یہ ساتون قحط کے سال کھا جاوینگے۔ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ۔ وہ سب جو تم نے انکے لئے پہلے ذخیرہ کر رکھا تھا یعنی پہلے سات سال کا کھیتی کا ذخیرہ اور ہری بھری بالیان۔ ان برسون کو کھا جانے والا بیان کیا تاکہ جلد سمجھ مین آجاوے کہ سات دُبلیان سات موٹیون کو کھائے جاتی ہین۔ حالانکہ ان برسون مین لوگ ہی اپنا ذخیرہ کھاتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ ہر چیز عالم مین کھانیوالی ہے اور ہر چیز دوسرے کیلئے ماکول وغذا ہے اور یہ حقیقت بیان مین اسواسطے نہین آتی ہے کہ ہم لوگون کی سمجھ اسقدر صحیح وپاکیزہ وصاف نہین ہے ولیکن یہ یاد مین رہنا چاہیئے تاکہ وقت پر دل مین دلیل روشن ہو جاوے۔ القصہ کہا کہ یہ قحط کے سال ان سب برسون کو کھا جاوینگے جو پہلے موجود تھے۔ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ۔ باستثناے قلیل مقدار اسکے ذخیرہ مین سے جو تم بیجون کی غرض سے محفوظ کر رکھو یعنی آخری حد پریشانی وناامیدی کی یہان تک ہوجائے گی کہ صرف بیجون کی قدر مشکل سے ہو جاویگا کہ اگر آئندہ سال قحط ہو تو بالکل فاقہ ہوجانے کا خوف ہو ولیکن رحمت الٰہی عزوجل نے اپنے مخلوق کو باقی رکھا چنانچہ فرمایا۔ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ۔ پھر اسکے بعد یعنی ایام قحط کی مصیبت کے بعد آویگا ایسا ایک سال۔ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ۔ جسمین غیث دیئے جاوینگے لوگ۔ غیث کثرت سے باران جو پیداوار کیلئے نہایت مفید ہوے۔ بعض نے کہا کہ یغاث از غوث بمعنی فریادرسی ہو تو معنی یہ ہونگے کہ اس سال مین بندون کی دستگیری فرمائی جاویگی یعنی حق تعالیٰ قحط زدہ لوگون کی فریاد پر رحمت عطا فرماویگا ولیکن اول اولیٰ ہی ہے بدلیل قولہ۔ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ۔ اور اس سال مین لوگ شیرہ نچوڑینگے اور کہا گیا کہ یعصرون بادلون کے مینہ سے بوجھل ہونے کے اشتقاق مین ہو یعنی سحابات معصرات ان پر سایہ کرینگے ف۔ یہان قولہ ثم یاتی من بعد ذلک عام الآیۃ۔ کو تعبیر خواب مذکور سے تعلق نہین ہے بلکہ خواب کی تعبیر تو سات سال فراخی وسات سال قحط پر تمام ہوگئی اور یہ سال نہایت فراخی کا آنحضرت علیہ السلام نے بطریق بشارت کے ذکر فرمادیا۔ بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا کہ شاید اس قرینہ سے کہ عادت الٰہی جاری ہے کہ بعد سختی کے راحت عطا فرماتا ہو مگر مترجم کے نزدیک یہ امر بہت مستبعد ہو خصوصاً قولی خبر غیب ہین کہ دوران کل دو وجہ سے حرام ہے اول اخبار غیب اور دوم قطعی بیان بالکل ہے۔ فافہم۔ اور لکھا کہ شاید اس قرینہ سے قحط کی انتہا فراخی پر ہوتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان قحط کی انتہا فراخی پر معلوم ہے مگر یہ صفت کیونکر معلوم ہوئی کہ فیہ یغاث الناس وفیہ یعصرون۔ علاوہ ازین قحط کا خاتمہ فراخی پر ہونا ان لوگون کو بغیر بتلائے معلوم تھا کیونکہ یہ مقدمہ تو بدیہی ہے کہ قحط ختم ہوا تو اسکا نقیض آیا۔ اور لکھا کہ اور شاید وحی سے معلوم کرکے بتلایا ہو اور مین کہتا ہون کہ صریح صادر باب اول فرمائی جاتی کہ بدلیل قولہ لعلک من تاویل الاحادیث اور بدلیل قولہ تعالیٰ ذلکما مما علمنی ربی۔ یہ سب تعلیم الٰہی سبحانہ تعالیٰ واقع ہوا تو ف قولہ تزرعون سبع سنین دأبا۔ سے معلوم ہوا کہ آدمی کو عالم اسباب مین بدون نظر کیے سبب کے یا اسپر اعتماد کرنے کے کوشش کرنا چاہئے اور بحکم قولہ فذروہ فی سنبلہ۔ سے معلوم ہوا کہ تدبیر کرنا اصلاح کی غرض سے مامور بہ ہے اور یہ تقدیر کے منافی نہین ہے بلکہ حسن نیت پر ثواب ملیگا اور قولہ الا قلیلا مما تاکلون۔ ہدایت وارشاد ہو کہ کھانے پینے مین اسراف سے فضول خرچی نہو اور یہ حکم کلام الٰہی مین صریح منصوص ہے اور واضح ہو کہ کھانے کی تین صورتین بیان ہوئی ہین اول تین لقمہ اور یہ صالحین اتقیا کے آداب مین ہے۔ دوم تہائی پیٹ کھانا اور تہائی پانی اور تہائی سانس یعنی یاد الٰہی کے لئے خالی چھوڑنا اور یہ ایک حدیث مین منصوص ہوا اور اسکو چھوٹا اول یہان عمل رہا

سوم شکم سیری سے کم اور یہ مباح ہے پھر شکم سیری کو بعض نے حرام کہا اور بعض نے یہ حد مباح کی قرار دی اور سیری سے زائد حرص کو حرام کہا ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور موٹائی کے لئے کھانا دو طرح کا ہے اول پسندیدگی موٹائی وپہلوانی کی تو یہ بحکم حدیث یحبون السمانۃ۔ اور بحدیث یشبع فیہم السمن کے حرام ہے اور صحیح حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز بڑا موٹا لحیم شحیم لایا جائیگا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکی قدر مچھر کے پر کے برابر نہ ہوگی اور دوم لاغری وضعف کے دور کرنے کیلئے بغرض اصلاح دماغ ودرستی حواس وقوت عبادت کے ہو تو یہ جائز اور بعض صورتوں میں مستحب ودر جسپر جہاد فرض ہو اسپر واجب ہے۔ اور ابراہیم بن ادہم اور ایک جماعت صالحین سے مروی ہے کہ کھانے میں اسراف نہیں ہے یعنی جسقدر لوگ کھاویں یا انکو کھلاوے اسراف نہیں ہے ورنہ فتاوی وغیرہ میں شکم سیری وغیرہ کا مسئلہ صحیح ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات میں کھاتا ہے یہ اشارہ اسکے حرص کا ہے قولہ ماتقدمتم لھن۔ میں جواز ہے کہ آدمی کسی وقت ضرورت کیواسطے کچھ ذخیرہ رکھ چھوڑے اور واضح ہو کہ زیادہ بحث اسکی قولہ الذین یکنزون الذہب والفضۃ ولاینفقونہا فی سبیل اللہ الآیۃ میں گذر چکی ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے پر محمول ہونا اکثرون کا قول ہے اور بعض نے تورع کی راہ سے مطلقاً ذخیرہ سے اجتناب فرمایا ہے اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم سونا وچاندی کچھ ذخیرہ نہیں فرماتے تھے اور بحرین سے جو کثیر مال آیا اسکو اسی روز تقسیم فرما دیا ایک درہم بھی نہیں رکھا اور برابر آپ کا یہی دستور تھا اور اس مقام پر انا ج کے ذخیرہ کا ذکر ہے تو صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم اپنے عیال کیلئے ایک سال کا روزینہ رکھ دیتے تھے اور یہیں سے کہا گیا کہ جو کوئی زراعت کا پیشہ کرے ایک سال کا قوت رکھے اور نوکر ماہواری ایک ماہ کا اور کرایہ والا بدستور کرایہ کی سہ ماہی یا ششماہی یا ماہواری چنانچہ عموماً دستور تو اس زمانہ میں ماہواری ہے اور قولہ الا قلیلا مما تحصنون سے نکلا کہ عیال کی تنگی ایسی صورت میں جائز ہے کہ نفقہ سے عام ضرر لاحق ہو بدلیل اسکے کہ احصان خاص طریقہ سے نگہداشت ہے۔ اور بعض روایات میں ہے کہ جو کوئی عاشورا کے روز اپنی عیال پر وسعت دیوے اللہ تعالیٰ سال بھر اسکے لئے وسعت فرماتا ہے ولیکن شیخ ابن الجوزی نے اس روایت کو موضوع کہا اور لکھا کہ حضرت امام المومنین حسین بن علی علیہما السلام کے قاتل یزیدیوں نے اسکو بنایا ہے اور بعض متاخرین نے کہا کہ نہیں اسکی قوت ثابت ہوئی ہے۔ اور عاشورا کے روز شکریہ کا روزہ تو صحاح میں منصوص ہے پس اگرچہ آنحضرت صلعم کو شہادت جگر گوشہ نبوت حضرت امام حسین علیہ وعلی آبائہ الصلوٰۃ والسلام کی اطلاع تھی مگر اسکی تعزیت کا کوئی طریقہ آپ سے مروی نہیں ہے اور جو عوام جاہل اس روز نصف روز کا روزہ رکھتے ہیں یہ بدعت حرام ہے اور بعض بوجہ فاقہ حضرت امام کے دو روز نویں ودسویں کا روزہ رکھتے ہیں اور اس نیت سے بھی حرام ہے اور پوشیدہ نہیں کہ دنیائے ملعونہ سے باکرام شہادت فرشتوں کے پروں پر تاج شاہانہ کے ساتھ سلطنت آخرت کے تخت پر بیٹھنے کیلئے جانا محرم کی دسویں تاریخ کو واقع ہوا تھا پس جو آخرت پر آنکھوں دیکھنے سے زیادہ یقین رکھتا ہو وہ اپنے سرتاج حضرت امام کیلئے شکر ادا کریگا اور پلید یزید اور اسکے گروہ کی خرابی پر افسوس کریگا کہ مردود ہوے اور اس سے زیادہ واویلا اور بدعات منکرہ سب آخرت سے انکار ودنیاوی حیات پر جان نثار ہونے کی ہیں اور حضرت امام رض کی اقتدار کا اگر خیال ہوتا تو پہلے اس امر اہم کو دیکھتے کہ حضرت سید الجنۃ علیہ السلام نے کسطرح دنیا کو ترک کیا اور آخرت کو اختیار کیا۔ اور کس استقلال سے شربت شہادت پر متواتر روزہ افطار فرمایا اور کس طرح حضرت خلافۃ علیہم کے حفظ ورعایت پر اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم کو چھوڑا اللہم اجعلنا من احبہ واتبعہ وفاز فوزاً عظیماً۔ اور واضح ہو کہ حکمت الٰہیہ قحط وفراخی میں کسی قیاسی قاعدہ پر ہمکو معلوم نہیں ہو سکتی ہاں البتہ زکوٰۃ جب روکی جاوے یا زنا کیا جائے تو قحط وخشک سالی اور وبا پیدا ہوتی ہے جیسا کہ بعض نے استنباط کیا ہے ولیکن ضرور

[illegible]

نہیں ہے کہ ان دونوں وجہ کے سوائے قحط و وبا نہو وے کیونکہ حکمت الٰہیہ ادراک بشریت سے خارج ہے۔ اگر وہم ہو کہ عموماً جن ملکوں میں زکوۃ
کا اعتقاد و عمل ہی نہیں ہے یا زنا ایک خلاف قانون یا علانیہ ہونا خلاف تہذیب سمجھنے کے سوائے کچھ خیال نہیں کیا جاتا ہے وہاں
تو کبھی ایسا نہیں ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ وہم فقط نادانی سے پیدا ہوا ہے اسکو سننا چاہیئے کہ کفر کے لئے تمام دنیا و ما فیہا سب وقف
ہے اور اسلام کے لئے بقدر عبادت وجواز شرع کے مباح ہے اور بانضمام نیت کفر کے حرام ہے تو جو لوگ اسلام لائے یا ابھی کافر ہیں
مگر ان پر کوئی ہنیہ حق ہو گیا تو ان کو بحالت فسق و فجور یا سرکشی کے ایسی چیزوں سے تنگ پکڑا جاتا ہے تاکہ عبادت و طاعت
پر قائم رہیں یا اسلام لاویں جیسا کہ قولہ تعالیٰ ولو ان اہل القری آمنوا الآیات سابقہ ولاحقہ میں قرآن مجید کے اندر مصرح منصوص
ہے کہ اگلی امتوں کے ساتھ ایسا برتاؤ ہوا اور جب وے بالکل کافر ہونے پر اصرار کر گئے یا جو اسلام میں تھے فقط برائے نام صورت کے مسلمان
رہ گئے تو انکا آخرت کا حصہ بھی اللہ تعالیٰ انکا خالق رب العالمین انکو دنیا میں دیدیتا ہے حتی کہ ان کو بہت زیادہ فراخی اور وسعت حاصل
ہو جاتی ہے پھر موت کے وقت انکی گرفتاری سخت و شدید ہے لقولہ تعالیٰ فاخذناہم بغتۃ فاذا ہم مبلسون۔ تو حاصل یہ ہوا کہ جن لوگوں کی صورت
فقط مسلمانوں کی سی ہے اور دلی انکا کافروں کے مشابہ یا شامل ہے تو انکی زکوۃ نہ دینے سے یا ان میں زنا پھیلنے سے اس باعث سے قحط یا
وبا نہ ہوگی ہاں کسی حکمت خاصہ سے آوے تو اسکا علم حق تعالیٰ عز وجل کو ہے اور اسی طرح ان ملکوں میں جنھوں نے کفر و اسپر اصرار ہے اور
وہاں ایمان کا وجود ہی نہیں ہے تو ان کافروں پر بھی انکے دنیاوی چال چلن کے موافق آسودگی فراخی و تندرستی ہوگی اور دنیاوی چال چلن
سے یہ غرض ہے کہ لوگوں پر انکی حکومت اگر ظلم و جبر کی ہوگی تو ظالم کو روز بروز تنزل ہوتا ہے اور اگر لوگوں کو آرام دینے اور ان کے
رزق کشادہ کرنے و ہر طرح حفاظت کرنے کے طور پر ہوگی تو وے آسودہ و تندرست رہیں گے پھر جو چیز انھوں نے اختیار کی تھی
یعنی دنیا اسکا خاتمہ انکی زندگی پر ہو جاتا ہے پس فوراً جان نکلتے ہی سخت عذاب میں پڑجاتے ہیں۔ اور یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ آیات و احادیث
میں مصرح موجود ہے پھر جو ہم نے کہا کہ قحط و فراخی کی حکمت خاص علم الٰہی میں ہے اسکا اشارہ روایات سے ظاہر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام
کے وقت کا جو فرعون تھا وہ مرد عادل و آخر مسلمان ہو گیا اور سات سال فراخی و سات قحط کے دیئے اور پھر ایک سال نہایت فراخی
کا دیا اور جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا تو آپ نے بد دعا فرمائی کہ اے پروردگار ان پر سات برس کا قحط مثل ہفت سالہ
قحط یوسف علیہ السلام کے اتار دے چنانچہ یہ بلا تھی کہ لوگوں کی نظروں میں آسمان دھواں دھار معلوم ہوتا تھا قال تعالیٰ۔ یوم
تاتی السماء بدخان مبین الآیۃ۔ اور ایسے ہی یہود مدینہ نے ناحق عداوت کیا و جو معرفت کے قحط و بلا میں گرفتار ہوئے جیسے
دولتمندی پر نازاں تھے خسر الدنیا والآخرۃ ہو گئے اور سابقین امتوں پر اصرار کفر کی حالت میں بہت فراخی دیدی لقولہ فتحنا علیہم ابواب
من السماء الآیۃ۔ اور واضح ہو کہ جس طرح فسق و فجور سے مسلمانوں پر سختی ہوتی ہے اسی طرح حسن طاعت و عبادت و اخلاص نیت و
اختیار آخرت و ترک لذات دنیا کی صورت میں تمام دنیا انکے پیچھے لگادی جاتی ہے اور وے اسکو ٹھکرا دیتے ہیں اور جو کوئی
ایمان کسی قدر ضعف کے ساتھ رکھتا ہے یعنی فرق کرتا ہے دنیاوی حصہ بھی چاہتا ہے تو وہ دونوں کے یعنی دنیا و آخرت دونوں کی
نعمت کھوتا ہے لہذا دنیا کے پیچھے دوڑتا ہے اور وہ اس سے بھاگتی ہے پس قدر مقدر دیا جاتا ہے اور اوقات ضائع کرتا ہے اور اسکو آخرت کا
حصہ دیا جائیگا اور یہ سب فضل الٰہی ہے جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب یہ کہتا ہوں کہ تمام ثروت جو ابدیت سونا چاندی کی شکل سے
انکی مکان و اسباب و جائیداد جو انکے پاس تھی سب ان ہی سات برس فراخی میں جمع ہو گئی قحط میں جس کسی کا اسی جگہ کچھ پیداوار ہوا اور پیداوار

کی صورت مین درحقیقت انسان کا حصہ اسی مین سے اسی قدر ہے کہ کچھ قلیل اپنے پیٹ مین ڈالے یعنی اسی قدر کہ جسقدر اہل مصر کی نسبت فرمایا تھا کہ الا قلیلا مما تاکلون۔ پھر جو کچھ پیٹ مین ڈالا وہ بھی کچھ دیر تک لذت رہا پھر ایک نجس شکل مین بہا دیا کہ درحقیقت اسکے واسطے کوئی اعتبار نہین رہی آیندہ وہ ہیچ ہے کچھ تعلق اس سے نہین رکھتا اور جو کچھ ایک ہی آدمی نے خیال کیا کہ عمدہ جوہر اسکے بدن کا جزو ہو گیا وہ سالہا سال جمع کر کے آخر گڈھے مین دبا گیا اور ایسا بدبودار سڑا کہ زندہ اسکے سونگھنے سے قریب مرگ ہو جاوے اللہم اغفر لک فانا لجاہلون۔ اور حدیث مین ہے کہ آدمی بکا کرتا ہے کہ میرا مال میرا مال اور ہے اسکے مال سے کیا سوائے اسکے جو کھا کر بہا دیا یا پہنکر پھاڑ دیا اور یا خیرات کر کے اپنے لئے ذخیرہ کر لیا اور مترجم نے مقدمہ فتاوی مین اس حدیث کی فقہ کو بتفصیل نفیس بیان کر دیا ہے۔ فافہم واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسکو تعبیر دیدی اور وہ رخصت ہو کر چلا گیا اور بادشاہ وغیرہ سے بیان کیا تب بادشاہ نے طلب کیا۔ کما قال تعالیٰ

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ

اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اسکو میرے پاس پھر جب پہونچا اُس پاس بھیجا آدمی کہا پھر جا اپنے خاوند پاس اور پوچھ اُس سے کیا حقیقت ہے ان عورتون کی

اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۚ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ

جنھون نے کاٹے ہاتھ اپنے میرا رب تو ان کا فریب سب جانتا ہے کہا بادشاہ نے عورتون کو کیا حقیقت

إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَن نَّفْسِهِ ۚ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ

تمھاری جب تم نے پھسلایا یوسف کو اُسکے جی سے بولیان حاشا للہ ہم کو معلوم نہین اُس پر

مِن سُوءٍ ۚ قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ الْآنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ وَإِنَّهُ لَمِنَ

کچھ برائی بولی عورت عزیز کی اب کھل گئی سچ بات مین نے پھسلایا تھا اسکو اسکے جی سے اور وہ تو

الصَّادِقِينَ ۝ ذَٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ ۝

سچا ہے یوسف نے کہا اتنا اسواسطے کہ وہ شخص معلوم کرے کہ مین نے چوری نہین کی اس عزیز کی چھپکر اور یہ کہ اللہ نہین چلاتا فریب دغا بازون کا

وَقَالَ الْمَلِكُ۔ اور بادشاہ نے کہا کہ۔ ائْتُونِي بِهِ۔ میرے پاس اسکو لے آؤ۔ شاید یہ غرض ہو کہ مین خود اسکی زبان سے سنون یا ایسے نیک آدمی کا اکرام کیا جاوے جیسا کہ بیضاوی وسراج وغیرہ مین مذکور ہے اور ظاہر یہ ہے کہ قید سے رہائی دینی مقصود تھی یعنی اسکو قید سے رہا کر دو اور یہ منزلت دو کہ میرے دربار مین حاضر ہو کہ مین چلا نہ جاوے اسواسطے یہ ہوا کہ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ۔ جب بادشاہ کا ایلچی خواہ ساقی ہو یا اور کوئی ہو یوسف پاس آیا یعنی بلانے کو آیا چونکہ اسمین رہائی مضمر تھی لہذا قَالَ یوسف نے کہا کہ ارْجِعْ لوٹ جا۔ إِلَىٰ رَبِّكَ اپنے آقا کے پاس۔ فَاسْأَلْهُ۔ اور اس سے دریافت کر یعنی بطور میرے پیغام کے اُس سے پوچھ کہ۔ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ۔ کیا حقیقت ہے ان عورتون کے حال کی جنھون نے کاٹ ڈالے تھے اپنے ہاتھ۔ یہان چند باتین سمجھنا چاہئے اول یہ کہ جو شخص بلانے آیا تھا اُسکے ساتھ نہین گئے بلکہ یہ سوال پیش کیا اور صحیحین مین حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نحن احق بالشک من ابراہیم اذ قال رب ارنی کیف تحیی الموتی الآیۃ۔ ویرحم اللہ لوطاً لقد کان یاوی الی رکن شدید ولو لبثت فی السجن طول مالبث یوسف لاجبت الداعی یعنی ہم زیادہ مستحق ہین شک کے ابراہیم کی نسبت جبکہ انھون نے کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی اور رحم فرمائے اللہ تعالیٰ لوط پر کہ البتہ ٹھکانا لیتا تھا رکن شدید کی جانب اور اگر

میں قید میں پڑا رہتا اسقدر دراز مدت کہ یوسفؑ پڑا رہا تھا تو بلانیوالے کا کہا مان لیتا علماء نے لکھا ہو کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ
وسلم نے جناب باری تعالیٰ عزوجل کی عظمت وکبریائی اور اسکے امتحان کی بڑائی وبزرگی کے مقابلہ میں تواضع کے طور پر اگلے انبیاء کے
اولوالعزم کے مصائب امتحان میں ثابت قدمی بیان فرمائی یعنی یہ مقولہ آپکا بطریق تواضع ہو جو صفت محمود ہو ورنہ دوسری صحیح حدیث میں
آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مصائب مجھ پر گذرے وہ کسی پیغمبر پر نہیں گذرے ہیں اور تجھے یہ وہم نہو کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے
بدن میں کیڑے ہوگئے تھے کیونکہ معاملات الٰہی وخطرات نفس وطرق قبولیت ایسے باریک ہیں کہ ظاہری صورتیں جنکو ہم لوگ بہت
مصیبت سمجھیں وہ ہنوز کسی متقی اہل دل سے دریافت کے قابل ہیں چنانچہ نظیر اسکی جہاد ہو کہ تلوار سے کفار کے ساتھ مقابلہ کرنے کی
سختی کو چھوٹا کہا اور ہر وقت نفس وخطرات شیطان سے مجاہدہ کرکے راہ مستقیم پر استقامت کو بڑا جہاد فرمایا ہو حالانکہ ہماری نظر کا آدمی اسکے
برعکس خیال کریگا فافہم اور امام احمد کی روایت میں ابوہریرہؓ کی حدیث اسطرح ہو کہ اگر بجائے یوسف کے میں ہوتا تو جلدی سے بلانا
قبول کرلیتا اور اپنی بریت کا عذر نہ ڈھونڈھتا اور عکرمہ سے مرسل روایت ہو کہ میں تعجب کرتا ہوں یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کا وہ انعام
جو یوسف پر ہوا تھا بھلا نظر آتا ہو کیا اچھا صبر وکرم کیا اور اللہ تعالیٰ اسکو بخشے کہ جب اس سے بادشاہ کے خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو واقعی
کرم سے بتلادی اور اگر بجائے اس کے میں ہوتا تو نہ بتلاتا یہانتک کہ پہلے شرط کرلیتا کہ مجھے قید سے نکالو اور مجھے تعجب آیا یوسف اور
ان کے صبر وکرم پر اسکو اللہ تعالیٰ بخشدے جبکہ اسکے پاس بادشاہ کا ایلچی بلانے آیا تھا اور اگر بجائے اسکے میں ہوتا تو دروازے کی طرف
سے آگے ہوتا ولیکن یوسف نے یہ چاہا تھا کہ تہمت سے اسکا چھٹکارا ہوجاوے مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث میں ہر بار فرمایا کہ اللہ تعالیٰ
اسکو بخشدے اور یہ لطیف اشارہ اہل دل وصاحب فہم فقیہ کیواسطے ہو جسکو اس حدیث کی حکمت دریافت ہو جسمیں اپنی پاکیزہ ذات
کے واسطے ظاہر میں انکسار فرمایا ہے حالانکہ خود افضل الرسل تھے اور شان توحید میں قید از جانب حق عزوجل وہاں بھی از جانب حق عزوجل
اور برأت باعلان حق عزوجل ہو کیونکہ قلوب قبضۂ قدرت الٰہیہ میں ہیں کوئی غلط خود نہیں کرسکتے ہیں اسیواسطے متقی مرد صالح کے حق میں
طویل حدیث میں یہ مضمون ہو کہ لوگ اسکے ساتھ ابتدا میں عداوت کرتے ہیں یعنی شیطان ان لوگوں کو برانگیختہ کرتا ہو حتیٰ کہ محل امتحان
وآزمایش میں اسکو ہر طرف سے پریشانی ہوتی ہو یہانتک کہ جب وہ استقامت پر قائم رہتا ہے تو درجۂ احسان پر فائز ہو اور اللہ تعالیٰ
کے حکم سے فرشتہ پکار فرماتا ہو کہ فلاں بندے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے تو آسمان والوں کی طرح زمین والے بھی اسکو دوست رکھیں
پس اسکی محبت کا بیچ تمام شائستہ قلوب میں جم جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ قلوب عداوت یا محبت میں حکم الٰہی عزوجل اپنے خالق کے تصرف میں
پس محل امتحان سے یہانتک جلدی ہوسکے مبادرت کرنا چاہیئے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ بالجملہ حضرت
یوسف علیہ السلام کا ایلچی کے ساتھ نہ جانا اس غرض سے تھا کہ لوگوں کے دلوں میں کوئی شبہہ تہمت کا نہ رہے کیونکہ ابتدا میں طفل گہوارہ
کی شہادت وغیرہ سے لوگوں کے دلوں میں استحکام تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بری ہیں چنانچہ قولہ امرأۃ العزیز تراود فتاہا
عن نفسہ قد شغفہا حبا سے صاف ظاہر ہے کہ لوگ الزام زلیخا پر لگاتے تھے لیکن پھر جب خاص لوگوں نے مشورہ کرکے ان کو قید
کیا تو احتمال ہوا ہوگا جسکے دفع ہونے اور پوری بریت ظاہر ہونے کی غرض سے جانے میں عذر کیا جیسا کہ حدیث مذکورہ بالا سے
یہ توجیہ ظاہر ہوتی ہو یہاں سے بعض علماء نے کہا کہ تہمت سے بچنا اور مواقع تہمت سے گریز کرنا انسان پر لازم ہو اقول بیشک مواقع تہمت
سے بچاؤ میں بہت صلاح اور بے پروائی میں بڑے مفاسد ہیں کیونکہ لوگ اسکی غیبت وتہمت سے گنہگار ہونگے جسکا یہی باعث ہوگا او

بھی معصیت کا شریک بلکہ خود سبب ہو گیا اور اگر عالم ہے تو اسکی اقتدار مین فتور ہوگا اور صحیحین مین حضرت ام المومنین صفیہ رضی اللہ عنہا کا
قصہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتکاف مین شام کو بغرض دیدار آنحضرت صلعم تشریف لائین اور تاریکی مین دو مرد صحابہ نے
آپکو ام المومنین سے باتین کرتے دیکھکر واپس ہونے کا قصد کیا تو آپنے انکو آواز دیکر بلوایا اور فرمایا کہ یہ عورت صفیہ ہے یعنی میری پاک
بی بی اور تم سب کی پاک ماں ہے تو انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کی شان مین ہم کو شبہ ہوتا پس آپنے موقع تہمت سے اسقدر
اہتمام کیا اور نہایت پیار و شفقت سے ایسا کیا کیونکہ شاید شیطان کسی وقت غفلت پاکر ان دونون کے دلون مین کچھ وسوسہ دیتا جس سے
نتیجہ بہت سخت پیدا ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاک مقدس پیغمبر افضل الانبیاء والرسل بلکہ خیر الخلائق اجمعین کی طرف ایسے وسوسہ سے انکے
دین بہت بگڑ جاتے جسکی اصلاح بہت دشوار ہو جاتی تو آپنے کمال شفقت سے چاہا کہ ان پر شیطان کسی طرح قابو نہ پاوے اور اسی پر مبنی ہے
مسئلہ فقہ کہ جو شخص مسجد مین ہو اور اذان دیگئی اور لوگون مین معروف نہین ہے کہ یہ فلان شخص کسی دوسری مسجد کا امام ہے یا مانند اسکے تو اسکو
نماز پڑھنے سے پہلے نکلنا نہین چاہیئے تاکہ اسکی نسبت تہمت نہو کیونکہ تہمت کے موقع سے پرہیز واجب ہے اور اسی پر مبنی ہے یہ مسئلہ واسکے زمانہ
مین مومن و عالم کو روا نہین ہے کہ شرابخانہ مین جاوے اگرچہ اسکی نیت اسکے قبیح طبیعت دیکھنے کی ہو اور مثل ہذا عالم ایسی مجلس مین شریک نہین ہو سکتا
ان ممنوعات ہون اور اسی جیسے آجکل نکاح کی مجلسین یا ایسی صورتین جن مین ممنوع فعل ہو ورد کرنا جائز بلکہ بعض صورتون مین واجب ہے
دوسری بات اس مقام پر یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بطریق ظلم کے قید تھے و لیکن نکلنے سے انکار کیا تو مسئلہ معلوم ہوا کہ مظلوم کو انفصال
قضیہ مقدمہ تک مشکل کے ساتھ طاعت پر صبر کرے اور تحقیق کا اصرار کرے تو جائز ہے۔ تیسری بات تو ارجع الی ربک سے معلوم
ہوا کہ آقا و سردار کو رب کہنا بطریق مجاز جائز ہے یعنی ظاہری صورت مین جسکے ذریعہ سے پرورش ہوتی ہو اسکے ساتھ رب پروردگار وغیرہ
استعمال جائز ہے جبکہ یہ نیت ہو کہ درحقیقت یہی دینے والا اور پرورش کرنے والا ہے اور جو لوگ نہایت تعظیم سے کسی کو موثر سمجھتے ہین انکے حق
مین حرام کیا بلکہ قریب کفر ہے جیسے ہمارے اس زمانہ مین لوگون کو اس لفظ کی اجازت نہین دی کیونکہ عوام کے دلون مین تعظیم ہمسری ہو جاتی ہے
چوتھی بات یہ ہے کہ آپنے ایلچی کو کہا کہ بادشاہ سے دریافت کر کہ ان عورتون کی کیا شان ہے حالانکہ ظاہر یہ تھا کہ یون کہتے کہ عورتون
مقدمہ کی تحقیقات کرے تو اسمین [illegible] لایا کہ قولہ فاسالہ اس سے دریافت کر اور سوال کرو دو معنی کو محتمل ہے ایک تو پوچھنا و مانگنا اور دوم طلب
اور جستجو کرنا تو لفظ ما بال النسوۃ اچھے موقع پر واقع ہوا کیونکہ یہ لفظ کسی چیز کی ماہیت و حقیقت دریافت کرنے مین مستعمل ہے پس جب
چیز یا انکی اصلیت کہ انکی حقیقت کا سوال کیا تو ضرور اس خیال سے کہ جاہل نہ کہلاوے تحقیقات کرنے پر آمادہ ہوگا بخلاف اس کے اگر
یہ کہتے کہ اس سے کہہ کہ تحقیقات کرے تو شاید یہ گمان ہوتا کہ وہ بالکل پروا نہ کرتا بلکہ ناگوار ہوتا کیونکہ اسکے دماغ مین بادشاہی تمکنت
ہے پانچوین بات یہ ہے کہ آنحضرت علیہ السلام نے صرف ان عورتون سے تعرض کیا جنھون نے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے اور زلیخا سے تعرض نہ کیا
یہ کمال کرم و رعایت حقوق ہے اور اس ضمن مین براءت حاصل ہونا عمدہ طریقہ ہے واضح ہو کہ جن عورتون نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے انھون نے
حضرت یوسف کو مع طرز معاشرت زلیخا کے معائنہ و مشاہدہ کیا تھا اور غالباً یہی ان عورتون کی طرف سے اس مقدمہ سے ظاہر تھا کہ یا جرم نہ جانتے تھے
تاکہ اسی واسطے انھین عورتون کو تحقیقات کیلئے تعین کر دیا۔ اِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ میرا پروردگار ان عورتون کے
مکر خوب آگاہ ہے۔ اشارہ ہے کہ ان عورتون کا مکر بڑا خطرناک ہے اور ان عورتون نے مکر بہت زور دیا تھا کہ اپنی سیدہ یعنی زلیخا کا کہنا
ماننا چاہیئے ورنہ تو قید مین تکلیف اٹھاویگا۔ اور بعضون نے کہا کہ ربی سے مراد بادشاہ ہے یعنی اسکو خود یہ قصہ معلوم ہے و لیکن یہ قول

مستنکر ہے بلکہ صحیح وہی ہے کہ اپنے مظلوم قید ہونے کی شکایت کے طور پر کہا کہ خدائے تعالیٰ خوب آگاہ ہے کہ ان عورتوں نے میرے ساتھ بڑے
بڑے مکر کئے اور اسطرح مجھے قید ہونا پڑا تاکہ آیندہ اگر قید سے رہا ہو کر بادشاہ کے قرب میں سکونت ہو تو اسکے خاندان کی عورتوں یا انھیں
پہلی عورتوں سے نجات رہے اور بار دگر ایسی فتنہ میں پریشانی نہ ہو۔ الغرض ایلچی واپس آیا اور اُس نے بادشاہ سے وہ سوال بیان کیا تب
بادشاہ نے عورتوں کو جمع کر کے یہ مقدمہ دریافت کیا۔ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ کہا کہ اے عورتو تمہاری کیا شان تھی یعنی یہ بڑا خطرناک قصہ کس طرح
یوسف کی طرف سے انجام پذیر ہوا تھا۔ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ۔ جبکہ تم نے یوسف کو اسکی ذات سے اپنی طرف لبھایا یا بہکایا
یہاں سے ظاہر ہے کہ بادشاہ کو اصل مرحلہ میں یقین تھا کہ خواہش کرنے والیاں یہی عورتیں خود تھیں اور یوسفؑ نے کچھ بھی نہیں چاہا تھا
اسیواسطے اُس نے یہ سوال ہی نہ کیا کہ تم نے یوسفؑ سے خواہش کی تھی یا یوسفؑ نے تم سے کچھ چاہا تھا بلکہ یہی کہا کہ تم نے چاہا تھا
ولیکن دریافت یہ کیا کہ شاید ان عورتوں کی خواہش کرنے اور اصرار کرنے و دھمکانے و ڈرانے اور ہر طرح کے مکر و فریب کرنے پر کوئی
بات آنحضرت علیہ السلام کی طرف سے سرزد ہوئی ہو تو بتلاؤ یہ کیا انجام کیونکر ہوا چنانچہ مترجم کی اس تقریر پر دلیل یہ جواب ہے کہ جو
عورتوں نے دیا کہ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ کہنے لگیں پاکی اللہ کو مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوٓءٍ ہم نے اُسمیں کوئی بدی نہیں دریافت کی یعنی بجھنا تو درکنار بلکہ یہ دریافت کرنے کی جستجو
کرنے پر بھی کوئی کوئی برائی نہیں پائی قولہ من سوء نکرہ تحت نفی۔ اور حدیثوں سے ہر فرد و ہر صغیرہ و کبیرہ برائی کی نفی ہوگئی یعنی کسی قسم کی بدی خواہ چھوٹی ہو یا
بڑی ہو کسی طرح سے کو اُسمیں دریافت نہیں ہوئی چونکہ زلیخا کو دریافت ہو گیا کہ آنحضرت علیہ السلام نے سیر تذکرہ اس درمیان سے فقط میری آبرو کا لحاظ
کر کے ساقط کردیا اور اپنے بشری جہت سے اس بدی کے عوض نیکی کرنی چاہی قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ عزیز کی جورو یعنی زلیخا بولی کہ۔ اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ
اب سچائی خوب صاف کھل گئی۔ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ میں نے ہی یوسف کو اسکی ذات سے لبھایا تھا۔ اُس کی طرف سے
کوئی برائی نہیں ہوئی یہ عورتیں سچ کہتی ہیں کہ ان کو اسمیں کوئی بدی معلوم نہیں ہوئی اور اب میں بھی کہتی ہوں کہ۔ وَاِنَّهٗ
لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔ اور وہ بیشبہہ سچے آدمیوں میں سے ہے یعنی بہت سچا ہے کیونکہ جو لوگ سچے معلوم و متعین ہیں ان میں سے
ہونا اظہار امر کا ہے کہ یقینی سچا ہے۔ سراج وغیرہ میں لایا کہ یہاں سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے
ہم و قصد وغیرہ کچھ بھی واقع نہیں ہوا جیسا کہ بعض اہل ہوی و ہوس فرقہ حشویہ میں سے ایک پیغمبر مخلص علیہ السلام کی شان میں گمان کرتے
ہیں مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے نقل کیا کہ ابن جریرؒ نے اپنے اسناد کے ساتھ عکرمہ کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب
یوسفؑ نے کہا کہ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ الآیۃ تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اسوقت کہ جب آپنے کچھ قصد کیا تھا تو یوسف علیہ السلام
نے کہا کہ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اِنَّ النَّفْسَ الآیۃ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسناد اس روایت کی حسن ہے ولیکن باوجود اس روایت کے مترجم کا زعم ہے کہ
کوئی برائی حضرت یوسفؑ پر نہ تھی جیسا کہ صریح قولہ ما علمنا علیہ من سوء سے ظاہر ہے اور روایت ابن عباسؓ میں ہم سے شاید ہم سے مقصود
دغدغہ خاطر و خطرات ہیں جو بلا اختیار محل امتحان میں خطور کرتے ہیں اور آدمی فی الحال ان کو دور کرتا رہتا ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ یہ ارادہ کیا کہ
اس عورت کیساتھ کوئی فعل ممنوع کیا جائے جیسا کہ عوام نے زعم کیا ہے حتی کہ قصہ خوانوں نے اپنے اپنے قصہ میں عجیب عجیب بیہودہ سا
سے بیہودہ گوئی کی کہ عورت کا ازار بند کھولا اور اپنا ازار بند کھولا اور کچھ بڑھ کر کہا کہ کسی مقام پر تخلیہ کیا اور سامان تیار کیا اور کسی
اور تجاوز کیا کہ دونوں عورت کے پیر کے درمیان بیٹھے نعوذ باللہ من ذلک الخرافات۔ اور اگر روایت مذکورہ کے یہی معنی فرض
کرلئے جاویں تب بھی روایات متروک کی جاویں گی۔ اگر کوئی کہے کہ فعل سے پہلے قصد عفو ہے اور مجرد عزم سے روایات ترک نہیں

ہوسکتی ہین خصوص جبکہ صحابی کی روایت تفسیر مین بمنزلہ مرفوع کے ہے تو جواب یہ دیا جاوے کہ حدیث صحیح کے موافق نیکی کے قصد پر ایک ثواب ہے تو مقابلہ مین بدی کا قصد بھی ایک گناہ کا ہے اگرچہ عام رحمت الٰہیہ نے اسکو عفو کر دیا ہے پس معصوم پیغمبر سے اسکا ارتکاب ممنوع ہے خصوص جبکہ عوام پر خواص کا قیاس محض جہالت ہے اور یہ امر محقق مدلل ہے مجرد زعم نہین ہے اور یہ جو کہا کہ تفسیر صحابی حکم مرفوع رکھتی ہے تو اسکے معنی یہ ہین کہ جو احکام توقیفی ہون یعنی قیاس کو دخل نہو اور سابق قصہ پر محمول نہو وہان مرفوع کا حکم اسلیے ہے کہ ضرور سنکر روایت کیا گیا اور یہان تو یہ قصہ صریح مرفوع مین کہین مذکور نہین ہے اور اکثر باتین بنواسرائیل و یہود سے لی گئی ہین پس یہان سے تو متعین ہے کہ یہ روایات اہل کتاب سے ہے جنکی نسبت حضرت عبداللہ بن سلام نے شہادت دی کہ یہودی ایک بہتان باندھنے والی قوم ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث مین مصرح ہے لہذا اس روایت پر اعتماد نہین ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن پاک مہیمن ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی صفت بیان فرمائی ہے تو جس طرح اسمین مذکور ہے وہی صحیح ہے اور جو اہل کتاب نے تغیر و تبدیل کر کے بنایا وہ تحریف باطل ہے حتی کہ سلیمان علیہ السلام کو جادوگر کہتے چلے آتے تھے حالانکہ وہ مثل داؤد علیہ السلام کے پیغمبر تھے جسکو قرآن مجید نے صاف ظاہر کر دیا۔ مترجم کو جو امر ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ ہمّ سے مراد خطرہ ہے جو پیہم دفع کرتے جاتے تھے کیونکہ اس صورت مین ثواب جمیل و جزیل ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ القصہ جب ایلچی کی زبانی بادشاہ نے عورتون کا حال دریافت کرنا سنا اور ان عورتون سے تفتیش کیا بلکہ مکر اپنی دانست کے موافق تحقیق و اقرار بجا منہ لے لیا تو ایلچی واپس گیا گویا یہ پیغام دیا کہ عورتون کا یہ حال ہے اور تم نے اسکو کیون دریافت کیا اور علیٰ ہذا اسپر کیون موقوف کہا تو حضرت یوسفؑ نے جواب دیا ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ۔ یہ امر اسواسطے مین نے پوچھا کہ وہ شخص جسنے مجھے بطور فرزند پرورش کیا تھا اور وہان بادشاہ کے پاس وزارت پر مامور ہے اور مین جاتا تو ضرور اس سے میرا سامنا ہوتا اور اسی نے مجھکو یہان قید کیا تھا وہ میرے پیٹھ پیچھے یقیناً جان لیوے کہ مین نے ہرگز اسکی خیانت نہین کی تھی جبکا مجھ پر الزام عورتون نے لگایا۔ وَأَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ الْخَائِنِينَ اور اللہ تعالیٰ راہ نہین دیتا خیانت کرنیوالون کے مکر کو۔ یعنی جو کوئی کسی کے کام مین یا کسی امانت مین خیانت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے مکر کو پورا و ٹھیک رواں نہین ہونے دیتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ذٰلک لیعلم الخ۔ اس صورت مین حضرت یوسف کا مقولہ ہے اور اوپر کی آیت زلیخا کا مقولہ ہے تو اسمین ربط ساقط ہوگا تو جواب یہ دیا جاوے کہ نہین بلکہ قرینہ جب صاف ہوتا ہے تو عبارات حذف ہوتے ہین جیسے قولہ انا انبئکم بتاویلہ فارسلون یوسف ایہا الصدیق الآیۃ۔ یہان ہے چنانچہ تقدیر کلام اسطرح ہے کہ فارسلون فاجابوہ الی ذلک فارسلوہ فجاء الی یوسف فکلمہ یا یوسف ایہا الصدیق یعنی جب ساقی نے کہا کہ مجھے بھیجو تو انھون نے کہنا مان لیا اور اسکو یوسف کے پاس بھیجا وہ یہان آیا اور یوسف سے مخاطب ہو کر عرض کرنے لگا کہ یوسف اے میرے بڑے راست گو الی آخرہ اسی طرح یہان ہے کہ بادشاہ نے ان کو بلوایا اور آپنے اسکا جواب نہ دیا بلکہ ایلچی سے کہا کہ بادشاہ سے ان عورتون کا حال دریافت کرلا۔ پس ضرور ہے کہ دریافت کی حکمت پوچھی جاوے کہ تم نے کیون دریافت کیا کیونکہ یہ تو بادشاہ کو معلوم تھا کہ عورتون ہی نے یوسف کو فریب سے اپنی طرف بلایا تھا تو اس عجیب واقعہ کا انجام یوسف کی طرف سے کیونکر ہوا یعنی اسکی طرف سے بھی کوئی خواہش کسی طرح ظاہر ہوئی یا نہین تو انھون نے صاف کہدیا کہ ہرگز ہرگز نہین حاشا للہ اسکی طرف سے تو ہمارا دیکھا گیا بلکہ ہم کو کچھ معلوم بھی نہین ہوا ہے اور زلیخا نے کہدیا کہ اب تو سچی بات سب پر کھل گئی جب یہ حال تھا تو ایلچی مکرر گیا اور اس نے پوچھا ہوگا کہ یہ کیون دریافت کیا گیا اور مترجم نے اوپر اشارہ کیا کہ یہان ضرور اسامر کا خطرہ ہوگا کہ اول مین تو وزیر کی نزدیکی سے اسکی جورو اور دیگر عورتون سے

پیشقدمی ہی پیش آتی اور اب بادشاہ بلاتا ہے تو وہاں بھی ایسے مخاطرہ میں قدم رکھنا پڑیگا علاوہ اسکے عزیز مصر وہاں موجود ہے جنسے مجھے تہمت کیا تھا پس خیانت کا الزام اسکی خاطر میں مثل اور لوگون کے جو مصلحت قید میں شریک تھے موجود ہوگا پس اس تحقیقات کرانے کا فائدہ اور اپنی غرض بیان کر دی فافہم واللہ اعلم یہ تفسیر جو مذکور ہوئی ایک جماعت مفسرین کا قول ہے اور عکرمہ سے ابن عباس رضی سے یہی روایت کیا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شیخ ابن جریر و ابن ابی حاتم نے فقط اسی کو نقل کیا ہے کوئی اور معنی نہیں نقل کئے اور شیخ ابن کثیر رح کا ظاہر کلام مشعر ہے کہ زیادہ مشہور و بہت مناسب نہایت لائق یہ معنی ہیں کہ قولہ ذلک لیعلم الخ زلیخا کا کلام ہے وہ کہتی ہے کہ چونکہ اسوقت میں حق بات عام طور پر کھل گئی کما قالت الآن حصحص الحق - تو میں اقرار کرتی ہوں کہ بیشک میں نے ہی اسکو فریب سے لبھایا تھا اور میں یہ بھی کہتی ہوں کہ انہ لمن الصادقین - وہ سچا ہے کہ اسنے ہرگز کچھ قصد نہیں کیا بلکہ میں نے یہ قصد کیا و لیکن ابتدائے وقت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بارہ میں ایسی پرہیزگاری و تقوی کا خیال سب لوگوں کے دلوں میں نہ تھا پس اگر زلیخا اسوقت حق بات کہتی تو ضرور لوگ اتہام کرتے کہ جب یہ خود خواہش کرتی تھی تو یوسف ضرور ملوث ہوا ہوگا - پھر کس کس سے عذر کیا جاتا اور اب حق بات صاف کھل گئی تو میں نے اقرار کر دیا اور موافق بیان یوسف کے اور مطابق ظاہر حال و اعتقاد کے جو اسکی جانب کمال تقوی و طہارت کا عام طور پر سب کے دلوں میں ہے میں بھی تصدیق کرتی ہوں اور یہ اسواسطے کہتی ہوں کہ عزیز کو یہ معلوم ہو جاوے کہ میں نے در پردہ اسکی خیانت نہیں کی یعنی کوئی امر واقع نہیں ہوا جیسا کہ یوسف کی طہارت و تصدیق براءت سے ظاہر ہوا اور جو شخص خائن ہوتا ہے اسکے مکر کو سرسبزی نہیں ہوتی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی امانت اور بندوں کی امانت ادا کرتا ہے وہ دنیا و آخرت میں فلاح پاتا ہے۔

تم الجزء الثاني عشر ويتلوه الثالث عشر من قوله وما أبرئ نفسي

والحمد لله رب العالمين.

تنبیہ الغافلین ۔ مسائل دینیہ ۔ ۱۰ ر
حیرت الفقہ ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۱ر
جواب السائلین ۔ بطور استفتا ۔ ۲ ر
کنز الدقائق ۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان ۔ عہ ر
چہل مسائل فقہ ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۱ ر
رسالہ تجہیز و تکفین ۔ از محمد عمر ۔ ۱ ر

فقہ فارسی

ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے ۔ دو مجلد کامل ۔ عللہ ر
شرح سفر السعادت ۔ از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف ۔ عہ ر
خجح الحج ۔ مسمیٰ بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔ عہ ر
تذکرۃ الجمعۃ ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام ۔ ۵ ر
تبیان ۔ در حکم تمباکو وحقہ از ملا معین الدین ۱ ر
بدائع منظوم ۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علیؒ ۔ ۲ ر
نام حق ۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری ۔ ۱ ر
مائۃ مسائل ۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۔ ۶ ر
شرح وقایہ فارسی ۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی ۔ عہ ر
مسلک المتقین ۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی آلہ یار خان ۔ عہ ر
فتاوی برہنہ ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین ۔ عہ ر
قدوری ۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم ۔ ۶ ر
شرح فارسی مختصر وقایہ ۔ از عبد الرحمٰن جامی ۔ ۱۵ ر
کنز فارسی ۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ ۔ ۱۳ ر
مالا بد منہ ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ ۔ ۲ ر
شرح مختصر وقایہ گورسیری ۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی ۔ عہ ر
رسالہ تنبیہ الانسان ۔ در حلت و حرمت جانوران ۔ ۱ ر
رسالہ قاضی قطب ۔ ذکر ایمان و ارکان ۔ ر

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ ۔ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح ۔ سے ر
فتح القدیر ۔ حامل المتن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند با عظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد ضخامت کند ضخیم جدید الطبع ۔ عہ ر
ہدایہ ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات ہین بشرح ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات ۔ للعہ ر
(۲) جلدین آخرین معاملات ۔ صہ ر
ہدایہ مع شرح الکفایہ ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد ہین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل ۔
ہدایہ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح ۔ للعہ ر
ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب ۔ للعہ ر
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل ۔ معہ ر
شرح وقایہ ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط و صحیح ۔ عہ ر
شرح وقایہ خرد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ۱۰ ر
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول ۔ صہ ر
ملا مسکین ۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل میں داخل درس ہے ۔ عہ ر
مستخلص الحقایق ۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول ۔ عہ ر
عینی شرح کنز الدقائق ۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد میں ۔
(۱) جلدین اولین عبادات ہین ۔ عللہ ر
مختصر وقایہ محشی ۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول ۔ ۱۱ ر
عمدۃ البضاعۃ ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر
کنز الدقائق عربی جدید حواشی کے ساتھ
قیمت ۱ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی - ۷ر
باب دانش - مولفۂ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین
مترجمۂ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - ۱۲ر
ترتیب دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش - ۳ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۲ر
انجیات - اخلاق و موعظت مین مصنفہ
منشی کامتا پرشاد - ۳ر
کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان شریف
علم و ادب - ۲ر
پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل
مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین
بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمۂ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع
(جلد دوم) ترجمۂ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا
روم مترجمۂ سید غلام حیدر صاحب - ۸ر
چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اُردو پند نامۂ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ
از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۲ر

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی
ہر چہار جلد کامل [illegible]
تہذیب احسانی - مولفۂ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۱۲ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر
گلستان باتصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی
۹ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اُردو - اسمین طلبا کی آسانی کے
لئے اُردو کے حواشی دیے گئے ہین - ۱۴ر
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب
اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین
تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر
گلستان مترجم - فارسی با ترجمہ اُردو - ۱۲ر
گلستان خرد - فارسی - ۵ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب
تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان
کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے
کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۶ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین
قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز
گلستان سعدی از ملا مجد الدین - ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب
گلستان و بوستان - ۹ر
بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - ۱۰ر
بوستان محشی کلان - اس مین ضروری
حواشی درج ہین - ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی
نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر
بوستان محشی خرد - ۵ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین
ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی
گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی
ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم [illegible] شرح ہے - ۸ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین
ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - ۸ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین
داخل ہے - اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱۲ر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ
کاشفی - ۸ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر
بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۲ر
مجموعۂ صد پند سود مند - حضرت لقمان کے
سو قابل قدر نصائح - ۲ر ۶ پائی -

پارہ ۱۳

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعہ معارف وحقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جس میں تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر الامام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ میں بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین وایمان

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر بہ

جامع البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حادی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمہ عالمگیریہ وعین الہدایہ طال اللہ عمرہ وجعل الجنۃ مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی

۱۹۲۴ء

اطلاع ۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہین قیمت بہت مناسب ہے اِس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اِن مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تا کہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدر دانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری۔ ترجمہ اُردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدین ہے،

تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمیٰ بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲ ر

تفسیر سورۂ یوسف ۔ چو مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵ ر

پنجسورہ مترجم ۔ با ترجمۂ اُردو ۔ ۲ ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ہے ر

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف ۶ ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی ۔ مسمیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج یعنی جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط ہے عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر و شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُو داہ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و بیجا ہی پایا جیسا سنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا ۔ لعہ بلا جلد ۔ مجلد ۶ ر

احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدین ہر حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو میں اس مرتبہ اسمین ترجمہ اسمار الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۹ ر

تحفۃ الاخیار ۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔ ۶ ر

ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اوّل مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری ۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے ۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں ۔ للعہ ر

ایضاً جلد دوم ۔ حسب مراتب بالا ۔ ۴ ر

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلد است این جدید الطبع ۹ ر

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف ۔ ے ر

دلائل الخیرات ۔ با ترجمہ فارسی و اسمائے متبرکہ و خواص اسمائے حسنیٰ معروف ۔ ۶ ر

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل ذخیرہ احادیث مؤلفہ مولانا غلام یحییٰ ۔ ۵ ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمۂ اُردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں ۹ ر

راہ نجات ۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۱ ر

مفتاح الجنۃ ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵ ر

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالہ بے نمازان ۔ ۱ ر

ترجمہ فتاوی عالمگیری ۔ اِس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل ۹ ر

کشف الحاجۃ ۔ ترجمۂ اُردو مالابد منہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۴ ر

ہزار مسئلہ ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفہ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ۲ ر

شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ ۸ ر

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ

اور مین نے اپنے نفس کی برأت نہین کی بیشک نفس تو بہت ہی برائی کی راہ بتاتا ہے سوا ے اسکے جسپر رحم فرما دے

رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

میرا پروردگار بیشک میرا رب بڑا غفور الرحیم ہے

جب یوسف علیہ السلام نے خیانت کی مذمت بیان کی وا فادہ فرمایا کہ خائنون کا بھلا نہین ہوتا تو اس سے عوام کا خیال جاتا ہو کہ یہ خود ستائی اور اپنی تعریف ہو لہذا فرمایا۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ اور مین اپنے نفس کی برارت نہین کرتا ف اور اس بیان سے میری یہ غرض نہین ہو کہ اپنے نفس کی پاکیزگی ظاہر کرون۔ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ بے شبہہ نفس تو سب سے بڑھ کر بدی کی راہ سجھانے ولگانے والا ہو پس ہر شخص اگر اپنے نفس پر اعتماد کرے اور اسکے کہنے پر چلے تو وہ اسکو کثرت سے بہت بدی کی راہ لگاویگا ہر شخص کا نفس بدکام کا حکم کرتا ہو۔ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ سوا ایسے شخص کے جسپر حق تعالے پروردگار عز وجل رحم فرما دے پس جسپر اللہ تعالیٰ رحم کرے اسکو یا تو نفس مطمئن ملتا ہو کہ بدی کی راہ نہ بتلادے جیسے انبیاے معصومین علیہم السلام اور یا نفس کی فرمایش سے جو گناہ و بُرائی ہو اللہ تعالیٰ ہدایت خاص کے ساتھ معصوم ومحفوظ کر دیتا ہو اسطرح کہ وہ نفس کو مقہور کرتا اور موافق حکم شرع کے کام کرتا ہو۔ پھر چونکہ زلیخا سے مراودت واقع ہوئی تھی لہذا آخر مین استغفار کیا اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک میرا رب بڑا غفور رحیم ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس قول کو ماوردی رح نے اپنی تفسیر مین نقل کیا ہو اور شیخ ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کیا اور اسکی تائید و تصحیح مین ایک مستقل کتاب علیحدہ لکھی ہو مترجم کہتا ہو کہ سراج وغیرہ نے لیعلم کی ضمیر درصورتیکہ یہ زلیخا کا کلام ہو وے حضرت یوسفؑ کیطرف راجع کی یعنی مین نے اسکی پاکیزگی وبرارت کا اقرار اسکی غیبت مین کر دیا اس غرض سے کہ وہ جان لیوے کہ مین نے پیٹھ پیچھے جبکہ وہ قیدخانہ مین ہو اُسکی خیانت نہین کی اور قولہ ان اللہ لایھدی کید الخائنین سے تاکید ہو کہ پہلے مین نے خیانت کی تو راہ نہ پائی اور آخر فضیحت ہوئی اور اُس نے سچائی کا برتاؤ کیا تو قید مین اسکی برارت اور رہائی ہوئی۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر یہ عورت کا کلام ہو تو شبہہ ضرور ہو گا کہ قولہ ان اللہ لایھدی کید الخائنین۔ اور قولہ ما ابرئ نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء اور قولہ ان ربی غفور رحیم۔ یہ سب ایمان صحیح و توحید الٰہی کے نتائج سے ہین کیونکہ کید وخیانت اہل کفر کے ساتھ مختص ہو جبکہ انھون نے عہد ازل و میثاق الٰہی مین خیانت کی اور یہ سب سے بڑی خیانت ہو اور نفس کا تزکیہ نہ کرنا محض ایمان ہو بخلاف کفر کے کہ وہان اتباع ہوی کے سوا کوئی بات نہین ہو اور غفران الٰہی کی التجا کافر کی شان نہین ہو حالانکہ عورت اسوقت تک کفر پر ثابت تھی تو یہ مواعظ بلیغہ اس کی طرف سے مستبعد ہین پس مترجم کو تقویت قول مذکور کی جسکی تائید مستقل تصنیف سے شیخ ابن تیمیہ رح نے کی ہو کوئی قوی دلیل نہین ظاہر ہوئی پس اقوی میرے نزدیک قول اول ہو لاکن خلاصہ اسکا سراج ومعالم وبیضاوی وتفسیر کبیر سے اسطرح ہو کہ جب ایلچی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور خبر دی کہ بادشاہ کے حضور مین سب عورتون نے مع زلیخا کے تمھارے پاک وبے لوث ہونے کی گواہی دی ہو تب یوسفؑ نے کہا۔ ذٰلک۔ یہ میرا قید مین ثابت قدم رہنا اور بادشاہ کے بلانے پر نہ جانا لیعلم انی لم اخنہ بالغیب اس مقصد سے تھا کہ وہ جان لیوے میرے پیٹھ پیچھے یعنی بادشاہ یا عزیز مصر کہ ہرگز مین نے اسکی کوئی خیانت نہین کی کیونکہ مین قید مین پڑا ہون اور عورتین مع زلیخا کے بے کھٹکے مین تو انکی گواہی وزلیخا کا اقرار خوب ظاہر کرتا ہو کہ مین پاک ہون اسکے گھر یا غیرون مین کسی سے مین نے بدی نہین کی ہو۔ اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہو کہ یہ یوسف علیہ السلام کا مقولہ ہو۔ امام بغوی نے کہا کہ ایک آدمی کی گفتگو دوسرے سے ملانے مین کوئی

حرج نہیں جب کوئی قرینہ ہر ایک کی شناخت پر موجود ہو اور اسکی دوسری مثال یہ آیات ہیں قال اللہ تعالیٰ ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوہا وجعلوا اعزۃ اہلہا اذلۃ یہاں تک بلقیس کا کلام ہے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وکذلک یفعلون۔ اسی طرح قولہ تعالیٰ ربنا انک جامع الناس لیوم لاریب فیہ۔ یہ دعا کرنے والے کا کلام ہے اور آگے اللہ تعالیٰ نے کہا ان اللہ لایخلف المیعاد بس ایسے ہی یہاں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ قرینہ قوی وہ ہے جسکا ادنیٰ میں نے اشارہ کیا ہے۔ پھر قولہ ان اللہ لایہدی کید الخائنین میں یہدی بمعنی یسدد و ینجح ہے یعنی خائن کے مکر کو اللہ تعالیٰ راست و مفید نہیں کرتا بلکہ آخر خائن فضیحت و رسوا ہوتا ہے پس مقصود یہ بھی ہے کہ میں خائن نہ تھا ورنہ اس ورطہ سے مجھے نجات نہ ہوتی اور عورتیں مکار تھیں کہ خود رسوا ہوئیں۔ اور حشویہ کہتے ہیں کہ جب یوسف نے یہ بات کہی تو جبرئیل نے کہا کہ نہ اسوقت جب قصد کر کے عورت کا ازار بند کھولا تھا تو اُس وقت یوسف نے کہا وما ابرئ نفسی الخ امام رازی رح نے کہا کہ ان لوگوں نے بہت سی خبیث روایات بنائی ہیں یہ بھی انھیں روایتوں میں سے ہے اور یہ روایت کسی معتبر کتاب میں مذکور نہیں ہے تا بعض نے اسکو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی جانب نسبت کیا و لیکن ان لوگوں نے یہ قصد کیا کہ کوشش کر کے ظاہر قرآن میں تحریف معنوی پیدا کریں مگر اللہ تعالیٰ نے اسلام میں ایسے اہل تحقیق علماء و صادقین پیدا کیے جنھوں نے خبیث لوگوں کے اقوال رد کر دیے اور قرآن مجید کو پاک و ظاہر رکھا آیا نہیں دیکھتے کہ ایسی خیانت نعوذ باللہ اگر ہوتی تو قولہ لم اخنہ بالغیب محض دروغ ہوتا حالانکہ کسی دیندار عاقل کی جانب ایسا خیال نہیں ہو سکتا تو کیسے ایک نبی مرسل کی طرف روا ہوگا جو پاکیزہ خاندان نبوت میں سے ہے بلکہ یہ آیت تو نہایت پاکیزگی یوسف پر قطعی دلیل ہے اور فرقہ حشویہ بدبخت اپنی طرف سے اتہام کر کے کفر اختیار کرتے ہیں اور جن عورتوں کے ساتھ خود معاملہ تھا وہ کہتی ہیں کہ حاشا للہ ما علمنا علیہ من سوء۔ اور مترجم کہتا ہے کہ روایت ابن عباس کو شیخ ابن کثیر نے ابن جریر سے اسطرح نقل کیا قال ابن جریر حدثنا ابو کریب حدثنا وکیع عن اسرائیل عن سماک عن عکرمۃ عن ابن عباس قال لما جمع الملک النسوۃ فسألہن ہل راودتن یوسف عن نفسہ قلن حاشا للہ ما علمنا علیہ من سوء قالت امرأۃ العزیز الآن حصحص الحق الآیۃ قال یوسف ذلک لیعلم انی لم اخنہ بالغیب فقال لہ جبرئیل ولا یوم ہممت بہا فقال وما ابرئ نفسی الآیۃ مترجم کہتا ہے کہ اسناد اس روایت کے جید ہیں اور لکھا ہے کہ ایسا ہی قول مجاہد و سعید بن جبیر و عکرمہ و ابن ابی الہذیل و ضحاک و حسن و قتادہ و سدی سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ ان تابعین کے قول سے یہ مراد ہے کہ انھوں نے بھی قولہ ذلک لیعلم کو کلام یوسف علیہ السلام قرار دیا ہے نہ کلام زلیخا بدین دلیل کہ مراد بیان اقوال ہے نہ تحقیق معانی اور سابق میں مترجم نے لکھ دیا کہ اعتماد انھیں کتابوں پر ہے جو منزل ہوئیں اور تو مل انھیں روایات پر ہے جن میں کوئی علت نہ ہو اور مدار اعتقاد کا خصوص ایسے مقامات میں انھیں نصوص پر ہے جو وحی جلی یا خفی ہوں اور یہاں قرآن مجید وحی جلی سے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہر طرح پاکیزگی ظاہر ہے اور ایک بڑا گروہ مفسرین کا انھیں قولوں کے موافق تفسیر کرتا ہے اور وحی خفی یعنی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہوتا ہے کہ انکی پاکیزگی ظاہر ہونے کے لیے قید میں ثابت قدم رہے۔ اور یہ روایت جب قرآن یا حدیث سے نہیں ہے تو ضرور ہے کہ اسرائیل سے لی گئی ہے جس پر کچھ اعتماد نہیں ہو سکتا ہے اور توضیح اسکی یہ ہے کہ کوئی نقص کسی پیغمبر کی جانب منسوب کرنا کفر ہے تو جب کوئی دلیل منصوص نہیں ہے تو اہل کتاب یہود وغیرہ کے قول سے روا نہیں ہے کہ منسوب کیا جاوے لہٰذا صحیح وہی تفسیر ہے جو اول مذکور ہوئی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب پھر جاننا چاہیے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ میں حسن ادب کو ہر حال میں مرعی رکھا اور اپنی برأت کے بعد کہا کہ ما ابرئ نفسی یعنی یہ جو کچھ میں نے کہا کہ میں خائن نہیں ہوں اور میں نے کسی قسم کی بدی کا قصد نہیں کیا اور میں پاک ہوں تو اس سے میری یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا پورا فضل فرمایا اور مجھے پاک کر دیا اور یہ غرض نہیں ہے کہ میرے نفس میں یہ خوبی ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ لا تزکوا انفسکم یعنی اپنے نفوس کی پاکیزگی مت بیان کرو کیونکہ ان النفس لامارۃ بالسوء نفس ہمیشہ بدی کا حکم کرتا ہے و لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے محفوظ فرماتا ہے۔ الا ما رحم ربی۔ وہی محفوظ رہتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا۔ ان ربی غفور رحیم میرا رب غفور رحیم ہے انسان اپنی ذات سے بدی کا خواستگار ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نہایت بخشنے والا ہے کہ اس کی ذاتی شرارت

خارج کر بدنام کرتے ہیں جیسے نجر فرقہ ۱۲ م

مواخذہ نہین فرماتا بلکہ بخش دیتا ہے اور نہایت رحم والا ہو کہ علاوہ اسکے اسپر رحمت فرماتا ہو۔ یہان ایک نکتہ یہ بھی سمجھ مین آگیا ہوگا کہ آدمی اپنی
ذاتی جبلت سے مغفرت خالق عزوجل کا محتاج ہو کیونکہ آدمی یہی نفس منفوس ہو جسکا ذاتی اقتضا بدی ہو لیکن عصمت وحفظ الٰہی تو یہ رحمت از
جانب حق تعالیٰ ہو جو انبیاء علیہم السلام کے لیے بالکلیہ ہو اور عوام امت کے لیے درجہ بدرجہ خاص خاص طور پر ہو لہذا جہان کسی پیغمبر نے مغفرت چاہی ہے تو
وہ اس بات پر ہرگز دلیل نہین ہو سکتا کہ اُس سے کوئی فعل گناہ سرزد ہوا ہو بلکہ بنظر نفس وخلقت ہو جسکو اللہ تعالیٰ نے پاک کردیا اور احادیث صحیحہ مین وارد
ہو کہ سب سے افضل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دن مین بہت مرتبہ استغفار کرتے تھے اور حاشا کہ کوئی جاہل گمان کرے کہ استغفار بمقابلہ معصیت تھا کیونکہ
یہ گمان باطنی کفر ہو۔ ف۔ فی العرائس جب یوسف ع نے کہا کہ انی لم اخنہ بالغیب۔ تو باطن مین زبان اسرار سے یہ آواز سنی کہ اسوقت بھی نہین جب بحکم قولہ
لقد ہمت بہ وہم بہا۔ قصد کیا تھا۔ اہل تفسیر نے لکھا کہ جبرئیل ع نے انسے ایسا کہا غرضکہ یہ آواز سنکر دعوے نفس سے عذر کیا بقولہ وما ابرئ نفسی ان النفس
لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ پس پہلا مقولہ تو ابتداے حال کے خبر تھی اور وہان انکی جبلت وہی جبلت نبوت مقدسہ تھی جسپر کوئی تہمت نہ تھی پھر درمیان
مین لطیفہ آلہیہ سے امتحان وابتلا مین پہنچے اور رسم امر بر قدر سابق نے غلبہ کیا پس جو عذر ذکر کیا وہ اسی لطیفہ کی خبر تھی۔ واضح کہ قولہ ان النفس لامارۃ
بالسوء مین تحقیقات شریف ہین اسطرح کہ یہ نفس کیا چیز ہو جو بدی پر بشارت آمادہ کرتی ہو پس یہ معلوم ہو کہ وہ شیطان نہین ہو اور ظاہر ہو کہ قلب نہین ہو
اور نہ فرشتہ ہو اور نہ عقل ہو اور نہ ایسی کوئی چیز ہو جو عین خارجی ہو پس بعض لوگ تو اسی نفس کو ہوے کہتے ہین یعنی خواہش وشہوات اور بعضے
لوگ اسکو طبیعت کہتے ہین اور بعضے بشریت کہتے ہین مگر بشریت کیسے جو خواہش ومیلان بجانب شہوات ہو اسکو نفس نام رکھتے ہین اور یہ اقوال میرے
نزدیک سب علم کے رسوم مین سے ہو فقط صورت کی بحث ہو اور میرا ارادہ یہان تحقیق کا ہو تو حقیقت اشیاء کا عالم فی الواقع اللہ تعالیٰ خالق عزوجل ہو
مگر جہانتک ادراک پر انعام ہوا ہو وہ کچھ ظاہر کرتا ہو تو نفس درحقیقت وجود قہر قدم ہو کہ فعل مین اسکا ظہور ہوتا ہو اقول یعنی عالم صفات سے عالم
فعل مین ظہور قہر قدم کا وہی نفس کی حقیقت ہو اور کہا کہ ہر مخلوق انسانیہ کی طبیعت کو قہریات کے قبول پر حرکت دیتا اور مستعد کرتا ہے قہریات سے
مراد وہ امور آلہیہ ہین جنکا انجام آخر مین غضب وعذاب آلہی کی طرف ہے جس سے حجاب طاری ہوتا ہے اقول خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام
ممنوعات سے آدمی وجن کو آگاہ فرمادیا اور دنیاوی زینت واس کارگاہ کا ایک فریب گاہ ناپائدار ہونا ظاہر کردیا اور یہ بھی منصوص فرمایا کہ جملہ
اشیاء دنیا محض مزین تبرکین امتحانی ہین اور انجام معصیت وفریب کا اور عہد آلہی مین خیانت کا یہ ہو کہ عذاب دائمی مین گرفتار ہوا اور موت کا
زمانہ بے وقت معین اور بہت قریب ہو پھر باوجود اس علم کے لوگ انھین چیزون کو قبول کرتے ہین اور ایسے حرکات کرتے ہین جنکا انجام غضب الٰہی
وعذاب ہو تو یہ امر تحقیق طلب ہو کہ کون چیز انسان مین ہو جو جان بوجھ کر اسکو اس عذاب مین گرفتار ہونے پر آمادہ کرتی ہو وہ عقل نہین ہو سکتی کیونکہ
عقل ہی تو جوہر نفیس ہو جو رضاے حق عزوجل پر آمادہ کرتی ہو علے ہذا فرشتہ نہین اور وہ شیطان نہین جو انسان سے علحدہ ہے اور نہ اور کوئی
عین خارج ہو بلکہ وہ قہر قدم کا وجود ہی جو عالم فعل مین ظاہر ہوا۔ قوم نے فرمایا کہ جو صادر قہر سے ہوا وہ نفس ہو یعنی قہر سے عالم فعل مین صادر ہوکر
نفس نام رکھا گیا اور رسم اصل کی طرف رجوع کرتے ہین تو قہر ایک ازلی دائمی صفت ہو جو طبیعت بشری کو شہوات کی تلاش پر جنبش دیتی ہو پس کسی کو یہ
مجال نہوگی کہ اسکے قبضہ سے نکل جاوے مگر وہی جسپر لطف الٰہی تعالیٰ نے قبضہ کرلیا علی معنی قولہ الا ما رحم ربی کیونکہ یہ صفت تمام ذوات پر غالب ہو اور وہ صفت الٰہی
سبحانہ تعالیٰ ہو اور وہ نفس النفس ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات موصوف بصفۃ القہر ہو اور اُسکے قہر نے تمام حوادث وممکنات ومخلوقات کو اپنی تحت مین مغلوب کرلیا ہو پھر وہ
کون ہو جو دعوے کرے کہ مین اپنے آپکو سلطان قہر کے قبضہ سے نکال لونگا پس قولہ وما ابرئ نفسی یعنی مین اپنے نفس کو بری نہین کرتا ہون کہ اسپر
قہر الٰہی تعالیٰ کا قبضہ نہین ہو بلکہ ضرور وہ قہر کے قبضہ مین مقہور رہی۔ اور نیز اشارہ ہو کہ مین بری نہین کرتا النفس النفس کو قہر وقبضہ سے کیونکہ نفس النفس

۱ بمقتضا سے قہر حکم کرتا ہو اور مقتضائے قہر وہی مقتضائے امتحان ہو اور مقتضائے امتحان وہی مقتضائے ملامت ہو یہ سب علم کا طریقہ ہو اور قول مقتضائے
ملامت سے یہان اصطلاح نفقہ مراد ہو یعنی جس پر استحقاق عذاب ہو پس اشارت ہو کہ امتحان مین پورا ہونا ممکن نہین ہو تو ناشتہ ہلاکت ہے اور
عفو و مغفرت نجات ہے۔ پھر کہا کہ قولہ الا ما رحم ربی یعنی سوائے اس شخص کے جسکو حق تعالے نے اپنے لطف کے ساتھ اپنے قہر سے محفوظ کر دیا۔ اور
اس سے اشارہ اپنی ذات کی طرف لیا کہ حق عز وجل نے اپنی رحمت سے مجھکو بھی اپنے قہر یعنی امتحان سے بچا لیا۔ اور قولہ ما ابرئ نفسی مین اس
امتحان کی طرف اشارہ کیا جو زلیخا کے حالات مین واقع ہوا اور یہ مرتبہ ایسے شخص کا ہے جو سر القہر سے عارف ہوا اور سر الخطاب و سر امتحان
و سر النفس و غلبہ ربوبیت سے دانا و بہدایت حق عز وجل سرفراز ہو و قد قیل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور مترجم کہتا ہو کہ اس قول مین نفس
کے معنی اس تحقیقات کے موافق لینے مین جو اکثر شیخ نے ذکر فرائی ہے اشکال ہو کیونکہ نفس اس تحقیق پر ظہور قہر قدم ہو اور غایت اس سے اصل صفت
کی معرفت ہو تو رب کی معرفت مین تامل ہو اور ظاہر ایہان حقیقت ذات انسانی مراد ہو اور شاید کہ صفات مین ذات کے کلیہ پر معرفت تامہ حاصل ہو
واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور شیخ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم چونکہ عارف حقیقت النفس تھے تو آپکے کلام حکمت مین اشارت موجود ہو کہ آپ نے اصل سے پناہ مانگی
حیث قال اعوذ برضاک من سخطک و بمعافاتک من عقوبتک یعنی مین پناہ مانگتا ہون تیری رضا کے ساتھ تیری خشم سے اور تیرے عفو کے ساتھ تیرے عذاب
سے۔ اور آپ نے ہمکو آگاہ فرما دیا کہ حق تعالے عز وجل ہی اصل النفس ہو چنانچہ اسی حدیث مین فرمایا و اعوذ بک منک۔ ہم تجھی سے تیرے ساتھ پناہ مانگتے ہین یعنی قہر و
لطف و سخط و عفو و غضب سب تیری صفات ہین تو ہم لوگ تیری پناہ مین تجھی سے سلامتی چاہتے ہین۔ پھر شیخ رح نے کہا کہ جس نے چاہا کہ اپنے نفس کی پاکیزگی
حاصل کرے اس نے ربوبیت کے ساتھ جھگڑا مچایا کیونکہ نفس اصل قدر سابق ہو بنا بر جریان امتحان کے۔ تو نہین دیکھتا کہ واسطی رح فرماتے ہین کہ جس نے اپنے
نفس کو ملامت کی اُس نے شرک کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ مسئلہ جو شیخ رح نے ذکر کیا بہت مشکل ہو اور اصل اشکال عوام کی عقل کے موافق ہو ورنہ اہل الحق کے
نزدیک بہت صاف و واضح ہو پس اول تو مین کلام شیخ کی توضیح کرتا ہون پھر اُن احادیث و نصوص کی طرف اشارہ کرتا ہون جہان سے استدلال ہو
پس شیخ کی مراد یہ ہو کہ کوئی شخص اپنے نفس کو پاک نہین کر سکتا مگر اسی قدر کہ اُسکے حق مین پاک ہونا خود مقدر ہو کیونکہ جب نفس ظہور قہر ازل ہو تو ازل
مین ہر شخص کے حق مین دنیاوی امتحان و ابتلاء کی حالت گذر چکی پس اس سے وہی نتیجہ حاصل ہوگا جو مقدر ہو چکا ہو تو اسکا ارادہ کرنا لغو اور مہمل ہوگا
یہی معنی ہین کہ جس نے اپنے نفس کو پاک کرنا چاہا اُس نے ربوبیت سے منازعت کی یعنی نفس کو سعادت یا شقاوت کی حالت پر لانا کسی دوسرے کے
اختیار مین نہین ہو سوائے خالق عز وجل کے اسی واسطے فرمایا فلا تزکوا انفسکم یعنی اے لوگو تم اپنے نفس کی پاکیزگی مت بیان کرو۔ وجہ یہی ہو کہ نفس تو باختیار
الٰہی ایک حالت پر مقدر ہو چکا پس دوران قضا مین جس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا اسی حد تک سعادت اسکو حاصل ہوگی پس تمھارا خود کچھ بھی اختیار نہوا تو
تم کس بات پر خود ستائی کرتے ہو اور یہین سے واضح ہو گیا وہ جو شیخ واسطی رح نے فرمایا کہ اپنے نفس کا ملامت کرنے والا مشرک ہو کیونکہ نفس کی خوبی اُسکے
اختیار مین نہ تھی اور ملامت اختیار کے ساتھ دائر ہو کیونکہ جب نفس اسی قدر پاک ہوگا جس قدر اُسکے حق مین مقدر ہو تو وہ اُس سے زیادہ بے اختیار ہو پس جب
ملامت کی تو اُسکے لیے اختیار ثابت کیا حالانکہ وہ ارادہ الٰہی ہو پس گویا اُسکے لیے صفت الٰہیہ ثابت کی اور یہ شرک ہو اور مترجم کہتا ہو کہ مراد اس سے نتیجہ ہے
یعنی جس نتیجہ پر نفس کا انجام ہوا اسپر قابل ملامت نہین ہو کیونکہ یہ تقدیر الٰہی ہو اور اگر ملامت سے مراد یہ ہو کہ فہم و عقل کی راہ مین اپنے کیون خطا کی جس سے
مستحق عذاب ہوا تو یہ دوسرے معنی ہین اور اسی پر عذاب و ثواب کا مناط بیان کیا گیا ہو علی معنی قولہ فلا تلومونی و لوموا انفسکم۔ اور عدم اختیار پر مدح و ذم کا سبب
سمجھنا غیر معقول ہو و قد قال تعالیٰ یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا۔ پھر نصوص و آیات و احادیث اُسکے واسطے صریح ہین اور یہ مسئلہ جبر نہین ہو جیسا کہ ظاہرین وہم ہوتا
ہو بلکہ ان دونون مین بڑا فرق ہو جیسے تقدیر و تدبیر مین کوئی منافات نہین ہو مگر عوام انمین فرق نہین کرتے ہین کیونکہ جو شخص ہاتھ سے لقمہ نہ اٹھاوے حتی کہ مر جاوے

اسپر ملامت کیجاویگی یا کوٹھے پر سے کود پڑے سیڑھی کی راہ چھوڑ دے اس زعم پر کہ موت یا چوٹ مقدر ہوگی تو مریگا ورنہ کچھ نہوگا تو حرام موت مرا اگرچہ اسکی
موت اسوقت مقدر تھی ایسے ہی یہاں بھی نفس تقدیر و علم الٰہی کی راہ سے ملامت کرنا شرک ہے اور اس راہ سے کہ علم الٰہی کا حال اُسکو کیونکر معلوم ہوا جس سے
اُسنے آڑ پکڑی کیونکہ تقدیر علم الٰہی ہے اور اسکا مدعی خود مشرک و کافر ہے پس جب کہ یہ زعم دیکھا جاوے اسکے آثار سے استدلال ہو سکتا ہے کہ یہ دوزخی ہے وقال
علیہ السلام جف القلم بما ہو کائن جو ہونے والا ہے قلم اسکو لکھ چکا۔ اور عجب تر ہے حضرات صحابہ رضہ نے ان سے پوچھنے والا پوچھتا کہ یا رسول اللہ یہ امر جو حالت
دوران میں ہے مبنی بر آیندہ ہے یا ہو چکا۔ اور آپ نے جواب میں ارشاد کیا کہ ہو چکا۔ حالانکہ اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء عالم محض غافل ہیں جنکی نظر ایسے غوامض
تدارک کے قریب بھی نہیں پہونچتی ہے اور صحیح میں ہے کہ ہر ایک پر وہ آسان و میسر کر دیا گیا جسکے لیے وہ مخلوق ہوا ہے اور قال تعالیٰ ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس لہم
قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ۔ وقال تعالیٰ فمنہم شقی وسعید۔ اور عجب ہے کہ جو لوگ اختیار پر مدار رکھتے ہیں عقول کو کسی کے قبضہ قدرت میں مجبور دیکھنے سے اندھے ہیں اور
ہمہ تن تدبیر ہو کر مراد سے محروم رہتے ہیں پھر بھی ہوشیار نہیں ہوتے اور صرف اس زعم پر کہ ثواب و عذاب کا جبر کی حالت میں کیونکر ہوگا حالانکہ جبر کے جو معنی سمجھتے ہیں اس سے
یہاں زمین وآسمان کا تفاوت ہے اور امر الٰہی عز وجل کو اپنی کوتاہ عقل میں تصور خیال کرتے ہیں بدین معنی کہ ہر حکمت الٰہیہ و جملہ احکام الٰہی کو اُسی طور پر ماننے کے
قابل سمجھتے ہیں جس طور پر اُنکی عقل شاہد ہو حالانکہ یہ نہیں دیکھتے کہ عقل بمقابلہ مخلوقات حیرت میں ہے جلال الٰہی کے سامنے متحیر و مسخر ہے اسکو یہ تاب کہاں سے آگئی کہ
تمام حکمت الٰہی کو محیط ہو جاوے پھر یہ سوال کیوں پیدا ہوا کہ پھر وہ عذاب کیوں فرماویگا اور ثواب کیونکر دیگا۔ یہ تو بعینہ ایسا ہی سوال ہے کہ پھر اُس نے مخلوق کو
اس فضاء مصور میں کیوں پیدا کیا اور اندھیرا کیوں کر دیا کہ چراغ کی ضرورت ہوا اور اناج کی پیدائش و غذا پر کیوں مدار زندگی رکھی اور زمین اس شکل کی
کیوں بنائی اور ایسے ہی کیوں پیدا کی اور چاند گھر گھر کیوں نہ دیا اور انہیں جیسے مزخرفات خیالات کچھ کارآمد نہیں ہیں بلکہ مشرک ہو کر دار البوار جہنم اختیار کرتے
ہیں پس صریح ایمان یہ ہے کہ ہر ایک نفس کو اسکے اسباب عقل و حواس دیے جنکو عبادت حق عز وجل میں لگانے سے شکر ادا ہو کر راہ معرفت کشادہ ہوتی ہے
اور نتیجہ ہر ایک کا اسکے مقدر کا ملتا ہے وقال تعالیٰ وکان امر اللہ قدرا مقدورا اور کسی نفس کو کچھ وثیقہ نہیں ہے اور شیخ نے دوسرا قول شیخ واسطی رحمہ اللہ کا ذکر کیا کہ آپنے
یہ بھی فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس کی جانب سے کسی نیکی یا برائی میں قصور دیکھا اُسنے شرک کیا کیونکہ جس نے اپنے نفس کی طرف سے کوتاہی کرنا چاہا اُسنے حق عز وجل کی تقدیر
قضاء سے انکار کیا اور جس نے اپنے نفس کو اسکے امور میں سے کسی بات میں ملامت کی تو اُس نے شرک کیا کیونکہ اُس نے اپنے نفس کی جانب ایسا حصہ بھی منسوب
کیا جو کہ اسکے واسطے ہرگز مقدر نہ تھا مترجم کہتا ہے کہ نہایت تحقیق قابل صد آفرین ہے جزاہ اللہ تعالیٰ خیرا کثیرا فانہ اقام نعت الادب علی ساحۃ الکبریاء جلت عظمتہ
شیخ ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ قولہ ما ابرئ نفسی یعنی میں بذات خود اپنے نفس کی پاکیزگی نہیں بیان کرتا ہاں بذات حق اسکی پاکیزگی بیان کرتا ہوں مترجم کہتا ہے
کہ یہ صحیح ہے یعنی نفس جب پاکیزہ حالت پر اسکا انجام ہوا ہے بسبب تقدیر الٰہی عز وجل واقع ہوا تو در حقیقت اللہ تعالیٰ نے اس نفس کو پاک کیا ہے پس نفس کی پاکیزگی
و اسکا بدی سے بری و دور ہونا بذات خالق عز وجل صحیح ہے جسکے واسطے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے کا شکر ہے اور خود اپنے اختیار سے نہیں ہے تو اپنے نفس کا تزکیہ اور
عیب سے بری ہونا اپنی ذات سے نہیں بیان ہو سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ قولہ ان النفس لامارۃ بالسوء یہ جملہ بہت تاکیدات سے مملو ہے جس سے معلوم
ہوا کہ اکثر اوقات نفس کی جانب سے جو احکام ہوتے ہیں سب بقدر الٰہی نہیں جز الا ما رحمت الٰہی ہونگا اور اکثر مثل کل کے ہے اور خود کل ہونا بھی محتمل غالب ہے
اسی واسطے شیخ نے ذکر کیا کہ شیخ ابو حفص رحمہ نے فرمایا کہ جس نے اپنے نفس کو دوام اوقات میں متہم نہ رکھا اور جملہ احوال میں اسکی مخالفت نہ کی اور جو بات
اسکو ناگوار ہے اسکی طرف نہ کھینچا اور ہمیشہ اس سے تقاضا کا کام نہ لیا تو وہ اپنے نفس کی طرف سے دھوکے میں پڑا مترجم کہتا ہے کہ جب نفس بدی کا حکم کرتا ہے تو جب
کبھی جس حال میں ہو کسی بات کی خواہش کرے اگرچہ بظاہر وہ عبادت معلوم ہوئے ضرور ہے کہ آدمی نفس پر اعتماد نہ کرے بلکہ تہمت رکھے کہ ضرور اس نے اپنی کسی
بدی کی خواہش کی ہے کیونکہ وہ تو بدی پر حکم کرتا رہتا ہے پس اس کام کو کتاب الٰہی و سنت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابق کرے اور جو

علوم فقہ ومسائل مین وہان سے ڈھونڈھے اگر طاعت ہونا ملجاوے تو پھر اپنی نیت وحالت پر نظر کرے کہ خلوص ہی یا ریا وغیرہ جو قبائح کہ فعل ونیت سے
متعلق ہین سب پر نظر ڈالے پھر اگر نیت بھی صادق ہو تو انجام کے خدشات ومآل کار پر نظر کرے کیونکہ بہت سے کام ایسے ہین کہ بعض شخص کی نسبت ان کا
انجام خراب ہوتا ہی پس جب انجام بھی نیک نظر آوے تو قبول کرے ورنہ ترک کرے اور جان لیوے کہ یہ نفس کا فریب ہی پس اس سے مخالفت کرے پھر
مخالفت کے بعد جو فعل برخلاف ہی اور نفس کو ناگوار ہی اسپر آمادہ ہووے اور وہ کام اُس سے لیوے تاکہ پورا ثواب حاصل ہو جاوے پھر شیخ ابوحفص نے
اپنا قول یون فرمایا کہ اور جس کسی نے نفس کے کامون مین سے کسی کام مین یا اُسکے احکام مین سے کسی حکم کو اچھی نگاہ سے دیکھا تو اس نے اپنی جان کو
ہلاک وتباہ کر دیا بھلا کسی عاقل کو روا ہی کہ اپنے نفس کی خواہش پر راضی ہو حالانکہ کریم بن الکریم بن الکریم بن الکریم یعنی یوسف بن یعقوب بن اسحاق
بن ابراہیم تو فرماتے ہین کہ ما ابرئ نفسي ان النفس لامارة بالسوء اور ہم سا عاقل کون ہی کہ اسکا نفس ایسا ہوگیا کہ اسکو بھلائی کی راہ بتلاتا ہی۔ خوب یاد رکھو کہ
اسکا فریب بہت باریک ہی وہ تجکو طاعت پر آمادہ کریگا اور اُسمین تیرے لیے بدی چھپی ہوئی رکھدیگا۔ قال المترجم یہ مسئلہ علماء باطن کے نزدیک نہایت
دشوار ہی یعنی بکثرت ایسا ہوتا ہی کہ بظاہر نفس طاعت وعبادت ونیک کام پر آمادہ کرتا ہی حالانکہ اسمین برائی پوشیدہ ہوتی ہی کیونکہ مدار کام کا نیت پر ہی
اور نیت وہ صحیح ہی جو کہ خالص ہو اور خلوص کا پہچاننا پھر نفس کی طرف سے ہوگا اور عقل ہنوز مغشوش ہی تو فریب سے نفس اسکو خلوص کا دھوکا دیگا حالانکہ
عقل صرف مین ایک بڑا میل خودبینی وغیرہ کا شامل نظر آتا ہی اسیواسطے اہل قلوب کی خدمت وصحبت مثل اکسیر کے عزیز سمجھی گئی ہے فافہم واللہ
تعالے اعلم بالصواب شیخ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے نفس کو پیدا کیا اور طبیعت اسکی جہل رکھی ہی اور ہوی کو اُسکے واسطے سب چیزون
سے زیادہ قریب کر دیا ہی اور ہوی یعنی خواہش کو ایک ایسا دروازہ کر دیا ہی کہ جو مخلوق اُس مین داخل ہوکر ہلاک وتباہ ہو جاتا ہی۔ اور سہل رح نے کہا کہ
نفس امارہ وہی شہوت ہی اور نفس مطمئنہ وہ نفس معرفت ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ نفس کی دو قسم ہین ایک امارہ اور دوم مطمئنہ ولیکن یہ
ایک تحقیق پر مبنی ہی اور کلام الٰہی مین بھی ان دونون کا ذکر ہی اور فرق شاید مثل انسان شقی وسعید کے ہی واللہ تعالے اعلم اور زیادہ تفصیل احیاء الغزالی رح سے
تلاش کرنا چاہیے۔ شیخ ابوحفص رح نے فرمایا کہ نفس تو بالکل تاریکی ہی اور اسکا چراغ سر باطن ہی اور اس چراغ کا نور توفیق الٰہی ہی پس جس شخص کے ساتھ
توفیق یار نہو تو وہ بالکل تاریکی مین رہیگا یعنی بالکل تاریک ہوگا۔ قال المترجم کفار کی مثال قرآن مجید مین اندھیرے سے صریح ہی۔ سہل رح نے فرمایا کہ
قوله لامارة بالسوء یہ موضع طبع ہی اور قوله الا ما رحم ربي یہ مقام عصمت ہی۔ مترجم کہتا ہی شاید مراد یہ ہی کہ نفس جب کہ مقتضاے طبیعت ہو تو بدی کا کثرت سے
حکم کرتی ہی اور جب وہ معصوم بعصمت الٰہیہ ہو خواہ اسکو ہدایت ربانیہ سے تعبیر کیا جاوے تو وہ مطمئنہ ہی واللہ تعالے اعلم۔ شیخ واسطی رح نے کہا کہ نفس سراپا ظلمت
ہی اور چراغ اُسکا سر باطن ہی تو جسکے پاس سر پاکیزہ نہو وہ ہمیشہ تاریکی مین ہی۔ قال المترجم لفظ سر ایک اصطلاح خاص ہی جیسے عشق اور معنے اسکے سوائے عارف
کے کوئی نہین سمجھ سکتا ہی اور ایسا ہی وقات قلب القلب وغیرہ الفاظ ہوتے ہین اور یہ سب الفاظ اسرار ہین سے بس قصہ سیمرغ وقصہ ہدہد؛ کسے رسد کہ شناسا
منطق الطیر است؛ ورنہ ہم لوگون کو اہل الحق کے کلام سے سوائے قصص وامثال کے کوئی حصہ حاصل نہین ہی اور الحمد للہ کہ سوائے اسکے نہین کہ توفیق الٰہی
تاریکی نفس سے چراغ ہدایت اس مناہی سے شاہراہ اتباع وادب کی طرف واصل فرماوے تو ہر مقام پر اسکا مقصود مشاہدہ ہوجاوے واللہ تعالے
ہو الہادي الی سبیل الرشاد۔ شیخ استاد رح نے فرمایا کہ قوله وما ابرئ نفسي اس اعتذار کا بیان ہی جو امر الٰہی مین قصور واقع ہوا اور پوری طاعت خدمت
نہین ہو سکی پس اس عذر سے غفران الٰہی کے مستحق ہو سکے اسی واسطے قوله ان ربي غفور رحیم پر تمام کیا۔ مترجم کہتا ہی کہ شان عظمت وکبریائی کے لائق
عبادت اہل تحقیق کے نزدیک ناممکن ہی اور نفس اسپر قول نبی صلے اللہ علیہ وسلم ما عبدناک حق عبادتک الحدیث شاہد ہی اور وجہ اسکی یہ بیان کرتے ہین کہ عبادت
لائق معبود کے اسوقت ہو سکتی ہی کہ معبود کی عظمت سے کامل آگاہی ہو اور اُسکے لائق سامان ہم پہونچے تو ظاہر ہی کہ حقیقت صفات الٰہیہ تعالی اللہ علوا کبیرا۔

کسی بشر یا کسی مخلوق سے ممکن نہیں تو ذات کا کیا ذکر ہو پھر اگر قدیم ہونا معلوم کیا تو حادث سے لائق قدیم کے کیا چیز میسر ہو سکتی ہو اسی واسطے حمد آلہی وہی ہے جو خود اپنی حمد فرمائی ہو وقال صلے اللہ علیہ وسلم انت کما اثنیت علی نفسک الحدیث پس جہان سید الرسل وخیر الخلائق یہ فرادے وہان کسی مخلوق کی کیا مجال ہو کہ زبان ہلاوے تو تقصیر عبادت ہر فرد بشر سے ضروری متحقق ہو۔ واضح ہو کہ آیات کے مقاطع بمناسبات حکمت ہین اور کوئی ہم انکے اسرار سے واقف نہین ہو سکتا مگر جسکو حکمت ربانی سے فیض ملا ہو۔ القصہ جب بادشاہ کو طہارت و کمالات یوسفی ظاہر ہوئے تو اس نے طمع کی کہ ایسے ستودہ صفات آدمی سے بالمشافہہ مکالمہ سے فیضیاب ہو لہذا اُس نے حکم بھیجا کما قال تعالے عز وجل۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ

اور کہنے لگا بادشاہ کہ اسکو میرے پاس لے آؤ مین اسکو خاص اپنے واسطے کر لونگا پھر جب اس سے باتین کین تو بادشاہ بولا کہ آج کے روز تو ہمارے نزدیک مضبوط قدم و

أَمِينٌ ۝ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي

امانتدار ہے یوسف نے کہا کہ مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانون پر مین بیشک حفاظت کرنے والا ہوشیار ہون اور یونہی ہم نے یوسف کو مضبوط قدم کر دیا

الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ وَلَأَجْرُ

زمین مین کہ اسمین جگہ لیتا جہان اسکا جی چاہتا ہم اپنی رحمت پہونچا دیتے ہین جسکو چاہتے ہین اور جو نیک کام کرتے ہین انکا ثواب ضائع نہین کرتے ہین اور بیشک ساتھ

الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

آخرت کا ثواب بہت اچھا ہو اُن آدمیون کے واسطے جو ایمان لائے اور پرہیزگاری پر قائم رہے ہین

ع ۸

وَقَالَ الْمَلِكُ اور بادشاہ نے کہا۔ بعضے کہتے ہین کہ مراد وزیر یا العزیز یعنی عزیز ہے جسکو چھوٹا بادشاہ کہتے تھے اور امام رازی وغیرہ نے کہا کہ نہین کیونکہ یوسف تو اسکے واسطے پہلے سے خالص تھے اور وہ انکو خراج مصر پر مقرر نہین کر سکتا تھا اور نہ اُسنے خواب دیکھا تھا اور پھر اعادہ لفظ ملک کا فقط اس وجہ سے ہوا کہ درمیانی زلیخا وغیرہ کے کلمات آگئے ہین پس صحیح یہ ہو کہ فرعون مصر جو سب پر بادشاہ تھا جسکا نام ریان بن الولید بیان ہوا ہو اُس نے کہا ائْتُونِي بِهِ اسکو قید خانہ سے میرے پاس لاؤ۔ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي مین اسکو اپنے واسطے خالص کر لونگا یعنی ایسے عمدہ شخص کو وزیر عزیز وغیرہ کسی کی شرکت مین نہ رکھونگا بلکہ خالص اپنے واسطے کر لونگا پھر اُسپر کسی کو دست درازی کا اختیار نہ ہوگا۔ مسئلہ بادشاہ اسلام کو اختیار نہین ہو کہ رعایا مین سے کسی کے غلام مملوک کو اپنے واسطے مخصوص کرے اور یہ اس بادشاہ کا واقعہ بیان فرمادیا اور در حقیقت حضرت یوسف علیہ السلام عزیز کے مملوک نہ تھے یا ہون تو اختصاص کے طور پر لینا بھی انکا دستور ہوگا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قصہ مین ہو کہ فارس سے نکلکر شام مین نصرانی ہوئے پھر ایک راہب نے انکو مدینہ طیبہ کی راہ بتلائی کہ وہان پیغمبر آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا پس مدینہ کو آئے اور بعد ظہور آفتاب نبوت کے راہب نے جو نشانات بتلائے تھے انکی آزمائش کر کے مسلمان ہوئے اور جلیل القدر صحابہ مین شمار ہین رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین اور اس درمیان مین دس جگہ سے زیادہ فروخت ہوئے اور حضرت استاد شیخ محقق نے مجھے جواب دیا کہ وہ زمانہ فترت تھا اور یہود پر جہاد بھی نہین ہوا تھا پس زمانہ فترت کا برتاؤ اسیطرح جائز ہوتا ہو جیسے جورو اور مرد کا زمانہ کفر کا نکاح بعد اسلام کے برقرار رکھا جاتا ہو پس قبضہ مالکانہ جائز رکھا گیا حتی کہ مالک کو عوض دیکر حضرت سلمان رضہ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ اس نظیر پر ممکن ہو کہ عزیز مصر کا خرید و قبضہ روا ہو اور انکے دستور کے موافق بادشاہ نے کہا کہ اسکو لاؤ مین اسکو اپنے واسطے خالص کر لونگا اور احتمال ہو کہ اسکو اپنے خاص مقربان لوگون مین سے بنا لونگا بسراج وغیرہ مین لایا کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہو کہ ایلچی قید خانہ مین حضرت یوسف عم کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپکو بادشاہ نے طلب کیا ہو آپ قید خانہ کا لباس اُتارین اور یہ لباس پہنین۔ آپ نے قبول کیا اور غسل کر کے لباس فاخرہ پہنکر

خوشبو سے آراستہ ہو کر چلنے کا قصد کیا اور قیدخانہ والون کو وداع فرمایا۔ قیدخانہ والے سب گریان اخلاق کے مطیع تھے دعائین دینے لگے اور آپ نے بھی اُنکے لیے دعا فرمائی کہ اے پروردگار انپر نیکون کے دل مہربان کر اور قیدخانہ سے نکلکر دروازہ پر لکھا کہ یہ مکان امتحان خانہ ہے زندون کا مقبرہ ہے غم والم کی کوٹھری ہے دوستون کے تجربہ کا اور دشمنون کے مضحکہ کا مقام ہے۔ روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تعلیم کیا تھا کہ دعا کرو اسطرح کہ اللھم اجعل لی من عندک فرجا ومخرجا وارزقنی من حیث لا احتسب۔ اے پروردگار اپنے پاس سے میرے لیے کشایش و رہائی دیدے اور ایسی جگہ سے مجھے رزق دے جہان میرا خیال بھی نہین ہے۔ تو اللہ تعالے نے قبول فرماکر اسطرح نکو رہائی و منزلت عطا فرمائی۔ وہان سے روانہ ہو کر بادشاہ کے دربار مین آئے۔ روایت ہے کہ یہ دعا پڑھی۔ اللھم انی اسالک بخیرک من خیرہ واعوذ بعزتک وقدرتک من شرہ۔ اے رب میرے مین تیری بھلائی کو چاہتا ہون اُس شخص کے پاس ہے اور تیری عزت وقدرت کے ساتھ پناہ ڈھونڈھتا ہون اُس کے شر سے۔ پھر عربی وعبرانی زبانون مین اسکو سلام کیا حالانکہ بادشاہ سواے ان دونون زبانون کے ستر زبان بولتا تھا اور یوسف علیہ السلام نے اُسکو ہر زبان مین جواب دیا۔ روایت ہے کہ اپنے سامنے بہت مہربانی سے بٹھلایا اور دیکھا کہ ایک تیس برس کا نوجوان ہے تو تعجب سے کہا کہ بڑے بڑے ساحر و کاہن میرے خواب کی تعبیر مین عاجز ہین اور یہ لڑکا جانتا ہے حضرت یوسف کو خاندان عزت وشرف و فضل وسعادت سے دیکھکر تعظیم وتکریم کی اور چاہا کہ اپنے خواب کی تعبیر بالمشافہ سُنے چنانچہ یوسف علیہ السلام نے بہت اچھے طریقہ سے واضح مکمل تعبیر بیان کی فَلَمَّا كَلَّمَهٗ پس جب اُس سے کلام کیا یعنی یوسف علیہ السلام نے بادشاہ سے یا بادشاہ نے حضرت یوسف سے گفتگو کی اور صدق وراست گفتاری وعقل ودانائی ظاہر ہوئی قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ بادشاہ بولا کہ آج کے روز سے تو ہمارے نزدیک مکین وامین ہے یعنی قرب منزلت والا اور امانت دار ہے۔ یہ حیلہ حالت وقرائن سے اسکو ظاہر ہوا جب کہ زلیخا و زنان مصر کے معاملہ مین اسکو نہایت اجتناب سے راستی ظاہر ہو چکی تھی اور خود اس نے اچھی فراست سے دریافت کر لیا پس تاج مکلل بجواہر پہنایا اور گھوڑا اپنے خاصہ گھوڑون مین سے پورے ساز سے آراستہ دیا اور ایک تخت دراز جڑاؤ بیٹھنے کے لیے مہیا کر دیا۔ روایت ہے کہ تعبیر خواب سُنکر تدبیر پوچھی کہ پھر کیا انتظام کرنا چاہیے تو آپ نے راے دی کہ ان سات برس مین نہایت کثرت سے زراعت کرکے بہت بڑے بڑے مکانات و کھتے تیار کرا کے بھر دینا چاہیے تاکہ ایام قحط مین بہت کار آمد ہون خصوص اسطرح کہ پردیس سے لوگ خریدنے آوین تو ہم اُن کے ہاتھ فروخت کرین پس خزانہ معمور ہو جائیگا۔ بادشاہ نے کہا کہ راے بہت اچھی ہے لیکن اس کام کا متکفل کون شخص ہوگا تو قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ یوسف نے کہا کہ مجھے مقرر کر دے زمین کے خزانون پر یعنی ملک مصر کی ساری پیداوار پر جو بادشاہ کی طرف سے ہوگی مجھے اسکی پرداخت وحساب کتاب پر مقرر کر دے۔ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ مین بہت حفاظت کرنے والا اور بہت جاننے والا ہون یعنی ہر ایک خزانہ کی حفاظت اور حساب کتاب اور جسطرح پر خرچ ہونا چاہیے اس مین مجھے اچھی دہارت ہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ شیبہ بن نعامہ نے کہا کہ جو کچھ تو مجھے ودیعت کریگا مین اس کی خوب حفاظت کرونگا اور ایام قحط کا علم مجھے خوب ہے کذا رواہ ابن ابی حاتم عنہ۔ اور کہا کہ خزائن سے مراد وہی اناج کے انبار ہین جو ایام قحط کے لیے جمع کیے گئے جو اہرام مصر کے نام سے مشہور تھے پس حفاظت وعلم سے انکو خرچ کرنے کا اقرار کیا۔ وفی المعالم وغیرہ خزائن سے خراج مصر مراد ہے بہرحال ارض سے فقط ملک مصر مقصود ہے اور ابن عباس رض نے روایت کی کہ اگر حضرت یوسف خود امارت کا سوال نہ کرتے تو اسی وقت بادشاہ انکو مقرر کر دیتا ولیکن درخواست پر ایک سال تاخیر کے بعد مقرر کیا۔ امام رازی رح نے کہا کہ یہ عجائب قدرت الٰہیہ مین سے ہے دیکھو کہ قیدخانہ سے نکلنے مین ڈھیل ڈالی تو نہایت عمدہ طریقہ سے اصرار کے ساتھ بلوایا اور جب اس درخواست مین جلدی کی تو اللہ تعالے نے خواہش پوری ہونے مین ایکسال تاخیر کی اور کہا کہ اسمین ارشاد ہے کہ انسان کو بالکلیہ امور اللہ تعالے پر تفویض کرنا نہایت بہتر ہے۔ اور امام رازی رح نے تحت قولہ فلبث فی السجن بضع سنین ذکر کیا

کہ مجھے ابتدائے عمر سے آخر تک جو تجربہ ہوا یہ ہی کہ جب آدمی نے کسی کام میں اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسرے پر اعتماد کیا تو یہی اسکی محنت وبال کا سبب ہو جاتا ہے اور کچھ نہ کچھ نقصان پہونچتا ہے اور جب اس نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا اور کسی مخلوق سے رجوع نہ کیا تو نہایت عمدہ طریقہ سے اسکی مراد حاصل ہو جاتی ہے اور یہ تجربہ مجھکو ابتدائے عمر سے اسوقت تک کہ قریب ستاون برس کے میری عمر ہے برابر ہوتا رہا یہانتک کہ اب میرا دل مضبوط جم گیا کہ آدمی کو سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کے کسی چیز پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ ریان بن الولید بادشاہ مصر نے یوسف علیہ السلام کو سلطنت مصر کی وزارت پر مقرر کیا بجائے عزیز مصر کے جس نے انکو خریدا تھا یعنی عزیز کو معزول کیا اور بادشاہ حضرت یوسف کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا یہی مجاہد کا قول ہے۔ اور محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ جب حضرت یوسف نے درخواست کی کہ اجعلنی علی خزائن الارض تو بادشاہ نے قبول کیا اور کہا کہ میں نے ایسا ہی کر دیا پس روایت کرتے ہیں کہ اطفیر کے بجائے مقرر کیا اور اطفیر کو معزول کیا۔ وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا اور یوں ہی ہم نے منزلت دی یا مضبوط قائم کیا۔ لِيُوسُفَ یوسف کو فِي الْأَرْضِ زمین مصر میں يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ جگہ لیتے تھے اس میں جہاں چاہتے تھے یعنی بعد ضیق قیدخانہ و محنت و تکلیف کے اسقدر فراخی و وسعت دیدی۔ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ سدی و عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے کہا کہ تصرف کرتے تھے اس میں جسطرح چاہتے تھے بسراج میں لایا کہ ابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ جب روز درخواست سے ایک سال ختم ہوا تو بادشاہ نے بلا کر حضرت یوسف علیہ السلام کو تاج پہنایا اور اپنی مہر انکی انگلی میں پہنائی اور تلوار بندھوائی اور تخت پر بٹھلا کر تمام کام تفویض کر دیے لیکن حضرت یوسف نے فرمایا کہ تخت سے میں آپ کی سلطنت کو اسکے کام دونگا اور مہر سے تدبیر و انتظام سلطنت رکھونگا اور رہا تاج تو یہ میرے باپ دادا کا لباس نہیں ہے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ تمام سلطنت میں ڈھنڈورا کر دیا گیا کہ حضرت یوسف نائب السلطنۃ ہیں اور انکو دربار عام میں نکلنے کا حکم دیا پس چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلے اور بادشاہوں نے انکی تعظیم کے لیے گردنیں جھکائیں اور بادشاہ اپنی محلسرا میں داخل ہو گیا تمام کام حضرت یوسف کے حوالہ کر دیا۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحاق نے کہا کہ مجھے بیان کیا گیا ہے کہ اطفیر انہیں راتوں میں (بعض نے تین روز بیان کیے ہیں) مر گیا ابن کثیر رح نے کہا کہ فضیل بن عیاض نے کہا کہ عزیز کی جورو یعنی زلیخا ایک روز حضرت یوسف کے راستہ پر کھڑی تھی جب آپ کی سواری گذری تو اس نے آواز دی کہ سب تعریف ایک اللہ کو ہے وحدہ لاشریک کو جسنے غلاموں کو بسبب طاعت کے بادشاہ کر دیا اور بادشاہوں کو بسبب معصیت کے غلام بنا دیا۔ اور معالم و سراج میں لایا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ ابن زید نے بیان فرمایا کہ یوسف کی ذات سے مصر میں عدل قائم ہوا اور آپ کے ہاتھ پر بادشاہ و بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے اور آپ نے قحط کے سات برسوں میں سے پہلے برس تو اناج بعوض روپیہ و اشرفی کے اہل مصر کے ہاتھ بیچا پھر دوسرے سال بعوض موتی و جواہرات کے پھر تیسرے سال بعوض جانور چوپاؤں کے پھر چوتھے سال بعوض لونڈی غلاموں کے پھر پانچویں سال بعوض زمین و گھر بار کے پھر چھٹے سال بعوض انکی اولاد کے پھر ساتویں سال انکی جانوں کے عوض میں بیچا یہانتک کہ ملک مصر میں کوئی مرد و عورت آزاد نہ رہے سب کے سب غلام ہو گئے تو لوگوں نے کہا کہ ہمنے ایسا زمانہ نہیں دیکھا جیسا کہ اس بادشاہ کے زمانہ میں ہے کہ تمام لوگ اسکے لونڈی غلام ہیں یہ نہایت دبدبہ و انتظام کی سلطنت ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی تو حکم دیا کہ منادی کر دی جاوے کہ تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد ہو اور ہر ایک کے مال و اسباب انکو پھیر دیے اور کسی کے ہاتھ ایک اونٹ بھر سے زیادہ طعام نہ بیچتے تھے تاکہ باقیوں پر تنگی نہ ہو جاوے یہ خلاصہ روایات معالم و کشاف ہے مترجم کہتا ہے کہ ہماری شریعت میں کوئی شخص اپنی اولاد یا اپنی ذات کو فروخت نہیں کر سکتا اور مرد آزاد یا عورت آزادہ کی بیع بالکل باطل ہے اور مجھے کوئی دلیل ایسی نہ ملی جس سے معلوم ہو کہ اگلی امتوں میں یہ جائز تھا ہاں اس قصہ میں البتہ بیع مذکور ہے اور شاید کہ اس سے غرض صرف یہ ہو کہ تمام رعایا اپنے بادشاہ کے حکم کی مثل لونڈی غلام کے فرمانبردار ہو جاویں اور تمام خزانہ بادشاہی اسطرح معمور ہو جاوے کہ نہایت حسن تدبیر سے انھیں بندگان خدا کے آرام و آسائش میں صرف کیا جاوے اور جو لوگ کہ بہسالت سے

[illegible]

شان یوسف علیہ السلام میں ملوکیت کا عیب لگاتے تھے اُن کی زبانیں بند ہو جاویں کہ آنحضرت علیہ السلام زبردستی بیچے گئے اور یہ لوگ اپنی ذاتی رضامندی سے فروخت ہوئے پھر انپر ایک احسان یہ رہا کہ خود انکو آزاد کر دیا اور دوسرا احسان یہ ہوا کہ انکی اولاد اور مال و متاع واپس کر دیے اور یہ بھی غرض تھی کہ لوگ اسراف و فضول خرچی نہ کرنے پاویں بلکہ نہایت کفایت سے خرچ اٹھاویں خصوص جبکہ اولادی چیز انکو فروخت کرنی پڑیگی اور یہ نہایت عمدہ سلطنت کی تدبیر تھی بس درحقیقت اس سے بیع ہونا یا اسکا جواز نہیں نکلتا ہو حالانکہ احکام کیواسطے استدلال کے لیے نص قطعی ہونی چاہیئے اور ایسی روایات اہل قصص کی ہیں جنکا یہ مرتبہ نہیں ہے کہ انسے احکام میں استدلال کیا جاوے جیسے تاریخی حالات در روایات ہوا کرتی ہیں اسی قدر انکا مرتبہ ہے اسی واسطے امام رازی رحمہ نے اس قصہ میں جا بجا تنبیہ کر دی کہ سوائے نصوص قرآنی یا احادیث صحیحہ کے باقی روایات اس قصہ کی ہمکو قطعی نہیں معلوم ہیں اور نہ ہمارا مطلب انپر موقوف ہے بلکہ ہم ان روایتوں کے بعد یہی کہتے ہیں کہ ایسا قصہ بیان کیا گیا ہے اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ سے تا زمانہ اسلام بلکہ تا ایندم ایک بہت دراز زمانہ ہزاروں برس گذرے تو تحقیقی روایات کا جو طریقہ مقرر ہے کہ بیان کرنے والا انسان بتاوے کہ اس نے کس شخص کی زبان سے سنا ہے اور پھر اُس نے کس سے سنا تھا یہاں تک یہ سلسلہ ایک ایسے شخص پر ختم ہو جس نے یہ بیان کیا کہ میں نے بچشم خود دیکھا اور پھر جتنے لوگ اس سلسلہ میں راوی ہوں سب کے حال سے ہم واقف ہوں کہ ان میں یہ لوگ اپنے اپنے زمانہ میں بڑے متقی تھے جیسے مثلاً امام محمد ابو حنیفہؒ نے سنا زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے عائشہؓ سے روایت کی تو یہ سب لوگ معروف ثقہ ہیں یا ایسی کوئی کتاب ہو جس کی نسبت ہر صدی والے لاکھوں آدمی یہ بیان کریں کہ ہمارے وقت میں اسی طرح تھی جیسی اب ہے وہ ہاتھوں ہاتھ برابر چلی آئی ہو پس یہاں تو ان میں سے کوئی بات نہیں ہے پھر سوائے ایک زبانی قصہ کے جیسے رستم واسفندیار کی لڑائی کے اور کچھ تحقیق نہیں ہو سکتا ہے۔ اور یہی حال اس زمانہ میں تاریخوں کا ہے پس جب کوئی فرقہ تاریخوں پر اعتماد کر کے خلاف شریعت احکام نکالتا ہے تو اپنی جہالت سے وہ تحقیقی روایات اور راوی قصہ میں فرق نہیں کرتا پس گمراہ ہو کر دوسروں کو بہکاتا ہے نعوذ باللہ من الجہل والضلال۔ یہاں انسان کے بیع کا مسئلہ صاف صاف بیان کر دیا جاوے تاکہ کوئی دھوکا نہ کھاوے۔ واضح ہو کہ اصلی پیدایش میں آدمی سب آزاد تھے اور سب اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق جانتے تھے اور یہ سب اسکے بندے تھے اور بندہ و غلام ایک معنی میں ہیں اسی واسطے حدیث میں منع آیا ہے کہ کوئی اپنے مملوک کو غلام یا لونڈی نہ کہے تم سب کے سب اللہ تعالیٰ کے لونڈی غلام ہو بلکہ چھوکرا چھوکری کہو۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام سے ایک زمانہ کے بعد لوگوں نے بت پرستی اختیار کی اور یہاں تک اس کا زور ہوا کہ آج کے زمانہ میں لوگ خود مشاہدہ کرتے ہیں تو جب بتوں کی پرستش کرنے لگے تو ان کو معبود بنایا اور خود عبد یعنی بندے بنگئے اور یہ نہایت ناپاک و کمینہ پن اختیار کیا کہ آدمی جو سب سے معزز و مکرم تھا اس نے اپنے آپکو خوار یہاں تک بنایا کہ پتھر وغیرہ کی ایک صورت کا غلام و لونڈی بنگیا اور پتھر وغیرہ جو چیزیں انسان کے آرام دینے کے کام کی تھیں انکو اپنا معبود بنا لیا۔ جب انھوں نے خود اپنا یہ حال کیا اور خالق جل شانہ سے منہ موڑا اور شرک و کفر میں غوطے کھائے اور روئے زمین پر شرک و کفر و فساد پھیلایا تو حق تعالیٰ نے انبیاء و رسول بھیجے اور ان کو ہر طرح سے ہدایت و آیات دیں۔ اسطرح فہمائش کی یہاں تک کہ حکم دیا کہ جو کوئی ان میں سے پھر سیدھی راہ پر آجاوے تو اس کو اسی اعزاز و اکرام سے اپنا بھائی بناؤ اور وہ مثل تمہارے معزز و مکرم ہے۔ باوجود اس انعام و فضل کے تھوڑے نکلے جو سیدھی راہ پر آئے اور ہزاروں لاکھوں وہی پتھروں و درختوں و سانپوں و چاند سورج و آگ و جن و بھوت و دیو کے بندے بنے رہے آخر انبیاء کو ان پر جہاد کا حکم دیا اور پھر بھی یہ کہ فتح کے بعد جو کوئی راہ راست پر آجاوے اسکو اپنا بھائی بنا کر رکھو۔ اور جو کوئی تمہارے قبضہ میں آکر پھر بھی اللہ تعالیٰ کو معبود نہ مانے اور وہی اپنے سے حقیر چیز کا بندہ بنا رہنے پر اصرار کرے اسکو قتل کرو کیونکہ فساد پھیلانا اچھا نہیں ہے اس کے دیکھا دیکھی لاکھوں

گمراہ ہوجاوینگے چنانچہ حضرت موسیٰ وحضرت یوشع وسلیمان وغیرہ علیہم السلام پر یہی حکم رہا پھر حضرت سرور عالم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت مین ایک رحمت خاص یہ فرمائی کہ جو غلام کے بعد فتح کے اسکو قتل مت کرو یعنی گویا خالص رحمت سے وعدہ فرمایا کہ ہم یا تو اسکو کسی وقت ہدایت دیدینگے یا اسکی شرارت کو قوت نہ دینگے اور شیطان اسکی معاونت سے کچھ قابو نہ پاویگا۔ ولیکن یہ حکم برابر رہا کہ اگر صلح وفہمائش سے راہ راست پر نہ آوے تو لڑائی سے اسکو تابع کرو اور اپنا مملوک بناؤ کیونکہ جب وہ بذات خود اپنی خوشی سے پتھر وکنکر وآگ وسورج کا بندہ بنگیا تھا تو اب تمہارا زیردست مملوک رہنا اس سے بہت بہتر ہے کیونکہ اول تو تم معزز ومکرم آدمی ہو اور اسکا معبود دانا ہوا پتھر وغیرہ ہے دوم اس حقیر چیز کا تو یہ شخص بندہ بنگیا تھا اور تم تو اس سے فقط یہ چاہتے ہو کہ تمہاری فرمانبرداری کرے اور تم خود نہایت بیزار ہوجاؤ اگر تم کو وہ خدا بتلاوے کیونکہ تم خوب یقین جانتے ہو کہ خالق عزوجل وحدہ لاشریک سب کا معبود وپیدا کرنے والا اللہ ہے اور سوم یہ شخص اس حقیر چیز معبود کے واسطے اپنا مال ومتاع نذر چڑھاتا اور شیاطین کو کھلاتا اور بیرحمی سے بکروں وبھیڑوں جانوروں کی گردنیں مارتا اور ناچ کود وشور وفساد پھیلاتا اور ناحق مال ضائع کرتا لوگوں کے اخلاق وعادات بگاڑتا تھا اور اب تمہارے لیے محنت کرکے جو مال ومتاع لاویگا اس سے تم کھاؤ گے اور بیفکری سے اللہ تعالیٰ کی طاعت وعبادت کروگے لوگوں مین علم وتعلیم پھیلاؤگے اور بیکسوں محتاجوں مفلسوں کی خبرگیری کروگے لوگوں مین عدل وانصاف کی راہ جاری کروگے تو ضرور ہوا کہ وہ تمہارا زیردست کردیا جاوے جسمین تمہارے حق مین اسقدر فائدے ہین اور خود اسکے حق مین بھی نہایت ہی مفید ہے کیونکہ اول تو تمہارے اخلاق وعادات دیکھکر وہ علم وحکمت سے شائستہ ہوگا۔ حدیث صحیح مین ہے کہ جو شخص اپنی باندی کو دین کا علم وادب سکھلا کر بعد ایمان کے آزاد کرکے پھر اسکی خوشی کے ساتھ اُس سے نکاح کرلے تو اسکو دونا ثواب اللہ تعالیٰ عطا فرماویگا۔ اور دوم یہ کہ جو کما لاویگا یا تمہارے پاس ہوگا تو پھر اسکا کھلانا فرض ہے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ جن لوگون کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے زیردست کردیا ہے وہ تمہارے بھائی ہین تو جو تم کھاؤ اس مین سے اسکو بھی کھلاؤ۔ چنانچہ بہت سے متقدمین اپنے برابر ساتھ کھلاتے وپہناتے اور سوار کرلیتے تھے۔ اور سوم یہ کہ جو لاویگا اس مین سے تمہارے برابر یا اچھا کپڑا پہننے مین یہ مال خرچ کیا جاویگا یہ حکم حدیث صحیح مین مذکور اور متقدمین کا اسپر عمل رہا ہے تو یہ نہ ہوگا کہ ناحق اپنے بت یا دیوتا یا پیر یا کالی کے خوف کے مارے اس مال کو ضائع کرکے چلا آوے اور خود تکلیف مین پڑا رہے اور علاوہ یہ کہ اسکے اموال کے منافع سے غریبون کی دستگیری ونیکون کی تعلیم مین خرچ سے ثواب مین اسکا حصہ ہوگا۔ چہارم ان گناہون سے بچیگا جو اسکی خودمختاری سے لوگون مین فساد پھیلانے سے پیدا ہوتے تھے۔ ان سب سے بڑھکر پانچوان نفع یہ ہے کہ اسکا دل جو نہایت تاریکی وپتھرون سے بدتر خواری مین پڑا تھا اب رفتہ رفتہ خالق جل شانہ کی پاک علامت سے بھرجاویگا اور اس کبریائی کے آثار سے وہ اپنے نفس کو ایسا ذلیل وخوار نہین کریگا جب یہ بات معلوم ہوچکی تو اب ہم کہتے ہین کہ جب وہ ایمان لایا اور راہ راست پر چل گیا تو لائق یہی ہے کہ اسکا آقا اسکو آزاد کردے اور کچھ مال ومتاع اُسکو دیدے کہ وہ تجارت کرکے اوقات بسر کرے جیسا کہ قرآن پاک مین حکم ہے مگر اس شرط سے کہ تم انمین نیکی کے ڈھنگ پاؤ دیکھو لیکن کثرت سے ایسا ہوتا ہے کہ وہ پھر انہین خیالات باطلہ کی طرف پھرجاتا ہے یا آقا کو اپنی ضرورت کی لحاظ سے تکلیف ہوتی ہے حالانکہ جب طور پر ہے وہ ایک گھر کے کنبہ والون مین سے شمار کیا جاتا ہے کوئی اسکو تکلیف نہین دیجاتی ہے چنانچہ صحیح حدیث مین حکم ہے کہ مملوک کو ایسا کام کرنیکا حکم مت دو جسمین وہ تھکجاوے ورنہ تم خود اسکے ساتھ شرکت کرکے بوجھ بٹاؤ پس اسوجہ سے کبھی آزاد نہین ہوتا اور کبھی اسوجہ سے کہ اسکا حال ٹھیک نہین ہے تو آزاد نہین کیا جاتا ہے۔ تو یہ ان کا حال ہے جو مسلمان ہوگئے اور جو کافر رہے انکے ساتھ بھی سب برتاؤ نیکی کا رہیگا سوا اس بات کے کہ کافر چھوکری سے جب وہ یہودیہ یا نصرانیہ نہ ہووے نکاح نہین ہوسکتا ہے پس کافر مملوک سے جو اولاد ہوئی وہ بھی مملوک رہی لیکن حرام ہے کہ انکا الله خیر بچہ کبھی فروخت کرکے جدا کیا جاوے اب یہان مسئلہ کی تفصیل اس طرح ہوئی کہ مملوک چھوکرا یا چھوکری دو قسم کے ہین ایک جو مشرک باقی رہین۔ دوم وہ جو مسلمان ہوجاوین مشرک مین پھر دو قسم ہین ایک

وہ جو یہودی یا نصرانی ہوں یعنی کسی آسمانی کتاب کا اقرار کریں تو ایسی چھوکری اپنے آقا کی مملوک ہے اور بدون نکاح کے آقا اسکو اپنی بیوی بنا سکتا ہے اور جو اولاد اُس سے پیدا ہو وہ مملوک نہوگی بلکہ باپ کی طرح آزاد ہوگی لیکن باپ کے مرتے ہی اسکی ماں آزاد ہوجائیگی وہ کبھی اپنی ماں کا مالک نہیں ہوسکتا ہے۔ اسیطرح جو چھوکری مسلمان ہوگئی ہو اس کا حکم بھی اسی طرح پر ہے۔ قسم دوم مشرک مملوک جو کتابی نہو بلکہ بت پرست یا آتش پرست وغیرہ ہو تو آقا کو حلال نہیں کہ اسکو جورو بناوے بلکہ کسی مشرک چھوکرے سے اُس کا نکاح کردے لیکن اگر اُس سے خدمت لے تو خود کھانا کپڑا ضرور دیا دیوے اور اگر خدمت کرتی ہے تو چھوکرے کا آقا دیگا اور اگر کسی آزاد سے نکاح کردیا ہے تو آزاد دیگا۔ پھر جو اولاد پیدا ہو وہ چھوکری کے آقا کی مملوک ہوگی یہی کھانا کپڑا اٹھاوے پھر اگرچہ مدتوں اولاد بھی مسلمان ہوجاوے تو آقا کو روا ہوگا کہ اسکو بی بی بناوے۔ اب رہے وہ لوگ جن کا ملک بعد لڑائی کے فتح کیا مگر انکو رعیت کی طور پر بسایا تو وے آزاد رہے انکی جان و مال آزاد ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ انکو کسی زمانہ کے بعد مملوک بناوے اور انکی اولاد آزاد ہے انکا بیچنا و مول لینا جائز نہیں ہے اسی واسطے ہندوستان میں جو لوگ ایسی چھوکریاں خریدتے تھے جن کی نسبت یہ معلوم ہے کہ فلاں شخص کی اولاد میں تو یہ بیع باطل ہے اور بعض علماء کو شبہ ہوا کہ جائز ہے اس وجہ سے کہ ہندوستان بزور شمشیر فتح ہوا تھا اور صلح سے نہیں فتح ہوا ہے اور اسی فتوی پر ایک مدت تک عمل رہا پھر آخر میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی نے ناجائز ہونا شرع سے ثابت کیا۔ اس صورت میں جن لوگوں کی اولاد پہلے فتوے پر ہے تو وہ آزاد ہے اور دوسرے فتوے کے موافق بیع ہی جائز نہیں ہے صرف بطور پرورش انکا پالنا متحقق ہوا ورنہ وے آزاد ہیں۔ اب رہا کلام یہاں ایک صورت میں اور وہ اکثر عرب و عجم کے بلاد اسلام میں واقع ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اکثر مسلمان عورتیں چھوکریاں یا غلام حبشی ہوں یا دوسرے ہوں لوگ فروخت کرتے ہیں اور خریدنے والے انکو خرید لیتے ہیں تو جب تک یہ ثابت نہو کہ ظلم کی راہ سے کہیں سے گرفتار کرکے لائے ہیں ظاہری حکم میں جواز کا فتوے دیا گیا ہے اور بعض محققین نے براہ دیانت و تقویٰ اس شبہ کی وجہ سے منع کیا ہے کہ بردہ فروش انکو ظلم سے پکڑ لاتے ہیں پس احتیاط اچھی ہے اور ظاہری صورت میں جواز اس وجہ سے ہوا کہ ایک شخص کے قبضہ میں فروخت ہونے کے لیے موجود ہیں اور یہ ممکن ہے کہ یہ لوگ خود مسلمان ہوگئے ہوں مگر آزاد نہ کیے گئے ہوں مملوک رہے یا مسلمان چھوکرا چھوکری کی اولاد ہوں جو خود مملوک رہے تو کوئی وجہ اس امر کی پائی نہیں جاتی کہ بلا دلیل کے انکو آزاد قرار دیا جاوے پھر واضح ہو کہ جو اصل اوپر مذکور ہوئی اُسکے موافق جہاں کہیں مملوک مسلمان ہوگیا اور معلوم ہوا کہ اس نے اپنے معبود حقیقی کو پہچانا اور اسی کی عبادت پر قائم ہے اور اپنے ذاتی عزت و اکرام کو جو اللہ تعالیٰ نے آدمی کو دیا ہے اس نے محفوظ کرلیا اور دیگر مخلوقات جو آدمی سے حقیر ادنیٰ ہیں منافع و راحت کے لیے ہیں ان کا بندہ نہیں بنا چاہتا ہے تو اب ہر مسلمان دیندار پر واجب ہے کہ انکو اپنے مثل آزادی دیوے اور نہایت دلی محبت کیساتھ ان کی مددگاری و معاونت کرے کیونکہ اب انپر کوئی الزام نہیں رہا اور نہ انکی ذات سے ظلم و نافرمانی و فساد پھیلنے کا اندیشہ ہے اور نہ اس کا ڈر ہے کہ دوسرے آدمیوں کو یا دوسری چیزوں جیسے آگ وغیرہ کا بندہ بنانے پر مجبور کرینگے یا خالق عزوجل کی عبادت کرنے والوں کو ستاوینگے یا بندگان حق تعالیٰ کو ذلیل و خوار کرینگے یا انکی روزی و معاش میں تنگی کرکے اُن کو پریشان کرینگے کوئی الزام نہیں ہے سوا ایک الزام کے کہ انہوں نے راہ راست پر آنے میں دیر کی ہے اللہ تعالیٰ کے بندوں کا وقت ضائع کیا حتیٰ کہ وہ عبادت و طاعت و تعلیم و تحصیل علم سے الگ ہو کر ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور برکت جاتی رہی اگر نہ مانے آخر تلوار سے لڑائی کی نوبت پہنچی مجبور ہو کر مانے اور بڑی خونریزی کے بعد راہ راست پر آئے ولیکن حسن خلق و کمال آدمیت کی راہ سے اُن سے درگزر کرکے احسان کرنا چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ الغرض حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے انہیں دنوں تو ہیبت کے دنیا میں اس طرح معزز و مکرم کردیا کہ گویا بادشاہ مصر وہی تھے۔ اب یہاں دو باتیں ہیں ایک تو کنوئیں میں ڈالے جانے و بازار میں فروخت ہونے و قید ہونے وغیرہ کی مصیبتیں اٹھانا اور

دوسرے ان سختیون اور مصیبتون پر یہ توحید جاننا کہ سب بحکم آلہی ہین وا سپر راضی ہونا۔ اور مین نے جو کہا کہ یہ جاننا کہ سب بحکم آلہی ہین یہ بالکل صحیح ہے اگرچہ اس زمانہ کے بہت لوگ جو اپنے آپکو بڑا ذی علم ومہذب جانتے ہین اس سے بالکل منکر ہین اور سوائے نادانی کی باتون کے عقلی دلیل کوئی نہین رکھتے ہین تو مین کہتا ہون کہ یہان یہ سوال ہے کہ زید پر عمرو نے جو سختی کی کیا اللہ تعالیٰ نے جو دونون کا خالق ہے وہ اس سے آگاہ ہے یا نہین ہے۔ اگر تم کہو کہ وہ کیا جانے تو نعوذ باللہ تم نے خالق کو جاہل بنایا اور یہ بالکل غلط ہی جو خالق ومعبود ہے اُسکا علم واسکی قدرت سب مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے اور جس نے اپنا خالق واپنا معبود ایسا جاہل بنایا وہ خود سخت جاہل ہے بھلا اُسکے عبادت کرنے اور دعا مانگنے کی اُسکو کیا خبر ہوگی۔ غرضکہ یہ سوائے دیوانہ جاہل احمق کے کوئی نہ کہیگا۔ تو صحیح یہ ہوا کہ خالق عزوجل جانتا ہی اب بتلاؤ کہ اُسکا ارادہ کیا ہوا آیا یہ کہ ایسا ہو یا نہو پس اگر یہ ارادہ ہو کہ ایسا نہونے پاوے تو عمرو کی کیا مجال ہی کہ اُسکو سختی پہونچا دے اور اگر اُسکی کسی حکمت سے یہ ہو کہ ایسا ہو تو عمرو سے ضرور ہوگا اب رہا یہ کہ وہ راضی ہی یا نہین تو وہ راضی نہین ہے چنانچہ ہم راضی نہین ہین کہ اپنے بچہ کو مارین مگر مارنے کا ارادہ اُس کی بُری حرکت پر ضرور ہے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ مین ہمکو حکمت دریافت نہین ہوسکتی کہ یہ کیون ہوا اس لیے کہ اسکی حکمت سے تمام جہان بے انتہا ہر ہر ذرہ اپنے اپنے موقع پر بے انتہا منافع کے ساتھ قائم ہے تو اسقدر بے انتہا سمجھ ہماری نہین ہے کہ اُسکی حکمت کا ایک ذرہ بھی ہم احاطہ کرلین وہ خالق ہے ہم اور ہماری سمجھ اُس کی حکمت کی بنائی ہوئی ہین تو اسکا خیال بھی حماقت کا داغ ہے پس اب صحیح معلوم ہوگیا کہ یہ سختی بارادہ حق عزوجل تھی۔ اب عالم دیندار یہ یقین کرکے راضی ہوگا کہ اس سختی کو بسر وچشم قبول کرون کہ وہ میرے خالق عزوجل کے ارادہ سے ہے۔ پس دو باتین ہوگئین ایک سختی اُٹھانا حالانکہ دوسرے لوگ راحت مین ہین۔ دوم اسپر رضامندی۔ پس دونون کے عوض بڑا ثواب ہے اور رضامندی پر نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا ثواب ہے۔ اب جانو کہ اللہ تعالیٰ نے یہان صرف دنیاوی بدن کی سختی کے عوض اُن کو دنیاوی نعمت یہ عطا فرمائی کہ بادشاہ مصر کے وزیر اعظم خود مختار ہوئے اور نعمت اس وجہ سے تھی کہ اسمین بھی ثواب عظیم تھا ایک تو عدل قائم کرنے کا اور دوم ایمان کے ساتھ دولت تبلیغ رسالت کا۔ حدیث مین ہے کہ اگر ایک آدمی تیرے ہاتھ پر ایمان سے مشرف ہو تو تجھے سُرخ اونٹون سے بہتر نعمت ہے۔ جیسے بولتے ہین کہ اکسیر سے بڑھکر یا دنیا ومافیہا سے بڑھکر ہے۔ یہان تو بادشاہ ایمان سے مشرف ہوا مگر باوجود بادشاہت کے اُس کا یہ مرتبہ نہ تھا جو حضرت یوسف علیہ السلام کو اس نعمت مین حاصل ہوا یہ محض فضل آلہی ہے کہ پوری نعمت کے سب رکن اپنے اپنے موقع پر پیوستہ ہون لہذا فرمایا۔ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَشَاءُ حصہ دیتے ہین ہم اپنی رحمت سے جس کو چاہتے ہین۔ اللہ تعالیٰ خالق عزوجل خود مختار ہے جس مخلوق کو چاہے جو کچھ عطا فرماوے اور چونکہ علیم وحکیم ہے لہذا ہم سب ایمانا یقین کرتے ہین کہ عین حکمت کے ساتھ ہے۔ اس نعمت کو رحمت قرار دیا کیونکہ عدل ایک ساعت کا ثواب ایک حج مبرور کے برابر مذکور ہے اور ایک شخص کا ایمان لانا سُرخ اونٹون سے بہتر ہے۔ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ اور ہم ضائع نہین فرماتے نیکی کرنے والون کا ثواب۔ رازی رح نے کہا کہ ثواب ضائع کرنا یا تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ آدمی کو اتنی مزدوری دینے کی طاقت نہین ہی یا کسی وجہ سے عاجز ہے یا بخل کی وجہ سے نہین دینا چاہتا یا بادشاہ کو خبر ہی نہین کہ فلان کارپرداز نے کیا کام کیا تو بیچارے کی مزدوری ضائع ہوجاتی ہی اور اللہ تعالیٰ کی جناب پاک مین یہ سب ممتنع ہی نہ وہ عاجز ہی نہ وہ بخیل ہی نہ وہ نادان ہی ایک چیونٹی کی جنبش ایک پہاڑ کی کھوہ مین اندھیری رات مین اُسکے علم کے سامنے حاضر ہی اور مترجم نے قولہ وما تسقط من ورقة الا يعلمها الآیۃ کی تحت مین تفصیل کی ہی حالانکہ ہر تفصیل وتوضیح وعبارت واشارت حضرت باری تعالیٰ شانہ کی صفات پاک مین عاجز ہین وہ خالق یہ مخلوق وہ قدیم یہ حادث لہ الحمد فی الاولی والآخرۃ سبحانہ وتعالیٰ عما یشرکون۔ پھر حق تعالیٰ نے تخصیص فرمائی دوسری بات پر جو اوپر مذکور ہوئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہر سختی کے وقت راضی رہے تو فرمایا۔ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ اور

آخرت کا ثواب نہایت عمدہ ہے ان بندوں کے لیے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے پس حضرت یوسف علیہ السلام ایمان لائے ایسے کہ نبی مرسل ہوئے اور حق تعالیٰ نے اُن کے تقوے پر شہادت دیدی اور آیت کو عام طریقہ پر بیان فرمایا جس سے ہر ایک بندہ اپنے پاک معبود کی درگاہ عالی متعالی سے امیدوار ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام خاص طور پر اس میں داخل ہیں پس گویا یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے نہایت قلیل حصہ انکو دنیا میں یہ سلطنت و ثروت دیدی جسکو خاص سلطنت کی راہ سے تعریف نہیں فرمایا بلکہ بوجہ اس کے کہ آرام و آسایش سے ذخیرہ آخرت حاصل کرنے کا پورا موقع انکے ذریعہ سے حاصل ہو گیا پھر عظیم لائق تعریف ثواب جمیل وہ ہے جو مومن متقی سردار حضرت یوسف علیہ السلام کے واسطے آخرت میں رکھا ہے حتی کہ اس کے شوق میں آنحضرت علیہ السلام نے دنیا سے وفات و آخرت سے لحوق کی دعا مانگی چنانچہ آخر قصہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگا واضح ہو کہ زمانہ قحط میں آنحضرت علیہ السلام خود بھوکے رہتے اور بیان فرمایا کہ اس لیے تاکہ بھوکوں کی تکلیف بھول نہ جاؤں اور بادشاہ کے باورچی کو حکم دیدیا کہ دوپہر تک تاخیر کرکے بادشاہ کا کھانا تیار کیا کرے تاکہ اسکو بھوکوں کی تکلیف کا مزہ یاد رہے امام بغوی رحمہ نے کہا کہ یہیں سے یہ رسم شروع ہوئی کہ بادشاہوں کا کھانا دوپہر کے وقت دسترخوان پر آتا ہے اب یہاں دو مقام باقی رہے اول تو بادشاہ سے کہا کہ مجھے خزانہاے زمین کا متولی کر دے یہ درخواست امارت ہے جو منع ہے. دوم کہا کہ میں حفیظ علیم ہوں حالانکہ انشاء اللہ تعالیٰ کہنا چاہیے تھا علاوہ اسکے خود اپنی تعریف فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس سے منع فرمایا ہے. مقام اول کی توضیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث صحیح میں عبد الرحمن بن سمرہ کو امیر ہونے کی درخواست سے منع فرمایا ہے اور یہ توجیہ بھی حدیث میں ہے کہ خود درخواست کرنے سے بحقیقت وہ ذمہ داری کا بار اپنے اوپر آتا ہے اور فرشتہ مددگار نہیں ہوتا تو تنہا یہ کام نہیں بنتا ہے اور جب بغیر درخواست کیے امارت دیجاتی ہے تو فرشتہ سے مدد کیجاتی ہے جو اسکو نیک راہ پر رکھتا ہے پس امام رازی وغیرہ نے جواب دیا کہ آپ پر خلق کے امور میں تصرف کرنا واجب تھا کیونکہ رسول برحق تھے علاوہ ازیں انکو قحط واقع ہونے کا علم تھا جسکا انتظام بھی بتدبیر تائید ملکی ہوتا علاوہ بریں حق کو نفع پہونچانا امر لائق اہتمام ہے پس جس طریقہ سے ممکن ہو اُسکو پورا کرنا چاہیے اور مترجم کہتا ہے کہ مصر میں عدل جاری نہ تھا اور بادشاہت کا منتقل کرنا حکمت الٰہیہ میں جاری نہ تھا اور انتظام مذکور میں استمالت بجانب توحید اور مولیٰ کی دعوت خلق نہایت عمدہ طریقہ سے حاصل تھی تو دفع جور و اقامت عدل واجب ہے مع امور مذکورہ بالاکے اور امارت کی درخواست سے ممانعت اسوقت ہے کہ اس کام کے لائق اور لوگ موجود ہوں بخلاف اس موقع کے کہ سوائے آپ کے کوئی بھی نہ تھا جو شرع الٰہی قائم کرے اور واضح ہو کہ مصر میں عدل قائم نہونے سے یہ مراد نہیں ہے کہ لوگوں پر ظلم و تکالیف ہوتی تھیں بلکہ یہ غرض ہے کہ جو قانون حق عزوجل نے انبیاء پر نازل فرمایا ہے اسکے موافق تصرف باہمی تو عدل ہے اور سوائے اس طریقہ کے کسی قانون پر ہو خلاف عدل ہے اور یہ ظلم تو اسکے دو معنی ہیں ایک یہ کہ لوگوں کی جان و مال محفوظ نہوں اور یہ ظلم ایسا ہے جس سے سلطنت تباہ ہو جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ جان و مال محفوظ ہیں لیکن سیاست و خراج و دینا و لینا صرف اپنی خواہش و مصلحت کے مطابق ہے جس میں بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ مستحق زائد کو کم ملا اور کم کو زائد ملا اور کوئی محروم رہا اور کوئی مالا مال ہو مثلاً بادشاہ نے جنگل کی گھاس اور دریا کا پانی فروخت کیا تو ممکن ہے کہ لوگوں پر ایسی تکلیف نہ ہو جس سے وہ بھوکوں مر جاویں لیکن ظلم ہے اور جیسے نمک محفوظ کر لیا اور اسکو فروخت کیا حالانکہ یہ چیزیں قانون شرع میں عموماً مباح ہیں اور جنگل کی لکڑی عموماً مباح ہے مگر بادشاہ کبھی اپنی ذاتی خواہش و نفع سے قانون پر انکو روکتا ہے تو یہ دوسرے معنی میں ظلم ہے پھر سوال ہوا کہ کیوں صبر نہ کیا اور بادشاہ کافر سے منصب کی درخواست کی جواب یہ کہ جو کام انپر واجب تھا اسمیں صبر کا موقع نہ تھا اور جس منصب کی درخواست کی وہ واجب کے لیے گویا ضروری تھا اس لیے اگر کوئی مرد متقی انگریزوں سے درخواست کرے کہ مسلمانوں کے قضایا بطور شرع اسلام فیصل ہوں اور وہی قاضی بنایا جاوے تو جائز ہے. اگر کہا جاوے کہ اول ہی اول

خزائن کیون حفاظت مین چاہی حالانکہ اس سے تہمت کا اندیشہ ہی اور مواقع تہمت سے پرہیز کرنا واجب ہی۔ جواب یہ ہی کہ بادشاہ نے اول اقرار کیا کہ آپ امین ہین اور زیادہ ظلم انھین اموال مین تھا اور پورا عدل قائم کرنا اور دین حق کی تعلیم کا وسیلہ اسی سے ممکن تھا جیسا کہ مصرح بیان گزرا اور یہ سبب انبیا واجب بالذات تھا اور مظنہ تہمت مرتفع تھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ خزائن سے غرض وہ اہرام تھے جن مین غلات جمع کیے جاتے تھے کہ ایام قحط مین کام آوین پس ان مین ایسی وجہ سے تصرف ہوا کہ عدل کے حساب اور حسن تدبیر کے ساتھ ہر ایک کو بقدر استحقاق پہونچے اور تنگی کسی غریب پر نہو بخلاف متولی وقت کے جسکو امرا کی رعایت تھی اور غربا پر ظلم و تنگی تھی۔ اقول اگر جملہ خزائن مراد ہون جب بھی یہی جواب صحیح ہی کیونکہ بیت المال و خراجات تمام رعایا و عامہ آدمیان کا حق ہے اور بادشاہ و امرا کا مال ذاتی نہین ہی یہان سے صاف ظاہر ہے کہ جو بادشاہ و سلاطین خراج لیکر خزائن کو مال اپنا کرتے ہین اور رعایا و برایا تکلیف و سختی سے بسر کرتے ہین وہ سب ظالم و غاصب ہین۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ انی حفیظ علیم سے اپنی تعریف کی حالانکہ اپنی تعریف منع ہے۔ تو جواب شیخ ابن کثیر رح کا اور دوسرون کا یہ ہی کہ جب کسی شخص کا حال مخفی ہو تو بوجہ ضرورت کے اُس کو اصلی کیفیت سے آگاہ کرنے کے لیے جائز ہے اور یہان صریح ظاہر ہی کہ خزائن کا ظلم شدید دور کرنے کے لیے اپنا حال بیان کردیا اور بادشاہ اگرچہ دین کے علوم مین انکو کامل جانتا تھا لیکن اس کام مین اُنکا حفیظ و علیم ہونا معلوم نہ تھا۔ رازی رح نے کہا کہ قولہ تعالیٰ فلا تزکوا انفسکم مین مراد یہ ہی کہ جو شخص نفس کے حال سے آگاہ نہو وہ تزکیہ بیان نہ کرے بخلاف اس معاملہ کے کہ رسالت و نبوت کا شغل تزکیہ نفس ہی تو جان بوجھ کر سچ بات بیان کرنا منع نہین ہی بدلیل قولہ تعالیٰ ھو اعلم بمن اتقی یعنی اللہ تعالیٰ اہل تقوی کو جانتا ہی پس نبوت و رسالت دلیل تھی کہ جو تقوی سے بیان کیا وہ صحیح و موافق علم الٰہی ہی۔ اقول سوائے پیغمبر کے اور کوئی نہین ایسا کہہ سکتا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ حفیظ و علیم انشاء اللہ تعالیٰ نہین کہا۔ تو امام رازی وغیرہ نے کہا کہ اگر یون کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو مین ایسا ہون تو شاید بادشاہ کو جو اُس وقت تک ایمانی کیفیت سے سرفراز نہ تھا یہ شبہ ہوتا کہ انمین شک ہی لہذا کلام کو مرسل کردیا اور مراد یہی رکھی اور مترجم کہتا ہی کہ غالبا یہ سوال وارد نہین ہی کیونکہ مقصود بیان حال ہی نہ بیان فعل اور بغیر انشاء اللہ تعالیٰ فعل کا دعوے ممنوع ہی پس اگر کہتے کہ مین حفاظت رکھون گا اور علم سے خرچ کرونگا اور حساب و کتاب رکھونگا تو انشاء اللہ تعالیٰ کہنا ضرور تھا۔ علاوہ انکے یہ یہان ظاہر نہین ہوتا کہ انھون نے درواقع انشاء اللہ تعالیٰ نہین کہا الا یہ کہ بادشاہ سے نہین کہا تھا اور مترجم کہتا ہی کہ جسقدر سوالات یہان پیش آتے ہین سب پیغمبر کے نزدیک اسوجہ سے مرتفع ہین کہ پیغمبر علیہ السلام کا فعل مبنی بر وحی و اجازت الٰہی ہی تو بعد اسکے مدار اسکا حکمت الٰہیہ پر رہا اور کوئی سوال وارد نہوگا۔ پھر اس قصہ مین بیان ہے کہ جب بادشاہ نے قطفیر یا اطفیر یعنی عزیز مصر کو معزول کرکے حضرت یوسف علیہ السلام کو اُس کی جگہ وزیر کیا اور بادشاہ و بہت سے لوگ اسلام لائے اور اسی درمیان مین عزیز مرگیا تو بادشاہ نے عزیز کی جورو سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کردیا مین کہتا ہون کہ یہ دلیل اس امر کی ہے کہ زلیخا بھی مسلمان ہوگئی تھی۔ پھر جب وہ آپ کے گھر مین رخصت ہوکر آئی تو آپ نے فرمایا کہ یہ اُس سے بہتر نہین ہے جو تو چاہتی تھی اُس نے عرض کیا کہ مجھ کو معاف کرو کیونکہ اصلی حال یہ تھا کہ مین دولت و نعمت مین آسودہ دل عیش و عشرت مین ڈوبی ہوئی نوجوان عورت تھی اور میرا ساتھی عورتون کے پاس نہ جاتا تھا یعنی عنین تھا اور تمکو اللہ تعالیٰ نے یہ کچھ جمال و خوبی عطا فرمائی تھی کہ ہر عورت تمیز بے صبری کرتی ہے تو مجھے ہر وقت کے ساتھ رہنے کی وجہ سے بے صبری ہوتی۔ ابن اسحاق وغیرہ نے کہا کہ آپ نے اس کو کنواری پایا اور اُس سے آپ کے دو فرزند نرینہ یعنی افرائیم و منشا پیدا ہوئے پھر افرائیم کے نون بیٹا اور رحمت بیٹی ہوئی اور یہی رحمت حضرت ایوب کی بیوی تھی رحمہم اللہ اور نون سے یوشع پیدا ہوئے جو پیغمبر ہوئے ہین۔ یہان ایک لطیفہ ہے کہ زلیخا رحمہا اللہ تعالیٰ جو عنین کی بیوی تھی ایک مرد عنین کے حوالہ ہوئی اور دولت و نعمت سے کچھ بھی تو حکمت الٰہیہ تھا پھر عشق یوسفی نے یہ غلبہ کیا کہ کسی مرد کی جانب اسکی توجہ نہ رہی اور آخرکار پاکیزہ اپنے شاہ بزرگ کی

جلیل القدر پیغمبر کے سپرد ہوئی یون ہی پاک مردون کے لیے پاک بیویان ہوتی ہین ف فی العرائس قوله وقال الملک ائتونی به استخلصه لنفسی۔
حقیقت مین اپنی ذات کے واسطے خالص کرنا اس موعظت حقہ سے ثابت ہوا جس سے اُس نے معرفت حق و طریق نجات کی ہدایت پائی کہ عذاب
الٰہی سے خلاص ہوا اور خالص محبت سے خلوص محبت الٰہی پر فائز ہوا اور جو اوہام و ظنون اُس کے قلب پر محیط تھے جنھون نے اسکے نفس کو
ظلمت کدہ بنا دیا تھا اور مغلوب شیطان کر دیا تھا وہ اس دوست خالص کی مدد سے دور ہو گئے اور قلب اس کا بادشاہ حقیقی کا تختگاہ ہو گیا
ابن عطا رح نے کہا کہ بادشاہ کیونکر حضرت یوسف ع کو اپنے واسطے خالص کرتا کیونکہ اُس کو تو اللہ تعالے نے اپنے مخلصین مین کر لیا تھا۔ اقول
ولیکن اس محبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ بھی اُنکے پیچھے پیچھے درگاہ کبریائی تک اس اخلاص سے پہونچا اور نفس کے واسطے استخلاص کا نتیجہ یہ ہوا
جو اُسکے وہم و گمان مین بھی نہ تھا۔ یہان سے استفادہ کرنا چاہیے کہ اہل الحق کی محبت اپنے نفس کے لیے موجب نجات نفس ہو لیکن جب ہی کہ
اہل الحق کے فرمان واجب الاذعان پر عمل کرے جہان تک ممکن ہو اور خبردار کہ جہال نے جو رہبانیت کا طریقہ اکابر علماء سے روایت کیا ہے
جیسے ایک ٹانگ پر رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرنا اور نفس سے سردی محسوس کی تو بھیگی چادر رات بھر اوڑھے دیوار پر بیٹھنا اور مانند اسکے تو یہ سب
اتہام ہین صرف صحیح اقتدار وہ ہے جو سنت کے طریقہ پر ہو وے اور شیخ رحمہ اللہ نے بہت مقامات پر اسکی سخت تاکید فرمائی ہو بخلاف اکثر علماء ظاہر ہیہ
کے جو احادیث و آیات مین تاویلات کرتے ہین اور انکی سمجھ مین نہین آتا کہ حرام کھانے والا کیونکر اپنے پیٹ مین انگارے بھرتا ہو پس اہل الحق کہتے ہین کہ
خالص یقین کے ساتھ قائم رہو تو یہی لوگ بزرگی حاصل ہونے کے واسطے اس کے لیے نمونہ ہین۔ قوله فلما کلّمه کلام زبان بزبان ہے اور کلام
اسرار با اسرار ہے۔ وہ خوش گفتار ہے کہ ضمائر کے اسرار غیب سے اور اسرار غیب الغیب سے اور جو متعلق بصفائی عقول ہے اور جس سے حیات
قلوب ہے اور جو بیان وصف صفات ربانیہ ہو اور جو بیان شاہراہ مستقیم ہے بزبان فصیح و وضیح ادا کرے جس سے ارض باطن پر عرش الرحمن کے نور سے
ہزار آفتاب مثل ذرہ کے ناپید ہو جاوین — مگر اہل معنے ملکے درماند؛ ہنوز از سر پردہ پا بنگرند؛ کہ گر آفتاب است یک ذرہ نیست؛ و گر ہفت دریاست
یک قطرہ نیست؛ آخر جذب خواطر سے بادشاہ کے دل پر نقش محبت نے اثر کیا۔ قوله انک الیوم لدینا مکین امین۔ ذی مکانت و امانت تو در حقیقت
سلطان حقیقی کے نزدیک تھے تو کسی اور کے نزدیک مکانت و امانت کی قدر اُنکی خاطر عالی مناظر پر کیا اثر کرتی اور تمکین و استوار پائے ثبات
ان کا شاہراہ رسالت پر بقوت حق عز و جل تھا اور امانت عظمی ان کے سپرد تھی پس کوئی شخص نہین کہ اس امانت سے خالی نہ ہو ولیکن
سوائے قلیل اہل التقاء کے سبھون نے خیانت کی اور آنحضرت علیہ السلام نے بحکم اشارت قوله انی لم اخنه بالغیب۔ اس امانت عامہ کے ساتھ
عظیم امانت نبوت مین کچھ خیانت نہین فرمائی اسی واسطے صحیح حدیث مین ہرقل بادشاہ روم کا استدلال تیرے واسطے عبرت ہے کہ اس نے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی شان پاک مین استدلال کیا کہ نہین ہو سکتا کہ ایک شخص امور آیہ مین امین ہو اور محقرات دنیاویہ مین خیانت کرے
پس بحکم یومنون بالغیب۔ جسب حالت امتحان و حجاب مین استقامت و تمکین سے کوئی خیانت نہ کی تو لاجرم حق عز و جل نے ظاہر و باطن
ان مین یہ صفت عیان فرمائی چنانچہ بادشاہ نے علوربت سے تصدیق کی اور یہ فراست اسی سلامت قلب کا اثر ہے جس سے آخر وہ جنتی بنبر مقام
امن و سلامت مین پہونچا اللھم ایدنا بالاید المتین انت ارحم الراحمین بعض نے کہا کہ اسکو نظر آیا کہ شاہد صدق مخبر از صدق بصدق ہو تو وہ مکین امین
کہنے پر بے اختیار ہوا۔ قال الشبلی رح کلام یوسفی رح سے اسرار کے انوار نے قلب مخاطب پر تمکن نفس و اطلاع اسرار امانت کا خطور ہوا اس نے آیات الٰہی کو
بلاد الٰہی مین دیکھکر تعظیم و تکریم کی شیخ رح نے کہا کہ صفت تامہ ہے جز قلیل اسکو سنکر ہوا الہذا یوسف علیہ السلام نے اسکو آگاہ کیا کہ قوله اجعلنی
علی خزائن الارض انی حفیظ علیم۔ تجھے معلوم ہو کہ قلوب کی مثال زمین سے ہو کہ قوله والبلد الطیب یخرج نباته الآیۃ و قوله والذی خبث لایخرج الا نکدا۔ فی

الحدیث فانبتت الکلا والعشب الکثیر ومنہا قیعان لا یمسک الماء ولا ینبت الکلا ۔ پس وہ قلوب نہایت پاکیزہ ہوجاوینگے جنکا محافظ باغبان قدرت کا وکیل ہو کہ وہ حفیظ وعلیم ہوگا سو کہ سالک بخبر ہو ور راہ ورسم سفر لیا ۔ اور یہ دنیا سوائے مزرعۂ آخرت کے کچھ نہیں ہے و ربنا لا تجعلنا من المغضوب علیہم ولا من الضالین واللہم اجعلنا من الذین انعمت علیہم من اتباع النبیین والشہداء والصالحین وانت ذو الفضل العظیم وانت ارحم الراحمین شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے ہمیں آگاہ فرمایا ہے کہ یوسف علیہ السلام راسخ نبوت کے مقام تمکین پر تھا اور اُسکو ملک دنیا میں تصرف کی قدرت اسطرح دی گئی تھی کہ اس تصرف کی حالت میں مشاہدہ آلہی و ملک آخرت سے کسی وقت وحالت میں غافل نہ ہووے اور ہر شخص کو یہ قدرت نہیں ہوتی کہ ملک دنیا میں بغیر اپنے خسارہ کے تصرف کرسکے سوائے اس شخص کے جو مانند حضرت یوسف علیہ السلام کے مؤید بتائید ربانی ہو اور یہ تائید ایک ہدایت خاصہ تھی کہ اپنے انفاس کو یاد آلہی کے ساتھ محافظت رکھتے تھے اور قلب کو فکر کے ساتھ اور نفس کو وسواس سے بچاتے اور سب مقامات ذکر کو غیر حق سے محفوظ رکھتے دلہذا جب تک اس چوک جانیکا احتمال تھا چند سال اور قیدخانہ میں رہے جب مکمل کامل ہوئے تو مسند ارشاد پر تخت نشین ہوئے ۔ اقول ذکر آلہی ہر سانس میں عوام کو زبانی میسر ہے اور خواص کو جسطرح حاصل ہے اسکو زبان ادا نہیں کرسکتی ہے اور یہیں سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ قولہ فانساہ الشیطان ذکر ربہ الآیہ میں کیا اسرار ہیں ۔ اور ہر شخص جو دنیا میں کسی ایک شخص کے اوپر حاکم ہو بقدر اپنے ثواب کے لیاقت حفظ وعلم پیدا کرے و حدیث صحیح میں کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ الحدیث بیان ہے کہ شوہر و جورو تک راعی وحاکم در رعیت ہیں اور ہر ایک کے لیے اپنی حکومت کے ذخیرہ میں ثواب جلیل ہے ولیکن حفاظت وعلم لازم ہے اسی واسطے دنیا کے تعلقات زائد بڑھانے میں خطرہ بھی ہے فافہم ۔ شیخ رح نے کہا کہ وہ حفظ باتباع طریقہ سنت ہے کہ آداب ذات آلہی وصفات آلہی کی یاد میں ملحوظ ہوں اور عبادات بروجہ سنت ہوں نہ وہ طریقہ جو رہبانیت کہاتا ہے کہ بحکم حدیث ان لنفسک علیک حقا ولزوجک علیک حقا ولضیفک علیک حقا الحدیث یعنی تجھ پر تیرے نفس کا حق ہے اور شوہر پر جورو کا یا جورو پر شوہر کا ہے اور مہمان کا ہے الخ وجہانداری معمولی ہے غرضکہ تجاوز یا افراط و تفریط منع ہے اور بندوں کے حقوق میں حفظ بطریق شرع ہیں فافہم ۔ شیخ رح نے کہا کہ حفیظ علیم سے کہ جو تفسیر نبوت ان امور کا حفیظ ہو جو مقصود وراثت علم آلہی لوگوں پر واقع ہوں اور جو عیب ہے کہ قلوب پر جاری ہوں وخزائن الارض سے اشارت علماء ربانیہ یعنی اولیاء وصدیقین کے قلوب ہیں واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ مدح النفس قبیح ہے الا اسوقت کہ اسکی اجازت ہو ۔ اقول اس میں اشارہ ہے کہ یہ امور جو یہاں واقع ہوئے ہیں سب باجازت آلہی تھے تو کوئی سوال واقع نہیں ہوسکتا جیسا کہ مترجم نے اپنی عقیدہ سے سابق میں لکھا تھا اور یہاں تائید ایک بزرگ کے قول سے حاصل ہوگئی حالانکہ میرے نزدیک یہ امر باتائید کے قابل قبول ہے کیونکہ قیاس عوام با انبیاء باطل ہے بعض نے کہا کہ خزائن الارض مردان خدا ہیں تو صد مکالمہ نبوت ملحوظ رہنا چاہیے یعنی ایسے غیبیات ان لوگوں پر جاری نہیں ہوسکتے کہ بغیر [illegible] کی درخواست اور اصل حق تو سمجھو جس چیز کا اظہار و پوشیدہ کرنا [illegible] انبیاء پر مکشوف ہوگا اقول چنانچہ خود کہا کہ لا یأتیکما طعام ترزقانہ الا نبأتکما بتاویلہ قبل ان یأتیکما الآیہ خود قولہ تا تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ۔ اور دوسروں کا قیاس نبوت پر نہیں ہوسکتا ۔ شیخ ابو سعید ابو الخیر نے فرمایا کہ اللہ تعالے کے خزانہ روئے زمین پر ایسے ہیں کہ انہیں خلل طاری ہوتا ہے اور اگر یہ نہو تو بیکار ہوجاویں اور یادرہے کہ انکا علم اس درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ وہ مجہول کا علم حاصل کرتے ہیں حالانکہ کتاب وسنت میں اسکی تفصیل نہیں ہے ولیکن جو اس سے غافل ہیں وہ کتاب وسنت سے اسکو نکالی ہیں ۔ اقول مراد یہ ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں کہ ہر چند علماء ظاہر میں سے ایک بڑا زبردست عالم کوشش کرے کہ اسکو کتاب قرآن وحدیث سنت میں نظر [illegible] اور کبھی اسکا استخراج ممکن نہو ولیکن علماء ربانیہ کا علم اس حد تک پہنچا کہ انکو خود اس مسئلہ کا علم الہام آلہی حاصل ہے ولیکن چونکہ قرآن مجید اسقدر جامع ہے کہ علم اولین وآخرین اسمیں موجود ہے

فہم حاصل ہونا چاہیے تو عالم ربانی عوام کے اظہار کے لیے اُسکو قرآن سے اپنی نیک سمجھ کے ذریعہ سے استنباط کر لیتے ہیں وقد ذکرنا فی قولہ ولکن کونوا ربانیین الآیۃ وفی قولہ یعلمہم الکتاب والحکمۃ ۔ وفی قولہ ومن یؤت الحکمۃ الآیۃ تفصیلا لذلک۔ اور ابتداے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں قرآن پاک کا جامع ہونا اور تفسیر قولہ ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب الآیۃ میں تحقیق گذری اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ فہم یعطی الرجل فی القرآن یعنی میرے پاس کوئی وہ علم حدیث کا نہیں ہے جو خاص آنحضرت صلعم نے ہمیں لوگوں اہلبیت کو بتایا ہو جیسا کہ سائل اپنی نادانی سے سمجھتا ہے ہاں ایک فہم البتہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی کتاب مجید میں بندے کو عطا فرماتا ہے تو وہ اس سمجھ کے ذریعہ سے اس کتاب میں سے جو علم الاولین والآخرین کا مجموعہ ہے وہ بات سمجھ لیتا ہے جسکو عوام کہیں نہیں دیکھتے اور نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص کر اُس کو بتلادی تھی یا یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص علم غیب جانتا ہے حالانکہ یہ دونوں جہالت ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس وقت میں اسلام کے علماء ربانی کہاں ہیں افسوس وہ لوگ کیا ہوئے کہ ان کے لیے قرآن مجید کا معجزہ ہونا استدلال سے دیکھا جاتا ہے بڑا معجزہ اسکا عوام لوگ نظم وعبارت سے متعلق کرتے ہیں کیونکہ وہ خود ظاہر سے سمجھا دینے میں کرتے ہیں حالانکہ علماء ربانیہ کی آنکھوں سے یہ بڑا معجزہ نظر آتا تھا کہ جو وقائع آیندہ قیامت تک ہونگے وہ سب اسمین درج ہیں ولیکن آنکھیں نہیں ہیں جو انکی طرح نظر آوے اور اگر بیان کرنے والے بیان کرتے تو بمقتضائے حکمت الٰہیہ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں مدارس وحکومت تھی جو انکو کافر کہکر خود ہلاک ہوتے اور فائدہ نہ ہوتا کیونکہ تقادیر الٰہیہ ضرور جاری ہونگی ان میں تدبیر نہیں ہو سکتی جب یہ معلوم ہوا تو اہل ایمان پر واجب ہے کہ علوم شریعت حاصل کر کے عمل کریں اور انتظار کریں کہ اللہ تعالیٰ انکو یہ علم عطا فرماوے وفیما اخرجہ بعض اصحاب السنن والمسانید جو کوئی سیکھے پر عمل کرتا ہے اسکو اللہ تعالیٰ محض فضل سے ایک علم عطا فرماتا ہے جو وہ نہ سیکھ سکتا اور نہ جان سکتا تھا پھر آپ قرآن مجید میں ایسا انکشاف اور بیان ہے اور اسکو بڑی نعمت نہیں تصور کیا گیا بلکہ جو کشف متعلق امور فانیہ ہے جیسے جو امسال وقائع ہونگے یا جو فلاں شخص پر گذریگا اسکو ائمہ اکابر نے مذموم وحرام لکھا ہے اور جو اس میں سے متعلق بکشف ملکوت ہے بمانند قولہ فی حدیث اسما رضی کہ میزان قائم دیکھتا ہوں اور زمین بنور رب تبارک وتعالیٰ روشن ہو گئی اور بمانند قولہ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الآیۃ کہ یہ محمود ہے والاحسن منہا متعلق بجلال اللہ وعظمتہ اور بجمال اللہ وقدرتہ ذلک خیر واحسن تاویلا والسلام ۔ پھر شیخ نے لکھا کہ قولہ وکذلک مکنا لیوسف فی الارض ۔ اس میں اشارہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے حسن و جمال ولطف وکمال سے قلوب بندگان حق میں برا محبت جگہ پائی اور انکی ہیبت سب قلوب میں بیٹھ گئی اور جہاں مشیت متعلق ہوتی بیٹھ جاتی تھی لقولہ تبوأ منہا حیث یشاء مکانت یوسف کی اضافت اپنی جانب فرمائی کہ ہم نے اسکو ایسا کر دیا اور کسی حادثہ یا تدبیر کی نسبت نہیں فرمائی جسمیں اشارہ ہے کہ سابقہ تقدیر اسکی رسالت کے ساتھ یوں جاری ہوئی تھی ۔ قال المترجم اور حدیث صحیح میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو قبول فرماتا ہے یعنی وہ وقت آتا ہے کہ ازلی قبولیت کا اظہار ہو تو منادی ندا فرماتا ہے کہ ہم نے اُسکو قبول کیا تم سب اس سے محبت کرو پس تمام قلوب اہل زمین اس سے محبت کرتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ وہم نہ ہو کہ مقبول بندے بہت گذرے مگر کسی سے سب نے اتفاق نہیں کیا تو جواب یہ ہے کہ حدیث میں قلوب کا ذکر ہے اور وہ فقط اہل ایمان سے مخصوص ہیں اور کفار ومنافقین ومشرک اگرچہ ظاہر میں اپنے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پیرو یعنی یہودی کہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیرو یعنی نصرانی کہیں یا حضرت افضل الرسل محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیرو یعنی مسلمان کہیں انکے اندر دل یعنی قلب نہیں ہوتا بدین معنے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قلوبہم ہواء ۔ یا بدین معنے کہ لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیۃ تو انکی محبت کچھ نہ ہوگی اور یہ تحقیق یاد رکھنا چاہیے فافہم ۔ بعض نے کہا یوسف علیہ السلام پر جو فضل اپنی جانب سے مکانت و وسعت دینے کا فرمایا ہے یہ ازلی اختیار ہے اور اسمیں کوئی استحقاق طاعت وغیرہ کا نہیں ہوتا ہے

کیونکہ اسوقت فعلیت کا وجود ہی نہ تھا بلکہ علم الٰہی و حکمت بالغہ خود مختاری ہو اسی واسطے نبوت و رسالت و ولایت و علم محض فضل حق عز وجل ہے ولقد قال تعالیٰ نصیب برحمتنا من نشاء خاصۃ رحمت انبیاء و اولیاء کے واسطے کشف مشاہدہ ہوا اور انکو انکی ذات کی معرفت دیدیا جس سے صفات باری تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہو اور یا اسطرح کہ انپر راہ معرفت آسان کردی اور یہ اسطرح کہ مشقت و مجاہدہ و ریاضت پر اسکو موقوف نہ کیا اور یہ بہت بڑی رحمت و کامل منت ہو۔ اور یہ اسطرح کہ قلوب عارفین سے خواہش کسی امر کی ہو باقتضاے خود دور کردی اُن کی خواہش وہی رہی جو انکے مولیٰ عز سلطانہ کی خواہش ہے اسواسطے کہ جبتک ذرہ برابر اپنی خواہش رہتی ہو تب تک محل نفس امارہ باقی ہو۔ قال المترجم یہیں سے یہ عقدہ حل ہوگیا کہ جو خواہشیں حضرت یوسف علیہ السلام سے بظاہر معلوم ہوتی ہیں کہ امارت و حفظ خزائن کی درخواست کی وہ سب بارادات الٰہیہ ہیں ان میں سے کچھ بھی اپنی خواہش نہیں ہو اسی واسطے جو سوالات ظاہر تفاسیر میں مذکور ہیں وہ عوام کے سمجھانے کے لیے تکلفات ہیں ورنہ جو شخص حقیقت سے آگاہ ہو اسکے نزدیک کوئی سوال ہی وارد نہیں ہوتا بلکہ اسکی فکر ان مقامات میں آثار قدرت و تدبیر الٰہیہ کے لطائف اشارات میں جولان ہو کر عارف بصفات پاک تعالت و تقدست ہوجاتی ہو جبکہ فضل الٰہی شامل حال ہو واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ میں کچھ خیال کرسکتا ہوں نہیں نہیں جب عزت سرمدیہ و جلال اقدس و جمال ازل کو آدمی کے لیے کشف فرمایا تو کیا امکان ہو کہ مشاہدات انکی وسعت ہو یہ طاقت انکو کہاں سے آئی اور کیونکر حدوثیت کے ساتھ قدیم کے ظہور میں بقا ہو اللہ اللہ تعالیٰ اللہ علوا کبیرا۔ تمام اکوان و حدثان اول ہی بداہۃ ظہور سطوات عزت و تجلی جلالت میں متلاشی و فانی ہوجاتے ہیں پس مشاہدہ و بقا راسکی لقا ہی لیکن اس ضعف کو اپنے عفو فرمایا اور رحمت سے انکی حدوثیت کو بقا سے قدم سے موید کیا کہ انکو وہ کچھ دکھلایا کہ فرشتہ بھی اس سے محروم ہیں کیونکہ ازل ہی میں انکو ہم قولہ اصطفیٰ آدم و نوحا الآیہ۔ قولہ وانہم لمن المصطفین الاخیار۔ و قولہ انہ من عبادنا المخلصین۔ اس کرامت کے واسطے برگزیدہ و اختیار فرمایا تھا پس کشف حال میں لیتا و وصال سے سرفراز کیا۔ اور انکے قلوب میں اسرار قدم بودیعت رکھے پس معنے قولہ کذلک مکنا لیوسف یعنی ہم نے اپنی عنایت و کرم و رحمت تامہ سے یوسف کو ایسی قبولیت کے مراتب رفیعہ پر سرفراز کیا جہاں سبب کا سلسلہ منقطع ہوا اور تدبیر محض بیکار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ اعمال محض بیکار ہیں جیسا اکثر جاہل مقلدین و اہل ہوس نے ایسا گمان کیا ہو پس کسقدر آیات حسنہ کثیرہ ہیں جن میں انسان کو اعمال برخیرہ پر عمل کرنے کی تاکید ہو اور کسقدر احادیث صحیحہ ہیں کہ انمیں اتباع فرائض و واجبات و فضائل عبادات و عادات و عظائم اخلاق کی سخت تاکید و مبالغہ ہے اور کسقدر اخبار و آثار صحیحہ ہیں جن سے حضرت سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم مع جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان اعمال پر قوت کا عامل ہونا مروی ہے اور کسقدر حکایات صالحین میں جنہوں نے ریاضت و مجاہدہ میں قدم استوار کیا ہو اور کسقدر مشاہیر علماء سوقت تک ثابت و سائر ہے کہ اسکا انکار کرنا محض جہالت ہو شیخ نے خود کہا کہ آگے حق جل شانہ بیان فرماتا ہو کہ باوجود جلالت شان و قدرت بیکران کے محض بلطف سے کسی عامل کا اجر ضائع نہیں فرماتا جو صدق نیت سے طاعات کی راہ چلتے ہیں تاکہ اعمال کے احوال نے درجہ پر فائز ہوں لقولہ عز وجل ولا نضیع اجر المحسنین اب جاننا چاہیے کہ اہل احسان یعنی سب سے اعلیٰ درجہ والوں کا ثواب یہ ہو کہ انکو کشف جمال قدم سے سرفراز کیا اور انکا احسان کی حالت میں عمل یہ ہو کہ تمام صدق نیت سے مشارق ابد سے صبح ازل کا طلوع چاہتے ہیں اور اسرار کی آنکھیں اسطرف لگی باندھے رہتی ہیں۔ تو نہیں دیکھتا کہ جس نے احسان کو پوچھا تھا اسکے جواب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنی احسان یہ ہو کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اسطرح کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہو پس اگر تو نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھتا ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ احسان یوسف علیہ السلام یہ تھا کہ بہت سختی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی چاہت رکھی۔ مترجم کہتا ہے

کہ اہل التفسیر نے قولہ فلبث فی السجن بضع سنین کی تفسیر میں روایت لکھی کہ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے
یہ شکایت پہونچائی کہ میں نے کنوئیں سے نجات دی اور عزیز مصر کی نظر میں کرم رکھا اور حسین وجوان فضل رکھے تم نے ساقی سے کس خیال
پر رہائی کی درخواست چاہی لہذا اب چند برس تم اور قید میں رہو تو آپ نے عرض کیا کہ اے جبرئیل میرا پروردگار عزوجل بعد اسکے مجھ سے راضی
ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہاں تو کہا کہ پھر مجھے رنج نہیں ہے غرضکہ رعایت رضاے الٰہی حاصل کرنے میں سرگرم تھے شیخ رح نے کہا کہ یہ مراقبہ
ورضاجوئی بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت واس کی جانب سے عصمت ورحمت تھی کیونکہ گناہ سے معصوم ہونا مقربوں با صطفائیہ ازلیہ ہے ورنہ جسکے
حق میں ایسا نہو وہ کیونکر معصوم رہ سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ وہم نہ کرنا کہ عصمت فقط زنا سے متعلق ہے حتیٰ کہ بعض کافر بھی زنا نہیں کرتا مگر اس سے
بڑھکر حق عزوجل سے منہ موڑ کر دنیا کو معبود بنا لیتا ہے پس عصمت جملہ گناہوں سے ہے شیخ رح نے کہا کہ احسان یوسف یہ بھی تھا کہ بدی کرنے والوں
کے ساتھ نیکی کرتے تھے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے اسکی پاک صفات ووحدانیت ظاہر کرتے تھے تاکہ وے اسکی اطاعت کریں اور شیخ
نے لکھا کہ احسان یوسف یہ بھی تھا کہ جمال یوسفی کو قحط ومصیبت زدہ لوگوں پر ظاہر کرتے کہ ایسے دیدار پر زندہ رہتے تھے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ
قولہ نصیب برحمتنا من نشاء ان آیات کے اول وآخر میں تفصیل ہے پس جس نے اس آیت کے اول وآخر میں تفصیل نہ کی تو اسپر قرآن کی آیات میں
التباس واشکال رہیگا پس اول تو علماء کے لیے ہے اور آخر جاہلوں کے لیے ہے پس رحمت الٰہی سے لیاقت احسان حاصل کی اور رحمت ہی سے
ہدایت پائی اور رحمت ہی سے احکام وآیات قرآن قدیم کی حکمت سمجھ میں آئی وقد قال تعالیٰ الرحمن علم القرآن شیخ ابن عطاء رح نے کہا کہ قولہ
نصیب برحمتنا یعنی اپنے فضل سے ہم جسکو چاہتے ہیں اپنی معرفت کی راہ دیدیتے ہیں۔ اقول یعنی رحمت سے یوسف علیہ السلام کو برگزیدہ پیغمبر کیا
اور روحی الہام سے قلب کا دروازہ جو عام خلق پر مسدود رہتا ہے کھولدیا جس سے معرفت حاصل ہوئی تو ہر لذت وخواہش دور ہوگئی اور ہر تکلیف
عین راحت ہوگئی یہانتک کہ درجۂ احسان نبوت پر متمکن ہوئے کما قال تعم وکذلک مکنا لیوسف الآیۃ پس یہ سب کرامت نتیجہ رحمت ہے جس سے معرفت
عطا ہوئی تھی کہ جو انکے حق میں عصمت ہوگئی اور جو صبر محنت میں شہد کی خوشگواری دیتی رہی پس شیخ ابن عطاء رح نے یہ اشارہ بیان کیا ہے واللہ
سبحانہ تعالیٰ اعلم بعض مشائخ نے کہا کہ محسن وہ ہے کہ جسقدر احسان حق عزوجل کے ہوں سب کو حق تعالیٰ عزوجل کی طرف سے محض احسان و
فضل خیال کرے۔ قال المترجم یہانتک عرائس کا بیان تمام ہوا اب میں کہتا ہوں کہ امام رازی نے آخری دونوں آیات سے جو شبہہ کار دکیا ہے
کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی قصد بجانب زلیخا کیا تھا اور قولہ لقد ہمت بہ وہم بہا کے معنے اپنے مطلب کے موافق بناتے ہیں اور
قولہ لم اخنہ بالغیب کے وقت جب جبرئیل نے قصہ یاد دلایا تو وما ابرئ نفسی الآیۃ سے استدراک کیا۔ خلاصہ کلام رازی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شہادت فرماتا
ہے کہ یوسف بندہ مخلص تھا جس سے ہر طرح کی بدی وفحش دور کردیا گیا تھا بحکم قولہ لنصرف عنہ السوء والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین اور وہ
متقین محسنین میں سے تھا پھر جاہل حشوی کہتا ہے کہ وہ زنا ہی کا قصد کئے تھے یہ خود حشوی کی جہالت ہے کہ باوجود شہادت الٰہی کے کہ ہر گناہ کا قصد
ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ جن لوگوں نے یوسف زلیخا کا قصہ لکھا ہے انہوں نے بھی افراط وتفریط ہر طرح کی روایات بھردی ہیں جنکا کچھ اعتبار نہیں ہے الغرض
جب حضرت یوسف علیہ السلام اسطرح سلطنت پر قائم ہوئے اور ارکان دولت ووزراء وامراء وباحشمت بادشاہوں نے انکی اطاعت میں گردن
جھکائی جیسا کہ شیخ مفسر سیوطی رح نے لکھا ہے تو آنحضرت نے سات سال اوائل میں کثرت سے اناج کی پیداوار کا اہتمام کیا اور اسکو نہایت حفاظت سے
رکھا اور اہل مصر کو بقدر ضرورت خرچ کرنے کو ملا اس ترکیب سے بہت کثیر غلہ کا انبار ہوگیا جو سالہا سال کے لیے ایک ملک کے آدمیوں کو کافی ہو اور
یہ برکت حضرت یوسف کی تھی جنکو اللہ تعالیٰ نے قبل وقوع قحط کے آگاہ فرمادیا تھا بخلاف دوسرے ملکوں کے کہ وہاں پہلے سے علم نہ تھا تو پہلے سے کچھ غلہ اکٹھا

نہ تھا اسی وجہ سے آپ کی برکت علاوہ مصر کے اور ملکون تک بھی پہونچی چنانچہ جب بلاے قحط و اسکی سختی پے در پے شروع ہوئی تو اُس نے ملکون کو گھیر لیا یہان تک کہ بلاد شام و سرزمین کنعان تک جو حضرت یعقوب علیہ السلام کا مع اولاد باقیہ کے مسکن تھا پہونچ گئی او بادشاہ مصر کی فیاضی و برکت کا شہرہ سنکر دور دور سے لوگون نے مصر کا قصد کیا اور حضرت یوسف ؑ ایک اونٹ سے زیادہ کسی کو نہ دیتے تھے اگرچہ وہ سردار و حاکم ہو پس حضرت یعقوب ؑ نے بھی اپنی اولاد کو مصر بھیجا لیکن حضرت یوسف ؑ کے حقیقی بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھ لیا قال تعالے

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ○ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ

اور آئے یوسف کے بھائی سو یوسف کے سامنے گئے تو یوسف نے انکو پہچان لیا مگر اُنھون نے اسکو نہ پہچانا اور جب انکا سامان تیار کر دیا تو کہا

ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ

کہ میرے پاس لانا اپنے بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہے بھلا تم نہیں دیکھتے ہو کہ مین تو بھر پور تول دیتا ہون اور مین بہت اچھا مہمان نواز ہون پھر اگر

تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ○ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ○ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ

میرے پاس اسکو نہ لاؤ تو میرے پاس تمھارے لیے اناج نہیں ہے اور میرے نزدیک نہ آنا بولے کہ ہم ضرور اسکے باپ کو اسکے لیے پھسلا دینگے اور ہم ضرور ایسا کرینگے اور یوسف نے اپنے غلامون کو

اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○

کہا کہ انکا سرمایہ انکے کجاؤن مین رکھ دو امید ہے کہ اسے اسکو پہچانینا جب لوٹ کر پہونچین اپنے لوگون مین امید ہے کہ پھر واپس آوین

وَجَآءَ اِخْوَةُ يُوْسُفَ اور آئے بھائی یوسف ؑ کے مراد انسے دس بھائی وہ ہین جو سواے حضرت یوسف ؑ کی والدہ کے دوسری جورون سے حضرت یعقوب ؑ کی اولاد تھے بدلیل آنکہ حضرت یوسف ؑ نے انسے اپنے حقیقی بھائی کو طلب کیا ہے۔ سراج مین کہا کہ یہ لوگ عربات مین قریب سرزمین فلسطین کے رہتے تھے اور بحکم والد خود حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کو اناج خریدنے آئے کیونکہ وہان بھی قحط پڑا ہوا تھا اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تمام غلات کو جمع کرکے معاوضہ سے فروخت کرنا شروع کیا تھا اور بادشاہ مع لشکر سب ایک ہی وقت دوپہر کو کھاتے تھے اور اس طریقہ سے ایک تو سالہاے قحط مین یہ اناج اہل مصر کو بلکہ انکے علاوہ دیگر ملکون کے بندگان خدا کو کافی ہوگیا اور خزانہ شاہی بھی جو اہل مصر کے واسطے رفاہ عام تھا معمور ہوگیا اور دوسرے یہ فائدہ ہوا کہ کوئی شخص اسراف نہین کرسکتا تھا جبکہ سرمایہ کے عوض اناج ملتا تھا اور شیخ رح نے لکھا کہ بعض مفسرین نے جو روایت لکھی کہ سال اول مین بعوض درم و دینار کے اور سال دوم مین بعوض جواہرات و سال سوم بعوض فلان چیز و سال چہارم بعوض زمین و مکان حتی کہ بعوض اولاد و انکے نفوس کے بیچا تو یہ دیلون کی روایات مین سے ہے ہم اسکی حقیقت سے واقف نہین ہین قال المترجم الحمد للہ کہ مین نے سابق مین اسطرح کلام کرکے فراغت پائی ہے اور وہان کچھ توجیہ و تاویل لطیف مع مسائل ذکر کردیے ہین فتذکر اور لکھا کہ حضرت یوسف ؑ کے بعد حضرت یعقوب ؑ کو بنیامین سب سے زیادہ پیارا تھا تو حضرت نے اپنے پاس رکھ لیا اور باقیون کو مصر واسطے اناج کے روانہ کیا پس یہی ہے قول اللہ تعالی یعنی یوسف کے بھائی آئے فدخلوا علیہ پس داخل ہوئے یوسف کے سامنے شاید آنحضرت لوگون کو اپنی حضوری مین باریاب فرماتے تھے اور ممکن ہے کہ بعلم نبوت انکو واسطے خاص حکم دیا ہو یا پر دیسیون کے واسطے حکم ہو۔ فعرفهم پس یوسف علیہ السلام نے انکو پہچان لیا۔ وهم له منكرون حالانکہ وے اُس سے منکر تھے یعنی انجان تھے۔ قال الامام اول تو انھون نے صغر سنی مین چھوڑا تھا جب کہ سیارہ کے ہاتھ بیچا تو معلوم نہ تھا کہ وہ کہان لیگیا اور دوم یہ کہ اس حالت مین آپ تخت سلطنت پر دبدبہ و شوکت شاہی کے ساتھ جلوہ افروز تھے اور فروخت کی شان غلامون کی تھی تو کہان غلامی اور کہان بادشاہی انکو اسکا گمان بھی

نہ تھا سراج مین ملتا کیا کہ اسوجہ سے کہ آپ نے حاجبون کو حکم دیا تھا کہ انکو دور کھڑا کرو اور درمیانی مترجم کے ذریعہ سے انسے گفتگو کرتے تھے۔ اور
اسوجہ سے کہ انھون نے بچہ چھوڑا تھا اور اب تن و توش و داڑھی مونچھ کی حالت مین دیکھکر نہ پہچانا۔ ابن عباس رض نے کہا کہ اسوقت سے اس
دم تک چالیس برس گذرے تھے۔ قال المترجم وفیہ نظر واللہ اعلم۔ عطا رح نے کہا کہ اسوجہ سے نہ پہچانا کہ آنحضرت بلباس بادشاہ مصر آراستہ
تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ روایت صحیح ہو کہ آنحضرت علیہ السلام اپنے چہرہ پر نقاب رکھتے تھے تاکہ مصر کی عورتین فتنہ مین نہ پڑین تو یہی وجہ
نہ پہچاننے کے لیے کافی ہے۔ یہان تعلیم ہے کہ پردیسی مسافر کا اکرام چاہیے اور بادشاہ کو بذات خود تفقد احوال لازم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عامل
کسی ملک پر مقرر فرماتے اُس سے معاہدہ لیتے تھے کہ حاجب و دربان مثل جابر بادشاہون کے نہ رکھے۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ اور جب
پورا کر دیا ان کا سامان۔ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ تو انسے کہا کہ لے آؤ تم سب ایک بھائی کو جو تمھارے باپ کی طرف سے بھائی ہو
یعنی ماں ایک نہو بلکہ باپ ایک ہو ایسا اپنا ایک بھائی لے آؤ۔ اور آپ نے ان کو وعدہ نیکی سے آمادگی دلائی اور نہ لانے پر دھمکی بھی دی چنانچہ
فرمایا۔ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ کیا تم اس بات کو نہین دیکھتے ہو کہ مین ناپ پوری پوری بلا خسارہ دہی کے دیتا ہون۔ ایک بات۔ وَأَنَا
خَيْرُ الْمُنزِلِينَ اور مین بہت اچھا مہمان نواز ہون اپنے مہمانون کی خاطر مدارات اچھی طرح کرتا ہون۔ اور آنحضرت نے ان لوگون کو بہت
آرام و آسایش کے ساتھ اتارا تھا اور اچھی طرح مہمانداری کی تھی۔ یہ دوسری بات تھی جس سے انکو بھائی کے ساتھ لانے پر آمادہ کیا۔ پھر دھمکایا۔
فَإِن لَّمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِندِي پس اگر تم نہ لائے اسکو تو ایک یہ ہوگا کہ نہین اناج میرے پاس تمھارے لیے۔ دوم یہ ہوگا کہ
وَلَا تَقْرَبُونِ اور میرے پاس مت آنا۔ امام ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ سدی رح وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی سامنے
ہوئے تو اسطرح گفتگو شروع کی جیسے کوئی انجان ہوتا ہے حالانکہ دیکھتے ہی انکو پہچان لیا تھا۔ پس کہا کہ تم میرے ملک مین کیون آئے ہو۔ وہ
بولے کہ اے عزیز ہمکو قحط کی مصیبت پہونچی تو ہم اناج کی امید پر آئے ہین۔ فرمایا کہ شاید تم جاسوس ہو ہمارے ملک کا اندرونی بھید لینے آئے ہو۔ بولے
معاذ اللہ ہم جاسوس نہین ہین۔ فرمایا کہ پھر کون لوگ ہو۔ بولے کہ ہم کنعان کے رہنے والے ہین ہمارا باپ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر یعقوب علیہ السلام ہے
فرمایا کہ تمھارے سوا اسکی اور بھی اولاد ہے۔ بولے کہ ہم بارہ تھے ہم مین سب سے چھوٹا بھائی جنگل کو گیا اور وہان ہلاک ہوا اسکو باپ بہت
پیار کرتا تھا اب اس کا سگا بھائی رہ گیا اُس کو باپ نے اُس کی تسلی غم غلط کرنے کو رکھ لیا ہے پس حکم کیا کہ انکو اکرام و آرام سے اتارو اور پھر
انکا جہاز پورا کر دیا اور سوتیلا ایک باپ کی طرف سے بھائی لانے کو ترغیب و تہدید کی اور انھون نے وعدہ کیا۔ اور سدی رح نے یہ بھی ذکر کیا کہ
آنحضرت علیہ السلام نے ان لوگون سے رہن لے لیا اور بعض نے کہا کہ ایک بھائی شمعون کو لے لیا تھا۔ امام رح نے کہا کہ اس مین تامل ہے
مترجم کہتا ہے کہ امام رازی رح نے بھی اس مین اعتراض کیا کئی وجہ سے۔ اول تو یہ کہ پیغمبر صدیق کی شان نہین ہے کہ باوجود آگاہ ہونے کے انپر
جاسوس ہونے کا اتہام رکھے۔ مترجم اس کا جواب دیتا ہے کہ نہین جاسوس ہونے کا اتہام نہین دیا بلکہ توریہ کے طور پر سچ بات کہی کہ تم جاسوس
تو نہین ہو لیکن جو امر واقع مین نہین ہے اُس کا نفی کرنا سوا اس کی اصلی کیفیت کے سب طرح درست ہے حتیٰ کہ تم جن تو نہین ہو اور تم فرشتہ نہین ہو
اور عزنفس بلا اثم معرفت تھی جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے شب ہجرت انسے پوچھا کہ تمھارے ساتھ کون ہے تو
آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپایا اور کہا کہ رجل یہدینی السبیل۔ ایک آدمی مجھے راہ بتلاتا ہے یہ بات سچ تھی مگر کافر جاہل سمجھا کہ کوئی راہ بتلانے
ساتھ ہے اور مراد آپکی راہ آخرت کا ہادی تھا اور اگر ایسا عیب ہوتا تو یہ عیب ہوگا کہ باوجود علم کے اپنے آپ کو ظاہر نہ کیا۔ دوم یہ اعتراض کہ رہن
لے لیا تو لانے کے وقت عہد و پیمان و ترغیب و ترہیب کی ضرورت نہ تھی۔ سوم اس صورت مین انکا سرمایہ انکی رحال مین رکھنے کا تاکہ واپس آوین

کیا فائدہ ہے۔ چنانچہ ہم انکا وعدہ کہ باپ سے مراد دیت کرینگے اور کمال کوشش کرینگے نہ آنکہ ہم ضرور لا دینگے چنانچہ انھون نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے فقط یہی کہا تھا کہ کیل روک دیا گیا ہے نہ آنکہ ہم مین سے فلان شخص رہن لیا گیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ سب سے اقوی وجہ اعتراض میرے نزدیک یہ ہے کہ رہن ایک امر مشروع بمقابلہ حق واجب بطریق وثاقت ہے اور وہ مال متقوم ہووے جس سے فی الجملہ حق اصل کا حصول کسی وجہ سے ممکن ہو اور یہان شمعون مرد آزاد تھے نہ مال مملوک اور رکن رہن یعنی عوض حق واجب کے بالکل سرے سے منتفی ہے کیونکہ بھائی کا لانا انپر واجب نہ تھا تو رہن کے کیا معنے ہین اور کیونکر پیغمبر برحق ایسے ظالمانہ احکام کو جاری کرسکتا تھا یہ تو ظالم بادشاہون کے طریقہ مین سے ہوسکتا ہے پس ظاہر ہوا کہ یہ روایت حضرت سدی رح کو یہودیون وغیرہ سے ملی ہے جو روایت کردی اور سراج مین معالم وغیرہ سے لایا گیا۔ قولہ جہزہم بجہازہم۔ لغت مین جہاز وہ اسباب ومتاع جو کہین منتقل کرلیجانے کے لیے مہیا کیا جاوے جیسے سامان سفر جو ایک شہر سے دوسرے شہر کو لیجاوین اور وہ بھی جہاز ہے جو دختر کو اسکا باپ دیتا ہے اقول جہزہم بجہازہم مین دلالت ہے کہ علاوہ گون اناج کے انکو زاد راہ سفر بھی دیا تھا۔ پھر ذکر کیا کہ دس بھائی تھے ہر ایک کو ایک اونٹ اناج دیا اور زیادہ دینے سے انکار کیا کیونکہ اسوقت عام انصاف کے خلاف تھا تو انھون نے کہا کہ اے عزیز ہمارا باپ بوڑھا شیخ ہے اور بوجہ ہلاکت ہمارے صغیر بھائی کے محزون رہتا ہے اور روتے روتے نابینا ہوگیا ہے اور صغیر کا ایک ان سے جو بھائی ہے وہی اسکا مونس اور اسکی خدمت میں ہے تو ان دونون کے لیے بھی ہمکو دو اونٹ چاہیے ہین جب انھون نے کہا تو حضرت یوسف نے کہا کہ تم لوگ ایک جماعت شکیل ہو اسکے باوجود وہ بھائی تمھارے باپ کو زیادہ پیارا ہے ظاہر ہے وہ بہت شکیل عقیل ہے مین دیکھنا چاہتا ہون مترجم کہتا ہے کہ شاید قصہ یون ہوئی جب انھون نے دو اونٹ اناج زیادہ مانگا تو اس بھائی کو تصدیق کے لیے طلب کیا ہو اور کچھ ضرورت نہین کہ وہ زیادہ شکیل وعقیل ہے یا اور الفاظ زائد کہے جاوین بلکہ خلاصہ اسکا یہ ہے کہ بھائی کے لیے زائد اناج کی درخواست ہوئی باپ کو بوجہ نابینائی کے معذور رکھا اور بھائی کو طلب کیا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر اس صورت مین قولہ ایتونی باخ لکم من ابیکم کہنے کی مناسبت مقبول نہین ہے بلکہ باخیکم من ابیکم درست ہے یعنی اس بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہے لاؤ۔ اور باخ لکم مین یعنی ہین کہ اپنا ایک ایسا بھائی لاؤ جو تمھارے باپ کی طرف سے تمھارا بھائی ہو تو کرخی وغیرہ نے اسکا جواب یہ دیا کہ اپنی طرف سے معرفت اسکو انپر ظاہر نہ کیا اور ایسے طور پر کہا کہ گویا انکو معلوم نہین ہے اور امام رازی کا اسپر بھی اعتراض اول وارد ہوگا اور وہی جواب ہے جو مذکور ہوا اور مترجم کے نزدیک حق یہ ہے کہ تکلف ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اس قصہ مین واقع ہونے سے پہلے ہین کیونکہ عقلمند آدمی بخوبی جانتا ہے کہ آدمی سے موقع والاقات وبات چیت وحالت وکیفیت ایسی واقع ہوتی ہے جس سے یہ صورت پیدا ہوجاوے جو یہان ذکر ہوا ہے اور جو کچھ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا وہ بوحی الٰہی عز وجل تھا پس ان تکلفات کی کچھ ضرورت نہین ہے اور علماء تابعین وامثال متقدمین سے اس قصہ مین زائد روایات کا انتظار کرنا محض بیکار ہے کیونکہ انکو یہ روایات کچھ حدیث سے نہین ملی ہین کیونکہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سورہ نازل ہوئی اور آپ سے زائد قصہ درازمروی نہین ہے تو پھر صحابی یا تابعی کو تفصیل سوائے یہودیون کے بیان کے اور سلسلہ سند سے نہین معلوم ہوسکتی ہے اور یہودیون کی روایات پایہ اعتبار سے ساقط ہین پھر یہ ضرورت انکا تتبع کرنا اسرار وحقائق علوم سے باز رکھتا ہے اب مترجم کہتا ہے کہ اس بیان مین جو علوم پاکیزہ ہین وہ یہ ہین۔ قولہ جاء اخوۃ یوسف۔ اول یہ کہ نسب کا تعلق گوشت پوست سے ہے اور ایمان کا تعلق روح باقی سے ہے پس برادران یوسف نے یوسف کو قتل کرنیکا قصد کیا اور آخر کنوئین مین ڈالدیا اور آخر فروخت کردیا پس باوجود اسقدر انقطاع کے انکا بھائی ہونا منقطع نہین ہوا چنانچہ حق تعالیٰ نے انکو بھائی قرار دیا مسئلہ اگر قتل کرڈالے تو قاتل اپنے مقتول کی میراث نہ لیگا پس جبکہ حقانی سبب ہین بالقطع نہین ہوتا تو ایمانی محبت ورشتہ نہ چاہیے کہ بھائی سے قطع کیا جاوے حدیث مین ہے کہ مومن سب آپس مین بھائی ہین اور بیان قرآن کی

آیت سے ثابت ہوا اور حدیث مین ہو کہ تین روز سے زیادہ باہم رنج رکھنا نہ چاہیے اور حدیث مین ہو کہ اللہ تعالےٰ ان دونون سے مغفرت اُٹھا لیتا ہی اور بعض روایات مین برکت۔ اور حدیث مین ہو کہ جو ابتدا کرکے بول اُٹھے اور اصلاح کرلے تمام بزرگی اسی کو ہو جیسے صحیح مین رنج پیدا کرنے والون کے حق مین کہا کہ جو پہل کرے اُسی پر گناہ ہو جب تک کہ دوسرا اس سے بڑھ نہ جاوے۔ اور تمام مسلمانون پر واجب ہے کہ جہان تک جسطرح استطاعت رکھتے ہون دونون مین صلح کرادین۔ اور صحیح حدیث مین ہو کہ اللہ تعالےٰ کا سایہ قیامت مین سات آدمیون پر ہوگا ان سات آدمیون مین سے دو شخص وہ بیان کیے جو ایمان کی راہ سے باہم محبت کرتے تھے اسی حال پر زندہ رہے اور اسی پر مر گئے علما نے کہا ہو کہ بھائی کو بھائی سے ترک تعلق نکرنا چاہیے اگرچہ ایک گناہ کرنے لگے جب تک کہ شرک کی حد تک نہ پہونچے مسئلہ ناتا کاٹنا حرام و کبیرہ گناہ ہو۔ واضح ہو کہ جس پیٹ سے ایک ناتے کے لوگ پیدا ہین وہ رحم کہلاتا ہو تو حدیث مین ہو کہ رحم اپنے پروردگار کے عرش سے لٹکا ہوا دعا کرتا ہو کہ اے رب میرے جو مجھکو جوڑے تو اسکو جوڑ دے اور جو مجھکو کاٹے اسکو کاٹ دے۔ مسئلہ غیر باپ کو اپنا باپ بتانا حرام ہو۔ حدیث صحیح مین اُسکی ممانعت آئی ہی لہٰذا جو لوگ کہ شیخ نہین ہین یعنی صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مین سے کسی کی اولاد نہین ہین یا سید نہین ہین اگر اپنے آپ کو شیخ یا سید کہتے ہین تو ہر روز حرام کے مرتکب ہین حالانکہ یہ دنیا مین بھی فضیحت ہوا اور آخرت مین گناہ اور سبب بے لذت ہو۔ صحیح حدیث مین حقوق برادرانہ مین سے بڑے کی تعظیم اور چھوٹے پر شفقت۔ معاملات مین فریب نہ کرنا خیرخواہی۔ زندگی مین سلام سے ابتدا کرنا آبرو کی نگہداشت کرنا غیبت نہ کرنا برائیون سے چشم پوشی کرنا چھینکے تو یرحمک اللہ کہنا جبکہ وہ الحمد للہ کہے نصیحت سے معاونت کرنا مرنے پر اُسکے جنازہ کی مشایعت کرنا بالجملہ حقوق جسقدر آدمی پر روزانہ طرح طرح کے برتاؤ سے پیش آتے ہین اسی قدر ملحوظ ہین اور اصل یہ ہو کہ ہر طرح سے نیکخواہی کا ارادہ ہو حتی کہ اگر حاکم و سلطان نے کسی مجرم کو گناہ پر سزا دی تو یہ بھی اُسکی ذات کی اور باقیون کی خیرخواہی ہو۔ قولہ فدخلوا علیہ۔ اوپر مذکور ہوا کہ حاکم عادل کو اسی طرح باریاب کرنا چاہیے۔ مہمان کا تین روز حق ہو اور اکثر علماء کے نزدیک واجبی حق ہو اور صحیح حدیث مین ہو کہ تیسرے مہمان کا تجھپر حق ہو وفی الحدیث من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ۔ البخاری وغیرہ یعنی جو شخص ایمان لایا ہو اللہ تعالےٰ اور روز قیامت پر اسکو چاہیے کہ مہمان کا اکرام کرے مقصود یہ کہ مہمان کا اکرام از آثار ایمان مین سے ہو ہر ایک اس دنیا مین مہمان ہو بلکہ مسافر راہ گیر ہو اور یہ سفر سانس کے قدمون سے طے ہوتا چلا جاتا ہے پھر اکرام کی تفصیل دراز ہو از انجملہ جو کچھ میسر ہو خندہ پیشانی و خوشی سے پیش کرے گویا اُسکے آنے سے نہایت خوش ہوا۔ ساتھ کھانے مین شریک ہو۔ ہر ایک چیز مین خوشی ظاہر کرے اُسکے سامنے کسی گھر والے و خادم پر ناراض نہو و لیکن جو تکلف اس زمانہ مین ہوتا ہو کہ قرض و اُدھار سے خاص طور پر انتظام کرتے ہین یہ ہوسات نفس و ہوا جس و تسویلات شیطان مین کہ نیکی برباد اور گناہ لازم کرکے بسا اوقات مہمان کے آنے سے دل مین کبیدہ ہوکر اسکو بارگران خیال کرتے ہین اور اس پر کیا موقوف ہے جملہ معاملات نکاح اور تجہیز و تکفین و دیگر اختراعی رسوم مین محض دنیا کی شرم و ناموری ہوس نفس کی مداخلت سے گمراہ و دونون جہان خراب ہین اللھم اہدنا الصراط المستقیم۔ پس یوسف علیہ السلام نے بھائیون کی طرف تکالیف و مصیبتون کا خیال نہ کیا اور یہ نہ دیکھا کہ انھون نے بطور برادرانہ حقوق کو جو انپر دو طرح واجب تھے کسقدر ضایع کیا بلکہ کمال خلق حسن کے ساتھ عفو کیا اور اپنی طرف سے اُن کے حقوق کا پاس کرکے اُن کی تکریم و مہمانداری ادا کی اور حسن اتفاق سے اُنکا ایک حق مہمانی کا اسوقت بڑھ گیا تھا۔ قولہ وانا خیر المنزلین۔ یہ تعریف اپنی بطریق فخر نہین ہے کما قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی مین آدم کی اولاد مین سب کا سردار ہون اور کچھ فخر سے نہین کہتا ہون یعنی صرف آگاہ کردینا منظور ہے ایسے ہی مقصود اُن کو اُبھارنا تھا ایک سچی بات ذکر کردی اور گویا یہ وعدہ دیا کہ مین تم سب کی مہمانی قبول کرونگا۔ اس مقام پر وحی کی اصلی کیفیت ظاہر نہین ہو اور بہرحال ہم کو غیر

واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کریں لیکن اس طرح کہ جو اس سے جو امور اللہ تعالیٰ نے متعلق فرمائے ہیں جن کو آدمی تدبیر کہتا ہے اس کو کام میں لاوے۔ پس یہاں دو حال سے خالی نہیں یا تو ان کو وحی سے معلوم ہوا ہوگا کہ بھائی و باپ سب آجاوینگے یا نہ معلوم ہوا۔ اگر معلوم ہوا تو بھی اسقدر تدبیر اس دار امتحان میں منجملہ طاعات ہے کیونکہ پیغمبر کا کوئی فعل ہو کسی وقت رائگان نہیں ہوتا۔ یعنی ضرور اسپر بوجہ خلوص نیت کے ثواب ہوتا ہے اور اگر معلوم نہ تھا جیسا کہ ظاہر ہے تو تدبیر پر عمل خود ثواب ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ عالم الغیب خاص صفت حضرت باری تعالیٰ عز وجل ہے اور خصوص جو امور آدمی کے حق میں واقع ہونے والے ہوتے ہیں ان قدر کے تفنار کا علم اسوقت اس کی نظر سے پردہ میں ہوتا ہے جیسے حضرت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ کربلا میں بعض محققین نے ذکر فرمایا ہے اور صحیح حدیث حذیفہ رضی اللہ عنہ در باب شہادت عثمان رضی اللہ عنہ و دیگر فتن جو صحیح بخاری میں ہے اہل علم کے لیے محل تفکر ہے اور جو واقعہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کا ہوا کہ صورت تدبیر اس میں ظاہر تھی باوجود حدیث صحیح یابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر کے اور حدیث راہب شامی جس نے بیت المقدس میں حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے سوالات فرمائے اور جب آپ نے خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں الفاظ وہم کہے تو اس کا سر ہلا کر فرمایا یا دفراہ یا دفراہ یعنی اوگندہ رے اوگندہ رے دیکھ تو کیا زبان سے نکالتا ہے اس نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ چہارم خلیفہ بذات خود کسی خون میں متہم ہونگے بلکہ یہ غرض ہے کہ ایسے وقت خلیفہ ہونگے کہ تلواریں خون میں بھری ہونگی اور راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ حضرت علی پر رحم فرماوے اور تیسرے خلیفہ کے ذکر کے بعد آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا کہ عثمان پر اللہ تعالیٰ رحم فرما دے پس صحیح ہے کہ آپ یہ سب واقعہ خوب جانتے تھے اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ خلافت صدیق رضی اللہ عنہ غیر معلوم ہو باوجود اسکے خلافت کو مشورہ پر چھوڑا اور بعد مشاورت و مناقشت کے خلافت عثمان رضی اللہ عنہ پر قرار پائی اور بعض نے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسوقت یہ بھی کہا کہ خدعت ورب الکعبہ یعنی قسم رب کعبہ کی میں دھوکے میں پڑ گیا اور جماعت انصار رضی اللہ عنہم نے بظاہر نظر اختلاف کیا ولیکن بباطن نظر واقف تھے اور تونے دیکھا کہ ایک شخص نے راستہ میں ایک خوبصورت عورت کو دیکھکر بد نظری سے دیکھا جس سے قلب پر ہیجان شہوت کا اثر ہوا پھر وہ شخص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے حسن اخلاق کی پابندی کرتے ہوئے خطاب کیا کہ یہ کیا حال ہے کہ تم میں سے بعضے لوگ میرے پاس آتے ہیں حالانکہ ان کی آنکھوں نے زنا کیا ہے آیندہ وہ اللہ تعالیٰ سے شرم کریں یا ورنہ میں درّے ماروںگا۔ اس نے بھی توبہ کی بعد اسی مجلس میں پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی وحی اترتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں لیکن یہ فراست ہے اور البتہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی شہادت کو بھی جانتے تھے بدلیل اشارت احادیث صحیح کہ جن میں بشارت شہادت ہے اور ان ایام محاصرہ میں اہل بلوہ کو کرسے فہمائش کی اور برابر انکو سمجھاتے تھے کہ تم ایسا مت کرو حالانکہ قضاء مقدر میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہے پس اہل علم و عقلاء ربانیہ اللہ تعالیٰ کے کارخانہ امتحان دنیا میں ادب کی رعایت رکھتے ہیں اور عوام صحابہ رضی اللہ عنہم اس درجہ و منزلت پر پہنچے کہ تقریباً ہیں ایسے ایک صحابی کی نسبت جو عموماً معروف نہیں ہیں انکا نام اس زمانہ والوں میں مشہور نہیں ہے تاکہ مترجم کے نام لینے سے کوئی ان کو مثل حضرات خلفاء راشدین کے پہچان جاوے پس موت کے بعد دفن ہونے سے پہلے لوگوں سے کلام کرنا پھر بدستور مردہ دفن ہونا ذکر کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اہل حق و بزرگان خاص کا قیاس نہیں ہو سکتا ہے انکے علم کا اندازہ نہوگا۔ اب یہاں حکمت بیان نہوئی کہ بھائی کو طلب کیا اور باپ کو نہیں بلایا تو کہنے والا کہیگا کہ باپ کی نسبت انہوں نے نابینا ہو جانے کا عذر کیا تھا ولیکن اہل عقل کے نزدیک اس میں کوئی مشکل نہ تھی کہ اسقدر اولاد اپنے باپ کو حفاظت سے لے آویں اور جیسے باپ کی مکان پر پرداخت کرتے تھے ایک بھائی کرے۔ اور سب سے زیادہ

مشکل جو مترجم ان گفتگو کرنے والون پر پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جب انکو معلوم تھا کہ باپ کی میری مفارقت مین یہ نوبت ہوئی اور یہ دوسرا
سگا بھائی بنیامین اُن کے واسطے مونس و یادگار ہے تو عمداً اس اہتمام سے اُس کو بلوا کر کیون جدا کر دیا جس سے غم والم مین زیادتی ہوگئی اب
اسکا جواب دینے مین تکلفات کا برتاؤ ہوگا اور واضح ہونا چاہیے کہ مرد دیندار ایسے سوال و جواب مین اوقات ضائع نہ کرے بلکہ ان مقامات
واشارات کو سمجھکر خاصان حق عز وجل کی اقتدا کرے جنکے افعال مین نفس امارہ کا لگاؤ نہین تھا اور نہ سمین کرتے کچھ کام مگر وہی جسکی
اجازت حاصل ہو فافہم واللہ تعالے ہو الہادی الی السبیل الرشاد۔ قولہ سنراود عنہ اباہ الآیۃ۔ اہل تقوی کا یہی شیوہ ہے کہ ہر کام مین جناب
حق عز وجل و حکم شرع کا لحاظ رکھین چنانچہ عزیز مصر کی خاطر کو عزیز نہ کیا اور ہرگز باوجود ترغیب و تہدید کے وعدہ نہ دیا کہ ہم ایسا کرینگے بلکہ
مراودت کا وعدہ کیا جو پورا ہونا ظاہر تھا بعض روایات مین ہے کہ مومن کا وعدہ جیسے ہتھیلی کا گرفت کر لینا یعنی یقینی پورا ہونے کے معنی مین ہوتا ہے
وقال تعالے ان العہد کان مسئولا اور وعدہ پورا کرنا صفات ایمان مین سے ہے لہذا منافق کی علامت فرمائی کہ امانت مین خیانت کرے اور جھگڑے
مین فسق و فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے مترجم کہتا ہے کہ جھگڑے مین فجور کرے نہایت عمدہ کلام ہے حتی کہ جس قدر حرکات ایسے معاملہ مین سچائی
سے خلاف صادر ہوتے ہین سب اسمین مندرج ہین مثلاً کسی سے زبانی جھگڑا کیا تو اسکو دشنام و سخت سست الفاظ کہیگا۔ اور اگر نالش واقع ہوئی
خواہ خود مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو یہ خواہش کریگا کہ جو مین چاہتا ہون یہ ثابت ہوجاوے اگرچہ حق و صحیح نہو کیونکہ فی الجملہ خسارت ہو پس جھوٹ
بولینا اور قسم کھا لینا اور جھوٹی گواہی اور مانند اس کے جو امور حرام و فجور مین سب اس سے صادر ہونگے بخلاف مومن کے چنانچہ حضرت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ایک مومن و ایک یہودی کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ نے مومن سے گواہ طلب کیا اس نے کہا کہ میرے پاس
گواہ نہین ہین تو آپ نے کہا کہ یہودی سے قسم لے سکتا ہے اُس نے عرض کیا کہ یہ تو فاجر ہے قسم کھا جاویگا آپ نے فرمایا کہ پھر اسکے سوا تیرے لیے
کوئی راہ نہین ہے پس اُس نے سچا حق چھوڑا اور خسارہ آسان ہوگیا کسی فجور پر راضی نہوئے۔ الغرض برادران یوسف علیہ السلام نے وعدہ
لانے کا نہ کیا بلکہ کوشش کرنے کا وعدہ کیا پس متقی آدمی کو چاہیے کہ دنیا مین کسی شخص کی رعایت سے خواہ بادشاہ ہی کیون نہو سچی بات سے تجاوز
نکرے ف فی العرائس قولہ تعالے وجاء اخوۃ یوسف فدخلوا علیہ فعرفہم الآیہ بھائیون کا نہ پہچاننا حضرت یوسف کو تا ثیر حقیقت مین اسوجہ
سے واقع ہوا کہ چہرہ یوسفی علیہ السلام مین جو تجلی حق ظاہر تھی اُسکے دیکھنے سے بھائیون کی آنکھین حجاب مین کر دی گئین تھین وہ اس نور تجلی کو
نہین دیکھتے تھے جیسا کہ انھون نے جرم سے پہلے دیکھا تھا پس نہ دیکھنا اس جرم کی جزا تھا کہ حق تعالے نے دیدار انوار سے انکی آنکھون پر پردہ
کر دیا پس جب یہ نور نظر نہ آیا تو انجان ہوگئے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ارواح کا اشارہ اسطرح ہے کہ ازل مین جنمین باہم تعارف ہوا
ان مین یہان تعارف ہے اور جن مین وہان تخالف ہوا ان مین یہان بھی ہے پھر جسم ظاہری گویا پردہ روح ہے جس سے اہل بصیرت مثل
آئینہ کے عکس دیکھتے ہین۔ اب مین کہتا ہون کہ جو کچھ شیخ رح نے بیان کیا اسی بنا پر اشارہ فرمایا ہو واللہ تعالے اعلم۔ بعض نے کہا کہ سابق جدا
کے عوض بھی لیا اور اللہ تعالے نے انکو حضرت یوسف کی طرف محتاج بنایا۔ استاد رح نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ سابق بھائی کی وجہ سے
اللہ تعالے نے انپر حجاب کر دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ پہچانا یہی حال گناہون کا ہوتا ہے کہ جب آدمی حق تعالے کی نافرمانی کرتا ہے تو
اسپر حجاب طاری ہوتا ہے جس سے اُسکے کان تو خطاب الٰہی کو نہین سنتے اور آنکھین آثار قدرت کو نہین دیکھتی ہین پھر دل اندھا اور جھوٹ
اور نفس کی تاریکی مین متصل ہوتا ہے پس اُسکی معرفت کے درمیان حجاب طاری ہو جاتا ہے یہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے کبریائی کا
ظہور ہے۔ قولہ تعالے فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی ولا تقربون یہان ایک نکتہ ہے کہ قلب یعقوب علیہ السلام مین کچھ التفات جانب اسباب

شائبہ تھا تو چاہا کہ درجہ عالیہ پورا ہو جاوے کہ قلب معرفت بارگاہ قدم کو حدوث سے بالکل علیحدہ جانے اور یہی اثر تمام معارف میں پھیلے حتی کہ
سر باطن مشاہدہ جمال رحمن میں جملہ حدثان سے مجرد ہو خواہ وہ یوسف ہوں یا کوئی اور ہو پس آہستہ آہستہ لطف کے ساتھ علائق سے خارج کیا
تاکہ بارگاہ کبریا میں حدوث کا غبار نہ رہے اسی واسطے اول یوسف کو پھر بنیامین کو اُن سے علیحدہ کیا اور مخلص بندہ یوسف علیہ السلام کو یہ راز
منکشف تھا لیکن غیرت الٰہی سبحانہ تعالیٰ سے خوف کیا کہ بنیامین بھی ہلاک کیا جاوے اور دور در دور پر دور بڑھایا جاوے۔ لہٰذا یوسف علیہ السلام نے
برعایت حق والد بزرگوار بہت کوشش کی کہ قبل ہلاک کیے جانے کے بنیامین علیحدہ کر دیے جاویں یہاں تک کہ بھائیوں سے کہا کہ فان لم تاتونی بہ فلا
کیل لکم عندی ولا تقربون۔ حالانکہ احسان کے مقابلہ میں عوض چاہنا بزرگوں کا قاعدہ نہیں ہے۔ اور اسمیں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے
راستہ میں جو کوئی معرفت کا عہد پورا نہ کرے اسپر وصال کی راہیں تنگ کر دیجاتی ہیں بعض مشائخ نے اس آیت کے اشارہ میں کہا کہ حضرت
خالق عز وجل نے جو کچھ بندہ سے چاہا ہے یعنی حق تعالیٰ تو ہر امر و عبادت سب سے پاک ہے ولیکن اسکے احکام بندگی کے ہیں جو انکو بجا لاوے
وہی اسکا بندہ ہے اور جو مخالفت کرے اسکو مردود کر دے شیطان کے ساتھ بلکہ بندۂ شیطان کر دے تو جو احکام عبودیت جاری فرمائے ہیں جو بندہ
انکی نہ اپنی خواہش کو دخل دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسپر بنیا رزق تنگ کر دیتا ہے اور مقام قرب سے اسکو محروم رکھتا ہے۔ استاد رح نے یہاں ایک لطیفہ بیان
فرمایا کہ جب یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کو نظر محبت یوسف دیکھا تو غیرت محبت نے اس شرکت کو منظور نہ کیا اور بنیامین کو سامنے سے
دور کر کے پورا غم والم وہ حضرت یوسف پر رکھا اول اشارہ الی التفکر فی قولہ ولا اسفی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فہو کظیم۔ اور واضح ہو
کہ عام لوگ لفظ محبت سے بہت تنزلی کہا لیکن کہ محبت و عشق کو اس نفسانی کیفیت پر محمول کرتے ہیں جو پیدا ہو گیا لوگوں کو درمیان شہوت ہے
اور اگر زیادہ بلند نظر دردورا دلی تو مجنون و فرہاد کی محبت یاد آئی حالانکہ یہاں فرق زمین و آسمان کا ہے اور فرق ہے یہی مراد نہیں ہے کہ جو عشق فرہاد و
مجنون میں تھا یا جیسی کیفیت ان شہوت پرست لوگوں میں ہوتی ہے اس سے ہزار بار درجہ جوش زیادہ تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ لوگ تو محبت و عشق کے معنے
سمجھتے ہیں اور باہم اس لفظ کو ہیر پھیر بولنا ہے لیکن اہل حق کی بولی میں یہ لفظ دوسری زبان کا لفظ سمجھنا چاہیے کیونکہ عشق کی ماہیت خود وہ لوگ
نہیں جانتے ہیں تو ہم لوگ کیا سمجھینگے یہانتک کہ بعض اکابر نے کہا کہ عشق ذات باری تعالیٰ ہے اور حکایت ہے کہ ایک ذرہ کا ستر ہزارواں حصہ منقسم
ہزاروں میں تقسیم ہوا تو ہر ایک ولی کامل ہو گیا مولوی روم علیہ الرحمۃ نے اسقدر کہا کہ ع آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ گر دلیلت باید از وی رو متاب
یعنی کوئی حقیقت دلیل ہو نہیں بیان نہ کر سکے۔ ان عوام کو فہمائش کر دی کہ ع عشق آن نبود کہ در مردم بود۔ این فسار خوردن گندم بود۔
یعنی آدمیوں کا عشق وہ عشق نہیں ہے جو اہل اللہ تعالیٰ کو بندہ خاص بناتا ہے بلکہ یہ لوگ گیہوں کھانے کا جوش ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سچ فرمایا
دیکھو انکا طبیب یہ علاج لکھتا ہے کہ خون بدن سے کم کر دیا جاوے اور شہوت کے اسباب ترک کر دیے جاویں فافہم۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام
نے انکی ترغیب و ترہیب دونوں کر کے برادر بزرگ کو لاویں۔ پھر شاید یہ خیال کیا کہ غریب آدمی ہیں اگر انکے پاس خرچ مہنگائی ہوئی یا سودا لیکر
آنا اسوجہ سے موقوف رکھینگے لہٰذا وقال لفتیٰنہ کہا اپنے غلاموں یا نوکروں و خادموں سے جو اونٹوں کا بار لادتے تھے کہ اجعلوا
بضاعتہم فی رحالہم رکھدو انکی بضاعت کو یعنی جو نقد یہ لائے تھے ان کے کجاوں میں۔ یعنی اونٹ پر اناج کو لادو اور نقد کو بھی
جو انہوں نے دام ادا کیے تھے وہ بھی اُسی میں رکھدو۔ کہا گیا کہ درم تھے اور کہا گیا کہ جوتیاں اور چمڑے تھے۔ لعلہم یعرفونہا اذا
انقلبوا الی اہلہم شاید یہ لوگ اس کو پہچانینگے جب اپنے لوگوں میں واپس پہنچینگے یعنی وہاں پہونچکر کھولیں اور گونین کو الٹینگے تو
پہچانینگے۔ لعلہم یرجعون شاید وہ پھر لوٹ کر آویں پاس آویں یعنی بنیامین کو ساتھ لاویں گے۔ واضح ہو کہ شیخ حافظ و دیگر مفسرین نے

نے مختلف اقوال اس توجیہ کے لکھے ہین کہ انکی بضاعات کیون واپس کردین پس سراج سے ہین ان اقوال کو نقل کرتا ہون اول یہ کہ چاہا کہ سختی وقحط کے وقت یہ مال اُنکے واسطے آسانی کا سبب ظاہر ہوجاوے ۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت مین لعلهم یعرفونها اذا انقلبوا الی اهلهم لعلهم یرجعون سبب مذکور ہے اور شاید یہ سبب اپنے غلامون وخادمون پر ظاہر کردیا ہو یا نہ ظاہر کیا ہو بہرحال قائل کا قول بدین معنی شاید صحیح ہو کہ اصلی غرض کے ضمن مین دیگر نیات واغراض ہوتے ہین ۔ اور اگر کہا جاوے کہ اگر یہ غرض ہوتی تو ظاہر مین واپس کرتے تو جواب دیا کہ چورون کے خوف سے گون مین رکھوا دیے دوم یہ کہ چاہا کہ اپنے باپ کو ظاہر کرے کہ مصر کے بادشاہ نے انکا اکرام کیا ہے اور مزید اکرام سے دوبارہ مع بھائی کے طلب کیا ہے تو اسپر بھیجنا گران نہ گذرے ۔ سوم یہ کہ معلوم ہوجاوے کہ انکے بھائی کو انکے ساتھ کسی ظلم وایذا کی غرض سے طلب نہین کرتا ہے اور نہ دام مین بڑھانا مقصود ہے چہارم یہ کہ ایسے طور پر انکے ساتھ احسان کرنا چاہا جس سے انکو کوئی عیب ومنت لاحق نہو ورنہ ظاہر واپس کرنے کو شاید منظور نہ کرتے پنجم فراء رح نے کہا کہ جب اپنی بضاعت اپنے مال مین دیکھینگے تو دل مین گمان کرینگے کہ ہم نے بھولے سے رکھ لی ہے چونکہ وہ خود انبیا اور اولاد انبیا تھے تو ضرور واپس ہوکر سبب دریافت کرکے مالک اسکے مالک کو واپس کردینگے ۔ مترجم کہتا ہے کہ توجیہ باوجود تطویل کے بیکار ہے اسواسطے کہ دستور کے موافق کہا جاوے ۔ الا دنا غلمان مملکت کا کام تھا اور سہو کا خیال اسقدر بعید دافراد مین مستبعد ہے علاوہ اسکے جب آگے خود موجود ہے کہ اُنھون نے مکان پر کھولکر بضاعت پائی تو کہا ما نبغی ہذہ بضاعتنا ردت الینا ونمیر اهلنا ونحفظ اخانا ونزداد کیل بعیر پس جیسا یہان مذکور ہے کہ لعلهم یعرفونها ۔ وہی واقع ہوا ۔ ششم یہ کہ انھون نے چاہا کہ اپنے باپ کے واسطے آسانی کرین کیونکہ قحط کا زمانہ تھا ۔ ہفتم یہ کہ ایسی شدت کے وقت اپنے باپ وبھائیون سے دام لینا سخت کمینہ پن ہے ۔ ہشتم یہ کہ خوف ہوا کہ شاید ان کے باپ کے پاس اور مال نہو جسکو لیکر دوبارہ بھائی کے ساتھ آوین اس لیے واپس کردیا ۔ یہی شیخ سیوطی کا مختار ہے اور یہی صواب ہے آیت مین منصوص ہے نہم انکو جب انھون نے اسباب کھولا تو جانا کہ یہ کرم وسخاوت ہے پس دوبارہ معاملہ کرنے مین حرص ہو ۔ مترجم کہتا ہے کہ ان وجوہ مین سے صرف وجہ ہشتم اور بعض حصہ وجہ نہم صحیح ہے اور اسی طرح منصوص کے ساتھ بعض فوائد مخلوط کو بیضاوی نے اختیار کیا ہے ۔ اور مجھے معلوم نہوا کہ اس مقام کی تفسیر مین کیون اسقدر پریشان اقوال ہین باوجودیکہ سبب تو آیت مین منصوص ہے ۔ ایسا ذکر یہان پر البتہ تھی کہ بضاعات واپس کرنے مین علاوہ وجہ منصوص کے دیگر فوائد ضمنی کیا ہین تو بعض اقوال مین اسکا تذکرہ البتہ ہے ۔

القصہ ان بہمہ الطاف سے انکو رخصت کیا ۔ قال تعالی

فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝

پھر جب لوٹکر پہونچے اپنے باپ کے پاس تو بولے کہ اے ہمارے باپ منع کردیا گیا ہم سے کیل سو ہمارے ساتھ بھیجیے ہمارا بھائی کہ ہم کیل لاوین اور ضرور ہم اسکے حافظ ہین

قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ إِلَّا كَمَا أَمِنتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِن قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝

فرمایا کہ بھلا کیا تمھاری امانت قبول کرون اسپر مگر ویسی ہی جیسی تمھاری امانت قبول کی تھی اسکے بھائی پر اس سے پہلے سو اللہ تعالی اچھا حافظ ہے اور وہ سب سے بڑا رحم کرنیوالا ہے

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ

اور جب ان لوگون نے اپنے اسباب کھولے تو پائی اپنی پونجی جو پھیر دی گئی تھی انکو بولے کہ اے ہمارے باپ ہم کیا چاہتے ہین یہ ہماری

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ۝

پونجی ہے جو ہم کو پھیر دی گئی ہے اور ہم غلہ لاوینگے اپنے عیال کے لیے اور نگہبانی کرینگے اپنے بھائی کی اور بڑھا لاوینگے ایک بار اونٹ اناج یہ کیل آسان ہوجائیگا

قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَأْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ

فرمایا کہ ہرگز نہیں بھیجونگا اسکو تمھارے ساتھ یہانتک کہ تم دیدو عہد مضبوط اللہ تعالیٰ کیطرف سے اسبات کا کہ تم ضرور اسکو میرے پاس لاؤگے مگر یہ کہ تم گھیرے جاؤ پس جب انھوں نے دیدیا اسکو اپنا عہد تو

قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ۭ

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسبات پر جو ہم کہتے ہیں وکیل یعنی شاہد ہے اور فرمایا کہ اے میرے بیٹو تم نہ گھسنا شہر میں ایک دروازے سے اور گھسنا شہر کے اندر کئی علیحدہ علیحدہ دروازے سے

وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

اور نہیں میں تمسے ٹال سکتا ہوں اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی بھی چیز حکم کسی کا نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اسی پر میں نے بھروسا کیا اور اسی پر چاہیے کہ بھروسا کریں بھروسا کرنے والے

فَلَمَّا رَجَعُوْٓا - پھر جب واپس گئے یوسف کے بھائی اِلٰٓى اَبِيْهِمْ اپنے باپ کی طرف - اور وہاں پہونچے تو روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے سب حال بیان کیا کہ بادشاہ بہت نیک سیرت عادل ہے اس نے ہمکو پردیسی جانکر بلایا اور اکرام سے اتارا اور آپ کی نبوت کی تعظیم کی اور ہماری مہانداری کی ولیکن وہ کسی کو ایکبارگی بہت اناج نہیں دیتا ہے صرف ایک ایک اونٹ بھر کے دیتا ہے جب خرچ ہوجاوے تو پھر درخواست کرکے لانا چاہیے - حضرت یعقوب نے کہا کہ ابکی مرتبہ تم اس سے میرا سلام کہنا اور بیان کرنا کہ ہمارا باپ جو اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہے تمھارے اس احسان کے عوض تمھارے لیے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ کوئی برائی نہ رکھے ہمیشہ تمکو خیر و خوبی کے ساتھ رکھے - تب انھوں نے آیندہ کا حال ذکر کیا اور - قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ - کہنے لگے کہ اے والد بزرگوار ہم سے کیل روک دیا گیا ہے یعنی آیندہ کے لیے بادشاہ نے روکا ہے کہ جب تک اپنے ایک بھائی کو جو باپ کی طرف سے ہو نہ لاؤگے تب تک کیل نہ ملیگا کیل اگرچہ بمعنے مصدر یعنے ناپنا اور بمعنے ناپ و پیمانہ ہے مگر مراد بول چال میں کیل یعنے اناج کا پیمانہ جسقدر کہ ناپ دیا گیا تھا - پس درخواست کی اور کہا فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا تو آپ ہمارے ساتھ بھیج دیجیے ہمارے بھائی کو یعنے اپنے اُس بیٹے کو اور پیار و شفقت ظاہر کرنے کو کہا کہ ہمارے بھائی کو کیونکہ بھائی کے ساتھ بھائی کہیں دغا کرتے ہیں اور صیغہ امر فارسل کا جواب چاہیے کیونکہ امر کا صیغہ جب غایت سے ہوتا ہے وہی جواب کہلاتا ہے تو یہاں اس کہنے سے کہ ہمارے ساتھ بھیجو مقصود یہ ہے کہ نَكْتَلْ ہم کیل لاوین یعنے کیل سے ناغت تو اسی امر پر موقوف ہے تو جب ہم لیجاوینگے تو کیل کا حکم جاری رہیگا اور حمزہ و کسائی کی قرأۃ میں یکتل بیاء ہے یعنے وہ کیل لاوے اور بعض نحویین نے اسپر وہم کیا کہ خالی اُس کا لانا منع نہ تھا - اور یہ اس بنا پر ہے کہ بعض روایت قصہ میں ہے کہ ان لوگوں نے بنیامین کا حصہ اونٹ مانگا تھا تو بادشاہ نے دینے سے انکار کیا اور جب انھوں نے بوڑھے باپ کی خدمت گزاری میں رہنے سے نہ آنے کا عذر کیا تو دیا اور آیندہ سے منع کردیا ولیکن یہ وہم ہے کیونکہ آیندہ نزدیک کیل بعیر سے زیادتی جدیدہ ثابت ہے صحیح وہ ہے جو قرآن مجید میں صریح منصوص ہے کہ سب کا کیل روک دیا تھا بقولہ فان لم تاتونی بہ فلا کیل لکم عندی - اور اسمیں تاویل کرنا حرکت واہی ہے اور نحاس نے جواب دیا کہ قرأۃ یکتل بیاء بھی صحیحہ متواترہ ہے اور وہم کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ معنے یہ ہیں کہ ہمکو کیل دینے سے ممانعت ہوئی ہے بھائی کے جانے پر موقوف ہے اسکو بھیجیے کیل لاوے اپنے لیے اور ہمارے لیے سب کے لیے اور یہ غرض نہیں ہے کہ خالی اپنے لیے لاوے پھر چونکہ آنحضرت کو شفقت سے زیادہ خیال تھا تو انھوں نے تصریح کردی کہ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ اور ہم اس کے محافظ ہیں - کوئی برائی اُسکو نہ پہونچنے دینگے مسئلہ جائز ہے کہ آدمی اہل و عیال وغیرہ کے لیے اپنے آپکو حافظ و نگہبان کہے ولیکن ساتھ ہی دل میں نیت رہے کہ اصلی حفاظت اللہ تعالیٰ کی ہے ہم اُس کی مشیت پر محافظ ہیں - واضح ہو کہ چشم و گوش و قوت و ہوش سے نگہبانی یہ عطائے حق عز و جل ہی کی طرف سے حفاظت ہے اس واسطے کہ جو آدمی خود اندھا بولا یا اپاہج بہرا ہو اُس کی حفاظت معتبر نہیں ہوتی ہے سوال یہاں انشاء اللہ تعالیٰ کے ساتھ نہیں کہا حالانکہ قوی قول یہ ہے کہ یہ لوگ اس وقت پیغمبر تھے یا پیغمبری کی استعداد تھی بحکم قولہ تعالیٰ

دیکھو تو امین پایا۔ وہ تو ما صاحبین۔ یہ نظیر ہے قول یوسف علیہ السلام کی یعنی انی حفیظ علیم پس ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کی نیت ساتھ
ہی رہے جیسا کہ مترجم نے اشارہ کیا ہے اور بعض متاخرین نے بعض مسائل فقہیہ کے استدلال سے حنفیہ اصول کے موافق زبان سے ہونا شرط
خیال کیا ہے جیسے ذبح کے وقت تسمیہ نیت میں ہونا معتبر نہیں رکھا جبکہ نسیان نہو۔ تو مترجم کہتا ہے کہ اس صورت میں جواب یہ ہے کہ حافظون
صیغہ صفت استمراری ہے بالفعل کسی فعل کا لفظ نہیں کہا یعنی ہم حفاظت کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ پس استثنا مخصوص بفعل ہے جیسا کہ
قولہ انی حفیظ علیم میں مترجم نے توجیہ کر دی ہے۔ اور تحقیق میرے نزدیک یہ ہے کہ جن لوگوں نے زبان سے شرط ہونا حنفیہ کا اصول بیان
کیا ہے انکو التباس واقع ہوا بلکہ حنفیہ وعامہ علما متفق ہیں کہ نیت میں ہونا کافی ہے اور جن مسائل سے ان متاخرین کو وہم ہوا اسکا مدار
متعلق بقضا ہے اور صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے اپنی جورو کو طلاق دی پھر اسکو چھوڑا نہیں تو اسنے محکمہ قضا میں دعوے کیا اور زید نے
قاضی سے کہا کہ مجھپر اس کا چھوڑنا واجب نہیں کیونکہ میں نے نیت میں استثنا کیا ہے تو قاضی اسکو تسلیم نہ کریگا کیونکہ نیت کا اعتبار نہوگا۔
مترجم کہتا ہے کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ قاضی کو بلکہ خود اسکی جورو کو اسکا علم نہیں ہو سکتا اور احتمال باقی ہے کہ اس نے فسق اختیار کیا ہو تو حدود شرع کی
حفاظت میں اسکا اعتبار نہوگا اور ایسی صورتوں میں زبان سے بلکہ گواہوں سے جبکہ عورت عمداً انکار کرے ثبوت شرط ہوگا بخلاف ایسی صورت کے
جسمیں ہم کلام کرتے ہیں کیونکہ وہاں تو اللہ تعالیٰ علیم وخبیر کی درگاہ میں ادب مقصود ہے کہ اُس نے اپنی قوت کا دعوے نہیں کیا بلکہ نظر یہی تھی
کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت وقوت سے میں حفیظ ہوں تو نیت سے حق تعالیٰ خوب آگاہ ہے پس نیت میں ہونا بالکل کافی ہے مسئلہ یہاں اناج ورزق
ہوا اور رزق کا متکفل اللہ تعالیٰ ہے مگر تدبیر کرنا اس دنیا کے عالم میں ادب کا اختیار بامتحان حق عز وجل ہے دیکھو انھوں نے یہ نہ کہا کہ رزق ملنا ہوگا کسی طرح ملجاویگا
یا بادشاہ خواہ مخواہ دیگا چاہو بھائی کو لیجاؤ یا نہ لیجاؤ نہیں بلکہ اسکی تدبیر کی اور اسقدر اہتمام کیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی مساعدت فرمائی اور یہ دیکھا
کہ اور کوئی تدبیر نہیں ہے اور کوئی چارہ نظر نہیں آتا سوائے اسکے کہ لڑکا بھیجا جاوے مگر جب انھوں نے شفقت کی لفظوں کا اظہار کیا اور یہ بھی
کہا کہ انا لہ لحافظون تو انکو وہ یاد آیا جو یوسف علیہ السلام کے لیجاتے وقت انا لہ لحافظون کہا تھا پس جواب دیا اور قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ
فرمایا کہ کیا قبول کروں تم سے امانت اس بنیامین پر آیندہ کے لیے۔ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ مگر ویسے ہی جیسے کہ قبول کی تھی میں نے تم سے امین و محافظ
ہونا عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ اسکے بھائی ایک ماں والے یوسف پر اس زمانہ سے پہلے وقت میں یعنی جب کہا تھا کہ ارسل معنا غدا یرتع ویلعب
وانا لہ لحافظون۔ خلاصہ یہ ہے کہ انکی محافظت پر اعتماد کرنے کو اس مرتبہ رد کر دیا کہ پہلے تمہاری حفاظت میں دیا اور تم نے کچھ بھی واپس نہ دیا تو کیا
اب ویسی ہی حفاظت میں دوں نہیں اب تمہاری حفاظت میں نہ دونگا بلکہ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا اللہ تعالیٰ بہت اچھا حافظ ہے بعض قرأۃ میں خیر حافظ
اور بعض میں خیر الحافظین آیا ہے ولیکن متواترہ نہیں ہے پس پڑھی نہ جاوینگی ان خیر حفظا بصیغہ مصدر البتہ متواترہ ہے الحاصل اب میں اسی کے حفظ پر
دونگا اور تمہاری شفقت ورحمت بھی کچھ معتبر نہیں ہے۔ میں بھی اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہے وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ اور وہ سب رحم والوں سے بڑا رحم کرنے
والا ہے یا اس سے امید ہے کہ وہ مکرر مصائب مجھپر پسند نہ فرماوے سبحان اللہ تعالیٰ کیا شان ہے کہ جب اسپر اعتماد فرمایا تو اُس نے ایک کے ساتھ
دوسرا بھی واپس دیا۔ اور رحمت درحقیقت صفت خالق عز وجل ہے اور حدیث میں ہے کہ حق عز وجل نے شفقت ورحمت کے سو حصے میں سے
ایک حصہ اسوقت ظاہر فرمایا اسی میں سے تمام مخلوقات ابتدا سے انتہا تک سب میں مقسوم ہے اور ننانوے حصہ حق تعالیٰ روز قیامت کو اپنے بندوں
کے لیے ظہور فرماویگا۔ اللّٰھم اغفرلی اللّٰھم ارحمنی وانت ارحم الراحمین۔ واضح ہو کہ اپنے بندوں کے لیے ظاہر کریگا تو اُسوقت اُسکے بندے بننا چاہیے پس
بعض کی نسبت تخصیص فرمائی جیسے قولہ واذکر عبدنا داؤد ذا الاید وقولہ انہ من عبادنا المخلصین۔ وقولہ نعم العبد انہ اواب۔ اور عموماً مجمل رکھا بقولہ ان

عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی شیطان کو مردود کر دیا اور فرمایا کہ میرے بندوں پر تجھے تسلط نہ ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ عموماً مومنین و اولیاء الٰہی
سوائے پیغمبروں کے معصوم نہیں ہیں بلکہ گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں مگر بحکم قولہ لم یصروا علی ما فعلوا وہم یعلمون۔ اور قولہ تذکروا فاذا ہم مبصرون
بہت جلد توبہ و ندامت سے پھر جاتے ہیں حالانکہ یہ بوجہ شیطان کے وسواس و غفلت کے ہوتا ہے تو معلوم ہو گیا کہ تسلط سے مراد یہ ہے کہ قلب پر
چھا جاوے اور وہ کافروں و مشرکوں و منافقوں میں ہوتا ہے لہذا یہ وقت ہے کہ بندگان الٰہی بچانے کی کوشش کیجاوے اور ایمان و اسکی خوبیاں
اور مکارم اخلاق و محاسن اوصاف و تقدیس باری تعالیٰ دیکھو محض ظنون و اوہام پر اعتراضات چھوڑ دو کیونکہ یہ تم نے کس طرح جانا کہ ہمارا
اعتراض ہیچ ہے جبکہ تم اپنے مخالف سے کہتے ہو کہ تمہارا اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ شیطان تو ہر وقت کوشش کرتا ہے کہ لغزش ہو اور تم
تو خود اسکو جگہ دیتے ہو اور سچائی کی نگاہ سے غور کرنے پر نیست ہی نہیں ہے تو شیطان کو مسلط کر لیا گیا حالانکہ حق کا تسلط ہوتا تو شیطان کے
بالکل ہوائے زیادہ مخفی وسوسہ سے بچنا دشوار تھا وہ تو بھائیوں میں عداوت ڈالدے اور بے رحمی کرنے کو نگاہ میں اچھا دکھلاوے روایت
ہے کہ ایک تمیمی سردار اقرع بن حابس نے اپنی اولاد کی کثیر تعداد بیان کر کے کہا کہ یا رسول اللہ میں نے کبھی کسی کو پیار نہیں کیا اور مراد یہ تھی
کہ آپ حسنین علیہما السلام کو پیار کرتے ہیں آپ نے ذکر فرمایا کہ بعض قلب پتھر سے زیادہ سخت ہوتے ہیں۔ چونکہ راجپوت قوم کی طرح عرب کا لڑکیوں
کو قتل کرنا معروف ہے ان میں سے ایک نے خود اپنا واقعہ کہ لڑکیوں کو بے رحمی سے اس نے قتل کیا تھا بیان کیا تو آنحضرت صلعم آبدیدہ ہو گئے۔
حدیث میں ہے کہ رحم کرو زمین والوں پر تم پر آسمان والا رحم فرماویگا۔ فکتہ سو حصہ رحم میں سے ایک حصہ کا ظہور ہے اور باوجود اسکے صحیح ہوا کہ
رحمت الٰہی اسکے غضب پر سبقت رکھتی ہے تو گنہگار جنکا ایمان صحیح موجود ہو اپنے رب سے امیدوار رہیں وہو ارحم الراحمین۔ الغرض اسوقت تک لڑکوں نے
گونیں نہ کھولی تھیں پہلے سے یہ گفتگو ہوتی رہی۔ ولما فتحوا متاعہم۔ پھر جب انھوں نے اپنی متاع کھولی یعنی گونیں جنمیں متاع اناج تھی
کھولیں۔ وجدوا بضاعتہم۔ تو پائی اپنی پونجی۔ اگرچہ اب انکی نہ تھی مگر۔ ردت الیہم۔ انکو واپس کر دی گئی یعنی وہی بضاعت انہوں واپس دیکھی جو
اناج خریدنے پر دے آئے تھے۔ اور بوجہ اکرام بادشاہ کے اور دیگر قرائن صحیحہ کے انکو یقین ہو گیا کہ بادشاہ نے ہماری بضاعات خاص قصد کر کے
ہمکو واپس کر دی ہیں کچھ غلطی نہیں ہے بعض قرأۃ میں ردت بکسر اول ہے جب یہ دیکھا تو۔ قالوا یا ابانا کہنے لگے کہ اے ہمارے شفیق رحیم
باپ۔ ما نبغی وہ کیا چیز ہے کہ جو ہم اس سے بڑھ کر چاہیں کہ بادشاہ نے ہمارا اکرام کیا اور اچھی مہمانداری سے ٹھہرایا اور ہمارے ہاتھ اناج
فروخت کیا اور پھر ہمارے دام ہمکو پھیر دیئے ہیں۔ علی ہذا ما نبغی میں ما استفہام انکاری ہے اور اگر ما نافیہ ہو تو معنے یہ ہیں کہ ہم اس سے سوائے احسان نہیں
چاہتے ہیں۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ نبغی بمعنی نطلب ہو یعنی خواہش کرنا چاہتا اور احتمال ہے کہ بغی سے ہو یعنی حد سے بڑھ جانا تو غرض یہ کہ ہم آپ
سے حد سے بڑھ کر اسکے احسان و خوبی کے بارہ میں گفتگو نہ کرینگے یعنی اب اور زیادہ بات نہ کرینگے اور مقصود یہ کہ یہ بضاعت ہی دلیل کافی آپ کے
سامنے موجود ہے اب ہماری گفتگو زائد کی کچھ حاجت نہیں ہے اور ایک قرأۃ میں تبغی بتاء خطاب ہے یعنی اے پدر آپ کیا چاہتے ہیں۔ یہ سب بیضاوی
و معالم و سراج وغیرہ سے لکھا گیا اور بعض محشین نے کہا کہ ما نافیہ کی صورت میں یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم آپ سے طلب نہیں کرتے ہیں
یعنی ہم کو دوبارہ وہاں جانے کے لیے مال کی خواہش نہیں ہم آپ سے نہیں مانگتے ہیں۔ ہذہ بضاعتنا یہ ہماری بضاعت ہے۔
یہی کافی ہے و لیکن مترجم کے نزدیک بعض محققین کا قول پسند ہے کہ وجہ اول اقوی اور دوم قوی ہے اور سوم کے تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔
حاصل یہ کہ اے پدر بزرگوار ہم اس سے بڑھ کر کیا چاہتے ہیں کہ ایسا کیا اور یہ دیکھئے ہماری بضاعت ہے جو ردت الینا ہمکو پھیر دی گئی ہے پس
آپ یقین کرینگے کہ ہمارا قول صادق ہے آپ ہمکو مع بھائی کے واپس جانے کی اجازت دیجئے کچھ فکر کی ضرورت نہیں ہے اسی بضاعت سے ہم اپنا سامان

کرینگے وَنَمِیْرُ اَھْلَنَا اور اپنے اہل وعیال کے لیے میر یعنی اناج لاوینگے وَنَحْفَظُ اَخَانَا اور آمد ورفت میں اپنے بھائی کی نگہبانی رکھینگے۔
اسوقت میں نگہبانی کے معنے یہ تھے کہ خصوص کسی مصیبت میں اسکی گرفتاری نہ چاہیں بخلاف حفاظت حضرت یوسفؑ کے کہ وہ صغیر و خرد
سال تھے۔ اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے قولہ الا ان یحاط بکم سے اشارہ کردیا ہے کہ عموماً یہ خود اپنی حفاظت کرسکتا ہے جب تک
کہ خاص طریقہ سے کسی مصیبت میں گرفتار نہو وے اور انکی بھی یہی مراد ہو کہ ہر طرح کی مخاوف چور راہزنوں وغیرہ سے ہم ایک جماعت
ہو کر تنہائی سے محفوظ رکھینگے۔ وَنَزْدَادُ کَیْلَ بَعِیْرٍ اور بڑھا لینگے ایک اونٹ کیل یعنی بھائی کے حق کا ایک اونٹ اور ملیگا۔ یہ کلام صریح ہے کہ
پہلے انکو بنیامین اور والد یعقوب علیہ السلام کا حصہ نہیں لاتھا جیسا کہ بعض لوگوں نے زعم کیا ہے بلکہ اب یہ زیادتی ہوگی۔ ابن کثیرؒ نے مجاہدؒ
سے تفسیر بعیر کی گدھا نقل کی اور کہا کہ بعض لغات میں گدھے کو بعیر کہتے ہیں ولیکن اس تکلف کی ضرورت کیا ہے اور شاید صحیح ہوا ہو کہ وہ لوگ
خچر یا گدھے لے گئے تھے پھر مجھے تامل ہے کہ وہ صحت جس روایت سے ہے اسکا اعتبار قرآن مجید سے کیونکر بڑھ گیا اسلیے کہ کیل حمار یہاں نہیں اگر صاف
کیل بعیر منصوص ہے تو بعض لغات کی بنا پر تکلف مرد بلا ضرورت ہی میرے نزدیک تو ایسی روایات کی تنقید و تحقیق چاہیے فافہم واللہ تعالے اعلم۔
پھر چونکہ بالفعل اہل وعیال کے لیے اناج لائے تھے تو اسکی نسبت کہا کہ۔ ذٰلِکَ یہ جو ہم لاتے ہیں کَیْلٌ یَّسِیْرٌ کیل خفیف ہے یعنی کچھ کفایت نظر نہیں آتی ہے
لہذا کیل کے واسطے مکرر جانا چاہیے ہر بعض نے کہا کہ ذٰلِکَ یہ ہے کہ زیادہ کیل بعیر سے ایک اونٹ جو زیادتی ہم کو ملیگی ایک آسان و خفیف چیز ہی بادشاہ کو دریغ
نہوگا مترجم کہتا ہو کہ یہ تو مقرری بات تھی کہ ہر ایک کو ایک اونٹ دیا جاوے آمین بادشاہ کے دریغ کرنے کا تذکرہ بموقع ہوگا لہذا اولی وہی معنی اول ہیں
اور ممکن ہو کہ اس اناج کے حاصل ہونے کی کیفیت کو آسان قرار دیا کیونکہ اناج ملا اور اکرام و مہمانداری ہوئی اور بضاعت واپس دی گئی تو یہ محاورہ
مثل اردو کے بول چال کے ہوگا کہ یہ تو بہت سستا اناج ہے۔ غایت یہ کہ سستے کو یسیر فرمایا تو یہ بعید نہیں ہے اور نکتہ واللہ اعلم یہ ہو کہ ارزانی در واقع جاری
نہ تھی بلکہ آسانی تھی لہذا الیسیر کا اطلاق کیا اور یہ توجیہ اگر صحیح ہو تو نہایت عمدہ ہو ولیکن ان مفسرین میں سے کسی نے نہیں لکھی ہے واللہ تعالے اعلم اور
شیخ حافظؒ نے ظاہراً حضرت مجاہدؒ سے روایت نقل کی جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا کلام ہے اور معنے یہ ہیں کہ
یہ کیل بعیر ایک خفیف چیز ہو اسکے مقابلہ میں فرزند کو خطرہ میں ڈالنا برداشت نہیں ہوسکتا اور بیضاوی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسکو ضعیف کیا
اور شدید تکلف سے خالی نہیں ہو بلکہ جواب حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے یہ ہے۔ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ فرمایا کہ ہرگز نہیں بھیجونگا
اسکو تمہارے ساتھ میں یعنی جبکہ میں نے تمہاری حرکت درباره یوسف علیہ السلام کے دیکھ لی ہے۔ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ یہاں تک کہ دو
تم ایسی چیز مجھے اللہ تعالے کی طرف سے جس پر مجھے اعتماد اور وثوق ہو یعنی عہد وقسم کے ساتھ کہ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖ ضرور تم اسکو میرے پاس لے آؤگے
اِلَّآ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ باستثنا ایسی صورت کے کہ تم پر احاطہ کیا جاوے یعنی مغلوب ہو جاؤ کہ اسکو نہ لاسکو یا یہ مراد ہے کہ تم سب ہلاک ہو جاؤ اور
حاصل یہ کہ اگر مصیبت ہو تو اسوقت عذر لائق ہوگا کہ تم بھی اس میں شامل ہو نہ فقط وہی تنہا مبتلا ہو جاوے۔ بیضاوی رحمہ نے کہا کہ یہ استثنار
مفرغ از اعم الاحوال والتقادیر ہے یعنی قسم کھاؤ کہ ضرور تم اسکو ہر حال و ہر صورت میں لے آؤگے باستثنا ایک صورت کے کہ تم پر احاطہ ہو جاوے
یعنی مجبور و مغلوب ہو جاؤ یا تم سب گھر جاؤ جس میں وہ گھر سے۔ بعض علماء نے کہا کہ اول تو اللہ تعالے پر بھروسا کیا تھا پھر رخصت کرتے وقت
ان عہد و پیمان کی طرف مائل ہوئے اگرچہ حفظ الٰہی کا اعتماد ترک نہ کیا لیکن خیلے تو جہ اس جانب بھی ہوئی اسی واسطے تھوڑی تاخیر سے ملے۔
فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ پھر جب انھوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنا عہد دیا۔ قَالَ تو یعقوبؑ نے فرمایا۔ اَللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ
وَكِیْلٌ اللہ تعالے ہمارے قول پر مطلع ورقیب ہے۔ یہ زیادہ تاکید کردی یعنی ہم اللہ تعالے کو شاہد و حاضر ناظر کرکے کہتے ہیں۔ پھر چلتے وقت انکو

تدبیر واحتیاط کی نصیحت کی اور وَقَالَ کہا کہ یٰبَنِیَّ اے میرے بیٹو۔ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ مت داخل ہونا یعنی شہر مصر میں ایک ہی دروازہ سے۔ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ اور داخل ہونا متفرق دروازوں سے مفسرین بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ لوگ صاحب جمال وذی وجاہت تھے اور مصر میں یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ ان پردیسیوں پر بادشاہ کا لطف زیادہ ہے پس خوف کیا کہ اگر ایک ہی جماعت داخل ہوں تو لوگ نظر بد لگاوین۔ پہلی مرتبہ انکو یہ نصیحت شاید اسوجہ سے نہ کی کہ اسوقت یہ لوگ انجان تھے کسی کو انکی طرف اسقدر خیال نہ تھا۔ یا شاید دنیا میں پر اسقدر شفقت اس کا باعث ہوئی ہو۔ اور بیضاوی رحمہ نے کہا کہ نفس کے آثار میں ایک نظر بد ہے اور حدیث صحیح میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگنے کی دعا میں یہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں اللھم انی اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر کل شیطان وہامۃ ومن کل عین لامۃ یعنی اللہ تعالےٰ سے خود پناہ مانگی یا حسنین علیہما السلام کے واسطے پناہ مانگی ہر شیطان سے اور ہامۃ یعنی سانپ بچھو وغیرہ ہلاک کرنے والے زہروں سے اور عین لامۃ یعنے نظر بد سے۔ قال المترجم علماے اہل السنۃ متفق ہیں کہ نظر بد سچ ہے اور اس کا انکار محض جہالت ہے اور صحیح مسلم میں ایک گورے خوبصورت صحابی کو ایک دوسرے شخص نے دیکھکر کہا کیسی اچھی خوبصورتی ہے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ کو سنکر برا مانا اور کہا کہ کیا تجھے یہ کہنا نہ آتا تھا کہ۔ ماشاءاللہ یعنے اللہ تعالےٰ کی قدرت عجیب ہے کہ جسطرح اس نے چاہا پیدا کر دیا پھر جب وہ شخص گئے تو فوراً راہ میں انکو سخت بخار آیا جس سے چہرہ زرد پڑ گیا جب آنحضرت علیہ السلام کو خبر ہوئی تو آپ نے نظر لگانے والے کو بلایا اور بیمار کے پیچھے کھڑا کیا اور ایک پانی میں اس کے ناخن سب اور دیگر مقامات سے ڈبوکر اور دھوکر اس کے سر کے پیچھے اتار کر نظر والے پر ڈالا اور نظر لگانے والے کو منہ پھیرے ہوئے چلے جانے کا حکم کیا پس مرد بیمار اچھا ہو گیا بحکم اللہ تعالےٰ۔ اور تفصیل سے یہ قصہ سفر السعادت میں بھی مذکور ہے اور آثار میں صحیح روایت کی علما تابعین میں ایک بزرگ ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھے ان میں ایک شخص بد نظری میں معروف تھا اور اکثر اونٹوں کی خوش رفتاری پر نظر لگاتا تو لوگوں نے اس نے عرض کیا کہ آپ بھی اپنے اونٹ کی حفاظت فرماوین آپ نے کہا کہ میرے اونٹ کو نظر نہیں لگا سکتا ہے۔ یہ خبر اسکو بھی دی گئی جب منزل پر اترے اور لوگ کاموں میں مصروف ہوئے اور بزرگ موصوف قضا سے حاجات کے لیے گئے تو وہ موذی جس سے مسلمانوں کی جان ومال کو اسقدر خطرہ تھا آیا اور اس نے آپ کے اونٹ پر بد نظر جمائی حتی کہ اونٹ گر گیا اور لوٹنے لگا وہ وہاں سے چلا گیا۔ جب آپ واپس ہوئے تو دیکھا اور لوگوں نے کہا کہ ہم آپ سے کہتے تھے آپ نے وضو کیا اور اونٹ پر دعا پڑھکر پھونکی ادھر تو اونٹ اٹھا اور ادھر اس موذی کی آنکھیں نکل پڑیں اور ہمیشہ کے لیے لوگ اس کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ یہ بھی سفر السعادت میں مفصل مع دعا کے نقل کیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ صدق ایمان و پاکیزگی اور پرہیزگاری کو جناب باری تعالےٰ میں دعا والتجا کا دخل زیادہ ہے لیکن پھر بھی جو شخص مضطر ہو حالت میں دعا کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُس کی دعا کو قبول فرماتا ہے خصوصاً مظلوم کہ اگرچہ کافر ہو دعا قبول کیجاتی ہے۔ اور سب تدابیر ظاہر احکام کی پابندی ہے اور جو کچھ اللہ تعالےٰ نے مقدر فرمایا ہے وہ ضرور واقع ہوتا ہے لہذا حضرت یعقوب نے کہا۔ وَمَآ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ۔ اور میں بے پروا نہیں کر سکتا تم سے اللہ تعالےٰ کی جانب سے کوئی چیز یعنے میں ثبوت و تدبیر سے یہ اختیار نہیں رکھتا کہ جو امر کہ اللہ تعالےٰ نے تمہارے حق میں چاہا اس میں سے کچھ تم سے ٹال دوں کیونکہ احتیاط کرنے سے مقدر ہٹا نہیں سکتے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ حکم نہیں ہو مگر اللہ تعالےٰ کے واسطے پس اگر اُسنے مقدر کیا انکو کوئی بکھر دے تو لامحالہ پہونچیگا اور یہ تدبیر کچھ نفع نہ دیگی۔ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میں نے توکل کیا۔ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ اور اسی پر چاہیے کہ توکل کرنے والے بھروسا کریں۔ یہ مقام صریح ہے کہ تدبیر کرنا توکل کے منافی نہیں ہوتا ہے بلکہ توکل تو نیک نیت ہو کہ اللہ نے یہی پورا کر دکھلایا ہے اور تدبیر پر نظر نہیں ہے پس جس شخص نے تدبیر سے گریز کیا اُس کو بھی وہی پہونچیگا

جو اللہ تعالے نے مقدر کیا ہو لیکن گناہ کی سزا ابھی دیجاویگی کہ اُسنے عالم اسباب مین حق تعہ کے طریقہ امتحان کی پابندی چھوڑ دی اور صریح احادیث صحیحہ اسپر دلالت کرتی ہین کہ جو شخص دنیا مین نیک کام کرتا ہو اور مخلوق کو راحت و آرام پہونچاتا ہو اور حق تعہ کی عبادت کرتا ہو اگر وہ اپنی نیکیون کے عوض مین بڑا حصہ دنیا کی آسائش طلب کرے تو اُسکو یہین ملیگا ولیکن اکثر نیکوکار اپنا ثواب آخرت مین چاہتے ہین اسپر بھی اللہ تعہ فضل سے انکو دنیا مین بھی وسعت دیتا ہو اور آخرت مین بھی انکا پورا ثواب ہو۔ واضح ہو کہ شیطان اور جو چیزین کہ وہ کہ اُسکے ساتھ لاحق ہین جیسے ہوام سانپ بچھوا اور نظر بد وغیرہ لئے مومنین کو زیادہ پریشانی رہتی ہو بہ نسبت کافرون و منافقون کے کیونکہ کافرون و منافقون سے شیطان کو خوشی ہے تو انکے آزار کی راہ ڈھونڈھنے کی اُسکو ضرورت نہین ہو پس اگر شیطان قدرت پاتا تو کوئی کافر بیمار نہو نے دیتا تاکہ وقت مصیبت مین وہ اللہ تعالے کیطرف رجوع نہ کرے پس اللہ تعالے وحدہ لاشریک قادر قدیم ہو مومنین کو اُسی پر توکل کرنا چاہیے اور استواری مین انکے لیے ثواب عظیم ہے واضح ہو کہ یہ کلام حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف سے دو بڑی احتیاط و فائدے کو متضمن ہے اول جب چشم بد سے پرہیز کا ذکر کیا تو ایک حق بات بیان کی ولیکن عام فہم مین یہ وہم ہوا کہ پرہیز و تدبیر سے مقدر تبدیل ہوجاتا ہو تو اُسکو قطعی دفع کیا بقولہ وما اغنی عنکم من اللہ من شئی۔ اور یہ جو بیان کیا کہ چشم بد ٹھیک ہو تو یہ بھی مقدر ہے حتی کہ جہان مقدر نہو کچھ اثر نہوگا اور یہ ہماری شرع مین بھی وارد ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور صحیحین مین حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا العین حق۔ کہ چشم بد ٹھیک ہو اور امام احمد کی ایک روایت مین یہ زیادہ ہو کہ یحضرہا الشیطان وحسد ابن آدم یعنی بد نظر کے ساتھ شیطان وحسد آدمی کا ملا ہوا ہوتا ہو اور امام مسلم کی صحیح مین ایک روایت اسطرح ہو کہ العین حق ولو کان شئی سابق القدر لسبقتہ العین۔ یعنے چشم بد ٹھیک ہو اور اگر کوئی چیز ایسی ہوتی کہ قدر سے سبقت لیجاتی تو چشم بد ہی سبقت کرتی اور ایک روایت مین جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ چشم بد داخل کردیتی ہو اونٹ کو ہانڈی مین اور آدمی کو قبر مین یعنی اس کمبخت کے اثر سے اونٹ مرجاتا ہو جسکو لیکے مالک مرتا دیکھکر حلال کرکے پکاتے ہین اور آدمی مرجاتا ہو تو اسکو دفن کردیتے ہین۔ یہان سے معلوم ہوا کہ جو حلال جانور چشم بد سے ہلاکت کو پہونچتا نظر آوے اسکو ذبح کرکے کھانے مین کوئی ضرر نہین ہو واللہ اعلم۔ ایک روایت مین آنحضرت صلعم حضرات حسنین ؑ کو تعوذ فرماتے انی اعیذکما باعوذکما بکلمات اللہ التامۃ من کل شیطان وہامۃ ومن کل عین لامۃ۔ اور فرماتے کہ یونہی حضرت ابراہیم بھی اسمٰعیل و اسحاق کو تعویذ پڑھتے تھے یہ روایت صحاح وسنن مین ہو۔ عبادہ بن الصامت رضہ سے روایت ہو کہ مین چڑھتے دن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عیادت کو گیا تو مین نے دیکھا کہ آپ پر بیماری کی تکلیف شدید ہو پھر آخر دن مین گیا تو مین نے آپ پر افاقہ دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس آئے اور رقیہ پڑھا کہ بسم اللہ ارقیک من کل شئی یوذیک من کل عین وحاسد اللہ یشفیک پس مجھے افاقہ ہوگیا اور یہ دعا صحیح وغیرہ مین ہو کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو دن پڑھی ہو۔ ایک روایت مین ہو کہ حضرت جعفر بن ابیطالب جو جہاد روم مین شہید ہوئے تھے انکی اولاد گورے گورے بچے تھے تو اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا رسول اللہ انکو بہت جلد نظر بد لگتی ہے تو کیا مین انکے لیے رقیہ کرون بد نظر دور کرنے کے لیے تو آپ نے کہا کہ ہان۔ ایک روایت مین ہے کہ آنحضرت علیہ السلام حضرت ام المومنین ام سلمہ رضہ کے گھر گئے وہان ایک بچہ بیمار تھا تو لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اسکو نظر لگ گئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ تم اس کے لیے رقیہ کیون نہین کرتے ہو یعنی جھاڑ پھونک سے نظر اُتار دو۔ اور حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نظر لگانے والے کو حکم کرتے کہ وضو کرے پھر اسی پانی سے اس کو نہلاتے جسکو اس کی نظر لگی تھی اور تفصیل سے یہ طریقہ صحیح مسلم مین آیا ہو۔ یہ اسوقت ہو کہ نظر لگانے والا معلوم ہو اور اس زمانہ مین ایسے نیک لوگ نہین ہین جو اقرار کرین کہ ہماری نظر لگی ہو بلکہ بہت فساد کا احتمال ہو اسواسطے سوائے اسکے رقیہ وغیرہ سے علاج کرنا چاہیے اور بعض روایات مذکورہ مین دلالت ہو کہ نظر کبھی ایسے شخص کی لگ جاتی ہے جسکو حسد

وغیرہ نہو مگر شیطان ضرور حاضر ہوتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ اس مقام پر جمہور مفسرین نے اتفاق کیا ہے کہ مراد نظر بد سے پرہیز تھا اور یہی قول ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے مروی ہے اور کثرت سے احادیث صحیحہ و آثار صحابہ رضی اللہ عنہم صریح نصوص ہیں ولیکن جماعت معتزلہ میں سے بعضوں نے بلا حجت عقلی یا نقلی کے محض وہم پر بعید جانکر انکار کیا حالانکہ کچھ بھی بعید نہیں ہے اسواسطے کہ نظر کے آثار آدمیوں میں کسقدر مختلف وجود ہیں کہ بعض کی نظر سے ہیبت اور بعض سے دلیری و خفت اور بعض سے محبت اور بعض سے عداوت طاری ہوتی ہے پھر جب اسکے ساتھ بعض دلائل طبیعیات ملائے جاویں تو آثار دیگر پر استدلال قائم ہوتا ہے اور اس زمانہ میں تو مسمریزم کا ظہور آنکھوں سے معائنہ موجود ہے اور تعجب ہے کہ معتزلہ تو گئے گذرے اسوقت کے بعضے سفیہ عقل جو مہذب ہونے کے مدعی ہیں شیطانی حرکات مسمریزم وغیرہ کو بنظر وقعت دیکھینگے اور اسلامی علوم پر تحقیر کی نگاہ ڈالینگے مگر یہ لوگ محض جاہل ہیں انکا مبلغ علم یہ ہے کہ ان میں سے مدعی ذکاوت دعوے کرتا ہو کہ خط کی تعریف غلط ہے یا دسویں شکل اقلیدس کیونکہ بنظر تعریف کے خط نقاط سے مرکب ہو پھر کیا ضرور ہو کہ خط کے نصف کرنے میں نقطہ پر مساوات واقع ہووے۔ اہل العلم مجھے معاف فرماوینگے کہ اس مدعی کے مہمل اعتراض کا سمجھنا میری عبارت سے مشکل ہو گیا مگر میرا مقصود یہ ہے کہ جو شخص خط کو نقاط سے مرکب خیال کرے اور عدم مقدار کی ترکیب سے خط مقدار بناوے اُس کی بیوقوفی میں کیا شک ہو۔ اسکو اتنا بھی نہیں معلوم کہ جسم جوہری کے ساتھ کم عرضی سے ان رسوم میں بحث ہو پھر یہی لوگ ہیں جو ان مدارک میں گفتگو کرنے کے لیے مہذب قرار دیے جاتے ہیں پس تجھے لازم ہو کہ شرائع اسلام پر مضبوطی اختیار کر اور متقدمین اہل تقوی کی شان میں تعظیم کا گمان قوی کر اور سنت طریقہ پر قائم رہ والسلام بالجملہ ابوعلی جبائی و ابوہاشم وغیرہ بعض معتزلہ نے اپنی ہوسات کے موافق نظر بد سے انکار کیا مگر بلا دلیل و حجت کے جیسا کہ انکا دستور ہو کہ آیات و نصوص سے اپنی رائے کو مخالف دیکھکر انکار کرتے ہیں اور بیہودہ روش تو زمخشری کی ہو کہ کشاف میں جہاں دلیل شرعی کے مقابلہ میں کوئی قوت نہیں پاتا تو ائمہ اہل تقوی و علمائے سنت پر زبان درازیاں کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے تجاوز کرے اور واضح ہو کہ سراج وغیرہ سے مستفاد ہے کہ جاننا چاہیے کہ آدمی کو حکم کیا گیا ہے کہ اس عالم میں جو اسباب معتبر ہیں انکے موافق کاربند ہو اور یہ بھی یقین رکھے کہ نتیجہ وہی نکلیگا جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے اور پرہیز و تدبیر سے امر مقدر ٹل نہیں سکتا اور اگر پرہیز و تدبیر نہ کریگا تو خلاف حکم عمل کر کے عصیان و نافرمانی میں مبتلا ہوگا مثلاً زہر کھانے و مضر غذائیں کھانے سے پرہیز کرے ورنہ حرام موت مریگا اور اگر باوجود پرہیز کے عام وبا میں ہلاک ہوا تو مقدر سے ہوا اور ثواب پاویگا پھر یہ پرہیز و حذر بقدر امکان اس طریقہ سے ہو جو شرع نے مقرر کیا ہے اور جو اس کا استعمال شاہد ہے حتیٰ کہ کسی بت کے سامنے التجا کرنے نہ جاوے کہ دفعیہ شرک و معصیت ہے پرہیز نہیں ہے ان بعض اسباب جو خفی ہیں شارع نے آگاہ کر دیا ہے جیسے عموماً خواص مستقل نہیں ہیں اگرچہ سائر علما کے نزدیک اُنکے صحیح ہونے میں کچھ تامل نہیں اسی میں سے نظر بد کا اثر ہے اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس سے خاص کر آگاہ کر دیا پھر چونکہ نتیجہ کی نظر مقدر پر منحصر ہے تو قولہ ما اغنی عنکم من اللہ من شیء سے یہ اعتقاد راسخ کر دیا فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ فاللہ خیر حافظا وہو ارحم الراحمین یعقوب علیہ السلام نے آئینہ امتحان میں دیکھا کہ بنیامین بغیر اختیار کے اُن سے جدا کیا جاویگا پس اسباب سے نظر ہٹا کر مسبب الاسباب کی طرف نظر رکھی اور اسی سے حفظ و عنایت و رعایت کے خواستگار ہوئے کسی مخلوق سے اعتماد نہ کیا۔ اور اشارہ اس میں یہ ہو کہ بنیامین کے ساتھ یوسف علیہ السلام کو بھی واپس دیوے یعنی وہی دونوں کا حافظ ہو اقول وجہ اشارہ یہاں دقیق ہو اور مبنی اس امر پر ہو کہ ابتدائی تعبیر خواب سے انکو موقع ملا کہ بھائیوں کے قول کی تکذیب کی اور جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام جدا کیے گئے زندہ ہیں اور اب احساس کیا کہ بنیامین کی جدائی سے آسانی ہوگی یعنی دونوں بجز خدا کسی کے چھوڑ رکھا اور تصدیق اسکی قولہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا سے ظاہر ہے اور ارحم الراحمین سے اشارہ ہو کہ بخوار رحمت

خوشبو سے پیراہن یوسفی پہونچاوے اور نظر گم شدہ پھیر لاوے مترجم کہتا ہے کہ قمیص سے بینائی واپس آجانے مین زمخشری وغیرہ اہل ہوا وہوس
کی رائے گم ہوجاتی ہے کہ اس مین کیا تاثیر دی گئی اور جب یہان حق تعالے کی طرف سے اظہار قدرت ہے تو نظر چشم مین کیون آنکھین چوندھیاتی
ہین فافہم بعض نے کہا کہ اول حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکے حفظ کا تجربہ کر کے گم کیا اس مرتبہ حافظ حقیقی کے سپرد کر کے دونون کو پالیا
قولہ ولما فتحوا متاعہم الآیۃ بعض نے ذکر کیا کہ منجملہ حسن واخلاق کے تھا کہ ظاہر مین انکی متاع انکو واپس نہ دین بلکہ خفیہ واپس دین تاکہ روبرو
بار منت سے پست وشرمندہ نہون۔ اور جب یوسف علیہ السلام نے ان کی متاع کے لیے خزائن مین مصرف خراج وغیرہ کا ٹھکانا نہ پایا بلکہ
مصرف فقرا ومساکین کے خزانہ مین جگہہ دیکھی یعنے بحسب شرع حق تو وہ مال درپردہ انھین کو واپس دیا۔ اقول حدیث مین سات قسم
کے لوگ جو سایۂ حق عز وجل مین ہونگے ایک وہ بھی ہے جس نے اللہ تعالے کی راہ مین اسطرح دیا کہ بائین ہاتھ کو خبر نہ ہوئی۔ قال الشیخ رح
اور اسکے اشارات مین سے دقیق یہ ہے کہ اللہ تعالے عز وجل کی معرفت سے جو کچھ اولین وآخرین نے پایا وہ دیدار اکبر کے وقت ایک ذرہ
سے کمتر ہوگا تو اپنی کبریائی سے محتاجین کو ان کی متاع حقیر واپس فرماویگا اور فضل ورحمت سے انکی دستگیری کریگا کیونکہ اوتعالے جل شانہ ہر
کسی کے ادراک سے پاک ہے کوئی اسکی صفات پاک اور اسرار سے مطلع نہین ہوسکتا اور ہر معرفت راجع بخلق ہے پس جملہ عبودیت انھین کو واپس
ملیگی کیونکہ وہ اُس کی کبریائی کے لائق نہین ہے پھر اپنے فضل وکرم سے انکو تونگر فرماویگا۔ اور دلیل صریح اسپر قولہ علیہ السلام لم ینج احدکم عملہ قالوا ولا
انت یا رسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی اللہ برحمتہ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث کی تفسیر مکرر مقامات سابقہ مین گذر چکی ہے بعض نے کہا کہ خلق
کے جملہ اعمال وافعال سب انھین کو واپس دیے جاتے ہین جو انھون نے اپنی ذات کے لیے کیے ہین پھر جو کرامات انکو پہونچینگی وہ اکرام وفضل ہے نہ
مزدوری ہان بحکم قولہ ویؤت کل ذی فضل فضلہ ہر ایک شخص جانثار عبودیت قابل عنایت ہے اگرچہ وتعہ ہر ذی فضل کو پہونچتا ہے۔ واللہ اعلم۔ قولہ فلما
اتوہ موثقہم قال اللہ علی ما نقول وکیل مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے کو شاہد کرنا صدق پر صحیح ہے اور عظمت کبریائی کی نگہداشت سب سے اعلی ولیکن اگر
کذب ہو تو کفر ہے اور عارف مطلع اسرار بھی کاذب سے ایسی شہادت لیکر اسکو کافر نہ بناویگا اسی واسطے علما نے کہا ہے کہ اللہ تعالے کو شاہد نہ کرے شیخ رح نے کہا
کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے فرزندون کی نیت دربارہ بنیامین کے سچی دیکھی کہ درحقیقت یہی چاہتے ہین کہ حفاظت کرین اور واپس لاوین اور
ہنوز نبوت صورت واقعہ آئندہ بھی دیکھی کہ مقدر کے دفعیہ سے یہ لوگ عاجز ہونگے تو اللہ تعالے کو مطلع غیب قرار دیا یعنی وہ ہمارے تمہارے ارادہ
پر منحصر نہین ہے بلکہ حق تعالے مختار ہے جو وہ چاہیگا وہی واقع ہوگا پس وہی وکیل ہے کہ ہم لوگون کی نیت کو پورا کر کے وکالت فرماوے اور حفاظت
سے واپس عطا کرے بعض نے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انکی حفظ پر قضیہ سابقہ کی وجہ سے اعتماد نہ کیا کیونکہ معلوم ہوگیا کہ ہنوز انکے عہد و
میثاق کا محل یعنی حواس معلول ہے کہ کبھی اپنے نفس کی رائے پر جھک جاتے ہین لہذا اللہ تعالے کی حفظ وکالت پر سپرد کیا اور انکے قول پر اللہ تعالے کے
وکیل کرنے سے اصلی غرض یہ ہے کہ وہ محافظت فرماوے کہ تمکو تمھاری خواہش ورائے پر نہ چھوڑے اور تمھارے دلون کو کجی کی راہ پڑنے سے بچا دے [illegible]
پھر انکو علم وعقل کے اسباب سمجھائے اور انکے استعمال کا طریقہ بتلایا اس امید پر کہ بظاہر تقدیر مین کوئی خفی امر ایسا مقدر ہو کہ اس علم سے محو واثبات مقدور
ہو کما فی قولہ تعالے یمحو اللہ ما یشاء ویثبت الآیۃ۔ تو کہا کہ قولہ یا بنی لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من ابواب متفرقۃ مترجم کہتا ہے کہ قولہ یمحو اللہ ما یشاء کی تفسیر
مین مذاہب واقوال سابق مین گذر چکے اور جمہور سلف وخلف سے یہی متواتر ہے کہ جملہ امور سابق ازل مین مقدر ہو چکے ہین اور یہی مذہب اہل السنۃ
والجماعت کا ہے اور صریح نصوص سے یہی ثابت ہے اور متاخرین مین شیخ شوکانی وغیرہ نے جو تحقیق لکھی میرے نزدیک اسکا حاصل بھی یہی ہے
ولیکن اسکے بعض متبعین نے فہم مین کچھ اضطراب وتزلزل اٹھایا واللہ یغفرلی ولہ ہان اسقدر مجھے قطعی نصیحت کرنا منظور ہے کہ عوام مین یہ بحث نہ کیا جاوے

اور خواص اس مین خوض نہ کرین کیونکہ تقدیر کا بھید خاص حکمت الٓہیہ ہو و حکمت و علم صفت الٓہی ہو اور جب صفت الٓہی سبحانہ تعالیٰ فہم و ادراک سے باہر ہو تو کیونکر اسکے علم کا احاطہ ممکن ہوگا پھر کیونکر تقدیر کا بھید سمجھ مین آویگا اسواسطے جسطرح کہ ذات و صفات باری تعالیٰ پر ایمان و تصدیق کے سوائے چون و چرا کے واسطے مجال نہین ہو اسی طرح تقدیر کا علم بھی قطعی ایمان بالغیب ہو جو اسپر ایمان نہ لاوے کافر ہو جائیگا۔ نعوذ باللہ من وساوس الشیطان شیخ رح نے کہا کہ چشم بد سے خوف کرکے یہ طریقہ بتلایا اور لیکن جسطرح مقربین کا دستور ہو کہ خالص توحید مین ادب کا لحاظ رکھتے ہین حضرت پیغمبر برحق یعقوب علیہ السلام نے بھی ساتھ ہی غیرت قدم کا خوف کیا کہ مقدر کے مقابلہ مین بے ادبی شمار نہو اور انتظار کرنا چاہیے سابق رضا کا غضب پر کما قال سبقت رحمتی علی غضبی۔ لہذا طریقہ علم استعمال کرنے کے بعد ہی فوراً استدراک کردیا بقولہ وما اغنی عنکم من اللہ من شئ یعنی میری تدبیر و عقل و علم و احتیاط کسی کو کچھ مجال نہین ہو کہ جو امر تمھارے حق مین سابق ہوا ہو اسکو تم سے دور رکھے حتی کہ اگر مقدر ہو چکا کہ تم کو کسی قسم کا مکروہ امر پیش آویگا تو میری اس تدبیر سے کچھ نہوگا وہ ضرور تم کو پیش آویگا پس مین اُسی مقدر پر راضی ہون جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پسند و اختیار سے مقدر فرمایا ہو اور اس کی تصدیق ہو قولہ ان الحکم الا للہ جو اُس نے چاہا وہی ہوگا جسطرح چاہا اسیطرح ہوگا۔ آخر اپنے واسطے کسی طرح کے پرہیز کرنے و استعمال عقل و علم کی قوت ہو سب سے بریت کی بقولہ علیہ توکلت و علیہ فلیتوکل المتوکلون۔ توکل کی حقیقت یہ ہو کہ تقدیر دیکھکر تدبیر دور کرے مترجم کہتا ہو کہ مراد یہ ہو کہ قلب کی نظر جس وقت تقدیر کی جانب ہو تو یہ خیال نہ کرے کہ اس تدبیر کا نتیجہ ضرور واقع ہوگا بلکہ تدبیر و اسکا نتیجہ دونون قلب سے محو ہون اور یہ مراد نہین ہو کہ تدبیر نہ کرے اس لیے کہ یہان خود جسکا قول ہو اُس نے تدبیر کا استعمال کیا ہو اور یہ بھی مراد نہین ہو کہ تقدیر دیکھنے کے وقت پھر تدبیر نہ کرسکا سواسطے کہ تقدیر کا علم حق سبحانہ تعالیٰ کو ہو اُس سے وہی واقف ہو سکتا ہو جسکو آگاہ فرمادیا ہو۔ پھر بھی اسپر تدبیر یعنے حواس و عقل کا عالم اسباب مین کام مین لگانا لازم ہو۔ آیا نہین دیکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ اسلام تمام جہان مین پھیل جاویگا حتی کہ ہر ایک قریش و یہود و نصاریٰ کو سمجھایا کہ دین توحید عنقریب مثل آفتاب کے تمام جہان کو روشن کردیگا تم میری اتباع کرو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو غزوہ خندق کی سخت مصیبت و تکلیف کے وقت بشارت دی کہ تم روم کے اور فارس کے مالک ہوجاؤگے اور یہ وہ اقوال ہین کہ مومنین و کفار سب اُن معجزات کا اقرار کرتے ہین پھر دیکھو کہ کسطرح برابر تعلیم و تلقین و جہاد مین حسن تدبیر کو کام مین لائے اور نکتہ یہ ہو کہ جن افعال کو تم تدبیر کہتے ہو وہ ایمان والے کی عبادات مین جیسا کہ مین نے مقدمہ فتاوے ہندیہ مین تحقیق و تفصیل سے لکھدیا اور قولہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ الآیۃ کی تفسیر مین لکھا ہو حتی کہ جو کوئی اسکی تفسیر سمجھ گیا اُس نے تمام دین سمجھ لیا پس مومن کا ہر فعل ثواب ہو تو تدبیر ثواب ہو پھر تدبیر نہ کرنا ثواب و عبادات سے چھوڑ رہنا ہوگا اور جو ایمان نہ لایا اسکی تدبیر و حیلہ جو کارخانہ و افعال سب باطل ہین تو اسکا چھوڑ رہنا اور نہ چھوڑنا دونون خراب ہین صرف نہ چھوڑ رہنے سے وہ دنیا مین بھی خراب ہوگا ورنہ چھوڑ رہنے سے فقط دین مین خراب رہا اور دنیا مین نتیجہ وہی نکلیگا جو مقدر ہو۔ علاوہ اسکے شیخ نے جو کہا کہ تقدیر دیکھکر تدبیر سے باز رہنا اگر اسکے یہ معنے نہون جو مذکور ہوئے تو تقدیر دیکھنا کیونکر ممکن ہے اسی واسطے کہ اگر کہا کہ تقدیر سے اپٹنا بے ادبی ہو جیسے یہ کہنا کہ ہم جنتی ہین تو جنت پاوینگے نماز و روزہ سے کچھ فائدہ نہین ہو حالانکہ یہ بے ادبی و جہالت ہے آیا تو نہین دیکھتا کہ قریش کو ایمان لانے کی تکلیف دی گئی حالانکہ ابو لہب و ابو جہل و انکے مانند وہ ہین کہ قولہ انذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون سو وہ کبھی ایمان لانے والے نہ تھے لیکن مقدر پر مدار نہین رکھا گیا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ شیخ نے کہا کہ آیت مین اشارہ باطن ہے۔ اقول یعنی تمام کلام باری تعالیٰ سے جو ظاہر قصہ ہو وہ فی نفسہ معلوم ہوتا ہو قلب اور نفس و شیطان کا معاملہ ہے اور جو قصہ یوسف سے معلوم ہوتا ہو یعنی قلب و اسکے دشمنون و مددگارون کا انجام و آخر و طول مدت تکلیف اور ثمرہ بارگاہ رب العالمین اور بادشاہت دار آخرت ہو لیکن ایسے طور پر قدرتی کلام قادر مطلق کا ہو کہ ہر کسی سمجھ والا اپنی استعداد کے موافق سمجھکر صلاحیت و احتیاط پاسکے

پیدا کرتا ہے اور جو اس باطن کی آنکھوں والا نفس و شیطان کے وساوس جو باطن کو خراب کرتے ہیں اُنکو راہ پر لا کر اخلاق کریمہ سے آراستہ ہوتا ہے اور قلب کی آنکھوں والا اسرار معانی صفات و معرفت نفس سے تقرب کے درجہ پر فائز ہوتا ہے واللہ تعالیٰ ولی التوفیق جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو تجھے پروا نہیں ہے کہ نفس کو مجادلہ پر آمادہ کرے اور نفس تجھکو غرہ میں ڈالے کہ علم وہی ہے جو ہم عالم علامہ منطقی ہو کر جانتے ہیں۔ اللہ اللہ فوق کل ذی علم علیم برکات سے محروم نہ رہنا چاہیے اور غور سے سننا چاہیے کہ اشارہ شیخ رح نے یہ ذکر کیا کہ قول حضرت یعقوب یا بنی لا تدخلوا من باب واحد تا آخر آیات تعلیم سر باطنی ہے کہ جب تم نے اپنی حقیر بضاعت لیکر درگاہ بادشاہ حقیقی کا قصد کیا اور چاہا کہ عبادات کے سرمایہ سے غذاء روح مشاہدۂ پاک حاصل کریں اور تم نے قلوب و ارواح و عقول و اسرار سے راہ حق عزوجل طے کرنا چاہا تو تم کو نہ چاہیے کہ ایک ہی دروازہ سے قصد کرو یعنی صفات نفس میں سے ایک ہی صفت کو جناب باری تعالیٰ کی قبولیت کے واسطے مقصور نہ کرو مثلاً صفت رحم یا علم یا کرم کسی ایک پر اقتصار مت کرو۔ ظاہر ہے کہ نفس ان میں سے ایک ہی صفت سے پاکیزہ نہ ہو جائیگا حتی کہ جو شخص تارک صوم و صلوٰۃ و بخیل ہو وہ عالم ہونے سے کچھ مستفید نہ ہوگا جب تک کہ جملہ صفات نفس کو درجۂ اعتدال و آراستگی پر نہ لاوے تو تم کو چاہیے کہ صفات باری تعالیٰ عز اسمہ کی راہیں اختیار کرو والمومنون کنفس واحدۃ تاکہ تم حاسد یعنی دشمن شیطان کی نظروں سے محفوظ رہو اور صفات پاک کی معرفت سے درجہ توحید پر فائز ہو کیونکہ جس نے اسکو ایک صفت سے پہچانا تو اس نے جملہ صفات کمالیہ و اوصاف قدم و ازل سے نہ پہچانا اقول بلکہ ایک صفت سے ایسا شخص پہچان ہی نہیں سکتا ہے کیونکہ معرفت دینا فعل خالق عزوجل ہے نہ اختیار مخلوق لقولہ تعالیٰ ما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ و یجعل الرجس علی الذین لا یعقلون۔ نظیر اسکی یہ ہے کہ ایک کتاب جسکو یاد ہو وہ عالم والا نہیں ہے اور جو چپائی بچا سکتا ہو وہ باورچی نہیں ہے اور مانند اسکے بہت نظائر ہیں یون ہی عارف جملہ آداب شرع پر عامل ہو کر باطن کا محافظ ہوتا ہے اور تکلیف اٹھاتا ہے کیونکہ ہر طرف سے وہ اپنے آپ کو قید میں رکھتا ہے کہ شیطانی خطرات اور فراخی خواہشات نفس کی جانب سے نہ آنے پاویں یہانتک کہ ایک عرصہ میں اسکو قید سے رہائی ہو جاتی ہے پھر نفس اسکا امارہ نہیں بلکہ مطمئنہ ہے اور شیطان بوجہ ذکر قلب کے دور بھاگتا ہے اور صحیح ہو کہ جس قلب میں یاد حق نہ ہو وہاں شیطان دخل کرتا ہے پھر جب یاد آئی تو ہٹ جاتا ہے بستر جم کہتا ہے کہ دخل شیطان کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں یاد حق عزوجل ہو وہاں نہیں ٹھہر سکتا ہے پھر واضح رہے کہ حق عزوجل جن صفات کمال و اوصاف جلال و کبریائی و عظمت سے وحدہ لا شریک ہے اسطرح اسپر ایمان ہو تو ایسے شخص کا یہ حال ہوگا کہ جب ہی غافل ہوا فوراً شیطان نے دخل کیا پھر یاد آئی اور وہ بھاگا۔ لیکن غفلت کی اوقات میں وہ تمام سرمایہ چرا لیجاتا ہے۔ ؎ گر نہ موش دزد در انبان ماست؛ خرمن عمر چہل سالہ کجاست؛ اور رہا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا اقرار کرتا ہے مگر اسطرح کہ حضرت عیسیٰ اسکا اکلوتا بیٹا ہے یا عزیر اسکا بیٹا ہے اور مانند اسکے نعوذ باللہ تعالیٰ وہ عیوب جن سے پاک پروردگار تعالیٰ پاک ہے تو اس نے کبھی اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کیا بلکہ اپنے زعم میں ایک خدا بنایا جسکا بیٹا ہو اور یہ حضرت خالق رازق جل شانہ پر کبھی نعوذ باللہ تعالیٰ صادق نہیں تو کبھی اس نے اللہ تعالیٰ کو نہ پایا کما افصح عنہ قولہ تعالیٰ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ الآیۃ دیکھو کیسے یہود و نصاریٰ کو صاف کہدیا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے ہیں پس اُنکے دل سے کسی وقت اسکا قابو دور نہیں ہوتا ہے۔ پھر مومن کو ہمیشہ تک قید میں رہنا اسواسطے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرمادیا کہ وہ ایسی راہوں سے آتا ہے کہ تم نہیں دیکھ سکتے ہو تو اسکے ہر راہ بند کرکے ہر طرف سے مقید بیٹھا ہے اور جملہ راہیں اسکی نفس کے وسیع میدان میں ہو کر آتی ہیں اور خواہش کے کھلے راستہ میں ولقد قال الدنیا سجن المومن۔ اور فرمایا زین للناس حب الشہوات میں سے کہا گیا کہ حب الدنیا راس کل خطیئۃ ولقد قال حفت الجنۃ بالمکارہ لے و بر خلاف اس قید کا نہایت آسان مجموعہ قلعہ شرع ہے کہ ظاہر و باطن اسکی محافظت کرے و لیکن افسوس ہے کہ اس زمانہ میں خواص علماء کی یہ کیفیت ہے کہ ظاہری

ف۱۴۵ گھیر نا گلی بند کروا ہے ۲ سید جعفر علی عفی عنہ

صورت بتانا اور ظاہری اعمال کو شرع سمجھتے ہین تو عوام کا کیا ذکر ہے ولقد قال علیہ السلام لا یومن احدکم حتی یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ یعنی تم مین
سے کوئی مومن نہوگا یہان تک کہ اسکی خواہش تابع اس چیز کے ہوجاوے جو مین لایا ہون یعنی خواہش کو قرآن وحدیث کے تابع کردے اللہم
اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پھر شیخ رہ نے لکھا کہ امام جعفر رہ نے کہا کہ اول کلام مین حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسے طور پر کہا
گویا کچھ سہو طاری ہے کہ اعتماد انکے جیتے وقوت پر نسیان ہوا اور اس سے کہ قضاء آلہی تدبیر پر غالب ہوتی ہے چنانچہ کہا کہ لا تدخلوا من باب واحد
پھر جلد استدراک کیا بسا عدت توفیق بقولہ ما اغنی عنکم من اللہ الآیہ شیخ ابن عطاء رہ نے کہا کہ جو کوئی اپنی ذات سے کچھ دور نہ کر سکے وہ غیر سے
کیا ٹال سکتا ہے اور جو اپنی ذات کے واسطے کفایت نہ کر سکے وہ غیر کے واسطے کیا کافی ہوگا اقول یعنی قولہ ما اغنی عنکم کے متعلق ابن عطاء رہ نے
اشارہ کیا کہ بیٹون سے قضاء مقدر کب ٹال سکتے تھے خود اپنے اوپر جو کچھ بیتا اسکو کب ٹال سکے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حق عز وجل تمام مخلوقات مین
نرالا وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر۔ تصرف وتدبیر فرماتا ہے کما قال تعالے یدبر الامر من السماء الی الارض۔ پس وہی
خاص بندون کو بزرگی وقرب ومنزلت عطا فرماتا ہے اور وہی انکو وحی ومشاہدات سے سرفراز کرتا ہے اور وہی انکے اوپر خاص انعام فرماتا ہے
اور جب وے ایک اشارہ سے ایک سلطنت کا تختہ لوٹ دیتے ہین تو وہی کرتا ہے اور جب ایک لشکر جرار کو ایک مٹھی خاک سے تباہ کرتے ہین تو وہی کرتا ہے
الا تری الیٰ قولہ تعالیٰ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اور اسی کو مولوی روم نے نظم کیا بقولہ اولیاء راست قدرت از آلہ تیر جستہ باز گرداند زراہ یعنی
ظہور آثار قدرت کے واسطے انھین خالص بندون کی ذات سرفراز ہوئی ہے مگر یہ قطعی یاد رہے کہ انکی خود خواہش کچھ بھی نہین ہوتی ہے یعنی انکو کمال تو یہی
دیا گیا کہ خواہش جو راستہ شیطان کا تھا بالکل مسدود کردیا گیا پس وہان فقط خواہش حق عز وجل ہوتی ہے حتی کہ سرور کائنات مفخر موجودات سید انبیاء
ورسل صلوات اللہ علیہ وعلی آلہ وعلیہم اجمعین نے واقعہ بدر مین مٹھی خاک سے فوج جرار کو تباہ کردیا اور احد مین اس کی خواہش نہ کی یہان تک کہ دندان
مبارک شہید ہوا اور زخم اٹھایا پس خود نہ وہ کسی سے بلا دور کرنے کی خواہش کرین نہ دور ہوتی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فراق یوسف کا یہ
صدمہ اٹھایا اگر خواہش کہان تھی اور یہ مقام عوام کی سمجھ سے دور ہے مگر آنکہ اللہ تعالے جس بندے کو ٹھیک سمجھ دیتا ہے واللہ تعالے ولی التوفیق شیخ
حسین رحمہ نے کہا کہ سچا توکل یہ ہے کہ اسباب کو اس عالم سبب مین استعمال کرے اسطرح کہ اختیار ترک کرے مترجم کہتا ہے کہ اسکے معنے یہ ہین کہ حواس
وعقل جنکو اللہ تعالے نے اسطرح پیدا کیا ہے کہ وہ خود ہی ہر کام کے لیے راہ وطریقہ بتلاتے ہین ان مین انسان کا کچھ اختیار نہین ہے اور دوسرے نفس کے
حواس دوسرا راستہ اسی مقصد کے لیے بتلاتے ہین بلکہ خود کبھی آدمی کے حواس دو طریقہ بتلاتے ہین تو آدمی کو چاہیے کہ حواس کے موافق
اسطرح کام کرے جیسے سامان اللہ تعالے نے مہیا کردیے ہین اور یون نہ کرے کہ مجھے ایسا ہونا مختار وپسند ہے تاکہ اس سے یہ فائدہ حاصل کرونگا
کیونکہ یہ اختیار کرنا کبھی وبال ہوجاتا ہے مثال اسکی اسی قصہ مین حضرت یوسف علیہ السلام کا قول کہ رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ یعنی جس کی
طرف یہ عورتین مجھے بلاتی ہین اس سے مجھے قیدخانہ پسند ہے مین اسکو اختیار کرتا ہون حالانکہ شاید دوسرے انبیاء یا سرور انبیاء علیہم السلام کے نزدیک
یہ ہوتا کہ اے رب میرے مین تجھ سے سلامتی چاہتا ہون جس مین تیری رضامندی ہو یعنی جہان کہین جسطرح مجھے تیری رضامندی منظور
ہے۔ اور شاید کہ یہ مراد ہو کہ سبب کو استعمال کرے اسطرح کہ مخلوقات آلہی حواس واعضاء وغیرہ بحکم آلہی اسکے پیدا کیے ہوئے عالم مین آکی مشیت
کے راستہ پر اسی کی قوت سے چلتے ہین تاکہ نتیجہ وہ پیدا ہو جو اس نے ارادہ کیا ہے پس درحقیقت تو ہر کافر ومسلم ومومن کے ساتھ یہی جاری ہے
خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے سوائے اسکے کہ توکل فعل بندہ ہے تو اس مین اسکی نیت پر مدار ہوا واللہ تعالے اعلم۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ توکل صبر کرنا ان
تجلیون پر جو امتحان ومشقت کے بادلون سے چمکا چوند ڈالین۔ اقول شاید کہ توکل کے ساتھ استقامت وثبات وقرار وشرع کی پابندی ہو

رضا لازم و ملزوم ہیں پس ایک مرد پر حقوق عیال واجب ہیں جہاں سے اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے آسان فرماوے رزق تلاش کرے اور
انہیں کی کفایت یا آسانی کے قدر کوشش اٹھاوے نہ زائد کہ وہ حرص ہے پس شرع کے حقوق کی نیت سے یہ کام کرے اسی قدر کہ شرع
اجازت دے اور جو حاصل ہو اس کو شکر و احسان کے ساتھ رضامند ہوکر لیوے فافہم۔ استاد رح نے کہا کہ قولہ ادخلوا من ابواب متفرقۃ۔ سے
شاید یہ مراد ہو کہ ان میں سے کسی کی نظر یوسف پر پڑے اگر دوسرے نے نہ دیکھا مترجم کہتا ہے کہ یہ تو اس فرض پر ہوگا کہ یوسف مصر میں ہیں اور مجموعہ
کی صورت میں یہ زیادہ مفید ہے کہ ایک نہ پہچانے دوسرا پہچانے یا مترجم نہیں سمجھا کہ تو کہ محتمل ان یکون ارادتفرقہم فی الدخول لعل واحدا
منہم یقع بصرہ علی یوسف ان لم یرہ الآخر انتہی بلفظہ کے کیا معنے ہیں۔ اور شاید کہ اصل میں یہ ماخوذ اس قول سے ہے جو ابن ابی حاتم نے ابراہیم
نخعی رحمہ اللہ سے روایت کیا کہ حضرت یعقوبؑ کو یہ معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام عنقریب ان دروازوں میں سے کسی میں بھائیوں سے ملاقی ہوگا
کذا ذکرہ الامام ابن کثیر۔ اور بعض نے امام نخعی رح سے یوں ذکر کیا کہ انکو معلوم تھا کہ بادشاہ مصر میرا بیٹا یوسفؑ ہے تو چاہا کہ متفرق دروازہ
سے جانے میں نبیامین سے تنہائی میں ملاقی ہو۔ اور ظاہر روایت بالا سے مراد یہی ہے اور کہا کہ حضرت یعقوبؑ کو اجازت نہ تھی کہ اس بھید کو
ظاہر کریں مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء کو اکثر باتیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جنکے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ہے خواہ قطعاً
چھپانے کی تاکید ہوتی ہے یا صریح بیان کی اجازت نہیں ہوتی ہے اور باوجود اسکے ظاہری برتاؤ انکا ایسا ہوتا ہے گویا بالکل واقف نہیں ہیں۔ ایسی
بات ہے کہ مجھے اسکی تصدیق میں شبہہ نہیں ہے اور اسی قبیل سے قصہ خلافت کا تھا جس سے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہی تھی حتی کہ صحیح
کی روایت میں سب خلفاء کا حال بیان کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت یہ بھی کہا کہ لا اراکم فاعلین میں نہیں دیکھتا کہ تم ایسا کروگے
یعنی حضرت علیؓ کو خلیفہ کرنا مجھے معلوم نہیں ہوتا اور یہ اظہار امر واقعی تھا اور مشہور تھا کہ انکی خلافت میں بسبب اسکے کہ فساد و جھگڑا اٹھنے والا ہے لہذا
اول دوسرے خلیفہ ہوں کہ اسلام پھیل جاوے۔ اور اشارہ سے دوسری حدیث میں کہ امامت سے ابوبکرؓ تا بوجہ اسکے کہ حضرت سرور عالم کی جگہ کھڑے
ہوں اور سفارش کی گئی کہ دوسرے کو حکم دیا جاوے تو فرمایا کہ یابی اللہ والمومنون الا ابابکر یعنی اللہ تعالےٰ عز و جل مع مومنوں کے انکار فرماتا ہے ہر
کسی کی امامت سے سوائے ابوبکرؓ کے اور جیسے ابوہریرہؓ نے کہا کہ لقطع ہذا البلعوم یعنی اگر میں ان علوم کو بیان کروں تو میرا یہ نرخرہ کاٹا جاوے اور جیسے حضرت
حذیفہؓ نے خلافت حضرت عثمان و فتنہ کا حال بطور راز کے کنایہ سے بیان کیا اور جیسے حضرت عمرؓ نے بعد اپنے خلافت کا حال جانتے تھے مگر مشورہ پر چھوڑی
اور جب یہ اصل ممہد ہوگئی تو اس سے بہت سے مدارک جس سے عوام متردد ہوتے ہیں منحل ہوگئے اور واضح ہو کہ جو کچھ وقائع اس قصہ میں حضرت
یوسفؑ و یعقوبؑ سے واقع ہوئے وہ باعلام و اجازت الٰہی تعالیٰ تھے ولیکن استعمال انمیں ظاہری تدابیر و طریقہ نظام عالم کا ہوا ہے جزم بہ فی الکشاف
ایضاً اور قول یعقوبؑ اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ اور قولہ اذہبوا فتحسسوا من یوسف الآیہ۔ و قولہ لا اجد ریح یوسف الآیہ سب اسکے واسطے شواہد صحیح و اشارات قویہ
ہیں فافہم واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔ القصہ اسطرح عہد و میثاق لیکر ناچاری بنیامین کو انکے ساتھ مصر کو روانہ کیا۔

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ

اور جب داخل ہوئے شہر میں اس طریق سے کہ جیسا انکو انکے باپ نے حکم کیا تھا تو نہ تھا یہ طریق کہ دفع کرتا انسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز کو ولیکن ایک حاجت تھی یعقوب کے جی میں جسکو

قَضَاهَا ۚ وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ ع ۱۱

اسنے پورا کیا اور وہ تحقیق جاننے والا تھا کیونکہ ہمنے اسکو سکھلایا تھا۔ ولیکن بہتیرے لوگ ہیں کہ نہیں جانتے ہیں۔

آل حضرت یعقوبؑ دس بھائی جو پہلے گئے تھے اور اسکی مرتبہ بنیامین کو گیارھویں ہمیت روانہ ہوکر مصر پہونچے اور اس شہر تک جہاں حضرت

یوسف تھے۔ وَلَمَّا دَخَلُوا اور جب سب داخل ہوئے مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوهُمْ اس حیثیت سے یا اس طریق سے کہ جسکا انکو انکے باپ نے حکم دیا تھا یعنی شہر میں متفرق دروازوں سے داخل ہوں ایک ہی دروازہ سے نہ جاویں اسی طریقہ سے وہ متفرق دروازوں سے داخل ہوئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَا كَانَ ۔ نہ تھا یہ طریقہ تدبیر کا کہ يُغْنِي عَنْهُمْ بے پروا کرے اُنسے یعنی دفع کرے انکے اوپر سے مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کسی چیز کو یعنی اللہ تعالیٰ نے جو امر ان کے حق میں مقدر کیا تھا اور جو مکروہات انکو پہونچنا تقدیر میں جاری ہوچکے تھے ان میں سے کچھ بھی اس طریقہ سے انپر سے دور نہو سکتے تھے۔ اِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ لیکن یہ ایک حاجت تھی یعنی شفقت و رحمت تھی یعقوب کے جی میں قَضٰهَا کہ جسکو اُس نے پورا کیا یعنی وصیت و تاکید کردی سو یہ بات پوری کردی گئی کہ وہ متفرق دروازوں سے داخل ہوئے اس میں کوئی خلل نہیں پڑا مگر اس سے کوئی مقدرات ان سے دور نہوئی حتی کہ چوری کا الزام ان کی نسبت لگایا گیا اور بنیامین کی رحل میں صاع پائے جانے سے وہ پکڑ لیے گئے اور یعقوبؑ پر دونی مصیبت بڑھ گئی اور سب بیٹے اس واقعہ سے اندوہناک ہوئے اور بڑا بیٹا وہیں پڑا رہا اور خود حضرت یعقوبؑ نے کہدیا تھا کہ مَا اُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ پس تدبیر سے تقدیر کچھ بھی دفع نہوئی اور نہ آنحضرتؑ نے اس کا قصد کیا تھا بلکہ علم قضا و قدر و علم اسباب دنیا و حکم پابندی طریقہ عالم اسباب انھوں نے انکو صاف کہدیا تھا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ اور بیشک وہ علم والا تھا۔ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ اس چیز کا جو ہم نے اُس کو سکھلادی خواہ وحی سے یا استدلال آثار سے اسی وجہ سے اس نے کہدیا تھا کہ مَا اُغْنِي عَنْكُمْ الخ اور اپنی تدبیر پر کچھ غرہ نہیں کیا یا یہ معنی ہیں کہ وہ بیشک علم والا تھا بسبب اسکے کہ ہم نے اسکو تعلیم کردیا تھا خواہ بطریق وحی یا بطریق استدلال وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ و لیکن بہتیرے آدمی یعنی مشرک و کافر لوگ لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے ہیں یا تقدیر کا بھید پس تدبیر پر مغرور ہوتے ہیں۔ یا اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں اس بھید کو کہ یعقوبؑ جانتا تھا جس نے عالم اسباب میں حکم و رازہائے الٰہیہ کی پابندی کی۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ اکثر الناس لا یعلمون یعنی جو ہم نے تعلیم کیا اس سے علم نہیں پاتے کیونکہ فطرت سلیمہ پر باقی [illegible] پرستی و بیہودہ [illegible] سے بگاڑ کر خواہش نفسانی و شہوات دنیا کی طرف میل کرکے خراب کر دیتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ بھید تو بہت سے مسلمان نہیں جانتے ہیں [illegible] اسلام و توحید و اعتقاد [illegible] باری تعالیٰ سے اور اس سے غافل ہیں بلکہ یہ بھید بہت سے قرآن و حدیث پڑھنے والے نہیں سمجھتے ہیں [illegible] غرض ان کی ان علوم سے ہوس دنیا اور دنیا کی ناموری ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرتؐ نے قرآن کی نسبت تاکید اور علم زائل ہوجانے سے تخویف فرمائی تو بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم پڑھینگے اور اپنی اولاد کو پڑھاوینگے ضائع نہوگا تو فرمایا کہ ارے میں تو تجھے اہل مدینہ سے فقیہ جانتا تھا کیا یہود و نصاریٰ کے جنکے پاس توریت و انجیل تھی پھر انکو کچھ نفع دیا مترجم کہتا ہے کہ افسوس کہ وقت اسلام میں یہی کیفیت ہو گئی علماء فقط الفاظ کی طرف متوجہ ہو گئے اور [illegible] انھوں نے باطل نفس کے عیوب سے [illegible] کی اور اللہ تعالیٰ نے انکو قرآن پاک کے علم و حکمت و اصلی فقہ سے محروم کر دیا ایک [illegible] مثال یہ دیکھو کہ اتفاق فرض اور خیرخواہی فرض اور دلوں میں نفاق باہم حرام اور ادنیٰ گناہ سے کسی کو اسلام سے خارج کرنا حرام [illegible] آمین بالجہر و رفع یدین پر [illegible] پیدا کرتا [illegible] اسی طرح علما [illegible] بزرگ بندوں کی طرف نسبت کرکے [illegible] اور اسلام خالص توحید کا نور [illegible] امر اللہ قدرًا مقدورًا [illegible] یہی ایک احسن القصص تمام مدارج کے لیے کافی ہے۔ فی العرائس قولہ وانه لذو علم لما علمناه الآیہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ یعقوب علیہ السلام نے جو وصیت اپنی اولاد کو فرمائی تھی کہ اس تدبیر سے ابواب متفرقہ سے داخل ہوں اور یہ بھی کہدیا تھا کہ میں مقدر الٰہی تم پر سے کسی تدبیر سے دور

نہین کر سکتا ہون تو یہ ہمارے نور سے دیکھ کر کہا تھا اور وہ امور قدرت عالم اور استعمال شریعت و عقل پر مامور تھے کہ حق عز و جل کے حکم کے آگے اپنے
نفس کو محتاج و عاجز رکھتے تھے لہٰذا اللہ تعالےٰ نے اسکا وصف فرمایا کہ وہ ذی علم تھا اور یہ علم اس کا اپنی طرف سے نہ تھا بلکہ ہماری تعلیم سے تھا
یعنی علم لدنی تھا جیسے خضر علیہ السلام کو فرمایا کہ علمناہ من لدنا علما۔ پھر علم لدنی دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول ظاہر الغیب دوم باطن الغیب۔ پس
ظاہر الغیب تو علم ہو دقائق معاملات کا اور دقائق حالات و مقامات و کرامات و فراسات کا۔ اور اس قسم مین عقل و قلب کے دخل کی گنجائش
ہو۔ اور باطن الغیب چار طرح کا ہوتا ہو اول طرح علوم باطن افعال اور یہ حکمت معرفت ہے اور دوسری طرح علم صفات اور یہ معرفت خاصہ ہو
تیسری طرح علم ذات اور یہ توحید و تجرید و تفرید ہے چوتھی طرح علم اسرار قدم اور یہ علم فنا و بقا ہو اور یہین انوار قدر کے سر باطن پر منکشف
ہوتے ہین پس علم بطون افعال و صفات مین روح کو مجال ہو اور علم ذات مین سر باطن کو مجال ہو۔ اب رہا علم دقائق معاملات سے صفائی وقت
پیدا ہوتی ہو اور علم مقامات سے صحت ارادہ و لذت محبت پیدا ہوتی ہو اور علم حالات سے شوق و عشق پیدا ہوتا ہو اور علم کرامات و فراسات سے
طمانینت نفس امارہ کے سبب یاد حق کی اور سکون قلب کا بوجہ نور یقین کے پیدا ہوتا ہو اور علم بطون افعال سے قدرت مین حیرت اور لطائف الفت
پیدا ہوتی ہے اور علم صفات سے انس اور جذبہ جمال و خود رفتگی نشان جلال پیدا ہوتی ہو اور علم ذات سے ازل مین محویت اور ابد مین ہوشیاری
پیدا ہوتی ہو۔ اور علم اسرار قدم سے علم مجہول و حکمت مجہولہ پر وقوف پیدا ہوتا ہے اور اس کی مقتضی دو حالتین ہوتی ہین ایک حالت بیہوشی
اور دوم حالت افاقہ و بیداری پس حالت بیہوشی تو مقتضی ہو کہ اس علم کا عالم اس حالت مین کچھ بھید اسی علم مجہول کی زبان سے ظاہر کرے
اور یہ زلق ازلیہ کا غلبہ ہو اور بیداری کی حالت مقتضی ہو کہ گونگا خاموش ہو اور بھید کو دل مین پوری احتیاط کرے یعنی غیر سے چھپا وے اور یہ
سب ہم نے ذکر کیا دو چیزون مکاشفہ و مشاہدہ سے متعلق ہو پس جب عالم عارف پر ابتدائے کشف کے آثار ظاہر ہوتے ہین اور شہود مین شہود
کے انوار چمکتے ہین تو اسکا سر باطن ہوا و صفات سے واقف ہوتا ہے اور سر السر اسکا موارد ذات سے مطلع ہوتا ہو پس سر باطن کو ہر صفت سے حق کی
جانب سے بجانب حق ایک خاص راستہ معلوم ہوتا ہو اور ہر صفت کے راستہ سے جو ذوق ملتا ہو وہ دوسری صفت کے ذوق سے جدا ہوتا ہو
اور سر السر کو دیدار ذات سے راہ بجانب ذات حاصل ہوتی ہو اور ایک خاص ذوق جو صفات کے ذوقون سے علحدہ ہے حاصل ہوتا ہے
پس عالم عارف مع معلومات و معروف کے خلق ربوبیت مین باقی ہوتا ہو وہی عالم ربانی ہو کما فی قولہ تعالےٰ کونوا ربانین جیسا کہ سابق مین
بیان ہوا ہو بعض مشائخ نے کہا کہ علوم پانچ طرح کے ہوتے ہین ایک وہ علم جو دنیا حاصل کرنے کے لائق ہو اول تجارت و حرفت و صناعت و
ریل و کلین وغیرہ سب اسی قسم مین داخل ہین۔ دوم وہ علم جو سلاطین کی خدمت کے لائق ہوتا ہو۔ اول آئین و قوانین و انتظام مدن و سیاسات
اسمین داخل ہین۔ سوم وہ علم جو زینت ہوتا ہو۔ اول منطق و فلسفہ الٰہیہ دنیاوی عالم جو دنیا چاہتا ہو اس مین شامل ہو۔ چہارم وہ علم جس سے زہد و
عبادت و مجاہدہ مین وساوس و خطرات شیطان و نفس سے حفظ ہو۔ اول نیک عالم عامل جو بنظر ثواب آخرت ہو اسی مین داخل ہو۔ پنجم وہ علم جو آزادی و
والقطاع کے لائق ہو اور یہی سب سے اشرف داخلی ہو اول یہی عالم ربانی ہوتا ہو اور مراد آزادی سے یہ ہو کہ ہر شخص نفس کی خواہشون و اسکی مقتضیات
مین علائق جسمانی سے قید مین اس سے آزاد ہو کر خالص بندہ حق عز و جل ہو جاوے شیخ یوسف بن آسین نے کہا کہ علوم مین سے وہ علم سب سے
اشرف ہے جسکو بندہ اپنے مولیٰ تبارک و تعالےٰ سے بلا واسطہ حاصل کرے جیسے حضرت یعقوب کی نسبت فرمایا ہو ولیکن اس مین اغترارات و اخطار بہت ہین
اول یہی بسا اوقات آدمی کو کوئی علم حاصل ہوا جسکو اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھا ولیکن محض خطر نفس یا القاء شیطان ہو پس غرہ ہو کر فریب
مین تباہ ہو گیا پس یہان خطرہ بہت ہے اور حضرت ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ بسا اوقات مجھ کو علوم کشف ہوتے ہین مگر مین کسی کو قبول

نہیں کرتا جب تک کہ کتاب وسنت دو گواہ اُسپر گواہی نہ دین، یہ قول شیخ کا دلیل ہے کہ کتاب وسنت مین جملہ علوم ہین ولیکن انکا حاصل ہونا بغیر بصیرت و ہدایت وصفائے قلب کے ممکن نہین ہے اور یہی صحیح ہے آیا یہ نہین دیکھتے کہ ابتدائی عالم یہی کہ اگرچہ ابھی فارغ التحصیل ہوا ہو بہت سے مدارک و اشارات نہین سمجھتے حتی کہ وہ کسی متقدمین عالم کے بیان سے سمجھکر تعجب کرتا ہے کہ بیشک صحیح ہے مجھے نہین سوجھتا تھا اور جو اسکو سوجھتا ہے وہ ایام تحصیل سے کے طالب علم کو نہین سوجھتا لہذا ہر وقت محتاج ہوکر طالب رہو اور غرہ ہوکر شیطان کے پنجہ مین تباہ مت ہو واللہ تعالے ولی التوفیق القصہ

شہر مین موافق وصیت یعقوبؑ داخل ہوئے

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

اور جب داخل ہوئے سب کے سب یوسف کے پاس تو اس نے جگہ دی نیچے پاس اپنے بھائی کو کہا کہ مین تو تیرا بھائی ہون پس تو اندوہناک نہو بسبب ان حرکتون کے جو یہ

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

لوگ کرتے ہین۔

وَلَمَّا دَخَلُوْا اور جب داخل ہوئے گیارھون آدمی یعنی دس بھائی اور گیارھوان بھائی بنیامین سب کے سب داخل ہوئے عَلٰى يُوْسُفَ حضرت یوسفؑ کے پاس دخل علیہ اسکے پاس داخل ہوا الطریق محاورہ ہے کہ دخل کے ساتھ علی حرف لاتے ہین سراج ومعالم وغیرہ مین ہے کہ بھائیون نے کہا کہ یہ ہمارا بھائی پدری ہے ہم بموجب ارشاد کے ساتھ لائے ہین۔ حضرت یوسفؑ نے کہا کہ تم نے نیک کام کیا اور مین اسکے عوض تمہارا شکریہ عنقریب ادا کرونگا۔ پھر انکو اعزاز واکرام سے اُتارا اور انکی دعوت اپنے ساتھ کھانے مین کی اور چونکہ تمہارے ایک ایک کے لیے اچھا نہین ہے لہذا ہر دو آدمی کو اپنی اپنی سینی پر ساتھ بیٹھنے کو کہا تو یہ سب بھائی دو دو آدمی بیٹھ گئے اور بنیامین اکیلے رہے پس انکو افسوس ہوا کہ اگر میرا سگا بھائی یوسف ہوتا تو مین اسکے ساتھ بیٹھتا پس بادشاہ نے کہا کہ تم تنہا مت رہو تم میرے ساتھ بیٹھو اور براہ شفقت سے اپنے ساتھ کھلاتے رہے اور رات مین ہر دو آدمیون کے واسطے ایک مکان دیا اور بنیامین کے لیے کھانے کے وقت کا واقعہ ذکر کرکے اپنے ساتھ لیا۔ اللہ تعالے نے کہا اٰوٰى اِلَيْهِ اَخَاهُ جگہ دی اپنی جانب اپنے بھائی کو یعنی اپنے ساتھ کر لیا یا ملا لیا اور ہنوز ان مین سے کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ یوسف علیہ السلام ہین پس رات مین پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے کہا کہ بنیامین۔ فرمایا کہ بنیامین کے کچھ معنے ہین کہا کہ ان جسکی ماں مرگئی ہو۔ تو میری ماں نے بچہ چھوڑ کر انتقال کیا تھا اور سب حال اپنے بھائی کا بیان کیا اور یہی وجہ ظاہر کی کہ یہ لوگ مجھ سے بے مہری کرتے ہین اور باہم زیادہ متفق ہین اور اگر میرا بھائی سگا ہوتا تو وہ مجھ سے الفت کرتا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ضبط نہ کیا اور نقاب خفا سے ظاہر ہوکر گلے لگا لیا اور فرمایا کہ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا اَخُوْكَ مین ہون تیرا بھائی یوسف فَلَا تَبْتَئِسْ پس تو غمگین مت ہو۔ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بسبب ان حرکات کے جو یہ لوگ کرتے ہین۔ ظاہراً ان ایام کی سرد مہری وایک طرح کی کشمکش کا اشارہ کیا۔ یا انکے سابقہ اعمال وافعال کا تذکرہ کیا اور کرم ذاتی سے اس سے چشم پوشی کا اشارہ کیا بوجہ اس انعام وفضل کے جو اللہ تعالے نے کیا تھا بعض نے کہا کہ ابھی انسے صرف یہی کہا تھا کہ مین بجائے تیرے یوسف کے تیرا بھائی ہون ولیکن مجھے وجہ معالم منہ ہوئی صحیح وہی ظاہر ہے جو شیخ ابن کثیر وغیرہ جماعت نے لکھا کہ ظاہر کر دیا تھا کہ مین یوسف ہون اور اپنے پاس رکھ لینے کا طریقہ بھی بتلا دیا اور تاکید بھی کر دی کہ کسی سے اطلاع نہ دیوے مترجم کہتا ہے کہ وحی الٰہی تعالے سے انکو اظہار نام کا اور والد وعیال کے بلانے کا ابھی حکم نہ ملا تھا اور اللہ تعالے کی حکمت اسی مین ہے جسکو وہ خوب جانتا ہے۔ فی العرائس قولہ ولما دخلوا علی یوسف الآیہ یوسف علیہ السلام کو خوف ہوا کہ اچانک بنیامین کو اطلاع دینے سے شادی مرگ کا خوف ہے لہذا بتدریج اطلاع دینے کے لیے انکو اپنے مین ملا لیا اور انہین کبھی

ہوا کہ ہر ایک نے اپنے پیارے بھائی کو اپنے ساتھ کر لیا اور بنیامین تنہا رہ گئے تو انکو فراق یوسف و غم و الم تنہائی کی قدر ظاہر ہوئی پس اپنے ساتھ کرنے سے فی الجملہ ان کی وحشت کم ہوئی مگر خیال ہوا کہ یہی چند روزہ ہے پھر انکشاف حال سے سرور مزید ہوا۔ مسافر آدمی کی تنہائی ایک روز قبر میں ضرور ہے اور اعمال حسنہ بصورت یوسف جب اس کے انیس ہوں تو قدر خوشی کا اندازہ کرنا چاہیے فافہم۔ شیخ استاد رحہ نے کہا حدیث محبت کی اقسام میں یعقوب علیہ السلام کو دیدار یوسف ؑ کا اشتیاق ہوا تو برسوں حزن و غم میں پڑے رہے اور یوسف ؑ کو دیدار بنیامین کا شوق ہوا تو بہت جلد انکو نصیب کیا گیا یہی حال ہے بعض سے رفق و نرمی کا برتاؤ ہے اور بعض مبتلائے بلا رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر چشم یعقوب ؑ کو فراق بنیامین سے پریشانی ہوئی تو چشم یوسف کو راحت ہوئی پھر شیخ استاد نے کہا کہ یہی حال آفتاب کا دیکھو کہ ایک قوم سے غروب ہوتا ہے اور دوسری قوم پر طلوع کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ رحہ کے نزدیک زمین بشکل مدور ہے ورنہ اسکی کیا صورت ہوگی کہ آفتاب ایک قوم سے غروب ہو اور دوسروں پر طلوع کرے۔ فافہم۔ القصہ جب بنیامین کو اس راز سے آگاہ کر دیا تو انکو اپنے پاس رکھنے کی تدبیر سے آگاہ کیا اور ظاہر اوحی والہام سے اسکا پورا ہونا معلوم ہوا ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ جن مکانوں میں انکو اتارا تھا ہر ایک کے پاس ضرورت و آسایش کے سامان بہم پہنچا دیے ہونگے اسطرح کہ اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز چرانا چاہے تو ممکن ہو اسی واسطے سقایہ بنیامین کی رحل میں چوری کی صورت پر محمول ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آگے بیان فرمایا بقولہ عز و جل

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ۝

پھر جب پورا کر دیا انکا سامان تو رکھدیا سقایہ اپنے بھائی کے رحل میں پھر پکارا پکارنے والے نے کہ اے قافلہ والو تم چور ہو

قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ۝ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

کہنے لگے اور انکی طرف متوجہ ہوگئے تھے کہ تم کیا کھویا ڈھونڈتے ہو بولے کہ ہم ڈھونڈتے ہیں بادشاہ کا صواع اور جو کوئی اسکو لاوے اسکے لیے ایک اونٹ اناج ہے

وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ۝

اور میں اسکا ذمہ دار ہوں بولے کہ قسم اللہ تعالیٰ کی تم جانتے ہو کہ ہم نہیں آئے اسواسطے کہ زمین مصر میں فساد کریں اور ہم چور نہیں تھے۔

ع ۸ آیات ۷۰ تا ۷۲

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ علماء نے کہا کہ یہاں فاء تعقیب کا لانا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بھائی کے حاصل ہونے کے بعد ان لوگوں کا زیادہ ٹھہرانا مقصود نہ تھا بخلاف سابق کے کہ اسوقت تحقیق حال کی غرض تھی لہذا اس مرتبہ جلدی سے سامان کر دیا اور بھائی سے یہ تدبیر بتلا دی کہ سقایہ تیرے کجاوہ میں رکھدیا جاویگا جس سے بظاہر چوری کا الزام عائد ہو چونکہ کوئی ضرر پہنچانا مقصود نہ تھا لہذا خود یہ پیمانہ بنیامین کے کجاوہ میں سب سے پوشیدہ رکھدیا بقولہ تعالیٰ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ رکھدیا سقایہ اپنے بھائی کی رحل میں اور قافلہ مع بنیامین کے روانہ ہو گیا کہتے ہیں کہ آبادی سے باہر نکلا تھا۔ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ پھر پکارا ایک پکارنے والے نے کہ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ اے قافلہ والو تم چور ہو۔ یعنی تم نے ہمارا ایک مال چرایا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحہ نے کہا کہ اکثروں کے قول میں سقایہ چاندی کا تھا اور بعض نے کہا کہ سونے کا تھا۔ ابن زید نے کہا کہ اس میں پانی پیا جاتا ہے ولیکن اسوقت اناج کی عزت تھی اس سے ناپا جاتا تھا۔ یہ قول ابن عباس ؓ کا اور مجاہد و قتادہ و ضحاک و عبد الرحمٰن ابن زید کا ہے۔ سعید ابن جبیر سے روایت کی کہ صواع الملک چاندی کا تھا اس سے پانی پیتے تھے اور جتنا تھا جتنا عرب میں مکوک ہوتا ہے اور حضرت عباس ؓ کے پاس اسلام سے پہلے ایسا ہی پیالہ تھا جس کو شام میں لایا کر ابن عباس ؓ نے کہا کہ زبرجد کا تھا اور ابن اسحٰق نے تاریخ میں کہا کہ چاندی کا تھا اور بعض نے کہا کہ چاندی کا مرصع بجواہر تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کٹورے کو پیمانہ بنا دیا تھا کہ پیمانہ مختلف کر کے خیانت نہ کیجاوے

اور خود اس سے پانی پیا کرتے تھے۔ رازی رحمہ نے تفسیر کبیر مین کہا کہ یہ بات بعید ہے کہ بادشاہ کے کٹورے کو کیال بنایا جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک بادشاہ نے منجملہ اسباب ثروت و عزت کے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا ہوگا مگر آپ چاندی کے استعمال سے کراہت کر کے اس کام مین لاتے ہونگے اور اگر بنظر عدل پانی پینے کے برتن کو کیال کیا جاوے تاکہ خیانت کو راہ نہو جائز ہے کچھ بعید نہین ہے اور حضرت یوسف پیغمبر کی بادشاہت کو دنیاوی سلطنت پر قیاس نہ کرنا چاہیے اور شاید کہ بادشاہ نے بعد ایمان کے اسکو ترک کر دیا ہو جو اس کام مین لایا گیا ہو۔ اور بعض نے بوجہ ظاہری استبعاد کے کہا کہ وہ جانورون کے پلانے کا تھا اور رازی نے کہا کہ اتنا گران قیمت جانورون کے لیے بھی بعید ہے مترجم کہتا ہے کہ بیشک۔ اور رازی رحمہ نے کہا کہ میرے نزدیک زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ صاع ایک چیز تھی جسکی کچھ قیمت تھی مگر نہ اس حد تک جو اہل روایات قصہ نے ذکر کی ہے مترجم کہتا ہے اصلی بات تو اللہ تعالیٰ جانتے لیکن کم قیمت چیز کے لیے اتنا اہتمام بھی بعید ہے اور بادشاہ کی طرف نسبت کرنا بھی مضحکہ ہے اور لکھا کہ سقایہ و صاع ایک ہی ہے مین کہتا ہون کہ صاع اگر درحقیقت پیمانہ ہی تھا تو اسکو سقایہ کیون کہا گیا ہے تو بعضون نے اسی خیال سے کہدیا کہ اسمین جانورون کو پانی پلایا جاتا تھا مگر مترجم کے نزدیک یہ البتہ مستبعد ہے کہ اسکو صواع الملک کہکر بادشاہ کیجانب نسبت کیا جاوے واضح ہو کہ زجاج رحمہ نے کہا کہ صواع بعینہ صاع ہے اسکو مذکر و مونث دونون طرح بولتے ہین اور یہی سقایہ ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ جس سے پیا جاوے وہ صواع ہے اور بعض نے کہا کہ جس سے ناپا جاوے وہ صواع ہے اور یہ لفظ مفرد ہے اور جمع اسکی اصوع ہے اور کبھی صواع بھی جمع بولتے ہین اور صیعان بھی جمع لاتے ہین اور یہان آٹھ قرأت ہین ازانجملہ صوع و صیاع و صاع ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض نے صواع کو یہان جمع سمجھکر توجیہات رکیکہ بیان کین مثلاً کئی صاع کے برابر پیمانہ تھا اسوجہ سے صواع نام ہوا یہ ان کہ [illegible] دوسری قرأت صاع کی موجود ہے تو اسی پر حمل کرنا موافق باصول تفسیر ہے علاوہ برین سقایہ اتنا بڑا نہین ہو سکتا اور شاید کہ دور شراب کے لیے ہو لیکن بادشاہ کی مجلس والون کے لیے ہوگا نہ خاص بادشاہ کے لیے بہر حال اصلی مقصود یہ ہے کہ سقایہ اور صواع ایک چیز ہے اور وہ کسی قدر بیش قیمت تھا۔ اب رہا بیان دو باتون کا اول یہ کہ بنیامین کی رحل مین کس نے رکھا۔ اور اس طریقہ سے انکو سارقین کہنا روا تھا یا نہین۔ اور عیر کے کیا معنے ہین جاننا چاہیے کہ عیر کے معنے یہان قافلہ۔ اور ابو الہیثم نے کہا کہ اونٹ و گدھا و خچر جس پر لاد و سواری ہو وہ عیر ہے اور کہا کہ جس نے فقط اونٹ سے خصوصیت سمجھی اسکا قول باطل ہے مین کہتا ہون کہ لاد و سواری مین گھوڑا بھی داخل ہونگے اور شاید خاص گھوڑے نہون اور فراء نے کہا کہ اونٹ تھے اور مجاہد سے روایت ہے کہ گدھے تھے مترجم کہتا ہے کہ ایسے جانور تھے کہ عیر بولنا صحیح ہے زیادہ بحث بیکار ہے اور مراد یہان اصحاب العیر ہین جیسے آنحضرت صلعم نے کہا کہ یا خیل اللہ ارکبی یعنی اللہ تعالیٰ کے خیل سوار ہو جاؤ حالانکہ خیل یعنی گھوڑون سے انکے سوار مراد ہین۔ اب مقام اول مین کلام اسطرح ہے کہ ظاہر نص قرآنی تو یہ ہے کہ جعل السقایۃ فی رحل اخیہ خود حضرت یوسف نے سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین رکھا تھا اور یہ امر ایسا ہے کہ اسکے جائز ہونے مین کچھ شبہ نہین ہے اور بھائی نے باوجود علم کے اسکو منظور کیا اور اسپر نہ کیا تو یہ باجازت خاص تھا [illegible] الزام نہین ہے شیخ ابن کثیر رحمہ [illegible] جب [illegible] کا جانا [illegible] کر دیا اور [illegible]

تو اپنے بعض [illegible] غلامون یا [illegible] پہرے والون [illegible] کہ رحل مین سقایہ [illegible]

[illegible]

کرنا جائز تھا یا نہین [illegible]

[illegible] آنحضرت [illegible]

دکھایا اول [illegible] آنحضرت صلعم نے اپنے بھائی [illegible]

نسبت کیجاوے جو ظاہر حال مین تیرے اوپر عائد ہوا ور درحقیقت تو اس سے بری ہو۔ بنیامین نے رضامندی ظاہر کی تو اسپر یہ گناہ نہوا۔ اقول منادی نے سب کو سارق کہا ہی تو شاید یہ باجازت آنحضرت نہو۔ دوم جواب یہ کہ انکو سارقین کہا اور یہ صاف نہین کہا کہ کس چیز کے سارق ہو اور غرض یہ کہ چوری سے تم نے باپ سے خفیہ یوسف کو بیچ ڈالا پس بطور تعریض کے یہ لفظ کہا اقول اس صورت مین سارق سے اصطلاحی چور کے معنے نہین لیے بلکہ خفیہ چوری چوری حرکت کرنے والے مراد لیے کیونکہ حضرت یوسفؑ مال نہ تھے جنکا چرانا متحقق ہو علاوہ اسکے باپ کے پاس سے چرا کر نہ لائے تھے سوم یہ کہ منادی نے بطریق استفہام انکو چور کہا تو یہ کذب یا بہتان نہین ہی۔ رازیؒ نے کہا کہ اقرب بظاہر حال یہ ہی کہ ان لوگون نے اپنی طرف سے ان لوگون کو چور کہا ہی مترجم کہتا ہی کہ درحقیقت تو اہل علم کے نزدیک یہان کوئی تردد نہین ہی لیکن عوام کو اصلی حقائق تک نظر نہین اور نہ انکو ایسا بعید ظاہر کرنا علماء ربانی جائز رکھتے ہین لہذا ان اوہام کو حل کرنا ایسے طریقہ سے کہ عوام کی سمجھ مین آجاوے مناسب ہی تو مترجم ان علماء کے اقوال و انکے اشارات سے استنباط کرکے ملخص لکھے دیتا ہے جہان تک کہ اسکی نظر کام کرتی ہی اور تحقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی اور اسکی تعلیم سے علمائے ربانی کو ہی واضح ہو کہ سقایہ آنحضرتؑ نے باجازت و رضامندی و مشورت خاص کے بدون کسی کی اطلاع کے بنیامین کے کجاوہ اور بار مین رکھدیا پھر جب قافلہ روانہ ہوا کچھ دور گیا ہوگا کہ یہان کارپردازان انبارخانہ کی خودخبرگیری سے یا آنحضرتؑ کے اشارہ سے صواع کی تلاش ہوئی۔ یہ لوگ تلاش کرکے آخر اسی بات پر جمے کہ قافلہ والون کی حرکت ہی وہ لوگ غریب ہین اور یہ صواع بیش قیمت ہی انھون نے لالچ مین اسکو چرایا ہی خواہ سب نے مشورہ سے یا انمین سے بعض نے مگر باہمی رفاقت بلکہ قرابت سے سبھی کی جانب احتمال ہوا اور ممکن ہی کہ اسی حیلہ کی وجہ سے آنحضرتؑ نے اپنا سقایہ خاصکر ان لوگون نے احتمال ہونے کے لیے دیدیا ہو پس روانگی کے پیچھے کارپردازون کا افسر مع چند آدمیون کے دوڑا گیا اور شاید آنحضرتؑ نے کہا ہو کہ انھین قافلہ والون مین نہ کسی کے پاس ہوگا اور نہین ہی کہ خود آدمی بھیجکر آواز دلوائی ہو پس منادی نے جا کر آواز دی کہ ٹھہرو اے قافلہ والو تم چور ہو یعنی چور معلوم ہوتے ہو کیونکہ اسکو کسی طرف احتمال نہ رہا تھا سوائے انکی جانب کے اور قرآن مجید مین کوئی حرف ایسا نہین ہی جس سے یہ ثابت ہو کہ آنحضرتؑ کے حکم سے منادی نے انکو پکارا اور یہ الفاظ کہے ہین بلکہ صرف یہ ہی کہ آنحضرتؑ نے سقایہ اپنے بھائی کی رحل مین رکھدیا پھر مذکور نہین کہ قافلہ اس سے کتنی دیر بعد روانہ ہوا اور کب تلاش کرنے والون کو اطلاع ہوئی بلکہ قولہ ثم اذن موذن۔ مذکور ہی جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ رحل مین رکھدینے کے بعد کسی وقت پکارنے کا واقعہ ہوا ہی اور روانگی قافلہ یہان قرینہ سے سمجھا جاتا ہی حتیٰ کہ بعض اہل قصہ نے ذکر کیا کہ قافلہ ایک منزل نکل گیا تھا اور نظم جواہر قرآنی سے یہ بھی ثابت نہین ہوتا کہ روانہ ہوگیا تھا بلکہ احتمال ہی کہ شاید قافلہ کی صورت مجتمع ہوگئی ہو اور مقام فرود سے علیحدہ ہو پس منادی نے جب انھین پر شبہہ قوی کرلیا تو ان کو اسطرح پکار کر بتلایا کہ تم چور ہو اور یہ بول چال ہی شاید یہ مراد ہو کہ تمھین اس برتن کے چور معلوم ہوتے ہو کیونکہ ہنوز تحقیقات نہین ہوئی تھی معالم و سراج وغیرہ مین لایا کہ منادی نے قریب پہونچکر ملامت کرنی شروع کی کہ ہم نے تو بادشاہ کی توجہ سے تمھاری بہت خدمت و مدارات کی اور تمھارے سامان ولداوے کو درست کردیا اور تمھاری وہ خاطر کی جو اورون کی نہین کرتے تھے۔ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ کہنے لگے یہ قافلہ والے درحالیکہ متوجہ ہوگئے تھے پکارنے والے و اسکے ساتھیون کیطرف کہ تم نے کیا گم کیا جسکو ڈھونڈھتے ہو۔ کیا چیز گم ہی جسکے چرانے کا ہماری جانب احتمال ہے اور انکی طرف متوجہ ہونے سے شاید یہ مراد ہو کہ ٹھہر کر انکی طرف منھ کیا اور شاید کہ مڑ کر انکی جانب آنے لگے یہی مناسب و ٹھیک معلوم ہوتا ہے پس جب آدمیون نے انھون نے دریافت کیا تو قَالُوْا موذن و انکے ساتھیون نے کہا کہ۔ نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ صواع بادشاہی ہم سے گم ہوا اسکی ہم تلاش کرتے ہین۔ بادشاہ کی جانب صواع کی نسبت کرنے سے اپنا اضطراب و تلاش کا اہتمام ظاہر کیا اور ہر طرح سے ملجانے کی کوشش کی چنانچہ قافلہ والون سے کہا کہ۔ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ اور جو کوئی اس صواع یعنی سقایہ کو لاوے حِمْلُ بَعِيْرٍ اسکے لیے ایک اونٹ بھر اناج ہے

یعنی جو کوئی اسکو تلاش کرکے یا جسکے پاس ہو اسکو دیدے تو اُسکو ایک اونٹ بھر اناج دیا جاویگا جیسے ان لوگون کو وعدہ دیا کرتے ہین جنپر چوری کا احتمال ہوتا ہی۔ اور غالبًا یہ وعدہ اسوجہ سے دیا ہو کہ احتمال ہو کہ ان لوگون نے اُسکو کہین رکھدیا یا کسی کے حوالہ کردیا یا ضائع کرنے کی غرض سے کہین پھینک دیا ہو اور شاید کہ وعدہ دینا باجازت بادشاہی ہو یا اس سردار نے بخوف اپنی ذمہداری کے اپنے پاس سے یہ تاوان اُٹھانا منظور کیا ہو اور اول کا قرینہ یہ ہے کہ اُسنے کہا کہ وَاَنَا بِهٖ زَعِيۡمٌ اور مین اس اونٹ بھر اناج ملنے کا زعیم یعنی کفیل ہون جولاوے اس کو مین ادا کرونگا پس ممکن ہو کہ مثل خیالات عام کے اُسنے خود وعدہ کیا اور خود ہی اسکے پورا ہونے کا ذمہ دار ہوا۔ اور مترجم کہتا ہو کہ شاید اُس نے صواع کی نسبت اپنی ذمہ داری کا ذکر کیا اور ضمیر بہ۔ راجع بصواع ہو یعنے حال یہ ہو کہ مین اس صواع کی ضمانت مین ماخوذ ہون اسی واسطے موذن کا لفظ واحد تھا پھر علیہم وقالوا کے ضمائر جمع مین لشمول ان لوگون کے جو سردار مذکور کے ساتھ تھے پھر ضمانت کرنے مین اسکو تنہا کردیا کیونکہ سرداراس کا ضامن ہو اور شاید کہ یہ ٹھیک شرع پر گفتگو ہو لہذا بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ اس قول مین دلیل ہو کہ کام کا جعل دینا اور جعل کی ضمانت کرنا کام پورا ہونے سے پہلے جائز ہی مترجم کہتا ہو کہ مطلب یہ ہو کہ ضمانت تو حق واجبی کے ہوتی ہو اور ہنوز کام پورا نہین تو جعل واجب نہین ہوا تو ضمانت نہونی چاہیے ولیکن یہان بعض نے ثابت ہوا کہ جائز ہی سراج مین لایا کہ مجاہد رح نے کہا کہ یہ زعیم وہی ہو جسنے آواز دی تھی اور زعیم کے معنے کفیل ہین اور لکھا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہو کہ کفالت انکی شرع مین جائز تھی اور معالم وغیرہ مین کہا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ الزعیم غارم یعنی جو کوئی کفالت کرلے وہ تاوان بھرنے کا ذمہ دار ہی مسألہ جوبات سابق اُمتون مین مشروع تھی جب ہماری شرع مین اسکا مقرر رکھنا وارد ہو تو کیا وہ ہمارے واسطے شرع ہو گی یا نہوگی تو سراج مین لکھا کہ اس مین اختلاف ہو اور قوی یہ ہو کہ ہماری شرع نہوگی مترجم کہتا ہو کہ یہ سہو ہو اور صحیح مسئلہ یہ ہو کہ جو بات کہ اگلی امت مین شرع تھی اگر ہماری شرع مین اسکو مقرر رکھا گیا تو ہمارے واسطے بسبب تقریر شارع کے خواہ وہی شرع ہو جیسا کہ بعض کا قول ہو یا جدید مستقل طور پر شرع ہو جیسا کہ بعض دیگر کا قول ہو اور مثال اسکی قصاص ہاتھ پاؤن دانت کان آنکھ ناک ہو کیونکہ نص اسپر قولہ تعالیٰ کتبنا علی بنی اسرائیل ان النفس بالنفس الآیہ ہو اور دلالت آیت اور صحاح احادیث سے ہمپر مقرر رہوئی تو ہماری شرع بھی یہی ہو۔ اور اگر ہماری شرع مین اسکی تقریر نہ کی گئی تو اسمین اختلاف ہو اور راجح یہی ہو کہ وہ ہمارے واسطے شرع نہوگی یہان تفسیر کبیر وغیرہ مین ایک سوال مذکور ہو کہ یہ کفالت کیونکر صحیح ہوگی حالانکہ چور سزا کا مستحق ہو نہ اس عوض کا۔ اور جواب دیا گیا کہ وے لوگ درحقیقت چور نہ تھے بلکہ یہ صورت تھی گویا گم شدہ چیز کے واپس لانے کی ہو تو جعل کے مستحق ہوئے یا جواب یہ ہے کہ ایسی کفالت اُسوقت مین جائز ہو اور مترجم کہتا ہو کہ یہ کچھ شبہ نہین ہو اور صحیح جواب یہ ہو کہ اسنے یہ نہین کہا کہ چور اگر واپس دیوے تو اسکو اسقدر انعام دیا جائیگا بلکہ اُسنے یہ کہا کہ جو کوئی اسکو لادیوے تو یہ شخص گم شدہ چیز کا لادینے والا ہوا چنانچہ جب ایسے شخص سے وعدہ کرتے ہین جسپر چوری کا احتمال ہو تو اسکو چوری کی حیثیت سے انعام دینے کا وعدہ نہین ہوتا ہو اسی واسطے جب چور پر چوری ثابت ہوجاوے تو کچھ نہین پاتا ہو اور یہ اور زیادہ بعید ہو کہ اسوقت مین ایسی کفالت چور کے حق مین جائز ہو اور یہ گفتگو جس عرف پر مبنی ہے وہ ابتک شائع ہو فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ القصہ منادی انکو ساتھ لیے ہوئے شہر مین واپس آیا اور تحقیقات کیلیے بادشاہی حضوری مین پیش کیا اور اہل قافلہ نے جواب مین ان لوگون سے کہا کہ قَالُوۡا تَاللّٰهِ لَقَدۡ عَلِمۡتُمۡ قسم اللہ تعالیٰ کی بیشک تم جان چکے ہو بسبب تجربہ ہماری امانت ودیانت کے وبقرائن احوال کہ مَّا جِئۡنَا لِنُفۡسِدَ فِى الۡاَرۡضِ ہم نہین آئے ہین اس غرض سے کہ فساد پھیلاوین زمین مین یعنی ملک مصر مین۔ بلکہ فقط تنگی قحط کی وجہ سے صلاحیت کے ساتھ اناج لینے کو آئے ہین۔ اور جو تم نے ہم کو سارقین کہا یعنی یہ جیسا ہمارے واسطے ایک وصف مذموم کی طرح ثابت کردیا اور کہا کہ تم سارقین ہو تو وَمَا كُنَّا سٰرِقِيۡنَ اور ہم کبھی چور نہ تھے تو یہ وصف تو اسی کے واسطے ہوسکتا ہے جسکی عادت ہوگئی ہو حالانکہ ہمنے ایک مرتبہ بھی چوری نہین کی ہے بعض نے روایت کی کہ انھون نے مصر مین داخل

ہوتے وقت اپنے جانورون کے منہ مین توبڑے دیدیئے تھے تاکہ کسی کے کھیتی مین منہ نہ ڈالین بعض نے کہا کہ بضاعت جو انکے رحال مین رکھدی گئی تھی
واپس کردی بعض نے کہا کہ مشہور تھے کہ ناحق یا صدقہ کوئی چیز نہین لیتے ہین رازی وغیرہ نے کہا کہ یہ روایات معلوم نہین کس قسم کی ہین اور صدقہ
کی حرمت فقط مخصوص بسرور عالم سید اولاد آدم محمد مصطفےٰ اور آپ کی آل طاہرین کیواسطے ہو چنانچہ توریت وغیرہ مین آپکی یہ پہچان مذکور ہے پس
روایت کا بے اعتبار ہونا اس سے ظاہر ہو اور مقصود ایسے کلام سے تاکید برائت ہوا کرتی ہو ف فی العرائس قوله فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية في رحل
اخيه شیخ نے اس آیت کیساتھ اشارات مین سے بعض لطائف کا ذکر کیا کہ حق تعالے نے اپنے لطف سے برادران یوسفؑ پر بھی اس واقعہ مین بعضی ایسی باتین
طاری کردین جس سے کسی قدر وہ ظلم انپر سے کم ہوسکے وہ تفریق یوسفؑ کیوقت مرتکب ہوئے تھے یعنی وہ بھی اس واقعہ مین چور بنائے گئے اور خفیف
ہوئے پھر اس بات مین یوسفؑ بھی بھائیون کے ساتھ شریک کیے گیے کہ باپ سے ایک اولاد جدا کردین کیونکہ بدون کسی اطلاع کے بنیامین کو گرفتار
کرکے رکھ لیا اور مترجم کہتا ہو کہ شاید بنیامین بھی باختیار خود شریک ہوئے کیونکہ یہ ظاہر تھا کہ انکی جدائی سے حضرتؑ کو ملال ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ
اسوقت مین جبکہ بنیامین پاس آگیا تھا کیا وجہ ہوئی کہ اس راز سے حضرت یعقوبؑ کو آگاہ نہ کیا تاکہ انکو پھر بڑی ملال نہوتا بلکہ نہایت خوشی ہوتی پھر مترجم
کہتا ہو کہ حکمت بالغہ الٰہیہ کے اسرار ایسے نہین ہین کہ عوام انکو ادراک کرین اور بعضے حالات سے خواص بشر بھی محجوب ہوجاتے ہین جیسے قصہ خضر و موسیٰ
سے ۞ ہین کہ موسیٰ باہمہ نور و نظر بشارات ازان محجوب تو بی پیمبر ادر کیا کوئی شخص اس مقام پر غلطی سے یہ کہسکتا ہو کہ حقوق والدین ایذا ہو وقد قدر
رسول الله صلعم من الکبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدين فلما سلبوا يوسف عن كنفه و ذا بايهم ايذا عمي فيه ولما سلب يوسف بنيامين عنه آذاه مع قدرته
علی تقریر عينيه بالوصال فانه العقوق لیس کلام کو بیان تنگی ہو اور اخلاص کے لیئے عقرب مزید سے حق عزوجل نے بیان فرمائے ہین وقد قال تعالیٰ ان کان آباؤکم
وابناؤكم الآية اور سلیم فطرت و عرفان نظر محض رضائے حق عزوجل ہو اور بندہ رسول محض وحی الٰہی سے کام کرتا ہو اور یہ گمان ہے کہ اتباع شریعت اپنے نفوس کو
رذائل اخلاق سے پاکیزہ کرتے ہین اور ان دونون کے درمیان بعقاد مسافت راہ ہو اور یہ تو وہ حقیقت ہو کہ حق عزوجل نے ہم پر حکم کیا الارض کردیئے ہین اور
دنیا انکے واسطے سہل و آسان کردی گئی ہو اور انین کوئی نہین کہ جسکو نورانی عقل تمام … لیکن … والسلام شیخ نے کہا
کہ یہان ایک لطیف اشارہ اور ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جسکو ازل مین اپنی محبت و معرفت و مشاہدہ کیلیئے پسند کیا اور خطاب ارواح مین اسکو قبولیت
جواب سے سرفراز کیا ہو اسپر دو جہان کی ملامت آسان کردی ہو اور ملامت سے یہان یہ ہو کہ … حق … دنیا سے … مجنون و حقیر فقیر وغیرہ
بہت سے الفاظ اسکی نسبت مستعمل ہوتے ہین اور مریدان کی تحریک کا شیطان بزبان انسان ہو … ملامت کو بخوشی خاطر نہین بلکہ برضا حق عزوجل
برداشت کرتا ہو کیونکہ ان لوگون مین خاطر کی خوشی خلاف اخلاص ہو پس دیکھو کہ آدم کو برگزیدہ کیا پھر تحمل امانت مین انکو ظلوم جہول قرار دیا اور کس
خوشی کے ساتھ یہ خطاب … برداشت ہوا پھر اسکی خواہش کہ درخت کا پھل کھائے … اور انسے کہا … بقوله عصى آدم ربه فغوى کا خطاب دیا اور
یہ درحقیقت اکرام ہو چنانچہ فرعون کے اسکو آسان دنیا مین ربکم الاعلی سے مشہور و معروف کردیا اور یہ قہر و ذلت ہو چنانچہ کس خواری سے ہلاک کیا۔
دیکھو یوسف نے بنیامین کو مشاہدہ جمال و صال سے اپنے ساتھ مخصوص کیا پھر سارق کے خطاب کے ساتھ اپنے ساتھ باقی رکھا۔ قوله ايتها العير انكم لسارقون یعنی
امانت مین سرقہ کیا اور حقوق اخوت کو ضائع اور باپ و بھائی کے ساتھ جو کیا تو اسکے بعد امانت ضائع ہوئی تو تم اسکے امتداد سے اتفاق اور ہو سکتا
ہو کیونکہ جنہے حقوق خالق مین خیانت کی اسکا دیانت مخلوق کا دعوی غیر مسلم ہو جعفرؑ نے کہا کہ لسارقون یعنی تم خیانت ان وقائع سابقہ کی ہے جو
درباره یوسف انسے سرزد ہوئے یعنی جو تم نے اپنے باپ سے درباره یوسف کیا ہو وہ خیانت الانہ ہو کہ تم سارق ہو سے مقدمہ ہوکے بعض نے کہا کہ تمنے حقوق الد
مین خیانت کی کہ درجہ عقوق تک اسکا فعل پہونچگیا علی بن موسى الرضا عن ابيه عن جعفر الصادق نے … کو اپنے سے چرایا وہ قیامت تک اسارق

کہا پکارا جائیگا اور پھر چور کی سزا ہاتھ کاٹا جانا الیں انقطاع ہمین اسکے حق مین لازم ہو اور وصل اسکا پیارے رہیگا اور اصحاب یمین اصحاب جنت ہین اور اصحاب شمال اہل النار ہین اور جو شخص کہ وصال کے لائق نہو وہ جو نیکی کرے گناہ ہو مترجم کہتا ہو کہ یہ معرفت بہت نفیس ہو کہ جسنے ایمان ترک کیا و اسکی ہر نیکی معصیت ہو۔ اور جو قانون بحکم الٰہی نہو وہ ظلم ہو۔ اُستاد رح نے کہا کہ بنیامین نے جو آرزوے وصال پائی اسکے مقابلہ مین ہر ملامت انکو خوشگوار آئی اور ہر ملامت ایک زبد البحر ہو جسکو مثل دنیا کے فنا رو جود اور ہر بحر کوئی آب بحر ہو کہ ہر ملامت کا وجود اس مین معدوم اور جواہر وصال موجود والسلام۔ القصہ جب پکارنے والے واسکے ساتھیون نے انکو ہر طرح کا وعدہ دیا اور کفالت کی مگر انھون نے کوئی اقرار نکیا اور تہدید و ملامت کی اور انکی طرف سے کوئی جواب نہ ملا سوائے اسکے کہ تم خود جانتے ہو کہ ہم اہل صلاح و تقوی ہین اور ہم سارق و مفسد نہین ہین تو انھون نے فیصلہ چاہا کما قال تعالیٰ

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ

بولے پھر کیا سزا ہو اسکی اگر تم جھوٹے ہو کہنے لگے اسکی سزا یہ کہ جسکے بوجھ مین پائے جاوے وہی اسکے بدلہ مین

كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ

ہم یہی سزا دیتے ہین گنہگارون کو پھر شروع کیا یوسف نے انکی خرجیان دیکھنی پہلے بھائی کی خرجی سے پیچھے وہ باسن نکالا خرجی سے اپنے

اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ

بھائی کی یون داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو ہرگز نہ لے سکتا اپنے بھائی کو انصاف مین اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ہم

دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۝

درجے بلند کرتے ہین جسکو چاہین اور ہر خبر والے سے اوپر ہے ایک خبر دار

قَالُوْا منادی واسکے ساتھی بولے کہ۔ فَمَا جَزَآؤُهٗٓ تو کیا سزا ہوگی اس کی یعنے چور کی یا چوری کی۔ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ اگر تم جھوٹے نکلو یہ تہدید ہو کہ دیدو تو انعام پاؤگے اور اگر نہ دوگے اور جھوٹ ثابت ہوا تو سزا پاؤگے اور انھین سے پوچھا کہ کیا سزا ہوگی قَالُوْا کہنے لگے جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ کہ سزا اسکی وہ شخص ہے جسکے رحل مین پایا جاوے۔ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ۔ یون ہی ہم ظالمون کو سزا دیتے ہین یعنی ہمارا طریقہ سزا کا یہ ہو کہ چور کو اسکے حوالہ کرتے ہین جسکا مال چرایا وہ اُس سے ایک سال تک غلامی کی خدمت لیتا ہو۔ اس سے اپنی شریعت کی سختی بھی چور کے حق مین بیان کردی اور دلیری سے اظہار کیا کہ ہم اُس سے بری ہین۔ الغرض جب منادی واسکے ساتھیون کو وہ صاع نہ ملا اور وے مجبور ہوے تو مقدمہ بادشاہ کی حضور مین پیش کیا حضرت یوسف نے حکم دیا کہ تفتیش کیا جاوے فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ پس حکم دیا کہ ان لوگون کو کھولو جو سوائے بنیامین کے دوسرون کی ہین پس ہر ایک کی گون کی تفتیش کی اور اسپر کہتے گئے کہ یہ بری ہو یہانتک کہ گیارہوین گون حضرت بنیامین کی کھولی ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ پھر نکالا اسقایہ کو یا صاع کو اپنے بھائی کی گون سے پہلے انکی تسلی دو نہین کھولنے سے یہ انتظام تھا کہ کوئی شبہ پیدا نہو اور منادی نے یہ کام موذن کا قرار دیا یعنے موذن نے وہین تفتیش شروع کردی پھر صاع کو ڈھونڈھ نکالا حضرت یوسف کے بھائی کی گون مین سے ولیکن اول اولی ہو کیونکہ یہ مقدمہ بحکم حاکم ہونا چاہئے القصہ جب بنیامین کے باروان مین سے صاع برآمد ہوا تو بھائیون نے شرم و حیا سے سر نیچے کرلیے اور بنیامین کو ملامت کرنی شروع کی آخر جو سزا انھون نے اقرار کی تھی وہ انپر لازم کی گئی اور بنیامین انسے لے لیے گئے۔ اور یہ حسن توفیق الٰہی تھی کہ جو مراد یوسف کی تھی وہ اس تدبیر سے خود بخود پوری ہوگئی اور بعضے تقدیر کے یہی ہوتے ہین کہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا وہی تدبیر کا نتیجہ نکلتا جایا آتا ہو حتی کہ خلاف و برعکس تدبیر کے بھی وہی نتیجہ نکلتا ہو قال تعالیٰ

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ یون ہی تدبیر وحیلہ کو ہمنے یوسف کیواسطے پورا کردیا۔ اور کید کا لفظ مخلوق اپنے افعال وحرکات مین مکر وحیلہ کے معنے مین استعمال کرتے ہین کیونکہ ان مین خود مختاری نہین ہے تو وہ لوگ جس سے کید وحیلہ کرتے ہین اسکو ایسی حرکات مین ڈالتے ہین کہ انجام کو وہ ایسے امر مکروہ مین پڑجاتا ہے جس سے نکلنا دشوار ہوا اور حق تعالے عز وجل قادر مختار ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے تو اس کا فعل ہر حال مین یکسان ہے حتی کہ مثلاً زید کو پیدا کیا اور وہ بڑا ہوا تو مفلسی وتنگی وتکلیف مین بسر کرنے لگا تو وہ کہے حق تعالے نے میرے ساتھ کید وحیلہ کیا ولیکن محض غلط ہو اسی طرح یہان جو نتیجہ یوسفؑ کی تدبیر کا نکلا وہ اللہ تعالے کے پورا کردینے سے ہوا اور یہ دلیل ہے کہ مخلوق کے جملہ افعال اللہ تعالے کی مخلوق ہین لین اعرابی رحمہ نے کہا کہ کید کے معنے تدبیر کرنا خواہ کسی حق بات کی ہو یا باطل مقصد کی ہو اور یہان حضرت یوسفؑ نے جو تدبیر کی وہ مقصود حق کی تھی اور اصل اس تدبیر مین فقط دو باتین تھین ایک تو صاع کو بھائی کے رحال مین رکھدیا اور دوم چوری کی سزا انکے اقرار سے قرار دی اور چونکہ سارق کا الزام ان لوگون پر نہوا کیونکہ انہی رحال پر برأت لکھدی اور بنیامین پر یہ الزام رکھا جسنے خود رضامندی کرلی تھی تو کوئی معصیت نہین ہے اور سراج وغیرہ مین لاکہ کید مخلوق کی جانب سے حیلہ ہوتا ہے اور اللہ تعالے کیطرف سے تدبیر حق ہوتی ہے پس کید سے مراد یہان یہ ہے کہ اللہ تعہ نے یوسفؑ کے دل مین یہ تدبیر ڈالی اور برادران یوسفؑ کے دل مین یہ اقرار کہ جسکی رحل مین یہ صاع پایا جاوے اسکو یہ سزا دیجاوے کہ وہ گرفتار کرکے غلام بنایا جاوے پس جو مراد حضرت یوسفؑ کی تھی کہ ابھی یہ معاملہ ظاہر نہو کر بنیامین میرے پاس رہے بدون ایسے امر کے کہ خواہ مخواہ بغیر حیلہ ان لانے والون سے لیلیا جاوے۔ اور اہمین یہ بھی دلیل ہے کہ بغیر کسی غیر کا حق ضائع کرنے کے آدمی کو روا ہے کہ حیلہ کرے اور جیسے حقوق شرع مین حیلہ جائز ہے ان حقوق مین بھی جائز ہے جو آدمی کے اورون پر ہون بغیر اسکے کہ اورون کے حقوق ضائع ہون یا انمین ظلم واقع ہو۔ واضح ہو کہ چوری کی سزا شریعت ابراہیم مین یہ تھی جو برادران یوسفؑ نے بیان کی اور بادشاہ مصر کے قانون مین یہ سزا تھی کہ چور کو بہت سے مارا جاوے اور جو چیز چرائی تھی اُسکی دو چند قیمت تاوان بھرے پس اگر برادران یوسفؑ یہ اقرار اپنے اوپر لازم نکرتے جب منادی وغیرہ نے پوچھا تھا کہ اچھا اگر تم جھوٹے نکلو گے تو تمہاری کیا سزا ہے تو بادشاہ مصر کے قانون پر آنحضرت بنیامین کو نہین لے سکتے تھے کما قال تعالے۔ مَا كَانَ۔ نہ تھے یوسفؑ کہ۔ لِيَأْخُذَ اَخَاهُ لے لیتے اپنے بھائی کو۔ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ بادشاہ مصر کے دین مین یعنی اس کے قانون کے موافق کیونکہ دین برتاؤ کو کہتے ہین مثل مشہور ہے کہ کما تدین تدان جیسے تو کرے ویسا پاوے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے عز وجل بالکل تمام مخلوق کا مالک ہے جو چاہے کرے یہان فرمایا کہ یوسفؑ نہین لے سکتا تھا اسکو دین ملک پر۔ تو جواب یہ کہ ہان یوسفؑ کو اختیار نہ تھا کیونکہ انپر شریعت کی پابندی لازم تھی اور اللہ تعالے مالک خالق ہے وہ جسطرح چاہے کرے اسپر کوئی شریعت تو نہین ہوسکتی ہوا اسطے اُسنے اپنی ذات پاک کا استثنا فرمایا بقولہ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ لیکن اس صورت مین لے سکتا تھا کہ اللہ تعہ چاہے یعنی اللہ تعالے وحی سے اجازت فرماتا تو ہر طرح لے سکتے تھے بعض نے کہا کہ یہ استثنا منقطع ہے لیکن اللہ تعہ کی مشیت تھی کہ سوائے دین بادشاہ مصر کے دوسرے دین یعنی شرع آل یعقوبؑ پر اسکو لیا اور یہ حیلہ علم الہامی وتعلیمی سے انکو حاصل ہوا تھا قال تعہ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ بلند کردیتے ہین ہم درجات جسکے ہم چاہتے ہین یعنی علم سے بندون کے درجات بلند ہوتے ہین تو جسکو ہم چاہتے ہین اُسکو علم معرفت دیتے ہین۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ اور ہر ذی علم کے اوپر ایک علم والا ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ آدمی کو شرف علم سے ہوتا ہے اور مال ایک فانی چیز ہے اور علم باقی ہے جو زائل نہین ہوتا اور مال سے تن کی پرورش ہے اور علم سے روح کی پس جو فرق کہ تن اور روح مین ہے وہی مال وعلم مین ہے اور آیت مین دلیل ہے کہ برادران یوسفؑ بھی علم والے تھے چنانچہ مسئلہ سزائے سارق انہون نے شروع بیان کیا ولیکن یوسفؑ ان سے بڑھکر عالم تھے اسی واسطے ان سب سے انکی بزرگی زائد تھی اور معلوم ہوا کہ ایک درجہ نہین بلکہ بدرجات انکی بزرگی بڑھی ہوئی تھی۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ ہر عالم کے اوپر عالم ہوتا ہے یہانتک کہ انتہا اللہ تعہ پر ہوتی ہے

پس وہی سب مخلوق پر عالم ہو اور اسی کے علم سے مخلوق کا علم مخلوق ہے اور مترجم نے سابق تفصیل سے توضیح کر دی ہو کہ علم آلٰہی کا قیاس ہمارے
علوم پر نہیں ہو پس جو بات کہ علم آلٰہی تعالے سے ہمارے کو ظاہر ہو جیسے نصوص قرآنی و احادیث رسول اللہ صلعم تو وہ علوم قطعیہ ہین اگر بندے کی
سمجھ مین نہ آوین تو قطعی اسکی سمجھ کا قصور ہو اور ماسوا ان علوم کے تفاضل جاری ہے۔ ابن الانباری رح نے کہا کہ عالم پر واجب ہے کہ اپنے
نفس کو جہالت کی طرف منسوب کرتا رہے اور رب عز وجل کے علم کے سامنے عاجز و ذلیل بنا رہے اور ہمیشہ خوض کرے کہ علوم حاصل ہوں اور بڑا
درجہ اپنے حق مین نہ سمجھے کیونکہ عالم کوئی نہین جس سے بڑھ کر عالم نہو کیونکہ مخلوق آلٰہی سبحانہ تعالیٰ حصر سے خارج ہو اور سعید بن جبیر رح سے روایت ہو
کہ ہم لوگ ابن عباس رض کے پاس حاضر تھے انہون نے عجیب نکتہ بیان کیا تو ایک آدمی نے کہا کہ سبحان اللہ فوق کل ذی علم علیم۔ تو ابن عباس رض نے
فرمایا کہ یہ اُس سے زیادہ علم والا ہوتا ہو اور اس سے وہ زیادہ علم والا ہوتا ہو اور اللہ تعالیٰ سب عالمون سے بالاتر ہو۔ کذا ذکرہ الحافظ ابن کثیر ایسا ہی عکرمہ رح
نے کہا ہو کہ۔ قتادہ نے کہا کہ ہر ذی علم پر علیم ہوتا ہو یہان تک کہ اللہ تعالیٰ پر منتہی ہو اسی سے شروع ہوا اور اسی کی طرف عود کریگا اور اسی سے علما نے سیکھا ہو
حدیث صحیح مین آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ علم کو تم سے اسطرح نہ اٹھاویگا کہ سینون سے سلب کرلے بلکہ علما کو وفات دیدیگا پس علم اٹھا لیگا پس جب کوئی عالم نہ رہیگا
تو لوگ جاہلون کو اپنا سردار بناوینگے جو انکو فتوے دینگے یعنی ایسے حکم بناوینگے کہ خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرینگے۔ مترجم کہتا ہو کہ اہل اسلام کی حالت پر
افسوس کا زمانہ ہو کہ امانت عظمیٰ ضائع کی گئی اور لوگون نے ایسے آدمیون کو اپنا عالم بنایا جو شریعت سے ناواقف ہین اسرار شریعت سے واقف ہونے کا
ذکر نہین اور بالکل انکی مشابہت علماے یہود کے مانند ہو یا ایسے درویش اپنے سردار بنائے جو راہب نصارے کے مثل ہین اور توحید و اس کے
انوار سے بالکل محروم ہوگئے اللہم اہدنا الصراط القویم وانت الہادی انت ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ تعالیٰ کذلک کدنا لیوسف۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ
جب کسی کو نبوت کے لیے خاص فرماتا ہے یا کسی تبع نبوت کو ولایت کے لیے مخصوص کرتا ہو تو صفات پاک کے انوار سے اسکو لباس بتدریج عطا فرماتا ہو
اور حالات و اطوار مین اسکو ایک صفت کے نور سے شرف دیتا ہو اور منجملہ صفات کے کید ازل دیکر ابد ہو پس قلب یوسف ع کو کید سے نور دیا اور یوسف ع
نے بدیدار کید ازلی ایسا کیا اور یہ اسطرح کہ خاص معاملات مین لطیف صنعت و متین حقائق قدرت و حکمت سے آگاہی دیدی پس معنے قولہ کدنا
لیوسف اسے پہنچوا دیا یعنے اسکو امور نبوت و ولایت کی رہ ملحقین اسطرح کہ صفات حکمت و قدرت و صنعت اسپر کشف فرمائین و لہذا اختلاف فہم عوام کے
انہون نے اسوقت راز سے آگاہ نہ کیا جس سے بجاے خوشی کے حضرت یعقوب ع حزن و ملال مین مبتلا ہو کر خالص اللہ تعالیٰ کیطرف رجوع لائے اور کسی سے
دلبستگی و تعلق نہ رہا۔ ابن عطا رح نے کہا کہ کدنا لیوسف ہم نے یوسف ع کے واسطے یہانتک کید فرمایا یعنے اُسکے وقائع عام لوگون و اُسکے بھائیون کی
نظرون و انکی تدبیرون مین انکے زعم کے موافق یہ نتیجہ دیتے تھے کہ وہ دور ہوا اور کہین غلامی کی محنت مین خوار رہیگا اور زلیخا کے خیال مین وہ قید
محنت سے تنگ ہو کر ملتجی و مطیع ہوگا اور میرے بارہ مین لوگون کے خیالات برأت کے ہونگے اور یوسف ع کے بارہ مین عیب کے ہونگے لیکن سب
لوگ اصلی حکمت آلٰہیہ سے واقف نہوے کہ کس طریقہ سے اپنے پیغمبر کو کمالات تعلیم فرمائے اور اسکے باپ کو علو منزلت اس صبر مین دیدی اور کہان سے
کہان اُسکو پہنچایا حتے کہ سب زعم کرنے والون کے خیالات باطل نکلے اور وہ خود اسی حال مین گرفتار ہوئے جو یوسف ع کے بارہ مین خیال کر چکے تھے
پس یہ کید ازلی ہے یعنے ایسی پیچیدہ حکمت سے نتیجہ پیدا ہوا جیسے کوئی مخلوق کر کید کرتا ہے یہانتک کہ یوسف ع محل عزت سلطنت مین متمکن
ہوگیا اور جعفر رح نے کہا کدنا لیوسف یعنے اسپر اس کے باپ دادا کی برکات ظاہر کردیے اسطرح کہ ہمنے اسکو وقت معصیت مین معصوم رکھا۔ مترجم کہتا
ہے کہ بالاجماع و بالاتفاق علما سے توجیہ اس مقام پر تدبیر بطور حکمت و اتفاق حکمت کے معنے لیتے ہین اور اسی پر جزم و یقین رکھتے ہین اور یہی معنے عامہ علماے
اسلام جانتے ہین اور یہ تاویل نہین بلکہ تحقیق ہو۔ قولہ نرفع درجات من نشاء الآیۃ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ افعال یوسف ع بمشاہدہ انوار صفات

تھے اور اعلیٰ تر مشاہدہ وکشف الذات ہے پس درجات عارفین وموحدین کے اسطرح کشوف ذات وصفات سے بلند ہوتے ہین حتیٰ کہ اہل التوحید کا درجہ عوام سے بے انتہا بالاتر ہے اور اہل ولایت مین سے ہر ایک کا درجہ دوسرے سے جدا ہے جیسے لوگون کی صورتین جُدا جُدا ہین حالانکہ وہی اعضا سب لوگون مین موجود ہین پس اہل توحید کو ہر صفت کی دیدار سے ایک علم پر دوسرا علم منکشف ہوتا ہے اور دیدار ذات سے صفات کے علم سے بالاتر علم حاصل ہوتا ہے پس جیسے ذات وصفات کے واسطے نہایات نہین ہین اور یہ مقام عوام کے عقول کے تحیر کا ہے ایسے ہی اولیاء اللہ تعالیٰ کے واسطے نہایات نہین ہے پس ارواح قدسی کو بحر قدم سے جواہر حکمت حاصل ہوتے ہین اور اسی طرف اشارہ ہے بقولہ قد علم کل اناس مشربہم پس علم مرید بالائے بندی ہے اور مرید سے بالاعلم محب ہے اور محب سے بالاعلم عارف ہے اور عارف سے بالاتر علم موحد ہے اور ان سے بالاتر اسکا علم ہے جو فانی بذات و باقی بصفات ہے اقول شاید وہ ایک شخص ایک زمانہ مین ہوتا ہے اور وہی خاص سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پابند ہوتا ہے بعض نے کہا کہ رفع درجات من نشاء یعنی علم واستقامت سے بعض نے کہا کہ کشف ومشاہدہ سے بعض نے کہا کہ سچی فراست سے بعض نے کہا کہ معرفت وتوحید سے اور بعض نے کہا کہ دعاء کی قبولیت سے بعض نے کہا کہ نفس کے کید ومکر پر واقف کردینے سے بعض نے کہا کہ توفیق وعصمت سے شیخ جنید رح نے کہا کہ اسکی نظر سے دونون جہان ساقط کرکے مرتبہ مقام وحال پر پہونچا کر تاکہ بلا علت کے خالص بندہ ہوجاوے شیخ حسین رح نے کہا کہ ارباب حقائق وہ لوگ ہین کہ دونون جہان انکی نظرون سے ساقط ہون اور کسی حال مین خفی وجلی شرک نہ کرین اور حق تعالیٰ عزوجل سے فرد وحدہ لاشریک لہٗ کا ادب رکھین ظاہر وباطن اور کلام الٰہی انکے کانون مین حضرت خالق عزوجل سے سماع ہو بعض نے کہا کہ ہر معرفت والے سے بالاتر دوسری معرفت ہے یہانتک کہ خالص حق عزوجل کے سوائے معرفت بھی گم ہو بعض نے کہا کہ مخلوق کا علم بھی خالق عزوجل کا مخلوق ہے اور اس نے ہر خلق کو ظاہر کی طرح باطن مین باطنی صفت علم سے ممتاز فرمایا ہے اور علم حق عزوجل مع خالق ہے وہی ظاہر وباطن اور غیب کا عالم ہے اور اسکے علم کو مخلوق کے علم سے کچھ مشابہت نہین ہے۔ ابن الفرجی رح نے کہا کہ علوم بمقدار طبیعت وتعلیم ہین یہانتک کہ جو شخص اپنے رب تبارک تعالیٰ سے علم لدنی حاصل کرتا ہے وہ عالم ربانی ہے

القصہ جب بنیامین لے لیے گیے تو اسکے بعد یہ حال ہوا جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا۔

قَالُوْٓا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا

کہنے لگے اگر اسنے چرایا تو چوری کی ہے ایسا اسکے بھائی نے بھی پہلے تب چھپا رکھا یوسف نے اپنے جی مین اور انکو نہ جتایا

لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ○ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَيْخًا

کہا تم اور بدتر ہو اُسکے درجہ مین اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بتاتے ہو کہنے لگے اے عزیز اُسکا ایک باپ ہے بوڑھا

كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا

بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک ہم مین سے اسکی جگہ ہم دیکھتے ہین تو ہے احسان کرنے والا بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑین مگر جس پاس پائی ع ۹ ۱۱

مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۞

اپنی چیز تب تو ہم بے انصاف ہوے

پہلے تو برادران یوسف کمال وثوق سے کہتے تھے کہ جسکے پاس صاع برآمد ہو اُس کو چوری کی سزا مین گرفتار کرلو اور جب بنیامین رح کی رحل مین نکلا اور شرمندہ ہوئے تو بنیامین کو ملامت وطعنہ کرنے کے بعد بادشاہ سے اپنی برأت واس پر عیب ثابت کرنے کے طور پر غصہ مین زبان درازی کی۔ قَالُوْا کہنے لگے کہ اِنْ يَّسْرِقْ۔ اگر یہ شخص چوری کرے تو۔ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ بیشک چوری کی تھی اس کے

ایک بھائی نے اس سے پہلے زمانہ میں۔ یعنے یہ اور اس کا بھائی یکساں ہیں اور ہم لوگ الگ ہیں ولیکن قولہ ان یسرق بطور جزم و یقین کے
نہیں ہے کیونکہ ان کو ابھی تک یقین نہ تھا۔ بخلاف قولہ فقد سرق اخ لہ اس کو بطریق تحقیق کے بیان کیا اور مراد اس سے یوسف علیہ السلام
ہیں سعید بن جبیرؓ سے قتادہ نے روایت کی کہ یوسف نے اپنے نانا کا ایک بت چوری سے لے کر اپنے قابو میں لا کر ٹکڑے کر کے گھورے پر
ڈال دیا تھا۔ محمد بن اسحاق نے عبد اللہ بن ابی نجیح سے اس نے مجاہد رح سے روایت کی کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ پہلی مصیبت جو یوسف علیہ السلام
پر آئی یہ تھی کہ حضرت اسحق علیہ السلام کی ایک بیٹی حضرت یعقوبؑ کی بہن تھی اور وہ یعقوبؑ سے بڑی تھی اور حضرت اسحق کی پیٹی یعنی کمر کا
پٹکا اسی کے پاس تھا اور دستور یہ تھا کہ اولاد میں سے جو بڑا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اُسکے پاس رہے وہ جو چاہے کرے کوئی اُسکے ساتھ منازعت
نہیں کر سکتا تھا اور یعقوب علیہ السلام سے جب یوسفؑ پیدا ہوا تو اس کو اسی بہن نے جو یوسفؑ کی پھوپھی تھی اپنی گود میں پرورش کیا اور
سب سے زیادہ یوسف کو پیار کرتی تھی جب کھانے پینے لگے تو یعقوبؑ کا دل بیچین ہوا اور اپنی بڑی بہن کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے بہن
مجھے یوسفؑ کی جدائی میں تکلیف ہے آپ مجھے سپرد کریں تا کہ میں ایکدم اپنی نظروں سے جدا نہ کروں انکو یہ امر کسی طرح منظور نہ تھا کہ کسی بہانہ سے
اسوقت ساتھ نہ کیا پھر جب یعقوبؑ چلے گئے تو وہی منطقہ اسحق ایکر یوسفؑ کے کپڑوں کی تہہ میں لپیٹ دیا اور پھر پٹکا تلاش کیا آخر لوگوں نے تلاش
کے بعد یوسفؑ کے کپڑوں میں پایا پس یعقوبؑ کو اس سے اطلاع ہوئی اور بہن نے کہا کہ یہ میرے واسطے مسلم ہے تو کہا کہ اچھا اس صورت میں مجھے کچھ
اختیار نہیں ہے آخر جب تک وہ جیتی رہیں اپنے پاس سے جدا نہ کیا پس بنیامین کے معاملہ میں برادران یوسفؑ نے اسی قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے
یوں ہی شیخ ابن کثیر رح نے یہ قصہ مجاہد رح سے ذکر کیا ہے۔ اور مجاہد رح کے کلام میں اشارہ ہے کہ انھوں نے اہل کتاب یہود یا نصاریٰ سے یہ قصہ
اسطرح سنا ہے ولیکن اس میں مترجم کو کئی وجہ سے تامل ہے اول یہ کہ پھوپھی نے جب پٹکا اسطرح انکی کمر میں باندھا تو اسوقت بالغ نہ تھے کہ چوری کا
الزام انپر عاید ہوتا اگرچہ بظاہر ہو تو کیونکر اس حیلہ سے یہ حکم نابالغ پر لگایا گیا کہ پھوپھی اُس کی حقدار ہو گئی دوم یہ کہ یہ حق صرف ایک سال
تک کے لیے ہوتا تھا تو زندگی بھر کا استحقاق کیوں ہوا اور شاید بات یہ ہو کہ حضرت یعقوبؑ نے اس طریقہ سے خیال کیا کہ بہن کی الفت شدید ہے
اور وہ علاوہ نسبتی قرابت کے محبت سے زائد اپنا استحقاق کسی حکم سے ثابت کرنا چاہتی ہے تو بنظر رعایت اُنکے واسطے یہ امر مسلم رکھا اور بعضوں نے جو
یہاں تحقیقی الزام کے طور پر ذکر کیا وہ غصہ کی حالت میں ہے سراج وغیرہ میں لایا کہ ابن عیینہ نے کہا کہ ایک مرغی یہ لیکر ایک فقیر کو دیدی تھی
اور مجاہد رح سے یہ روایت ذکر کی کہ مرغی کا انڈا چرا کر فقیر کو دیدیا تھا۔ اور وہبؒ نے کہا کہ فقیروں کے واسطے دسترخوان سے کھانا چھپا کر دیتے
تھے شیخ ابن الانباری رح نے کہا کہ ان سب باتوں میں سے کسی میں سرقہ نہیں ہے ولیکن غصہ میں اسکو سرقہ قرار دیکر عار دلایا۔ مترجم کہتا ہے
کہ یہ سب افعال محمود میں انکو بد کہنا کچھ بھی نہیں ہے لہذا میرے نزدیک قول ان علماء کا بہتر ہے جو کہتے ہیں کہ یہ محض کذب تھا جیسا کہ قرطبی نے زجاج
سے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے ولیکن کسی شخص کا نام نہیں لیا تو گویا یہ معنے ہونگے کہ اگر اس نے چوری کی تو نئی بات اسکی طرف سے نہیں ہے بلکہ اسکا
بھائی اور بھی آدمی گذرا جس نے چوری کی یعنی جو شخص مفسد و بیباک و فاسق ہو اُس نے چوری کرنے میں کچھ خوف و شرم نہ کی اور یہ دوسری
بات سے ہے اور ہم لوگ ایسے نہیں ہیں۔ امام رازی رح نے کہا کہ یہ واقعہ دلالت کرتا ہے کہ حاسد جب کوئی فعل اپنی حسد پر کرتا ہے تو اس کے
قلب پر اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لیے حسود کی طرف سے آگ مشتعل کر دیتا ہے دیکھو ایک مدت گذری اور ابھی تک حسد نہیں گیا تھا کہ خلوت حضرت
یوسف علیہ السلام اور عدل و حکومت دیکھ کر اپنے منہ پر یہ کلمہ شن لیا۔ فَأَسَرَّهَا يُوسُفُ فِي نَفْسِهِ پس مخفی کر لیا اسکو یعنی کلمہ الزامی و بہتان کو
یوسف علیہ السلام سلطان عادل نے اپنے جی میں۔ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ اور اسکو انپر ظاہر نہ کیا۔ قَالَ اپنے جی میں کہا کہ أَنْتُمْ شَرٌّ

مکانًا تم شر ہو از راہ مکان کے یعنی اعلیٰ شرارت کی منزلت پر ہو - وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ اور اللہ تعالیٰ سے خوب جانتا ہے جس
چیز کے ساتھ تم وصف کرتے ہو - حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا تم کہتے ہو - اوران لوگوں کو زیادہ شریر اس واسطے کہا کہ جو افعال خود کیے تھے
وہ زیادہ مذموم تھے بہ نسبت چوری کے جسکی نسبت بنیامین وا اُس کے بھائی کی طرف لگاتے تھے اور حاصل یہ کہ اس الزام پر تم اُس کی بدی
ظاہری کرتے ہو اور اپنی بد افعالیاں نہیں دیکھتے ہو اور یہ مراد نہیں ہے کہ یہ اور اسکا بھائی درحقیقت چور تھے اور تم ان سے بڑھکر ہو بلکہ
انکے بیان پر اتہام الزام دیا ہے - واضح ہو کہ اس مقام پر بالاتفاق قول نفسی کو قال سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اظہار نہیں کیا تھا جب یہ بات معلوم
ہوئی تو میں کہتا ہوں قرأۃ الفاتحہ خلف الامام کے مسئلہ میں قرأۃ خفیہ وحی میں مثل قول کے صحیح ہے جیسا کہ مترجم نے قولہ اذا قرئ القرآن فاستمعوا
لہ وانصتوا لعلکم ترحمون کی تفسیر میں ذکر کیا ہے اور ایسے ہی قال آمین کا استدلال اسطرح کہ قول با آواز ہو ضعیف ہے فافہم پھر معالم وغیرہ میں یہاں
اہل قصہ واخبار کی روایت سراج میں اسطرح نقل کی کہ جب یوسف علیہ السلام نے بنیامین کی رحل سے وہ صاع نکالا تو اسکو انگلی کی ضرب
سے جھنکارا اور کان سے قریب کر کے کہا کہ یہ پیر اصاع مجھے آگاہ کرتا ہے کہ تم بارہ بھائی تھے ایک باپ کے اولاد پھر دس تم میں سے اُسکو دھوکے اور
فریب سے باپ سے لیکر جنگل میں جاکر ایک قافلہ کے ہاتھ فروخت کر آئے پس بنیامین نے کہا کہ اے بادشاہ تیرا صاع تجھے بتلاتا ہے کہ اسکو میری رحل میں
کسنے رکھدیا پس وہ جھنکار کر کان سے لگایا اور کہا کہ وہ غصہ میں ہے اور کہتا ہے کہ تم میرے لیجانے والے کو کیا پوچھتے ہو جسکے پاس تھا اسی کے پاس سے نکلا پس
یہ سنکر روبیل کو بہت غصہ آیا اور سب بھائی اُسکے ساتھ غصہ ہو گئے اور اولاد یعقوب کا یہ حال تھا کہ غصہ کے وقت انکا مقابلہ نہو سکتا تھا خصوصًا
روبیل کی آواز ایسی سخت وکرخت ہو جاتی تھی کہ حاملہ اسکی آواز سنکر خوف سے بیخود ہو جاتی تھی اور اُسکا پیٹ گر جاتا تھا اور باوجود اس کے جو
کوئی اولاد یعقوب سے اسکو چھوتا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا اور سب بھائیوں میں قوی وشدید تھا - اُس نے بھائیوں سے کہا کہ مصر میں کسقدر بازار
ہیں بولے کہ دس بازار ہیں تو کہا کہ تم لوگ ایک ایک بازار پر حملہ کرو اور میں بادشاہ کو قتل کر ڈالتا ہوں اور یا وہ بنیامین کو رہا کرے پس یوسف کے پاس آکر
کہا کہ بنیامین کو مجھے واپس دیدے ورنہ میں ایک آواز سے محلہ کی حاملہ عورتوں کو ضرر پہنچاؤنگا اور غصہ سے اُسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے پس یوسف
نے اپنے چھوٹے بیٹے سے کہا کہ اسکو چھو لے اُس نے پیچھے سے چھوا تو غصہ جاتا رہا پس اس نے ساتھیوں سے کہا کہ تم میں سے کس نے مجھے چھوا ہے
انھوں نے کہا کسی نے نہیں تو کہا کہ یہاں آل یعقوب کا تخم ہے اور اہل سیر واخبار نے لکھا کہ اسکو دوبارہ غصہ آیا اور وہی لاف زنی کی تو یوسف
علیہ السلام نے کھڑے ہو کر اُسکو اپنی لات ماری اور گردن پکڑ کر زمین پر ڈالدیا اور کہا کہ اے گروہ عبرانیین تمکو یہ زعم ہے کہ یہاں تم سے مقابلہ نہیں ہو سکتا -
جب یہ نوبت پہنچی تو آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے آخر یہ رائے قرار پائی کہ بنیامین کے بجائے ہم میں سے کوئی قید ہو پس اسکی خوشامد کی -
مترجم کہتا ہے کہ ان قصوں کو اقوام یہود نے روایت کیا ہے اور جتنے اُن کے اقوال وتاریخیں ہیں بے اعتبار ہیں اسیطرح ان قصوں کی اصلیت کا حال اللہ تعالیٰ
جانتا ہے اسی واسطے اہل تحقیق نے تفاسیر میں ان قصوں کو درج نہیں کیا اور جو ظاہر امر تھا وہی لکھا کہ جب بنیامین کی رحل سے صواع برآمد ہوا
اور موافق اقرار اہل قافلہ کے بادشاہ نے اُس کو لے لیا تو ان لوگوں نے بنظر عہد وپیمان کے اور بخیال ظاہری حالت والد بزرگوار کے کہ سخت
حزن وملال ہوگا یہ رائے قرار دی کہ بادشاہ سے منت وسماجت کریں پس بادشاہ کے پاس گئے - قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اور کہنے لگے
کہ اے عزیز - یہ حضرت یوسف کو خطاب کیا جو بجائے وزیر اعظم عزیز کے تھے اور معلوم ہو چکا کہ یہ لقب وزیر اعظم کا ہوتا تھا اور اسکا ساتھی
کہتے تھے پس مہربان کرنے کی گفتگو میں کہا کہ اے بادشاہ - اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا یقین فرمائیے کہ اس کا باپ ہے بوڑھا
ضعیف یعنی لائق ترحم ہے وہ اس کو اپنے گم شدہ فرزند کی نشانی سمجھکر اس سے مانوس رہتا ہے اور اُسکی جدائی کی مصیبت نہیں اٹھا سکتا ہے

فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ پس اس کو رہا کر دے اور ہم میں سے ایک کو بجاے اس کے لے لے۔ اور یہ تیرا بڑا احسان ہوگا۔ اِنَّا نَرٰىكَ
مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ بیشک ہم تجھے احسان کرنے والون مین سے یقین جانتے ہین۔ قَالَ جواب دیا کہ مَعَاذَ اللّٰهِ مین اللہ تعالےٰ سے پوری
پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ اَنْ نَّاْخُذَ مین گرفتار کرون کسی دوسرے کو۔ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ سواے
اُس کے جسکے پاس ہم نے اپنا مال پایا ہے۔ یون نہ کہا کہ جس نے چرایا ہے کیونکہ نہ اُس نے اُسوقت چرایا اور نہ کبھی پہلے چوری کی تو چور نہین
کہہ سکتے تھے بلکہ یہ کہا کہ جسکے پاس متاع پائی۔ کیونکہ ایک کا گناہ کوئی دوسرا نہین اٹھاتا ہے اور جن لوگون نے زعم کیا کہ امام حسین علیہ السلام
ہمارے گناہ کا کفارہ ہوگئے یا نصرانیون نے زعم کیا کہ عیسیٰ ہماری بدافعالیون کا کفارہ ہوگئے ہین یہ محض خام خیالی ہے البتہ شفاعت سے
بزرگون کی اللہ تعالےٰ بخشتا ہے اور وہ چاہے تو ایک کے گناہ دوسرے پر ڈالے پھر جو گناہگار ہے وہ جہنم مین عذاب پاوے القصہ
دوسرے کو ماخوذ کرنے سے انکار کیا بدین دلیل کہ اِنَّآ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ہم ایسی بات کرنے سے ظالم ہون گے یعنے تمھارے اعتقاد کے بموجب
ہم ظالم ٹھہرینگے تو تم کیونکر ہم سے ایسی بات چاہتے ہو جو تمھارے نزدیک ظلم و گناہ ہے بیضاوی رح نے مانند زمخشری کے کہا کہ مراد اصلی
حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ تھی کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وحی سے یہ حکم دیا کہ جسکے پاس صاع نکلے اُس کو گرفتار کرون جسکی حکمت وہی
خوب جانتا ہے پس اگر مین بجاے اسکے دوسرے کو گرفتار کرون تو مین ظالم ٹھہرونگا بسبب مخالفت حکم الٰہی تعالےٰ کے مترجم کہتا ہے کہ یہ
تحقیق صحیح و صواب ہے کہ جو افعال اس قصہ مین حضرت یوسف علیہ السلام سے واقع ہوئے سب باتباع وحی الٰہی سبحانہ تعالےٰ تھا اور اُس پر
اشارہ اول قصہ مین خود منصوص ہے بقولہ واوحینا الیہ لتنبئنھم بامرھم ھذا وھم لایشعرون پس زمانہ عدم شعور ان لوگون کے اول بار آمد سے شروع ہوا ہے اور
پہلے معلوم ہوا کہ درخواست امارت بقولہ اجعلنی علی خزائن الارض بھی بوحی الٰہی واقع ہوئی ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اہل الحق تو اپنے علم و معرفت سے اس امر کا
کسی طرح انکار ہی نہین کر سکتے ہین اور تردد کا باعث تو فقط یہ ہے کہ ظاہر نظر والون کو یہ مقامات کیونکر سمجھائے جاوین کیونکہ انکے فہم القرآن حواس سے
تجاوز نہین کرتے ہین اور ابن عادل نے اسباب مین کہا کہ شاید اللہ تعالےٰ نے یوسف کو اس امر کا حکم دیا تھا تاکہ یعقوب علیہ السلام پر مشقت
بڑھے اور یوسف انکو کسی مراعات سے جو درباره رہائی بنیامین ہو منع کر دیا تھا جیسے خضر علیہ السلام کو ایک طفل کے قتل کا حکم کیا تاکہ یہ حکمت تھی کہ باقی
رہیگا تو کفر و طغیان سے والدین کو حیران کریگا انتہی۔ اور رازی وغیرہ نے اول تو یہ سوال نقل کیا کہ یہ واقعہ ہر طرح سے ظاہری طرح چوری کا
عیب لگانا تھا اور ابتدا اسکی قول جعل السقایۃ فی رحل اخیہ ہوئی ہے اور اسی ظاہری بنیاد پر قولہ معاذ اللہ ان ناخذ الا ہے اگرچہ اس مین ان
لوگون کے ساتھ کوئی انکے حق کی اضاعت نہو تاہم عوام کی نظر مین حکمت سے باہر اور شان نبوت کے لائق نہین ہے اور اس سے بڑھکر یہ ہے کہ
والد علیہ السلام کو اپنے مقام سے آگاہ نہ فرمایا بلکہ بھائیون کی زبانی بنیامین کو منگوا کر اس حیلہ سے اپنے پاس رکھ لیا باوجودیکہ اپنی جدائی سے باپ کا غم و
الم جانتے تھے اسپر یہ اور زیادہ بڑھایا مترجم کہتا ہے کہ تحقیق الٰہی سبحانہ مین نے سابق مین اسی قصہ مین ان مدارج کی تنبیہ کر دی ہے جیسا کہ رازی رح نے یہان
یہ سوال ذکر کیا تاکہ چونکہ عبارت و طرز نقش تفاسیر نے اپنی پسند کی عبارت مین خلاصہ یہ سوال والیا بعدہٗ رازی نے اور دوسرون نے متفرق جوابات طرح
طرح سے نقل کیے اور سب سے زیادہ اچھا جواب یہ قرار دیا کہ یہ فعل بحکم الٰہی ہے کہ یعقوب کا تعلق خاطر کسی غیر سے نہ رہے اور نقل صبر سے درجہ بڑھکر درجہ
باپ دادا تک پہونچے اور اللہ تعالےٰ کے اسرار مین بندون کو مخلوق کے افہام نہین پہنچتے ہین وہ جو چاہتا ہے اپنی مخلوق مین تصرف فرماتا ہے مترجم کہتا ہے کہ درجہ
خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا کہ باپ دادا قرابت سب کو چھوڑ دیا بقولہ تعالےٰ فلما اعتزلھم وما یعبدون من دون اللہ اور حکم الٰہی آنے سے ہاجرہ اور اپنے
فرزند حضرت اسمٰعیل کو جو اسوقت دودھ پیتے تھے شام سے لا کر ریگستان مین خانہ کعبہ کے پاس بے زاد و نفقہ و پانی کے چھوڑ دیا اور کچھ پرواہ نہ کی جیسا

کہ صحیح حدیث مین منصوص ہی اور آب زمزم اللہ تعالے نے اس ریگ مین پیدا کر دیا اور فرزند کی قربانی اللہ تعالے کے واسطے کرنے پر عزم جزم کر لیا پس یہ عدم تعلق بخلوق ہی اور محض خلوص بخالق ہی اور یہی درجہ خلت ہے اور اپنی جان کو آگ مین ڈالا بدون کسی اضطراب کے اور بدون ملائکہ کے طرف کسی خواہش ظاہر کرنے کے جیسا کہ سابق مین مذکور ہو چکا اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین یعنی تم مین سے کوئی مومن نہوگا یہان تک کہ مین اسکو زیادہ محبوب ہو جاؤن اُسکے باپ و اولاد و تمام آدمیون سے۔ والحدیث مشہور فی الصحاح اور حدیث مین فضائل ابوبکرؓ مین ہو کہ لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ۔ اور حق تعالے عز وجل نے فرمایا قل ان کان آباؤکم وابناؤکم الآیہ پس مدار ایمان اتباع نفس باحکام الٰہی ہے اور خلت انقطاع محض از غیر حق عز وجل ہی اب عوام کو یہان یہ وہم ہوگا کہ پھر حضرت یعقوبؑ کو اسقدر تعلق خاطر حضرت یوسف و بنیامینؑ سے تو عوام مومنین سے بھی زیادہ ہو حالانکہ پیغمبر تھے جنکے ساتھ عوام کی کچھ نسبت نہین ہی اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات و وقائع کا عالم خوب عیان دیکھیگا کہ جان و مال و کل و اولاد سب کو راہ حق مین آنحضرت صلے اللہ وسلم پر فدا کرتے تھے ارے ادنی یہ ہی کہ ابو الدحداح اعرج کی بی بی نے آنحضرت صلعم کی سلامتی پر اپنے خاوند و جوان بیٹون کی شہادت پر کچھ ملال نہ کیا اور انکو احد مین دفن کیا۔ یہ ایک صحابیہ عورت تھی پھر تیراگمان اکابر رجال صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیونکر ہی پس مومنین کا یہ حال تو یعقوبؑ کا وہ حال کیونکر ہوگا اہل الحق جانتے ہین کہ تعلق خاطر انکو منظر ظہور و شہود تھا ولیکن اسمین شہود ذات و توحید صرف سے نقصان ہی پس حکمت آلٰہیہ کی اتباع مین حضرت یوسفؑ نے بنیامینؑ کو بھی جدا کر لیا اور یہین سے مرد عارف اس بات پر یقین نہین کر سکتا کہ برادران یوسف درجہ صلاح سے ساقط تھے اور لاحق بدرجہ عوام اہل فسق و فجور و کاذبین تھے جیسا کہ بعضے تفسیر لکھنے والون نے زعم کیا از انجملہ زمخشری معتزلی ہی اور بعض اہلسنت بھی جنکی اتباع کر کے ہمارے زمانہ کا مولف فتح البیان عفی لہ در حمہ اللہ تعالیٰ بھی زبان درازی کرتا ہی اللہ تعالیٰ عفو فرماوے اور بخشدے۔ اور تجھے قصہ خضر و موسیٰ علیہما السلام نص قرآنی سے معلوم ہی اور تو نے وہان دیکھا کہ کیسی مخفی حکمتین ان افعال مین مندرج تھین جو خضر علیہ السلام سے بحکم الٰہی تعالیٰ سرزد ہوئے حتے کہ حضرت موسے علیہ السلام کی سمجھ مین نہ آئے پھر اگر باخبار آلہی و باحادیث رسالت پناہی ہمکو ان افعال کی نیکی وخوبی معلوم نہوئی تو خیال کیا جاتا ہی کہ مولف فتح البیان کی طرح لوگ وہان خضر علیہ السلام کی تکفیر کرتے ولیکن جب معلوم ہو گیا تو اس سے معرفت حاصل کرنا چاہیے اور ایسے افعال سے جہان احتمال حکمت آلہیہ کا ہو کوئی استدلال مذمت کا نچاہیے یہ نہین دیکھتے کہ کن حکمت آلہیہ سے برادران یوسفؑ نے انکو نہ پہچانا اور باوجود اسقدر قرب مسافت کے خورشید آفتاب کی طرح تخت مصر پر جلوہ افروز اور دور و نزدیک مشہور ہو رہا تھا یعقوب علیہ السلام پر مخفی ہو گیا اور اس سے زیادہ یہ کہ پیراہن یوسف کی خوشبو حضرت یعقوبؑ کے مشام جان مین مصر سے پہونچی اور کنعان کے کنوئین سے کوئی خوشبو نہ آئی اور تو نے کیا سمجھا جیسا کہ یعقوبؑ نے فرمایا ہی کہ اعلم من اللہ مالا تعلمون اور بنیامینؑ کو بھیجتے وقت کسقدر اشارات فرمائے ہین اور راز آلہی سبحانہ تعالیٰ کسقدر ظاہری اقوال و افعال مین مخفی رکھا گیا ہی مترجم خیال کرتا ہی کہ اگر اسکو سمجھ ہے تو اہل اشارہ و اہل الحق کا ایک اشارہ اس کو کافی ہے اور اسقدر تطویل ان لوگون کی بہت زیادہ ہی بہرحال مترجم کو اسقدر یقین تو ضرور کرنا چاہیے کہ یہان اسرار صحیحہ ہین اور معاملہ صادقہ ہے اور اوہام شیطانی کو کچھ دخل نہین اور نہ دینا چاہیے واللہ سبحانہ تعالیٰ ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ ف فی العرائس قولہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل الآیہ سرقہ کی یہان نسبت یوسف علیہ السلام کی طرف ہوئی۔ ولیکن سرقہ کے اقسام مین فرق ہی مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک اصول صحیح لکھنا چاہیے ورنہ اشارات شیخ سمجھ مین نہ آوینگے وہ یہ ہے کہ علما کے نزدیک جو ذکر کلام باری تعالے مین ہی وہ حقیقت پر محمول ہے اور قصص کا لباس مخلوق انہین ہے پس شیخ نے کہا کہ نسبت سرقہ یوسف علیہ السلام کی جانب بھی ہے مگر معنے دونون جگہ مختلف

ہین اسطرح کہ ایک سرقہ قماش دمتاع ہے اور دوسرا التسخیر القلوب ہے اور دلالت ہے کہ نفوس کی شان امّارہ ابھی اُن کے قلوب مین باقی تھی اس کا ظہور زبان سے ہوا اور اس سے صنعت تمکین یوسفی وفنائے نفس کا مرتبہ کسقدر ظاہر ہے کہ سلطنت کے باوجود مواخذہ نہ کیا اقول مکائد نفس وشیطان سے اس جگہ یہ ہے کہ حکم الٰہی اخفاء حال تھا اور شیطان نے ان لوگون کے نفوس کی راہ سے معرض امتحان مین یہ کلمہ کہا اور اس سے نفس یوسفی کو ہیجان غضب کی حرکت دینی چاہی تاکہ خلاف رضائے حق عز وجل راز برملا ہو جاوے ولیکن عصمت الٰہی عز وجل نے نفس کو احاطہ اسرار سے باہر نہ جانے دیا کہ جسکا بیان ہے قولہ فاسرہا یوسف فی نفسہ ولم یبدہا لہم قال انتم شر مکانا پس صدر قول اسطرح منافی نہوا کیونکہ اظہار جواب برملا نہین ہے شیخ ؒ نے کہا کہ یہ امتحان وفتنہ تھا قولہ انتم شر مکانا ۔ تھا ۔ اور لکھا کہ یہی شان ان بندون کی ہے جو ہر ام سے معصوم ہوتے ہین الکوہر لجیہ ایذا پہونچتی ہے حتےٰ کہ زبان خلق ان کے حق مین دراز ہوتی ہے اور لکھا کہ ایک حکمت خفیہ یہان ندا ربقولہ انتم شر مکانا مین شرکت اس حرکت مین ہے جو تحقیقا انکے بشان یوسفؑ سرزد ہو چکی تھی ۔ اقول مترجم اسکو دوسرے پیرایہ مین عرض کرتا ہے کہ طبیب دانا وہ ہے کہ مریض کے علاج مین خود مریض کے ساتھ شرکت نہ کرے اور دارمی رحمہ نے خواص شامی رحمہ اللہ کا وعظ روایت کیا جسمین تنبیہ ہے کہ نصیحت کرنے والا لوگون کی زبان درازی برداشت کرے جو محض جہل وبہتان ہوگی اور خود ان کے جواب اور رد مین مستعد نہو کیونکہ وہ نہ معصیت مین مبتلا ہو جاوے مگر یہان یہ بات نہین تھی جیسا کہ سابق مین تحقیق ہو چکا ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور اُستاد رحمہ نے کہا کہ انتم شر مکانا ۔ کا جواب اس فعل سے جو اُن کی ریاضت کو پاک کرنے مین ہوا حضرت یوسفؑ کو سرقہ کے اتہام سے ملا گیا تاکہ اہل علم واقف ہون کہ جزا واجب ہے ۔ قولہ معاذ اللہ ان ناخذ الا من وجدنا الآیہ لطائف اشارات مین سے یہان یہ ہے کہ ازل مین جو لوگ ودیعت امانت ملکی محبت سے سرفراز ہوتے ہین وہی عالم زاور مین ماخوذ بابتلائے محبت وعشق وشوق وقلت واضطرابیت ہوتے ہین ۔ اور افشائے راز انکین کے ساتھ ہوتا ہے جو ودیعت رکھنے والے اور استعداد درایتی با وجود شرکت اغیار رکھتے ہین ۔ وہ دیتے بکار باش وز جان دل ہار باش وز غمزہ اش فریب مخور ہشیار باش ۔ اور وصال کے واسطے دہی پسند ہوتا ہے جسکے دل مین سلسلہ شوق جنبان اور خواہش واقارب سے انقطاع کا سامان ہو ۔ شیخ رحمہ نے کہا کہ بعض اہل خراسان نے کہا کہ جو کوئی ایسی بات کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدعی ہو جو اسمین نہین ہوا اور اسکا دکرنا اچھا ہو اور تعبیر بلویہ تو اُس سے زیادہ کوئی ماخوذ نہوگا اقول حدیث صحیح مین ہے کہ جو کوئی ایسا دعوےٰ کرے جو اسمین نہین ہے تو جھوٹے فریب کے دو کپڑے پہننے والا ہے ۔ مترجم کہتا ہو کہ حقائق اکابر بیان کئے ہین اسی وجہ سے مترجم نا اہل وجاہل کو احتیاط ہو کہ وہ زبانی لذت کو سے از مدعی نہ ہو جاوے وفنا اللہ تعالیٰ بفضلہ ذکر ہے شیخ ابو عثمان نے کہا کہ بندگان حق تعالیٰ مین سے کوئی ولی نہین ہوتا سوائے اسکے جسکے پاس امانت ودیعت ہوا اور اسکو تو دار بنایا کہ اسمین کچھ خیانت نکرے ۔ قال الشیخ ولطیفہ واللہ تعالیٰ اعلم مثل طبیب الی طبیب ۔ طبیب الا کہ ذا قصہ جسپا ازعیب باشد مہر جلیلہ کہ الہال کرتا ہے تاکہ طبیب کو چین کر اپنے پاس کرے اور دور وہ کہ دونون ایک بیچ مین مفارق ہو جاوے ویکو قولہ معاذ اللہ ان ناخذ الا من وجدنا ۔ عیب سے کہ عرض ہون ۔ اقول الدنیا الموعود قولہ تعالیٰ ان الذین یشترون بعہد اللہ وایمانہم ثمنا قلیلا اولئک لا خلاق لہم فی الآخرۃ ولا یکلمہم اللہ ولا ینظر الیہم یوم القیامۃ فاسئل اللہ العفو العافیۃ الدائمۃ من البلاء علی الحرمین واعوذ باللہ من الطرد والبعد وہو الحق وہو الغفور الرحیم للغیبت وحاجت برادران یوسف علیہ السلام کی قبول نہوئی

اور مایوس ہوکر علیحدہ ہو بیٹھے اور آخر پریشانی کا تذکرہ نیکا سا ہوا

فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا

پھر جب ناامید ہوئے اس سے نا امید ہوگئے تو اکیلے ہو کر مشورہ کرنے لگے بولا ان میں سب سے بڑا کیا تم کو معلوم نہین کہ تمہارے باپ نے تم سے مضبوط عہد لیا تھا

مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ اَوْ يَحْكُمَ

اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور پہلے اس سے جو تم نے تفریط کی تھی یوسف کے بارہ میں سو ہرگز میں علیحدہ نہ ہونگا اس زمین سے یہانتک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ یا حکم فرماوے

اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۞ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا

اللہ تعالیٰ میرے لیے اور وہ سب حکم کرنے والوں سے بہتر ہے تم لوٹ جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو کہ اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی اور نہیں

شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۞ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ

شاہد ہوئے ہم مگر اسکے جو ہم نے جانا اور ہم نہ تھے غیب کے نگہبان اور دریافت کرلے اس گاؤں سے جسمیں ہم سب تھے اور اس قافلہ سے جسمیں

اَقْبَلْنَا فِيْهَا ۭ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۞

ہم سب آئے تھے اور ہم سب لوگ بیشبہہ سچے ہیں

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ استیأسوا میں و تا را استفعال مبالغہ ہے پھر جب مایوس ہوئے برادران یوسف مِنْهُ یوسف سے کہ وہ درخواست رہائی بنیامین قبول نہ کریگا خَلَصُوْا اپنا گروہ علیحدہ و تنہا ہو گئے۔ نَجِيًّا درحالیکہ باہم مشورہ کرتے تھے نجی واحد آیا جمع نہیں ہوا اسلیے کہ دراصل مصدر ہے جسمیں مفرد و جمع کا حال یکسان ہے اور جمع اسکی انجیہ آتی ہے حاصل یہ کہ سب لوگ مایوس ہو کر یوسف سے جدا ہوئے اور جس قریہ میں اناج وغیرہ لادا گیا تھا یا دارالسلطنت سے قریب گاؤں میں اکیلے ہو کر مشورہ کرنے لگے۔ قَالَ كَبِيْرُهُمْ کہا اُس نے جو اُن سب میں بڑا تھا بیضاوی رح نے کہا کہ سن میں بڑا روبیل تھا اور یہی معالم اور سراج وغیرہ میں مذکور ہے اور کہا کہ یا عقل ورائے میں بڑائی مراد ہے تو وہ شمعون تھا اور بعض نے کہا کہ یہودا تھا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسی نے بھائیوں کو قتل یوسف سے روکا تھا اور اس کی رائے درباره یوسف علیہ السلام اچھی تھی پس معنے یہ ہونگے انمیں سے بڑے عقلمند نے کہا۔ اور یہودیوں کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قائل روبیل ہے اور وہ سن میں بڑا تھا تو یہ معنے ہونگے کہ انمیں سے عمر کے بڑے بھائی نے کہا کہ۔ اَلَمْ تَعْلَمُوْٓا کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ۔ اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ تمہارے باپ نے لے لیا تھا تم سے عہد اللہ تعالیٰ کی جانب سے یعنی ایسا عہد کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کے ساتھ تھا جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہایت مضبوط فرض اور اُس کے نام سے نہایت تاکیدی بندش ہے۔ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ اور یہ کہ اس سے پہلے جو تم نے تقصیر کی تھی درباره یوسف کے۔ یعنے تم خوب جانتے ہو کہ ایک تو تم نے زمانہ ہوا کہ جب یوسف کے بارہ میں ایک سخت جرم کیا جس سے باپ کو ایسا صدمہ پہونچا جسکا گمان نہ تھا اور دوسرے ایسا عہد و پیمان کے ساتھ تم بنیامین کو لائے کہ واپس لاوینگے وہ بھی وفا نہیں ہوتا ہے اس سے باپ کو اور زیادہ صدمہ ہوگا۔ اب بھلا کس منھ سے باپ کے سامنے جاؤن اور کیونکر اُس کا صدمہ دیکھون۔ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْٓ اَبِيْٓ پس میں نہیں جدا ہونگا اس زمین مصر سے یہانتک کہ اجازت دے مجھے میرا باپ یعنی ہم کو اس تقصیر میں معذور فرماوے اور بلا دے۔ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ یا اللہ تعالیٰ میرے حق میں کچھ حکم فرماوے بیضاوی اور سراج و معالم وغیرہ میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ حکم کرے کہ میں یہاں سے نکلوں یا حکم کرے بھائی بنیامین کی رہائی کا یا حکم کرے اہل مصر سے لڑائی کا۔ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ اور وہ سب سے بہتر حکم کرنے والا ہے کیونکہ اس کا جو حکم ہے وہ سب حق ہے کیونکہ اُس کو اختیار ہے کہ جسطرح چاہے اپنی مخلوق میں تصرف کرے اسپر کچھ اعتراض نہیں ہے بیضاوی رح نے لکھا کہ روایت کی گئی ہے کہ ان لوگوں نے بنیامین کی رہائی میں کلام کیا پس روبیل نے غصہ ہو کر کہا کہ اے عزیز قسم ہے خدا کی کہ یا تو ہمارے بھائی کو چھوڑ دے یا میں ایسی سخت آواز دیتا ہوں کہ حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جاوینگے اور اسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے حتی کہ کپڑے سے باہر نکل آئے

پس یوسفؑ نے اپنے فرزند صغیر سے کہا کہ اسکے پہلو میں جاکر اسکو چھولے اور اولاد یعقوب جب غضبناک ہوتی اور دوسرا انکو چھو لیتا تو غصہ ٹھنڈا ہوجاتا اسی سے روبیل نے کہا کہ یہاں تخم نسل یعقوب مین سے کوئی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سابق مین یہ قصہ طویل عبارت مین مذکور ہوا اور مترجم نے تنبیہ کردی کہ یہ اسرائیلیون کی روایات ہین جو یہود سے لی گئی ہین ہم ان کی تصدیق نہین کرسکتے ہین واللہ اعلم اور ظاہر یہ ہے کہ قریش مین سے اشرف بنو ہاشم مین یہ ایک خاص خصلت تھی کہ غصہ مین اگر پیٹھ پر ہاتھ پھیر دیا جاوے تو غصہ فرو ہوجاتا تھا جیسے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب کا یہ حال معروف اور مکرر تجربہ کیا گیا ہے لہذا یہود نے اُن کے مقابلہ مین اسکو بنا لیا ہے جیسا کہ نصارے نے جب حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا بتایا تو یہود نے بھی عزیر علیہ السلام کی نسبت یہی بہتان باندھا اور حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا ہے کہ یہودی ایک بہتان باندھنے والی قوم ہے۔ رہا اہل تفسیر نے جو تکلف کیا کہ اللہ تعالیٰ میرے نکلنے کا یا بھائی کی رہائی یا جہاد کا حکم کرے تو تقریر ایک مستبعد طریقہ ہے کیونکہ جہاد اسوقت تک نہ تھا وہ ابعد ہلاک فرعون کے حضرت موسےٰ علیہ السلام پر ملک شام و بیت المقدس مین آباد ہونے اور توحید پھیلانے کے وقت فرض ہوا ہے علاوہ اسکے فقط انبیاء مین کی رہائی کے واسطے جہاد بعید ہے کیونکہ جہاد کا مشروع ہونا کلمۃ اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے کے واسطے مخصوص ہے اور بھائی کی رہائی کی توجیہ بھی سخت تکلیف ہے کیونکہ یحکم اللہ لی کہا یعنی میرے واسطے حکم فرماوے پس یہ تکلف ہوگا کہ میرے واسطے حکم کرے کہ میرا بھائی رہا ہوکر مجھے دیا جاوے۔ کیونکہ خلاف محاورہ ہے اور رہا یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے واسطے یہان سے نکلنے کا حکم کرے تو یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے لیکن اُسپر وحی نہین آتی تھی اگرچہ یہ قول اختیار کیا جاوے کہ وے پیغمبر تھے پس صواب مترجم کے نزدیک یہ ہے کہ بڑے بھائی نے سب بھائیون کے مجمع مین اس واقعہ کا اندوہ بیان کیا اور سابق واقعہ یوسفؑ کی تفسیر بیان کی اور غمناک ہوکر کہا کہ اب مین یہان سے نہ جاؤنگا یہانتک کہ یا تو والد بزرگوار معذور فرماکر خود ہی مجھکو حاضر ہونے کی اجازت دے یا اللہ تعالیٰ اُسپر وحی فرماوے جس سے ہماری معذوری ثابت ہو خلاصہ یہ کہ والد اپنی راے سے رحیم مہربان ہوکر اجازت دے یا بوحی الٰہی حکم فرماوے۔ اس معاملہ مین ایک لطیف حکمت الٰہیہ یہ بھی ہے کہ آیندہ انکی خطایہ دربارہ یوسفؑ کے بخشے جانے کے آثار طاری ہونے اور ان کو سابق ولاحق پر سخت ندامت طاری ہوئی ہے کہ روبیل نے باپ کو منہ دکھانے سے انکار کیا اور یہین بے یار و مددگار اس قحط مین گھربار چھوڑ کر پڑا رہنا اختیار کیا اور باقی بھائیون سے کہا کہ۔ اِرْجِعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْكُمْ تم لوگ واپس جاؤ اپنے باپ کے پاس۔ فَقُوْلُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ پس کہو کہ اے ہمارے باپ تیرے بیٹے نے چوری کی۔ یعنے ظاہر حال جو ہم نے مشاہدہ کیا اس سے ہم کہتے ہین کہ اس نے چوری کی۔ وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا اور ہم نے نہین شہادت دی اس پر مگر اُس چیز کے ساتھ جو ہم نے جانی یعنی ہم نے دیکھا کہ صواع الملک اس کی وعاء سے نکالا گیا تو ہم یہی جان سکتے ہین کہ اس نے چرایا ہوگا ورنہ باطن مین ممکن ہے کہ کسی طور پر اسکی وعاء مین آگیا ہو۔ وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ اور ہم کچھ غیب کے حافظ نہین ہین۔ اور شاید کہ قولہ ما شہدنا الخ کے یہ معنے ہون کہ ہم نہین شاہد ہوئے تھے اسپر مگر بقدر اسکے جو ہم کو علم ہے تو ہمکو حفاظت کا عہد دینے کے وقت یہ نہین معلوم ہوا تھا کہ وہ چوری کریگا یا ایسی عجیب بلا مین گرفتار ہوگا کہ ہمارے اختیار سے باہر ہوجاوے اور ہم اس بلا مین اسکے ساتھ دینے مین معذور ہوجاوین اسی واسطے ہم نے قولہ الا ان یحاط بکم پر اقرار و اثق کرلیا تھا کہ اگر کوئی بلا آویگی تو ہم سب بھی شریک ہونگے پھر تصدیق کی راہ ظاہر کی کہ۔ وَسْــَٔـلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا۔ اور دریافت فرمالے اس قریہ سے جسمین ہم تھے یعنی جس شہر مین یہ واقعہ ہوا خواہ وہ دارالسلطنت کا شہر ہو یا اس سے قریب کوئی گاؤن تھا جہان اناج کا انبار خانہ تھا یا وہ گاؤن جس مین منادی سے اور اُن سے گفتگو ہوئی جبکہ صواع کو وعاء سے نکالنے والا وہی منادی ہو۔ بہرحال تصدیق کے لیے کہا کہ جس قریہ مین ہم تھے اُس سے دریافت کرلے۔ وَالْعِيْرَ الَّتِيْٓ اَقْبَلْنَا فِيْهَا۔ اور اس قافلہ سے جس مین ہم ساتھ ہوکر مصر مین

آ کے تھے دریافت کرلے یہ دونوں ہمارے قول پر اور اس واقعہ پر ہماری سعد وری و بیقصوری پر شہادت دینگے۔ کیا انّا لصٰدقون کہ
اور ہم لوگ بتاکید عرض کرتے ہیں کہ ہم سب سچے ہیں۔ مسئلہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی کفر ہے اور بندوں کے افعال سب اللہ تعالیٰ
کے پیدا کیے ہوتے ہیں تو اب مستفہم کہتا ہے کہ جب زید سے عمرو نے کوئی امید کی اور اُس نے انکار کیا تو ناامید ہونا جائز ہے کیونکہ سمجھ کر کہ ظاہر میں
زید کی طرف سے یہ بات پوری نہ ہو گی بدلیل قولہ فلما استیئسوا منہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے مایوس ہونا نہ چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ یہی
امید دوسرے طور سے اللہ تعالیٰ پوری کر دے جبکہ اس کو گمان بھی نہیں ہے۔ اور صحیح یہ ہے جو بعض محققین کا قول ہے کہ مایوسی جو کفر ہے وہ
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت و مغفرت اس پر بند فرما دیگا جیسے شیطان کو کر دیا اسطرح اس کو بھی مایوس کر دیا ہے تو یہ کفر ہے اور خاص رحمت
سے مراد باقی رحمت آخرت ہے جسکا اثر دنیا میں ایمان اور صلاحیت ہوتی ہے کیونکہ عام رحمت تو دنیاوی رزق و تندرستی و مال و اولاد وغیرہ
سب کو شامل ہے اور یہ رحمت کافروں و مومنوں سب کو عام ہے بلکہ کافروں کے لیے زیادہ ہے اگرچہ کافر مال و متاع وغیرہ کو دنیا و ہوس شہوات کے لیے
کر کے اور زیادہ عذاب اپنے اوپر کر لیتے ہیں پس یہ رحمت انکے لیے عذاب ہو جاتی ہے علیٰ ہٰذا قولہ سنستدرجھم من حیث لا یعلمون و املی لھم الآیہ۔ وقولہ انما نملی لھم فی
الحیوٰۃ الدنیا۔ وقولہ ولا تمدن عینیک الی ما متعنا الآیہ۔ وقولہ انما یرید اللہ لیعذبھم بھا الآیہ اور دوسری رحمت خاصہ ہے وہ مومنوں و صالحین کے واسطے
مخصوص ہے۔ مسئلہ مشورہ سے کام کرنا نہایت عمدہ ہے لقولہ وشاورھم فی الامر۔ دیکھو آنحضرت صلعم کو حکم کیا جب سے مشورہ مانگا جاوے اگرچہ اسکو کچھ
ملال ہو یا نہیں اسکا نقصان ہوتا ہو اسپر واجب ہے کہ ٹھیک مشورہ دیوے ورنہ خیانت کا گناہ ہوگا لقولہ علیہ السلام المستشار مؤتمن۔ مشورہ کے لیے
اہل عقل تلاش کرے لقولہ قال کبیرھم یعنی بڑے کو مقدم کرنا ادب ہے اور بڑا بنانا واجب ہے جبکہ ضرورت ہو علماء نے کہا کہ رائے کی نیت والا خود فسد ادب کر کے
عاقل و صاحب سمت ہیں سے کرے ورنہ خود گنہگار اور بیوقوف دوسرے کو گناہ میں ڈالنے والا ہوگا۔ مسئلہ عہد کی نگہداشت واجب ہے اور بعضے بزرگوں
سے ایسی حکایات مشہور ہیں کہ ایک نے کسی سے ملاقات کسی خاص مقام پر کیا تو مدت تک اس مقام پر وقت معہود پر حاضر ہونا التزام کیا تا کہ
اسکی صحت میں بعض نے استواد کیا لیکن اصل اسکی یہی فعل کبیر الاخوۃ ہے یعنی قولہ فلن ابرح الارض۔ مسئلہ عہد مطلقاً فرض ہے اور جہاں اللہ تعالیٰ
کو شاہد کر کے ہو تو نہایت مؤکد ہے۔ مسئلہ جو کوئی کسی سے وعدہ میں کہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ تو خفیف عذر اور مہلت سے وعدہ پورا نہ کرنے میں گنہگار نہ ہوگا
لہذا علماء نے اسی طرح وعدہ کرنے کا الفقیہ بتلایا ہے۔ مسئلہ بیعت کرنا ایک معاہدہ ہے تو بیعت لینے والے محققین ہوں کہ تعلیم کر دیں کہ یوں کہو ہم
نے عہد کیا جہاں تک اللہ تعالیٰ نے ہم کو توفیق دی کیا ہم فی الحدیث یا بعض عام مومنین استثنا کر دے جیسے قولہ الا ان یحاط بکم۔ مسئلہ وعدہ کے
وقت جسکے دل میں ہو کہ یقیناً اسکو پورا نہ کرونگا تو انشاء اللہ تعالیٰ کہنا کافی نہ ہوگا۔ مسئلہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کو ایسی بات پر شاہد کرے جو حقیقت میں نہیں ہے
تو کفر ہے مثلاً کسی کے پاس روپیہ موجود ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شاہد ہے کہ میرے پاس نہیں ہے تو وہ کافر ہو۔ واضح ہو کہ عام معاملات شرعیہ
اسی قدر پر واقع ہوتے ہیں جو ظاہر حال میں قدرت میں تھا کہ یوں مثلاً ہم نے کہ اس نے اسکا دو روپیہ میں بیع کر دینگے تو جائز ہے اگرچہ غیب کا حال
معلوم نہیں کہ شاید کوئی مخفی بات ہو۔ اگر کہے کہ امر واقع اور غیب میں فرق کی وجہ سے خلاف ہیں۔ مسئلہ اللہ تعالیٰ کو خبر تھا کہ نہیں کہنا جائز ہے اس
طرح ہو کہ مخلوق میں بھی حاکم ہوتے ہیں۔ پس قولہ ان الحکم الا للہ سے معلوم ہوا کہ سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کا حکم نہیں ہے تو جواب یہ ہو کہ ہر مخلوق سے جو
فعل واقع ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا ہو اور جو امر حق ہے انہی کو ثواب ہے اور جو حکم باطل ہوا ان میں عذاب ہے اور حکم ثواب یہاں وہی ہوگا
جو حکم حق ہے تو حکم فقط اللہ تعالیٰ کا ہوا اور دوسرے جو احکام ہیں اگرچہ وہ ماخوذ ہیں یا ثواب پاوینگے یا عذاب پاوینگے لیکن وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ
نے حکم لگایا اور مقدر فرمایا ہے۔ مسئلہ ظاہر حال پر جو شہود و شاہد ہو حکم لگانا روا ہے بقولہ ان ابنک سرق کیونکہ اسکے سوائے ظاہر

نہ تھا۔ لہذا کہا گیا کہ اگر کوئی شخص پٹھان مشہور ہو تو اسکو پٹھان کہنا جائز ہے حتی کہ اگر حقیقت مین وہ پٹھان نہین ہے تو کہنے والا گنہگار نہوگا۔ مترجم کہتا ہو کہ اس زمانہ مین لوگون کی زبان کا عام طور پر اعتبار نہ رہا اسوجہ سے کہ جہل بہت کثرت سے پھیل گیا اور زبان گے گناہون سے عام طور پر بیباکی ہو تو اب احتیاط واجب ہے پس اگر کسی شخص کے حق مین بھلائی ہو تو روا ہے اور اگر برائی ہو تو وہ بات کہے جو نیک پرہیزگارون مین معروف ہو۔ مسئلہ جس شخص سے کوئی گناہ مشاہدہ کیا ہو اس کو فاسق و فاجر کہنا روا نہین ہے اور برادری کا انقطاع نہ کرے اور بدعت دو قسم کی ہے ایک بدعت اعتقاد مین جیسے رافضی و خارجی تو ان لوگون سے محبت و اختلاط قطعی ترک کرے۔ دوم بدعت اعمال مین تو انسے انقطاع روا نہین ہو۔ اگر کہا جاوے کہ آثار و احادیث مین انقطاع پایا جاتا ہو تو جواب یہ ہے کہ وہ جھڑکی کا انقطاع ہو جیسے عام فسق و فجور کی نسبت حکم ہے کہ فاسق کو علیحدہ کر دو کہ توبہ کرے اور یہ آسان تدبیر تھی کیونکہ ایسا بدعتی فاسق کے حکم مین ہو لیکن اس زمانہ مین فاسقون کا مجمع بڑا ہے تو علیحدگی سے سوائے ضرر کے کچھ لاحق نہوگا اسواسطے لانا بہتر ہے بدلیل آنکہ آنحضرت صلعم منافقون تک کو ملاتے تھے اور ایسے لوگون کو دیتے جن کی طرف سے فسق و فجور کا احتمال ہوتا اور متقی و ثابت قدم کو ترک کرتے تھے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ مسئلہ جو شخص توحید کو چھوڑ کر شرک کرے جیسے قبرون کی پرستش اور مشرکانہ اعتقادات تو انکو فہمائش کرنا اور اعتقاد توحید انکے دل مین مضبوط کرنا اور جہالت کو مٹانا واجب ہو لیکن اس کے واسطے یہ نہ کرے کہ بزرگون کی توہین کرے کیونکہ اس مین فتنہ ہوا اور ذاتی قصد اہانت کا گناہ ہے۔ مسئلہ ایمان والا اگر کوئی خبر دیوے تو اسکی نسبت جھوٹا ہونے کی بدگمانی بلا دلیل دل مین لانا نہ چاہیے ولیکن تحقیق کے لیے دریافت کرنا کچھ مضائقہ نہین ہے اور کہا گیا کہ عادل کی تصدیق کر لینا جائز ہو اور ظاہری عدالت کافی ہو لیکن فاسق کی خبر کی تصدیق نہ کرنا چاہیے بلکہ تفتیش کرے لقولہ تعالیٰ اذا جاءکم فاسق بنبا فتبینوا۔ اور یہ حکم ایسی باتون مین ہو جنکے ماننے سے عبادات مین کوئی حکم آتا ہو ورنہ معاملات مین تصدیق دلی پر مدار ہے حتی کہ اگر کافر ملازم نے بازار جہان ذبح کیا ہوا گوشت بکتا ہو مول لا دیا تو تصدیق کر لینا روا ہے اور ان مسائل کی پوری تحقیق و تفصیل کو فقہ کی کتاب القضاء اور کتاب الکراہت سے تلاش کرنا چاہیے۔ مسئلہ ضرورت کے وقت سچا حال بیان کرنے کی نیت سے اپنی تعریف کرنا جائز ہو لقولہ انا لصادقون ہم سچے لوگ ہین۔ آیا جاننا چاہیے کہ قولہ واسئل القریۃ مین مفسرین نے کہا کہ شاید یہ مراد ہو کہ تم پیغمبر ہو اس گاؤن سے پوچھو وہ تم کو جواب دیگا لیکن مترجم کے نزدیک ضعیف قول ہو اسواسطے کہ پیغمبر کو یہ چیزین اسی وقت جواب دیتی ہین کہ اللہ تعالیٰ ان مین گویائی پیدا کر دے اور یہ معجزہ ہوتا ہو پس ہر وقت ایسا نہین ہو سکتا بلکہ حق یہ ہو کہ پیغمبر خود ایسی خواہش ہی نہ کریگا اگر اسی وقت کہ اللہ تعالیٰ چاہے جیسے تمام نیک بندون حتی کہ اولیاء کا بھی یہی حال ہو اسی واسطے جو لوگ حماقت سے سمجھتے ہین کہ فلان ولی کی خوشامد کرین وہ ایسی دعا کریگا کہ مطلب حاصل ہو جاتا ہو وہ ہرگز کچھ نہ کریگا مگر وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے اس کے دل مین ڈالے اور زبان سے کہلا دے اسی واسطے خواہ یہ کہے یا نہین وقت پر یون ہی ہوگا البتہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندون کی خدمت خالص نیت سے ثواب عظیم ہو بعض مفسرین نے کہا کہ شاید یہ مراد ہو کہ واسئل اہل القریۃ یعنی مضاف محذوف ہو تو گاؤن کے لوگون سے دریافت کر لے اور یہ مجاز زبان عرب مین مشہور ہو مترجم کہتا ہو کہ اردو و تلنگی مین کہتے ہین کہ اس گاؤن سے یہ حال معلوم ہو جائیگا لیکن بعض نے اعتراض کیا کہ سیبویہ امام نحوی نے کہا کہ یون کہنا نہین جائز ہو کہ کلم ہندا یعنی ہندہ سے بات کر حالانکہ تیری غرض یہ ہو کہ اسکے گھر والون سے بات کر۔ اسکا جواب یہ ہو کہ یہان اشتباہ ہو کیونکہ ہندہ سے بات کرنا خود ممکن ہو بخلاف قریہ کے اور حافظ ابن القیم نے بدائع مین کہا کہ اکلت الشاۃ مین نے بکری کھائی اور اسکے مانند کلام مین لحم الشاۃ یعنی بکری کا گوشت بتقدیر مضاف متعین ہے اور واسئل القریۃ اس قسم مین سے نہین ہو کیونکہ قریہ ان لوگون کو بھی کہتے ہین جو ایک ساتھ کا مجمع ہو کر رہتے ہین اور اس مقام کو بھی بولتے ہین جس مین کچھ

یکجائی کی حیثیت سے رہتے ہون جیسے کاس وہ پیالہ جس مین شراب موجود ہو اور خوان جس دسترخوان پر کھانا موجود ہو اور کہا کہ قریہ کا استعمال زیادہ ہے تو انھون نے اسکو سیاق کلام کے اعتماد پر کبھی رہنے والون کے معنے مین استعمال کیا اور کبھی مقام سکونت کے ارادہ پر استعمال کیا اور وہان التباس نہونا شرط استعمال ہے پس یہان مجاز و حذف کچھ نہین ہے اور باوجود ظہور کے یہ بات اہل علم پر مخفی رہی ہذا خلاصہ تحقیقہ مترجم کہتا ہے کہ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ واسئال القریۃ کے بلا مجاز و حذف کے خود معنے یہ ہین کہ لوگون سے جہان ہم تھے پوچھ لیجئے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ ان ابنک سرق۔ دیکھو حضرت ذوالعظمۃ والکبریاء القادر القیوم وحدہ لاشریک جسکے ساتھ کسی چیز کو اسکی ذات پاک و صفات عالیہ مقدسہ کا ذکر کیا ہے اس کے افعال و مقدرات مین کچھ بھی شرکت ممکن نہین ہے وہی ہے کہ جو چاہے کرے اور جو چاہا وہ کیا کسی کی مجال نہین کہ کچھ سوال کرے اور سوال کیونکر کرے کسی کی تاب نہین کہ اسکے علم و حکمت کا ایک ذرہ بھی سمجھ سکے تو اُس نے اپنے خاص بندہ اسرائیل یعنے یعقوب علیہ السلام پر اسطرح رحمت فرمائی کہ اس کی محبت دو پارہ جگر یوسفؑ و بنیامینؑ جدا کر دیے حالانکہ ہماری شریعت مین ہمیں حکم دیا گیا کہ بکری کوئی جانور تک کا دودھ پیتا بچہ جدا کرکے بیچنا حرام ہے اور یہان یوسفؑ پر بیع کا داغ دیا اور بنیامینؑ پر سرقہ کا اور تم مین سے کوئی سمجھے تو پس اسی قدر کہ بلا و مشقت فراق بڑھادی اور یہ لطیفہ ہے کہ فضل الٰہی سے بارہ اولاد مین سے صرف ایک ایسا تھے فراق پر یہ درد و اندوہ تھا پھر دوسرے کے فراق پر یہ زیادتی پھر اسکے اسرار سوائے اُس کے جسکو اپنے فضل سے عرفان دیا ہو اور کوئی شخص کیا سمجھ سکتا ہے بھلا جسکی عقل کی یہ کیفیت ہے کہ جو دنیا صرف خوار چیز اور چند لمحہ کی بے اعتبار ہے ہمہ تن اُسی کی آرائش مین گرفتار ہے اور جس کی یہ مثال کہ سفر مین ایک سرائے مین اُترا اور تمام مال و اسباب اور جو کچھ سرمایہ اُسکے پاس تھا سب اس مین ایک جھونپڑی بنانے مین صرف کیا اور دل مین خیالات کہ اگر ہم کو عروج پر دیکھینگے اور ہماری قوم کے لوگ اس مین ٹھہرینگے ایک دن اسطرح گزرا دوسرے دن کوچ کیا اور پھر کبھی سرائے کی جھونپڑی خواب مین بھی نظر نہ آئی تو ایسے بیوقوف کو تو خیال کر سکتا ہے کہ وہ اسرار آسمان و روح و ملائکہ و عجائب و قدرت و حکمت الٰہیہ و اپنے انجام کار و آخرت کو سمجھ سکتا ہے اس کی بعینہ یہ مثل ہے کہ ایک پہاڑی جنگلی آدمی سے فلسفہ یا اقلیدس یا جبر و مقابلہ یا بلاغت زبان کا ایک نکتہ بیان کیا اور بہت زور دیا اُس نے سب سنا اور قہقہہ مار کر دیوانہ دیوانہ کہتا ہوا چل دیا۔ شیخ رحہ نے کہا کہ دو جگر پارہ یعقوبؑ جدا کرکے درد و بلا بڑھادی اور ایک پر بیع و غلامی کا داغ اور دوسرے پر سرقہ و چوری کا نشان کر دیا چنانچہ بھائیون نے کہا کہ ان ابنک سرق یا اور در حقیقت نہین جواہر کا پیمانہ شرافت یوسفؑ تھا جو بنیامینؑ نے ان سب کے درمیان سے اچک لیا کچھ شک نہین کہ بندہ خاص کے مقابلہ مین تمام جواہرات ملک و دنیا سے فانی محض ہیچ ہے ان لوگون نے اس الزام مین بھی تہمت اُٹھایا اور جب ادبار و زوال مین گرفتار تھے تو جو حرکت کرتے اُنپر وبال ہو جاتی تھی۔ حضرت جعفر رح نے کہا کہ کوئی سمجھتا ہے کہ پیغمبر کے بیٹے پیغمبر پر یہ الفاظ کسطرح جائز ہوا۔ علماء کے نزدیک یہ مقام مشکلات قرآن مین سے ہے اور اسی کے مثل قصہ داؤدؑ مین ہے کہ خصمان بغی بعضنا علی بعض اور وہ دونون خصم نہ تھے اور نہ انھون نے بغاوت کی۔ شیخ نے کہا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے سچ کہا کہ قرآن مجید مین بہت سے متشابہات ہین جنکے معنے حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کے علم پاک مین ہین۔ اور انکی تاویل سے ان بندون پر منکشف ہوتے ہین جنکا قدم مسند علم پر راسخ ہے کما قال تعالیٰ لا یعلم تاویلہ الا اللہ والراسخون فی العلم۔ منجملہ انکے علوم کے اس مقام پر یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین کلام معجز فرمایا ہے اور اسلوب اسکا بحقیقت و امثال و عبرت و مجاز و خبر و قصص ہے انکو ایسی طور پر بیان فرمایا جسطرح واقع ہوئے پس بظاہر انکے قصہ کو انہین الفاظ و اقوال و افعال سے ذکر فرمایا جو انھون نے کہا و کیا ہے اور حقیقت مین جو فرمایا حق ہے کیونکہ واقعی بھی ایک حقیقت کے اشارت سے خالی نہوگا اور وہی باطن علوم مین پس مغز حقیقت کا علم پیغمبر مخصوص کتاب باری تعالیٰ

ہو بدین معنی کہ بندگان علما کسی وقت پر اس فیض سے کرامت و منزلت عالیہ پاوینگے اور اسوقت انکے معانی سے سرفراز ہو جاوینگے ہاں اسوقت
اسقدر وقوف ہو سکتا ہے جسکا تحمل ممکن ہو مثلاً سوال موسی علیہ السلام دیدار باری تعالے کا ایک علم سے تھا نہ جہالت سے جیسا کہ گمراہ جہال خیال
کرتے ہین مگر مغز و معنی اس سوال کے انکو اسوجہ سے عطا نہوئے کہ اسکا تحمل اسوقت ممکن نہ تھا ہان ایک وقت پر ممکن ہوگا چنانچہ حدیث صحیحین
ہو کہ انکم سترون ربکم الحدیث ولیکن موسی علیہ السلام کو تجلی عنایت ہوئی جس سے بیہوش ہو کر گر پڑے اور اگر عنایت الٰہی باقی نہ رہتی تو مثل طور
کے جلکر فنا ہو جاتے اور یہ احتراق انسے سوزش نہین ہے بلکہ سوزش حسن ازل ہے شیخ رحمہ نے کہا کہ سرقہ یوسف ۱۲ اپنے حسن سے قلوب خلق تھا اور
یہ بنظر استحفاظ نظام تدبیر آلٰہیہ ہے چنانچہ جن قومون کو محض سرائے فانی آراستہ کرنے کو دی گئی ہے انکو اس لطافت سے بالکل بے بہرہ کر دیا گیا اور
یہ وہم نہ ہو کہ اکثر ان مین سے سوزش محبت سے افیون کھا کر اور زہر پیکر اور بندوق سے اپنے آپکو ہلاک کر ڈالتے ہین کیونکہ یہ تو غلبہ نجاست ہے فی الحال
آتش جہنم مین جلائے جانے کی استعداد قوی بغلبہ شہوات پیدا کرتے ہین اور انکو حسن ازل نظر نہین آتا بلکہ بحکم قولہ زین للناس حب الشہوات
من النساء الآیۃ وہ تو مین نظر آتی ہے جسکی رسی شیطان کے ہاتھ مین دیکھی ہے پس یہ حال اسکا جسکو شیطان نے ایسی قوی پھندے مین پھانسا کہ
عقل و حواس سب مسلوب ہوگئے اور عشق باری تعالے مین حواس کی نورانیت و لطافت اسقدر بڑھ جاتی ہے کہ فانیات و جسمانی لذات و دنیا
دنی واسکے ضروری انتظامات سب سے وہ متنفر ہو کر مفرد و مجرد ہو جاتا ہے حتی کہ اگر ایک گانون پورا اسی طرح کا ہو جاوے تو وہان جملہ معاش کے
طریقے معطل ہو جاوین ہان آخرت کی بستی ہو جاوے اور شاید کہ ملائکہ انکی کار پردازی کرین واللہ تعالے سبحانہ اعلم شیخ نے کہا کہ اسیطرح قولہ انکم
لسارقون صحیح ہے کیونکہ انھون نے عہد و امانت کو نظام قضا سے اور یوسف کو اپنے والد سے سرقہ کیا یعنی خیانت سے عہد توڑا اور یوسف کو جدا کر کے
فروخت کیا اور صدق سے سرقہ کر کے کذب مین قمیص خون آلودہ دی اور بے خبر بھیڑیون پر خیانت سے الزام لگایا کیونکہ بھیڑیا ایک امت ہین
اور قولہ ان ابنک سرق صحیح ہے کہ خفیہ یوسف کو پایا اور ان مین سے کسی کو نہ بتلایا پس حقوق روحانی انکے بھی مستحق فیض یوسفی تھے مگر اخفاء سے بنیامین
سے یہ محروم رہے۔ اقول یہ نظیر اسکی ہے کہ جنت مین ہر کافر کا مقام موجود ہے مگر نہ ملیگا یون ہی ہر غیر بلکہ بندہ صالح کے ساتھ ہر مخلوق کا حصہ موجود
ہو مگر لیاقت نہین ہے شیخ نے کہا کہ علاوہ اسکے صاع مذکور انکی متاع مین انکے علم سے رکھا گیا تھا اور باوجود اسکے مقصد مین انھون نے اخفا کیا
پس کلام آلٰہی ہر موقع پر صدق و راست ہے باوجودیکہ اصل قصہ مین اہل قصہ کی حالت کسی عنوان پر ہو اسکو کلام معجز نظام الٰہی مین جہت
صدق موجود ہے پس حقیقت وہ صدق ہے اور مجاز انکا قصہ ہے اور تصدیق اسکی قولہ تعالے وما شهدنا الا بما علمنا یعنی بحسب الظاہر و قولہ وما كنا للغيب
حافظين یعنی ان اسرار کو ہم نہین جانتے جو دونون بھائیون کے درمیان خفیہ جاری ہوئے ہین الغرض جب بڑے بھائی نے بیٹھ رہنے کی راہ
قائم کی اور بھائیون سے پیغام کہکر روانہ کیا تو یہ لوگ روانہ ہو کر حضرت یعقوبؑ کی خدمت مین آئے اور حال کہا

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ

یعقوب نے کہا بلکہ آراستہ کر دیا تمہارے لیے تمہارے نفوس نے کوئی بات لیس امر جمیل خوب ہے قریب ہے کہ اللہ تعالے میرے پاس لا دے ان کو سب کو

إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ۝ وَتَوَلَّىٰ عَنْهُمْ وَقَالَ يَا أَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ

بیشک وہ دانا حکمت والا ہے اور منھ موڑا ان سے اور کہا کہ ہائے افسوس یوسف پر اور سپید ہو گئین اسکی دونون آنکھین

مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ تَفْتَأُ تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوْ تَكُونَ

سبب غم کے سو وہ گھٹا ہوا تھا کہنے لگے قسم اللہ کی برابر تو یاد کرتا ہے یوسف کو یہانتک کہ ہو جاویگا مرنے کے قریب یا ہو جاویگا

مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

مردوں میں سے فرمایا کہ میں تو اپنی پراگندگی اور اندوہ کا اپنے اللہ ہی سے شکوہ کرتا ہوں اور میں جانتا ہوں اللہ کیطرف سے وہ امر جسکو تم نہیں جانتے ہو

حضرت یعقوب نے سب سنا اور قَالَ جواب میں کہا کہ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا بلکہ سنوار دکھایا تم کو تمہارے
نفوس نے کوئی امر یعنی بظاہر انکی گفتگو سے اعراض کیا اور کہا بلکہ تمہارے نفس ایسے ہیں کہ وہ جو بات تم کو زینت کر کے دکھلاتے ہیں وہ تم پسند
کرتے ہو۔ اور کلام میں لطف یہ ہے کہ لفظ بل محتمل اضراب ہے جیسا کہ ظاہر میں بیان ہوا اور محتمل ترقی ہے یعنی یہ تمہاری گفتگو کا نتیجہ ہے بلکہ تمہارے
نفوس کا بھی دخل ہے۔ اور یہاں سے معلوم ہوا کہ آدمی کو چاہیے کہ ہر دم اپنے نفس سے ہوشیار رہے اور ہر کام پر جسکا ارادہ ہو غور کرے کہ یہ نفس
نے تسویل کی ہے یا صحیح ہے پس قرآن وحدیث و آثار سے موافق پاوے تو عمل کرے ورنہ اس کام کا انجام خراب ہوگا۔ اور بعض مرتبہ قرآن وحدیث
سے موافقت پاتا ہے مگر اس آدمی کی حالت سے موافقت نہیں ہوتی تو لاچار اسکے واسطے اپنے نفس کی رائے پر اعتماد کرتا ہے اور انجام ٹھیک نہیں
ہوتا اور یہ نہایت باریک فریب نفس کا ہے اس سے وہی علما بچتے ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہدایت فرمائی ہے مثلاً ایک مرد عیالدار عبادت میں بسر
کرتا تھا اور اپنی صغیر اولاد کے لیے رزق قلیل تلاش کر لاتا تھا اس نے جہاد کے لیے قصد کیا تو جہاد کرنا عمدہ بات قرآن وحدیث سے ثابت ہے مگر موقع
جنگ پر دیر ہوئی حتی کہ اس نے خواہش کی کہ جلدی ہوتی تو میں واپس جاتا اور اپنے عیال کے لیے رزق لیجاتا پس یہ خیالات اسکے انجام میں
مضر ہوئے اور اس کی مثالیں جو شخص متقی ہونا چاہے اور کچھ عرصہ تک نفس کی تسویلات کا خیال رکھے وہ واقعات تحقیقی میں بہت کثرت سے پاویگا
پس اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اپنے فضل سے ہم بندوں کو ہمارے نفوس کی تسویلات سے اور شیطان کے اغوا و تسلط سے بچاوے اور ہم کو شاہراہ
مستقیم پر ثبات و استقامت کرامت فرماوے وہ سب چیز پر قادر غالب قوی علیم حکیم ہے بیضاوی وغیرہ نے لکھا کہ مثل واقعہ یوسف کے
خیال کر کے تم نے رکھا کیونکہ بادشاہ مصر پابند شریعت ابراہیم علیہ السلام نہ تھا جو چور کو بعوض چوری کے ماخوذ کرے بغیر انکے خود انہیں لوگوں نے اپنے
نفس کی تسویل سے یہ راہ بتلائی ہے پس انکے نفوس کی تسویل یہ ہوئی کہ خلاف قانون بادشاہ مصر کے اسکو شریعت ابراہیم کا فتویٰ
دیکر گرفتار کرا دیا اور شاید یہ بھی گمان ہو کہ چوری کا الزام اسپر قائم ہونے میں تسویل نفس مساعدت کی ہو اور اول اظہر ہے اور وہ صحیح واقع
ہوا بھی یعقوب علیہ السلام کے دل میں گمان ہوا اسلیے کہا انہیں کے نفس نے جو تسویل کی ہے وہ مبتلائی کہ جزا اسکی وہی ہے فی رحلہ فہو جزاؤہ کذلک نجزی
الظالمین تو یہ صحیح ہے کہ یہ سزا تجویز کر دینا خالی رحال میں پائے جانے پر بدون اسکے کہ چوری متحقق ہو انکے نفس کی تسویل ہے اگرچہ انکی نیت یہ نہ تھی
کہ بنیامین کو یہ سزا دلا دیں اور مقتضا عقل یہ تھا کہ اگر کوئی چوری کرے اور ثابت ہو جاوے خاص شہادت و دلیل سے جس میں شبہہ نہ ہو تو اسکی
سزا تم لوگ یہ دیتے ہیں تو اس صورت میں بنیامین کے گرفتار ہونے کی کوئی راہ نہ تھی کیونکہ شبہہ موجود ہے کہ شاید کسی اور نے اسکے رحل میں
رکھ دیا ہو یا غلطی سے ناپنے والوں نے رکھا ہو جنکو پانی پلایا ہو اور باوجود اسکے وہ مال موجود تھا جسکو بنیامین نے مقام حرز محفوظ سے نکال لیا
اور اسکو نکالا تو گواہ کون ہے بہر حال یہ انکی فتنہ انکے نفس کی تسویل سے سرزد ہوا اور صحیح ہوا خیال یعقوب علیہ السلام کا کہ تمہارے نفس نے ایک
امر تسویل سے بنایا۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ فامری کذا اسی او فصبر جمیل احسن یعنی پس میرا فعل صبر جمیل ہے یا صبر کرنا صبر جمیل خوب ہے صبر جمیل کے معنے
پہلے سورہ میں گذرے اور وہاں میں نے افک کی حدیث ام المومنین حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا آخر ٹکڑا اس غرض سے
نقل کیا کہ حضرت صدیقہ نے آخر میں صبر جمیل اپنا فعل ظاہر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو رد نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وہ صبر جمیل تھا اور
آپ لعباد اللہ ع کے بہت روئیں اور غمگین ہوئیں لیکن کسی آدمی سے شکوہ شکایت نہیں کی اور نہ کوئی کلمہ خلاف شریعت زبان سے نکالا اور نہ افک

مین خوض کرنے والون مین کسی سے خاموشی کی التجا کی اور نہ انکے حق مین زبان درازی فرمائی اس سے صبر جمیل کے معنی وہی ظاہر ہوئے جو بیان حضرت یعقوبؑ کے فعل سے ظاہر ہین کہ آپ نے ان بیٹون مین سے کسی کی شکایت نہ کی اور نہ انکی جانب کوئی التجا کی اور نہ لوگون سے کوئی استعانت و فریاد کی اور نہ خود پریشان ہوکر داد و دہش کی بلکہ اللہ تعالی کی رضامندی پر چھوڑا اگرچہ بہت روئے اور دونون مرتبہ یہی ہوا پھر اسکے بعد کہا کہ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيْعًا قریب ہی یا امید ہے کہ اللہ تعالے لاوے میرے پاس انکو سب یعنی صیغہ جمع جو کم سے کم تین فرد ہوتے ہین سب کو مجھ سے ملاوے اور وہ یوسف و بنیامین اور تیسرا بڑا بیٹا ہے جو وہین رہ گیا تھا شرم سے نہین آیا۔ اور ابن کثیرؒ نے لکھا کہ اس کی یہ بھی نیت تھی کہ اگر کوئی قابو ملا تو بنیامین کو خفیہ یہان سے نکال لیجاوینگا سوال یہ ہے کہ یہ کلام آنحضرت علیہ السلام نے کیونکر کہا تو علامہ بیضاوی و ابن کثیر رحمہما اللہ تعالے نے اسکو بالکل ذکر نہین کیا اور باقی تفاسیر مین مجھے یہ گفتگو نظر آئی ہے اور خلاصہ جواب یہ مذکور ہے کہ بطریق حسن الظن کے کہا یا بطریق فراست کے کہا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان تو تین باتین پائی گئین۔ اول تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ انکو معلوم ہوا کہ یوسف زندہ اور خود مختار موجود ہین دوم سب مجموعہ ملینگے کیونکہ موافق اصل کے جمیعًا تاکید ان سب کے آنے کی بصورت اجتماعی ہے جو یاتینی بہم سے شک تھی کہ شاید ایک بعد دوسرے کے آجاوین تو جمیعًا سے ظاہر کردیا کہ مجموع لیجاوینگے پس اسکو اس معنے پر محمول کرنا کہ کوئی باقی نہ رہیگا خلاف اصل ہے تو معلوم ہوا کہ یہ بھی جانا کہ سب مجموع ملینگے سوم یہ کہ عسی اللہ کیسے قریب زمانہ پر اعلام کیا پس حسن الظن کے طور پر ایسا امور تحقیقی کا گمان غیر مرضی ہے ہان فراست کے طور پر ٹھیک ہے لیکن یہ گفتگو کہ فراست کیا چیز ہے تو حدیث صحیح مین ہے کہ مومن کی فراست سے پرہیز رکھو کہ وہ اللہ تعالے کے نور سے دیکھتا ہے یہ نہ کہ فراست دیکھنا بنور الٰہی ظاہر ہوئے اس سے زیادہ بحث کرنا مترجم کی لیاقت نہین ہان مثال البتہ ذکر کرتا ہون کہ ایک شخص نے ایک عورت اجنبیہ پر راستہ مین بد نظر ڈالی اور مکرر نظر سے دل پر اثر ہوا اسی وقت وہ حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی خدمت مین آیا تو آپ نے عام خطاب سے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ تم مین سے بعض آدمی میرے پاس آتا ہے جسکی آنکھون نے زنا کیا اور دل شرمایا ہے آئندہ پرہیز کرے ورنہ مین درے مارونگا وہ شخص دل مین نہایت نادم اور ہراسان ہوا اور ایک وقت اُسنے پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی آتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہین ولیکن فراست ہے پس دیکھو کہ مومن کی فراست ایک نور ہے اور یہان تو حضرت ذی النورین دو نور سے مشرف تھے گویا اسی وجہ سے فراست پر درے مارنے کا حکم جاری کرنے کی تہدید کی۔ لطیفہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ خلافت حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم نہایت مستحکم تھی اور خلافت ذی النورین اور آپ کی متزلزل تو فرمایا کہ ان دونون کی خلافت کے رکن عثمان اور مین تھا اور عثمان و میری خلافت کے رکن تم جیسے لوگ ہین سچ فرمایا اللھم غفرا نکے یہی حال ہے کہ سابق زمانہ مین اہل توحید ایسے تھے کہ سوائے حق تعالے جلشانہ کے کسی شخص و کسی چیز کی تاثیر ذرہ برابر شرک نہ دیکھتے تھے اور اب ہم ایسے لوگ ہین کہ ظاہر و باطن ہر لحظہ شرک مین مبتلا ہین اور ظاہر شریعت پر کوئی حاکم نہین اور نہ وہ بظاہر حکم لگاتا کہ یہ لوگ منافق ہین ولیکن اللہ تعالے عز و جل سے کوئی ذرہ پوشیدہ نہین ہے وہ خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ زبان سے کلمہ پڑھتے ہین اور دل مین الیقین نہین حتی کہ انکے دل ذرا دیکھین تو خود اقرار کرین کہ حاکم وقت اگر سزا کا کوئی ڈر نہ ظاہر کرے تو الیقین سے گشتہ کر جاوین اور احکام الٰہی عز و جل پر کچھ خوف نہین ہے علاوہ اسکے کہ انکی نورانیت و توحید اور مخلوق پر شفقت کا کیا کہنا ہے اور اب ہم لوگ مخلوق کی خوشنودی چاہتے ہین اور خالق عز و جل کی ناخوشی سے خوف کے ارسے مرنے کے بجاے منافقانہ بے پروائی ہے اسی واسطے دین کھو کر دنیا مین خوار ہین الٰہی ہدایت فرماوے الٰہی بخشدے اللھم تب علینا انک انت الغفور الرحیم۔ الحاصل حضرت یعقوب علیہ السلام نے نور الٰہی تعالے سے نہایت ادب سے امیدواری کی لفظ سے یہ التجا کی کہ عنقریب اللہ تعالے ان سب کو مجھ سے ملادیگا کیونکہ انکو علم اسرار قدرت مع علم نبوت عطا ہوا تھا

اور انقطاع تعلق شہود ہو جیسا کہ اسکو ختم کیا بقولہ۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ بیشک وہی علیم و حکیم ہے۔ ادب کی مراعات کی اور لوگون کا وہم دور کیا کہ شاید کوئی گمراہ ہو جاوے اور یہ سمجھے کہ انکو علم غیب ہو تو نہایت تاکید سے علیم ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے منحصر کر دیا اور حکیم مین اشارہ ہے کہ یہ فراق جو لطائف حکمت سے واقع ہوئے حکمت الٰہی و رحمت کاملہ ہے جو کچھ اُس نے فرمایا سب علم و حکمت کے ساتھ کیا ہے۔ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ اور منہ موڑ لیا اُن لوگون سے یعنی زیادہ التفات نہ کیا بلکہ جو کچھ کہنا تھا مختصر بیان کر کے ان لوگون کی طرف سے منہ پھیر لیا اور جناب باری تعالیٰ مین رجوع لائے۔ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ اور کہا کہ اے اندوہ سخت یوسف پر۔ اسف نہایت سخت اندوہی اندر غم و اندوہ کو کہتے ہین جو کسی چیز کے فراق مین ہو پس یوسف کے فراق پر سخت حزن و اندوہ کو پکارا گویا کہا کہ فراق یوسف مین اے اندوہ شدید تو حاضر ہو کہ تیرا وقت ہے جیسے جاہل کافر لوگ یا ویلاہ کہا کرتے ہین اور دل کا تعلق جہنم سے ہے کہ جہالت سے جہنم ہی کو پکارتا ہے۔ اگر وہم ہو کہ یہ تو اظہار جزع ہے کہ اندوہ کو پکارا تو جواب یہ ہے کہ یہ جو مذکور ہوا یہ گویا اصلی لغت کی تحقیق سے متعلق ہے پھر استعمال اسکا دوسرے معنون مین ہوتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ الآیۃ۔ حالانکہ وہان سے انکی مراد وہ معنی نہین ہین جو کافر آدمی مراد لیا کرتا ہے جسکی غرض صدمہ کے وقت پیٹنا اور جزع فزع کرنا ہوتی ہے یا کافرہ عورت کو بننے کے وقت جہالت کے معنی دل مین لاتی ہے بوجہ اسکے کہ وہ ایمان واسلام کی نیت سے غافل ہے اسی طرح حضرت یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے لغوی معنی نہین لیے بلکہ لوگون سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور عرض کی کہ اے رب میرے مجھپر درد و اندوہ شدید آیا یوسف کے فراق مین اور دلیل اسپر کہ یہ جناب باری مین رجوع ہے نہ لوگون کو سنانے یا غفلت مین نالہ و فریاد کرنے کا شیوہ ہے وہ حدیث ہے جو طبرانی رحمہ نے روایت کی کہ اگلی امتون مین سے کسی امت کو کلمہ استرجاع انا للہ وانا الیہ راجعون نہین دیا گیا کہ وقت مصیبت کے کہتے سوائے امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تو نہین دیکھا کہ یعقوب نے یہ کلمہ نہین کہا بلکہ کہا یا اسفی علی یوسف مترجم کہتا ہے کہ سراج مین اسی طرح لکھا کہ طبرانی نے یہ حدیث روایت کی۔ اور ظاہر احادیث کا لفظ الطریق عموم اثر کو لکھا ورنہ شیخ امام ابن کثیر نے لکھا کہ قال عبد الرزاق انبانا الثوری عن سفیان العصفری عن سعید بن جبیر قال لم یعط احد غیر ہذہ الامۃ الاسترجاع الا تسمعون الی قول یعقوب علیہ السلام یا اسفی علی یوسف یعنے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ جو تابعین مین سے ہین اور حجاج ظالم کے ہاتھ سے شہید ہوئے اور قصہ عجیب عبرتناک ہے انھون نے کہا کہ استرجاع سوائے اس امت کے کسی اور کو نہین دیا گیا کیا تم کان نہین دھرتے ہو قول یعقوب کی طرف کہ کہا یا اسفی علی یوسف۔ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ اور سپید ہو گئین اُس کی دونون آنکھین بسبب اندوہ کے فَهُوَ كَظِيْمٌ پس وہ اندر ہی اندر گھٹے ہوئے چپ تھے یعنی کسی مخلوق کی طرف کچھ شکایت نہ کرتا اور چپ خاموش تھے جیسے کاظم الغیظ اندر ہی اندر غصہ پی جاتا ہے یہ معنی قتادہ رح وغیرہ نے بیان کیے ہین اور ضحاک وغیرہ نے کہا کہ کظیم بمعنی کئیب۔ وحزین یعنی درماندہ محزون۔ اور بیضاوی رح نے کہا کہ کظیم اندوہ سے بھرا ہوا جو باہر نہ نکلا۔ یہ فعیل بمعنی مفعول ہے جیسے قولہ وهو مكظوم اور محاورہ یہ ماخوذ از کظم السقاء ہے جبکہ مشک بھر کر منہ باندھ دیا جاوے۔ اور کہا کہ یا فعیل بمعنی فاعل جیسے قولہ والکاظمین الغیظ۔ تو ماخوذ ہے کظم البعیر جرتہ جبکہ اونٹ جگالی نگل جاوے۔ پھر بعض مفسرین مین دو قول ہین ایک یہ کہ چھ برس نابینا ہو گئے یہ مقاتل سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ کثرت آنسون سے سپیدی طاری تھی اور یہ قول صحیح نہین ہے کیونکہ قمیص یوسف سے دوبارہ بینائی آئی ہے پس صواب یہی ہے کہ آنکھین بدستور تھین مگر بینائی کی قوت زائل ہو کر سپید ہو گئی تھین اور واللہ اعلم یہ شاید طبقہ عنبیہ یا ثقبۃ النور مین پانی اُتر آنے و بکھر جانے سے ہوتا ہے ولیکن جہان حکمت حق عز و جل ظہور معجزات ظاہر ہوتی ہے ایسی توجیہ کی کچھ ضرورت نہین ہے پھر یہان سوال ہوا کہ حضرت یعقوب نے فقط یوسف پر اسف و تاسف کیا اور باقی دونون

[illegible]

بیٹوں پر تاسف نہ کیا تو بیضاوی و کشاف وانکی اتباع سراج وغیرہ مین لکھا کہ ایک یہ وجہ تھی کہ آنحضرت علیہ السلام ان دونون کے زندہ
ہونے پر یقین رکھتے تھے بخلاف یوسف کے اسوجہ سے فقط یوسف پر تاسف کیا مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ توجیہ ہیچ ہی اسواسطے کہ ابھی خود
کہہ چکے ہین کہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا یہ توجیہ شاید یوسف پر علم ہے اور یہ قول کہ فقد احسن الظن تھا مستبعد ہی اور دوسری وجہ یہ بیان کی کہ
اصلی ملال فراق یوسف تھا اسی کے پیچھے یہ دونون رنج ہوگئے تو گویا اصلی زخم پر اور زخم لگا پس تازہ ہوکر اندوہ شدید تک پہونچا مین کہتا ہون
کہ وجہ تو یہی ہی کہ اصل اس حکمت مین فراق یوسف علیہ السلام تھا ورنہ سوائے اس کے باقی بیٹون سے اندوہ اسقدر بڑھتا تک نہوا پس
یہ مقام اہل علم وادراک کے لیے محل فکر ہی۔ اب یہان یہ سوال ہے کہ رونا اور تاسف آیا جائز ہو تو بیضاوی نے اور اسکی اتباع مین ایک جماعت
نے لکھا کہ اس مین دلیل ہی کہ تفجع اور مصیبت کے وقت رونا اور تاسف کرنا جائز ہی اور کہا کہ شاید ایسے اوقات داخل تکلیف نہین ہین یعنے
بندہ کو ایسے وقت بے اختیاری مین کوئی اختیاری فعل پر قائم رہنے کی تکلیف عبودیت نہین دی گئی ہی کیونکہ غمون کے وقت بہت کم آدمی
اپنے نفس پر قابو رکھتا ہی یعنی بے اختیار ہوجاتا ہی اور یہی بے اختیاری رافع تکلیف ہی اور لکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے فرزند ابراہیم کی
وفات کے وقت آنکھون مین آنسو بھر لائے۔ ابن عوف رض نے کہا کہ آپ یا رسول اللہ فرمایا کہ اے ابن عوف یہ رحمت ہی اور فرمایا کہ دل محزون ہوتا
ہوتا ہی اور آنکھین آنسو بھر لاتی ہین اور ہم کوئی بات نہین کہتے مگر وہی جس سے ہمارا رب خوش ہو اور ہم تیری جدائی پر اے ابراہیم بیشک غمگین ہین رواہ
البخاری ومسلم۔ مترجم کہتا ہی کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی لڑکی مرنے لگی تو انھون نے اپنے والد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور آپ
دوسری مرتبہ کے اصرار پر گئے اسکا دم ٹوٹتا تھا تو رونے لگے پس بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ روتے ہین فرمایا کہ میرا رونا شفقت
ہی رواہ البخاری۔ اور فرزند ابراہیم کے لیے بشارت دی کہ جنت مین اُسکے لیے دودھ پلانے والی ہی رواہ البخاری اور واضح ہو کہ یہ مسئلہ لوگون پر
مشتبہ ہوگیا ہی۔ اور جو کچھ میرے نزدیک آیات واحادیث واقوال علماء سے ہی وہ یہ ہی کہ جزع وفزع کافر کا اضطراب قلب ہی جس سے اس کو
بدحواسی کی نوبت پہونچتی ہی کیونکہ وہ آخرت کا قائل نہین ہی اور اس سے قلب کی صلاحیت مین اور حق تعالے کے ارادہ ومرضی مین انکار ناراضی
ہوتی ہی اور یہ بہر حال مین حرام ومنع ہی خواہ روئے یا نہ روئے کیونکہ کفر تو بہر حال مین بُرا ہی اور اسی کے آثار سے ہی پیٹنا اور بیان کرنا اسیواسطے
حدیث ہی کہ النیاحۃ من عمل الجاہلیۃ۔ اور دستور تھا کہ ملکر اور تنہا تنہا ماتم کرتی تھی عورتین گریبان پھاڑتین اور منہ نوچتی اور بال نوچتی اور پچھاڑین
کھاتی اور مرثیہ وبین پڑھتی تھین اور ماتم کرتی تھین اور پاس پڑوس کی عورتین اور عزیز اقارب سب رونے مین شرکت کرنے کو باری باری سے
جاتی تھین اب اس مسئلہ مین خوض دو طرح پر منحصر ہوا ایک تو اس اصول پر کہ کفر وجہالت کی مشابہت حرام ہی اور دوم جو اثر دل پر واعتقاد پر
خلاف رضا سے حق عز وجل ہو وہ حرام ہی باقی جائز ہی۔ تو مین کہتا ہون کہ حدیث عائشہ رضی مین ہی کہ آنحضرت صلعم نے ایک یہودیہ عورت پر اسکے
لوگون کو روتے دیکھکر فرمایا کہ وہ تو اپنی قبر مین عذاب کیجاتی ہی اور یہان اسپر لوگ روتے ہین اسکو اصحاب صحاح نے روایت کیا ہی اور ایک
حدیث مین آیا کہ کافر پر جب اُسکے لوگ ایسا اور ایسا تعریفا کہکر روتے ہین تو وہ اسی پر عذاب کیا جاتا ہی کہ تو ایسا تھا اور تو ایسا تھا حالانکہ وہ
کافر تھا پس نوحہ وبیان کرنا اور گریبان پھاڑنا اور رونے مین شرکت کرنا اور مانند اسکے افعال قبیحہ حرام ہین اور بخاری رح نے کہا کہ اگر کسی شخص کا
دستور ہو کہ رونے وماتم مین شریک ہوتا ہو یا اپنی جورو وعیال کو اجازت دیتا ہو تو اُسکے مرنے پر جیسے اس فعل پر ماخوذ ہوگا ویسے ہی جب یہ لوگ اسپر روئینگے
تب پکڑا جاویگا۔ اور جو عورتین کہ بیان کرتی ہین یا ایسی حرکتین کرتی ہین جو رضا سے حق پر راضی ہونے کی دلیل نہین ہین تو وہ منع کیا وین چنانچہ حضرت
ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہین کہ جب ابو سلمہ یعنے انکے شوہر مرے تو قصد کیا کہ ایسا رونا رؤون جو لوگون مین یادگار رہے اور ایک عورت انکی شریک

ہونے کو آئی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آگئے اور فرمایا کہ ارے تو چاہتی ہے کہ جس گھر سے اللہ تعالےٰ نے شیطان کو نکالا ہو تو ہین پھر اسکو داخل کرے پس مین باز رہی۔ رواہ مسلم اور انھین سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلعم سے سُنا تھا کہ جو کوئی وقت مصیبت کے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے تو اسکو اول سے بہتر ملتا ہے پس مین نے وفات ابو سلمہ پر یہ کلمہ کہا اور ثواب کی امیدوار رہی کیونکہ مجھے خیال تھا کہ مجھے ابو سلمہ سے بہتر کون ملیگا یہان تک کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے اپنا حبیب خاص محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دیا۔ والحدیث فی الصحیح۔ الغرض ام سلمہ رض کو ایسے رونے سے منع فرمایا اور حضرت عائشہ رض سے روایت ہو کہ جب حضرت جعفر بن ابی طالب کی شہادت کی خبر پہونچی اور ساتھ ہی زید بن حارثہ وابن رواحہ شہید ہوئے تھے تو آپ مسجد مین بیٹھے اور آپپر حزن وملال ظاہر تھا پس آپ سے ایک نے جعفر رض کی عورتون کا رونا بیان کیا آپنے منع کرایا پھر دوبارہ بیان کیا آپ نے منع کرایا پھر تیسری بار اُسنے کہا کہ وہ نہین مانتی ہین تو فرمایا کہ انکے منھون مین خاک بھر دے رواہ اصحاب الصحاح پس یہ رونا بھی آپ کو علم نبوت سے معلوم ہوگیا کہ خلاف رضا ہے دلی ہے جیسے علم نبوت سے یہ امر معلوم ہوگیا تھا کہ سرداران لشکر جعفر رض و ابن حارثہ وابن رواحہ شہید ہوگئے اور خالد نے بغیر سرداری کے نشان اُٹھا لیا اور اُسکو اللہ تعالےٰ نے فتح دی اور کفار مخذول وخوار ومنہزم ہوئے اور حضرت عمر رض کی شہادت کے وقت صہیب رض روتے آئے اور کہتے کہ اے بھائی اے ہمارے سردار بھائی پس عمر رضی اللہ عنہ نے اسی حالت زخم مین فرمایا کہ اے صہیب مجھپر روتے ہو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت پر اسکے لوگون کے رونے سے عذاب ہوتا ہو یعنی میرے بعد بھی نہ رونا اور جہالت کا رونا مت رو۔ اور اسی قسم سے ہو حدیث انس رض کہ ایک عورت اپنے بچہ پر روتی تھی یعنی ایسا ہی رونا جسمین مشیت وارادہ الٰہی سے ناراضی اور قلب مین جزع وفزع جس سے تہ وبالا ہو جاوے پس آپ نے فرمایا کہ اے عورت تقویٰ کر اللہ تعالےٰ سے اور صبر کر اس نے کہا کہ اے شخص تجھکو میری مصیبت کی کیا پرواہ جب آپ چلے گئے تو کسی نے اُس سے کہا کہ اے عورت یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے یہ سنکر اُسپر خود مثل موت کے غم طاری ہوا اور دوڑی آئی دیکھا کہ دروازہ پر دربان نہین ہین وہ اندر آئی اور عذر کیا کہ مین نے نہین پہچانا اور اب مین صبر کرتی ہون تو آپ نے فرمایا کہ صبر کا ثواب اللہ تعالےٰ اول صدمہ کے وقت عطا فرماتا ہو رواہ اصحاب الصحاح یعنی صبر کا وہ وقت تھا جب صدمہ پہونچا تھا تو اسوقت جب رضاے الٰہی پر رضامندی دل پر طاری ہوئی اور نفس مغلوب کیا گیا تو اللہ تعالےٰ کی رضامندی ومحبت پائی گئی اور اب تو نفس خود تھک کر بیٹھ رہا اور انس رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا ثواب بڑی مصیبت پر ہوتا ہو اور جب اللہ تعالےٰ کسی قوم کو محبوب رکھتا ہو تو انکو مصیبت مین مبتلا کرتا ہو پس جو انمین سے راضی ہوا اُسکے واسطے رضاے حق عزوجل ہو اور جو ناخوش ہوا اسکے لیے حق تعالےٰ کی ناراضی ہو رواہ الترمذی اور دیگر احادیث صحیحہ مین نوحہ کرنے والیون اور گریبان پھاڑنے منھ نوچنے بال گھسوٹنے والیون پر لعنت مذکور ہو پس یہ رونا اور یہ طریقہ مجموعہ اور ہر ایک علیٰحدہ علیٰحدہ سب حرام ہین اور جو رونا وہ کہ جو حزن قلب پر ہو اور فراق چند روزہ پر ہو باوجود یقین اس بات کے کہ آخرت برحق ہے اور باوجود یقین اس بات کے جو اللہ تعالےٰ نے کیا اُس کی رضامندی ہمارے سر آنکھون پر ہے اور قلب اپنے حال پر اللہ تعالےٰ کی محبت پر قائم ہے اور جو ہوا اُسکو عقل وقلب سے بنظر رضامندی دیکھتا ہو اور حزن وملال اسکا مثل اس مضغہ جگر وپارہ گوشت کا ہو تو اس مین اگر کوئی ہو کہ اسکو خوشی ہو تو وہ بڑا ثواب پاویگا اور کوئی ہو کہ محزون ہو کر بجاے اسکے تو درجہ دوم اور کوئی ہو کہ زبان سے استرجاع کرے اور آنکھون سے آنسو بہاوے تو بھی مضائقہ نہین اور ثواب صبر عظیم اسکو ملیگا انشاء اللہ سبحانہ تعالےٰ اور اسی قسم سے ہے حدیث ابو ہریرہ رض کہ خاندان رسول اللہ صلعم مین سے کسی کا انتقال ہوا پس عورتین رونے لگین پس عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر انکو منع وجھڑکنا شروع کیا تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے عمر انکو پڑا رہنے دو چھوڑ دو کیونکہ آنکھ آنسو بھر لاتی ہو اور قلب کو صدمہ پہونچا ہو اور زمانہ قریب ہے۔ رواہ النسائی اور

حدیث عائشہ رض کہ آنحضرت صلعم نے عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا درحالیکہ وہ مردہ پڑے تھے اور آپ کی آنکھوں کے اندر آنسو بھر آکے ڈبڈباتے تھے رواہ الترمذی وابوداؤد پس حاصل یہ کہ جسقدر یقین وایمان مضبوط ہوتا ہے اسی قدر تقدیر ومشیت الٰہی پر رضامندی پوری واطمینان ہوتا ہے کہ کچھ دن بعد آخرت میں ہم سے ملاقات ہوگی گران دونوں کے فراق کا صدمہ اور دیگر جسمانی خیالات پر شفقت ہوتی ہے اور یہی ہے حدیث آنحضرت صلعم کہ للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی رواہ فی الصحیح یعنی اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور ہر ایک چیز اس کے نزدیک میعاد مقرر ہے پس اس یقین پر اسکو کوئی اضطراب وجزع نہیں ہوتا اور یہ امر تم کو مشوش نہ کرے کہ دونوں باتیں کیونکر جمع ہوتی ہیں تو مثال دیکھو کہ آدمی پھوڑا چیرنے اور تلخ دوا پینے پر حکیم سے راضی ہوتا ہے لیکن اسکو تکلیف و درد معلوم ہوتا ہے پس مومن کو صرف چند روزہ فراق کا صدمہ ہوتا ہے جیسے کوئی پردیس جاتا ہے یا لڑکی اپنی ماں کے گھر سے رخصت ہوتی ہے تو فراق کا صدمہ ہوتا ہے وقد قال علیہ السلام انا بفراقک یا ابراہیم لمحزونون ہم تیری جدائی سے اے ابراہیم غمگین ہیں حالانکہ جنت میں یکجائی یقینی تھی اور خود آگاہ فرمایا کہ جنت میں وہ پرورش پاتا ہے اس کی دائی ہے پس حاصل یہ ہے کہ کبھی بظاہر صورت بندہ صالح سے وہ بات پائی جاتی ہے جسکو عوام اپنے اوپر قیاس کرتے ہیں حالانکہ نیات میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے اور یہاں یہ چیز نہیں معتبر ہے جہاں آخری جزو اعتبار کا افعال قلوب میں سے ہے آیا تم نہیں دیکھتے کہ نماز کی شکل ایک منافق کی اور ایک پیغمبر کی یکساں ہے حالانکہ کتنا بڑا فرق بلکہ ذات میں اختلاف ہے اور اسی کے نظائر میں یہاں گریہ وبکا ہے اسی طرح شدت مرض میں دلیر وشجاع کافر اپنے آپ کو گولی مار لیتا ہے مگر نہ اس وجہ سے کہ اسکو رفیق اعلیٰ کا اشتیاق ہے بلکہ تکلیف سے جیسے قزمان مدنی نے کیا تھا۔ بالجملہ شفقت وحسن نیت کی قسم سے ہے حدیث انس رضی اللہ عنہ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احتضار کا وقت آیا تو آپ پر کرب شدید ہوا پس حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے کہا کہ واکرب اباہ۔ ہائے میرے باپ کو کسقدر کرب شدید ہے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے لخت جگر آج کے سوا تیرے باپ پر کبھی کرب نہوگا پھر جب آپ نے انتقال فرمایا تو حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ یا ابتاہ من الجنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ الی جبرئیل ننعاہ یعنی اے میرے باپ تم نے اپنے پروردگار کا بلانا قبول کر لیا اے میرے باپ تمہارا ٹھکانا تو جنت الفردوس ہے اے میرے باپ جبرئیل ہی تمہاری تعزیت کرے پھر جب آپ دفن ہوئے تو کہا کہ اے انس کیسے تم لوگوں کے جی کو گوارا ہوا کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالدی مترجم کہتا ہے کہ یا والداہ نیر میرے قلم کے پاس جگر نے یہ کیا شکل رکھا ہے اللہم توفنی مومنا متبعا لنبیک صلی اللہ علیہ وسلم اے اہل ایمان آگاہ رہو کہ حدیث صحیح میں حضرت سرور عالم نبی کریم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے امت کے لیے سب سے زیادہ مصیبت میرا رحلت کرنا ہے اس سے زیادہ انہیں کوئی مصیبت نہ پہنچی رواہ الائمۃ فی الصحاح آہ آہ جانہا فدائے خاک پاے تو باد کوئی شبہہ نہیں کہ ہم لوگوں کو ایسی مصیبت نہ پہونچی خصوصاً اس زمانہ میں یا ارحم الراحمین وانس رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں جماعت انصار رضی اللہ عنہم کا رونا دربارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں شدت ہونے تھی اسی معنی میں مروی ہے یہاں چند احادیث وفوائد مختصر استطراداً لکھدیتا ہوں اول آنکہ اکثر لوگ آسانی سے موت کو اچھا کہتے ہیں اور یہ باطل ہے صحیح یہ ہے کہ اس سے کچھ بھی استدلال نہیں ہوتا بلکہ سختی سے موت کفارہ گناہ ویسی موت انبیاء علیہم السلام کی ہے دوم ناگاہ دم نکل جانا عبید بن خالد السلمی کی حدیث میں ہے کہ کافر کے لیے تنبیہ وعذاب ہے اور مومن کے لیے رحمت ہے رواہ ابوداؤد تیسرا جو کوئی ایمان پر ہر حال میں اچھا ہے اور جو کافر ہوا تو مسلمان ہو دل میں نہ چاہے وہ ہر حال میں برا ہے سوم حدیث ابوہریرہ رض برابر مومن مرد اور عورت کی جان و مال واولاد پر بلا نازل ہوتی رہتی ہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ سے ایسے پاکیزہ حال پر ملتا ہے کہ اسپر کوئی گناہ نہیں ہوتا رواہ مالک والترمذی حدیث جابر رض جب عاقبت میں دنیا کے ایمان والے جو بلاؤں میں مبتلا رہے تھے انکو ثواب عطا ہوگا تو جو

لوگ سلامتی سے رہے وہ تمنا کرینگے کہ کاش ہماری کھال قینچیوں سے کاٹی جاتی۔ رواہ الترمذی۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ کافر و منافق دنیا میں آرام سے رہتا ہے یہان تک کہ صنوبر کے درخت کی طرح یکبارگی برباد ہوتا ہے۔ اب میں تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو باطن میں جو اجر جزیل و ثواب جمیل ہوا اسکا ستر جسم ضعیف کیونکر گوارہ کر سکتا ہے اور ظاہر میں دیکھو کہ آنکھیں جاتی رہیں پس حضرت ابوہریرہ رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل فرماتا ہے کہ میں نے جسکی دونوں پیاریاں یعنے آنکھیں لے لیں اور اس نے صبر و ثواب کی نیت کی تو اس کے لیے میں کسی ثواب پر راضی نہیں ہوں سوائے جنت کے یعنی اسکو قطعی ثواب جنت ہے۔ رواہ البخاری والترمذی وصححہ۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوع روایت ہے کہ جب بندہ مومن کا کوئی صفی یعنی پیارا اہل زمین سے اللہ تعالےٰ لے لیتا ہے اور وہ صبر و ثواب کی نیت رکھتا ہے تو سوائے جنت کے اس کے لیے دیگر ثواب پر راضی نہیں ہوتا۔ رواہ النسائی اور صحیحین میں ہے کہ نہیں پہونچتا مومن کو کوئی تعب و درد و مرض اور غم حتی کہ فکر و تشویش مگر آنکہ اللہ تعالےٰ اُسکے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے اور دیکھو کہ پہلے ایک اولاد کا فراق ہوا پھر دو کا اور ساتھ ہی تین کا فراق ہوا اور تین اولاد کی موت کا ثواب جنت ہے تو گویا اس کرامت سے بھی سرفراز کیا اور فراق ایک مدت غیر معلوم کا بمنزلہ موت ہے کیونکہ موت بھی اہل ایمان کے نزدیک ایک فراق غیر معلوم ہے اور حدیث ابی سعید رضی اللہ عنہ میں آنحضرت صلعم نے عورتوں کو جو وعظ سنایا اسمیں ہے کہ جس عورت نے تین نابالغ اولاد پہلے بھیجی ہوں وے ضرور اسکے واسطے آتش دوزخ سے روک ہو جاوینگے پس ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر دو ہوں تو فرمایا کہ اگر دو ہوں تو بھی یہی ہے۔ رواہ البخاری ومسلم اور حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جسکو اصحاب صحاح نے روایت کیا اسمیں عورتوں و مردوں سب کے لیے یہ بشارت ہے اور ایک روایت میں ایک فرزند کے حق میں بھی یہ بشارت ہے اور اسمیں مذکور ہے کہ فتمسہ النار الا تحلۃ القسم یعنی آگ اسکو نہ چھوویگی مگر قسم پوری ہونے کو۔ اور اس لفظ کے معنے میں صاحب تیسیر سے سہو ہوا کہ اُس نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ نہایت خفیف چھوویگی جیسے قسم کھانے والے کی قسم پوری ہو جاتی ہے۔ اور صواب یہ ہے کہ آگ بالکل نہیں چھوویگی ولیکن قسم رب تبارک تعالیٰ یعنی قولہ ان منکم الا واردہا کان علی ربک حتما مقضیا۔ پوری ہو جاویگی یعنی دوزخ کی راہ سے سب کا گذر ہوگا اور اس سے یہ لازم نہیں کہ آگ چھو جاوے کیونکہ دار الآخرہ حیوان ہے حتی کہ حدیث میں ہے کہ جہنم کہیگی اے بندہ مومن جلد چلے جاؤ کہ تمہارے نور سے میری آگ بجھی جاتی ہے۔ فالحاصل ان المراد بالقسم ما فی الآیۃ وتحلۃ ہذہ الیمین بالایراد فیہا لا بالمس والاستثناء منقطع فافہم اور واضح ہو کہ صغیر اولاد کے جنازہ پر دعا میں فرط مذکور و معروف ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں دو فرط مذکور ہیں اور مراد وہی ہے جو مذکور ہوئی ولیکن اسمیں یہ بشارت زائد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی نے کہا کہ یا حضرت جسکا ایک فرط ہو تو فرمایا کہ اے موفقہ وہ بھی جسکا ایک فرط ہو پھر اُنھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی اُمت میں سے جسکا فرط ہی نہو یعنی اولاد ہی نہو تو فرمایا کہ میں اپنی اُمت کا فرط ہوں انکو مجھ سے بڑھکر کوئی مصیبت نہ پہونچیگی۔ رواہ الترمذی یعنی میری وفات ہر وقت ہر زمانہ میں میری اُمت کے لیے ایسا سخت اندوہ ہے کہ انکی آل اولاد کسی کے مرنے کی مصیبت انکو اتنی بڑی نہ پہونچیگی۔ مترجم کہتا ہے کہ بہت صحیح فرمایا اسواسطے کہ ایمان نہیں جسکو آپ اسکی جان و اولاد وغیرہ تمام جہان سے پیارے نہوں فافہم واللہ تعالیٰ ہو الکریم المفضال الکبیر المتعال الفعیل بالیشاء ہو العلیم الحکیم پس راجح ہے کہ اکثر صرف انسان بزبان و چشم و دل ہے اور حضرت یعقوبؑ کی نسبت ان تینوں کا غم میں مستغرق ہونا بیان کیا تو یہ شدت غم کی پوری تصویر ہے القصہ جب آنحضرت علیہ السلام اسطرح یوسف کو یاد کرکے غم شدید اٹھا یا تو عیال و اولاد جو حاضر تھی غمناک ہوئی اور قالوا اُنھوں نے آنحضرت سے کہا تاللہ قسم اللہ تعالیٰ کی۔ تفتؤا لا تفتؤا سے لا تزال۔ تو برابر ہمیشہ تذکر یوسف یاد کرتا ہے یوسف کو جو گیا ہے اسکو یاد کرے حتی الیان۔ تکون حرضا۔ یہان تک کہ تو ہو جاوے

مرنے کے قریب۔ اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ یا تو ہو جاوے مرجانے والون مین سے یعنی مردہ ہوجاوے ولیکن ادب سے دوسری طرح یہ مضمون
ادا کیا۔ سوال ہوا کہ انھون نے قسم سے یہ بات کیونکر بیان کی۔ جواب دیا گیا کہ انھون نے ظاہر حالت دیکھکر قسم کھائی ہے مترجم کہتا ہے کہ قسم
قطعی چیز پر کھانا چاہیے یا جسکا الیقین سا جاوے اگرچہ واقع مین نہو پس اگر انھون نے برابر یوسف کو یاد کرنا قسم سے بیان کیا تو یہ لغو قسم مین
سے ہو اور بات صحیح ہے اور اگر انھون نے نتیجہ پر قسم کھائی کہ قریب المرگ یا ہلاک ہوجاوے تو یہ یقین ان کے دل مین سا گیا تھا مترجم کہتا ہے
کہ ظاہرا قریب ہلاک ہونا تو واقعی تھا اور مردہ ہوجانا احتمالی اور قسم مین کسی بات پر انحصار نہین ہو تو کوئی سوال وارد نہین ہوتا ہے۔ سراج
مین کہا کہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ موجود بیٹون نے کہا اور بعض کے نزدیک گھر والے پوتے پروتے وغیرہ نے کہا ہے۔ تو آنحضرت علیہ السلام
نے جواب دیا۔ قَالَ کہا کہ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ مین تو شکوہ کرتا ہون اپنی پریشانی کا۔ وَحُزْنِيْٓ اور اپنے اندوہ وغم کا۔ اِلَى اللّٰهِ فقط
اللہ تعالے کی درگاہ مین یعنی میرا شکوہ کسی غیر سے نہین ہے البتہ اللہ تعالے سے ہے۔ دیکھو انھون نے رونے دھونے اور غم کرنے سے روکا
تھا اور آپ نے یہ اقرار نہ کیا کہ مین نہ کرونگا یا مجھے ایسا صدمہ نہوگا یا مانند اس کے بلکہ یہ جواب دیا کہ مین فقط اللہ تعالے سے شکوہ کرتا ہون تو
مراد یہ ہے کہ میرا اندوہ جب اللہ تعالے کی جانب ہے تو وہ علیم حکیم ہے وہی فریاد سنیگا جو اس کی رحمت وکبریائی کے لائق ہے اور میرا ثواب
باطل نہوگا پھر اسکا اندیشہ نہ کرنا چاہیے اور اس سے زیادہ انکی تسکین کردی بقولہ۔ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اور مین جانتا
ہون اللہ تعالے کی طرف سے جو تم نہین جانتے ہو۔ یعنے مجھے ان معاملات الٰہی مین سے جو کچھ معلوم ہے وہ تم کو نہین معلوم ہے پس تم میرے
فعل کو اپنے فعل پر قیاس مت کرو۔ خوب کہا ہے۔ کار پاکان را قیاس از خود مگیر * گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر * یعنی پاک لوگون کا قیاس
اپنے اوپر مت کر اگرچہ لکھنے مین شیر کی وشیر کی ایک صورت ہے حالانکہ جانور شیر ببر درندہ حرام ہے اور شیر دودھ پاک ونفیس ہو اور دونون
ذاتی مین کتنا بڑا فرق ہے۔ اور بیضاوی رحمہ نے کہا کہ مین اللہ تعالے کی رحمت وصفت جانتا ہون اور یہ کہ دعا کرنے والے کو نا امید نہین کرتا
اور ملتجی کو نہین چھوڑتا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ معنے اگرچہ خود صحیح ہین لیکن اس مقام پر تامل ہے اسلیے کہ یہ باتین تو وہ لوگ بھی جانتے ہونگے
علاوہ اس کے دعا کرنا اور التجا کرنا ایسی گریہ وزاری کو مستوجب نہین کہ جسکی انھون نے شکایت کی تھی۔ اور سراج وغیرہ مین یہان عام
خیالات کہ اسرائیلی روایات ہین لکھین از انجملہ یہ کہ ملک الموت کو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تم نے یوسف کی روح قبض کی تو انھون نے کہا کہ نہین
اور مصر کی جانب اشارہ کیا کہ وہان تلاش کرو اور از انجملہ یہ کہ جب بیٹون نے بادشاہ کی صفات وحالات ذکر کیے تو سمجھے کہ وہ یوسف ہوگا اور
کافرون مین ایسا آدمی ہونا بعید ہے مترجم کہتا ہے کہ اقرب وہ قول بیضاوی رحمہ ہے کہ مجھے حکمت الٰہیہ سے وہ علم ہے جو تمکو نہین ہے پس میرا
فعل اس حکمت پر مبنی ہے اور وہ بھی اولی ہے جو ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ قولہ اعلم من اللہ ما لا تعلمون یعنی خواب یوسف اور
اللہ تعالے ضرور اسکو سچ ظاہر کریگا۔ اور عوفی نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ مین جانتا ہون کہ خواب یوسف سچ ہے اور مین اُسکے لیے سجدہ کرونگا۔
مترجم کہتا ہے کہ انہین اشارت ہے کہ میری گریہ وزاری اپنے رب کی جانب بعض حکمت پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ف۔ فی العرائس قولہ قال بل سولت لکم
انفسکم امرا یہ یعقوب علیہ السلام کا جواب ہے اس مین رمز واشارہ سے حقیقت کا اشارہ کیا یعنی بسر قدر نہین ہے جو صواع چرانا تم گمان کرتے
ہو اور یہ فعل انبیا نہین ہے بلکہ یہ سر قدیم اسرار یوسف مین جو کامن غیب کی واردات سے اسکو آگاہ کیے ہین۔ قولہ فصبر جمیل اشارہ ہے کہ مین یوسف کو
خیابان کو مجالس انس مین دیکھتا ہون اور صبر کرتا ہون یہانتک کہ اللہ تعالیٰ انکو مجھ تک پہنچا دیوے اور صبر جمیل کے معنے یہان یہ ہین کہ بھید پوشیدہ
رکھونگا اور زیادہ خوشی وفرحت کو پی جاونگا تاکہ تقدیر کا بھید ظاہر نہو اور ربوبیت کا معاملہ پردہ مین رہے اور یہ مرتبہ تمکین انبیا علیہم السلام کا ہے اور

انکو اس خبر سے زمانہ وصال قریب ہونے کا علم ہوا دلیل قولہ عسی اللہ ان یاتینی بہم جمیعا یعنی امید دیدار و وصال تھا ہم یقین ہے۔ قولہ انہ ہو العلیم الحکیم۔ اسکے معنے یہ ہیں کہ جو میں کرتا ہوں وہ جانتا ہے اور اس نے اپنے علم و حکمت سے میرا فراق دور ہونے کا حکم دیدیا ہے۔ اور نیز صبر جمیل یہاں بلا پر بلا کا برداشت کرنا اسطرح کہ معارضہ چھوڑکر بلا کے ڈالنے والے پر نظر رہے۔ اور نیز صبر جمیل دلیری سے تلخی بلا کو بتدریج برداشت کرلیں اور شکوہ نہ کریں۔ اور نیز صبر جمیل وہ ہے جو بقوت الٰہیہ ہو کما قال تعالے واصبر وما صبرک الا باللہ۔ اور جنید نے کہا کہ ابتدا و انتہا ایک حال پر ہو کہ دل دعوی اور زبان شکوہ نہ ہو۔ بعض نے کہا کہ صبر جمیل وہ ہے جس میں اظہار شکوہ نہو اور بلا محسوس نہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ درجہ تمکین و فنا ہے کہ بلا و خوشی کچھ احساس نہو تو صبر کی صورت یہ ہے میں تقدیر ہے وہاں جمیل و غیر جمیل سب یکسان ہے واللہ تعالے اعلم۔ اور اشارہ جو قولہ بل سولت لکم انفسکم امرا میں ذکر کیا وہ شیخ کے اشارات میں سے ہے اور مترجم کی سمجھ میں حقیقت اسی قدر آئی جو اس نے سابق میں ذکر کی ہے کہ انکے نفوس نے بیجا تسویل کرکے ایسے کہا یا کہ جسکی رجل میں موانع ملے وہی پکڑا جاوے اور کوئی قید سرقہ وغیرہ کی نہ لگائی پس یہ تجویز تسویل نفس تھی جس نے بنیامین کو گرفتار کرایا اور یہی قید تقدیر ہے جسکا بیان قولہ کذلک کدنا لیوسف۔ اور اسکے نظائر مانند قولہ مکروا ومکر اللہ الآیہ میں ہے پس مکر الٰہی یہ ہے کہ یہ لوگ جو اختیار و قہر الٰہی سے غافل ہیں اور اپنے آپ کو مختار سمجھکر اپنی مرضی و مراد کا حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اپنی حرکات سے خلاف مراد میں گرفتار ہوتے ہیں اور وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالی نے چاہا ہے اور یہی کید فرمایا ہے جسکو لوگ سمجھتے نہیں ہیں فافہم فانہ دقیق۔ شیخ نے کہا کہ جب مخلوق کی بیحقیقت باتوں سے دل تنگ ہوئے تو اللہ تعالے کی طرف مناجات میں گئے قال تعالی وتولی عنہم وقال یا اسفی علی یوسف۔ یہ درد و اندوہ یوسف پر درحقیقت نہ تھا بلکہ رب یوسف پر تھا جسکی تجلی آئینہ یوسف سے انکو حاصل ہوئی تھی اور جب مشہود غائب کردیا گیا تو فراق میں اسقدر روئے لیکن بھید مخفی کرنے کو یوسف کا نام لیا۔ مترجم کہتا ہے کہ بظاہر اگرچہ عارف کے واسطے متعین نہیں ہیں لیکن تجلی اتم مخلوقات میں سے ایک افضل پر متحقق ہوگی اور وہ اسوقت میں یوسف علیہ السلام تھے اور جملہ انبیاء اپنے وقت میں مظاہر اتم ہیں اور ہر نبی کے لیے دوسرا نبی مظہر اتم ہے اور آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب کیواسطے مظہر اتم ہیں الغرض یہی وجہ تھی کہ اوروں سے تسکین نہ پاتے تھے اور شاید کہ حکمت ربانیہ ان کے حق میں شہود صرف کی مقتضی ہوئی لہذا انبیاء میں کو جو شفیق یوسف تھے جدا کردیا واللہ سبحانہ تعالی اعلم۔ شیخ نے کہا کہ اوروں سے منہ پھیرنا اسوجہ سے تھا کہ وہ دیدار جو یوسف میں تھا ان میں نظر نہ آیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے اس مقام پر بیان کو دست طول دیا ہے ناچار میں اختصار کرتا ہوں۔ قولہ وابیضت عیناہ من الحزن جب حبیب نظر نہ آیا تو بینائی نے اپنی نظر اوروں پر ڈالنے سے چھپائی۔ چونکہ صبر جمیل کا دعوی کیا تو انکو عاجز کرکے اپنی طرف شکوہ پر مجبور کیا اسی واسطے بعض مشائخ نے کہا کہ جسنے صبر کرنیکی ہمت کی اس نے دلیری کی اور جسنے شکر کیا اپنا فائدہ دیکھا اور جسنے ذکر کیا مفتری ہے کہاں ایسی ذات ارحم الراحمین اور کہاں بشر و اسکے تحقیق شیخ نے کہا کہ دو غائب کیے اور دن چھوڑے پھر شکوہ کیا اور صبر جمیل کا دعوی۔ ابن عطا رح نے کہا کہ یوسف سے مل کر روئے اور کہا کہ وہ فراق کا اور یہ وصال کا ہے۔ شیخ ابو سعید القرشی نے کہا کہ غیرت حق عز وجل نے غیر کی نظر پر آنکھیں قبض کرلیں کہ جب تک نہ دیکھیگا واپس نہ پاویگا۔ شیخ نے کہا کہ رونے سے یعقوب کی بینائی جاتی رہی اور آدم و داؤد کی باقی رہی تو فرق یہ کہ اس بینائی کو جمال حق سے انقطاع ہوا اور مقام عشق درجہ خاص ہے پس بینائی بھی اسی کے ساتھ گئی جسکو دیکھا تھا تا کہ دوسرے کو نہ دیکھے اور واپس آنے کی حکمت یہی ہے سمجھو اور داؤد و آدم علیہما السلام کا رونا توبہ و ندامت کا تھا جو مقام ابتدا ہے دیکھو کہ یونس و شعیب علیہما السلام کی بینائی جاتی رہی وہ بشوق الٰہی عز وجل روتے تھے اور دیکھا کہ حدیث میں ہے کہ شعیب روئے روتے اندھے ہوگئے تو بینائی واپس کردی پھر اندھے ہوگئے پھر واپس کردی پھر حق فرمایا کہ جنت چاہتا ہے تو یہ لے اور اگر دوزخ سے ڈرتا ہے تو تجھے نجات ہے عرض کیا کہ نہیں تجھے چاہتا ہوں فرمایا کہ اچھا میرا نبی کلیم دس سال تیری خدمت

گریگا۔ اسی طرح یونس کے قصہ مین بھی مردی ہے۔ اور جو رونا کہ بغم وحزن ہو آنکھ کو مضر ہوتا ہے اور جو بہ شوق ومحبت ہو نور بڑھاتا ہے اور شاید یعقوبؑ کی بینائی جانا بغیرت قدم ہو کہ غیر کے واسطے روئے اگرچہ وہ آئینہ وشہود اور ایک واسطہ تھا اور انکو اندھا نہ کہا بلکہ فرمایا آنکھین سپید ہو گئین اور یہ ایک حجاب تھا کہ عالم پر نظر نہو شیخ ابو علی الدقاق رح نے کہا کہ درحقیقت اندھے نہین ہوئے تھے بلکہ ایک پردہ دیدیا گیا تھا شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ آدم وداؤد بخوف الٰہی روئے تھے تو انکی بینائی محفوظ رکھی گئی اور یعقوبؑ بسبب جدائی فرزند کے روئے تو سزا دی گئی۔ اور بھی شیخ قرشی رح کا قول ہے کہ غم کے رونے سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور شوق کی گریہ سے بینائی مین رونق آتی ہے اور کہا کہ کظیم وہ شخص جو غم سے بھرا ہوا ہو۔ واضح ہو کہ لطائف صنعت اجسام پر یہ ہے کہ جذب اثر کا خواص اس سے ظاہر ہوتا ہے پس اگر بد نظر قوی خیال سے ہو جو اکثر مردخبیث تیز نظر در رنگ خاموش شخص مین ہوتی ہے تو زائل کر دیتی جس چیز پر پڑتی ہے اللھم اعوذ بک اور اگر نظر باخذ الطاف دریائے رحمت الٰہیہ ہو تو نور نظر وفرحت وسرور عطا ہوتا ہے واللہ تعالیٰ علی کل شیٔ قدیر ابن عطا رح نے کہا کہ گریہ سے اندوہ نکالنا چاہا اگر لذت سے کلیجہ گھونٹ لیا تو آنسو جم گئے اور آنکھین سپید ہو گئین مترجم کہتا ہے کہ یہ ایک کیفیت نفسانی کی طرف اشارہ ہے جو شخص اس کیفیت سے کچھ واقف ہے سمجھیگا ورنہ مشکل ہے شیخ رح نے لکھا کہ میر انجربہ ایک لطیفہ اس مقام پر یہ ہے کہ جو نظر از جانب عشق انسانی ہو تو اسکا درد وعذاب نہایت سخت ہوتا ہے کیونکہ انسان مین کثافت ہے بخلاف محبت حق عز وجل کے کہ وہان راحت جنت مقابلہ نہین کر سکتی ہے پس چونکہ یعقوب علیہ السلام ایک سخت درد ومحبت مین تھے اُسکو پی گئے کیونکہ مقام شکوہ سے وشناعت ہے اور اگر یہ نہوتا تو عالم مین افشا رہبت ہوتا اسی واسطے انکو کظیم مین متمکن قرار دیکر بطور وصف ذکر فرمایا۔ اور چونکہ کثرت سے آہ ونالہ کا ضبط کیا تو روح ناطقہ سے جو راستہ نور باصرہ کو تھا وہ جل گیا کیونکہ روح ناطقہ سے باصرہ کو نور نہایت تنگ شریان دماغ سے آتا ہے جب اسکو احتراق ہوا تو راستہ بند ہو گیا اس سے آنکھین سپید ہو گئین جب لوگون نے انکا یہ حال دیکھا تو اپنی رائے پر اپنے عقل سے بطریق شفقت انکار کیا۔ الا انکی شفقت انکی سمجھ کے اندازہ پر تھی کما قال تعالیٰ قالوا تاللہ تفتؤا تذکر یوسف حتی تکون حرضا الآیہ۔ ولیکن عشق مین عاشق کا اپنا فنا ہونا بھی آسان ہوتا ہے اور وہ کیونکر محبوب کی یاد سے غافل ہو سکتا ہے جسنے اُسکے قلب کو تمام وکمال احاطہ کر لیا ہے بلکہ اسکے تمام وجود کو اپنے نام سے بھر لیا ہے اور خوف ہلاک کیا ہوگا جبکہ اس ہلاک سے عین بقا ہے قال تعالیٰ بل احیاء عند ربہم الآیہ شیخ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ قولہ تفتؤا تذکر یوسف اے لاتزال تذکر یعنی ابرعلی الدوام ہر دم تو یوسف کو یاد کرتا ہے پس کوئی بتلاوے کہ رب یوسف کو کس وقت یاد کرتے تھے مترجم کہتا ہے تو ضرور ہوا کہ یہی کہا جاوے کہ یوسف کی یاد کرنے سے وہ مطلب نہین ہے جو عوام خیال کرین بلکہ یوسف کے پیرایہ مین رب یوسف کو یاد کرتے تھے اور یہ خاص لوگون کا طریقہ ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور کلی شیخ قرشی رح نے بیان کیا کہ ہر مشتاق برابر اپنے محبوب کو یاد کرتا ہے اس حد تک کہ لوگ اس طریقہ پر اس کو عار دلاتے ہین پس یا تو مرتا ہے تب مراد پاتا ہے یا جیتے جی قرب محبوب مین پہونچ جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ جس شخص کی جو خواہش ہے وہ اسکا مطلوب ہے پس اگر خواہش شدید ہو تو طالب عاشق اور مطلوب محبوب کہلاتا ہے پس اگر مطلوب یا محبوب باقی وبہتر ہو تو مستحسن ہے اور اگر فانی وہلاک ہو تو طالب ومطلوب دونون خراب ہین۔ اور مرکر وہی طالب مراد پاتا ہے جسکا مطلوب باقی ہو فافہم۔ اور مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بہانک یاد کرو کہ لوگ تم کو مجنون کہین۔ اور صحاح مین ہے کہ بہتیرے پریشان بال گرد آلودہ اگر کسی کے دروازہ جاوے تو اسکو للکار دے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا معزز ومکرم ہے کہ اگر کسی بات کے ہوجانے پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اسکو پورا کر دے جیسے حضرت انس بن النضر ایک جلیل القدر صحابی ہین جو انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے انہون نے کہا تھا کہ لا یا رسول اللہ واللہ لا تکسر ثنیۃ الربیع یعنی ربیع دختر نضر کسی دوسری دختر کے

دانت اگلے توڑ دیئے تھے اور دعوے کے وقت ہر چند مخاصمین سے کہا گیا کہ ارش پر راضی ہو جاوین نہ مانے پس ربیع کے والد حضرت انس نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ ربیع کے دانت توڑ دینگے نہیں یا رسول اللہ قسم اللہ تعالےٰ کی آپ نہیں توڑینگے دانت ربیع کے۔ آپ نے فرمایا کہ اے انس کتاب الٰہی مین قصاص منصوص ہے پس مخاصم لوگ ارش پر راضی ہوگئے اور قصاص چھوڑ دیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے بندون مین ایسے ہین کہ اگر اللہ تعالےٰ پر قسم کھا لیوین تو اللہ تعالےٰ پوری کر دیتا ہے رواہ البخاری والحدیث من ثلاثیاتہ شیخ نے کہا کہ بعض کے نزدیک عشق مین ہلاک لذیذ ہے تو خوف کیا ہوگا مترجم کہتا ہے کہ بعض نے حدیث روایت کی کہ عاشق عفیف اگر مرجاوے تو شہید ہوگا قلت قالوا موضوع ولعلہ من کلام بعض الصوفیۃ واللہ اعلم والشہد علیہ من القصۃ ذکرنا ہا فی تفسیر قولہ والذین اتقوا اذا مسہم طائف من الشیطان الآیہ۔ قولہ قال انما اشکوا بثی وحزنی الی اللہ یعنی اسرار موارد حق کا معاملہ میرا حق عزوجل کے ساتھ ہے جس نے بلاو قہر دیا اس نے قوت دی اور آسمان و زمین و عامہ انسان اسکو نہین اٹھا سکتے لیس تم سے بیان نہین ہو سکتا ولہذا قال واعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف شکوہ سے غرض یہ ہے کہ اس سے اسی کی طرف شکوہ ہے اور یہ بمانند قولہ علیہ السلام اعوذ بمعافاتک من عقوبتک سہل بن عبداللہ نے کہا کہ حزن یعقوب کا یوسف پر نہ تھا بلکہ فراق یوسف پر جو صدمہ ہوا تھا وہ قلب سے کشف ہوتا تھا۔ اور شیخ نے کہا کہ شاید اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو بشارت ہوئی ہو کہ عنقریب ان اولاد گمشدہ کو پہونچاوینگا بدلیل کلام مابعد جو واسطے تجسس و تلاش کے ہے اقول کلام الٰہی تعالےٰ سے یقینی خوشی ہوگی نہ یا اسفی علی یوسف شیخ ابوعثمان نے کہا کہ مین اللہ تعالےٰ سے علم حقیقت جانتا ہون اور تم نہین جانتے ہو تمہارا علم استدلالی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ اہل اضطرار کی دعا قبول فرماتا ہے۔ اقول یہ قول ظاہر تفاسیر مین بھی مذکور ہے ولیکن میرے نزدیک وے لوگ بھی اسکو جانتے ہونگے۔ القصہ انکو جواب دیا کہ میرا شکوہ اللہ تعالےٰ سے ہے اور میرے علم کو تم نہین جانتے ہو پھر فرمایا

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْــَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْــَٔسُ مِنْ

اے میرے بیٹو جاؤ اور کھوج لگاؤ یوسف اور اسکے بھائی کا اور نا امید مت ہو اللہ تعالےٰ کی رحمت سے بے شبہ نہین نا امید ہوتے ہین

رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اللہ تعالےٰ کی رحمت سے مگر ایسی قوم جو اس سے منکر ہوتے ہین

اس آیت مین صاف اشارہ کیا کہ یوسف زندہ موجود ہے تم اسکا کھوج لگاؤ تو ظاہر قول اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ سے بھی علم مراد ہوگا چنانچہ اسکے بعد ہی کہا کہ یٰبنی اے میرے بیٹو جن لوگون نے پہلے ملامت کی تھی کہ یوسف کی یاد مین ہلاک یا مرنے کے قریب ہو جاؤ گے اور بعضون نے وہان احتمال کیا تھا کہ گھر والے اور گھر والے ہونگے شاید اسوجہ سے کہ حضرت یعقوب نے کہا کہ ما لا تعلمون پس اگر پیغمبر تھے تو بدون علم کیونکر ہوگا حالانکہ اصلی نبوت تو یعقوب کو تھی اور یہ اگر پیغمبر تھے تو اتباع تھے اور بر تقدیر علم اسراری کے ممکن ہے کہ انکو باوجود پیغمبری کے یہ علم نہ دیا گیا ہو پس کچھ تکلیف کی ضرورت نہین ہے اور انھین بیٹون کو یہان خطاب کیا کہ اے میرے بیٹو اذھبوا جاؤ۔ ظاہر تیسری مرتبہ اناج کے لیے جانے کی بھی ضرورت تھی پس اسی مین انسے کہا کہ جاؤ۔ فتحسسوا تفحص و تلاش کرو مین یوسف و اخیہ یوسف سے و اسکے بھائی سے تجسس بجا رہملہ و بہر دو سین مہملہ کسی چیز کو جو اس سے پانے کی خواہش کرنا اور ابن کثیر نے کہا کہ نیک بات کی تلاش مین تحسس کہتے ہین۔ اور بری بات مین تجسس بجیم بولتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس بنا پر جن لوگون نے قولہ علیہ السلام لا تجسسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا الحدیث مین تحسس بحا مہملہ خیال کیا ہے مناسب نہوگا کیونکہ مقصود امور معاصی سے

احتراز ہی اللہم الا ان یراد المنع عن التفحص فیما یاتیہ اخوہ المومن من الخیر لما یقتضی ذلک الی الشر بالاشارۃ بحیث یشار الیہ بالانامل فلیتامل۔ الفقہ
انکو حکم دیا کہ جاکر یوسف و اُسکے بھائی کی اسطرح تلاش کرو کہ تمہین کچھ حواس سے احساس ہو مثلاً آنکھون سے دیکھکر پہچانو یا کانون سے سنو
پھر مترجم کہتا ہو کہ یہان اہل التفسیر نے یہ نہین لکھا کہ فقط یوسف و اسکے بھائی بنیامین کی خصوصیت کیون فرمائی حالانکہ بڑا بیٹا بھی ترک وطن
کرچکا تھا اور اگر کہا جاوے کہ اسکی اقامت مصر مین معلوم تھی تو بنیامین کی بھی قید معلوم تھی اور رہا تحسس و تفحص تو ممکن ہو کہ یوسف علیہ السلام
کے واسطے درحقیقت تھا اسی ذیل مین بنیامین کو بھی شامل کردیا ورنہ بنیامین کے واسطے تفحص کی ضرورت نہ تھی پس جواب اسکا کئی طور سے
ممکن ہو اول آنکہ اصل اسف و اندوہ انکو یوسف پر تھا لہذا اسکا تحسس مقدم کیا اور دوبارہ صدمہ فراق بنیامین کا تھا انکو یوسف کے
ساتھ شامل کردیا اور چونکہ بڑے بیٹے کی بہ نسبت بنیامین کی حالت زیادہ اہتمام و تدبیر کو مقتضی تھی اس لیے بنیامین کی طرف توجہ دلائی کہ کسی
حیلہ و تدبیر سے رہا کرنے کی فکر کرو بخلاف بڑے بیٹے کے کہ اسکا لانا اول تو مشکل نہ تھا دوم ان بھائیون کو خود ہی اسکا خیال زیادہ تھا سوم وہ
خود چلے آسکتے تھے اور مترجم کے نزدیک یہ بیان اعلم من اللہ ما لا تعلمون۔ کا ہو ولیکن راز کو مخفی رکھا اور کہا کہ جاکر اب غور سے تحسس کرو یعنے حواس
سے ادراک کرنے کی کوشش کرو اب تک تمپر پہچان سے پردہ کردیا گیا تھا اب جاکر یوسف کو پہچانو اور اسکے ساتھ ہی بنیامین ہو اور یہ مدارک ادراک
لطیف سے فکر صحیح کے قابل ہین بحکم قولہ تعالیٰ یتفکرون فی خلق السموات والارض الآیہ خلاصہ یہ کہ اول حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ یوسف علیہ السلام
حضرت یعقوب سے جدا کیے جاوین اور اسوقت آنحضرت علیہ السلام نے اشارات مین گفتگو کی کہ تمہارا ایجانا مجھے غمگین کرتا ہو اور خوف ہو کہ بھیڑیا کھا
جاوے اور ادھر قرابت نے بھائیون کے حق مین بجائے تکونوا من بعدہ قوما صالحین کے انکو برخلاف کردیا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ادھر
یہ امتحانات و وقائع و تعلیم و عروج ہوا اور ادھر حضرت یعقوب علیہ السلام پر امر کروہ و سختت سے پر فضل و انعام ہوتا رہا اور فراق کے صدمات پورے
نہوئے تھے کہ بنیامین کو بھی ایک خاص حکم سے حضرت یوسف نے جدا کرلیا اور حکمت بالغہ الٰہیہ سے ان بزرگون کا علم تعلیم الٰہی جہانتک اس نے
چاہا ہوتا رہا اور عوام اپنے اپنے خیالات مین متفرق رہے ولیکن انھین کے ہاتھون انکی تدبیر مخالف انکی مراد کے حسب مشیت حق جلشانہ ہوتی
رہی اور اسی کو کید فرمایا فی قولہ کذلک کدنا لیوسف۔ پھر جب کرم و فضل الٰہی سے دونون پیغمبرون کے مراتب پورے ہوئے اور حضرت خلاق
علیم حکیم نے سب کو اپنے ارادۂ قدیم کے موافق پاک کرکے مجتمع کرنا چاہا تو پیغمبر علیہ السلام نے بھائیون کو جو ندامت مین غرق اور باپ کی تکلیف دہی سے
سخت شرمندہ ہوچکے تھے آگاہ کردیا کہ تم اپنے خیالات کے پابند ہوا ور مین علم الٰہی عز وجل سے وہ جانتا ہون جو تم نہین جانتے ہواسی واسطے ابتک لے
وقت مین نہ کنعان کے کنوین مین تلاش کیا اور نہ کسی سے استمداد چاہی جب وقت آیا تو کہا کہ اب جاکر یوسف و اسکے بھائی کو حواس سے پہچانو کہ اب
تمہارے حواس کا پردہ دور ہونے کے قریب ہو مگر تحسس سے نہ خود احساس سے اور چونکہ اُنھون نے خطا مین کی تھین پہلے سے انکو تنبیہ کے ساتھ تعلیم کردیا۔
وَلَا تَايْئَسُوا مت یاس و نا امیدی کرو مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے قالہ قتادہ رح یا اللہ تعالیٰ
کی کشائش سے قالہ ابن زید۔ اور ایک عمدہ ایمانی تنبیہ کردی کہ اِنَّہٗ بیشک بات یہ ہو کہ لَا یَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ نہین نا امید
ہین اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ۔ مگر وہی قوم جو کافر ہین۔ ان لوگون کو تنبیہ کردی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کوئی
مایوس نہین مگر جس نے کفر کیا وہ مایوس ہے تو یہ دو طرح سے ہو ایک تو اسطرح کہ تم بخوبی جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہ بخشدیتا ہے بقولہ
تعالیٰ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا حتی کہ اگر کوئی بندہ سراسر گناہ بنجاوے تو بھی وہ مغفرت الٰہیہ کا مستحق ہو اور حدیث صحیح
مین ہو کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ دوسری مخلوق اور پیدا کرتا جو گناہ کرتے اور جب وے توبہ و استغفار کرتے تو انکو بخشدیتا۔ رواہ فی الصحاح

اسکے معنے یہ ہین کہ اگر تمکو بھی اللہ تعالے مثل فرشتون کے مخلوق فرماتا کہ تم گناہ نہ کرتے تو دوسری اور مخلوق پیدا کرتا جنکی لجاجت و گڑگڑاہٹ سے خوش ہوکر انکو بخشتا کیونکہ مغفرت کرنا اُسکی صفت پاک ہو اسکا ظہور ضرور گنہگارون کو پیدا کریگا اور یہ مقام بھی عوام آدمیون پر جنکے دل مثل جانورون کے ہین سمجھ مین مثل مسئلہ تقدیر کے مشکل ہوگیا ہو اور تعجب تو یہ ہو کہ یہودی نصرانی نہین سمجھتے ہین اور اپنے آپکو خود مختار بتلاتے ہین اور دیکھو کہ ہم اتنا پوچھتے ہین کہ اللہ تعالے جس نے تمام آسمان و زمین و دریا و پہاڑ و سارا جہان و عجائب غرائب پیدا فرمائے ہین اور ہر طرح کی سردی گرمی بیماری و تندرستی کہ جس سے آدمی عاجز ہو پیدا فرمائی ہین اور اگر ایک پھول بلکہ پتی ٹوٹ جاوے تو ویسی کسی سے جہان بھر مین ممکن نہین ہو بھلا بتلاؤ کہ وہ جاہل تو نہین ہو ضرور کہو کہ نعوذ باللہ تعالے وہ علیم حکیم ہو وہ ہرگز جاہل نہین ہو جہل تو بڑا عیب ہو اور اللہ تعالے پر عیب لگانا کفر ہو ایسا اعتقاد کافر کا ہوگا ہمارے خالق ذوالجلال کی شان مین جہالت کبھی صادق نہین ہوسکتی ہو جو کوئی ایسا خیال کرے وہ جاہل بڑا کافر ہوگا اب ہم پوچھتے ہین کہ بھلا اس سال کیا کیا روز ہوگا تمام جہان مین ہر ہر شہر مین ہر ہر گانون مین ہر ہر پہاڑ مین ہر دریا و سمندر مین کون مریگا کون پیدا ہوگا ہر گھر مین کیا کیا ہوگا ہر روز اور ہر گھنٹہ و ہر منٹ مین تو جواب مین کہو کہ اللہ تعہ کے سوائے کوئی نہین جان سکتا ہو کس کی مجال ہو کہ اسکو جانے وہی عالم الغیب ہو وہی جانتا ہو تم نے سچ کہا اللہ تعہ تمکو ایمان پر ثابت قدم رکھے اب بتلاؤ کہ جو کچھ جس صورت سے اور جس ہیأت سے واقع ہونا اللہ تعالے کے علم مین ہو اسی طور سے واقع ہوگا بھلا اور طور سے کیسے ہوسکتا ہو اگر اور طور سے ہو تو اللہ تعہ کا علم غلط ہوجاوے تو ضرور اُسی طور سے ہوگا جیسے علم الٰہی مین ہو پس اب ہم تم ٹھیک راہ پر ہین اب سنو کہ ہم اسی کو تقدیر کہتے ہین کہ اللہ تعہ کے علم مین ہو کہ زید پیدا ہوگا اور اسطرح پرورش پاویگا اور ایسا عالم ہوگا یا ایسا کریگا اتنا رزق پاویگا اور جو گناہ کریگا وہ بھی اللہ تعالے کے علم مین ہو پس اسکے علم سے خلاف کچھ نہین ہوسکتا ہو والسلام تو جو کوئی اللہ تعالے کو اپنا رب مانتا ہو وحدہ لا شریک جانتا ہو اُسکے گناہ بخشے جاوینگے اور رحمت پاویگا یعنے جنت مین داخل ہوگا اور جس نے اللہ تعالے کو اسطرح نہ مانا تو وہ مایوس ہو اور دوسری طرح مایوسی کافر کی یہ ہو کہ وہ بتون و مخلوقات کے ذریعہ سے کشایش چاہتا ہو اور ہم جانتے ہو کہ انکو کچھ بھی قدرت نہین تو وہ اللہ تعالے کی رحمت سے مایوس ہوا جو حقیقت مین قادر ہو اور غیرون کی طرف منتظر ہوا جنکو کچھ اختیار ہی نہین ہو اس تمام بیان کا معنی یہ ہو کہ یہ کلام حقیقت واقعیہ کا بیان ہو اور خلاصہ یہ ہو کہ تم لوگ اللہ تعہ کی رحمت سے مایوس نہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ مسبب الاسباب قادر قیوم ہو ایسے طور سے دیتا ہو جہان گمان نہو کیونکہ اسباب بھی اُسی کے پیدا کیے ہوئے ہین اور تاثیر اسی کی قدرت مین مسخر ہو پس تم مومن ہو تو مایوس نہو کیونکہ تم جانتے ہو کہ مایوس تو اللہ تعالے کی رحمت سے فقط کافر قوم ہین اور اسی طرف ظاہر کلام بیضاوی راجح ہے کہا کہ اللہ تعالے کی ذات و صفات کا عارف کسی حال مین ناامید نہین ہوسکتا اور بعضے علما نے اسکو کافرون کا فعل بیان کیا چنانچہ سراج مین کبیر وغیرہ سے لایا کہ کافرون سے مراد وہ ہین کہ جو کفر مین ڈوبے ہوئے ہین اور لکھا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مومن اپنے پروردگار کی طرف سے بھلائی پر ہو کہ مصیبت کے وقت اس سے امیدوار ہو اور آسایش کے وقت اُسکی حمد کرتا ہو اور کافر اسکے برخلاف ہو مترجم کہتا ہو کہ حدیث صحیح مین ہو کہ مومن کا حال کیا اچھا ہو کہ ہر صورت مین اسکو ثواب ہو مصیبت مین صبر کیا تو ثواب پایا اور آسانی مین شکر کیا ثواب پایا مترجم کہتا ہو کہ یہان تک تو تفسیر سابق سے کوئی خلاف نہین ہو پھر سراج مین کبیر وغیرہ کا استدلال لایا کہ اللہ تعالے کی رحمت سے یاس ہونیکی فقط یہی صورت ہے کہ کافر نے اعتقاد کیا کہ سارے عالم کا پیدا کرنے والا پوری قدرت نہین رکھتا یا سب باتون کو نہین جانتا ہو یا وہ کچھ بخیل ہو اور ان مین سے ہر ایک بات کفر ہو تو جب یاس انھین تینون مین سے کسی بات سے ہوتا ہو اور ہر ایک کفر ہو تو معلوم ہوا کہ یاس وہی ہوگا جو کافر ہو مترجم کے نزدیک اصح وہی تفسیر اول ہو اور دلیل اسپر قوله تعالے اخذناهم بغتةً فاذا هم مبلسون - اور قوله فاذا هم يقنطون - اور نظیر اسکی دوسری آیت مین یقنطون من رحمة

رب الا الضالون - اور اس کی تفسیر گذر چکی اور محتمل ہو کہ کلام سراج بھی اسی طرف راجع کیا جاوے اور حاصل یہ کہ کافر جب اللہ تعالے کے اوپر ایمان ہی نہین رکھتا تو اس کی رحمت کا بھی امیدوار نہین اور جو لوگ نام کو اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور مشرک ہین تو وے اسی گمان کے پابند ہین اور پھر بھی درحقیقت اللہ تعالے وحدہ لاشریک سے امیدوار نہین بلکہ اپنے خیالی شریک سے امیدوار ہین پھر بھی انکو رحمت سے مایوسی ہو اور واضح ہو کہ رحمت کا اطلاق کبھی دنیاے فانیہ کی چیزون پر مثل رزق وغیرہ کے ہوتا ہے تو اس مین کل مخلوق شریک ہو اور کافر بوجہ عدم ایمان کے اللہ تعالے سے اس بات مین مایوس ہو کما ذکرہ فی السراج اور کبھی رحمت کا اطلاق آخرت دنعماے باقیہ پر ہوتا ہے اور اس سے کافر بوجہ کفر کے مایوس ہو کما ذکرا اولا فافہم - واضح ہو کہ رحمت آلہی اوسع ہو اور سوائے اسکے جو اس رحمت پر ایمان نہ لایا اور کوئی محروم نہین ہو حدیث ابوہریرہ مین ہو کہ اللہ تعالے نے لکھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہوگی صحیحین - دنیا مین سو جزو کا ایک جزو سوقت ظہور ہوا اور ننانوے بروز قیامت ظاہر ہوگی یہ حدیث سابق مین گذری اور صحیح احادیث درباره رحمت وثواب جمیل بہت ہین اور صحیح ہوا کہ رحمت اسی کے دل سے نکالی جاتی ہے جو شقی یعنی دوزخی ہو اور حدیث مین منع ہے کہ سواری کے جانور پر ہر وقت آسانی وسختی کی راہ مین سوار ہو بلکہ ایسی دوری مین سوار ہو کے جہان اسکو جانا مشکل ہو ورنہ پیرون جاوے - حدیث مین ہو کہ جو لوگ رحم کرتے ہین اللہ تعالے انپر رحم فرماتا ہو - حدیث مین ہو کہ جو کوئی لوگون پر رحم نہین کرتا اسپر اللہ تعالے رحم نہین فرماتا ہو صحیح مین ابوہریرہؓ سے ہو کہ رحمت کسی کے دل سے نہین کھینچی جاتی مگر اسی کے دل سے جو دوزخی ہے - اور حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ جسکا تر جگر ہو یعنی جاندار جانور ہو اسپر رحم کرنے مین ثواب ہو الغرض حضرت علیہ السلام نے بیٹون سے تاکید کی کہ رحمت سے مایوس مت ہوا اور یوسف علیہ السلام و اون کے بھائی کو ڈھونڈو پس یہ لوگ روانہ ہوئے اور اناج کے لیے بھی کچھ خفیف بضاعت لیے گئے آخر اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے انکو کامیاب فرمایا جیسا کہ حق تعالے نے بیان فرمایا۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَأَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُزْجَاةٍ فَأَوْفِ

پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے یوسف پاس بولے اے عزیز پہونچا ہم کو اور ہمارے لوگون کو قحط اور لائے ہین ہم بضاعت ناکارہ سو پورا دیجے

لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۖ إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ ۝ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَا فَعَلْتُمْ

ہمارے پیمانہ اور تصدق کردے ہم پر بیشک اللہ تعالے بدلا دیتا ہو صدقہ دینے والون کو فرمایا بھلا تم نے جانا کہ جو تم نے کیا تھا

بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ۝ قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا

یوسف اور اسکے بھائی کے ساتھ جبکہ تم ناسمجھ تھے بولے کیا تو یوسف ہو فرمایا کہ مین یوسف ہون اور یہ میرا

أَخِي ۖ قَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۝ قَالُوا

بھائی ہو ضرور ہم پر اللہ تعالے نے احسان کیا بیشک جو تقوی کرتا اور صبر کرتا تو اللہ تعالے ضائع نہین کرتا ثواب نیکوکارون کا بولے

تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ ۝ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ

قسم اللہ تعالے کی بیشک چھانٹ لیا تمکو اللہ تعالے نے ہم سب سے اور ہم لوگ بیشک خطاکار تھے فرمایا کہ کچھ ملامت نہین تم پر آج کے روز بخشے اللہ تعالے

لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَٰذَا فَأَلْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا

تمکو اور وہ ارحم الراحمین ہے لیجاؤ تم میری یہ قمیص سو ڈالدو اسکو انکو چہرہ پر میرے باپ کے چلا آوے دیکھتا

ع

وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ ۝

اور لے آؤ تم لوگ میرے پاس اپنے اہل عیال کو سبکو

ان آیات مین حق تعالے نے برادران کا یوسف کو پہچاننا اور حسد وعداوت سے پاک ہوکر اپنی خطا کا اعتراف کرنا اور مغفرت سے سرفراز ہونا بیان فرمایا اور یہ معاملات اسطرح ہوا کہ جب یہ لوگ بتلاش یوسف موافق ارشاد والد بزرگوار کے روانہ ہوئے تو بحکم آنکہ طالب صادق کو مطلوب ملجاتا ہے مراد پائی اور قصہ دلالت کرتا ہے کہ اس مرتبہ وے لوگ والد بزرگوار کی فرمانبرداری پر مستقیم ہوگئے تھے اور سابق حرکت سے جو اثر انکے والد بزرگوار کو پہونچی تھی اسپر متاسف وشرمندہ تھے اور نیت صادقہ سے تلاش یوسف وبنیامین کو روانہ ہوئے ولیکن اناج لینے کے وسیلے سے بنیامین کا تجسس شروع کیا اور شاید کہ یوسف کی نسبت تو یہان انکو گمان بھی نہ تھا۔ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلَيْهِ پھر جب داخل ہوئے عزیز مصر کے پاس یعنی یوسف علیہ السلام تھے مگر وے تو عزیز مصر جانتے تھے۔ قَالُوا يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ بولے کہ اے عزیز یہ کلمہ بطریق فریاد اور رحم دلانے کے زبان سے نکالا اور شکستہ حالی وپریشانی اپنی بامید رحم بیان کی مَسَّنَا چھوگیا ہم کو یعنی پہونچگیا اور اسکا ضرر ہم کو لاحق ہوگیا وَأَهْلَنَا اور چھوگیا ہمارے اہل وعیال کو۔ الضُّرُّ قحط۔ شاید کہ یہ تکلف اسوجہ سے ہو کہ اول مرتبہ بنیامین کی نسبت سرقہ سے ان کو اکرام بادشاہی سے ناامیدی ہو بلکہ طعام نہ ملنے کا خیال ہو پس ترحم دلایا کہ ہم قحط زدہ اور مصیبت مین ہین۔ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ اور ہم لائے ہین پونجی ناقص یا تو درحقیقت نقصان تھا جیسا کہ بعض سلف سے مروی ہے کہ کھوٹے درم یا چمڑا وغیرہ تھا یا بطریق انکسار کے اسکو حقیر بضاعت قرار دیا وثعلب نے کہا کہ بضاعت مزجاۃ یعنی قلیل اور یہی حسنؒ سے مروی ہے فَأَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ پس پوری دیجیے ہمکو ناپ یعنی جیسے پہلے اکرام فرمایا ہے اس مرتبہ بھی ہمکو باوجود بضاعت مزجاۃ کے پیمانہ ایفا کردے اور چونکہ اسمین استحقاق سے زیادت ہوئی لہذا کہا وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا اور تصدق کردے ہمپر یعنی صدقہ دیجیے إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ اللہ تعالے صدقہ دینے والون کو اچھا بدلا دیتا ہے اہل تفسیر نے کہا کہ یون نہین کہا کہ تجھکو ثواب دیگا کیونکہ اسکو مومن نہین جانتے تھے اقول یہ تکلف ہے بلکہ تجھکو کہنے سے ایک ادعا کے طریق پر خصوصیت معلوم ہوتی ہے جسمین احتمال ہے کہ اسکے حق مین ہو یا نہو بخلاف اس عام حکم بیان کرنے کے کہ یہ بلیغ ہے اور اسمین تحریض زیادہ ہے جیسا کہ نزاکت من المحسنین اور الا نضیع اجر المحسنین واجر المصلحین وغیرہ مین ہے اور یہان ایمان کی ضرورت نہین ہے اسلیے کہ انھون نے جزا بیان کی اور جزا نیک بدلا ہوتا ہے اور کافر کو بسبب اسکے دنیا اختیار کرنے کے دنیا ہی مین نیک بدلا ملجاتا ہے اور مومن کو آخرت کا عظیم ثواب ملتا ہے اور فضل کے طور پر دنیا مین بقدر احتیاج ملجاتا ہے اور صحیح ہے کہ نیکی کبھی ضائع نہین ہوتی ہے سوال صدقہ مانگنا تو دلیل ہے کہ انکے باپ پیغمبر پر صدقہ حلال تھا اور بیضاوی رح نے کہا کہ اسمین اختلاف ہے کہ صدقہ کی حرمت فقط ہمارے پیغمبر محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر ہے یا سب انبیا پر ہو اور مین کہتا ہون کہ یہ آیت دلیل ہے کہ دیگر انبیا پر صدقہ حرام نہ تھا اور سفیان بن عیینہؒ نے اسی آیت سے استدلال کیا ہے کما ذکرہ فی المعالم وغیرہا علاوہ اسکے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پہچان کتب سابقہ مین یہ مذکور تھی کہ انپر صدقہ حرام ہوگا تو ضرور ہے کہ آپ کے ساتھ مخصوص ہو اور اسپر سے نزدیک یہ امر مقطوع ہے اسمین کچھ اختلاف کی وسعت نہین ہے بعض نے کہا کہ تصدق علینا سے مراد صدقہ مالی نہین ہے بلکہ بنیامین کو طلب کیا اور یہ تفسیر معنی راسے ہے نقل بالغت کچھ اسپر شاہد نہین اور تاویل بغیر ضرورت تحریف ہوتی ہے واضح ہو کہ صدقہ ایسے دینے کو کہتے ہین جسمین ثواب کی نیت کرکے دیا جاوے لہذا جو کوئی تمام مال بانٹ دے اور ثواب کی نیت نہو تو صدقہ نہوگا مسئلہ صدقہ دیکر واپس لینا حرام ہے حتیٰ کہ بعینہ اسکو فقیر سے مول لینا بھی مکروہ کہا گیا ہے بدلیل آنکہ حضرت عمرؓ نے گھوڑا اللہ تعالے کی راہ مین صدقہ دیا پھر اس کو مول لے لینا چاہا تو

آنحضرت صلعم نے منع کیا کہ اپنے صدقہ دیے ہوئے مین عود نہ کرے کما فی البخاری ۔ مسئلہ صدقہ کا ثواب جس دوسرے زندہ و مردہ کو چاہے
ہبہ کرے اللہ تعالےٰ کی عنایت سے اسکو پہونچ جاتا ہے اور اس مین اہل السنہ سب کا اتفاق ہے اور یہ اجماع فقط مالی صدقہ مین ہے اور
حدیث مین شکر کے صدقہ بھی آئے ہین جیسے راہ سے کنکر ہٹا دینا کہ کسی کو چوٹ نہ لگے اور بھائی مسلمان سے بخندہ پیشانی ملنا اور مانند اسکے
اور حدیث مین ہے کہ کسی حقیر چیز کے صدقہ کو حقیر مت سمجھو اور اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ اگرچہ ایک ٹکڑے چھوارے کے عوض ہو لیب
یہان ان امور کا لحاظ ضرور ہے کہ نیت خالص کے ساتھ جہان تک ممکن ہے اپنی حیات مین خواہ مال سے ہو یا عمل سے ہو صدقات کا
ذخیرہ جمع کرے اور اگر کسی مردہ کو ثواب پہونچانا ہو تو جہان تک ممکن ہو کوئی مالی صدقہ کرکے ثواب پہونچاوے اسطرح کہ کوئی واقف
نہو لیکن اس زمانہ مین اپنی نیت کو سنبھالکر علانیہ صدقہ دینا اس نیت سے کہ اور لوگ بھی ایسا کرین دونا ثواب ہے پس مالی صدقہ کا ثواب
تو بالاجماع مردہ کو پہونچتا ہے پھر اگر ممکن نہو تو دعاے مغفرت اسکے لیے سب لوگ کرین اور اسکے بعد کچھ قرآن مجید کی تلاوت و ختم و تسبیح و درود کا ثواب
پہونچاوے یہ فقط ایک بڑے گروہ حنفیہ کے نزدیک پہونچتا ہے اور چھوٹا گروہ حنفیہ مین سے قائل نہین جیسے شافعیہ مین سے بعض قائل ہین اور بہت
نہین قائل ہین اسی واسطے جو لوگ سوم و چہلم مین برادری کا کھانا کھلا کر مال برباد کرتے ہین اور انہین کبھی یہ نیت کہ اگر نہ کیا تو بڑی ناموسی ہوگی
بالکل شیطان کا فریب ہے جو مردون بیچارون کو ان زندون کے ہاتھ سے ثواب نہین پہونچنے دیتا ہے اور سیکڑون روپیہ تو فضول مین گیا اور مردے
کے واسطے فقط قرآن مجید پڑھوا دیا جو سب سے کم مرتبہ ہے لیت بندگان خدا وہ بات کرو جسپر تمام علماے حنفیہ و دیگر مذاہب کے علما سب متفق
ہین اور اسکا ثواب یقینی ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ اور معلوم ہو چکا کہ صدقہ کا بدلا کبھی ضائع نہین ہوتا خواہ کافر صدقہ دے یا مومن فرق یہ ہے کہ
کافر کے صدقہ کا بدلا اسکو دنیا مین ملتا ہے اور مومن کو ثواب عظیم آخرت مین اور نیک بدلا دنیا مین ملتا ہے پھر یہان وہی دہر رنج وغیرہ مین لایا کہ اگر کوئی
پوچھے کہ حضرت یعقوب نے انکو حکم دیا تھا کہ یوسف کا تجسس کرین پھر وے لوگ شکوہ کیون کرنے لگے تو جواب دیا گیا کہ تجسس و پتہ لگانے والا ہر
طریقہ سے اپنی مراد ڈھونڈتا ہے اور یہان انہون نے اپنی عاجزی و تنگدستی و سخت محتاجی سے عزیز مصر کا دل نرم کیا اور تدبیر نکالی کہ اگر وہ
مہربان ہوا تو ہم اس سے مطلب بیان کرینگے اور اگر نہین تو خاموش رہینگے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی حاجت کے لیے جائز طور پر حیلہ کرنا مباح ہے ۔
ابن اسحٰق نے ذکر کیا کہ مجھ سے روایت بیان کی گئی کہ جب برادران یوسف نے اسقدر اپنی عاجزی و پریشانی بیان کی تو حضرت یوسف ع کے
آنسو بھر آئے اور ضبط نہوسکا اور اپنے آپ کو ظاہر کر دیا ۔ اقول یعنی حضرت حق عزوجل کی طرف سے اجازت ملی کہ اب ظاہر کیا جاوے
چنانچہ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُم بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ فرمایا کہ بھلا تم نے جان لی زشتی و برائی اس فعل کی جو کیا تم نے یوسف ع کے
ساتھ اور اُس کے بھائی کے ساتھ إِذْ أَنتُمْ جَاهِلُونَ اُس زمانہ مین کہ تم جاہل تھے یعنی انسے اقرار کرایا کہ تم نے اپنی جہالت کے وقت مین
جو فعل یوسف و اُس کے بھائی سے کیے اب تم نے اُس کی زشتی معلوم کرلی ۔ اور زمانہ جہالت کا ذکر انکا ایک عذر بیان کیا اپنی طرف
سے یعنی تم سے نادانی مین دونون کی نسبت برائی سرزد ہوئی تاکہ سخت شرمندہ نہون اور ایسا عذر بھی پاجاوین جسکا خود اقرار فرمایا
اور بعض اہل قصہ نے ذکر کیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بنیامین کی رہائی کے بارہ مین ایک خط عزیز مصر کے نام تحریر کیا تھا اور ان بھائیون
نے زبانی انکے درد و اندوہ اور دائمی حزن و گریستن نابینا ہونا سب بیان کیا تھا اسپر حضرت یوسف ع سے ضبط نہو سکا اور ظاہر فرمادیا اور امام رازی رح
نے کہا کہ واللہ تعالیٰ اعلم کہ آیا یہ سب قصہ صحیح ہوا اور نظر آیا بعید قصہ کی تفصیل ہے کہ بعض امور مین صحیح ہو مین کہتا ہون کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے باپ کا
اندوہ و شدید مین نابینا ہوجانا معلوم ہوا تھا اور اسمین یہ کہ اظہار کرنا کبھی بامر الٰہی تھا اور جب برادران یوسف اپنے فعل پر شرمندہ ہوئے اور باپ کے

حکم کی تعمیل میں مستعد ہوئے تو اب امید ہے کہ اللہ تعالے نے اظہار کا حکم دیا اسی واسطے انسے اقرار لیا کہ جو فعل تم نے کیا اس کی قباحت سے واقف ہوگئے بعض علماء نے کہا کہ جاہلون کہنا اسوجہ سے تھا کہ جب انھون نے حضرت یوسف کے ساتھ کیا جو کیا اُسوقت لڑکپن کی عمر پر تھے و لیکن دوسرون نے اس مین کلام کیا دو وجہ سے اول یہ کہ اسوقت انکا لڑکپن نہ تھا اور دوم برادران یوسف کے ساتھ قطعاً تو عمری نہ تھی اور کہا کہ بنیامین کے ساتھ برائی سے شاید یہ مراد ہے کہ جب صواع اسکی رحل سے نکلا تو کہنے لگے کہ راحیل کی اولاد کی طرف سے برابر ہمپر مصیبت ہی آتی رہی یا شاید یہ کہ دعوت مین اسکو تنہا چھوڑا اور دل شکستہ کرنے کی باتین سرزد ہوئین چنانچہ یوسف نے انکو اپنے ساتھ ملا کر اپنے آپ کو ظاہر کر دیا اور کہا تھا کہ ان لوگون کے فعل پہ غمگین مت ہو اور مترجم کہتا ہے کہ شاید جاہل کہنا بطریق تحقیق ہے یعنی حقوق نفس سے جاہل ہو کر تم نے یہ افعال کیے اس لیے کہ جس سے کوئی امر قبیح سرزد ہو وہ بمقتضائے جہالت ہے چنانچہ قولہ عزوجل من عمل منکم سوءًا بجہالۃ مین مصرح ہے واضح ہو کہ علماء کے اقوال سابق مین مختلف مذکور ہوئے ہین کہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچاننے کی کیا وجہ تھی۔ ایک جماعت نے چالیس برس کا زمانہ گزرنے و ہیأت و وضع مین اختلاف ہونے کی وجہ بیان کی اور بعض نے کہا کہ خود زبانی انسے قریب سے گفتگو نہین فرمائی اور بعض مشائخ نے کہا کہ معرفت نبوت ایک نعمت ہے جس سے انپر حجاب دیدیا گیا تھا و لیکن اسپر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ کفار قریش تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم سرور انبیاء کو جانتے تھے اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ کفار کچھ مومن نہ تھے بخلاف برادران یوسف کے اور مترجم نے زعم کیا کہ شاید چہرہ پر بخوف فتنہ زنان مصر کے نقاب رکھتے ہون۔ اور ایسی ہی کچھ وجہ بنیامین کے ساتھ بھی اس مرتبہ رکھی گئی تھی کہ اسنے بھی شاید نہین پہچانا تا بقائی۔ جب تنہا کہا کہ اس مرتبہ آنحضرت نے انکے جواب مین بغیر ترجمان کے خود کلام فرمایا پس انھون نے جواب دیا اور قالوا کہنے لگے کہ ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ آیا آپ تو یوسف ہین۔ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ فرمایا کہ مین یوسف ہون اور بڑھایا کہ۔ وَهٰذَا اَخِيْ اور یہ بنیامین میرا بھائی ہے یعنی ایک مان سے بھی جیسے تم لوگ فقط باپ کی طرف سے بھائی ہو۔ شاید اُنھون نے بنیامین کو بھی نہین پہچانا تھا۔ تو تصدیق و تحقیق کے لیے انپر ظاہر کر دیا اور ابن عباس رضہ نے تمہید بناسب کر دی کہ۔ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا بیشک اللہ تعالے نے ہم دونون پر احسان کیا۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت کی نیکیان ہمارے واسطے جمع فرمائین اور بعض نے کہا یعنی ہم دونون کو بعد جدائی کے یکجا کر دیا اور قول اول اچھا ہے اسطرح کہ انعام الٰہی کا احسان مانا اور پھر عام نصیحت ملی ہوئی تنبیہ کر دی کہ۔ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ بیشک جو شخص کہ تقوی کرتا ہے یعنی بچتا و پرہیز کرتا ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ زنا سے مجاہد نے کہا کہ ہر طرح کی معصیت سے جس مین زنا شامل ہے۔ وَيَصْبِرْ اور صبر کرتا ہے۔ ابن عباس رض نے کہا کہ بغیر جورو یا کسی عورت کے ضبط پر صبر کرتا ہے اور مجاہد رح نے کہا کہ قیدخانہ پر صبر کرتا ہے اور اولی یہ ہے کہ احکام الٰہی تعالے کی پابندی مین جو مشقت نفس پر ہوتی ہے اسپر صبر کرتا ہے تو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اے لا يضيع اجره۔ اللہ تعالے رائگان نہین کرتا نیک بدلا نیکی کرنے والون کا۔ معلوم ہوا کہ نیک کام کے عوض بدلا و ثواب کچھ استحقاق نہین بلکہ اللہ تعالے کا احسان ہے کیونکہ جو فعل اس سے سرزد ہوا وہ اللہ تعالے کے مخلوق ہاتھ پاؤن وغیرہ اور اس کی ہدایت سے ہوا اگر نہ ہوتا تو ان چیزون کی ناشکری بھی ہوتی تو یہ شکرانہ ہو گیا اب زیادہ ثواب احسان و منت ہے پھر عام طور پر بیان فرمایا کہ لوگ نیکی پر مستعد ہون اور ظاہر کر دیا کہ تقوے و صبر کرنے سے آدمی محسنین مین سے ہو جاتا ہے پس خلاصہ یہ ہے کہ ایمان تو تصدیق و یقین ہے اس کے بعد جو احکام بجالانے کے ہین انکی مشقت نفس کو بہت معلوم ہوتی ہے تو اسپر صبر کے ساتھ ثابت قدم رہا اور جو احکام ممانعت کے ہین انسے بچا رہے تو درجہ محسنین کا پاوے اور آیت مین اشارہ ہے کہ نیک کامون کے کرنے سے بد کامون کا چھوڑنا و تقوے رکھنا مقدم ہے لیکن جاننا چاہیے کہ یہ فقط نوافل طاعات مین ہے کیونکہ فرض و واجب کا ترک کرنا بھی معصیت ہے پس حاصل یہ ہوا کہ

ملا علی [illegible] ازالۃ [illegible] یوسف و بنیامین علیہ السلام ۱۲

دو شخص ایسے ہیں کہ ایک تو فرض و واجب ادا کرتا ہے نوافل نہیں پڑھتا مگر معاصی سے بچا رہتا ہے اور دوسرا ہے کہ فرائض و واجبات ادا کر کے تہجد و نوافل بہت پڑھتا ہے لیکن بعض معاصی بھی کرتا ہے تو ان میں اول اچھا ہے اور متقی وہ ہے جو اُن احکام کا پابند ہو جو قولہ والمقیمین الصلوٰۃ والموتون الزکوٰۃ والموفون بعہدہم اذا عاہدوا والصابرین فی البأساء والضراء الآیہ میں مذکور ہیں۔ واضح ہو کہ عبادت الٰہی عزوجل جیسے نماز و روزہ مثلاً ادا کرنے اور شراب و زنا و قمار و رشوت وغیرہ سے بچنے میں ہے ایسے ہی ظاہر و باطن کے کل کاموں میں عبادت و ثواب ہے حتی کہ اپنی جورو سے قربت کرنے میں بھی ثواب ہے جبکہ نیت نیک ہو تو ثواب جاننا چاہیے کہ حدیث صحیح میں آیا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہے پس اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو وہ تجھے دیکھتا ہے کما فی الصحاح تو اس سے بیان ہے کہ ہر حال میں ظاہر و باطن یقین رکھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھتا ہے۔ مدارک میں بعض آیات کی تحت میں اور مترجم نے تحت قولہ فلنقصن علیہم بعلم وما کنا غائبین۔ بیان کیا ہے کہ اصل ایمان والے کے لیے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم و حضور و شہود کے ساتھ کام کرے پس یہ شخص صالح ہو گا۔ اور اسی سے تجھکو احسان کے معنے جو حدیث میں ہیں ظاہر ہوئے۔ اور یہیں سے تجھکو یہ بھی معلوم ہوا کہ قولہ حین یستغشون ثیابہم یعلم ما تکن صدورہم وما یعلنون میں حالت جماع و قضائے حاجت کے وقت شرم سے پردہ کرنا مذموم و مستنکر قرار دیا کیونکہ ایسے اخفا سے مخفی ہو جانے کا خیال خلاف ایمان و معرفت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کو ظاہر و باطن کا علیم و خبیر و بصیر یقین رکھنا چاہیے فافہم فانہ دقیق۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے متنبہ کیا کہ متقی و صابر کو ثواب جمیل ملتا ہے تو برادران آنحضرت نے علم و معرفت و ہدایت الٰہی سے اسکو تسلیم کیا اور قسم سے تصدیق کی اور۔ قَالُوْا کہنے لگے۔ تَاللّٰہِ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی لَقَدْ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلَیْنَا بیشک تجھکو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا ہم پر یعنی علم تقوی و نبوت و حسن ظاہری و باطنی و بادشاہت دنیا و آخرت کے لیے بعض نے اس آیت سے دلیل نکالی کہ نبوت سب سے بڑا منصب ہے اسکے سامنے باقی صفتیں سب کالعدم ہوتی ہیں پس اگر یہ لوگ بھی نبی ہوتے تو ایسا نہ کہتے۔ ولیکن اس استدلال میں خدشہ ہے اس وجہ سے کہ اصلی نبوت حضرت یعقوب علیہ السلام کو تھی پھر اصلی نبوت حضرت یوسفؑ کو ہوئی اور باقی جو انبیاء ایک وقت میں چالیس پچاس تک ہوتے تھے وہ اتباع ہوتے تھے اسی واسطے مروی ہے کہ میری امت کے علماء مثل انبیاء بنی اسرائیل کے ہیں یعنی میرے بعد پیغمبر کوئی نہو گا بلکہ علماء کثرت سے ہر وقت ہادی و ناصح موجود ہونگے واللہ اعلم لیکن اس سے یہ لازم نہیں کہ انکے نبی ہونے کا اعتقاد قطعی کیا جاوے اس لیے کہ یہاں قطعی دلیل چاہیے ہے اور امام غزالی رح نے احیاء میں اور بعض دیگر نے اپنی تالیفات میں انکی نبوت کا قول لکھا ہے اور امام رازی و اسکی تبعیت میں صاحب سراج وغیرہ نے اس سے انکار کا رجحان کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بحقیقۃ الحال۔ اور اہل الحق بدلیل قولہ فمنہم ظالم لنفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ الآیہ اسکو بعید نہیں کہا جاتا کہ وہ انبیاء کے درجہ پر خواہ ابتدا یا آخر میں فائز ہوئے ہوں کیونکہ اسکی تفسیر مروی ہے کہ یہ سب صالحین کے درجے ہیں۔ اور عالم ربانی جانتا ہے کہ جو سانس اسکی بغیر یاد حق گذری اسکا خسارہ نفس پر بہت کچھ عائد ہوا جسکی قدر آخرت میں ظاہر ہو گی پس یہ نفس پر ظلم ہے اگرچہ عوام کی راہ سے ترک فرائض و واجبات یا ارتکاب محرمات و مکروہات سے یہ ظلم دور ہے فلیتامل فانہ دقیق الغرض انہوں نے قسم سے تصدیق کی کہ بیشک تجھکو اللہ تعالیٰ نے ہم سب میں سے برگزیدہ کیا۔ وَاِنْ کُنَّا لَخٰطِئِیْنَ اور بیشک شان یہ ہے کہ ہم ضرور خطاکار تھے یعنی جو تدبیر ہم نے سوچی کہ تجھکو دور کر سکتے ہیں یا باپ کی منظور نظر ہو کر صالحین ہو جاویں کما ذکر فی قولہ یخل لکم وجہ ابیکم وتکونوا من بعدہ قوما صالحین۔ تو اسمیں ہم خطاکار ٹھہرے اور جو ہم نے تیرے ساتھ کیا وہ ہماری خطا تھی۔ تامل سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید ان لوگوں کی نیت یہ ہو کہ میراث نبوت جو توجہ والد بزرگوار پیغمبر کے یوسفؑ کو ملتی نظر آتی ہے اگر اسکو ہم دور کر دیں تو ہمارے واسطے ہو جاوے اور اصل خطا انکی یہی تھی کہ نبوت تو اصطفاء حق عزوجل ہے کسی کے اختیار سے نہیں ملتی ہے

آیت میں صاف دلیل ہے کہ ولی ہونا بھی اصطفائیت ازلی ہے جیسے عالم ہونا کسی شخص کے اختیار میں نہیں ہے ایسے ہی کسی درویش کے اختیار میں
نہیں کہ اپنے فرزند کو یا جسکو چاہے بجائے اپنے خلیفہ یعنی ولی کر دے اور اس میں میراث نہیں ہو سکتی ہے اور یہ جو عوام جہال میں مشہور ہے کہ
فلاں ولی نے اپنی وفات کے وقت فلاں کو سب دیدیا جاہلانہ وہم ہے۔ دیکھو حضرت ابراہیم کی میراث باپ نے کچھ نہ پائی حتی کہ دوزخی
دائمی رہا اور لوط علیہ السلام نے پائی اور آنحضرت صلعم کی خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہوئی اور انہوں نے اپنے بیٹوں کو
نہیں بلکہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ کیا پھر حضرت فاروق کے بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی صالح تھے مگر انکو
نہ ملی۔ علیٰ ہذا اہل ایمان اس مقام کی فقہ سے ہدایت الٰہی تعالیٰ سے اچھی طرح سمجھ رکھتے ہیں۔ القصہ برادران یوسفؑ نے انکی فضیلت و اپنی خطا کا
اعتراف کیا اور مکارم اخلاق یوسفؑ میں سے یہ ہے کہ باوجود ہر طرح قدرت کے نہ بھائیوں سے کچھ بدلا لیا اور نہ انکو ملامت کی اور پہلے جو مذکور ہوا
کہ ہل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ الآیہ وہ ملامت کے قصد سے نہیں ہے بلکہ انکو خوب متنبہ کر دیا تاکہ بارگاہ کبریائی میں اپنی جہالت سے توبہ کریں
کیونکہ قول میں عمل منکم سوءً بجہالۃ کے بعد ہی علم ہوتے ہی توبہ کرے تو قبول ہوتی ہے پس وہ جہالت دراز ہوئی یہاں تک کہ اب انکو علم پر تنبیہ کی کہ
آگاہ ہوتے ہی توبہ کریں اسی واسطے انھوں نے اپنی خطا کاری کا اقرار کر لیا اور دلیل اسبات پر کہ وہ قول فقط تنبیہ تھا اور ملامت کا قصد نہ تھا
اگلی آیت ہے یعنی قولہ۔ قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فرمایا کہ نہیں ملامت و جھڑکی ہے تمپر آج کے روز جب آج ہی نہیں تو آئندہ کیا
ہوگی یہ اپنی طرف سے معافی ہے لیکن ادب الٰہی نگاہ رکھا اور اپنی طرف سے مغفرت کو نہ کہا اور چونکہ اسمیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی تھی تو اللہ تعالیٰ کی
مغفرت کی دعا مانگی اور کہا يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ بخشدیوے اللہ تعالیٰ تمکو یعنی جس خطا کا تم اسوقت اقرار کرتے ہو اور موت سے پہلے تم نے اپنے نفس کو مذموم
و مضمحل کر کے اقرار کیا ہے اسکو اللہ تعالیٰ بخشدے اور کلمہ صلۂ مغفرت آتا ہے یقال غفر لہ وغفر لی ربی اور عمدہ یہ ہے کہ مغفرت کی منفعت بندہ ہی کیواسطے
ہے پس اللہ تعالیٰ بندہ کی طاعت سے جیسا مستغنی ہے ویسا ہی اسکی معصیت سے بے پروا ہے بلکہ ہر ایک کا نفع یا ضرر بندہ ہی کی طرف راجع ہے
سوال ہے کہ دعا بفعل ماضی آتی ہے پس غفر اللہ لکم کی جگہ یغفر اللہ بصیغہ مستقبل کیوں فرمایا۔ تو بعض نے کہا کہ اسمیں انکو راہ بتلائی کہ اخلاص
کے ساتھ توبہ کریں اور امید دلائی بقولہ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اور اللہ تعالیٰ جسکے سوائے کوئی معبود نہیں ہے وہ رحم کرنے والوں سے
بڑھکر رحم والا ہے مترجم کہتا ہے کہ ان لوگوں کی خطا میں تین تعلق ہیں ایک تو خود حضرت یوسفؑ کا جن پر ظلم ہوا۔ دوم والد بزرگوار جنکو سخت
تکلیف پہونچی سوم نافرمانی حق عز وجل کی پس اپنا حق معاف کیا اور جناب باری تعالیٰ میں مغفرت کی دعا مانگی و لیکن بصیغہ مضارع تاکہ
والد بزرگوار کا ادب باقی رہے کہ وہ اپنی نبوت کے سایہ میں قطعی مغفرت کی دعا کریں اسی واسطے ان بیٹوں نے اپنے استغفار کی درخواست کی
ہے چنانچہ آئندہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں تین مقام میں اول آنکہ توبہ برادران یوسفؑ کی مذکور نہیں۔ تو واضح ہو کہ حقیقت توبہ کی
درگاہ باری تعالیٰ میں رجوع ہے ندامت کے ساتھ اس عزم پر کہ یہ قبیح جسے ہرگز صادر ہونے کے لائق نہ تھا پس انھوں نے ٹیڑھی راہ سے مڑ کر
سیدھی راہ کا قسم و تاکیدات سے اقرار کیا اور صدق سے ندامت ظاہر ہے اور اہل الحق نے کہا کہ ظہور صفت قہر سے بندہ عصیان میں سرگردان
ہو جاتا ہے پھر صفت رحمت کے ظہور سے جہالت زائل و نورانیت سے راہ راست نظر آنے لگتی ہے تو اپنی کجروی پر نادم و پشیمان ہو جاتا ہے اسیواسطے توبہ
درحقیقت ظہور رحمت الٰہی ہے اور جب یہ بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لقد تاب اللہ علی النبی والمہاجرین والانصار الآیہ حتی کہ قرآن پاک
میں توبہ کرنا ہر جگہ اللہ کی طرف سے منصوص ہے پس صریح ہے کہ فتاب علیہ انہ ہو التواب کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسپر ہدایت
کے ساتھ رحمت فرمائی اور معلوم ہوچکا کہ ہادی وہی رب تبارک تعالیٰ ہے پس جب اس نے برحمت ہدایت فرمائی تو بندہ رجوع لایا یہاں سے

عالم ربانی سمجھتا ہو کہ باوجود توبہ کے اپنے گناہوں کے مغفرت مانگا کرے اور نادم رہے یہانتک کہ حق عزوجل اپنے کرم سے انکو اُسکے نامۂ اعمال سے محو فرماوے۔ حدیث میں ہو کہ گرمیوں کی دوپہر دن میں مسافر غافل سوگیا اونٹ گم ہوا اُس نے ڈھونڈھا نہ پایا پھر مایوس اسی پیڑ کے نیچے واپس آیا تو دیکھا کہ اونٹ وہاں آگیا وہ کسقدر خوش ہوگا تو بندہ کی توبہ کرنے سے اللہ جلشانہٗ اس سے زیادہ خوش ہوتا ہو۔ حدیث میں ہو کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسے شخص کے مانند ہوجاتا ہو جسپر کوئی گناہ نہیں ہو۔ واضح ہو کہ جو کوئی اپنے گناہ کو جان بوجھکر توبہ نہ کرے اسکو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ قہر میں گرفتار ہو اور جب کہ ہوش آیا اور گناہ کو دیکھا اپنی موت یاد آئی اور نادم ہو کر اُس نے توبہ کرلی تو وہ ایمان رکھتا ہو اگرچہ جہالت سے اور شیطان کے بار بار اسکے دل پر اندھیاری ڈالکر گناہ کے غار میں ڈھکیلنے سے ستر بار دن میں گناہ کرے۔ اور خوب جان لو کہ جس گناہ میں دوسرے کا حق جان یا مال کا نہ لگا ہو جیسے شراب پینا وہ آسان ہو بہ نسبت رشوت و جوا و چوری وغیرہ کے جنمیں دوسرے مظلوم بندے کا کچھ حق تباہ کیا گیا ہو لیکن جو شخص ایسے حقوق سے زیر بار ہوگیا ہو وہ توبہ سے مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ ارحم الراحمین ہو چنانچہ حدیث سے ثابت ہو کہ حق تعالےٰ مظلوم کی نظر سے پردہ اٹھا کر نہایت نفیس نعمتیں دکھلائیگا کہ یہ تیرے لیے ہیں مگر جبکہ تو اپنے اس بھائی کو اپنا حق معاف کردے وہ فوراً معاف کر دیگا بلکہ احسان مانیگا پس اگر بندۂ ظالم کو سچی ندامت ہوئی تو مایوس نہ ہو توبہ کرے اور مغفرت کے لائق بنجاوے اللہ تعالےٰ کریم و رحیم ہو۔ حدیث صحیح میں اگلی امت کا قصہ ہے جسکا مختصر یہ ہو کہ ایک شخص نے ننانوے خون کیے اور نادم ہو کر ایک عالم سے توبہ پوچھی اُس نے مایوس کر دیا کہ بھلا تیری کیا توبہ اس نے مایوس ہو کر اُس کو بھی قتل کرڈالا پھر دوسرے نے اُس کو ایک دوسرے شہر کے بڑے عالم کے پاس پتہ دیا وہ چلا راہ میں مرگیا اور بیچ راہ میں مرا تھا مگر ایک بالشت دوسرے شہر کے طرف قریب تھا تو رحمت الٰہی سے حکم ہوا کہ اسکو رحمت کے فرشتے لیویں اور عذاب کے فرشتے لینے نہ پاویں (تنبیہ) واضح ہو کہ جس شخص نے یہ گمان کیا کہ ابھی نہیں پھر توبہ کرلینگے وہ سمجھ لے کہ اسکے دل پر شیطان حد سے زیادہ قابو کیے ہوئے ہے اور ڈرے کہ وہ قہر کے اندھیرے میں دھنستا چلا جاتا ہو اور کہتا ہو کہ اسقدر ہزاروں کوس نیچے غار میں سے اُچھلونگا اس کو کیا معلوم کہ ہمیشہ سے چٹ پٹ دم نکل جائیگا اور کیا یہ جان بوجھکر قہر کے ساتھ جرات کرنا ہے۔ فوراً توبہ کرے بہت ڈرے کہ آخر یہ سب لذت فنا و شیطان دشمن کا ساتھی بنا ہو۔ توبہ کی فضیلت و توبہ کرنے والے آدمی کی نیکی و اچھا چال چلن جنتی ہونے کی علامات بہت کثرت سے حدیثوں میں آئی ہیں اور یہ دعوے محض خراب ہے کہ ہم کبھی گناہ نہ کرینگے نہیں گناہ کروگے لیکن اللہ تعالےٰ کے بندے بنکر رہو۔ یہ وہم نہ کرو کہ ابھی نہیں پھر توبہ کرلینگے جسکے بعد کبھی گناہ نہ کرینگے کیونکہ گناہ کرنا تو ضرور ہے اور حدیث صحیح میں ہو کہ شیطان جب مردود کیا گیا تو اسنے پروردگار جلشانہٗ کی عزت و قہر کی قسم کھائی کہ میں آدمیوں کو گناہ و طرح طرح کی نافرمانیوں میں پھنساؤنگا کہ وہ بھی میری طرح مردود ہونگے اور تیرے بندے نہ رہینگے تو ارحم الراحمین تبارک و تعالےٰ نے اپنی عزت و رحمت کی قسم فرمائی کہ میں برابر انکو بخشونگا جب تک مجھ سے توبہ مانگینگے۔ اب جو کوئی توبہ نہیں کرتا اور اُسکو کسی زمانہ پر اٹھا رکھتا ہو وہ البتہ شیطان کا بندہ بنا جاتا ہو کہ توبہ ہی نہیں کرتا اللہم رب اجعلنا من التوابین واجعلنا من المتطہرین۔ دوسرا مقام یہ ہو کہ حضرت یوسفؑ نے بھائیوں کو ملامت تک بھی نہ کی۔ تو واضح ہو کہ انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہو کہ جو کوئی اُنکے ساتھ بُرائی کر چکا اُسکو قابو کے وقت معاف کرتے ہیں اور ترس کھاتے ہیں کہ یہ شخص اسوقت قہر میں گرفتار تھا اور ہم اسوقت نہایت عظیم رحمت میں اُسکے ہاتھوں سے سرفراز تھے تو اس نیکی کا شکر ادا ہوا اب بدلا لینے میں عیب ہو اور جان بوجھکر وہ عظیم رحمت اپنے ہاتھوں سے پھیر دینا ٹھہرا۔ حدیث میں ہو کہ خلق عظیم یہ ہو کہ جس شخص نے تجھسے ملاپ چھوڑا تو اس سے مل جس نے تجھپر ظلم کیا یعنی تیرا کوئی کسیطرح کا حق نگاہ نہ رکھا یا ضائع کیا تو اسکو عفو کردے اور جس نے تیرے ساتھ بدی کی ہو اسکے ساتھ تو احسان کر۔ دیکھو اول مرتبہ حضرت یوسفؑ نے ظاہری

خوبصورتی سے بڑھکر انکی روح باطن کا حسن بڑھا ہوا تھا جب بھائیون کو پہچان گئے تو کیسی مہربانی سے اناج بھر دیا اور آخر مین کیسے بھائیون نے اقرار کیا کہ آپ کو اللہ تعالےٰ نے ہم سب مین سے بزرگ کر لیا۔ اور ہم بیشک بلا شبہہ خاطی و جاہل تھے پھر دیکھو کیسی انکے لیے مغفرت کی دعا فرمائی پس عارف کے نزدیک تو ایسے برتاؤ مین روحانی خوشی و لذت ہی لیکن عوام جنکا نفس انپر غالب ہوتا ہی گویا کمہار پر گدھا سوار ہے تو اسکو علمار رحمہم اللہ تعالےٰ نے آہستگی سے فہمائش کی ہے اور انکی باطنی بدصورتی کی تصویر انکو نہ دکھلائی بلکہ یہ کوشش کی کہ کسی طرح یہ سوار ہون اور جانور نفس انکے قابو مین رہے تاکہ سیدھے جنت کی راہ چلے جاوین ورنہ جب تک نفس سوار اور یہ خود جانور بنے رہینگے تو وہ کبھی اپنے گھر کی راہ نہ پاویگا بلکہ جہنم مین لیجاویگا کیونکہ شیطان اسکو رنگ برنگ کی نمایش دکھلا کر جہنم کو بلانے لیے جاتا ہی اللھم لاتکلنا الی انفسنا فنھلک وادخلنا قبل ذلک انت ارحم الراحمین تیسرا مقام یہ ہی کہ ارحم الراحمین جو اللہ تعالےٰ عزوجل کی تعریف فرمائی تو جاننا چاہیے کہ بندہ عارف جانتا ہی کہ رحمت حقیقت مین صفت الٰہی جل شانہ ہی اور حدیث صحیح سابق گذری کہ سو حصہ رحمت مین سے ایک حصہ کا دنیا مین ظہور ہی جس سے ان اپنی اولاد پر اور جانور اپنے بچون پر رحمت و شفقت کرتے مین اور یہ ان فانی چیزون پر سایہ ہی اس سایہ کا یہ حال ہی کہ مادر مہربان اپنی اولاد کو آگ مین ڈالنے پر کبھی راضی نہوگی تو اب قیاس کرو کہ اللہ تعالےٰ حقیقی ذات و صفات کا رسیتار کرو کہ کسقدر رحمت و کرم رکھتا ہی اب سمجھ دیکھو کہ کسی مخلوق کو خالق سے کچھ مناسبت نہوگی مگر جب تک دین کی سمجھ نہو تب تک اسطرح سمجھایا کہ دنیا مین جتنی مخلوق نظر آتی ہی سب کی رحمت و شفقت و پیار و ترس ملا کر سب سے بڑھکر اللہ تعالےٰ کو سمجھو سبحان اللہ یہ کلام معجزہ ہی کہ سچی بات فرمائی جسکو بیوقوف سے بیوقوف بھی سمجھ گیا اور جو بندے کہ اولیا ذہین یعنی نہایت عقیل ہین وے خوب سمجھے اور جان رکھو کہ اصلی اعتقاد یہی ہی کہ اللہ تعالےٰ کی ذات کا کوئی مشابہ نہین اور اس کی صفات کی کہین مثل نہین ہی وہ وحدہ لاشریک بیمثل و بے مانند ہی حدیث مین دعا کا طریقہ اسطرح ہی کہ پہلے توبہ و استغفار کرے اور دعا ایسی صفات کے ساتھ مانگے جو رحمت و کرم کے ہین یعنی مثلاً یون نہ کہے کہ اے قہار اے جبار ہم کو بخشدے بلکہ یون کہے کہ اے ارحم الراحمین اے کریم اے غفور رحیم ہم کو بخشدے۔ اور مانند اسکے پھر پہلے یون نہین کہتے ہین کہ ارحم الراحمین تجھے بخشدے وہ غفور کریم ہی کیونکہ مغفرت کو ذات پاک اللہ عز اسمہ کی طرف نسبت کرنا ظاہر ادب ہی تاکہ معلوم ہو کہ بخشنے والا ایک وحدہ لاشریک ہمارا خالق مالک ہی اور حدیث صحیح مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین بیان فرمایا کہ بندہ نے گناہ کیا پس استغفار کیا کہ اللھم اغفرلی ذنبی۔ اے اللہ میرے مجھ میرے گناہ کو بخشدے پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور جانا کہ اسکا پروردگار ہی جو گناہ بخشدیتا ہی اور گناہ پر گرفتار کرتا ہی پھر اس نے دوبارہ گناہ کیا اور التجا لایا کہ اے رب میرے میرا گناہ مجھے بخشدے پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کہ میرے بندہ نے گناہ کیا اور جانا کہ اس کا پروردگار ہے جو گناہ بخشدیتا اور گناہ پر مواخذہ فرماتا ہی الحدیث اس مین چار مرتبہ کے بعد فرمایا کہ جو چاہے مین نے تجھے بخشدیا۔ اس کو امام بخاری نے اپنی صحیح مین اور امام مسلم نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حق سبحانہ تعالےٰ بندے کی ہر بار ہر مرتبہ عاجزی والتجاح کے بعد کمال رحمت سے جو کوئی گناہ کرے پھر مغفرت چاہے تو رب کریم بخشدیتا ہی ولیکن اے لوگو شرک سے بچو اور جان رکھو کہ مغفرت پاک باری تعالےٰ جل جلالہ کی عظمت و کبریائی مین دوسرا شریک نہ بناؤ ورنہ وہ دوسرا کون ہی جو تمکو بخشیگا وہ تو خود اپنی مغفرت اپنے پروردگار سے جو اسکا اور ہمارا سب کا پروردگار ہی مانگ رہا ہی۔ دیکھو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت مین ہی کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل فرماتا ہی کہ اے فرزند آدم جب تک تو مجھ سے دعا کرے اور امیدوار رہیگا مین تجھے بخشتا رہونگا چاہے جو گناہ تجھ پر ہو اور مین کچھ پروا نہین کرتا۔ اے فرزند آدم اگر تیرے گناہ آسمان تک پہونچ گئے ہون پھر تو مجھ سے مغفرت مانگے مین تجھے بخشدونگا اور مجھے کچھ پرواہ نہین۔ اے فرزند آدم اگر تو میرے پاس تمام زمین بھر کے گناہ ساتھ لادے لایا پس تو مجھ سے ملا اس حال سے

کہ تو نے میرے ساتھ کبھی کسی چیز کو شریک نہ کیا تھا تو میں تجھے تمام زمین بھر مغفرت دونگا۔ رواہ الترمذی۔ پس شرک مت کرو اور گناہ تو ضرور
کروگے چنانچہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ کی روایت ہے کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ تمکو
لیجاتا اور دوسری قوم دنیا میں لاتا جو گناہ کرکے مغفرت مانگتے پس انکی بخشش فرماتا۔ اہل حق جانتے ہیں کہ صفت پاک غفور رحیم کا ظہور ضرور
ہے۔ مگر یہ سمجھو کہ جو شرک کرے وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا بندہ نہ رہا تو اس کا استغفار بھی کچھ شمار میں نہ رہا اگر آنکہ شرک سے توبہ کرلے اب اس وقت
جو بڑا فتنہ شیطان کا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرف سے لوگوں کے دل میں طرح طرح کے اعتقادات ڈالے ہیں کہ وے
چاہیں اولاد دیدیں وے چاہیں مار ڈالیں وے چاہیں جلا دیں۔ ارے لوگو وے تو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں اگر تم تو اللہ تعالیٰ کی
جناب میں شرک کیے جاتے ہو۔ رازق و زندگی موت دینے والا اولاد دینے والا تمہارے ہر فعل کا پیدا کرنے والا وہی پاک معبود ہے دوسرا
نہیں ہو سکتا حتی کہ دیکھو کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ارے ظالم گنہگار تجھے اللہ تعالیٰ نہ بخشیگا تو یہ شخص مشرک ہوگیا اس نے خیال نہ کیا کہ اسکا رب
جاننے میں بھی اسکے مثل بندہ رب ہوں مجھے کیا معلوم بخشیگا یا نہیں۔ اب ذرا دین کی سمجھ سے سمجھو اور ایسی ہی صفات باری تعالیٰ میں احتیاط
رکھو۔ حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے جنمیں بھائی بندی تھی پس انمیں ایک
گنہگار تھا اور دوسرا عبادت میں سرگرم تھا جب وہ گناہ کرنے والے سے ملتا تو کہتا بس کبھی کر پھر ایک روز اسکو بڑے گناہ میں دیکھا تو
کہا کہ بس کبھی کر اس نے کہا کہ مجھے میرے پروردگار پر چھوڑ دے کیا تو مجھ پر نگہبان بنا کر بھیجا گیا ہے اس نے کہا کہ واللہ تجھکو اللہ تعالیٰ نہیں بخشیگا یوں فرمایا
تھا کہ اس نے کہا کہ واللہ تجھکو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہ کریگا پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں کی روحیں قبض فرمائیں جب دونوں آخرت میں
جمع ہوئے تو رب العالمین نے اس عابد سے فرمایا کہ کیا تو اس چیز پر قادر تھا جو میرے قبضہ میں ہے یعنی مغفرت یا جنت یعنی تو نے کیونکر مجھ پر یہ
حکم لگایا، اور گنہگار سے فرمایا کہ اٹھ اور میری رحمت سے جنت میں داخل ہو اور عابد کے واسطے حکم دیا کہ اسکو دوزخ کو لیجاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضہ
نے کہا کہ واللہ اس نے ایسی بات زبان سے نکالی کہ اس ذرا سی بات نے اسکی دنیا و آخرت برباد کردی۔ رواہ ابوداؤد و مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث
میں سچ فرمایا آگے جو خاموش رہا چھوٹ گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ کلمہ صفت غفار کی جناب میں شرک تھا ایسی ہی ہم لوگ ہر ایسی بات سے بچنے کی
توفیق مانگیں جس سے اسکی جناب میں شرک ہوتا ہو اے رب ہمارے ہمکو شرک و کفر و نفاق سے نجات فرما دے اے رب ہمارے ہمکو اپنا
بندہ رکھیو اللہم غفرانک انت ارحم الراحمین۔ القصہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انکے لیے دعاء مغفرت فرمائی اور کوئی ملامت نہ کی اور
الزام فراموش کیا اور بغوی وغیرہ نے نقل کیا کہ آنحضرت علیہ السلام انکو صبح و شام اپنے ساتھ دعوت میں بلاتے تھے تو اخوان نے عرض کیا کہ ہم
نہایت شرمندہ و خفیف ہوتے ہیں بسبب اس حرکت کے جو ہم سے آپکی شان میں سرزد ہوئی ہے تو کرم ذاتی سے انکو کہلا بھیجا کہ میں ملک میں
تمہاری وجہ سے معظم ہوتا ہوں اس لیے کہ اہل مصر مجھکو پہلی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سبحان اللہ اس کی کیا شان ہے کہ ایک غلام جو کچھ
مال کو فروخت ہوا تھا آج بادشاہ ہے پس میں تمہاری وجہ سے مشرف ہوا اور اب انکی آنکھیں کھلیں کہ اللہ اللہ یہ شخص اسطرح مظلوم تھا اور یہ
اولاد ابراہیم خلیل اللہ و اسحاق کا پوتا اور یعقوب کا بیٹا ہے۔ واضح ہو کہ جب بھائیوں نے آپکو کنوئیں میں ڈالا اور بشریت کا غم و ہراس پہنچا
طاری ہوا تو اسوقت حضرت خالق عزوجل نے انپر وحی فرمائی تھی کہ لتنبئنهم بامرهم هذا وهم لا يشعرون۔ تو وہ کلام متعہد الٰہی اسوقت پورا ہوا اور یہ
تاویل اس کلام وحی کی تھی جسکا حکم و گمان ہی اسوقت نہ تھا اور اس سے سمجھ اگر معلوم ہوسکتا ہے کہ جو انعام و اکرام آخرت کا حق جل و علا نے قرآن پاک
میں بیان فرمایا ہے اسکی واقعی تاویل آدمی کے فہم میں نہیں آسکتی ہے القصہ انکا اخلاق و کرم ذاتی دشمن معافی سے لبریز و مغفرت و اکرام کے

تمام اولین وآخرین کو جمع کر کے مقادیر ازل سے آگاہ فرماویگا اور ہر ایک کے عذر کے بعد انکو عفو فرماویگا کہ تم نے انھین مقادیر کے موافق اعمال کیے جو تمہارے حق مین جاری ہو چکی تھین اور تم اس کو کیونکر دفع کر سکتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر مین یہان یہ اعتراض ہے کہ اسمین اہل شرک وکفر ونفاق سب شریک ہین کیونکہ انھون نے بھی جو کچھ کیا ہے سب تقدیر ازل ہے پس انکی بھی مغفرت لازم آتی ہے حالانکہ یہ صریح نصوص کے خلاف ہے اور جواب اسکا یہ ہے کہ نہین یہ نہین لازم آتا ہے اور تحقیق مقام یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے جس شخص وجس چیز کو جسواسطے پیدا کیا وہی اسکی جبلت وطینت ہے اور ہر ایک اپنی اپنی طبیعت پر خوش ہے ولیکن ایک کو دوسرے کی مرغوب سے نفرت ہے اور سابق مین شیخ محی الدین عربی رحمہ اللہ کی تحقیق گذر چکی کہ اہل جہنم کے طبائع کی موافقت اسی سے ہے جیسے نجاست کا کیڑا اگر موری سے نکالکر گلاب مین ڈالا جاوے تو مر جاوے کیونکہ طبیعت جبلی موافق نہین بلکہ مضاد ہے پس اگر نفیس مزاج سے وہ عذر کرے کہ مجھے معاف کرو تمہارا یہ کرم میرے خلاف مزاج ہے تو عاقل کو سماعت کرنا چاہیے اسی طرح ہر ایک کافر ومشرک کا آخری عذر مسموع ہوگا اور اس سے درگذر کیجاویگی ولیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ وہ جنت مین داخل ہوگا کیونکہ قبولیت عذر بربناے مقادیر ازل ہے اور تقدیر ازلی مین اسکے لیے جہنم کی طینت قرار پائی ہے پس یہ عذر قبول ہوگا کہ تجھکو طینت جنت بدل لینے کا اختیار نہ تھا پس ہر ایک اپنے اپنے محل ومقام پر جاویگا اور اس سے یہ بھی لازم نہین آتا کہ عذاب مرتفع ہو جاویگا کیونکہ نجاست کا کیڑا اپنی غذا ومقام وغیرہ سے عذاب مین گرفتار ہے اسیطرح اسکو جہالت ہوگی کہ جس حال پر اہل جنت ہین اسکے موافق نہین ہے اور شاید اسی وجہ سے وہ لوگ اہل جنت سے انکا رزق مانگینگے کیونکہ دنیاوی پردہ مین اشتراک ایک عجیب قدرت سے رہا ہے حالانکہ وہان فیصلہ اور ہر ایک کا اصلی مرجع ہوگا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ قولہ یغفر اللہ لکم الآیہ اظہار جرم کے بعد عفو وکرم مقدم فرمایا۔ شیخ جعفر نے کہا کہ پیغمبر کچھ عیب بیان جو تم نے کیا وہ سابقہ تقدیر سے پہلے لکھا تھا تم ضرور اسکو کرتے مین کہتا ہون کہ شاید مراد اس سے یہ ہے کہ دونون جہت سے وقت عفو وکرم کا ہے اور یہ مراد نہین ہے کہ ہم تم سب محض مجبور ہین تو اس صورت مین یوسف علیہ السلام کی طرف سے کرم بھی نہین کیونکہ وے ایسا کرنے پر مجبور ہین اور صواب وہی ہے جو اہل السنۃ کا قول ہے کہ یہان نہ جبر ہے نہ اختیار ہے یعنی کوئی شخص مثل پتھر کے مجبور نہین اور کوئی شخص مثل حق تعالیٰ کے قادر نہین ہے پس فرقہ جبریہ ومعتزلہ وغیرہ سب خارج از حد اعتدال ہین۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ اپنی طرف سے وہ لغزش یاد کی جو قید خانہ پسند کرنے اور اذکرنی عند ربک وغیرہ سے ہوئی یعنی کیونکر تمکو ملامت کیجاوے تمھارے افعال پر اور جو خود کیا اس سے فراموشی کیجاوے۔ شیخ شاہ کرمانی رح نے کہا کہ جو شخص مخلوق کی طرف نظر حق عزوجل سے دیکھتا ہے تو وہ انسے مخاصمت وجھگڑا نہین کرتا ہے اور جو انکو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے تو ناحق انسے مخاصمات وجھگڑا کرکے اپنی اوقات ضائع کرتا ہے۔ شیخ ابو بکر رح نے کہا کہ کرم کی شرط یہ ہے کہ جب قابو پاوے تو عفو کردے بدلا نہ لیوے اور جو کوئی عذر کرے اسکا عذر قبول کر لیے۔ اقول بعض ائمہ سلف مثل شافعی رحمہ اللہ وغیرہ سے اقوال ہین کہ جو کوئی عذر قبول نہ کرے وہ گدھے کے مثل ہے۔ استاد رحمہ اللہ نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے اول ہی مرتبہ انسے تجاوز کرکے مغفرت مانگی اور یہ اس وجہ سے کہ انکو عتاب کے لائق نہین دیکھا اور یعقوب علیہ السلام نے تاخیر کی اس وجہ سے کہ بسبب زیادت محبت کے ان کو عتاب کیا تاکہ اثر اس کا باقی رہے۔ اور کہا کہ جب مخاطبات سے فارغ ہوئے تو وصال والد بزرگوار مین اہتمام کیا اور یہ کرم ہے کہ پہلے بھائیون سے کلام کیا تاکہ بیٹا باپ سے شادی مرگ کا معاملہ نہو اور وہ تو بنظر باطن دیکھتے ہی رہے قولہ اذہبوا بقمیصی ہذا قمیص بھیجنے کی حکمتون مین سے ایک یہ ہے کہ بیکایک وصال سے مدہوش نہون پس تدریجی اور قمیص سے نور عود کرنے کا خیال تھا بخلاف دیدار کے کہ اس سے فرط شوق وہیجان سے نور فنا ہو جانے کا احتمال تھا اور کہا قمیص لباس جنت تھا پس قرب لباس عزت سے تعلق مرغوب رہا۔ اور نیز قمیص ہی

علامت ہلاکت بیان ہوئی تھی تو صحیح سالم قمیص سے اطمینان کیا کہ وہ صحیح سالم ہیں۔ قولہ واتونی باہلکم اجمعین خود باپ کے پاس حاضر نہوئے کیونکہ عدل وانصاف مخلوق مرعی تھا اور بارگاہ حق عزوجل میں طالب کی سعی انصاف ہے اور اسی سے شوق میں تزاید ہے۔ قال المترجم پہلے معلوم ہو چکا کہ یہ جملہ معاملات بوحی الٰہی ہونا ٹھیک معلوم ہوتا ہے پس حضرت یوسفؑ نے باپ کی بینائی کے لیے قمیص بھیجی اور بھائیوں کو مع اہل وعیال کے بلایا کہ فارغ البال باپ کی خدمت کریں ثم قال تعالیٰ

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَنْ تُفَنِّدُونِ ۝ قَالُوا تَاللَّهِ

اور جب جدا ہوا قافلہ تو یہاں انکے باپ نے کہا کہ میں پاتا ہوں خوشبو یوسف کی اگر تم مجھے بڑھاپے کے خلل حواس نہ کہو لوگ بولے کہ واللہ

إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ ۝ فَلَمَّا أَنْ جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا قَالَ

آپ تو اپنے پرانے عشق میں بہکے ہوئے ہیں پھر جب پہونچ گیا خوشخبری لانے والا تو اسنے قمیص ڈالدی یعقوب کے چہرہ پر پس وہ دوبارہ بینا ہو گیا فرمایا کہ

أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝ قَالُوا يَا أَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا إِنَّا كُنَّا

بھلا میں تم سے نہ کہتا تھا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ بات جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو بیٹے بولے اے ہمارے باپ ہمارے لیے مغفرت کی دعا کرو کہ ہم بے شک

خَاطِئِينَ ۝ قَالَ سَوْفَ أَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّي إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

خطادار تھے فرمایا کہ ہاں عنقریب تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت چاہونگا وہ بیشک بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم والا ہے

ولما فصلت العیر اور جب جدا ہوا قافلہ یعنی آبادی شہر سے باہر ہوا یہ سب بھائی تھے جو قمیص لیے کنعان جا رہے تھے تاکہ باپ کی آنکھیں روشن ہوں اور والدین یوسفؑ اور اپنے اہل وعیال سمیت مصر کو آویں۔ قال ابوھم تو ہنوز فاصلہ بہت فرسخ پر تھا کہ یہاں انکے باپ حضرت یعقوبؑ نے کہا۔ ان لوگوں سے جو یہاں پوتے نانی وعورتیں وعیال موجود تھے کہ انی لاجد ریح یوسف میں تو ضرور یوسفؑ کی خوشبو پاتا ہوں۔ خواہ قمیص سے پہونچی یا خود حضرت یوسفؑ کے تن مبارک سے پہونچی ہو۔ علماء نے کہا کہ خوشی کے وقت ہر مشکل بات آسان ہوتی ہے اور مصیبت کے ایام میں ہر آسان بھی مشکل ہوتا ہے دیکھو کہ جب تک حکم حق عزوجل نہ تھا تو باوجود قافلوں کے آمد و رفت کے بالکل وہ مرتبہ اسی قافلے کے آمد و رفت کے کچھ بھی پتہ نہ ہوتا تھا بلکہ کنعان کے قریب سے خبر لائے خوشبو نہ آئی اور مصر سے پیراہن کی خوشبو سونگھ لی ہے۔ اور ریح الصبا آج یہ خوشبو لائی اور چہار روز یا راہ کے ہو گئے تھے کہ کبھی خوشبو نہ ملی یہ روایت ہے کہ ریح الصبا نے جناب باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ میں بشیر کے پہونچنے سے پہلے خوشبو پہونچا دوں پس اجازت دی گئی۔ صبا کے خواص ہیں جن کا اسرار عارف باللہ تعالیٰ جانتے ہیں اور حدیث صحیح میں ہے نصرت دی گئی مجھ کو صبا سے اور ہلاک کی گئی قوم عاد دبور سے رواہ فی الصحاح۔ اور حدیث میں ہے کہ ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لنفحات ربکم یعنی تمہارے ایام دہر میں تمہارے رب کی خوشبو دار صبا کے جھونکے ہیں تو تم ان کے سامنے پڑو۔ اس مقام سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ خوشبو فقط حضرت یعقوبؑ کو محسوس ہوئی اور پاس والوں میں سے کسی کو محسوس نہ ہوئی۔ پس آدمی کو صلاحیت و تقویٰ سے آپ کو لائق بنانا چاہیے اور یہی مراد حدیث بالا میں تعرض سے ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس قمیص سے جنت کی خوشبو آئی کہ آنحضرتؑ کو پہونچی تو آپ نے سمجھا کہ وہی یہاں ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تکلف سے کیا مطلب ہے کیونکہ جس ایمان والے کو تھوڑی بھی سمجھ ہے وہ یقین کریگا کہ اتنی دور سے فقط یعقوبؑ کو پہونچی تو یقین کرے گا کہ یہ اسرار الٰہی عزوجل بلاشبہ و بیشک صحیح ہیں۔ شیخ ابن کثیرؒ نے عبدالرزاق کی روایت سے ابن عباسؓ سے ذکر کیا کہ جب قافلہ جدا ہوا

تو ہوا چلی اور اس نے قمیص یوسفؑ کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہونچائی پس آپ نے آٹھ روز کی راہ سے خوشبو پائی حسن و ابن جریج نے کہا کہ درمیان میں اسی فرسخ کا فاصلہ تھا مترجم کہتا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں منصوص ہے بقولہ تعالے ولسلیمان الریح عاصفۃ تجری بامرہ الآیہ وقولہ غدوہا شہر ورواحہا شہر الآیہ۔ اور مترجم کو اسوقت کے نیچرل یعنی قدرتی جہال سے سخت تعجب ہے کہ ان مقامات میں کسقدر انکے شیطان بہکا کر گمراہ کرتا ہے حالانکہ زمین کے بارہ میں خود قائل ہیں یعنی زمین کی شکل گیند تمام پانی و مٹی کا مجموعہ گرد آفتاب کے گردش کرتی ہے حالانکہ پانی ایک بہنے والی چیز ہے پھر کیا وجہ ہے کہ پانی بہکر مثل باران کے نہیں گرجاتا اور مٹی علیحدہ پارہ پارہ نہیں ہو جاتی ہے اور جب آفتاب کی کشش وخاصیت کو مانتے ہیں تو انکو اللہ تعالے کی قدرت کا اقرار کرتے ہوئے کیوں شرم آتی ہے۔ اس سے علاوہ آنکھوں سے مشاہدہ ہے کہ کھاری و میٹھا سمندر جہاں جہاں ملے ہیں دونوں علیحدہ ہیں دونوں کا اتصال ایک خط ہے وہاں چارہ نہیں کہ یہ جاہل لوگ ضرور اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالے کی عجیب قدرت ہے کہ یہ دونوں پانی نہیں ملتے ہیں وقد قال تعالے وبینہما برزخ لا یبغیان ایسی ایسی قدرتیں دیکھکر پھر کسطرح اندھے ہوکر کلام الٰہی سے انکار کرتے ہیں پس پاک ہے وہ اللہ تعالے جس نے پیدا کیا اور عجیب قدرت دکھلائی اور جسکو چاہا مومن پیدا کیا اور جسکو چاہا کافر بنایا ہے۔ الغرض عجیب قدرت الٰہیہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام کو اس دوری سے خوشبو پہونچی اور انھوں نے اپنے پاس کے پوتے ناتیوں وغیرہ سے کہا کہ میں یوسف کی خوشبو پاتا ہوں۔ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ اگر تم مجھے فند کی طرف منسوب نکرو۔ مجاہد رح نے کہا کہ بڑھاپے سے عقل وحواس میں تغیر آجاتا ہے وہ فند ہے اور ابوعبیدہ نے کہا کہ سفاہت۔ اور ابن عباس و زجاج سے مروی ہے کہ جہل وبیوقوفی۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ ضعف رائے۔ خلاصہ یہ کہ اگر بڑھاپے کی بیوقوفی ورائے کا ضعف تم نہ سمجھو تو یقینی ہے کہ میں اس کی خوشبو پاتا ہوں کشاف میں کہا کہ عورت کو مفندہ نہیں کہتے بلکہ مرد کو مفند کہتے ہیں اس واسطے کہ عورت کی جوانی میں کچھ رائے نہ تھی جو اب بڑھاپے میں مفندہ ہو جاوے۔ مسئلہ علماء نے کہا کہ جب کسی فرزند کو کچھ حکم دے تو چاہیے کہ یوں کہے کہ اچھا ہوتا اگر تم ایسا کرتے تاکہ اگر نہ کرے تو نافرمانی کے قہر میں نہ پھنس جاوے چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایسی بات جب فرمائی کہ انکے حواس وعقل سے باہر تھی تو پہلے سے بنظر شفقت فرما دیا اگر تم مجھے فند کی جانب منسوب نکرو یعنی اگر یوں نہ کہو کہ انکو بڑھاپے سے اختلال حواس ہو گیا ہے تو مانو گے۔ ولیکن ان کے زعم میں تھا کہ یوسف علیہ السلام مدت ہوئی کہ ہلاک ہو گئے تو انھوں نے اسی یقین پر قسم سے اسی پر جسم کیا۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۔ کہنے لگے کہ قسم ہے اللہ تعالے کی آپ اپنے پرانے ضلال میں ہیں ابن عباس رض نے کہا کہ ضلال سے غلطی مراد ہے یعنی اگلی غلطی میں پڑے ہو۔ قتادہ نے کہا کہ یوسفؑ کی محبت میں کہ بھولتے نہیں اور تم کو تسلی نہیں ہوتی ہے اور کہا کہ ان لوگوں نے بیہودہ کلمہ اپنے بزرگ پیغمبر خدا علیہ السلام کو کہا جو اُن کو نہیں کہنا چاہیے تھا۔ ضلال دراصل عرب میں عشق کو بولتے ہیں جیسے فارسی میں دیوانہ وغیرہ الفاظ مستعمل ہیں اور مراد ان کی یہ تھی کہ وہی پہلے عشق میں مبتلا ہو اُسی سے یہ باتیں کہتے ہو۔ وفی البیضاوی یعنی جیسے تم قدیم سے ٹھیک راہ سے ہٹ گئے ہو بسبب اسکے کہ یوسفؑ سے محبت میں افراط کرتے اور کثرت سے اس کا ذکر کرتے اور دوبارہ اُس کی ملاقات کے متوقع ہو۔ یہ تقریر بلاشبہہ بے ادبی ہے اور اگر صرف یہ مراد ہو کہ آپ قدیمی افراط محبت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے ایسا کہتے ہیں تو اسقدر افراط بے ادبی میں نہ ہوگا اور یہ بطریق اصول حنفیہ اقرب ہے کیونکہ ضلال کے معنے راہ صواب سے ہٹ جانا اور افراط محبت سے ضلال دونوں حقیقت ومجاز کا اجتماع ہے فافہم۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے اسکو صحیح نجانا اور افراط محبت پر محمول کیا۔ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ پھر جب بشارت دینے والا آ پہونچا۔ مجاہد وسدی رح نے کہا کہ وہ یہودا تھے جو یہ کہہ کر

قمیص لائے تھے کہ جیسے میں نے خون آلودہ قمیص لیجا کر باپ کو غم میں مبتلا کیا تھا ویسی ہی میں یہ قمیص خوشخبری اور صحت بینائی کی لیجا کر خوش وخرم کرونگا اور کہتے ہیں کہ قافلہ والوں نے انکو تیزی کے ساتھ کچھ پہلے روانہ کر دیا تھا پس جب وہ پہلے آپہونچے اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ اس قمیص کو باپ کے چہرہ پر ڈالا جسطرح کہ یوسف علیہ السلام نے حکم دیا تھا۔ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا پس لوٹ کر بینا ہو گئے یعنی دوبارہ بینائی لوٹ آئی۔ بیضاوی رح نے کہا کہ خوشی کے سبب سے قوت کو جوش ہوا پس بینائی درست ہو گئی اور یہ توجیہ بسبب اتباع کشاف معتزلی کے ہے جس نے ابیضت عیناہ میں تاویل کی کہ آنسوؤں کی ڈبڈباہٹ سے سپیدی چھا جاتی تھی ورنہ بینائی نہیں گئی تھی اور یہ کلام خود کاذب ہے کیونکہ ارتداد بصارت اس میں کچھ نہ ہوگا بلکہ گویا آنسو بند ہو گئے۔ اور جس شخص نے یقین کیا کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت سے ریح الصبا نے فقد الیعقوب کو یوسف کی خوشبو پہونچائی اُس کی قدرت سے بینائی بھی لوٹ آئی۔ بعض محققین نے کہا کہ قوت بدن کی وجہ سے بینائی کا عود کرنا معقول نہیں ہے اور یوں کہنا چاہیے کہ یہ ایک معجزہ حضرت یوسف کی طرف سے تھا یہی صحیح ہے اور اس صورت میں قمیص جنت ہو یا نہ ہو جیسے خوشبو سے یوسف بامر الٰہی عز وجل پہونچی ویسے ہی قمیص ڈالنے سے بینائی لوٹ آئی اور یہ فعل خود بینائی کا نہیں ہوسکتا بلکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے بینا کر دیا جیسے بولتے ہیں کہ بوڑھا ہو گیا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اس کو بڑھا دیا پس جب بینا ہو گئے اور انکو حیات یوسف و ثروت و مکنت کی خوشخبری دی گئی تو دل باغ باغ ہو گیا اور اسوقت لوگوں سے کہا کہ۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ میں جانتا ہوں اللہ تعالےٰ کی طرف سے وہ بات جو تم نہیں جانتے ہو۔ یہ بات یا تو بیٹوں سے کہی کہ جب انھوں نے کہا تھا کہ یوسف کی یاد میں قریب مرگ یا ہلاک ہو جاؤ گے تو کہا تھا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو اور یا یہ بات ان لوگوں سے کہی جنھوں نے خوشبو سے یوسف پہونچنے پر ضلال قدیم کا وہم کیا تھا۔ واضح ہو کہ یہ علم جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے بیان کیا یا تو وحی سے تھا یا بطریق الہام و خواب تھا یا کشف نبوت تھا پس اگر وحی تھا تو اعتقاد کا بھی حکم ہوگا اور یہ بطریق اسطرح ہو گیا اور اگر الہام یا خواب تھا تو یہ بھی انبیاء علیہم السلام کے حق میں وحی کے حکم میں ہے اور اگر کشف نبوت تھا تو بہت سے علوم منکشف ہوتے ہیں جنکو بندگان خاص اپنے ہی قلب میں مخفی رکھتے ہیں اور انکشاف خود اختیاری چیز نہیں ہے بلکہ وہ بھی بفضل باری تعالےٰ ہوتا ہے۔ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب لکھا کہ کسی نے یعقوب علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے مصر سے بوے پیراہن سونگھی تو کنعان کے کنوئیں میں کیوں نہ دیکھ لیا تھا تو جواب دیا کہ ہم لوگوں کا حال بجلی کی چمک ہے جب کبھی چمکی دیکھ لیا اور جب نہیں تو کچھ نہیں۔ اور ہر حال میں نیک بندے حضور باری تعالےٰ میں حاضر رہتے ہیں اور یہاں سے معلوم ہوا کہ یاد یوسف علیہ السلام انکے حق میں کسی وہم کرنے والے کے خیال کے موافق نہ تھی بلکہ وہ یاد حق تعالےٰ تھی ورنہ کیونکر ایک پیغمبر برحق کی نسبت تیرا یہ گمان ہے کہ وہ تمام عمر ایک مخلوق کی یاد میں رہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کشف کے لیے کوشش کرتا ہے وہ بشکل جوگی کے دُور پڑا ہے اور قاضی ثناء اللہ علیہ الرحمہ پانی پتی اور مولانا تراب علی کاکوروی اور دیگر اکابر نے تصریح کر دی کہ کشف قلبی سوائے صفات حق تعالےٰ کے دیگر امور عالم میں ایک نقص ہے خصوص دنیاوی معاملات میں انقص ہے اور جو کوئی شریعت کی راہ میں ظاہر و باطن کے خطرات و عجب و غرور و ریا وغیرہ سے پاک ہو کر قائم و مستقیم ہو وہ اولیٰ ہے اس شخص سے جسکا قدم طریقہ سنت حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹا ہوا اگرچہ بہت سے کشف و کرامات رکھتا ہے اور دیکھو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اکمل و اعلیٰ تھے اور سب کے سب ولایت کے ایسے درجہ پر پہونچے کہ قیامت تک کوئی ولی نہیں پہونچ سکتا مگر انکو کشف و کرامات کی کچھ بھی تلاش نہ تھی لیکن استقامت اختیار کرو اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیق عطا فرماوے آمین یا ارحم الراحمین پھر جس شخص نے کشف سے انکار کیا وہ جاہل ہے تو نہیں دیکھتا کہ حضرت فاروق اکبر عمر رضی اللہ عنہ نے

جمعہ کے روز مدینہ کی مسجد نبوی میں کیونکر سر زمین نہاوند کے سردار لشکر ساریہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی کہ یا ساریۃ الجبل الجبل۔ یہ کشف نہ تھا
تو کیا تھا اور ساریہ رضی و تمام لشکر نے وہاں آواز سنی پھر یہ کرامت نہ تھی تو کیا تھا اور ایسی مشہور روایت سے انکار کرنا الحاد نہیں تو اور کیا ہوگا
واضح ہو کہ اگر علم یعقوب علیہ السلام زندہ ہونے یوسفؑ کا اور انسے ملاقات ہونے کا بکشف نبوت تھا تو اسکو من اللہ کہنا دو باتوں سے ہے اول تو
بیان ہو چکی کہ کشف از جانب حق عز و جل ہوتا ہے اور دوم یہ کہ کوئی علم ایسا جاننا جو کروروں آدمیوں بلکہ تمام عالم کو معلوم ہو یہ غیب ذاتی نہیں
ہے پس تنبیہ رکھی کہ میں اسکو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے جانتا ہوں اور واضح ہو کہ آنحضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات نماز میں
ہوں یا نہوں جنت و دوزخ اور موسےٰ علیہ السلام کو طواف خانہ کعبہ کے لیے وادی میں اترتے اور مانند اسکے دیکھتے تھے چنانچہ صحاح
احادیث شاہد ہیں پس اہل علم و اہل ایمان کو چاہیے کہ راہ راست پر مستقیم رہیں نہ انکار کریں اور نہ کسی بندہ کے حق میں غیب ذاتی کا اعتقاد
کرکے مشرک بنیں اور نہ کسی کی نسبت یہ اعتقاد کریں کہ وہ جو چاہے جان سکتا ہے دیکھو کہ یعقوب پیغمبر کو حضرت یوسفؑ کی خبر چاہ کنعان
کی نہوئی اور بہت سی روایات اس مضمون کی مثبت صریح احادیث صحاح میں موجود ہیں پس حاصل اس سب کا یہ ہے کہ نیکوں کی طرف نیک
گمان رکھو اور شریعت پر قائم رہو اور نیک کی پہچان بھی اسی طریقہ پر کرو والسلام۔ القصہ اسوقت لوگوں کو اور یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو اپنی
رائے پر خفت و ندامت ہوئی جو انکو ضلال کی طرف نسبت کرتے تھے اور جان گئے کہ انکے افعال سب راہ صواب و طریقہ نبوت پر تھے۔ سراج میں لایا کہ
سہیلی رح نے کہا کہ جو شخص بشارت لایا تھا اسکو حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک دعا سکھلائی جسکو بواسطہ اسحاق علیہ السلام کے حضرت خلیل اللہ
علیہ السلام سے روایت کرتے تھے اور اسکا ترجمہ عربی میں یوں مذکور ہے۔ یا لطیفا فوق کل لطیف الطف فی اموری کلہا کما تحب و رضنی فی دنیای و آخرتی
اسکا ترجمہ اردو میں یہ ہے کہ اے لطف فرمانے والے جو کوئی لطیف خیال کیا جاتا ہے تو سب سے بالاتر ہے تو مجھ بندہ کے سب کاموں میں لطف فرما جیسے تجھے
پسند ہو اور مجھے اسپر راضی کر دے میری دنیا ہو یا آخرت ہو۔ روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بشارت لانے والے سے پوچھا کہ تو نے یوسفؑ کو
کس حال میں چھوڑا اس نے کہا کہ مصر کا بادشاہ ہو رہا ہے فرمایا کہ بادشاہت لیکر میں کیا کروں یہ بتلا کہ حاکم مصر تو کافر ہے یوسف کس دین پر ہے اس نے
عرض کیا کہ وہ دین اسلام پر مستقیم ہیں پس خوشی میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور کہا کہ اب نعمت پوری ہوئی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اشارہ ہے جو
پہلے فرمایا تھا کہ یتم نعمتہ علیک کما اتمہا علی ابویک الآیہ کیونکہ ہفت اقلیم کی سلطنت بدون ایمان کے عذاب و ذلت ہے اور ایمان کے ساتھ گدائی
بادشاہت سے بہتر ہے پس اہل ایمان کو چاہیے کہ عقل کی آنکھ سے آخرت کی سلطنت دیکھیں کہ دنیا میں کون ایسا شخص ہے جو آخرت کا بادشاہ ہو اور
دنیا میں کون بادشاہ یا بادشاہوں کا بادشاہ کہلاتا ہو جو اسی حال پر مرنے سے نہایت ذلت و خواری سے روسیاہ جہنم میں دنیا کے کتے سے بدتر ہوگا
تو انکو نعمت ایمان کی قدر ہو دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام نے باوجود خوشی کے غم نہ چھوڑا اور پوچھا کہ وہ کس دین پر ہے جب معلوم ہوا کہ اسلام پر ہے
تو خوش ہوئے۔ تب بیٹوں نے عرض کیا قالوا یابانا یعنی انہوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ جو اولاد کے حق میں سب سے زیادہ شفیق ہوتا
ہے استغفر لنا ذنوبنا ہمارے واسطے مغفرت کی درخواست فرما دے ہمارے گناہوں کی۔ یعنے اللہ تعالیٰ سے ہمارے
گناہوں کی بخشش مانگئے۔ انا کنا خاطئین ہم لوگ بے شک خطاوار تھے۔ باپ سے عفو کی درخواست شفقت کی امید پر تھی
اور اس وجہ سے بھی کہ بندوں کے عفو کرنے سے جیسا ہی تجارت ہے کہ حق تعالیٰ بھی عفو فرما دے اور اس وجہ سے بھی کہ اللہ تعالیٰ سے
عفو کی درخواست جب فرما دینگے کہ خود عفو کریں اور اس وجہ سے کہ زیادہ اہتمام اور خوف کا مقام اللہ تعالیٰ کا سمجھتا تھا اور اپنی خطا کا
اقرار صریح کر دیا جس سے مغفرت الٰہی کی زیادہ امید ہے۔ حدیث میں ہے کہ بندہ نے جب اپنے گناہ کا اقرار کر لیا پھر توبہ کی تو اللہ تعالیٰ

اسکی توبہ قبول فرماتا ہے مترجم کہتا ہے کہ دنیاوی زندگی میں اعتراف گناہ مستوجب مغفرت ہے۔ پھر اگر مثل زنا وغیرہ کے سرزد ہوا ہو
تو اعلان نہ کرے اور خفیہ جناب باری تعالےٰ میں توبہ کرے اُس کے سامنے جیسے خفیہ اقرار ویسے علانیہ اقرار یکسان ہے۔ اور جیسا گناہ
کہ برادران یوسف علیہ السلام کا تھا وہ اسی قابل تھا کہ اُنھون نے اقرار کر کے مغفرت مانگنے کی درخواست اپنے باپ پیغمبر برحق سے
کی قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ جواب میں فرمایا کہ عنقریب میں تمھارے لیے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگونگا۔ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ
بیشک وہی غفور رحیم ہو۔ کلام میں ضمیر ہوتے تاکید کا مفاد انکی تسکین ہو اور میرے نزدیک اسمین ایک نکتہ یہ بھی ہو کہ میرا عفو کرنا و یوسف کا
عفو کرنا درحقیقت ظاہری ہو اور بخشنے والا وہی رب تبارک وتعالیٰ ہو اور یہی معنی صحیح حدیث یعنی فانہ لا یغفر الذنوب الا انت مین زیادہ صریح ہین
پس ضمیر مذکور حصر کے لیے ہوگی ولیکن اسی معنی مین جو حدیث مذکور کے معنی ہین یعنی احکام مین مشہور ہو کہ مظلوم عفو کرے چنانچہ اس مقام پر بھی شیخ کا
قول کہا گیا ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بالفعل استغفار نہ کیا بلکہ عنقریب کا وعدہ کیا تو شاید اسوجہ سے کہ انکو یہ معلوم نہ تھا کہ یوسف علیہ السلام
نے عفو کر دیا ہو حالانکہ مظلوم کا عفو کرنا شرط ہو پس پیغمبر سے ایسا فعل جان بوجھکر نہین ہوسکتا تھا جسمین جہالت کے معنے ہون بعض نے کہا کہ فی الحال
انکے لیے استغفار کیا تھا اور اس کلام سے وعدہ کیا کہ آیندہ بھی استغفار کرتا رہونگا مین کہتا ہون کہ اسکا شاہد وہ قول ہو جو وہب بن منبہ سے مروی ہو
کہ کچھ اوپر بیس برس تک انکے لیے ہر شب جمعہ کو استغفار کرتے رہے۔ اور مین کہتا ہون کہ اس قول پر ظاہر ہوتا ہو کہ آنحضرت کو استغفار کا کچھ جواب
نہین ملا۔ ولیکن بعض نے کہا کہ آخری رات مین سحر کے وقت نماز پڑھکر دعا مانگی کہ اے میرے رب بخشدے جو مین نے یوسف پر جزع و فزع کیا اور
صبر کم کیا اور میری اولاد کو بھی جنھون نے یوسف کے ساتھ بُرا کیا پس اللہ تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ مین نے تجھے اور ان سب کو بخشدیا۔
مترجم کہتا ہے کہ قرآن مین تو صبر جمیل منصوص ہے پس اگر روایت صحیح ہو تو انکا جزع و فزع اپنی طرف منسوب کرنا بارگاہ کبریائی کی عظمت
وجلال کے سامنے ادب و انکسار و عاجزی ہو اور ممکن ہو کہ باوجود اس جواب ملنے کے بھی استغفار کرتے رہے ہون جیسے حضرت سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین ما تقدم و ما تاخر سب کچھ معاف ہو گیا تھا مگر دن مین سو مرتبہ یا ستر مرتبہ استغفار کرتے اور پوچھنے والون سے
کہا کہ اگرچہ حق تعالےٰ نے معاف کیا مگر شکر نہ ادا کرون۔ یعنی یہ شکر یہ ہے۔ قال الحافظ اور ابن مسعود و ابراہیم تیمی و عمرو بن قیس و
ابن جریج وغیرہم نے کہا کہ سوف استغفر سے ان کو سحر کے وقت تک اسیا وانکیا ابن جریر رح نے اپنے اسناد سے روایت کی
روایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رض اول سحر کے وقت مسجد میں تشریف لایا کرتے اور سنتے کہ کوئی آدمی کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار
مجھ بندہ کو تو نے بلایا یعنی ایمان لانے کو تو مین نے بدل و جان قبول کیا اور مجھکو تو نے بندگی کے حکم دیئے یعنی امت محمدی صلے اللہ
علیہ وسلم پس مین نے بسر و چشم فرمانبرداری کی یعنی کچھ انکار نہ کیا اور یہ وقت سحر کا ہے تو تو مجھے بخشدے۔ مجاہد نے کہا کہ حضرت عمر رض
نے اس آواز کی طرف کان لگائے تو معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن مسعود کے گھر سے آتی ہے پھر عبد اللہ سے دریافت کیا تو انھون نے کہا
کہ ہان سحر کی خصوصیت اس وجہ سے کرتا ہون کہ یعقوب نے اپنی اولاد کی مغفرت کے لیے سحر تک انتظار فرمایا تھا۔ اور ابن جریر رح نے
ابن عباس رض سے آنحضرت صلعم کا قول روایت کیا کہ شب جمعہ تک تاخیر کی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ شاید راوی کا وہم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کا قول بیان کیا اور ظاہر ابن عباس کا قول ہو واللہ اعلم مترجم کہتا ہو کہ بعض علما نے کہا کہ جمعرات کے روز یہ گفتگو ہوئی تو تاخیر فرمائی
وقت سحر تک جو اتفاق سے شب جمعہ واقع ہوئی اور واللہ اعلم و سراج مین ابن عباس رض کا قول بیان کیا کہ استغفار کے لیے شب جمعہ تک تاخیر کی مترجم
کہتا ہے کہ شاید انبیاء سابقین کو روز جمعہ کے فضائل معلوم ہون اور بوجہ حکمت ربانیہ کے انکو اظہار و شروع کرنے کا حکم نہو تب البتہ

یعقوب علیہ السلام نے شب جمعہ تک تاخیر کی یہاں تک کہ در واقع شب جمعہ و روز جمعہ نہایت متبرک ہیں گر عموماً ظاہر نہیں کیا کیونکہ حدیث
صحیح میں ہے کہ ہفتہ میں ایک روز عبادت کا یہود و نصاریٰ نے سنیچر و اسکے بعد اتوار لیا پس جمعہ نہ پایا اور ہم لوگون کو اللہ تعالیٰ نے اپنی
ہدایت سے بتلایا۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ روز منبع برکات کے اسی امت مرحومہ کے واسطے ذخیرہ رہا جیسے خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ
علیہ وسلم کو ان کے لیے غیب میں گمون فرمایا تھا اور اگلون کے لیے ایک روز معین کرلینا ان کی پسند پر چھوڑا تھا پس انھون نے
غلطی کرکے اپنی پسند سے سنیچر کا روز مقرر کرلیا اور نصرانیون نے اتوار مقرر کیا اور چونکہ علوم اسرار قلبی و لطائف روحانی سے واقف
نہ تھے لہذا اپنی پسند پر جم گئے یہ غلطی تھی انکو چاہیے تھا کہ یہ درخواست کرتے کہ جو حضرت کبریا ذو الجلال والاکرام کو پسند ہو وہ ہم کو
پسند ہو لیکن مقدر نہ تھا۔ اس سے یہ لازم نہیں کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کو بھی نہ معلوم ہو لہذا انھون نے دائمی کوشش عبادت میں روز جمعہ
اپنے علم میں رکھا اور ظاہر شرع کا تقرر لوگون پر تھا تو جو انکی پسند پر حق تعالیٰ نے مشروع کردیا اس شرع پر بھی قائم رہے اور یہ توجیہ میں نے اس
واسطے لکھی کہ روز جمعہ اس امت کے خصائص سے ہے تو یعقوب علیہ السلام کی امت پر بھی ظاہر نہ ہوگا اگرچہ سنیچر کی شریعت توریت سے ہوئی اور
اسکا زمانہ حضرت موسیٰ سے بہت پہلے ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور واضح ہو کہ اگر یعقوب علیہ السلام نے کسی خاص وقت تک جو قبولیت دعا
کے اوقات میں سے ہے تاخیر کی ہو تو اصلی مقصود وقت سحر ہوگا اور اتفاق سے شب جمعہ واقع ہوئی جیسے کہ عبداللہ بن مسعود رضہ کے کلام
سے ظاہر ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے وقت سحر تک تاخیر کرنے سے سحر کا وقت قبولیت ہونا معلوم ہوا لیکن حضرت عبداللہ رضہ کو اس دلیل
سے بڑھ کر نص قرآنی کی دلیل معلوم تھی یعنی قولہ تعالیٰ وبالاسحار ہم یستغفرون یعنی اوقات سحر میں وے لوگ اپنے رب سے استغفار کرتے ہیں۔
سعدی رضہ نے خوب کہا ہے ۔ فرس کشتہ از بس کہ شب راندہ اند ۔ سحر گہ خروشان کہ واماندہ اند ۔ پس تمام رات جد و جہد سے طالب رہے
اور سحر کے وقت رو رو کر استغفار کیا کہ بندہ ناچیز کو اپنی کوشش سے حصول مطلوب کی جرأت کرنا جو غایت شوق میں واقع ہوا ایک خطاء
عظیم ہے اے رب بخشدے اور ہم تو سے ہی بدالطفل کے سایہ میں اپنی مراد ملنے کی آرزو کرتے ہیں پھر دن گذرا اور رات نے خلوت کا پردہ ڈالا
اور جذب شوق راہی ہوا سبحان اللہ یہ زندگی کیسی پاکیزہ ہے حیوٰۃ طیبہ سے حق عز و جل اپنے اولیاء کو زندہ رکھتا ہے اور باوجود اس عبادت کے
سحر کے وقت استغفار کرتے ہیں۔ القصہ روایت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے سحر کو انکے لیے استغفار کیا اور رحمت الٰہی سے سرفراز ہوئے
واللہ اعلم۔ اور بیضاوی رح نے لکھا کہ یوسف ع کا عفو کرنا معلوم ہونے تک تاخیر کی اور لکھا کہ اس کی تائید اس روایت سے معلوم
ہوتی ہے کہ مصر میں پہنچکر حضرت یعقوب علیہ السلام قبلہ رو کھڑے ہوئے اور دعا و استغفار کرنے لگے اور انکے پیچھے یوسف علیہ السلام آمین
کہتے جاتے یعنی اے رب ہمارے قبول کرلے اور یہ دسون بھائی ان دونون کے پیچھے بہت عاجزی و گڑگڑاہٹ کے ساتھ کھڑے
کانپتے تھے یہانتک کہ جبرئیل ع نے آکر بشارت دی کہ حق عز و جل نے تیری دعا تیری اولاد کے حق میں قبول کی اور ان کے عہد
ان کے پیغمبر سے بعد نبوت کا میثاق دیدیا بیضاوی رح نے کہا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ان لوگون کی نبوت کی دلیل ہے اور جو کچھ ان سے
پہلے صادر ہوا وہ نبی ہونے کے زمانہ سے پہلے واقع ہوا ہے میں کہتا ہون کہ ظاہر اختیار علامہ بیضاوی رح یہ ہے کہ زمانہ نبوت سے پہلے نبی معصوم
نہیں ہوتا بلکہ اس سے خطا سرزد ہونا ممکن ہے اور میں کہتا ہون کہ پیغمبر کی عصمت کا مسئلہ صرف اس وجہ سے علماء کے درمیان ایک اصل
کلامی مانند دیگر اصول کلامیہ کے قائم ہوئی کہ جو فرقے نفس کی تاویل و خطرات شیطان کی تمثیل میں حقیقت سے کنارہ کرکے خود گمراہ دوسرون کو گمراہ
کرنے لگا اس کا ضرر دین اسلام سے دور کرنے اور انبیاء کی سمجھ کے موافق انکو گمراہی سے روکنے کے لیے علم کلام کا نکالا اگرچہ انجام یہ ہوا کہ اہل السنہ کی حقیقت سے

غافل ہوکر اپنی حقیقت کی آزمائش انھین نو ایجاد اصول پر رکھنے لگے حالانکہ انکے لیے بےچون وچرا کلام اللہ مجید واحادیث صحیحہ پر ایمان
ہین دیکھو کہ بہت سے مفسرین نے برادران یوسف کی نبوت مین اپنی اوہام وظنون پر بحث کی اور بعضے زبان درازی کرنے لگے حالانکہ
حدیث کے موافق ان کو خاموشی چاہیے تھی اور کلام الٰہی سے بھی یہان سکوت لازم وقد قال تعالی اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ ہم کو
کیا بحث کیا اصول معلوم کہ کہان رسالت کا محل کس قاعدہ پر ہوتا ہے اور حکمت ربانیہ کا احاطہ کہان سے ممکن ہے حالانکہ موسیٰ علیہ السلام
بے شبہ پیغمبر معدود مین تھے جنھون نے قبطی کو قتل کر ڈالا اور کہا فغفرلی ربی وجعلنی من المرسلین۔ اور کہا کہ انہ من عمل الشیطان اور خضر علیہ السلام
مین اگر نبوت نہو تو بھی صالح ہونے کی حالت مین ایک طفل کو قتل کر ڈالا جسکی نسبت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا اور باوجود نبوت کے
سمجھ مین نہ آیا تو انبیاء واولیاء بلکہ عوام کے افعال واعمال پر کوئی قطعی حکم لگانا محض جہالت ہے یہ شیوہ گمراہ فرقون کا ہے اور ہم کسی کو جنتی
و دوزخی نہین کہہ سکتے ویسے ہی نہین جانتے کہ شخص جنتی بوجہ نبوت کے ہے یا بوجہ ولایت یا بوجہ عام ایمان کے یا بوجہ خاص مغفرت کے یا بے
دوزخی ہے پس حاصل یہ ہے کہ اس مقام پر بلا دلیل انکو جیسے پیغمبر یقینی نہین کہہ سکتے ویسے طعنہ وتشنیع نہین کر سکتے بلکہ طعنہ سے بہتر گمان کرنا بہتر ہے فافہم واللہ
اعلم بالصواب۔ ف اشارات عرائس مین ہے کہ قولہ لما فصلت العیر الآیۃ جب قافلہ مصر سے نکلا تو نسیم صبا کا جھونکا آیا اور قمیص سے خوشبو اڑا کر یعقوب
علیہ السلام کی ناک مین پہونچائی اور چونکہ یہ احساس باطنی سے متعلق نہین بلکہ عضو ظاہری یعنی ناک مین خوشبو آئی تھی تو اسی واسطے کہا کہ انی
لاجد ریح یوسف مین یوسف کی خوشبو محسوس کرتا ہون۔ ولکین قریب سے خوشبو پائی کیونکہ ہر سانس مین خوشبو سے یوسف کو پہنچتے تھے اور یہی
حال ہر ایک عاشق کا ہے جو ہر ایک تعلق غیر سے آزاد ہو کر گھر مین بیٹھا ہو یا جنگل مین ہو یا سفر مین ہو کام مین ہو یا بیکار ہو ہر دم وہ اس یار
کے شوق مین راہ پر نظر رکھتا ہے کیونکہ ایسے جوازل کے باغ فیض سے چلتی ہے تاکہ کوئی خوشبو روح کو کثافات تعلقات سے پاک کر دے۔ چنانچہ
کتاب حدیث شریف مین اس خوشبو کا اشارہ ہے حیث قال ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الحدیث جیسا کہ شیخ نے بھی اس حدیث کو اس مقام پر
طوالت کی تقریر مین درج کیا ہے۔ اور واضح ہو کہ آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قافلہ رات سے اسی عادت مسافرون کے منزل مقصود کو
رخصت ہوا ہوگا کیونکہ نسیم صبا کا وقت وہی وقت سحر ہے۔ اور اکابر اولیاء اللہ کے کلام سے پایا جاتا ہے کہ نسیم صبا سے ان نفحات کے ساتھ تعلق ہے
لیکن یہ ضرور نہین ہے کہ ہر بدذات کو پہر وہ ملا ہو جیسے ہوا سے ابرون ومینہ برسنے کا وقت کو بھی نہین ملی اور یہان سے معلوم
ہوا کہ حدیث مین بھی نظم ہے اس کا پورا اشارہ ہے کہ وہ برابر چلتی ہے لیکن انھین کو ملتی ہے جو اسکی راہ مین منتظر ہین اور آیت سے صریح معلوم
ہوا کہ سواے حضرت یعقوب علیہ السلام کے کسی نے نہ پائی۔ چہ خوش گفتہ است کس ندیدہ است مشک ختن ونافہ چین آنچہ من از نسیم
باد صبا می بینم پس اشتیاق نفحۃ الرب تبارک وتعالی یعقوب علیہ السلام کو بشہود وجود یوسف علیہ السلام تھا واللہ تعالی اعلم فافہم قال
الشیخ فی ہذہ الاجتہاد با شغلہا طریق الصبا خلص الیہا فان الصبا ریح اذا ما تنسمت علی نفس مہموم تجلت ہمومہا اور کہا کہ
میری بیان اس معاملہ نازک واسرار الٰہیہ پر قربان کہ اس سے روح درد والی کو کیا اچھی خوشبو سے شکست ہوا ان مین جو تجلی ہے قمیص الناس
سے شہود قدم مثل آفتاب کے نمایان ہے اور زبان پر ان دوستی کا دوران سے سلام علیٰ تلک المعاہد انہا شریعۃ وراد و عہد شمالی
نفحا بہیۃ الرضی من سواکن ارضہا تقلبت بہرقا ولطیف خیال اور نہایت شوق سے خیریت کے ساتھ زبان روح پر وہ دل مین
بے التماس پنہان ہے نسیم الصبا بلغ سلامی الیہم وار فق لعلک بالحبیب علیہم وقل لہم انی وان کنت نازحا فروحی وقلبی حاضران
لدیہم ﴿ قولہ لولا ان تفندون آنحضرت نے بیان کیا تھا کہ بیدار عشق مین انکا وہم نہین پہنچا اور کبھی خود اس راہ سے بھٹکے ہوئے مین لوٹا جاے

[illegible]

اپنی راہ سے خلاف راہ والے مسافر کو بھٹکا ہوا سمجھینگے اور یہ سمجھنا بغیر اجازت کے سوء ادب ہو کر قہر کا باعث ہوگا تو فی العجلہ اجازت دیدی اور آخر انھون نے کہا کہ تاللہ انک لفی ضلالک القدیم اپنی محبت قدیمہ پر ہو اقول قدیم عشق باری تعالیٰ ہے پس ازل کی راہ مستقیم درحقیقت تھے لیکن جو کوئی پہونچا نہین وہ منکر ہے۔ قال الشیخ بعض نے کہا کہ نسیم صبا نے جناب الٰہی مین بشارت پہونچانے کی درخواست کر کے اجازت پائی اور یہ بشارت چونکہ رحمت حق تعالیٰ تھی لہذا نسیم صبا اس رحمت کو لیے ہوئے سب سے مقدم آئی۔ اقول صبا کوئی تنکا نہین اڑاتی بدون اجازت مولا سے اعلیٰ جلشانہ پس اہل تفکر کے لیے اشارہ کر کے چھوڑ دیا فتفکر وفی الحدیث امعناہ ان الریح لفعل بالابدان کالفعل بالاشجار و الحدیث فی الصحیح وقال علیہ السلام نصرت بالصبا واہلکت عاد بالدبور۔ اور شیخ رہ نے کہا کہ جو ایمان والا اپنے ایمان و یقین مین کامل اور پائدار ہو کر راہ استقامت پر مضبوط ہو جاتا ہے اس کا یہی حال ہو جاتا ہے کہ سابقہ تقدیر ازل سے جو اس کے حق مین سرفرازی ہو چکی ہے اسرار باطن مین نسیم روح سے بشارت پاتا ہے۔ قال المترجم بدلیل قولہ تعالیٰ لہم البشریٰ فی الحیٰوۃ الدنیا الآیہ وبدلیل قولہ ان الذین آمنوا ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جن عالمون کو اپنی شان مین شک نہو وہ اپنے آپ کو اس آیت سے امتحان کرین کہ اس کے مصداق ہین یا نہین پھر اگر نہون تو غرور بیکار ہے اور گریہ وزاری جناب باری تعالیٰ مین درکار ہے وہ پاک پروردگار رحیم و غفار ہے اللہم استر عیوبنا واغفر ذنوبنا واجعلنا من عبادک المؤمنین۔ بعض نے کہا کہ جہان یوسف کو محبت مین ڈالا تھا وہ مقام یعقوب علیہ السلام سے ایک مرحلہ سے بھی کم دور تھا مگر حال کچھ نہ کھلا کیونکہ زمانہ محنت و بلا کا تھا پھر جب وقت امتحان ٹل گیا اور ایام فرحت و سرور کے آئے تو اسی فرسخ سے مصر سے کنعان مین خوشبو سونگھی۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ احباب کو احباب کی خوشبو نسیم صبا لاتی ہے ورنہ اغیار کی سمجھ مین یہ بات نہین آتی کہ ہوا کیا خوشبو لاتی ہے پھر شیخ نے جواب مین بزرگ پیغمبر کے ساتھ بے ادبی کی وجہ ذکر کی جیسا کہ سابق مین قتادہ رہ و سدی رہ کا قول ابن کثیر رہ کی تفسیر سے نقل ہوا ہے اور لکھا الٰہی اکثر اوقات نسیم صبا خوشبوے حبیب بحبیب پہونچاتی تھی مگر کبھی اجازت کا حکم نہین لاتی تھی اقول حیات وبال ہے کہ خوشبوے وصال مین تڑپیا کیے وقولہ یا اسفیٰ علی یوسف نالہ و ہاے و ہو ہے اور خوشبو پر جان دینا وصال ہے وقال علیہ السلام من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ اور روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام کے واسطے ملک الموت خوشبو دار چیز لائے سونگھی و جان سپرد کی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم اور شیخ نے اشارہ قولہ تاللہ انک لفی ضلالک القدیم مین لکھا کہ سر باطن وادی عظمت و جلال مین حیران سرگردان اور روح بیابان ازل مین پریشان اور عقول عجائب قدرت مین پریشان اور قلب شوق عشق و محبت مین بیحالت ہیمان ہر جانب سے جلوہ دیدار ہے آنکھ درکار ہے نہ گوشت کا کہ اس سے اندھا کہا مانند قولہ ابیضت عیناہ۔ ہو تو عارف اسرار ہے ؎ چشم بند و گوش بند و لب ببند۔ مگر ایسے شخص کے اخبار و آثار سے دنیا مین واقف کار نہین اور اسوقت مفید فائدہ کا انتظار ہے کہ یعقوب علیہ السلام کے مثل دلیل صدق وارد ہوگا قال تعالیٰ فلما ان جاء البشیر الآیہ۔ اس مین اشارت ہے کہ بندہ فرمانبردار کہ طاعت خالق عز و جل مین گریہ و نالہ کرے اور حلیم بنکر مجنون دکھا کہلا کر آنکھون سے ہاتھ دھو ڈالتا ہے لیکن قریب حضرت سے دیدۂ دل روشن ہوتے ہین جن کے سامنے اس آنکھ کی اصلیت نہین ہے۔ اور لکھا کہ یوسف محل تجلی حق عز و جل تھے اور چشم و گوشت ظاہری پردہ لباس باطن ہے پس قمیص چہرہ پر ڈالنے سے نور بصر نے عود کیا پس جو کوئی اس مرتبہ تمکنت پر باستقامت ہو یہی ظہور معجزات ہوگا اقول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ادنیٰ معجزہ کا مین اوپر ذکر کر چکا کہ نکلا ہوا ڈھیلا آنکھ کا لپ لگا کر انگشت مبارک سے خانہ چشم مین بٹھلا دیا تو اس صحابی کی روشنی کبھی زائل نہوئی۔ شیخ نے کہا کہ قمیص چہرہ پر ڈالنا التباس تھا اور یہ پردہ شہود ہے نہ عیان وجود یہان عشق اسکو محتمل ہے ورنہ توحید صرف اسکو محتمل نہین اور مقامات و حالات عشق عین توحید مین اور احادیث صحیحہ مین ہے کہ باران کا

قطرہ آنحضرت صلعم اپنے بدن پر لیتے اور کہتے کہ انہ حدیث عہد بربہ۔ مترجم کہتا ہے کہ خیالات عامہ اپنے گوشت پوست وہر ایک چیز پر اپسی قیاس و تخمین سے ہین اور کبھی کسی چیز کی ماہیت معلوم نہ ہوئی ولیکن دعوے ہے کہ سب جانتے ہین اور بخارات سے ابرا ور سردی سے اولا وغیرہ جملہ مرئیات انھین کو دکان بے خرد کے لیے تعلیم کا مکتب ہی بحکم قولہ تعالیٰ سنریہم آیاتنا فی الآفاق وفی انفسہم الآیہ مگر کبھی علم حاصل نہ کیا اور جو حاصل کیا وہ اسی جگہ مین رہا۔ ازین معابیح وانا درجہان آگاہ نیست۔ شیخ نے لکھا کہ سفیان رحمہ نے فرمایا کہ جب بشیر نے بشارت پہونچائی تو فرمایا کہ تو نے یوسف کو کس دین پر چھوڑا ہے بولا کہ دین اسلام پر فرمایا کہ ہان اب میرے رب کی نعمت پوری ہوئی۔ جب بیٹون نے باپ کا معجزہ اور یوسف کی جزالت قدر اس قمیص سے دیکھی اور اپنی خطا بمقابلہ تقدیر ایزدی کے پہچانی تو نہایت الحاح وعجز سے درخواست کی لقولہ قالوا یا ابانا استغفر لنا ذنوبنا الآیہ یعنی جو خطا ہم سے آپ کے حقوق وفرائض مین ہوئی اور جو کچھ نافرمانی وایذا رسانی صادر ہوئی اور ہم نے آپ کے نور فراست کو نہین پہچانا اور بمقابلہ تقدیر ایزدی کے تدبیر سے شرف منزلت سے یوسف کو مٹانا چاہا اور اس مین جو حسد و اضاعت حق برادر مضمر ہے ان سب سے ہمارے لیے استغفار فرمائیے اور ازین جملہ یہ بھی بہت افسوس کے قابل ہم سے وقوع مین آیا کہ طلب حق مین اوقات مصروف نہ کی بلکہ نفس وہوس کی متابعت کی جو تمام فسادات کی بنیاد ہے۔ وقولہ انا کنا خاطئین۔ اصل خطا جہل از تدبیر الٰہی عزوجل ہے کیونکہ وہی عالم وتمام اپنی مخلوق کی تدبیر فرماتا ہے کما قال یدبر الامر من السماء الی الارض الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ معرفت نہایت لطیف ہے کہ حق عزوجل جب مدبر مخلوقات ہے تو آدمی پر فرض ہے کہ اپنی تدبیر کو ایک تسخیر تدبیر الٰہیہ سمجھے اور یقین کرے کہ اس تدبیر سے انجام وہی ہوگا جو قادر قاہر کی مشیت ہے لہذا برعکس انتظام کرنا اپنی قوت وطاقت کا دعوے مشرکانہ ہے ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ پس اسی کے غلبہ وحکمت پر انجام ہوگا اور بعض نے خیال کیا کہ اسکی تدبیر کے ساتھ ہماری تدبیر کی ضرورت نہین ہے اس لیے توکل یہ ہے پھر حق تعالیٰ کے تمام تدبیر و کوشش سے یک لخت کنارہ کیا ولیکن محققین علما نے کہا کہ یہ خیال بھی عدم معرفت سے ہے یعنی ہمارے افعال وکوشش کوئی چیز ساتھ تدبیر الٰہیہ کے نہین ہے بلکہ عین تدبیر الٰہی ہے کیونکہ افعال بندگان مخلوق باری تعالیٰ ہین اور انتاج ذرایع امتحان مشیت الٰہی عزوجل مین آداب عظیم ہے کیونکہ ظاہر حواس وعقل سے یہ حکم ہے کہ پابند طریق اسباب ہون اور وہ کون ہے جو مطلق تدبیر نہین کرتا حتی کہ بعض نے خیال مذکور قائم کیا وہ کیا چلنے مین کنوان وگڑھا نہین دیکھتے اور کیا کوٹھے سے بغیر زینہ تلاش کیے کود پڑتے ہین اور کیا سونے سے بدن کو آرام نہین دیتے اور کھانے سے تن کی تندرستی نہین قائم کرتے پھر کیا وجہ ہے کہ اس سے زیادہ تدبیر کو خلاف توکل خیال کرتے ہین بلکہ صواب وہ قوام یہ تھا کہ مثل محققین کے یہ سب افعال بھی تسخیر قدرت وتابع تدبیر حکمت الٰہی سمجھا جاتا جانتے کیونکہ یہی حق ہے۔ شیخ نے لکھا کہ بعض کا قول ہے کہ خطا یہ تھی کہ غلطی سے نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیا کو باوجود امتحانات کے محفوظ فرماتا ہے۔ قولہ قال سوف استغفر لکم ربی الآیہ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر عارف تھے کہ اوقات قبولیت وصفات رحمت ومغفرت ولطف وغیرہ سے واقف تھے پس جو وقت نسیم صبا کے چلنے کا ہے اور جس وقت انکو بشارت ہوئی تھی اسکا انتظار کیا اور منجملہ نشان قبولیت توبہ کے یہ ہے کہ دل محبت ملے ہوئے خوف سے لرزان ہو اور اشتیاق مین مضطرب اور سینہ جوش مین آنسو بہاوے اور آنکھ زرد محبت سے اسکو جوش جاوے اور دلون پر انوار تجلی مغفرت تابان ہون۔ اور ارواح کو جوش سے ہوائے ملکوت مین اڑجانے کا شوق ہو۔ زبان ہو۔ وثنا مین خوش وشادان ہو اور دل اسکے ساتھ کافی ادا سے معنے سے قصور پر لرزان اور ادراک عین معنے سے باطنی زبان کے ساتھ ادا کرنے پر فرحان ہو یعنی وہ وقت ہے جسکے لائق کسی کی تمنا ہے۔ اور اکثر یہ وقت اسحار کا ہے جب بندگان نیکوکار اپنے بستر ون وخوابگاہون سے پہلو علیحدہ کر کے ہوشیار اور طلوع شمس تک بیدار ہوتے ہین اقول استدلال یہ بقولہ تعا

وبالاسحار هم یستغفرون۔ اور بقولہ تعالےٰ تتجافی جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم خوفا وطمعا الآیہ۔ اور حدیث ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر رات آسمان دنیا پر تجلی فرماتا ہو کہ کون ہو جو مجھ سے دعا کرے مین قبول فرماؤن اور کون ہو مجھ سے مغفرت مانگے کہ بخشدون۔ اور صحیح ہوا کہ آخری رات کا تیسرا حصہ ہے اور صحیح ہوا کہ کسی قدر دُلجہ مین سے ہو۔ اور صحیح ہوا کہ جو کوئی اول نماز صبح سے فارغ ہو کر مصلے پر تا طلوع آفتاب تسبیح مین رہے گویا تمام رات بیدار رہا۔ اور جو کوئی اول رات بہت دیر تک بیدار رہا اور آخر رات اگرچہ بعد تہجد کے سو یا کہ صبح کی نماز گئی تو اُس نے بُرا کیا بعض مشائخ نے کہا کہ جناب باری تعالےٰ کی اجازت کا انتظار کیا تا کہ مثل نوح کے نہو کہ بیٹے کے حق مین دعا قبول نہوئی۔ پھر شیخ نے ابن عطاء وغیرہ علماے تفسیر سے مطابق تفاسیر سابقہ کے اقوال ذکر کیے جنکے اعادہ کی ضرورت نہین ہو۔ القصہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو فضل ورحمت آلٰہی تعالےٰ سے بشارت پہونچی تو اس خوشی کا قیاس کیونکر ہو سکتا ہے البتہ علماء ربانی کا گمان معقول ہوگا کہ مثل اہل دنیا کے انکو گوشت پوست سے اولاد کی محبت کی بنیاد پر خوشی نہوگی کیونکہ علاوہ یوسف علیہ السلام کے فضل آلٰہی تعالےٰ سے بہت اولاد زندہ موجود تھی بلکہ بوجہ شہود خاص کے جو دیگر اولاد سے حاصل نہوتا تھا اور نہ اس مین کچھ ولادت کا تعلق ہو پس خوشی بھی اللہ تعالےٰ کے واسطے تھی اور اس سے زیادہ خوشی قیام یوسف علیہ السلام بمقام نبوت اور دنیاوی نظر سے بھی بمقام سلطنت کی تھی اور اس سے زیادہ یہ کہ وصال و دیدار کے لیے سامان سفر مہیا اور آنکھون کی بینائی کا اعادہ کیا گیا تھا۔ معالم و بیضاوی و سراج وغیرہ مین لکھا روایت ہو کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے سو راحلہ سامان کثیر بھیجا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام و تمام اہل وعیال کو آرام تمام لے آوے پس حضرت یعقوب علیہ السلام نے فی الفور اس دیار آبا واجداد کو ترک کر کے مع تمام اہل وعیال کے مصر کا قصد کیا اور یہان کسی متنفس کو نہین چھوڑا کیونکہ زمین وجائداد سے خاندان نبوت کو تعلق نہ تھا تو چھوڑنا ضائع کرنا ہو اور روایت ہو کہ سب عورتین و مرد بال بچے ملا کر بہتر آدمی تھے پس سب مصر کو روانہ ہوگئے وقال تعالیٰ

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۝ وَرَفَعَ

پھر جب یہ سب داخل ہوئے یوسف پاس تو اُسنے ٹھکانا دیا اپنی طرف اپنے والدین کو اور کہا کہ داخل ہو مصر مین اگر چاہا اللہ نے درحالیکہ بےخوف ہو اور اونچا بٹھلایا

اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ

اپنے والدین کو تخت پر اور وے سب گر پڑے اسکے لیے سجدہ کرتے ہوئے اور کہا کہ اے میرے باپ یہ انجام کار نکلا میرے اس خواب کا جو مین نے پہلے دیکھا تھا بیشک

جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ

اسکو کر دیا میرے رب نے سچا اور اسنے احسان کیا میرے ساتھ جب اسنے مجھے نکالا قیدخانہ سے اور لایا تم کو گانون سے اور بعد اسکے کہ کھٹ پٹ ڈالدی تھی

الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝

شیطان نے مجھ میرے اور میرے بھائیون کے بیچ اندر بیشک میرا رب لطف سے پورا کرنے والا ہو جو چاہے وہی سب جاننے والا وہی بڑا حکمت والا ہو

جب حضرت یعقوب علیہ السلام مصر کی دار السلطنت کے قریب پہونچے تو یوسف علیہ السلام نے آپ کے استقبال کے لیے باہر سب آرام کا سامان کیا تھا اور بادشاہ سے اطلاع دی جب قریب آجانے کی خبر پہونچی تو حضرت یوسف علیہ السلام استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلے اور بادشاہ نے امراء دولت اور ارکان سلطنت کو حکم دیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ استقبال کو جاوین اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہی بیان کیا جاتا ہو کہ بادشاہ خود بھی استقبال کو نکلا تھا اور یہی قول ٹھیک معلوم ہوتا ہو اقول اس وجہ سے کہ بادشاہ ایمان لایا تھا اور اسکو علو منصب نبوت سے آگاہی ہوگئی تھی پس ناممکن تھا کہ وہ ایسے پیغمبر علیہ السلام کا استقبال ایک جلیل پیغمبر کے ساتھ

ہوکر نہ کر تا بسراج مین لایا کہ بادشاہ بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ مع چار ہزار ارکین سلطنت و امراء و سرداران لشکر و خیل و حشم کے باہر آیا اور گروہا گروہ اہل مصر اس عظیم الشان استقبال کے لیے خود چلے جاتے تھے جب دور سے نظر آنے لگے تو یعقوب علیہ السلام پا پیادہ ہو گئے اور یہودا پر تکیہ دیکر آہستہ آہستہ آگے بڑھے اور شیخ مفسر سیوطی رحمہ نے تحبیر مین اور قرطبی وغیرہ نے لکھا کہ اسوقت انکی عمر ایک سو تیس سال کی تھی اور ایک سو سائٹھ پر انتقال کیا۔ الغرض بڑھاپے سے یہودا پر ٹیک دیے تھے جب خیل و حشم نظر پڑا تو یہودا سے پوچھا کہ یہ فرعون مصر ہے اُس زمانہ مین بادشاہ مصر کا لقب فرعون ہوتا تھا اور یہ لفظ اسوقت تک کچھ مکروہ نہ تھا کیونکہ کسی فرعون نے خدائی کا دعویٰ نہ کیا تھا بلکہ یہ فرعون تو بفضل الٰہی مسلمان تھا پس یہودا نے کہا کہ نہین بلکہ آپ کے بیٹے یوسف ہین اور سراج مین لایا کہ جب پاس آ گئے تو یوسف نے بڑھکر سلام کرنا چاہا مگر جبرئیل علیہ السلام نے روکا یہان تک کہ خود یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ السلام علیک یا مذہب الاحزان یعنی عبرانی زبان مین سلام کیا اور دعا دی اور کہا کہ اے درد و غم دور کرنے والے سلامت رہ اور نوری رح نے کہا کہ دونون نے مل کر معانقہ کیا اور روئے تو یوسف نے کہا کہ اے پدر آپ میرے فراق مین اسقدر روئے کہ آنکھین سپید ہو گئین آپ تو جانتے تھے کہ قیامت مین ہم سب جمع ہو جاوینگے فرمایا کہ اے جان پدر سچ ہے ولیکن مجھے بڑا خوف یہ تھا کہ یہ ضمیر جسکے ہاتھ پڑے وہ اپنے دین پر نہ کر لے تو مین کبھی نہ پاونگا۔ قال تعالیٰ۔ فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰی یُوْسُفَ پھر جب یہ سب کنبہ یوسف پاس داخل ہوئے۔ اٰوٰی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ تو اس نے جگہ دی اپنے پاس اپنے باپ و ان کو۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ ملا لیا اپنے ساتھ باپ و ان کو۔ وَقَالَ۔ اور بولا کہ اُدْخُلُوْا مِصْرَ داخل ہو تم سب اس شہر مصر مین۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اٰمِنِيْنَ۔ درحالیکہ تم امن مین ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان چند مقام ہین اول یہ کہ بادشاہ وغیرہ کا استقبال وملاقات اکثر روایات مین مذکور ہے اور ظاہر اُن سے معمولی ملاقات ومصافحہ ودعا دیکر رخصت کیا ہو واللہ اعلم ولیکن ہم اس سے زیادہ بحث نہین کرتے کیونکہ قرآن مین مذکور نہین تو ہم اپنے نفس کی تہذیب کا اس سے کوئی نتیجہ نہین نکال سکتے ہین۔ دوم اس نظم جواہر قرآنی سے ظاہر ہے کہ اہل دنیا کی طرح یہ ملاقات نہوئی بلکہ یوسف علیہ السلام کسی جگہ تھے سرراہ نہ تھے پس وہان یہ سب انکے پاس داخل ہوئے اور ممکن ہے کہ خیمہ سے باہر استقبال ومعانقہ ومصافحہ ودعا وسلام کے بعد بادشاہ وغیرہ کو رخصت کر کے یوسف خیمہ مین اُن سب کے ساتھ داخل ہوئے ہون مسئلہ اگر امیر یا بادشاہ وغیرہ شہر مین داخل ہوا اور کوئی مرد جو اسقدر صالح و پرہیزگار معروف تھا جس کی گواہی محکمہ قاضی مین بوجہ عادل ہونے کے قبول ہوتی تھی وہ اس جلوس دیکھنے کو گیا تو فتاوےٰ مین مذکور ہے کہ اس کی عدالت ساقط ہو جائیگی لیکن اگر اُسکا جانا اسواسطے ہو کہ دنیاوی مال و متاع و آرائش جس سے یہ لوگ دھوکے مین پڑے ہین اس سے عبرت حاصل کرے تو یہ حکم نہین ہے دیکھو فتاوےٰ ہندیہ ترجمہ عالمگیریہ کتاب القضاء۔ فائدہ لا بنیا مثل یوسف علیہ السلام کے اگر امور عدل وغیرہ مین مصروف ہو تو باپ خود اُسکے پاس جاوے اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہر چیز مین بہت کم تکلف کرتے تھے یعنی مثلاً کھانا تو غرض اس سے بھوک روک دینا اچھی قسم کی چیز سے اور کپڑا بدن ڈھانک لینا سردی گرمی کے بچاؤ کے ساتھ پس سلائی کی تراش و خراش وغیرہ امور اور زبان کے انواع لذات سے پرہیز کرتے تھے یا مثلاً خاص نشست دسترخوان و موزون برتن اور ایسے امور جن سے شیطان تمام وقت لیجاوے اور محنت زیادہ پڑے اجتناب لازم ہے۔ واضح ہو کہ باپ کے ادب مین شرعی طریقہ سے اچھے الفاظ و اچھا برتاؤ اور ہر طرح کی خدمت سے آرام دینا و اکرام و منزلت کرنا بہت ثواب کی بات و مستحسن ہے سوم قولہ آوی الیه ابویه اپنی طرف جگہ دی یا ملا لیا اُس سے انکا امتیاز و اعزاز بحق ادب مراد ہے اور شاید یہ کیا ہو کہ اپنی مسند انکے لیے خالی کر دی ہو۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ تعالیٰ

عبداللہ بن مبارک کے لیے جگہ خالی کرتے تھے مسئلہ ملاقات کو آنے والا اپنے اخلاق سے بغیر اجازت صاحب خانہ کے اس کی مسند پر نہ بیٹھے اور دل میں بُرا نہ مانے اگر وہ جگہ نہ چھوڑے اور بغیر اجازت کے امام نہ بنجاوے۔ چہارم ابویہ۔ باپ و ماں کو کہتے ہیں اگرچہ آب باپ اور اس کا تثنیہ ابویہ ہوا اور ماں کو اُم کہتے ہیں مگر تثنیہ کرنے میں باپ کے اعزاز سے اُسی کے لفظ کو تثنیہ کر دیا جیسے والد باپ اور والدہ ماں ہے تو والدین نہیں بلکہ والدین ماں باپ کو کہتے ہیں اب جاننا چاہیے کہ یہاں مفسرین میں اختلاف ہے کہ ماں حقیقی تھیں یا خالہ تھی پس بیضاوی رح نے یقین کیا کہ خالہ تھی اور اس کو بمنزلہ ماں کے قرار دیا جیسے چچا کو باپ قرار دیتے ہیں کما فی قولہ آلہ آبائک ابراہیم و اسمٰعیل واسحاق۔ حالانکہ اسمٰعیل علیہ السلام تو حضرت یوسف ع کے چچا تھے مگر بحکم حدیث کہ چچا بھی باپ کے صنو ہے باپ قرار دیا یوں ہی خالہ ان کی صنو ہے وہ ماں قرار دی گئی اور یعقوب ع نے بعد وفات ان کی والدہ کے اُس کی بہن سے نکاح کیا تھا اور یہ کہا کہ باپ کی جورو بھی ماں کہلاتی ہے۔ شاید یہ اشارہ کیا کہ خالہ نہو تو باپ کی جورو ان کی سوتیلی ماں ہو سکتی ہے۔ اور معالم و سراج میں ہے کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ یہ یوسف کی خالہ تھی جسکا نام لیّا تھا اور انکی والدہ انکے چھوٹے بھائی بنیامین کے پیدا ہونے میں مر گئی تھی اور حفناوی رح نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے قوی یہ ہے کہ لیّا تو پہلے مر چکی پھر یعقوب علیہ السلام نے یوسف کی والدہ راحیل سے نکاح کیا ہے پس اس صورت میں شاید کوئی تیسری بہن ہو جس سے یعقوب علیہ السلام نے دونوں کی وفات کے بعد نکاح کیا ہو اور یہی خالہ اسوقت ہو مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی رح نے اسی وجہ سے نام نہیں لیا کہ تاریخی قصوں میں تو لیّا کا انتقال راحیل سے بھی پہلے ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ قصہ مثل یہود کے ہاتھوں کے دیگر تاریخوں کے اس درجہ پر نہیں ہیں کہ اتنا اعتماد اس پر کیا جاوے اور کچھ یہود پر موقوف نہیں اس زمانہ میں تو ہر قوم کا یہی حال تھا ذرا دیکھو ایرانی تاریخوں کو کس بیہودگی سے بھری ہوئی ہیں کہ بالکل پتہ نہیں چلتا ہے پھر کچھ اٹکل سے کسی بات کو قرین قیاس کر لیا جاتا ہے تو یہ خلاف عقل ہے کہ اس سے یقینی بات کو متغیر کیا جاوے۔ اور ظاہر اس مقام پر خالہ کی تاویل بوجہ اسی قرینہ کے ہوئی کہ چچا کو باپ کہا گیا ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اگر یہ صحت کو پہونچے تو بہت سے مسائل ہیں اس سے استدلال ہوگا جیسے پرورش کا حق صغیر بچہ کا جبکہ والدہ فوت ہو تو ماں کی بہن سگی خالہ کو ملیگا کیونکہ وہ بمنزلہ ماں کے ہے اور یہ مسئلہ حدیث سے خود ثابت ہے۔ بالجملہ ایک قول یہ ہے کہ وہ ماں نہ تھی بلکہ خالہ تھی خواہ لیّا ہو یا اور کوئی ہو۔ دوسرا قول جو معالم میں ذکر کیا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی والدہ کو زندہ کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ یعقوب ع کے ساتھ مصر میں آئیں۔ اقول جیسے اس عجیب قدرت کے واقعہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی دوبارہ عود کر آئی ویسے ذرا بھی استبعاد نہیں ہو سکتا کہ مردہ کی زندگی دوبارہ ہوئی ہو اور یہ ایک معجزہ ہے کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام کو بھی دیا گیا تھا حتی کہ بڑے بڑے فلسفی حکماء یونان عاجز آگئے اور معجزہ سے یہی مقصود ہوتا ہے ولیکن اسکے واسطے ثبوت نقلی چاہیے اور مفاد اسکا تو یہ ہے کہ جو خواب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا تھا باوجود انتقال والدہ کے دوبارہ حیات سے پورا ہوا جس کا احسان و شکر یہ حضرت یوسف ع نے ادا کیا ہے پس کہا گیا کہ یہ قول حضرت قتادہ رح کا ہے جو مشہور تابعی فقیہ ربانی ہیں اور سفیان بن عیینہ کا ہے جو فقیہ عالم ہیں۔ علامہ خازن نے کہا کہ اعتماد تو اسی پہلے قول پر ہے یعنی باپ و خالہ کو ابوین کہا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ سدی رح و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ یہ دونوں یوسف کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام و انکی خالہ تھے اور سگی ماں انکی بہت دن ہوئے کہ مر چکی تھیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اس قول کا ضعف تو پہلے معلوم ہو چکا پھر اسپر اعتماد کچھ قوی بات نہیں ہے تیسرا قول اور وہی صحیح و صواب ہے یہ ہے کہ انکی ماں زندہ تھیں اور وہی آئی تھیں ابن کثیر نے کہا کہ محمد بن اسحاق رح و ابن جریر نے کہا کہ یوسف علیہ السلام کے باپ و ماں دونوں زندہ تھے اور ابن جریر رح نے

کہا کہ کوئی دلیل نہیں پائی جاتی جس سے اعتماد ہو کہ یوسف کی والدہ مر چکی تھیں اور ظاہر قرآن مجید بھی اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اُن کی ماں
زندہ تھیں اقول ہاں تاویل ہو سکتی ہے کہ خالہ کو بھی ماں بولتے ہیں مگر تاویل کرنا جب ہی جائز ہے کہ کسی دلیل سے ثابت ہو کہ معنی یہاں
یہ ہیں اور دلیل یہاں روایت سے چاہیے جس پر نقلی طریقہ سے اعتماد ہو سکے اور ظاہر ہے کہ ہزاروں برس کے زمانہ کے بعد ثقہ لوگوں کی
روایت اسی طرح مل سکتی ہے کہ کتاب متواتر طریقہ سے ثقہ لوگوں کے ہاتھوں سے پہونچی اور اس کے نسخہ برابر اس کثرت سے پھیل جاویں
جنمیں کچھ فرق و تغیر نہو حالانکہ یہودی قوم جس نے توریت میں تحریف کر دی خصوص حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے ظہور کے وقت سے
تاریخیں اور نفس کتاب کو اس کوشش سے اتفاق کر کے بدلا کہ سوائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کسی پیغمبر کی بشارت توریت سے نہ نکلے
تو تواریخ کا کیا ذکر ہے اور احکام میں خواہش کے موافق ہر طرح گنجائش نکلے تو بھلا ایسے لوگوں کا کیا اعتبار ہے پھر انکی روایت کی وجہ سے جسمیں قوی
احتمال ہے کہ غیر محفوظ کر دی گئی کیونکر تاویل ظاہر کی جائز ہو سکتی ہے پس صواب یہی قول محمد بن اسحاق کا ہے جسکی ابن جریر رحنے تائید کی۔ ابن کثیر رحنے
فرمایا کہ یہ قول جسکی ابن جریر نے تصحیح کی یہی صحیح ہے اور اسی پر سیاق کلام دلالت کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید میں جو ظاہر مذکور ہے اُسکی تاویل قطعاً
ناجائز ہے کیونکہ خواب میں شمس و قمر کا سجدہ کرنا اپنے والدین کو دیکھا تھا تو یہاں والد و خالہ کا سجدہ نہو گا اور وہ تعلق معنوی ہے نہ لفظی اور یہاں اطلاق
خالہ پر لفظی ہوا جاتا ہے فلیتامل فیہ القصہ والدین کو یعنی اپنے باپ و اپنی ماں کو معزز امتیاز سے جگہ دی اور سب سے خطاب کیا کما قال تعالےٰ قال
ادخلوا مصر ان شاء اللہ آمنین یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین اور بھائیوں اور جملہ عزیز و اقارب سے کہا کہ تم سب لوگ مصر میں
داخل ہو در حالیکہ تم سب لوگ ان شاء اللہ تعالیٰ امن کے ساتھ ہو۔ بعض نے کہا کہ ان شاء اللہ فقط داخل ہونے سے متعلق ہے یعنی ان شاء اللہ تعالیٰ داخل ہو
ایسا داخل ہونا جو امن کی کیفیت رکھتا ہے یہ بیضاوی کا قول ہے اور سراج میں کہا کہ شرط فقط امن کے متعلق ہے اور دخول کے متعلق نہیں ہے اور
صواب قول بیضاوی ہے اس لیے کہ آمنین حال ہے داخل ہونے والوں کا پس داخل ہونا بدون مشیت ہے اور امن پر مشیت کا اطلاق غیر معقول ہے اور
اسی سے ظاہر ہوا کہ جو بعض نے کہا کہ دونوں کے ساتھ متعلق ہونے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے ضعیف ہے اور مراد امن سے یہ ہے کہ قحط وغیرہ کے
مصائب و تکالیف سے مامون اور ہر ایسے امور سے جنکو مکروہ رکھتے تھے بے خوف داخل ہو اور یہ بطریق دعا کے ہے اور سراج وغیرہ میں کہا
کہ پہلے یہ لوگ فرعون مصر سے خوف رکھتے تھے اور بغیر امن کے نہیں جاتے تھے اور میں کہتا ہوں کہ کئی مرتبہ اناج لینے آئے تھے پس ظاہر ہے
کہ داخل ہوتے وقت بطور نیک فال کے کہا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مصر میں قحط وغیرہ مکروہات سے مامون حالت میں داخل ہو یعنی داخل
ہونے سے برابر تم پر امن رہے۔ یہ لوگ سب بہتر تھے اور مسروق رحنے کہا کہ بہتر تھے اور روایت ہے کہ بروز عاشورا داخل ہوئے
اور اُن کی اولاد و احفاد میں ایمان و استقامت بتوحید کے ساتھ چار سو برس میں اس قدر کثرت ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
وہ بھی عاشورا کے روز چھ لاکھ پانچ سو کچھ اوپر ستر صرف مردان دلیر جنگ آور نکلے اور بوڑھے و بچے و عورتیں علاوہ بہت کثرت سے
تھیں۔ اور قرطبی رحنے کہا کہ بوڑھے و بچوں وغیرہ کی تعداد بارہ لاکھ زائد تھی پس ایمان و امن و برکت ان میں بہت ہوئی کیونکہ بقول
سدی رح یوسف و موسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار سو برس کا فرق ہے اور شاید یہ برکت اس ان شاء اللہ تعالیٰ کہنے کی ہوگی اور
بیشک یہ لوگ امن کے ساتھ امانت ایمان سے محفوظ رہے اگرچہ سوائے مخاطبین کے ایک زمانہ کے بعد بنی اسرائیل کو اس فرعون سے
جس پر موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے دنیاوی مصائب پہونچے۔ اور واضح ہو کہ مصر اس مقام پر غیر منصرف ہے کیونکہ مراد نکرہ
شہر نہیں بلکہ خاص نام ملک ہے جو اب بھی مصر کہلاتا ہے اور شاید دار السلطنت مراد ہو اور اس کو مصر کہتے ہوں۔ اور ابن عباس رضہ سے

روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین دس جگہ مصر کو زمین کے نام سے ذکر فرمایا ہو یعنی گویا یہی کل زمین ہے یہ اس کی تعریف ہو اور مقریزی نے خطط مین کہا کہ قرآن مجید مین مصر کا ذکر کچھ اوپر بیس جگہ ہے خواہ صریحاً یا اشارۃً - اور مقریزی نے چند احادیث مصر کی فضیلت مین ذکر کی ہین اور شیخ مفسر سیوطی نے بھی حسن المحاضرہ مین مصر و قاہرہ کا مفصل تذکرہ لکھا ہو مین کہتا ہون کہ ایک حدیث صحیح مین دریائے نیل کو جنت کی نہرون سے شمار فرمایا ہو اور یہی ایک بات اسکی فضیلت مین کافی ہو اور خود اس مین معزز بکرم پیغمبر یوسفؑ و موسےؑ و ہارونؑ کا نشو و نما و قیام دار اطاعت کا مقام رہا ہو - بالجملہ ایسے شہر یعنی داخل ہونے کے لیے ان سب لوگون سے کہا - وَرَفَعَ أَبَوَيْهِ اور اونچا بٹھلایا اپنی ماں و باپ کو - عَلَى الْعَرْشِ تخت پر - ابن عباس رضہ نے کہا کہ عرش سریر یعنے عرش کے لغوی معنے تخت کے ہین اور رفع کے معنے بلندی پر منتقل کرنا ہین ظاہر یہ ہے کہ خود شاہانہ تخت پر بیٹھتے تھے تو والدین کی تکریم مین دونون کو بھی اپنے ساتھ تخت پر بٹھلایا اور شاید کہ مخصوص انھین دونون کو تخت پر بٹھلایا ہو اور اول اظہر ہے کہ تخت پر ساتھ بٹھلایا - وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا اور گر پڑے یہ سب لوگ مع والدین کے اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے - خر در جو سجدہ کرتے ہوئے ہو وہ اس طرح ہوگا کہ پیشانی زمین پر رکھی جاوے اب یہان دو مقام ہین اول یہ مشکل نظر آتا ہے کہ پہلے تو مذکور ہے کہ آوَى إِلَيْهِ أَبَوَيْهِ - اپنی طرف والدین کو جگہ دی پھر کہا کہ ادخلوا مصر اسکے بعد رفع ابویہ علی العرش ہو چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اکثر مفسرین کی سمجھ مین یہان مشکل پیش آئی پس بعض نے تو کہا کہ عبارت مین مقدم و موخر ہے اور دراصل یون ہے کہ اول اُن سے کہا کہ مصر مین داخل ہو پھر اُن کو اپنے پاس جگہ دی پھر والدین کو تخت پر چڑھایا - ابن جریر رح نے اس کو رد کر دیا اور بیشک یہ رد کرنے کے قابل ہے پھر ابن جریر رح نے خود وہ قول اختیار کیا جو سدی رح سے روایت کیا کہ یوسفؑ نے والدین کو اپنے پاس جگہ دی اس وقت کہ استقبال کے لیے اٹھکر اُنسے ملے تھے پھر جب شہر کے ناکہ پر پہونچے تو انسے کہا کہ ادخلوا مصر انشاء اللہ آمنین - پھر یہان تخت پر بٹھلایا - شیخ ابن کثیر رح نے ابن جریر رح کے قول کے یہ معنے سمجھے کہ قولہ آوى اليه ابويه مین ایوا فقط استقبال کا معانقہ ہے لہذا اعتراض کیا کہ اس قول مین بھی تامل ہو اس لیے کہ ایوا کسی فرودگاہ مین ہونا ضرور ہے نہ خالی استقبال کی حالت مین معانقہ سے ایوا ہو سکے - بدلیل آنکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و آوى اليه اخاه - اور بدلیل حدیث من آوى محدثا - پھر اختیار کیا کہ ان لوگون کے داخل ہونے کے بعد اور اپنے پاس جگہ دینے کے بعد اُن سے کہا کہ ادخلوا مصر - اور یہان داخل ہونے سے مراد سکونت ہے یعنے تم جو مصر مین داخل ہوئے ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ آمنین داخل ہو یعنی امن و عافیت سے رہنا نصیب ہو کہ کوئی سختی قحط وغیرہ کی نہ پہونچے اقول جگہ دینا اپنی جانب یہی تخت پر بٹھلانا ہو اور یہ تاویل بھی مستحسن و پسندیدہ ہے اور ادخلوا مصر حکم داخل ہونے کا نہین ہو کیونکہ بعد داخل ہونے کے اُن سے کہا بلکہ مجازاً سکونت سے تعبیر ہے اور یہ مجاز معروف ہے اور شاید استقبال کے وقت معمولی لوازم کے ساتھ لیتے آئے پھر جب مال بچہ وغیرہ سب اپنے اُترنے کے مکانون مین آرام سے اُتر لیے تو والدین اور سب بھائی اس مکان مین گئے جہان حضرت یوسفؑ تھے پس آپ نے اُن سے کہا کہ ادخلوا مصر یعنی مصر مین داخل ہوئے ہو تو داخل ہو امن کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ یعنی مامون رہو - اور مین کہتا ہون کہ بیضاوی و دیگر مفسرین نے یہ اختیار کیا کہ استقبال کے وقت شہر کے باہر خیمہ وغیرہ استادہ کیے تھے یا شہر سے کچھ دور کسی دوسری آبادی تک استقبال کیا جہان مقام فرود و منزل سکونت موجود تھی پس وہان صرف والدین کو اپنے پاس جگہ دی پھر وہان سے روانہ ہونے کے وقت کہا کہ انشاء اللہ تعالیٰ چلو مصر مین امن کے ساتھ داخل ہو پھر یہان لاکر والدین کو تخت پر بلند کیا اور سب اس کے واسطے سجدہ مین گئے - اور مترجم کہتا ہے کہ جو تفسیر شیخ ابن کثیر رح نے ذکر فرمائی ہو وہ مجھے بہت اچھی معلوم ہوتی ہو - واللہ اعلم

اسوجہ سے کہ اس میں کسی زائد تکلف استقبال وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے اور جسقدر کلام الٰہی میں مذکور ہے اُسی قدر کافی وافی ہے
بخلاف دیگر مفسرین کے قول کے کہ اس میں استقبال وباہر کسی مقام پر اُیوار واقع ہونے کے لیے تکلف ہے علاوہ اس کے کلام بروجہ
بلیغ وبمناسبت تامہ بماسبق ہے۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ حضرت یعقوب مع اہل وعیال کے کنعان سے روانہ ہوکر مصر میں داخل ہوئے
اور جو مکانات اُن کے لیے سکونت کے متعین ہوچکے ہوں سب انہیں ٹھہرے یا آتے ہی فوراً یوسف علیہ السلام کے پاس والدین مع بھائیوں
کے داخل ہوئے پس آپ نے والدین کو کمال اعزاز سے یہ کہتے ہوئے کہ مصر میں داخل ہو امن کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے پاس جگہ
دی اور تخت پر چڑھایا پس یہ لوگ ان کی تکریم وتحیت کے لیے سجدہ میں گرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ وعبارتہ ہکذا قال لہم بعد ما دخلوا
علیہ واواہم الیہ ادخلوا مصر معناہ اسکنوا مصر انشاء اللہ آمنین اے مما کنتم فیہ من الجہد والقحط۔ اور لکھا کہ روایت کی گئی ہے کہ حضرت
یعقوب علیہ السلام کے قدوم کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اہل مصر پر سے قحط کے باقی سال دور کر دیے جیسے آنحضرت صلعم کی نافرمانی سے
بسبب آپ کے بددعا کرنے کے کہ (قریش پر سات سال کا قحط مثل ہفت سالہ قحط یوسفی کے طاری ہووے) قریش پر قحط طاری ہوا پھر جب
انھوں نے ابوسفیان کے ذریعہ سے الحاح وعاجزی کی اور سرکشی چھوڑی تو آپ کی دعا سے باقی سال قحط کے مرتفع ہوگئے میں کہتا ہوں
کہ روایت میں صحت ظاہر نہیں ہوتی ہے اسوجہ سے یہ زمانہ قحط کا وہ ہے جسکی تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام نے دیدی تھی کہ ایسا ہوگا اور یہ
واقعہ کا خواب تھا پس اگر مرتفع ہونا بھی مقدر ہوتا تو تعبیر میں کہا جاتا علاوہ اسکے تعبیر غلط ہوجاویگی کہ آٹھواں سال فراخی کا بیان ہوا
حالانکہ قبل اسکے مرتفع ہوگیا پس روایت موضوع ہے اور قریش پر سے قحط کا رفع ہونا صحیح ہے اور یہاں ہفت سالہ واقعہ تھا پس واقع ہوا صرف
اسی قدر تھا جسقدر رہا فافہم واللہ تعالیٰ اعلم۔ مقام یہ ہے کہ قولہ خروا لہ سجدا کے معنے کیا ہیں پس انہیں اقوال ہیں۔ اول آنکہ لہ کی ضمیر مجرور
راجع بجناب حق سبحانہ تعالیٰ ہے یعنی لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کیا پس یہ سجدہ شکر کی نعمتوں عظیمہ کا ہے ایک تو یوسف علیہ السلام کا
اس عروج کے ساتھ ملنا اور دوسری بلاء قحط سے نجات اور تیسرے خود بواسطہ اپنے فرزند کے ایمان کے ساتھ تخت پر بیٹھے اور بھائیوں نے
اس سے کمال خوشی حاصل کی بسراج میں کہا کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ معنے یہ ہیں کہ منہ کے بل گرے یہ لوگ اللہ تعالیٰ
کے واسطے سجدہ میں پس یہ سجدہ شکر ہوا اور سیاق کلام اس پر دلالت کرتا ہے یعنے پہلے والدین کو یوسف علیہ السلام نے تخت پر بلند کیا
پھر وے اللہ تعالیٰ کے لیے شکر بجا لانے کو سجدہ میں گرے اور اگر انکا سجدہ کرنا یوسف کو ہوتا تو تخت پر چڑھنے سے پہلے کرتے کیونکہ اسمیں
تکریم زیادہ ہے۔ یہ تاویل کلام مابعد کے مطابق نہیں ہے یعنی قولہ وقال یوسف نے کہا کہ یا ابت اے میرے باپ۔ اور مخاطب
ان کو اسوجہ سے نہ کیا کہ عالم العلم نبوت وتعبیر خواب صرف والد تھے تو انھیں سے کہا کہ اے میرے باپ۔ ھٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِن
قَبْلُ یہ تاویل ہے میرے خواب کی جو پہلے دیکھا تھا۔ ومعنی تاویل کے مایؤل الیہ الامر یعنی وہ حالت جس پر انجام کار ہو پس خواب کا
رجوع اس حالت پر تھا کہ مجھے میرے باپ وماں شمس وقمر نے اور گیارہ ستارے گیارہ بھائیوں نے سجدہ کیا۔ پس اگر ان سب کا سجدہ
واسطے اللہ تعالیٰ کے ہو تو موافقت نہ ہوگی۔ قول دوم آنکہ لہ کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف ہے مگر بعض نے کہا کہ معنے لاجلہ ہیں یعنے
یوسف کے ازدیاد مرتبہ کے واسطے سجدہ کیا پس سجدہ تو اللہ تعالیٰ کو ہوگا اور مقصد اسکا یوسف کے لیے ہوگا کیونکہ شکر سے نعمت بڑھتی
ہے اور اس قول پر پہلا اعتراض نہیں ہوتا کیونکہ خواب میں بھی۔ لی ساجدین ہے جسکے معنے لاجلی ساجدین ہوسکتے ہیں یعنے میں نے
شمس وقمر وگیارہ ستاروں کو میری مراد ومطلب کے لیے سجدہ کرتے دیکھا۔ رازی رحمہ نے کبیر میں کہا کہ میرے نزدیک یہی تاویل

مستعین ہے کیونکہ یوسف علیہ السلام کی عقل و دین سے بعید ہے کہ وہ اس بات پر راضی ہون کہ انکے والدین انکے لیے سجدہ کرین باوجودیکہ انکا حق ولادت انپر عظیم تھا اور دونون بوڑھے تھے اور والد کامل نبی و علم نبوت سے سرفراز تھے۔ اور بعض دیگر نے کہا کہ لہ کی ضمیر اگرچہ یوسف علیہ السلام کی طرف ہے مگر جیسے کہ سجدہ کا صلہ لام آتا ہے پس انھون نے یوسف کو قبلہ بناکر اللہ تعالیٰ کے واسطے شکر نعمت کا سجدہ کیا مثلاً کہتے ہین کہ سجدت للکعبۃ یعنی کعبہ کے واسطے سجدہ کیا تو مراد یہ ہے کہ کعبہ کو قبلہ بناکر اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کیا اور قبلہ فقط ایک رخ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے سجدہ کے لیے۔ مترجم کہتا ہو کہ کسی چیز کو قبلہ و رخ عبادت بنانا بھی نہین جائز ہے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہو تو شاید یہان خواب کی تحقیق کے لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو کہ میرے سجدے کے لیے یوسف کو جہت بناؤ جیسے ملائکہ کو اپنے سجدے کے لیے آدم کو جہت بنانے کا حکم دیا تھا اور وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی طرف نہین ہے یعنے یہ نہین کہا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ اسطرف ہے یا اُسطرف ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً وہ پاک ہو پس اسکے لیے ایک جہت سجدے کی ہوتی ہو جیسے ہاتھ اٹھا کر اوپر کو اُس سے دعا مانگتے ہین حالانکہ وہ آسمان و زمین سب سے پاک ہو۔ قول سوم یہ کہ انھون نے بطور تکریم کے یوسف کو تحیۃ کا سجدہ کیا نہ عبادت کا جیسے ملائکہ نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا تھا اور یہ طریقہ صورت مین مشترک تھا اور معنے مین علحدہ تھا جیسے رحیم و کریم وغیرہ الفاظ مین دیکھو کہ فلان شخص کریم ہے یا رحیم ہے یا عالم ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی کریم و رحیم و عالم کہتے ہین لیکن لوگون مین کریم و رحیم و علیم کے مجازی معنے ہوتے ہین اور اللہ تعالیٰ کی شان مین حقیقت ہین اور مجاز و حقیقت کا فرق ظاہر ہو۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ قولہ رفع ابویہ علی العرش۔ ابن عباس و مجاہد وغیرہم نے کہا کہ تخت پر بٹھلایا اور قولہ خروا لہ سجدا یعنی یوسف کے لیے والدین و بھائیون نے جو گیارہ تھے سجدہ کیا قولہ قال یا ابت ہذا تاویل رؤیای من قبل یعنی میرے پہلے خواب کے یہ معنے ظاہر ہوئے جو دیکھا تھا کہ انی رایت احد عشر کوکبا والشمس والقمر الآیۃ اور یہ بات انکے شرائع مین جائز تھی کہ جب کسی کبیر یعنے بادشاہ کو سلام کرتے تو اس کے لیے سجدہ کرتے تھے اور یہ بات برابر حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت مین جائز رہی پھر اس ملت یعنے خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی شریعت عامہ مین حرام کردی گئی اور سجدہ کو خالص جناب باری تعالیٰ کے لیے مخصوص فرمایا اور کہا کہ یہ جو مذکور ہوا قتادہ رح وغیرہ کے اقوال کا مضمون ہو اور حدیث مین ہو کہ معاذ رضی اللہ عنہ شام کے ملک مین گئے تو دیکھا کہ لوگ اپنے اساقفہ یعنے علماء نصاریٰ اکابر سلطنت کو سجدہ کرتے ہین پس جب وہ سے واپس آئے تو انھون نے آنحضرت صلعم کو سجدہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے معاذ یہ کیا حرکت ہے عرض کیا کہ مین نے وہان دیکھا کہ اساقفہ کے لیے سجدہ کرتے ہین تو آپ زیادہ مستحق و لائق ہین کہ ہم آپ کو سجدہ کرین یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اگر مین کسی کو کسی کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کے لیے سجدہ کرے کیونکہ عورت پر اسکا بڑا حق ہو۔ دوسری حدیث مین سلمان رض نے ابتدائے اسلام مین مدینہ کے بعض راستے مین آپ کو سجدہ کیا تو فرمایا کہ اے سلمان مجھے مت سجدہ کر بلکہ حی القیوم کو سجدہ کر۔ الغرض یہ بات اُن کی شرائع مین جائز تھی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک اشکال یہ ہے کہ بعض احادیث مین ہے کہ جب آدم علیہ السلام نفخ روح سے جاندار ہوگئے تو حکم ہوا کہ ان گروہ ملائکہ کو سلام کر پس آپ نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے سلام کیا اور حکم کیا کہ یہ تحیۃ تیرا اور تیری اولاد کا ہو اور جواب یہ ہے کہ ان حضرت آدمؑ سے برابر لفظ سلام اسی طرح تھا اور عظماء و کبراء کے لیے مخصوص سجدہ تھا اور ممکن ہے کہ بادشاہون کے لیے الفاظ سلام کے ساتھ سجدہ ہو پس کچھ اشکال نہین ہو فافہم۔ اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ سجدہ فقط تکریم کا تھا عبادت کا نہ تھا اور اس شریعت مین یہ اشتباہ دور کیا گیا۔ القصہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سچ کیا اور والدین و بھائیون نے انکو سجدہ کیا جیسے بادشاہون کی تکریم

کرتے ہیں اور بعضا وہی رہنے کہا کہ تخت پر چڑھانے سے پہلے والدین و بھائیوں نے انکو داخل ہوتے ہی تحیہ کا سجدہ کیا تھا پس آپ نے والدین
کو اٹھا کر اپنے برابر تخت پر بٹھلا لیا۔ اور کہا کہ اے پدر میرے خواب سابق کی یہ تاویل ہے یعنے مآل اس کے معنے کا یہ ہوا کہ تم دونوں
شمس وقمر اور گیارہ بھائیوں ستارون نے مجھے تحیہ کا سجدہ کیا۔ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّي حَقًّا بیشک اس کو میرے پروردگار نے
ٹھیک سچا کردیا۔ مترجم کہتا ہے کہ بھائیوں کی تعبیر گیارہ ستارے سے جو والدین شمس وقمر کے ساتھ ہیں ان کی خوبی ونورانیت کی
دلیل ہے اور بلاشبہہ قول اُن علما رکا اقوی واحسن ہے جو ان کے حق میں کوئی زبان درازی نہیں کرتے اور گمان رکھتے ہیں کہ شاید وے
نبی ہوں اور قولہ آثرک اللہ علینا۔ سے رازی وغیرہ کا استدلال کہ نبوت میں مشارک نہ تھے کچھ نہیں ہے کیونکہ مدارج انبیا ر متفاضل
ہیں اور خود یعقوب علیہ السلام مسلم پیغمبر نے انکو سجدہ کیا بلکہ برخلاف مزعوم کے اسمین دلالت ہے کہ شاید پیغمبر تھے کیونکہ تفاضل اس
صنف میں ہوا نہ باعتبار آدمیت کے بلکہ باعتبار صفت کے پس اصلی نبوت یوسف کو ہوئی اور یہ اتباع انبیا ر ہے ورنہ افراد امت میں ان کی
کوئی خصوصیت نہیں ہی فافہم۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اس بیان میں عجائب قدرت واحسانات آلہی کا تذکرہ کیا۔ قَدْ أَحْسَنَ بِيٓ
اور بیشک اُس نے مجھ بندے کے ساتھ احسان کیا۔ إِذْ أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ۔ جبکہ مجھے قیدخانہ سے نکالا۔ یعنے جن وسائل و انعام
سے اس عروج پر لانے کو خاصہ انعام تا دیل دعلم دیکر یہاں پہونچایا۔ کبیر وغیرہ میں ہے کہ کنوین سے نکلنے کو کسی وجہ سے شمار نہ کیا ایک
تو بھائیوں کو شرمندگی ہوتی اس سے نکلا کر دوست سے بے ضرورت ناگوار بات کا تذکرہ نہ کرے اور دوسرے یہ کہ جب اس سے نکلا کر مملوک
بنائے گئے۔ اور تیسرے یہ کہ وہان سے قید و تہمت میں پڑے پس انعام کامل یہ قید سے اخراج ہے اور ابن عباس رضی سے روایت
کیا جاتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کنعان سے نکلکر بادیہ میں جا کر بستے تھے لہذا کہا۔ وَجَآءَ بِكُم مِّنَ ٱلْبَدْوِ اور احسان کیا کہ تم کو
بادیہ سے یہاں لایا۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن جریج وغیرہ نے کہا کہ یہ لوگ مویشی پالتے اور بادیہ میں رہتے تھے اور یہ مقام فلسطین کے
قریب زمین عربات تھی اور بعضے کہتے ہیں کہ حسمی کے نیچے شعب کے ایک طرف اولاج میں تھے اونٹ و بکریاں مویشی کے ساتھ بادیہ میں رہتے
تھے۔ اقول احسان اس میں یکجا ہونے کا اور بادیہ سے زیادہ آرام شہر میں پانا اور قحط وغیرہ کے مصائب سے چھوٹنا اور ہر طرح کی
مکروہات سے نجات ہے کقولہ ادخلوا مصر ان شاء اللہ آمنین۔ اور سراج وغیرہ میں ہے کہ یہ بڑی نعمت ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ
اللہ تعالےٰ جس کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اُس کو بادیہ سے منتقل کر کے شہری آبادی میں لاتا ہے اقول اس قول کے حدیث ہونے
میں تامل ہے۔ اور عمر رض کا قول مشہور ہے کہ بدوی ہو کر تم میں جفا آجاتی ہے یعنے سخت دلی و کج اخلاقی۔ اور اصل اس کی حدیث
میں ہے کہ غلاظت وجفا اہل بادیہ اونٹ والوں میں ہے۔ اور حاصل یہ کہ تم سب کو متفق و یک دل وہان سے یہاں لایا۔ مِنۢ بَعْدِ
أَن نَّزَغَ ٱلشَّيْطَٰنُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِيٓ بعد اس بات کے کہ اُبھار دیا جھگڑا شیطان نے میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے
درمیان۔ یہ ایک معذرت بیان کر دی کہ اہل ایمان والفت میں شیطان اس امر سے مایوس ہوتا ہے کہ کوئی اس کی اطاعت عبادت
کرے ولیکن جھگڑا ڈالنے کو ہر وقت موقع تاکتا ہے پس بڑا جھگڑا وہ ہوتا ہے جس میں کسی امر خیر کی ہوس دلا کر لڑائی ڈالے جیسے برادران
یوسف ع کے درمیان وسوسہ دیا کہ یہ دفع ہو جاوے تو ہمیں باپ کی منظور نظر ہو کر دوبارہ راست کو پہونچ کر صالحین قوم ہو جاوینگے۔ اور
حدیث میں ہے کہ خبردار رہو کہ شیطان اس امر سے تو مایوس ہوا کہ کبھی تمہارے اس شہر میں پرستش کیا جاوے لیکن عنقریب زمانہ میں
اسکی پیروی ان اعمال میں ہو جاویگی جنکو تم حقیر سمجھتے ہو اور وہ کچھ راضی ہو جاویگا۔ الترمذی وغیرہ اور دوسری احادیث میں جزیرۂ عرب کا ذکر ہے

کہ اس مین شیطان کی پرستش نہو گی ولیکن تمھارے درمیان تحریش کریگا یعنی جھگڑے پر ابھارنا اور واضح ہو کہ مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے فضائل مین ہے کہ وہان شیطان کی پرستش کبھی نہو گی اور جن لوگون نے اس زمانہ مین تقلید وغیرہ کے مسائل سے اہل مکہ و مدینہ کے حق مین شرک نکالا یہ جہالت ہے قابل التفات نہین اور وے لوگ اللہ تعالے سے ڈرین - ہان باقی بلاد عرب پر یہ حکم نہو گا کیونکہ صحیح مسلم مین ثابت ہے کہ آخر زمانہ مین قرب قیامت کے قبیلہ دوس کی عورتین اپنے بت کے گرد چوتڑ مٹکاتی پھرینگی - الحاصل اہل ایمان کے درمیان شیطان کا نزغہ و تحریش ہوتی ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیون کے جھگڑے کو اسی تحریش پر محمول کرکے انکو معذور فرمایا اور احسان آلہی بیان کیا کہ باوجود اس جھگڑے کے جسکا ظاہری رخ نہایت مخالفت تھی اللہ تعالے نے یک دل و متفق کر دیا اور سب کو ساتھ جمع کر دیا - اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ - بیشک میرا رب نہایت لطافت سے تدبیر کرنے والا ہے جس کام کو وہ چاہے یعنی جب وہ کوئی بات چاہتا ہے تو اسکے اسباب ایسے طور پر پیدا کرتا ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ظاہر مین آسانی سے جمع ہو جاتا ہے اور وہی نتیجہ نکل آتا ہے اور کبھی ایسے طور پر لطافت سے یہ نتیجہ پیدا کرتا ہے کہ اسباب کچھ نظر آتے ہین اور نتیجہ وہ نکل آتا ہے جو وہ چاہتا ہے - ازہری رح نے کہا کہ لطیف اسماے آلہی مین سے ہے اور معنی اس کے یہی ہین کہ جو امر چاہے اسکو لطف کے ساتھ پورا کر دے اور عمرو بن ابی عمرو نے کہا کہ لطیف وہ ہے جو تیری حاجات امید ایک لطف کے ساتھ تجھے پہونچا وے - الحاصل یوسف و بھائیون کے درمیان نزغہ شیطان سے بہت بعید نظر آتا تھا کہ باہم شیر و شکر ہونگے ولیکن اللہ تعالے نے کمال لطف و محبت و طیب عیش و فراغ بالی کے ساتھ مع والدین کے جمع کر دیا تو حضرت یوسف علیہ السلام اس عظیم قدرت آلہی کا شکریہ و عظمت ظاہر فرماتے ہین کہ میرا رب جو بات چاہے اسکے واسطے لطیف ہے یعنی لطف تدبیر سے آسان فرما دیتا ہے اگرچہ بہت مشکل نظر آوے - اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ بیشک وہی علم والا ہے ہر چیز کی مصلحت و تدبیر کو جانتا ہے کوئی ذرہ کسی وقت کسی حال مین کسی زمانہ مین اس سے پوشیدہ نہین ہے - الْحَكِيْمُ وہی حکمت والا ہے جسطرح جسوقت جو چیز جس شخص کے حق مین ہونی چاہیے اپنی حکمت و علم سے کرتا ہے - مسئلہ جو چیز دنیا مین واقع ہوتی وہ سب مخلوق ہے اور سب کا خالق اللہ تعالے ہے اور جس نے گمان کیا کہ ہم اپنے افعال خود پیدا کرتے ہین وہ بیوقوف جاہل و مشرک خفی ہین اور ہمارے واسطے عقل و علم کے ساتھ یہان کی آیات اور دیگر آیات صریحہ جو سابق مین گذر چکین روشن دلیل ہین کہ خالق افعال اللہ تعالے ہے دیکھو کہا کہ اخرجني من السجن یعنی قید سے نکالنا فعل آلہی قرار دیا اور جاء بكم من البدو مین ان سب لوگون کا آنا فعل آلہی قرار دیا کہ وہ تم سب کو لایا اور ایسے ہی مابعد مین بھی صاف ثابت ہے کہ وہی خالق ہے اور جو افعال جس بندے سے ہوئے وہی اس بندے کے افعال اسکے ساتھ ہین حدیث مین ہے کہ اگر نیک اعمال ہون تو اللہ تعالے کی حمد و ثنا کرے اور اگر بد ہون تو اپنے نفس پر ملامت کرے اور بعضے گمراہون نے مجوسیون کی طرح زعم کیا کہ بد اعمال کا خالق شیطان ہے اور شاید یہ قول لیا کہ نزغ الشيطان بيني وبين اخوتي - حالانکہ کچھ بھی دلیل نہین ہے اسلیے کہ وسوسہ و تحریش دلانا شیطان کے افعال مین سے ہے یعنے شیطان سے جو افعال پیدا کیے جاتے ہین یہ بد اعمال ہین اسی واسطے بعض فقہاء علماء نے کہا کہ شیطان اگر کسی بندہ پر ظاہر ہو کر نیک کام سکھلاوے تو ضرور اسمین بدی مضمر ہو گی کیونکہ وہ نیک اعمال کی پیدائش کا محل نہین ہے اور خالق ہر فعل کا اللہ تعالے ہے اور یہ مسئلہ بوا عوام پر مثل تقدیر کے مشکل ہو گیا بلکہ یہی تقدیر کے مسئلہ کا جز و ہے شیطان خود کسی فعل کا خالق نہین ہے اور تو نہین دیکھتا جو اللہ تعالے نے اس حکایت سے فرمایا القوله ما كان لي عليكم من سلطان الا ان دعوتكم فاستجبتم لي فلا تلوموني ولوموا انفسكم الآیہ یعنے شیطان اپنے اتباع جہنمی لوگون سے کہیگا کہ میرا تم پر کچھ بھی قابو نہ تھا لیکن مین نے تم کو برائی کی طرف بلایا تم مان گئے تو مجھے مت ملامت کرو اور اپنے نفسون کو ملامت کرو اور واضح ہو کہ جو شریر اس

بات کے قائل ہین کہ یہان دو خدا ہین وہ بہت بدتر ہین اور انسے زیادہ وے لوگ بدتر ہین جو اپنے آپ کو بھی خالق جانتے ہین کہ ہم اپنے
افعال خود پیدا کرتے ہین اور یہ نہین سمجھتے کہ اگر اللہ تعالےٰ کے علم مین ہو کہ یہ شخص اتوار کو یہ بدکام کریگا تو کیونکر ممکن ہے کہ تو اتوار کو نیک کام
پیدا کرکے کیا تجھے غلبہ حاصل ہے اور اس صورت مین مسئلہ وہی تقدیر کا ہوا جسکا لا محالہ قائل ہوگا۔ اور واضح ہو کہ عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ صحابی نے راہ مستقیم کے معنے پوچھنے والون کو سمجھائے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تمام راہون مین سے نزدیک کی راہ پر یعنے
بہت چھوٹے خط مستقیم پر چھوڑا جس کا سرا جنت مین ہے اور اس کے دائین بائین پگڈنڈیان ہین انپر رجال یعنے لوگ ہین جو راہ مستقیم پر
چلتا ہے اُس کو پگڈنڈیون والے بلاتے ہین جو ان کی طرف گیا تو اس کو لے جاتے ہین برابر چلا گیا تو جہنم مین پہونچ گیا اور جو نہ گیا یا جا کر
لوٹ آیا پھر راہ مستقیم پر چلا گیا تو جنت مین پہونچ گیا۔ رواہ رزین یہ مضمون حدیث مرفوع مین بھی آیا ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ ہر
طرح شہوات پر بلانے والے اصلی تو شیطان ہین اور ان کے ساتھ بہت لوگ نہایت کثرت سے اُن کی اتباع ہو گئے ہین وہ انسانی شیطان
ہین اور راہ مستقیم والون پر یہ لوگ بہت مضر ہین کہ ان کی باتون کو کان لگا کر آدمی سنتا ہے اور جان رکھو کہ راہ مستقیم تو ایک ہے اور وہ
ایک سے زیادہ ہو نہین سکتی اور راہہاے شیطانی بہت کثرت سے ہین کیونکہ دو نقطون کے بیچ مین مستقیم ایک خط ہو سکتا ہے اور کج
بہت بے انتہا ہو سکتے ہین اسی واسطے ایک راہ مستقیم کے لوگ تھوڑے ہین اور کجراہون پر بہت کثیر تعداد کے ہین اور واضح ہو کہ اس زمانہ مین
گمراہ لوگ دنیا مین ہر طرح کی سختی کے ساتھ ٹیڑھی راہ پر لا رہے ہین اللھم ثبت اقدامنا وانت ارحم الراحمین۔ ف فی العرائس فلما
دخلوا علیٰ یوسف۔ اُن کو برداشت غم فراق زیادہ کرنا پڑا تو اپنے قریب مین جگہ دی۔ یون ہی قیامت مین اہل صدق وصفا قرب منزلت
سے سرفراز ہونگے اور جس نے جفا نہ کیا اُس کو قرب زیادہ ہوگا اگرچہ بمغفرت ہین اور دخول جنت مین یکسان ہون۔ بعض نے کہا کہ حدود ل
استقامت کے وقت عقل وروح کو عروج ہے جبکہ قلب محل انوار تجلی ہو جاوے اور نفس مطمئنہ وغیرہ ہر حال مین مطیع ہین اور سبھا سے
مخالفت کے وہ وقت موافقت کا ہے اقول اشارہ لطیفہ ہے فافہم۔ قولہ ورفع ابویہ علی العرش۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ہر ایک کو اس کی
منزلت کی قدر رکھا۔ کیا جنکو حزن واندوہ مین مقاسات صبر زیادہ برداشت کرنا پڑا تھا اور یہ درجہ صدق ہر بھلا نہ بھائیون کے کہ وہ انکار نہ
مین خوش تھے تو منزلت رفیعہ ان کو نہین ملی بلکہ کہا تھا کہ ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل۔ محمد بن علی رح نے فرمایا کہ جو کوئی مرید کو
اس کی منزلت سے زیادہ بڑھا وے اُس نے اس مرید کے حق مین بُرا کیا کیونکہ وہ بگڑ جاویگا اور اس کی ارادت طلب مین فسرد ق
آجائیگا کیونکہ بعض صحابہ نے آنحضرت صلعم سے روایت کی کہ ہم لوگ آدمیون کو اُن کے مرتبہ منزلت پر رکھین پس یوسف علیہ السلام نے
والدین وبھائیون مین سے ہر ایک کو اُس کے مرتبہ پر رکھا۔ اقول حدیث بالا حضرت ام المؤمنین عائشہ رض نے روایت کیا ہے ولیکن
اس مین یہ ہے کہ ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ ظاہر آنحضرت صلعم نے صریح حکم دیا ہو یا استنباط واستخراج ہو واللہ اعلم۔ قولہ خروا لہ سجدا۔ اب وہ
خواب صحیح ہوا جس کی تعبیر یہ ہے اور ان لوگون نے جب یوسف علیہ السلام پر آثار انوار عزت الٰہی دیکھے جو ملائکہ نے آدم مین دیکھے تھے تو
بے اختیار سجدے مین گر پڑے اور یہ فعل قصدی نہ تھا کیونکہ یوسف کعبہ الٰہی تھا جس مین تجلی قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم۔ ظہور
جلال وجمال قدس تھا اور یہ ویسا ہی مشاہدہ ہے جیسے ملکوت سماوی مین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشاہدہ کیا تھا ان لوگون نے
آیات ارضی مین دیکھا اور اگر اہل مصر بھی ان مین یہ تجلی دیکھتے تو وے بھی سجدہ مین گرتے اقول شیخ نے اس مقام کی تاویل مین ایک
دوسرا طور اختیار کیا جو پابندگان حواس سے علیحدہ ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قولہ خروا لہ سجدا مین ان لوگون نے یوسف علیہ السلام

کے واسطے سجدہ کیا دلیکن سجدہ اختیاری نہ تھا بلکہ ظہور تجلی عظمت وجلال وحسن وجمال سے یہ لوگ دیکھتے ہی سجدہ مین جھک گئے تو تعبیر خواب مشاہدہ ہوگئی۔ اسی واسطے کہا کما قال تعالے یا ابت ہذا تاویل رویای من قبل۔ خاص یعقوب علیہ السلام پر اسکو ظاہر کیا اور کہا کہ قد جعلہا ربی حقا۔ اسے ظہور واضح جس مین کچھ التباس نہین ہے اور نہ نفس کا معارضہ ہے پھر اللہ تعالے کے انعام بیان کرنے شروع کئے بقولہ وقد احسن بی اذ اخرجنی من السجن۔ اور اس مین اشارات باطن ہین کہ بلا نفس کی قید سے اور خطرات شیطان کے پھندے سے نکالا۔ اور نیز قیدخانہ امتحان وابتلا سے محض باحسان وفضل نکالکر رضامندی ومغفرت ومعرفت کے تخت پر بٹھلایا۔ اور شیخ نے کہا کہ بھائیون کے قیدخانہ جُب کو ذکر نہ کیا تاکہ وہ خجل نہون اور قیدخانہ تہمت کو ذکر کیا کیونکہ تہمت سے طہارت زیادہ اہتمام کے قابل ہے علاوہ اس کے جب مین لطف الٰہی باسجا جبرئیل ہوا اور سجن مین التفات بغیر اللہ سے گونہ عتاب کی صورت مین انعام ہوا اول جو لوگ ازل سے اہل سعادت ہین انپر جو عتاب وگرفت بھی ہوتی ہے وہ بھی فضل وانعام ہوجاتا ہے کیونکہ نتیجہ قبولیت ہے اور جو لوگ اہل شقاوت ہین انپر جو بصورت فضل ورحمت ہو وہ بھی عتاب وعذاب ہوجاتا ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ ہم نے جو ان لوگون کو کثرت سے اموال واولاد دیے ہین ان کو فضل مت دیکھ بلکہ انما یرید اللہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا الآیہ پس نتیجہ طرد وشقاوت ہے نعوذ باللہ من عذابہ تعالے۔ پھر دوسرا فضل ذکر کیا بقولہ وجاء بکم من البدو۔ اور اشارات مین سے ہے کہ ادب فراق وجفا سے وصال واتفاق مین لایا اور یہ علین الجمع بعد تفرق ہے اور محل تمکین امن بعد تلوین وابتلاء ہے۔ پھر کرم سے بھائیون پر سے جرم رفع کیا اور تقدیر الٰہی کے سپرد کیا دلیکن کمال ادب سے حق عز وجل کے مقدرات کو کسی علت سے پاک رکھا اور کہا من بعد ان نزغ الشیطان یعنی اولیاء کی طبیعت سے ایسی حرکات صادر نہین ہوتے بلکہ طبیعت کے اوپر کوئی چیز بغیر اختیار کے طاری ہوجاتی ہے پس اظہار کیا کہ ایک نوع غفلت سے نزغ شیطان طاری ہوا جس نے چاہا کہ ہم بھی اس کے ساتھ مطرود ہون مگر رب تبارک وتعالے نے اپنے لطف سے ہمارے وشیطان کے جھگڑے مین ہم کو سرفراز کرکے درجے بڑھا دیے اور مودت زیادہ صاف فرما دی لہذا کہا کہ ان ربی لطیف لما یشاء الآیہ جعفر رح نے کہا کہ منجملہ لطف الٰہی کے یہ ہے کہ بندون کو اپنی مشیت پر رکھا چاہے انکو عذاب دے اور چاہے عفو کرے چاہے نزدیکی عطا کرے اور چاہے دور کرے پس تمام مشیت وقدرت اسی کے لیے ہوئی دوسرے کو کچھ اعتبار نہین ہے پھر خالص بندون کے لیے محبت ومعرفت سے ایک لطف فرمایا ابن عطا رح نے کہا کہ جُب کی محنت سے خلاصی کا ذکر نہین کیا تو حکمت اس مین یہ ہے کہ قیدخانہ کی محنت انھون نے اپنے اختیار سے لی تھی اور خود اختیار مین آفات ہین اور اس کے فتنہ سے نجات ایک نعمت غیر مترقبہ ہے تو اس کا شکر ادا کیا بخلاف جب کے کہ وہ اضطراری تھا اس مین کچھ نہوا الا یہ صاحب جبرئیل علیہ السلام بشارات سے سرفرازی ہوئی اسی کے قریب واسطی رح سے نقل کیا اور استاد رح سے نقل کیا کہ جاء بکم من البدو سے اظہار کیا کہ بھائیون سے بعد جفا کے مجھے اب دیدار کی خوشی ہے۔ جعفر صادق رح سے ذکر اخراج سجن وعدم ذکر اخراج الجب مین ویسی ہی توجیہ نقل فرمائی جیسے سابق تفسیر مین مذکور ہوچکی ہے۔ القصہ حضرت یعقوب علیہ السلام مع بیٹون کے مصر مین رہنے لگے شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین ذکر کیا کہ ابو عثمان النہدی نے سلیمان سے روایت کی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب واس کی تعبیر مین چالیس سال کا وقفہ ہوا اور عبداللہ بن شداد نے کہا کہ خواب کی تعبیر واقع ہونے مین انتہائی مدت یہی ہے رواہ ابن جریر۔ اور نیز حسن رح سے روایت کی کہ یوسف علیہ السلام کی جدائی سے ملاقات تک اسّی برس کا وقفہ ہوا تھا اس عرصہ مین حضرت یعقوب علیہ السلام سے کبھی حزن واندوہ دور نہ ہوا اور آنسو برابر گالون پر بہتے رہتے تھے۔

حالانکہ روے زمین پر کوئی بندہ اس وقت اللہ تعالے کے نزدیک حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ محبوب نہ تھا اور بروایت یونس عن الحسن رح تراسی برس. شاید کہ تین سال کسرات کے شمار ہوں۔ اور بروایت مبارک بن فضالہ عن الحسن. یوسف کنوین مین ڈالے گیے تو سترہ برس کے تھے اور باپ سے اسی برس غائب رہے اور اس کے بعد تیئیس برس زندہ رہے اور ایک سو بیس سال کی عمر مین وفات پائی مین کہتا ہوں کہ سرلج وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ملاقات کے یعقوبؑ تیس برس جیے پھر اُن کی وفات کے بعد یوسفؑ تیئیس برس جیے واللہ اعلم. پھر ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ قتادہ نے کہا کہ دونوں مین فصل پینتیس برس کا ہوا. محمد بن اسحاق نے کہا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ اٹھارہ برس غائب رہے اور اہل کتاب گمان کرتے ہین کہ چالیس برس کے قریب جدا رہے اور یعقوبؑ بعد ملاقات کے مصر مین سترہ برس جیے. اور لکھا کہ ابو اسحاق سبیعی نے بواسطہ ابو عبیدہ کے عبداللہ بن مسعود رضہ سے روایت کی کہ بنو اسرائیل مصر مین تریسٹھ آدمی داخل ہوئے تھے اور جب موسے علیہ السلام کے ساتھ نکلے ہین تو چھ لاکھ ستر ہزار تھے. اور مسروق سے روایت ہو کہ تین سو نوے مرد و عورتین ملاکر داخل ہوئے تھے محمد بن کعب القرظی نے عبداللہ بن شداد سے روایت کی کہ اولاد یعقوبؑ چھیاسی مرد و عورت صغیر کبیر ملاکر تھے اور جب نکلے تو چھ لاکھ کچھ اوپر تھے. مترجم کہتا ہو کہ ان روایات کے ذکر سے خود مقصود دیکھ کے جسقدر کلام الٰہی مین مذکور ہے وہ تو معلوم و متعین ہی اور باقی مورخین وغیرہ ہر ایک کے پاس اسقدر مختلف اقوال ہین کہ صحیح بات معلوم ہونا دشوار ہے البتہ اتنی بات یقینی معلوم ہوئی کہ جو کچھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وحی سے ارشاد فرمایا ہو یعنی قرآن پاک تو یہ وقائع ضرور واقع ہوئے پس اہل کتاب کو اسمین شبہ نہ تھا کہ یہ سبب نزول وحی ہی اور باقی جزئیات کا علم اللہ تعالے علام الغیوب کو ہی کیا سیاق ہے. اور واضح ہو کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھے میرے باپ دادا کے جوار مین دفن کیا جاوے پس یوسف علیہ السلام بذات خود متکفل ہوئے اور شام مین لاکر حضرت خلیل علیہ السلام کے پاس دفن کیا اور پھر واپس چلے گئے پھر اللہ تعالے نے یوسف علیہ السلام کی آخری دعا ذکر فرمائی بقولہ.

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ

اے میرے رب بیشک تونے مجھے دیا ملک سے اور سکھلایا مجھے خوابون کی تعبیر سے پیدا کرنے والے آسمانون اور زمین کے

اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

تو میرا متولی ہو دنیا مین اور آخرت مین مجھے وفات دے مسلمان حالت مین اور ملا دے مجھے نیک بندون کے ساتھ

جب اللہ تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنی نعمت پوری فرمائی تو انھون نے ایک وقت ملاقات مین اپنے والدین و بھائیون کے سامنے اللہ تعالے کی نعمتون کا جو خاص اپنے اوپر اور انکے ذریعہ سے ان سب پر فرمائی تھین بطور شکر و احسان الٰہی ظاہر کرنے کے بیان کین اور اُس دعا مین جناب باری تعالے سے دائمی ملک باقی آخرت کے لیے دعا مانگی اور دنیا کی نعمتون کا حوالہ دیا چنانچہ کہا. رب اے میرے پروردگار قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ بیشک تونے مجھے دیا ملک سے یعنی ملک مین سے بعض کیونکہ تمام زمین کی سلطنت نہ تھی بلکہ ملک مصر پر حاکم تھے اور بعض نے کہا کہ مِن زائد ہو اور بعض نے کہا کہ حصر کا بیان ہو. شاید کہ قسم بادشاہت سے مراد ہو کیونکہ وزیر اعظم تھے اور درحقیقت بادشاہ مصر دوسرا تھا لیکن اسطرح کہ جو یہ کہتے وہی ہوتا تو جواب کے کہ اسکا حکم نہ چلتا تھا وہ خود محتاج تھا لہذا اللہ تعالے نے انہی کو بیان کیا کہ تو نے مجھے ملک سے یعنی زمین سے مصر دیا. یا ایک طرح کی بادشاہت دی یا زائد ہو تو یہ کہ تو نے مجھے ملک دیا یعنی مصر یا آگے

بادشاہت دی۔ وَعَلَّمْتَنِي اور تونے مجھے سکھلائی ۔ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ احادیث کی تاویل سے یعنی خوابون کی تعبیر سے بعض حصہ یا جملہ احادیث مین سے صرف خواب کا حصہ پورا یا من زائدہ ہے کہ تونے سکھلائی مجھے خوابون کی تعبیر یا احادیث سے مراد کتب و کلام الٰہی یعنے صحف ابراہیم وغیرہ مین بعض تاویل کیونکہ کلمات الٰہی ختم نہین تو پوری تاویل کسی کے امکان مین نہین ہے فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ایجاد کرنے والے آسمانون و زمین کے ۔ وہی خالق ہے کوئی اور خالق نہین جو اُس نے پیدا کیا اسی کی مخلوق ہے۔ الحاصل تو نے مجھ پر دنیا مین بڑے بڑے انعام کیے تو بڑا قدرت والا ہے یہ آسمان و زمین تو نے ہی قدرت سے پیدا کیے۔ أَنْتَ وَلِيِّي تو ہی میرا ولی ہے یعنے لطیف و کریم ہے تو ہی لطف و کرم سے مجھ بندے کے کامون کا متولی ہے ۔ فِي الدُّنْيَا دنیا مین جیسا کہ بیان ہوا اور جب تک زندگی ہو ۔ وَالْآخِرَةِ اور آخرت مین بھی تو ہی متولی ہے تیرے سوا کوئی مجھ بندے کا متولی نہین یعنے اور نہ ہو سکتا ہے ۔ پس جیسے تو دنیا مین اس شان جمیل کا متولی ہے تو آخرت مین بھی تیرے کرم کی آرزو ہے وہان بھی تو ہی متولی ہے پس تَوَفَّنِي مُسْلِمًا مجھے وفات دے درحالیکہ مین مسلمان ہون ۔ وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ اور ملا دے مجھے اپنے صالحین بندون مین ۔ حضرت یوسف علیہ السلام پیغمبر تھے اور معلوم کہ پیغمبر کی وفات اسلام پر ہوتی ہے مگر جناب کبریا و ذوالجلال والاکرام کی عظمت و تکبر کے سامنے عاجزی و محتاجی کے ساتھ اس آرزو کی تمنا کی کہ تو نے مجھے دنیا مین اس لطف سے پالا ہے میرے رب اور ولی میرا دنیا ہو یا آخرت ہو تو ہی ہے تو اب آخرت کی آرزو باقی ہے کہ مجھے اسلام و ایمان پر وفات دیدے و صالحین بندون مین مجھے بھی شامل کر دے تو آسمان و زمین پیدا کرنے والا بڑی قدرت والا ہر چیز پر قادر ہے ۔ صالحین سے مراد یا تو عام بندے صالحین ہین یا اپنے باپ دادا مراد لیے ہون واللہ اعلم ۔ اور الحاق صالحین کی دعا مین کیا اچھا ادب ہے کہ مین بذات خود صلاحیت کے قابل نہین و لیکن مجھے تو اپنے فضل سے ان مین ملا دے یہ شان نبوت ہے ۔ والحمد للہ رب العالمین لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو حی لا یموت وھو ذو الفضل العظیم وھو علی کل شئ قدیر ۔ اسی کی ذات کو بقا اور اسی کی سلطنت پائدار ہے باقی سب کو فنا ۔ عمر بن عبدالعزیز رح نے اپنے خطبہ مین اشارہ کیا کہ کوئی آدمی فنا کرنے کے لیے مخلوق نہین مگر فنا ہو گا بلکہ باقی رہنے کے لیے مخلوق ہو پس خوش حال ان بندون کا جو اللہ تعالیٰ کے لیے انتہا ۔ لاک مین اس دار محنت و امتحان کے ابدا ابد الآباد ہزارون نعمتون لا زوال مین باقی چلے جاتے ہین کہ جن کی انتہا نہین ہے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہون اُن لوگون کے حال سے جو اس دار محنت سے فنا ہو کر ابد الآباد ہزارون مصیبتون مین عذاب اُٹھائے چلے جاتے ہین کہ جن کے بہ نسبت یہ دنیا گویا انکے حق مین جنت تھی اے رب ہمارے ہم تیرے عذاب سے تجھ سے پناہ مانگتے ہین اور تو غفور رحیم ہے ۔ بیضاوی رح مین ہے کہ روایت کی گئی کہ یعقوب علیہ السلام مصر مین چوبیس برس رہے پھر وفات پائی اور موافق انکی وصیت کے خود یوسف علیہ السلام انکو شام مین لاکر بجنب حضرت خلیل اللہ علیہم السلام کے دفن کر کے واپس ہوئے اور تئیس برس جیے پھر ان کی روح کو ملک بقا کا شوق از حد ہوا پس موت اسلام کی تمنا کی پس اللہ تعالیٰ نے انکو پاک و طاہر اس دار محنت سے وفات دی اور اہل مصر نے ان کے دفن مین جھگڑا کیا حتی کہ قتال کی نوبت آگئی پھر اس امر پر صلح قرار پائی کہ سنگ مرمر کے صندوق مین کر کے بلندی نیل مین دفن کرین اسطرح کہ پانی نکلے اوپر سے روان ہو کر مصر تک آوے پس دونون فریق اس برکت پانی مین یکسان رہین پھر چار سو برس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انکو وہان سے نکال کر انکے آبا و اجداد کے پاس لا کر دفن کیا اللھم صل علی نبینا و مولانا محمد و آلہ و اخوتہ جمیع الانبیاء والمرسلین وسلم علیہم اجمعین ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک سو ساٹھ سال کی اور

حسن بصری رحسے روایت ہے کہ عمر ابراہیم علیہ السلام کی ایک سو پچانوے سال کی تھی بیضاوی رح نے کہا کہ راعیل یعنے زلیخا سے اُن کے تین اولاد ہوئی دو لڑکے افرائیم و میشا۔ اور ایک لڑکی رحمۃ جو ایوب علیہ السلام کی جورو تھی اور افرائیم سے نون اور اس سے یوشع علیہ السلام پیغمبر معروف بعد موسے علیہ السلام کے پیدا ہوئے ہین۔ واضح ہو کہ حدیث صحیح مین دعا کا یہی طریقہ ہے جو تم یہان دیکھتا ہو کہ پیغمبر حق حضرت یوسف علیہ السلام نے پہلے اللہ تعالے کی ثنا و صفت والغامات کا ذکر کیا پھر درخواست کی اور صحیح حدیث قدسی کا مضمون ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جس کسی کو میری یاد مشغول کرے اس کی درخواست سے تو مین اس کو سب مانگنے والون سے افضل دیتا ہون دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی درخواست سے ذکر و یاد الٰہی شروع کیا اور حدیث قدسی سے یہی ثابت ہے کہ جو کوئی ذکر مین ایسا مشغول ہو جاوے کہ درخواست یاد نہ رہے تو بھی علام الغیوب وہ بلکہ اس سے بہتر عطا فرماتا ہے اور شاید یہ معنے ہون کہ یاد الٰہی مین ایسا مشغول ہے کہ دعا و درخواست نہین کرتا و لیکن دعا مخ عبادت ہے فافہم۔ پھر یہان یہ سوال مشہور ہے کہ قولہ توفنی مسلما الخ آیا درخواست موت ہے یا نہین ہے۔ تو رازی رح نے کبیر مین و خطیب وغیرہ نے بہت تطویل کی اور مین عقلی خیالات مین اختصار و نقلیات کی تلخیص کے ساتھ ان فوائد کو ذکر کرتا ہون قال ابن کثیر رح فی قولہ توفنی مسلما الخ محتمل ہے کہ یہ دعا وقت حضور موت کے ہو جیسا کہ سید المرسلین صلعم نے اللھم فی الرفیق الاعلے تین بار فرمایا کما فی الصحیحین اور محتمل ہو کہ مراد یہ ہو کہ توفنی مسلما اذا اشدت۔ یعنے مجھے اسلام پر وفات دیجیو جب وفات دے۔ اور محتمل ہے کہ ابھی وفات مانگی ہو اور اسوقت تک جائز ہو۔ اور قتادہ نے کہا کہ ہری بھری ترو تازہ دنیا حاصل کر کے اگلے صالحین کے پاس جانے کا اشتیاق کیا اور ابن عباس رض کہتے تھے کہ قبل حضرت یوسف علیہ السلام کے کسی نبی نے موت نہین مانگی۔ شیخ رح نے کہا کہ ظاہر سیاق تو محتمل ہو کہ فی الحال موت طلب کی اور محتمل ہو کہ پہلے پہل الحقین نے اسلام پر موت ہونے کی درخواست کی جیسے نوح اول ہین جنھون نے کہا کہ رب اغفرلی ولوالدی ولمن دخل بیتی مومنا وللمؤمنین والمومنات مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک یہ ہو کہ نہ ہر کوئی کو اسوقت وفات معلوم ہوتی ہے کہ وہ وفات کو حیات دنیا پر اختیار و پسند کرے اور تجھے معلوم ہو کہ شفقت انبیا خلق اللہ پر مزید ہو و لیکن جذب شوق لقاے آخرت ازید و لیکن تو جانتا ہو کہ حضرت موسے علیہ السلام نے طمانچہ مار دیا تھا فرشتہ کو جیسا کہ صحیح مین ہو اور اللہ تعالے نے کہا و کان عند اللہ وجیہا۔ پھر خوشبوے جنت سے اختیار کیا موت کو پس مقبوض ہوئے اور صحیحین مین ام المومنین عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ کوئی نبی قبض نہین کیا جاتا جب تک اسکو جنت مین اسکا ٹھکانا نہ دکھلایا جاوے پھر وہ زندہ رہنا پسند کرے یا اس کو اختیار کرے چنانچہ آنحضرت صلعم نے خطبہ مرض مین فرمایا کہ اللہ تعالے نے ایک بندہ کو مختار کیا کہ دنیا مین رہے یا جو اللہ تعالے کے پاس انعمت ہے اس کو اختیار کرے پس اس نے اللہ تعالے کی نعمت قرب اختیار کی الحدیث۔ پس حضرت یوسف علیہ السلام نے عیش و سلطنت و تخت و تاج کی رونق کے ساتھ جب صالحین کی سلطنت آخرت کو دیکھا تو علانیہ اس کو اختیار کیا پس کوئی نبی نہین ہے جسکو یہ اختیار نہ دیا جاوے غیر از ینکہ اور کسی کا اختیار کرنا علانیہ نہ تھا پس نہ یہان تمنا موت کی اور نہ کوئی سوال وارد ہوتا ہے اور ابن عباس رض کی روایت قتادہ کے یہ معنے ہین کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہی اول ہین جنھون نے اعلان کے ساتھ اختیار کیا اور شاید دعا و تضرع مین یہ حکمت ہو کہ انبیا سے سابقین کو غناے دنیا و سلطنت نہ دی گئی تھی پس حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود اس کے آپ کے ساتھ الحاق چاہا اور حدیث صحیح مین ہے کہ فقراے مہاجرین اغنیا سے پانچسو برس پہلے جنت مین داخل ہون گے و لیکن یہ قیاس انبیا پر نہین ہو سکتا کیونکہ حساب نصف یوم آخرت ہزار برس کے دن مین اغنیا پر ہے اور فقرا بلا حساب اول نصف مین داخل جنت ہو جاوین گے واللہ تعالے اعلم

بالجملہ میرے نزدیک تو سوال وارد ہی نہین ہے کہ موت کی تمنا کیون واقع ہوئی کیونکہ یہ اختیار آخرت ہے نہ تمنائے موت فافہم۔ اوران لوگون نے لکھا کہ بہت سے مفسرین کا یہ زعم ہے کہ انبیاء مین انھین نے موت مانگی بدلیل قول قتادہ عن ابن عباسؓ اور رازی رح نے کہا کہ مرد عاقل کی رغبت موت پر بوجوہ کثیرہ ہوسکتی ہے ایک یہ کہ لذت دنیا کا حاصل تین وجہ پر ہے اول مشقت ایسی چیز حاصل کرنا جو تمام دنیا مع اس کے جواہرات وخزائن کے کامل نہین اس پر بھی جلد زائل ہونے والی اور اس کو خود ہر دم زوال کا خوف پس حصول کی مشقت زائد وخوشی کم اور زوال کا غم سب سے بڑھ کر۔ دوسرے یہ کہ جو حاصل ہوئی وہ ہر دم فکر وتردد سے ملی ہوئی ہے پس محنت وغم کے ساتھ خالص خوشی کا وجود محال ہے تیسرے یہ کہ خلق مین سے اراذل وبے علم واحمق کو افاضل عالم عاقل سے بہت کچھ زائد حاصل ہوتا ہے خود دیکھو کہ حضرت یوسف علیہ السلام صورت وسیرت وعلم مین سب سے بڑھ کر اور ان پر ریان بن الولید بادشاہ تھا پس عاقل ان کدورات سے چھوٹ کر خالص لذات حاصل کرنے پر توجہ کریگا اور وہ آخرت کی نعمتین ہین جو اسلام پر موت سے حاصل ہوتی ہین لہذا اسلام پر موت چاہی اور صالحین سے لحوق پر اطمینان کر لیا۔ وجہ دوم یہ کہ دنیوی لذات کھانا پینا ونکاح وریاست مین منحصر ہے اول مین تمام جانور حتی کہ گوہ کا کیڑا مشارک ہے وتھوک ورینٹ ودرد اور پھوڑے وغیرہ آثار وہر لذیذ غذا زبان سے اتری وفنا اور انجام اسکا وہ جو پیخانہ مین نکلا اور جو جسم تیار ہوا وہ مردار دھوپ مین سڑنے کی قیمت رکھتا ہے اور نکاح وباقی لذات ونجاسات جنمین خسیس جانور قوی تر ہین قابل بیان نہین۔ وریاست موجب عیب ومشقت وخوف بچون کا کھلونا تو عاقل کے نزدیک مستقر ہے انکی تحصیل سے تنفر ہے پس عیش آخرت کی طلب مستقیم تو اسلام پر موت کی تمنا انکی آرزو ہوگی اور روایت ہے کہ میمون بن مہران ایک رات حضرت عمر بن العزیزؒ کے پاس سوئے اس بادشاہ نے رات کو عبادت وگریہ وزاری کے بعد موت کی دعا مانگی اتنے مین میمون نے کہا کہ یہ بدعت ہے اور آپ کی زندگی مین مسلمانون کی آرام وراحت ہے تو کہا اے میمون جب حضرت یوسف علیہ السلام کو ہر طرح دولت ودین وثروت کا استقرار ہوا تو دعا مانگی بھلا مین اس پیغمبر برحق کی اتباع نہ کرون۔ سوال ہوا کہ انبیاءؑ کا اسلام پر مرنا یقینی ہے تو پھر فائدہ دعا ہوگی۔ رازی رح وخطیب وکرخی نے کہا کہ نفس مطمئن وسینہ کشادہ وقلب سلیم اس حالت کمال پر وفات چاہی اور یہ بات کفر کے مقابل اسلام سے زائد ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بے تکلف ہے بلکہ ایمان یقین ہے اور وہی اسلام ہے لیکن اسلام اداے احکام بھی ہے اور ایمان محض یقین ہے واسطے دعا مین ہے اللہم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام یعنی حالت حیات مین وہ فرائض وواجبات وسنن ونوافل ادا کرتا رہے اور محرمات ومکروہات وچوری ورشوت وشراب خواری وغیرہ سے بچتا رہے۔ ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔ کیونکہ یہان وقت وفات پر کوئی عمل نہین ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو واضح ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے شاید یہی دعا مانگی کہ مین اسلام واطاعات وتقوے پر [illegible] کے ساتھ قائم ہون اس حالت پر مجھے وفات دیجیو جیسے تو نے اسوقت تک انعام فرمائے ہین اور سیاق دلالت کرتا ہے کہ یہ باپ سے ملنے کے خواب اور احسانات الٰہی کے سلسلہ مین یہ دعا بھی داخل ہے واللہ تعالیٰ اعلم اور اس آیت مین دلالت ہے کہ اسلام وایمان مین اصل مین فرق نہین ہے بلکہ یہان تصدیق ہے اسلام کے اعمال زائد ہین اور وہ داخل [illegible] یہ لوگون مین ناحق اختلاف ہے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا اور اسلام وایمان مین اتحاد نہین [illegible] اور تحقیق وہی ہے جو اوپر اشارہ کیا گیا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔ پھر جو جواب کہ رازی رح وغیرہ نے دیا کہ اسلام کامل پر وفات کی دعا ہو یہ بھی [illegible] وفات جبکہ بدلیل ہے اسلام مقابل کفر ضروری ہے اسی سے ایمان کامل پر معلوم ہوا اور جو [illegible] حدیث سے اختیار کرے اور روایت [illegible]

اسلام کے مترجم نے ذکر کیے وہ اولے ہیں واللہ اعلم۔ حاصل آنکہ موت کی تمنا کرنا منع ہے اور تفصیل آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ یہ سوال ہوتا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس آیت میں تمنا فرمائی ہے ولیکن یہاں چار احتمال ہیں جن سے فی الحال تمنا نہیں معلوم ہوتی سوائے ایک احتمال کے پس اگر تسلیم کر لیا جاوے کہ مراد تمنائے موت فی الحال ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ کسی جزع و فزع و عدم رضا بتقدیر سے نہیں بلکہ اشتیاق لقائے صالحین ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شاید یہ انکی شرع میں روا ہو لیکن ہماری شرع میں نہیں جائز ہے چنانچہ ثابت امام احمد میں ہے حدثنا اسمعیل بن ابراہیم حدثنا عبد العزیز بن صہیب عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل بہ فان کان ولا بد متمنیا فلیقل اللہم احینی ما کانت الحیوٰۃ خیرا لی وتوفنی اذا کانت الوفاۃ خیرا لی۔ اور یہی حدیث صحیحین بخاری و مسلم میں بھی موجود ہے مگر کسی قدر زیادتی کے ساتھ جسکو ہم ترجمہ میں قوس کر کے اشارہ کر دینگے ترجمہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے کہ تمنا کرے کوئی تم میں موت کی بوجہ کسی ضرر کے جو اس کو لاحق ہوا ہو (کیونکہ اگر وہ نیکو کار ہے تو زندہ رہنے سے اسکی نیکیاں بڑھینگی اور اگر برے کام کرتا ہے تو شاید توبہ سے توفیق نیکی کی ملجاوے ولیکن یوں کہے) اور اگر خواہ مخواہ وہ تمنا ہی کریگا تو یوں کہے کہ اے پروردگار میرے مجھے زندہ رکھ جبتک زندگی میرے لیے بہتر ہو اور مجھے موت دیدے جب مرنا میرے حق میں بہتر ہو مترجم کہتا ہے کہ ظاہر حدیث سے موت کی تمنا سے صرف ایسی صورت میں ممانعت ہے جب کوئی شخص کسی امر مکروہ کے لاحق ہوجانے سے موت مانگنے لگے کہ اس سختی سے چھوٹ جاوے اور یہ جبر و قلت معرفت کا سبب ہے کیونکہ ایمان والا ضرور خوفناک ہوگا کہ دنیا میں اسنے رات دن بہت خطائیں وافراط و تفریط کی ہے ایسا نہ ہو کہ اس کے مواخذہ میں وہاں کا عذاب اٹھانا پڑے جو نہایت سخت ہے تو یہ مثل ہو جاوے کہ ایک بیوقوف گرمی کی دھوپ میں گھبراتے ہوئے گھبرا کر بھاگا اور دالان کے تنور میں گھس گیا جس میں آگ بھڑکی ہوئی تھی اللہم انی اعوذ بک من عذاب جہالاتی واسرافی وتفریطی فان کل ذلک عندی وانت غافر الذنوب وارحم الراحمین۔ بالجملہ اس حکم کے موافق تو حضرت پیغمبر خدا یوسف علیہ السلام کی دعا پر سوال نہیں ہو سکتا کیونکہ انھوں نے بدون نزول ضرر کے عیش و آرام و سلطنت کی حالت میں محض شوق آخرت میں دعا مانگی تھی ولیکن امام احمد نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے آپ نے ہم لوگوں کو وعظ و نصیحت ایسی فرمائی کہ ہم لوگ نہایت رقیق ہو گئے پس سعد بن ابی وقاص رونے لگے اور بہت زیادہ رو کر کہا کہ کاش میں مر گیا ہوتا پس آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اے سعد بھلا تو میرے پاس موت کی تمنا کرتا ہے اس بات کو تین مرتبہ فرمایا پھر فرمایا کہ اے سعد اگر تو جنت کے لیے پیدا کیا گیا ہے تو جسقدر تیری عمر دراز ہو اور تیرے کام اچھے ہوں تو وہ تیرے لیے بہتر ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت سعد رض نے خوف اپنی تقصیرات کے جو ہر دم و ہر روز و شب عبادت میں قصور ہوتا ہے گھبرا کر موت کی آرزو کی پس آنحضرت امت کے شافع شفیع رحیم و کریم خیر الخلق رسول برحق صلعم نے نہایت لطف و ملاطفت سے ارشاد کیا کہ میرے پاس بیٹھکر موت مانگتا ہے یعنی میرے پاس بیٹھنا میرا دیدار میری خدمت میری زبان سے ایک کلمہ یا ایک دعا تیرے حق میں تیری تمام عمر و صدہا ہزار عمر سے تیرے لیے بہتر ہے پھر ایک لطیف معرفت پر تنبیہ کی کہ مخلوقات جنت و دوزخ کے لیے پہلے سے مقرر ہیں پس اہل جنت اگرچہ گنہگار ہوں وہ آخری حالت پر جنتی ہیں اور نعوذ باللہ اگر کوئی کفر و شرک و نفاق سے پاک کر کے موت دیتا ہے اور جو شخص دوزخی ہے اسکی آخری حالت خراب دوزخی ہوتی ہے اور اس میں اشارت ہے کہ اعمال سے کوئی دوزخی یا جنتی نہ ہوگا بلکہ جو جنتی ہے اسکے لیے اعمال علو مراتب و بے انتہا رفع منازل حاصل ہونے کے لیے بہتر ہیں اور اہل جنت میں مراتب بیشمار ہونگے جیسے ہر ایک آدمی کی صورت دوسرے سے متفاوت ہے ایک عجیب قدرت الٰہیہ ہے کہ دوہی ہاتھ پیر آنکھ کان ناک سر بال ہے

[illegible]

ڈاڑھی دانت رنگ روپ اور تعداد دین حساب کر در گزر ایک دوسرے سے تمیز ہے اور اگر یہ بات آنکھون دیکھی نہوتی تو لاکھون اس زمانہ کے
نیچری اس سے انکار کرتے۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اول حدیث مین الضر سے امر شاق وکروہ عام ہے خواہ دنیا کے امور مین ہو یا آخرت
کے خیال سے ہو۔ اور امام احمد نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے کہ تم مین سے کوئی موت کی تمنا کرے
اور نہ دعا کرے موت آنے کی قبل ازینکہ موت خود آوے مگر اس صورت مین کہ اس نے اپنے اعمال پر وثوق کر لیا ہو (یعنی یہ تو ممکن نہین کہ اعمال پر
وثوق ہو تو ہرگز موت کی تمنا و دعا نہ کرے) کیونکہ جب تم مین سے کوئی مرا تو اس کے عمل منقطع ہو جاتے ہین (یعنے بعد موت کے کوئی عمل نہین
کر سکتا لیکن جیسے یہان کے مثل ثواب ملے) اور مومن کو اس کے عمل سے کچھ اور نہین ملتا سوا بہتری کے۔ قال الشیخ تفرد بہ احمد یعنی
بالکل موت کی تمنا و دعا کرنے سے ممانعت ہے مگر ایک طرح اجازت ہے کہ ایسے اعمال کر لیے ہون کہ اُن پر وثوق و اعتماد ہو۔ تو مین
کہتا ہون کہ یہان دو صورتین ہین اول وہ شخص ایسا ہو جسکے حق مین اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی تصریح ہو کہ یہ جنتی ہے اور اسکے
اعمال درجہ مقدور تک سالم ہین اور دوم وہ شخص ایسا نہو پس قسم دوم والا کس طرح جانے کہ میرے اعمال وثوق کے قابل ہین بلکہ
اسپر واجب ہے کہ ہمیشہ اپنے اعمال کی نقص و خرابی اور تضییع اوقات و کثرت معاصی و آفات کا خیال رکھے تا کہ اگر درحقیقت
جو احتمال ہے کہ شاید نفس کے خطرات جنکا اسکو خود امتیاز نہ ہوا تھا اور اخلاص مین فرق آیا تھا واقعی ایسے ہی اعمال ہین تو اللہ تعالیٰ
اپنے کرم سے اُس کو اس وجہ سے معذور فرما دے کہ بیچارہ خود عاجزی سے اقرار کرتا و خائف رہتا تھا پس بخشدے ورنہ جسکو غرور
و اعتماد ہوا اور یہان نفس کا دھوکا ہے تو وہ گیا پس معلوم ہوا کہ عام ایمان والے اگرچہ ولی ہون کبھی اپنے اعمال پر اعتماد نہین کر سکتے ہین تو
کبھی موت کی تمنا نہین کر سکتے بلکہ خائف اسوجہ سے ہون کہ عذاب نہو لیکن جسوقت کہ موت آجاوے اُسوقت اپنے رب غفور رحیم کے فضل عظیم پر بھروسا
کر کے اپنے آپ کو اسکے سپرد کرین اور نہایت نیک گمان رکھین جیسا کہ صریح حدیث صحیح مین حکم ہے اور حدیث قدسی مین ہے کہ جیسا کہ میرے بندے کا
میرے ساتھ گمان ہے ویسا ہی مین اسکے ساتھ ہون۔ پس اتنا چاہیے کہ اسی کا بندہ رہے بحکم قولہ تعالیٰ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان پس
شرک و کفر و نفاق سے پناہ مانگے۔ اب رہی قسم اول تو وہ جملہ انبیاء اور بعض صحابہ حضرت رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور سابقین
امم مین جو کوئی ہون پس اس حدیث سے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا پر سوال وارد نہین ہوتا کیونکہ انکو وحی الٰہی و نبوت سے
وثوق ہوا تھا فافہم پھر شیخ ابن کثیر رحمہ نے اس مسئلہ مین تحقیق و تفصیل اسطرح لکھی کہ ممانعت کا جو حکم احادیث بالا سے ثبوت ہوا پس صورت
مین ہے کہ جب ضرر مذکور اسی شخص کے ساتھ مخصوص ہو یعنی مثلاً بیماری یا تنگی رزق وغیرہ کی کوئی مصیبت فقط اُس شخص پر ہو تو موت کی تمنا منع ہے
اور جسکہ دین مین کوئی فتنہ پھیلا یعنی جیسے سترھم کے زمانہ مین ہے انتہا رفتنہ اکثر ملکون مین جہان جہان مسلمان بستے ہین پھیلا ہوا ہے تو لکھا کہ ایسی
صورت مین موت مانگنا جائز ہے چنانچہ جب موسیٰ والے فرعون نے ساحرون کو قتل و سولی سے سخت دھمکایا کہ دین سے پھر جاوین تو انھون نے دعا
مانگی قالوا ربنا افرغ علینا صبرا وتوفنا مسلمین۔ اور جب حضرت مریم علیہا السلام نے وضع حمل کے وقت اس خوف سے کہ لوگ امر حق مین بہتان
باندھینگے اور ایمان کا ضرر ہے تو کہا یا لیتنی مت قبل ہذا الآیۃ چنانچہ یہی ہوا کہ یہود کہنے لگے۔ یا مریم لقد جئت شیئا فریا یا اخت ہارون ما کان ابوک امرأ
سوء وما کانت امک بغیا الآیۃ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ صالح عیسیٰ علیہ السلام کو گہوارہ مین گویا کیا کہ مین اللہ تعالیٰ کا بندہ و رسول ہون۔ اقول
اسمین ایک معرفت ہے کہ بندگان صالحین ازل ہی سے صالح ہوتے ہین یعنی پیغمبر لوگ سب سے افضل مین چنانچہ مہد مین اپنی رسالت کو بیان کیا اور
یہ بھی کہا کہ مجھے میرے رب نے کتاب انجیل دی ہے اور یہ سب مقدرات ازل ہین اور عجب کہ اسوقت کے نصرانی کچھ نہین سمجھتے اور تقدیر سے منکر ہین

نعوذ باللہ من الکفر والشرک والنفاق۔ اور شیخ نے لکھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث جسکو امام احمد و ترمذی نے خواب کا حال روایت کیا ہے اس مین دعا بھی ہے اس دعا مین یہ ہے اذا اردت بقوم فتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون مترجم کہتا ہے کہ مراد اس حدیث سے وہ ہے جس مین آنحضرت صلعم نے رب تبارک وتعالیٰ کو خواب مین دیکھا اور طویل حدیث ہے آخر مین دعا سکھلائی ہے جسکا جزو یہ ہے واذا اردت الخ اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا کہ حسن ہے اور بعض نسخون مین حسن صحیح لکھا ہے کذا اور ظاہر اصح نسخہ حسن ہے کیونکہ ابن الجوزی نے علل مین اس حدیث کے سب طرق لکھے اور سب مین کلام کیا اور دارقطنی وغیرہ کے اقوال لکھے کہ سب طرق ضعیف ہین اور بعد اسکے خود اسکو اپنی اسناد کے ساتھ مسند امام احمد سے باسناد روایت کیا اور لکھا کہ یہ اسناد حسن ہے پس ابن الجوزی رح جو بڑے متشدد ہین اس حدیث کو حسن کہتے ہین تو محتمل ہے کہ اسناد صحیح کے درجہ پر ہو بالجملہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسمین نہایت نفیس اسرار و معارف ہین اور ابن الجوزی رح کی روایت مین یون ہے کہ واذا اردت بعبادک الفتنۃ فاقبضنی الیک غیر مفتون یعنی جب اے پروردگار تو اپنے بندون کے ساتھ فتنہ چاہے یعنی تیری مشیت و حکمت مین ہو کہ یہ لوگ راہ مستقیم چھوڑ کر فتنہ مین پڑین تو مجھے تو وفات دیکر اپنے پاس اٹھا لیجیو اس حال سے کہ مین فتنہ مین پڑا ہون پس معلوم ہوا کہ فتنہ مین مبتلا ہونے سے پہلے مرجانے کی دعا کرنا جائز ہے اور دیکھو کہ بعد وفات آنحضرت صلعم کے جو وقت آیا اسوقت مقدر تھا کہ فلان وفلان قبائل عرب کے مرتد ہوکر لڑین پھر مغلوب کیے جاوین پس اپنے رحیم پیغمبر کو اسوقت سے پہلے اٹھا لیا وفیہا فوائد جمۃ ومن یستطیع ان یاتی بہا الا بتوفیق من اللہ عز وجل۔

اور شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے باسناد خود حضرت محمود بن لبید سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ دو باتین ہین جنکو آدمی ناگوار رکھتا ہے ایک تو موت حالانکہ ایمان والے کے لیے فتنہ مین پڑنے سے موت بہتر ہے اور دوسرے مال کی کمی حالانکہ مال کم ہونے سے حساب مین کمی ہوتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ جہان ایسی حالت و زمانہ کی گردش جس مین آدمی کو اپنی ضروری احتیاج مین فتنہ مین پڑنے کا خوف ہو وہان موت ایمان پر مانگنا بلا کراہت جائز بلکہ مستحسن ہے جبکہ کراہت نہ کرے۔ اور شیخ نے لکھا کہ حضرت سیدنا امیر المومنین علی بن ابی طالب نے اپنی خلافت کے آخر زمانہ مین جب دیکھا کہ کامون کا بناؤ نہین ہوتا اور کام روز بروز بدتر ہوتا جاتا ہے تو فرمایا کہ اللھم خذنی الیک فقد سئمتھم وسئمونی۔ اے میرے پروردگار مجھے اپنے پاس لے لے کہ مین نے ان لوگون کو اکتا دیا اور انھون نے مجھے اکتا دیا ہے اقول یعنے جو کچھ تیری مشیت ان لوگون کے ساتھ ہے اسی پر چلنے کو چاہتے ہین تو مجھے ناگوار بوجھ سمجھتے ہین اور مین بھی ان لوگون سے ملال آگین ہوتا اور اکتاتا ہون کیونکہ اہل معرفت ہمیشہ عوام و انکے برے خیالات سے اکتاتے ہین حالانکہ آنحضرت تو سید العارفین وامیر المومنین تھے اور خبردار کہ تو روافض کو مت دیکھ کہ یہ بالکل نصرانیون کے مشابہ ہین جو دعوے کرتے ہین کہ ہم عیسائی ہین حالانکہ بالکل الٹے جیسے تو مت کی سیاہی کہتا کہ ہین آفتابی ہون ایسے ہی تعجب کہ رافضی کہے کہ مین شیعہ علی ہون بلکہ شیعہ علی عارفین مومنین متبعین سنت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین ہین۔ شیخ نے کہا کہ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری جامع صحیح کے ساتھ جب ایسا فتنہ واقع ہوا اور حاکم خراسان سے ان کے معاملات فتنہ انگیز واقع ہوئے جو کتب طبقات محدثین مین ثقہ روایات سے منضبط ہین تو بخوف فتنہ دین کے دعا مانگی کہ اللھم توفنی الیک اے میرے پروردگار مجھے وفات دیکر اپنے پاس بلا لے اقول پس خرتنگ قصبہ مین فوت ہوئے اور بعض عارفین نے خواب مین دیکھا کہ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کھڑے بیابان سر راہ مع ایک جماعت صحابہ رض کے گویا منتظر ہین تو عرض کیا کہ میرے مان باپ فدا ہون کہ آپ بیابان کس طرح مین فرمایا کہ محمد بن اسمٰعیل کا منتظر ہون۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ اور واضح ہو کہ ہمارے اصحاب حنفیہ مین سے بعض وہ لوگ جو خالی مسائل اعمال جوارح جانکر اپنی اصطلاح فقہ سے فقیہ ہوکر کسی تعصب کی مداخلت کی انھون نے اس موقع پر بخاری رحمہ اللہ کی نسبت

جاہلانہ مسائل کا بہتان باندھا تاکہ لوگ اُسے بدگمان ہوکر حقارت کی نظر سے دیکھیں تو بقول علامہ سبکی رحمہ اللہ کے تو سب ائمہ دین وعلماء
مسلمین کے ساتھ عقیدت و نیک خیالات رکھا اور ایسی بدگمانیوں سے اپنی عاقبت خراب نہ کرے اور یہان سے معلوم ہوا کہ بخاری رحمہ اللہ
پر یہ الزام لگانا کہ موت مانگی تو یہ فقیہ نہ تھے یہ بھی چشم بصیرت اندھی ہونے کی علامت ہے اور بھلا عارف وجاہل مثل آنکھوں والے
اور اندھے کے کہیں برابر ہوتے ہیں پس جواب یہ کہ ان کا اجتہاد ٹھیک تھا اور دقیق اجتہاد سے بدلائل احادیث صحیحہ انھوں نے فتنہ
دین کے وقت یہ دعا مانگی۔ اور شیخ نے لکھا کہ زمانہ خروج دجال میں ایسے ایسے ہولناک وسخت ودشوار امور ہونگے کہ دین کی سلامتی
جیسے انگارے دانتوں سے چبانا سخت دشوار ہوگی تو آدمی قبر کے پاس گذریگا اور کہیگا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ یالیتنی مکانہ کاش
میں اسی جگہ ہوتا یعنی اس قبر کا مدفون میں ہوتا تو بہت اچھا تھا مترجم کہتا ہے کہ اب تو وہی زمانہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے الٰہی تو قادر
قوی وارحم الراحمین اور ہمکو سب بھلائی کی امید ہے تو آرزو ہے پھر شیخ نے ختم کیا یہ کہکر کہ ابن جریر رحمہ نے کہا کہ بیان کیا گیا ہے کہ اولاد
یعقوب جنھوں نے یوسف کے ساتھ اور والد بزرگ کے ساتھ کیا جو کیا تھا انکے واسطے انکے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے استغفار کیا
تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور عفو کرکے ان کی خطیات کو بخشدیا قال المترجم بیشک میرا رب غفور رحیم ہے اور میں نے اوپر اشارہ
کیا ہے کہ گیارہ ستاروں سے ان کی تعبیر الٰہی جو ہے کہ فیما بین اور دست سب ایک حال پر ہوگئے ہیں تو بعد اس کے کسی شخص کو مجال نہیں
ہے کہ اُن پر فاسق وفاجر وکذاب وغیرہ بدزبانی کے الفاظ روا رکھے۔ ف فی العرائس قولہ رب قد آتیتنی من الملک الآیہ سبب
عزیز وافتخار ہے اور تمام دنیا وفیہا سے منھ موڑکر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی طرف رجوع لائے اور کہا
کہ رب قد آتیتنی من الملک۔ وزارت مصر جنھیں کہا الملک باشارت سلطنت نبوت وغلبہ وتسلط لقلوب مومنین وصفات ملکوتیہ سب کو
شامل رکھا اگرچہ حقائق کلام ایسے معانی نورانی کو محتوی ہے کہ بطون تک رسائی دشوار ورنہ بیان دشوار ورنہ کون ہے جسکے لیے بیان ہوا اور
عارف خود عارف ہے اور تاویل الاحادیث مشاہدۂ آیات ومعرفت سب کو شامل ہے پھر ہر چیز کو ہیچ کرکے عظیم قدرت وعجائب صنعت
الٰہیہ کی طرف رجوع لائے بقولہ فاطر السموات والارض۔ پھر اپنی مخلوق ہونے سے جناب باری تعالیٰ کے افضال ورحمت پر کامل بھروسا
کیا بقولہ انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ۔ پس دنیاوی انعام ومعارف اُخروی سلطنت ودیدار عیان کے آرزو پوری کی اور کہا کہ توفنی
مسلما والحقنی بالصالحین۔ اقول پس وفات تمام مخلوقات سے گم ہوجانا اور گم ہوکر سالم نکلنا اور وہ اسطرح کہ وجہت وجہی للذی فطر
السموات الآیہ پس خالی گم تو احمق ہوکر جہنم میں جاتا ہے اسی واسطے کافر کو مردہ سے تشبیہ دی گئی کیونکہ عالم کے آیات آفاق والانفس سے بھی
گم ہے تو معرفت حق تعالیٰ سے جاہل اور وہی کافر ہے کیونکہ تمام عالم مشاہدہ آیات وجود حضرت خلاق علیم ہے پس محض متوفی وگم شدہ
ایسا مردہ دیوانہ ہے اور سالم متوفی عارف ہے لہذا وہ سب سے زیادہ عاقل ہوتا ہے اور نظر اسکی نور ظہور قدرت ہے اسی واسطے فراست مومن کو
ناظر بنور حق فرمایا ہے اور شیخ رحمہ نے کہا کہ وفات سے غیبوبت تمام حادثات ومخلوقات سے انوار الوہیت وجلال ابدیت میں چاہی کہ مجھ سے
مجھ کو حق میں فنا کردے کہ میں کچھ میں نہ رہوں اور تو میرے لیے رہ جاوے پس بقا بھی کو ہے اور انھیں صالحین میں داخل کردے جو ایسے ہیں مترجم
کہتا ہے کہ عارف بحر العلوم نے شرح مثنوی میں شیخ ابن العربی ودیگر ائمہ سے نقل کیا کہ مخلوق کوئی ہو فانی ہوکر باقی ہونے سے یہ مطلب نہیں ہوتا
کہ کوئی ممکن مرتبہ واجب کو پہونچے بلکہ مخلوق اپنے حال پر مخلوق ہے مگر بقا اسکو بذات باقی عزوجل ہے اقول یعنی مثال اسکی قطرہ ودریا کی الخ
یہ مثل ہے جس سے عوام دھوکا کھاتے ہیں اور نوبت انکی کفر تک بلکہ بدتر پہونچ جاتی ہے اور یہ بڑا سخت فتنہ پھیل گیا ہے اور حق عزوجل پاک ہے کہ

کوئی مخلوق اُس سے ملجاوے جیسے قطرہ دریا مین بلکہ اصل اُس کی حدیث صحیح نوافل ہے جو بارہا گذرچکی اور عوام کو نہین چاہیے کہ اس مین قیاس لگاوین بلکہ اتنا جان سکتے ہین کہ یا دحق مین خصوص تجلی ظہور مین خود فراموش ہوتے ہین پس جو کچھ حرکات ان کی ہوتی ہین سب قدرت الٰہیہ ہین سننا و بیٹھنا و پکڑنا و چلنا و دیکھنا جیسے بعض نے کہا کہ ۔ تو خود حجاب خودی حافظ ازمیان برخیز ۔ اور دوسرے نے فرمایا ۔ احمدا تا اگر نہ گردی راہ نیست ۔ یہ معنے فنا کے ہین جہان تک ہمارے خیالات کفر مین نہ جا پڑین اور ان خیالات سے کیا فائدہ ہے اپنے آپ کو آراستہ کرو تو جس منزلت پر رب کریم پہونچاوے خود احسان ہے ورنہ ان خیالات سے کوئی فائدہ نہین ہے اور خطرہ و خوف اسقدر زیادہ کہ کفر تک نوبت پہونچتی ہے تو عوام کو اس سے قطعی پرہیز واجب ہے واللہ تعالےٰ اعلم سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ یہان تین باتین مین سوال ضرورت اظہار فقر ۔ اکتساب فرض ۔ اور کہا کہ مین نے لطیف و رحیم کو مسلم ہوکر بلا تدبیر و رجوع با سباب سپرد کیا ۔ دینوری نے کہا کہ صالحین وہ لوگ جو صلاحیت و لیاقت دیے گیے واسطے حضوری کے اور اس سے خلقی و طبعی رعونت و بشریت ساقط کی گئی ہے ۔ ابو سعید القرشی رح نے کہا کہ قولہ توفنی مسلما ۔ ایسے شخص کا کلام ہوگا جو مشتاق ہوکر سواے حق عز و جل کے کسی سے انس نہو ۔ استاد رح نے کہا کہ پہلے تعریف الٰہی کو دعا پر مقدم کیا اور اہل ایمان کا یہی شیوہ ہے اور قولہ انت ولیي في الدنیا والآخرۃ مین بیان ہے کہ سر باطنی جملہ مخلوق سے منقطع ہے مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کا تعلق ما سبق سے ایسا رطافت کیساتھ ہے یعنی اول آیت مین اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے چند امور کا شکرانہ یاد دلایا از انجملہ قید و محنت سے رہائی اور سلطنت پر رسائی اور بھائیون و والدین کی یکجائی پس قید خانہ سے تو انقطاع تعلق بسبب کراہت کے ظاہر ہوا اور باقی چیزون سے بسبب پسندیدگی کے قلب کا تعلق ظاہر ہوا حالانکہ کمال ایمان زہد ہے کہ دنیا و ما فیہا کی کسی چیز سے تعلق خاطر نہو پس اس آیت سے حضرت یوسف علیہ السلام کا باطنی حال ظاہر فرمایا کہ ان چیزون کو وہ پیغمبر صدیق بطور انعام الٰہی کے دیکھتا اور شکر کرتا تھا مگر تعلق اُسکو کسی چیز سے نہ تھا سواے حق تعالےٰ عز و جل کے حتے کہ اُس نے ان سب کو چھوڑ دینے کے لیے دعا فرمائی اور جنت و جوار رب العالمین مین جانے کی صریح تمنا کی پس جو لوگ کمال ایمان سے متصف ہوتے ہین وہ ہر فرد بشر کے حقوق نہایت رحمت و شفقت سے ادا کرتے ہین گویا ان کو ان چیزون سے کمال تعلق ہے مگر باطن ان کا مرتبط کسی چیز سے نہین ہوتا اور خالص اللہ تعالےٰ کے لیے ہوتا ہے اور قلب کے کمال مین نفس و اعضاء انسانی ایسے دشمن ہو جاتے ہین کہ تن بدن انسان کو قید خانہ تہمت اغیار و شہوات معلوم ہوتا ہے اور قریب ہے کہ وہ مار ڈالین بسبب شدت تکلیف صبر کے اور اصل مادہ کے جدا ہو جاتے ہین واللہ اعلم کہ عقل و روح کی مساعدت مین تزلزل ہوتا ہے ولیکن بعد تکمیل کے جب قلب پر تخت سلطنت سے جلوس ہوتا ہے تو یہ سب چیزین بصفت اتحاد و اطمینان اس کے متوافق و مساعد ہوتی ہین حتی کہ ہر ایک عضو اپنے اپنے کار طاعت مین بلا مشقت مصروف ہوتا ہے اور روح اُس شکنجہ سے رہا ہوکر فارغ ہوتی ہے گویا علیحدہ ہے اور یہین سے کہا گیا کہ انکی ارواح انکی اجساد ہوتی ہین اور جسم ایک پردہ سے زیادہ نہین ہوتا پس وہ وقت کسی چیز کے تعلق کا نہین ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ بندہ کا متولی امور ہوتا ہے جیسا کہ حدیث النوافل مین ہے جب چاہا انکی روح کو منتقل فرمایا اور وہ ایک بے انتہا ملک اقدس مین بے انتہا نعمتون و انعام سے سرفراز ہوتی ہے جہان مین لا انقضا لملکہ ولا ادراک لعظمتہ وہو العلیم الحکیم شیخ نے کہا کہ اُستاد رح نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ السلام کو دنیا کے حال سے معلوم ہوا کہ ہر کمال کو زوال ہے اقول جیسے آنحضرت علیہ السلام کے ناقہ کے دوڑ مین پیچھے رہ جانے کے وقت آپ نے فرمایا تھا کہ ہر چیز مرتفع کو اللہ تعالےٰ پست فرماتا ہے) پس آنحضرت نے وفات اس دار فانی سے طلب فرمائی اور کہا کہ خلوص کے نشانات مین سے بیان کیا جاتا ہے کہ عیش و عافیت کے وقت اشتیاق سے موت کی تمنا کرے

جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب کنوین مین ڈالے گئے تو موت نہ مانگی اور جب قیدخانہ کی مصیبت مین پڑے رہے تو کبھی وفات نہ چاہی اور جب سلطنت پر قائم ہوئے اور ہر طرح انکے امور نہایت ٹھیک ہوگئے اور بھائیون نے انکو سجدہ کیا اور تخت پر ان باپ کے ساتھ خوش بیٹھے تو کہا کہ توفنی مسلما - پس صریح ہے کہ مشتاق لقاے حضرت الٰہی جل شانہ تھے. یہانتک یہ نہایت نفیس قصہ جسکی تفسیر دنیا کی ابتداے پیدائش انسانی سے درمیانی کمالات ظاہری واعلی تکمیل باطنی وحصول سلطنت آخرت کی صلاحیت مع احتراز از وساوس نفس وچاہ ضلالت وقیدخانۂ شہوات ودیگر موانع ہے تمام ہوا غور سے دیکھو یہ احسن القصص ہے یقین کرو کہ اسپر عمل کرنے سے تم سلطان دنیا وآخرت ہوجاؤگے اے اللہ پاک ہمارے تم کو سمجھ وتوفیق عطا فرما وے - آگے حق تعالے نے بیان فرمایا کہ وہ بندہ پاک جو محض امی ہے جب اس نے یہ احسن القصص جسکی حکمتون کی انتہا کوئی عقیل نہین جان سکتا ہے اسطرح صاف صاف واقعہ بیان فرمایا گویا آنکھون دیکھا ہے تو بیشک وہ رسول الٰہی وپیغمبر برحق ہے جس نے خالص وحی صادق سے بیان کیا اور وحی کو پڑھ دیا ولیکن جو لوگ اندھے ہوکر آیات الٰہی پر کچھ غور نہین کرتے اور بے ایمان مرتے ہین انکو نفع نہوگا اور اللہ تعالے ہدایت راہ مستقیم فرماتا ہے بقولہ.

ذٰلِكَ مِنْ أَنۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوٓا۟ أَمْرَهُمْ وَهُمْ

یہ سب غیب کی خبرون مین سے ہے جسکو وحی بھیجتے ہم تیری جانب ہے اور تو نہین تھا انکے قریب جب وے کاٹھ چکے تھے اپنا مشورہ کار کا درحالیکہ وے

يَمْكُرُونَ ۝ وَمَآ أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ

مکر کررہے تھے اور کبھی نہین ہونگے بہتیرے آدمی اگرچہ تو حرص کیا کرے ایمان لانیوالے اور نہین مانگتا ہے تو انسے اسپر کچھ اجرت

ع ۱۱ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ۝ وَكَأَيِّن مِّنْ ءَايَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ

یہ نہین ہے مگر نصیحت سب عالم والون کے لیے اور بہتیری نشانیان ہین آسمانون مین اور زمین مین جنپر ہوکر گذرتے جاتے ہین مگر وے

عَنْهَا مُعْرِضُونَ ۝ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ۝ أَفَأَمِنُوٓا۟ أَن

ان نشانیون سے منہ موڑتے ہین اور نہین ایمان لاتے بہتیرے انمین کے اللہ پر مگر اسطرحکہ وے شرک کرتے رہتے ہین کیا وہ نڈر ہولیے اس بات سے

تَأْتِيَهُمْ غٰشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللَّهِ أَوْ تَأْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝

کہ آجاوے انپر چھا جانیوالا اللہ کے عذاب مین سے یا آجاوے انپر قیامت اچانک درحالیکہ انکو کچھ آہٹ نہ معلوم ہو.

ذٰلِكَ یہ قصہ جو پیغمبرون کا وا قعہ عمدہ طریقہ زندگی دنیاوی ونفس کی تکمیل وغیرہ عجائب علوم الٰہیہ کا بیان ہے اور ہزارون برس پہلے کا حال ہے جسکا لوگون مین تذکرہ بھی باقی نہین رہا صرف خاص خاص تواریخ مین مخصوص ایک قوم بنی اسرائیل کے پاس محفوظ ہے حتی کہ یہود نے یہ خیال کرکے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قصہ موسیٰ وفرعون اسا تذہ عوام کی شہرت سے بیان کرتے ہون تو اس قصہ سے قطعی عاجز ہونگے کیونکہ عرب نے کبھی سنا بھی نہین اور نہ ان مین علم اور نہ تواریخ کا کبھی نام ہیا صرف شاعری وگنوارون کی حرکات وکشت وخون کے سوا دیگر استعدادون ان کا یہی کام تھا حتی کہ اپنے دادا حضرت اسمٰعیل وابراہیم اور ان کے حالات سے کوئی واقف نہ تھے بلکہ اکثر کا یہ حال تھا کہ شیخ یا سید کہ اپنے آپکو شیخ یا سید بڑے دعوے سے کہتے مگر یہ بھی نہین جانتے کہ شیخ کسکو کہتے ہین اور اگر صدیقی یا فاروقی یا عثمانی ہے تو اسکے معنے سے بالکل واقف نہین جیسا یہ حال عرب کا تھا تو یہود یون نے قطعی سمجھ لیا تھا کہ قریش کو کسی علم سے آگاہی نہین وہ اس قصہ کو بیان کرنے سے ضرور عاجز ہوجاوینگے مگر اللہ تعالے نے ان کے کفر کی ناک

خاک آلودہ کی اور اپنے پیغمبر صادق محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی سے نازل فرمایا اور ایسی حکمت بالغہ کے ساتھ کہ یہودیوں و دیگر کافرون کا شرمندہ ہونا یا راہ شیطان چھوڑ کر ایمان سے فیضیاب ہونا تو اس کا ایک ادنیٰ فائدہ رہا اور نہایت اعلیٰ علوم و اسرار جو صالحین اہل جنت کے لیے اس میں مندرج فرمائے وہ اہل ایمان کے نزدیک نہایت بڑا فضل الٰہی ہے جس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا اسی واسطے حق تعالےٰ نے فرمایا کہ ذٰلک یعنی احسن القصص بیان جو اوپر مذکور ہوا مِنْ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ غیب کے اخبار میں سے ہے نُوحِيهِ اِلَيْكَ اس کو ہم وحی فرماتے ہیں تیری طرف۔ اور بعض دیگر قصص میں فرمایا۔ ما کنت تعلمہا انت ولا قومک من قبل ہذا۔ تو نہیں جانتا تھا اسکو وحی سے پہلے نہ تو اور نہ تیری قوم۔ اور یہ ایک قطعی دلیل ہے کہ قوم میں سے کوئی بشر واقف نہ تھا کیونکہ برملا ان سے کہا گیا تھا تو اگر کوئی واقف ہوتا تو جھٹلاتے حالانکہ تمام ملک عرب نے اس بات میں کچھ بھی نہیں جھٹلایا اور تسلیم کیا کہ کوئی ہم میں سے نہ جانتا تھا پس اس زمانہ میں جو بعضے جاہل ملحد بہتان باندھتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل وغیرہ سے سن لیتے تھے محض ان ملحدون کی جھوٹ و بیوقوفی کی تقریر ہے کیونکہ قرآن مجید جب سے نازل ہوا اسوقت تک متواتر چلا آتا ہے اور لاکھوں کروروں عرب و یہود و نصاریٰ اسکے دشمن تھے تو اگر کوئی بات خلاف واقع اسوقت ہوتی تو کروروں معترض برابر اسی طرح نقل کرتے حالانکہ یہاں ایک بھی معترض نہیں ہوا کہ یہ جھوٹ ہے فلاں شخص جانتا تھا یا عرب کہتے کہ فلاں سے تو نے سنا ہے حالانکہ کمال حیرت سے اپنے خیالات کے موافق کہتے کہ کوئی جن سکھلاتا ہے تو وہ لوگ یہ اعتراض نہ کرتے کہ فلاں آدمی جانتا اور تم اس سے سیکھتے ہو جو اسوقت کے ملحد نے بالکل انصاف نیست کے بالکل عقل و نقل کے خلاف بہتان باندھا اور اس کا بہتان ایسا ہی جیسے کوئی کہے کہ حضرت عیسیٰ تو کبھی پیدا نہیں ہوا محض فرضی بات ہے اور تمام متواتر خبر کو جھٹلا دے تو سوائے اسکے کہ وہ بالکل شریر بے انصاف جاہل ہے اور کیا کہا جاوے پس سچ بات یہ ہے کہ جو خبر متواتر ہو اسکا ثبوت قطعی ہے اور کوئی انکار نہیں کر سکتا اور اسی دلیل سے ہم کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے مدینہ کے یہودی اپنے دشمنوں پر آپ کے نام کی برکت سے فتح مانگا کرتے تھے کما قال تعالےٰ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءہم ما عرفوا کفروا بہ الآیہ۔ تو توریت میں صریح آپ کے فضائل و کمالات و معارف و نشانات سب موجود تھے اور انھوں نے تحریف کر کے اصل کو ضایع کر دیا کیونکہ اُن کے منہ پر فرما دیا گیا کہ جھوٹوں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے تم لوگ پہلے تو محمد کے نام و برکت سے کافرون پر فتح مانگتے تھے اور اب اس سے کفر کرتے ہو۔ پس اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ سب لوگ اُلٹا جھٹلاتے اور بڑے زور و شور سے عرض کرتے کہ ہم پر بہتان جھوٹ باندھا جاتا ہے تو یہ کتاب کیونکر وحی ہوگی۔ حالانکہ اُنھوں نے اس بات سے کچھ بھی انکار نہ کیا اور یہ کہا کہ ہاں مگر وہ دوسرا ہوگا ہماری شناخت اس سے نہیں ملتی پھر کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نہ ہوگا پھر اگر کوئی شخص نا انصافی سے مدعی ہو کہ ان میں سے کسی نے انکار کیا تو وہ بھی کروروں کی زبانی متواتر ثابت کرے جیسے ہم متواتر ثابت کرتے ہیں ورنہ اگر چند اوراق میں لکھ دیوے اور کہے کہ اُسے زمانہ کا انکار ہے تو وہ فریبی ہے کیونکہ متواتر کا انکار ہوتا اور کروروں دشمن موجود تھے تو انکار چھپا ہوا نہیں رہ سکتا اور متواتر کیونکر نہیں ہوتا کیونکہ سب کو اسکا علم ہوا اور یہاں تو انکار کرنے والا ایک بھی معلوم نہیں ہوا۔ اسی طرح قصہ یوسف علیہ السلام قوم عرب میں کسی کو معلوم نہ تھا اور کسی سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا اور یہ بات یقینی متواتر ثابت ہے تو ظاہر ہو گیا جو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ذٰلک من انباء الغیب۔ یہ قصہ اخبار غیب میں سے ہے یعنی ایسے واقعہ کو تو نہایت صحیح و صاف بیان فرماتا ہے جو تجھ سے غائب تھا۔ نوحیہ الیک۔ ہم اسکو تجھے وحی کرتے ہیں کیونکہ اعلان سب جانتے ہیں کہ تو پڑھا لکھا اور نہ تو نے کسی سے سنا اور نہ تیری قوم میں کوئی واقف تو عمر و علم تجھے وحی فرماتے ہیں ترجمہ کرتا ہے کہ اگر کسی سے سنکر بیان کرتے اور یہ دعویٰ کیا

کرنیکا ہین وحی الٰہی سے غیب کی خبر بیان کرتا ہون تو کسقدر فضیحت و شرمندگی کی بات ہوتی پھر ذرا تامل سے دیکھنے والا شیطانی وسوسہ سے الگ ہوکر انصاف کریگا کہ اول مدعی نبوت تو وہ ہوتا جس سے سُنا علاوہ ازین بیان ایسے بلیغ پیرایہ سے کہ بہر ظاہری بات مین بکثرت اسرار جو آدمی کی دنیاوی زندگی حالات سے آخرت تک کے خطرات نفس و وساوس جو کچھ اس راہ مستقیم مین پیش آتے ہین سب کا اشارہ و اس کے علاج مندرج ہین یہ سوا ے عالم الغیب کے کون جانتا ہے اور مین علماے اسلام سے کہتا ہون کہ راہ مستقیم پر ثابت قدم ہونے سے نور معرفت کے اُچک لینے والی چیزین جو تم کو مختلف اوقات وحالات مین پیش آتی ہین تم نے خوب دیکھا کہ قرآن پاک مین یہ عیب اور اس کا علاج کیسے معجزہ سے موجود ہے تو تم خوب جانتے ہو کہ کلام الٰہی جو معجز ہے اور نظم و معنے ہر طرح معجز ہے اس کا بڑا معجزہ تو یہ علم غیب ہے جس سے وہی واقف ہوسکتا ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل وہدایت سے آنکھین عطا فرمائین اور کافرون کو عاجز کرنے کے لیے بلاغت کلام نہایت کافی ہو کہ اگر ازل سے ابد تک کوئی عمر پاوے اور تمام درختون کے قلم بناکر سمندرون کی دوات سے مشق کرے تو قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ کبھی اس نظم کے مثل نہ لاوے اگرچہ سب آپس مین مددگار بنجاوین یہ تو انکا حال ہے جو فصیح عرب ہون پھر نصرانی و یہودی جنکو زبان عربی کی بھی لیاقت نہین وہ بلاغت سے کیونکر اور کس مُنہ سے بحث کرتے ہین اور یہان تو نظم معجزہ حسی اور معانی معجزہ معنوی ایک سے ایک اعلیٰ ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین ہے کہ مجھے اُمید ہے کہ قیامت کے روز حقیقی ایمان والے میرے ساتھ مین بہت ہون گے بہ نسبت دوسرے انبیاء کے کیونکہ ہر پیغمبر کو ایسا معجزہ دیا گیا کہ اس کے مثل پر بشر ایمان لایا اور یعنے محسوس بادراک حسی واللہ اعلم اور مین جو دیا گیا وہ وحی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے وحی فرمایا ہے۔ حق تعالےٰ نے ان پر منکرون کو تنبیہ کرنے کے لیے فرمایا۔ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ تو نہین تھا ان لوگون کے پاس اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ جب انھون نے اپنے مشورہ پر اتفاق کیا تھا یعنے برادران یوسف علیہ السلام نے قتل وغیرہ اختلاف کے بعد اتفاق کیا کہ کنوین مین ڈالین۔ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ اور ان کی حالت یہی کہ مکر کا نقشہ تھے۔ باپ سے جنگل کی سیر کرانے کے بہانے لاوین اور جُبّ مین ڈالین جو ایسا کنوان ہے کہ اس مین کول مین جگہ بنی ہے کہ جو گرے وہ ڈوب نہ جاوے بلکہ کول مین رہے اگر چہ کچھ چوٹ آوے تو یوسف جب خود اُتار دیا جاوے تو چوٹ بھی نہ آوے گی وہان رہیگا کوئی مسافر نکال لے جائیگا جب تک نہ لے جاوے تب تک کھانا پہونچا دیا کرنا۔ مراد یہ کہ ان کے پاس مشورہ مین شریک نہ تھا تو ضرور تونے ہماری وحی سے بتلایا اور اس مین منکرون پر تعریض ہے کہ کیسے مضطرب الحواس ہین خوب جانتے ہین کہ ٹھیک خبر دینا یا تو مشاہدہ سے ہو یا علم تواریخ وغیرہ سے خوب جانتے ہین کہ قوم مین نہ کوئی واقف نہ تاریخ اور خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محض اُمی تو پھر کیا یہ کہتے ہین کہ تو ان کے پاس موجود تھا جو وحی پر ایمان نہین لاتے ہین کیونکہ یہ تو صاف معلوم ہے کہ تو وہان نہ تھا اور اس سے زیادہ ان کو یہ صریح ثابت کہ نہ تو نے تاریخ دیکھی اور نہ کسی سے سیکھا پھر شیطان اُن کو بہکاتا ہے کہ جن سکھلاتا ہے۔ انپر لازم ہے کہ اسن اقدس واُس کی شان دیکھین اور مانین کہ نہین بلکہ فرشتہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے وحی لاتا ہے۔ آنحضرت صلعم نہایت شفقت سے حرص کرتے کہ لوگ ایمان پر ہو جاوین اور صحیح مین ہے کہ ایک نے آگ روشن کی رات مین تو کیڑے پتنگون نے اُس مین گرنا شروع کیا وہ ہر چند ہٹاتا اور دفع کرتا ہے کہ وے اسپر زور کرکے گرتے پڑتے ہین اسی طرح میرا حال ہے کہ مین تمہاری کمرین پکڑ کے تمکو دوزخ مین گرنے سے روکتا ہون گر تم سرکشی سے اُسین گرتے پڑتے ہو۔ اور واضح ہو کہ عرب مین دستور تھا کہ جب قوم پر کوئی دشمن وغیرہ کے ناگاہ ہجوم کا سخت خوف کسی کو معلوم ہو جاتا تو وہ ننگا ہوکر چلاتا پس قوم سب آگاہ ہوکر راتی رات بندوبست کر لیتے تھے پس حدیث صحیح مین ہے

۱ قرآن نے تمام عالم کو تحدی کی کہ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ اور باوجود اس قدر بڑے مدعی گذرے اور باوجودیکہ اُس زمانہ مین بڑے بڑے ماہر فن اور بلیغ و فصیح موجود تھے کسی نے اسکا ارادہ نہ کیا [illegible] عاجز ہو گئے [illegible] اُنپر اعتراضات ہوئے اور مقابلہ کے لیے ایک آیت بھی نہ بن سکی تو اس زمانہ مین کسی کا دعویٰ کرنا کہ مین اسکا مثل بنا سکتا ہون بالکل دعویٰ باطل ہے ۱۲ سید جعفر علی گیلانی عفی عنہ

کہ جس قوم کو اس کے نذیر نے آگاہ کیا سب لوگ مختلف ہوئے بعض نے اس کو سچ مانا اور اپنے کو بچایا تو عافیت مین رہے اور بعض نے جھٹلایا تو ناگاہ ہجوم دشمن سے خواری و ہلاکت مین پڑے یون ہی مین تمہارے لیے نذیر عریان ہون (اشارہ کیا کہ مجھ دلبے تعلق ہون تم سے کچھ نہین چاہتا خالص شفقت سے تم کو نصیحت کرتا ہون) پس مین تمھین آگاہ کرتا ہون کہ تمہارے سامنے عذاب شدید ہے بچو بچو۔ یون ہی بہت احادیث مین کہ آپ نے نہایت کرم اور کمال شفقت سے قیامت تک والون کو خلوص نیت سے نصیحت فرمائی ہے اور آپ کے اخلاص کا عظیم ثواب آپ کے واسطے اللہ تعالے کی طرف سے رضوان اکبر حاصل ہے اب رہے لوگ تو مبارکباد اسکو جس نے نصیحت بدل و جان قبول کی اور راہ پائی اور وہ ثواب و راحت ملک آخرت حاصل کی جیسکے واسطے یوسف علیہ السلام نے سلطنت ہیچ بلکہ قیدخانہ دیکھکر اُس کی آرزو مین دعا مانگی اور بلا کی دربادی اُس کی جوا پنے زمانہ کے پیغمبر آخرالزمان صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا اور مفت و خالص نصیحت و شفقت کو نہ سُنا پس وہ قطعی جہنمی ہے انھین کو انکے خالق عزوجل نے فرمایا۔ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ اے ما اکثر الناس بمومنین ولو حرصت علی ایمانہم۔ اور نہین ہونے والے بہتیرے آدمی مومن اگرچہ تو حرص کرے کہ کسی طرح ایمان والے ہو کر عذاب الٰہی سے بچین اور رحمت مین داخل ہون۔ کیونکہ انبیاء علیہم السلام اس عذاب کو دیکھتے ہین اور قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی مجرم کی سزا کو آنکھون سے دیکھے کہ اسپر بید مارے جاتے ہین اور وہ بیکس بندھا ہوا ہر بار کی چوٹ پر نالہ و فریاد کرتا ہو اور اُس کی آل و اولاد اس کیفیت کو دیکھتے اور روتے ہین اور اس کے ماں باپ نہایت تڑپ رہے ہین اور بید کا خاتمہ نہ ہوا تھا کہ اسکے لیے پھانسی پر چڑھانے کا حکم ہوا تو کیسا ہی دشمن ہوا سپر ترس کرکے چاہیگا کہ یہ بچ جاوے پھر اگر کوئی دوسرا بھی اسی مجرم کی حرکتین کرنے لگا تو جس نے پہلے کی سزا دیکھی ہے وہ کسقدر کوشش کریگا کہ یہ نہ کرے اور ہر چند کہ سمجھانے مین چاہے یہ بدکار سختی سے پیش آوے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اگلے انبیاء مین سے بعضے ایسے تھے کہ اُن کے سمجھانے پر اُن کی قوم ناہنجار اُن کو پتھرون و اینٹون سے زخمی کرتے کہ خون جاری ہوتا پس وہ خون پونچھتے جاتے اور کہتے جاتے کہ اے میرے پروردگار میری قوم کو بخشدے کیونکہ یہ لوگ جانتے نہین ہین۔ یہ کمال شفقت ہے۔ یہان تک تو انکا امکان تھا پھر اگر اسی طرح انجان مرگئے تو پیغمبر کے قابو سے باہر ہوئے اور حق تعالے فرماتا ہے کہ جنھون نے میرے ساتھ شرک کیا انکو نہین بخشونگا اور فرمایا ويجعل الرجس على الذين لا يعقلون۔ یعنے عذاب سخت اللہ تعالے اُن پر ڈالتا ہے جن مین سمجھ نہین ہے یعنے نورانی عقل سے معرفت نہین ہی اسی واسطے کمال شفقت سے پیغمبر چاہتے ہین کہ قبل موت کے ایمان لاوین ولیکن بہتیرے اسقدر کفر پر اڑے ہوئے عقل کے دشمن بنجاتے ہین کہ اندھے اور بہرے رہتے اور کتنے ہی معجزات دکھلائے جاوین وہ ہرگز نہین مانتے ہین۔ آیت کریمہ مین اشارہ ہے کہ دنیا مین کفر کرنے والے اکثر ہونگے اور اقل مومنین ہونگے وقد قال تعالے وقليل من عبادي الشكور۔ اور ہر پیغمبر کے ساتھ بہت کم ایمان والے رہے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ قیامت مین بعض پیغمبر کے ساتھ دو ایک اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا۔ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اور نہین مانگتا تو ان لوگون سے اس نصیحت پر کچھ مال مزدوری۔ یعنے اگر تو ان لوگون سے قرآن و موعظت پر کچھ مال طلب کرتا تو انکو ایک وہم ہوتا کہ اپنی دنیاوی غرض کے لیے ایسا کرتے ہین تو نے دنیا بالکل چھوڑدی اور جسقدر خزائن و اموال آتے ہین سب لوگون پر تقسیم کردیتا ہے حدیث صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس ایک درم نہین رکھتے تھے اور کبھی دونون وقت تنہائی پیٹ بھر کے نہین کھایا اور باوجود اموال غنیمت و عشر و خراج کے کبھی فرش سونے کا اور نہ ہم لوگون کے مثل نہین بنایا پس قطعی ظاہر ہے کہ یہ قرآن جسکے آداب و اخلاق نہایت نفیس اعلیٰ درجہ کے ہین

خالص نصیحت و محض لوگون کی تہذیب و شائستگی آخرت کے لیے تھا کما قال تعالے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ نہین ہے یہ قرآن مگر نصیحت و وعظ لِّلْعٰلَمِيْنَ تمام عالمین کے لیے کسی شخص کی خصوصیت یا کسی قوم کی خصوصیت نہین ہے اس مین امریکہ و ترک و فرنگ و روس و مصر و فارس و ہند و یورپ و ایشیا سب مثل عرب کے ہین سب کا استحقاق برابر ہے بخلاف دیگر کتب سماوی کے انکا پیغمبر ایک قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا حتی کہ توریت و انجیل بھی فقط اولاد حضرت یعقوب ع کے لیے تھی ولیکن آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت گورے کالے سب کی طرف یکسان ہی۔ لوگون کو چاہیے کہ دشمن منکر نہین بلکہ انصاف کی نظر سے تمام قرآن مجید کو دیکھین اور اپنے آغاز و انجام اور پیدائش و موت و دنیا کی آرائش و فنا اور آخرت کی نعمت و لقا اور اللہ تعالے کی پاک صفات و اسکی نشانیان و علامات عقل کی آنکھون سے دیکھین غافل نہون اور پروردگار رب العزة ان لوگون کی غفلت سے انکو بیدار فرماتا ہے بقولہ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ اور بہتیری نشانیان ہین۔ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانون و زمین مین۔ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا کہ یہ لوگ انپر سے گزرتے چلے جاتے ہین کچھ غور و فکر نہین کرتے وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ اور وے ان نشانیون سے منھ موڑے ہوئے ہین یعنی آسمانون مین کواکب و سیارات و افلاک بدور ات و شمس و قمر مسخرات ہین اور زمین مین قطع متجاورات کوئی شیرین میوہ اگانے والی اور بعض کھیتی اگانے والی اور بعض ریتلی اور بعض شور سنجات ہین بعضے حدائق و جنات اور کہین جبال راسیات اور تمام زمین کو محیط بحار زاخرات ہین اور حیوانات و نباتات و جمادات عجائب مخلوقات احیاء و اموات ہین پس یہ لوگ اگر ان کو دیکھتے ہین تو اپنے اکل و مشروبات و دیگر ملبوسات فلزات و جواہرات کی نظر سے دیکھتے ہین اور حسن قدرت خالق مخلوقات سے محض غافل حالانکہ ہر ایک چیز و اُس کی عجائبات اپنی واحد حی قیوم باقی دائم پاک پروردگار کی قدرت و صنعت کے نمونہ جات ہین اُس کی توحید کے آیات ہین پس اگر غور سے دیکھتے تو جانتے کہ خالق عز و جل وہی واحد قہار ہے اسی کے قبضہ قدرت مین سب مسخرات ہین کوئی چیز اُس کے مثل قادر نہین اور سب چیز فانی ہے کوئی اسکے شریک نہین وہ بقا و جود و سب سے پاک ہے اس کی مشیت کے سامنے کسی مخلوق کی کچھ مجال نہین سبحان اللہ تعالے وہ کیسا پاک پروردگار ہے کہ جس سے انکار کی کسی کو مجال نہین اور جب وہ موت دے تو کسی سے کچھ نہین ہو سکتا۔ جب پوچھا جاوے کہ یہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا اور یہ مختلف رنگ و روپ کس نے بنائے اور یہ نظام عالم اس ترتیب و انتظام سے کس نے رکھا تو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے جیسا چاہا پیدا کیا پھر کچھ غور نہین کرتے کہ یہان تک تو جیسا اُس نے چاہا وہی ہوا پھر آگے کسی اور کے چاہتے کے موافق کیون ہوگا وہی ہوگا جو وہ چاہے تو رزق وہی ملے گا جو وہ چاہے اور اولاد وہی ہوگی جو وہ پیدا کر دے اور اُس کا ارادہ و حکم قدیم ہے تو ہر ایک کے واسطے ہر چیز مقدر ہے اُس کی ذات و صفات مین تغیر نہین اور اس کا علم محیط اس سے کہین کسی وقت ایک ذرہ پوشیدہ نہین کوئی ورکچھ کر نہین سکتا اور کسی کو مجال بولنے کی نہین اور وہی بولے گا جو وہ چاہے اور کسی کے بولنے سے کچھ تبدیل و تغیر ہوگا پھر کہان بہکے جاتے ہو کہ جو بتون سے مانگتے ہو اور کہان بہکتے ہو جو حضرت عیسی علیہ السلام کو دوسرا خدا بناتے ہو اور کہان بہکتے ہو جو تمھارا یہ خیال ہے کہ پیر پیغمبر ہماری قسمت بدل دین گے یہ تو بالکل ایمان و اعتقاد کے خلاف بات ہے تو تم ایمان لائے تھے کہ اللہ تعالے علیم و خبیر قدیم ہی جو اُس نے چاہا وہ قدیم سے مقدر رہے گا اُس مین تغیر و تبدیل نہین ہی اور پیر پیغمبر وہی عرض کر سکتے ہین جو وہ چاہے اور اسی وقت منھ سے بول سکتے ہین جب وہ چاہے تو پھر ایمان کے خلاف کیون برتاؤ کرتے ہو۔ ایک طرف ایمان کا دعوے زبان پر اور ایک طرف خیالات و افعال میں شرک اسیواسطے حق عز و جل نے فرمایا۔ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اور نہین ایمان لاتے بہتیرے انمین کے اللہ تعالے پر

اِلَّا وَهُمۡ مُّشۡرِکُوۡنَ مگر آنکہ وے مشرک ہین۔ خوب جان لوکہ ایمان کے ساتھ شرک جمع نہین ہوسکتا تو شرک کرنے سے ایمان نہ رہا بلکہ تم مشرک ہوگئے جیسے ایک پیالہ پاک پانی اور ایک قطرہ نجس پانی ملکر سب نجس ہوگیا پاک نہین رہا۔ اب مین یہان عالمانہ خیالات کو ذکر کرتا ہون۔ واضح ہوکہ یہان سوال ہے کہ یومن باللہ تو تصدیق ایمانی ہے اور قولہ الا وہم مشرکون جملہ حالیہ ہے جو یومن سے لاحق ہے اور زمانہ حال و ذوالحال کا متحد ہوتا ہے تو حالت ایمان وہی شرک کی حالت ہوئی حالانکہ دونون کا مجتمع ہونا محال ہے۔ پس یہ اصل سوال ہے جسکو مفسرین نے مشکل خیال کیا اور مترجم کے نزدیک یہان کچھ بھی اشکال نہین ہے ولیکن آخر مین انشاء اللہ تعالے ذکر کرونگا۔ اول اقوال اہل تفاسیر کا خلاصہ ذکر کرتا ہون اور وہ چند قول ہین۔ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہ جو بخاری رحمہ اللہ نے صحیح مین تعلیقاً اور رزین رہ نے مسند اً روایت کیا کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہی کہ کس نے تم کو پیدا کیا اور کس نے آسمانون و زمین کو پیدا کیا تو کہتے ہین کہ اللہ تعالے نے۔ پس یہ تو ان کا ایمان ہے۔ اور وے پرستش کرتے ہین غیر کی پس یہ ان کا شرک ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جمہور مفسرین نے کہا کہ نزول اس آیت کا اسی معنے مین ہے اور معنے یہ ہین کہ خالق اللہ تعالے کے خالق ماننے کو ایمان قرار دیا حالانکہ اسی کے ساتھ یہ اعتقاد بھی تھا کہ بتون کی پرستش کرنی چاہیے کہ وے اللہ تعالے کے یہان ہماری سفارش کرین اور مقصود انکا پتھر نہ تھے بلکہ بزرگ آدمی جو اولیاء و انبیاء سابق مین گزرے یعنی ان صالح بندون کی سفارش سے اللہ تعالے عز وجل ہم کو ہماری مرادین عطا فرماویگا لقولہ تعہ ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی مشرک کہتے تھے کہ ہم ان بندون کی پرستش فقط اسی غرض سے کرتے ہین کہ اللہ تعالے کے نزدیک ہمارا مرتبہ قریب کردین۔ مگر اس قول پر بظاہر یہ اعتراض ہوتا ہی کہ اللہ تعالے کا ایسا اقرار کرنا ایمان نہین ہی کیونکہ اسمین اللہ تعالے کی قدرت و عزت کا انکار ہی جبکہ نیک بندون کے قبضہ مین یہ اختیار ثابت کیا کہ وے چاہین تو ہمارا مرتبہ اللہ تعالے کے پاس بڑھاوین تو موثر و مشیت و قدرت دالا سوائے اللہ تعالے کے اورون کو بھی ثابت کیا اور انکو لائق عبادت جانا پھر مین کہتا ہون کہ ابن عباس رض کے کلام سے خالی یہ معنی لینا کہ یہ مشرکین قریش کے حق مین ہے کچھ ضرور نہین ہے بلکہ جتنے لوگ اس زمانہ مین ایسے موجود تھے جو اللہ تعالے کو خالق مانتے تھے مگر کسی غیر کو بھی موثر جانتے تھے سب داخل ہین جیسے یہودی کہ عزیر کو بیٹا کہتے اور احبار و رہبان کو حاکم جانتے اور جیسے نصرانی کہ باوجود حضرت عیسے علیہ السلام کو بیٹا کہنے کے موثر سمجھتے ہین کہ وہ چاہے تو ہم کو بخشوا دیگا بلکہ ہم سب ہزارون گناہ کرین اس نے ہمارے گناہ اپنے اختیار سے اپنے اوپر اوڑھ لیے پس یہ قریش کے مشرکون سے بھی بہت زیادہ ہے کہ نیک بندون کو بخشش اللہ تعالے کا کہا اور اللہ تعالے کے بےمثل و بے مانند ہونے سے انکار کیا اور اس کی پاکی سے انکار کیا اور مثل قریش کے غیر کو موثر بھی سمجھے اسی واسطے کہا گیا ہے کہ دنیا مین سب دینون سے زیادہ نصرانی اعتقاد مین حماقت ہی کیونکہ جو خالق ہے وہ مخلوق سے پاک ہے حضرت عیسے علیہ السلام کے مثل ہزارون ہین اگر سکتا ہے تو بیٹا کرنے کی کیا ضرورت تھی اور بیٹا باپ کا مثل ہے تو خالق کو مثل مخلوق کے بنایا اور جورو اپنے خاوند کے ہمسر ہی تو یہ اس سے زیادہ بداعتقادی ہوا اور جورو کے ذریعہ سے پیدا ہونا بیٹے کا محتاجی غیر کی ہے تو اللہ تعالے کو محتاج سمجھا اور طریقہ سے بیٹا ہونا ایک قسم کی نجاست کو ضرور شامل ہے تو یہ سب سے بدتر اعتقاد ہی اور سمجھتے جاؤ کہ اس مین کتنی باتین ہین کہ اللہ تعالے کے بندون کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین اور وے زبان سے نہین نکال سکتے ہین پھر باوجود ایسی ظاہر باتون کے جب ان لوگون کا یہ یقین و اعتقاد ہی تو کس قدر کھلی ہوئی حماقت ہی نعوذ باللہ من ذلک۔ اور یہان سے تجھے صاف معلوم ہوگیا کہ اللہ تعہ کی صفات مین سے جس صفت کو کسی غیر مین ثابت کیا تو اللہ تعہ کے ساتھ شرک ہوگیا اور غیر کی عبادت ہوگئی جیسے ثواب کے اعمال و

افعال مقرر کر دیا یعنی حکم فقط اللہ تعالیٰ کا ہے لقولہ تعالیٰ ان الحکم الا للہ پس جب عالم یا درویش کا قول اپنا اور حکم مان لیا
تو اس کی عبادت ہوئی جیسا کہ قولہ تعالیٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ والمسیح ابن مریم میں صریح مذکور ہو چکا ہے
یہ تو حال اسوقت کے موجودہ لوگوں کا تھا اور قیامت تک جو لوگ اس قسم کے ہوں سب اس آیت میں شامل ہیں مثلاً کوئی شخص کسی
بزرگ زندہ یا میت قبر سے اعتقاد کرے کہ وہ چاہے تو اللہ تعالیٰ ہم کو بیٹا دے گا۔ اعتقاد اس کی مشیت کا اور تقدیر سے انکار ہے یعنی
کسی شخص کو موثر و قادر سمجھنا کفر ہے بلکہ صحیح اعتقاد یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہیگا وہی ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ چاہیگا تو ولی کو دعا کرنے کی
قوت دیگی ورنہ ولی کو دنیا تو درکنار خالی دعا کرنے کی قوت نہیں حاصل ہوسکتی کیونکہ خالق فعل اللہ تعالیٰ ہے یا جیسے کسی عالم سے فتویٰ پوچھتے ہیں
کہ چہ میفرمایند علماء دین یعنی جو تم فرماؤ ہم اسپر عمل کریں۔ بلکہ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ و رسول نے شرع میں کیا حکم دیا ہے اس مسئلہ کا آپ
بیان فرماویں اور اللہ تعالیٰ آپ کو ثواب جمیل عطا کرے۔ شیخ حافظ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے معنی میں حضرت ابن عباس رض
کا قول مذکور نقل کیا اور کہا کہ ایسا ہی قول مجاہد و عکرمہ و عطاء و شعبی و قتادہ و ضحاک و عبدالرحمن بن زید بن اسلم کا ہے۔ اور صحیحین میں روایت
ہے کہ مشرکین جب طواف کرتے تو اپنی تلبیہ میں کہتے کہ لبیک لاشریک لک الا شریک ہو لک تملکہ وما ملک۔ یعنی بدل و جان ہم
تیری عبادت میں حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں ہے سوائے ایسے شریک کے جو خود تیرا ہے تو اسکا مالک ہے اور جو اسکی مملوک ہیں تو انکا بھی مالک ہے
اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب یہ لوگ کہتے کہ لبیک لاشریک لک۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُنسے کہتے قد قد یعنی بس بس اب نہ بڑھاؤ۔ مترجم
کہتا ہے کہ لبیک لاشریک لک تک ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اگر اسی قدر اعتقاد ہوتا تو یہ ایمان صریح
ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں شریک نہیں اور صفات میں شریک نہیں ہے لیکن اسی اعتقاد کے ساتھ ہی اُن کا اعتقاد کچھ بڑا نیک
بندوں کے ساتھ بھی تھا اور ان کو ذات میں تو شریک نہیں مانتے تھے بخلاف بعضے نصرانیوں کے جو باپ بیٹا روح القدس یا باپ بیٹا
جورو کا مجموعہ مانتے ہیں بلکہ صفات میں شریک مانتے تھے بلکہ یہ بھی کہتے تھے کہ تو اُس کا اور اس کی مملوک سب کا مالک ہے۔ ولیکن یہ
شرک ہے اور منافی ایمان تو جب شرک بھی ساتھ ہی اعتقاد میں تھا تو ایمان کیونکر ہے پس بعض نے جواب دیا کہ محض تصدیق مراد ہے
اور وہ ایمان مراد نہیں ہے جو مومنوں کا ہوتا ہے کیونکہ وہ ایمان تو شرک کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا اور خالی اللہ تعالیٰ کی تصدیق مع
شرک جمع ہو جاتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نام ہے پاک ذات خالق الہ جامع جمیع صفات کمالیہ کا جسکی ذات و صفات میں شرک
ممکن ہی نہیں ہے تو تصدیق کرنا اللہ کی بعض ایمان ہے اسکے ساتھ شرک جمع نہیں ہوسکتا ایسی ہی خالق کی تصدیق کے ساتھ شرک نہیں
ہوسکتا کیونکہ خالق کا مصداق وہی اللہ تعالیٰ ہے دوسرا ہو نہیں سکتا پس میرے نزدیک قولہ تعالیٰ وما یؤمن اکثرہم باللہ کے معنے وما یدعی الایمان
باللہ ہیں یعنی دعوے کرتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر حالانکہ وے مشرک ہیں پس کوئی اعتراض و کچھ اشکال نہیں ہے اور اسی وجہ سے
اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے صریح نفی کردی لقولہ قاتلوا الذین لا یؤمنون باللہ الآیہ حالانکہ وے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں اور
وجہ اسکی یہ ہے کہ جب مشرک قریش نے یہ اعتقاد کیا کہ اللہ وہ ہے جس کا فلاں شریک ہے تو حقیقی اللہ تعالیٰ خالق یکتا کا اقرار و یقین نہ کیا کیونکہ حقیقی خالق
کا تو کوئی شریک نہیں ہے اسی طرح جب نصرانی نے کہا کہ اللہ وہ ہے جسکا عیسیٰ بیٹا ہے تو اسکا اللہ مثل گمان کا ہوا کیونکہ حقیقی اللہ تعالیٰ کا بیٹا ممکن
نہیں وہ پاک ہے لہذا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان یتبعون الا الظن وقال تعالیٰ وما یتبع اکثرہم الا ظنا ہمین سے ثابت ہوا کہ نصرانی تو حضرت عیسیٰ
علیہ السلام پیغمبر کا بھی معتقد نہیں کیونکہ وہ ایسے عیسیٰ کا معتقد ہے جو بیٹا ہوا اور رسول اللہ عیسیٰ مسیح ابن مریم تو اللہ تعالیٰ کا بندہ و رسول ہے صلوات

اللہ علی نبینا وعلیہ وعلی جمیع المرسلین۔ اس بیان سے تجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیت تمام منافقوں واہل کتاب وریاکاروں وغیرہ سب پر بھی صادق ہے حتی کہ جو لوگ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ذات وصفات میں علانیہ شرک کرتے ہیں انپر بھی صادق ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ حسن بصری رحمہ نے اس آیت میں کہا کہ یہ منافق کا حکم ہے کہ لوگوں کے دکھلانے کو عمل کرتا ہے حالانکہ یہ عمل شرک ہے لقولہ تعالیٰ یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الآیہ۔ یہ قول دوم ہے اور قول سوم یہ کہ اہل کتاب کا بیان ہے اور مترجم کہتا ہے کہ میں نے وجہ اوپر بیان کر دی کہ وے ایمان کا دعوے کرتے ہیں اور مشرک ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انکے ایمان کی صریح نفی کر دی جیسا کہ آیت کریمہ اوپر مذکور ہوئی۔ اور بعض مفسرین نے اُن کے مومن ومشرک ہونے کی یہ توجیہ کی کہ جو کتاب موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی اس کو مان کر ایمان لانے والے ہوئے اور جب اپنے عالموں اور درویشوں کی تقلید کی تو مشرک ہوئے کہ مسیح بیٹا ہے اور عزیر بیٹا ہے۔ اقول انبیاء وکتاب پر کہاں ایمان لائے جبکہ اُن کی توحید نہ مانی بلکہ انپر ایمان لانے کا دعوے کیا اور ہیں مشرک۔ قول چہارم یہ کہ شرک خفی سے مشرک کا بیان ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ بطریق تعمیم اس آیت میں شامل کیا جاوے اور مشرکین واہل کتاب ومنافقین اس میں صریح شامل ہیں اور وجہ یہ ہے کہ شرک خفی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کرنے والے کو خود معلوم نہیں ہوتا تو اس میں عفو الٰہی کی اُمید ہے پس وہ دائمی کافر ومحض منکروں کے سیاق میں نا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ داخل نہ فرماوے اور اس شرک خفی کی تفصیل دراز ہے و انواع مختلف ہیں اور بعض بہ نسبت بعض کے زیادہ خفی ہے ولیکن اسقدر سمجھنا ممکن ہے کہ صفات الٰہی جسقدر ہیں ہر صفت میں یہ شرک ہوتا ہے اور مثال اسکی اسطرح ہے کہ مثلاً اللہ تعالیٰ رازق ہے پس اگر کسی دوسرے کی نسبت یہ اعتقاد کیا کہ یہ رزق دیگا تو کھلا شرک ہے اور جیسے یہ زعم کیا کہ فلاں پیر کا کونڈا کرو تو بہت مال ملیگا اور رزق میں فراخی ہوگی تو بھی اُس کے قریب ہے اور اگر کسی تاجر نے کچھ کام کیا اور اس کو یقین ہے کہ اس کام سے مجھے اسقدر رزق ملیگا یا کاشتکار نے کھیتی سے یا نوکر نے نوکری سے تو یہ شرک خفی ہے بخلاف اس کے بارش سے کھیتی اُگنے کا یقین کیا اسطرح کہ اللہ تعالیٰ کی طرف نظر ہی نہیں ہے تو دو حال ہیں کہ اگر نظر باطنی ایسی ہے جیسے اسباب پر نظر ہوا کرتی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بارش کو کھیتی اُگنے کا سبب ظاہر کر دیا ہے پس یقین کر لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عالم میں بارش سے کھیتی اُگاتا ہے پس جب پانی پڑا تو اُس نے زعم کیا کہ موافق عادت الٰہیہ کے اب کھیتی اُگیگی تو شرک نہیں مگر غفلت از یاد حق تعالیٰ ہے اور اگر پانی کی طرف اُگانے پر نظر ہے مگر اسطرح کہ اگر اس سے اسوقت پوچھا جاوے تو فوراً متنبہ ہو کر کہے کہ خالق اللہ تعالیٰ ہے تو غفلت کے وقت شرک خفی تھا ایسا دور ہوا اور اگر یہ نہ ہو بلکہ مثل مشرکین عرب کے مطرنا بنوء کذا۔ اس ستارہ سے ہم پر بارش ہوئی یا انبت الربیع البقل۔ ربیع نے گھاس کھیتی اُگائی تو یہ شرک جلی ہے۔ اب میں ان احادیث پر اکتفا کرتا ہوں جو شیخ ابن کثیر رحمہ نے تفسیر میں وارد فرمائی ہیں۔ عروہ رحمہ نے کہا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کی عیادت کو گئے جب اُس کے پاس گئے تو دیکھا کہ اُس کے بازو پر ڈورے کا تسمہ بندھا ہوا ہے پس اُسکو توڑ کھینچا یا علیحدہ کر دیا پھر یہ آیت پڑھی وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون مترجم کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ آیت کریمہ کے معنے میں یہ بھی داخل ہے حالانکہ یہ شخص مسلمان تھا جسکی عیادت کے لیے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے تھے مگر یہ تسمہ جو باندھا تھا شرک تھا پس اگر شرک جانکر باندھا ہوتا تو کفر ہو جاتا ولیکن مرض کے لیے باندھا تھا اور دافع ہو کر دوا کرنا یہ جانکر کہ اللہ تعالیٰ شافی ہے شرک نہیں ہے اور ٹوٹکا باوجود اس سمجھنے کے کہ اللہ تعالیٰ شافی ہے شرک ہے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ ہم لوگوں کو عقل و دوا اس پر کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور حواس سے معلوم ہے کہ سرد بلغم پڑنے سے گرم دوا جو بلغم کو پگھلانے میں مستعمل ہے دینا اللہ تعالیٰ کے حکم پر کام

کرنا ہوا بخلاف تسمہ بازو پر باندھنے کے کہ کوئی دلیل اسپر قائم نہیں اور نہ طبابت سے سمجھ میں آتا ہے کہ کیوں اس سے فائدہ ہو پس یہ شیطانی
فریب ہے حتی کہ اگر جو اس سے بطور علم ابابت کے کوئی چیز ایسی ہو جس میں اللہ تعالیٰ نے خاصہ رکھا ہو تو اس کا باندھنا اس نیت سے ہے کہ اللہ تعا
اپنے فضل سے اس میں اثر عطا فرما دے اور مجھے صحت دیدے شرک نہ ہوگا جیسے عود صلیب و دیگر جواہر کی خاصیت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے
یا جیسے تانبا کہ سیلان مواد و لعاب کا زہریلاپن جذب کرتا ہے باذن الٰہی عز وجل تو کچھ مضائقہ نہیں ہے بخلاف اس کے نادعلی کے کندہ
حروف پر کوئی دلیل قائم نہیں ہے اور جو لوگ تجربہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاں کوئی طبی علمی دلیل تو قائم نہیں ہو سکتی مگر ہمارا تجربہ
ہے تو اس کا جواب حدیث عبد اللہ بن مسعود رضہ میں آگے آتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ پھر شیخ نے لکھا کہ حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تعا
کے سوا سے دوسرے کی قسم کھائی اس نے شرک کیا رواہ الترمذی وحسنہ میں کہتا ہوں کہ یہ حلف لغوی میں ہے جیسے کہتے ہیں کہ تیری جان
کی قسم اور تیرے سر کی قسم وغیرہ اور یمین جو فقہا نے لکھی ہے جس کی مثال یہ ہے کہ ایک نے غلام سے کہا کہ اگر تو نے یہ کام کر دیا تو تو آزاد ہے
تو اس کو یمین کہنا اصطلاح ہے اور یہ درحقیقت شرط پر ایک حکم معلق کیا اور یہ جائز ہے حلف میں داخل نہیں ہے پھر شیخ نے لکھا کہ امام
احمد نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک رواہ ابو داؤد وغیرہ ایضاً
یعنی رقیہ و انکا لے کی چیزیں و تولہ سب شرک ہیں اور امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کی بی بی زینب سے روایت کی کہ
... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ایسی عادت تھی کہ جب باہر تشریف لیجاتے اور وہاں سے آتے تو دروازہ پر پہونچکر
کھنکارتے یا تھوکتے تاکہ اتفاق سے ہم لوگوں کی حرکت ایسی نہ دیکھیں جو ناگوار معلوم ہو پس ایک روز آپ آئے تو عادت کے موافق کھنکارے
اور گھر میں میرے پاس ایک بڑھیا عورت تھی جو میرے حمرہ کا جھاڑ پھونک کرتی تھی پس میں نے اس کو تخت کے نیچے چھپا دیا پس آپ
اندر آئے اور میرے پہلو میں بیٹھ گئے اور میرے گلے میں ایک گنڈا دیکھا فرمایا یہ ڈورا کیا ہے میں نے کہا کہ گنڈا ہے میرے حمرہ کا رقیہ کیا گیا ہے
پس پکڑ کر توڑ دیا پھر فرمایا کہ عبد اللہ کے اہل وعیال کو ایسے شرک کی ضرورت نہیں ہے میں نے آنحضرت صلعم سے سنا کہ آپ
فرماتے تھے کہ رقیہ و تعویذ لٹکانے اور تولہ شرک ہیں پس میں بولی کہ آپ تو اسطرح کہتے ہیں اور میں نے تجربہ کیا کہ میری آنکھ پھڑکتی اور
چوندھیاتی تھی پس میں فلان یہودی کے پاس جاتی وہ رقیہ کر دیتا پس جب وہ رقیہ کر دیتا تو ٹھہر جاتی پس جواب دیا کہ ارے یہ
فقط شیطان کی حرکت تھی وہ تیری آنکھ میں اپنے ہاتھ سے چونکتا تھا جس سے اسکی یہ کیفیت ہوتی تھی پس جب یہودی کافر نے رقیہ کیا تو وہ
ہٹ جاتا تھا اور تجھے تو یہی کافی تھا کہ تو یوں کہتی جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اذہب الباس رب الناس اشف
وانت الشافی لا شفاء الا شفاءک شفاء لا یغادر سقما یعنی دور کر دے اس دکھ کو اے رب آدمیوں کے شفا دیدے اور تو ہی شافی ہے
شفا وہی ہے جو تو شفا دیوے ایسی شفا دیدے کہ کچھ سقم نہ چھوڑے رواہ احمد مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ گنڈے تعویذ وغیرہ میں جو لوگ
اثر بیان کرتے ہیں اور اپنا تجربہ ظاہر کرتے ہیں وہ قہر الٰہی عز وجل میں گرفتار ہیں اسطرح کہ ان پر شیطان مسلط کر دیا گیا پس اس نے پکڑا
اور یہ جھاڑ پھونک و گنڈے و رقیہ پر آمادہ ہوا اور اسکو عمل میں لایا اور شیطان نے چھوڑ دیا پس یہ شخص بسبب شرک کے ایمان سے مردود
ہوا اور دوسرے لوگوں کے لیے فتنہ ہو گیا انہیں سے جو بعضے مومن ہیں انہوں نے اسکو اور اسکے تجربہ کو جھٹلا دیا اور عقل پر ثابت قدم رہے
اور اللہ تعالیٰ عز وجل پر ایمان کے ساتھ اسکے فضل و ہدایت سے ثابت رہے اور بعض لوگوں کے حق میں بدبختی لکھی تھی انہوں نے اسکا کہنا مان کر اپنا
ایمان کھو دیا پس یہ آدمی بدبخت اوروں کے حق میں شیطان سے زیادہ مضر ہو گیا اور واضح ہو کہ پہلی توجہ شیطان کو ہر وقت ان لوگوں پر ہے

جو ایمان رکھتے ہیں اور رہے وہ لوگ جو کفر و نصرانیت و یہودیت وغیرہ سے اشد کفر و شرک میں مبتلا ہیں انکو گنڈے تعویذ پر اعتقاد دلا کر شرک کرانے سے وہ بے پروا ہے مگر اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو شیطان سے محفوظ فرماتا ہے یعنے شیطان بھی قبضۂ قدرت آلٰہیہ جل جلالہ میں مسخر ہے اُسکو خود کوئی طاقت نہیں ہے پس ایمان والے بندے اپنے پروردگار سے عاجزی سے عرض کرتے ہیں کہ اے رب ہمارے ہم تجھی سے تیرے قہر و غضب سے پناہ مانگتے ہیں اگرچہ ہمارے اعمال بُرے ہیں اور ہم خطا وار ہیں مگر تو غفور رحیم ہے ہم کو بخشدے اور ہم سے درگزر فرمادے پس اللہ سبحانہ تعالےٰ ارحم الراحمین انپر ہمیشہ رحم فرماتا ہے اور اُن کے پیار سے گناہ بخشا رہتا ہے پس جب قہر نہیں تو قہر کا ظہور بذریعہ شیطان کے تسلط کے انپر نہیں ہوسکتا فبتان من تحیرت العقول فی شانہ لا الٰہ الا ہو العزیز الحکیم شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے عیسےٰ بن عبد الرحمٰن سے روایت کی کہ میں عبد اللہ بن حکیم کی خدمت میں عیادت کو حاضر ہوا آپ بیمار تھے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ کوئی تعویذ لٹکائیے آپ نے فرمایا کہ میں تعویذ لٹکاؤں حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو کوئی کچھ لٹکاوے اسی کے سپرد کیا جاویگا رواہ النسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔ اقول جب اس چیز کے سپرد کیا گیا تو شیطان نے تسلط پایا پس برباد ہوا اور واضح ہو کہ ایک جماعت علمار نے تعویذ میں تفصیل فرمائی ہے اسطرح کہ تعویذ دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جنمیں کوئی آیت قرآنی لکھی گئی یا حدیث کے دعا لکھی گئی اور دوم وہ کہ کوئی دوسری عبارت یا نام دردائیل و دیلادس و فالیطوس وغیرہ یا ہندسے نقش ہیں پس دوسری قسم حرام و شرک ہے اور اول قسم میں دیکھا جاوے کہ ایسا تو نہیں ہے کہ آیات میں سے بعض لفظ و ٹکڑا کسی مقام کا اور دوسرا کسی دوسری آیت کا بے سلسلہ آیات کو ملا دیا گیا جیسے اکثر جاہلوں کے پاس دیکھنے میں آئے تو بھی حرام و شرک ہو گئے اور اگر آیات صحیح طریقے سے ہیں اس قسم کی تحریف و تغییر و تبدیل نہیں ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر اسکی یہ نیت ہو کہ اس کلام سے تبرک کی برکت تعویذ کے ساتھ ہے جو پڑھ نہیں سکتا ہے تو مضائقہ نہیں ہے اور اگر شرک کا خیال ہے تو نہیں جائز ہے اور شرک کا خیال یہاں یہ ہوتا ہے کہ لوگوں نے دروغ سے کاتبین بنائی ہیں کہ اس سے یہ ہوتا ہے اور وہ ہوتا ہے تو یہ علم غیب کی باتیں سوائے اللہ تعالےٰ واسکے رسول پاک کے صلے اللہ علیہ وسلم دوسروں سے شرک ہے۔ قال الشیخ اور امام احمد رح نے عقبہ بن عامر سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے تمیمہ لٹکایا اس نے شرک کیا تمیمہ دراصل پورے و تمام تندرستی وغیرہ کے خیالات عرب مشرکین کے تھے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جس نے تمیمہ لٹکایا تو اللہ تعالےٰ اسکے لیے پورا نہ کرے اور جس نے ودعہ لٹکایا تو اللہ تعالےٰ اسکے لیے ودع نہ کرے۔ اقول جب یہ بددعا آنحضرت صلعم کی موجود ہے تو خلاف جو جس نے تمیمہ لٹکایا قطعاً اُسکو فائدہ نہ ہوگا مگر آنکہ وہ بے ایمان ہووے۔ ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں شرک سے پاک بے پروا ہوں جس نے کوئی کام ایسا کیا جسمیں میری نیت کے ساتھ دوسرے کو شریک کیا تو اُسکو اسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہوں۔ رواہ مسلم یعنی اصل کلام انا اغنی الشرکاء عن الشرک ہے یعنے جتنے لوگ میرے ساتھ شریک بنائے جاویں اُن سب سے میں پاک بے پروا ہوں پس اُس عمل کو میں ہمیشہ چھوڑ دونگا پس عامل اپنے شریک کا کرنے سے رہ جائیگا۔ اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ قیامت کو منادی ندا کریگا جسنے کسی کام میں شرک کیا اور غیر کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ ملایا تو وہ اسکا ثواب غیر سے مانگے۔ واضح ہو کہ ریا ایک سخت شرک ہے اللہ تعالےٰ اُس سے بچاوے کہ کوئی نیک کام کیا اور نیت یہ کہ دوسرے کو دکھلاویں تو یہ کام اسی دوسرے کے لیے کیا پس اُسی کی عبادت ہوئی حالانکہ یہ دوسرا کچھ نفع و ضرر بدون حکم الٰہی تعالےٰ کے نہیں پہونچا سکتا۔ امام احمد نے محمود بن لبید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن چیزوں سے میں تمپر خوف کرتا ہوں اُن میں سب سے زیادہ خوف کی چیز تمپر شرک اصغر ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ شرک اصغر کیا ہے فرمایا کہ ریاکاری یعنے دوسرے کو دکھلانے کے واسطے کوئی نیک کام کرنا پس قیامت کو حکم ہوگا کہ اے

ریاکار دجاؤ جنکو دنیا مین دکھلاتے تھے دیکھو اُن کے پاس تم کو کچھ ثواب ملتا ہے مترجم کہتا ہے کہ لوگون مین شگون بھی بہت کثرت سے
جاری ہین اے رب ہمارے ہم پناہ و مغفرت مانگتے ہین چنانچہ چھینک و آنکھ پھڑکنا اور عورت کا راہ کاٹنا اور چھپکلی اور مانند اسکے بکثرت
ہین اور جیسے گھر کی نحوست اور بدھ کو نئے مکان مین نہ آنا اور یون ہی بہت سے دن کی تعداد مختلف شہرون و ملکون مین پہونچ گئی ہے اور یہ
بلاشبہہ وہ چیزین ہین کہ ایمان کو مفت کھا جاتی ہین اور ہر گز اُن مین سے کسی چیز کی تاثیر نہین ہے اور جس نے سمجھا اُس نے شرک کیا چنانچہ
شیخ نے لکھا کہ امام احمد نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی اپنے کام کو جاتا تھا اور
کسی شگون کی وجہ سے واپس ہوا تو اُس نے شرک کیا۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ایسے سخت گناہ کا کفارہ کیا ہو فرمایا کہ یون
کہے کہ اللّٰھم لا خیر الا خیرک ولا طیر الا طیرک ولا الٰہ غیرک۔ یعنی اے پروردگار میرے بھلائی کہین سے نہین سواے تیرے بھلائی دینے کے اور
شگون کچھ نہین سواے تیری قدرت مقدرہ تاثیر کے اور الٰہ کوئی نہین سواے تیرے۔ رواہ احمد اور امام نے ابو علی کاہلی سے روایت کی کہ
ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے ہم کو خطبہ سنایا اور اس مین کہا کہ اے لوگو تم شرک سے بچو کیونکہ شرک تو چیونٹی کی چال سے زیادہ
باریک ہے اتنے مین عبد اللہ بن حزن و قیس بن المضارب دونون کھڑے ہو کر گھبراہٹ و خوف سے عرض کرنے لگے کہ واللہ یا تو آپ ہم کو اس
شرک سے بچنے کی راہ بتلا دین اور نہین تو ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہون گے خواہ ہم کو حاضری کی اجازت دیجاوے
یا نہ دیجاوے فرمایا کہ ہان مین تم کو اس باریک شرک سے نکلنے کی راہ بتلا دونگا ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم
لوگون کو خطبہ سنایا اُس مین فرمایا کہ اے لوگو تم شرک سے بچو کیونکہ شرک بعض صورتین اس کی چیونٹی کی چال سے زیادہ باریک و پوشیدہ
ہوتی ہین بعضے شخص نے جسکو اللہ تعالی نے چاہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کیونکر اس سے بچین جب کہ وہ چیونٹی
کی رفتار سے بھی زیادہ خفی ہے تو ارشاد فرمایا کہ یون مغفرت مانگا کرو۔ اللّٰھم انا نعوذ بک من ان نشرک بک شیئا نعلمہ ونستغفرک لما لا
نعلم۔ یعنی اے پروردگار ہمارے ہم تجھ سے پناہ چاہتے ہین کہ جان بوجھکر ہم تیرے ساتھ کچھ شرکت کرین اور مغفرت چاہتے ہین ایسے شرک
خفی سے کہ جو ہم سے صادر ہو جاوے کہ ہم اس کو جان نہ پاوین مترجم کہتا ہے کہ پوچھنے والے حضرت ابوبکر تھے جیسا کہ امام ابو یعلی موصلی نے
اس حدیث کی روایت مین پتہ پایا ہے اور اس کو ابو القاسم بغوی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابو بکر
الصدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجیے کہ ہر صبح و شام اور سوتے وقت مین اس کو پڑھا کرون آپ نے فرمایا
کہ یون دعا مانگا کر۔ اللّٰھم فاطر السماوات والارض عالم الغیب والشھادۃ رب کل شیء وملیکہ اشھد ان لا الٰہ الا انت اعوذ بک من شر نفسی
ومن شر الشیطان وشرکہ۔ یعنی اے میرے رب اللہ پیدا کرنے والے آسمانون و زمین کے جاننے والے حاضر و غائب کے پروردگار ہر چیز کے
اور مالک سب چیز کے مین یقینی گواہی زبان سے ادا کرتا ہون کہ معبود کوئی نہین سواے تیرے مین تیری پناہ لیتا ہون اپنے نفس کی بدی
اور شیطان کی بدی و شرک سے۔ رواہ احمد وابو داؤد والنسائی والترمذی وصححہ اور امام احمد رحمہ اللہ تعالی نے دوسری روایت مین اسکو
ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس دعا کے پڑھنے کا حکم دیا ہے پھر یہ دعا ذکر کی کہ
اسکے آخر مین اسقدر زیادہ ہو کہ (اور اس بات سے کہ مین اپنے نفس کو بدی مین داخل کرون یا بدی کسی دوسرے مسلمان کی طرف پہونچاؤن)
مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اکثر مسلمان ایمان کی قدر نہین کرتے جو ایک نعمت ان کو ایسی ملی جو تمام دنیا کی سلطنت سے کہین بڑھکر
ہے پس اُن کو لازم ہے کہ اپنے عیال و مال و ایمان کی حفاظت کے لیے شرک و اُس کے جملہ اقسام سے سخت پرہیز کرین تاکہ

آخرت کی بادشاہت ورضاے رب العزۃ عز شانہ سے سرفراز ہون۔ بیضاوی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہان تین قول ہین ایک یہ کہ آیت کریمہ مشرکین مکہ کے حق مین ہے دوم یہ کہ منافقین کے حق مین سوم یہ کہ یہود ونصاریٰ کے حق مین ہے پس اول کی توجیہ یہ کہ قولہ ما یومن اکثرہم باللہ۔ اس طرح کہ اُس کے وجود اور خالق ہونے کا اقرار کیا۔ الا وہم مشرکون۔ غیرون کی عبادت کرکے۔ دوم کی توجیہ یہ کہ زبانی اقرار سے ایمان ظاہر کیا اور دل سے مشرک رہے۔ سوم کی توجیہ یہ کہ انبیاء پر وکتاب آسمانی پر بظاہر ایمان لائے مگر احبار ورہبان کو ارباب بنایا اور اللہ تعالےٰ پاک کی طرف بیٹا جوروکی نسبت کی یا بھلائی کی نسبت اللہ تعالےٰ کو خالق سمجھا اور برائیون کا خالق شیطان کو قرار دیا۔ یا ظاہری اسباب کو اور تدبیر کو مؤثر سمجھا۔ یا اپنے آپ کو صنعت وحرفت وجملہ افعال پر قادر وخالق سمجھا۔ پس مشرک ہوئے اور مترجم کہتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضہ کی حدیث اور دیگر احادیث صریحہ دلالت کرتی ہین کہ سبب نزول اگرچہ کسی خاص قوم کے واسطے ہو مگر حکم عام ہے حتے کہ مسلمان لوگ بھی اپنے اعتقادات وافعال کو دیکھتے رہین کیونکہ وے تو اہل توحید وایمان جبھی ہونگے جب جلی وخفی شرک ظاہر وباطن نہ کرین ورنہ اسی حکم مین شامل ہونگے اور آیت مین اشارہ ہے کہ کمتر موحدین اور اکثر ایسے ہین کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان کے ساتھ شرک کرتے ہین پھر اُن کو تہدید فرمائی بقولہ۔ اَفَاَمِنُوْٓا۔ کیا نڈر ہوگئے اس بات سے کہ۔ اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ آجاوے اُن پر ڈھانک لینے والا۔ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے پس جن لوگون کو شریک بتاتے تھے خواہ نیک لوگون کی صورت بت ہون یا حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا عزیر ہون یا اُن کی تدبیر سیانوکی ہو یا گنڈے تعویذ ہون کوئی بھی اللہ تعالےٰ کے عذاب کو نہ روک سکے اور دنیا ہی مین خواری مین مبتلا ہو کر ابد تک عذاب مین پڑے رہین۔ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً یا آجاوے اُنپر ساعت یعنی قیامت یا موت اچانک کہ ہنوز انھون نے اپنی نجات کا کوئی طریقہ نہ برتا ہو اور کوئی نشانی اس کے آنے کی محسوس نہوئی ہو۔ وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ حالانکہ اُن کو شعور نہونے پاوے اس کے آنے کا پس خوار ہو جاوین۔ یعنے ہر طرح قادر وقوی وغالب اللہ تعالےٰ ہے اُس سے ڈرین اور ایمان لاوین بدون شرک کے ف فی العرائس قولہ ذلک من انباء الغیب نوحیہ الیک۔ اس سے اہل ایمان وتوحید آگاہ ہو کر ایمان وجوش محبت سے منور ہوتے اور غم فراق چندروزہ ختم ہو کر عیش دائمی کے امیدوار ہوتے ہین اور ان کو طریقہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر محنت کے بعد سلطنت ونعمت ہے اور بلاے الٰہی پر صبر وشکر بہت عمدہ طریقہ رضوان الٰہی حاصل ہونے کا ہے۔ قولہ وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا الآیہ۔ حق سبحانہ تعالےٰ نے آگاہ کیا کہ آسمانون وزمین کے ہر مخلوقات پر پاک پروردگار نے اپنی معرفت کے انوار سے لباس پہنایا ہے جس سے اہل بصیرت کو آئینہ سی تجلی ہوتی ہے مگر یہ خصوص انھین بندون کے لیے ہے جنکو ایمان وتوحید بدون شائبہ شرک کے نور بصیرت عطا ہوئی ہے اور ہم کو آگاہ کر دیا کہ جو لوگ جہالت وغفلت مین پڑے ہین وے ان آیات سے محجوب ہین فقط ظاہری صورت دیکھتے ہین اور حقائق سے محض اندھے وغافل ہین ناچار ان چیزون سے اعراض کرتے چلے جاتے ہین۔ اشارہ ہے کہ ہر شخص چاہے وہ تمام عمر ایک جگہ بیٹھا رہے وہ برابر آخرت کی طرف چلا جاتا ہے اور ہر شب وروز اسکے لیے منزل ہے جو اسکو آخرت سے قریب کرتی چلی جاتی ہے اگرچہ اسکو غفلت وانکار آخرت سے شعور نہین ہوتا۔ ابن عطا نے کہا کہ آسمانون وزمین ومخلوقات کو آنکھون سے دیکھتے ہین اور دل کی بصیرت سے مطالعہ نہین کرتے پس انپر اسرار کچھ منکشف نہین ہوتے ہین۔ بعض نے کہا کہ یہ طریقہ کرامت کا ہے اس سے انکار کرتے اور طریقہ بتلانے والے سے دشمنی اور لنفس وشیطان کے بہکانے مین طلوع انوار الملامت مین گھستے چلے جاتے ہین اور انوار سے دور ہو کر آیات علوی وسفلی سے غافل ہین

پھر اللہ تعالےٰ نے توحید مین کوشش وقدم کو حدوث سے پاک رکھنے مین طاقت بھر سعی کرنے اور شرک کے شائبہ سے بچنے کی تاکید
فرمائی بقولہ وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون ۔ اس مین عوام کے سوائے خواص کو تنبیہ ہے کہ اپنے مقامات مین غیر کے دخل سے
شرک کرتے ہین اور یہ ان لوگون مین ہے جو اللہ تعالےٰ کی معرفت مین واسطہ وشواہد پر نظر کرتے ہین اور جو لطیف صنائع اہل معرفت
پر ظاہر ہوتے ہین اُن کی لطافت دیکھتے ہین یہان تک کہ شرک کی انتہا یہ پہونچی کہ جس نے اللہ تعالےٰ کی محبت اس واسطے رکھی کہ
اُس کے مشاہدہ سے قلب کو ذوق ہے وہ حقیقت توحید مین مشرک ہے کیونکہ حقیقت توحید کے واجب حق مین سے یہ ہے کہ اُس کی
ربوبیت سے اس کی محبت ہو اور اس کے وجود پاک سے اس کی محبت ہو اور اُس کے فضل وانعام واحسان بے انتہا اور ذوق وشوق
قلبی وغیرہ سے نہو کیونکہ یہ محبت جس واسطہ سے ہے وہ غیر ہے پس شرک ہوا ۔ قال المترجم اس مقام کی توضیح یہ ہے کہ حق تعالےٰ عز وجل
نے اپنی عبادت وتوحید کے مراتب رکھے ہین لیکن ادنےٰ درجہ توحید کا یہی ہے کہ کسی نے جنت کی تمنا سے عبادت کی یا دوزخ کی عقاب سے
عبادت کی پس ایک واسطہ پر نظر کر کے حضرت خالق عز وجل کی عبادت کی حالانکہ جسنے پیدا کیا اسکے احکام بجا لانا صرف اسکے حق واجب سے
فرض ہے اور اصل اس مین حدیث صحیح ہے کہ تحت قولہ تعالےٰ ورضوان من اللہ اکبر لذہی وبعض دیگر مقامات پر بھی کہ اہل صلاح تین گروہ
ہونگے بعض جنھون نے بخوف جہنم عبادت کی ۔ پس بلا رب العزۃ فرمادیگا کہ تم نے جہنم کے خوف سے عبادت کی جاؤ ہم نے تمکو اس سے نجات دی
اور ہمارے فضل سے جنت مین داخل ہوا اور بہ نسبت جنت والون سے ارشاد ہوگا کہ ہم نے عطا کی ہمارے فضل سے داخل ہوا ور جہنم سے
نجات دی اور تیسرا فریق جنھون نے خالص اللہ تعالےٰ کی پاک ذات کے لیے اُسکی عبادت کی پس حکم ہوگا کہ مین تمھارا بدلا ہون ۔ اور حدیث
فضائل الصوم مین ہے کہ انا اجزی بہ یعنی مین ہی اُسکا ثواب ہون اور آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت مین ارشاد فرمایا کہ مازاغ البصر وما
طغی پس یہ اخلاص ہے اور مخلصین لہ الدین مین اسکا اشارہ ہے اور اکابر اولیاء اللہ تعالےٰ کے پسندیدہ اقوال معروف ہین کہ اگر اللہ تعالےٰ راضی
ہو پھر ہم کو دوزخ مین ڈالدے تو ہم کو عین خوشی ہے اور اگر جنت ملے مگر اسکا رضوان نہو تو کچھ چیز نہین ہے پس اس اخلاص کی شان سے ہے
کہ عبادت کرنے والا یعنے بندۂ مومن اپنے ہر وقت کے افعال واعمال کھانے وپینے وسونے وجاگنے سب مین دیکھے کہ وہ کس نیت سے
کرتا ہے اگر لذت وتن آسانی وغیرہ ہو تو یہ شخص عوام مین سے ہے اور اگر کھانا بغرض قوت عبادت وتعلیم تعلم وکسب معاش براے اہل و
عیال بہ نیت فریضہ الٰہی ہو یا جہاد کے لیے مزید قوت منظور ہو تو اُس مین دیکھنا چاہیے کہ اگر عبادت مین یہ نیت ہے کہ مثاب ہوگا یا جنت
ملیگی تو مباح مگر اخلاص وولایت نہین ہے اور اگر خالص حکم حق عز وجل کی پابندی مراد ہو ورضاے الٰہی جل شانہ مطلوب ہو تو اخلاص ہے
پھر جنکو رضاے خالق ذوالجلال والاکرام مطلوب ہے انپر نفس کے خفیہ دقائق بہت ہین ازانجملہ غلبۂ محبت مین کئی دن گذرے کہ کھانا
وغیرہ کسی چیز کی خواہش نہین اور ذوق یادالٰہی ہے پس یہ ذوق جو حاصل ہوا یہی قلب مین خفیہ فریب نفس کا ہے کہ اس ذوق کی لذت
سے وہ یاد مین سرگرم ہے پس اخلاص نرہا اور اخلاص وہی ہے کہ بدون کسی چیز غیر کے محض ذات حضرت حق عز وجل کی بندگی ہو ۔
جب یہ معلوم ہوا تو اب شیخ کے کلام کے معنے سمجھنا چاہیے کہ فرمایا جس شخص نے دیدار حق عز وجل مین اپنی ذات کی طرف یا عرش سے
فرش تک کسی مخلوق کی طرف نظر رکھی تو وہ موحد محقق نہین ہے اور یہی تمام عارفین اولیاء الٰہی سبحانہ تعالےٰ کا مذہب ہے ۔ اقول ان عارفین
کا مذہب بہت صحیح ہے اور جو لوگ اس زمانہ مین اپنے آپ کو موحد اور محمدی وغیرہ القاب سے موسوم فرماتے ہین اور ان مدارک سے کوسون
دور پڑے ہین وہ قرآن پاک کی سمجھ سے غافل اور احادیث شریف سے جاہل ہین الا من شاء اللہ تعالےٰ منہم وہم الذین صدقوا

الزہد فی الدنیا والآخرۃ سوے اللہ تعالے عز وجل اللہم اہدنے وتب علی فانک انت التواب الرحیم ۔ واسطی رح نے کہا کہ قولہ الا وہم مشرکون یعنی ملاحظۂ خواطر وحرکات مین مشرک ہین مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رح کی مراد یہ ظاہر ہوتی ہے کہ ارادت وقصد واپنی حرکات وغیر کی حرکات اور دوستی ودشمنی کو ہر ایک کی جانب منسوب کرنے مین شرک کرتے ہین شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب کہا ع من از حق شناسم نہ از عمرو وزید۔ اور خوب کہا کہ ع اگر ز کوہ فرو غلطد آسیا سنگی ٭ نہ عارف است کہ از جاے خویش برخیزد کیونکہ دشمنی زید کی تخلیق الٰہی ہے اور دوستی عمرو کی رحمت الٰہیہ ہے اور ہر ایک محل ظہور سے بد و نیک ہے اور حاشا کہ کوئی جاہل یہ گمان کرے کہ یہ تو بالکل جبریہ کا عقیدہ ہے کیونکہ جبر مین اور اس مین فرق سیاہ وسپید وظلمت ونور کا ہے وہ کفر ہے یہ ایمان ہے اور مسلم الثبوت مین جو بحث حسن وقبح مین قول اشعری کو کفو الجبر قرار دیا وہ غلبہ بحث لفظی کا نتیجہ ہے اور صواب کی راہ نہ پائی۔ اور واضح ہو کہ بقاعی رح نے واسطی رحمہ اللہ سے یہ قول اس طرح حکایت کیا کہ مراد شرک سے یہان وہ خطرات واحوال ہین جو عارض ہوتے ہین۔ اس کو مولوی صدیق حسن قنوجی نے اپنی تفسیر مین یون ہی نقل کیا اور اعتراض کیا کہ ان خطرات کو دیکھا جاوے کہ اگر شرک ہین تو مشرک ہوگا ورنہ نہین مترجم کہتا ہے کہ یہ نقل غلط ہے اور صواب وہی ہے جو شیخ نے واسطی رح سے نقل کیا کہ ملاحظۂ خطرات واحوال سے مشرک ہو جاتا ہے اور عارض ہونے کا لفظ تحریف کلام ہے اور معنے اس کے برعکس ہو گئے فافہم اور مدارک مین علامہ نسفی رح نے کہا کہ قدریہ ایمان لاتے ہین اللہ تعالے ورسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اسطرح کہ بندہ کے لیے افعال پیدا کرنے کی قدرت ثابت کرتے ہین پس انپر صادق ہے کہ ایمان لائے اس حال سے کہ جو بات اللہ تعالے کے واسطے مخصوص ہے وہ غیر کے لیے ثابت کرتے ہوئے پس مشرک ہوئے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ الحمد للہ کہ مین نے جو بات سابق مین لکھی ہے علامہ نسفی رح کی تقریر کا مآل بھی وہی ہے یعنی جب انھون نے مخلوق کے لیے قدرت فعل ثابت کی تو اللہ تعالے کی صفت تسخیر وقہر مین نقص ڈالا پس ایسے خالق کے قائل ہوئے جسکے سواے مخلوق بھی خود مختار ہے اور چونکہ اللہ تعالے جل جلالہ پر یہ صادق نہین آتا لہذا انھون نے دعوے کیا کہ ہم اللہ تعالے جامع صفات کمالیہ پر ایمان لائے حالانکہ مشرک ہین کیونکہ دراصل انکا ایمان اپنے ظن کے آلہ پر ہے اور اللہ تعالے پر نہین ہے اور انکا یہ کہنا کہ نہین مظنون پر نہین بلکہ ہم اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین یہ محض دعوے ہے جو واقعی نہین ہے پس دو قسمین نکلین ایک وہ کہ اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور وے مومنون ہین اور دوم وہ کہ اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہین اور وے مشرکین ہین فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ پھر شیخ نے کہا کہ بعض نے کہا کہ قولہ الا وہم مشرکون۔ یعنی اپنے نفس کی طرف سے تقصیر جاننا اور اسپر ملامت روا رکھنا شرک ہے۔ مین کہتا ہون کہ اوپر مذکور ہوا کہ نفس وجملہ مخلوقات مسخر بقدرت الٰہیہ ہے تو نفس کی تقصیر یہی ہے کہ اس نے قصور کیا حالانکہ کرنا کسی فعل کا خواہ قصور ہو یا خدمت ہو نفس کی قدرت مین نہین ہے بلکہ خالق عز وجل جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے تو گویا اس نے اپنے نفس کو قدرت واقبال کیا اور یہ شرک ہے۔ پھر مین کہتا ہون کہ تحقیق تو یہی ہے جو بعض مشائخ نے ارشاد فرمایا ولیکن بندہ روئے وعاجزی کی توفیق پاوے تو یہ سعادت ہے کیونکہ بحالت تقصیر وہ فی الجملہ ظہور قہریات کا مظہر ہے فافہم واللہ تعالے اعلم۔ اور شیخ واسطی رح کے کلام مین اس کی تصریح ہے کہ نفس کی جانب یہ دیکھنا کہ اس نے تقصیر کی یعنی چاہتا تو تقصیر نہ کرتا یہ شرک ہے کیونکہ جس نے اپنے نفس سے کچھ خیال کیا اس نے ازلیت ومقدرات سے انکار کیا جو کہ حق تعالے کی طرف سے متعلق ہین اور جس نے اپنے نفس کو اس کے امور مین سے کسی امر مین ملامت کی اس نے شرک کیا قال المترجم والبرہان علیہ قولہ علیہ السلام جف القلم بما ہو کائن او نحو ذلک۔ وقولہ علیہ السلام فانہم یعملون وقولہ علیہ السلام کل میسر لما خلق لہ پس اخیر صریح ہے

کہ غیر مقدر کے لیے اسکو تیسر و توفیق نہو گی پس قدرت اسکو کہان سے ملی جو پیدا کرتا شیخ نے اسکے بعد بہت دقیق کلام شیخ حسین رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ قال منوط العلل ہوا در افعال مقرون الشرک اور حق عز و جل ان سب سے مبائن ہے بدلیل قولہ تعالے وما یومن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون بس مترجم کہتا ہے کہ دقائق اس کلام کے اس حد تک ہین کہ عوام کچھ زبان سے نکالنے والے کو کافر کہینگے اور کیونکر مجال ہو کہ حضرت قدیم ذو العظمۃ والکبریا کی ثنا رزبان ادا کرے اور اس کی شہادت واقرار ایمان کا فعل ہو اور نہین خالق و موجود مگر وہی پاک جل شانہ اور تمام فنا ر عین البقا رہا اور محض عدم عین موجود رہا و اللہ سبحانہ تعالی ہو المومن المہیمن العلیم الحکیم پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ حق تعالے کی شان پاک شرک سے بیزاری بیان کرے و مخلوق کو ارشاد کی فرمایا بقولہ تعالے

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ

تو کہدے کہ یہی ہو میری راہ — مین بلاتا ہون اللہ تعالے کی طرف سوجھ کے ساتھ دلیل سے مین بھی — اور جو لوگ میرے پیرو ہین — اور پاک ہے اللہ تعالے — اور میں

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ

نہین ہون — مشرکون مین سے — اور نہین بھیجے ہمنے — تجھ سے پہلے — مگر کچھ مرد جنکی طرف ہم وحی فرماتے تھے — اہل قری یعنی بستی کے رہنے والون سے

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ

کیا دستے نہین پھرتے — زمین مین — تاکہ دیکھتے — کہ کیسا کچھ ہوا — انجام کار ان لوگون کا — جو ان سے پہلے گذرے ہین — اور بیشک دار آخرت

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

بہتر ہے ان لوگون کو جنہون نے تقوی کیا سو کیا یہ لوگ عقل نہین رکھتے ہین

قُل کہدے اے افضل المخلصین و سید المومنین و امام المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کو کہ هٰذِهٖ یہی طریقہ جو توحید و ایمان کا ہے جس مین الوہیت و قدرت فقط اللہ تعالے کے واسطے ہے کسی غیر کی شرکت کسی حال مین ممکن نہین ہے یہی سَبِيْلِيْٓ میری راہ ہے بلانا توحید کی طرف اور آخرت کے لیے موت سے پہلے سامان جمع کرنا بدون شرک کے میرا طریقہ اور یہی میری سنت ہے اس کی تفسیر فرمائی اسطرح کہ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ مین بلاتا ہون اللہ کی طرف یعنے اس طرح اس ذات پاک جامع صفات کمالیہ پر ایمان لاؤ کہ وہ اسی کی شان ہو اور کچھ شرک و کفر کا اعتقاد مت کرو اور قول و فعل سے شرک مت کرو تاکہ اللہ تعالے پر ایمان صحیح ہو پس تم جھوٹ و باطل اپنے گمان مین اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہو حالانکہ مشرک ہوا اور مین تمکو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون عَلٰي بَصِيْرَةٍ بینائی پر اور یہ قلبی نورانی بینائی ہوا اور آنکھ کی بینائی کو بصارت کہتے ہین اور مراد یہ کہ اندھے پن سے نہین بلکہ روشن دلیل و نورانی حجت پر دعوت اللہ تعالے کی طرف کرتا ہون۔ اَنَا مین خود وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ اور جو کوئی میرا پیرو ہوا ہو حاصل یہ کہ تم دروغ طور پر بغیر دلیل و قلبی بصیرت کے اللہ تعالے پر ایمان کا دعوے کرتے ہو حالانکہ مشرک ہوا اور مین تم کو بصیرت و حجت واضح سے اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہون پس اصلی بصیرت پر مجھے کیا گیا پھر جو میرے تابع ہوا وہ بھی بصیرت پر ہو گیا پس مین اور بصیرت تابع جو ہون سب تمکو اللہ تعالے کی طرف نورانی راہ پر بلاتے ہین۔ مؤلف فتح البیان غفر اللہ لہ نے لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ جو کوئی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا تبع ہوا اسپر واجب ہے کہ کافرون کو راہ مستقیم بتلا دے مترجم کہتا ہے کہ اس مسئلہ کے نکالنے مین اس نے اجمال سے قریب خطا کے رکھا اور صواب وہ ہے جو سراج وغیرہ مین ہے کہ متبعین مؤمنین مین سے جو بصیرت پر ہو اس پر ہدایت کرنا واجب ہے چنانچہ لکھا کہ آیت مین دلیل ہے کہ اللہ تعالے کی طرف بلانا سب ہی بہتر

دجائز ہے کہ جب یہ شرط اس مین موجود ہو کہ جس طرح بلاتا ہے اسپر یقین کے ساتھ اس کو بصیرت حاصل ہو ورنہ اسکا عذر ہوگا اور حدیث نقل کی کہ علما امانت دار ہین رسول کے اللہ تعالےٰ کے بندون پر کہ حفاظت مین رکھتے ہین جس سے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتے ہین ۔ مین کہتا ہون کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ نصیحت کرنا ونیک باتون کی ہدایت اور بُری باتون سے ممانعت کرنا کسطرح ہے تو فتاوے عالمگیریہ وغیرہ مین اس مین تفصیل مذکور ہوا اور حق میرے نزدیک یہ ہے کہ ایمان والے باہم ایک دوسرے کو بدکام سے منع کرتے رہین اور نیک کام بتلاتے رہین اگرچہ عالم نہون لیکن شرط ہے کہ اس نے عالم سے سُنا اور معلوم کرلیا ہو اور رہا عامی آدمی کسی کافر کو ایمان کی ہدایت کرے تو میرے نزدیک نرمی سے بلاوے اور اگر وہ کوئی شبہہ وجھگڑا پیش کرے تو اُس کو عالم کے پاس لا دے یا راہ بتلا دے اور خود اپنی معلومات سے زیادہ بدون بصیرت کے دخل نہ دیوے ولیکن اگر نہ بلاوے تو اُس پر گناہ ہونے کی دلیل مجھے نہین ملی واللہ اعلم اور عالم پر البتہ یہ ہدایت واجب ہے جبکہ امید نفع ہو اور اگر غالب گمان نہو یا فتنہ کا خوف ہو تو علما نے کہا کہ وہ معذور رکھا جائیگا سوال اس زمانہ مین علما تو بالکل ساکت ہین مترجم کہتا ہے کہ یہ اس زعم پر ہو کہ دعوت اسلام تمام پھیل گئی تو وجوب نہ رہا ۔ مگر میرا گمان ہے کہ بشرط وسعت عام مجمع مین نصیحت کرنا چاہیے ۔ افسوس کہ برخلاف اسکے یہ لوگ آپس مین ایک دوسرے کو بدعتی و وہابی اور مقلد وغیر مقلد کے جھگڑے مین کافر ومشرک بنا کر جماعت سے جُدا کرتے ہین حالانکہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تو منافقون کو خارج نفرماتے تھے اور مفتی پر واجب ہے کہ جہانتک تاویل سے گنجائش ہو کسی کو کافر نہ کہے اور نصیحت کرنا تو واجب ہے ۔ ابن الانباری نے کہا کہ کلام کی ترکیب اس طرح بھی ہوسکتی ہو کہ قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ ۔ کہدے میری راہ ہے یعنی اللہ تعالےٰ کی طرف بلاتا ہون و قولہ علی بصیرۃ انا ومن اتبعنی ۔ بصیرت پر ہون مین اور میرے پیرو ۔ مین کہتا ہون کہ بیضاوی رحہ نے بھی اسکو ذکر کیا ہو ولیکن اول وہ اول ہو اگرچہ دوم مین خبر مقدم کرنے سے ایک اشارہ نکلتا ہے وہ یہ کہ بصیرت پر مین اور میرے تبعین ہی ہین تو اشارہ ہے کہ تم لوگ اللہ تعالےٰ پر ایمان کے دعوے مین خالی گمان پر ہو اور درحقیقت مشرک ہو اور اسی سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف بلانے کی ان اندھون کو ضرورت تھی کیونکہ وہ شیطان کی طرف جاتے تھے اور جہالت سے سمجھتے تھے کہ ہم اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے ہین جیسا کہ مکرر بیان ہوچکا ہے ۔ پھر ہر شرک سے اللہ تعالےٰ کی تسبیح بیان کی ۔ وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ اور پاکی بیان کرتا ہون یا پاکی کی طرف نسبت کرتا ہون اللہ تعالےٰ کو ۔ یعنے وہ ہر گمان والے کے گمان و شرک و مثل و نظیر سب سے پاک ہے ۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اور نہین ہون مین مشرکون مین سے ۔ یعنے مین اُن مین نہین ہون جو اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے کا دعوے کرتے ہین مگر مشرک ہین ۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ اللہ تعالےٰ اپنے رسول کو جن کو جن و انس تمام کی طرف بھیجا حکم فرماتا ہے کہ اُن کو آگاہ کردے کہ یہ میرا راستہ یعنے طریقہ و سنت ہو یعنے دعوت بکلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ مین اللہ تعالےٰ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہون دلیل و یقین کے ساتھ مین اور میرے تبعین اور مین اس کی عظمت و پاکی ظاہر کرتا ہون اس بات سے کہ کوئی اُس کا شریک یا نظیر ہو یا فرزند و جورو ہو یا مشیر صلاح کار ہو یا سختی کا پرداز ہو پاک ہے وہ متبارک وتعالےٰ ان سب سے وہ پاک ہو خیال و گمان سے تسبح لہ السمٰوٰت السبع والارض ومن فیہن وان من شیء الا یسبح بحمدہ الآیہ ۔ اسی کی تسبیح کرتی ہو سب آسمان و زمین اور جو لوگ ان مین ہین اور کوئی چیز نہین مگر آنکہ وہ تسبیح کرتی ہے اسکی حمد سے ولیکن تم انکی تسبیح کو نہین سمجھتے ہو وہ بیشک حلیم غفور ہو ۔ کفار عرب حقیقت انسانیت سے غافل ہو کر کہتے ہین کہ اگر اللہ تعالےٰ رسول بھیجتا تو ملائکہ بھیجتا اور یہ بھی شرک کی جہالت تھی ورنہ تاثیر الٰہی سبحانہ تعالےٰ مین ہر چیز یکسان ہوسکتی ہو آیا نہین دیکھتے کہ قرب قیامت مین ایک

چوپایہ نکلیگا جو آدمیون سے باتین کریگا کہ لوگ پروردگار کی نشانیون پر یقین نہین لاتے ہین مگر حق تعالے عز وجل کی مشیت ہے کہ انسان کو
سرفراز کیا اور ان مین سے رسول بھیجے پس مشرکین کا رد فرمایا بقولہ ۔ وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ اور نہین بھیجے ہم نے تجھسے پہلے
اِلَّا رِجَالًا مگر مرد لوگ ۔ نُّوحِيٓ إِلَيْهِم ہم وحی فرماتے تھے اُن کی طرف ۔ یہ قراءة نوحی بنون حفص رحمہ اللہ کی تمام قرآن
مین ہے اور دوسرون نے یوحی بیاے مضموم وحا مفتوح بصیغہ مجہول پڑھا یہی اہل مصر وغیرہ کی قراءة ہے یعنے ایسے مرد جن پر وحی
کیجاتی تھی ۔ مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ اور یہ لوگ قریون کے رہنے والے تھے یعنے شہرون قصبون مین ان کو بسایا تھا اور رسول
فرمایا جنگل کے بدو اور گنوار نہ تھے کیونکہ اہل شہر مین علم وحلم دیا ہے اور گنوارون مین جہل وسخت دلی کی عادت رکھی ہے دیکھو مولوی
روم نے لکھا ہے ۔ دہ مرو دہ مرد را احمق کند ۔ عقل را بے نور وبے رونق کند ۔ یعنے گانون مین مت جا کہ وہان مرد احمق ہوجاتا ہے
عقل اس کی بے نور وبے رونق ہوجاتی ہے ۔ اور اگر کہا جاوے کہ سابق مین گزرا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام واُن کی اولاد ایک گانون
کھیڑے مین سے مصر کو آئے تھے اور خود یوسف علیہ السلام نے کہا کہ جاء بکم من البدو ۔ تو یہ کیونکر تھا ۔ جواب یہ ہے کہ اصل سکونت
ان کی کنعان مین تھی مگر بسبب قحط کے مویشیون کی ہلاکت وغیرہ کے خوف سے جنگل مین چلے گئے تھے ۔ اور اگر کہا جاوے کہ حضرت ابوذر
غفاری رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تنہا جنگل مین لینے کی اجازت دی تھی تو جواب یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جس کسی کو
خلاف سنت کام کرتے دیکھتے اسکو لاٹھی سے مارتے اور کمال یقین ونہایت اتباع سے ہر شخص کی نسبت انکے خیالات استقامت کے تھے ولیکن
حق تعالے نے لوگون کو ایک حال پر نہین رکھا ہے پس پیغمبر صادق مصدوق علیہ السلام نے بطور معجزہ کے انکے حق مین فرمادیا تھا کہ تو تنہا رہیگا
اور تنہا مریگا پس وہی واقع ہوا ۔ اور یہ اجازت خاص تھی جیسا کہ صحاح احادیث مین مصرح ہے اور واضح ہو کہ قری جمع قریہ کی کبھی تو مدینہ کے مقابل
آتا ہے تو مدینہ شہر یا بڑا قصبہ ہوتا ہے اور قریہ گانون لا کہ کھیڑا اور کبھی قریہ مقابل بادیہ بولا جاتا ہے تو قریہ سے مراد شہر وقصبہ مانند قولہ علی رجل
من القریتین عظیم ۔ یعنے مکہ ومدینہ ۔ اور بادیہ سے مراد جنگلی آبادی جہان سب کھلا ہوا میدان ہے بادیہ مشتق بدو سے ہے حاصل آنکہ ہم نے
تجھسے پہلے بھی رسول بھیجے جنکو ہم مثل تیرے وحی بھیجتے تھے وہ شہر کے مرد تھے ابن عباس رضہ نے کہا یعنے وہ آسمانی فرشتہ نہ تھے
جیسے تم کہتے ہو پس یہ آیت بمانند قولہ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق اور قولہ وما جعلناہم جسدا لا
یاکلون الطعام وما کانوا خالدین ۔ اور خود پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان لوگون کو آگاہ کردے کہ سابق انبیاء کے مثل مین ہون کچھ
انوکھا نہین ہون چنانچہ کہا قل ما کنت بدعا من الرسل ۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ قری مین سے مراد مدائن یعنے شہر ہین اور معنے یہ کہ وہ
بادیہ کے لوگون مین سے نہ تھے جو جفا وغلاظت قلوب مین مشہور ہین اور اہل شہر کی نسبت معروف ہے کہ الطف واحلم ہوتے ہین اور سواد شہر
وقصبات کے لوگ بہ نسبت بادیہ والون کے بہتر ہوتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس مین دلالت ہے کہ نوع انسانی مین اتفاق واجتماع سے
ان کے عقول کا تصفیہ ہوتا ہے لہذا اگر ایک شہر مین بہت لوگ ہون مگر بسبب قہر الٰہی کے آپس مین متفق نہون تو برباد ہونگے ۔ اور اہل بادیہ
بوجہ جانورون کی صحبت کے سخت دل وبیوقوف ہوجاتے ہین ولہذا قال تعالے الاعراب اشد کفرا ونفاقا الآیۃ ۔ قتادہ رح نے کہا
کہ اہل القری مین سے اسواسطے مبعوث فرمائے کہ وے علم وحلم یعنے عقل ودانائی مین زیادہ ہوتے ہین مسئلہ آیت سے مستنبط ہوا کہ
اللہ تعالے نے جو انبیاء ورسول بھیجے ہین وے ایک تو مرد تھے اور دوم شہر کے لوگون مین سے تھے ۔ اور معنے یہ ہین کہ ازل مین ان لوگون
کو نبوت کے لیے سرفراز کیا اور ان کو دنیا مین شہرون مین پیدا کرکے بسایا پس یہ توفیق نعمت ہوئی چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے

اس توفیق ونعمت کا بڑا شکر ادا کیا۔ شیخ ابن کثیر رہ نے ذکر کیا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مذہب ہے اور اسی کو شیخ علی بن اسمٰعیل یعنی ابو الحسن الاشعری نے ان سے نقل کیا ہے کہ عورتوں میں کوئی نبی نہیں ہوئی ہاں ان میں صدیقہ عورتیں ہوئی ہیں جنہوں نے نبوت و نبی والوہیت رب تبارک وتعالےٰ کی اچھی تصدیق کی اور لکھا کہ اشرف النسا مریم بنت عمران کو فرمایا کہ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقۃ۔ دیکھو مقام تشریف وتعریف میں فقط صدیقہ فرمایا اور اگر وہ نبیہ ہوتیں تو ضرور اس محل میں اُن کا شرف ظاہر کیا جاتا۔ اور جن لوگوں نے زعم کیا کہ بعض عورتیں نبیہ ہوئی ہیں جیسے سارہ حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی پاک بی بی اور مادر موسیٰ وعیسیٰ علیہ السلام توان کا زعم اس وجہ سے ہے کہ ملائکہ نے حضرت سارہ کو اسحٰق کی بشارت دی اور مادر موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا واوحینا الی ام موسیٰ۔ اور مریم مادر عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ نے بشارت دی کما قال تعالےٰ اذ قالت الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفاک۔ پس یہی وحی ہے کہ جس سے نبوت ہوتی ہے تو وہ نبیہ ہوئیں اور شیخ رہ نے جواب دیا کہ ہاں اسقدر توان عورتوں کو بلاشبہہ حاصل تھا پس اگر ان لوگوں کی مراد فقط نبیہ ہونے سے یہ ہے کہ ان عورتوں سے ملائکہ نے بحکم الٰہی کچھ کلام کیا یا کوئی حکم پہونچایا تو ضرور اسقدر شرف ان لوگوں کو حاصل تھا ولیکن جمہور علما کے نزدیک نبوت کے لیے یہ کافی نہیں ہے بلکہ وحی تشریع ہونی چاہیے اور وہ بآیات سابقہ فقط مردوں میں منحصر رہا ہے۔ بعض نے ذکر کیا کہ انبیاء کا مردوں میں سے ہونا عرب کے نزدیک امر معروف تھا چنانچہ سجاح عورت نے جب بعد وفات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نبوت کا دعوےٰ کیا اور ادھر مسیلمہ کذاب نے دعوےٰ کیا اور انجام کار سجاح مذکورہ کے مسیلمہ سے زنا کا پیٹ رہا اور سب ہلاک ہوئے تو قیس بن عاصم نے سجاح مذکورہ کے حق میں یہ اشعار کہے ؎ اضحت نبیتکم انثی فطیف بہا ؛ واصبحت انبیاء اللہ ذکرانا ؛ فلعنۃ اللہ والاقوام کلہم ؛ علی سجاح ومن بالاثم اغرانا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس سے اسقدر ثبوت ہوا کہ بعد اسلام کے عرب میں یہ امر زمانۂ صحابہ میں معروف تھا تو اب اختلاف کرنا جہل ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ فقط ملائکہ کے ملنے اور مطلق وحی الٰہی سے نبوت نہیں حاصل ہوتی ہے تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال الآیۃ پس اگر مطلق وحی کافی ہو تو شہد کی مکھیوں کا نبی ہونا لازم آوے اور تو جانتا ہے کہ حدیث حنظلہ رضی اللہ عنہ میں جبکہ انھوں نے مع حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ نافق حنظلۃ۔ اور بیان کیا کہ جب ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپ ہم کو وعظ ونصیحت فرماتے ہیں تو ہمارا قلب ایک حال پر ہوتا ہے پھر جب بال بچوں سے ہم ملے تو غفلت آجاتی ہے پس آپ نے فرمایا کہ اگر تم اسی حال پر رہو تو ملائکہ تم سے تمہارے بچھونوں پر مصافحہ کریں اور گلی کوچہ میں تم سے ملیں ولیکن اے حنظلہ اوقات ہیں الحدیث پس ظاہر ہے کہ ملائکہ اگر ملتے اور مصافحہ کرتے تو بھی یہ لوگ انبیاء نہ ہو جاتے پس صواب وہی مذہب اہل السنۃ والجماعۃ ہے اور بیان جو آیت مذکور ہے اس میں بھی صریح دلالت ہے اور حسن بصری رہ نے کہا کہ نہیں مبعوث ہوا کوئی نبی بدو سے یعنی بادیہ کے رہنے والوں میں سے اور نہ جن میں سے اور نہ عورتوں میں سے۔ اور حاصل معنے آیت کے یہ ہیں کہ جیسے ہم نے تجھے خاتم المرسلین بھیجا ویسے ہی تجھ سے پہلے ہم نے اہل القریٰ میں مردوں کو نبی بھیجا ان کی طرف ہم وحی فرماتے تھے۔ پھر ان انبیاء کی امتوں کا حال ظاہر ہے کہ بعضے ایمان لائے اور بہتوں نے کفر کیا اور شرک نہ چھوڑا آخر کار نبی ومومنوں کو نصرت ہوئی اور منکرین ہلاک ہوئے اور پچھلوں کے لیے عبرت ہوگئی افلم یسیروا فی الارض پس کیا نہیں پھرتے یہ لوگ جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے منکر ہوتے ہیں زمین میں۔ یعنے جہاں جہاں کافرین بسبب کفر کے ہلاک ہوئے ہیں۔ فینظروا تا کہ دیکھیں کہ کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم۔ کیونکر ہوا

انجام ان لوگون کا جو ان سے پہلے گذرے ہین کہ ان مین سے منکرون و موذیون کو اللہ تعالے نے ہلاک کیا اور دنیا ہی سے ان پر عذاب شروع ہوا اور برابر سلسلہ ابدالآباد بے انتہا زمانہ تک قائم رہیگا اور ان مین سے مومنون کو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے نجات دی پس دنیا مین بھی اُن کا انجام اچھا ہوا اور آخرت مین بھی نعمت و منزلت ہے لہذا فرمایا۔ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ۔ اور بیشک آخرت کا گھر۔ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا بہت بہتر ہے ان لوگون کے لیے جنھون نے تقویٰ کیا۔ یعنے دنیاوی ثروت و عیش بلکہ بادشاہت تمام دنیا سے بھی اہل تقویٰ کے لیے آخرت کا گھر بہت بہتر ہے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے باوجود سلطنت کے اور باوجود یقین اس امر کے کہ موت چند روز مین آویگی بقول بعض علما آخرت کے لیے دعا مانگی اور یہ اسی وجہ سے تھا کہ اُنکو انکا آخرت کا گھر دکھلا دیا گیا تھا پس وہان جانے کے مشتاق ہوئے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا یہ لوگ سمجھتے نہین ہین کہ اسقدر انبیاے سابقین مبعوث ہوئے اور منکرون کو عذاب شدید سے ہلاک کیا گیا تو انجام کفر و شرک کا بہت بدتر ہے اور مومنون کو دنیا مین بھی نیک نامی اور آخرت مین بڑے درجے ملے اور جب دنیا خواہ مخواہ ایسا گھر ہے کہ اسکو چھوڑ دینا چاہیے تو ضرور نجات آخرت و رضاے حق عز و جل بہتر ہے۔ بعض قراءة مین تعقلون بصیغہ خطاب ہے تو بطور سخت ملامت کے منکرون کو مخاطب کر کے فرمایا کہ کیا تم لوگ عقل نہین رکھتے ہو۔ مسئلہ جس شخص کو میسر آوے کہ وہ روئے زمین مین سیر کرے تو مضائقہ نہین ہے اور تضیع اوقات یا اسراف نہ ہوگا مگر اس شرط سے کہ محض خالص نیت اسکی یہ ہو کہ فنا سے دنیا کے آثار کیسے ظاہر ہین اور اگلون کا کیا انجام ہوا غرضکہ عبرت کی نیت ہو اور اس زمانہ مین لوگ فقط دنیا کی زینت دیکھنے کو لندن و پیرس وغیرہ جاتے ہین اور یہ مزید کفر و شرک ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے قل ہذہ سبیلی ادعوا الی اللہ الآیہ میری راہ معرفت الٰہی و اُسکی محبت اور اسکی راہ مین روح قربان کرنا اور نفس کو اُسکے حکم کا مطیع کرنا اور میری دعوت کا فائدہ اسی شخص کو پہونچتا ہے اور وہی میرا تابع ہوتا ہے جسکے حق مین ازل سے عنایت الٰہی نے قبول فرمایا ہے اور میرے تابع ہوکر جب چشم بصیرت سے بینا اور عرفان الٰہی عز و جل سے آگاہ ہو جاتے ہین تو کمال شفقت سے اپنے بھائیون کو اسی راہ پر بلاتے ہین اور مین اور میرے تابعین اس راہ پر بلاتے ہین بے بصیرت نہین ہین بلکہ نور بصیرت و یقین و کشف الٰہی و بیان قرآنی جس مین نفس و شیطان کا خطرہ و دھوکا نہین ہے اس راہ پر بلاتے ہین چنانچہ خود اُن کو کشف و بیان و معرفت سے بصیرت ہدایت الٰہیہ حاصل ہوگئی تو کچھ شبہہ و تردد نہین رہا۔ پھر حق عز و جل نے اپنی تسبیح اپنے پیغمبر پاک کی زبان سے بیان فرمائی اور حکم کیا کہ حق عز و جل کو ہر خیال و عقل سے منزہ و تسبیح کرے بقولہ و سبحان اللہ۔ پاک ہے اللہ تعالے مخلوقات اپنے خیالات و دلائل سے اُسکی صفات کا ادراک کرنے مین عاجز ہین انکی معرفت ہدایت الٰہیہ ہے جسکا نتیجہ کشف و یقین سے بصیرت ہے۔ وما انا من المشرکین مین مشرکون مین سے نہین جو دعوے کرتے ہین کہ ہم استدلال سے یقین پیدا کرین کیونکہ فعل کا خالق اللہ تعالے ہے اور کیونکر مخلوق کو دعوے ہوگا کہ جملہ صفات الٰہیہ کو جہان خالق عز و جل سے بے ادبی نہ ہو وہ استدلال عقلی سے ادراک کرے اور قدیم کی بارگاہ جلیل تک حادث اسکی مخلوق کو کیا تاب پھر عقل جیسی اسکی مخلوق ہے اُسکے ادراک و افعال بھی اُسکے مخلوق ہین تو کیونکر اُسکو رسائی ہو اسیواسطے بعثت انبیا علیہم السلام فرض ہے پس جس نے قدر رسالت و نبوت نہ جانی وہ گمراہ و اول درجہ کا بے عقل ہے شیخ نے کہا کہ من المشرکین۔ اشارت مین داخل ہے کہ غیر کی طرف ملتفت نہین ہون نہ شان محبت مین اور نہ شان ربوبیت مین نہ خطرات کی مداخلت مین اور تعالے ہر خطرہ و گمان سے پاک ہے۔ ابن عطا نے کہا کہ مین تم کو اسی کی طرف بلاتا ہون جس سے تم ہمیشہ فضل و انعام و احسان کے عادی ہوئے ہو اور جس سے تمھارا وجود ہے وہ اللہ تعالے ہے

متعال حی قیوم لم یزل ولایزال ہے۔ شیخ ابوسعید القرشی رحمہ نے فرمایا کہ جو کوئی شخص کہ مخلوق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرے اسکو
ضرورت ہے کہ قدرت الٰہیہ سے اُس کو صولت وقبول ہوا اور یہ چیزین اس کی دعوت کرنے مین مندرج ہونگی چنانچہ آیت مین بصیرت کی
تصریح ہے پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف بلاوے اس مین اور جو کوئی راہ الٰہی کی طرف بلاوے اس مین دونون مین فرق ہے بعض نے
کہا کہ جو شخص مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاوے وہ خلق کو اُس کی طرف اُسی کی قوت سے بلاتا ہے اس مین اس شخص کے نفس کا کچھ
دخل نہین ہوتا اور جو کوئی کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی راہ کی طرف بلاتا ہے انکو بذات خود اسطرف بلاتا ہے اسی واسطے اکثر لوگ اس کا
کہنا مان لیتے ہین کیونکہ طبیعت مین مشاکلت قائم ہے اور بہت کم لوگ اسکا کہنا مانتے ہین جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے کیونکہ اس مین
نفس وطبیعت سے مفارقت ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نہایت لطیف تحقیق ہے جس سے ہدایت کے معنے حل ہوگئے چنانچہ اختلاف
علماے ظواہر مشہور ہے کہ ہدایت کے معنے مطلوب تک پہونچا دینا یا یہ معنے ہین کہ راہ راست دکھلانا و بتلانا۔ اور آیات سے استدلال
دونون طرف موجود ہین اور حق یہی ہے جو شیخ قرشی رحمہ نے کہا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف تو بقدرت الٰہیہ ہے اور یہ وصول تحقیق ہے
اور ہدایت بسبیل الٰہی رہنمائی ہے اور یہی اول اکثر لوگون کے فہم سے عالی ہین فاللہ تعالیٰ ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ واسطی
رحمہ اللہ نے کہا کہ بصیرت عمل قلبی ہے اور لوگ اس سے مفلس ہین اور لوگون کی بصیرت کی حقیقت یہ ہے کہ کسی شے کو مشاہدہ کرین وہو قولہ
ادعوا الی اللہ علی بصیرۃ۔ کیونکہ صحت بصیرت بقوت الٰہیہ ہے اور وہ نور ہے اعلیٰ ہے اور نور مومن کو بھی حاصل ہوتا ہے اور بصیرت ٹھیک نہین
ہوتی جب تک کہ ظلمات امواج نفس وخطرات سے نجات ہوکر خود مالک نفس نہو جاوے اور جب تک نفس کی ملکیت مین ہے اور خطرات وشواہد کا
کچھ اثر اسپر پڑتا ہے تب تک اس کی بصیرت واہیہ ہے۔ بعض نے کہا کہ دعوت حق از بصیرت ہوتی ہے اور نفاق پیدا ہونا ضعف وتاریکی ہے
اور کہا کہ بصیرت لباس ارواح ہے اس سے ہم کو کچھ نصیب نہین ہے۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ بصیرت اتباع ہو کمال ہے لیکن اس امر کا کچھ
داعی کو ہدایت سے کچھ بھی حصہ نہین ہے اور کہا کہ اتباع اس طرح کہ اپنے آپ کو مع سکون وحرکات وافعال وارواح حضرت داعی صلی اللہ
علیہ وسلم کو سپرد وسونپ دیا۔ قولہ وسبحان اللہ حق عز وجل منزہ ہے کہ کوئی شخص بدون اس کے راہ پاوے اس کی جانب۔ وما انا
من المشرکین۔ دعوت نہین کرتا اپنے نفس کے لیے حق عز وجل کے ساتھ کسی چیز کا بلکہ سب اسی کا ہے جیسا کہ سب اسی کا ہے۔ ابن عطا رحمہ نے کہا
کہ طمع وشہوات سے تاریکی اندھا کردیتی ہے لہذا بصیرت پر غلاف ہوتا ہے اور جب بصیرت ہوتی ہے تو علوم وشہود سب کو علانیہ دیکھ لیا
آیا تو نہین جانتا کہ بصیرت کسی شخص کی نہین ہوتی جب تک کہ وہ رقیت مین رہے اور جب تک کہ خواہش واغراض کا اثر ہو اثر نہ ہو تب تک
اسکی بصیرت واہی ہے اور جبکہ بصیرت ٹھیک ہوجاتی ہے وہ شخص ہر آفت سے سالم رہا تا ہے ابن عطا رحمہ نے کہا کہ بصیرت اور سکینت
مین فرق یہ ہے کہ بصیرت تو مکشوف ہوتی ہے اور سکینت مستور ہوتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ بصیرت یہ ہے کہ آفتاب معرفت تابان ہو پس اس مین عقل کے
انوار مندرج ہوجاوین۔ اقول یعنے عقل کے انوار سے اول معرفت مین قدم تھا اور اب معرفت کے آفتاب کے سامنے عقل کے انوار نظر سے غائب
ہوگئے اور یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ مرد عارف مقام حیرت مین عقل سے بالاتر ہے باوجودیکہ اہل عقل اس سے محجوب ہین اور یہ قول کہ حق تعالیٰ
نے جابجا عقل وعقلا کی ضمنی تعریف فرمائی ہے تو مراد عقل سے نورانی جوہر ہے جو سبب ہدایت خود معرفت خالق عز وجل کو تھا اور یہ ابتدائی تعلیم
ہے اور انتہائی درجہ کی طرف صعود نہین فقط اور دکھا رہین شیخ رحمہ نے کہا کہ بصیرت پاس اس مقام ہے ایسا دقیقہ ہے جو کامل اولیا کے کلام سے
مشابہ ہے اور یہ نسبت اول کے دقیق ہے یعنے کہ ہدایت ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ طریقہ ہے کہ تم نہ دیکھتے ہو جو اُس نے نازل کی ہے بصیرت

لیے پسند فرمایا ہے کہ اول شریعت ہے پھر طریقت ہے پھر حقیقت ہے پھر حقیقۃ الحقیقۃ ہے وہی بصیرت ہے اور یہ بصیرت اشراق خیال قدم واسطے چشم روح کے ہے جو مرتبہ اطمینان ہے فی اللہ و للہ و باللہ ہے جو نفس عدم سے انوار قدم میں آئی و لیکن اس کو انوار کبریا میں تا ابد سکون نہیں ہے پس موضع بصیرت ادراک نظر روح مذکور ہے اور موضع ادراک چشم روح ہے اور یہ بصیرت نور کشف صفات حق ہے جو ابدیت سے متزائد ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ مضمحل ہو کر سطوات حق عز وجل غالب آتے ہیں حتی کہ یہ آنکھ اس نور میں مطموس ہو جاتی ہے پس وہاں صرف نور حق باقی ہوتا ہے اور کیونکر ظہور قدم میں حدوث کو بقا ہو سکتا ہے حالانکہ ابتدائے ظہور میں حدوث پاش پاش ہو جاتا ہے یعنی اللہ تعالے کے ساتھ میری یہ حالت ہے اور میں تمھیں ایسی حالت کی طرف نہیں بلاتا ہوں کیونکہ یہ بصیرت تو مضمحل بحق از حق ہے بلکہ تم کو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہوں تم اسکو نہیں پہچانتے ہو اور نہ چشم بصیرت سے دیکھتے ہو کیونکہ وہ بصائر و بصیرت سے ادراک نہیں ہو سکتا وہ پاک ہے و سبحان اللہ وما انا من المشرکین۔ وہ ہر کسی کے ادراک سے منزہ ہے اگرچہ نبی مرسل و فرشتہ مقرب ہو اور میں مشرک نہیں ہوں جو مشرکوں کی طرح ظنون باندھوں انتہی کلامہ۔ اوپر معلوم ہوا کہ قولہ افلم یسیروا فی الارض الآیہ میں مشرکین کو زمین میں سیر کرنے کا حکم دیا تاکہ سابقین کا انجام دیکھ کر عبرت حاصل کریں پس سابقین میں صرف منکر و مومن دو فریق ہیں جن میں سے اہل تقویٰ کا حال بیان کر دیا اور اہل کفر کی تصریح فرماتا ہے

حَتّٰىٓ اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا

یہاں تک کہ جب مایوس ہو گئے رسول لوگ اور گمان کیا کہ وے جھٹلائے گئے ہیں تو ان کو آگئی ہماری مدد تو بچا دیا گیا جس کو ہم نے چاہا اور نہیں

يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ

دور کیا جاتا ہمارا عذاب ایسی قوم پر سے جو گنہگار ہیں۔

اللہ تعالے اس آیت میں بیان فرماتا ہے کہ ہماری مدد اور نصرت انبیاء اور رسولوں پر نازل ہوتی ہے مگر اللہ تعالے کی طرف سے انتظار میں جب تنگ حال ہو پہنچ جاتا ہے اور زیادہ ضرورت سے محتاج ہوتے ہیں مگر ثابت قدم رہے تو ہماری نصرت نازل ہوئی جیسے دوسری آیت میں فرمایا کہ وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب الآیہ۔ ویسے ہی یہاں فرمایا حَتّٰٓی اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ حرف حتی غایت کا ہے جو محذوف ہے اور کلام سابق اسپر دلالت کرتا ہے یعنے امم سابقہ میں سے فریق مومنین و متقین کا تو وہ حال کہ دنیا و آخرت ان کے لیے بہتر ہوئی۔ والذین لم یومنوا فلم یعجلوا بالعذاب علی الفور حتی اذا استیأس الرسل۔ اور جو لوگ ایمان نہ لائے اور شرک و کفر پر اڑے رہے تو فوراً عذاب میں گرفتار نہیں کیے گئے بلکہ تاخیر دی گئی حتی کہ یعنے یہاں تک کہ جب ناامید ہو گئے ہمارے رسول وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا۔ اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ بیشک وے جھوٹے سمجھے گئے۔ یعنے مشرکین و کفار نہایت بیخوف و نڈر ہو کر مخالفت کرنے لگے اور پیغمبروں نے گمان کیا کہ یہ لوگ اب یہ جانتے ہیں کہ ہم نے جو انکو خوف دلایا تھا کہ نافرمانی و بداعمالی کرو گے جیسے تول میں ڈنڈی مارنا و مسافروں و پردیسیوں کی راہ مارنا تو تم پر عذاب آ دے گا تو ہم نے ان سے جھوٹ کہا تھا چند روز تک تو کچھ کھٹک رہی کہ شاید اس شخص نے سچ کہا ہو جو جادو وغیرہ سے اس کو معلوم ہوا ہو اور اب دن گذر گئے تو بیخوف ہو کر شرک و کفر کرنے لگے اور ہم کو جھوٹا سمجھا۔ جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا تو آگئی ہماری مدد ان کے پاس یعنے یہ لوگ مع مومنین کے کافروں کی ایذا و لعن طعن اور ہر طرح کی معیشت کی تکلیف و تنگی سے کافروں کے بیچ سے چھڑائے گئے اسطرح کہ کافروں پر عذاب آیا اور عجیب قدرت الٰہیہ کے ساتھ کہ عقول

متحیر ہوئیں یعنے اس خطہ پر نازل ہوا جس میں مومن و کافر سب تھے۔ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ پس نجات دیا گیا ہر وہ شخص جس کو ہم نے چاہا یعنے فقط وہ لوگ جو صدق دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور ان صفات کے ساتھ یقین کیا جو رسول نے وحی سے بتلائے تھے اگرچہ غفلت میں ان سے گناہ سرزد ہو گئے ہوں یا ہوتے ہوں مگر ایمان و یقین والا بہدایت و عنایت الٰہی سبحانہ تعالیٰ متنبہ ہو کر توبہ کرتا رہتا ہے۔ الحاصل نجات عذاب دنیا کا مدار ایمان پر ہے اور گناہوں سے تقویٰ ہونا شرط نہیں ہے اس کا حساب آخرت پر ہے پس قولہ فنجی من نشاء بمنزلہ فنجی من آمن صادقاً ہے اور شاید کہ مبہم اپنی مشیت پر رکھنے میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے کہ کون حقیقت میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور کون ایسا ہے کہ ظاہر میں اقرار کرتا ہے اور باطن میں منافق ہے تو عذاب کے وقت منافق بھی پکڑا گیا اور اگر دنیا میں عذاب نہ آتا تو منافق ظاہری اقرار کی برکت سے دنیا میں بچا رہتا گر مرتے ہی گرفتار ہو جاتا اور قیامت میں سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ڈالا جائیگا اللھم انی اعوذ بک من ان انافق بک واعوذ بک من الموت علی النفاق والکفر والشرک۔ اور دوسرا اشارہ یہ کہ اکثر لوگ ایمان کا دعوےٰ کرتے ہیں اور اپنے نزدیک انکو یقینی دعوےٰ ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ فی الحقیقت وے مشرک یا منافق ہوتے ہیں اور بیان اسکا مفصل اوپر گذر چکا۔ لہذا اپنے علم پر اسکو محول فرمایا کہ جسکو ہم نے چاہا وہ نجات دیا گیا۔ اور ظاہری حالت کے موافق نہیں معلوم ہو سکتا چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ قیامت کے روز میرے ساتھیوں میں سے ایک گروہ کو بائیں جانب یعنی دوزخ کو لے چلینگے پس میں عرض کرونگا کہ اے رب میرے یہ تو میرے ادنے درجہ والے صحابیوں میں ہیں حکم ہوگا کہ تو نہیں جانتا کہ انہوں نے تیرے پیچھے کیا کیا یعنی باطن میں مرتد و منافق ہو گئے اور یوں ہی واقع ہوا ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اکثر عرب مرتد ہو گئے اور بعد سخت قتال و جدال کے مسلمان ہوئے پس جو لوگ قبل حقیقی ایمان کے مر گئے ہوں یا ظاہر میں اسلام لائے تاکہ حضرت خلیفہ کے لشکر صحابہ رضی اللہ عنہم سے بچ جاویں پھر ہنوز تحقیقی ایمان نہ ہوا تھا کہ مر گئے تو یہ لوگ اس گروہ میں ہونگے۔ بالجملہ ظاہر میں معلوم نہ ہوا اور بصریح قولہ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ بعضے لوگ نفاق کے ایسے مشاق تھے کہ آنحضرت صلعم انکو نہ جانتے تھے صرف اللہ تعالیٰ جانتا تھا اور واضح ہو کہ بعضے علماء نے زعم کیا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاق نہیں رہا باستدلال ظاہر قول حضرت ام المومنین صدیقہ رضی کے کہ بعد آنحضرت صلعم کے نفاق نہیں ہے بلکہ مومن ہیں یا کافر ہیں۔ یہ زعم غلط ہے اور قول صدیقہ رضی اللہ عنہا کے معنے یہ ہیں کہ کسی کو منافق کہنا اس کے باطن کا حال بیان کرنا ہو اور یہ وحی سے آنحضرت صلعم فرماتے تھے پس اب کوئی نہیں بیان کر سکتا اور یہ مطلب نہیں ہے کہ اب کسی کے دل میں نفاق نہ ہوگا کیونکہ یہ تو قیامت تک جاری ہے۔ غرض میری یہ ہے کہ اس زمانہ میں علماء ربانی فقیہ بہت ہی کم ہیں اور عوام نے اپنے زعم پر جس کو چاہا عالم منتخب کر لیا اور خاندانی ورثہ قرار دیا پس ان کو نہ ایمان معلوم ہوا اور نہ صفات الٰہیہ سے جسپر اعتقاد کرنا چاہئے واقف ہوئے اور نہ وہ شرک سے بچے اور نہ ان کو کوئی فکر ہے ظاہر میں لا الٰہ الا اللہ کہنے کو ایمان سمجھ لیا ہے اور دل میں تصدیق و معرفت کچھ نہیں ہے تمام اعمال و افعال شرک سے بھرے ہیں اے رب ہمارے ہم کو ایمان عطا فرما وے اور اس نعمت کی قدر ہمارے دلوں میں تمام دنیا و جہان سب سے زیادہ کر دے اور ایمان پر ہم کو اپنی جان صدقہ کر دینا تاکہ تجھ سے شرک نہو اگرچہ ہم مریں یا مارے جاویں ہم پر یقین آسان فرما وے اور اپنے فضل سے عافیت کے ساتھ ہمارا خاتمہ ایمان پر بخیر کر دے انت ارحم الراحمین وانت الہادی انت علی کل شیء قدیر اب معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے بطور ابہام فرمایا کہ عذاب آیا نہ پس نجات دیا گیا وہ جسکو ہم نے چاہا پس معلوم ہو گیا کہ جسکو نہ چاہا وہ نہ چھوٹا

لہذا فرمایا۔ وَلَا یُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔ عذابنا۔ اور دفع نہیں کیا جاتا ہے ہمارا عذاب ایسی قوم سے جو مجرم ہیں
مجرم سے مراد یہاں ایمان کے علاوہ ہر چیز ہے خواہ کفر ہو یا نفاق یا شرک۔ اور کافر و منافق بھی مشرک ہوتے ہیں اسی واسطے مجرمین
کی تفسیر میں علماء نے کہا کہ مراد مشرکین ہیں۔ پھر اگر کہا جاوے کہ مجرم تو ہر گنہگار کو کہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہاں عذاب آنا ایمان سے
انکار و اصرار پر ہوا تو معلوم ہوا کہ جو ایمان دار نہیں وہ مجرم مراد ہے اور وہ مشرک ہوتا ہے اور میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ اعمال
فرائض نماز روزہ وغیرہ یا دیگر گناہ جو ایمان والے سے سرزد ہوں مگر ہرگز وہ شرک و کفر کا کوئی فعل نہ کرے جیسے چیچک میں مائی دیبی
وغیرہ یا کسی کے بھروسے پر رزق سمجھنا وغیرہ یا ٹوٹکا و نجوم و رمل وغیرہ یا قبروں و بزرگوں سے حاجات مانگنا وغیرہ یا بزرگوں میں سے کسی
کی نماز مقرر کرنا جیسے بغداد کی طرف منہ کر کے صلوٰۃ غوثیہ وغیرہ یا جو اقسام اوپر مذکور ہوئے ہیں تو ان گناہوں سے وہ ایمان سے خارج
نہ ہوگا اور یہ بات وہ خود دیکھے کہ فوراً متنبہ ہو کر توبہ و استغفار کرتا ہے یا نہیں پس اگر وہ کبیرہ پر اصرار کرتا ہے یعنی متنبہ ہو کر نادم و
خائف و شرمندہ نہیں ہوتا اور ہٹ کیے ہے تو علماء نے کہا کہ کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر و شرک ہے۔ اس زمانہ میں تو رشوت و خیانت
و سود اور شراب خواری پر اصرار اور دلی محبت ہر کفر کی باتوں و آرائش سے اور بکثرت بداعتقادی امور شرع سے اور اکثر بزرگان دین و
علماء سے سالقین و مجتہدین پر لعن و طعن و اس پر اصرار ہے حتیٰ کہ فقیروں کو اگر دن کو ناجائز حرام طریقہ پر کمانے کے اصرار ہے اور
نہایت شدت سے فاحشہ عورتوں کے ساتھ ہر مجمع میں جیسے کہ بزرگ بندوں کے مزارات پر رقص و سرود کی شرکت میں اصرار اور
اُن کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ کرنے میں پوری موالات و مودت سے اصرار اور ایسے انتہا امور جن کا ذکر دشوار ہے سب پر علانیہ اصرار سے
یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دار الکفر ہے اللھم لا الٰہ الا انت تفعل ما تشاء و تحکم ما ترید ربی توفنی مومنا اذا توفیتنی وانت علی کل شیء قدیر۔ اب میں تفسیر
کی طرف رجوع کرتا ہوں جب کلام پاک کے معنے و اُس کے فوائد سمجھ میں آگئے تو اختلاف قراءۃ و دیگر فوائد ذکر ہونا چاہئیے۔ پس قولہ
حتی اذا استیأس الرسل۔ بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ اس میں مشرکین وغیرہ کو تہدید ہے کہ شرک و کفر کے ساتھ بے خبر عذاب
میں گرفتار ہونے کے پیچھے رہنے سے مغرور نہ ہوں اور غور و عبرت سے دیکھیں کہ اگلی قوموں کو بھی مہلت دی گئی تھی یہاں تک کہ
رسول لوگ نا امید ہو گئے کہ شاید ان کافروں پر دنیا میں ہم کو نصرت نہ دیجاوے کیونکہ باوجود شدت کفر و ایذا کے وے لوگ اسطرح
ناز و نعمت و ثروت میں تھے بلکہ اور زیادہ انپر مال و متاع کا دروازہ کھولدیا گیا تھا۔ یا اس بات سے نا امید ہو گئے کہ یہ لوگ جو اسقدر
عیش و عشرت دنیاوی میں کمال رغبت سے منہمک ہیں اور سخت اصرار کے ساتھ شرک و کفر پر قائم اور روز بروز مال و متاع میں ترقی
ہے یہ کسی طرح ایمان نہ لاویں گے۔ قولہ ظنوا انہم قد کذبوا۔ سراج میں ہے کہ شیخ حمزہ و عاصم و کسائی کے قراءۃ میں بضم اول
و کسر ذال منقوطہ بدون تشدید ہے اور باقیوں کی قراءۃ میں بتشدید ذال منقوطہ ہے اور مترجم بنا ہے کہ ظنوا اس مقام پر پایا تو معنے
الظنوا یہ ہیں یعنی یقین کیا رسولوں نے کیونکہ ظن کا لفظ یقین کے مقام پر فصاحت عرب میں بہت مستعمل ہے اور اس کی مواقع و توجیہات
کا محل کتب بلاغت ہے۔ تفسیر اگرچہ کشاف وغیرہ کے پاس صرف ظن ہی مبلغ ہے اور یا یعنے ظن ہے یعنی گمان غالب اور بیضاوی
کی تفسیر میں معنوی احتمالات مذکور ہیں ان کے ترجمہ میں ظن کے ہر موقع کے معنے ذکر کرتا ہوں پس قولہ ظنوا انہم قد کذبوا ای کذبتھم انفسھم
حین حدثتھم بانھم ینصرون اقول بنا بر قراءۃ تخفیف اور معنے یہ کہ رسولوں نے گمان کیا کہ انکے نفس نے ان سے جھوٹ کہا جب انسے بیان کیا کہ تم
نصرت و مدد دیے جاؤ گے۔ یعنی انکے نفس نے دل ہی دل میں جو اٹکل لگائی کہ تم کو اس سرکار کافروں پر نصرت ہوگی تو یہ نفس نے جھوٹ کہا

خطرہ دیا کیونکہ نہایت تاخیر ہوئی اور کفار بہ نسبت سابق کے بھی زیادہ عیش مین ہین۔ یہ توجیہ اسوقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وحی سے انکو یہ وعدہ نہ دیا ہو کہ آخر تم کو نصرت ہوگی۔ پھر لکھا کہ یا یہ معنے ہین کہ انھون نے یقین کیا کہ قوم نے اُن سے جھوٹ وعدہ دیا تھا کہ ہم ایمان لے آوینگے۔ اقول یعنے ان کے اصرار سے یقین کر گئے کہ انھون نے ہم سے جھوٹ کہا تھا اور صورت یہ کہ مثلاً قریش کی طرح اموال دنیاوی مانگے اور معجزات دیکھے مگر بعد کو اصرار کر گئے تو رسولون کو وحی سے یقین ہو گیا یا ظن اپنے معنے پر ہو یعنے قرینہ سے غالب گمان کیا کہ یہ جھوٹ وعدہ کرتے تھے۔ اور لکھا کہ بعض کے قول مین دونون کی ضمیر قوم کی طرف ہے یعنے قوم والون نے یقین یا گمان غالب کر لیا و مطمئن ہو گئے کہ رسولون نے جو ہم کو عذاب سے وعید کی تھی وہ جھوٹ بولے تھے کیونکہ اسقدر مدت سے اموال و دولت کی ترقی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور کچھ عذاب نہین آتا بعض کے قول مین اول قوم کی طرف اور دوم رسولون کی طرف یعنے قوم نے گمان کیا کہ رسولون کو جھٹلایا گیا کہ تمکو نصرت ہوگی اور لکھا کہ ابن عباس رضہ سے روایت کیا گیا کہ رسولون نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جو انکو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ شاید خلاف کیا گیا۔ اور لکھا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو گمان کرنے سے مراد وہ خطرات ہین جو مثل حدیث نفس سے قلب پر طاری ہو جاتے ہین بطریق وسوسہ کے۔ اقول یعنی فعل اختیاری کے طور پر یہ بات گمان مین نہین لائے بلکہ بطور خطرات نفس کے اُنکے گمان مین یہ خطرہ نفسانی آگیا جسکو اسی وقت انھون نے دفع کیا ہوگا کیونکہ مومن کی شناخت و شان جب یہ بیان ہوئی ہے تو پیغمبر کی شان اعلیٰ مین ضرور یہی ہوگا۔ ایک یہ تاویل بیان کی اور دوسری تاویل یہ لکھی کہ شاید قول ابن عباس رضہ سے یہ مراد ہو کہ کافرون پر نصرت مین تاخیر و مہلت اسقدر ہوئی کہ گویا وعدہ نصرت مین خلاف کیا گیا پس یہ بطریق تمثیل کے مبالغہ تاخیر کا ہے یعنے تاخیر اتنی زیادہ تھی کہ مبالغہ کے طور پر یہ کہا جاوے کہ انھون نے وعدہ نصرت مین خلاف ہونے کا گمان کیا۔ اقول اس مین کلام آگے آویگا۔ اور یہ سب کوفیون کی قراءۃ کذبوا بتخفیف پر تھا اور دوسری قراءۃ بالتشدید پر لکھا کہ رسولون نے گمان یا یقین کیا کسی دلیل سے کہ قوم کافر نے ان کو جھوٹا سمجھا اس وعیدین جو ہم نے عذاب نازل ہونے کی اُن کو دی تھی۔ اور لکھا کہ شاذ قراءۃ مین کذبوا بتخفیف و تخفیف ذال بصیغہ معروف آیا تو معنے ظاہر ہین کہ رسولون نے گمان کیا کہ ہم نے جو کافرون کو عذاب کا وعدہ دیا تھا شاید ہم نے اُن سے جھوٹ کہا۔ اقول یہ معنے اور یہ قراءۃ جسکو ظاہر سمجھا جاوے محل اعتراض ہے اس لیے کہ وعدہ عذاب دنیاوی بطریق وحی ہونا لازم ہے پس وعدہ مین کذب کا گمان خلاف ہے الا آنکہ یہ کہا جاوے کہ نفس نے خطرہ دیا کہ شاید ہم سے کچھ سہو ہوا اگرچہ پیغمبر معصوم ہوتے ہین۔ اور بعض دوسرون نے ذکر کیا کہ یہ قراءۃ مجاہد و حمید رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اور قراءۃ کذبوا بتشدید پر سراج وغیرہ مین کہا کہ رسولون نے یقین کیا کہ انکو انکی قوم نے جھٹلایا وہ اسطرح کا جھٹلانا کہ بعد کو ایمان کی امید باقی نہ رہی اقول ظنوا کو یقین کے معنے مین لینے کے بعد اسکی کچھ حاجت نہین ہے کیونکہ رسولون کا یقین کرنا اپنی رائے یا قرینہ سے شرک ہوگا بلکہ دلیل سے اور وہ وحی الٰہی ہے تو جب وحی سے انکو معلوم ہوا کہ یہ قوم تمکو جھٹلاوینگے کبھی نہ مانینگے تو اب خود یہی قید مذکور ثابت ہوگئی فافہم۔ اور تفسیر حافظ ابن کثیر وغیرہ مین ہے کہ عروۃ بن الزبیر نے اپنی خالہ حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسطرح روایت کی کہ مین نے قولہ تعالیٰ حتیٰ اذا استیأس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا کو پوچھا کہ کذبوا بتشدید ذال مقروء ہے یا کذبوا بتخفیف ذال مقروء ہے تو فرمایا کہ کذبوا یعنی بتشدید ہے مین نے کہا کہ پھر تو رسولون کو تو یقین تھا کہ قوم نے انکی تکذیب کی تو یہ ان ظن کیا ہوا پس فرمایا کہ ہان قسم ہے کہ انھون نے یقین کیا تھا کہ قوم نے انکو جھٹلایا ہے پھر مین نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کذبوا بتخفیف ہے فرمایا کہ معاذ اللہ رسولون کی یہ شان نہ تھی کہ اپنے رب کے ساتھ ایسا گمان کرتے تو مین نے پوچھا کہ پھر اس آیت کے معنے کیا ہین تو فرمایا کہ یہ رسولون کی

پیروی کرنے والون کی طرف سے ہے جو رسولون پر ایمان لائے اور تصدیق کی مگر کافرون کی طرف سے انکو اذیت پہونچی اور انکو نصرت کا وعدہ دیا گیا مگر زمانہ بہت دراز گذر اور برابر انپر اذیت رہی اور نصرت الٰہی کے آنے مین تاخیر ہوئی حتیٰ اذا استیأس الرسل یہانتک کہ جب مرسلین ناامید ہوگئے اُن لوگون کی طرف سے جنھون نے ان کی قوم مین سے کفر اختیار کیا تھا یعنی وہ ایمان لاوینگے۔ وظنوا انہم قد کذبوا۔ اور گمان کیا رسولون نے کہ جو لوگ انپر ایمان لائے تھے انھون نے ہم کو نصرت الٰہی حاصل ہونے مین جھٹلایا یعنے اتباع کے دل مین یہ خیال ہے کہ ہمارے پیشوا پیغمبر نے ہم سے جھوٹ وعدہ کردیا تھا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پہونچیگی اور تحقیق انجام کار بلند رہوگے، جاءھم نصرنا تو اسوقت مین انکے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد پہونچیگی رواہ البخاری مترجم کہتا ہے کہ یہ تاویل سب سے بہتر ہے مگر تخفیف قراءۃ کی صورت مین حضرت صدیقہ انکار فرماتی ہین اور میرے زعم مین تخفیف کی صورت مین بھی یہ تاویل درست ہوسکتی ہے اگرچہ کسی قدر تکلف ہو وہ اس طرح کہ کذبوا بتخفیف از جانب حق تعالیٰ کے گریہ مراد نہ تھی کہ نصرت الٰہی پہونچنے کے وعدہ مین خلاف ہوا بلکہ باین طور کہ تاخیر نصرت سے اتباع نے ان کی تکذیب کی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکذوب ہوئے فافہم اور ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ انھون نے کذبوا تخفیف پڑھا اور کہا کہ رسولون کے دل مین بشریت کا خیال آگیا کہ وعدہ خلاف کیا گیا اور وے لوگ آخر بشر تھے اور دوسری آیت سے استدلال کیا یعنے قولہ تعالیٰ حتی یقول الرسول والذین آمنوا معہ متی نصر اللہ الآیہ یعنے کہنے لگا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے کہ کب آویگی نصرت الٰہی مترجم کہتا ہے کہ اس آیت کے مثل وہان بھی تاخیر کے مبالغہ کو بطور تمثیل کے مکذوب وخلاف وعدہ کیا گیا۔ اور عروہ رح نے ام المومنین سے اس کو ذکر کیا تو آپ نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ واللہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے کسی اپنے رسول سے وعدہ فرمایا وہ یقین کر گیا کہ یہ میری موت سے پہلے ضرور ہوگا ولیکن رسولون پر برابر بلاء موکل ہوتی ہے یہان تک کہ انھون نے گمان کیا کہ اُن کے ساتھ جو مومنین ہین انھون نے بھی اُن کو جھٹلایا ہے۔ اقول مواقع امتحان و ابتلا مین سے بیشک عظیم موقع ہے اور نزول نصرت کا وقت عجیب خوب ہے کہ آخر وقت تک کفار کو مہلت دی گئی اور جب کفار اعدا کی رعایت سے اولیاء اللہ مومنین کے حق مین وہ ضرر لاحق ہوا جس سے ان کی ولایت وایمان سلب ہوجاوے تو اعداء رد اولیاء ہین سے اولیاء کی رعایت مقدم فرمائی اور اعداء کو ہلاک کردیا سبحان اللہ ولا الٰہ الا اللہ۔ اور حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کذبوا تخفیف پڑھا کمار واہ ابن مردویہ من طریق عکرمہ عن عائشۃ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ انھون نے کذبوا تخفیف پڑھا اور معنے یہ بیان کئے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اپنی قوم کے کافرون سے مایوس ہوگئے کہ وہ ایمان نہ لاوینگے اور اُن کی قوم کے کفار نے انکی نسبت یقین کرلیا کہ رسولون نے جو ہم سے عذاب کے خوفناک وعدے کئے تھے وہ سب جھوٹے تھے تو فوراً عذاب الٰہی کافرون پر واسطے مدد رسولون کے نازل ہوا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی قراءۃ تخفیف اور یہی معنی مروی ہین اور یہ بھی ابن مسعود رضہ سے روایت ہوکہ مین نے آنحضرت صلعم سے سورہ یوسف مین کذبوا تخفیف حفظ کیا ہے۔ اقول تخفیف قراءۃ کی صورت مین یہی معنے سب سے بہتر ہین۔ اور واضح ہو کہ جب کوئی قوم شدت سے کفر پر اصرار اور انبیاء و اہل توحید کو اذیت دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی حکمت مین سے دیکھا گیا کہ انپر رزق و مال و اولاد کی فراخی زیادہ ہوجاتی ہے اور یہ سابقہ ہیں مقدمات مین منصوص ہے کہ انکو کفر و اصرار پر وسعت زیادہ دیدی گئی اور جس دنیا کے پیچھے انھون نے خالق عزوجل سے کفر کیا اور نیک بندون کو اذیت دی وہ انکو خوب مل گئی پھر وے اس حد تک پہونچے کہ رسولون کو وعدہ عذاب مین بھی جھوٹا بتلانے لگے تب عذاب آگیا پس رحمت الٰہیہ عزوجل کو کیا قیاس کرسکتا ہے کہ کافرون نے اس سے کفر کیا اور

دنیاے فانی کو شیطان کا بندہ ہو کر چاہا اور رسولون نے رضاے حق تعالےٰ کو طلب کیا تو کافرون سے انہی سے اذیت اُٹھائی اور برخلاف
کافرون کے مال و متاع مین تنگی پائی کیونکہ فراخی دنیا اسی قوم کو دیدی گئی جن کے واسطے دنیا ہے پھر جب کافرون نے اس عذاب
کو جو بصورت مال و متاع دنیا ہے عذاب نہ جانا اور دوسرے سخت عذاب کے واسطے دلیری و جرأت کی جیسے کفار مکہ نے دلیری کی
تھی کہ وہ عذاب ہم پر لاؤ کہان ہے تو رحمت الٰہی نے اولیاء کو نصرت دی اور یہ مستلزم ہے کہ کفار اعداء ہلاک کیے جاوین پس بدبخت
اپنے ہاتھون ہلاک ہوئے اور عذاب انپر دائمی ہو گیا۔ اور حدیث سے ثابت ہے کہ جن کافرون پر دنیا مین یہ عذاب آیا وے بہ نسبت اور
کافرون کے زیادہ غضب مین ہین اور فرمایا کہ وہ امت مرحومہ ہے جبکا پیغمبر اس کے ساتھ اُٹھ گیا اور وہ اچھے نہین جو پیغمبر کے سامنے
ہلاک کر دیے گئے۔ اور حاصل اس آیت کا علاوہ معارف و علوم کے یہ سخت تہدید کفار عرب کو ہے کہ اگر تمپر جلد عذاب نہ آیا تو نڈر ہو کر
نہ چلو کیونکہ تم سے سابق اُمتون مین ایسی مایوسی کے وقت تک تاخیر کی گئی ہے پھر آخر کو ہلاک کیے گیے چنانچہ زمین مین پھرو اور عبرت کی
نظر سے دیکھو تو تم کو دنیا کی بیقدری و فنا ہونا بھی متحقق ہو۔ قولہ فنجی من نشاء سراج مین لایا کہ ابن عامر و عاصم کی قراءۃ مین نجی بضم اول
وجیم مشدد مکسور و یاے مفتوحہ ہے اقول یہی حفص کی قراءت اس دیار مین معروف ہے اور لکھا کہ باقیون کی قراءۃ ننجی بصیغہ جمع متکلم یعنے نون
اول مضموم اور نون دوم مفتوح و جیم مشدد مکسور و یاے ساکن اور معنے یہ ہم نجات دیتے ہین۔ اور لفظ باس کے چند معنے آئے ہین از انجملہ
لڑائی و خوف و فقر و عذاب و مرض وغیرہ۔ اور یہان مراد عذاب ہے اللھم انی اعوذ بک من الباس فی الدارین قولہ تعالےٰ حتی اذا استیأس
الرسل۔ اس مین اشارہ ہے دلالت ہے کہ اہل عنایت از انبیاء و مرسلین و اولیاء و محبین کے ساتھ مشیت قدیمہ و سنت مستقیمہ یون جاری ہے
کہ قید خانہ امتحان مین کشف غیب کے اس حد تک منتظر ہون کہ کلیجہ منہ کو آجاوے اور کشف جلال و عزت کبریاء و استغنار کا ظہور یہانتک
طاری ہو کہ اسکی عزت و کبریائی کے سامنے اپنے آپ کو ہیچ و نابود کہین اور خوف سے کشف استغنار کے سامنے انپر مایوسی طاری ہو جاوے
اگر چہ ظہور رحمت و جمال قدم کے آگے انکا اوقات انبساط بھی ایسے ہین کہ عوام اگر قریب ہون تو ہلاک ہو جاوین پس یہان بیان ظہور استغنار و
کبریاء کا ہے جسکے سامنے تمام مخلوقات دوجہان کا عدم و وجود برابر ہے چاہے تو صد ہزار بار لمحہ میں پیدا و فنا کر دے اور اسکی مملکت کبریائی مین کچھ
ذرہ بھی کم نہو پس اس کشف و بصیرت سے انکے قلوب فنا در اسرار مضمحل ہو کر عقول فنا ہو گئین اور اجسام پر حیرت طاری ہوئی جسکو یاس سے
تعبیر کیا گیا ہے و قولہ ظنوا انھم قد کذبوا بتشدید ذال منقوط ظہور کمال عظمت کبریائی و استغنار سے مضمحل ہو گئی تا کہ تاریکی التباس و غبار وسواس
کہ دہان وغیرہ کا حجاب بکمال قدرت و مشیت کے آگے طاری نہو اور وسواس کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔ قال المترجم یہ عارف واقعی
ہین اور فرقہ معتزلہ وغیرہ عجیب جاہل ہین جو فی الواقع دین توحید کے بدنام کرنے والے ہین اور مشرک باطنی ہین حتی کہ زعم کیا کہ حق تعالےٰ
عزوجل پر بھی کچھ احکام فرض ہین جیسے بندون کے لیے اصلح وغیرہ اور یہ جہالت عجیب شنیع ہے اور یہ قوم عجب جاہل مشرک ہے اللھم غفرانک ان
نقول فیک ما لا یلیق بجلال عزتک و کمال قدرتک انت الفعال لما تشاء و تحکم ما ترید لک الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین شیخ نے لکھا
کہ انبیاء و رسل کو غیرون پر خوف تھا نہ اپنی ذات پر کہ وے ہلاک ہو جاوین کیونکہ خود تو اصرار سے شاہد بہ نعمت سرمدیت مین تھے اور یہ
معنے ہین کہ انتظار و اضطراب شوق بوضوح انوار کے اور یہ معنے نہین کہ انکو شک ہوا کہ ولایت و نبوت و رسالت مین سبقت عنایت الناس کے
ساتھ ہے کیونکہ یہ ہو نہین سکتا ہے اقول معانی حقیقیہ بلا ریب صحیح ہوتے ہین مگر عوام تنگی نظر اجسام سے تجاوز نہین کرتی ہے اکثر اہل تعلیم و علماء
ربانیہ کو بہت مشکل و دقت ہوتی ہے کہ کسطرح انکو سمجھا دیا جاوے اور اگر کاش وے لوگ استقامت سے عبودیت پر قائم رہتے اور کسی جانب

اپنی ناقص عقول کو نہ دوڑاتے بعد اس یقین کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رسول صادق امین خاتم المرسلین ہین جو فرمایا وہ سب صحیح ہے تو عنقریب فضل الٰہی اُنکے حال کو رحمت مین غرق فرماتا جس سے تمام معاند و مشکلات اسوقت فقہ و علم کے ساتھ انکو منکشف ہوتے جنکے انکشاف کے لیے ابھی نہ وقت اپنے نفس غالب ہوا دہوس کے میل کچیل مین آلودہ حالت مین عقل مضمحل سے چاہتے ہین اور نہین سمجھ سکتے ہین شیخ نے لکھا کہ ایک قراءۃ مین کذبوا تخفیف ہے یعنی کبریاء و عزت کے سامنے تمام خلق کا وجود و عدم مع اپنے برابر سمجھے حتی کہ کفر و اسلام مین اسکی مشیت اصلی و ذاتی کی پسندیدگی اس کی رضامندی قدیمہ پر رہے اور خود غرق ازلیت و دوام کبریاء و عظمت ہو کر غائب ہوگئے پس نظر فنا سے مراتب نزول مین اپنے آپ کو نہ دیکھا اور یہ غیبت امتحان ابتلاء خواص عباد ہے تاکہ آداب مخلوق و خالق اس دار محنت مین متوالی ہون یہین سے کہا جاتا ہے کہ اہل ارادت پر احوال سے کچھ کشف نہین ہوتا مگر اسوقت کہ یہ لوگ مایوس ہو جاوین اور صریح دلیل بطریق اشارہ اسپر قولہ ہو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ الآیہ ہے پس جیسے نزول باران رحمت طالبان غذائے جسم کی زمین خاکی پر بعد مایوسی ہوتا ہے ایسے ہی نزول باران رحمت خاصہ طالبان غذائے روح کی زمین قلبی پر بعد یاس ہوتا ہے اور یہ رحمت تمام اعضاء مین پھیلتی ہے پھر حق تعالیٰ نے قرآن پاک کے قصص کا عبرت ہونا اور بلا معارضہ اُن کا سچ ہونا اور آخر مین مومنین کے لیے رحمت ہونا بیان فرمایا بقولہ۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ

بیشک ہے ان لوگون کے حالات بیان کرنے مین عبرت ان لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین وہ نہین ہے ایسی بات جو افترا بنالی گئی ہو

وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً

ولیکن وہ سچا بتاتا ہے اس کتاب کا جو اس سے پہلے موجود ہے اور تفصیل ہے ہر ایک بات کی اور سیدھی راہ کی ہدایت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے ع ۱۲

لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝

ایسی قوم کیواسطے جو ایمان لاتے و مانتے ہین

لَقَدْ كَانَ لام تاکید قسمی ہے جو منکرون پر تشدید کی گئی یعنی ضرور بلا شبہ موجود ہے فِي قَصَصِهِمْ ان لوگون کے قصہ مین مراد قصہ سے افسانہ و حکایات نہین ہین بلکہ واقعات کا بیان جسطرح پر کہ سلسلہ وار واقع ہوا اور عرب بولتے ہین کہ قصصت اثرہ مین اسکے قدم بقدم چلا پھر بیان واقعات ترتیب وار کو قصہ کہا گیا اور جھوٹے قصہ جو اس زمانہ مین شائع ہین اگر صریح اظہار کر دیا گیا کہ یہ خیالی بندش ہے تو دیکھا جاوے کہ اگر شائستہ الفاظ مین اور شائستہ طریقہ سے جن مین حرام و مکروہ و مفسدات و فحش وغیرہ کا میل نہو اور غرض اسکی نصیحت و پند ہو تو جائز ہے اور اگر یہ غرض نہو بلکہ دل بہلاؤ ہو تو اُن لوگون کے واسطے ہے جو آخرت سے غافل صرف نفس و تن پروری کرتے ہین اور اہل ایمان و آخرت کے حق مین غفلت و بیکار تضییع اوقات ولہو کے حکم مین ہے اور اگر فحش کا میل ہو تو قطعاً حرام ہین۔ اور قرآن پاک مین جہان قصہ مذکور ہے اس سے سچے واقعات مراد ہین اور غرض اُس سے نصیحت کاملہ ہے چنانچہ فرمایا کہ بیشک ان لوگون کے قصون مین عِبْرَةٌ عبرت ہے یعنی کسی دوسرے کے واقعات و افعال و حرکات اور اُن کا انجام دیکھکر اپنی ذات کے لیے نیک چال چلن کا نتیجہ نکالنا تاکہ خود بد انجام سے محفوظ رہے اور نیک انجام والون کے مانند اپنا انجام بہتر ہو مگر یہ عبرت ہر ایک جاہل بیوقوف کے لیے نہین کیونکہ وہ موت آنا یقینی دیکھ کر بھی کچھ خیال نہین کرتا اور سچے دوست ناصح کی بات جو اس کی خواہش کے خلاف ہو نہین سنتا بلکہ اسکا دشمن بنجاتا ہے اور جو دوسرا مانتا ہو تو اسکو بھی بُرا جانکر دشمنی مین شریک کرتا ہے اور یہ نہین دیکھتا کہ میری خواہش خود میری جان کی دشمن ہے کیونکر دیکھے کہ وہ بیچارہ نفس امارہ و شیطان کے قبضہ

وسواس میں مجبور ہو رہا ہے اسکو یہ ترغیب نہیں کہ اپنے نفس کو دبا کر شیطان کے واہی خیالات دماغ سے دور کرے اور دیکھے کہ یہی نصیحت
میں کہانتک خوبیاں بھری ہیں اسی واسطے بچوں کو مجبور کر کے ان کی نفسانی خواہش سے روکتے ہیں اور عقل بات ہوئی کا ایک اچھے
خیال میں نہیں آتی ہے اُس کو آہستہ نرم طریقہ سے اُن کو سمجھاتے ہیں حالانکہ رہے دنیا کو آنکھوں دیکھ رہے ہیں تو آخرت کے مالک کے
سامنے ہم لوگ بچہ سے زیادہ بیوقوف ہیں کہ بدبخت نہ بچہ وہ ہے جسکو ہر چند کر کے سمجھایا جاوے اور سچ سنایا جاوے کہ فلان
خاندان کے لڑکے نے ایسے افعال ناکارہ اختیار کیے تھے اور ایسے شہوات ہوا و ہوس میں پڑ گیا تھا آخر مرتے گیا اور بڑی بڑی تکلیفوں سے
زندگی بسر کرنے لگا تو اس راہ کو چھوڑ دے اور دیکھ کہ فلان مفلس محتاج ذلیل نے اپنے معلم کی خدمت گزاری کی اور سب نصیحت سُنی
اور یقین کر کے اسپر عمل کیا تو کیسی عیش و آرام و اقبال سے بسر کرنے لگا اور زندگی بہت عیش سے گزاری لیکن بدبخت لڑکے نے نہ سُنا اور
نیک بخت ہر چیز سے عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے اسی طرح جس آدمی نے اگلوں کے واقعات نہ سُنے اور نہ انپر یقین کیا اگرچہ لوگ سنائے گئے انکو
کچھ عبرت نہ ہوئی وہ جاہل و احمق ہے اسکو ان قصوں سے کچھ فائدہ نہ ہوا لیکن عبرت جو ان حالات میں ہے وہ بدبخت لوگوں کے لیے نہیں ہے بلکہ
ان قصوں میں عبرت ہے "لِّأُولِي الْأَلْبَابِ" واسطے صاحبان عقول کے یعنی نیک بخت جو شفیق ناصح و معلم پاکیزہ علام کی بات مانکر اسپر عمل کر کے
اپنے آپ کو آراستہ و پیراستہ کرتے ہیں اور نفس کی خراب خواہشوں کو روک کے عقل کو رونق دیتے ہیں تو عقل والے وہ دانشمند و فقیہ و عالم کہلاتے ہیں
پس اگلوں کے صریح واقعات میں نصیحت و عبرت ان لوگوں کے لیے ہے جو نفس امارہ کو دبا کر عقل والے ہیں۔ واضح ہو کہ مفسرین نے قوله تعالى قصصهم
کی ضمیر میں دو قول لکھے ہیں ایک یہ کہ ضمیر حضرت یوسف علیہ السلام و انکے بھائیوں وغیرہ کی طرف ہے اور دوم یہ کہ ضمیر سابقین انبیاء علیہم السلام و انکی
قوم کی طرف ہے اور مرجع دونوں ہو سکتے ہیں اور اول کا مرجح اگرچہ [illegible] دوم [illegible] انکے حالات [illegible]
سے مرجع کے لیے قرینہ معنوی ہے جو لفظی مذکور [illegible] لیکن حاصل دونوں کا [illegible] تعالیٰ [illegible] قوم [illegible]
جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے [illegible] اس کی توحید [illegible] ولیکن ان سے برخلاف وہی
نبوت کے کوئی عقیدہ [illegible] توحید الٰہی پر قائم ہوا [illegible] اور دنیا میں حکم شرع پر چلے گا
اور [illegible] توبہ کر لی اور [illegible] مرد صالح ہو جائے گا اور
بصیرت حاصل ہے [illegible] آخرت کا خواستگار ہے [illegible] دنیا داروں کی خواہشیں [illegible] نفس و شیطان کی راہ چھوڑے گا اگرچہ
انتہا یہ ہو کہ شیطان ایک خوبصورت [illegible] حرام ہونے پر مائل کرے [illegible] جو شخص تقویٰ [illegible]
کرے اور خطرات شیطان کو راہ نہ دے تو شیطان دوسرے آدمیوں میں [illegible] ان آدمیوں کو [illegible] لیکن جب اللہ تعالیٰ
عزوجل کی توحید پر قائم ہو جائیگا کہ شیطان کو خود کچھ قدرت نہیں ہے اور کسی مخلوق کو ارادہ مشیت الٰہیہ [illegible] سے جاری ہوئی ہے اسکے
حق میں بدل دینے کا اختیار نہیں ہے پس انجام کو [illegible] مقام امتحان و محنت سے ایک بڑا ذخیرہ ثواب [illegible] تحت قبولیت الٰہیہ [illegible] ہوتا ہے
کسی شخص کو قدرت نہیں کہ اُس کو اس مرتبہ سے گرا دے اگرچہ جہان ایک طرف ہو جاوے اور حق تعالیٰ عزوجل کی طاعت میں تمام
جہان ہیچ ہے اور مرد عارف کریم و سخی ہوتا ہے [illegible] حق تعالیٰ عزوجل [illegible] ہو گیا کہ دنیا کی دولت
ملک سلطنت بمقابلہ آخرت کے کچھ چیز نہیں ہے [illegible] اپنے رب تبارک و تعالیٰ [illegible] کفر [illegible]
خوب [illegible] اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک مقبول [illegible] انبیاء علیہم السلام و مومنین

دنیا مین تنگ رزق و مصائب مین مبتلا رہے اور اُن کے دشمن اور مخالف لوگ بہت زیادہ عیش و راحت دنیاوی و مال و اولاد سے مغرور ہوئے پس کفر و شرک و فسق و فجور کی حالت مین جب کسی کو مال و دولت و اولاد و عیال کی کثرت مین دیکھو تو یقین کرو کہ اسپر اللہ تعالیٰ عزوجل کا غضب بہت زیادہ ہے اور جب کسی متقی پرہیزگار موحد مومن کو تنگی و تکلیف و مصیبت و امراض مین مبتلا دیکھو تو یقین کرو اور متقی کو بشارت دو کہ حق سبحانہ تعالیٰ عزوجل کی رحمت اسپر بہت زیادہ ہے اور دونون کا انجام چار روز کی زندگی کے بعد فوراً ظاہر ہو جائیگا اور جو متقی کہ مال و دولت رکھتا ہے ہرگز اس کا دل کسی سے متعلق نہین بلکہ ہر دم وہ موت کا منتظر و طالب آخرت ہے۔ بالجملہ ایمان و توحید و اہل ایمان کا امتحان و نیک انجام سب اس سے معلوم ہوتا ہے اور کفر و نفاق و شرک اور کافرون و منافقون و مشرکون کا دنیا کے ملنے سے مغرور ہونا اور انکا بد انجام سب ان قصص سے معلوم ہوتا ہے مگر اسکو جو دنیا کے لوگون اور انکے واقعات کو نظر عبرت سے دیکھے اور نظر عبرت سے وہی دیکھیگا جسکی عقل ہوا و ہوس کی نجاسات سے پاک ہو اسی واسطے فرمایا کہ لقد كان في قصصهم عبرة لاولي الالباب بیشک ان اگلون کے واقعی حالات مین اہل عقل کے لیے عبرت ہے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کھانے پینے و کپڑے و مال و متاع و اسباب و آرائش یہ سب شہوات ہین جو جانورون کے حصہ مین دی گئی ہین پس اگر کسی شخص کو ان چیزون شہوات کے حاصل کرنے کی ترکیب و تدبیر مین بہت ہوشیاری ہو تو یہ حواس کی تیزی ہے عقل نہین ہے جیسے بیا جانور حواس کی تیزی سے نہایت عمدہ گھونسلا بناتا ہے جسکے مثل بغیر ہاتھ پاؤن کے بنانے مین آدمی عاجز ہوگا اور عقل کا نمونہ یہ ہے کہ آدمی کو معرفت خالق عزوجل و اپنے نفس کی شناخت و عجائب صنعت الٰہیہ کا علم و فقہ حاصل ہو اسے جاننا چاہیے کہ اگلے انبیاء کے ساتھ جو واقعہ انکی قوم کا ہوا کہ جنھون نے انسے کفر کیا اگرچہ بظاہر چندروز انکو دولت و ثروت زیادہ بڑھا دی گئی ولیکن آخر کو عذاب سخت مین دنیا سے فنا اور ہمیشہ کے لیے عذاب مین مبتلا ہو گئے اور جنھون نے انکی تصدیق کی اور اللہ تعالیٰ عزوجل پر توحید کے ساتھ بدون شرک کے ایمان لائے وہ اگرچہ چندروز تک مبتلاے محنت ہوئے بلکہ کافرون ہی کے ہاتھ سے انکو طرح طرح کی اذیت پہونچی اور شب و روز تدبیرون سے کافرون نے چاہا کہ انکے رزق وغیرہ کے سلسلہ قطع کر کے انکو کفر پر مجبور کرین ولیکن کچھ نہوا اور آخر کار بعد چند روزہ تکلیف کے انھون نے دائمی عیش پایا والحمد للہ رب العالمین۔ یہ واقعات عبرت کے ایسے ہین کہ لامحالہ اُنسے یہ نتیجہ ظاہر ہے کہ کفر و شرک کرنا نہایت بدتر اور اُسکا انجام بڑا ہے اور ایمان نہایت بہتر و نیک انجام ہے مگر دیکھنا چاہیے کہ یہان اہل شقاوت کے لیے ایک فتنہ مضر ہے اسطرح کہ شیطان نے انکو وسواس ڈالا کہ یہ واقعات حقیقت مین واقع نہین ہوئے صرف فرضی باتین ہین تو اللہ تعالیٰ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔ ما كان حديثا يفترى نہین ہے قرآن ایک بنائی ہوئی بات۔ کیونکہ متواتر یہ بات ثابت ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر گذرے اور ان کی اولاد حضرت یوسف علیہ السلام وباقی گیارہ بیٹے تھے اور یوسف علیہ السلام مصر مین حکومت پر سرفراز ہوئے اور انکو نبوت حاصل ہوئی اور تفصیل کے ساتھ توریت کتاب آسمانی مین انکا قصہ آیا تو یہ اُلٹا وہم ہوا کہ یہ نئی بات بنائی ہوئی ہے۔ ولكن تصديق الذي بين يديه ولیکن یہ قرآن تصدیق ہے اُس کتاب کی جو اُس کے پہلے نازل ہوئی یعنی توریت مین یہ قصہ آیا تو قرآن مجید نے اس کتاب آسمانی کو سچا بتلایا پس قصہ سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن مجید وحی الٰہی ہے کیونکہ ایک امی بے لکھے پڑھے عربی پاک پیغمبر نے جسکی قوم مین کوئی عالم یا ذی علم نہ تھا ایسے ہزارون برس پہلے کا واقعہ صاف صاف جیسا واقع ہوا تھا بیان کر دیا تو لامحالہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے وحی کے ساتھ بیان کیا اور اس سے کتاب توریت کی بھی سچائی ثابت ہو گئی پس اب غور کرنا چاہیے کہ جن لوگون نے شیطان کا وسوسہ قرآن کی نسبت قبول کیا انکی نادانی اس

حد تک ہو کہ اُلٹی بات مانی حالانکہ پہلی عبرت یہ ہونی چاہیے تھی کہ قرآن نہایت سچا کلام الٰہی ہے کہ اس کے معنوی مکارم و اخلاق و معارف توحید کے علاوہ جو سابقہ کتب سماوی عبرانی و سُریانی میں ہے ایسا ہی بے پڑھے عربی فصیح نے بیان کر دیا پس یہ قرآن بنائی بات نہیں ہے بلکہ جس طرح نبوت کا طریقہ ہے کہ ہر نبی اپنے سے اگلے پیغمبر کی تصدیق کرتا ہے اسی طرح یہ قرآن تصدیق توریت و انجیل ہے۔ اگر کہا جاوے کہ الذی ہیں یہ تو صیغہ واحد ہے اور تم توریت و انجیل دونوں لیتے ہو الذین تثنیہ چاہیے تھا اس کا جواب یہ ہے کہ الذی کے معنے میں دو چار جس قدر ہوں سب داخل ہیں جیسے اُردو میں کہو کہ جو کوئی کتاب اس سے پہلے اُتری اس کی تصدیق کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ اگر ایک اُتری ہو اُس کی اور دو ہوں اُس کی و زیادہ ہوں سب کی تصدیق کو حاوی ہوگا۔ اور میں کہتا ہوں کہ انجیل شامل کرنے کی ضرورت اس وجہ سے یہاں نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر توریت فرض تھی صرف توریت میں سے بعض احکام مثل جہاد کے منسوخ ہوئے وہ انجیل میں بیان کیے گئے اور یہ قصہ توریت ہی میں رہا پس تصدیق توریت کی ہوئی۔ واضح ہو کہ اس زمانہ میں توریت کا و انجیل کا کچھ پتہ نہیں ہے اور اصلی توریت و انجیل دونوں گم ہیں اور جو لوگ یہودی و نصرانی ہونے کے مدعی ہیں وے کچھ کتابیں دکھلاتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں کہ یہ انھیں توریت و انجیل کے ترجمے ہیں اور باہم ان ترجموں میں لاکھوں بلکہ کروڑ تک اختلاف کی نوبت پہنچی ہے لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہودی اپنے پاس اُس مخفی قصہ کو عرب کے درمیان ایک دفینہ خزانہ سمجھتے تھے اسی وجہ سے قریش کو کہلا بھیجا کہ محمد صلعم سے یہ قصہ پوچھو اور زعم یہ تھا کہ سوائے ہمارے خزانہ بُغض کے کسی کو اُس کی تفصیل سے کچھ بھی اطلاع نہیں ہے تو لا محالہ اگر پیغمبر نہ ہوئے تو عاجز ہونگے اور یہاں آپ خاتم المرسلین تھے صلے اللہ علیہ وسلم پس وحی الٰہی سے آپ نے مفصل وحی بیان کی پس اس قصہ میں ایک مقام عبرت کا قرآن مجید کی سچائی ہوئی کہ یہ خالص وحی ہے بات بنائی نہیں ہے بلکہ توریت کی تصدیق ہے کہ وہ بھی آسمانی کتاب ہے۔ وتفصیل کل شیء اور یہ قرآن ہر چیز کی تفصیل ہے مفسرین نے کہا کہ ہر چیز سے یہ مراد ہے کہ دین میں ہر چیز جسکی ضرورت ہے اس میں بیان ہے کیونکہ دین کی باتوں میں سے کوئی بات ہو ضرور اس کا استناد خواہ بواسطہ یا بلا واسطہ قرآن پاک سے ہے اور بعض نے کہا کہ قصہ حضرت یوسف علیہ السلام و انکے بھائیوں کے واقعات میں سے ہر واقعہ کی تفصیل ہے۔ واحدی رح نے کہا کہ بہر صورت ظاہر لفظ عام سے مراد خاص ہے جیسے قولہ تعالیٰ واوتیت من کل شیء یعنی سبا کی شہزادی کا حال جب ہُدہُد نے سلیمان علیہ السلام سے بیان کیا تو کہا کہ وہ دی گئی ہے ہر چیز میں سے۔ یعنی اُسکے پاس ہر چیز موجود ہے۔ اور مراد یہ ہے کہ جیسے ایک ذی دولت و ثروت کے پاس ہونا چاہیے ہر چیز اُس کے پاس ہے اور یہ غرض نہیں ہے کہ تمام مخلوقات آسمانی و زمینی میں جو کچھ چیزیں ہیں سب اس کو دی گئی ہیں اسی طرح قرآن پاک ہے جو بندگان حق عزوجل کے واسطے خواہ وے عربی ہوں یا تمام روئے زمین کے ہوں اُن کو ہدایت و رشاد دیکر رضامندی حق عزوجل کے ساتھ دوام بقا و فلاح آخرت تک پہونچنے میں جن چیزوں کی ضرورت ہونی چاہیے ہر چیز اس قرآن پاک میں موجود ہے۔ اور اہل الحق نے کہا کہ قرآن مجید کے واسطے ظہور و بطون ہیں پس جن لوگوں کی نظر ظہور پر ہو انکو کچھ علوم نظر آتے ہیں [illegible] زیادہ بصیرت رکھتے ہیں انکو ظہور سے اول کا بطون یعنی دیگر علوم نظر آتے ہیں پھر اُنسے بڑھ کر بطن البطن جانتے ہیں علی ہذا القیاس میں کہتا ہوں کہ یہ بات اکثر لوگوں کی سمجھ سے باہر ہے اسی واسطے حضرت شارع صلے اللہ علیہ وسلم نے صریح نہیں بیان فرمائی تاکہ بے سمجھ لوگ انکار کرکے کافر نہ ہو جاویں البتہ اشارہ سے بعض احادیث میں ثبوت ہوتا ہے لیکن عوام کو اس کے اسرار کے میں انکار کی وجہ نہیں اگرچہ [illegible] اس قدر بصیرت [illegible] سمجھ نہیں سکتے لیکن یہ تو جانتے ہیں کہ عقل و بصیرت میں لوگوں کے مراتب میں فرق ہے چنانچہ ایک دقیق فلسفی کی کتاب [illegible] الفاظ [illegible]

یہی ہوتے ہین جو گلستان و بوستان و دیگر کتب مین ہین ولیکن گنوار آدمی یا ابتدائی طالب علم ان لفظون سے گلستان سمجھ لیتا ہے مگر حکمت فلسفی کا
مسئلہ نہین سمجھ سکتا فافہم۔ واضح ہو کہ مترجم کے نزدیک اس کلام مین صریح یا اشارت سے یہ بھی داخل ہے کہ جو کچھ اختلاف یہود و
نصرانیون نے ڈالا تھا اور اپنی کتابون کی تحریف کرکے روایات مین صحیح و اپنی طرف سے بنائی ہوئی اور کسی خیال سے صحیح کو بگاڑ کر
دوسرے طور پر بنائی ہوئی سب کا مجموعہ لا کر تاریخ بنائی اور ہر ایک نے مختلف بنائین حتے کہ صحیح واقعات سے جو عبرت و نتائج
حاصل کیے جاتے ان کے حاصل ہونے کی کوئی راہ نہ رہی اُن کا قرآن مجید مین تفصیل سے فیصلہ کر دیا اور جو کچھ حق تھا وہی ظاہر کر دیا پس
قولہ ما کان حدیثا یفتری مین یہ تعریض یہودیون وغیرہ پر ہے کہ جسطرح ان لوگون نے تحریف کرکے افسانہ گڑھ لیا وہ قرآن مجید مین نہین ہے
اسمین کوئی بات مخلوط نہین اور نہ افترا ہی۔ ولکن تصدیق الذی بین یدیہ۔ ولیکن یا بلکہ تصدیق توریت و کتب سماوی ہی یعنی انکی تحریفات کو
ظاہر کر دیا اور جو کچھ سچ تھا اس کی سچائی ظاہر کر دی۔ وتفصیل کل شئی۔ اور ہر بات جسمین اختلاف ڈالا تھا اسکا فیصلہ مفصل کر دیا۔ واضح ہو
کہ قرآن مجید کی صفت مین حق تعالے عزوجل نے فرمایا۔ ومہیمنا علیہ الکتاب یعنی توریت و انجیل پر شاہد ہے چنانچہ جو کچھ اہل کتاب نے تحریف کی
اور غرض نفسانی سے بدل ڈالا جب قرآن پاک اللہ تعالے نے نازل فرمایا تو تحریف بیکار گئی اور کھل گیا کہ سچ اسطرح ہی جیسا کہ قرآن مجید
مین مذکور ہی اور روایت صحیح مین ہی کہ اہل کتاب کی روایات کا حکم اسطرح دیا گیا کہ جو کچھ وے لوگ قرآن مجید مین متوافق بیان کرین وہ
صحیح ہی اور جہان قرآن مجید سے مخالف بیان کرین وہ غلط ہی مثلاً جو رو والا مرد اگر زنا کرے تو یہودی توریت سے نقل کرتے کہ اسکو کاغذ کی
سیاہ ٹوپی پہنا کر جوتیون کا ہار گلے ڈال کر گدھے پر سوار کرکے شہر مین پھرا کر پھر چھوڑ دو حالانکہ یہ تحریف تھی اور وہی حکم تھا جو قرآن پاک مین ہے مع
سختی مزید کے اور تیسری قسم یہ کہ قرآن مجید مین وہ بات صریح تم کو معلوم نہوتی ہو اور یہودیون نے توریت سے یا نصرانیون نے انجیل سے نقل بیان کی تو
فرمایا کہ تم نہ اسکو سچ مانو اور نہ جھٹلاؤ کیونکہ واللہ تعالے اعلم شاید ہو۔ اور بات یہی کہ اصل کتاب مین تو تحریف کر دی تھی اور یہ تحریف انھین لوگون نے
فقط نہین کی بلکہ حالت یہ کہ بنو اسرائیل بارہ فرزند کی اولاد بارہ فرقے علیحدہ علیحدہ ہر بیٹے کی اولاد تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے
ساتھ ہر فرقہ اپنی نقیب کے ساتھ تھا پس بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مدت دراز گذری حتیٰ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا زمانہ بھی
گذر گیا پھر تحریف کرنے کے اسباب پیدا ہوئے اور لوگون مین نور ایمان کے بجائے تاریکی فسق و فجور کی بوجہ زنا کاری و سود خوری و باہمی
نفاق و بوجہ قتل کرنے انبیاء علیہم السلام کے قائم ہوتی گئی اور ہر فرقہ نے اپنے پاس کے نسخہ توریت مین جہان ضرورت ہوئی تحریف کی۔
خصوصاً جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ ہوا اور انھون نے انجیل سماوی سے جو احکام بحکم الٰہی منسوخ ہوئے تھے بیان کیے تو انپر یہودیون
نے نرغہ کیا اور ہرگز نہ مانا یہان تک کہ سوائے بنو اسرائیل کے بعض اقوام مسلمان ہوئے اور آخر ترقی شروع ہوئی مگر آپ کے اصحاب مین سے
ایک نے یہود کو مخبری کی اور آپ کو اللہ تعالے نے آسمان پر اُٹھا لیا اور جس نے مخبری کی تھی اسی کے چہرہ پر اللہ تعالے عزوجل نے ایک ایسا
پردہ کر دیا کہ لوگون کی نظر مین اُس کی صورت حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی نظر آتی تھی پس یہود نے سر بازار بادشاہ کے حکم سے پھانسی دیدی
اور سمجھے کہ ہم نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو سولی دیدی ہے اور یہی شخص تھا جو سولی پر چڑھائے جانے کے وقت چلاتا تھا کہ ایلی ایلی
لما سبقتانی اے میرے اللہ اے میرے اللہ تو نے مجھے کیون چھوڑ دیا۔ اور عیسےٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے کے قبل آپ نے سب کو
مضبوط رہنے کی تاکید کی اور سو جانے کا حکم دیا پس مومنون پر غنودگی طاری ہو گئی اور کافرون کی آنکھ نہین لگی پھر اصحاب عیسےٰ
علیہ السلام مین تین فریق ہو گئے ایک نے کہا کہ وہ خدا تھا ہم مین سے بعض نے اسکو آسمان پر چڑھ جاتے دیکھا تھا دوسرے نے کہا کہ نہین

یہ تو نہین ہرگز وہ خدا کا بیٹا تھا ولیکن ان دونون فریق مین دلی دشمنی تھی کیونکہ سمجھے ہوئے تھے کہ ہم دونون آپ کی شان مین حقارت نہین کرتے ہین اور تیسرا فریق کہتا کہ اللہ تعالےٰ سے توبہ کرو اور توحید پر قائم رہو وہ اللہ تعالیٰ کا رسول پاک تھا جو آدمیون کی طرح اللہ تعالیٰ عز وجل کی قدرت سے بی بی مریم علیہا السلام کے پیٹ سے بدون باپ کے پیدا ہوا تھا جیسے آدم علیہ السلام بدون ماں باپ کے اللہ تعالےٰ عز وجل کی قدرت سے پیدا ہوئے تھے اس فریق سے دونون گروہ کفار نے دلی دشمنی پیدا کر لی اور بدنام کیا کہ یہ فریق ان بزرگ کی شان مین حقارت گستاخی کرتا ہے آخر کار دونون نے متفق ہو کر اس فریق سے قتال کیا بعض نے لکھا کہ یہ فریق بالکل قتل ہو گیا اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ انمین سے بہتیرے مارے گئے اور باقی لوگ جنگلون و پہاڑون مین بھاگ گئے اور آخر کو یہودیون پر غضب الٰہی آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ یہودی مغلوب ہو گئے اور نصرانی بادشاہ ہو گیا اور مدت تک یہود نے گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی برابری کا دعویٰ کیا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے تو بوحی الٰہی بعض احکام کا منسوخ ہونا ظاہر کیا تھا اور یہودیون نے وحی شیطانی سے کتاب مین تحریف کی اور انتہا اُسکے زمانہ نبوت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم تک بہت کچھ پہونچ گئی اور رہے نصرانی تو جب انمین بادشاہ نصرانی ہوا اور اُس نے وہ اعتقاد کیا جو سواے فریق موحد کے باقی دونون فریق کا اعتقاد تھا تو صحیح روایات سے ثابت ہے کہ کئی ہزار نصرانیون موحد مسلمانون اور کئی سو عالمون کو قتل و قید و مار پیٹ سے اُس نے سخت مجبور کیا اور آخر کو ایک اتفاق نامہ لکھا گیا کہ وہ اعتقاد ہو جو دونون فریق مرتدین کا ہے اور اس محضر پر سب کی دستخط ہوئے باوجود اسکے جو لوگ کہ دل سے اسلام و توحید پر تھے وے جنگلون و پہاڑون مین رہے مگر آخر کو خاتمہ ہو گیا اور انجیل مین اور نیز توریت مین بکثرت تحریف ہوئی اور جن امور سے یہ بات ظاہر ہوتی کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بندہ خدا و رسول تھے انکو ایسی طورت سے تبدیل کیا گیا کہ یہ بات باقی نہ رہے اور امانت کبری وغیرہ کتابین تصنیف ہوئین پس یہ حال توریت و انجیل کی تحریفات کا شیخ امام ابن کثیرؒ و علامہ مفسر سیوطی و معالم وغیرہ کے متفرق افادات سے ملتقط کیا گیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی خود تاریخون سے ثابت ہے کہ اسکے واسطے جلسے جمع ہوئے ہین بعضے لوگ زعم کرتے ہین کہ جس کتاب کے بکثرت نسخہ پھیلے تھے اس مین ایسا ہونا دشوار ہے مین کہتا ہون کہ بادشاہ قسطنطین خود اسکا متکفل ہوا تھا اور کس اہتمام سے شرک کے اتفاق پر محضر لکھوایا تو نسخون مین کیون یہ اہتمام نہوا ہوگا کیونکہ اسوقت تک ملک شام و یونان و بعض حصہ ملک مصر سے تجاوز نہوا تھا علاوہ اسکے اصل کتاب کا وجود نہین ہے اور جسکا عبرانی مین ہونے کا زعم ہے وہ خود پایہ اعتبار سے ساقط ہے اور ترجمہ قریب قریب سب مختلف ہین اور خود نصرانیون کا قول ہے کہ کاتب سے پڑھنے مین غلطی ہوئی اور فرقہ انمین بہتر ہوئے اور کسی کے پاس اصل کا وجود نہین تو قول یہی صحیح ہے کہ ان لوگون نے اپنی رائے سے خوب خوب جی بھر کے تحریف کی۔ اور توریت مین منجملہ اسباب تحریف کے یہ کہ برادران حضرت یوسف علیہ السلام مین سے جس کسی کی نسبت زیادہ الزام ہوا اسکی اولاد نے تحریف کی بخیال حمیت کے جسکا منشا جہالت ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ اب مین تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ حق سبحانہ تعالےٰ نے قرآن پاک کی نسبت مشرکون کو وہم کرنے سے روکا بلکہ ارشاد فرمایا کہ قرآن مجید کی سچائی خود وحی الٰہی سبحانہ تعالےٰ سے ظاہر ہے اسمین افترا باندھی ہوئی بات نہین بلکہ توریت و انجیل کی تصدیق ہے کہ سابق مین اللہ تعالےٰ نے انکو نازل فرمایا تھا اور انپر عمل کرنا فرض تھا اور اُنسے عبرت تھی اور یہ تصدیق بھی قرآن پاک سے ہوئی کہ یون ہی توریت مین تھا اگرچہ پیچھے لوگون نے تحریف کی ہو اور قرآن پاک ہر تحریف کردہ باقی مین تفصیل کرتا ہے۔ پھر قرآن پاک سے عبرت حاصل کرنا انھین لوگون کے لیے ہے جو عقل رکھتے ہین اور عقل یہی کہ ہوا و ہوس نفس سے پاک ہو کر فرمان حق تعالےٰ عز وجل کا مطیع ہو جاوے اور اپنے نفس کی سرکشی کو روکے اور یہ سمجھنا ہے کہ ایمان لاوے اللہ تعالےٰ پر بجمیع صفات جس طرح کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے لہذا فرمایا۔ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ

يُؤْمِنُوْنَ اور یہ قرآن پاک ہدایت و رحمت ہی واسطے ایسی قوم کے جو ایمان لاتے ہین ـ شیخ امام حافظ ابن کثیر رح نے اس آیت کی تفسیر مین لکھا کہ اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہی کہ مرسلین و انکی قوم کے واقعات مین کہ کسطرح ہم نے مومنون کو نجات دی اور کافرون کو ہلاک کیا ہے اہل عقل کے لیے عبرت و نصیحت ہے اور یہ قرآن پاک سوائے اللہ تعالے عزوجل کے دوسرے کی طرف سے جھوٹ و بناوٹ نہین ہے بلکہ تصدیق ہے اُن کتابون آسمانی کی جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہین پس جسقدر ان مین موافق تنزیل کے باقی رہا ہے اسکی تصدیق فرماتا ہی اور جسقدر اُنمین تحریف و تبدیل کیا گیا ہی اور کسی غرض سے اہل کتاب نے انہین تغیر کیا ہی اُسکی نفی فرماتا ہی اور جو منسوخ ہوا اُسکو ظاہر کرتا ہی اور ہر چیز کی تفصیل ہی یعنی حلال و حرام و مکروہ و فرائض و واجبات و مستحبات و دیگر افعال روزمرہ اور امور جلیلہ جو آیندہ واقع ہون اور صفات آلہیہ جن کے ساتھ شرک روا نہین ہی اور تنزیہ تبارک و تعالے مخلوقات کی مماثلت و مشابہت سے مفصل بیان ہی اسی واسطے ہدے و رحمت ہی مومنون کے لیے کیونکہ کفار تو شیطان کے کہنے پر چلتے ہین اور دیدہ و دانستہ نہین مانتے ہین اور مومنین عبرت حاصل کرکے گمراہی و عذاب سے بچتے اور پناہ مانگتے ہین اللہ تعا کی جہت کے اُمیدوار دنیا و آخرت مین ہین ہم اللہ تعالے سے دعا کرتے ہین کہ ہمکو بھی مومنین مین شامل کردے اور اپنے فضل سے کفر و شرک سے بچا دے آمین یا ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ لقد کان فی قصصہم عبرۃ لاولی الالباب یعنی عارفین و محبین و متقین صادقین صابرین جو صاحبان احوال و اہل عقول ہین انکے لیے ان قصص مین نصیحت و عبرت ہی کیونکہ اس مین نیکون کے مقامات کا اور جو حالت انکے لائق ہوتی ہی فراق و وصال و بلاء و امتحان و محبت کا کلام وغیرہ سب کا بیان ہے پس اہل سعادت اگلون کی اقتدا کرتے ہین تا کہ فضل و رحمت آلہیہ سے اُنکے درجات و کرامات پر فائز ہون حضرت امام جعفر صادق نے کہا کہ اولوالالباب وہ ہین جنکے اسرار اللہ تعالے عزوجل کے ساتھ ہین ـ ابن عطا رح نے کہا کہ اہل عقل کے واسطے عبرت ہی کہ نفس اُسکی خواہشین مقام امن و اعتبار نہین ہی ـ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ بادشاہون کے واسطے عبرت سلطنت حضرت یوسف علیہ السلام مین ہی کہ اسی طرح عدل و انصاف پھیلا دین اور لوگون کے ساتھ احسان کرین جیسے یوسف علیہ السلام نے کیا اور مثل اُن کے عفو و کرم کرین اور اہل تقوے مثل اُن کے تقوے کرین اور نفس کی خواہش پر نہ چلین چنانچہ شدت بلاء و موقع اشتہار مین سخت صبر کیا نفس کو تحمل کیا تو اللہ تعالے نے انکو دنیا و آخرت مین کس درجہ عالی پر پہونچایا اور عزیز کی جورو نے جب خواہش نفس کی پیروی کی تو کسطرح مضرت و فقر و فضیحت اُٹھائی ـ اور مملوک عبرت حاصل کرین کہ کیونکہ سرداری فقط حرمت اور اپنے رب تبارک و تعالے کی طاعت کرتے ہین اور مانند اسکے ظاہری عبرت بہت ہین اور قولہ و تفصیل کل شئ الآیہ سے جملہ مقامات عرفان و کرامات تقوے و مقامات نفس و شیطان و حالات عقل و صفائی قلب و مشاہدۃ الرحمن کا بیان ہے واللہ سبحانہ تعالے اعلم تفسیر سورہ یوسف ختم ہوئی اور سورہ رعد شروع ہی واللہ تعالے الموفق ـ

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَلٰثٌ وَّاَرْبَعُوْنَ اٰيَةً

سورۃ الرعد مکیہ ہے اور وہ تینتالیس آیات ہین

اور بیضاوی مین تینتالیس آیات کا ایک ہی قول ذکر ہے اور مسرا رج مین کہا کہ اس کے کلمات آٹھ سو پچپن ہین اور حروف کی تعداد تین ہزار پانچ سو ساٹھ ہے اور علماء مین سے بعض نے کہا کہ الم کو معلوم ہوا کہ یہ سورہ مکیہ ہے اور بعض کو دلائل سے پہنچا کہ

کہ یہ مدنیہ ہے پس اول قول سعید بن جبیر و حسن بصری و عکرمہ و عطاء و جابر تابعی و عبدالرحمٰن بن زید سے مروی ہے اور دوسرا قول ابن الزبیر رضی اللہ عنہ و کلبی و مقاتل سے مروی ہے۔ شیخ مفسر سیوطی رحمہ نے لکھا کہ یا تو سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ تعالیٰ ولا یزال الذین کفروا الآیہ و قولہ تعالیٰ ویقول الذین کفروا لست مرسلا الآیۃ اور یا سورہ مدنیہ ہے باستثناء قولہ تعالیٰ ولو ان قرآنا سیرت بہ الجبال الخ دو آیت تک۔ اور بعض نے مدنیہ سے قولہ تعالیٰ ہو الذی یریکم البرق تا قولہ تعالیٰ لہ دعوۃ الحق بھی مستثنیٰ بیان کیا اور منشے استثناء کے یہ ہیں کہ مدنیہ ہو تو یہ آیات مکہ میں نازل ہوئی تھیں یا مکیہ ہے تو مستثنیات مدینہ میں آکر نازل ہوئیں کیونکہ قرآن مجید حسب حال و ضرورت کے نجم نجم کر کے نازل ہوا ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے ہر سورہ میں حسب ترتیب لوح محفوظ سے رکھا گیا و جابر بن زید سے نقل کیا جاتا ہے کہ آدمی کی موت حاضر ہونے کے وقت اُس کے پاس سورہ رعد پڑھنا بہتر سمجھتے تھے کہ میت پر سختی ہلکی ہوتی اور موت آسان معلوم ہوتی و دنیا سے وفات اُس کو گران نہیں ہوتی۔ اقول ظاہر انھوں نے کسی صحابی سے سنا ہو یا انصائح سورہ ہذا میں یہ خوبی سمجھتے ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

یہ آیات ہیں کتاب کی اور جو اُتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے وہ حق ہے لیکن بہتیرے لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں

اس سورہ مبارک میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی توحید اُلوہیت و عجائب قدرت کی آیات عظیمہ کو ذکر فرمایا قولہ تعالیٰ الٓمّٓرٰ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اس کلام سے اُس کی کیا مراد ہے۔ یہی شیخ سیوطی رحمہ نے جزم کیا ہے اور یہی صحیح اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ اس کی مراد سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ولیکن مراد سے علاوہ کبھی معنے ہوتے ہیں تو بعض علماء نے ایسے معانی بیان کیے ہیں چنانچہ معالم وغیرہ میں ابن عباس رضہ سے لایا کہ اس کے معنے میں سے ہے کہ انا اللہ اعلم وارٰی میں اللہ ہوں جانتا و دیکھتا۔ شاید خصوص اس موقع پر یہ معنے ہیں کہ قرآن پاک جو نازل فرمایا اس کا نازل ہونا اور پیغمبر کا لوگوں کو پہنچانا اور لوگوں میں بعض کا ماننا و اکثروں کا کفر کرنا میں جانتا و دیکھتا ہوں اور مفصل کلام اس میں اول سورہ البقرہ میں گزر چکا اور شیخ ابن تیمیہ رحمہ نے لکھا کہ جو سورت ان حروف مقطعہ سے شروع ہوئی اس میں قرآن مجید کا انتصار ہے اور تحقیق بیان کہ اس کا نزول اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے حق ہے لہذا فرمایا۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ۔ مفسر شیخ سیوطی رحمہ نے کہا کہ یہ آیات کتاب کی آیتیں ہیں اور مراد یہ کہ سورہ میں جو آیات ہیں یہ قرآن مجید کی آیات قدیمہ ہیں اور یہی قول جمہور مفسرین کا ہے۔ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ اور جو اُتارا گیا تیری طرف تو تیرے رب کی جانب سے وہ الحق حق و سچ ہے لاریب فیہ من رب العالمین اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے پس اول تو بیان کیا کہ یہ سورہ آیات قرآن مجید ہیں اور اس میں بیان فرمایا کہ جو نازل کیا گیا وہ حق ہے اور

ابن جریر رحمہ نے زعم کیا کہ واو زائدہ ہے یا عطف صفت بر صفت ہے اور شیخ ابن کثیر رہ نے ذکر کیا کہ مجاہد وقتادہ نے کہا کہ آیات الکتاب میں کتاب سے مراد توریت وانجیل ہے چونکہ کتاب دراصل مصدر ہے تو دونوں کو شامل ہو سکتا ہے۔ اس بنا پر کہا کہ قولہ والذی انزل عطف ہے الکتاب پر اور لکھا کہ یہی صحیح اور موافق تفسیر مجاہد وقتادہ ہے اور توضیح اُس کی یہ ہے کہ تلک مبتدا اول ہے اور آیات مضاف اور الکتاب معطوف علیہ اور جملہ والذی انزل الیک من ربک مبتدا اور الحق خبر۔ یہ مبتدا وخبر ملکر عطف ہیں معطوف علیہ مع معطوف ملکر مضاف الیہ اور مضاف مع اسکی خبر مبتدائے اول ہو اور مراد جملہ والذی انزل الیک الخ سے بعض قرآن مجید ہے اور معنے یہ ہوئے کہ یہ قرآن پاک یا یہ آیات جو تلاوت کیجاتی ہیں آیات ہیں کتاب اور اس چیز کی جو تیری طرف نازل کیا گیا جو حق ہے اور حاصل یہ ہوا کہ یہ سورہ مجموعہ آیات توریت وانجیل وحی موسے وعیسے علیہم السلام وقرآن وحی محمد صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہے۔ اور سابق میں حضرت حسن بصری وغیرہ سے مذکور ہوا کہ قرآن مجید جامع علوم اولین وآخرین ہے اور کتب الٰہیہ سابقہ سب اس میں مندرج ہیں پس یہ تاویل بھی عمدہ ہے جو شیخ ابن کثیر رہ نے ذکر فرمائی ہے اور جو شیخ ابن جریر رحمہ نے اختیار کیا اسکے موافق یہ معنے ہوئے کہ یہ آیات جو تلاوت ہوتی ہیں آیات ہیں قرآن پاک کی جو کہ اُتارا گیا تیری طرف تیرے رب کی جانب سے جو کہ حق ہے اور اظہر وہ ہے جو شیخ سیوطی رہ نے ذکر کیا اور معالم میں اس کو ابن عباس رضہ کا قول۔ ذکر کیا ہے اور ظاہر مختار امام بغوی رح کے نزدیک وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہے اور لکھا کہ مقاتل رح نے کہا ہے کہ مشرکین مکہ کہا کرتے تھے کہ محمد صلعم اس کو اپنی طرف سے کہتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس کلام سے رد کیا کہ جو قصص انبیاء ذکر ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنزیل حق ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ولیکن اکثر لوگ یعنے مشرکین مکہ ایمان نہیں لاتے ہیں یعنی نہیں مانتے کہ یہ اللہ تعالیٰ عز وجل کی طرف سے ہے اسوجہ کہ ذرا بھی توجہ وغور نہیں کرتے ہیں ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ عز وجل المرا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فعل خاص سے اپنے فعل عام پر تجلی فرمائی پس دونوں افعال کے درمیان سے حروف پیدا فرمائے اور اُن کو صادق اسرار صفات وذات قرار دیا اور انسے غیب کی اور غیب الغیب کی خبر بطریق اسرار بیان فرمائی پس الف میں اپنی ذات کے واسطے سر الوہیت رکھا اور اپنی انانیت توحید کا بھید کر دیا اور لام میں اپنی ذات کے لیے سر ازلیت اور سر لطف ظہور پاک بصفت ازلیت ان لوگوں کے واسطے رکھا جو اہل عشق میں سے اہل التباس ہیں۔ اور میم میں سر محبت بہواے ازلیت رکھا۔ اور را میں انوار ربوبیت رکھکر اُس کو بندوں کے لیے آئینہ کر دیا پس اس سے لطائف صفات کا معائنہ اور روح ملکوت کا مشاہدہ کرتے ہیں پس جب طلب الوہیت سے ارواح متحیر ہوئیں تو انوار ربوبیت میں عجز واستراح کیا پس آئینہ حرف را سے اُس کی رحمت کا فیہ دیکھکر سکون پایا اور ہر چیز سے سواے اللہ تعالیٰ کے جدا ہوگئیں پس الف صندوق الوہیت ہے جو انھیں بندوں کے لیے کُھلتا ہے جو توحید کے ساتھ قائم ہیں۔ لام صندوق نور ازلیت ہے انھیں بندوں کے لیے کُھلتا ہے جو عشق ومحبت میں ہر مخلوق حتے کہ اپنی جان سے بھی علیحدہ ہو کر والہ ہو رہے ہیں اور وہی اواہ وحلیم ہیں میم صندوق محبت ازلیہ ہے جو انھیں لوگوں کے لیے کُھلتا ہے جو اہل ایمان ومحبت ہیں۔ را صندوق نور ربوبیت ہے اور انھیں ایمان والے بندوں پر کُھلتا ہے جن کی نیت ومراد حق تعالیٰ سے صرف ذات باری تعالیٰ ہے۔ شبلی رحمہ اللہ نے کہا کہ حروف میں سے کوئی حرف ہو یہی اس کی حالت ہے کہ ہر زبان ولغت میں اللہ تعالیٰ عز وجل کی تسبیح کرتا ہے اور ہر زبان میں حروف ہیں اور ہر حرف کے لیے زبان ہے اور یہ اللہ تعالیٰ عز وجل کا ایک بھید اُس کی مخلوق میں ہے اس سے مفہوم زوائد اور اذکار کی زیادتی ہے۔

حارث محاسبی رح نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ عز و جل نے حروف کو پیدا کیا تو انکو اپنی طاعت کی طرف بلایا پس انہوں نے قبولیت کا جواب عرض کیا اور اسی کے موافق خطاب مین حلاوت ہوا اور حروف سب بصورت الف تھے لیکن اللہ تعالیٰ عز و جل نے الف کو اسی صورت پر باقی رکھا اور واضح ہو کہ سنت الٰہیہ ہو کہ ہر سورت کے اول مین بطور اسرار انسے کلام فرمایا اور اہل صلاح کو انکی استعداد کے موافق آگاہی عطا فرمائی مترجم کہتا ہو کہ انہین سے شیخ شبلی و حارث محاسبی کے اقوال محل تامل ہین اور میرے نزدیک اسطرح بیان بھی شریعت مین کسیقدر فتنہ ہو لہذا ایسے اقوال کا ترک بہتر ہو واللہ اعلم۔ کفار مکہ نے جو بناوٹ قصص کا الزام لگایا اسکا جواب دینے کے بعد حق عز و جل نے اپنی توحید کی آیات کئی وجہ پر بیان فرمائی۔ وجہ اول قولہ تعالیٰ پر غور کرنے کو ارشاد فرمایا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

اللہ وہ ہو جسنے اونچا اٹھایا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جنکو تم دیکھو پھر برابر ہوا عرش پر اور فرمانبردار کر دیا سورج

وَالْقَمَرَ ۭ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ

اور چاند کو ہر ایک چلتا ہے اپنی مقرر مدت تک وہی سنوارتا ہو کام کو مفصل دیتا ہو نشانیان تاکہ تم اپنے رب کے ملنے پر

تُوْقِنُوْنَ ۝

یقین کرو۔

اول دلیل توحید کی مشرکون کو بتلائی کہ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ وہ ہے جس نے بلند کیا آسمانوں کو بغیر ستونوں کے جن کو تم دیکھو۔ حاشیہ جمل مین ہے کہ عامہ قراء کی قرات عمد بفتحتین اسم جمع ہے اور بعض نے اس کو جمع قرار دیا سراج مین کہا کہ عمد جمع عمود ہے یا جمع عماد ہے اور جمل نے کہا کہ ابوحیوۃ اور یحییٰ بن وثاب نے اس کو عُمُد بضمتین پڑھا۔ معنے عمود کے ستون اور عماد کے بھی۔ اور ابن کثیر رح نے لکھا کہ آسمان سات ہین اول آسمان دنیا تمام زمین کی خاک و پانی ہیئت مجموعہ کو ہر طرف سے محیط ہے اور ہر سمت سے اس کا فاصلہ برابر ہے۔ اقول یعنے زمین گول ہے اور لکھا ہے کہ زمین مع ہوا کے اس کے اندر اسطرح بند ہو کہ جیسا انڈے کا چھلکا محیط ہوتا ہے اور ہر جانب سے آسمان تک پانچسو برس کی راہ ہے اور خود اس آسمان کا اونچان اندر ہی اندر پانچسو برس کی راہ ہے پھر اس پر دوسرا آسمان ان سب کو محیط ہے وہ اول آسمان سے پانچسو برس کی راہ پر ہے اور اُس کے خود اونچان کی حالت پانچسو برس کی راہ ہے اسی طرح تیسرا و چوتھا وغیرہ ہین اور کرسی کی بڑائی اسقدر ہے کہ ساتون آسمان مع انکی چیزون اور جو ان کے درمیان متصل ہے اسی طرح ملاکر کرسی کے اندر ایسے ہین جیسے ایک وسیع میدان مین ایک چھلا پڑا ہوا اور کرسی مع سب کے عرش کے سامنے ایسے ہین جیسے وسیع میدان مین ایک چھلا ہو جیسا کہ حدیث مین ہے اور ایک روایت ہو کہ عرش کی عظمت و بڑائی سوائے اللہ تعالیٰ عز و جل کے کوئی اندازہ نہین کر سکتا اور بعض سلف سے روایت ہے کہ عرش سے زمین تک پچاس ہزار برس کی راہ ہو اور اسکا قطر پچاس ہزار برس کی راہ ہو اور وہ سُرخ یاقوت کا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صحاح احادیث مین عظمت آسمانون و جنت و عرش وغیرہ کی ایسے صریح الفاظ سے نہین ہے کیونکہ اوہام بشری تجاوز نہین کرتے اور اگر متجاوز ہوئے تو غلط خیالات باندھتے ہین اور مقصود انکے بیان سے اسوقت یہ ہے کہ محسوس مخلوقات کی بڑائی دیکھکر جو لوگ محسوس کو ماننے کے پابند ہین وہ اللہ تعالیٰ عز و جل پر ایمان لاوین تو مترجم کہتا ہو کہ زمین مین سے ایک چہارم خشکی و باقی پانی ہو اور خشکی مین سے سب سے بڑی سلطنت روس کی ہو قریب ساتوان حصہ ہو زمین کا اٹھائیسوان حصہ ہو گی اور آدمی زمین پر پہنچنے سے بھی کم ہو اب

مخلوق کا یہ حال ہے کہ روس کی سلطنت انکی آنکھون مین بڑی اور اُس کا دبدبہ بڑا ہے حالانکہ وہ زمین کا اٹھائیسوان حصہ ہے اور تمام زمین سے آفتاب بہت بڑا ہے کہ زمین اُس کا سوان حصہ بھی نہین تو روس اُس کے تین ہزارھون مین سے کم ہے پھر دیکھو کہ آسمان کے کشادہ میدان مین جسقدر جگہ آفتاب سے خالی ہے اس مین آفتاب کے برابر کتنے ہا سکو آفتاب سما سکتے ہین تو تمام آسمان کی وسعت کے سامنے روس بلکہ تمام زمین کا کوئی شمار نہین رہا اور فن حساب جاننے والے کو کسر نکالنے مین بھی سخت حیرانی ہے کیونکہ جب زمین ایک رائی کے دانہ برابر بھی نہین ہو تو اسکے اٹھائیسوین حصہ کا کیا شمار ہو تو اب دیکھو کہ جس خالق عزوجل نے ہمارے سامنے آسمان پیدا کر دیا ہے اسکی بڑائی اتنی کہ ہم دہان نظر ہی نہین آتے بلکہ تمام زمین ہی نظر نہین آتی ہے تو اُس خالق عزوجل کی عظمت ہمپر اسقدر فرض ہے کہ اس کی عظمت کے سامنے تمام زمین کے بادشاہون و فوجون اور تمام زمین کے درندون و آدمیون سمیت سب کی قدر ہماری آنکھ مین اتنی بھی نہونی چاہیے جو نسبت زمین کو تمام آسمان کے بڑائی سے ہو پس دیکھو کہ اللہ تعالیٰ سے وہ عظمت و قدرت والا ہے جسنے ایک آسمان نہین بلکہ سات آسمان پیدا کیے اور انکو زمین سے اسقدر اونچا کیا کہ تمھاری نظرین کام نہین کرتی ہین کہ تم پانی کے اندر آسمانون کا عکس صاف دیکھتے ہو جیسے سورج و چاند کا عکس دیکھتے ہو اور یہ جھوٹ ہے کہو کہ آسمان کچھ چیز ہی نہین صرف تاریکی نگاہ کی ہو حالانکہ تاریکی کا عکس نظر نہین آتا ہو تو بالکل غلط ہو کہ یہ تاریکی ہے بلکہ ضرور کوئی جسم ہو جسکا اللہ کاس مانند سورج چاند ستارون وغیرہ کے نظر آتا ہو باوجود اسکے اس زمانہ مین بعضے لوگون کا انکار کیا دیدہ و دانستہ ایکا ہو کیا انکھین عقل کی کھو بیٹھے ہین تو آنکھین بھی جاتی رہین اور کچھ عجب نہین کہ یہ لوگ بہت سی باتون سے یون ہی انکار کرتے ہین اللہ تعالیٰ عزوجل مسلمانون کو اُن کے شر و فریب سے اسوقت مین کہ فتنہ پھیل رہا ہو بچاوے۔ امام رازی رح نے کہا کہ اس مین بہت بڑی دلیل ان لوگون کے لیے بھی موجود ہو جو حواس کے پابند ہین اسطرح کہ اتنے بڑے اجسام بیچ مین معلق مین بغیر کسی ستون کے اور خود زمین اُنکے بیچ مین بلا ستون معلق ہو حالانکہ انسان ایک ذرہ کو یون معلق نہین رکھ سکتا ہو تو ضرور خالق اُنکا ایک قادر ہو مختار ہے اور قاہر ہے کہ جسطرح اس نے جس چیز کو چاہا وہ اسی طرح قائم ہو۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ بغیر عمد ترونہا مین دلالت پائی جاتی ہو کہ ایسے عمود نہین ہین جنکو ہم دیکھین بلکہ ایسے عمود ہین جنکو ہم نہین دیکھتے جیسا کہ یہود و نصاریٰ وغیرہ اہل کتاب سے روایت کی گئی کہ زمرد کا ایک پہاڑ بنام کوہ قاف ہو اسپر آسمان کا ستون ہو۔ امام رازی رح وغیرہ نے اسپر اعتراض کیا اور چونکہ اہل کتاب سے بعض علما سے اسلام نے بھی اُسکو نقل کر دیا چنانچہ معالم مین مجاہد و عکرمہ وغیرہ کا یہ قول ذکر کیا اور ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و حسن وغیرہم سے روایت کی گئی کہ آسمانون کے ایسے عمود ہین جنکو تم نہین دیکھتے ہو لہذا امام بغوی وغیرہ نے اسکے معانی سے سکوت کیا اور اس قول کو اصح کہا جو اوپر مذکور ہوا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ ایاس بن معاویہ نے کہا کہ زمین پر آسمان بشکل قبہ کے ہے یعنے بغیر عمود ہے اور یہی تفسیر حضرت قتادہ رح سے مروی ہے اور یہی لائق سیاق ہو اور خود دوسری آیت مین فرمایا۔ ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ پس ظاہر ہے کہ بلا عمود ہے اور قولہ ترونہا صرف تاکید نفی ہو یعنے آسمان بلا عمود ہین تم خود دیکھتے ہو کہ عمود نہین۔ اور یہ معنے نہین کہ اُس کی عمود تمھارے دیکھنے کے نہین ہین اور ایسے ہین جن کو تم نہین دیکھتے ہو۔ مین کہتا ہون کہ قتادہ رح سے دونون روایتین موجود ہین پس آیا تو اُنھون نے اہل کتاب کے قول کو بیان کیا اور دوسرا صحیح قول بیان فرمایا۔ اور اگر ترونہا کو صفت قرار دیکر کہا جاوے تو زجاج رحمہ اللہ کا قول صحیح ہے کہ بیشک ایسے عمود ہین جنکو ہم نہین دیکھتے اور وہ عمود قدرت الٰہی ہے کہ زمین پر ایسا عمود نہین ہو کہ آسمان محض قدرت و تسخیر الٰہی عزوجل سے مثل قبہ کے قائم ہین جیسے سورج و چاند ہین پس یہ آسمان جو نظر آتا ہے اُسپر اعتماد کر کے علم کرین یا نہین تو جواب یہ ہے کہ صحیح نظر آتا ہے اور اس سے انکار کرنا قریب کفر ہے۔ ترونہا۔ تو معلوم ہوا

کہ ہم لوگ اسکو دیکھتے ہیں اور محسوس سے انکار کرنا جہالت ہے۔ اور جس نے اس زمانہ میں تاویل کی کہ سماء سے بلندی مراد ہے اس کا قول باطل و کفر ہے اس لیے کہ بلندی کے لیے عمود ہونا کچھ نہیں اور وہ مرفوع نہیں کی جاتی ہے کیونکہ جسم نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ عز وجل نے فرمایا کہ اللہ الذی رفع السموات بغیر عمد ترونہا۔ یعنے اللہ تعالیٰ وہ قادر قاہر قوی ومختار ہے جس نے اونچا اٹھایا سموات کو بغیر عمودوں کے کہ ان کو تم دیکھتے یعنے مثل قبہ کے بلند چڑھے ہوئے ہیں مگر عمود نہیں نہ تم دیکھتے ہو۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر بیان فرمایا کہ وہ اللہ برابر ہوا عرش پر۔ علماء نے کہا کہ ثم کا لفظ کبھی تو چیزوں کی ترتیب کے لیے ہوتا ہے اور کبھی بیان کی ترتیب کے لیے ہوتا ہے تو یہاں اول معنے نہیں ہیں یعنے یہ غرض نہیں ہے کہ پہلے آسمانوں کو اونچا کیا پھر عرش پر مستوی ہوا اس لیے کہ حق تعالیٰ عز وجل جس طرح اور جس شان سے ہر مخلوق سے خواہ عرش ہو یا کوئی ہو پاک ومباین موجود تھا ویسا ہی آسمانوں وزمین وعرش وغیرہ پیدا کرنے کے بعد ہے اور ہمیشہ یکسان ہے کوئی مخلوق اس کے مشابہ نہیں ہے اور وہ قبل ہر شئے کے اور بعد ہر شئی کے یکسان ہے لیس کمثلہ شئی۔ اس کے مثل ومشابہ کوئی چیز نہیں ہے تو بالیقین ہم جانتے ہیں استواء علی العرش کے یہ معنے نہیں کہ وہ تخت پر برابر ہو بیٹھا کیونکہ یہ تو جسم کا جسم پر قائم ہونا ہوا اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اسکے واسطے کوئی طرف نہیں اور نہ کوئی وضع وہیات ہے اسلیے کہ طرف اور وضع وہیات تو عوارض جوہر و جسم کے ہیں پس فرقہ مجسمہ جس نے اسکو جسم گمان کیا وہ بالکل گمراہ و ناپاک اعتقاد ہے اور یہ عقیدہ اگلے اہل کتاب یہود ونصاریٰ کا بھی تھا اور تعجب ہے کہ نصرانی اب بھی اسکے لیے جورو وبیٹا کہتے ہیں نعوذ باللہ تعالیٰ اللہ علواً کبیراً اور یہ قول ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جوہر ہے یا عرض ہے کیونکہ تمام جو کچھ وہ دیکھتا وجانتا ہے وہ انہیں دو قسموں سے باہر نہیں ہے تو اُسنے اپنا قیاس ووہم دوڑا کر اللہ تعالیٰ عز وجل کی نسبت بھی یہی گمان کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے پاک ہے اور کوئی مخلوق اسکو قیاس میں نہیں لا سکتی۔ معتزلہ وغیرہ نے کہا کہ استوی کے معنے استیلا کے بھی آتے ہیں جیسے قول شاعر ع لقد استوی بشر علی العراق ۞ من غیر سیف ودم مہراق ۞ یعنے مستوی ہو گیا بشر ملک عراق پر بغیر تلوار کے یا خونریزی کے۔ اس میں مستوی کے معنے مستولی ہو جانے وغالب آ جانے کے ہیں پس یہاں مراد غلبہ الٰہی بحفاظت وتدبیر مخلوق ہے چنانچہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل عرش سے تدبیر فرماتا ہے وقال تعالیٰ یدبر الامر من السماء الی الارض۔ یا استوی بمعنے متوجہ ہونا یعنے پھر عرش پر متوجہ ہو کر عرش کو مستوی کیا۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ نے کہا کہ عرش کا استواء صحیح ہے ولیکن اللہ تعالیٰ عز وجل کی عظمت وجلال کی ایک صفت ہے اور جس نے یہاں اپنے خیال وقیاس میں کوئی صورت باندھی اُسنے کفر کیا بلکہ جیسی اُسکی ذات پاک ہے ہر قیاس وگمان سے ویسی ہی اُس کی صفت بھی خیال وگمان سے باہر ہے جیسے وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ قیاس یہاں بیکار ہے کیونکہ مخلوق تو اندھیرے میں اور آڑ سے اور جسم کے اندر اور تہ کی چیز کو نہیں دیکھتا مگر اللہ تعالیٰ معدوم وموجود وماضی ومستقبل سب دیکھتا ہے اسی طرح صفت استواء ہے اور کہا کہ اسکی کیفیت مخلوق کے ادراک سے باہر ہے وہ اپنی شان کے لائق اس صفت پر ہے۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور مسخر کر دیا سورج وچاند کو كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى دونوں میں سے ہر ایک چلتا ہے مقدار مقرر پر یعنے حکم الٰہی کی تحت میں یہ چیزیں اپنا قابو نہیں رکھتی ہیں بلکہ جس طرح اُس نے چاہا اور حکم فرمایا کہ ہر ایک کے واسطے جو وقت مقرر کر دیا ہے اسی پر چلے جاتے ہیں اور باقی ستارے بھی اسی طرح مسخر ہیں وقد قال تعالیٰ والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ الا لہ الخلق والامر تبارک اللہ رب العالمین۔

مسئلہ نجومیوں سے آیندہ واقعہ پوچھنا۔ جواب یہ کہ پوچھنا حرام اور اعتقاد کرنا کفر ہے اور عرب کہا کرتے کہ مطرنا بنوء کذا۔ یعنے فلان ستارے سے ہم پر پانی برسا تو حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ عز وجل کے حکم سے سمجھا وہ مومن ہے اور جس نے ستارے سے سمجھا

وہ کافر ہے۔ اور واضح ہو کہ جب اُن مین سے ہر ایک ستارہ ہو یا سیارہ ہو اللہ تعالے کی قدرت مین مسخر ہے تو اُسی نے پیدا کیا اور مخلوق مین اسی کا حکم جاری ہے پس رب وہی ہے اور عادت الٰہی جاری ہے کہ ہر روز سورج نکلے اور شام کو غروب ہو لیکن بندگان الٰہی عز وجل ہر روز حکم الٰہی دیکھتے ہین کیونکہ جو حکم اُس کا ہوگا وہی ہوگا اور ذوالقرنین کے قصہ مین جو آیا کہ۔ وجدہا تغرب فی عین حمئۃ۔ ذوالقرنین نے مغرب مین سورج کو پایا کہ وہ کیچڑ کے چشمہ مین ڈوبتا ہے اُس کے معنے بعضے جاہل نہ سمجھے اعتراض کیا کہ سورج کیچڑ مین ڈوبتا صحیح نہین ہے اور جواب یہ ہے کہ سورج آسمان پر اور حدیث مین ہے کہ زمین کے ہر طرف سے آسمان کا فاصلہ پانسو برس کی راہ ہے تو مراد یہ کہ ذوالقرنین زمین کے مغربی کنارے پہونچا وہان دلدل تھی اور ظاہر ہے کہ سمندر کا کنارہ شروع ہوا تھا اور حدیث صحیح مین ہے کہ سورج ہر روز عرش کے نیچے جاکر غروبی سجدہ کرتا ہے حکم پاتا ہے کہ اُسی رفتار پر طلوع ہو اور یہی حال اُس کا مشرقی کنارہ کے سجدہ مین ہوگا۔ اسی طرح ہر ستارہ اپنے رب کے حکم کا مطیع ہے تو بندہ کو ہر وقت وہر حال مین اللہ تعالے کی رحمت کا منتظر ہونا چاہیے اور بندہ کا وعدہ کہ کل کے روز انشاء اللہ تعالے یہ کرونگا۔ بلحاظ عادت الٰہیہ کے ہے اسی واسطے انشاء اللہ تعالے کہنا ضرور ہوا اور حدیث مین ہے کہ جمعہ کے روز سوائے جن وانسان کے تمام مخلوق ہیبت مین ہوتے ہین کہ قیامت آج قائم ہو یعنے بعد طلوع آفتاب کے طلیان شروع ہوتا ہو واضح ہو کہ بعض علماء نے قولہ لاجل مسمی کے معنے انتہاء مدت مقدرہ کے معنے لیے کہ قیام قیامت تک اور ظاہر یہ ہے کہ مطلق مدت مقررہ مراد ہے یعنے ہر مختلف اوقات سے اُن کے منازل ودرجات مراد ہین جتنے کمی بیشی روزانہ ہوتی ہے پس تدبیر الٰہی تعالے سے ہر ایک حکم الٰہی کا تابع ومسخر ہے۔ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ وہی اللہ تعالے عز وجل ہر کہ تدبیر فرماتا ہے امر کی جو اُسکا امر ہو اسی پر حکمت کا نظام ہو اور بعض نے کہا کہ امر عالم کی تدبیر فرماتا ہو جسطرح چاہتا ہے اور جب وہی تمام مخلوقات عرش سے انتہا تک بذات پاک وحدہ لاشریک اسکے تدبیر مین لاتا ہے تو بت ونیک بندے اور فرشتے وجملہ مخلوق خود کچھ مختار نہین ہین بلکہ مسخر ہین کیونکہ اگر اُسنے چاہا کہ زید عمرو کے ساتھ سلوک کرے تو عمرو اُس کے ساتھ عداوت نہین کرسکتا پس شرک کرنا چھوڑ کر توحید اختیار کرو لہذا فرمایا یُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ وہ صاف بیان فرماتا ہے نشانیون کو۔ یعنے اپنی توحید کی نشانیان تم کو صاف صاف دکھلاتا ہے وبیان کرتا ہے اور تم خود جانتے ہو کہ عنقریب موت سے فنا ہو کر اسی کی طرف رجوع کروگے کیونکہ جس نے اُن چیزون کو مع تمہارے ایجاد کردیا اور اُس کی قدرت وعظمت مین سب مسخر ہین تو وہ جب چاہے تمکو فنا کرکے دوبارہ جلاوے یہی غور کرکے سمجھو۔ لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ شاید کہ ان آیات کو دیکھکر تم اپنے رب کی ملاقات پر یقین لاؤ۔ یہ شک نہ کرو کہ جب ہم مٹی ہوگئے تو پھر کیا زندہ ہونگے کیونکہ تمام ذرات عرش سے زمین تک سب اُس کے حکم پر چلتے ہین۔ اللہ تعالے عز وجل نے بندون سے انکی سمجھ پر کلام کیا حالانکہ حرف لعل امید کے لیے ہے پس اللہ تعالے عز وجل جو چاہے وہ ہو وہان اُمید نہین ہوسکتی ولیکن بندون کی نسبت اُن کو اُمید دلائی کہ تمہاری طرف سے تم کو اُمید ہونی چاہیے کہ ان آیات کو دیکھکر ایمان سے مشرف ہو۔ ف فی العرائس قولہ اللہ الذی رفع السموات الخ عوام کو خطاب کیا کہ ہم نے آسمانون کو بغیر علت کے بلند کیا اور عمود نہین ہو اور خاص بندون کو خطاب کیا کہ بغیر عمد ترونہا یعنے آنکھون سے دیکھنے کے عمود نہین ہین بلکہ تم کو بصیرت سے عمود نظر آتے ہین اور وہ عمود اُس کی قدرت قدیمہ باقیہ کے ہین جس کی عظمت سے تمام مخلوق قائم ہے اور صفت کا دیدار وقت تجلی کے ممکن ہے جیسے آخرت مین دیدار ذات صحیح ہے۔ قولہ ثم استوی علی العرش سموات ارواح بغیر ظہور عمود کے جو خلق کو نظر آوین مستقیم مسلسل ازازل برہوا قدم پیدا کیا پھر اسکے انوار تجلی کا ظہور عرش قلوب پر ہوا۔ قولہ وسخر الشمس والقمر معرفت وعلم کو قلبی عرش سے روح تک جاری فرمایا جنہین بسط وانقباض جاری ہے

اسطرح کہ عالم عقل میں بانوار مشاہدات ان کا بیان ہے اور اس سے عالم ارواح کی تدبیر و انتظام ہے و قولہ یدبر الامر یفصل الآیات امر تکمیل بشریت بصفات ملکوتیہ اور تفصیل معارف بانوار الیقین لعلکم بلقاء ربکم توقنون تاکہ مشاہدات آیات و تجلیات ذات بصیرت ملکوتیہ سے حاصل ہو کر موقنین کے مرتبہ کو رسائی ہو کما فعل بابراہیم علیہ السلام کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات الی قولہ لیکون من الموقنین ابن عطاء رحمہ نے کہا کہ تدبیر امور موافق تقدیر ازلی ہے اور تفصیل آیات جریان قضا ہے تاکہ تمکو اپنی مجبوری میں یقین ہو کہ اللہ تعالے عز وجل وہی ان امور کو اور مختلف احوال کو تیسیر جاری فرماتا ہے اور ضرور تم اسی کی طرف رجوع کروگے۔ قال المترجم اللہ تعالے عز وجل نے اس مخلوقات آسمان و زمین میں عجائب آیات و لطائف معارف اور سب سے بڑھکر ذات انسان میں رکھے ہیں ولیکن کفار تو ان آیتوں سے سرسری گزر جاتے ہیں اور کچھ فکر نہیں کرتے اور مومنین انسے یقین و تکمیل نفس حاصل کرتے ہیں چنانچہ قولہ افلم ینظروا الی ملکوت السموات والارض وما خلق اللہ من شیٔ الآیہ اور قولہ کذلک نری ابراہیم الآیہ اور قولہ وکاین من آیۃ فی السموات والارض الآیہ و قولہ سنریہم آیاتنا فی الآفاق الآیہ میں فکر کرنے سے یہ مسئلہ واضح ہوتا ہے اور مومنین انہیں غور نظر سے دیکھتے ہیں پس بصیرت یقین حاصل ہونے پر نفس کی تکمیل بدوام لقاء ہوتی ہے لہذا اللہ تعالے نے کافروں کو بھی سماوی عظام مخلوق کو دکھلایا اور اپنے حکم کا مسخر ہونا بتلایا تاکہ انہیں خوف و فکر سے شرک و کفر سے باز آویں اور آیات الٰہیہ سے لقاء اللہ تبارک و تعالے کا یقین کریں پھر مخلوق ارضی سے انکو دلیل بتلائی بقولہ

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا زَوْجَيْنِ

اور وہی اللہ تعالے ہے جسنے کھینچکر پھیلا دیا زمین کو — اور پیدا کردیے اسمیں جمے پہاڑ — اور نہریں — اور ہر ایک پھلوں سے — پیدا کردیے اسمیں — جوڑے

اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

دو دو — ڈھانکتا ہے دن پر رات — بیشک اس بات میں نشانیاں ہیں ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتے ہیں

وَهُوَ الَّذِي اور وہی اللہ تعالے عز وجل ہے جسنے مَدَّ الْأَرْضَ پھیلایا زمین کو۔ المد کشیدن یعنے مد کے معنے کھینچنا۔ اہل تفسیر نے کہا یعنے طول و عرض میں اُس کو پھیلا دیا پس تمام انسان و حیوان اسپر مستقر ہیں۔ ابن عطیہ رح نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین پھیلی ہوئی ہے مثل پاٹ کے اور گول نہیں ہے اور یہی ظاہر شریعت سے پایا جاتا ہے سراج میں ہے کہ اللہ تعالے نے کہیں فرمایا کہ مد الارض اور کہیں فرمایا کہ دحاہا اُس کو پھیلا دیا اور کہیں بسط سے تعبیر فرمایا اور یہ بھی اسی معنے میں ہے پس انہیں دلالت ہے کہ زمین مثل فرش کے پھیلی ہوئی ہے۔ رازی رح نے کبیر میں کہا کہ اہل ہیأت کے دلائل سے ثابت ہے کہ زمین مثل کرہ کے گول ہے اور اللہ تعالے عز وجل کے کلام پاک سے ہیأت والوں کا قول مخالفت نہیں کرتا اس لیے کہ جب کرہ بہت بڑا ہوا تو اسکے ہر ٹکڑے کو سطح سے مشابہت ہوگی مترجم کہتا ہے کہ ان سے صحیح ہے کہ ایسے عظیم کرہ کا ہر ٹکڑا اُسکے دیکھنے والے کو پاٹ کی طرح سطح معلوم ہوگا اور شیخ اعظم رح نے کہا کہ مد ایسے پھیلانے کو کہتے ہیں کہ اس کی انتہا نظر میں نہ آوے۔ اور منجملہ دلائل اہل ہیأت کے خط استوا سے زمین اور کرہ معدل النہار کے محاذات اور معلق رہنے کے لیے فلک کا ہر طرف سے انجذاب ہے تو گول ہوکر کشش برابر ہوگی پس قائم معلق ہوگی اور اس وقت کے بعضے لوگ اُس کی کشش آفتاب سے تصور کرتے ہیں مگر یہ بالکل بیہودگی ہے کہ اس سے ہر طرف سے کشش نہیں ہوسکتی جس سے وہ معلق ہو یا گول ہوجاوے یا گھومے اور جو ذرا اکثر علم ہیأت سے واقف ہو وہ قطعی یقین کریگا کہ ان لوگوں کا قول محض بے عقلی و حماقت ہے اور افسوس کہ مترجم کو یہاں استدلال طوالت کی گنجائش نہیں ہے جبکہ زمین کا اتنا بڑا کہ قدما اہل ہیأت کی دلیل سے زمین کا گول ہونا تو ثابت ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر جانب سے یکساں کشش ہو ...

زمین یکجا ساکن ہے لیکن کرۂ زمین کی ذاتی حالت یکسان نہین ہے کیونکہ کہین خشکی زیادہ ہے اور کہین پانی زیادہ ہے لہذا قادر قیوم عز وجل کی حکمت بالغہ سے اسپر پہاڑ قائم ہوئے تاکہ کشش کی جہات وقوت وضعف کی راہ سے ہر طرف یکسان ہو اور اس مین مٹی کے بھاری ہونے و پانی کے ہلکے ہونے کو دخل نہین ہے بلکہ جاذب کی قوت وضعف محاذات کی راہ سے ہے اور یہ مقامات صرف علم الٰہی مین ہین اسی واسطے پہاڑون کے سلسلہ مین کوئی قیاسی انتظام نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے اپنے علم پاک سے پیدا فرمائی ہین علماے ہیأت کے قول پر زمین گول ہے اور ظاہری اسباب و دلائل کی راہ سے وہ آسمان کے وسط مین معلق ساکن ہے اسوجہ سے کہ آسمان گول ہر طرف سے اُس کو محیط اور ہر طرف سے کشش کیے ہوئے ہے اور آسمان اُس کے گرد متحرک ہے یا نہین ولیکن آفتاب وغیرہ متحرک ہین اور عقلی دلائل پر اگر اعتماد ہو تو ان عقلا کے دلائل ایک عاقل مہین جو طبعیات وریاضیات سے ماہر ہو اقرب سمجھ سکتا ہے ورنہ اس زمانہ مین جو لوگ زمین کو گول اور آسمان کو ندارد اور آفتاب کے گرد زمین کو متحرک کہتے ہین محض جاہلانہ حماقت کے دلائل لاتے ہین کہ جن کو سواے انھین کے مثل محدود دماغ والے بیوقوف کے یا گنوار یا بچہ کے جسکو علوم عقلیہ منطقیات قدیمہ وریاضیات وطبعیات سے مہارت نہو کوئی شخص تسلیم نہین کر سکتا بلکہ عاقل توان اقوال و دلائل کو نہایت حقارت سے دیکھتا ہے اور اسکو معجزہ حضرت خاتم المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حدیث صحیح مین آیا ہے یاد آتا ہے کہ قرب قیامت مین تمام روے زمین پر نصرانی سب لوگون سے زیادہ ہونگے اور وہی سب آدمیون پر غالب ہونگے اور فرمایا ہے کہ اس زمانہ مین عقل سے دور بہرے گونگے روے زمین کے بادشاہ وحاکم ہونگے مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ مطلب نہین کہ وے کانون سے بہرے اور منہ سے گونگے ہونگے بلکہ مراد یہ کہ روح وعقل اُنکی بالکل تاریکی مین ہوگی اور چونکہ انکی کثرت وبادشاہت بیان فرمائی تو ورای نورانی عقل کے انکا غلبہ تیزی حواس والی چیزون مین ہوگا جس سے وہ لوگون پر غالب ہوکر بادشاہ وحاکم ہو جاوینگے چنانچہ حواس کے متعلق جسقدر امور ہین سب مین اسوقت معائنہ ومشاہدہ کر لو اور دیکھو کہ یہ پیغمبر صادق کا معجزہ تمھاری آنکھون کے سامنے موجود ہے پھر کیا تم کو شک ہے اللھم ثبت اقدامنا علی الایمان والاسلام وتوفنا مؤمنین سراج وغیرہ مین لکھا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ عز وجل نے فرمایا وہی سچ اور صحیح ہے اور ایماندار کے نزدیک ہیأت والا ہو یا کوئی ہو سب مخلوق سے زیادہ سچ خالق عز وجل کا کلام ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ سچ ہے اور ہم ایمان لائے کہ جو واقعی حالت ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ عز وجل نے فرمایا وہی صحیح ہے اور جہانتک کہ ظاہر مین ہمکو ہیأت والون کا قول یا کسی کا جو مخالف معلوم ہوگا اور ہماری سمجھ مین آویگا اسپر ہم تدبر کرینگے لیکن اسیقدر کہ جیسے عقلیات کا حال ہوتا ہے کہ باہم عقلیات ایک ہی بات مین مخالف ہوتے ہین پس عقلی تدبیر درحقیقت ظنی ہوتا ہے اور اقوال الٰہی پے کینگے اور محض صدق خالص ہے اللھم اجعلنی من عباد المؤمنین وتوفنی اذا توفیتنی علی الایمان بما جاء به النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور جان لو کہ عقلی دلائل کا مدعی ہو یا الٰہی اختراعات پر نازان ہو کسی کی مجال نہین کہ اس مقام پر انکار کر سکے کہ ہو الذی مد الارض وہی اللہ پاک خالق ہے جس نے پھیلایا زمین کو یعنی زمین کا پیدا کرنے والا اس صورت پر یہ زمین موجود ہے وہی اللہ وحدہ لا شریک ہے اور فرمایا الذی جعل لکم الارض فراشا جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا کر دیا اور قرآن پاک مین اصل مقصود یہی ہے کہ تم ذرا غور کرو کہ تمھارا رب وہ ہے جس نے یہ زمین تمھارے لیے پیدا کر دی تم اس زمین سے کسقدر نفع اسکے فضل سے اٹھاتے ہو اور کسطرح اُسنے تمپر اپنا فضل تمھارے وجود سے پہلے کر دیا - وجعل فیھا رواسی اور پیدا کر دیے زمین مین رواسی - راسیہ کی جمع یعنی ثابت وجما ہوا اور مراد پہاڑ ہین یعنی زمین مین پہاڑ جما دیے - وانھارا اور نہرین پیدا کر دین جو اکثر پہاڑ سے جاری ہین اور نہر زبان عرب مین دریا ہو خواہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو لیکن زمین واسکے ساتھ ان چیزون سے کسقدر عظمت قدرت الٰہیہ ظاہر ہے اور تم پر کسقدر برکتیں

احسانات ہیں۔ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھلوں سے جَعَلَ فِيْهَا پیدا کر دیے زمین میں زَوْجَيْنِ جوڑا اثْنَيْنِ۔ دو دو۔
جیسے شیریں و ترش اور سیاہ انگور و سپید انگور اور چھوٹا و بڑا پس تم ان ثمرات کو فضل الٰہی سے حاصل کر کے بھوک کی جگہ سیر ہوتے
ہو اور بیداری کی تکان سے سوتے ہو۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ڈھانک لیا رات نے دن کو پس تمام روشنی پھیلی تھی تاریکی پھیل گئی اور
بیدار آدمی خواب میں چلا گیا گویا زندہ تھا مر گیا۔ مرد بیدار یاد الٰہی و شکر نعمت سے نورانی حالت لیے ہوئے خواب غفلت میں گیا۔
ہر ایک ثمر زمین کے پھل میں اور قلب کا ثمر یادِ حق و توحید ہے تاریکی کفر ہے اور روشنی ایمان ہے اور ہر ایک کے مناسب ثمرات
ہیں کفر سے شرک و تاریکی و عذاب کے اعمال و غضب الٰہی کے حرکات پیدا ہوتے ہیں اور ایمان سے توحید و نور و ثواب کے اعمال و
رحمت الٰہی کے حرکات پیدا ہوتے ہیں اور عنقریب اس کے نظائر آتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بالجملہ اس صنعت عجیب سے ہر چیز کی
پیدائش کہ صورت میں یکساں مگر ایک مثلاً میٹھا اور دوسرا کھٹا اور دن کے اوقات میں دن ہونا اور رات کی اوقات میں رات
ہونا کسی قادر قیوم کی قدرت اور اس کی تسخیر سے ہیں جس نے اپنی تدبیر و حکم سے انکو اُن کے اسباب کے ساتھ پیدا کر دیا۔ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ بیشک اس میں نشانیاں ہیں اللہ تعالیٰ عز و جل کی توحید کی کہ کسی عقلمند و حاکم و فقیر و الدار ہو توقدرت
کو کچھ بھی مخالفت کی طاقت نہیں ہے وہی اللہ تعالیٰ سب کچھ کرتا ہے مگر یہ نشانیاں ایسی قوم کے لیے ہیں جو ان چیزوں میں فکر کرتے ہیں
کیونکہ جس نے ان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ دیکھی وہ رب تبارک تعالیٰ کی توحید پر قائم ہوا۔ واضح ہو کہ آیت میں اشارات لطیفہ ہیں
چنانچہ انسان جو خاک سے مخلوق ہے کیسی نرم و شیریں و سیاہ و رتیلی و پہاڑی کا ہو گا ویسے اس کے اخلاق و عادات نرم و نافع و بے سود
و موذی و سخت وغیرہ ہونگے چنانچہ حدیث صحیح کے مضمون سے یہ ثابت ہے کہ اولاد آدم تمام روئے زمین کی ایک مشت خاک سے پیدا
ہوئے اسی وجہ سے ان کی صورتوں و رنگ و عادات میں تفاوت ہے۔ بہت انسانی خالق عز و جل کے حکم بجا لانے میں جسم خاکی کو پہاڑ
کی طرح دبائے رہے کہ وہ بجا آوری میں متزلزل نہوا اور اس سے نیکی جاری ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھاویں اور بہت اس کی اگر زمین کی
نعمتوں ہی پر منحصر رہی کیونکہ آرائش و سامان و اسباب و لذت طعام و فواکہ وغیرہ تمام چیزیں اسی زمین کی اصل برکات ہیں پس اگر
انہیں پر اس کی ہمت مقصور رہی تو شہوات میں کامل ہوا اور اصلی فطرت نورانی پر تاریکی چھا جانے کی اور سونا غافل ہونا اگر بحکم الٰہی ہے تو
موت سے جو اعمال منقطع ہوئے اس کے عوض حکم بجا لانے کا پلہ برابر ہوا اور اگر شہوات و تن آسانی ہے تو موت و غفلت ہے اور آدمی اگرچہ
اصلی فطرت میں نورانی ہے لیکن پیدائش کے بعد جب خواہشوں کا زمانہ آتا ہے اگر خواہشیں غالب ہوئیں تو تاریکی چھا جاویگی پھر اگر اس کو
ازلی نور لاہی تو ایمان و توحید سے پھر منور ہو کر اصلی کمال کو پہونچیگا ورنہ تاریکی میں یہودی و نصرانی و ہنود وغیرہ ہو کر میت ہو جاوے گا
اور آیات الٰہی میں اہل فکر کو جو علوم نظر آتے ہیں اُن کے بیان سے زبان قلم عاجز ہے اور خود اُن کی انتہا نہیں ہے واللہ سبحانہ اعلم۔ ف۔
و فی العرائس قولہ وھو الذی مد الارض۔ قلوب اولیاء کو نور محبت سے پھیلایا اور معرفت اس میں رکھی کہ متزلزل نہیں ہوتا اور علوم
حقائق انسے جاری ہوئے۔ و قولہ ومن کل الثمرات جعل فیھا زوجین اثنین۔ انواع مقامات و حالات میں قبض و بسط انواع ہیں و قولہ ان فی
ذلک الآیہ آیات الٰہی اولیاء ہیں جن سے نور توحید کا ظہور ہے۔ جریری رح نے کہا کہ جنید رح کے جوار میں ایک شخص رہتا تھا جب آپ نے
انتقال کیا تو دفن سے واپس ہو کر اُس نے مجھ سے کہا کہ تم نا حق یہاں سے اٹھ گیا اب میں تمہارے ساتھ اس کھنڈل میں نہ جاؤں گا۔
بعض نے کہا کہ فکر سے مراد یہ ہے کہ کسی دم آدمی تمام شہوات و خواہشوں حتیٰ کہ اپنے تن سے بھی علیحدہ ہو کر حق عز و جل کی صنعت و قدرت کو دیکھے اور اس میں

اپنے کسی امر کی منفعت یا مضرت کو سامنے نہ آنے دے۔ شیخ ابو عثمان ہارونی رحمہ نے فرمایا کہ فکر یہ ہے کہ تدبیر کے وسوسہ سے قلب کو راحت دے۔ مترجم کہتا ہے کہ سراج وغیرہ مین لایا کہ کسی نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ کیونکر اللہ تعالےٰ ایک دفعہ مین سب خلق کا حساب فرما دیگا۔ جواب دیا کہ جیسے اب انکو ایک دم سے رزق دیتا ہے ایک دم مین ان کی دعاؤن کو سنتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ زمین کے گرد سمندر پانی کے بھرے ہوئے ہین اور وہ آسمان کے بیچ مین معلق لٹک رہی ہے مگر کوئی قطرہ ٹپک کر آسمان پر نہین جاتا اور نہ نیچے کا قطرہ اوپر اور نہ اوپر کا نیچے آتا ہے اور نہ میٹھا سمندر کھاری مین ملتا ہے اور نہ مٹی اس پانی مین گلجاتی ہے اور نہ کنارہ اسکا کھل ہو جاتا ہے اور سمندر کا پانی بہت شور ہے مگر مچھلی زندہ رہتی ہے اور اگر انھین بخارات سے مینہ کا پانی برستا ہے تو شور نہین ہوتا۔ اب ان عظیم قدرت الٰہیہ کو دیکھو تو پھر تم کیون اللہ تعالےٰ واس کے رسول کے اخبار سے انکار کرتے ہو اور جب تم سے کہا گیا ہو کہ ڈرو اس دن سے کہ ہر شخص آفتاب مین بقدر اپنے جسم کے پسینے مین ڈوبا ہوگا کوئی گھٹنے تک اور کوئی کمر تک اور کوئی گلے تک تو تم انکار و بد اعتقادی کے طور پر کہتے ہو کہ یہ تو نیچر[1] کے خلاف ہے افسوس کہ تم نے اللہ تعالےٰ عز وجل سے اسقدر کفر اختیار کیا کہ اسکی مخلوقات کی آیات سے بھی غافل ہو اللھم اجرنا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ نے فکر و غور کرنے کے واسطے قرآن پاک مین بہت جگہ تاکید فرمائی ہے و لیکن یہ فکر انھین چیزون مین ہے جن کی صورت قلب مین آوے لہذا احادیث مین ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی نعمتون و مخلوقات مین فکر کرو اور اللہ تعالےٰ جل شانہ کی ذات مین فکر مت کرو۔ اور توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات پاک ہے کسی مخلوق کی مجال ادراک نہین اور بعض اولیاء نے خوب کہا کہ جو کچھ تو اللہ تعالےٰ مین خیال کرے وہ تیرے وہم کی صورت ہے اور اللہ تعالےٰ اس سے پاک اور صفات الٰہی مثل اس کے پاک ذات کے وہم و خیال سے بالاتر ہین ہان اسقدر فکر ہو سکتی ہے کہ مثلاً اللہ تعالےٰ عز وجل بصیر ہے اس سے کوئی ذرہ کسی وقت کسی مقام پر پوشیدہ نہین ہے تو بندہ الٰہی کہیگا کہ سبحان اللہ کیا پاک پروردگار ہے کہ اسکا دیکھنا قیاس بشری سے باہر ہے کہ سمندر کی تہ مین سیپ کے اندر جو موتی ہے اور اس موتی مین ایک خفیف بھی پانی کی تیل ہے وہ اس کو دیکھتا ہے اور میرے ہاتھ کی انگلی مین ہڈی کے اندر جو روغن ہے اسکو دیکھتا ہے اور میرے دل مین جو خیال ہے اسکو دیکھتا ہے اور ہر چیز کی ماہیت سے دانا ہے کیونکہ اسی نے پیدا کیا ہے پس اسقدر فکر صفات مین مضائقہ نہین و لیکن اس سے زیادہ فکر مین گمراہی ہے کیونکہ وہ پاک ہے ادراک وہم و خیال سے اور جو قیاس کرے وہ تیرے قیاس کی بنائی صورت ہے اور اللہ تعالےٰ عز وجل پاک ہے۔ رہا افعال الٰہی عز وجل یعنے مخلوقات مین اسکی صنعت عجیب و قدرت غریب کیونکر ہے پس یہ فکر محمود ہے اور ان مین آیات وحدانیت ہین جن سے اللہ تعالےٰ عز وجل کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ جل شانہ نے زمین کے قطعات اور کھیتی و میوہ جات مین دلائل قدرت بیان فرمائے

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَّجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ

اور زمین مین کھیت ہین پاس پاس لے ہوئے اور باغ ہین انگور دن کے اور کھیتیان اور خرما کے درخت ہین ایک ہی جڑ سے نکلے اور الگ الگ اُگے

يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَّاحِدٍ وَّنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ

سینچے جاتے ہین ایک ہی پانی سے اور ہم فضیلت دیتے ہین بعض کو بعض پر کھانے کے مزہ مین بیشک اس خلقت مین بہت نشانیان ہین ایسی قوم کے لیے

يَعْقِلُونَ ۝

جو سمجھ رکھتے ہین

[1] نیچر اس لفظ سے مراد انکی پیدائشی طریقہ اور قانون قدرت ہے ۱۲

اس کلام میں ایک ہی جنس زمین میں قدرت سے عجائب فرق رکھا کہ دیکھنے والے کو شک نہیں ہو سکتا کہ خالق عزوجل علیم وخبیر ہے
اور اُسکی قدرت وحکمت اُس کے اختیار میں ہے اور بڑی چیزوں سے چھوٹی چیزوں تک سب کی تدبیر وہی فرماتا ہے اور سب میں مفصل
نشانیاں وہی رکھتا ہے تو مشرکین عرب وغیرہ کا زعم باطل ہوا کہ بڑے بادشاہ پر قیاس کر کے سمجھتے کہ ہمارا انتظام چھوٹے آلہہ کے
اختیار میں ہے جو ہمارے حال سے اللہ تعالیٰ عزوجل کو آگاہ فرمادیں اور ہمارے لیے اس سے دعا کریں اور ہمارا دنیاوی درجہ
بڑھادیں اور آخرت کے قائل نہ تھے پس پہلے اللہ تعالیٰ نے آسمان وعرش نہایت اعظم مخلوقات کی پیدائش سے اُنکی آنکھیں کھولیں
اور فرمادیا کہ عرش سے فرش تک وہی تدبیر عالم فرماتا ہے اُسی کا امر ہے اُسی کی خلافت میں جاری ہے اور ہر دفعہ مخلوق میں اسکی
نشانیاں توحید کی ہر روز تمہارے لیے موجود ہیں اور تدبیر اُسکی تسخیر قدرت ہے کہ ہر چیز اُسکی قدرت کے قبضہ میں اُسی طرح مطیع و ذلیل
ہے جیسے وہ چاہے پھر کسی کی پرستش مت کرو سوائے اللہ تعالیٰ عزوجل کے قال تعالیٰ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقہن الآیۃ
یعنے سجدہ مت کرو سورج کا اور نہ چاند کا اور سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کا جسنے انکو پیدا کیا اور فرمایا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ۔ یعنے
سورج اور چاند اور ستارے سب ذلیل مطیع ہیں اُسکے حکم کے غرضکہ کوئی مخلوق ہو ہر دم اُسکے قبضہ قدرت میں مسخر ہے جو وہ چاہتا ہے
وہی ہوتا ہے پھر زمین و پہاڑ و دریا وغیرہ زمین عجائب قدرت ظاہر فرمائیں جنکے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ سوائے اُسکے کوئی خالق ومالک
ومدبر نہیں ہے اور کروروں بے انتہا چیونٹیاں لاکھوں جنگلوں میں گھر کیے ہیں اور سب اُسکے سامنے حاضر ہیں۔ پھر چوڑی زمین میں سے انکو
زمین کے ٹکڑوں وچھوٹی چھوٹی چیزوں میں قدرت کے دلائل دیے تاکہ اپنی ذات میں قدرت الٰہیہ سب سے کامل دیکھیں پس فرمایا۔
وفی الارض قطع متجٰورٰت اور زمین میں ٹکڑے ہیں ایک دوسرے کے مجاور یعنی باہم جوار و پڑوس میں پاس ہی پاس ہیں دیکھو کہ
انمیں تو کوئی زمین شیریں و پاکیزہ ہے پھر شیریں میں سے بعض میں سے میوہ اُگتا ہے اور بعض میں گیہوں و بعض میں موٹا اناج اور بعض مقام کا آم دوسری
جگہ سے عمدہ ہوتا ہے اور بعض انگور مثلاً کابل کا ہے کہ کہیں اور ویسا نہیں ہوتا اور جو میوہ کابل میں ہوتا ہے وہ یہاں نہیں پیدا ہوتا لیکن
کافر لوگ اسطرح نہیں دیکھتے بلکہ کہتے ہیں کہ وہاں ایسی ایسی باتیں زمین میں جو ایسے ہیں موجود ہیں اور یہاں نہیں ہیں حالانکہ یہ خود قدرت ہے
کہ یکساں زمین میں وہاں یہ اور یہاں وہ اور پھر کس نے یہ کر دیا کہ ایسی جگہ پیدا ہوا اور ویسی جگہ نہو۔ بالجملہ ان متجاورات قطعات میں
جو ایک دوسرے سے ملے چلے گئے ہیں ایک پاکیزہ شیریں ہے بہت میوہ واناج اُگتا ہے جس سے لوگ نفع اٹھاتے ہیں اور ملا ہوا دوسرا کونیا
کھاری ہے کہ نہ گھاس اُگے نہ کچھ۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد وسعید بن جبیر و
ضحاک و بہت لوگوں سے روایت کی گئی ہے اور اس میں ان ٹکڑوں کے رنگ وکیفیت بھی داخل ہیں کہ متجاورات ہونے کے باوجود
ایک سُرخ ہے ایک سپید ہے ایک مُلتانی مٹی زرد ہے دوسری سیاہ ہے اور ایک پتھریلی ہے ایک نرم ریتلی ہے ایک سخت چکنی ہے ایک
ہلکی ایک بھاری ہے باوجودیکہ سب ملے ہوئے ٹکڑے ہیں ایک کا آدھا عمدہ اور آدھا خراب ہے یہ صریح دلیل ہے کہ پیدا کرنے والا قادر مختار
ہے جسطرح اُس نے چاہا پیدا کیا ہے اور اس سے یہ مطلب نہیں کہ اسمیں کوئی حکمت نہیں ہے بلکہ بے انتہا حکمت وقدرت موجود ہے لیکن
حکمت اُسکی صفت ہے جیسے علم قدیر اور صفت پاک تک رسائی مخلوق کے خیالات سے بالاتر ہے لہٰذا انمیں منافع وخوبیاں خیال کرو اور
اصلی حکمت کو حضرت خلاق علیم کے سپرد کرو۔ واضح ہو کہ اس دار دنیا کہنہ وخراب کو اسطرح پیدا فرمایا کہ باوجود اختیار قدرت وعظمت کے تم
اسکی اصلاح وجوکھم وبرابر وخوبصورت بنانے پر مت جاؤ بلکہ رزق کی منفعت حاصل کرنے کی غرض سے اُسکو جوکھم کر دیا تسلیل اور آزمائش کی

غرض یہ مت کرو کہ یہ دار محنت و فنا رہا اور تمہارے لیے جو دار باقی و دائمی ہے اُس کی آرائش و خوبصورتی رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے مثال اور انبیاء موسیٰ و عیسیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین کے بہت خوب بیان کر دی ہے پس یہ سرسری فکر ہے اور تم نے قدرت الٰہیہ عزّ سلطانہ کو دیکھا کہ قطعات متجاورات میں یہ صنعت حکمت موجود ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے فقط قطعات متجاورات فرما دیا اور کچھ تفصیل نہ فرمائی اس لیے کہ اس سے ہر شخص واقف ہے مگر بحکم قولہ وکاین من آیۃ الآیۃ یعنی بے انتہا آیات آسمانوں و زمین میں موجود ہیں جن پر گزرتے چلے جاتے ہیں اور منہ موڑتے ہیں تو تنبیہ کر دی کہ یہاں غور سے قدرت الٰہی عزّ و جل کو دیکھو اور منہ موڑنا ان لوگوں کا عیب انہیں تھا لیکن چونکہ اس لیے درجہ غافل بن گئے تو غفلت کی نحوست سے یہ گناہ کرایا کہ انہیں قطعات متجاورات میں ہر روز پھرتے اور سوار رہتے ہیں مگر نہیں دیکھتے کہ کیا قدرت کاملہ ظاہر ہے اور ان قطعات کے ہر ذرہ میں نمونہ قدرت ظاہر ہے لیکن عوام کی عقل کے موافق انکے متجاور پھر اسقدر متفاوت ہونے پر تامل و قدرت دیکھنے کا اشارہ فرمایا پھر ان قطعات میں جو کچھ منفعت دینے کے قابل ہیں انکی پیداوار کا اشارہ فرمایا۔ وَجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ اور انگوروں کے باغ ہیں۔ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ اور کھیتیاں و باغ خرما ہیں۔ زرع بوجہ مصدر ہونے کے مفرد بمعنے جمع کافی ہے برفع پڑھنا قرأت حفص و یعقوب و ابو عمرو و ابن کثیر رحمہم اللہ ہے اور باقیوں نے بالجر اسکو اعناب پر عطف سے پڑھا تو معنے یہ کہ اور باغ ہیں جن میں اقسام کے درخت انگور و اناج و خرما کے ہیں۔ بیضاوی رح کی تفسیر میں ہے کہ دلیل توحید قادر مطلق الاختیار ہے کہ بعض قطع قابل زراعت و بعض قابل درخت اور بعض کسی میوہ کے قابل اور بعض کسی دوسرے میوہ کے قابل اور ایک میں دوسرے کی منفعت نہیں تو ظاہر ہے کہ قادر غالب نے ہر ایک کو قبضۂ قدرت میں اس کی منفعت و اثر کے لیے مسخر کر دیا ہے کیونکہ یوں تو تمام قطعات کی طبیعت زمین ہے اور باران وغیرہ اسباب سماویہ ہر ایک کو یکساں پہونچتے ہیں اور باران زمین کے سب قطعات کے ساتھ یکساں نظر رکھتا ہے اور سب آپس میں گندھے و ملے ہوئے ہیں ولیکن کسی میں انگور ہیں اور کسی میں کھیتی ہے اور کسی میں باغ خرما۔ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ ایک ہی جڑ سے کئی درخت متحد نکلے ہیں وہ صنوان ہیں اور مختلف جڑوں سے علیحدہ علیحدہ غیر صنوان ہیں۔ منہ قولہ علیہ السلام عم الرجل صنو ابیہ۔ یعنے عباس رضی اللہ عنہ اپنے چچا کی نسبت فرمایا کہ اے لوگو آدمی کا چچا اس کے باپ کا صنو ہوتا ہے یعنے دونوں ایک ہی جڑ سے پیدا ہیں۔ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ سینچے گئے ایک ہی پانی سے وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ اور ہم فضیلت دیتے ہیں بعض کو بعض پر کھانے میں۔ بیضاوی رح نے کہا کہ پھل میں باعتبار شکل و مقدار و خوشبو و مزہ کے بعض سے بعض بہتر ہوتا ہے پس یہ دلیل ہے کہ پیدا کرنے والا ہر پھل تک کو اپنے علم و قدرت سے خاص صنعت پر پیدا فرماتا ہے اور چونکہ اکثر پھلوں میں مثلاً آم یا نارنگی کے اعداد میں امتیاز شخصی کی ضرورت نہیں تو صورت میں یکساں ہوتے ہیں بخلاف آدمیوں کے جن میں ہر فرد کے دوسرے سے شخصی امتیاز کی ضرورت ہے تو ہر شخص کا تشخص دوسرے سے بالکل مشابہ نہیں ہوتا حتی کہ ان میں امتیاز ہوتا ہے گو کیسے ہی مشابہ ہوں پس جب ایک ہی جڑ سے پیدا ہوئے اور ایک ہی پانی سے سینچے گئے یا دو جڑ سے ہوں مگر زمین واحد ہے و پانی ایک ہے تو اسباب و اصول متحد ہونے کے باوجود یہ امتیاز ایک قادر مختار کی صنعت عجیب و قدرت غریب ہے واضح ہو کہ ابن عامر و عاصم و یعقوب نے یسقی کو بیاء تحتیہ پڑھا اس لیے کہ واحد مذکر یعنے سینچا گیا ہر ایک جو مذکور ہوا۔ اور نفضل بنون کو حمزہ و کسائی نے یفضل بیاء تحتیہ پڑھا یعنے اللہ تعالیٰ عزّ و جل فضیلت دیتا ہے تا کہ قولہ یدبر الامر سابقہ کے موافق ہو یعنے جیسے وہاں تھا کہ اللہ تعالیٰ امر سے تدبیر فرماتا ہے اور ہر ایک کو اپنی مشیت و حکمت کے واسطے پیدا کرتا اور رکھتا ہے ویسی ہی یہاں تفصیل آیات کی صورت میں ضمیر غائب رکھی کیونکہ یہ ایک تفصیلی نشانی ہے تو جوڑ لا دیا کہ وہی

اللہ تعالیٰ ہے کہ باوجود جڑ ہونے وزمین ایک ہونے اور پانی ایک ہونے کے بعض پھلوں کو بعض پر فضیلت دیتا ہے لیکن جس شخص کے قالب پر
جانوروں کی خصلت چھائی ہو کہ سوائے کھانے پینے و محسوسات کے اُس کی ہمت معرفت الٰہی وملکوت سماوی سے اعراض کرے اُس کو یہ
علوم ونشانیاں نظر نہ آوینگی۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ بیشک اس سب میں جو مذکور ہوا ہے نشانیاں ہیں
قدرت الٰہی کی ہیں لیکن اس قوم کے لیے جو عقل رکھتی ہیں یعنی عقل سے فکر کا کام لیتی ہے۔ جاننا چاہیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے تین قسم کی مخلوقات پیدا فرمائی ایک فرشتہ اور اُن کو صرف عقل دی اور خواہش کچھ نہیں
دی۔ دوم حیوانات جن کو صرف خواہش دی اور عقل نہیں دی اور سوم آدمی جسکو عقل وشہوت دونوں جمع فرمائیں اور عقل و
شہوت دونوں میں جھگڑا ہے پس اگر آدمی نے عقل کی اطاعت کی اور نفس وشہوت کو مغلوب کیا تو وہ فرشتے سے افضل ہے کیونکہ
فرشتہ نے اگر طاعت الٰہی ونورانیت ونیک اعمال کیے تو کوئی روک نہ تھا اور آدمی نے باوجود اپنی جان کی خود دشمنی کرنے کے طاعات
ونیک اعمال کیے اور اگر اُس نے نفس وشہوت کی اطاعت کی تو وہ جانور سے بدتر ہے کیونکہ جانور نے اگر نفس وشہوت کی پیروی کی تو
اس میں عقل نہ تھی پھر بھی صحیح ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی تسبیح کرتے ہیں باستثنا بعض جہنمی جانوروں کے اور آدمی نے باوجود عقل
کے شہوات کی پیروی کی پس جانوروں سے بدتر ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ عقل اللہ تعالیٰ عزوجل نے ہر آدمی میں رکھی ہے لیکن عقل والے
وہی ہیں جو اپنی عقل کے تابع ہیں اور اس سے اللہ تعالیٰ کی عجائب قدرت میں معرفت کا کام لیتے اور ثابت قدم رہتے ہیں۔ اور یہیں سے معلوم ہوا
کہ جانوروں پر عذاب نہ ہوگا اور موذی جانور جو جہنم کے لیے مخلوق ہیں مگر نہ عذاب پانے کے لیے بلکہ عذاب دینے کے لیے لہٰذا جو شخص دنیا میں جہنمی ہونیکی
صلاحیت پر ہوا اُسکو شیر وسانپ وبچھو کوئی آزار نہیں دیتا بلکہ مطیع رہتے ہیں اور کفار اسی سبب سے جانوروں سے بدتر ہیں چنانچہ حق تعالیٰ
عزوجل نے فرمایا اولٰئک کالانعام بل ہم اضل۔ اور فطری عقل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لہم قلوب لا یفقہون بہا۔ یعنے دل وعقل ہے مگر اس سے سمجھتے
نہیں ہیں اے رب ہمارے ہم کو اپنے فضل وہدایت سے ایمان پر رکھیو اور ایمان پر وفات دیجیو تو پاک پروردگار ہے ہر چیز پر قادر ہے۔ ف
واضح ہو کہ شیخ اکبر محی الدین بن عربی رح نے اپنی تفسیر میں امثال حدیث وآیات سے تشبیہ قلوب کی زمین سے ثابت کر کے اشارات ان آیات
میں قلب سے قرار دی والحدیث قولہ علیہ السلام ان مثل ما بعثنی اللہ بہ من الہدیٰ والعلم کمثل غیث اصاب ارضا فکانت منہا طیبۃ قبلت الماء
فانبتت الکلاء والعشب الکثیر وکانت منہا اجادب امسکت الماء فنفع اللہ بہا الناس فشربوا منہا وسقوا وزرعوا واصاب طائفۃ منہا اخریٰ
انما ہی قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلاء فذلک مثل من فقہ فی دین اللہ ونفعہ ما بعثنی اللہ بہ فعلم وعلم ومثل من لم یرفع راسا ولم یقبل ہدی اللہ
الذی ارسلت بہ رواہ الشیخان وفی الحدیث ایضا الا انی اوتیت الکتاب ومثلہ معہ۔ یعنی حدیثوں میں ایک بات تو یہ ثابت ہے کہ لوگو آگاہ
رہو کہ مجھے قرآن مجید دیا گیا اور اُس کے ساتھ اُس کے مثل عطا ہوا یعنے وحی خفی سے جو احادیث آپ نے فرمائی ہیں کیونکہ آپکا کلام ہوا وہوس
سے اس وجہ سے بالکل خالی تھا کہ صفت ملکیہ آپ پر پوری تھی بلکہ کسی بشر کو یہ کمال نہیں دیا گیا اسی واسطے علماے اہل السنۃ نے جزم کیا
کہ آپ ملائکہ سے افضل قطعی ہیں اور عرش وکرسی وغیرہ سے بالیقین افضل ہیں الغرض حدیث صحیح میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے جو مجھے علم وہدایت دیکر مبعوث فرمایا تو مثال اس کی اُن لوگوں کے ساتھ ایسی ہے
کہ جیسے ایک زمین پر باران کا پانی بہت کثرت سے نفع دینے والا برسا پس اس زمین میں سے بعض ٹکڑا تو نہایت پاکیزہ زمین عمدہ تھا اُسنے پانی
خوب کھینچ لیا اور سیراب ہوگئی پس اُس نے بہت گھاس ودانہ وغیرہ اُگایا اور بعض ٹکڑا جدب تھا کہ اُس نے اپنے اندر پانی بہت سا

روک لیا ہیں اُس سے بھی لوگون نے نفع پایا کہ پیا اور سینچا اور زراعت کی اور ایک دوسرے ٹکڑے کو یہ باران رحمت پہونچا گروہ ایک
چٹیل تھا کہ نہ پانی روک سکتا اور نہ نباتات اُگا سکتا پس یہ مثال ہے کہ جس نے دین الٰہی میں فقہ حاصل کی اور جسکو اللہ تعالیٰ
عز وجل نے میرے ساتھ بھیجا ہے اس سے نفع پایا پس خود سیکھا اور دوسرون کو سکھلایا اور اُس کی جس نے اپنا سر نہ اُٹھایا اور جو ہدایت
میرے ساتھ بھیجی گئی ہے اسکو قبول نہ کیا۔ رواہ البخاری و مسلم میں کہتا ہون کہ آپ نے دو قسمین فرمائی ہین ایک کفار و منافقین و مشرکین کہ
جنہون نے کفر کیا اور ایمان نہ لائے اور کچھ سمجھ نہ پائی بلکہ جانور سے بھی بدتر ہے اور دوم وہ جو ایمان لائے پھر ان میں دو قسمین ہین ایک
تو عالم عامل جس نے سیکھا اور سکھلایا اور خود عمل کیا وہ قطعہ طیبہ ہے اور دوم جس نے اپنے اندر فقہ و مسائل جمع کیے اور لوگون نے
اُس کے علم سے نفع اُٹھایا پس خلاصہ اس قدر ہے کہ زمین انسانی میں بعض قطعات علوم الٰہیہ سے سیراب ہو کر انگور وغیرہ اُگاتے
ہین اور بعض دوسری طور کے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ عز وجل کے ابر رحمت سے اُنکو ایک طرح کا پانی پہونچتا ہے اور بعض کے اعمال
دوسرے سے صورت میں مشابہ ہین ولیکن اخلاص و حُسن اعتقاد کے ساتھ اعمال کے ثواب میں بہت بڑا فرق ہے اور ایک ہی ماں
باپ کی اولاد میں اسی طرح تفاوت ہے پس یہ قدرت خالق عز وجل ہے۔ اب میں لکھتا ہون کہ شیخ رح نے عرائس میں کہا کہ قولہ وفی الارض
قطع متجاورات قلب محب متجاور قلب مشتاق وہ متجاور قلب عشاق اور وہ متجاور قلب والہ اور وہ ہائم اور وہ عارف اور وہ موحدین سے
متجاور ہین۔ پھر عارفین کے قطعہ میں خود قطعات متجاورات ہین پس قطعات نفوس امارہ متجاور بعض بعض ہین اول یعنے شہوات متفاوت ہین
کھانے کی شہوت عمدہ شربت و مسکرات کی شہوت و عمدہ کپڑے کی شہوات حتیٰ کہ خواہش کثرت نماز و روزہ کی کیونکہ اخلاص ہی مین محض خالق عز وجل
کے حکم و حق کی فرمانبرداری کی نیت ہے۔ اور کہا کہ قطعات عقول متجاور بعض بعض ہین و قطعات ارواح متجاورات ہین اور قطعات اسرار ایک
دوسرے سے متجاور ہین اول یہ قطعات باعتبار صفات الٰہیہ کے متعدد و متجاور ہین اسی وجہ سے اولیا ہین ہر ایک کے مقام سے دوسرا بے خبر ہے
ماسوائے ایک شیخ کے مریدین کے واللہ اعلم پھر لکھا کہ قطعات نفوس امارہ تو بالکل گویا قطعہ ہین اول محض شہوات کا تخم ان میں اُگتا ہے اور جیسا یہ
کفار و منافقین و مشرکین میں یہی قطعہ شور ہے۔ اور لکھا کہ قطعات عقول شیرین نباتات علم ہین اور قطعات ارواح طیبہ معرفت ہین اور
قطعات اسرار الٰہیہ لطیفہ انوار ہین یہ سب باہم متقارب و متجاور ہین۔ پھر لکھا کہ قطعات نفوس کی شہوت کے تخم سے اپنے حق میں کانٹے اُگاتے ہین
اور قطعات عقول میں علوم فقہ و حدیث و تفسیر کے پھل ہین اور قطعات ارواح مین شگوفہ ہائے معرفت پھولتے ہین اور قطعات اسرار میں انوار
کواشف اُگتے ہین قولہ وجنات من اعناب۔ اس شکر سے ارواح کو عشق حاصل ہوتا ہے اور اس میں زروع معرفت سے اناج عقول کو
ملتا ہے پس تربیت سے اہل ارادات انواع معاملات میں کامل ہوتے ہین اور انہین درختان خرما سے یقین کے میوہ جات سے اسرار کی
حیات ہے۔ قولہ صنوان وغیر صنوان۔ ایمان مع یقین و عرفان جو دلیلون سے گڑھ کر نہ بنایا ہو اور جو ابتدا میں آیات کے مشاہدہ سے تھا
ایسے آیات تجلیات ہین اور یہ سب باران رحمت حق سے پانی پاتے ہین قولہ تسقی بماء واحد۔ او تعالیٰ تمام مخلوقات سے پاک منزہ ہے
اسکی ذات تغیرات سے پاک ہے نہ وہ ایک عدد ہے اور نہ وہان کثرت ہے وہ پاک فرالے بے شریک ہے اُس کی الوہیت سے ہر ایک پر تجلی
ہو کر تربیت ہے اور صفات سے افعال پر ظہور ہے پس جب انوار صفات کے عالم فعل پر پہونچے تو ہر صفت سے نوع فعل کا وجود ہوتا ہے پس
احوال پیدا ہوتے ہین اگرچہ اصل پاک منزہ ہے کہ وہان کوئی علت و تغیر نہیں ہے قولہ ونفضل بعضها علی بعض فی الاکل ثمر معرفت از محبت بلا تربیت
اور محبت از ارادت۔ اور ثمر مراقبہ سے مشاہدہ اعلیٰ ہے اور یہ بشارات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے ہین کہ انکو سوائے عالم بندون کے جنکے عقول

مثل گھٹیل شہوات سے پاک ہوں اور کوئی نہیں سمجھتا ہے۔ قولہ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون۔ عقل مخلوق کے قلوب میں گھٹیل ہو کہ بندون
کو عبودیت کی طرف لاتی ہے تاکہ اس باغ سے روح کے لیے قطعات متجاورات سے ثمرات معرفت و محبت و مشاہدہ و قرب حاصل
کرین اور جو شخص دیکھے کہ وہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی عبودیت میں خلوص چاہتا ہے تو اولیاء کے ساتھ اصل میں متحد ہوا اور جس کی خواہش
ایک فانی چیز دنیا و اُس کی شہوات ہوں وہ عقل سے دور اور نفس و حواس کا مطیع ہوا اور جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور میں اور تو ایک درخت سے ہیں پھر پڑھا قولہ
وفی الارض قطع متجاورات الآیۃ حسن بصری نے کہا کہ یہ مثل ہے آدمیوں کے دلوں کی واسطے چنانچہ زمین اللہ تعالےٰ کے قبضہ قدرت
میں تھی اس کی طینت ایک ہے پس اس کو بچھایا و پھیلایا پس بقدرت آلہیہ اُس کے قطعات متجاورات ہوگئے پس اسپر بارش کا
پانی آسمان سے نازل ہوا پس ایک قطعہ ہو کہ اپنے گل و شگوفہ و نباتات اُگاتا ہے اور دوسرا قطعہ ہے کہ اپنی شورہی و نمکینی و خبث و نالائق
چیزیں نکالتا ہو حالانکہ دونوں پر باران رحمت یکسان برستا ہے اور اگر پانی شور ہوتا تو کہتے کہ یہ پانی کی طرف سے ہو یونہی اولاد آدم
ایک اصل سے پیدا کی گئی اُنپر آسمان سے قرآن و ذکر نازل ہوا پس بعضے قلوب روشن و منور ہو کر خشوع و خضوع میں حاضر ہوئے اور
اُنسے خلق کو بہت بڑا نفع پہونچا اور بعضے قلوب سخت و نالائق ہوئے کہ سوائے اُنکے ٹرومس سے اذیت کے کچھ حاصل نہین ہوا غفلت مین
اہل حق پر جفا کرنا اُنسے پیدا ہوا۔ جنید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے مخلوق کو پیدا کیا اور اپنے آثار قطعات
متجاورات سے بطور مذکورہ بالا ظاہر کیے جس سے صاف ظاہر ہو کہ وہ خالق عز وجل کیسا قادر ہے اور کیسا قاہر کہ جس طرح اُس نے
چاہا ہر ایک سے وہی ظہور ہوتا ہو۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ ارادت میں رنگ برنگ تغیر نہین بلکہ مرادات میں ایسا ہو جیسے پانی ایک ہو اور
درخت و پھل میں تفاوت ہو اقول یہاں سے سمجھ میں آیا کہ رحمت آلہیہ عام مخلوقات کے لیے ہدایت کی یکسان ہو ولیکن کسی مین ثمرات نیک
و سعادت ہیں اور کسی میں اس سے اور زیادہ آثار شقاوت ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ عز وجل نے فرمایا ولا یزید الظالمین الا خسارا۔ کافرون کے
حق میں خسارت بڑھاتا ہو کیونکہ تو بیازمین میں گل بوٹے کے درخت نکالنے سے اسمین کوڑا زیادہ بڑھ جاوےگا واسطی رحمہ نے کہا کہ جس نے کسی امر مقدور
میں کہا کہ یہ کیونکر ہوگا تو اُس کے دل میں قدرت آلہیہ تنگ ہو اور تمام مخلوقات کو وقطعی ان اسباب سے مخلوق سمجھتا ہو حتی کہ جہاں سبب اُسکے
اوہام سے بڑھا ہوا ہوتا ہو وہاں کیفیت پوچھتا ہو اور علت اپنی سمجھ میں سما جانے والی ڈھونڈھتا ہو حالانکہ اس کو جنت ضعیف کو یہ وسعت
کہاں سے حاصل ہو کہ صفات آلہیہ میں سے کسی صفت کو محیط ہو جاوے اور ربوبیت آلہیہ ثابت کرنے کے لیے علل و اسباب ڈھونڈھتا ہو اور ہرگز
کسی وہم میں نہ گزرے کہ کوئی بات جہان میں بغیر ارادہ آلہیہ واقع ہوتی ہو وہی چاہتا ہو موت و حیات و اندھیری اور روشنی اور اسکے ارادہ میں تغیر نہین
ہر یونہی جو ارادہ اُسکا ایمان و کفر سے تعلق ہو وہ متغیر نہین ہوا اور شیخ علم سے روایت کیا تی کہ ساقل وہ ہو جسنے اللہ تعالےٰ سے اسکے کلام و امر کو سمجھ لیا پھر
واللہ تعالےٰ اپنے صنائع قدرت و وحدانیت بیان کرکے آگاہ فرمایا کہ سعادت نہین اُس کو نفع نہین بقولہ تعالےٰ

وَإِن تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ

اور اگر تو تعجب کرے تو تعجب ہے ان کافرون کا یہ قول کہ کیا جب ہم مٹی ہو گئے تو کیا تحقیق ہم البتہ نئی پیدائش میں ہونگے یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے

كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ

کفر کیا اپنے رب کے ساتھ اور یہی لوگ ہیں طوق ہونگے ان کی گردنوں میں اور یہی لوگ ہیں دوزخ والے وہ

فِيهَا خٰلِدُوْنَ۝

اس مین رہ پڑے

وَاِنْ تَعْجَبْ اور اگر تو تعجب کرتا ہے یعنے باوجود ایسے ظاہری دلائل قدرت کے توحید کی تعلیم کرنے مین کافر لوگ جو تیری تکذیب کرنے لگے حالانکہ تو ان مین نہایت سچا و امانت دار مشہور تھا پس تو تعجب کرتا ہے کہ کیونکر ایسی صورت مین کہ صریح دلائل موجود مین مجھکو جھٹلاتے ہین۔ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ تو اس سے زیادہ لائق تیرے تعجب کے انکا یہ قول ہے ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا کیا جب ہم ہوگئے خاک یعنے جب ہم دنیا مین زندگی بسر کر چکے خواہ اسطرح کہ اپنی خواہشین اچھی طرح پوری کرتے رہے اور جسکو ہم عزت و ثروت و خوشی کے ساتھ جینا سمجھتے ہین اسطرح زندگی کے دن گزارے یا جسطرح تم کہتے ہو کہ اکثر نفس کی خواہشون سے پرہیزگاری و تقوے اختیار کرو اسطرح نفس امارہ کو مار کر زندگی پوری کی اور مر کر خاک ہوگئے تو کیا ایسا ہوجانے کے بعد۔ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ پھر کیا ہم نئی پیدائش مین ہونگے یعنے دوبارہ تمھارے قول کے موافق ہم زندہ ہونگے کیونکہ مر کر خاک ہوجانے کے بعد کیا کوئی زندہ ہوسکتا ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و مومنون کو تعجب دلایا کہ یہ جاہل اس قدر نہین جانتے کہ جس نے ان مخلوقات عظام و صغار اور اُن کو بغیر کسی سابق نمونہ کے پیدا کردیا اور اُس کی قدرت و صنعت اوہام سے بڑھکر بزرگ ہے تو اس پر دوبارہ مثل سابق کے پیدا کردینا کیون دشوار ہوگا بلکہ یہ تو نہایت صریح ہے کہ دوبارہ پیدا کردینا بہت آسان ہے پھر کسقدر تعجب کے قابل انکی گفتگو ہے۔ سراج مین ہے کہ یہان دو مقام پر دو ہمزہ جمع کردیے ہین اور قراءت مثل ءَاَنذرتھم کے مع جانب تکرار مین وجوہ و ترکیب کے متعدد مین اور لکھا کہ ایسا گیارہ مقام پر نو سورتون مین ہوا ہے چونکہ کررہی تو بائیس ہوگئے اور یہ ایک اس سورہ مین اور دو اسرا مین اور ایک مومنون مین اور ایک نمل مین اور ایک عنکبوت دا ایک سورہ سجدہ اور دو صافات و ایک واقعہ اور گیارھوان۔ والنازعات مین ہے اسحاصل تیرا انکار تو عجب ہے کیونکہ تو کھلی دلائل سے انکی بھلائی کی بات انکو سمجھاتا ہے اور تجھکو صادق امین جانکر اب انکار و تکذیب کرتے ہین مگر اس سے زیادہ تجھکو تعجب اس امر پر ہونا چاہیے کہ ابتدائی پیدائش کے دلائل قاہرہ دیکھکر دوبارہ قدرت پیدائش سے منکر ہوتے ہین اور اپنے خالق عز وجل کے لقا سے ناامید ہین۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یہی لوگ ہین جنھون نے کفر کیا اپنے رب

مسئلہ جو کوئی اللہ تعالے عز وجل کی قدرت و بعد موت کے پیدائش وغیرہ سے انکار کرے وہ کافر ہے اور انکی سزا بیان فرمائی بقولہ۔ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ یہی لوگ ہین جن کی گردنون مین طوق ہونگے۔ یعنے قیامت مین عذاب جہنم مین آگ کی زنجیرون سے گردنون مین طوق آگ کے اور پاؤن مین بیڑیان آگ کی ہونگی۔ یا یہ معنی ہین کہ ان لوگون کی گردنون مین طوق ہین یعنے گمراہی و بدبختی کے طوق انکی گردنون مین ہین یہ لوگ اُنسے رہا نہین ہوسکتے ہین۔ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ آگ والے ہین یعنی دوزخی ہین۔ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وے اسی مین رہ پڑے کبھی دوزخ سے جدا نہون گے اور ضمیر ہم فاصل لانے سے انحصار و تاکید ہے کہ خلود و ہمیشگی انھین کے لیے ہے مسئلہ۔ حدیث مین صحیح ہوا کہ بعضے گنہگار مومنین بھی دوزخ مین جاوینگے نعوذ باللہ منہ و لیکن بقدر مشیت الٰہی کے عذاب اٹھا کر جہنم سے رہا کیے جاوینگے اور نہر حیات مین غوطہ دیکر مثل موتی کے داخل جنت کیے جاوینگے اور درمیان مین شفاعت انبیاء و مومنین و ملائکہ سے بہت گنہگار نکالے جاوینگے مسئلہ اس زمانہ مین جس شخص نے زعم کیا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی امت مین سے کوئی دوزخ مین نہ جائیگا اس نے انند یہود و نصاریٰ کے کفر کی ہوس پھیلائی۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وان تعجب

فعجب الآیہ۔ چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحر توحید مین مستغرق اور عیان توحید دیکھتے تھے تو جو شخص آپ کی رسالت سے انکار کرتا اور کلام الٰہی مین جو تعلیم توحید ہے انکار کرتا حالانکہ آپ سے خود آیات قدرت و توحید الٰہی ظاہر تھے تو آپ تعجب کرتے اور اس سے کیون تعجب نہو کہ عقل و نظر والا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین شواہد ملکوت و جبروت مشاہدہ نہ کرے حتی کہ جمادات و حیوانات تک نے آپ کی صدق رسالت کی گواہی دی چنانچہ صحاح احادیث مین نہایت کثرت سے موجود ہے نمونہ اس کا یہ ہے کہ سنگریزون نے ابوجہل یا اُس کے بھائی کی مٹھی مین گواہی دی کہ محمد اللہ تعالے کے رسول ہین لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور درخت مین پھاڑتا ہوا قریب حاضر ہوا اور گواہی دیکر اپنے مقام پر چلا گیا اور پہاڑ و پتھر و سنگریزے اور درخت جدھر جاتے سلام کرتے اور شہادت دیتے اور ایک جوان انصاری کے اونٹ نے آپ سے اپنے مالک کی سختی کی شکایت کی اور اونٹ نے سجدہ کیا اور مانند اسکے نہایت کثرت ہے پھر عقل والے کیونکر کفر کرتے تھے اس سے آپ کو تعجب ہوا کہ سبحان اللہ تیری کیا قدرت ہے کہ کس طرح تو نے مخلوق کو قبضۂ تسخیر مین مسخر فرمایا ہے پس اللہ تعالے عز و جل نے آپ کو زیادہ تعجب کی طرف ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے کی آیات موت و حیات دیکھ کر پھر ابتدائی آفرینش کے قائل و انتہا مین منکر ہین حالانکہ وہ تو بہت ہی آسان ہے اور خود اپنی ذات مین ہر لحظہ ہزار بار آیات الٰہی مشاہدہ کرتا اگر چشم بصیرت سے نہین دیکھتا ہے ہر ساعت مین کتنی مرتبہ مرتا و زندہ ہوتا ہے چڑھی سانس موت ہے اور اندر اتری حیات ہے مگر نہ موت سے حیات دیکھتا ہے نہ حیات سے موت ولیکن حق عز و جل سے عجب نہین کیونکہ جسکو چاہتا ہے ہدایت فرماتا ہے اور جسکو چاہتا ہے مردود کرتا ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عجب یہ کہ تو تعجب نہ کرے وقال اللہ تعالے ان تعجب فعجب قولہم پھر ان کافرون کے انکار پر جو سخت ناہنجار تھے حق تعالے عز و جل نے فوراً بلا مہلت عذاب نہ فرمایا لیکن اُنھون نے خود مانگا اسپر کمال حلم سے درگذر فرمائی حالانکہ ان لوگون کی سخت حماقت اسی سے ظاہر ہے کہ وہ بھلائی چھوڑ کر بُرائی مانگتے تھے اور عذاب سے ہلاک ہونے والے خود عاد و ثمود نمونہ تھے قال تعالے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ

اور جلدی مانگتے ہین تجھ سے — بُرائی کو — پہلے — بھلائی سے — اور بیشک ہو چکے ہین ان لوگون سے پہلے — انکی مثل عذاب کے واقعات

وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ

اور بیشک تیرا رب — البتہ مغفرت والا ہے — لوگون کے لیے — اُنکے ظلم پر — اور بیشک تیرا رب — البتہ

لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

سخت عذاب کرنے والا ہے

واضح ہو کہ مشرکین باوجود کمال شفقت سے رہنمائی کرنے اور مکرر سمجھا کر وحدانیت کے آیات و معجزات دکھلانے کے بُت پرستی پر جمے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلعم سے دشمنی کرتے اور سمجھتے کہ اس مین بتون کی مدد کر کے انکو راضی کرتے ہین اور تمسخر سے کہتے کہ ائتنا بعذاب الیم۔ اور اپنے اعتقاد پر آخرت و عذاب سب باطل سمجھ کر دعا کرکے کہتے کہ اللّٰھم ان کان ہذا ہو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم الآیہ۔ اور قولہ قالوا ربنا عجل لنا قطنا قبل یوم الحساب۔ اور قولہ فاسقط علینا کسفا من السماء الآیۃ۔ غرضکہ عذاب مانگتے اس شمر داہر کہ دین توحید حق ہو پس اللہ تعالے نے فرمایا… آیات توحید انکو تبلا… توحید …

پھر ان کے انکار قیامت وحساب پر تعجب دلایا اور اب انکو ارشاد فرمایا کہ مہلت کو غنیمت سمجھیں نہ کہ عذاب مانگتے ہیں فقال وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ اور کافر لوگ جلدی عذاب آنا تجھ سے طلب کرتے ہیں۔ قَبْلَ الْحَسَنَةِ بھلائی سے پہلے۔ یعنے جب تک عذاب نازل نہیں ہوا ہے یا موت کی مہلت سے عذاب سے بچے ہوئے ہیں تو عذاب کی حالت سے بھلی حالت میں ہیں تو اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے ہی تجھ سے اپنے لیے بُری حالت یعنی عذاب مانگتے ہیں۔ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ جمع مثلہ بفتح مثلثہ وضم آن مانند صدقہ وصدقہ بفتح دال وضم آن بمعنے عذاب کیونکہ گناہ کا عوض برابر کا ہے پس مثل گناہ کے ہے اسی واسطے قصاص کو مثال کہتے ہیں۔ بیضاوی رحہ نے کہا کہ مثلات بضم اول جمع مُثلہ بھی شاذ قرارت ہے ابن الانباری رحہ نے کہا کہ مثلات وہ عقوبات جنکا اثر سزا یافتہ میں پیچھے عیب کے طور پر باقی رہے۔ اور بعض نے کہا کہ مثلات وہ عقوبات کہ سزا یافتہ کی ایک مثال قائم کر دیں تاکہ پچھلے ایسی حرکت سے باز رہیں۔ قتادہ رحہ نے کہا کہ مثلات عقوبات یعنے اگلی اُمتوں میں جو عذاب الٰہی تم سے پہلے گذرا اور ایسا ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ المعنے اور حال یہ کہ ان لوگوں سے پہلے عقوبات گزر چکے ہیں۔ حاصل یہ کہ زمانہ عافیت کو غنیمت نہیں سمجھتے اس کی مدت گزرنے سے پہلے تجھ سے عذاب کی جلدی کرتے ہیں اور اپنے نزدیک جہل سے سمجھے بیٹھے ہیں کہ یہ واقع نہ ہوگا پس دلیری کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے اگلی اُمتوں پر عقوبات ہو چکی ہیں جو انکی عبرت حاصل کرنے کو کافی تھیں تنبیہ۔ اگلوں نے عقوبت نہیں مانگی اور نازل ہوگئی اور کفار مکہ نے طلب کی اور حلم سے درگزر فرمایا تو اس امت پر رحمت مزید ہے اور ان کافروں میں سے بہتوں کے حق میں ایمان مقدر تھا اور بہتوں کی پشت میں مومنوں کا نزول تھا پس اُن کی دلیری پر سے ڈرایا کہ اگلوں سے عبرت حاصل کریں۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ اور بیشک تیرا رب ان لوگوں کو انکے گناہوں یا شرک پر مغفرت کرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مشرکوں سے تجاوز کرنے والا ہے جب کہ ایمان لاویں۔ یہ تاویل اسوجہ سے کہ مشرکین کے لیے مغفرت نہیں ہے جیسا کہ قطعی آیات سے ثابت ہے تو یہاں مراد یہ ہے کہ بشرط توبہ انکی مغفرت کرنے والا ہے اور اصح یہ ہے کہ مغفرت سے مراد یہاں مہلت وتاخیر عذاب ہے کیونکہ مغفرت درگزر کرنا اور یہ اسطرح بھی ہوسکتا ہے کہ تاخیر دیدی۔ مقاتل رحہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل تجاوز فرمانے والا ہے مشرکوں سے اُن کے شرک پر اسطرح کہ فی الفور انکو ماخوذ نہیں فرماتا جیسے قولہ تعالےٰ لو یواخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علٰی ظھرھا من دابۃ الآیۃ یعنے اگر اللہ تعالےٰ عز وجل گرفتار عذاب کرے لوگوں کو بوجہ انکے گناہوں کے تو نہ چھوڑے ہوئے زمین پر کوئی چلتا۔ یعنی بالکل اُٹھا دے۔ مدت تک انکو مہلت دیتا ہے پھر اگر شرک پر مرے تو عذاب کریگا چنانچہ فرمایا۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ اور بیشک تیرا رب سخت عذاب کرنے والا ہے۔ امید وخوف دونوں کو ملا دیا جیسے کہ رب تبارک وتعالےٰ کی شان قرآن پاک میں ہے۔ مسئلہ توبہ سے پہلے بھی اللہ تعالےٰ عفو فرماتا ہے پس ہم گنہگاروں کو نہایت خوشی کی بشارت ہے بدلیل اس آیت کریمہ کے کہ ظلم پر مغفرت فرمائی کیونکہ ظلم وگناہ کی حالت میں آدمی تائب نہیں ہوتا ہو ذکرہ البیضاوی وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ مراد ہے کہ دنیا میں مغفرت فرماتا ہے تو مہلت اسکا انجام ہوا اور آخرت میں محاسبہ رہا اور اگر آخرت میں مراد ہے یعنے کوئی شخص بغیر توبہ مر گیا تو اللہ تعالےٰ عز وجل چاہے عفو فرما دے تو ظلم شرک کو شامل ہی نہیں کیا یا اعتقاد کو ایسا شرک بغیر توبہ مر جاوے تو [illegible] گناہ ہو جو اسے ہے کہ یہاں آخرت کی مغفرت مراد ہے اور اس آیت [illegible] ظلم [illegible] گناہ [illegible] دوسری آیات سے [illegible] شرک [illegible] مراد لے شرک کے باقی گناہوں کی نسبت اُمید والی ہے کہ بغیر توبہ مر جانے والا اللہ تعالےٰ عز وجل کی

رحمت سے عفو کیا جاوے جبکہ وہ دل سے یقین وحدانیت الٰہی تعالیٰ کا رکھتا ہو شرک نہو۔ مسئلہ۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے
کہ اللہ تعالیٰ عزّ وجل اپنے مخلوق مملوک بندوں میں جسطرح چاہے تصرف کرے۔ احادیث وآیات سے یہ بات علماء نے نکالی ہے کہ
دنیا میں جو لوگ اپنے آپ کو آسانی وسختی دہر حال میں اللہ تعالیٰ کا بندہ بنائے رہے قیامت میں جب ہر قوم مشرک اُس کے ساتھ
کیجائے گی جسکو شریک بناتے تھے تو مشرکین مع پیشوا کے جہنم کو بھیجے جاوینگے اور جنکے اعتقاد میں یہاں یقین تھا کہ لا الٰہ الا اللہ یعنے
قادر رازق شافی جملہ صفات کمالیہ میں سے کوئی صفت کسی میں نہیں سوائے اللہ تعالیٰ عزّ وجل کے اور وے کسی تنگی یا آسانی میں کسی
مخلوق سے التجا نہ کرتے تھے اگرچہ اُن سے گناہ سرزد ہوجاتے ہوں مگر جو باتیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہیں یا انکو کسی مخلوق میں گمان
نہ کرتے تھے تو موت سے یہ اعتقاد نہایت صاف روشن ہوگا پس قیامت میں یہ لوگ فقط اپنے خالق عزّ وجل کے بندے رہینگے اور وہ
قادر مطلق عزیز قادر کریم ورحیم ہے انکو بخشیگا والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ فی العرائس ویستعجلونک بالسیئۃ قبل الحسنۃ بتفسیر اسکے اوپر
مذکور ہوئی اور اشارات سے ثابت ہے کہ اہل جہالت اپنے زعم باطل میں خلاف حق پر اصرار کرکے جلدی کرتے ہیں اور اُن میں زیادہ بدتر
وہ ہیں جو نیکی کے پیرایہ میں جلدی کرتے ہیں مثلاً عالم جو دار فانیہ میں اپنے علم سے جاہ ومنزلت طلب کرتا ہے تو وہ نیکی سے پہلے بُرائی کو جلدی
سے لینا چاہتا ہے یا درویش جو بغیر وصول بدرجۂ اتقیا کرکے اپنی منزلت لوگوں میں چاہتا ہے تو نتیجہ اس فریب کا یہ ہوتا ہے کہ بجائے
ارشاد وہدایت کے وہ خود گمراہ ہوکر خواہش نفس ومحبت جاہ ومال میں مبتلا ہوجاتا ہے اور معلوم ہوچکا کہ سابق میں ریاکاروں کا درجہ خواری
وذلت کو پہونچ چکا ہے اور قولہ لذو مغفرۃ للناس آخرہ ظلمہم وہ گناہ ہیں کہ خلاف عقائد واعتقاد کے برسبیل غفلت اُنسے سرزد ہوئے اور آفات
نفوس امارہ میں مبتلا ہوگئے شیخ ابو عثمان رحمہ نے کہا مغفرت کا امیدوار وہ رہے جس نے گناہ کا ارتکاب تو کیا مگر ڈرتے ڈرتے خوف زدہ
ہوکر اور ایسا نہو کہ بے پروائی سے نڈر ہوکر گناہوں میں ڈوبا چلا جاتا ہے اقول یہ وہی مسئلہ ہے جو اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو
کوئی کبیرہ گناہ پر اصرار کرے وہ کافر ہے اور اصرار کے یہی معنے صحیح ہیں جو شیخ ابو عثمان نے ذکر کیے کیونکہ جس نے توبہ کرلی وہ مصر نہیں ہے جیسا
کہ حدیث سے ثابت ہے اور خوف زدہ ڈرتے ڈرتے اندر ہی اندر گناہ سے اکراہ اور اللہ تعالیٰ عزّ وجل کے عذاب سے ہراساں ہے پس
اصرار نہونا چاہیے اگرچہ اس نے ہنوز توبہ نہیں کی اور علیٰ ہذا جس نے اول ہی مرتبہ دفعۃً بیباکی سے گناہ کا ارتکاب کیا اُس نے اصرار کیا کیونکہ
اُس کو اس میں کچھ پرواہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ یقین وایمان قائم ہونے کی حالت میں بلا دغدغہ گناہ نہوگا۔ واضح ہو کہ اہل السنۃ رحمہم اللہ
تعالیٰ کے نزدیک صحیح ہے کہ آدمی کسی گناہ پر دلیری نہ کرے خواہ وہ صغیرہ ہو یا کبیرہ ہو کیونکہ صغائر بھی اصرار سے کبیرہ ہوجاتے ہیں اور
بیضاوی رحمہ وغیرہ نے لکھا کہ قولہ لشدید العقاب۔ یعنے کافروں پر یا جسپر چاہے پس خوف کرنا چاہیے کہ شاید صغیرہ کسی حالت میں ایسا
واقع ہو کہ اس پر سخت عذاب فرمایا جاوے شیخ امام حافظ رحمہ نے ذکر کیا کہ ابن ابی حاتم نے باسناد خود سعید بن المسیب رحمہ سے روایت
کی کہ جب یہ آیت اُتری وان ربک لذو مغفرۃ للناس الآیہ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ عزّ وجل کا عفو وتجاوز نہ
ہوتا تو کسی کو زندگی گوارا نہوتی اور اگر اسکا خوف عذاب نہوتا تو ہر ایک بھروسا کرکے پڑا رہتا مترجم کہتا ہے کہ جو اسناد ذکر کی اسمیں
علی ابن زید راوی ہیں اور علی بن زید بن جدعان پر اعتماد صحیح ہے اور یہ کہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے حسان الرمادی حسن بن عثمان کے حال میں لکھا
کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں نے پروردگار عزّ وجل کو خواب میں دیکھا اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور میں اپنی امت سے کسی کے
حق میں مغفرت چاہتے ہیں تو حضرت ذوالجلال سے ارشاد ہوا کہ کیا تجھے یہ کافی نہیں ہوا کہ جو میں نے سورۂ رعد میں تجھپر نازل فرمایا

کہ وان ربک لذو مغفرۃ للناس علےٰ ظلمہم۔ اتنے مین میری آنکھ کھل گئی بندہ مترجم کہتا ہے کہ اس حکایت سے گنہگارون کے واسطے مغفرت کی تقویت ہے اور اللہ تعالےٰ عزوجل غفور رحیم ہے ولیکن خبردار کہ کوئی شخص ایسی روایات وخواب وحکایات صالحین سے شرعی مسئلہ نکالے اور نہ کسی اعتقاد مین تغیر کرے اس لیے کہ خواب کی حقیقی تعبیر کا کسکو دعوے ہوسکتا ہو چنانچہ سورۂ یوسف مین گزرچکا کہ جب مصر مین والدین وبھائیون نے سجدہ کیا تو اسوقت تاویل کھلی کہ ہذا تاویل رویا ہے الآیہ۔ اور اہل السنۃ والجماعۃ رحمہم اللہ تعالےٰ کا اتفاق ہو اور اصول وفروع حنفیہ مین مصرح ہو کہ خواب سے کوئی شرعی حکم نہین ثابت ہوتا تو اعتقادی بات کا کیا ذکر ہو اور خود اولیاء اللہ تعالےٰ صالحین اسی اصل واعتقاد پر ہین فافہم

پھر حق عزوجل نے کافرون کے شبہ مٹاکر عظمت وجلال کبریائی کے ساتھ کلام فرمایا

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ
قَوْمٍ هَادٍ ؏

اور کہتے ہین وہ لوگ جنھون نے کفر کیا — کہ کیون نہین اُتاری گئی — اُسپر کوئی نشانی اُسکے رب کیطرف سے — تو فقط — ڈرسنانے والا ہے — اور ہر قوم کے لیے ہادی ہو

اسقدر توحید کے دلائل وآیات اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائین اور نہایت کثرت سے معجزات باہرات عطا کیے کہ اُن کے معانی ومبانی کے بیان مین ایک ضخیم کتاب ہوگی مگر جن مشرکون پر شرک کی تاریکی ڈھانپ دی گئی تھی اُن کو کوئی قابل وکثیر کفایت نہین کرتی تھی حتےٰ کہ جسطرح ایمان والے ہر روز یقین وکمال پر بڑھتے جاتے اسی طرح مشرکین ہر روز جہنم مین دھنستے جاتے اور کفر وعناد سے دنیا وآخرت برباد کرتے اور کہتے کہ لولا یاتینا بآیۃ الآیہ۔ اور کبھی کہتے کہ کوہ صفا ہمارے لیے سونے کا کردو اور مکہ کو کشادہ کردو اور پہاڑ یہان سے ہٹادو اور اسمین سبزہ زار ونہرین ہوجاوین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے وعدہ پر نظر کرکے چاہا کہ دعا فرماوین اور یہ اللہ تعالےٰ کے یہان کچھ چیز نہ تھا دعا کرتے ہی ہوجاتا ولیکن جبرئیل علیہ السلام نے نازل ہوکر بعد سلام کہا کہ ہدایت وایمان مقدر ہے نہ اسباب پر منحصر اور اگلی قومون نے اُسی طرح ہٹ کرکے معجزات مانگے اور جب تقدیر غالب ہوئی اور ایمان نہ لائے تو پھر عذاب مین تاخیر نہوئی اور یہی سُنّت الٰہیہ جاری ہے پس آپ باز رہے اور جناب باری تعالےٰ مین دعا کی کہ یہ ہلاک نہ کیے جاوین مین اُن کو نصیحت کرونگا اور خود اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین فرمایا وما منعنا ان نرسل بالآیات الا ان کذب بہا الاولون وآتینا ثمود الناقۃ مبصرۃ فظلموا بہا الآیہ یعنی ہم کو آیات بھیجنے مین کوئی روک نہین مگر ان مشرکون سے اگلے وقت والے مشرکین نے ان آیات سے انکار کیا یعنی پہلے تو درخواست کی پھر شیطانی وسوسہ سے جادو وغیرہ اوہام لگاکر نہ مانے اور تقدیر غالب آئی اور اللہ تعالےٰ عزوجل نے مثال فرمائی کہ ثمود کی ہٹ سے ہم نے ناقہ دیا جسکو آنکھون دیکھتے وکھلی نشانی تھی مگر زناہری وغیرہ کے الزام سے نہ مانے بلکہ ظلم کرکے اُس کو قتل کیا یعنی آخر عذاب سے ہلاک ہوکر نابود برباد ہوگئے پس یہ پورا رحم ہے کہ ان کے شفیق پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کو عذاب دنیاوی سے نجات دی اور حدیث مین ہے کہ مین نے دعا مانگی کہ میری اُمت کو دنیا مین عذاب سے ہلاک نہ فرماوے تو قبول فرمائی۔ بالجملہ یہ ظاہر ہے کہ آیات ودلائل توحید جو قرآن مجید مین مذکور ہین عقلی روحانی واضح یقینی ہین اور یہ وحی خالص اعلیٰ ہو محسوسات آیات مثل عصاء موسےٰ واحیاء عیسےٰ علیہم السلام سے کیونکہ وہ مدرک بحواس اور انمین جادو وغیرہ کا احتمال پیدا کرتے تھے اور یہ مدرک بعین بصیرت وعقل ہین جنمین اشتباہ عقلی کو دخل نہین اور جادو وغیرہ

تلبیس شیطانی کی یہاں مجال نہیں توجب ان آیات پر ایمان نہ لائے تو محسوس آیات پر کیا ایمان لاتے لہذا فرمایا۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے۔ اشارہ ہے کہ اس ناسمجھی وبے عقلی کا منشا کفر واس کی تاریکی جہالت ہے کہ بغیر عقل وبصیرت کے آیات توحید سے غافل ہو کر محسوسات پر اڑتے اور کہتے ہیں کہ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ کیوں نہیں اتاری گئی اُس پر یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی آیت اُس کے پروردگار کی طرف سے۔ یہ تعجب ہے کہ اسقدر آیات واضحہ ونشانات توحید باری تعالے انپر نازل کیے گئے مگر ہنوز اُن کے نزدیک کوئی آیت نہ تھی یہ کفر کی جہالت ہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر رہنا وشیوات عناد اور عداوت کیونکہ معجزہ شق القمر وغیرہ بکثرت معجزات دیکھ چکے اور کہے گئے کہ یہ تو جادو ہے۔ اللہ تعالے نے فرمایا۔ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ تو فقط منذر ہے یعنی شرک کرنے والوں کو اُن کے خالق عز وجل کے غضب سے عذاب شدید کا ڈر سنانے والا ہے۔ اور یہ اس طرح کہ جو رسالت وپیغام الٰہی عز وجل تجھ کو سپرد ہوا اُسکو اللہ تعالے کی مخلوق کو پہونچا دے اور آیت لانا اور اُن کو خواہ مخواہ ایمان پر کر دینا تیری قدرت میں نہیں ہے کیونکہ افعال کا بھی خالق اللہ تعالے عز وجل ہے تو ایمان اُن کے اندر جب ہی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالے پیدا کر دے پس یہ اللہ تعالے عز وجل کے اختیار میں ہے تو اُن کو پیغام پہونچا دے۔ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ اور ہر قوم کے واسطے ہادی ہے۔ ابن عباس رضی نے کہا کہ ہر قوم کے لیے راہ راست کی طرف بلانے والا ہے۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ ہر قوم کے واسطے نبی ہے۔ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ انما انت منذر یعنی اے محمد تو منذر ہے۔ ولکل قوم ہاد۔ اور میں ہر قوم کا ہادی ہوں۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ ایسا ہی سعید بن جبیر وضحاک ومجاہد وغیرہم سے مروی ہے مترجم کہتا ہے کہ قول اول اولی ہے اور موافق قولہ تعالے وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی ہر امت میں ایک رہنمائی کرنے والا گذرا ہے۔ ابو مالک رح نے کہا کہ ہر قوم کے لیے ہادی ہے یعنی جو انکو اللہ تعالے کی طرف بلاتا ہے۔ وقال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین حدثنا عثمان بن ابی شیبہ حدثنا المطلب بن زیاد عن السدی عن عبد خیر عن علی رضی اللہ عنہ فی قولہ ولکل قوم ہاد قال الہادی رجل من بنی ہاشم۔ یعنی عبد خیر نے علی کرم اللہ وجہہ سے اس کلام کی تفسیر روایت کی کہ ہادی ایک مرد بنی ہاشم میں سے ہے جنید رح نے کہا کہ وہ آپ خود حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ ہیں اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس سے بھی تفسیر ایسی مروی ہیں ابن مطلب سے ایک روایت یہ بھی ہے مترجم کہتا ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ہر طرف سے بغاوت امام حق کے جو خلیفہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہے ردی اور انکو ہدایت فرمائی لیکن اکثر لوگ اس ہدایت پر نہیں چلے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جو اشارہ کیا گیا اس بنا پر ہے کہ اول ہادی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھے پس قولہ انما انت منذر ولکل قوم ہاد۔ دونوں جملے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں ہیں اسطرح کہ انما انت منذر وہاد لکل قوم۔ یعنی تو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ڈر سنانے والا اور راہ بتانے والا ہے واسطے ہر قوم کے۔ اور تقدیم ظرف کی بتقطیع آیت کے لحاظ سے ہے اور مترجم کہتا ہے کہ تفسیر بھی اچھی ہے اور شیخ حافظ رح نے ذکر کیا کہ عکرمہ وابو الضحی نے قولہ ولکل قوم ہاد میں کہا کہ ہادی وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اقول یہ قول اسی بنا پر ہے جو مذکور ہوا واللہ تعالے اعلم۔ ہماری بیان ہے کہ قولہ لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ۔ ان آیات کو کچھ شمار میں نہ لائے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خاص وحی سے نازل فرمائی گئیں اور ایسی آیات مانگیں جیسے موسے وعیسے علیہما السلام کو دی گئی تھیں۔ انما انت منذر یعنی تو ڈر سنانے کو بھیجا گیا ہے اور تجھ سے پہلے بھیجے گئے نبی کے اور تجھ پر اسی قدر ہے کہ جنس معجزات سے کوئی معجزہ دکھلا دے جس سے نبوت صحیح ہوتی ہے اور یہ واجب نہیں ہے کہ جو کچھ درخواست کریں وہ انکو لا دے الخ میں

کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رغبت کرتے تھے کہ جو چیز یہ لوگ مانگتے ہیں وہ دیجاوے۔ قولہ ولکل قوم ہاد یعنے ہر قوم کے لیے ایک نبی مخصوص ایسے معجزات کے ساتھ مبعوث ہوا جو انپر غالب تھے انکو راہ حق کی ہدایت کرتا تھا۔ حاشیہ بیضاوی میں ہے کہ جیسے حضرت عیسے علیہ السلام کے زمانہ میں طبابت غالب تھی تو اُن کو مردہ زندہ کرنے اور اندھوں کو اچھا کرنے کا معجزہ دیا گیا اور موسے علیہ السلام کے وقت میں جادو کا زور تھا تو عصا کے سانپ ہو جانے کا معجزہ دیا گیا۔ امام رازی رح نے کہا کہ جس وجہ پر قاضی بیضاوی رح نے کلام کی تقریر کی ہے وجہ صحیح ہے اور اسپر کلام ترکیب وانتظام پر رہتا ہے سراج میں بھی اسی پر اکتفا کیا ہے جیسے شیخ سیوطی رح نے اسی کو ذکر کیا ہے اور مدار اس تاویل کا یہ ہے کہ آیات ومعجزات جو کچھ واقع ہوں سب بتقدیر الٰہیہ ہیں پس کوئی پیغمبر اپنے ارادہ سے کوئی معجزہ نہیں لاسکتا ہے کما قال عزوجل ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا باذن اللہ ولکل اجل کتاب۔ یعنے اختیار نہیں ہے کسی رسول کو کہ لے آوے معجزہ مگر باجازت اللہ تعالے عزوجل کے اور ہر چیز مقدر ہے۔ اور جو عکرمہ رح نے ہادی کی تفسیر کی کہ مراد محمد صلعم ہیں تو امام فراء رح نے معالم میں کہا کہ معنے یہ ہیں کہ تو اے محمد صلعم منذر ہے اور ہادی ہے ہر قوم کے لیے اور اسمیں ایک توضیح یہ بھی ثابت ہوتی ہے کہ فقط منذر یعنے ڈرسنانے والا آپ نہ تھے بلکہ بشارت سُنانے والے اور ہر وجہ سے ہادی تھے اور ہر قوم کی طرف آپ کی بعثت تھی۔ ف آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ کوئی امر جو اللہ تعالی عزوجل کی مشیت میں نہو کسی رسول کو اُسکی قدرت نہیں ہے حتے کہ افضل الرسل وخاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی قدرت میں نہ تھا تو ایمان والے آدمی کو روا نہیں ہے کہ رزق یا اولاد یا مانند اس کے کسی بت یا پیر یا قبر وغیرہ سے درخواست کرے یا اعتقاد کرے وہ چاہے تو ضرور ہو جاوے کیونکہ یہ کسی بزرگ کی نسبت اچھا اعتقاد نہیں بلکہ اللہ تعالے عزوجل کی توحید سے انکار ہے اور رب اللہ تعالے سے شرک ہو کر کافر ہو گیا تو بزرگ جو اولیاء اللہ تعالے میں سے ہے وہ کافر کو جو اعداء اللہ میں سے ہے کیونکر اپنا دوست سمجھیگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالے انما انت منذر الآیہ میں لوگ ارادت سے طالب حق ہیں اُن کو خوف و ڈر سُنایا گیا کہ کسی معصیت وشرک سے دور وحجاب میں نہ پڑجاویں اور اہل محبت کو انذار عتاب ہے اور عارفین کو خود بینی کے سوء ادب سے جلال وعظمت کا خوف ہے کہ مشاہدات میں آداب شریعت کی پابندی رکھیں اور حق تعالی عزوجل نے ہر فریق کے لیے جو درجہ ازل میں رکھا ہے اُس کو ملکیہ جذب سے باتباع سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُس کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اور شیخ رح نے لکھا کہ یعنی تو فقط منذر ہے کہ ہماری قوت سے اُن کو انذار وارشاد کرتا ہے اور اُن کے گناہوں کا شفیع ہے اور تو ہمارے ساتھ اُن کی ہدایت کرنے میں شریک نہیں ہے بلکہ ہدایت فقط ہمارے اختیار میں ہے۔ اور اشارہ سے ثابت ہے کہ ہر قوم اپنا انذار کے لیے انکا ایک پیشوا ہوتا ہے جو اُن کو راہ حق کی ہدایت ورہنمائی کرتا ہے اور درحقیقت یہ بھی فعل الٰہی ہے اور فعل بیرات صفت ہے اور صفت قائم بذات ہے گویا مقام عین الجمع میں ہادی ہر طرح وہی اللہ تعالے عزوجل ہے دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی یعنی جنگ بدر میں جب کافروں نے غدر کیا اور پہلے سے عذاب مانگا کرتے تھے اور مومنین کی تعداد بہت کم تھی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن کافروں کو اللہ تعالے عزوجل نے عذاب کا نمونہ چکھا دینا مقدر فرمایا تھا تو نرغہ کفار کے وقت آپ نے ایک مٹھی خاک انپر پھینکی جس سے اُن کی سب کی آنکھوں وحلق وغیرہ میں ریگ بھر گئی اور نہایت خوف سے اُن کے سینہ سے دم نکلا جاتا تھا آخر بہتیرے قتل وقید ہوئے اس کی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو نے مٹھی خاک نہیں پھینکی بلکہ اللہ تعالے نے پھینکی پس شیخ رح کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ پھینکنے کا فعل اللہ تعالے نے پیدا کیا اور پیدا کرنا اس کی صفت ہے اور صفت ذات سے ہے جیسا کہ تمام صوفیہ کا مذہب ہے تو عین الجمع کے مرتبہ میں صحیح ہے کہ اللہ تعالے نے پھینکی اسی طرح ہادی ومنذر درحقیقت اللہ تعالے عزوجل ہے۔ پھر اللہ تعالے نے احسن وجہ سے

کافرون بلکہ مومنون کو تعلیم فرمایا کہ آیات معجزات و ہدایت و ایمان ہر چیز بمقدار بعلم و حکمت آلہیہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ عزوجل جانتا ہے
تو معجزات و ایمان مقدر ہے قال تعالیٰ

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثٰى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ

اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو بار اٹھاتی ہے ہر مادہ اور ناقص ہونا بچہ دان کا اور بڑھنا اسکا اور ہر چیز اسکے نزدیک

بِمِقْدَارٍ ۝ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ ۝ سَوَاءٌ مِنْكُمْ مَنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَ

مقدر ہے جانتا ہے غیب کو اور ظاہر کو وہ بزرگ برتر ہے برابر ہے تم میں سے وہ جسنے پوشیدہ بات کہی اور

مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ ۝ لَهٗ مُعَقِّبَاتٌ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ

جسنے کھلی بات کی اور وہ جو پوشیدگی ڈھونڈھتا ہے رات سے اور وہ جو ظاہر ہوتا ہے دن سے اسکے معقبات ہیں سامنے سے

وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُونَهٗ مِنْ أَمْرِ اللّٰهِ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ؕ

اور پیچھے سے جو اسکو بچائے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے خوب جانو کہ اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جو کچھ ایک قوم کے ساتھ ہے جب تک وہ نہ بدلیں جو انکی جانوں میں ہے

وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهٖ مِنْ وَالٍ ۝

اور جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کسی قوم کے ساتھ برائی تو اسکا پھیرنے والا کوئی نہیں اور انکا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی والی نہیں ہے

اللہ تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ ہر چیز اُس کے نزدیک مقدر ہے خواہ معجزات ہوں جو پیغمبروں کو دیئے جاتے ہیں خواہ مخلوقات ہوں اور انمیں سے ہر ایک کی نسبت کفر یا ایمان جو کچھ مقدر ہے ان کے پیٹ ہی میں ہوتا ہے اور علم اُس کا ہر چیز کو محیط ہے اور ہر مخلوق کے اعمال سے وہ علیم و خبیر ہے اور ہر ایک کا فعل اُس کے قبضہ قدرت میں مسخر و اُس کے نامہ اعمال میں مقدر ہوا اور تمام عالم کا نظام اسی کی عزت و حکمت سے جاری و اسی کی مشیت پر قائم ہے فتعالی اللہ تعالیٰ۔ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثٰى اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو حمل اٹھاتی ہے ہر مادہ — جانور ہو یا آدمی ہو — مجاہد وغیرہ نے کہا کہ یعنے حمل نرینہ ہے یا مادہ ہے۔ ابن کثیر نے بڑھایا کہ خوبصورت ہے یا بدصورت ہے جنتی ہے یا دوزخی ہے دراز عمر ہے یا کم عمر ہے اور آیات کثیرہ اسی مضمون میں ذکر فرمائیں جنمیں پیٹ کے اندر کے حالات پورا بچہ ہونے تک کے ظاہر ہیں اور صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آدمی کی خلق اُس کی ماں کے پیٹ میں چالیس روز میں جمع ہوتی ہے پھر وہ لوتھڑا ہوتا ہے اتنی مدت میں یعنی چالیس روز میں پھر اسیقدر مدت میں بوٹی ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ مبعوث فرماتا ہے اسکو چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے کہ لکھے اُسکا رزق اُس کی عمر و اسکا اعمال اور وہ جنتی ہے یا دوزخی اور دوسری حدیث میں ہے کہ فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے رب میرے نر ہے یا مادہ ہے اور باقی باتیں پس اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے اور فرشتہ لکھتا ہے۔ اقول یہاں فوائد ہیں اول آنکہ نفخ روح بعد اس مدت کے ہوتی ہے پس بچہ کا اسقاط جو اس مدت کے بعد ہو قتل انسان کے ہے اور فتاویٰ میں لکھا کہ قبل اس مدت کے اسقاط کا حیلہ کرنا شوہر کی اجازت سے درست ہے اور بلا اجازت بھی دو قول ہیں حیلہ اسقاط میں لکھا کہ [illegible] قیاس ہے کہ زنا میں [illegible] اسکی کہ اولاد [illegible] نہیں ہوتی ہے جبار [illegible] مصنف حکیم کہتا ہے کہ [illegible] اور حدیث میں عزل کی اجازت چاہنے میں فرمایا کہ جو جان کہ اللہ تعالیٰ [illegible] کرنی چاہی وہ ضرور [illegible] [illegible]

دوم ہر شخص کی عمر قبل نفخ روح کے مقدر ہوتی ہے پس بیماری وغیرہ جس طور سے موت واقع ہو اس مین یہ خیال کرنا کہ ایسا ہوتا تو نہ مرتا شیطانی وسوسہ ہے۔ ولیکن جو کوئی دوا علاج نہ کرے اُس نے دیدہ و دانستہ اللہ تعالے کی نافرمانی کی جیسے کوئی کھانا نہ دیوے مگر دوا مین شرط ہے کہ نظر خالق عز وجل کے فضل پر رہے کہ اگر وہ چاہیگا تو شفا ہوگی۔ سوم رزق قبل نفخ روح کے مقدر ہوتا ہے ولیکن حیلہ وحرفہ کام مین لانا طاعت ہے اور معاش بروجہ حلال حاصل کرنے سے بیٹھ رہنا نافرمانی ہی جبکہ مسلمانون کے دینے پر اپنی گذر رکھے کیونکہ انپر بار ڈالا گیا مگر ہر حیلہ وحرفہ مین اللہ تعالے عز وجل پر نظر رکھے۔ مسئلہ جو فقیر کہ کمائی کرسکتا ہے اس کو سوال حرام ہی الا جبکہ فاقہ ہوا اور اس زمانہ مین جو لوگ گداگری کے عادی ہین اور معروف ہین انکو دینے مین بعض علما نے گناہ لکھا ہی کیونکہ یہ معصیت پر اعانت ہی مگر جبکہ وہ کمائی سے عاجز نظر آوے اور یہی صحیح ہی۔ چہارم عمل ہر ایک کے مقدر ہین کیونکہ اللہ تعالے آیندہ کا حال سب جانتا ہی تو جیسا اُس نے جانا وہی ہوگا خلاف نہین ہوسکتا اگر تعلیم و تعلم سے بیٹھ رہنا یا نصیحت نہ کرنا گناہ ہی جیسے بدن کو غذا نہ دینا کیونکہ علم غذاے روح ہی اور اسی کو تقدیر کہتے ہین پنجم حدیث مین اعمال کے باوجود جنتی و دوزخی علحدہ پوچھا تو دلیل ہی کہ آدمی کے انجام پر جنتی و دوزخی موقوف ہی اور قبل اسکے کسی کو کچھ نہ کہنا چاہیے پھر موت کے بعد نیکی سے یاد کرو ولیکن حکم لگانا جیسا کہ عوام کا دستور ہی گناہ ہے۔

اب یہان سے معلوم ہوگیا کہ جس شخص کے مقدر مین کفر و جہنم ہی اُسکے اعمال شرک مین اُسکو چاہے کیسے ہی معجزات و دلائل و آیات دکھلاؤ وہ کبھی ایمان نہ لاویگا چنانچہ کفار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے معجزات طلب کیے مگر اللہ تعالے عز وجل نے جو مقدر فرمایا تھا اسی قدر عطا کیے اور جو لوگ کہ شرک و کفر پر مرنے والے تھے جیسے ابوجہل و ابولہب وغیرہ وہ کبھی ایمان نہ لائے اور جنکے حق مین ایمان مقدر تھا وے حواس کے دیکھنے کے معجزات نہین مانگتے تھے جیسے ویسے دیئے علیہما السلام کو دیے گئے تھے بلکہ قرآن مجید کے عجیب دلائل جو نورانی بصیرت کے دیکھنے سے صاف نظر آتے ہین اُنپر نہایت جوش ایمان سے گرویدہ ہوتے تھے پس معلوم ہوگیا کہ کلام سابق سے اسکا ارتباط نہایت دقیق و صاف ہی کہ معجزات دیکھکر ایمان لانے کا علم اللہ تعالے عز وجل کو ہی اور اگر اللہ تعالے انہین خیر جانتا تو دیتا اور وہ تو مادہ کے حمل کی تقدیر جانتا ہے۔ وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ اور جانتا ہی ناقص ہونا بچہ دان کا۔ یعنے مدت حمل مین جو انتہا درجہ کی ہو اس سے جسقدر کمی ادنے درجہ تک ہوتی ہے وہ ہر فرد کے ہر واقعہ کو جانتا ہی کہ اس مادہ مخلوق کے حمل مین اسقدر مدت کمی کے ساتھ ہوگی۔ وَمَا تَزْدَادُ الْأَرْحَامُ۔ اور جانتا ہی بڑھنا ارحام کا یعنے مدت حمل جسقدر زیادتی کی جانب ہوتی ہی اُسکو بھی جانتا ہی بیضاوی رح نے کہا کہ تغیض اور تزداد ہر ایک لازمی و متعدی ہوتا ہی پس لازمی رکھو تو ما مصدریہ ہونا متعین ہوگا اقول جیسا کہ ترجمہ بیان ہوا اور متعدی کی صورت مین ما تغیض الارحام و ما تزداد اے ما تغیضہ و ما تزدادہ یعنے جسکو ارحام ناقص کرتے اور جسکو بڑھاتے ہین اور لکھا کہ ارحام کیطرف اسکی نسبت مجازی ہی خواہ فعل لازمی ہو یا متعدی ہو کیونکہ اصل فعل اللہ تعالے عز وجل کی قدرت کا ہی۔ اور لکھا کہ معنے یہ ہین کہ جثہ ولد اور مدت حمل و تعداد جنین کی کمی بیشی کو جانتا ہے اور ہمارے نزدیک زیادہ سے زیادہ مدت حمل کی چار برس ہین اور امام مالک رح کے نزدیک پانچ برس ہین اور ابوحنیفہ رح کے نزدیک دو برس ہین رضی اللہ عنہم اور روایت ہی کہ ضحاک رح دو برس پر پیدا ہوئے اور ہرم بن حیان چار برس پر ہوئے اور انتہاء تعداد کی کوئی حد نہین ہے مگر بعض نے کہا کہ استقرا سے معلوم ہوا کہ انتہا چار سے زیادہ نہین ہوتے ہین اور یہی مذہب ابوحنیفہ رح کا ہی اور امام شافعی رح نے کہا کہ مجھسے یمن مین ایک پیرمرد نے حکایت کی کہ اُسکی جورو کی پانچ حمل مین پانچ پانچ بچے جنی اور لکھا کہ بعض کے نزدیک اس سے مراد خون حیض کی زیادتی و کمی ہی۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان کا فائدہ یہ ہے کہ

اگر ایک شخص مرا اور اُس نے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی اور اپنی جورو حاملہ چھوڑی تو تقسیم ترکہ مین حمل کا کیا حصہ رکھا جاوے اور
کئے فرزند کا حصہ رکھا جاوے اور معروف ہمارے کتب فقہ مین یہ ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ میراث رکھا جاوے پس شاید یہ بنابر غالب
احوال کے ہے اور مسئلہ کا تعلق انقضاے عدت وغیرہ بہت سے مسائل سے ہے۔ مسئلہ یہ چیزین فقط اللہ تعالے جانتا ہو لہذا یہ یقین
کرنا کہ فلان شخص جان لیتا ہے کفر ہے اور میرے نزدیک بطور قیاس واٹکل کے کہنے والا کہہ سکتا ہے اور سننے والا سُن سکتا ہے۔ اگر کہا
جاوے کہ آیت مین کوئی خصوصیت اس کے علم کی جناب باری تعالے سے ظاہر نہین ہوتی تو جواب یہ ہے کہ اول تو کلام مین دلالت
سے یہ بات ثابت ہے کیونکہ اگر کوئی مخلوق بھی جانتا ہو تو ذکر کا فائدہ نہین رہیگا اور دوم بخاری رحمہ اللہ عنہ نے اپنی صحیح مین عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غیب کی کنجیان پانچ ہین کوئی اُنکو نہین جانتا سواے
اللہ تعالے عز وجل کے اُن کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی نہین جانتا کہ کل کے روز کیا کرے مگر اللہ تعالے جانتا ہے اور کوئی نہین جانتا جو ارحام
گھٹاتے (اور بڑھاتے ہین) مگر اللہ تعالے عز وجل جانتا ہے۔ اور کوئی نہین جانتا کہ کب پانی برسے گا مگر اللہ تعالے جانتا ہے
اور کوئی نہین جانتا کہ کس زمین پر مریگا اور کوئی نہین جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی مگر اللہ تعالے جانتا ہے۔ اور تیسرے یہ کہ دوسرے
مقام پر آیت مین تصریح ہے یعنے قولہ ہو الذی ینزل الغیث الآیہ۔ اور واضح ہو کہ ایک قیافہ شناس نے ہذہ الاقدام بعضہا من بعض کہا تھا
تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُس سے خوش ہوئے چنانچہ صحیح مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موجود ہے اور اسی طرح قیافہ سے پیٹ کا
بچہ نر یا مادہ دریافت ہوتا ہو اور جس شخص کو کسی زمین پر ہیضہ یا مہلک عارضہ ہوا یا کالے سانپ نے کاٹا یا زخم شدید پہونچا جس سے مرگیا تو قیافہ
سے اسکا وہین مرنا دریافت ہو جاتا ہو اور اسی طرح موسم برسات یا آثار ابر وغیرہ سے پانی برسنے کا حال دریافت ہوتا ہو اور قیامت کے آثار جو
خود صحاح احادیث مین آئے ہین اُن سے قرب دریافت ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ مراد ان امور مین بعلم قطعی و تحقیقی جاننا نہ اٹکل سے کیونکہ
جن لوگون کو ان مین سے کوئی بات ادراک ہوتی ہے وہ صاف ظاہر ہے کہ اٹکل ہے اور یقینی نہین ہے لہذا جس شخص نے دائی سے پیٹ دکھلا کر
اُسکے قول پر یقین کر لیا تو کافر ہے اور اگر صرف قیافہ واٹکل تک رکھا اور قطعی علم اُسکا اللہ تعالے عز وجل کے سپرد کیا کہ اٹکل سے ایسا
ظاہر ہوتا ہے دیکھیے علم الٰہی مین کیا ہے تو مضائقہ نہین ہے شیخ امام حافظ رح نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ
ما تغیض الارحام یعنے جو حمل ساقط ہو جاوے اور ما تزداد یعنے جو کمی حمل مین ہوئی تھی اُسکو بڑھا کر رحم نے پورا بچہ اپنے وقت پر دیا۔ اور یہ
بات اسطرح ہے کہ بعضی عورتین دس ماہ مین جنتی ہین اور بعضی نو ماہ مین اور بعضیون کا حمل بڑھتا ہے اور بعضیون کا گھٹتا ہے پس یہی کمی
وزیادتی ہے جسکو اللہ تعالے عز وجل نے اپنے علم مین مخصوص رکھا ہے اور ضحاک رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یعنے جو نو ماہ سے کم ہو
اور جو زیادہ ہو۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ مجھے میری مان نے دو برس تک حمل مین رکھا اور جب جنا تو میرے اگلے دو دانت نکل
آئے تھے اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بواسطہ جمیلہ بنت سعد رضہ کے ابن جریج نے روایت کی کہ ام المومنین
نے فرمایا کہ حمل دو برس سے۔ اتنا بھی زیادہ نہین ہوتا جتنا مغزل کا سایہ حرکت کرے۔ مجاہد رح نے کہ ما تغیض الارحام وما تزداد یعنے
ایام حمل مین جو خون نکل جاتا ہے اور جو نو مہینہ سے مدت بڑھ جاتی ہے یہی قول عطیہ عوفی و حسن بصری وضحاک و قتادہ کا ہے۔ اور
کبھی مجاہد رح نے کہا کہ جب عورت نے نو مہینہ سے کم خون دیکھا تو یہ نقصان ہے اور جسقدر اسکے دن ہونگے وہ نو مہینہ سے بڑھ جاوینگے بعکرمہ و
سعید بن جبیر وابن زید کا بھی یہی قول ہو اور یہی مجاہد رح نے کہا کہ ما تغیض الارحام اسقدر خون بہا دینا کہ بچہ ناقص ہو اور زیادت یہ کہ خون ایام

حمل میں نہ جاوے تو بچہ پورا و بڑا ہوگا۔ اور مکحول رحمہ نے کہا کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں نہ مغموم ہوتا ہے اور نہ غمگین بلکہ اس کا رزق اس کو اپنی ماں
کے پیٹ میں خود بخود اس کے حیض کے خون سے آتا ہے اسی وجہ سے ان ایام میں وہ حائضہ نہیں ہوتی ہے پھر جب وضع حمل کے وقت
زمین پر گرا تو چیخ کر روتا ہے اور یہ رونا اپنی جگہ بدل جانے سے نفرت ہے پھر جب اس کی نال کاٹی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا رزق دوسری
جگہ سے بدل دیتا ہے اور وہ ماں کی چھاتیاں ہیں پھر بھی نہ رزق ڈھونڈھتا ہے اور نہ غمگین ہوتا ہے پھر ٹھہرا رہتا ہے یہاں تک کہ طفل اس
قابل ہوا کہ کچھ چیز لے کر منہ میں ڈال لیتا ہے پھر جب بالغ ہوا تو کہا کہ یہ موت یا قتل ہے کہاں سے مجھے رزق ملیگا اس کے بعد مکحول فرماتے تھے کہ
اے تیری خرابی جب تو ماں کے پیٹ میں تھا تجھے رزق دیا جب پیدا ہوا طفل تھا تب تجھے رزق دیا جب تو بڑا ہوا تو اب تجھے عقل آئی ہے
تو تو نے کہا کہ یہ موت یا قتل ہے کہاں سے مجھے رزق ملیگا پھر مکحول نے یہ آیت پڑھی اللہ یعلم ما تحمل کل انثی الآیہ مسئلہ بسبب دلائل اقوے قول
امام ابو حنیفہ رح کا ہے کہ انتہائے مدت دو برس حمل کے ہیں لہذا بعد موت شوہر کے دو برس کے اندر جورو کے بچہ ہوا اور زنا وغیرہ ظاہر نہو تو نسب
میت سے صحیح ہوگا اور حاملہ مطلقہ کی مدت دو برس تک ہو سکتی ہے مگر کچھ کم کر دیا جاوے پس عورت کا قول قبول ہوگا۔ اور تفصیل مسائل کی
فتاوی ہندیہ سے تلاش کرو۔ بالجملہ جو کچھ کمی بیشی ارحام میں ہوتی ہے سب اللہ تعالیٰ عز وجل جانتا ہے اور قبل وجود کے آدمی کے اعمال وکفر وایمان
وسعید و شقی سب جانتا ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ کفار مکہ وغیرہ کا دعویٰ کہ یہ معجزات دکھلا دیے جاویں تو ہم کو شبہہ نہ ہوگا اور ہم اپنے دل میں ایمان
پیدا کر لینگے محض غلط ہے بلکہ ہر ایک کا انجام وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ عز وجل نے قبل وجود کے اس کی ماں کے پیٹ میں مقدر کیا ہے۔ وَكُلُّ
شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ اور ہر ایک اس کے نزدیک بمقدار معین ہے۔ اس میں کمی و بیشی نہ ہوگی حتی کہ جس حمل کی نسبت نقصان مقدر
ہے وہی ہوگا کسی دوا علاج وغیرہ سے بیشی نہیں ہو سکتی ہے اور بیشی مقدر ہے تو کمی نہ ہوگی ولیکن یہ کسی کو معلوم نہیں کہ اس نے کیا مقدر فرمایا
ہے لہذا اس کا شکر ادا کر کے آدمی ان اسباب کی پابندی کرے اور علاج معالجہ کرے اور کھانے پینے میں احتیاط کرے اور زہر
کھانے و بدپرہیزی وغیرہ سے پرہیز کرے ورنہ سرکش وگنہگار ہوگا ولیکن اس میں توکل اللہ تعالیٰ پر رکھے کہ نتیجہ کا پیدا کرنے والا وہی ہے
بلکہ اسباب کا مہیا کر دینے والا وہی ہے اور اسباب میں اثر دینے والا وہی ہے اور ہر چیز اس کے نزدیک مقدر ہے
پس نتیجہ وہی پیدا ہوگا جو مقدر ہے اور یہی معنے ہیں قولہ تعالیٰ انا کل شیء خلقناہ بقدر پس ہر چیز حق سبحانہ تعالیٰ عز وجل کے نزدیک
اسی تقدیر سابق کے مقدار پر جاری ہے کوئی جدید نتیجہ غیر معلوم کا انتظار نہیں ہے بلکہ غیر معلوم صرف ہمارے علم کی راہ سے ہے اور
علم الٰہی میں معلوم و مقدر ہے اور یہی مذہب سلف صالحین کا ہے اور اس میں بندوں کے اعمال واحوال و خطرات نیک و بد سب
داخل ہیں کہ خالق ان کا اللہ تعالیٰ عز وجل ہے اور اس کے علم میں ہر ایک کا فعل سابق سے معلوم ہے پس جو معلوم ہے وہی مقدر ہے کہ اس سے
کچھ بھی تجاوز و خلاف نہ ہوگا اور عجب ان جاہلوں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی شان و قدرت و کمال سے غافل ہیں اور زیادہ عجب بیہودہ فلاسفہ
سے ہے جو اللہ تعالیٰ عز وجل کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر اس کو کچھ نہیں پہچانتے ہیں کیونکہ ہم لوگ کسی چیز کو دیکھ کر جان لیتے ہیں تو اللہ
تعالیٰ عز وجل ان چیزوں کو نہیں جانتا جن کو اس نے پیدا کیا ہے اور جب وہ جانتا ہے تو جس طرح اس نے جانا ہے وہی یہاں ظاہر ہوگا
اس میں کچھ کمی و بیشی نہ ہوگی۔ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ اللہ تعالیٰ عز وجل خوب جانتا ہے غائب و حاضر کو یعنے اللہ
تعالیٰ سے کوئی چیز غائب نہیں ہے لا یعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ تیرے رب سے ذرہ برابر کوئی چیز اوجھل نہیں ہے
بلکہ جو چیز تمام جہان کی مخلوقات سے اوجھل ہے اسکو اللہ تعالیٰ عز وجل جانتا ہے جیسے مشاہد و حاضر کو ہم جانتے ہیں واضح کہ اللہ تعالیٰ

ہر چیز کی ماہیت و ذرہ ذرہ دیکھتا و جانتا ہے اور مخلوق کو صرف صورت وہ بھی کچھ حصہ اوپر سے نظر آتا ہے اور کچھ نہیں پس عالم درحقیقت
اللہ تعالےٰ ہے اور جو اُس نے جانا ہے وہی مقدر ہے وہی واقع ہوگا اس مین ایک بال برابر خلاف نہیں ہو سکتا ہے اور اسی کو تقدیر
کہتے ہین اور جو کوئی تقدیر سے انکار کرے وہ کافر ہے اور افسوس کہ اس زمانہ مین جاہل مسلمانون نے تقدیر و توکل کے یہ معنے بتلائے کہ
ہاتھ پانؤن مت ہلاؤ اور کوشش و تدبیر مت کرو کاہل و سست و نالائق کنہگار بن کے دنیا کے اور مخلوق کے ہاتھون کے منتظر رہو
جو تم کو ملجاوے وہ مقدر ہے اور تم متوکل ہو حالانکہ یہ بالکل جہالت و نہایت مذموم حالت ہے۔ اور حدیث صحیح مین کوشش کر کے
کمانے اور مجبور محتاجون کو صدقہ دینے کی فضیلت بیان فرمائی اور خود یہ جھوٹے لوگ اپنے کمانے پینے و ضروری حاجات رفع
کرنے مین سوچ سمجھکر تدبیر سے چاہتے ہین بلکہ توکل یہ ہے کہ کامون کو عقل و حواس کے احتیاط و تدبیر سے کرے مگر نتیجہ کا منتظر اللہ تعا
عز و جل پر رہے کہ جو اُس کے علم مین ہوگا وہی نتیجہ ظاہر ہوگا اور جو اسباب دیا ہین اُن کے اختیار مین نتیجہ نہیں ہے پس بسا اوقات
تو نتیجہ وہی نکلتا ہے جو ظاہر اسباب سے سمجھا جاتا تھا اور بسا اوقات تقدیر الٰہی غالب ہوتی ہے اور نتیجہ خلاف مراد نکلتا ہے اور بسا اوقا
باوجود کوشش کے اللہ تعالےٰ سامان آدمی کو نہیں دیتا اور نہ شخص بادشاہ بنجاوے تو یہ تقدیر ہے اور جو اس سے منکر ہو کافر ہے اور حدیث
صحیح مین ان تومن بالقدر خیرہ و شرہ۔ اور تو ایمان لاوے کہ خیر و شر سب مقدر ہے۔ اور صحیح مین ہے کہ ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم ایسے
امر پر عامل ہین کہ ہو چکی و گذری یا جدید ہوتی ہے فرمایا کہ ہو چکی و گذری۔ یعنی امر مقدر مین ہے جو جسکے حق مین مقدر ہو چکا وہی اس کا کام ہے
اور حدیث مین قصہ ہے کہ عبد اللہ بن عمر رضی سے یحییٰ بن یعمر اور حمید بن عبد الرحمٰن حمیری نے معبد الجہنی کا حال بیان کیا کہ وہ لوگ زعم کرتے ہین
کہ تقدیر کچھ نہیں ہے بلکہ بندہ کے افعال پر جدید نتیجہ نکلا کرتا ہے تو فرمایا کہ جب تو ان لوگون سے ملنا تو ان کو بتلا دینا کہ مین اُن سے بری ہون مجھے اُن سے کچھ
لگاؤ نہیں ہے اور وے مجھ سے بری ہین اور قسم اسی ذات پاک کی جسکے نام کی عبد اللہ بن عمر قسم کھاتا ہے کہ اگر اُن مین سے کسی کے پاس کوہ احد
برابر سونا ہو اسکو خیرات کرے تو اللہ تعالےٰ عز و جل اُس سے قبول نہ فرماویگا جب تک کہ تقدیر کا ایمان نہ لاوے رواہ انتخاب الصحاح اور وجہ
یہ ہے کہ مقدور و تقدیر کا انکار کرنا اللہ تعالےٰ کے علم سے اور بصیر ہونے سے اور خالق و الوہیت سے انکار ہے اور اللہ تعالےٰ
عز و جل کو بغیر ان صفتون کے سمجھنا پس یہ کفر در کفر ہے اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی ذات و صفات کو اپنی عقل سے بتلاوے تو اس نے
دعویٰ کیا کہ مین اسکو محیط ہون اور یہ کفر ہے پاک ہے اللہ تعالےٰ عز و جل قیاس و گمان و وہم سے وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے جو ہوا
اور جو ہوگا سب جانتا اور دیکھتا ہے الکبیر المتعال بزرگ متعالی ہے اور صحیح مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی
ایک بیٹی نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ اس کا فرزند حالت نزع مین ہے تو آپ تشریف لاوین پس آپ نے کہلا بھیجا کہ اللہ تعالےٰ ہی کا
ہے جو اس نے لیا اور اسی کا ہے جو اُس نے دیا اور ہر چیز اسکے پاس بمقدار ہے تو پیاری بیٹی سے کہدو کہ وہ صبر کرے اور ثواب عظیم کی
اُمید رکھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ کبیر عظیم الشان جسکے علم و قدرت سے کوئی چیز دور نہیں ہے اور متعال یعنی متعالی جو ہر چیز پر اپنے قابو
قدرت و غلبہ رکھتا ہو اور بعض نے کہا کہ کبیر وہ ہے جو ایسی اعلےٰ شان پر ہے کہ مخلوق کا اُسکی تعریف کرنا اُسکے لائق نہیں پہنچتا اور متعالی
وہ کہ اُنکی تعریفون سے وہ برتر ہے اقول یہ صحیح ہے کہ مخلوق اپنے خالق عز و جل کی صفات اپنی عقل سے نہیں جان سکتی کیونکہ اسکو ادراک ہی
نہیں کر سکتی تو تعریف کیونکر کرین اور وہ ذات قدیم ہے اور یہ سب خود حادث تو انکی تعریف بھی انکے بعد حادث ہوئی پس وہ قدیم کے لائق کہان سے
ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے عالی متعالی علم کی عظمت بندون پر ظاہر فرمائی لقولہ سَوَاۤءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ

یعنی اُس کا علم ایسا ہے کہ برابر ہے تم مین سے جو خفیہ بات کرے اور جو آواز سے یہ بات کہے یعنی تم مین سے جس نے خفیہ بات کہی اور جسنے اسطرح کہ دوسرے نے سُنا دونون اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابر ہین اُس کے سمیع ہوتے ہین آواز و اسرار کو کچھ دخل نہین ہو وہ دل کی بات جانتا ہے اور حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ پاک ہو وہ اللہ تعالیٰ عزوجل جس کا سمیع ہونا ہر قول سے متعلق ہے پس قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ وہ عورت جو اپنے شوہر کے معاملہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کرنے آئی تھی (یعنے جس کا قصہ پارہ قد سمع اللہ قول التی تجادلک الآیہ مین ہے) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی شکایت کرتی تھی اور مین کوٹھری کے ایک گوشہ مین بیٹھی تھی مگر مجھپر اس کی بعض باتین مخفی رہین اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قد سمع اللہ قول التی تجادلک الآیہ بالجملہ جو خفیہ بات کہے اور جو ظاہر کرے دونون برابر ہین۔ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ اور برابر ہو وہ جو اخفا رچاہتا ہے کسی خفیہ جگہ مین رات مین۔ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ اور جو ظاہر ہے دن مین پس ایک تو رات کا تاریک وقت اور دوم اُس نے خفیہ ہونے کی خواہش کی مگر اللہ تعالیٰ عزوجل بصیر ہے اُس کو ویسا ہی دیکھتا ہے جیسا کہ دن مین ظاہر ہونے والے کو دیکھتا ہے یعنے جو کہ دن کی روشنی کے باوجود اپنے ظاہر ہونے کا کسب دیکھین قصد کرتا ہے دونون برابر ہین بیضاوی رح نے کہا کہ سارب عطف ہے من پر اور ہوسکتا ہے کہ مستخف پر عطف ہو مگر اس صورت مین کہ من کے تحت مین مستخفی و سارب دونون داخل ہونگے اور جا بجا معلوم ہوچکا کہ یہ موصول معنی مین واحد و جمع سب کے لیے صالح ہے پس معنے یہ ہونگے کہ سوا منکم من ہو مستخف و سارب یعنی برابر ہین تم مین سے وہ دونون ایک رات مین مستخفی اور دوم دن کا سارب۔ اور کلام مین دو فائدے ہین اول آنکہ اللہ تعالیٰ عزوجل سمیع ہو کہ مخفی و مجاہر دونون کا قول سنتا ہے اور اللہ تعالیٰ بصیر ہو کہ مختفی و ظاہر دونون کو دیکھتا ہے اور اسکا دیکھنا دن کی روشنی مین یا نہ دیکھنا رات کی تاریکی مین نہین بلکہ رات دن اُسکے حضور مین یکسان ہین اور جو کوئی اس مین غور کرے اور اللہ تعالیٰ عزوجل کی عظمت کو جانے وہ انوار ایمان سے سیراب ہو۔ دوم آنکہ مخلوق کے لیے جو اسباب کسی چیز کے لیے قرار پائے ہین انکا قیاس و دخل اللہ تعالیٰ کی شان مین نہین چنانچہ دیکھنے کے لیے روشنی شرط ہے اور آنکھین شرط ہین اور رُخ و جہت شرط ہے مگر اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کے لیے کوئی اسباب نہین ہے بلکہ مخلوق مین جو سبب نہ دیکھنے کا تھا وہ اللہ تعالیٰ کی شان مین ہیچ ہے چنانچہ تاریک رات مین اُس کا دیکھنا مثل دن کے ہے اور جب یہ معلوم ہوا تو جو فرقہ آخرت مین دیدار الٰہی عزوجل سے انکار کرتے ہین اور اپنے اوہام و شرائط و قیاسات لگاتے ہین محض جہالت ہے اور حق تعالیٰ نے فرمایا ما تکون فی شان وما تتلو منہ من قرآن ولا تعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ وما یعزب عن ربک من مثقال ذرة الآیہ اور اس کی تفسیر مع دیگر آیات صفات کے سابق مین گذرین پس جیسے اسکے دیکھنے کے لیے ہم کو ہمارا کسی جگہ ہونا کافی ہے اسی طرح ہمارے اُس کو دیکھنے کے لیے جبکہ اپنے فضل و کرم سے ہم کو قوت عطا فرماوے صرف ہمارا کسی جگہ پر ہونا کافی ہوگا اُس کے واسطے جیسے اسباب یہ ضرورت نہین ویسے تب تو انکار دیدار کا جو وہم تھا ساقط ہوا والحمد للہ رب العالمین۔ پھر آدمیون پر ان کے احوال کے محافظ ذکر فرمائے بقولہ۔ لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ اس کے لیے معقبات ہین سامنے و پیچھے۔ بیضاوی رح نے لکھا کہ یعنے ہر ایک خفیہ بات کرنے والے یا ظاہر گفتگو کرنے والے اور مستخفی و سارب کے لیے۔ اور ظاہرا یہ صفت عام انسان کے لیے ہے کیونکہ کوئی اس سے خالی نہین ہو لہذا امام حافظ رح نے کہا کہ مراد یہ ہو کہ ہر بندہ کے لیے معقبات یعنی ملائکہ ہین کہ متعاقب یکی در عقب دیگرے اسپر محافظ ہوتے ہین۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ضمیر فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔

مین کہتا ہون کہ امام فراء رح نے معالم مین جو اُس کا سبب نزول لکھا ہے اور عنقریب انشاء اللہ تعالے آویگا اس سے قول ابن عباس کی
تقویت ہوتی ہے اور کہا گیا کہ سبب نزول اگرچہ خاص ہو لیکن حکم عام ہے بیضاوی رح نے کہا کہ معقبات یعنی ملائکہ ہین کہ عقب ایک
دوسرے کے آدمی کی حفاظت کرتے ہین یا اُس کے اعمال کے عقب مین نیکی یا بدی لکھتے ہین یا عقبات جماعات ہین۔ امام حافظ رحمہ اللہ
نے کہا کہ ملائکہ ایک بعد دوسرے کے محافظ ہوتے ہین رات کے الگ ہین اور دن کے علحدہ ہین جو اس کو عالم کے وقائع مکروہات
وحوادث سے بچاتے ہین۔ مین یہ کہتا ہون کہ مراد یہ کہ اگر ملائکہ محافظ نہ ہون تو آدمی پر ہر وقت ایسے ایسے وقائع وحوادث پیش آوین جو کبھی
کبھی امر مقدر نازل ہونے کے وقت پیش آتے ہین۔ شیخ حافظ رح نے کہا کہ جیسے دوسری قسم کے ملائکہ اعمال کے نگہبان ہین وہ بھی دن کے
اور ہین اور رات کے اور ہین اور دو فرشتہ داہنے بائین اُس کے اعمال لکھتے ہین داہنا تو نیکیان لکھتا ہے اور بایان بدیان لکھتا ہے اور
دوسرے دو فرشتہ اُس کو آگے پیچھے سے حفاظت کرتے ہین پس آدمی چار فرشتون کے بیچ مین ہے جو رات ودن کے متعاقب ایک
دوسرے کے علحدہ علحدہ ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ ہمیشہ یکے بعد دیگرے تم مین ملائکہ آتے ہین ایک گروہ رات کو اور ایک
گروہ دن کو اور دونون گروہ نماز صبح ونماز عصر کے وقت جمع ہوتے ہین پس جو رات مین تم مین رہے تھے وہ رب تبارک وتعالے
کی طرف صعود کرتے ہین پس وہ بندون کو دریافت فرماتا ہے حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ تم نے میرے بندون کو کس حال پر چھوڑا
پس کہتے ہین کہ جس وقت ہم اُن کے پاس پہونچے وے نماز پڑھتے تھے اور جس وقت ہم نے اُن کو چھوڑا اس وقت وے نماز پڑھتے تھے
الحدیث۔ اور لکھا کہ دوسری حدیث مین ہے کہ تمھارے ساتھ ایسے ملائکہ ہین کہ تم سے جدا نہین ہوتے مگر اُس وقت کہ تم پیخانہ جاؤ اور جب
جماع کرو تو تم اپنی حرکات مین اُن سے شرم کیا کرو اور اُنکی تکریم کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ جو نماز صبح ونماز عصر مین جمع ہوتے ہین
شاید کہ یہی محافظین ہون جو ہر فرد کے ساتھ تقسیم ہو جاتے ہون اور شاید کہ دوسرے ہون اور بعض روایات مین ستر ہزار تعداد ہے اور
یہ کہ ہمیشہ نئے اُترتے ہین جو ایک مرتبہ آئے ہین وے پھر نہین آتے ہین سبحان اللہ تعالے اُس کی مخلوق کی انتہا کوئی نہین جانتا کما قال
تعالے وما یعلم جنود ربک الا ہو۔ پھر مین کہتا ہون کہ ستر ہزار تعداد کے لحاظ سے محافظین یہ نہین معلوم ہوتے ہین مگر آنکہ جنود کثیر کا
بعض سے ہو یا کیفیت اُس کی علم الٰہی مین ہو۔ اور معالم مین ہے کہ معقب ایک گروہ ملائکہ مین تو اس کی جمع معقبات بطریق تانیث
اس وجہ سے ہوئی کہ معقب کی جمع معقبہ ملائکہ پھر اس جمع کی جمع معقبات جیسے ابن کی جمع ابناء ابناءات اور رجل کی جمع الجمع
رجالات لاتے ہین اور سراج مین کہا کہ اخفش کا قول ہے کہ بسبب کثرت کے تانیث کے طور پر جمع لاتے ہین جیسے نسابہ وعلامہ وغیرہ
اور سراج مین کہا کہ دلیل مذکر ہونے کی قول تعالے یحفظونہ من امر اللہ ہے حفاظت مین رکھتے ہین یہ معقبات آدمی کو اللہ
تعالے کے امر سے یعنی جس طرح امر الٰہی ہوتا ہے یہ معقبات اسی طرح آدمی کی حفاظت رکھتے ہین۔ سوال ہوا کہ اس معنے مین تو بامر اللہ
ہونا چاہیے تو جواب دیا گیا کہ من بمعنے با ہے اور دوسرا جواب یہ کہ تقدیر کلام یہ کہ ذلک الحفظ من امر اللہ ہے یعنی امر شدہ ہے جیسے اس کی
حفاظت کرتے ہین اور یہ حفاظت کرنا اللہ تعالے کے حکم سے ہے یعنے بجا حکم الٰہی کے ہے اور تیسرا جواب یہ کہ تقدیم وتاخیر ہے یعنے لہ معقبات
من بین یدیہ ومن خلفہ من امر اللہ یحفظونہ۔ یعنے آدمی کے واسطے اللہ تعالے عزوجل کے حکم سے معقبات ہین جو اُس کی نگہبانی رکھتے ہین مترجم
کہتا ہے کہ اس مین تقدیم وتاخیر قرار دینے کی ضرورت نہین ہے بلکہ یہ معنے اسی نظم سے ظاہر ہین کیونکہ کلام گویا یون ہے کہ لہ معقبات من اللہ چنانچہ
ابن عباس رض نے کہا کہ المعقبات من اللہ ہی الملائکۃ یعنی اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے جو معقبات آیت مین بیان ہین وہ ملائکہ ہین۔ علی بن

ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی اور شیخ حافظ رح نے ذکر کیا کہ عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ ملائکہ ہین جو اُسکو
آگے سے اور پیچھے سے حفاظت کرتے ہین پھر جب کوئی امر مقدر الٰہی آتا ہے تو اُس کو چھوڑ دیتے ہین۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ ہر آدمی کے
لیے ضرور ایک فرشتہ محافظ ہے جو نیند مین اور بیداری مین جن و انس و سانپ بچھو کیڑے مکوڑون سے اُس کی حفاظت کرتا
ہے پس جو چیز اُس کی طرف اُن مین سے قصد کرتی ہے فرشتہ اُس کو پھیر دیتا ہے باستثنا اس چیز کے جو اللہ تعالےٰ کی اجازت
سے آوے یعنی مقدر تو وہ اس آدمی تک پہونچ جاتی ہے۔ سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ دنیا کے بادشاہ کا
حال ہے کہ آگے پیچھے سے محافظ اُس کی نگہبانی کرتے ہین اور عوفی نے بھی ابن عباس سے اسی کے قریب روایت کیا ہے۔ اور قریب
اُسکے قول عکرمہ ہے۔ اور ضحاک نے کہا کہ وہ بادشاہ ہے جو امر الٰہی سے محروس ہے اور وے اہل شرک مین ہین شیخ حافظ نے ان روایات کے
بعد لکھا کہ شاید ابن عباس و عکرمہ و ضحاک کی مراد اس سے یہ ہو کہ ملائکہ معقبات بندے کو جس طرح حفاظت کرتے ہین اس کی صورت ایسی
ہے جیسے بادشاہون و امرا کے گرد محافظ ہوتے ہین اور لکھا کہ ابو جعفر بن جریر رح نے اس مقام پر بیشک ایک غریب حدیث روایت کی
کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آگاہ فرمایئے کہ بندہ کے ساتھ
کتنے فرشتے ہوتے ہین فرمایا کہ ایک فرشتہ تیرے داہنے پر ہے تیری نیکیان لکھنے کو اور وہ سردار ہے اسپر جو تیرے بائین پر تیری برائیون کے لیے ہے
پس جب تو نے کوئی نیکی کی تو وہ دس گونہ لکھتا ہے اور جب تو نے برائی کی تو بایان پوچھتا ہے داہنے سے کہ مین اُسکو لکھون وہ کہتا ہے کہ نہین شاید وہ
توبہ کرے یا استغفار کرے پھر جب وہ تین مرتبہ اجازت مانگتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ لکھ لے اللہ تعالےٰ عز و جل ہم کو اس سے راحت دیوے کیونکہ یہ برا ہمنشین ہے
کسقدر کم اللہ تعالےٰ کا دھیان رکھتا ہے اور کتنا کم اس سے شرماتا ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید۔ اور دو فرشتہ
تیرے آگے پیچھے ہین۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لہ معقبات من بین یدیہ و من خلفہ الآیہ۔ اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر قابض ہے پس جب تو نے
اللہ تعالےٰ کے لیے تواضع کی تو وہ تجھے اونچا کرتا ہے اور اگر تو نے اللہ تعالےٰ پر سرکشی کی تو تیری تحقیر کرتا ہے اور دو فرشتہ تیرے ہونٹھون پر ہین
کہ وہ فقط تیرے درود بھیجنے کے محافظ ہین جو تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر بھیجے اور ایک فرشتہ تیرے دہن پر قائم ہے جو تیرا محافظ ہے کہ
تیرے مُنھ مین سانپ نہ گھس جاوے اور دو فرشتے تیری دونون آنکھون پر ہین پس ہر آدمی پر یہ دس فرشتے ہین دن پھر والے
پھر رات پھر والے اُترتے ہین کیونکہ رات والے دن والون سے علاوہ ہین پس ہر آدمی پر بیس فرشتے ہوئے اور ابلیس دن مین آدمی پر
وسوسہ ڈالتا ہے اور اس کی اولاد رات مین مترجم کہتا ہے کہ مسرج مین بھی اُسکو نقل کیا ہے وقال الحافظ غریب جدًا۔ اور لکھا کہ امام
احمد رح نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی شخص خالی نہین مگر کہ اُسکے ساتھ ایک ہمنشین جن
یعنے شیطان سے ہے اور ایک ہمنشین ملائکہ سے ہے تو صحابہ رض نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے ساتھ بھی ہین فرمایا کہ ہان میرے ساتھ بھی ہین
ولیکن اللہ تعالےٰ نے مجھے اعانت فرمائی تو مجھے مشورہ نہین دیتا مگر بھلائی کا۔ تفرد بہ مسلم فی صحیحہ مترجم کہتا ہے کہ دوسری حدیث سے
ثابت ہے کہ آدمی مین دو لمہ ہین ایک لمۃ الملک و ایک لمۃ الشیطان اور دوسری حدیث مین تفصیل کے ساتھ شیطانی ہمزاد کا
برائی پر وسوسہ دینا اور مشورہ دینا مذکور ہے اور فرشتہ کا بھلائی پر مشورہ دینا مروی ہے حتے کہ جب آدمی ہمزاد شیطانی کا کہنا مان لیتا
ہے تو فرشتہ کو افسوس ہوتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ ایمان والا جب مر جاتا ہے تو اُس کے جسم کے ساتھ اُس کا
ہمزاد بھی مقید مدفون ہوتا ہے اور کفار کا ہمزاد شیطان چھوٹا پھرتا ہے اور واضح ہو کہ اکثر جن لوگون کو بھوت پریت دیکھنے کا اتفاق ہوا

اور اس نے اپنا وہ نام و نشان بتلایا جو کسی مشرک مردہ کا تھا تو یہ ظاہر او ہی ہم اد شیطان ہے جسکو کچھ قدرت نہیں الا ماشاء اللہ اور
وہی کبھی دوسری صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے حالانکہ وہ آدمی مشرک جس کا یہ نام لیتا ہے وہ عذاب میں گرفتار ہے۔ اور دجال کے ساتھ
اکثر اس قسم کے شیاطین ہونگے اور واضح ہو کہ جو لوگ صادق الایمان ہیں بوجہ قوت ملکیہ کے انکے روبرو ہونا اس کا کام نہیں الا ماشاء اللہ
اور شیخ عبد الغفور لاری رحمہ نے لکھا کہ بعض اولیاء اللہ نے کہا کہ اہل ایمان کے نور سے جن پارہ پارہ ہو جاتے ہیں۔ شیخ حافظ رحمہ نے
لکھا کہ قولہ تعالیٰ یحفظونہ من امر اللہ بعض نے کہا کہ یہ مراد ہے کہ ملائکہ اس آدمی کو محفوظ رکھتے ہیں امر الٰہی سے چنانچہ اسی کو علی بن
ابی طلحہ وغیرہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کیا اور یہی مذہب مجاہد و سعید بن جبیر و ابراہیم نخعی وغیرہم کا ہے اور قتادہ نے یہ بھی
کہا کہ بعض قراءۃ میں یحفظونہ بامر اللہ ہے۔ اور کعب احبار رحمہ نے کہا کہ اگر یہ ہوتا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے تم پر ملائکہ موکل کیے جو تمہارے
کھانے پینے اور پردہ کی چیزوں میں مکروہات کو دور کرتے رہتے ہیں تو تم اچک لیے جاتے۔ ابو امامہ رضہ نے کہا کہ کوئی آدمی نہیں مگر آنکہ
اُس کے ساتھ فرشتہ ہے جو اس سے ہر مکروہ دفع کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جو مکروہ اُس کے حق میں مقدر ہے اُس کے سپرد کر دیتا ہے۔
ابو مجلز رحمہ نے کہا کہ قبیلہ بنی مراد سے ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا آپ نماز پڑھتے تھے اُس نے کہا کہ آپ حراست کیجیے
یعنی لوگ اپنے محافظ مقرر کیجیے کیونکہ کچھ لوگ بنی مراد کے آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو فرمایا کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ ہیں
اس کو ایسی بات سے محفوظ رکھتے ہیں جو اُس کے حق میں مقدر نہیں ہے پھر جب امر مقدر آجاتا ہے تو اُس کو مقدر کے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں
اور موت کا وقت ایک مضبوط قلعہ ہے۔ بعض نے کہا کہ یحفظونہ من امر اللہ یعنی یحفظونہ بامر اللہ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ صحابہ رضہ نے کہا کہ
یا رسول اللہ آپ دوا دیکھتے ہیں کہ ہم رقیہ کریں کیا اس سے کچھ مقدر ٹل جائے گا فرمایا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ عز و جل کے نزدیک مقدر ہوتا ہے
پھر حق تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ جس عمدہ نظام پر احسان الٰہی آدمیوں کے ساتھ ہے وہ جب ہی بدلتا ہے کہ آدمی خود اپنے نیات و
نیک چال چلن کو بدلتے ہیں اور ابن ابی حاتم نے بن حبیب شیخ ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء بنی اسرائیل
میں سے ایک نبی کو وحی فرمائی کہ اپنی قوم سے کہدے کہ کوئی گاؤں والے یا گھر والے جو اللہ تعالیٰ کی طاعت پر ہوں پھر بدل کر
شرک و معصیت پر ہو جاویں تو یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل اُن سے وہ حالت جسکو محبوب رکھتے تھے بدلکر وہ حالت کر دیگا جسکو
ناگوار رکھتے ہیں پھر ابراہیم نخعی رحمہ نے کہا کہ اُس کی تصدیق کتاب الٰہی قرآن مجید میں موجود ہے یعنی قولہ تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ
بیشک اللہ تعالیٰ عز و جل تبدیل نہیں فرماتا اس حال کو جو ایک قوم کے ساتھ ہو یعنی پسندیدہ حالت کو نہیں بدلتا حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا
بِاَنْفُسِهِمْ یہاں تک کہ وہ ہی بدلیں وہ بات جو اُن کے نفوس میں ہے۔ یعنے حالت ایمان و طاعت کو اور اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہوا
اُس کے ماننے کی نیت کو جب بدلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن کی حالت کو بھی برائی کی طرف بدل ڈالتا ہے اور بشارت ہو کہ برعکس اس کے
جو کوئی آدمی یا قوم کسی معصیت و شرک میں ہو کر توبہ و استغفار سے طاعت کی طرف رجوع کرے تو اللہ تعالیٰ عز و جل اُس کی بری
حالت کو اچھی حالت کی طرف بدل دیتا ہے چنانچہ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ عثمان بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب صفۃ العرش میں اپنی اسناد
سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی الحدیث اور اس میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک و تعالیٰ سے حدیث قدسی
بیان فرمائی کہ رب عز و جل نے فرمایا کہ قسم مجھے میری عزت و جلال کی اور اپنی عرش پر فوقیت کی کہ نہیں کوئی قریہ و نہ گھرانا جو میری
ایسی نافرمانی پر ہوں جسکو میں مکروہ رکھتا ہوں پھر اس حالت سے بدلکر ایسی صفت اختیار کریں یا میری فرمانبرداری کی جسکو میں محبوب رکھتا ہوں مگر

آنکہ ضرور ہین انکو اپنے عذاب کی مکروہ حالت سے بدلکر اپنی رحمت کی محبوب حالت پر کردونگا۔ قال الحافظ غریب وفیہ من لا اعرفہ حاصل آنکہ جس قوم پر بعد نعمت کے نکبت و فلاکت آتی ہے وہ جب ہی ہوتی ہو کہ وے اپنے طریقہ و نیت کو متغیر کرکے عذاب الٰہی کی راہ پر لیجاتے ہین یا یہ مراد ہے کہ تغیر نعمت الٰہیہ جب ہوتی ہے کہ وے اپنی فطرت کی صلاحیت زائل کردیتے ہین اور بعض نے کہا کہ مراد یہ نہین ہو کہ کسی آدمی پر عذاب نہین آتا جب تک کہ وہ کوئی گناہ نہ کرے بلکہ کبھی غیرون کے گناہ سے گرفتار مصیبت ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ پوچھنے والے نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا ہم ہلاک کیے جاوینگے حالانکہ ہم مین صالحین موجود ہون تو فرمایا کہ ہان جب خبث زیادہ ہوجائے مترجم کہتا ہے کہ خبث سے بعض نے کہا کہ زنا مراد ہو اور بعض نے کہا کہ فسق و فجور سے فاجرون کی زیادتی مراد ہے خواہ زنا سے ہو یا چوری و شراب خواری و رشوت وغیرہ سے ہو۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت منجملہ مشکل آیات کے ہے اور وجہ اسکی یہ ہو کہ نعمت و نقمت ہر کس پہچان نہین سکتے اور اچھی حالت و بری حالت کا امتیاز مرد بصیر کا کام ہو اول مین کہتا ہون کہ بغیر گناہ کے دوسرون کے گناہون سے ہلاک ہونا جو اس قائل نے عذاب خیال کیا خلاف تحقیق ہو اور صحیح یہ ہو کہ قوم مین جب فسق پھیلا اور طاعت چھوٹی تو صالحین دو طرح کے بعض منع کرکے مجبور ہوئے اور بعض خاموش رہے تو عذاب و ہلاکت ان صالحین کے لیے سو شہید کا ثواب ہو جو روکتے و منع کرتے تھے اور باقیون کے واسطے عذاب ہو پھر قیامت مین نیتون پر مبعوث ہونگے اور زیادہ تفصیل اسکی قولہ واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ کی تفسیر مین گذری پھر مہاجرین رضی اللہ عنہم سخت فلاکت مین تھے اور انصار رضی اللہ عنہم جہاد مین اولاد و اقارب کے قتل سے بیچ خانہ ویران ہو گئے تھے مگر یہ سب ایسے افضل حالت پر تھے کہ اس سے بہتر ممکن نہین ہو اور مشرکین مکہ نے جب طاعت الٰہی سے سرکشی کی اور خراب حالت پر ہوئے تو یہ نعمت الٰہی کی ناشکری سے ہوئی۔ اور جو قوم کہ اموال و اولاد سے بھرے ہوئے اتراتے ہین اور اللہ تعالیٰ عزوجل و اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاتے ہین یہ سب اُن کے لیے وبال و عذاب ہو اور اسلام مین جب سے فتنہ پھیلا اور آخر اس زمانہ مین لوگ نام کے مسلمان رہ گئے صرف زبان سے کلمہ توحید پڑھتے ہین اور دل مین اثر نہین اور کثرت سے فسق و فجور و شرکت و معاصی پھیلے تو ظاہر ایسی قوم جنت کی مالک ہونے کی صلاحیت نہین رکھتے ہین اور باوجود اسکے دنیا مین ذلت و فلاکت مین گرفتار ہین پس یہ انکی حالت انکے لیے عذاب ہو پھر تحقیق یہ ہو کہ آیت کریمہ مین تغیر باطنی سے تغیر ظاہری منوط فرمایا ہو اور یہ عام ہو حتی کہ کافر قوم جو بادشاہ کردیے گیے اور اس کی نیت یہ تھی کہ لوگون کو آرام و آسایش دیجاوے پھر اُس کی نیت بدلی اور چاہا کہ لوگون کے اموال سمیٹے اور کسی طریقہ سے اُنکو مجبور کرے تو اس قوم کی حالت بدل جاویگی اور ظلم سے سلطنت باقی نہ رہیگی اور اُسکی حکمت کہ کافر قومون کو کسوجہ سے حکومت و بادشاہت دی گئی یہ عقل بشری سے باہر ہے اور یہ قصہ دراز ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے بندون کے احوال کا دانا تر ہو پس خلاصہ بیان ان آیات کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف سے مخلوق بندون پر خواہ کافر ہون یا مسلمان ہون ملائکہ محافظ عافیت ہوتے ہین اور جس حال پر جو شخص دنیا مین ہو عافیت سے رہتا ہو یہانتک کہ وہ اپنی باطنی نیات و خیالات کو بدلین تب اللہ تعالیٰ عزوجل انکی حالت کو بدل دیتا ہو حتی کہ جو لوگ کفر و شرارت پر تھے اگر صلاحیت پر ہوجاوین تو اُن کی ایسی حالت کردی جائیگی کہ جس کا نتیجہ خواہ بالفعل یا بعد چندے روز کے آخرت مین نہایت نیک و عزت کا ظاہر ہو پس اہل بصیرت اُنکی دنیاوی مسکنت کو باوجود طاعت کے انپر سعادت و نیک حالت دیکھینگے حتی کہ جو قوم باوجود کفر و معصیت کے تونگری و دولت و تندرستی و اموال و اولاد سے بھری ہو باوجود معصیت کے انکی یہ حالت اہل بصیرت کی نظرون مین عذاب و استدراج ہو پھر اگر انھون نے اپنی نیت بدلکر کفر و شرک و ظلم و تعدی و بدعت کی طرف پھیری

تو اُن کی حالت مذکورہ بھی بدل دیجاوے گی۔ اور ظاہر واقعہ وسبب نزول کے وقت کی حالت بعض قوم مشرکین کی تنبیہ تھی کہ شرک
کے باوجود انکو ایک حالت عافیت کی دی گئی تھی مگر انھون نے کفر وانکار وایذاے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ومقاتلہ مومنین
واُن کی اذیت سے اپنی باطنی حالت بدلی پس اللہ تعالےٰ عز وجل نے بھی ان کی حالت عافیت کو بدلا۔ امام فرا رح نے معالم مین ذکر کیا
کہ قولہ تعالےٰ لہ معقبات الآیہ مین لہ کی ضمیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ جویبر نے ضحاک عن ابن عباس رض روایت کی
کہ معنی یہ ہین کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے اللہ تعالےٰ عز وجل کی طرف سے محافظ ونگہبان ہین جو اُس کے گرد پیش اسکو امر اللہ سے
محفوظ رکھتے ہین اقول یعنے عذاب الٰہی سے پس امر اللہ یہان عذاب اللہ ہے جیسے قولہ حتی یاتی امر ربک۔ وقولہ اتاہا امرنا لیلا او
نہارا۔ اور مراد عذاب سے وہ امور جو حوادث وبلیات ومکروہات ہین چنانچہ خود معالم مین تفسیر فرمائی کہ اسکو امر اللہ سے محفوظ رکھتے
ہین یعنے شیاطین وطوارق اللیل والنہار کی شر وایذا سے محفوظ رکھتے ہین۔ اور لکھا کہ عبدالرحمن بن زید نے کہا کہ یہ آیت عامر بن
الطفیل واربد بن ربیعہ کے حق مین نازل ہوئی اور ان دونون کا قصہ کلبی نے ابوصالح سے اس نے ابن عباس رض سے اسطرح
روایت کیا کہ عامر بن الطفیل واربد بن ربیعہ دونون بنی عامر سے تھے دونون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کر کے چلے اور
سامنے آئے اور آنحضرت صلعم اُس وقت چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد مین بیٹھے تھے پس دونون مسجد مین داخل ہوئے اور عامر
اگرچہ ایک آنکھ سے کانا تھا مگر بہت خوبصورت تھا لوگون نے گردن اُٹھا اُٹھا کر عامر کی خوبصورتی کو دیکھنا شروع کیا اور ایک نے کہا کہ
یا رسول اللہ یہ عامر بن الطفیل آپ کی طرف آتا ہے آپ نے فرمایا کہ آنے دے اگر اللہ تعالےٰ کے ساتھ اُس کی نیک نیت ہے تو اسکو ہدایت فرما دیگا
پس وہ آکر آنحضرت صلعم کے پاس کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ یا محمد اگر مین مسلمان ہو جاؤن تو میرے واسطے کیا ہے فرمایا کہ تیرے لیے وہ ہے جو تمام مسلمانون
کے لیے ہے اور تجھپر وہ جو سب مسلمانون پر ہے۔ بولا کہ بعد اپنے میرے لیے خلافت مقرر کر دوگے۔ فرمایا کہ یہ بات میرے اختیار مین نہین ہے بلکہ یہ
فقط اللہ تعالےٰ عز وجل کے قبضہ قدرت مین ہے وہ جسمین چاہیگا رکھیگا۔ بولا کہ اچھا مجھکو وبر پر حاکم کر دو اور تم مدر پر حاکم رہو فرمایا کہ نہین
تب بولا کہ پھر میرے لیے کیا کروگے فرمایا کہ تیرے لیے گھوڑون کا دستہ کر دونگا جسپر سوار ہو کر تو جہاد کرے۔ بولا کہ یہ کیا اب میرے لیے حاصل
نہین ہے میرے ساتھ اُٹھ کھڑے ہو مین تم سے کچھ باتین کرونگا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے ساتھ کھڑے ہو گئے اور عامر نے اربد کو پہلے
نصیحت کر دی تھی کہ جب مین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو باتون مین لگاؤن تو فوراً اُن کی پشت کی طرف آجانا اور تلوار سے کام تمام کر دینا پس
عامر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باتون مین طول دیا اور جھگڑالو باتین کرنے لگا پس اربد آپ کے پیچھے پہونچا اور اس نے تلوار میان سے
کھینچی مگر ایک بالشت نکل کر رہ گئی اور آگے اللہ تعالےٰ نے روک دی کہ پھر اُس سے نہین کھنچی اور عامر اسکو برابر اشارے کیے جاتا پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھ لیا کہ جو حرکت اربد نے اپنی تلوار سے کی تھی پس فرمایا کہ اللہم اکفنیہما اے رب میرے تو مجھے ان دونون سے
کافی ہو جس طرح تو چاہے پس اللہ تعالےٰ عز وجل نے اربد پر بجلی بھیجی حالانکہ دن گرم بغیر بادل کے صاف تھا پس اربد تو صاعقہ سے
جل کر مر گیا اور عامر اُلٹے پاؤن بھاگا اور بکتا گیا کہ اے محمد تو نے اپنے رب سے دعا مانگی جس سے اربد مر گیا واللہ مین تجھپر چڑھا لاؤنگا سبل
فیل نوجوان شہسوار جو وادی مین بھر جاوینگے پس آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تجھکو اس سے باز رکھیگا اور تیرے مقابلہ کو قیلہ کے دونون
بیٹے ہونگے یعنے انصار کے دونون گروہ اوس وخزرج۔ پھر عامر بھاگ کر ایک سلولیہ عورت کے یہان اُترا پھر صبح کو اُٹھا تو اپنے ہتھیار باندھے اور اسکا
رنگ چہرہ متغیر ہو گیا تھا اور جنگل مین گھوڑا دوڑاتا جاتا اور شعر پڑھتا اور کہتا کہ اے ملک الموت ظاہر ہو کر سامنے ہو اور کہتا کہ قسم ہے لات کی کہ اگر

محمد وا ُسکا ملک الموت دونون میرے سامنے آدین تو اپنے اس نیزہ سے انکو مار ڈالون پس اللہ تعالے نے اُسپر اپنا ایک فرشتہ بھیجا
جس نے اُس کو ٹھوکر ماری کہ گھوڑے سے گر کر خاک مین لوٹ گیا اور اسی وقت اُس کے گھٹنے مین ایک بڑا بھاری غدہ نکل آیا پس
اسی حالت سے وہ سلولیہ کے گھر مین واپس آیا اور کہتا کہ ہاے یہ غدہ تو اونٹ کے غدہ کی طرح ہے اور سلولیہ کے گھر مین میری موت
ہے پھر گھبرا کر اپنا گھوڑا مانگا اور اُس پر سوار ہو کر ہانکا مگر راہ مین اُسی کے پیٹھ پر مر گیا اور اللہ تعالے نے اپنے رسول صلعم کی بد دعا ان
دونون مردودون کے حق مین پوری کر دی اور اسی واقعہ مین اللہ تعالے نے نازل فرمایا ہے قولہ تعالے سواء منکم من اسر القول
ومن جہر بہ ومن ہو مستخف باللیل وسارب بالنہار لہ معقبات من بین یدیہ الآیہ یعنے آنحضرت صلعم کے سامنے و پیچھے ملائکہ ہین جو ان کی
حراست کرتے ہین اور انھین دونون عامر و اربد مذکور کے حق مین نازل فرمایا کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتے یغیروا ما بانفسہم - ایسا ہی امام نے
معالم مین ذکر فرمایا ہے وعلے ہذا معنے یہ ہین کہ بنو عامر مع اپنے سردار عامر بن الطفیل کے عافیت مین تھے کیا پس انھون نے سلطنت
عرب کی ہوس کی اور چاہا کہ اللہ تعالے عز و جل کے رسول کو بلا حفاظت قتل کرین اور خود سب پر سردار ہو جاوین پس اللہ تعالے
نے ان کی عافیت کی حالت کو متغیر نہین کیا یہانتک کہ خود ہی انھون نے اپنی باطنی حالت کو بدلا - اور علماء کا اتفاق ہے کہ سبب
نزول اسکا جو کچھ ہو لیکن حکم عام ہے چنانچہ امام نے معالم مین کہا کہ قولہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم یعنی کسی قوم کی عافیت و نعمت کو متغیر نہین
فرماتا حتی یغیروا ما بانفسہم یہانتک کہ وہی بدلین وہ جو انکے نفوس مین ہے یعنی بہتر حالت کو بدل کر معصیت و ظلم و فساد کی نیت و
افعال اختیار کرین - پھر انکو اپنی قدرت و تغیر و کبریائی ظاہر فرمائی بقولہ - وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا اور جب اللہ تعالے چاہے
کسی قوم کے ساتھ بُرائی یعنی نعمت زائل ہو کر دنیا و آخرت کی خواری مین بوجہ بد نیتی و ناکارہ افعال اور نافرمانی پروردگار و شرک ۸
و کفر و ایذاے مومنین کے مبتلا ہون تو - فَلَا مَرَدَّ لَہٗ تو اُس کے ارادہ کے لیے رد نہین یعنی جو وہ چاہتا ہے اُس کے پھیر دینے کی
قدرت کسی کو نہین ہے وَمَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ اور سواے اللہ تعالے کے اُنکا کوئی والی نہین ہے جس کے پاس
پناہ پکڑین اور بعض نے کہا کہ والی جاے پناہ - ف بعض جاہل یہان اعتراض کرتے ہین اور سمجھتے نہین پس واضح ہو کہ یہ بیان
تقدیر کا ہے اور اس سے معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقون کا قول ہم کو قطعی باطل ثابت ہو گیا جو کہتے ہین کہ ہمارا کام تدبیر ہے اور ہم کہتے ہین کہ
نہین تقدیر ہے اور تدبیر تو حواس و عقل کے موافق کام کرنے کا نام ہے اور ظاہر ہے کہ جو لوگ ذلت و خواری مین پڑ جاتے ہین اُنکے حواس
و عقل موجود ہوتے ہین پھر اگر کہو کہ وے انکو کام مین نہین لاتے ہین تو یہ موقع تقدیر کا ہے اور کوئی شخص دنیا مین ایسا نہین ہے جو تدبیر نہ
کرتا ہو حتی کہ راہ چلنے مین آنکھون سے دیکھکر چلنا اور برف کے دنون مین کھلے میدان مین نہ سونا اور بدن کو ڈھانکنا وغیرہ سب تدبیر ۹
کرتے ہین مگر بعضے لوگ نادانی سے اُسکو توکل کے خلاف نہین سمجھتے ہین اور کپڑا حاصل کرنے کی تدبیر خلاف توکل سمجھتے ہین اللہم اہدنا
حالانکہ سب مین اللہ تعالے پر توکل چاہیے کہ کپڑا پہننے سے سردی کی بیماری جب ہی نہ ہو گی کہ اللہ تعالے اپنا فضل فرماوے اور یہ
جب ہی ہو گا کہ اُسکے علم قدیم مین یہ ہو کہ تیری حفاظت ہو گی پس اسی طرح جس قوم کے حق مین جو کچھ علم قدیم مین آیا ہے وہ ارادہ ازلی
قدیم ہے پس جو ارادہ علم الٰہی مین واقع ہوا وہی ہر قوم سے صادر ہو گا کیونکہ خالق اللہ تعالے ہے اور تدبیر کا فعل نہ کر سکتا ہے نہ اسکا نتیجہ نکلیگا پس
یہی معنے اس آیت سے صاف ظاہر ہین اور ثابت ہو گیا کہ بندون کے فعل بھی اللہ تعالے کے پیدا کیے ہین ف فی العرائس قولہ تعالے و
کل شیء عندہ بمقدار - اپنے علم قدیم کا احاطہ بیان کیا کہ ہر چیز کو محیط ہے اور عدم سے وجود مین آنے سے پہلے اللہ تعالے کے علم مین اُس کی مقدار

وصورت وتعداد ورنگ وروپ وایمان وکفر ونفع وضرر اور جسقدر نفع جس جس کو جو وقت پر ہوگا سب اسقدر معلوم ہے لہذا جب موجود ہوئی تو حالت ویسی ہی رہی جیسے معدوم ہونے مین تھی کیونکہ عدم ووجود تو ہماری نسبت کرکے ہے اور اللہ تعالیٰ کی حضور مین سب حاضر ہے اور معدوم سے وجود مین ایک ذرہ برابر کسی بات مین کمی وزیادتی نہوگی کیونکہ ربوبیت کے علم مین کچھ ذرہ برابر فرق نہین ہے۔ لہذا جو بندے یہان نیک وصالح ہوتے ہین وہ قبل وجود کے علم الٰہی مین نیک تھے اور جسقدر نیکی وذخیرہ اعمال ان کے لیے مقدر تھے اُسی قدر ہے اس مین کمی بیشی نہوگی۔ اور منکر کا خیال کس طرف ہے وہ دیکھے کہ ہر شخص عمل کرنے والا اور تدبیر مین سوچنے والا کہان سے آیا ہے اسی پاک خالق عزوجل نے اُس کو پیدا کیا ہے اسی سے ابتدا اور اسی کی طرف انتہا ہے اس سے اُس کی ماہیت وحقیقت ایک ذرہ پوشیدہ نہین ہے اور تدبیر والے ہر فعل کسی قوت سے کرتے ہین اور یہ قوت علم الٰہی مین ذرہ ذرہ معلوم تو انکے افعال بھی معلوم ہین جیسے بعض نے کہا کہ ہر رابطہ مدد اور اپنے وقت پر موقوف ہے نہ مقدار مین تجاوز اور نہ وقت مین تقدیم وتاخیر ہے بعض نے کہا کہ ہر چیز کا وقت ووزن مقدار حق تعالیٰ نے رکھا ہے تو جس نے اپنی سانس کی قدر نہ کی اور ضائع چھوڑ دیا وہ غافل ہے اور اسکی غفلت کی مقدار یہ ہے کہ ہر سانس پر غافل ہے ہر دم غفلت مین ہے اور جسنے اس حالت مین اپنی قدر کی وہ غفلت شدید کی قدر کرنے سے نہایت درجہ کا غافل ہے۔ قولہ عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ یہ دلیل سابق ہے کہ جب وہ غیب یعنی معدوم اور شہادت یعنی موجود دونون کا عالم ہے تو عدم مین چیز کی جو مقدار وصفت ہوگی موجود ہوکر بھی وہی ہوگی کیونکہ غیب ہماری نظرون کے اعتبار سے ہے اور عرش سے لیکر تمام مخلوق کوئی غیب نہین ہے کیونکہ کسی نہ کسی فرد بشر نے اُسکو دیکھا ہے یا ملائکہ نے دیکھا تو غیب وہ ہے جو معدوم ہو اور جب وہ معدوم کا عالم ہوا تو اُس کے علم سے خلاف موجود نہوگا بندون کو خبردار ہونا چاہیے کہ وہ اپنے نفس کے باطن سے آگاہ نہین ہین کیونکہ وہ آدمی کی ذات سے خود غیب ہے مگر اللہ تعالیٰ عزوجل اُسکو جانتا ہے تو عارف کو اپنے عرفان پر شرمندگی کا ذریعہ لازم نہین کہ وہ کیا جانتا ہے اور درجہ ولایت وکرامت والے محبت وطاعت مین متحیر وشرمندہ ہین کہ دعوے زبان سے نہ نکلے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ باطن بندون کا جانتا ہے حتی کہ جو بندے خائف وترسان ہین اور جو بندے اُس کی محبت مین آنسو بہاتے وآہ ونالہ کرتے ہین ان کے باطنی اسرار اُس کی حضور مین حاضر ہین لا الٰہ الا اللہ وہ پاک ہے کبیر ہے کوئی بصر اُسکو ادراک نہین کرسکتی اور وہ متعال ہے ہر وہم وخیال سے اُس کے کبریا وعظمت وجلال کے سامنے ہر چیز فنا ہے اور وہ عالم یزل ولایزال ہے۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عالم درحقیقت وہ شخص ہے کہ حاضر وغائب اُس کے نزدیک ازراہ علم کے یکسان ہونا اسطرح کہ استدلال نہ کسی چیز پر تعلق خاطر ہو اور درحقیقت عالم تو فقط اللہ تعالیٰ عزوجل ہے اور بندون مین سے جسکو اپنے علم سے قوت دی وہ سب جان سکتا ہے عنایت ہوئی ہے ذہن یقین سے دیکھتا ہے جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کبیر متعال عارفون کے دلون مین کبریائی اُسکی اسقدر سمائی کہ ہر چیز انکی آنکھون فانی نظر آئی اور وہ متعال ہے کہ کسی کو اس کی طرف تقرب ہو سوائے اُسکے فضل وکرم کے۔ قولہ سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ الآیہ خطرات وظاہر حالات اُسکے نزدیک یکسان ہین۔ واضح ہو کہ جو عارف غلبہ تمکین سے حقائق معرفت ولطائف اسرار مخفی رکھے اور زبان سے کچھ نہ نکالے تو وہ اللہ تعالیٰ عزوجل پر ویسا ہی ظاہر ہے جیسے وہ عارف جو ہیجان بیہوشی سے حالت سکر مین کچھ کلام کرے تو وہ اللہ تعالیٰ پر ظاہر ہے۔ اور جو نہایت صفات ومعاملات الٰہیہ مین مخفی کلام کرتے ہین اللہ تعالیٰ اُن کے اسرار سے واقف ہے اور نظر اغیار سے پوشیدہ رکھتا ہے اور ان کے حالات ومراتب ہین کہ انکے درجہ کے موافق اُنکے کلمات وحرکات محمل ہوتے ہین اور انعام واکرام بڑھایا جاتا ہے قال المترجم

یہ اشارہ ہے کہ مثلاً حضرت موسےٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان ہی الا فتنتک۔ یہ تیرا ہی فتنہ ہے تو انبساط وجلال عزت میں فنا ہو کر واقع ہوا پس غلبہ توحید کبریائی مین بنظر عجز وتفویض قدرت بجناب باری تعالےٰ یہ کلام ایک پیغمبر اولوالعزم سے متحمل ہوا اور اولیاء اللہ مین بہت اس مقام پر تھے اور صرف حضرت یوسف علیہ السلام نے اذکرنی عند ربک کہا تھا جس پر مواخذہ ہوا پس حق تعالےٰ عزوجل اپنے اولیاء کا حافظ ہے قولہ لہ معقبات من بین یدیہ الآیہ۔ حفظ اسرار واقبال اولیاء الٰہی ہے کہ غلبہ ملائکہ سے ملکی قوت کو عروج ہوتا ہے۔ نصر آبادی نے کہا کہ قولہ سواء منکم من اسر القول۔ اسرار ودیعت مین اسرار وغلبہ توحید مین اظہار دونون برابر ہین کہ حقیقت مین دونون محل امانت مین ہین۔ اور اشارات ہے کہ معقبات ازلی وابدی سے زمانہ عبودیت مین جو امتحان کا وقت ہے بندہ کی حفاظت کیجاتی ہے تاکہ وہی ٹھیک ہوتا ہو جو علم الٰہی واختیار مین واقع ہوا ہے اور یہ سبب اسباب ایک اس کی قدرت ولطف کا جو بندے پر ہو ظہور ہے اور قولہ یحفظونہ من امر اللہ سبقت رحمتہ لغضبہ سے امر الٰہی ان کے حفظ کے واسطے جاری ہوتا ہو۔ اور بعض نے کہا کہ جو کوئی ظاہری اسباب سے محفوظ ہے وہ درحقیقت خالق اسباب سے رعایت مین ہے بقولہ یحفظونہ من امر اللہ۔ اقول یہان ایک لطیف اشارت ہو کہ ہر فعل جو واقع ہوتا ہے خلق کے ساتھ امر الٰہی ہے یعنی یحفظونہ کا حفظ من امر اللہ تعالےٰ ہے پس یہ حفظ صادر از ملائکہ نہین بلکہ از امر الٰہی ہو یون ہی جملہ افعال مخلوقات کے امر الٰہی ہین اور یہان سے تجھے معلوم ہوا کہ قولہ تعالےٰ یدبر الامر من السماء الی الارض۔ کے امر کے معنی یہ ہین کہ جملہ افعال مخلوقات انکے افعال نہین بلکہ امر الٰہی سے ہین اور شیخ نے کہا کہ ظاہری علم والے سبب پر نظر کرکے حفظ انتظام جزا وسزا وقتل وقصاص وطاعت ومعصیت قائم کرتے ہین اور وہ من امر اللہ ہو اور عارفین مسبب عزوجل پر نظر کرکے بندون کو محل ظہور معصیات یعنی صفت قہریات قرار دیتے اور محل ظہور طاعات یعنی صفات رحمت قرار دیتے ہین اور یہ من امر اللہ ہے قولہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم الآیہ۔ اللہ سبحانہ تعالےٰ کی مشیت سابقہ ہے اور امر امتحان ہے پس مشیت قائم بارادہ ہے اس مین تغیر نہین ہوتا ہے اور اسکو تعلق اسباب سے نہین ہے اور امر امتحان متعلق باسباب عبودیت ہے اور بندہ کو قوت بقدرت سابقہ از مشیت سابقہ ہوتی ہے اور باموری متصرف ہوتا ہے پھر جب اس مین سر مقدر کو تحرک ہوتا ہو تو اس کا حال متغیر ہو جاتا ہو پس جو قوت اس کو قدرت سے حاصل تھی اس مین بھی تغیر ہو جاتا ہو پس اس کی حالت بدل جاتی ہے۔ اور بندہ کیونکر دو قدرت اور دو مشیت کے درمیان کسی چیز پر قادر ہو سکتا ہے۔ قال المترجم شیخ نے اس کلام مین لطیف تحقیق کا اشارہ فرمایا ہو اور اصل سوال یہ ہو کہ ابتدائے حالت مین جس قوم کے افعال ثمر نعمت وبرکات تھے وہ بقوت الٰہیہ تھے اور تغیر بھی بقوت الٰہیہ ہو تو ارادہ قوتین کا کیونکر ہوا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ افعال باختیار قوم تھے حالانکہ باختیار الٰہیہ ہوتے ہین جیسا کہ بیان توحید سے قطعی معلوم ہو اور دوسرا سوال اس سے ظاہر ہو کہ جب تغیر ہوا تو جو قدرت عطا ہوئی تھی اسکے تغیر سے ممکن ہو ورنہ فاعل مختار کے ساتھ افعال خلاف محال ہین کیونکہ جس حال مین طاعات کے افعال تھے بقوت وارادت الٰہیہ تھے اور جب تغیر ہوا تو خلاف اسکے قوت وارادہ ہوا یعنے قوت وارادہ مین بھی تغیر لازم آیا حالانکہ قطعی معلوم ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ارادہ قدیم ہو اسمین تغیر نہین ہو پس شیخ رہ نے جواب دیا کہ ارادت قدیمہ ومشیت متعلق باسباب نہین ہو اور امر امتحان متعلق باسباب عبودیت ہو پس تغیر امر امتحان مین ہو نہ ارادہ قدیمہ مین اور اس سے جو اسکو قوت حاصل تھی تغیر ہو جاتی ہے اور خلاصہ اس کا یہ ہو کہ ارادہ وصفت الٰہیہ تمام مخلوق سے مباین ہو اور قیاس ووہم حلول کا جیسے بندہ اپنے جسم کی قوتون پر سمجھے محض غلط ووہم ہو پس جو قوت اسکو بقدرت الٰہیہ حاصل تھی خواہ طاعات کی ہو یا معاصی کی ہو وہ قدرت الٰہیہ

سے تھی اور قدرت اس میں حلول نہ تھی تعالے اللہ عن ذالک علوا کبیرا بلکہ مبائن تھی کیونکہ اللہ تعالے مخلوق سے پاک و منزہ ہے
پس قدرت کی قوت اسکو دونوں حالتوں میں یکسان ہے اور ارادہ میں تغیر نہیں ہوا بلکہ ارادہ قدیمہ ہے جو قدیم سے اسی طرح
متعلق تھا جسطرح امر امتحان قدیم تھا واسطے قولہ اذا اراد اللہ بقوم سوء فلا مرد لہ۔ ارشاد ہوا کیونکہ ارادہ متعلق باسباب نہیں ہے جو اسباب
میں تغیر کا وہم ہو بلکہ قدیم ہے اور تصورات و تغیرات امر امتحانات قدیم سے متعلق تھے جنکے ساتھ ارادت قدیمہ یوں ہی قدیم ہے تو اسباب کو
اس تغیر سے مانع ہونے کی کوئی طاقت نہیں کیونکہ یہ قدیم ہے اور کلام کی ظاہری صورت مخلوق کے فہم کے اندازہ پر ہے جنکو
عرفان مقدر ہے وہ تحقیق معانی سے فیضیاب ہوتے ہیں اور یہ ارادہ رحمت متعلق ازلی ہے جیسے غافل لوگوں کی نافہمی غضب ازلی
ہے اور شیخ نے اسکے بعد لکھا کہ اور حق سبحانہ تعالے نے ظہور افعال سے اسباب ظاہری تک نازل کردیا اسی وجہ سے کہ فہم مخلوق
دریافت کرے اور نظام عبودیت بطریق حکمت رہے اور یہ اشارہ کہا کہ مرید نے اگر اپنی حالت سے زائد بطریق دعوے اپنے آپ کو
تغیر دیا تو جو نعمت تحقیقی اسکو عطا ہوئی تھی اس میں تغیر ہوجاتا ہے اور قرب و منزلت تک واقعی رسائی میں اسپر سختی و تشدد ہوتا ہے اور وہ
امتحان و فراق میں پڑ رہتا ہے جعفر الصادق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل الصدق کی کیفیت یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل انکے اسرار کو توفیق
تغیر نہیں دیتا ہے تو انپر نعمت کو بھی متغیر نہیں کرتا ہے اور اگر انہیں تغیر اسرار کے سامان فرماتا تو امتحانات کی بلاؤں میں گرفتار ہو کر ذلیل و خوار ہوتے
اور نجات کے خواستگار بنکر آبادی رہ نے کہا کہ ہر قوم کے لیے تغیر و تبدل ہے ولیکن عوام سے اکثر تغیرات و تبدلات میں مناقشہ نہیں ہوتا
ہے جیسا کہ اہل قرب و منزلت سے مناقشہ ہوتا ہے۔ اقول یعنی اکثر اوقات عوام کے تغیر سے عفو فرماتے جاتے ہیں قبل اسکے کہ وہ توبہ کریں اور
جہالت و ظلم انسانی اصلی انکی سفارش کرتا ہے پس عفو و قبول توبہ ہوتا ہے آیا تو نہیں دیکھتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے ذراسی بات پر کہ تحقیق اسپر
عتاب ہوا حالانکہ ہم لوگ عوام الناس اس سے بہت زیادہ تغیرات کرتے ہیں اور بخشے جاتے ہیں کیونکہ بطریق منزلت بلکہ بطریق جہالت
و ظلم فافہم۔ بعض مشائخ نے کہا کہ زبان کو اسکی یاد حق سے تغیر دیا تو دل سب لطائف اسرار سے متغیر کیے گئے اور اپنے نفوس کو معانی عبودیت
سے متغیر کیا تو انکے قلوب دلائل ربوبیت سے متغیر کیے گئے۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ مشرکین کو تہدید بیدردی کہ جو بلا انپر نازل ہے اسکی وجہ یہ ہے
کہ انہوں نے اللہ تعالے عزوجل کی نعمت کو متغیر کیا اور اپنے نفوس کی پابندی کی اور یہ انپر اللہ تعالے کا غضب ہے یہ تغیر اور زیادہ
ہوگیا جیسے فرمایا کہ فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ انہوں نے جو اللہ تعالے عزوجل کی نعمت کی
ناشکری کی یہ غضب الٰہی تھا اور ہنوز انپر حسن نیت کا نتیجہ موجود تھا مگر تغیر سے وہ زائل ہوا تو نتیجہ ایسا نکلا جسکا رخ غضب ہے اسپر
تغیر بڑھایا گیا تو مرض پر مرض بڑھ گیا بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالے عزوجل کسی قوم کو اپنی نعمت سے محروم نہیں فرماتا مگر جب کہ وے
بجائے شکر نعمت کے وہ افعال کرتے ہیں جو کفران نعمت و غفلت ہیں۔ شیخ نے کہا کہ یہیں ایک دوسرا اشارہ ظاہر ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ قوم جب
امتحان کی گئی اور اسی امتحان میں پڑی رہی اور حق تعالے عزوجل سے تضرع و زاری سے الحاح و التجا نہ کی اور اپنی عاجزی
و محتاجی پر نظر نہ کرکے لاپروا رہے اور جو مقام مقصود کا تھا اس کو متغیر نہ کیا بلکہ امتحان کی رعونت میں رہے تو اللہ تعالے نے انکو چھوڑا
اور جس حال خراب میں پڑے تھے اسی میں چھوڑ دیا اور اگر اصلاح و عاجزی کرتے تو امتحان کی سختی سے نکال کر نجات میں لائے جاتے
اور بجائے بلا کے انکو نعمت ملتی۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر میں جو تفسیر فطرت کی مذکور ہوئی اسکی بنا پر یہ اشارہ ہے اور اسکی توضیح
یہ ہے کہ بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ حتی یغیروا ما بانفسہم سے مراد تغیر فطرت ہے اور نبی ﷺ نے فرمایا کہ ہر شخص فطرت اسلام و توحید پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے

والدین اسکو یہودی و نصرانی وغیرہ کر دیتے ہیں یعنی توحید سے شرک میں لاتے ہیں تو اللہ تعالےٰ عز وجل نعمت توحید کی جو فطرت سے حاصل تھی تغیر فرما کر ان کو شرک میں رکھتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے اُن کی نعمت متغیر نہ کی یہانتک کہ اُنھون نے خود اپنی نفس کی فطرت بدل ڈالی پس شیخ نے اس کے فائدہ مین کہا کہ ابن لے فطرت سے نعمت پر تھے جب بالغ ہوئے تو امتحان تکلیف عبودیت مین لائے گئے تو اسی امتحان مین پڑے رہے اس طرح کہ فطرت بدل ڈالی تو وہ نجات وخلاص سے بدل کر راہ ضلالت پر تبدیل کیے گئے حالانکہ مشرکین مکہ وغیرہ کو یہ لازم تھا کہ اگر نور نبوت حضرت خاتم المرسلین انکو نظر نہ آتا تھا اور التباس پیدا ہوگیا تھا تو اللہ تعالےٰ عز وجل سے عاجزی و الحاح کرتے اور اپنی محتاجی و بیکسی ظاہر کرتے اور درخواست کرتے کہ اے رب ہمارے یہ التباس دور کر دے اور ہمکو راہ راست دکھلا دے ولیکن بجاے اس کے انھون نے رعونت بلا سے امتحان سے کبھی یہ عاجزی نہ کی اور انقطاع کر لیا کہ بُت پرستی و شہوات کی پابندی یہی حق راہ ہے اور یہ اچھی نیت کا جو نعمت تھی برے اعتقاد شرک کی طرف جو عذاب و نقمت ہے تغیر ہوا اور چونکہ معاملہ خاص خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عداوت کا تھا لہذا دنیاوی حالت مین بھی خوار و ذلیل ہوئے اگر خود رسول سے یہ معاملہ نہ ہوتا اور مکہ معظمہ سے مانع نہ ہوتے اور ایذا کے درپے نہ ہوتے تو ممکن تھا کہ اسی عذاب و بدبختی پر جو کفر کی تھی اکتفا ہوتا جیسے قیامت تک ظالم بادشاہون اور مشرکون و کافرون کے ساتھ شاید ہوتا ہو گا واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم اور اگر توحید و نبوت کی اتباع و شہوات سے اجتناب کو راہ حق سمجھتے جیسے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہوا ہے تو عذاب سے رحمت کی طرف تغیر ہوتا اور ورطہ امتحان کے خطرناک جہنم کے پل سے نجات پاتے اور نعمت مغفرت سے مالا مال ہوتے فافہم واللہ سبحانہ تعالےٰ اعلم شیخ نے لکھا کہ قولہ تعالےٰ واذا اراد اللہ بقوم الآیہ مین تنبیہ ہے کہ تمام سالکین مین سے کوئی محل امتحان سے علیحدہ نہین کیا جاتا پس ان کے ساتھ صفت قہر لازم رہتی ہے جیسے اُن کے ساتھ صفت لطف و رحمت بھی لازم رہتی ہے جب تک عبودیت مین رہتے ہین یعنی موت سے پہلے ظہور صفت قہر سے خوفناک ہین اور ہر حال مین لطف مین منتظر و امیدوار ہین اور یہ ایک تربیت اُن کی حکمت بالغہ ہے اور نعمت قہر و امتحان اُن سے کبھی جدا نہ ہوگا اگرچہ درجہ ولایت کی زبان سے عاجزی و الحاح کرین ولیکن عاجزی و الحاح قبول ہوتا ہے اس طرح کہ مقدر سختیان و بلیات انپر آسان کر دی جاتی ہین اور ہر ایک میں ان کو بجاے قہر و غضب کے نعمت و رحمت عظیم حاصل ہوتی ہے پس وہی پاک عز وجل انپر جاری کرتا ہے اور وہی انپر آسان کر دیتا ہے اور یہی معنے ہین قولہ فلا مرد لہ الآیہ کے۔ اور سواے حق تعالےٰ عز وجل کے کوئی والی نہین پس فرق مشرکین و مومنین مین یہ ہے کہ مشرکین موارد قضا سے گریز کر کے بتون و اغیار کے ساتھ ملتجی ہوتے ہین پس قضا اُن پر سے نہین ٹلتی اور پوری ہوتی ہے جسکو سختی سے اٹھاتے ہین اور بوجہ گریز کے مستحق عذاب ہوتے ہین اور غیرون کی طرف ملتجی ہونے سے غضب علی غضب بڑھ جاتا ہے اور مومنین اس مین بغیر گریز کے قدم جمائے رہتے ہین اور کیفیت مین امر اللہ کا ظہور ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ عز وجل ہی کی طرف ملتجی ہوتے ہین تو رحمت پر رحمت بڑھتی جاتی ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ اعوذ برضاک من سخطک و بمعافاتک من عقوبتک۔ یعنی اللہ تعالےٰ کے مقدرات قہری نازل ہونے کی صورت مین اسی والی کی طرف التجا رلائے تو اللہ تعالےٰ عز وجل نے اس قہر کو ان کے حق مین لطف و آسان کر دیا اور اپنی طرف ملتجی ہونے سے رحمت مزید کر دی۔ قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل جب کسی قوم کا ہلاک چاہتا ہے یعنی ظاہری جسم سے ہلاک ہونا یا باطنی ایمان سے ہلاکت جو نہایت سخت اور حقیقی ہلاکت ہے جب ایسی ہلاکت چاہتا ہے تو اُنکی آنکھون مین یہی مراد اُنکی نظر آتی ہے ہر چند انکو بچایا جاتا ہے وہ نہین سمجھتے ہین ہم تم ہوجاتے ہین اور مقامات ہلاکت ہی کو

اچھا دیکھتے ہیں حتیٰ کہ اپنے پیرون ان جگہوں کو چلے جاتے ہیں اور اپنی تدبیروں کوششوں سے یہان تک پہونچتے ہیں آخر کو ہلاک ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالےٰ عزوجل ہی ہر ایک مخلوق کا متولی ہے (قول) اس بیان کے واسطے عبرت کا واقعہ جنگ بدر ہے چنانچہ بنظر عبرت اس کو غور کرو کہ ابوجہل وغیرہ کس طرح سے خواری و ہلاکت میں کھنچے چلے جاتے تھے اور آخر بہ رفتہ رفتہ میدان بدر میں ملاقی ہوئے اور باوجودیکہ بعضے لوگوں نے بخوبی فہمائش کی کہ نہ جانے اور اس کے اچھے ہونے پر بہت سے دلائل پیش کیے اور پیرون چلکر تدبیر کرکے موارد ہلاکت میں داخل ہوئے ثم قال اللہ تعالیٰ

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ
وہی اللہ ہے جو دکھلاتا ہے تم کو برق خوف و طمع کے لیے اور پیدا کرتا ہے سحاب بوجھ والے اور تسبیح پڑھتا ہے رعد

بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ
اس کی تعریف کی اور ملائکہ اسکے خوف سے اور بھیجتا ہے صاعقوں کو پس پہونچاتا ہے اسکو جسکو چاہے اور حال یہ کہ وہ

يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۚ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ
جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ میں حالانکہ وہ سخت قوت والا ہے اسی کی دعا سچی ہے اور جو لوگ پکارا کرتے ہیں سوائے اس کے

لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۚ وَمَا دُعَآءُ
نہیں جواب دیتے انکو کسی بات کا لیکن ایک پھیلانے والے اپنی ہتھیلی پانی کی طرف کہ وہ پہنچ جاوے اس کے منہ میں حالانکہ وہ نہیں پہنچنے والا اور نہیں

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝
اور نہیں پکارنا کافروں کی مگر بھٹکنے میں

جیسا وہی ہے جیسے کہا کہ اوپر کی آیات سے ثابت ہو گیا کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ عزوجل چاہتا ہے اس کے خلاف تصرف محال ہے وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتا ہے اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ وہی اللہ ہے جو تم کو برق دکھلاتا ہے خَوْفًا وَطَمَعًا خوف و طمع کے واسطے۔ یعنی برق کے دیکھنے سے خوف کرتے ہو اور مینہ کی طمع کرتے ہو۔ بعض نے کہا کہ تم میں سے خوف کرتا ہے جسکو ضرر ہو اور طمع کرتا ہے جسکو نفع ہو معالم میں لکھا کہ بعض نے کہا کہ خوف زائل ہونے سے اور طمع ہونے سے۔ بعض نے کہا الخوف مسافر کو البرق مشقت و اذیت لاحق ہونے کا خیال کرتا ہے اور طمع مقیم کو جو اس سے برکت و نفع دیکھتا ہے۔ اقول مسافر و مقیم کی خصوصیت کی ضرورت نہیں بلکہ کسی مکان وغیرہ پر سے والا مقیم و بیمار وغیرہ اسی قسم کے لوگ ہیں عام قول ہے جیسا وہی ہے لکھا وغیرہ ہے۔ اور معالم میں بعض کا قول کہا کہ بعض شہروں میں مینہ سے قحط اور خشکی سے ارزانی ہوتی ہے وغیرہ ذالک۔ قال الامام ابو الفداء برق وہ نور ہے جو سحاب کے درمیان سے بلند ہوتا ہے اور ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابو الجلد کو لکھا کہ البرق سے کیا مراد ہے انھوں نے جواب لکھا کہ البرق الماء یعنی اس مقام پر برق سے مراد ہے پس برق کے ذکر سے ایسا ابر گویا مراد لیا جس سے مینہ برستا ہے چنانچہ جب بجلی چمکتی ہے پانی برستا ہے۔ قتادہ و ضحاک سے خوف مسافر اور طمع مقیم روایت ہوا اور واضح ہو کہ ترمذی نے بیان کیا قولہ البرق وما هو فرشتہ ہوگا لہ برق ایک نور ہے اور صاعقہ ہے وہ قولہ خوفا سے اذیت کا خوف

ہوتا ہے اور طمع باران رحمت کی ہوتی ہے فعلے ہذا برق وہی صاعقہ ہے۔ اور اسکی تفسیر میں قتادہ رح کا قول کہ اذیت ومشقت سے ڈرتا ہے آخر اس کے معنے یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ برق کا نور دیکھکر پانی برسنے کی علامت ظاہر ہوتی ہے اور مراد برق سے پانی ہے جیسا کہ ابن عباس رضی کی روایت سے معلوم ہوا تو مسافر برق کی اذیت سے نہیں بلکہ پانی برسنے اور راستہ کی کیچڑ وغیرہ کی اذیت ومشقت سے ڈرتا ہے وعلی ہذا برق وصاعقہ میں فرق ہوگا۔ وَيُنْشِئُ السَّحَابَ جو چیز ہوا میں پھیلی ہوئی ہو سحاب ہے اور مراد بادل ہے جو ہوا میں پھیلتا ہے۔ معالم میں کہا کہ سحاب جمع سحابۃ ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ جمع کے معنے میں اسم جمع ہے اسی واسطے اسکے وصف میں کہا۔ الثِّقَالَ جمع ثقیلہ۔ یعنے اور پیدا کرتا ہے اللہ تعالے عز وجل بادلوں کو جو بھاری ہوتے ہیں۔ قال الحافظ رح یعنے بادلوں کو نئی پیدائش سے ہمیشہ پیدا کرتا ہے جو ہوا پر پھیلے ہوئے اور پانی کی کثرت سے بوجھل ہو کر زمین سے قریب ہوتے ہیں مجاہد رح نے کہا کہ سحاب ثقال وہ ہیں جن میں پانی ہو۔ اقول اکثر وافقان طبعیات نے اٹکل کی دلیلوں سے زعم کیا کہ اجسام کے بخارات اٹھکر سردی سے منجمد ہو کر بادل ہو جاتے ہیں جن سے مینہ برستا ہے اور یہ اٹکل میرے خیال میں بیہودہ ہے کیونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ ایام بارش کا مینہ جسقدر نافع ہوتا ہے ہرگز دوسرا مینہ ویسا نہیں ہے اور سخت گرمی میں کبھی ان بخارات سے یہ کیفیت نہیں ہوتی بخلاف ایام بارش کے کہ ان دنوں اس کثرت سے بخارات ہر روز پیدا ومنجمد ہوتے ہیں اور غیر دنوں میں یہ سلسلہ متواتر نہیں ہوتا اگرچہ پانی بہت برس جاوے پس ممکن نہیں ہے کہ یہ اٹکل اس قدرت الٰہیہ کے احاطہ پر قادر ہو اور مرد عاقل ان بیہودہ دلائل کو سوئے مشعلک کی نگاہ کے نہ دیکھیگا اور اس سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ عالم اسباب میں حق تعالیٰ عز وجل نے اشیاء کے تکون کو منوط باسباب نہیں فرمایا ہے بلکہ میرا کلام اس میں ہے کہ مینہ واس کے برسنے و اسکے ایام کی خصوصیت و اسکی منفعت صرف ایسی اٹکل پر نہیں ہے بلکہ اس میں خاص آثار وانوار قدرت الٰہیہ ہیں۔ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ اور تسبیح پڑھتا ہے رعد بحمد الٰہی یعنے کہتا ہے کہ سبحان اللہ وبحمدہ۔ اور اکثر مفسرین کے نزدیک رعد ایک فرشتہ کا نام ہے جو سحاب پر موکل ہے اور امام احمد رح نے بنی غفار کے ایک شیخ سے روایت کی جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالے سحاب کو پیدا فرماتا ہے پس وہ اچھی گفتگو کرتا ہے اور اچھی ہنسی ہنستا ہے۔ امام حافظ رح نے کہا کہ مراد واللہ اعلم یہ ہے کہ رعد اس کی گفتگو ہے اور برق اس کی ہنسی ہے۔ اور سعد بن ابراہیم سے یہ قول مروی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت ایک اسرار الٰہی عز وجل کا اخبار ہے۔ کیونکہ رعد کی تسبیح ظاہر ہے کہ سب لوگ نہیں سمجھتے ہیں بلکہ بعض لوگ اور یہ نظیر اس کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی سمجھتے تھے اور باقی لوگ نہیں سمجھتے تھے اور ہر چیز اللہ تعالے کی تسبیح کرتی ہے کما قال تعالے وان من شیء الا یسبح بحمدہ۔ اور کوئی چیز نہیں مگر کہ اللہ تعالے عز وجل کی حمد سے تسبیح کرتی ہے اور یہ تحقیق ہے کہ اور خود اللہ تعالے نے فرمایا ولکن لا تفقہون تسبیحہم ولیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے ابن ابی حاتم رح کی روایت باسناد محمد بن مسلم رح سے ذکر کی کہ ہم کو خبر پہونچی کہ برق ایک فرشتہ ہے جسکے چار چہرے ہیں ایک انسان کا اور ایک بیل کا اور ایک نسر کا ایک شیر کا پس جب وہ مارتا ہے تو برق پیدا ہوتی ہے حسن بصری رح نے کہا کہ رعد فرشتہ نہیں ہے بلکہ ایک مخلوق ہے اللہ تعالے عز وجل کی مخلوقات میں سے جو سحاب پر موکل ہے امام احمد رح نے عبداللہ بن عمر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب سنتے رعد وصواعق کو تو دعا کرتے اللهم لا تقتلنا بغضبك ولا تهلكنا بعذابك وعافنا قبل ذلك۔ اے رب ہمارے ہم کو اپنے غضب سے قتل نہ کیجیو اور اپنے عذاب سے ہلاک

نہ بھیجو اور قبل اس کے ہم کو عافیت دیجیو۔ رواہ الترمذی والبخاری والنسائی والحاکم۔ ابن جریر نے ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت کی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم جب رعد کو سنتے تو کہتے کہ سبحان الذی یسبح الرعد بحمدہ۔ اور مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کہا کرتے
تھے اور ابن عباس وطاؤس واسود بن یزید سے مروی ہے کہ وے بھی ایسا ہی کہتے تھے اور عبداللہ بن الزبیر جب رعد سنتے تو کلام
ترک کر دیتے اور کہتے سبحان من یسبح الرعد بحمدہ والملائکۃ من خیفتہ۔ اور کہتے کہ اہل زمین کے واسطے یہ سخت وعید عذاب ہے رواہ مالک
فی الموطا والبخاری فی الادب۔ امام احمد رح نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب
عز وجل فرماتا ہے کہ اگر میرے بندے میری اطاعت کرتے تو میں ان کو مینہ راتوں میں دیتا اور سورج انپر دن میں طلوع کرتا اور انکو
رعد کی آواز نہ سُناتا۔ طبرانی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رعد سنو تو اللہ تعالی
عز وجل کی یاد کرو کہ وہ یاد کرنے والے پر نہیں پہونچتا ہے۔ معالم میں ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ چند یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کو رعد سے آگاہ کرو تو آپ نے فرمایا کہ فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے جو سحاب پر موکل ہے اس کے
پاس آگ کے مخاریق ہیں جس سے سحاب کو ہانکتا ہے۔ خطیب نے کہا کہ مخراق کی تفسیر دوسری حدیث میں آئی ہے کہ وہ نور کا کوڑا
ہے جس سے سحاب کو ہانکتا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب رعد فرشتہ ہے تو پھر کیا معنے ہیں قولہ تعالی۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهٖ
اور تسبیح کرتے ہیں ملائکہ اس کے خوف سے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ عطف رعد پر عطف عام کا خاص پر ہے اور یہ جائز ہے پھر تسبیح میں جو
کہ خیفتہ کی ضمیر اللہ تعالی کی طرف ہے اور اس میں دو قول ہیں کہ ملائکہ سے کون فرشتے مراد ہیں۔ بعض نے کہا کہ رعد کے ساتھ دیگر ملائکہ
ہیں الطاف اعوان واتباع کے جو بحکم الٰہی عز وجل اس کے مطیع ومحکوم ہیں اور بعض نے کہا کہ عام ملائکہ مراد ہیں اور بات یہ ہے کہ جب
رعد نے تسبیح پڑھی اور اس کی آواز گونجی تو بخوف الٰہی ملائکہ اس کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں پس اسوقت مینہ نازل ہوتا ہے۔ اقول یہی
صواب ہے کیونکہ عبداللہ بن الزبیر کے قول سے ثابت ہے کہ رعد کی آواز پر کہتے کہ اہل زمین کے لیے یہ وعید شدید ہے اور آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت میں آپ کا خوفناک ہو کر غضب وعذاب سے پناہ مانگنا مروی ہے پس ملائکہ آواز رعد سے
غضب الٰہی کے خوف سے ڈرتے ہیں اور تسبیح کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ بعض مفسرین نے کہا کہ رعد اس فرشتہ کا بھی نام ہے جیسا کہ
یہاں ثابت ہوتا ہے اور رعد اُس کی آواز کا بھی نام ہے جیسا قولہ فیہ رعد وبرق تیسرے رکوع سورہ البقرہ میں ہوا اور بعض نے کہا کہ رعد
نفس آواز کے معنے یہاں نہیں ہو سکتے ہیں [illegible] تجرا الٰہی ہوتی ہے یعنی یہ آواز محل گونج وگرج نہیں ہے بلکہ یہ آواز تسبیح ہے جو
موکل ابر سے جس کا نام رعد ہے پیدا ہوتی ہے بعض نے کہا کہ رعد اس کوڑے کی آواز ہے جس سے سحاب چلاتا ہے۔ والحق کہ ہر چیز کے
واسطے ایک حقیقت ہے اگرچہ ہم اُس کو نہیں جانتے ہیں جیسے کہ نماز و قراءۃ قرآن و روزہ وغیرہ جو اس عالم میں اعمال اور عبادات سے
ظاہر ہیں ولیکن اُن کی صورت اصلی اللہ تعالی کے یہاں موجود ہے پس اگر رعد نفس آواز ہو تو تسبیح باعتبار اصل حقیقت کے ہے اور
اگر فرشتہ ہو تو بلا تکلف ظاہر ہے اور [illegible] ہے کہ اس زمانہ میں کثرت سے لوگ اس قسم کے موجود ہیں کہ انکا اقرار وتسبیح ماننا فقط انھیں
چیزوں پر منحصر ہے جو حواس سے محسوس ہوں حتی کہ ملائکہ وشیاطین بلکہ جن سب سے انکار کرتے ہیں اور شاید اپنی بینائی وغیرہ
قوتوں کو محسوس سمجھکر اقرار کرتے ہوں مگر روح سے منکر ہونگے اور بہت انھیں کے اللہ تعالی سے منکر ہیں اور جو نام کا اقرار کرتے ہیں وہ اپنے
قیاس میں کوئی تصویر اپنی رائے سے قرار دیکر اسکے قائل ہیں پس فی الحقیقت وہ اللہ تعالی عز وجل سے منکر ہیں اور نام کا ماننا کافی نہیں

جب تک کہ اسطرح اقرار و یقین نہ کریں جسطرح کہ حق تعالےٰ عزوجل پاک ذات و صفات سے موجود ہے اور وہ ہر مخلوق کے
قیاس وراے سے اعلےٰ ہے تو ضرور ہوا کہ اُس کی صفات پاک کا اسطرح اقرار کریں جسطرح اُس نے وحی سے بندوں کو آگاہ فرمایا
ہو اور منجملہ صفات کے یہ کہ خالق ہے جو چاہے جسطرح چاہے پیدا کرے اور ہر چیز ذرہ سے عرش تک وہی پیدا کرتا ہے اور
کسی مخلوق کو کوئی چیز پیدا کرنے کا اختیار نہیں ہے حتیٰ کہ جو کام و جو فعل موجود ہوتا ہے اسی کا ایجاد ہے اور بندہ وصرف اس
فعل کا مصدر ہو اور وہ فعل نیک ہو یا بد ہو اس بندہ کے ساتھ ہے اور جب اُس نے بندہ کو پیدا کرنا چاہا اس سے پہلے قدیم سے
وہ اُس کی حقیقت و ماہیت و اسکے افعال جو عمر بھر کریگا جو وقت کریگا سب جانتا تھا اور جو کچھ اُس نے پیدا کیا ہو اور جس قدر
مخلوقات ہے اُس کا شمار کسی کو نہیں معلوم اور بہت مخلوق اُس نے اپنی قدرت سے ایسی پیدا فرمائی ہو جو ہم کو نظر نہیں آتی جیسے
ہوا اور بہت وہ جو محسوس نہیں ہوتی جیسے روح و ملائکہ و شیاطین ۔ اور بہت باتیں عالم میں ایسی ہیں جنکو آدمی نہیں سمجھتا جیسے
نباتات کی خاصیت اور جانوروں کی بولیاں اور جیسے اللہ تعالےٰ عزوجل کی تسبیح ۔ اور وہ قادر ہو اُسکی قدرت سے ہر چیز کو عدد لیے
اور کوئی چیز اُسکی قدرت کے سامنے محال نہیں ہے جیسے کھاری و میٹھا سمندر ملا ہوا مگر دونوں خلط نہیں ہوتے ہیں اور زمین کی
خشکی پانی کے اندر گلتی نہیں اور پانی مٹی کا مجموعہ رہتا ہے پانی سیلان نہیں کرتا الغرض جب سب صفات پر ایمان لایا اور کسی چیز کو
اُسکی کسی صفت میں شریک نہ جانا تب مومن مسلمان ہوا اور جب تک اپنے آپ کو قدرت والا اور ہر فعل پیدا کرنے والا اور اسباب
کو تاثیر کرنے والا اور قدرت الٰہی کو ناقص سمجھنے والا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا اُس کو بیٹا سمجھنے والا اور مانند اس کے اسکے و
قیاس کرنے والا ہو تب تک اپنی خیالی تصویر کو خدا ماننے والا ہوگا اور اللہ تعالےٰ عزوجل پر ایمان لانے والا نہوگا اور آخرت کا منکر کافر ہو
اور خوب جان لو کہ جیسے دنیا میں مختلف ملکوں خشکی و تری کے رہنے والے الگ الگ ہیں اور پانی کے کیڑے خشکی کے رہنے والے
نہیں اور خشکی والے پانی کے نہیں اور آگ کے کیڑے کے سوا دوسرا وہاں نہیں رہ سکتا اسیطرح بعد موت کے نہ ہو
جنت دو گھر ہیں جنت کے رہنے والے علیحدہ ہیں اور جہنم کے رہنے والے علیحدہ ہیں اور دنیا میں ان کی صورتیں یکساں اور
سیرتیں جدا جدا ہیں مگر دو ہی قسم میں منحصر ہیں تو جیسے دنیا ظاہر ہو ویسے ہی صورت ظاہر ہے اور جیسے آخرت پوشیدہ ہو ویسی ہی
اُس کی لیاقت باطن میں پوشیدہ ہے پس اہل جنت کیا اور ایمان داروں کو کچھ مضر نہیں ہے اگر جہنم والے اللہ تعالےٰ عزوجل
کی قدرت و اُس کے علم و اُس کی مخلوقات عجیب و غریب سے انکار کریں اور اگر وہ انکار کریں تو تعجب ہے اس پر کہ باطن یکساں
نہ ہو جاوے حالانکہ جدا ہونا ضرور ہے پس میں کہتا ہوں کہ اہل ایمان پر واجب ہے کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اور جو رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آیا اس پر یقین رکھیں کیونکہ اٹکل والوں کی رائے یہی یا اللہ تعالےٰ عزوجل و اُس کے رسول پاک
صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام سچا ہے بالیقین قرآن و حدیث صحیح ہے اور اُن سے خلاف سب اٹکل ورائے ہے اور دنیا میں بیشمار
اٹکل کرنے والے ہر زمانہ میں گذرے اور سب آپس میں باہم اختلاف رکھتے ہیں از صاف ظاہر ہے کہ اگر اٹکل سچ ہوا کرتی تو سب کی ایک ہی
رائے ہوتی پھر اٹکل تو حواس ہی تک ہے اور علم الٰہی و مخلوقات کا احاطہ حواس سے کیونکر ممکن ہے بلکہ جس نے یہاں اٹکل
دوڑائی حماقت ظاہر ہوگئی تو ایسے احمق پر کیونکر اعتبار ہوگا اور جب اٹکل والا اپنی روح کی ماہیت نہیں جان سکتا تو اور
مخلوقات جاننے کا دعوےٰ کیونکر مسلم ہو اور مخلوقات تو درکنار وہ تو خالق عزوجل میں اٹکل لگاتا ہے یہ سب سے زیادہ بدتر ہولناک ہم

ایمان لائے کہ جو اللہ تعالیٰ عز و جل نے فرمایا کہ ہو الذی یریکم البرق۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے کہ تم کو دکھلاتا ہے برق۔ جو تسبیح رعد سے نورانی پیدا ہوتی ہے۔ خوفا و طمعا۔ خوف کے لیے اور طمع کے لیے یا خوف دلانے و طمع دلانے کو کہ عظمت الٰہی میں گناہ کی سزا سے خوف ہے یا مینہ کی اذیت و مشقت سے مسافر کو خوف ہے اور ہر ایک کو مینہ کی منفعت سے اُمید و طمع ہے یا ہر ایک کو دو راہ سے خوف و طمع ملی ہوئی ہے کہ برق و رعد سے عذاب نہ ہوا و کثرت بارش سے طوفان نہ ہوا اور برسنے سے رزق و فراخی کی اُمید ہے۔ وینشئ السحاب الثقال۔ اور وہی نئے نئے پیدا کرتا ہے بادل مینہ سے بوجھل۔ اگر اللہ تعالیٰ نے بخارات کے اجتماع سے پیدا فرمایا تو یا بغیر کسی اسباب ظاہری کے ایجاد کر دیا ہو تو بہرحال اُس کا اس حالت پر کر دینا اللہ تعالیٰ عز و جل کی ایجاد ہے جس سے ایام بارش میں عجیب طرح کی قوت و نمونی سرسے زمین کو ہوتی ہے اور سخت گرمی کے بعد ہی ابروں کا پیدا ہونا شروع ہوتا ہے اور پھر تمام موسم بھر بہت زور شور سے بادل آتے اور برستے رہتے ہیں پھر موسم کے بعد بالکل مطلع صاف ہوتا ہے تو بخارات کے اجتماع سے سردی پاکر پانی ہو جانے کی شکل ہی شکل ہے علاوہ اس کے بارش سے ایک دو مینہ چلے کبھی خوب پانی برس جاتا ہو کہ زمین کو وہ نمو نہیں ہوتا جو برسات کے مینہ سے اگرچہ ایک دفعہ برس کر کھل جاوے روئیدگی نباتات کی دھوم سے شروع ہو جاتی ہے اور پھر باقی سال بھر بخارات اتنے جمع نہیں ہوتے جتنے کہ بارش کے ایک روزہ ہجوم سے نازل آتے ہیں بلکہ صواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل مینہ کے بادلوں کو جو کہ برسات میں ہوتے ہیں اپنی قدرت سے پیدا فرماتا ہے۔ ان بادلوں کے ساتھ اُس کی قدرت کے سماوی انتظام ہیں جیسے زمین کے کھیتوں کے ساتھ جوتنے بونے والوں کا انتظام ہے۔ یہ مخلوق آدمی ہیں اور وہ فرشتے ہیں۔ بادلوں سے گرج کی آواز سنائی دیتی ہے اور برق چمکتی ہے ویسبح الرعد بحمدہ۔ رعد اس کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتا ہے۔ اگر اسیقدر ہوتا کہ رعد اسکی تسبیح کرتا ہے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ رعد جو محسوس ہوتی ہے یعنی گرج کی آواز ان بادلوں میں سے اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت ظاہر ہے تو یہی تسبیح ہوئی۔ کیونکہ تسبیح سے خوبی ظاہر ہوتی ہے اور اس سے خوبی ظاہر ہوئی تو اس طرح بادل و گرج کا موجود ہونا اللہ تعالیٰ عز و جل کی تسبیح ہوئی جیسے اور مخلوقات کا وجود ظاہر کرتا ہے کہ ان کا خالق ہے اور تسبیح ظاہر ہوتی ہے ولیکن جب یوں فرمایا کہ رعد اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح پڑھتا ہے تو اب صاف معلوم ہو گیا کہ مجازی معنے مراد نہیں بلکہ حقیقی تسبیح حمد کے ساتھ ہے پس ہم جان گئے کہ یہ آواز گرج کی جو ہماری سمجھ میں نرالی آواز معلوم ہوتی ہے یہ درحقیقت سبحان اللہ وبحمدہ کے معنے رکھتی ہے اور تسبیح پڑھنے والا رعد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آگاہ کر دیا کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر موکل ہے اور شاید فرشتہ کی اولاد سے مراد ہو کہ ایک سماوی مخلوق ہے یا آسمان و زمین کے بیچ میں رہنے والی مخلوق ہو جیسا کہ حسن بصری رحمہ نے سمجھا ہے کیونکہ بعض صحابہ نے اس کی شکل ایسی بیان کی جو اُس کی نہیں معلوم ہوتی ہے بہرحال انشاء اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ بخیر ہونے سے مومنین کو یہ امر ظاہر ہو جاوینگے اس وقت تو ہم اس کی تسبیح کے ساتھ تسبیح پڑھیں اور برق اس آواز کی چمک سے زیادہ تیلی ہے اور تجلی اس رعد کا کوڑا ہے جس سے سحاب کو چلاتا ہے اور حدیث میں آتشی مخراق بیان فرمایا اور مخراق بٹے ہوئے کپڑے کے کوڑے کو کہتے ہیں چونکہ کبھی ہم لوگوں نے ایسی مخلوق کو نہیں دیکھا تو اصلی صورت کا خیال میں آنا ممکن نہیں اور بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سچ ہے اسکو ہم اپنے قیاس کی قوت تک مطلب سمجھیں لیکن یہ یقین کر لیں کہ حقیقت یہی ہے جیسے ہم لوگ کوڑا مارتے ہیں یا کیونکر تو ہمارے خیال سے باہر ہوا تو سمجھنا کافی ہو کہ سحاب کو وہ اس سے ہانکتا و چلاتا ہو اور یہ ایک شان خالق عز و جل ہو اور یہ تمام زمین و آسمان بے انتہا مخلوقات اُس سے

بھرا ہوا ہے جن میں آدمی بھی ایک ذرہ برابر مخلوق ہے چونٹیوں و مکھیوں کے جھنڈ خود بے انتہا ہیں اور یہ تمام مخلوقات اپنی اپنی زبانوں و
آوازسے اللہ تعالے عزوجل کی تسبیح پڑھتے ہیں اور تمام سلطنت الٰہی منور ہے پس رعد موکل سحاب اللہ تعالے کی حمد کے ساتھ تسبیح
پڑھتا ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ اور ملائکہ از خوف الٰہی تعالے تسبیح پڑھتے ہیں رعد کی آواز اہل زمین کے لیے قہر کی تہدید ہے اور عظمت وجلال
الٰہی تعالے کے سامنے ہر بندہ خوفناک ہے تو ملائکہ خوف سے تسبیح رعد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور بادلوں میں صواعق ہیں یا رعد کے
ساتھ ہیں۔ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ اور اللہ تعالے بھیجتا ہے صواعق کو جمع صاعقہ ایک آگ ہے جو بادلوں کے درمیان سے
پیدا ہو کر کبھی زمین پر گرتی ہے تو اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اس کو اللہ تعالے عزوجل بھیجتا ہے۔ فَيُصِيْبُ بِهَا پس مصیبت میں
مبتلا فرماتا ہے ان صواعق کے ساتھ مَنْ يَّشَآءُ جسکو مبتلا کرنا چاہتا ہے پس اُس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ
اور حال یہ ہے کہ مخلوقات زمین کے آدمی جھگڑا کرتے ہیں اللہ تعالے عزوجل کے بارہ میں۔ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ حالانکہ
او تعالے سخت قوت والا ہے یعنے آدمی اپنی بے بنیاد ہستی کے ساتھ اللہ تعالے عزوجل کی قدرت و وجود میں جھگڑا کرتے ہیں اور
جس طرح اللہ تعالے کا رسول محمد صلے اللہ علیہ سلم اُن کو اللہ تعالے عزوجل کی بندگی کے لیے ہدایت فرماتا ہے اُس کے ساتھ
اوندھی راہ سے اُلٹی باتوں سے جھگڑتے و انکار کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالے عزوجل سب چیزوں پر قادر اور مخلوقات سب
اسی کی پیدائی ہوئی ہے وہ بہت بڑا طاقت و قدرت والا ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا تو ملائکہ وغیرہ کوئی مخلوق کچھ نہیں
کرسکتی اور جب وہ چاہے لوگوں کو دوبارہ پیدا کرے گا اور اُن کو جزا و سزا دے گا۔ اور بیضاوی رحمہ وغیرہ نے
لکھا کہ شدید المحال شدید المحالۃ للاعدائہ یعنے سخت حیلہ میں ڈالنے والا ہے منکروں کو۔ کیونکہ اگر وہ اُن کو قہر و جلال سے مقہور
اس طرح کر دے کہ سب جھگڑا بھول جاویں تو اُس کو قدرت ہے ولیکن اُن کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا اور فی الحال اُن کو
ایسے طور پر اپنی قدرت میں محصور رکھا کہ وے اپنے خیالات میں غرق ہیں حالانکہ جو کرتے اور جو خیالات باندھتے ہیں اُن سے خود
ہلاکت میں پڑتے ہیں کہ حق تعالے عزوجل کی قدرت کاملہ کا ایک نمونہ ہے کہ اُن کو کچھ خبر نہیں ہوتی ہے لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ
اسی کے لیے ہے دعوت حق یعنے الدعاء الحق کیونکہ وہی سزاوار ہے کہ اس سے دعا اور اس کی عبادت کی جاوے۔ یا سچا بلایا جانا
اسی کے لیے ہے یعنے اسی کی بندگی کے لیے لوگوں کو ہدایت کی جاوے یا دعا کا قبول کرنا اسی کی طرف سے سچ ہے یعنے جو لوگ
غیروں سے دعا کرکے سمجھتے ہیں کہ یہ کام ہو گیا فلاں بت یا درخت یا بیت یا آگ یا سورج و چاند وغیرہ سے تو یہ وہم باطل ہے
اور حق تعالے عزوجل نے اُس کو مقدر کر دیا تھا اور ضرور وقت مقرر پر یہ مراد ملتی یا حیلۂ الٰہیہ کا فروں کے حق میں شدید ہے حتی کہ کافر
اُس کو اپنے خیالی شرک سے فوز مراد سمجھا حالانکہ جس سے دعا کی تھی اُس کی طاقت میں کچھ بھی نہ تھا اور جس نے حق تعالے عزوجل سے
دعا مانگی وہ حق ہے وہ سنتا و جانتا اور قدرت والا ہے اپنے بندے کی دعا قبول فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ
اور جو لوگ پکارتے ہیں اللہ تعالے کے سوائے دوسرے کو یعنے اللہ تعالے کے غیر سے دعا مانگتے ہیں۔ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ تو
یہ لوگ ان پکارنے والوں کے لیے کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے یعنے کسی بات کی بھی قبولیت نہیں کر سکتے ہیں کیونکہ اُن کو
بذات خود کچھ قدرت نہیں ہے۔ اِلَّا۔ مگر ایسی اجابت کر سکتے ہیں كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ جیسے کوئی پیاسا پھیلائے
اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف۔ لِيَبْلُغَ فَاهُ تاکہ پہونچ جاوے وہ پانی اُس کے منھ کو۔ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ حالانکہ

وہ پانی کبھی اُس کے مُنھ کو نہیں پہونچنے والا ہے تو ایسے ہی جو لوگ غیروں کو پکارتے اور اُن سے دعائیں مانگتے ہیں ایک بے قدرت مخلوق سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو نہ اُس کے پاس اور نہ دے سکتا ہے۔ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور نہیں ہے پکار و دعاء کافروں کی مگر بہکنے میں۔ یعنے ضائع و باطل و بربادی میں پڑی رہتی ہے یا اُن کی دعا بھٹکتی پھرتی ہے کہیں اُس کا ٹھکانا نہیں ہے یا ایسی دعا گمراہی میں داخل ہے اور اول قول بہتر ہے۔ واضح ہو کہ ان آیات کی تفسیر میں امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قولہ تعالے ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء یعنے صواعق کو انتقام کے لیے بھیجتا ہے جس سے چاہتا ہے اُس کی حرکت کا انتقام لیتا ہے اسی واسطے آخر زمانہ قرب قیامت میں اُس کی کثرت ہوگی چنانچہ امام احمد نے اسناد سے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نزدیک ہونے پر صواعق کی کثرت ہوگی یہاں تک کہ آدمی ایک قوم و محلہ والوں پاس آوے گا اور پوچھیگا کہ تم سے کون آج صبح صاعقہ میں مبتلا ہوا پس کہینگے کہ فلاں شخص اور فلاں اور فلاں۔ اور آیات کے سبب نزول میں حافظ ابو یعلی موصلی نے اس طرح روایت کی کہ حدثنا اسحق حدثنا علی بن ابی بیار الشیبانی حدثنا ثابت عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث یعنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرد کو عرب کے ایک فرعون کے پاس ایک مرتبہ بھیجا اور کہا کہ میری طرف سے اُس کو میرے پاس بلا لا۔ اُس نے جا کر اُس شخص سے کہا کہ تجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہے اُس نے جواب دیا کہ رسول اللہ کون ہے اور اللہ تعالے کیا ہے کیا وہ سونے کا ہے یا چاندی کا ہے یا تانبے کا ہے وہ شخص واپس ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے آپ سے پہلے عرض کیا تھا کہ وہ اس سے بھی زیادہ بے پروا ہے اس نے مجھ سے یوں یوں گفتگو کی پس آپ نے فرمایا کہ دوبارہ اُس کے پاس جا کر کہہ پس وہ گیا اور ویسا ہی جواب پایا تو واپس ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور کہا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ وہ اس سے زیادہ بے پروا ہے پس فرمایا کہ تیسری بار اُس کے پاس جا کر دعوت کر پس وہ تیسری بار آیا پس اُس نے تیسری بار اسی کلام کا اعادہ کیا پس اس درمیان میں کہ یہ دونوں اس گفتگو میں تھے ناگاہ حق تعالے نے اس مرد سرکش کے سر کے اوپر سیدھ پر ایک ٹکڑا ابر کا بھیجا اور رعد کی آواز آئی اور اس سے صاعقہ گری اور اُس کے سر کا پیالہ اڑا لیگئی پس اللہ تعالے عزوجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اس حدیث کو ابن جریر نے بھی علی بن ابی بیار سے روایت کیا اور حافظ امام ابو بکر البزار نے عبدہ بن عبد اللہ بن یزید بن ہارون عن دیلم بن غزوان عن ثابت عن انس بنحوہ روایت کیا ہے اور کہا کہ حدثنا الحسن بن محمد حدثنا عفان حدثنا ابان بن یزید حدثنا عمران الجونی عن ابی عبد الرحمن بن صحار العبدی انہ بلغہ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث بنحوہ یعنے مرسل بھی روایت ہے اور شیخ حافظ نے لکھا کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ایک یہودی نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے محمد مجھے اپنے رب سے آگاہ کرو وہ کس چیز کا ہے تانبے کا یا موتی کا یا یاقوت کا پس ایک صاعقہ آئی اور اسکو قتل کر دیا اور اللہ تعالے عزوجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ۔ اور قتادہ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے تو ہمیں کے الفاظ میں قرآن مجید سے انکار کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی پس اللہ تعالے عزوجل نے صاعقہ بھیجی جس نے اُسکو ہلاک کر دیا اور اللہ تعالے عزوجل نے نازل فرمایا ویرسل الصواعق الآیہ اور شیخ

ابن کثیر رح نے لکھا کہ مفسرین نے اس کے سبب نزول مین قصۂ عامر بن الطفیل اور اربد بن ربیعہ بھی ذکر کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ
اسانید ان کے صحیح ہین اور ظاہرا ایسا معلوم ہوتا ہے یہ وقائع ہوتے رہے ہین اُن ہین سے اخیر واقعہ کے بعد آیت کریمہ کا نزول ہوا
ہے اور من تشاء سے دلالت پائی گئی کہ سب اس مین داخل ہین اور شیخ حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونون عامر و اربد کا قصہ
اس طرح لکھا کہ دونون نے مدینہ مین حاضر ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے چاہا کہ ہمارے واسطے نصف شرکت قبول کرو
مگر اس جہالت کی بات کے جواب مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکار کا جواب دیا اس کے سوا کوئی جواب ہی نہ تھا پس
عامر بن الطفیل ملعون نے کہا کہ واللہ مین تیز رو گھوڑون اور شہسوار جوانون سے ہجوم کرونگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ روکیگا تجھ کو اللہ تعالے عز وجل اس سے اور مجھ سے باز رکھینگے تجھ کو دونون فرزند قیلہ کے یعنے اوس و خزرج - پھر
ان دونون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فریب سے قتل کا قصد کیا پس ایک نے تو آپ کو باتون مین لگایا اور
دوسرے نے پیٹھ کی طرف کھڑے ہو کر تلوار کھینچنا شروع کی مگر اللہ تعالے عز وجل نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو محفوظ رکھا اور
یہ دونون مدینہ سے نکلکر عرب کے گروہون مین پھرے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی لڑائی کے لیے لوگون کو جمع کرتے تھے پس اللہ تعالے
عز وجل نے اربد پر بجلی گرائی کہ جلکر ہلاک ہو گیا اور رہا عامر بن الطفیل تو اسپر طاعون اُترا اور اُس کے بڑا غدہ نکل آیا تو کہتا کہ
اے آل عامر یہ غدہ مثل غدہ بکر کے ہے اور موت ہے سلولیہ مین ہے حتے کہ مرگیا اور اللہ تعالے عز وجل نے اس واقعہ مین انزل لہ
نازل فرمایا ویرسل الصواعق فیصیب بہا من یشاء الآیہ اور ابو القاسم الطبرانی نے کہا کہ حدثنا سعدۃ بن سعید العطار
حدثنا ابراہیم بن المنذر الحزامی حدثنی عبد العزیز بن عمران حدثنی عبد الرحمن بن زید و عبد اللہ بن زید عن ابیہما زید بن اسلم عن
عطاء بن یسار عن ابن عباس ان اربد بن قیس بن جزء بن جلید الیٰ آخر القصہ مترجم کہتا ہے کہ جیسی روایت محی السنۃ صاحب
معالم نے ذکر فرمائی ویسی ہی آخر تک مذکور ہے صرف خفیف تفاوت بعض مقام پر ہے چنانچہ جب عامر کے سوالات کا
جواب ملا تو وہ اربد کے ساتھ کہتا ہوا چلا کہ واللہ سوارون کے لشکر کو تجھ پر چڑھا لاؤنگا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ تعالے عز وجل تجھ کو اس سے باز رکھیگا اور پسر دو پسران قیلہ یعنے اوس و خزرج پس دونون اربد و عامر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے پاس سے نکل گئے تو عامر بولا کہ اے اربد مین تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تجھ سے موڑ کر اپنی طرف باتون مین مشغول کرون اور
تو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تلوار سے قتل کر دے اور جب تو مار ڈالیگا تو آخر یہ لوگ دیت پر راضی ہو جاوینگے اور باہمی جنگ و
جدال کو مکروہ رکھینگے. اربد نے کہا کہ مین ایسا کرونگا پس دونون واپس ہو کر آئے اور عامر ملعون نے کہا کہ اے محمد میرے ساتھ
اُٹھو مین تم سے کچھ باتین کرونگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے ساتھ علیحدہ ہو گئے اور اُس نے آپ سے جھگڑا لو باتین کرنی
شروع کین اور اربد نے فوراً اپنی تلوار پر ہاتھ مار کر کھینچنا چاہا مگر قبضہ پر اُس کا ہاتھ خشک ہو گیا اور وہ تلوار نہ کھینچ سکا اور عامر کو ظاہر
ہوا کہ اربد بہت دیر کر رہا ہے اور عامر مضطرب ہوا کہ ناگاہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مڑ کر دیکھا تو اربد کا فعل آپ کو ظاہر ہو گیا
پس آپ دونون سے ہٹ گئے اور یہ دونون وہان سے چلدیے حتے کہ جب کنکریلی زمین جسکو حرہ راقم کہتے ہین پہونچے تھے
کہ حضرت سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر دونون سردار اوس و خزرج کے ان دونون کی طرف پہونچے اور آواز دی کہ او
دشمنان خدا اٰنکھین پھاڑ کے دیکھو اللہ تعالے عز وجل تم دونون پر لعنت کرے پس عامر نے سعد سے کہا کہ یہ کون ہے انھون نے

فرمایا کہ یہ سردار اُسید بن حضیر ہے تیری عقب کاٹنے والا پس یہ دونوں وہاں سے چل دیے یہاں تک کہ جب رقم تک پہونچے تو اللہ تعالے عز وجل نے اربد پر صاعقہ بھیجی جس نے اُس کو قتل کر دیا اور عامر بچا گیا یہاں تک کہ جب ریم تک پہونچا ہوگا کہ اللہ تعالے عز وجل نے اس پر طاعون نازل فرمایا کہ غدہ پڑ کر قرحہ ہوگیا اور رات ہوگئی وہاں بنی سلول میں سے ایک عورت کے مکان میں اُترا اور اپنے قرحہ کو مس کرتا اپنے حلق میں اور کہتا کہ غدۃ کغدۃ الجمل وموت فی بیت سلولیہ۔ چاہتا تھا کہ سلولیہ کے گھر میں نہ مرے پھر گھوڑے پر سوار ہوکر روانہ ہوا اور اسی کی پیٹھ پر مرا پس اللہ تعالے عز وجل نے نازل فرمایا اللہ یعلم ما تحمل کل انثی الی الآیات پس قولہ تعالے لہ معقبات من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ملائکہ حافظین ہیں اور قولہ تعالے ویرسل الصواعق الآیہ میں اربد ملعون کے قتل کو بیان فرمایا اور قولہ وہم یجادلون فی اللہ الآیہ کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالے کی عظمت وکبریائی میں بداعتقادی وجھگڑا کرتے تھے حالانکہ وہ شدید المحال ہے۔ قال المترجم ہکذا ذکرہ الحافظ بطولہ۔ اور میں کہتا ہوں کہ معالم کی روایت میں ہے کہ عامر مذکور لعنہ اللہ اپنا نیزہ کہاتا جاتا اور لات وعزی سے دعا کرتا اور کہتا کہ محمد و اُس کا دوست اگر الموت میرے سامنے پڑیں تو دونوں کو اس نیزہ سے بمدد لات وعزی ہلاک کر ڈالوں۔ اور مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تھی کہ اے میرے رب تو مجھے کفایت فرما دے ان دونوں سے جس طرح تو چاہے پس قولہ تعالے لہ دعوۃ الحق الآیہ میں یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ تعالے عز وجل سمیع وبصیر ومجیب ہے اور کافروں کا دعا کرنا کہنا کہ ہے کہ جن سے مانگتے ہیں اُنکو کچھ قدرت نہیں ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اسباب نزول جید روایات سے یہاں متعدد ہیں پس یہ آیات بھی ایسی ہیں کہ متعدد وقائع کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ اور ان میں معجزات و آیات عظمت وجلال الٰہی سبحانہ تعالے و صدق رسالت حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ظاہر ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ابو یعلی الموصلی کو معالم میں بھی ذکر فرمایا اور اس قدر زیادہ ہے کہ جب وہ سرکش کافر صاعقہ سے ہلاک ہوا تو اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے آنحضرت صلعم کی طرف تیز چلے کہ آپ کو آگاہ کریں کہ ناگاہ بعض صحابہ کو اپنی طرف آتے دیکھا اُنھوں نے بعد سلام کے کہا کہ کیا وہ کافر صاعقہ سے ہلاک ہوا اُنھوں نے کہا کہ تم نے کہاں سے جانا کہنے لگے کہ اللہ تعالے عز وجل نے آیات نازل فرمائی ہیں پس سب نے تسبیح پڑھی۔ اور قولہ تعالے شدید المحال ابن الاعرابی نے کہا کہ محال یعنے مکر ہے اور اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے مکر یہ کہ حق تدبیر فرماوے۔ نحاس رحمہ کے قول میں اسی کی توضیح ہے کہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف سے مکر یہ ہے کہ جو شخص سختی و عذاب کا مستحق ہے اُس کو ایسی راہ سے عذاب پہونچا دے کہ اُس کو شعور نہ ہو۔ ابو عبیدۃ نے کہا المحال یعنے عقوبت و کہا زجاج رحمہ نے کہا کہ یعنے قوت وشدت۔ قاموس میں ہے کہ محال مکر وکید وکسی امر کا حیلہ و تدبیر سے قصد کرنا اور قدرت وغلبہ وعذاب وعقوبت وعداوت وقوت وشدت۔ اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ شدید الحول اے شدید الاخذ یعنے اسکی پکڑ سخت ہے اور یہ گویا اصلی مراد کا بیان ہے۔ قولہ تعالے لہ دعوۃ الحق۔ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا یعنے توحید۔ رواہ ابن جریر۔ ابن عباس و قتادہ و محمد بن المنکدر نے کہا یعنے لا الٰہ الا اللہ۔ میں کہتا ہوں کہ یہ توحید کی تفسیر ہے اور مراد یہ کہ اللہ تعالے توحید کی طرف بلاتا ہے اور شاید یہ معنے ہوں کہ جو دعا توحید سے کیا دے وہ اللہ تعالے عز وجل کی درگاہ کے لائق ہے اور حاصل یہ کہ جو شخص دین توحید پر ہو اُس کی دعا بہتکتی نہیں بلکہ اللہ تعالے عز وجل کی قبولیت

سرفراز ہوتی ہے چنانچہ آگے کافرون کی دعا بتون وغیرہ سے بیکار و کھلی قرار دی۔ اور قولہ تعالےٰ الا کباسط کفیہ الی الماء۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ جیسے کوئی کنوین کے کنارے ہاتھ سے پانی لیوے تو وہ اُسکے ہاتھ ہی کو نہ پہونچیگا تو مُنھ مین کیسے آوے گا۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مثل بیان فرمائی کہ پیاسا بیوقوف زبان سے پانی بلاوے اور ہاتھ اُس کے آگے پھیلاوے کہ اُس کے مُنھ مین آجاوے وہ کبھی نہ آوے گا ایسے ہی سوائے اللہ تعالےٰ عز وجل کے غیرون کو پکارنے والے محروم اور جن کو پکارین جواب نہین دیسکتے۔ ف عرائس کے اشارات کی تلخیص یہ ہے کہ قولہ تعالےٰ ہو الذی یریکم البرق۔ بیان مقامات مریدین کہ برق دخوف وطمع کا ذکر فرمایا ورنہ عارفین اُمید وبیم سے آگے نکلت سے مایوس اور معرفت سے ہامون ہین اور بجاے خوف کے بحر اجلال مین غرق ہین اور بجاے امید کے مقام انبساط مین اور بجاے برق کے آفتاب مشاہدہ مین ہین۔ محبت ایمانی کی منزلون مین سراب حیرت کی پیاس کے وقت برق تجلی اور سحاب عظمت سے جمال عزت مین سیراب فرماتا ہے پس عارف ومومن اپنی نعمت زائل ہونے سے خائف وباقی رہنے کا طامع ہوتا ہے۔ قولہ یسبح الرعد بحمدہ۔ اہل الصدق کے دلون پر انوار تنزیہ القدم پڑتے ہین اور غلبۂ توحید وہیجان سے بزبان تسبیح مثل رعد کے تقدیس کرتے ہین اور ملائکہ ارواح فائیہ ظہور انوار جلال واشراق بقار سے بخوف فنار وطمع بقار تسبیح کرتے ہین کیونکہ متحمل بندہ واحد ہے اور عرفار دیگر اس مرتبہ عظمت مین خوف بعد سے ہراسان اور صواعق کبریا کا ورود اہل تجرید وتفرید کو بکدر تعلقات سے فنا کرکے ظاہر ومظہر محل تسبیح مین بقار دیتا ہے۔ ابو علی الثقفی رح وغیرہ نے کہا کہ برق محبت سے طمع وخوف ہے اور ورود ایک لمحہ اور خوف اعتراض کدورات وطمع اخلاص معاملات کما قال ابو بکر بن طاہر وخوف الانقطاع وطمع قرب کما قال ابو یعقوب شیخ اُستاد رح نے کہا کہ جیسے ظاہر معاملات مین برق دکھلا کر خوف قوطاوتر دد مسافر اور طمع ارزانی وآسائش مقیم ہے ایسے ہی اسرار باطن مین ظہور لائح پھر لامع پھر طالع پھر برق ہے یہ انوار محاضرہ ہین پھر انوار مکاشفہ مین خوف قطع وعدم بقار اور طمع دوام وحصول رضار پس محاضرہ سے مکاشفہ مین پہونچا پھر مشاہدہ پھر وجود پھر خمود مین کامل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ برق برہان پھر قمر عیان پھر آفتاب عرفان جو نہ غروب ہو نہ محجوب کما قیل۔ ؎ ہی الشمس الا ان للشمس غیبۃ :: وہذا الذی اعنیہ لیس لغیب۔ کہا گیا کہ طمع وصال سے زائد خوف فراق ہے۔ اُستاد رح نے کہا کہ سحاب ثقال سے تاریکی چھا جاتی ہے جس سے برداشت کی تو قطرات مطر سے گلشن ہرا پھولا پھلا ورنہ بے تضرع وگریہ خشکی مین کیا نظر آیگا پس استدعاے فضل ورحمت سے برداشت انقطاع تعلق پر طلب غذاے قلب تاریر دد کے بعد تلویح تحقیق پس خندہ سے شادمانی روح وحصول قرب۔ کہا گیا کہ اہل الارادت کو صواعق قہریات سے فراست ہے جن سے ملائکہ خائف ہوتے ہین۔ قولہ لہ دعوۃ الحق۔ دعوت حق نداے الست بربکم جسکا جواب ارواح طیبہ نے بزبان شوق دیا پھر دعوت حق بزبان انبیار وصدیقین بجانب مومنین طاہرین جنھون نے خوشی سے فدا ہونا قبول کیا۔ یہ دعوت سچی ہے ہلاک سے محفوظ اور ماسواے اسکے دعوت نفس وجہالت وریا وسمعت ہو دی بہلاکت وضلالت ہے۔ اور قال تعالےٰ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال۔ دعاے ریاکاران باتباع نفس ہوے طریق اخلاص وصدق سے خارج ہیں اور ان راستون پر بھٹکتی ہے ابن عطار رح نے کہا اہل خواہش جب بدعوت حق ہے صحیح ہے ماننے والا حق کو پہونچا اور جس نے دعوت نفس قبول کی اُس نے ہلاکت مین جھونکا بعض نے کہا کہ حق کا داعی از حق سچا ہے جعفر رح نے کہا کہ داعی نفس خود بجانب کفر وضلالت ہے کہ امانت سے خارج ہوا اور ایک داعی

سچن اور دوم داعی بجانب حق وسوم داعی براہ حق یہ سب دعوۃ الحق ہین کہ اپنے نفس سے دعوت نہین کرتے اور جو کوئی اپنے
نفس سے مخلوق کو دعوت کرتا ہے ضلال ہے۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دعوۃ الحق بہر ان آیات بینات ہشتم اسرار ہے جو
اندھا بہرا نہوا دیکھتا سُنتا عالم ہوا اور مقابلہ مین دعوت شیطان ہے وہ بزینت چشم ظاہر وانکار چشم باطن ہے مگر جو زینت ظاہر پر
فریفتہ ہوا اُس نے گمراہی قبول کی اور ساتھ ہی وہ داعی نفس ہین کہ خواہشون کی مہار دیکر آدمی کو کھینچتے ہین جو اسطرف جھکا مارا پڑا
ایک قسم دعوت بلا واسطۂ ملک ہے اقول یہی احادیث قدسی ہین۔ کہا کہ وہان فرشتہ وعقل کی دلیل واشارات کو دخل نہین
بلکہ سماعت از حق بحق اور اجابت بحق برائے حق تعالیٰ عز وجل ہے۔ وقولہ وما دعاء الکافرین مین کہا کہ ہواجس نفس وخواہش
لذات وشہوات اسی مین داخل ہین اقول ہر خواہش کے قبول کرنے مین نتیجہ برباد ہے اور شیخ رہ نے کہا کہ مجھے اوائل عمر مین
تفحص سے دواعی کی تفصیل اس طرح معلوم ہوئی کہ ہر دعوت بظہور لطف یا قہر ہے اس کی سات قسمین ہین اول دعوت حق
بلا واسطہ دوم دعوت لمۃ الملک سوم دعوت روح چہارم دعوت عقل پنجم دعوت قلب وششم دعوت نفس ہفتم دعوت
شیطان۔ اور اس عمر مین مجھے تین اقسام اور ظاہر ہوئے ہین ہشتم دعوت سر باطن نہم دعوت سر السر۔ اور دہم دعوت طبیعت
مترجم کہتا ہے داعی سے معنے یہ سمجھو کہ کسی بھلائی یا بُرائی کی طرف آمادہ ہونے کی مقتضے اور منجملہ دس اقسام کے سات وہ چیزین
داعی ہین جو بھلائی کی طرف بُلاتی ہین اور تین وہ ہین جو بُرائی کی طرف داعی ہین اور ظاہر یہ ہے کہ بھلائی کی طرف بلانے والی دس
ہین اور بُرائی کی طرف داعی ایک ہے پھر دس بلانے کی ایک بات سُنی تو دس گونہ لکھی جاوے اور ایک کی ایک کو ایک لکھا جاوے
پس انسان کی غفلت کا ٹھکانا نہین ہو اس کے وجود ایک کی دس گونہ زائد ہونگی اور دس کی دس گونہ کم اللھم عفوا نک۔ اور لمۃ الملک
کی دعوت یہ ہے کہ انسان مین لمۃ الملک اور لمۃ الشیطان کی ترکیب ہے اور ہر ایک اپنا اثر کیا مقتضے ہے پھر شیخ نے کہا کہ ظاہرہ
قہر یات سے جو دو داعی ہین اُن مین سے اول شیطان ہے اور اسکی دعوت کی پہچان یہ ہے کہ قلب مین ہجوم وافکار منتشر ہوا ور نفس کو
ہیجان ہو وطبیعت جوش مین ہوا اور بدن توانا ہوا اور اُس کی توانائی مین توجہ بسوئے دل ہو اور سینہ مین اضطراب ہوا ور قلب پر
ابر چھایا ہو اور روح کی آنکھون پر غبار ہوا ور نفس مین خفت ہوا ور طبیعت کو ہر دم اپنی خواہشات پوری کرنے پر میلان ہو اور اکثر
یہ وسواس اُس شخص کو جو اُن کی پیروی کرے کفر یا کبیرہ گناہ مین ڈالتے ہین وہ زندیق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ عز وجل کی پاک ذات
کو ناپاک حواس سے یا تو تشبیہ دینے لگتا ہے جیسے فرقہ مجسمہ ومشبہہ ہے یا اُسکو معطل قرار دیتا ہے جیسے یونانی حکمار کھتے یا دیگر اقسام بیشمار
سے اُس کی پاک الوہیت مین شرک وکفر کرتا ہے۔ دوم داعی قہر مین یہ نفس امّارہ ہے کہ جو شخص اپنے نفس امّارہ کی اطاعت کرتا ہے
اُسکو طرح طرح کی شہوات وحظوظ فحش کی جانب بُلاتا ہے اور جملہ اخلاق مذمومہ کی جانب داعی ہوتا ہے اور کبھی نفس وشیطان مل کر
آدمی کو علم کی زبان سے ریاکاری کی طرف بُلاتے ہین اور بہت کم ایسے لوگ ہین جو اس مکر وخدع کو پہچانتے ہین اور جس نے مان لیا
تو وہ باطل وکسل وفساد مین گرفتار ہو جاتا ہے اور جس ارادہ وعزیمت سے محروم ہو جاتا ہے سوم داعی طبیعت ہے
اور یہ عجیب کھیل ہے اور یہ جنبش فطرت ہے جو شہوات خفیہ قبول کرنے کی استعداد سے تعبیر کی گئی ہے اور وہ عجیب قلب
مین ہوتی ہے اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ قسم کا کھیل اُس کو اُبھارتا ہے کہ جس لذت کے لیے اُس کی پیدائش ہے اس کی جانب توجہ
کرے اور صفات بشریہ کی تقویت کرے اور یہ ایسی خفی خواہش ہے جو فطرت بدن مین مضمر ہو اور اسی کی نسبت صالحین سے

پناہ مانگنے کی دعائیں آئی ہیں اور جس نے مان لیا وہ روح ذکر و انوار فکر سے محجوب ہو جاتا ہے۔ رہیں سات خواہشیں جو داعی الی الخیر ہیں اول داعی قلب جو آدمی کو حکم کرتا ہے کہ اعمال کے تزکیہ کو چھوڑے اور صفائی ذکر میں مشغول ہو کیونکہ اس سے اُس کو اطمینان و لذت یقین حاصل ہوتی ہے کما قال تعالےٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ پس جس نے اُس کی دعوت قبول کی اس طرح کہ مراقبہ میں اور خطرات پاک کرنے میں مشغول ہوا تو اُس کو صفائی عبادت حاصل ہوتی ہے اور ملکوت و جبروت کی خوشبو پاتا ہے۔ دوم داعی عقل اور وہ آدمی کو تزکیہ نفس و مجاہدہ و ریاضت و اقسام طاعات و خلوت کی طرف بلاتی ہے جس نے مان لیا وہ مراقبات و محاضرات تک پہونچتا ہے۔ سوم داعی روح کہ آدمی کو تفکر غیب و طلب اسرار و دیدار ملکوت و استماع آواز جبروت کی طرف بُلاتی ہے جس سے ہلال مشاہدہ طلوع ہوتا ہے اور بندہ شراب شوق سے مخمور ہو کر ہر چیز سے منقطع ہو جاتا ہے اور یہ لذائذ وہ ہیں کہ لذت نفس و شیطان اُس کے سامنے زہر ہلاہل نظر آتے ہیں پس اُس وقت نفس و شیطان کا قابو نہیں رہتا ہے الا ما شاء اللہ تعالےٰ پس جس نے اُس کی دعوت مانی تو اوصاف بشریہ سے پاک اور اوصاف روحانیہ سے آراستہ ہو کر نور تجلی کو آئینۂ یقین سے دیکھتا ہے۔ چہارم داعی ملک اور وہ الہام الٰہی بامر اللہ سبحانہ تعالےٰ عز و جل ہے جو اُس کو ایسا علم الہام فرماتا ہے کہ خطرات لطف و قہر کے درمیان امتیاز و فرق کر کے راہ مستقیم پر قائم ہوتا ہے اور انجام کار اتباع کتاب و سنت پر عود کرتا ہے اور دریائے حکمت سے جواہر علوم آلہیہ استخراج کرتا ہے۔ پنجم دعوت سر باطن جسکی خواہش ہر کہ ہمت کو تمام دنیا و آخرت سے اُٹھا کر رضوان حق عز و جل پر قائم کرے اور ماننے والا کشف مشاہدہ اور عجائب اسرار معرفت سے سرفراز ہوتا ہے۔ ششم دعوت سر السر اور وہ آواز نور ہے کہ غیب الغیب سے اُس کو لا الٰہ الا اللہ سکھلاتی ہے یعنے قدیم کو ہر طرح حادث سے علٰحدہ کرے اور خود وجود سے علٰحدہ ہو اور عبودیت کے امتحانات سے خارج ہو کر صفات ربوبیت سے متصف ہو پس جس نے مان لیا وہ انوار تجلی ذات و صفات سے منور ہوتا ہے۔ ہفتم داعی حق بلا واسطہ اور اُس کے تین مرتبہ ہیں اول دعوت حق تعالےٰ عز و جل افعال خاصہ اور یہ مشاہدۂ انوار صفات در فعل ہے اور یہ مقام مشاہدہ التباس ہے جس نے دعوت قبول کی وہ دریائے عشق میں امواج لطف کے ساتھ مستغرق ہوتا ہے کیونکہ اُسکو لطف کے ساتھ دعوت فرمائی اور اس میں باقی نہیں رکھتا بلکہ التباس سے صرف مشاہدہ کی طرف لیجاتا ہے اور دوم دعوت صفات اور اس سے ذات پاک سے ظہور صفات کا طلوع نظر آتا ہے اور ہر صفت سے اُس کو ایک ذوق ہے تاکہ موارد ذات کو متحمل ہو اور جس نے مانا وہ نور اسماء و نعوت کے منازل سے انوار ذات تک رسائی پاتا ہے پس عارف بصفت قدم ہوتا ہے۔ مرتبہ سوم دعوت ذات اور یہ کلام صرف مقربون بکشف حقیقت از عین ذات ہے کہ کُنہ قدم و ازلیت ذات میں فانی کرتا ہے اور انسان پر آفتاب قدیم و ازل و ابد کا طلوع ہوتا ہے اور اُس کے انکشاف میں عین العین اور عجب العجیب اور غیب الغیب کے انوار ہیں پس صفات و ذات میں فنا ہو کر متصف بصفات و ذات ہوتا ہے اور یہی مقام ہے کہ جو قرب نوافل معروف ہے اور یہ نعمت معرفت خود عطا فرمائی پس بندہ کو اُس کے نفس کی شناخت دیتا ہے پس حق کو بحق اور نفس کو بحق پہچانتا ہے حالانکہ پہلے اپنے نفس کو فی الحق بھول گیا تھا اور یہی معنے ہیں قول من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اس کلام سے صاف ظاہر ہے کہ بندہ ہر حال میں بندہ ہے عرفان کمال ہے نہ آنکہ مخلوق بدل کر خالق ہو گیا نعوذ باللہ منہ۔ ولیکن بندہ و

آدمی درحقیقت یہی بندہ عارف ہے۔ پھر حق تعالے عز وجل نے اپنی کبریائی وعظمت میں ہر مخلوق کو مسخر و ذلیل و چار و
ناچار مطیع بیان فرمایا۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ
اور اللہ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے ہر وہ جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے خوشی تابعداری سے اور مجبوری کراہت سے اور ان سب کے سایہ
بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۞
اول روز اور آخر دن میں

واضح ہو کہ سجود لغت انسانی ہو زمین پر پیشانی رکھنا ولیکن سوائے انسان کے دوسری چیزوں میں سجود انکے لائق طور پر ہے اور صحیح ثابت ہو
کہ آفتاب سجدہ کرتا ہو جیسے تسبیح ہر چیز کی اُس کے طور پر ہو اور مراد سجود سے انقیاد بھی ہو سکتا ہے جیسے اُردو محاورہ میں بولتے ہیں کہ تم تو اُسی
کے پاؤں پر سر ٹیکتے ہو یعنے بالکل اُسی کے مطیع و تابع فرمان ہو پس اگر سر ٹیک کر سجدہ مراد ہو تو معنے قول تعالے وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا اور اللہ تعالےٰ ہی کے لیے سر ٹیک کر سجدہ کرتا ہے ہر وہ جو آسمانوں و زمین میں ہو بعض نے کہا کہ
کہ ملائکہ کا سجدہ کرنا معلوم ہو اور زمین والوں میں سے فقط مسلمین مراد ہیں پس طوعا وہ مومنین سجدہ کرتے ہیں جو ظاہر و باطن ایمان
رکھتے ہیں اور کرہا جو ظاہر میں اسلام و باطن میں کفر یعنے منافق ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ مومنین مراد ہیں لیکن بعضے بطوع و رغبت سجدہ
کرتے ہیں اُنپر گران نہیں اور بعضے بسبب مشقت کے گرانی سے سجدہ کرتے ہیں اور مشقت کے سبب سے ایمان کے گوار الکرتے ہیں مترجم کہتا ہو کہ
تکلف ہے باوجود ملائکہ کی نسبت سجدہ کے یہ معنے کیونکر معلوم ہوئے جو آدمی میں سر ٹیک کر سجدہ کرتے ہیں اسکا احتمال آدمی کے حق میں ہے
اور اگر سجدہ کے معنے وہ ہوں جو ہر ایک چیز کے لائق سجدہ ہو تو انسان کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اہل اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے
اور معنے یہ ہیں کہ جو چیز آسمانوں و زمین میں ہے اللہ تعالےٰ ہی کے لیے سجدہ کرتی ہے بعض بطوع و رغبت اور بعض بالکراہ۔ ولیکن اس تاویل
پر یہ تامل ہو کہ کفار اکثر چیزوں و بتوں کے لیے سجدہ کرتے ہیں پس یہ انحصار کہ اللہ تعالےٰ ہی کے لیے سجدہ کرتے ہیں کس معنے میں ہوا۔ اور
بعض نے کہا کہ یہ بیان عظمت و قہر الٰہی کا ہو کما قال تعالے وعنت الوجوہ الخ یعنے ہر چیز جسکو دکھلایا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ عز وجل
سے منکر ہو وہ افعال الٰہی کی مطیع ہو اور جو چیز جسکے لیے مخلوق ہے او ویسے ہی افعال کرتی ہو جو اُسکے لیے مقدر فرمائی ہیں تو وہ
خلق و تقدیر الٰہی کی مطیع ہے پس سجدہ یعنے انقیاد و اطاعت ہے اور اُس کی تعبیر سجدہ سے فرمائی اس بیان کے لیے کہ جو مادہ
کمال انقیاد و نہایت عاجزی کا اقرار ہے پس گویا فرمایا کہ اللہ تعالےٰ ہی کے لیے بالکل مطیع و منقاد ہے جو چیز آسمانوں و زمین میں
ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو قہراً انقیاد ہے اس میں طوع و کرہ کو دخل کیونکر ہے تو جواب یہ ہو کہ مرض و تنگی و بلاء وغیرہ امور الٰہی جو جاری
ہیں اس میں مومنین اطاعت کے ساتھ منقاد ہیں اور سب اللہ تعالےٰ عز وجل کی طرف سے جانتے ہیں ۔ و کرہ پھر بھی دم درکشیدہ
ولیکن منکر ہو کر ہیں اور کفار و منافقین وال [illegible] کا یہ حال ہو کہ ان چیزوں کو کرہا مانتے ہیں حالانکہ سجدہ کا کچھ اثر نہیں
ہے [illegible] وَّظِلٰلُهُمْ اور سایہ
ان لوگوں کے [illegible] اصل لغت میں
غدو و طلوع [illegible]

جمع سے ڈھلتے دن کے اوقات مراد ہونا ظاہر ہوتا ہے پس غدو سے چڑھتے دن کے اوقات مراد ہین اور کہا گیا کہ غدو اور آصال کے
ذکر سے دن کے دونون اطراف جنمین سایہ کا پڑنا زیادہ ظاہر ہے اور ان کے ظلال سے مراد فقط وہ ہین جنکا سایہ ہوتا ہے نہ فرشتہ و
جن اور انکے سایہ کا سجدہ ان کے سجدہ کے ساتھ ہے لذا قیل لیکن مترجم کہتا ہے کہ ان اوقات مین ہر ایک سجدہ نہین کرتا ہو
اور زجاج نے کہا کہ تفسیر مین آیا ہے کہ کافر غیر اللہ کو سجدہ کرتا ہے اور اسکا سایہ اللہ تعالیٰ عز و جل کو سجدہ کرتا ہے۔ ابن الانباریؒ
نے کہا کہ اسمین کچھ تردد نہین ہو سکتا کہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے سایہ مین ایسی سمجھ پیدا کی ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ عز و جل کے لیے سجدہ
کرتا ہے جیسے پہاڑون مین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ تسبیح پڑھتے تھے مین کہتا ہون کہ یہ آیت کی تفسیر ہو دوسری
آیت قولہ اولم یروا الی ما خلق اللہ من شئی یتفیؤ ظلالہ عن الیمین والشمائل سجدا للہ وہم داخرون۔ اور عنقریب اس کی تفسیر
انشاء اللہ تعالیٰ آویگی بعض نے کہا کہ سایہ کا سجدہ زمین پر کم و بیش پڑنا اور ایک جانب سے دوسری جانب پھر جانا جیسا جیسا
آفتاب چڑھتا اُترتا ہے۔ اور علماء ربانیہ و عارفین حکماء ان آیات پر سر بسجدہ ہوتے ہین اور انکے قلوب پانی پانی ہو جاتے ہین اور
عظمت و جلال الٰہی مین پگھلتے ہین اور سب سچ و صدق دیکھتے ہین و لیکن عوام کے افہام و عقول سے بیان باہر ہے اور حدیث مین
ظہر کی سنتون کے بیان مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اولم یروا الی ما خلق اللہ تعالیٰ الآیہ پڑھی مسئلہ نماز مین قیام افضل
ہو یا سجود افضل ہے دو قول ہین بعضے اول و بعضے دوم کے قائل ہین وارجح یہ کہ سجود افضل ہو مسئلہ اس آیت پر سجدہ علماء حنفیہ کے
قول پر واجب ہو ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وللہ یسجد من فی السموات الآیہ اہل ملکوت بمشاہدۂ عظمت بطریق جلال اور آدمی و جن بعد
مشاہدۂ ربوبیت سجدہ کرتے ہین بعضے ابد کشف انوار ہیبت و شوق و بعضے درمیان مجاہدہ و ریاضت کے نفس کو مجبور کرکے و یون ہی اہل محبت
و عشق بطوع و رغبت اور اہل عرفان بکرہ کیونکہ عبودیت مخلوق کہان لائق ربوبیت قدیم ہو اور واضح ہو کہ انسان بصورت عالم صغیر ہو
اور یا لمعنے عالم کبیر ہو پس از جانب اعلیٰ سموات و از اسفل ارض ہو اور سموات مین روح و عقل و قلب و نفس مع جنود و محبندہ ہین پس
سجدۂ روح بکشف جمال و سجدۂ قلب بکشف جمال و جلال و سجدۂ عقل بکشف افعال بطوع و رغبت ہو اور سجدۂ نفس بکشف انوار و جبروت
و قہر کرہا ہو اور ظلال ارواح و عقل و قلب یعنی اسرار مکنونہ جنکو اللہ تعالیٰ عز و جل نے آئینہ حقائق عرفان بنایا ہو وقت کشف و ظہور کے
طوعا سجدہ کرتے ہین اور ظلال نفوس یعنے اضمحلال وقت کشف قہر یات کرہا بطریق انقیاد سجدہ کرتے ہین۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا
کہ عارف بطوع و معرض بکرہ سجدہ کرتا ہو اور کہا کہ جب اسپر مصائب آئے تو ذلیل ہوا اور جب راحت و آرام پہونچا سرکش ہوا۔
مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام صحیح ہو و لیکن تفسیر آیت سے اسکو کم تعلق ہو وقال المترجم والاخفی علی المتامل صدق ما قیل من ان
الظاہر فی المظاہر حق ولیس فی الوجود الا الحی القیوم و دونہ ظلال لا وجود لہا ولا فرق بین الانسان وظلہ الا من حیث المظہریۃ فالقاہر
القادر علی المخلوق وما خلق منہ ہو الخالق عز و جل فحیث سجد سجد لہ ولیس الا علیہ ایجاد ومن اجبر فی شئی فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
اور شیخ محقق محی الدین بن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ قولہ وللہ یسجد۔ ینقاد۔ اور اللہ تعالیٰ عز و جل ہی کی منقاد ہو۔
من فی السموات والارض۔ جو آسمانون و زمین مین ہو یعنے حقائق روحانیات مانند اعیان جواہر و ملکوت اشیا کے طوعا و کرہا۔ یعنے
چاہین یا نہ چاہین اور معنے یہ کہ خواہ مخواہ انپر یہ انقیاد لازم ہو و لیکن بعضے اس انقیاد مین خوش ہین اور بعضے ناخوش ہین۔ وظلالہم۔ یعنے
اُن کی صورتین و اجسام و بدن حیوان روحانیات و ملکوتیات کی نسبت تصویر و ظلال ہین اسی واسطے اس سجدہ مین پیغمبر خدا صلے اللہ

علیہ وسلم نے پڑھا۔ سجد لک وجہی وسوادی وخیالی۔ سجدہ کیا تیرا میرے چہرہ نے یعنے حقیقت ذات نے اور میرے سواد نے یعنے شخص نے اور میرے خیال یعنے نفس نے اور حاصل اُس کا وجود وعین وشخص ہے۔ بالغدو والآصال یعنے دائما۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر بتحقیق اور لائق قبول ہے اور الحمد للہ کہ جو کچھ دلی زبان سے مترجم نے اول لکھا ہے شیخ کی اس تفسیر سے بہت موافق پایا اور اللہ تعالےٰ کے انعام کا شکر ہو جو تنبیہ فرمائی۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰہُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖۤ اَوْلِیَآءَ

کہہ کون ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا کہہ دے کہ اللہ ہے کہہ کہ پھر کیا تم نے بنا لیا اُس کے سوائے دوسروں کو اپنا متولی

لَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِہِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ ہَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۬ۙ اَمْ ہَلْ

جو اختیار نہیں رکھتے ہیں اپنی جانوں کے نفع لینے کا اور نہ ضرر دور کرنے کا کہہ دے کہ بھلا کہیں برابر ہوا ہے اندھا اور دیکھنے والا کیا بھلا

تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۬ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ خَلَقُوْا کَخَلْقِہٖ فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ

یکساں ہوئی ہیں اندھیریاں اور نور کیا انھوں نے بنائے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساجھی جنھوں نے پیدا کیا ہو اللہ تعالیٰ کی سی مخلوق سو مشتبہ ہو گئی خلق

عَلَیْہِمْ ؕ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّہُوَ الْوَاحِدُ الْقَہَّارُ ۝

انپر کہہ دے کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا وہ اکیلا زور آور قہر والا ہے

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ کہ یعنے پوچھ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم مشرکون سے کہ کون رب ہے یعنے خالق ومتولی قائم رکھنے والا ہے آسمانوں کا۔ وَالْاَرْضِ اور زمین کا یہ سوال تقریری ہے یعنے اپنے اقرار لیے کیونکہ مشرکین اس بات کے قائل تھے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خود جواب دینے کا حکم دیا بقولہ۔ قُلِ اللّٰہُ کہہ دے کہ اللہ تعالےٰ رب ہے کیونکہ اگر مشرکین جواب نہ دیتے تو اس کے سوائے اور جواب نہیں ہے اور میں کہتا ہوں کہ بیشک مشرکین بھی اللہ نام لیتے کما فی قولہ لیقولن اللہ۔ ولیکن معنے کی راہ سے بڑا فرق ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کہا تو صحیح کہا کیونکہ جملہ صفات توحید کے ساتھ اللہ تعالےٰ عز وجل کا پاک نام لیا بخلاف مشرکین کے کہ وے توحید میں بہکے ہیں پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مثل اُن کے نام لیا ولیکن اللہ تعالےٰ عز وجل رب ہے یعنے بندوں کا اور اُن کے افعال کا خالق اور ہر چیز کا مربی ومتولی وہی ہے کسی چیز میں کسی نفع وضرر کا دوسرے کو اختیار نہیں ہے پس درواقع وہی ولی مخلوق ہے جس نے مانا وہ مؤمن ہے اور جس نے نہ مانا اُس کو سمجھایا بقولہ۔ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ کہہ دے کہ پھر کیا بنا لیے تم نے۔ مِّنْ دُوْنِہٖۤ غیر اللہ تعالےٰ عز وجل کے سوائے دوسروں کو یعنے مخلوقات کو کیونکہ اللہ تعالےٰ کے سوائے جو ہے مخلوق ہے تو معنے یہ کہ اللہ تعالےٰ خالق کو چھوڑ کر مخلوق کو۔ اَوْلِیَآءَ اپنے متولی حالانکہ اللہ تعالےٰ تم کو رزق واولاد اور سب چیز دیتا ہے اور تم سمجھتے ہو کہ تمہارے بنائے ہوئے اولیاء نے دیا حالانکہ وے مخلوق اور قبضہ قدرت الٰہیہ میں مسخر ہیں۔ لَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِہِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اختیار نہیں رکھتے اپنی جانوں کیلئے کسی نفع کا کہ بغیر اللہ تعالےٰ عز وجل کے دیے حاصل کر لیں اور نہ ضرر کا کہ بغیر اللہ تعالےٰ کے حکم کے دور کر سکیں جب وے اپنی ذات کے لیے مختار نہیں ہیں تو غیروں کے لیے کب نفع پہونچانے یا ضرر دور کرنے کے مختار ہونگے۔ واضح ہو کہ حکمت یہاں یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ ولی ہو تو وہ اپنے افعال کا خالق خود نہیں ہو سکتا بلکہ اللہ تعالےٰ کے

اُس کا اور اُس کے افعال کا خالق ہے بلکہ حدیث النوافل جو اکابر صوفیہ مشائخ مین معروف ہے کہ نوافل سے قرب یہانتک ہوتا ہے کہ اللہ تعالے عز وجل ہی کی قوت سے بولتا و سُنتا و دیکھتا ہے پس کسی شخص کے لیے وہ جب ہی ہو ایگا کہ جب اللہ تعالے چاہے پس جاہل جو انکو خود مختار و مؤثر سمجھتے ہین یہ بالکل عبادت و بے عقلی ہے پس جب اللہ تعالے عز وجل چاہے تو نفع وضرر پہونچیگا لہذا ہر طرح اللہ تعالے کے فضل پر مدار ہے اور اُس کے سواے کوئی مخلوق ہو وہ اپنے نفس کے لیے حصول نفع و دفع ضرر کے مختار نہین تو غیر کے لیے کب ہو سکتے ہین بلکہ سب کے سب قبضۂ قدرت الٰہیہ مین مسخر ہین اور قہار کے یہی معنے ہین کہ سب اُسی کے قبضہ مین مقہور ہے کوئی اُس کی مشیت و ارادہ کے خلاف جنبش نہین کرسکتا ہے پس جو شخص اس طرح ایمان لایا اُس نے اللہ تعالے عز وجل کو مانا ورنہ جو کوئی غیرون کو خود مختار بلکہ اپنے آپ کو خود مختار سمجھا اور جانا کہ ہم سب طرح کے افعال آپ پیدا کرسکتے ہین اُس نے اللہ تعالے کے علم و تقدیر و قدرت سے انکار کیا اور وہ بہت سے معبودون و بہت سے خالقون کا قائل ہوا اور یہ غلط ہے بلکہ اللہ تعالے عز وجل خالق واحد قہار ہے پس مشرکون کو سمجھایا کہ غیرون مین تو نفع وضرر کی کچھ قدرت نہین پس قادر خالق کو چھوڑ کر اُن کو اولیاء کیون بناتے ہو یہ تو دیدہ و دانستہ دل کی تاریکی و اندھاپن ہی لہذا فرمایا۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ تو کہدے کہ کیا برابر ہوا اندھا یعنے کافر مشرک ومنافق ساتھ دیکھنے والے کے یعنے موحد تو آنکھون والا ہوتا ہے اور کافر مشرک منافق اندھا ہے یہ دونون کہین برابر ہوسکتے ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اعمیٰ سے مراد مشرک اور بصیر سے مراد مؤمن ہے۔ اور بیان یہ ہے کہ تمام مخلوقات اپنے خالق عز وجل کی الوہیت و صفات کاملہ پر دلیل ہین اور اُسکی قدرت و کمال کے آیات ہین اگر صرف انھین کو دیکھے تو اللہ تعالے عز وجل کی وحدانیت صاف نظر آوے پس تمام آدمی ان آیات کو دیکھتے ہین لیکن کافرون کو کچھ آیات نظر نہین آتی ہین کما قال تعالے وکأین من آیۃ فی السموات والارض الآیہ اور مومن کو نظر آتی ہین تو کافر اندھا و مؤمن بینا ہوا۔ انکے علاوہ خاص طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا وہ کافرون کو نظر نہ آیا کما قال تعالے تراہم ینظرون الیک وہم لا یبصرون۔ اور مؤمن ایمان لایا۔ علاوہ ازین قرآن نازل فرمایا اور معجزات ظاہر فرمائے یہ انواع دلائل و بینات بیشمار کافرون کی نظر مین نہ آئے پس وے اندھے ہین اور مؤمنون کو ایمان کے ساتھ ہی وہ نور ملا کہ ظاہری آنکھون کی بینائی اُسکے مقابل مین کچھ نہین ہے۔ اور حدیث مین ہے کہ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ۔ مومن کی بینائی سے پرہیز رکھو اور ڈرو کہ وہ اللہ تعالے عز وجل کے نور سے دیکھتا ہے اس زمانہ کے علما اپنے کو اندازہ کرین کہ فراست رکھتے ہین تو مؤمن ہین اس سے معلوم ہوا کہ مؤمن کو نور الٰہی حاصل ہوا اور اُسکے خلاف کافر کو تاریکی ہے۔ اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالے عز وجل نے مخلوق کو تاریکی مین پیدا کیا پھر ان پر نور چھڑکا کہ جسکو اُس کے نور سے نصیب ہوا وہ راہ راست دیکھیگا اور جسکو نہ ملا وہ گمراہ ہوا۔ اور حدیث صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا جس مین تمام اعضا کے لیے نور کی دعا مانگی ہے اے رب میرے کردے میرے دل مین نور اور سینہ مین اور کان و آنکھون اور گوشت و پوست اور داہنے بائین سامنے پیچھے زیر و بالا سب نور مانگا حتی کہ آخر مین التجا کی کہ مجھے نور کردے پس بینائی مؤمن کو بہت بڑا اور اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ مؤمن دل کے نور بصیرت سے خالی نہین ہوا پس توحید الٰہی عز وجل پر مستقیم ہے یہ وہی بینا ہے اور کافر اُسکے برخلاف ہے لہذا دوسری مثال مین فرمایا۔ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ

الانواع الکثیرة ـ وَالنُّوْرُ النوع الواحد۔ کیا کبھی برابر ہوتی ہین اندھیریان اور نور۔ یعنے اندھیریان چاہے کسی قسم کی ہون کبھی نور سے برابر نہین ہوسکتی ہین۔ نور کو مفرد فرمایا کیونکہ راہ حق مستقیم اور ایک ہے چنانچہ خط مستقیم وہ ہوتا ہے جو دو نقطون کے درمیان سب سے چھوٹا ہو پس لامحالہ وہ ایک ہی ہوگا چاہے اسپر چلنے والے اپنے لباس وہیات وساز وسامان چال ڈھال مین متفاوت ہون ولیکن سب اسی ایک راہ کے مسافر ہین۔ اور ظلمات کو جمع فرمایا کیونکہ ٹیڑھے خطوط تو بے انتہا نکل سکتے ہین جیسے گمراہی وکفر کے اقسام دنیا مین بہت کثرت سے ہین اور لوگ سب جانتے ہین اور قیامت تک نہین معلوم کتنے نکلتے آوین چنانچہ نیچر طریقہ اسوقت مین پیدا ہوا جو یہود ونصاریٰ سے بھی زیادہ گمراہ اور اسلام مین سخت فتنہ وبلائے عظیم ہے ہم اللہ تعالےٰ عزوجل سے اس فتنہ سے پناہ مانگتے ہین پس ایمان کی تمثیل نور سے اور کفر وشرک ونفاق ونیچر وغیرہ کی تمثیل تاریکیون سے بیان فرمائی اور تجھے تحقیق معلوم ہوچکا کہ یہ مثال نہین بلکہ واقعی ہے۔ حرف اَم منقطعہ بتقدیر بل یا بقول جمہور ہمزہ اور حرف بل بمعنے قد اور کہا گیا کہ استفہام بطور ملامت وسرزنش ہے پھر اندھیریون کے اندھون کو ارشاد کیا کہ ذرا غور سے دیکھین۔ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ کیا بنالیے ان اندھون نے اللہ تعالےٰ عزوجل کے ساتھ ساجھی ایسے کہ۔ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ جنھون نے پیدا کی ہو خلق مثل اللہ تعالےٰ کی خلق کے پس مشتبہ ہوگئی انپر خلقت۔ یعنے ان اندھون کو ملامت کی کہ کیا تمکو کچھ ایسے لوگ ملے ہین جنھون نے اللہ تعالےٰ کی طرح آسمان وزمین وجن وانسان پیدا کیے ہون کہ تم پر مشتبہ ہوگیا کہ مخلوق اللہ تعالےٰ عزوجل کی یا مخلوق اُن لوگون کی ہے پس تم نے انکو اللہ تعالےٰ کا شریک وساجھی بنالیا۔ حاصل یہ کہ جب ایسا نہین ہے بلکہ خالق فقط اللہ عزوجل ہے تو ہر چیز اسی کی مخلوق ہے اور جو افعال واشیاء کہ آدمیون کے بنائے ہوئے سمجھتے ہو وہ مخلوق کی مخلوق سمجھتے ہو اور مخلوق کبھی خالق نہین ہوسکتی تو سب خالق کی مخلوق ہے اور جب آدمی تمام مخلوق سے اشرف ہے تو باقی چیزین آفتاب وستارے وآگ وبت ودرخت وجانور وغیرہ آدمی سے کم مرتبہ ہین پس اگر آدمی ان چیزون کو اپنے برابر کرتا تو گویا اس نے اپنے تاج کو جو اللہ تعالےٰ نے دیا تھا ان چیزون کی ٹوپی سے بدل لیا مگر یہان تو حیف ہے کہ آدمی نے ان چیزون کے آگے سجدہ کیا اور اُن کا بندہ بن گیا۔ اور آدمی کے مثل جو آدمی ہے وہ آدمیت مین برابر ہے اگرچہ اللہ تعالےٰ عزوجل کے یہان قبولیت مین دونون کے درمیان کروڑون برس کی راہ کا فرق ہو لیکن آدمی کوئی ہو خالق کبھی نہین ہوسکتا تو جس نے کسی آدمی کو مختار سمجھا کہ وہ چاہے ہم کو جنت دیدے چاہے دوزخ اور چاہے ہمارے گناہ اپنے اوپر لادلے اور چاہے اللہ تعالےٰ عزوجل کے یہان ہمارے مقدمہ کی پیروی کرکے ہم پر کچھ الزام نہ آنے دے اور چاہے مہربان ہوکر بیٹا و اولاد دیدے اور چاہے مہربان ہوکر اللہ تعالےٰ سے غرضکہ اس کی رضامندی وخوشی پر ہو اسکے اختیار مین ہو تو اس بے وقوف آدمی نے جو دوسرے آدمی کی نسبت یہ گمان کیا تو اللہ تعالےٰ کی پاک صفت اختیار کی دوسرے اپنے مانند مخلوق مین ثابت کی حالانکہ ایمان لانا واجب ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر مخلوق کا خالق ہے اور ہر مخلوق کے افعال کا خالق بھی وہی ہے خالق اسکے سوا کوئی دوسرا نہین ہے تو کسی کو اختیار ہی نہین کہ وہ دوسرون کے گناہ اپنے اوپر لادکر کفارہ ہوجاوے یا بیر کرے یا دکھ دے کیونکہ یہ تو جب ہوگا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل چاہے لہذا جب حق تعالےٰ عزوجل چاہتا ہے تو آدمی پر دوسرا آدمی شفقت کرتا ہے ورنہ ممکن نہین ہے لہذا خوب ہوش وحواس عقلی سے جان رکھو کہ خالق ومختار کوئی نہین سواے اللہ تعالےٰ کے ولہذا ارشاد فرمایا۔ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ

خَلِقُ كُلِّ شَيْءٍ تو کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالے عزوجل ہر چیز کا خالق ہے۔ اب بہت سے بدحواس یہ گمان کرتے ہین کہ اشیاء مین سے اکثر ہم پیدا کرتے ہین اور یہ کفر و باطل ہے ولیکن اللہ تعالے نے عالم اسباب مین جسطرح زمین مین دانہ چھٹکایا گیا اور پانی برسا اور زمین سے درخت اُگا پس اللہ تعالے عزوجل نے اس شان سے پیدا کیا ایسے ہی انسان سے بہت سی چیزین پیدا فرماتا ہے اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کا عصا درحقیقت منقلب ہوکر اژدہا ہوجاتا تھا حالانکہ اُسکو حضرت موسےٰ علیہ السلام نے نہین پیدا کیا بلکہ جو اسباب اللہ تعالے عزوجل نے پیدا فرمائے ہین اُن کا سبب ہونا اسی کی قدرت سے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نعوذ باللہ اب وہ مجبور نہین ہوا تو وہ چیز ہر دم اُس کے قبضۂ قدرت مین ہے لہذا آگ کو جلانے کا سبب پیدا فرمایا لیکن جب وہ چاہے نہ جلاوے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ جلانا چاہا تو آگ گلزار ہوگئی لہذا ضرور ہوا کہ آدمی بتوفیق الٰہی ان اسباب کو کام مین لاوے اور یہ اس کا یقین رہے کہ اگر اللہ تعالے عزوجل نے چاہا تو ان اسباب کا یہ نتیجہ ہوگا ورنہ نہین اور آدمیون سے نیک و بد مین فرق یہ ہے کہ نیک آدمی نیک نیت سے نیک اسباب کسی نیک نتیجہ کے لیے نیکی پر کام مین لاتا ہے اور بد آدمی بدنیت سے بُرے اسباب شہوت و خواہش نفس کے لیے بدانجام مین کام مین لاتا ہے اور اللہ تعالے عزوجل ہر چیز کا خالق ہے پس دونون نیک و بد مین سے ہر ایک نے اپنا اپنا فعل کمایا اور ہر ایک کی کوشش پر اللہ تعالے عزوجل نے پیدا فرمایا اور ہر چیز اُسی کے قبضۂ قدرت مین محکوم و مطیع ہے بلکہ آدمی کی نظر و زبان وغیرہ اسقدر اس کی مطیع و محکوم نہین جسقدر ہر چیز اللہ تعالے کی قدرت مین مسخر و مقہور ہے لہذا فرمایا۔ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ یعنی وہی خالق عزوجل اکیلا ایسا ہے کہ اُسکے قبضۂ قدرت کی تسخیر مین سب ہین کوئی مخلوق اُس کے اختیار سے باہر کچھ اختیار نہین رکھتی ہے وفی تفسیر الامام السمرقندی رحمہ اللہ تعالے عزوجل نے کافرون سے اقرار کرایا جیسا کہ وے مقر تھے کہ آسمانون و زمین کا خالق اللہ تعالے عزوجل ہے پھر انکار کیا کہ تم دوسرون کی عبادت کیون کرتے ہو جو اپنے واسطے نفع و ضرر کی قدرت نہین رکھتے تو تم کیا اُمید کرتے ہو پھر جو اللہ تعالے کی عبادت کرے اُس کے ساتھ ان مشرکون کی برابری نہین ہوسکتی اور یہ مشرکین کہتے کہ لبیک لاشریک لک الاشریکا ہو لک تملکہ وما ملک۔ اور کہتے جیسا کہ اللہ تعالے عزوجل نے خبر فرمائی کہ ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی پس اُنکو ملامت کی کہ کوئی خالق نہین جسکی مخلوق تم پر مشتبہ ہوگئی کہ یہ اللہ تعالے عزوجل نے پیدا کی یا دوسرے نے تو شریک کیا اور وہ مالک کیونکر ہوا اور الوہیت کیونکر اُس کو ثابت ہوئی جس سے تم اُسکی عبادت کرنے لگے اور یہ زعم کیا کہ عبادت کرین تاکہ اس سے تقرب اور منافع حاصل و مضرتین دفع کردے حالانکہ وہ خالق نہین اور خود اپنی ذات سے مضرت دور نہین کرسکتا اور نفع لے نہین سکتا اور یہ قدرت و اختیار صرف اللہ تعالے عزوجل کی شان ہے اور وہی واحد قہار ہے تو اختیار غیر بالکل باطل پس اپنے مثل بے اختیار مخلوق کی عبادت کرنا محض رائے و گمان ہے اور یہی ضلالت ہے پس جن لوگون پر کہ عذاب مقدر ہے وے آیات الٰہی سے انتفاع نہین پاتے بلکہ اپنی رائے و گمان کو دل مین جگہ دیتے ہین اور گمان پر جو اعمال کرتے ہین وہ مثل گمان باطل کے باطل و واہی ہین جو آخرت کے لیے باقی نہین رہ سکتے چنانچہ آیندہ بطور تمثیل کے ارشاد فرمایا کہ آب رحمت سے بقدر وسعت انتفاع پھر حق باقی و باطل رجفا رہے۔

أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا

اللہ واحد قہار نے اُتارا آسمان سے پانی پس بہے وادی بقدر اپنی وسعت کے پس اٹھایا سیل نے پھین چڑھا ہوا

وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ

اور اس چیز میں سے بھی جس پر تم تاؤ دیتے ہو آگ میں بخواہش زیور بنانے یا کوئی متاع بنانے کے پھین ویسا ہی ہوتا ہے یون ہی مثل بیان

يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ

کرتا ہے اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی پھر وہ پھین تو جاتا رہتا تھا پھینکا ہوا اور رہا وہ جو نفع دیتا ہے لوگون کو

فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ۝

سو ٹھہرتا ہے زمین میں یون ہی بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ مثلین

حق و باطل کی دو مثلین یکسان مگر ایک پانی کی اور ایک آگ کی بیان فرمائی پس اول قولہ اَنْزَلَ اُتارا واحد قہار نے جو ہر ایک چیز کا خالق اور خود مختار ہے۔ مِنَ السَّمَآءِ سما سے۔ بعض نے کہا یعنے سحاب سے اور بعض نے کہا کہ درحقیقت آسمان سے جو بصورت سحاب اُترتا ہے اُتارا۔ مَآءً پانی یعنے مینھ برسایا اور اس کلام کے اسلوب میں دقائق اشارات ہیں از انجملہ یہ کہ رحمت الٰہیہ یکسان آسمان سے نازل ہوئی بدون دخل کسی شرکت کے۔ فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا پس بہ نکلے وادی یعنے وادیون کا پانی بقدر انکی وسعت کے اور وادی جو میدان دو پہاڑون کے درمیان یا زمین نشیب جہین پانی کا سیلان ہوا اور وہ کوئی صغیر ہوتا ہے کوئی کبیر ہوتا ہے اور اسکے قطعات کبھی باہم ملے ہوئے مگر زمین شور و شیرین وغیرہ اقسام زمین کی راہ سے متفاوت ہوتے ہین اور یہان چھوٹائی وبڑائی کی قدر مراد ہے یعنے جس سرزمین پر پانی برسایا گیا وہان کی وادی جسقدر تھین سب پر یکسان پانی برسا ہر ایک میں بقدر اسکی وسعت کے سمایا اور ان وادیون سے سیل جاری ہوئی فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا پس سیل نے برداشت کیا پھین اوپر چڑھا ہوا یعنے سیل میں دو چیزین ایک پانی خالص۔ دوسرا ناکارہ پھین مگر وہ پھین اوپر چڑھا ہوا رہتا ہے اور خالص پانی بیچارہ اسکی تحت میں دبا ہوا ہے یہ مثال تو پانی کی تھی جسمین صافی نافع جوہر نیچے دبا ہوا اور ناکارہ میل کچیل اوپر چڑھا ہوا تھا اور دوسری مثل آتشی بیان فرمائی بقولہ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ایقاد آگ روشن کرنا پگھلانے دکھلانے کے لیے یا اور کسی غرض سے۔ اور یوقدون بیاء تحتیہ قراءۃ حمزہ و کسائی و حفص رحمہم اللہ تعالیٰ ہے اور باقیون نے اسکو بتاء فوقیہ پڑھا اور خطاب سننے والون کی طرف بدون خصوصیت کسی مخاطب کے ہے۔ اور قولہ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ مفعول لہ الیقاد کا ہے اور یہان تک خبر ہے اور قولہ زَبَدٌ مِّثْلُهُ مبتدا ہے اور معنے یہ ہین کہ پیدا ہوتا ہے اُس چیز سے جسکو تم زیور یا متاع کی غرض سے آگ میں پگھلاتے ہو ایسا ہی پھین یعنے اونچا چڑھا ہوا اور جو چیز جوہر ہے مثلاً زیور کی صورت میں سونا چاندی اور متاع کی صورت میں تانبا لوہا پیتل رانگ وغیرہ تو اصلی دھات نیچے اور میل کچیل اوپر رہتا ہے پس یہان پھین سے وہی میل کچیل مراد ہے جو تاؤ دینے سے اوپر آجاتا ہے كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ یون ہی مثل بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ حق و باطل کو۔ یعنے اللہ تعالیٰ عزوجل نے حکمت بالغہ الٰہیہ سے ہر چیز و ہر امر میں خواہ ظاہری محسوسات میں ہو یا باطنی سیرت و روح و نفس میں ہو حق کی و باطل کی

یہ مثال فرمائی اور اس کلام سے تنبیہ کر دی کہ عالم الغیب کی تمثیل کو بہت غور و فکر سے دیکھو اور جیسے کوئی مخلوق آدمی مثالیں لگاتا ہے اسی قدر پر اکتفا مت کرو پس اصلی پانی صاف تو حق کی مثال ہے اور کھین چڑھا ہوا باطل ہے۔ جیسے آتشی مثل میں اصلی دھات صاف تو حق کی مثال ہے اور میل کچیل باطل ہے۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً یعنے زبد کا انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ ناپید ہو جاتا ہے بیکار پھینک دیا گیا۔ یعنے پانی کی سیل اس کو کنارے پھینک دیتی ہے اور کھٹی و کھریہ سے نکال پھینکا جاتا ہے وہ کسی کام کا نہیں ہے حالانکہ تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ صاف پانی اور اصلی دھات پر چڑھا ہوا تھا۔ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ۔ اور رہا وہ جوہر جو لوگوں کو نفع دیتا ہے فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ تو وہ زمین میں ٹھہرتا ہے اس سے کھیتیاں اگتی ہیں اور لوگ پانی سے سیراب ہوتے اور جانور و کیڑے زندہ ہوتے ہیں اور لوہا و تانبا و چاندی و سونا وغیرہ لوگوں کو نافع ہوتے میں ظاہر ہیں۔ پس ایسا ہی انجام حق اور باطل کا ہے کہ ظاہر میں کسی زمانہ میں اگر باطل اونچا اور غالب معلوم ہو تو آخر وہ تھوڑے زمانہ میں برباد ہو جاتا ہے اور حق قائم و نافع ہوتا ہے زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مومن و اس کے اعتقاد صحیح و نفع ایمان کی مثل جیسے پانی جس سے زمین کے نباتات تر و تازہ پھل پھول میوہ و ہر چیز کی حیات ہے اور جیسے یہ جوہر چاندی و سونا وغیرہ کہ باقی رہتے اور طرح طرح کے نفع پہونچاتے ہیں اور کافر و اس کے اعتقاد باطل و بربادی کفر کی مثل جیسے وہ کھین جو سیلاب پر اتر آیا ہوا اور جیسے وہ میل کچیل جو کھریا میں چاندی سونے پر چھا یا ہو کہ ظاہر میں اصلی جوہر سے اونچا نظر آتا ہے مگر بہت جلد برباد ہوتا اور پھینک دیا جاتا ہے۔ ابن الانباری رح نے اس آیت پاک کو قرآن کے نازل ہونے اور اس سے انتفاع و انکار کی مثال پر محمول کیا۔ و قال الامام الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے تفسیرہ بما حاصلہ آنکہ حق تعالے عز و جل نے اس آیت میں حق کے ثابت و باقی و نافع ہونے کی دو مثالیں اور باطل کی فانی و ناکارہ اور بظاہر غالب و مرتفع ہونے کی دو مثالیں بیان فرمائیں و قولہ فسالت اودیۃ بقدرہا۔ یعنے ہر وادی نے اپنی وسعت کے موافق کبیر نے زیادہ اور صغیر نے تھوڑا لیا اور یہ اشارہ قلوب کی طرف ہے کہ بعضے وسیع ہوتے ہیں جن میں بہت علوم کی گنجائش ہوتی ہے اور بعضے تنگ و صغیر ہوتے ہیں۔ بالجملہ وادی کے سیول پر زبد چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ ایک مثل ہے اور قولہ و مما یوقدون علیہ فی النار ابتغاء حلیۃ آخر دوسری مثل ہے کہ جو دھاتیں آگ میں گلائی جاتی ہیں جیسے چاندی سونا۔ بغرض تیار کرنے زیورات کے یا جیسے لوہا تانبا و رانگا بغرض تیار کرنے متاع کے تو ان میں سے خالص پر زبد یعنے میل چڑھا ہوا بالا ہوتا ہے۔ قولہ فاما الزبد فیذہب جفاء۔ یہ انجام ہے کہ زبد سے انتفاع نہیں ہوتا بلکہ متفرق ہو کر برباد ہوتا اور پھینک دیا جاتا ہے اور باقی فقط پانی یا صاف دھات رہتی ہیں کما قال تعالے و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض۔ کَذٰلِكَ جیسے یہ مثل نہایت لطیف و دقیق کر واضح بیان فرمائی یوں ہے۔ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ بیان فرماتا ہے اللہ تعالے عز و جل مثلوں کو۔ یہ تاکید ہے کیونکہ اسی آیت میں فرمایا کذلک یضرب اللہ الحق والباطل۔ پھر یہاں تک کر متنبہ کیا کہ اہل عقل اس کے صدق کو آیات سماوی و ارضی میں بلکہ اپنے نفوس میں غور کریں اور اللہ تعالے عز و جل نے جو نظام امتحان اس دنیا ے ناپائدار میں مقرر فرمایا ہے اور جو انجام ناکام و دائمی کے اختیار آیات و احادیث میں بیان فرمایا ہے اسپر مطابق کریں اور سمجھ لیں کہ حضرت خلاق علیم عز و جل و اس کے حبیب حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کس طرح صاف صاف صریح آگاہ کر دیا ہے تاکہ ان کی عقلیں اپنے

انجام اپنی آغاز سے فکر کرین اور مثل زبد کے باطل کا بظاہر فروغ دیکھکر نفس کی ہوسات مین غرہ نہون وقد قال تعالیٰ تلک
الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون - یعنے یہ مثلین ہین جنکو ہم بیان کرتے ہین لوگون کے لیے شاید وے اپنے انجام کی فکر کرین۔
اور فرمایا وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العالمون - یعنے یہ امثال ہم بیان کرتے ہین لوگون کے واسطے اور اُن کو
نہین سمجھتا کوئی سواے عالمون کے اقول مُبارک اُن کو جو یہ مثلین سمجھین کہ وہی عالم ہین - اسی وجہ سے بعض سلف نے فرمایا کہ
جب مین قرآن پاک مین کوئی مثل نہین سمجھتا تو اپنے اوپر روتا تھا اور حافظ امام رح نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض
سے روایت کی کہ قولہ فسالت اودیۃ بقدرہا مثل ہے قلوب کے برداشت وگنجائش کی کہ بقدر یقین وشک کے لیتے ہین پس
شک سے کوئی عبادت کارآمد نہین ہے اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ اہل یقین کو نفع دیتا ہے پس منافق کا عمل مثل زبد کے
زائل ہوتا ہے اور یقین کو اللہ تعالیٰ قبول فرماکر باقی رکھتا ہے - اقول اہل باطل مشرک وکافر ومنافق جو اعمال اپنے زعم مین
کرتے ہین اگر مشیت الٰہی مین ہے تو دنیا مین اُن کو اس کا نفع ناپائدار دنیاوی متاع سے ملجاتا ہے اور آخرت مین بحکم قولہ فجعلناہ
هباء منثورا محض ضائع وبیکار پھینک دیے جاتے ہین یقین کے نیک اعمال دنیا مین انکو بقدر مشیت الٰہی نفع دیا جاتا ہے اور اس سے
سے بھی بہت بڑا ذخیرہ عاقبت کے لیے پیدا ہوتا جاتا ہے حتی کہ تسلسل دراز ہوجاتا ہے اور اصل عمل سے آخرت مین باقی رہتا ہے
بحکم قولہ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا الآیہ - اور عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن عباس رض سے اسکی تفسیر مین مانند مذکورہ بالا
روایت کی اور یون ہی مجاہد وحسن بصری وقتادہ وعطاء وبہت سے سلف وخلف سے اس کی ایسی تفسیر مروی ہے - قال المترجم اور
اس آیت مین علاوہ اعمال صالحہ کے نفس یقین وشک وغیرہ کی مثال ہے کیونکہ یقین وقت نزع روح کے نہایت پاکیزہ واضح باقی
ہوجاتا ہے - اور باطل اسوقت آدمی کو ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ محض باطل تھا کیونکہ حق کھل جاتا ہے مگر افسوس کہ وہ بیچارہ بدبخت اس
وقت مجبور ہے اور یون ہی ہر ایک چیز باطل جو دنیاوی زینت مین نظرون مین بمقابلہ مستان مسجد کے جہان بوریے ہین آنکھون
مین زیادہ رونق کے ساتھ سہانی اور اونچی معلوم ہوتی ہے ولیکن باطن مین مسجد نور واعلیٰ ہے اور سجے ہوئے مکانات بربادونا کارہ
جسکا ظہور چند روز بعد وقت موت کے ظاہر ہوجاتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان ایک لطیف دقیقہ انسان کی زندگی کا بیان
ہے کہ اس دنیا مین اللہ تعالیٰ عزوجل نے اُن کو دو فرقہ کر دیا ایک وہ جو توحید وایمان پر ہین اور دوم سب ملت کفر ہے اور امتحان
اسطرح کیا کہ اکثر اوقات اہل ایمان پر تنگی وتکلیف وعوارض قہریات جو دراصل رحمت ہین نازل ہوتے ہین بخلاف ملتہاے
کفر کے کہ وے اکثر احوال مین تندرست وفارغ البال ہوتے ہین پس امتحان کی آزمائش ہین چرخ دیے جانے کے وقت حق و
باطل جدا ہوجاتا ہے کبھی بظاہر باطل کو بلندی وعروج ہوتا ہے لیکن وہ درواقع برباد وخوار ہے اور شیخ امام رح نے اشارہ کیا کہ
حق تعالیٰ عزوجل نے اہل باطل ونفاق کے لیے شروع سورہ بقرہ مین دو مثلین بیان فرمائین ایک آبی اور دوسری آتشی پس
آتشی قولہ تعالیٰ مثلهم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حوله ذهب اللہ بنورهم الآیہ اور مثل آبی قولہ او کصیب من السماء فیه ظلمات
ورعد وبرق الآیہ - اور یون ہی سورہ نور مین کافرون کی دو مثلین فرمائین کما قال والذین کفروا اعمالهم کسراب بقیعة الآیہ اور سراب کا
وجود شدت گرمی وحرارت مین ہوتا ہے اسیواسطے حدیث مین ہے کہ قیامت کے روز یہود سے کہا جائیگا کہ تم کیا چاہتے ہو کہینگے کہ اے
رب ہم بہت پیاسے ہین تو کہا جائیگا کہ وہان جاتے نہین جہان تم پانی کا گمان کرتے ہو پس سراب دیکھکر جا ہونگے ناگاہ دوزخ مین اہل

ہونگے کہ وہ سراب کی طرح موجیں مارتی ہوگی پس یہ مثل تو آتشی ہے اور دوسری الے قولہ تعالے کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج الآیہ
اور یونہی وحی خفی حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں ہے ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہدایت و علم جس کے ساتھ اللہ تعالے عز و جل نے مجھے بھیجا اُس کی مثال جیسے کثیر باران رحمت ایک زمین کو پہونچا
پس اس میں ایک ٹکڑا تھا جس نے پانی جذب کیا اور بہت گھاس وبکثرت اناج اُگایا (جس سے جانداروں و آدمیوں
نے بہت نفع اُٹھایا) اور اس میں ایک ٹکڑا خالی جوف تھا اُس نے اپنے اندر پانی بھر لیا پس اس سے بھی اللہ تعالے عز و جل نے
لوگوں کو نفع دیا کہ خود پیا اور جانوروں کو پلایا اور سینچا اور کھیتی کو پانی دیا اور اس میں ایک ٹکڑا چٹیل میدان ٹکرا تھا کہ
نہ پانی روکا اور نہ نباتات اُگائی پس یہ مثال ہے اُس شخص کی جس نے دین الٰہی میں فقہ حاصل کی اور جس چیز کے ساتھ میں بھیجا
گیا ہوں اس سے نفع پایا پس علم حاصل کیا اور سکھلایا اور مثال ہے اُس شخص کی جسنے سر نہ اُٹھایا اور میرا ہدیہ قبول نہ کیا۔ رواہ
فی الصحیحین۔ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مثل اور تم لوگوں کی مثل
ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ لگائی جب اُس کا گرد و نواح روشن ہوا تو کیڑوں پتنگوں نے آگ میں گرنا شروع کیا
اور اُس نے روکنا شروع کیا اور وے اس پر چڑھے آتے اور مُنہ کرکے گرتے جاتے تھے پس الٰہی یہی میری تمہاری مثال ہے کہ
میں تمہاری کمروں کو پکڑے آگ سے مانع ہوں اور کہتا ہوں کہ اس سے بچو اور تم مجھپر غلبہ کرکے اسی میں گرے پڑتے ہو۔ رواہ احمد
والبخاری ومسلم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ولله یسجد من فی السموات الآیہ بعض نے کہا کہ سجود دو قسم ہے ایک اپنے وجود سے اور دوم
قلب سے پس سجود نفس وہ انقیاد الٰہی ہے کہ ہر نفس کو جسواسطے پیدا کیا ہے وہ اسی راہ پر چلتا ہے اور زیادہ عزیز الوجود وہ شخص ہے
جو دونوں وصف سے ساجد ہو پھر حق تعالے عز و جل نے بندوں کو معرض امتحان میں حق و باطل کے وصف سے ممیز فرمایا بقولہ تعالے
قل ہل یستوی الاعمی والبصیر الآیہ اور اس میں اشارہ مراتب حق کے درمیان بھی ظاہر ہو چنانچہ اقرار حق میں جن لوگوں کی چشم بصیرت
دیدار قدم و مشاہدہ انوار ازل سے محروم ہے وہ کیونکر برابر ہوگا ایسے شخص سے جو جمال حق بچشم حق بصفت سرمدیت بدون غاشیۂ
طبیعت و معارضۂ خلقت مشاہدہ کرتا ہے اور نفس کے دو وتاریک کا منظر کیونکر برابر ہو روح کے انوار لطیف سے جو مجلس انس میں
مشارق قدس سے تاباں ہو حالانکہ دونوں میدان عبودیت میں ہیں اور یوں ہے جو بنور روحانی عین مشاہد الیقین میں ہے اس کے
ساتھ گفتگو سے زبانی و استدلالی کا مدعی کیونکر مساوی ہوگا واحق کہ روشن چہرے عارفین کے مقابلہ میں قہریات میں ڈوبے مدعیں کو
کچھ برابری نہیں ہو اور حسن صنعت صانع عجیب ہو کہ نور و ظلمت میں اسقدر التباس موجود ہے شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کو
توفیق عطا ہوئی اور خدمت سے سرفراز ہوا اسکے ساتھ محروم و مطرود برابر نہیں شیخ ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ درحقیقت اندھا وہ ہے
جو مخلوقات سے خالق کو پہچاننے کا مدعی ہوا اور بینا وہ ہو کہ خالق عز و جل سے مخلوق کو پہچانے شیخ استاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ منجملہ
تاریکیوں کے تدابیر پر دل رکھنا اور منجملہ توفیق کے شہود تقدیر کی روشنی میں رہنا ہے اول یعنے تدبیر کو عین تقدیر خیال کرنا چنانچہ
ہو بہیشہ میں یہ اشارہ موجود ہے کہ بعض نے تدبیر کا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ بھی تقدیر ہے۔ قولہ تعالے انزل من السماء ماء فسالت اودیۃ الآیہ
اہل حقائق کے اشارات سے یہ ہے کہ باران رحمت سے تفہیم ہے نزول تجلیات صفات و اسماء و افعال بزمین قلوب اولیاء و اصفیاء پس
جیسے وادی اپنی وسعت کے موافق باران رحمت اٹھاتے ہیں اُنکے قلوب بھی باران رحمت تجلیات بقدر اپنی استعداد کے اُٹھا کر بہتے ہو

[illegible]

معرفت و توحید و کمال میں متفاوت مقامات پر ہوتے ہیں اور جیسے سیول وادی میں زبد ہوتا ہے ان میں علی قدر مراتب صفات
بشریت غلبہ کرتے ہیں اور دیدار غیب سے روکتے ہیں ولیکن جنکو یہ رحمت در حقیقت نصیب ہوئی ہے انپر متواتر باران رحمت
و متواتر نسیم صبا سے یہ اوصاف طبیعت مثل بچپن کے یا ظاہری شدائد و صعوبات یا محبت کی آگ میں جلکر یا خشک ہوکر اڑجاتے
ہیں اور ان کی ہمت عالیہ جاری ہوکر قلوب کو جواہرات حکمت و مشاہدات سے لبریز کر دیتی ہے پس ریا و سمعت و شرک
و شک و نفاق حتے کہ خطرات مذمومہ سے پاک ہوکر بحر مشاہدہ میں صافی ظاہر ہوجاتے ہیں اور یہ سب اس رحمت الٰہیہ کی
برکت سے جو بلا واسطہ و بلا سبب کے ان کے حق میں نازل ازازل ہے اور جیسے باران رحمت آسمان سے بدون سبب کے
جو بندوں کی طرف سے ہو ویسے نازل ہوتا ہے بلکہ محض فیض قدیم ازلی ہے یوں ہی فیوض باطنہ بلا علت و سبب ہیں
کیونکہ نزول رحمت توفیق و القان کے بعد بندہ سے عبادات و طاعات سرزد ہوتے ہیں پس یہ محض فیض قدیم ازلی ہے
جس کی حکمت وہی پاک کا پروردگار عالم الغیب ہے پس اس باران سے آب رحمت ان قلوب میں بقدر وسعت
جاری ہوتا ہے چنانچہ بعض میں بحر الذات سے اور بعض میں صفات اور بعض میں اسماء و صفات و نعوت و افعال سے
پس جو بحر الذات سے ہے وہ موحدین و عارفین و منفردین و متجردین کے قلوب میں جاری ہے اور وہاں سے اوصاف
بشریت سب زائل کر دیتا ہے حتی کہ وہ خود فراموش ہوجاتے ہیں بقا صرف ذات وحدہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور جو بحر الصفات
سے ہے وہ قلوب عاشقین و محبین و مشتاقین میں جاری ہوتا ہے اور وہاں سے اوصاف نفوس و میل کحیل طبیعت کا دور کر دیتا ہے
اسی وجہ سے بے اختیار جذبہ میں وجد کرتے ہیں اور جو بحر نعوت سے ہے وہ قلوب مومنین و مکاشفین میں جاری ہے جس سے غبار
خطرات و ہواجس زائل ہوتا ہے اور دقائق و حقائق پیدا ہوتے ہیں اور جو بحر اسماء سے ہے وہ قلوب مخلصین و متعبدین پر جاری ہے
جس سے وسواس شیطان اور میل بدنیائے فانی زائل ہوتا ہے اور حکمت و فطنت پیدا ہوتی ہے اور جو بحر افعال سے ہے وہ مریدین
کے دلوں پر جاری ہے جس سے شہوات زائل اور حسن معاملات و مراقبات پیدا ہوتے ہیں سبحان اللہ تعالیٰ شانہ کہ اقسام
رحمت سے اقسام قلوب مخصوص ہیں اسطرح کہ ہر قسم رحمت کے واسطے ایک خاص قسم کا قلب متعین فرمایا ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ
علیہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے ایک صاف موتی پیدا کرکے بعین اجمالی ملاحظہ فرمایا وہ حیا سے پانی ہوکر روان ہوا
جس قلب کو اس سے نصیب ملا اُسی کی صفا ہے اور ہر قلب اس سے بقدر وسعت مستفیض ہے اقول یہ قول متوقف رہیگا یہاں تک
کہ وحی الٰہی عزوجل سے اس کا نشان ثابت ہو کیونکہ یہ حال غیب ہے فافہم۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسکے اشارہ میں
بندے کی حالت کا بیان ہے کہ وادی میں جب سیل روان ہوتی ہے تو کسی قسم کی نجاست ہو اسکو بہالیجاتی ہے اسیطرح جب
وہ نور بندہ میں سیلان کرتا ہے جو حق تعالیٰ عزوجل نے اس بندے کی قسمت میں مقدر فرمایا ہے تو نجاسات باطنہ مانند غفلت و
تاریکی وغیرہ کے سب دور ہوجاتی ہیں اور خالص نور رہجاتا ہے جو باقی و اسکے حق میں نافع ہے پس قلب منور ہوجاتا ہے اور
شہوات ناکارہ و خیالات فاسدہ و اعتقادات باطلہ زائل ہوکر اعتقادات حقہ و حقائق ثابتہ روح کے ساتھ باقی رہجاتے ہیں
قال المترجم اگر وہم ہو کہ یہ اشارہ نہیں بلکہ تفسیر ہے تو جواب دیا جاوے کہ نہیں کیونکہ عام تفسیر تو کافروں کے اعتقادات
و اعمال کے بطلان اور مومنوں کے اعتقادات و اعمال کا قیام ہے اور شیخ نے مومنوں میں پھر اس طرح تفصیل بطریق اشارت

نکالی کیونکہ کفر و شرک کی نجاسات انتہا درجہ کی ہین کہ ان کے جلانے کے لیے آتش جہنم لائق ہے اور مومنون کے درمیان
جن کے اعتقاد مین توحید الٰہی آگئی ہوگر غفلات وغیرہ سے نجاسات فسق ہون وہ بھی صاف نہین ہین حتی کہ بعضے ان مین سے
کسی مدت تک آگ سے پاک کیے جاوین گے۔ اور اصل اس مین قولہ علیہ السلام فرش علیہم من نورہ الحدیث یعنے مخلوق کو
خالق عز وجل نے تاریکی مین پیدا کیا پھر ان پر اپنے نور سے چھڑکا پس جسکو اس نور سے حصہ ملا وہ راہ راست پر آیا اور جو
محروم رہا وہ گمراہ ہوا پس اہل ایمان کم و بیش اس نور سے حصہ پائے ہوئے ہین فلیتامل فیہ۔ بعض نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے
انواع رحمت نازل فرمائین اور ہر قلب نے اپنا حصہ پایا پس جو قلب منور بنور توفیق تھا اس مین چراغ توحید
روشن ہوا اور جو مؤید بنور توحید تھا اس مین چراغ معرفت روشن ہوا اور جو منور بمعرفت تھا اس مین چراغ علم و حکمت
روشن ہوا اور جو منور بمحبت تھا شائق ہوا اور جو منور بشوق تھا مقرب ہوا اسیطرح قلوب بقبضۂ قدرت آلٰہیہ مین کہ انوار مشاہدہ
کے لیے ایک حالت سے دوسری حالت پر بدلتے رہتے ہین۔ قولہ تعالےٰ عز وجل ومما یوقدون علیہ فی النار الآیہ۔ اعمال
ظاہری و باطنی و اُن سے حصول معارف غیب کو زمین کے سونا و چاندی وغیرہ فلزات اور گداختہ کرکے زیور و متاع بنانے
کے نتیجہ سے تشبیہ دی گئی پس جسطرح آگ مین گلانے سے میل دور اور اصل صاف باقی رہتی ہے جو کارآمد ہے اسیطرح اعمال
ظاہر و باطن کہ آتش صبر و محبت مین اخلاص کے ساتھ گداختہ ہوکر خواہش و شہوات فانیہ کا میل زائل ہوتا ہے اور شرک و
ریاکاری جو نفس و اغیار سے متعلق ہے زائل ہوکر جو خالص اللہ تعالےٰ عز وجل کے لیے ہے نافع رہ جاتا ہے حتی کہ اگر کسی مومن کے
تمام اعمال ظاہری محض ریاکاری ہون تو اسکے پاس کچھ بھی نہ رہیگا اور اگر باطنی بھی کہ ایمان بھی سوائے اللہ تعالےٰ عز وجل کے کسی
دوسری چیز کی وجہ سے ہو تو ایمان بھی نہ ہوگا لیکن یہ محض نفاق ہے آیا نہین دیکھتے کہ منافقون کے اقوال و اعمال صورت مین مومنون
کے مانند تھے مگر اُن کی نسبت جہنم کی درک اسفل مین ٹھکانا بیان فرمایا ہے کیونکہ ظاہری یا باطنی کوئی عمل اُن کا اللہ تعالےٰ
عز وجل کے لیے نہین رہا اور مسلمانون کو فریب دینا اور حظوظ دنیاوی کو اُس کے ذریعہ سے حاصل کرنا جو غور نظر مین بکثرت
بدحرکات کو شامل ہین اُن کے پاس رہے بخلاف کافرون کے کہ انھون نے کوئی فریب نہین دیا ہے۔ پھر کہا کہ ایسا ہی
حال خطرات کا ہے چنانچہ جو الہام از جانب حق عز وجل ہو وہ قلب مین باقی رہتا ہے اور وسواس نفس و شیطان کو زوال ہے
خصوصًا جبکہ بندہ نے اپنے رب تبارک و تعالےٰ عز وجل سے ہر باطل خطرہ سے پناہ مانگی ہو پس یہ بے اصل خطرات واہیات
بسبب غلبۂ معرفت و محبت کے فورًا زائل ہو جاتے ہین۔ ابن عطا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو احوال صادقہ ہوتے ہین اُن کی
برکت قلب مین ثابت ہوتی ہے اور جو اُس کے سوا ہے ہو وہ زائل اور اس کی کچھ بھی بھلائی دل مین نہین رہتی ہے۔ بعض نے
کہا کہ قلوب بمنزلہ ظروف ہین اور ہر ظرف مین وہ ہوتا ہے بخلاف قلوب کے کہ انکی وسعت سے اللہ تعالےٰ عز وجل آگاہ ہے پس
مثل وادیہائے زمین کے جو حقیر چیز ہے ان قلوب کے وادی ہین پس بعض قلب مین سیل توبہ و استغفار جاری ہے اور
بعض مین سیل ترحم و بعض مین سیل خوف اور کسی مین سیل اُمید اور کسی مین سیل معرفت اور کسی مین سیل انس روان ہے
پھر ہر ایک ان سیول جاریہ مین سے قلب کے اندر اللہ تعالےٰ عز وجل سے قرب پیدا کرتی ہے پس یہ قلوب وہ
ہین جن مین سیول قربت جاری ہین اور علاوہ انکے دوسری قسم کے قلوب ان کے خلاف ہین جنمین سیول لعنت جاری ہین

اور توفیق سے محروم اور شقاق ونفاق کے غار مین گرتے ہین یہان تک کہ مقام اشقیا جہنم پر خاتمہ ہے۔ قال المترجم بعض نے اس کے اشارہ مین کہا کہ دنیا مین جو امور مرغوب و نعمات آلہیہ ہین اُن مین اصفیا کو تحمل اشقیا کرنا پڑتا ہے اور عموماً خلق کو نفع پہونچانا خواہ مومن ہو یا کافر ہو اور حیات فانیہ مین محبت وحلم وآہ وگریہ یاد حق عزوجل سے روح کے لیے زینت ہے اور بغیر اسکے جوہر مصفا نہو گا اور مومن کو ہمیشہ مکروہات پہونچینگے یہانتک کہ پاک صاف جہان سے عالم جاودانی مین عیش کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور کہا جاتا ہو کہ جب دل مین انوار چمکتے ہین تو تاریکی زائل کر دیتے ہین پس یقین سے شک دور ہو جاتا ہو اور علم سے جہالت اور معرفت سے انجان ہونا دور ہوتا ہے اور نور مشاہدہ سے آثار بشریت زائل اور انوار جمع سے آثار تفرقہ زائل ہوتے ہین اور حقائق کے ظہور سے فانی خواہشین دور ہوتی ہین اور جب آفتاب معرفت طلوع کرتا ہے تو دل سے تاریکی کہ کسی چیز کی کچھ تاثیر ہو بالکل زائل ہو جاتی ہے۔ بالجملہ جن قلوب نے نفع پایا اور جو منکر ہوئے انکا انجام بیان فرمایا

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۭ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا

انکے لیے جنھون نے قبول کیا اپنے رب کے واسطے بہت بھلائی کی شے ہو اور جن لوگون نے نہ مانا اپنے رب کے لیے اگر انکے پاس مین ہوتی سب وہ چیز

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ سُوْۗءُ الْحِسَابِ ڏ

جو زمین مین ہے پوری پوری اور اتنی ہی اُسکے ساتھ ہوتی تو اسکو عذاب سے اپنی جان بچانے کا فدیہ دیدیتے یہی لوگ ہین جنکے لیے مقرر ہو بُرا حساب

وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ڏ

اور ٹھکانا اُنکا جہنم ہو اور برا پالنا ہے یہ جہنم

آیت سابق مین اہل حق وسعادت کی اور اہل باطل وشقاوت کی دو مثالین بیان ہوئین بدین معنے کہ اہل سعادت نے ہدایت کا حصہ لیا اور انکے اعمال ظاہر و باطن اُن کے لیے نافع و باقی رہے اور اہل شقاوت نے ہدایت سے کچھ حصہ نہ پایا اور انکے اعمال باطل و بیکار گئے کیونکہ غرض اُن کی دنیا سے فانیہ کے کچھ حظوظ وشہوات تھے جو مرتے ہی زائل ہو گئے اب ان دونون کا انجام آخرت کا بیان فرمایا کہ ہر ایک فریق نے اپنا اپنے لیے کیا کمایا ہے فقال عزوجل۔ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ استجابت بمعنے اجابت یعنے حکم و فرمان کو جو بزبان حضرت رسول رب العالمین محمد صلے اللہ علیہ وسلم آیا اُسکو مانا و قبول کیا اور باب استفعال سے تعبیر فرمانے مین شوق کا اشارہ ہو کیونکہ جیسے استغفار یعنے طلب مغفرت مین بندے کی طرف سے رغبت ہو ویسے ہی ایمان وہدایت قبول کرنا برغبت چاہیے گویا یہ بندے پہلے سے منتظر تھے کہ پکار ہوا اور دوڑین پھر خبر کو مبتدا پر مقدم کیا تاکہ شوق سے دل کی نگاہ رکھو کہ جن لوگون نے رغبت سے قبول کیا اپنے رب کی ہدایت کو اور یہ قبول کرنا خالص رب عزوجل کے واسطے ہوا بدون کسی اور خواہش کے تو اُن کے لیے کیا نعمت ہے وہ نعمت الْحُسْنٰى ہی جمہور مفسرین و ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جنت ہی اور اہل معانی نے کہا کہ الحسنیٰ نہایت خوب منفعت عظمیٰ جسکے ساتھ مضرت کا لگاؤ نہوا ور کبھی اُسکے زائل ہونے کا گمان بھی نہ ہو اور اکرام وعزت کے ساتھ ملے۔ بالجملہ اس نعمت کو الحسنیٰ سے تعبیر فرمایا پس سننے والے متنبہ ہو گئے کہ ہمارا خالق عزوجل دینے والا جو ہم کو پیدا کرنے والا ہے وہ اُس کو حسنیٰ فرماتا ہے تو اُس کی شان اسقدر بڑی و ایسی خوب وعالی ہے کہ ہمارے خیال وقیاس وگمان و وہم سے باہر ہے سراج مین کہا کہ اس مقام پر حسنیٰ کے ساتھ زیادہ نہین فرمایا اسوجہ سے کہ دوسری آیت مین فرما دیا ہے اوّل یعنے قولہ تعالےٰ

للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ۔ اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں ذکر کیا کہ زیادہ کی تفسیر دیدار باری تعالیٰ جل شانہ ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر الصدیق وحذیفۃ بن الیمان وعبداللہ بن عباس وجماعۃ صحابہ رضی اللہ عنہم جن کی تعداد شمار سے زیادہ ہے اور سعید بن المسیب وعبدالرحمن بن ابی لیلیٰ وعبدالرحمن بن سابط ومجاہد وعکرمہ وضحاک وعامر بن سعد وعطار و قتادہ وحسن بصری وسدی ومحمد بن اسحاق وجم غفیر سلف وخلف سے مروی ہے اور بہت احادیث کثیرہ صحیحہ ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور مترجم نے وہاں تحقیق وتوضیح کے ساتھ کلام ذکر کر دیا ہے اور جس کسی فرقہ نے اپنے اوہام وقیاسات کی وجہ سے دیدار باری تعالیٰ کو محال سمجھا اور انکار کیا اُس نے دنیا ہی میں اپنے اوپر کافر ہونے کی گواہی قرآن پاک سے لے لی کیونکہ حق تعالیٰ عزوجل نے فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ یعنی کفار اُس روز اپنے پروردگار سے پردہ میں رکھے جاوینگے یعنی اُن کو نعمت عظمیٰ دیدار نہ ملے گی اور ان آیات کے معنے بدلنا گویا انکار کرنا ہوا۔ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ اور جنھوں نے نہ مانا اپنے رب کے فرمان کو یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنا رسول بھیجا اور قرآن پاک ہدایت اسکے ساتھ کیا مگر اُنھوں نے رسول کو نہ مانا اور قرآن پاک سے انکار کیا اور اپنی رائے میں آخرت کو صحیح نہ جانا اور دنیاوی دولت وپریشان زندگی کے سوائے کسی بےفکر وپاکیزہ زندگی کو نہ مانا اور جملہ عقائد حقیقیہ واخلاق حسنہ سے منہ موڑا یا ظاہر میں کسی دنیا کی دولت کے لیے مانا اور خالص اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے رب کے لیے نہ مانا تو اُنکی انجام کار کی باتیں حالتیں فرمائیں ایک تو یہ کہ۔ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اگر آخرت کے عذاب دیکھنے کے وقت ان کی ملکیت میں ہوتا وہ سب جو زمین میں ہے پورا پورا حالانکہ دنیا میں کبھی انکو حاصل نہ ہوا تھا بلکہ نہایت ہی حقیر بلا تھا جس پر کفر کرنے لگے تھے اور آخرت کے عذاب کے سامنے اگر تمام جو کچھ دنیا میں ہے سب اُن کو ملتا۔ وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ اور اُس کے ساتھ اتنا ہی ملتا۔ لَافْتَدَوْا بِهٖ تو اس دوچند کو دیکر اپنی جان چھڑاتے حالانکہ اُن کو وہاں کچھ بھی نہ ملیگا اور اگر دو چند ملجاتا جب بھی کچھ قبول نہ ہوتا۔ پس یہ بیان ہے کہ جب تک حیات دنیاوی ہے تب تک حقیر خواہش نفس نہیں چھوڑتے اور حقیر متاع دنیا سے منہ نہیں موڑتے حالانکہ یہ سب ان کی ملک سے چھینی نہیں جاتی بلکہ انصاف کے ساتھ اس میں تصرف کرنے کو کہا جاتا تھا اور آخرت میں حقیر کیا بلکہ سب کا مال بلکہ اُس سے بھی دوچند فدیہ دینے پر رضامند ہونگے لیکن حق تعالیٰ عزوجل نے بندگی وعبودیت کی حد اس حیات دنیا تک رکھی ہے پھر کچھ قبول نہ ہوگا۔ اور دوسری حالت یہ ہے کہ۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ اے اصحاب السوء۔ انھیں لوگوں کے حق میں برا حساب ہے۔ بعض نے کہا کہ برا حساب یہ کہ سب گناہوں پر مواخذہ ہو کچھ بخشا نہ جاوے۔ زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اُن کے کفر نے سب اُن کے اعمال ردی وناکارہ وباطل کر دیے۔ یعنی اب بدلا سوائے برائی کے نیکی کچھ نہیں رہا۔ بعض نے کہا کہ سوء الحساب مناقشہ ہے یعنی محاسبہ پورا لیا جاوے قال الحافظ رحمۃ اللہ علیہ یعنی ہر صغیرہ وکبیرہ پر ان سے حساب لیا جاوے اور حدیث صحیح میں ہے کہ جس کسی سے حساب میں مناقشہ ہوگا وہ ہلاک ہو جاوے گا۔ اور تیسری حالت وہ درحقیقت انکا انجام ہے یعنی۔ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان لوگوں کا جہنم ہے۔ علماء نے کہا کہ جیسے لغت میں نجاست کے کیڑے کا ٹھکانا پاکیزگی میں نہیں ویسے ہی یہ لوگ اپنے لائق جگہ پر جاوینگے۔ وَبِئْسَ الْمِهَادُ اور جہنم بہت برا پالنا ہے عجب شان الٰہی ہے کہ جن کا یہ ٹھکانا ہے انکو خوف وعلم نہیں اور جن کا نہیں ہے وہ جانتے ہیں اور خائف ہیں یعنی انبیاء ومومنین کا یہ ٹھکانا نہیں مگر وہ دوزخ کو جانتے اور اس سے

پناہ مانگتے ہیں برخلاف کافروں کے جن کا یہی ٹھکانا ہے۔

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۭ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

بھلا کیا جو شخص یہ جانتا ہو کہ جو اُتارا گیا تجھ پر تیرے رب سے وہ حق ہو وہ شخص مثل اُس شخص کے ہو جو اندھا ہو یہ تو وہی سمجھتے بوجھتے ہیں

اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ وَالَّذِيْنَ

جو عقل والے ہیں ایسے لوگ ہیں کہ پورا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا عہد اور توڑتے نہیں مضبوط قرار کو اور ایسے لوگ ہیں

يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْۗءَ الْحِسَابِ ۝

کہ جوڑتے ہیں وہ جسکا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جوڑا جاوے اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور خوف کرتے ہیں بڑے بُرے حساب سے

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاۗءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا

اور ایسے لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا آرزو میں اپنے رب کے دیدار کے اور قائم رکھی نماز اور خرچ کیا اسمیں سے جو ہم نے

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ

انکو رزق دیا تھا چھپاکر اور کھلے اور دور کرتے رہے نیک کام سے برائی کو یہی لوگ ہیں جنکے لیے

عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ

آخرت کا گھر ہے باغ تر و تازہ ہیں ہمیشہ قیام کے جنمیں داخل ہونگے یہ خود اور جو کوئی صالح ہوا انکے باپ دادوں میں سے اور انکی بیویاں

وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ

اور بال بچے اور اُن کے پاس آوینگے فرشتے ہر دروازہ سے سلام علیکم یعنے

بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝

تم پر سلامتی ہو عوض اُسکا جو تم نے صبر و عزیمت کی اب دیکھو آخرت کا گھر کیسا اچھا ہو

اوپر کی آیات میں جو انجام کفر کا بیان فرمایا ولیکن کافر بسبب جہل کے نہیں جانتا اور آیات و دلائل سے عبرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ چشم بصیرت سے اندھا ہے ولیکن بینا کو یقین منور کرتا ہے لہذا فرمایا۔ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ کیا جو شخص جانتا ہو یہ بات کہ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ جو اُتارا گیا تجھ پر تیرے رب کی طرف سے حق ہے اس میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے پس وہ سب نصیحتوں پر ایمان لاکر نیک اعمال کرتا ہے۔ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى مانند اس شخص کے ہے جو بصیرت سے اندھا ہے یعنے ہرگز نہیں۔ روایت ہے کہ نزول اُس کا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ابن عبد المطلب اور ملعون ابوجہل کے حق میں ہوا یعنے حمزہ رضی اہل علم و یقین و معرفت سے ہیں اُن کے ساتھ ابوجہل جاہل منکر کی کچھ برابری نہیں ہے۔ اور خازن رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آیت کے معنے عام ہیں اگرچہ سبب خاص ہو۔ حاصل یہ کہ جو کوئی حق کو دیکھتا و اس کی اتباع کرتا ہے وہ برابر نہیں ہے اُس شخص کے جس کو حق نظر نہیں آتا اور بدراہ چلتا ہے۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ انھیں کو نصیحت نفع دیتی ہے جو اصحاب عقول ہیں کیونکہ جاہل بے عقل ناسمجھی سے راہ نہیں پاتا بلکہ گمراہی کو راہ سمجھتا ہے اور اہل عقل معنی کو سمجھتے اور بصورت سے معانی کو اور پوست سے مغز کو حاصل کرتے ہیں پھر اہل عقل کی شناخت و اُن کا مرتبہ بیان فرمایا۔ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ الخ

لوگ ہین کہ جو پورا کرتے ہین اللہ تعالے عزوجل کا عہد یعنی جو اللہ تعالے کی ربوبیت کا اقرار اپنے اوپر کیا اور اللہ تعالے عزوجل نے
رسول بھیجے اور کتابین نازل فرمائین اور ان مین عہد طاعات بجا لانے و نافرمانی سے باز رہنے کے لیے ہین سب عہد
الٰہی تعالے پورا کرتے ہین۔ وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيْثَاقَ اور توڑتے نہین عہد کو خواہ خالص اللہ تعالے عزوجل کے
ساتھ ہو یا بندون کے ساتھ ہو خواہ نذر ہو یا قسم ہو۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے عزوجل کے عہد و
میثاق کی پابندی کو قرآن پاک مین کچھ اوپر بیس جگہ ذکر فرمایا ہے۔ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ
يُّوْصَلَ اور وہ لوگ ہین جو ملاتے ہین وہ چیز جسکے ملانے کا اللہ تعالے عزوجل نے حکم دیا ہے۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ
مراد صلۃ الرحم ہے یعنی پیٹ سے پیدائش کا ناتا جس حد تک ہو اُس کو قطع کرنا حرام اور اس کو ملانا ثواب ہے اور بعض
احادیث مین قطع رحم کبیرہ گناہ ہے وفی الحدیث صلوا الارحام وافشوا السلام الحدیث یعنی لوگون کو مدینہ مین جو
نصیحت شروع فرمائی از انجملہ فرمایا کہ ناتون کو ملاؤ اور آپس مین جان پہچان ہو یا انجان ہو سب کو سلام کہو یعنی تم پر اللہ تعالے
عزوجل کی سلامتی و رحمت رہے۔ اور حدیث مکارم اخلاق مین ہے کہ صل من قطعک الحدیث یعنی تیرا ناتے والا اگر ناتا کاٹنا چاہے تو
اُس سے مل۔ حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ رحم
لٹکا ہوا ہے عرش الرحمن سے دعا مانگتا ہے کہ جو مجھے ملاوے اللہ تعالے عزوجل اُسکو ملاوے اور جو مجھے قطع کرے اللہ تعالے عزوجل
اُس کو کاٹ دے۔ واضح ہو کہ الرحمن باری تعالے کے اعظم اسماء صفات سے ہے اور الرحم اس سے مشتق ہے اور عبد الرحمن بن عوف نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث قدسی مین روایت کی کہ حق تعالے عزوجل فرماتا ہے کہ جس نے رحم کو ملایا مین اُسکو ملا دونگا
اور جس نے کاٹا مین اُسکو کاٹ دونگا۔ اقول ایسے احادیث مین فضیلت زبان عربی کی ظاہر ہے اور عرب نسل جہان جہان ہے
اُن کی صحت نسب کی دلیل یہ ہے کہ باہم کنبہ و ناتے والے میل جول سے ہون اور اگر چھوٹا ہوئی تو نقص کی دلیل ہے۔ اور ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کی جسکو اچھا معلوم ہو کہ اللہ تعالے عزوجل اُسکے رزق مین فراخی دیوے اور اسکے اثر مین تاخیر
فرماوے تو اسکو چاہیے کہ ناتا ملاوے۔ علماء نے کہا کہ اثر مین تاخیر سے مراد اُس کی عمر مین زیادتی ہے یعنی اگر صلہ رحم کرے تو اسکی
عمر اسقدر دراز ہو۔ سراج مین لکھا کہ یہی مشہور ہے کہ فی الحقیقہ عمر مین زیادتی ہو جاتی ہے اور بعض نے کہا کہ متبرک طریقہ
سے عمر گویا زیادتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مراد ہے کہ اُسکے آثار خیر دیر تک قائم رہینگے گویا وہ زندہ ہے اور شاید اُسکے
نسل دیر تک قائم رہنی مراد ہو۔ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے مرفوع روایت ہے کہ مکافی واصل نہین بلکہ واصل وہ ہے کہ
اُس سے ناتا کاٹا جاوے اور وہ ملاوے اور روایت ہے کہ قیامت مین رحم عرض کریگا کہ اے میرے رب مین قطع کیا گیا اور
امانت کہیگی کہ اے رب مین چھوڑ دی گئی اور نعمت کہیگی کہ اے میرے رب میری ناشکری کیگئی۔ فضیل بن عیاض کے پاس ایک جماعت
حاضر ہوئی آپ نے پوچھا کہ تم کہان کے ہو بولے کہ خراسان کے فرمایا کہ اے لوگو اپنے رب سے تقوے اختیار کرو چاہے جہان کے ہو اور
آگاہ رہو کہ اگر کوئی بڑا نیکوکار پورا بجا لاوے مگر اُسکے گھر مین ایک مرغی تھی اُسکے ساتھ بُری طرح پیش آتا تھا یعنی اچھی طرح پرداخت نہ کرتا تو وہ
محسنین مین سے نہین ہو سکتا۔ مسئلہ۔ کافر ناتے دارون سے صلہ رحم مین ثواب ہے اگرچہ وے لوگ اسلام سے لڑتے ہون مگر نقد روپیہ و
ہتھیار ایسے ناتے دارون کو نہ دیوے جو اسلام سے قتال کرتے ہون۔ دقیقہ جنگ بدر مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قریش کو پیش قدمی

کرنے دی تو اسوجہ سے نہ تھا کہ ہمارے ہان تاخیر کی بلکہ ان لوگون سے قرابت رحم تھی اول انھون نے آپ سے کفر کیا پھر نکالا پھر قتل پر
آمادہ ہوئے پھر واضح ہو کہ یہ سب اس صورت مین ہے کہ ما امر اللہ بہ ان یوصل۔ سے مراد خاص صلۃ الرحم ہو اور شیخ حافظ امام
رحمۃ اللہ علیہ نے عام اختیار کیا یعنی اہل قرابت سے میل رکھے اور انپر احسان کرے اور فقیرون و محتاجون سے حسب وسعت
سلوک کرے اور امر معروف سب کے ساتھ پھیلا دے۔ اور یہی ارجح ہے کہ ہر چیز جسکے میل کا اللہ تعالے نے حکم کیا سب مراد ہین
اور رحم کا ملانا اقوی ہے اور از انجملہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت ملانا اور تمام مومنون سے برادرانہ میل رکھنا اور حسب
مقدرت انپر احسان کرنا اور ان کی مددگاری کرنا اور ان سے برائی دور رکھنا اور انپر شفقت کرنا اور سلام کا افشا کرنا یعنے ہر
مسلمان اجنبی ہو یا جان پہچان ہو اسپر دعا دینے کے طور پر سلام کرنا اور مریضون کی عیادت کرنا اور دوستون و نوکرون و پڑوسیون
اور سفر کے ساتھیون سے مراعات رکھنا اور مانند اسکے جسطرح شرع نے حکم دیا ہے انمین واجب و سنت و مستحب سب داخل ہین
ولیکن امر وصل جو آیت مین ہے اگر حقوق واجبہ پر محمول ہو تو واجب بطریق وجوب موکد ہونگے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
مرفوع روایت ہے کہ نیکی کرنا احسان سے اور رحم ملانا دونون سے قیامت مین حساب مین تخفیف ہوتی ہے رواہ الخطیب و
ابن عساکر۔ بالجملہ اہل عقول وہ ہین کہ عہد آدمی ایمان و طاعات کا عہد بندگان پورا کرتے ہین اور منجملہ عہد کے صلہ رحم ہے کہ اسکو
جوڑتے ہین توڑتے نہین۔ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ اور باوجود اسکے اپنے رب سے ڈرتے ہین اور یہ خوف اول تو یہ کہ عہد شکنی وغیرہ کا
گناہ سرزد نہ ہوا اور جب اسوقت تک پورا ہوا تو دم موت تک لغزش کا خوف اور جیون جیون عہد پورا ہوتا جاتا ہے یہ خوف کہ جسکو پورا
سمجھا ہین کہان تک نقصان ہے جو لاعلمی سے نہ سمجھے ہون پھر اس پورے ہونے کا شکر ادا نہونے کا خوف کیونکہ اللہ تعالے عزوجل نے
توفیق دی اور اس کو اعمال حسنہ کا کمانے والا بنا دیا پس حمد و ثنا اُسی کے لیے ہے پھر حق تعالے عزوجل کے استغنا کا خوف کہ
تمام مخلوقات اُس کی پاک شان کے آگے ذرہ سے حقیر ہین اور قلوب اُس کے قبضہ قدرت مین ہین اور مالک خالق وہی ہے پس
آخر اس فناگاہ سے فانی کرنے زندگی جاوید عطا کرنے تک اپنی مرضیات پر ثابت رکھے اور جو نقص ہوئے ہین ان کو عفو فرما دے۔ وَ
يَخَافُونَ سُوْءَ الْحِسَابِ اور ڈرتے ہین حساب کی برائی سے یعنے اُن کے نامہ اعمال مین ایسی بے ادبی نہ ہو جس سے ان اعمال
ناکارہ کی وجہ سے مواخذہ سخت ہو تو ضرور بالضرور اس کا انجام ہو جیسے مثلاً اپنی طاعات پر عُجب کی نظر دوڑائی کیونکہ یہ سب تو
اللہ تعالے عزوجل کی توفیق و رحمت سے ہوا تھا جس کا شکریہ ادا کرنے کے واسطے قدرت و طاقت نہین پائی تو بجائے اسکے اپنی
شان کا خیال ایک کفران نعمت ہو پس محاسبہ سخت ہوا بخلاف اس کے جس بندے نے عقل پائی اور اللہ تعالے عزوجل کی نعمت کا
شکریہ ادا کرنے سے عاجز یقین کر کے مغفرت چاہی کہ اے رب میرے اپنے فضل سے بخش دے اور مین حساب سے خوف کرتا ہون۔ کیونکہ
حساب مین سراسر میرا قصور ہی قصور ہو گا کیونکہ سب تیرا فضل ہی فضل تھا پس مین حساب کے مناقشہ سے پناہ مانگتا
ہون اور امیدوار ہون کہ اپنے دائمی فضل سے بخشدے۔ ان سب باتون مین نفس امارہ سرکشی کرتا اور ان باتون کو گران سمجھتا ہو
کہ سب کچھ کیا پھر تو سمجھتا ہے کہ نہین نہین سراسر قصوروار ہون اور اب بھی فضل کا امیدوار ہون تو نفس دلگیر ہوتا ہو یہانتک
کہ عقل نورانی اپنا جلوہ دکھلائے اور بندہ اپنے مولے عزوجل کی صفات پاک کی معرفت بفضل الٰہی تعالے پاوے تو نفس مطیع ہو جاتا
ہے اور ہر محنت پر صبر کر کے رضوان الٰہی کا امیدوار ہوتا ہے کما قال عزوجل۔ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا۔ اور جن لوگون نے

صبر کیا اپنے شفقت و پابندی شرائع عبودیت پر داشت کرلینے میں بوجہ مخالفت نفس کے تحمل کیا۔ اِبْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ یا مید
دیدار اپنے رب جل شانہ کے یعنی نفس پر گرانی موافق احکام عبودیت اسے شرع کے اٹھانے میں خالص غرض انکی رضوان
پروردگار ہے۔ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور ٹھیک وقت و ٹھیک آداب سے نماز ادا کی۔ یعنے اعتقادات صحیح حقہ کے ساتھ
ساتھ طاعات ٹھیک ادا کی اور نماز میں بندہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اُس کی عظمت و جلال کے سامنے خوف
اور اُس کی رحمت کے سامنے امید مع رعایت آداب سنت کے ٹھیک رکھتا ہے اور کسی چیز کی محبت اُس کے سوا نہیں رکھتا
وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ اور خرچ کرتے ہیں اُس چیز سے جو ہم نے انکو نصیب کیا۔ سِرًّا خفیہ پوشیدہ وَّعَلَانِيَةً
اور علانیہ ظاہر میں۔ مسئلہ۔ زکوٰۃ کے بارہ میں فقہاء نے کہا کہ علانیہ دیوے تاکہ تہمت نہ ہوا ور جو کوئی نہ دیتا ہو اُس کو
نصیحت و رغبت حاصل ہو۔ مسئلہ۔ صدقات سوائے زکوٰۃ کے کہا گیا کہ اس زمانہ میں اولیٰ یہ ہے کہ علانیہ دیوے
تاکہ دوسروں کو رغبت ہو بشرطیکہ ریاکاری نہ ہو لیکن جو خوف ہو تو صواب یہ ہے کہ خفیہ دیوے کیونکہ حدیث میں اسکی بہت
فضیلت وارد ہے کہ صدقہ اس طرح دے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو کہ دائیں نے دیا۔ اور واضح ہو کہ بعض حدیث سے ثابت ہے کہ آدمی کا
عمل نیک ہو یا بد ہو ظاہر ہو جاتا ہے اور قولہ تعالیٰ عزوجل قل اعملوا فسیری اللہ عملکم ورسولہ الآیہ میں تفسیر گذری پس صواب
وہی ہے کہ صدقہ خفیہ کی نظر ہو اسی طرح عمل کرے۔ اور بعض نے کہا کہ خفیہ سے صدقات نفل مراد ہیں اور علانیہ سے زکوٰۃ فریضہ
مراد ہے۔ وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اور دفع کرتے ہیں حسنہ کے ساتھ السیئۃ بدی کو مثلاً کسی نے اُن پر
جہل سے سختی کی تو انہوں نے علم و حلم کے نیکی کے ساتھ دفع کرتے ہیں اور ایذا دہی پر صبر کرتے ہیں چنانچہ حدیث ہے کہ جس نے تیرے ساتھ
بدی کی تو اس سے نیکی کر۔ اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کہ لوگوں سے میل جول رکھتا اور انکی ایذا پر صبر کرتا ہے وہ بہتر ہے بہ نسبت
اسکے جو لوگوں سے نہیں ملتا اور نہ انکی ایذا پر صبر کرتا ہے جس شخص نے خالق عزوجل کے معنے سمجھے یعنے حضرت باری تعالیٰ کی صفت
خالق ہونے کو پہچانا و یقین کر لیا وہ ایمان پر ہو گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کی طرف سے اُس کے حق میں بدگوئی کا جواب
اُس کی طرف سے نیک کلام سے ہو۔ حسن بصری رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ اُس کی شان یہ ہو کہ اگر لوگوں نے اُسکو محروم کیا اور
اُسنے دیا اور لوگوں نے اُس پر ظلم کیا اور اُسنے معاف کیا اور لوگوں نے اس سے رحم و مودت قطع کی اُس نے ملایا۔ حکایت ہے کہ شقیق بلخی رحمہ اللہ
تعالیٰ کے عبداللہ بن المبارک کے پاس آئے اور اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا۔ انھوں نے پوچھا کہ کہاں کے رہنے والے ہو جواب دیا کہ بلخ کا ہوں
چونکہ آپ شقیق بلخی سے واقف تھے تو پوچھا کہ تم شقیق بلخی کو پہچانتے ہو کہا کہ ہاں آپ نے پوچھا کہ اُسکے لوگوں کا کیا طریقہ ہے جواب دیا
کہ اگر اللہ تعالیٰ عزوجل نے انکو نہ دیا تو صبر کیا اور جب دیا تو شکر ادا کیا تو ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے کتوں کا
بھی یہی طریقہ ہے۔ پوچھا کہ یا حضرت پھر کیا طریقہ ہونا چاہیے فرمایا کہ کامل وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ عزوجل نے اُنکو دیا
تو شکر ادا کیا اور جب عطا کیا تو خیرات کر دیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے عقبیٰ کا
گھر یعنے وہاں عیش سے زندگی بسر کرنا انہیں کا حق ہے جنہوں نے دنیا کا گھر چھوڑا اور اس میں نفس کے حظوظ سے منہ موڑا اور فی
الحدیث اللھم لا عیش الا عیش الآخرة فاغفر الانصار والمہاجرۃ۔ اے رب میرے عیش نہیں مگر وہی آخرت کا عیش پس
تو بخش دے ان بندوں کو جنہوں نے تیری رضا کے لیے ایمان لاکر تیرے رسول و اُس کے ساتھ والوں کو ٹھکانا دیا اور مدد کی

اور سختی سے ان بندوں کو جو گھر بار چھوڑ کر تیرے رسول کے ساتھ ہو لئے۔ ایک جماعہ علماء نے بہت وضاحت سے عقل کی بات عاقلوں کو سمجھائی کہ دنیا میں ہر عیش مکدر ہے کم سے کم ہر شخص کے سامنے یہ درپیش ہے کہ آخر فنا رہے اور عیش وہی جس میں روز بروز ترقی کی خوشی اور کسی طرح زوال وغیرہ کا خیال وملال نہ ہو پس اولوا الالباب یعنے عاقلوں نے اس دار محنت وفنا یعنے دنیا کو اس قابل نہیں پایا تو دار آخرت کو اپنے رب کریم سے چاہا پس اُس نے اپنے فضل سے اُن کو عقبی الدار عطا کیا بخلاف کافروں کے کہ وہ بھی ضرور عقبیٰ ہی چاہتے ہیں لیکن انہوں نے دنیا کا گھر اختیار کر لیا ہے تو اُن کو عقبیٰ میں جہنم ہے پس معلوم ہوا کہ عقبی الدار سے یہاں مراد عیش کا گھر ہے جس کا بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ جَنّٰتُ عَدْنٍ باغ ہیں اقامت کے اس قدر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اس آلائش کے جہاں میں ایسے مکانات ہیں جن پر جنات صادق آتا ہے اور ان کا قیاس اس دنیا کے کھنڈل پر نہیں ہو سکتا اور جس نے یہ زعم کیا کہ وہاں باغ وغیرہ نہیں بلکہ روحانی خوشی ہے اُس نے کفر کیا بلکہ وہ باغ ہیں جنکی خوبی وعمدگی قیاس سے باہر ہے کیونکہ قیاس وحواس تو دنیا واسکی چیزوں سے تجاوز نہیں کر سکتے ہیں ولیکن عقل جانتی ہے کہ قدرت الٰہی تعالیٰ نہایت اکمل وغیر متناہی سے بڑھکر ہے پس جیسے اسکو دار آخرت پر یقین ہے ویسے ہی اُس کی نعمتوں پر یقین ہے کہ بلاشبہ صحیح ہے جو حق تعالیٰ عزوجل نے فرمایا کہ وہاں انکی اقامت کے لیے جنات ہیں۔ یَدْخُلُوْنَهَا جن میں داخل ہونگے یہ لوگ عاقل نیکوکار جنکے اعمال واقوال کا اوپر بیان فرمایا ہے اور دنیا چھوڑنے والے کے یہی اعمال ہیں اور یہ نہیں کہ ایک گوشہ میں بیٹھ جاوے اور نہ کھاوے نہ کماوے بلکہ جو افعال ان عقلاء کے بیان فرمائے ہیں کہ جنکا خلاصہ ٹھیک شرع وسنت پر چلنا ہو پس یہی دنیا کو چھوڑ کر آخرت اختیار کرنا قرار دیا گیا ہے جنکے ساتھ فضل الٰہی سے جنت میں داخل ہونگے اور اُن کے طفیل میں اللہ تعالیٰ انکے عزیز واقارب پر بھی فضل کریگا چنانچہ منصوص آگاہ فرمایا کہ یہ خود داخل ہونگے۔ وَمَنْ صَلَحَ اور اُن کے ساتھ ہر وہ شخص جو صالح ہوا۔ مِنْ اٰبَآئِهِمْ اُن کے باپ دادوں میں سے جنکی پشت سے یہ پیدا ہوئے ہیں اور مراد اس سے ماں وباپ ودادی دادا وغیرہ سب اونچے درجے کے ہیں پس وہ لوگ بہت خوش نصیب ہیں جنکی اولاد پوتے پڑپوتوں میں سے کوئی شخص عالم عاقل متقی پرہیزگار پیدا ہووے جس کے طفیل میں اللہ تعالیٰ عزوجل اُن کو بھی سب کو جنت میں داخل کرے۔ وَاَزْوَاجِهِمْ اور اُن کے ساتھ داخل ہونگی اُن کی ازواج۔ یعنے جورویں پس وہ عورتیں خوش نصیب ہیں جن کو صالح خاوند دیا جاوے۔ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اور اُن کی ذریات یعنے جو اُن کی پشت سے پیدا ہوئے یعنی اولاد و پوتے و پرپوتے اور یہاں تک ہوں پس وہ لوگ بھی خوش نصیب ہیں جنکے باپ دادوں دیجاؤں میں سے کوئی عالم متقی گذرا ہو۔ قال المترجم جیسے اس گنہگار کے عم مکرم حضرت مولانا سید عبد الرحمٰن نادعلی قدس سرہ عالم عامل حاجی حافظ مجاہد فی سبیل اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ المتوفی سنہ ود ۱۲۹۰ ہجری گذرے ہیں۔ معراج میں لکھا کہ مقصد یہ ہے کہ ان متقی بندوں کے بزرگ اونچے درجہ کے اور عزیز اور اولاد جہاں تک ہوں نیچے درجے کی اور یہاں سب اُن کے ساتھ لاحق کر دی جاوینگی اگرچہ انکے اعمال ویسے نہ ہوں پس یہ انکے واسطے کرامت ہے کہ دار محنت میں جدائی کی بے طرح تکلیف اٹھائے تو وہاں مجتمع ہو کر اپنے حالات دنیا کا تذکرہ کرینگے اور عتاب وعذاب سے خلاص پانے اور نعمت جنت عطا کیے جانے پر اللہ تعالیٰ عزوجل کا شکر ادا کرینگے۔ اور آیت میں دلیل ہے کہ شفاعت سے او بطفیل دوسرے کے آدمی کا درجہ بڑھ جاتا ہے اور آخرت میں ناتے دار کام آتے ہیں۔ ولیکن واضح رہے کہ بزرگ تقی کے ساتھ جو لوگ لاحق کیے جاوینگے وہ ہر ناتے دار نہ ہوگا

بلکہ جو صلاحیت رکھتا ہو بدلیل قولہ من صلح من آبائھم ۔ اور اس سے صاف معلوم ہو گیا کہ خالی نسب و ناتا کافی نہیں بلکہ اُس کے ساتھ صلاحیت بھی ہونی چاہیے اور صلاحیت سے مراد اصطلاحی معنے نہیں ہیں کیونکہ جو کوئی خود صالح ہو وہ بفضل الٰہی سبحانہ تعالے جنت میں داخل ہوگا اگرچہ بلند درجہ کسی اپنے آبا و اجداد یا اولاد کے طفیل میں پاوے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسکی تفسیر میں کہا کہ من صلح یعنی جس نے تصدیق کی اس سب کی جسکی اولوا الالباب نے تصدیق کی ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد یہ ہے کہ ایمان و یقین ٹھیک ہوا اگرچہ اعمال ویسے نہوں ۔ اور اس کا خاصل یہ ہے کہ اہل کرامت کے ناتے و رشتہ والوں میں سے جو کوئی ظاہر و باطن میں مشرک نہوا اور اُس کے مجموعی اعمال ایسے ہوں کہ اللہ تعالے عفو فرما دے اور وہ لائق جنت کے قرار پایا ہو وے تو وہ ساتھ کر دیا جائیگا لہذا جو لوگ کہ اپنے بزرگوں کی بزرگی کا فخر کرتے ہیں اور خود منافقون و مشرکوں میں شامل ہیں وہ محض احمق ہیں اور اُن کا قلب جب اس درجہ حماقت میں پڑا ہے جسکو مراد ذی عقل و الاذ موم کہتا ہے تو وہ اولوا الالباب کے ساتھ کیے جانے کے لائق ہونے کا دعوی کیونکر کرتا ہے اور جو لوگ منافق و مشرک نہیں مگر اپنے اعمال میں مخلوط ہیں اور باوجود یقین آخرت کے ہر حال میں ہراسان اور اللہ تعالے سے استغفار کرتے رہتے ہیں امید ہے کہ اللہ تعالے عزوجل انکو بخشدے اور دے اولوا الالباب کے ساتھ کیے جانے کے لائق ہوں ۔ اے رب ہمارے اے ارحم الراحمین ہم کو اپنے فضل سے اس لائق کر دے انت مولانا نعم المولے و نعم الحبیب ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے انکا قول مروی ہے کہ جنت میں ایک قصر کو عدن کہتے ہیں جسکے گرد بروج و باغات ہیں اس میں فقط نبی یا صدیق یا شہید داخل ہوگا ۔ اور ضحاک رح نے کہا کہ عدن مدینہ جنت جسمیں فقط انبیاء و صدیقین و شہداء و بادشاہ و عالم عادل جاوینگے اور باقی جنتی لوگ اُس کے گرد ہونگے رواہ ابن جریر رح اور لکھا کہ من صلح یعنی جو جنت میں داخل کیے جانے کے لائق ہو ۔ اور معالم وغیرہ میں کعب احبار کا قول قریب اسکے مذکور ہے قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جنات عدن وسط جنت ہے جسپر عرش الٰہی ہے یعنے جیسے زمین کی چھت آسمان ہے اور اسی طرح جنت عدن کی چھت عرش ہے ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سب سے اعلی طبقہ ہے ولیکن صحیح بخاری میں حدیث روایت ہے کہ جب تم لوگ اللہ تعالے عزوجل سے مانگو تو فردوس مانگا کرو کہ وہ جنات کے وسط میں اعلی ہے اور اسپر عرش الرحمن ہے اور اسی سے جنت کی نہریں جاری ہیں اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنات عدن درمیان جنت ہے مترجم کہتا ہے کہ فردوس تو سب سے اعلی ہے اور اسکے زیریں طبقات جنات عدن ہیں پس جملہ روایات درحقیقت متفق ہیں ۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ اولوا الالباب کے واسطے خاص کرامات وسط جنت میں اور خاص کرامت یہ ہوگی کہ انکے طفیل میں جو انکے قرابت و رشتہ والے جنتی ہونگے وہ انکے ساتھ جنات عدن میں رکھے جاوینگے اگرچہ خود انکے اعمال اس لائق نہوں ۔ اور واضح ہو کہ جس مومن کا کوئی ناتے والا ایسا نہ ہو تو وہ جس بزرگ سے محبت رکھتا ہو اُسکے ساتھ ہوگا اگرچہ اُسکے اعمال ایسے نہوں ولیکن یہ شرط یہاں بھی ہے کہ وہ باطن و ظاہر میں مشرک و منافق نہو بلکہ اسکا یقین سب باتوں پر پورا ہو اور جنتی ہونے کے لائق ہونے سے بفضل الٰہی جنت میں داخل کیا جاوے ۔ اور واضح ہو کہ اشارات آیات سے ظاہر ہے کہ ایمان و یقین کے آثار میں سے یہ ہے کہ مومن کو آخرت مرغوب و مختار ہو اور دنیا کو فقط طاعات و عبادات و علم وغیرہ حاصل کرنے کے لیے مرغوب رکھتا ہو اللھم ربنا اجعلنی من المومنین وانت ارحم الراحمین ۔ مسئلہ بیبیاں بھی اپنے نیک خاوندوں کے ساتھ بلند درجہ پاوینگی اگرچہ جنتی ہوں ۔ مسئلہ اگر ایک عورت نے کئی خاوندوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا ۔ تو جواب دیا گیا کہ صریح اسکا حکم مذکور نہیں ہے ولیکن استنباط کیا گیا کہ

جسکے نکاح مین مری یا جس سے آخری نکاح تھا اُسکے ساتھ ہوگی اور اگر خود عورت اُس سے بڑھکر ہو تو کہا گیا کہ مرد جنتی اُسکے طفیل مین ہوگا ورنہ اللہ تعالےٰ علیم ہو اور مسئلہ کا حکم حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ کے قصہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو طلاق دینی چاہی تو انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے رہنے دیجیے کہ مین بھی آپ کی بیبیون مین حشر کیجاؤن۔ اور واضح ہو کہ اس قصہ کے واقعہ سے فقط حضرت ام المومنین سودہ رضہ کو ثواب عظیم ملا کیا اور نہ طلاق کا وقوع نہوتا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیان تمام مومنین کی مائین اور دنیا و آخرت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیبیان ہین۔ اور اس سے یہ بھی نکلا کہ آخرت کے لیے آخری نکاح و حالت کا اعتبار ہے کیونکہ حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہا اکابر مہاجرین مین سے ہین باوجود انشاء اللہ تعالےٰ اُن کے جنتی ہونے کے حکم زوجیت کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ جاننا چاہیے کہ بعض روایات مین آیا کہ جنت عدن مین ابواب کثیرہ ہین اور دلالت کرتا ہے اس پر قولہ تعالےٰ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔ اور ملائکہ اُنکے پاس ہر دروازہ سے داخل ہون گے۔ یہ کہتے ہوئے۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ سلامتی ہو تم پر یا تم نے آفات نفس و شیطان و جملہ قہریات سے سلامتی پائی اور دنیا پر پھر وساکہین کیا اور یہ بڑا فضل ہوا اور اب تو دائمی سلامتی ہے۔ بِمَا صَبَرْتُمْ بسبب تمھارے صبر کرنے کے دنیا مین ایسے طریقہ پر جو نفس کو بہت شاق تھا اور اللہ تعالےٰ عزوجل کو محبوب تھا یا بدلے مین اپنے صبر کے۔ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ پس کیا اچھا ہے عقبی کا گھر۔ یعنے دار دنیا سے دار عقبی کو دیکھو نعم المولےٰ و نعم الدار مولےٰ عزوجل راضی کہ کبھی خشمناک و ناراض نہوگا اور دیار ایسا کہ کبھی دنیا مین خیال مین نہ آتا تھا صرف عقل سے یقین کیا گیا تھا۔ یا اللہ تعالےٰ عزوجل نے دنیا کے عقب مین جو تم کو گھر دیا وہ کیا اچھا ہے۔ ف اول ملائکہ کا داخل ہونا دلیل ہے کہ جو حالت جسمانی تاریکی اور پردہ مین اسوقت ہے وہ وہان نہوگی بلکہ پاکیزگی ہوگی جس سے ملائکہ کو خوب دیکھینگے۔ دوم ملائکہ اُن کے پاس مبارکبادی اور انس و خوشی کے لیے آوین گے اور شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابتدا مین داخل ہونے کے وقت ملائکہ ہر طرف سے مبارکباد کو آوین گے اور جمل رح نے حاشیہ مین کہا کہ یہ قید مین نے کسی اور مفسر کے کلام مین نہین پائی بلکہ اُن کا کلام دلالت کرتا ہے کہ اول بار کی قید نہو۔ و مترجم کہتا ہو کہ میرے نزدیک اصح یہی ہے جو شیخ سیوطی رح نے کہا جیسا کہ دوسری آیات سے خود ظاہر ہوتا ہو اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ سوائے اول بار کے ملائکہ نہ آوین گے پس صاف کلام یہ ہو کہ اس آیت مین جو ملائکہ کا آنا اسطرح مذکور ہو اُس سے مراد یہ ہو کہ جب یہ لوگ اپنے جنتی اہل و عیال سمیت جنت مین داخل ہونگے تو ملائکہ ہر طرف سے انکی مبارکباد کو آوینگے کیونکہ مبارکباد اول ہی مرتبہ معقول ہے پھر اکثر اوقات آیا کرینگے اور یہ آنا اللہ تعالےٰ کیطرف سے نعمتون کو لانا ہوگا جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا کہ دن مین تین مرتبہ آوینگے اور اصح وہ ہو جو بعض محققین کے کلام سے ظاہر ہو کہ اللہ تعہ کی نعمتون کا شمار نہین ہو تو ملائکہ کے آنے و نعمتین لانے کا بھی شمار و عدد نہین ہو اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ قال الامام احمد حدثنا ابو عبد الرحمن حدثنی سعید بن ابی ایوب حدثنا معروف بن سوید الجذامی عن ابی عشانۃ المعافری عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص عن رسول اللہ صلعم انہ قال ہل تدرون اول من یدخل الجنۃ الحدیث یعنی تم جانتے ہو کہ جنت مین پہلے کون داخل ہوگا اللہ تعہ عزوجل کی مخلوق مین سے صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ تعہ و اسکا رسول بہتر جانتا ہو فرمایا کہ اول فقراء مہاجرین داخل ہونگے جنسے ثغور مسدود کیے جاتے اور جنکے ذریعہ سے مکروہات سے بچاؤ کیا جاتا اور ان مین کا آدمی مرجاتا اور اسکی حاجت اُسکے دل ہی مین رہجاتی اُسکو

سـ ع بما صبرتم فنعم عقبى الدار

پورا نکر سکتا تھا۔ اللہ تعالےٰ عزوجل اپنے ملائکہ میں سے جنکو چاہے گا فرما دیگا کہ انکے پاس حاضر ہو کر تحیہ وسلام دو ملائکہ عرض کرینگے کہ اے رب ہم تیرے مخلوق وہ ہیں کہ آسمان میں بسائے گئے اور مخلوقات سے چھانٹے گئے تو ہمیں کو حکم ہوتا ہے کہ جا کر ان لوگوں کو سلام کریں (یعنی ہم یہاں ممتاز مخلوق تھے اور یہ لوگ اب وارد ہوئے تو یہ آکر ہم کو سلام کرتے پس اس میں کیا حکمت ہے کہ یہاں اصلی ساکن قدیم کو یہ حکم ہوتا ہے) پس اللہ تعالےٰ فرما دیگا کہ یہ میرے ایسے بندے تھے کہ میری عبادت کرتے اور میری ذات و صفات میں ظاہر و باطن کسی کو شریک نہ لاتے اور ان سے ثغور مسدود کیے جاتے اور مکارہ سے بچاؤ لیا جاتا اور ان میں کا آدمی مرجاتا اور اُس کی حاجت دل ہی میں رہ جاتی اُس کو پورا نکرنے پاتا پس ملائکہ خوشی خوشی ہر دروازہ سے اُن کے پاس داخل ہو کر مبارکباد دینگے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبى الدار۔ اس حدیث کو ابو القاسم طبرانی نے دوسری وجہ اسناد سے روایت کیا۔ اور اس میں یوں ہے کہ تین گروہ میں سے اول فقرائے مہاجرین جنت میں داخل ہونگے بغیر حساب و عذاب کے۔ اور اس میں ہو کہ ملائکہ عرض کرینگے کہ ہم شب و روز تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اُن کو ہم پر فضل دیا گیا۔ اقول وقد رواه الحاكم وصححه والبزار وابن جرير وابن ابي حاتم وابن حبان وابو الشيخ وابن مردويه وابو نعيم في الحليه والبيهقي في شعب الايمان اور اس میں دلیل ہے کہ یہ گروہ ملائکہ کا ایک خاص گروہ ہوگا جو ان بندوں کے حال سے واقف نہ ہوگا۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن المبارک کی روایت اُن کی اسناد سے حضرت ابو امامہ سے نقل کی جس کا حاصل یہ ہے کہ مومن ایسی عزت و احترام سے ہوگا کہ ہر دروازہ صدر سے خاص بارگاہ تک خادموں کا سلسلہ ہوگا اور فرشتہ حاضر ہو کر اجازت چاہیگا تو صدر دروازہ کا خادم اپنے پاس والے سے وہ اپنے پاس والے سے یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے جس بندہ متقی کو اکرام فرمایا اور بادشاہ کیا ہے اس سے اجازت چاہیگا کہ ایک فرشتہ حاضر ہونا چاہتا ہے پس اجازت دیگا تو وہ خوش و خرم داخل ہوگا اور سلام الٰہی پہونچا دیگا پھر ادب سے واپس ہوگا رواہ ابن جریر وقد رواہ ابن ابی حاتم من حدیث اسمعیل بن عیاش مرکان ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ۔ اور حدیث صحاح میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہدا کی قبور کی زیارت فرماتے اور ایسے کہتے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبى الدار۔ اور یہی طریقہ ابوبکر الصدیق و عمر فاروق و حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کا تھا اور میں کہتا ہوں کہ یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا رہا تا آنکہ آپ نے کوفہ میں اقامت اختیار فرمائی تھی۔ واضح ہو کہ صرف افعال شرعیہ میں خفیف مشقت ہو مگر حکمت الٰہیہ سے وہ نفس پر نہایت شاق ہوتی ہو حالانکہ اپنی خواہشوں سے اس سے کہیں زیادہ آدمی مشقت اٹھاتا ہو اور ظاہر ہے کہ کوئی کھانا اور کوئی کپڑا کافروں سے نہیں روکا جاتا جسکو ایمان والا نہیں کھا سکتا و نہیں پہن سکتا سوائے دو ایک جیسے زنانہ لباس کے اور جو کافر اپنے نفس کے حکم و اسکے مجبور کرنے والی خواہش سے دنیا میں سے لیتا ہو مومن اسکو اللہ تعالےٰ عزوجل کے حکم و ضرورت سے لیتا ہے گر حسن صنعت الٰہیہ دیکھو کہ دونوں میں یہ تفاوت ظاہر ہو کہ ایک نے دنیا کو دنیا کی طرح لیا اور دوسرے نے اسکو ضرورت پر بغیر پابندی خواہش کے لیا اور یہ فقط اپنے اپنے اعتقاد کی وجہ سے ہو کیونکہ کافر و منافق و نیچر تو دنیا ہی کے قائل ہیں اور مومن آخرت کا قطعی یقین رکھتا ہے پس وہ دنیا کو آخرت کے پیرایہ میں لے سکتا ہو واللہ تعالےٰ ہو الہادی الی سبیل الرشاد۔ قرطبی رح نے اپنی تفسیر میں امام زین العابدین رض و عبداللہ بن سلام رض سے روایت کی کہ قیامت کے روز منادی پکاریگا کہ اہل الصبر کھڑے ہوں پس کچھ لوگ کھڑے ہونگے اُن سے حکم ہوگا کہ جنت کو چلے جاؤ راہ میں انکو ملائکہ ملینگے کہ کہاں جاتے ہو کہیں گے کہ جنت میں کہیں گے کہ حساب سے

پہلے کہینگے کہ ہان بفضل اللہ سبحانہ۔ پوچھینگے کہ تم کون گروہ ہو۔ کہینگے کہ اہل الصبر۔ پوچھینگے کہ صبر کیا تھا۔ کہینگے کہ ہمنے اللہ تعالےٰ
کی طاعات پر اپنے نفس کو صابر رکھا اور معاصی کی خواہشون سے نفس کو روکا و صبر کیا اور دنیا کی محنت و بلاؤن پر نفس کو صابر رکھا
پس ملائکہ اُنسے کہینگے سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔ فائدہ سوم یہ کہ جو قدرتین اللہ تعالےٰ عزوجل کی ایسی محسوس و معلوم
ہین جنکی کُنہ سمجھنے مین بالکل حیرت ہے اور خوب ظاہر ہے کہ وہ پاک پروردگار خالق کبیر متعال ہے اس کی قدرتون کے سامنے
جو کچھ مخلوقات ہم کو نظر آتی ہے سب بہت حقیر و خفیف ہے کیونکہ ہم کئی مرتبہ بیان کر چکے کہ اسوقت مین بھی اٹکل والے اقرار کرتے
ہین کہ زمین کا تمام کرہ بمقابلہ آفتاب کے گویا ایک رائی کا دانہ بمقابلہ ایک مٹکے کے ہے اور ظاہر ہے کہ آفتاب کے مثل
کرورون بلکہ بے انتہا اس میدان وسیع مین سما سکتے ہین پس جسکی مملکت و مخلوقات مین خالی میدان کی یہ وسعت ہے تو کیون
تمھاری سمجھ مین نہین آتا کہ کرہ زمین ایک رائی کے مثل ہزارون عالم آفتاب سے بڑے بلکہ آسمان کے مثل کرورون ہون جہان
مخلوقات اور سامان عیش بے انتہا قدرت کے نمونہ ہون لہذا جو شخص ذرہ برابر بھی عقل رکھتا ہو وہ جنت و اس کی نعمتون سے
کبھی منکر نہوگا اور جس خالق عزوجل نے انکو اول مرتبہ پیدا کر دیا وہ بے شبہہ و بے تردد انکو ہزارون مرتبہ زندہ کرنے پر قادر ہے واللہ
یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ف۔ فی العرائس قولہ افمن یعلم انما انزل الیک الآیہ۔ اسکے اشارات سے علم ہوا کہ حق تعالےٰ عزوجل کے
بندون مین سے ایسے اولیا ہین کہ ارواح و عقول و قلوب و اسرار سے کلام حق عزوجل بلا واسطہ سُنتے ہین اور وے رسول یا نبی نہین
ہین بلکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت مین حق عزوجل انکو خاص قدرت کے کان عطا فرماتا ہے تو وے اس پاک
کلام کے مقام نزول کو سید المرسلین و امام الانبیاء والمتقین محمد صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین ہین خوب جانتے و پہچانتے ہین اور
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت پر یقین شہودی و عیانی رکھتے ہین اور یہ لوگ بسبب طبیعت و ایمان فطری کے
مقلد نہین ہین کیونکہ ایمان مین تقلید کام عوام کا ہے جو بالکل اندھے ہوتے ہین اور یہ علم و معرفت اولو الالباب کو نصیب ہے ساوی
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے رسالت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و معرفت کو رسول بھیجنے والے سے پہچانا وہ
عارف کامل کیونکر ویسا جاہل ہو سکتا ہے جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھیجنے والے رب تبارک تعالےٰ کو پہچانا اور
جس نے کلام الٰہی کی تصدیق از جانب متکلم حق تعالےٰ عزوجل پائی وہ ویسا کم درجہ کا نہین ہو سکتا جس نے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کو جانکر کلام پر یقین کیا اور جس نے ازل مین اشیاء کا جاری ہونا پہچانا وہ ایسا اندھا کیونکر ہو سکتا ہے جس نے ان چیزون کو
دنیاوی ظہور کے وقت دیکھا اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالےٰ نے چشم بصیرت سے بینا کیا وہ کیونکر ویسا ہوگا جس کو
اندھا رکھا گیا ہے اور جسکو اللہ تعالےٰ نے وصال سے مقبول کیا اسکی برابری مردود سے کیونکر ہوگی اور کیونکر برابر ہو جو ثواب و کرامت
کے لیے پیدا کیا گیا ایسے شخص سے جو عذاب و ذلت کے لیے پیدا کیا گیا۔ پھر حق تعالےٰ عزوجل نے علماء ربانی کا وصف بیان فرمایا قولہ
الذین یوفون بعہد اللہ الآیہ۔ اس مین منصوص ہے کہ عہد ازلی کے پابند ہوتے ہین۔ اور واضح ہو کہ صدیقین سے عہد الٰہی وہ ہے جو انکی ارواح
سے مشاہدۂ ازلی مین کمال تفرید کا لیا چنانچہ اپنے جمال پر انکو عاشق کر دیا پس اُنھون نے پاک قدیم جل شانہ کے سوا کسی حادث پر
التفات نہ کیا اور عاشق کی روح عشق ہے وہ اسکو کیونکر توڑ سکتا ہے پس وفائے عہد اُن کا یہی ہے کہ عبودیت مین فناء ہو گئے۔
بعض نے کہا کہ وفائے عہد یہ ہے کہ اُسی کی بندگی مین جو حکم دیے ہین اُنکو کرتے ہین کچھ تجاوز نہین کرتے اور استغفار کرتے ہین اور

جن باتون سے منع کیا ہے اُن کے پاس نہین پھٹکتے۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ازل مین اُس کی ربوبیت کا اقرار کیا تھا تو کسی دوسرے سے خوف و اُمید کچھ نہین رکھتے اور اس کے سواے غیر سے دل نہین لگاتے۔ چونکہ اُس کی حکمت عجیبہ نے اس عالم مین سخت پیچدار امتحان سے باہم تعلقات عجیب پیدا کر دیے ہین جس نے یہان اس نظام عالم کے طریقہ پر عمل کیا ولیکن ہر عمل خالص اُسی کے واسطے کیا مثلاً شیخ و اُستاد کی فرمانبرداری نہ اپنی خوشی خاطر کے لیے اور نہ شیخ کی ذات کے لیے بلکہ خالص اللہ تعالےٰ عز و جل کی رضا کے لیے کیونکہ شیخ و اُستاد کی خدمت کرنے مین اللہ تعالےٰ راضی ہوگا کیونکہ اُس نے خود تعلقات پیدا فرمائے اور اُن کی پابندی کا حکم دیا پس اسی کے لیے با امید رضوان یہ خدمت کی تو درحقیقت تعلقات ویسے ہی قائم رکھے جیسے اس عالم کے نظام مین ہین مگر اللہ تعالےٰ عز و جل کو وحدہ لاشریک کے ساتھ حمد کرتا رہا اور اُس کو منفرد جانا اسیواسطے حدیث مین یہ مضمون آیا ہے کہ جس نے کسی کو دیا تو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے اور نہ دیا تو اسی کے واسطے اور دوستی یا دشمنی کی تو اُسی کے واسطے اُس نے ایمان پورا کر لیا۔ کما فی السنن پس معنی اُس کے کہ کسی سے خوف اور نہ کسی سے امید رکھتے ہین یہی ہین جو مذکور ہوئے اور یہی مفہوم ہے قولہ تعالےٰ والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل الآیۃ اور اصل اسمین نیت قلب ہے نہ وجود فعل حتے کہ جو کوئی محتاج فقیر کراقارب کے ساتھ صلہ ارحام کی نیت رکھتا ہو وہ ثواب پاویگا اور خشیۃ و خوف اصل مین اسرار قلب سے ہے پس ہر ایک چیز جسکے بارہ مین بجا آوری و وصل کا حکم ہے بجالاتے ہین اور اول ان مین تعلق قلب بحق عز و جل ہے پھر خوف و خشیۃ بھی ساتھ ہی ساتھ رکھتے ہین جبکہ جلال و عظمت الٰہیہ کے مشاہدہ مین باادب داخل ہوتے ہین کہ ایسا نہو اُن کے قلوب کو غیر کیجانب ملتفت فرما وے۔ ابن عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شکر نعمت پر مداومت کرنے مین خوف کے ساتھ کہ معرفت منقطع نہو جاوے بعض نے کہا کہ یہ لوگ باہم للہ فی اللہ محبت رکھتے ہین۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ خشیۃ تو فقط رب تبارک و تعالےٰ سے ہے بقولہ تعالےٰ یخشون ربہم اور خوف اُس سے اور دوسری چیز سے ہے بقولہ ویخافون سوء الحساب۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عز و جل نے انکار فرمایا غیر سے خشیۃ پر بقولہ تعالےٰ اتخشونہم فاللہ احق ان تخشوہ الآیہ۔ اور غیر کے خوف سے بھی منع کیا بقولہ فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مؤمنین پس درحقیقت خوف فقط اللہ تعالےٰ عز و جل ہی سے ہے کیونکہ سوء الحساب قہر الٰہی ہے۔ بعض نے کہا کہ خشیۃ قلب کی نگہداشت ہو کہ کسی حال مین سواے حق تعالےٰ عز و جل کے غیر پر نظر نہ رکھے جسکا نتیجہ ہو کہ اللہ تعالےٰ عز و جل کا خشم و عتاب اسپر طاری ہو۔ ابن عطار رح نے کہا کہ خشیۃ قلب کا چراغ ہے اور خوف نفس کا ادب ہے۔ اقول نفیس قول ہے پس خشیۃ قلب کے احوال محمودہ مین سے ہے اور نفس کو اُسکے مناسبات سے خوف دلایا جاتا ہے۔ شیخ ابن عطار رح سے دریافت کیا گیا کہ خشیۃ و خوف مین کیا فرق ہے فرمایا کہ خشیۃ تو تقربات کے درجات سے گر جانے مین ہوتا ہے اور خوف ہوتا ہے عذاب و قہر مین گرنے سے۔ مترجم کہتا ہے کہ نفیس کلام ہو۔ بعض نے کہا کہ خشیۃ زیادہ رقیق ہے اور خوف زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اقول اس صورت مین ضرور سوء الحساب سے خوف کرنا قلب پر فقط غیر کا نہ ہو بلکہ فقط حق تعالےٰ کی صفت قہر کا ہو۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وفاے عہد ان کا دائمی عرفان بشرائط احسان و تقوی از ارتکاب معاصی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ عرفان پر استدامت ان کا فعل نہین ہو سکتا ولیکن جیسے وفاے عہد بہدایت ہے ویسے ہی یہ بھی ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھے ایک معنے ظاہر ہوئے ہین کہ خشیۃ و خوف مین یہ فرق ہے کہ خشیۃ کا محل علم و معرفت بحق تعالےٰ عز و جل ہے بصفت اجلال تعالےٰ جل شانہ اور ثمرہ اس کا حیاء و خوف مع محبت مقرون بعبودیت ہو جس سے

محبت کے آداب پورے کرنے مین ساعی رہتا ہے اور فراق سے خوف کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے ان بندوں کا وصف دیگر
بیان فرمایا کہ اُس کے لقار کی اُمید پر اس کی بلا پر صبر کرتے ہین بقولہ والذین صبروا ابتغاء وجہ ربہم۔ اللہ تعالے عز وجل ہی کے
واسطے اسی کی قوت سے اُس کے سوا سے تمام مخلوقات سے مُنھ موڑا اور صبر اختیار کیا تا کہ حجاب دور فرمایا جاوے اور دیدار
پاک حاصل ہو جو قیاس و مشابہت مخلوقات سے پاک اور چون وچرا سے پاک ہے تعالے اللہ علوا کبیرا۔ اور اشارت ہے
کہ معرفت الٰہی تعالے مین اُن کے اسرار پر تجلیات پاکیزہ کے ورود کو پوشیدہ رکھتے ہین حالانکہ جوش عشق سے بدن گھل جاوے
مگر انوار ازلیت کو دل مین جگہ دیتے ہین اس طمع سے کہ کل الکل مین فنا ہوجاوین اور تمام مخلوقات وجملہ نعمتین اُس نعمت کے
مقابلہ مین بالیقین گویا عذاب ہین۔ شیخ ابو عثمان رحہ نے کہا کہ منہیات و معاصی سے نفس کو قطعًا روکا اور یہ روکنا بخوف جہنم
نہین بلکہ بسبب منع فرمانے اللہ تعالے عز وجل کے اور عظمت الٰہی تعالے کا احترام رکھا۔ بعض نے کہا کہ اس مین اشارت ہے
کہ مرید کو لازم ہے کہ اپنے ارادہ پر صبر رکھے اور جو عہد و پیمان اس کا پیر و شیخ لیوے اور جو مشقت اُس سے اُس پر طاری ہو
اُس کو صبر و مضبوطی سے اُٹھاوے اور رفاہیت کی جستجو مین نہ پڑے اور اس سبب مین اس کی نیت اور ادراک حقیقت۔ تصحیح
ارادت ہو وے۔ مترجم کہتا ہے کہ مضبوطی و صبر کا ارادہ و عزم اپنے نفس کی طرف سے نہو بلکہ یہ مضبوطی بقوت حضرت
خالق قوی عز وجل ہو کیونکہ یہ دعوے ہوجائیگا تو امتحانات کی مشقت سخت ہوجائیگی کیا نہین دیکھتے کہ حضرت یوسف علیہ السلام
پر قید خانہ سخت ہوگیا حالانکہ پانچ برس گذرے تھے پھر سات برس آسان ہوئے جو بقوت الٰہی جل شانہ ہوئے پس لازم ہو کہ اپنے
مصمم عزم پر اللہ تعالے سے ہدایت و سلامتی و عافیت کی درخواست رکھے کیونکہ بہت خفیف مشقت نفس پر معرض امتحان مین بہت
سخت و شدید معلوم ہوتی ہو حتی کہ عہد شکنی کی نوبت پہونچتی ہے اور بعد اسکے وہی حالت اسکو بہت خفیف نظر آتی ہو اور نادم و پشیمان
ہوتا ہو حتی کہ پھر اگر نہ سمجھا اور اپنے اوپر بھروسا کیا تو شرک کا مرتکب ہوا اور آخر وہی نتیجہ نکلا۔ پھر شیخ رحہ نے کہا کہ اللہ تعالے نے اُنکا
تیسرا وصف بیان کیا بقولہ تعالے واقاموا الصلوٰۃ وانفقوا الآیۃ۔ انھون نے پاکیزگی کے ساتھ اللہ تعالے عز وجل کا مشاہدہ کیا اپنی
اپنے وجود کو ظاہر و باطن قربان کیا۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے چوتھا وصف بیان کیا بقولہ تعالے ویدرؤن بالحسنۃ السیئۃ یعنی
اشارت ہو کہ خواہش نفس و شہوات شیطانی کے سیآت کو حسنات طاعات و مشاہدات و لذیذ محبت و تجلیات سے دور کرتے ہین۔
مترجم کہتا ہے کہ ان تجلیات معارف سے کوئی چیز تمام مخلوقات مین لذیذ نہین ہو کہاں ذات باری عز اسمہ قدیم و پاک اور
کہاں مخلوقات و ممکنات واللہ تعالے اعلم۔ اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اہل تقوی ہین جو عمدہ اخلاق شرعی کے ساتھ لوگون
سے معاملہ کرتے ہین اور خود انصاف و عدل کا برتاؤ کرتے ہین اور اگر کسی نے انپر ظلم و جفا کیا تو اس سے اپنے واسطے انصاف نہین
چاہتے ہین اور اگر کسی قوم نے انپر ظلم کیا تو اُن کا اعتذار قبول کرتے ہین اور معذور رکھتے ہین اور جب بیمار ہوتے ہین غیرون کی
عیادت کو جاتے ہین کما قیل ؎ اذا مرضنا اتیناکم نعودکم ٭ وتذنبون فنأتیکم ونعتذر۔ پھر اللہ تعالے عز وجل نے اپنا
احسان و امتنان انپر ظاہر فرمایا بقولہ اولئک لہم عقبی الدار جنات عدن یدخلونہا الآیہ۔ جنات مقامات عیش دائمی ہین اور
مراتب متفاوت ہین عوام کی جنتین تو باغہائے عالم الملکوت ہین اور خواص کی جنتین دیدار باری تعالے عز وجل مین کثرت
بیشمار ہین پھر جب عالم ملکوت کی جنت مین تخت پر بیٹھے تو انکے بھائی ملائکہ اُن کی مبارکبادی کو آوینگے کما قال تعالے والملائکۃ یدخلون

علیہم من کل باب یعنی ابواب سے دنیا میں انکو ملائکہ سے معرفت و محبت تھی یعنے طہارت و خشوع و خضوع و انواع طاعات کے ابواب میں سے ہر باب کے ملائکہ خاص ہیں پس جنت محفوف بمکارہ ہی جو اسوقت مکروہ کی صورت ظاہری سے اصلی صورت خوش منظر بے نظیر پر ہونگے ان ابواب سے ہر ایک باب کے ملائکہ مبارکبادی دینگے کہ وہ وعدہ جو تم کو اس قسم کی طاعت پر دیا گیا تھا دیکھو وہی سچ ہی۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار یعنی سلامت دوام وصال و برکت انوار جمال تمہارے لیے ابد تک بلا انقطاع ہو نہ کچھ فکر نہ تشویش نہ اس فکر کا مادہ ہی یہ بدلا اس کا ہی جو تم نے طول حیات میں شوق جمال میں بلاء و مشقتوں کو برداشت کیا ہی۔ پھر حق تعالے عز وجل نے اولیاء اہل جنت کے اوصاف و انکی کرامت کے بعد اعداء رد و زخیون کی بدکاریاں بیان فرمائیں بقولہ تعالے

وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ

اور وہ لوگ ہین جو توڑ ڈالتے ہین اللہ تعالے کا عہد بعد اسکی مضبوطی کے اور کاٹ دیتے ہین وہ جسکے ملانے کا اللہ تعالے نے حکم

يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ۝ اَللّٰهُ

دیا ہی اور فساد پھیلاتے زمین مین ایسے ہی لوگون کے لیے ہے لعنت پھٹکار اور انھین کے لیے ہی عذاب کا گھر اللہ ہی

يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

کشائش سے دیتا ہی رزق جسکے لیے چاہے اور وہی تنگ کرتا ہی اور یہ لوگ تو خوش ہو رہے زندگانی دنیا پر اور نہین زندگانی دنیا کی ع ۳

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝

آخرت کے سامنے مگر متاع ناکارہ

تمام مخلوق جو مومن نہو کافر ہے اگرچہ ملتون مین مختلف ہون بعضے نصرانی و بعضے یہودی اور بعضے بت پرست و بعضے آتش پرست اور بعضے ظاہر مین مسلمانون کی صورت مگر دل مین یقین نہین یا ڈبڈھا ہی تو یہ سب در واقع ایک ملت کفر پر ہین پس سابق آیات مین تو مسلمانون کے اوضاع و اطوار و اعتقادات و ان کے بلند درجات بیان فرمائے اور اب انکے مقابل کافرون کا حال بیان کیا بقولہ۔ وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ کہ۔ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ توڑتے ہین اللہ تعالے عز وجل کا عہد۔ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ پیچھے اس کی مضبوطی کے یعنی اقرار وحدانیت الٰہی و اسی کی عبادت کا قول کر کے مضبوط کیا پھر اب توڑتے ہین وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ اور کاٹتے ہین وہ جس کے جوڑنے کا اللہ تعالے عز وجل نے حکم کیا یعنی قرابت رحم و مودت ایمانی وغیرہ حقوق کو ثابت نہین رکھتے یعنی مومنون سے مخالف ان کا برتاؤ ہے۔ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور فساد پھیلاتے ہین زمین مین۔ پہلا سب سے بڑا فساد تو اللہ تعالے عز وجل سے شرک و کفر ہے کیونکہ جو عدل و انصاف سے خلاف ہے وہ فساد ہے اور اس سے زیادہ کون ظلم ہوگا کہ خالق عز وجل سے منھ موڑ کر مخلوقات کو اپنا خالق بتاتے ہین اور بعضے جو اللہ تعالے عز وجل کا نام لیتے ہین تو اپنی رائے و قیاس سے جو درحقیقت اللہ تعالے جل شانہ کی شان پاک کے لائق نہین مثلاً اس کا بیٹا و جورو بتلاتے ہین تعالے اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ بایک واجب انپر یہ تھا کہ جو صفات اللہ تعالے عز وجل کے کامل و پاک ہین انھین پر ایمان لاتے مگر جب وحی الٰہی سے انکار کیا تو شیطان کے وساوس

قبول کیا۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ انھین کے لیے ہے لعنت و پھٹکار یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل کی رحمت سے دوری وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ اور انھین کے لیے ہے بُرا ٹھکانا یعنے جہنم کہ جس کے مقابلہ مین یہ دنیا اُن کے حق مین بہشت ہے حالانکہ دنیا چند ساعت ہے اور بعد اس کے جو ٹھکانا ہے وہ دائمی ہے پس انپر صد ہزار افسوس ہے کہ کیسے بہکے ہوئے بُرے ٹھکانے کو جاتے ہین اور اکثر اُنھون نے دنیاوی دولت پر فریب کھایا ہے حالانکہ دنیا خود حقیر اور محل امتحان ہے قال اللہ تعالےٰ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالےٰ عزوجل وسعت کے ساتھ دیتا ہے رزق جس کو چاہتا ہے۔ وَيَقْدِرُ اور تنگ کر دیتا ہے یعنے جس کو چاہتا ہے تنگی سے رزق دیتا ہے۔ یعنے وسعت و تنگی رزق مین اللہ تعالےٰ کی حکمت بالغہ ہے اسپر قیاس دوڑانا کہ ہم اچھے ہین اُنکا خیال ہے کما قال تعالےٰ أیحسبون انما نمدہم من مال وبنین نسارع لہم فی الخیرات بل لا یشعرون۔ یعنے کیا وے قیاس دوڑاتے ہین کہ یہ جو ہم اُن کو مال و اولاد کشادہ دیتے ہین تو ان کے حق مین ہم بھلائیان جلد جلد پہونچاتے ہین یعنے یہ قیاس باطل ہے بلکہ ان کو شعور نہین ہوتا پس درحقیقت کفر و معصیت کیساتھ دنیاوی دولت و ثروت ایک استدراج ہے کہ درجہ بدرجہ زیادہ کفر و معصیات مین مبتلا ہوتے جاتے ہین اور زیادہ تر بُرے ٹھکانے کی طرف چلے جاتے ہین۔ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اور اترائے زندگانی دنیا پر۔ حالانکہ حماقت اس انتہا کو پہونچی کہ دنیا چند روزہ پر اترانا کچھ بھی عقل کے لائق نہین ہے اور حیات دنیا کے بعد دائمی حیات بے انتہا ہے تو ان چند روز کا اُس کے مقابلہ مین کچھ شمار نہین اور اس دنیا و مافیہا کا آخرت کے مقابلہ مین کچھ وجود نہین بلکہ جیسے گھورا جس مین مردار نجاسات سڑتی ہون۔ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ اور نہین ہے حیات دنیا بمقابلۂ آخرت کی مگر متاع۔ یعنے متاع قلیل یا زاد راہ۔ مستور د رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دار فرمایا کہ دنیا بمقابلۂ آخرت کے کچھ نہین مگر جیسے تم مین سے کوئی اپنی انگلی ایک سمندر مین ڈبو کر اُٹھاوے تو دیکھے کہ وہ کیا لائی ہے۔ رواہ الامام احمد والامام مسلم۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ راہ مین ایک بزغالہ کٹے کانون والا مردار پڑا تھا اس طرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گذرے تو فرمایا کہ مین اللہ تعالےٰ عزوجل کی قسم کھاتا ہون کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کے نزدیک دنیا اس بزغالہ مردار سے بھی زیادہ خوار ہے جبکہ اس بزغالہ والون نے اُس کو پھینک دیا مسئلہ۔ پورا ایمان یہ ہے کہ آدمی کے نزدیک دنیا و اُس کے تمام چیزین مردار کے برابر حقیر ہون مسئلہ کفر ظاہر ہے اور شرک مخفی ہوتا ہے اور قولہ وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون۔ کی تفسیر مین کچھ تفصیل گذری۔ اور نفاق بھی باریک ہے کہ آدمی دعوے کرتا ہے کہ وہ مسلمان ہے حالانکہ یقین مین سے اُس کے پاس نام ہی نام ہوتا ہے اور شیخ ابو العالیہ رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی فرماتے ہین کہ جب منافق نڈر ہوتا ہے تو چھ باتین ظاہر کرتا ہے باتین کرے تو جھوٹ بولے اور جھگڑے تو فجور کرے اور وعدہ کرے تو خلاف کرے اور امانت رکھوائی جاوے تو خیانت کرے اور عہد الٰہی کو بعد مضبوطی کے توڑے اور جسکے ملانے کا اللہ تعالےٰ نے حکم کیا اسکو قطع کرے اور زمین مین بد افعالیون سے فساد پھیلاوے۔ اور جب منافق کو کچھ ڈر ہوتا ہے تو وہ تین باتین ظاہر کرتا ہے جو اول مذکور ہوئین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین جو شخص سچے یقین و اعتقاد کے ساتھ سنت پر عمل کرے اُس کو سو شہید کا ثواب ہے جیسا کہ حدیث صحیح مین آیا ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خرما کی چھال کے بوریے پر لیٹے جب اُٹھے تو آپ کے پہلو مین نشان پڑ گئے تھے تو ہم لوگون نے عرض کیا

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے لیے کوئی نہالی تیار کرتے فرمایا کہ میرا اور دنیا کا کیا علاقہ ہے میں تو دنیا میں فقط
ایک مسافر کے مانند ہوں جو دھوپ میں کسی درخت کے سایہ میں ٹھہرا پھر اُس کو چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ رواہ الترمذی و
قال صحیح۔ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اُنسے فرمایا کہ اگر تجھے
مجھ سے ملنے کی خوشی ہے تو تجھ کو دنیا سے اسی قدر کافی ہونا چاہیے جو ایک مسافر کا توشہ ہوتا ہے اور خبردار کہ تو مالداروں کی
مجلس میں بیٹھے اور کسی کپڑے کو پُرانا کر کے نہ اُتار یہاں تک کہ اس میں پیوند پارہ کر لے۔ رواہ الترمذی۔ عروۃ بن الزبیر یعنے
آپ کی بہن کے بیٹے نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسّی ہزار درم بھیجے تو شام
تک آپ نے سب خیرات کر دیے ایک درم اپنے پاس نہ رکھا پس آپ کی باندی نے کہا کہ ہمارے لیے آپ نے ایک درم کا
گوشت نہ خرید دیا تو فرمایا کہ اگر تو مجھے یاد دلاتی تو میں خرید دیتی۔ حدیث ابوہریرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللھم اجعل رزق آل محمد کفافا۔ یعنے اے رب میرے کر دے آل محمد کا رزق کفاف۔ یعنے اسقدر کہ ضروری حاجت سے کچھ فاضل
نہو وے۔ رواہ الشیخان وغیرہما۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے فرمایا کہ اسوقت تمھارا کیا حال ہو گا جب
چند روز کے بعد تم میں کا آدمی صبح کو ایک سواری پر جاویگا اور دوسرے وقت دوسری سواری پر اور ایک دسترخوان پر ایک
پیالہ لایا جائیگا اور دوسرا اُٹھایا جائیگا اور اپنے گھروں میں پردے لٹکاؤگے جیسے خانہ کعبہ کی پوشش کی جاتی ہے تو صحابہ رضی اللہ
عنہم نے عرض کیا کہ ہم اسوقت کی نسبت اُسوقت اچھے ہونگے کہ فراغت سے عبادت میں مشغول ہونگے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم اب اس سے
بہت اچھے ہو۔ رواہ الترمذی۔ اور امام بخاری کی صحیح میں کتاب الزہد دیکھو اور ایک حدیث کافی ہے کہ کن فی الدنیا کانک
غریب او عابر سبیل یعنے دنیا میں ایسا رہ جیسے تو پردیسی ہے یا راہگیر ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ والذین ینقضون عہد اللہ۔ ان
لوگوں کا عہد اللہ تعالیٰ عزوجل کے ساتھ بطوع نہ تھا بلکہ باکراہ تھا پس دنیا میں بھی کراہت سے اُس کو سجدہ کرتے ہیں اور اسکے
سوا کچھ اور نہیں کر سکتے ہیں پس یہ عہد بشرط توفیق نہ تھا کیونکہ اگر عہد اول میں انکو توفیق کی سعادت ہوتی تو عہد توڑنے پر
قدرت نہ پاتے کیونکہ جسکو توفیق دی گئی وہ نگہداشت الٰہیہ کے ساتھ محفوظ ہوتا ہے۔ شیخ ابوالقاسم حکیم نے کہا کہ عہد توڑنا
ایسی چیز کے ساتھ سکون و دل لگانا ہے جس سے کچھ بھی سکون نہ ہوا اور فرحت ایسی چیز کے ساتھ جس سے کچھ فرح نہو۔ چنانچہ ان
لوگوں کا حال بیان فرمایا کہ عہد توڑا اور وہ اس طرح ہوا کہ دنیا کی محبت میں فرحت کی بقولہ تعالیٰ وفرحوا بالحیوۃ الدنیا الآیہ
واضح ہو کہ جو کوئی مشاہدہ آیات الٰہی عزوجل سے بے نصیب ہوا اسی کو دنیا کے ساتھ فرحت ہوگی کیونکہ شہود کی فرحت کے سامنے
کسی چیز کی فرحت کچھ نہیں ہے اور جس کو اپنے رب سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ فرحت نصیب ہوئی وہ تعجب ہے کہ کسی مخلوق
کے ساتھ کیونکر فرحت پاوے گا اگرچہ جنت کیوں نہو پس جب جنت کے مانند نعمت پر اس کو فرحت نہوئی تو بھلا دنیا
مردار کیا چیز ہے کہ جس سے اُس کو فرحت ہو۔ واسطی رح نے کہا کہ دنیا ایک ڈھیلا مٹی ہے اور تجھ کو اس میں سے فقط ایک
غبار کا ذرہ ہے اور جو کوئی اس ذرہ پر فرحت پاوے وہ خود اس ذرہ سے بھی حقیر ہے اور جسکو تمام دنیا ملجاوے اُسکو ٹھیکر کا ایک
ٹکڑا پاس سے بھی کم ملا اور جب اس نے اس پر فرحت دی تو اس کی قدر تم خود دیکھ لو۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ اگر دنیا کی
قدر اللہ تعالیٰ عزوجل کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ

نے کہا کہ دنیا کو چھوڑ دو کہ وہ تم کو اپنے عذاب کے سمندر میں غرق کر دے بلکہ تم اس کی گردن پکڑ کے اللہ تعالیٰ عز وجل کی عظمت و وحدانیت کے سمندر میں غرق کر دو کہ تم کو اس میں سے کچھ نظر نہ آوے۔ شیخ ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہی دنیا ہے جس سے نقض عہد پر آمادہ ہوئے پس دنیا کی حقیر حالت اُن کو بتلا دی تاکہ ان کی آنکھوں میں خوار نظر آوے پس چھوڑنا اُن کو ناگوار نہ ہو۔ پھر حق تعالیٰ عز وجل نے کافروں کے آیات و معجزات طلب کرنے اور یاد حق تعالیٰ و قرآن سے مطمئن نہ ہونے وغیرہ کو فرمایا۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ

اور کہتے ہیں جو لوگ منکر ہوئے کہ کیوں نہیں اتاری گئی اس پر آیت اس کے رب کی طرف سے تو کہہ دے کہ بیشک اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا جس کو

يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ

چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو اس کی طرف رجوع لائے جو لوگ ایمان لائے اور مطمئن ہو گئے ان کے دل ذکر سے

اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ طُوبَىٰ

اللہ تعالیٰ کے خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے جو لوگ کہ ایمان لائے اور انہوں نے کئے اچھے نیک کام ان کے لیے طوبیٰ ہے

لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ ۝

اور لوٹ جانے کا اچھا ٹھکانا ہے

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور کہتے ہیں اہل مکہ وغیرہ اور جو اُن کے مانند قیامت تک ہوں گے۔ لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ کیوں نہیں نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے ہر ایک اپنی خواہش کی چیز مانگتا ہے اہل مکہ کہتے تھے کہ مکہ چوڑا ہو جاوے اور یہاں سے پہاڑ ہٹ جاویں اور ریتیلے ملک کے شاداب سرسبز ہو جاوے اور کہتے کہ کوہ صفا سونے کا ہو جاوے اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح مردے زندہ کرنے کا یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح عصا سے اژدہا ... کیوں نہ دیا گیا اور بعضے کہتے کہ فرشتہ اتارا جاتا اور بعضے کہتے کہ رسول کے لیے عمدہ دار السلطنت و طلائی محل جواہرات کا جس ... اور فرشتے خادم ہوتے اور یہ سب اس وجہ سے کہ رب تبارک و تعالیٰ سے منکر اور اس کی صفات سے غافل اور دار آخرت سے بالکل انکار کرتے ہیں اور باوجود ... دلائل کے محسوسات سے تجاوز نہیں کرتے اور تمام جہالت یہ کہ ہر چیز کی علت سے واقف ہونے کے مدعی ہیں ... لوگوں کا کیا ... حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر اور ایسی باتوں کے طالب ہوئے جو کفر کے انکار پر مبنی ہیں اور اللہ تعالیٰ عز وجل کی قدرت میں یہ امر ذرہ سے کبھی کمتر ہے جو کہتے تھے وہ پیدا ہو جاتا لیکن حق تعالیٰ عز وجل کے علم کی انتہا نہیں ہے وہ ہر مخلوق کے ایمان و کفر و انجام سے آگاہ ہے اور کوئی مخلوق ... پیدا کیا ... پہلے ... اس کے قبضہ قدرت سے باہر نہیں ہو سکتی اور شیخ امام ... رحمۃ اللہ علیہ نے ... کہا ... اگر ... چوڑا ہو جاوے ... سونے کا ہو جاوے اور ... پہاڑ ... جاری ہو جاویں تو اللہ تعالیٰ ... فرمانی ... اگر چاہے تو اُن کی درخواست دے دوں ولیکن اگر انہوں نے پھر کفر کیا تو اُن کو عذاب سخت سے

ہلاک کر دونگا اور اگر تو چاہے تو انپر توبہ و رحمت کا دروازہ کھول دون ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اے رب
تو انپر توبہ و رحمت کا دروازہ کھولدے ۔ علما نے کہا کہ یہ لوگ دعوے کرتے تھے کہ یہ معجزات دیکھکر ہم ضرور ایمان لاوینگے
لیکن درحقیقت اس کا نتیجہ یہ کہ اُس وقت ہم جہنمی ہوجاوینگے حالانکہ اللہ تعالے عزوجل خوب جانتا ہے کہ اس نے کس
مخلوق کو کس واسطے پیدا کیا پس جسکا جو انجام علم الٰہی مین ہے اُس سے وہی ہوگا اور اُس کے خلاف خواہ دعوے کرے یا
نکرے کچھ نہین کرسکتا اور اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا ولو اننا انزلنا الیہم الملائکۃ ۔ اور اگر اُتار دیتے انپر ملائکہ ۔ وکلمہم الموتے ۔
اور مُردے اُنسے باتین کرتے ۔ وحشرنا علیہم کل شئی ۔ اور حشر کردیتے اُنپر ہر چیز ۔ قبلا ۔ روبرو ۔ ما کانوا لیؤمنوا الا ان یشاء اللہ ولکن
اکثرہم یجہلون ۔ تو اُن کی قدرت نہ تھی کہ ایمان لاتے مگر آنکہ اللہ تعالے عزوجل چاہتا ولیکن اکثر ان مین کے جہالت کرتے ہین ۔ اور
اللہ تعالے نے فرمایا ۔ ان الذین حقت علیہم کلمۃ ربک لا یؤمنون ولو جاءتہم کل آیۃ ۔ یعنے جن پر تیرے پروردگار کا کلمہ ثابت ہو لیا
وے ایمان نہین لاوینگے اگرچہ اُن کے پاس کل نشانیان و معجزات آجاوین ۔ اور چونکہ حکمت الٰہیہ مین برابر جاری ہوا ہے
کہ جب کسی قوم نے بڑی ہٹ سے معجزہ مانگا اور پایا پھر انکار و کفر کیا تو وہ عذاب سے تباہ کیے گئے لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے توبہ و رحمت قبول کی اور البتہ قریش و اکثر عرب کی اولاد مسلمان جنتی ہونے والے تھے اور آیات توحید جسقدر قرآن مجید
مین مذکور ہین وہ انواع ہین کہ اس سے لاکھون آیات خود اپنے انفس مین ظاہر ہوتے ہین اور بکثرت وے دیکھ چکے پس اگر
آیات پر ایمان ہوتا تو ایک کافی تھی وقال تعالے وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یؤمنون ۔ یعنے جس قوم کے حق مین ایمان
نہین ہے اُس کو آیات و منذرات کچھ بھی کفایت نہین کرتی ہین اور جو جنتی ہین اُن کو ایک آیت بہت زیادہ کافی ہے تو آیات
مانگنے پر ہٹ مت کرو بلکہ اللہ تعالے عزوجل سے ہدایت مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو
حکم دیا ۔ قُلْ کہدے اے محمد کہ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالے راہ نہین دیتا جسکو چاہے یعنے اللہ تعالے اپنی
مخلوق کا خالق و اُن کی ماہیت و آغاز و انجام کا علیم ہے اُس نے جس کو ہدایت کے لیے نہین پیدا کیا وہ گمراہ ہوگا اور
قبضۂ قدرت الٰہی کا ذلیل ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا ۔ وَیَہْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ ۔ اور راہ دیتا ہے اُس کو جو اُس کی
طرف رجوع لاوے پس ہدایت دینا اور گمراہی دینا اللہ تعالے عزوجل کی قدرت مین ہے جو اُس سے سرکش ہو گمراہ ہے
اور جو رجوع لایا وہ راہ پا گیا جیسے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کہ بدون معجزہ وغیرہ کے سچے ایمان سے سرفراز
ہوگئے اور مرتبۂ صدیق کو پہونچے جو نبی کے بعد ہے ۔ کہ پھر شہید پھر ولی ہے ۔ ع باتضرع باش تا شادان شوے ؛ گریہ کن تا
بے دہان خندان شوے ۔ آدمی سخت غافل ہے اس کے اندر نفس دوست شیطان و شہوات اور پیچیدہ پوست چلی آتی ہے
راہ دشوار اور شب و روز چلا جاتا ہے یہ نہین جانتا کہ جاکر جہنم مین گرے گا یا جنت نصیب ہوگی ۔ عاجزی کے ساتھ نماز
مین دعا مانگے کہ اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم پس یہ عاجزی البتہ ہدایت کی راہ ہے جو اللہ تعالے عزوجل کی
طرف رجوع لایا راہ پائی اُس کو معجزہ وغیرہ کی ضرورت نہین ہے چنانچہ اُن کا حال بیان فرمایا بقولہ ۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔
رجوع لانے والے راہ پانے والے وہ بندے ہین جو ایمان لائے ۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اور ٹھہرتے ہین
اُن کے دل اللہ تعالے عزوجل کی یاد کے ساتھ یعنے خوش و پاکیزہ ہوکر اللہ تعالے جل شانہ کی طرف رجوع لاتے ہین ۔ آ ۲۸

بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ ہی کی یاد سے دل مطمئن ہوتے ہین۔ خوب جانتے ہین کہ وہی پاک
پروردگار ہمارا خالق و مالک اور سب قدرت والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا یعنے جب قرآن پاک سُنتے
ہین تو اُن کے قلوب گڑگڑاتے اور مطمئن ہو جاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ ذکر سے قرآن مراد لیا اور اللہ تعالےٰ عز وجل نے
قرآن مجید مین جابجا ذکر سے قرآن کو یاد فرمایا ہے کقولہ تعالےٰ ہذا ذکر مبارک انزلناہ۔ اور قولہ انا نحن نزلنا الذکر الآیۃ۔ خفاجی
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تطمئن بحرف مضارع دلالت کرتا ہے کہ بعد ایمان کے وقتاً فوقتاً طمانینت بڑھتی جاتی ہے۔ اور کرخی رحمۃ اللہ علیہ
نے کہا کہ مضارع مین کبھی حال یا استقبال کسی زمانہ معین کا لحاظ نہین کیا جاتا جیسے اس آیت مین ہے پس اسوقت مضارع
یعنے استمرار ہوتا ہے یعنے ہمیشہ کے معنے دیتا ہے جمل رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیۂ جلالین مین کہا کہ یہ قاعدہ ادراک کرنا چاہیے کہ بہت سے مقامات
پر تجھکو نافع ہوگا۔ اور زجاج رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ عز وجل کے ذکر سے یہ مراد ہے کہ جب اللہ تعالےٰ جل شانہ وحدہ
لاشریک ذکر کیا جاتا ہے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تو ان کے دل مطمئن ہوتے اور ایمان لاتے ہین بخلاف
کافرون کے بقولہ تعالےٰ واذا ذکر اللہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین لا یومنون بالآخرۃ۔ یعنے کافرون کا یہ حال ہے کہ جب
ذکر کیا جاوے اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک لہ تو بھڑکتے ہین نفرت کرتے ہین دل اُن لوگون کے جو آخرت پر ایمان نہین لاتے
ہین۔ بعض نے کہا کہ طاعات آلہی ہے بعض نے کہا وعدہ آلہی ہے بعض نے کہا اُس کی رحمت کے ذکر سے۔ بعض نے کہا اسکے
دلائل توحید سے۔ بعض نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم و اُن کے اصحاب سے مومنون کے دل مطمئن ہوتے ہین۔ ظاہر یہ ہے
کہ قرآن کی تلاوت اور تسبیح یعنے سبحان اللہ و بحمدہ اور تکبیر و تہلیل یعنے اللہ اکبر و لا آلہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ۔ اور
مانند اس کے یاد حق تعالےٰ سے قلوب مطمئن ہوتے ہین۔ مسئلہ۔ ذکر و تلاوت زبان سے خواہ آہستہ ہو یا آواز سے
ہو ثواب ہے ولیکن اس کے معنے جان لینا چاہیے اور قرآن مجید کے معنے پڑھنا چاہیے اور مترجم کے نزدیک اسقدر
تو ہر شخص پر واجب ہے کہ جس سے نماز ادا ہو جاوے اور باقی تمام قرآن پاک کی تلاوت مین بھی ثواب عظیم ہے اگرچہ
اُس کے معنے نہ جانتا ہو۔ یاد حق جو دل سے ہو وہ بھی مترجم کے نزدیک موافق قول اولیاء اللہ کے ذکر او ربہتر ہے اور جو
ذکر زبان سے ہو اگر دل حاضر نہ ہو تو وہ کچھ نہین ہے۔ مسئلہ۔ جو اذکار حدیث شریف مین آئے ہین وہ ہر حال مین اعلےٰ و
افضل ہین اور اُن کے بعد ذکر اللہ تعالےٰ عز وجل کی توحید و تسبیح کا ہو اچھا ہے جبکہ اس مین کوئی بات خلاف شرع نہو
واضح ہو کہ جب بندے نے اللہ تعالےٰ عز وجل کی توحید پر یقین کیا اور زبان سے دل کی حاضری و ہوشیاری کیساتھ
معنے سمجھکر ذکر کیا تو قلب بیشبہہ مطمئن ہوتا ہے جیسا کہ حق تعالےٰ جل شانہ نے فرمایا ہے اور بعضے لوگ زبان اور انگلیون
سے ذکر کرتے ہین اور کچھ معنے کا خیال نہین اور دل مین غفلت بلکہ دل اور فکر دنیا مین لگا ہوا ہے تو یہ کچھ بھی نہین بلکہ ایک بے ادبی
و گناہ ہے۔ حدیث صحیح مین ہے کہ افضل الذکر لا آلہ الا اللہ یعنے سب سے افضل ذکر کلمہ لا آلہ الا اللہ ہے۔ معنے اسکے یہ ہین کہ کوئی معبود
نہین سوائے اللہ تعالےٰ کے۔ اور مومن جب ایمان لایا تو اس نے اللہ تعالےٰ عز وجل کی معرفت حاصل کر لی کہ وہ منزہ لاشریک بے مثل
وہ بے مانند ہے کسی چیز سے اس کی مشابہت نہین اور کسی قیاس و وہم کو وہان مجال نہین وہی خالق ہر چیز و ہر آدمی و آدمیون کے
کامون کا وہی رازق ہر ایک مخلوق کا خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو اور جسطرح چاہتا ہے مخلوق کو رزق دیتا ہے چنانچہ اُسی کی قدرت سے

چیونٹی تنکی اور دانہ لاتی اور کھاتی ہے اسی طرح ہر ایک کو وہی رزق دیتا ہے کسی وقت کسی حال میں کوئی چیز و کوئی مخلوق ہو
اُس سے پوشیدہ نہیں اور اس کے قبضۂ قدرت سے باہر نہیں اور جو اُس نے مقدر کیا وہی جاری کیا وہی علیم و خبیر و حکیم ہے
الغرض سب صفات توحید کے ساتھ جسطرح قرآن پاک و احادیث صحیحہ میں آئے ہیں اپنے دل میں یقین کے نقش سے جاوے اور
جب لا الٰہ الا اللہ کہے تو اُسی یقین کو زبان سے بار بار دُہراوے اور دل برابر عظمت و پاکی و صفات پاک الٰہی عز وجل سے بھر جاوے
پس یہ ذکر ہے اور جو کوئی خالی زبان سے یہ حروف نکالے اور نہ معنے سمجھے اور نہ دل میں ان صفات پاک کا اثر ہو تو وہ شخص بیہودہ ہے
اور اگر صفات سے آگاہ نہو یا یقین نہو تو وہ ابھی تک ایمان ہی نہیں لایا ہے۔ مسئلہ۔ ایمان کی شناخت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ
عز وجل کی یاد سے قلب مطمئن ہو۔ امام غزالی وغیرہ علماء نے لکھا ہے کہ قلب کی غذا یاد الٰہی ہے ورنہ دل تاریک و مردہ ہوجاتا
ہے۔ اگر کہا جاوے کہ مخلوقات میں عجائب صنعت الٰہی عز وجل دیکھکر بھی قلب مطمئن ہوتا ہے ایسے ہی معجزات رسول دیکھنے سے تو جواب
یہ ہے کہ مخلوقات پر نظر اگر مخلوقات پر بھی تو خراب اور اگر خالق عز وجل کی صنعت پر بھی اور یہ ایک عاقل عالم کا کام ہے تو یہ
درحقیقت اللہ تعالیٰ کی یاد ہے کیونکہ خالق کی یاد ہے پس جو کوئی اللہ تعالیٰ عز وجل سے منکر ہے تو وہ خالق سے بھی منکر ہے اس لیے
کہ جب مثلاً نصرانی نے بیٹا بتلایا تو خالق عز وجل سے منکر ہوا کیونکہ خالق عز وجل تو وہ پاک ہی بیٹا وغیرہ سے جیسے واسکی ماں وغیرہ
سب اسکے بنائے مخلوق ہیں ایسے ہی کفار مکہ سے جب پوچھا جاتا کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا تو کہتے اللہ تعالیٰ عز وجل نے
لیکن درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ عز وجل پر ایمان نہیں لائے تھے کیونکہ جہالت سے وہ جانتے کہ بتوں کے ذریعے سے وہاں سفارش
پہونچیگی جیسے بادشاہ کے وزیروں کا واسطہ ہوتا ہے پس یہ مخلوق کی تشبیہ مثل بادشاہ کے سمجھتے تھے اور یہ کفر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عز وجل ٨
خالق قیوم ہے علیم بصیر ہے اسکے قبضۂ قدرت سے کسی دم کسی لحظہ کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی اور کوئی چیز ذرہ برابر اُس کی مشیت و
تقدیر کے خلاف کچھ نفع یا ضرر نہیں دیسکتی ہے غرضکہ جو مومن ہے اور اُس نے اللہ تعالیٰ کی صفات پر یقین کیا وہ خوب جانتا ہے کہ توحید
کے سوائے ذرہ برابر بھی تجاوز ہو تو اللہ تعالیٰ سے منکر ہو جائیگا۔ اب سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن پڑھا یا تسبیح ہوا اور طرح اللہ تعالیٰ عز وجل
کی یاد ہو سب ذکر الٰہی ہے جس سے قلب مطمئن ہوتے ہیں اور جو معجزات مشرکین مکہ مانگتے تھے انکو اگر اسطرح دیکھتے کہ سبحان اللہ
وہ کیسا خالق قادر قوی ہے کہ جو چاہے وہ کرے ہر ایک چیز اس کے قبضۂ قدرت میں ہے تو ایمان تھا اور وہ معجزہ ہوا کوئی اور معجزہ
نافع ہوتا اور اگر یوں نہ دیکھتے تو خالی مخلوق پر نظر ہوئی جس میں اول کفر تو یہی تھا پھر کفر کے ساتھ جو ہوتا سب شیطانی ہوتا اسی
واسطے معجزات کو سحر وغیرہ کہتے تھے اور قرآن پاک کو جادو بتلاتے تھے حالانکہ قرآن مجید سے قلوب مطمئن ہوتے ہیں اور حدیث
صحیح میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی رات کو قرآن مجید پڑھتے تھے ایک سپید چیز بادل کی طرح اُنکے اوپر سایہ کیے ہوئے نزدیک ہوتی
اور ان کا گھوڑا بدکتا اور جب انھوں نے تلاوت موقوف کر دی تو وہ غائب ہوگئی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا یہ سکینت تھی جو قرآن مجید کی تلاوت پر نازل ہوئی تھی۔ اور قولہ تعالیٰ انزل اللہ سکینتہ علی
رسولہ الآیہ کی تفسیر میں سکینت کی تفسیر گذری اور یہ اطمینان قلب کو شامل ہے اور سراج وغیرہ میں اس مقام پر لکھا کہ
سورۂ انفال میں فرمایا کہ انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم الآیہ پس یہاں تو ذکر الٰہی سے قلوب کا وجل ظاہر ہوتا ہے
اور یہاں ذکر الٰہی تعالیٰ سے اطمینان فرمائی پس معنے یہ ہیں کہ وجل یعنی خوف زدہ ہو تو اس وقت ہوتے ہیں کہ عذاب و وعید سنا و

قہر الٰہی یاد کریں اور مطمئن اُس وقت ہوتے ہیں کہ اس کی رحمت یاد کریں۔ مترجم کہتا ہے کہ کوئی سوال وارد ہی نہیں ہوتا اور وجل و طمانینت میں کچھ منافات نہیں ہے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کی یاد سے دلوں پر طمانینت طاری ہوتی ہے اور اسی کو اپنا خالق و قادر و رب جاننے پر راضی و مطمئن ہوتے ہیں اور معجزات و رسول و جنت و آخرت سب اُسکی قدرت کی مخلوقات جانتے ہیں پھر اس اطمینان کو برابر ایمان کے ساتھ ساتھ بقاء ہے کبھی زوال نہیں مگر جب غفلت یا نفاق یا شرک خفی طاری ہو پھر اللہ تعالےٰ عزوجل پر ایمان خود اُس کی رحمت کی اُمید واری اور اُس کے استغنا و کبریا و عظمت و جلال و قہر کا خوف ہے پس جو اطمینان تھا اُس کو اس خوف سے کچھ منافات نہیں جیسے رحمت کی امید کو قہر کے خوف سے کچھ زوال نہیں تم نہیں دیکھتے کہ جس نے اللہ تعالےٰ کو یاد کیا اور وہ اللہ تعالےٰ کی کبریائی و عظمت و جلال سے غافل ہے تو اُس نے اللہ تعالےٰ کو یاد ہی نہیں کیا کیونکہ یہ تو اللہ تعالےٰ عزوجل کے صفات ہیں پس غور سے سمجھ لینا چاہیے اور تعجب ہے کہ بزرگ مفسرین کو اسمیں تردد ہی کیوں ہوا واللہ تعالےٰ ہوالہادی الیٰ سبیل الرشاد۔ اور آیت کریمہ کے بعض اشارات کا بیان حدیث میں اس طرح آیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب یہ آیت اُتری تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم جانتے ہو اس آیت کے معنے انھوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ و رسول اُسکا دانا تر ہے فرمایا کہ جس نے محبوب رکھا اللہ تعالےٰ و اُسکے رسول کو اور رسول کے اصحاب کو رواہ الشیخ۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ شخص کہ محبوب رکھے اللہ تعالےٰ کو اور اسکے رسول و اُسکے اہل بیت کو صدق کے ساتھ بدون بناوٹ کے اور دوست رکھے مومن کو حاضر و غائب۔ خبردار ہو کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کی یاد سے باہم الفت کرتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے۔ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور کیے کام نیک۔ طُوْبٰى لَهُمْ طوبےٰ ہے اُن کے لیے۔ وَحُسْنُ مَاٰبٍ۔ اور واپس جانے کا اچھا ٹھکانا ہو ازہری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طو باہم عرب نہیں بولتے یہ بنائی ہوئی بولی ہے اور فصیح زبان طوبیٰ لہم ہے۔ زجاج و ابو عبیدہ و اہل اللغۃ نے کہا کہ طوبےٰ بروزن فعلیٰ تانیث الطیب ماخوذ از طیب ہے پس صفت جنت ہے اور اسوقت بولتے ہیں کہ کسی کے لیے نہایت درجہ کے شادمانی و خوشی و عیش ہو پس جس عیش و نعمت کو اللہ تعالےٰ عزوجل نے طوبےٰ فرمایا اُس کی مقدار بشر کے خیال سے باہر ہے اسی واسطے حدیث صحیح قدسی میں آیا کہ یقول اللہ تعالےٰ اعددت لعبادی الصالحین مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علےٰ قلب بشر۔ یعنے حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ میں نے مہیا فرمایا ہے اپنے صالحین بندوں کے لیے وہ کہ نہیں دیکھا اُس کو کسی آنکھ نے اور نہ کوئی کان ہے جس نے سُنا ہو اور نہ کوئی قلب ہے جسکے خیال میں آوے۔ مترجم کہتا ہے کہ قدرت الٰہیہ مومن کے اعتقاد میں نہایت پاک و اعلےٰ ہے کہ ہرگز وہم میں نہیں آسکتی خصوص جب کہ تمام کرہ زمین و آسمان ایک ذرہ کے برابر نہیں اور ایسے ہی کا پیدا کرنا تمام جہان کی وسعت سے باہر ہے اور دنیا ایک خرابہ کھنڈل ہے جسکو وہ مخلوق آراستہ کرتی ہے جسکو دنیا کی ہوس ہے پس کوئی خوبصورتی و نعمت آدمی کے قیاس میں نہیں آتی ہے اور خوب سمجھو کہ جنت و باغ کا کوئی نمونہ دنیا میں نہیں ہے جس پر تم قیاس کرو بلکہ عقلیں وہاں حیران ہیں حتیٰ کہ بہت سے بیوقوف اُس کی قدر صرف اپنے قیاس سے سمجھتے ہیں بلکہ مراد اسقدر بیان سے جو قرآن پاک و احادیث میں وارد ہے یہ ہے کہ اس جہان آراستہ و عیش و راحت پر یقین کرو اور یہ سمجھو کہ دنیاوی عیش میوہ و دیگر اشیاء اُس جہان میں نہیں مل سکتے بلکہ یہ یقین کرو کہ یہاں اگر خاک و گھاس و غیرہ کے

اختلاط سے اس مٹی سے پیدا ہوتے ہین تو وہان بہی میوہ نہایت پاکیزہ اختلاط و پیدائش سے زندہ موجود ہین جیسے مثلاً کوئی شخص کاغذ کا پہول گلاب کا کترے اور اُس کے مقابلہ مین باغ مین جاوے تو اصلی پہول زندہ خوشبودار نہایت نفیس پاوے اسی پر قیاس کرو کہ یہ جہان گویا نقلی ہے اور وہ اصلی ہے اور جب حضرت خلاق علیم جل شانہ نے اپنی مخلوقات کی خبر دی تو ہم کو عقل سے یقین کامل اعتقاد رکہنا فرض ہے اور عقل کسی حال مین اُس کو مشکل نہین سمجہتی پس جو بیوقوف اس سے منکر و محال جانتے ہین ان کی حماقت پر ہزار نفرین کہ عقل ملکوتی سے بے بہرہ ہین اور حواس بہیمی سے ادراک نہین کر سکتے پس انکار کرتے ہین ولیکن جن بندون کا وصف حق تعالیٰ عز وجل نے ان آیات مین بیان فرمایا وہ ہر حال مین قدرت حق عز وجل کو ایسا عظیم لاانتہا جانتے ہین کہ جنت کو جس حد تک سمجہ سکو اس سے لاکہون درجہ بلکہ بیحد بہتر اسکے قبضۂ قدرت مین ادنے مخلوق ہو فتبارک اللہ احسن الخالقین تنبیہ واضح ہو کہ آیت کریمہ مین طوبیٰ لہم کی تفسیر مین اقوال ہین اور شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طوبیٰ مصدر از طیب ہو یعنی جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور لکہا کہ یا طوبیٰ ایک درخت ہے جنت مین کہ اگر سو برس تک سوار اسکے سایہ مین جاوے تو اُسکو طے نکر پاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے التزام کیا تہا کہ جو قول سب سے زیادہ راجح ہو گا وہی ذکر کرونگا پس یہان ان دونون قول کو مساوی درجہ پا کر دونون کو ذکر کیا اور شاید کہ ان دونون کے ذکر مین جس کو مقدم کیا اُس کو ارجح سمجہا ہو اور میرے نزدیک بہی یہی بات ہے اور سیاق اسی کو مقتضی

[illegible]

ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ طوبیٰ لہم فرح لہم وقرۃ اعین یعنے اُن کے واسطے فرحت اور آنکہون کی ٹہنڈک ہے یعنے ایسی نعمت کہ اُنکے قیاس سے باہر ہے اور بعض نے قول دوم کو ارجح خیال کیا بدلیل حدیث عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہ کہ ایک اعرابی نے آکر آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جنت مین فاکہہ ہو فرمایا کہ ہان اُسمین ایک درخت ہے اسکو طوبیٰ کہتے ہین الی آخرا لحدیث الذی رواہ احمد وابن جریر وابن ابی حاتم والطبرانی والبیہقی وابن مردویہ۔ اور حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہ ایک شخص نے کہا کہ یا رسول اللہ طوبیٰ لمن رآک وآمن بک۔ یعنے طوبیٰ اس شخص کے لیے جس نے آپ کو دیکہا اور آپ پر ایمان لایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طوبیٰ لمن آمن بی ورآنی ثم طوبیٰ ثم طوبیٰ ثم طوبیٰ لمن آمن بی ولم یرنی یعنی فرمایا کہ ہان طوبیٰ اُس کو جو مجہپر ایمان لایا اور مجہے دیکہا پہر تین مرتبہ یعنی سہ چند طوبیٰ اسکے لیے جو مجہپر ایمان لایا مگر مجہے نہ دیکہا پس ایک نے عرض کیا کہ طوبیٰ کیا یا رسول اللہ فرمایا کہ جنت مین ایک درخت صد سالہ راہ ہے اُسکے اکمام سے جنتیون کے لباس نکلتے ہین رواہ احمد وابن حبان وابو یعلیٰ وابن جریر وابن ابی حاتم والخطیب فی التاریخ۔ اگر کوئی کہے کہ اول شخص نے تو طوبیٰ لمن رآک کہا تہا پہر دوسرے پوچہنے والے نے کیون دریافت کیا تو جواب یہ ہے کہ آپ نے عیش و راحت کے اسباب مین نادیدہ ایمان لانے والون کا سہ گونہ ثواب فرمایا حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم افضل الامۃ منصوص ہین تو اُس نے استفسار کیا کہ یہ باعتبار قبولیت و درجات قرب کے ہو یا باعتبار ثواب و راحت کے ہے اور واضح ہو کہ دار آخرت مردہ نہین ہو بلکہ جاندار ہو کما فی قولہ وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان۔ لہٰذا درخت طوبیٰ اور اس سے لباس نکلنا اس شکل پر جو دنیا مین ہے قیاس نکرنا چاہیے۔ اور طوبیٰ کے بارہ مین سلف صالحین سے اقوال و آثار بہت ہین اور اصل صحیحین وغیرہ مین حدیث انس رضی اللہ عنہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت مین ایک درخت ہے کہ سوار اُس کے سایہ مین سو برس تک چلا جاوے طے نہو اور تمہارا جی چاہے پڑہو قولہ تعالیٰ وظل ممدود۔ اور بعض روایات مین ہے کہ وہی شجرۃ الخلد ہے اور بعض سلف نے کہا کہ یہ درخت جنت عدن مین ہو اور تمام جنتیون پر سایہ کیے

ہوئے ہین۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ ان احادیث مین یہ دلیل نہین ہے کہ آیت مین طوبیٰ لہم کی یہ تفسیر ہے بلکہ احادیث مین فقط
طوبیٰ درخت کا بیان ہے بلکہ صحیحین کی روایت مین آپ نے قولہ ظل ممدود آیت کی یہ تفسیر قرار دی نہ قولہ طوبیٰ لہم کی۔ اور
معالم وغیرہ مین معاویہ بن قرہ سے باپ کے ذریعہ سے مرفوع روایت ہے کہ طوبیٰ درخت کو اللہ تعالیٰ عزوجل نے خصوصیت
کے ساتھ دست قدرت سے اُگایا اور اُس مین روح پھونکی پس اس سے نہایت خوبصورت لباس و زیور پیدا ہوتے ہین
اور اُس کی شاخین دیوار جنت کے باہر سے نظر آتی ہین۔ اور ایک روایت مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے
کہ اللہ تعالیٰ اُس سے فرماویگا کہ میرے بندہ جو کچھ چاہے وہ تیرے پھلون سے پیدا ہوتے کہ گھوڑا مع زین آرایش جس طرح کا جس
خوبصورتی کے ساتھ چاہے گا اُس سے نکل آویگا۔ مترجم کہتا ہے کہ دار آخرت کے جسقدر حالات مین بہت ہی مختصر وارد ہوئے
ہین حتی کہ دوزخ تک کو زندہ و جاندار بیان فرمایا گیا ہے اور اسی واسطے امام غزالی وغیرہ نے لکھا کہ وہ عالم ایک ظہور وجود روحانی
ہے اور جسمانیت وہان تابع ہے۔ جیسے یہان جسمانیت ظاہر و جان مخفی ہے اور وہ عالم ایسی خوبصورتی سے آراستہ ہے کہ جس کے
مقابلہ مین عالم دنیا خرابہ کھنڈل اونچا نیچا پریشان ہے لیکن نمونہ کے لیے حق تعالیٰ نے بہت سے درخت و گل بوٹے ایسے پیدا کر دیے
ہین کہ جس خوبصورتی و تراش و خراش و عمدگی سے وہ پیدا ہوتے ہین آدمی کو حیرت و عجیب قدرت الٰہی نظر آتی ہے پس قیاس کرو کہ
اس ویران کھنڈل مین تو یہ ظہور ہے پھر وہان آراستہ و پیراستہ خوبصورت جہان مین کس خوبصورتی سے ظہور ہوگا اور خبردار ہو کہ اس
زمانہ مین بہت کثرت سے ایسے ملحدین ہین جو عقل سے بے نصیب مگر حواس و اٹکل کے پابند ہو کر جو کچھ حقیقت بیان جنت وغیرہ کا وارد
ہے اسکو حواس کے قیاسات پر محمول کرتے ہین اور اُسوقت انکو نظر آویگا جب ملائکہ عذاب انکی روح کھینچینگے اور آتش دوزخ بحکم
نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ الآیہ۔ اُن کے سیاہ دلون کو جھانک کر گرفتار کرے گی اور اسوقت تو ندامت و امتحان کی گھڑیاں
ہین گویا جنت ہین ہی نہین لیکن اہل ایمان کہ وہی اہل عقل ہین ایمان لاتے ہین اور ان کی عقل اس ہدایت و رحمت الٰہیہ پر اسکی حمد و شکر
ادا کرتی ہے اور کیون نہو کہ مسافر کو اپنے مبارک وطن کے ذکر سے فرحت ہوتی ہے اور شیخ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام
کو توضیح سے بیان کیا اور مضائقہ نہین کہ جہان تک مذکور ہوا اسکو اختصار ہے اور باقی کو واضح ذکر کرون چنانچہ شیخ نے لکھا کہ قولہ
الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبیٰ لہم وحسن مآب۔ علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس فرح لہم و قرۃ اعین عکرمہ رح ای نعم لہم ابراہیم
نخعی ای خیر لہم۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلمہ عربیہ ہے کہ طوبیٰ لہم ای حسنیٰ لہم۔ یہ سب اقوال آپس مین انمین کچھ تفاوت نہین ہے
ابن عباس رضہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کر کے مومنون کے واسطے کر دیا۔ شہر بن حوشب نے کہا کہ طوبیٰ درخت جنت
جس کی ہر قصر جنت مین شاخ ہے اور جنت کے باہر سے نظر آتی ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور ایسا ہی ابوہریرہ و ابن عباس و مغیث
بن سلیمان و ابو اسحٰق سبیعی اور بہتیرے سلف سے مروی ہے بعض نے کہا کہ رحمٰن تبارک و تعالیٰ نے اسکو ایک دانہ موتی سے پیدا کیا
اور حکم دیا کہ پھیل جاوے پس پھیلا جہان تک اللہ تعالیٰ عزوجل نے چاہا اور اس کی جڑ سے جنت کی نہرین شہد و شراب و پانی و
دودھ کی جاری ہین۔ پھر شیخ نے امام احمد کی حدیث ابی سعید خدری اور بخاری و مسلم کی حدیث سہل بن سعد اور بخاری کی حدیث
انس اور مثل اس کے امام احمد کی حدیث ابی ہریرہ جو اوپر مذکور ہوئی ہین باسانید ذکر فرمائی ہین اور لکھا کہ محمد بن اسحاق نے اپنے
استاد سے حضرت اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کا

ذکر کیا اور فرمایا کہ اسکی شاخ کے سایہ مین سو برس چلیگا کہا تھا کہ اُس کی شاخ کے سایہ مین سو سوار چلین اور فرش اُس کا سونے کا ہے اور پھل اُس کے قلال ہین۔ رواہ الترمذی۔ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر وہب بن منبہ رح سے ایک اثر عجیب وغریب روایت کیا چنانچہ ابن منبہ نے کہا کہ جنت مین ایک درخت ہے اُس کو طوبیٰ کہتے ہین سوار اُس کے سایہ مین سو برس تیز روان ہوا اور اُس کو طے نہ کر سکے۔ اُس کے شگوفہ ریاض ہین اور پتے برودله ہین اور شاخین عنبر اور بطحا اُس کا یاقوت کا اور خاک اُس کی کافور اور وحل اُس کا مشک اُس کی جڑ سے انہار خمر وعسل وشیر جاری ہین وہ مجلس اہل جنت ہے۔ وہان کے واقعات مین سے ہے کہ ایک بار ملائکہ اُن کے پاس پروردگار تبارک وتعالے کی جانب سے آوینگے اور سونے کی خوبصورت زنجیرون سے آراستہ عجیب بختی لاوینگے جنکے چہرے مثل چراغ کے خوبصورت اور ان کی وبر مثل مرعزی ریشم کے نرم اور انپر رحال ہونگے جنکے الواح یاقوت کے اور روقوف سونے کے اور آرائش جامہ سندس واستبرق کی پس سلام کرکے کہینگے کہ رب الرحمن عز وجل نے ہمکو تمہارے پاس بھیجا کہ تم اس کے لقاء وسلام سے مشرف ہو پس انپر سوار ہونگے تو پرندون سے زیادہ تیز روان اور بستر سے زیادہ نرم بلا کلفت کے پس آدمی اپنے برابر کے آدمی سے باتین کریگا اور ایک کا پہلو دوسرے سے نہ ملیگا اور نہ سواری کا کان دوسری سواری سے اور راہ مین درختان خوشنما اُن کے سامنے سے یا شاخ اُن کے رُخ سے ایک طرف ہوجائیگی تاکہ انہین کسی کے نہ لگے اور جدا نہون پس وہ ایک مقام پر پہونچینگے جو کرامت دیدار کے لیے مشرف کیا گیا ہو پس حق تعالے عز وجل اُنکے واسطے پردہ انکی آنکھون سے مرتفع فرماویگا اور یہ لوگ دیدار کے وقت سجدہ کرنا چاہینگے اور اس سے بکرامت معاف رکھے جاوینگے پس کہینگے کہ اللہم انت السلام والیک السلام وحق لک الجلال والاکرام پس اللہ تعالے عز وجل فرماویگا انا السلام ومنی السلام اور تمپر میری رحمت ومحبت ثابت و مستحکم ہوچکی مرحبا میرے بندو جنہون نے غائبانہ میری طاعت کی اور میرا حکم مانا۔ پھر عرض کرینگے کہ اے رب ہمارے ہم نے تیری عبادت جیسی چاہیے نہ کی اور جو تیری قدر ہے ہم نہ کر سکے تم کو اجازت فرما کہ ہم تیرے واسطے سجدہ کرین۔ حق عز وجل فرماویگا کہ یہ گھر محنت وعبادت ورنج وغم کا نہین ہو بلکہ یہ گھر بادشاہت ونعمت کا ہو اور مین نے تم سے محنت وعبادت برطرف کردی تو مانگو مجھ سے جو کچھ اور چاہو تم مین سے ہر ایک کو اسکی مراد عطا ہوگی پس ہر ایک اپنی اپنی مراد مانگیگا پھر انہین سے سب سے کم وحقیر مراد مانگنے والا یہ کہیگا کہ اے رب میرے دنیا والون نے اپنی دنیا مین جھگڑے اور افتخار پھیلائے تھے اور اُن کو تنگی دی گئی پس اے رب جب سے تو نے اسکو پیدا کیا اور جب تک ختم کیا جو کچھ تو نے پیدا کیا ہر ایک چیز کے مثل مجھے دیدے اللہ تعالے عز وجل فرماویگا کہ تیری مراد بہت حقیر نکلی اور تو نے اپنے درجے سے کم مانگا اچھا تیرے لیے یہ تیری مراد ہے اور دس گونہ زیادہ ہو کیونکہ میری بخشش مین نہ تنگدستی اور نہ بخل وکمی ہے پھر فرماوے گا کہ میرے بندون پر وہ نعمتین پیش کردو جو اُن کے خیال مین نہ آئی ہین پس پیش ہونے سے انکو اپنے نفس کی خواہشین حقیر نظر آنے لگینگی اور منجملہ ان نعمتون کے ایک دانہ یاقوت کا تخت آراستہ ونعمہائے بے قیاس اور حور العین نوجوان لڑکیان جنکو یہ اعتقاد ہوگا کہ ہمارے بادشاہ کو ہم پر ایسی فضیلت ہے جیسے آفتاب کو کنکر ون پتھرون پر ہوتی ہو یا اس سے بھی زیادہ حالانکہ بندہ مومن جنتی کو ان حور العین کی فضیلت نظر آویگی پس یہ حور اپنے خاوند کو نہایت پیچھے پیارے لینگی اور کہینگی کہ واللہ ہم نہ جانتے تھے کہ اللہ تعالے تیرے مثل پیدا کرے گا پھر ملائکہ بحکم باری تعالے ہر ایک کو اسکی جنت کے گھر مین لیجاوینگے مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ تم سے ہر شخص جنت کے اپنے گھر کو اس سے زیادہ جانتا ہو جیساکہ دنیا مین نماز سے واپس ہوکر اپنا گھر پہچانتا ہے اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے بعد لکھا کہ اس

له برود ایک قسم کا ریشمی کپڑا لطعار یعنے لنگر زمین مراد یہان اس درخت کے اُگنے کی جگہ وحل یعنے کیچڑ ۱۲ منہ

اس اثر کو ابن ابی حاتم نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا اور اس میں اس قدر زائد ہے کہ اُس کے بعد وہب نے کہا کہ پھر ملائکہ اُن کو پروردگار کی نعمتیں دکھلا دینگے کہ دیکھو تم کو تمہارے پروردگار نے کیا کیا نعمتیں عطا فرمائی ہیں پس بندہ مومن رفیق اعلیٰ میں قبہائے گوہر وزبرجد وغیرہ میں داخل ہوگا جنمیں سونے کے کواڑ اور یاقوت کے تخت جن پر سندس واستبرق کا فرش اور اُن میں نور کے ممبر ہوں گے ان قبوں کے دروازوں وصحن سے نور جوش مارتا ہوگا جسکے سامنے سورج کی روشنی ایسی ہے جیسے دن میں تارہ کی چمک ہوتی ہے اور اعلے علیین میں وہ دیکھیگا کہ یاقوت کے بلند بلند مکانات ہیں جن کا نور تمام محیط ہو رہا ہے اور اگر اسوقت اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو بندۂ مومن کے لیے تحفہ نہ فرمایا ہوتا تو آنکھوں کی بینائی جاتی رہتی یعنی دنیا کی آنکھ ان چیزوں کے دیکھنے کے لائق نہیں ہے حتیٰ کہ اسوقت دنیاوی زندگی میں آدمی کی بینائی جاتی رہے بلکہ مرجاوے اور وہاں حق تعالیٰ عزوجل کے دوبارہ پیدا کرنے میں ایک ظہور قدرت کاملہ ہوگا کہ ہر طرح کے نورانیات کو متحمل ہوگا بدلیل قولہ تعالیٰ فانشأناہن انشاءً فجعلناہن ابکاراً۔ جو بوڑھی عورتوں کے وہاں نوجوان ہونے کے بارہ میں منصوص ہے فافہم۔ پھر وہب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان قصرہا سے رفیع وبلند میں سے جو قصر یاقوت سُرخ کا ہوگا اس میں سندس سبز کا فرش ہوگا اور جو یاقوت زرد کا ہوگا اسمیں ارغوانی فرش ہوگا مشجر بزمرد سبز وطلائے سُرخ وسیم سپید اور اسکے قوائم وارکان جواہر کے ہوں گے اور ان مکانوں کے شرف پر موتی کے قبہ اور مرجان کے غرفہ ہونگے پس عطائے الٰہیہ سے اس مرتبۂ شرف وممتاز ہوکر واپس ہونگے تو انکی سواری کے لیے گھوڑے پیش کیے جاوینگے اُن کی صفت بیان وقیاس سے برتر ہے یاقوت سپید کا گھوڑا جسمیں اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت سے روح ہوگی اور غلمان اُنکے خادم ہونگے اور اُن گھوڑوں کی لگام وعنان سپید چاندی کی جواہرات سے جڑاؤ ہوگی اور زینیں تختہائے موضونہ مفروش بسندس واستبرق ہونگے پس انپر سوار ہوکر وسط ریاض جنت میں روان ہوکر مکانوں پر جاوینگے پس جب اپنی منازل تک پہونچینگے تو دیکھینگے کہ نور کے منبروں پر ملائکہ ان کی ملاقات کے انتظار میں کھڑے ہیں تاکہ سلام کریں اور اُن کو مبارکباد دیویں پس جب اپنے مکانوں میں داخل ہونگے تو وہ سب آرزوئیں ومرادیں موجود پاوینگے اور ہر ایک قصر کے دروازہ پر چار جنت یعنی باغ ہونگے اے جنتان ذواتا افنان۔ دو باغ با افنان۔ وجنتان مدہامتان۔ وفیہما عینان نضاختان وفیہما من کل فاکہۃ زوجان۔ وحور مقصورات فی الخیام پس جب اپنے اپنے منازل میں جنکو وہ خوب پہچانتے تھے قرار پکڑینگے تو پروردگار عزوجل فرماویگا کہ تم نے وہ سب پایا جو کہ میں نے تم کو وعدہ دیا تھا عرض کرینگے کہ ہاں اے رب ہمارے تیری ذات پاک ہے۔ فرماویگا کہ تم اپنے رب کے ثواب پر راضی ہو عرض کرینگے کہ اے رب ہمارے ہم راضی ہیں تیری رضا چاہتے ہیں فرماویگا کہ میری رضا تمہارے لیے دائمی ہے تم اس مبارک ملک میں رکھے گئے اور تم کو میرا دیدار نصیب کیا گیا اور میرے ملائکہ نے تم سے مصافحہ کیا مبارک مبارک تمہارے لیے یہ نعمت غیر منقطع ہے نہ کبھی اُکتاؤگے اور نہ کبھی کمی ہوگی۔ پس یہ کرم پاکر کہینگے الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن وادخلنا دار المقامۃ من فضلہ لا یمسنا فیہا نصب ولا یمسنا فیہا لغوب ان ربنا لغفور شکور۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سیاق غریب وانر عجیب ہے اور اس کے بعض مضامین کی صحت قوی کی شاہد ہر دو صحیحین یعنی صحیح بخاری وصحیح مسلم میں موجود ہیں چنانچہ صحیحین میں ہے کہ جو شخص سب سے آخر جنت میں داخل ہوگا اس سے اللہ تعالیٰ عزوجل فرماویگا کہ اپنی آرزو بیان کر پس وہ آرزوئیں بیان کرتے کا یہاں تک

کہ جب اپنی حد بھر مانگ چکیگا تو اللہ تعالے عزوجل فرما دیگا کہ یہ مانگ اور وہ مانگ یعنی خود اُس کو تعلیم فرماویگا پھر فرماویگا کہ تیرے لیے یہ سب اور اس سے دس گونہ زیادہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مین نے اثر مذکور مین کسی مقام پر اس کو بڑھا دیا ہی بوجہ اس کے کہ فضل الٰہی سے صحیحین کی یہ روایت محفوظ تھی فلیعلم واللہ اعلم اور صحیح مسلم مین ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حدیث قدسی روایت کی کہ اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہے کہ اے میرے بندو اگر تم سب ابتدا سے انتہا تک جسقدر پیدا ہوئے ہو خواہ آدمی ہو یا جن ہو سب کے سب ایک میدان مین کھڑے ہوا ور اپنی اپنی مراد (جو کچھ ہووے) مجھ سے دعا کرکے مانگو اور مین تم مین سے ہر شخص کو اُس کی مراد دیدون تو اس سے میرے ملک و بادشاہت مین کچھ کمی نہوگی مگر جیسے کوئی شخص سمندر مین سوئی ڈبو کے اور اُٹھا دے دیکھے کہ اس مین سمندر سے کیا کمی ہوئی الحدیث بطولہ۔ اور خالد بن معدان رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ جنت مین ایک درخت ہے جسکو طوبے کہتے ہین اور اس کی نفاست سے پستان ہین جنسے اہل جنت کے بچے دودھ پیتے ہین اور عورت کا گرا ہوا پیٹ جنت کی نہرون مین سے ایک نہر مین قیامت تک آرام سے کروٹین بدلتا ہے اور قیامت کے روز چالیس برس کا اُٹھایا جائیگا۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم کے حق مین فرمایا کہ جنت مین اُس کی دودھ پلائی ہے کما فی البخاری۔ اور مترجم کہتا ہے کہ طوبے خواہ درخت ہو یا جنت ہو دار آخرت زندہ جاندار ہے پس اُس کی کیفیت کا سمجھنا اہل حواس کی سمجھ سے باہر ہے ولیکن اللہ تعالے عزوجل کی قدرت ہم تنگ فہمون پر ظاہر ہے تو جو باتین و نعمتین بیان ہوئی ہین وہ سب اللہ تعالے عزوجل کی ادنےٰ قدرت ہین اور اعلیٰ قدرت کی نعمتین بسبب ہم لوگون کی کم ظرفی کے بیان نہین ہوئین بلکہ بیان فرمایا کہ وہ ایسی نعمتین ہین کہ نہ کسی آنکھ نے انکو دیکھا اور نہ کسی کان نے اُن کو سُنا اور نہ کسی بشر کے دل پر انکا خطرہ آیا ہے اسی واسطے حق تعالے عزوجل نے فرمایا طوبے لہم وحسن مآب۔ پس جسکو اللہ تعالے طوبے و حسنیٰ فرما دے وہ کس درجہ بلند قدر ہوگی۔ مسئلہ۔ عہد توڑنا نماز مین بے قدری سے کسل کرنا جھگڑے نالش مین فجور کرنا امانت مین خیانت کرنا جھوٹ باتین کرنا یہ سب جمع ہون تو افعال مین منافق ہوگا اگرچہ روزہ نماز پڑھے مسئلہ۔ ہدایت دینا و گمراہی دینا اللہ تعالے کی قدرت ہے پیدا کرنے سے پہلے جو کچھ اللہ تعالے عزوجل کے علم مین بندہ کی نسبت تھا وہی واقع ہوگا مسئلہ جو قلب گمراہ ہو اُس کو آیات و معجزات سے نفع نہین ہوتا اگرچہ ہزار بار دیکھے مسئلہ۔ ذکر الٰہی سے قلوب مطمئن ہو جاتے ہین پس جسکا قلب مطمئن نہو وہ اپنے نفس مین غور کرے اور عالم و فقیہ سے دریافت کرے مسئلہ۔ دنیا مین عزت و آبرو اور مالداری و اولاد سے آدمی کی خوبی پر کچھ بھی دلیل نہین ہے بلکہ اکثر ایسے لوگ اللہ تعالے کے نزدیک بدتر حقیر و خوار ہوتے ہین اور بہت سے محتاج و فقیر جنکو لوگ حقیر جانتے ہین اور مصائب مین گرفتار ہوتے ہین وے اللہ تعالے عزوجل کے نزدیک معظم و مکرم و آبرو والے ہوتے ہین پس اصلی پہچان تقوےٰ و علم ہے فافہم۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے ان اللہ یضل من یشاء الآیہ۔ گمراہون کے بھٹکنے کے جو سبب سمجھے جاتے ہین اُنکو کاٹ دیا اور اصل اُس کی اللہ تعالے عزوجل کی قدرت ہے اور ہدایت انھین مین منحصر رکھی جو اسکی طرف رجوع لاتے ہین پس بعض نے علامات بیان کیے کہ جو اپنے نفس پر اعتماد کرتا ہے راہ سے بھٹکتا ہے اور جو تمام امور مین اپنے رب کی طرف رجوع لاتا ہے اور اپنی طاقت و قوت سے پناہ اپنے رب کی طرف لاتا ہے وہ راہ پاتا ہے۔ جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا کہ جو کوئی اپنی قوت سے اسکی معرفت چاہے گمراہ ہوگا اور جو اسی سے اسکو چاہے وہ حقائق کو پہنچ جاتا ہے۔ واضح ہو کہ

کافرون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا یا تو آیات طلب کین حالانکہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کون
آیت ہو سکتی ہے اور جنھون نے آپ کو دیکھا یا وہ رسالت پر یقین لائے وقد قال الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا یہ۔ اس مین
بیان ہے کہ جنکو ہدایت ہوئی اُن کا یاد کرنا ایمان کے ساتھ ہے اول غیب پر ایمان لائے اور یقین کیا پھر یاد سے اُنکے قلوب مطمئن
ہوئے۔ اللہ تعالے عزوجل پر ایمان سے بسبب غیب کے اُن کو اطمینان نہ تھا بلکہ ذکر الٰہی سے اطمینان ہوا اور اگر مشاہدہ کشف
ہوتا تو ذکر کی حاجت واسطے اطمینان کے نہ ہوتی۔ اور مومنون کا ذکر کرنا دو معنے پر ہے ایک ذکر ظاہر اور دوم ذکر باطن۔ ذکر
ظاہر کی دو قسمین ہین ایک ذکر زبان کے ساتھ اور ایک ذکر کان سے یعنے کسی دوسرے سے سنکر پس زبان و گوش سے جو ذکر ہو
اس سے طمانینت براہ ترہیب و توحید ہوتی ہے اور ذکر باطن کی بھی دو قسمین ہین ایک یہ کہ دل مین عظمت و جلال الٰہی سما دے
اور یہ اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ تعالے عزوجل کی نعمتون و انعامات کو دیکھے اور اس کی مخلوقات و نشانیون مین فکر کرے اور یہ
قلب کا فعل ہے اور دوم یہ کہ ذکر فعلی نہو بلکہ اللہ تعالے کا ذکر اُس کے پاک بندون کے قلب مین آوے اور یہ اسطرح ہوتا
ہے کہ واردات غیب و تجلیات خاصہ بطریق کشف پیدا ہون اور یہ ذکر خالص الٰہی بدون سبب و علت کے ہوتا ہے اور طمانینت
قلب خالص یہی ہے اور اس کے سوائے جو ذکر ہین وہ معلول ہین اور یہ اسطرح بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالے عزوجل اپنے
نیک بندون کو یاد فرماتا ہے پس وے اپنے رب کو یاد کرتے ہین کما فی الحدیث وان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی وان ذکرنی
فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر من ملائہ پھر واضح ہو کہ ذکر جب محل ایمان مین ہوتا ہے تو اس سے رغبت و رہبت اور وجل و خوف و قلق و رجاء
و حسن الظن باللہ پیدا ہوتا ہے اور جب ذکر ایمان محل الیقین مین ہوتا ہے یعنے جنھون نے مشاہدہ و لقاء الٰہی کا یقین کیا ہے پس وہ نور ایقان کے ساتھ
اللہ تعالے کے ذکر کرنے والے ہین اور ایقان کا نور ایمان سے زیادہ روشن ہے جیسے صبح کاذب و صبح صادق کا فرق ہے پس اہل الیقین
ذکر کی طمانینت مین بقدر انوار و تجلیات ہین پس جسقدر انکشاف و تجلیات مزید ہین اور وضوح زیادہ ہے اسی قدر ذکر مذکور زائد ہے
پس انکے ذکر سے صدق و اخلاص و تسلیم و رضا و توکل و خالص عبودیت پیدا ہوتی ہے اور جب معنے آمنوا باللہ کے مشاہدہ آلٰہیہ ہون تو یہان
طمانینت بکشف وجود ہے جیسے طلوع آفتاب بعد صبح صادق کے ہوتا ہے پس اول تو ایمان سے علم الیقین ہے اور دوم ایقان سے
عین الیقین ہے اور سوم مشاہدہ الٰہی سے حق الیقین ہے اور واضح ہو کہ مقام مشاہدہ مین بسبب استیلاء انوار عظمت الٰہی کے ذکر زائل ہو جاتا
ہے اور یہ مقام طمانینت کا نہین ہے بلکہ مقام فناء قلوب کا ہے بلکہ عظمت مین قلب و روح و عقل و علم و فکر و ذکر سب فنا ہو جاتے ہین اور اس
سے محبت و شوق و عشق و معرفت و توحید و تجرید و تفرید و انس و فناء و بقا پیدا ہوتے ہین اور معنے قولہ تطمئن القلوب یعنے اللہ تعالے کی یاد سے
ارواح مطمئن ہوتی ہین اور ذکر کا محل چار چیزین ہین ایک قلب اور یہ آیات کے دیکھنے سے ہوتا ہے اور اول اہل کفر و نفاق و عوام
جو آیات کو نہین دیکھتے غافل ہین اور دوم عقل اور وہ مخلوقات و مصنوعات مین افعال آلٰہیہ کے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اور سوم ارواح
اور وہ دیدار انوار صفات سے ذاکر ہین اور چہارم اسرار جنکا ذکر بدیدار سبحات الذات ہے اور یہان ذکر مقصود ہے کیونکہ ذکر غیر فنا ہی ہے
پس جب عارف نے صرف ذات پاک کا مشاہدہ پایا یہ دیدار فقط اُسکے وجود کی مقدار پر ہے اور حاشا للہ کہ وہ محیط بہ ہیئت و ازلیت
ہو جاوے کیونکہ پاک ہے وہ فسبحان اللہ سبحان اللہ وقد قال تعالیٰ لا تدرکہ الابصار۔ اگرچہ ادراک ابصار نہین ہے مگر بصیرت اسرار کو بھی مجال
نہین پس جسقدر عنایت نے اسکو نصیب کیا وہ بقدر اسکے وجود کے ہے اور محیط ہونا اسکی مجال نہین ہے پس جو غیر مکشوف ہے وہی اسکا مذکور ہے

اور یہ اسی کا ذاکر ہے اور اگر اسکے مشاہدہ میں ہو تو یہ مشاہدہ مذکور نہیں ذکر ہے اور یہ ذکر عجیب ہے میں نے معرفت میں کوئی طریقہ اس سے زیادہ
بابرکت نہیں پہچانا اور نہ میں کسی کو دیکھتا ہوں جس نے اس مقام کا اشارہ کیا ہو سوائے چند اکابر اولیاء اللہ کے جو مقدم گذرے ہیں اور
بھی اللہ تعالے فرماتا ہے کہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یعنی جب اسکو دیکھا اور کشف ذات وصفات میں زیادتی چاہی اور جان گئے کہ ہم نے
اسکو اسکی قدر کے لائق نہیں پہچانا اور اگر اسکو اسکی قدر کے لائق پہچانتے تو اسمیں فنا ہو جاتے تو جانا کہ نہیں پہچانا اسمیں قلوب مطمئن ہوتے
ہیں اس امید پر کہ انکو وہاں وصال نصیب ہو اور یہ زیادتی معرفت کی ہمیشہ متصور ہے اگرچہ احاطہ متصور نہیں ہے۔ قال المترجم یعنے جیسا سابق
میں ذکر فرمایا کہ وہاں انتہا و حصر نہیں ہے تو ہر حال میں زیادت متصور ہے اور احاطہ ہر حال میں محال ہے فافہم اور کبھی قولہ الا بذکر اللہ تطمئن
القلوب کے یہ معنے ہیں کہ ازل میں حق تعہ نے انکو اپنی ولایت و معرفت کے لیے پسند فرمایا پس یہ طمانینت اسکے لیے ابد الآباد تک باقی ہے
بعض مشائخ نے فرمایا کہ قلوب چار قسم پر ہوتے ہیں اول عوام کے قلوب ہیں کہ اللہ تعہ کی نعمتیں و عافیت و سلامتی دیکھکر حمد وثنا و تسبیح سے
مطمئن ہو جاتے ہیں۔ دوم قلوب خواص کہ حسن اخلاق و توکل و شکر و صبر دیکھکر یاد الٰہی سے مطمئن ہوتے ہیں سوم قلوب علماء کہ اللہ تعالے کی
صفات و اسماء و نعوت کی یاد سے مطمئن ہوتے ہیں پس نظر انکی بندوں کی ان صفات و اسماء پر اس راہ سے ہے کہ زمانہ میں ان صفات کے سبب سے
ایسے کیا ظہور ہوتا ہے۔ چہارم قلوب موحدین اور وے مثل غرق کے ہیں کہ انکو کسی حال میں سکون نہیں ہوتا ہے اور کیونکر اسکے ذکر سے مطمئن ہوں
جس سے جاہل ہیں اور کیونکر اسکے ذکر سے مطمئن ہوں جسنے انکو خوف دلایا ہے اور امون نہیں کر دیا ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد شیخ کی یہ ہے کہ جو طمانینت
اوپر کی تینوں اقسام کو حاصل تھی اس سے ہزار ہا گونہ زائد طمانینت انکو اس قسم کی حاصل ہے و لیکن اضطراب دوسری طرح ہے یعنے جیسے
استسقاء کے مرض والا پانی پیتا چلا جاتا ہے اور کبھی سیراب نہیں ہوتا اسی طرح انکا حال ہے و لیکن اصل یقین میں انکو کسی طرح کا شبہ نہیں ہے
فافہم واللہ تعہ اعلم۔ شیخ حسین رحہ نے کہا کہ جو ازل میں یاد الٰہی میں آیا اور متحیر ہوا وہ ابد تک اسکے ساتھ مطمئن ہے۔ نہرجوری رحہ نے کہا کہ اولیاء
کے قلوب مواضع مطالع ہیں جنکو کبھی حرکت و اضطراب و گھبراہٹ کسی واقعہ و سانحہ سے نہیں ہوتی ہے بلکہ مطمئن رہتے ہیں بخوف اسکے کہ ناگاہ طلوع
ہو اور اسکو بے ادبی کے داغ سے مرسوم پاوے۔ بعض نے کہا کہ کمال مشغولی سے شہود فقط اسی کا پاتے ہیں تو کبھی انکو اضطراب و جنبش نہیں ہوتی ہے
واسطی رحہ نے کہا کہ اسکی چار قسمیں ہیں اول قلوب عامہ کہ جب اسکو یاد کر کے دعا مانگی تو مطمئن ہوئے پس انکو یاد الٰہی سے فقط یہی نصیب
ہے کہ دعائیں قبول ہوں۔ دوم قلوب ہیں جنہوں نے اسکی طاعت کی اور کامل تصدیق کی اور اس سے راضی ہوئے پس ایسے قلوب مقام زیادات
میں بندے ہوئے ہیں پس انکا ملاحظہ کچھ تو ثواب میں ٹھیک ہیں اور کچھ اپنی طاعات پر نظر کرکے فاسد ہیں سوم وہ قلوب ہیں جو ایسے مرتبہ کے
عارفوں کے ہیں جنہوں نے اسماء و صفات کو پہچانا اور خطاب الٰہی تعہ کو سمجھا پس انکو اطمینان اللہ تعہ کی انکو یاد کرنے سے ہے نہ انکی اسکو یاد کرنے سے اور
انکو اطمینان اسکی انکے راضی ہونے پر ہے نہ انکی اس سے راضی ہونے پر۔ مترجم کہتا ہے کہ خطاب عام ہے اور مرجع وہی لوگ ہیں جنکو فہم خطاب نصیب
ہوئی پس وہی خطاب سے مراد ٹھہرے پس گویا انہیں کو یاد فرمایا تھا اور یہ نشان رضامندی ہے پس جس بندہ کو ایمان صحیح و یقین واثق
نصیب ہوا اسکو کمال درجہ شکر کا مقام ہے کہ دونوں جہان اس نعمت کے مقابلہ میں ہیچ ہیں والحمد للہ علے ذلک۔ چہارم قلوب خاص الخاص
جنکو کشف ذات و علم صفات عطا فرمایا پس انکے لیے ذات کو صفات میں درج کر دیا اور آگاہی حق الیقین دیدی کہ مخلوقات جس درجہ تک اپنی
اپنی ہستی کی مقدار پر اسکی معرفت رکھتے ہیں سب انکے خطرات ہیں اور وہ تعالے شانہ ذوالجلال والاکرام ایسی معرفت سے پاک برتر ہے پس وہ جانتے
ہیں کہ اسکے لیے سر کہ قدرت نہیں کہ اس سے سکون پاویں اور جس شخص کا یہ حال ہو کہ جو انکا حال ہے وہ کس سے سکون پاوے اور کیونکر مطمئن ہو جاوے

جہان اور جب کوئی زیادت سے طلوع کیا اُسنے اسکو حجاب دیکھا کہ استطاعت کوئی ونعمت نہین پاتا کیونکہ حجاب ستور ہی پس اگر تو اس مقام مین آنا چاہے تو اپنے نفس کو راہ مستقیم پر روک دے اللہ تعالیٰ تجھکو جزائے عظیم عطا فرماوے بمترجم کہتا ہی کہ یہ نہایت نفیس اشارہ ہی جس سے بہت سے مقامات مین علم حاصل کرنے والے کو فیض پہونچتا ہی از انجملہ ایک مشکل مقام ولایت احمدی کا ہی اور توضیح یہ ہی کہ جملہ اقسام ولایت مین سے ولایت احمدیہ سب سے افضل ہی اور یہ قسم اول صحابہ رض کو حاصل تھی حالانکہ کرامات وغیرہ کی انکو کچھ تلاش نہ تھی اور کشف کے طالب نہ تھے بلکہ انکی راہ فقط صراط مستقیم پر سنت طریقہ سے چلنا تھا حالانکہ انسے کرورون درجے نیچے ولی کو کشف وکرامت حاصل ہوتی ہی تو وجہ اسکی یہی ہی جو اس اشارہ سے ظاہر ہی کہ اصل کرامت تقویٰ وطاعت ہی اور کشف زیادت یقین یا حصول الیقین کیواسطے ہی اور یہ خود مشعر ہی کہ درجۂ یقین مین قصور ہی اور وہان فیض نبوت سے یقین بدرجۂ کمال تھا اور تقویٰ بدرجۂ اعتدال تھا واللہ تعالیٰ اعلم بشیخ اُستاد رح نے کہا کہ ایک قوم ہین جنکے دل ذکر آلہی سے مطمئن ہوئے پس ذکر سے ان کی تسلی ہی اور ذکر سے صفائی ہی اور ایک قوم ہین کہ اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے لطف سے یاد فرمایا پس طمانیت انکے دلون مین جا دی اور اسمین انکی خصوصیت ہی کہا جاتا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے جب بندے کو یاد کیا تو اُسنے زندگی پائی پس اللہ تعالیٰ کی یاد سے خوش ہو کر مانوس ومطمئن ہو لیے۔ بعض نے کہا کہ اہل معرفت کے دل کسی چیز سے تسکین نہین پاتے سوائے اللہ تعالیٰ کے کیونکہ یہ قلوب ہی اُسکے محل نظر ہین بعض نے کہا کہ قلوب نے سوائے اُسکے کوئی رب نہ پایا تو اسی سے مطمئن ومانوس ہوئے بشیخ نصرآبادی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے مطمئن ہوئے جسنے انکو منور ومسرور کر دیا۔ پھر واضح ہو کہ جن بندون کا حق تعالیٰ نے ایمان وطمانینت ذکر کا وصف فرمایا انہین صرف اسی وصف پر قصر نہین رکھا بلکہ انکے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی مقرون فرمایا بقولہ الذین آمنوا وعملوا الصالحات طوبیٰ لہم الآیۃ۔ ان بندون نے چشم اسرار سے انوار ازل وابد دیکھے اور نور سے توحید پر یقین کر کے جو ہنوز وصول نہین ہوا اُسکے وصال پر حق الیقین کیا پس جو کچھ انہین ہی اُسکو ذاکر نے اسکو اختیار کیا یعنی فنا ہو کر اعمال صالحہ دیے جسکی جزا جمیل حقتعالیٰ نے بقولہ طوبیٰ لہم وحسن مآب بیان فرمائی۔ اصل ذات مرجع ومآب صفات ہی۔ پس قول آلہی عین صدق ہی وطوبیٰ لمن حالہ مع اللہ ہذا — طوبیٰ لاعین قوم انت عینہم ومن فی نعمۃ من وجہک الحسن جریری رح نے کہا اسکو طوبیٰ ہی جسکا دل عمر بھر مین ایک لحظہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پاکیزہ ہوا اور کبھی کسی وقت دل سے اپنے رب کیطرف رجوع لایا بشیخ جنید رح نے کہا کہ اوقات عارفین اپنے معروف تبارک وتعالیٰ کے ساتھ طیب ہین ابن عطا رح نے کہا کہ جب تاریک شرک وریا وعجب سے پاک ہو کر عمل صالح پر خوش ہوا اور تو نے رزق کی ضمانت فرمائی ہی اسپر بھروسا کیا تو اسکے لیے طوبیٰ ومبارکباد ہی بشیخ اُستاد رح نے کہا کہ طیب اوقات مین انکے انفاس طیب ہین بعض نے خوب کہا کہ جن بندون کے لیے حق تعالیٰ نے طوبیٰ لہم فرمایا ہی انکو طوبیٰ مبارکباد ہو طوبیٰ انکے لیے فی الحال اور حسن مآب فی المآل ہی واللہ تعالیٰ اعلم پھر حق تعالیٰ نے عادت سابقہ پر رسالت اور عظمت قرآن آلہی بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

اسیطرح تجکو بھیجا ہمنے ایک امت مین کہ ہو چکی ہین اُس سے پہلے امتین تا سناوے تو انکو جو کچھ بھیجا ہم نے تیری طرف

وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝

اور وہ منکر ہوتے ہین رحمن سے تو کہہ وہی رب میرا ہی کسی کی بندگی نہین اُسکے سوائے اسی پر مین نے بھروسا کیا اور اسی کیطرف آتا ہون لوٹ کر

حق تعالیٰ نے آنحضرت صلعم پر قرآن نازل فرمایا اور اہل ہدایت نے جسکا وصف اوپر بیان ہوا اسکو حق جانا اور وہی اہل بصیرت اور نور قلبی سے منور اور حق کو باطل سے تمیز کرنے والے اپنے رب کی ازلی ہدایت وتبیل وجود کے اُن کے پیٹ سے ایمان کی فضیلت پائے ہوئے تب پس اس

[illegible]

نور معرفت کے ساتھ انکو کسی معجزہ کی ضرورت نہ ہوئی بخلاف کافرون کے جو دنیا کے لیے اور یہان سے جہنم کے لیے مخلوق ہوئے تھے
اس معرفت سے اندھے رہے اور عبرت کا مقام ہے کہ انھون نے ایسے معجزات پر ہٹ کی جنسے دنیاوی آرام و آسائش سے تن کو پالین جیسے
مکہ چوڑا ہوجاوے اور سرسبز شاداب نہرین جاری ہون اور پہاڑ سونے کا ہوجاوے غرضکہ دنیاوی زندگی کے سوا ے انکے نزدیک
کچھ نہ تھا پس معجزات سے انکی یہ غرض نہ تھی کہ انپر حق ظاہر ہوجاوے اور جنکی مراد حق تھی انکو قرآن مجید سے جو کچھ معرفت حاصل ہوئی
اُسکے سامنے تمام معجزات ابتدا سے انتہا تک جو کسی پیغمبر کو عطا ہوئے یا خیال مین آوین سب قدرت آلہیہ کا ادنی نمونہ ہین کیونکہ معجزہ
ایک فعل ہے اور قرآن سے اصل صفت کی معرفت حاصل ہوتی اور دونون مین کتنا بڑا فرق عظیم ہے پس جو اس صفت کی بصیرت سے
اندھا رہا اُسکو فعل سے ہدایت کیونکر ہوسکتی ہے پس ہادی و مضل وہی رب تبارک و تعالیٰ ہر مخلوق کا خالق ہے اور آنحضرت صلعم کی بشارت کے
لیے ہزارون انبیا پہلے بھیجے گیے تھے اور حق تعالیٰ نے اپنی کبریائی و عظمت کو صاف ظاہر فرما دیا تھا کہ جسکو چاہا وہ ایمان لایا ورنہ کوئی معجزہ
و آیات کافر کو نافع نہ ہوئی پس حق تعالیٰ نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ ای مثل ذلک الارسال الذی سبق بالرسل السابقین ارسلنا
یعنے مثل اس ارسال کے جو تجھ سے پہلے تیری خوشخبری سنانے والے پیغمبرون کے بھیجنے مین ہوچکا ہے ہمنے تجھکو بھیجا۔ قول یہی بیضاوی و
سراج و معالم و جلالین وغیرہ سے مفہوم ہے اور شیخ عکبری رح نے تبیان مین کہا کہ کذلک ای الامر کذلک یعنی بات یون ہی ہے۔ اقول وجیہ
نہین ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ ارسال کی عظمت شان کا بیان ہے اور مرجع اسکا اظہار عظمت و کبریائی آلہیہ ہے کہ مخلوق مین دو قسم کرکے ایک صالحین
اہل جنت موصوف بصفات مذکورہ بالا خاص اپنی ہدایت سے کر دیے اور دوم اُنکے خلاف یعنی اہل جہنم بھی خاص اپنی قدرت سے بسبب مشیت کر دیے
کیونکہ جو افعال اہل جہنم سے سرزد ہوئے اور جن حرکات پر مرتے دم تک قائم رہتے ہین اُنکا خالق تبارک و تعالیٰ انکے پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا اور جو وہ
جانتا تھا اُس سے خلاف نہین ہوسکتا تھا پس دیگر اقوال کہ تشبیہ بمضمون قولہ افمن یعلم انما انزل الیک من ربک الحق الآیہ ہے یا بمضمون ہدایت و
اضلال ہے یا بانعام سابقین ہے یا بقول ابن عطیہ اجرائے عادت۔ یا ثابت ہے بمعجزات مقترحہ وغیر ذلک سب اسمین داخل ہین اور معنے یہ ہین کہ ایسی ہی
عظیم الشان قدرت کی ارسال کے ساتھ ہمنے تجھکو اے محمد بھیجا۔ فِيْٓ اُمَّةٍ ایک ایسی امت یعنی گروہ عظیم مین جو موجود عرب و عجم ہین اور قیامت تک
نو بنو جنکی پیدایش ہے۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ گزر چکی ہین اس امت سے پہلے بہت سی امتین یعنی آدمؑ سے لیکر عیسیٰؑ تک جنکے پاس اُنکے
رسول بھیجے گیے تھے جنھون نے انکو انکے رب کی صفات و معارف سکھلائے ہین بہت پوری کوشش کی پس تیرے بھیجنے کے لیے سب مقدمہ ممہد ہوچکا اور اُنکے
واقعات عبرتناک انپر گزر چکے تاکہ آئندہ آخری مرتبہ والے متواتر عبرتناک واقعات سے جہل مین مبتلا نہون اور قدرت کاملہ و صفات آلہیہ سے آگاہ
رہین اور تیری رسالت خاتمہ فاضلہ کو نیا معاملہ خیال نہ کرین بلکہ محامد آلہیہ سننے کے لیے اور کمال علم و تصدیق کے لیے تیار ہین وحی خالص پاکیزہ کے
ساتھ جسمین علوم اولین و آخرین مجموعہ ہین لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ تاکہ تو پڑھ سناوے انکو وہ قرآن جو ہمنے تجھپر وحی فرمایا یعنی جسمین
آدمی کی ابتدا و انتہا اور درمیانی خطرات جہالت سے بچاؤ اور تکمیل نفس کے طریقہ اور انجام کی سعادت اور اپنے رب کی معرفت سب کچھ توضیح موجود
ہے جیسے انبیاے سابقین نے اعتقاد اور معرفت آلہی کی سب سے ایک توحید لا الہ الا اللہ سے آگاہ کر دیا اور ہر اُمت کو اُسکی تکمیل نفوس کے اعمال و افعال
موافق خلقت اُنکے قلوب و اجسام کی گونہ مختلف تعلیم فرمائی۔ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ مگر اس آخری اُمت کی حالت یہ ہے کہ وے الرحمٰن سے
منکر ہین۔ یعنے ان لوگون کی جہالت عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے آگاہ نہ ہوئے جسنے انپر اس سامان عظیم سے کتنی بڑی رحمت فرمائی بلکہ اس نعمت
عظیم کے مقابلہ مین ناشکری کی حالانکہ تیرا آنا و قرآن نازل ہونا جس سے آدمی درواقع ناپاک عادات سے بچکر بزرگ اخلاق محمودہ سے آراستہ

ہوکر دنیا اور دین مین کامل مکرم ہوجاتا ہے مگر وے لوگ ایسی جہالت مین تھے کہ الرحمٰن سے منکر تھے چنانچہ معالم مین ہے کہ ابوجہل لعنہ اللہ نے سنا کہ محمد رسول اللہ صلعم دعا کرتے یا اللہ یا رحمٰن پس دوسرے مشرکون کے پاس جاکر بولا کہ محمد اللہ کو پکارتا ہے اور اسکے ساتھ دوسرے معبود کو بھی جسکا الرحمٰن نام لیتا ہے اور ہمین تو کوئی اس نام کا معلوم نہین سوائے رحمٰن الیمامہ کے یمامہ کے بادشاہ مسیلمہ کو اُس کے لوگ رحمٰن الیمامہ کہتے تھے یعنی یمامہ والے کا نام اگرچہ رحمٰن الیمامہ ہمکو معلوم ہے و لیکن وہ معبود نہین ہے تو محمد کس معبود کو رحمٰن کہتا ہے۔ اور ابن عباس رض سے ضحاک نے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلعم نے قریش کو اللہ تعالیٰ کی رحمتین و نعمتین یاد دلا کر کہا کہ الرحمٰن کو سجدہ کرو تو الرحمٰن سے انکار و نفرت کرنے لگے کما فی قولہ قالوا وما الرحمٰن انسجد لما تامرنا وزادہم نفورا۔ حالانکہ الرحمٰن کا بندہ کہلانے مین اللہ تعالیٰ سے نہایت اُمیدواری ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا بندہ کہلانے مین اچھا اخلاص ہے دیکھو حدیث صحیح مسلم مین عبداللہ بن عمر رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب بندون کے نامون مین سے نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے۔ اور اسی طرح واقعہ صلح حدیبیہ ہے کہ قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو آیا اور مومنین سے صلح قرار پائی پس آنحضرت صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم کیا کہ صلحنامہ لکھنا شروع کرے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو سہیل بن عمرو نے کہا کہ ہم تو سوائے یمامہ والے کے اور رحمٰن نہین جانتے ہین تم ویسے ہی لکھو جیسے ہم لکھتے ہین کہ باسمک اللھم۔ اور یہ پورا قصہ صحیح بخاری وغیرہ مین موجود ہے اور بعض علماء نے حضرت قتادہ وغیرہ نے اسکو شان نزول قرار دیا اور میرے نزدیک یہ اُس معنے مین شان نزول ہے جو حاشیہ مین لکھے دیتا ہون واللہ اعلم۔ بالجملہ یہ عجب تھا کہ ابوجہل اسقدر شرک مین ڈوبا تھا کہ جہالت سے الرحمٰن دوسرا خدا سمجھا اور قریش نے اللہ کو نہ پہچانا تو الرحمٰن کو نہ جانا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنیٰ۔ یعنے بتلا دے ان جاہلون کو کہ دعا مین اللہ پکارو یا رحمٰن پکارو جو نام پکارو ٹھیک ہے وہی خالق وحدہ لاشریک ہے کہ اُسکے پاک نام بہت ہین چنانچہ اس آیت مین بھی فرمایا کہ قُلْ هُوَ رَبِّي تو کہدے کہ الرحمٰن میرا رب ہے یعنی اللہ تعالیٰ بڑا رحم والا ہے کہ کافرون و مشرکون و جورو بیٹا بنانے والون اور اسکو چھوڑ کر غیرون کی پرستش کرنے والون اور سخت نافرمانی کرنے والون سب کو فراخی کے ساتھ رزق دیتا ہے کیسی بڑی اسکی رحمت ہے چاہے تو ایک آن مین سب کو نیست و نابود یا سخت تکلیف و مصیبت مین گرفتار کرے مگر وہ رب پرورش کرنے والا بیشک الرحمٰن الرحیم ہے حالانکہ تم اُس سے انکار کرتے ہو مگر مین اقرار کرتا ہون یعنے تم کو سمجھانے و تعلیم کرنے کو زبان سے کہتا ہون ورنہ مین تو کمال الیقین و حق الیقین سے جانتا ہون کہ وہ میرا رب ہے۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ اُسکے سوائے کوئی معبود نہین ہے۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر مین نے بھروسا کیا یعنی اپنے تمام کامون مین میرا بھروسا اسی پر ہے اگرچہ تمہارا بھروسا نہو کیونکہ تم منکر ہو۔ وَإِلَيْهِ مَتَابِ اور اسی کیطرف مرجع ہے یعنی جسکی طرف رجوع لائی جاویگی وہ وہی ہے اسکے سوائے کوئی نہین ہے خواہ مین ہون یا تم ہو سب کا وہی مرجع ہے اور متاب اسم ظرف از توبہ ہے یا مصدر میمی بمعنے ظرف ہے اور متاب خاص اپنے لیے مانند توکلت کے نہین فرمایا کیونکہ متاب سب کا اسی کی طرف ہے اور انہین معنی سے انکو توبہ کی طرف راہ بتلائی کہ جب تم مقہور ہوکر اسی کی طرف موت سے بلا اختیار کے رجوع کروگے تو ڈر و کہ کفر کا طوق لعنت گردن مین ہوا اور قبل موت کے اُسی کیطرف رجوع لاؤ کہ تاج رحمت سر پر زیبا دیے حضرت الرحمٰن مین حاضر ہو۔ ف۔ فقیر کہتا ہے کہ بندہ کو چاہیے کہ اپنا توکل ہر کام مین الرحمٰن الرحیم اپنے رب پر رکھے اور تو خیال کرتا ہے کہ جب تو نے الرحمٰن پر بھروسا کیا تو وہ تجھکو عذاب مین ڈالے لا الٰہ الا ہو الرحمٰن الرحیم۔ و لیکن بندہ کو چاہیے کہ جب تک زندہ ہے اُسکے خوف سے ڈرا ہوا اور یہ خیال رکھے کہ وہ پاک بے پرواہ ہے چاہے تمام مخلوقات فنا کردے اور چاہے سب کو جہنم مین ڈالدے اور اگلی امتون مین سے بہت قومون کو دم کے دم مین عذاب و قہر سے ہلاک کر دیا انسے ہمکو کون امتیاز ہے آہ کرم سب ادنیٰ مخلوق ہو جاتے ہیں غزوہ تبوک جاتے ہوئے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قوم صالح پر گذرے تو صحابہ کو یون ہی منع فرمایا اور غور سے دیکھو کہ ہم بندگان حق تعالیٰ مانند ہو رہے ہین

وملائکہ کے بحکم قولہ بل عباد مکرمون الآیہ وقولہ ہم من خشیۃ ربہم مشفقون . اپنے رب کی صمدیت و پاک بے پروائی سے ڈرتے رہتے ہیں پس زندگی بھر دلی محبت کے ساتھ اپنے رب کی خشم و ناراضی سے ڈرا ہوا ہو اور جب آخری وقت آجاوے یعنی موت کا تو اسوقت اپنے آپ کو اپنے پیدا کرنے والے پالنے والے پاک الرحمن الرحیم کے سپرد کر دے وہ ارحم الراحمین ہے جنے اسپر بھروسا کیا اس بھروسے کی قدر مجال عقل سے باہر ہے اسی واسطے حدیث صحیح میں خاص تاکیدی حکم ہے کہ موت کیوقت اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے نیک گمان رکھے اور واضح ہو کہ جہانتک ظاہر ہو لا الٰہ الا ہو ضروری اعتقاد ہے پس شرک سے قطعی اجتناب ہے ورنہ الرحمن پر توکل ناتمام ہوگا اللہم انی اعوذ بک من ان اشرک بک فیما اعلم واستغفرک لما لا اعلم وانی اعوذ بک من سوء الظن بک وانت ارحم الراحمین . ف فی العرائس قولہ تعالیٰ قل ہو ربی لا الٰہ الا ہو الآیہ ۔ حق تعالیٰ کی درگاہ میں عارف وحدانیت وحقائق توحید سب مخلوق سے بالاتر بندہ اخص اخصاص سید المرسلین محمد مصطفےٰ صلعم برسالت ہے جسکو حکم دیا کہ بزبان حقیقت اسکی تنزیہ بیان کرے قل ہو ربی لا الٰہ الا ہو ۔ ربوبیت کا اقرار کیا کہ ہنوز ذات وصفات تربیت فرمائی اور غیر کی نفی بیان کی اور حقیقت میں غیر کا وجود ممکن ہی نہیں تو لا الٰہ سے دریائے عدم میں غوطہ لگایا اور سوائے ھو کے کچھ نہ پایا پس دائرہ ھو میں سر باطن کو دَور ہوا اور اپنے وجود سے مضمحل ہوئے پس اصل کی طلب میں سری حرکت ہوئی مگر عرفان کے ساتھ کہ نابود کو بذات خود ادراک محال پس اسکی معرفت میں اسی پر بھروسا کیا علیہ توکلت ۔ اور جملہ مخلوق جب اس معانی کے تحمل سے عاجز ہوئے اور اس سردار والاشان نے اپنے رب کی اصطفائیت سے اسکو اٹھایا تو عالم میں کل کی غرض ہو گئے وہذا مروی ہے کہ لولاک لما خلقت الخلق ۔ اور جب قائم بمقام کل ہوئے تو حضرت خلاق الکل نے کل کی کچھ پروا نہیں فرمائی کہ بجائے کل کے اس فردِ مفرد کو پیدا کر دیا و نعم ما قیل ۔ وکنت ذخرت اذکاری لوقت ۔۔ فکان الوقت وقتک والسلام ۔۔ وکنت اطالب الدنیا سرہ ۔۔ فانت الحرو انقطع الکلام ۔ اور بہ ہوش سے امتحان میں آؤ اور دیکھو کہ باوجود اس شان عالی مکان کے کہ عرش کم پایہ ہے مقام امتحان کا ظہور اس شان سے ہے کہ اہل بصیرت وذوی الالباب کے سوائے گروہ عمیان نے نہ پہچانا اور درواقع نہ دیکھا پھر کیونکر پہچانتے اور دیکھتے کیونکر کہ نور بصیرت قرآن سے محروم رہے کیونکہ بصیرت پاتے تو اس نور اور روحانی معجزہ کو چھوڑ کر عالم اسفل مجسمات کے معجزات دنیاوی ہرگز نہ مانگتے حالانکہ انھوں نے معارضہ کیا کہ اگر رسول اللہ ہو تو مکہ کی سرزمین سے پہاڑ اُڑا دو کہ زمین صاف ہو جاوے اور بجائے انکے نہریں بہا دو کہ پیٹ کے لیے آدمی کھیتی کرے اور میوہ دار درخت لگاوے اور کہتے ہو کہ آدمی مر کر دوسری زندگی پاوینگے تو ہمارے اگلوں میں سے بعض کو جو زمانہ جاہلیت میں مر چکے ہیں بلا دو کہ ہم اُنسے پوچھیں کہ تم نبی ہو چنانچہ مروی ہے کہ یہ علوم آیہ میں سے آیات کا نزول ہوا ۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ

اور اگر ہوتا قرآن کہ ہٹادیے جاتے اسکے سبب پہاڑ یا شق کی جاتی اسکے سبب سے زمین یا باتیں کر لیے جاتے اسکے سبب سے مردے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کیلیے ہے امر

جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَا یَزَالُ

سب کا سب سو کیا مایوس نہیں ہوئے جو لوگ ایمان لائے ہیں کافروں سے اگر اللہ چاہتا تو ضرور ہدایت دیتا لوگوں کو سب کو اور جو لوگ کافر

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى یَاْتِیَ

کافر ہوئے ہیں برابر پہونچیگی انکو بعوض اسکے جو انھوں نے کیا ہے کوئی دھاک یا اُتریگی انکے دیار کے قریب میں یہانتک کہ پہونچ جاوے

وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۠

وعدہ اللہ تعالیٰ کا بیشک اللہ تعالیٰ خلاف نہیں کرتا ہے میعاد مقرر کو

ف میں تیرے اپنی فکروں کو جمع کیا تھا ایک وقت کے لیے پس وہ وقت تیرا وقت تھا والسلام اور میں طلب کرتا تھا دنیا کو واسطے آزاد کے اور وہ آزاد تو ہے پس کلام تمام ہوا ۱۲ منہ

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ یعنی اگر اگلی کتابوں میں کوئی کتاب ایسی ہوتی کہ جسکے سبب سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیے جاتے۔ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ یا اُسکے ذریعہ سے زمین شق کیجاتی کہ اس سے نہریں جاری ہوں۔ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى یا اُسکے سبب سے مردوں سے باتیں کرائی جاتیں کہ وے اپنی قبوروں میں سے بولتے یا اُٹھکر قبر سے باہر آتے اور لوگوں سے باتیں کرتے تو یہی قرآن اس وصف سے موصوف ہوتا بنسبت اگلی کتابوں کے یا اسی قرآن کے لیے بدرجۂ اولی یہ وصف رکھا جاتا کیونکہ ایک تو یہ قرآن تمام قرآنہاے سابقہ کا جامع ہے اور دوم اس میں وہ اعجاز ہے کہ بشر کی خلقت اور تمام نظام عالم کی حکمت اور اس عجائب خانۂ دنیا کا تعلق آخرت سے جسطرح ہے اور اس میں فرشتے جن و بشر جسطرح قبضۂ قدرت آلٰہیہ میں مسخر ہیں اور ہر ایک عادم و ہلاکت کی راہ چلتے ہیں اس قرآن سے انکو حیات ابدی و زندگانی جاویدی کی راہ دکھلائی گئی اور عجیب قدرت قلب بشر کو یہیں سے ظاہر ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے رب پر مطمئن اور عجائب قدرت پر متحیر رہتا ہے اور بعد موت کے واصل بانعام و رضوان آلٰہی ہوتا ہے کہ اسکے انتہا عقل دوراندیش سے محال ہے اور جو کوئی اُسکے علوم سے آنکھیں نہیں روشن کرتا اور اپنی خلقت میں جانوروں سے بدتر ناپاک رہتا ہے تو آج اسکے لیے زیادہ لائق اور بعد موت کے وہ پردہ عجیب میں سرگردان و سخت غمناک ہوگا اور کوئی تکمیل اُسوقت نہیں کرسکتا پس اس قرآن میں عجیب اعجاز ظاہری و باطنی ہے کہ آدمی و جن ابتدا سے انتہا تک مجتمع ہوں اور تمام کوشش کریں تو اُسکے مثل ہرگز نہیں لاسکتے ہیں اور عاقل سمجھ جائیگا کہ کیونکر لاسکیں کہ جو علم و حکمت آلٰہی سبحانہ تعالی ہے اُسکے مثل خواہ سب جمع ہوں یا اُنسے ہزار گونہ جمع ہوں ہرگز نہیں پاوینگے تو قرآن پاک کے مثل کبھی ہرگز نہ لاوینگے لیکن تاریکی و ضلالات نفس کی گرفتاری کے سبب کافر لوگوں کو کچھ سوجھتا نہیں تو باوجود اس عظمت و شان کے اندھے ہوکر دوسرے معجزات ڈھونڈھتے ہیں جو اس سے بدرجہا کمتر ہونگے اور اس سے ظاہر ہے کہ جب اسپر ایمان لانا انکو نصیب نہوا تو دوسرے معجزات سے کیا فیض پاوینگے۔ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا۔ بلکہ امر تو سب کا سب اللہ تعالی کے لیے ہے تمام مخلوقات اُسنے پیدا کی اور ہر مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے وہ اسکا علیم و خبیر تھا پس جو اُس نے چاہا وہ ہوا اور جو نہ چاہا وہ نہیں ہوگا پس جسکو ہدایت دی اور قرآن سے اس کی آنکھیں روشن کردیں وہ اسکے بعد کسی اُدنی معجزہ کا مثل مردہ زندہ کرنے و عصا کے اژدہا بنجانے و پہاڑ سے اونٹنی پیدا ہونے وغیرہ کسی کا طالب نہیں کیونکہ جس صفت آلٰہیہ سے یہ باتیں ہوں اسکا عارف ہوگیا تو ان باتوں سے ہزار گونہ بے انتہا زائد اسکی بصیرت کے سامنے ہے اور جسکو اُسنے اندھیرے میں ڈالدیا اور کفر و ضلالت اور بد افعال کرنا اسکے لائق کردیا تو وہ اُسی میں خوش ہے اور کوئی دوسرا خالق نہیں جو اس خلقت کو بدلدے فان لا الٰہ الا ہو تبارک اللہ رب العالمین۔ وہ چاہتا تو سب مخلوق کو ہدایت فرماتا جیسے اگر وہ چاہتا تو تمام زمین ہموار اور سب قابل زراعت و سب ہر قسم کے میوہ اُگانے والی پیدا کرتا اور سب مخلوقات کو اپنی اپنی ضروریات میں محتاجی وغیرہ کے دیتا پس ضرور معلوم ہوا کہ یہاں اُسکی حکمت بالغہ ہے اور اس حکمت پر مطلع ہونا ایک مخلوق ہوائی کا کام نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ شیخ امام حافظ ابن کثیرؒ نے اسی طرح اس کلام کی تفسیر لکھی ہے تاکید ہی لئے توضیح سے بیان کردیا اور لکھا کہ قرآن کا اطلاق کبھی اگلی کتابوں پر آتا ہے کیونکہ مشتق از جمع ہوا امام احمدؒ نے بسند صحیح ابوہریرہؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ہلکا کردیا گیا تھا داؤدؑ پر قرآن اپنے حکم دیتے اپنی سواری کا جانور زین کسا جاوے پس قرآن پڑھ لیتے قبل اسکے کہ جانور تیار ہوجاوے اور کھانا نہ کھاتے مگر اپنے ہاتھ کے کام سے رواہ البخاری اور مراد یہاں قرآن سے زبور ہے۔ اور حاصل یہ کہ نفس کی تاریکی دور ہونے اور عقل کی آنکھیں روشن ہوجانے اور روح کی اعلی معرفت کیواسطے کوئی معجزہ خواہ پہلے انکی نظیر گذری ہو یا جاہل کفار جسکے طالب ہیں اس قرآن سے بڑھ کر نہیں کہ اگر پہاڑ اسپر نازل کیا جاتا تو خشیۃ اللہ کے سبب شق و پارہ ہوجاتے ہیں پس جب ایسے کا فرواں میں اثر نہ کیا تو انکو کسی معجزہ سے کچھ نفع نہو گا بلکہ ضلالت و ہدایت اللہ تعالی کیطرف سے ہے تمام مخلوقات کا اختیار اور جو پیدا کیا ہے انکو پیدا کیا اور جن کاموں و انجام کے لیے انکو خلق کیا اسی کے علم و

حکمت میں ہے لہذا فرمایا۔ اَفَلَمْ یَایْئَسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا پس کیا مایوس و ناامید نہیں ہوئے وہ بندہ جو ایمان لائے ہیں تمام مخلوقات کے ایمان لانے سے کیونکہ اہل ایمان کو تو معرفت و نور عقل حاصل ہو چکا اگرچہ نہایت شفقت و کمال ترحم سے انکو یہی تمنا ہے کہ یہ قوم کافر بھی اس نعمت کو پاویں مگر چاہیے کہ وہ جان جاویں اور خلاف حکمت آلہیہ سے منہ موڑ کر کھلا ہوا الیقین کر لیں کہ۔ اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا اگر اللہ تعالے چاہتا تو راہ دیتا لوگوں کو سب کو بلکہ یہ عجیب قدرت دیکھیں کہ ایسے اعلیٰ معجزہ قرآن مجید سے کیونکر یہ کفار منکر ہوتے ہیں اور اگر کوئی آدمی آفتاب کو دیکھکر روشنی سے انکار کرے تو کتنا بڑا تعجب ہوگا حالانکہ عارف کی نگاہ میں قرآن سے انکار اس سے کہیں زیادہ تعجب کا مقام ہے پس صاف کھل گیا کہ عجیب قدرت و حکمت آلہیہ ہے اُسنے نہیں چاہا کہ اس مخلوق کافر سے وہ ثمرہ پیدا ہو جو مخلوق مومن سے ہوتا ہے جیسے تھوہر سے انگور نہیں ہوتے اور کھاری پانی سے باران رحمت و آب شیرین کی کیفیت نہیں ہوتی اور جیسے باوجود یکساں باران رحمت کے زمین شورہ سے کچھ بھی گل بوٹے نہیں اُگتے اور زمین پاکیزہ شیرین کا لطف بے اندازہ ہے پس ایسا عظیم معجزہ قرآن سے یہی حال ہے اور صحیح میں آنحضرت صلعم سے ثابت ہوا کہ آپ نے فرمایا کہ نہیں کوئی پیغمبر مگر آنکہ اسکو دیا گیا ایسا معجزہ کہ ایمان لایا بشر اسکے مثل پر اور جو مجھے دیا گیا وہ تو خالص وحی ہے جو اللہ تعالے نے مجھ پر وحی فرمایا پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے روز میرے تابعین سب سے زیادہ ہوں شیخ امام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اسکے معنے یہ ہیں کہ ہر نبی کا معجزہ ایسا تھا کہ جب تک وہ رہا لوگ دیکھکر ایمان لائے پھر اسکی موت سے وہ معجزہ بھی جاتا رہا اور مجھے خالص وحی کا معجزہ یہ قرآن عطا ہوا جو ابدالآباد تک باقی ہے اسکے عجائب کبھی کم نہیں ہوتے اور متواتر قرأت سے کبھی پرانا نہیں ہوتا اور علما کو کبھی اس سے سیری نہیں ہوتی یہ فصل الخطاب ہے ہزل نہیں اور جس کسی جابر نے اسکو متروک کرنا چاہا اللہ تعالیٰ اسکی پیٹھ توڑ دیگا اور جس کسی نے اسکے سوائے دوسری چیز سے ہدایت ڈھونڈھی اُسکو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیگا شیخ حافظ رحمہ نے بعد اسکے ابن ابی حاتم کی تخریج سے ابو سعید رضہ سے سبب نزول آیات کا مشرکین کے وہ سوالات جو سابق میں ذکر ہوئے اور آیت میں مذکور ہیں بیان کیا اور لکھا کہ ایسا ہی ابن عباس و شعبی و قتادہ و ثوری اور بہتوں سے سبب نزول مروی ہے اور قتادہ رحمہ نے کہا کہ اگر سوائے اس قرآن کے دوسرے قرآن سے ایسا کیا گیا ہوتا تو تمہارے اس قرآن سے بھی کیا جاتا اور قولہ بل للہ الامر جمیعا یعنی اس میں سے جو چاہے کرے اور جو اسکی حکمت و مشیت میں ہو اس سے تمہارا دعوے کہ ہم ضرور ایمان لاوینگے آئندہ حالت کا دعوے ہے جس سے تم آگاہ نہیں ہو پس وہ نہیں کریگا کذا قال ابن عباس پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کفار کے ساتھ جو اس عظیم معجزہ سے ناشکری کرتے تھے برتاؤ چاہا جو بیان فرمایا بقولہ۔ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ یعنی جو کافر ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے رسول و قرآن سے ناشکری کرتے ہیں اُنکے فعل پر اُن کو برابر پہنچیگی قارعہ یعنی ایسی مصیبت جو اُنکو دھمکا دے اور کوفتہ کرے اور ان کی بنیاد کو ہلا دے کہ گر جاوے۔ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ یا قارعہ اتریگی اُنکے دیار کے قریب یعنی اُنکے گرد و نواح والوں پر ایسی مصیبت آویگی تاکہ عبرت و نصیحت پاویں مانند قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ قتادہ رحمہ نے حسن بصری رحمہ سے روایت کی تحل قریبا یعنی القارعۃ اور یہی ظاہر سیاق ہے اور ابو داؤد طیالسی نے اپنی اسناد کے ساتھ قتادہ کی روایت سعید بن جبیر سے انہے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ تصیبہم بما صنعوا قارعۃ یعنی چھوٹے چھوٹے لشکر بسرداری بعض اہل ایمان کے انپر جہاد کرینگے او تحل قریبا من دارہم یعنی اے محمد صلعم تو اُتریگا اُن کے دیار کے قریب۔ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجاوے یعنی فتح مکہ کا وعدہ و وقت آجاوے۔ ایسا ہی عکرمہ و سعید و مجاہد سے مروی ہے اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ قارعہ یعنی آسمان سے عذاب نازل ہوا و تحل قریبا یعنی رسول اللہ صلعم مع لشکر کے انپر جہاد کے لیے اُتریں ایسا ہی ایک روایت مجاہد و قتادہ وغیرہ سے مروی ہے اور سب نے کہا کہ وعد اللہ یعنی فتح مکہ اور ابن عباس نے کہا کہ قارعہ یعنی نکبت۔ اور حسن بصری نے کہا کہ

وعد اللہ یعنی قیامت مترجم کہتا ہے کہ حاصل کلام یہ ہے کہ آیت کریمہ میں حکم عام کافرون کے لیے ہے یا خاص انھین کو جو قرآن کے سواے دیگر معجزات
کی ہٹ کرتے تھے پس بعض نے کہا کہ واقعی یہ حکم عموماً کافرون کے ساتھ ہے تو معنے یہ ہین کہ اہل کفر بوجہ اپنے کفر وبداعمالیون کے دنیا میں تن پر دری
مین بھی ہمیشہ قلق واضطراب مین بسبب بلاے آسمانی کے گرفتار رہینگے یا نزول بلا انکے جوار مین ہوگا جس سے شرارت انکے اضطراب کا باعث ہوتی
پس دنیا مین انکو بے آرامی ہوگی اور آخرت سے منکر ہین اور وہان انکے لیے اس سے بدتر تکلیف ہے پس انھون نے دونون جہان برباد کرلیے۔ قال
البیضاوی رحمہ اور بعض نے کہا کہ آیت درحق کفار کہ ہے کہ جو انھون نے رسول اللہ صلعم کے ساتھ کیا اسکی سزا مین برابر مصیبت مین گرفتار رہینگے
چنانچہ آنحضرت صلعم برابر انپر یکے بعد دیگرے لشکر بھیجتے تھے جو انکے دیار وحوالی کو غارت کرتے اور ان کی مویشی گرفتار کرلیتے تھے وقال ایضاً وعلٰے
ہذا جائز ہے کہ تو تحل قریبا بصیغہ خطاب ہوا اور مخاطب رسول اللہ صلعم ہین یعنی اے رسول تو انکے دیار سے قریب نزول کرے چنانچہ سال حدیبیہ
مین آنحضرت صلعم مع لشکر کے انپر اترے اور آخر انھون نے اضطراب کے ساتھ آپ سے صلح کرلی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان اللہ تعالیٰ نے مشرکون کے
معجزات طلب کرنے کے جواب مین انکی فہمائش کی اور قرآن مجید کے فضائل سے انکو متنبہ کیا کہ یہ مجموعہ معارف الٰہیہ ہے اور ہوشیار کردیا کہ جو معجزات
مانگتے ہین اس سے انکو کچھ نفع نہوگا جب تک کہ مشیت الٰہی مین انکا ایمان نہو اور جنکے واسطے ایمان مقدر فرمایا ہے انکو ان معجزات کی حاجت نہین ہے و
لیکن سچا ہے ان معجزات کے انکو علوم غیب مین سے انکے دعوے کے برخلاف بطور معجزہ کے انکا انجام ظاہر کردیا کہ اہل کفر کے حق مین بوجہ ناشکری کے یہ ہوگا
کہ انکو قارعہ مضطرب کرنے والی برابر پہونچتی رہے یا انکے نواح مین حلول کرے اور مراد اس سے شک نہین ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ان دونون باتون مین کبھی کوئی
اور کبھی کوئی ہوتی رہیگی چنانچہ آخر مین ہوکہ کے واقعہ مین قریش کی شرکت سے عہد ٹوٹ گیا اور نہایت اضطراب کے ساتھ انھون نے آنحضرت صلعم سے
بکرسہ کر منت وسماجت سے صلح کی درخواست کی لیکن نامنظور ہوئی پس یہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے انکا انجام کہ برابر قارعہ انکو پہونچیگی یا انکے قریب حلول کرے گی
حتی کہ جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے وہ آجاوے یعنی مکہ فتح ہوجاوے اور کفر کی جڑ کٹ جاوے چنانچہ سال حدیبیہ مین صلح کے بعد سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی
حالانکہ اسوقت صلح اسطرح ہوئی تھی کہ جو شخص مشرکین کیطرف سے بھاگ کر بغرض ایمان کے مدینہ آوے اسکو آنحضرت صلعم پناہ نہ دین اور جو شخص اسلام سے
مرتد ہوکر مشرکون مین ملجاوے اسکو مشرکین واپس نہ دینگے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب کو یہ شرط ناگوار گذری تھی ولیکن حق تعالیٰ نے اسکے بعد سورۂ فتح
نازل فرمائی پس عجب قدرت الٰہی کا ظہور ہوا کہ جسقدر صلح کیوجہ سے مشرکین پر قارعہ کا حلول نہوا اور انکے دیار کے قریب حلول ہوا جسکے ثمرہ مین قریش کے
گرفتار ہوے اور یہی فتح مکہ کا باعث ہوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ بیشک اللہ تعالیٰ خلاف نہین کرتا میعاد کو اسکے کلام مین دروغ ہونا محال ہے پس
جب قریش نے ایک قوم پر چڑھائی کی جو آنحضرت صلعم کے معاہدہ مین تھی اور قریش نے بدعہدی کی تو بحکم الٰہی آنحضرت صلعم نے اپنے معاہدہ کی قوم کے ساتھ
عہد پورا کیا اور مکہ فتح ہوگیا اور لوگ ہر طرف سے گروہ گروہ آکر اسلام مین داخل ہوتے گئے اور کافرون کی ہٹ وسرکشی ختم ہوگئی اور جو حالت اللہ تعالیٰ نے
مقدر فرمائی تھی اور جس سے اس آیت مین آگاہ فرمادیا تھا وہ سب پورا ہوگیا والحمد للہ علی ذلک۔ ف قرآن پاک مین علوم عجیبہ اور قیامت تک کے
واقعات ہین ولیکن اس قرآن پاک کے بطون ہین اور قالب پر حجاب ہین پس حسن طاعت ومعرفت سے جسقدر تاریک حجاب مرتفع ہون اسیقدر بطون کا ظہور
ہوتا جاوے اسی واسطے علماء وحکماء اسکے علوم سے کبھی سیر نہین ہوسکتے ہین اور اسرار تقادیر وعلوم الٰہیہ اسمین کس اعجاز کے ساتھ حضرت خلاق علیم جل شانہ نے
مجموعہ فرمائے ہین کہ علماء متحیر ہین اور با آواز بلند لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کہتے ہوے اسکی حمد وثنا کرتے ہین کہ ایسی کی قدرت کاملہ ہے کسی مخلوق کی طاقت
نہین کہ اسمین سے ایک آیت کے مثل لاوے فسبحان اللہ وبحمدہ اللھم اجعلنی من جماعت القرآن مع قلوبھم وانت علی کل شیء قدیر۔ ف فی العرائس قولہ افلم ییئس الذین
آمنوا ان لو یشاء اللہ لہدی الناس جمیعا اس کلام پاک سے مومنین کو اخلاص بمراد الٰہی تعالیٰ عز وجل کے تنبیہ کی کہ حضرت رب تبارک وتعالیٰ

جل شانہ کے دیدار سے محروم اور ارواح پر نظر کرکے پہچانیں کہ برگزیدہ کون ہیں اور مطرود کون ہیں پس جو مردود ہیں وہ حجاب میں ڈالے گئے ہیں اس خلقت میں وہ ایمان لانے پر مطیع نہ ہونگے اور کسی کو استطاعت نہیں ولقد قال تعالےٰ وما اکثر الناس ولو حرصت بمؤمنین پس تقدیر کا بھید کافرون کو ایمان لانے سے اندھا رکھتا ہے اور جمال الٰہی کے مطالعہ سے محروم۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بنا بر تقدیر ہے کہ جو اسکے حکم کی تصحیح اور قبضۂ قدرت کی تقیید ہے اور حق سبحانہ تعالےٰ عزوجل کے نزدیک قول میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔ پھر واقعہ تقدیر میں مہلت اور حق کی عزت اور جل شانہ کی قوت اولیاء و اعداء کا انجام بیان فرمایا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ

اور یقین جانو کہ ٹھٹھا کیا گیا تھا تجھ سے اگلے رسولوں سے سو ڈھیل دی ہمنے انکو جو کافر ہوئے پھر ہمنے انکو پکڑا سو کیسا

كَانَ عِقَابِ ۝ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ

عذاب ہوا بھلا جو کوئی کہ وہ ہر ایک جان پر رقیب ہے جو اُسنے کمایا اور ان کافرون نے اللہ تعالےٰ کے شریک بنالئے ہیں

قُلْ سَمُّوهُمْ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِينَ

تو کہہ کہ انکے نام لو بھلا تم اسکو خبردار کرتے ہو جسکو وہ نہیں جانتا زمین میں یا یہ ظاہر میں باتین بناتے ہو نہیں بلکہ رچا دیا گیا

كَفَرُوا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ لَهُمْ عَذَابٌ

کافرون پر انکا مکر اور وہ روک دیے گئے راہ سے اور جسکو گمراہی دیدے اللہ تعالےٰ تو پھر اسکا کوئی ہادی نہیں ان کافرون کے لیے

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَقُّ وَمَا لَهُم مِّنَ اللَّهِ مِن وَاقٍ ۝ مَّثَلُ الْجَنَّةِ

عذاب رکھا ہے دنیاوی زندگی میں اور یقین جانو کہ آخرت کا عذاب بڑا سخت ہے اور انکا کوئی بچانے والا نہیں عذاب الٰہی سے صفت اس جنت کی

الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ

جسکا متقی بندون کو وعدہ دیا گیا ہے جاری ہیں اسکے نیچے بہت نہرین اسکے میوہ ہمیشہ ہیں اور ہمیشہ اسکا سایہ یہ آخرت کا گھر ان بندون کا ہے جنہون نے

اتَّقَوا وَّعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ۝

تقویٰ کیا اور کافرون کا عقبیٰ تو آگ پر ہے

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ اور مذاق ٹھٹھا کیا گیا بہت رسولون سے جو تجھ سے پہلے گذرے یعنی اُن کی باتون کو یقین نہ کیا گیا اور اُن کو مضحکہ میں اُڑایا گیا اور اُن کی اطاعت نہ کی گئی پس جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو غور سے نہ سُنے اور نہ مانے اُسکو حقیر جانے وہ مستہزی کا عذاب پاویگا۔ اور یہ رسل کی تنکیر واسطے کثرت کی ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تقدیر کے بھید سے آگاہی اور تسلی فرمائی یعنی تیری رسالت سے یہ لوگ منکر ہوتے اور نہیں مانتے ہیں ویسے ہی سابق بہت انبیاء سے بھی استہزاء ہو چکا ہے جس کا انجام کافرون کے حق میں دنیا و آخرت دونون میں خراب ہوا مگر اس کا وقت مقدر ہے چنانچہ فرمایا۔ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا پس مدت تک ہم نے انکو مہلت دی جو منکر ہوئے اور جن کافرون پر دنیاوی عذاب آنے والا تھا انکو جس قدر انکار و استہزاء میں زیادتی کرتے گئے اسی قدر زیادہ امن و عافیت دی۔ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ پھر اُن کو اچانک گرفتار کیا۔ جیسے دوسری آیت میں فرمایا وکاین من قریۃ املیت لہا وہی ظالمۃ الآیہ۔ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ پھر کیسے عذاب ہوا یعنی بڑے سخت عذاب میں

پڑ گئے صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل ظالم کو مہلت میں چھوڑ دیتا ہے یہانتک کہ جب اُسکو پکڑتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا اور پڑھی یہ آیت و کذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ وہی ظالمۃ ان اخذہ الیم شدید۔ اور واضح ہو کہ یہ کفر و استہزا اس طور پر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل اُنکی عقول کو مضمحل اور غلاف میں کر دیتا ہے اور خالی حواس رہ جاتے ہیں یہ لوگ جانتے ہیں کہ فہم فقط اسی قدر حواس پر ہے اور امر آخرت و غیب کا ادراک عقل سے تھا نہ حواس سے پس منکر ہو جاتے ہیں اور چونکہ افعال آلہی اس خلقت میں اسطرح ظاہر ہیں کہ حواس اس سے منکر نہیں ہو سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے قایل ہونے میں حواس پر مدار ہوتا ہے پس دنیاوی بادشاہ یعنے مخلوق پر خالق کا قیاس کر کے گمراہ ہوتے ہیں اور جو اسباب ظاہری ہیں انکو مؤثر اور شریک کا کو مانند وزیرون کے قرار دیتے ہیں اور حق تعالیٰ عز وجل نے قرآن پاک میں پوری معرفت عطا فرمائی پس جو سمجھا وہ راہ پر ہے اور جس نے انکار کیا وہ گمراہ ہوا چنانچہ اس مقام پر فرمایا۔ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ بھلا کیا وہ پاک خالق جو ہر نفس کے کسب پر قائم ہے وہ تمہاری خیالی صورت کے مانند یا تمہارے بتون و شرکا کے مانند ہے۔ یعنے اللہ تعالیٰ عز وجل خالق اور ہر نفس پر حافظ و رقیب ہے جو مخلوق جو کچھ کرے اسکے علم و تقدیر سے ہے ایک ذرہ اُسپر پوشیدہ نہیں ہے کما قال تعالیٰ ماتکون فی شان وماتتلو منہ من قرآن ولاتعملون من عمل الا کنا علیکم شہودا اذ تفیضون فیہ ولایعزب عن ربک من مثقال ذرۃ الآیہ۔ وقال تعالیٰ ومامن دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا ویعلم مستقرہا ومستودعہا الآیہ۔ قال تعالیٰ سواء منکم من اسر القول ومن جہر بہ الآیہ۔ وقال تعالیٰ وہو معکم اینما کنتم واللہ بما تعملون بصیر۔ وقال تعالیٰ وما تسقط من ورقۃ الا یعلمہا۔ پس جو پاک خالق کہ اپنی تمام بے انتہا مخلوق جاندار و بے جان میں ہر ذرہ ذرہ سے ہر وقت رات و دن میں آگاہ اور کوئی ذرہ بغیر اُسکی قدرت کے جنبش نہیں کرتا اور کوئی چیز بغیر اُس کی مشیت کے کچھ حرکت نہیں کر سکتی ہے تو اپنے خالق عز وجل کو تم کیا خیال کرتے ہو کیا وہ تمہارے عقول میں آگیا کہ جس طرح تم اُس کو خیال کرو اسی طرح ہے یا وہ رب تبارک و تعالیٰ تمہارے بتون یا شرکا ء عیسےٰ وغیرہ کی طرح ہے کہ نہ اُن کو نفع پہونچانے کی قدرت اور نہ ضرر دینے کی طاقت حتیٰ کہ جو اُن کی عبادت کرتے ہیں ان عابدون جانورون سے اُن کو خبر بھی نہیں ہے اور حق تعالیٰ عز وجل تمہارے ہر فعل سے آگاہ اور وہی درحقیقت تم کو رزق دیتا ہے اور کرورون مخلوقات بے انتہا میں سے کسی سے اس کو کچھ غرض نہیں مگر تم دیکھو کہ تم نے رب تبارک و تعالیٰ کو چھوڑ کر کس جہالت میں اپنے آپ کو ڈالا۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ اور بنائے ہیں ان کافرون نے اللہ تعالیٰ کے شریک۔ یعنے جو علم و قدرت و صفات پاک اس کی ذات کبیر متعال کے ہیں وہ تو کسی مخلوق وغیرہ میں اُس کے سوا نہیں ہیں حتیٰ کہ شیطان کو خود کچھ قدرت نہیں بلکہ جو کوئی قہر میں گرفتار ہو اُس پر شیطان مسلط کیا جاوے تو کسی صفت آلہیہ کو کسی مخلوق میں تصور کرنا شرک تھا اور یہان تو ان کافرون نے کھلا بتون و آفتاب و ماہ دیو اور عیسےٰ و چاند اور مردون اولیاء وغیرہ کی پرستش شروع کی اور جو کوئی مراد اُن کو حاصل ہوئی اس کو ان لوگون کی طرف سے سمجھی یا دنیاوی بادشاہ مخلوق پر قیاس کر کے ان لوگون کو حضرت کبیر متعال القیوم میں سفارشی سمجھے جو کہ سنکر دوسرے کا کام کرا دیتا ہے حالانکہ سفارش و شفاعت ظہور رحمت آلہیہ ہے لہذا با جازت آلہی عز وجل ہوتی ہے اور قیامت میں حضرت رسول اللہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کیلیے یقینی ہے اور وہ مخصوص ان بندون کے لیے ہے جو شرک سے پاک ہون پس اللہ تعالیٰ مشرکون کی خجالت و اُن کی بے عقلی ظاہر فرماوے گا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کرامت و فضیلت و مومنون پر رحمت کریگا چنانچہ مشرکین خوار ہونگے جن کو بتون وغیرہ سے سفارش کا اعتقاد تھا اور انکو اللہ تعالیٰ عز وجل کی صفات پاک میں شریک بناتے تھے

جیسا کہ یہاں فرمایا کہ ان کافرون نے اللہ تعالیٰ کے شرکار بنائے ہین اور یہ نہایت سخت جہالت ہے اول تو اللہ تعالیٰ عزوجل کو نہ پہچاننا دوم اپنے نفس کی خوشی پر کسی کو سفارشی اور کسی کو اپنے گناہون کا کفارہ بنانا حالانکہ بغیر حکم الٰہی کے یہ علم نہین ہوسکتا تو علم غیب کا دعوے اور اپنے گمان کی تابعداری اور کسی چیز کو جو چاہتا بنا دیتا حالانکہ بنانے والا وہی خالق تبارک و تعالےٰ ہے ورنہ اگر کوئی ذرہ کو آفتاب بنا دے تو وہ بن نہ جاوے گا بلکہ بنانے والا احمق ہے۔ سوم جو صفت قدرت وغیرہ اللہ تعالیٰ مین ہے وہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی مخلوقات مین سے کسی کے لیے ثابت کرنا حالانکہ ثابت نہو جائے گی مگر اعتقاد کرنے والا احمق ہے چہارم اللہ تعالیٰ عزوجل ذرہ ذرہ مخلوق کا علیم خبیر ہے اور جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس سے انکار کرنا اور جہالت سے نہ جاننا پنجم مخلوق مین یہ اعتقاد کرنا کہ اس نے جو چاہا ہمارے لیے وہ ہو جائے گا مثلاً ہمارے گناہون کا کفارہ بننا چاہا تو وہ مختار ہے بن گیا اور بتون نے ہمارے اوپر مہربانی چاہی تو سفارش کر کے ہماری مراد پوری کر دی اور بیٹا دینا چاہا دیدیا اور نوکری دینی چاہی دیدی حالانکہ یہ جہالت سخت ہے ششم خالق عزوجل کو غافل جاننا اور دوسرون کی آڑ سے اُس کا آگاہ ہونا خیال کیا اور یہ خیال دوڑایا کہ دوسرے آڑے آجاوین اور کفارہ ہوجاوین تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہم کو نہ پہونچ سکیگا ہفتم آدمی تمام مخلوق مین اشرف ہے اُسکے لیے پتھر بلکہ چاند سورج کا نفع ہے اس لیے اپنے آپ کو ان سب کے سامنے انکا بندہ بنایا اور حقیقی خالق عزوجل سے مُنہ موڑا یا شرک کر لیا اب ان باتون کو غور کرو کہ کس درجہ جہالت اور اپنے خالق عزوجل کی نافرمانی اور بالکل اُسکو نہ پہچاننا اور نہایت درجہ کی خواری اپنے اوپر خوشی سے قبول کرنا اور انتہا درجہ کی حماقت جانورون سے بدتر ہے پس اگر خالی ساتوین وجہ ہوتی تو ظاہر تھا کہ یہ جانورون سے بدتر اور بیحد انتہار احمق اور اپنے آپ کو خوار کرنے والے ہین جو کسی طرح جنت کے لائق نہین کیونکہ جنت نورانی عقول والے مکرم و معظم بندگان خالق عزوجل کے آرام و منزلت کا مقام ہے اور ایسے احمق لوگون کی جگہ نہین جو حماقت سے مخلوق کو خالق جانین اور جو مخلوق کہ ہمارے لیے نوکر خوار ہون اور جو ایسے احمق کہ پتھرون کو اپنا معبود و قادر قوی خیال کرین اور اپنے آپ کو اُن کے قبضہ قدرت مین مقہور و انھین سے زندگی و موت و نفع و ضرر سمجھین لہٰذا حق سبحانہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا۔ قُلْ سَمُّوهُمْ تو کہدے کہ تم اُن کے نام لو۔ اصلی نام لینے سے معلوم ہوگا کہ یا تو یہ مورتین پتھر ہین جن کی حالت انسان سے کہیں بدتر ہے کہ آدمی اُنکی چوکٹ و مونڈھے بناتا ہے اور یا آدمی وغیرہ کے نام ہین جو اللہ تعالیٰ عزوجل کی مخلوقات مین سے ہین اُنکو کوئی ایسی صفت حاصل نہین جس سے خالق عزوجل کے ساتھ شریک کیا جاوے پس تم اپنی حماقت پر نادم ہو کر اُن کی نسبت شرک سے مُنہ موڑو اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر اقرار کرو کیونکہ پس آیا تم نے نام لیکر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار اور اُن کی عبودیت کا اعتقاد کیا۔ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ یا تم آگاہ کرتے ہو اللہ تعالیٰ عزوجل کو ایسی بات سے جو وہ زمین مین نہین جانتا تھا یعنے اللہ تعالیٰ عزوجل تو عالم الغیب والشہادۃ ہے اُس کے علم سے ذرہ پوشیدہ نہین نہ رات مین نہ دن مین پس اسکا علم تو محیط ہے تو کیا تم ان شرکار کے وجود سے اس کو آگاہ کرتے ہو اور ظاہر ہے کہ ایسی صورت مین اُس نے اُن کو پیدا نہ کیا ہوگا کیونکہ اُن مین خود اُس کے مقابلہ کی صفت ہے (نعوذ باللہ من ذلک) پس تم آگاہ کرتے ہو کہ زمین مین سوائے اُس کی مخلوق کے اُس کے شرکار موجود ہین اور یہ باطل ہے۔ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ یا ظاہری بات بناتے ہو یعنے کوئی بات جو اوپر مذکور ہوئی وہ تو نہین ہے پھر کیا خالی مُنہ سے اُنکو آل و قدرت والا اور تمھاری مرادین بر لانے والا اور شفاعت تمھاری مراد پوری کرانے والا اور مانند اسکے کہتے ہو مگر دل مین ایسا اعتقاد نہین کرتے ہو

کیونکہ کوئی بات ہوجانے یعنے وجود مین آجانے کے واسطے تو فقط قدرت آلہی کا انحصار ہے یعنے کوئی قول اور کوئی فعل ایک ذرہ برابر بھی کسی دوسرے کی خلق وایجاد سے نہین ہوتا بلکہ خالق عز وجل کے پیدا کرنے سے ہوتا ہے اور ہوتا وہی ہے جو اللہ تعالےٰ عز وجل نے چاہا پس جو اس نے نہ چاہا وہ نہ ہوگا اور جو اس کا ارادہ ومشیت ہے اُس کو کوئی روک نہین سکتا اور جس گنہگار کو وہ گناہ مین سزا دینا چاہے دوسرا کوئی نہین جو اُس کے عوض مین کفارہ دے تو معلوم ہوا کہ جن لوگون وبتون وغیرہ کی نسبت جو کچھ گفتگو ہے سب زبانی ہے اعتقاد مین سچ ماننے کے لائق نہین کیونکہ عقل اس کو تسلیم نہین کرسکتی پس کیا تم ظاہر مین باتین بناتے ہو جبکہ حقیقت مین کچھ نہین ہوسکتا۔ خلاصہ یہ کہ ان لوگون نے اللہ تعالےٰ عز وجل کے ساتھ صفات مین شریک بنائے ہین یعنے اپنے اعتقاد مین ان لوگون نے شرکار کی نسبت ایسے باطل اعتقادات کیے جن کو اپنی حماقت سے ان شرکار کی تعظیم وبزرگی وقبولیت وقدرت سمجھتے ہین اور ظاہر وباطن مین اللہ تعالےٰ جل جلالہ کی صفت ان لوگون مین ثابت کرتے ہین حالانکہ اُن کے اعتقاد سے یہ تو ممکن نہین کہ خالق تعالےٰ شانہ کی صفت کسی مخلوق مین ہوجاوے مگر ایسا اعتقاد کرنے والے مشرک وجاہل مردود ہوجاتے ہین پس اللہ تعالےٰ عز وجل نے اپنے رسول صلعم کو حکم دیا کہ تو اُن سے کہدے کہ تم اُن شرکار کے نام تو یعنے سمجھے کہ یہ تو اللہ تعالےٰ جل شانہ کی مخلوقات ہین پس کیا اب تم اس حماقت کے اعتقاد سے پھر کر اپنے رب کی طرف رجوع لائے یا نہین ابھی اُن کو شرکار بنائے جاؤگے تو کیا تم عالم الغیب والشہادۃ خلاق علیم کو جس پر کوئی ذرہ کسی حال مین پوشیدہ نہین ہے آگاہ کرتے ہو کہ زمین مین کوئی اُسکا شریک موجود ہے یعنے وہ نہ جانتا تھا تم بتلائے دیتے ہو یا تمھاری یہ غرض ہے کہ تم زبانی یہ لفظ بکتے ہو اُس کے معنے کا کچھ خیال نہین ہے کیونکہ معنے تو بالکل جہالت وسخت حماقت ہین بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ کلام پاک اس قدر مختصر مگر نہایت مرتبۂ اعجاز پر واقع ہوا کہ اس نے عقل کو منور کیا اور کافرون مشرکون کی جڑ کاٹ دی۔ رازی وخطیب وجماعۂ علمائے بیان نے بھی ایسی شہادت دی۔ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بلاغت وبیان سے بھی معجزہ ہے چنانچہ اول قولہ افمن ہو قائم علی کل نفس الخ مین اُن کو ملامت ہے کہ تم نے اللہ تعالےٰ عز وجل کی شان مین دنیاوی بادشاہ یعنے مخلوق کا قیاس کیا حالانکہ خالق ومخلوق مین قیاس کی وجہ بالکل دائر نہین یہ سخت جہالت ہے۔ دوم جعلوا للہ بجائے جعلوا لہ کے تشنیع وتہدید ہے کہ اس پاک نام کا کوئی شریک نہین تو ذات وصفات کبیر متعالی مین یہ وہم بالکل باطل ہے۔ سوم قل سموہم۔ وجود شرکار بالدلیل باطل فرمایا اور کیسے مختصر طور پر کیونکہ نام سے مراد علم ہے یعنے مخصوص نام بتلاؤ کیونکہ موجود ہے تو نام مخصوص ہوگا اور جب ندارد تو وجود بھی ندارد اور یہ عموماً معروف ہے کہ اگر مثلاً وہاں کوئی قاضی ہے تو اسکا نام بتلاؤ یعنے نہین ہے۔ چہارم ام تنبؤنہ بما لا یعلم یہ کنایہ ہے وجود شرکار کی نفی سے یعنے جو پاک خالق علیم وخبیر کہ اسپر کوئی ذرہ پوشیدہ نہین ہے جب اسکے علم مین کوئی شریک نہین تو قطعاً شریک کا وجود نہین ہے۔ پنجم ام بظاہر من القول۔ بطریق استدراج باطل کیا یعنے بغیر فکر وسمجھ کے زبان سے ایسی بات نکالتے ہو ذرا غور کرو تو صاف معلوم کرو کہ اللہ تعالےٰ جل شانہ کی جناب مین شریک ممکن ہی نہین ہے۔ ششم ان تمام اضرابات مین تدریج ہے ایسی لطیف وجہ سے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہین ہے چنانچہ جو شخص علوم عقلیہ سے واقف ہے وہ یہان حسن استدلال مین متحیر ہے پس اس اختصار کے ساتھ ایسے بدیع اسلوب سے احتجاج نہایت صریح ہے کہ یہ بشر کا کلام نہین بلکہ اعجاز ہے انتہی مترجماً مترجم کہتا ہے کہ اگر ہر استدلال کے واسطے طویل توضیح سے سمجھانا نہ پڑتا تو للہ الفضل تائید آیہ مین ہر استدلال کو بسط سے بیان کردیتا کہ علوم عقلیہ اُس کے سامنے مکتب کے اطفال ہین ولیکن نور بصیرت کافی ہے واللہ تعالےٰ عز وجل ہو الہادی

وہوالعلیم الخبیر الحاصل حق سبحانہ تعالے عزوجل نے ہر طرح کافرون کے دعوے شرکا کو رد کر دیا اور صاف ظاہر ہو گیا کہ نہ وے اُنکے نام جانتے ہین جو الوہیت کے ہون بلکہ مخلوق کو خالق بتاتے ہین اور نہ اللہ تعالے عزوجل علیم و خبیر کے علم مین ان کا وجود ہے تو ضرور باطل ہین اور رہا یہ کہ کافر لوگ ظاہری قول سے شرکا کہتے ہین اور واقعی کچھ وجود ان کی قدرت و تاثیر کا نہین ہو سکتا تو یہ جہالت ہو گی پھر اس سے بھی اضراب فرمایا بقولہ بَلْ یعنے یہ بھی کچھ نہین بلکہ کافرون کی خلقت باطل کے لیے ہے اور وہ مقہور تحت قبضۂ قدرت خالق عزوجل ہین۔ زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مَكْرُهُمْ مزین کر دیا گیا کافرون کے لیے اُن کا مکر یعنے جانورون سے زیادہ بدتر حماقت اُن کو عقل سے زیادہ مزین نظر آتی ہے اور یہ فعل حضرت خالق عزوجل کا ہے جس نے شیطان کو اُن پر مسلط فرمایا وَصُدُّوا عَنِ السَّبِيلِ اور روکے گئے راہ سے اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بعض سلف سے نقل کیا کہ اُنھون نے زین وصد والصیغہ معروف پڑھا یعنے خالق عزوجل نے معروف حکمت کے ساتھ مزین فرمایا اس طرح کہ شیطان کو اُنپر مسلط کر دیا اور اُن کے نفوس کے قبضہ مین اُن کو چھوڑا پس شیطان نے باطل کو مکر کے ساتھ اُن کے نفس پر مزین پیش کیا جس نے قبول کیا اور گمراہ ہوئے پس صراط مستقیم سے اُن کو مردود کیا۔ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ اور جس شخص کو اللہ تعالے عزوجل گمراہ فرماوے فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ تو اُس کا کوئی ہادی نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ سابق آیت مین بیان فرمایا تھا کہ ان اللہ یضل من یشاء ویہدی الیہ من اناب۔ یعنے اللہ تعالے خالق عزوجل ہی ہر چیز و ہر فعل کا خالق ہے جیسا اس نے مخلوق کی ذات کو پیدا کیا ویسے ہی مخلوق کے افعال وصفات کو وہی پیدا کرتا ہے اور بقولہ اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ۔ بیان فرما دیا تھا کہ جب مخلوق اپنی ان کے پیٹ مین تھا اور پیدا ابھی نہ ہوا تھا اس سے پہلے حضرت خالق عزوجل ہر مخلوق کے افعال کو جانتا تھا تو اُس کا علم قدیم ہے پس ان آیات مین اہل ایمان واہل عقل کو ایک عجیب دلیل معائنہ کرا دی کہ دیکھو اسطرح اللہ تعالے عزوجل مخلوق کی ذات وافعال کا خالق ہو کر جو کافر شرک کرتا ہے اُس کے پاس کوئی دلیل شرک کی نہین ہے حتے کہ تم تعجب کرتے ہو کہ اس طرح وحدانیت الٰہی ظاہر ہے پھر حضرت حق تعالے عزوجل کی مشیت وقدرت کو دیکھو کہ جس کافر کو شرک ونفاق وغیرہ سے گمراہ کیا وہ اپنے شرک ہی کو مزین ومقبول جانتا ہے پس اہل عقل وایمان ان آیات سے یقین وعلم زیادہ پاتے و منور ہوتے ہین اسی واسطے قرآن پاک کی صفت مین فرمایا کہ شفا ورحمۃ للمومنین۔ اور فرمایا کہ زادتہم ایمانا۔ اور فرمایا وہدی ورحمۃ لقوم یومنون۔ اے پروردگار پاک ہم کو اپنی بندگی وایمان پر رکھیو اور ہم کو کفر وشرک ونفاق سے پناہ مانگتے ہین یا ارحم الراحمین۔ واضح ہو کہ ہاد مین دو قراءت سبعیہ متواترہ ہین ایک ہاد بدون یا اور یہی فصیح بکثرت مستعمل ہے اور دوم ہادی بیا اور یہ بنا بر اصل کے ہے پھر اللہ تعالے جل شانہ نے اہل ایمان کو آگاہ فرمایا کہ جیسے پیدا کرنے مین اُس کی مشیت وحکمت کاملہ ہے ویسے ہی بعض کو مومن اور بعض کو کافر کرنے مین اس کی خوشی وحکمت ہے کیونکہ نعوذ باللہ تعالے وہ خالق عزوجل کسی مخلوق سے جاہل نہین ہے تو ہر مخلوق اُسی کے علم وقدرت مین مقہور ہے پس جیسے اُس کا علم وحکمت بالغہ کافرون ومومنون کی تقسیم مین ہے حتے کہ ایسے صاف واضح دلائل کے باوجود کافر اپنے کفر وشرک کو اچھا سمجھتا ہے اور راہ پر نہین آتا جس سے مومن متعجب ہو کر اپنے رب تبارک وتعالے کی عظمت وقدرت پر تسبیح پڑھتا ہے ویسے ہی خالق جل شانہ نے کافرون کا ٹھکانا وانجام دنیا وآخرت کا بیان فرمایا بقولہ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا۔ کافرون کے لیے عذاب ہے دنیاوی زندگی مین۔ واضح ہو کہ دنیاوی زندگی مین عجیب امتحان ہے کہ آدمی یہان حواس سے عذاب وثواب کا ادراک بخوبی نہین

کر سکتا۔ بلکہ جس بات سے جسم کو تکلیف ہو اُس کو عذاب سمجھتا ہے پس کافرون کے لیے دنیا مین عذاب دو طرح پر ہے اول یہ کہ قتل و قید و مرض و خانہ بربادی وغیرہ ایسی وجہ پر ہو جو حواس سے ظاہر ہے تو آیت کریمہ مین وقت نزول کے جو کافر عرب یا عجم وغیرہ مین موجود تھے اُن کے لیے یہی ظاہر عذاب بطور اخبار غیب کے بیان فرما دیا پس مشرکین عرب بت پرست و یہود و نصاریٰ سب اس عذاب مین مبتلا کیے گئے کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ظہور ان مین ہوا اور انھون نے انکار و کفر کیا۔ دوم عذاب جو محسوس نہو جیسے قولہ تعالے انما یاکلون فی بطونہم نارا۔ اور قولہ لیعذبہم بہا فی الحیوۃ الدنیا۔ الآیہ۔ یعنے اموال و اولاد کو کافرون کے حق مین عذاب فرمایا کیونکہ اللہ تعالے سے انکار کفر و شرک کے ساتھ جو تصرف ہو سب عذاب ہے اگرچہ ظاہر مین تن پروری و آرام ہو بخلاف اسکے مومنون کو اگر فقر و فاقہ ہو پہونچے تو عین ثواب ہے اور یہ بات سمجھدار ایمان و عقل والا خوب سمجھتا ہے ولیکن عام سمجھ کے لیے یون کہا جاتا ہے کہ آیت کریمہ مین اللہ تعالے عز وجل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کافرون و مشرکون کو آگاہ فرمادیا کہ تم کو دنیا مین بھی عذاب پہونچیگا ولیکن قولہ لہم عذاب۔ کو نکرہ کر کے فرمایا تو اُسکے یہ معنے کہ اُنکے لیے دنیا مین کسی قسم کا عذاب ہوگا خواہ قتل و قید و خانہ بربادی کا ہو یا مرض یا مال و اولاد کی پریشانی و اُنکے جمع کرنے کی مصیبت اور پھر چھوڑ جانے کا قلق ہو کیونکہ دنیا درحقیقت دار محنت ہے نہ ملک راحت پس مشرکون کے لیے ہر حال مین کوئی نہ کوئی عذاب ہے وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ اور یقین کرو کہ بے شبہہ عذاب آخرت بہت شاق ہے کیونکہ دنیا مین تو ظہور جسمانی ہے اور قوی و عقل و روح مخفی ہے اور وہان ظہور روحانی ہی واسطے دار آخرت حیوان یعنی جاندار ہے اور جہنم کے بیان مین اُسکے جاندار اوصاف مذکور ہوئے ہین وقال تعالے نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ یعنی وہ آگ اللہ تعالے عز وجل کی پیدا کی ہوئی دہکتی ہوئی جو دلون کو جھانک لیتی ہے۔ اور روح باقی ہے اُسکو فنا نہین ہے تو عذاب دنیا چند روزہ ہے اور خفیف ہے اور عذاب آخرت دائمی اور سخت ہے وہ آگ یہان کی آگ سے ستر گونہ زیادہ ہے وقال تعالے زدناہم عذابا فوق العذاب یعنی عذاب پر عذاب بڑھتا جائیگا۔ آتشی سانپ و بچھو اور آتشی نہرین ہین۔ یہ بد انجام ان لوگون کا ہے جو اپنے رب تبارک و تعالے سے منکر یا اس کو نہین پہچانتے بلکہ اُس کے لیے جورو اور بیٹا بتلاتے اور شرک کرتے ہین۔ اور عقل کو خوار کرتے اور جسم و حواس کی خواہش نفسانی سے پرورش کرتے ہین پس وہی جسم و نفس امارہ اُن کو اس عذاب مین مبتلا کریگا۔ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ۔ اور اللہ تعالے عز وجل کے عذاب سے اُنکا کوئی بچانے والا نہین ہے۔ چاہے وہ اپنی نافہمی سے دنیا پر قیاس کر کے بتون کو یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے والا ٹھہرین مگر جب عاقل سے بیان کرین تو وہ اُن کی حماقت پر تعجب کریگا کیونکہ کوئی بچانے والا تو ممکن ہی نہین ہو سکتا ہے۔ پھر واضح ہو کہ یہ عذاب تو ان بیوقوفون کے لیے ہے اور جو لوگ عقل کے تابع ہوئے اور اللہ تعالے عز وجل کی فرمانبرداری کی اور اپنے رب تبارک و تعالے کی معرفت موافق تعلیم رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائی اور اللہ تعالے عز وجل کے سب انبیاء و رسولون علیہم السلام پر ایمان لائے اور دار آخرت کو سچ مانا اور نیک اعمال کیے جیسا کہ اللہ تعالے جل جلالہ نے سابق آیات مین بیان فرمایا ہے تو وہ سزاوار انعام کیے ہین ان کا ٹھکانا اور منزلت جنت ہے چنانچہ اس کا حال بیان فرمایا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ یعنے متقی بندے جنھون نے شرک سے اپنے آپ کو بچایا اُن کے لیے جس جنت کا وعدہ دیا گیا ہے اُس کی صفت یہ ہے تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ جاری ہین اُس کے قصور و عالیشان مکانات کے نیچے نہرین۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث

سے لکھا کہ اہل جنت جہاں چاہینگے نہر وہین پھر جائیگی اور جس جگہ چاہینگے جاری ہوجائیگی مترجم کہتا ہے کہ جو مشقت اس مکدر دنیا کی خاک و کیچڑ و بیجان چیزون و اونچے نیچے نالہ غارون وغیرہ مین ظاہر ہے وہان اس سے نجات و آرام ہے اور اللہ تعالے عزوجل نے باوجود کمال عزت و قدرت کے اس دنیا کو ایسا ہی خرابہ کھنڈل پیدا کردیا جس سے عقلا سمجھ گئے کہ یہ جہان اکرام و منزلت وآبادکرنے کو نہین ہے اور جو خالق جل شانہ کمال قدرت والا ہے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے پس سوائے احمق آدمی کے جو اپنی خلقت بھول گیا اور اپنے خالق عزوجل سے منکر ہوا کوئی عاقل اس سے منکر نہین ہوسکتا۔ پس جنت مین نہرین و دریا ہین بعضے خالص شیرین پاک صاف پانی سے خوبصورت مثل موتی کے جسکا قیاس دنیادی چیز پر بالکل نہین ہوسکتا اور بعضے سپید دودھ کے مانند جو ہر وقت نہایت لطیف پاکیزہ ہین اور بعضی نہرین شراب طہور کی اور بعضی پاکیزہ شہد کی اور وہان ہر قسم کے میوہ جات جو کچھ چاہین اور سواے زیادتی کے کبھی کمی نہین ہے۔ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ہمیشہ ہے اُس کے پھل اور اسکا سایہ۔ یعنے اس کے ثمرات کبھی منقطع نہین ہوتے کیونکہ ان کا وجود ان اسباب باران و بہار و آفتاب و ماہتاب پر نہین ہے کیونکہ جنت مین آفتاب و چاند و اندھیرا وغیرہ کچھ نہین بلکہ ظل ممدود ہے اسی وجہ سے اُس کے سایہ مین کمی بیشی نہین اور کبھی خزان نہین ہے اور ہمیشہ انواع اکرام سے نہایت دلکشی و بہار بے خزان ہے۔ اس آیت مین فرقہ جہمیہ کے خیالات مردود ہوتے ہین جنکا قول ہے کہ جنت کی نعمتین فنا ہونگی بعض علماء نے زعم کیا کہ اکلہا دائم سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل جنت کی حرکات کبھی دائمی سکون کی جانب متبدل نہونگی مترجم کہتا ہے کہ یہ استنباط عجیب ہے اور مین کہتا ہون کہ ابو الہذیل معتزلی کا رد ہوا جو اس کا قائل ہے کہ آخر اہل جنت کو دائمی سکون ہوگا اور صواب یہ ہے کہ نعمتہاے الٰہی مثل اُس کی قدرت کے غیر متناہی ہین تو ہمیشہ نعمتون مین ظہور مزید ہوگا اور اہل جنت کی فرحت بڑھتی جائیگی تِلْكَ عُقْبَى یہ آخرت کا گھر ہے الَّذِيْنَ اتَّقَوْا۔ ان بندون کا جنھون نے شرک سے تقوے کیا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ اور کافرون کا آخرت کا گھر جنھون نے اللہ تعالے عزوجل سے انکار اور اسکے ساتھ شرک کیا ہے۔ النَّارُ دوزخ ہے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ آخرت کے فقط مقام دو ہین۔ ایک جنت و ایک دوزخ اور مخلوق مین بھی دو قسمین ہین ایک اللہ تعالے عزوجل پر ایمان لانے والے جو اللہ تعالے جل شانہ کو انھین صفات و قدرت و کمال کے ساتھ اعتقاد رکھتے ہین جو اس کی شان جلالی متعالی ہے اور دوم وہ جو اللہ تعالے عزوجل پر اسطرح ایمان نہین لاتے ہین خواہ بالکل اس سے منکر ہون جیسے دہریہ وغیرہ خواہ مشرک ہون جیسے بت پرست و آفتاب پرست و نجومی وغیرہ اور خواہ نام سے اللہ تعالے کا اقرار کرتے ہون مگر صفات ایسے گمان کرتے ہین جن سے اللہ تعالے پاک ہے جیسے جورو و بیٹا وغیرہ تو یہ سب کافرون مین داخل ہین کیونکہ نصرانی و یہودی اگرچہ نام کو اللہ تعالے عزوجل کا قائل ہے لیکن درحقیقت وہ اپنی خیالی تصویر کو مانتا ہے کیونکہ وہ اپنا معبود اور خالق اُس کو مانتا ہے جس کا بیٹا حضرت عیسے علیہ السلام ہے یا جس کا بیٹا عزیر ہے اور خوب معلوم ہے کہ حضرت خالق عزوجل اللہ تعالے جل شانہ اس سے پاک ہے تو معلوم ہوگیا کہ وہ اللہ تعالے پر ایمان نہین لایا اور ایسے ہی نصرانی اس بیٹے کا قائل ہوا جو اللہ تعالے کا بیٹا ہے یا یہودی اس عزیر کا جو اللہ تعالے کا بیٹا ہے حالانکہ حضرت عیسی و عزیر علیہما السلام جو رسول تھے وہ اللہ تعالے عزوجل کے بندے و معزز پیغمبر تھے پس وہ عیسے و عزیر پیغمبرون کا بھی قائل نہین رہا پس معلوم ہوگیا کہ یہودی یا نصرانی درحقیقت نہ اللہ تعالے جل شانہ کا قائل ہوا اور نہ عزیر و عیسے علیہما السلام کا قائل ہے اسی واسطے اللہ تعالے عزوجل نے اہل کتاب کی نسبت قرآن مجید مین

مصرح فرمایا۔ قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الآخر ولا یحرمون ما حرم اللہ الیٰ قولہ وہم صاغرون الآیہ۔ ف
فی العرائس قولہ افمن ھو قائم علیٰ کل نفس الآیہ۔ اللہ تعالیٰ عزوجل قیوم ہے پس قیام تمام جہان کا اسی کی پاک ذات سے
ہے ولیکن سوائے انسان کے باقی مخلوقات امانت عظمیٰ کی برداشت سے محروم ہیں پس اُن کا کسب اُس کے سواسے ہے اور انسان
ایک ترکیب خاص اور صنعت الٰہیہ عجیب ہے اور اُس کے کسب میں قیوم تعالیٰ شانہ نے امانت عظمیٰ کا حصہ عطا فرمایا ہے
پھر مترجم کہتا ہے کہ نفوس انسانی میں دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کا اکتساب قہر ہے اور قیوم عزوجل ان نفوس کا قیوم اسطرح
ہے کہ قہریات سے ان کا حصول ہے اور مراتب ظہور قہریات سے ہر ایک کا اکتساب متفاوت ہے اور شیخ رہ نے دوسری
قسم کو بیان فرمایا کہ ہر نفس بقدر قوت کے ربوبیت کی عظمت اٹھاتا ہے پس بعض نفس پر قیوم تعالیٰ شانہ اپنے فعل سے قائم ہے اور
بعض پر بحسب کشف صفت قائم ہے اور بعض پر بحسب کشف سبحات الذات قائم ہے پس اگر نفس نے اُس کی عبودیت کسب کی تو افعال
الٰہی تعالیٰ کے نور سے اُس کو مشاہدہ ہے اور اگر اس کی محبت کسب کی تو انوار صفات سے مشاہدہ پایا اور اگر معرفت و توحید کمائی
تو سبحات الذات تعالیٰ جل شانہ سے دیدار ہے اور اگر قسم اول یعنی نفس کاسب عبودیت نے تقصیر کی مثلاً اسطرح کہ اپنے حظوظ کیطرف
التفات کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو مجاہدہ کے عذاب میں گرفتار فرماتا اور اگر قسم دوم نے محبت میں تقصیر کی مثلاً اپنے ذوق وشوق
میں طلب سے باز رہا تو اللہ تعالیٰ لذت کو اس سے چھین کر حجاب وفتور میں چھوڑ دیتا ہے اور اگر قسم سوم نے قصور کیا تو اللہ تعالیٰ
اسکو دریائے نکرت میں غوطہ دیتا ہے اور اس کا قصور یہ ہوتا ہے کہ وہ گمان کرجاوے کہ میں عین حقیقت تک پہنچ گیا ہوں ولیکن
جاننا چاہیے کہ قسم سوم میں جو مواخذہ ہے وہ عقوبت نہیں بلکہ معرفت بڑھانے کے لیے ہے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ اپنے بندہ عارف پر
بہت مہربان ہے پس اللہ تعالیٰ عزوجل ان نفوس کا قیوم اسطرح ہے کہ صراط مستقیم پر رکھتا ہے اور انکے انفاس کو ان کی طلب حق میں
محفوظ فرماتا ہے شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی کے ساتھ اشیاء کا قیام ہے اور اسی کے ساتھ فنا ہے اور
اسی کی تجلی سے نیک کی خوبی ہے اور اسی کی بزرگی سے بد کی زشتی ہے۔ شیخ محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے نصیحت کی کہ اس آیت کو
پڑھ اور مت غافل ہو اُس پاک خالق قیوم سے جو تجھ سے غافل نہیں ہوتا اور اسی کا مراقبہ رکھ اور ہوشیار رہ شیخ نے کہا کہ جس
نفس نے خالق قیوم محیط بکل شی کو نہ پہچانا تو یہ اسی کے قہر سے ہے کہ کفر کو اُس کی نظر میں زینت دیدی کما قال تعالیٰ بل زین للذین
کفروا مکرہم۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کافروں کی نظر میں ان کے مکر کو مزین کیا اسطرح کہ ازل میں اپنے علم محیط کے ساتھ جو کچھ
نظام حکمت سے چاہا وہی اُن کے حق میں مقدر فرمایا پس کوئی معجزہ اور کوئی آیت اگرچہ سورج کی طرح روشن ہو اُن کو نفع
نہیں دیتی بلکہ خالق جل شانہ سے منھ موڑ کر شرک کی طرف جھکتے ہیں اور جو چیز بدتر سے بدتر ہے اسکو اچھا سمجھتے ہیں حالانکہ یہی اُنکے
مرگ ذلیل خوار کا مقام ہے یہی خیال و اعتقاد جسکو بہت اچھا سمجھتے ہیں نہایت قبیح اور اُنکی گردن میں زنجیر جہنم ہے اسی کی وجہ سے
معرفت حق سبحانہ تعالیٰ سے جاہل اور اُس کے حسن مشاہدہ سے غافل ہیں اور کیونکر مکر الٰہی سے انکو نجات ہوگی حالانکہ اپنے مکر کو
معرفت و حسن عقیدت خیال کرتے ہیں اور کیونکر جہنم کی زنجیر سے رہا ہوں جسکو وہ جنت کا زیور سمجھے ہیں یہ فقط تزئین الٰہی عزشانہ ہے جو
چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کرے اُس کا کوئی ہادی نہیں ہے ونعوذ باللہ من الضلال وسوء المآل مترجم کہتا ہے کہ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے
بلیغ خطبہ سے نصیحت فرمائی ہے اور ہمارے زمانہ کے جاہل جو اسلام کا دعوےٰ کرتے ہیں ہوشیار ہوں اور اپنی پسندیدگی سے ایسے حسن

عقیدت پر نہ جاویں جس سے توحید و معرفت چھوڑ کر گمراہ ہو جاویں۔ شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ حدیث میں ہے
کہ کافر کی پیدائش مومن کے گناہ سے ہے۔ واضح ہو کہ یہی جہالت ہے جو جہنم کے لائق ہے اور ہم ارجیف کہ ہم سب جہالت
وحماقت میں پڑے ہیں اے سب ہمارے اپنے فضل عمیم سے ہم کو اہل عقل میں سے کر دے۔ پھر شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ قولہ تعالیٰ
مثل الجنۃ التی وعد المتقون الآیہ۔ چونکہ جنت کی مثال دنیاوی مکدر و غلیظ مادیات میں تو کیا بلکہ آئینۂ خیال میں بھی نہیں ہے
لہٰذا مثل الجنۃ سے مراد صفت جنت ہے یعنی یہ صفت ایسی عجیب و غریب ہے کہ گویا حواس اس کو ایک تعجب کی چیز کے مانند
بطور مثل کے سمجھیں پس متقین کے مساکن یہی جنت ہیں اور اس آیت کے اشارات میں سے ہے کہ جو کوئی سوائے حق تعالیٰ کے
جملہ اشیاء سے دو جہان سے تقویٰ کرے اور سوائے رب تبارک و تعالیٰ کے کسی چیز کی طرف التفات نہ کرے تو وہ ایسی جنت
پاوے کہ جنت اس کی مخلوقات میں سے ادنیٰ چیز ہے یعنے شاہد جنت ذات کہ اس سے انہار صفات جاری ہیں اور اسکے آثار
علوم و افعال ہیں جو صفات و ذات کے پھل ہیں اور ما شاکہ یہاں وہم و قیاس کچھ بھی کارآمد ہو بلکہ بیان ہے کہ ماسوائے
اللہ تعالیٰ کے سب سے فنا ہو جاوے تو پاوے جو کچھ پاوے گروہ پاوے گا جو تمام مخلوقات سے متجرد و متفرد ہو جاوے
اور اکلہا دائم وظلہا یعنے حصول دیدار بلا پردہ اور زندگانی سایہ تجلی میں بلا فرصت ہوگی۔ یہ مقامات و منازل عالیہ ان بندوں
کے لیے ہیں جو تمسک و اخلاق سے پاک اور مشتاق دیدار حضرت علیم خلاق جل شانہ ہیں مترجم کہتا ہے کہ اولیاء کے مدارج
و مراتب عالی ہیں اور حق تعالیٰ عز وجل نے فرمایا کہ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ چنانچہ حضرت ابن عباس و ابن مسعود
اور بہت سے سلف رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ اولیاء اللہ وہ ہیں کہ جب انکو دیکھا جاوے تو اللہ تعالیٰ یاد آوے۔ اور امام
حافظ بزار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدثنا علی بن حرب الرازی حدثنا محمد بن سعید بن سابق حدثنا یعقوب بن عبد اللہ الاشعری
القمی عن جعفر بن ابی المغیرۃ عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال قال رجل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اولیاء اللہ قال
الذین اذا راؤا ذکر اللہ یعنے اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جب دیکھے جاویں تو ان کی صورت دیکھکر اللہ تعالیٰ عز وجل یاد آوے
قال الامام البزار رحمۃ اللہ علیہ فقد روی عن سعید مرسلا۔ یہ روایت سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل بھی مروی ہے اور قال ابن جریر
رحمۃ اللہ علیہ حدثنا ابو ہشام الرفاعی حدثنا ابو فضیل حدثنا ابی عن عمارۃ بن القعقاع عن ابی زرعۃ بن عمرو بن جریر البجلی
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من عباد اللہ عبادا یغبطہم الانبیاء والشہداء قیل من ہم
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلنا نحبہم قال ہم قوم تحابوا فی اللہ من غیر اموال ولا انساب وجوہہم نور علی منابر من نور لا
یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس ثم قرأ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کے بندوں میں سے بعضے ایسے بندے ہیں کہ انبیاء و شہداء رشک کریں گے بعض
صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وے کون ہیں شاید ہم انسے محبت کریں فرمایا کہ وے ایک قوم ہیں کہ انہوں نے
باہم اللہ تعالیٰ عز وجل کی شان میں محبت کی بدون اموال و نسب کا لگاؤ نہ تھا ان کے چہرے نور ہیں وہ نور کے منبروں پر ہونگے
جب لوگوں کو خوف گھیرے ہوگا اس وقت ان کو خوف نہ ہوگا اور جب لوگ محزون ہوں ان کو کچھ حزن نہ ہوگا پھر آیت پڑھی
الا ان اولیاء اللہ الآیہ۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے بھی روایت کیا اور اسناد میں ابو زرعہ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

سے مرفوع روایت کی اور امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ اسناد بھی جید ہے لیکن ابو زرعہ و عمر بن الخطاب کے درمیان واسطہ کا راوی مذکور نہیں ہے اور امام احمد کی اسناد سے ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوع یہی معنے روایت کیے اور لکھا کہ حدیث طویل ہے اور اسمین تفسیر موجود ہے کہ یہ لوگ متفرق قبائل سے ہونگے جنمین ناتے و رشتہ کا تعلق نہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ ہی کے واسطے محبت ہوگی اور واضح ہو کہ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ولی کی تفسیر خود اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ نے فرمائی کہ وہ متقی ہوتا ہے پس جو شخص متقی ہو وہی ولی ہوگا اور اسکی شناخت اور اسکے مراتب عالیہ ان روایات مین مذکور ہین فافہم واللہ تعالیٰ اعلم باولیائہ اللہم اجعلنی ممن احبہم وانت ارحم الراحمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آیات سابقہ مین طریق ہدایت و معرفت بیان فرمایا اسکی شہادت اگلے پیغمبرون کے حالات سے دیدی بقولہ

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

اور وہ لوگ جنکو ہم نے دیدی کتاب (یعنی توریت و انجیل) خوش ہوتے ہین اس سے جو اتار گیا تجھ پر اور احزاب مین سے

مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ

بعض وہ ہین جو بعض بات کا انکار کرتا ہے تو کہدے کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا کہ عبادت کرون اللہ تعالیٰ کی اور نہ شریک بناؤن اسکے ساتھ اسی کی طرف

اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝

بلاتا ہون اور اسی کی طرف مرجع ہے

وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور جن لوگون کو ہم نے کتاب دیدی یعنے علم توریت و انجیل دیا اور یہ وہی گروہ یہود و نصاریٰ کا تھا جس نے کتاب آسمانی سے عقل پائی اور باقیون کی یہ کیفیت تھی کہ کتاب انکو دی گئی مگر اس سے کچھ نفع نہ پایا جیسے اسلام مین قرآن مجید سب کے پاس ہوتا ہے لیکن وہ دنیا کے واسطے عالم ہوتے ہین اور کچھ عقل نہیں پاتے مین پس جہان قرآن مجید مین الذین اوتوا الکتاب آیا ہے وہان عموماً یہود و نصاریٰ مراد ہین خواہ ان کو نفع ہوا ہو یا نہوا ہو اور بعض مقامات پر آتیناہم الکتاب سے وہی مراد ہین جنکو کتاب دی گئی اسطرح کہ انھون نے اس سے ہدایت پائی جیسے اس مقام پر ہے پس یا معنے یہ ہونگے کہ توریت و انجیل سے جنھون نے نفع پایا۔ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وے خوش ہوتے ہین قرآن پاک سے جو تجھ پر اتار گیا۔ بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ یعنے اہل کتاب مین سے جو لوگ اسلام لائے مانند حضرت عبد اللہ بن سلام و اُن کے ساتھیون کے اور جو لوگ نصاریٰ مین سے ایمان لائے اور وے اسّی آدمی تھے از انجملہ چالیس تو نجران مین سے اور آٹھ یمن کے اور بتیس حبش کے مع بادشاہ کے پس اُن کو قرآن پاک سے فرحت ہوتی ہو یا عام اہل کتاب مراد ہون کیونکہ جو بات اُن کی کتابون سے موافق ہوتی اُسی سے خوش ہوتے اور مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا ارجح قول اول ہے اور یہی شیخ مفسر رحمہ نے اختیار کیا کیونکہ اصل فرحت بسبب معرفت شان الٰہی و توحید کے ہے اور یہ انھین کو حاصل تھی جنکو کتاب توریت و انجیل درحقیقت دی گئی تھی کیونکہ جنکو کتاب سے فہم نصیب نہو تو انپر قرآن حجت ہے نہ انکے لیے حجت چنانچہ حدیث صحیح مین ہے کہ القرآن حجۃ لک او علیک یعنے اگر قرآن سے ہدایت و نفع پایا تو قرآن پاک تیرے لیے حجت معرفت و منزلت ہے اور اگر دنیا کے لیے اسکو لیا تو تیرے اوپر عذاب و خواری کی حجت ہے اور قولہ تعالیٰ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَہٗ کے معنے یہ ہین کہ احزاب مین سے بعض شخص وہ ہے جو قرآن پاک مین کچھ تھوڑی بات کا انکار کرتا ہے۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت اور قرآن پاک کی وحی خالص ہونے کے واسطے عرب کو سمجھایا کہ ہم نے ابتدائے آدم سے اسی طرح رسول بھیجے اور کتابین نازل فرمائین چنانچہ اس وقت تمھارے روبرو یہود ونصاریٰ موجود ہین جنکو توریت وانجیل دی گئی مگر ان کی یہ حالت ہوئی کہ اس کو دنیا کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا و لیکن بعضے اُن مین سے منتفع ہوئے پس جنکو انتفاع ہوا وہ توحید پر قائم ہوتے ہین اور قرآن پاک کے نزول سے فرحت پاتے ہین اور جنکو انتفاع نہوا بلکہ کتاب اپنے ادیرلادے ہین ان کی بھی یہ کیفیت ہے کہ رسالت اور وحی کے طریقہ سے کچھ انکار نہین کرتے بلکہ بعض بات کا انکار کرتے ہین۔ احزاب جمع حزب یعنی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جماعتین جنھون نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن پاک سے کفر کیا اور دنیا کے لالچ مین آپ کی عداوت مین جماعتین جتھے قائم کیے جیسے کعب بن اشرف مع اپنے ساتھیون کے اور اُسید مع اپنی جماعت کے اور عاقب مع اپنے گروہ کے پس یہ لوگ پرانی تحریف پر قائم تھے اور اسلام کی صفت اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت کو کتاب مین محرف کرتے تاکہ دنیا حاصل کرین اور جب نصرانیون نے حضرت عیسے علیہ السلام کی نسبت بیٹا ہونے قول نکالا تو انھون نے انکے مقابلہ مین عزیر علیہ السلام کی نسبت یہی قول نکالا اور عموماً دونون فریق نے یہ اصل بنائی کہ عالم کا قول ماننا فرض ہے اور اس کو اختیار ہے کہ مثلاً روزہ جس شخص کو چاہے معاف کردے اور چاہے وقت بدل دے اور یہ سب شرک ہے لہذا توحید کا حکم دیا بقولہ۔ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰہَ وَلَآ اُشْرِکَ بِہٖ تو کہدے کہ مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی بندگی کرون اور اُس کے ساتھ کچھ شرک نہ کرون پس ثابت کردیا کہ حکم فقط اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کا ہو اور پیغمبر کو بھی تحریف وتبدیل کا اختیار نہین بلکہ حکم الٰہی تعالےٰ بیان کرے اور بیٹا وجورو بنانا اور شریعت بنانا شرک ہے۔ اِلَیْہِ اَدْعُوْا اللہ تعالےٰ عزوجل ہی کی طرف مین بلاتا ہون نہ کسی غیر کی جانب۔ وَاِلَیْہِ مَاٰبِ اور اسی کی طرف مرجع ہے۔ پھر حکم وپھر ثواب وعذاب کا مرجع اسی کے اختیار مین ہو۔ اسی قدر توحید کا اعتقاد ہے جس پر تمام انبیاء متفق ہین اور رہے اعمال وافعال عبادت تو وہ شرائع مین مختلف ہوتے آئے ہین اُن کی وجہ سے انکار نہین ہوسکتا چنانچہ توریت مین بعض چربی وشراب وغیرہ حرام تھی اور انجیل مین حلال ہوئی اور توریت مین جہاد فرض تھا چنانچہ حضرت موسے ویوشع وسلیمان و داؤد وغیرہم انبیاء علیہم السلام نے خوب خوب جہاد کیے جس سے انکار ممکن نہین ہے حالانکہ انجیل مین جہاد ممنوع ہوگیا پس یہ حکم اللہ تعالےٰ عزوجل کے اختیار مین ہے کہ اعمال شریعت جسطرح جس امت پر چاہے مقرر کرے اور توحید ومعرفت بالکل یکسان ہے اس مین اختلاف ممکن نہین ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ قل انما امرت ان اعبد اللہ الآیہ۔ کمال استقامت یہ ہے کہ ظہور انوار ربوبیت مین بدیار حال عبودیت مستقیم رہے کیونکہ یہ ظہور در حقیقت مکر حقیقت ہے چنانچہ جس نے اپنے نفس مین عبودیت سے بجانب ربوبیت دیکھا وہ مشرک ہے کیونکہ دھوکے مین پڑگیا۔ شیخ ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ جو تیرے واسطے ہے اُس کو بالکل چھوڑ دے اور جو تجھ کو حکم دیا گیا اُس کو لازم پکڑ۔ شیخ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ عبودیت یہ ہے کہ حکم دہندہ کے مشاہدہ کے ساتھ حکم کی تعمیل کرے۔ شیخ ابن عطار اور جنید رحمہما اللہ تعالےٰ نے کہا کہ کوئی شخص توحید کے درجات مین سے کسی درجہ پر نہین پہونچتا جب تک کہ ابتدائے حال مین حکم الٰہی عزوجل کا پابند نہو اور

یہ احکام فرض و واجبات و سنن و مستحبات کی بجا آوری ہے اور ہر حال مین فضل پر بھروسا کرے اور ادنے درجات اجازت سے اعلے درجات عزم پر ہمت کرے پس جب ابتدا مین اسطرح رہا تو آگے اللہ تعالے اسپر اپنا فضل کرتا ہے مترجم کہتا ہی کہ اجازت سے عزم پر ہمت کرنے کی یہ مثال ہے کہ مثلاً موزے پر مسح کرنا رخصت و اجازت ہے ولیکن پاؤن دھونا عزم و اعلے ہی پس لازم ہی کہ پاؤن دھووے کیونکہ یہ طہارت اتم و اکمل ہے والاصل فیہ قولہ تعالے وأمر قومك يأخذوا بأحسنها سأريكم دار الفاسقين۔ اب

اللہ تعالے عز وجل نے منکرین اہل کتاب و مشرکین کو سمجھایا بقولہ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۭ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ بَعْدَ مَا

اور یون ہی ہم نے اسکو نازل فرمایا حکم عربی اور اگر تو پیروی کرے انکی ہوائی باتون کی بعد اسکے

جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا

آچکا ہے تیرے پاس علم آلہی سے تو نہوگا تیرے لیے اللہ تعالے سے کوئی ولی اور نہ بچانیوالا اور بیشک ہم نے بھیجا ہے رسولون کو

مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ

تجھ سے پہلے اور کیے تھے انکے لیے جوڑے اور اولاد اور نہین ہو سکتا تھا کسی رسول کے لیے کہ

يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ وَيُثْبِتُ ښ

لاوے کوئی آیت مگر اللہ تعالے کی اجازت و حکم سے ہر مدت کے لیے تحریر ہے مٹا دیتا ہے اللہ تعالے جو چاہے اور ثابت رکھتا ہے جو چاہے

وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝

اور اسی کے پاس ام الکتاب ہے

ع

اوپر بیان فرمایا کہ اگلی کتابون میں اسی قرآن مجید کے موافق ہین توحید و معرفت مین جو اصل ہے اور اہل عقل جنکو اگلی کتاب ملی ہے قرآن پاک کے نزول سے مسرور و خوش ہوتے ہین اور بعضے جہالت سے بسبب شریعت کے اختلاف کے کسی کسی بات کے منکر ہوجاتے ہین حالانکہ یہ افعال کا اختلاف ہر رسول کی رسالت مین پہلے بھی مطابق حکمت الٓہی کے کسی قدر مختلف ہوا ہے ولیکن اصل توحید و رسالت و وحی مین وہی طریقہ سابق ہے چنانچہ فرمایا وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا یعنے جیسے سابق احکام سریانی و عبرانی مین اُتارے تھے اسی طرح ہم نے اس حکم یعنے قرآن پاک کو عربی خالص اُتارا پس اہل کتاب پر اسکا اتباع فرض ہے جبکہ انکو ہم نے اگلی کتاب بھی دیدی ہے اسی واسطے حدیث صحیح مین آیا کہ تین آدمیون کے لیے دونا ثواب ہے ایک اہل کتاب جو اگلی کتاب و پیغمبر پر ایمان لائے پھر سب کتابون کا سچا بنانیوالا اور تحریف دور کرنیوالا قرآن مجید اُترا اُسپر اور خاتم المرسلین پر ایمان لائے اور دوم مملوک جس نے اپنے آقا کی خدمت کی اور اللہ تعالے کے احکام بجالایا اسکو دونا ثواب ہے اور سوم کسی مرد آزاد کے پاس لونڈی تھی اُس نے اُس کو اچھی طرح تعلیم دی پھر اللہ تعالے عز وجل کے واسطے اُس کو آزاد کردیا پھر اُس سے نکاح کرلیا تو اس کے لیے دونا ثواب ہے۔ کما فی الصحاح۔ پس اس مین اہل کتاب کو فہمائش اور مشرکون کو ہدایت ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن پاک کا نزول کوئی نیا طریقہ نہین ہے چنانچہ یہود اور نصارے کیسی خوشی کے ساتھ ایمان لاتے ہین مگر جو لوگ انمین سے دنیا کے لالچ سے اندھے و بہرے بنتے ہین وہ عداوت باندھتے ہین۔ وَلَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاۗءَهُمْ اور اگر اے محمد بالفرض تو انکی

نفسانی خواہشون کا پیرو ہوجاوے۔ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ بعد ازانکہ تیرے پاس علم الٰہی آچکاہے اور تو حق و
باطل پہچان چکاہے تو مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ نہیں کوئی متولی و بچانے والا اللہ تعالےٰ عزّوجل کے عذاب سے
نہیں۔ اس کلام سے جاہل یہودیون اور احمق مشرکون کا گمان توڑ دیا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانو اور عداوت کرو
تو باپ دادا کے طریقہ پر ہوجاوینگے۔ اور سب اہل عقل کو تعلیم ہے کہ جب ادنیٰ غور سے تمکو معلوم ہوگیا کہ دین توحید حق ہے تو اسکی مخالفت
اگر بالفرض رسول کرتا تو کوئی اُسکا بچانے والا نہوتا تو تم کو بچانے والا کون ہوسکتا ہے پس یہود کا زعم توڑ دیا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام
و دیگر پیغمبران بنی اسرائیل علیہم السلام اپنے اللہ تعالےٰ کی رضامندی اور اسکی فرمانبرداری و محبت کرینگے اور اُس کے محبوب رسول
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کرینگے اور تم فاسق لوگون کے ویسے ہی دشمن ہین اور تمام قدرت و طاقت اللہ تعالےٰ عزّوجل ہی کو
ہے اور تمہارے گمان میٹ دیا کہ تم اپنے رب تبارک و تعالےٰ کی صفات پاک و توحید سے جاہل اور شرک مین گرفتار ہوا اور اُسکے
محبوب رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم و اُسکے کلام پاک قرآن مجید سے منکر و دشمنی کرتے ہو تو رسول اللہ عیسےٰ علیہ السلام اپنے رب جل جلالہ
و اپنے بھائی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت مین تمہارا دشمن ہوگا اور جو خیالات باندھتے ہو محض جہل ہے تم نے نہ جانا کہ جو اللہ تعالےٰ
چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مسئلہ جو شخص جان بوجھکر خواہش باطل کی پیروی کرے اُسکو زیادہ عذاب ہے اسی واسطے حدیث مین اول جن
لوگون سے جہنم بھڑکائی گئی تین فرقے ہین ازانجملہ ایک عالم جس نے دنیا کے لیے علم سیکھا الحدیث۔ مسئلہ علم وہ نعمت ہے جس سے رسول علیہ السلام
پر منت رکھی گئی مسئلہ۔ جو کوئی اللہ تعالےٰ عزّوجل کی فرمانبرداری چھوڑکر ہوا و ہوس کے اعتقاد و افعال اختیار کرے اور زعم
کرے کہ فلان بزرگ مجھکو بچالیونگے جیسے نصرانی سمجھے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام یا رافضی سمجھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا
کوئی سُنّی کسی پیر کو یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو تو یہ جہالت ہے بلکہ شرک و بداعتقادی سے بچے اور
ایسے اعمال پر نیت رکھے جس سے اللہ تعالےٰ عزّوجل اپنے فضل سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا دوسرے نیک بندون کی شفاعت
اسکو نصیب ہو۔ الحاصل سمجھا دیا کہ رسالت محمدی و نزول قرآن مجید و تعلیم توحید و اختلاف شریعت مثل سابق ہے اُس سے
انکار کرکے جاہل مست ہوا اور جان بوجھکر کفر و شرک کرکے عذاب الٰہی سے کسی طرح نہ بچ گئے۔ اب اہل کتاب نے یہ الزام لگایا کہ
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیان بہت ہین چنانچہ تمام تعلیم توحید و معرفت صفات و علوم الٰہیہ و معجزات سب بھول گئے اور
اس الزام پر جم لیے اور مشرکین عرب کہتے کہ رسول ہوتا تو فرشتہ ہوتا پس حق تعالےٰ نے سمجھایا کہ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا
مِّنْ قَبْلِكَ اور بیشک ہم نے تجھ سے پہلے بہت رسول بھیجے ہین سب کے سب آدمی تھے عورت کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔
کھاتے پیتے بازارون وغیرہ مین چلتے پھرتے تھے کوئی فرشتہ نہ تھا اور اگر ہوتا تو آدمی کی شکل مین اسی لباس مین ہوتا اور ہر طرح
کھانے پینے وغیرہ کے اعمال و مسائل اُن کو تعلیم دیتا اور استنجا کرنا و طہارت و تجارت وغیرہ سب قسم کے مسائل سکھلاتا لہذا
قدرت الٰہیہ ہے کہ فرشتون کے لیے فرشتہ رسول کیا اور آدمیون مین انھین مین سے آدمی رسول بھیجے۔ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا
اور کردیں اُن کے لیے جوڑے یعنے مثل آدمیون کے اُن کے جوڑے عورتین کردین اور جیسے یہ مرد پاک تھے اسی طرح انکی
عورتین بھی زنا و فواحش سے پاک بنائین۔ چنانچہ حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ایک بی بی اور حضرت یوسف علیہ السلام
کی ایک بی بی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی چار بیبیان یا چھ تھین اور ابراہیم علیہ السلام کی دو اور داؤد و سلیمان کی

ننانوے اور زیادہ تھیں ۔ وَّذُرِّيَّةً اور اولادیں کردیں چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بارہ اور اُن سے تمام
بنواسرائیل کروروں ہوئے۔ اور قولہ جعلنا لھم میں صریح دلیل ہے کہ یہ سب اللہ تعالےٰ عزوجل کے فعل پاک سے ہوا اور
وہی بندوں کے افعال کا خالق ہے جیسے اُس نے ان رسولوں کو پیدا کیا ویسے ہی ان کو رسول کیا اور ویسے ہی انکے جوڑے
کردیے اور ویسے ہی اُن کی اولادیں پیدا کردیں پس خالق سزاوار وہی ہے کوئی مخلوق کسی چیز کی خالق نہیں ہے پس فرشتہ
نہیں بھیجے کہ وے سب آدمیوں سے الگ تھلگ نہ نکاح کریں اور نہ اولاد ہو اور نہ کھانے کی مشقت اور نہ نکاح کے احکام
اور نہ اولاد کی پرورش جتے کہ کہنے والے کہتے کہ ہم کو یہ سب باتیں مشکل بتاتے ہو اور خود کرنا پڑتی تو معلوم ہوتا اور آدمیوں کے
رسول ہیں سب امت کو یقین واثق ہے کہ ان شہوات وخواہشوں میں درجہ اعتدال موافق حکم الٰہی بجا لانے میں عجائب علوم
ومعارف حاصل ہوتے ہیں۔ بالجملہ سلیمان علیہ السلام کے تین سو بیبیاں اور سات سو چھوکریاں تحت میں تھیں پھر آنحضرت
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت میں چند پاک بیبیوں سے کیوں الزام لگا کر عقل سے جاہل بنتے ہو حالانکہ رات میں
بیدار و اللہ تعالےٰ عزوجل کی عبادت کرتے ہیں کمال جوش اور دن میں روزہ دار رہنا اور نمازوں کو نہایت خوبی سے قائم
کرنا اور شریعت الٰہیہ جسکو نہایت شاق سمجھتے ہو اسپر قائم رہنا اور صدق و اخلاق حسنہ و تعلیم قرآن پاک اور مانند اس کے
جو باتیں اللہ تعالےٰ عزوجل کے محبوب اور نفس وشہوت انسانی پر شاق ہیں سب پہ تمام خوبی قائم تھے اور دنیاوی عیش ولذات سے
بالکل کنارہ فرمایا تھا اور اموال وخزائن بے شمار سب تقسیم فرما دیتے تھے پھر کس درجہ حد سے بڑھی جہالت تم لوگوں میں ہے کہ عقل
سے بالکل اندھے ہو کر اپنے آپ کو جانوروں سے بدتر خوار کرتے ہو اور نصرانیوں سے تعجب ہے کہ تمام جہان کے فسق وفجور زنا وبدکاری
وغیرہ کریں اور اپنے خیال سے عقیدہ بنالیا کہ عیسےٰ مسیح ہم لوگوں کے لیے کفارہ ہو گیا ہے حالانکہ اللہ تعالےٰ سب کا خالق اور
سب کے افعال کا خالق ہے جب اس کا غضب ہو تو کسی کے اختیار میں کوئی فعل نہیں جو بچا وے۔ اور آخر یہی کیوں نہ
ہوا کہ وہ تم کو گناہ سے بچا لیتا کہ کفارہ ہونے کی ضرورت ہوتی مگر یہ لوگ عقل سے بے بہرہ اور اللہ تعالےٰ کو بالکل نہیں
پہچانتے اور ہوا وہوس کے پابند ہیں مگر حواس بہت تیز دیے گئے ہیں جیسے اکثر جانوروں کو دیے جاتے ہیں اسی واسطے تجربیات
سے بالکل انکار کرتے ہیں اور حواس سے عجیب عجیب کام کرتے ہیں اور عقلی دلائل ومضامین سے بالکل مبہوت ہو جاتے ہیں الحاصل
اللہ تعالےٰ عزوجل نے سمجھایا کہ ہم نے تجھ سے پہلے بہت رسول بھیجے وے فرشتے نہ تھے بلکہ آدمی تھے اور اُن کے لیے ہم نے جورو بیبیاں
واولاد کردی تھیں پس رسول کی جورو اور اولاد ہونے سے اُس کی رسالت میں فرق نہیں آتا اور حق تو یہ ہے کہ اس سے کمال رسالت
ہوتا ہے مگر بے عقل لوگ نہیں سمجھتے ہیں۔ حسن بصری رح نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے تبتل سے منع فرمایا۔ رواہ ابن ماجہ والطبرانی وابن المنذر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویہ۔ تبتل کے معنی
انقطاع ہے پس بتول وہ مرد یا عورت ہے جو سب سے الگ ہو جاوے اور جنگل وغیرہ میں تنہا گذارے جیسے اگلے زمانہ میں راہب
ہوتے تھے پس نکاح بیاہ وغیرہ سے منقطع ہو جاتے تھے اور یہ منع ہوا اور شاید تجرد اہوئے کہ کبھی کبھی تبتل کہتے ہیں اور یہ کبیرہ گناہ ہی
اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف میلان کو بھی تبتل کہتے ہیں اور اس میں مضائقہ نہیں بلکہ محبوب ہے بشرطیکہ شریعت
پہ قائم رہے اور ضرورت کو طلاق دیتے ہیں جو لفظ تبتل ہو وہ بھی انقطاع کے معنے میں ہوا اور واضح ہو کہ ہندوستان میں اگر

کوئی شخص عورت کو تبلد کہے تو اس سے طلاق بدون نیت کے نہ ہوگی اگرچہ عرب کی زبان میں وہ معروف ہوگیا تھا اور قولہ تعالیٰ تبتل الیہ تبتیلا۔ میں مراد اللہ تعالیٰ عزوجل کی طرف رجوع اور ماسوائے اس کے دنیا سے انقطاع ہے اور یہ مرغوب و محبوب ہے پس اسلام میں جو ترک دنیا کا لفظ بولتے ہیں وہ یہی طریقہ سنت ہے کہ سب کام کرے مگر دل سے سوائے اللہ تعالیٰ عزوجل کے کسی سے تعلق نہو فافہم۔ سعد بن ہشام نے کہا کہ میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ تبتل اختیار کروں فرمایا کہ ایسا مت کر کیا تو نے نہ سنا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے ولقد ارسلنا رسلا من قبلک الآیہ۔ رواہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ۔ اور کثرت سے احادیث نکاح کی ترغیب اور تبتل سے ممانعت میں وارد ہوئی ہیں مسئلہ۔ علمائے حنفیہ کے نزدیک جب آدمی کو جوش اشتیاق ہو تو اس پر نکاح کر لینا واجب ہو جاتا ہے اور جس کو مہر وغیرہ کی طاقت نہ ہو اس کو روزے رکھنا چاہیے۔ واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سات اولاد ہوئیں تین لڑکے اور چار لڑکیاں اس ترتیب سے کہ حضرت ام المومنین خدیجہ بنت خویلد اول بی بی سے اول قاسم پیدا ہوا جس سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے پھر زینب پیدا ہوئی پھر رقیہ پیدا ہوئی اور یہی دونوں حضرت عثمان ذی النورین کے نکاح میں مری ہیں پھر سیدۃ النساء فاطمہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نکاح میں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ مہینہ زندہ رہ کر مری ہیں پھر ام کلثوم پیدا ہوئی پھر عبداللہ طیب پھر طاہر اور مصری ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم پیدا ہوئے اور سوائے سیدۃ النساء کے سب نے آپ کی حیات میں انتقال فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے اپنی قدرت کاملہ ومشیت پر ایمان لانے کی تعلیم فرمائی لقولہ۔ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ۔ یعنے کسی رسول کو یہ قدرت نہیں کہ کوئی معجزہ لاوے الا اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا حکم ہو پس جب اس نے چاہا اسی وقت رسول کے ہاتھوں وہ معجزہ ظاہر ہوگیا اور یہ فضیلت رسول کو عطا ہوئی اور یہی حال اولیاء کی کرامت میں ہے کہ ان میں سے کوئی کچھ نہیں کر سکتا حتی کہ خواہش بھی نہیں کر سکتا مگر جب اللہ تعالیٰ جل شانہ چاہتا ہے تو یہ بندے بھی دعا کرتے ہیں اور ان کے ہاتھوں کرامت کا ظہور ہوتا ہے۔ لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ یعنے ہر امر جسکو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے اسکے جاری ہونے کا وقت لکھا ہوا ہے یا ہر وقت جس میں کوئی بات ہونے والی ہے وہ مقدر وقت ہے پس اس حکمت بالغہ سے انکو آگاہ کیا تاکہ عقل کی راہ پر آویں اور اپنے نفس کو پاک کر کے جنت کے لائق بناویں اور رسول سے توحید ومعرفت رب تبارک وتعالیٰ حاصل کریں اور رسول اس لیے نہیں ہے کہ اس سے کھیل کریں اور معجزات مانگیں کہ یہ ہو جاوے اور وہ ہو جاوے کیونکہ انکے چاہنے پر نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی حکمت بالغہ میں ہر چیز مقدر رہتی ہے حتی کہ یہ دعوے کرنا بھی جہالت ہے کہ یہ معجزہ لاؤ تو ہم ایمان والے ہو جاویں کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مقدر نہیں فرمایا تو ہرگز نہ ہونگے اگرچہ کل آیات لاوے اور اگر ایمان مقدر ہے تو بلا معجزہ ہو جاوینگے اور اسی وقت ہوں گے جو وقت لکھا گیا ہے اور یہ بھی سمجھا دیا کہ فی الحال جو تم کفر کرکے عذاب مانگتے ہو یہ بھی وقت مقدر پر ہوگا لیکن انتہائے وقت اسکا تمہاری موت ہے اور اسکو دور مت سمجھو اور ڈرو کہ اس وقت ایسے عذاب میں پڑو گے کہ سارے حواس کی تیزی اور کانوں کا انجان کرنا سب خاک میں ملجاویگا اور اسوقت تم مہلت میں ہو اور غور سے دیکھو کہ تم کو سوائے معرفت وتوحید ونیک اخلاق کی کوئی بڑی بات نہیں سکھلائی جاتی ہے پس خوبی کو چھوڑ کر ایسے عذاب میں پڑنا بالکل وحشت وحماقت ہے

اجل سے مراد موجود کا زمانہ یا نو دموجود ہے یعنے زمانہ مقدر لکھا ہوا ہے یا موجود مقدر ہے جس زمانہ میں ہوگا ظاہر ہوگا اس میں کمی بیشی نہ ہوگی اور کتاب ایک امر اسرار الٰہیہ میں سے ہے اور وہ لوح محفوظ سے تعبیر کی جاتی ہے اور اس قدر عقل میں آسکتا ہے کہ اس میں صنعت کتابت و تحریر ہے اور اس سے زیادہ کتابت کی کیفیت و قیاس و شکل نہیں ہو سکتا کیونکہ جب آدمی کے اندر روح کی کیفیت مخفی ہے اور مریم کی کیفیت خیال میں نہیں سماتی ہے تو جہاں خیال کبھی نہیں پہونچا اس کی کیفیت اپنے حواس سے دریافت کرنا یا کوئی صورت سمجھ لینا جہالت ہے۔ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ. الایۃ۔ یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل قادر مختار ہے اور مخلوق اگرچہ اپنی عقل سے اتنا جانتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عادل کریم رحیم و قاہر شدید العذاب ہے پس اس کی پاک صفات میں کوئی عیب ممکن نہیں ہے ولیکن کسی واقعہ کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ عزوجل کا علم محیط و حکمت غیر متناہی اور کامل ہے اس کا ادراک بشر کی مجال سے باہر ہے اور چونکہ یہ آیت خاص امر صفات سے متعلق ہے اور بشر کسی حال میں اس کی ماہیت نہیں سمجھ سکتا البتہ جب تک نفس پاک و روح کا انکشاف اور عقل کی تجلی ہو اسی قدر اس پر یقین و اس کے انوار صدق سے ایمان ہوگا اسی واسطے علماء سلف صالحین کو اس کے سمجھانے میں دقت ہوئی اور مختلف اقوال ان سے مروی ہیں پس اول مترجم ایک بات بطور تمہید کے ذکر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ علم الٰہی سبحانہ تعالےٰ قدیم و پاک ہے وہ کسی وقت کسی حال میں نعوذ باللہ جاہل نہ تھا اسی واسطے رافضی فرقہ کا گمان مردود ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ عزوجل کو کبھی کوئی بات ظاہر ہوئی پھر دوسری بات ظاہر ہوئی تو دوسری کے موافق ہوا پھر تیسری و چوتھی حتےٰ کہ بعضے لوگ ان میں سے زعم کرتے ہیں کہ بعد کو نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے ظاہر ہوئی اور یہ سب کفر و جہالت ہے بلکہ حق صریح و عقل صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ علیم حکیم قدیم ہے جو اس کا علم ہے سب صحیح اور وہ کبھی جاہل نہ تھا۔ اور جو اس نے مقدر فرمایا وہ حق ہے اور ہر ایک چیز کے لیے قائم ہیں پس کبھی کوئی آدمی یہودی یا نصرانی یا بت پرست ہوتا ہے اور اسی اعتقاد کے موافق کام کرتا ہے پھر اس کو معرفت توحید و راہ عقل نصیب ہوتی ہے پس جو افعال گناہ و معصیت کے پہلے سرزد ہوئے تھے اللہ تعالےٰ عزوجل انکو محو فرماتا ہے اور بجائے انکے نیکیاں کر دیتا ہے اور یہ سب مقدر تھا اور اس سے ظاہر ہوا کہ درحقیقت اس شخص کے لیے سعادت مقدر تھی اور ظاہر میں شقاوت تھی پس شقاوت اللہ تعالےٰ جل شانہ نے محو فرمائی اور سعادت لکھی اور یہ وقت مقرر پر ہوا اور اعمال کفر و جہالت کے اللہ تعالےٰ عزوجل نے محو فرمائے اور بجائے ان کے نیک اعمال بدل دیے حالانکہ مثلاً ایمان سے دس سال پہلے کسی مہینہ کے کسی روز کسی وقت میں اس نے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو بیٹا کہنے میں مبالغہ کیا یا بت کو سجدہ کیا تھا یا اور کوئی فعل گناہ کا کیا تھا اور اب دس برس بعد اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنے فضل و رحمت سے اس کی برائیاں بدلکر نیکیاں کر دیں تو اسی وقت پر تبدیلی واقع ہوئی اور اس میں نہ مقدر کے خلاف اور نہ علم الٰہی کی تبدیل ہے اور نہ کوئی تغیر ہے۔ اب میں روایات کو لکھتا ہوں حضرت مجاہد رحمہ سے مروی ہے کہ نزول اس کا قریش کی تہدید کے لیے ہے کہ ہم جو چاہیں کریں اور کہا کہ اللہ تعالےٰ عزوجل ہر رمضان میں دوسرے رمضان تک جو چاہتا ہے حکم فرماتا ہے پس جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے بندوں کے رزق و مصائب و انعامات اور مقدورات سے۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ ضحاک بن مزاحم نے فرمایا کہ قولہ لکل اجل کتاب یعنی لکل کتاب اجل اور میں کہتا ہوں کہ لکل اجل کتاب کے بھی یہی معنے حاصل ہیں اور توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عزوجل نے دنیا کے لیے زمانہ مقرر فرمایا

اور ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب مقرر فرمائی ہیں وہ کتاب آسمان سے نازل فرمائی اور اُس کی مدت وہی ہے جو اللہ تعالے نے رکھی ہو پس جب دوسرا زمانہ آیا جو علم الٰہی میں دوسری کتاب کے لیے مقدر ہے تو پہلی کتاب میں سے جو چاہا وہ محو فرمایا اور جو چاہا ثابت رکھا یہانتک کہ جب قرآن پاک کا زمانہ آیا تو اگلے کتب توریت وانجیل کو منسوخ فرمایا اور قرآن مجید کو مستقل نازل فرمایا پس جو کچھ اہل کتاب واحزاب اُس کے نزول میں پاتے ہیں وہی قیامت تک رہیگا اور اگلی کتابوں سے جہانتک اُسکے موافق یا دین وہ ثابت رکھا گیا اور جہاں اُن میں مخالف ہے وہ منسوخ ومحو کردیا گیا۔ یمحو اللہ ما یشاء ویثبت۔ اللہ تعالے جل شانہ جو چاہتا ہے محو کرتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ وَعِنْدَهٗٓ اُمُّ الْكِتٰبِ اور اس کے پاس ام الکتاب ہے جسمیں اگلی کتابیں سب موجود ہیں اور قرآن پاک بھی موجود ہے وہاں کچھ نسخ وتغیر وتبدیل نہیں ہے اور اس میں ہر زمانہ کے لیے ایک کتاب ہے پس جسقدر زمانہ گذرے جہانتک محدود زمانہ کے لیے جو کتاب اللہ تعالے عز وجل نے ام الکتاب میں مقرر فرمائی تھی وہ اس زمانہ میں نازل اور ثابت رہی پھر ام الکتاب میں دوسرے محدود زمانہ کے لیے دوسری کتاب نازل ہوئی جیسے زمانہ حضرت موسے علیہ السلام سے زمانہ بعثت حضرت عیسے علیہ السلام تک توریت رہی پھر زمانہ حضرت عیسے علیہ السلام آیا تو توریت میں سے کچھ محو فرمایا اور کچھ ثابت رکھا اور انجیل میں جو احکام چاہے وہ ثابت فرمائے لہذا حضرت عیسے علیہ السلام سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تک وہی رہا پھر زمانہ خاتم المرسلین محمد صلے اللہ علیہ وسلم آیا تو اگلی اُمتوں کی نحوست وبددیانتی سے اگلی کتابیں جو انہوں نے اپنی بداعمالیوں سے تحریف کردی تھیں منسوخ فرمائیں اور نہایت اعلے معارف وکمال تقوے کے علوم اس قرآن پاک میں نازل فرمائے۔ پس نسخ کے یہی معنے ہیں کہ اللہ تعالے عز وجل نے ام الکتاب میں جو احکام یا کوئی حکم ایک زمانہ کے لیے محدود فرمایا وہ اس وقت تک رکھا پھر دوسرے زمانہ کے لیے دوسرا حکم جو ام الکتاب میں ہے نازل فرمایا چنانچہ توریت میں شراب حرام وبعض چربی واونٹ کا گوشت حرام تھا اور جس کپڑے پر نجاست جہاں لگجاوے اُس کو کتر ڈالنا فرض تھا اور جہاد کافروں پر اس طرح فرض تھا کہ بعد فتح کے ان سب کو قتل کر ڈالو اگرچہ اطاعت کا اقرار کریں اور اموال غنیمت کو دفن کردو اور اندر اس کے سنیچر کے روز کوئی کام نکرو خالی عبادت کرو پھر انجیل میں سب حلال ہوگئے اور جہاد منسوخ ہوا اور نماز دن کی اوقات میں کمی ہوگئی صرف صبح وشام کے دو وقت رہے لیکن ان امتوں یعنے یہودیوں ونصرانیوں نے اپنی کتابوں کو تحریف کر ڈالا اور ان میں عجیب عجیب تغیرات کیے پس یہ حالت نہایت بدتر ہوگئی کیونکہ گناہ کرنا اور کتاب پر نہ چلنا بڑا گناہ تھا اور یہ بے انتہا ہوگیا کہ کتاب ہی کو اپنی خواہش کے موافق تبدیل بدل کرلیا پس اصلی حکم ہی نہ رہا لہذا اللہ تعالے عز وجل نے بنو اسرائیل کو مغضوب علیہم والضالین کردیا اور نبوت کا خاتمہ بنو اسمٰعیل میں عطا فرمائی اور تمام معارف الٰہیہ واحوال آخرت جس میں عقل بذات خود کچھ نہیں جانسکتی بدون اس کے کہ اللہ تعالے جل شانہ آگاہ فرماوے انکو ایسے طور پر نازل فرمایا کہ ادنے سمجھ والے کو ذرا بھی شک نہیں ہوسکتا کہ یہ شخص جسپر نازل فرمایا اللہ تعالے کا رسول ہے کیونکہ وہ محض اَن پڑھ اور اس کی قوم بالکل جاہل جس میں کبھی کوئی رسول نہیں گذرا اور بنو اسرائیل کے اہل کتاب برابر تصدیق کرتے ہیں کہ ہاں یہی اگلی کتابوں میں نازل ہوا ہے اور یہی معرفت وصفات الٰہی واحوال آخرت توریت وغیرہ میں بیان ہوئے ہیں جنکی زبان عبرانی و سُریانی تھی پس مشرکین کا انکار محض حماقت تھی اور اہل کتاب میں سے بعضے احزاب جملہ معارف وصفات واحوال آخرت میں تصدیق کرتے تھے

اور یہی اُن کی تصدیق کے لیے کافی تھا ولیکن دنیاوی لالچ سے صرف یہ بہانہ نکالا کہ اعمال ہاتھ پاؤں کے ادا کرنے والے نماز روزہ وغیرہ میں فرق ہے پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے سمجھایا کہ جو اُمور تم شرک کرتے ہو اُس سے بیزاری ہے اور ہر کتاب ایک معین زمانہ کے لیے تھی اللہ تعالیٰ جل شانہ ہر زمانہ کے لیے جو چاہتا ہے احکام حلال و حرام سے محو فرماتا اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے اور ام الکتاب جس میں آخر زمانہ تک کے واسطے سب لکھا ہوا ہے وہ اسی کے پاس ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ معنی اظہر و اوضح ہیں اور شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن عباس کی اقوی طرق یعنی علی بن ابی طلحہ سے روایت کی کہ ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں کہا کہ یمحو اللہ ما یشاء یعنی جو چاہتا ہے اپنے علم سے تبدیل فرما کر منسوخ فرماتا ہے و یثبت اور جو چاہتا ہے نہیں تبدیل فرماتا ہے وعندہ ام الکتاب یعنی ناسخ و منسوخ دونوں اُسکے علم ام الکتاب میں ہیں قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قولہ یمحو اللہ ما یشاء و یثبت بمانند قولہ ما ننسخ من آیۃ او ننسہا الآیہ ہے یعنی مانند قول ضحاک کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے جو کتاب آسمان سے اُتاری اسکی ایک مدت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقرر تھی کہ یہ احکام عملی اس مدت تک جاری ہیں پھر دوسری کتاب اُتاری اور اپنی مشیت و حکمت بالغہ سے اس زمانہ کے لیے جو احکام چاہے تبدیل فرمائے اور جو چاہے باقی رکھے یہاں تک کہ کل کتابیں سابقہ اس قرآن مجید سے منسوخ فرمائیں اور ختم کر دیا کہ اب آیندہ قیامت تک مترجم کہتا ہے کہ یہ تفسیر مطابق و مناسب سیاق و صریح کلام ہے اور اس سے مشرکین عرب و کفار اہل کتاب دونوں کو تفہیم فرمائی کہ امر آخرت کی راہ مستقیم عقل پر مشکل ہے پس اپنے فضل سے انبیاء بھیجے اور سیدنا آدم سے ایکبار شروع ہوا اور شرائع نازل فرمائے اور توحید و صفات میں سب انبیاء علیہم السلام کی ایک تعلیم تھی انمیں کچھ بھی فرق نہیں ہے اور اعمال و شرائع ہر زمانہ کے لوگوں کے مناسب کچھ مختلف فرمائے پس کوئی شخص ہم میں سے احمق و جاہل نہ بنے اور نہیں سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے کبھی ایک امر کا حکم دیا پھر اس میں کچھ نقص کی وجہ سے دوسرا حکم دیا بلکہ اللہ تعالیٰ خالق عزوجل ہر ایک چیز کے آغاز و انجام و ماہیت کو بعلم قدیم جانتا ہے اور جو پہلا حکم دیا وہ حکمت کاملہ سے ایک زمانہ معین تک کے لیے تھا پھر دوسرا حکم دوسرے زمانہ کے لیے پہلے سے مقرر تھا اور وہ سب ام الکتاب میں مذکور ہیں پس زمانہ توریت اسوقت ختم ہو گیا جب انجیل نازل فرمائی اور انجیل کا زمانہ اسوقت ختم ہو گیا جب قرآن مجید نازل فرمایا پس اعمال کے اختلاف کی وجہ سے قرآن پاک و خاتم المرسلین سے انکار کرنا محض جہل و نادانی ہے۔ اسپر مترجم کہتا ہے کہ یہ محو و اثبات تو ایسے احکام میں ہے جو اعمال جوارح و اعضائے جسم سے متعلق ہیں اور یہ تمام انواع مکلفین کے لیے عام ہیں اور رہا یہ بیان کہ خاص خاص افراد یا دیگر اقسام کے احکام میں بھی محو و اثبات ہوتا ہو یا نہیں تو یہ ایک قسم کا استنباط بطریق اشارہ ہو اور بعض علماء سلف سے یہ اشارات کچھ مروی ہیں لیکن غالباً راوی کو فہم مراد میں اشکال ہوا اور مقصود کو ادا کرنے میں تکلف ہوا کیونکہ چند اقوال جو شیخ ابن کثیر وغیرہ نے لکھے ہیں ذکر کرتا ہوں قال البغوی قولہ تعالیٰ لکل اجل کتاب ہر ایک وقت و زمانہ معین کے لیے ایک کتاب میں بندوں کے لیے احکام لکھے گئے جو بندوں کی بہتری کی اقتضا پر ہیں۔ ایسا ہی معالم و مدارک وغیرہ میں ذکر کیا اور مترجم کہتا ہے کہ اقتضائے مصالح عباد کا لفظ جو بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا غالباً یہ شان کتب حدیث میں واقع ہوا اور مترجم کہتا ہے کہ اکابر علما سے حق و فساد ربانی کے کلمات کے موافق تحقیق مقام یہ ہے کہ ہر ایک اُمت کے لیے جو کتاب نازل فرمائی وہ شریعت کے موافق تھی اور یہ شریعت جو ہر ایک کے منزلت و مرتبہ معرفت کے لائق ہوا اور اس سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل علیم و حکیم تا وجود مناسب ہے پس اگر ...

احکام میں بحکم قولہ فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم کل ذی ظفر الآیہ تشدید فرمائی اور انجیل والوں پر آسانی کی پس اکثر اہل توریت
نافرمانی میں ناقص رہے اور اہل انجیل باوجود آسانی کے گمراہ ہوگئے اور باوجود اس سب کے انتہائے عروج اور ثواب کم رکھا
تو مشیت واختیار مطلق اپنی مخلوقات پر ہے اور دلیل اس پر حدیث صحاح ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ یہود ونصاریٰ نے نصف ظہر تک
کام کیا اور مزدوری کم پائی اور اہل توحید نے عصر سے غروب تک کام کیا اور مزدوری بہت پائی پس اول نے شکایت کی تو
جواب پایا کہ تمہاری مزدوری مقررہ میں کچھ ظلم کیا گیا تو کہنے لگے کہ نہیں تو حکم ہوا کہ پھر مالک کو اختیار ہے کہ اس نے عصر سے غروب تک
والوں کو جو چاہا دیا پس جو بایستہ تھا احکام مقرر فرمائے وہ اس مشیت کے موافق تھے جو اس امت کی نوع بلکہ ہر ایک فرد کے
انجام سے چاہا گیا حتی کہ مثلاً اگر یہود نے یہودیت سامنے سے انکار کیا تو صرف اس جوش خواہش سے جو اس کے نفس میں دربارہ دائمی
اختلاط مشورتوں وغیرہ کے گوشت وشراب کے تھے جس سے یہودیت پر قیام ممکن نہ تھا یا نصرانیت سے انکار بوجہ عدم اتباع
سنت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یا مثلاً اسلام و توحید سے بھی اسی وجہ سے انکار کرتے ہیں کہ شراب کا شوق و دنیاوی
زندگی میں ہوا وہوس کی آزادی وآرائش ان کے نفوس میں ایسے جوش کے ساتھ ہے کہ ترک اسلام ان کو کچھ ناگوار نہیں
بلکہ نہایت مرغوب ہے اور چونکہ قدرت نے شفقت الٰہیہ اس جسم وروح وعقل میں عجیب ہے کہ جب تک جسم کی پرورش
اپنی خواہش سے ہو روح وعقل پر تاریکی کا پردہ ہوتا جائیگا حتی کہ بحکم قولہ ختم اللہ علی قلوبہم وعلی سمعہم الآیہ اور قولہ صم بکم عمی
الآیہ اور قولہ لہم قلوب لا یفقہون بہا الآیہ بالکل عقل واسکے علوم سے سلب اور انسانی ذہن ہوکر حواس کے قوی وتمیز ودستکاری وصنائع
ہوجاتے ہیں چنانچہ کتابیں معقولات سامنے موجود ہیں جسطرح چاہو پڑھے شعور نہیں پاتے شعور یہی دانشمند کا امتحان کر لو
اور اگر ایسے لوگ جسم کو موافق اتباع شریعت کے تروتازہ کرتے تو کچھ مضر ہوتا اور عقل سے بے بہرہ نہ ہوتے اور اللہ تعالیٰ نے
اس واقعہ کی خبر بطور معجزہ کے احادیث میں حضرت مخبر صادق علیہ السلام نے اول سے دیدی تھی چنانچہ صحاح کی حدیث میں
ہے کہ آخر زمانہ میں نصاریٰ روے زمین پر سب سے زیادہ ہونگے اور انکے مال واولاد اور کثرت میں سب پر غلبہ ہوگا اور دوسری
حدیث میں موجود ہے کہ اس وقت روے زمین کے بادشاہ گونگے بہرے ہونگے یعنے حواس کے سواے عقل وانس کی نور سے
بالکل غافل ہونگے اور اس کی تاویل اسطرح ظاہر ہوئی جیسے دیکھتے ہو کہ بظاہر اس زمانہ والوں کو تردد ہوتا ہوگا کہ گونگے
بہرے لوگ کیونکر سب پر غالب ہوسکتے ہیں اب ظاہر ہوا کہ حواس کی تیزی سے آلات حرب وکلیں وغیرہ پیدا کئے ہیں باوجود دیکھنے
عقل کی کیفیت ہے اور حدیث صحیح میں آخر زمانہ کے حال میں ذکر ہے کہ لوگ اسوقت میں مال کو ہر طرح سے کھینچیں اور اسے لینے
میں بھی بیباک ہونگے اور نفس کی خواہشوں کی آرائش ویرایش میں طمع ہونگے اور ہر کوئی اپنی راے پر نازاں ہوگا اچھا بتلاتا ہے ہر قائل واس کے
بیہودوں کی بیعت واتباع واجب ہے اور عقلا رکھا ہے [illegible] اقوال سے بے پروائی اپنے تکبر سے ہوگی اور اپنی راے پر نازاں ہوگا
مترجم کہتا ہے [illegible] تبارک وتعالیٰ [illegible] ان فتنوں سے پناہ مانگتے ہو اور یہ مضامین درمیان میں
بطور معترضہ واقع ہوئے [illegible] اقوال جو آیت کے اشارات میں [illegible] جیسے ابن عباس رض سے
روایت کی کہ حق تعالیٰ اپنے علم غیب سے ایک سال کی تقدیر شب قدر کو رمضان سے رمضان تک دیتا ہے [illegible] جو چاہتا ہے محو
کرتا ہے اور جو چاہتا ہے اثبات کرتا ہے سواے شقاوت وسعادت و موت وحیات کے کہ لکھے گئے قلم فراغت ہوچکی ہے مترجم

کہتا ہے کہ قولہ تعالیٰ اللہ یعلم ما تحمل کل انثیٰ وما تغیض الارحام الآیہ کی تفسیر میں گزر چکا کہ پیٹ کے اندر روح پھونکتے وقت فرشتہ کو آگاہ فرما دیتا ہے۔ ایسا ہی قول مجاہد رحمہ سے مروی ہے اور مجاہد رحمہ نے کہا کہ یہ باتیں متغیر نہیں ہوتی ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر لوگوں میں مشہور ہے کہ شعبان کی رات پندرہ تاریخ یعنے شب برات کو ہر بندہ کے سال بھر کے اعمال وارزاق وموت وحیات لکھی جاتی ہیں اور امام ترمذی کی حدیث سے جس کی اسناد ضعیف ہے استشہاد کیا جاتا ہے اور صحیح آیت رمضان کی شب قدر معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم۔ رمضان میں شب قدر منحصر ہوتی ہے اور یہی جمہور علما کا قول ہے اور یہاں قول اسکے خلاف ہے فافہم۔ اور منصور نے کہا کہ میں نے مجاہد رحمہ سے دریافت کیا کہ ہم لوگوں میں سے کوئی دعا کرے کہ اے پروردگار اگر میرا نام تونے اہل سعادت میں لکھا تو ثابت فرما دے اور اگر تونے اہل شقاوت میں لکھا تو محو فرما کر اہل سعادت میں لکھ دے تو فرمایا کہ ہاں یہ دعا اچھی ہے پھر میں ایک سال یا اس سے زیادہ کے بعد ان سے ملا اور میں نے یہی مسئلہ ان سے دریافت کیا تو آپ نے دو آیتیں قولہ تعالیٰ انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ الآیتین پڑھیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل شب قدر میں ایک سال کی چیزیں جو ہر ایک کے رزق یا مصیبت کے متعلق ہیں حکم فرماتا ہے پس جو چاہتا ہے تقدیم وتاخیر کرتا ہے لیکن سعادت وشقاوت تو وہ ثابت ہے اس میں تغیر نہیں ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اول مرتبہ منصور نے صرف دعا کرنا پوچھا تو آپ نے جواب فرمایا کہ ہاں یہ صحیح ہے کیونکہ بندہ کو اپنے حال کی عاجزی واللہ تعالیٰ عزوجل کی ہر طرح قدرت واسکے غضب سے پناہ واسکی رضامندی کی درخواست کرنا بہتر ہے پس بہت ثواب پاویگا انشاء اللہ تعالیٰ اگرچہ مقدر الٰہی تعالیٰ جو لکھے گئے ہیں جیسے وہ ثابت ہیں ویسے ہی قدرت الٰہی ہر طرح ثابت ہے اور دوسری مرتبہ شاید یہ پوچھا کہ کیا اس دعا سے سعادت وشقاوت بدل جاتی ہے تو اس سے انکار کیا اور کہا کہ اس میں تغیر نہیں ہوتا ہے اور واضح ہو کہ یہ دعا بھی انابت بجناب باری تعالیٰ ہے اور مصدقین وکامل ایمان سے اس دعا کا کرنیوالا خود اہل سعادت سے ہوگا وقد قال تعالیٰ ویہدی الیہ من اناب۔ اور جبکہ حق میں شقاوت ہو وہ یہ دعا ہی نہیں کریگا۔ اور اہل سنت کا اجماع ہے کہ آدمی خود مختار وموجد وخالق افعال نہیں ہے پس ہوشیاری وعقل سے سمجھنا چاہئے اور صفات الٰہی عزوجل میں عقل کی مجال تنگ ہے فافہم۔ اعمش رحمہ اللہ علیہ نے شقیق بن سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ بہت اکثر اسطرح دعا کرتے کہ اللہم ان کنت کتبتنا اشقیاء فامحہ واکتبنا سعداء وان کنت کتبتنا سعداء فاثبتنا فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب۔ یعنے اے رب ہمارے اگر تونے ہم کو اشقیا لکھا ہو تو اسکو محو فرما اور ہم کو سعداء لکھ دے اور اگر تونے ہم کو سعداء لکھا ہے تو اسکو برقرار وثابت رکھ کیونکہ تو جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے اور تیرے ہی نزدیک ام الکتاب ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور ابو عثمان النہدی سے روایت کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور روتے جاتے اور یوں دعا کرتے جاتے اللہم ان کنت کتبتنی عندک شقوۃ او ذنبا فامحہ فانک تمحو ما تشاء وتثبت وعندک ام الکتاب فاجعلہ سعادۃ ومغفرۃ۔ یعنے اے پروردگار اگر تونے کوئی شقاوت یا کوئی گناہ مجھ پر لکھا ہے تو اسکو محو فرما دے کیونکہ تو جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور تیرے ہی نزدیک ام الکتاب ہے پس اسکو سعادت ومغفرت کر دے۔ رواہ ابن جریر۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی دعا کرنا صحیح ہوا ہے۔ اور ابن جریر رحمہ نے کہا کہ حدثنی حجاج حدثنا حماد عن ابی حمزۃ عن ابراہیم ان کعبا قال لعمر بن الخطاب یا امیر المؤمنین لولا آیۃ فی کتاب اللہ لانبأتک بما

ہو کائن الی یوم القیامۃ قال وما ہے قال قول اللہ تعالےٰ یمحو اللہ ما یشاء الآیہ یعنے کعب احبار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر کتاب الٰہی میں یہ آیت یعنے قولہ یمحو اللہ ما یشاء الآیہ نہ ہوتی تو میں آپ کو قیامت تک کے واقعات سے آگاہ کرتا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان اقوال کے معنے یہ ہیں کہ مقدرات میں سے اللہ تعالےٰ عزوجل جو چاہتا ہے منسوخ فرماتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔ اور لکھا کہ اس قول کی تقویت کبھی اس حدیث سے ہوتی ہے جو امام احمد وغیرہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی آدمی بسبب گناہ کے جو اس کو پہونچ جاتا ہے رزق سے محروم رہتا ہے اور مقدر کو کوئی چیز نہیں پھیرتی سوائے دعا کے اور عمر میں کوئی چیز نہیں بڑھاتی سوائے نیکوکاری کے۔ رواہ النسائی وابن ماجہ ایضاً۔ اور صحیح میں ثابت ہوا کہ صلۂ الرحم عمر کو بڑھاتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ دعا اور قضا دونوں آسمان و زمین کے درمیان متعالج رہتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ اصل مسئلہ تقدیر کا ہے اور میں نے بار ہا احادیث کا حکم نقل کر دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے اندر خوض کرنے کو یعنی امر اپنی عقل میں فیصلہ کر لینے سے سخت زجر کے ساتھ منع فرمایا اور میں نے اس پر عقلی دلیل بھی ذکر کی کہ تقدیر جب علم و حکمت الٰہیہ ہے اور وہ میں صفت جناب باری تعالےٰ لاانتہاء بلکہ انتہاء و لاانتہاء دونوں سے بلند تر ہے تو مخلوق کی عقل مخلوق میں یہ کہاں تاب و طاقت و مجال ہے کہ صفات باری کو محیط ہو جاوے اور اسکی کنہ دریافت کرے حالانکہ اگر کسی جنس آدمی کے سامنے جو قضیہ کا بہنے والا ہو گھڑی کے پرزے علیحدہ کر کے ڈال دیے جاویں تو وہ اس کی ترکیب و ترتیب سے جاہل ہوگا حالانکہ یہ اسی کے جنس کے آدمی نے بنا کے ہیں اور بہت کثرت سے احادیث و آیات صحیحہ میں صریح بیان ہے کہ انجام مقدر میں تغیر نہیں ہے اور رہا یہ سوال کہ پھر یہاں جو احادیث آئی ہیں انکو کیونکر سمجھیں تو جواب یہ ہے کہ انہیں جو حکم تم کو دیا گیا کہ مثلاً گناہ نہ کرو اور اللہ تعالےٰ عزوجل سے دعا بہت مانگو اور نیکی و صلۂ الرحم کرو (سکو بجا لاؤ) اور دوم یہ کہ ان احادیث میں یہ بیان نہیں ہے کہ قضا و قدر بدل جانے کے لیے دعا اس شخص سے صادر ہوگی یا نہیں کیونکہ جب وہی مقدر ہوگا تو دعا کا وجود ہی نہ ہوگا اور جب دعا کا وجود ہوگا تو وہ آخری مقدر ہی نہ ہوگا جیسے قوم یونس پر دنیا میں عذاب آخری کا وقوع مقدر نہ تھا اور گناہ سے رزق میں کمی دیر واقع مقدر تھی پس لامحالہ گناہ کا صدور ہوا اور بیان کا فائدہ فقط معرفت ہے اور وہ اعلےٰ کمال ہے جس کی قدر بعد موت کے ظاہر ہوگی اگر اسوقت ظاہر نہ ہوئی۔ اور رہا بیان معرفت تو یہ ہے کہ مثلاً کوئی برائی پہونچنا مقدر ہے اور کثرت نماز و روزہ سے اس شخص کو ثواب ملیگا تو اگر مصیبت پر صبر کیا تو ثواب اور زیادہ ہو جائیگا اگر کوئی ایسی بات نہیں ہوتی کہ برائی نہ پہونچے اور یہ صرف دعا میں ہوتا ہے کہ الٰہی مجھ کو ہر فتنہ و مصیبت و برائی سے محفوظ فرما دے پس دعا ایسی چیز ہے کہ اسکا مقابلہ قدر سے ہوتا ہے اور دوسری عبادات چاہے انہیں کیسی قدر ثواب عزیز ہو کیونکہ بعض طاعات میں ان میں قدر کا مقابلہ نہیں ہے۔ اور مثلاً ایک شخص ہے کہ اسکی موت دس برس کے بعد مقدر ہے تو درمیان میں کسی بیماری سے وہ نہ مریگا لیکن ممکن ہے کہ درمیان میں اسکو بیماریاں پہونچیں جن سے تکلیف اٹھاوے پس اگر مقدر ہے تو دعا کرے گا کہ بیماری نہ پہونچے اور نہیں تو دعا نہ کریگا یا وجود دیگر طاعات بہت کرنے کے۔ اب میں کہتا ہوں کہ کعب احبار کی روایت اگر صحیح ہو تو مراد اخبار تا قیامت سے یہی ہے اور میں نے بعض اکابر سے سنا کہ بعض اولیاء اللہ تعالےٰ عزوجل کا کشف بعض وقائع میں اسی وجہ سے غلط ہو جاتا ہے کہ درمیان میں محو و اثبات واقع ہوا اسوقت نہ تھا تو عارف نے اسی وقت کا علم بیان کیا پس غلط ہو گیا

[illegible]

وقد قال تعالیٰ کل یوم ہو فی شان۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو دعا فرمائی اُس کو مین سابق مین بیان کر چکا کہ دعا کے
فضائل مین سے ہے کہ اگر ایسی دعا ہو جو خلاف تقدیر ہے تو اللہ تعالیٰ عز وجل اُسکے مثل اُسکو مقدرت سے عطا فرماتا ہے اور اس
مقام پر تعادل ہی عین مقصود ہے پس اگر جہنم مین ڈالا گیا اور مثل آتش ابراہیم کے جنت کا آرام پایا کیونکہ مقام تجیس آگ کا نہین یا
مثل تمام مخلوقات کے بحکم قولہ وان منکم الا واردها الآیہ داخل ہوا اور تعادل ہو گیا تو بھی مراد حاصل۔ علاوہ برین دعا کے خاص
رکن صدق یقین وانابت ہین اور یہ اُسی کو حاصل ہو گا جو ہدایت پایا ہے لقولہ تعالیٰ ان اللہ یضل من یشاء ویہدی الیہ من اناب
پس اُسکے واسطے سعادت ہے بمنزلہ قولہ اہدنا الصراط المستقیم۔ علاوہ ازین یہ آخر [illegible] کا بیان نہین ہے اور خود حضرت عمر
رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم سے جن سے ایسی دعا مروی ہے یہ اشارہ پایا جاتا ہے مثلاً کہا کہ شقاوۃ او ذنبا یعنی
بصرف منکرہ بیان کیا اور ممکن ہے کہ آدمی اپنی عمر کی اوقات مین مرتد ہو جائے یا دیگر اقسام کے شرک وکفر مین مبتلا ہو پھر آخر انجام مین
سعادت مقدر پر آجاوے پس ان حضرات صحابہ وتابعین نے اس سے بھی پناہ مانگی کیونکہ اول تو اس سے تمام نیکیاں مٹ جاوین گی
اور دوم جسقدر زمانہ ایسی حالت مین گذریگا وہ بالکل تباہ وبرباد ہو گا کہ کروڑون سانس جو اُسکے واسطے نیکیان ہوتین الکان نہین
بلکہ کافر ومشرک کی یہ سانس اُسکے حق مین برائیان ہین پس کروڑون برائیان نامۂ اعمال مین درج ہوئین علاوہ برین غلبۂ عظمت و
کبریائے الٰہی عز وجل سے بحکم قولہ وہم من خشیتہ مشفقون نیک بندے خائف ہوتے ہین اور بیشک اللہ تعالیٰ عز وجل پاک بے پروا
ہے وقد قال تعالیٰ ان اللہ لغنی عن العالمین پس انکو صرف خوف کا غلبہ نہ تھا بلکہ واقعی ظہور صفت استغناء وعظمت وکبریائی کا تھا
اور یہ بے انتہا خوف کا مقام ہے اور خود مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ روتے جاتے تھے۔ اور حدیث صحیح مین یہ مضمون
صریح ہے کہ اگر تمام مخلوق جن وانس مثل شیطان کے ہو جاوین تو اللہ تعالیٰ عز وجل کی ملک وبادشاہت مین سے ذرہ برابر کم نہ ہو
اور اگر سب کے سب ایسے ہو جاوین جیسا اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ سب سے زیادہ متقی ہے تو اسکی بادشاہت مین کچھ بڑھ نہ جاوے
پس جسکی شان عظمت وکبریائی کا یہ ادنیٰ بیان ہے اور بیان کو طاقت کیا کیونکہ ایک ادنیٰ مخلوق سے بیان مخلوق ہوا ہے
تو وہ پاک خالق کی عظمت کیا بیان کر سکتا ہے بلکہ اسکی عظمت وکبریائی بے قیاس ہے بلکہ جیسا وہ پاک ہے اُسکے سامنے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے مثل بندہ جب اپنی یہ حالت پاتا ہے اور یون کہے کہ مین نے تیری عظمت نہ پہچانی اور اپنی حقارت نہ جانی تو بھلا کون دوسرا
ہے کہ اپنی نسبت کچھ خیال کر سکتا ہے۔ علاوہ ازین کہ یہ امر بخوبی ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ قادر مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے
سب مخلوق اسی کی بنائی ہوئی ہے کہ کوئی نہین جو اُس سے سوال کرے تو سوائے گمراہ فرقون کے کوئی عارف اہل السنۃ مین سے
یہ اعتقاد نہین کرتا کہ اللہ تعالیٰ ایسا مجبور ہو جاتا ہے نعوذ باللہ تعالیٰ عز وجل پس کوئی ایسی بات نہین جسپر اُسکو قدرت نہ ہو اور اگر
وہ چاہے تو ہزارون شقی کو جنت دیدے اور ہزارون جنتی کو دوزخ مین ڈالدے کیونکہ اُسکے سوائے کوئی خالق نہین اور اس کے
سوائے کسی کی مخلوق نہین ہے اور چاہے جس شخص کو موت دیدے اگرچہ اُسکی عمر باقی ہو اور چاہے جسکی حیات بڑھا دے اگرچہ زمانہ آگیا ہو
ع۔ او ست سلطان ہر چہ خواہد آن کند۔ اور حدیث صحیح مین دو بادشاہون کا قصہ آیا ہے دونون سگے بھائی مگر ایک ظالم
بدکار اور دوسرا عادل نیکو کردار تھا اور عادل کی تھوڑی زندگانی [illegible] ہو اگر حق تعالیٰ عز وجل نے ظالم کو موت دیدی اور یہ عادل
بندہ رہا فافہم واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ کلبی نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ بندہ کے سب اقوال لکھے جاتے

ہین یہان تک کہ جب جمعرات کا روز ہوتا ہے تو نامہ اعمال ہین سے ہر ایسی چیز جس ہین کچھ ثواب و عذاب نہین ہے طرح دیجاتی ہے
جیسے تو نے سچ کہا کہ مین نے کھایا اور مین نے پیا اور مانند اس کے دیگر اقوال جو سچ ہوت اور رہے وہ اقوال جن مین ثواب یا
عذاب ہے وہ ثابت رکھے جاتے ہین مترجم کہتا ہے کہ اس اشارہ سے یہ فائدہ معلوم ہوا کہ مباحات نامہ اعمال سے
مطروح ہونگے ولیکن اس کو تفسیر آیت سے تعبیر کرنا چاہیے پھر اگر یہ بات ثبوت قطعی کو پہونچے تو اعتقاد کیا دسے ورنہ یہی اعتقاد
ہے کہ ہر فعل و قول نامہ اعمال مین ثبت ہوتا ہے اور آیا اس مین سے کچھ طرح دیا جاتا ہے یا نہین تو اسکے لیے قطعی ثبوت چاہیے
اور واضح ہو کہ یہ قول بنابر آنکہ مباحات مین ثواب نہین ہے اور یہی ظاہر حدیث ہے اور اسی واسطے کامل الایمان آدمی مباحات
سے احتراز کرتے ہین اور زیادہ تحقیق اس کی مترجم نے مقدمہ فتاوی ہندیہ مین لکھی ہے واللہ تعالے اعلم۔ اور عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے
ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ اس سے بیان ہے ایسے آدمی کا کہ ایک زمانہ تک اس نے طاعت الٰہی پر عمل کرنے کے بعد
معصیات شروع کین پھر گمراہی پر مر گیا تو وہی محو فرمایا جاتا ہے اور دوسرا آدمی ایک زمانہ تک معصیات کرتا رہا اور آخر مین چونکہ
اُس کے لیے نیکی مقدر تھی تو اللہ تعالے عز وجل کی طاعت پر مرا پس وہ ثابت رکھا جاتا [illegible] کہتا ہے کہ اشارہ لطیف ہے
اور صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ جس نے زمانہ جاہلیت مین نیک کام کیے پھر اسلام لایا اور نیک کام کیے تو فضل الٰہی سے
اگلی نیکیون پر بھی ثواب پاویگا اور جو اسلام نہ لایا اور جاہلیت مین بہت معصیات کر چکا ہے وہ اگلی و پچھلی سب پر ماخوذ ہوگا۔ اور
حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو شخص اسلام لایا اُسکے اگلے گناہ چاہے جسقدر کبیرہ ہون معاف ہو جاتے ہین۔ سعید بن جبیر نے اس
آیت مین کہا کہ یہ بمنزلہ قولہ تعالے یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء واللہ علی کل شیء قدیر۔ یعنی جسکے لیے مغفرت فرمائی تو اُسکے گناہ کو
محو فرما دیا اور جس سے مواخذہ ہونا چاہا اُسکے نامہ اعمال سیاہ رکھے اور اُسکو سب قدرت ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے
عز وجل بندہ مومن کو نزدیک فرما کر اُسکے گناہ ایک ایک اُسکو یاد دلاویگا حتے کہ وہ بہت مضطرب ہوگا پھر فرماویگا کہ مین آج
انکو تیرے لیے میٹ دونگا پس بجائے انکے ثواب پاویگا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس شخص کی موت آئی وہ
گیا و محو ہوا اور زندہ ثابت ہوا یہان تک کہ اُسکے مقدر موت کا وقت آوے۔ شیخ حافظ رحمہ نے کہا کہ ابن جریر نے اسی قول کو
اختیار کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی اشارہ ظاہر ہوتا ہے اور حدیث صحیح مین ہے کہ جو مومن مرتا ہے آسمان سے اُسکے رزق کا دروازہ بند
ہوتا ہے اور آسمان روتا ہے اور تمام حدیث انشاء اللہ تعالے تحت قولہ فما بکت علیہم السماء والارض الآیۃ آویگی۔ اور لکھا کہ قولہ وعندہ
ام الکتاب۔ کہا کہ یعنی حلال و حرام۔ اور قتادہ رحمہ نے کہا کہ یعنی جملۃ الکتاب و اُسکی اصل۔ اور ضحاک رحمہ نے کہا کہ رب العالمین کے پاس
کتاب ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حسن بصری رحمہ و قتادہ رحمہ وغیرہ کی تفسیر حلال و حرام کی بطور اصل تفسیر کے ہے اور معنے یہ ہین کہ اہل کتاب
جو بعض احکام حلال و حرام مین بسبب مخالفت توریت کے یا نصرانی بسبب مخالفت انجیل کے قرآن پاک سے منکر ہوتے تھے
یا کفار قریش کہتے کہ کبھی ایک حکم آتا ہے کبھی دوسرا تو معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کہتا ہے پس یہ شبہ دور کیا
کہ اگلی کتابون مین بھی یہ اختلاف موجود ہے اور انبیاء سابقین کے شرائع عملی ہمیشہ مختلف رہے اصل معرفت و توحید مین
سب کا اتفاق رہا اور اہل کتاب اس قرآن پاک کے نزول سے فرحت پاتے ہین کیونکہ محض اُمی شخص ایسے اعلے معارف و احکام
و صاف صاف حالات و واقعات انبیاء سابقین تلاوت فرماتا ہے تو قطعی یہ احکام و معارف از جانب رب تبارک و تعالے ہین پس

جب یقین ہوگیا کہ قرآن وحی الٰہی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُسکے صادق رسول ہین تو خالی اختلاف احکام کا بھید یہ ہے کہ ہر زمانہ
کے لیے ایک کتاب مخصوص تھی۔ لکل اجل کتاب۔ پس ایک کتاب و زمانہ سے دوسرے زمانہ کی کتاب مین اللہ تعالےٰ
جو چاہتا محو اور جو چاہتا ثابت فرماتا ہے۔ بلکہ ایک ہی وقت مین ایک حکم کسی مدت معلوم کے لیے دیا گیا اور اُس کے گزرنے پر
دوسرا حکم مقرر دیا گیا یمحوا اللہ ما یشاء ویثبت۔ اور جملہ کتابین اور جملہ احکام سب ام الکتاب مین موجود ہین۔ وعندہٗ ام الکتاب
اور اللہ تعالےٰ علیم حکیم تمام بندون واُن کے ماہیات کا خالق اور اُن سے خوب آگاہ ہے اور اس کی حکمت سے آگاہی اُسی کو ہے
پس اُس نے ہر ایک حکم ہر زمانہ مین کمال حکمت وعلم سے مقرر فرمایا ہے اور کوئی بات نئی نہین ہے کہ آج کچھ اور کل کچھ ہو بلکہ اُسکے
علم قدیم مین ہر ایک حکم ایک زمانہ معلوم معین تک کے لیے مقرر ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وقال سنید
بن داود حدثنی معتمر عن ابیہ عن یسار عن ابن عباس انہ سأل کعبا الخ۔ یعنے ابن عباس رض نے کعب احبار رح سے پوچھا کہ ام الکتاب
کی تفسیر فرمایئے تو کعب احبار نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے علم مین تھا جو وہ پیدا کرنے والا ہے اور جو کچھ اُسکی مخلوق عمل کرنے والی ہے پس اُس نے
اپنے اس علم کو فرمایا کہ تو کتاب ہو جا پس وہ کتاب ہو گیا۔ ابن جریج نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ام الکتاب وہ ذکر ہے۔ شیخ سیوطی رح
نے ذکر کیا کہ ابو الدرداء رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ جب رات کی تین ساعات باقی رہتی ہین
نزول فرماتا ہے پس ساعت اولی مین ذکر کی حضوری ہے جسے سوائے اسکے کوئی نہین دیکھ سکتا پس جو چاہتا ہے محو فرماتا ہے اور جو چاہتا
ہے ثابت فرماتا ہے الی آخر الحدیث۔ رواہ الطبرانی وابن ابی حاتم وغیرہما۔ واضح ہو کہ روافض نے اس آیت کو پیش کیا کہ اس سے بدا کا مسئلہ
ثابت ہوتا ہے یعنے روافض کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کو کبھی ایک بات ابھی معلوم ہوئی وہ حکم ہوا پھر دوسری بات ابھی معلوم ہوئی تو پہلا
حکم محو اور دوسرا ثابت کیا اور جواب یہ ہے کہ یہ محض جہالت ہے کیونکہ علم تو اللہ تعالےٰ کی صفت قدیمہ ازلیہ ہے اسمین تغیر وتبدیل بالکل محال ہے وہ تو
اپنی مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ اللہ تعالےٰ جل جلالہ کہ یہ قسم مخلوق پیدا کریگا اور ہر ہر فرد فلان فلان وقت اس اس طرح پیدا کرے گا
اور ہر فرد اپنی تمام عمر مین ایسے ایسے یہ کام کریگا پس نعوذ باللہ تعالےٰ وہ کبھی جاہل نہ تھا بلکہ علیم حکیم ہے ہر مخلوق کی ماہیت سے وہی آگاہ اور وہی تو
اُسکا پیدا کرنے والا ہے پس بدا کا اعتقاد بالکل کفر ہے اور آیت مین جو محو اور اثبات ہے وہ موافق علم قدیم کے ہے اور یہ بھی مقدر ومعلوم الٰہی تعالےٰ ہے
عالم الغیب والشہادۃ الکبیر المتعال۔ ف فی العرائس قولہ وکذلک انزلناہ حکما عربیا۔ جیسے سابق کتابین سُریانی وعبرانی وغیرہ مین بطریق
وحی ورسالت نازل ہوئین کہ توحید ومعرفت یکسان تھی اور اعمال ہر امت پر حسب مشیت وعلم الٰہی مختلف تھے جہانتک جس امت کو ثواب
[illegible] دینا چاہا پس اسیطرح یہ قرآن عظیم حکم عربی نازل فرمایا۔ اور شیخ نے اشارات مین لکھا کہ یہ حکم وہ ہے جو ہم نے ازل مین دیا یعنے قدیم
ہے کہ تو اے رسول عربی صلعم تمام خلق سے اشرف اور قرآن عربی تمام کتب سے اعلی ہے اور ہم نے تجھکو اسمین ادب دی کہ مقصد تخلق بخلق عظیم ہوا یعنے
بقرآن عظیم قولہ مازاغ البصر وما طغی۔ تو نے سوائے دیدار قدم کے کسی طرف التفات نہ کیا پس یہ توحید عربی ہے جو ہم نے نازل فرمایا کہ تیری اُمت
تیرے خلق سے متصف ہو۔ بعض نے کہا کہ احکام عربیہ کے شعار وشواہد ہین حسین بن الفضل رح نے کہا کہ عرب قیافہ مین منفرد ہین پس
حکم قیافہ کی تصحیح ہوتی ہے۔ قال المترجم یہ حکم شاید برنباء شافعیت ہو ورنہ حنفیہ کے نزدیک شرعی احکام مین قیافہ کا اعتبار نہین
لیکن اطمینان خاطر کے لیے موافق ظاہر کے ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ بدیہی قیافہ نے جب اسامہ وزید وغیرہ کے خالی قدم دیکھ کر کہا کہ
ہذہ الاقدام بعضہا من بعض تو آنحضرت صلعم خوش ہوئے اور حضرت ام المؤمنین صدیقہ رض سے اُسکو بیان کیا پس یہاں ظاہری حال کی

نسب کا یہی تھا اور قائف نے بھی یہی کہا اور طعن کرنا خلاف ظاہر ہے اور شاید کہ آنحضرت صلعم اس بات پر خوش ہوئے ہوں کہ آپکی
امت میں ایسے لوگ ہیں جنکو باطنی ادراک ایسا دیا گیا ہے پس معرفت الٰہی میں انکو نافع ہوگا واللہ اعلم کیونکہ اصلی حالت خود
آپ کو اعلیٰ انکشاف و معرفت سے حاصل ہو سکتی تھی اور جب لوگ آپ سے سوالات کرتے تو ایک نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرا
باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ حذیفہ حالانکہ لوگ طعن کرتے تھے اور بہتان لگاتے تھے پس انھوں نے جا کر اپنی ماں سے بیان کیا انھوں نے
کہا کہ ارے تو کیسا لڑکا ہے اگر خدا نخواستہ کوئی اور بات ہوتی تو مجھے فضیحت ہونا پڑتا کیونکہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں و مردوں کی
کیفیت مثل جانوروں کے تھی پس انھوں نے کہا کہ اے ماں اگر آنحضرت صلعم مجھے کسی حبشی غلام سے لاحق کرتے تو میں اسکے ساتھ لاحق
ہو جاتا۔ مترجم کہتا ہے کہ سبحان اللہ کیا سچا یقین اور کسقدر اپنے نفس کی پیروی سے دور یہ لوگ تھے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ قولہ تعالیٰ
ولقد ارسلنا رسلا من قبلک الآیہ۔ اس میں آنحضرت صلعم کی تمکین کا بیان ہے کہ معارف الٰہیہ و کمال قربت میں اولاد و ازواج مانع نہ تھے
بلکہ معین تھے اور اگر درمیان نہ ہوتیں تو کیشش ہوا سے ازل میں اڑ جاتی اور کوئی شخص ایمان سے منتفع نہ ہوتا اور دیکھتا نہیں کہ کیونکر یا حمیرا یعنی
مریقہ عائشہ رضی کو مخاطب کیا اور اسکی بات سنی اور حق تعالیٰ نے چاہا کہ اپنے حبیب رسول صلعم کو مخلوقات کے درمیان باقی رکھے تاکہ
مخلوق پر رحم فرما دے اور انکے گناہوں سے درگزر فرمادے اور اسکی برکت سے انکو عذاب نہ کرے لقولہ تعالیٰ ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم و شیخ
ہوں کہ اس آیت سے یہ ہادی و شکر کرنا ہے کہ آگاہ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ عزوجل کسی بندے کو ولی و صدیق بناتا ہے تو بشری احکام بجا لانے
و ازدواج و اولاد و عیش انکو کچھ مضر نہیں ہوتا اگرچہ تمام دنیا اسکو دیدیا دے۔ محمد بن الفضل رح نے کہا کہ اس میں درج ہے کہ ہم نے
انکو ازواج و اولاد و عیال دئیے مگر شغل انکو ادائے رسالت و قیام نبوت و اظہار شریعت سے مانع نہوا۔ کہا جاتا ہے کہ جو شخص اللہ
عزوجل کے ساتھ مشغول ہوا اسکو کثرت عیال و تراکم اشغال کسی حال میں مضر نہیں ہوتا پھر حق تعالیٰ عزوجل نے بیان فرمایا کہ انبیاء
کے معجزات و اولیاء کی کرامات انکی تاثیر و اختیار سے خارج ہیں اور ان میں مخلوق کا کچھ دخل نہیں ہوتا لقولہ ما کان لرسول ان یاتی بآیۃ الا
باذن اللہ الآیہ۔ مریدوں کے خیالات اس سے میٹ دئیے کہ مجاہدہ و ریاضت بغرض کشف و کرامت کیا کریں اور پھر بیان کر دیا کہ یہ سب
امور بوقت مقدر و بوجہ مقدر معلوم ہیں لقولہ لکل اجل کتاب۔ اس میں اشارہ ہے کہ جو شخص ازل میں برگزیدہ ہو وہ اپنے مراتب و مقامات کو
وقت سے پہلے نہیں پاتا اور مقام اپنے وقت مقدر پر ملتا ہے پس استقامت چاہیے وقد قال تعالیٰ ولما بلغ اشدہ آتیناہ حکما وعلما الآیہ اور
ہر کشف صفت کے لیے مراد الٰہی کے موافق یہ صفت ہوتا چاہیے کہ قلب سے محو صفات بشریت ہوا اور اثبات صفات عبودیت ہوا اور
نور ربوبیت سے عرفان ہو۔ اور نیز اشارہ ہے کہ ہر شئے ربوبیت و ظہور عبودیت اور ہر نعمت و ہر بلیت کے لیے علم الٰہی میں موافق حکم
ازل کے ایک مقدر وقت ہے اور یہ بات اسی وقت پہونچتی ہے مترجم کہتا ہے کہ دیکھو شیخ رح نے اس معنے کو آیت کے اشارات میں داخل کیا
اور یہ تامہ صریح اس بیان کی ہے جو مترجم نے تفسیر میں ذکر کیا ہو واللہ اعلم۔ اور حضرت جعفر صادق علیہ السلام نے اشارہ میں کہا کہ دیدار کا
ایک وقت ہے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ ہر علم کے واسطے بیان ہے اور ہر زبان کی عبارت اور ہر عبارت کا طریقہ اور ہر طریقہ کا آدمی پس
جو آدمی کہ ان احوال میں تمیز نہ رکھتا ہو اسکو معارف و حقائق میں گفتگو نہ کرنا چاہیے اور واضح ہو کہ اشارہ کا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ازلی
ذاتی صفات سے آگاہ فرمایا ہے اور وہ دونوں صفت ارادہ اور علم ہے یعنی ہر ارادہ کے لیے قضا و قدر نافذ کرنے میں ذات باری تعالیٰ میں علم ہے
کہ امور ربوبیت میں سے جس امر کے وقوع کا ارادہ فرمایا وہ کس کیفیت سے واقع ہوگا پس کتاب تو علم ذات ہے ارادہ اسکے علم میں جو چاہتا ہے ثابت فرماتا ہے

اور جو چاہتا ہے قضا و قدر سے محو فرماتا ہے پس کتاب جیسی تھی ویسی باقی رہتی ہے اور ارادہ جیسا تھا ویسا باقی رہتا ہے اور بندوں کے حق میں قضا و قدر بعلم و ارادہ متغیر ہوتے ہیں کیا قال تعالے یمحو اللہ ما یشاء و یثبت۔ اور واضح ہو کہ بندگان حق تعالے کیلئے تنبیہ ہے کہ اپنے ارادات و علم سے خارج ہوں پس اوتعالے بارادہ قدیمہ نفس سے صفات بشریہ محو اور صفات روحانیہ ثابت فرماتا ہے اور اہل محبت سے معارضہ امتحان محو اور نور ایقان کی حقیقت ثبت فرماتا ہے اور اہل عرفان کے اسرار سے اوصاف عبودیت محو اور اوصاف ربوبیت ثبت فرماتا ہے۔ اشارہ ہے کہ لوح عقل سے افکار دور اور افکار ثابت فرماتا ہے اور قلوب سے علم حادث دور اور علم عرفان ثابت فرماتا ہے اور مانند اسکے اشارات ہیں کہ ایمان آیات و خطرات کو محو اور انوار صفات و استقامت کو ثبت کرتا ہے اور اسرار میں حق قدم سے فنا کو بقا پر غلبہ اور حق ابدیت سے بقا کو فنا پر غلبہ بظہور نور ذات و انوار صفات سے مقام تغیر تحقیق ہو وقال و عندہ ام الکتاب سے مقدورات کی ام الکتاب افعال و صفات ہیں اور صفات کی ذات ہیں اور سب کا مبدء و مرجع وہی ہے اور ذات و صفات محو و اثبات سے پاک ہے۔ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ بعض بندوں کو حق تعالے عز و جل نے اُنکے نفوس سے بذات پاک جذب و محو فرمایا تو انکی ذات کیا بلکہ ربوبیت سے بھی فنا ہوئے اور بعض کے قلوب پر مشاہد حق سبحانہ تعالے عز و جل کا قیام ہے کہ سوائے حق تعالے جل شانہ کے کچھ نہ دیکھے اور بعض کے ظلمات مشاہد کا تراکم ہے کہ ہمیشہ اپنے رب سے غائب ہیں۔ ذو النون سے مثل اُسکے خواص عباد کے حق میں اور متوسط درجہ والوں کے حق میں آیا اور ایک تیسرا درجہ عوام کا بیان فرمایا جو قیضہ عبودیت میں تا ابد باقی ہیں اور جو ہمیشہ غائب ہونے والے ہیں جسے سوائے مومنین کے ہیں۔ شیخ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ قضا مبرم ام الکتاب ہے جس میں کمی و بیشی نہیں اور اسباب میں محو و اثبات ہے۔ شیخ استاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ مشیت کا تعلق صرف حدوث سے ہوتا ہے اور اسی حدوث کے اوصاف سے محو و اثبات ہے اور کلام الٰہی و علم و ارادہ جو اسکی صفات قدیمہ ہیں تعالیٰ ہے میں انمیں کچھ محو و اثبات کو دخل نہیں ہے بلکہ صفات فعل میں محو و اثبات ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے آیا نہیں دیکھتے کہ ہر مخلوق متعلق فعل ہے پیدائش و جوانی و پیری و موت سے تغیر ہوتا ہے حالانکہ ہر حال میں تعلق بقا بصفت فعل الٰہی ہے کیونکہ خود اسکو کسی حال میں بقا نہیں ہے حالانکہ صفت کچھ تغیر نہیں اور ممکن ہے ایسے ہی محو و اثبات میں کوئی اشکال نہیں فافہم پھر باعجاز قرآنی زوال کفر اور ازدیاد اسلام سے آگاہ فرمایا۔

وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ

اور یا تو ہم تجھے دکھلا دینگے بعض بات جسکا ہم انکو وعدہ دیتے ہیں یا ہم تجھے وفات دینگے پس تجھ پر تو یہی ہے کہ تو ہمارا حکم پہونچا دے

وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ وَاللّٰهُ

اور ہمیں پر انکا حساب ہے کیا انہوں نے نہ دیکھا کہ ہمارا حکم آتا ہے زمین پر اسکو ہم کم کرتے ہیں انکی اطراف سے اور اللہ

يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

حکم دیتا ہے کوئی توڑنے والا نہیں اسکے حکم کا اور وہ جلد حساب کرنے والا ہے اور فریب کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گذرے

فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝

سو اللہ ہی کے لیے ہر کر سب کا سب وہ جانتا ہے جو کماتا ہے ہر نفس اور قریب جانینگے کفار کس کے لیے ہے آخرت کا گھر

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ

اور کہتے ہیں وہ کافر ہوئے کہ تو نہیں ہے بھیجا ہوا کہدے کہ کافی ہے اللہ شاہد ہونے کو میرے اور تمہارے درمیان

ع

وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ؏

اور وہ جسکے پاس ہے علم کتاب کا

اول میں کافرون کے حق میں وعدہ دیا کہ لہم عذاب فی الحیوۃ الدنیا اور فرمایا ولا یزال الذین کفروا تصیبہم بما صنعوا قارعۃ الآیہ پس یہان اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی اور کافرون کو تہدید فرمائی بایں طور کہ ہر عذاب و آیات بتقدیر الٰہی ہے اس نے جو خلق پیدا فرمائی اور جو کچھ اُنکے اعمال ہونگے سب وہ جانتا ہے۔ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ ازانہ ہے اور معنے یہ کہ اور اگر ہم نے تجھ کو دکھلا دیا بعض الَّذِيْ نَعِدُهُمْ بعض وہ واقعہ جو ہم کافرون کو وعید دیتے ہیں تو تیرے روبرو ظاہر ہو جائیگا اور اہل الکفر خوار ہون گے۔ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ یا ہم تجھے وفات دیدیں قبل دکھلانے کے تو تجھپر کوئی بازپرس نہیں۔ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ کیونکہ تجھپر یہی واجب تھا کہ تو ہماری توحید و احکام انکو پہونچا دے پس تو نے پہونچا دی۔ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ اور ہمپر ہے لینا انکا کہ جنھون نے نہ مانا و کفر کیا وہ ہمپر ہے اور حاصل یہ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تیری کرامت و بزرگی و تیرا فرض منصب یہی ہے کہ تو انکو ہماری رسالت پہونچا دے اور باقی تجھپر نہیں کہ جو کوئی ہمارے ساتھ شرک کرے اور نہ مانے اُسکو تو عذاب دے بلکہ یہ ہمیں پر مفوض ہے اور جیسا ہم نے حکم دیا وہ ضرور ہوگا اور اسکا وقت دنیا و آخرت میں علم الٰہی میں مقدر و معلوم ہے پس جو کوئی عذاب ایسے وقت انپر ہوا کہ تو اسوقت زندہ ہے تو دیکھ لیگا اور جو اسکے بعد ہوا تو اپنے وقت مقدر پر ہوگا۔ واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحمت الٰہی تھے حتے کہ ظاہری عذاب استیصال سے آپکی برکت سے کفار بھی بچائے گئے اور یہ بھی واضح ہو کہ اکثر عرب و قریش میں سے سوائے چند بدبختون کے جو دنیا میں طرح طرح کے عذاب سے ہلاک کیے گئے باقیون کے حق میں ایمان و سعادت مقدر تھی پس بدبخت اشقیا جو عذاب مانگتے تھے وہ کیونکر نازل ہوتا جبکہ انھین میں بہت سے اہل سعادت موجود ہاں اشقیا کے اصلاب میں نطفۂ اہل سعادت موجود تھے لہذا اللہ تعالیٰ عزوجل نے تجربات عقلی و آیات سے سمجھایا اور فرمایا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم آتے ہیں زمین پر یعنی ہمارا حکم جاری ہوتا ہے کافرون کی زمین پر اس طرح کہ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم اسکو کم کر دیتے ہیں اُسکے اطراف و جوانب سے یعنی کس طرح ہم نے اوقات مقدر فرمایا ہے کہ آہستہ آہستہ کفر کی زمین فتح ہو کر حوزۂ مسلمین میں داخل ہوتی جاتی ہے۔ اس میں اول تو کافرون کی تھوڑی و مجبوری بیان فرمائی کہ ہم نے اسلام کے اقبال و ظہور توحید کا حکم دیا وہ کسی طرح نہیں ہٹ سکتا۔ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ اللہ تعالیٰ عزوجل حکم دیتا ہے جو چاہتا ہے۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ کوئی بھی ایسا نہیں جو قصد کرے اُسکے حکم کو پھیر دے یا مٹا دے پس کافر لوگ نہیں دیکھتے کہ برابر یہ حکم بڑھتا چلا جاتا ہے جس طرح حکم فرمایا ہے کسی بت و شریک کی مجال نہیں کہ اس میں کچھ کر سکے دوم اس میں اہل ایمان کے صدق اور منافقون کے کذب کا امتحان تھا سوم اہل آخرت اپنے تقوے و فنا سے دنیا سے آہستہ آہستہ کامل ہو کر داخل دار القرار و قرب مزید رحمت ذوالجلال ہوتے جاتے تھے اور چہارم قریش کی اصلاب سے نطفات سعادت پیدا ہوتے جاتے اور پنجم اہل الکفر خواری و ذلت و عذاب دنیاوی اُٹھا کر مارے جاتے تھے اور ششم تمام زمین دوسرون کے قبضہ سے یکبارگی نہیں دی کہ قریش کی ریاست بحکم الائمۃ من قریش باقی رکھنی مقدر تھی۔ اور ہفتم یہ حکمت تھی وہ خاصۃ جو اصل مقصود تھا اس سے صحابہ رضی اللہ عنہم کامل کامل ہوتے جاتے اور عرب منازل رفتہ رفتہ آدمیت و فکر حاصل کرتے جاتے تھے حتے کہ یدخلون فی دین اللہ افواجا کا وقت آگیا پس یہان اسی قدر انکو بتا دیا جو کرنے والا ہم نے بتا دیا کہ تمام زمین عرب پر بتدریج لینے والے ہیں ... لیکن ... اللہ تعالیٰ عزوجل نے حکم دیدیا کہ

زمین کو اطراف وجوانب سے گھٹتی جاوے اور حوزۂ اسلام میں داخل ہوتی جاوے پس برابر یہی ہوتا جاتا ہے تو کیا یہ کافر لوگ عبرت
نہیں پاتے کہ ہم نے سچ وعدہ دیا اپنے رسول و مومنوں کو کہ اسلام ظاہر ہوگا ولو کرہ المشرکون اگرچہ مشرک لوگ برا مانا کریں شیخ ابن کثیر
رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے لکھا کہ یہ تفسیر ایک جماعت مفسرین سے مروی ہے اور بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول پر اکتفا کیا اور یہی
واحدی ورازی وغیرہم نے اختیار کیا اور دیگر اقوال کو بطور اشارہ قرار دینا ممکن ہے پس اشارہ اس میں یہ ہے کہ زمین کو اشراف
بندوں اور نیکوں سے خالی اور خراب فرما کر اپنے وقت پر قیامت سے تہ و بالا فرماویگا چنانچہ ابن عباس رض نے کہا کہ ننقصہا
من اطرافہا میں یہ ہے کہ اسکے اطراف سے ناقص کرنا علماء و فقہاء و نیک بندوں کی موت دینے سے ہے۔ مجاہد رحمہ سے اسی کے مانند
مروی ہے قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اطراف سے اشراف مراد ہوا اور لغت عرب میں مرد کریم کو الطرف بولتے ہیں جیسا کہ ابن الاعرابی نے
نقل فرمایا ہے۔ اور قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ قول تفسیر ہونا بعید ہے کیونکہ آیت کریمہ سے تو یہ مقصود ہے کہ ہم کافروں کو انکے اموال میں نقصان
دکھلاتے جاتے ہیں اور کچھ انکے شہروں سے چھین ہوتے جاتے ہیں تا کہ انکو سمجھ آوے کہ باطل ہونے کا اثر ہے اور جان جاویں کہ فی الفور عذاب نہ آنا اور
اسمیں تاخیر ہونا کسی عاجزی کی وجہ سے نہیں ہے اور ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و شعبی وغیرہا روایت جماعت سے مروی ہے کہ یعنی ہم
زمین کو خراب و اسکے لوگوں کو ہلاک کرتے ہیں تو وہ نہیں دیکھتے کہ انکے ساتھ بھی کیا جاوے اور یہ مانند قولہ تعالے ولقد اہلکنا ما حولکم من القریٰ
الآیہ ہے اور یہی ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا اور قال ابن کثیر اور کہا کہ اول قول بہتر ہے اور اس آیت سے مطلب یوں کہا قال المترجم اشکین
پر رفتہ رفتہ کا فروں کا نقصان اور دیگر معانی پر انکے علماء کی موت دینا اور بیماری و ارزانی کی برکات سے زائل کرنا وغیرہ کہ قرآنی آیت کی دلالت
و اشارت ہے۔ اور مطلب یوں کہا کہ مشرکوں پر غالب ہونا اشرف ہے اور جنکی یہ نشانی ہیں کہ وہ ذلیل و پامال ہوں اور قوم ذلت میں پڑیں ایک قسم کا
دنیاوی عذاب ہے ولہذا قال تعالے واللہ یحکم لا معقب لحکمہ اور اللہ تعالے عزوجل سریع الحساب ہے یعنی اے محمد تم پر
رسالت پہنچانا فرض تھا اور انکا حساب ہم پر ہے اور ہم نے جو انکی ہلاکت و عذاب کا وعدہ دیا ہے اگر جلدی اور تاخیر ہو تو کافر لوگ خیال
کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالے عزوجل سریع الحساب ہے اور دنیا کی زندگی کا ایک گھڑی میں وہ سب قیامت کے مقابلہ اور اپنے نفسوں کے مکر
سے غافل ہیں۔ وقد مکر الذین من قبلہم فللہ المکر جمیعا اور البتہ مکر کیا تھا ان سے پہلے والوں نے اپنے رسولوں کی رسالت سے انکار کیا
اور عذاب الٰہی پر غرور و انکار اور اپنی رسالت میں شک وغیرہ کرتے تھے اور حق تعالے کو غافل جانا اور رسولوں کو جھٹلایا اور انکو
اپنے ارادوں سے ایذا پہنچائی اور نکالنا چاہا جیسے نمرود نے حضرت ابراہیم سے اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
اور یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فللہ المکر جمیعا یعنی انکے مکر کی کچھ تاثیر نہیں ہے بلکہ انکا افعال
مکر کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالے عزوجل چاہتا ہے اور حق تعالے عزوجل آخر کار اہل تقویٰ کو فتح و نصرت دیتا ہے اور کافروں کو ہلاک و عذاب
میں گرفتار کرتا ہے کافروں نے کیا چاہا اور انکا کیا نتیجہ ہوا پس یہ معلوم ہوا کہ اسباب اللہ تعالے عزوجل کے قبضہ میں ہیں جو چاہتا ہے
کسی فعل کی ہوا کے تحت میں ہو ... کا یعلم ما تکسب کل نفس ... اور ... ایسے طریقہ سے جو ...
کر ... اللہ تعالے ... کافروں کو ... رسولوں ... اللہ ... اپنی ...
میں کر دیا کیونکہ وہ علیم خبیر ہے۔ ... کافروں ... کفر ... نیکیوں کی
... ان کے ساتھ ... عقبی الدار ... کافر لوگ خود ...

کرین ہلاک ہوئے۔ اور واضح ہو کہ جس شخص نے رسول و کتاب الٰہی سے انکار کیا اُسکے نفس نے رسول صلعم سے مکر کیا خواہ رسول زندہ ہو
یا نہ ہو اگر زندہ ہو اور اُسکے ساتھ جسمانی آزار دینا چاہا تو کافر جسمانی عذاب میں پڑا ورنہ اُسکی مہلت پاویگا کہ موت کا وقت مقدر آوے
اور یہ عنقریب ہے وقال تعالے۔ وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّارُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ اور قریب وقت میں کفار جان جاوینگے کہ عقبے کا
گھر دائمی راحت یہ قیاس کس کے لیے ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جب مشرکین نے بدر کے واقعہ میں عذاب اٹھایا اور قلیب میں اُنکے
مردے ڈالے گئے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو خطاب کیا کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ کیا تھا ہم نے پایا اور تمکو جو عذاب کا
وعید دیا تھا وہ تم نے پالیا۔ کما فی البخاری اور افسوس ہے کہ یہ اسوقت جانا جب کچھ نہیں ہو سکتا اور وہ عذاب برابر باقی رہیگا نعوذ باللہ
من عذاب القبر و عذاب الآخرة۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نصیحت و کتاب الٰہی کی تعلیم پر آدمی ذرا غور کرے تو یقین جانے
کہ اس میں فائدہ کے سوا کچھ انکا خود غرضی کا نہیں ہے ولیکن بعض انکار کرتے ہیں اور یہ عذاب اٹھاتے ہیں۔ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا
لَسْتَ مُرْسَلًا اور کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا کہ تو بھیجا ہوا رسول نہیں ہے حالانکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم جس شان و حال و تعلیم
توحید و عجائب آیات و دلائل صفات کے ساتھ مع معجزات و آیات بینات مبعوث ہوئے تھے اس میں کچھ بھی انکار کی مجال نہ تھی۔
قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا کہدے کہ کافی ہے اللہ تعالے عز وجل شاہد بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان
وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ اور وہ شخص جس کے پاس علم الکتاب ہے پس جو کوئی سابق کتب آسمانی مثل توریت و انجیل کا
علم رکھتا ہے وہ منصف گواہی دیگا کہ بیشک اللہ تعالے کی توحید تمام پیغمبر لائے اور وہی ہے جو محمد صلے اللہ علیہ وسلم تعلیم فرماتے ہیں اور
نزول وحی و ظہور رسالت یوں ہی ہوتا ہے جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوا اور انکا ذکر مع حلیہ و صفت کے اگلی کتابوں میں موجود ہے
اور جندب رضی اللہ عنہ سے واقعہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں مروی ہے کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ آئے اور قوم سے
کہا کہ میں تم کو اللہ تعالے عز وجل کی قسم دلاتا ہوں کہ تم جانتے ہو کہ میرے حق میں یہ آیت اُتری وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ۔ بولے کہ ہاں قسم ہے
اللہ تعالے جل شانہ کی آخر القصہ۔ اور اس میں تامل کیا گیا کہ سورت مکیہ ہے اور عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ میں اسلام
لائے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ اسکے دو جواب ہو سکتے ہیں اول آنکہ اللہ تعالے جل شانہ نے مشرکین مکہ کو راہ بتائی کہ علماے توریت و
انجیل سے نبوت سابقین اور صفات محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی شہادت لے لیجیو تم کو انکار ہے کہ آدمی رسول نہیں ہو سکتا اور نجملہ انکے عبد اللہ
بن سلام افضل ہیں۔ دوم یہ کہ یہ آیت مدنیہ ہے اور تیسرا جواب شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ولیکن میں اُنکی پوری تقریر آخر میں جو لیے
نقل کرتا ہوں۔ قال الحافظ۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ آیت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی تا و یہ قول غریب
ہے کیونکہ آیت مکیہ و اسلام عبد اللہ اول قدوم مدینہ میں ہوا ہے۔ اور اظہر وہ ہے جو عوفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
نقل کیا کہ یہ لوگ علماے یہود و نصاریٰ میں سے ہیں اقول لفظ مَنْ عِنْدَهُ۔ باعتبار لفظ کے مفرد و ضمیر مفرد ہے اور باعتبار معنے کے
جمع ہے۔ اور قتادہ نے کہا کہ انھیں میں سے عبد اللہ بن سلام و سلمان فارسی و تمیم الداری ہیں۔ سعید بن جبیر اس آیت کو جو وہ یوں سے
پڑھتے وَمِنْ عِنْدِهِ کو جر و یعنی اور اسی کے پاس سے ہے علم الکتاب۔ اقول اور اسکو زجاج نے اختیار کیا کیونکہ اللہ تعالے عز وجل نے اپنی شہادت پر اکتفا
کیا اور بیان فرمایا کہ اللہ تعالے جل شانہ شاہد ہے کہ میں رسول ہوں اور یہ کہ علم الکتاب یعنی لوح محفوظ کا علم و قرآن اسی کے پاس ہے یہی قراءۃ مجاہد و حسن بصری
کی ہے اور لیکن الصحیح مَنْ موصولہ کی قراءۃ پر معنے یہ ہیں کہ تمام علماے توریت و انجیل کو شامل ہے جنکے پاس پرانی کتابوں میں محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت

اگلے انبیاء کی بشارت سے موجود تھی کما فی قولہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندہم فی التوراۃ والانجیل الآیہ۔ و فی قولہ اولم یکن لہم آیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل الآیہ یعنی کفار عرب کے لیے یہ نشانی کافی نہو ئی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو علماء بنی اسرائیل بیقین جانتے ہیں۔ اور لکھا کہ حدیث الاحبار میں عبد اللہ بن سلام سے روایت آئی ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ قبل ہجرت کے مکہ میں ایمان لاچکے تھے چنانچہ دلائل النبوۃ میں جو جلیل الشان کتاب ہے امام حافظ ابو نعیم اصبہانی نے فرمایا ہے کہ حدثنا سلیمان بن احمد الطبرانی حدثنا عبدان بن احمد حدثنا محمد بن مصفی حدثنا الولید بن مسلم عن محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہ قال لاحبار الیہود انی اردت ان احدث بمسجد ابینا ابراہیم واسمٰعیل عیدا الی آخرہ یعنی محمد بن حمزہ نے اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا یوسف سے جو عبد اللہ بن سلام کے بیٹے ہیں روایت کی کہ عبد اللہ بن سلام نے احبار یہود سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دادا حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی مسجد یعنی خانہ کعبہ کی مسجد الحرام میں عید کروں پس مدینہ سے روانہ ہوکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ میں آئے دیکھا کہ لوگ حج سے واپس ہوئے ہیں اور حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا کہ لوگ گھیرے ہوئے ہیں پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو دیکھا تو فرمایا کہ تو عبد اللہ بن سلام ہے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ ہاں پس فرمایا کہ میرے قریب ہو پس قسم دلائی کہ اے عبد اللہ سچ کہکر کیا تو مجھے توریت میں رسول اللہ نہیں پاتا ہے میں نے عرض کیا کہ آپ ہمارے رب تبارک تعالیٰ کی صفت فرمائیے تو کہنا چاہتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ سورۂ اخلاص پڑھ دیجئے پس آپ نے قل ہو اللہ احد اللہ الصمد آخر تک پڑھی پس عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ میں شہادت ادا کرتا ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ پھر عبد اللہ بن سلام مدینہ واپس آئے اور لوگوں سے اپنا اسلام مخفی رکھا پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کو ہجرت کرکے تشریف لائے تو اسوقت میں اپنے ایک خرما کے درخت پر چڑھا ہوا تھا پس خوشی میں کود پڑا تو میری ماں بولی کہ اگر موسےٰ بن عمران ہوتا تو درخت پر سے تجھ سے نہ کودا جاتا میں نے کہا کہ ہاں واللہ مجھ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے میں موسےٰ بن عمران سے زیادہ خوشی ہے۔ قال الحافظ ہذا غریب جدا ف فی العرائس قولہ اولم یروا انا نأتی الارض الآیہ ظاہری تفسیر اس آیت کی معروف ہے کہ بلاد کفر کو اسلام کے لیے فتح فرمایا اور اشارہ اس میں عجیب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ عز وجل اپنے جلال سے کسی عارف بندہ کی زیارت چاہتا ہے تو ذات و صفات سے اسکے لیے تجلی فرماتا ہے اور آثار اس تجلی کی عظمت و کبریا کی صفت سے زمین پر واقع ہوتے ہیں پس اسکی ہیبت و جلال سے زمین آپس میں سمٹ جاتی ہے یہاں تک کہ رائی کے مثل ہو جاتی ہے اور یہ امر خلق سے پوشیدہ ہوتا ہے وقد قال تعالیٰ واشرقت الارض بنور ربہا کاش اگر مشتاقین اسکو دیکھتے تو فرحت سے اڑ جاتے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ اولیاء سے موت کم کرتے ہیں کیونکہ اولیاء۔ داوتا دادطراف ارض میں ہوتے ہیں جب کوئی مرا تو طرف میں نقص ہوا اور تو نہیں دیکھتا کہ حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں ساحت ۔۔۔ موافق ہوگا مگر الطراف زمین میں اور ہر ایک کے لیے مہر روز شہید کا ثواب ہوگا اور جب اللہ تعالیٰ عز وجل چاہے کہ زمین خراب کرے تو اولیاء کو اپنے پاس جگہ دیگا تاکہ پیچھے زمین والے ہلاک ہوں کیونکہ انکی دعاء و برکت سے اہل زمین عافیت میں رہتے ہیں اور یہ بسبب غیرت الٰہی ہے عز وجل کہ ہرگز کوئی رفیق نہیں ہے واللہ یحکم لا معقب لحکمہ۔ محمد بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اہل ولایت کے جانے سے زمین خراب ہو گی پس متواتر انپر مصیبتیں طاری ہوں گی اور شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ۔۔۔ کرتے اور انکو اللہ تعالیٰ عز وجل کی بندگی پر آمادہ کرتے ہیں جب وے مرینگے تو لوگ بھی مردہ ہو جاوینگے۔ شیخ ابو بکر شاشی رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آخر زمانہ میں رزق بہت دیگا مگر برکت اُن سے

دور کردیگا۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ احکام الٰہی اسکی مخلوقات پر جاری ہین خواہ کوئی خوش ہو یا ناراض ہو نفع کیے ہون یا ضرر کیے ہون۔ جو اُس نے حکم دیدیا اُس کا کوئی توڑنے والا نہین ہے اور جسکو اُس نے گمراہ کیا اُس کا کوئی ہادی نہین ہے اور اُستاد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اہل اشارہ و اولیاء اس سے اہل معرفت کی موت سمجھتے ہین حتیٰ کہ مسترشد آویگا اور کسی کو نہ پاویگا جو اسکو راہ بتلادے قولہ تعالیٰ فللہ المکر جمیعا۔ ہر ایک مکر اُسی حق کا منتہی بلا اثر ہے اور وہ تعالیٰ ہر نفس کی تدبیر پر قائم ہے پس وہی ہوتا جو وہ چاہے باقی سب ساقط ہے اور ہر قسم کا مکر ہے پس مریدین کے لیے اعمال طاعات کو مزین کیا جس سے انکو سرور ہے اور یہ مکر ہے اور محبین اپنی وجد مین سرور او مکر ہین کہ گزشتہ پر رشتے اور عارفین کے ساتھ مکر یہ ہے کہ جو پایا اسپر قانع ہوئے اور گمان کیا کہ آگے نہین ہم واصل ہوگئے اور موحدین کا مکر یہ ہے کہ انکو دریائے بقا مین غرق کردیا اور ابدی مشاہدہ مین کبھی انپر فنا نہین جو مکر بہت ہوا اور جو کوئی دریائے مکر مین غرق ہوا تو وہ حق ہی بقا ہے پاس ہے اور سب اُس کے مکر مین ہین حیلہ جوئی کرتے ہین کہ اس سے نکل جاوین مگر بفضل اُس کے مکر کے نہین نکل سکتے ہین۔ شیخ حسین رحمہ نے کہا کہ حق تعالیٰ عزوجل کے مکر سے واضح تر کوئی مکر نہین ہے کیونکہ بندے وہم مین ڈالے گئے کہ ہم کسی حال مین اس کی طرف راہ ہے اور حدوث کو قدم کے ساتھ اقتران ہے حالانکہ حق تعالیٰ عزوجل تمام مخلوق سے بالکل پاک ہے اور اسکی صفات بالکل پاک ہین اگر مخلوق نے یاد کیا تو اپنی ذات کے لیے اور اگر شکر کیا تو اپنی ذات کے لیے اور اگر اطاعت کی تو اپنی نجات کے لیے اس سے حق عزوجل پاک ہے کیونکہ وہ غنی قہار ہے۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حقیقی مکر وہ ہے جو حق تعالیٰ عزوجل چاہتا ہے وہی ہوتا ہے قولہ قل کفی باللہ شہیدا بینی وبینکم الآیۃ۔ اسمین ایک عجیب اشارہ ہے کہ اگر کوئی شاہد طلب کرتے تو دیکھو کہ مین مظہر جمال الحق عزوجل ہون پس مجھ مین حقیقت سے نظر کرو تو جمال وجلال حق سبحانہ تعالیٰ دیکھو اور نیز اسکے شاہد اولیاء و صدیقین ہین جنکو علم ذات و صفات معلوم ہوا اور تصدیق اسکی اشارہ قولہ علیہ السلام من رآنی رای الحق ومن عرفنی عرف الحق جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا اور جس نے مجھے پہچانا حق پہچانا نیز کلام کتاب مین اشارات اور حروف تہجی مین آیات مین جس نے انکا علم پایا اُس نے حقائق اسرار ملکوت وجبروت کو پایا اور جس نے فہم خطاب کو پایا اور بلاواسطہ براہ کشف والہام پایا تو محقق ہوا اور رسول صلعم حق متکلم ہے اس کی زبان علوم غیب علوم الٰہیہ ہے اور زبان خصوص توحید ومعرفت ہے اور خصوص الخصوص کی زبان صفات وغیب الغیب کا بیان ہے اور اولیاء اُسکی آیت ہین وقال علیہ السلام ان فی امتی مکلمین محدثین وان عمر منہم۔ اور اس کی زبان عموم علم مقامات مین صدق واخلاص وفرق الہام و وسواس وریاضات ومجاہدات ومعالجات بیان کرتی ہے اور وہ زبان حق ہے کیونکہ حق کا کلام اسی سے ہے۔ ابو عثمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ علم الکتاب عزیز ہے اور اسپر عمل زیادہ عزیز ہے اخلاص عزیز ہے اور اسپر عمل اعز ہے اور مشاہدہ عزیز ہے اور مشاہدہ مین ادب عزیز ہے اور انس عزیز ہے اور آداب انس اعز ہین فافہم۔ مترجم کہتا ہے کشف مین دکھا کہ اس سورۃ رعد کا مدار یہ ہے کہ کتاب مجید حق ہے اور اسمین جو کچھ نصائح ومکارم اخلاق وعلوم ومقامات کا بیان ہے اُس سے آدمی کو دنیا وآخرت کی زندگی بھلائی کے ساتھ حاصل ہے اور سعید وہ ہے جس نے اسی کو مضبوط پکڑا اور شقی وہ ہے جس نے اس سے اعراض کیا اور استقامت اصل ہے اور موت تک حد ہے اور دنیا ایک سفر ہے اور آخرت دار بقا ہے ان زندگانی کا گھر ہے جس نے یہان زندگی کا بدل کیا وہ مردہ عذاب مین گرا ہے اور جس نے یہان زندگی پائی وہ زندہ جاوید ہے خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ الٰہی ہم کو بھی ایسا کر دے کہ ہم تیری ہی کتاب سے تمسک کرین اور اسی کی ہدایت پر چلین کہ گمراہ نہ ہون۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سورۃ مین ہر مقام پر بے انتہا علوم خزانہ غیب سے عجائب زبان کی مینخ کو رہین اور جو کچھ بیان ہوا

وہ سمندر میں سے ایک قطرہ ہے اور اولیاء الٰہی و مفسرین صالحین کی بحر زبان سے ادا کرین جبکہ ہم عوام لوگ ظاہری علوم کے فہم سے عاری ہیں اللھم اجعلنا من عبادک المؤمنین وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ اثْنَتَانِ وَخَمْسُوْنَ اٰيَةً

شیخ مفسر سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سورہ مکیہ ہے باستثناء قولہ الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا دو آیت تک۔ اور اس کی آیات کا شمار پچاس پر ایک یا دو یا چار یا پانچ زائد ہے۔ اور بیضاوی رح نے صرف باون ذکر فرمائی ہیں اور مکیہ ہونا بیضاوی و سراج و ابن کثیر وغیرہ سب میں مذکور ہے اور یہی ابن عباس و زبیر و جابر بن زید و قتادہ و عکرمہ و حسن وغیرہم سے مروی ہے اور بعض نے بجائے دو آیت کے تین آیات کو مستثنیٰ لکھا ہے جو مشرکین قتال کرنے والوں کے حق میں ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ شمار آیات میں فرق ہے ورنہ الم تر الی الذین سے فان مصیرکم الی النار تک استثناء ہے اور ابن عباس سے یہ بھی روایت ہے کہ سورہ مکیہ ہے سوائے دو آیت کے جو مشرکین کے مقتولین بدر کے حق میں نازل ہوئیں اور میں کہتا ہوں کہ اس میں کچھ اختلاف نہیں ہوا بلکہ وہی آیات ہیں جو اول مستثنیٰ ہوئیں اور سراج میں کہا کہ باون [۵۲] آیات ہیں اور کلمات آٹھ سو اکتیس [۸۳۱] ہیں اور حروف تین ہزار چار سو چونتیس ہیں۔ اور مترجم نے بارہا لکھا کہ آیات اگرچہ توقیفی ہیں لیکن مقصود بالذات نہیں کما تقدم فی اول البقرۃ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ

یہ کتاب ہم نے اتاری تیری طرف تاکہ تو باہر لاوے لوگوں کو گمراہیوں سے طرف نور کے بحکم ان کے

رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا

پروردگار کے اس راہ پر جو راہ ہے سب پر غالب قابو والے تعریف والے کی وہ اللہ ہے جس کا ہے وہ سب جو آسمانوں میں ہے اور جو

فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ

زمین میں ہے اور بڑا عذاب ہے کافروں کا منکروں کے لیے ہے سخت عذاب سے جو لوگ کہ دل سے چاہتے ہیں

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ

زندگانی دنیا کو آخرت پر اور روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور ڈھونڈتے ہیں اسکو ٹیڑھا

اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ○

ایسے لوگ پڑے ہیں دور کی گمراہی میں

الٓرٰ سابق میں سورہ بقرہ وغیرہ میں ان حروف مقطعات متشابہات میں مفصل کلام ہو چکا اور یہاں بھی شیخ مفسر سیوطی نے فرمایا کہ اس کی مراد سے اللہ تعالیٰ عزوجل ہی واقف ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر کا مقصود یہ ہے کہ انجام کو جو ظہور ہوگا وہ

علم مین منحصر ہے جیسے قبر کا عذاب معلوم مگر تحقیق اس کی اس کافر پر ہے جو مرکر اس عذاب مین مبتلا ہوا اعوذ باللہ من عذاب القبر و
عذاب النار پس جن علما رنے مانند شیخ ولی اللہ دہلوی اور متقدمین کے بیان کیا کہ علما سے راسخین کو اسکا علم ہوتا ہے صحیح ہے ولیکن
حقیقت وما یؤول الیہ الامر فقط علم الٰہی مین ہے اور حاصل یہ ہے کہ اسکے معنے دو طرح ہین اول ما یؤول الیہ الامر پس بالاجماع سبکے
نزدیک یہ متشابہ ہے اور دوم اسکا علم تو یہ علما ر راسخین کو حاصل ہوتا ہے اور دوسرون کے فہم مین نہین آسکتا ہے فافہم۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے مخلوق کو اس جسم مین روح کے ساتھ تاریک پردون کے حسن صنعت و کمال قدرت سے پیدا کر دیا اور وے مردہ اندھے کیطرح
ہین اور اسپر رسول بھیجے اور کتاب نازل فرمائی جنھون نے راہ بتلائی پس جو اس راہ معرفت پر چلے اور کجی نہ اختیار کی ان سے تاریکیان
دور ہو کر راہ کشادہ ہوئی اور آخروے نہایت عیش و راحت و نعمت مین گئے اور جنھون نے نہ مانا انھون نے اپنے حق مین اور زیادہ
وبال اُٹھایا اور عذاب شدید مین پڑے پس اب کلام الٰہی پر دل سے متوجہ ہو فرمایا۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ یہ قرآن پاک ایک عظیم
الشان کتاب ہے جو ہم نے اسے محمد تجھپر نازل فرمائی۔ لِتُخْرِجَ النَّاسَ تاکہ تو باہر لاوے لوگون کو مِنَ الظُّلُمٰتِ تاریکیون سے
ہر طرح کی جہالت و طرح طرح کے کفر و شرک و بدعات سے۔ اِلَى النُّوْرِ طرف ایک راہ نور کے وہ صراط مستقیم ہے۔
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ یہ باہر لانا اُن کے رب کے اذن و حکم سے ہوگا حتے کہ جن لوگون کے نصیب مین نور نہین ہے وہ پروردگار کی
طرف رجوع نہ لاوینگے ہر چند کہ تو اُن کو سب طرح کوشش سے بلاوے۔ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ وہ راہ نور وصراط مستقیم یہ
راہ رب عزیز کی ہے جو سب مخلوق پر قاہر و غالب ہے جسکی ہدایت کے بغیر کچھ نہین ہو سکتا۔ الْحَمِيْدِ وہ سب حمید ہے کہ ہر طرح
اسی کی تعریف ہے جو وہ کرتا ہے اور جسطرح اُس نے مخلوق کو پیدا کیا سب اُسی کی تعریف ہے کوئی چیز اُسکے قبضۂ قدرت سے باہر
نہین ہے۔ اسمین علوم و فوائد ہین اول آنکہ تمام مخلوقات تاریکیون کے پردہ مین ہے اور حق تعالیٰ عز و جل کا نور ظاہر ہے حتے کہ جب آئے
مخلوق سے یہ حجاب دور کیے تو وے نور کے پردے مین ہوتے ہین اور وہ صراط مستقیم ہے اور بعضے کافر یہ گمان کرتے ہین کہ نعوذ باللہ
اللہ تعالیٰ پردہ نور مین ہے اور یہ کفر و جہالت ہے کیونکہ نور وغیرہ کوئی مخلوق اُسکو نہین پردہ کر سکتی ہے بلکہ پردہ مخلوق پر ہے اور
حدیث صحیح مین آیا کہ حجابہ النور الحدیث تو اُسکے یہی معنے ہین کہ مخلوق پر نور کے حجاب ہین اور یہ خالص مومنون پر ہے اور کافرون پر بکثرت
تاریکی کے پردے ہین اور امام بیہقی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حدیث دیدار مین ذکر فرمایا کہ فیکشف الحجاب کے یہی معنے ہین کہ انکی نظرون سے
حجاب دور فرما دیگا ورنہ حق سبحانہ تعالیٰ ظاہر ہے وقد قال تعالیٰ اللہ نور السموات والارض۔ اور طبرانی کی حدیث مین ہے کہ
اللہ تعالیٰ عز و جل کے ستر ہزار حجاب نور کے ہین۔ رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبیر مین کہا کہ النور فقط راہ مستقیم واحد ہے اور الظلمات
باطل راہین ہین اور دلیل صریح ہے کہ سوائے راہ مستقیم کے کفر کی راہین بہت کثرت سے ہین۔ اور بعض علما رنے اس عجیب صنعت آلٰہیہ
مین کہا کہ صراط مستقیم کی انتہا جنت مین ہے اور وہ محل نور و رضوان الٰہی ہے اور ظلمات کی راہین سب کی انتہا دوزخ مین ہے اور
دنیا مین دونون کے آثار ہین پس راہ نور کے آثار مین سے صدق و یقین و ایمان بہ رب تعالیٰ عز و جل و اتباع طریقۂ سنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی خوشی اور نیک چال چلن جسکو اللہ سبحانہ تعالیٰ عز و جل نے پسند فرمایا ہے اور
جہنمیون کے آثار مین سے ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار یا شک اور دنیا کی رغبت و اپنی خواہش اور اپنی رائے کی
پیروی اور آخرت سے بے رغبتی و بد اعمالیان نعوذ باللہ من ذلک اور آئیندہ مین بیان ہے کہ قرآن مجید ہدایت اس راہ نور کی ہے جو کوئی قرآن مجید پر

[illegible]

عمل کرے یہ راہ پاوے جو صراط العزیز الحمید ہے اللّٰہِ الَّذِیْ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ یعنے عزیز حمید جس کی عزت وقہاری کی
عظمت اور حمید جسکی محبت ورحمت کے جوش سے راہ ایمان نور درمیان خوف وامید کے ہے یہ عزیز حمید وہی اللہ ہے کہ اسی کا ہی
سب جو کچھ آسمانون مین ہے تمام مخلوقات سماوی سب اسی کے خلق وملک وعبید ہین۔ وَمَا فِی الْاَرْضِ اور یونہی سب
جو کچھ زمین مین ہے اسی کی مخلوق ومملوک وعبید ہین۔ ان مین جسطرح چاہے تصرف کرے کسی کو یہ مجال نہین کہ اس سے سوال کرے
وہی قادر مختار ہے اور صراط کو اپنی جانب اضافت فرماتے مین بقول بیضاوی رحمہ اللہ تعالے تنبیہ ہے کہ اس راہ سے مقصود ومطلوب
وہی رب تبارک وتعالے ہے جسکی عزت وعظمت سے بندہ ڈرتا ہے اور اسکے وصف جمیل سے فضل کے ساتھ محبت مین رہے اور
تنبیہ ہے کہ اس راہ کو وہی پاک پروردگار بندہ پر ظاہر فرماتا ہے اور عزیز کے وصف سے اشارہ ہے کہ جو بندہ اس راہ پر ہو اسکو
اللہ تعالے عزوجل ذلیل نہین فرماتا اور حمید سے اشارہ ہے کہ جو بندہ اپنے رب تعالے سے اس راہ کی درخواست کرے اسکو وہ
حمید مجید محروم نہین فرماتا۔ وَوَیْلٌ لِّلْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ اور بربادی ہے ان مخلوقات کی جنھون نے انکار کیا سخت
عذاب کے ساتھ یعنے آدمی اور جن مین سے جنھون نے اس کتاب سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور تاریکیون سے
بجانب راہ نور کے نہ نکلے انکی سخت عذاب سے بربادی ہے۔ حدیث ترمذی مین ہے کہ ویل ایک وادی ہے جہنم مین جسکے غار کے اندر
کافر ستر خریف تک چلا جاویگا مترجم کہتا ہے ایک خریف کی تعداد بعض نے کہا کہ سو برس اور بعض نے کم وبیش والعلم عند اللہ تعالے اور
سنن وفضائل القرآن کے آثار وبعض احادیث مین ہے کہ الویل کل الویل لمن اعرض عنہ بربادی پوری خواری عذاب کی اس شخص کے
حق مین ہے جس نے قرآن پاک سے منہ موڑا اور یہان معنے اول ظاہر ہین بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ویل دراصل مصدر اور یہان
مفعول مطلق کے مقام پر ہے جس سے نصب ہوتا ولیکن بلاغت سے اسکو رفع ہوا تاکہ ہمیشگی سمجھی جاوے یعنی جملہ اسمیہ کر دیا گیا تو سمجھا گیا کہ یہ
ویل ان کافرون کے لیے دائمی ہے۔ سراج مین کہا کہ ویل اس مقام پر بمنزلہ بددعا کے ہے جیسے مومنون کے حق مین سلام علیکم بما صبرتم الآیہ
ف۔ اول آنکہ قولہ صراط العزیز الحمید۔ اللّٰہِ الَّذِی یہان قراۃ اللہ مین نافع وابن عامر کی قراۃ پیش کے ساتھ ہے یعنے اللہ ہو الخالق الذی الخ
اور باقیون کی قراۃ مین العزیز الحمید کا عطف بیان ہے کیونکہ اللہ بمنزلہ علم کے ہے یعنے معبود برحق کا گویا خاص نام ہے کذا قال البیضاوی
سراج مین کہا کہ محققین کی ایک جماعت کا یہی قول ہے اور ایک قوم کے نزدیک الہ یالہ سے مشتق ہے۔ رازی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ
ہمارے نزدیک قول اول اصح ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے توحید ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ یعنے معبود خود ذات پاک کا علم
ہے اور اللہ تعالے عزوجل نے فرمایا ہل تعلم لہ سمیا یعنی کیا تو اسکا نام کا کوئی اور جانتا ہے یعنے اللہ کسی اور کا نام نہین ہے۔ اعتراض اگر دوسری
قراۃ کیونکر مقدم ہو گی کیونکہ پہلے صفات کو علم آیا تو جواب یہ ہے کہ اسمین خوبی یہی ہے کہ تفسیر کے اشارہ پر بیان ہوئی۔ دوم فائدہ یہ کہ رازی
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ بندون کے افعال کا پیدا کرنے والا بھی اللہ تعالے ہے دلیل یہ کہ لہ ما فی السموات وما فی الارض
سے اسی کا سب معلوم ہوا اور یہ حصر ہے کہ وہی مالک اور وہی حاکم اور وہی خالق ہے اور زمین کی جو چیزین ہین انھین بندون کے اعمال بھی
ہین تو وہ بھی اسی کے ہوئے اور معنے یہ کہ اسی کے مقدور ہوئے تو اسی کی قدرت سے پیدا ہوئے ورنہ لازم آویگا کہ اسکی مقدور کو بندہ نے
پیدا کیا اور یہ کفر ومحال ہے۔ واضح ہو کہ جو کوئی تاریکیون سے نور کی طرف آیا اسکو اللہ تعالے جل شانہ نے حکم قولہ فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ۔ پاکیزہ زندگی سے
زندہ رکھتا ہے یعنے برزق حلال واعمال صالحہ گذارے عن ابن عباس وجماعۃ ولقناعت گذارے عنہ رضی اللہ عنہ والحسن وجماعۃ اور

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قد افلح من اسلم الحدیث یعنے بیشک فلاح پائی اُس نے جو اسلام لایا اور اسکو بقدر کفاف رزق دیا گیا اور جو دیا اُسپر اسکو قناعت عطا فرمائی، رواہ احمد ومسلم والترمذی وابن ماجہ اور اسی کے مانند فضالہ ابن عبید رضی اللہ عنہ سے ترمذی ونسائی نے روایت کی۔ اور واضح ہو کہ تاریکیون سے نور مین نکل آنا یہی ہدایت وایمان ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع سنت اور قرآن مجید پر آپ کی تعلیم کے موافق عمل کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور اصل اس مین یقین ہے جسکے ساتھ کچھ شک نہو اور ولی جو کمتر درجہ کا ہو یہی ہے جو ابتدائی پردۂ نور پر ہو اور انتہائی پردۂ نور قیامت مین رفع ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم اور کفار یا مشرکین ان تاریکیون سے باہر نہین ہوتے ولیکن بعضے قسم کے منافق ایسے تھے کہ کبھی اُنکو یقین آیا پھر مشکوک ہو گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل ہی جانے کہ کیا معاملہ ہے تو انھین کا حال قیامت کا حدیث صحیح مین آیا کہ کبھی نور اُنکے آگے چمکیگا کہ صراط پر چلینگے پھر اندھیرا ہو جائیگا اور چونکہ وہ نور کی طرف نہ نکلا تو وہ کافر ہے یا وہ ایمان سے خارج ہے اور بہر اِن دونون قسم کے کافر اُن کے ساتھ تاریکی جہنم مین گرینگے اور وہان عذاب شدید ہے اور یہ لوگ واویلاہ اور وامصیبتاہ کہینگے چنانچہ قولہ ویل للکفرین من عذاب شدید کی تفسیر مین بعض نے ویل کے یہی معنے واویلاہ کے معنے بیان کیے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کی پہچان بیان فرمائی بقولہ الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ ایسے لوگ ہین جو محبوب رکھتے ہین زندگانی دنیا کو آخرت پر یعنے پسند کرتے ہین ولیکن استحباب کے معنے مین طلب محبت ہے پس اس مین لطیف اشارہ ہے کہ جیسے ایمان دار الابندہ اپنے رب تبارک تعالیٰ کے قرب جنت کی محبت پیدا ہونے کی جستجو وکوشش اسطرح کرتا ہے کہ کسی عارف وولی کی صحبت ڈھونڈھتا اور دنیا کی برائیان سُنتا ہے تاکہ اس سے دل پھر جاوے اور آخرت کی محبت آتی جاوے اسی طرح کافر لوگ اسکے برعکس کرتے ہین اور ایسے ایسے سامان ڈھونڈھتے اور ایسے لوگون کی ملاقات وباتین سُننے مین کوشش کرتے ہین جو سوائے دنیاوی زینت وعیش خوار کے آخرت سے منکر وجاہل ہین۔ اور جس شخص کے دل مین نفاق ہوتا ہے اگرچہ بظاہر مسلمان ہو اُسکا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ جب دنیا اور آخرت کا کام جمع ہوا تو وہ دنیا کو مقدم کرتا ہے اور مقدم کرنے سے یہ مراد ہے کہ مثلاً روزہ رکھنے کا حکم دیا تو وہ نعیم آخرت ورضائے حق عزوجل کو ترک کرتا ہے اور دنیا کی غذائین کھاتا اور روزہ نہین رکھتا ہے پس سب قسم کے کافرون کی بدخصلتون مین سے اول یہ کہ آخرت پر دنیا کو مقدم کرتے ہین حتی کہ بعضے آخرت سے بالکل منکر ہی ہوتے ہین اور بعضے اپنی رائے کے موافق کچھ سمجھ لیتے ہین جو باطل ہے اور بعضے شک مین ہوتے ہین تو آنکھون والا ان اندھون کی نسبت بالیقین یہ کہتا ہے کہ افسوس یہ مردود لوگ ہین کہ آخرت کو نہین لیتے ہین بلکہ دنیا پر شیفتہ وفریفتہ ہین۔ اور دوسری بدخصلت بیان فرمائی بقولہ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ اور روکتے ہین اللہ تعالیٰ عزوجل کی راہ سے پس بعضے تو کفر وشرک کے خیالات واپنی رائین عام طور پر بیان کرتے ہین جس سے عوام جو بدبخت ہے اُن کے ساتھ ہو جاتا ہے اور بعضے قارون کے مثل اور فرعون کی وضع بنا کر لوگون کو دنیا کا بندہ بناتے ہین اور بعضے دوسرون سے اپنی پیروی لیتے ہین اور بہت ایسے ہین کہ جھوٹی راہ وباطل اعتقاد کی طرف بلاتے اور دنیاوی لالچ دیتے ہین جیسے نصرانی پادری وغیرہ اور بعضے کچھ شیطانی کرشمہ دکھلا کر عوام کو اپنے اعتقاد مین لاتے ہین اور کرامت والے پیر مشہور ہو کر خلق کو راہ راست وطریقہ شریعت وسنت سے روکتے خود گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرتے ہین۔ حدیث مین ہے کہ آخر زمانہ مین لوگ ہونگے کہ ایسی حدیثین وباتین لاوینگے جنکو نہ تم نے سُنا اور نہ تمھارے باپ دادا دون نے سُنا یعنے یہ لوگ جھوٹے دجال گمراہ کرنے والے ہونگے۔ اور تیسری بدخصلت کافرون کی یہ ہے وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا اور چاہینگے راہ کو ٹیڑھا یعنے راہ حق کو اپنی خواہشون وخراب مرادون اور غرضون کے موافق چاہینگے

یہ خصلت نہایت درجہ کی گمراہی کی وجہ ہے پس بعضے تو اپنی خوشی و خواہش نفس کے فریب مین اپنی راے کے موافق بت پرستی اور ہزارون
قسم کے شرک جیسے تیسری تاریخ کے چاند سے رنج پہونچتا ہے اور چھینک دینا کھوٹ ہے اور بلی کا راستہ کاٹنا اور مانند انکے بکثرت
باطل خیالات کو راہ بنانا چاہتے ہین اور بعضے تمام قدرت آلہیہ و مخلوقات کی صنعت کو اپنے حواس مین محصور جانتے ہین اور انبیاء کے
معجزات و شیطان کے وجود اور آسمان وغیرہ سے انکار کرتے ہین اور جسقدر انکے حواس مین آوے اور جو انکی راے قائم ہو اسی کو راہ
بناتے اور ٹیڑھی راہ کو چاہتے ہین کہ یہی راہ مستقیم ٹھہراوین اور بعضے حضرت عیسے علیہ السلام و حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان مین اپنے
خیالات قائم کرکے راہ مستقیم کو ان خیالات پر مطابق یعنی بالکل کج و بیراہ چاہتے ہین اور بعضے اپنی خود غرضیون و دنیاوی خواہشون کے لیے
شرک و بدعت و تقلید و غیر مقلدی و جدال و قتال و کفر و طعن و لعن کو راہ اسلام بناتے ہین۔ ایسی صورتون مین راہ حق کو ٹیڑھا خواہش کرنے
مین داخل ہین اور خلاصہ اسکا یہ نکلا کہ نفس کیسے ظاہر فریب یا خفیہ مکر و حیلے تاریک کا اتباع کرکے راہ مستقیم اُسی کو چاہتے ہین اور اگر اسلام
پر ہوتے تو راہ آلہی جو قرآن پاک کے موافق حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی اسکا اپنے نفس کو مطیع و متبع بناتے اور
حدیث صحیح مین ہے لایؤمن احدکم حتے یکون ہواہ تبعا لما جئت بہ۔ رواہ البخاری وغیرہ واحد یعنے تم مین کوئی ایمان والا نہوگا یہانتک کہ
اُسکی خواہش تابع ہو جاوے اُسکے جو مین لایا ہون پس مومن کی تو یہ پاکیزہ شان ہے کہ تمام تاریکیون کے ہر طرف ہجوم و تراکم سے جہان مثل
اندھیرے کے وہ ہر طرف جہنم کے بکثرت غارون مین پھنسا تھا کہ ذرا اگر قدم بیراہ پڑا اور وہ جہنم مین گرا تو عین فضل و ہدایت آلہی جل شانہ سے
اُس نے حضرت ہادی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نور کلام سے ہوشیار ہوکر آپ کے پیچھے پیچھے سیدھی راہ سے وہ مقام نور مین آگیا جہان
آفتاب ایک ذرہ ہے اور اب روز بروز بلکہ ہر وقت نیکی کے اعمال سے اسکو عروج ہوا اور نورانی حجاب مین سیر کرتا چلا جاتا ہے اور وہ اپنے
نفس کو پہچان گیا کہ تاریکی مین کس طرح بند رہا ہوا تھا جسکی خوشی وہین بلکہ زیادہ بدتر جگہہ جانے کی تھی اور کچھ اسکو نہ سوجھتا تھا پس بالکل اُس نے
اپنے نفس سے منہ موڑا اور مردانہ ہمت سے اُس نے نفس کو بلا حجت و بغیر اجازت گفتگو کیے ایک آواز سے کہدیا کہ کتاب آلہی تو و سنت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم پیچھے پیچھے رہنا اور یہ کافر لوگ جنکی ہزارون قسمین ہین و سب اُسکے برعکس ہین کہ انھون نے شیطان کو پیشوا بنایا اور اپنے
کو دیتے اور انکے پیچھے ہر طرف جہنم مین گرتے ہین اور جسقدر نفس و شیطان کی پیروی اور قرآن پاک کا انکار زیادہ اسیقدر تاریکی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور
نوبت نہایت دور پڑ جاتی ہے چنانچہ حق تعالی عز و جل نے فرمایا۔ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ یعنے ایسے لوگ کافر جنکی یہ خصلتین ہین بعید گمراہی
مین ہین یعنے حق و نور سے بہت دور ہین۔ پس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعضے کافر جنمین اصل معمول وغیرہ جمع نہون تو قریب اول البتہ دوزخ مین ہونگے
ایسا ہی بعض مفسرین نے لکھا ہے اور حق یہ ہے کہ کلام مین یہ دلالت نہین ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس آدمی مین یہ صفت ہو کہ چاہتا دنیا کا شخص ہو
یعنے نفس یہ چاہے کہ تمام چیزون سے یہی زیادہ محبوب ہے اور راہ حق سے باز رہے اور باز رکھے اور اپنی خواہش کے موافق اُسکو ٹیڑھا چاہے جیسے
اس زمانہ مین ہر فرقہ دشمن اسلام ہے تو ایسا شخص حق سے بہت دور پڑا اس سے یہ امید مت کرو کہ ایسی حالت پر قائم ہو کر کبھی نور کی رونق و جھلک
پاویگا اور یہ قدرت قابل رد آلہی ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالی الر الف لام را الف مین تین حرف آل ف پس اول اشارہ الفت
آلہی بقلوب اولیا ہے اور لام ولایت ہے گویا وہ الف برائے اولیا خود ہے اور را اشارہ رحمت سابقہ ازلیہ ہے جس سے انکو
برگزیدہ فرمایا پس الر سے اشارہ فرمایا کہ مین نے ازلی رحمت سے اپنے اولیا کو مختار فرما کر تجھے انھین کا سردار بنایا ہے انھین کو تیری محبت اور
وہی کتاب ہے مقصود مین قولہ کتاب انزلناہ الیک۔ اس سے تیری فضیلت اور تجھپر قائم ہونے والے میرے اولیا کی فضیلت ہے جو مقصود

ہین قولہ لتخرج الناس من الظلمات الی النور۔ یہ اخراج باذن ربہم ہے پس قلوب مین تر و تازگی و پیدا و از فہم و عقل اسی اختیار کا ظہور ہے اقول حدیث صحیح کی دعا مین ہے کہ اے رب قرآن کو میرے قلب کی ربیع فرما دے اور امثال و نصوص و اشارات جابجا سابق مین مذکور ہوئے ہین قال الشیخ یعنے طبیعت کی تاریکیون سے تبعیت کے انوار مین لاوے اور حاصل یہ کہ سوائے نفس نفیس حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دیگر نفوس مین ایک خاص صنعت آلیہ سے برعکس میل کرتے ہین پس اتباع حق سے خلاف نفس و طبیعت ہوتا ہے اور وہی راہ نور ہے اسی واسطے جو لوگ نفس و طبیعت کی پیروی کرتے ہین وہ برعکس راہ چلتے ہین اور ہر دم دوری زیادہ ہوتی جاتی ہے نعوذ باللہ من الضلال اور لکھا کہ یہ اخراج بہت سی حالات کو شامل ہو مثلاً نفس کی پیروی سے اتباع کے نور مین لاوے اور گمان و وہم کی پابندی سے نور یقین مین اور حالت مردگی سے بحالت زندگی۔ اور تاریکہائے نفس امارہ سے نور مشاہدہ اور تاریکی حجاب سے بنور مکاشفہ و دید اغیار سے بدیدار نور توحید لاوے۔ امام جعفر نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نور کتاب سے مخصوص فرمایا اور تمام مخلوق کے واسطے عام کر دیا کہ اگلی اُمتون کا بیان اور اس امت کی نجات ہو کہ ظلمات کفر و بدعت سے نکلکر راہ سنت پر آوین اور اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جہالت سے نور علم مین لاوے اور قولہ باذن ربہم سے بیان فرمادیا کہ یہ فعل منوط باسباب نہین ہے بلکہ فقط قدرت و اختیار الٰہی عز وجل ہے وقولہ الی صراط العزیز الحمید۔ یہ راہ طریقہ عبودیت ہے کہ ہر ایک بندہ برگزیدہ کے لیے اسکی مقدار کے موافق ربوبیت کی معرفت کے لیے ازلی مشیت مین جاری ہوا لیکن بندہ کی مقدار ہو نہ قدر حق عز وجل کیونکہ وہ تعالے پاک برتر ہے کہ حقایق قدم کو حوادث مخلوق سطالعہ کرے وہ عزیز ہے اور اپنے افعال و صفات مین محمود ہے اسی سے ابتدا ہے اور اُسی کی طرف مرجع ہے ماضی و مستقبل و حاضر کا ہے تمام ملک و ملکوت اُسی کے قبضہ و تصرف مین ہے قال تعہ اللہ الذی لہ ما فی السموات الآیہ۔ ولیا رصادق الایمان کے واسطے اشارت ہے کہ سب آسمان و زمین میرا ہے جو کچھ چاہو مجھی سے طلب کرو نہ دوسرے سے اور جو مجھے چاہے وہ دوسری چیز طلب نہ کریگا واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمام خلق عالم جو کچھ ہے اسی کا ہے جسنے خلق مین سے کچھ چاہا تو اپنی کرامت سے کمتر خلق کی تجھ مین ہوا و جسنے وحدہ لا الہ الا اللہ خالق عز وجل کو طلب کیا تو وہ تمام خلق اسکے واسطے مسخر فرماتا ہے۔ پھر حق تعالے عز وجل نے کافرون کا حال بیان فرمایا یعنے رحمت اور قہر و صفات پاک کا ظہور دو قسم مین ہے اول اولیا مومنین طالب فنا و آخرت پس انکا حال بیان فرمادیا اور دوم اعدا مقہورین کافرین پس انکو بیان فرمایا فقولہ الذین یستحبون الحیوۃ الدنیا علے الآخرۃ۔ اسمین اشارت ہے کہ کافر شکین جو بظاہر لباس ایمان کے پردہ مین دنیا کی دولت و عزت و حرمت چاہتے ہین وہی خود گمراہ اور السیمر یہ ہونے والون جنھون کو گمراہ کرتے ہین۔ اولئک فی ضلال بعید یعنی قہر کی تاریکی مین گرفتار ہین اس سے کبھی نہین نکل سکتے ہین اور شیخ ابو علی جوزجانی رحمہ اللہ تعہ نے کہا کہ جسنے دنیا کو محبوب کر لیا اسپر راہ آخرت مسدود اور وہ اسکی راہ سے محروم کیا جاتا ہے اور جس نے آخرت ہی طلب کی اور اُسی کو اپنا مقصود ٹھہرایا تو وہ اپنی نجات کی طلب سے محروم کیا جاتا ہے اور جس نے راہ نجات کو طلب کیا تو وہ فضل [illegible] سے محروم کیا جاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ دقیق اشارہ نہایت قدر کے قابل ہے اللہم اہدنی وانفسی بہا وانت المطلوب انت ارحم الراحمین۔ پھر چونکہ عرب والے رسول کو کوئی فرشتہ اور کتاب کو کوئی غیر معروف زبان اور رسول کے لیے دنیا بھر کا مال و حشم اور ہدایت و معجزات رسول کے اختیار مین جانتے تو فرمایا

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ

اور نہین بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسکی قوم کی زبان کے ساتھ تا کہ انکے لیے بیان کرے پھر گمراہ کرتا ہو اللہ تعہ جس شخص کو چاہے اور

وَيَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ہدایت فرماتا ہے جسکو چاہے اور وہی سب قوت قدرت والا اور سب حکمت والا ہے

یعنی کتاب الٰہی اور وحی آسمانی رسول کی قوم کی زبان میں سنت الٰہی جاری رہی اور رسول فقط حکم بیان کرنے والا ہوتا ہے اور کسی مخلوق میں ہدایت پیدا کرنا یعنی تاریکیوں سے نور کی طرف نکل آنا یا منکر ہوکر اور زیادہ تاریکیوں کی طرف جانا اور کتاب جو نازل ہوئی اس سے فیض نہ پانا تو یہ ایجاد ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ عزوجل کی قدرت میں ہے اور اسکی مشیت پر ہے اور یہ مشیت سراسر حکمت ہے جس سے مخلوق عالم نہیں ہوسکتا چنانچہ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ حرف مِنْ زائدہ تاکید نفی و استغراق کے لیے رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ یعنی ہم نے کسی زمانہ میں کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسکی قوم کی زبان میں۔ اس سے یہ ظاہر کردیا کہ کبھی اللہ تعالیٰ عزوجل نے آدمیوں کے لیے کوئی جن یا فرشتہ رسول نہیں کیا بلکہ ہمیشہ آدمی ہی رسول بھیجا اور یہ کہ رسول بھیجنا برابر ہمیشہ سے جاری ہوا اور جو آدمی کہ رسول بنایا وہ احکام الٰہی کو اپنی قوم کی زبان میں لایا اگرچہ اللہ تعالیٰ عزوجل کا کلام صفاتی حروف وغیرہ سے پاک ہے لیکن جو وحی و کلام نزولی کہ رسول لایا وہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلام نزولی ہے حتی کہ اس کا منکر کافر مردود ہے مسئلہ قرآن مجید کی نسبت اگر کوئی شخص کہے کہ یہ آدمی کا کلام ہے تو کیا حکم ہے۔ جواب یہ کہ یہ شخص کافر ہے اور یہی حکم اس توریت کا جو حضرت موسےٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور انجیل کا ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی لیکن جو ترجمہ و تحریف شدہ اسوقت یہودیوں و نصرانیوں کے پاس ہے اسکا یہ حکم نہیں ہے اول تو بلاشبہہ اسکی تحریف ظاہر ہوئی اور دوم اپنی رائے کے ساتھ اسکا ترجمہ کرکے قطعی محرف کردیا۔ اب رہا یہ فائدہ کہ اسکی قوم کی زبان میں کیوں بھیجا تو فرمایا لِيُبَيِّنَ لَهُمْ تاکہ قوم والوں کے لیے صاف واضح بیان کرے یعنی قوم اس سے اچھی طرح نصیحت حاصل کریں مترجم کہتا ہے کہ اکثر مفسرین کو اس مقام پر اشکال نظر آیا اسطرح کہ قرآن پاک جب زبان عرب ہے بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں لغت قریش ہے تو آپ کی بعثت فقط قریش یا عرب کے واسطے ہوئی حالانکہ بالیقین آپ تمام مخلوقات آدمی بلکہ جن کے لیے مبعوث تھے پس اول میں یہ ثابت کرتا ہوں کہ آپ کی بعثت عام تھی پھر مفسرین کے جوابات اور تحقیق ذکر کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بیان اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہ اے لوگو بیشک میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف سب کی طرف پس جمیعا سے قطعی تاکید کرکے یہ احتمال دور کردیا کہ شاید الناس سے مراد فقط عرب ہوں کیونکہ یہ معنی مجازی ہیں اور تاکید سے حقیقی معنے لینا قطعی ہوجاتا ہے جیسا کہ بلاغت عربیہ میں بیان ہوا اور اس قاعدہ پر اجماع ہے۔ قولہ تعالیٰ وما ارسلناک الا کافۃ للناس۔ یعنے نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر تمام سب لوگوں کے واسطے۔ دیکھو اس میں کافۃ سے نہایت سخت تاکید فرمائی کہ کوئی فرد بشر اس سے نہیں چھوٹا اور کلام کو بطریق حصر کے فرمایا کہ یوں ہی تیری رسالت ہے اور کسی طرح احتمال نہیں ہے اور آیات دیگر قطعیہ موجود ہیں جن میں ارشاد فرمایا کہ قرآن پاک تمام عالمین کے ذکر ہے کقولہ تعالیٰ ان ہو الا ذکر للعالمین۔ اور مانند اسکے شواہد و آیات بہت ہیں اور تحدی بالقرآن جیسے آدمیوں کے ساتھ ہے ویسے ہی جن کے ساتھ ہے لقولہ تعالیٰ قل لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ہذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضہم لبعض ظہیرا۔ اور کثرت سے جنوں کو عدم ایمان پر ملامت فرمائی اور نصیبین کے جنوں کا ایمان منصوص ہے اور روایت صحیح میں ہے کہ بعثت الی الاسود والاحمر میں کالوں و گوروں سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور جابر رضی اللہ عنہ سے صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ چیزیں عطا ہوئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں عطا ہوئی تھیں ایک یہ کہ ہر نبی کی اقامت

مین رعب سے فتح دیا گیا اور تمام زمین میرے لیے مسجد اور طہارت کی چیز کر دی گئی اور غنائم جہاد میرے لیے حلال کر دیے گئے اور
مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہ کیے گئے تھے اور مجھے شفاعت عطا کی گئی اور پہلے نبی فقط اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور مین تمام
لوگون کی طرف بھیجا گیا۔ مترجم کہتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ روم کو اور بادشاہ فارس وغیرہ کو خط لکھا اور دعوت
فرمائی چنانچہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی صدق کے ساتھ ایمان لایا اور ہرقل نے تعظیم کے ساتھ کہلا بھیجا کہ حاضری سے معذور ہون
اگر وہان ہوتا تو مین قدم دھو کر پیتا اور بادشاہ فارس نے خط چاک کر دیا اور قاصد کو جھڑکا چنانچہ جب قاصد نے آکر حال بیان کیا
تو آپ نے فرمایا کہ یہ مجوس اسی طرح پارہ پارہ کیے جاوینگے جیسے میرے خط کو چاک کیا چنانچہ اسی زمانہ مین ملک مین فساد ہوا اور تمام
پارہ پارہ ہوئے یہان تک کہ اہل اسلام نے ایک عرصہ کے بعد ملک پر جہاد کر کے فتح کیا اور لوگون کو راہ اسلام کی ہدایت فرمائی۔
اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین وغیرہم اس بات پر متفق تھے ان مین کچھ بھی دوسرا قول نہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق
کی طرف رسول ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو آسمان والون اور
انبیاء سب پر فضیلت دی تو لوگون نے پوچھا پس فرمایا کہ آسمان والون کے حق مین کہا ہے ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذلک نجزیہ جہنم۔
اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ پس آپ کے لیے پہلے سے برات لکھ دی۔ پھر لوگون نے
پوچھا کہ انبیاء پر فضیلت بھی اپنی زبان سے بیان کر دیجیے تو کہا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل فرماتا ہو وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ۔ ہر
ایک پیغمبر کو اُسی کی قوم پر مخصوص رکھا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس پس آپ کو تمام آدمیون وجنون کی
طرف رسول بنا کر بھیجا۔ بالجملہ یہ امر قطعی اجماعی ہو کہ آپ کی بعثت عام و رحمت تمام ہو۔ پس مفسرین کو جو اشکال نظر آیا کہ قرآن پاک بزبان عربی ہونے سے
آپ کی بعثت خاص لازم آتی ہو اور انھون نے جوابات ذکر کیے وہ یہ ہین کہ قوم سے مراد وہ لوگ ہین جنکو اُس نے راہ حق کی دعوت کی اور اسی جواب کو
رازی و سراج وغیرہ مین اختیار کیا اور بیضاوی نے لکھا کہ قولہ الا بلسان قومہ یعنی اپنی قوم کی زبان مین جنمین سے وہ خود تھا اور انہین مبعوث ہوا تھا
لیبین لھم۔ جو حکم دیا گیا اسکو انسے صاف بیان کر دے تاکہ آسانی و جلدی سے اسکو سمجھ کر سیکھ لیوین پھر اسکو نقل و ترجمہ کر کے دوسرون کو سمجھاوین
کیونکہ قوم والے بنسبت غیرون کے رسول سے اولے و اقرب ہین کہ پہلے انھین کو دعوت کرے اور پہلے انھین کو راہ راست پر لاوے اور رب تبارک
و تعالیٰ کی معرفت سکھلاوے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بحکم قولہ وانذر عشیرتک الاقربین سب سے پہلے حکم ہوا کہ اپنے قرابتیون کو
انذار فرماوے اور اگر ایسا منظور ہوتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جو مختلف اُمتون و تمام عالمون کی طرف بھیجے گئے تھے اُن پر مختلف
زبانون کی کتابین نازل کیجاوین کچھ مشکل نہ تھی بلکہ ایک طرح کے معجزہ سے یہ بہت سہل کام تھا۔ لیکن اس سے کلمات مین اختلاف ہوتا
اور الفاظ و معانیہا کے حاصل کرنے اور اصول و فروع سیکھنے و کمال ثواب کے لیے اجتہاد کی قوت مین نفس کو تعب و رنج دینے کا موقع
ضائع ہو جاتا۔ مترجم کہتا ہے کہ بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کچھ اشکال ذکر نہین کیا۔ اور جمل حاشیہ جلالین مین کہا کہ اولے یہ ہو کہ قوم کے
معنے یہ لیے جاوین کہ رسول جن لوگون کی طرف بھیجا گیا پس دیگر انبیاء علیہم السلام کے حق مین یہ قوم اُسکی قرابتی ہونگی اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ
علیہ وسلم کی نسبت تمام عرب و عجم و مخلوق ہوگی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر قوم سے اسکی زبان مین خطاب کرتے اگرچہ یہ ثابت نہین ہوا
کہ آپ نے ترکی زبان مین کلام کیا کیونکہ کبھی کسی ترکی سے بات کرنے کا اتفاق نہین ہوا اور اگر ہوتا تو آپ اُس سے ترکی مین کلام کرتے اس جواب کو
غور سے سمجھ لینا چاہیے انتہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب بچند وجہ مخدوش ہے اول یہ کہ حضرت موسے علیہ السلام فرعون کی جانب

بھیجے گئے حالانکہ وہ اُنکی قرابت مین سے نہ تھا اور نہ اسکی زبان مین کتاب نازل ہوئی اور اگر کہا جاوے کہ فقط اسواسطے بھیجے گئے تھے کہ بحکم قولہ ان ارسل معنا بنی اسرائیل الآیہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ کر دے تو خلاف منصوص ہے کیونکہ صریح اسکو ہدایت کرنے کا حکم ہے اور ارسال بنی اسرائیل ایک ضمنی یا علٰحدہ حکم تھا۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو خط لکھا وہ عربی مین تھا و الکتاب کالخطاب خط کا حکم مثل کلام کرنے کے ہے۔ سوم یہ کہ اہل حبشہ سے کلام کیا مگر مروی نہین کہ زبان حبش ہو۔ علاوہ برین علماء کا اجماع بلکہ تمام کفار یہود و نصاریٰ کا اجماع ہے کہ آپ محض اُمی تھے اور صریح دلیل وحی قرآن کی ہے کہ آپ نے تمام اخبار امم ماضیہ و وقائع انبیاء وحی صریح سے بیان فرمائے وقال تعالےٰ لسان الذی یلحدون الیہ اعجمی وہذا لسان عربی مبین پس آپ عجمی زبانون سے واقف نہ تھے اگرچہ شان نبوت اور قدرت معجزات الٰہیہ مین یہ کچھ بھی چیز نہین کہ آپ تمام جہان کی زبانون مین کلام کرتے جیسے اللہ تعالےٰ عز وجل چاہتا تو تمام جہان کو راہ راست دیدیتا ولیکن ایسا نہین فرمایا ہے۔ اب مترجم کہتا ہے کہ صواب صریح و حق صحیح میرے نزدیک یہ ہے کہ یہان کوئی اشکال ہی وارد نہین ہوتا کیونکہ سیاق آیت کریمہ کا اصلی مقصود یہ ہے کہ رسول کو حق تعالےٰ اسواسطے بھیجتا ہے کہ قوم کو صاف بیان سے سُنادے پھر ہدایت دینا اور نہ دینا اُسکے قبضہ مین نہین بلکہ فقط اللہ تعالےٰ کی مشیت مین ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عام بعثت اس طرح مقدر ہوئی تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی تعلیم سے کامل مکمل ہو کر خلق کو ہدایت فرماوین جیسے قوم موسےٰ علیہ السلام مین بحکم قولہ ومن قوم موسےٰ امۃ یہدون بالحق الآیہ اور ایسا ہی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق مین فرمایا ہے اور انکی صفت مین تامرون بالمعروف الےٰ آخر الآیہ فرمایا اور اسی واسطے جہاد مین انپر فرض تھا کہ جس قوم پر جاوین اُسکو راہ حق کی طرف بلاوین اور سُننے و سمجھنے و ہر طرح اطمینان کرنے کی طرف توجہ دلاوین اور بلاوین پھر اگر نہ مانین تو جزیہ طلب کرین پھر جب کسی طرح نہ مانین تو تلوار نکالین اور فتاوے فقہ مین تعلیل بیان کی کہ اس زمانہ مین یہ دعوت اسوجہ سے واجب نہ رہی کہ اسلام و توحید سے سب لوگ خبردار ہو چکے ہین اور ظاہر ہے کہ بیان یہی ہے اور معجزہ خواہ قرآنی ہو یا اور کوئی ہو ہدایت کے لیے مشروط نہین یعنے آنکو لازمت نہین ہے چنانچہ بکثرت کافرون نے امم ماضیہ و حال مین سے معجزات دیکھے اور انکو ہدایت نہ دی گئی اور کرورون مخلوق نے رسول کو نہ دیکھا اور ایمان سے مشرف ہوئے اور بکثرت علماء عرب نہ تھے جنھون نے قرآن مجید کے معجزہ کو صریح پہچانا بلکہ کتابین تصنیف فرمائین اور مشرکین کی ماتحتی مین اسلام چھوڑ کر دنیا و جہنم نہ اختیار کی پس حاصل یہ ہے کہ آیت مین قصر از جانب لسان ہے یعنی ارسال مقصور بزبان قوم تھا اور دونون طرف سے قصر نہین ہے تاکہ قوم مقصور بزبان ارسال ہو جیسے کہ جو زبان رسول کی ہو اسی زبان والے امت رسول ہوون پس کچھ اشکال نہو اگر زبان عربی ہو اور جنکے اوپر ایمان لانا فرض ہو وہ عرب و عجم و جن تمام اصناف خلق ہین جیسے حضرت موسےٰ علیہ السلام کی رسالت مین ظاہر ہوا۔ البتہ آیت کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہر رسول اپنی قوم قرابتی کی زبان پر مبعوث ہوا تھا اور امام احمد رحمہ اللہ تعالےٰ نے مجاہد کے طریق سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بھیجا اللہ تعالےٰ نے کسی نبی کو مگر اسکی قوم کی زبان کے ساتھ یعنی ہر نبی اپنی قوم ہی کی لغت پر مبعوث ہوا ہے اور اسی طرف بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا بقولہ الذی ہو منہم یعنے اس قوم کی زبان مین جن مین سے رسول کی نسبی قرابت ہے۔ اور یہ اسواسطے کہ اول انذار انھین کو فرض ہے جیسا کہ بیضاوی سے نقل ہوا اور اسی وجہ سے فقہ و حدیث مین جہاد کی تفریع ہے کہ عرب کا جہاد سب سے اول روم پھر فارس پھر آگے ہے قال تعالےٰ قاتلوا الذین یلونکم من الکفار یعنی ان کافرون پر جہاد شروع کرو جو تم سے متصل ہین ولہذا عرب و فتح مکہ سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے روم پر توجہ نہین فرمائی پس اب معنے کلام الٰہی کے ظاہر ہو گئے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل نے کوئی رسول نہین بھیجا مگر اسی کی قوم قرابتی کی بان بولچال

کے ساتھ تاکہ وہ انسے صاف صاف حکم الٰہی بیان کردے فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ یعنے پھر انذار و بیان کے بعد اور حجت الٰہیہ قائم ہونے کے بعد جسکو اللہ تعالےٰ عزاسمہ چاہے گمراہ کرتا ہے یعنے ہدایت و سمجھ اور دل کی تاریکی نہیں کھولتا پس یہ حکم قولہ ہلک من ہلک عن بینۃ۔ جو ہلاک ہوا وہ واضح بیان و حجت کے انکار سے ہلاک ہوا۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اور جسکو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے یعنے ہدایت اُس میں پیدا کرتا ہے و قولہ یحییٰ من حی عن بینۃ۔ کا مصداق کردیتا ہے پس رسول نے اپنا کام ابلاغ کا پورا کیا اور باقی اختیار حق عزوجل قائم ہے جسکو چاہا وہ حق و باطل میں تمیز کرکے راہ نور پر آیا اور جسکو چاہا مردود فرمایا نعوذ باللہ من الضلال فائدہ لطیفہ فراء رحمہ نے کہا کہ زبان عربی میں جب ایک فعل کے بعد دوسرا فعل ذکر کیا گیا پس اگر سیاق یکساں نہو یعنے دوسرے کا شکل اول نہو تو دوسرے کا اعراب رفع بر بنا استیناف ہوگا یعنے دوسرے فعل سے جدید جملہ شروع ہوگا اور یہی ایک صورت متعین ہوگی مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ کہ اول پر دوم کا عطف روا نہیں ہے کیونکہ معطوف کا حکم معطوف علیہ ہوتا ہے اور فرض یہ کیا کہ نسق واحد نہیں ہے اور یہی آیت کریمہ میں ہے کیونکہ ارسلنا و لیبین بعد فیضل دوسرا فعل ہے جو اول پر عطف نہیں ہوسکتا کیونکہ رسول کا بھیجنا واسطے بیان کے ہے نہ واسطے گمراہ کرنے کے مترجم کہتا ہے کہ اسی واسطے ارسلنا بصیغہ تکلم ہے اور فیضل بصیغہ غائب چنانچہ ظاہری صنعت التفات از تکلم بغیبت کے ساتھ معنوی بلاغت اعجاز یہ کہ فعل اول میں رحمت ہے بدلیل قولہ تعالےٰ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین اور اسکو بشان تکلم بیان فرمایا اور دوم یعنے فقط فیضل بشان قہر ہے تو اسکو بصیغہ غائب کردیا اور اسم اللہ علم الذات فاعل مختار فرمایا اور یہ اسم اعظم جامع رحمت و غضب اور لطف و قہر ہے اور یہیں سے بعض اکابر نے کہا کہ آدمی دعا میں اوصاف الرحمن الرحیم الغفور الشکور وما نند انکے ذکر کرے صرف یا اللہ پر اکتفا نہ کرے کہ ذات باری تعالےٰ عزوجل پاک عالی متعالی بے پروا اور تمام مخلوقات سے متباین ہے زجاج رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اس مقام پر نصب فیضل بھی جائز ہے اور لیبین کا لام بمعنے انجام کار لیا جا یعنے ارسال رسول کا انجام بیان راہ نور اور راہ ظلمت ہے اسی لغت و زبان میں جو قوم سمجھتی ہے حتیٰ کہ انھوں نے رسول کا بیان سمجھ لیا اور باوجود اسکے مضل و ہادی وہی اللہ تعالےٰ سب مخلوق خالق ہے اور بیان کو ہدایت لازم نہیں ہے لیکن جب ہادی عزوجل اسکو سبب کردے مترجم کہتا ہے کہ تفسیر لغت و بیان کے یہی معنے ہیں اور اس سے ایک لطیف بات معلوم ہوئی کہ تفسیر و فہم میں بڑا فرق ہے چنانچہ ہو اللہ احد کی تفسیر لغت بالکل ظاہر ہے اسکے سمجھنے سے کوئی معذور نہیں اور ترجمہ اسکا کہ وہ اللہ اکیلا ہے بالکل ظاہر لیکن کفار کی فہم میں نہ آیا یعنی معنے کہ حق تعالےٰ عزوجل جو خالق افعال ہے اُس نے کافر کی عقل پر یہ فعل فہم کا پیدا نہ کیا اور مومن سمجھ گیا کہ رب تبارک و تعالےٰ نے اسکے فہم کو اس کلمہ کے ساتھ پیدا فرمایا یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ فیضل کو یہدی پر مقدم کرنا اسی لیے ہے کہ رسول کا بیان ایسے آدمی کے واسطے ہوتا ہے جو گمراہ و کج فہم ہوگیا پس جب عالم قدیم سبحانہ تعالےٰ نے اس مبہوت کو نہ چاہا تو اسکے حال پر باقی رکھا اور جسکے لیے چاہا اُسکے اندر فہم و ہدایت پیدا کردی۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ اور وہی عزیز ہے یعنے ایسا غالب زبردست کہ ممکن نہیں جو کوئی دوسرا اُسکے ملک میں تصرف کرسکے جو اس نے چاہا وہی ہوگا من یضلل اللہ فلا ہادی لہ جس مخلوق کی نسبت اس نے چاہا کہ تاریکی میں اندھا بھٹکے اسکو نور کی طرف لانے والا کوئی نہیں۔ و من یہدہ اللہ فلا مضل لہ اور جسکو اللہ تعالےٰ عزاسمہ نے راہ نور پر لانا چاہا اسکو بھٹکانے والی کوئی چیز نہیں ہے پس وہی ہے عزیز۔ الْحَكِيْمُ بڑا حکمت والا پس یہی حکمت ہے جو وہ فرماتا ہے لیکن مخلوق کی عقل ادنےٰ مخلوق اسکو کیا مجال ہے کہ خالق عزوجل کی عجیب صنعت کو پہچانے پھر کاوش ان کی نادانی ہے جو اس میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں کیونکہ آسمان چھو لینا آسان اور یہاں مجال کوشش محال ہے۔ ف فی العرائس قولہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم۔ اس میں اشارہ ہے کہ اولیاء کے لیے علٰحدہ علٰحدہ اشارات و اصطلاحات

بیان مین کہ اہل محبت کو انکے فہم کے موافق بیان سے معرفت مین لاتے مین اور اگر انسے ابتدا مین بزبان حقیقت کلام کرین تو وہ بالکل نہ سمجھین
پس ہلاک ہو جاوین پھر حقائق جس مرید کا نصیب اچھا ہو اسپر کشادہ ہوتے ہین اور بعض پر بسبب غیرت کے نہین کھلتے ہین ہم کلام پھر لیعنی و
بیان اور بعد اقرار کے اخراج نور اور عظمت و کبریائی الٰہی تعالےٰ کو آئندہ آیات مین بیان فرمایا

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ

اور بیشک ہم نے بھیجا تھا موسیٰ کو اپنی نشانیون کے ساتھ کہ نکال اپنی قوم کو تاریکیون سے طرف نور کے اور یاد دلا ان کو

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝

ایام اللہ تعالےٰ کے بیشک اس مین نشانیان ہین ہر صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لیے

یہ طریقہ رسول بھیجنے کا اور معجزات کے ساتھ راہ ظلمات سے نور کی طرف لانے کا اور باوجود بیان کے اکثرون کا منکر ہونا اور تاریکیون
مین سے باہر آنے سے انکار کرنا موافق مشیت الٰہی تعالےٰ کے واقع ہوا چنانچہ جامع واقعات عجیبہ قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مین
غور کرنے کا اشارہ فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اور بیشک ہم نے بھیجا جیسے تجھ کو افضل الرسل کر کے بھیجا ہے تجھ سے پہلے
موسیٰ موسیٰ بن عمران کو بطور اصل کے اور ساتھ ہارون کو بطور وزیر کے۔ بِاٰيٰتِنَآ اپنی آیات کے ساتھ یعنی توریت و انواع معجزات
و واقعات کے ساتھ جن کا بیان اول مین مفصل ہو چکا ہو اور بیان ارسال یہ کہ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ باہر لا اپنی قوم کو۔ یعنے طریقہ و آداب و
اعتقادات و شب و روز کا برتاؤ اور قلب کی حفاظت و دنیا مین آسانی و پاکیزگی کے ساتھ بسر کرنے کے باوجود رجوع بآخرت سب
ان کو بتلا دے تاکہ اللہ تعالےٰ عز وجل کی طرف رجوع لاوین مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ تاریکی سے نور مین ف یعنے سب
تاریک پردے حسب حیثیت رفتہ رفتہ دور فرماوے اور نور کی طرف وے لوگ آجاوین۔ واضح ہو کہ حق تعالےٰ عز وجل نور و
ظلمت سب سے پاک ہے ولیکن مخلوقات سے جب سیاہ پردے دور ہوتے ہین تب نور کے پردے نظر آتے ہین اور یہ قبولیت و
قرب حق تعالےٰ ہے جہان تک نور کے پردے اُٹھتے جاوین پھر او تعالےٰ نیک بندون سے نور کے پردے قیامت کو اُٹھا دیگا
و سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ۔ حاصل یہ کہ جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آیات کتاب کے ساتھ اپنی قوم کی زبان
مین بھیجا کہ اس سے اول قریش پھر عرب پھر تمام مخلوقات عالم تاریکیون سے باہر آکر نور مین آوین ایسے ہی متواتر ثابت ہے کہ ہم نے
حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آیات توریت و معجزات حسی کے ساتھ اسکی قوم کی زبان عبرانی مین بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو ظلمات سے نکالکر
نور کی طرف لاوے۔ ف حضرت موسیٰ علیہ السلام جن لوگون کی طرف بھیجے گئے وہ قبطی قوم فرعون اور بنو اسرائیل تھے اور چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
بنو اسرائیل مین سے تھے تو زبان اور توریت آپ کو عبرانی عطا ہوئی کیونکہ ظاہر ہوا کہ ہر رسول کو زبان اسکی قرابتی قوم کی ملی اگرچہ جن لوگون کی طرف
بھیجا گیا وے مختلف اقوام و مختلف زبان ہون پس زبان رسول مخصوص بقوم قرابت ہے اور ارسال مخصوص بقوم قرابت نہین ہوتا چنانچہ
ارسال حضرت موسیٰ علیہ السلام بجانب فرعون بھی تھا چنانچہ اوپر اسکی تحقیق بیان ہو چکی ہی فافہم۔ پھر چونکہ انسان پر غفلت آجاتی ہی
لہذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ بھی حکم دیا کہ۔ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ اور یاد دلا انکو ایام الٰہی یعنے جن ایام مین حق تعالےٰ عز وجل نے
وقتاً فوقتاً انپر متعدد انعام کیے اور طرح طرح کے معجزات قاہرات سے دشمنون کو زیر کیا جیسے عصا سے موسیٰ کے سحر عون کا مغلوب ہونا
اور ساحرون کا ایمان لانا اور طوفان و جراد و قمل و ضفادع و دم وغیرہ سے فرعونیون کا مقہور ہونا اور آخر کو بحیرہ قلزم مین عجیب قدرت و انعام

دکھلایا کہ انکو نجات دیکر فرعون کو غرق کر دیا پھر تظلیل غمام و انزال منّ و سلوے وغیرہ سے انعامات فرمائے غرضکہ انکو انعامات سے بجانب محبت خالق عز و جل و تفکر پاک شان حق تعالےٰ عز و جل کی طرف نکالا اور حضرت مجاہد و قتادہ وغیرہم نے کہا کہ ایام اللہ یعنے ایام انعام الٰہی سبحانہ و ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایام اللہ یعنے اللہ تعالےٰ عز اسمہ کی نعمتین اور ابن کثیر رح نے کہا کہ مرفوع حدیث مین بھی یہ تفسیر آئی ہے کما رواہ ابن جریر وغیرہ اِنَّ فِي ذٰلِكَ بیشک اس معاملہ مین یعنے جو نیک بندون بنی اسرائیل کے ساتھ نجات و فضیلت دینے کا کیا اور بدکارون فرعونیون کے ساتھ ہلاک کرنے کا کیا ہے لَاٰيٰتٍ نشانیان ہین یا عبرت ہین لِّكُلِّ صَبَّارٍ ہر بندہ صبر کرنے والے کے لیے جو سختی و مصیبت مین ایمان توحید پر ثابت رہے جیسے بنو اسرائیل باوجود قتل اولاد و تنگی رزق و طرح طرح کے مصائب کے صابر رہے۔ شَكُوْرٍ بندہ شکر گزار کے لیے جو راحت و نعمت مین حق تعالےٰ کا شکر ادا کرے صحیح مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان مروی ہے کہ مومن کا معاملہ سب کا سب عجیب عمدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ عز و جل اس کے لیے جو کچھ جاری فرماتا ہے وہ اسکے حق مین بہتر ہی ہو جاتا ہے اگر اسکو کوئی مضرت پہونچی اس نے صبر کیا تو اسکے لیے بہتر ہو گئی اور اسکو بھلائی پہونچی اس نے شکر کیا تو اسکے لیے بہتر ہو گئی قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ بہت اچھا وہ بندہ ہے کہ جب مبتلا ہوا تو صبر کیا اور جب انعام پایا تو شکر کیا۔ شیخ ابن جریر وغیرہ نے کہا کہ قولہ تعالےٰ وذکرہم بایام اللہ تمام گذشتہ امتون سے تا زمان حضرت موسی علیہ السلام جو وقائع گذرے تھے سب مراد ہین کیونکہ جب انکو کافرون کا ہلاک کرنا اور نیکون کا نجات دینا سنایا جاوے تو خوف و عبرت حاصل ہوگی۔ اور صبار و شکور کو خاص کرنا اسواسطے کہ اسی کو انتفاع ہوگا اور شاید کہ بندہ مومن کی ابتدائی دونون صفات کو ذکر فرمایا واللہ تعالےٰ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ وذکرہم بایام اللہ منجملہ اشارات کے شیخ نے ذکر کیا کہ اس سے ایام القدم اور ایام البقاء کا اشارہ ہے پس ایام القدم اولیت اولیہ ہے جو زمانہ و آفات سے پاک ہے وجود در وجود قبل وجود تھا اور ویسا ہی تھا جیسا کہ اب ہے پس خود بخود عاشق ہوا اور وجود مین جز وجود کچھ نہ تھا پس ایام قدم اسپر گذر گئے کہ بلا عشق بلموصوف و بغیر محب معروف و بدون حیران سکران و عارف مکاشف و مراقب مستانس تھا۔ ع فذکرت فرص الوصال وما شعرنا الا انصا لا ایام الفراق سے تذکرہ ایام او دہر اصالعا بقیت محزونا فما جت حزنی! اور رہا ایام البقاء تو آخر بیت آخریہ بلا مرور حدوث و علت اکوان ہین وہ لقاء سرمدی ہے وہ جمال احدی و وصال ابدی ہے کہ مشتاق کے مشہود و اہل شوق کے دیدار لقا ہے گویا اشارہ ہے کہ انکو ایام قدم یاد دلاوے کہ وہاں کی وجود سے فرح و سرور پاوین نیز اشارہ ہے کہ انکو ایام قدم یاد دلاوے کہ حسرت مافات انکو جوش مین لاوے یعنے ایام وصال عالم ارواح منجملہ ایام ازلی یاد کرین نیز انکو یاد دلاوے فرحت وصال اور خوف ہجران اون کیونکہ ان دونون کی شان عظیم و خطر جسیم ہے پھر حق سبحانہ تعالےٰ عز اسمہ نے ایام قدم کے فراق کی قدر ان بندون کے ساتھ مخصوص فرمائی جو صابر و شاکر ہین کہ فراق مین ہر مصیبت پر صبر کرتے ہین اور لطف فراق مین امید وصال باقی ہونے پر جان فدا کر کے شکر کرتے ہین بقولہ تعالےٰ ان فی ذلک لآیات لکل صبار شکور بعض مشائخ نے کہا کہ ایام اللہ وہ ایام ہین کہ جب اجسام مین حلول سے پہلے انکی ارواح صافی اور تجرید مین فرشتے کے ساتھ باقی تھین۔ اور بعض مشائخ نے کہا کہ شاکر بندے کی عاجزی ہے کیونکہ ہر شکر بتوفیق و انعام الٰہی ہے پھر شکر کے لیے شکر چاہیے پس وہ اپنے رب تبارک و تعالےٰ کے شکر کو عاجزی سے ادا کرتا ہے اور بعض نے کہا کہ ہر فہم و طاعت و اعمال حسنہ مفضل وصال بنعمت کمال کی امید ہے اور بندہ صراط مستقیم پر قائم ہو ہمیشہ اسکا شکر قائم نہین ہو سکتا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح افلا اکون عبدا شکورا مین صریح اشارہ ہے کہ باوجود تمام گناہ اول و آخر بخشے جانے کے آپ استغفار کرتے اور فرماتے کہ بندہ شکر گزار بنتا ہون یہ بعینہ شکر کہ جس کا اثر جو رہا پر مزید نعمت ہوتی جاتی ہے اور یہ شکر قدیم ہو رہا ہے اسکے جسکو

[illegible]

اللہ تعالے عز وجل معصوم فرما دے کہ وہ عاجزی بڑھاتا جاتا ہو اسلام پر ایمان واسپر احسان واسپر معرفت واسپر توحید ہو اور کافرون کی سمجھ سے
یہ سب بعید ہے واللہ ہو العزیز الحمید پھر استغنا و عظمت بیان فرمایا بقولہ

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ
اور یاد دلا کہ جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو کہ یاد کرو نعمتیں اللہ تعالے کی اپنے اوپر کہ تم کو چھٹکارا دیا فرعون والون سے
يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ وَفِي
کہ پہنچاتے تھے تمکو دیتے سخت عذاب اور ذبح کر ڈالتے تھے تمہارے بیٹون کو اور جیتا رکھتے تھے تمہاری بیٹیون کو اور اسمین
ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَ ع
تمہارے رب کی طرف سے انعام عظیم ہے اور جب صاف حکم دیدیا تھا رب نے کہ جب تم شکر کروگے تو مین تمہین زیادہ دونگا اور
لَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن
اگر تم کفر کروگے تو بیشک میرا سخت عذاب ہے اور کہا موسیٰ نے کہ اگر کفر کرو تم اور جو کوئی
فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝
زمین میں ہو سب کے سب تو اللہ تعالے بیشک غنی ہے پر اتعریف کیا گیا ہے

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ یعنے اور جب حضرت موسے علیہ السلام نے اپنی اس قوم سے کہا جسکی طرف ارسال مقصود تھا اور وہ بنو اسرائیل تھے اور یہ اس وقت کہا کہ جب فرعون و قبطیون کے ہلاک ہو جانے کے بعد یہ لوگ خود سلطنت کے مالک ہو گئے تھے کہ ۔ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ یاد کرو اپنے اوپر اللہ تعالے عز وجل کی نعمتین إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ فِرْعَوْنَ جب تم کو آل فرعون یعنے قوم فرعون سے نجات دی جن کا یہ حال تھا کہ ۔ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ تلاش کرتے و خواہش کرتے تمہارے لیے بُری طرح کا عذاب چنانچہ ابتدا سے سورۂ بقرہ مین بیان ہو چکا کہ بالکل قتل کر دینا نہ تھا بلکہ طرح طرح کے بُرے کام لیتے و خوار کر دیتے اور تنہا اسکو بڑا عذاب یہ تھا جو بالیقین حالت کے بیان فرمایا کہ وَيُذَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ اور جو لڑکا تمہارے بیان پیدا ہوتا اسکو قتل کر ڈالتے کیونکہ کاہنون نے فرعون سے کہدیا تھا کہ بنو اسرائیل مین ایک لڑکا ہوگا جو فرعون کی بادشاہت تباہ ہونے کا سبب ہوگا اور پیچھے کو فرعون نے خدائی دعویٰ کر لیا اور حضرت موسے علیہ السلام کی رسالت کے بعد بھی فرعون نے ان مین یہ قاعدہ جاری رکھا کہ لڑکے کو قتل کر لے ۔ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ اور لڑکیون کو زندہ چھوڑنے کہ جانتے کہ لڑکیان زندہ رہین مگر حقیقی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ انکو لونڈیان بنا کر خدمت لیتے اور شوہرون سے جدا کر دیتے ۔ باوجود اس کے بنو اسرائیل کو توفیق عطا ہوئی تھی کہ ایمان پر قائم رہے آخر اللہ تعالے عز وجل نے انکو دنیا مین بھی تمام اس وقت کے اہل عالم پر فضیلت دی کہ کوئی انپر غالب نہ ہو سکتا تھا ۔ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ اور اس معاملہ مین تمہارے رب کی طرف سے بلاء عظیم ہے یعنے انعام عظیم ہے اور لغت مین بلاء بمعنے انعام مستعمل ہے جیسے ... بعض علماء نے انعام سے تفسیر فرمائی کہ یعنے نجات دینا اور اس عزت پر پہونچانا بڑا انعام ہے اور بعض نے بلاء ابتدائی حالت جسکا بیان ہوا بلاء بمعنے ابتلا لیا یعنے اس مصیبت کے ... پہونچنے مین تمہارے رب کی طرف سے بڑا امتحان تھا ... حکم کرتا ہے ... اللہ تعالے ... فضل ہوا تاہم ظاہر تھا کہ فرعونیان کی

سختی مین انپر صبر و تسلین دی اور ثواب آخرت مہیا کر دیا اور بعد نجات کے سلطنت مین عدل و استقامت و شکر گزاری و طاعت تھی
اور ایک مقام پر بنو اسرائیل کے حق مین فرمایا۔ وبلوناھم بالحسنات والسیئات لعلھم یرجعون یعنی ہم نے انکو بھلائیون کے ساتھ اور
برائیون کے ساتھ دونون طرح امتحان مین مبتلا کیا کہ وے رب تعالے کی طرف رجوع لاوین۔ اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا
قول بیان فرمایا۔ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ اور جب اعلان دیدیا صاف صاف تمہارے رب تعالے نے لَئِنْ شَكَرْتُمْ
لَاَزِيْدَنَّكُمْ یعنی قسم اگر تم شکر کروگے اے بنو اسرائیل تو مین تمہارے لیے بڑھا دونگا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اور اگر تم ناشکری کروگے۔
اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ تو میرا عذاب سخت ہے اُسکے لیئے جو ناشکری کرے۔ انجام کار جو معاملہ بنو اسرائیل مین واقع ہوا وہ یہ تھا
کہ ایک مدت تک صلاحیت و پرہیزگاری پر رہے اُنکے علماء و فقراء و بادشاہ نیک نہاد صالح عادل رہے پھر یہ لوگ بگڑتے گئے
اور شہوات و فتنہ پھیلتے گئے اور پہلا فتنہ ان مین عورتون سے پھیلا کہ زناکاری و فجور و نافرمانی و ترک نماز و بداعتقادی بڑھتی گئی اور
اسوقت سخت عذاب مین کئی بار مبتلا ہوئے اور آخر مین ہمیشہ کے لیے خوار کر دیے گئے۔ ربیع بن انس رح نے فرمایا کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام
نے انکو آگاہ کیا کہ اگر تم اپنے رب کا شکر مانوگے تو تمہارے لیے اپنا فضل بڑھا دیگا اور رزق مین برکت و وسعت دیگا اور عالم پر تم کو
غالب کریگا اور سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمہارے بعض اس آیت مین تم کو دنیا کے مال و متاع پر نہ لے جاوین یعنے رب
تبارک و تعالے نے دنیاوی مال و متاع و عیش و راحت کی کسقدر قدر نہین کی کیونکہ دنیا اللہ تعالے عز و جل کے نزدیک اس سے کہین زیادہ
حقیر ہے بلکہ یہ معنے ہین کہ اگر تم طاعت و حسن معرفت کا شکر کروگے تو مین زیادہ معرفت دونگا شیخ عمر النسفی نے کسی ایک مشائخ سے یہ معنے
بیان کیے ہین اور یہ امر ظاہر ہے کہ دنیا کی وسعت و سلامتی مرد آخرت کو اسی وجہ سے زیادہ مرغوب ہے کہ وہ طاعت مین فارغ البال ہوتا
ہے اور جس نے ایمان و معرفت کی قدر نہ جانی وہ دنیا کی قدر کرنے مین جاہل ہے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر میری
نعمت کا شکر کروگے تو مین بڑھا دونگا اور اگر کفر کروگے اسطرح کہ نعمت چھپاؤ اور انکار کرو تو عذاب دنیا اسطرح ہوگا کہ وہ تم سے چھین لیجاوے
اور عذاب دیا جاوے اور کہا کہ حدیث مین آیا ہے کہ بندہ کبھی گناہ کے سبب سے جو اُس نے کیا رزق سے محروم ہوجاتا ہے وقال الامام احمد
حدثنا اسود حدثنا عمارة بن زاذان الصیدلانی عن ثابت عن انس رضی اللہ عنہ روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک
سائل گذرا آپ نے اسکے لیے ایک چھوہارے کا حکم دیا اُس نے حقارت سے نہ لیا پھر دوسرا آیا اسکے لیے آپ نے چھوہارے کا حکم دیا اُس نے
عزت سے لیا کہا کہ سبحان اللہ یہ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے پس آپ نے باندی کو فرمایا کہ ام سلمہ کے پاس جاکر چالیس درم
جو انکے پاس ہین لا کر اسکو دیدے۔ قال الحافظ تفرد بہ احمد وعمارة بن زاذان رجل وثقہ ابن حبان واحمد ویعقوب بن عثمان وقال ابن معین
صالح وقال ابوزرعة الرازی لا باس بہ۔ وقال ابوحاتم یکتب حدیثہ ولا یحتج لیس بالمتین قال البخاری ربما یضطرب فی حدیثہ۔ وروی عن احمد
ایضا انہ قال روی عنہ احادیث منکرة وقال ابوداؤد لیس بذاک وضعفہ الدارقطنی وقال ابن عدی لا باس بہ ممن یکتب حدیثہ۔ اور تفسیر قول
لئن کفرتم ان عذابی لشدید یہ ہے لئن کفرتم لاعذبنکم عذابا شدیدا ان عذابی لشدید پس ادب سکھلایا کہ کفران و نافرمانی پر فوراً عذاب مت کرو
چنانچہ یہ نہین فرمایا کہ اگر کفران کروگے تو تم کو عذاب کرونگا جیسے فرمانبرداری و شکر کی صورت مین اظہار فرمایا ہے بلکہ یون فرمایا کہ خوف کرو کہ میرا
عذاب سخت ہے پھر حضرت موسےٰ علیہ السلام نے تصریح کردی کہ یہ شکر یا عدم شکر تمہارے حق مین ہے اور اللہ تعالے عز و جل تمہاری طاعت و
معصیت سے پاک ہے کما قال تعالے وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اور کہا حضرت موسےٰ علیہ السلام نے کہ اگر تم کفر کرو بلکہ اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

تم اور زمین پر جو رہتا ہی یعنی تم اور تمام عالم جمیعًا یعنی سب کے سب ناشکرے و کافر ہوجاؤ تو تم اپنا ہی برا کروگے۔ اللہ تعالےٰ تمہارے شکر و ناشکری سب سے پاک ہی۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ اللہ تعالےٰ عزوجل بے شبہہ مستغنی و تعریف کیا گیا ہی۔ اور صحیح مسلم مین حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے رب تبارک و تعالےٰ کا فرمان ہمکو سنایا اور اسمین ہی کہ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے و پچھلے و آدمی و جن سب کے سب تم مین سے سب سے متقی ایک مرد کے قلب پر ہوجاوین تو اس سے میری بادشاہت مین کچھ نہین بڑھیگا۔ اے میرے بندو اگر تمہارے اگلے و پچھلے و انسان و جن سب کے سب ایک وسیع میدان مین کھڑے ہون اور ہر ایک آدمی اپنی اپنی آرزوئین مانگے کہ مین ہر ایک کو اسکی مرادین دیدون تو میرے خزانہ غیب مین اس سے کچھ کمی نہوگی مگر جیسے سمندر مین سوئی ڈبونے سے پانی مین کمی ہو یعنی کچھ بھی نہین الحدیث پس پاک ہی وہ غنی حمید اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ نے تاریخ مین اور ضیاء نے مختارہ مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع کلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روایت کیا کہ جو کوئی پانچ باتون کی توفیق دیا گیا وہ انکے مقابلہ مین پانچ نعمتون سے محروم نہوگا از انجملہ ایک یہ کہ جو کوئی شکر کی توفیق دیا گیا وہ زیادت سے محروم نہوگا اور حکیم ترمذی نے نوادر مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ جسکو شکر کی توفیق ہوئی وہ زیادتی سے محروم نہوگا۔ اور واضح ہو کہ مرد آخرت اول اپنے انعامات ایمان و احسان و معارف و طاعات کو مقدم کرکے شکر کرتا ہی پھر دنیاوی صحت و فراغت و جملہ نعمتون کا شکر کرتا ہی پس رب تبارک تعالےٰ سب مین زیادتی فرماتا ہی ف فی العرائس قولہ ان تکفروا انتم الآیہ۔ بیان فرمایا کہ ذوالجلال والاکرام پاک بے پرواہ ہی شاکرون کے شکر و کافرون کے کفر دونون سے اور شیخ نے لکھا کہ اسمین اشارت ہی کہ جب کہ وہ سبحانہ تعالےٰ مخلوقات سے مستغنی ہی تو پروا نہین کہ انکو بخشدے اور سب کو دریاے رحمت مین غرق کردے کہ محمود قبل وجود خلق کے بذات پاک ہی اور مخلوق اسکی حمد و شکر سے عاجز معلوم ہی شیخ ابوصالح رح نے کہا کہ غنی وہ ہی جو ہمیشہ تھا اور ہمیشہ ہی اور مخلوق سے اسکا غنا بڑھا نہین بلکہ مخلوق محتاج کو غنی کردیا اور وہ بذات پاک غنی حمید ہی شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ایمان مین تاثیر قرب حق تعالےٰ کی نہین اور کفر مین تاثیر دور کرنے کی و لیکن جاری ہوچکا جو ہوچکا سعادت و شقاوت سے ازل مین پس ظاہری کفر و ایمان کی صورت ہی نہ حقیقت اور در حقیقت حقائق وہ ہر فرد کے احکام مین جو زمانہ سے پہلے جاری ہوچکے۔ پھر حق سبحانہ تعالےٰ نے مشہور متواتر علم کے موافق شاکر و کافر کے اعتبار کرنے کو فرمایا۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۛ وَالَّذِيْنَ

کیا تم کو نہین پہونچین خبرین اُن لوگون کی جو تم سے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور وے جو

مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا

انکے پیچھے ہوے کوئی انکو جانتا نہین سواے اللہ کے لائے تھے انکے پاس ان کے رسول کھلی نشانیان پس پھیر لیے اُنہون نے

اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ

اپنے ہاتھ اپنے موہنون مین اور بولے کہ ہم منکر ہین اس چیز سے کہ تم بھیجے گئے ساتھ اسکے اور بالضرور ہمکو تو شک ہی

مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

ڈالنے والا شک ہے اس سے جسکی طرف تم ہم کو بلاتے ہو انکے رسولون نے انسے کہا کہ کیا اللہ تعالےٰ مین تم کو شک ہی وہ پیدا کرنے والا آسمانون

وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

و زمین کا وہ تم کو بلاتا ہی تاکہ تمہارے گناہون کو بخشدے اور تم کو باقی رکھے مقرری میعاد تک

قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ

بولے کہ تم نہیں ہو مگر بشر ہمارے مثل کہ چاہتے ہو کہ ہم کو روک دو ان چیزوں سے جنکو پوجتے رہے

اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

ہمارے باپ دادے پس لے آؤ کوئی کھلا غلبہ ہمارے پاس جواب دیا انکو انکے رسولوں نے کہ بیشک نہیں ہیں ہم مگر بشر مثل تمہارے

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ

ولکن اللہ تعالیٰ احسان کرتا ہے جس پر اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے اور ہم کو یہ کہاں پہونچتا ہے کہ ہم تمہارے پاس لا دیں کوئی سلطان

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ

مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے کہ ایمان والے بھروسا کریں اور ہم کو کیا ہوا کہ ہم توکل نہ کریں

عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ پر اور حالانکہ اس نے ہم کو ہماری راہ دکھلائی اور قسم اللہ تعالیٰ کی کہ ہم صبر کرینگے اسپر جو تم نے ہم کو اذیت دی اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝

کہ بھروسا کریں بھروسا کرنے والے

شیخ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ اپنی قوم سے کہا تھا اسی کا تتمہ یہ کلام بھی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ نے قولہ وذکرہم بایام اللہ کی تفسیر انتقام اللہ اختیار کی تھی اور یہ بھی عرب کی بول چال میں مستعمل ہے پس جو حکم تھا کہ بنی اسرائیل کو ایام اللہ یاد دلا دے یعنی اللہ تعالیٰ عزوجل نے اگلی امتوں قوم نوح وغیرہ پر دنیا کی صحت و نعمت وغیرہ کے اور رسولوں کے بھیجنے کے احسان کیے تاکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اور کفر کیا پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے جو عزیز منتقم ہے انکو کس طرح ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو یہ اخبار متواتر پہونچے پس انکو یاد دلانے سے عبرت ہوگی چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ قصص بیان کیے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس قول میں تامل ہے اور مجاہد وغیرہم سے ایام اللہ کی تفسیر انعام الٰہی مروی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں سے اللہ تعالیٰ نے مستقل امت محمدیہ کے لیے عبرت فرمائی ہو اور مؤید اسکا یہ ہے کہ کہا گیا کہ توریت میں عاد و ثمود کا قصہ نہیں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ توریت میں نہونا کچھ مضر نہیں ہے بلکہ رسول نے انکو آگاہ کیا اور وہ ایک امر انمیں متواتر معروف تھا لیکن الاظہر یہی ہے کہ یہاں سے کلام مستانف ہے پہلے عرب کو انکے سامنے موجود رسالت حضرت موسیٰ علیہ السلام و ان کا غایت مقصود کہ قوم کو ظلمات سے نور کی طرف لاوے بیان کیا جیسے قرآن مجید و رسالت خاتم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ہے اور کفران نعمت پر عذاب شدید ہونا اور اللہ تعالیٰ عزوجل کا غنی حمید ہونا ظاہر فرما کر عرب کو انکے اوہام پر ملامت فرمائی بقولہ الم یاتکم نبؤا الذین من قبلکم کیا نہیں پہونچی تمکو خبر ان لوگوں کی جو تم سے پہلے تھے یعنی خوب ظاہر متواتر خبر تمکو معلوم ہوا اور ان کا آغاز و انجام و انکا واقعہ عبرتناک یاد کروا اور بیان کیا کہ اگلی قوم نوح ایک قوم نوح تھی قوم عاد اور دوسری عاد جن میں حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے وثمود اور تیسری ثمود قوم جن میں حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے اور یہ عرب ہی میں تھے اور اسوقت تک انکی بستیوں کے نشان پائے جاتے تھے چنانچہ تبوک جاتے ہوئے قوم ثمود کی ویران بستی صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھی اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے انکو ارشاد فرمایا کہ اس قوم پر جانے مین دلیری مت کرو روتے ہوئے وہان جاؤ اللہ تعالے غنی حمید ہے اور جن لوگون نے قوم کے کنوین سے پانی بھر کر آٹا گوندھا اور ہانڈیان چڑھائی تھین جب پیچھے سے آپ مع اکابر صحابہ تشریف لائے تو ہانڈیون کی نسبت حکم دیا وہ لوٹ دی گئین اور آٹا جانورون نے کھایا اور لشکر کو حکم دیا چنانچہ روانہ ہو کر ایک کوس کے فاصلہ پر ایک کنوین پر اُترے اور فرمایا کہ یہ کنوان وہ ہے جس سے حضرت صالح و انکے ساتھی پانی پیتے تھے اور تالاب مین ناقہ کی راہ نالہ سے آمد کی اور دوسرے نالہ سے لوٹ جانے کی لوگون کو دکھلائی پس عرب ان آثار سے خوب آگاہ تھے اور واقعہ عاد و ثمود انمین معروف متواتر تھا صرف جہالت یہ تھی کہ انکو وجہ ہلاکت وغیرہ سے علم نہ تھا اور یہ بسبب کمال جہالت اہل عرب کے تھا جو جانورون سے کسی طرح برتاؤ مین کم نہ تھے سوا اسکے کہ سخاوت و شجاعت اور صدق و امانت انمین ذاتی جواہر بیش قیمت تھے۔ ابو مجلز سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہا کہ مین انساب عرب خوب جانتا ہون فرمایا کہ تو نہین بتا سکتا اُسنے کہا کہ نہین بلکہ مین بتلا سکتا ہون فرمایا کہ بھلا عاد و ثمود اور اصحاب الرس اور درمیان کی بہت پشتین جانتا ہے اُسنے کہا کہ مین ان سب کے انساب محفوظ رکھتا ہون پس آپ نے پڑھا قولہ تعالے۔ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ اور وہ لوگ جو ان اقوام نوح و عاد و ثمود کے بعد ہوئے جنکو کوئی نہین جانتا سوا اللہ تعالے عز و جل کے جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسکو پڑھا تو وہ شخص چپ ہو گیا۔ اور یہ بات بالکل یقینی ہے کہ کرورون آدمیون کے ہزار در ہزار کون محفوظ کر سکتا ہے سوا اللہ تعالے عز اسمہ کے لیکن اصول معروفین کا حال البتہ خاص خاص واقعات کا جو عام مشہور ہون بطور متواتر پہونچتا ہے اسی واسطے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ علم نسب کا دعوے کرنے والے جھوٹے ہین عروہ بن الزبیر نے کہا کہ ہم نے کسی کو نہ پایا جو معد بن عدنان کے اوپر نسب کے اجداد جانتا ہو یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اوپر قریب آٹھ پشت کے بعد جہانتک بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اس سے اوپر نسب معروف نہین ہے اور ابن عباس نے کہا کہ عدنان سے اوپر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تک تیس اجداد ہین کہ نسب انکا معروف نہین ہوتا۔ اگر کہا جاوے کہ پھر قوم نوح و عاد و ثمود کی خبر سے کیونکر انکو عبرت دلائی تو جواب یہ ہے کہ عاد یا ثمود کے رؤسا اور ان کی نسبی قرابت معلوم نہونے مین لازم آتا کہ عاد یا ثمود کا حال نہ معلوم ہو جیسے مثلاً کئی ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم معلوم ہین اور ہر ایک کے انساب کی تفصیل ہمکو نہین معلوم ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء وغیرہم بوجہ خبر متواتر کے قطعی معلوم مگر اولاد در اولاد ہر ایک کی جو اسوقت تک ہوئی فقط علم الٰہی عز و جل مین ہے کوئی نہین جانتا ہے بالجملہ عاد و ثمود کا واقعہ ایسا ہولناک تھا کہ جو بمثل طوفان نوح کے متواتر مشہور رہا اور بعد کے درمیانی قرون مین بھی شاید رسول آئے جنکا علم اللہ تعالے عز و جل کو ہی ہے پس اللہ تعالے عز اسمہ نے ان سب کا خبر دینا کہ انکا حال اسطرح بیان فرمایا کہ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ اُنکے پاس انکے رسول مع بینات کے آئے یا بینات البینۃ سے صاف صاف حق راہ نور اور باطل راہ ظلمات ظاہر کر دی اور معجزات قاہرہ دکھلائے پس انہون نے رسالت صاف بیان کر دی پس فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ پس ان قومون نے اپنے اپنے رسول کو جھٹلایا۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ عرب کوئی شخص نہین مانتا اور جواب نہین دیتا تو کہتے ہین کہ رد یدہ فی فیہ۔ اپنے منھ پر ہاتھ رکھ لیا پس ضرب المثل ہو گیا اور معنے یہ کہ قوم ایمان نہ لائی اور رسول کی بات نہ مانی۔ اخفش نے بھی ایسا ہی کہا ہے قتیبی نے اس محاورہ مین کلام کیا اور کہا کہ مراد یہ ہے کہ قوم نے دانتون سے اپنے ہاتھ دبا لئے اور یہ بسبب غیظ و غضب کے ہوا کیونکہ رسول نے شرک کو برا کہا اور اُن کے بتون کو باطل بتلایا اور انکے افعال کو مذموم و قبیح کہا اور یہ مثل قولہ تعالے عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ اور یہان بجاے انگلیون کے ہاتھ

فرمایا جسمین دلالت ہے کہ سخت غصہ مین ہاتھ چباتے تھے اور باطل خیالات واعتقادات پر ایسے جمے تھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالے نے یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بروایت ابوالاحوص وابو ہبیرہ نقل کی اور کہا کہ اسی کو عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اختیار کیا۔ اور لکھا کہ مجاہد ومحمد بن کعب وقتادہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ قوم نے رسول کو جھٹلایا اور اپنے مُنھ سے اُن کے نصائح کو رد کر دیا۔ ابن جریر نے کہا کہ فی افواھھم اس صورت مین بمعنے بافواھھم ہے اور اسپر شعر عرب سے شاہد نقل کر دیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس قول کی تائید آخر آیت سے ظاہر ہے کہ خاتمہ کلام پر فرمایا۔ قالوا انا کفرنا بما ارسلتم به وانا لفی شک الآیہ پس گویا فردوا ایدیھم فی افواھھم کی یہ تفسیر ہے عوفی رحمۃ اللہ تعالے نے ابن عباس سے روایت کی کہ جب قوم نے اللہ تعالے کا حکم وکلام سُنا تو اس سے مضحکہ و تعجب کیا اور اپنے ہاتھ اپنے مُنھون پر رکھ لیے اور جواب دیا۔ وَقَالُوٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ یعنے جو تم لائے ہم اُس کی تصدیق نہین کرتے کہ ہین اس مین قوی شک ہے بعض نے کہا کہ قوم نے اپنے ہاتھ اپنے منھ پر رکھکر رسولون کو اشارہ کیا کہ خاموش رہو بعض نے کہا کہ اپنے ہاتھ رسولون کے منھ پر رکھے کہ مت کہو۔ مترجم کہتا ہے کہ قول اول یا دوم اقرب ہے۔ پھر اگر کہا جاوے کہ انھون نے اول کفر ظاہر کر دیا پھر کہا کہ شک قوی ہے۔ تو جواب یہ کہ انکار کیا اور آخری مرتبہ یہ کہ قوی شک سے خالی نہین ہے اور مترجم کے نزدیک انکار وکفر تو انکو رسول کے ساتھ تھا اور شک اللہ تعالے کے ساتھ تھا اور یہ خود مصرح ہے پھر پریشان جدا باتین بکار ہین۔ آیت سے ظاہر ہے کہ ان اقوام مین ویسی ہی جہالت تھی جیسے اسوقت نیچر کے خیالات والے ہین جو اللہ تعالے کے وجود سے منکر ہین اور عاقل اس مقام پر قطعی یقین کے ساتھ اللہ تعالے کی قدرت کا تماشا دیکھتا ہے کہ بیشک ہدایت اسی کی عجیب نعمت ہے کہ اسقدر ظاہر سے یہ لوگ منکر ہین۔ لہذا جواب مین رسولون نے بیان فرمایا۔ قَالَتْ رُسُلُهُمْ انکے رسولون نے کہا اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ کیا تمکو اللہ تعالے مین شک ہے۔ نہایت تعجب وملامت سے فرمایا۔ اسی واسطے تو دیکھتا ہے کہ امام الموحدین ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہے کہ توحید پر ایمان نہ لانے مین کوئی معذور نہین ہو سکتا کیونکہ وہ نہایت واضح ہے پھر اسکے ساتھ دلالات محسوسات سے تعریف فرمائی بقولہ۔ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عدم سے وجود مین لانے والا آسمانون وزمین کا۔ یعنے سب چیز محسوس کا جو ان دونون کے درمیان مین ہے پس اپنے خالق ذوالجلال سے انکار کیونکر کرتے ہو جس نے تم کو عدم سے پیدا کیا اور ہوش گوش مال واولاد سے تمپر احسان کیا۔ يَدْعُوْكُمْ وہ تم کو بلاتا ہے اپنی راہ نور کی طرف لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ تاکہ بخشدے تمھارے ہی لیے تمھارے گناہون کو۔ یعنے ہم تم کو نہین بلاتے بلکہ ہماری رسالت سے وہی تم کو ایمان توحید کی طرف بلاتا ہے اور حرف من بقول ابوعبیدہ صلہ زائدہ ہے پس اگلی امتون کے واسطے بھی ایمان سے سب گناہ معاف ہو جاتے تھے جیسے اس امت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے بقولہ تعالے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا اور یہی اخفش رحمۃ اللہ تعالے کا قول ہے سیبویہ وجمہور بصریین نے جملہ مثبت مین من زائد نہین جانا تو تبعیضیہ ہوا پس اس صورت مین یا تو بعض کے ذکر سے سب گناہ کی بخشش مراد ہو یعنے تم سے جو اسوقت تک شرک ہوا اسکو بخشدے تو باقی گناہ بدرجہ اولے بخشے جاوینگے اور یا یہ ہو کہ تمام گناہون کی بخشش مخصوص اس امت سے ہو اور اگلون کے بعض معاف ہوتے ہون اور بعض نے کہا کہ من نہ زائدہ ہے نہ تبعیضیہ ہے بلکہ بدل کے معنے مین ہے یعنے تم کو بخشدے بعوض تمھارے گناہون کے یعنے عذاب کے عوض تمپر رحمت فرماوے پس سب گناہ معاف ہونا لازم ہوگا اور امت محمدیہ کے لیے صریح آیات واحادیث مین منصوص ہے کہ کافر نے چاہے کوئی گناہ کیے ہون اسلام سے معاف ہو جاتے ہین ولیکن قرضہ ادا کرے اور اگر وسعت نہ پائے تو امید ہے کہ اللہ تعالے قیامت مین

اس سے بھی اسکو نجات دیوے جیسا کہ احادیث مین دلیل موجود ہے بالجملہ رسولون نے قوم سے کہا کہ تم کو اللہ تعالیٰ مین شک کی
گنجائش نہین اور ہمارے رسول ہونے مین بھی شکایت کرو ہم اپنی طرف سے نہین کہتے ہین بلکہ وہی ہماری زبان سے تم کو اپنی راہ کی
طرف بلاتا ہے تاکہ گناہون کے عذاب کے بدل تمپر رحمت و مغفرت فرماوے۔ وَيُؤَخِّرَكُمْ اور تاخیر دے تم کو بدون عذاب دنیاوی
کے۔ اِلٰٓى اَجَلٍ ایک مدت تک مُسَمًّى جو علم الٰہی مین تمہارے نیک چال چلن کی صورت مین مقدر فرمائی ہے یعنی اگر نہ مانو گے
تو اس مدت سے پہلے ہی تمپر دنیاوی عذاب کا خوف ہے پھر کبھی عذاب سے رہائی نہ پاؤگے۔ اس جواب پر قوم نے یہ شبہہ کیا کہ
اللہ تعالیٰ اگر رسول بھیجتا تو ملائکہ وغیرہ کو بھیجتا اور اُسکے لیے سلطنت و دولت و عیش و آرام ہوتا اور سب پر اُسکو غلبہ و شوکت و
سلطنت ہوتی چنانچہ انکا جواب یہ ہے۔ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا کہنے لگے کہ نہین ہو تم مگر آدمی ہمارے مثل اور اگر اللہ تعالیٰ
چاہتا تو ملائکہ بھیجتا تم کو ہمپر کچھ فضیلت نہین بلکہ تم تو ہم سے زیادہ مفلس ہو جیسے قریش کہتے کہ اللہ تعالیٰ قرآن اتارتا تو مکہ یا مدینہ مین سے کسی
بڑے رئیس مالدار سلطان پر اتارتا۔ اور یہ نہین دیکھا کہ رسول کو دنیا کی کچھ خواہش نہین ہر وہ صفت خلوص کے ساتھ نیک اخلاق و
اعمال بتلاتا ہے بلکہ یہ وہم کیا کہ ہم جو طرح طرح کی بداعمالیون سے خوب روپیہ کماتے ہین اور بتون کی مہربانی سے خوش و خرم ہین اُس سے ہم کو
روکین چنانچہ صاف کہا کہ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا تم چاہتے ہو کہ ہم کو روکو۔ یعنے جن دیوتاؤن
کے ہمارے باپ دادا معتقد تھے اور پوجا کرتے تھے اس سے ہمکو باز رکھو اور تم بزرگ بن بیٹھو ہم تمہاری بات کبھی نہ مانینگے۔ فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ
یعنے اگر تم سچے ہو تو ہمپر کوئی کھلی حجت و غلبہ ظاہر لاؤ ہر ایک نے اپنی اپنی ہوسات کے موافق مانگا جیسے مثلاً قوم ثمود نے اونٹنی پہاڑ سے و مانند
اسکے حالانکہ انبیاء معجزات لائے تھے مگر عناد سے انپر التفات نہ کیا۔ اور اگر عقل ہوتی اور قسمت مین سعادت ہوتی تو انکی راہ سمجھکر عظیم قدرت سے
دیکھتے پھر عجب کہ اونٹنی وغیرہ جن معجزات پہ ہٹ کی تھی اسپر بھی ایمان نہین لائے تب عذاب سے ہلاک کیے گئے کیونکہ حق تعالیٰ نے حکم کر دیا کہ
جو قوم اپنی ہٹ مانگے پھر دیے جانے پر ایمان نہ لاوے تو عذاب کیجاوے بالجملہ رسولون کا جواب نقل فرمایا۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ انکے
رسولون نے انکو جواب دیا کہ۔ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہم نہین ہین مگر تمہارے مثل آدمی یعنی صورت و ہیأت مین بلاشبہہ ہم بھی
تمہاری طرح ہین اس سے ہم انکار نہین کرتے ہین۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ولیکن اللہ تعالیٰ عز اسمہ
احسان کرتا ہے جسپر چاہتا ہے اپنے بندون مین سے۔ پس اُسکو اپنی قدرت سے جسطرح چاہتا ہے نبوت و رسالت دیدیتا ہے اس مین
رسول کی عبادت وغیرہ کو کچھ دخل نہین بلکہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ اس کلام سے صریح معلوم ہوا کہ جن بیوقوفون نے زعم کیا کہ
آدمی کی نیکوکاری و فرمانبرداری سے اسکو نبوت ملجاتی ہے محض کفر و حماقت ہے بلکہ نبوت و رسالت کا درجہ فقط اللہ تعالیٰ کا فضل و
امتنان و رحمت و احسان ہے کیونکہ نبوت کا حکم قدیم تھا جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپکو نبوت کس وقت پر ہوئی
آپ نے فرمایا کہ مین نبی تھا اسوقت کہ ہنوز آدم درمیان پانی و مٹی کے تھے پس ظاہر ہے کہ اسوقت اعمال و طاعات کہان تھین اور
اہل السنۃ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اسپر اجماع ہے اور صریح آیات اسپر دلیل ہین حتے کہ جو کوئی سمجھے کہ نبوت اپنی کوشش سے حاصل ہو سکتی ہے
وہ کافر ہے۔ واضح ہو کہ جاہلون نے انبیاء کو صورت و شکل دیکھکر اپنے مثل خیال کیا حالانکہ یہان زمین و آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے
مولوی روم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے خوب کہا ہے۔ ہمسری با انبیاء برداشتند ۔ اولیاء را ہمچو خود پنداشتند ۔ اور یہ ایک عجیب صنعت الٰہیہ ہے
جہان عارف و عاقل کی عقل حیران ہے اور چونکہ پانی اور دودھ کی صورت چاہے یکسان ہو مگر بڑا فرق ہے اس سے کہین زیادہ فرق کفر و ایمان مین

ہو اور وہ بغیر عقل و ہدایت آلہی کے ظاہر نہیں ہوتا لہذا انبیار علیہم السلام نے کافرون کو سمجھایا کہ ہان صورت مین ہم تم یکسان ہین ولیکن معنے کو بھی غور کرو اور وہ اللہ تعالے کی منت و فضل ہے جو اُسنے اپنے بندہ رسول پر فرمایا پھر معجزات کا جواب دیا کہ۔ وَمَا كَانَ لَنَا اور ہمکو یہ نہین پہونچ سکتا کہ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ ہم تمھارے پاس کوئی سلطان یعنی معجزہ لاوین۔ یا جو آیات واحکام و معجزات ہم لائے ہین یہ ہماری طرف سے نہین ہین۔ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر باجازت و حکم آلہی یعنی خالق قادر مختار وہی ہے جو وہ چاہتا ہے وہ ہوتا ہے پس اس مین انکو صحیح معرفت و توحید سکھلائی کہ بندہ خالق و مختار نہین ہے بلکہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالے عزوجل چاہتا ہے۔ وَعَلَى اللّٰهِ اور فقط اللہ تعالے ہی پر۔ فَلْيَتَوَكَّلِ چاہیے کہ توکل کرین۔ الْمُؤْمِنُوْنَ وہ بندے جو ایمان لائے ہین۔ مومنون کو اس سے تعلیم توحید مقصود ہے اور خود انبیار علیہم السلام نے اپنی ذات کو بھی انھین مین داخل کیا چنانچہ فرمایا۔ وَمَا لَنَا اور ہم کو کیا ہے کہ۔ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ بھروسا نہ کرین اللہ تعالے پر۔ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا حالانکہ اُس نے ہم کو ہماری راہ کی ہدایت کی۔ یعنے راہ مستقیم جس سے ہم اُس کی رضوان و رحمت کو پاوین پس جیسے اُس نے ہم کو اس راہ کی ہدایت فرمائی ویسے ہی ہم اسی پر بھروسا کرتے ہین کہ وہ ہم لوگون کو تمھارے فتنہ و فساد سے بچاوے گا کیونکہ تمھارا مکر خود تمھارے حق مین وبال ہوگا اور ہوتا وہی ہے جو وہ چاہتا ہے لہذا فرمایا۔ وَلَنَصْبِرَنَّ اور قسم ہے کہ ہم ضرور صبر کرین گے۔ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا اس اذیت پر جو تم سے ہم کو پہونچتی ہے۔ جیسے جھوٹا بنانا اور عناد و ہر طرح کی دشمنی اور ٹھٹھول و زبان و ہاتھ سے ہر طرح کی تکلیف دہی وغیرہ پس تمھارے نفوس ان بد اعمال کا سبب ہین جن کا انجام قہر آلہی ہے اور مومنون کے حق مین یہ امتحان ہے جس پر صبر کرنے سے انکو رضوان و رحمت ہے پس مضبوط عزم بیان کیا کہ ہم تمھاری اذیت پر صبر کرینگے۔ وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالے ہی پر۔ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ چاہیے کہ بھروسا کرنے والے بھروسا کرین۔ پس معنے توکل کے یہ ہین کہ نتیجہ و انجام کی اللہ تعالے کی طرف سے دلجمعی ہونا۔ اور ظاہری بول چال مین یہ گفتگو وا ہے کہ تم نے ہم کو ایذا دی لیکن یقین رہے کہ خالق اللہ تعالے ہے اور موذی کا نفس کاسب فعل ایذا روہی ہے بعض نے کہا کہ مومنون کے توکل سے یہ مراد کہ اپنے دل مین یقین لاوین اور دوسرے مقام پر متوکلین کے توکل سے یہ مراد کہ پھر کسی آزار وایذا کے پہونچنے سے توکل مین اضطراب نہو بلکہ خالق عزوجل پر بھروسا برقرار رکھین۔ ف فی العرائس قولہ تعالے فاطر السموات والارض الآیہ علم آلہی محیط ہے کہ حوادث مخلوقات مین کوئی آنکھ نہین جو قدم کو دیکھ سکے پس اپنی قدرت سے نشانیان ہر طرح کی پیدا فرمائین تاکہ قدرت کے واسطے سے چشم مخلوق اسکو پردہ التباس سے دیکھے چنانچہ اس قدرت کی طرف ارشاد فرمایا بقولہ فاطر السموات الآیہ۔ پس انکو اپنی قدرت سے صنعت عجیب پیدا کیا اور آثار عزت سے انکو چشم انسان مین اتنا بڑا عظیم کر دیا اور جب ایمان باللہ عزوجل سے قلب کی آنکھ کھلی اور اُسنے دیکھا تو کہتا ہے ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ بلکہ عجائب انوار قدرت اس سے ظاہر ہوتے ہین و قولہ یدعوکم لیغفر لکم تمھارے نفوس سے تمکو اپنے آثار قدرت دیکھنے کو بلاتا ہے پس بندۂ مومن اپنے نفس کو مطیع کرتا ہے اور کافر اپنے آپ کو نفس کا مطیع رکھتا ہے پس دعوت حق تعالے عزوجل اُسنے قبول کی جس نے نفس کی پیروی چھوڑ کر قدرت کا مین ناظر کی اور قلب حاضر کے ساتھ یقین بڑھا اور حق عزوجل نے عارف کو درجات صفات سے ترقی دیکر مشاہدہ آیات قرب کو پہونچایا پس قولہ یدعوکم لیغفر لکم کے یہ معنے ہین۔ اتنی بات پر مغفرت فرمائی کہ ان آیات کے واسطے سے اسکو انھون نے دیکھا حالانکہ نظر فکر دیکھو تو کون گناہ اس سے بڑھ کر ہے کہ اوسبحانہ ذوالعظمۃ والکبریا خلاق علیم کو کسی واسطے سے طلب کیا جاوے سبحان اللہ وبحمدہ تمام وجود اسکے وجود مین حیران ہے اور اسکی بخشش جود تمام وجود مین غائب ہے اور یہ تو بالاثر ہا کہ جو وجود مین پیدا فرمایا ہے پھر غور کرو کہ یہ اشارہ ہے کہ تمکو بلاتا ہے اس لیے کہ اسکے پیچانو اسطرح کہ اپنے نفوس کو بھی پہچانو اور دیکھو وہ

سراسر گناہ ہے اور جب تم نے اپنے نفوس کو پہچانا تو تمہاری تقصیرات اُسکے فضل مغفرت سے بڑھکر طاعات ہو جاوینگی شیخ نوری نے کہا کہ خلق کو بذات خود اپنی ذات کی طرف بلایا اور اپنے ناموں سے پاک ہین سے فاطر ذکر فرمایا کہ مفطورات و مخلوقات مین کسی چیز سے تعلق پیدا نہ کرین اور اشارہ فرمایا کہ فاطر آسمانون و زمین کا مین ہون ان مین کی چیز چاہو تو میرے پاس ہے اور اگر تم مجھے چاہو تو اُن کی طرف التفات مت کرو اور ان سے پھر کر میری طرف آؤ۔ بعض نے اس دعوت مین جس کا ثواب مغفرت عظیمہ ہے یون کہا کہ اللہ تعالے نے کسی کو اپنی طرف نہین بلایا اور نہ انبیاء نے اُس کی طرف دعوت فرمائی اور جو کوئی بلایا گیا وہ اپنے حظ و نفع کے لیے بلایا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ مقصود شیخ کا یہ ہے کہ ابتدائی دعوت گرفتاران نفس کے حظ النفس ہی کے لیے ہوتی ہے پھر جب کسی قدر اُن کی آنکھین روشن ہوئین تو انکے افعال مین اللہ تعالے کے واسطے خلوص ہوتا ہے کہ خود اُس کی درگاہ مین یعنی اپنی فناگاہ کی تمنا مین حاضر ہوتے ہین واللہ تعالے اعلم۔ قال الشیخ وقوله تعالے قالت لهم رسلهم ان نحن الآیہ سوا تخصیص وامر جلیل ہین برابری صنعت عظیمہ الہیہ کی طرف سے واقع ہوئی ہے ولیکن اُسبحانہ تعالے نے رسالت ونبوت وولایت کے لیے بندون مین سے جسکو چاہتا مختار کرتا ہے اور یہ اختیار وہی ہے جو ازل مین واقع ہوا اور اسی کا اب ظہور ہوتا ہے اور اسوقت کسی کا یہ وجود طاعت ومعصیت موجود نہ تھا پس اس نے اپنے علم قدیم سے جسکو چاہا (چن لیا) خلعت کرامت وولایت مرحمت فرمایا ہے وہی استعداد معرفت رکھتے ہین اور وہی عبودیت قبول کرنے کے لائق ہین اور وہی دیدار و مشاہدہ کے لیے مختار ہین اول تو تعریف تو واضح ہے اور دوم خلعت حقائق ہے شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے اپنے خواص بندون پر اس کثرت سے احسانات فرمائے ہین وہ شمار سے باہر ہین اور وہی انکی شکر گزاری سے عاجز نہ شاکر ہوتے ہین از انجملہ چند یہ ہین کہ اول انکو توحید سے مشرف کیا پھر معرفت دی پھر ان مین رسول بھیجے پھر انکو اپنا بندہ نام رکھا پھر یہ سانس ہین انکے اوپر ایک نعمت ہے پہچانین یا نہ پہچانین سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تلاوت قرآن مجید واسکی سمجھ بھی بندے پر ایک بڑا احسان ہے۔ استاد رحمہ اللہ تعالے نے خلاصہ تفسیر فرمائی کہ ہم تمہاری صورت کے آدمی ہین ولیکن ہم پر اس نے ایک کان دل دیا اور معرفت اور تمکو نہین دیا اور ہم کو اپنی رحمت کے واسطے خالص کیا اور تمکو قہر کے واسطے مردود کیا۔ قوله تعالے ومالنا ان لانتوکل علی اللہ الآیہ۔ اول آیت مین حق سبحانہ تعالے نے اپنے رسولون سے خبر دی کہ انہون نے اقرار کیا کہ ہم اور رب تبارک وتعالے کی مملکت مین تصرف کا اختیار نہین اور ہم کوئی معجزہ نہین لا سکتے ہین مگر جب وہی کہ وہی ملک مین تصرف فرماوے اور اس مین آگاہ فرمایا کہ انہون نے قوم کی ایذا و آزار کے تحمل سے بھی عاجزی کا اعتراف کیا اور اسی کی طرف رجوع لائے کہ اسی نے ہم کو معرفت نفس و اُس کی ہستی کو راہ نور مین ظاہر کیا اور وہی ہادی اولیاء و ناصر اصفیاء و معین ابرار ہے یہی ہمارا توکل ہے جو اُس نے پیدا کر دیا اور تمہاری ایذا سے تحمل ایک ظہور قہر یا ستا ہے کیونکہ تم مظاہر قہر ہو پس ہم اسی کی طرف رجوع لاتے ہین کہ متحمل ہون پس ہمارا توکل نہ ہمارے ساتھ ہے بلکہ اُسی کے ساتھ ہے اور قوله سبلنا یعنی اُسی سبیل ان کی جانب ہے جو الی صراط العزیز الحمید وہی راہ مستقیم واحد ہے اسمین اشارت ہے کہ ہر ایک کے نفس کا مرجع بقدر وسعت وہی ہے۔ قول شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل کی طرف راہین بعدد انفاس خلائق ہین اور سب بند ہین صرف اسی نفس کی راہ کھل جاتی ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے کو اختیار کیا۔ پس شیخ نے اسی معنے کو اشارة قرار دیا ہے اور کہا کہ جن لوگون نے ان راہون کو اختیار کیا تو اپنے رب تبارک وتعالے کو ورا اس راہ کے پایا اقول یہ مقام مشکل ہے اور واللہ اعلم معنے یہ ہین کہ راہین پردہ عبودیت ہین اور اللہ تعالے راہ ورائی دونون سے پاک ہے ولیکن کشف حجاب بندہ کی اسی راہ پر منحصر ہے اور تو نے دیکھا کہ ایک راستہ دین کو فرائض و واجبات ادا کرنا روح کے واسطے کسقدر دور دراز سفر طے کرنا ہوتا ہے اور یہی راہ وہی مسافر ہو تو ہم اسی واسطے شیخ نے کہا کہ جب اس راہ پر چلے اور ہم نے مقامات و ذات کی معرفت پائی تو ہم اسی پر توکل کرتے ہین اور نہ اپنے نفس پر قائم شیخ [illegible]

رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک توکل کیا ہے فرمایا کہ موارد قضاء الٰہی کی تحت مین بالکل خاموش ہو حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اس کلام پاک کی تفسیر یہ ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ عزوجل پر کیونکر بھروسا نہ کرین کہ اس نے ہم کو اسلام وہدایت عطا فرمائی شیخ ابو العباس ابن عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تجربہ پر بھروسا کرنا مکروفریب ہے اور عادت کے ظہور پر تصدیق ایک التباس ہے مترجم کہتا ہے کہ قولہ ولنصبرن علےٰ ما اذیتمونا مین اشارہ ہے کہ خالص بندگان حق عزوجل نے نفوس کفار جو قہریات کماتے ہین اُن کے باقی رہنے پر بپاہ حضرت قہار عزوجل کے ساتھ انھون نے توکل کر لیا تھا کاش اسی پر کفار اکتفا کرتے اور نہ چاہتے کہ مظاہر رحمت کو میٹ دین ولیکن جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے کہ آخر کفار نے قدم بڑھایا یعنے کافر اگر مومنون کو ستانا چاہتے تو شاید بچ جاتے ولیکن ایذا کے بعد قتل پر آمادہ ہوئے تو خود مٹ گئے بقولہ تعالےٰ

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ

اور کہا ان لوگون نے جنھون نے کفر کیا تھا اپنے رسولون سے کہ ہم ضرور تم کو نکال باہر کرینگے اپنے ملک سے یا تم پھر آؤ ہماری ملت مین

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ

پس رسولون کی طرف وحی فرمائی انکے رب نے کہ بقسم ہم میٹ دینگے ظالمون کو اور ضرور ہم تمکو بسا دینگے اس ملک مین بعد ظالمون کے

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ۝ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

یہ فضل اسکے لیے ہے جسنے میری عزت سے خوف کیا اور وعدہ عذاب سے ڈرا اور انھون نے فیصلہ چاہا اور خوار ہوگیا ہر ظالم

عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَاۗىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاۗءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا

سرکش اسکے ورے جہنم ہے اور پلایا جاتا ہے پیپ لہو یعنے کچ لہو جسکو گھونٹ گھونٹ لیتا ہے اور نہین

يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهٖ

قریب کہ نگلے اور آتی ہے اسپر موت ہر ایک ٹھکانے سے اور نہین ہے وہ مرنے والا اور اسکے ورے

عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝

عذاب بہت سخت گران ہے

اس سورہ مین حق تعالےٰ نے اگلون رسولون کے ساتھ کافرون کا برتاؤ اپنے ملک سے نکالنے کا یا کافر ہو لینے کا مجمل بیان فرمایا جیسے مفصل دیگر آیات مین مانند قولہ لنخرجنک یا شعیب والذین آمنوا معک من قریتنا الآیۃ وقولہ اخرجوا آل لوط من قریتکم لہذا حق تعالےٰ نے قریش کے مشرکون سے آگاہ فرمایا وان کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منہا واذا لا یلبثون خلافک الا قلیلا سنۃ من قد ارسلنا قبلک من رسلنا الآیۃ وقال تعالےٰ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک الآیۃ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ کو خبر غیب سے آگاہ فرما دیا تھا کہ اگلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ جسطرح ان کی اقوام کافرہ نے کیا وہی تیرے ساتھ مشرکین قریش کرینگے یہ سنت اگلے انبیاء کی ہے اور بقولہ تعالےٰ تشابہت قلوبہم سے مشرکین عرب کے دلون کی مشابہت اگلے کافرون سے ظاہر کردی تھی یا مجملاً یہان بیان فرمایا کہ جب رسولون نے جو اپنی قوم کے لیے رحمت تھے غایت شفقت سے یہ عزم کر لیا کہ قوم کی ایذا پر صبر کرین تو قوم بدبخت نے اسپر اکتفا نہ کیا کہ ایسے تو انکو جھٹلایا اور خالص نصیحت کے عوض انکو لعن وطعن کیا اور انکی شفقت کے عوض انکو اذیت دی

بلکہ زیادہ جرأت کرکے انکو پسٹ دینا چاہا۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا یعنے قوم جو ازلی بدبخت جہنمی کافر تھی انھون نے۔ لِرُسُلِهِمْ اپنے اپنے رسول سے کہا کہ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ ہم بالضرور تم کو اپنی زمین سے نکال دینگے۔ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا یا تم ہماری ملت مین عود کرو۔ یعنے ہماری ملت پر آ ب ہو جاؤ کیونکہ رسول کبھی اُن کی ملت پر نہ تھا یا شاید قبل بعثت کی عمر کے کفار اس کو اپنی ملت پر سمجھتے ہونگے اسی وجہ سے قریش آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صابی یعنے دین سے پھر جانے والا کہتے تھے اور شاید کہ یہ تہدید مومنون کو ہوا اور پیشواے مومنین کو اصل قرار دیا۔ الحاصل قوم ملعون نے رسول کو کہا کہ یا تو ہماری ملت پر ہو جاؤ یا ہم تم کو نکال باہر کرین گے اب غور کرو کہ رسول اسی زمین کے واسطے مخصوص تھا کہ بفرض آلہی تعالے اداے رسالت کو بعبودیت ادا کرتا تھا۔ اور وہ اس قوم کے لیے عین رحمت تھا اور کافرون کی ملت عین قہر پس کافرون نے اپنے حق مین دونون طرح یہ چاہا کہ وے خالص قہر مین رہ جاوین اور یہی عین عذاب ہے حتے کہ اگر ایسا نہ کرتے تو دنیاوی عذاب سے بچتے اور دعوی یہ کیا کہ ہم باختیار خود ان دو باتون مین سے ایک کرینگے پس قہر نازل ہوا۔ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ پس وحی بھیجی رسولون کی طرف انکے رب نے یہ کہ۔ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ہم ہلاک کرین گے ظالمون یعنی کافرون کو۔ یہ جواب کافرون کا ہے کہ تمہارا کہنا باطل تھا بلکہ ہم اپنی زمین سے تم کو نکالینگے اور یہ نکالنا ظالمون کے حق مین بہت ہی خراب ہوا اور ظالم کا ظلم اس کی جان کے اوپر ہو گیا اور حضرت قادر مختار جل سلطانہ نے کافرون کا الٹا کیا کہ۔ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ اور ہم تم کو بساوینگے کافرون کے نکال دینے کے بعد۔ بیشک زمین اللہ کی ہے بندے مخلوق اسی کے ہین وہ جو چاہے کرے۔ وقال تعالے ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر ان الارض يرثها عبادي الصالحون. وقال تعالے ولقد سبقت كلمتنا لعبادنا المرسلين انهم لهم المنصورون الآیہ۔ وقال تعالے كتب الله لاغلبن انا ورسلي الآیہ۔ یہ سب آیات کفار قریش کو معجزات تھین حتے کہ انھون نے نمونا اور رحمۃ عامہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکالا اور آخر چند روز مین اللہ تعالے نے قریش کو بالکل مغلوب کر دیا۔ ف دیگر انبیا کو انکی قوم نکالنے نہ پائی اور ہلاک کی گئی اور کیا نکتہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قریش نکالنے پائے تو اس مین نکتہ یہ ہے کہ اور انبیا فقط اسی قوم و زمین کے لیے مخصوص ہوتے تھے اور آنحضرت صلعم کی بعثت تمام جہان کے لیے عام تھی پس تمام جہان آپ کے قدم سے سایۂ رحمت مین تھا اور اگر قریش کے واسطے ازل مین رحمت مقدر نہ ہوتی تو ہلاک ہو جاتے پس رسولون و مومنین کے لیے اللہ تعالے عز وجل نے مفروض فرما دیا ہے کہ غالب رہین اسی واسطے حدیث مین آیا کہ میری امت مین سے ایک گروہ ہمیشہ غالب رہیگا یہان تک کہ اللہ تعالے کا وعدہ آجاوے پھر نصرت دنیا مین کن بندون کے لیے ہوتی ہے تو حق تعالے نے فرمایا۔ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ یہ فضل اس شخص کے لیے ہے جو ڈرا میرے مقام سے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے کے واسطے مقام ہے چنانچہ فرمایا ولمن خاف مقام ربہ جنتان جس نے مقام رب سے خوف کیا اس کے لیے دو جنت ہین۔ اور مراد مقام سے حد آلہی ہے یعنی جو حد اللہ تعالے نے مقرر کر دی ہے وہین مقام کرے آگے نہ بڑھے پس جس نے خوف کیا اُس مقام کا وَخَافَ وَعِيْدِ اور ڈرا اس عذاب سے جو اس مقام سے تجاوز کرنے پر مقرر فرمایا ہے تو وہ دنیا و آخرت مین معزز و منصور ہے بعض مفسرین نے کہا کہ قولہ ذلک لمن خاف الآیہ کلام معترض ہے جس سے اللہ تعالے نے آگاہ فرمادیا کہ دنیاوی نصرت و غلبہ ان مومنون کو ملیگا جنکے اعمال ظاہری و باطنی حدود شرع پر مستقیم ہون پھر واقعہ انبیا بیان فرمایا۔ وَاسْتَفْتَحُوْا یعنے وحی آلہی عز وجل بوعدہ نصرت پہونچنے کے بعد رسولون نے کافرون کے درمیان فیصلہ چاہا کما فی قولہ ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق مطابق وحی پہونچنے کے بعد کچھ دنون تاخیر کی گئی اور کافرون نے [illegible] بیان کین آخر

رسول نے بجناب مومنین کے فتح کی دعا مانگی پس وعدہ پورا فرمایا۔ وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ اور خوار ہو گیا ہر سرکش عناد کرنے والا یعنی حق سے ایک طرف ہو کر چلنے والا اور وہ قوم کا فر تھی جنھوں نے رسولوں پر تکبر کیا تھا اور خیبت نا امیدی کی خواری اور ان کافروں کے حق میں یہ خیبت نہایت سخت تھی جسکی انتہا نہیں چنانچہ دنیا میں جن چیزوں کی وجہ سے نفس کی خواہش میں کفر کیا اس سبب سے محروم ہو کر بُری طرح ہلاک کیے گئے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مِّن وَرَآئِهِۦ جَهَنَّمُ اسکے ورے جہنم ہے۔ یعنے ہلاکت دنیاوی کے بعد ہی جہنم میں پڑا اور یہ جہنم عذاب قبر سے جس میں قیامت تک رہیگا متصل ہے پس رسول خالص ناصح امین کی بات نہ مانی اور اپنے نفس کی پیروی کی جسکا یہ انجام ہوا کہ نفس نے جن خواہشوں کے لیے اسکو مہربان ناصح کا دشمن بنایا تھا وہ خواہشیں برباد ہوئیں اور بجا ہے انکے ہلاکت وخواری ہمیشہ کے لیے نصیب ہوئی یعنی اچانک عذاب دنیاوی یا موت سے وہ قبر کے آتش خانہ میں پڑا اور وہین سے عذاب جہنم نظر آتا ہے جسکے خوف سے دعائیں مانگیگا کہ قیامت بہت دیر میں آوے مگر بیفائدہ پھر سامنے عذاب جہنم ہے۔ وَيُسْقَىٰ مِن مَّآءٍ صَدِيدٍ اور پلایا جائیگا کچ لہو سے یہ کافروں کی کھال وغیرہ سے بہکر جمع ہوگا۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ زانیہ عورت ومرد کی فرج سے کچ لہو بہیگا وہی پینے کو پاویگا جب پیاس سے بیتاب ہوگا۔ يَتَجَرَّعُهُۥ اسکو گھونٹ گھونٹ لیگا۔ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُۥ اور لگتا نہیں کہ حلق سے آسانی اُتار جاوے یعنی ناچار بسبب شدت پیاس کے اتاریگا ولیکن بڑی مشکل سے۔ حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ یہ صدید کافر کے منہ سے قریب کیا جاویگا پس اُسکی بدبو اور حرارت سے متلا ویگا اور زیادہ نزدیک ہوگا تو اسکا چہرہ جھلس جائیگا اور سر کی کھال گر پڑیگی اور جب پی جائیگا تو اسکی انتڑیاں کٹکر پیچھے کی راہ نکل جاوینگی اور پڑھی یہ آیت وان يستغيثوا يغاثوا بماء كالمهل يشوي الوجوه بئس الشراب وساءت مرتفقا رواہ احمد والنسائی والترمذی وابن ابی الدنیا والبوعلی وابن مردویہ والبیہقی وابو نعیم فی الحلیہ وصححہ یہ سب ان خواہشوں کا نتیجہ ہوا جنکے مزہ میں اپنے خالق تبارک وتعالیٰ سے کفر کیا تھا اور یہاں کی زندگی وصحت کو وہاں پر قیاس کرنا جہالت ہے کیونکہ خالق جل شانہ نے وہاں صحت نہیں رکھی چنانچہ فرمایا۔ وَيَأْتِيهِ ٱلْمَوْتُ مِن كُلِّ مَكَانٍ اور آوے گی اُسپر موت ہر جگہ سے۔ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ حالانکہ وہ مرنے والا نہیں ہے یعنی آنتیں کٹ کر گرنا اور کھال سڑ کر گر جانا اور ٹکڑے ٹکڑے ہونا ان سب حالتوں میں شدت کی تکلیف ہوگی ولیکن پھر تو کھال وآنتیں ہو جاوینگی اور مکرر وہی عذاب ہوگا وہ ہرگز مریگا نہیں بلکہ ایک سے ایک عذاب جس سے دنیا میں منکر تھا اُسپر طاری ہوگا چنانچہ فرمایا وَمِن وَرَآئِهِۦ عَذَابٌ غَلِيظٌ اور اس کے ورے عذاب سخت ہے یعنی ہر ایک عذاب منتہی نہیں ہوا بلکہ دوبارہ درست ہو کر پھر اسی عذاب پاوے گا اور جس جسم کے لیے دنیا میں کفر کیا تھا اسکے عوض یہ تکلیف اُٹھاویگا اور جو جسم دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ عزوجل کے احکام بجالا نے پر پاک ہو جاتا اُس کو یہاں اس آسانی سے پاک نہ کیا اور اس تکلیف کو شاق سمجھا آخر اپنے نفس کو اس عذاب میں مبتلا کیا۔ ف فی العرائس قولہ ولمن خاف مقامی وخاف وعید جب اہل کرامت بندوں کے موافق حکم دیا اور ان پر یہ احسان رکھا پھر انکے شکر چاہا اسطرح کہ طاعت ومتابعت کریں اور عصیان سے باز رہیں اور انکو اپنے قرب سے دور ہونے اور اپنے تعظیم مقام سے خوف دلایا اسکا مقام عظیم یہ ہے جو اس نے فرمایا افمن ہو قائم علے کل نفس الآیہ یعنی ہر نفس وہر وجود کو محیط اور ہر ایک اسرار وخیانت سے علیم وخبیر ہے جو کام کسی نفس سے ظاہر ہوا سب اسکے علم میں ہے اور ہر غافل کی غفلت اسکے علم میں ہے وہ متفاوت شان سے مریدوں پر قائم ہے اور یہ تفاوت اہل ارادت کا تفاوت ہے ورنہ اسکا علم سب کو یکساں محیط ہے چنانچہ ابتدائی اہل ارادت پر اسکا مقام بوجہ وعید ہے اور اہل محبت پر بوجہ [illegible]

تعظیم اور اہل عرفان پر جلال وحیا اور اہل توحید پر غلبہ سطوات کبریا اور اہل انس وشوق وعشق پر کشف مشاہدہ جمال وجلال ہے اور اس مقام پر مقام الٰہی سے خوف اور اسکی طرف سے لعنت وفراق کا ڈر صرف اہل انس کا منظر ہے کہ کشف مشاہدہ سے خالی ہیں اور نہایت دقیق اشارہ یہاں یہ ہے کہ مقام الٰہی القدم فے القدم اور بقار فے البقار ہے اور یہ مقام معدن الوہیت ومنبع سرایت ہے اور اس سے خوف وہیبت واجلال ہے اور یہ مقام ربوبیت فی الربوبیۃ ہے کیونکہ حادث تو اول سطوات عظمت میں متلاشی وپارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ واضح ہو کہ خالق عز وجل نے مخلوق کو پیدا کیا اور مخلوق کے خیال میں کسی چیز کی کوئی عظمت نہیں آسکتی جو اسکو اپنے خالق عز وجل کی ادا کرنی چاہیے جب غور کرے کہ ہم کو اس نے پیدا کیا ہے اور یہی طریقہ ادب وتعظیم عبودیت ہے پس غور کرو کہ کتنا بڑا جرم عظیم ہے کہ ادب اپنی قصور ہو اور کتنا بڑا گناہ ہے کہ عبادت میں قصور ہو پھر کیسا بے انتہا گناہ کہ خالق عز وجل سے انکار ہو تو جتنے افعال منکر کیے ہونگے سب بدکاری جبکہ اصل انکار سے بڑھ کر کوئی بدکاری نہیں اگرچہ بعض کافر کے فعل سے دوسری مخلوق کو راحت پہونچے لہٰذا حق تعالیٰ نے

کافروں کے اعمال کا باطل ہونا بیان فرمایا

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ

مثل ان لوگوں کے جنھوں نے کفر کیا اپنے رب سے انکے اعمال جیسے راکھ کہ اسکو ہوا جھکاڑ سے اڑالیگئی ایسے روز

عَاصِفٍ ۖ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ○

کہ آندھی چال رہی تھی نہیں قابو پاوینگے اپنے کمائے ہوئے میں سے کسی چیز پر یہ جو حال ہو یہی گمراہی بہت دور کی ہے

اکثر کفار مانند کفار قریش کے اپنی رائے ورسم ورواج سے نیک کام ادا کر کے اہل توحید سے اپنے آپ کو افضل جانتے ہیں حالانکہ جس نے خالق سے کفر کیا اس کے اعمال اس کے نفس کے پسندیدہ ہیں اور ثواب انھیں اعمال میں ہے جنکو خالق عز وجل نے پسند فرمایا ہے لہٰذا الواو مثل کے بیان فرمایا اور مثل عرب میں ایسی بات کو کہتے ہیں جس میں کوئی غرابت وعجیب ہو فقال تعالیٰ مَثَلُ الَّذِينَ لے مثل اعمال الذین۔ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا۔ أَعْمَالُهُمْ انکے کاموں کی مثل عجیب یہ ہے کہ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ جیسے راکھ کہ اسپر ہوا کا سخت جھونکا آیا۔ فِي يَوْمٍ عَاصِفٍ ایسے دن میں کہ وہ دن گرم اندھڑ کا تھا لیس ظاہر ہے کہ راکھ کا کہیں نشان بھی نظر نہ آوے گا۔ یوں ہی کافروں نے جو کام کیے مانند صدقہ وصلہ رحم ووالدین کے خدمات اور قیدیوں کو چھڑانا اور ہمسائی گری وغیرہ جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر بجالانے میں ثواب وتحصیل کے کام ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے کفر وشرک کے ساتھ بیکار جاتے ہیں جیسے اندھڑ کے دن ہوا کا جھونکا راکھ اڑا دے۔ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا عَلَىٰ شَيْءٍ جو کچھ کمایا تھا اس میں سے کسی چیز پر قابو نہ پاوینگے یہ نہایت درجہ کا ٹوٹا ہے کہ ان اعمال کا کچھ وجود نہ ہوگا حالانکہ اگر ہوتا تو اسوقت فائدہ تھا کہ جب قادر مطلق عز وجل کی قبولیت سے ثواب ملتا اسی واسطے فرمایا۔ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ یہی گمراہی بعید ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو مخلوق میرے ساتھ غیر کو شریک کرے کوئی ہو تو میں سب شریکوں سے پاک بے پرواہ ہوں اس کا مجھ سے کچھ تعلق نہیں کوئی کام کیا وہ اس کا ثواب اسی کے پاس ڈھونڈے جسکو شریک بنایا ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ عز وجل کی ذات وصفات پر ٹھیک ٹھیک اسطرح ایمان لانا جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا اور قرآن پاک میں آیا ہے تو توحید ہے اور دل سے اسکو یقین رکھنے والا ایک کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں جمع ہو یعنی الحق سوا اللہ تعالیٰ عز وجل کے کسی کو عبادت کا اور الوہیت میں سے صفات الٰہی کا حصہ

داخل ہین مثلاً وہی خالق رازق قادر مختار علیم وخبیر سمیع وبصیر ہے جو وہ چاہتا ہو وہی ہوتا ہے اور دنیا مین جو اسباب ہین ان مین جب وہی تاثیر فرماتا ہو تو فعل ہوتا ہو پس اگر کسی دوسرے کو پیدا کرنے والا جانے یا اسکی طرف سے رزق ملنا گمان کرے یا مانند اسکے تو وہ مشرک ہو اور کفر یہ ہے کہ جو اس کا جی کہے وہ کرے اگرچہ اس مین اللہ تعالےٰ کی نافرمانی نہ ہو تو جو لوگ اللہ تعالےٰ سے منکر ہین حالانکہ اسی نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا تھا یا اسکے ساتھ شریک بناتے ہین وہ اپنا خدا دوسرا بنا کر اسکے واسطے کام کرتے ہین تو ان کا یہ کام گمراہی بعید ہوا اور جیسے انکے بنانے سے وہ خدا نہ بنا اسی طرح اسکی شرکت سے یہ کام بھی ثواب کا کام نہوا بلکہ بیکار گیا۔ واضح ہو کہ بعض علمار نے کہا کہ مشرکون کے وہ اعمال جو نیک صورت ہین ہین دنیا وآخرت مین برباد ہوتے ہین اور انکا کچھ ثواب نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ہان ولیکن یہ بیان مجمل ہے اور تفصیل اسکی یہ ہو کہ کافرون ومشرکون کے اعمال کسی حال مین اعمال حسنہ نہین ہین یعنے ویسے اعمال نہین ہین جو اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے ہوتے ہین اور یہ تو بسبب شرک وبدنیتی کے ظاہر ہے پس انکا ثواب کچھ نہین ہوتا اب رہا یہ کہ دونون جہان مین سے کسی جہان مین کچھ فائدہ ہوتا ہے یا نہین ہوتا تو جواب یہ ہو کہ اعمال دو طرح کے ہین ایک تو وہ جنکو وے لوگ اعمال عبادت خیال کرتے ہین جیسے بتون کے سامنے سجدہ کرنا اور رات بھر ان کا نام لینا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تسبیح وتعریف پڑھنا باعتقاد شرک اور مانند اسکے تو یہ اعمال بالکل برباد ہین جنکا کچھ فائدہ نہین ہو بلکہ اسکی شامت وعذاب مین دنیا بھی برباد ہوتی ہو اور دوسری قسم وہ اعمال ہین جنسے دوسری مخلوقات کو کچھ فائدہ پہونچتا ہے جیسے صدقات دینا اور قرابتیون کی خبرگیری کرنا اور شفاخانہ جاری کرنا اور مانند اسکے دیگر افعال تو اس کا صحیح حکم بدلیل آیات واحادیث یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا مین ان کا فائدہ انکو پہونچ جاتا ہے اور فنا ہو کر آخرت مین اسکی نیت شرک کا وبال انپر باقی رہتا ہے۔ اور فتاوے مین ہے کہ اگر کسی ذمی نے اپنی قرابت پر وقف کیا تو باقی رکھا جاوے اور اگر بت کی زیارت وغیرہ کے واسطے وقف کیا تو باطل کر کے اُس کی قوم کے فقیرون پر وقف قرار دیا جاوے فافہم پھر کفار کو مقہور تحت قدرت اور فنا کے لیے مستعد یقین دلایا بقولہ

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ط اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ

آیا تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا آسمانون کو اور زمین کو حق کے ساتھ اگر چاہے تم کو لے جاوے اور لاوے مخلوق

جَدِیْدٍ ۙ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ ۟

نئی اور نہین ہو یہ بات اللہ تعالےٰ پر کچھ عزت والی

اَلَمْ تَرَ کیا تو نہین دیکھتا۔ یہ خطاب بعض نے کہا کہ ہر ایک کافر کو ہے بقرینہ یذہبکم اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کر کے امت کو فہمائش ہے اور بعض محققین نے کہا کہ اصل مقصود کفار کو تہدید ہے ولیکن خوش اسلوبی سے دیکھنے والے رسول یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا اور اندھے کافرون کو اس کے نتیجہ سے ڈرایا یعنے تو اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم بکمال نور نبوت دیکھتا ہے کہ۔ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بیشک اللہ تعالےٰ عز وجل نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ یعنے یہ نظربندی وباطل نہین ہے جیسا کہ نیک بندون نے کہا کہ ربنا ما خلقت ہذا باطلا۔ بلکہ حق و صنعت کاملہ الٰہیہ ہے جس سے اہل کفر اندھے واقف نہین ہین اور وہ دنیا کی زندگی لہو ولعب پر مغرور ہو کر آغاز وانجام سے بیفکر اور خالق عز وجل سے شرک کرتے ہین حالانکہ اس کے سوا کوئی خالق نہین بھلا کسی نے کچھ پیدا کیا ایک تنکا بھی نہین پھر قدرت

بالکل خالق عزوجل ہی کو ہو اور باقی سب اُسکے حکم و قیومی پر ہین جب چاہے فنا کر دے - إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دیوے اسے کافرو پس ڈرو اس سے جس نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور اسی کی عبادت کرو اور دنیاوی زندگی پر غرہ مست ہو اور گناہ مت کرو کہ وہ جب چاہے تم کو مٹا دے - وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ پیدا اور لاوے نئی مخلوق جو اسکے ساتھ شرک نہ کرین اور اسی کی عبادت کرین کیونکہ جس نے بغیر کسی نمونہ کی ابتدا مین ایسے بڑے بڑے اجسام عجیب صنعت کے ساتھ کہ وہان عقل حیران ہو کام نہین کرتی ہو پیدا کر دیئے تو دوبارہ پیدا کرنا اسپر کچھ مشکل نہین اور ایسے ہی دیگر مخلوق پیدا کرنا اُسپر بہت آسان ہو کما قال تعالے وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ اور یہ بات تو اللہ تعالے پر کچھ کبھی مشکل نہین ہو پس ذرا غور کرو کہ رسول پاک دیکھتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالے کی خلقت ہو پھر تم مانو اور دنیاوی حیات کو جو جانتے ہو کہ فانی ہے ثواب طاعات مین صرف کرو کہ بعد موت کے زندگی جاودانی مین ایسے ارحم الراحمین رب تعالے کے بے انتہا نعمتون مین رہو اور اگر خالق رب سبحانہ سے چند روزہ زندگانی مین کفر کیا تو جسکی قدرت مین یہ سب ہے اُس کا عذاب بہت سخت ہو اور جسکی سلطنت یہ ہو کہ تم اور تمھارے بزرگ جنکو شریک لاتے ہو سب اُسی نے پیدا کیے تو کسی کی مجال نہین کہ اُس کی رضا کے خلاف کسی سے اس کا عذاب روک لے پس دنیا مین جن سرکشون کی پیروی کرتے ہو اور انکے مطیع ہو جب وے خود ہی گرفتار ہونگے اور اپنے اوپر سے عذاب دور نہ کر سکین تو تم سے کیا دور کرینگے چنانچہ حضرت علیم خبیر سبحانہ تعالے نے جو عالم الغیب والشہادۃ ہے جسکے سامنے گذشتہ و آئندہ تا ابد الآباد یکسان حاضر ہے مشرکون و انکے سردارون کا حال آئندہ بیان فرماتا ہو ف وفی العرائس قوله الم تر ان الله خلق السموات والارض الآیہ خلق کو بحق ارادہ قدیمہ و مشیت ازلیہ پیدا فرمایا اور یہ ارادت و علم صفت قدیمہ ہو اور وہ حق ہو پس اظہار مخلوق بحق ہو یعنی اظہار حق حقیقت حقوق ربوبیت ہو جس سے اہل عبودیت کو معرفت دی اور کلام پاک مین اس سب کا اشارہ فرمایا اسطرح کہ اول اس صفت کی رویت دی پھر اس سے ذات پاک کی معرفت دی بقوله الم تر ان الله یعنی دیدار صفت خلق سے خالق عزوجل کو پہچانو پھر ذات سے صفات کو عظمت کے ساتھ دیکھو پھر صفت کاملہ کے انوار افعال عظیمہ مشاہدہ کرو یعنی خلق السموات والارض بالحق پس مترجم کہتا ہو کہ مخلوق الٰہی مین فکر کرنے کا حکم جو حدیث مین ہے اس کا یہی طریقہ ہے کہ مخلوق سے صفت خلق دیکھو شیخ نے کہا کہ فعل کا نور دیکھنا عقل کی آنکھون کے لیے ہو اور فعل جس صفت پاک سے ظہور ہے اسکا دیکھنا قلب کی آنکھون سے ہو پھر صفت سے نور ذات تک مشاہدہ ارواح کے لیے ہو اور انوار عین حقیقت نصیب اسرار ہے شیخ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمام اشیا کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے علم سے زینت دی اور اپنی حکمت سے محکم فرمایا پس جو نیک بخت سعید بندہ کہ خلق سے خالق کی طرف دیکھتا ہو اسکو خلق مین عجائب ظاہر ہوتے ہین اور جب اللہ تعالے عزوجل نے اسکو منور فرمایا اور کمال توحید کے بعد اُس نے خالق عزوجل پاک سبحانہ تعالے سے خلق کو دیکھا تو اسکو آثار قدرت و احکام حکمت و بدائع صنعت ظاہر ہوتے ہین بعض مشائخ نے کہا کہ سموات کو زمین سے مرتفع پیدا کیا اور زمین کی رونق و آبادی کو آسمان کی برکتون سے رکھا کہ جو آسمانون سے زمین کو پہونچتا ہے زمین اس سے لہلہاتی ہے اور یہ تنبیہ ہے کہ تم نے نفس کو پیدا کرکے قلب کو اسپر سردار کیا اور جسم و نفس کی نجات و راحت برکات قلب پر رکھی پس جسکا قلب پاک ہوا اور مشاہدہ و یقین کے لائق ہوا تو اسکو زوائد و فوائد جلیلہ اوقات مین از جانب حق جل جلالہ پہونچتے ہین اور بغیر آتش جہنم و لعنت دائمی کے وہ جسم و نفس پاک ہوکر دنیاوی لذات سے کہین زیادہ عیش و آرام آخرت مین مسرور رہتا ہے پس جس عارف نے دنیا مین نفس کو اس کی خواہشون و لذات سے روکا اُسنے اپنی جان پر بہت شفقت کی اور یہ خالص رسول اللہ صلعم کی اتباع اور نفس کی طفلانہ مزاجی سے اختلاف کرنے مین ہے ورنہ دنیا دنی بالعار و سردار خود اپنے نفس کی

خواہشون کے غلام ہین اور انکی پیروی کرنے والے خوار قولہ تعالیٰ

وَبَرَزُوا لِلّٰهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ

اور سامنے کھڑے ہونگے اللہ کے سارے پھر کہینگے کمزور بڑائی والون کو ہم تھے تمہارے پیچھے اب کچھ

اَنْتُمْ مُّغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَآءٌ

بچاؤ گے تم ہم سے مار اللہ کی وہ بولے اگر راہ پر لاتا ہم کو اللہ البتہ ہم تمکو راہ پر لاتے اب برابر ہے

عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيصٍ ع ۹

ہمارے حق مین ہم بیقراری کرین یا صبر کرین ہم کو نہین خلاصی

وَبَرَزُوا لِلّٰهِ اور ظاہر ہوئے اللہ تعالیٰ کی حضوری کے لیے۔ یہ واقعہ روز قیامت کا بیان حق تعالیٰ علام الغیوب نے بندون کو ابھی سے ظاہر کر دیا اور ہم لوگون کے علم مین زمانہ ہوتا ہے اور ہم لوگ اپنے علم نظر مین ظاہر و پوشیدہ کی تفصیل کرتے ہین کہ علم الٰہی مقید بزمانہ نہین بلکہ زمانہ منجملہ مخلوقات کے ہے پس اسکے علم مین سب موجود ہے کیونکہ وہ بے ابتدا ازل کو اور بے انتہا ابد کو محیط ہے لہذا یہان برزوا بصیغہ ماضی بیان فرمایا۔ یہان دو باتون کی آگاہی عطا فرمائی اول یہ کہ علم الٰہی محیط ہے جو چیز ہماری بہ نسبت ابھی ہوئی نہین وہ علم الٰہی مین ہوئی موجود ہے پس اس کا علم سب گذشتہ و آئندہ کو محیط ہے اور جس شخص نے زعم کیا کہ جو امر کہ آئندہ کل کے روز واقع ہوگا وہ اپنی خصوصیت ابھی موجود نہین تو علم قبل وجود کے ہوا اور کل کا روز آنے وہ ہونے پر جو خصوصیت بڑھی وہ اسی وقت کا مخصوص علم ہے پس مستقبل واقعات کا مخصوص علم اپنے وقت پر ہوگا اور اس نے استشہاد کیا بقولہ تعالیٰ لنعلم المجاہدین منکم و لنعلم الصابرین۔ واضح ہو اس کہ تو اس شخص نے وہم کیا اور علم الٰہی کے ساتھ قیاس کو دخل دیا اور منشاء فقط ایک ایسا فریب نفس کا ہے کہ باوجود اس اقرار کے کہ علم الٰہی منجملہ صفات قدسیہ ہے جسکا ادراک کسی بندہ کو مجال نہین ہے پھر بھی اُس کے نفس نے علم الٰہی مین آثار و لوازم لگائے کہ خصوصیت وقت معینہ کا علم قبل از وقت کیونکر ہوگا حالانکہ علم الٰہی تعالیٰ محیط ہے اور مقتضائے احاطہ کہ قبل وجود کسی چیز کے کیا ہونگے پس اپنے اوہام سے پرہیز ضروری ہے اور جو اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا اُس کے سمجھنے کی اُسی سے دعا کرنی چاہیے اور جس کلام سے استشہاد لاتا ہے وہ اظہار مقرر ہے جیسے اس مقام پر دوسرے فائدہ کے ضمن مین بیان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ دوم علم یہ کہ جیسے ہم نے علم الٰہی سبحانہ مین اس امر کا وجود بیان لیا تو ہم کو قطعی معلوم ہو گیا کہ یہ قطعا متغیر نہین ہے اور یہی بعض مین جو مفسرین رحمہم اللہ کہتے ہین کہ فعل ماضی سے تعبیر کرنے مین اشعار ہے کہ یہ امر یقینی واقع ہونے والا ہے یعنی یبرزون نہین فرمایا بلکہ برزوا فرمایا تو ظاہر کیا کہ مثل ماضی کے اُس کو واقع شدہ سمجھو اور چونکہ تحقیقی وقوع علم الٰہی مین ہے لہذا اپنے نام پاک کے ساتھ اسے برزوا کو مخصوص کیا اور فرمایا کہ برزوا للہ حالانکہ بروز یعنے ظہور بعد پوشیدگی ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم مین یہ لوگ کبھی پوشیدہ نہ تھے ولیکن ہم لوگون کی نسبت یہ نہ فرمایا کیونکہ جو مرد سے خواہ قبر مین مدفون ہو گئے یا جلائے گئے یا بہائے گئے ہماری نظرون سے پوشیدہ ہوئے تو ہم کو آگاہ فرمایا کہ ہم خیال کرو اس روز کہ وے کفار نکلکر ظاہر ہوئے اور شیخ امام حافظ و محققین نے برزوا ازبراز لیا جو کھلا میدان ہے یعنے وسیع کھلے میدان مین اللہ تعالیٰ کے حضور مین آئے جمیعا سب کے سب یعنی سرغنے بھی اور انکی پیروی کرنے والے بھی دونون فریق اپنے اپنے مدفن سے حساب کے لیے اللہ تعالیٰ کی حضوری مین آئے اور بالاارادہ مین سردارون کی پیروی عوام بدبختون نے یہ سمجھ کر اختیار کی تھی کہ جیسے یہ لوگ

دنیا مین سرفراز کیے گئے ہین اللہ تعالے کے نزدیک بھی معزز ہین کیونکہ جہالت سے ان کو دنیا ملعون ہونے کا علم نہ تھا اور اس مین ہر قسم
کے گمراہ داخل ہین حتی کہ یہود دین کے عالم اور نصرانیون کے راہب و پادری یہان تک کہ نام کے اور صورت کے مسلمان درویش
جو شیاطین کی خوبصورت پھلکیون وغیرہ سے یہ سمجھے کہ ہم مقرب الٰہی ہوگئے حالانکہ وے بالکل شیطان کے پنجے مین گرفتار ہوگئے اور اس کی
شناخت یہ ہے کہ احکام شریعت و صوم و صلوٰۃ کے اتباع کی توفیق ان کو نہوگی پس عوام نے انکی پیروی کرکے اپنا دین و ایمان کھو دیا۔ بالجملہ
جو لوگ گمراہی مین سرغنہ ہوئے اور جو گروہ ان گمراہون کے پیرو ہوئے دونون اللہ تعالے کے لیے یعنے اس کی حضوری و حساب کے لیے
حاضر ہوئے۔ اور واضح ہو کہ وہ وقت اور عالم بعث و حشر بھی عجیب ظہور قدرت الٰہیہ ہو کہ ہوسات جسمانی و کدورات سے بے علمی مثل دنیا
کے نہوگی اور مفسرین علماء نے کہا کہ حالات وقت سے کافرون کو اپنے کفر و شرک پر سخت پشیمانی اور اپنی قطعی گمراہی ظاہر ہوجائیگی اور یہی
کہ لامحالہ ہم لوگ آج کے روز قہر الٰہی مین گرفتار ہونگے پس بدبخت اتباع اپنے اپنے متبوعین سے وسیلہ ڈھونڈھینگے۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا
پس کہینگے ضعفاء یعنے اتباع جو دنیا کو اصل سمجھ کر اپنے سردارون کے سامنے خوار و کمزور بنے تھے۔ لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا ان لوگون سے
جنھون نے استکبار کیا تھا یعنے اپنے آپ کو کبیر سمجھتے تھے اور ضعفاء عقل و مال و منال کو اپنا کمزور حقیر مطیع بناکر خود انپر کبیر چاہتے تھے اور انکو
راہ حق سے روک کر اپنا متبع بنایا تھا اور یہان تک تکبر بڑھا تھا کہ رسولون کو حقیر سمجھا اور کہا کہ ہماری راہ چلو ورنہ ہم تمکو نکال دینگے بلکہ یہانتک
خبیث مغرور تھے کہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت سے استکبار کیا پس آج یہ بدبخت جو نہایت حماقت سے دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ کر
ان سرکشون کے مطیع بنے تھے ان سے کہینگے۔ اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا ہم تو تمھارے تابع تھے تم نے جو کہا اُس کو ہم نے مانا اور جس سے
منع کیا اُس سے باز رہے حتے کہ تمھاری ہی پیروی مین ہم نے رسول سے انکار کیا اور اللہ تعالے سے کفر کیا۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ
عَنَّا پس کیا تم ہم سے روک دوگے مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ اللہ تعالے عز وجل کے کسی عذاب سے مِنْ شَيْءٍ کچھ تھوڑا بعضا ان جانورون
کی اسوقت بھی لاعقل کیفیت ہوگی کہ یون کہینگے کہ دنیا کی کیفیت اُن کے سردارون کی سنکر یعنی ہم ان کے تابع تھے تا یہان بھی
بچاوین تو درخواست کرینگے کہ ہم نے سب طرح تمھاری ہی پیروی و فرمانبرداری کی تھی تو آج تم کچھ ہماری مدد کروگے حتے کہ یہ آرزو
کرینگے کہ اللہ تعالے کے انواع عذاب و عقوبات مین سے کسی عذاب مین سے کچھ ہی ٹل جاوے اور وہان سرکش نکرخود عذاب مین گھرا
ہوا ہے نہ اس کو دنیا مین کچھ قدرت تھی تو اپنے واسطے بہتری حاصل کرتا بلکہ رسولون سے سرکشی کرنے مین سراسر اپنا نامہ اعمال
سیاہ کرتا تھا تو آخرت مین بھی اُس کو کچھ عذاب نہین اس وقت ان کو جواب دیگا۔ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ اگر اللہ تعالے عز وجل
ہم کو ہدایت دیتا تو۔ لَهَدَيْنٰكُمْ ہم تم کو راہ راست پر لیجاتے۔ یعنے تم نے ہماری پیروی اس راہ مین کی جسپر ہم تھے اور ہم خود
گمراہ تھے ولیکن ہم نے تمھارے ساتھ قصور نہین کیا اس لیے کہ اگر اللہ تعالے ہم کو راہ راست کی ہدایت کرتا تو ہم تم کو راہ پر لیے چلتے۔ بعضے
مفسرین نے کافرون کے سرغنہ وان کے اتباع کی یہ گفتگو محشر مین قرار دی ہی اور یہ قول عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے مروی ہی۔ اور الظاہر وہ
جو شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ گفتگو جہنم مین جانے کے بعد ہوگی جیسا کہ دوسری آیات مین مصرح ہی حیث قال تعالے وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ
فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ
بَيْنَ الْعِبَادِ۔ وانند قولہ تعالے حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ الآیہ اور جو جھگڑا باہم محشر مین کرینگے وہ یہ ہی جو اللہ تعالے نے بیان فرمایا
بقولہ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ الآیات۔ اور

ظاہر کلام بھی اس پر شاہد ہے کہ ضعفاء نے عذاب طاریہ کے کسی حصہ کو دفع کرنے کے واسطے ان سے سوال کیا اور ظاہر ایہ سوال بطور ملامت کے تھا کہ تم ہی لوگوں کی وجہ سے ہم اس عذاب میں مبتلا ہوئے اور اب تم سے کچھ نہیں نفع ملتا ہے پس وے جواب دینگے کہ ہم کو خود ہی ہدایت نہ تھی اور آخر ان کو اس طرح خاموش کرینگے کہ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ برابر ہے ہم پر اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا خواہ ہم جزع کریں یا صبر کریں۔ مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ہمارے لیے کسی طرح چھٹکارا نہیں ہے۔ پھر ان لوگوں کا مخاصمہ شیطان سے بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ

اور کہا شیطان نے جب حکم پورا کر دیا گیا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تمکو وعدہ دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے تمکو وعدہ دیا سو میں نے تمسے جھوٹ کہا

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

اور نہ تھا مجھے تم پر کوئی غلبہ زبردستی کا ولیکن میں نے تم کو بلایا پس تم نے مان لیا میرا کہنا پس تم مجھے کچھ ملامت نہ کرو

وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ

اور ملامت کرو اپنے جیوں کو میں تمہاری فریادرسی کرنے والا نہیں اور نہ تم میرے فریادرس ہونے والے ہو میں نے انکار کیا تمہارے

اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَاُدْخِلَ الَّذِيْنَ

شریک کرنے سے میرے ساتھ اس سے پہلے بیشک ظالموں کے لیے عذاب دردناک ہے اور داخل کیے جائینگے جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ

ایمان لائے اور کام کیے اچھے جنتوں میں جاری ہیں انکے نیچے نہریں درحالیکہ حکم ہوگا کہ ہمیشہ رہیں انہیں انکے پروردگار کے حکم سے ہوگا

تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۝

انکا تحیہ ان جنتوں میں سلام ہوگا

وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ یعنی یقینی یہ واقع ہوگا کہ جب مومنوں پر رحمت جنت کا اور کافروں پر عذاب جہنم کا حکم ہوگا۔ یا بقول شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ جب کفار دوزخ میں داخل کر دیے جاوینگے اور شیطان کو ملامت کرینگے یا اس سے فریاد چاہینگے تو وہ کہیگا کہ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ بیشک اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ فرمایا وعدہ حق کہ حیات دنیا حقیر ہے اور بعد موت کے عذاب بدکاری اور ثواب نیکوکاری ہے اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے ماننے والے فلاح جنت پاوینگے اور منکر و شرک کرنے والے جہنم میں جاوینگے جہاں عذاب سخت ہے پس اس نے سچ وعدہ دیا۔ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ اور میں نے تم کو وعدہ دیا سو میں نے اسمیں خلاف کیا یعنی میں نے باطل و جھوٹے وعدہ تم کو دیا تھا کہ حیات دنیادی کے بعد کچھ حیات و حساب کتاب نہیں اور دنیا حاصل ہونے کے لیے شرک و کفر کرو۔ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ یعنی مجھے تم پر غلبہ حاصل نہ تھا اور نہ میں نے تم کو کوئی حجت و برہان شرک و کفر پر دی۔ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ ولیکن صرف میں نے تم کو بلایا بالطریق وسوسا و دنیاوی زینت کے بغیر کسی قہر و غلبہ و بغیر کسی صریح حجت و دلیل کے۔ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ پس تم نے میرا کہنا مان لیا اور اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور حجت و برہان دی اور ہر طرح کی آیات تم کو دکھلائیں مگر تم نے ان کا کہنا نہ مانا پس آخر تمہارا یہ انجام ہوا۔ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ پس تم مجھے

ملامت نہ کرو۔ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور اپنے نفوس کو ملامت کرو۔ کیونکہ گناہ تمہارا ہے کہ تم نے حجت و برہان الٰہی کو چھوڑا اور خالی
میرے وعدۂ باطل پر راہ ضلالت اختیار کی اور دشمن کو اتنی بات پر ملامت کرنا زیبا نہیں ہے۔ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ میں تمہارا
فریادرس نہیں ہوں یعنے تم جس حال میں ہو اس سے میں تم کو نہیں چھڑا سکتا ہوں۔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ اور نہ تم میرے
فریادرس ہو۔ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ میں اس سے انکار کرتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کا شریک
ہوں جیسا کہ تم مجھے دنیا میں بناتے تھے۔ یعنے مشرکین جنکو شریک بناتے ہیں سب قیامت میں اُلٹے ان کے دشمن ہوں گے اور
ان کے شرک سے انکار کریں گے کما قال تعالیٰ ویوم القیامۃ یکفرون بشرککم ولا ینبئک مثل خبیر۔ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بیشک کافروں
کے لیے عَذَابٌ اَلِيْمٌ عذاب دکھ دینے والا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ظاہر سیاق یہ ہے کہ ابلیس کا یہ
خطبہ کافروں سے ان سب کے ساتھ جہنم میں داخل ہونے کے بعد ہوگا جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے لیکن ابن ابی حاتم و ابن جریر
نے جو حدیث روایت کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیصلہ و حکم ہو جانے کے بعد قبل مومنوں کے جنت میں جانے اور کافروں کے دوزخ
میں جانے کے واقع ہوگا (یہ حدیث معالم میں بھی موجود ہے) وہ یہ ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ اگلوں و پچھلوں کو جمع فرما کر انکا فیصلہ کر دیگا تو مومنین کہینگے کہ ربنا تبارک و تعالیٰ نے ہم میں فیصلہ فرما دیا
اب کون ہماری شفاعت کرے کہینگے کہ آدم علیہ السلام کے پاس چلو پس نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ تک ہر ایک کا اپنی عاجزی و دوسرے
کے پاس بھیجنا بیان فرمایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو بتلاوینگے کہ تم محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نبی اُمی کے پاس جاؤ اور وہ
محبوب الٰہی اور مقصود ایجاد ہے اللہ تعالیٰ نے اُسکے اگلے پچھلے سب گناہ دنیا ہی میں معاف فرمائے ہیں۔ میں تم کو اچھی راہ بتلاتا ہوں پس
تمام اگلے پچھلے مومنین سب میرے پاس آوینگے پس اللہ تعالیٰ مجھے اجازت فرما دیگا کہ میں اسکے حضور میں کھڑا ہوں پس میری مجلس سے
ایسی خوشبو اُٹھیگی کہ کبھی کسی نے نہیں سونگھی ہے کہ مقام محمود میں حاضر ہو کر قیام کرونگا پھر ربنا تبارک و تعالیٰ میری شفاعت قبول
فرما دیگا اور میرے لیے ایک نور سے ناخن قدم تک لباس عطا فرما دیگا۔ یہ دیکھ کر کافر یں کہینگے کہ ان لوگوں نے تو ایک شخص کو پایا جو اُنکے
لیے جناب باری تعالیٰ میں شافع ہوا اب ہمارے لیے کوئی سفارشی ہو جاتا پس کہینگے کہ ہمارا کون ہے و لیکن ابلیس کی طرف امید لگاویں گے
کیونکہ اسوقت التباس ہوگا اور ہر ایک اپنی حالت سے اور اپنے پیشوا سے واقف ہوگا پس اسکے پاس جاکر کہینگے کہ تم ہمارے پیشوا ہو مومنوں نے
شفیع پا کر رحمت حاصل کی تم ہمارے واسطے اٹھو کیونکہ تمہیں نے ہمکو یہ راہ بتلائی تھی پس وہ اپنے مقام سے اٹھیگا اور اسکی مجلس سے ایسی بدبو اُٹھیگی کہ
کبھی کسی ناک میں نہیں پہونچی پھر دوزخ کی امید بہت سخت ہو جائیگی تو شیطان انسے ہیر ارد کہیگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و قال الشیطان لما
قضی الامر ان اللہ وعدکم الآیۃ۔ اور لکھا کہ اس حدیث کو عبد اللہ بن المبارک نے بھی رشدین بن سعد کی اسناد سے عقبہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع
روایت کیا ہے۔ اور محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جب دوزخی کہینگے کہ ہم چاہیے کہ گھبرائیں اور چاہیے صبر کریں ہمارا کوئی چھٹکارا
نہیں ہے تو ابلیس انسے کہیگا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے تم سے سچا وعدہ فرمایا تھا آخر تک جو اس آیت میں ہے پس جب اسکی گفتگو سنکر کفار اپنے نفس سے دشمنی
کرینگے کہ تم نے اپنے جی کی خواہش سے کیوں اس دشمن کا کہا مانا پس ایسی حال میں انکو ندا دیجائیگی لمقت اللہ اکبر من مقتکم انفسکم اذ تدعون الی الایمان
فتکفرون۔ ف۔ سلف رحمہم اللہ سے یہ صحیح سمجھا دیا گیا ہے کہ آیات و احادیث میں جو واقعہ بیان ہوا وہ ہم کو اجمالی ایمانی سے جانتے ہیں کہ ایسا واقع ہوگا
و لیکن چونکہ ہماری عقلیں اسوقت پہنچ جو اس میں ہیں لہٰذا امر آخرت و اسکی کیفیات پر تفصیل و ترتیب کے ساتھ قادر نہیں ہو لہٰذا کبھی یہ وسوسہ اس شیطانی نہ آنے

پاوے کہ یہ ترتیب کیونکر ہے کیونکہ کوئی تناقض نہیں نہ ایسی کوئی بات جو قدرت کاملہ الٰہیہ سے بعید ہو بلکہ علیم خبیر عز وجل نے اُن واقعات سے ہم کو آگاہ فرما دیا والحمد للہ رب العالمین۔ اور یہاں دقیق فوائد بیشمار ہیں از انجملہ جو ہماری سمجھ سے قریب ہیں توفیق الٰہی بیان ہوتے ہیں اوّل آنکہ آیت میں دلیل ہے کہ عرصہ قیامت میں باوجود اشراق نور رب تبارک وتعالیٰ کے کفار پر حجاب ہوگا اور وے واحد القہار کے سامنے حاضر ہونگے۔ اور اہل ایمان میں سے ایک سو چالیس ہزار فقط امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بلا حساب داخل جنت ہونگے اور ایک جماعت بلا حجاب ہونگے۔ دوم منکر الٰہی تکبر میں گرفتار ہوتا ہے اور عالم کو احتراز چاہیے کہ تکبر سے کوئی تتمہ نہ آنے پاوے کیونکہ اس مقام میں شیطان کا دخل خاص اس وسواس سے عظیم ہے اور حدیث میں ہے جیسے آپ کو سید کہا تھا اس سے فرمایا کہ سید وہی اللہ تعالیٰ ہے پھر اس نے کہا کہ آپ ہم میں سے بہتر و سردار ہیں آپ نے فرمایا کہ کہو یا تھوڑا کہو اور شیطان تمکو نہ بہکاوے۔ سوم عالم کو چاہیے کہ خلق کی ہدایت میں اسوقت قدم رکھے کہ خود ہدایت الٰہی سے سرفراز ہوا اور یہ اسوقت ہوگا کہ خالص طریقہ سنت سے تجاوز نہ کرے پھر اگر اسکو یہ مرتبہ نصیب نہو تو لوگوں کو فقط شریعت و وعظ قرآنی سے سمجھاوے اور اپنی طرف سے خیالات نہ ملاوے جس سے انکے اعتقادات میں فتور ہو۔ چہارم عوام لوگ جو بغیر کوشش و توجہ کے اپنی جی کے بھلے معلوم ہونے سے پیروی کرتے ہیں انکو چاہیے کہ صرف اللہ تعالیٰ عز وجل کی توحید سیکھیں اور حدیث سے اخلاص حاصل کریں ورنہ معتقد ورنہو کہ یعنے اپنی پرکھ سے کسی کو ولی سمجھنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ توحید سیکھیں اور جو ولی ہوگا وہ اللہ تعالیٰ عز اسمہ کی رحمت ہے اس سے خلق کو بھلائی بغیر جستجو کے پہنچیگی جسطرح مقدر ہوا اور جو شخص کہ شریعت سنت پر قائم نہو وہ اگر ہوش میں ہے تو راہ شیطان پر ہے پنجم جو لوگ دنیا میں بزرگوں کو اسطرح مانتے ہیں کہ انکی محبت کا دعوے کر کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں وے بزرگ قیامت کے روز خود انکے دشمن ہونگے جیسے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے آگاہ فرمایا اور بھلا اللہ تعالیٰ عز اسمہ علیم خبیر سے بڑھکر تمہارا خیال ہوسکتا ہے حتیٰ کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام ان لوگوں کے دشمن ہونگے جنہوں نے انکے ساتھ شرک کیا ہے اور یہ اصلی فریب شیطان کا ہے جس نے تمہارے دل میں ڈالا کہ بزرگوں کی محبت سے دنیا و دین کا بھلا ہے پس تمہارے نفس نے یہاں تک قبول کیا کہ انکی محبت انکی راہ چھوڑ کر انھیں پر بھروسا کر لیا حالانکہ فقط اللہ تعالیٰ عز وجل ہی پر بھروسا فرض تھا۔ ششم آنکہ وجود آخرت میں لوگ شیاطین سے ہمکلام ہونگے۔ جیسے کہ ملائکہ سے اور جن چیزوں کو یہاں اعراض شمار کیا جاتا ہے وہ حقائق ہیں اور فلاسفہ کا اعتراض کہ عرض کا جوہر ہونا اور انقلاب ماہیت لازم آتا ہے بالکل دفع ہے بدلیل آنکہ علم بالماہیۃ میں قیام جوہر فی الذہن لازم ہے پس جو جواب وہاں ہے وہی یہاں ہے اور حل سوا اسکے نہیں کہ جوہر وجود خارجی میں قائم بذاتہ ہے اور وجود ذہنی میں دیا گیا ہے کہ قائم بذہن ہو تو بدرجہ اولی عالم صورت میں جو عرض ہے بغیر مشعر یہ وہ عالم آخرت میں جوہر ہو۔ اور اسی اصل پر بہت سے اوہام ملحدوں کے دفع ہوجاتے ہیں مثلاً موافق اعمال کے عرصہ محشر میں کوئی گھٹنے تک کوئی کمر تک کوئی گلے تک پسینے میں ڈوبا ہوگا تو حق تعالیٰ عز وجل کی تاثیر سے پانی میں وہاں یہ خاصیت ہوگی کیونکہ عالم دوسرا ہے علاوہ اسکے خود دنیا میں آب شور اور آب شیریں آپس میں خلط نہیں ہوتے حالانکہ دونوں ملے ہوتے ہیں اور بحکم قولہ تعالیٰ بینھما برزخ لایبغیان۔ دونوں میں حکم الٰہی کا ایک پردہ ہے کہ ایک دوسرے پر تجاوز نہیں کرتے ہیں ہفتم شیطان کہ بذاتہ تو کوئی اختیار نہیں جیسے زید وعمر کہ کسی آدمی بکر و خالد کو قتل کر ڈالنے کا اختیار نہیں کیونکہ موت مقدر اور وقت الٰہی کا فرمودہ ہے اور خالق اعمال وافعال کا بھی وہی خالق جل جلالہ اعیان وجواہر کا ہے اور قاتل نفس نے قتل کیا یا اور یہی فعل قبیح اسنے کیا یا لیکن جیسے ظاہر ہے کیونکہ آدمی اپنا اور تیغ میں فرق ظاہر مشاہدہ کرتا ہے اسیطرح شیطان تحت قدرت الٰہیہ مقہور ہے خود اسکو سلطنت و غلبہ قہری اصلا نہیں مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نفس کی گمراہی یا کسب معصیت مقدر ہوا اور فرق یہ ہے کہ شیطان کی [illegible] زیادہ [illegible] ہے اور جیسے [illegible] خالی مکان

مین سمائی رہتی ہی اس سے زیادہ شیطان ہر قلب مین جو یاد آلہی و ایمان سے خالی ہو سمایا رہتا ہی اور برخلاف ہوا کے وہ ایک قسم کی خلقت مشکل ہی اور جو ملحد کہ اسکے وجود سے انکار کرے اور یہ ہٹ کرے کہ اسکو محسوس دکھلایا جاوے تو اسکو اپنے قلب کا حس پیدا کرنا چاہیے اور فوراً اس کو محسوس ہوگا کہ اکثر اوقات اندرونی جوش سے وہ ایسے اعمال کرنے پر آمادہ ہوگا بلکہ کر گذریگا کہ دوسرے وقت براہ عقل انکو محض ناکارہ و قبیح و معیوب جانیگا حالانکہ ان افعال مین نفس کو کچھ لذت نہ تھی پھر اگر وہ ان آنکھون سے محسوس دیکھنا چاہتا ہی تو گویا یہ کہتا ہی کہ مجھے مرکر عذاب قبر دکھلا دو یا قیامت برپا کر کے جنت و دوزخ دکھلا دو یا آسمان پر چڑھا کر مجھے دروازہ کھلوا دو تو ایسی صورت مین ایسے احمق کی عقل پر نفرین کرو اور اسکے ایمان کی کم امید ہی اور عالم صنعت الٰہیہ مین عجائب آثار و غرائب اسرار بہت ہین جو کھوٹے قلب کے حفاظت سے اللہ تعالیٰ منکشف فرماتا ہی اور قلب کی حفاظت اسی قدر کہ سوا ے توحید کے اس مین باطل کا دخل نہو اور شاہراہ نور پر طریق سنت کی پیروی کرے اسی واسطے تو دیکھتا ہی کہ انبیاء علیہم السلام نے معجزات سے لوگون کو اس راہ مستقیم کیا پھر خود انکو دیدہ بینا و قلب عاقل ملگیا ورنہ بہت مشکل ہے کہ اندھے اور زاد کور کو رنگ برنگ پھولون اور غرائب اشیاء دلائل سے کیونکر کوئی مسلم کرا سکتا ہی اور عنین محض کو کیونکر کوئی تماس اعضاء سے عجیب لذت حاصل ہونا بدلائل تسلیم کرائے ف قوله انتم بمصرخي سوائے شیخ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے باقیون نے بفتح یا مع التشدید پڑھا اور شیخ حمزہ نے بکسر یا مع التشدید پڑھا۔ کشاف و بیضاوی نے کہا کہ یہ قاعدہ متروکہ ہی اور جماعہ علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کشاف و بیضاوی کا یہ قول مردود قرار دیا اور کہا کہ اگر یہ مراد ہی کہ نحویون مین یہ قاعدہ متروک ہی تو ہوا کرے ورنہ قراءۃ متواترہ ثابت ہی اور شیخ فراء رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول کہ شاید قاری کا وہم ہوا ہو کیونکہ قاریون مین سے بعض کو وہم ہوا ہی تو یہ ائمہ علماء نے فراء رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو بھی وہم قرار دیا اور شیخ ابو حیان النحوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ متواترہ قراءۃ ہی جسکو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے تنزیل رسول رب العالمین سے متواتر نقل کیا پھر یہ کیا اوہام ہین کہ اپنے گڑھے ہوئے قواعد پر اسکو خطا قرار دیا جاوے حالانکہ جماعت ائمہ لغات نے اس لغت کو نقل کیا و لیکن یہ کہا کہ اسکا استعمال کم ہی اور اس سے کچھ قباحت نہین اور قطرب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ بنو یربوع کی لغت ہی اور صریح بیان کیا کہ شیخ ابو عمرو بن العلاء سے جب پوچھا گیا تو انھون نے زبان عرب مین اسکو صحیح و ٹھیک بیان کیا اور شیخ قاسم بن معن رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو ائمہ کوفہ سے ہین اس کو لغت عرب سے صحیح و صواب بیان کیا۔ ف۔ حدیث مین جو ابلیس کا اپنے اتباع کے لیے سفارش کو اٹھنا مذکور ہی وہ بالقصد واقعی نہین بلکہ خوشی و تضحیک کے لیے ہی جیسے ذاتی عداوت کے دشمن سے انتقام کرنے کا نتیجہ ہوتا ہی اور اہل جہنم اول ہر طرح کی حرکات جو راہ صواب کی ہوتی کرینگے اور آخر اپنے پیشوا ابلیس کو ملامت کر کے اسی سے خواستگار ہونگے اور اس سے بھی مایوس ہو کر اپنی ذات پر ویل و ثبور کہکر زار زار چلائینگے۔ ف فی العرائس قوله فلا تلوموني ولوموا انفسكم۔ حق تعالیٰ نے کمال شرک ابلیس سے آگاہ فرمایا کہ مواخذہ کے مقام مین وہ اللہ تعالیٰ عز و جل کو بھولا کہ سوا ے اس کی قدرت کے کسی کی قدرت نہین ہی تبھی اس نے کہا کہ فلا تلوموني ولوموا انفسكم کیونکہ اپنے نفس سے نظر ساقط کرکے درمیان مین غیر کو دیکھنا شرک ہے اور اگر کوئی بندہ مقام تحقیق تک پہونچ جاتا ہی تو وہ کسی کو ملامت نہین کرتا اور نہ اپنے نفس کو اور نہ درمیان مین سوائے حق تعالیٰ عز و جل کے کسی کو دیکھتا ہے تو نہین دیکھتا کہ شیخ محقق واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جس نے اپنے نفس کو ملامت کی اس نے شرک کیا اور مقام ملامت مقام مریدین ہے کہ اپنے نفوس کو خواہش نفسانی کی طرف کرنے سے اس کو ملامت کرتے ہین کہ وہ اپنے خالق عز و جل کی طاعت کی طرف رجوع نہین لاتا ہی اور یہ ملامت براہ ایمانی ہی اور ارادت بجانب حق اسکو مقتضی ہی کہ نفس کو بجانب [illegible] یا مضرت [illegible] ہو اور بلند ہمت [illegible] کی عبادت مین جو اس سے تقصیر ہوگئی ہی اسپر اسکو ندامت حاصل ہو اور یہ ملامت براہ توحید بمعرفت نہین ہی کیونکہ جس نے

قدم کو حادث سے فرد واحد پہچانا وہ کسی دوسرے کو درمیان مین نہین لاتا ہے کیونکہ مقام تفرید و توحید مین وسائط ساقط ہو جاتے ہین اور رسوم مندرس ہو جاتے ہین اور اسباب کی راہین مٹ جاتی ہین۔ شیخ محمد بن حامد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ نفس خود ملامت کا محل ہے پس جس نے نفس کو ہمیشہ ملامت نہ کی اور کسی حال مین اُس سے راضی ہوا تو اُس نے اپنے نفس کو ہلاک کر ڈالا۔ پھر حق تعالیٰ نے کافرون کی محرومی و خواری اور انپر شیطان کی سرداری و عذاب دائمی مین گرفتاری بیان فرما کر اہل توحید و ایمان کی منزلت و نعمت اور قرب جنت کو بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَ اُدْخِلَ اور داخل کیے جاوینگے یعنے تعظیم و اکرام کے ساتھ۔ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وہ لوگ جو ایمان لائے یعنے اللہ تعالیٰ عزوجل کی توحید کی اور شرک سے بالکل توبہ کی اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہدایت و ارشاد کو یقین جانکر قبول کیا۔ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور نیک کام کیے اور نیک کام وہی ہین جو قرآن مجید کے اُتارنے سے اللہ تعالیٰ عزوجل نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ادا کی تعلیم فرمائے اور آپ نے اولاً اصحابہ رضی اللہ عنہم کو کامل مکمل کر دیا اور صحابہ ایسے کامل تھے جنھون نے تمام عالم مین پھیلایا پس جو طریقہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہو اسپر چلے یعنی نیک کام کیا اور اپنے نفس کی خواہش و اپنی ناقص رائے کو دخل نہین دیا۔ بالجملہ جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ عز اسمہ کی توحید پر موافق تعلیم رسول اللہ صلعم کے ایمان لائے اور بعد رسول اللہ صلعم کی پیروی کی خصوصاً ان اعمال کے بجا لانے مین جنکے نہ کرنے سے دوزخ مین جاویگا یعنی فرائض و واجبات مین اور انکے ترک مین جنکے کرنے سے دوزخ مین جاویگا یعنی حرام و مکروہ تحریمی تو ایسے لوگون کے پیشوا حضرت محمد مصطفی صلے اللہ علیہ وسلم ہونگے انکو داخل کیا جاویگا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا جنتون مین جنکے نیچے جاری ہین نہرین ہمیشہ رہین انمین۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ انکے پروردگار کی اجازت سے یعنے داخل کرنا اللہ تعالیٰ کے فرمان و رحمت و اکرام سے ہوگا درحالیکہ فرمان الٰہی اسطرح ہوگا کہ ہمیشہ انمین رہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ نہ کبھی انکے کپڑے پرانے ہونگے اور نہ کبھی انکا شباب زائل ہوگا اور آیات مین صریح ہے کہ نہ انکو کبھی غم ہو اور جو کچھ خواہش کرینگے انکے واسطے وہان موجود ہوگا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جسم و روح و عقل کی طہارت و پاکیزگی انمین موجود ہے تو ظاہر ہے کہ وہ دنیاوی نجاسات خواہشون کی خواہش نہ کرینگے سوا لذیذ و پاکیزہ چیزون کے لیے انکو شراب وہان طہور ہے اور ازواج وہان حورین اور پاک بیبیان وہ کہ حورین جنکی خدمتگار ہون اور میوہ جات و غذائین وہ کہ جو دنیا مین کبھی خواب مین نظر نہ آئین۔ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ انکا تحیہ جنت مین سلام ہوگا۔ یہ دو طرح سے کہ اول داخل ہونے مین حق تعالیٰ الملک السلام کی طرف سے انکو سلام پہونچیگا بقولہ تعالیٰ سلام قولا من رب رحیم۔ اور دوم یہ کہ احباب بلکہ بالاسباب دوست وہان رب تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ ہمیشہ سلام کو آوینگے۔ واضح ہو کہ جسطرح دوزخیون کے لیے ہر دم عذاب پر عذاب بڑھایا جاویگا اور صفت قہر الٰہی کا جسکی انتہا نہین ہے ظہور ہوگا اسی طرح مومنون کے لیے صفت رحمت غیر متناہی کا ہر دم بڑھتا ہوا ظہور ہوگا والحمد للہ رب العلمین۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ تحیتہم فیہا سلام۔ السلام اللہ تعالیٰ کے الطف اسماء پاک مین سے ہے کیونکہ وہ محل تنزیہ ہے پس عارفین اہل جنت اسکو اسی نام پاک سے یاد کرینگے کیونکہ وے لوگ اسکو یاد کرینگے کہ اسنے حجاب سے انکو سلامتی عطا فرمائی ہے پس جبکہ وہ آپس مین ایک دوسرے کو سلام کرینگے تو اسی نام پاک کی رعایت سے یعنی بمشاہدہ سلام ذوالجلال والاکرام ہے گویا دے دیدار مشاہدہ مین مسرور ہونگے پس ہر ایک اسکے جمال و جلال کا اشارہ فرماوینگے اور جب اس نام پاک سے تحیت ادا کرینگے تو اللہ تعالیٰ انکو احسن تحیت سے خطاب و کلام سے سرفراز فرماویگا اور قولہ سلام قولا من رب رحیم سے پہلے بدایۃً عیاناً انپر سلام فرماویگا اور یہ تجدید اس صدا ول کی ہوگی جب اسکو ازل و لاحق سے دیکھا اور اسکا کلام پاک سنا تھا سبحان اللہ یہ سلام کس درجہ کا پاکیزہ ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اہل جنت کے مراتب ہونگے پس اعلیٰ درجہ مین کہ سلام انکو انکے رب عزوجل سے ہوگا اور بعض کے واسطے

ملائکہ لا وینگے بقولہ تعالےٰ والملائکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور قولہ تعالےٰ ویلقون فیہا تحیۃ وسلاما۔ وقولہ تعالےٰ دعواہم فیہا سبحانک اللہم وتحیتہم فیہا سلام وآخر دعواہم ان الحمد للہ رب العالمین پھر حق تعالےٰ نے ایمان واسکے اعمال کا ثمرۂ نیک اور کفر واسکے اعمال کا بطلان متعلق بقولہ تعالےٰ مثل الذین کفروا اعمالہم کرماد ن اشتدت بہ الریح الآیہ بیان فرمایا بقولہ۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ

تونے نہ دیکھا کہ کیسے بیان فرمائی اللہ تعالےٰ نے مثل کہ پاک کلمہ جیسے درخت پاکیزہ کہ اسکی جڑ ثابت ہو اور

فَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ

اسکی شاخین آسمان مین ہین دیتا ہو اپنا پھل ہر حین مین اپنے رب کے حکم سے اور بیان فرماتا ہو اللہ تعالےٰ مثلین

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ

لوگون کے لیے شاید وہ نصیحت حاصل کرین اور مثل اس کلمہ کی جو خبیث ہے جیسے درخت خبیث کہ اس کا جثہ

مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

اکھڑا ہوا پڑا ہو زمین کے اوپر نہین ہو اسکے لیے قرار

أَلَمْ تَرَ تونے نہ دیکھا اسے آدمی اپنے دل کی آنکھون سے کہ تجھے یقین حاصل ہوتا اور محتمل ہے کہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہو اور مقصود یہ کہ تو دیکھ یا تو خوب سمجھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ایمان وکفر کی کیسی مثال عجیب فرمائی ہو اور الم تر۔ سے عرب کی زبان مین لطافت کا اشارہ ہوتا ہے جیسے قولہ تعالےٰ الم تر الے ربک کیف مد الظل۔ یعنے بلطافت اپنے رب کی صنعت کی دیکھو کہ ظل کو کسطرح ممدود فرمایا ہو ویسے ہی اس مقام پر مثل کی لطافت دیکھنے وغور کرنے کی تنبیہ فرمائی اور مثل ایسے ہی قول مین مستعمل ہوتا ہو جسمین کوئی لطافت ہو چنانچہ فرمایا۔ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا کیسی لطیف بیان فرمائی اللہ تعالےٰ نے مثل۔ كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کلمہ پاکیزہ مانند ہے درخت پاکیزہ کے یعنے جس کا پھل پاکیزہ لذیذ ہے۔ أَصْلُهَا ثَابِتٌ جڑ اس کی جمی ہوئی ہے زمین مین۔ اکھڑنے اور دور ہونے کے لائق نہین ہے۔ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ اور اس کی شاخین آسمان مین ہین۔ یا تو یہ محاورہ مجازی حسن کلام مین سے ہے جیسے اُردو زبان مین ترجمہ شاہد ہے اور مفہوم اس کا بلندی و ابھرا ابھرا ہونا۔ اور یا فی جہۃ السماء یعنی آسمان کی طرف اس کی شاخین بلند ہین کیونکہ عربی زبان مین شجر اسی قسم نباتات کو کہتے ہین جو سا قدار قائم ہو ورنہ حشیش بولتے ہین اور یا سماء اسم بمعنے علو ہو یعنے شاخین اس کی بلندی مین ہین اور گھاس کی نیوین اگرچہ اونچان کی طرف ہوتی ہین لیکن شجر نہین ہو اور وجہ اول الطف اور دوم اقوے اور سوم توجیہ ہے۔ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ دیتا ہو یا لاتا ہو اپنا پھل ہر حین مین یعنی وقت مین یا موسم مین بِإِذْنِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم یا ارادہ مشیت سے۔ یہ تو زبان کی تفسیر تھی اب معنوی تفسیر یہ ہو کہ علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ کلمۂ طیبۂ شہادت[1] لا الٰہ الا اللہ ہو یعنی دلی یقین اسکے معانی کا یعنے بندہ یقینی دل سے گواہی دے کہ کوئی معبود الٰہ نہین مگر اللہ عز وجل۔ اور شجرۂ طیبہ بندہ مومن ہو کہ اس کلمہ طیبہ ایمانی سے اسکی جڑ مضبوط قائم ہو اور زمین اسکا دل ہو اور فرعہا فی السماء فرماتا ہو کہ اس کلمہ کی شاخین اعمال حسنہ ہین یس مومن کے اعمال تو آسمان پر لیجاتے ہین۔ اقول یعنی بدلیل قولہ تعالےٰ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ اور بدلیل احادیث صحیحہ۔ شیخ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ایسا ہی ضحاک وسعید بن جبیر وعکرمہ ومجاہد وغیرہ کا قول ہو کہ مومن کے قول وفعل طیب وصالح کو ہر وقت دن مین صبح وشام آسمان کو لیجاتے

[1] قولہ شہادۃ یعنے غرض اس کلمہ کا یقین دل مین ہو اور یہ کلمہ زبان سے کہنا فروع حسنہ میوہ جات مین داخل ہے ۱۲ منہ

ہین یا قول مگر حدیث صحیح گزر چکی کہ فرشتے شتر ہزار نماز عصر کو اترتے ہین اور نماز فجر کے بعد جب آسمان کو اعمال لیجانا چاہتے ہین اسی وقت دوسرے شتر ہزار اُترتے ہین اور دونون نماز فجر مین مجتمع ہین پھر اول گروہ جاتے ہین اور دوم نماز عصر تک رہتے ہین پھر عصر کے وقت دوسرے شتر ہزار سوائے کل والون کے آتے ہین یعنی ہر روز جدید آتے ہین۔ اور مترجم کہتا ہو کہ ظاہر ہین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شجرہ طیبہ کے معنے بندہ مومن فرمائے حالانکہ مراد یہ ہے کہ شجرہ طیبہ کی مثال بندۂ مومن ہو چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سدی نے بواسطہ مُرّہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کیا کہ شجرہ طیبہ وہ نخلہ یعنی درخت خرما ہو اور یہی قول شعبہ نے بواسطہ معاویہ بن قرہ کے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور حضرت انس نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گدر چھوہارون کی کو دالائی گئی تو آپ نے پڑھا قولہ تعالے مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اور فرمایا کہ وہ درخت خرما ہو اور یہی صریح قول مسروق و مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و ضحاک و قتادہ وغیرہم کا ہو اور بیہقی رحمۃ اللہ تعالے نے نافع از حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی کہ ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بتلاؤ کہ وہ کون درخت ہو جو مشابہ یا مانند مرد مومن کے ہو جسکے پتے کسی موسم جاڑے و گرمی مین گرائے نہین جاتے اور ہر حین مین اپنا پھل دیتا ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے دل مین آیا کہ وہ درخت خرما ہو مگر مین نے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ کچھ بولتے نہین ہین تو مجھے اپنا بولنا خلاف ادب معلوم ہوا پس جب لوگون نے کچھ عرض نہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ درخت خرما ہو۔ پس جب ہم وہان سے اٹھے تو مین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے بابا میرے دل مین آیا تھا کہ وہ درخت خرما ہو فرمایا کہ پھر تجھے بولنے سے کس نے روکا تھا مین نے کہا کہ مین نے آپ لوگون کو خاموش دیکھکر بولنا خلاف ادب سمجھا فرمایا کہ اگر تو کہدیتا تو مجھے دنیا و مافیہا سے بہتر تھا۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے اسی حدیث کو مجاہد عن ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مختصر روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ درختون مین سے درخت ہو جسکی مثال مرد مسلمان سے ہے میرے جی مین آیا کہ کہدون وہ نخلہ ہے پھر مین نے اپنی طرف دیکھا تو جماعت مین سے بہت صغیر پایا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نخلہ ہے۔ رواہ الشیخان ایضاً اور مالک رحمہ اللہ تعالے نے بھی اسکو عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اصحاب سے فرمایا کہ درختون مین سے درخت ہے کہ اُس کے پتے مطروح نہین کیے جاتے اسکی مثال مرد مومن سے ہے لوگون کے خیال جنگلی درختون مین پڑ گئے اور میرے دل مین آیا کہ وہ نخلہ ہو۔ رواہ الشیخان ایضاً سبحان اللہ کہ ان بزرگون کے خیالات ہر چیز سے امر آخرت باقی کا انتفاع حاصل کر لینے مین الجھے رہتے تھے اور مترجم کہتا ہو کہ ظاہر امراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ نہین تھی کہ قرآن مجید مین شجرہ طیبہ سے مخصوص درخت خرما مراد ہو بلکہ یہ درخت بھی اس شان و مثال مین مومن کے مشابہ ہو کہ اسکے فروع ضائع نہین کیے جاتے ہین اور اسکی دلیل وہ ہو جو ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے قتادہ رحمہ اللہ تعالے سے روایت کی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جو لوگ صاحبان ثروت ہین وہی سب ثواب لے گئے تو فرمایا کہ بھلا مجھے بتلا دے کہ اگر کوئی شخص تمام دنیا کی متاع لیکر تلے اوپر لگا دے تو کیا آسمان تک پہونچ جاویگی پس مین تجھے ایسا نیک کام بتلائے دیتا ہون کہ اسکی اصل یعنی جڑ تو زمین مین ہو اور شاخین آسمان مین ہین اُسنے عرض کیا کہ ہان یا رسول اللہ فرمایا کہ ہر نماز کے بعد دس مرتبہ لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر اور دس مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ الحمد للہ پڑھا کر پس اسکی اصل زمین مین اور فرع آسمان مین ہو۔ اقول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت صحاح مین اول جو تینتیس مرتبہ اور باقی دونون تینتیس مرتبہ ہین اور بعض روایت مین سب تینتیس مرتبہ ہین اور آخر مین جامع کلمہ توحید و تحمید و تمجید ہو۔ اور اسکے انوار و برکات عجیب مجرب ہین۔ ولیکن لازم ہو کہ ایمان والا اسکے معانی کو اصل یقین کے ساتھ دل سے پڑھے حتی کہ کلمہ اول کے وقت دل سے وہ توحید کہ سب عالم سوائے اللہ تعالیٰ کی نظر سے غائب ہو جائے

اور دوم کے وقت اسکی عجائب شان پاک وقدرت پر نظر ہو اور سوم پر اپنے اوپر وتمام مخلوق پر حسن احسان وہدایت ایمان وانواع انعام پر نظر ہو واللہ تعالیٰ ہو الموفق۔ یہ کلام درمیان میں آگیا۔ غرضکہ اس روایت سے ان اعمال صالحہ سے مشابہ درخت کو تمثیل کے لیے متعین فرمایا اور درخت خرما ہر موسم میں پھل نہیں دیتا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قولہ کشجرۃ طیبۃ وہ ایک درخت جنت میں ہے بلکہ سب درخت جنت کے اسی شان پر ہیں ولیکن یہ فہم فقط اہل ایمان کے لیے ہے اور ضرور ہے کہ عوام کے لیے زمین کے درختوں میں سے تفہیم کیجاوے۔ قال الامام الحافظ رحمۃ اللہ علیہ وقولہ توتی اکلہا کل حین باذن ربہا یعنی ہر صبح وشام کے جملہ اوقات میں پھل دیتا ہے اور بعض نے کہا کہ حین سے مراد ایک مہینہ ہے یعنی ہر مہینہ اور بعض نے دو ماہ اور بعض نے چھ ماہ یا ساتماہ اور بعض نے ہر سال کہا۔ اور مترجم کہتا ہے کہ ہر موسم معہود ہو سکتا ہے اور بعض نے توجیہ کی کہ خرما چونکہ سال میں ایک مرتبہ پھلتا ہے لہذا ہر سال مراد ہے اور شیخ امام حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ سیاق کلام سے ظاہر یہ ہے کہ مومن کی مثال ایسے درخت سے ہے جو برابر پھولتا پھلتا ہو اس سے ہر وقت رات ودن اور ہر موسم جاڑے گرمی برسات میں پھل ملتا ہو جیسے مومن کے اعمال نیک برابر رات ودن وہر موسم میں پاکیزہ حاصل ہوتے اور آسمان کو جاتے ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شیخ کی مراد شاید یہ ہے کہ کلمہ طیبہ یا جسکے قلب میں کلمہ طیبہ راسخ ہے یعنی نفاق نہیں ہے اس کلمہ حق پر جو فروع ہیں وہ آسمان کو جاتے ہیں۔ اور اگر اسکی مثال کسی درخت سے دیجاوے تو ایسے درخت سے ہوگی جو مضبوط قائم اور ہری بھری شاخیں بلند اور ہر زمانہ میوہ دیتا ہو۔ مسئلہ ایک نے قسم کھائی کہ تا حین تجھ سے کلام نہ کرونگا یا ایک نے عورت سے تا حین ایلا کیا یا تا حین طلاق دی تو کیا حکم ہے اور یہ مسئلہ فتاوے ہندیہ کی کتاب الایلاء والطلاق سے تلاش کرو اور مقصود یہاں اہل لغت کا بیان ہے نحاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حین کا لفظ تمام اہل لغت کے نزدیک سوائے شاذ اقوال کے بعض وقت آتا ہے اور قلیل وکثیر زمانہ پر واقع ہوتا ہے اور بعض مواضع میں حین سے اکثر مراد ہوتا ہے جیسے قولہ تعالیٰ ہل اتی علی الانسان حین من الدہر۔ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حین وقت خواہ دراز ہو یا کم ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ حین امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں چھ مہینہ ہیں الا آنکہ اسکی کچھ نیت ہو۔ سراج میں لایا کہ انسان کی مثال نخلہ سے اسوجہ سے ہے کہ نخلہ کا اگر سر کاٹ دو تو خشک ہو جاتا ہے اور دیگر اشجار ادہر ادہر سے پھوٹتے ہیں اور دیگر یہ کہ نخلہ نر مادہ لگانے سے پھلتا ہے اور کہا گیا کہ فضلہ خمیر آدم سے مخلوق ہوا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ایمان کی مثال درخت سے اسوجہ دی گئی کہ درخت اسی وقت ہوتا ہے کہ ریشہ مضبوط اور جڑ قائم اور فرع بلند ہو یونہی ایمان تین چیزوں سے تمام ہوتا ہے تصدیق بقلب اور قول بزبان اور عمل بجوارح۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ توجیہ ضعیف ہے اور اصل مقصود بیان کا یہ ہے کہ اگر ایک درخت ایسا ہو کہ جڑ اسکی مضبوط اور شاخیں آسمان میں پہنچی ہوں اور پاکیزہ لذیذ حلال میوہ ہر وقت دیتا ہو اور نظیر اسکے وجود کی نخلہ ہے تو وہ مشابہ ہے مرد مومن کے ایمان کلمہ طیبہ سے کہ بدولت مومن کے اعمال نہایت پاکیزہ خوشگوار آسمان کو جاتے ہیں۔

ویضرب اللہ الامثال للناس اور مثلیں بیان فرماتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے یعنی کلام سے کہ ہر درجہ کا آدمی سمجھ کی کچھنا ہو اگر خود لعلہم یتذکرون تاکہ وے لوگ نصیحت پکڑیں۔ اپنے آغاز سے ہوشیار اور دنیاوی زندگی کو آخرت کے لیے غنیمت جانیں اور آخرت پر یقین کرکے گمراہی کی تاریکیوں اور نجاسات سے نکلکر پاکیزگی وطہارت میں ہمیشہ کے لیے راحت میں رہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل سعادت کا حال بیان کرنے کے بعد اہل شقاوت کا حال بیان کردیا اور اسلوب بیان کے بدل دینے میں یعنی یوں نہ فرمایا کہ کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ خبیثۃ اشارہ ہے کہ اسکے بیان میں اظہار خوبی کا اہتمام نہیں ہے بلکہ بطور تحقیر مقصود انکا حال ظاہر فرمایا۔ قولہ ومثل کلمۃ خبیثۃ اور کلمہ خبیثہ جو سوائے کلمہ توحید کے ہے یعنی دل میں توحید ہی کی اصل کے سوائے جو کچھ اعتقاد ہو وہ کلمہ خبیثہ ہے اور جیسے کلمہ طیبہ کا اعتقاد رکھنے والا طیب وپاکیزہ ہوتا ہے اسی واسطے حدیث میں ظاہری احتلام وجماع سے جس نے اپنے کو نجس کہا تھا اسکو متنبہ کیا اور کہا کہ مومن نجس نہیں ہوتا ہے اسیطرح اسکے مقابل میں کلمہ خبیثہ کا

اعتقاد رکھتے والا خبیث ونجس ہو اسی واسطے قولہ تعالیٰ ان المشرکین نجس الآیہ مین صریح فرمایا ہو اور منافقین بھی اسی مین داخل ہین کیونکہ ان مین کلمہ طیبہ نہین بلکہ وہ اسکو اکھاڑے ہوئے دور کرتے ہین اور جبانے بادشاہ عادل کو اپنے ملک مین نہ آنے دیا وہ ہنوز اندھا ہو اور انکین ظلم بھرا ہوا ہے مگر اس سے وہ زیادہ بدتر ہو جسنے بادشاہ عادل کی خوبیان دیکھین اور اسکو نکالنے اور دور کرنے کے واسطے ساعی اور نجاست کو اپنے یہان مضبوط کرنے والا ہو پس ان سے دوسرے بھی محروم ہوتے ہین اسی واسطے منافق کو زیادہ عذاب ہو پس حاصل یہ کہ سوائے کلمہ طیبہ والون کے باقی جو لوگ ہین سب کلمہ خبیثہ والے ہین ان کی مثل کَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ جیسے درخت خبیث یعنی ثمریان جسکو حنظل کہتے ہین اور وہ بغیر تنہ کے اور بغیر مضبوط جڑ کے ہوتا ہو اور اسکا پھل بدمزگی مین مشہور ہو اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ علیہ کی تفسیر مین ہو کہ امام حافظ ابوبکر البزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ شجرہ خبیثہ ثمریان ہو اور دوسری اسناد سے اسکو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کیا اور ابن ابی حاتم نے اسکو اپنی اسناد سے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور راوی نے کہا کہ مین نے اسکو ابو العالیہ سے جو کبار تابعین مین سے ہین ذکر کیا تو انھون نے کہا کہ ہان یون ہی سنتے آئے ہین اور اسکو ابن جریر و ابو یعلی نے بھی روایت کیا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہرا یہان بھی عرب کے واسطے ایسے درخت کی نظیر بدرخت حنظل ہو اور مراد یہ ہو کہ کلمہ خبیثہ جسمین تمکن نہ ہو یعنی کافر تو یہ کلمہ بغیر زمین ہو کہ انکے قلوب بحکم قولہ تعالیٰ افئدتہم ہواء الآیہ یعنی انکے قلوب خالی ہین اور یہین سے ظاہر ہوا کہ حکمت الٰہیہ عجیب ہو اور مثال عجیب ہو کہ کافرون مشرکون مین کلمہ خبیثہ ہو مگر اسکی یہ حالت ہو کہ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ اسکا جثہ اکھڑا ہوا ہو زمین کے اوپر سے یعنی زمین مین اسکو ثبات نہین ہو مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ اسکے لیے قرار نہین ہو پس ایسے ہی کافر اور اسکے کلمہ کا حال ہو کہ اسکے واسطے کوئی جڑ نہین اور نہ ثبات ہو اور نہ اس سے کوئی نیکی حاصل ہوتی ہو اور نہ اسکا کوئی قول و عمل چڑھایا جاتا ہو۔ اور یہان فرع کا کچھ حال اسوجہ سے نہین فرمایا کہ کلمہ خبیثہ کی اصل ہی نہین ہو تو فرع کیونکر ہو اور یہان سے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو اکثر گمان کرتے ہین کہ بعضے کافر بہت سی عبادات و طاعات بجالاتے ہین تو یہ محض نادانی ہو اور حق یہ ہو کہ یہ فروع و اعمال سب بغیر اصل ہین اور ظاہر ہو کہ جب اصل باطل ہو تو جسقدر فروع ہون سب باطل ہین اور یہین سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان باہم فروع پر مخالفت نہ کرین بلکہ سب متفق ہو کر اصل ایمان کو دل مین قائم کرین اور شرک و فساد کی بنیاد کچھ باقی نہ رہے پھر اعمال انہین اپنی اپنی قسمت سے ملینگے اور اونکے عمل انکا نافع ہوگا اور جب تک کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کا اعتقاد دل مین راسخ نہین ہو اسوقت تک اعمال برباد ہین اور واضح رہے کہ اپنے نفس کے کہنے پر یہ غرہ نہو کہ ہمارے دل مین یہ اعتقاد راسخ ہو اسلیے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ من فاتتہ صلوۃ العصر فکانما وتر اہلہ ومالہ یعنی جسکی عصر کی نماز قضا ہو گئی گویا اسکے گھر بار آل و اولاد اور مال چھوٹ گیا۔ اور ظاہر ہو کہ سب نہین بلکہ ایک فرزند کے چھوٹنے سے آدمی کو جسقدر رنج و زاری و بیقراری ہوتی ہو قیاس کرے کہ نماز عصر چھوٹنے سے اسکا کئے ہزاروان حصہ ہوئی پس خوف کرو کہ آج ایمان ہاتھ سے گم ہو ورنہ کل کیسے روز قبر مین ہیبتناک سامنا ہو نعوذ باللہ من عذاب القبر وعذاب النار۔ اور جس نے لا الٰہ الا اللہ کے معنے سمجھ لیے اسنے تمام ایمان و علم دین حاصل کر لیا اسی واسطے حدیث صحیح مین ہو کہ من قال لا الٰہ الا اللہ صادقا من قلبہ دخل الجنۃ رواہ البخاری وغیرہ یعنی جس نے لا الٰہ الا اللہ سچائی کے ساتھ اپنے دل سے کہا وہ جنت مین داخل ہوا یعنی اصل ہو کہ اسکے ساتھ شرک جمع نہین ہوتا ہو خالق و مالک و رازق و قادر مختار وہی اللہ جل جلالہ ہو وہی جو چاہتا ہو وہ ہوتا ہو کسی اور کی شرکت بالکل نہین ہو اور حواس کے موافق تدبیر کرنا و ہر طرح کی کوشش اسی کے پیدا کیے ہوئے حواس و فہم کو کام مین لگانا ہوتا ہو ولیکن اسی پر توکل و بھروسا ہو اور جسنے دنیا مین تھوڑی سعی کی اور کمایا اور تمام وقت آخرت کے کام مین صرف کیا وہ کل کے روز اچھا رہا اور بہشت جانے کا گھر وہی ہو۔ خلاصہ بیان تفسیر کا یہ ہو کہ کلمہ طیبہ جسکے دل مین راسخ اور پکا اعتقاد لا الٰہ الا اللہ کا دل مین ہو اسکے سبب قول و فعل جو اعتقاد سے ہین مقبول اور آسمان کو فرشتے لیجاتے ہین ہر دم رحمت جزیل و ثواب جمیل ملتا ہے گویا ایک پاکیزہ درخت ایسا ہے

کہ اس کی جڑ خوب مضبوط قائم ہے جیسے درخت خرما ہوتا ہے اور اس کی شاخیں آسمان کو پھیلی ہوئی ہیں ہر دم اور ہر وقت اپنے رب کے حکم سے پھل دیتا ہے لہٰذا مومن نے جب ایمان و یقین کے ساتھ زبان سے افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کا وظیفہ کیا یا تسبیح و تہلیل و تحمید کا کلمہ پڑھا یا درود شریف پڑھا یا وعظ کہا یا قرآن مجید پڑھا یا مانند اسکے حتیٰ کہ دو مسلمانوں کے درمیان رنجش دور کرنے کو گفتگو کی یا وضو کیا یا نماز ادا کی یا نفل ادا کیے یا مسجد کی طرف چلا یا حج ادا کیا یا جہاد کیا حتیٰ کہ اہل و عیال و اپنے لیے کمائی کی تو یہ سب اسکے فروع ہیں جنکے پھل لقبولیت و توفیق پروردگار اسکو حاصل ہیں اور رہا وہ کہ جو مومن نہیں ہے تو اسکا اعتقاد شرک یا کفر یا نفاق جو کچھ ہو وہ خبیث ہے اور مثال اسکی خبیث درخت کے ساتھ ہے کہ نہ اسکی جڑ مستحکم ہے کیونکہ جڑ تو وہ مستحکم ہے جو بآیات بینات و حجت آلہیہ ہو اور کافر اگر اپنے دل میں ایک اعتقاد کو جازم کر لے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے پس جب جڑ ہی ندارد ہے محض واہی تباہی خیالات کو اعتقاد بنایا ہے تو اسکی شاخیں کہاں سے آوینگی اور میوہ اسکا مثل درخت حنظل کے باطل ہوگا۔ واضح ہو کہ بعض مفسرین نے شجرۂ خبیثہ کی تفسیر میں پیاز اور بعض نے کشوثا اور بعض نے کماۃ ذکر کیا ولیکن زبان عرب میں ان چیزوں کو شجر نہیں بولتے ہیں اور بعض نے کہا کہ وہ ایک بوٹی ہوتی ہے جو بغیر جڑ کے بڑے درختوں پر پھیلتی ہے اور درخت کو خشک کر دیتی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ وہ تو بالکل شجر کی اطلاق سے خارج ہے اور ظاہراً ان بزرگوں نے اجتثت من فوق الارض مالہا من قرار کی ظاہری تطبیق سے ایسا کہا ہے حالانکہ مراد اس کی جڑ کے ندارد یا اکھڑے ہوئے ہونے سے یہ نہیں ہے کہ جڑ اسکی بالکل نہو معنی یہ ہیں کہ کلمۂ خبیثہ اگرچہ کافر کے دل میں خوب جما ہوا ہوتا ہے لیکن بے اصل ہے اس کی جڑ باطل ہے تو اسکے موافق جو اعمال و اقوال وہ کرتا اور کہتا ہے سب فروع و شاخیں بھی بیکار ضائع ہیں جیسے درخت خبیث کا حال ہے اور صحیح تفسیر اسکی حنظل ہے پھر واضح ہو کہ کلمۂ طیبہ کی مثال درخت خرما سے ایک تفہیم کی راہ سے ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ مومن کی تشبیہ خرما کے درخت سے ہر طرح سے ہے اور دوسری طرح سے منافق کی تشبیہ درخت صنوبر سے حدیث صحیح میں یوں ہے کہ بندہ مومن ہمیشہ مصائب و بلیات کے جھونکے کھاتا ہے جیسے دھان کا درخت کہ ہوا و جھکوڑے سے لوٹ پڑتا ہے پھر کھڑا ہو جاتا ہے اسی طرح بندہ مومن بھی برابر مصائب سے مبتلا ہو کر گناہوں سے پاک کیا جاتا ہے یہانتک کہ موت کے وقت پاکیزہ صاف اس دنیا سے جاتا ہے اور رہا منافق تو اسکی مثال درخت صنوبر ہے کہ بلیات کے جھونکے ہوا اُن کے اسکو کچھ صدمہ نہیں پہونچاتے ہیں یہانتک کہ جب اللہ تعالیٰ ایکبار اس کو گرفتار کرتا ہے تو جڑ سے مثل درخت خرما کے اُکھاڑ دیتا ہے۔ کما فی الصحاح۔ اور اسی بیان سے مفہوم ہوا کہ پیاز ہو یا حنظل اسکو درخت خبیث بنظر تمثیل فرمایا ہے اور خالق عز وجل اپنی مخلوقات کا علیم ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ حکم اس درخت کا نجس ہے حتیٰ کہ پیاز حرام و حنظل حرام ہو جاوے فافہم۔ ہاں یہاں یہ اشارہ ہے کہ جسقدر آدمی سے مخلوقات کو پاکیزہ نفع پہونچے وہ اچھا ہے اور حدیث صحیح میں ثابت ہے کہ لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہونچا دے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ الآیہ اس کلام پاک کے اشارات لطیفہ میں سے بیان کلمۂ قدیمہ ازلیہ ہے جس سے اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنی معرفت کے لیے مختار فرمایا تھا اور یہ کلمہ سب پاکیزہ سے پاکیزہ ہے اور یہ کلمہ قدیمہ درخت صفات ہے کہ اصل ثابت بقدم ہے اور فرع آسمان لقا میں ہے اور یہ درخت ایسے تغیرات و تبدلات سے جو حوادث میں قہریات سے ہوتے ہیں محفوظ ہے اول بلکہ وہی اصل ہے وہاں تغیر و تبدل کیسے کہ یہ معنے ہی نہیں ہیں تو محفوظ غیر محفوظ کا بھی کوئی موقع نہیں ہے جبکہ اُسکے سوائے کچھ ممکن نہیں ہے لیکن اوہام باطلہ کے رفع کرنے اور ظنون کاذبہ کے دور کرنے کے واسطے برمانند قولہ تعالیٰ لا تبدیل لکلمات اللہ اسکو بیان کر دیا۔ اور واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان داون کے مراتب عالیہ پاکیزہ کو بپاکیزگی و ثمرات پاکیزہ کا نتیجہ دہندہ بیان فرمایا اور ظاہر کفر و نفاق و شرک کے خوار ہونے اور محض بے نتیجہ و باطل ہونے کو اظہار فرمایا جس سے خوب یقین ہو گیا کہ کفر و اسکے اعتقاد پر اقوال و اعمال سب نابود اور باطل ہیں کیونکہ محض بے اصل ہیں اور بغیر جڑ کے درخت شاخ یا پھل کچھ نہیں دیتا ہے پس بحکم قولہ مثل الذین کفروا اعمالہم کرماد اشتدت بہ الریح فی یوم عاصف الآیہ یقین ہو گیا کہ اہل الکفر عرصۂ قیامت میں بالکل خوار ہونگے اور شیطان انکا پیشوا ہوگا۔ اور شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسکے اشارہ میں ایمان سے بالا تر مقام وحدت پاک کو

سمجھا یا کہ اسمین اشارہ ایسا ہو کہ جو شخص قلبی صفات سے ہدایت یافتہ مومن ہوا اور فائز بدرجہ عرفان ہوا و کسی طرح خیالات و تصورات و اوہام کو دخل نہ دے وہ قلب کے بلکہ روح کے ادراک سے صرف یہ سمجھ وہ بھی مثالی طور پر سمجھے کہ اصل قدم پاک ہو لا آلہ الا اللہ درخت ہو اور صفات گویا شاخین ہین مگر سبحان اللہ کہ یہان درخت بیچارہ کیا چیز ہو جب کہ انسان نیست و نابود ہو لیکن یہ یقین رکھو کہ فوراً درخت وغیرہ خیالات سے نظر پھیر دو اور صرف اتنا سمجھو کہ صفات پاک آپ ہر تغیر و تبدل سے پاک ایک ذات قدیم کی صفات ہین مانند توحید و تفرید و بقا وغیرہ کے کہ اپنے عارفین محبین صدیقین و عاشقین کو ثمرات تجلیات ہر ایک مقام و وقت کے مخصوص بصفت پاک حاصل ہوتے ہین شیخ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کلمہ طیبہ قول لا آلہ الا اللہ ہو جبکہ مقام حقیقت مین عین الیقین کے مرتبہ پر ہوا اور شجرہ طیبہ وہ ہو جو اہل توحید کے اسرار کو طمع سے پاک کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا دیتا ہو اور اسکے سوا سے ہر چیز سے منقطع کرتا ہو مترجم کہتا ہو کہ مین یہان حضرت مولانا السید امام الاولیاء کا کلام نقل کرتا ہون جو نقل حدیث صحیح کہ یا غلام احفظ اللہ یحفظک اور تسمہ جوتی کا مانگے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ کے تو طیبہ ذکر کیا بقولہ رحمۃ اللہ کل آفۃ دخلت علی اہل البدایات لوقوع نظرہم الی الخلق یعنی ابتدائی لوگون پر ہر ایک آفت جو وارد ہوتی ہو وہ اسی وجہ سے ہوتی ہو کہ انکی نظر مخلوق پر پڑتی ہو الی آخر ما قال رضی اللہ عنہ۔ شیخ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ خزائن آلہی آسمان غیب مین مخفی ہین یعنی ہم لوگون پر حجاب ہو ورنہ خزائن غیب آلہی ظاہر و روشن ہین اور زمین مین اسکے خزائن قلوب اولیاء ہین اور اس اشارہ کو اسی آیت سے نکالا ہو اور کہا کہ پھر اللہ تعالیٰ ایک ہوائے نسیم صبا بھیجتا ہو جو اسکے قلب کو کفر و شرک و نفاق سے پاک کر دیتی ہو اقول الاصل فیہ قولہ علیہ السلام ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الحدیث۔ اور کہا کہ پھر ایک ابر رحمت پیدا فرماتا ہو جسکی بارش سے درختان تر و تازہ بارآور پیدا ہوتے ہین جنکا ثمر اسکی محبت و رضا و شکر و صفا و اخلاص و طاعات ہین۔ قولہ تعالیٰ ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ الآیۃ۔ اسکے اشارات حکمت مین سے ہو کہ قہر قدیم نے جب زبان نفس امارہ سے جو درخت خبیث ہو کلام کیا تو زبان نفس امارہ کی گفتگو ہواجس نفسانیہ ہین جن سے وساوس شیطانیہ کا ثمرہ پیدا ہوتا ہو اور یہی کلمات تمام اُن مختلف خواہشون کی جڑ ہین جنکا انجام تاریکی سخت و دوری از رحمت اور فتنہ شہوات و اوہام و خیالات مین تباہی و سرگردانی ہوتا ہو اس درخت کو دست قہریات نے تہ طبیعت مین جمایا ہو اور آب ضلالات سے اسکو پانی دیا گیا ہو اور اسکی جڑین اصول نفاق ہین اور پیڑی اس کی اصل الکفر اور شاخین خواہشہا ے مختلفہ اور اسکے پتے بیہودہ باطل اوہام و ظنون ہین اور اسکے پھل شک و شرک و کسل و بخل و اترانا و نشاط دنیا و تخیلات و حیلہ بازی و کذب و فریب و بہتان و غیبت و چغلی و حرص و حسد و شہوت و بغض و غضب و جاہ خصلتین جو نفس و شیطان کی جانب منسوب ہین کچھ ہر وقت و ہر دم اس سے یہی پھل حاصل ہوتے ہین اب دیکھنا چاہیے کہ صاحب صادق و بندہ موافق برابر قصد کرتا ہو کہ انکو جڑ سے قطع کر دے اور توحید کی راہ سے اور معرفت و محبت کی کلہاڑی سے انکو جڑ سے کھود ڈالے پس اگر یہ بندہ مؤید بتائید ربانی و مکرم بالطاف ازلیہ ہو تو اللہ تعالیٰ اسپر یہ کام آسان فرما دیتا ہو وہ اسکو جڑ سے کاٹ دیتا ہو اور کوئی ضرر نہین پہونچتا ہو اسلیے کہ یہ سب عارضی بغرض امتحان قلب ہین اور یہ قلب محل و منظر نور تجلی حق عز و جل ہو پس قلع و قطع آسان ہو جاتا ہے کیونکہ یہ درخت خبیث جما ہوا ثابت نہین ہوتا ہو بلکہ بحکم قولہ اجتثت من فوق الارض ہو بخلاف درخت ایمان کے کہ بحکم اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء وہ ثابت ہو اقول یہ تحقیق صریح معقول لطیف ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد بن علی الترمذی نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ زبان ہو جبتک مومن اسکو نہ روکے اس سے کلمات خبیثہ پیدا ہونگے۔ اقول زبان بھی شجرۂ خبیثۂ نفس کی پیروی مین شراستہ بیہودہ کلمات دیتی ہو ورنہ ذکر آلہی احسن ہو فافہم۔ بعض نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ نفاق ہو اور اسکو یہین قرار نہین یہانتک کہ منافق کو نار مین لیجاتا ہو۔ ابن عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ وہ غیبت و بہتان ہو دونون سے کذب و فجور کا دروازہ کھل جاتا ہو۔ جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ شجرۂ خبیثہ شہوات ہین و زمین اسکی نفوس ہین اور پانی اُسکا امید ہو اور پتے اسکے کسل ہو اور پھل اسکے معاصی ہین اور انجام اسکا آگ ہو۔ ف شجرۂ خبیثہ کی صفت بقولہ اجتثت من فوق الارض ما لہا من قرار بیان فرمائی حالانکہ درخت اسی کو کہتے ہین جسکی جڑ زمین مین قائم اور اسپر پیڑی

ف یعنی امام عبد القادر الجیلانی رضی اللہ عنہ [illegible]

[illegible]

اور پھر شاخین و پتے ہون جواب دیا گیا کہ شجرہ طیبہ کے مقابلہ مین اس گھاس کو درخت فرمایا ورنہ صفت مذکورہ کے موافق یہ نجم ہو جو بغیر ساق ہوتی ہی اور حضرت ابن عباس و ایک جماعت علما و تابعین سے مروی ہی کہ کلمہ خبیثہ وہ شرک ہی اور درخت خبیث کافر ہی یعنی شرک کی کوئی اصل نہین جسکو کافر اپنا مستند کرے ورنہ کوئی دلیل و برہان ہی اور اس جڑ سے جو اعمال پیدا ہوتے ہین سب خراب ہین کیونکہ ہر عمل کے لیے نیت لازم ہی لہذا آیات و احادیث مین صحیح ہوا کہ شرک کے ساتھ کوئی عمل مقبول نہین ہوتا پھر اللہ تعالے نے کلمہ طیبہ والون پر اپنا انعام و فضل و احسان ظاہر فرمایا بقولہ تعالے

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ

ثابت رکھتا ہی اللہ تعالے ان بندون کو جو ایمان لائے ہین قول ثابت کے ساتھ دنیا کی زندگی مین اور آخرت مین اور گمراہ کرتا ہی اللہ تعالے

الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۞ ع

ظالمون کو اور کرتا ہی اللہ تعالے جو کچھ وہ چاہتا ہے

تثبیت۔ ثابت و قائم کر دینا اسطرح کہ کچھ لغزش و تردد نہو۔ قول ثابت وہی کلمہ طیبہ کہ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء ہی۔ فی الحیوۃ الدنیا یعنی زندگی دنیاوی۔ فی الآخرۃ بعض نے کہا کہ قیامت اور بعض نے کہا کہ قبر اور یہی اصح و ارجح ہو۔ قولہ تعالے۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ اللہ تعالے جو قادر مختار فاعل حقیقی ہی ثابت و برقرار رکھتا ہی۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اُن بندون کو جو ایمان لائے یعنے کلمہ طیبہ انکے دل مین جم گیا۔ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ متعلق بآمنوا یعنے قول ثابت پر ایمان لائے اور وہ کلمہ طیبہ ہی پس جسطرح وے کلمہ طیبہ ثابتہ پر ایمان لائے ہین اسکا سبب رحیم انکو ثابت قدم رکھتا ہی اور محتمل ہو کہ تثبیت کے متعلق ہو یعنے تثبیت بقول ثابت فرماتا ہی یعنی ایمان والے بانعام و فضل الٰہی ثابت قدم رہتے ہین۔ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا زندگانی دنیاوی مین جب فتنہ و مصائب سے امتحانات پیش آتے ہین جیسے اصحاب اُخدود کو کافرون نے آگ مین ڈالا اور جیسے حضرت سیدنا بلال مولاے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا و تکلیف سخت دی گئی مگر ایمان پر ثابت قدم رہے تو اللہ تعالے جل شانہ کا شکر ہی کہ وہی ثابت قدم فرماتا ہی دنیاوی امتحانات و سختیون مین وَفِي الْاٰخِرَةِ اور آخرت مین بھی۔ بعض نے کہا کہ قیامت کے حساب و سوال جواب مین ولیکن یہ قول ضعیف ہی اس لیے کہ حدیث صحیح مین آیا کہ قیامت مین جس شخص سے حساب مین مواخذہ کیا جائیگا وہ ہلاک ہو جائیگا اللھم انی اعوذ بک من سوء الحساب۔ اور بعض نے کہا کہ یعنے قبر کے سوال منکر و نکیر مین۔ اور یہی اصح ہی اور ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ قولہ فی الآخرۃ کہا کہ فی القبر۔ اور ابن مردویہ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ قبر مین ہی۔ اور امام بزار رحمہ اللہ تعالے نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ امت اپنی قبرون مین امتحان کیجاویگی تو میرا کیا حال ہوگا کہ مین بہت کمزور عورت ہون تو آپ نے پڑھا قولہ تعالے یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ اور ابو داؤد نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہان ٹھہر جاتے اور کہتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اسکے لیے تثبیت مانگو کہ اس سے اس وقت سوال کیا جائیگا۔ غرضکہ درباره سوال قبر و ثواب و عذاب قبر کے بہت سی احادیث وارد ہوئی ہین حتے کہ جو کوئی ثواب و عذاب قبر پر ایمان نہ لاوے وہ کافر ہی اور واضح ہو کہ منکر و نکیر درحقیقت ملائکہ ہین لیکن انکی صورتین بہت ہیبتناک ہوتی ہین اور یہ فقط امتحان تثبیت ہی کیونکہ جو چیز دل مین جمی ہوئی ہو وہ کسی حال مین خارج نہین ہوتی ہی اور اسی ہیبتناک منظر کی وجہ سے حضرت ام المومنین نے کہا کہ مین ایک کمزور عورت ہون اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے تسکین دی کہ جو کوئی دنیا مین ایمان پر ثابت ہوتا ہی اسکو اللہ تعالے دنیا کی سخت آزمائش اور قبر کے ہیبتناک منظر مین ثابت قدم رکھتا ہی آمین طاقتور و کمزور اور مرد و عورت کا کچھ کام نہین ہی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ جب مومن سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے تو وہ شہادت دیتا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پس یہی فرمایا یثبت اللہ الذین آمنوا الآیہ۔ امام مسلم و بقیہ جماعت ائمہ نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور اسی کو امام احمد نے بسط کے ساتھ حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک مرد انصاری کے جنازہ کے ساتھ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں چلے جب قبر تک پہونچے تو ہنوز لحد تیار نہوئی تھی پس آپ بیٹھ گئے اور ہم سب آپ کے گرد خاموش بیٹھ گئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے زمین میں کریدتے تھے پس آپ نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے قبر کے عذاب سے پناہ مانگو دو یا تین مرتبہ پھر کہا کہ بندہ مومن جب دنیا سے انقطاع و آخرت کے سامنے جانے کو ہوتا ہے تو آسمان سے کچھ فرشتے اترتے ہیں جنکے چہرہ مثل سورج کے روشن ہوتے ہیں انکے ساتھ جنت کے لباس سے کفن اور خوشبو سے حنوط ہوتی ہے پس اتر کر اسکی نظر کے دور سے پر بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت آکر اسکے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نفس مطمئنہ اپنے پروردگار کی مغفرت ورضوان کی طرف چل پس جیسے سقا کے دہانہ سے قطرۂ آب رواں ہو کر نکل آتا ہے وہ روح رواں ہو کر باہر آجاتی ہے پس ملک الموت اسکو لے لیتا ہے کردے پلک مارنے تک اسکو ملک الموت کے پاس نہیں چھوڑتے بلکہ لے کر اسی کفن و حنوط سے آراستہ معطر کر کے لے چلتے ہیں اس سے نہایت اعلیٰ خوشبو نکلتی ہے جو روئے زمین پر ہو سکتی ہے پس اسکو آسمان کی طرف چڑھا لیجاتے ہیں راہ میں جس گروہ ملائکہ پر گزر ہوتا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہ کیسی خوشبودار روح ہے کہتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے اسکے دنیاوی ناموں میں سے سب سے اچھا نام لیتے ہیں یہانتک کہ آسمان دنیا تک پہونچتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں پس دروازہ کھولدیا جاتا ہے اور مبارکباد کے بعد اس آسمان کے مقربین مشایعت کرتے ہیں یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک پہونچتے ہیں اسی طرح ساتویں آسمان پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کا حکم ہوتا ہے کہ میرے بندہ کا نوشتہ علیین میں لکھو اور اسکو زمین پر واپس کرا دو کیونکہ میں نے انکو اسی سے پیدا کیا اور اسی میں اعادہ کرونگا اور اسی سے دوبارہ نکالونگا۔ فرمایا کہ پھر اسکی روح اس کے جسم میں دوہرائی جاتی ہے تب اسکے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسکو بٹھلا کر اس سے کہتے ہیں کہ کون تیرا پروردگار ہے وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس سے کہتے ہیں کہ تیرا کیا دین ہے کہتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے کہتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے جو تم میں مبعوث کیا گیا وہ کہتا ہے کہ وہ رسول اللہ ہے کہتے ہیں کہ تیرا علم کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کتاب الٰہی پڑھی پس اسپر ایمان لایا اور تصدیق کی پس آسمان سے ایک پکارنے والا ندا دیتا ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا پس اسکے لیے جنت سے فرش بچھا دو اور جنت سے لباس دو اور جنت کی طرف دروازہ کھولدو۔ فرمایا کہ پس جنت کی راحت و خوشبو اسکو آتی رہتی ہے اور اسکی منتہائے نظر تک اسکے لیے قبر میں فراخی دیجاتی ہے اور اسکے پاس ایک شخص خوبصورت خوش پوشاک خوشبو معطر آتا ہے اور کہتا ہے کہ بشارت تجھے ایسی خبر سے جو تجھے مسرور کرے یہ وہی تیرا دن ہے جسکا تجھے وعدہ دیا جاتا تھا اس سے پوچھیگا کہ تو کون ہے کہ تیرے چہرہ سے خوشی کی بشارت آتی ہے وہ کہیگا کہ میں آپ کا عمل صالح ہوں تب کہتا ہے کہ اے رب قیامت قائم فرما دے کہ میں اپنے اہل و عیال کی طرف واپس جاؤں۔ اور فرمایا کہ بندہ کافر جب دنیا سے منقطع اور آخرت کی طرف جانے کو ہوتا ہے تو آسمان سے ہیبتناک ملائکہ اترتے ہیں جنکے چہرہ سیاہ ہوتے ہیں اور انکے ساتھ موٹے کمل ہوتے ہیں اسکی منتہائے نظر پر بیٹھتے ہیں پھر ملک الموت آکر اسکے سرہانے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اے نفس خبیثہ نکل بجانب خشم و غضب الٰہی کے پس نفس مذکور ڈر کر بدن میں چھپتی ہے پس ملک الموت اسکو کھینچتا ہے ایسی سختی سے جیسے کہ سیخ گرم اون میں سے کھینچا جاوے پس اسکو ماخوذ کر لیتا ہے پھر وہ ملائکہ ایک دم اسکے پاس نہیں چھوڑتے بلکہ اسی ٹاٹ کمل میں کر کے گرفتار کرتے ہیں اور اس سے نہایت سخت مردار بدبو جو روئے زمین پر پائی جاوے نکلتی ہے پس اسکو اوپر لیجاتے ہیں اور ملائکہ کے گروہ میں سے جس گروہ پر گزرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ کون روح خبیثہ ہے کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں دنیا میں جن ناموں سے بولا جاتا انمیں سے سب سے قبیح نام لیتے ہیں یہانتک کہ اسکو آسمان دنیا تک لیجاتے ہیں اور دروازہ کھلواتے ہیں مگر کھولا نہیں جاتا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی لا تفتح لهم ابواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل في سم الخياط پس اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ لکھو اسکا نوشتہ سجین میں سب سے نیچے طبقۂ زمین میں پس اس کی روح بری طرح سے طرح پھینکدی جاتی ہے پھر پڑھی یہ آیت ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء

فتخطفه الطير او تهوي به الريح في مكان سحيق۔ پھر اسکی روح اسکے جسم مین اعادہ کیجاتی ہے اور اسکے پاس دو فرشتے آتے ہین اور اسکو بٹھلاتے ہین اور پوچھتے ہین کہ تیرا
رب کون ہے وہ کہتا ہے ہاہ ہاہ مجھے نہین معلوم پھر کہتے ہین کہ تیرا کیا دین ہے کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ مجھے نہین معلوم۔ پوچھتے ہین کہ یہ شخص کون ہے جو تم مین مبعوث ہوا
کہتا ہے کہ ہاہ ہاہ مجھے ادراک نہین ہے پس آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرے بندے نے جھوٹ کہا پس اسکے لیے آگ سے فرش کردو اور دوزخ کی طرف دروازہ
کھولدو پس اسکو دوزخ کی حرارت وسموم آتی ہے اور اسکی قبر مین اسپر تنگی کیجاتی ہے یہانتک کہ اسکی پسلیان ایک دوسری طرف سے نکل آتی ہین اور
اسکے پاس ایک بدصورت آدمی آتا ہے جس سے بدبو نکلتی ہے وہ کہتا ہے کہ بشارت ہو تجھکو ایسی چیز سے جو تجھکو غمگین کرے یہ تیرا وہ دن ہے جس سے تجھکو ڈرایا جاتا
تھا۔ اس سے کہیگا کہ کون ہے کہ تیری صورت سے میری حق مین نشان بدی ظاہر ہوتی ہے۔ کہیگا کہ مین تیرا خبیث کلمہ وعمل ہون تب دعا مانگنے لگیگا کہ اے
رب میرے قیامت نہ قائم کیجیو۔ رواه اصحاب الصحاح والسنن اور امام احمد رحمہ اللہ تعالی کی ایک روایت مین بعض علوم زیادہ ہین ازانجملہ یہ کہ مومن کی
روح نکلنے پر تمام فرشتہ درمیان آسمان وزمین کے اور تمام فرشتہ آسمان کے اسپر صلوۃ پڑھتے ہین اور تمام دروازے آسمان کے کھلتے ہین اور ہر دروازہ والا دعا
مانگتا ہے کہ اسکا گذر اس دروازہ سے ہو۔ ازانجملہ یہ کہ کافر پر بعد سوال منکر ونکیر کے ایک فرشتہ اس صفت کے ساتھ کہ نہ دیکھتا ہے اور نہ سنتا ہے اور اسکے ہاتھ مین ایک
گرز ہے اسپر مسلط کیا جاتا ہے گرز اتنی ایسا ہے کہ اگر پہاڑ پر مارے تو راکھ ہوجاوے پس وہ اس کافر کو ایک ضرب مارتا ہے کہ وہ راکھ ہوجاتا ہے پھر اللہ تعالی عز وجل اسکو
جیسا تھا ویسا کردیتا ہے کہ وہ دوسری ضرب پاتا ہے اور وہ اس ضرب سے ناگوار چیخ سے چلاتا ہے جسکو سوائے جن وانس کے ہر چیز سنتی ہے۔ اقول جن وانس کا نہ سننا
محل امتحان الٰہی ہے اور شاید کہ ضرب کا عذاب مخصوص انکا فر موذی ظالم مرتبہ کا ہے اور عموماً کفار اسی فرش دوزخی وحرارت وسموم مین مبتلا کیے جاتے ہون اور
شاید کہ سیاہی عذاب مین مبتلا ہون اور فرشتہ اندھا گونگا بہرا جو عذاب کرنے کو مسلط ہوتا ہے وہ اسکی خلقت مین عیب نہین ہے بلکہ وہ ایک پاکیزہ مخلوق ہے مگر
جس وقت تک اللہ تعالی کو منظور ہے اسکو قوت بینائی وشنوائی وگویائی بالکل عطا ہی نہین ہوئی تاکہ اس تکلیف دینے والے منظر کو نہ دیکھے اور اکثر دیکھا گیا کہ بعض جدید
قبور کے پاس سے جانور وحشت کرتے اور بھڑکتے ہین اور ممکن ہے کہ شاید کہ بعد چند روز کے وہ آواز منقطع ہوجاتی ہو۔ واضح ہو کہ بعض ایسے لوگون نے جنکے قلوب پر
شیطان حاوی ہو کر انکو شک ونفاق مین ڈالتا تھا امام مالک رحمہ اللہ تعالی سے پوچھا کہ قبر کا عذاب کیونکر ہوگا تو دیر تک سر جھکائے رہے پھر سر اٹھا کر فرمایا
کہ عذاب ہونا یقینی معلوم ہے اور اسکی کیفیت اللہ تعالی کے علم مین ہے اور اسپر ایمان لانا واجب ہے پھر حکم دیا کہ وہ نکالا گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالی کی عجائب قدرت
وغرائب صنعت اس آسمان وزمین کے درمیان بیانتہا رہے اور اگر ایمان بالغیب نہوتا تو بطریق کشف عیان کہا جاتا ولیکن اللہ تعالی جسکو چاہتا ہے تو راہ نور کی
ہدایت فرماتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین ترک پیدا ہونے والے نظر آتے ہین کہ سوائے زندگانی دنیا اور محسوسات حواس کے سب چیزون سے انکار کرتے ہین اور
یہ لوگ کافر ہین اور جو انکا مشابہ ہو وہ کافر ہے اگرچہ صورت ونام مسلمانون کا رکھین اور بہت سے عوام غریب جنکو رذیل قوم کہکر تحقیر کرتین وہ ان امور پر سچا
اعتقاد رکھتے ہین اللہ تعالی انہین برکت دے اور انہین مومنون کے ... مترجم کا حشر فرمادے ورنہ تو مگراہون نیچرون کے فتنہ دجالہ فتن سے سوائے ولاد ومال کے
مجھکو ومومنون کو بچاوے سبحان ربی علی کل شئی قدیر۔ پھر مین بقیہ فوائد حدیث تفسیر ہذا کی طرف رجوع کرتا ہون کہ امام احمد رحمہ اللہ تعالی کی بعض روایات مین ہے
کہ یہ امت قبور مین امتحان کیجاوے گی اور مومن کے صحیح جواب کے بعد فرشتہ کہیگا کہ یہ دیکھ اپنا ٹھکانا جہنم کا جسکو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے تیرے لیے اس نعمت
جنت سے بدل دیا اور مومن دونون کو دیکھکر کہیگا کہ مجھے مہلت دو کہ مین اپنے لوگون کو بشارت دیدون کہا جائیگا کہ آرام کیجیے اور منافق وکافر کو بعد ناپاک جواب
کے بعد کہا جائیگا کہ تیرا بڑا ہو ہمیشہ یادان رہے یہ دیکھ تیرا ٹھکانا جنت کا تھا اسکے عوض تو نے یہ ٹھکانا جہنم کا اختیار کیا۔ پھر جابر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مین نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ہر آدمی اپنی قبر مین اس حال پر مبعوث ہوگا جسپر مرا ہے مومن اپنے ایمان پر اور منافق اپنے نفاق پر۔ قال الامام الحافظ ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالی اسنادہ صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاہ۔ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی جسکے آخر مین ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ جبکہ سر پر فرشتہ ہیبتناک آگیا تو ایسی ہیبت کیکر کھڑا ہوگا تو کوئی حواس قائم نہیں رکھ سکتا بلکہ بھول سا جاویگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد میں کچھ مضائقہ نہیں ہے وفیہ عباد بن راشد التمیمی وقد روی لہ البخاری مقرونا ولکن ضعفہ بعضہم۔ مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ کہ اس ہولناک مقام پر صادق الیقین وصحیح الایمان اپنے نور پر ہوگا اور دنیاوی حواس وجسمانی تغیرات کا اثر نہ ہوگا تو وہ بنور الٰہی اپنے سچے حال پر ثابت ہوگا اور یہ فضل الٰہی ہے اللہم ثبتنا وانت ارحم الراحمین اور دیگر روایات امام احمد ومسلم وغیرہ میں ہے کہ روح مومن کو بشارات وخوشخبریاں دیتے ہوئے آسمان کو لیجاتے ہیں اور حکم الٰہی عز وجل ہوتا ہے کہ اسکو لیجاؤ آخر مدت تک کے لیے اور کافر کی روح بدبودار کو غضبناک خبریں دیتے ہیں اور حکم ہوتا ہے کہ آخر مدت کے لیے لیجاؤ۔ اور ابن حبان کی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں ہے کہ مومن کو جب آسمان سے مومنوں کے پاس لاتے ہیں تو وے بہت خوش ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ فلاں کیا ہوا کہتا ہے وہ مرگیا کہتے ہیں کہ وہ اپنی ماں جہنم کی گود میں گیا اور کافر کو بدبوداری کے ساتھ زمین کے دروازہ پر ڈالتے ہیں کہ خازنان زمین کہتے ہیں کہ ہم نے ایسی بدبودار چیز نہیں دیکھی پس اسکو سب سے نیچے زمین میں ڈالتے ہیں اور واضح ہو کہ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے عبد اللہ بن عمرو سے ایک اثر روایت کیا جس میں ہے کہ مومنوں کی ارواح جابیہ میں جمع کرتے ہیں اور کافروں کی ارواح برہوت میں جو ایک شورہ ریگستان حضر موت میں ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ امر ایسے کم فہم کی رسائی وہاں تک ہوتی ہے اور اصلی معانی پر یہ حق ہیں۔ اور ابن جریر نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی جس میں ہے کہ مومن کے داہنے بائیں سب طرف سے صلوٰۃ وصوم وزکوٰۃ ونیکیاں وعبادات اچھی صورتیں بنکر گھیرتی ہیں اور اسکو نظر آتا ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہے پس منکر ونکیر سوال چاہتے ہیں وہ کہتا ہے کہ اچھا ذرا ٹھہر جاؤ میں نماز پڑھ لوں کہتے ہیں کہ اچھا پڑھنا ذرا ہم سے بتلا دو کہ یہ کون شخص تم میں مبعوث ہوا تھا کہتا ہے کہ کیا تم محمد کو پوچھتے ہو کہتے ہیں کہ ہاں تو کہتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سب گواہی دیتا ہے اور اسکے لیے دروازہ جنت کا کھولدیا جاتا ہے جسکو دیکھکر نہایت خوش ومسرور ہوتا ہے پھر اسکے نسمہ کو پاکیزہ نسمہ میں کرتے ہیں اور وہ سبز پرندے ہیں کہ جنت کے درختوں میں معلق ہوتا ہے اور اسکا جسم یہاں کی خاک سے بنا تھا عود کر دیا جاتا ہے اور یہی ہے قول اللہ عز وجل یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ وقد رواہ ابن حبان فی صحیحہ اور بزار رحمہ اللہ تعالیٰ کی حدیث میں ہے کہ مومن بروقت موت کے ایسی چیزیں معائنہ کرتا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح نکلے یعنی اسکی روح پس اللہ تعالیٰ اسکی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اور اس میں مذکور ہے کہ ارواح مومنین اس سے اپنے جان پہچان والوں کو پوچھتے ہیں اگر کہتا ہے کہ فلاں کو میں نے زمین پر چھوڑا تو انکو اچھا معلوم ہوتا ہے اور اگر کہتا ہے کہ فلاں مرگیا تو کہتے ہیں کہ اسکو ہمارے یہاں نہیں لائے۔ اور کافر بروقت موت معائنہ عذاب وغضب سے چاہتا ہے کہ اسکی روح نہ نکلے اور اللہ تعالیٰ اسکے لقا کو مکروہ جانتا ہے اور جہنم کا دروازہ اسکے لیے کھولا جاتا ہے اور اسکو ضرب ماری جاتی ہے جس سے چیختا ہے کہ سوا جن وانس کے سب اسکو سنتے ہیں پھر اسکو کہا جاتا ہے کہ منہوش کی طرح سو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منہوش اسکو کہتے ہیں جس کو جانوروں وسانپ وبچھو وغیرہ نے کاٹا اور اسکی قبر میں تنگی کر دیجاتی ہے۔ اور امام احمد رضی اللہ عنہ نے اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی اس میں مذکور ہے کہ مومن کو سب اطراف سے اسکے نیک اعمال گھیرے ہوئے ہوتے ہیں کہ فرشتہ کو راہ نہیں دیتے اور کافر کے درمیان کچھ روک نہیں ہوتی اور کہا کہ فرشتہ عذاب جسکی خلقت میں بینائی وشنوائی نہیں ہے مارتا ہے جسقدر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے یہ فرشتہ دیکھتا سنتا نہیں کہ اسپر ترس کھاوے کذا فی التفسیر الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ اور اس روایت میں لفظ دابۃ واقع ہوا ہے حیث قال ولیساط علیہ دابۃ فی قبرہ معہا سوط ثمرتہ جمرۃ مثل عرف البعیر تضربہ ما شاء اللہ صما لا تسمع صوتہ فترحمہ یعنی ایک جانور اسپر مسلط کیا جاتا ہے جسکے ساتھ کوڑا ہوتا ہے اسکا سرا انگارا ہوتا ہے مثل کھرے اونٹ کے یعنی گز کی شکل کا آتشی ہوتا ہے اسکو مارتا ہے جسقدر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے بالکل بہرا ہوتا ہے کہ اسکی چیخ نہیں سنتا کہ اسپر ترس کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ از قسم ملائکہ ہے اور اول سورہ بقرہ میں گذرا کہ ملائکہ نام جن مخلوقات کا ہے ان میں اقسام ہیں اور ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ یہ ضرب وچیخ کا عذاب مختلف

طور پر اقسام کفار کے ساتھ واقع ہوتا ہو واللہ تعالے اعلم بالصواب اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعہ نے اس مقام پر بعض اس مقصد سے متعلق الیسی احادیث ایراد فرمائین جو مجھے بہت خوش آئین اور بنظر افادہ عام مومنین جو آخرت مین نجات کے امیدوار اور عذاب قبر و آخرت سے خوفناک ہین تبرکا ان کو ترجمہ کرتا ہون مع اسانید کے تاکہ بعض اہل عقلت کو مجال تکلم بے معنی نہو فقال الحافظ وقال ابو عبد اللہ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول حدثنا ابی حدثنا عبد اللہ بن نافع عن ابن ابی فدیک عن عبد الرحمن بن عبد اللہ عن سعید بن المسیب عن عبد الرحمن بن سمرہ رض قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم الحدیث یعنی ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم لوگون کے پاس باہر تشریف لائے اور ہم مدینہ کی مسجد مین جمع تھے پس فرمایا کہ مین نے رات عجیب بات دیکھی مین نے دیکھا کہ میری امت مین سے ایک مرد پر عذاب قبر پھیلایا گیا پس آگیا اسکے پاس اسکا وضو اور اس حالت سخت سے اسکو چھڑا لیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جسکو شیاطین نے گھیر لیا تھا پس اسکا ذکر الٰہی آگیا اور اسکو شیاطین مین سے جدا کر لیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جسکو ملائکہ عذاب نے گھیر لیا تھا پس اسکی نماز نے آکر اسکو ملائکہ عذاب کے ہاتھون سے چھڑا لیا اور مین نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا کہ پیاس سے زبان نکالے تھا جب کسی حوض پر آتا اُس سے روکا جاتا پس اسکا روزہ آیا اور اسکو پانی پلایا اور سیراب کر دیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا اور انبیا حلقہ حلقہ بیٹھے ہوئے تھے جب وہ کسی حلقہ کے نزدیک ہوتا تو اسکو ہانک دیتے پس جنابت سے اسکا غسل کرنا آیا اور اُسکا ہاتھ پکڑ کر اسکو میرے پہلو مین بٹھلا دیا اور مین نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا اسکے سامنے اندھیرا اسکے پیچھے اندھیرا اُسکے دائین اندھیرا بائین اندھیرا اوپر اندھیرا نیچے اندھیرا وہ اسمین متحیر تھا پس اسکا حج و عمرہ آیا اور دونون نے اسکو اندھیرے سے نکالکر نور مین داخل کر دیا اور ایک مرد اپنی امت کا دیکھا کہ مومنون سے باتین کرتا ہو اور اس سے نہین بولتے تھے پس اسکا صلہ رحم آیا اور کہا کہ اے گروہ مومنو اس سے باتین کرو پس انھون نے اس سے باتین شروع کر دین اور مین نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جو اپنے چہرہ پر سے اپنے ہاتھون کو آڑ کرکے آگ کی لپٹ اور چنگاریان روکتا تھا پس اسکا صدقہ آگیا اور اسکے چہرہ کا پردہ اور سر پر سایہ ہو گیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جسکو زبانیہ نے ہر طرف سے گھیر لیا تھا پس اسکا یہ کام کہ نیک باتون کا حکم کرتا اور برائیون سے منع کرتا تھا آگیا اور دونون نے اسکو زبانیہ کے ہاتھون سے چھڑا کر اسکو ملائکہ رحمت کے ساتھ داخل کر دیا اور مین نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جو گھٹنون کے بل پڑا ہو اسکے اور اللہ تعالے کے درمیان پردہ ہو پس اسکا نیک خلق آیا اور اسکا ہاتھ پکڑ کر حضور الٰہی جل شانہ مین پیش کر دیا اور اپنی امت کا ایک مرد دیکھا جسکا صحیفہ اسکے بائین طرف سے ہاتھ مین آنے کو تھا پس اسکا خوف اللہ تعالے سے آگیا اور اسکے دائین طرف کر دیا اور اپنی امت کا ایک مرد مین نے جہنم کے کنارہ کھڑا دیکھا پس اسکا وجل الٰہی یعنی امید کے ساتھ خوف الٰہی آیا اور اسکو اس مقصہ سے نکال لیا اور وہ روانہ ہو گیا اور مین نے ایک مرد اپنی امت کا دیکھا جو جہنم مین گر پڑا اُسکے آنسو آئے جو وہ بخوف الٰہی دنیا مین رویا تھا پس اسکو آگ سے نکال لیا اور مین نے اپنی امت کا ایک مرد دیکھا پل صراط پر کہ کبھی گھٹنون چلتا ہو اور کبھی چوتڑون گھسٹتا ہو پس آیا اسکا درود جو اُسنے مجھپر بھیجا تھا پس اسکو کھڑا کر دیا اور وہ صراط پر روانہ ہو گیا اور مین نے ایک مرد اپنی امت کا دیکھا کہ وہ جنت کے دروازہ تک پہونچا کہ دروازہ بند کر دیا گیا پس آگئی اسکی گواہی جو اُسنے یقین کے ساتھ ادا کی تھی کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ پس اسکے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے اور اسکو جنت مین داخل کر دیا یہانتک ترجمہ ختم ہوا اور امام قرطبی نے اسکو کتاب تذکرہ مین ذکر کرکے کہا کہ یہ حدیث بہت بزرگ ہو اسمین کچھ خاصہ اعمال ذکر فرمائے ہین جو خاص ہولناک حالات سے نجات دیتے ہین پھر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعہ نے کہا کہ امام حافظ ابو یعلی موصلی نے اس باب مین ایک حدیث غریب مطول روایت کی فقال حدثنا ابو عبد الرحمن احمد بن ابراہیم الکلبی حدثنا محمد بن بکر البسانی ابو عثمان حدثنا ابو عاصم الحبطی وکان من خیار اہل البصرۃ وکان من اصحاب حزم وسلام بن ابی مطیع حدثنا بکر بن حبیش عن ضرار بن عمرو عن یزید الرقاشی عن انس بن مالک رض عن تمیم الداری رض عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال یقول اللہ عز وجل الحدیث یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعہ فرماتا ہو ملک الموت سے کہ تو میرے دوست کے پاس جا کر اُسکو میرے پاس لا کہ مین نے اسکو تکلیف و بیماریون و راحت و آرام مین ڈالکر آزمایا پس اسکو پایا کہ جس سے محبت کرتا ہے

اسکو میرے پاس لاؤ کہ مین اسکو آرام دونگا پس ملک الموت چلتا ہو اسکے ساتھ پانچ سو فرشتے ہوتے ہین جو کفن اور خوشبو جنت کے لیے ہوتے ہین اور اُن کے ساتھ ضبائر الریحان ہوتے ہین اور ریحانہ جڑ سے ایک ہوتی ہو اور سرے پر بیس رنگ اور ہر رنگ سے نئی طرح کی خوشبو نکلتی ہو اور انکے ساتھ حریر سفید از جنس مشک اذفر ہوتا ہو پس ملک الموت اسکے سرہانے بیٹھ جاتا ہو اور ملائکہ گھیر لیتے ہین اور ہر فرشتہ کے پاس جو کچھ ہوتا ہو اسکے ایک ایک عضو پر رکھتے ہین اور یہ حریر سفید و مشک اذفر اسکی ٹھوڑی کے نیچے بچھاتے ہین اور اسکے لیے جنت کی طرف دروازہ کھولدیا جاتا ہو پس اسوقت اسکا نفس تعلل مین ہوتا ہو جنت کی طرف نگاہ ڈالتا ہو کبھی اپنی ازواج کو دیکھتا ہو اور کبھی اُسکے لباس کو اور کبھی پھلون کو جیسے بچہ کو جب روتا ہو تو اسکے لوگ بہلاتے ہین اور بیان فرمایا کہ اُسکے ازواج ایسے وقت مین خوشی سے پھولے نہین سماتے مین آراستہ و پیراستہ اور روح اسوقت ظہور کرتی ہو راوی حدیث ہو سانی رحمہ اللہ تعہ نے کہا کہ یعنی چاہتی ہو کہ جسم کیے ٹکڑے سے اپنی محبوب چیز کی طرف نکل جاوے اور ملک الموت کہتا ہو کہ باہر آؤ اے نفس پاکیزہ بجانب سدر مخضود و طلح منضود و ظل ممدود و ماء مسکوب اور فرمایا کہ ملک الموت اُسکے ساتھ اُس سے زیادہ پیار و شفقت کرتا ہو جو ماں اپنے بچہ سے کرتی ہو وہ جانتا ہو کہ یہ روح اسکے پروردگار کو محبوب ہو پس وہ اپنی مہربانی سے اسکے ساتھ محبت چاہتا ہو کہ پروردگار کی رضا اسی مین ہو پس اسکی روح جسم مین سے آسان صاف نکل آتی ہو جیسے خمیر کے آٹے مین سے بال نکل آتا ہو اور حق عز و جل نے فرمایا ہو کہ فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنۃ نعیم کہا کہ روح از جانب ملک الموت وریحان وقت ملاقات اور جنت نعیم مقابلہ پس جب ملک الموت نے روح کو قبض کیا تو روح اپنے جسم سے کہتی ہو کہ اللہ تعہ تجھکو میری طرف سے جزائے خیر دیوے کہ تو میرے ساتھ اللہ تعہ کی طاعت مین جلدی کرتا تھا اور گناہ کرنے مین سست تھا پس تو نے بھی نجات پائی اور مجھے بھی چھڑایا اور جسم بھی روح سے ایسا ہی کہتا ہو اور کہا کہ اسپر وہ پارہ زمین روتا ہو جسپر وہ طاعت کرتا تھا اور آسمان کا ہر دروازہ جس سے اسکے اعمال چڑھائے جاتے تھے اور جس سے اسکا رزق اترتا تھا یہ چالیس روز تک روتے ہین پس جب ملک الموت نے اسکی روح قبض کی تو پانچ سو ملائکہ کھڑے ہوتے ہین اسکے جسم کے پاس پس آدمی مین سے کوئی اسکو کروٹ نہین لوٹاتا مگر ملائکہ فرشتے اُنسے پہلے اسکو کروٹ دلاتے ہین اور اسکو نہلاتے اور کفن پہناتے ہین آدمیون کے کفن سے پہلے اور خوشبو لگاتے ہین آدمیون کی خوشبو سے پہلے اور اسکے دروازے سے قبر تک ملائکہ کی دو صفین کھڑی ہوتی ہین کہ استغفار سے اسکا استقبال کرتے ہین پس یہ حال دیکھکر ابلیس ایسا سخت چلاتا ہو کہ اسکے صدمہ سے خود اسکی ہڈیان ٹوٹ جاتی ہین اور اپنے گروہ سے کہتا ہو کہ خرابی تمپر کہ یہ بندہ کیسے تم سے چھوٹ گیا کہتے ہین کہ یہ بندہ معصوم تھا یعنی اللہ تعہ نے اسکو نگاہ رکھا تھا پس جب ملک الموت اُسکی روح لیکر چڑھتا ہو تو ستر ہزار فرشتہ کے ساتھ جبرئیل اسکا استقبال کرتے ہین ہر ایک اسکے لیے اسکے رب کی طرف سے دوسرے کی بشارت کے سوا وہ بشارت لاتا ہو پس جب ملک الموت نے اسکی روح کو عرش تک پہنچایا تو روح اپنے رب کے لیے سجدہ کرتی ہو اللہ تعہ ملک الموت سے فرماتا ہو کہ میرے بندے کی روح لیجا کر سدر مخضود و طلح منضود و ظل ممدود و ماء مسکوب مین رکھ پس جب وہ اپنی قبر مین رکھا جاتا ہو تو نماز آکر اسکے داہنے ہوتی ہو اور روزہ آکر اسکے بائین ہوتا ہو اور قرآن آکر اسکے سرہانے ہوتا ہو اور نماز کے لیے اسکا جانا آکر اسکے پیرون کے پاس ہوتا ہو اور صبر آکر اسکی جانب قبر مین ہوتا ہو پھر اللہ تعہ ایک عنق عذاب کو اٹھاتا ہو وہ اسکے داہنی جانب سے آتا ہو پس نماز کہتی ہو کہ دور رہ کہ واللہ وہ برابر اپنی عمر مین دین پر رہا اور ابھی اس نے راحت پائی ہو جب قبر مین رکھا گیا ہو پھر اسکی بائین طرف سے تو روزہ اسکو ایسا ہی جواب دیتا ہو پھر سرہانے کی طرف سے قرآن و ذکر اور قدمون کی طرف سے نماز کی طرف جانا ایسا ہی جواب دیتا ہو پس کسی طرف سے عذاب نہین آتا مگر آنکہ پاتا ہو کہ ولی اللہ نے اسکی راہ لیلی پس عذاب دور ہو جاتا ہو پھر صبر ان اعمال سے کہتا ہو کہ مین یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ تمہارے پاس کیا ہو اگر تم عاجز ہوتے تو مین اسکا ساتھی اور عذاب کا مقابل ہو جاتا اور جب تم نے دور کر دیا تو اب پل صراط اور میزان پر اسکا یار ہونگا ابھی ذخیرہ ہون اور کہا کہ دو فرشتے بھی مبعوث ہونگے دونون کی نظر مثل برق خاطف کے انکی آوازین مثل رعد کے اور دانت مثل صیاصی اور سانس مثل لپٹ آگ کے اپنے لنبے بالون مین قدم رکھتے ہوئے اور دونون مونڈھون کے بیچ مین اتنا اتنا فاصلہ ہوگا یعنی کئی روز راہ کے برابر دوری) اور دونون سے

رافت ورحمت نکال لی گئی انکو منکر ونکیر کہا جاتا ہے ہر ایک کے ہاتھ میں گرز ہوگا اگر اسکو اٹھانے کو یہ دونوں قبیلہ ربیعہ ومضر کے لاکھوں جمع ہوں تو اسکو
تھوڑا نہ سمجھیں۔ دونوں اس سے کہینگے کہ بیٹھ پس وہ برابر چارزانو بیٹھ جائیگا اور اسکے کفن اسکے کمر پر گر پڑینگے اس سے کہینگے کہ کون تیرا رب و کیا تیرا دین
اور کون تیرا نبی ہے اسوقت صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ایسی حالت میں کسکو بات بولنے کی مجال ہوگی اور آپ فرشتوں کی یہ صفت بیان کرتے
ہیں پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ پس کہیگا کہ میرا رب اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اور میرا
دین اسلام ہے وہی جو ملائکہ نے پایا ہے اور میرا نبی محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں پس اس سے کہینگے کہ تو نے سچ فرمایا پس قبر کو دھکا دینگے
پس اسکے سامنے چالیس گز وسیع کر دینگے اور ایسے ہی دائیں و بائیں و سرہانے و پائنتی سے چالیس چالیس گز وسعت دینگے پس اندر دو سو گز وسعت ہوگی
پھر اس سے کہینگے کہ اوپر دیکھ تو ایک دروازہ جنت کی طرف کھلا ہوا ہوگا پس کہینگے کہ اے ولی اللہ یہ تیرا مقام ہے کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی پس رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس پاک ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اس حالت میں وہ ایک فرحت اپنے قلب میں پاویگا کہ وہ کبھی اس سے
دور نہوگی پھر اس سے کہینگے کہ اپنے نیچے دیکھ تو ایک دروازہ کھلا ہوا دوزخ کی طرف ہوگا کہینگے کہ ولی اللہ تو نے اس سے نجات پائی پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اس سے بھی ایک فرحت اسکے قلب کو پہونچیگی جو کبھی دور نہوگی راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اسکے لیے ستر دروازے کھولدیے
جاوینگے کہ جنت سے اسکی خوشبو و ٹھنڈک آتی رہیگی یہانتک کہ اللہ تعالیٰ عزوجل اٹھاوے اور شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اسی اسناد سے جو اوپر مذکور
ہوئی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ تو میرے دشمن پاس جا کر اسکو میرے پاس لا کہ میں نے اسکو رزق وسیع دیا
اور اپنی نعمت اس پر کسان کر دی پس اس نے سوائے میری نافرمانی کے سب طرح انکار کیا تو اسکو میرے پاس لا کہ میں اس سے انتقام لوں پس ملک الموت اسکے
پاس ایک مکروہ صورت میں جو کسی آدمی نے دیکھی ہو جاویگا اسکے بارہ آنکھیں اور اسکے ساتھ آتشی سفود بہت خاردار اور پانچ سو ملائکہ ہونگے لیے ہوئے
تانبا اور آتشی انگارے اور کوڑے آتشی مگر کوڑوں کی طرح نرم اور آگ جوش مارتی پس ملک الموت اسکو اس سفود سے اس زور سے ماریگا کہ سب کانٹے جڑ
سمیت اسکی رگ و پے و ناخنوں و بالوں کی جڑوں میں دھنس جاوینگے پھر اسکو زور سے مروڑ دیگا پس اسکی روح اسکے قدم کے ناخنوں سے نکلیگی پھر اسکو
دونوں گھٹنوں میں ڈالدیگا پھر اس حال میں دشمن خدا سخت بیہوشی سے بیہوش ہوگا پس ملک الموت اس سے عذاب اٹھالیگا اور ساتھی ملائکہ اسکے
چہرہ اور چوتڑوں پر کوڑے ماریںگے پھر ملک الموت اسکو نچوڑیگا شدید سے پس اسکی ڈٹی ہوئی روح نکالیگا پھر اسکو ڈالدیگا اسکے دونوں گھٹنوں میں پھر اسکی
کمر میں اور دشمن خدا ایسی حالت میں شدید بیہوشی سے بیہوش ہو جاویگا پس ملک الموت اس سے عذاب اٹھالیگا اور ملائکہ ان کوڑوں سے اسکے چہرہ و سامنے
و پشت پر ماریںگے راوی نے کہا کہ فرمایا کہ پھر یونہی سینہ تک پھر حلق تک واقع ہوگا پھر ملائکہ یہ تانبا و انگارے اسکی ٹھوڑی کے نیچے بچھا دینگے اور ملک الموت
فرماویگا کہ نکل اے روح لعین ملعونہ بجانب سموم و حمیم و ظل من یحموم لا بارد ولا کریم پھر جب ملک الموت نے روح کو قبض کر لیا تو روح جسم سے کہیگی خدا تجھ کو
بری سزا دیوے کہ تو میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں تیز اور اللہ تعالیٰ کی طاعت میں سست تھا تو نے بھی ڈبایا اور مجھے بھی برباد کیا اور اسکا جسم بھی روح سے
یونہی کہیگا اور زمین کے وہ ٹکڑے جن پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا تھا اسکو لعنت کرینگے اور ابلیس کے لشکر ابلیس کی طرف بشارت دینے جاوینگے کہ آدم کی اولاد میں سے
ہم نے ایک کو جہنم میں گرایا پھر جب وہ اپنی مدفن میں رکھا جاتا ہے تو اسکی قبر ایسی تنگ کر دیجاتی ہے یہانتک کہ اسکی پسلیاں داہنی بائیں میں اور بائیں داہنی میں سے
نکل آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ اسکی طرف عذاب بھیجتا ہے سیاہ سانپ مثل اونٹ درازگردن کہ اسکے دونوں کان اور قدم کے انگوٹھے پکڑتے ہیں اور کاٹتے ہیں یہاں تک کہ بیچ تک
پہونچتے ہیں یہاں دونوں مل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ دو فرشتے مبعوث فرماتا ہے انکی نظر مثل برق خاطف کے اور آوازیں مثل رعد غران کے اور دانت
مثل صیاصی کے اور سانس مثل لپٹ آگ کے ہوگی دونوں اپنے پاؤں کو روندتے چلینگے ہر ایک کے دونوں کندھے کے درمیان اتنی اتنی دوری ہوگی

انسے رافت ورحمت بکمال لیگئی ہوگی انکو منکر کہتے ہین ہر ایک کے ہاتھ مین گرز آتشی ہوگا اگر ربیعہ ومضر اسپر مجتمع ہون تو اسکو ہلکا نہ جانینگے پس اُس سے کہینگے کہ اٹھ بیٹھ پس چار زانو بیٹھ جائیگا اور اُسکے کفن اسکی کمر تک سرک گرینگے پس اس سے کہینگے کہ کون تیرا رب اور کیا تیرا دین اور کون تیرا نبی ہے یہ کہیگا کہ مین تو نہین جانتا کہینگے بدبخت ایسا ہی بے ایمان جاہل رہ پس اسکو ایک ضرب مارینگے کہ چنگاریان اسکی قبر مین اڑینگی پھر ویسا ہی ہو جائیگا اس سے کہینگے کہ اوپر دیکھ تو دروازہ جنت کی طرف کھلا ہوا ہوگا کہینگے کہ اگر تو اللہ تعالے کا مطیع ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ اس حالت مین اسکے دل پر ایک حسرت طاری ہوگی کہ کبھی یہ غم اُس سے دور نہوگا اور پھر اس سے کہینگے کہ نیچے دیکھ تو ایک دروازہ جہنم کی طرف کھلا ہوا ہوگا کہینگے کہ او دشمن خدا تیرا ٹھکانا یہ ہے جبکہ تو نے اللہ تعالے کی نافرمانی کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہے کہ اس حالت پر اسکے دل مین ایک حسرت وغم چھا جائیگا کہ کبھی دور نہوگا۔ راوی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جہنم کی طرف ستر دروازے کھولدیے جاوینگے کہ اسکی حرارت ولون اسپر آتی رہیگی یہانتک کہ اللہ تعالے اس کو مبعوث فرماوے۔ شیخ امام حافظ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہذا حدیث غریب جدا وسیاق عجیب ویزید الرقاشی روایتہ عن انس لہ غرائب المنکرات وہو ضعیف الروایۃ عند الائمۃ واللہ اعلم۔ اور کہا کہ حافظ ابوبکر بن مردویہ نے بھی کئی طرق سے بطریق ضحاک عن ابن عباس مرفوعاً تحت قولہ ولو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت والملائکۃ باسطوا ایدیہم الآیہ۔ ایک مطول حدیث غریب روایت کی ہے اور قوی روایت صحاح وسنن مین موجود ہے اور ابوداؤد نے بھی حضرت عثمان رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تھے تو فرماتے تھے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور اللہ تعالے سے اسکے لیے ثابت قدم رہنے کی درخواست کرو کہ اس سے ابھی سوال کیا جائیگا۔ قال الحافظ تفرد بہ ابوداؤد اقول اراد بذلک التفرد بالاسناد لا التفرد بالحدیث فانہ صحیح عن غیرہ من الائمۃ الحاصل اس مقام کی تفسیر یہ ہے جو آیات واحادیث سے ثابت ہوئی کہ نیک بندون کو اللہ تعالے دنیا مین ثابت قدم فرماتا ہے حتے کہ ہر طرح کی محنت ومشقت اور تکلیف وراحت مین ایمان توحید پر ثابت قدم رکھتا ہے اور برابر وے بندے طاعت پر جمے رہتے ہین اور جب مرتے ہین تو سوال قبر منکر ونکیر کی حالت مین بھی انکو ثابت قدم فرماتا ہے کیونکہ جس حال پر مرے تھے اس سے تغیر نہین ہوتا اسی واسطے کافر ومنافق وہان مومن کے حال پر نہین ہوسکتا چنانچہ فرمایا۔ ویضل اللہ الظلمین فقولا۔ اور گمراہ کرتا ہے اللہ تعالے ظالمون کو یعنے جنھون نے شرک وشک کر کے اپنی جانون پر ظلم کیا یعنی کافر مشرک ومنافق۔ پس یہ لوگ اپنی حجت سے جو کلمہ توحید وقول ثابت ہے بھٹکے ہوتے ہین اسکو زبان سے نہین ادا کر سکتے جیسے دنیا مین اس سے منہ موڑ رہے تھے اور بعض نے کہا کہ ظالم سے ہر وہ شخص مراد ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم کیا خواہ اعتقاد باطل ہو یا کبیرہ گناہ ہون اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ معتزلہ کا قول ہو ورنہ اہل سنت اسکے قائل نہین ہین۔ ویفعل اللہ ما یشاء۔ اور اللہ تعالے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور ہر مخلوق کا دانا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اسپر کچھ اعتراض نہین ہوسکتا کہ مومنون کو کیون ثابت قدم رکھا اور ظالمون کو کیون بھٹکایا اس سے کچھ سوال ممکن نہین ہے کیونکہ وہی خالق ہے اور وہی خوب جانتا ہے اسی واسطے بجائے ضمیر کے اسم پاک اللہ فرمایا کہ ہیبت سے جگر لرز جاوین ف قال فی العرائس پھر اللہ تعالے نے اہل توحید پر اپنا احسان بیان فرمایا کہ ان کی توحید کو ثابت واُنکی معرفت کو محقق فرماتا ہے دنیا مین اور آخرت مین بقولہ یثبت اللہ الذین آمنوا الآیہ۔ اور ازل مین اپنی توحید سے اہل معرفت کو ہدایت عطا فرمائی تھی پس چونکہ انمین تغیر بالکل نہین ہے دنیا مین اور جانب ابد مین انکو ہر حال مین ثابت فرمایا اور بشریت کے عوارض سے وشہوات کے غلبہ سے انکو کچھ ضرر نہین ہوا کیونکہ قول حق قائم بذات وصفات ہے اور انمین تغیر محال تو یہ لوگ سایہ عنایت مین مصئون رہینگے خواہ مقام دنیا ہو یا آخرت ہو کسی زمان ومکان وامتحان سے انمین تغیر نہوگا۔ واضح ہو کہ مومن عارف کے لیے ثبات یہ ہے کہ اسکو اپنی مراد کے راستہ پر مستقیم فرماتا ہے اسطرح کہ سبحات جمال وجلال اسکے دل پر ہجوم کرتے ہین جس سے کشف مزید ہوتا ہے اور انمین لطیف اشارہ ہے کہ ظہور ربوبیت عارف پر

ہر وقت ہر اطور سے ہوتا ہے حتے کہ جب اس نے زعم کیا کہ مین عارف ہون تو اسکو بحر نکرت مین ڈالدیتا ہے اور وہ متحیر ہو کر اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے کہ عنقریب بحر قہر مین ڈوب جاوے تو شفقت خاصہ اسکو بعد رحمت ایک جمال کی تجلی سے طبعی کدورت و بشری نجاست سے موقع امتحان سے نکال لیتی ہے اور یہی حال ہر موقف امتحان کا ہے خواہ قبر ہو یا قیامت ہو یہانتک کہ جب متصف بصفات حق ہو جاتا ہے تو ضرر امتحان سے نجات پاتا ہے اور یہ خالص بندون کو دنیا ہی مین حاصل ہو جاتا ہے شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ بمقدار مواجید معرفت کے خوف ہوتا ہے اور کسی سے خوف نہ دور کیا جاتا ہے اور نہ وہ خوف سے چھوٹتا ہے مگر وہی کہ بقولہ تعالے لا یخاف عقباہا اپنے زعم مین امن کے ساتھ ہو بیٹھتا ہے اور یہ بھی کہا کہ ایمان دو ہین ایک تو ایمان درحقیقت ہے اور وہ روح کی روشنی ہے اور دوم ایمان محبت بسایہ روح ہے اور یہین سے تجھے معلوم ہوگا کہ ائمہ علما رین سے جس شخص نے انا مومن انشاء اللہ کہنا جائز قرار دیا ہے وہ اسی وجہ سے ہے نہ بوجہ شک کے مترجم کہتا ہے کہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر زید سے پوچھا جاوے کہ تو مومن ہے اور اس نے کہا کہ مین مومن ہون انشاء اللہ تعالے تو علماء حنفیہ رحمہم اللہ عنہ نے کہا کہ یہ مومن نہین ہے کیونکہ اس نے انشاء اللہ بالا دیا اور اس کے ملانے سے تحقیق نہین ہوتی چنانچہ اگر کسی نے اپنی جورو سے کہا کہ تو طالقہ ہے انشاء اللہ تعالے تو طلاق نہوگی یا قسم کھائی بانشاء اللہ تعالے تو قسم نہوگی اسی طرح ایمان بھی لہذا اور علما سے شافعیہ نے کہا کہ نہین لیکہ یہ جواب صحیح ہے یہ اختلاف مشہور ہے اور دونون طرف کے محققین نے فرمایا کہ یہ ناحق کی طول گفتگو ہے حقیقت مین کچھ اختلاف نہین ہے اسواسطے کہ اگر واقعی اس نے شک کے طور پر کہا تو وہ منافق ہے ایمان نہین ہے اور اگر اس نے یہ مراد لی کہ مجھے جہانتک اپنا اعتقاد معلوم ہے مین مومن ہون ولیکن ایمان ایک نور ہے کہ سینہ مین داخل ہوتا ہے کما فی قولہ علیہ السلام الایمان اذا دخل انفسح له الصدر او کما قال والحدیث قد مر تحت قولہ فمن شرح اللہ صدرہ للاسلام الآیہ اور آدمی کبھی اسکو نہین پہچانتا جیسے قولہ تعالے قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنی اعراب نے نہ پہچانا ولیکن اللہ تعالے عالم الغیب نے انکو بتلا دیا پس اس شخص نے ادب کے ساتھ کہا کہ اللہ تعالے سے مجھے امید ہے کہ حقیقی نور بھی مجھ مین ہے یا خاتمہ میرا ایمان پر ہو تو یہ امر صحیح ہے اور علماء حنفیہ بلکہ کوئی شخص اس سے منکر نہین ہے اب مترجم کہتا ہے کہ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے تحقیق بیان کر دی کہ ایمان دو ہین ایک تو محبت کا ایمان بسایہ روح اور اسکو ہر شخص پہچانتا ہے اور ہر شخص جو ایمان لایا ہو بغیر انشاء اللہ تعالے کے کہے کہ مین مومن ہون حتے کہ اگر اسمین بھی شک ہو تو وہ درحقیقت منافق ہے اور شاید اسی قدر بلعم باعور کو ملا تھا کہ آخر وہ کرامت سے کفر پر مرا اور دوم ایمان حقیقی نور روح ہے اور وہ حضرت خلاق علیم ذو الجلال والاکرام کے علم غیب مین ہے وہی جانتا ہے کہ کس کے پردہ دل مین ایمان داخل ہوا تو انشاء اللہ تعالے اسکے علم پاک پر تسلیم و تفویض و آرزو ہے اور اسکی رحمت پر آسرا ہے یہ شک نہین ہے یہ نفاق بھی نہین ہے فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری مین حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالے سے تعلیقاً جو روایت ہے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی ذات پر نفاق کا خوف کرتے تھے تو اسکے یہی معنے ہین کہ انکو خوف تھا کہ ایسا نہو کہ حقیقی ایمان ثابت نہو اللہ اللہ مترجم کو اپنی ذلت پر ہزار بار یہ خوف ہے الٰہی مجھکو اپنے فضل سے ایمان پر وفات دیجیو آمین یا ارحم الراحمین - پھر واسطی رح نے کہا کہ بندہ کیونکر امن مین نہو جاوے کہ وہ پاک ارحم الراحمین اپنے وعدہ مین خلاف نہین فرماتا ہے پھر اللہ تعالے نے ظالمون کو بیان کیا کہ اپنی مشیت و ارادہ ازلی سے انکو گمراہ فرماتا ہے لقولہ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء ازلی عنایت تو معرفت کے لیے مقرب کیا اور اہل ضلالت کو لطف سے دور کر دیا جو چاہا حکم فرمایا کسی کو دم مارنے کی مجال نہین اور وہ حکیم و علیم ذات قدیم خالق مختار ہے اسکا حکم بدل نہین سکتا اور تمام خلق اسکے قبضہ قدرت کے نیچے مقہور و مجبور ہے کسی کو اپنی ذات کیلیے ایک ذرہ بھی اختیار نہین ہے - دیکھو اپنے پر دوزخ آتا ہے سکو برا جانتے ہین تو اختیار اسی کو ہے جسنے مخلوق و اسکے افعال کو پیدا فرمایا ہے پس اسنے اپنے ارادہ و مشیت پر ایجاد کیا اور کسی کو اسکے تو ڑنے کی مجال نہوئی پس حقیقت افعال درحقیقت اسی کے افعال ہین اور اسکے فعل کی کوئی علت نہین اور نہ اسکی صنعت کے لیے کوئی غایت حالانکہ یہ تمام خلقت ایک نعمت منظم ہے جسکے عجائبات

عین حکمت ہیں شیخ شبلی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جن بندون کو اللہ تعالےٰ عز وجل تثبیت کی کرامت عطا فرماتا ہو انکو کمال معرفت وکشف وصدق مقال وتوکل واخلاص ویقین دیتا ہو اور مقامات ولایت میں سے جو بے انتہا ہیں بقدر وسعت اُسپر کشف فرماتا ہو حضرت صادق رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جنکو حیات دنیاوی میں ایمان پر ثابت رکھا ہو انکو آخرت میں منکر ونکیر کے جواب پر ثابت قدم فرمایا مترجم کہتا ہو کہ حکمت یہی ہو کہ جس حالت پر دنیا سے اسنے انتقال کیا اسمین کسی ہیبتناک منظر وغیرہ سے تغیر نہیں ہو سکتا اور نہ کسی خیال کی وجہ سے وہ اچھی حالت پر عود کر سکتا ہو اسی وجہ سے حدیث میں ہو کہ ہر ایک اس حالت پر مبعوث ہوگا جس پر وہ دنیا سے انتقال کر گیا ہو چونکہ یہ علوم الٰہیہ اُخرویہ عقل بشری سے بالاتر ہیں وارسال رسل سے حق تعالےٰ عز وجل نے اعلام فرمایا لہذا کافرون کی مذمت فرمائی بقولہ تعالےٰ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۙ جَهَنَّمَ

تونے نہ دیکھا ان لوگون کو جنھون نے بدل ڈالا اللہ کی نعمت کو کفر سے اور جھونکا اپنی قوم کو دار البوار جہنم مین

يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ

جہان وہ جا وینگے اور برا ٹھکانا ہو اور بنائے انھون نے اللہ کے شریک تاکہ بہکا دین اسکی راہ سے تو کہدے کہ کچھ نفع اُٹھالو انجام کو

مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا

تمھین جہنم جانا ہے کہدے میرے بندون سے جو ایمان لائے ٹھیک رکھین نماز کو اور خرچ کرین اسمین سے جو ہمنے انکو روزی کیا چھپے

وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝

اور کھلے پہلے اس سے کہ آوے وہ دن کہ نہ بیع ہو اسمین اور نہ دوستی

اَلَمْ تَرَ یعنے الم تعلم کیا تو نے نہین دیکھا یعنی کیا تو نے نہ جانا جیسے قولہ الم تر کیف فعل ربک اور الم تر الی الذین خرجوا یعنے یہ دیکھنا دل کا ہو جو جاننا ہوتا ہے اور بوار یعنے ہلاک از بار یبور بورا جیسے قولہ تعالےٰ قوما بورا یعنے ہالکین کذا قال البخاری رحمہ اللہ اور احلوا ماخوذ از حلول پس احلال وارد کرنا اور جہنم دار البوار کی تفسیر ہو اور یصلونہا از صلے یصلےٰ اور سالتے مین توضیح ہو چکی مصیر بمعنی مصیر ورستا یعنی مرجع وموئل جہان انجام مین جانا ہو لیضلوا مین متواتر دو قراءت مین ایک بضم الیاء اور یہی ہمارے یہان معروف ہو پس اضلال لوگون کو کیا یا یہ کہ اپنی جانون کو گمراہی مین ڈالا اور دوسری بفتح الیاء تو ضلال خود ان کی جانون کا ہو اور لام عاقبت کا ہو یعنے انجام اسکا یہ ہوا۔ واضح ہو کہ یہ آیت کریمہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو یا ہر الیسے شخص کو جو لائق خطاب کے ہو اور تفخیم امر کا تعجب دلانا اور استفہام اقراری ہو پس معنے قولہ تعالےٰ اَلَمْ تَرَ کیا تو نے جانا یعنے تعجب سے دیکھ اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگون کو جنھون نے بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ بدل ڈالا اللہ تعالےٰ کی نعمت یعنی رسول کے ساتھ قرآن پاک کی ہدایت کو كُفْرًا کفر سے پس نعمت کا کفران کیا اور بنا نا لائق تھا ہوا ازکے ساتھ لینا اور شکر کرنے کے قرآن سے انکار کیا اور رسول کے ساتھ لڑے تاکہ قتل کرین۔ بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم کفار اہل کہ یہ لوگ مکہ والون مین سے کافر لوگ ہیں ایسا ہی نسائی رحمہ اللہ تعالےٰ نے بھی روایت کیا اور عوفی رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ لوگ جبلہ بن ایہم غسانی وُاسکے اتباع عرب ہین کہ بھاگ کر روم مین چلے گئے اور نصرانی ہوگئے بعض نے اسپر اعتراض کیا کہ جبلہ مرتد ہوا اور اسکی قوم تو خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین مسلمان ہو کر مرتد ہو کر روم مین لگئے تھے اور مترجم کہتا ہو کہ قرآن پاک نازل ہونے کے وقت اسکا کفر کافی ہو کہ علم الٰہی مین وہ بھی ایسے لوگون مین تھا البتہ اس سے زیادہ لائق توجیہ کفار قریش ہین اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مشہور صحیح روایت وہی قول اول ہو جو بخاری رحمہ اللہ تعالےٰ نے روایت کیا اگرچہ آیت کے معنے

عام ہین اور سب کفار کو شامل ہین جنہون نے قرآن و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کیا اور نعمت کے بدلے عذاب و کفر اختیار کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ معنی قرآن درحقیقت تمام وقت و زمانہ کے واسطے عام ہین الا بعض مستثنیات خاص لیکن جو وقت نزول ہو اگر اسوقت مصداق موجود تھا تو اسکو بیان کردیا جاتا ہو اور اکثر آیات ایسی بھی ہین کہ وقت نزول کے تاویل موجود نہ تھی اور آئندہ اسکی تاویل ظاہر ہوئی یا ہوگی اور علمائے ربانی ہر زمانہ مین قرآن پاک کے معانی عجیب اعجاز کے ساتھ اس زمانہ کے واقعات پر منطبق پاتے ہین حالانکہ وقت نزول کے اسکا وجود بلکہ شاید گمان بھی عموماً نہو گا پس معلوم ہوا کہ بحسب المعنی تو جبلہ بن الایہم وغیرہ جملہ کفار اس مین شامل ہین اور باعتبار موقع نزول کے اول اس مذمت کے لائق کفار مکہ ہین امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اول قول ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مانند حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہو۔ یہی قول جمہور مفسرین علمائے سلف کا ہو۔ اور ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالے نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جنہون نے نعمت کو کفر سے بدلا اپنی قوم کو دار البوار مین اُتارا وہ کفار قریش بروز بدر ہین اور دوسری روایت مین فرمایا کہ قریش کے منافق ہین مراد منافق سے یہان مجادل یعنی قتال کرنے والے ہین خواہ بروز بدر لڑے یا بروز اُحد لڑے ہون اور تیسری روایت مین ہو کہ آپ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ کیا کوئی نہین ہو جو مجھ سے قرآن کا علم دریافت کرے اور مین تو قسم ہو اللہ تعالے کی کہ اگر کسی کو جان جاؤن کہ وہ مجھ سے زیادہ اسکو جانتا ہو اور وہ دریائی سمندرون کے پار والے ملک مین ہو تو مین اسکے پاس حاضر ہون پس عبد اللہ بن الکوا نے کھڑے ہوکر قولہ تعالے الم تر الی الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا الآیہ کو دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ مشرکین قریش ہین کہ انکے پاس اللہ تعالے کی نعمت ایمان آیا تھا اسکو انہون نے کفر سے بدل لیا اور اپنی قوم کو ہلاک و بربادی کے گھر یعنی جہنم مین ڈالا۔ سدی رحمہ اللہ تعالے کہا کہ مسلم مستوفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ الذین بدلوا نعمت اللہ کفرا الآیہ قریش سے سب سے بڑھکر نافرمان دو گروہ بنو المغیرہ و بنو امیہ ہین پس بنو مغیرہ نے تو بدر کے روز اپنی قوم کو دار البوار جہنم مین اُتارا اور بنو امیہ نے اُحد کے روز داخل کیا اور بدر کے روز ابو جہل تھا اور اُحد کے روز ابو سفیان تھا اور ابن ابی حاتم نے بسند جید عن ابی اسحٰق عن عمرو بن مُرّہ روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قولہ احلوا قومہم دار البوار الآیہ پڑھی اور فرمایا کہ یہ قریش کے دو نہایت فاجر گروہ بنو مغیرہ و بنو اُمیہ ہین پس بنو مغیرہ تو بدر کے روز ہلاک کیے گئے اور رہے بنو اُمیہ تو انکو ایک ہی وقت تک زندگانی دی گئی ہو و قد روی نحو ہذا من غیر وجہ عنہ رضی اللہ عنہ اور ایک روایت مین ہو کہ یہ قریش کے فاجر ہین کہ مین بدر کے روز انکے ہلاک کرنے کو کافی ہوگیا اور امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے سفیان الثوری کی اسناد سے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ذکر کی کہ یہ قریش کے دو افجر گروہ ہین ایک بنو مغیرہ اور دوم بنو اُمیہ پس بنو مغیرہ کو تو بدر کے روز کافی ہوا اور رہے بنو اُمیہ وہ چند روز زندگانی دیے گئے۔ قال المترجم وفی اسنادہ علی بن زید یعنے ابن جدعان وہو ضعیف فقال الامام وکذا رواہ حمزۃ الزیات عن عمرو بن مرۃ قال قال ابن عباس لعمر بن الخطاب یا امیر المؤمنین ہذہ الآیۃ الم تر الی آخرہ۔ یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس آیت کی تفسیر ارشاد فرمایئے تو فرمایا کہ یہ قریش کے دو افجر گروہ ہین ایک میرے ماموں اور دوسرے تیرے چچا پس میرے ماموں کو اللہ تعالے نے بدر کے روز جڑ سے کاٹ دیا اور رہے تیرے چچا انکو اللہ تعالے نے انکی زندگی تک مہلت دی ہو۔ ف اس روایت کے فوائد مین سے ایک یہ ہو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونون سے بالکل موافق روایت ہو اور دوم یہ کہ دونون نے فرمایا کہ بدر کے روز ہم انکے ہلاک کرنے کو کافی ہوئے حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قتال مشہور ہو اور مترجم کہتا ہو کہ حدیث صحیح یاد کرو اشد غضب اللہ علی من قتل نبیا او قتلہ نبی یعنی اللہ تعالے کا غضب سخت اسپر ہو جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہو یا نبی نے اسکو قتل کیا ہو اور تو جانتا ہو کہ ابی بن خلف فاجر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حربہ سے زخمی کردیا تھا کہ اس کی اذیت صحاح مین روایت ہو اور یہ دوام اول کا قتل کرنا اسی قدر مقصود نہین کہ شاید پس یہان اشارہ ہو کہ غور لطیف سے سمجھنا چاہیے ہو ہم نے کہا کہ فرمایا اور حدیث مین ہو کہ مراد الذین بدلوا نعمت اللہ واحلوا قومہم دار البوار سے مراد قریش کے دو نون فاجر گروہ ہین اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا

کہ مجاہد وسعید وابن جبیر وقتادہ وضحاک وابن زید وغیرہم نے کہا کہ یہ لوگ کفار قریش ہین جو بدر کے روز قتل ہوئے اور ایسا ہی امام مالک نے بروایت نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کی اور یہ اسناد صحیح ہے پھر واضح ہو کہ نزول آیت کے وقت اسکے مصداق یہ دونون گروہ قریش کے تھے اور معنے آیت مین تمام کفار قیامت تک کے شامل ہین جنھون قرآن مجید سے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کفر کیا۔ وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ اور ڈالا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر جَهَنَّمَ جہنم مین یعنی لوگ بسبب انکی ریاست کے انکے ساتھ ہوئے اور جہنم مین گئے۔ واضح ہو کہ بنو مغیرہ و بنو امیہ کے سردارون نے اپنی ایسی قوم کو ہلاکت مین ڈالا جو اُن کے رشتہ دار نسبی تھے اور پیروی بھی کرتے تھے اور قیامت تک جو کفار اپنی قوم کو ہلاک کرینگے ضرور نہین کہ ان کی نسبی قوم ہو بلکہ پیروی کرنے والی قوم ہین جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل بادشاہ روم کو لکھا تھا کہ۔ فعلیک اثم الاریسیین تجھپر اریسین کا بھی گناہ ہوگا اور اگر کہا جاوے کہ کلام بصیغہ ماضی ہے جو گذشتہ پر دلالت کرتا ہے تو تم قیامت تک والون کو کیونکر شامل کرتے ہو تو جواب یہ ہے کہ علم آلہی عزوجل محیط ہے وہان مستقبل و ماضی سب برابر ہین اور ممکن ہے کہ باعتبار قطعی وقوع کے بصیغہ ماضی تعبیر ہو حالانکہ جہنم مین داخل کرنا بطریق مجاز اور فی الحال عذاب برزخ مین ہین مگر انکو جہنم مین داخل قرار دیا بطور مجاز کے بدلیل قولہ تعالے۔ يَصْلَوْنَهَا۔ اس مین داخل ہونگے یعنی ایسے کافرون و منکرون کا جہنم مین داخل ہونا قطعی حکم ہے۔ وَبِئْسَ الْقَرَارُ۔ اور بہت برا ٹھکانا ہے جہنم۔ تنبیہ۔ آیت کریمہ کے اشارات مین سے ایک یہ کہ رسولون کا بھیجنا اللہ تعالے کی طرف سے بڑی نعمت ہے کیونکہ عقل بشری عالم آخرت کی راہ جاننے پر مستقل نہین ہے حالانکہ کسی کو اس سے چارہ نہین اور اپنے خالق عزوجل کی طاعت جسطرح کہ اسکی رضا حاصل ہو ہر مخلوق پر فرض محکم ہے پس رسول و وحی نہایت ہی اعلے نعمت ہے اور دوم یہ کہ جاہل لوگ جسکی پیروی کرتے ہین جہان وہ جاوے یہ بھی جاوینگے پس جو لوگ کہ راہ حق مین کسی عالم ربانی حقانی کی پیروی کرین انکو بشارت ہے کہ وے بھی جنت مین جاوینگے اور اگر اپنی جانچ اور خوشنودی کے موافق ایسے شخص کو عالم بزرگ سردار خیال کر لیا جو حقیقت مین خلاف راہ حق تعالے کے مسائل و اعتقاد بتلاتا ہے تو یہ لوگ معذور نہونگے بلکہ اسکے ساتھ جہنم و عذاب مین گرفتار ہونگے لہذا واجب ہے کہ لوگ جہانتک کوشش ممکن ہے اسی بات پر منحصر کرین کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین جس حال و اعتقاد پر تھے اسی پر اکتفا کرین مثلاً وہ لوگ اول مین تو قبور کی زیارت سے منع کر دیے گئے تھے پھر انکو اجازت دی کہ زیارت کرو کہ اس سے آخرت و انجام یاد آتا ہے و میت کو دعا سے فائدہ ہوتا ہے پس اس سے زیادہ یہ امر کہ قبر سے مدد مانگنا و چادر چڑھانا اور مانند اسکے جو امور ہین انمین عالمانہ بحث کہ جائز ہے یا نہین جائز ہے کچھ نہ کرین کیونکہ حضرت سرور عالم سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم نے امت مرحومہ کے منافع حتےٰ کہ پیخانہ پیشاب کے طریقہ سب تعلیم فرما دیے اپنی امت کا تمہارا بھاری خیال رکھتے تھے تو اگر انمین کچھ نفع مضمر ہوتا تو آپ تعلیم فرما دیتے لہذا تم وسواس چھوڑ دو اور شرع شریف و سنت پاک پر ثابت قدم رہو اور اولیاء اللہ کے طریقہ پر چلو اور انکی جانب تعظیم و تکریم کا خیال رکھو۔ خلاصہ یہ کہ جب اس زمانہ مین نہایت ہی کثرت سے طرح طرح کے اقوال و اختلاف پیدا ہو گئے ہین تو جاہل آدمی کے لیے نجات کا یہ طریقہ بہت آسان ہے کہ وہ تمام مختلف مسائل مین کسی بڑے بھلے سے بحث نہ کرے بلکہ صاف سیدھا راستہ وہ اختیار کرے جسپر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم گئے ہین تاکہ بے کھٹکے نجات پاوے۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے نے کافرون کا بد انجام جہنم بیان فرما کر انکے خیالی مسائل جن سے گمراہ بنے تھے ظاہر فرمائے بقولہ۔ وَجَعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا۔ اور بنائے انھون نے اللہ تعالے لیے ہمسر یعنی اللہ تعالے کی ربوبیت مین اپنے بزرگون کے نام کے بت رکھے اور اعتقاد کیا کہ جس بزرگ کے نام کا یہ نشان ہے اُسکی قربانی کرنے کیلئے یا چڑھاوا چڑھانے سے وہ ہم سے خوش ہونگے اور ہماری مراد بر لاوینگے چنانچہ یہ سب انکے اعتقاد جو انکے اگلے لوگون کے ساتھ تھے سابق بعض آیات مین مصرح بیان فرمائے ہین اور یہ مت سمجھو کہ وے لوگ لات و منات و عزیٰ و ود و سواع وغیرہ کو اللہ تعالے کا ہمسر کہتے تھے نہین نہین بلکہ کہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالے کے بندے مخلوق ہین مگر ایسے مقرب ہین کہ ہمارے لیے اللہ تعالے

سے سفارش ودعا کرکے ہماری مراد برلاوینگے پس جب انکے لیے یہ قدرت سمجھی تو شرک ہوگیا اور جو شان خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو وہ دوسرون مین
اعتقاد کرنے سے شرک ہوگیا لہذا جو کوئی اپنی جہالت سے اللہ تعالیٰ کی صفات پاک مین سے کوئی صفت کسی دوسرے مین سمجھے وہ مشرک ہوا اور اُس نے
ہمسر بنایا جیسے یہان کافران قریش کی نسبت فرمایا کہ انہون نے اللہ تعالیٰ کے لیے شریک و ہمسر بنائے تھے۔ لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِهِ اس
انجام کے لیے کہ بہکاوین اُس کی راہ سے یعنی ایسے اعتقاد کا اُنکے حق مین نتیجہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ ہوئے۔ اور بنابر قراءۃ لیُضلوا بضم الیاء
یہ معنے کہ گمراہ کرین لوگون کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے یعنی جاہلون کو پیروی کرنے والون کو یہ مسئلہ بتلایا کہ یہ بزرگ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہین ان سے
تقرب ڈھونڈھو تو تمھاری نجات ہوگی اور جو کوئی اُنسے پھرا وہ بزرگون کا منکر اور اُسکا کہین ٹھکانا نہین ہے حتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
دشمنی اور قتال کرنے مین سرگرم ہوئے اور بدر کے روز ہلاک ہوئے اور اپنی قوم بدبخت کو بھی جہنم مین ڈالا اور قرآن پاک جو اللہ تعالیٰ کی توحید سکھلاتا ہے اور
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے جو شرک کو مٹاتے تھے کفر کیا اور ہر چند آپ نے سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرو کچھ نہ مانا اور بہتیرے اُنمین سے ہلاکت سے
بچے اور کچھ مدت تک زندہ رہے پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تہدید فرماوے۔ قُلْ۔ تو کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔
تَمَتَّعُوا چند روز تک دنیا مین تمتع اُٹھاؤ۔ اسکو بصیغہ امر بیان فرمایا گویا اسی طور سے حکم آلہی سبحانہ تعالیٰ مقدر ہوا ہے کہ نعمت آلہی سے کفر کرین و جو کچھ
جی چاہے وہ اعتقاد کرین و اپنی خواہشون کو پورا کرین۔ فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ پس آخر تمھارا مرجع دوزخ ہے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ دوزخ
گھری ہوئی ہے خواہش کی مرغوب چیزون سے پس جو کوئی نفس کی پیروی کر جاوے وہ پار ہوکر جہنم مین جاویگا پس جبکہ انجام مرجع و انجام جہنم تھا تو لامحالہ اسکے
سامان واسباب ضرور ہونگے پس بیان فرمادیا کہ اپنی رائے و فاسد عقیدے سے شرک کرو اور خواہشون پر زندگی بسر کرو۔ اسمین نہایت خوفناک تہدید ہے اور
یہین سے اکابر اولیاء نے کہا ہے کہ نفس کی خواہشون سے پرہیز کرو کیونکہ یہ شہوات و خواہشین جہنم کے گرد ہین جو کوئی انکو طے کر جاوے وہ لامحالہ جہنم مین گریگا پھر
حق تعالیٰ عزوجل نے ان بندون کو نصیحت فرمائی جو اپنے نفس کی خواہشون کو چھوڑ کر نصیحت قبول کرتے ہین اور اپنی رائے چھوڑ کر فرمان آلہی و حکم حضرت رسالتپناہی
صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہین بقولہ تعالیٰ۔ قُلْ لِعِبَادِيَ تو کہدے میرے بندون سے۔ اگر کہا جاوے کہ سب ہی اللہ تعالیٰ کے
بندے ہین تو جواب یہ ہے کہ اگر تمھاری یہ غرض ہے کہ سب ہی اسکی مخلوق ہین تو کچھ شک نہین ہے کیونکہ سوائے اُسکے کوئی خالق ہو نہین سکتا اور سب ہی اسکی
مخلوقات ہین ولیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت کاملہ سے مخلوقات مین تفصیل کردی اسطرح پر کہ جو کوئی اپنی خواہش کی پیروی کرے اُس نے اُسکو اپنا
معبود بنایا کما قال تعالیٰ افرایت من اتخذ الٰھہ ھواہ۔ بھلا تو نے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ حدیث مین ہے تعس عبد الدینار و عبد الدرھم
ہلاک ہوا اشرفی کا بندہ اور روپیہ کا بندہ۔ اور اسی طرح کفار فاجر کو شیطان کے ساتھ مردود کردیا اور کمال تکریم سے مومنون کو اپنا بندہ قرار دیا بقولہ ان عبادی
لیس لک علیھم سلطان یعنی جو میرے بندے ہین انپر تجھے کچھ قابو نہوگا۔ اور اسی معنی مین اس مقام پر فرمایا کہ تو میرے بندون سے فرمادے اور انکی صفت
بیان فرمائی۔ الَّذِينَ آمَنُوا۔ وہ لوگ جو ایمان لائے ہین پس اس کرامت سے سرفرازی فقط ان بندون کو ہے جو یقین جانتے اور خالص اعتقاد
رکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ وہی وحدہ لاشریک ہے جو پاک صفات اسکی ہین انمین کسی کی کچھ بھی شرکت نہین ہے اگر کہا جاوے کہ یہ مقام بہت مشکل ہے کیونکہ جاہل
وہی مان لیگا جسکو ایسے شخص نے بتلایا جسکو وہ عالم جانتا ہے تو مترجم کہتا ہے کہ پہلے معلوم کرو کہ بالاجماع تقلید اعتقاد و ایمان مین جائز نہین ہے بلکہ
ایمان تو تبھی ہوگا کہ خود اپنے رب تبارک و تعالیٰ پر ایمان لاوے پس جب وہ مثلاً جان گیا کہ خالق فقط اللہ تعالیٰ ہے اور جب وہی چاہتا ہے
تو ایک مالدار کے ہاتھ مین یہ فعل پیدا کرتا ہے کہ فقیر کو کچھ دیوے یعنی افعال کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے اب اگر کسی شخص کی نسبت اس کو عالم ہونے کا
گمان ہے اُس نے بتلایا کہ شیخ سدّو کا بکرا کرنا اور بیٹا ہونے کی منت ماننا جائز ہے تو اُسکو صریح معلوم ہوگا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک صفت کے جو مجھے اعتقاد کر

بالکل مخالف ہو گیا تو یہ شرک ہے لہٰذا ممکن نہیں ہے کہ شرک واضح وہ نہ پہچانے پس قولہ تعالےٰ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا یعنی اہل کتاب یہود ونصاریٰ نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنے رب بنا لیے ہیں۔ اس سے وہ محفوظ رہیگا کیونکہ یہ اسکا اعتقاد نہ رہا کہ جو کوئی عالم جو کچھ کہے وہی میرا اعتقاد و عمل ہے پس کافروں سے انہیں صاف فرق ہو گیا جنکی یہ حالت تھی کہ جعلوا للّٰہ اندادا کیونکہ اسنے شرک نہ کیا پس مومن ہوا اور یہ کرامت پائی کہ تو میرے بندوں سے جو مومن ہیں فرما دے کہ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ٹھیک سدھارین نماز کو بیشک نماز ایک بڑا رکن عبودیت ہے اور شیخ معین الدین چشتی قدس سرہ نے بعض اکابر سے نقل فرمایا کہ وہ بہت نحیف و زار ہو رہے تھے اور نہایت خوف سے تیس برس سے روتے تھے حضرت شیخ نے پوچھا تو بیان فرمایا کہ میں اسی خوف سے روتا ہوں کہ کسی وقت کی نماز مجھ سے ٹھیک ادا ہوئی کہ نہیں۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ جس نے نماز کو کھویا وہ دوسری عبادات کو اور زیادہ ضائع کریگا۔ اور مشکوٰۃ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی عبادت کے ترک کر دینے کو کفر نہیں جانتے تھے سوائے نماز کے پس جو کوئی اسکو عمداً ترک کرے اسپر خوف کفر کا ہے اور ٹھیک قائم کرنا یہ ہے کہ اسکے ارکان سب اچھی طرح اللہ تعالےٰ کی حضوری میں ادا کرے۔ اور روایت صحیح ہے کہ سب سے پہلے نماز کی پرسش ہو گی اور نماز ستون دین ہے اور فرق اسلام و کفر کے درمیان نماز ہے اور اکابر اولیاء رحمہم اللہ تعالےٰ نے تصریح کی کہ تقرب الٰہی اسی نماز میں ہے اور فضائل اسکے بیشمار ہیں اور اللہ تعالےٰ نے تحیات نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو جو خرچ طیبات مالی ہے مقرون فرمایا چنانچہ یہاں فرمایا۔ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ۔ اور خرچ کریں اس چیز سے جو ہم نے انکو روزی کیا۔ ظاہر آیت عام ہے تمام صدقات کو خواہ واجب ہوں جیسے زکوٰۃ یا نفل ہوں۔ اور یہی قول اولےٰ ہے اور بعض نے کہا کہ مراد زکوٰۃ ہے کیونکہ مروی ہے کہ زکوٰۃ نے اپنے پہلے صدقات کو منسوخ کر دیا لیکن یہ حجت موجہ نہیں اس سے یہ معلوم ہوا کہ دیگر صدقات جو زکوٰۃ سے پہلے واجب تھے مثلاً حکم تھا کہ روزانہ خرچ سے زائد صدقہ کر دیں تو انکا وجوب نہیں رہا مگر بطور نفل انہیں خرچ کرنے سے ثواب جمیل ملتا ہے اور یہاں کلام وجوب میں نہیں ہے بلکہ خرچ میں ہے۔ ان یہاں یہ سوال ہوتا ہے کہ قولہ ینفقوا بصیغہ خبر بمعنے امر ہے اور امر وجوب کے لیے ہے پس صرف زکوٰۃ مفروضہ پر ہوگا اور اگر عموم لیا جاوے تو بطریق عموم مجاز یعنی لینا چاہیے کہ خرچ کرو مال کو جو روزی میں سے ہر ایک کو اسکے طریقہ پر یعنی زکوٰۃ وغیرہ بطور وجوب کے اور نوافل صدقات و بطریق نفل کے سِرًّا وَّعَلَانِيَةً۔ پوشیدہ و ظاہر پس بعض نے کہا کہ پوشیدہ صدقہ نفل ہے اور علانیہ صدقہ فرض ہے اور اولےٰ یہ ہے کہ ہر ایک پوشیدہ و ظاہر ہوتا ہے ولیکن علماء حنفیہ کے نزدیک زکوٰۃ علانیہ بہتر ہے تا کہ لوگوں کو نصیحت ہو اور واضح ہو کہ خفیہ دینے کا جواز صرف زکوٰۃ نقدین میں ہے اور عشر کو سلطان کو ادا کرنا چاہیے لیکن اصح یہ ہے کہ زکوٰۃ السوائم بھی خفیہ دیدے زیرا کہ ادا ہو جائیگی اور علماء رحمہم اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جو شخص اپنی ذات پر ریا کا خوف کرے وہ پوشیدہ ادا کرے اور جو کوئی یقین پر مضبوط اور مستقیم ہو اسکو علانیہ دینا بہتر ہے کہ ایک صدقہ کا اور دوسرا لوگوں کی ہدایت کا دو ثواب حاصل ہوں اور بعض علماء نے کہا کہ خفیہ میں بھی دوسرا ثواب یہ ہے کہ فقیر علانیہ زیر دستی سے محفوظ ہوا اور حدیث صحیح میں ایسے صدقہ دینے کی کہ بائیں ہاتھ کو داہنے ہاتھ کی خبر نہ ہو بہت فضیلت وارد ہے لہٰذا محققین نے کہا کہ ہر ایک انسان ہم ریا وغیرہ کا لحاظ کر کے نیت کو خالص کرنے کے لیے خفیہ و علانیہ برابر ہیں اور یہ امر محقق ہے کہ اخلاص کے ساتھ خفیہ یا علانیہ خرچ کرو۔ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ۔ پہلے اس سے کہ وہ دن آوے۔ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ۔ اسمیں نہ بیع ہے اور نہ خلت ہے۔ علماء نے کہا کہ مراد اس سے روز قیامت ہے کہ وہاں بیع نہ ہوگی۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا یعنی فدیہ نہ ہوگا اور اسکو بیع اس وجہ سے کہا کہ آدمی کا نفس ہو کر گرفتار عذاب تھا اُس کو فدیہ دیکر عذاب سے رہا کرے پس دنیا میں یہ نافع ہوگا جبکہ ایمان ہو اور آخرت میں کچھ فدیہ قبول نہ ہوگا حالانکہ وہاں فدیہ بھی اُس کے پاس نہ ہوگا اور خلال مصدر بمعنے مخالّت ہے یعنی باہم دلی دوستی۔ واحدی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ تمام اہل اللغۃ کا قول ہے ابو علی فارسی رحمہ نے کہا کہ خلال یہ خلت مانند قلال و قلہ بُرام و بُرمہ حاصل آنکہ قیامت کے روز نہ بیع کا وجود ہوگا کہ گنہگار قصور وار کچھ فدیہ دیکر اپنے

[illegible]

نفس کو عذاب سے رہا کرے اور نہ وہان جسمانی خواہشون سے جو دلی دوستی باہم ہوتی ہی اسکا وجود ہوگا کہ ایک دوست سے دوسرے دوست کو
امید ہو۔ وقال تعالےٰ لاخلۃ ولاشفاعۃ مترجم کہتا ہی کہ کلام کی بلاغت سے بالعنکروکہ مقصود یہ ہی کہ ایمان والے نماز قائم کرین اور صدقات خالص
نیت سے ادا کرین قبل اسکے کہ ان اعمال کا وقت باقی نہ رہے اور وہ وقت ابھی موجود ہی یہانتک کہ وہ دن آجاوے کہ جسمین بیع وخلال کچھ
نہین ہی لیکن غور کرو تو ظاہر ہوتا ہی کہ وہ وقت تو آدمی کے مرتے ہی جاتا رہتا ہی قیامت کا انتظار ضرور نہین ہی لہذا حدیث صحیح مین ہی کہ جو مرا
اس کی قیامت قائم ہوگئی پس اسمین اشارت ہی کہ قبل قیامت کے آدمی کو اسکے لوگون کی ملاقات و دعا سے بھی انتفاع پہونچتا رہتا ہی اور آخری حد
قیامت ہی اور نصیحت ہوگئی کہ اسلام سے گناہ سابق سب معاف ہوجاتے ہین اور دوزخ مین ہمیشہ مردود نہ رہیگا لیکن اعمال کے قصور پر مواخذہ ہوگا اور بسبب
اسلام کے ساتھ مواخذہ موجود ہی تو کافر کے حق مین اور بھی کہ جہان بیع وخلت کچھ نہین ہی وہان انکا ٹھکانا سوائے جہنم کے کہین نہوگا اب معلوم ہوگیا کہ قولہ کریم کی
صفت مین قولہ لابیع فیہ ولاخلال اصل مین بعض عارفانہ مدارک کی تعلیم اور عموماً کفار کو نصیحت ہی کہ وہان فدیہ نہین اور خلت ندارد ہی پھر قولہ من قبل الخ کا
تعلق بعض نے کہا کہ انفاق مال کے ساتھ ہی بقرینہ بیع کے یعنے مال اس زندگی مین خرچ کرو اور نفس کو عذاب سے بچاؤ کہ قیامت مین نہ مال نہ بیع نہ فدیہ۔
اور بعض نے کہا کہ اقامت نماز وانفاق دونون کے ساتھ اولےٰ ہی اور مقصود یہ ہی کہ بیع کے شغل اور دوستی کے رسوم مین اوقات وعہود ضائع مت کرو بلکہ
نماز وطاعات کو مقدم رکھو اور بیع وغیرہ فانیات مین کہ وہان انکا وجود نہین ہی اگر کہا جاوے کہ مومنون مین وہان باہم دوستی ہونا بہت کثرت سے نصوص صریحہ نے
ثابت فرمایا ہی اور یہان وہم ہوتا ہی کہ نہوگی تو جواب یہ ہی کہ صاف تعبیر کردی گئی کہ یہ بیع وخلت بمقتضاے قوائے جسمانی ہی اور اصل اسکی شہوت نفس ہی اور جو شخص دنیا
مین تہ کار فاسق رہا وہ اسی حال پر موت کے بعد رہیگا گویا پتھر کہ تاثیر نہین ہی اسیوجہ سے سوال منکر ونکیر کی حالت مین اگرچہ اسکو بے ایمانی ظاہر ہوجاوے کچھ
تبدیل نہین کرسکتا ہی اور چونکہ اصل اسکی ایک فانی چیز کے ساتھ ہی تو مرتے ہی فنا ہوگئی جیسے عشق شہوت کا حال ہی کہ مٹ جاتا ہی یا کہ ایک معشوق کے بدصورت ہوجانے
سے زائل ہوجاتا ہی تو اس دوستی کا کچھ بھی اثر وہان نہوگا بخلاف مومنین کے کہ وہان محل علامت الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اور نورانی قلوب سلیم باقی ہین تو انکی خلت بھی
باقی ہی مگر یہ ایسے لوگ ہین کہ انہون نے فی سبیل اللہ کی مجال نہین رکھی بلکہ موافق حکم کے کمال محبت سے نماز قائم کی اور انفاق کیا اور پھر بھی شرمندہ رہے کہ کچھ نہین کیا بلکہ جو
کچھ ہوا وہ رب ذوالجلال کے فضل ورحمت سے ہوا اسی واسطے حق تعالےٰ نے فرمایا۔ الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین یعنی باہم گاڑھے دوست اس روز
ایکدوسرے کے ساتھ دشمن ہونگے سواے متقین کے کیونکہ خلت تقوےٰ سے ہرباقی کے ساتھ دائمی ہی اور خلت کفار وفساق ایک امر فانی سے متعلق فانی ہے
اور اسی سے سمجھ کو ثابت ہوگا کہ آخری کلام کا مفاد اہل ایمان کے لئے نصیحت وارشاد اور کافرون کے لئے تہدید وتنبیہ کا ظہور ہی۔ شنافی العرائس قولہ تعالےٰ
الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ الآیۃ اسمین اشارت ہی کہ نعمت الٰہیہ عقل وعلم واستعداد ان سب کو بھی انہون نے تبدیل کیا چنانچہ عقل کے بجاے غباوت اور بجاے
علم کے جہل اور بجاے استعداد حصول نور ایمان کے تاریکی اندھا دھند شرک وکفر کو رکھا اور جانورون مین محل عقل وعلم خلقی نہونے سے یہ لوگ اپنے نفس و
شیطان کی پیروی مین جانورون سے بلکہ خوک وسگ سے بھی بدتر حالت مین ہوگئے حتیٰ کہ جاندار کے درجہ سے ساقط ہوکر پتھرون ولکڑون ودرختون نے بناے
نیکے چونکہ انمین فاسد استعداد شرک وکفر سے موت سے زیادہ بدتر حالت تھی تو پتھرون وغیرہ مین اللہ تعالیٰ سے بعقدر بالاتر دیکھکر انکے سامنے سجدہ کیا اور
بندگی کرنے مین انکو کچھ بھی تکلف نہ تھا شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جاہل وہ ہی جس نے نعمت الٰہی سے لذت گرکے گناہون کا کام لیا پھر اللہ تعالیٰ نے کافرون کو تنبیہ
فرمایا کہ تم مین تمام مخلوقات سے زیادہ استعداد ظہور قدرت کے تھی سے پایہ عالی معرفت تمہارا حصہ تھا غور کرو اور ڈھونڈھو فقال اللہ تعالیٰ عز وجل

اَللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ وَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخۡرَجَ بِہٖ مِنَ

اللہ وہ ہے جسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو اور اُتارا آسمان سے پانی پھر اُگایا اس سے

الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

پھلوں میں سے تمہارے رزق کے لیے اور تابعدار کردیا تمہارے لیے کشتی کو کہ دوڑا کرے سمندر میں اسکے حکم سے اور تابعدار کردیا

الْاَنْهٰرَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۝

تمہارے لیے دریاؤں کو اور مطیع کردیا تمہارے لیے سورج کو اور چاند کو ایک عادت پر چلتے ہیں اور مسخر کردیا تمہارے لیے رات اور دن کو

وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ

اور دیا تم کو ہر ایک اس چیز سے جو تم نے مانگی اور اگر تم شمار کرو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تو انکو گھیر نہ سکو گے بیشک آدمی تو بڑا ۱۵ ع ۷

لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۝

ظالم ناشکرا ہے

اللہ تعالیٰ بندوں پر اپنی نعمتیں اظہار فرماتا ہے اور چونکہ بحکم حدیث صحیح کے آدمی اسکی طرف جھکتا ہے جو اسکے ساتھ احسان کرے تو اس راہ سے انکو اپنی جانب بلاتا ہے اگرچہ اولیاء اللہ کہتے ہیں کہ معرفت کے بعد آدمی بہت شرمندہ ہوجاتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت کی پھر اسکو پایا حالانکہ یہ حیاء و شرم کی بات ہے بلکہ اللہ تعالیٰ حق عزوجل کے واسطے ہر ایک چیز سے التفات کرنا چاہیے تھا اسی واسطے حدیث میں ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے دوسرے سے محبت کی اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے دوسرے سے عداوت کی اور اسی کے لیے دیا اور اسی کے واسطے نہ دیا تو اُس نے اپنا ایمان پورا کرلیا پس نعمت بتلا کر نعمت دینے والے کی طرف بلایا ایسے جاہلوں کے لیے یہ طریقہ مقرر کیا گیا جو انکھیں محسوسات و فانی چیزوں پر رکھتے ہیں اور جب ان چیزوں سے بہت محبت کرتے ہیں تو جب سمجھ جاویں کہ انکا دینے والا کون ہے تو ضرور اس سے محبت کرنے لگینگے اور جب اس کی طرف دل لگا دینگے تو آخر اسکو پہچان جاوینگے اور اسوقت انکو معلوم ہوگا کہ ہم کس جہالت میں پڑے تھے لہذا فرمایا۔ اَللّٰهُ وہ پاک ہے کہ تم سب اسکی مخلوق ہو وہی ہم سب کا خالق مالک ہے تم سب فانی ہو وہی باقی دائمی ہے جس نے اس کی رضا کے ساتھ زندگی پائی وہ بھی ہمیشہ باقی ہے اور ابتداء یا انتہاء یا زندگی یا موت یا راحت یا عذاب جو کچھ بات تم خیال کرو سب اسی کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں اسکی ذات کوئی خیالی بات کوئی نقص عیب ہر سبب سے وہ پاک ہے ابتداء انتہا کوئی اس کی ذات سے متعلق نہیں کیونکہ عقل انسانی مخلوق ہے اور جو کچھ اس میں خیال پیدا ہو وہ ادنے مخلوق پس حضرت خالق عزوجل کی شان میں ابتدا یا انتہا یا جو اوہام تمہاری عقل و قیاس میں پیدا ہوں وہ یقینی مخلوقات ہیں جن سے خالق عزوجل پاک ہے پس لازم و فرض ہے کہ تم اسکی معرفت اسی کی وحی فرمانے سے پاؤ اور خالق عزوجل سے منکر ہونا گناہ عظیم ہے جسکی سزا بہت سخت ہے پس اس نے دوسرا افضل عظیم فرمایا کہ رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر وحی نازل فرمائی اور اپنی معرفت بتلائی کہ اَللّٰهُ الَّذِيْ اللہ وہ پاک ہے جس نے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ پیدا کیا آسمانوں و زمین کو۔ آسمان تمہارے دیار کی چھت بنائی اور چھت سے ارزاق و آثار قدرت عجیبہ ظاہر فرمائے۔ اور زمین تمہارے لیے فرش کردی اور اس میں سے طرح طرح کے عجائب تمہارے لیے پیدا کیے وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً اور اُتارا آسمان سے پانی۔ واضح کہ عجائب قدرت میں سے ایک یہ ہے کہ اسی سقف محفوظ آسمان سے پانی اُتارا یہاں دو مقام ہیں اول یہ کہ جو لوگ علم طبعیات سے بحث کرتے ہیں وہ پانی کی پیدائش اسطرح بیان کرتے ہیں کہ ہر قسم تر سے ابخرات ہمیشہ اڑا کرتے اور جاڑوں میں بسبب سردی کے دھوئیں کی طرح محسوس ہوتے ہیں اور اوپر چڑھکر جمع ہوکر بسبب زیادہ سردی کے اولا پالا جمع ہوجاتے ہیں اور بعضے مقامات پر بادل زمین کے قریب اڑکر مکانوں میں کپڑے وغیرہ بھگو دیتے ہیں پس ان لوگوں کو سمجھانا چاہیے کہ کلام حق میں جو وارد ہے کہ آسمان سے پانی اُتارا اسکے کیا معنے ہیں واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا القولہ عزوجل

الم تر ان الله يزجي سحابا ثم يؤلف بينه ثم يجعله ركاما فترى الودق يخرج من خلاله وينزل من السماء من جبال فيها من برد فيصيب به من يشاء ويصرفه عن من يشاء يكاد سنا برقه يذهب بالابصار يقلب الله الليل والنهار ان في ذلك لعبرة لاولي الابصار یعنے اللہ تعالیٰ سحاب کو اٹھا کر اس میں میل کرکے تہ بر تہ کر دیتا ہے اسکے درمیان میں سے ودق نکلتی ہے الی آخرہ پس بعض مفسرین متکلمین نے کہا کہ ممکن ہے کہ سحاب کا ظہور ان ابخرات سے ہو جو اجسام تر سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کی بحث پوری بیان کر دی اور مترجم کہتا ہے کہ کلام الٰہی عز و جل کی تفسیر میں رعایت خیالات عوام کے جسطرح لائق ہے اسی طرح یہاں آہستہ تقریر سے عالم خلق و امر یعنے عجائب صنعت الٰہیہ سے یہی بحث چاہیے ہے کیونکہ عوام کی نظر عالم اسباب پر زیادہ ہوتی ہے پس میں کہتا ہوں کہ یہ آیت کریمہ کامل معجزہ صادق نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے کیونکہ جن لوگوں نے اپنی تمام عمر کو اسباب میں غور و فکر کرنے اور تمام حواس و عقلی قوت کو اسمیں صرف کرنے میں ضائع کیا انکو اسپر بڑا فخر تھا کہ تمام روے زمین کے لوگ جاہل اور ہم طبعیات کے عالم حکیم ہیں اور تمام دنیا سے زیادہ عرب کو جاہل جانتے تھے جنہیں لکھنا پڑھنا گویا عجوبہ چیز تھی پھر دیکھو کہ کسطرح پوری تحقیقات کو آیت بالا کی آدھی آیت میں ختم فرما دیا کہ بڑا حکیم فلسفی متحیر دیکھتا ہے پھر فلسفی پر وارد ہوتا تھا کہ ہوا ہمیشہ عادت کے موافق ایک رخ پر جاتی ہے تو اجتماع ابخرات ضرور نہایت نسبا ایک پر ہونا چاہیے اور سردی گرمی کے تغیر کے سبب سے یہ نہ ہو جانے میں بھی تغیر چاہیے حالانکہ اسکا سبب اپنے سبب کے خلاف ہے اور بڑا سخت اعتراض یہ ہے کہ اجتماع ابخرات سے جو پانی برستا ہے اپنی اپنی خاصیت میں ایک نوع پر ہے پس برسات کے دو موسم لازم تھے ایک بعد جاڑے کے اور ایک بعد گرمی کے بلکہ کوئی وجہ نہ تھی کہ اجتماع ابخرات سے بنیاد بطور ایک موسم کے پیدا ہوتا اور محض بلا دلیل ہے کہ ایام برسات سے پہلے جو حالت اجتماع کی موجود ہوتی ہے اس کو ماہ بارش مثلاً ساون سے کوئی نسبت نہیں ہے کہ ایک بے شعور چیز جیسا کہ فلسفی کہتا ہے اس موسم میں اس شعور پر ہو جاوے کہ وہ ماہ بارش ہے یا کسی حال میں قحط پر ہو جاوے کہ ایک قطرہ نہیں برستا اور نیز کوئی وجہ نہیں ہے کہ یہی ابخرات کا پانی خلاف موسم بلکہ موسم سے دو ہفتہ پہلے کچھ بھی رنگ نہیں دیتا بخلاف موسم کے کیا ایک قواے نامیہ نباتات جوش کے ساتھ اُبلتے ہیں اور وہ پانی انکے لیے حیات ہو جاتا ہے غرضکہ دلیل اس مقام پر قطعی ہونی چاہیے اور فلسفی جو دلائل لاتا ہے وہ گمان ہیں اور جو وجوہ پیش کیے گئے ہیں مختلف آثار سیارات کا اجتماع اور مختلف اسباب ارضی یا کرہ ارض و آفتاب کے دورہ میں مقابلہ سے جو کچھ اثر کا اختلاف وغیرہ سب تخمینہ ہے کوئی دلیل میسر نہیں آئی اور اگر آخری سوال اس ترتیب میں واقع ہو کہ یہ کیوں ہوتا ہے اور اگر اس وجہ سے ہو تو اس وجہ کا وجود کیوں آخر سلسلہ پر فلسفی کو اقرار سکوت کرنا ہوگا اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ حق عز و جل نے صحیح فرمایا ہے کہ آدمیوں میں سے بہت زیادہ حصہ وہ ہیں جو گمان و تخمینہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اب تحقیق حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے عالم اسباب میں پیدا کرنا ہر جاندار و بیجان چیز کا افعال کا فقط اپنی قدرت میں رکھا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جو اسباب مقرر فرمائے ہیں انسے تجاوز کیا جاوے بلکہ ہر ایک چاند و سورج اس قدرت کاملہ کی قوت سے برابر اپنی رفتار پر ہیں پس جس نے یہ کہا کہ اسباب درمیانی بذات خود موثر ہیں وہ گمراہ نادان ہے اور جس نے یہ زعم کیا کہ اسباب سے کوئی اثر نہیں اور نہ انکا علم کچھ مفید ہے واسطے کسی چیز کے جاننے کے تو یہ بھی سفسطہ ہے حتی کہ ہر ایک طاعت و عبادت و ترقی اسلام کے وسائل بدرجہ کامل محمود ہیں اور اس سے تقدیر سے منافات نہیں ہے اور نہ کلام اولیاء سے جو کہتے ہیں کہ اسباب پر نظر کرنا شرک ہے کیونکہ انکی مراد یہ ہے کہ اسباب کو موثر خیال کرنا شرک ہے اور یہ صحیح ہے کیونکہ اصلی قدرت اسباب میں نہیں ہے۔ لیکن جب کبھی چاند کے گرد ہالہ دیکھ کر گمان کیا جاوے کہ ہوا میں رطوبت ہے اور پانی برسنے کی علامت ہے تو بار ہا یہ امر صحیح ہوگا لیکن ضروری ہے کہ اسکو ظن قیاس تخمینہ وغیرہ کہا جاوے جب یہ معلوم ہوا تو میں کہتا ہوں کہ ابخرات دھواں و سردی و زمہریری سب اسباب ہیں اور ان اسباب کا پیدا ہونا پھر انسے سحاب اور بجلی اور بارش کا ہونا اور تمام اسباب کا ایک خاص فصل چار ماہ کے لیے رہنا ہو کر رات دن برستا اور اس پانی میں ایک خاص قوت کہ زمین کے قواے نامیہ کو زندگی ہے اور زمین کے لیے بعد تھوڑے دنوں تک تپ لینے کے اس سے جوش جانا اور نمو ہونا یہ سب امور اس قدرت حقیقی کا ظہور ہیں اور جیسا

کبھی اسکی مشیت اُسکے خلاف ہوتی ہے کچھ نہیں ہو سکتا اب غور سے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے قولہ الم تر ان اللہ یزجی سحابا الآیہ میں اسباب کو ذکر فرمایا اور نسبت پیدا کرنے کی اپنے ہی ساتھ مخصوص فرمائی اور قولہ انزل من السماء ماء میں بھی اپنی ہی طرف نسبت فرمانا اسی مانند وجوہ سے ہے جو اوپر مذکور ہوئیں اسی واسطے حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا تو دو فریق ہوئے ایک گروہ بندوں کا کہنے لگا کہ فلاں ستارہ اور تحویل سے ہم پر پانی برسا تو یہ اللہ تعالیٰ سے کافر اور ستارہ کا مومن ہے اور دوسرا گروہ بولا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے پانی پایا تو یہ اللہ تعالیٰ کا مومن اور ستاروں سے منکر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اسباب پیدا فرمائے ہیں اور ان اسباب کا جاننا مذموم نہیں ہے بلکہ بقول امام غزالی علیہ الرحمہ کے مرد عاقل کو انکے جاننے سے اللہ تعالیٰ کی معرفت میں اچھا قدم راسخ حاصل ہوتا ہے و لیکن جو کوئی انھیں اسباب تک جا کر ٹھہر گیا وہ نادان خام رہا کہ اصل سے اسکو ہنوز وقوف نہیں ہے اور اس بیان سے معلوم ہوا کہ راہ مستقیم اس درمیان میں قدیم عقل کے ساتھ ہے اور دونوں طرف افراط و تفریط ہے اب میں تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ قولہ تعالیٰ انزل من السماء اُتارا آسمان سے مینھ سماء کے اگر معنے سحاب لو تو صحیح ہے اور مراد یہ کہ سحاب سے اس نے مینھ برسایا کیونکہ تجھے معلوم ہو گیا کہ اس کی قدرت ہر دم ہر لحظہ ایسی محیط ہے کہ جیسے قوت باصرہ آنکھ کی ہر نظر کے لیے اصل ہے پس اصلی پیدائش ابتدا سے سحاب تک اسی نے فرمائی پھر سحاب سے تمہارا مقصود پیدا کر دیا اور اگر سماء بمعنے آسمان لیا جاوے تو بھی صحیح ہے کہ آسمان سے مینھ اتارا کیونکہ ہم بیان کر چکے کہ اصلی علت اس کی قدرت ہے جب سے مینھ کا پانی دریاؤں سے جدا ہوا یا ہمیشہ مینھ دائمی مینھ سے جدا ہوتا ہے اور یہ قوت اسی کی طرف سے پیدا ہوئی ہے اور اس نے فرمایا ہے کہ یدبر الامر من السماء الی الارض تدبیر فرماتا ہے امر کی آسمان سے طرف زمین کے یعنی چلے معلوم ہوا کہ اسکو تکوین کا امر آسمان سے ہے اور یہیں گفتگو کو مجال ختم ہو جاتی ہے جیسے کہ کوئی کہے کہ سورج دو کیوں نہ لیے یا چاند کیوں نہیں یا ہر زمین پر ہر طرح کا میوہ کیوں نہ ہوا یا قطعات یکسان کیوں نہ ہوئے غرضکہ جہاں عالم اسباب کے درجہ بدرجہ ترقی ہو کر گزرتے گزرتے انتہا اسکی ذات و صفات کی طرف آ جاتی ہے وہاں اختتام ہو جاتا ہے ورنہ دنیا میں کوئی فرد نہیں جو کسی مذہب و اعتقاد پر ان سوالات کا جواب دے پس باعتبار اصلی علت تکوین کے جو کہ امر الٰہی ہے جس سے اس نے یہاں قوت خاصہ آتی ہے وہ آسمان سے بجانب زمین ہے پس آسمان سے اس نے پانی اُتارا۔ فاخرج بہ پس نکالا واگایا اس پانی کے ساتھ من الثمرات پھلوں میں سے۔ اگر من بیانیہ ہے تو معنے یہ کہ طرح طرح کے پھل و اقسام اقسام کے میوے و ترکاریاں پیدا کیں۔ اگر کہا جاوے کہ بحکم و جعلنا من الماء کل شیء حی ہم نے پانی سے ہر ایک چیز کو زندہ بنایا ہے اب ساری چیزیں اس سے پیدا ہوئی ہیں تو ثمرات کی خصوصیت کیا ہے تو جواب یہ کہ یہاں آدمیوں پر احسان مقصود ہے بقولہ تعالیٰ رزقا لکم یعنی تمہارے رزق کے لیے اور لام یہاں خصوصیت کا نہیں بلکہ نفع کے معنے میں یعنی تمہاری منفعت کے لیے ثمرات کے انواع و اقسام پیدا کیے اس سے چند مسائل و فوائد حاصل ہوتے ہیں اول یہ کہ کاشتکاری کے فنون و آلات اور زمین کے لیے تردد لائق تضمنا مباح ہیں کیونکہ بغیر انکے پیدا وار نہیں ہوتی ہے اور جو چیز کہ بغیر دوسرے کے حاصل نہ ہو وہ بھی ضمن میں ثابت ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اصل واجب ہو تو واجب اور مباح ہو تو مباح ہوتی ہے دوم یہ کہ ثمرات سے منفعت حاصل کرنا مباح ہے وقد قال یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا اور کلوا من طیبات ما رزقنکم اور اعمال صالحہ کے افراد تو بیشمار ہیں لیکن انواع اسکے چار ہیں ایک جمہوری سلطنت کا عدل و انصاف و کافروں ظالموں کا دفع کرنا و اسکے اسباب حتیٰ کہ تمام مسلمانوں میں سے ہر فرد پر آئین کوشش کرنا اعمال صالحہ میں سے ہے دوم ہر شہر و محلہ و ہر قوم و جوار کے حقوق اور آئین مشترک عدل و تعلیم و رعایات حقوق و اصلاحات میں اور سوم تدبیر منزل حتیٰ کہ اپنے اہل و عیال و خدام کے ساتھ نیک برتاؤ جیسا کہ فرمایا خیارکم خیارکم لاہلہ بہت نیک وہ ہیں جو اپنے لوگوں کے لیے بہتر ہوں اور چہارم تدبیر شخصی اور یہ سب پر مقدم ہے یعنی اپنی ذات کو علم و عدل سے درست کرے و واجبات حقوق الٰہیہ و دیگر تمام حقوق اہل و عیال و محلہ و قوم و سلطان و تمام مسلمانوں کے حقوق تمام مخلوقات سے کہ جو لوگ مسلمان ہوں انکی بہتری کرے عدل و ظلم سکینوں و عاجزوں پر جیسے کوئی اپنی اولاد کو

نہین چاہتا کہ جہنم مین جلے اور حتی کہ جانورون سے کوئی ایذا نہ پاوین یہ سب اعمال صالحہ و حقوق ہین اور یہ شکر ہین ثمرات کیا باحت وانتفاع کا ۔ وَ
سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ اور مطیع اور ارادہ کر دیا تمھارے لیے کشتی کو تاکہ روان ہو سمندر مین یعنی جن اسباب سے تمھاری خواہش
جہاز چلنے مین پوری ہوتی وہ اسباب تم کو دیا اور جہاز ایسی شکل سے کر دیا کہ جسطرح تم چاہو تمھاری خواہش کے موافق روان ہو اس سے پھلون
واناج وغیرہ کی تجارت اور جہاز چلانا اور اس کی ترکیبین وغیرہ مباح اور موجب ثواب عظیم ہوین کیونکہ بندگان خدا کے آرام و آسایش کے
لیے جو مباح ذریعہ ہو حتی کہ اسی ذیل مین توپ و بندوق وغیرہ و اسباب حرب و حفاظت بھی ہین انھین تو لعب و صلاح ہے اور علم طب وغیرہ اسی
مین شامل ہے بلکہ بعض صورتون مین عالمون کے لیے سواے فرض و واجب کے یہ کام دیگر عبادات سے افضل ہے ۔ اگر کہا جاوے کہ جب مہیا قدرت
آلہیہ ہر شخص و ہر چیز کے ساتھ ہے تو یہان کشتی جاری ہونا ہماری تسخیر مین کر دیا جواب یہ کہ ہماری تسخیر مین اسی طرح کر دیا کہ آخری احاطہ کہ جس سے
وجود فعل ہوتا ہے اپنی ہی قدرت مین رکھا لقولہ تعالے ۔ بِأَمْرِهِ اپنے حکم سے یعنی جریان کشتی اپنے حکم پر رکھی اور معلوم ہو چکا کہ یہ امر وہی آسمانی ہے
جس سے وجود فعل ہوتا ہے وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ اور مسخر کر دیے تمھارے لیے دریا ۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس سے مراد یہ کہ ہر طرح کے
فوائد حاصل کرنے کے لیے ۔ اقول یہ اسوقت ہے کہ بحر اور انہار باہم ایک دوسرے پر بولے جاتے ہین تو اول خصوصیت کشتی کی پھر عموماً ہر فائدہ کے
لیے تسخیر بیان فرمائی اور ظاہر انہار دریا ہین کہ ان سے جہاز یا کشتی دخانی وغیرہ اور نہرین کاٹنا اور پانی پینا وغیرہ فوائد حاصل ہوتے ہین ۔ وَسَخَّرَ
لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ اور مسخر کر دیا تمھارے لیے سورج اور چاند کو درحالیکہ دونون ایک طریقہ پر برابر چلتے ہین اور ہزارون فوائد
جو دونون سے حاصل ہوتے ہین فی الفور معلوم ہوتے جاتے ہین از انجملہ پھلون کا پختہ ہونا دونون کے اثر سے ہے اور موسم کا ظہور فقط سورج سے اور حساب کا تعلق قمر
سے ہے ۔ قال المترجم اس زمانہ مین لوگ اعتراض کرتے ہین کہ اس زمانہ مین تحقیق کیا گیا کہ آسمان تو دوربین سے نظر ہی نہین آتا اس کا تو وجود ہی نہین
ہے اور سورج اپنے مقام پر ساکن ہے اور زمین آفتاب کے گرد متحرک ہے پس اسکا اپنے محور پر دورہ تو رات و دن ہے اور اس مین زیادتی و کمی آفتاب کے
محاذات بیضاوی دور کی وجہ سے ہے اور اسکا اپنے بیضاوی محور پر دورہ وہی شمسی مہینہ و خاتمہ سال ہے اور جسقدر لوگ اسوقت انگریزی یا نیچریہ
تعلیم یافتہ ہین سب اسی کے معتقد اور قرآن مجید کو خلاف حق سمجھتے ہین حالانکہ مقصود آیات کا تو اسی قدر تھا کہ عام لوگ جسطرح چاہین یقین کرین
کہ یہ سب نعمتین جس نے دین اور جس نے پیدا کین اسپر ایمان فرض ہے اور اس سے کفر ایک سخت بدتر گناہ ہے اور مقصود یہان تحقیق فلسفی نہ تھی تاہم مین
ان لوگون کی نادانی پر افسوس کرتا ہون اور ثابت کرتا ہون کہ حق وہی ہے جس سے یہ لوگ انکار کرتے ہین چونکہ سوال مین آسمان کا ذکر کیا اور یہان
اسکے ثابت کرنے کی ضرورت نہین ہے لہذا مین اس طول دلیل کو ترک کرتا ہون صرف اسقدر کہے دیتا ہون کہ تمھاری یہ دلیل کہ دوربین سے نظر نہین آتا
اسوجہ سے نہین ہے اسوقت یقین کے قابل ہو کہ قولے روحانی و قوت باصرہ وغیرہ کل چیزین دوربین سے حتی کہ ہوا بھی نظر آتی ہے لہذا اسکو نظر نہ آنے سے کیونکہ یہ
(یعنی وجود آسمان کا)
یقین ہوجاوے کہ نہین ہے اور جیسے ہمالیہ کی چوٹی کا برف نظر نہ آنے سے یہ لازم نہین کہ اسکا وجود ہی نہین ہے اور دوم یہ کہ عکس نیلگون دریا وغیرہ ہر جگہ پانی
مین نظر آتا ہے یہ آسمان نہین تو کس چیز کا عکس ہے ثابت کرو پھر ہم دلیل سے آسمان کا وجود ثابت کرینگے لیکن یہان جواب اس امر کا دیا جاتا ہے کہ تم کہتے ہو کہ زمین گرد
آفتاب کے متحرک ہے مین کہتا ہون کہ اس صورت مین آفتاب گویا مرکز ہے اس دائرہ کا جسپر زمین اسکے گرد متحرک ہے اور آفتاب زمین کی بہ نسبت بہت بڑا ہے حتی کہ وہ
مثل کدو اور زمین ایک مٹر ہے اور نصف قطر اس دائرہ کا وہ ہوگا جسقدر آفتاب سے زمین دور ہے اور وہ نو کروڑ پچاس لاکھ میل یا ایسا کچھ لکھا گیا اور پورا قطر دائرہ کا
دو چند ہوا یعنی انیس کروڑ اور قطر اور دائرہ مین تقریباً سات و بائیس کی نسبت ہے تو محیط اس سے ساڑھے تین چند زائد ہوا یعنی ستاون کروڑ میل اور زمین کا محیط ظاہر ہے کہ بہت
کم ہے صرف چار ہزار میل کے قریب ہے اور تم صرف تین سو ساٹھ دن مین دورہ پورا بتلاتے ہو حالانکہ اسقدر دنون مین صرف چھ و لاکھ سے کچھ زائد میل طے ہو سکتے ہین جو

ایک کو رہی نہو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ یہ محض غلط اور مجھے سخت تعجب ہو کہ ایسے بدیہی غلط امر پر اسقدر اصرار کس عقل کا مقتضا ہو اور کس تحقیق کی وجہ سے یہ دعویٰ ہی ہو فاعتبروا یا اولی الابصار۔ اب مین کہتا ہون کہ اے لوگو ذرا غور سے سمجھو یہ باتین کرو کیا تمھاری دنیا تمکو اسی طور سے حاصل ہو سکتی ہو کہ تم حق و تحقیق باتون سے منکر ہو جاؤ نہین نہین گناہ ایک چیز ہو اور انکار و کفر نہایت بدتر ہو پس حق یہی ہو کہ آفتاب متحرک ہو اپنے محور پر اور زمین ساکن ہو اور اسمین کچھ شک نہین ہو اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہو کہ آفتاب کا تحرک اپنے آسمان کے تحرک کے ساتھ ہو آور ہم کسی مقام پر انشاء اللہ تعالیٰ عقلاً وجود آسمان کے دلائل ذکر کرینگے۔ یہان اللہ تعالیٰ نے اسی قدر حکم دیا کہ اس نے تمھارے نفع کے لیے آفتاب و چاند کو اپنے حکم سے ایک معمولی رفتار پر کر دیا ہو کہ اس سے تجاوز نہین کرتے ہین۔ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ - اور تمھارے لیے رات اور دن کو مسخر کر دیا یعنے اس نے اپنے حکم سے رات و دن کو ایک ایسی پیدائش پر قائم فرمایا کہ تمکو اسے نہایت عظیم نفع اپنی جسمانی حیات مین حاصل ہو - وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ - اور دیا تم کو ہر اس چیز سے جو تم نے اس سے مانگی - اور علماء نے کہا یعنے جو نہین مانگی وہ دین اور جو مانگین وہ عطا کین - وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا - اور اگر تم شمار کرو نعمتین اللہ کی تو ہرگز انکو نہ گھیر سکوگے کیونکہ ہر ایک انسان کے اوپر کمال نعمت اول اسکی پیدائش ہو کہ محض عدم سے اس کو اپنے فضل سے پیدا کیا اور ابتدائے خلقت رحم مادر ہو وہان رزق و قیام دیا پھر تاریکی اور بند ہوا کی قبر سے جسمین تپش و گرمی تھی وضع حمل کے ساتھ نکالا اور اعضاء مستقیم و حواس و قوے معتدل و عیوب سے پاک بنائے اور ہر ایک مسام ورگ و پٹھے و جوڑ جوڑ مین ہزارون حکمتین اور منافع ہین جنکا شمار عوام کی سمجھ سے باہر ہو اور مابعد کے حفظ و رعایت و رزق و علم و عنایت جہانتک آدمی غور کرے کبھی شمار مین نہین لا سکتا ہو اور انھین انعامات کے اندر جو باریک حکمتین و عجائب قدرت و غرائب اسرار الٰہی ہین با ہر ایک کو قطعی وہ یقین دیتے ہین جو اعتقاد صفات آلہیہ تعالت وتقدست کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر تمام انبیاء و مومنین صالحین تا زمانہ حضرت خاتم المرسلین و آپکی تصریحات سے تا قیامت مسلمین جانتے اور اپنے رب خالق عز و جل کو پہچانتے ہین۔ (م) حاصل آیت یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتون کو جو میسر فرمائی ہین مجمل شمار کرنا چاہو تو کسی وجہ اور کسی حال سے شمار نہ کر سکوگے پھر تفصیل کا کیا ذکر ہو بلکہ اگر کوئی شخص اپنے ایک عضو یا ایک حواس کی پیدائش مین جو منافع ہین شمار کرے اور تمام عمر بلکہ بالفرض تمام زمانہ شمار کرے تو ہرگز اسپر قدرت نہ پاویگا پھر تمام نعمتون کا کیا ذکر ہو اور جب یہ بات ہو تو ہر نعمت کا شکر درحقیقت ادا کرنے کی کون راہ ہو ہان اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ رب العالمین سے شکر قبول فرمایا اور جیسے حدیث مین ہو کہ الحمد للہ حمدا یوافی نعمہ ویکافی مزیدہ۔ چنانچہ فقہاء نے کہا کہ یہ تمام نعمتون کا شکر ہو لیکن یہ قبولیت بھی نعمت عظیم ہو اسکا شکر کس زبان سے ادا ہو لہذا امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہو کہ شکر اسی اللہ تعالیٰ کا جس نے شکر کی توفیق دی اور اس توفیق کی نعمت کا شکر مزید ہو اور ہر مزید نعمت کے لیے شکر ہو پس ہر نعمت و شکر اسی کا انعام ہو سلیمان التیمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بندون پر اپنی شان کے لائق انعام کیا اور ان کی ہستی کے اندازہ پر ایسے شکر قبول فرمایا۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جس نے جانا کہ نعمت خالی اسکے کھانے پینے وغیرہ مین ہے وہ نہایت قلیل علم ہوا اور اسکا عذاب اسکے روبرو ہو۔ ابو ایوب قرشی[صحابی ۱۲] نے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے التجا کی کہ اے رب اپنی ادنیٰ نعمت مجھے بتلا دے فرمایا کہ داؤد سانس روک لے فرمایا کہ یہ ادنیٰ نعمت ہو (دل) روایت ہو کہ قیامت کو آدمی کے تین نامۂ اعمال ہونگے ایک مین اعمال صالحہ دوم مین گناہ اور سوم مین اللہ تعالیٰ کی نعمتین پس فرماویگا کہ اس ادنیٰ نعمت کو حساب کرو پس اس نعمت سے فرماویگا کہ اپنی قیمت اسکے اعمال صالحہ سے لے پس وہ شخص سمجھے اندازہ پر اپنا پورا نامۂ اعمال صالحہ برابر کریگا وہ بھی ناقص رہیگا تو ہٹ کر وہ بندہ روتا ہوا عرض کریگا کہ قسم ہو تیری عزت کی کہ یہ نعمت کہتی ہو کہ مین نے اپنا ثمن نہین پایا اور اب گناہ ہین اور باقی نعمتین سب ہین پھر جب اللہ تعالیٰ اسپر رحم فرماویگا تو حکم ہوگا کہ اے بندہ مین نے تجھے تیری نیکیان کئی گونہ کر دین اور تیرے گناہون سے درگذر فرمائی اور اپنی نعمتین تجھے بخشدین۔ اور اثر مین آیا ہو کہ داؤد علیٰ نبینا و علیہ السلام نے کہا کہ اے رب میرے کیونکر مین تیرا

[illegible]

شکر ادا کرون کہ میرا شکر کرنا بھی تو تیری ایک عظیم نعمت مجھ پر ہی پس ارشاد ہوا کہ اب اے داؤد تو شاکر ہوا جب تو نے اداے شکر سے اپنے کو عاجز و قاصر و وار
جانا (ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے) اِنَّ الْاِنْسَانَ بیشک آدمی۔ لَظَلُوْمٌ بڑا ظالم۔ كَفَّارٌ بڑا ناشکرا ہی۔ ظالم تو اس لیے کہ اول
تو نعمت دینے والے کو پہچانتا نہین اور دوسرے غافل اور تیسرے منعم حقیقی کو چھوڑ کر غیر کی طرف سے نعمت خیال کرتا ہی بلکہ اسی کا شکرگزار بنتا
ہی اور چاہیے تھا کہ خالص اللہ تعالے کی طرف سے نعمت دیکھتا اور چونکہ اللہ تعالے نے درمیانی کسی آدمی کے واسطہ سے اس نعمت کی تو آدمی کا بھی
شکریہ ادا کرتا کیونکہ حدیث مین ہی کہ لایشکر اللہ من لایشکر الناس۔ جو آدمیون کا شکرگزار نہو وہ اللہ تعالے کا شکرگزار نہوگا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ یہان آدمی سے خصوص کافر مراد ہی اور بعض نے کہا کہ خاص کر ابوجہل مراد ہی اور صحیح یہ ہی کہ کل آدمی مراد ہین جو اسطرح اپنی جانون پر وبال
لاوین اور ظلم کرین۔ کفار اس لیے کہ ہر نعمت کا شکر درکنار اس سے انکار بلکہ دشمنی کرتے ہین چنانچہ نہایت بڑی اور کمال درجہ کی نعمت حضرت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم ہین دیکھو کسطرح اس نعمت کی قدر کرتے ہوا اور کفران نعمت ایسی کفر کہلاتا ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ دعا کرتے کہ اللہم اغفر لی ظلمی وکفری الٰہی مجھے
میرا ظلم کرنا اپنی جان پر اور کفر کرنا بخشدے کسی نے کہا کہ یا حضرت ظلم تو ظلم پھر یہ کفر کیا ہی فرمایا کہ ان الانسان لظلوم کفار یعنے اللہ تعالے نے انسان کو بڑا
ظالم و بڑا کافر فرمایا ہی لہذا مین ظلم وکفر دونون سے مغفرت چاہتا ہون (ک) اللہم اغفر لی۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا۔
نعمۃ الٰہی یہان عقل وعلم واستعداد وجمال صورت اور ہیئت ہی پس کافرون نے عقل کو عبادت سے اور علم کو جہالت سے اور ایمان قبول کرنے کی استعداد کو
شرک اور نفس شیطان کی طرف سے شک قبول کرنے سے اور جمال صورت کو گناہون کی بدصورتی سے بدل ڈالا مترجم کہتا ہی کہ اہل الحق کے
نزدیک فطری صورت انسان کی آدمی کی ہوتی ہی اور بوجہ معاصی کے قبیح ہوجاتی ہی چنانچہ حرامخوار وسودخوار وشہوت پرست لیے بیان کی
صورت سور کے مانند اور شریر موذی مین سے بعض کی بندر کی اور بعض کی بھیڑیے کی اور اسی طریقہ سے بدلتی ہی اور حدیث مین مسخ کو اسی پر محمول
کیا گیا واحیاء العلوم مین زیادہ تفصیل ہی شیخ نے کہا کہ کاش اس نعمت کے ساتھ عنایت ازلیہ بھی مساعد ہوتی وہ تبدیل سے حافظ ہوتی ہی اگرچہ
ہزار بار کفر ومعاصی کے سمندرون مین ڈوب جاوے شیخ ابوعثمان رحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی مخلوق مین سب سے زیادہ جاہل وہ ہی جس نے
نعمتہاے الٰہیہ کو اسکی نافرمانیون مین صرف کیا اور کبھی اسکی طاعت سے کام نہ لیا اور اسکا شکریہ ادا نہ کیا کیونکہ انکا شکریہ یہی ہی کہ نعمتون کو طاعات الٰہی
مین صرف کرے۔ قولہ اللہ الذی خلق السموات والارض ارواح کے آسمانون وقلوب کی زمینون کو پیدا کرکے آسمانون کو انوار جبروت سے اور زمین کو انوار ملکوت
سے آراستہ کیا ان آسمانون کی بلندی انوار ذات سے اور ان زمینون کا پھیلاؤ انوار صفات سے ہی قال المترجم اللہ تعالے نے آدمیون کے مختلف دلون کو باوجود
ایک سا ہی جسم سے متعلق ہوتے ہین مختلف قطعات زمین سے تشبیہ دی ہی ایک ہی تختہ ہی مگر کوئی زمین کا قطعہ شور ہی کوئی شیرین ہی کوئی اور طرح کا ہی کسی مین
میوہ ہوتا ہی کہ دوسرے مین نہین ہوتا غرضکہ زمین کی تشبیہ دلون سے قرآن وحدیث مین صاف ظاہر ہی خصوص قولہ تعالے والبلد الطیب یخرج نباتہ
الآیہ قولہ وانزل من السماء ماء فاخرج بہ من الثمرات رزقا لکم۔ اللہ تعالے نے اپنی قیومیت کی آسمانون سے ارواح کی آسمانون پر انوار تجلی کی امطار نازل
فرمائے اور آسمانہاے ارواح سے زمین قلوب پر معرفت وتوحید کی بارش فرمائی پس اس زمین عجیب سے وہ درخت پھلدار اُگے جنکا میوہ محبت وشوق
والفت وعشق وادب ہی تاکہ بشر کو جسکا نام النفس مطمئنہ وعقل وسر یا اطمینان ہی غذا پہنچاوے قولہ وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ ارواح کے لیے مسخر کر دیا
کہ قلوب کی کشتی مین سوار ہوکر بحر معرفت مین ازلیت وابدیت کی سیر کرے اور نسیم شمال جسکا نام وجد ہی اس سے موافق ہو کہ بحر ذات وصفات سے اسرار و
انوار حاصل کرے پس حق عز وجل تائید فرماتا ہی کہ اسی سے اسکی طرف وصول ہو قولہ وسخر لکم الانہار عقول کے واسطے مسخر کر دیا کہ افکار واذکار کے انہار مین مالک
ناپیداکنار کی سیاحی سے انوار واسرار حاصل کرے اور حق تعالے نے سرزمین قلوب مین چشمہاے معرفت ومحبت جاری فرمائے ہین اور حکمت وشوق وصدق واخلاص کی

تازگی سے عجائب شگفتگی ہے قولہ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین. نور ایمان ونور معرفت ونور یقین ونور توحید اور نور محبت وشوق اور نور ہدایت وتوفیق ایسے آفتاب وماہتاب ہیں جنکا شکر واجب اور انکی اصل وہ شروق مشاہدہ ذات وصفات ہے جو مشارق ارواح وعقول وقلوب سے نکلتے ہیں کبھی انکو غروب نہیں ہے جنکی روشنی میں معارف واسرار نظر آتے ہیں قولہ وسخر لکم اللیل والنہار نفس کا اندھیرا محل امتحان ہے اور قلب کی روشنی مقام عرفان ہے اور شب قہر پردہ نکرت ہے اور روز لطف ظہور معرفت ہے شب عتاب پردہ حجاب ہے اور کشف نقاب بصر ور آب ہے پس ارواح وقلوب وعقول ونفوس واشباح جو رہنے والے ہیں انکو اسرار وفہم وعلم وحکم وفطانت وحقیقت ومعرفت ومحبت وصدق واخلاص وتوکل ورضا سے تربیت فرمایا کہ کبھی اطمینان شب ومحل خلوت میں کشف جلال صفات سے اور کبھی تجلیات ذات کی چمک چوندون میں غرضکہ کامل کرم وکمال حکمت سے تاکہ اپنی نعمت تمام فرما دے اور ولایت وکرامت کا درجہ بے نہایت وغایت عطا فرما دے اسی واسطے فرمایا قولہ واتاکم من کل ما سالتموہ وان تعدوا نعمت اللہ لا تحصوہا پس کشف ازل میں جو کچھ تم نے جمال باکمال وکشف ووصال سے مانگا وہ دیا حالانکہ اسکی کوئی نہایت نہیں ہے تو عدد وزمان ومکان سے اسکا حساب ہو کیا امکان ہے پھر وہ شخص نہایت نافرمان وخارج از دائرہ انسان ہے جو بجائے نعمت کے کفران کرے لہذا فرمایا قولہ ان الانسان لظلوم کفار یعنی توحید میں اسکو بحر دائم میں غرق کیا جب نکلا تو خودی کا مدعی ہے بڑا ظالم جاہل ناشکرا ہے کہ قدم سے حدوث کو نسبت دیتا ہے مگر قدم کو نہ پایا تو ظالم نے جہل سے یہ مکر بنایا ورنہ کیا امکان اور کیا اسکی ہستی ونشان پھر اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا کہ محل عبودیت میں دعوے ربوبیت کرتا ہے پھر سراب حیرت میں العطش سے اسکا وصف کیا کہ ادراک کنہ معنے میں ہل من مزید کا دم مارتا ہے جو پایا وہ بھول گیا اور جہل طاری ہوا کہ مخلوقیت کہاں اور مطالعہ ازلیت کہاں وہ پاک منزہ ہے مگر وہ جاہل کبھی کمال استغراق سے کبھی دعوی انانیت وخودی پیدا کرکے ظالم بنتا ہے اور کبھی اپنی ہستی بھول کر جو بات سوائے پاک عزوجل کے ہمہ ادراک سے متعالی ہے اسکے نزدیک کے انکار سے کافر بنتا ہے پس اہل الحق کا کفران انتہائے شوق سے ربوبیت کے ادراک میں العطش کی پکار ہے اور اصل کل الاصل کے خوض میں ظلومیت ہے تو نہیں دیکھتا کہ استغراق حضرت موسے علیہ السلام اس طلب کا کیونکر باعث ہوا کہ کل کو کل اور آخر کو باول اور اول کو باخر وذات کو بذات اور صفات کو بصفات طلب کیا اور یہ انسان کیونکر انسان ہے کہ وہ اٹھایا جو حدثان سے اٹھایا نہ گیا کیا تو نہیں پڑھتا ہے کہ حق عزوجل نے فرمایا انا عرضنا الامانۃ علے السموات والارض والجبال الآیۃ پس درحقیقت تحمل عظیم بذات ہے نہ بذات خودی پس یہ ظلم وجہل ہے کہ اس نے جرات کرکے خود اٹھایا جس سے آسمان وزمین نے عجز سے سر جھکایا اسی سبب سے سب اسکے سامنے پست ہیں ؎ پرتو روے ترا در خلوتم دید آفتاب * می دود چون سایہ ہر دم بر لب بامم ہنوز * جب ہی اسکے حق میں ظلوم وجہول فرمایا اور سب ہی اسکے لیے مسخر ومجبول فرمایا واللہ المستعان. امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسخر فرمایا تیرے لیے آسمانون کو کہ پانی برساتے ہیں اور قطعات زمین کو کہ میوے اور اناج اگاتے ہیں اور سمندر کہ اسمین تاجر لوگ کشتیان چلاتے ہیں اور تیرے لیے سورج وچاند کو مسخر کر دیا کہ ہر روز وموقع موقع سے تیرے گرد پھرتے ہیں تیرے لیے میوے واناج کی فصول پختہ کرتے ہیں اسی نے مومن کے دل کو اپنی محبت ومعرفت کے لیے مسخر کیا اور بندون سے اپنا حصہ انھین قلوب کو مقرر کیا یہی موضع نظر ومحل امانت ہے یہی مرکز اسرار ومصدر معرفت ہے شیخ یحیی بن معاذ رازی رحمہ اللہ نے کہا کہ اللہ تعالی نے تجھے بے مانگے سب سے بڑی چیز جو اسکے خزانہ عام وخاص میں ہے دیدی وہ توحید ہے تو پھر جو اس سے کم درجہ ہے وہ کب تجھ سے دریغ فرما دیگا یعنی ثواب جنت ومحل عافیت تو پھر تجھے لازم ہے کہ جب درخواست کرے تو اس سے اسی کو مانگے جب رغبت کرے تو اسی میں قربان ہو جب رجوع کرے تو اسی کی طرف پھرے کیونکہ سب مخلوقات تو اسی کی ہے پس جو کوئی اسکے سوائے دوسری چیز میں مشغول ہوا تو راہ حقیقت اسپر مسدود ہے اور جو اسمین مشغول ہو کر اسکے سوائے سب سے باز رہا تو سب کچھ اسی کی طرف پھیر لاتا ہے اور بندہ اسی کی طرف ہے تو جہان وہ چاہے وہان سب ہے یہ ایک مقام عارفین کے مقامات میں سے ہے بعض مشائخ نے کہا کہ ایک ہی نعمت کا احاطہ محال ہے تو پے درپے نعمتون کا شمار کرنا بھلا کیا مجال ہے بعض نے

کہا کہ بڑی نعمت انسان کی درستی خلقت والہام معرفت وذکر ہی اسکے شکر پر کوئی قائم نہیں ہوسکتا۔ بعض نے کہا کہ آدمی خود بڑا ظالم اسوجہ سے
ہو کہ گمان کرتا ہو کہ میرا شکر اسکی نعمتوں کا مقابل ہو اور بڑا ناشکر ہوں ہو کہ ابتدا و انتہا ر کا فضل اپنا او پر نہیں دیکھتا ہو سہل رحمۃ اللہ تعالے
نے کہا کہ سب سے بڑی نعمت ایک ہی پھر شمار کون کرسکے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو تیرا سردار پیغمبر کیا۔ ابن عطا رحمۃ اللہ تعالے نے کہا
کہ ان نعمتوں میں بڑی نعمت یہ ہو کہ نعمتوں کو دیکھے اور جانے کہ مجھ سے اسکے ادائے شکر میں بالکل قصور ہو اور کبھی کہا کہ نعمت تو ازلی ہو پس شکر بھی ازلی
ہونا چاہیے حالانکہ تو خود حادث ہو پھر شکر بالکل نادار داور سراسر تقصیر ہو پس اسی تقصیر کو یقین کرنا کچھ شکر ہوجاوے۔ واضح ہو کہ تیرے پاس نفس و
روح وقلب ہو پس شکر نفس تو طاعت ہو اور شکر روح اسکا خوف اور شکر قلب الیقین ہو پھر نعمت روح حکمت ہو اور نعمت محبت کی ذکر ہو اور معرفت کی
الفت ہو اور نفس تو دریائے طاعت میں پر نعمت ہو اور قلب ومعرفت دریائے قرب ومنزلت میں عیش کرتے ہیں اور کبھی ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے
کہا کہ تیرے لیے شب وروز کو مسخر کیا تو ان دونوں کو تیرے لیے عبادت کا ظرف بنادیا اور شمس وقمر کو مسخر کیا کہ تجھے اوقات عبادات بتلاتے ہیں تیرے
قلب کو اپنی معرفت ومحبت کے واسطے مسخر کیا پس یہی محل نظر الحق عزوجل ہی شیخ حسین رحہ نے کہا کہ نعمہائے آلہیہ کا احصا کون کرے جو احصا میں
نہ آوے وہ بے انتہا ہو تو اسکا شکر بھلا محدود وقت کے اندر معدود شکر سے کون ادا کرسکتا ہو جبکہ بے انتہا کے ساتھ محدود چیز کی کوئی نسبت بھی نہیں
ہوسکتی ہو کیونکہ جو سب سے بڑی گنتی تم خیال کرو اتنا حصہ بھی نہیں کیونکہ وہ تو محدود ہو پھر اللہ تعالے اعلم۔ ایسے نے جو تم نے شکر چاہا ہو یہ مراد ہو کہ جہالت
چھوڑکر غور کرکے یقینی اقرار کرو کہ الٰہی ہم بالکل قصور وار ہیں۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ قلوب کے آسمانوں کو چراغ عقل سے روشنائی دی اور
آفتاب توحید کا مطلع بنایا جس سے بندہ نے عرفان پایا اور زمین قلوب میں خوف وامید کو جاری فرمایا دونوں کے بیچ میں برزخ کا پردہ ڈالا کہ کوئی بھی ترا
کو میٹ نہیں سکتا حالانکہ دونوں ایک دوسرے کی ضد میں پھر تجھے کشتی توفیق وعصمت میں بٹھایا اور حفظ ورعایت سے سرفراز کیا اسیطرح راتیں تو مریدین
کی طلب کے لیے ہیں اور محبین کے انس وخلوت کے لیے اور توبہ کرنے والوں کے مطلب میں اور دن تو عارفین کے لیے خلوت میں کہ انکو نور یقین سے کوئی ظلمت
مانع نہیں ہو واللہ سبحانہ تعالے اعلم۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا تذکرہ فرمایا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو کچھ دعا
نہ مانگی کیونکہ محل امتحان تھا مقام خلت میں علام الیقان کا نظارا تھا اور اس مقام پر دعا مانگی کیونکہ محل امتنان تھا اور اس دعا پر کسقدر نعمتیں قریش
وعرب کو عطا فرمائیں اور دعا میں سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ جو میری اولاد ہو اسکو بت پرستی سے بچا تو جو نہ بچا وہ ناخلف ہوا اور الٰہی ان میں ایک
خاتم المرسلین پیغمبر پیدا فرمائیو یہ بڑی عظیم نعمت ہو شکر کرو ان نعمتوں کا قال تعالے

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝

اور جب کہا ابراہیم نے اے رب کردے اس شہر کو محل امن اور دور رکھ مجھے اور میرے بیٹوں کو اس سے کہ ہم بتوں کی عبادت کریں

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۖ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۖ وَمَنْ عَصَانِي

اے رب ان بتوں نے گمراہ کیا بہت لوگوں کو سو جو میرے تابع ہو وہ مجھ سے ہو اور جسنے میری نافرمانی کی

فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ رَّبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ

تو بیشک غفور رحیم ہو اے رب میں نے بسائی اپنی بعض اولاد بے وادی میں جو کھیتی کے قابل نہیں ہو تیرے

بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَ

گھر پاس جو بزرگ کیا گیا ہو اے رب تاکہ یہ لوگ قائم کریں نماز سو تو کردے دل بعض لوگوں کے کہ جھکیں انکی طرف اور

وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَ

انکو رزق دے پھلوں سے امید ہو کہ یہ لوگ شکر کرین اے ہمارے رب تو جانتا ہے جو ہم چھپاوین اور جو کھولین

مَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى

اور اللہ پر کوئی چیز پوشیدہ نہین ہو زمین مین اور نہ آسمان مین سب شکر اللہ تعالےٰ کو جنے بخشا ہو مجھے

الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ

بڑھاپے مین اسمٰعیل واسحٰق کو بے شک میرا رب دعا سننے والا ہے اے میرے رب مجھے کردے نماز ٹھیک سے ادا کرنے والا اور میری

ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ ع ۱۸

اولاد مین سے کردے اے رب اور دعا قبول کرلے ہماری اے رب بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنون کو جس دن قائم ہو حساب

ان آیات مین اللہ تعالےٰ نے عرب کے مشرکون پر علم غیب سے ظاہر کردیا کہ تم لوگ خانہ کعبہ کے اہل نہین رہے کیونکہ جب وہ وضع کیا گیا تو اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کے واسطے تھا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب بنایا تو اس نے ہر ایسے شخص سے جو شرک کرے بیزاری کی اور اسکو اپنا نہین کیا پس فرمایا۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ اور بیان کر جب کہا ابراہیم نے یعنے ابراہیم نے دعا کی اور یہ دعا اسوقت کی جب خانہ کعبہ کو اپنے فرزند اسمٰعیل کی شرکت و مدد سے بنایا تھا درحالیکہ طوفان نوح کے وقت سے اسکی عمارت نہ تھی ولیکن خانہ کعبہ وجود تو بہت اول سے بلکہ اول بیت ہے لقولہ تعالےٰ ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا الآیہ و اسکی تفسیر مین بیان ہوچکا پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بحکم الٰہی اپنے فرزند اسمٰعیل کو مع انکی ماں کے یہان لائے اور چھوڑ گئے ہین اسوقت نشان تھا اور عمارت نہ تھی اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اسوقت بھی یہ دعا کی تھی کہ۔ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا اے رب تو کردے اس شہر کو مقام امن یا محفوظ مقام کہ اسپر کسی متمرد کو یہ قدرت نہین کہ اسکو ڈھا دے اور قیامت تک ایسا ہی رہیگا پھر یہی دعا بعد بنانے کے بھی اس مقام پر فرمائی پس جو کوئی خانہ کعبہ مین داخل ہوجاوے وہ بھی بوجہ حرمت خانہ کعبہ کے مامون ہو لیکن قدرتی حفظ اس بلد مکرم کو ہو کہ ابرہہ وغیرہ کو ہلاک کردیا جس نے ڈھانا چاہا اور جو شخص وہان پناہ پکڑے اسکے لیے حکمی حفاظت ہے حتےٰ کہ جو کوئی اس حکم کو نہ مانے وہ عذاب شدید کا مستحق ہوا اور اس دعا مین اشارہ کیا کہ اس بیت کے رب کی عبادت کرین اور بتون کی عبادت نہ کرین لہذا کہا۔ وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ؕ اور دور رکھیو مجھکو اور میرے بیٹون کو اس سے کہ ہم لوگ بتون کو پوجین پس پہلے تو حفاظت شہر کی دعا کی تو مجد اللہ تعالےٰ وہ ہر حال مین خراب و ویران ہونے یا ویران کیے جانے سے محفوظ رہا پھر چاہیے کہ اپنی اولاد کو دعا مین شامل کرے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شامل کیا اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ تمام اپنی مخلوق پر قاہر قادر ہے پس دعا کی کہ اپنے لطف سے مجھے اور بیٹون کو بتون کی عبادت سے دور رکھیو مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ دعا قبول ہوئی کہ بعد اسکے انکی اولاد مین سے کسی نے بت نہین پوجا بعض نے کہا کہ بیٹے وہ مراد ہین جو خاص انکی پشت سے آئے تھے اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل و اسحٰق تھے اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ تمام بیٹے پوتے پر پوتون کے لیے دعا کی ولیکن مقصود وہ ہین جو انکی ملت توحید پر مومن ہوئے کیونکہ انھین کو اپنا فرمایا ہے اور باقی اگرچہ اولاد نسل ہین مگر فرزند دعوت نہین ہین لہذا اگر قریش نے بت پوجے تو انکے فرزند نسل ہین سے بعض نے بت پوجے جنکو انھون نے اپنا نہین کہا پھر قریش کی اولاد مین سے جو مسلمان موحد ہوئے وہ انکے فرزند دعوت ہوئے پس خلاصہ یہ ہے کہ بیٹون سے مراد وہ بیٹے جو انکے رہے ورنہ کافر بت پرست تو جہنم کا بیٹا ہوجاتا ہے جیسے نوح علیہ السلام کے بیٹے کو اللہ تعالےٰ نے فرمایا یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اے نوح وہ ہرگز تیرا بیٹا نہین ہے حالانکہ نسل کی راہ سے ضرور انکا بیٹا تھا اور انکی جورو فاجرہ بدکار نہ تھی اور نظیر اسکی یہ ہے کہ تمام آدمی اللہ تعالےٰ کے مخلوق بندے ہین مگر اللہ تعالےٰ نے انھین کو اپنی عبادت و توحید

کرنے والون کو اپنا بندہ کہا بقولہ تعالیٰ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ یعنی شیطان کو کہا کہ جو میرے بندے ہین انپر تجھے کچھ قابو نہین ہے پس ایسے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی کہ انکے بیٹے جو کہ نسل و دین دونون طرح انکے بیٹے رہے انکو اللہ تعالیٰ نے بت پرستی سے بچایا جیسے خود انکو بچایا اور خود پیغمبر تھے معصوم مگر اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے آگے خوف سے دعا کی کہ مجھے بھی بت پرستی سے بچائیو۔ رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ اے رب ان بتون نے گمراہ کیا بہتون کو آدمیون سے۔ بت پتھر کے بیجان ہین مگر اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ بہت آدمی جاندار ہوش و حواس والے ایسے احمق کر دیے گئے کہ اپنے آپ کو ان بتون کا بندہ بتاتے ہین جب انکے معبود کی یہ حالت ہے کہ بیجان محض جو چاہے توڑ کے پھینکدے یا بے حرمتی کرے تو قیاس کرو کہ ایسے معبود کے بندے کس درجہ بدتر درجہ پر ہونگے جب پتھر سے کوئلہ بنایا جاوے تو یہ لوگ شاید کوئلہ کے ہیں۔ الحاصل پس حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ مین تضرع کیا کہ ایسے فتنہ سے بچائیو چونکہ بت ان لوگون کی گمراہی کا ظاہری سبب و فتنہ تھے تو کہا کہ انھین نے گمراہ کیا جیسے قولہ تعالیٰ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا یعنی زندگانی دنیاوی نے انکو فریب دیا۔ وقولہ غَرَّتْهُمُ الْاَمَانِيُّ یعنی بنائی امیدون نے انکو دھوکا دیا۔ اسی قسم سے مجازاً یہان فرمایا کیونکہ حقیقی معنے تو کوئی نہین سمجھ سکتا پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے کہ بہت سے بت پرست ہونگے تو کہا فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ سو جس نے میری پیروی کی یعنی مسلمان موحد ہوا تو وہ مجھ سے ہے یعنے میرے دین والون سے ہے یا وہ حقیقت مین میرا بیٹا و نسل ہے کیونکہ جو کافر ہوا وہ مسدا دوزخی ہوا تو اُسکا عدم و وجود برابر ہے البتہ دنیا مین نسل ہے مگر اس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ اصل زندگی آخرت کی ہے اور روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے فرزندون کی سپید روحین دیکھکر ہنستے اور سیاہ روحین کافرون کی دیکھکر روتے ہین یعنے اسی وجہ سے کہ انسے کچھ فائدہ نہین وہ ہمیشہ جہنم کے ہین۔ اور حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا۔ وَمَنْ عَصَانِيْ اور جس نے میری نافرمانی کی یعنے دین توحید سے پھر گیا۔ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو مجھ سے نہ رہا اور تو بے شک بڑا بخشنے والا مہربان ہے چاہے انکو بخشدے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کا اختیار ہے چاہے کافرون کو بخشدے لیکن اس نے فرمادیا ہے کہ مین مشرک و کافر و منافق کو نہ بخشونگا تو ہم جانتے ہین کہ وہ نہین بخشیگا مگر اسکی قدرت و اسکا اختیار ویسا ہی ہے۔ حضرت خلیل علیہ السلام بڑے رحم دل تھے کافرون کی نسبت کچھ نہین کہا صرف اللہ تعالیٰ کی تعریف کردی کہ تو بڑا غفور رحیم ہے بیشک آدمی کے بدن پر بال ور وئین لاکھون ہین جب کوئی بال توڑو تو دکھ ہوتا ہے چاہے وہ کیسا ہی بال ہو اسی واسطے یہ مسئلہ ہے کہ جو کوئی شخص کسی کافر سے اسکے کفر پر خوش ہو تو یہ بھی کافر ہے۔ پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے کہا۔ رَبَّنَا اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ اے ہمارے رب یعنے ہم سب کا رب ہے بیشک مین نے بسایا ہے اپنی بعضی اولاد کو یعنے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اسکی ماں ہاجرہ کے ساتھ۔ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ ایسے وادی مین جو زراعت والا نہین ہے یعنے مکہ مین جہان زمین قابل زراعت کے نہین ہے۔ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ تیرے بزرگ بیت کے پاس جو بزرگی کے واسطے اللہ تعالیٰ کے نام پاک کی طرف منسوب کر کے بیت اللہ کہلاتا ہے پس مراد یہ کہ مین نے انکو یہان زراعت وغیرہ کے لیے نہین بسایا ہے بلکہ۔ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اے رب ہمارے مین نے انکو اسواسطے بسایا ہے کہ تیری نماز کو ٹھیک ادا کرین۔ خانہ کعبہ کو بیت عتیق اسواسطے کہتے ہین کہ سب سے پرانا گھر عبادتخانہ ہے یا طوفان سے آزاد رہا و بیت محرم اسلیے کہ سرکشون پر حرام ہے یا کہ حدیث مین آیا کہ وہان ظلم و تعدی حرام ہے اسکا جانور نہ چھیڑا جاوے کانٹا نہ کاٹا جاوے درخت نہ نوچا جاوے۔ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ سو تو کردے دل تھوڑے آدمیون کے جو انکی طرف جھکین۔ ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر وغیرہ نے کہا کہ اگر تھوڑے آدمیون کو نہ کہتے تو فارس و روم و یہود و نصاریٰ و تمام مشرق و مغرب کے لوگ انکی طرف جھکتے لیکن تھوڑے کہے تو مسلمان ہین خاص کر دیے گئے۔ (ابن کثیر) قال السیوطی رواہ البیہقی بسند حسن یعنے تھوڑون سے مسلمان مراد ہین۔ مسئلہ جو کوئی خالص نیت سے حج کو جاوے وہ سچا مسلمان ہے۔ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ اور رزق دے انکو اقسام پھلون سے۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ۔

امید ہے کہ وے تیری نعمتوں کا شکر کریں۔ قال تعالےٰ یجبیٰ الیہ ثمرات کل شیء اس مقام پر لائے جاتے ہیں پھل ہر قسم کے یعنی بطور پیداوار کے و بطور تجارت کے
اور محمد بن مسلم رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے شام کے گانوں سے ایک گانوں منتقل کر کے طائف کر دیا۔ ف واقدی و ابن عساکر نے عامر
بن سعدی سے اُس نے اپنے باپ سے روایت فرمائی کہ ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہ سے مدت تک کوئی اولاد نہوئی تو یہ دیکھکر انھوں نے ہاجرا اپنی
قبطیہ باندی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دی اس سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تب تو سارہ رضی اللہ عنہا کے دل میں رشک پیدا
ہوا ایک روز غصہ میں قسم کھائی کہ تیرے اطراف جسم سے تین عضو سے خون بہاؤنگی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنی قسم پوری کرو عرض کیا کہ
کیسے پوری کروں فرمایا کہ اسکے دونوں کانوں میں سوراخ کر دو اور ختنہ کر دو یہی کیا پھر ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کانوں میں بالی ڈالیں جس سے زیادہ
خوبصورتی ہو گئی تو حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو اور بھی غصہ آیا پس اللہ تعہ نے سارہ رض کی خاطر گوارا کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہاجرہ و اسکے
بیٹے کو عرب کے فلاں وادی میں بسا دے جب لائے تو مکہ کو بالکل وادی بے آب و گیاہ دیکھا ثابت قدمی سے یہاں چھوڑ چلے گر ہر روز شام سے براق پر سوار
ہو کر دیکھ جاتے تھے کیونکہ دل میں جوش محبت پنہان تھا۔ دمل مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت محل تامل ہے ظاہر ایہودیوں سے لی گئی ہے کیونکہ حضرت خلیل اللہ
علیہ السلام وہی ہیں جنکو سوائے حق تعالےٰ کے کسی سے خلت نتھی اور شاید مراد محبت طبعی ہو جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعض ازواج و اولاد سے تھی
ولیکن صحاح کی حدیث میں ہے کہ جب ہاجرہ کو مع اسمٰعیل کے کہ اسوقت دودھ پیتے تھے اس جنگل میں چھوڑ چلے تو حضرت ہاجرہ نے کہا کہ تم مجھے چھوڑ کر کہاں
جاتے ہو کیا تم اپنی رائے سے مجھے چھوڑتے ہو تو میں قبول نہیں کرتی اور اگر اللہ تعہ کے حکم سے چھوڑتے ہو یعنے اس نے تمکو حکم دیا ہے کہ مجھے یہاں ریگستان میں چھوڑ جاؤ
تو مجھے قبول ہے آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعہ کے حکم سے ہے تو کہا کہ جاؤ میں نے اللہ تعہ پر بھروسا کیا وہ مجھے ضائع نہیں فرماویگا پھر جب تک مشکیزہ میں پانی
رہا تو پیا اور جب بالکل نہ رہا اور پیاس سے بیتابی ہوئی اور اسمٰعیل علیہ السلام نے سختی میں گردن ڈالنی شروع کی تو ہاجرہ اٹھکر مضطرب دار کوہ صفا پر
چڑھیں وہاں سے کوئی نظر نہ آیا اتر کر وادی میں روان ہوئیں اور بار بار بچہ کو دیکھتی تھیں کہ کس حال میں ہے روان ہو کر کوہ مروہ پر چڑھیں کوئی نہ
دیکھا اسی طرح سات بار مضطرب دوڑیں کہ رحمت الٰہیہ نے جوش کیا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام جہاں پانون رگڑتے تھے اُس سے چشمہ جاری ہوا کہ
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پر سے نکال دیا حضرت ہاجرہ نے اسکو حوض کر کے پانی کو روانی سے روکا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعہ
رحم کرے اگر چھوڑ دیتی تو چشمہ روان ہو جاتا (صحیح) اقول یہی چشمہ ہا زمزم ہے جو شیرینی و لطافت میں ایسے ریگستان میں عجائبات سے ہے اور واضح ہو کہ
حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہاجرہ آنا اسطرح ہوا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو وطن چھوڑنے کا حکم ہوا تو جاتے جاتے مصر پہونچے وہاں
مشہور ہوا کہ ایک مسافر کے پاس بڑی خوبصورت عورت ہے وہاں کا ظالم بادشاہ کافر آمادہ ہوا اور انکے پاس آدمی بھیجا انھوں نے کہا کہ اے سارہ اگر میں
کہتا ہوں کہ میری بیوی شوہر ہوں تو یہ لوگ مجھے مار ڈالینگے اور میرے تیرے سوا اس ملک میں کوئی مسلمان نہیں پس کہا کہ یہ میری بہن ہے یعنے ایمان والے باہم
دینی بھائی بہن ہیں پس بادشاہ ظالم نے سارہ کو زبردستی پکڑوایا آنحضرت علیہ السلام اپنے رب کی حضور میں نماز میں کھڑے ہوئے وہاں اس ظالم نے جب
حضرت پاک بی بی سارہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو ہچکیاں جیسے سختی سے کسی نے اسکا گلا گھونٹ دیا اور ہاتھ پانون شل ہو گئے اس نے گھبرا کر اشارہ کیا کہ میرے
لیے دعا کرو اور جاؤ پس اچھا ہو گیا مگر دوبارہ اس نے ہاتھ بڑھانا چاہا تو اول مرتبہ سے بھی زیادہ بدحال ہو گیا اور جان کندنی کی سختی کا مزہ چکھنے کو تھا کہ
اس نے مصمم عہد کیا پس حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی دعا سے چھوٹا ہوا تو اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ یہ عورت آدمی نہیں بلکہ جنیہ ہے اسکو ہاجرہ بھی دیدو اور
زاد راہ دیدو اور حکم دو کہ اپنے بھائی سمیت اس ملک سے چلی جاوے پس آنحضرت علیہ السلام پاس پہنچیں اور بیان کیا کہ اللہ تعہ نے کافر کا مکر رد کر دیا اور یہ ہاجرہ مجھے
ملی (صحیح بخاری) اور روایت ہے کہ ہاجرہ کو بھی اسطرح اس ظالم نے گرفتار کیا تھا لیکن ہمیشہ انکے سامنے وہ نامرد ہوتا تھا اسی وجہ سے اسنے بھی متوحش ہو کر حوالہ

کردیا تھا مگر اس روایت کی تحقیق ہونا چاہیے۔ اگر یہ وہم ہو کہ باجر اس صورت میں غصب کی ہوئی تھیں تو سارہ کو کبھی ملک حاصل نہوگی تو جواب یہ ہے کہ جب ایک شخص کا دست قہر مسلط ہو جاوے اور حال معلوم نہو بلکہ احکام جاری ہوں تو حکم ثابت ہوتا ہے جیسے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ قبل زمانہ اسلام کے اسی طرح عرب میں پکڑے گئے اور کئی بار فروخت ہوئے لہذا آنحضرت علیہ السلام نے انکو بطور بیع خرید کر آزاد کیا اور یہ بیان فقہ میں مفصل مذکور ہے ف حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کافر ذریات کے لیے کہا کہ فانک غفور رحیم۔ حالانکہ کافر کے واسطے مغفرت نہیں ہے تو جواب کا اشارہ ایک تو اول ہوا اور دوم یہ کہ قبل علم کے تھا ولیکن شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ اس میں صرف اسقدر ہے کہ انکا حال باری تعالیٰ کی مشیت پر چھوڑا ہے یہ نہیں کہا کہ تو بخشدے مانند قول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ یعنے تجھکو سب قدرت ہے قال الحافظ قال عبد اللہ بن وہب حدثنا عمرو بن الحرث ان بکر بن سوادۃ حدثہ عن عبد الرحمن بن جبیر عن عبد اللہ بن عمرو ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تلا قول ابراہیم الحدیث یعنے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پڑھا قول حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب انہن اضللن کثیرا من الناس الآیۃ تک اور قول حضرت عیسے علیہ السلام کا ان تعذبہم فانہم عبادک الآیۃ تک پھر روئے اور فرمایا اللّٰہم امتی اللّٰہم امتی اللّٰہم امتی پس اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو بھیجا کہ محمد سے پوچھ کہ کیوں روتا ہے حالانکہ رب تبارک وتعالیٰ دانا تر ہے پس جبرئیل نے آکر آنحضرت علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے کہا کہ میں نے یہ عرض کیا ہے پس جبرئیل سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جا کر محمد سے بشارت دیدے کہ ہم عنقریب تجھکو تیری امت کے معاملہ میں خوش کرینگے اور کچھ ملال نہ دینگے ہکذا ذکرہ الحافظ اور بعض روایات میں اسقدر زیادہ ہے کہ اسکے بعد حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ میں اپنے رب کے فضل پر بھروسا کرکے راضی نہونگا جب تک میری امت کا کوئی آدمی دوزخ میں جاوے یعنے سب کو اللہ تعالیٰ دوزخ سے نجات دے تب راضی ہونگا مترجم کہتا ہے کہ الٰہی ہم سب کو امت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر موت دیجیو اور تو ہر بات پر قادر ہے پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ۔ اے رب ہمارے تو جانتا ہے جو ہم دل میں رکھیں اور جو ہم زبان سے ظاہر کریں یعنے مقصود دبندوں کا تو جانتا ہے چاہے سب انکی زبان سے ادا ہوسکے یا نہوسکے حدیث میں ہے کہ اعمال تو نیتوں پر ہیں معلوم ہوا کہ دل میں جو مقصود اور جیسی کیفیت دعا میں ہو اسکا اعتبار ہے ظاہری الفاظ کا اعتبار نہیں ہے ولیکن جان بوجھ کر ظاہر میں بیہودہ لفظ نہ کہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصدیق فرمائی بقولہ۔ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ۔ اور کچھ بھی نہیں پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ پر نہ زمین میں اور نہ آسمان میں یعنے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں کہیں ہو سب اسپر ظاہر ہے۔ گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سب نیت کی التجا کی کہ انمیں ایک پیغمبر پیدا فرمائیو چونکہ وہ پیغمبر عظیم الشان رفیع المکان خاتم المرسلین حبیب رب العالمین تھا تو حضرت ابراہیم ع نے اللہ تعالیٰ سے حیا کرکے صریح یہ نہ کہا کہ وہ سردار عالم میری ذریت میں سے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فخر حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے واسطے مقدر فرمایا تھا چنانچہ بعض مقام پر کسی قدر اسکو ظاہر بھی فرمایا ہے پس اللہ تعالیٰ نے تصدیق فرمائی کہ وہ سب التجا کو جانتا ہے کچھ بھی اسپر پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس بڑی نعمت کے لیے پہلی نعمتوں کا شکریہ مقدم کیا اور کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ میں سب تعریف وشکر کرتا ہوں اپنے اللہ تعالیٰ کا جس نے مجھے بڑھاپے میں بخشا اسمٰعیل اور اسحٰق کو۔ بعض علماء کو جیسے کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس میں یہ وہم ہوا کہ پہلی دعا کے شمول میں چاہتی تھی کیونکہ ننانوے برس کے سن میں اسمٰعیل پیدا ہوئے وہ ہنوز دودھ پیتے تھے کہ انکی ماں سمیت بحکم الٰہی یہاں لا کر چھوڑا اور دعا کی انکی پیدائش سے تیرہ برس بعد اسحاق پیدا ہوئے میں تو اسحاق اسوقت موجود نہ تھے اور جواب یہ ہے کہ یہ دعا اسوقت ہے کہ اسمٰعیل کے ساتھ خانہ کعبہ بنایا تھا اگرچہ چھوڑتے وقت بھی ایسی ہی دعا کی تھی اور یہ تحقیق شیخ ابن کثیر نے سورہ بقرہ میں لکھی ہے پس یہ شکر اپنے وقت پر اول دعا کے ساتھ

شامل ہو۔ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ بیشک میرا رب خوب دعا کو سننے والا ہے یعنے بندون کی دعائین خوب سنتا و خوب قبول فرماتا ہے پس اور زیادہ دعا بڑھائی اور کہا۔ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ اے رب کر دے مجھکو مقیم الصلوٰۃ یعنے نماز کو ٹھیک ارکان و آداب سے محافظت اوقات کے ساتھ ادا کرنے والا پس نماز اعلٰے عمل ہے جسکی دعا ایسے متبرک مقام مین مانگی باوجودیکہ خود خلیل اللہ تھے پس وہ بڑی چیز ہے کہ دعا مانگی اپنے لیے اور کہا۔ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ اور بعض میری ذریات کو پس اگر بعض سے اہل اسلام مراد ہین تو بعض مقیم نماز اور بعض متساہل نماز ہونگے یہ تو ظاہر ہوا اور اگر جملہ ذریات نسبی مراد ہین تو معنے یہ کہ بعض بالکل نماز والے نہونگے اور بعض ہونگے اگرچہ نماز کو بالکل عمدہ نہ پڑھین پس انہین عمدہ پڑھنے والے بھی ہونگے پھر تضرع و ابتہال کیا کہ۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ اے رب ہمارے اور میری دعا قبول کر لے پھر عام دعا فرمائی اگرچہ اللہ تعالےٰ کی مغفرت سے دور نہین مگر بعض انکین سے حسب مشیت سابقہ قابل قبول نہ تھی اور شاید کہ بعض مشرکون کی مغفرت انھون نے اجتہاد سے سمجھی ہو جیسا کہ بعض کا زعم ہے حالانکہ یہ ٹھیک نہین ہے مگر یہ کہ انپر کوئی حکم اتارا نہ گیا ہو یا مراد نہو چنانچہ کہا۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ اے رب ہمارے مجھے بخشدے اور میرے والدین کو بعض نے کہا کہ جب تک آنحضرت علیہ السلام کو یہ معلوم نہوا تھا کہ انکے والدین موافق علم الٰہی کے دشمنان حق مین سے کافر ہین اسی زمانہ مین دعا کی تھی اور بعض نے کہا کہ والدہ مسلمان تھین اور بعض نے والدین سے آدمؑ و حواؑ مراد لیے ہین اور بعض محققین نے فرمایا کہ یہ مراد ہے کہ انکو ایسا کر دے کہ تیری مغفرت کے لائق ہون اور یہ اسطرح ہے کہ وے مسلمان ہو جاوین اور واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے دوسرے مقام پر بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد کے لیے دعاے مغفرت کرنا ذکر فرمایا ہے لیکن وہ قبل اسکے تھا کہ انکے باپ کا ازلی کافر ہونا معلوم ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما کان استغفار ابراہیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدہا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ۔ یعنے نہ تھا استغفار کرنا ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مگر ایک موعد سے جو وعدہ دیا تھا اسکو پھر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کھلا کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو باپ سے بالکل بیزاری کی پس یہ صریح ہے کہ جب کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے واسطے مغفرت مانگی ہو خواہ باپ کی زندگی مین خواہ مرنے کے بعد وہ اسی وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو یہ ظاہر نہین ہونے دیا کہ وہ ازلی کافر ہے اور نیز ایک وعدہ کا پورا کرنا تھا جو باپ سے کر دیا تھا یعنے ایک مقام پر قرآن پاک مین مذکور ہے کہ ابراہیم نے اپنے باپ کو بُت پرستی چھوڑنے اور توحید کرنے کی نصیحت کی تو آزر نے انسے کہا کہ مجھے چھوڑ دے بہت مدت تک یا بالکل مجھ سے قطع تعلق کر مگر ابراہیم علیہ السلام نے حقوق پدری کے ادا کرنے کے لیے پھر شفقت سے کہا کہ میرا رب مجھپر بڑا مہربان ہے مین تیرے لیے استغفار کرونگا اور شاید یہ اسوقت ہوا ہو کہ جب نمرود کی آگ سے صحیح سالم رہے اور اُسنے انکو نکلوا یا تو انھون نے اپنے باپ سے اپنا ساتھ دینے کو کہا ہو مگر اس نے نہ مانا اور ایسے کہا کہ واہجرنی ملیًّا جیسا کہ قرآن پاک مین فرمایا ہے پھر اس وعدے کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام پردیس مین ملک شام مین یا جہان رہے اسکے لیے استغفار کیا اور تمام لوگون و باپ و مان وغیرہ کی محبت ترک کرنے سے اللہ تعالیٰ نے انکو خلیل اللہ کا مرتبہ دیا پس جب اللہ تعالیٰ نے انکو آگاہ فرمایا کہ تیرا باپ عدو اللہ مرا ہے تو پھر اس سے بیزار ہو کر استغفار نہین کیا اور یہ تقریر جو مترجم نے بیان کی بالکل واضح و صاف ہے اور عوام اہل تفسیر کے تکلفات کی کچھ ضرورت نہین ہے پھر یہان ایک وہم بعضے لوگون کو اور واقع ہوا وہ یہ ہے کہ حدیث مین آیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت مین اپنے باپ آزر کو دیکھینگے کہ منہ کالا اور تمام صورت بدشکل جیسے کافرون کی ہوگی انکی بھی ہے پس وہ کہیگا کہ اے ابراہیم آج مین فرمانبرداری سے کچھ بھی منحرف نہین ہون تو آنحضرت اپنے رب کی حضور مین دعا کرینگے کہ اے رب تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ مجھے روز حساب کے شرم و خواری نہ دونگا اور یہ بڑی خواری ہے کہ میرا باپ اس مجمع عظیم کے روبرو ایسا خوار ہے حکم ہوگا کہ اے ابراہیم ادھر دیکھو پس حضرت اُدھر کو دیکھینگے تو انکے ورے ایک ساہی نجاست مین لتھڑی ہوئی نظر آویگی اس سے پناہ مانگینگے کہ الٰہی اسکو مجھ سے دور کر دے پس ملائکہ عذاب اسکو ٹانگین پکڑ کے جہنم مین پھینکدینگے وہان نظر آویگا کہ وہی آزر تھا اس سے

ظاہر ہوا کہ وے قیامت مین بھی استغفار کرینگے مترجم کہتا ہے کہ یہ بالکل وہم ہے اس سے کچھ ظاہر نہین ہوتا سواے اتنی بات کے کہ جب حساب ختم اور
لوگ اپنے اپنے ٹھکانے لگائے جاوینگے اور مومنون پر اللہ تعالے کی تمام رحمت کا وقت ہوگا ہر ایک شفاعت کریگا اور رب تبارک وتعالے اُن کی
دعائین وسفارشین قبول فرماویگا تو آزر اسوقت اس امید سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتجی ہوگا اور کمال رحمت کے وقت آنحضرت علیہ السلام
صرف یہ موقع پاوینگے کہ وعدہ الٰہیہ سبحانہ وتعالے کو عرض کرین اور اس سے ایک غرض نکالین یعنے تو نے عدم خزی کا وعدہ دیا اور یہ بھی ایک
خزی ہے تاکہ شاید مشیت الٰہی مین جو ہر طرح قادر مختار ہے جل شانہ وعز برہانہ کوئی بات ہو اور کوئی استغفار نہین کرینگے (بخاری ۱۲) پس اللہ تعالے آزر کی صورت
جسپر وہ شامت اعمال سے مسخ ہوگیا تھا یعنے نجس ساہی لتھڑی ہوئی ظاہر کردیگا جو جنت کے لائق نہین اور نہ اس سے ایسا اعلے درجہ کا پیغمبر
خلیل اللہ اپنا التعلق رکھنا شایان سمجھ سکتا ہے چنانچہ اس سے پناہ مانگینگے اور قبول ہوکر پناہ دیدیجاویگی کہ اسکو ملائکہ جہنم مین پھینکدینگے اس سے
یہ فائدہ سمجھ مین آگیا کہ آدمی کی صورت گناہون اور کفر وبد اعتقادات سے خراب جانورون کی ہوجاتی ہے اور یہ بات صریح دلائل سے بھی ثابت
کیجاتی ہے۔ حاصل مقام یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسوقت تک یہ علم نہ تھا کہ انکا باپ حالت کفر وگمراہی پر دنیا مین مرگیا ہے پس دعا مین
کہا کہ اے رب بخشدے مجھے اور میرے والدین کو وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومنون کو۔ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ جس دن قائم ہووے حساب مومنین
سے شاید آنحضرت علیہ السلام کی مراد اپنی ذریات مین سے مومن ہون یا تمام مومنین خواہ ذریت ہون یا نہون اور اسمین بڑی بشارت ہے اللہ تعا اپنے
فضل سے ایمان عطا فرمادے اور ایمان پر خاتمہ بخیر کردے تو اسمین شک نہین کہ اللہ تعالے نے اپنے خلیل علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا
قبول فرمائی ہے الٰہی مترجم وتمام مسلمانون کا خاتمہ ایمان پر بخیر کردے آمین یا ارحم الراحمین ف فی العرائس قولہ تعالے واذ قال ابراہیم رب اجعل ہذا
البلد آمنا حقیقت تفسیر تو ظاہر ہے یعنے جو مذکور ہوئی اور اشارت سے یہ بھی واضح ہوا کہ بلد قلب اور وہ بلد بدن ہے عقل بلد قلب اور روح بلد عقل
اور سر بلد روح ہے اور معرفت ومحبت بلد سر ہے اور وہان مشاہدہ معروف بلد معرفت ومحبت ہے اور رہنے والے یہان کے انوار افعال وتجلیات صفات
مین ازلی وابدی ہین نفس بلد شہوات اور رہنے والے لشکر قہریات پس یہان کے بلاد مین جنود قہر سے جنکا مسکن نفس امارہ ہے پناہ مانگی کہ اپنے لطف
کے ساتھ روح وقلب کو اپنے قہر سے نفس واسکی ہوا جس وشہوات سے پناہ دیدے چنانچہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا اعوذ بک منک یعنے تجھ سے
تیرے ہی ساتھ پناہ چاہتا ہون قولہ واجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام بتون سے پناہ تو ظاہر ہے اور جیسے بت ظاہری معبود بنائے جاتے ہین
ویسے ہوا جس نفس کے بت باطنی ہین وقال تعالے افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ یعنے اسکو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے پس
ضرور ایسے بتون سے پناہ مانگنا چاہیے کیونکہ جس نے ظاہری بت چھوڑے مگر ہواے نفس کو بت بنالیا تو وہ بھی مشرک ہے ایسے ہی سواے اللہ تعالے کے
غیر پر نظر رکھنا یہ بھی شرک خفی ہے اور مراتب معرفت مین جو کوئی چیز کسی کو معرفت حق سے مانع ہو وہ اسکا بت ہے اور عارف توجہ چیز اپنے رب کی طرف سے
ایسی مشاہدہ کرے جسمین حق عز وجل کا مشاہدہ نہو وہ اسکے واسطے بت ہے۔ قولہ رب انہن اضللن کثیرا من الناس پس اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ کثرت سے
لوگ شرک خفی کی باتون سے گمراہ ہوگئے ہین اقول سابق مین تفسیر قولہ وما یؤمن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون مین گذرا ہے کہ حدیث مین آیا کہ شرک
میری امت مین کوہ صفا پر اندھیری رات مین چیونٹی کی چال کی نظر آنے سے زیادہ مخفی ہے الٰہی مترجم کا شرک خفی وجلی اسکی تمام عمر دنیا کا بخشدے الٰہی
وہ اندھا ہے اسکو آنکھین دیدے اور ثابت قدم ہدایت پر رکھ یہان تک کہ ایمان پر اسکا خاتمہ بخیر کردے آمین یا مجیب الداعین شیخ نے کہا یعنے سواے اللہ تعا
کے غیر پر نظر اور ان شہوات کی پیروی نے بہتون کو قہریات مین ڈالا غفلت وہلاکت مین مرگئے پھر آنحضرت نے اپنے نفس کو بطور اظہار نعمت کے امامت سے سرفراز
بیان کیا کہ یعنی قولہ فمن تبعنی فانہ منی اتباع چاہیے طریقہ مجاہدہ وریاضت ومحبت وخلوت مین پس تیرے حضور مین اپنی جان قربان کرے وہ مجھ سے ہے یعنے میری

طینت سے اسکا قلب میرے قلب سے اور اسکی روح میری روح سے اور اسکا سر میرے سر سے ہے اسکا مشرب محبت و معرفت و خلت میں وہی گھاٹ ہے جو میرا مشرب ہے قولہ ومن عصانی فانک غفور رحیم تیرے عصیان سے جو حجاب میں پڑے وہ مجھ سے نہیں ہیں ولیکن تو غفور رحیم ہے کہ انکے عصیان کو معاف کر دے کہ وے تیرے طالب ہیں اور کمزوری میں ٹھوکریں کھاتے چلتے ہیں بس کلام میں بشارت ہے گنہگاروں کا گناہ اور ناشکری انکے بحر رحمت میں غرق ہے اسکو کچھ پروا نہیں کہ چاہے انکو اپنی جناب میں داخل کر دے اور پھر اہل طاعت کے لیے رضوان من اللہ اکبر جسکی تفسیر نہیں ہو سکتی ہے باقی ہے۔ یہاں ایک نکتہ ہے کہ حضرت نے مقام تضرع و عاجزی میں فرمایا کہ جو میری نافرمانی کرے اور یہ نہ کہا کہ جو تیری نافرمانی کرے۔ ایک تو اپنی طرف انکی نافرمانی کا نسبت کرنا مقتضائے خلت ہے اور دوم یہ کہ مقام خلت سے محبت اس مودت کے شوق سے عشق پیدا ہوتا ہے اور عشق مقام عین الجمع و جمع الجمع ہے پس جسنے میری نافرمانی کی تیری کی اور جس نے میری طاعت کی اس نے تیری اطاعت کی۔ علاوہ ازیں اول من تبعنی کہا اسکی موافقت سے من عصانی فرمایا گویا اشارہ ہے کہ طاعت و عصیان کا مرجع درحقیقت خود مخلوق ہے اور وہ بیشک سب سے پاک منزہ ہے پس تیرے سیر تجنس سے اور نہ انکے جنس سے ہوں ان کے افعال و صفات میرے لائق ہیں بلکہ جو شخص کسی درجہ عرفان پر سرفراز ہوا ہو وہ سمجھے کہ مخلوق کا اپنے خالق کی نافرمانی کرنا بالکل ناممکن ہے انکے جمیع افعال و حرکات ہیں سب تحت قدرت قاہر جل و علا مقہور ہیں وہی ارادت و مشیت قایم و ازلی ہے وہ فی الحقیقت عین الطاعت ہے اگرچہ بسبب تکلیف الشرع انکی صورت اتباع ملت حنیفیہ حضرت خلیل ہو۔ شیخ عبد العزیز مکی رح نے کہا کہ ابراہیم نے دعا میں اپنے رب عز و جل کی تعظیم کو ادب سے ملحوظ رکھا پس یہ نہ کہا کہ تیرا عصیان کیا کیونکہ کسی کو مجال نہیں کہ اسکا عصیان کر سکے اور کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو عبادت اسکی بارگاہ قدیم کے لائق ہے ادا کر سکے کیونکہ قدیم کے لائق قدم ہے اور حادث خود حادث تو اسکے فعال بدتر حادث ہیں پس درحقیقت تمام مخلوق اسکی طاعت و عصیان سب سے عاجز ہے اللہ اللہ کیا میں اس طاعت و عصیان کا ذکر کرتا ہوں جن سے بارگاہ عظمت و کبریائے قدم پاک ہے اب تو جو طاعت و معصیت ہے سب تیرے سوا میرے مکرم و معظم بندے کی طرف رجوع ہے سبحان اللہ و بحمدہ و ہو الغنی عن العالمین۔ قلب مامون ہو فراق و حجاب سے یہ خواہش ابن عطا رح ہے اور جعفر بن محمد نے کہا کہ قلوب عارفین مامون اسرار الدین ہیں۔ ساری رح نے کہا کہ اصنام ہوا ہیں۔ جعفر رح نے کہا کہ خلت و نبوت کو دیکھنا یا ولایت وغیرہ پر نظر یہی عبادت اصنام ہے جنید رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ سوائے اپنی محتاجی کے دوسرا قرار دینا بت پرستی ہے (خواہشہائے نفس ۱۲) قال المترجم جو کوئی اپنے اوپر بھروسہ ہو کہ لائق بارگاہ نبوت خاتم المرسلین ہے وہ منافق ہے اور جو عاجزی سے وہیں جا وے اور اپنے کو لائق نہ دیکھے اللہ تعالیٰ رحمت فرماوے اسی واسطے شیخ جنید رح نے کہا جو کہا سمجھو بعض نے اس سے منع نکالا کہ سوائے حق تعالیٰ کے حق عز و جل کی طرف دوسری چیز سے تقرب چاہے۔ بعض نے کہا کہ حضرت خلیل نے کمال ادب سے اہل عصیان پر کوئی حکم نہ لگایا جیسے اہل طاعت پر یہی کہا کہ مجھ سے ہیں اور میں تیری بارگاہ میں جب قابل ہوں تو جانے ایسے ہی اہل عصیان تو نافرمان ہوئے مگر تیری شان غفور رحیم ہے تو جانے اور تیرے بندے مجھے کچھ قابو نہیں ہے حضرت علی بن موسیٰ الرضا عن ابیہ عن الامام جعفر صادق نے کہا کہ خلت میں بہت خطرات ہیں یعنی حضرت یوسف کے قصہ سے آگاہ ہوں اور کبھی فرمایا کہ ابراہیم تو بڑھاپے میں بت پرستی سے بفضل الٰہی خلیل ہونے کے بعد محفوظ تھے جبکہ بچپن میں انکو توڑ ڈالا تھا مگر جانتے تھے کہ ہوائے نفس آدمی کا بت ہے اس سے پناہ مانگی اور فرمایا کہ حضرت خلیل نے تو نافرمانی والوں کی نسبت اشارہ سے کہا کہ آپ غفور رحیم اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ و علی ابیہ خلیل کے لطف و کرم و سوال صریح کو دیکھو جب اپنی قوم قریش کی حرکات نالائق روز احد کے بعد فرمایا اللہم اغفر لقومی فانہم لا یعلمون۔ یعنی اے رب میری قوم کو بخشدے کہ وے جانتے نہیں ہیں پیغمبر نے کیا ہے کہ ظاہر بخشدینا اس خطا کا مراد ہے جو آنحضرت صلعم کے دندان مبارک شہید ہونے میں واقع ہوئی فافہم بما فیہ من الاشارۃ و تأمل۔ قولہ ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے خلیل کو بڑی بڑی بلاؤں میں مبتلا کر کے امتحان فرمایا تاکہ تمام دنیا کی مخلوقات سے بلکہ اپنے نفس سے جدا ہو کر خالص ہوں اور کوئی چیز مخلوقات میں سے انکے واسطے حجاب نہ رہے اور بڑھاپے

میں ایک لڑکا دیا بہت پیارا ہنوز انہیں دودھ نہ چھوڑا تھا کہ حکم دیا کہ اسکو لیجا کر وادی حرم میں بغیر آب و دانہ کے چھوڑ آوے تا کہ خلیل ع کا توکل و اعتماد اپنے رب تبارک و تعالیٰ پر صاف ہو جاوے پس اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو رب کے نام پاک سے دعا میں پکارا کہ تربیت کامل کا ظہور ہوا اور باقی ہے کہ کمال لطف سے اہل و عیال کی تربیت بدرجہ کمال پہونچائی جاوے اور وادی غیر مزروع سے کلی اعتماد اللہ تعالیٰ پر تھا کہ نباتات و پانی کسی پر اعتماد نہ کیا اور بیت محرم جہاں بارگاہ کبریائی کی حضوری کے سوائے سب حرام ہے کسی سے انس لے و انہیں اور یہاں کی تربیت یہ ہے کہ حقیقت توکل و رضا و تسلیم کے ساتھ تربیت ہو اور یہی سوائے عز و جل کے کسی بندے کو اگر ذرہ برابر اعتماد نہ ہونا چاہیئے و کمال تربیت و حصول بدرجہ مناجات رب تبارک و تعالیٰ ہے قولہ ربنا لیقیموا الصلوٰۃ اور بعد استقامت کے ارادی جہت ہی ہوں کہ لوگ انسے رجوع لاویں. قولہ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم ارادت و محبت و اقتدار و شان سے صفت کریں قولہ وارزقھم من الثمرات لعلھم یشکرون ثمرات ظاہری اعضاء و جوارح کے جو دنیا سے حاصل ہیں کام آویں معروف ہیں وہی نتیجہ ہیں ثمرات اصل کا کہ طاعات و مقامات و درجات ہیں اور وہاں شہود انوار صفات و توحید ہے اور یہ ثمرات ہیں وہ اولاد ہیں جو انبیاء و اولیاء و صدیقین و شہداء ہوں اور اس دعا میں اشارت بحضرت خاتم المرسلین فرمائی و قد قال ربنا وابعث فیھم رسولا الآیہ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ثمرہ دعاء پدر بزرگوار خلیل اللہ قرار دیا پس کون پھل بہتر ہوگا اصفی الاصفیاء و اتقی الاتقیاء و افضل الانبیاء و سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و صحبہ الصدیق و الشہداء و الصالحین اجمعین سے اور سراج بدر بہتر دونوں آفتاب رسالت والحمد للہ رب العالمین اور قولہ لعلھم یشکرون سے اشارہ ہے کہ نعمت آلہیہ سے شاکرون کا شکر جوش کرتا ہے بطور رضامندی الٰہی و تائید اہل احتیاج. ابن عطاء رح نے کہا کہ ایسے وادی میں بسایا جہاں اپنا یا انکا تعلق سوائے حق عز و جل کے کسی کے ساتھ باقی نہ تھا بعض نے کہا کہ ایسے وادی میں بسایا جہاں عالم اسباب و رسومات سے نکلکر بارگاہ حضوری کا سامنا ہے بعض نے کہا کہ بیت المحرم کے پاس جہاں عالم اسباب کی کوئی چیز انکو تیری حضوری سے مانع نہیں ہے بعض نے کہا کہ ایسے مقام پر بسایا نسے انکو تعلیم فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اسباب پر نظر چھوڑ دیں. امام جعفر رح نے کہا کہ قلوب العباد اپنے رب کے حکم میں ہیں بعض کو اپنی طرف رجوع کیا اور وہ طرف سے پاک ہے تو بیت الحرام کیطرف ان رہنے والوں کیطرف رجوع کریں گے یعنی مومنین. ابن عطاء رح نے کہا کہ جس نے خلق سے بالکلیہ انقطاع کیا تو اللہ تعالیٰ اسکی طرف خلق کے منھ موڑ دیتا ہے اور سب سینے اسکی محبت سے بھرتے ہیں اور قلوب اسکی الفت سے تازہ ہوتے ہیں چنانچہ دعاء خلیل ع فاجعل افئدۃ من الناس الآیہ میں دیکھو. بعض نے کہا رزق ثمرات سے عمدہ رزق یہ ہے کہ مخالفت چھوڑ کر موافقت اختیار کریں. واسطی رح نے کہا کہ ثمرات قلوب میں حکمت ہے جس سے احسان آلہی نظر آوے تو شکر لازمی سے عاجز ہونا چاہیئے پس شکرگزاری کی امید اسی واسطے فرمائی کہ ہر ایک کو یہ دانائی حاصل نہیں ہوتی کہ شکر آلہی ادا ہونے سے عاجزی کا اقرار کرنا لازم ہے اقول قولہ تعالیٰ ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا کے ساتھ ان آیات کا تعلق بھی ظاہر ہوگیا اور شیخ واسطی رح نے یہ بھی فرمایا کہ ثمر حکمت سے امراض قلوب زائل ہو جاتے ہیں جیسے ثمر اشجار سے امراض بدنی زائل ہوتے ہیں پھر دعاء مذکور میں اظہار ما فی الضمیر تھا حالانکہ ایسے عالم الغیب کے حضور میں جو ذرہ ذرہ جانتا دیکھتا ہے پس حضور آلہی میں اسکا اقرار کیا کہ یہ تیری رضا کے موافق عرض ہے ورنہ تو سب جانتا ہے بقولہ ربنا انک تعلم ما نخفی وما نعلن وما یخفی علی اللہ من شیء فی الارض ولا فی السماء. اسمیں شامل ہے تضرع باطنی اور اظہار ظاہری موافقت شریعت کے اور اسرار باطنی و اظہار عبادات اور اسرار علم مجہول و اظہار صورت علم معروف اور اسرار شوق و اظہار اشک و صد و ذوق اور اسرار غیب الغیب و اظہار الہام وغیرہ اور اسرار حقیقت و توسع حکمت آلہیہ بر وجہ خوب و پسندیدہ و اظہار العجز کروہات لفظ جسمیں شائبہ شکوی و منازعت تقدیر ہے. حضرت خواص رح نے کہا کہ اخفاء محبت و اظہار شکر یہ دراسمی کے قریب شیخ حسین رح کا قول ہے اور ابن عطاء رح نے اخفاء احوال و اظہار آداب کو بھی شامل کیا اقول انعامات غیر متناہیہ پھر ناشکری و انکار الوہیت حق تعالیٰ و انکار ما سوائے دنیا کے آخرت وغیرہ کا باوجود دعوائے عظائم دلائل و بینات کے حالانکہ وہ قادر علیم ہے و لقد قال تعالیٰ

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۥ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝

اور ہرگز مت خیال کر اللہ کو غافل ان کاموں سے جو ظالم کرتے ہیں انکو تو وہ تاخیر دیتا ہے ایسے دن کے لیے جسمیں پتھرا وینگی آنکھیں

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ ۝ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ

اوپر کو ٹکٹکی باندھے سر اونچے پڑے ہوئے انکی طرف انکی پلک پھر نہ لوٹیگی اور انکے دل اُڑے ہوئے خالی ہونگے اور ڈر سنا دے لوگوں کو جس دن

يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ

آویگا ان پر عذاب سو کہینگے وہ لوگ جنھوں نے اپنا اوپر ظلم کیا کہ اے ہمارے رب ہمکو بہت نزدیک مدت کی تاخیر دیدے کہ ہم تیری دعوت قبول کرلیں اور تیرے

الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ

رسولوں کی اتباع کرلیں بھلا کیا نہ تھے تم کہ قسم کھاتے تھے اس سے پہلے کہ تم کو کبھی نہیں کچھ زوال ہوگا حالانکہ تم بسے تھے گھروں میں ایسے لوگوں کے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ۝ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ

جنھوں نے ظلم کیا اور تمپر کھل گیا تھا کہ ہم نے انکے ساتھ کیا کردیا اور تمھارے لیے مثالیں بنا دیں اور بیشک انھوں نے اپنا مکر کیا

وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝

اور اللہ کے یہاں تھا انکا مکر اور انکا مکر ایسا تھا جس سے پہاڑ اپنی جگہ سے دور ہو جاویں

یہ خطاب اپنے پیارے رسول صلعم کو کیا اور وہ تو ازل سے اسرار و علوم کے واسطے سب خلق سے زیادہ برگزیدہ تھا مگر حسن خطاب یہ ہے کہ جنکے حق میں سعادت ازلی جاری ہوئی ہے وہ سنکر ہوشیار ہو جاویں اور ہیبت کلام حق تعالیٰ سے انکے رونگٹے کھڑے ہوں اور قریب ہے کہ دل پھٹ جاویں پس فرمایا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اور کبھی مت خیال کیجیو کہ ظالم و کافر بندے جو کچھ کرتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ غافل ہے اور وجہ گمان کی ایک امتحانی پردہ ہے کہ آدمی کو دنیا و اسکی نعمتوں کے سوائے آخرت کی کوئی چیز ظاہر نہیں فرمائی جسکے سامنے اس تمام دنیا کو آدمی نجس و خوار دیکھتا بلکہ کمال قدرت یہ کہ نیکوں و خالص بندوں کے ساتھ بھی اسکی ضرورت لاحق فرمائی پس جب یہ دنیائے حقیر ان کافروں کو اسطرح وسعت سے دیدی تو منافق و بے ایمان لوگ تو سمجھنے لگے کہ یہ لوگ جنکو کافر کہا جاتا ہے برے ہوتے تو یہ نعمتیں کیوں پاتے بلکہ تمام طریقہ و ثروت و حکومت کی عقلیں انہیں میں ہیں پس خود بھی کافر ہوئے اور جنکو انکا حصہ ملا ہے وے تمام دنیا اور اسکے حاصل کرنے کی عقل جو درحقیقت حواس بہائم ہیں سب کو خوار سمجھتے ہیں مگر انپر شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ پھر کیا اللہ تعالیٰ انکے ساتھ برتاؤ فرماتا ہے جیسے آدمی کسی دوسرے کی بدگوئی و بدکاری سے واقف نہو اسی واسطے تاکید سے فرمادیا کہ اسی نے اپنی خوشی و اختیار سے سب مخلوق کو پیدا کیا پس ایمان والو تم شکر کرو اسکا کہ تمکو وہ نور ایمان دیا جس سے تمکو اپنا مالک نظر آتا ہے اور ان کافروں نے یہی دار فانی و خوار اختیار کیا تو انکو یہ نجس گھر دار لینے دو اور ہرگز خیال نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ ان سے غافل ہے جو انکو مہلت دی اور چھوڑ رکھا ہے۔ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ اور انکو تو اسنے ایک دن آنے والے کے لیے تاخیر دی ہے جسمیں آنکھیں پتھرا وینگی ٹکٹکی باندھے یعنے قبروں سے اٹھکر عذاب کی شدت و ہولناک معاملات دیکھکر آنکھیں اسی طرف ٹکٹکی لگاکر ایسی ہو جاوینگی جیسے پتھرا گئی ہیں کھلی کی کھلی رہ جاوینگی مُهْطِعِيْنَ پکارنے والے کی طرف جاری کرتے ہوئے نظر اٹھائے ہوئے کقولہ تعالیٰ مهطعين الى الداع اور کہا گیا کہ اسرافیل صور قیامت پھونکینگے اور جبرئیل پکارینگے اسوقت دہشت و حیرت و خوف سے کافروں کی آنکھیں پتھرا وینگی جلدی سے نظر اٹھائے دوڑے جاوینگے مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ اپنے سر اٹھائے ہوئے اور بعض نے کہا کہ ذلت و خواری کی صورت بنائے ہوئے مگر پہلی تفسیر حضرت ابن عباسؓ و مجاہدؒ وغیرہم نے بیان کی ہے لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ انکی طرف انکی نظر پھر نہ لوٹیگی یعنے شدت خوف و دہشت سے

ایسی ٹکٹکی ہوگی کہ پلک نہ جھپکیگی برابر نظر اسی طرف لگی رہیگی الٰہی ہم تیری پاک درگاہ مین کفر و ظلم سے پناہ مانگتے ہین اور عذاب قبر و قیامت سے نجات مانگتے ہین
ہمکو کافرون و ظالمون مین شامل نہ فرما ہو آمین۔ کافرون پر یہ بڑا سخت وقت ہوگا اسی واسطے فرمایا وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ اور انکے دل اُڑے ہوئے خالی
ہونگے یعنے گویا انکے سینون مین دل ہی نہین ہے بلکہ کلیجے منہ کو آجاوینگے جیسا کہ فرمایا القلوب لدی الحناجر کاظمین۔ انکے دل گھٹے ہوئے منہ کو آجاوینگے پس خالی
ہونے کے معنے حضرت قتادہ و دیگر علما نے یہی بیان کیے کہ اپنے ٹھکانے نہونگے تو دلون کی جگہین خالی ہونگی بعض نے کہا کہ ہوا یعنی برباد ہونگے کیونکہ ہر چیز
سوائے نام اللہ تعالیٰ کے اس دن برباد ہوگی اور کافرون کے دلون مین نام اللہ نہین ہے وہ سب برباد ہونگے پس معلوم ہوا کہ کافر مخلوق نے اس دنیا سے فانیہ کو لیا
تو آخرت کے دن عذاب و خرابی کے لیے یہی مخلوق ہے جسکو آج ہر چند سمجھایا اور کہے کہ اگلون پچھلون کا آغاز و انجام دیکھکر سمجھو اس دنیا کی ناپائداری دیکھو اور
خالق عز و جل کی قدرت ظاہرہ جسپر ہزارہا دلائل ہین دیکھکر یقین مانو مگر نہین مانتے ہین آنحضرت صلعم کو حکم دیا۔ وَاَنْذِرِ النَّاسَ اور ڈر سناوے لوگون کو
یعنے کافرون کو کہ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ جس دن انپر عذاب آویگا اور وہ دن قیامت ہے حالانکہ عذاب انپر انکی روح نکلنے کے وقت سے شروع ہوجاویگا
فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا تب کہینگے کافر لوگ جنھون نے اپنی جانون پر ظلم کیا کیونکہ کافرون کی بدکاری و ظلم کا وبال درحقیقت انھین پر ہے رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اے رب
ہمارے ہمکو مہلت دیدے۔ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ تھوڑی دیر کے لیے کیونکہ اسدن تو رب کو پہچان جاوینگے اور جو رسولون نے کہا تھا سب معائنہ ہوجاویگا تو
رب کا اقرار کرکے تھوڑی سی دیر کی مہلت مانگینگے کہ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ تیری دعوت قبول کرین یعنی رسولون کی زبانی جو تو نے ہمکو اپنی طاعت کے واسطے
بلایا تو ہم بہت جلدی قبول کرین۔ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ اور ہم رسولون کی پیروی کرین جیسے قولہ تعالیٰ حتی اذا جاء احدہم الموت قال رب ارجعون الآیہ یعنی جب انمین
کسی کی موت پہونچی تو بولا کہ اے رب ہمارے ہمکو پھیر دے آخر آیت تک۔ مسئلہ معلوم ہوا کہ بعد موت کے بھی علم ہوتا ہے یہی شیخ اکبر ابن العربیؒ و اکثر علما کا بلکہ جمہور کا
قول ہے سوائے شیخ علاء الدولہ سمنانی کے اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آدمی جس حال پر مرا ہے قدر اسی قدر ثابت رہا مگر یہ مراد ہے کہ اسکا اندر سے علم قائم ہوگا جیسے
لوح پر نقوش مرتسم ہوتے ہین تو نہین ہوسکتا کیونکہ قبر مین کافر باوجود سب دیکھنے و جاننے کے وہی جواب دیگا جسپر وہ مرا ہوا اور اگر یہ مراد ہے کہ اسکو معائنہ سے سب
حق بات ظاہر ہوجاویگی تو ٹھیک ہے مگر اسکو کچھ نفع نہوگا اس سے معلوم ہوگیا کہ یہان ایمان لانا البتہ نفع دیتا ہے کہ گویا وہ نور اسکی روح کے ساتھ نقش و زیور ہے
اور موت کے وقت معائنہ سے دیکھنا اسکو کچھ فائدہ نہ دیگا پس ایمان وہی ہے جو غیب پر ہو لقولہ تعالیٰ یؤمنون بالغیب۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کسی نے
خالی جان لیا مگر روح و قلب مین اسکو قبول نہ کیا و داخل نہوا تو کچھ فائدہ نہین جیسے بہت سے کافر یہودی وغیرہ آنحضرت صلعم کو سچا پیغمبر جانتے تھے لقولہ یعرفونہ
کما یعرفون ابناءہم۔ مگر دنیاوی ہوس وغیرہ سے قبول نہ کرتے تھے انکو فائدہ نہوا اور قولہ لما یدخل الایمان فی قلوبکم یعنے ہنوز تمھارے دل مین ایمان داخل نہین
ہوا ہے صریح ہے کہ دنیا مین خالص رسول اللہ صلعم کی ہدایت پر اللہ تعالیٰ کا ایمان لاوے اور دل سے تصدیق و قبول کرے تو نفع ہے ورنہ آخرت مین تو خود ظاہر
ہوجاویگا اسوقت اسکو کچھ نفع نہین ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ مین بیان فرمایا۔ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ
زَوَالٍ اور کیا تم نہین قسم کھاتے رہے اس سے پہلے کہ تمکو زوال نہین ہے یعنی اس حالت سے پہلے تم بڑے یقین سے قسم کھاتے تھے کہ جو حال تمھارا موجودہ ہے
اس سے تمکو زوال نہین ہے نہ کوئی آخرت ہے اور نہ کچھ ثواب و عذاب ہے پس وہی یقین جو حقیقت حال سے برعکس تم مین تھا قائم رہیگا دوبارہ لوٹنا نہین ہے
ہے اور حضرت مجاہد نے کہا کہ زوال نہین یعنے اس دنیا سے انتقال آخرت کو نہین ہے کیونکہ آخرت پر یقین ہی نہ تھا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا واقسموا باللہ جہد
ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت الآیہ یعنی قسم کھائی ان کافرون نے بڑی شد و مد کی قسمون سے کہ جو مرے اسکو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ نہین کرتا ہے آخر آیت تک۔
پھر اللہ تعالیٰ نے ان جاہلون کی جہالت بیان فرمائی۔ وَسَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ اور بسے تم بستیون مین ان لوگون کی جنھون نے
اپنی جانون پر ظلم کیا یعنی یہ بستیان جنمین تم رہتے ہو آخر انمین کون لوگ تھے اور کہان گئے اور اس دار فانی کو چھوڑ گئے تم انکی جگہ آئے ہو تمھارا بھی یہی انجام ہے مگر

سخت جہالت سے تم جانتے ہو کہ وے سب خاک ہو گئے اور تمکو نہین معلوم کہ انکا انجام کیا ہوا ہی۔ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ اور تمکو کھل گیا کہ ہمنے انکے
ساتھ کیسے برتاؤ کیا یعنے بالیقین تم سب کو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ عاد وثمود کی بستیان ہین جنکو اللہ تعالیٰ نے بسبب نافرمانی پیغمبرون کے ہلاک کر ڈالا کہ انکا وجود
ونسل منقطع ہو سوائے مطیعین کے وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ اور تمہارے لیے ضرب المثل کر دیا یعنی پھر بھی تمکو ہوش نہین اور کچھ عبرت ونظر وعلم نہین
حاصل کرتے ہو۔ ف آیت مین دلیل ہی کہ جو خبر متواتر ہو پہونچے اور صدق کی دلیل اسکے ساتھ ہو تو اس سے ظہور ہو جاتا ہی پس آنحضرت صلعم کے معجزات
وقرآن کی بلاغت معجز کا تمام عرب کا تسلیم کرنا اور یہودیون ونصرانیون کا آنحضرت صلعم کی بشارت توریت وانجیل مین موجود ہونے کا اقرار سب متواتر ہے
اور تمام کافرون پر یہی حجت قطعی ہی یاد رکھنا چاہیے۔ الحاصل کفار قریش وتمام کافرون کو قیامت تک متنبہ کیا کہ اگلی قومین کسطرح ہلاک ہوئین تم عبرت
پکڑو اور اپنے بد افعال شرک اور دنیاوی چیزون پر مت غفلت کرو کہ انھون نے بھی یہی کیا تھا۔ وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ اور بیشک ان لوگون نے
مکر کیا تھا یعنے انھون نے امر حق کے رد کرنے اور شرک وکفر کے غالب کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھا بلکہ ظاہر وباطن اسپر اڑے رہے بعض نے کہا کہ یہ کفار قریش کا
بیان ہی کہ انھون نے مکر کیا لیکن حکم عام ہونا چاہیے پس ارشاد ہی کہ ہر زمانہ مین جو گروہ عظیم انسانون کا مشرک وکافر ہوتا ہی وہ اپنا اعتماد ایسے امور پر کرتا ہی جو ظاہر مین
لوگون کو مانند مکر کے پھنساتے ہین اور جسکو ذرا الٰہی نور عقل ہی جب وہ دیکھتا ہی تو اسکو محض اوہام وخیالات سمجھتا ہی اور برخلاف اسکے اہل الکفر کا وطیرہ ہی کہ اوہام و
ظنون پر اپنی بنیاد رکھتے ہین اور سمجھتے ہین کہ یہ مضبوط ہی اور باقی امور جو اہل الحق کہتے ہین وہ سب اوہام ہین مگر جب مرگ نے انکو زیچ کیا تو سارا مکر برباد ہوا اور
انکو نظر آیا کہ تقدیر الٰہی انکے ساتھ اسطرح جاری ہوئی تھی کہ ایسے طریقہ سے انکو یہ غضبناک نتیجہ نظر آیا گویا کسی نے مکر سے انکو اس ورطہ مین ڈالدیا لہذا فرمایا۔
وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ اور انکا مکر اللہ تعالیٰ کے یہان ہی یعنی کوئی فعل انسے سرزد نہین ہوتا سوائے اسکے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہی پس علم الٰہی اس کو
محیط ہی تو نتیجہ وہی ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ اگرچہ تھا انکا مکر کہ زائل ہو جاتے اس سے پہاڑ۔ یعنے ان کا مکر جو بالکل
شرک تھا کہ مثلاً اللہ تعالیٰ کے واسطے جورو وبیٹا بتلاتے تھے یہ ایسا سخت کلمہ تھا کہ اس سے پہاڑ پھٹ جاوین کقولہ تعالیٰ تخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمٰن ولدا۔ یعنے
اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹا کہنے سے قریب ہی کہ پہاڑ گر پڑین اسلیے کہ تمام مخلوقات آسمان وزمین اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی عظمت وپاکی پر شاہد ہی اور آدمی اگر اپنے ماں باپ
کے حق مین ایسی گالی سنے جو آدمی بعضے کرتے بھی ہین تو غیظ کے سبب سے اسکا دل پھٹ جاتا ہی کہان کہ حضرت سبحانہ تعالیٰ ذوالعظمۃ والکبریاء کی شان مین ایسی
بات کہ بالکل اسکی شان سے لگاؤ نہین رکھتی ہی اور نہایت قبیح ہی کون سن سکتا ہی یہ تفسیر علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی ہی اور ایسا ہی ضحاک
وقتادہ نے تفسیر بیان کی ہی اور حسن بصری رح نے کہا کہ ان کان بمعنی ماکان ہی یعنی انکا مکر کچھ نہ تھا کہ اس سے جبال کو زوال ہو۔ اسکی توجیہ ابن جریر رح نے
یہ بیان کی کہ محاورہ مین بولا کرتے ہین کہ اتنا کیون سر اٹھاتے ہو کیا پہاڑ چھانٹ سکوگے جیسے آیت سورہ بنی اسرائیل مین نظیر آئی ہی اور ابن جریر رح نے مجاہد رح سے
یہ معنے روایت کیے کہ اگر انکے مکر ہوتے تو پہاڑ زائل ہو جاتے یعنے خود ان کافرون کو کچھ قدرت نہ تھی وہ سب قہر الٰہی کے تحت قدرت مین مقہور تھے انکے ساتھ وہ
معاملہ ہوا کہ اپنے نزدیک انھون نے کچھ کیا اور سمجھا تھا اور نتیجہ کچھ ہوا جیسے مکر کا نتیجہ نکلتا ہی اور حضرت علی وعمر وابن مسعود وابی بن کعب رض نے وان کاد مکرہم
پڑھا یعنی انکا مکر ایسا تھا کہ قریب تھا کہ اس سے پہاڑ گر جاوین اور اس مقام پر بعض کفار کا قصہ مروی ہی کہ اپنے جہالت سے یا بطریق مکر کے یہ فریب کیا کہ آسمان کے
حالات دریافت کرے اور لوگون سے کہے کہ وہان کچھ نہین ہی تا کہ ہر ایک اس مکر سے کافر ہو جاوے اور فرعون کا یہ قصہ تو ظاہر ہی کہ ہامان سے کہا کہ ایسا بلند مینار
بناوے کہ اسباب سموات پر مطلع ہو کر موسیٰ کے رب کو دیکھون اور دوسرا قصہ نمرود وغیرہ کا کہ بذریعہ نسر طائر کے اڑا اور آخر مایوس ہو کر گرا بعض لوگون نے اس
قصہ کو بعید اسوجہ سے جانا کہ اسمین جان کا خطرہ ہی اور تکذیب پیغمبر کے لیے اسقدر خطرہ برداشت کرنا مشکل تھا اور مین کہتا ہون کہ روایات تمام واقعات و
تفصیل کے ساتھ نہین ہین اور جو شخص عقل سلیم رکھتا ہی وہ جانتا ہی کہ اکثر اوقات بات صحیح ہوتی ہی مگر آدمی اسکو معمول نہین کر سکتا تو اسکو بعید معلوم ہوتی ہی

پس مین کہتا ہون کہ بخت نصر یا نمرود کے ایام مین دنیا دی آبادی واسکی لذات مین خوض وملک ولشکر کی کثرت وتجارت وزراعت وصنعت وحرفت اور فنون ریاضی وطبعی وغیرہ کا بہت زور تھا اسی زمانہ مین حضرت خلیل ہوا یا بخت نصر کے پیدا ہونے پیغمبر کے بھی کہہ سکتے ہین کہ توحید حق کا اعلام دیا گیا مگر جب دنیا کی ثروت وحکومت وخیالات کی یہ حالت تھی تو پیغمبر صلعم کا بیان بالکل مضحکہ کر ڈالا گیا اور سرگروہ اسپر یقین نہوا لیکن ریاضی کی تحقیقات کے لیے رصدگاہ بلند اور آسمان کیطرف چڑھنے کے لیے جیسے اس زمانہ مین اہل فرنگ غبارون پر خطرات بردا‌شت کرتے ہین قصد کیا اور آسمانی تحقیقات کی غرض سے بادشاہی دعوی یہ ہوا کہ اگر واقعی آبادی ہے تو کیا صورت وکیا ذریعہ ہے اور فرعون کے منارہ سے بھی جہان وہ قصد تھا کہ خالق موسی کو دیکھون کیونکہ معجزات پیغمبری لسان احمقون کو مبتلا متحیر کر دیا تھا پس حضرت باری تعالیٰ کی شان مین محسوس کا گمان کیا اور بھی وہان رصدگاہ عظیم کا قصد تھا حالانکہ اس نے کامل ٹھوس موٹے دماغ سے حضرت موسیٰ کے بیان سے رب تبارک وتعالیٰ کو بالکل نہ پہچانا بلکہ جیسے آجکل مشاہدہ ہے صرف حسی باتون پر مدار رکھا یون ہی نمرود وبخت نصر کا حال تھا چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ نے ذکر کیا کہ وقد روی شعبۃ رح عن ابی اسحٰق عن عبدالرحمن بن ارباب عن علی کرم اللہ وجہہ یعنی اس اسناد سے حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے حضرت ابراہیم سے رب تبارک وتعالیٰ کی جناب مین حجت کی تھی اُسنے دو بچہ نسر طائر کے پالے جب بڑے ہوگئے تو ایک تابوت مین انکو مضبوط باندھا اور بھوکا رکھا پھر ایک نیزہ دراز پر گوشت رکھکر تابوت سے باندھا اور وہ مع ایک شخص کے تابوت مین بیٹھا تھا پس گوشت کیطرف طائر اڑے اور بلند ہوئے یہانتک کہ پہاڑون سے اونچے ہوگئے حتی کہ اُسکے ساتھی نے کہا کہ تمام زمین ایک مکھی نظر آتی ہے پھر نیزہ کا سر نیچا کر دیا تو طائر اسطرف جھکے حتی کہ زمین پر اُتر آیا اور حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال ایسے معاملہ مین ہے اور یون ہی سفیان الثوری واسرائیل نے بذریعہ ابو اسحٰق کے آنحضرت کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا اور عکرمہ سے بھی مذکور ہے کہ سیاق دربارہ نمرود مردود ہے کہ اس حیلہ ومکر سے اسنے اسباب السموات پر اطلاع چاہی تھی اور مجاہد رحمہ سے ایسا ہی قصہ بخت نصر کے بارہ مین مروی ہے واضح ہو کہ تخت کھلا ہوا اسوجہ سے نہ تھا کہ زمہریر کی سردی سے بچاؤ لازم تھا اور اہل یورپ تو بذریعہ گیاس کرتے ہین اُسنے اسی تابوت مین کسی دوا سے بچاؤ نکالا ہوگا خصوص جبکہ مصر وغیرہ کے ملک مین ہزارہا برس پیشتر کی لاشین اسوقت تک ایسا عمدہ مصالحہ دی ہوئی ملین جو اس زمانہ مین کسی کو معلوم نہین ہے اور تاویل وتفسیر آیت اس قصہ پر موقوف نہین ہے بلکہ یہ قصہ اگر اسناد صحیح ہو تو اس کی دلیل ہے کہ باوجودیکہ دنیاوی امور وثروت وحکومت مین اسقدر ہوشیاری تھی پھر عقلی امور مین اور معرفت حق تعالیٰ مین ایسے سخت جاہل تھے کہ بذریعہ غبارہ وغیرہ کے سماوی قبضہ وفتوحات اور رب تبارک وتعالیٰ کی ملاقات چاہتے تھے اور یہ کمال جہل وحماقت ہے شیخ ابن جریر رحمہ نے کہا کہ مختار قراۃ بکسر اللام لتزول کا لام مکسورہ ہے اور ان یہان مشددہ سے مخففہ ہے اور وان کان اور لام کا زیادہ کرنا برائے فرق ان نافیہ وان مخففہ ہے اور پہاڑ ٹل جانا یا انکے مکر کی بڑائی اور برائی یعنی شدت قبح باطنی وظاہری کی تمثیل ہے پھر اگر بیان قبح قریش ہے تو زجاج رحمہ نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ انکے مکر اگرچہ بقدر شدید وقبیح ہوت کچھ چیز نہین کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو فتح دیگا اور بعض نے کہا کہ آیات الٰہیہ وشرائع دین کو رسوخ مین پہاڑ سے مشابہ فرمایا کہ جو انکے کرون سے زائل نہونگے پس ان نافیہ ہے اور آیت ما بعد اس سے مناسب ہے ف فی العرائس قولہ ولاتحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون واضح ہو کہ الظلم قبیح کفر وشرک ہے اور وہ تفسیر ظاہر ہے اور بعضے لوگ ایمان ومغفرت کے لائق بھی باعتبار کمال التقوی نہونے کے ظالم ہوتے ہین چنانچہ قولہ منہم ظالم النفسہ ومنہم مقتصد ومنہم سابق بالخیرات باذن اللہ الآیۃ کی تفسیر مین صحیح ہوا کہ کل منہم علی خیر یعنی یہ سب بہتری پر ہین پس ظلم کا یہان وہ مرتبہ نہین ہے جو کفر وشرک کا ظلم ہوتا ہے بلکہ جیسے انسان کو جہل امانت پر ظالم وجاہل فرمایا ہے پس ایسے ظالم کے حق مین اللہ تعالیٰ کیطرف سے تاکید ہے کہ ادب وحسن مراقبہ وتعظیم مین کوشش رکھے ورنہ دعوے انانیت مین مستغرق نہ جیسا کہ بعض مجذوبون کو واقع ہوا اور شہود حق بمعارانکے حق مین یہ ہے کہ ظہور اکبر کے وسطوات عظمت مین ایسے مستغرق ہونگے کہ انکی نظرین بالکل خودی سے فانی ہو جاوینگی کسی طرف التفات کی قدرت نہوگی اور ہوا القلوب انکا خالی ہونا جمیع تصورات وادراکات سے بلکہ معقول وادراک سے بھی کہ عزت وجلال قدم سے انکو کچھ ادراک نہوگا کہا گیا کہ شہود دیدہ محل حضور ہے اور شہود الحق عزوجل حاطہ عظمت ہے

کمال ہو۔ احمد بن خضرویہ رح نے کہا کہ اگر مجھے شفاعت دیجاوے تو پہلے اپنے ظالم سے شروع کرون جس سے مجھے اللہ تعالیٰ کی پرستش نصیب ہوئی یعنے قولہ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون میمون بن مہران رح نے کہا کہ یہ آیت کافی وعید ہے ظالم کو اور تسکین ہے مظلوم کو۔ ابن عطا رح نے کہا کہ اہل الحق کے قلوب سوائے حق عز وجل کے کسی سے آرام نہین پاتے ہین اسی کی مشیت پر قائم ہین۔ قولہ وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا انفسہم۔ ظالمون کے وطن مین سکونت یہ ہے کہ جسم پر نفس امارہ و شہوت کا قابو زیادہ ہے جو ظہور قہریات کے مظاہر ہین اور آدمی جب تک خلوص ارادت سے دعوی والون کے پڑوس سے باہر نہو تو اسکا نفس باطل دعوے اور ظلم کا عادی ہوجاتا ہے شیخ ابوعثمان رح نے فرمایا کہ جو شخص بلا ضرورت فاسقون اور گناہ کرنے والون کے ساتھ میل کرے اور انکی مصاحبت و پڑوس اختیار کرے تو یقین جانے کہ اسکے دل مین فسق و معصیت پوشیدہ ہے جسکو ظہور کرنے کی خواہش ہے اور حیلہ ڈھونڈھتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظالمون کے پڑوس مین رہنے والون کی مذمت فرمائی اور وہان مقام کرنے والے کو معذور نہین رکھا بقولہ تعالیٰ الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا۔ کہا جاتا ہے کہ فاسقون و فاجرون کے ساتھ رہنے والے انہین شر یک مین جو وہ پاوین وہی یہ پاوین اور حق شرع ادا کرنا انہین آسان نہین ہے بہ نسبت انسے دوری اختیار کرنے کے واللہ تعالیٰ اعلم قال اللہ تعالیٰ

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ

سو مت خیال کیجیو اللہ کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ کا اپنے رسولون سے اللہ بیشک سب قدرت والا اور بدلا لینے والا ہے جس دن بدلی جاویگی زمین اسکی جگہ

غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ

دوسری اور سب آسمان اور سب لوگ نکل آوینگے واسطے اللہ واحد القہار کے اور تو دیکھیگا نافرمانون کو آج کے دن بندھے ہوئے

فِي الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا

بیڑیون مین انکے پائجامہ ہونگے قطران کے اور ڈھانکے ہوگی انکے چہرون کو آگ تاکہ بدلا دیوے اللہ ہر نفس کو جو کچھ

كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا

اسنے کمایا ہے بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب کرنے والا ہے یہ پہونچا دینا ہے لوگون کو اور تاکہ انکو ڈر سنایا جاوے اور تاکہ جان لیوین کہ

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ع ۱۱ ۱۹

وہ تو اکیلا ہی اللہ ہے اور تاکہ نصیحت مانین سمجھ والے

منجملہ انذار کے یہ آیات بھی ہین اور قدرت حق عز وجل ہے کہ آنحضرت صلعم کے خلیفہ جنکے قبضہ مین اسقدر ملک و سلطنت تھی کہ آجتک کسی کو نصیب نہین ہوئی ہے اور صحابہ رض جنکے پیچھے دولت دنیا و خزانہائے قیصر و کسری ہاتھ باندھے کھڑے گرویے لوگ دنیا سے بیزار اور ہمیشہ روزہ رکھنے والے اور راتون کو جاگنے والے نمک و روٹی پر کفایت کرنے والے تھے انکو یہ آیات نافع ہوتی تھین کہ بیہوش ہوجاتے تھے اور انکے سوائے کافر مشرک منافق محض دنیا کے کتے انکو کچھ نفع نہین ہوتا ہے اور سچ ہے کہ ہمکو اللہ تعالیٰ نے قرآن مین صحیح آیات سے یہ خبر دیدی ہے اور کافرون کو کچھ نفع نہین ہوتا بلکہ گمان کرتے تھے کہ صحابہ رض بالفعل اسقدر ضعیف و کمزور ہین کہان سے ملک کسری و قیصر فتح کرینگے وقال تعالیٰ۔ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ سو تو کبھی نہ گمان کیجیو اللہ تعالیٰ کو خلاف کرنے والا اپنے وعدہ مین اپنے رسولون سے۔ اسمین تمام امت کو طمانیت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو غلبہ دیتا ہے ولیکن اسکی حکمت ایسی خوبصورت پیرایہ مین ہے کہ مومنون کو اپنے فضل و ہدایت سے مستقیم رکھتا ہے ورنہ کافر لوگ تو ہرگز نہین سمجھتے اور گویا خوشی سے کفر مین گرفتار و گمراہ ہین حالانکہ پھر تو کچھ شک نہین رہا کہ اللہ تعالیٰ نے سلطنت کسری و قیصر کو انہین فقیرون پر فتح کردیا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ بیشک اللہ تعالیٰ غالب ہے سب کچھ اسکے قبضہ مین مقہور ہے۔ ذُو انْتِقَامٍ بدلا لینے والا ہے یعنے نیک بندون کے لیے ظالمون سے

بدلا دوا تا ہی۔ قتادہ رحمہ نے کہا کہ قسم ہی اسی کی کہ بیشک اپنے حکم مین بالکل غالب ہی اسکا برتاؤ ایسا محکم اور غالب ہی کہ کفار کے حق مین ایسا ہی جیسے کوئی کہ مین ہلاک ہو جاوے اسکا مکر بہت زبردست قوی ہی۔ یوم تبدل الارض بیان کرتے جس دن بدلی جاویگی یہ زمین یعنی جو تم مشاہدہ کرتے ہو۔ غیر الارض دوسری زمین سے یعنی کافر جو اپنے آپکا اور سب کو مثل گھاس کے خودرو اور خواہ نخواہ پیدا شدہ اور بے انجام جانتا ہی وہ بالکل بیوقوف ہی اسکے آگے وقائع ہولناک وعجائب قدرت کے آثار ہین۔ واضح ہو کہ دہریہ ونیچری وغیرہ جو ایسا خیال کرتے ہین انسے پوچھو کہ پھر تم لوگون کے واسطے زمین و اسکی چیزین نہین بلکہ تم زمین کے لیے ہو کہ گھاس کیطرح پیدا ہو کر اسکو درست کرو عمارتین بلند کرین بناؤ پھر مر جاؤ دوسرے دین اور مزدوری کرین تمہاری عقل خوار ہی جب پانی زیادہ برسے تو تمہارا گھروندا لگڑ جاوے۔ زمین وآسمان باقی ودائمی کہتے ہو یون ہی رہینگے مگر تم محض بیقدر خودرو گھاس ہو۔ زمین وغیرہ مین عقل نہین اگر افضل ہی تو تمہاری عقل محض ہیچ ہی۔ تھوہڑ کا درخت کئی سو برس باقی رہا اگر تم اس قابل بھی نہتے تو تم سے وہ بیشک اچھا ہی اللہ تعالی سے پناہ مانگتا ہون ان احمقون کی جہالت سے صحیح یہی ہی کہ انسان افضل اور اسکے واسطے غایۃ وانجام ہی اور اپنی عقل سے استدلال کرتا ہی کہ نظام عالم ایک خالق عزوجل کی مخلوقات ہی اور وہ اسکو ہر طرح بدلکر پیدا کر سکتا ہی پس ذرا بھی شبہہ نہین جو اسنے فرمایا کہ یاد کرو وہ دن کہ زمین بدلیجاویگی سوا اس زمین کے۔ اب جاننا چاہیے کہ تبدیل کبھی ذات مین ہوتی ہی اور کبھی صفات مین ہوتی ہی اور زمین کی تبدیل جیسا کہ نصوص سے ظاہر ہوتا کہ دونون طرح بدلیجاویگی۔ والسموات اور آسمان بھی اسی طرح بدلے جاوینگے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ جو کچھ اوپر مذکور ہوا وہ اُس دن ہو جاویگا جس دن یہ تبدیل واقع ہوگی اور صحیحین مین سہل بن سعدؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ حشر کیے جاوینگے لوگ قیامت کے روز زمین صاف پر جیسے میدہ کی روٹی جسمین کسی شخص کا نشان نہوگا یعنی تودہ وغیرہ کچھ نہوگا اور حضرت ام المومنین صدیقہؓ نے پوچھا کہ اُس دن آدمی کہان ہونگے فرمایا کہ صراط پر ہونگے۔ رواہ مسلم والترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی حسن صحیح واحمد اور دوسری روایت مین قولہ والارض جمیعا قبضتہ والسموات مطویات بیمینہ الآیہ کی تفسیر مین پوچھا کہ لوگ کہان ہونگے فرمایا کہ جہنم پر پل سے گذرتے ہونگے اور صحیح مسلم مین ثوبانؓ سے روایت ہی کہ مین حضرت کے پاس کھڑا تھا کہ ایک یہودی عالم آیا اور کہا السلام علیک یا محمد تو مین نے اس کو ایسا دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے تو مجھ سے بولا کہ تو نے مجھے کیون دھکیلا مین نے کہا کہ تو نام لیتا ہی رسول اللہ نہین کہتا بولا کہ جو نام انکا انکے گھر والون نے رکھا ہے وہی نام لیتا ہون آنحضرت نے فرمایا کہ میرا نام محمد ہی جو میرے گھر والون نے رکھا ہی پھر یہودی نے کہا کہ مین آپ سے پوچھنے آیا ہون آپ نے فرمایا کہ بھلا تجھے نافع ہوگا جو مین بیان کرونگا بولا کہ مین اپنے کانون سے سونگا پس آنحضرت نے ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ مین تھی زمین کریدنا شروع کیا پھر فرمایا کہ پوچھ پس اُسنے کہا کہ جس دن زمین وآسمان تبدیل ہونگے لوگ کہان ہونگے آپ نے فرمایا کہ تاریکی مین جہنم کے پل سے ادھر ہونگے بولا کہ پھر اول کسکو اجازت ہوگی فرمایا کہ مہاجرین مین سے فقرا کو بولا کہ پہلا تحفہ انکا کیا ہوگا جب جنت مین پہونچینگے فرمایا کہ مچھلی کے جگر کا زائدہ پھر بولا کہ اسکے بعد ہی کیا ملیگا فرمایا کہ ثور الجنہ جو اسکے اطراف سے چرتا ہی ضیافت ہوگا پوچھا کہ کیا پینے کو ملیگا فرمایا کہ چشمہ سلسبیل کا پانی کہنے لگا کہ آپ نے سچ فرمایا پھر بولا کہ ایک اور بھی بات امتحان کرنے آیا ہون جسکو سوائے نبی یا ایک یا دو آدمیون کے کوئی نہین جانتا فرمایا کہ تجھے کچھ نفع ہوگا میرے بیان سے بولا کہ اپنے کانون سونگا پوچھا کہ مین فرزند کو پوچھنے آیا ہون فرمایا کہ مرد کا پانی سپید ہی اور عورت کا زرد ہے جب دونون مجتمع ہوئے پھر عورت کی منی پر مرد کی منی چڑھ آئی تو اللہ تعالی کے ارادہ سے لڑکا ہوتا ہی اور اگر عورت کی منی اوپر چڑھ آئی تو اسکے ارادہ سے لڑکی ہوتی ہی یہودی بولا کہ بیشک آپ نے سچ فرمایا اور بیشک آپ نبی ہین پھر رخصت ہوگیا پھر آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اسنے جو کچھ مجھ سے پوچھا مجھے اسکا علم نہ تھا مگر اللہ تعالی نے مجھے علم دیدیا۔ رواہ الامام مسلم فی صحیحہ اور ابن جریر کی روایت مین ہی کہ لوگ اُس دن اللہ تعالی کے مہمان ہونگے اور اللہ تعالی کے یہان جو کچھ ہی وہ لوگون کو عاجز نہین کریگی۔ ورواہ ابن ابی حاتم اور شعبہ نے عمرو بن میمون سے روایت کی کہ زمین کے بدلے زمین ہوگی جیسے سفید چاندی خالص نہ اسپر کوئی خون بہایا گیا اور نہ اسپر کوئی گناہ کیا گیا نظر اسکے پار ہوگی اور آواز پکارنے والے کی سنائی دیگی لوگ ننگے پاؤن ننگے بدن پیدا ہونگے جیسے پیدا کیے گئے اور مجھے یاد پڑتا ہی کہ کہا کہ کھڑے ہونگے یہانتک کہ پسینہ انکو گھیر لیگا۔ عمرو بن میمون نے اور زر بن حبیش نے اسکو عبد اللہ بن مسعود رضہ سے روایت کیا ہی رواہ ابن جریر اور زید رضہ سے روایت ہی کہ آنحضرت نے صحابہ کو تبدیل الارض مین

فرمایا کہ صاف سفید مثل چاندی کے ہوگی پھر مدینہ کے گرد یہودی عالمون کو بلانے بھیجا اور بعض اصحاب سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کیون مین نے بلوایا ہو اسلیے بلوایا کہ
دے لوگ توریت سے بیان کرین جب آئے تو انسے فرمایا کہ تبدیل الارض بیان کرو انھون نے کہا کہ زمین سفید مثل میدے کی روٹی کے ہوگی رواہ ابن جریر ایسی ہی
تفسیر حضرت علی و ابن عباس و انس بن مالک و مجاہد سے مروی ہو کہ زمین اُس دن چاندی کی ہوگی اور حضرت علی رضہ سے مروی ہو کہ آسمان سونے کے ہونگے اور واضح
ہو کہ حضرت ابن مسعودؓ و دیگر صحابہ و تابعین سے زمین کا میدے کی روٹی ہونا اور آسمانون کا باغ ہونا بھی مروی ہو اور یہ بھی مروی ہو کہ زمین تانبے کی اور حضرت
عبد اللہ بن مسعود رضہ سے مروی ہو کہ زمین و سمندر سب آگ کے ہونگے اور صحیحین مین ابو سعیدؓ کی حدیث مرفوع ہو کہ زمین اُس دن ایک روٹی ہوگی کہ حضرت جبار
جل جلالہ اپنے دست قدرت سے اسکو کوٹ پوٹ دیگا نزل اہل جنت کے لیے یعنی ہنوز وہ لوگ جنت مین نہین پہونچے ہونگے امام قرطبی وغیرہ نے اس کی تحقیق
کردی ہو اور صحیح یہ ہو کہ زمین کی تبدیل صفاتی و ذاتی دونون طرح کئی بار واقع ہوگی پس نفخ صور و قیام محشر مین زمین صاف سفید ہوگی کہ نہ اسپر علامت اور
نہ خون و گناہ کا اثر ہوگا پھر جب خلائق جہنم کے پل پر ہونگے تو کفار کے لیے آتشی و تانبے وغیرہ کی ہوگی اور تاریکی ہوگی اور اس پار مومنون کے لیے مثل روٹی کے
پھر جنت مین درکمیہ ضیا رشاک خالص ہوگی اور حق یہ ہو کہ یہ سب امور جس طرح اللہ تعالیٰ چاہے واقع ہونگے انمین کوئی تفصیل اسوقت ممکن نہین ہو کیونکہ محشر کے اوقات
و حالات مختلف ہین اور امر آخرت کی کیفیات بالکل مخفی ہین پس اہل ایمان و عقل ان سب امور کو صحیح و قدرت حق تعالیٰ مین ادنی امور دیکھتے ہین اور خوب ظاہر ہو کہ
جو لوگ اس خاکی زمین کو خراب و اونچا نیچا دیکھتے ہین باوجود یکہ چورس مربع یا مدور جیسا بنانے اور کوشش کرکے ہلاک ہوتے ہین قادر قیوم جل شانہ کی قدرت مین
آسان تھا اگر نمونہ اسکی ہمواری کا ہو اور ہموار خوبصورت جو قیاس مین نہ آوے جہان باقی ہو حالانکہ ایک پھول ایسے نمونہ پر دیا کہ ہم اسکے مثل کسی طرح نہین بنا سکتے
ہین پس اللہ تعالیٰ جل شانہ کی صفات پاک ہین اور کلام سچا ہو اور رسول برحق ہو وہی صحیح ہو جو اُسنے فرمایا و مراد لیا ہو پس ایمان لائے ہم کہ بدلی جاویگی زمین سوائے
اس زمین کے اور بدلے جاوینگے آسمان۔ وَبَرَزُوْا۔ اور ظاہر ہونگے تمام لوگ اپنی قبرون سے یا مراد فقط ظالم لوگ ہون اگرچہ سب ظاہر ہونگے کیونکہ سیاق ظالمون کا
ہو یعنی قبرون سے نکلینگے تا کہ اپنے اعمال و کردار کے بدلے اٹھاوین۔ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ واسطے حکم اللہ واحد قہار کے۔ وہ قاہر ہو سب اسکی قدرت مین مقہور
ہین انکو ایک زجر سے آواز دیجاویگی کہ سب کے سب اس زمین تبدیل شدہ پر قائم ہونگے۔ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ۔ اور تو دیکھیگا نافرمانون کو یعنی اللہ تعالیٰ کو
نہ ماننے والے کافرون مشرکون وغیرہ کو اس دن۔ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۔ زنجیرون سے ملا کر جکڑے ہوئے اصفاد زنجیرین بقول سعید بن جبیر یا بندان بقول
ابن عباس یا بیڑیان و طوق بقول قتادہ اور باہم مجرمون کا مقرون ہونا اپنے اپنے خراب عقائد و اعمال کی شرکت سے ہو مانند قولہ واذا النفوس زوجت۔ یا
اپنے اپنے شیطان کے ساتھ جو دنیا مین باطنی نزدیکی پر ہین وہان یوم ظہور مین ظاہری نزدیکی پر کھلے کھلے ہونگے مانند قولہ نقیض لہ شیطانا فہو لہ قرین۔ اور ظاہر یہ ہو
کہ آدمیون مین سے ہر قسم کے گمراہ لوگ مع اپنے ظاہری پیشوا آدمی کے اور مع باطنی پیشوا شیطانون کے یکجا جکڑے ہونگے اور سب شیاطین کا پیشوا شیطان ابلیس بھی
سب کے آگے ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم پھر انکی ہیئات قبیح بیان فرمائی مع لباس کے۔ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ۔ قمیصین یا پاجامہ انکے قطران سے ہونگے یعنی انکے جسمون پر
قطران بدبودار ملا ہوا اُس عالم مین سربیل ہوگا اور قطران ایک چیز مٹی کے تیل کے مانند زمین سے نکلتی ہو اسکا چشمہ ہوتا ہو سیاہ رنگ بہت بدبودار قتادہ نے کہا
کہ اسمین آگ بہت لگتی ہو ابن عباس کہتے تھے کہ قطران گلا ہوا تانبا جسکی حرارت انتہا کو پہونچ گئی اور ایسا ہی مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و قتادہ سے
مروی ہو اور معنے اسکے یہ ہین کہ قطر بمعنے تانبا اور آن بمعنی شدید الحرارۃ پس قطران پگھلایا ہوا تانبا جسکی حرارت حد کو پہونچی ہو اور حدیث مین ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہو
کہ حضرت نے فرمایا چار باتین میری امت مین امور جاہلیت سے ہونگی انکو نہین چھوڑینگی ایک تو حسب پر فخر کرنا اور دوم نسب مین طعن کرنا اور سوم نجوم پر پانی مانگنا یعنی
فلان ستارہ سے پانی برسیگا اور چہارم میت پر بین کرکے پیٹنا اور مرے پر پیٹنے والی رونے والی عورت نے اگر موت سے پہلے توبہ نہین کی تو قیامت کے روز کھڑی
کیجائیگی اس حال سے کہ اسپر قطران کی سربال ہوگی اور جرب کی کرتی ہوگی رواہ مسلم و احمد۔ وَتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ۔ اور چھائی ہوگی انکے چہرون پر آگ

جیسے دوسری آیت مین فرمایا وتلفح وجوہھم النار اور آگ کا گھیرنا اگرچہ عام بدن کو ہوگا مگر چہرہ اشرف جزو تھا اور قبیح صورت کے لیے کافی تو اسکو بیان فرمادیا
اور سنن کی روایت مین پیٹنے والی عورت کے حق مین ہے کہ اگر بے توبہ مر گئی تو دوزخ وجنت کے درمیان راہ پر کھڑی کیجائیگی اسپر قطران کی سربال ہوگی اور اسکے
چہرہ کو آگ چھائی ہوگی۔ لِیَجْزِیَ اللّٰہُ یہ فعل ان لوگون کے ساتھ اسلیے ہونگے کہ اللہ تعہ بدلا دیوے۔ کُلَّ نَفْسٍ ہر نفس کو مرد ہو یا عورت ہو۔ مَا کَسَبَتْ
وہ جو اسنے کمایا یعنے اسکی کمائی کے موافق اسکو جزا دیوے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعہ ہر نفس کی بدکاری وگناہ سے پاک بے پرواہ ہے جیسے ہر ایک کی طاعت سے مستغنی ہے
ہر نفس جو کرتا ہے اسکا نفع وضرر اسی پر عائد ہے گویا کہ اس جہان کے اعمال وافعال دوسرے جہان مین اپنی اپنی جزا کے ساتھ ہونگے۔ اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ
بیشک اللہ تعہ سریع الحساب ہے اسپر کوئی چیز پوشیدہ نہین ہے کہ دریافت کرنے مین دیر ہو اور تمام خلق اسکے نزدیک بمنزلہ ایک ذرہ کے ہے یا کم ولیکن بندون پر
حجت کے لیے ایام دنیا کے آدھے دن کی مقدار پر حساب فرمادیگا جیسا کہ حدیث مین آیا ہے کما ذکر ذلک السیوطی اور اہل ایمان جنکو اللہ تعہ بخشیگا انکو نامہ اعمال
دکھلائے جاوینگے اور پوچھا نہ جاویگا بلکہ اللہ تعہ تجاوز فرماویگا اور جس سے پرسش ہوگی وہ ضرور مواخذہ مین آجاویگا اللہ تعہ اہل اسلام سے تجاوز فرماوے
برحمتہ ومغفرتہ آمین ہٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ یہ قرآن پہونچا دیا گیا ہے لوگون کو یعنے اللہ تعہ کا حکم لوگون کو پہونچایا گیا کہ اپنی نیکی بدی پہچان کر سعادت کے مراتب
حاصل کرین اور شروع سورہ مین بھی فرمایا تھا کہ کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور پس ختم بھی کردیا کہ ان دلائل توحید سے آغاز وانجام
وکام معلوم ہوگیا ہر ایک اپنے لیے راہ راست ڈھونڈھے اور فرمایا لانذرکم بہ ومن بلغ یعنی اے عرب تمکو مین انذار کرون اور جسکو پہونچے پس جن لوگون کو قرآن
پہونچا سب پر اتباع فرض ہوگئی اور آنحضرت صلعم نے سوائے عرب کے باقیون کو بذریعہ صحابہ رض کے پہونچایا پس صحابہ آپ کے قائم مقام ورسول کے رسول ہین لہذا
جو انپر طعن کرے وہ رسول پر طعن کرنے کا فر ہوگا۔ پھر یہ قرآن کس طور سے پہچانا جاوے کہ اللہ تعہ کا کلام ہے تو مین کہتا ہون کہ اللہ تعہ نے دو باتون پر صریح کردیا کہ
ذرا بھی شک نہین ہوسکتا اول تو محمد رسول اللہ پیغمبر صادق مصدق تھے کہ قریش وتمام عرب آپکی سچائی پر متفق تھے تو صریح ہے کہ کوئی آپس مین جھوٹ نہ بولے پھر
اللہ تعہ پر جھوٹ باندھے پھر کیونکر جھوٹا شخص اتنے معجزات دکھلا سکتا ہے دوم یہ کہ جو بات لاکھون آدمی ہر زمانہ مین بیان کرین وہ خبر بالکل سچ ہوتی ہے اور قرآن سب
جہان کے نزدیک متواتر چلا آتا ہے لاکھون آدمیون نے ہر زمانہ مین اسکو حفظ کیا اور پڑھا پڑھایا ہے اب مین کہتا ہون کہ اس قرآن مین جابجا تمام عرب کو کہا گیا کہ تم اسکے
چھوٹے سورہ کے مثل لاؤ اگر تم اسکو آدمی کا کلام سمجھتے ہو ولیکن انسے ہرگز ممکن نہوا اور تلوار سے جان دینا ولڑنا قبول کیا اگر لاسکتے تو کیون ایسا کرتے اور سبنے اسکو
معجزہ بے مثل تسلیم کیا اور جیسے جادو کو عجیب سمجھتے ہین اسکو جادو قرار دیا اور جب تمام عرب اول سے آخر تک اسکے اعجاز بلیغ ہونے کا اقرار کرچکے تو سوائے عرب کے کون
زباندان عربی کا ہے جو مقابلہ کا دعوی کرے اور جو دعوی کرے وہ محض جھوٹا اور بالکل بیوقوف ہے تب ثابت ہوگیا کہ یہ قرآن بیشک آدمی کا کلام نہین ہے پس اللہ تعہ کا
پیغام بندون کے لیے ہے تاکہ اسپر ایمان لاوین۔ وَلِیُنْذَرُوْا بِہٖ اور تاکہ اس سے انکو ڈر سنایا جاوے پس بدکاری وگمراہی مین نہ پڑین اور اپنے رب سبحانہ وتعالی سے
شرک نہ کرین اور ایسے فعل نہ کماوین جو دوسرے جہان مین انکے ساتھ آگ وعذاب ہون کیونکہ جو کچھ اپنے ساتھ اپنے ظاہر وباطن پر لباس پڑھا وینگے وہی دوسرے جہان مین
انپر ظاہر ہوگا۔ وَلِیَعْلَمُوْا اور تاکہ یقین جانین قرآن کی صریح صاف صاف سچی دلیلون سے کہ اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ وہ تو اکیلا اللہ ہے کسی صفت مین اسکا
کوئی شریک نہین ہے۔ وَلِیَذَّکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ اور تاکہ نصیحت پاوین عقل والے لوگ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس نے قرآن سے نصیحت نہ پائی وہ احمق بے عقل ہے
کیونکہ قرآن مجید مین مخلوقات کی وجود وصفات سے اور آدمی کی خود ذات وصفات وحالات سے ایسے صریح دلائل بتلائے ہین کہ بعد انکے ہرگز وہم ووسواس کو
مجال شبہہ نہین رہتی سوائے اس شخص پر جسکو بالکل عقل نہین ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ یوم تبدل الارض غیر الارض [illegible] وبرزوا للہ الواحد القہار تفسیر اس کی
سابق مین مفصل مذکور ہوئی اور اشارت مین سے ہے کہ اللہ تعہ واحد قہار کے واسطے بروز وظہور اسوقت ظاہر [illegible] جب آدمی کی دو زمین قلب بدلے جسپر ظلم و
فسق وفجور وحرام کاری وحرامخوری وکبر ورعونت ونامردی وغیرہ اخلاق ذمیمہ وافعال قبیحہ بھرے [illegible] جب اسنے اس زمین کو بدیون سے پاک کردیا اور

وہ بدلی کہ آسمین سے صفات بشری وخطرات ردیہ نفسانی زائل ہوئے اور روحانیہ خصائل واسطے نور شہود جمال حدیث کے پیدا ہوئے تو آسمان ملائے ارواح بھی مبدل ہوتے ہین بدین معنے کہ انکو ذاتی استعداد وحدانیت سے خارج کرتی ہے کہ انوار عظمت کو برداشت کرین پس صفات لطائف آلہیہ کا ظہور ہوتا ہے بالجملہ ارواح وقلوب بدلکر محل ضیق سے نکلکر محل بسط مین آتے ہین اور خوف سے امید مین اور رسوم عبودیت سے مشاہدہ ربوبیت مین ظاہر ہوتے ہین پس بروز ظہور ان قلوب وارواح کا اماکن غیب سے بیہوش وحیران بسبب غلبہ شوق وعشق کے جمال دائم وحق پر ہوتا ہے اگر تو انکو دیکھے تو رداء کبریا ور داء عظمت سے متعلق اپنے پاک رب جلشانہ سے اپنے فراق سے فریاد کرتے ہین اور ظاہر ارض وسماء نار کی خلقت وظلمت سے بدلکر استیلاء انوار قدم کی تحت قہر مین منور ہونگے اور بحکم کل شئی ہالک الا وجہہ تمام وجود ذیل قدم مین داخل ہوگا اور سچ پوچھو تو وہ تھے کب جو اب ہالک ہون وہ تو وجود حق کے پہلو مین لاشئی ولا وجود سے کمتر تھے۔ واسطی رح نے کہا کہ جب ابدان پر انوار حق تعہ کا ظہور ہوگا تو ارض وسماء ثابت نہین رہ سکتے ہین قولہ ہذا بلغ للناس ولینذروا بہ الی قولہ اولوا الالباب۔ یہ آیت اصل مین مقام عبرت عارفین ہے کیونکہ اہل عقل وآدمی وہی ہین پس معرفت سے انکا شوق بجانب جمال اور انکا خوف از فراق بڑھیگا خوب جانو کہ اسکی معرفت سے تا دوام لاعلمی ہے لیکن عوام لوگ تو ظلمات مین بیراہ ہین اور وے لوگ ہین کہ نور مین روبراہ ہین مگر معرفت حق سبحانہ تعہ مین تو درحقیقت ظنون ہین یا رسوم ہین جب لفضل ورحمت ارحم الراحمین اسکو معائنہ کرینگے تو اسکو پہچانینگے اور اپنی جہالت بھی جانینگے اور جو کچھ اسکی معرفت وعبادت مین سراسر قصور ہوا ہے جب بحر توحید ودیدار پاک مین غرق ہونگے تو سمجھینگے کہ نہاہو آلہ واحد اور یہ شان تو اہل عرفان کی ہے پس کافرون وبے ایمانون کا حجاب خیال کرو کہ فرمایا۔ کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون۔ پھر یہ معرفت وادراک انھین کو ہے جو اہل عقل وعلماء حقیقت وصاحبان معرفت ہین وہی عاشقان مشاہدہ ہین جنھون نے بحکم قولہ یجاہدون فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم۔ اپنی جان ومال کو اسپر قربان کرتے ہین اور شرمندہ ہین اور اس مین انذار ہے کہ اہل سعادت ہمیشہ بد صحبت وبدون سے اور مخالف ومخالفون سے پرہیز کرین اور بہت دور رہین کہ جب قلب اسکا عادی ہوا تو اوندھا ہوجاتا ہے اور صحیح حدیث سے صحبت نیک وبد کا اثر ثابت ہے واللہ تعالے اعلم۔ واضح ہو کہ ایک آیت اس پارہ سے سورہ حجر کی تکمیل کے لیے پارہ ۱۴ مین ہے

تم الثالث عشر ویتلوہ الرابع عشر من سورۃ الحجر۔

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰/
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۲/
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲/
کنز الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان۔ عہ/
چہل مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ہ/
رسالہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔ ۲/

فقہ فارسی

ہدایہ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔ عللہ/
شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی معروف۔ عہ/
شرح انجح۔ مسمیٰ بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ عہ/
تذکرۃ الجمعہ۔ احکام جمعہ از مولوی عبد السلام ۔/
تبیان۔ در حکم تمباکو وحقہ از ملا معین الدین ۱/
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علیؒ۔ ۲/
نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔ ۔/
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۶/
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبد الحق محدث دہلوی۔ عہ/
مسالک المتقین۔ مرغوب علما سے ولایت از مولوی الٰہ یار خان۔ عہ/
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ عہ/
قدوری۔ مترجمہ مولانا ابو القاسم۔ ۶/
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبد الرحمٰن جامی۔ ۱۵/
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳/
مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ ۲/
شرح مختصر وقایہ کو رسیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ عہ/
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت وحرمت جانوران۔ ۱/
رسالۂ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔ ۔/

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ۔ از مولانا عبد العلی برجندی معتبر شرح۔ ۔/
فتح القدیر۔ حاشیہ پر متن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند باعظمت شرح مشہور ومعروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار جلد جفائی کنند ضخیم جدید الطبع۔ ۔/
ہدایہ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہی وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل
(۱) جلدین اولین عبادات۔ للعہ/
(۲) جلدین آخرین معاملات۔ صہ/
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف ومستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل۔
ہدایہ جلد اول وثانی تا آخر کتاب النکاح۔ للعہ/
ایضاً جلد سوم وچہارم تا آخر کتاب۔ للعہ/
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل۔ معہ/
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ یوسف ابن جنید چلپی داخل درس بتقطیع کلان خوشخط وصحیح۔ عہ/
شرح وقایہ خورد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم ۱۰/
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔ صہ/
ملا مسکین۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل مین داخل درس ہے۔ عہ/
مستخلص الحقائق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ عہ/
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد ہین۔
(۱) جلدین اولین عبادات ہین۔ عہ/
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعہ درسی متداول۔ ۱۱/
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱۰ر
کنز الدقائق عربی جدید حواشی کے ساتھ
قیمت ۱ر

اخلاق و تصوف اُردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی - ۶ر
باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش - ۴۰ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین
مترجمہ مولانا ابوالحسن فرید آبادی - ۴ر
تذکرۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش - ۳۰ر
تحفۂ حقیقت - اصلاح نفس مین - ۴۰ر
تجلیات - اخلاق و موعظت مین مصنفہ
منشی کامتا پرشاد - ۳۰ر
کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شریف
علم و ادب - ۳۰ر
پیراہن یوسفی - اُردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اُردو مین حاصل
مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین
مفصلۂ ذیل
(جلد اول) ترجمہ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع
(جلد دوم) ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شہود معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا
روم مع تحشیہ سید غلام حیدر صاحب - ۱ر
فیض - نظم ترجمہ اُردو پند نامہ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فریدالدین قدس سرہٗ
از منشی حکیم عبدالغفور خان بہادر - ۴ر

مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین عربی
چہار جلد کامل ۹ر
تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۱ر
گلستان مع فرہنگ متوسط قلم آخر مین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر
گلستان با تصویر کاغذ حنائی و سفید رسمی
۲۰ / ۲۴ ۹ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اُردو - اسمین طلبا کی آسانی کے
لئے اُردو کے حواشی دیئے گئے ہین - ۱۴ر
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب
اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین
تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر
گلستان مترجم - فارسی با ترجمہ اُردو - ۱۲ر
گلستان خرد - فارسی - ۵۰ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب
تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان
کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے
کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۶ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین
قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز
گلستان سعدی از ملا مجدالدین - ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب
گلستان و بوستان - ۹ر
بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - ۱ر
بوستان محشی کلان - اس میں ضروری
حواشی درج ہین - ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی
نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر
بوستان محشی خرد - ۵۰ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین
ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی
گوبند پرشاد فضا - ۱۳ر
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی
شگفتہ بہار صاحب بہار عجم بمثل شرح ہے - ۱ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین
ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - ۱ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین
داخل ہے اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیرالدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱ر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ
کاشفی - ۸ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک دُر
بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۴ر
مجموعۂ صد پند سود مند - حضرت لقمان کے
نہایت قابل قدر نصائح - ۲ر پائی

المشتہر مینیجر صیغۂ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ

پارہ ۱۴

يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف و حقائق ذخیرۂ اسرار و دقائق جبین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر
بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیسا تھ مین بہتے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے ماذن ایمان

الموسوم بہ

تفسیر مواہب الرحمٰن

المشتہر

مع جواہر البیان

مصنفہ

حبر العلوم العقلیۃ والنقلیۃ بحر الفنون الفرعیۃ والاصلیۃ قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الفاجرین حاوی الفضائل والفواضل عمدۃ الاجلۃ والاماثل
المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب قدس سرہ ملیح آبادی الہندی تیمیہ حبہ عالمگیر صحیح جمیل العالیہ طاب اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ حسب اہتمام و حسن انتظام سے

باہتمام – بی ، بی ، کپور – سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ میں بحسن و خوبی چھپی

۱۹۳۵ء

اطلاع

اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کیلئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جس کے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہین قیمت بہت مناسب ہے اس کتاب کے ٹائٹل پیج کے تین صفحے جو سادے تھے ان مین بعض کتب اردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہین تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو

تفاسیر قرآنی اردو

تفسیر قادری۔ ترجمہ اردو تفسیر حسینی مترجمہ مولوی فخر الدین صاحب فرنگی محلی کامل دو جلد میں۔ لعہ

تفسیر سورۂ فاتحہ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین۔ ۱۰

تفسیر سورۂ یوسف۔ جو مصرعہ از مولوی اشرف علی۔ ۷

پنجسورہ مترجم۔ با ترجمۂ اردو۔ ۱۰

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از ملا حسین واعظ بشعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد۔ ۱۲

تفسیر الفاتحہ مصنفہ ملا معین ہروی در تصوف۔ ۱۲

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی۔ مسمی بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج یعنی جو کتاب خود اکبری شہنشاہ اکبر بن کو ہمزبانی شیخ فیضی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کے عجیب صنعت سے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست کہ مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرمون (؟) دعا دن کا نام بے نقط ارواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقفی ہوا تھا اور فیضی

معنف کا فخر زیبا و سیاہی ہاتھ جیسا استاد تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا۔ بلا جلد لعہ۔ مجلد ۵

احادیث اردو

مظاہر حق۔ ترجمہ مشکوۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلد میں ہے حامل المتن یعنی اول عبارت عربی حدیث کی بعدہ اسکا ترجمہ اردو مین اس مرتبہ اسمین ترجمہ اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہو ۔عہ

تحفۃ الاخیار۔ ترجمہ اردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی۔ ۱۲

ترجمہ جامع ترمذی۔ حامل المتن جلد اول مترجمہ مولوی فضل احمد انصاری ولادری لاہوری۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زر کثیر مطبع نے کرایا ہے۔ اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں۔ للعہ ۱۴

ایضاً جلد دوم۔ سب مراتب بالا۔ ۱۴

نسیم الریاض۔ قاضی ابو الفضل عیاض کی کتاب شفا اوہ درجہ رکھتی ہے کہ آج بھی دنیا اسکا لوہا مانے ہوئے ہے اس میں ان اعتراضات کے جو فلسفہ جدید کے زور یا

فلسفہ مغربی کی روشنی میں اسلام کی کلیات و جزئیات پر کئے جاتے ہیں نہایت دندان شکن اور مسکت جواب دلائل عقلی و نقلی سے دیئے گئے ہین مولانا محمد اسمٰعیل کاندہلوی نے حسب الایماء شیخ زمان مولانا اشرف علی صاحب اردو مین ترجمہ کیا جلد اول ۲ جلد ثانی ۲

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات۔ حامل المتن شرح مشکوۃ از مولانا عبد الحق محدث دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع۔ ۲

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمن بن علی یمنی معروف۔ ۳

دلائل الخیرات۔ با ترجمۂ فارسی و اسمائے شہر و خواص اسماء حسنی معروف۔ ۱۰

زاد السبیل الی الجنۃ والسلسبیل ذخیرۂ احادیث مؤلفہ مولانا غلام یحیی۔ ۵۰

اصول فقہ اردو

نزل الغواشی۔ شرح اصول الشاشی از مولانا نجم الغنی رامپوری۔ ۶

فقہ اردو

غایۃ الاوطار۔ ترجمہ اردو در مختار مترجمہ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلد میں ۔عہ

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً

یہ سورہ بالاجماع و بالاتفاق مکیہ ہے چنانچہ ابن عباس و ابن الزبیر سے مصرح ثابت ہے اور اس کو قرطبی نے نقل کیا ہے اور اس سورہ میں ننانوے آیات ہیں اور حجر ایک وادی ہے درمیان مدینہ منورہ و ملک شام کے وہاں سابق امم میں ایک کافرہ اُمت تھی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ تعالے کے نام سے جو بڑا رحم والا بہت مہربان ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝

یہ آیتیں ہیں کتاب اور قرآن مبین کی

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا

بہتیرے آرزو کرینگے جو کافر بنے تھے کہ کاش ہوتے وے

مُسْلِمِيْنَ ۝ ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۝

مسلمان انکو چھوڑ دے کھاویں و نفع اٹھاویں و غفلت میں ڈالے انکو امید سو قریب وہ جان لینگے

الٓر۔ اللہ تعالے خوب دانا ہے کہ اس سے اس کی کیا مراد ہے یعنی بطور اشارت کے تو علماء راسخین کچھ جانتے ہیں اور بطور اسرار معانی کے اللہ تعالے و اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ایک بھید ہے جسکو سوائے آنحضرت کے کوئی نہیں جانتا اور بندہ مومن اسپر ایمان لاتا ہے اور بطور تاویل کے یعنے جسطرح پر کہ وقوع ہوگا اور جو مراد اس سے ہے اس کا علم فقط اللہ تعالے کو ہے اسپر علماء راسخین بھی مومنین عام کے ساتھ ایمان لاتے ہیں پس ایک تفسیر ہوئی اور ایک اسرار کے معنے ہوئے اور ایک تاویل اسطرح کہ جو انجام و وقوع ہوگا یا جو مراد ہے پس اول علماء راسخین کے ساتھ اور دوم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے اور سوم علم باری تعالے کے واسطے مخصوص ہے اور اول سورۂ بقرہ میں تفصیل سے کلام اس میں گزرا ہے۔ تِلْكَ۔ یہ آیتیں جو محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت کرتے ہیں۔ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ آیتیں ہیں کتاب کی یعنے ام الکتاب جو علم آلہی میں ہے یا لوح محفوظ کی یا مراد قرآن مجید ہے کہ علم آلہی میں مجتمع ہو نا زمانہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں مقدر تھا حالانکہ زمانہ رسالت میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے حافظ تھے پس مع صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضرت عثمان کا جمع کرنا یہی حکم آلہی کے موافق تھا اور خود اللہ تعالے نے فرمایا انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنے ہم نے قرآن اُتارا اور ہم اس کے حافظ ہیں ہر طرح اللہ تعالے نے محفوظ فرمایا پس یہ جمع کرنا یہی حفظ الہی سبحانہ تھا لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ فضیلت حاصل ہے پھر جب کتاب سے قرآن مجید مراد ہے تو قولہ۔ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ اس کتاب کا بیان ہے یعنے وہ کتاب قرآن مبین ہے اور سابق سورہ میں گزرا کہ حضرت قتادہ وغیرہ بعض علماء نے کتاب سے توریت و انجیل مراد لی اور توجیہ بھی گزری اور مقصود بیان اس کا کہ قرآن پاک جامع کتب آسمانی ہے جو متفرق برکات نازل ہوئی تھی اس کتاب پاک میں جمع ہیں وللہ الحمد پھر قولہ رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مراد کفر کرنے والوں سے عام ہیں کہ اس زمانہ ختم رسالت کے ہوں یا ابتدے دنیا میں کافر شروع ہوئے ہیں اور ان میں وے بھی داخل ہیں جنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انکار و کفر کیا اسی معنے پر اس آیت کی منقول تفاسیر میں اتفاق کیا جاتا ہے اور معنے یہ ہیں کہ عنقریب وے لوگ جنھوں نے کفر کیا تمنا کرینگے کہ۔ لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔ کاش وے مسلمان

ہوتے مراد اسلام سے ایمان نہیں کیونکہ اسلام و ایمان ایک ہیں یعنی آخرت میں بلکہ آخرت شروع ہونے پر کفار تمنا کرینگے کہ دنیا میں ہم مسلمان ہوئے ہوتے
تو اچھا ہوتا اور یہ بھی معنے ہیں کہ بسا اوقات کافر تمنا کرتے ہیں کہ کاش ہم دنیا میں مسلمان ہوتے۔ چنانچہ سدی نے اپنی اسناد سے حضرت ابن
عباس و ابن مسعود وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کیا کہ جو کافر بمقابلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنگ بدر میں مارے
گئے تھے جب آگ پر پیش کیے گئے تو آرزو کی کہ کاش ہم مسلمان ہو گئے ہوتے۔ واضح ہو کہ بسا اوقات کی توجیہ یہ ہے کہ آخرت میں جس عذاب میں ہیں
ان کو اس کی حسرت ہر وقت گھیرے ہے لیکن بیان تمنا اور ظہور اُن سے اوقات میں ہے پھر یہ تفسیر گویا مجموعہ کافروں میں سے اور ان کے حالات
آخرت میں سے ایک خاص گروہ و موقع کا بیان ہے اور یہ غرض نہیں ہے کہ آیت کریمہ میں فقط یہی کافر مراد ہیں۔ اور شاہد اس تفسیر کے لیے صحیح کی
روایت ہے کہ بدر کی فتح کے بعد تین روز آنحضرت نے وہاں قیام فرمایا تیسرے روز سوار ہو کر اس کنوئیں پر تشریف لے گئے جس میں کفار مقتول
ڈالے گئے تھے اور ان سے فرمایا کہ مجھ سے جو میرے پروردگار نے وعدہ فرمایا تھا میں نے پایا اور تم نے بھی پایا جو تم سے وعید کیا گیا تھا الحدیث فے
الصحیح پس معلوم ہوا کہ ان پر وہ عذاب طاری ہوا جسکا انذار دیا گیا تھا پس انھوں نے تمنا کی کہ کاش دنیا میں مسلمان ہو جاتے۔ امام ابن کثیر رحمہ
تعالیٰ نے کہا کہ بعض کا قول ہے کہ یعنے ہر کافر اپنی موت کے وقت اس کی تمنا کرتا ہے میں کہتا ہوں کہ موت کے وقت سے وہ وقت مراد ہے جب
نطق پر جان آتی ہے یا ایسی حالت میں کہ اسوقت دنیا سے پوشیدہ ہوتا اور آخرت کا انکشاف ہوتا ہے جسوقت کہ ایمان قبول نہیں ہے اور معنے ربما
یودّ الذین کفروا یعنے تمنا کرتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے پس اگلے پچھلے سب کافروں کو شامل ہے۔ ولیکن اس تفسیر سے بھی یہ مقصود نہیں ہے کہ
اسی میں انحصار ہے بلکہ دیگر احوال و اوقات تمنا و حسرت انپر پیش ہونے موجود ہیں۔ پھر امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بعض کے قول میں یہ روز
قیامت کی خبر ہے کہ وہاں سب کفار تمنا کرینگے پس اگر موت کے وقت یا ظہور عذاب آخرت کے وقت تمنائے مذکور کی ہو تو وہ بھی ہوئی اور قیامت میں
خاص کر ہوگی یعنے جیسے قولہ تعالیٰ ولو تری اذ وقفوا علی النار فقالوا یا لیتنا نرد ولا نکذب بآیات ربنا ونکون من المؤمنین۔ یعنے اگر تو دیکھے جب کافر کھڑے
کیے جاوینگے آگ پر سو کہینگے کہ ہائے کاش ہم لوٹا دیے جاویں سو ہم نہ جھٹلاویں اپنے رب کی آیتیں اور ہو جاویں مومن۔ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا
کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے باسناد خود عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ کافروں کی تمنا اسوقت ہوگی کہ جب ایسے مسلمانوں کو بھی اللہ
تعالیٰ دوزخ سے نکالے گا جنکا نام جہنمی ہوگا۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے بالاسناد حضرت ابن عباس و انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت کیا
کہ دونوں اس کی تاویل یہ بیان کرتے کہ جب اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں سے خطاکار گنہگاروں کو دوزخ میں مشرکوں کے ساتھ محبوس رکھیگا تو مشرکین
انسے کہینگے کہ تم تو دنیا میں اپنے کو موحد کہتے تھے یعنے سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں پوجتے تھے تو تم کو بھی کچھ فائدہ نہ ہوا پس اللہ تعالیٰ مشرکوں کے قول پر
ان گنہگاروں کے لیے غضب فرمادے گا اور اپنی فضل رحمت سے ان کو نکالنے کا حکم دیگا اسوقت مشرکین تمنا کرینگے کہ کاش مسلمان ہی ہوتے۔ اقول
رواہ البیہقی فی البعث وابن المبارک فی الزہد عبد الرزاق نے حضرت ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے باسناد عن مجاہد رحمہ اللہ وخصیف رحمہ روایت
کی کہ دوزخ والے اہل توحید سے کہینگے کہ تمہارا اسلام بھی تمہارے کام نہ آیا جبھی وہ کہینگے تو عالم الغیب عزوجل حکم فرمادے گا کہ نکال لو دوزخ سے
جسکے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو تب ہی کفار یہ تمنا کرینگے۔ ایسا ہی ضحاک و قتادہ و ابو العالیہ وغیرہم سے مروی ہے امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ
اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث بھی موجود ہیں پھر اسانید کے ساتھ روایات ذکر فرمائیں جنکے اسانید حذف کر کے میں لکھتا ہوں کہ
انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کلمہ پڑھنے والے لا الہ الا اللہ والے لوگوں میں سے کچھ لوگ اپنے گناہوں
کی سزا میں دوزخ میں داخل کیے جاوینگے پھر انسے مشرک لوگ لات وعزی والے یعنے جیسے لات وعزی کی پرستش سے مشرک ہوتے ہیں ایسے ہی
مشرک لوگ کہینگے کہ تم کو لا الہ الا اللہ نے کبھی کچھ فائدہ نہ دیا یعنے تم تو توحید کا یقین و اعتقاد کرتے تھے اس سے تم کو بھی کچھ فائدہ نہ ہوا کہ تم بھی ہمارے
ساتھ دوزخ میں ہو پس اللہ تعالیٰ ان توحید کے اعتقاد والوں کے واسطے مشرکوں پر غضب فرمادے گا پس انکو نکلوا کر نہر الحیات میں ڈالے گا سو وہ

لوگ جلنے کے زخم و داغ سے اس طرح پاک صاف اچھے ہو جاوینگے جیسے گہن سے چاند نکل آتا ہے پھر جنت مین داخل کیے جاوینگے اور وہان
انکا نام جہنمی ہوگا۔ ایک شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ یا حضرت آپ نے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے حضرت انس رضہ
نے فرمایا کہ مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی ہم پر دروغ باندھے تو وہ جہنم مین اپنا ٹھکانا بنا وے۔ کہتا ہون کہ ہان مین نے
اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ایسا فرماتے تھے رواہ الطبرانی مترجم کہتا ہے کہ یہ صفت ان لوگون کی ہے جنکا بیان صحیحین وغیرہ
کی حدیث مین آیا کہ آخر مین جنکے دل مین ذرہ برابر ایمان ہوگا گرچہ کبھی کوئی نیکی نہ کی ہوگی اللہ تعالے اپنے فضل رحمت سے نکالے گا جیسا کہ مجاہد رحمہ
تعالے سے بھی مذکور ہوا ہے۔ امام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ طبرانی نے باسناد خود ابو موسے اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب دوزخ مین
کفار و ان کے ساتھ مین اہل قبلہ مین سے جنکو اللہ تعالے چاہیگا جمع ہونگے تو کافر لوگ ان مسلمانون سے کہینگے کیا تم مسلمان نہ تھے کہینگے کہ تھے کہینگے کیون
نہین تو کہینگے کہ پھر تم کو اسلام نے کچھ نفع نہ دیا کہ تمھارا انجام بھی ہمارے ساتھ جہنم مین ہوا کہینگے کہ ہمارے ذمہ گناہ تھے ان کے عوض ہم گرفتار ہوئے
پس اللہ تعالے عالم الغیب حکم فرماوے گا کہ جو کوئی اہل قبلہ سے باقی ہو اسکو نکال لاؤ پس جب کافر لوگ یہ دیکھینگے تو اسلام کی تمنا کرینگے
پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی۔ اقول در منثور مین شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے طبرانی کی سنن اوسط کی روایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
عنہ سے مرفوع نقل کی اور کہا کہ اسناد اس کی صحیح ہے ورواہ ابن ابی حاتم ایضا پھر طبرانی نے باسناد خود ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے کہ اللہ تعالے دوزخ سے کچھ لوگ مومنین نکالیگا بعد اسکے کہ اللہ تعالے کے غضب سے وہ سزا گرفتار
ہونگے پس مشرکین انسے وہان کہینگے کہ تم دنیا مین اپنے کو اللہ تعالے کا دوست کہتے تھے پھر کیا ہوا کہ ہمارے ساتھ پڑے ہو پس عالم الغیب حکم فرماویگا
کہ شفاعت کی اجازت عام ہے پس ان کے لیے ملائکہ وانبیاء و مومنین شفاعت کرینگے یہانتک کہ بارادہ الہی و اس کے حکم کے سبب دوزخ سے
نکالے جاوینگے تب مشرکین تمنا کرینگے کہ کاش مسلمان ہوتے تو ہم کو بھی شفاعت پہونچتی تو انکے ساتھ نکالے جاتے یہی فرمایا اللہ تعالے نے ربما یود الذین
کفروا لو کانوا مسلمین۔ پھر یہ لوگ جنت مین جہنمی کہلاوینگے اس جہت سے کہ انکے چہرہ پر سیاہی کا داغ ہوگا پس عرض کرینگے کہ الہی ہم سے یہ داغ دور کر دے
پس نہر الجنۃ مین غسل کا حکم فرماوے گا تو انسے یہ داغ جاتا رہیگا مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک ملائکہ وغیرہ کی شفاعت سے
نکالے جانے پر کافر لوگ حسرت سے تمنا کرینگے اور آخری حسرت بے انتہا ان کو جب ہوگی کہ جب ان سب کی شفاعت کے بعد حق تعالے اپنے
فضل رحمت سے ایسے لوگون کو جنھون نے کبھی کوئی نیکی نہین کی لیکن ذرہ کے قریب ان مین ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر تھا اور موافق نبوت
کے اللہ تعالے پر اتنا ایمان رکھتے تھے اگرچہ کبھی نیکی نہین کیا تھی انکو اپنے علم غیب و علم محیط کے موافق نکالے گا اور وہ عتقاء الرحمن کہلاوینگے جیسا کہ
نہایت ثقہ وحفاظ رواۃ اولیاء نے روایت کیا ہے اور وہ صحیحین وغیرہ مین موجود ہے فافہم۔ حدیث چہارم ابن ابی حاتم نے باسناد خود حضرت امام
محمد بن علی عن ابیہ عن جدہ روایت کی یعنے محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بعض سے بعض کو آگ
لگے گی ٹخنون تک اور بعض کو کمر تک اور بعض کو گلے تک پکڑا ہوگا جیسے جنکے اعمال خراب ہونگے بقدر ہر ایک کے اعمال کے آگ نے پکڑا ہوگا اور بعض
اس مین ایک مہینہ رہیگا پھر نکالا جائیگا اور سب سے زیادہ اس مین رہنے والا وہ ہے جو دنیا کی قدر رہا یعنے جب سے پیدا ہوئے اور جب فنا ہوئے
اتنے زمانہ تک رہا پھر جب اللہ تعالے چاہیگا کہ ان کو دوزخ سے نجات دیوے تو یہود و نصارے وجو کوئی ایسے ہی باطل دین والے اور بت پرست
اس مین ہونگے وہ ان گنہگار اہل توحید سے کہینگے کہ تم تو ایمان لائے تھے اللہ وحدہ لاشریک پر اور اس کی سب کتابون و سب رسولون پر مگر آج ہم تم اس مین
یکسان ہین پس اللہ تعالے عالم الغیب والشہادۃ ان گنہگار اہل توحید کے واسطے کافرون مشرکون کے کلمہ پر ایسا غضب فرماویگا کہ پہلے کسی چیز
کے واسطے ایسا غضب نہ فرمایا تھا پس ان گنہگارون کو چشمہ جنت مین نکلوا کر داخل کریگا یہی اللہ تعالے نے فرمایا ربما یود الذین کفروا لو کانوا
مسلمین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین اگر کلام ہے تو اسقدر کہ حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے اپنے دادا حضرت علی بن ابی طالب

کرم اللہ وجہہ کو نہیں پایا ولیکن اصح وصواب ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ثقہ جب مرسل روایت کرے تو مقبول ہے اور حضرت علی بن الحسین امام
زین العابدین ثقہ ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے ہیں پس حدیث صحیح ہے اور اس میں ایک نکتہ لطیف ہے وہ یہ کہ عالم الغیب جل شانہ کے قبضہ قدرت
میں سب چیزیں مسخر ہیں اور ظاہری اسباب بھی چنانچہ اُسنے گنہگاروں کو نکالنا چاہا اور یہود ونصاریٰ نے ان میں طعن کیا پس انکے حق میں بہتر اور
کافروں ومشرکوں کے حق میں غضب ہو گیا فافہم۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں صاف صریح انذار فرمادیا کہ اپنے واسطے راہ خیر اختیار کریں اور اللہ
تعالیٰ کے حق توحید وعظمت وشان کا اقرار کریں کیونکہ اگر طاعت وعبادت میں قصور رہے تو یہ کبھی روا نہیں ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی جناب میں شرک و
بے ادبی پر کمر باندھیں بلکہ اس کی عظمت شان کی اقرار کے ساتھ اسی کی درگاہ میں عاجزی ہے کہ الٰہی میں خطاوار وبدکردار ہوں اور بلاشبہ یا جیسے تو
جانتا ہے معترف ہوں کہ میں ہر طرح تیرے حکم کا سزاوار ہوں چاہے بخشش سے چاہے سزا دے پس امید ہے کہ وہ ارحم الراحمین اپنے فضل سے عفو
فرمادے اور اگر اس نے سزا دی تو اس کا حکم عدل ہے اور وہ حق ہے ولیکن یہ غضب ولعنت نہیں پس آخر اس کا رحم ہے برخلاف دوزخیوں کافروں
مشرکوں کے کہ ان کی حالت کا وان کی سرکشی وتمرد ونہایت بے ادبی کا اندازہ کون کرسکتا ہے اور مومن کی زبان ان بے ادبوں کی نقل سے
تھرتھراتی ہے جو مشرک وکافر کرتے ہیں وے اگر کروڑ برس جیتے رہیں تب بھی انکا عزم بالجزم ہے کہ ایسے ہی رہیں آخر اپنی نیت کے موافق اس جہان میں
ویسا ہی ٹھکانا پاوینگے اور جب ارحم الراحمین اپنے بندوں پر رحم فرماویگا تو یہ کافر لوگ جو اس سے منحرف تھے بے فائدہ حسرت کرینگے کہ ہم بھی دنیا
میں اپنی نیت واعتقاد بدل لیتے حالانکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے اپنے رسول بھیجے اور قرآن پاک نازل فرمایا اور سب طرح اُن کو
سمجھایا اور انکا آغاز وانجام بتلایا مگر بجائے ان تمام احسانوں کے انھوں نے دونا کفر کیا اور رسول وقرآن کے دشمن ہوگئے۔ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا
ان کو چھوڑ دے یعنی چندروز تک کہ کھائیں اور مزے اٹھائیں یعنی جانوروں کی طرح زبان وپیٹ وتن پروری میں پڑے ہوئے بغیر روک ٹوک
کے رہیں یہ بھی ان کو نہ سوجھے کہ دے عقل سے وہی نتیجہ پیدا کرتے ہیں جو جانور بغیر عقل کے کرتے ہیں اور یہ بھی نہ سوجھے کہ آخر یہ کتنے روز تک رہیگا حتیٰ
کہ ان چیزوں میں ایسے مستغرق ہیں کہ بالکل لہو وغفلت میں پڑے ہیں۔ وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ۔ اور غفلت میں ڈالے ان کو آرزو یعنی دنیاوی لذات
ومال ومتاع کی آرزو انکو بڑھتی جاوے اور وہ ایسا غافل کرے کہ کچھ انجام نہ سوجھے کبھی توبہ کرکے رجوع نہ لاویں۔ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔ سو
بہت قریب جان جاوینگے۔ یہ بڑی سخت تہدید ہے جیسے فرمایا۔ قل تمتعوا فان مصیرکم الی النار۔ تو کہدے کہ مزے اٹھاؤ سو تمہارا پھرنا ٹھکانا دوزخ
کو ہے اور یہ لوگ اگر جان لیتے کہ دوزخ الٰہی پناہ کیسا غضبناک مقام ہے اگر ان کو سوجھتا کہ ہم برابر اسی کی طرف جاتے ہیں اور ہر روز اس سے
قریب وکنارہ پر پہونچے یہاں تک کہ موت کے وقت اس میں قدم اتارتے ہیں تو کفر نہ کرتے الٰہی ہم کفر وشرک سے پناہ مانگتے ہیں الٰہی ہم کو اسلام وایمان پر
وفات دیجیو آمین۔ ف۔ فی الدر السنی قولہ تعالیٰ۔ الٓر۔ اس سے کچھ فہم انکشافی علما کو حضرت خالق جل شانہ نے عطا فرمائی ہے ہرچند کہ اصل اصول
جو ہے وہی ہے جو وہ جانتا ہے پس اشارات میں سے ہے کہ الف سے بیان اثبات ہے کیونکہ مشعر از اولیت ہے چنانچہ اسم اللہ کے اوپر مقدم ہے اور لام
سے بیان لا یعنی نفی ہے کیونکہ لام شفین لا ہے اور را سے کشف ربوبیت وظہور انوار روبیت یعنی دیدار وظہور کا بیان ہے اور یہ شرائط معرفت سے
ہے کیونکہ جو کوئی بحر نفی ونکرت میں بصفت فنا ونفی واسطے حصول گوہر حقیقت وحق البقا کے نہیں ڈوبا تو وہ بحر ربوبیت کو نہیں پاتا اور نہ کشف
دیدار تک پہونچتا ہے پس اشارت کے سوائے صراحت اس میں اس وجہ سے نہیں ہے کہ فقیہ وعالم کم ہیں اور جو ہوا وہ اشارہ سے بنسبت صراحت
کے زیادہ لطف پاتا ہے اور یہ جو بیان ہوا نتیجہ ایمان ہے چنانچہ دیکھو کہ اول لا کے سے نفی ہے پھر الف سے اثبات الا اللہ ہے اور یہاں را اس
واسطے مذکور نہیں ہے کہ اکثروں کا استغراق نفی میں دو سطر میں ہے کہ تیسرے بحر تک نہیں پہونچے تو اس میں را نہیں ذکر فرمایا اور یہ سر عجیب ہے جس کو
اہل توحید میں سے صاحبان اسرار جانتے ہیں اور مقصود وکتاب یہی ہے چنانچہ دیکھو قولہ تعالیٰ تلک آیات الکتاب وقرآن مبین۔ یعنے اول میں جو عجیب
عجیب بیان ہوا اس کتاب کی اصل میں اور کتاب اس کی تفسیر ہے کہ وہ جامع اوصاف ربوبیت واخبار ازل قدیم ہے ولیکن حجاب حروف کے

ساتھ جمال و جلال کا ظہور اسی شخص کے واسطے ہے کہ قلب ظاہر و حاضر لایا اور ہمہ تن گوش ہوش ہو گیا اور کمال اعجاز و انتہائے ابلاغ جو مخلوق کی
طاقت سے باہر ہے یہ ہے کہ اغیار یعنی کفار بھی سنتے ہیں اور اپنے موافق معنے سمجھتے ہیں اور اول درجہ پر مومن اس سے ہدایت و فصاحت و بلاغت اپنے
مطابق اعجاز سمجھتا ہے اور درجہ اعلیٰ کے اہل توحید و عرفان اپنے اپنے درجہ کے موافق اسکے اعجاز کامل و حجت بالغہ کو دیکھتے ہیں اور درجات
ولایت میں سے عاشق و مشتاق و عارف و موحد وغیرہ ہر ایک اسکے نور میں مستغرق ہے تو نے نہیں سنا کہ اکابر سلف قرآن کی سماعت میں اپنی
جان و تن سے خالی و فانی ہوتے تھے کہ اس وقت اپنے قلوب کا اثر نہ تھا شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مومنین کے لیے وہ بیان ہے کہ
ان کے قلوب ساکن و مطمئن ہوتے ہیں اور مریدین اپنی شان ارادت میں قوی اور مشتاقین کے لیے ہیجان شوق اور محبین کے لیے تنویر اسرار ہو اور جب
اس عظمت و شان قرآنی سے اہل ایمان و عرفان ظہور انوار جمال و جلال الٰہی و دیدار صفات و ذات میں مستغرق ہونگے کہ تمام مخلوقات ان کے لیے ہو جائیگی
اور کمال عزت و نعمت میں بغیر کسی کراہت و حجاب کے انعام و اکرام سے سرفراز ہونگے تو اہل الکفر و طغیان بھی تمنا کریں گے کہ ہم بھی اس قرآن کے
لیے آنکھ و کان و دل و زبان رکھتے ہوتے جیسے حق تعالیٰ کے لیے اہل معرفت و توحید مطیع و منقاد رہے تھے کما قال تعالیٰ بقولہ ربما یود الذین کفروا
لو کانوا مسلمین۔ یہ ان کافروں کا بیان ہے جو طریق حق و ایمان سے دور تھے پس تمنا کرینگے کہ ہم بھی اہل ارادت سے ہوتے اور منکر نہ ہوتے کاش ہم کوشش
کرتے اور کسل و سستی نہ کرتے کاش رضا و بندگی میں رہتے اور ناخوشی و کراہت نہ کرتے اور متوکل ہوتے نہ دنیاوی معیشت میں منہمک اور عالم ہوتے نہ جاہل
اور یقین والے ہوتے نہ شک کرنے والے اور عارف ہوتے کہ خود پہچانتے نہ دوسروں کی تقلید کرتے اور موحد ہوتے نہ خالی دعوے کرنے والے اور
اخلاص سے بندگی والے ہوتے نہ دکھلانے و سنانے والے جو شرک و کفر و نفاق سے بیگانوں سے پاس ہے حالانکہ صحاح اخبار سے ثابت ہے کہ اہل جہنم کا
کو بھی اپنی خطایا سے پر افسوس ہوگا۔ ابن قرشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں کفران نعمت سب طرح شامل ہے پس ایسے کفار ان نوع انکار رسالت
و ہدایت الٰہیہ ہے بعض نے کہا کہ جو معارف و اعتقاد رکھتے ہیں جب بدی ظاہر ہونے لگے تو بہت سے غافل لوگوں نے نفیس تو عقلمند ہوتے ہیں اور
بہت سے قلوب حسرت میں بکھرے جاویں گے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تسلی فرمائی بقولہ ذرهم یأکلوا ویتمتعوا ویلههم الأمل فسوف
یعلمون۔ منکروں کی تین مذموم خصلتیں بیان کیں ایک تو ان کے پیٹ ہوں گے دوم ان کی فروج سوم شہوات کی بھری ہوئی کی تمیز سے ان کے افسوس
میں آرزوؤں کا انبار ہوگا پس انکو بہائم جانوروں سے تشبیہ دی بلکہ یہ لوگ ان جانوروں سے زیادہ اجہل ہیں کیونکہ اپنی حرص و ہوس میں تقدیر
سے منازعت کرتے ہیں اور بہائم کو یقین ہوتا ہے و لیکن اللہ تعالیٰ جل شانہ سے جاہل و غافل ہوکر اپنے فساد و جہالت پر ان کو وقت ضائع ہوتا ہے
باطل بلا دلیل وجود و خیالات میں اپنی عمر ختم کرتے ہیں کہ ایام طاعات و عبادات کو خواہشات میں ضائع کرتے ہیں اور بیکار وقت گزار کر سوائے حسرت
کے کچھ جب وقت کمائی کا نہ رہا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بدتر حال اس کا ہے جس کا شغل اپنے پیٹ پالنے و خواہش پوری کرنے اور
شہوت کی لذت میں ہو اور خیالات کی آرزو و مکن بڑھاوے تو اس کا انجام عصمت سے کچھ نہیں پہونچیگا اور پھر کہ مقام توبہ تک اسکا گزر نہ ہوگا ابو سعید
القرشی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو کوئی اپنے نفس و اس کی تربیت کے لیے ہوا اور وہ ان کے ہاتھوں میں ہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں سے چھوڑ دیا گیا سہل
رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں جاہلوں یعنی اللہ تعالیٰ عز و جل سے جاہل و بے ایمانوں کا بیان ہے کہ ان کی ہمت فقط کھانے پینے و دنیا کی لذات میں
اور آیندہ اس کے افکار میں رہتی ہے پس زندگی و موت انکو بھول جاتی ہے اور جن آرزوؤں میں نفس کے پیچھے دوڑتے ہیں ان کے فوت ہونے پر ان قدر ہوتے
اپنا سود و عطر ہیں جائینگے کہ جو انہوں نے چاہا وہ ان کے لیے آلت ہے اسی نسیان کو مدارج اہل سعادت سے دور کر دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ جسکے
حق میں بہتری چاہتا ہے اس کی ہمت ایسی حسب ضروری رہتی ہے جو اس کو منزل سے قبولیت سے قریب کرے اور وہ طاعات میں اور مخالفت
سے پرہیز کرنا اور اپنے نفس سے حساب کرتے رہنا پس جو شخص اس حالت میں رہا اس کو کھانے پینے و کش آرائش کی کچھ پرواہ نہیں رہتی ہے کہ جو
اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمَآ اَھْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۝

اور نہیں ہم نے برباد کردیا کوئی گاؤں ۔ مگر یہ کہ اسکے لیے کتاب معلوم تھی نہیں کوئی امت سبقت کرتی اپنی میعاد سے اور نہ تاخیر دی جاتی ہے

وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۝ لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ

اور کہا کافروں نے اے وہ جسپر اتارا گیا ہے قرآن تو بیشک مجنون ہے کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس ملائکہ کو اگر

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ۝ اِنَّا نَحْنُ

تو سچے لوگوں سے ہے ہم نہیں اتارتے ہیں ملائکہ کو مگر حق کے ساتھ اور جب تو وہ مہلت نہ پاوینگے بیشک ہم نے اتارا ہے

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

قرآن اور بیشک ہم ہی اسکے نگہبان ہیں

اول آیت میں تو دو مرتبہ تہدید فرمائی کہ ذرھم یاکلوا اور دوسری فسوف یعلمون ۔ پھر اس آیت میں انذار کیا کہ وَمَآ اَھْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۔ یعنے مشرکوں کو جو مہلت دی گئی اس سے انکو مغرور نہونا چاہیے کیونکہ حال یہ ہے کہ ہم نے نہیں ہلاک کیا کسی قریہ کو چاہے وہ کسی حال میں ہو مگر آنکہ اس کے لیے کتاب معلوم تھی یعنے مدت و وقت اسکے ہلاک کا مقدر تھا نہ اس سے مقدم ہوا اور نہ تاخر ہوا اور وقت مجہول نہ تھا اور نہ وہ قریہ بھولا ہوا چھوٹا تھا ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب سے حجت مراد لی یعنے جو قریہ ہلاک کیا اسکے اوپر کتاب سے حجت قائم کر دی اور وقت پورا کر دیا پھر اس کو تاخیر نہ دی اور نہ وقت سے پہلے ہلاک کیا اس میں اہل مکہ کو ارشاد ہے کہ جلدی عذاب نہ آنے سے مغرور نہوں بلکہ شرک و عناد چھوڑیں ۔ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا ۔ حرف من واسطے تاکید نفی کے زائد ہے اور امۃ فاعل ہے یعنے امتوں میں سے کوئی امت نہیں سبقت کرتی اپنی مدت مقررہ پر یعنے چاہے جس حال پر گذر رہا ہو عذاب سے اپنے وقت سے پہلے نہیں ہلاک کی جاتی ہے ۔ وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ اور نہ انکو تاخیر ملتی ہے جب وقت آگیا ۔ زہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عذاب آنے سے پہلے جو تقدیم و تاخیر اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے دیتا ہے پھر نزول عذاب نہیں دیتا ہے ۔ شاید غرض یہ ہے کہ اعمال نیکی و صلہ رحم سے عمر بڑھنے کی احادیث اور اس آیت میں اسطرح توفیق ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آیت تو نص ہے پس حدیث میں وارد ہے کہ ہر شخص کا نطفہ جب روح پھونکے کے قابل ہوتا ہے اس وقت فرشتہ بحکم الٰہی اس کی عمر و رزق وغیرہ لکھتا ہے اس نوشتہ میں اللہ تعالیٰ محو و اثبات موافق علم ازلی کے فرماتا ہے اور یہ سب زیادہ و بہتر یہ ہے کہ یہ مسائل اللہ تعالیٰ کے مقدر فرمانے کا یعنے تقدیر کا ہے اس میں بندہ کی عقل کام نہیں کرتی ہے ولیکن ہم آیات و احادیث پر ایمان لاتے ہیں اور سب حق ہے ۔ پھر کافروں کا عناد بعد اتاب و قرآن کے رسول کے ساتھ بے ادبی کے بیان فرمایا بقولہ ۔ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ ۔ اور کافروں نے کہا کہ اے وہ شخص جسپر قرآن اتارا گیا ہے ۔ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۔ تو بیشک مجنون ہے ۔ اول تو قرآن اتارے جانے سے منکر تھے پھر ٹھٹھول کے طور پر اتراتے ہوئے کہا کہ اے وہ جسپر قرآن اتارا گیا ہے ۔ پھر سخت انکار سے کہا کہ تو مجنون ہے یہ خود ان کی کمال حماقت تھی کہ کہتے اجعل الاٰلھۃ الٰھا واحدا ان ھٰذا لشیء عجاب ۔ یعنی اس نے اتنے معبودوں کا ایک خدا کر دیا یہ تو بڑے تعجب کی بات ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ انکا قول خود سخت جہالت ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کب کوئی معبود ہو سکتا ہے پھر ایسے جاہل جس بات کو جو نہ سمجھ پڑا ہے یہ تعجب کرتے کہ اللہ تعالیٰ بشر کو رسول نہیں بنا سکتا مالا کہ قول انکے ۔ مالھٰذا الرسول یاکل الطعام ۔ ان سے انکو متواتر خبر کے انکار کا الزام دیا کیونکہ آپ سے انہوں نے رسول نہ تھے تو پہلے سے ہر قریہ و امت میں نذیر گذرا اور خود یہود و نصاریٰ سے اقرار کرتے تھے اور خود حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام پیغمبر تھے مگر آدمی کو چھوڑ کر فرشتہ مانگتے اور یہ نہیں سمجھے کہ فرشتہ آخر بصورت آدمی ہوگا ورنہ اصلی صورت دیکھنے سے ان کی جان نکل جاتی مگر حماقت سے کہتے ۔ لَوْمَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ ۔ کیوں نہیں لاتا ہمارے پاس ملائکہ کو ۔ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۔ اگر تو سچا ہے یعنے

تیرے دعوے پر ہمارے سامنے گواہی دیں یا ہمارے جھٹلانے پر تیرے لیے عذاب ہم پر لادیں۔ یہ باتیں جیسے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کہیں چنانچہ ان رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون۔ تمہارا رسول جو تمہارے پاس بھیجا گیا وہ صریح مجنون ہے۔ اور لولا القی علیہ اسورۃ من ذہب او جاء معہ الملائکۃ مقترنین۔ کیوں نہیں اُسپر اُتارے گئے سونے کے کنگن یا کیوں نہ آئے اسکے ساتھ ملائکہ ساتھ ملے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا تشابہت قلوبہم۔ انکے وان کے دل باہم متشابہ ہوئے ہیں۔ قریش میں سے ابوجہل کو اس امت کا فرعون فرمایا۔ اسی واسطے فرمایا۔ قال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملائکۃ۔ کہا ان لوگوں نے جو ہمارے لقاء کی امید نہیں کرتے ہیں کہ کیوں نہیں ہم پر ملائکہ اتارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب فرمایا۔ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ اِلَّا بِالْحَقِّ ہم نہیں اتارتے ملائکہ کو مگر حق کے ساتھ۔ یعنے اگر رسول ہم کوئی فرشتہ بھیجیں تو اس کو آدمی کی صورت کر دیں تو وہی التباس بتادیں جواب کرتے ہیں اور اگر ملائکہ گواہ بھیجیں حالانکہ ان میں استعداد نہیں تو یہ مرجاویں اور اگر سزا کو بھیجیں تو قبل وقت کے ان کو ہلاک کریں پس تنبیہ کردی کہ ملائکہ کو تو ہم حق کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ فرمایا یوم یرون الملائکۃ لا بشری یومئذ للمجرمین جس دن دیکھینگے ملائکہ کو اسوقت کافرون کو کچھ بشارت وخیر نہ ہوگی اسی واسطے فرمایا۔ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ۔ اور اسوقت کہ ملائکہ ہم بھیجیں یہ لوگ کچھ مہلت نہ پاوینگے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حق کے ساتھ یعنے رسالت وعذاب کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ملائکہ کی رسالت کے یہ لوگ لائق نہیں ہیں اور عذاب ان کے حق میں خود وقت سے پہلے ہلاکت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق وتسلی فرمائی بقولہ۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ۔ بیشک ہم ہی نے قرآن مجید اُتارا ہے۔ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ اور ہم اُس کے واسطے محافظ ہیں۔ بڑا معجزہ قرآن کا ہے کہ وہ قیامت تک ہر طرح کی تحریف وتبدیل وزیادتی ونقصان وغیرہ سے پاک رہیگا مخلوقات میں سے کسی کو یہ مجال نہیں ہے کہ اس میں ایک حرف کی کمی بیشی کر سکے اور یہ صرف قرآن پاک کے لیے مخصوص ہے بخلاف دیگر کتب آسمانی کے جن میں یہود ونصاریٰ نے تغیر وتحریف کی گنجائش نکالی حتیٰ کہ اس کے نسخوں میں باہم ہزاروں بلکہ لاکھوں اختلافات ہیں اور اصل نسخوں کا پتہ تک نہیں چلتا ہے اور قرآن پاک ایک صریح متواتر معجزہ باقیہ ہے اور باوجود یکہ ہردن اس کے دشمن موجود ہیں کسی نے اسپر قابو نہیں پایا۔ اور تمام عرب نے زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی کمال بلاغت ظاہری کو تسلیم کر لیا۔ امام مسلم نے صحیح میں عیاض رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے فرمایا کہ میں نے تجھپر قرآن اتارا جسکو نہ پانی دھو سکتا ہے ایسے آخر حدیث یعنے پانی وآگ وغیرہ کسی کو اسکے مٹانے کی طاقت نہیں ہے۔ خطابی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پاک اسواسطے یکجا جمع نہ فرمایا تھا کہ آپ کو آیات کے نزول کا انتظار رہتا یعنے اگرچہ جبرئیل علیہ السلام ہر رمضان میں آپ سے دَور کر لیتے حتیٰ کہ سال وفات میں دو بارہ دَور کیا اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم حافظ تھے پس آپ نے لکھنے کا حکم دیا اور مجموعہ نہیں فرمایا پھر جب آپ کی وفات سے نزول منقطع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کو اسکے جمع کر دینے کا الہام فرمایا پس انھوں نے جمع فرمایا اور وعدہ صادقہ الٰہی سبحانہ تعالیٰ اسکے حفظ کا اس امت پر شروع ہوا اور ابتدا اس کی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر ہوئی جسکا اول مشورہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیا کذا ذکر الشیخ السیوطی فی الاتقان۔ اور مشورہ کی حدیث صحیح بخاری میں تمام وکمال مذکور ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ جب جنگ یمامہ میں حفاظ بہت بہت شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ عنہ کو الہام کیا انھوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اصرار کیا کہ ایسا نہو بہادروں میں حفاظ شہید ہوجاویں پس جمع کرنے قرآن کا حکم دیجیے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اول تو تامل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام نہیں کیا میں کیونکر کروں پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو الہام فرمایا تو حکم دیا پھر جن اصحاب کو حکم دیا انھوں نے بھی تامل کیا پھر بعد الہام کے تسلیم وتعمیل کی۔ اس میں سلاطین اسلام واہل اسلام کو تعلیم عجیب ہے یعنی وزیر کو چاہیے کہ امر حق پر سلطان سے اصرار کرے اور سلطان کو چاہیے کہ اس کو اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ملاوے جب موافق ہو تو حکم دے پھر تمام اہل اسلام اپنے بادشاہ کے حکم پر اس سے

رجوع لاوین اور شریعت طلب کرین نہ آنکہ سرکشی کرین اور نہ آنکہ شرع کی پروا نہ کرین اور چاہیے کہ ہر امر مین اہل تقوی و صلاح کا مشورہ لیا جاوے جو امور شریعت و حفظ عدالت سے واقف ہون فقط گوشہ نشین نہ ہون اور نہ عاقبت سے غافل دنیا کے حریص ہون بلکہ دنیاوی زندگی کو لوگون پر ایسا آسان کرین کہ دست عاقبت کا ذخیرہ آسانی سے جمع کرکے لیے جاوین اور ہر حال مین ایسے علوم والے کام مین کوشش کرین جس سے دین حق ہر طرح غالب و بندار لوگ سواے دنیاوی لذات کے عزت سے رہین ف فی العرائس قولہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون. ذکر سے مراد صفت الہی یعنے کلام اللہ ہے اور صفت قائم بذات پاک ہے اور ذات پاک منزہ از تغیر ہے یعنے قرآن کو عارفین و موقنین و موحدین کے دلون مین اور ان کی حفاظت سے کافرون کی مخالفت کچھ مضر نہین ہے پس جن لوگون کو حضوری سے دور کر دیا ہے و سے شک و مغالطہ نفس و شیطان و طرح طرح کے واہی خطرات مین ہین اور حق تعالی عز و جل نے مومنین کے دلون کو ایسے خطرات سے محفوظ کر دیا تو قرآن پاک ان مین اپنے انوار پاکیزہ سے تجلی فرماتا ہے پس قرآن مجید ہر طرح کے تغیر سے محفوظ و مصئون ہے اور کسی کی مجال نہین کہ اسکو زائل کر دے کیونکہ ہدایت اللہ تعالی کے قبضہ قدرت مین ہے پس ہر زمانہ مین اللہ تعالی جل شانہ کے محافظین سے موجود ہین تو قرآن پاک ان مین محفوظ و مصئون ہے اور کبھی اشارت ہے کہ قرآن کے اسرار مین سے اولیاء کے دلون پر کشف فرماتے ہین انکو اپنے موقع پر محفوظ فرمایا اور ابن عطا رحمہ اللہ تعالی نے کہا کہ قرآن پاک شفا و رحمت ہے اس بیان سے اہل سعادت کے اسرار ہر طرح کے وسواس و [illegible] نفس و شیطان سے محفوظ و مصئون رہتے ہین اور اللہ تعالی نے اسکو اہل سعادت کے دلون مین محفوظ رکھتا ہے اور اس مین فضیلت ان دلون کی ہے جن مین قرآن محفوظ ہے کیونکہ وہ دل اس کتاب مجید کے خزانہ ہین انکو اللہ تعالی ضائع نہین فرماتا کیونکہ اس مین کتاب کی تضییع ہے

حافظ قرآن کی بڑی فضیلت ہے پھر کافرون کی جہالت بیان فرمائی

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ۝ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝

اور بیشک ہم نے بھیجے تجھ سے پہلے اگلی امتون کے گروہون مین اور نہین آتا تھا انکے پاس کوئی رسول مگر تھے وہ لوگ کہ اسکے ساتھ ٹھٹھا کرتے تھے

كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَلَوْ

یونہی ہم پروتے ہین گنہگارون کے دلون مین اسکے ساتھ ایمان نہین لاوینگے اور ہو گذری ہے رفتار اگلون کی اور اگر ہم

فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ

کھولدین ان پر کوئی دروازہ آسمان سے پھر وہ دن بھر اس مین چڑھیں تو بھی کہینگے کہ یہی ہے کہ ہماری آنکھیں باندھی گئی ہین بلکہ

نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ۝ ع ۱۵

ہم پر جادو کیا ہوا ہے

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا اور بیشک ہم نے بھیجا یعنے آدمیون کو رسول بنا کر مِن قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ تجھ سے پہلے درمیان گروہون اگلون کے یہ خطاب ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور قطعی دلیل سے ثابت کر دینا کفار پر اور اطمینان و نور مومنون کے لیے اور حاصل یہ کہ جو خبر متواتر کے درجہ پر پہنچی وہ قطعی دلیل ہے اور یہ متواتر خبر ہے کہ ہم نے برابر اگلون میں رسول بھیجا اور وہ سب آدمیون سے مرد تھے یعنی رسول بھیجنا کچھ بات نہین اور کبھی رسول فرشتہ نہین ہوا اور شیع الاولین یعنے اگلون کی امتون و گروہون مین۔ اشارہ ہے کہ اگلے زمانہ مین روئے زمین پر متفرق لوگون و اصناف انسانون مین ایک ہی وقت مین ان گروہون میں جدا جدا پیغمبر و رسول بھیجے ہیں کہ بنو اسرائیل کے ہر سبط کا جدا پیغمبر بلکہ ہر قبیلہ و شہر کا علیحدہ پیغمبر کر دیا گیا تھا کبھی ہی نبی نہ تھا اور سب پیغمبر ایک دوسرے کی تصدیق کرتے تھے و لیکن ایمان لانے والے اہل سعادت تھے ورنہ انکار کرنے کو سب موجود تھے۔ وَمَا يَأْتِيهِم اور نہ تھا کوئی فرق ان شیعون و فرقون سے کہ آتا ان کے پاس مِّن رَّسُولٍ

کوئی رسول ان رسولوں میں سے اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَہْزِءُوْنَ مگر یہ کہ تھے اس فریق والے اس سے ٹھٹھا کرتے یعنی ہر شیعہ فریق اس طرح اپنی بنائی ہوئی خواہش و محبت میں دنیا و نفس کی شہوات میں ڈوبے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے منکر تھے کہ جو رسول آتا اور ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم سناتا کہ یہ دنیا و اس کی لذات فانی ہیں اور تم مر کر آخرت میں اپنے رب تعالیٰ سے ملو گے وہ تم کو تمہارے نیک و بد کاموں کا بدلا دیگا اور وہاں تم کو سدا رہنا پڑیگا نیکی کرو اور رسول کو مانو اور اسکے ساتھیوں میں سے ہو اور اپنی راہ چھوڑو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو غرضکہ سب سچ سچ باتیں اللہ تعالیٰ کی صفات کا سچا اعتقاد بتلاتے تھے تو یہ گمراہ فریق انکو جھوٹا جانتا اور ٹھٹھے و ٹھٹھوں میں اڑاتا جیسے حضرت سید الانبیاء و خاتم النبیین والمرسلین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس زمانہ والوں نے کیا اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھٹکار ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں یہ بات ٹھونس دی چنانچہ فرمایا۔ کَذٰلِکَ نَسْلُکُہٗ فِیْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِیْنَ یوں ہی ہم اس جھٹلانے کو پیرو دیتے ہیں مجرموں کے دلوں میں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یعنی شرک کو۔ اور شاید مراد یہ کہ شرک کے جرم سے جو مجرم ہیں ان کے دلوں میں جھٹلانا راستہ ہے پس جس نے شرک کیا اس نے رب تبارک و تعالیٰ کو جھٹلایا تو رسول کو ضرور جھٹلاویگا اور رسول کی پیروی سے تو سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ کی قبولیت و رضامندی تک ہے جو کوئی مشرک بنا اس کا راستہ تو شیطان و غضب الٰہی تک ہے وہ درگاہ الٰہی سے مردود و مطرود ہے پھر کب وہ رسول کی پیروی کریگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی شرک کو ہم پیرو دیتے ہیں مشرکوں کے دلوں میں۔ اور یوں ہی قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر کی اور اس آیت میں معتزلہ و شیعہ وغیرہ جو لوگ اس امر کے قائل ہیں کہ بندہ خود خالق اپنے افعال کا ہو جواب ہے کہ انپر رد ہے اور صریح دلیل ہے کہ کفر یا شرک کوئی فعل ہو سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اسکے سوا کوئی خالق نہیں ہے جو بندہ کے فعل کا کرنے والا ہے بقولہ تعالیٰ لَہَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْہَا مَا اکْتَسَبَتْ۔ یعنی نفس کو نافع ہے جو اس نے نیک کمایا اور اس پر ضرر ہے جو بد اس نے حاصل کیا پس بندہ کے ہر ارادہ و اختیار کے پیچھے اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا اور فعل بندہ میں وہ قوت ہے جو اس نے پیدا کی پیدا کرنے والا اللہ سے پاک ہے اور پیدا کرنے میں امتحان و آزمائش و جزا و سزا وغیرہ جیسے اسرار و حکمتیں ہیں جنکو مخلوق کی عقلیں نہیں اور کب سمجھ سکتی ہیں۔ واحدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کہا کہ شرک کو ان کے دلوں میں کفر داخل کرتا ہے وہ بنا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت فرمایا کہ ہم ایسا کرتے ہیں تو یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی طرف نسبت کرنا بہتر ہے پس جو قرآن پاک پر ایمان لایا وہ کبھی اس کو اچھا سمجھے اور قول یعنی قدری و رافضی و معتزلہ جو کہتے ہیں کہ کفر وغیرہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت نہیں ہو سکتا کیونکہ عیب ہے اللہ تعالیٰ عیب سے پاک ہے تو امام واحدی نے ان کو قائل کیا کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف نسبت کیا تو اچھا ہے پس تم بھی اس کو اچھا جانو اگر ایمان لاتے ہو اور وجہ یہ ہے کہ پیدا کرنا کسی چیز کا عیب نہیں بلکہ قبیح چیز سے آدمی کا موصوف ہونا قبیح ہے امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اہل الحق نے اس آیت سے گمراہ فرقوں کو قائل کر دیا جو فعل کا خالق بندہ کو بتلاتے ہیں اس طرح کہ صریح ثابت ہوا کہ ہم ان کے دلوں میں شرک و کفر کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے حاصل یہ کہ آیت سے شرک کی پیروی [illegible] وہ تمام کافر دین پر تھے یہ فرمائی اور ظاہر کیا کہ اللہ تعالیٰ سب مخلوق پر قادر اور سب اس کے ارادہ کے موافق اس کی قدرت کے پیچھے مقدور ہیں تو لازم ہے کہ اسی سے نیک کام کی دعا کریں اور اسی سے بد کاموں و شرک و کفر وغیرہ سے پناہ مانگیں پس اگر اس نے پناہ دیدی تو اس کا احسان ہے لیکن کافر لوگ اور ایسے لوگ بھی جو اسی کو خالق نہیں بلکہ اپنے آپ کو یعنی بعض چیزوں [illegible] وغیرہ کا خالق جانتے ہیں وہ لوگ اس کے خلاف اعتقاد رکھتے ہیں اور کہتے ہیں اہدنا الصراط المستقیم کے معنی نہیں سمجھتے تو [illegible] ایمان لا سکتے چنانچہ فرمایا۔ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ وہ نہیں ایمان لاویں گے قرآن پر یا محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اس لئے کہ [illegible] جو اسلام و تحقیق میں سے بعضی باتیں نہیں مانتے اور عقل کے خلاف سمجھکر اپنے طور پر [illegible] ہیں۔ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّۃُ الْاَوَّلِیْنَ۔ اور گذر چکا طریقہ اگلوں کا۔ چنانچہ اگلوں میں سے بھی بکثرت ایسے ہوئے کہ رسول و اس کے اصحاب کے بعد احکام الٰہی میں شک کر کے انکو اپنی رائے سے تاویل کر ڈالا

اسی واسطے حدیث صحیح ہے کہ قرآن میں جو کوئی اپنی رائے سے معنے لگاوے وہ کافر ہے بلکہ جو حکم منصوص ہے اسی کو مانے اور اپنی سمجھ کا قصور سمجھے اور
اگلوں میں جو رسول پر ایمان نہ لائے وے اسی طرح اٹکل کے پابند ہوئے اور آخرت و انجام سب سے انکار کیا۔ اس آیت میں سخت تہدید ہے کہ محمد
صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم و قرآن سے جو لوگ منکر ہوئے اور دین توحید میں نہیں آئے تو اگلوں کا واقعہ جس طریقہ پر وے چلے اور جو انکا انجام ہوا ہی
یاد کریں جیسے ان کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا کہ پھر دنیا میں انکا نشان نہ رہا اور مرتے ہی عاقبت کے عذاب میں پڑے اسی طرح انکا انجام ہوگا۔
حق یہ ہے کہ جو کوئی اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو نہ پہچانے بلکہ اپنی عقل پر اعتماد کرے حالانکہ عقل تو اس کی خواہش و شہوات و اوہام کے نیچے
دبی ہوئی ہے باوجود اس کے عقل کو یہ مجال نہیں ہے کہ اپنے خالق کو ثابت کرے کیونکہ خالق نے اس کو ثابت کیا ہے تو وہ گمراہ ہوگا۔ لہذا
فرمایا۔ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ۔ اور اگر ہم ان منکروں ٹھٹھا کرنے والوں پر آسمان سے ایک دروازہ کھول دیں۔ فَظَلُّوا فِيهِ
يَعْرُجُونَ۔ پس روشن دن میں اس میں چڑھیں برابر یعنے صاف صاف اسکو مشاہدہ و معائنہ کریں تو بھی انپر انکے اوہام و وسواس غالب آویں۔ لَقَالُوا
إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا۔ بیشک کہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے یہی بات ہے کہ ہماری نگاہیں بند کی گئی ہیں یعنے جادو وغیرہ سے ہماری نظر بندی ہوئی
ہے جس سے ہم کو ایسا نظر آتا ہے جیسا ادراک نظر چاہیے وہ بند ہوا ہے۔ یہ معنی مجاہد و قتادہ و ضحاک و ابن کثیر وغیرہ نے بیان فرمائے ہیں۔
ابن زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سُکّر یعنے نشہ سے آنکھیں متوالی ہیں۔ کلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہماری آنکھیں وہ ان کام نہیں کرتی ہیں۔ عوفی نے
ابن عباس رض سے روایت کی کہ یعنے ہم پر مشتبہ کر دیا گیا ہے ہم سحر میں پھنسے ہیں۔ واضح ہو کہ نظر بندی خفیف سمجھتے تھے اور جادو اس سے زیادہ
قوی ہے لہذا کہا۔ بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ۔ بلکہ ہم قوم ہیں جو سحر میں پھنسائے گئے ہیں۔ یعنے اسطرح صاف و واضح دلیل بلکہ معائنہ سے
بھی ایمان نہ لاتے بلکہ کہتے کہ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہم کو نظر بندی بلکہ سحر میں پھنسایا ہے۔ حاصل یہ کہ امر حق و دین توحید کے اندر جو باتیں بیان
ہوئی ہیں انکو بالکل باطل جانتے ہیں اس قدر ان کافروں و مشرکوں کو جزم و یقین ہے کہ اگر کیسی ہی روشن دلیل انپر پیش کی جاوے حتی کہ آنکھوں
دکھلا دی جاوے کہ اس دلیل و معائنہ میں کچھ شک نہ ہو بلکہ ماننا واجب و لازم ہو جاوے تب بھی نہ مانینگے اور کہنے لگینگے کہ ہماری آنکھوں کا قصور
و فتور ہے جو ہم کو ایسا نظر آتا ہے اور تعجب کا مقام ہے کہ جو باطل اعتقادات خود سمجھ رکھے ہیں انکو صرف اوہام و خیالات کی بنیاد پر مانا اور
اسقدر سخت انکا یقین کر لیا ہے حالانکہ انپر کوئی دلیل عقلی نہیں اور کوئی حجت صحیح نہیں ہے اور یہ اور زیادہ حماقت ہے کہ بیہودہ وہمی خیالی تقریر
سے ایک مطلب و نتیجہ نکالا اور اسکو صحیح سمجھنے لگے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص جہالت و ہٹ دھرمی میں اس حد کو پہونچا ہو اسکو کون چیز نفع کرے گی
ف فی المدارک قوله کذلک نسلکه فی قلوب المجرمین الآیہ۔ جیسے اگلوں کے دلوں میں کفر و ضلال پرو دیا کہ انھوں نے اگلے انبیاء و اولیاء
سے انکار کیا اور جو روشن دلائل و آیات واضحات وہ لائے تھے انکا اعتقاد نہ کیا اسی طرح ان کافروں و مشرکوں کے دلوں کی آنکھیں اندھی
ہو گئی ہیں کہ عجائب آیات و دلائل کتاب و صریح معجزات و صحیح بیانات ان کے دلوں میں کچھ اثر نہیں کرتے اور جب ان دلائل کی روشنی سے
انکی آنکھیں چوندھیاتی ہیں کہ بیشک یہ دلیل تو صحیح ہے تب اپنا جاہلانہ باطل اعتقاد نہیں چھوڑتے اور بجائے اسکے یقین کرتے ہیں کہ ہمارے خیال
اسوقت کام نہیں دیتے اور یہ اوہام ہیں۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ خالق جل شانہ نے ان کے دلوں کو ایسا اندھا کر دیا کہ تمام مخلوق [illegible]
ان کی نظر کے سامنے صریح دلیل اس امر کی موجود ہے کہ مخلوق کے واسطے خالق ضرور ہے تو اسقدر اندھے ہیں کہ مخلوق سے خالق نظر نہیں آتا ہے بیشک انکی
آنکھیں نشہ ضلالت و گمراہی سے مدہوش ہیں کہ باطل کو دیکھتے ہیں اور حق کو نہیں دیکھتے ہیں۔ ف یہاں تک اللہ تعالیٰ نے نصیحت و ارشاد فرمایا کہ یہ شدید
حماقت چھوڑیں کہ جو یقین کر لیا جاہے کیسا ہی بلا دلیل ہو اس کو نہ چھوڑینگے اور جو دلیل صحیح سے ثابت ہو اس میں اپنا مسحور ہونا یا اندھا ہونا گمان کر کے اسکو
ترک کرینگے بلکہ دلیل و تقریر میں پہلے چاہیے کہ ہر فقرہ صحیح ہو اور کہیں شبہہ نہ ہو پھر اگر جو نتیجہ نکالا جاوے وہ اپنے قاعدہ کے ساتھ درست ہو لہذا اول ان کو
فہمائش کر دی کہ تمہارے اعتقادات صرف وہمی و خواہش نفسانی بلا دلیل کے باطل ہیں اب دلائل توحید و حق کو غور سے سنو فقال جل جلالہ

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝

اور بیشک ہم نے پیدا کردیے آسمان مین بروج اور انکو زینت دی دیکھنے والون کے لیے اور محفوظ کردیا انکو ہر شیطان سے جو پھینک مارا گیا ہے

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ

مگر جس شیطان نے چوری سے لیا سننے کو سو پیچھے لگا اسکو آتشی انگارا روشن اور زمین کو ہم نے بچھادیا اور ڈالے اس مین بوجھل پہاڑ

وَاَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝

اور اگائی اس مین ہر شے سے موزون اور کردیے تمھارے لیے اس مین زندگی کے سامان اور اسکے لیے جسکے تم رازق نہین ہو

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۚ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ

اور نہین کوئی چیز مگر ہمارے پاس اسکے خزانے ہین اور ہم اسکو نہین اُتارتے مگر ایک مقدار معلوم اور بھیجی ہم نے ہوائین بوجھل

فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ۝ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ

سو اُتارا ہمنے آسمان سے پانی سو اس سے ہم نے تم کو سیراب کیا اور تم اسکے خزانہ دار نہین ہو اور بیشک ہم ہی تو زندہ کرتے اور موت دیتے ہین

وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۝

اور ہم ہی آخر وارث ہین

ان آیات مین دلائل توحید ایسے طریقہ سے بیان فرمائے کہ عوام اپنی سمجھ کے موافق بیشبہ جان لین اور خواص اپنے علم کے موافق عجائب دلائل سے زندہ ہوجاوین اور طریقہ یہ رکھا کہ پہلے ایسی مخلوق الہٰی ذکر فرمائی جہان ان جاہل مدعیون سے جو اپنے کو بھی بعض چیزون کا پیدا کرنے والا سمجھتے ہین بوجہ ایک عجیب مشتبہ طریقہ ظاہری کے انکو وہان ذرا بھی دخل نہین ہے اس مخلوق و اسکے عجائب سے متحیر ہوکر اتنا لازمی اقرار ہوگا کہ ان کا خالق ہے پھر وہان سے اتار کر انکے مسکن زمین کی حالت پھر اس مین نباتات کا اُگانا پھر اسی سے تمھاری زندگی مقرر کرنا پھر بے انتہا قدرت پھر اسباب پانی کہ جس مین تدبیر کا کام نہین چلتا ہے پھر آخر کو ہوشیار کیا کہ اس مسافرخانہ مین چندروزہ ہو کھاؤ پیو اور چلو پھر آخر ہم ہی وارث ہین تم کہان جاؤگے اسکو جانو پس ہر ایک بات کے دلائل سنو اوّل یہ کہ خالق عزوجل ضرور ہے جسکا اشارہ فرمایا بقولہ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوْجًا۔ اور بیشک ہم نے پیدا کردیے آسمان مین بروج۔ اس سے انکار ممکن نہین کیونکہ نظر آتے ہین اسی واسطے فرمایا۔ اور مزین کردیا ہم نے ان کو دیکھنے والون کے لیے جب یہ مخلوقات تمام آنکھون والے دیکھتے ہین اور ظاہر ہے کہ وہان کسی آدمی کو دخل نہین ہے تو ان کا خالق ضرور ہے پھر خالق اگر اپنے موجود ہونے مین دوسرے کا محتاج ہے تو یہ خالق نہین بلکہ دوسرا خالق ہے اور جو وہ بھی محتاج ہو تو تیسرا ہوگا غرضکہ وہ خالق ہوگا جو خود محتاج نہین ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس مین کوئی احتیاج نہوگی کیونکہ محتاجی تو نقص وکمی ہے جسکے پورا کرنے کو دوسرا قادر چاہیے پس ثابت ہوگیا کہ خالق خود قادر مختار ہوگا اور سب طرح کامل ہوگا بالکل محتاج نہوگا اور اس مین کوئی نقص وعیب بھی نہوگا کیونکہ یہ تو مجبوری اور محتاجی پر ہوتا ہے اور جب وجود مین محتاجی نہین تو دوسری صفات مین کیا محتاجی ہوگی جب آسمان کا خالق جامع اوصاف کمال وقدیم ہے تو زمین کا بدرجۂ اولے وہی خالق ہے اور جب اس مین سب کمال ہوئے تو سب سے اعلیٰ ہونے کا کمال بھی ضرور ہوگا اور سب سے اعلیٰ صرف ایک ہوسکتا ہے دوسرا نہین ہوسکتا اور مشرکین عرب وغیرہ یہ گمان کرتے تھے کہ خدا تعالیٰ بڑون کا خالق ہے اور بڑے سب چھوٹون کے خالق اور یہ حماقت ہے اس لیے کہ خلقت تو ایجاد کا نام ہے یعنے کسی کو عدم کے بعد وجود دینا اور خدا تعالیٰ نے بڑون کو پیدا کیا یعنے ان کو وجود دیا تو جب وے اپنے وجود مین خود محتاج ہین تو ان کو دوسرے کے وجود پیدا کرنے کی طاقت کہان ہے اور یہ نہین سمجھے کہ جس نے بڑون کو پیدا کیا اسی نے چھوٹون کو پیدا کیا کیونکہ اس کی قدرت مین کچھ نقص نہین ہے پس قطعاً ثابت ہوا کہ وہ خالق اکیلا ہے سب سے اعلیٰ وپاک ہے تمام عالم

اور یہ چیز عالم کی جو اس سے وہ پاک ہے اُس کی توحید کی دلیل ہے جو اُس نے پیدا کر دیا اسی واسطے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا سب سے سوال ہوگا کوئی شخص معذور نہ ہوگا اگرچہ رسول سے پیغام اس کو نہ پہونچا ہو کیونکہ مخلوق سب اپنے خالق عزوجل کی دلیل ہے اور آدمی خود مخلوق ہے اور آنکھوں دیکھتا ہے کہ آسمان میں ستارے چمکتے ہیں۔ بعضے جاہل کہتے ہیں کہ آسمان کوئی چیز نہیں ہے۔ جواب یہ کہ بڑا دریا و جھیل اور چھوٹا کٹورا تمام پانیوں میں یکسر نظر آتا ہے اگرچہ جسم نہیں تو صرف تمہاری نظر کا عکس ہے اور یہ بالکل باطل ہے کیونکہ عکس کے واسطے جسم ہونا ضرور ہے علاوہ ازیں یہ خالی مقام اگر بے انتہا ہے یعنی اس کی حد نہیں ہے تو بے انتہا دوری کا موجود ہونا قطعًا باطل ہے اور اگر انتہا ہے تو وہی آسمان ہے اگر کہو کہ بے انتہا دوری موجود ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کوٹھے پر کھڑے ہو کر اپنے قدم سے آسمان کی طرف پیمائش شروع کرو یعنے تمہارے قدم سے ایک جریب برابر اس بے انتہا تک چلی گئی ہے اور دوسری پیمائش اپنے سر سے اسی طرح شروع کرو اب ہم کہتے ہیں کہ جریب کا اوپر کا کنارہ دونوں کا بے انتہا تک ہے اور نیچے کا سرا ایک کا قدم سے اور دوسرا نیچا اپنے سر سے ہے اب چھوٹے کو کھینچ قدم والے سے ملا کر اوپر کی طرف برابر کر دو تب ہم کہیں گے کہ اوپر والا ایک چھوٹا اور بڑا یا نہیں اگر چھوٹا بڑا ہوا تو وہیں انتہا ہو گئی اور اگر بے انتہا ہے تو بے انتہا ہونے میں دونوں برابر ہیں حالانکہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ایک چھوٹا تھا اور ایک بڑا تھا اور جو کوئی کہے کہ چھوٹا و بڑا دونوں برابر ہو گئے ہیں وہ مجنوں ہے ورنہ بے وقوف ہے پس تمہاری بے وقوفی اسی وجہ سے لازم آئی کہ تم نے لا انتہا موجود بتلایا پس معلوم ہوا کہ بے انتہا کا وجود موجود نہیں ہے۔ اس دلیل کو ذرا غور سے دیکھو تم کو خود ہی حق بات معلوم ہو جائے گی اور اپنے خیالات جاہلانہ پر پشیمان ہو گے بالکل خراب بات ہے۔ ان دونوں دلیل سے ثابت ہوا کہ یہ خلا بے انتہا نہیں ہو سکتا پس تم آنکھوں دیکھتے ہو اور عقلی دلیل ہے … کہ یہ آسمان کو خالق عزوجل نے پیدا کیا اور آیت میں فرمایا کہ ہم نے اس میں بروج پیدا کیے۔ مجاہد و قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا یعنے ستارے پیدا کیے ان کو دیکھنے والوں کے لیے مزین کیا اور یہ تفسیر بظاہر عام عرب کے فہم کو شامل ہے اسی واسطے بعض نے کہا کہ اصحاب علم فلکیہ کا بیان ہے یعنے بروج سے منازل آفتاب و سیر کرنے والے ستاروں کی منازل مراد ہیں۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ فلک کے بارہ برج ہیں جنکے نام عربی میں حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت ہیں اور جو لوگ ان علوم میں مشتغل ہیں ان کا قول ہے کہ حمل و اسد و قوس کی طبیعت آتشی ہے اور ثور و سنبلہ و جدی کی خاکی ہے اور جوزا و دلو و میزان کی ہوائی ہے اور سرطان و عقرب و حوت کی آبی ہے اور ان بروج کی تقسیم اثنا عشریہ درجہ پر ہے ہر ایک برج کی دو منزل و تہائی منزل ہے اور ہر برج کا ایک سیارہ کے منازل میں سے … ہے مریخ کا حمل و عقرب ہے زہرہ کا ثور و میزان ہے عطارد کا جوزا و سنبلہ ہے قمر کا سرطان ہے اور شمس کا اسد ہے اور مشتری کا قوس و حوت ہے اور زحل کا جدی و دلو ہے بطون کے اسرار یا وہ کیا کہ ہر ایک برج کے تیس درجہ کے حساب سے تین سو ساٹھ درجہ ہیں کہ آفتاب ان کو سال میں ایک مرتبہ دورہ کر جاتا ہے اور دوسری فلک کا ایک دورہ ہے اور قمر اپنے درجہ کو اٹھائیس دن میں پورا کرتا ہے اسی واسطے دو روز تک غائب رہتا ہے آیت میں جو فرمایا کہ یعنے ان کو ناظرین کے لیے مزین فرمایا تو اس میں آنکھوں کی نظر اور عقل کی نظر دونوں شامل ہیں یعنی عقل کی نظر سے استدلال توحید صحیح ہو بشبہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت و عجائبات قدرت ہے۔ وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ۔ اور محفوظ کر دیا ہم نے اس کو ہر شیطان رجیم سے مگر جس نے چوری سے کان لگا کر سنا سو پیچھے ہوا اُس کے شہاب روشن۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے عالم افلاک کو … عبادت کرنے والی مخلوقات … ملائکہ ہیں معلوم نہیں کہ مخلوقات کے … اللہ تعالیٰ جانتا ہے اس شان کی … اس طرح اس کے لیے محفوظ کر دیا کہ وہاں کی … شیطان رجیم کا گزر نہ ہو سوائے اسکے کہ شیاطین چوری سے کچھ سن کر بھاگیں تو اسکے پیچھے شہاب ثاقب آگ پہونچتا ہے جل گیا اور اگر نہیں تو بچ گیا اور اللہ تعالیٰ جیسے دین کی مخلوق سے پاک ہے ویسے ہی انسانی مخلوق سے پاک ہے اس نے ہر جگہ کو مع اس کی مخلوقات کے پیدا کر دیا اور ہر ایک کے احکام جدا جدا فرمائے ہیں۔ پھر اگر وہ چاہتا کہ کسی شیطان کا وہاں کسی طرح گزر نہ ہو تو

نہ ہوتا و لیکن اُس نے اسقدر امتحانی وسعت دیدی کہ سوائے اس شیطان کے جو چوری سے سن بھاگے۔ اب میں کہتا ہوں کہ جب آسمان کا بنانا ثابت ہوا آنکھوں دیکھنے سے بھی اور عقل کی قطعی دلیل سے بھی اور تمام مخلوقات جو لاکھوں برس سے چلی آتی ہے سب میں سے کسی نے انکار بھی نہیں کیا اور ارسطو وغیرہ نے نہایت بلند رصدگاہ بابل وغیرہ سے معائنہ بھی کرلیا غرضکہ بلا دلیل انکار کے سوائے قطعاً ثبوت ہوا تو پھر ستارے جو ہماری آنکھوں سے نظر آتے ہیں پس اب کچھ دغدغہ مت کرو کہ وہاں بھی احکام الٰہی تعالیٰ جاری ہیں از انجملہ وہ ہر شیطان سے محفوظ ہے اور رجیم کے معنے رجم کیا ہوا مراد مردود دھتکارا ہوا مگر اسقدر وسعت دیدی کہ سوائے اس شیطان کے جو صرف چوری سے سن بھاگے۔ اور جیسے آسمان و زمین و ستارے وغیرہ کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم حکمت و جلیل قدرت ہے ایسے ہی ان احکام کی حکمت کا کوئی پار نہیں پاسکتا ہے از انجملہ زمین کی مخلوقات پر امتحان و ابتلا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ ہیبت و جلال الٰہی سبحانہ تعالیٰ کے سامنے ملائکہ خائف و با ادب رہتے ہیں اور جیسے آدمیوں میں اپنی جنس کے آدمی بادشاہ سے چھوٹے درجہ والے رعب کھا کر متحیر ہوتے ہیں وہاں اس سے بہت بڑھ کر معاملہ ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ فاذا فزع عن قلوبهم قالوا ماذا قال ربكم قالوا الحق وهو العلي الكبير۔ یعنی جب ہٹ جاتی ہے گھبراہٹ ان کے دلوں سے تو چھوٹے پوچھتے ہیں کہ کیا ارشاد رب نے جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بزرگ برتر ہے اب صحیح روایت سے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی امر کا حکم فرماتا ہے تو اس کے کلام کی ہیبت سے ملائکہ اپنے پروں کو عاجزی سے ڈالتے ہیں جیسے کسی پتھر پر زنجیروں کی آواز ہوتی ہے جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ چھوٹتی ہے تو کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا تو جس سے پوچھا وہ کہتا ہے کہ حق فرمایا وہ بزرگ برتر ہے یعنے احکام میں جسقدر بیان ہوا کر دیا تو اس حال میں چوری سے کان لگائے ہوئے شیاطین یعنے جو زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک دوسری سے متصل ہوتے ہیں اوپر والا شیطان کچھ سن بھاگتا ہے وہ اپنے نیچے والے کو بتلا دیتا ہے نیچے والا اپنے نیچے والے کو یہانتک کہ زمین تک پہونچاتا ہے اور کبھی پہلے کو شہاب پہونچا اور ہنوز اس نے دوسرے کو نہ بتلایا تھا کہ وہ جل جاتا ہے پھر بچگیا اور اس نے پہونچایا زمین تک تو زمین والا اس کو ساحر یا کاہن کے منہ میں ڈالتا ہے یعنے رمال وغیرہ جن سے لوگ آیندہ کی ہونے والی باتیں پوچھا کرتے ہیں اور جہالت و کفر سے ان کو غیب دان سمجھتے ہیں پس وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملاتا ہے مگر سچا مانا جاتا ہے اس کے معتقد لوگ کہتے ہیں کہ کیا ہم سے اس نے فلاں روز نہیں کہا تھا کہ ایسا ایسا ہوگا وہ ہوا اور یہ وہی بات ہوتی ہے جو شیطان سن بھاگا تھا۔ رواہ البخاری فی تفسیرہ۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض اشارات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان جو شہاب سے جل جاتا ہے اس سے بھی ایک قسم کا شیطان پیدا ہوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم پس استراق السمع سے ایک امتحان مخلوق کا بہت وسیع ہے تم دیکھتے ہو کہ اس میں کسقدر کثرت سے عوام مبتلا ہوتے ہیں باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں صریح فرمادیا کہ غیب کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے اور حدیث میں سخت ممانعت ہے کہ جو کوئی جادوگر یا کاہن کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرے تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اتارا گیا اسکو جھٹلایا یعنے قرآن پاک و رسول سے کافر ہوا۔ اور واضح ہو کہ اس میں علما کے اقوال ہیں کہ شہاب جو شیطان کو جلاتا ہے اس سے کیا مراد ہے آیا وہ مر جاتا ہے یا مجروح ہوجاتا ہے کیونکہ شیطان آتشی ہے اسکے حق میں آخرت کی آگ تو عذاب ہے اور باقی کی نسبت کوئی حکم صریح نہیں ہے قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شہاب اسکو جلاتا و زخمی و مخبل کر دیتا ہے قتل نہیں کرتا ہے مخبل کے معنے جسکے عضو کو بیکار کر دیا گیا یا وہ جسکی عقل جاتی رہی ہو جیسے مخبط و دیوانہ ہوتا ہے۔ اور حسن بصری و ایک جماعت نے کہا کہ شہاب اس کو قتل کر دیتا ہے مترجم کہتا ہے کہ اول قول اقوی ہے اور واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد قرآن شریف کے زمانہ نزول میں ایک عظیم الشان خوشی نزول رحمت کی ملائکہ میں تھی اور آسمانوں کی حراست شدید کی وجہ سے تمام عرب کے کاہن ایسے بیکار ہوگئے تھے کہ انکی کوئی بات سچ نہ ہوتی تھی اور یہی وجہ ہوئی کہ عرب سے کہانت منقطع ہوگئی اور یہ بات عرب سے مشہور و معروف ہے۔ اور خوب یاد رکھو کہ حکمائے یونان و دیگر فلاسفہ نے جو زعم کیا کہ شہاب فقط ایسے ابخرات ہیں جن میں روغن کا میل ہوتا ہے وہ کرہ نار کے قریب پہونچکر مشتعل ہوجاتے ہیں یا فاسفرس

بوجہ دو قسم ہوا میں سے ایک قسم پہونچنے سے مشتعل ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ ہر شخص جسکی آنکھوں میں اللہ تعالیٰ نے عیب نہیں دیا وہ دیکھکر معلوم کر سکتا ہے کہ معائنہ کے خلاف ہے اور دوسرا قول تو محض جہالت ہے خصوص اسقدر رسیدہ یا مقوس خط ہونا ان اجزات کے لیے خلاف عقل ہے اور ہوا سے مجدا سے ہیں اشتعال ہونا وہاں ایسی وضع سے اس کا ہونا بہت زیادہ بیہودہ کلام ہے اور اگر پوچھا جاوے کہ اس پر کیا دلیل ہے تو سوا اٹکل کے کوئی دلیل نہیں رکھتے ہیں مگر تعجب ہے کہ دلیلوں سے انکار اور بلا دلیل پر اسقدر اصرار ہے اب میں کہتا ہوں کہ اول قول اسوجہ سے باطل ہے کہ دخانی اجزات زمہریر کی سردی سے تجاوز نہیں کر سکتے جبکہ آگے حرارت نہ پہونچے ورنہ حرارت اسقدر کہ زمہریر پر غالب ہووے ثابت کرو ورنہ قول باطل ہے اور جب اول قول مردود ہے تو دوسرا قول اسی دلیل سے مردود اور نیز اسوجہ سے کہ دونوں قسم ہوا کی زمہریر تک موجود نہیں ورنہ زمہریر میں منحصر ہوا اور تم خود اس کا اقرار کرتے ہو تو زمہریر سے تجاوز کر کے اس کا وجود باطل ہے اور کیا وجہ ہے کہ یہاں سے زمہریر تک جہاں ہوا کا زیادہ موقع وجود ہے کیوں نہ ہوا کہ بعد زمہریر کے واقع ہوا۔ اے لوگو تم اپنی نا انصافی پر افسوس کرو اور ایسی جہالت سے درگذر کرو تم جہالت کے پابند ہو اور حق بات سے تم کو اسقدر انکار ہے۔ مترجم نے خلاف عادت اس مقام پر زیادہ طول سے اسوجہ سے بیان کیا کہ اہل ایمان کو معلوم ہو کہ انکار کرنے والے کسقدر اوہام کے پابند اور خیالات واہیہ بیہودہ لایعنی کے معتقد ہیں اور بلا دلیل کے حق بات و صحیح واقعی امر سے انکار کر لیتے بلکہ دلیل صریح سے منکر ہوتے ہیں جب صریح دلائل و آیات سے توحید خالق جل شانہ و عجائب قدرت ثابت ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے مساکن یعنی زمین کی آیات قدرت بیان فرمائیں بقولہ تعالیٰ۔ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔ یعنی اس کی مخلوق میں سے زمین ہے جس کی نسبت فرمایا کہ زمین کو ہم نے کشیدہ کر دیا یعنی پانی پر اور ڈالا فرمایا اس میں جمے ہوئے پہاڑ اور اگائی ہم نے زمین میں ہر شے سے موزون یعنی مقدار معلوم۔ ظاہر آیت دلیل ہے کہ زمین مفروش ہے اور امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر میں کہا کہ محتمل یہ بھی ہے کہ گول شکل کرہ کے ہو پھر حکمت الٰہیہ میں سے ہے کہ فلک محیط کے ہر جانب کشش مساوی سے زمین درمیان میں معلق ہے مگر ایسی کشش اس امر کو مانع نہیں ہوتی کہ درمیان میں معلق ہو کر ٹھہرائی رہے اسی واسطے مشکوٰۃ کی کتاب بدء الخلق میں آیا ہے کہ زمین کھو پانی پر لرزہ تھا ایس پہاڑ اللہ تعالیٰ نے اس پر قائم کر دیے پھر یہ زمین تمام کافروں پر حجت قوی ہے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اور یہ کہ اس کی قدرت الٰہی ہے کہ عقل و حواس کو وہاں مجال گفتگو نہیں ہے۔ اول دلیل یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کیا کہ زمین کرہ ہے پس ہم کہتے ہیں کہ اس کرہ کے چاروں طرف ہوا ہے اور ملکوں آسمان نظر آتا ہے یعنے اس خالی میدان کے بیچ میں یہ کرہ معلق ہے پھر اس کرہ میں سے قریب چہارم حصہ کے خشکی ہے اور باقی چاروں طرف کھاری پانی ہے پس عجیب قوی دلیل قدرت ظاہر ہے کہ وہ پانی صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چاروں طرف قائم ہے ہرگز نہیں ٹپک جاتا حالانکہ پانی ایک بہتی ہوئی چیز ہے دوم دلیل قدرت یہ کہ کھاری پانی مٹی کے ڈھیلے وغیرہ کو گلا دیتا ہے حالانکہ چھوٹے ٹاپو وغیرہ موجود ہیں اور ان کو کچھ ضرر نہیں کرتا ہے۔ اور اس میں مچھلی و جانور و موتی و جواہرات پیدا ہوتے ہیں سوم بحر ہند شور سمندر رہا کہ بحیرہ قلزم سے جس مقام پر ملا ہے وہاں قدرت الٰہی کا آیت یہ وہ حائل ہے کہ اس طرف کھاری اور اس طرف میٹھا ہے حالانکہ پانی اور دونوں آپس میں ملجاتے ہیں خوب غور سے دیکھو۔ اور ہم اوپر ثابت کر چکے کہ آسمان کا وجود صاف دلیل سے ثابت ہے تو پھر یہ زمین اس کے بیچ میں اسی کی کشش پر ہے اور جس نے کہا کہ زمین آفتاب کے گرد گھومتی ہے اس نے بالکل اپنی اٹکل سے کہا اور بالکل غلط کہا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو کہ اس کے بیان سے اس کا جھوٹ ہم ثابت کیے دیتے ہیں اس طرح کہ جب یہ آفتاب کے گرد گھومتی ہے تو آفتاب مرکز ہوا اور زمین کا دورہ جو تین سو پینسٹھ روز میں پورا ہوا یہ محیط ہے اور نصف قطر آفتاب کی دوری زمین سے ہے نو کروڑ پچاس لاکھ میل کہتا ہے تو پورا قطر انیس کروڑ ہوا پس محیط بقاعدہ پیمائش بنگال لو اور زمین کا قطر آٹھ ہزار میل تو محیط نکالیا اب لازم ہے کہ زمین کے محیط کو تین سو پینسٹھ میں ضرب دینے سے وہی مقدار برابر ہو جاوے جو محیط گردش کی ہے حالانکہ اس میں کروڑوں کا تفاوت ہے صریح غلطی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ کسقدر اپنی غلط رائے کے قائل و معتقد

ہوتے ہیں اور صریح آیات و دلائل سے جو حق و صحیح ہیں انکار کرتے ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ کرۂ زمین کا پانی باوجود بہتی چیز ہونے کی قدرت الٰہی سے قائم ہے تو وہ نیچری کہاں گیا جو معجزات کا منکر ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے سمندر پھٹکر پانی قائم ہونے سے انکار کیا اب شک دور کرو اور ایمان سے سنو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر بچھا دیا شاید کہ زمین گول ہو اور پانی چاروں طرف ہو یا مستوی ہو کہ جہاز جہاں سے روانہ ہو چلکر کہا کہ بدون اسی راہ کے اپنے مقام پر پہونچ سکتا ہے بہرحال آیت کریمہ دونوں باتوں کو محتمل ہے پس اس خاک پر جو ہر طرح پانی میں ڈوبی ہوئی اور درمیان نہروں و دریاؤں و جھیل و چشمہ و کنوؤں سے بالکل تر ہے اس پر پہاڑ قائم کر دیے۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ۔ اور اس میں تم لوگوں کی معاش مقرر فرمائی یعنی اناج وغیرہ جس سے آدمی زندگی کرتا ہے اور یہ عجیب قدرت ہے کہ جو چیزیں معیشت ہیں وہ اسی زمین سے ہیں کیونکہ اناج مثلاً خاک ہو جاتا اور زمین میں ملجاتا ہے پس گویا زمین سے جسم بنایا اور زمین ہی سے اس کو غذا دی نکتہ یہاں سے ایک قاعدہ طب کا سمجھو کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روے زمین کی خاک سے آدم کا جسم بنایا اور طرح طرح کی خاک مختلف ہونے سے رنگ و اخلاق ہر ایک آدمی کے مختلف ہوئے اور روح ہر جسم میں گویا علیٰحدہ ہے اس سے بحث مت کرو بلکہ جسم کو دیکھو تو جب کوئی جسم کمزور ہو جاوے تو اس جسم کو اسی کے مثل خاک سے غذا دینے سے تندرست ہوگا اور خاک کی غذا اس طرح ہے کہ اس خاک سے جو معیشت پیدا کی ہے اناج ہو یا گوشت ہو یا دوا ہو وہ دیجاوے تو جو کچھ نقصان آیا ہے وہ پورا ہونے سے پھر تندرست ہو جائیگا ولیکن جو موت کی اس نے مقرر فرمائی ہے اس کا علاج کرنے والا جاہل ہے۔ اور قولہ تعالیٰ موزون یعنی وزن کی ہوئی اس کے معنے بھی سمجھ میں آگئے کہ جملہ اجسام کی حیات و زندگی کے لیے مناسب و ہر طرح موزون چیزیں اسی زمین سے پیدا کر دیں۔ اور یہیں سے اس حدیث کا مطلب بھی سمجھو کہ قیامت کے روز یہ زمین لوگوں کے خونوں و مظلمہ و نجاسات سے پاک ہو کر سپید ہو جائیگی اور اس کی نسبت فرمایا کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے مومنوں کی غذا اسی روٹی سے ہوگی جو اللہ تعالیٰ تم کو کچھ عطا فرما دے۔ واضح ہو کہ معاش سے مراد فقط کھانے پینے کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ لباس و دوا و غذا و ہر طرح کے ضروری اسباب کو شامل ہے شیخ اور دی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہی معنے ظاہر ہیں۔ بالجملہ اپنے دلائل قدرت و احسان سے ظاہر و متنبہ کیا کہ ہم نے زمین کو ممدود فرمایا اس میں جملہ اسباب زندگی و رزق مخلوق فرمائے تمہاری زندگی کے لیے۔ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ۔ اور ہر اس شخص کی زندگی کے لیے جسکے تم ہرگز رزق دینے والے نہیں ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ چوپائے جانور وغیرہ ہیں اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں باندیاں و غلاموں کو بھی شامل کیا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں سوائے آدمی و جنوں کے جنکو پہلے خطاب ہے باقی سب مخلوقات حتی کہ چیونٹی و سانپ و بچھو وغیرہ بھی شامل ہیں اور اشارت یہ ہے کہ عام رحمت و کمال حکمت سے جس کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا ہے بہت سی مخلوقات پیدا فرمائی اور اگر آدمی کے ذمہ انکا رزق دینا ہوتا تو وہ ان کو نہ دیتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو رزق اسی زمین سے دیا۔ روے زمین پر ہزاروں قسم کے کیڑے و پتنگے ہیں کہ آدمی ان کو پاوے تو ہلاک کر دے حالانکہ آدمی کی زندگی میں ان کو بڑا دخل ہے کہ اکثر ان کی خاصیت سے آدمی تندرست رہتا ہے مگر نہ جاننے کے سبب سے انکو مار ڈالے یا غذا نہ دیوے اور ہزاروں جانور ہیں جنکو خوبصورت دیکھکر چھوٹے بچے انکے ماں باپ سے جدا کر کے چڑیمار نکال لاتا اور لوگ اس سے خریدتے ہیں اور آدمی اُن کو گرفتار کر کے پالتا ہے اور اپنے نفس کی خوشی کے لیے ان کو اس طرح پنجرے میں تکلیف دیتا ہے حالانکہ وہ پالکو تو کے مانند نہیں ہوتے ہیں اور ہزاروں سی خود ایذا اٹھاتا ہے اور ہزاروں چوپائے ہیں کہ ان سے اپنا نفع لیتا ہے مگر پیٹ بھر غذا انہیں دیتا یا سخت مشقت لیتا ہے اور یہ سب جرم سنگین گناہ ہیں جن میں امتحان کیا گیا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ من تو ذی عقل کو بولتے ہیں تو باندیاں و غلام ہو سکتے ہیں جواب یہ ہے کہ ذی عقل کو غالب کر کے کلمہ من فرمایا اور ما وغیرہ نہیں فرمایا اسی واسطے مجاہد رضی اللہ عنہ نے چوپائے سے تفسیر کر کے اشارہ کر دیا کہ ان سے مملوک تو صریح مصداق ہیں مگر بطور تغلیب ہیں اور شمول غیر ذی عقل کا کلی ہے۔ پھر رزق ہر ایک کے واسطے مقدر اور زمین سے ہے اور ابھی مقادیر ہے کچھ اسلئے نہیں کہ اگر کم و زیادہ تھا جیسے بے عقلوں کا گمان ہے بلکہ حکمت الٰہیہ نے

ہر ایک امتحان کے لیے یون ہی مقرر کر دیا ہے اسلئے فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۔ اور نہین کوئی چیز مگر آنکہ ہمارے یہان اسکے خزانے ہین ۔ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۔ اور نہین اُتارتے ہم اس کو مگر بمقدار معلوم جسقدر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اُتارتا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کوئی سال بہ نسبت دوسرے کے بارش مین کم و بیش نہین ہوتا ولیکن کبھی یہان اور کبھی وہان اور کہا کہ کسی قوم پر زیادہ اور کسی پر کمی بمقدار اسکے جو مستحق رہے تھا۔ رواہ ابن جریر۔ اور واضح ہو کہ ہم کئی مقام پر تحقیق کر چکے ہین کہ ہر چیز کے واسطے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اسباب رکھے ہین ولیکن چونکہ اسباب کا آمادہ ہونے کا بھی آخری درجہ صرف اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے لہذا اہل ایمان کے نزدیک ہر ایک چیز اسی کی طرف منسوب ہے اور حدیث صحیح مین ہو کہ قحط یہ نہین کہ تم کو بارش نہ ملے بلکہ قحط یہ کہ بارش ہو مگر زمین سے پیداوار نہ ہو۔ جمہور مفسرین نے کہا کہ آیت مین پانی مراد ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ بندون و جانورون کو روزی دیتا ہے۔ ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مینھ نازل فرمایا اس مین کمی نہین ہوئی ولیکن کہین زیادہ کہین کم ہوتا ہے۔ ابو الشیخ والبزار رحمہما اللہ تعالیٰ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خزائن الٰہی اس کا کلام جب کسی چیز کا وجود چاہا فرمایا کہ ہو جا وہ ہو گئی۔ قال البزار وفیہ ضعف (ملخص ابن کثیر وغیرہ) حاصل یہ کہ رزق وغیرہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے بقدر معلوم و بمقتضائے حکمت ہے جیسے دوسری آیت مین فرمایا ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء یعنی اگر اللہ تعالیٰ کشادہ کر دے رزق بندون پر تو حد سے باہر ہو جاوین زمین مین ولیکن جسقدر چاہتا ہے اُتارتا ہے ۔ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ ۔ اور بھیجا ہم نے ہواؤن کو لواقح یعنے باردار کہ وہ سحاب کو اٹھاتی اور پھراتی ہین لقولہ تعالیٰ اقلت سحابا ثقالا یا لواقح بمعنے صاحب لقح جیسے اونٹنی لاقحہ وہ ہوتی ہے جسکے کثرت سے دودھ ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لواقح ریاح کو بکلام جمع فرمایا کیونکہ لقح کے واسطے جمع ضرور ہے بخلاف ریح عقیم کے جو قوم ہود پر عذاب تھی اسکو واحد اور عقیم یعنے بانجھ کہا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ ریح کو بھیجتا ہے وہ آسمان سے پانی اٹھاتی اور باردار ہوتی ہے اور سحاب کی چال چلتی ہے یہانتک کہ جیسے لقحہ سے دودھ کا دَر ہوتا ہے اسی طرح مینھ برساتی ہے۔ ایسا ہی ابن عباس و ابراہیم نخعی و قتادہ نے کہا ہے اور امام ابو بکر عبداللہ بن الزبیر حمیدی نے اپنی مسند مین باسناد حسن حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے جنت مین ہوا کے بعد ہوا کو سات سال پیدا کیا اور اس کے ورے ایک دروازہ بند ہے اور تم کو ہوا اسی دروازہ سے آتی ہے اگر کھول دیا جاوے تو آسمان و زمین کے درمیان ہر شئے کو اوڑاوے گی اس کا نام اللہ تعالیٰ نے یہان ازیب ہے تم اس کو ہواے جنوب کہتے ہو۔ قال المترجم جنوب بفتح جیم وہ ہوا کہ جنوب بضم جیم سے چلتی ہے ۔ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً پس ہم نے آسمان سے پانی اُتارا ۔ فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۔ پس ہم نے اس سے تم کو سیراب کیا۔ کمال رحمت سے اس کو شیرین پانی کیا اور برسا کر اسکو زمین کے اندر جذب نہ فرمایا بلکہ چشمہ و نہرین و جھیل و تالاب و دریا کر دیے کہ ہر طرح اسی سے نفع اٹھاتے ہو اور اگر سمندر کی طرح شور ہوتا تو زندگی دشوار ہو جاتی ۔ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ۔ اور تم نہین ہو اس کے خزانہ رکھنے والے بلکہ یہ خزانہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اور وہی اسکا حافظ بھی ہے کہ تم کو بقدر معلوم اس سے ہمیشہ ملتا ہے ۔ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ۔ اور کچھ شبہہ نہین کہ ہم ہی زندگی دیتے ہین اور موت دیتے ہین اور ہم ہی تو وارث ہین۔ اس سے کچھ بھی انکار کسی شخص کو نہین ہو سکتا وہ خوب جانتا ہے کہ دنیا مین چندروزہ زندگی اللہ تعالیٰ کے زندہ کرنے سے حاصل ہوئی اور یہان کسی طرح اس نے بسر کی آخر کو وہ چھوڑ جاویگا پس مبارک اس کو جس نے یہان اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی توحید سے رضائے الٰہی حاصل کی کہ دوسری زندگی مین اس کو نہایت عیش کا جہان ملا۔ ف۔ فی العرائس قولہ ولقد جعلنا فی السماء بروجا الآیۃ۔ اس کے اشارات دقیقہ مین سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ناظرین ارواح و قلوب و عقول کے واسطے کشف انوار و ذات و صفات کے لیے منازل ظاہر کر دیے ہین ان مین سے ہر ایک کو بقدر استعداد و سعادت کے نزول حاصل و مشاہدہ واصل ہے پس سیر نظر روحی سماء ازل و ابد مین اور سیر عقلی انوار برج عظمت و کبریا مین اور سیر قلبی جلال و جمال مین ہے اور سیر اسرار تجلیات ذات مین ہے اور سیر روحی کا مقام

توحید و تجرید و تفرید ہے اور مقام عقل معارف کشف ہیں مقام قلب عشق و محبت و خوف و رجا وغیرہ ہیں اور اسرار کو مقام فنا و بقا و سکر و صحو حاصل ہوتا ہے اور ہر ایک عارف و کامل کو بقدر ادب و استعداد کے اپنی اپنی منزل کا ثمرہ حاصل ہوتا ہے اور وہ سبحانہ تعالیٰ ادراک خلق سے پاک ہے اور جو فرمایا کہ حفظناها من کل شیطان رجیم۔ تو جو کوئی حق راہ سے بھٹکا اور باطل ظلمات میں گمراہ ہے یا مدعی و بیہودہ بے ادب ہے وہ کشف و سیر و مقام و ثمرات سے مطرود ہے اور اشارت ہے کہ یہ بروج صفات و معارف ہمیشہ ہواجس نفس و وساوس شیطان سے محفوظ ہیں۔ قولہ الا من استرق السمع الآیہ۔ البتہ ہواجس نفسانی و شیطانی کبھی عالم عقول ارواح و اسرار کے ہاتف غیب سے کوئی بات سنکر دعاوے باطلہ سے مدعی ہوتے ہیں تو طوارق قہریات سے ان کو جلا کر عالم طبیعت صاف کر دیا جاتا ہے اور واضح ہو کہ یہاں ایک اشارہ اور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سالک قلوب میں بروج مقامات و حالات رکھے ہیں جن میں ہر ایک میں علیحدہ علیحدہ عالی حیثیت عالم صفات سے انوار حاصل کرنے میں ساعی ہیں اور ان میں تقلب ہوتا ہے اور اس کا اشارہ حدیث صحیح میں موجود ہے کہ فرمایا القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن یقلبها کیف یشاء یعنی حضرت الرحمن کے دست قدرت میں قلوب مقہور ہیں جیسے چاہتا ہے انکو مقلوب فرماتا ہے پس اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و جلال سے ان بروج کو طوارق نفوس و وسواس سے محفوظ فرماتا ہے پس جب نفس امارہ کسی حاشیہ قلب میں قصد کرتی ہے تو جوش قلب کی آگ سے جلکر خاک ہو جاتی ہے اور یہ ارباب صدق و صفا کے چہرہ حال سے بلکہ چہرہ جمال سے روشن ہوتے ہیں کما قال تعالیٰ تعرفہم بسیماہم۔ تو ان کو ان کے چہرہ سے پہچانے اور فرمایا سیماہم فی وجوہہم۔ ان کے نشان ان کے چہروں سے ظاہر ہیں بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں بروج و مناظر رکھے ہیں جن سے آدمی اس کی معرفت کو پہونچتا ہے اور شیخ رح نے کہا کہ یہ فقط اس شخص کے واسطے ہے جس کی چشم باطن روشن ہو کہ علو مقام کے لیے اسکو ہدایت حاصل ہو اور شیخ ابن طاہر رح نے کہا کہ آسمانی بروج کے نظائر قلب میں بروج ہیں مانند خوف و امید و توکل و تفویض و صبر و تسلیم و یقین ان کی اصل ہے پس ہر ایک برج قلبی و ایک برج سماوی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کی راہ ہے مگر اسکو ہر شخص نہیں جانتا سوائے عارفین و علماء کے اور جیسے برج سماوی کے لیے ناظرین ہیں یوں ہی بروج قلبی کے لیے وے لوگ ناظر ہیں جو اپنے نفس پر نظر کرنے کی توفیق دیے گئے ہیں شیخ استاد رح نے کہا کہ جیسے نجوم آسمانی و بروج فلکی اس کے لیے زینت ہیں اور شیطان وہاں مرجوم ہوتا ہے ایسے ہی قلوب میں معارف و علوم نجوم ہیں اگر ابلیس مع لشکر کے کسی ولی کے قلب سے قریب ہو تو جل جاوے اور یہ قلوب ملائکہ سماوی کے لیے زینت نظر ہیں۔ قولہ والارض مددناها والقینا فیہا رواسی الآیہ اشارہ سے ظاہر ہوا کہ قلوب عارفین کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وسیع ممدود کر دیا ہے کہ اسکے انوار جمال و جلال کے لیے مبسوط ہے کیونکہ وہ مقام تجلی ربانی ہے اور مصداق قولہ واشرقت الارض بنور ربہا۔ پس جسقدر تجلی ہوتی ہے اسی قدر اس میں وسعت و انبساط ہوتا ہے اور اس میں گنجائش ضروری ہے کیونکہ موازی مشاہدہ قدم ہے ثابت ہے کیونکہ وہاں عرش الرحمن و کرسی ہے اور اس صفت کا کوئی دل سوائے انبیاء و اولیاء کے دلوں کے اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا اسی وجہ سے تو نے دیکھا کہ وارد ہوا ہے کہ زمین و آسمان وسعت شان الٰہی کے لائق نہیں لیکن مومن کا دل اس میں گنجائش رکھتا ہے اور کشائش قلبی براہ علم تجھکو ظاہر ہو کہ اہل الصدق کے دلوں میں شان الٰہی کے سامنے تمام عالم ایک رائی سے کم تر پھر جب اس شان سے قلوب میں زلزلہ آگیا تو اس میں عظمت و کبریائی سے پہاڑ قائم کر کے انکو مضبوط کر دیا۔ واضح ہو کہ آیت سے ایک اشارہ اور بھی مفہوم ہے وہ یہ کہ جیسے ظاہری تزلزل زمین کا پہاڑوں سے دفع کیا اسی طرح باطنی تزلزل کا دفعیہ اولیاء اللہ تعالیٰ سے ہے پس سب سے بڑا جو زمین کے سکون کا باعث پہاڑ سے ہے تو سب سے زیادہ قیام اسکا اولیاء کے سردار یعنی غوث سے پھر تین بزرگ سے پھر سات سے پھر دس سے پھر چالیس سے پھر ستر سے پھر تین سو سے ہے لیکن ترتیب میں ابدال و اوتاد ہیں پھر نقباء ہیں پھر خلفاء چالیس پھر دس علماء پھر سات عارف پھر تین اہل مکاشفہ پھر اول قطب اعظم ہے جسکی طرف سب کا مرجع ہے اللہ تعالیٰ انہیں اولیاء سے اپنی مخلوقات سے بلا دور کرتا ہے اور انہیں سے مخلوق کو رزق دیتا ہے سہل رح نے کہا کہ زمین کو عماد و دلہا کر مضبوط کر دیا کہ دیکھنے والا عبرت کی نگاہ سے دیکھے اور اس میں اولیاء کے مقامات آراستہ کرے جنکی ذات سے زمین قائم ہے شیخ استاد رح نے کہا کہ نفوس عابدین زمین عبادت ہیں اور قلوب عارفین زمین معرفت ہیں جبکہ ارواح مشتاقین زمین محبت ہیں اور خوف و رجا اور رغبت و رہبت اسکے لیے پہاڑ ہیں اور جیسے زمین سے اقسام اقسام کے نباتات اگاتا ہے اسی طرح قلوب

اہل الحق سے طرح طرح کے یقین وایمان کے معروفات پیدا فرمائے اور یہی عامہ زندہ دلون کے لیے معائش ہین یہی اشارت ہے قولہ وجعلنا لکم فیہا معائش چنانچہ صدیقین کی معائش زمین قلبی مین انوار شہود ہین اور محبین کے لیے ظہور انوار تجلی شہود ہین اور عارفین کے لیے کشف قرب معبود ہین اور موحدین کے لیے بعد کشف کے خطاب مسموع ہے اور زمین قلب کے رہنے والے عقل وفہم ونفس کی غذا انوار ایمان وبرہان وایقان ہے۔ قولہ ومن لستم لہ برازقین سے اشارت واضحہ موجود ہے کہ اس قلب کے رہنے والون کی غذا ت ذکر تمہارے دینے سے نہین پہونچتی ہے بلکہ رازق جل شانہ اپنے فضل وجود سے انکو یہ غذا دیتا ہے وہی ارواح وعقول ونفوس کا رازق ہے۔ استاد رح نے کہا کہ ہر ایک کا سبب عیش مختلف ہے پس معیشت مریدین تو اس کے اقبال کے یمن سے ہے اور عیش عارفین اس کا لطف جمال ہے اور عیش موحدین اس کا کشف جلال ہے اور ہر ایک اپنے حال سے مربوط ہے اور ہر ایک کو اسکے افعال سے حصہ نصیب ہے اور وہ اپنے افعال کے تحمل سے پاک ہے۔ قولہ وان من شیء الا عندنا خزائنہ جو کچھ عارفون کے قلوب مین انوار مکاشفہ ومعرفت وتوحید وایمان ویقین ومقامات وحالات والہامات وخطابات سے موجود ہین ہر ایک محصور نہین بلکہ ہمارے پاس اسکے خزائن ہین پھر ان حقائق کے خزائن اس کی پاک ذات وصفات ہین اور وہ قائم ازلی ابدی ہے پھر جو کچھ از قسم وجد وحال وکشف ومقال وتوحید ومقام متعلق بپاک صفات ہے اس کا ظہور بقدر قوت قلوب ہے جبکہ ارادت ازلیہ اس سے متعلق ہوئی ہو۔ قولہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم اسکے اشارت سے یہ علم حاصل ہوا کہ بندون کو اپنے رب ذوالجلال والاکرام پر بالحقیقت توکل فرض ہے اور اسباب واغراض سے قطع نظر کرین۔ روایت ہے کہ جنید رح جب اس آیت کریمہ کو پڑھتے تو کہتے کہ پھر تم کہان چلے جاتے ہو۔ بعض نے کہا کہ خلق کے پاس حق عز وجل کے خزائن سے قلوب ہین ان مین حق تعالے نے سب سے افضل چیز کو ودیعت رکھا ہے اور وہ توحید ہے اور اسکو معرفت سے زینت دی اور یقین سے منور فرمایا اور تفویض سے بزرگ کر دیا اور توکل سے اسکو آباد اور ایمان سے کشادہ فرمایا اور مخلوق کے اختیار مین اس مین سے کچھ نہین دیا کیونکہ قلوب کا قیام بقدرت حق تعالے دراصل اسی کے اوصاف سے منقلب ہین چنانچہ حضرت سید عالم نے فرمایا کہ ان القلوب الحدیث یعنی دلون کا یہ حال ہے کہ سب کے سب اللہ تعالے کے قبضہ قدرت مین ہین انکو جسطرح چاہتا ہے لوٹ پوٹ کرتا ہے پھر دلون مین انوا ہونے کے آثار مین سے یہ مقرر فرمایا کہ اعضا سے ظاہرہ جلدی سے اس کی فرمانبرداری کی طرف دوڑین اور اگر اس کی نافرمانی کا نام آوے تو تھک کر بیٹھ رہین اور مخالفت کرنے سے غمناک و پریشان ہون منتظر [illegible] رکھتا ہے ایمان کا اور [illegible] اس لیے پایا جو نیکی کرنے سے خوش ہوا اور گناہ کرنے سے پچھتایا ہو جیسا کہ حدیث صحیح کا مضمون اس بارہ مین آیا ہے۔ شیخ [illegible] نے کہا کہ حق تعالے نے اس آیت سے اپنے بندون کی طمع غیرون سے قطع کر دی پھر اس کے بعد جو کوئی اپنی حاجت غیر سے سمجھے وہ اسکی جہالت وغفلت کا سبب ہے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ اقسام آیات الٰہی مین نظر کرنے سے بندہ اس کے حکم پر مطمئن ہوتا ہے شیخ سہل رح نے کہا کہ سب سے زیادہ خاص خزانے اللہ تعالے کے زمین مین بندون کے دل مین ایسے بندے جو اس کی معرفت سے مومن ہین وہی اسکی محل نظر ہین تو جو کوئی اس خزانہ کو ہمیشہ اسکی یاد سے اور نگاہداشت سے آباد رکھے تو اللہ تعالے اسکے دل کو ہمیشہ اپنی طرف راجع اور ماسوا سے منہ موڑے رکھتا ہے شیخ استاد رح نے کہا کہ خزائن الٰہی سبحانہ فی الحقیقت اس کے مقدورات ہین اور اللہ تعالے ہر ایسی چیز پر جو موہوم الحدوث ہے قادر ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسکے خزائن زمین کے قلوب عارفین ہین اور اس خزانہ مین ہر قسم کے جواہر ہین چنانچہ حقائق عقلی ایک قسم کے جواہر ہین جو بعض اقوام کے قلوب مین رکھے ہین اور لطائف علمی ایک قسم کے جواہر ہین اور بدائع عرفانی ایک قسم کے جواہر ہین اسی طرح اقسام کے جواہرات ہین اور اسرار عارفین اس کے حبیب کے خزائن ہین پس نفوس اس کی توفیق کے خزائن ہین اور قلوب اسکی تحقیق کے خزائن ہین اور ہر زبان اسکے ذکر کا خزانہ ہے اور کہا گیا کہ اس نے فقرا کے دلون کو راحت دی ایسی اطلاع سے جو اغنیا کی طرف سے انکو برداشت کرنی پڑتی اس عطیہ سے جو انکو دیتے ہین اور اغنیا کو راحت دی کہ فقرا انسے کچھ طلب کرین پس کسی فقیر کو روا نہین ہے کہ اپنا دل اپنے رب کی طرف سے پھیر کر کسی مخلوق کی طرف لاوے اور کسی اور کی طرف محتاجی ظاہر کرے اور غنی کو روا نہین کہ اپنا کچھ احسان کسی پر رکھے کیونکہ تمام ملک اللہ تعالے کا ہے اور سب قدرت اسی کو ہے کسی کو کچھ نفع پہونچانے کی قدرت نہین سوائے اسکے وہی سب پر قادر ہے۔ قولہ وارسلنا الریاح لواقح فانزلنا من السماء ماء الآیہ۔ اشارہ سے ثابت ہے کہ مانند زمین ظاہری کے جسکو مینہ کا پانی پہونچکر گل بوٹے اگتے ہین قلوب کی زمین کو بھی پانی پہونچتا ہے اور اس سے بھی

اقسام اشجار پیدا ہوتے ہیں جیساکہ احادیث میں قلوب کی تمثیل زمین کے مختلف قطعات رنگ وشورہ وشیریں مختلف پیداوار والے قطعات سے ثابت ہے پس عارفین کے دلوں میں درخت معرفت کا بیج ہوتا ہے پھر کشف جمال سے ہوائے خوشگوار لطف چلتی ہے اور انوار جمال سے انکو سیراب کرکے اس میں سے ثمرہ محبت وشوق وعشق پیدا کرتی ہے قال الترجمی فی الحدیث ان لربکم فی ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا یعنی تمہارے رب کی طرف سے تمہارے ایام زندگی میں نفحات ہیں ان کے واسطے پیش ہوتے رہو۔ اور فی الحدیث تفعل بالابدان کما تفعل بالاشجار یعنی ہوائے ربیع جیسا درختوں کے ساتھ کرتی ہے بدنوں کے ساتھ بھی کرتی ہے غرض کہ اس میں اسرار لطیفہ ہیں فافہم پس بحر کرم سے اسپر باران عنایت ازلیہ برساکر اس سے ثمرات حکمت پیدا کرکے روح کو غذا دیتا ہے ہر شاخ سے حکمت وعلم غیب واسرار خاصہ وحقائق پیدا ہوتے ہیں کہ پھول وشگوفہ وکلیاں انوار تجلیات صفات سے ہیں۔ اہل ارادت کو فراق ودوری سے چھڑا کر موافقت کے شربت سے مفرح فرماتا ہے اور ہر دم انکو جوش مزید باقی ہے ۔ نگویم کہ بر آب قادر نیند + کہ بر ساحل نیل مستسقی اند۔ بعض مشائخ نے کہا کہ ہوائے لطف ازلی جب عارف کے قلب پر چلتی ہے تو اسکو ہوا جس نفس ورعونت طبیعت وبیہودہ خواہش سے چھڑا دیتی ہے اور اس میں تقوی کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں ازانجملہ اللہ تعالے پر اعتصام واعتماد کرنا اور اس کے سواے سب سے منقطع ہونا اور واضح ہو کہ اسی ہوا کا لطف یہ ہے کہ کافر دلوں میں سے فجور وعکس نیکی کا پیدا ہوتا ہے جیسا کہ آثار میں وارد ہے کہ نیکوں کے دل ہمیشہ جوش کرکے نیکی اگلتے ہیں اور فاجروں کے دلوں سے فجور جوش مارتا ہے۔ شیخ ابو عثمان رح نے کہا کہ جیسے باد بہار کے سے درختوں کی رگیں کشادہ ہوکر پانی چوستی ہیں یوں ہی نسیم صبا جب چلتی ہے تو کرم کے ساتھ بعضے دلوں کے کان کھل جاتے ہیں اور وہ وعظ ونصیحت قبول کرکے اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ ہوائے عنایت سے طاعات پر ثبات ہوتا ہے اور ہوائے کرم سے قرب الہی کو پہچانتا ہے اور نسیم توکل سے آدمی کو اللہ تعالے پر بھروسا ہوتا ہے اور ہر ایک ہوا سے بدن کو کچھ اثر اور دل کو کچھ اثر ہوتا ہے پس کمبخت وہ ہے جسکو نیک اثر حاصل ہوا اور بد وہ ہے جو نیکی سے محروم رہے۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ جیسے ہوا سے پانی وخمیر کثیر کی ابرا ہوتی ہے اسی طرح بندہ کے دل میں سبب اپنے رب تعالے کی طرف سے امیدوں کے جھونکے پہونچتے ہیں تو پہچان ہے کہ اسکو ارادت میں ثبات وحصول مراد ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ ہوا سے انبساط سے وحشت نہیں رہتی اور ہوا سے قرب سے ہمیشہ انس میں مستغرق رہتے ہیں اور آخر میں جو فرمایا کہ ما انتم لہ بخازنین یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ سب عنایت کرم بندوں کے اکتساب پر نہیں ہے بلکہ محض فضل واحسان ہے اور جب یہ فضل ولطف عارفین کے دلوں پر پیدا ہوتا ہے تو اسوقت ان کو حیات حاصل ہوتی ہے کما قال بقولہ وانا لنحن نحیی ونمیت ونحن الوارثون۔ اللہ تعالے اپنے بندوں میں سے جنکو زندہ فرماتا ہے انکو فراق کی موت سے ایمانی حیات دیتا ہے یعنی کفر وانقطاع سے جو مردہ ہوگیا اسکو معرفت ایمانی ومشاہدہ سے زندہ فرماتا ہے اور جب زندگی پیدا ہوئی تو موت کے جملہ اسباب واعضا مردہ ہوجاتے ہیں اور حیات کے جملہ اسباب پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ابتدا سے درجہ پر خلاف شریعت شہوات سے جسمانی اعضا مردہ تھے وہ خوف وعظمت سے زندہ ہوکر شہوات سے باز رہتے ہیں حتی کہ جب مرتبہ کمال کو پہونچا تو روح اس لائق ہوتی ہے کہ تاب تجلیات کو برداشت کرے مگر بطریق مشاہدہ دیدار ربانی پس نفس فانیہ جو بقاے حقانیہ زندہ ہے مشاہدہ سے زندہ ہوتی ہے اور اسرار عارفین رح جمال ازلی وتوحید حقیقی سے زندہ ہوتے ہیں پس موت وحیات آیات ہی صورت میں متحقق ہے اور بعد موت کے بقا میں شان حضرت عزت تبارک وتعالے ہے پس یہ نکتہ لطیف ہے اور ابتدائی موت وحیات خود ظاہر ہے اور جو زندہ ہوا وہ مشاہدہ جمال قدم واستقادر ربوبیت سے زندہ ہوا اور جسکو موت ہوئی اس کو محجوب ومنقطع کرکے مردہ کر دیا اور وہی پاک سبحانہ تعالی اس کے احکام ربوبیت وعبودیت کا علیم ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ زندگی جسکو ہے وہ وصال ہے اور موت اسکو جو دور کیا گیا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ بعض کو طاعات سے زندہ کیا اور بعض کو معاصی سے مردہ کیا اور سب چیزیں اسی کی ہے سوائے اس کے۔ شیخ وراق رح نے کہا کہ قلوب کی زندگی بنور ایمان ہے اور نفوس کی موت یہ ہے کہ شہوات کی پیروی کریں مترجم کہتا ہے کہ قولہ تعالے یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم الآیۃ اور اسکے سواے بہت آیات واحادیث اسکے واسطے ثبت ومتحقق ہیں کہ واقعی موت وزندگی یہی کفر وایمان ہے اور کبھی کفر کو اتباع شہوات سے اور ایمان کو طاعات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی مراد شیخ رح کی ہے اور یہ صحیح ہے کہ بعضے لوگ ایمان لاکر معاصی کے سبب سے قریب مردہ کے ہوجاتے ہیں جیسا کہ انکا ذکر

انکا تقریبی

ہو کیونکہ وہ ایمان کا نقص ہے بلکہ بعید نہیں کہ بسا اوقات صرف اسلام کا نام رہ جاوے ونعوذ باللہ من ذلک۔ شیخ ابو سعید خراز رحمہ نے کہا کہ بندوں میں سے زندہ وہ ہے کہ حق سے اس کی حیات ہو اور بندوں میں سے مردہ وہ ہے کہ قیوم حقیقی سے اس کی حرکات ہوں بعض نے کہا کہ دلوں کو مشاہدہ سے اور نفوس کو حجاب سے زندہ و مردہ کیا جاتا ہے۔ شیخ جریری رحمہ نے کہا کہ کتنے لوگ زندہ کہ ان کی زندگی درحقیقت اُن کی موت ہے اور کتنے لوگ مردہ کہ اُن کی موت درحقیقت اُن کی حیات ہے۔ سہل رحمہ نے کہا کہ بندگان مومنین کی زندگی معرفت و توجہ برب تبارک و تعالیٰ ہے اور موت کافروں کی مخالفت و روگردانی ہے اور کبھی فرمایا کہ جن کے حق میں سعادت مقدر ہے وہ طاعت و متابعت سے زندہ ہیں اور جن کے حق میں شقاوت مقدر ہے وہ شہوت پرستی و نافرمانی سے مردہ ہیں۔ شیخ استاد رحمہ نے کہا کہ تن پروری شہوت پرستی و انکار آخرت ہے اور کمال روح ہے پس نفس اگر مجاہدہ سے مردہ ہو تو قلب زندہ ہوگا اور غافل اپنی غفلت میں مردہ ہے اور بیدار یاد میں مشغول زندہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ جن کو لطف سے ہدایت دی زندہ ہوئے اور جنکو دور کیا وہ مردہ ہیں۔ بالجملہ ان قدرتوں سے نظام عالم و مخلوقات و موت و حیات تم سب کے پیدا فرمائے اور اسکے علم میں سب حاضر موجود ہیں اور بیشک تم لوگ ایک بڑے گروہ مخلوقات کے بعد پیدا ہوئے ہو فقال عز و جل

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ

اور بے شک ہم نے جان لیا ہے تم میں سے اگلوں کو اور بیشک ہم نے جانا تمہارے پچھلوں کو اور بیشک تیرا رب وہی حشور کرے گا

إِنَّهُ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ وَالْجَانَّ

وہ تو بڑا حکمت والا دانا ہے اور ضرور ہم نے پیدا کیا آدمی کو کھنکھناتی مٹی سے جو گلگل بدبودار سے تھی اور جنکو پہلے اس سے

خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝

پیدا کر دیا تھا سموم کی آگ سے

پہلے بیان فرمایا کہ ہم نے اس طرح آسمان و زمین پیدا کیے اور تمہاری جسمانی معیشت زمین سے دی اور ایک مدت مقررہ کے بعد تم کو پھر خاک میں ملا دیا جیسے تمہاری روزانہ غذا خاک میں ملائی جاتی ہے اور آگاہ فرمایا کہ ہم ہی وارث ہیں تم سب فانی ہو پھر ان آیات سے عبرت دلائی کہ تم خوب جانتے ہو کہ تمہارے پہلے لوگ کہیں ان کا وجود نہیں ہے اور جیسے ہم اُن کو جانتے ہیں ویسے ہی پچھلوں کو جانتے ہیں فقال عز و جل وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ۔ اور بیشک ہمارے علم میں ہیں وہ لوگ جو تم میں سے پہلے ہوئے یعنی آگے ہو گئے ہیں۔ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یعنی مستقدمین وہ ہیں جو نسل آدم علیہ السلام سے مر چکے ہیں اول یعنی تم زمانہ والے اپنے وقت سے پہلے خیال کرو۔ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ اور یہ متاخرین جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں وے ہیں جو زندہ ہیں یا قیامت تک ہوں ایسی ہی تفسیر عکرمہ و مجاہد و ضحاک و قتادہ و محمد بن کعب و شعبی وغیرہم سے مروی ہے اور اسی کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور لکھا کہ محمد بن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے باسناد خود ابو معشر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی کہ عون بن عبداللہ نے محمد بن کعب سے اسی آیت کے معنی میں مذاکرہ کیا اور کہا کہ یہ نماز کی صفوں کے بارہ میں ہے کہ کون صف رغبت سے آگے ہوتی ہے اور کون صف دیر کر کے پیچھے پڑ جاتی ہے تو محمد بن کعب نے کہا کہ یہی نہیں ہے بلکہ مستقدمین جو مر چکے یا قتل ہوئے اور متاخرین جو آئندہ قیامت تک ہونگے۔ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ إِنَّهُ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ۔ اور تیرا رب ضرور ان کو وقت قیامت کے قبروں سے اور جہاں ہوں اٹھا کر حشر میں جمع فرما دیگا وہ تو بڑا حکمت والا دانا ہے پس عون بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ تم کو توفیق و جزائے خیر عطا فرما دے یہی معنی ہیں بالجملہ آیت میں استدلال بتلایا کہ جب اس کا خالق ہونا قطعی دلیل سے اور اس کی عظیم قدرتیں تمہاری عقول سے بلند ہیں تو پھر کسقدر جہل و گمراہی ہے کہ تم کو اس میں شک ہے کہ دوبارہ خاک سے کیونکر پیدا ہونگے حالانکہ تم اور تمہاری غذا ایسی عظیم الشان قدرت سے اس نے پیدا کی تو دوبارہ وہ کیوں نہیں پیدا کر سکتا ہے اور تمام انبیاء سابقین و صالحین برابر اس کی متواتر خبر دیتے رہے۔ واضح ہو کہ موجودہ لوگوں میں از راہ موت و حیات کے اگلا و پچھلا ہونا اسیطرح ہے

کہ ہنوز زندگی میں اگلوں سے جو مر چکے ہیں پیچھے رہے ہوئے ہیں اور قریب ہے کہ ان کے ساتھ لاحق ہونگے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قبروں کی بابت میں مردوں کو فرماتے کہ تم ہم سے آگے گئے اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم سے لاحق ہونے والے ہیں ولیکن سبقت وپچھڑنا فقط موت کی راہ سے تو بیان ہو گیا ہے اسی قدر پر انحصار نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر طرح نیکی وبدی میں آگے ہونے والوں وپچھڑنے والوں کو جانتا ہے حتیٰ کہ اگر ایک بیباک آدمی کسی فسق وفجور میں بے دھڑک آگے ہوا اور دوسرا اگرچہ اس کے ساتھ ہو لیکن جھجکا ہوا اور ڈرا ہوا تو دونوں کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ اگلا تو قریب کفر کے یا کافر ہے اور دوسرا گنہگار ہے جبکہ وہ گناہ سے ڈرتا ہوا ہے اگرچہ غفلت سے ساتھ ہے لہٰذا سلف صالحین اس آیت سے اپنے حق میں احکام نکالتے تھے جیسے طاعت میں مقدم وموخر ہونا اور صف جہاد میں آخرت پر وثوق وخوشی سے مقدم وموخر ہونا یا شہید ہو کر سبقت کرنا اور زندہ رہ کر پچھڑنا اور جیسے شرعی درجہ سے پچھڑنا مثلاً اول صف اعلیٰ واقدم ہے اور پچھلی ادنیٰ ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہے کہ مردوں کی صف بہتر وہ ہے جو اول ہو اور بُری وہ ہے جو سب صفوں سے پیچھے ہو اور عورتوں کی بُری صف وہ ہے جو سب سے آگے یعنی مردوں سے قریب ہو اور اچھی وہ ہے جو سب سے پیچھے ہو کما فی الصحاح پھر اگر مردوں کی صفوف میں سے کوئی شخص اس غرض سے پچھلی صف میں ہو جاوے کہ اگلوں کو تکلیف نہ ہو یا سب لوگ برابر حاضر ہوئے تو خواہ مخواہ صفیں آگے پیچھے ہونگی تو اس صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ ثواب میں برابر ہیں بلکہ اگلوں کو آرام دینے کی نیت سے مزید ثواب ہے لیکن اگر کوئی شخص اس غرض سے پیچھے صف میں آیا کہ کسی عورت نامحرم پر نظر ڈالے تو اللہ تعالیٰ اسکو جانتا ہے یعنی اس کو اپنی نیت کا بدلا ملیگا چنانچہ حدیث میں یہ واقعہ مذکور ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک عورت بہت خوبصورت عورتوں میں سے کہ میں نے ایسی نہیں دیکھی ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی پس مردوں میں سے بعضے تو اگلی صف میں چلے جاتے کہ اس پر نظر نہ پڑے اور بعضے لوگ آگے سے پیچھے چلے آتے تاکہ رکوع وسجدہ میں اس کو دیکھیں پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یعنی جب یہ آیت اُتری تو اس کا حکم معلوم ہوا کہ یہ معصیت ہے اور ایسی تقدیم والوں کو ثواب ہوا اور پچھڑنے والوں کو گناہ ہے پس تو یہ کرنا لازم ہوا۔ رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن خزیمہ وابن حبان والحاکم وصححہ ولیکن عبدالرزاق وابن المنذر نے ابوالجوزاء کا قول روایت کیا ہے اور ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس حدیث میں سخت نکارت ہے یعنی بالکل پہچانی نہیں جاتی ہے اور سخت ضعف ہے۔ بالجملہ اگر یہ قصہ ثابت ہو تو مراد وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کردی کہ آیت سے اس کا حکم ثابت ہے اور دنیا میں لوگوں کے واسطے اس طرح اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں خوف وحضوری رکھنا ہر کام میں لازم ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مستقدمین جو طاعت الٰہی میں پیش قدم ہیں اور مستاخرین جو معصیت میں پڑے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ مستقدمین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جہاں تک انسان کی اولاد مر چکی ہے اور مستاخرین جو ہنوز پیدا نہیں ہوئے ہیں قیامت تک۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت سے کوئی مخلوق چھپی نہیں ہے اور وہ اُنکو ضرور محشور فرما کر انکے لائق ٹھکانا انکو دیگا اور ثابت ہو گیا ہے کہ آخرت کے دو ٹھکانے ہیں جنت یا دوزخ اور ہر ایک مخلوق انسانی وجنی کے واسطے ان میں سے ایک ٹھکانا ضروری ہے پھر آدمی ضرور جانتا ہے کہ اکثر اوقات عقل سے اسکو ایک بات بہتر وخوب معلوم ہوتی ہے لیکن خواہش وخیالات سے وہ دوسری بات پر عمل کر کے خوار ہوتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اصل حقیقت انسانی پھر آدمی اور جن کی اقسام میں سے شیطانی باہمی عداوت واس کے آثار کا جنکو آدمی بالیقین مشاہدہ کرتا ہے مفصل بیان فرما دیا فقال جل شانہ۔ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ۔ اور بیشک ہم نے پیدا کر دیا انسان کو یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو جو انسانی قسم کے اصل ہیں مِنْ صَلْصَالٍ۔ خشک کھنکھناتی مٹی سے جو کہ۔ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ بیکل بودار تھی۔ واضح ہو کہ حماء وہ مٹی جس میں پانی ڈالا گیا ہو اور وہ دیر تک پڑی رہ کر سیاہ بدبودار ہو گئی ہو یا بدبودار نہ ہو اور مسنون سے مراد متغیر ہونا۔ ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جسکا پانی جذب ہو گیا ہو اور سیبویہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مسنون وہ ہے جو صورت بنایا گیا ہو۔ بہرحال اول جسم حضرت آدم علیہ السلام تراب یعنی خاک متفرق ریزہ تھی پھر ترکیب جانے کے بعد طین ہو گئی پھر دیر کے بعد طین لازب یعنی چپکتی ہوئی اسدار ہو گئی تھی

حمأ مسنون ہوئی اور اکثر کے نزدیک یہی طین لازب ہے پھر خشک ہوکر صلصال ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آیات میں جسم انسانی کے ان اطوار میں سے ہر طور کے لازمی خواص وحالات کے مناسب ہر مقام پر کہیں تراب اور کہیں طین وغیرہ سے تعبیر فرمایا ہے اور اکثر مفسرین واہل لغت نے کہا کہ آگ میں پکائے جانے کے بعد برتن کو فخار کہتے ہیں اور بعض آیات میں صلصال کا لفظ فخار بھی آیا تو ظاہر اس جسم میں ترکیب آتشی سے فخار فرمایا ہے اور چونکہ وہ عجیب حکمت تھی لہذا آگا لفظ فخار کہا کیونکہ آدمی اپنی عاجزی سے آگ میں پکایا ہے اس کو آتشی ترکیب نہیں دیکھتا ہے اور ابن عباس رضہ نے کہا کہ انسانی جسم پر تین حالت ہیں طین لازب وصلصال وحمأ مسنون اور سورہ بقرہ میں گزرا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کے انواع واقسام کی مشت خاک سے جسم انسانی بنایا پس زمین شور وشیرین ورنگ عمدہ کے رنگ واقسام پانی کے آثار اخلاق حضرت آدم علیہ السلام کی مختلف اولاد میں ظاہر ہوئے۔ دقیق نظر وکامل العقل علماء نے لطیف اشارہ کیا کہ نطفہ انسانی ایک جوہر اصل ہو کر اسی سے رگ وپٹھے وقوی واعضاء وہڈیاں ظہور کرتی ہیں حتی کہ اگر کسی بچے میں کوئی کمی ہو تو کسی تدبیر خارجی یا دوا سے وہ عضو یا قوت پیدا کرنا ممکن نہیں ہوتا ہے باجملہ جسم انسانی میں چاروں عنصر خاک وباد وآب وآتش موجود ہیں لیکن اسکو خاکی فقط اسلیے کہتے ہیں کہ اس پر غالب واصل یہی جزو ہے جیسے جنوں پر جزو آتشی غالب ہو وقال تعالیٰ. وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ اور جان کو ہم نے پیدا کیا پہلے آدم سے نار سموم سے اور دوسری نصوص واحادیث میں مارج من النار سے پیدائش ظاہر ہے اور دونوں معنے متقارب ومتلازم ہیں پس جان کون ہے اور نار سموم کیا ہے اور اسکے متعلق حقائق جاننا چاہیے کہ جمہور مفسرین کے نزدیک جان بتشدید نون جنوں کا باپ ہے اور آنکھوں سے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے جن جیسے مستور اس کا نام ہوا اور یہ قسم خلقت کی اپنے آپ کو آدمیوں کی نظر سے پوشیدہ رکھتی ہے اور جیسے پانی بسبب لطافت کے حسب مقام وظرف کے مثلث مربع مسدس ٹیڑھا سیدھا اسی شکل پر ہو جاتا ہے اس سے زیادہ ہوا پھر اس سے بڑھ کر آگ یعنے جسکو سوزش سے پہچانا جاتا ہے ورنہ لکڑی وغیرہ انگارا تو وہ جسم خاکی ہے جس میں آگ اثر کرتی ہے مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ پانی وہوا وآگ میں حواس وتمیز نہیں ہے کہ خود کوئی فعل کرے بخلاف جنوں کے جو اپنے آپ کو بدل کر دوسری شکل میں ہو سکتے ہیں اور بعض مفسرین مثل حسن بصری وقتادہ وغیرہ ہم کہتے ہیں کہ جان وہ شیاطین کا باپ یعنی ابلیس ہے دونوں قول میں فرق یہ ہے کہ جنوں میں تو مسلمان وکافر ہیں اور وے کھاتے پیتے ومرتے وزندہ رہتے وپیدا ہوتے ہیں جیسے آدمیوں کا حال ہے اور شیاطین میں کوئی مسلمان نہیں اور نہ وے مرتے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ نہ مرنا ابلیس کے حق میں خصوص تو قطعی ہے ولیکن یہ اس کا خاصہ خلقی نہیں ورنہ وہ اپنی زندگی تا قیامت کی درخواست نہ کرتا اور شاید کہ اس کی اولاد کا بھی حال یہی ہو گیا ہو اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو سکتا ہے کہ در واقع قسم جن واحد ہے اور کان من الجن یعنے ابلیس جنوں میں سے تھا اس کی تائید کرتا ہے اور جیسے شیطان کو دائمی زندگی وغیرہ بعضی خاص باتیں عطا ہوئی ہیں ممکن ہے کہ اس کی ذریات کو بھی اس کے ساتھ شرکت ہو جس سے عام جن خالی ہوں اور کچھ تردد نہیں کہ جو رنگ وہیئات مثلاً حبشیوں کو دی گئی اس سے دیگر اصناف انسانی خالی ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ جن میں سے جو مسخ کر دیے گئے یعنے ابلیس وغیرہ وہ جان ہیں جیسے بعضی اگلی قوم میں انسانی مسخ کی گئی ہیں اور بعض نے کہا کہ خلقت میں جنوں کی پیدائش تو مارج من نار یعنے زبانہ آتش سے ہے اور جان کی پیدائش نار سموم سے ہے اور ملائکہ کی پیدائش نور سے ہے اور میں کہتا ہوں کہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ظاہراً جنوں کی پیدائش فقط آگ سے نہیں ہے بلکہ آگ کا جزو ان پر غالب ہے یعنے جیسے آدمی پر خاک کے غلبہ سے مادہ ظاہر اور آنکھوں سے نظر آتا ہے اور آدمی تو آگ کو نہیں دیکھتا تو جن بھی نظر نہیں آتے مگر اس جہت سے کہ وے شکل بدل لیں کہ اپنا دوسرا جزو خاکی وغیرہ ظاہر اور آتشی پوشیدہ کریں تو شکل خاکی ہیولا نظر آوے گی اور جب یہ معلوم ہو گیا تو جنوں کی غذا اور توالد وتناسل پیدا ہونا اور ان میں سے مسلمانوں کا عاجزی کے لباس خاکی میں بشکل آدمی نماز پڑھنا ظاہر ہونا اور بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملنا اور باتیں کرنا جو دلالت اسکے احادیث وآثار در روایات معتبرہ میں ثابت ہو گئے ہیں سب کی توجیہ بالتکلف ظاہر ہے لیکن یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آدمی کے ساتھ ملائکہ پیدا کیے ہیں اور قطعی ثابت ہوا ہے کہ ملائکہ سے کوئی خلقت مقابلہ نہیں کر سکتی

پس انتظام عالم جس خالق قادر قیوم کے قبضۂ قدرت میں ہے اس سے ہر ایک مخلوق اسکے قہر میں مقہور اور اپنے حال میں مجبور ہے جیسے کسی ملک کے
شیرون کو یہ قدرت نہیں ہے کہ لاکھون جنگل سے نکلکر جمع ہوکر تمام آدمیون کو ہلاک کر ڈالیں اور جسقدر قطعی دلائل قدرت الٰہی کی آیات میں ظاہر و
دلیل مذکور ہوئے ہیں کسی کو مجال کلام نہیں رہتے ہیں۔ اور نار سموم وہ ہوا ہے سخت گرم جسکو لون یا لوہ وغیرہ کہتے ہیں ابن عباس رضی اللہ عنہ نے
کہا کہ جو مار ڈالتی ہے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ سموم جو چلتی ہے یہ لون کی ہوا یہ اس سموم کا جس سے جان پیدا ہوئے ہیں ستر جزو کا
ایک جزو ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ آگ کی لپٹ سے جان پیدا ہوئے ہیں خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ابو صالح نے کہا کہ سموم وہ
آگ ہے کہ اس میں دھوان نہیں ہے اس سے صواعق پیدا ہوتے ہیں اور آسمان و سحاب کے درمیان صاعقہ رہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کوئی امر پیدا
فرماتا ہے تو حجاب پھاڑ کر آواز سے گرتی ہیں معالم سے کبھی یہ خلاصہ ماخوذ ہے۔ اس مقام پر علوم بہت کثیر ہیں اور جو شخص بہ توفیق سے سرسری
خیال و نظر کرے وہ فہم سے محروم ہے اور جس نے دلائل و آیات و عقلیات پر نگاہ کی وہ تقریر کے اشارات سے عجائبات پر حاوی ہوگا واللہ تعالیٰ
ہو الموفق۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ولقد علمنا المستقدمین منکم الآیہ۔ واضح ہو کہ مختلف اوقات میں اولیا کے دلون پر واردات غیبی کا ظہور ہوتا ہے
مثلاً زمانہ طفولیت میں ابراہیم و یوسف و عیسیٰ و یحییٰ علیہم السلام پر اور کمال شباب میں موسیٰ و داؤد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مثلاً ازل میں اول
خطاب و کشف حجاب جب کا اتصال تا ظہور رہا یا بعد حجاب کے ایقان و ایمان سے انکشاف ہوا اور جیسے وہ عارف جنکو جذبات نے مقدم کر لیا اور
وہ عارف جو سلوک سے مقام پر پہونچے اور جیسے دوسری اقسام تو یہ ایک راہ سے مقدم اور وہ ایک کمال سے موخر ہیں از انجملہ متقدم با طاعت
و متاخر با طاعت ہیں یا متقدم بصفت جذب از جانب قدس و متاخر بطلب ارادت بتوفیق از جانب اصل ہیں یا متقدم جو محبت و شوق سے طالب
رضوان و متاخر بخیال بخطوظ لذات نعیم جنان ہیں یا متقدم عالی ہمت و متاخر صاحبان معصیت ہیں اور واضح ہو کہ اشارات سے یہ کہ مستقدمین
انھین کو کہا جو ارادت صادق رکھتے ہیں کہ جب طاعت کو بلائے گئے تو صفائی قلب و نورانیت سے فوراً حاضر ہوئے اور متاخر وہ ہیں کہ شدت حق
و شوق سے زیر بار ہو کر از خود رفتہ ہیں جیسے بہلول و سعدون و حمدون دنوری و شبلی و حصری و ہشام بن عبدون الشیرازی و علی بن سہل اصفہانی
و مانند ان کے جو جذبات حق میں مستغرق تھے۔ ابن عطا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بعضے قلوب کی ہمت بلند ہوتی ہے دنیا و ما فیہا بلکہ تمام
عالم ماسوائے حق تعالیٰ آخرت ہو یا اولیٰ سب سے نظر دور رکھتے ہیں کسی سے دامن آلودہ نہیں ہوتے بعضے ایسے ہیں کہ ان کی نظر ایک دم کبھی کون
و حدثان سے جدا نہیں ہوتی ہے اور برابر کسی کون و فساد سے لوث رکھتے ہیں شیخ شہر جوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ علم الٰہی دونون قسم کو محیط ہے
جو رغبت کے ساتھ اس کی طاعت کی طرف راغب ہیں اور جو پریشانی و کسل کے ساتھ اسکے حکم کو اٹھاتے ہیں۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے
کہا کہ اہل معرفت اپنی ہمتون سے پیش قدم ہیں اور اہل عبادت اپنی رغبت سے اور اہل توبہ اپنی ندامت سے آگے ہیں اور ان کے مقابل اقدام پستی میں
درجہ بدرجہ ہیں پس مقابل عبادت کے اہل معصیت ہیں اور مقابل اہل معرفت کے کافر ہیں جو خسائس پر بہت متقہور کیے ہوئے اپنی رضامندی و ہمت سے
خوار ہیں اور بعضون نے کہا کہ مستقدمین ایسے بندے ہیں جو عزم کے ساتھ شرعی احکام میں اولیٰ و احسن اختیار کرتے ہیں اور متاخرین وہ ہیں جو رخصت
و اباحت میں گرفتار ہیں۔ قال المترجم تفسیر گویا دوسری آیت سے ماخوذ ہے یعنے قولہ تعالیٰ اولئک یسارعون فی الخیرات وہم لہا سابقون
یعنے یہ کہ ایسے کامل یقین و عزم با جزم والے ذکر ہی نیکیون میں جلدی کرنے اور اس میں سبقت لیجانے والے ہیں مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کی
لطافت با جمال و تفصیل دونون طرح پوشیدہ نہیں ہے بلکہ لائق ہے کہ ظاہری تفسیر میں بھی اس آیت سے استدلال ہو سکا اور وہ احسن التفاسیر
ہوگی واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم قولہ ولقد خلقنا الانسان الآیہ۔ واضح ہو کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے ازل میں اپنے کمالات شان لطف و قہر سے موصوف تھا
اور دونون کی تاثیرات تجلی سے بین قدم جانب عدم ظہور میں آئیں پس تجلی لطف کے انوار سے عدم سے خاک و پانی کو پیدا فرما کر جسم انسانی کے لیے
اصل کر دیا اور تجلی قہر کے آثار سے آگ پیدا کر کے اس کو مواد جن و جان کے واسطے اصل کیا پھر خاک و پانی سے آدم کو پیدا کیا اور ان کی تمام

معیشت بھی انھین دونون سے انواع عجیبہ کے پیرایہ مین ظاہر فرمائین اور یہ تجلی لطفی ہے اور جن و ابلیس کو آگ سے پیدا کیا اور وہ تاثیر تجلی قہری ہے اسی جہت سے ان دونون مین مخالفت ذاتی واقع ہوئی جیسے آگ و پانی مین بہت محسوس ہے ولیکن سبقت لطف و رحمت کی غضب پر ہونے سے تقدم خاک و پانی کو ہوا پھر آگ کو غضب سے بنایا اسی واسطے جو فریق آدمی بھی ابلیس کے ساتھ ہین اپنے محل یعنے آگ کے عذاب کے سوا نے ٹھکانا نہین پا سکتے ہین اور بندون کا تقدم ہوکر پھر اُن کے عذاب کی چیز یعنے آگ کا تاخر اُن کے بعد ہوا اور سبقت رحمت کی غضب پر منصوص ہے تو اُن کے ظہورات مین بھی یہی ترتیب ظاہر ہے لہذا تقدم خاک و آب کا آگ پر صاف معلوم ہوگیا اور وجہ عداوت بھی اور یہ کہ ظہور حضرت آدم علیہ السلام مع اولاد صالحین و دیگر ذریات کے ظہور رحمت ہین اور یہ کہ ظہور ابلیس مع ذریات انہی کے ظہور قہری ہے۔ واضح ہو کہ جب حق تعالے عز و جل نے خلق انسان چاہی تو سپید موتی پیدا کرکے اسپر جمیع صفات ذات سے تجلی فرمائی کہ دولت کبریا جل شانہ سے وہ آب زلال نورانی جلالی و جمالی ہوگیا اور جامع برکات تجلی ذات و صفات کے ساتھ متلاطم ہوا اور پانی پر اپنے نفس کا جھین لایا اور یہی جھین طین ہے جس سے حق تعالے عز و جل حکیم قادر علیم جل شانہ نے زمین پیدا کی اور یہ پانی گرد زمین کے پھر گیا اس کے اندر بھی ساری ہوا پھر اس سے جسم آدم پیدا فرمایا یہی مٹی لزج اس پانی کے اثر سے تھی اور پانی آثار تجلی سے جو عظمت کی تھی متغیر ہوا کہ خلقت آدم از صلصال حمأ مسنون ہوئی پس جب خلقت آدم کو چاہا تو اُسکے پانی مٹی پر تجلی قدم و بقا سے خمیر فرمایا اور انھین دونون تجلیات قدرت سے کنایہ ہاتھون سے فرمایا بقولہ خلقت بیدی یعنے قدم و بقا پس چالیس صبح رہا کہ ہر صبح ان مین سے کشف ہزار صفت تھی کہ چالیس ہزار صفت کے کشف سے تخمیر رہی اور طینت آدم و صورت کو ساقط انوار تجلی صفات فرمایا۔ اقول یہان سے تکمیلی حالات کا لیہ مین چالیس سن نبوت یا عمر از اسلام چالیس علاوہ وغیرہ سے استیناس ہے کہ بعد شہادات آثار و انوار توفیق سے تحقیق ہو سکتی ہے واللہ تعالے اعلم۔ پھر جب صورت کی تکمیل ہوگئی تو درمیان عرش و کرسی کے اُس کو آخرت کے اسی ہزار برس ڈالدیا اور انواع کمالات سے تجلیات بے پایان اس کو تربیت فرمایا یہان تک نظر اس جسم حضرت آدم پر ہے اور روح آدم کو خلق و صورت آدم و تمام عالم سے پہلے آخرت کے دو لاکھ سال قبل سے پیدا فرمایا تھا اور یہ بیان حدیث سے ماخوذ ہے اور خلقت روح آدم کی تاثیر تجلی ذات سے تھی اور تجلی جمیع صفات سے اس کی بھی تکمیل فرمائی اور اسکو حجلہ غیب الغیب اور اس کے غیب مین مخفی فرمایا اور نظر ملائکہ سے بھی پوشیدہ رکھا پھر طینت آدم کو لباس غیرت سے ملبوس کیا مگر ملائکہ نے عدم معرفت سے اس کو حقیر دیکھا اور اس صورت کی جلالت قدر سے واقف نہ ہوئے ولیکن بمقتضا جبلت نورانیت اس کے ساتھ کوئی لوث کینہ و حسد وغیرہ ذمائم کی گنجائش اُن مین نہ تھی بخلاف ابلیس کے کہ اُس نے اندیشے مین سے اسپر تکبر و تفاخر کیا پھر جب خالق عز و جل نے ظہور صنعت عجیبہ کو چاہا تو بحکم نفخت فیہ من روحی پردہ غیب سے اُس کو اس جسم مین نفخ فرمایا اور یہ نفخہ پاک منزہ ہے ایسی سانس سے جو حادث کے خیال مین آوے پس بقدرت و ارادت آلہیہ یہ صورت جامع اوصاف ادب سے کھڑی ہوئی اور ملک بقا کے تخت عزت پر متمکن ہوئی اور درمیان جن و ملائکہ کے عدل و قوام و مجمع انعام سے پسند و مختار فرمائی گئی اور اس کو لیاقت قرب و وصال و کشف جمال و جلال و علم و کمال سب عطا ہوئی پس ملائکہ پر بھی اس کا فضل روشن ہو گیا کیونکہ ملائکہ کا وجود بامر واحد ہوا اور خلافت آدم باین تجلیات ذات و صفات ہوا مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ہے کہ ملائکہ نے استدعا کی کہ ہم سب بندے تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہین اور طاعت کے سوا ہمارا کام نہین ہے کہ آخرت ہمارے لیے کر دیا جاوے اور آدمیون کے لیے ملک زمین و دنیا کیجاوے تو حکم ہوا کہ آدم کے ساتھ جسکو مین نے اپنی دست قدرت سے بنایا مین نہین برابر کرونگا اس کو جسکی پیدائش مین نے امر کن سے فرمائی ہے اصل حدیث مشکوٰۃ مین ہے شیخ نے لکھا کہ اس سے ظاہر ہے کہ بڑا فرق ہے درمیان ملائکہ و آدم کے اور بعض نے کہا کہ دونون مین سے ایک کا ایجاد بحکم کن ہے اور دوسرے کا اظہار بدست قدرت از صلصال حمأ مسنون ہے تو دونون کی قیمتون کا اندازہ کرنا چاہیئے شیخ استاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ آدمیون کی نسبت خاکی بیان کر دی کہ کبھی انکو نسبی غرور نہو بلکہ اصلاح تربیت پر مشکور ہون اور قربت کے لوبے مسرور ہون مترجم کہتا ہے کہ اکثر کتب تفسیر مین اس مقام پر لکھا گیا کہ سیاق آیات

سے مقصود اظہار فضیلت حضرت آدم علیہ السلام ہے اور مین کہتا ہون کہ آدمی کو ان آیات سے اپنی خلقت مین اللہ تعالے کی عجائب قدرت دیکھنے کو تعلیم ہے کہ وہ اپنے روزانہ تجربہ سے بھی اپنے جسم کو خاکی ترکیب سے پاتا ہے اور ہر ملک کی خاک اور وہان کا پانی اسی کے جسم سے موافقت کرتا ہے جو وہان کے مردہ ہین اور ہر ایک قطعہ کی مختلف پیداوار سے مختلف آدمیون کو اس کی خاک و پانی کی موافقت سے نفع ہوتا ہے اور یہ تمام پیداوار درحقیقت اسی خاک کے طرح طرح کے ظہورات ہین اور آخر جسم میں اپنی غذا لطیف وکثیف کے سبب خاک ہے اور باقی کمال روحی ہے جو اس جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور بدون جسم کے بھی کوئی کمال روح کو ملنا ممکن نہین ہے چنانچہ شیخ علاء الدولہ سمنانی رحمہ اللہ تعالے کا قول ہے کہ بعد موت کے علم وغیرہ نہین ہوتا اور شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف کیا اور کہا کہ ہوتا ہے اور قولہ تعالے بل احیاء عند ربہم یرزقون سے استدلال کیا کہ یہ ظہور ان کے واسطے علم مزید ہے اور حق یہ ہے کہ شیخ علاء الدولہ رضی اللہ عنہ کا قول صواب ہے اگر مقصود یہ ہے کہ روح کو نفع ہوتا ہے کیونکہ اگر بعد موت کے بندہ کو حصول یقین وعلم کافی ہوتا تو ہر کافر جو نزع کے وقت حق بات سے آگاہ ہو جاتا ہے قبر مین نکیرین کو جواب صحیح دیتا اور صریح حدیث مین ہے کہ اسی حالت پر حشر ہوگا جس پر مرا ہے اور اگر مقصود یہ ہے کہ ظہور حق یا باطل وہان عیان ہوگا تو اس مین کچھ شک نہین ہے مگر کافر کو مثلاً اس سے کچھ حصول نہین ہے اصل یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی معرفت سے اپنے رب تبارک وتعالے کو پہچانتا ہے اور اسکو صاف یہ بات عیان ہوتی ہے کہ شیطان واسکی دشمنی کے کیا معنے ہین حتیٰ کہ دنیا مین آدمی کا دشمن کوئی آدمی اسقدر نہین ہوسکتا جسقدر شیطان اس کا دشمن ہے پھر ملائکہ ذاتی دوست کی قدرت سے جو واقعہ ظہور مین آیا وہ نقل عداوت ہے اور ملائکہ کی دوستی ظاہر ہے چنانچہ اللہ تعالے نے متنبہ فرمایا ہے۔

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ

اور جب کہا تیرے رب نے ملائکہ سے کہ مین پیدا کرنے والا ہون ایک بشر کو صلصال سے جو حمأ مسنون سے ہے پھر جب مین اسکو پورا کر کے

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّا إِبْلِيسَ

اس مین پھونکون اپنی بنائی روح کو تو تم گر پڑنا اسکے لیے سجدہ کرتے سو سجدہ کیا ملائکہ نے کل سب کے سب نے سوائے ابلیس کے

أَبَىٰ أَن يَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ لَمْ أَكُن

جس نے نہ مانا اس حکم کو کہ ہووے ساجدون کے ساتھ فرمایا کہ او ابلیس تجھے کیا تھا کہ تو نہ ہووے سجدہ کرنے والون کے ساتھ عرض کیا کہ مین تو ایسا

لِّأَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝

نہین ہون کہ سجدہ کرون ایسے بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے صلصال سے جو حمأ مسنون سے ہے

و۔ اور نصیحت حقیقی وتذکرہ جامع علوم دنیاوی واخروی بیان کردے اے محمد کہ۔ إِذْ قَالَ رَبُّكَ۔ جب کہا تیرے پروردگار نے جس نے آدم وتمام مخلوقات کو پیدا کیا ہے اس نے کہا۔ لِلْمَلٰٓئِكَةِ۔ فرشتون سے کہ۔ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا۔ مین پیدا کرنے والا ہون ایک بشر۔ مِّن صَلْصَالٍ۔ کھنکھناتی مٹی سے۔ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ۔ جو سیاہ گہگل سے ہوگی۔ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ۔ پھر جب مین اسکو پورا کرون یعنے جس قدرت وحکمت سے اس کو بنانا چاہا ہے جب اعتدال وحکمت کے ساتھ اس کو پورا کرون۔ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي۔ اور پھونکون اس مین اپنی روح سے۔ فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ۔ تو گر پڑو اس کے لیے سجدہ کرتے ہوئے۔ شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ نفخ روح ایک تمثیل ہے یعنے وہان پھونکنا تھی اور نہ کوئی ایسی چیز جس مین پھونکا جاوے بلکہ اللہ تعالے نے ایک جسم قابل حیات مین حیات پیدا کرنے کو اس مثال سے بیان فرمایا یعنے جب اس پتلے کی استعداد پوری ہو جاوے اور مین اس مین روح کو جو میرے حکم سے ایک چیز ہے اس مین فائز کرون تو تم اس کے لیے سجدہ مین گر پڑنا انتہیٰ اور کرمانی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تمام امت کا اتفاق ہے کہ من روحی مین اپنی طرف نسبت کرنا آدم کی بزرگی وتکریم کے لیے ہے اور دوسری آیت مین روح کی حقیقت اسی قدر بتلائی کہ الروح من امر ربی روح میرے رب کے امر سے ہے یعنے امر الٰہی سبحانہ تعالے ہے جیسے حضرت عیسے علیہ السلام کو فرمایا

اور روح منہ یعنے اللہ تعالےٰ کی طرف سے روح تھا یعنے اللہ تعالےٰ کی مخلوقات مین سے ایک چیز روح ہے کہ عام آدمی اتنا علم نہین رکھتے جو اس سے آگاہ ہون پھر ملائکہ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو اہل الحق کہتے ہین کہ آدم سے ظہور شان الٰہی سبحانہ تعالےٰ کا تھا پس ملائکہ نے اسکو سجدہ کیا۔ بعضے علماء نے کہا کہ آدم بطور قبلہ کے تھے اور ملائکہ نے اُن کی طرف کو اللہ تعالےٰ کو سجدہ کیا۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ سجدہ بطریق تحیت سلام کے جھکنا تھا اور سر ٹیک کر نہ تھا اور بعضوں نے کہا کہ نہین سر ٹیک کر تھا اور اس مین شک نہین کہ یہ سجدہ عبادت نہ تھا۔ اور واضح ہو کہ حدیث مین آیا ہے کہ آدم کو حکم ہوا کہ اس گروہ ملائکہ کو سلام کرے انھون نے جواب مین وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا تو تعلیم ہوئی کہ یہی تیری اولاد کی باہمی تحیت ہے کما فی السنن۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہان اس قسم کی گفتگو ایک قیاسی بات ہے کیونکہ ملائکہ کی اصلی حالت کو قیاس کر کے سر وناک تجویز کر کے تب کہا جاوے کہ انکا سجدہ بھی سر ٹیک کر ہوتا ہے پس بہتر یہ ہے کہ اسقدر بیان لیا جاوے کہ جو سجدہ اللہ تعالےٰ کے واسطے مخصوص ہے وہ نہ تھا باقی کچھ تردد نہین کہ ملائکہ کو حکم ہوا کہ اس کو سجدہ کرو۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ پس سجدہ کیا ملائکہ نے کل نے سب کے سب نے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ظاہراً یہود یون کی روایت سے ابن جریر رحمہ اللہ تعالےٰ نے یہان بعض سلف سے نقل کیا کہ اول ملائکہ نے انکار کیا تو اُن کو اللہ تعالےٰ نے خاک کر دیا پھر دوسرے پیدا کیے انھون نے فوراً سجدہ کیا۔ اہل اسلام کے نزدیک بنص قرآنی ملائکہ نورانی ہین جو حکم ہوتا ہے بلا درنگ بجا لاتے ہین پس یہ روایت یہودیون کی نادانی ہے بلکہ جن ملائکہ کو حکم تھا انھون نے فوراً بغیر تاخیر کے سجدہ کیا۔ اسی وجہ سے جس عبادت کا حکم ہو اسکو فوراً ادا کرنا عمدہ ہے جیسے حدیث مین ہے کہ کسی نے پوچھا کہ کون عبادت افضل ہے فرمایا کہ نماز کا اول وقت مین نماز ادا کرنا۔ واضح ہو کہ عشاء کی تاخیر تہائی رات تک دوسری وجہ سے مستحب ہے اور تمام کلام فقہ مین ہے مبرد رحمہ نے کہا کہ کلھم سے معلوم ہوا کہ کوئی نہین چھوٹا اور اجمعون سے سب نے یکبارگی سجدہ کیا بعض نے کہا کہ اجمعون تاکید کے بعد تاکید ہے۔ رجاج رحمہ اللہ تعالےٰ نے اسی کو ترجیح دی نیشاپوری رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کیونکہ اجمعون باوجود معرفہ کے حال ہوتا تو اجمعین منصوب ہوتا اور یہی کرخی نے اختیار کیا بعض مفسرین نے لکھا کہ سب سے اول اسرافیل نے سجدہ کیا تو اُس کو کرامت عطا ہوئی۔ مگر ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یکبارگی سجدہ واقع ہوا غرضکہ سب ملائکہ نے سجدہ کیا کوئی باقی نہین رہا۔ اِلَّآ اِبْلِيْسَ سوائے ابلیس کے۔ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۔ اس نے انکار کیا اس بات سے کہ ہو جاوے سجدہ کرنے والون کے ساتھ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے اس بشر کو سجدہ کرنے کا حکم جب دیا تھا اس حکم بجا لانے مین اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کا سجدہ ہوا پس سجدہ کرنے والون کے لیے بھی فضیلت ودرجات تھی جنھون نے مانا اور ابلیس نے یہ ثواب نہ لیا کہ سجدہ کرنے والون کے ساتھ ہو جاوے۔ اسی مین ایک اشارہ ہے کہ وہ ملائکہ مین سے نہ تھا بلکہ اُن کے ساتھ عبادت کرتا تھا اور دوسری آیت مین بھی تصریح ہے کہ کَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ۔ یعنے وہ ابلیس تھا جنون مین سے سو اپنے پروردگار کا حکم بجا لانے سے باہر ہوا۔ ابو السعود رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہان استثنار درست ہونا دو طرح سے ہے ایک یہ کہ ابلیس جنون مین سے تھا لیکن وہ تنہا ہزارون ملائکہ کے بیچ مین تھا تو انھین مین شمار ہو کر مستثنےٰ کیا گیا اور دوسرے یہ کہ ملائکہ کی ایک قسم جن کہلاتی ہے جن کی اولاد بھی ہوتی ہو وہ اس قسم مین سے ہو مترجم کہتا ہے اگر یہ ثابت ہو تو شاید اس قسم کے ملائکہ بالکل فرمانبردار نہ ہون گے اور قرآن پاک مین جو ملائکہ کے بارہ مین آیا کہ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ جیسے اللہ تعالےٰ کے حکم کی نافرمانی نہین کرتے۔ تو یہ نورانی ملائکہ کی شان ہوگی ولیکن اعتقاد یہی ہے کہ ملائکہ خلقت نورانی ہے جو نافرمانی کرنے کا مادہ نہین رکھتے جیسے اُن کو بھوک کا وٹ وغیرہ نہین ہوتی ہے اسی واسطے شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالےٰ ودیگر محققین نے کہا کہ یہان حرف اِلَّا بمعنے لٰکن ہے اور یہ فصیح زبان عرب مین معروف ہے تو معنے یہ ہین کہ ملائکہ تو سب نے سجدہ کیا ولیکن ابلیس جسکو ملائکہ کے شمول مین سجدہ کا حکم ہوا تھا اس نے از راہ تکبر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے اور آدم پر حسد کرنے کے سجدہ نہ کیا۔ درحقیقت اس نے آدم پر حسد نہ کیا بلکہ اللہ تعالےٰ کے حکم کو نہ دیکھا کیونکہ اللہ تعالےٰ کا حکم سب سے بزرگ ہے تو اس حکم کی تابعداری اس پر فرض تھی چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ۔ فرمایا کہ او ابلیس۔ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۔ تجھے کیا ہوا کہ تو نہ ہو سجدہ کرنے والون کے ساتھ۔ یعنے ملائکہ کے ساتھ باوجودیکہ تجھے ملائکہ کی فرمانبرداری وتقرب جناب

باری و بزرگی معلوم ہو چکی ہے۔ قَالَ لَمْ اَكُنْ ۔ بولا کہ مجھے نہیں چاہیے یا میرے لائق نہیں ہے کہ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ
حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔ میں سجدہ کروں ایک بشر کو جسے تو نے پیدا کیا ہے کھنکھناتی مٹی سے جو خشک گارے سے ہو گئی ہے یعنے یہ مادہ تو بہت ردی ہے اور
میرا مادہ آتش جوہر شریف ہے اور نیز بشر ایک جسم کثیف ہے جب کا بشرہ بعد انظر آتا ہے اور وہ ایک جسم لطیف ہر شکل بنجانے کے قابل ہے کما قال
الکرخی اور خلاصہ یہ ہے کہ اپنے کو بعد آدم کو برتر قرار دیکر اُس کے لیے اپنا سجدہ کرنا کسی لائق نہ جانا چنانچہ دوسری جگہ مصرح ہے کہ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ
مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ میں اس سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اس کو گارہ مٹی سے بنایا۔ یہ قیاس اُس نے اپنی راے سے بنایا اور حقیقت
حال سے ناواقفی کا کچھ خوف نہ کیا باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف اس کا خیال نہ ہوا کہ اگر فرض کر لیا جاوے کہ جسم بشری سے جسم ابلیس
اچھا سہی تو سجدہ کرنا اُس پر نہ تھا بلکہ حکم الٰہی تعالیٰ کی تعظیم تھی وہ بسر و چشم بجا لانا فرض تھا۔ اسی سے علما نے کہا کہ اگر کوئی کہے کہ اگر شور کھیے حلال ہو جاے
اور اُس کی بدبو کی برداشت سمجھنے کا حکم نازل ہو تو بھی میں اس کو پلید و خوار جانوں تو کافر ہو جائے کا خوف ہے کیونکہ یہ احکام تو اللہ تعالیٰ کی
فرمانبرداری ہے یہی معنے بندگی و عبودیت کے ہیں پس اگر شراب حرام کردی تو بسر و چشم اس کو حرام جانتے ہیں اور اگر یہود کے برخلاف ذبیحہ کا
گوشت حلال کیا تو بسم اللہ حلال ہے۔ علما نے کہا کہ اس نے اقرار کیا کہ تو نے مجھے و اس کو پیدا کیا اور مجھے فخر ہے ورنہ ظاہر زیادہ مواخذہ میں پڑتا
مترجم کہتا ہے کہ ہمارے علما نے کہا کہ دنیا میں گمراہ فرقہ جس بات کو صریح اپنے اوپر لازم کرلے یا وہ بات صریح لازم ظاہر ہو جاوے تاکہ وہ کفر ہو تو کافر
ہوگا ورنہ اگر کسی گمراہ فرقہ کے اعتقادات کوئی بات کفر کی بدلیل لازم آتی ہو تو اس سے تکفیر نہ ہوگی جیسے مثلاً بعض شیعہ فرقہ اپنے صحابہ کی راہ سے منکر ہیں
حالانکہ اس صحابی کا طریقہ عین تعلیم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھی تو شریعت و طریقہ نبوی سے انکار ہوا پس کفر ہوا لیکن شیعی نے طریقہ رسول اللہ صلعم سے
انکار کا التزام نہیں کیا اس وجہ سے تکفیر نہ ہوگی بخلاف اسکے اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صحبت سے منکر ہو تو کافر ہے کیونکہ وہ لازم ظاہر صریح
ہے اور خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس آیت سے نکلا کہ شیطان کا سجدہ نہ کرنا انکار حکم الٰہی تھا کہ وہ بیجا واقع ہوا ہے پس کفر ہو گیا اور فقط سجدہ نہ کرنا
گناہ تھا۔ اسی طرح نماز ترک کرنا گناہ ہے لیکن اگر دل میں حکم الٰہی کی طرف کوئی بات کفر کی ہو تو باطن میں کافر ہوگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ
وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ الآیہ۔ پہلے سے ان کو یہ خبر اس فائدہ سے دیدی کہ ملکوت اصغر انپر ظاہر کیا جاوے گا تاکہ اس سے ملکوت اکبر
مشاہدہ کریں تاکہ اس میں عجائب صنعت و قدرت و آیات جمال و جلال دیکھیں کیونکہ آدم ایک آئینہ حق تھے جس میں آیات الٰہی کا مشاہدہ تھا
پس امتحان اور ان کے نفوس کا اضمحلال تھا پس آیات مشاہدہ دیکھکر اُس کے لیے خضوع میں آویں سے پرتو ورے تا در خلائق ریز آفتاب رحمی بود
چون سایہ پیر دم بر لب بام ہنوز۔ قولہ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ الآیہ۔ یہ اظہار و اعلام ہے کہ شرافت آدم تو اسی وجہ سے تھی کہ ان کا تسویہ
فرمایا اور نفخ روح فرمائی مترجم کہتا ہے کہ ملائکہ نے آدم سے اپنا شرف چاہا تھا تو حکم ہوا کہ جسکو میں نے دست قدرت سے بنایا اُسکو اُنکے
برابر نہ کرونگا جن کو کُن سے پیدا کر دیا چنانچہ کچھ پہلے یہ حدیث میں لکھ چکا ہوں۔ شیخ نے کہا کہ شرف آدم بشان الٰہی و ظہور صفات تھا اور تسویہ
وہ جامع انوار تجلیات ہوتا تھا جس سے تمام مخلوقات کے لیے قبلہ الٰہی ہو گئے پس معائنہ قدرت و عجائب لطف کے وقت ان کو سجدہ کا
حکم دیا۔ شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس میں اشارہ ہے کہ جب خصوصیت آدم کی ظاہر کردی کہ وہ مخلوق بدست قدرت کاملہ ہے
برخلاف سائر مخلوقات کے اور اس میں نفخ روح کی ایک شان خاص ہے تو وہاں کسی دوسری مخلوق کو مجادلہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور ہر ایک
کو چاہیے کہ شان الٰہی سبحانہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور اسکو سجدہ کرے۔ شیخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جب آدم میں روح پھونکی
گئی تو روح کی معرفت یوں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ خود علیم خبیر ہے اور اس کا علم حضرت تبارک و تعالیٰ کو ہے پس جبکہ ملائکہ کو اس کی صورت
ظاہری جسم کی حجاب ہوئی اور جمال روحی نہ دیکھ سکے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس میں عجائب صنعت عزت و جلال و شان جمیع صفات سے رکھی
تھیں باوجودیکہ اس کو صغیر کر دیا تھا اگرچہ تسویہ اس کا اپنی شان پر ہے انھوں نے نہ دیکھا اور مشاہدہ میں جبروت و ملکوت اس میں حاصل نہوا اور

آئینہ ناسوت میں حقائق لاہوت نظر نہ آیا تو انھوں نے پہلے عرض کیا کہ اتجعل فیہا من یفسد فیہا یعنی زمین میں تو ایسے کو خلیفہ کو فرماوے گا جو اسمیں فساد مچاوے ولیکن ملائکہ نے یہ عرض بطریق اعتراض نہیں کی تھی بلکہ نیاز مندیت سے عرض کی تو حق عزوجل کا اُنپر رحم آیا اور حجاب غیرت کو چہرہ آدم سے اٹھا دیا تاکہ ملائکہ کو اس کا مرتبہ ظاہر ہو پس اُنھوں نے آدم میں انوار اسمار و صفات کے دیکھے اور روشنی سبحات ذات کی اُس کے چہرہ سے پائی اور نور علی نور اس میں دیکھا اور ربوبیت کی شان کا اسپر لباس نظر آیا پس اُن کی عقلیں گم ہوگئیں بسبب صولت جلال کے اور جمال سے انکے قلوب مائل ہوگئے تو انھوں نے اسرار سے واقف ہو کر کمال محبت و شدت شوق سے اس کے لیے سجدہ کیا۔ قولہ فسجد الملائکۃ کلھم اجمعون۔ جو نور حق انکو آدم سے نظر آیا درحقیقت ملائکہ نے اسی نور حق کے لیے سجدہ کیا تھا نہ آدم کے واسطے بلکہ اس نور ازلی و ابدی کے لیے بلکہ محض ازلی و ابدی کے لیے جو بد باطن مجدل و غلط کار و نابکار لوگون کے اشارہ و وہم و قیاس و غیرہ اوہام سے پاک منزہ ہے اس مقام کو سمجھنے والا سمجھتا ہے اور جو کوئی ملائکہ کو قیاس مین نہین لاسکتا ہے وہ اس سے زیادہ بلند پروازی کہان کرسکتا ہے۔ پھر جو کچھ ملائکہ نے دیکھا اسکو ابلیس نے نہ پایا کیونکہ وہ درحقیقت عالم قہر مین سے تھا پس عالم جمال سے وہ قطعی محجوب کر دیا گیا تھا لہذا فرمایا قولہ الا ابلیس ابی ان یکون مع الساجدین۔ اور اگر ابلیس اُس کو اس شان حقیقی سے دیکھتا تو اسکے واسطے ہزار بار سجدہ کرتا۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ البتہ ملائکہ نے آدم کی شکل و ہیئات دیکھی اور جو روح کی اضافت اپنی جانب حضرت رب تبارک وتعالے نے فرمائی ہے اس کو نہیں دیکھا اور جو خصائص فرمائے تھے کہ مین نے اس کو پیدا کیا اور قبضہ قدرت سے مین نے اسکو مستوی کیا اور یہ کہ اُس کو اسمار کی تعلیم دی گئی اور غیب پر اسکو مطلع کیا تھا یہ کچھ ان مین ظاہر اثر نہ کیے پایا تھا کہ انھون نے سوال کیا پس جب حق سبحانہ تعالے نے ان خصائص کو ظاہر کر دیا تو اس کے لیے سجدہ مین گر پڑے۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ روح آدم مین اور دیگر اشیاء مین فرق یہ ہے کہ مخصوص آدم مین تو خلقت ہے یعنی قولہ فاذا سویتہ الخ اور تخصیص اضافت ہے یعنی ونفخت فیہ من روحی پس یہاں اس کو قرب الٰہی و معرفت حاصل ہے اور اس کو اپنے علم سے سرفرازی دی اور مرجع اس کا اللہ تعالے جل شانہ کی طرف ہے اور یہان اشارہ و عبارت سب عاجز ہین اور یہ سب اسی وجہ سے ہے کہ حق تعالے نے اُس کو ذلت قہری نہین دی بلکہ عزت فخری عطا فرمائی ہے اس کا نطق بصفت الٰہی ہے اور تعقل باشارہ حق ہے مترجم کہتا ہو کہ اس مقام پر فقط آدم کی خصوصیت محل غور ہے کہ شاید اُن کی ذریات مین سے جو کافر ہین ان مین قلوب نہین ہین پس انکا تعلق علم الٰہی جل شانہ مین ہے کہ آدم سے کیا نسبت رکھتے ہین اور ایک حدیث مین ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنی بائین جانب کی سیاہ روحون کو جو پیدا نہین ہوئی ہین دیکھکر روتے ہین اور دائین جانب سپیدون کو دیکھکر ہنستے ہین شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے عزوجل نے ملائکہ کی آنکھین کھول دین اُنھون نے خصائص آدم کو دیکھ لیا اور ابلیس کی آنکھ اندھی رہی اسی واسطے ملائکہ نے عذر کیا اور اُن کے برخلاف ابلیس نے جھگڑا کیا۔ وقال انا خیر منہ الآیہ۔ شیخ ابوالحسین رح نے کہا کہ ملائکہ نے روح اور اس اختصاص کو جو اللہ تعالے نے حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا تھا معائنہ کر کے حکم الٰہی کی فرمانبرداری مین آدم کو سجدہ کیا اور ابلیس نے انکار و تکبر کیا اور وہ تو فرمانبرداری و عبادت کی حالت مین بھی ایسا ہی بلکہ اس سے بدتر تھا کیونکہ اُس نے کبھی اللہ تعالے کی عبادت نہین کی بلکہ اپنے نفس و ہواے نفسانی کے عبادت ہی مین مستغرق تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ نادان آدمی بظاہر اس کلام مین جھگڑا کرے گا کہ پھر اللہ تعالے نے اُس کو یہ منزلت کیونکر عطا فرمائی تھی کہ ملائکہ کے درمیان رہا کرے بایں ان کا معلم ہوا اور جو لوگ کہ علم رکھتے ہین وے اس کلام کو تحقیق و صحیح جانتے ہین اور اسی کی نظیر بلعم باعورا تھا جسکو اسم اعظم عطا ہوا تھا اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص ازلی کافر ہو اسکو قلب نہین ملتا بلکہ افئدتہم ہوا اسکے معنے قلب خالی ہوتا ہے اور جو شخص واصل ہو جاوے پھر جاہل ہونا اس کا تصور مین نہین آسکتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ آدمی اپنے آپ کو مومن یا واصل سمجھے گر واقعی نہ ہو اور جب واقعی معرفت نہ ہوئی تو عبادت اسی چیز کی ہوگی جسکو وہ حاصل رکھتا ہے اور اس کا حاصل فقط نفس و ہواے خیالی کی تصویر ہے پس بالضرور اُس نے اللہ تعالے جل شانہ کی عبادت نہ کی بلکہ یہ زیادہ بدتر ہوا کہ اُس نے غیر کی عبادت کی اور زیادہ بدتر ہوا کہ غیر کو اُس نے حق اپنا پایا اور منجملہ فوائد کے اس مقام پر چند فوائد ضروری ہین از انجملہ یہ کہ ہر حال مین بندہ کو چاہیے کہ رب تبارک و تعالے

[illegible]

ازحسم الرحمٰن سے راہ مستقیم و وصول مطلوب تحقیقی کی ہدایت چاہیے اور کثرت قولہ اہدنا الصراط المستقیم اور اس کے بعد صراط الذین انعمت علیہم الآیہ کی عظمت ظاہر ہو گئی۔ اگرچہ جو شخص حقیقی وصول کو پہونچا اس کے لیے بھی یہ دعا فرض ہے کیونکہ منزلت بے انتہا ہے اور یہ ہنوز اس کی ابتدا میں ہو از انجملہ یہ کہ کرامت پر مغرور نہ ہو بلکہ عبودیت کی راہ و اخلاص پر ثابت قدم ہونا البتہ فضل عظیم ہے اور ظاہری خرق عادت دلیل کرامت جب ہی ہے کہ وہ بندہ راہ حق پر مستقیم ہو۔ از انجملہ عالم جو مسند تعلیم پر متمکن ہو اس کو اپنے نفس پر خوف کرنا چاہیے کہ کہیں شیطان کے مانند استدراج میں نہو اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو مرد فاجر سے قوت دیتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین میں لوگوں کو نفع ایسے شخص سے دیتا ہے جسکے واسطے خود کچھ حصہ نہیں ہے۔ از انجملہ عبودیت فقط امر حق سبحانہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے اس نظر سے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جسکے تمام طاعات جو اس نظر سے نہوں اگرچہ فقط اسی کا سجدہ ہو خالص نہیں اور جو اس کے حکم کی بندگی ہو اگرچہ غیر کو سجدہ کا حکم دیوے وہ اسی کی بندگی اور اسی کا سجدہ ہے اور سابق میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی تفسیر میں تحت قولہ فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی الآیہ اشارات بیان ہو چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بارگاہ مقدس مخلوقات کی فرمانبرداری و نافرمانی سب سے پاک ہے کیونکہ مخلوق جب اپنی ذات سے حادث ہے تو اس کے اعمال و افعال کیسے ہی صالح ہوں حادث کے حادث اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے ہیں ان کو ذات قدیم مستغنی اعلیٰ از قیاس و گمان و وہم تک کیا مناسبت و لگاؤ ہے اور جب سمجھدار نے یہ مقام سمجھ لیا اس کو یہاں آدم کو سجدہ کرنے میں کچھ بھی خلجان نہیں ہے از انجملہ مذموم سخت یہ ہے کہ آدمی ضعیف بے بنیاد تکبر کرے یا احکام الٰہی میں چاہے کہ ہر ایک بات کی کنہ حقیقت دریافت کرنے کے بعد مانے اور جو بات اس کی عقل میں نہ آوے اس سے بداعتقاد ہو یہ سب بدتر جہالت میں اور ان کی برائی و مذمت بالکل بدیہی ہے اس لیے کہ اس محسوس مخلوق میں جس پر آدمی کو بزرگی دی گئی ہے ہزاروں چیزیں موجود ہیں کہ ان کی کنہ حقیقت سے آدمی کی عقل بالکل بے بہرہ ہے بلکہ اس کے جسم میں خود ایسی چیزیں ہیں کہ وہ اپنی ذات سے واقفیت و وقوف نہیں رکھتا ہے تو پھر تمام جہالت ہوگی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر کنہ حقیقت سے آگاہی کا دعوے کرے یہاں اور بھی علوم ضروری ہیں کہ ان کو غور سے سمجھ لینا چاہیے واللہ تعالیٰ ہو الولی الہادی۔ پھر شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ جب ابلیس نے اپنی جہالت و بدبختی سے سجدہ نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے مقدر مشیت اس پر جاری فرمایا اور اس پر حجت قائم فرمائی بقولہ قال یا ابلیس مالک الا تکون مع الساجدین۔ اس کے اشارات میں سے ہے کہ جو شخص دعوے کرے وہ جاہل بدکردار ہے کیونکہ ابلیس کو دعوے معرفت و عبودیت و کمال علمی تھا باوجود اس کے حضرت آدم علیہ السلام کے خصائص و ظہور صنائع حق سبحانہ تعالیٰ اس کو معلوم نہ ہوئے اور سب دعوے میں وہ جاہل ثابت ہوا کیونکہ معرفت کے دعوے پر لازم تھا کہ عبودیت معبود سبحانہ تعالیٰ کا ظہور بوصف ربوبیت مشاہدہ کرے کہ جسیا مظاہر میں ظاہر ظہور خالق عز وجل ہے اور یہی ہیں معنے قولہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض الآیہ اور تاویل بوجہ نافہمی عوام کے ہے اور دعوے علم میں کاذب اس لیے کہ امر الٰہی سے ورے ہے امر کے اسرار ظہور و لباس قدرت مشاہدہ علمی لازم تھا مع ان اسرار کے جو اس خاک میں فضل و کمال کے مخفی و مستتر فرمائے تھے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو کوئی ایسے علم کا دعوے کرے کہ اسرار الٰہی اس کے احکام و مخلوقات کے اس پر تحقیقی واضح ہوئے یا اسکے امکان میں ہیں تو وہ مثل ابلیس کے برگشتہ ہوگا اور یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے علم دیدیتا ہے اور دعوی عبودیت میں اسکا کاذب ہونا تو صاف ظاہر ہے کہ حکم کی فرمانبرداری میں اس نے کس قدر جہالت سے اپنی خواری کمائی تھی اور اپنی فضیلت کے دعوے میں کمال جہل سے نص صریح کے مقابلہ میں قیاس کیا پھر اس سے زیادہ بدتر اس کے جواب میں یہ امر ہے کہ حضرت بارگاہ کبریا عز وجل میں اس نے اپنی خودی و تکبر کو بیان کیا کما قال تعالیٰ لم اکن لاسجد لبشر خلقتہ من صلصال الآیہ۔ شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ اس ملعون نے غلط دعوے کیا تھا کہ وہ خلوص کے ساتھ بندگی کرتا ہے اور قدیم عز وجل کو حادث سے پاک منزہ وحدانیت کے ساتھ جانتا ہے وہ جاہل جانتا تھا کہ عبودیت خالصہ یہی ہے کہ رکوع وسجدہ کی صورت پیدا ہو جاوے اور یہ نہیں جانا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری کرنا جس طریقہ سے اس نے حکم فرمایا ہو یہی عبودیت ہے اور اگر وہ جنیو ڈالنے کا حکم فرما دے تو اس کا حکم بطوع و رغبت بجا لاوے اور ہزار زنار کمر میں باندھے اور پروانہ وار اسی کے حکم کے گرد پھرے جو اس کا حکم ہو۔

اور اپنی مراد و خوشی سے بالکل سروکار نہ رکھنا عشق کی شان ہے اور جب محبوب کے حکم میں چون وچرا ہے تو وہ خود پسند گمراہ ہے کاش اُس نے آدم میں مشاہدہ ملائکہ پایا ہوتا۔ کیونکہ آدم مثل کعبہ کے قبلہ ظاہر تھے اور سجدہ نہیں واقع ہوتا مگر بشارۂ ربوبیت میں کیونکہ سجدہ کے لائق سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی چیز نہیں ہے اور مقام امر مقام امتحان ہے اور ابلیس ملعون نے زعم کیا کہ میں توحید میں زیادہ مستحکم ہوں کہ میں نے غیر کو سجدہ نہ کیا حالانکہ وہاں غیر نہ تھا کیونکہ نظر عین الجمع میں وہ وہی تھا اور اگر اُس کی نگاہ صحیح ہوتی تو وسائط پر نہ پڑتی کیونکہ عین الجمع میں دلیل ومدلول درحقیقت واحد ہیں اگرچہ بلحاظ رسوم کے ایک نہیں ہیں یعنے کُل مخلوق وحادث تو کبھی قدیم نہیں ہو سکتا لیکن نظر تو عین توحید پر ہے پھر یہ چیزیں جو محض عبارت ہیں کیونکر آئیں سوائے اس کے کہ توحید نہیں تھی اور وہ ملعون اپنی جہالت سے اپنے کو مقام توحید کا عارف سمجھا اور درحقیقت عین الجمع سے جاہل تھا اور یہ بھی اُس کی غلطی تھی کہ معرفت توحید تو یہی ہے کہ قدیم کو حادث سے الگ وفرد جانے وحدہ لاشریک یقین کرے مگر اس شان سے الگ کرنا کہ وحدت وغیرہ ان میں کسی چیز کو اُس پاک جل شانہ سے لگاؤ نہ ہو اُسی مقام میں بعضے عارفین قدس سرہ نے فرمایا کہ اگر مثلاً زید کو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی مخلوق دیکھکر کہے کہ یہ وہ نہیں ہے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ زید حادث مخلوق ہے مگر اس شخص نے حق تعالیٰ کے ساتھ اشارہ سے امتیاز وتصریح کی اور وہاں اشارہ کو بھی گنجائش نہیں ہے پس اُس نے شرک کیا اور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ابلیس ملعون کی نظر تو آدم پر تھی اور ایک نظر اپنی ذات پر تھی تو دو نظریں اس پر حجاب تھیں اور اگر عارف ہوتا تو غیر کی نظر ہی نہ ہوتی اور اسپر وہ دعوے کرتا تھا اور یہ دعوے عین نظر اپنا دیکھی جو بالکل حجاب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دعوے اسکے برعکس تھا کہ وہ معرفت کے کسی درجہ تک بھی نہیں پہونچا تھا اور نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ بھی محل تحقیق میں ہوتا تو کسی حادث کی خدمت کے لیے اُس کو حکم نہ ہوتا وہ تو بندگی بھی نہ تھا بلکہ وہ ارادت کی ابتدائی درجہ میں بھی نہ تھا کیونکہ اگر ہوتا تو حضرت آدم علیہ السلام کے قدموں کی خاک اپنی آنکھوں میں سرمہ کرتا اور اُس کو فرح یاقوت وقند سے زیادہ بلکہ بے قیاس نعمت سے زیادہ لذیذ پاکر کھا لیتا کیونکہ مرید اپنے مقتدی کی محبت میں والہ وشیدا رہتا ہے ولیکن اس کو کیا نفع ہوتا کہ وہ مرید نہیں تھا بلکہ مرید تھا یعنے سرکش متکبر گمراہ تھا کیونکہ اپنی رائے پر نازاں واپنی عبادت ومعرفت میں اپنے نفس کو اچھا دیکھنے والا تھا پس اُس نے اپنے مقتدی سے انکار کیا اور نظر حق سے مطرود اور مردود ابدی ہوگیا اور ہم اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں ہر گمراہی اور اس کے غضب سے اور مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اور اپنے نیک بندوں کی برکت سے مجھ گنہگار کو بھی شیخ رحمہ کی دعا میں داخل کرکے ہر گمراہی سے پناہ عطا فرماوے اور حقیقی مرضی ایمان پر میرا خاتمہ بخیر کردے آمین یا ارحم الراحمین شیخ رحمہ نے لکھا کہ شیطان کی یہ جہالت تھی کہ اندھا ہوکر اُس نے تکبر وبغض وریا وضلالت سے تمام قدرت وقبولیت الٰہی جل شانہ کو نہ پہچانا اور ارکان قرب سے دور اور وادی طرد ولعن میں سرگردان ابدی ہوگیا وقد حکم اللہ تعالیٰ جل جلالہ

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ۝ وَّإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ۝ قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ

فرمایا اب تو نکل یہاں سے کہ تو دھتکارا ہوا ہے اور تجھپر لعنت ہے تا روز قیامت بولا کہ اے میرے رب تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ

يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ۝ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ

وہ قبروں سے اٹھائے جاوینگے فرمایا کہ تو مہلت دیے ہوئے لوگوں میں سے ہے وقت معلوم یعنے قیامت کے دن تک بولا کہ اے میرے رب قسم ہے مجھے تیرے ہی گمراہ کردینے کی مجھکو کہ ضرور میں

فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ۝ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ۝ إِنَّ

زینت دونگا انکے لیے زمین میں اور ضرور میں گمراہ کردونگا انکو سب کو سوائے تیرے بندوں کے انمیں سے جنکو تو نے خالص کردیا ہے فرمایا کہ یہ راہ ہے مجھپر ٹھیک سیدھی بیشک

عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ۝ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ لَهَا

جو میرے بندے ہیں نہیں تجکو انپر کچھ قابو ولیکن انپر جو تیری فرمانبرداری کریں بہکے ہوئے ہیں اور البتہ جہنم اُن کی وعدہ گاہ ہے سب کے سب کے لیے جہنم کے

سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ۝

سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان میں کا ایک حصہ بٹا ہوا ہے

ع ۲ ۱۶

قَالَ ۔ یعنے جب ابلیس نے فرمان الٰہی کے مقابلہ مین اپنی رائے سے نافرمانی کو ٹھیک سمجھا اور تکبر کا جواب دیا تو اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا کہ فَاخْرُجْ مِنْهَا
پس تو نکل یہان سے بعض نے کہا یعنے جنت سے اور بعض نے کہا کہ آسمان سے اور بعض نے کہا جماعت ملائکہ سے ۔ اور ظاہر کلام شیخ سیوطی رح کا یہ ہے کہ
جنت سے نکل کیونکہ قلنا اہبطوا بعضکم لبعض عدو مین آسمان سے اخراج متعین ہے کیونکہ آسمان بحکم قولہ حفظنا ہا من کل شیطان محفوظ ہے پس شاید کہ اول
مین شیطان کو جنت سے نکالا پھر شیطان کو آدم و ذریات کے ساتھ آسمان سے زمین کو اُتارا اور بہتر یہ ہے کہ ان مقامات مین جوبات منصوص ہے اسی قدر
پر اقتصار کیا جاوے اور وہ عام آدمیون کی سمجھ کے لائق ہے اور اس سے زیادہ اس وجہ سے دشوار ہو جاتی ہے کہ عقل تو جسم کی خواہشون مین مکدر و
آلودہ ہو رہی ہے اور روح صاف ظاہر نہین ہے اور اس ملک کا قیاس یہان ہو نہین سکتا اور چونکہ بعضے لوگ ناواقفی سے زمین کی چیزون پر قیاس
کرتے ہین تو بھٹک جاتے ہین ۔ رجیم کے معنے قاموس مین ہین کہ لعنت و شتم و مطرود کرنا و مہجور کرنا پس قولہ ۔ فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۔ کیونکہ تو رجیم یعنے مرجوم ہے
اس مین یہ سب معنے متحقق ہین کیونکہ رجم پتھرون سے مارنا شیطان کے حق مین شہاب ہین اور دھتکارا ہوا ان سے نکالی جانے سے اور مہجور ہی اس کے حق
مین ظاہر ہے اور لعنت اس کلام سے کہ ۔ وَاِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اور یوم الدین یوم جزاء ہے یعنے روز قیامت جس مین ہر کردار
کا بدلہ اس کے کمانے والے کو ملیگا اور حاصل یہ کہ اللہ تعالےٰ نے ابلیس کو اس کے تکبر و نافرمانی و بے ادبی پر مرجوم و ملعون کردیا اور ایسے ملعون کو یہان رہنے کا
شرف نہین ہوسکتا تو حکم دیا کہ یہان سے خارج ہو ۔ واضح ہو کہ مقام حج نمونہ قرب ہے اور رمی الجمار مقام منی مین شیطان کے مرجوم یعنے سنگسار
ہونے پر دلیل ہے اور بندہ مومن بنام پاک اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ اللہ اکبر اللہ اکبر و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم شیطان کو رجم کرتا ہے
اور خالی لاحول سے بھی شیطان کا دور ہونا احادیث صحیح سے ثابت ہے اور واضح ہو کہ جملہ عبادات مین شرط یہ ہے خلوص دل و عاجزی کے ساتھ اپنے
رب عزیز حکیم سے چاہیے کہ اسی کے حول و قوت سے شیطان مجھ سے دور ہو سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ نے ابلیس کو
ملعون کردیا تو ملائکہ کی صورت سے اس کی صورت بگڑ گئی اور وہ ایسی آواز سے رویا جیسے عورتین منہ ڈھانپ کر رونے والیان روتی ہین پس دنیا مین جو
رونا ایسا پایا جاوے قیامت تک وہ اسی کے رونے مین سے ہے ۔ رواہ ابن ابی حاتم ۔ امام غزالی وغیرہ محققین علماء نے تحقیق کردی کہ شیطان پر اللہ
تعالےٰ کی لعنت قیامت تک متحقق ہے ولیکن ہم لوگون پر لازم نہین کہ اسپر لعنت کرین بلکہ یہ فعل اچھا نہین ہے اور جب شیطان پر لعنت کرنا اچھا
نہین حالانکہ اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت معلوم ہے تو کسی دوسرے پر لعنت کرنا بڑا خطرہ ہے کیونکہ اگر وہ لعنت کے قابل نہوا یا انجام مین وہ ایمان پر مرنے
والا ہے تو واقعی ملعون نہوا تو وہ لعنت خود لعنت کرنے والے پر لوٹنے سے یہ تباہ ہو جائیگا اور حدیث مین گناہ سے بچنے کی تاکید کے لیے آپ نے عام طور پر
بدون کسی شخص کو خاص کرنے کے البتہ کہا ہے جیسے لعن اللہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائہم مساجد ۔ یعنے اللہ تعالےٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے
کہ انھون نے اپنے انبیاء کی قبرون کو مسجد بنا لیا ۔ کیونکہ جو کوئی یہودی یا نصرانی مریگا وہ قطعی جہنمی ہوگا ۔ اور واضح ہو کہ یہ لعنت جو آیت مین ہے اپنی رحمت
سے بالکل دور کردینا ہے اور کبھی عرب لوگ لعنت اس کے سوائے دوسرے معنے مین بولتے ہین جیسے میرے پاس سے دور ہو تو یہ بھی اچھا نہین مگر وہ اس حکم
مین داخل نہین ہے پھر جاننا چاہیے کہ آیت مین لعنت کی انتہا روز قیامت مذکور ہے تو بعض علماء نے کہا کہ اس سے یہ لازم نہین کہ اس کے بعد نہ ہو اور بعض نے
کہا کہ روز قیامت تک تو لعنت اس کے واسطے بطور اعمال بد کے ہوگی اور بعد اس کے سزا سے لعنت یعنے سخت عذاب مین گرفتار ہوگا بعض نے کہا کہ جب
شیطان کے لیے یہ حکم ہوا کہ تا قیامت تجھ پر لعنت ہے تو شاید اس نے سمجھا کہ وہ قیامت تک زندہ چھوڑا جائیگا پس اس نے درخواست کی چنانچہ آیت
مین ہے کہ ۔ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ ۔ بولا کہ اے میرے رب تو مجھے مہلت دے یعنے موت نہ دے ۔ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۔ اس دن تک کہ آدم و اسکی
ذریات اٹھائے جاوینگے ۔ گویا اس نے اپنے لیے دائمی زندگی مانگی اس لیے کہ دوسری بار جو اٹھائے جانے پر اٹھائے جاوینگے پھر اس کے بعد موت نہین ہے
مگر بیضاوی مین ہے کہ اس نے اس درخواست مین دو باتین چاہین ایک یہ کہ اس کو اغوا کرنے کے واسطے وقت وسیع ملے اور دوسرے یہ کہ بعث کے وقت
تک نجات ملے کیونکہ بعد وقت بعث کے موت نہین ہے مگر اول درخواست منظور فرمائی گئی اور دوسری منظور نہین ہوئی چنانچہ فرمایا ۔ قَالَ فَاِنَّكَ

مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۔ یعنے تجھے مہلت ہے تا روز وقت معلوم ۔ بعض علماء نے کہا کہ وقت معلوم سے مراد قریب بعث کا وقت
ہے کہ اس وقت شیطان مرجاویگا ۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ پہلا نفخہ ہے جب اول صور پھونکا جاویگا کہ اس میں ابلیس بھی
مرجاویگا اور دونون نفخہ صور میں چالیس سال کا فرق ہوگا ۔ دوسرے نفخہ پر پھر سب زندہ اٹھائے جاوینگے ۔ بعض علماء نے کہا کہ اس نے یہ چاہا کہ
اُسکو موت نہو بلکہ چاہا کہ اس کے عذاب میں قیامت تک تاخیر دیجاوے ۔ اور وقت معلوم سے بعض نے کہا کہ یعنے قیامت ہے ۔ بہرحال وقت معلوم
اس لیے کہا کہ اس کا علم صرف اللہ تعالے ہی کو ہے کوئی اور نہیں جانتا ۔ البتہ اس کے علامات احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں اور اس زمانہ میں سب علامات
سوائے چند کے پائے جاتے ہیں اور بڑی علامت کہ دنیا ظلم و جور سے بھر جاوے گی اس نظر سے کہ بڑا ظلم اللہ تعالے سے کفر و شرک ہے اسوقت صریح
موجود ہے اور انشاء اللہ تعالے علامات دیگر جو صریح معجزات ہیں جیسے مسلمانوں کا کافروں میں ملجانا اور تمام روے زمین پر نصرانیون کا غلبہ و کثرت ہونا
وغیرہ دوسرے مقام پر مفصل بیان کرینگے ۔ پھر واضح ہو کہ شیطان کی درخواست قبول ہونا اسکے لیے کرامت نہیں ہے بلکہ درحقیقت اس کے واسطے شدت
عذاب اور ذخیرہ بداعمالی ہے اور حکمت و مشیت الٰہی سبحانہ تعالے کے موافق ہے اور واضح ہو کہ کافر کی دعاء قبول ہونے میں علماء نے کہا کہ بقولہ وما دعاء
الکافرین الا فی ضلال نہیں دعاء کافرون کی مگر بٹکانے میں یعنی قبول نہیں ہوتی ۔ اور حق یہ ہے کہ اس کلام کے معنے تو یہ ہیں کہ کافر جس جانب پکارنا چلا گیا
ہے وہ گمراہی ہے اور جو دعاء کرتا ہے وہ گمراہی میں ہے کیونکہ جب اس نے راہ مستقیم و اعتقاد صحیح نہیں پایا تو جو چاہیگا وہ گمراہی میں ہوگا پس کافر کی دعاء
قبول ہوتی ہے لیکن اگر اس نے دنیا کی آسائش و فراغت چاہی تو زیادہ گمراہی کے واسطے اور اگر دوسرا جنم اچھا مانگا تو وہ اور بھی گمراہی ہے بہرحال
وہ سوائے گمراہی کے کچھ نہیں مانگیگا مگر یہ ممکن ہے کہ دنیاوی دولت اُس کو دیجاوے اور جیسے شیطان کو زندگی دراز دیدی گئی جب مطلق ہوا تو اُس نے
دوسرا حسد آدم سے ظاہر کیا ۔ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ بولا اے رب قسم تجھے تیری مجھے اغوا کرنے کی یعنی میں قسم کھاتا ہوں تیرے اس فعل کی
کہ تو نے مجھے غوی و گمراہ کردیا ۔ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ ۔ البتہ میں زینت دونگا اولاد آدم کے لیے زمین میں یعنے آدم خود تو برگزیدہ پیغمبر ہے کہ جو اسکی
اولاد میں سے ہونگی کہ جب تک دنیاوی زندگی میں رہینگے اُن کی نظروں میں گمراہی کو مزین کرونگا چنانچہ دیکھو کہ دنیا میں ایک قسم کے لوگ ہیں کہ رنڈیون کا
ناچ دیکھنا و دیگر افاحش ان کی نظروں میں بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں اور دوسری قسم والے جو شیطان کے تزئین سے بچ گئے ہیں اس کو نہایت ناگوار و بیہودہ
فحش سمجھتے ہیں اور شیطان کا داؤں سب پر ہے سوائے ان کے جنکو وہ اللہ تعالے کی بندگی میں مستقیم جانتا ہے چنانچہ آیت میں ہے ۔ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ
اَجْمَعِيْنَ ۔ اور ضرور ان سب کو اغوا کرونگا ۔ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۔ سوائے تیرے بندون کے ان میں سے جنکو تو نے اخلاص کے
ساتھ جدا کردیا ہے یعنے وے لوگ اپنے ہر کام میں سوائے تیرے کسی شرک کو اور ریاء کو اور نفس کے خطرات وغیرہ کو دخل نہیں دیتے ہیں ۔ اس نے جان لیا
کہ ایسے مخلص بندون میں اس کا وسوسہ کچھ کام نہ کریگا ۔ آثار میں آیا ہے کہ جب زمانہ بابرکت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم تھا تو گروہ شیاطین پریشان ہوکر
اس کے پاس واپس جاتے اور کہتے کہ عجب بندے ہیں کہ ہر چند ہم کوشش کرتے ہیں ہم کو کچھ نہیں ملتا ہے اور ہر ایک وسوسہ میں بجاے اس کے کہ انسے ہم کچھ پاوین
وے اپنے رب رحیم سے بہت خیر حاصل کرلیتے ہیں وہ کہتا ہے کہ صبر کرو کہ آیندہ تمہارے قبضہ میں اُن کی مہار ہوگی پھر جب حضرات تابعین رحمہم اللہ تعالے کا
زمانہ ہوا تو پھر گروہ ابلیس نے شکایت کی کہ عجب بندے ہیں کہ مشکل سے ہم انسے کچھ پاتے ہیں پھر فوراً وے توبہ و استغفار سے اپنا پورا کرلیتے ہیں اُس نے کہا کہ
عنقریب ایسے ہون گے کہ تم اُنسے راضی ہوگے ۔ واضح ہو کہ جو کوئی اپنے قلب کی حفاظت اور اللہ تعالے شانہ کی یاد میں کچھ دیر اپنی عمر کا حصہ صرف کرے
اور دیکھے کہ کسقدر خطرات و بداعمالیان و وساوس سے شیطان آتا ہے تو اس کو معلوم ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں جو اللہ تعالے نے فرمایا انہ بہم
رؤف رحیم بیشک رب تبارک و تعالے انپر نہایت مہربان و رحمت سے بخشنے والا ہے ۔ یہ کسقدر عظیم نعمت و رحمت تھی ۔ یہان دو مقام ہیں اول یہ کہ شیطان
نے ذریات آدم کا زمین میں ہونا کہان سے جانا اور جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے نے انی جاعل فی الارض خلیفہ ۔ اول سے فرما دیا تھا پس حضرت آدم
علیہ السلام مع اولاد کا زمین میں خلیفہ ہونا معلوم تھا ۔ اور فی الارض سے معلوم ہوا کہ جب تک زندگی دنیاوی ہے اسی قدر حصہ میں اثر شیطانی کا ظہور

ہوتا ہے خواہ اس طرح کہ لوگوں کی نظر میں گناہوں کو اچھا مزین کرے اور گناہوں میں پڑنے کا سبب ہو جاوے یا ان کو دنیا کے آراستہ کرنے میں اور اسکی
خواہش میں اور ایسے امور میں جن سے دنیا حاصل کرنے میں پڑ جاویں مشغول کر کے نیک کاموں سے باز رکھے۔ تو ہم اس نے استثنا کہاں سے معلوم کیا تو
مانند حضرت آدم علیہ السلام کے دیگر انبیا مع اصحاب کے نمونہ تھے اور اس نے زمین میں ان کا مسکن و مدفن ہونا قیامت تک معلوم کر لیا تھا اور واضح ہو
کہ جو اس نے گمراہ کرنے وغیرہ کا دعوے کیا یہ اس کے مقدور ہونے کی علامات سے ہے ورنہ فاعل مختار درحقیقت اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ آیات اس میں صریح
ہیں اور معالم وغیرہ میں آل عمران کے قولہ زین للناس حب الشہوات الآیہ کے تحت میں تزئین از جانب شیطان بطریق سبب ظاہری اور تزئین از جانب
باری تعالیٰ بطریق خلق مذکور ہے اور شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفسیر درمنثور میں یہاں ایک حدیث ذکر کی کہ میں راہ مستقیم کا ہادی راہ نمایندہ
ہوں اور واصل کر دینے کے اختیار میں سے مجھے کچھ نہیں ہے اور شیطان گمراہی کی طرف بلانے و برانگیختہ کرنے والا ہے ولیکن گمراہ کر دینے کے اختیار میں سے
اس کو کچھ بھی نہیں ہے۔ واضح ہو کہ جن بیوقوف لوگوں نے شیطان کے وجود سے فقط اس وجہ سے انکار کیا کہ وہ آنکھوں سے محسوس نہیں ہوتا ہے تو بالکل
بے عقل ہیں حتے کہ بہت سی قوتیں زید کے جسم میں موجود ہیں جو ہم کو محسوس نہیں ہوتی ہیں مگر ہم عقل سے جانتے ہیں کہ زید میں انکا وجود ضرور ہے پھر اس
مقام کی آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کے واسطے بعد اللہ تعالیٰ پر یقین لانے کے ضرور ہے کہ ہر دم کے شیطانی وساوس و خطرات سے اللہ تعالیٰ کی جانب
خلوص رکھکر بچا جاوے اور جو لوگ آدمیوں میں سے شیطان کے اغوا میں شیطانی ہو گئے ہیں ان سے اور زیادہ بچنا چاہیے کیونکہ بسبب مجانس ہونے کے ان کی
بات پر کان دھرنا اور عقلی قوت سے نیک و بد کی تمیز نہیں کرتا الا ہر شخص کا کام بھی نہیں ہے کہ وہ تمیز کر سکے اور زیادہ ہی قرار پائی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے
کلام سے واضح ہوتا ہے۔ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ راہ ہے مجھ پر سیدھی بعض علما رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہذا کا
مرجع مخلص بندوں پر قابو نہ ہونا یعنے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ بات اپنی حفاظت میں لے لی کہ ان کا حق عز و جل پر شیطان کو کچھ قابو نہ ہوگا
اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ خود ہی جانتا ہے کہ اس کے بندے کون ہیں یعنے جن بندوں کو اس نے خالص کر لیا ہے اگرچہ یہ معلوم ہے کہ جو ایمان و اسلام پر
ہیں وے عام طور پر اس کے بندے ہیں حتے کہ ایسا خاتمہ بخیر ہو جاوے پس ایسا ہی آدمی کافر ہوتا ہے اور آخر میں ایمان پر مرتا ہے اور ابتدا میں فاسق گنہگار
بدکردار ہوتا ہے اور آخر میں پاک توبہ کر کے ایمان پر مرتا ہے یا ایمان پر ہوتا ہے اگرچہ اس کے کام گناہ کے بھی ہوں جبکہ اس کے دل میں خالص یقین ہو تو یہ
سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور باقی سب شیطان کے گروہ میں شامل ہوتے ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام عالم آخرت میں اپنی بائیں طرف سیاہ
روحوں کو جو پیدا ہونے والی ہیں دیکھکر روتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ کافر لوگوں کی روحیں ہیں جو اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام
سے دائمی جدا ہونے والی ہیں اور ہمیشہ شیطان کے ساتھ ہوں گے۔ اور بعض علما نے ہذا کا مرجع مشار الیہ سابق کلام قرار دیا چنانچہ کسائی رحمہ اللہ تعالیٰ
سے روایت کیا جاتا ہے کہ یہ امر بطور تہدید و دھمکی کے ہے یعنے ہر نیکی و بدی کی جزا و سزا میں ضرور دونگا اور بعض نے کہا بعضوں کا تیری گمراہی میں جانا
اور کچھ بندوں کا اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں رہنا اور تیرا سب کو سوا مخلصین کے بہکانا اس سب کا مرجع اللہ تعالیٰ کی طرف ہے یہی قول مجاہد و
قتادہ و حسن بصری کا ہے ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ شیطان نے دعوے کیا تھا کہ تیری مستقیم راہ پر
میں بیٹھکر لوگوں کو ہر طرف سے بہکاؤنگا یعنی ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رد فرمایا کہ جو راہ میں نے بندوں کے واسطے مقرر کر دی ہے وہ خالص
ہے جو اس پر مستقیم رہا وہ تیرے خطرے سے بےخوف کر دیا گیا۔ اول یعنے شیطان کو رد کر دیا کہ تو راہ مستقیم پر نہیں بیٹھ سکتا ہے اسی واسطے حدیث میں راہ مستقیم کے
دائیں بائیں بکثرت راہیں شیطان کی بیان فرمائیں کہ جیسے شہوات دنیا سب بے تعداد ہیں ایسے ہی ہر شہوت کی جانب بلانے والے شیطان بے تعداد
ہیں۔ انہیں سے کہا گیا کہ ہر نیک و بد کے واسطے عمدہ پہچان راہ مستقیم ہے حتی کہ جو کوئی راہ مستقیم پر قائم ہو وہ نیک ہے اور بدون اس کے شقی ہے اور
یہ بھی جان رکھو کہ جو لوگ راہ مستقیم پر ہیں تحقیق میں شیطان جھگڑے و لڑائیاں ڈالتا ہے ان کو ہوشیار ہونا چاہیے ورنہ جو لوگ گمراہ ہو کر اس کے پیرو ہیں
ان میں باہم اس راہ پر اتفاق و صلح ہے ان میں ایسے جھگڑے ڈالنے کی شیطان کو خواہش نہیں ہے بلکہ خلاف مقصود ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو

راہ راست پر مستقیم رکھے پھر اللہ تعالےٰ نے حکم فرمادیا کہ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ بیشک میرے بندے اُن پر تجھ کو کچھ قابو نہیں ہے
اپنے بندے کہنے سے اُن کی شرافت فرمائی اگرچہ مومن و کافر سب اسی کے بندے ہیں اور نظیر اُس کی قولہ نفخت فیہ من روحی۔ اپنی روح سے یعنے اپنی
پیدا کی ہوئی حالانکہ سب چیز اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور مراد یہاں بندگان مخلصین ہیں۔ اہل بلاغت نے کہا کہ علیہم یعنے اُن کے دلوں پر۔ پس اُس سے
یہ لازم نہیں کہ ان بندوں کے اجسام سے گناہ نہ ہو مگر اُن کے دل کافر نہونگے مثلاً اس گناہ کو حلال سمجھیں و بے دھڑک کریں بلکہ توبہ کرلینگے۔ علماء
نے کہا کہ کچھ قابو نہ ہونا اس معنی کر ہے کہ ایسے قابو میں سے کچھ نہ ہوگا جس سے وے کافر و دائمی جہنمی ہوں یعنے توبہ نہ کریں یا شرک وغیرہ ایسا عمل کریں جس سے
ہلاک ہو جاویں پس گنہگار مومنین جنکا یقین اللہ تعالےٰ و رسول پر قطعی ہے وے بندگان الٰہی میں شامل ہیں اور وے بھی مخلصین میں سے ہیں کیونکہ اگرچہ
بعضے گنہگار کچھ دنوں عذاب میں پڑیں لیکن ہمیشہ ابدالآباد تک عذاب میں نگر کر دیے جانے والوں سے اُن کو خلاصی ہے پس یقین و ایمان بے زوال
نعمت ہے کہ مومنوں پر شیطان کا کچھ قابو نہیں کہ اُن کو ابدی جہنمی کردے۔ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِیْنَ۔ لیکن تیرا قابو اُس پر ہے جس نے تیری
پیروی کی ایسے لوگوں میں سے جو گمراہ ہیں علماء نے کہا کہ غاوین جو ابلیس کے پیرو ہیں وہ مشرک لوگ ہیں اور اللہ تعالےٰ نے دوسری آیت میں تصریح کردی
بقولہ انما سلطانہ علی الذین یتولونہ والذین ہم بہ مشرکون یعنی شیطان کا قابو فقط انھیں پر ہے جو اُس سے دوستی رکھتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کا شریک
لاتے ہیں۔ شیخ ابو السعود رح نے کہا کہ اس کلام میں ایک تو مخلصین بندوں کی بزرگی ظاہر فرمائی ہے اور یہ کہ شیطان کے دام اغوا سے وہ چھوٹے
ہوئے ہیں اور دوم یہ کہ غاوی مشرکوں پر جو شیطان کا قابو ہے وہ کچھ اس وجہ سے نہیں ہے کہ شیطان کو انپر حقیقی قدرت ہے بلکہ اس وجہ سے قدرت ہوئی
کہ انھوں نے کمبختی سے شیطان کی پیروی اختیار کی۔ واضح ہو کہ آخرت میں انسان کے دو مقام ہیں ایک جہنم اور دوسرے جنت جیسے جنت ملک کرامت
و عزت ہے اس کے مقابلہ میں جہنم غارخواری و مصیبت ہے پس مخلوقات بھی انھیں دونوں مقام کے واسطے تقسیم ہیں پس نیکوکار مومنین اور نیز ایسے مومن
گنہگار جن کو اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے یا شفاعت شافع اکرم صلعم و دیگر صالحین سے بخش پایا ہے جنت میں چلے جاوینگے اور بعضے ایسے گنہگار مومن جن کے
واسطے جہنم کی سزا متعین ہوئی تو خوب جان لینا چاہیے کہ اُن کا اصلی ٹھکانا جہنم نہیں ہے بلکہ جنت ہے چنانچہ چند روزہ سزا کے بعد اللہ تعالےٰ اپنے فضل
سے اُن کو نکال کر اُن کو ان کے ٹھکانے پہونچادے گا۔ اب رہے شیاطین اور سوائے مومنین کے باقی آدمی مشرکین وغیرہ تو ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے چنانچہ
حق تعالےٰ نے فرمایا۔ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ اور بیشک جہنم ان کا ٹھکانا ہے سب کا۔ یعنی شیطان و اُس کے متبعین غاوین سب کا
ٹھکانا جہنم ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ ولقد ذرانا لجہنم کثیرا من الجن والانس الآیہ یعنی ہم نے پیدا کیا ہے جہنم کے لیے بہت بڑے حصہ کو جن و انسان
سے آخر آیت تک۔ اور پہلے گزر چکی وہاں ان لوگوں کے حالات و شناخت مذکور ہیں۔ اور اسقدر یہاں بیان کردینا مناسب ہے کہ اکثر اہل جہنم آخرت سے
ناشناس ہوتے ہیں اور سوائے دنیاوی موجودہ عیش و خواہشات کے اس کی سمجھ نہیں رکھتے کہ آخر انجام کیا ہے اور وے ایسے ہیں کہ جس نے اسی خراب
اونچا خیالی بنایا اسی نے ایک پھول نہایت خوش رنگ سڈول پیدا کیا تو اس فناگاہ دنیا کی آرائش خلاف فطرت کا نتیجہ آخر کیا ہے بغرضیکہ یہ لوگ
گونگے بہرے اندھے ہوتے ہیں۔ اور بعضے پتھروں و درختوں کو پوجتے ہیں حالانکہ ان کے معبود آگ سلگانے اور جلانے کے لائق ہیں اور ان کے عابد تو
معبودوں سے بدرجہا بدتر ہوئے پس یہ بالضرور جہنم کے لائق ہیں پس ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے۔ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ۔ جہنم کے سات دروازے
ہیں۔ اور واضح ہو کہ سات ہونے کی حکمت اصلی بہت دقیق اور علم الٰہی میں ہے اگرچہ فوائد ظاہر ہیں کہ لوگوں کی کثرت سے سات کیے گئے اور
بعضا بعض حکمت کے ہے کہ اقسام و انواع جن سے جہنمی دائمی ہونے کے واسطے طبائع مجبول ہوئے ہیں سات اقسام ہیں۔ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ
مَّقْسُوْمٌ۔ ہر باب کے لیے ان لوگوں میں سے ایک حصہ بانٹا ہوا ہے۔ بعض نے کہا کہ ابواب سے مراد یہاں طبقات ہیں یعنے تلے اوپر کی تہ چنانچہ ابن
جریج رح نے کہا کہ دوزخ کے سات درکات ہیں پہلے طبقہ کا نام جہنم ہے یعنے جو کل کا نام ہے وہی اول طبقہ کا نام ہے دوسرا طبقہ لظٰی تیسرا طبقہ
حطمہ۔ چوتھا سعیر پانچواں سقر چھٹا جحیم ساتواں ہاویہ ہے۔ بعض نے کہا کہ کفر و شرک و گناہوں کے مراتب مختلف ہیں اسی جہت سے جہنم میں اُن کے منازل مختلف ہوئے۔

سراج میں خطیب نے لکھا کہ سات دروازہ ہونا اس جہت سے کہ اُس کے لوگ سات فرقہ ہونگے۔ اوّل یہ تو آیت میں صریح منصوص ہے پھر سمجھا کہ
بعضوں نے سات اعضاء کی تعداد پر سات دروازے بیان کیے ہر ایک عضو کے گناہ کے واسطے ایک دروازہ اور وہ آنکھ و کان و زبان و پیٹ و فرج
و ہاتھ و پاؤں ہیں اور چونکہ نیت دل جب نیک ہو تو انہیں اعضاء سے ثواب ہوتا ہے لہذا جنت کے آٹھ دروازہ مقرر ہوئے۔ اوّل ایسی توجیہ مشکل ہے اس
سے کہ کافر اپنے تمام اعضاء کے ساتھ بدکار ہے وہ تمام دروازہ پر کہاں تک مقسوم ہوگا اور حق یہ ہے کہ اُس کے جاننے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ہر دروازہ
سے اللہ تعالیٰ بچاوے اور آخرت کا قیاس دنیا پر نہیں ہو سکتا۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اتقوا السبع الموبقات۔ ڈرو ایسے سات گناہوں سے کہ ہر ایک
ہلاک کرنے والا ہے اور شاید کہ جو کوئی اُن میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہو وہ اپنے دروازہ سے جاوے۔ اعوذ باللّٰہ منہا حضرت علی رضہ سے مروی ہے کہ
سات طبقات میں سے اول پھر دوم پھر سوم اسی طرح سب بھر دیے جاوینگے۔ ابن عمر رضہ سے اس آیت میں مرفوعاً روایت ہے کہ سات ابواب میں سے
ایک ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے میری اُمت پر تلوار کھینچی رواہ البخاری فی التاریخ والترمذی وقال غریب۔ انس رضہ سے مرفوع روایت ہے کہ
ہر باب کے حصہ میں سے ایک جزو ایسے لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور ایک جزو وہ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ میں شک کیا اور
ایک جزو جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے غفلت کی اخرجہ الخطیب فی تاریخہ و ابن مردویہ۔ امام ابن کثیر کی تفسیر میں ہے کہ ہر ایک کا ایک دروازہ ہے موافق
اپنے اعمال کے داخل ہوگا اور اپنے اعمال کے موافق درکہ میں قرار پکڑے گا۔ اقول اس سے اشارہ ہے کہ جہنم میں طبقات ہونا اس امر کے منافی نہیں ہے
کہ اس میں ابواب ہوں اس لیے کہ ہر باب سے اس کے طبقہ میں جاوینگے پھر ابن جریر کی روایات سے لکھا کہ حضرت علی رضہ نے خطبہ پڑھتے میں فرمایا
کہ ابواب جہنم یوں ہیں یعنی طبق پر طبق ہیں اور ایسا ہی عکرمہ کا قول ہے اور ضحاک نے ابن عباس سے نام درکات کے بیان کیے جیسے اوپر ابن جریج کی
روایت گزری ولیکن نسخہ ابن کثیر میں بجاے ابن جریج کے ابن جریر لکھا ہے اور یوں ہی اعمش سے مروی ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ ابواب کے اجزاء
واللہ ان کے اعمال کے منازل ہیں۔ قصہ ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن المبارک کی روایت سے یزید بن قسیط سے روایت کی کہ اگلے انبیاء
کی مساجد اُن کے گاؤں سے باہر ہوتی تھیں جب کوئی نبی چاہتا کہ کسی معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے حکم حاصل کرے تو اپنی باہر والی مسجد میں جاتا اور جس قدر
جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ نماز پڑھتا۔ اتفاق سے ایک پیغمبر گئے تو نماز میں اُن کے اور قبلہ کے درمیان ابلیس آکر بیٹھ گیا پس پیغمبر نے اعوذ باللّٰہ من
الشیطان الرجیم پڑھا پھر دوبارہ ہوا غرضکہ تین بار ایسا ہی ہوا پھر ابلیس نے کہا کہ مجھے بتلا دے کہ تو مجھ سے کس چیز سے بچ جاتا ہے پس پیغمبر نے فرمایا کہ
نہیں بلکہ تو بتلا کہ آدمی پر تو کب غالب ہو جاتا ہے باہم تردید کلام ہوئی آخر پیغمبر نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر تیرا قابو نہیں ہے بولا کہ یہ تو
میں نے تیری پیدائش سے پہلے سنا ہے پھر کہا کہ اللہ تعالیٰ سمیع علیم ہے میں اس سے تیری چوٹ سے پناہ مانگتا ہوں جب کبھی تیرا وسوسہ ظاہر ہوتا
مجھے ظاہر ہوتا ہے۔ بولا کہ تو نے سچ کہا اسی سے نجات ہوتی ہے اور کہنے لگا کہ آدمی پر جب غصہ چڑھتا ہے تو میں اُس پر غالب ہو جاتا ہوں اور جب اُس پر
خواہش اور شہوت غلبہ کرتی ہے تو میں اس پر غالب ہو جاتا ہوں اعوذ باللّٰہ من غلبۃ الشیطان۔ ف فی العرائس قولہ قال فاخرج منہا فانک رجیم سنگ
قہر سے سنگسار کیا گیا امکان لطف میں اور واپس کیا گیا اپنے معدن میں یعنی قہر میں کیونکہ لطف اس میں عاریت تھا۔ اور لعنت اس کے لیے تا یوم الدین قرار
دی ولیکن وہ ازل میں بھی ملعون تھا اور واضح ہو کہ طاعت و معصیت کی انتہا یوم الدین ہے لیکن جو غلبہ اُس کو مشرکوں و کافروں پر ظہور میں دیا ہے وہ اس
روز تک منقطع ہو جائے گا ولیکن اُس کا ازلی مقہور ہونا جو قدیم ارادہ الٰہیہ تھا اس کے ساتھ باقی رہیگا کیونکہ اس میں انقطاع نہیں ہے اور گنہگاروں کی
باگ اس کے قبضہ میں دینا اس طور پر ہے کہ اگر مشیت الٰہی متعلق ہو تو اُس کے ساتھ ہو رہنا چاہے اختیار کرے کیونکہ جیسے شیطان باوجود آتشی ہونے کے
متکبر و منکر ہوا یہ شخص غاوی باوجود خاکی ہونے کے مشرک ہوا اور یہ اُس کے حق میں زیادت قہر اور دوری ہے۔ کاش اگر ابلیس مردان خدا میں سے ہوتا
تو وادی قہر میں بھی اُس کا طالب ہوتا تو دیکھتا کہ عجائب ربوبیت سے اُس کو معاون قہر سے کیا کچھ نظر آتا ہے جیسے میدان لطف سے مردان خدا
پاتے ہیں ولیکن میں یہ کیونکر کہتا ہوں اس لیے کہ وہ تو لڑکوں و لڑکیوں و عورتوں و ہیجڑوں کے پیچھے پیچھے ذری ناکارہ دسیسہ باتیں کرتا پھرتا ہے جس سے اسکا

جہل ظاہر ہے۔ شیخ واسطی رح نے کہا کہ کبھی وہ بعض عبادات کو بھی مزین کر کے دکھلاتا ہے ولیکن اس پر لعنت ہر طرح مستحق ہے کہ یہاں بھی فریب سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ قولہ قال رب فانظرنی الخ یہ اس کی کمال جہالت تھی کہ اس نے جانا کہ قدر معلوم یعنی مقاربت بھی سبقت لیجائے گا پس اس کو موت نہ ہو گی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو رد کر دیا بقولہ الیٰ یوم الوقت المعلوم یعنی نفخہ اولیٰ پر تو بھی مر جائے گا جیسے سب مرینگے۔ اس نے چاہا تھا کہ اولاد آدم سے بعد موت کے بھی فریب کرے۔ پھر اس نے جناب باری تعالیٰ میں جرأت کی کہا قال تعالیٰ قال رب بما اغویتنی لازینن لھم فی الارض الآیہ۔ یہ دعویٰ تکبر ہے یعنی عالم قہر میں اپنی قدرت کا دعویٰ کیا یعنی قسم ہے کہ جیسے تو نے مجھے اپنے لباس قہر و تلبیس فرمایا ہے میں بھی اولاد آدم کو اغوا کروں گا۔ چونکہ قدرت الٰہی سبحانہ تعالیٰ ظاہر ہے تو قدرت الٰہیہ نے یہ دن لیئے اختیار کئے یہ قدرت چاہتی تاکہ اولاد آدم کی ہلاکت میں اس کو اپنی مراد پوری حاصل ہو۔ پھر چونکہ رحمت الٰہیہ اسکے غضب پر سابق ہے تو اس نے ایک منزل کے واسطے دو سیڑھیاں رکھی ہیں اور ایک سیڑھی کے لیے ایک ہی پا رکھی ہے اور ریاست کے فر دن گنہگار ہوں تو جن بندوں پر ہوں اس کی ایک ندامت و استغفار ہے کہ جب اس نے پشیمان ہو کر عزم بالجزم کر لیا کہ اب نہ کرونگا بخشدیتا ہے تو یہ سراسر رحمت ہے اور غضب الٰہی پر رحمت کو غلبہ ہے لہذا الٰہی نے جو قہر کے لباس میں ملبوس ہوا اس پر واجب کہ غضب کو غلبہ ہے حق سبحانہ تعالیٰ نے نہیں دیا ہے پس اللہ تعالیٰ کے بندگان خاص ایسے ہو گئے ہیں کہ اس نے رحمت و لطف کے واسطے اور ولایت و کرامت کے لیے سرفراز فرمایا ہے وہ بحر توحید میں غرق اور شرک سے الگ ہوا رہوں گے چنانچہ آدم علیہ السلام ہو گئے اس لیے اس نے استثنا کیا اور کہا قولہ الا عبادک منہم المخلصین۔ اور یہ بھی اس نے دیکھا کہ ایسے خاص بندے قہر قدیم سے باہر ہو کر لطف ابدی کے میدان میں رکھے گئے ہیں چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ اس سے ظاہر ہے کہ ایسے بندے ملبوس بانوار قدس اور حضور نشین مجالس انس میں اُن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت و لطف کے واسطے مخصوص کر دیا ہے۔ ولقد قال تعالیٰ ان اللہ اصطفیٰ آدم ونوحا الآیہ۔ اور حدیث میں بھی آیا کہ اللہ تعالیٰ نے خلق کو تاریکی میں پیدا فرمایا پھر اپنی طرف سے نور پاشی فرمائی سو جسکو اس نور سے ملا وہ ہدایت پر ہے اور جسکو نہیں ملا وہ تاریکی ضلالت و قہر میں ہے۔ اور حق تعالیٰ نے فرمایا۔ کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربھم۔ یعنی یہ کتاب ہم نے تجھ پر اتاری کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے باہر لاوے نور کی جانب ان کے رب کی قدرت و اجازت سے پس ظاہر ہے کہ اہل اصطفا میں سے اس بلند مرتبہ والے ہیں کہ خود برگزیدہ و اپنے سایہ عاطفت سے دوسروں کو انوار رحمت و قبولیت میں لانے والے ہیں وے ملبوس بانوار صفات و مشرف بانوار ذات ہیں ان کے تن بحکم تمام عبودیت میں مستغرق ہیں اور ان کی جان و دل کمال شوق و محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں اور احادیث صحیح میں ہے۔ آنحضرت صلعم نے کسی کو اس کے اعمال داخل جنت نہ کریں گے اور نہ مجھے مگر آنکہ اللہ تعالیٰ مجھکو اپنی رحمت میں داخل کرے پس اللہ تعالیٰ نے خاص بندوں کو اپنی رحمت میں کر لیا ہے۔ ان کی ارواح خاص ہوائی ہیں اور ان کے اسرار سر الغیب میں دامن حفظ و عصمت میں حی القیوم کی غیب الغیب میں نور ظہور معصوم ہیں وہ ابلیس ملعون کون چیز ہے کہ ان پر قابو پاوے جبکہ ابلیس کے پیدا کرنے والے و مقہور کرنے والے قاہر عزوجل نے ان کو رحمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ابلیس کو صریح ان سے مایوس کر کے صاف فرما دیا کہ میرے اسرار حکمت و قدرت سے تجھ کو اسی قدر دیا گیا کہ تو ایسے لوگوں پر مسلط ہو جو تیری طرح غاوی گمراہ جاہل مقہور ہیں۔ اے غافل ذرا گوش ہوش سے سن لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کی یہ تعریف بتلائی کہ وے اپنے نور اخلاص سے ابلیس کے اغوا سے معصوم ہو گئے اور یہی نور توحید ہے اور یہ نور توحید جبھی ملتا ہے کہ وحدہ لاشریک سے پاوے پس جب یہ کشف پایا تو جب ملعون ابلیس اپنا وسواس لاتا ہے تو اخص الخواص تک قابو نہیں پاتا اور خاص الخاص کے پاس سے خوار پھرتا ہے اور خاص بندے و عام مومنین کے دلوں میں جب کفر و شرک در پاکے وسواس لاتا ہے تو نور توحید کی طرف ان کی دائمی توبہ و استغفار اور اپنے رب کی طرف توجہ ہے نور توحید سے نار ابلیس بجھکر خوار ہو جاتی ہے اور وہی نور غالب و باقی رہ جاتا ہے اور غلبہ ابلیس ان سے منقطع ہو جاتا ہے کیونکہ یہ لوگ بوجہ کرامت و رعایت ازلی کے خطرات قبول کرنے سے محفوظ ہیں اور ہلاکت خطرہ کوئی ان میں نہیں رہ سکتا ہے۔ ایک شخص نے حضرت یحییٰ بن معاذ رازی سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس چیز سے اپنے مخلص بندوں کو اکرام فرمایا ہے جواب دیا کہ وے غیب پر ایمان لاتے ہیں اور مشاہدہ پاتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ ابتدا میں بندہ

اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے بدیہی دلائل قدرت اور صدق رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہے اور جو کچھ سرور عالم فخر آدم رسول حبیب کرم محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کتاب الٰہی سے اور احادیث سے تعلیم فرمایا اس پر دلی جزم و یقین کرتا ہے جب اس راہ پر آگیا تو ہر قدم پر انوار ہی انوار ہیں کیونکہ وہ تاریکی سے نور کی راہ پر آگیا تھا پس سب مشاہدہ و معائنہ ہو جاتا ہے واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ ذوالنون مصری رح نے فرمایا کہ تمام لوگ مردہ ہیں سوائے علماء کے اور علماء بھی سب سوتے ہیں سوائے ان عالموں کے جو عمل کرتے ہیں اور عمل کرنے والے بھی سب مغرور و فریب کھائے ہیں سوائے اُن کے جو اخلاص سے عمل کرتے ہیں اور جو اخلاص پر عمل رکھتے ہیں وے بڑے خطرہ میں ہیں۔ شیخ نصر آبادی رح نے کہا کہ جو اخلاص پر آتا ہے وہ بڑے خطرہ میں ہے کیونکہ اخلاص اُس کا دروازہ ہے اور جو مخلص ہو گیا وہ خطرہ کی حد سے گزر گیا اور پھر وہ اخلاص سے بھی خطرہ کرتا ہے کیونکہ اخلاص بھی خطرہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ذوالنون رح کا پہلا فقرہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے کلام سے ماخوذ ہے کہ فرمایا۔ الناس موتی واہل العلم احیاء یعنی لوگ سب مردے ہیں اور علم والے زندہ ہیں۔ پھر آنحضرت رض کا قول بھی کلام الٰہی سبحانہ تعالیٰ سے ماخوذ ہے ولیکن عوام کو یہ بات فقط مثال معلوم ہوتی ہے اور ادراک نہیں کر سکتے ہیں حالانکہ درحقیقت یہی بات واقعی ہے اور ظاہر میں جاگتا وہ ہے جو سوتا نہ ہو حالانکہ اہل العلم اسکے برعکس جانتے ہیں اور یہ بھی مفہوم مشکل ہے پھر علم وہ قسم معرفت ہے جو علوم دینی ظاہری کے بعد حاصل ہوتی ہے اور وہ بغیر تفسیر و حدیث و فقہ کے ممکن نہیں ہے اور جس نے فقط فقہ پر غلو کیا اور باقیوں سے رکا حالانکہ فقہ سے اُس کی مراد یہی معروف مسائل بیع و شراء و طلاق و نکاح و وکالت و حیض و نفاس ہیں تو اُس نے غلطی کی وہ خود نا سمجھ ہے بلکہ لابدی و فرض واجب ہے کہ ساتھ ہی قرآن و حدیث سے واقفیت حاصل کرے اگرچہ ظاہری اعمال جوارح کے مسائل میں ائمہ فقہ پر اعتماد کر لے اور انہیں اعمال کی احادیث میں جھگڑے میں نہ پڑے کیونکہ اصلی مقصود تو یقین و اخلاص حاصل کرنا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے بندگان مخلصین میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے شمار کر لیا جاوے فافہم واللہ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ بعض نے مخلصین کے بیان میں کہا کہ ایسے بندے ہیں جنکو قرب میں بلا کلفت و مشقت داخل کر لیا اور بشری اوصاف سے ان کو فانی کرکے اوصاف حق سے آراستہ کیا یعنی وہ مرتبہ جو قرب النوافل کا حدیث صحیح میں آیا ہے کہ چلنا و پھرنا و جملہ افعال و اخلاق و عادات میں قدرت و قوت از جانب حق تعالیٰ اس طرح ہوتی ہے کہ خود بندہ میں اپنی ارادت نہیں رہتی ہے یہی معنے ان کے فانی ہونے کے ہیں پس وے ظاہری صورت و ڈھانچہ سے مخلوق کے ساتھ ہیں اور ارواح و اسرار سے حق سبحانہ تعالیٰ کی حضوری میں ہیں اُن پر خلق کا کچھ اثر نہیں اور جس حال میں خلق کے ساتھ ہیں اُن کو خود خبر ہے بلکہ مستغرق و متنبہ عیش باقی میں ہیں وہی اللہ تعالیٰ کے سچے بندے ہیں اُن کا کچھ بھی نہیں سوائے حق تعالیٰ کے اور نہ اُن کا کسی طرف مرجع ہے سوائے اس کے بلکہ وہ موجود حق ہے وہ حق قدیم ہے اور وے عدم میں وے فانی ہیں اور وہی باقی ہے قال تعالیٰ کل شیء ہالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون۔ قال ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔ حضرت جعفر صادق رض سے روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ تمام مخلوقات باعتبار اس کے کہ اُسی نے اُن کو پیدا کیا ہے سب عباد الرحمٰن و بندگان خدا ہیں اور عبادی میں خاص بندے پیدائش و معرفت دونوں طرح ہیں یعنی اپنی طرف تخصیص کی تو ظاہر میں کسی نادان کو شبہ ہوتا کہ شاید مخلصین کے سوائے باقی لوگ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے کے بندے ہیں تو آپ نے اس کے معنے بیان کر دئیے کہ تمام مخلوق کوئی ہو سب کا خالق وہی اللہ تعالیٰ ہے اور اُس نے بندوں میں سے دو قسم فرمائی ہیں ایک کو اپنی محبت دی اور اپنی معرفت سے اُن کو منور کیا تو انہیں کو اپنا خاص بندہ کیا اور آیت میں عبادی سے ایسے ہی بندے مراد ہیں اور باقیوں کو پیدا کر کے روئے زمین کی رونق و آبادی و طرح طرح کے مذاہب و اقسام اقسام کے خیالات ان میں دیے سوائے اپنی معرفت و محبت کے پس ایسی مخلوقات الٰہی کی مخلوقات ہیں مگر اُس کی بندگی کے لیے نہیں ہیں تو ایسی مخلوقات میں سے جو لوگ زمین کو آدمیوں سے آباد کرنا چاہیں اور زمین کی آبادی و تجارات و زراعت و تن پروری کے سامان اور عیش کے وسائل بہم پہونچاتے ہیں اپنے ہم جنس سے فائق ہوں اکثر وہی اس دنیا میں سردار کر دیے جاویں گے تاکہ روئے زمین آباد رہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلہم جمیعا یعنی اگر تیرا رب چاہتا تو روئے زمین پر جو لوگ ہیں سب ایمان لاتے یعنی اُن کی پیدائش و خصلت و ان میں مادے و قوتیں دنیا اپنی حکمت پر رکھی ہیں۔ اور فرمایا اذا تولیٰ سعیٰ فی الارض لیفسد

فیہا ویہلک الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد یعنی ایک قسم کے آدمی کی مذمت میں کہا کہ جب تیرے پاس سے لوٹ کر روانہ ہوا تو بستی میں پھرا تاکہ اسمیں خرابی پھیلاوے اور برباد کرے کھیتی اور جانداروں کی نسل کاٹے اور اللہ تعالےٰ تو فساد کو پسند نہیں رکھتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ جو کوئی ایسی خصلت رکھتا ہو وہ بادشاہی کے قابل نہیں ہے اور جب کوئی ظالم بادشاہ ہوا تو وہ اپنی بدبختی کی سزا کھانیکو اور اگر اسوقت کے لوگ بھی بدکردار ہوئے تو اُن کی سزا دینے کو ہوا ہے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ شیخ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ مخلص وہ بندہ ہے جو خلاص پا گیا ہو اپنی ذات پر نظر کرنے سے اور اپنے افعال کی خوبی دیکھنے سے بلکہ ہر حال میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ اس کا معاملہ ٹھیک ہو پس نہ آگے بڑھے مگر اسی کے حکم و رضامندی کے لیے اور نہ پیچھے ہٹے مگر اسی واسطے شیخ جعفر رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں اپنے مخلص بندوں پر احسان عظیم ظاہر فرمایا کہ اُن کی نیکی و اخلاص اسی کے فضل سے ہے کہ اُسنے شیطان کو اُنپر قابو نہیں دیا اور مخلصین کے کئی درجہ ہیں ایک یہ کہ افعال میں اخلاص ہو دوم قلب میں اخلاص ہو سوم اس کے ظاہر و باطن دونوں میں اخلاص ہو اور چہارم اعلیٰ مرتبہ اخلاص کا یہ ہے کہ روح اپنے لائق کدورات سے پاک اور خالص اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہو جاوے تو اس حالت میں اُس کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ مرتبہ استقامت اور اُس کے قرب تک رسائی ہوتی ہے یعنی جیسے انبیاء کو قرب نبوت ہے روحانی مخلص بندوں کو بھی اپنے پیغمبر برحق کی اتباع میں حاصل ہوتی ہے۔ شیخ اُستاد رحمہ نے فرمایا کہ جس بندے کو اللہ تعالےٰ حقائق توحید کا مشاہدہ نصیب فرماتا ہے اور وہ تمام عالم کو قبضۂ تقادیر میں پاتا ہے یعنی جس طرح حکم الٰہی ازلی ہو چکا ہے تمام عالم میں تدبیر کرنے والوں کی تدبیر ہے بلکہ خود تدبیر بھی اُن سے اسی طور پر جاری ہوتی اور وہی نتیجہ دیتی ہے جو حق تعالےٰ نے چاہا اور مقدر فرمایا ہے بلکہ خود کچھ نہیں ہے الا افعال حق سبحانہ تعالےٰ کہ وہ ہر شے پر قاہر اور شاہد و محیط ہے تب ایسے بندے پر سوائے حق کے کسی غیر کا تصرف ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا ہے اور زبان سے غیر کا ذکر ہوگا کیسا اعتقاد میں حق ہے اسی معنے میں حسین بن منصور کے اشعار کا مضمون ہے۔ ۔ کفر میرا بھی تیری پاکی ہے + عقل کی میری کا ہوسنا کی ہے + آدمی کون کدھر ہے ابلیس + کون قادر میری بیباکی ہے پھر حق سبحانہ تعالےٰ نے جن بندوں کو اخلاص کے درجات عالیہ اور حفظ از قہر و از شر ابلیس کے ساتھ ممتاز فرمایا انکے عالی درجات آخرت و حصول مقامات علیہ سے آگاہ فرمایا بقولہ تعالےٰ شانہ

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ

جو ہیں پرہیزگار بیچ باغوں میں ہیں اور ندیوں میں جاؤ اس میں سلامتی سے خاطر جمع سے اور نکال ڈالی ہمنے جو ان کے جیوں میں تھی خفگی

اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ۝ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ

بھائی ہو گئے تختوں پر سامنے نہ پہونچیگی انکو وہاں کچھ تکلیف اور نہ انکو وہاں سے کوئی نکالے خبر سنا دے میرے بندوں کو

اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝

کہ میں ہوں اصل بخشنے والا مہربان اور یہ کہ میری مار وہی دکھ کی مار ہے

اللہ تعالےٰ جلشانہ نے اول آگاہ فرمادیا کہ بندگان حق تعالےٰ شیطان کے تسلط سے محفوظ و مکرم باکرام الٰہی سبحانہ ہیں اور اُن کا ادنیٰ مرتبہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو اللہ تعالےٰ کا بندہ قرار دیں اور یہ جب ہوگا کہ اللہ تعالےٰ اپنے رب کو پہچانیں اور جب پہچانینگے کہ یہ یقین کریں کہ وہی خالق وہی مالک وہی رازق وہی علیم وہی حکیم ہے وہی اللہ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک ہے اسی نے اپنے بندہ خاص محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہماری ہدایت کے لیے اپنا رسول فرمایا پس جو کچھ محمد صلے اللہ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء و آلہ واصحابہ اجمعین نے ہم کو معرفت سکھلائی وہی معرفت الٰہی ہے وہی اعتقاد دل سے یقین کرے اور وہی راہ اختیار کرے اور یہ تو ایک بات ہے کہ اُس سے انکار بالکل بیجا ہے اللہ تعالےٰ نے دنیا کی زندگی بسر کرنے کی لذات و تدبیرات کسی سے منع نہیں فرمایا بلکہ پاکیزہ عقلی حدود البتہ قدر کر دیے ہیں تو کسی شخص کو ایسے رب غفور رحیم کی بے انتہا نعمتوں سے مایوس نہ ہونا چاہیے اور جب وہ کچھ نہ تھا تو اُس کو دنیاوی لذات سے بھی آگاہی نہ تھی باوجودیکہ پیٹ میں پورا بچہ بلکہ دایہ کی گود میں اچھا بڑا ہو گیا تھا اسی طرح اب آخرت سے انکار کرنا اُس کی نادانی ہے پس آخرت کے مقابلہ میں ہنوز طفل مکتب یا بچہ شیرخوار ہے اُس کو لازم ہے کہ شیطان سے جس نے صریح عداوت کی اُس کو بالکل چھوڑ دے اور شرم کرے کہ وہ رب تبارک و تعالےٰ کے سوا دوسرے

سامنے میں آنا چاہیے کہ ہرگز نہ پاوے گا بلکہ رب عزوجل کو رب جانے کہ شرک وکفر سے متقی ہو اور رب تبارک وتعالیٰ نے متقیوں کے لیے دنیاوی عیش کے سوائے
آخرت کے عیش وہ پیدا فرمائے ہیں کہ جو خیال وقیاس سے باہر ہیں لیکن سمجھدار آدمی بیان سے مقصود سمجھ لیتا ہے اگرچہ مزہ وکیفیت نہ جانے اسیطرح دنیاوی
چیزیں جو اسی جہان کی ہیں اُن کے نظائر سمجھکر آخرت نادیدہ پر یقین کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ إِنَّ الْمُتَّقِينَ ۔ البتہ بیشک سچ ہے کہ جن لوگوں نے
تقویٰ کیا وہ ہیں۔ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ۔ باغوں ونہروں میں اُن کا ٹھکانا ایسے پاکیزہ مقامات ہیں۔ اُدْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ۔ اُن سے کہا جائے گا کہ
داخل ہو ان میں ہر طرح کی سلامتی کے ساتھ بالکل بخوف پس اُن کو وہاں اللہ تعالیٰ کا سلام یا ملائکہ کی تحیت پہونچے گی اور ہمیشہ سالم رہینگے اور ہر مکروہ سے
بخوف اور زوال وفنا سے بخوف ہوں گے۔ جاننا چاہیے کہ متقین سے کون مراد ہیں پس اعلیٰ درجہ تو متقین کا وہ ہے جو قولہ تعالیٰ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل
المشرق والمغرب تا قولہ تعالیٰ اولئک ھم المتقون میں مذکور ہوا اور اس میں ہر قسم کے نیک اعمال ہیں ولیکن جبکہ یہ اعلیٰ درجہ تقویٰ کا ہے تو ان کے واسطے اعلیٰ
درجہ جنت کا ہوگا اور یہاں کلام جنت کے اول درجہ سے ہے لہذا صحیح یہ ہے کہ یہاں متقی وہ ہے جس نے شرک سے تقویٰ کیا کیونکہ جہنم کی ابتداء شرک سے ہے
پھر جو مشرک کہ دنیا میں لوگوں پر ظلم کرے اور حرامخوری وچوری وزناکاری وغیرہ کرے اس کے واسطے انتہائی درجہ جہنم کا ہے اسی طرح جو شرک سے بچا وہ
ابتدائی جنت میں ہے پھر جب صالح اعمال کیے تو اعلیٰ درجات میں اور یہی تفسیر یہاں جمہور صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ یہاں ایک عالمانہ نکتہ
معلوم کرنا چاہیے کہ متقی کا وصف صادق ہونے کے لیے شرک سے پرہیز ضروری ہے کیونکہ امت کا اجماع ہے کہ شرک جہنم میں ہوا ور جنت میں داخل ہونے کے
لیے شرک سے پرہیز شرط ہے مگر اُس کے ساتھ متقی ہونے کے لیے یہ بھی ضرور نہیں کہ تمام انواع تقویٰ کا جامع ہو بلکہ ایک فرد سے تقویٰ رکھنے سے متقی ہو جائے گا
جیسے ظالم ہونیکے لیے ضرور نہیں کہ دنیا میں جسقدر اقسام وافراد ظلم کے ہیں سب ہی کرے بلکہ ایک قسم کا ظلم کرے وہ بھی ظالم ہے اور قاتل نے اگر ایک مرتبہ بھی
کسی کو قتل کیا وہ قاتل ہو گیا اسی مقام سے کہا گیا کہ مصلی وصائم اور جن چیزوں کا حکم کیا گیا ہے وہ حکم ایک مرتبہ ادا کرنے سے پورا ہوتا ہے پھر اگر ہر بار
جدید حکم ہوتا ہو جیسے جب نماز ظہر کا یا عصر کا یا پنجوں وقت کا وقت آتا ہے تب ہی حکم متوجہ ہوتا ہے حافظوا علی الصلوات۔ مگر حج میں یہ بات نہیں ہے۔ بالجملہ یہاں
متقی وہ ہے جس نے شرک سے تا موت پرہیز کیا۔ جنات وعیون۔ ظاہر ان سب کے لیے ہیں پس اعلیٰ متقی اعلیٰ درجہ میں اور ادنیٰ متقی ادنیٰ درجہ میں اور شاید
کہ ہر ایک کے لیے کئی جنت ہوں مانند قولہ تعالیٰ ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ مگر یہ ضرور ہے کہ ہر واحد کو جنت ونہر ضرور ہوگی۔ امام رازی رح نے کہا میں کہتا
کہ عیون جمع ہے شاید کہ قولہ تعالیٰ فیہا انہار من ماء غیر آسن الآیۃ کے انہار ہوں یا نہریں تمام قسم ونہروں کو شامل ہوں۔ یہ حکم کہ ادخلوہا بسلام۔ اس کے یہ معنے
ہیں کہ متقین داخل ہوں گے جنات وعیون میں درحالیکہ اُن سے کہا جائیگا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ ملائکہ کے یا اللہ تعالیٰ رحمت سے خود کلام فرماوے
کہ ان میں بسلام داخل ہو۔ اور بعض نے کہا کہ پہلی جنت میں داخل ہو کر جب ایک سے دوسری میں جانا چاہینگے تو حکم ہوگا کہ ان داخل ہو بسلام۔ شاید یہ
تکلف اس وجہ سے کیا کہ جب وے جنات وعیون میں ہوں گے تو پھر اُن سے داخل ہونے کو کیونکر کہا جائیگا ضحاک رح سے مروی ہے کہ آمنین ہونگے موت سے
کبھی نہیں مرینگے نہ بوڑھے ہوں گے نہ بیمار اور نہ تنگی بھوک کے یعنے جمیع آفات ومکروہات سے سلامتی کا مقام ہے واضح ہو کہ روایت میں آیا ہے کہ اہل ایمان جو دنیا
از راہ ایمان کے باہم بھائی تھے ولیکن جیسے بھائی کو کبھی بھائی سے ملال ہو جاتا ہے اس طرح سے میل جوان کے دونوں میں آپس میں ہو گئے تھے جب جنت کا حکم دیے
جائینگے تو جنت کے دروازہ پر ان سے یہ مظالم وقصاص کر لیے جاوینگے پھر اُن کو جنت میں داخل ہونیکا حکم دیا جائیگا۔ اور بعض آثار میں ہے کہ اہل جنت پہلے دروازہ
جنت پر ایک نہر میں نہائے جاوینگے پس ان کے دلوں سے حسد وبغض وغیرہ سب جاتا رہیگا اور یہی اثر قوی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَنَزَعْنَا مَا فِي
صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ ۔ اور نکال کر باہر کر دینگے ہم جو کچھ ان کے دلوں میں ہو غل سے۔ غل لغت میں کینہ وعداوت اور ناگواری وبغض وحسد وغیرہ لیکن
یہاں عداوت وکینہ ادنیٰ درجہ میں شاید ہو اور یہ امر تو ہوتا ہی ہے واسطے لازم ہے کہ وہ ایمان کی وجہ سے مومن کو عداوت نہ جانے اور اس کے ساتھ کینہ نہ رکھے
ورنہ کافر ہوگا پس ظاہر البشری غلبہ یا دنیاوی منفعت سے اُس کے ساتھ کینہ ہو۔ مگر اعلیٰ درجہ اور ادنیٰ طبقہ والوں میں تو فقط ناگواری داخل ہو سکتا ہے
جیسے آدمی کو اپنے فرزند یا باپ سے باوجودیکہ ان سے محبت صادقہ رکھتا ہے کبھی کبھی ہوتا یا رہتا ہے جس سے قدر رضی اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں غبار رکھیگا

بلکہ پاک صاف کر کے داخل کریگا۔ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ۔ درحالیکہ وے بندے بھائی بھائی ہونگے جنت میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے تخت کی صفت میں آیا ہے کہ جیسے صنعا میں سے شام تک مکلل بیاقوت وجواہر ہونگے۔ حق یہ ہے کہ جو کچھ انسان قیاس کرے اس کی حد تک ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس عالم آخرت پر عام اطلاع نہیں دی اور خاص اطلاع والے ان عوام کو سمجھا نہیں سکتے مگر وہ کچھ شان کبریائی ہے کہ آدمی کے دل پر کبھی خطور نہیں کر سکتی ہے مجاہد رح نے کہا کہ آمنے سامنے کہ ایک دوسرے کی قفا نہیں دیکھیگا۔ ابن عباس رض سے زیادہ مروی ہے کہ تختوں پر ملاقات کریں جب پھرینگے تو تخت گھوم جاوینگے اور یہ متقابل رہینگے اور یہ نہایت درجہ کا اُنس و اکرام ہے۔ زید بن ابی اوفی رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ہم لوگوں پر نکل آئے اور یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے باہم محبت کرنے والے جنت میں آپس ایک دوسرے پر نظر فرما دینگے۔ رواہ ابن ابی حاتم والبغوی فی تفسیرہما والطبرانی فی معجمہ قال الامام ابن کثیر رح فی تفسیرہ سعید بن منصور رح نے اپنی تفسیر میں کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی ابن فضالہ نے لقمان سے اُس نے ابو امامہ رض سے کہ جنت میں کوئی مومن داخل نہ ہوگا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اُس کے سینہ سے غل کو نکال ڈالے یہانتک کہ اُس کے سینہ میں سے درندہ حملہ کرنے والے کے مثل نکالے گا۔ شیخ نے کہا کہ یہ روایت موافق ہے اُس کے جو صحیح میں ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ دوزخ سے مومنین خلاص پا کر جنت و دوزخ کے درمیان ایک پل پر روکے جاوینگے پس بعض کا بدلا بعض سے ان مظلمہ کا لیا جائیگا جو اُن میں دنیا میں ہو گئے تھے یہانتک کہ جب پاک ہوجاوینگے تو اُن کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیدیا جائیگا۔ اور لکھا کہ ثوری رح نے بابو اسطہ ابو صالح تابعی سے روایت کی کہ اخوانا علیٰ سرر الآیہ دس صحابہ رض ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و عبد الرحمٰن و ابو عبیدہ و سعد بن ابی وقاص و سعید بن زید اور گیارہویں عبد اللہ بن مسعود رض میں یعنی یہ اصحاب اول مصداق اس آیت کے ہیں اور لکھا کہ سفیان بن عیینہ نے باسناد خود حضرت علی رض سے روایت کی کہ واللہ یہ آیت ہمارے اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی ہے ونزعنا ما فی صدورہم الآیہ۔ اور لکھا کہ ابن جریر رح نے کہا حدثنا الحسن حدثنا یزید بن ہارون اخبرنا ہشام عن محمد ہو ابن سیرین قال استاذن الاشتر علی علی رضی اللہ عنہ الخ یہ اسناد جید ہے اور معنے یہ ہیں کہ محمد بن سیرین رح نے کہا کہ اشتر یعنی مالک اشتر نخعی نے اجازت چاہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حاضر ہونے کی اور اسوقت آپ کے پاس طلحہ بن عبید اللہ رض کا ایک بیٹا بیٹھا تھا پس آپ نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ کھڑا رہے پھر بعد اُس کے اجازت دی تو مالک نے حاضر ہو کر کہا کہ مجھے گمان ہے کہ آپ نے مجھے اسی شخص کی وجہ سے روک رکھا آپ نے فرمایا کہ ہاں پھر اُس نے عرض کیا کہ اگر آپ کے پاس عثمان کا کوئی لڑکا ہوتا تو بھی آپ مجھے روکتے فرمایا کہ ہاں اور میں اُمید رکھتا ہوں کہ میں اور عثمان ان بندوں میں ہونگا جنکے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا الآیہ پھر ابن جریر رح نے باسناد صحیح ابو حبیبہ مولای طلحہ سے روایت کی کہ جب علی کرم اللہ وجہہ محاربہ جمل سے فارغ ہوچکے تو طلحہ کے بیٹے عمران حضرت علی رض کے پاس آئے پس آپ نے عمران کو مرحبا کہکر بٹھایا اور فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تیرے باپ کو ان بندوں میں سے کردے جنکے واسطے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا علی سرر متقابلین پھر ابن جریر رح نے بسند اعلیٰ صحیح اسی روایت کو یہانتک سے زائد روایت کیا یعنی ابو حبیبہ نے کہا کہ جب علی کرم اللہ وجہہ نے مرحبا کہکر عمران سے یہ فرمایا تو دو شخص جو ایک طرف بچھونے پر بیٹھے تھے بولے کہ کل تو آپ سے ان سے مقاتلہ ہوا اور وے لڑائی میں مارے گئے اور اب تم سب کو بھائی بھائی کرکے اللہ تعالیٰ تختوں پر بٹھلا دیگا اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ عادل ہے پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ یہ قوم بڑی دور کی زمین پر پڑی ہیں کس خواری میں ہیں اے اگر ہم لوگ اس آیت کے مصداق نہیں ہونگے تو اور کون لوگ ہونگے۔ وکیع نے اسناد جید کے ساتھ ایسی ہی روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمائی ہے اور اس روایت میں ہے کہ قبیلہ ہمدان کا ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ کا عدل اس سے زیادہ ہے پس آنحضرت رض نے اس قدر سخت شدید آواز سے اُس کو ڈانٹا کہ مجھے خوف ہوا کہ چھت نہ دہل جاوے اور فرمایا کہ اے اگر ہم لوگ اس آیت کے مصداق نہ ہوں تو اور کون ہونگے سعید بن مسروق نے بن ابی طلحہ کی اسناد سے روایت کی اور اس میں ہے کہ حارث اعور نے کھڑے ہو کر ایسا کلمہ کہا تو آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے اٹھکر ایک لکڑی سے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اُس کے سر پر مارا اور فرمایا کہ تو بتا اور کون لوگ ہیں او کانے اگر ہم لوگ نہیں ہیں۔ سفیان ثوری رح نے ابن صحیح روایت کی شیخ ابراہیم رح سے کہ ابن جرموز جس نے حضرت زبیر بن العوام رض کو شہید کیا تھا اُس نے آکر اجازت چاہی تو آنحضرت رض نے اُس کو بہت دیر تک اپنے

[illegible]

پاس حاضر ہونے کی اجازت نہ دی پھر اس کو اجازت دی تو اُس نے آکر کہا کہ جو لوگ امتحان کے وقت کام آتے ہیں انھیں پر آپ جفا کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ تیرے منہ میں خاک اور مجھے تو امید ہے کہ میں اور طلحہؓ و زبیرؓ اُن بندوں میں ہوں جنکے واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا الآیہ۔ ایسا ہی ثوری رح نے امام محمد باقرؒ کی روایت سے امام زین العابدینؑ سے روایت کی ہے مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا اسی مقام پر وہ واقع ہوا جو صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ جس نے زبیرؓ کو شہید کیا جب وہ آنحضرتؓ کے پاس آیا اور اُس نے بیان کیا تو آپ نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے کہ ہر پیغمبر کے لیے حواری ہیں اور میرا حواری زبیرؓ بن العوام ہے اور اُس کا قتل کرنے والا دوزخی ہے یہ سنکر وہ شخص بہت غصہ ہوا اور بیہودہ بکنے لگا کہ پھر تو آپ اس اُمت کے لیے بلا رہو کہ جو تمہاری مدد نہ کرے وہ برباد اور مدد کرے وہ برباد اور اسی غصہ میں اُس نے خنجر نکالا اپنے پیٹ میں مار لیا اور مر گیا پس آپ نے تکبیر کہی اور فرمایا کہ رسول صلعم نے سچ فرمایا تھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ کثیر رح نے کہا کہ میں امام ابو جعفر محمد بن علی یعنی امام باقر فرزند امام زین العابدین علیہم السلام کے پاس گیا اور میں نے کہا کہ تمہارا دوست میرا دوست تم سے سالم میرا سالم اور تمہارا دشمن میرا دشمن اور تم سے لڑنے والا مجھ سے لڑنے والا ہے میں تم سے اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ تم صاف بتلا دو کہ بھلا تم تبرا کرتے ہو ابوبکر و عمر رضہ سے پس فرمایا کہ اے کثیر میں اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں اُن کی تبرا سے اگر میں ایسا ہوں تو میں گمراہ ہوا اور میں ہرگز ہدایت پانے والوں سے نہیں ہوں گا اے کثیر تو ان دونوں سے محبت رکھ اگر اس میں تجھے کوئی برائی پہونچے تو وہ میری اس گردن پر ہے پھر یہی آیت پڑھی ونزعنا ما فی صدورہم من غل اخوانا الآیہ اور کہا کہ ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم اجمعین یعنے اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا مترجم کہتا ہے کہ امام الفقہاء ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ میں حضرت امام محمد بن علی علیہما السلام کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ کہاں کا ہے میں نے عرض کیا کہ کوفہ کا ہوں فرمایا کہ جا اور میرے پاس مت بیٹھ میں نے عاجزی کی اور بیٹھ گیا پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کا قول درباره ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کیا ہے اور میں قسم سے کہتا ہوں کہ میں آپ کا دوست ہوں فرمایا کہ ارے وہ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیر اور اللہ تعالیٰ و رسول اُن سے راضی ہیں اور میں اگر اُن سے بدگمانی کروں تو میں گمراہ ہوا نہ ہدایت پر ہوا تو میں نے عرض کیا کہ اہل عراق تو آپ کی نسبت اُن سے تبرا کا گمان کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف سے بیزاری کی روایتیں کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بالکل کذاب جھوٹے ہیں تو میں نے کہا کہ آپ اُن کو کچھ نہیں فرماتے کہ اے شخص وہ لوگ میرا کہنا نہ مانینگے تو نہیں دیکھتا کہ میں نے تجھ سے کہا کہ میرے پاس نہ بیٹھ اور تو نے نہ مانا۔ کذا فی مخازن المعروف و غیرہ۔ لا یمسہم فیہا نصب۔ نہ چھو جائیگا اُن کو جنت میں نصب یعنی مشقت و اذیت و جو چیز ناگوار ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بشارت دوں جنت میں ایک ایسے مکان کی جس میں نہ صخب ہو نہ نصب۔ یعنی کوئی ناگوار کلام یا فعل یا چیز وہاں نہوگی بخاری وغیرہ میں ہے کہ جنت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے ذریعہ سے یہ امور پہونچیں اور اللہ تعالیٰ نے اُس کی نعمت کو لذت محض و عیش خالص کر دیا ہے امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے ظاہر ہے کہ وہ عالم اس دنیا کے برعکس ہے کہ وہاں ظہور عالم روحانی کا ہے اور جسم اُس کے تابع ہے مترجم کہتا ہے کہ ہونہ اُس کے واسطے کلام الٰہی ان الدار الآخرة لهی الحیوان ہے یعنی دار آخرت وہ زندہ ہے پس اس میں ظہور روحانی ہے اسی واسطے جنتیوں کو بیان کی اکثر لذتوں پر قیاس نہیں ہو سکتا اگرچہ جسقدر بیان قیاس میں آتا ہے یہ تو اس میں ضرور ہوگا اسی واسطے جنت کو جس انتہائے خوبی پر قیاس کرو اس سے کہیں بڑھ کر ہے لہذا اُس کی نعمتوں کا بیان ہوا ہے۔ وما هم منها بمخرجین۔ اور وہ اس میں سے کبھی نکالے نہ جاوینگے۔ پس ظاہر یہ ہے کہ جنت دار الخلود ہے وہاں ہمیشگی ہے اور دیگر آیات و احادیث شاہد ہیں کہ نعمتوں کا تزاید و ترقی ہوگی اور قدرت الٰہی کی انتہا نہیں ہے۔ شیخ حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آیت سے جو ظاہر ہے وہ حدیث میں مصرح آیا ہے کہ کہا جائیگا کہ اے اہل الجنۃ تمہارے لیے یہ ہے کہ تندرست رہو کبھی مریض نہ ہو اور یہ کہ زندہ رہو کبھی نہ مرو۔ اور یہ کہ عالم شباب میں رہو کبھی بوڑھے نہ ہو اور یہ کہ ہمیشہ اسی میں مقیم رہو کبھی یہاں سے کوچ کر کے باہر نہ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی دوسری آیت میں تصریح فرمائی لا یبغون عنہا حولا یعنے اہل جنت کبھی جنت سے تحویل و تبدیل نہ چاہینگے۔ اس سے ایک بات یہ بھی نکلی کہ جیسے عالم اجسام میں آدمی ایک ہی جگہ سے اکتا کر سفر چاہتا ہے وہاں ایسا نہیں ہے کہ دنیا میں بادشاہ تو کبھی فقیری کی کیفیت دیکھنے کو تبدیل چاہتا ہے گرچہ سے لوگ کبھی اُس سے تحویل نہ چاہینگے بلکہ حق تعالیٰ نے منعم ان کو ان کی مرضی یعنے

خلوت میں سے نام کثیر النوا مشہور ہیں ۱۲

وکرامت حاصل ہونے کی راہ کا ایک لازمی جز ارشاد فرمایا یعنی قولہ تعالیٰ نَبِّئْ عِبَادِیْٓ اَنِّیْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ
یعنی خبر دیدے اے محمد میرے بندوں کو کہ میں بڑا غفور رحیم ہوں اور بےشک میرا عذاب بھی وہی بڑا دکھ دینے والا عذاب ہے یعنی جیسے قدرت الٰہی
محیط ہے ویسے ہی اُس کی جنت جو ظہور رحمت کا محل ہے وہ بڑی مغفرت و رحمت ہے ویسے ہی اُس کی جہنم جو محل ظہور غضب ہے بڑے دکھ کا عذاب ہے پس جب
عذاب اسی کا عذاب ہے تو خوف اسی کا چاہیے اور امید بھی اسی سے چاہیے باقی عالم جو کچھ سوائے اس کے ہے سب اُسی کی مخلوق ہے اور سب اُسی کی رحمت
وغضب کے درمیان میں ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کی وفات کے وقت تشریف لیگئے پوچھا کیا
حال ہے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اپنے گناہوں کا خوف ہے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا امیدوار ہوں فرمایا کہ یہ دونوں جسکے دل میں جمع ہوں ضرور اللہ
تعالیٰ اُس کو بخشدیتا ہے۔ واضح ہو کہ اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ کہ آپ نے اس شخص کو امید زیادہ کردی اور علما رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ حالت حیات میں
چاہیے کہ بندے پر خوف غالب رہے اور وقت موت کے چاہیے کہ امید غالب ہو جاوے اور خوف کم ہو جاوے۔ اور دوسری حدیث میں صریح حکم فرمایا ہے
کہ ہرگز کوئی تم میں نہ مرے مگر اس حال میں کہ اسکا گمان اپنے پروردگار سے نیک ہو یعنے بھروسا کرے اپنے رب عزوجل پر کہ وہ غفور رحیم ہے مجھ ناچیز کے گناہ بخشدیگا
اور مجھے اپنی رحمت میں داخل فرماویگا۔ اور دوسری حدیث قدسی میں آیا ہے کہ رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ انا عند ظن عبدی بی۔ یعنے میرا بندہ جو
گمان یقین میرے ساتھ رکھتا ہے میں اپنے بندہ کے یقین پر اس کے ساتھ ہوں مترجم کہتا ہے کہ آدمی اپنے رب سے بدگمان نہ ہو پس اللہ تعالیٰ کو
کوئی حاجت اپنے بندے کو عذاب دینے کی نہیں ہے مگر کافر نے جب شیطان کا دامن پکڑا اور اللہ تعالیٰ سے خواہ انکار کیا یا ایسے طور پر اقرار یا ایسے فعل کیے
کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے انکار ہیں یا اللہ تعالیٰ کی شان سے انکار ہیں تو جس کا دامن پکڑا اُس کے ساتھ پہونچ جائیگا اور شیطان کا مقام جہنم ہے
بس اسکی درپیش ہوگیا۔ شیخ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ اس آیت کے سبب نزول میں مصعب بن ثابت سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اپنے یاروں کے ایک جماعت پر گذرے وہ لوگ ہنستے تھے تو فرمایا کہ یاد کرو جنت کو اور یاد کرو دوزخ کو پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن ابی حاتم یہ حدیث
وقد رواہ ابن المنذر ایضاً
مرسل ہے اور ابن جریر کی روایت میں ہے کہ ایک صحابی سے فرمایا کہ کیا میں نے تم کو نہیں دیکھا کہ تم ہنستے تھے پھر واپس ہو گئے اور حجر اسود تک نہ پہونچے
یہانتک کہ الٹے پاؤں لوٹ آئے اور فرمایا کہ جبرئیل نے آکر مجھے پیغام پہونچایا کہ رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا تم میرے بندوں کو مجھ سے نا امید کرتے ہو پھر یہ
آیت پڑھی۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ہم کو حدیث پہونچی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کے عفو کا اندازہ
بندے کے علم میں آوے تو وہ کبھی حرام سے بھی پرہیز نہ کرے اور اگر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اندازہ اس کے علم میں آوے تو خوف سے اُس کی جان نکل جاوے۔
مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جب رحمت کو
پیدا کیا تو سو حصے فرمائے ان میں سے ننانوے اپنے یہاں رکھے اور تمام مخلوقات میں ایک رحمت بھیجی پس اگر کافر کو معلوم ہو جاوے وہ سب رحمت جو
اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے تو وہ کبھی رحمت سے مایوس نہ ہو اور اگر مومن کو معلوم ہو جاوے وہ تمام عذاب جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے تو وہ دوزخ سے مامون نہ ہو
مترجم کہتا ہے کہ دوسری روایت صحیحین ومسند امام احمد وغیرہ میں تصریح ہے کہ رحمت کے سو حصے سے ایک حصہ جو دنیا میں ظاہر فرمایا اسی رحمت کا
اثر ہے جو ماں اپنے بچہ پر اور تمام جانور چرند پرند اپنی اولاد پر کرتے ہیں اور باہم لوگ شفقت کرتے ہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ مومنوں پر پورے سو حصے
رحمت نازل فرماویگا۔ واضح ہو کہ اس آیت میں تمام بندوں کو نہایت ترحم و شفقت کے خطاب سے فرمایا کہ نبئ عبادی یعنے میرے بندوں کو خبردار
کردے پس جو شخص کافر کہ اس خطاب سے سرفرازی نہ لیوے اُس پر ہزار افسوس ہے اور یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ اس کرامت کے مصداق وہی
بندے ہیں جو ایمان سے مشرف ہوئے اور واضح ہو کہ عربی زبان سے جو شخص واقف ہو وہ جانتا ہے کہ اس آیت میں کمال لطف ہے اول انی انا الغفور الرحیم
میں ایک حرف ان تحقیق و تاکید ہے دوسرے انا سے تاکید بلیغ تیسرے الغفور معرفہ باللام چوتھے الرحیم کے ساتھ پانچویں جملہ اسمیہ کہ دوام واستمرار
کے ساتھ تاکید ہے اور دوم ان عذابی هو العذاب الالیم میں بھی سب تاکیدات موجود ہیں سوائے دو باتوں کے ایک یہ کہ اس میں عذاب کو اپنی طرف

نسبت نہیں فرمایا یعنی انا اس میں نہیں ہے دوسرے یہ نہیں فرمایا کہ انی انا المعذب بالعذاب الالیم پس اپنے آپ کو عذاب کرنے والا نہیں فرمایا بلکہ
خبر دیدی کہ میرا عذاب ایسا سخت ہے اس سے ظاہر ہوا کہ رحمت کا پلہ بہت بھاری ہے اور جو عذاب اللہ تعالے کے بندوں پر ہے وہ مقصود نہیں ہے اسی
کہا گیا کہ دوزخ کافرون کے لیے اصلی ٹھکانا ہے اسی واسطے اللہ تعالے نے دوزخ کی نسبت فرمایا کہ اعدت للکافرین وہ خاص کر کافرون کے لیے مہیا فرمائی
گئی ہے حالانکہ بعضے گنہگار مومن بھی اس میں جاوینگے تو اُن کے واسطے خاص نہیں ہے بلکہ اُن کا خاص ٹھکانا جنت ہے۔ ایک لطیفہ یہ ہے کہ حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ میرے بندون کو خبردار کردے تو گواہی کردے کہ اللہ تعالے نے مغفرت و رحمت اپنے فضل پر لازم کردی ہے اور یہ بھی
ظاہر کردیا کہ خاص بندے اس راہ امید و بیم کے وہی میرے بندے ہیں جو رسول کے مطیع ہیں اور اس کی بشارت پر یقین کرتے ہیں۔ اور واضح ہو کہ جو شخص
ذرا غور سے نظر کرے وہ جانتا ہے کہ اسی میں دعوے و قطعی دلیل دونون موجود ہیں کیونکہ کمال اعلی شان الٰہی ہے پس جب سب سے اعلےٰ وہی اللہ تعالے ہو
تو قدرت و رزق دینے و پیدا کرنے و علم رحمت وغیرہ سب میں بے انتہا کمال جسکا ہو وہی ایک اللہ تعالے ہے تو اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرا تو سب باطل کفر
و شرک کے عقیدے و مذہب مٹ گئے اور فقط دین توحید سچا و صحیح رہا جسکو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا پس وہی اللہ تعالے کے سچے رسول ہیں الٰہی رب
ارحم الراحمین مجھے سچے ایمان و مغفرت پر وفات دیجیو آمین والحمد للہ رب العالمین ف واضح ہو کہ او پر بیان ہوا تھا کہ تقوے کے مراتب بہت ہیں ادنےٰ
درجہ بیان مراد ہے اور اعلےٰ درجہ تک درمیان میں مراتب ہیں پھر ان مراتب تقوے کے لیے ہر درجہ میں خاص آثار ہیں چنانچہ ایک ادنےٰ درجہ کا ایمان والا
ایک عالم باعمل کے مقابلہ میں اپنے آپ کو برابر نہیں کرسکتا ہے اور ہر ایک عمل صالح یہان ثواب جنت کا عمل ہے لہٰذا عرائس میں لکھا کہ قولہ ان المتقین
فی جنات وعیون الآیہ متقی وہ ہیں جنھون نے اپنی چشم اسرار کو دونون جہان و کون و مکان سے اٹھا کر بند کرلیا اور حضرت الرحمن جلشانہ پر مقصور کیا یعنی ہر
چیز جو عالم میں ہے سب سے مشاہدہ صنعت و ظہور قدرت حق سبحانہ تعالے اُن کو نظر آتا ہے اور وے جنات مشاہدہ ذات و صفات میں ہیں چشمہاے محبت
و معرفت سے سیراب ہیں اُن کو بشارت پہونچتی ہے کہ یہان تم کو خوف فراق نہیں ہے اور نہ ابلیس کے مانند طعون ہونے کا خوف ہے یہ شاہراہ مستقیم وصال ہے
مترجم کہتا ہے کہ سواے وحی انبیاء علیہم السلام کے مومنون کو بھی بشارت ملتی ہے بقولہ تعالےٰ ان الذین آمنوا ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا
ولا تحزنوا الآیہ یعنی جو ایمان لائے پھر نیک اعتقاد و نیک اعمال پر مستقیم ہوگئے تو انپر ملائکہ اُترتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اور غمگین مت ہو آخر آیت تک۔ شیخ رحمہ اللہ تعالے نے
لکھا کہ بعض بزرگون کا قول ہے کہ جو کوئی شرک سے بچا وہ جنت کے باغون و نہرون میں ہے اور جس نے اعلےٰ درجہ کا تقویٰ پایا اُس کو حضرت باری تعالےٰ
کے قرب منزلت اعلی کا مقام حاصل ہے جیسے قولہ تعالےٰ فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جس نے ثواب کے
واسطے تقوی کیا اُس کو وہ ثواب دیا جاویگا جس کی اُمید کرتا تھا اور عذاب سے بےخوف کردیا جائیگا اور جس نے نیک اعمال کو اس نیت سے نہیں کیا
بلکہ خالص اللہ تعالے کے واسطے کیا تو حق تعالے عز وجل ہی اُس کا عوض ہے مترجم کہتا ہے کہ جس کا عوض حق تعالے جلشانہ ہے اسی کے لیے
سب کچھ ہے اور واضح ہو کہ جو کچھ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا ہے یہ بالکل حدیث شریف کا مضمون ہے کہ قیامت میں اہل جنت کے تین گروہ ہونگے
ایک جنھون نے جنت کی خواہش میں اعمال کیے دوم جنھون نے جہنم کے خوف سے اعمال کیے سوم جنھون نے رضامندی الٰہی عز وجل کے واسطے اعمال خالص
کیے اور ثواب کی اسی طرح تقسیم مذکور ہے جسطرح مجمل شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے کے کلام سے ظاہر ہوئی اور یہ حدیث سابق میں کسی پارہ میں گذر چکی ہے فتذکر
شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ متقی وہ ہے جس کو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے تقوے دیا یعنی شرک و برے اعمال سے بچالیا اور وہ نہیں ہے جو بناوٹ
سے متقی بنا ہے نہیں بلکہ اپنے بنائے کوئی بن نہیں سکتا جب تک اللہ تعالے اس کو اپنے فضل سے نہ بچاوے اور جنات کے درجات میں بعضے اونچے اور
بعضے نیچے ہیں اور ہر درجہ کی نعمت متفاوت ہے اسی طرح ہر متقی کے لیے یہان درجات میں بعضے تو خدمت و طاعت میں حلاوت پاتے ہیں اور بعضے بسط و
راحت میں۔ بعضے لوگ امید و رغبت میں اور بعضے اُنس و قربت میں غرضکہ ہر ایک کے لیے ایک مشرب خاص ہے جیسا کہ آج یہان ہے ویسا ہی کل
وہان ہوگا۔ اور قولہ ادخلوہا میں شیخ استاد نے نکتہ بیان کیا کہ اس میں یہ نہیں فرمایا کہ اُن سے کون کہیگا کہ جنات میں داخل ہو۔ تو اس کی یہ وجہ ہے کہ بعضون

ملائکہ کہینگے کہ ادخلوہا ۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ حق تعالیٰ فرما دیگا اور کہتے ہیں کہ شاید ملائکہ کے کہنے سے وے لوگ داخل نہ ہوں کیونکہ محبوب کے ہاتھ سے شرف کا مشتاق غیر کے خلعت پر کیا خوش ہو اگرچہ تمام دنیا کی بادشاہت بخشتا ہے ۔ قولہ ونزعنا ما فی صدورہم من غل الآیہ ۔ اس آیت میں بیان ہے کہ صدیقین و متقین کے دلوں میں میل نہیں رہنے پاتا کیونکہ وے جمال الرحمن کے واسطے مخصوص ہیں اور بحکم قولہ علیہ السلام القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث اُن کو اللہ تعالیٰ اپنی مشیت و حکمت کے موافق لوٹ پوٹ فرماتا ہے ۔ واضح ہو کہ ارواح اصل میں دریائے وحدت میں غرق اور قدم میں تسبیح کرتی تھیں وہاں دنیا کے غبار اور شیطانی ہوا جس کو دخل نہ تھا ولیکن جب حق تعالیٰ نے اُن کا امتحان چاہا تو اجسام کو پیدا کر کے اُن میں شہوات کے بڑے بڑے جنگل اور ہزاروں قسم کے غار پیدا کر دیے اور قلوب کو مکانات ارواح بنایا اور ارواح کو مکانات عقول کیا اور عقول کو مکانات اسرار کیا اور اسرار کو مقامات لطائف معرفت و حکمت کر دیا اور یہی مواضع تجلی جمالی و جلالی ہیں پھر سب کو مواضع فطرت اجسام میں رکھا جب یہ لشکر ان اجسام میں آیا اور متواتر اس پر تجلی حق ہوئی تو سینوں کو ان کدورات سے جو بمقتضائے بشریت ہیں صفائی ہوئی اور شیطانی دروازے ان پر بند ہو گئے پس بیماری و بدخلقی وہاں نہ رہی اور وسواس کو دخل نہ رہا جب وے بوصف تقوےٰ متصف ہو کر متقی ہو گئے تو انہیں کے واسطے تصریح کر دی کہ اُن کے سینوں سے غل کو خارج کر دیا قبل اس کے کہ وہ جنات میں داخل ہوں پہلے خود اُن کے دلوں سے غل و غش کو دور کر دیا پھر اپنے کرم سے اُن کو جنات مشاہدہ میں داخل فرمایا اور قرب منزلت میں جگہ دی کہ باہم ایک دوسرے کو نظر محبت سے دیکھتے ہیں ہر ایک دوسرے کے چہرہ سے آثار ظہور الوہیت کو مشاہدہ کرتا ہے اور اگر یہ میل ان کے دلوں میں معاذ اللہ رہتا تو کیسا برا حال ہوتا کہ اُن کے دلوں میں ایسی بری چیز موجود ہوتی معاذ اللہ حاشا ہم اللہ تعالیٰ سے سمجھے ہرگز یہ گمان ان کی نسبت روا نہیں ہو سکتا اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی ارواح کو اُن کے اجسام میں ڈالنے سے پہلے اپنی قدرت سے ان غلول کے واسطے اُن کے دلوں میں جگہ نہیں رکھی تھی اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو مقام واسطے محبت الٰہی و اُنس و تسبیح و تقدیس حق کے ممتاز ہو وہ مغشوش بغل طبیعت ہو حالانکہ یہ اوصاف اہل ہوا سے ہے اُن لوگوں کی شان نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے باہم الفت و محبت رکھتے ہیں تو نہیں دیکھتا کہ اُن کی تخصیص آخرت کے لیے فرمائی ہے ہاں قدرت الٰہی سے یہ بعید نہیں کہ بعض اولیاء کے دلوں میں کچھ غل واسطے امتحان کے رکھے تاکہ ولی اس کے دفع میں اور اپنے اسرار کے پاک کرنے میں اور حق تعالیٰ سے پناہ مانگنے میں مشغول ہو اور اس میں اسکے واسطے درجات رفیعہ ہوں کہ اس نے نفس سے محاربہ اور شیطان سے مدافعہ کیا اور یہ اُس کے حق میں نقص نہیں بلکہ کمال ہے تو نہیں دیکھتا قول اسد اللہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا کہ آپ نے اس آیت میں فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ و زبیر انہیں بندوں میں سے ہوں ۔ شیخ ابو جعفر علیہ السلام نے کہا کہ کیسے غل ان دونوں میں باقی رہے گا جن کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ باہم الفت ہو گئی اور اسی کی محبت پر دونوں نے اتفاق کیا اور اسی کی مودت پر باہم دوست ہوئے اور اسی کے ذکر سے باہم مانوس ہوئے کوئی شبہ نہیں کہ یہ دل بالکل صاف ہوں گے ہوائے نفس سے و طبیعت کی تاریکیوں سے تاکہ نور توفیق سے اُن کو سرمہ دیا گیا تو باہم ایک دوسرے کو بھائی بھائی دیکھتے ہیں شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل علیہ السلام کو بنائے کعبہ کا حکم دیا اور کہا کہ اس کو پاک رکھے اور جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ قلب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک کیا اور بذات خود اپنے بندوں متقین کے دلوں کی تطہیر فرمائی جیسا کہ اس آیت میں مذکور ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام پر ان کو مقدم نہیں کیا بلکہ ان ضعیفوں کی تطہیر دوسروں سے مشکل تھی پس خود ہی تطہیر فرمائی اور اللہ تعالیٰ کبھی ضعیف کے حال پر ایسا رحم فرماتا ہے کہ قوی اس سے تعجب میں آتا ہے اور شیخ استاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عز و جل نے صدور کا کلمہ اس آیت میں فرمایا اور قلوب نہیں فرمایا کیونکہ قلوب اُسی کے قبضہ قدرت میں ہیں جس طرح چاہتا ہے منقلب فرماتا ہے قولہ لا یمسہم فیہا نصب وما ہم منہا بمخرجین ۔ ان کو انوار تجلی میں و مشاہدہ جمالی میں جگہ دی کہ سلطان کبریائی سے محروس کر دیا کیونکہ اگر سطوت قدم کا ظہور ان پر کبھی ہو تو تمام لذت بلکہ تمام جنتوں سمیت اُن کو فنا کر دے کیونکہ حادث اگر قدیم سے سطوت عظمت کے ساتھ مقترن ہو تو ایک لحظہ میں زائل و فانی ہو جاوے اسی وجہ سے جب قیامت کے روز ظہور جلال ہو گا تو سب فنا ہو کر پھر حکم اپنا پیدا ہوں گے پس اگر ان بندوں کو نور بقا سے لباس نہ ہوتا تو فنا ہو جاتے اور یہ بھی ہے کہ اگر فضل و رحمت کا ظہور ان پر نہ ہوتا تو وہ سطوت جلال و عظمت کے سطوات میں فنا ہو جاتے اور ہیبت سے زائل ہو جاتے پس تیرا جسم کتنا ہے کہ بھٹی وغیرہ کی حرارت میں [illegible]

کہ ما بین القوم وبین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن، حدیث صحیح ہے اور معنے یہ ہیں کہ کوئی چیز حائل نہ ہوگی درمیان قوم کے یعنے اہل جنت کے اور درمیان دیدار اپنے رب تبارک وتعالے کے مگر چادر کبریائی انکے رب پر جنت عدن میں۔ یعنے جنت عدن مقام اعلی ہے اور وہاں کے جنتی بندوں کو دیدار رب تبارک وتعالے سے کوئی چیز مانع نہیں بجز ازینکہ ردائے کبریائی بیہقی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس کے یہ معنے ہیں کہ ردائے کبریائے الٰہی سے یہ لوگ اُس کو نہیں دیکھ سکینگے اور جو وقت دیدار نصیب ہوگا اُس وقت یہ پردہ اٹھا دیا جائیگا پس یہ پردہ اس قوم پر حائل ہے مترجم کہتا ہے کہ معنے یہ نہیں ہیں کہ قوم پر ہیبت وعظمت کبریائی کا ظہور ہوگا ورنہ سب فنا ہو جاویں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ دیدار کے واسطے بغیر ظہور کمال رحمت سے ہوگا اور ہیبت وعظمت سے نہ ہوگا قولہ وما ہم عنہا بمخرجین۔ معنے یہ ہیں کہ وہاں مقام امتحان وتربیت نہیں ہے اور جہاں امتحان تھا یعنے دنیا میں تو وہاں اس بندے نے حالت غضب الٰہی میں رضا وتسلیم رکھی اب سراسر رحمت ہے۔ نصرآبادی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ کون تکلیف اُس کو نہیں ہے جو کارگاہ امتحان میں اللہ تعالے سے غافل ہو یعنے تربیت سے محروم ہے اور کون راحت اُس کو ہے جو بیدار ہوشیار ہے کہ قدم سے حدوث کے اقتران میں فقط تعب وہلاک ہے یعنے جو ہالک ہوا وہ باقی ہے اور بقار صفت قدیم عز وجل ہے اُس کو فنا نہیں ہے پھر حق تعالے عز وجل نے محل امتحان کی طرف بندوں کو ارشاد کیا کہ مقامات درجات حاصل کریں اس میں مریدوں کو ترغیب اور سالکوں کو خوف عتاب سے ترہیب ہے بقولہ تعالے نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی الآیہ۔ جب عارف مواضع خطر میں پہونچتا ہو وہی اپنے فضل سے اُس کی مغفرت فرماتا ہے وہی ان کی تضییع اوقات پر ندامت کا تدارک فرماتا ہے وہی اُن کے اسرار کو انواع ذکر صفائی سے معمور فرماتا ہے اور یہ رحمت مزید ہے کہ انواع کشف ومشاہدات سے سرور اور عذاب فراق وحجاب سے دور کر دیتا ہے۔ واضح ہو کہ ان اسرار کی خبر شاید کہ قولہ لا یمسہم فیہا نصب میں ہو کیونکہ ان کے واسطے خاص رحمت یہ تھی کہ طبائع بشری سے نکالکر ان کو لباس رحمت وبقا پہنایا کہ بلا زوال باقی ہوئے اور اگر یوں ہی چھوڑے جاتے تو غضب کبریائی میں سوختہ ہو جاتے پس ان کو حجاب وفراق سے دور کر کے رحمت میں مستغرق کرنے کا ذکر کر دیا کہ یہی غفران حقیقی ہے۔ دو وصف بیان فرمائے اور صفت مغفرت ورحمت صفات حقیقیہ قدیمہ میں سے ہیں اور رہا عذاب تو یہ صفت فعلی ہے اور جب صفت کو فعل سے مقرون کیا جاوے تو فعل اس صفت میں زائل ہو جاتا ہے جبھی تو مقام امید کو مقام خوف پر غلبہ ہے کیونکہ امید شاخ اُنس وربط ہے اور وہ بندہ کے ساتھ ہمیشہ باقی رہے گی کیونکہ اسی صفت حقیقیہ کا یہ اثر ہے اور خوف کبھی زائل ہو جاتا ہے آیا تو نہیں دیکھتا کہ قرب رب العالمین میں خوف زائل ہوگا بدلیل قولہ تعالے لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون اسی سبب سے کہ عذاب زائل ہوگا اور صفت میں فعل گم ہوگا۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مراد یہاں یہ ہے کہ بندوں کو خوف وامید میں رکھا جاوے تاکہ راہ ایمان پر مستقیم رہیں کیونکہ جس پر امید غالب ہو وہ بیکار ہو جاتا ہے اور جس پر خوف غالب ہو وہ مایوس ہو جاتا ہے شیخ جنید رحمہ اللہ تعالے نے اس آیت میں کہا کہ ان بندوں کے واسطے آگاہی پہلے سے دیدی جب دنیا میں موجود ہیں کہ آخرت میں مجتمع کیے جاوینگے اسی واسطے تو ان کو شکوہ نہ ہوگا اور بلا وامتحان میں کمزور نہ ہونگے بلکہ اُس کو خوشی سے اٹھاوینگے پس وے ہر حال میں خوشی کے ساتھ بسر کرتے ہیں اس وجہ سے کہ ان کا علم اپنے رب کے ساتھ وسیع ہو گیا اور اللہ تعالے کے وعدوں پر ان کو سکون ہے تو اس کی طرف سے احکام برداشت کرتے ہیں اور جو بات غیروں پر پوشیدہ ہے اُن کو ظاہر ہے اور جو اللہ تعالے کے واسطے انپر ہے اور جو اُن کے لیے اللہ تعالے نے مقرر کیا ہے سب جانتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالے کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اُس کے ساتھ شرک نہ کریں اور اللہ تعالے نے بندوں کے لیے اپنے فضل سے لازم کیا کہ وے ایسا نہ کریں تو ان کو عذاب نہ فرماوے واضح ہو کہ مترجم نے اس حدیث کی تفسیر میں تامل کیا ولیکن تنبیہ یہ ہے کہ جہاں تک بندے سے ہو سکے شرک کو پہچانے پھر اُس کو ترک کرنے کی فکر کرے اور اکابر اولیاء اللہ تو یہ بھی شرک جانتے ہیں کہ زید نے مجھے ناحق مارا اور عمرو نے میرا روزینہ مجھے نہیں دیا اور فلاں شخص کے پاس جائے تو نوکری ملجاتی تو لے بہت ہو گیا پھر جو باتیں خفی شرک ہیں اُن کا ترک کرنا تو ایمان کے واسطے ضرور ہے فافہم واللہ تعالے ہو الغفور الرحیم۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے اپنی پاک شان کو فضل وعدل سے وصف فرمایا اور جس بندے کو اُس کا فضل پہونچا وہ تو ہر بلا سے نجات پاگیا اور جس پر اُس نے اپنا عدل رکھا وہ ہلاک ہوا دیکھو ابلیس نے غرور کیا کہ اُس کی اس قدر طویل عبادت اُس کی نجات وتقرب کے واسطے کافی ہے جب عدل میں لایا گیا تو مطرود اور ملعون کر کے نکالا گیا اور ہمیشہ کے لیے اسکو

جو اثر کر دیا اور دیکھو اپنا فضل اُس نے حضرت موسےٰ علیہ السلام کے مقابل ساحرون کو پہونچایا جو عمر بھر بڑے کامون مین گرفتار رہے اور فرعون کی عزت کی قسم کھاتے تھے پس دم بھر مین ان کو ساحت فتنہ سے اپنے فضل سے نکال لیا اور اعلےٰ منزلت اہل سعادت پر پہونچا دیا ان کے گناہ اور کفر سب جاتے رہے۔
ان قصون کو عبرت سے دیکھو لہذا اللہ تعالےٰ جلشانہ نے اگلون کے واقعات بیان کیے بقولہ تعالیٰ

وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ ۝ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلٰمًا ؕ قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ ۝ قَالُوا
اور احوال سنا انکو ابراہیم کے مہمانون کا جب چلے آئے اسکے گھر مین اور بولے سلام وہ بولا ہم کو تم سے ڈر آتا ہے بولے
لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيمٍ ۝ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلٰى أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ ۝
ڈر مت ہم تجکو خوشی سناتے ہین ایک ہوشیار لڑکے کی بولا تم خوشی سناتے مجھکو جب پہونچ چکا مجھکو بوڑھاپا اب کاہے پر خوشی سناتے ہو
قَالُوا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقٰنِطِينَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۝
بولے ہم نے تجکو خوشی سنائی تحقیق سو مت ہو تو ناامیدون مین بولا اور کون آس توڑے اپنے رب کی مہر سے مگر جو راہ بھولے ہین
قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلٰى قَوْمٍ مُجْرِمِينَ ۝ إِلَّا آلَ لُوطٍ ؕ إِنَّا لَمُنَجُّوهُمْ
بولا کہ پھر کیا مہم ہے تمھاری اے اللہ کے بھیجو بولے ہم بھیجے آئے ہین ایک قوم گنہگار پر مگر لوط کے گھر والے ہم ان کو بچا لینگے
أَجْمَعِينَ ۝ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَا ۙ إِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِينَ ۝ فَلَمَّا جَاءَ آلَ لُوطٍ الْمُرْسَلُونَ ۝ قَالَ
سب کو مگر ایک اس کی عورت ہم نے ٹھہرا لیا وہ ہے رہ جانے والون مین پھر جب پہونچے لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے بولا
إِنَّكُمْ قَوْمٌ مُنْكَرُونَ ۝ قَالُوا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوا فِيهِ يَمْتَرُونَ ۝ وَأَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّا
تم لوگ ہو اوپری بولے نہین پر ہم لائے ہین تجھ پاس جس مین وہ جھگڑتے تھے اور ہم لائے ہین تجھ پاس مقرر بات اور ہم
لَصٰدِقُونَ ۝ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَاتَّبِعْ أَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ وَامْضُوا
سچ کہتے ہین سو لے نکل اپنے گھر والون کو رات رہے سے اور آپ چل اُن کے پیچھے اور مڑ کر نہ دیکھے تم مین کوئی اور چلے جاؤ
حَيْثُ تُؤْمَرُونَ ۝ وَقَضَيْنَا إِلَيْهِ ذٰلِكَ الْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هٰؤُلَاءِ مَقْطُوعٌ مُصْبِحِينَ ۝ وَجَاءَ أَهْلُ
جہان تم کو حکم ہے اور چکا دیا ہم نے اُسکو وہ کام کہ انکی جڑ کٹی ہے صبح ہوتے اور آئے شہر کے
الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ قَالَ إِنَّ هٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ ۝ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ ۝ قَالُوا أَوَلَمْ
لوگ خوشیان کرتے بولا کہ یہ لوگ میرے مہمان ہین سو مجکو رسوا مت کرو اور ڈرو اللہ سے اور میری آبرو مت کھوؤ بولے ہم نے تجکو
نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۝ قَالَ هٰؤُلَاءِ بَنَاتِي إِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِينَ ۝ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ
منع نہین کیا جہان کی حمایت سے بولا یہ حاضر ہین میری بیٹیان اگر تم کو کرنا ہے قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی مین
يَعْمَهُونَ ۝ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ۝ فَجَعَلْنَا عٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً
مدہوش ہین پھر پکڑا انکو چنگھاڑ نے سورج نکلتے پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر تلے اور برسائے انپر پتھر
مِنْ سِجِّيلٍ ۝ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ ۝ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُقِيمٍ ۝ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً
کھنگر کے بیشک اس مین پتے ہین دھیان کرنے والون کو اور وہ بستی ہے سیدھی راہ پر البتہ اس مین نشانی ہے
لِلْمُؤْمِنِينَ ۝
یقین کرنے والون کو

ان صحیح واقعات میں جو بیان فرمائے ہیں عجائب عبرت و علوم ہیں غور سے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا فضل باطنی اس دنیا میں کس طرح اپنے بندوں متقیوں کو
شامل رہتا ہے اور کبھی انپر خوف بھی آتا ہے اور انجام اس کا فضل و بشارت ہے اور جو لوگ محض نڈر و بے خوف ہوتے ہیں اُن کا انجام عذاب و خواری
ہے اور کسطرح اہل تقویٰ کو امتحان میں مبتلا کیا جاتا ہے اور آخرت انھیں کے لیے ہوتی ہے اور اہل تقوےٰ کو فراست نور الٰہی و عقل و دانائی ہوتی ہے اور
اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے اور جب اس کا عذاب آتا ہے تو پھر عذاب سخت ہے اُس سے چھٹکارا بہت دشوار ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام
کے بھتیجے لوط علیہ السلام دونوں ایک وقت میں پیغمبر تھے مگر ابراہیم مقدم تھے انپر ایمان لاکر لوط پیغمبر مبعوث کیے گیے۔ فافہم۔ یا بہتر جب ہم اس مقام کی تفسیر کو
مفصل واقعات سے جو دیگر آیات میں مذکور ہیں مزید کرکے بیان کرتا ہے۔ واضح ہو کہ حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا دستور تھا کہ مسافر وغیرہ
کی مہمانی بہت خوشی سے کیا کرتے ایک روز اتفاق سے بارہ خوبصورت شریف لڑکے اُن کے یہاں آئے جنکو اُنھوں نے مہمان سمجھکر خوشی سے لیا ہی اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ اور آگاہ کر دے اُن کو یعنے سب بندوں کو مہمانان ابراہیم سے چونکہ ضیف دراصل مصدر ہے لہذا جمع کرنا
ضرور نہ تھا ورنہ مروی ہے کہ بارہ یا دس یا تین تھے جن میں جبرئیل بھی بصورت اطفال خوبصورت تھے پس فرمایا۔ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا
یعنے آگاہ کر دے وہ ماجرا جب وے داخل ہوئے ابراہیم پاس تو انھوں نے سلام کیا جیسے سنت طریقہ ہے اگرچہ اسی زبان میں سلام کیا ہو پس ابراہیم نے
انکو سلام کا جواب دیا چنانچہ سورہ ہود میں آیا ہے پھر اُنپر غور نہ کیا اور دیر میں لگائی کہ جاکر ایک موٹا تازہ بچھڑا ذبح کرکے بھون کر لائے اور مہمانوں کے
آگے رکھا اور ان کی بی بی سارہ یا مع ہاجرہ کے خدمت کو کھڑی ہوئیں۔ مگر اُنھوں نے اُس میں ہاتھ نہیں ڈالا تب غور سے دیکھکر فراست سے کچھ پہچانا۔
قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ کہا کہ ہم لوگ تم سے ڈرے ہوئے ہیں۔ ظاہر فراست سے ان میں مشاہدہ کیا کہ عذاب کرنا بھی اُن سے ٹپکتا ہے اگرچہ خوشی
بھی ملی ہوئی ہے اور وجل کی کیفیت بھی ایسی ہی ہوتی ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے خالص مومنوں کو جو اللہ تعالیٰ سے اشد محبت کرتے ہیں وجل سے
قولہ اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم میں موصوف فرمایا ہے پس ایسا خوف از جانب حق تعالیٰ ہوتا ہے اور ظاہر میں اُن سے کہدیا کہ ہم کو تم سے خوف ہے
قَالُوا لَا تَوْجَلْ بولے کہ کچھ خوف مت کرو یعنے ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں ہماری غذا یہ نہیں ہے اس سبب سے ہم نہیں کھاتے إِنَّا
نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ ہم تجھے بشارت دیتے ہیں ایک لڑکے علم والے کی۔ یہ بشارت اسحٰق کی تھی۔ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ
تُبَشِّرُونَ ۔ بولا کہ کیا اس کی تم بشارت دیتے ہو مجھے اس حال پر کہ مجھے بڑھاپا پہونچ گیا ہے سو کس چیز کے ساتھ بشارت دیتے ہو۔ اور دوسرے مقام
پر یہ بھی کہا کہ میری جورو بانجھ ہے اور شاید یہ ہو کہ یہ غلام علیم حضرت اسمٰعیل ہوں پھر سارہ رضہ خدمت کرنے کو کھڑی تھیں وہ ہنسیں تو انکو بشارت
دی اسحٰق کی ولیکن صحیح یہی ہے کہ یہ بشارت حضرت سارہ رضہ کو دیتے آئے تھے اور انھوں نے کہا کہ میں تو بڑھی ہوں اور میرا یہ شوہر بھی بڈھا ہوا اور ابراہیم
نے بھی ایسا ہی کہا اسپر انھوں نے اُن کی زندگی میں وسعت اسقدر بیان کی جو سورہ ہود میں مذکور ہے کہ سارہ رضہ کو بشارت دی اسحٰق کی پھر اسحاق کے
بعد یعقوب کی یعنے بیٹے کا بیٹا بھی دیکھو گی۔ اور سارہ رضہ کو کہا کہ کیا تم تعجب کرتی ہو اے اہل بیت نبوت اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر
رحمت و برکت ہے۔ ابراہیم و اُن کی بی بی کا تعجب بوجہ قدرت کے نہ تھا بلکہ بطریق عادت تھا لہذا جب۔ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا
تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ ۔ ملائکہ کہنے لگے کہ ہم نے تجھکو سچی بشارت پہونچائی ہے تو نا اُمید ہونے والوں میں سے مت ہو جو یعنے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جو
بغیر ماں و باپ کے پیدا کرتا ہے تجھکو تعجب و مایوسی نہ ہوئی۔ قَالَ وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ إِلَّا الضَّالُّونَ ۔ ابراہیم نے کہا کہ قدرت و رحمت
سے مایوسی نہیں ہے اور کون شخص اپنے رب کی رحمت سے مایوس ہوگا سوائے گمراہوں کے یعنے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہی مایوس ہیں جو اس سے منکر
ہیں اور کفر و شرک کرتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی بھی کفر ہے یہانتک ابراہیم کی دلجمعی ہوئی بایں ان کو بعد خوف کے ایسی بڑی
خوشخبری اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہونچی اب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں اور یہ تو ظاہر تھا کہ ابراہیم کی مہمانی میں نہیں بلکہ ان کو بشارت دینے آئے
تھے۔ اب اُنھوں نے مطمئن ہوکر آگے سے پوچھنا شروع کیا۔ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ۔ پوچھا کہ پھر تمہارا بڑا کام کیا ہے اسے

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے۔ انھون نے فراست سے ان مین دیکھا تھا کہ عذاب و رحمت ملی ہوئی رکھتے ہین۔ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰی قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ۔
بولے کہ ہم لوگ بھیجے گئے ہین قوم بدکار کی طرف جب یہ معلوم کیا تو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلما ذہب عن ابراہیم الروع وجاءتہ البشری یجادلنا فی قوم لوط
کہ جب ابراہیم سے خوف جاتا رہا اور اس کو بشارت پہونچی تو اس نے شروع کیا ہم سے جھگڑا کرنا دربارہ قوم لوط کے۔ روایت ہے کہ کہا کیا تم ایسے گانون کو
ہلاک کروگے جس مین اتنے مسلمان ہون کہا کہ نہین تو پھر اگر اس مین اتنے ہون بولے کہ نہین آخر کہا کہ اگر ایک گھر ہو تو بولے کہ نہین تب کہا کہ پھر اسمین تو لوطؑ
ہے بولے کہ ہم جانتے ہین جو اس مین ہے اور اے ابراہیم اس مین زیادہ حجت بیکار ہے تیرے رب کا حکم آچکا اور اس مجرم قوم کو ضرور عذاب پہونچے گا
تو کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم لوط کو ہلاک کرو انھون نے کہا۔ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۙ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ اِنَّهَا
لَمِنَ الْغٰبِرِیْنَ۔ سوائے آل لوط کے کہ مجرم نہین ہین اور ہم ان سب کو نجات دینے والے ٹھہرائے گئے ہین سوائے اُس کی بی بی کے کہ ہم نے مقدر کردیا
ہے کہ وہ گانون مین رہکر یا گانون والون کے ساتھ مین ہلاک ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت مین فرمایا کہ ملائکہ نے اس ملک کو تمام تلاش کیا کہ وہان کون
مومن ہین سو کوئی نہ ملا سوائے ایک گھر مسلمانون کے یعنے باوجود اسقدر وعظ و نصیحت و دو بڑے پیغمبرون کے صرف حضرت لوطؑ یعنے پیغمبر کا گھر مسلمان تھا
باقی سب بدکار فاجر تھے۔ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ِۨ الْمُرْسَلُوْنَ۔ پھر جب ملائکہ ابراہیمؑ کے پاس سے روانہ ہو کر لوطؑ کے پاس پہونچے۔ پس نہایت
خوبصورت اطفال کی شکل مین تھے۔ اُن کو دیکھکر دل تنگی سے سلام و جواب ہوا اور حضرت لوطؑ ڈرے کہ یہ لوگ میرے مہمان بنتے ہین اور یہ قوم لڑکون وغیرہ
سے اغلام کرنے مین مشہور اور نہایت سخت حریص ہین اور مجھمین قدرت ظاہری نہین کہ اُن کو دفع کرون خواہ مخواہ فضیحت ہونا پڑا اور یہ بھی نہین معلوم
کہ ایسے خوبصورت شکل و جمال کے اس شان سے کس قبیلہ و قوم کی ہین۔ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔ کہا کہ تم ایک جماعت انجان ہو مین تم کو پہچانتا
نہین ہون یا شاید یہ مراد ہو کہ تم سے مجھے خوف ہے کہ کوئی ناگوار بات تمھاری طرف سے پہونچی اور یہ بھی ہو کر آپکی تفرس تھا۔ اور قصہ مین ہے کہ لوط علیہ السلام
نے اُن سے معذرت کی کہ یہ قوم سخت بدکار و عجیب ناہنجار ہے تم شاید یہان سے واقف نہ تھے نادانی مین بغیر جانے یہان چلے آئے ہو۔ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ
بِمَا كَانُوْا فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ۔ بولے بلکہ ہم لائے ہین تیرے پاس حق وہ چیز جس مین وے شک کرتے تھے۔ یہان درمیان مین قوم کا
آنا و شورش اُٹھانا وغیرہ بیان مین موخر کردیا اور ملائکہ نے پیچھے اپنے آپ کو لوطؑ کی تشفی کے لیے ظاہر کردیا کہ ہمارا آنا کسی برائی کے ساتھ تیرے حق مین نہین
ہے یا کہا کہ ہم آدمی نہین ہین بلکہ بھیجے ہوئے رسول ہین کہ تیرے پاس حکم حق لائے ہین۔ وَاَتَیْنٰكَ بِالْحَقِّ اور لائے ہین ہم تیرے پاس حق کو۔ یعنے
یقینی عذاب اس قوم بدکار کا لائے ہین جس مین کچھ شک نہین ہے۔ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ اور ہم اس خبر دینے مین بالکل سچے ہین۔ ظاہرا درمیان مین قوم
کے شورش کا جو حال آگے آتا ہے وہ سب واقع ہولینے تک ملائکہ نے ظاہر نہین کیا تا کہ اس قوم بدکار کی بیحیائی اور بھی زیادہ اسپر وبال ہو اور لوطؑ
جیسے انبیاء نرم و رحیم ہوتے ہین اُن کی بیہودگیون اور حرکتون سے نہایت دلتنگ ہوجاوین اور خود اُن کو ثواب عظیم ملجاوے اور قوم کی طرف سے
نالان ہوجاوین آگے جیسا کہ آتا ہے اس کے بعد ملائکہ نے اپنے آپ کو ظاہر کردیا کہ ہم عذاب لائے اور ہم بالکل سچ کہتے ہین ہماری ظاہری صورت پر مت جاؤ
یہ سب سچ ہے۔ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ سو تم روانہ ہوجاؤ تھوڑی رات گئے قرطبی رح نے لکھا کہ لوطؑ اور اُن کی دونون بیٹیان نکلین اور
ملائکہ کے کہنے کے موافق کہ۔ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ۔ اور تو پیچھے ہوجانا اپنے لوگون کے ان کو ہانکتے چلانا کہ لوگ تیرے کہنے کے موافق چلین۔ وَلَا یَلْتَفِتْ
مِنْكُمْ اَحَدٌ۔ اور تم مین سے کوئی مڑکر نہ دیکھے۔ ظاہرا اسی واسطے اُن کو خود پیچھے رہنے کا حکم دیا تھا۔ یا عدم التفات سے مراد یہ کہ ایسے جلد روانہ
ہونا کہ کوئی مڑکر بھی نہ دیکھنا۔ وَّامْضُوْا حَیْثُ تُؤْمَرُوْنَ۔ اور چلے جانا جدھر تم کو حکم دیدیا گیا۔ کہا گیا کہ ملک شام کی طرف حکم تھا۔ بعض نے
کہا کہ مصر کا۔ کہا گیا کہ اسی قوم لوط کے بعض گانون اطراف کا۔ کہا گیا کہ حضرت خلیل اللہ کے پاس چلے جانے کا۔ قرطبی رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے لوط
کے واسطے زمین کو لپیٹ دیا کہ ایسے جلدی سے وے قوم ظالم کے شہرون سے باہر ہوگئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہونچ گئے۔ وَقَضَیْنَآ اِلَیْهِ
ذٰلِكَ الْاَمْرَ۔ اور وحی کردیا ہم نے لوطؑ کو یہ حکم کہ۔ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ آخر تک یہ قوم بدکار قطع کردیجائے گی ضرور۔ مُّصْبِحِیْنَ جب یہ لوگ

صبح کرینگے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ملائکہ نے لوط کو کہا کہ کچھ رات گئے اپنے اہل کو لے کر چلے جاؤ اور تم اُن کے پیچھے پیچھے چلنا اس میں اُن کی نگہبانی [illegible]
زیادہ ہے اور لکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی جہاد میں اسی طرح لشکر کے ساتھ بازو پر چلتے [illegible] پیچھے لاتے اور جو چھوٹ گیا اس کو اُٹھا لیتے اور یہ
جو حکم دیا کہ کوئی التفات نہ کرے یعنی جب صبح ہوتے تم اس قوم بدکار کی چیخ پکار یا کرخت آواز سنو تو اُن کی طرف متوجہ نہ ہونا [illegible]
ہے اور ان کو اسی حال میں عذاب و خواری کے ساتھ چھوڑ دینا اور تم کو جدھر کا حکم ہے چلے جانا [illegible] فرمایا جس سے اس قوم کی
بدکاری و اللہ تعالیٰ سے بےخوفی و لوگوں کی ایذا [illegible] وَجَاءَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ يَسْتَبْشِرُونَ [illegible]
سدوم [illegible] قوم لوط علیہ السلام کے شہر والوں [illegible] ایک شہر تھا [illegible]
ایسے مہمانوں کی خبر [illegible] خوبصورت [illegible]
إِنَّ هَٰؤُلَاءِ ضَيْفِي فَلَا تَفْضَحُونِ [illegible] لوط نے اس قوم بدکار [illegible]
السلام [illegible]
[illegible] شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible]
حضرت لوط علیہ السلام [illegible]
[illegible]
[illegible] قوم بدکار نے لوط علیہ السلام کو [illegible]
منع کر دیا تھا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] حضرت لوط علیہ السلام [illegible]
ارشاد کیا [illegible] قَالَ هَٰؤُلَاءِ بَنَاتِي إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ [illegible]
[illegible]
[illegible] لوط علیہ السلام [illegible]
[illegible] لوط علیہ السلام [illegible]
[illegible] لوط علیہ السلام [illegible]
[illegible]
[illegible] لوط علیہ السلام [illegible]
[illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ [illegible]
[illegible] صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ قسم ہے [illegible]
یعنی قوم لوط [illegible]

دل اندھا ہو جائے اور یعمہون از عمہ ہے اور یہ دل کی بینائی زائل ہونے کو کہتے ہیں اور عمی ظاہری اندھاپن ہے پس عمہ زیادہ سخت ہے کہ فرمایا کہ لا تعمی الابصار
ولکن تعمی القلوب یعنی آنکھیں ظاہری اندھی نہیں ہوتی ہیں لیکن دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں۔ شیخ الامام ابن کثیر و ایک جماعت مفسرین نے اپنی
تفاسیر میں بیان کیا ہے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عالم و جملہ مخلوقات سے افضلیت پر تنصیص فرمائی ہے چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ
نے کہا کہ اہل تفسیر یعنی صحابہ و تابعین و سلف و خلف نے اور علماء ائمہ نے اجماع کیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مدت حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی قسم کھائی ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ بہت بڑا مرتبہ و کمال بزرگی و کمال رفعت ہے۔ اور ابو الجوزاء نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ نہیں پیدا کیا
اللہ تعالیٰ نے کسی جان کو جو اپنے نزدیک زیادہ بزرگ ہو سب سے بہ نسبت محمد صلعم کے اور میں نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کی زندگی کی قسم کھائی سوائے محمد صلعم
کے لعمرک الآیہ۔ روایت کیا اس کو ابن جریر۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی لعمرک یعنی بیشک انہم لفی سکرتہم یعمہون قال یترددون
شیخ ابوبکر بن العربی نے کہا کہ مفسرین نے بالاجماع کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلام میں محمد صلعم کی حیات کی قسم اپنے حبیب صلعم کی کمال بزرگی ظاہر فرمانے
کے لیے یاد فرمائی ہے۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ لعمرک الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قسم تیری حیات کی اے محمد و تیری عمر کی اور دنیا میں تیری بقا و تعیش
کی۔ ابن مردویہ نے ابن عباس سے یہ روایت مرفوع اسناد کی کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کی حیات کی قسم نہیں کھائی سوائے حیات محمد صلعم کے فی قولہ لعمرک الآیہ۔
شیخ ابو قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرح درمنثور میں ذکر کیا ہے۔ شیخ ابوبکر ابن العربی نے کہا کہ کون چیز اللہ تعالیٰ کو مانع ہے کہ وہ حیات لوط کی قسم
کھاوے اور جس قدر چاہے اپنے بندہ کی تشریف بڑھاوے اور جو کچھ فضل اللہ تعالیٰ نے لوط کو عطا فرمایا ہے اس کا کئی گنا محمد صلعم کو عطا فرما دے گا کیونکہ
محمد صلعم کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوط سے بہت بڑا ہوا ہے تو نہیں دیکھتا کہ اس نے ابراہیم کو خلت سے یعنی خلیل بنا کر اور موسیٰ کو تکلیم سے شرف عطا فرمایا
اور محمد صلعم کو حبیب کر کے تشریف فرمایا پس جب اللہ تعالیٰ نے حیات لوط کی قسم کھائی تو حیات محمد صلعم کی قسم اس سے زیادہ ارفع ہے۔ قرطبی رحمہ نے کہا کہ یہ
قول عمدہ ہے جس کو معتمد کہتا ہے کہ بیان بعض مفسرین کو دغدغہ ہوا کہ قصہ لوط میں حیات محمد صلعم کی قسم جملہ معترضہ ہے پس شاید قسم حیات لوط کی ہو تو
ابن العربی نے کہا کہ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ حیات محمد صلعم کی قسم بدرجہ اولیٰ اس سے زیادہ ارفع ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ تکلم کچھ نہیں ہے بلکہ قصہ لوط و
حال ان کی قوم کا ایسا عجیب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تعجب دلانے کو محمد صلعم اپنے حبیب کو مخاطب کر کے قوم لوط کی شدت عمہ کو بیان کر دیا اور یہیں سے تجھے معلوم
ہوا کہ جو بعض مفسرین نے کہا کہ اگر قسم لعمرک میں خطاب آنحضرت صلعم کو ہو تو انہم کی ضمیر غائب راجع بجانب قریش ہے یہ وہم کچھ نہیں ہے اس واسطے کہ
بیان تمام ہو چکا کہ شدت ناہنجاری دیگر اسی قوم لوط پر منتہی کر دیا۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے والتین والزیتون اور والعصر اور واللیل والضحیٰ اور والشمس وغیرہ
اقسام کی قسم یاد فرمائی ہے اس میں کچھ شرف نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں بلکہ جس قسم کی قسم کھائی ہے وہ چیز اپنی نوع میں اشرف ہے پس آنحضرت
صلعم اس نوع انبیاء و رسل کے بیچ اشرف ہیں علاوہ بریں یہ وہم خیال دنیا اجماع مفسرین و اہل بلاغت کے مخالف قول ترجمان القرآن ابن عباس حبر الامۃ
بالکہ رضی اللہ عنہ حدیث ابن مردویہ ہے اور جس شخص نے یہ وہم کیا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کی قسم مکروہ ہے لہٰذا ہر قسم میں مضاف محذوف ہے
مثلاً والشمس یعنی وخالق الشمس یعنی قسم ہے پیدا کرنے والے آفتاب کی یہ وہم نہایت دور اور بالکل واہی ہے اس واسطے کہ بندوں کو روا نہیں ہے کہ وہ
شریعت الٰہی کے خلاف کریں اور اللہ تعالیٰ پر کوئی شریعت و بندگی و تابعداری نہیں ہے وہ پاک معبود جل شانہ ہے جو وہ چاہے کرے اس کی درگاہ کبریائی
کسی واہی مخلوق کے اعتراض کے لائق نہیں ہے۔ بالجملہ قسم یاد فرمائی حضرت کبریا عز و جل نے اپنے حبیب محمد صلعم کے عیش حیات کی کہ قوم لوط جو اسطرح
مست بادہ شہوت تھی اور اس قدر اللہ تعالیٰ سے بےخوف و اس قدر اس کے پیغمبر لوط کو تنگ دل کرنے والی تھی اندھی ہو رہی تھی کہ انکو اپنی حد و درجہ کی بدکاری
نہیں سوجھتی تھی۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ پس ناگاہ ان کو پکڑ لیا ایک سخت آواز نے سورج نکلتے۔ علماء نے کہا ہے کہ فجر کے وقت لوط کا گھر
گھیر کر اندر کود رہے تھے اور ملائکہ الٰہی شدید القویٰ ذو مرہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا کہ حضرت جبرئیل نے بفرمان قہر سلطان العزۃ جل شانہ کے سخت آواز سے
انکے پردہ گوش پھاڑ دیے فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا پس کر دیا ہم نے اس قریہ کے اونچے کو نیچا۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ اور برسا دے

اسپر پتھر سجیل سے یعنی جہنم کے گرم پتھر جن صفت پر دنیا کے واسطے حکمت آلہیہ مقتضی ہو برسا دیئے کہ سب بالکل تباہ ہو گئے۔ لوط کی جورو بھی انھیں میں تھی وہ ٥
لوط کے ساتھ نہیں گئی یا اس کو لے نہیں گئے۔ اور بعض نے کہا کہ وہ ساتھ گئی تھی ولیکن اُس نے آواز سخت ہیبت ناک کے وقت دیکھا فریاد کی کہ ہائے
میری قوم پس ایک پتھر اُس کو بھی پہونچا اور وہ بھی انھیں میں شامل ہو گئی۔ واضح ہو کہ بعضے جہال کا خیال ہے کہ وہاں آتشی پہاڑ تھا یا زمین کے اندر گوگرد
وکوئلہ کی کان تھی وہ باہم مل کر بھڑک اُٹھے آگ پیدا ہو گئی اور تمام قریہ اُلٹ گیا اور تہ و بالا ہو گیا اور یہ جاہل بھی قوم لوط کی ناہنجاری سے کم نہیں ہے اس لیے کہ
بدلیل قطعی جب آخری قدرت اللہ تعالیٰ جل شانہ کو ہے تو اس جاہل کو یہ تردد ناحق ہے کہ ایسے اسباب کیا ہو گئے اور حق تعالیٰ کے افعال اس دنیا میں
عجائب قدرت و اسباب کے ہیں اور گمراہ کے لیے اُس کی گمراہی موجود ہے اور یہ بیہودہ اوہام بلا دلیل بلکہ مخالف قطعی دلیل قدرت الٰہی تعالیٰ کے اُس کی
گمراہی کی قوی دلیل ہیں نعوذ باللہ من ذلک۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ۔ ایسے واقعات میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو فراست
رکھتے ہیں، یا جو اہل فکر ہیں کہ واقعہ میں غور کر کے اس سے صحیح استدلال فہم حاصل کرتے ہیں۔ قتادہ رحمہ نے کہا کہ اہل عبرت کے لیے بعض نے کہا اہل تامل کے
لیے کہ پا لیا ظاہر رسم و علامت و تفکر باطن کی طرف غور سے معرفت حاصل کرتے ہیں مجاہد رحمہ نے کہا کہ اہل فراست کے واسطے آیات ہیں۔ ابو سعید خدری رضی
سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ ثم قرأ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین یعنی ڈرو مومن کی فراست سے کیونکہ
وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے پھر پڑھی آپ نے یہی آیت۔ اخرجہ البخاری فی التاریخ والترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم وابن السنی وابو نعیم وابن مردویہ
والخطیب۔ بعض نے کہا کہ فراست دو قسم ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ صالح بندوں کے دلوں میں ڈالدیتا ہے تو لوگوں کے احوال کو صحیح دریافت کر لیتے
ہیں بیضاوی رحمہ کہتا ہے کہ اُس نے یہ الہام کی تعریف بیان کی اور وہ بھی ناقص پھر کہا کہ دوسری قسم یہ کہ تجربہ وغیرہ سے لوگوں کے احوال جانتا ہے اور
اسی میں لوگوں کی تمیز و پرانی تصانیف میں انتہی۔ بیضاوی رحمہ کہتا ہے کہ یہ اُس نے اوہام و پیدا کی اقسام میں سے ایک قسم بیان کی۔ اور حدیث میں
مومن کی قید ہے اور صاف تصریح ہے کہ وہ اپنے اختیار و قدرت سے نہیں بلکہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے اور مومن جب کامل ہوا تو قرب النوافل کا درجہ اسکو
ہوتا ہے اور قرب النوافل کی حدیث صحاح میں موجود ہے۔ اور بیان فراست کی مثال ایک واقعہ بیان کر کے چھوڑتا ہوں واضح ہو کہ زمانہ
خلافت حضرت عثمان رضی میں ایک شخص نے راستہ میں ایک عورت اجنبیہ پر نظر بد کر ڈالی پھر حضرت عثمان رضی کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے
مجلس کے عام لوگوں کو عام خطاب کر کے فرمایا کہ یہ کیا ہے کہ تم میں کا آدمی میرے پاس آتا ہے اس حال سے کہ اُس کی آنکھوں نے زنا کیا ہے اگر ایسا ہی ہوا تو
میں حد ماروں گا یہ روایت سنن وغیرہ میں موجود ہے اس شخص نے دوسرے موقع پر بعد آپ کے تنہا حاضر ہو کر پوچھا کیا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی وحی آتی ہے فرمایا کہ نہیں لیکن فراست ہے یعنی جو فراست مومن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائی ہے۔ الحاصل ان آیات
میں جو شخص بنور توفیق الٰہی سبحانہ تعالیٰ کے نظر یاد ہے اُس کو عجائب شان قدرت حضرت ذوالجلال والاکرام نظر آتی ہے۔ وَاِنَّهَا لَبِسَبِیْلٍ مُّقِیْمٍ۔ اور وہ
گاؤں البتہ راستہ پر ثابت ہیں۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یعنی راستہ نشان دار پر ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا راستہ واضح پر ہیں۔ فی التفسیر الشیخ
الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ یعنی قریہ سدوم جس کو انقلاب صوری و معنوی و سنگساری پہونچا حتی کہ بحیرہ گندہ خبیثہ ہو گیا وہ راستہ واضح پر ہے آجتک اُدھر
سے راستہ جاری ہے مانند قول تعالیٰ وانکم لتمرون علیہم مصبحین وباللیل یعنی تم انپر گذرتے ہو صبح کو اور راتوں میں۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ۔ اس
واقعہ میں نشانی ہے مومنوں کے لیے یعنی جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ و انبیاء و مرسلین پر ایمان لائے وہ جو آثار دیکھتے ہیں اُن سے عبرت اٹھاتے ہیں اور پہچانتے
ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ قادر قوی عزیز کا انتقام تھا اس قوم بدکار سے اور جو لوگ کہ ایمان نہیں لاتے اور اللہ تعالیٰ و اُس کی قدرت کے محیط ہونے کو نہیں پہچانتے
وہ اُس کو حوادث عالم پر محمول کرتے ہیں اور ستارہ کی گردش یا زمین کے اندر گوگرد و کوئلہ کی کان کی باہم رگڑ کے مشتعل ہونے وغیرہ پر محمول کرتے ہیں غرض کہ انکل سے
ایک سبب مستقل زعم کر لیتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ مؤثر فی الحقیقۃ اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر واضح ہو کہ مومنین عام کے لیے اس میں ایک عبرت فرمائی اور متوسمین کے
لیے آیات فرمائیں تو اہل توسم خاص ہیں اور ابن جریر نے اپنی اسناد سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو لوگوں کو

اسم سے پہچان لیتے ہیں اور اسی کو ابوبکر البزار رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی روایت کیا ہے۔ واضح ہو کہ اکابر اولیاء سے منقول ہے کہ وے آدمیوں کی صورت باطنی پہچان لیتے ہیں اور بات یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ اس امت میں بھی خسف و مسخ ہے یعنے ان کی صورتیں بدل جاویں گی تو علماء ظاہر نے کہا کہ شاید یہ آخر زمانہ میں کسی وقت واقع ہوگا اور اولیاء نے کہا بلکہ یہ واقع ہو گیا یعنے اللہ تعالیٰ نے کافروں و بدکاروں کی نسبت تصریح فرمائی ہے کہ وے چارپایوں سے بدتر ہیں پس باطنی صورت میں ہر ایک اپنی خصلت کے موافق اسی خصلت کے جانور پر ہو جاتا ہے حتیٰ کہ کافر ظالم بے رحم قاتل زبردست بصورت گرگ اور حریص دنیا حرام خور منحوط بشکل خوک اور ایسے ہی کتے و بلی وغیرہ کی صورتوں پر ہو جاتے ہیں [illegible] ان کو نہیں دیکھتا اگرچہ [illegible] ہے۔ یعنے تو سمجھ رکھتا ہے وقت۔ فی العرائس قولہ قال ابشرتمونی علی ان مسنی الکبر الآیہ اس میں اشارت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی حالت میں اولیاء فراست کو انبیاء و صدیقین پر کسی وقت مسدود فرماتا ہے تو ان کو بھی [illegible] غیب نہیں معلوم ہوتے ہیں چنانچہ خلیل جلیل علیہ السلام سے بیماری روح اسحاق و یعقوب مخفی رہی حتیٰ کہ بطریق عادت اپنے بڑھاپے پر نظر کر کے اس کو بعید جانا اور اگر یہ پردہ نہ ہوتا [illegible] غیب پر ان کو [illegible] ہوتی تو یہ بات نہ کہتے اور یہ بھی اس [illegible] کہ ان کو قدرت الٰہی میں شک تھا بلکہ مقصود [illegible] تعالیٰ کے اسرار غیب میں ان کو اس بات کے وقوع کی اطلاع نہ ہوئی [illegible] کہتا ہوں کہ اس کی نظیر قصہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے کہ [illegible] دعا کی یا زکریا [illegible] علیہ السلام [illegible] تو فرزند [illegible] جب ان کو بشارت دی گئی تو [illegible] کہا قال رب انی یکون لی غلام وقد بلغنی الکبر وامرأتی عاقر الآیہ یعنے [illegible] فرزند کیونکر [illegible] حالانکہ مجھے بڑھاپا پہنچ گیا اور میری جورو بانجھ ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام بالکلیہ حضرت زکریا علیہ السلام سے افضل ہیں اور خلیل علیہ السلام [illegible] بڑھاپا پہنچ گیا ہے [illegible] قدرت میں [illegible] بلکہ عادت کے [illegible] اس میں ایک دوسرا اشارہ [illegible] حضرت خلیل علیہ السلام [illegible] مشاہدہ میں غرق ہو کر احکام و [illegible] سے [illegible] فرزند [illegible] کہ فہم شریف میں [illegible] رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ [illegible] دنیا و [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] آخرت کی خواہش کا ہے [illegible] حضرت خلیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی تو اللہ تعالیٰ [illegible] کی [illegible] خوش [illegible] قولہ لعمرک انہم لفی سکرتہم یعمہون [illegible] حیات [illegible] کی [illegible] اپنے مشاہدہ [illegible] اور [illegible] اس کے [illegible] اور [illegible] میں [illegible] و صفات و ذات [illegible] حق [illegible] حضرت آدم علیہ السلام [illegible] حیات [illegible] کی [illegible] حیات [illegible] اور [illegible] حیات [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] حیات کی قسم [illegible] ابوالحسن [illegible] رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا [illegible] حیات کی قسم [illegible] رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کھائی کیونکہ حیات [illegible] حیات [illegible] اور وہ [illegible] تیری [illegible] حیات کی قسم [illegible] اور [illegible] حیات فرمائی [illegible] حیات [illegible] کی زندگی [illegible] تیری [illegible] مخلوق [illegible] حیات [illegible] اصل حیات جو کہ حیات الحی القیوم ہے [illegible] رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] اس مخلوق کے واسطے کیا [illegible] قولہ تعالیٰ ان فی ذلک لآیات للمتوسمین [illegible] سبحانہ تعالیٰ نے [illegible] فراست [illegible] آیات [illegible] فرمایا چنانچہ دوسرے مقام پر قولہ [illegible] کہا ہے اور [illegible] کے واسطے [illegible] جب [illegible] پر نظر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اصل فراست یہ ہے کہ [illegible] ہو جانا نظر [illegible] کا

مقدورات غیب پر بلا علامت کے اور بدون علت و سبب کے بلکہ یہ فراست متعلق ہوتی ہے با انکشاف اُس چیز کے جو غیب سے ظاہر ہو ہو غیب سے سر مقدور و خفیات ضمائر و مکنونات سرائر پس یہ روح ناطق بحق و سامع آواز غیب و مشاہد حق بحق ہوتی ہے پس نور حق سے بعد موصوفی بصفات حق کے حکمت حق کے واسطے دیکھتی ہے پس جو بنظر حق دیکھے اور بسماع حق سنے اور بکلام حق متکلم ہو اس پر مخفی کچھ نہ ہوگا مگر جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے کیونکہ حادث کو تحمل قدم کسی حال میں نہیں ہے۔ اقول اسی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام پر یوسف کا چاہ کنعان میں ہونا پوشیدہ رہا اور مصر سے بو پیراہن سونگھتے ہیں آئی شیخ نے کہا کہ جاننا چاہیے کہ فراست کے دس مرتبے ہیں از انجملہ بعض فراست چشم ظاہر حاصل ہوتی ہے اس طرح کہ منقلبات آیات و افعال کو عالم صوریت میں دیکھتا ہے اور یہ تصرف حق بمقام آیات ہے تا کہ جو خلق کی نظر سے پوشیدہ فرمایا ہے وہ اس کو ظاہر ہو اور یہ تصرف فراست ظاہر پر مقرون بعلم عقل و قلب و روح و نفس و سر و سر السر ہے اقول یعنی ان چیزوں کی معرفت حاصل ہو تو ظاہر میں جو افعال و تغیرات واقع ہوتے ہیں اور ان پر پردہ امتحان و حجاب ہوتا ہے جس سے مخلوق اُس کو منوط باسباب وغیرہ دیکھتی ہے اہل حق اُس کے مکنون سر سے واقف ہوتا ہے۔ دوم بسمع ظاہر کہ عارفوں کے کان سنتے ہیں عالم کی حرکات کو اور جو لوگ کہ بزبان خلق بولتے ہیں اور یہ گوش ظاہر ہے اور یہ فراست متعلق باسماع ظاہرہ ہے اور وہ بھی فراست ہے جو گوش باطن و قواے باطنیہ سنتے ہیں۔ قسم سوم فراست سے وہ ہے جو مشتمل مس کی صورت میں اشکال تصرفات حق سے ظاہر ہوتے ہیں مثلاً آدمی کی زبان سے کوئی بات نکل جاتی کہ مخالفت نہ بانوں سے اس کے بدن کے تمام بال براہ تصرف حق بولتے ہیں پس وہ اپنے نفس سے دیکھتا و سنتا ہے ظاہر میں دلائل ان امور کے جو غیب سے واقع ہونگے اور یہ قسم بھی متعلق بہ بینائی و سماعت و حرکت فطرت باطن و اتصال اثر بظاہر ہے چہارم قسم وہ ہے جو کہ اسما باطن حاصل ہوتی ہے جہاں کہ اس کی لطافت سے غائب چیزوں کے دلائل علامات بدلالت واضحہ لائح ہوتے ہیں پنجم قسم وہ کہ نفس امارہ کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں اس طرح کہ اس میں تمنا و جنبش ظاہر ہوتی ہے اور یہ ایک سر عجیب ہے کہ جب اللہ تعالیٰ باب الغیب کا افتتاح چاہتا ہے تو اشکال ابتدائی آثار کو نفس امارہ میں ڈالدیتا ہے خواہ محبوب کرکے کہ وہ تمنا کرنے لگتا ہے اور خواہ مکروہ کرکے کہ اس کو گھبراہٹ ظاہر ہوتی ہے مگر یہ کوئی پہچانتا نہیں مگر وہی جو ربانی یعنی بندہ حق ہو کہ اعمال شرعیہ ظاہر پر اور حلم و علم و رضاء و تسلیم وغیرہ اعمال باطنہ پر مستقیم اور اپنی خواہشات کا مغلوب نہ ہو۔ ششم قسم وہ ہے جو قلب کو حاصل ہوتی ہے خواہ اس طرح کہ الہام سے اُس نے سن لیا اور خواہ بطریق فعل کہ اس میں جو واقع ہوگا اس کی ٹھنڈک ظاہر ہونے لگی اور یا بطور کشف کے کہ دیکھکر جان لیتا ہے ہفتم قسم وہ ہے کہ عقل کو حاصل ہوتی ہے اور یہ اس طرح ہے کہ وحی الٰہی کا بوجھ اس پر طاری ہوتا ہے پس بوجود وحی و الہام سے اُس کو جان لیتا ہے جو حق عز و جل کا تصرف عنقریب واقع ہونے والا ہے اور یہ بھی اس کو از راہ سمع و بصر حاصل ہوتا ہے۔ قسم ہشتم وہ ہے کہ روح کو فراست حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے اندر تصرف حق تعالیٰ کو دیکھتی ہے اور جو غیب سے ظاہر کیا جاوے اُس کو شاخ نظر سے دیکھتی اور حق تعالیٰ سے سنتی ہے خواہ بطریق واسطہ یا بلا واسطہ نہم وہ قسم ہے کہ چشم سر باطن و سماع سر باطن ہوتی ہے کہ سر باطن تصرف صفت کو دیکھتا ہے اور حالت کو نور صفت میں ہونے کی علامت معائنہ کرتا ہے۔ دہم وہ ہے کہ سر السر میں اس کا حصول ہوتا ہے اور وہ ظہور قدرتہاے غیبیہ کا باشکال ربانیہ روحانیہ ہے پس دیکھتا ہے تصرف ذات صفات میں اور سنتا ہے صفات کو بوصف حیثیت و خطاب از ذات بلا واسطہ اور اسی مقام پر کشف کی انتہاء ہے اور فراست حقیقیہ جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خلق کو ڈرایا ہے اس کلام سے کہ اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی ڈرو مومن کی فراست سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے وہی فراست ہے اور جب ایسی فراست ہے تو خوف واجب ہوا جو بنور حق دیکھتا ہے تو کیونکر ایسے شخص کی فراست سے خوف نہ ہوگا جو حق دیکھتا ہے نہ بغیر حق۔ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سرائر متانتہ ہیں اور اپنے حظوظ کے ساتھ میں اپنی اوقات سے پوشیدہ ہو گئے ہیں ان کا صادق اپنی جنبش میں اس پر زیادہ ظاہر ہے بنسبت اس کے صادق کے اپنے تعبد [عبادت کرنا ۱۲] میں اور سرائر سے کہ تشبیہ بطریق قہر ظاہر ہوتی ہے ایسی چیز کہ تجھے اس پر واقف کردے بطریق غیب پس متحیر اس پر مطلع ہو کر ان کی اوقات میں فراست سے واقف ہو جاتا ہے۔ قال المترجم اس کلام کے معنے جہانتک مجھے ظاہر ہوتے ہیں یہ ہیں کہ سرائر اپنے قبضہ اختیار و قدرت میں نہیں ہیں بلکہ متصف بصفات آلہیہ ہو کر اپنے حظوظ میں مشغوف اور

اپنے ذاتی اوقات سے پھیرے ہوئے ہیں اور اُن کی حرکت چونکہ بقبضۂ قدرت الٰہیہ ہے تو اُن کی تعبدی حرکت سے اس میں زیادہ صادق ہے کیونکہ شاید تعبدی حرکت میں خود بسرائر کا حفظ ہو بخلاف اس حرکت کے پھر ان بسرائر سے غیر اختیاری طریقہ سے یعنے اللہ تعالےٰ عزوجل کے اختیار سے ہمیشہ ایسی بات ظاہر ہوتی ہے کہ کبھی بطریق ترانہ از حاجت و بخواہش تجھ کو وقوف ہوتا ہے کہ متفرس بلحاظ اُن کی اوقات کے اُن پر مطلع ہو کر معلوم کر لیتا ہے پھر شیخ واسطی کا تتمہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ان فی ذلک لآیات للمتوسمین واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ متوسمین وے ہیں جو تفرس سے تفرس حاصل کرتے ہیں بعض نے کہا کہ مراد متفرس بناسے ہیں جن کو فراست عطا ہوتی ہے اور وے تین قسم کے ہیں فراست بنظر و بسماعت و بعقل اور ان سے بڑھ کر بحال کشف و مشاہدہ ہے بشرطیکہ جس کو یہ دونوں عطا ہوئے ہوں ان کہ اُس کی فراست غائب و حاضر دونوں میں صحیح ہوتی ہے۔ قال المترجم مخلوقات الٰہی دو قسم کی ہیں اول وہ جو ظہور میں محسوس یا غیر محسوس موجود ہیں اور دوم جو پردہ غیب میں ہیں پھر ظہور کے غیر محسوس کی کبھی فراست بعقل کلی ہے اور محسوس کی فراست بعقل جزئی ہو سکتی ہے اور اسی قسم کو لوگوں نے عوام کی سمجھ کے موافق بیان کیا ہے اور بعضے رسمی علوم کے پابند بھی کسی کو فراست سمجھتے ہیں اور واضح ہو کہ اس میں بھی دو صورتیں واقع ہوئی ہیں ایک یہ کہ عقل جزئی کو پہنچا ہو اور دوم یہ کہ نہیں اور عدم معرفت سے یہ مراد ہے کہ اکثر یہ ہے اس زمانہ میں عوام لوگ عقل جزئی اس کو سمجھتے ہیں جو حواس ظاہرہ و باطنہ کے مجتمع کرنے سے ایک کیفیت بطور مزاج کے انکشافی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ درحقیقت حواس ہیں ان کو عقل سے کچھ تعلق نہیں ہے اور بعضے حکمائے اسلامیہ اشراقیہ مانند شیخ شہاب الدین مقتول کے بنا بر قول بعضے آکا یہ کہتے ہیں کا بیان تفہیمات وغیرہ میں ہے تصریح کرتے تھے کہ اُس نے نادانی سے فلاسفہ کی اتباع میں غلو کیا اور وہ عالم عقل جزئی کو پہنچا اور وہیں توقف کر گیا اور ہنوز عالم عقل کلی دور ہے تو عالم روحانی کا ذکر کیا ہے واللہ تعالےٰ اعلم بمرادہ ہو العلیم الخبیر بعض نے کہا کہ متوسم وہ ہے جو سرائر کا متفرس ہو پس اگر تجھے چاہیے کہ فی الحقیقۃ بواطن سے واقف ہو تو اُن کی گردش اختلاق اور موافقت کو معائنہ کر کے معلوم کر لے۔ شیخ محمد بن الحنیف رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ فراست کی تین قسم ہیں اول دریافت کر لینا ایسی بات کا جو آفات سے محفوظ اور نفوس میں پوشیدہ قائم ہے اور وہ احوال عوام خلق سے بالکل مخفی ہیں اور یہ قسم مخصوص بانبیاء و رسل ہے جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عبد بن زمعہ کے حق میں کہا تھا کہ اس عورت کا حکم ظاہر ہے اگر اللہ تعالےٰ کا حکم نہ ہوتا مترجم کہتا ہے کہ شاید نقل میں سہو ہوا ہے واللہ اعلم کیونکہ یہ امر شریک بن سحماء کے طفل کے حق میں فرمایا تھا کہ اُس کی ایسی صورت ہو تو اُسی کا ہے اور ایسا ہی ہوا تو فرمایا کہ لعان حکم الٰہی ہو چکا ورنہ میں اُس کو سزا دیتا کما فی الصحاح واللہ تعالےٰ اعلم۔ دوم تجلی اُن احکام خفیہ کی جو نفوس میں اللہ تعالےٰ نے ودیعت رکھے ہیں جن کو وہ جانتا ہے اور یہ کشف بعضے خاصان حق کو صدیقین و اولیاء میں سے کبھی بعد انبیاء کے ہو سکتا ہے جیسے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرما دیا تھا کہ یہ دونوں تیرا بھائی و بہن ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہراً قصہ بزمانے نظری جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان فرما دیا تھا وہ تیسری قسم میں سے ہو۔ قسم سوم اطلاع قلوب وقت کشف کے اگرچہ بعید ہو اور یہ معروف بالہام الٰہی تعالےٰ ہے جیسے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے یا ساریۃ الجبل الجبل فرمایا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ باسناد صحیح اس طرح مرقوم و مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں جمعہ کے روز منبر پر مدینہ میں خطبہ پڑھتے تھے اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں حاضر تھی کہ ناگاہ آپ نے بلند آواز سے یہ کہنا شروع کیا کہ اے ساریہ پہاڑ کو دیکھ پہاڑ دیکھ یعنے پہاڑ سے ڈر یا۔ پھر خطبہ بدستور پڑھنے لگے اور یہ ساریہ ایک شخص کا نام ہے جو نہاوند میں آپ کی طرف سے ایک لشکر کے سردار تھے جو وہاں کفار پر جہاد کرتا تھا اور واقعہ یہ ہوا تھا کہ کافروں نے پہاڑ پر کمین کی تھی جس سے غفلت ہونے میں تمام لشکر ہلاک ہو جاتا تھا پس آپ کی یہ آواز وہاں ساریہ رضی اللہ عنہ کو اور تمام لشکر کو یکساں پہنچی اور وہ سب لشکر دشمن سے بچ گئے پھر اُن کو یہ معلوم نہ ہوا کہ آواز دینے والا کون تھا یہاں تک کہ بعد فتح کے جب غنیمت کا حصہ بیت المال کے لیے کر ایلچی آیا تو اُس نے یہاں قصہ بیان کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام خلیفۃ الرسول صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کی آواز تھی فافہم۔ شیخ جنید رحمہ اللہ تعالےٰ سے فراست کو دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ فراست آیات ربانیہ ہیں یعنے پروردگار عزوجل کی طرف سے علامات بزرگی ہیں عارفوں کی پیشانی و چہروں پر پس اُن کی زبانیں موافق ان

آیات کے کلام کرتی ہیں اور وہ سچی پڑتی ہیں حسین رحمہ اللہ تعالےٰ سے جب پوچھا گیا تو کہا کہ فراست نظر حق ہے کہ بندہ اسی کی نظر سے دیکھتا ہے کہ حقیقت حال سے جو خبر دیتا ہے وہی ہوتا ہے جب اللہ تعالےٰ نے قوم حضرت لوط علیہ السلام کا حال بیان کر دیا کہ بستی تہ و بالا کر دی اور جو اس قوم کے کسی مقام خارجی ہیں تھے وہ پتھروں کی مار سے مرے تو حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا مختصر حال بیان فرمایا جن کا ملک سرسبز گنجان درختوں کی وجہ سے ایکہ کہلاتا تھا اور باوجود فراخی کے یہ لوگ مال کے واسطے فاجر و فاسق کافر تھے ناپ تول میں ڈنڈی مارتے اور بیوپاریوں سے خرید میں اُن کو دھوکا دیتے اور موقع پاتے تو راستہ میں لوٹ مار کر لیتے غرضکہ نہایت دنی و کمینہ بدترین احمق تھے ہر چند حضرت شعیب علیہ السلام نے انکو نصیحت کی کسی طرح نہ مانے ایسے ہی اصحاب حجر کی بدکاریاں و دنیاوی ثروت کے پیچھے وہ بھی ہلاک ہوئے قال اللہ تعالےٰ

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۙ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۭ وَلَقَدْ كَذَّبَ

اور تحقیق تھے ایکہ والے بے شبہ — ظلم کرنے والے لوگ — سو ہم نے ان سے بدلا لیا — اور دونوں شہر کھلے راستہ پر ہیں — اور ضرور — جھٹلایا تھا

اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۙ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ

حجر والوں نے رسولوں کو — اور ہم نے انکو دی تھیں اپنی نشانیاں سو وہ ان نشانیوں سے منھ موڑتے رہے — اور تھے کہ تراشتے تھے — پہاڑوں سے اپنے

بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ۙ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۭ وَمَا خَلَقْنَا

امن سے رہنے کا گھر — سو انکو پکڑا آواز سخت نے انکے صبح کے وقت — سو کچھ فائدہ نہ دیا انکو — جو کچھ وہ کماتے تھے — اور ہم نے نہیں پیدا کیا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۔ اِنَّ رَبَّكَ

آسمانوں — و زمین کو — اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے مگر حق کے ساتھ — اور قیامت تو ضرور آنیوالی ہے — سو اچھی طرح — اُن سے — تجاوز کر — بیشک تیرا رب

هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ

وہی پیدا کرنے والا دانا ہے — اور ہم نے تجھے عطا فرمائی — سبع — از — مثانی — اور قرآن — بزرگ — مت دراز کر اپنی آنکھیں

اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۔ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا

اس چیز کی طرف جو ہم نے انکو متاع دی ہے ان میں سے ازواج کو — اور مت ان پر غم کھائیو — اور پست رکھیو — اپنا بازو — مومنوں کے لیے — اور کہہ کہ میں ہی ہوں

النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۚ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْــَٔـلَنَّهُمْ

کھلا ڈر سنانے والا ہوں — مثل عذاب کے جو اتارا ہم نے — اہل کتاب پر — جنھوں نے کر ڈالا کتاب کو — ٹکڑے ٹکڑے — سو قسم ہے تیرے رب کی ہم ضرور پوچھیں گے

اَجْمَعِيْنَ ۙ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ

ان سب سے — جو دھندے کرتے تھے — سو تو ظاہر کر دے جو کہ تجھے حکم ہوا — اور منھ موڑ لے — مشرکوں سے — ہم نے کفایت کر دیا تجھکو

الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ

ٹھٹھا کرنے والوں سے — جو بناتے ہیں — اللہ کے ساتھ — دوسرا خدا — سو نزدیک ہے جان لینگے — اور ہم بیشک جانتے ہیں کہ تیرا

صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۙ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ ع

سینہ بھنچتا ہے اس سے جو وہ کہتے ہیں — سو تسبیح پڑھ اپنے رب کی حمد کے ساتھ — اور رہ سجدہ کرنے والوں میں سے — اور عبادت کر اپنے رب کی یہانتک آوے تجھے یقین یعنی موت ۔

وَاِنْ كَانَ اور بیشک تھے اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ایکہ والے لَظٰلِمِيْنَ ظالم لوگ۔ یہ قوم شعیب علیہ السلام تھی ضحاک و قتادہ وغیرہ نے کہا کہ ایکہ درخت گنجان کو کہتے ہیں (یعنی ایسا گنجان کہ درختان قدیم آپس میں متصل ہو گئے تھے) اور ظلم ان کا یہ تھا کہ اللہ تعالےٰ سے شرک کرتے تھے اور رہزنی کرتے اور ناپ تول میں کمی کرتے۔ کذا فی تفسیر الشیخ اور شعیب علیہ السلام کی تکذیب کر کے اس ظلم کو قابل عذاب دنیاوی کر لیا اور اُن کا قصہ سابق میں بیان گذر چکا ہے اور ابن مردویہ

ابن عساکر نے ابن عمرؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل مدین اور اصحاب ایکہ دو قوم تھے دونون کی طرف شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اصحاب الایکہ قوم شعیب علیہ السلام ہے ملخص۔ علے ہذا شاید کہ دونون قومین شرک وبدکاری مین قریب قریب ہون۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ پس ہم نے اُن سے انتقام لیا یعنے دنیا سے ان پر عذاب استیصال طاری کر دیا اور یہ اس طرح ہوا کہ سات روز تک اُنپر سخت حرارت طاری ہوئی یہان تک کہ اُن کے دم گھُٹ گئے مگر کچھ مائل بایمان نہوئے آٹھوین روز ایک ٹکڑا ابر کا اُنکی طرف بھیجا گیا تو میدان مین نکلکر اُس کے سایہ مین جمع ہوئے کہ اُن پر پانی برسا دے پس اُس سے آگ برسی کہ سب جلکر خاک ہو گئے۔ وَاِنَّهُمَا اور یہ دونون قوم یعنے قوم لوط جو ہلاک ہوا و برباد کور ہوئی اور قوم ایکہ اور شاید کہ شعیب کے دونون گروہ مراد ہون۔ لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ البتہ راہ مبین کشادہ پر ہین۔ یعنے اہل عرب براہ مدینہ شام کو جاتے ہین ان قومون کی بستیون کی طرف رہ ہین گذرتے ہین اور اب تک انکے آثار ظاہر ہوتے ہین۔ قوم ایکہ بعد قوم لوط علیہ السلام کے ان سے قریب زمانہ ومکان کی راہ سے تھے چنانچہ قولہ وما قوم لوط منکم ببعید مدین والون کو شعیب علیہ السلام نے سمجھایا و عبرت دلائی تھی۔ راستہ کو اسواسطے امام کہتے ہین کہ مسافر اسکی تتبع سے مقصود کو پہنچتا ہے یا امام مبین راہ ظاہر جیسا کہ ابن عباس ومجاہد وضحاک وغیرہم سے مروی ہے پھر قوم ثمود کے واقعہ پر اللہ تعالے نے یہان ختم فرمایا بقولہ وَلَقَدْ كَذَّبَ۔ اور بیشک جھٹلایا اَصْحٰبُ الْحِجْرِ حجر والون نے ثمود کے دلیس کا نام حجر ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ وہ پہاڑون کے درمیانی وادی کے رہنے والے تھے۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حجاز وشام کے درمیان ہے تبوک کو جاتے ہوئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس مقام سے ہو کر گذرے تھے اور اُن کے کچھ نشان ابتک قائم ہین غرضکہ یہ قوم عرب کی تھی اور الْمُرْسَلِيْنَ کی نسبت فرمایا کہ جھٹلایا الحجر والون نے الْمُرْسَلِيْنَ۔ رسولون کو یعنے صالح علیہ السلام اپنے خاص رسول کو جھٹلایا نہ ین سب رسولون کا جھٹلانا لازم آیا۔ جب صالح علیہ السلام نے اُن کو معجزات دکھلائے اور سمجھایا تو انھون نے انکار کیا مگر اس طور پر کہ اس پہاڑ سے ابھی ایک اونٹنی ایسی ایسی نکلے پس صالح علیہ السلام نے اُن کو روکا کہ ہٹ مت کرو اللہ تعالے تو اسپر قادر ہے کیونکہ پھر ایمان نہ لاؤگے تو عذاب سے ہلاک کیے جاؤگے نہ مانا اور اس پر اصرار کیا تو صالح علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالے نے یہ معجزہ دیا کہ ایک پہاڑ کو جنبش ہوئی جیسے حاملہ اونٹنی پس اس مین سے شق ہو کر ایک اونٹنی نکلی اور اس اونٹنی سے اسی وقت ایک بچہ ہوا اور وہ بچہ بھی بڑا ہو کر ان کے برابر ہو گیا اسقدر دیکھ لیا مگر پانچ یا زیادہ سردارون مین سے فقط ایک سردار مسلمان ہوا باقی جاہلون نے جادو وغیرہ پر محمول کر کے انکار کیا۔ شاید کہ ایک کی وجہ سے عذاب بالفعل موقوف ہو گیا یہی فرمایا وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا۔ اور ہم نے دین قوم ثمود کو اپنی نشانیان۔ حتے کہ اس اونٹنی کی یہ کیفیت تھی کہ اُسکا اسقدر دودھ تھا کہ تمام قوم اپنے برتن اس کے دودھ سے بھر لیتی اور وہ کم نہ ہوتا تھا۔ فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ۔ مگر یہ قوم ان آیات سے منھ موڑتے تھی کچھ عبرت نہین حاصل کرتی اور نہ اللہ تعالے پر ایمان لاتی تھی۔ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ۔ اور تھے کہ تراشتے تھے۔ مِنَ الْجِبَالِ۔ پہاڑون سے بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ۔ اپنے رہنے کے گھر درحالیکہ امون ہوتے یا درحالیکہ وہ گرنے سے بیخوف ہوتے یا چورون کی نقب یا چھت گرنے وغیرہ سے نڈر رہتے بعض نے کہا کہ عذاب سے نڈر ہونے کے لیے بناتے اپنی طاقت و قوت ومکان کی مضبوطی پر بھروسا کرتے اور بعض نے کہا کہ پہاڑون کو کاٹ کر گھر بنا لیتے کہ عمارت کی ضرورت نہو۔ شیخ امام ابن کثیر نے ضمیر ینحتون سے حال قرار دیا اور معنے بتلائے کہ نڈر ہو کر پہاڑون کو کاٹتے و گھر بناتے یعنے بدون خوف کے اور بدون ضرورت کے ایسا کرتے تھے اور یہ اترانا و بیہودہ عبث دنیاوی تھا چنانچہ وادی الحجر مین اُن کے مساکن دیکھنے سے ظاہر ہوا جہان حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تبوک جاتے ہوئے گذرے تھے اور وہان پہونچنے پر آپ نے سر نیچا فرمایا اور سواری کو تیز کر دیا اور اپنے اصحاب کو منع فرمایا کہ مت جاؤ ایسی قوم کی آبادی مین جو عذاب الٰہی سے ہلاک کی گئی ہین مگر اس طرح کہ تم روتے ہوئے جاؤ اور اگر رونا نہ آوے تو منھ یاد کرو اور قوم کی حالت یاد کر کے رونے والے بنو اس خوف سے کہ ایسا نہو جو اُن کو پہونچا وہ تم کو پہونچے۔ اقول بعض اصحاب نے وہان جانے مین جلدی کی تھی اور بعضون نے قوم ثمود کے کنوین سے ہانڈیان چڑھائی تھین پس آپ نے پہونچکر ہانڈیان لٹا دین اور آٹا گوندھا جانورون کو کھلوا دیا اور کوچ کا حکم دیا پھر آگے جا کر ہو منون کا جہان کنوان تھا اُس پر اُترے اور نالابٹیل پر ناقہ کی آمد ورفت کا ناکہ دکھلایا و تمام

الحدیث فی الصحاح۔ ظاہر یہ ہے کہ نڈر و بےخوف ہونے کو بتاتے جبکہ پیغمبر علیہ السلام نے اُن کو ڈرایا۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ پس اُن کو پکڑا سخت آواز نے مُصْبِحِيْنَ جب وے صبح کے وقت میں تھے اور سابق میں رجفہ مذکور ہوا ہے ظاہر آگے پیچھے ملے ہوئے دونوں واقع ہوئے اور بات یہ ہوئی کہ اونٹنی پیدا ہونے پر جب باقی ایمان نہ لائے تو حضرت صالح نے افسوس کیا اور تاکید کی کہ اچھا اس اونٹنی کو کچھ ایذا نہ دینا شاید تم عذاب سے بچو چنانچہ عرصہ تک وہ اونٹنی جاڑوں میں وادی کے اوپر رخ میں دھوپ میں چرتی تو اُس کی درازی جسم و خوفناک ہیئات کلان سے اُسکے جانور بھاگ کر وادی کے اندر رخ میں ہو جاتے اور سردی کھاتے پھر گرمیوں میں وہ اندر رخ میں آجاتی تو اُنکے جانور بھاگ کر وادی کے اونچے رخ میں جاتے اور پانی بطور چشمہ کے وسیع تالاب میں جمع ہوتا تیسرے روز اونٹنی مع بچہ کے سب پانی پی جاتی تو دوسرے روز کا باقی قوم کو ملتا آخر تنگ ہو گئے اور اپنے لوگوں میں سے شقی بدتر کو آمادہ کیا کہ اونٹنی کو قتل کر دے۔ حدیث میں ہے کہ یہ اشقی شخص ایسا تھا کہ لوگ اُس کی عزت کرتے اور اُس کے کہنے پر چلتے اور کسی کا صدمہ اُس کو نہیں پہونچ سکتا تھا جیسے قریش میں عبد بن زمعہ یا فرمایا جیسے ولید ہے پس اُس شقی (قدار ۱۲) نے اونٹنی کی راہ میں موقع پاکر اُس کی پچھلی ٹانگوں پر تلوار ماری کہ وہ آسانی سے زمین پر گری اور لوگوں نے ذبح کر کے دیکھا کہ عذاب تو نہیں آیا پس دلیر ہو گئے اور صالح علیہ السلام سن کر ڈر گئے اور ڈنکر روئے اور قوم سے کہا کہ تین روز تم کو مہلت ہے چوتھے روز ہلاک کیے جاؤ گے اور تمہارے منھ سرخ و زرد و سیاہ ہو جاویں گے جب دوسرے روز سے یہ شروع ہوا تو گھبرا کر صالح سے دعا چاہی انہوں نے کہا کہ قبول نہ ہوگی مگر اس طرح کہ تم اُس کے بچہ کو لا کر اُس کی خدمت کرو مگر جس وقت اونٹنی ماری گئی بچہ اسی وقت بھاگ کر پہاڑ پر چلا گیا اور مروی ہے کہ وہ شخص جس نے ایسا کیا تھا وہ اُس کی تلاش میں پھرا مگر ثابت ہوا کہ جس وقت ماری گئی تو بچہ پہاڑ پر چلا گیا اور وہاں وہ کسی آواز سے اپنی ماں کو پکارا پھر پہاڑ شق ہوا اور وہ اس میں سما گیا جب نہ ملا تو صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تین روز تک عیش کر لو چوتھے روز عذاب ہے پس اپنے چہروں کا بگڑنا دیکھ کر یقین کر لیا اور شام سے کفن پہنکر بیٹھے اور واویلا کرتے تھے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور عذاب نہ آیا تو کچھ مطمئن ہوئے اور سمجھے کہ صالح علیہ السلام کی طرف سے نہیں بلکہ اونٹنی کے گوشت کی تاثیر ہے یہ سمجھ فی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتا کہ یکایک زلزلہ سخت آیا کہ سب گھبرا کر گھٹنوں کے بل جم گئے اور ساتھ ہی ایک سخت دل پھاڑنے والی آواز نے سب کو ہلاک کر دیا اور یہ نہیں قدرت آگہ پہنچے کہ صالح علیہ السلام مع مومنین کے اس صدمہ سے محفوظ رہے۔ اور کافروں کا کنواں و بستی علیحدہ تھی اور مومنوں کا کنواں اور بستی علیحدہ تھی جیسا کہ حدیث صحاح میں ہے غزوہ تبوک جاتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلایا اور تابعین نے بھی ان نے متواتر اس کو دیکھا ہے۔ واضح ہو کہ جب اپنی ہٹ سے کافروں نے اونٹنی مانگی اور دیے جانے پر ایمان نہ لائے تو بعض کے ایمان سے عذاب رفع ہوا تھا مگر یہ شرط کر دی تھی کہ ناقہ کو کوئی نہ ستانا اور اُس کا پانی نہ روکنا ان لوگوں نے باوجود اس راحت و منفعت کے جو اونٹنی سے پہونچتی تھی کہ سب درندے بھاگ گئے تھے اور دودھ وغیرہ کثرت سے ملتا تھا ان کافروں نے تھوڑی تکلیف بھی گوارا نہ کی اور چند روز کے بعد بالکل بےخوف ہو کر اس کو قتل کرایا اور قاتل کو اللہ تعالیٰ نے اشقی یعنی سب سے زیادہ بدبخت فرمایا ہے حالانکہ وہ اونٹنی ایک عجیب معجزہ تھا جس کا باقی رکھنا عین فرض تھا لیکن لوگوں نے دنیاوی مال متاع و شہوات پر مغرور ہو کر اُس کو قتل کیا۔ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ سو کچھ بھی دفع نہ کیا اُن سے اُس چیز نے جسکو کماتے تھے یعنی قوت و مال و پہاڑوں کے مکان اور سب سامان و بدکاری کے افعال جن پر مغرور تھے کوئی کام نہ آیا اور ان کے کمائی خداؤں نے اُن پر سے عذاب کچھ دفع نہ کیا بلکہ جب گرفتار ہوئے تو افسوس ہے کہ برابر دائمی عذاب میں پڑ گئے اور اس وقت اُن کی آنکھ کھلی جس وقت دوبارہ دنیا میں نہیں ہو سکتے اور نہ کچھ تدارک کر سکتے ہیں۔ اور واجب ہے کہ آدمی ان کی عبرتناک حالت کو دیکھ کر خوف الٰہی سے تھرا وے کیونکہ ہر شخص کچھ نہ کچھ خطاواری میں ہے اور ہم لوگ تو سراسر خطادار ہیں اور کون شخص ہے کہ حضرت رب العزت جل شانہ کی معرفت اُس کے لائق اور اس کی عبادت اُس کی شان کے لائق کر سکتا ہے اسی واسطے حدیث ابن مردویہ رحمہ اللہ تعالیٰ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک جاتے ہوئے حجر میں قریب مکانات ثمود کے اترے پس لوگوں نے ان کنوؤں سے پانی لیا جن سے ثمود پیا کرتے تھے اسی پانی

سے آٹا گوندھا اور ہانڈیاں چڑھائیں جب آپ پیچھے سے وہاں پہونچے تو یہ دیکھکر اُن کو حکم دیا کہ ہانڈیاں بہادو اور آٹا اونٹوں کو کھلا دو حالانکہ لشکر
میں بہت تنگی و تشنگی تھی پھر وہاں سے کوچ کر کے اس کنوئیں پر اترا کیا جس سے ناقہ پانی پیتا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو منع کر دیا کہ ثمود کے مکانات
میں مت جاؤ جو قوم عذاب کی گئی ہے کہ مجھے خوف ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تم کو ویسا ہی پہونچے جو اُن کو پہونچا سو تم اُن کے وہاں مت جاؤ۔ مترجم
کہتا ہے کہ یہ کمال شفقت تھی اور اس میں بعض اسرار ہیں فافہم اور صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے حجر والوں کے حق میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ تم اس قوم کے وہاں مت جاؤ مگر اس صورت سے کہ روتے ہوئے ہوا اور اگر ایسے نہ ہو تو اُن کے
وہاں مت جاؤ ایسا نہ ہو کہ تم کو وہی پہونچے جو اُن کو پہونچا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سورہ ہود میں یہ قصہ مفصل احادیث سے گذرا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم موافق عادت شریف کے لشکر کے پیچھے چلتے اور لڑائی کے وقت آگے ہوتے تھے پس جب تک آپ پہونچیں کچھ لشکر پہلے پہونچ گیا
اور بعضے لوگ متفرق ہو کر کام میں مشغول ہوئے اور بعضے لوگ قوم ثمود کے کھنڈروں میں دیکھنے گئے تھے جب آپ پہونچے تو اُن سب کو بلوایا اور یہی
ارشاد فرمایا انتہی بر وفکر۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عقول سلیمہ والے بندوں کو ارشاد فرمایا کہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ
اِلَّا بِالْحَقِّ۔ اور نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے مگر حق کے ساتھ یعنی یہ سب مخلوقات باطل نہیں
ہے بلکہ انتہا سے حکمت پر ہے اور سب کے نتائج و فوائد ہیں۔ اسی حکمت کا اقتضا تھا کہ ایسی قوم جیسے سدوم والے یا ایکہ والے یا حجر والے تھے ایک قسم
عذاب سے ہلاک کیے جاویں کہ اُن کے افعال دیکھا دیکھی تمام زمین پر نہ پھیلیں بلکہ ان کا فساد دفع ہو جاوے اور اُن کی عبرتناک حالت سے
دوسروں کی اصلاح ہو اور یقین ہو کہ جزا و سزا واقع و ثابت ہے۔ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ۔ اور ضرور قیامت آنے والی ہے پس اگر دنیا
میں کسی پر عذاب شروع نہ ہوا تو ضرور قیامت میں اُس کو سزا ملے گی اور یہ بالکل باطل خیال ہے کہ ہم خاک ہو جاوینگے یا دوسرا جنم ہوگا بلکہ جتنے
پیدا کیا وہ اُن کو جس طرح چاہے رکھے اور جس طرح جتنے بار چاہے پیدا کرے تو جب اُس نے مقرر کر دیا کہ قیامت میعاد مقرر ہے تو باقی خیالات
خام ہیں پس وہ کافروں سے انتقام بعذاب فرماویگا اور نیکوکاروں پر رحمت و فضل و احسان فرماویگا۔ واضح ہو کہ جو شخص مرا اُسکی قیامت
آ گئی کیونکہ اُس پر آثار عذاب یا ثواب مترتب ہو جاتے ہیں اور بعد موت کے اس کے لیے کوئی موقع ایمان کا نہیں رہا اور دنیا کی چند روزہ زندگی
غنیمت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ایمان و توفیق خیر عطا فرماوے اور نیکوکار چند روز تک ہر حال سے نیک طور پر زندگی بسر کر لیتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کو آپ کی قوم قریش وغیرہ کی طرف سے ایذا پہونچی تو اللہ تعالیٰ نے تسلی دی کہ۔ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ سو تو اُن سے درگذر کر اور
نیک طریقہ سے اُن سے اعراض کر یعنے اُن پر عذاب کی خواہش میں جلدی مت کر اور ایسا ہو کہ جیسے باوقار حلیم درگذر فرماتا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ
تعالیٰ نے کہا یہ حکم اُس وقت تک کے لیے تھا کہ جہاد کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور ایسا ہی عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور دیگر علماء نے کہا کہ اس
آیت میں تو نیک خلق کے ساتھ برتاؤ کا حکم ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بحکم قول تعالیٰ انک لعلیٰ خلق عظیم۔ کمال درجہ خلق نیک پر تھے اور جہاد
تو ایک طاعت عظیم ہے وہ خلق نیک سے منافی نہیں ہے بلکہ مراد یہ کہ ہر نیک و بد کے ساتھ اپنا برتاؤ موافق رضائے حق تعالیٰ کے ہوا اور ہر ایک
جس چال چلتا ہو جیسا اُس میں اُس کے واسطے بھلائی چاہے اور باقی حال کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر چھوڑے۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ
تیرا رب وہی اچھا پیدا کرنے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ اس مقام پر کمال معرفت یہ ہے کہ حق تعالیٰ خالق ہے اور خالق اپنی مخلوق کے پیدا کرنے
میں ہر طرح قادر ہے اور اُس کی ذرہ ذرہ ماہیت و حقیقت سے اور جس لائق وہ ہے اور جو اُس سے ہوگا سب جانتا ہے تو اُس نے اپنی قدرت و اختیار
سے باوجود علم قدیم کے ہر ایک کو پیدا کیا ہے اور چونکہ اُس کی بے انتہا وسیع سلطنت میں تمام زمین بلکہ جو کچھ نظر آتا ہے ذرہ سے بھی کم ہے کیونکہ کسی
عدد کو بے انتہا کے ساتھ ذرہ برابر بھی نسبت نہیں ہے تو اس ذرہ سے بدتر زمین میں آدمی کا وجود تو ذرہ کا کئی کروڑواں حصہ بلکہ کم ہے پھر یاد ہوا اُسکی
یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے انتہا حکمت بالغہ کا بھید دریافت کرلے کہ یہ کیا شان ہے پس سراسر جہالت اُس کی جو حق کو نہ مانے اور اپنی

دخیال مین سرگردان ہو کر آخر خوار و ندامت سے شرمسار و لاچار ہوا اور البتہ عادت الٰہی سبحانہ بلحاظ اکثریت کے جاری ہے کہ جو لوگ آخرت کو
اختیار کرین اُن کو وہ سچی فی وخود مختاری دنیا مین نہو جو آخرت سے منکرون اور دنیا کے لینے والون کو ہو فلہذا دنیا والون سے تجاوز و اعراض کرنا اور
اُنپر رحم کرنا ضروری ہے ولیکن اس قدر دیکھنا ضرور ہے کہ یہ امر خیر ہے اور یہ بات بدتر ہے اور ہر بشر قبضۂ تقدیر مین اپنے اپنے حال پر ہے پھر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس نعمت کی طرف توجہ دلائی جو اُن کو عطا فرمائی اور اُن کے طفیل مین ہم سب مسلمانون کو عطا فرمائی الٰہی یہ نعمت ہم پر
کامل کر دیجیو کہ ہم ایمان پر وفات پاوین اور وہ یہ ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ۔ اور البتہ ہم نے تجھے
دی سبع از مثانی اور قرآن عظیم۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ مت دوڑانا اپنی آنکھین اس چیز کی
طرف جو ہم نے لوگون کو اُس مین سے تمتع دیا ہے اقسام مال سے جوڑی جوڑی خلاصہ یہ کہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے آپ کے
اُمتی بندون کو جو ایمان کے نور سے سرفراز ہو گئے ہین توجہ دلائی کہ ہم نے سبع مثانی و قرآن عظیم سی نعمت تجھے دیدی اب تو ہرگز دنیاوی اموال جو
چندروزہ متاع اُن کو دی ہے اس طرف توجہ مت کرنا یعنے ہر ایک کو دیکھ کہ کافرون کو جو کچھ دیا وہ محض ہیچ پوچ ہے اور جو تجھ کو دیا ہے وہ بے انتہا
نعمت ہے۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ قولہ تعالے سبعا من المثانی والقرآن العظیم مین دو قول ہم کو پہونچے ہین اول یہ
کہ حضرت عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور مجاہد و سعید بن جبیر و ضحاک وغیرہم تابعین رحمہم اللہ نے کہا
کہ سبع طوال مراد ہین یعنے سبع مثانی سبع طوال ہین اور باقی قرآن عظیم یا سب قرآن عظیم ہین سے سبع مثانی سبع طوال ہین اور مراد سبع طوال سے
سورہ بقرہ و آل عمران و سورہ نساء و مائدہ و انعام و اعراف و یونس ہین اور ابن عباس و سعید بن جبیر نے سورۂ یونس کو صریح بیان کر دیا ہے
اور شعبہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ان سورتون مین فرائض و حدود اور قصص و احکام مکرر بیان فرمائے ہین اور ابن عباسؓ نے کہا کہ ان مین امثال
واخبار و عبرت کو مکرر فرمایا ہے اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ سفیان رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ مثانی وہ دو صدی سورتین ہین البقرہ و آل
(ابن عیینہ ۱۲) عمران و نساء و مائدہ و انعام و اعراف اور ایک سورہ انفال و برارۃ ملا کر ہین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے سب مجموعہ کسی اور پیغمبر کو نہین دی گئین اور حضرت موسے علیہ السلام کو صرف دو ان مین سے دی گئین یہ روایت سعید بن جبیر رحمہ اللہ
تعالے نے نقل کی ہے اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت موسے علیہ السلام کو چھ ان مین سے عطا ہوئین تھین جب انھون نے الواح کو ڈالدیا
تو چار اٹھالی گئین اور دو باقی رہین۔ قال المترجم بعضے راویون سے وہم ہوا کہ انھون نے دو اٹھائی اور چار باقی روایت کین اور مقصود
ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ہے کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل عظیم ظاہر فرمایا کہ ہم نے تجھے ساتون مثانی دیدین یعنے
اور کسی کو جملہ ہفت نہین دین اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ سبع مثانی یہ سبع طوال ہین اور کہا جاتا ہے کہ یہی قرآن عظیم ہین۔ مترجم
کہتا ہے کہ حاصل معنے یہ ہونگے کہ عظیم قرآن جو سبع طوال ہین ہم نے سب تجھے عطا فرمائین اور مترجم کا گمان ہے کہ یہی قول ارجح واصح ہے اگرچہ
ایک جماعت علماے شافعیہ نے قول دوم کو ترجیح دی ہے چنانچہ شیخ امام نے بھی نقل کیا کہ قول دوم یہ ہے کہ سبع مثانی وہ سورہ فاتحہ ہے اور
وہ سات آیات ہین اور یہ قول بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت عمر و ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور ساتوین آیت
بسم اللہ ہے اور اللہ تعالے نے مومنون کو اس سے مخصوص فرمایا ہے اور یہی ابراہیم نخعی و عبداللہ بن عمیر و ابن ابی ملیکہ و شہر بن حوشب و حسن بصری
و مجاہد کا قول ہے اور قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ سبع مثانی وہ فاتحہ کتاب ہے اور وہ سات آیات ہر رکعت فرض
مین مکرر اور ہر نفل مین مکرر پڑھی جاتی ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ بلا شبہ اس بارہ مین احادیث کثیرہ ہین کہ سورۃ الحمد مین سے بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک
آیت ہے اسی واسطے ایک جماعت علماے حنفیہ مین سے اس طرف گئی ہے کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا جزو ہے اگرچہ وہ ایک آیت تنہا اتری تھی اور
مقصود اس سے فصل درمیان سورتون کے تھا اگر وہ بالاتفاق ایک آیت قرآن سے ہے تو اس مین منافات نہین کہ وہ سورۃ الفاتحہ سے جزو کر دی

گئی اور احادیث اس بارہ میں بھی صریح ہیں کہ سورۃ الفاتحہ کی قرأت فرائض ونوافل کی ہر رکعت میں ضرور ہے اگرچہ معروف متون فقہ میں فرض قراءۃ فقط اول دو رکعت میں یا بطریق اختیار اول دو رکعت یا آخر دو رکعت میں مذکور ہے اور باقی میں نہیں اور فاتحہ تمام کی قراءۃ واجب کہتے ہیں سورہ بھی فقط دو رکعت میں ولیکن مقتضا سے دلیل یہی ہے کہ قراءۃ فاتحہ ہر رکعت میں واجب ہے خواہ حقیقۃ یا تقدیرا (جب امام کے پیچھے ہو یا رکوع میں شامل ہوا) اور جس نے ترک کیا اُس کی نماز بدیانت واجب الاعادہ ہو واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب. بالجملہ قول دوم یہ تھا کہ مراد سورۃ الفاتحہ ہے پھر شیخ نے کہا کہ اسی کو ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا اور حجت ان احادیث سے لایا جو سورۃ الفاتحہ کے فضائل میں ہم نے اول میں نقل کر دی ہیں اور بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر دو حدیثیں لکھی ہیں اول ابو سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میری طرف گذرے درحالیکہ میں نماز میں تھا پس آپ نے بلایا تو میں نہ آیا یہاں تک کہ نماز پڑھ لی پھر آیا تو فرمایا کہ تجھے کون چیز مانع ہوئی میرے پاس آنے میں تو میں نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا تھا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم. پھر فرمایا کہ میں تجھے نہ بتلاؤں ایک سب سے بڑی سورۃ قرآن میں قبل اس کے کہ مسجد سے نکلوں میں نے عرض کیا کہ جی ہاں ضرور فرمائیے پھر آپ باہر جانے لگے تو میں نے یاد دلایا پس فرمایا کہ الحمد للہ رب العالمین یہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے جو میں دیا گیا ہوں. دوم ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ام القرآن وہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے پس یہ تنصیص ہے کہ سورۃ الفاتحہ یہی سبع مثانی و قرآن عظیم ہے ولیکن اگر یہی وصف سبع طوال وغیرہ کا بھی ہو تو کچھ منافی نہیں ہے کما قال تعالیٰ اللہ نزل احسن الحدیث کتابا متشابہا مثانی جیسے کہ قولہ تعالیٰ لمسجد اسس علی التقویٰ الآیہ کا شان نزول مسجد قبا ہے ولیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی مسجد شریف کی طرف اشارہ کیا انتہی کلامہ مترجما اور مترجم کہتا ہے کہ یہ جزم و تنصیص محل تامل ہے اس واسطے کہ جب اکابر صحابہ مثل حضرت علی و حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دونوں قول مروی ہیں تو انہیں سے قول ثانی کو حقیقت اور اول کو مجاز قرار دینا بدلیل فضائل سورۃ الفاتحہ کے بعید ہو کیونکہ حقیقت میں سبع طوال اُس کی مصداق ہیں اور سورۃ فاتحہ پر اطلاق بطریق فضیلت ہے اور یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ آیت میں مراد سبع طوال ہیں اور بوجہ اشتراک فضیلت کے فاتحہ کو اس سے موسوم فرمایا اور تحقیق میرے نزدیک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عز وجل نے قرآن پاک کی تفاصیل کو سورۃ فاتحہ میں مجمل فرمایا اور سورۃ فاتحہ کو آیہ بسم اللہ میں جیسا کہ حسن بصری وغیرہ سے تفسیر سورۃ فاتحہ میں مذکور ہوا پس جیسے قولہ تعالیٰ ہو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ہن ام الکتاب میں ام الکتاب سے سورۃ فاتحہ مخصوص نہیں ہے بلکہ محکمات آیات جسقدر ہیں سوائے متشابہات کے سب ام الکتاب ہیں ولیکن سورۃ الفاتحہ کے فضائل سے ثابت ہوا کہ وہ ان ام الکتاب آیات کی جو تفصیلا آئی ہیں اجمالا جامع ہے پس اس سورہ کو ام الکتاب کہا گیا پس فرق باجمال و تفصیل ہے اسی طرح سبع مثانی و قرآن عظیم بھی سبع طوال ہیں جیسا کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یعنے تفصیلا سبع مثانی یہ سبع طوال ہیں اور انہیں کا اجمال یہ سورۃ الفاتحہ ہے پس خلاصہ یہ کہ آیت کریمہ میں تخصیص کرنا کہ مراد سورۃ الفاتحہ ہے بعید ہے اور حق یہ ہے کہ سبع مثانی و قرآن عظیم بطریق تفصیل تو وہ قول اول یعنی سبع طوال ہیں اور بطریق اجمال سورۂ فاتحہ ہے اور روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آئی ہے کہ مثانی سے مراد کل قرآن ہے بدلیل قولہ کتابا متشابہا مثانی تقشعر الآیہ اور یہی قول ضحاک و طاؤس و ابومالک کا ہے پس ان اکابر رضی اللہ عنہم کے قول میں تخالف و تسامح بجانب نہیں ہے کیونکہ اگر تخصیص مراد سبع مثانی سے فاتحہ لیتے ہو تو بطریق صدق الوصف کے سبع طوال کو انہوں نے سبع مثانی کہا اور یہ مجاز ہوگا پس ارجح یہ ہوا کہ دونوں قول اُن کے متفق و صحیح ہیں اور فرق باجمال و تفصیل ہے اور جو احادیث دربارۂ فضیلت سورۃ الفاتحہ کے وارد ہیں اور جن میں یہ واہم ہوتا ہے کہ یہی سبع مثانی ہے تو اس سے یہ معنے لینا کہ سبع طوال مراد نہیں بلکہ بطریق صدق الوصف داخل ہیں بعید ہے اور حق یہ ہے کہ مجمل و مفصل میں سے جسکی نسبت کہو کہ یہ وہی ہے صحیح ہے فافہم والحمد للہ رب العالمین. اور یہ جو بعض نے حجت کی کہ یہ سورہ مکی ہے اور سبع طوال اکثر مدنی ہیں تو ہم نے دیدینا بصیغہ ماضی نہ ہوا پس مراد فاتحہ ہے تو جواب یہ ہے کہ سورہ فاتحہ بھی مدنیہ ہے بقول مجاہد باوجودیکہ انہوں نے سبع طوال سے تفسیر کی ہے علاوہ بریں تمہید علم الٰہی میں مقام تھی فافہم. پھر قولہ لاتمدن عینیک. اس میں ابن عباسؓ نے کہا کہ آدمی کو منع کیا گیا ہے کہ دوسرے کے مال کی طرف نظر ڈالے.

مترجم کہتا ہے کہ اشارہ ہے کہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مقصود اُمت والے ہیں کیونکہ آنحضرت صلعم پر خزائن زمین اور تمام
بادشاہت پیش کی گئی اور آپ نے منظور نہ کی اسی واسطے سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کہا کہ جسکو قرآن دیا گیا پھر اُس نے کسی
ایسی چیز پر نظر ڈالی جس کی تحقیر قرآن میں مذکور ہے تو اُس نے قرآن کی مخالفت کی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ قولہ لاتمدن عینیک
الآیہ کے معنے یہ ہیں کہ تو قرآن عظیم کی نعمت جلیلہ لے کر بالکل بے پرواہ ہو جا اُس چیز سے جو متاع دنیا و اصناف اموال لوگوں کو دیے گئے ہیں اور واضح
ہو کہ حدیث میں آیا ہے کہ لیس منا من لم یتغن بالقرآن ہم میں سے نہیں جس نے قرآن پاک کے ساتھ تغنی نہ کی۔ شیخ ابن عیینہ رحمہ اللہ تعالیٰ
نے کہا کہ استغنا نہ کیا یعنے قرآن مجید کے ساتھ باقی ہر چیز سے استغنا و بے پروائی ہو۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آیت کی دلیل سے یہ معنے
حدیث کے صحیح ہیں لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حدیث میں یہی معنے مراد ہیں۔ پھر اُس کا شان نزول اس طرح ہے کہ ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد سے روایت
کیا کہ ابو رافع صحابی رضی نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اتنا نہ تھا کہ جو اُن کا اصلاح حال
کر سکیں پس آپ نے ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ محمد رسول اللہ صلعم تجھ سے کہتا ہے کہ مجھے آٹا قرض دے [illegible] رجب کے چاند دیکھنے تک اُس نے کہا
کہ نہیں مگر رہن کے ساتھ دونگا پس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا پس آپ نے فرمایا کہ یہ تو قطعی ہے کہ میں آسمان کا امین ہوں
اور اس کا جو زمین میں ہے امین ہوں اور اگر اس نے قرض دیا ہوتا یا بیچا ہوتا تو میں اس کو ضرور ادا کرتا پھر جب میں آپ کے پاس سے نکلا
اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی لاتمدن عینیک الآیۃ گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کو دنیا سے [illegible] رحمہ اللہ
تعالیٰ نے ابن عباس رضی سے [illegible] ابن عیینہ سے روایت کی کہ آدمی کو منع کیا گیا کہ دوسرے کے مال کی تمنا کرے اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ازواجا کو
کہا کہ وہ اغنیاء ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے جیسے اُن کے اموال سے اعراض کا حکم دیا ویسے ہی اُن کی ذات سے اعراض اور عدم التفات کا حکم دیا فقولہ
ولا تحزن علیہم۔ اور ان کافروں پر غمگین مت ہو یعنے جس طرح یہ لوگ کفر و عناد پر [illegible] تو پھر بھی اُن کے ایمان کا [illegible]
بقولہ واخفض جناحک للمؤمنین [illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible]
[illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو کسی بدکار کو [illegible] خوش نہ ہو کیونکہ [illegible] معلوم کہ اپنی موت کے بعد وہ کس [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ کے یہاں [illegible] کہ اُس کے ساتھ کبھی مرے [illegible] کیا گیا کہ وہ کیا چیز ہے فرمایا کہ آگ ہے
صحیح مسلم میں ہے کہ دیکھو اپنے سے نیچے والے کو اور مت دیکھو اُس کو جو تم سے بڑا ہو [illegible] اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار نہ کرو۔ شیخ
عوف نے کہا کہ میں [illegible] سے صحبت رکھتا تھا تو کوئی شخص مجھ سے زیادہ [illegible] اچھا سواری کا جانور دیکھتا
اور اپنے سے اچھا کپڑا [illegible] اس حدیث کو سُنا تو فقیروں کے ساتھ [illegible] ہو گئی۔ واخفض جناحک
للمؤمنین۔ اور پست رکھ اپنا بازو واسطے ایمان والوں کے یعنی اپنا بازو [illegible] نرم رکھنا اور اُن کے ساتھ
تواضع پیش آنا [illegible] کہ مومن اگرچہ [illegible] ہو فقیر ہے اس لیے کہ اُس نے اپنی جان و مال کو اللہ تعالیٰ کے واسطے فروخت کر دیا ہے
اور جو کچھ اُس کے پاس ہے [illegible] وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت [illegible] اپنی ذات پر اور [illegible]
پر خرچ کر دیتا ہے۔ وقل انی انا النذیر المبین۔ اور کہہ کہ میں بس صاف ڈر سنانے والا ہوں۔ یعنی اس غفلت کی [illegible]
لوگ عذاب سے ڈراتا ہوں [illegible] صاف خبر دیتا ہوں کہ اُن کے پیچھے عذاب ہولناک ہے اور ظاہر ہے کہ عذاب ہولناک سے جو [illegible]
دنیا کی تمام راحت و آرام ہیچ ہے پس ڈرو اس عذاب سے جو سامنے ہے [illegible] انفاس کا پردہ حائل ہے۔ کما انزلنا علی المقتسمین
جیسا عذاب ہم نے اُتارا [illegible] کرنے والوں پر۔ یعنے ڈرو ایسے عذاب سے جیسا ہم نے اقتسام والوں پر اُتارا اور کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا

کلام میں مقدر جملہ ہے اے انزلنا الیک کما انزلنا الخ یعنے ہم نے تجھ پر کتاب اُتاری جیسے اگلوں پر اُتاری تھی جنھوں نے اُس کے ٹکڑے کر دیے یعنے
بعض باتوں پر ایمان لائے اور بعض سے انکار کیا۔ زمخشری کے نزدیک سابق آیت ناک سے متعلق ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ
اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ لوگوں سے کہدے کہ میں تم کو صاف ڈرسناتا ہوں عذاب الیم سے کہ اگر میری تکذیب کرو
تو تم پر ضرور عذاب ہوگا جیسے تم سے اگلی اُمتوں پر ہوا جنھوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان نہ لائے پس اللہ تعالیٰ
نے اُنپر عذاب وانتقام اُتارا۔ المقتسمین وہ لوگ جنھوں نے قسم کھائی باہم کہ انبیاء کی مخالفت کریں اور اُن کی تکذیب کریں اور اُن کو اذیت دیں جیسے
قوم صالح کے حال سے آگاہ فرمایا کہ تقاسموا باللہ لنبیتنہ واہلہ الآیہ یعنے باہم ملکر قسم کھائی کہ راتوں میں جا کر صالح و اُس کے لوگوں کو قتل کر دیں۔ اور
مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ باہم قسم کھائی مانند قولہ واقسموا باللہ جہد ایمانہم لا یبعث اللہ من یموت اور قولہ اولم تکونوا اقسمتم من قبل الآیہ یعنے
نہایت سخت قسم کھائی کہ اللہ تعالیٰ نہیں اُٹھالے گا جو مرگیا اور جیسے کہا کہ کیا نہیں تم قسم کھاتے تھے پہلے کہ تم کو زوال نہیں ہے غرضکہ گویا کسی
چیز کا انکار نہ کرتے تھے مگر آنکہ اس پر قسم کھاتے تھے تو مقتسمین ان کا نام ہوا۔ انتہی۔ اور معالم وغیرہ میں قریش وغیرہ کے مقتسمین کو لکھا کہ جب آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے اور دعوت کی تو موسم حج میں کفار قریش نے باہم جمع ہوکر قسم کھائی کہ ہم سب ایک بات پر متفق رہیں اور یہ کہ تمام
دور دور کے عرب کے آنے والے ہم کو مختلف نہ پاویں پس ولید بن المغیرہ نے سولہ آدمیوں کو بھیجا جو راستوں و پہاڑوں پر مکہ کے گرد بیٹھ گئے جو عرب
آتے اُن سے کہتے کہ تم اُس شخص کی بات پر جو ہم میں پیدا ہوا ہے دھوکا نہ کھانا کہ وہ مجنون ہے حالانکہ خود کبھی شاعر و کبھی ساحر و کبھی کاہن کہتے تو ہر
حالت پر سب نے متفق ہو کر مجنون کہا تاکہ عرب اُن کو مختلف نہ پاویں اور آپس میں کہا کہ شاعر و ساحر وغیرہ درحقیقت وہ نہیں ہے تو عرب ہم کو
جھوٹا سمجھیں گے۔ واضح ہو کہ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں جنھوں نے اپنی کتابوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پریشان کردیا
اور اس میں تحریف کر دی۔ مترجم کہتا ہے کہ ان انھوں نے اقتسام اُس کی تحریف و اخفاء سے امر پر کرلیا تھا یہ عضین کی تفسیر کو شامل ہے
شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ صحیحین میں ابو موسےٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
مثل اور جس کے ساتھ مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اُس کی مثل ایسی ہے جیسے ایک مرد اپنی قوم پاس آیا اور کہا کہ اے قوم میں نے اپنی دونوں
آنکھوں سے لشکر آتے دیکھا ہے اور میں ننگا ڈرسنانے والا ہوں اے قوم خلاصی ڈھونڈھو خلاصی ڈھونڈھو پس اُس کی قوم میں سے ایک گروہ
نے اُس کا کہنا مانا پس رات سے اندھیاری میں اُٹھکر کوچ کر گئے اور مہلت کے وقت میں سامان کرکے نجات پا گئے اور دوسرے گروہ نے اُس کو
جھوٹا جانا اور اپنے مکانوں میں رہے صبح ہوتے اُن کو لشکر نے گھیر لیا اور سب کو قتل و غارت کر دیا پس یہ مثال اُس کی جس نے میری اطاعت کی
اور جو میں لایا ہوں اُس کی پیروی کی اور مثل اُس کی جس نے مجھے جھٹلایا اور جو حق بات لایا ہوں اُس کو جھٹلایا ہے۔ الذین جعلوا القرآن
عضین۔ مقتسمین کی شناخت فرمائی کہ ایسے لوگ ہیں جنھوں نے قرآن کو عضین کرلیا یعنے اپنی بے ایمانی سے اپنے گمان پر ایسا کرلیا۔ واضح ہو
کہ عضین جمع عضۃ در اصل میں عضوۃ بحذف واو تھا اور عرب بولتے ہیں کہ عضا الشاۃ یعنے عضو عضو و پارہ پارہ کردیا بکری کو۔ بعض نے کہا
اصل میں عضۃ تھا بحذف ہا اور عرب بولتے ہیں کہ عضہتہ یعنے اس پر بہتان باندھا اور نظیر اُس کی لفظ شفۃ کہ در اصل شفہۃ تھا اور لفظ
سنۃ کہ در اصل سنہۃ تھا۔ بالجملہ عضین جمع ہے خواہ عضوۃ کی یا عضہۃ کی اور بہر تقدیر مانند سنین جمع سنہ کے عضین بھی عقلاء کی جمع کے مانند جمع
کیا گیا ہے۔ اور قرآن سے مراد یا تو یہی قرآن پاک ہے یا توریت و انجیل وغیرہ مراد ہیں کہ وہ بھی قرآن یعنے قراءت کی گئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے
اتاری گئی تھیں۔ اسپر ایک معنے پر اُس کی تفسیر یہ ہے کہ عضین بمعنے اجزاء اور قرآن بمعنے یہی قرآن تو مقتسمین سے مراد قریش کے کفار جنھوں نے
قرآن پاک کو اجزاء کردیا کہ بعض پر اقرار اور بعض پر انکار۔ یا بمعنے بہتان کہ بعض کو شعر و بعض سحر و بعض کہانت و بعض اساطیر الاولین وغیرہ کہا
کسائی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عضہ کذب و بہتان ہے یا بمعنے عضاۃ جو ایک درخت خار دار زہر آمیز ہوتا ہے اور مجروح کرتا ہے یعنے قرآن

[illegible]

مانند اُس کے سمجھا کہ بتون کی مذمت سے کافرون کو ایذا دیتا ہے۔ بعض نے کہا کہ عضۃ بزبان قریش جادو ہے اور عورت ساحرہ کو عاضھۃ کہتے
ہین اور حدیث مین ہے کہ انہ علیہ السلام لعن العاضھۃ والمستعضھۃ۔ یعنے جادو کرنے والی عورت اور جادو کرانے والی دونون پر حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔ واضح ہو کہ معانی باہم قریب یا مشترک ہین خواہ بہتان سے اجزا ہون یا جادو کی نسبت کرنے سے یا دیگر
اسباب سے بہرحال یہ لازم ہے کہ سالم نہ رکھا تو اسلام سے خارج ہین۔ اور ظاہر یہ ہے کہ موجودہ لوگون کو عذاب سے خوف دیا کہ جیسا عذاب
اگلون پر نازل فرمایا تھا جنھون نے یہ حرکت کی کہ قرآن پاک کو اجزا و کذب و بہتان وغیرہ کے ساتھ پارہ پارہ کیا پس مراد اگلے لوگ اور قرآن
سے مراد اگلی کتابین ہین۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ جعلوا القرآن عضین یعنے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اُن کتابون کو
جو اُنپر اتاری گئی تھین پس بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر و انکار کیا بخاری رحمہ اللہ تعالے نے سعید بن جبیر وابو ظبیان سے ابن عباس سے
روایت کی کہ وے اہل کتاب ہین کہ بعض پر ایمان لائے اور بعض سے کفر کیا۔ اور ایک روایت مین المقتسمین کہا ابن عباس نے کہ بعض پر ایمان
لائے اور بعض سے کفر کیا یہود و نصاریٰ ہین۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ اسی کے مانند مجاہد و حسن وضحاک و عکرمہ و سعید بن جبیر وغیرہم سے
مروی ہے اور عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ عضین کہا یعنے سحر اور عکرمہ نے کہا کہ عضۃ زبان قریش مین سحر ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا
کہ اُس کو اعضا اعضا کر دیا کہا کہ سحر ہے اور کہا کہ کہانت ہے اور کہا اساطیر الاولین ہے اور عطا رح نے کہا کہ ساحر و کاہن و مجنون کہا یعنی حضور ن کو
محمد بن اسحق نے عن محمد بن ابی محمد عن عکرمہ او سعید بن جبیر عن ابن عباس روایت کی کہ ولید بن المغیرہ کے پاس چند قریش مجتمع ہوئے اور وہ اُن مین
صاحب شرافت تھا اور موسم حج آگیا تو بولا کہ اے گروہ قریش یہ موسم آگیا اور عرب کے گروہ ہمارے یہان آئنے والے ہین اور تم مین اُس شخص کا
حال سُن چکے ہین پس تم اُس کے بارہ مین ایک راے پر متفق ہو جاؤ اور اختلاف مت کرو کہ تم مین سے بعض کی بعض تکذیب کرین بولے کہ ان شیخ ہے
اور اے ابو عبد شمس تو ہی ہمارے لیے ایک راے قائم کر دے بولا کہ نہین تم کہو اور مین سنون تو کہنے لگے کہ ہم کہا کرین گے کہ کاہن ہے بولا کہ وہ تو کاہن ہے
نہین۔ بولے کہ کہینگے مجنون ہے بولا کہ وہ مجنون تو ہے نہین۔ بولے کہ شاعر کہینگے بولا کہ وہ شاعر بھی نہین ہے بولے ساحر بولا کہ یہ بھی نہین ہے بولے
کہ پھر تو بتلا کہ ہم کیا کہینگے بولا کہ واللہ اُس کے کلام مین ایسی حلاوت ہے کہ تم اس مین سے کچھ بھی کہو گر پہچان لیجائے گی کہ یہ جھوٹ بات کہتے ہو اور
اقرب یہ ہے کہ تم اُس کو ساحر بتلا وین پس اسی پر قسم کھا کر علیحدہ ہو گئے پس اللہ تعالے نے اُن کے حق مین نازل فرمایا۔ کما انزلنا علے المقتسمین الذین جعلوا
القرآن عضین۔ یعنے اصناف۔ فَوَرَبِّكَ یعنے قسم ہے تیرے رب کی۔ لَنَسْئَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ۔ البتہ ہم سرزنش وغضب کے ساتھ سوال کرینگے
ان کافرون مقتسمین سے سب کے سب سے یعنے قیامت کے روز۔ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اُس چیز سے جو کرتے تھے یعنے دنیا مین جو
گمراہیان وغیرہ و بہتان کیا تے تھے قیامت مین غضب الٰہی کا اُن پر سوال ہوگا اور حساب مین ماخوذ ہو کر سزا سخت کے مستحق جیسا ہونا ہے
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہی ولید بن المغیرہ و اُس کے ساتھی لوگ جنھون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین یہ طور کیا تھا چونکہ ان
افعال و حرکات مین اُنھون نے خود لا الٰہ الا اللہ سے انکار کیا اور لوگون کو بھی اس سے مانع ہوئے کیونکہ اصل مقصود رسالت و قرآن یہی کلمہ توحید
الٰہی تعالے ہے اسی واسطے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یعنے کلمہ توحید لا الٰہ الا اللہ سے سوال سب سے ہوگا بمصنف عبد الرزاق مین مجاہد رحمہ اللہ
تعالے سے یہی تفسیر مروی ہے اور امام ترمذی وابو یعلی الموصلی وابن المنذر وابن جریر وابن ابی حاتم نے انس بن مالک سے روایت کی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فوربک لنسئلنھم الآیہ مین فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ سے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ سے یہ موقوفا بھی آیا
بھی ہے اور ترمذی وغیرہ نے مرفوع روایت کی ہے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قسم اس کی جسکے سوا کوئی معبود نہین ہے کہ تم مین سے
کوئی نہین بچے گا مگر آنکہ اللہ تعالے اُس کے ساتھ تنہائی فرماویگا جیسے چودھوین رات کے چاند سے ہر ایک تنہا دیدار پاتا ہے پس فرماویگا کہ اے ابن آدم
تجھے کس چیز نے مجھ سے دھوکا دیا تھا۔ ابن آدم تو نے کیا عمل کیا جو جانا۔ اے ابن آدم تو نے رسولون کو کیا جواب دیا۔ ابو العالیہ نے کہا کہ قیامت کے

دن سب بندوں سے دو باتوں کا سوال ہوگا کہ کیا تم نے عمل کیا اور رسولوں کو کیا جواب دیا۔ ابن عیینہ نے کہا کہ سب سے سوال ہوگا اس کے اعمال و مال سے۔ ابن ابی حاتم نے معاذ بن جبل سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے معاذ قیامت کے روز آدمی سے اس کے ہر کام کا سوال ہوگا حتیٰ کہ آنکھوں میں جو سرمہ لگایا اور انگلی سے مٹی کے ڈھیلے سے لیپ نہ پاؤں میں تجھے قیامت کے روز اس حال میں کوئی اور تجھ سے زیادہ سعید ہو اس چیز میں جو اللہ تعالے نے تجھے دیا ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فوربک الآیہ پڑھی اور پوچھا اللہ تعالے فرماتا ہے فیومئذ لا یسئل عن ذنبہ انس ولا جان۔ یعنے سو اس روز نہ پوچھا جائیگا اپنے گناہ سے کوئی آدمی و نہ جن۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان سے یہ پوچھ نہ ہوگی کہ تم نے یہ کام کیا ہے کیونکہ اللہ تعالے اس کو خوب جانتا ہے ولیکن یوں فرماویگا کہ تم نے ایسا ایسا کیوں کیا۔ واضح ہو کہ بعض علماء نے کہا کہ اس سوال میں تمام مومنین بے گناہ و گنہگار اور تمام کفار شریک ہیں یعنے ان سب سے سوال ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ قولہ ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم۔ یعنے پھر تم پوچھے جاؤگے اس روز نعمتوں سے یہ بھی عموم پر دلالت کرتا ہے اور تائید اس کی اس حدیث صحیح سے ہے کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے یعنے رات کو تو آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ ملے پس آپ نے پوچھا تو فرمایا کہ یا رسول اللہ مجھے بھوک نے نکالا ہے پھر عمر رضی اللہ عنہ ملے انھوں نے بھی یہی عرض کیا اور خود مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا پس آپ ایک صحابی کے مکان کو گئے انھوں نے کھانا حاضر کیا اور ٹھنڈا پانی بہم پہنچایا۔ ان سب صاحبوں نے بھی کھایا اور پیا اور آپ نے واپس برآمد ہوتے ہوئے دونوں صاحبوں سے فرمایا کہ تم قیامت کے روز اس نعیم سے پوچھے جاؤگے یعنے آیت مذکورہ کے حکم کے موافق سوال ہوگا۔ واضح ہو کہ مومنوں سے یہ سوال بطور مواخذہ نہ ہوگا بلکہ بطور [illegible] ہوگا [illegible] سے ظاہر ہوتا ہے [illegible] سے مواخذہ جو ہوا وہ بخش گیا اور کفار سے سرزنش و ملامت و مواخذہ ہوگا واللہ تعالے اعلم۔ اور بعض علماء نے کہا کہ آیت کا [illegible] عموم فقط کفار کے حق میں ہے اور اس سے لازم نہیں کہ اوروں سے سوال نہ ہو اور مترجم کہتا ہے کہ یہ قریب و ارجح معلوم ہوتا ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ فاصدع [illegible] لیں صاف ظاہر کر جیسے [illegible] ظاہر [illegible] جس چیز کا تجھ کو حکم دیا جاتا ہے۔ واعرض عن المشرکین [illegible] کہ علماء تفسیر کا قول ہے کہ اس آیت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اظہار امر کا حکم دیا۔ ابن عباس کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ برابر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم استخفا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ آیت اتری تو آپ اور آپ کے اصحاب نے ظاہر کیا تھا۔ اقول شاید مشرکوں نے آنحضرت انکار کرتے اور امور حق سے ٹھٹھا کرنے کی وجہ سے اور [illegible] کہ بخیال [illegible] لوگوں کے [illegible] ایذا کو برداشت نہ کر سکیں ایسا کرتے تھے اور حقیقت یہ ہے کہ مشیت ایزدی ہر کام کے لیے ایک شان کے ساتھ متعلق ہے [illegible] اس کی نظیر ہے قولہ تعالے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس چنانچہ اس کی تفسیر گزر چکی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی [illegible] لوگوں کو حکم دیا گیا [illegible] اللہ تعالے نے [illegible] اس مقام پر [illegible] فرمایا واعرض عن المشرکین۔ اور التفات مت کر اور منہ موڑ مشرکوں سے۔ یعنے ان کی [illegible] اور ان کے [illegible] متوجہ ہو کر [illegible] انا کفیناک المستہزئین۔ ٹھٹھا کرنیوالے مشرکوں کو ہم نے تجھے کفایت کر دیا یعنے ان کے شر و ٹھٹھا کرنے سے [illegible] کے واسطے ہم کافی ہوئے [illegible] تو جاننا کہ یہ لوگ بوجہ استہزا کرنے کے [illegible] اللہ تعالے نے [illegible] ان کو اسی گمراہی میں ہلاک کیا۔ یہ لوگ قریش میں سے سردار اور [illegible] اور یہ پانچ شخص تھے ولید بن المغیرہ و عاص بن وائل و اسود بن المطلب و اسود بن عبد یغوث و حارث بن الطلاطلہ۔ یہ قول قرطبی کا ہے اور دوسروں نے اسی کی متابعت کی ہے۔ پھر ان استہزا کرنے والوں کی شناخت ان کی بد خصلت سے بیان فرمائی کہ الذین یجعلون مع اللہ الٰہا آخر فسوف یعلمون۔ ایسے گمراہ ہیں کہ اللہ تعالے کے ساتھ دوسرا شریک بناتے ہیں سو عنقریب جان لیویں گے۔ یعنے اپنا بد انجام و شرک کی خرابی عاقبت [illegible] ان کو معلوم ہو جائیگی۔ شیخ امام نے کہا کہ حافظ ابوبکر البزار رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ [illegible] محمد

آخر اسناد تک انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گزرے تو ان ٹھٹھا کرنے والون مین سے بعض نے آپ کو غمز کیا پس
حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر ان بدبختون کو غمز کیا تو یہ ان کے جسمون مین ضرب نیزہ کے مانند اثر کر گیا چنانچہ وے سب مر گئے اور محمد بن اسحاق
نے اپنی اسناد کے ساتھ عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ پانچ شخص قریش مین سے صاحب شوکت تھے پھر ہر بطن سے ہر ایک کو بیان
کیا اور وہی ہین جنکا ذکر اوپر ہوا ہے اور اسود بن المطلب یہی ابو زمعہ ہے پس جب ان لوگون نے شرک مین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر
ٹھٹھا کرنے مین حد سے تجاوز کیا تو اللہ تعالے نے صاف ظاہر کرنے اور مشرکون سے اعراض کرنے کا حکم دیا اور ان مستہزئین کو ہلاک کر دیا۔ پھر
محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم طواف کرتے تھے کہ جبرئیل آئے پس کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلعم بھی کھڑے ہوئے
پس اسود بن عبد یغوث گزرا تو جبرئیل نے اُس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا پس اس کو استسقا ہو گیا اور وہ مر گیا اور ولید بن مغیرہ گزرا
اُس کے پاؤن کے ٹخنہ کے پاس زخم کے اثر کی طرف اشارہ کیا پس پھوٹ نکلا اور اُسی مین مر گیا حالانکہ اس سے کئی سال پہلے اُس کو یہ زخم اسطرح
پہونچا تھا کہ وہ خزاعہ مین سے ایک شخص کی طرف گزرا جو اپنے تیر کا پھل اُس کے کانسی مین لگا رہا تھا تو اُس کے ازار مین اُلجھ گیا اور اس مغرور نے
جھکنے کو عار سمجھا چنانچہ اسی طرح چلا گیا اسی سے خفیف سا زخم ہو گیا اور وہ کچھ نہ تھا اب وہ پھوٹ نکلا اور اسی مین مر گیا اور عاص بن وائل کے اخمص
قدم کی طرف اشارہ کیا چنانچہ وہ طائف کو جاتے گدھے سے گرا اور اس کے اخمص قدم مین کانٹا گڑا جس سے وہ مر گیا اور حارث بن طلاطلہ کے اسکے
سر کی طرف اشارہ کیا وہ پیپ کی ریزش سے مر گیا۔ اور محمد بن اسحاق نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سب کا سردار ولید بن المغیرہ
تھا۔ اور یونہی سعید بن جبیر و عکرمہ نے بھی مانند قول عروہ رضی اللہ عنہ کے روایت کیا لیکن سعید بن جبیر نے حارث بن طلاطلہ کی جگہ حارث بن
غیطلہ کہا اور عکرمہ نے حارث بن قیس کہا ہے امام زہری رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ انھین دونون نے صحیح کہا کیونکہ اس کی مان کا نام غیطلہ تھا
اور باپ کا نام قیس تھا۔ غرضکہ مجاہد و مقسم و قتادہ و بہتون نے پانچ ہی روایت کیے ہین مگر شعبی نے سات بیان کیے و مشہور قول اول ہے۔ پھر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تشفی و تسلی و اپنی طرف توجہ کی تاکید کی بقولہ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ۔ اور
ہم ضرور جانتے ہین کہ تیری شان یہ ہے کہ تنگ ہو جاتا ہے تیرا سینہ بوجہ ان کے قول کے۔ یعنے انکار کرنے و اللہ تعالے سے شرک کرنے اور سحر و
جنون و کہانت و کذب وغیرہ کہتے ہین اس سے تو دلگیر ہوتا ہے۔ اہل تفاسیر نے کہا کہ یہ مقتضائے بشریت و جبلت انسانی تھا۔ اور بعض کا خیال
ہے کہ یہ کمال شفقت تھی کہ ان لوگون کی طرف متوجہ اور انپر ترس کھاتے کہ عذاب سخت مین چلے جاتے ہین اور ڈرتے کہ جسقدر اظہار کرو اسیقدر زیادہ
تکذیب کرین گے تو غضب الٰہی مین پڑین گے۔ لیکن مشیت الٰہی اپنی مخلوق کے حق مین جاری ہے اور وہی خوب جاننے والا ہے لہذا مستہزئین کو
ہلاک کر دینے سے اُن کا قصہ طے کر دیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کہ ایمان پر حریص تھے تسلی و تسکین فرمائی کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ پس تسبیح پڑھ
اپنے رب کی پاکی کے ساتھ یعنے اللہ تعالے پاک اور بڑا علیم و حکیم ہے اُس کے علم و حکمت کے موافق جو واقع ہوتا ہے خوب ہے پس جب اس طرف توجہ
ہوئی تو ہر ایک دلگیری رفع ہو گئی اور زیادہ تقرب فرمایا کہ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِينَ۔ اور ساجدین مین سے ہو یعنی اللہ تعالے کی تسبیح و نماز مین مشغول ہو
کہ وہ اپنی حکمت سے مخلوقات کا انتظام فرماتا ہے اس مین کسی کو دخل نہین ہے اور نہ علم الٰہی سے کوئی واقف ہے پس مشرکون و اُن کی بیہودہ گوئی کو
خالق عز و جل کی طرف سونپ دے اور تو اللہ تعالے کی تسبیح و نماز پر قائم و کامل ہو اور برابر اسی پر ثابت رہ۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ
الْيَقِينُ۔ اور عبادت کرتا رہ اپنے رب کی یہان تک کہ تجھ کو موت آجاوے۔ یہان سے صریح معلوم ہوا کہ عبادت پروردگار موت سے پہلے ساقط
نہین ہوتی ہے اور بعضے جاہلون نے زعم کیا کہ فقیر عارف سے ساقط ہو جاتی ہے یہ پوری جہالت ہے بلکہ جسقدر رتبہ زیادہ اسی قدر بندگی زیادہ
ہوتی ہے ہان یہ ممکن ہے کہ زیادہ عبادت پر ہم کو شعور نہ ہو لیکن کسی شخص بے عبادت پر کمال کا گمان فقط وہم و خطرناک ہے اور بے تفسیر ہویدا ہونا اسی
سے صاف ظاہر ہے مقصود آیت یہ ہے کہ موت سے پہلے کسی وقت مین عبادت سے غافل نہ ہونا چاہیے پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالے کے ذکر و نماز

ودوام عبادت سے دلون کو تسکین ہوتی ہے وقد قال تعالے فی سورۃ مریم واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا۔ یعنے مجھے وصیت کر دی ہے
یعنے مجھ پر عہد کر دیا ہے نماز و زکوۃ کا جب تک مین زندہ ہون۔ سعید بن منصور و ابن المنذر و تاریخ حاکم اور ابن مردویہ و دیلمی نے مرفوعاً روایت
کی کہ اللہ تعالے نے مجھے یہ وحی نہین فرمائی کہ مال جمع کر اور تاجرین مین سے ہو بلکہ تسبیح کر اور ساجدین مین سے ہو۔ شیخ امام نے نماز کے بارہ
مین مسند احمد کی روایت نقل کی کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ حضرت خالق عز و جل نے فرمایا کہ اے ابن آدم اول روز مین چار رکعت سے عاجز
مت ہو مین آخر روز مین تجھے کفایت کرون گا۔ رواہ ابو داؤد والنسائی۔ اقول اسی کو صلوۃ الضحی کہتے ہین اور حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم کو
جب کوئی کام سخت یا گران ہوجاتا تو نماز پر قائم ہوجاتے کما فی الصحاح وغیرہ اور لکھا کہ یقین سے مراد موت ہے۔ بخاری رحمہ اللہ تعالے
نے کہا کہ سالم یعنے ابن عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ یقین موت ہے اور یہی قول مجاہد و حسن و قتادہ و عبد الرحمن بن زید کا ہے۔ بدلیل قولہ تعالے وکنا
نکذب بیوم الدین حتے اتانا الیقین۔ یعنے کافران جہنم کہینگے کہ ہم لوگ دنیا مین قیامت کو جھٹلایا کرتے تھے یہان تک کہ ہم کو موت آگئی۔ اور صحیح مین
ام العلاء الانصاریہ سے مروی ہے کہ جب عثمان ابن مظعون نے انتقال کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے پاس آئے پس ام العلاء انصاریہ
نے کہا کہ تجھ پر اللہ تعالے کی رحمت ہے اے ابو السائب پس میری گواہی ہے تجھ پر کہ اللہ تعالے نے تجھ کو بزرگی دیدی۔ آنحضرت صلعم نے یہ سنکر فرمایا
کہ اری تجھے یہ کس نے بتلا دیا کہ اللہ تعالے نے اس (یعنے عثمان بن مظعون) کا اکرام کیا ہے مین نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہون یا رسول اللہ پھر کون بزرگی
کیا جائیگا تو فرمایا کہ بات یہ ہے کہ فقد جاءہ الیقین یعنے عثمان بن مظعون کی موت آگئی اور مین اس کے لیے بہتری کی امید کرتا ہون۔ بندہ مترجم
کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مدفن مین عثمان کو دفن کرکے ان کے سرہانے پتھر رکھا اور فرمایا کہ مین نے تجھے لوگون کا امام بنایا اور یہ
بڑی بزرگی ہوا اور پیچھے ایک خواب کے جو ان کے بارہ مین دیکھا گیا تھا اس کی تعبیر مین فرمایا کہ یہ اس کے اعمال صالحہ ہین۔ غرضکہ مقصود یہ تھا کہ
کوئی شخص اپنے قیاس سے بدون قطعی علم کے اللہ تعالے کے علم غیب مین جرات نہ کرے اور امید کرنا صحیح ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے لکھا
کہ اسی آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا ہے کہ عبادت مثل نماز وغیرہ کے آدمی پر واجب رہتی ہے جب تک اس کی عقل ثابت ہو پس اپنی حالت
کے موافق نماز پڑھے چنانچہ صحیح بخاری مین عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھ کھڑے
ہوکر پھر اگر یہ قدرت نہ ہو تو بیٹھکر پھر اگر نہ ہوسکے تو کروٹ سے۔ اسی سے استدلال کیا گیا کہ بعض ملحدون نے جو یقین کے معنے معرفت کے لیے ہین کہ جب
بدرجہ معرفت پہونچے تو آدمی سے تکلیف شرعی ساقط ہوجاتی ہے تو یہ قول غلط اور کفر و ضلال ہے اور کمال جہالت پر مبنی ہے کہ انبیاء
علیہم السلام سب سے زیادہ عارف و اعلم تھے باوجود اس کے سب سے زیادہ عبادت پر قائم تھے اور تا وقت موت نیک کامون کی مواظبت
پر مستقیم تھے بلکہ مراد یہان یقین سے فقط موت کے معنے ہین کذا فی تفسیر الحافظ اور واحدی نے جماعت مفسرین سے موت کی تفسیر نقل کی اور توجیہ
یہ لکھی کہ موت یقینی واقع ہونے والی ہے اس مین کسی کو شک نہین ہے اور ابو حیان نے کہا کہ موت کے نامون مین سے ایک نام یقین ہے اور موت
آنے پر شک ہر طرح کا زائل ہوجاتا ہے اور عبادت کی انتہاء وقت موت تک بیان کرنے مین اعلام ہے کہ عبادت کسی وقت موت سے پہلے
ساقط نہ ہوگی یعنے جن شرائط کے ساتھ ادا کرنا چاہیے جب شرائط موجود ہون تو ساقط نہ ہوگی و من اللہ تعالے التوفیق۔ ف۔ فی العرائس قولہ
فاصفح الصفح الجمیل۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ تقدیر ازل کو بصفت شہود و غیب دیکھے بوصف سر اور اسباب کو عمل مین لا دے اور ہر حال مین حق
بحق ہوا اور جو کچھ بواسطہ جاری ہو وہ امر الٰہی و مشیت پر راجع کرے۔ من از حق شناسم نہ از عمرو و زید۔ ایسی صورت مین واسطہ ساقط ہونے پر
ملامت کسی پر نہ کرے گا اور ہر پابند تقدیر پر اس کو رحمت و شفقت ہوگی چنانچہ دلالت کرتا ہے اس پر قولہ ان ربک ہو الخلاق العلیم۔ اس سے اشارت
اور تسلی نکلی کہ قوم سے جو انکار و ایذا و استہزاء تجھے پہونچے وہ قوم اپنے خالق محیط قاہر کی مخلوق ہے اور مقصود تربیت ہے کہ اولو العزم کے مرتبہ پر
پہونچایا جاوے۔ لہذا وہی خوب جانتا ہے جو اس نے مقدر کیا اور تجھے خلق عظیم عطا کیا۔ اور اس مین آیات اشارہ ہے کہ تیرا خلق عظیم نمونہ اوصاف پاک

حضرت خلاق علیم ہو وے کہ عفو و کرم سے اُمت والوں سے تجاوز ہو۔ عمرو بن دینار نے بواسطہ محمد بن الحنفیہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت کی کہ صفح جمیل یہ ہے کہ بلا عتاب کے رضامند ہو بعض نے کہا کہ جس میں ملامت نہ ہو اور بعد کو کینہ نہ رہے ویسا ہی حال ہو جیسا پہلے تھا
اور یہ نعمت الٰہیہ وسرفرازی تامہ والوں کو ہوتا ہے کما قال تعالےٰ ولقد آتیناک سبعا من المثانی الآیہ ظاہر تفسیر تو گزر چکی اور اس میں اشارت ہے
کہ تجھ کو خلعت سبع مثانی عطا ہوئی ہے یعنے تیرا لباس صفات ہفتگانہ سے اس لیے ہوا کہ متصف بتخلق آلہیہ ہو کر ربانی وملکوتی وجلالی وجمالی ہو اور
ایسی ہی قدسی و رحیم و عارف ذات صفات ہو۔ اور ایسا شخص آئینہ جمال ذات الوہیت ہوتا ہے پس ہو جاتا ہے عالم بعلم تعالےٰ و قادر بقدرتہ تعالےٰ
اور سمیع بسمع الٰہی و متکلم و بصیر بتکلم و بصر قدیم ہوتا ہے پس علم الٰہی سے گذشتہ و آیندہ کا علم حاصل کرتا ہے اور خواطر کی شہوات و ترکات دیکھتا اور تمام
چیزوں کے انقلابات دیکھتا ہے اور دل کی خطور کرنے والی چیزوں میں سے لوگوں کے دلی اسرار پر واقف ہوتا ہے اور ہر کام کو بارادۂ الٰہی کرتا ہے
اور دلہا سے مردگان سے ملکر اُس کے واسطے اُن کو مدد دیتا ہے اور عالم کے اجسام کو غذا دیتا ہے اور اجسام کو حیات سے اور جب کسی کا دل کسی طرف
مائل ہو وہ اس نعمت کی طرف متوجہ ہو کر اسے سے انکھ اُٹھا لے گا۔ اور لکھا کہ اوصاف باری تعالےٰ مع متقابلات کے ہیں جیسے قدم و بقاء اور
جلال وجمال اور دیدار و صمدیت و ربوبیت ہیں صفات اور یہ مع ان صفات سبعہ کے ملکر مثانی ہو گئیں پس مشاہدہ قدم و اُسکے اتصاف سے تمام
حادثات سے مجرد ہو جائیگا۔ اور مشاہدہ بقا و اس کے اتصاف سے مقام بیداری میں متمکن ہوگا اور مشاہدہ جلال و اتصاف سے وہ ہیبت بنے ہیبت
والا ہو جائیگا تمام آسمانوں و زمین میں۔ اور جمال کے مشاہدہ و اتصاف سے عاشق وجہ قدم اور آئینہ حق ہوئے عالم ہوگا۔ اور مشاہدہ دیدار و اتصاف
سے شوق و محبت ازل میں غرق ہوگا اور مخلوق کے دلوں کے لیے محبوب ہو جائیگا۔ اور مشاہدہ صمدیت و اس کے اتصاف سے صمدانی ہوگا جس کا
کھانا پینا مشاہدہ ہے اور حدیث صحیح ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔ اس کے واسطے اشارت صریح ہے اور اس کی صفات میں سے یہ ہوگا کہ جو کوئی اسکو
دیکھے اُس کی بھوک و پیاس کو تسکین ہو جائیگی۔ مشاہدہ ربوبیت و اُس کے اتصاف سے حق عز وجل کے ملک و بندوں میں متصرف ہو جاتا ہے
تو نے حدیث صحیح میں نہیں دیکھا کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کی درخت نے کس طرح تعمیل کی کہ دور سے پاس چلا آیا اور جس حالت میں کہ
آپ قضاے حاجت کے واسطے بیٹھے تھے درختوں نے پردہ کر لیا۔ اور بطور معجزات کے قمر شق ہوا اور درختوں نے حاضر ہو کر گواہی دی اور یہی تھا کہ
ہر درخت و پتھر آپ کو سلام وسجدہ کرتے اور اونٹ و جانور بھی چنانچہ احادیث و آیات اس میں صریح ہیں مانند قولہ وسخرنا مع داؤد الجبال الآیہ
پس اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان صفات قدیمہ مثانیہ کے انوار سے مخصوص فرمایا تھا اور قرآن عظیم اس پر زیادہ کیا جس میں جمیع اسماء
ونعوت و صفات سے خبر دیدی ہے جو آپ کو نہیں پہونچی ہیں کیونکہ جمیع صفات تو غیر متناہیہ ہیں پس قرآن شریف نے معرفت ذات و صفات
سب کے علم و نور سے مشرف کیا اور عظمت قرآن پاک کی بعظمت متکلم عز وجل ہے اور اللہ تعالےٰ نے خود اپنی عظمت سے کلام فرمایا براہ عظمت
ذات اور اُس کی عظمت سے یہ ہے کہ قرآن مجید کے حروف میں سے ہر حرف کے نیچے علوم ازلیہ ابدیہ کا ایک سمندر ہے اور کلمات الٰہی کو کوئی چیز
مخلوقات میں سے نہیں احاطہ کر سکتی ہے اور واضح ہو کہ مثانی کی صفت یوں بھی مفہوم ہے کہ ہر صفت کے لیے صفات ثانی از عینیت الذات ہیں
پس صفت ثانی الذات اور ذات ثانی الصفات ہے مگر کچھ افتراق و اجتماع کی راہ سے نہیں ہے یعنے یہ امر قیاس بشری سے باہر ہے یہ نہیں ہے کہ
ذات و صفات دونوں علیحدہ دو ہیں اور باہم مجتمع ہیں بلکہ وہ واحد ہے ہر طرح سے اور وہ ہر تفرقہ و جمع سے پاک ہے بلکہ وحدت کو بھی وہاں دخل
نہیں ہے اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ توحید یہ کلمہ ہے لا الٰہ الا اللہ اور رہا وہی ہے لیکن ضمیر و مرجع کی امر کا وہاں اعتبار نہیں ہے کیونکہ یہ سب باتیں
حادث ہیں اور قدیم ذات ان سب کی خالق ہے وہ پاک ہے مخلوق کی صفات و قیاس و گمان و وہم سے پس حاصل یہ ہے کہ یہاں اپنے حبیب
صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل فرمایا کہ بمعانی ذات و صفات دیدیے اور معرفت دی بعد ازانکہ خود ہی عارف مخلوق ہے گویا عرفان علی جہد صفت صفاتیہ
سے ہے اُس کا لباس اپنے بندہ رسول کریم کو پہنایا اسی واسطے آنحضرت علیہ السلام نے کہا کہ جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا اور مروی ہے کہ جس نے

مجھے پہچانا حق پہچانا۔ واضح ہو کہ قرآن عظیم تعلیم شان ربوبیت ہے جس سے حقائق کی معرفت دی اور علوم غیب سے سرفراز فرمایا و احکام عبودیت
تعلیم کیے (مترجم) کہتا ہے کہ غیب سے یہاں وہ حقائق مراد ہیں جن پر لوگ آگاہ نہیں ہو سکتے ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ نے سب سے
اعلیٰ و افضل چاہا اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمایا اور کلی علم غیب غیر متناہی ہے وہ سوا حق عز و جل کے کوئی نہیں جانتا ہے اور
جس قدر سے آگاہ کر دیا وہ جسکو آگاہ کیا اس کی نسبت علم غیب نہیں رہا۔ شیخ نے لکھا کہ زیادہ دقیق اشارہ اس میں یہ ہے کہ سبع مثانی یہی صفات
قائم ہیں اور تاثیر ان کی از راہ انصاف ہے کہ قلب مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں ان کا اثر ظہور رہا گویا وہ مظہر کامل سبع صفات کے ہوئے کیونکہ وہ
عالم قادر سمیع بصیر متکلم مرید حی القیوم ہے اور یہ صفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ان صفات قائمہ بالذات سے ہوا ہیں جو ہر طرح کی
علت و اس کی تاثیر سے پاک ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہے تو نے نہیں دیکھا کہ حدیث قرب
النوافل میں آیا ہے کہ جب بندہ کو محبوب کر لیا تو خود ہی اس کی سمع و بصر و لسان و دست ہوتا ہے اور معنے اس کے یہی ہیں جو مذکور ہوئے اور اللہ تعالیٰ
حلول و اتصال اور ہر طرح کے خیال و تشبیہ سے پاک ہے اسی واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ خلق آدم علے صورتہ۔ اور در صورتیکہ
ظاہر کلام سے یہ معنے ہوں کہ آدم کو اس کی صورت پر پیدا کیا تو یہ تصویر پیدائش الٰہی بروجہ کامل ہے جس میں آثار صفات پاک کے ظاہر ہیں۔ اور یہ بھی
ہو سکتا ہے کہ قرآن عظیم کے ساتھ صفات عامہ و خاصہ کا اشارہ ہو یعنے صفات عامہ و خاصہ سے آگاہ فرمایا اور قرآن عظیم سے معانی صفات عامہ و
خاصہ کے ظاہر فرمائے جس سے تو صفات کے دیدار سے صب مشتاق بدیدار صفات خاصہ ہوا جو متشابہ ہیں کیونکہ وہی معدن جمال و جلال ہیں اور تو
بواسطہ صفات عامہ کے تمام حادثات سے خالص الوہیت کے لیے متفرد ہو گیا۔ اور ظاہر آیت سے سبع مثانی یعنے چودہ خصال عطا فرمائی مثل رحمت
و شفقت و عفو و صفح و کرم و ظرافت و لطافت و حسن و جمال و ہیبت و حیاء و سخاوہ و وفا و ولایت و نبوت و رسالت۔ اور اسی کے مانند علی بن موسےٰ
الرضاؑ نے بواسطہ اپنے والد ماجد کے جعفر صادق علیہم السلام سے روایت کیا ہے اور اس میں مودت و شفقت و الفت و نعیم و سکینت مذکور ہے اور کہا کہ
قرآن عظیم میں اسم اعظم ہے۔ پھر جب یہ نعمت عظیم دیدی تو تمام جہان اول و آخر اپنے حبیب کی نظر میں خوار کر دیا بدیں معنے کہ پیروان طریقہ حبیب صلے اللہ
علیہ وسلم اسوقت صادق ہوں گے کہ اسی شان پر ہوں فقال عز و جل لاتمدن عینیک الےٰ ما متعنا بہ ازواجا منہم۔ یعنے اے صاحب اوصاف مذکورہ
جس میں یہ معانی عظیمہ و صفات ربانیہ ہوں تجھے لائق نہیں ہو سکتا کہ اصناف اہل دنیا کی طرف نظر کرے جو اللہ تعالیٰ سے غافل اور فانیات میں
مشغول ہیں کیونکہ ہیچ سے متعلق خود ہیچ ہے سے دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ + ہمت صحیح و بلند ایسی نابود چیز سے متعلق نہیں ہوتی اور یہ اشارہ ہے
کہ فطرت نفسانی اپنی خلقت میں شہوات کے واسطے مجبول ہے (پیدا کی گئی) چنانچہ ہر حال میں شہوات اس میں رہتی ہیں اگر ظاہر نہ ہوں تو مخفی ہوتی ہیں پس سلامت قلب
و نعمت دائمی کے ساتھ سوائے حق عز و جل کے غیر کی طرف نظر نہیں ہوتی اور اس مقام میں اہل اخلاص کو خطر اور یہ محل امتحان ہے اور عارف تو ماسوائے
حق تعالیٰ کے دوسرے وسائط سے مشاہدہ میں بھی خطرہ رکھتا ہے کیونکہ خالص مشاہدہ وہ ہے جو واسطہ سے خالی ہو پس خلیل اللہ علے نبینا و علیہ السلام
کے آخر کلام پر نظر صحیح ہے کہ انی وجہت وجہی للذی فطر السموات الآیہ۔ اور اول کلام ان کا مقام عشق ہے اور آخر کلام افراد قدم از حدوث ہے
پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فضل عظیم ظاہر فرمایا کہ آپ کا اول مقام وہ رکھا جو خلیل علیہ السلام کا آخر مقام تھا اسی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے رجوع سے بھی چشم پوشی فرمائی پس اللہ تعالیٰ نے وصف فرمایا کہ مازاغ البصر وما طغی۔ اور حدیث میں مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم جب اہل دنیا کے اموال دیکھتے تو آستین سے آنکھیں بند کر لیتے یعنے لوگوں کی تعلیم کے واسطے اور کہتے کہ میرے رب نے مجھے ایسا ہی حکم دیا ہے
پھر غیر کی طرف سے ہمت پھیر لینے میں مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالیٰ ولا تحزن علیہم۔ اور شاید کہ عالم تقدیر میں نزد مشیت الٰہیہ ہے پس کافروں پر
حزن کو مشیت سے ناموافقت ہے کہ غیروں کی طرف نظر ہے پھر بندگان مخلصین کے واسطے خلق عظیم استعمال کرنے کا حکم فرمایا بقولہ واخفض
جناحک للمؤمنین۔ اور اس میں لطیف اشارہ ہے کہ یہ لوگ تیرے بازوئے رحمت کے سایہ میں پرورش پاتے ہیں اور تیرا بازوئے ہمت دونوں جہان

بلند ہو کر مقام قاب قوسین او ادنیٰ تک پہونچا ہے کیونکہ یہ انجذاب ربوبیت قیومیہ میں تو اس وجہ سے باز رکھا اہل عبودیت کے واسطے سایہ ہما کر دے کہ تیری
جناح رسالت تک بقوت بازو سے ربوبیت پرواز کریں اور یہ بلبل گلستان قدس تیرے گل کے عشق میں اپنے مقام تک واصل ہوں پس
تیری متابعت و محبت سے مقامات شریفہ و ولایات رفیعہ پاویں اور باوجود اس کے تیرا کلام براہ کمال نہ ہو ولیکن یوں ہی ہو کہ جیسے تو مقام عبودیت
میں ہے۔ وقل انی انا النذیر المبین یعنی از جانب ربوبیت کچھ نہیں ہوں بلکہ تمہارے مثل بشر ہوں مجھے وحی بھیجی جاتی ہے پس وحی کی راہ سے
میں تم کو عظیم جلال الٰہی و قہر کبریائی ربی سے آگاہ کرتا ہوں اور میں تم کو اس کے فراق کے دردناک عذاب سے متنبہ کرتا ہوں میں شاہد ہوں اور
اس نے انوار عزت و جلال و جمال سے مجھے لباس دیا کہ مجھ سے تم کو معجزات باہرہ دکھلا دیے اور تم نے معائنہ کر لیا بعض مشائخ نے قولہ لاتمدن
عینیک میں کہا کہ غیرت قدم نے حبیب الٰہی کو نہ چاہا کہ سوائے اسکے دو جہان میں سے کسی چیز کی طرف نظر اٹھاوے اور آپ سے وہم غافل ہو
کیونکہ اس تمتع سے کچھ حاصل نہیں ہے اور چاہا کہ اُس کے اوقات حیات مصروف بجمال عز وجل ہوں اور شیخ یوسف بن الحسین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ
نے نذیر مبین کی خبر دینے کا حکم دیا کہ میں سفیر عظیم الشان ہوں نشان بے نشان بثانی بیان ہوں۔ قولہ فوربک لنسئلنہم اجمعین عما کانوا یعملون۔ ظاہر
تفسیر یہ ہے کہ لوگوں سے سوال ہوگا وہ تو ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ والذین آمنوا اشد حبا للہ پس اشد محبت کے دعوے میں قیس مجنون سے
کمی لائق سوال ہے پھر کمی نہ ہو تو ادب باطن ور دحی کے دونوں درجات جو قیاس سے باہر ہیں قابل سوال ہیں اور حق عز وجل کو کچھ حاجت نہیں
کہ اپنے اہل معرفت سے اُن کے اعمال کا سوال کرے لیکن اُن کو آگاہ فرما دے گا مقامات خطرات سے اور ہمتوں کی کجی سے اور میلان طبیعت سے
اور نفس و شیطان کے بار بار مکروں سے تاکہ اُس کی عظمت کے سامنے شرم سے پانی ہو کر دریائے خجالت میں غرق ہو جاویں اور یہ بھی
مراد ہے کہ مشقت و مجاہدہ میں جو رنج و کلفت انہوں نے اٹھائی اُس کی مواسات فرمائی جاوے کہ محل امتحان سے کیونکر چھوٹ گئے۔ واسطی رح
نے کہا کہ انبیاء و اولیاء سے ذرہ برابر کا بھی سوال ہوگا کیونکہ ان کے مراتب بلند و قربت ارجمند ہے اور عوام سے اس کا سوال نہ ہوگا کیونکہ مصادر
اسرار سے یہ لوگ دور پڑے ہیں اور کہا کہ عوام اس چیز سے بھی غافل ہیں جس سے اہل الحق سے سوال ہوگا از انجا حرکات اطراف و خطرات قلب و
ہواجس اسرار میں مترجم کہتا ہے کہ اسی قبیل سے ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کو واقع ہوا کہ قیدی ساقی سے کہا تھا کہ اذکرنی عند ربک
بادشاہ سے میرا حال بیان کرنا۔ اتنی بات پر سات سال قید میں رکھے گئے حالانکہ قید ہونے کی درخواست خود کی تھی اور اس میں بھی یہ نقصان ہوا کہ
قید سے گھبرا کر رہائی کی درخواست کی فافہم۔ شیخ جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اہل حقائق سے سخت سوال یہ بھی ہوگا جو انہوں نے عوام کے
سامنے دعوی ظاہر کیے یا ایسے طور پر ظاہر ہوئے جس سے لباس فریب ہو۔ اور مجھے خبر پہونچی کہ بعض اہل اللہ نے اپنے بعض شاگرد و مرید سے فرمایا کہ خبردار
رہیو ایسے دعووں سے کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے ان کا سوال فرماوے گا مرید بندہ خالص تھا اتنا کہا کہ یا شیخ اگر مجھے یقین ہو جاوے کہ رب العزۃ مجھ سے
قیامت میں کلام فرماوے گا اور ایسا مجھ سے سوال فرماوے گا تو مجھ سے عمر بھر اور کچھ نہ ہو سکتا سوائے ایسے ہی دعووں کے اور کیا میں اس لائق ہوں
کہ حق عز وجل سے مخاطبین میں شمار ہوں اور اُس کی حضوری میں حاضر کیا جاؤں۔ یہ کہا اور گر کر جان بحق تسلیم ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح
میں ہے کہ جو کوئی ایسی بات کا دعوے کرے جو اُس میں نہیں ہے تو ایسے شخص کے مانند ہے جو فریب کا جوڑا پہنے ہو۔ قولہ ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون
اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مواسات فرمائی بعوض اس کے جو اعداء سے سنا۔ اور اشارت ہے کہ تو ہمارے دربار و مقام عزت
میں ہے جو کچھ جاہل لوگ بہ جہالت بہ شان کبریائی کہتے ہیں اُس کے اٹھانے سے تیرا سینہ منقبض ہوتا ہے یعنی کلمات جہال کے لائق شان
کبریائی نہیں ہیں پس تو ہماری تسبیح بیان کر بجائے انکے کیونکہ تو ہی اس لائق ہے سوائے تیرے کفار جہال اس لائق نہیں بنائے گئے ہیں اور ساجد ہو
کہ بوصف معلوم تجھے دیدار قرب نصیب ہو اور مشاہدہ جمال کے استغراق میں ضیق الصدر سے کھل جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ غادات کلام کا یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنگدلی اپنے نفس کے واسطے نہ تھی اور حدیث میں بھی آپ کے شمائل کریمہ و اخلاق عظیمہ میں سے بیان ہوا ہے

کہ کبھی اپنے واسطے انتقام نہ چاہتے اور عفو کرتے اور کبیدہ نہ ہوتے ولیکن اللہ تعالے کی شان میں اگر گستاخی و بےادبی دیکھتے تو غضب میں آجاتے تھے اور تمام فضائل کا احاطہ محال ہے فافہم۔ خلاصہ یہ کہ جب نماز و سجدہ میں دیدار بیچون و چرا حضرت کبریا حاصل ہوگا تو یہ ضیق صدر جاتا رہے گا واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ تنگدلی اُن کافرون کے قول سے ہے کہ اللہ تعالے کی جناب میں شریک و مثل و ہمسر وغیرہ کہتے ہیں پاک ہے اللہ تعالے سب ایسی نالائق باتون سے پس حکم دیا کہ تو ہماری پاکی بیان کر تیرا ضیق الصدر کھل جائیگا کہ تیری زبان پاک بلبل بوستان ازل اور اعلے منزل قدس کا طائر فرخ ہے۔ بعض نے کہا کہ ضیق اُن کی طرف رجوع کرنے میں ہے تو ہماری تسبیح کی طرف رجوع کر کہ انفتاح مشاہدہ ہو۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس میں ان علماء کے لیے بھی مواسات ہے جن کے ساتھ اہل الفسق و الجہل حسد کرکے اُن کے حق میں بدگوئی کرتے ہیں اور علماء کو حکم ہے کہ بمتابعت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی تسبیح میں مشغول ہوں۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ آیت میں صدر فرمایا اور قلب نہیں فرمایا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم محل شہود میں تھے اور سوائے لقاء الٰہی کے مومن کو راحت نہیں اور لقاے الٰہی کے ساتھ پھر کچھ وحشت نہیں ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اپنے حبیب کو خالص عبودیت کا جو پاک از کدورت مخلوقات ہے حکم دیا بقولہ واعبد ربک حتے یاتیک الیقین یقین سے ہر تفسیر میں مراد موت ہے کہ تا موت عبادت پر قائم ہو اور اشارت بحقیقت وہ کمال کامل و مشاہدہ صرف ہے کہ فناے حدوث و بقاے حقیقی وہی ہے پس جب حقیقت دیدار و مشاہدہ ازل میں واصل ہوا اور بحر الابد میں استغراق ہوا تو ظاہری رسوم کی حفاظت بقبضہ قدرت الٰہیہ ہے کما قال تقلبک فی الساجدین۔ اور مقام مشاہدہ میں عبادت کی طرف شغل ہونا ترک ادب ہے اور ہم نے اس بیان سے یہ ارادہ نہیں کیا کہ اہل معرفت کی گردن سے عبودیت کا طوق نکل جاتا ہے بلکہ ہماری مراد یہ ہے کہ عارف نے جب حق عزوجل کا مشاہدہ پایا تو اُس کی شان میں ایسے جذب میں ہوجاتا ہے کہ صرف حق اُس کا مطلوب ہے اور وہاں پر بھی عروس و محبوب ہے اور شغل اُس کو کسی اور طرف نہیں ہوتا مگر حق عزوجل کی بقاے حقیقی سے اُس کو بقا ہوتی ہے تو وہ طاعات میں بدرجہا تمام اقسام سے بڑھا ہوا ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر درجہ عبادت کرنے والے کو نہیں ہوسکتا کہ اس حالت میں اس کو متابعت و طاعت سے مراد حق عزوجل کی لیاقت پوری ہوتی جس میں سوائے خلوص کے کچھ دخل نہیں ہے اور یہ البتہ ممکن ہے بعض اہل جذب اس استغراق میں ظاہری رسوم کے ادا کرنے پر قدرت نہ دیے جاوین حتے کہ طعام و شرب وغیرہ پر بھی تو ایسی سُکر کی حالت میں جب تک یہ حالت ہے معذور ہیں اور بعد اس کے اس پر عبودیت کے اوقات کی حفاظت تا دم موت لازم ہے اور یہ شعار ان بندگان خاص کا ہے جن کو تمکین عطا ہوئی ہے۔ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اوقات میں غیر کا ملاحظہ نہ ہو یہان تک کہ یقین آجاوے کہ تمام [طریقہ ۱۲] رویت و جذبہ از حق عزوجل ہے۔ فارس رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہ مرتبہ ہوجاتا ہے کہ یقین آجاتا ہے کہ حق عبادت الٰہی عزوجل نہیں ادا کرسکتا۔ یہ بھی فارس رحمہ اللہ تعالے نے اشارہ کیا کہ جس نے معبود عزوجل کو دیکھا وہ عبادت سے ساقط ہوا اور جس نے عبادت کو دیکھا وہ معبود سے ساقط ہوا۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد شیخ رحمہ اللہ تعالے کی یہ ہے کہ اگر کسی کی نظر اپنی عبادت کے افعال اور اُنکی تحسین پر ہو تو یہ شخص خلوص سے ساقط و عُجب میں گرفتار ہے اور معبود عزوجل سے ساقط ہے اور اگر اپنی عبادت کو ہیچ و نابود سمجھے اور یہ بھی جانے کہ عبادت مجھ سے ناممکن ہے تو اُس نے شان معبود [عزوجل ۱۲] کی درگاہ میں اپنی عاجزی سے جگہ پائی اور خلاصہ یہ ہے کہ بندہ کو لازم ہے کہ جسطرح فرائض و واجبات و سنن و مستحبات کا حکم ہے اُن میں پوری کوشش کرکے عبادت پر قیام کرے اور پھر یہ سمجھے کہ یہ سب میرے افعال ہیں اور میرے افعال ہرگز اُس کی جناب میں لائق نہیں ہوسکتے پس تمنا اور استدعا اُس کی رضا و عبودیت کی الٰہی سے رکھے واللہ تعالے اعلم۔ شیخ حسین رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ یہانتک کہ یہ یقین ہوجاوے کہ کوئی حق تعالے جل شانہ کی عبودیت اُس کی شان کے لائق نہیں کرسکتا ہے نہ ابتدا میں اور نہ انتہا میں پس لاچار عاجزی سے بتضرع و الحاح عفو تقصیرات کرے۔ شیخ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے نے اپنے برگزیدہ و نیک و خاص بندوں پر حکم دیا کہ اُن کو دنیا سے سوائے اس حال کے نہیں نکالیگا کہ طوق عبودیت اُن کی گردنون میں ہو اور لباس خدمت اُن کے بدن پر ہو

اسی واسطے اپنے خلق کے سردار اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا حتے یاتیک الیقین شیخ حسین رحمہ نے کہا کہ عبودیت تمام وکمال شریعت ہے اور ربوبیت تمام وکمال حقیقت ہے شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ادب سے قائم ہو فرش عبودیت میں ہمہ تن خدمت ہو کر یہانتک کہ تجھ کو اُٹھایا جاوے اور مسند قرب پر جگہ دیجاوے اور حجلۂ وصال سے شرافت عطا ہو اور کہا جاتا ہے کہ التزام شرائط عبودیت اُس وقت تک لازم ہے کہ قید سے آزادی دیجاوے واللہ اعلم

یعنی موت آوے ۱۲

سورۃ النحل مائۃ وثمان وعشرون اٰیۃ

سورۃ النحل میں نحل یعنے شہد کی مکھی کے ساتھ شان الٰہی عز وجل بھی مذکور ہے اور اس میں ایک ۱۲۸ سو اٹھائیس آیات ہیں۔ اور حسن وعطا وعکرمہ وجابر کے قول میں یہ سورہ مکیہ ہے اور ابو الزبیر اور ابن عباس سے مروی ہے کہ سب مکہ میں نازل ہوئی سوائے اس کے آخر کی تین آیات کے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُحد سے واپس ہوئے ہیں تب وے نازل ہوئی ہیں یعنے قولہ ولا تشتروا بعہد اللہ ثمنا قلیلا الے قولہ تعلمون۔ اور قتادہ نے کہا کہ مکیہ ہے سوائے پانچ آیات کے اور وے قولہ والذین ہاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا۔ اور قولہ ثم ان ربک للذین ہاجروا من بعد ما فتنوا۔ اور قولہ ان عاقبتم فعاقبوا سے آخر سورۃ تک۔ اور مقاتل رحمہ اللہ تعالے نے بھی قولہ من کفر باللہ من بعد ایمانہ آلآیۃ اور ضرب اللہ مثلا قریۃ۔ اُن کو بھی استثناء میں بڑھایا ہے۔ اور بعض نے اس کو مدنیہ کہا اور یہ ضعیف ہے واللہ اعلم اور اس سورہ کو سورۃ النعم بھی اسوجہ سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے نعمتوں کا شمار فرمایا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ تعالے کے نام سے جو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ ؕ سُبۡحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ۝ یُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ

آ پہنچا حکم اللہ کا سو تم لوگ اسکی جلدی مت کرو وہ پاک ہے اور برتر ہے ہر اُس چیز سے جسکو تم اسکا شریک بناتے ہو اُتارتا ہے اللہ تعالے فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے

اَمۡرِہٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ۝

حکم سے جس شخص پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے یہ کہ تم ڈر سنا دو اس بات کا کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر میں سو تم اس سے ڈرو

اَتٰۤی اَمۡرُ اللّٰہِ آگیا حکم اللہ تعالے کا بعض نے کہا کہ حکم سے مراد مشرکوں پر جہاد کا اور اُن کے مقہور ہونے کا حکم آیا ولیکن یہ ضعیف ہے کیونکہ فرمایا۔ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوۡہُ تم اُس کی جلدی مت کرو یعنے اُس کے واقع ہونے میں جلدی مت کرو۔ اور ظاہر ہے کہ مشرکین جہاد کے لیے جلدی نہیں کرتے تھے پس ارجح یہ ہے کہ امر اللہ سے مراد قیامت ہے اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے اور شیخ امام رحمہ اللہ تعالے نے اسی کو ذکر کیا کیونکہ مشرک لوگ قیامت سے منکر اور طعن سے کہتے کہ کہاں ہے آوے کما قال تعالے یستعجل بہا الذین لا یؤمنون بہا والذین آمنوا مشفقون منہا یعنے جلدی مانگتے ہیں قیامت کو وہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لائے اور جو ایمان لائے ہیں وے اُس سے ڈرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اتٰی فعل ماضی یعنے آگیا اور قیامت ابھی واقع نہیں ہوئی تو قیامت کیونکر مراد ہے اس کا جواب ایک یہ ہے کہ بلاغت میں بیان ہوا کہ جو چیز قطعی واقع ہونے والی ہو اُس کو بصیغہ ماضی تعبیر کرنے سے جزم ویقین دیا جاتا ہے چونکہ قیامت لامحالہ واقع ہوگی اس کو بوجہ قریب ہونے اور قطعی ہونے کے ماضی سے تعبیر کی جیسے حدیث میں لوگوں کو نصیحت میں کہا الہ جاء الموت بما فیہ یعنے آگئی موت مع اپنے سکرات وغیرہ کے یعنے آگئی جانو۔ اور جیسے قولہ تعالے اقتربت

الساعۃ وانشق القمر۔ پاس ہو گئی قیامت. قولہ اقترب للناس حسابہم۔ پاس ہو گیا لوگوں سے ان کا حساب۔ یعنے قیامت۔ اور دوسرا یہ ہے
کہ امر اللہ حکم الٰہی ہے پس قیامت کا حکم الٰہی تو قرآن پاک میں آگیا یعنے بہت نزدیک ہے جیسے سارا دن گذر کر قریب غروب کے آفتاب ہوتا ہے
اور قیامت اپنے قریب وقت میں واقع ہو گی اسی واسطے جب یہ آیت اتری تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھیجا گیا ہوں اس حال سے
کہ قیامت میرے ساتھ یوں ہے اپنی دونوں انگلیاں کلمہ کی اور بیچ والی ملائیں۔ یہ حدیث صحیحین میں سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور
بعض نے کہا کہ قیامت آنے سے اس کے ابتدائی آثار واقع ہونا مراد ہے اور مترجم کو اس تکلف کی ضرورت ظاہر نہیں ہوئی بلکہ آثار قیامت
تو سب واقع نہیں ہوئے ہیں وہ تو بالکل وقوع تک قریب ہوتے رہینگے چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ابن ابی حاتم نے عقبہ بن
عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے نزدیک تم پر مغرب سے ایک ٹکڑا ابر سیاہ کا ظاہر ہوگا
بقدر ڈھال کے پھر وہ برابر آسمان کو بلند ہوتا جائیگا پھر اس میں سے ایک پکارنے والا پکاریگا کہ یا ایہا الناس یعنے اے لوگو پس تب ایک دوسرے
کی طرف متوجہ ہونگے کہ کیا تم نے کچھ سنا تو بعض کہینگے کہ ہاں ہم نے تو سنا اور بعض اس میں شک کرینگے پھر دوبارہ آواز دیگا اے لوگو پھر آپس میں
متوجہ ہونگے کہ کیا تم نے کچھ سنا پس بعض کہینگے کہ ہاں ہم نے سنا پھر تیسری بار آواز دیگا کہ اے لوگو اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ۔ یعنے آگیا امر الٰہی سو جلدی مت
مانگو۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے کہ دو آدمی اپنے درمیان کپڑا پھیلائے ہونگے سو کبھی اسکو
تہ نہیں کرینگے اور آدمی اپنا حوض درست کریگا مگر اس میں سے کچھ نہ پینے پاوے گا اور آدمی نے اپنی اونٹنی کا دودھ دوہا ہوگا سو اسکو کبھی نہ پینے پاویگا
اور فرمایا کہ لوگ مشغول ہو جاوینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اسقدر جلد قیامت قائم ہو جاویگی یا ایسے آثار ظاہر اور واقع ہونگے کہ کسی کو کسی
کام کی مطلق فرصت نہ ملیگی اور معنے اول اظہر ہیں کیونکہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ دو آدمی بازار میں کپڑا خرید و فروخت کرتے ہوں گے تو وہ اسی
طرح ان کے ہاتھوں میں رہ جائیگا کہ ہوش کے پہونچنے جانے سے سب مر جاوینگے۔ قال المترجم۔ قدرت حضرت خالق عز و جل ہر چیز پر
نہایت واضح و بدیہی ظاہر و چشم دید ہے پس قیامت سے انکار بلکہ حق عز و جل سے انکار نہایت بعید ہے۔ سبحانہ و تعالےٰ عما یشرکون
وہ بہت ہی پاک ہے اور نہایت اعلےٰ ہے ہر ایسی چیز سے جو اس کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ آدمی میں یہ بھی بڑا شرک ہے کہ اپنے آپ کو خالق و ہر کام
کرنے والا سمجھتا ہے بلکہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی قدرت سے آدمی کی مرادات و مقاصد پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس سے یہ مت سمجھو کہ آدمی مثل
پتھر کے مجبور ہے یا آدمی اپنے کام کی تدبیر نہ کرے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جہالت چھوڑ دے کیونکہ وہ سخت جاہل ہے کہ لایعنی چیزوں کے پیچھے اسقدر
غافل ہے کہ اس کی سمجھ بوجھ جاتی رہی ہے اور اپنے خالق جل شانہ کو نہیں پہچانتا اور اپنے آغاز و انجام سے بالکل غافل ہے حالانکہ حق سبحانہ تعالےٰ
نے اپنے خاص بندوں میں سے اپنے اختیار و قدرت سے اپنے علم قدیم میں جہان سب کو مخلوق فرمایا ان میں رسول مقرر فرمائے اور انپر وحی نازل
فرما کر عام مخلوق کو آگاہ کر دیا کما قال تعالےٰ۔ ینزل الملٰئکۃ بالروح۔ نازل فرماتا ہے اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق ملائکہ کو روح کے
یعنے وحی کے ساتھ جو کہ مخلوق کے واسطے حیات و زندگی ہے کیونکہ جسکو یہ روح حاصل نہیں وہ درحقیقت مردہ ہے۔ ملائکہ سے مراد حضرت
جبرئیل علیہ السلام ہیں اور تکریم کے واسطے بلفظ جمع ارشاد فرمایا۔ اور روح سے مراد وحی ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور
ابن عباس رضہ نے یہ بھی فرمایا کہ روح ایک مخلوق ہے اللہ تعالےٰ کی مخلوقات میں سے اور روح کی صورت آدمیوں کی صورت کے مثل ہوتی ہے
بقولہ تعالےٰ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا۔ ظاہر یہاں مراد معنے اول ہیں پس حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ نازل فرماتا ہے جبرئیل کو وحی کے
ساتھ۔ من امرہ۔ اپنے حکم سے یا روح جو اس کے حکم سے مخلوق ہے یا نازل فرماتا ہے اپنے حکم سے۔ علی من یشاء من عبادہ۔ اس
شخص پر جسکو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے یعنے قیامت قریب ہونے اور اللہ تعالےٰ جل شانہ کی وحدانیت کا علم بذریعہ وحی الٰہی کے ہوا اور اللہ تعالےٰ
اپنی وحی بذریعہ جبرئیل علیہ السلام کے جسپر چاہتا ہے نازل فرماتا ہے چنانچہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سرفراز فرمایا اور حضرت آدم علیہ السلام

حضرت عیسے علیہ السلام تک بکثرت انبیاء پہلے بھیجے تھے۔ اَنْ اَنْذِرُوْا نازل کرنا اس حکم کے ساتھ کہ ڈر سناؤ مشرکون وکافرون کو۔ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا۔ یہ کہ نہین کوئی معبود مگر مین یعنے الوہیت فقط اللہ تعالےٰ کے واسطے ہے۔ فَاتَّقُوْنِ۔ سو تم مجھ سے ڈرو اس بات سے کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کر دیا اُس کی نافرمانی کرو پس آیت مین اصل توحید اعتقادی بتلا دی اور اعمال طاعت بھی بتلا دیے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

اُسنے پیدا کیے آسمان اور زمین حق کے ساتھ وہ پاک ہے اس سے جو شرک کرتے ہین

پھر ان کو دلیل بھی بتلائی بقولہ۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ۔ اُسی نے پیدا کیا آسمانون و زمین کو حق کے ساتھ یعنے یہ مخلوقات کچھ نظر بندی و باطل چیز نہین ہے اور اس مین سے ایک بچی بھی کوئی شخص نہین پیدا کر سکتا ہے۔ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ وہ پاک بزرگ ہے اس چیز سے جو شرک لاتے ہین۔ خلاصہ یہ کہ جب ایک بچی نہین پیدا کر سکتے ہو تو ضرور اُس کا کوئی خالق ہوا اور انتہا یہ ہو گی کہ آخر مین ایک خالق اُن تمام مخلوقات سے باہر ہو گا جس کا کوئی پیدا کرنے والا نہین ہے اور وہ سب سے اعلیٰ ہوا اور کسی چیز کا محتاج نہوا کیونکہ جو محتاج یا عاجز ہے اُس کے اوپر کوئی ہونا چاہیے تو سب سے اعلیٰ وہ ہوا جس مین کچھ احتیاج نہین ہے اور جب کامل قوی قدرت والا ہے جو چاہے کرے تو وہی پھر سب کا خالق ہوا پس جو کچھ شرک لاتے ہین وہ اس جہالت کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالےٰ کو سب بات کا علم یا ہر چیز پر قادر نہین جانتے بلکہ بیوقوفی سے نادان و عاجز سمجھتے ہین حالانکہ وہی دانا اور سب قدرت والا ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ۔ امر الٰہی کے آنے مین اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ قدیم ہے اور اس کا ارادہ بھی قدیم ہے اور علم بھی قدیم ہے اور ارادہ و علم پہلا وجود عالم تھا پس بسر ارادت نے وجود کو چاہا پس امر قدیم سے حق تعالےٰ نے وجود کو پیدا کر دیا پس امر الٰہی بغیر زمانہ و مکان کے واقع ہوا پس وجود ابدی ہوا بغیر سوال غیر وانتظار و تعجیل کے پس امر اس کے ساتھ قائم اور مامور اُس کے ساتھ متعلق ہے اور جو ہونے والا ہے قلم پورا کر چکا پس اب سوال و عجلت دونون ساقط ہین کیونکہ یہ دونون فی الحقیقت داخل امر ازلی اور ایسے شخص کے صفات ہین جو اللہ تعالےٰ کی معرفت سے جاہل ہے اور اُس کے امر سے واقف نہین ہے اور اگر حادث مخلوقات کی خواہش پر امر الٰہی آتا ہوتا تو یہ وحدانیت الٰہی مین بڑا نقص ہوتا یہی وجہ ہے کہ اپنی ذات کی پاکی خوبی بیان فرمائی بقولہ سبحانہ و تعالےٰ عما یشرکون۔ اے شخص اس کو سمجھ لے کہ امر الٰہی صفت قدیمہ قائمہ ابدیہ ہے اور حق تعالےٰ بتمام صفات قدیم ہے ظہور اس کا من حیث الغیب ہے اور ظہور اس کا از خود برلت خود از ازل تا ابد ہے پس امر الٰہی آنے کے کیا معنے ہین در حالیکہ امر کا حکم دہندہ قدیم مین قدیم سے ہے ولیکن یہی کہ ظہور بارادہ واسطے قدیم کے وجود حادث کا ہوا پس استعجال تو واسطے معنے غیر قائم کے ہے اور امر اس کا قبل وجود العالم کے قائم ہے اس مین اشارہ معرفت یہ ہے کہ جو شخص کہ رحمت الٰہی سے عارف صادق عاشق شائق ہے وہ ہمیشہ جلدی چاہتا ہے کہ مقامات و واردات آوین اور مشاہدات مکشوف ہون کیونکہ وہ لقائے الٰہی جل شانہ کے لیے شوق مین اپنے کو فنا کرتا ہے گویا تعلق اس کا بالاختصاص ہے اور یہ خاصیت بلا سبب و بغیر علت آئی اور وہ پاک سبحانہ ازل مین اپنے ایسے بندون کی لقا کا مشتاق تھا پس قبل وجود اولیا کے اُن کو ولایت کے واسطے مخصوص کر دیا تو استعجال کا کون موقع ہے بعض مشائخ نے کہا کہ کیا تم نے کوئی امر کبھی بدون اُس کے حکم کے دیکھا ہے اور کیا سوائے اس کے ایجاد کرنے اعدام کرنے کے تم نے کوئی چیز دیکھی پس فرصت کے واسطے جلدی مت کرو کیونکہ فرصت منوط بحیرت ہے۔ شیخ نصر آبادی رحمہ نے کہا کہ حق تعالےٰ کے امور طرح طرح کے ہین ایک حکم تو ظاہری عبادات رسوم کا ہے دوم امر باطنی دائمی مراعات کا ہے سوم حکم قلب پر دائمی مراقبات کا ہے چہارم امر اسرار پر ہمیشہ مشاہدات کا ہے پنجم امر روح کو دائمی حضور خلوات کا ہے۔ شیخ استاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اصحاب التوحید کی یہ شان ہوتی ہے کہ کسی امر کے لیے اپنے اختیار سے خواہش نہین کرتے ہین اس لیے کہ اُن کے ارادات و خواہشیں ساقط ہین یعنے اُن کی خواہش وہی حق عز و جل کی مشیت ہے پس جس طرح تقدیرات جاری ہین اُسی پر راضی ہین پس اُن کا خود کوئی اختیار نہین ہے اور حق تعالےٰ کے امور حکمت بالغہ سے ہین کہ جو وہ چاہتا ہے

جس طرح چاہتا ہے اپنے اولیا کے دلون مین الہام فرماتا ہے اور صریح دلیل اسپر قولہ تعالے ان ہو الا وحی یوحی۔ ہے اور اسی معنے مین فرمایا۔ قولہ
تنزل الملائکۃ بالروح من امرہ الآیہ۔ ف لیکن مقامات وحی کے اقسام مین بعض وحی ذاتی ہے اور بعض وحی صفاتی اور بعض وحی فعلی اور اسی قسم سے
لمۃ الملک ہے اقول یہ اشارہ ہے جو حدیثون وارد ہوا کہ ہر آدمی کے ساتھ لمۃ الملک و لمۃ الشیطان ہے اور خلاصہ یہ کہ لمۃ الشیطان تو القاء
شر و بدکاری و نافرمانی ہے اور لمۃ الملک الہام خیر و طاعت ہے اور یہ الہام از قبیل وحی فعلی ہے فافہم۔ اور جس طرح جو وحی ان مین سے آتی ہے وہ ان
اہل دل کے مراتب قلبی کے اقسام پر ہے پس ایک وحی بمقام عبودیت ہے اور ایک وحی بطریق تمیز یعنے حق کو باطل سے شناخت کرنے مین ہے اور
ایک یہ کہ خطرو دہونے کے خوف کے لیے ہے اور ایک حصول وصال کی بشارت کے واسطے ہے اور ایک یہ کہ اسرار کو عیوب نفس سے آگاہ کرنے
کے لیے مع اُس کے علاج کے اور شیطان کے مکائد دفع کرنے کے اور ایک عقل کو فکر سے تربیت کرنے کے لیے اور ایک قلب کو ذکر سے آراستہ کرنے
کے لیے اور ایک اسرار باطن کو نور فراست سے منور کرنے کے لیے ہے یا وہ خبر غیب اس چیز کی ہے جو مقدرات مین سے ہونے والی ہے اور ہنوز وہ
دلون مین مخفی ہے یا وہ خبر کشف عالم ملکوت سے ہے یا خبر از اختصاص ربانیہ از تجلی از ذات و صفات ہے پس اہل القلوب کو ملائکہ ان اسرار سے
جو ہم نے بیان کیے ہین موافق استعداد اور درجات کے آگاہ کرتے ہین اقول لیکن وحی انبیاء علیہم السلام اعلی و ادق ہے بالخصوص وحی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کہ اقسام وحی جو احادیث سے ظاہر ہین وہ سب اقسام الیسے مین ظاہر ہوتے کہ مخصوص ہو ان اللہ قرآن مجید مخصوص ہے۔ بدلیل
قولہ علیہ السلام وحی اوحاہ اللہ الیہ فارجوا ان اکون اکثرہم تابعا یوم القیامۃ۔ یعنے مجھ پر جو وحی فرمائی اور معجزہ دیا وہ وحی خالص ہے جس مین مراتب
تنزلیہ کا لگاؤ نہین ہے پس مجھے اُمید ہے کہ سب پیغمبرون سے میرے اتباع زیادہ ہون گے مترجم کہتا ہے کہ اس سے مجھے اشارہ ملکیا کہ اس
حدیث صحیح کا مطلب یہی ہے کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو جو وحی بھیجی گئی وہ مراتب تنزلات کے ساتھ تھی مثلاً توریت لکھی ہوئی عطا ہوئی اور یہ نہین ہوا کہ
وحی خالص ہو یعنے وہ کلام الٰہی صحیح بلاریب ہے لیکن ظہور اُس کا بمراتب نزول ہے اور قرآن مجید خالص وحی ہے شیخ نے لکھا کہ تو نہین دیکھتا کہ
اللہ تعالے نے فرمایا نزل بہ الروح الامین علے قلبک۔ یعنے وحی قلبی ہوئی اور اس سے معلوم ہوگیا کہ نزول خالص وحی تھی کہ اللہ تعالے نے آپ پر وحی
فرمائی فافہم شیخ نے لکھا کہ پھر وحی صفاتی کے بھی اقسام بمراتب صفات مین ارواح کو جسقدر سیر عالم صفات مین میسر ہوئی اُسی قدر حسب مراتب ہوتی
ہے اور وحی ذاتی تو اسرار ہی کے ساتھ ہوا کرتی ہے اور وہان صفات کو تنزل و انفعال کو تغیر و رسوم کو اضمحلال و وسائط کا سقوط ہو جاتا ہے وہان حدیث
السر بالسر از برائے سر ہوتی ہے اور جو سر مین ہوتا ہے وہ سر باطن کے لیے ظاہر ہوتا ہے حدیث مین ہے ان فی امتی محدثین و مکلمین وان عمر منہم۔ یعنے میری
امت برگزیدہ مین ایسے بندے ہین کہ حدیث ان مین آتی ہے اور کلام ظہور کرتا ہے اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی انھین بندون مین سے ہے پس محدث
تو وہ ہے جس سے ملائکہ باتین کرتے ہین اور مکلم وہ ہے جس سے اللہ تعالے کلام فرماتا ہے اور محدث سے بھی جائز ہے کہ اللہ تعالے حدیث فرما دے۔ اقول
حدیث مین روایت محدث بدون تشدید دال ہے اور ظاہر الشیخ نے اُس کو تشدید لیا ہے اور تجھ کو چاہیے کہ اللہ تعالے سے ہدایت کی التجا کرے کہ اسرار سے
واقف ہو اور علماء حدیث نے منصوص کے موافق یہ معنے بیان کیے کہ امر حق ان مین احداث پاتا ہے پس کلام اُن کا کلام حق ہے اور فعل و ارادہ انکا
فعل و ارادہ حق ہے یعنے موافق ارادہ حق تعالے کے کرنے کو کہتے ہین فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب اور اسی کا مؤید ہے کلام حضرت عمر رضی اللہ عنہ
وافقت ربی فی ثلاث الحدیث یعنے مین نے اپنے رب سے تین باتون مین موافقت پائی از انجملہ مین نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ہم لوگ مقام ابراہیم کو
مصلے بناتے پس نازل ہوا قولہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلے الآیہ۔ تا آخر حدیث۔ اور بعض دیگر احادیث سے پانچ باتین یا کم و بیش ظاہر ہوتی ہین
اگرچہ اس روایت مین تین مذکور ہین اور یہ تین باتین وہ ہین جن کے واسطے قرآن پاک مین حکم نازل ہوا فتدبر۔ شیخ نے لکھا کہ قولہ بالروح من امرہ یہان
روح سے مراد وحی ہے اور اُس کو روح اس واسطے فرمایا کہ کلام الٰہی کا صدور از ذات پاک ہے اور وہ مکلمین و محدثین کے دلون کی حیات ہے
اور وہی مومنون کے دلون کے لیے حیات ہے بقولہ تعالے اذا دعاکم لما یحییکم پس اُن کو زندہ فرماتا ہے اپنے علم سے کہ جہالت کی موت سے رہا ہو کر

اولیاء کی خبر دینے سے وحی کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں اور یہ وحی اُس کی توحید و عظمت و کبریائی کا وصف ہے جس سے اُن کے خیال و اوہام زائل ہو جاتے ہیں چنانچہ فرمایا قولہ ان انذروا انہ لاالٰہ الا انا فاتقون پس مخلوقات کو وہ بدتر اُن کی حالت و اُس کا بدانجام سنا دیا گیا کہ جو سوائے اللہ تعالیٰ کے دیگر وہمی و خیالی خطرات و اوہام سے اُن کے خیالات نے بنا رکھے تھے اور اُن کو ڈر سنا دیا جاوے کہ حق جل شانہ کی عظمت و کبریائی سب کو محیط ہے وہ ہر ایک کے خطرات و اوہام سے اگرچہ اسرار باطنی ہوں خوب آگاہ ہے بعض مشائخ نے کہا کہ جو عالم کہ مخلوق کو خوف و ڈر سنا دے اور اُن کو پرہیز کرنے کے لیے ناصح ہو وہ انبیاء علیہم السلام کی جگہ کھڑا ہوا تو کبھی اُس کے امر سے محنت و بلا آ دے گی اور کبھی رحمت ہو گی پس ہر حالت میں صابر ہو اور حکم آلٰہی پر راضی رہے اور یہ ایسے عالم سے ممکن ہے جو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رجوع لایا اور اوقات کی محافظت رکھتا ہو اور ضایع نہ کرے۔ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بندوں میں سے محارشہ وہ ہوتا ہے جس سے فرشتہ اس کی ہر باطن میں کلام کرے اسکو خود اسکے وجود پر مطلع کرے اور اُس کی روح کے واسطے عزت کی جانب گردن اُٹھا کر تاکنے کا راستہ کھول دے۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ روح کا نزول انبیاء علیہم السلام پر بوحی ہے اور ارباب توحید میں سے محدثین کے اسرار پر ہے تو الہام و کرامت کے طریقہ پر اولیاء کے دلوں پر ملائکہ کا نزول مسدود نہیں ہے ولیکن اُن کو بطور وحی کے کلام کرنے کا حکم نہیں اور نہ کوئی ایسی وحی ہوتی ہے جس کا بطور رسالت پہونچانا مخلوق پر لازم کیا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ بحکم قولہ تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا الآیہ۔ یعنی جن بندوں نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر مضبوط جمے رہے تو اُنپر ملائکہ اُترتے ہیں کہ ڈرو مت اور غمگین نہو۔ اس سے ظاہر ہے کہ نزول ملائکہ کا اولیاء آلٰہی پر جو خالص توحید پر ثابت قدم ہیں ہوا کرتا ہے مگر یہ وحی رسالت و نبوت نہیں ہے بلکہ پیغمبر علیہ السلام کی سچی پیروی کی برکت بلا پیغمبر علیہ السلام کے واسطے بزرگی و منزلت ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ اُس کی اُمت کی سچی پیروی کرنے والے پر نزول ملائکہ بشارت سے پیغمبر علیہ السلام کے صدق رسالت صاف ظاہر ہو فافہم

پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے مخلوقات کی عجائب قدرت میں سے انسان وغیرہ کے دلائل دیے

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ

بنایا آدمی ایک بوند سے پھر تبھی ہو گیا جھگڑتا بولتا اور چوپائے بنا دیے تم کو اُنمیں جڑاول ہے اور

مَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ

کتنے فائدے اور بعضوں کو کھاتے ہو اور تم کو اُنسے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو اور اُٹھا لے چلتے ہیں

اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَ

بوجھ تمہارے اُن شہروں تک کہ تم نہ پہونچتے وہاں مگر جان توڑ کر بیشک تمہارا رب بڑا شفقت والا مہربان ہے اور گھوڑے بنائے اور

الْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا

خچریں اور گدھے کہ انپر سوار ہو اور رونق اور بناتا ہے جو تم نہیں جانتے اور اللہ پر پہونچتی ہے سیدھی راہ اور کوئی راہ

جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

کج بھی ہے اور وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو

خَلَقَ الْاِنْسَانَ۔ یعنے پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو یعنے جنس انسان کو مِنْ نُّطْفَةٍ۔ نطفہ حقیر خسیس سے یعنے ابتداء اُس کی ایسے نطفہ مرد و عورت سے مرکب کر کے اُس کو پوری خلقت کا اس عالم میں ظاہر کر کے بڑا کر دیا فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ پس وہ نکلا بڑا جھگڑالو کھلا ہوا یعنے بجائے طاعت و شکر گذاری رب عزّ و جلّ کے اُس نے ایسی حرکات اختیار کیں جیسے مخاصم ہوتا ہے اور قدرت آلٰہی تعالیٰ کو بھول گیا۔ اگر یہ وہم ہو کہ انبیاء و اولیاء بھی انسان و مخلوق از نطفہ ہیں مگر خصیم مبین نہیں ہوتے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنس انسان کو فرمایا ہے اور ہر فرد کو

نہین فرمایا پس اس جنس مین کوئی ایسا ہو تو صحیح ہوگیا جیسے کہتے ہین کہ عورت سے مرد اچھا ہوتا ہے تو یہ باعتبار نوع کے ہے ورنہ صریح معلوم ہے کہ بعضے جاہل بیوقوف بے ایمان فاسق بدکار مرد سے عورت مومنہ پڑھی ہوئی نیک عقیفہ بہتر ہوتی ہے اور یہان انسان کی خصومت مین سے یہ ہے جو اللہ تعالے نے فرمایا وضرب لنا مثلا ونسی خلقہ قال من یحیی العظام وہی رمیم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ۔ یعنے انسان نے ہمارے واسطے مثلین کہین اور اپنی پیدائش بھول گیا بولا کہ کون زندہ کرے گا ہڈیان درحالیکہ وہ گل گئی ہونگی تو کہدے ہڈیان وہی زندہ کرے گا جس نے اُس کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ حدیث امام احمد وابن ماجہ مین بسر بن جحاش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہتھیلی پر تھوک دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اے آدمی تو مجھے کہان عاجز کرسکتا ہے اور مین نے تو تجھے اتنی چیز کی مثل سے پیدا کیا جب تجھے ٹھیک استوار کیا تو اپنے جوڑے کپڑے مین اکڑتا چلا کہ زمین تجھ سے کڑتی ہے تو نے جمع کیا اور روکا جب تیرے حلقوم پر دم پہونچا تو نے کہا کہ مین اب صدقہ کرتا ہون اور اب وقت صدقہ کرنے کا کہان باقی ہے۔ ذکرہ الشیخ الامام۔ اور معالم وغیرہ مین مذکور ہے کہ آیت کا نزول دربارہ ابی ابن خلف کے ہے یعنے جو قریش کے مشرکون مین بڑا سرکش تھا اور اُحد کے معرکہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے زخم خفیف اُٹھا کر واپسی مین بطن رابغ مین مرگیا اور سخت عذاب مین مبتلا ہوگا کیونکہ حدیث صحیح مین آیا ہے کہ سخت غضب اللہ تعالے کا اُس پر جس نے کسی پیغمبر کو قتل کیا ہو یا اُس پر جسکو کسی پیغمبر نے قتل کیا ہو۔ کما فی الصحاح اور کرخی رحمہ اللہ تعالے نے اس آیت کا سبب نزول دربارہ اُبی مذکور ہونے مین تردد کیا کیونکہ یہ آیت تو اللہ تعالے کی قدرت و انعام بیان کرنے مین ہے لیکن کی سرکشی و گمراہی مین نہین ہے اور مین کہتا ہون کہ سبب نزول کے عام معنے یہان مقصود نہین یعنے آیت مین دلالت سے کافرون کی سرکشی پر مقابلہ نکلتا ہے جیسے قریش مین یہ شخص مذکور تھا اور آیت اپنے عام معانی پر ہے۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے اس کی مثل آیت سورۂ یٰس یعنے قولہ اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفۃ فاذا ہو خصیم مبین مین البتہ اقوال نقل کیے اور یہان مین کہا کہ عاصی بن وائل کے حق مین نازل ہوئی اخرج ابن ابی حاتم عن مجاہد اور عکرمہ وسدی رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ ابی بن خلف کے حق مین اور شیخ ابن جریر نے ابن عباس سے روایت کی کہ عبداللہ بن ابی کے حق مین نازل ہوئی اور ابن عساکر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ اُمیہ بن خلف کے حق مین نازل ہوئی انتہی مترجماً۔ اور مین کہتا ہون کہ درحقیقت بحسب معنے یہ سب اقوال صحیح ہین اور تعین مین ہر ایک نے باعتبار باطنی صفات خصومت کے بیان کی اور ضرور ہے کہ اس مین نظر فراست مانند سلف صالحین کے ہونا چاہیے ورنہ آیت تو قیامت تک کی بیشمار ایسے خصومت والے لوگون کو شامل ہے فافہم۔ پھر جانورون کی پیدائش سے قدرت کی دلیل اور آدمی پر پورا احسان بیان فرمایا بقولہ۔ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا چوپاؤن پر نظر کرو جنکو پیدا کیا۔ اور مراد انعام سے یا تو مطلق چوپایہ ہین یا خاص اونٹ و گائے و بکری جن مین بھینس و بھیڑ بھی داخل ہین جیسے کہ عرب کی بولی ہے اور باقی چوپایہ خواہ حلال ہون یا حرام ہون اُن کے ساتھ بالتبع داخل ہین اور اُن سے بھی قدرت الٰہی اور آدمی کا نفع اُٹھانا بعض وجوہ سے معلوم ہے۔ لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ تمھارے لیے ان جانورون مین دفا اور منافع ہین۔ واضح ہو کہ بعض اہل تفسیر نے لکھا کہ کلمہ لکم۔ اوپر سے متعلق ہے یعنے خلقہا لکم۔ معنے یہ ہوئے کہ انعام کو پیدا کیا تمھارے نفع کے لیے اور واحدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لکم سے کلام شروع ہے یعنے انعام کی پیدائش مین عبرت دلائی پھر فرمایا کہ تمھارے حق مین اُن سے انتفاع طرح طرح کا ہے یہی عمدہ و بہتر ہے۔ پھر لکم ضمیر خطاب ہے حالانکہ اوپر انسان کا ذکر تھا پس بلاغت کی صنعت التفات ہے گویا خصیم مبین ہونے سے منع کیا پھر جب راہ پر آیا تو مخاطب کرکے اُس پر انعام ظاہر کیے اور لکم سے جملہ انسان مراد ہین۔ دفاء ایسی چیز کو کہتے ہین جس سے استدفاء ہو یعنے سردی گرمی سے بچاؤ کیا جاوے اور یہ ان جانورون کے اُون اور پشم و بالون وغیرہ سے ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کمل و دوشالہ و چادرین وغیرہ ہین اور منافع ان جانورون کے دودھ وغیرہ سے انتفاع ہے۔ بعض نے کہا کہ دفاء دودھ و سواری و اُن کے بچے وغیرہ اور اُن جوتنے و سینچنے کے کام ہین اور صحاح جوہری مین یہ معنے بھی ظاہر ہین لیکن عمدہ وہی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کیونکہ فرمایا۔ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ اور تم اُن جانورون سے کھاتے ہو یعنے اُن کے گوشت و چربی وغیرہ کو من تبعیضیہ ہے کیونکہ ہر جزو جائز نہین مانند

کھال وکھری وہڈی کے بلکہ بعض جائز ہیں اس لیے فرمایا کہ ان میں سے کھاتے ہو۔ یہاں کلمہ منہا مقدم ہونے سے عربی زبان میں یہ معنی ہو جاتے ہیں کہ انھیں میں سے کھاتے ہو یعنے حصر نکلتا ہے تو بعض اہل بلاغت نے کہا کہ یہ کھانے کے مقصود کے ساتھ متعلق ہے اور اشارہ ہے کہ ان جانوروں سے تمھارا کھانا ہی اصلی مقصود ہے اور دیگر منافع اس کے تابع ہیں اور یہ غرض نہیں ہے کہ تمھاری غذا انھیں میں منحصر ہے اور بعض نے کہا کہ آیت کے فواصل کی رعایت سے مقدم ہے حصر کے لیے نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ گوشت کی غذا انھیں میں منحصر ہے اور دیگر گوشت مانند مرغی و بط و پرند وچرند بمنزلہ ذائقہ خوش کرنے کے ہیں اور منفعت لباس وغیرہ کہ جو ان جانوروں سے حاصل ہوتی ہے بہ نسبت کھانے کے زیادہ کثیر النفع ہونے سے مقدم کر کے پھر کھانے کی منفعت بیان فرمائی کیونکہ لباس و دودھ اور کھیتی وغیرہ کی منفعت ان جانوروں سے آسانی ہے اور غذا اور بھی ہو سکتی ہے اور دیگر نفع یہ کہ۔ وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ۔ اور تم کو ان جانوروں میں تجمل حاصل ہے۔ حِينَ تُرِيحُونَ۔ جس وقت ان کو چرائی سے واپس لاتے ہو۔ یعنے تر و تازہ زیادہ خوبصورت۔ وَحِينَ تَسْرَحُونَ۔ اور جس وقت ان کو چراگاہ لیجاتے ہو اگرچہ اس وقت ان کے پیٹ خالی ہوتے ہیں اگر پھر ایک شخص کے لیے اپنے جانوروں سے تجمل ہے اور یہ ہے ایسے لوگوں کے لیے جیسے عرب تھے اور جو لوگ زیادہ مال اور ریاست دنیا میں گرفتار ہیں انپر احسان آگے بیان ہے۔ وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ۔ اور یہ جانور اٹھاتے ہیں تمھارے بوجھ یعنے اموال تجارت و زاد راہ سفر یا جو جانی بوجھ کو۔ إِلَىٰ بَلَدٍ لَمْ تَكُونُوا بَالِغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ۔ ایسے شہر کی طرف کہ نہ تھے تم وہاں پہونچنے والے اگر اپنی جانوں پر مشقت اٹھا کر یعنے ضروری سامان سفر یا اسباب تجارت لادکر وہاں بالمشقت نہیں پہونچ سکتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بلد کو بعض نے کہا کہ بلاد شام و مصر ہیں۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ کوئی شہر ہو سب کو شامل ہے وقال تعالیٰ ولكم فيها منافع ولتبلغوا عليها حاجة في صدوركم وعليها وعلى الفلك تحملون ويريكم آياته فأي آيات الله تنكرون۔ اور یہاں فرمایا۔ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ۔ بیشک تمھارا رب بہت شفقت والا مہربان ہے۔ اقول حدیث میں آیا ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ جانور پر سوار ہو کر ایسے مقام کو جاوے جہاں بغیر مشقت کے پہونچ سکتا ہو۔ یعنے ہر جگہ سوار جانا تکبر یا اترانے میں شمار ہے رواہ الحدیث فی المشکوٰۃ۔ فتاوے میں ہے کہ جو کوئی اپنے جانور کو پیٹ بھر کھانا پانی نہ دیتا ہو حکم دیا جاوے کہ اچھی طرح دے ورنہ فروخت کرے ورنہ امام اس کو سزا دیوے۔ اور جانور کو بے وجہ تکلیف دینا حرام ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ ہر جاندار کی پرداخت کھانے پانی میں ثواب ہے اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں گئے وہاں ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھ سے پانی جاری ہوا تو آپ نے فرمایا کہ کہاں ہے اس کا مالک۔ یہ اونٹ مجھ سے شکایت کرتا ہے کہ اس کو چارہ پانی پیٹ بھر نہیں دیا جاتا اور کام مشقت لیا جاتا ہے تمام حدیث مشکوٰۃ وغیرہ میں صحیح سے منقول ہے۔ واضح ہو کہ پرندوں کے چھوٹے بچوں کا پکڑنا و خریدنا اور پھر ایسے کام میں جس سے جانوروں کو ایذا رہے جیسا کہ وہ ہیں اور غذا کے واسطے پرندوں کو حلال کرنا جائز ہے۔ فتاوے میں ہے کہ جاندار کو نشانہ بنانا حرام ہے اس سے معلوم ہوا کہ بٹیر پالنا ولال پالنا بلبل پالنا اور جو جانور کہ بالطبع مانوس نہ ہوں ایذا ہے اور بٹیر کو جھگڑانا حرام نکلا۔ واضح ہو کہ اونٹ جو کام ایسا دیوے کہ اس کو نہیں پہونچ سکتا تھا بخلاف بکری کے کہ بکری کو بھیڑ یا لادا جائیگا۔ بالجملہ ان جانوروں سے نفع اٹھاوے اور شفقت ورحمت کے ساتھ اور انپر بےرحمی نہ کرے جیسے اللہ تعالیٰ نے آدمی پر اس کی مشقت کے لحاظ سے رحم فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ۔ یعنے اور پیدا کیا خیل کو یعنے ہر قسم کے گھوڑے اور بغال کو یعنے خچروں کو اور حمیر یعنے گدھوں کو۔ لِتَرْكَبُوهَا۔ تاکہ تم ان جانوروں پر سوار ہو۔ وَزِينَةً۔ اور زینت کے لیے یعنے اس میں زینت تمھارے لیے حاصل ہے۔ یہاں تین امر جاننا چاہیے اول سواری دوم زینت سوم ان کے گوشت کا حکم امر اول سواری سو خیل وبغال کی سواری میں کلام نہیں ہے اور حمیر یعنے گدھے کی سواری بھی عامہ علما کے نزدیک جائز بلکہ مسنون ہے اور دلیل اس کی قولہ تعالیٰ وانظر الی حمارک الآیہ جو قصہ عزیر علیہ السلام میں واقع ہے اس پر دلیل ہے اور نیز بعض احادیث صحاح صریح دلیل ہیں اور شیخ ابن ملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبارق الازہار میں لکھا کہ ہندوستان کے بعض لوگوں نے جو اس کو ناگوار جانا ہے وہ خلاف سنت و طریقہ صالحین ہے۔ اقول:

ثابت بھی صریح دلیل ہے کہ حمار واسطے سواری کے مخلوق فرمایا اور قولہ ان انکر الاصوات لصوت الحمیر یعنے آوازوں میں سے زیادہ ناگوار گدھوں کی آواز
ہے اور جیسے حدیث میں ثابت ہے کہ وہ شیطان کے دیکھنے سے رینکتا ہے اور اُس کا گوشت حرام ہے تو یہ امر کچھ اس کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ اسپر سواری
مکروہ ہے کیونکہ خچر کا گوشت بھی حرام اور اونٹ کی مبارک میں نماز مکروہ پایا کہ وہان شتر محل شیطان آیا ہے حالانکہ خچر و اونٹ کی سواری میں کچھ کراہیت
نہیں ہے۔ واضح ہو کہ گھوڑے کے بارہ میں حدیث میں ہے کہ تین حال سے پالا جاتا ہے ایک تو اللہ تعالے کی راہ میں جہاد کے لیے تو اُس کا دانہ چارہ
دیرداخت وہر چیز ثواب ہی ثواب ہے دوم جس نے سواری کیلیے رکھا مگر جس مجاہد نے جہاد کے لیے مانگا دریغ نہ کیا یا خود جہاد کیا تو وہ بھی غنیمت ہے اور
سوم جس نے فخر و ریا وغیرہ کے واسطے رکھا تو وہ وبال ہے اور اصل حدیث صحاح میں ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ خیل کی پیشانی میں قیامت
تک بھلائی باندھی گئی ہے کما فے الصحاح مسئلہ گھوڑے کی سواری کا کھیل جبکہ اس میں بازی جوا وغیرہ کوئی ممنوع نہ ہو جائز ہے گھوڑے کو
مضمر کرنا دم تسمہ بڑھانا جائز بلکہ مستحب ہے، دو سواروں سے تیسرے نے کہا کہ جو تم میں سے آگے نکلجاوے اُس کو اس قدر دونگا مباح ہے ولیکن
نہ دیوے تو دعوت نہیں ہو سکتا۔ امر دوم زینت اس سے مراد فخر وغیرہ کے لیے نمود نہیں ہے بلکہ جیسے چہرہ پاؤں میں تجمل ہے اسی طرح کا تجمل ہے اسیواسطے
یون نہیں فرمایا لتفخروا بہا کیونکہ رکوب تو اُن کو جائز ہے اور نمود داری کرنا اُن کو نہیں جائز بلکہ جو چیز اللہ تعالے نے دی اس سے بندہ کو خود
جمال حاصل ہوا چاہیے کنگھی کرنا و صاف کپڑے پہننا ستھرائی و تجمل ہے مگر آرائش و زیبائش دکھلانے کو مکروہ ہے۔ امر سوم اُن کے گوشت کا حکم تو
حمیر کے بارہ میں حدیث صحاح میں صریح ہے کہ یالوحرام کر دیا اور آگے آتی ہے اور ائمہ علما کا ان دونوں خچر و گدھے پاؤں کے حرام ہونے میں اختلاف
نہیں ہے صرف گھوڑے کے گوشت میں اختلاف ہے اور سینہ دونوں کا بھی ظاہر ہے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ قولہ والخیل والبغال
الآیہ پھر دوسری قسم مخلوقات الٰہی میں سے ہے جن کا احسان بندوں پر رکھا کہ اُن کو سواری و زینت کے لیے پیدا کر دیا اور ان کے مقاصد میں سے سواری
سب سے اعلیٰ مقصود ہے اور جبکہ ان جانوروں کو فضیلت دی اور علیحدہ کر کے اُن کو ذکر فرمایا تو اسی سے ان علما رحمہم اللہ تعالے نے استدلال کیا
جو قائل ہوئے ہیں کہ گھوڑے کا گوشت حرام ہے جیسے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے اور دیگر فقہا جو اُن کے موافق ہوئے ہیں اقول صاحب فتح البیان نے
نقل کیا کہ یہی قول امام مالک و اُن کے اصحاب کا اور امام ابو حنیفہ رہ و اُن کے اصحاب کا و امام اوزاعی و حضرت مجاہد و ابو عبید وغیرہم کا ہے ولیکن
مترجم کو اس نقل میں تامل ہے۔ پھر شیخ نے لکھا اور یہ فقہا کہتے ہیں کہ اللہ تعالے نے خیل کو بغال و حمیر کے ساتھ ملا دیا حالانکہ یہ دونوں حرام ہیں جیسا کہ
سنت نبویہ میں ثابت ہے اور اسی طرف اکثر علما گئے ہیں اور امام ابن جریر نے کہا کہ حدثنی یعقوب ثنا ابن علیہ انبانا ہشام الدستوائی حدثنا یحیی بن
ابی کثیر عن مولیٰ نافع بن علقمۃ عن ابن عباس انہ کان آخر یعنے ابن عباس رضی اللہ عنہما مکروہ رکھتے خیل کے گوشت کو اور بغال و حمیر کے گوشت کو اور کہتے
کہ اللہ تعالے نے فرمایا والانعام خلقہا لکم فیہا دفء ومنافع ومنہا تاکلون پس یہ جانور تو کھانے کے لیے ہیں اور فرمایا والخیل والبغال والحمیر لترکبوہا
وزینۃ پس یہ سواری کے لیے ہیں سعید بن جبیر وغیرہ کے واسطہ سے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یون ہی مروی ہے اور حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ تعالے
نے بھی ایسا ہی کہا ہے اور اس قول کے واسطے استیناس ہے اس حدیث سے جو امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے مسند میں خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانے گوشت خیل و بغال و حمیر سے۔ رواہ ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ اور اس کی اسناد میں
صالح بن یحیی بن المقدام راوی میں کلام ہے اور امام احمد نے اُس کو دوسری وجہ سے بھی روایت کیا اور اس میں آیا ہے کہ حرام ہے تم پر گوشت پالوگدھے
اور خیل و بغال کا اور ہر کچلے دانتوں والا درندہ اور ہر تیز پنجوں والا پرندہ۔ پھر شیخ نے لکھا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو گھوڑے کا گوشت حرام ہونے میں صریح
نص ہوگی لیکن یہ حدیث مقابلہ نہیں کر سکتی اس کا جو صحیحین میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نہی فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
پالوگدھون کے گوشت سے اور اذن دیا گھوڑوں کے گوشت میں۔ اور امام احمد و ابو داؤد نے دو اسنادوں سے ہر ایک بشرط امام مسلم ہے جابر رضی اللہ
عنہ سے روایت کی کہ ہم نے خیبر کے روز ذبح کیا خیل و بغال و حمیر کو پس ہم کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا بغال و حمیر سے اور منع نہیں کیا

خیل ہے۔ اور صحیح مسلم میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نے زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذبح کیا ایک گھوڑا ایسی ہم نے اسکو
کھایا اور ہم مدینہ میں موجود تھے شیخ نے لکھا کہ یہ احادیث زیادہ قوی و ثبت ہیں اور یہی جمہور علما و امام مالک و شافعی و احمد و اُن کے اصحاب و اکثر
سلف و خلف کا مذہب ہے واللہ اعلم انتہے کلامہ۔ اور صاحب فتح البیان نے شوکانی سے نقل کیا کہ اگر اس آیت سے ان جانوروں کے گوشت کی حرمت
نکلتی تو پھر خیبر کے روز پالو گدھوں کے گوشت حرام کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ مترجم کہتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے خیل کے گوشت
کی حرمت مروی ہے ولیکن وجہ اس کی نجاست ہے یا کراہت تو صحیح یہ ہے کہ تحریم بوجہ کراہت کے ہے اور اسی وجہ سے بغل و حمار کے ساتھ مقترن کر دیا کہ
خیل کے گوشت سے وہی منفعت باقی رہی جو ان دونوں سے ہے اور اس طرح سے قول ابن عباس مع حدیث خالد رضی اللہ عنہ پر اور دیگر احادیث صحیحہ
پر دونوں پر عمل ہو گیا اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ اس قدر ضعیف نہیں ہے کہ ایسے مقام پر ساقط کی جاوے خصوص جبکہ توفیق ممکن ہے اور احادیث
جابر و اسماء رضی اللہ عنہما سے ایک واقعہ فعلی کا حکم نکلتا ہے اور قولی تحلیل نہیں ہے پس ممکن ہے کہ گھوڑوں کا ذبح واقع ہو جانے کے بعد آپ نے بوجہ ضرورت
کے جبکہ نجس نہ تھا ضائع نہ ہونے کے لیے خاص اجازت دی ہو کیونکہ دائمی اجازت پر دلیل نہیں ہے اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ دائمی تحریم پر نص ہے
اور یہ بھی اصول ہے کہ جس سے تحریم نکلے اس کو مقدم کریں گے اس نص پر جس سے تحلیل نکلتی ہو حالانکہ یہاں تو دونوں میں توفیق [illegible] کیا یہ امکان
نہیں ہے کہ واقعہ خیبر کو جو واقعی خاص واقعہ تھا خاص فعل پر محمول کریں اور حدیث خالد رضی اللہ عنہ کو عام رکھیں بہ نسبت اس کے کہ اس کو ترک کر دیں اور
یہ بات ثابت ہے کہ خیل کی نسل باقی رکھنے اور اس کی پرداخت کے لیے اہتمام کیا گیا۔ اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ عبد الرزاق نے ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خیل پہلے وحشی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کو اسمعیل بن ابراہیم علیہما السلام کے لیے مذلل کر دیا اور لکھا کہ ایک خچر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا گیا تھا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوتے تھے باوجودیکہ آپ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ گھوڑی پر گدھا
چھوڑا جاوے مگر اس وجہ سے کہ نسل منقطع نہ ہو اور امام احمد نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا میں گدھے کو
گھوڑی پر چھوڑا دوں کہ خچر پیدا ہو جس پر آپ سوار ہوں تو فرمایا کہ یہ تو ایسے لوگ کرتے ہیں جن میں دانائی نہیں ہے مترجم کہتا ہے کہ [illegible]
اور کم عقل لوگوں کی طرح جلدی سے اماموں کی خطا پر جزم نہ کرنا چاہیے پس یہ دیکھو ابن عباس رضی اللہ عنہ کو کہ انھوں نے اسی آیت سے سمجھا کہ خیل کا
گوشت مکروہ ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے ان کو علاوہ ذکر کیا کہ واسطے رکوب کے ہیں۔ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ۔ اور وہ پیدا کرتا ہے جو تم نہیں
جانتے ہو۔ اور ظاہر یہ ہے کہ مخلوقات کے اصلی فوائد کثیرہ جو اس نے پیدا کیے اور ہم نہیں جانتے ہیں یا خود مخلوقات بہت انواع پیدا کیں جو ہم کو معلوم نہیں
ہیں جیسے اقسام کیڑے و دریائی جانور یا جو پہاڑوں کے کھڈوں میں ہیں یا ایسے سمندر جہاں جانا ممکن نہیں یا دیگر ستاروں وغیرہ میں ہوں یا جنت
و دوزخ وغیرہ غرضکہ اقسام مخلوقات کو وہی خوب جانتا ہے اور ابن مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ جو اللہ تعالیٰ نے
پیدا کی از انجملہ ایک زمین ہے سپید موتی کی آخر حدیث تک اس کے سب اوصاف بیان کیے بعضوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روایت بنائی ہوئی ہے۔
وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ۔ اور اللہ تعالیٰ پر وسط راہ ہے اور بعضی راہوں میں سے کج ہے یعنی ان راہوں کا جن پر لوگ چلتے
ہیں یہ بیان فرمایا کہ حق ان میں سے وہ ہے جو اللہ تعالیٰ تک پہنچے جیسے قولہ تعالیٰ ان ہذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ۔ اور
مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یعنے طریق حق اللہ تعالیٰ پر ہے اور سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ اسلام ہے اور ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ و عوفی
نے روایت کی کہ یعنے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بیان ہے یعنے اللہ تعالیٰ نے ہدایت و گمراہی دونوں کو صاف بتا دیا۔ قتادہ و ضحاک و مجاہد کا یہی قول ہے و قول اول
ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سیاق کی راہ سے یہی زیادہ قوی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہاں راہیں ہیں جن پر لوگ چلتے ہیں مگر
اللہ تعالیٰ تک کوئی نہیں پہنچتی سوائے حق راہ کے اور وہ راہ تو یہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مقرر فرمائی اور سوائے اس کے سب مسدود ہیں
اور ان پر جو اعمال ہیں سب مردود ہیں اسی واسطے کہا کہ نہ جاؤ یعنے حق راہ سے مڑی ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ مختلف راہیں اور

متفرق راہیں ہیں جیسے یہودیت و نصرانیت وغیرہ یعنی جیسے مجوسیت و نیچریت و بت پرستی اور رافضیان کے اور حدیث میں اس کی تشبیہ یوں دی ہے کہ
آپ نے خط مستقیم کے دائیں بائیں خطوط کھینچے اور فرمایا کہ مستقیم راہ حق ہے اور دائیں بائیں کج راہیں ہیں ہر اس طرف بلانے والے ہیں جو گیا گمراہ ہوا اور بلانے
والے خواہ گمراہ آدمی ہوں یا خواہشہائے نفسانی ہوں یا وساوس شیطانی ہوں سب کو شامل ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ
کی قدرت و مشیت و علم بے انتہا کے ساتھ واقع ہے بقولہ. وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ. اور اگر وہ چاہتا تو ہدایت دیدیتا راہ حق کی تم کو
سب کو جیسے فرمایا لو شاء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعا یعنی حکمت کاملہ الٰہیہ کو آدمی اپنی عقل ناقص سے کہاں دریافت کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ
خلاق علیم ہے. ف. فی العرائس قولہ تعالیٰ ولکم فیھا جمال حین تریحون و حین تسرحون. عوام کے واسطے زینت ظاہری ہے اور اہل معرفت ان جانوروں
کے سراح و رواح میں صفت آلہیہ دیکھتے ہیں جو بلیں اتجمع میں اس کے فعل سے ظاہر ہوتی ہے چنانچہ اس دیدار سے ان کی محبت و کمال شوق بلقاء
اللہ سبحانہ تعالیٰ حاصل ہوتی ہے اور ارواح و قلوب و اسرار کو رغبت عالم ملکوت و ریاض جبروت پیدا ہوتی ہے اور یہ مطایا سے ملکوت میں کہ
بار شوق کو حضرت جبروت تک لے جاتے ہیں اور اسرار حقائق کو میدان عبودیت میں لاتے ہیں اقول شاید لطیف اشارت ہے کہ اجسام کی ترکیب
عالم کو شامل ہے اور حقائق پرورش گویا گوسالہ پروری ہے الذین اتخذوا العجل سینالھم غضب من ربھم الآیہ. قال تعالیٰ وتحمل اثقالکم الی بلد الآیہ.
جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ ابواب غیب کو اہل قلب پر کشادہ فرما دے تو ان کے دلوں پر انوار عنایات ارسال فرماتا ہے کہ بقوت فیض مشاہدہ
ان کو عالم غیب میں لے جا کر اسرار عجائب ملک و ملکوت پر مطلع کر دیتے ہیں اور وے اصحاب جذبہ و واردات ہیں کہ اس مشاہدات تک پہنچ گئے
اگر اہل سلوک ہوتے تو بدون لزوم مراقبہ و مقامات کے نہیں پہنچ سکتے کہ ہمیشہ مجاہدات انہیں لازم ہیں. قولہ الا بشق الانفس. ہم مجذوب محض فیض سے
ملک مشاہدہ میں پہنچتا ہے پس بعض محمول بنور فعل ہیں اور بعض محمول بنور صفت اور بعض محمول بنور ذات ہیں پس اول کا مقام خوف و رجا اور
محل یقین ہے اور بلاد شہود ہے اور قسم دوم کا مقام معرفت اور محل عظمت و بلاد ربوبیت ہے اور قسم سوم کا مقام توحید اور محل فنا اور بلاد بقا
ہے. شیخ رویم رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ محمول من رفاہ ہے اور حامل میدان مشقت میں سو جو محمول ہوا اس کو کفایت ہوئی اور جو چھوڑا گیا اس پر
تنگی کی گئی. اور اکثر ہوتا ہے کہ بعض بندوں پر بے سبب کوئی تعب و مشقت نہیں پڑتی ہے. ابن عطا رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ نفس ان مشقتوں کو
نہیں اٹھا سکتے ہیں لیکن دل اٹھاتے ہیں جب جانتے ہیں کہ کہاں جاتے ہیں اور کس کے حکم کی فرمانبرداری ہے کیا چاہتے ہیں. شیخ جنید رحمہ اللہ
تعالیٰ نے اسی آیت سے فرمایا کہ مقصود تک پہنچنے کے واسطے واجب ہے کہ ابتدا میں مشقت و کوشش کرے جس کی برکت سے واصل بمراد ہو. قولہ
ویخلق ما لا تعلمون. عقلوں و فہموں کو متحیر کر دیا کہ اس کے افعال و بدائع حکمت بے نہایت ہیں اور آلہ سے قاصر ہیں اور ہر فعل کے لطائف و عجائب
قدرت دریافت کرنے میں عاجز و متحیر ہیں یعنی جب ہم کسی مخلوق کی پوری کیفیت و حکمت ادراک نہیں کر سکتے ہیں تو کیسا رتبہ الست ہو گی کہ خالق عز و جل کے
افعال کا احاطہ کر سکیں اور ہر ایک نہایت اس کے فعل کی حکمت سے عاجز ہو گئے اور اس کو قدرت ہے کہ ایک چیونٹی کی پیٹھ پر لاکھوں عرش و کرسی پیدا کر دے
بلند دو جوش د ہر عالم میں اس کی خواہش ہیں عجیب پیدا کئے ہیں اور آدمی دو جہان میں دوسری طور پر ہیں اور ملائکہ کے دلوں میں تسبیح و تہلیل ہے اور اہل معرفت
و اہل محبت و اہل الحق کے دلوں میں حکمت و معرفت وغیرہ و ان کے اسباب شوق و مناجات و طاعات وغیرہ عجائب اقسام و انواع سے پیدا
فرمائیں. ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ عرش کے دائیں جانب نہر نور ہے جس کا طول و عرض مثل ہفت آسمان و زمین کے ہے
جبرئیل اس میں ہر سحر داخل ہو کر غسل کرتا ہے کہ نور پر نور و جمال پر جمال و عظم پر عظم بڑھتا ہے اور جو قطرات اس سے ٹپکتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر قطرہ سے جو
اس کے بازو سے ٹپکتے ہیں ستر ہزار فرشتہ پیدا کرتا ہے ان میں سے ستر ہزار فرشتہ ہر روز بیت المعمور میں اور خانہ کعبہ میں ستر ہزار داخل ہوتے ہیں کہ پھر
دوبارہ لوٹ کر نہیں آتے ہیں اسی طرح قیام قیامت تک ہوتا رہے گا. بعض مشائخ نے کہا کہ جب مخلوقات الٰہیہ سے کچھ کو وقوف دیا جاوے جو تیری
سمجھ سے باہر ہے تو ہرگز اس کا انکار مت کر کیونکہ اس نے جو کچھ پیدا کیا ہے کوئی مخلوق اس سے واقف نہیں ہے جبکہ تو اپنی خلقت سے پوری طور پر

واقف نہین تو مخلوقات الٰہی کا انکار تیری نادانی کی دلیل ہوگی ۔ قاسم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمھارے افعال جن سے تم پر عار ہین ....
ہوتے ہین تب جانتے ہو ورنہ واقف نہین ہو سکتے ہو اور اللہ تعالیٰ سب مخلوق کا علیم ہے ۔ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تم جن افعال ایسے پیدا کرتا ہے
کہ تم یہ نہین جانتے کہ وے تم کو نافع ہین یا مضر ہین قولہ وعلی اللہ قصد السبیل الآیہ ۔ اللہ تعالیٰ پر ہے راہ مستقیم کہ ازل مین جسکو اپنی محبت و ولایت و ایمان
و ایقان بمعرفت و ربوبیت کے لیے پسند کر لیا ہے اُس کو پہنچوا دے یعنے ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت مین ہے کسی غیر کی طرف جو الہٰین ہے
عرش سے تحت الثریٰ تک کوئی اسکو نہین کر سکتا یعنے الوہیت کی صفات مین اسکا کوئی شریک نہین ہے کہ بغیر اسکے ارادہ و مشیت کی کسی کو اسکی طرف
راہ نہین اور کسی کو اسکی معرفت سے بہرہ نہین اور کسی سبب و علت و تدبیر سے اُس کا حصول نہین ہو سکتا ہے ۔ قولہ ومنہا جائر یعنے راہون مین غضب کی
کج راہین ہین جو راہ صواب سے مڑی ہوئی ہین سب وادی طغیان جہنم کو جاتی ہین سر سے پر شیخ الضلال یعنے شیطان ۔ اس نے اتباع کو ٹھا دیا ہے پس
جسکو راہ مستقیم سے مردود کیا اُسپر شیخ ملعون کو مسلط کر دیا یہ ملعون اُس کو شہوات کے جنگلون و ظلمات کے بیابانون مین بھٹکاتا ہے اور ہدایت و ضلالت
دونون کا تعلق اللہ تعالیٰ کے قہر و لطف کے ساتھ ہے اگر وہ چاہتا سب کو رحمت کی تحت مین لا دے تو ایسا ہی ہو جاتا جیسا وہ چاہے لیکن جس کو
چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسکو چاہتا ہے راہ دیتا ہے و قد قال تعالیٰ ولو شاء لہدٰکم اجمعین ۔ اور شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ پر رہنمائی
قصد السبیل کی ہے اور سبیل مین سے بعض جائر ہے اور اللہ تعالیٰ سب السبل الجائر ہے اور سبیل القصد یہ ہے کہ رفتار با نور الیقین ہو اور سبیل الجائر وہ رفتار بطریق
توہم و دعاوی ہے یعنے بغیر برہان یقینی و وحی سے قطعی کے اپنے اوہام و ظنون سے استدلال کرکے بطور باطل دعوے کئے اسکو رواج دیکر اُسپر جم جاوے اور
سوائے اہل التوحید کے باقی ملتین و مذاہب سب اسی مین گرفتار ہین ۔ پھر دوسری نعمتون کو شمار فرمایا بقولہ ۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لَكُمْ مِنْهُ شَرَابٌ وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ ۝ يُنْبِتُ لَكُمْ
وہی ہے جنے اُتارا آسمان سے پانی تمھارا اس سے پینا ہے اور اس سے درخت ہین جن مین چراتے ہو اُگاتا ہے تمھارے واسطے
بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝
اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجورین اور انگور اور ہر قسم کے میوے اسمین نشانی ہے ان لوگون کو جو دھیان کرتے ہین
وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
اور کام مین لگائے تمھارے رات اور دن اور سورج اور چاند اور تارے کام مین لگے ہین اسکے حکم سے اسمین نشانیان ہین
لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۝
ان لوگون کو جو بوجھ رکھتے ہین اور جو کچھ پھیلایا تمھارے واسطے زمین مین کئی رنگ کا اس مین نشانی ہے ان لوگون کو جو سوچتے ہین

هُوَ الَّذِي وہی رب تمھارا ہے جس نے أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً اتارا اونچی طرف سے پانی مراد ابر ہے جو اوپر ہوتا ہے کمافی البیضاوی
وغیرہ اور بعض نے سما سے آسمان مراد لیا اور ابتدائے سورۂ بقرہ مین مترجم نے دونون قول مین توفیق بیان کر دی ہے یعنے اول معنے تو عام فہم ہین
اور دوسرے معنے اہل معرفت و علماء کی فہم کے لائق ہین اور دونون صحیح ہین اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا پس صبح کی
دو فریق نے آیا ۔ مومن و ایک کافر پس جس نے کہا کہ فلان ستارے کی وجہ سے پانی برسا وہ اللہ تعالیٰ سے کافر اور ستارہ کا مومن ہے اور جس نے کہا
کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اپنی قدرت و رحمت سے برسایا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا ۔ لَكُمْ مِنْهُ تمھارے لیے اس پانی سے شَرَابٌ پینے کی چیز
ہے کیونکہ شراب ہر ایسی چیز کا نام ہے جو پی جاوے جیسے طعام جو چیز کھائی جاوے اور یہ حرام چیز نشہ والی جسکو ہماری زبان مین شراب کہتے ہین اسکو
عربی مین خمر کہتے ہین و لیکن اگر کوئی شخص اردو زبان مین قسم کھاوے کہ اگر وہ شراب پیے تو اُس کی جورو کو طلاق ہے تو اس سے شراب نشہ والی یعنے خمر مراد
لیجاوے گی حتے کہ پانی پینے سے اُس کی جورو پر طلاق نہ ہوگی معلوم ہوا کہ ہماری عرف مین شراب کا لفظ ترجمہ حقیقت ہو گیا ۔ وَمِنْهُ شَجَرٌ اور

اسی پانی سے شجر ہیں یعنے ہر قسم کے درخت پیدا ہوتے ہیں کبھی عرب والے گھاس کو نجم کہتے ہیں جس کی ڈنڈی نہ ہو جیسے کلا ہوتی ہے اور شجر ڈنڈی دار کو کہتے ہیں اور ظاہر یہاں مراد عام ہے کہ سبزہ پیدا کیا فِیْهِ تُسِیْمُوْنَ۔ اسی شجر میں تم چراتے ہو یعنے اپنے جانوروں کو اس سے چارہ دیتے ہو۔ زجاج رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جو زمین سے اگے وہ شجر ہے۔ الحاصل آسمان سے پانی نازل فرمایا جس سے تم نے خود پیا اور اس سے سبزہ پیدا کیا جس سے اپنے چارپائے چراتے ہو جنکے منافع اوپر فرمائے ہیں بعض مفسرین نے کہا کہ اس میں ایک خُلق عمدہ سکھلایا کہ آدمی اپنے مملوکہ جانور وغیرہ پر بڑی زیادہ خیال رکھے چنانچہ پہلے یہاں جانوروں کا چارہ پانی مقدم کیا پھر آگے آدمیوں کی ذاتی غذا بیان فرمائی۔ اوّل حدیث میں ہے کہ تمہارے لیے ہر جگر تر والے جانور میں ثواب ہے اگر کہا جاوے کہ حدیث میں تو آیا کہ آدمی پہلے اپنی ذات پر خرچ کرے پھر اپنے عیال سے شروع کرے۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں اہتمام رکھنے کا بیان ہے اور خرچ کرنے کا طریقہ حدیث میں مذکور ہے۔ آدمی پر لازم ہے کہ جانور رکھے تو اس کے کھانے پانی کی اچھی خبرگیری کرے ورنہ جدا کر دے پھر منافع منھہ فرمائے یُنْۢبِتُ لَکُمْ بِهِ الزَّرْعَ پیدا فرماتا ہے تمہارے لیے اسی مینہ سے کھیتی یعنے اناج کیونکہ خوراک میں و اکثر و اصل ہر یعنے کثرت سے اسی پر دار ہے۔ اگر کہو کہ حدیث میں ہے کہ جس گھر والوں میں خرما نہو وہ بھوکے ہیں کما فی الصحیحین تو جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ جن لوگوں کے پاس خرما ہی ہوں وہ فاقہ سے ہونگے اُن کو سوال حلال ہے کیونکہ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ وہ گھر خوراک سے خالی نہ ہوا جہاں خرما موجود ہوں۔ اور یہ معنے نہیں ہیں کہ اناج ہو اور خرما نہو تو فاقہ ہے فافہم۔ وَالزَّیْتُوْنَ اور اگاتا ہے اس سے زیتون کو جسکے تیل کو زیت کہتے ہیں عرب اسکو روٹی کے ساتھ کھاتے اور زیادہ برکت کی چیزوں میں سے ہے۔ وَالنَّخِیْلَ اور درختان خرما کو جن سے خرما پیدا ہوتے ہیں اور وہ غذا بھی ہے اور انگور کے ساتھ لطف ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ خرما کو پانی کے ساتھ غذا مقرر کرنا چند روز میں سخت امراض پیدا کرتا ہے ولیکن اللہ تعالے نے مکہ معظمہ و حجاز میں اس کا ضرر نہیں رکھا اور یہ اللہ تعالے کی قدرت بدعا سے حضرت خلیل علیہ السلام وہاں کے لوگوں میں ظاہر ہے جن کو پھلوں سے رزق عطا ہوا وَالْاَعْنَابَ اور انگوروں کو یعنے مختلف قسموں کے انگور پیدا کیے۔ وَمِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اور ہر قسم کے پھلوں سے جن کا شمار کرنا تم پر متعذر ہے بلکہ اللہ تعالے کی قدرت و نعمت دیکھنے کو مذکور ہوئے ہیں غور کرو اور شکر احسان لاؤ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔ یعنے پانی نازل کرنے اور اس طرح اگانے میں آیت عظیمہ ہے جو دلیل ہے اللہ تعالے کی کمال قدرت پر اور فقط اسی کی ربوبیت پر ایسی قوم کے لیے جو فکر کرتی ہیں اور آیت سے درجہ یہ کہ آیات یعنی جو اللہ تعالے نے پیدا فرمائی اس کا مثل نا ممکن ہے اور واضح ہو کہ اس سورہ میں آیت کا سات جگہ ذکر ہے پانچ جگہ مفرد اور دو جگہ جمع ہے۔ کرمانی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ مفرد سے اشارہ یوحدانیت مدلول ہے کیونکہ آیت دلیل ہے یعنے اللہ تعالے اور جہاں جمع ہے وہ بمناسبت مسخرات ہے۔ انتہے۔ اور فکر عام و خاص ہے اور عام یہ کہ دانہ زمین میں غائب کیا گیا اور تری سے پھول کر پھٹا اور کلا نکلا اور ہوا کی طرف بڑھا اور زمین میں جڑیں پھیلیں اور اوپر شاخیں و پتے و رنگین و خوشے و پھل پھول قسم قسم کے خوشبو و مزہ و اقسام منافع و انواع آثار ظاہر ہوئے پس جب اسے اس میں فکر کی اس پر اللہ تعالے کی کمال قدرت و الوہیت و وحدانیت میں شبہ بھی نہیں رہتا۔ اور خاص فکر یں نہایت اعلیٰ ہیں پھر ساوی مسخرات بیان فرمائے بقولہ وَسَخَّرَ لَکُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اور مسخر کر دیا تمہارے لیے رات کو اور دن کو۔ یعنے دونوں کو ایسے طور پر کر دیا کہ جس طرح اُن کے حق میں نافع ہے اور اُن کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اسی طرح پیچھے بعد دیگرے ہمیشہ آتی رہتی ہیں اور اُن کے اوقات و آثار میں پرورش پاتے ہیں۔ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اور مسخر کر دیا سورج اور چاند کو۔ یہ دونوں بھی اسی طرح مسخر ہیں۔ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ۔ حفص رحمہ اللہ تعالے کی قرأت عاصم رحمہ اللہ تعالے سے بالرفع ہے یعنے نجوم مسخرات ہیں اللہ تعالے کے حکم سے یعنے ایسی چال پر برابر چلتے ہیں کہ آدمی اُن سے اوقات و فصول معلوم کرتے ہیں اور اس کلام سے فلاسفہ و منجمون کا قول مردود ہو گیا جو کہتے ہیں کہ سیارے و ستارے اس عالم سفلی میں تصرف کرتے ہیں اور انہیں کی تاثیرات سے فصل کی خشکی وغیرہ آثار ہوتے ہیں پس اللہ تعالے نے آگاہ فرما دیا کہ یہ سب اللہ تعالے کی ارادت کے موافق مقہور و مسخر ہیں

پس جمل اس مقام پر فقط یہ ہے کہ ان کے واسطے تاثیرات قرار دیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے اُن کو مسخر کر دیا اسی طرح جاری ہیں پس اگر رفتار کا حساب رکھا جاوے تو وقت معلوم ہوتا رہیگا ولیکن اللہ تعالےٰ جب تک چاہے ہوگا اور جب اُس نے چاہا فرق ہوگا اور یہی معنے حدیث صحیح سے ماخوذ ہیں کہ نجومی کے قول پر ان کی تاثیرات اختیاری کا یقین کرنا کفر ہے اور یہیں سے معلوم ہوا کہ بعض مشائخ کا جو قول مروی ہے کہ نجومی اپنے حساب چاند پر روزہ رکھے اگرچہ چاند نظر نہ آیا ہو یہ قول بالکل ضعیف بلکہ باطل ہے دو وجہ سے اول یہ کہ رفتار اختیاری نہیں ہے تو فرق ہو جانا ظاہر ہے اور یہ تجربہ ہو گیا کہ بارہا جنتری میں چاند لکھا مگر اس دن نہ ہوا حالانکہ مطلع بالکل صاف تھا اور دوم یہ کہ احکام کا مدار ہر عام و خاص کے لیے یکساں ہے تو جبھی حکم متعلق ہوگا جب سب دیکھیں تو نجومی کے حساب پر کوئی حکم متعلق نہ ہوگا فافہم۔ غرضکہ یہ سب سیارے و ستارے مسخر بامر الٰہی ہیں۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ۔ یعنے اہل عقل ان آیتوں میں عقل نورانی کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت و اُلوہیت پر اور کوئی شریک نہ ہونے بلکہ شریک ممکن نہ ہونے پر دلائل پاتے ہیں تفسیر کبیر و ابو السعود و بیضاوی وغیرہ سے مفہوم ہے کہ یہاں قوم ذی عقل کے واسطے اس لیے آیات فرمائیں کہ آثار علوی میں قدرت پر دلالات کثیرہ ظاہرہ ہیں اور وہ عقل سے معلوم ہوتے ہیں اور یہ عقل اسوقت تربیت یافتہ ہوتی ہے کہ آثار سفلی سے ایمان لا کر فکر سے قلب منور و عقل پرورش پاوے اور بعضے گمراہ خالی حواس کو عقل تصور کر کے حیران و سرگردان ہوتے ہیں۔ بالجملہ عالم علوی کی آیات بعد عقل کے حاصل ہوں کیونکہ عالم سفلی کے آثار سے نور افعال و صفات الٰہی اہل معرفت کو زیادہ ظاہر ہوتے ہیں لہٰذا فرمایا۔ وَمَا ذَرَاَ لَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ مُخۡتَلِفًا اَلۡوَانُہٗ اور مسخر کر دیا تمہارے لیے جو پیدا کیا زمین میں درحالیکہ ان کے رنگ مختلف ہیں۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ چوپایہ و درخت و پھل طرح طرح کے اللہ تعالےٰ کی نعمتیں تم پر ہیں اُن کا شکر ادا کرو۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّذَّکَّرُوۡنَ۔ اس سب میں آیت ہے ایسی قوم کے لیے جو بیدار ہیں جس نے تذکر کیا اُس نے عبرت پائی اور عبرت سے اصل مقصود پر راہ پائی اور غافل اپنی عمر کو غفلت میں ختم کر کے ایک روز مر جاتا ہے۔ بالجملہ ان کی ذاتی ضرورات کی نعمتیں و آسمانی و زمینی نعمتیں ذکر کر کے سمندر کے انعام ذکر فرمائے

وَہُوَ الَّذِیۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ لِتَاۡکُلُوۡا مِنۡہُ لَحۡمًا طَرِیًّا وَّ تَسۡتَخۡرِجُوۡا مِنۡہُ حِلۡیَۃً تَلۡبَسُوۡنَہَا ۚ وَ تَرَی

اور وہی ہے جسنے کام لگایا دریا کو کہ کھاؤ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اس سے گہنا جو پہنتے ہو اور دیکھے تو

الۡفُلۡکَ مَوَاخِرَ فِیۡہِ وَ لِتَبۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِہٖ وَ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ ﴿۱۴﴾ وَ اَلۡقٰی فِی الۡاَرۡضِ رَوَاسِیَ اَنۡ

کشتیاں پھاڑتی چلتی اسمیں اور اسواسطے کہ تلاش کرو اسکے فضل سے اور شاید احسان مانو اور ڈالے زمین میں بوجھ کہ کبھی

تَمِیۡدَ بِکُمۡ وَ اَنۡہٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّکُمۡ تَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۵﴾ وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجۡمِ ہُمۡ یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنۡ

جھک پڑے تم کو لیکر اور ندیاں بنائیں اور راہیں شاید تم راہ پاؤ اور بنائیں نشانیاں اور تارے سے لوگ راہ پاتے ہیں بھلا جو

یَّخۡلُقُ کَمَنۡ لَّا یَخۡلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡہَا ؕ اِنَّ اللّٰہَ

پیدا کرے برابر ہے اسکے جو کچھ نہ پیدا کرے کیا تم سوچ نہیں کرتے اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی نہ پورا کر سکو بیشک اللہ

لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۸﴾

بخشنے والا مہربان ہے

وَہُوَ الَّذِیۡ سَخَّرَ الۡبَحۡرَ۔ رب وہی ہے جس نے مسخر کر دیا سمندر یعنے ایسی حالت پر کر دیا کہ۔ لِتَاۡکُلُوۡا مِنۡہُ لَحۡمًا طَرِیًّا۔ تاکہ تم اس سے کھاؤ گوشت طراوت والا مراد مچھلی ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ مچھلی میں فوائد کثیر ہیں اور مچھلی کے واسطے گوشت یہاں صریح مذکور ہے پس اس سے ایک مسئلہ کا حکم نکلا کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہ کھاؤنگا تو مچھلی کھانے سے قسم ٹوٹ جاتی ہے اور یہی امام مالک و ان کے اصحاب کا قول ہے اور لیکن علماء حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا اس لیے کہ قسم کا مدار قسم کھانے والے کی نیت پر ہوتا ہے اور لوگوں میں گوشت وہی کہلاتا ہے جو خون

پیدا ہو تو اس معنے مین مچھلی مین گوشت نہین ہے حتےٰ کہ اگر اس قسم کھانے والے کی نیت مین یہی گوشت ہو تو جھوٹا پڑ جائیگا۔ اس تقریر کے موافق اگر
قسم کھاوے کہ جو واقع مین گوشت ہو اُس کو نہ کھاؤنگا تو مچھلی کھانے سے جھوٹا ہونا چاہیے کیونکہ آیت سے معلوم ہوا کہ واقع مین مچھلی مین تر و تازہ گوشت
ہے اگر چہ لوگون کی بول چال مین اُس کو گوشت نہ کہتے ہون۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ تن زیب نہ پہنونگا تو ململ پہننے سے جھوٹا نہ ہوگا کیونکہ اس کو عرف مین
تن زیب نہین کہتے لیکن اگر اس نے یہ معنے لیے کہ جس سے تن کی زیب و زینت ہو تو جھوٹا پڑ جائے گا۔ لذا سخ للترجمہ۔ وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ اور تا کہ نکالو
سمندر سے حِلْيَةً زیور یعنے موتی و مرجان۔ تَلْبَسُوْنَهَا جسکو تم پہنتے ہو۔ واضح ہو کہ سب سمندرون سے موتی نہین نکلتے مین تو مراد یہان شور سمندر ہے
اور امام بزار رحمہ اللہ تعالےٰ نے عبد اللہ بن ابی عمرو سے موقوف روایت کی کہ غربی سمندر نے خواہش کی کہ آدمیون کو غرق کرے جب قابو پاوے تو
اللہ تعالےٰ نے آدمیون کے لیے اپنی قدرت سے حفظ دیا اور صید و حلیہ سے اس کو محروم فرمایا اور شرقی سمندر نے خواہش کی کہ اُن کو مثل والدہ کے
پرورش کرے تو اسکو صید و حلیہ نصیب کیا گیا۔ بعضے لوگ اس کو حدیث بیان کرتے مین مگر صحیح نہین ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ موتی نکالنا اور اُس کی
اُجرت وغیرہ کے مسائل فقہی جائز مین مگر اجارہ مین کوئی تعداد موتی کی نہ ہو اور واضح ہو کہ موتی حاصل ہونے سے پہلے خالی غوطہ پر ٹھیکہ و بیع باطل ہے
کیونکہ یہ قمار ہے۔ مسئلہ موتی زیور ہے تو جواب یہ کہ ظاہر آیت مین زیور ہے۔ اگر کہا جاوے کہ پھر مردون کو کیونکر روا ہوا کہ فرمایا تَلْبَسُونَهَا۔ جواب یہ کہ
یہان مراد تم سے آدمی ہین جن مین عورتین شامل ہین یا کہا جاوے کہ تمھاری عورتین پہنتی ہین۔ غرضکہ فتوے یہی ہے کہ موتی زیور ہین اور مردون پر انکا پہننا
حرام ہے۔ بعضے علما نے کہا کہ زیور کی حرمت عام نہین ہے بلکہ ایسے زیور حرام ہین جو عورتون کے ہون یا عورتون سے مشابہت پیدا کرین اور فقہاے
حنفیہ نے رد کر دیا کہ ہمارے یہان بڑا زیور عورتون کے واسطے موتی ہین سو اگر وہ مردون پر حلال ہو تو فرق کیا ہے۔ تم پہنتے ہو اس لفظ سے جواز نہین
نکلتا جبکہ یہان آدمیون پر احسان بیان فرمانا منظور ہے اور عورتین ان مین داخل ہین یا یون کہو کہ تمھارے لیے عورتین پہنتی ہین بہر حال مردون پر جائز
نہین ہے۔ مسئلہ موتی مین زکوٰۃ ہے تو ابن ابی شیبہ نے اپنی اسناد سے حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت کی کہ اُنھون نے اس آیت کو
پڑھکر فرمایا کہ زیور مین زکوٰۃ نہین ہے۔ اقول ظاہر مذہب حنفیہ اس کے موافق ہے کہ زیور مین زکوٰۃ نہین اور جواہرات مین زکوٰۃ نہین ہے اور انواع جواہر
مین سے کسی کے بارہ مین زکوٰۃ کا حکم وارد نہین ہوا۔ بالجملہ جواہر مین زکوٰۃ نہ ہونا معروف ہے اور زیور کی زکوٰۃ مین اختلاف ہے کیونکہ صحیح کی حدیث سے ثابت
ہوتا ہے کہ ایک عورت کو فرمایا کہ تو اپنے ان سونے کے کنگنون کی زکوٰۃ دیتی ہے آخر اور اس حدیث مین ہے کہ اُس نے دونون کو صدقہ کر دیا پس
اس سے ظاہر ہوا کہ زکوٰۃ ہوتی ہے لہذا متاخرین مشائخ حنفیہ نے زکوٰۃ کا فتوے دیا و تمام کلام فقہ مین ہے۔ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ اور تو
دیکھتا ہے کشتیون کو پھاڑنے والیان اس مین یعنے قدرت الٰہیہ سے ہے کہ سمندر کو کشتیان پھاڑتی چلی جاتی ہین۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ سمندر مین چلی جاتی ہین۔ ضحاک رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ہوا کے موافق مین چلتی ہین واضح ہو کہ اس مین لطیف اشارت ہے کہ بندون کے افعال مخلوق
الٰہی ہین۔ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ یعنے تا کہ تم سوار ہو اور تا کہ تجارت کرو اور فضل الٰہی سے نفع کماؤ۔ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ اور تا کہ تم اللہ تعالےٰ
عز و جل کی شکر گزاری کرو۔ وقولہ تعالےٰ۔ وَأَلْقَىٰ فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ مشہور یہ ہے کہ زمین کو لرزہ تھا اُس پر پہاڑ قائم ہوئے
اور معنے اس کے یہ ہین کہ گوشت کی طرح پھڑکتی تھی اور یہ امر بسبب خوف الٰہی کے تھا چنانچہ ابن جریر رحمہ اللہ نے باسناد حسن حضرت علی بن ابی طالب
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب اللہ تعالےٰ نے زمین کو پیدا کیا تو اس نے عرض کی کہ اے رب تو مجھ پر بنی آدم پیدا فرماوے گا کہ میرے اوپر
گناہ کرین اور بدکاریان کرین اور فرمایا کہ پھر اللہ تعالےٰ نے اُس پر پہاڑ قائم کر دیے جو تم کو نظر آتے ہین اور جو نہین نظر آتے ہین اور جنبش اس کی جیسے
گوشت پھڑکتا ہے۔ اور عبد الرزاق نے بسند جید حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ سے روایت کی کہ جب زمین پیدا کی گئی تو موج مارتی تھی پس ملائکہ نے
کہا کہ یہ تو کسی کو اپنے اوپر نہ رہنے دیگی پھر ایک صبح کو دیکھا کہ اُس پر پہاڑ قائم ہین پس ملائکہ کو یہ معلوم نہ ہوا کہ پہاڑ کس چیز سے پیدا ہوئے ہین۔ سعید رحمہ اللہ
تعالےٰ کی روایت مین حسن رحمہ اللہ تعالےٰ نے مانند اس کے قیس بن عبادہ سے روایت کیا ہے اور رواسی کے معنے ثوابت ہین یعنے ایسے پہاڑ جو جمے

[illegible]

ہوئے ہیں اور انھیں کو اوتاد یعنے میخین فرمایا۔ اور ظاہر ا پہاڑون کی خلقت زمین کے ساتھ ایسے جوہر سے ہے جو سخت ہے کیونکہ زمین کو یہ اضطراب بسبب نرمی کے تھا جو پہاڑون کی سختی سے زائل ہوا یہان ایک نکتہ ہے کہ اہل معرفت وخاص بندون مین سے بعضے اوتاد ہوتے ہین کہ جیسے اپنی ذات مین مستقیم وثابت قدم ہوتے ہین ویسے ہی اللہ تعالےٰ کی قدرت وقضاء مقدر مین ثابت وراسخ ہوتے ہین حتےٰ کہ اگر کوئی قوم ہلاک کیجاوے اور کوئی جہاز غرق کیا جاوے یا کسی شخص پر عذاب وسختی ہو اس کو بغیر اضطراب وجنبش کے دیکھتے ہین اور پہاڑون کی سختی اس سے ثابت ہے جو فرمایا ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ الآیہ۔ اور قرآن واحادیث مین بکثرت ثابت ہے کہ پہاڑ تسبیح کرتے ہین جیسے قولہ سخرنا مع داؤد الجبال یسبحن والطیر۔ اور جیسے حدیث مین ہے کہ احد کا پہاڑ ہم کو دوست رکھتا ہے اور ہم اس کو۔ اور بعضے پہاڑ کی نسبت کہا کہ وہ ہم کو دشمن رکھتا ہے اور واضح ہو کہ بعضے جاہل اس کو بعید سمجھتے ہین حالانکہ ان کے پاس کوئی دلیل نہین کیونکہ جسم ہونے مین جیسے یہ لوگ ویسے پہاڑ اور باقی خصال مین مختلف ہین تو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ان مین تسبیح کی لیاقت نہین ہے ہان اسقدر ظاہر ہے کہ آدمیون کی طرح منھ وزبان سے نہین ہے فافہم۔ وَاَنْهٰرًا۔ اور پیدا کردین زمین مین نہرین یعنے دریا جیسے نیل وفرات وسیحون وجیحون۔ اور اکثر دریا پہاڑون سے نکلتے ہین۔ وَّسُبُلًا۔ اور پیدا کردین راہین کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہونچو۔ لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ یعنی تاکہ تم عبرت حاصل کرو اور اپنے رب عزوجل کی توحید اور دار آخرت کی راہ پاؤ۔ وَعَلٰمٰتٍ ط۔ اور پیدا کر دیے اس مین نشانات چنانچہ ان نشانون سے خشکی وتری کے راستون مین سیدھے اور ٹیڑھے کی شناخت کرتے ہو۔ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۔ اور نجم یعنے ستارہ سے وے راہ پر آجاتے ہین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ دن مین پہاڑ ودریا وغیرہ علامات ہین اور رات مین ستارے ہین۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے ستارون کو تین فائدون کے لیے پیدا کیا یعنے تم کو یہ فائدے بتلا دیے ہین ایک یہ کہ آسمان کی زینت ہو دوم یہ کہ راستون کی علامات ہو اور تیسرے یہ کہ شیاطین کے لیے رجوم ہون سو جس نے ان باتون کے سوائے گفتگو کی اُس نے ایسی بات کا تکلف کیا جسکا اُس کو علم نہین ہے۔ پھر مشرکون وغافلون کو ملامت فرمائی بقولہ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ط۔ یعنے جس نے ایسی مخلوقات نادرہ وفوائد کثیرہ ومنافع جلیلہ پیدا کر دیے ہین کیا وہ ویسا ہے جو کچھ نہین پیدا کرتا۔ یعنے بت وغیرہ جو کوئی مخلوق ہو اس کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ شریک نہین ہو۔ واضح ہو کہ ظاہر یہ تھا کہ یون کہا جاوے کہ کیا بت وغیرہ جنکے ساتھ شرک لایا جاتا ہے جو کچھ پیدا نہین کرسکتے ہین ایسے ہین جیسے اللہ تعالےٰ جس نے تم سب کو پیدا کیا اور اسقدر حیوان وانواع اجرام علوی واجسام سفلی پیدا کر دیے اور وہی پیدا کرتا ہے۔ ولیکن یون نہین فرمایا تاکہ تشبیہ کو برعکس کر دیا تو اس مین مشرکون وکافرون پر سخت ملامت ہے کہ جس نے پیدا کیا اُس کی عبادت واحکام سے منھ موڑے ہوئے ہین اور اپنے مانند مخلوق کو اپنا معبود بنایا ہے۔ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ کیا تم کو تذکر اور سوجھ بوجھ نہین ہے یعنے اسقدر غفلت وجہالت ہے کہ کچھ فکر نہین کرتے۔ واضح ہو کہ جو خالق ہے اس مین اعلےٰ درجہ کی جملہ صفات واجب ہین اور بالکل کسی چیز مین عاجزی یا محتاجی نہونا تو ضروری ہے پس بندہ کے واسطے سوائے اپنے رب تبارک وتعالےٰ کے کسی چیز کی طرف حاجت نہ رہی تو جملہ شرک منقطع ومعدوم ہے پس جملہ طاعت اسی کے واسطے ہے اور جملہ نعمت بھی اُسی کی طرف سے ہے۔ اور توفیق طاعت وسمجھ وہدایت وصحت وفراغت سب اسی کی نعمتین ہین اگر ایک صحت کو دیکھا جاوے تو اس کے اسقدر انواع وانعام ہین کہ کبھی شمار مین نہین آسکتے کہ او تعالےٰ کس طرح اُس کی مناسبت ولائق تدبیر سے اُس کو صحت کے ساتھ پالتا ہے پھر دوسری نعمتون واُن کی اقسام کا شکر کہان سے ادا کریگا اور شکر کی توفیق خود نعمت ہے اور جس زبان سے ادا کرے وہ بھی نعمت ہے پس توفیق وزبان کا شکر علیحدہ واجب ہوا اور ہنوز کچھ ادا نہوا تو معلوم ہوا کہ ادائے شکر محال ہے لہٰذا فرمایا۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اور اگر تم اللہ تعالےٰ کی نعمتین شمار کرو تو کبھی نہین گھیر سکو گے اسی واسطے کہا گیا کہ آدمی پر فرض ہے کہ یہ جان لے کہ نعمہائے الٰہی کا شکر ادا نہین ہوسکتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بیشک اللہ تعالےٰ غفور ورحیم ہے کیونکہ اگر ان نعمتون کے شکر کا مطالبہ فرماوے تو بیجا ہے اور ضرور ہے کہ بندے عاجز ہون گے پھر عذاب کرے تو بیجا ہے ولیکن وہی اور نعمت فرماتا ہے کہ بخشتا ہے اور رحم فرماتا ہے۔ کذا قال الشیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ۔ اور شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ تم سے جو تقصیر ان نعمتون کے شکر

اداہونے میں ہوتی ہے اسکو بخشتا ہے جب تم اُس کی طرف توبہ کرکے رجوع کرتے رہو اور رحیم ہے کہ جب طاعت و مرضیات میں لگے رہو تو تم کو عذاب نہیں فرماتا ہے۔ واضح ہو کہ شکر آلہی تو ادا نہیں سکتا کیونکہ بندہ جہاں تک کوشش کرے تو اللہ تعالے اُسی قدر عظیم ثواب عطا فرماتا ہے پھر اُس کا شکر دو چند بھاری ہوا حالانکہ اُس نے پہلے انتہائی کوشش صرف کردی تھی مگر یہ معلوم ہوا کہ انتہائے کوشش میں عظیم ثواب ہے پس حدیث میں آیا کہ یوں حمد کرے الحمد للہ حمدا یوافی نعمہ و یکافی مزیدہ یعنی حمد ہے اللہ تعالے کے واسطے ایسی حمد کہ اُس کی نعمتوں سے جو بیشمار ہیں اسی طرح بیشمار ملتی جاوے اور مزید نعمتوں کے ساتھ بھی کفایت فرمائی جاوے۔ غرضکہ علماء نے کہا کہ یہ کلمہ حمد کا نہایت جامع ہے اور بندہ کو اس سے بار بار بے انتہا ثواب ہی

ف۔ عرائس میں بعض اشارات آیات کے اس طرح بیان کیے کہ قولہ والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم آلآیہ جب طرح زمین پر تو انوار فیض ایجاد رب تبارک و تعالے کے فعل سے منور ہو کر اُس کی طاعت و عبادت کے لیے لرزتی تھی کہ اُسپر پہاڑ سے سکون دیدیا اسی طرح قلب ایک زمین ہے جس میں طرح طرح کے معارف اُگتے ہیں اور جب یہ زمین انوار عظمت ازلی و ابدی سے اور روشنی ذات و صفات کی تاب سے منور ہو کر لرزنے لگی اور اُس کو زلزلہ و اہتزاز ہوا اور قریب آیا کہ ہولے ہویت میں پرواز کرے تو حق سبحانہ تعالے نے اُسپر علوم غیبی و معارف سرمدی کے پہاڑ ایسے قائم کردیے کہ اپنے اشباح و ارواح کے ساتھ طیران (جنبش) نہیں کرسکتی اور جن بندوں میں ایسے قلوب ہوتے ہیں وہ تمام کون و مکان و عالم انس و جان کے واسطے خود پہاڑ ثابت و قائم ہوتے ہیں اگر یہ نہوں تو عالم کون و مکان غیب میں اور غیب الغیب میں پرواز کرے (پرواز کرجاوے) و معدوم ہو جاوے۔ پھر ان قلوب کی زمین میں حق تعالے نے حکمت بالغہ سے دریائے معرفت و مکاشفہ و محبت و شوق و عشق و حکمت و فطنت جاری فرمائے ہیں اور انمیں راستہ ارواح و عقول و اسرار کے واضح کردیے جن کا وصول درگاہ قدس تک ہے اور یہ سب راستہ حد شمار سے باہر و بے نہایت ہیں اس واسطے کہ اللہ تعالے کی طرف راہیں غیر متناہیہ ہیں کیونکہ حق تعالے خود اپنی شان پاک سے غیر متناہی ہے پس بعض راہیں تو عقول کے واسطے ہیں جو انوار آیات کو پہونچتی ہیں اور بعض راہیں ارواح کے انوار صفات تک ہیں اور بعض راہیں اسرار کے لیے انوار الذات تک ہیں اور اللہ تعالے اپنے جمال و جلال سے ان راہوں سے بطریق کشف و عیان کے اسرار قلوب پر ظاہر ہوتا ہے اور اگر یہ کشف نہ ہوتا تو عقول و ارواح و اسرار کو اس پاک سبحانہ و تعالے تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ قال المترجم شیخ عارف سہروردی رحمہ اللہ تعالے اور شیخ عارف سید الاولیاء جنید رحمہ اللہ تعالے کا قول معروف ہے کہ الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق و کلہا مسدودۃ الا علی من اقتفی اثر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی اللہ تعالے کی طرف راہیں خلائق کی تعداد پر ہیں یعنی ہر نفس کے واسطے اُس کی طرف راہ ہے اور یہ سب راہیں بند و مسدود ہیں مگر اُس شخص پر کشادہ ہوتی ہیں جو رسول علیہ السلام کے قدم بقدم روان ہو۔ یہ کلام صحیح اور پاکیزہ و دقیق ہے اور یہ سب صراط مستقیم ہے اور ہر نفس کے لیے راہ ہونا اس معنی میں ہے جسکی توضیح شیخ مصنف رحمہ اللہ تعالے نے اوپر بیان فرمائی فافہم۔ پھر اللہ تعالے نے سبب عرفان میں مزید فرمایا اسطرح کہ کشف ملکوت و جبروت سے انوار مشاہدہ و علامات معرفت لوگوں کو دکھلائے فقال تعالے وعلامات و بالنجم ہم یہتدون۔ علامات ظاہر میں عام کے واسطے انوار افعال آلہی ہیں اور عالم میں زیادہ خاص علامات اولیاء و اہل معرفت ہیں کہ مدام و سرمد میں اُن کے سر اسیر کرتے ہیں جو کوئی اُن کی اقتدا کرے وہ واصل بمراد ہوا۔ کیا تو نے نہ دیکھا کہ کیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم۔ یعنی میرے اصحاب مانند ستاروں کے ہیں تم جنکی اقتدا کرو راہ پاؤ گے۔ مترجم کہتا ہے کہ صحیحین کی حدیث میں بھی اسی طرح تشبیہ ظاہر ہے جیسے فرمایا۔ النجوم امنۃ الحدیث اور ہم لوگوں کے واسطے اس میں معارف جلیلہ بیان کردیے ہیں۔ قال الشیخ صدیقین کے چہروں پر قدسی انوار کس قدر روشن ہوتے ہیں اور ان کے اسرار کے آگے آفتاب کو ذرہ برابر نسبت نہیں ہے جو کوئی اُن کے چہروں پر در حقیقت دیکھے وہ انوار حق کے مشاہدہ سے مستفیض ہوگا۔ شیخ مکی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ راہ ہدایت پر علامات موجود ہوتے ہیں جس نے ان علامات سے راستہ اختیار کیا وہ ہدایت پر پہونچ گیا اور معدن قرب اسکو کشف ہوا اور جس نے نجم معرفت سے راہ ڈھونڈھی وہ راہ ہدایت پر روانہ ہوا اور انتہائے مقصود کو پہونچا اور حق تعالے پر سوائے حق کے کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کوئی علامت ہے جو اس سے آگاہ کرے بلکہ خود وہی اپنی ذات پاک کیواسطے دلیل ہے

اور کسی کو اس کی طرف راہ نہین ہے اور نہ کسی مخلوق کو اُس کی طرف راہ ہے پس جو اُس کی طرف واصل ہوا اسی کے فضل سے واصل ہوا اور جو اس سے منقطع ہوا تو سابق مشیت سے منقطع ہوا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے نعمتہائے غیر متناہی کو بیان فرمایا بقولہٖ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوہا۔ اُس کی نعمتین سب سابقہ نعمت عنایت مین وہ ازلی ابدی ہے اور حوادث اُس کے حصر سے قاصر ہین۔ اعاظم نعمتون سے اصل عنایت اپنے مبدء سے یکسان ہین اُس کی نعمت معرفت عارفون کے دلون مین ہے اُس کی نعمت توحید موحدون کے دلون مین ہے اُس کی نعمت محبت قلوب محبین مین ہے اُس کی نعمت شوق قلوب مشتاقین مین ہے اور نعمت اُنس قلوب مستانسین مین اور نعمت ارادت قلوب مریدین مین اور نعمت ایمان قلوب مومنین مین و نعمت اسلام قلوب مسلمین مین ہے اور ان نعمتون مین سے ہر ایک کا معدن ذات و صفات ہے کہ ہر نعمت بریادۂ کشف زائد ہوتی ہے تو زبان کہان ہے جو اُس کی نعمتون کا شمار کرے اور مخلوق تو اُس کے ایک قطرۂ آب زلال کے شکر سے عاجز ہے پھر بھلا اُس کی نعمت مشاہدہ کے شکر سے کیون عاجز نہ ہوگی لیکن یہ اُس کی رحمت و مغفرت ہے کہ خود ہی حمد و شکر اپنا بیان فرمایا کیونکہ وہی علیم ہے کہ بندے اُس کے شکر سے بالکل عاجز ہین اسی واسطے فرمایا۔ ان اللہ لغفور رحیم۔ اور شیخ ابن عطاء رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس مقام پر کہا کہ آدمی کا نفس و قلب و روح و عقل ہے اور محبت و معرفت و دین و دنیا ہے اور طاعت و معصیت و ابتدا و انتہا و وقت و اصل و وصل و فصل ہے پس نفس کی نعمت طاعات و احسان کا مرتبہ قرب ہے وہ ان نعمتون مین عیش کرتا ہے اور روح کی نعمت خوف و امید ہے وہ ان نعمتون مین عیش کرتی ہے اور نعمت قلب کی الیقین و ایمان ہے جس مین عیش کرتا ہے اور نعمت عقل کی حکمت و بیان ہے جس مین سرور و خوش ہے اور نعمت معرفت کی ذکر و قرآن ہے وہ ان نعمتون مین عیش کرتی ہے و نعمت محبت الفت و مواصلت اور امن اور لطف و احسان ہے وہ انھین سے مسرور ہے اور ہر ایک کے اسباب و موانع و توفیق بے شمار ہین ان کا شمار بالکل حالت بشری سے خارج ہے فافہم پھر حق تعالےٰ نے لوگون کے وسوسہ و شرک و انکار پر ملامت و وعید فرمائی بقولہ تعالےٰ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ○ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا

اور اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو کھولتے ہو اور جنکو پکارتے ہو اللہ کے سواے کچھ پیدا نہین کرتے

۲ ع ۱۴ وَهُمْ يُخْلَقُونَ ○ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ اَيَّانَ يُبْعَثُونَ ○ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ

اور آپ پیدا ہوتے ہین مردے ہین جنمین جی نہین اور خبر نہین رکھتے کب اٹھائے جائینگے معبود تمھارا معبود ہے اکیلا سو

فَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوبُهُمْ مُنْكِرَةٌ وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ ○ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ

جو یقین نہین رکھتے پچھلے دن کی زندگی کا اُنکے دل نہین مانتے اور وہ مغرور ہین ٹھیک بات ہے کہ اللہ جانتا ہے جو چھپاتے ہین

وَمَا يُعْلِنُونَ ط اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ ○

اور جو جتاتے ہین بیشک وہ نہین چاہتا غرور کرنے والون کو

اللہ تعالےٰ نے بے شمار نعمتون کو ثابت کر کے آگاہ فرمایا کہ واللہ یعلم ما تسرون وما تعلنون۔ یعنی جو اعتقادات و خیالات تمھارے دلون مین پوشیدہ ہین یا پوشیدہ اعمال کرتے ہو وہ بھی اور جو ظاہر کرتے ہو وہ بھی اللہ تعالےٰ سب جانتا ہے پس نیک و بد ہر ایک کو ویسی ہی جزا و سزا دیگا۔ اسمین ریاکاری و بدنیتی کا حکم بھی نکل آیا اور حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جس نے کوئی فعل و عمل کیا جس مین میرے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو اُس کو مین چھوڑ دیتا ہون اور شرک کے ساتھ کر دیتا ہون یعنے اللہ تعالےٰ غنی ہے اُس کو بندہ کے اعمال سے پروا نہین ہے تو مشرک کا عمل اس کے شرک کے ساتھ رہ گیا۔ دوسری حدیث سے ثابت ہے کہ قیامت مین شرک در پا کے ساتھ عمل کرنے والے جنکے دکھلانے یا سنانے وغیرہ کے واسطے کرتے تھے اسی کے پاس دفع کیے جاوینگے کہ دیکھو تم اس سے کچھ پاتے ہو یعنے محض محروم و شامت حاجت کے وقت مایوس و خوار ہونگے۔ اس مین کافرون پر ملامت و تنبیہ ہے کہ جس کی عبادت کیجاوے وہ خالق و مالک اور پوشیدہ و ظاہر اور دلی بھید سے آگاہ ہو تاکہ اس سے ثواب کی امید و عذاب کا خوف ہوا ور بتون وغیرہ

کے مانند نہ ہو کہ جنکو کچھ بھی شعور نہیں خود پوجنے والے سے بدتر ہیں۔ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنے جو لوگ کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے غیروں کو پرستش کرتے ہیں ہر ظاہر و باطن ان کا محکوم بناتے ہیں تو وے۔ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا ان کے معبود ایسے ہیں کہ کچھ چیز بھی نہیں پیدا کر سکتے حتیٰ کہ ایک پتی بھی نہیں بنا سکتے ہیں۔ خود آدمی اپنے نفس کے خیالات پر چلتا ہے اور اللہ تعالےٰ سے منکر و غافل ہوتا ہے حالانکہ خود بھی کوئی چیز نہیں۔ وَهُمْ يُخْلَقُوْنَ اور وے پیدا کیے جاتے ہیں حتیٰ کہ بت اور جتنی چیزیں ہیں ظاہر میں آدمی کے فعل سے تراشی و بنائی جاتی ہیں مگر خالق درحقیقت وہی ہے جس نے بندے کا فعل پیدا کیا لہذا ہر چیز مخلوق الٰہی ہے اسی واسطے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول بیان فرمایا۔ اتعبدون ما تنحتون۔ یعنے اے بت پوجنے والو کیا تم معبود بناتے ہو ایسی مورتوں کو جنکو تم خود تراشتے ہو۔ چونکہ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ آدمی نے خود ان مورتوں کو موجود کیا ہو تو آگے فرمایا۔ واللہ خلقکم وما تعملون۔ اور حال یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا تم کو اور جو تم عمل کرتے ہو پس ظاہر ہوا کہ اللہ تعالےٰ نے ہم کو پیدا کیا اور ہمارے اعمال کو ہمارے واسطہ سے پیدا کیا تو ہمارے اعمال سے جو ظاہر ہوا مثلاً بت تراش کر بن گیا اُس کو بھی اُسی نے پیدا کیا جیسے منہ سے ظاہر کھیتی اُگتی ہے لیکن حقیقت میں تخم کو وہی پیدا کرتا ہے اور کھیتی کو وہی اُگاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ بت وغیرہ آدمیوں سے بھی زیادہ بدتر درجہ کی مخلوق ہیں کہ آدمی کے واسطہ سے پیدا ہوئی ہیں پس جو آدمی خود انکا بندہ بنجاوے اور ان کو اپنا معبود قرار دے وہ اشد جاہل و اندھا ہے کہ بت تو خود اس کے واسطہ سے بنائے ہوئے ہیں۔ اَمْوَاتٌ مردے ہیں یعنے ان میں روح تک نہیں ہے جو انسان میں ہوتی ہے۔ غَيْرُ اَحْيَآءٍ زندے نہیں ہیں یعنے جس حیات سے انسان مشرف ہے وہ ان بتوں میں موجود نہیں ہے اگرچہ مخلوقیت کی حالت موجود ہے پس نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ ان میں عقل ہے اور نہ شعور۔ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ۔ اور کچھ ان کو شعور نہیں کہ وے کب اُٹھائے جاوینگے مفسرین نے یہاں کئی معنی بیان کیے۔ ایک معنے یہ ہیں کہ ان بتوں وغیرہ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قیامت کب ہوگی تو بھلا ایسی چیزوں سے تم ایسی حالت میں کیا امید رکھتے ہو کہ تم کو کچھ نفع ہوگا اور ثواب ملیگا یا ضرر دور و عذاب دور ہوگا۔ دوم وہ جو بیضاوی رحمہ اللہ تعالےٰ وغیرہ نے لکھا کہ یہ معنے ہیں کہ بتوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ قیامت کب ہوگی اور وے کب اُٹھائے جاوینگے اس سے معلوم ہوا کہ بت بھی مثل آدمیوں کے حشر میں اُٹھائے جاوینگے۔ اور اس کے مؤید حدیث میں بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ بتوں کو بھی حشر فرما دیگا جن کے ساتھ شیاطین ہونگے پس سب کو دوزخ میں ڈالیجانیکا حکم فرماویگا۔ اس کے مؤید آیت کریمہ بھی ہے کہ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم۔ یعنے تم اور جن چیزوں کو تم پوجتے ہو سوائے اللہ تعالےٰ کے سب جہنم کا ایندھن ہیں۔ سوم یہ کہ نہیں شعور رکھتے یہ بت کہ کب اُٹھائے جاوینگے اُن کی عبادت کرنے والے اور یہ بت پرستوں کے اعتقاد پر بطور ملامت کے ہے ورنہ بیت تو کچھ بھی نہیں شعور رکھتے ہیں۔ چہارم بعضوں نے کہا کہ وہم یخلقون تک کلام ختم ہوا اور اموات غیر احیاء سے بت پرستوں کی مذمت ہے یعنے بت پوجنے والے حیات جسمانی کے سوائے اصلی حیات نہیں رکھتے ہیں مردہ دل ہیں ان کو حشر و بعث کا اعتقاد نہیں یہ قول وہم احسن ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر اللہ تعالےٰ نے واقعی اعتقاد ارشاد فرمایا۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ تمہارا معبود اللہ واحد ہے ہر فعل میں و تمام صفات کمال میں وہی فرد واحد صمد ہے اس کے سوائے کوئی معبود ہو نہیں سکتا ہے۔ ولیکن کفار و بت پرست اس سے تعجب کرتے ہیں لہذا فرمایا۔ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ سو جو لوگ کہ آخرت سے منکر ہیں ان کے دل اس سے انکار کرتے ہیں۔ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔ اور وے اس سے تکبر کرتے ہیں۔ استکبار سے مشتق مستکبرون ہے اور تکبر سے زیادہ اس میں مبالغہ ہے گویا تکبر کو اپنے اندر پیدا کرتے ہیں جب سنتے ہیں کہ ایک اللہ وحدہ لا شریک ہے جب غور سے دیکھو تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں لائے ہیں اگر وے کسی کو نہیں مانتے تو ہر ایک اپنے نفس کی بات کو مانتا ہے اور ہزاروں خواہشوں کے واسطے مطیع ہو رہا ہے ہر خواہش کے حکم پر سر جھکائے ہے اور اگر اس سے شرع الٰہی کو کہا جاوے تو چڑھ جاوے اور غرور سے اپنے آپ کو آزاد بتلا دے اور یہ کسقدر جہالت ہے اور جو لوگ اللہ تعالےٰ کے سوائے بتوں وغیرہ کو مانتے ہیں انھوں نے بھی دنیاوی زندگی کے واسطے ہر ایک نے علیحدہ ایک اپنا بت بنایا اور اسی سے ہر ایک اس اپنے گھاٹ میں اپنی بہتری کا طالب ہے حالانکہ اُسے کچھ بھی شعور نہیں ہے اور اللہ تعالےٰ وحدہ لا شریک کی طرف رجوع کرنے سے سخت ناخوش و متکبر ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے کفار قریش کا قول فرمایا۔ اجعل الآلهة الٰها واحدا ان ہذا لشیء عجاب۔ یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے کہ کیا اس نے

اتنے الٰہوں کو ایک خدا کر دیا یہ تو انوکھی بات لایا ہے اور فرمایا واذا ذکر اللّٰہ وحدہ اشمأزت قلوب الذین الآیۃ یعنے جب ذکر کیا جاوے اللہ تعالےٰ اکیلا تو
بھڑکتے ہین دل اُن لوگون کے جو نہین ایمان لاتے آخرت کا اور جب ذکر کیے جاتے ہین اس کے سوا دوسرے لوگ تو یکایک وے خوش نظر آتے ہین۔
غرضکہ یہان مراد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید سے انکار کے باوجود یہ لوگ اُس کی عبادت سے تکبر کرتے ہین۔ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ
وَمَا یُعْلِنُوْنَ۔ بے شبہہ صحیح ہے کہ اللہ تعالےٰ جانتا ہے جو چھپاتے ہین اور جو ظاہر کرتے ہین۔ تو وہ اُن کو اُن کے اعمال کا پورا بدلا دیگا یعنے ایسے کافرون کو انکے
اعمال کا بدلا ملیگا اور وہ جہنم ہے جو کہ عذاب سخت ہے۔ واضح ہو کہ لا جرم دراصل بمعنے لابُد ہے لیکن اب بمعنے تحقیق ہے خلیل رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ لا جرم
کلمۂ تحقیق ہے اور ہمیشہ جواب واقع ہوتا ہے۔ ابو مالک رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا لا جرم اے حقًا ضحاک رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ لا کذب یعنے کچھ دروغ نہین
ہے اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ۔ اللہ تعالےٰ تکبر کرنے والون کو دوست نہین رکھتا یعنے عذاب فرماویگا واضح ہو کہ اقسام تکبر مین سے زیادہ مذموم وہ
ہے جو اللہ تعالےٰ کی توحید و عبادت سے اور اُس کے رسولون کی فرمانبرداری سے تکبر ہو اور باقی اقسام تکبر کے درجہ بدرجہ ہین اور حدیث مین حضرت ابن
مسعود رضہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت مین نہ داخل ہوگا وہ شخص جس کے دل مین بقدر ذرہ کے غرور ہوا اور جہنم مین نہ داخل ہوگا وہ شخص
جسکے دل مین بقدر ذرہ کے ایمان ہو ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آدمی پسند کرتا ہے کہ اُس کا کپڑا اچھا ہو اس کا جوتا اچھا ہو تو فرمایا کہ اللہ تعالےٰ
جمیل ہے وہ جمال کو پسند کرتا ہے اور تکبر تو حق پر اترانا اور لوگون کو حقارت سے دیکھنا ہے رواہ الامام مسلم وابن ماجہ والترمذی وابو داؤد مترجم
کہتا ہے کہ خلاصہ یہ ہے کہ تجمل و ستھرائی و پاکیزگی تو اللہ تعالےٰ کو محبوب ہے اور تکبر یہ ہے کہ حق سے اترا وے جیسے مثلاً اللہ تعالےٰ کے آگے بندہ ہونے اور
رسول کی طاعت سے سرکشی کرے یا مثلاً موٹا کپڑا پہننے سے غرور کرے یا مثلاً خچر و گدھے کی سواری مین تکبر کرے حالانکہ اسپر انبیاء علیہم السلام سوار ہوئے
ہین یا مثلاً نوالہ گر پڑا اُس کو اٹھا کر کھانے مین تکبر کرے اور یہ کہ لوگون کو حقارت سے دیکھے اور یہ مت سمجھے کہ دنیا مین لوگون کے درجہ مین ہر ایک کا
درجہ آدمی پہچانتا ہے تو یہ صحیح ہے ہر ایک سے اُس کے درجہ کے موافق برتاؤ کرے لیکن ہر ایک پر اللہ تعالےٰ کی نعمت سمجھے اور یہ نہین کہ کسی کا دوسرے کی نسبت
دوسرے کے ذاتی بڑائی سمجھے خصوص جبکہ اپنے آپ کو کسی سے بڑا سمجھے اس طرح کہ دوسرون کو حقیر سمجھے تو یہ تکبر مذموم ہے حسین بن علی رضی اللہ عنہما
سے مروی ہے کہ آپ سوار جاتے تھے راستہ مین چند مسکین لوگون کو دیکھا کہ اُنھون نے روٹی کے ٹکڑے نکال کر جمع کیے اور رکھانے بیٹھے ہین انھون نے کہا کہ آیئے
ابو عبداللہ نواسہ رسول اللہ یہ اول وقت کا کھانا موجود ہے پس سواری سے اُتر پڑے اور اُن کے ساتھ بیٹھ گئے اور پڑھا انہ لا یحب المستکبرین یعنے
بحکم آنکہ اللہ تعالےٰ مغرورون سے راضی نہین ہے پس بیٹھ کر اُن کے ساتھ کھایا جب فارغ ہوگئے تو فرمایا کہ تم نے میری دعوت کی مین نے قبول کی اب
مین تمھاری دعوت کرتا ہون تم بھی مہربانی کر کے قبول کرو پس وے بھی آپ کے ساتھ آپ کے گھر کی طرف اُٹھ کر چلے پس حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اُن کو
کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور کچھ کچھ نقد دیکر رخصت کیا۔ تواضع کی خوبی و تکبر کی مذمت مین بہت کثرت سے روایات مین مثلاً ثابت ہے کہ جس نے تکبر کیا اللہ
تعالےٰ اُس کو ذلیل کر دیتا ہے اور جس نے تواضع کی اللہ تعالےٰ اُس کو بلند کر دیتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ جو لوگ دنیا مین تکبر کرتے تھے اللہ تعالےٰ
قیامت کے روز اُن کو چیونٹیون کے مانند کر دیگا کہ لوگ اُن کو اپنے پیرون سے روندینگے۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ محشر مین اُن کے اجسام
اس قدر صغیر کر دیے جاوینگے جہان چھوٹا ہونا اسقدر مضر ہوگا اور جب آگ مین ڈالے جاوینگے تو بہت بڑے کر دیے جاوینگے جہان اسقدر مضر
ہوگا۔ اقول یعنے حدیث صحیح متعدد مین کہ جہنم مین کافرون کے اجسام بہت بڑے بڑے ہونگے حتی کہ کافر کی داڑھ برابر اُحد کے پہاڑ کے ہوگی اور اس کی
کھال اسقدر موٹی ہوجائیگی کہ تین روز کی مسافت مین طے ہووے۔ شیخ سیوطی رحمہ اللہ نے در منثور مین اس مقام پر بہت احادیث ذکر کی ہین۔
علماء نے کہا کہ غرور ایسی بدتر چیز ہے کہ سب گناہون کو آدمی پوشیدہ کر سکتا ہے مگر غرور پوشیدہ نہین ہوتا ہے اور اس کو اعلان اظہار لازم ہے اور وہ سب
گناہون کی جڑ ہے۔ واضح ہو کہ دنیا کی محبت بھی سب گناہون کی جڑ ہے تو لازم آیا کہ جسکو دنیا کی محبت ہوا اور دنیا حاصل ہو وہ مغرور ہوگا نعوذ باللہ من
الکبر ف۔ فی المدارک قولہ تعالےٰ اموات غیر احیاء وما یشعرون ایان یبعثون جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے اپنی محبت و رضا سے محروم کیا ہو اور وہ ضرور

وبال سے کفر میں مبتلا ہوا اور معرفت کی زندگی اس کو نہ دی ہو اس کو کب ایسی زندگی حاصل ہو سکتی ہے جس میں موت کا خوف ہی نہیں ہے پس جو لوگ کہ حق تعالیٰ
کی معرفت سے جاہل ہیں وے جہالت کی موت میں بیجان ہیں اور جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایمان دیا وے مشاہدہ وصل میں دائمی زندہ ہیں۔ کافروں
وجاہلوں کو بارگاہ لطف سے مطرود و مقہور کر دیا تو وے قہر کی تاریکیوں میں ٹاپتے پھرتے ہیں اُن کو نجات وزندگی کی راہ نہیں سوجھتی ہے پس مثال ان کی
جیسے بت کہ ان میں روح نہیں اور نہ حیات کی قابل استعداد ہے ایسے ہی جاہل لوگوں کا حال ہے کہ اُن میں حیات معرفت وقبول محبت کی استعداد
نہیں ہے اسی واسطے توں کے حق میں اموات کہنے کے بعد بطور تاکید کے غیر احیاء فرمایا یعنے نہ ان میں اصلی حیات ہے اور نہ حیات کی قابلیت ہے کیونکہ انکو
جمادات پیدا کیا ہے تو ایسے ہی کافر وجاہل لوگ ہیں کہ ایمان ومعرفت والوں کی زندگی سے مردہ دل ہیں اور ان میں معرفت حق سبحانہ تعالےٰ کی قابلیت بھی
نہیں ہے۔ اہل المعرفۃ البتہ زندہ ہیں پس عارفین بارواح معرفت زندہ ہیں اور محبین بارواح محبت اور مومنین بانوار مشاہدہ اور صدیقین بارواح
القائی اور مقربین بارواح صفاتی اور موحدین بانوار ذاتی زندہ ہیں اور عارفان سر الغیب کا یہ حال ہے کہ بحیات قدیمہ زندہ ہیں اور سب مستغرق وصل
قادم ہیں کبھی اُن کو موت نہیں ہے کیونکہ ارواح معرفت اُن کے اسرار میں مستقر ہیں اور ارواح بقا نے اُن کو زندہ کر دیا ہے اُن کی زندگی یہ فانی زندگی
نہیں ہے کیونکہ سطوات عظمت وجلال سے یہ فانی حال فنا ہو گیا کیونکہ حادث کو قادم کے ساتھ کوئی راہ نہیں ہے اور ہر لحظہ شہود قدم سے حلاوت
اوقات حیات میں دائم ہیں اور جب صبح وحدانیت طلوع فرما وے گی اور شمس الذات وقمر الصفات کا ظہور ہوگا تو اُس کے ساتھ بصفت حیات
باقیہ علم ربوبیت قائم ہوں گے ولیکن ان کو یہ نہیں معلوم ہے کہ اس درجہ میں کب پہنچیں گے کیونکہ اوقات تو وہاں ایک وقت ہوگا کہ ازل سے ابد تک
ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شیٔ قدیر۔ اور شیخ جنید رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جو چیز فنا کے دونوں کناروں پر ہو
وہ فانی ہے اور جو چیز کہ عدم کے دونوں طرف ہو وہ معدوم ہے اور باقی وہی ہے جو ہمیشہ سے ہوا اور ہمیشہ رہے بعض مشائخ نے کہا کہ اموات ہونا اس معنے
میں کہ اصول حق سے مردہ ہیں اور اُن کو یہ شعور بھی نہیں کہ جن کے لیے حیات بحی القیوم کا مقام کشف ہوتا ہے وہ کس حال میں ہوتا ہے۔ شیخ حسین
رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ حیات کے اقسام ہیں حیات بحیات حق اور حیات بامر حق اور حیات بقرب حق اور حیات بنظر حق اور حیات بقدرت حق یہ
سب حیات ہیں اور ایک حیات جو موت ہے یعنے حرکات مذمومہ اور یہی اس مقام پر مراد ہے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ حق تعالےٰ عز وجل نے
خلق کو پیدا کیا پھر ان کو بنام پاک اپنی زندہ کیا اور پھر اُن کو اُن کے نفوس سے جاہل کر کے مردہ کر دیا پس جو کوئی علم سے زندہ ہوا وہ تو زندہ ہے ورنہ جہالت
میں مردہ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سے جو مروی ہے کہ الناس موتیٰ واہل العلم احیاء۔ لوگ مردے ہیں اور زندے اہل
العلم ہیں قول شیخ سہل رح کے واسطے نص صریح ہے اور مراد علم سے یقین ومعرفت ہے فافہم۔ واسطی رح نے کہا کہ میت وہ ہے جو اپنے خالق مالک بے شمار
احسان کرنیوالے سے غافل ہوا اور زندہ وہ ہے جو حی القیوم کے ساتھ زندہ ہوا شیخ ابو عمرو الزجاجی نے فرمایا کہ تم زندے کیونکر ہو گے حالانکہ تم نے حی قیوم کو دیکھا
ہی نہیں۔ شیخ نصرآبادی نے کہا کہ اہل دنیا وجہالت کے مردہ ہیں کیونکہ سوائے حق عز وجل کے دوسری چیزوں میں مشغول ہیں اور جو بندے کہ حضوری خدمت
وطاعت میں حاضر ہیں وہ زندہ ہیں کیونکہ حی حق سبحانہ کے مشاہدہ میں ہیں پھر اللہ تعالےٰ نے کافروں کے بعض ذمائم فرمائے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ مَّاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ
اور جب کہیے انکو کیا اتارا ہے تمہارے رب نے کہیں نقلیں ہیں پہلوں کی کہ اٹھاویں بوجھ اپنے پورے دن
ع ۳ الْقِيَامَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُم بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ۝ قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ
قیامت کے اور کچھ بوجھ اُنکے جنکو بہکاتے ہیں بے تحقیق سنتا ہے برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں دغا بازی کر چکے ہیں
مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُم مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِن فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ
اُن سے اگلے پھر پہنچا اللہ انکی چنائی پر نیو سے پھر گر پڑی اُنپر چھت اوپر سے اور آیا اُنپر عذاب

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ

جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے ۔ پھر دن قیامت کے رسوا کریگا انکو اور کہیگا کہ کہاں ہیں میرے شریک جنپر تم ضد کرتے تھے

فِيْهِمْ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝

بولینگے جنکو خبر ملی تھی بیشک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہے

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ یعنی جب ان منکروں تکبر کرنے والے کافروں سے کہا جاتا ہے کہ کیا اتارا تمہارے رب نے۔ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ کہتے ہیں کہ اسطورات یعنے حکایات اگلوں کی ہیں۔ کہنے والے اور پوچھنے والے بعضے عرب کے گروہ تھے جو مکہ میں آتے اور قریش سے پوچھتے تھے اور بعض نے کہا کہ خود قریش آپس میں تمسخر کے طور پر ایک دوسرے سے کہتے تھے اور بعض نے لکھا کہ مسلمان جب ان سے پوچھتے تو یہ جواب پاتے تھے اور مراد کافروں کی اس جواب سے یہ نہیں تھی کہ ہمارے رب نے یہ حکایات اتاری ہیں اس لیے کہ وے لوگ اس کے قائل ہی نہ تھے بلکہ مطلب یہ تھا کہ یہ قرآن کلام الٰہی نہیں ہے بلکہ اگلوں کی حکایات ہیں چنانچہ ولید بن المغیرہ مخزومی بدبخت کی نسبت فرمایا کہ یوں اس نے بات بنائی کہ۔ ان ھذا الا سحر یؤثر۔ یعنے یہ جادو ہے جو نقل کیا جاتا ہے اور مفسرین نے لکھا کہ یہ آیت نضر بن الحارث کے حق میں ہے اور وہ ملک فارس و بابل وغیرہ میں تجارت کو جاتا اور وہاں سے رستم و اسفندیار کے قصے خرید لاتا اور عرب کو سناتا اور گمان کرتا کہ میری داستان زیادہ دلچسپ ہے۔ بالجملہ راس الکفر ولید مذکور کی بات پر سب نے اتفاق کر کے یہی کہنا شروع کیا کہ یہ اگلوں کی حکایات ہیں لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ تاکہ لادیں اپنے گناہوں کو پورا پورا بروز قیامت۔ یعنے یہ مقدر ان کے حق میں اسی واسطے تھا کہ اپنی پیٹھ پر اپنے گناہوں کو پورا لادیں اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالے کافروں کو اوندھا سر کے بل عرصات قیامت کی طرف حشر فرما دیگا اس حال سے کہ انپر بار گناہ لادے ہو نگے۔ امام رازی رحمہ اللہ تعالے نے تفسیر کبیر میں کہا کہ پورے گناہوں کی قید سے معلوم ہو گیا کہ گنہگار مسلمانوں سے اللہ تعالے تخفیف فرما دیگا ورنہ کافروں کے ساتھ اس خصوصیت کا کچھ فائدہ نہ تھا پس مسلمان گنہگار سے تخفیف ہو گی اور کافر لوگ اپنے گناہوں کو پورا لادینگے اور ساتھ ہی۔ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ ان کے گناہوں سے جن کو گمراہ کیا بغیر علم کے۔ واحدی رحمہ اللہ تعالے نے تفسیر میں کہا کہ کلمہ من یہاں بعض کے معنے میں نہیں ہے بلکہ جنس ہے یعنی پورے گناہ ان کے بھی لادینگے جن کو گمراہ کیا بغیر جانے۔ جیسے اللہ تعالے نے فرمایا لیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم۔ یعنے تاکہ لادیں اپنے بوجھ اور ان بوجھوں کے ساتھ دوسرے بوجھ۔ یہی عوفی رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ لادینگے اپنے بوجھ اور گناہوں کو مع ان لوگوں کے گناہوں کے جنہوں نے ان کی پیروی کی اور پیروی کرنے والوں پر سے بھی ان کے گناہوں کا عذاب کچھ کم نہ ہو گا۔ حدیث صحیح میں ہے کہ جس نے بلایا ہدایت کی طرف تو اس کو بھی ویسا ہی ثواب ہو گا جیسا ان لوگوں کو ہو گا جنہوں نے اس کی پیروی کر کے مان لیا اور پیروی والوں کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا اور جس نے بلایا گمراہی کیطرف تو اسپر عذاب ہو گا مع عذاب ان لوگوں کے جنہوں نے اس کی پیروی کی اور پیروی والوں کے عذاب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا۔ دوسری حدیث صحیح میں ہے کہ جس نے کوئی گمراہی کی راہ نکالی تو اسپر اس کا گناہ ہو گا اور جو لوگ اس راہ پر چلیں انکا بھی گناہ ہو گا اور اس راہ چلنے والوں پر سے بھی کچھ عذاب کم نہ ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیروی کرنے والوں پر لازم تھا کہ نہایت اہتمام و احتیاط سے تفتیش کر کے حق بات کو معلوم کریں کیونکہ جس نے حق کو ڈھونڈھا پایا اور انکی جہالت کا عذر مقبول نہ ہو گا۔ اسی واسطے کشاف و بیضاوی میں بغیر علم کو یضلونھم کی ضمیر مفعول سے حال ڈالا ہے یعنے گمراہ کریں ایسوں کو جو نہیں جانتے کہ وے گمراہ ہوئے یہ معنے اگرچہ صحیح ہیں لیکن نظم کلام میں اقوی یہ ہے کہ فاعل سے حال ہے یعنے گمراہ کرنے والے نادانی و جہالت سے بدون ایسی دلیل کے جس سے علم و یقین ملتا ہے لوگوں کو گمراہ کرینگے۔ لہذا دلائل شرعیہ کتاب و سنت و اجماع امت و قیاس شرعیہ میں جو کوئی ان دلائل پر چلتا ہو وہ راہ پر ہے بلکہ ان کے خلاف اگر کوئی رائے کو دخل دیکر اس کو راہ بنا دے وہ گمراہ ہے جیسے حدیث میں آثار قیامت میں ہے کہ جب حرص مال و متاع کی تابعداری لیجاوے اور اپنی خواہشوں کے پیچھے لوگ چلیں اور ہر ایک اپنی رائے پر نازاں ہو تو وہ وقت آثار قیامت کا ہے۔ غرضکہ بغیر علم حق کے اپنے آپ گمراہ

اور دیگرون کو گمراہ کرکے تمام گناہون کا بار لادتے ہین۔ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ - یعنے خبردار ہو کہ جو کچھ انھون نے لادا وہ بہت برا ہے کیونکہ یہ اُن کے حق مین
دائمی وبال و عذاب ہے اور دنیا و آخرت مین خواری و رسوائی ہے چنانچہ اُن سے اگلون نے ایسا کیا اور اُٹھایا یہ بیان فرمایا۔ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ
مِنْ قَبْلِهِمْ - البتہ مکر کیا تھا اُن لوگون نے جو اُن سے پہلے تھے۔ مکر سے مراد ایسی تدبیر جو حق سے خلاف ہو اور جس سے حق کا انکار اور اس کا باطل ہونا قصد کیا
گیا تھا اور تمام کافرون نے اپنے اپنے پیغمبر اور اہل ایمان کے ساتھ ایسی ہی تدبیرین کین کہ حق کو باطل کرین جیسے اس زمانہ مین کثرت سے بادشاہ موجود ہین۔
اکثر مفسرین نے کہا کہ آیت مین اشارہ نمرود بن کنعان کی طرف ہے جو اپنے زمانہ مین سب سے زیادہ سرکش و ظالم متکبر بادشاہ تھا اور اس نے بابل مین ایک
عمارت بہت بلند بنائی جسکی اونچائی پانچ ہزار گز بیان کیجاتی ہے اور بعضے کہتے ہین کہ دو فرسنگ اونچا منارہ تھا اور مقصود اُس کا بعضے کہتے ہین کہ یہ تھا کہ
آسمان والون سے قتال کرے اور بعضے کہتے ہین کہ ستارون پر قبضہ کرنا اور اُن کو تصرف مین لانا اور مانند اس کے اوہام تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
اسی پر پیچھے گئے اور اس نے سرکشی مین دقیقہ نہین چھوڑا۔ شیخ امام حافظ رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ عوفی رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ مکر کرنے والا نمرود تھا جس نے بلند منارہ بنایا تھا۔ ابن ابی حاتم نے کہا کہ ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے اور عبدالرزاق
نے مسند مین معمر رحمہ اللہ تعالے کے واسطہ سے زید بن اسلم سے روایت کی کہ روے زمین پر پہلا جابر شخص نمرود تھا اللہ تعالے نے اُسپر ایک مچھر کو مسلط کیا
تھا جو اُس کے نتھنے مین سے دماغ کو چڑھ گیا اور چار سو برس یہ کیفیت رہی کہ اس کے سر پر چوٹ ماری جاتی تو اس کو سکون ہوتا اور اسپر زیادہ مہربان وہ
تھا کہ اپنا دو ہتھڑ اُس کے سر پر مارے اور قبل اس کے چار سو برس تک اُس نے جباری کے ساتھ سلطنت کی تھی اسی قدر اللہ تعالے نے اُس کو اس
عذاب سے زندہ رکھا اور اسی نے آسمان کے دریافت اور وہان والون سے قتال کرنے کے لیے عمارت بلند بنائی تھی۔ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ پس آیا
اللہ یعنے حکم اللہ کا یا امر اللہ کا اُن کی عمارت پر یعنے منارہ مذکور پر۔ مِّنَ الْقَوَاعِدِ اس کی نیو و جڑون سے یا بقول زجاج رحمہ اللہ تعالے اس کے ستونون
سے یعنی اللہ تعالے کے حکم سے ایک ہوا آئی کہ اُس نے منارہ کا سر الٹ کر سمندر مین پھینکا اور نیو سے تمام ستون ڈھا دیے۔ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ
فَوْقِهِمْ - پس گر پڑی انپر چھت اُن کے اوپر سے یعنی یہی نہ تھا کہ جیسے عرب کی زبان ہے کہ "اُنپر چھت گر پڑی" ایسے وقت بھی بولتے ہین وہ لوگ چھت کے نیچے
درحقیقت نہ ہون بلکہ یہ لوگ منارہ گرنے کے وقت اس کے نیچے تھے اسی واسطے بعد کلمہ علیہم کے کلمہ من فوقہم نے تحقیق کر دیا کہ اس چھت کے گرنے سے یہ لوگ
ہلاک ہوئے۔ بعضے مفسرین نے کہا کہ یہ منارہ بنانے والا تو نمرود تھا مگر اُس کے سوا یہ چھت بخت نصر اور اُس کے ظالم لشکر و قوم پر گری تھی۔ اور مکر کا بیان
جو یہان ہے اس کا اشارہ سورہ ابراہیم مین فرمایا تھا بقولہ وان کان مکرہم لتزول منہ الجبال۔ اور بعضے مفسرین نے کہا کہ یہ قصہ اگرچہ واقع ہوا ہو لیکن
یہان مراد اس کلام سے تمثیل ہے جیسے بولتے ہین کہ جو کوئی دوسرے کے لیے کنوان کھودے خود اس مین گرتا ہے پس مراد یہ ہے کہ انھون نے اہل حق کے اہل
و راہ حق کو مٹانے و تکبر کرنے مین جو کوشش کی تھی اُس کا وبال انھین پر اللہ تعالے نے لوٹایا۔ اور مکر و فریب کے مکان کی چھت انھین پر گر پڑی اور اسکے
نیچے دب کر خود ہی وبال و ہلاک ابدی اخروی مین گرفتار ہوئے۔ کشاف نے اسی کو اختیار کیا اور قاضی بیضاوی رحمہ نے بھی اسی کی تبعیت کی لیکن
قول اول معتمد ہے اور باوجود اس کے اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے تو مقصود وہی ہوگا کہ اسی طرح جو لوگ اللہ تعالے سے تکبر کرین اور اس کے رسول سے منکر ہو کر
دنیاوی حیات پر انحصار کرین اُن کے اس مکر کا وبال اُنھین پر ہوگا۔ جیسے یہ لوگ ہلاک و برباد ہوئے۔ وَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ
اور آیا اُنپر عذاب الٰہی ایسی راہ سے کہ اُس کا شعور نہ رکھتے تھے چنانچہ ہوا سے یہ سب برباد ہو گئی حالانکہ اُن کو اس کا خیال بھی نہ تھا ایسے ہی اہل کفر اپنی
خواہشات دنیاوی و حصول متاع و عیش مین خوش و مغرور رہتے ہین یہانتک کہ جب یکایک موت آئی تو عذاب نظر آیا جس کا اُن کو گمان بھی نہ تھا
بوجہ اس کے کہ نہایت مضبوطی سے اُن کو اس امر کا یقین تھا کہ سواے حیات دنیاوی کے کوئی چیز و کہین زندگی نہین ہے باوجودیکہ اہل الحق نے اُن کو
امر حق پہنچا دیا تھا۔ مگر نہ مانا اور اس عذاب پر دلیر ہوئے۔ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ - پھر قیامت کے روز اُن کو خوار و فضیحت فرما دیگا کیونکہ وہ
دن ہے کہ پوشیدہ نیات اور نہاں سے اعمال ظاہر کیے جاوینگے۔ وَيَقُوْلُ اور اللہ تعالے بطور غضب کے یا اس کے ملائکہ کہینگے۔ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ

[illegible]

لیا ان میں میرے شرکا ریعنے جنکو تم نے میرا شریک ٹھہرایا تھا۔ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَاۗقُّوْنَ فِيْهِمْ ۔ یعنے وہ لوگ کہ تم انکے بارہ میں مخاصمہ کرتے تھے یعنے انبیا ر مومنوں سے جھگڑتے تھے یا خلاف حکم اللہ تعالے کے جو انبیار نے پہونچایا تھا تم راستہ سے پھٹ کر ایک شق کی طرف جاتے تھے۔ حاصل یہ کہ آج وہ کیوں حاضر ہو کر تمہاری خلاصی وہ دنہیں کرتے۔ قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ کہینگے وہ لوگ جنکو علم دیا گیا یعنے انبیار علیہم السلام کے سوائے اُن کی اُمت کے اہل معرفت وصادق مومنین ان کافروں کے حق میں جس طرح دنیا میں سمجھاتے تھے تصدیق کے لیے بطور ملامت کے کہینگے اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْۗءَ عَلَي الْكٰفِرِيْنَ ۔ بیشک خواری آج کے روز اور خرابی عذاب کی کافروں پر ہے۔ پھر حق تعالے نے ان متکبر دن ظالموں کی حالت بیان فرمائی۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۭ بَلٰٓى

جنکی جان لیتے ہیں فرشتے اور وہ برا کر رہے ہیں اپنے حق میں تب وہ کرینگے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے کچھ برائی کیوں نہیں

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ فَلَبِئْسَ

اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے سو پیٹھو دروازوں میں دوزخ کے رہا کرو اس میں سو کیا برا

مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝

ٹھکانا ہے غرور کرنیوالوں کا

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۔ یعنے یہ رسوائی وخواری قیامت کی ایسے لوگوں کے حق میں ہو گی جن کی روح قبض کی ملائکہ نے یعنے عزرائیل علیہ السلام واس کے ساتھی فرشتوں نے۔ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۔ درحالیکہ یہ کافر لوگ ظلم وشرک کرنے والے تھے جس کا وبال انھیں کی جانوں پر تھا اس لیے کہ اپنے نفس کو نا پاکی وذمائم و تاریکیوں سے نہین نکالا بلکہ اصلی فطرت پر اچھے تھے پھر شیاطین کے وساوس میں شرک وکفر وبداعمالیوں میں پڑ گئے اور رسول ومومنوں کی فہمائش پر دھیان نہ کیا بلکہ طریقہ راہ شریعت کو برباد ومٹانا چاہا اور دنیاوی مغروری میں رہے یہانتک کہ یکا یک انھیں پچھاڑ گرا اور یکایک ملک الموت نے اُن کی روح بفرمان الٰہی قبض کی اور اسوقت خواب غفلت سے آنکھ کھولی۔ حدیث میں ہے کہ مہیب ملائکہ انکو ڈانٹینگے کہ نکل اے روح خبیث اپنے رب کی طرف جو تجھپر نہایت غضب میں ہے اور نکل طرف دار عذاب کے۔ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ ۔ پس بات ڈالینگے سلم کی یعنے صلح کی یعنے مخاصمہ وجھگڑے کو چھوڑینگے یا قول اسلام کہینگے یا انقیاد وفرمانبرداری کا اقرار کرینگے اور یہ روح نکلنے سے ذرا پہلے ہوگا جبکہ حلق پر دم ہوتا ہے۔ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْۗءٍ ۔ کہتے ہو ئے کہ ہم تو کچھ بدی نہین کرتے تھے۔ ایسے ہی آخرت میں کہین گے کہ واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔ یعنے قسم ہم کو ہمارے رب کی ہم مشرک نہ تھے۔ بَلٰٓى ۔ کیوں نہیں تم ضرور کرتے تھے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ اللہ تعالے خوب جانتا ہے جو کچھ تم کرتے تھے۔ یہ حرکت بوجہ اس کے اعتقاد کے کہ اللہ تعالے کو نہیں پہچانا اور نہ یقین کیا کہ وہ ظاہر وپوشیدہ سب جانتا ہے اور ظاہر قیامت میں جب بعد پھیرنے روح کے جسم میں پھر محشور ہونگے تو پھر شرک سے انکار کرینگے۔ ولیکن کچھ فائدہ نہین کیونکہ اللہ تعالے تم سب کے اعمال اور دلی اسرار سب سے خوب آگاہ ہے تم کو اسقدر نہین معلوم ہو سکتا ہو جو حق سبحانہ تعالے خالق ہے عزوجل جانتا ہے اسی کی مغفرت پر بھروسا ہے غرضکہ موت کے وقت اقرار بیفائدہ اور انکار بے سود ہوگا اور حکم ہوگا۔ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۔ پس تم داخل ہو دروازوں جہنم میں درحالیکہ تمہارے حق میں حکم ہو چکا ہے کہ جہنم میں ہمیشہ رہوگے۔ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۔ پس کیا برا ہے ٹھکانا تکبر کرنے والوں کا ہے یعنے جو لوگ اپنے رب جلشانہ کی عبادت واپنی بندگی وعاجزی سے تکبر کر کے مغرور وسرکش ومشرک وکافر تھے اور رسول کی اتباع سے منکر تھے ان کا ٹھکانا دائمی جو اُن کو ملا یعنے جہنم کسقدر عذاب وخواری کا ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ یہ لوگ اپنی موت کے روز سے اپنی روحوں سے جہنم میں داخل ہوں گے اور جہان قبروں وغیرہ میں ان کے اجسام ہیں وہاں جہنم کی گرمی وسخت حرارت دلوں آتی رہیگی پھر جب قیامت کا دن

ہوگا تو اُن کی روحیں اُن کے اجسام میں داخل کر کے حشر کیے جاوینگے اور برابر مع اجسام کے آتش جہنم میں ہمیشگی کے حکم کے ساتھ داخل کیے جاوینگے پس
اس کے بعد نہ ان کے لیے موت ہے اور نہ کسی حال میں تخفیف ہے۔ ف بعضے علماء کے نزدیک اہل قیامت خواہ کوئی ہوں اُن سے جھوٹ نہیں
سرزد ہو سکتا تو ان کو یہاں تاویل کرنی ہوگی اور تاویل یہ ہے کہ واللہ ہم مشرک نہ تھے یعنے اُن کے خیالات و اعتقادات تو اسی قسم کے تھے کہ واقعی مشرک
تھے مگر اپنے نزدیک اُن کو جزم و یقین تھا کہ ہم کسی بری چال چلن پر نہیں ہیں بلکہ برخلاف اس کے اہل توحید یعنے اہل اسلام کو کافر سمجھتے تھے۔ اور حق
یہ ہے کہ کذب اہل قیامت سے ہونا صریح منصوص ہے اور اس میں تکلف کرنا بعید ہے۔ یہانتک حال ان کافروں مشرکوں کا تھا جن سے پوچھا گیا کہ
رب نے کیا اُتارا تو کہا کہ اساطیر الاولین اب احوال اہل یقین ہے

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا
اور کہا گیا پرہیزگاروں کو کیا اُتارا تمہارے رب نے بولے کہ نیک بات جنھوں نے بھلائی کی اس دنیا میں
حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ ۝ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِن
ان کو بھلائی ہے اور پچھلا گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگاروں کا باغ ہیں رہنے کے جنمیں وہ جاوینگے بہتی اُنکے
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ
نیچے نہریں اُن کو وہاں ہے جو چاہیں ایسا بدلا دیگا اللہ پرہیزگاروں کو جن کی جان لیتے ہیں
الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝
فرشتے اور وہ ستھرے ہیں انکو کہتے ہیں سلامتی ہے تم پر جاؤ بہشت میں بدلا اسکا جو تم کرتے تھے

بدبخت لوگوں کی حالت و بد انجام بیان فرما کر اب ان آیات میں نیکبخت بندوں کی کیفیت و نیک انجام سے خوشخبری سنائی بقولہ۔ وقیل
اور کہا گیا یعنے پوچھا گیا۔ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا ان سے جنھوں نے شرک و رسول کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں کچھ تکبر نہیں کیا
کہ۔ مَاذَا أَنزَلَ رَبُّكُمْ تمہارے رب نے کیا نازل فرمایا ہے یعنے وحی قرآن سے سوال کیا گیا اور پوچھنے والے دور دور کے عرب اور جو لوگ
دریافت حال چاہتے اور کفار قریش بھی ہو سکتے ہیں اگرچہ عناد سے پوچھا ہو۔ قَالُوا متقین نے جواب دیا خَيْرًا یعنے نازل فرمایا ہمارے
رب نے خیر کو۔ واضح ہو کہ یہاں خیراً منصوب جواب ہے یعنے عربی زبان میں اسی فعل محذوف کا مفعول منصوب ہے تو ضرور یوں ہوا کہ انزل خیراً
اتارا ہمارے رب نے خیر کو بخلاف اس کے کافروں متکبروں کا مقولہ جو اوپر گزرا اس میں قالوا اساطیر الاولین یعنے اساطیر مرفوع ہے پس وہ مبتدا
محذوف کی خبر ہے یعنے ہو اساطیر الاولین۔ وہ اگلوں کی حکایات ہیں۔ غرض کافروں کی یہ تھی کہ اتارا کچھ نہیں ہے بلکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اگلوں کی
حکایات بیان کی ہیں حاصل آنکہ کافروں و مومنوں کے جواب میں مرفوع و منصوب کا فرق اس نکتہ کے لیے ہے کہ کفار نے نازل کرنے کا اقرار نہ کیا تو
انزل کا مفعول نہیں رکھا اور جیسے اعراب مرفوع ہے ویسے کافروں کا قول درحقیقت مرفوع یعنے دور پھینکا ہوا اور باطل ہے مومنوں کا قول اقرار کا منصوب
اور درحقیقت منصوب یعنی قائم و ثابت مستقیم ہے۔ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ جن لوگوں نے احسان کیا اس حیات دنیا
میں اُن کے لیے بھلائی ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ احسان یہ ہے کہ ایمان لائے اللہ تعالیٰ و اس کی کتابوں و رسولوں پر اور خود طاعت کی اور
دوسروں کو طاعت کا حکم دیا اور بلایا اور اس پر آمادہ کیا۔ مجاہد نے کہا کہ نیک رزق ہے۔ ضحاک رح نے کہا کہ نصرت و فتح ہے۔ کرخی
نے ذکر کیا کہ بعض کے نزدیک حیات پاکیزہ ہے اور بعض کے نزدیک مکاشفہ و مشاہدہ حق ہے اور ظاہر یہ ہے کہ بھلائی ان تمام چیزوں کو شامل ہے
واقع میں بھلائی یہیں ہے کہ دنیا میں بعض آدمی کے لیے تونگری بہتر ہے اور بعض کے واسطے تونگری بری اور اوسط درجہ اچھا ہے اور بعضوں کے لیے افلاس
اچھا ہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ثواب ہر ایک کے لیے موعود فرمایا ہے۔ حدیث صحیح میں احسان کا مرتبہ ایمان سے بھی بڑھا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

اطاعت اس طرح کرنا گویا اُس کو بندہ دیکھ رہا ہے اور اگر نہیں دیکھتا تو اللہ تعالےٰ اُس کو دیکھ رہا ہے۔ چونکہ اصلی مقصود و مراد بندۂ مومن کی جس نے اس
دار کو فانی و آخرت کو باقی جانا ہے کہ حیاتِ دنیاوی پاکیزگی سے گذرے اور ذخیرۂ خیرات عاقبت میں ساتھ ہو لہٰذا تصریح فرمائی۔ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ
خَيْرٌ۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ دارِ آخرت بہت خوب ہے۔ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِينَ۔ اور کیا خوب ہے دار متقیوں کا۔ واضح ہو کہ قولہ لِلَّذِينَ اَحْسَنُوا سے
مومنوں کا کلام بھی بطور حکایت ہوسکتا ہے تو بقول کشاف وغیرہ خیر سے بدل واقع ہو یعنے خیر یعنے جو نازل فرمایا ہے اور اللہ تعالےٰ کا کلام بھی ہوسکتا
ہے تو کلام مستانف از سرِ نو واسطے مدح متقین کے ہوگا چنانچہ ان کی دنیاوی بہتری حیاتِ پاکیزہ کو بیان کرکے اُن کی دارِ آخرت کی مدح پہلے تو مجمل فرمائی
کیونکہ در واقع دارِ آخرت کی خوبی اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے اور اس دارِ فانی میں آدمی اُس کی خوبی کو یقین کرسکتا اور عقل سے استدلال کرسکتا ہے اور کشف
و مشاہدہ سے جان سکتا ہے ولیکن تفصیلی خوبی کی کیفیت سے بعد موت واقف ہوگا لہٰذا پہلے تنبیہ کیا کہ رب العالمین عزوجل جسکو نہایت خوب بیان فرماتا ہے
بندہ اُس پر بہزار دل سے جزم کریگا اور پھر کچھ تفصیل بھی فرمائی۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ وہ ہے جنات عدن۔ یہ دار المتقین جنات اقامت ہیں۔ کذا فی الاتقان
یا کہو کہ لہم جنات عدن متقیوں کے لیے جنات عدن ہیں کذا فی الحسینی۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر یہ قول کشاف قوی معلوم ہوتا ہے کہ لنعم کا مخصوص
بطرح دیہی مقدر نکالا بخلاف قول حسینی کے کہ لہم خبر بھی مقدر ہوئی ولیکن حسینی رحمہ اللہ تعالےٰ نے ایک عمدہ نکتہ نکالا کہ جو میں نے اوپر کی اجمال و تفصیل کی
وجہ میں اشارہ کردیا فافہم۔ شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جنات عدن ترکیب میں دار المتقین کا بدل ہے یعنے لہم فی الآخرۃ جنات
عدن باغہائے اقامت ہیں۔ يَدْخُلُونَهَا۔ وے داخل ہوں گے ان جنات میں یعنے وہاں سے نہ کوچ کرنے کو چاہینگے اور نہ کبھی فنا ہونگے۔ تَجْرِي
مِن تَحْتِهَا تحت اشجارہا و قصورہا بہتی ہیں ان کے نیچے یعنے ان کے درختوں و محلسراؤں و حویلیوں کے نیچے۔ الْاَنْهٰرُ نہریں ہر قسم کی عیش و عشرت
کی نہریں دودھ و شراب و شہد وغیرہ و نفیس پانی جو کہ وسط و اعلےٰ جنت الفردوس سے نکلتی ہوئی جاری ہیں اور واضح ہو کہ حدیث میں ہے کہ نیل و فرات
و جیحان و جیحون سب انہار جنت سے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ یہاں اللہ عجیب صنعت و قدرت الٰہی جلشانہ کا اشارہ ہے اور جو لوگ اس دنیا کے
فریب میں گرفتار ہیں اندھے و غضب الٰہی میں سرگرداں ہیں اُن کو متقین کے وعدہ دی ہوئی نعمتوں سے اُس وقت خبر ہوگی جب مریں اور اہل تقوےٰ کو ان
نعمتوں سے سیراب دیکھیں گے۔ لَهُمْ فِيهَا متقیوں کے لیے یہاں مَا يَشَاءُونَ ہر ایک چیز ہوگی جو کچھ خواہش کریں۔ ہر لذیذ و آنکھوں کی ٹھنڈا
کرنے والی چیز قادر مطلق کی عجیب قدرت سے اُن کے واسطے وہاں حاصل ہوگی اور یہ بات سوائے دارِ آخرت کے کہیں نہیں ممکن ہے اور یہ صریح ہے
کہ دنیا میں بہت سی خواہشیں جو عقل میں آتی ہیں نہیں ہوسکتی ہیں مثلاً ہر ایک شخص تصور کرسکتا ہے کہ اس کا مکان موتی و جواہر سے آراستہ و مشک و عنبر سے
آراستہ اور اس کے گرد باغ ایسے درختوں سے جو عمدہ میوہ دار ہوں۔ بجز ان ہوا و موسم خوشگوار یکساں ہو حال ہو ولیکن ناممکن ہے حالانکہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ بعضے
اوقات میں تنہا موجود ہوتی ہیں کوئی چیز انمیں سے محال نہیں ہے پھر دنیا میں ممکن نہیں تو احمق وہ ہے کہ جنت کی نعمتوں کا انکار کرے حالانکہ وہ دار اس دنیا سے
علاوہ ہے اور وہاں کی خصوصیت خاصہ ہنوز آدمی کی نظر سے نہیں گذری۔ حافظ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ اس آیت کے مانند دوسری آیات
ہیں کقولہ فیہا ما تشتہیہ الانفس وتلذ الاعین وہاں ہر وہ چیز موجود ہے جس کی نفس خواہش کرے اور آنکھوں کو لذت دے اور حدیث میں ہے کہ اہل جنت
میں سے ایک گروہ اپنی شراب پر بیٹھے ہوں گے کہ ایک ابر اُنپر آوے گا سو ان میں سے جو شخص اُس سے جس چیز کی خواہش کرے گا وہ برساوے گا یہانتک
کہ بعض ان میں سے یہ خواہش کرے گا کہ خوبصورت ازواج نوجوان برساوے تو بقدرت الٰہی ایسا ہی ہوجاوے گا۔ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِينَ۔
ایسا ہی ثواب عطا فرماتا ہے اللہ تعالےٰ اپنے متقی بندوں کو۔ واضح ہو کہ ادنےٰ درجہ تقویٰ کا یہ ہے کہ شرک سے بچے اور وحدانیت الٰہی سبحانہ تعالےٰ اُسکے
دل میں ثابت و یقینی ہو پس اگر اعمال میں گناہ کیے ہوں تو شاید معاف ہوجاویں یا توبہ کرکے مرے یا سزا پاکر دار المتقین میں جو اُس کا گھر ہے بھیجا جاوے۔
اور بہتر درجہ یہ ہے کہ شرک و ایسے گناہوں سے بچا ہو جن کا عذاب دوزخ ہے یا اگر مرتکب ہوئے گناہ کے توبہ کرلی ہو اور اعلےٰ درجہ یہ ہے کہ شرک و گناہوں
سے اجتناب کے ساتھ سنت و مستحبات و فضائل اعمال سے اُس کو اللہ تعالےٰ نے حصہ عظیم عطا فرمایا ہو جیسے اولیاء اللہ تعالےٰ کی شان ہوتی ہے۔ اللہم

عز وجل نے متقیون کے وقت موت کی صفت بیان فرمادی اور معتبر وقت موت کی حالت ہے۔ اَلَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰىہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وہ ایسے بندے جن کی روح قبض کی ملائکہ نے طَیِّبِیۡنَ۔ ایسے حال میں کہ پاکیزہ تھے یعنی پاک تھے شرک وگناہون کی نجاست وہر آلایش برائی سے کذا قال الامام اور مفسرین نے پاکیزگی کی تفسیر میں اقوال نقل کیے جیسے پاکیزہ تھے شرک وکفر ونفاق سے۔ یا درحالیکہ صالحین تھے یا درحالیکہ ان کے افعال پاکیزہ تھے اور اقوال واعتقاد صحیح تھے یا انھون نے اپنے نفوس کو ظلم شرک ومعاصی سے پاک رکھا تھا خواہ پہلے سے یا توبہ کرنے سے کذا فی البیضاوی۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ پاکیزہ تھے زندگی میں وموت میں۔ یا یہ کہ ملائکہ کی بشارت سے خوش وشاد ہو کر موت کو پسند کیا۔ بعض نے کہا کہ طیبین الیا عقادہ کلمہ ہے کہ ان سب امور کو شامل ہے جو مذکور ہوئے ورجۂ پاکیزگی میں داخل ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت دلیل ہے کہ آدمی کے جنتی ہونے کا اعتبار اس کے خاتمہ موت کا وقت وحال ہے۔ پس موت کے قریب زمانہ میں جو شخص عمدہ پاکیزہ اعتقاد پر ہو اور پاکیزہ اعمال پر ہو وہ متقی ہے اگرچہ عمر بھر وہ شرک وکفر وغیرہ میں مبتلا رہا ہو دیکھو کہ ساحران موسیٰ کس رتبے پر پہونچے حالانکہ عمر بھر فرعون کو رب مانا اور سحر کے مانند بدتر افعال کیے تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ اعتبار آدمی کے خاتمہ کا ہے اور احادیث وقت موت کے تحت قولہ تعالیٰ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ تفصیل مذکور ہو چکی ہیں اور واضح ہو کہ اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں تقویٰ کے درجات کے لحاظ سے پاکیزگی کا اعتبار ملحوظ ہونا چاہیے اگرچہ ابتدائی ثواب مزید اعلیٰ درجہ کے لیے معلوم ہے ولیکن اللہ تعالیٰ کبھی ادنیٰ درجے کے متقی کو جس نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت وصدق رسالت پر یقین کر کے شرک کو بدتر جانا ہے اپنے فضل سے کسی بات پر بخش دیتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ ایک گنہگار بدکار شخص نے ایک پیاسے کتے کو پانی پلایا پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ اور جب قریب زمانہ موت کا اعتبار ہے تو ممکن ہے کہ ایک شخص توبہ کرے جبکہ اس کو اللہ تعالیٰ ورسول کا اعتقاد حق ہوا پھر اس نے عمل کا وقت نہ پایا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکیزہ موت مرے گا بالجملہ مومن پاکیزہ کے واسطے یہ درجات ہیں جن کی روح ملائکہ نے ایسی حالت میں قبض کی۔ یَقُوۡلُوۡنَ سَلٰمٌ عَلَیۡکُمُ ملائکہ ان متقی بندون پاکیزہ سے کہتے ہیں سلام علیکم۔ کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بشارت دیتے ہیں کہ اس کے بعد تم کو کوئی امر مکروہ نہ پہونچے گا اور شیخ مفسر سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے در منثور میں یہ حدیث اثری لکھی جو امام مالک رض نے اور ابن جریر وبیہقی وغیرہم نے محمد بن کعب القرظی سے روایت کی کہ کہا کہ جب بندۂ مومن مرنے لگتا ہے تو فرشتہ آکر اس سے کہتا ہے کہ السلام علیک یا ولی اللہ تجھ کو اللہ تعالیٰ سلام فرماتا ہے اور پھر اس کو جنت کی بشارت دیتا ہے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے مگر حکم میں مسند مرفوع کے ہے کما تقرر فی الاصول۔ غرضکہ فرشتے سلام کہتے ہیں اور یہ کہ۔ اُدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ۔ تم جنت میں داخل ہو بعوض اپنے اعمال کے جو تم کرتے تھے۔ حاصل آنکہ ملائکہ انہیں سلام کہیں گے اور جنت کی بشارت دینگے۔ بمانند قولہ تعالیٰ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ یعنی جنھون نے کہا کہ رب ہمارا اللہ ہے پھر مستقیم رہے تو ان پر ملائکہ اترتے ہیں کہ مت ڈرو اور کچھ غمگین نہو اور خوشخبری قبول کرو اس جنت کی جس کا تم وعدہ دیے گئے ہو۔ شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے احادیث قبض الروح میں تفصیل کردی ہے جیسا کہ قولہ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت الآیہ کی تفسیر میں گزرا اور روحی دخول جنت کی شیخ رحمہ نے اس مقام پر تصریح کردی ہے۔ بعضے مفسرین نے اس کو اخروی دخول جنت پر محمول کیا۔ باقی رہا یہ کہ یہان بعوض عمل کے جنت میں داخل ہونا منصوص ہے حالانکہ حدیث صحیح میں ہے کہ سددوا وقاربوا واعلموا انہ لن یدخل احد الجنۃ بعملہ الحدیث۔ یعنی سیدھے رہو اور ملاپ سے رہو اور جان رکھو کہ کسی کا عمل داخل جنت نہ کرے گا الی آخر الحدیث۔ تو جواب یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونا محض فضل الٰہی ہے اور یہ بھی فضل الٰہی ہے کہ بندہ کو نیکیون کی توفیق دی اور ان کو قبول فرمایا اور شکر نعمتہائے الٰہی کون ادا کر سکتا ہے پھر ہر ایک کو ان اعمال کے موافق جنت کے درجات میں جگہ دی پس حدیث صحیح اور آیت ٹھیک ہے والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ فی العرائس قولہ للذین احسنوا فی ہذہ الدنیا حسنۃ۔ احسان یہ مرتبہ ہے کہ ارواح وقلوب کو اٹھا کر حضرت کبریائی میں پیش کیا کہ مشاہدہ پر قربان کرین اور اپنے خالق کی عبودیت میں ہر طرح نیک واحسن طریقہ اختیار کیا اور دار امتحان میں بشاہد یقین وعرفان حاضر وموجود رہے اور اوقات مواجید وواردات میں کشف انوار جمال سے متنعم ہوئے اور دار آخرت میں انکے واسطے عیان بر عیان ہو

بیان پر بیان ہے نہ وقفہ ہے نہ فتور اور نہ حجاب ہے نہ عتاب اور کیا خوب دار ثواب ہے ایسے اتقیا کے لیے جنھوں نے کون و مکان سے پرہیز کیا اور مشاہدۂ
الخلاق الرحمن حاصل کیا پھر اُن کے مجالس اُنس و کرم کا بیان فرمایا بقولہ جنت عدن یدخلونہا تجری من تحتہا الانہار الآیہ۔ ان مجالس میں اُن کے
روحانی مدارج عالیہ کا بیان باشارہ ہے یعنے مقام جلال و جمال میں زوائد منت و نعمت کے انہار جاری ہیں اور اُن کو مشاہدہ غیر مستترقیہ میں دائما
حاصل ہے جو چاہیں حلاوت خطاب و وصل بے حجاب و فی ذلک لذکریٰ لاولی الالباب اور یہ سب درجات اُن بندوں کے ہیں جو ماسوا سے
حق سے منہ موڑ کر حق تعالیٰ کے واسطے منفرد ہو گئے۔ شیخ ابو عثمان نے قولہ احسنوا میں کہا کہ یعنے ابتدائے احوال میں اُنھوں نے یہ خوبی اختیار
کی کہ محسنین نے مقامات میں رجوع کیا۔ شیخ یوسف بن الحسین رحمہ نے کہا کہ آداب خدمت کو نہایت خوبی سے ادا کیا اور نفس کو ایسے کاموں میں
لگایا کہ مراتب بلند ہو کر مقامات اولیا پر صعود ہوا اور انتہا سے احسان یہی ہے۔ اُستاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ دنیا میں مشاہدہ ہے اور آخرت
میں معائنہ ہے۔ پھر حق سبحانہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ ایسے محسنین متقین دنیا سے نکلتے وقت خوشدل و پاکیزہ روح ہوتے ہیں بقولہ الذین تتوفاہم الملائکۃ طیبین۔
دنیا میں پاکیزگی اُن کو انوار تجلیات و قرب سے حاصل تھی اور آخرت میں مشاہدہ و وصال سے ہو گی۔ پاکیزہ ہیں اُس کی پاکیزگی محبت سے پاکیزہ ہیں
اُس کی پاکیزگی کی معرفت سے اُن کے نفس خوش ہیں اپنے مولےٰ کی خدمت میں اُن کے دل خوش ہیں اپنے مالک کی محبت میں اُن کی ارواح پاکیزہ ہیں
اپنے رب کے مشاہدہ میں اور اُن کے اسرار خوش ہیں پاکیزہ انوار قدس میں۔ ایسے بندے کسی چیز سے جو سوائے مولےٰ کے ہو لگاؤ نہیں رکھتے اور
نہ کسی چیز کو بت بنا کر تبرک کرتے ہیں۔ اُن کے نفوس ہر ایک طبعی لوث سے پاک ہیں اور اُن کے قلوب ہر ایک خواہش سے پاکیزہ ہیں۔ آیات پر
ٹھہرنے سے اُن کی ارواح پاک ہیں اور تعلق بملاحظہ کرامات سے اُن کے اسرار پاکیزہ ہیں۔ اُن کی پاکیزگی بیچ شوقیہ مناجات ہے اور اُنس اُنکو
بقرب و مدانات ہے مشاہدات کی نوبت اُن کا مکلمہ ہے اور انوار صفات میں حکمت اُن کے واسطے ہوش و بیداری ہے۔ بازو سے شوق و محبت
(نزدیکی) سے اُن کی پرواز بمقام قدس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایسی پاکیزگی سے پاک کیا کہ متصف بانوار شہود ہو گئے اور وجود موجود بوجود پاک ہو گئے
اُن کی مشک محبت کی خوشبو سے تمام جہان معطر ہوا اور اُن کے جذب الفت سے مشامات جان معنبر ہوئے کیسی نفیس خوشبو ہے کہ سانس لینا
جمال شوق میں ہے اور دم چھوڑنا خوشبوئے وصال میں ہے۔ ہوا سے صبا نے انھیں کے انفاس سے معطر ہو کر جہان کے گرداگرد کو معنبر کر دیا
کیونکہ یہ خوشبو ریاض جمال قدس ہے اور انفاس الرحمن اسی سے عبارت ہے دیکھو سید الانس والانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیونکر فرمایا کہ
انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن یعنے میں یمن کی جانب سے نفس الرحمن پاتا ہوں۔ قلت الحدیث فی الصحیح وغیرہ۔ اور یہ بھی فرمایا۔ ان لربکم فی
ایام دہرکم نفحات الا فتعرضوا لہا۔ یعنے تمہارے ایام دہر (زمانہ زندگی) میں تمہارے رب کے خوشبودار جھونکے نسیم صبا کے ہیں خبردار ہو کر اُن کے روبرو رہو۔
قلت الحدیث فی الصحیح وغیرہ۔ دلبران مشاہدہ وہاں ناز و غمزہ کے ساتھ خراماں ہوتے ہیں انھی پاکیزہ خوشبوؤں سے مشام جان عارفان معطر ہوتے ہیں
نکہت جان بخش دارد خاک کوی دلبران + عارفان آنجا مشام روح مشکین کردہ اند۔ عارفوں نے انفاس طیبہ سے آسمانوں و زمین کو [illegible] ہے
قدسیان بے بہرہ اند از جرعہ کاس الکرام + این تطاول بین کہ با عشاق مسکین کردہ اند۔ آدمی وہی ہیں کہ طینت حضرت آدم علیہ السلام
سے بہرہ اندوز ہیں ورنہ جہان بیجان ہے تا ہم من رفت است روزے بر لب جانان بسہو + اہل دل را بوئے جان می آید از نامم ہنوز + بعض مشائخ
نے کہا کہ پاکیزگی اُن کے ابدان و ارواح دونوں میں ہے بوجہ اس کے کہ ملازم خدمت رہے اور شہوات فانیہ کو ترک کر دیا اور یہ بھی فرمایا کہ اپنی خواہش
سے دنیا سے کچھ کبھی آلودہ نہیں ہوئے۔ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابدان کی پاکیزگی در روشنی طاعات و خدمت کے اہتمام دینے میں ہوتی
ہے اور ارواح کی خوبی حق تعالیٰ کے ساتھ استقامت میں ہوتی ہے اور دونوں باتیں اُس کے فیض توفیق کا اثر ہیں۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ
تعالیٰ نے فرمایا کہ اُن کی پاکیزگی اس طرح کہ نفوس کو اُنھوں نے قربان کیا اور ارواح اُن کی سب و شب سے پاک تیغ کی گئیں پھر اللہ عز و جل
نے کافروں و مشرکین کا باطل میں منہمک ہونا اور نافہمی و غرور دنیا و جہالت بیان فرمایا بقولہ

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن

اب کچھ راہ دیکھتے ہیں مگر یہی کہ آویں اُنپر فرشتے یا پہونچے حکم تیرے رب کا اسیطرح کیا اُنسے

قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِن كَانُوٓا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا

اگلوں نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا اُنپر لیکن اپنا بُرا کرتے رہے پھر پڑے اُنپر اُنکے بُرے کام

ع عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا

اور اُلٹ پڑا اُنپر جو ٹھٹھا کرتے تھے اور بولے شریک پکڑنے والے اگر چاہتا اللہ نہ

عَبَدْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن دُونِهِ مِن شَيْءٍ ۚ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ

پوجتے ہم اسکے سوائے کوئی چیز ہم اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام ٹھہرالیتے ہم اسکے سوائے کوئی چیز اسیطرح کیا اُنسے

مِن قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝

اگلوں نے سو رسولوں پر ذمہ نہیں مگر پہونچا دینا کھول کر

کافرون ومشرکون نے نادانی سے بحث کی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رسول ہونے کی سچائی پر جو معجزات کثرت سے لاتے ہیں اور جو بیوں کا حکم دیتے ہیں اور دنیاوی و دینی اخبار بالکل انبیائے متقدمین کے مطابق متواتر وقطعی ہیں ان سب سے منھ موڑ کر ان کے مولے ایک فرشتہ لاویں جو گواہی دے کہ اللہ تعالے نے اُن کو بھیجا ہے حالانکہ اللہ تعالے نے قرآن میں نازل کر دیا کہ فرشتہ اگر بصورت آدمی آوے تو اُن کا التباس باقی ہے اور اگر بصورت اصلی آوے تو یہ لوگ مرجاویں کیونکہ استعداد نبوت وولایت اُن میں نہیں ہے مگر کافرون نے اپنی جہالت کو نہ چھوڑا تو اُن کو تہدید فرمائی هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ نہیں منتظر ہیں مگر اس بات کے کہ انپر ملائکہ آویں یعنے اسوقت یہ مرجاوینگے۔ اور یہ بھی معنے ہو سکتے ہیں کہ یہ لوگ راہ راست پر نہیں آتے بلکہ منتظر ہیں کہ جب قبض ارواح کے ملائکہ آویں تو یقین کریں حالانکہ اسوقت کچھ فائدہ نہیں ہے۔ یا یہ معنے کہ قرآن پاک کو اساطیر الاولین کہکر انکار کرتے ہیں کیا اس کے منتظر ہیں کہ ملائکہ آکر اُن کا فیصلہ کر دیں اور اُن کی روحیں قبض کریں۔ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ۔ یا آجاوے اُن پر حکم تیرے رب کا یعنے اللہ تعالے کا عذاب جو اُن کو ہلاک کر دے یا نڈر ہو کر قیامت کے منتظر ہیں۔ انتظار سے یہ مراد نہیں کہ حقیقت میں راہ دیکھتے تھے کیونکہ وے تو اس کے قائل ہی نہ تھے بلکہ ایسے کام کرتے تھے کہ عذاب اُنپر واجب ہو کر انتظار ہو گیا کہ لامحالہ وارد ہوگا بوجہ وعید الٰہی کے۔ اور شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ ملائکہ موت کا آنا اور عذاب الٰہی کا آنا دونوں اُنپر مقرر ہو چکے ہیں تو یہاں حرف أَوْ یعنے یا یہ دونوں میں سے ایک کا بیان اس معنے میں ہے کہ دونوں میں سے ایک بات اُن کے واسطے ضرور اور کافی ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا کہ غرض یہ ہے کہ دنیا کی چند روزہ زندگی میں یہ لوگ مہلت دیے گئے تھے تو کیا یہ چاہتے ہیں کہ یہ مہلت بھی پوری نہیں اور ابھی سے ملائکہ کو چاہتے ہیں جو اُن کے حق میں موت ہے کہ پھر عذاب سے نہ چھوٹینگے یا عذاب الٰہی آوے کہ پھر ہمیشہ کے واسطے عذاب میں مبتلا ہوں۔ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ یعنی جیسے یہ لوگ کفر وشرک پر اصرار اور رسول سے انکار بلکہ ٹھٹھول بلکہ ایذا دہی کرتے ہیں ایسے ہی ان سے اگلے کافر ومشرک قوموں نے کیا تھا پھر آخر عذاب سے ہلاک ہوئے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِن كَانُوٓا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ۔ اور عذاب سے ہلاک کر کے اللہ تعالے نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ جو اللہ تعالے نے ہر طرح کے افعال کا بدلا مقرر کیا ہے وہ اُن کو پہونچا ولیکن وے اپنی جانوں پر خود ظلم کرتے تھے کہ اپنی جانوں کو عذاب پر پیش کرتے رہے اور جانوں کے پاس وہی سامان ذخیرہ کیا جسکا بدلا عذاب دوزخ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کافرون کے افعال کفر وشرک ونفاق خود ظلم ہیں تو ظلم کرنا انھیں کا ہے اور خوب تحقیق ہو چکا کہ اللہ تعالے پر کسی طرح کوئی معنے ظلم کے نہیں ہو سکتے ہیں اور جو کوئی سرسری جہالت سے گمان کرے کہ مطیع کو ہلاک کرنا مثلاً ظلم ہے تو یہ بھی جہالت ہے اس لیے کہ اپنی چیزین جب آدمی ہر طرح تصرف کرتا ہے تو اللہ تعالے سے ظلم کیونکر ہوگا کیونکہ وہی خالق مالک

سب اس کے بدلے ہیں اگرچہ یہ واقع نہیں کہ مطیع پر عذاب ہو کیونکہ اس کی طاعت کے بدلے میں ہلاک وغیرہ سب عین ثواب ہے اور رب تبارک وتعالیٰ
علیم حکیم ہے اسی واسطے مشرکون وکافرون نے اعمال قبیحہ کے ارتکاب سے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا ج سو انکو پہونچے
بدلے ان کے بد اعمالون کے یا برے عوض اُن کے اعمالون کے یعنے جیسے اعمال اُنھون نے اپنے واسطے کمائے تھے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ
اور جس سے یہان ٹھٹھا کرتے تھے اور رسولون پر ہنستے تھے کہ کہان دوزخ اور کیسی قیامت اور حشر کیونکر ہو سکتا ہے اور فرشتہ وعذاب وثواب کچھ نہین بلکہ
فقط دنیا دی زندگی ہے وہ سب انکے سامنے ہوئے اور انکار وتمسخر کی سزاؤن نے اُن کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکون کے دوسرے
قسم کے مضحکہ وطعن کا ذکر فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا اور مشرکون نے کہا یعنے گذشتہ زمانہ والون کے مثل مشرکین مکہ وعرب نے بطریق
طعن کے کہا کہ۔ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم اس کے سوا کسی کی عبادت
نہ کرتے نہ ہم اور نہ ہمارے باپ دادے۔ یعنے بتون کی اور غیر خدا کی پرستش بھی ہم سے بمشیت الٰہیہ ہے اور ہمین پر موقوف نہین بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ نے مدت
سے ہمارے باپ دادون سے چاہا لہٰذا دو باتین ثابت ہوئین ایک یہ کہ جب رسول کے کہنے کے موافق اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ جو وہ چاہے وہی ہوتا ہے
تو جب اس نے ہم سے چاہا کہ ہم غیر کی پرستش کرین تب ہی واقع ہوئی۔ اور دوم یہ کہ جو اُس نے چاہا وہ بہتر ہے۔ وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ط
اور نہ ہم اُس کی حرام کی ہوئی چیز کے سوا کچھ حرام کرتے۔ اُن کا مقصود یہ تھا کہ یہ تو ہمارے باپ دادے سے چلی آتی ہے جب رسول کوئی نہ تھا تو رسول کی
کچھ حاجت نہین جبکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔ قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ یعنے مشرکین اپنی جہالت سے تقدیر سے حجت
لاتے کہ اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے ہمارا شرک کرنا اور بحیرہ وسائبہ ووصیلہ وغیرہ کا حرام کرنا واقع ہوا ورنہ ہم پر انکار کرتا اور ہم کو قابو نہ دیتا کیونکہ جو
اللہ تعالیٰ نہ چاہے وہ نہین واقع ہوتا ہے تفسیر کبیر مین امام رازی نے اس کے واسطے تفصیل لکھی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ مشرکین اس سے رسولون پر الزام
لگانا چاہتے تھے اور درحقیقت اُن کا یہ اعتقاد نہ تھا اسی واسطے اس کلام کو اُن کے استہزا کے عذاب بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے اور زجاج
رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ کلام مشرکون کا بطریق استہزا تھا اور اگر اعتقاد سے کہتے تو مومن ہوجاتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ كَذٰلِكَ
فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ایسا ہی کیا ان لوگون نے جو ان مشرکین عرب سے پہلے تھے۔ یعنے یہی مضحکہ کیا اور کرنا بجا ہے کہنے کے اشارہ
ہے کہ قول فی نفسہ صحیح ہے مگر مقصود قول نہین بلکہ یہ فعل مضحکہ واستہزا کا ہے یعنے ایسا ہی مضحکہ اگلی اُمتون کے مشرک بھی کرتے رہے ہین پس
اللہ تعالیٰ نے رد کردیا بقولہ۔ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ یعنے رسولون پر تو اسی قدر فرض ہے کہ صاف صاف حکم پہونچا دین
وقال الامام الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ ہر رسول نے سخت انکار سے اُن کو شرک سے منع کردیا اور حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر تا زمانہ
حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم باتفاق سب انبیاء ورسولون نے شرک سے منع کیا پھر مشرکون کا یہ دعوےٰ کہ چاہتا تو منع کرتا
محض فضول ہے اور حاصل یہ ہے کہ مشیت سے اُن کی مراد اگر یہ ہے کہ جو مشروع فرمایا وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے تو بالکل غلط ہے اس لیے
کہ وحی خالص سے باجماع انبیاء ورسل علیہم السلام کے شرک سے سخت ممانعت فرمائی ہے اور اگر اُن کی یہ مراد ہے کہ پیدائش کی مشیت الٰہی
ہے یعنے حق سبحانہ تعالیٰ نے شرک کو اور مشرکون کو اپنی مشیت سے پیدا کیا ہو تو صحیح ہے ولیکن اس سے مشرکون کا مطلب نہین نکلتا کیونکہ اللہ تعالیٰ
جل شانہ نے شیاطین کو اور دوزخ کو اور دوزخیون کو سب کو پیدا کیا ہے اور وہ شرک وکفر سے راضی نہین ہے پس شرک کو پیدا کیا
مگر راضی نہین ہے تو ناراضی کے اعمال سے مشرک اپنے داخ جہنم مین ہوگا ونعوذ باللہ منہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے شرعی مخالفت نہ ہونا شرعی مشیت
شرک کا بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ
اور ہم نے اٹھائے ہین ہر اُمت مین رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو ٹھیرائے ہوئے سے سو کسی کو راہ دی اللہ نے

وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ
اور کسی پر ثابت ہوئی گمراہی سو پھرو زمین میں تو دیکھو کیسا ہوا آخر جھٹلانے والوں کا
اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ وَاَقْسَمُوْا
اگر تو للچاوے اُن کو راہ پر لانے کو تو اللہ راہ نہیں دیتا جس کو بچلاتا ہے اور کوئی نہیں اُنکے مددگار اور قسمیں کھاتے ہیں
بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ
اللہ کی پکی قسمیں کہ نہ اٹھاوے گا اللہ جو کوئی مر جاوے کیوں نہیں وعدہ ہو چکا ہے اُس پر ثابت اور لیکن اکثر لوگ
لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا
نہیں جانتے اسواسطے کہ کھولدے اُنپر جس بات میں جھگڑتے ہیں اور تا معلوم کریں منکر کہ وہ
كٰذِبِيْنَ ۝ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ع ٥
جھوٹے تھے ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہمنے اسکو چاہا یہی ہے کہ کہیں اُسکو ہو تو وہ ہو جاوے

اس کلام پاک میں صاف اعلام کر دیا کہ خالق و مالک فقط اللہ تعالےٰ ہے اور اُس کی تقدیر سابق ہو چکی ہے اور رسولوں کا بھیجنا صرف ابلاغ مبین ہے چنانچہ فرمایا۔ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا۔ یعنے اگلی ہر اُمت میں ہم رسول بھیج چکے ہیں صریح اس حکم کے ساتھ کہ۔ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ توحید کرو اللہ وحدہٗ لاشریک کی اور بچو طاغوت سے یعنے یہ امر سب پر صاف ظاہر ہو چکا کہ اللہ تعالےٰ کی مرضی اسی میں ہے کہ اُسی کی خالص توحید ہو اور شرک نہ ہو۔ طاغوت واحد و جمع مذکر و مونث یکسان ہے اور بت سے مراد یہان ہر وہ چیز ہے جو سوائے اللہ تعالےٰ کے معبود بنائی جاوے خواہ کسی طرح سے اسکے ساتھ شرک ہو۔ اہل الحق نے تصریح کر دی کہ آدمی اگر اپنے نفس کی پیروی خلاف مرضی رب تبارک و تعالےٰ کے کرے تو اس نے نفس کو اپنا معبود بنا لیا پھر غیر کے ساتھ کیا گمان ہے۔ بالجملہ اجتناب شرک سے ہر گروہ کو معلوم کرا دیا گیا فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ۔ پھر اُن میں سے بعض کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی یعنی دین توحید کی اور طاغوت سے اجتناب کی رہنمائی فرمائی اور ٹھیک مرضی کر دیا۔ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ۔ یعنے بعض کے حق میں بقضاے ازلی سابقی جو ثابت ہوا تھا کہ کفر پر اصرار کریگا وہ محقق ظاہر ہوا چنانچہ وہ عناد و کفر پر جمے رہے۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ کا امر اور ارادہ۔ اور یہ بات اگرچہ صاف ہے لیکن بعضے لوگون کو وہم ہوا کہ ایک ہیں اور اُس کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے سب کو حکم دیا کہ اُسی کی عبادت کریں اور شرک سے دور رہیں اور ارادہ کیا کہ اُن میں سے فقط بعض کو ہدایت دے اور بعض گمراہ رہیں اس لیے کہ اگر سب کی ہدایت چاہتا تو سب ہدایت پر ہوتے کما قال تعالےٰ ولو شاء لہدٰکم اجمعین یعنے اگر چاہتا تو سب کو ہدایت دیتا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اس میں اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ رسولون کو اُس نے اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ سب اسی کی عبادت کریں اور یہ بات سواے ہدایت و ضلال کے ہے۔ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ اب ضرور ہوا کہ تم سیر کرو زمین میں۔ یعنے غور و فکر و عبرت کے ساتھ ملکون پر نظر ڈالو واضح ہو کہ اپنی گھر و اولاد اور شب و روز کے دوست و احباب سے آدمی ایسا الفت کرنے لگتا ہے کہ اپنے آغاز و انجام کو بھول جاتا ہے اور جو باتیں اُس کو پیش آنے والی ہیں اُن سے نظر اُس کی غافل رہتی ہے اور طبیعت اپنے پسند کے ساتھ مالوف رہتی ہے لہذا جب وطن سے نکلا چند روز سفر میں رہا تو اُسکے جو اس کھلے ہوتے ہیں کہ اسی طرح اُسکو ایک روز سفر کرنا یعنی وہ جانا ضرور ہے اور پھر ایک گذشتہ حالات و نشانات کو نظر عبرت سے دیکھتا ہے کہ اسی طرح یہ لوگ اس شان و شوکت سے تھے کہ آج اُن کا نشان بھی نہیں ہے لہذا حکم دیا کہ زمین میں پھرو۔ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ۔ تب نظر کرو کہ جن لوگون نے رسولون کو جھٹلایا جیسے قوم عاد و ثمود اور مانند اُس کے جنھون نے فنون کی بنیاد نکالی تھی اُن کا انجام کیونکر ہوا چند روز کے بعد اُن کے بدن گل سڑ کر خراب اور مبتلاے عذاب ہوئے اور اُن کا نشان مٹ گیا پھر اللہ تعالےٰ نے آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا۔ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰی هُدٰهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ۔ یعنے اے محمد اگر تجھ پر بہت شاق ہے اپنی قوم کی جدائی اور تو بڑی کوشش سے چاہتا ہے کہ وہ راہ پر ہو جاویں تاکہ جہنم و عذاب میں نہ جاویں تو تجھ کو یہ قدرت حاصل نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالےٰ نے جسکو گمراہ کیا اُس کو ہدایت نہیں دیتا ہے یا جس کے حق میں علم الٰہی میں ضلالت ہے وہ ہدایت نہیں پاتا ہے پس تیرا کوشش کرنا و حرص کرنا تجھے فائدہ نہ دیگا اس آیت سے اللہ تعالےٰ کی عظمت و کبریائی اور اسی پر بھروسا زیادہ ہوا کہ اس کے سوا کسی میں یہ قدرت نہیں اور اسی کی درگاہ میں خلوص ہے۔ اور گمراہوں کو مایوس کر دیا بقولہ۔ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ۔ اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہے کہ اللہ تعالےٰ کی مشیت کو اُن سے دور کرے اور عذاب سے بچاوے پھر قیامت کے انکار میں قریش کی جہالت و عداوت بیان فرمائی۔ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ اور قسمیں کھائیں ان لوگوں نے اللہ تعالےٰ کی انتہائے کوشش کی اپنی قسمیں کہ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ۔ اللہ تعالےٰ نہیں اٹھاویگا اُس کو جو مر جاوے۔ زمخشری نے کشاف میں اس کلام کو وقال الذین اشرکوا پر عطف قرار دیا یعنے مشرکوں نے کہا الے آخرہ اور قسمیں کھائیں الے آخرہ۔ واضح ہو کہ قریش اکثر باتوں پر اپنی باپ دادا کی یا بتوں وغیرہ کی قسم کھاتے اور جب کوئی سخت قسم کھاتے تو اللہ تعالےٰ کی قسم کھاتے پس انکار قیامت پر سخت قسم کھاتے کہ مُردوں کو اللہ تعالےٰ نہیں اُٹھاوے گا اور وجہ انکار کی فقط گمان و قیاس تھا کہ گلی سڑی ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ ابو العالیہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ زمانہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ایک مسلمان کا ایک کافر پر قرضہ تھا وہ تقاضے کو آیا اور باہم اُن میں گفتگو ہوئی مسلمان نے کہا کہ بعد موت کے مجھے اپنے رب تبارک وتعالےٰ سے ایسی ایسی امیدیں ہیں کافر نے کہا کہ تجھے یقین ہے کہ مر جانے کے بعد تو اٹھایا جائے گا ہرگز نہ ہوگا میں اس پر قسم کھاتا ہوں۔ اقول درصحیحین میں بھی ایک واقعہ ایسا ہی مروی ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ کافر نے سرکشی سے کہا کہ اچھا جب وہاں میں اٹھایا جاؤں اور مجھے مال وغیرہ حاصل ہو تو قرضہ ادا کر دیگا یعنے یہ کچھ ہونا نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو رد کر دیا۔ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا۔ یعنے ضرور اٹھائے جانے کا وعدہ برحق ہے اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ ولیکن بہتیرے لوگ نہیں جانتے یا اس وجہ سے کہ علم حاصل ہونے کا جو طریقہ ہے کہ صدق وحی و رسالت سے قطعی علم ملتا ہے اس کو نہیں مانتے یا اللہ تعالےٰ کی قدرت و رعایت حکمت و آغاز و انجام سے بے بہرہ غافل ہیں قاعدہ نہیں جانتے لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ۔ یعنے قیامت کے واقع ہونے سے یہ بھی ہوگا کہ اللہ تعالےٰ ظاہر فرماوے گا اُنپر وہ کہ جس میں اختلاف کرتے تھے اور نہیں مانتے تھے پس وہی ان کو کھل جائیگا کہ اللہ تعالےٰ کے رسول جو کچھ بیان کرتے اور جو کتاب الٰہی میں اترا تھا سب سچ تھا اور مطیع کا ثواب جنت واقعی اور کافر کا عذاب جہنم بیشک تحقیقی ہے۔ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ۔ اور تاکہ کافر و منکر لوگ جان لیں کہ وے خود جھوٹے تھے۔ اصل میں اللہ تعالےٰ نے مومنوں و اہل طاعت کے لیے درجات ثواب و فضائل رکھے ہیں وہ اُن کو اس روز ملینگے اور کافر حسرت و عذاب پاوینگے کیونکہ انھوں نے یہی کمایا ہے۔ پھر کافروں کا شبہہ دور فرمادیا کہ۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ۔ ہمارا کہنا کسی شے کے لیے یعنے جو ہمارے علم میں ہو اُس کے ہو جانے کے لیے یا کوئی چیز موجود ہو جانے کے لیے جب ہم اس کا ارادہ کریں۔ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ یہی ہے کہ ہم اس کو کہیں کہ ہو جا۔ فَيَكُوْنُ پس وہ ہو جاتی ہے زجاج نے کہا کہ اس سے آگاہ کر دیا کہ اللہ تعالےٰ جو چاہے نہایت ہی آسانی سے پیدا ہو جاوے۔ اور سورۂ یٰس میں یوں رد کر دیا کہ قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ۔ کہدے کہ سڑی گلی ہڈیوں کو وہی پیدا کرے گا جس نے اُن کو اول مرتبہ زندہ کیا تھا یعنے صاف ظاہر ہے کہ اول بار ان کو موجود کیا حالانکہ ہڈی بھی نہ تھی تو اب دوبارہ پیدا کرنا تو بالکل آسان ہے شیخ ابو السعود رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ کلام بطریق مثال ہے یعنے اللہ تعالےٰ کی قدرت میں کوئی چیز ممتنع نہیں ہے خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو سب اس کی قدرت میں داخل ہیں جو چاہے پیدا کر دے جو وہ چاہے وہ موجود ہو جاتی ہے اور وہاں نہ قول ہے اور نہ جس سے قول کہا جاوے اور نہ کاف ہے اور نہ نون ہے تو اب یہ شبہہ نہ رہا کہ معدوم سے کیونکر کہا تھا اور اگر وہ چیز موجود تھی تو کہنے کا فائدہ نہیں ہے۔ واضح ہو کہ اکثر مفسرین نے اس مقام پر یوں ہی لکھا اور ظاہر اشکال اسوجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وجود کی ماہیت کسی کو معلوم نہیں ہوئی چنانچہ اس میں عقلیں حیران ہیں ورنہ کوئی تردد نہیں ہے اور علماء مفسرین نے عوام کیواسطے آسان طرح پر سمجھا دیا جسقدر

ان کی سمجھ کے لائق ہے اور شان الٰہی اعلےٰ واجل ہے فافہم۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ مراد یہ کہ آسمان و زمین اور جہان اللہ تعالےٰ چاہے
کوئی چیز اسپر دشوار ہو نہیں سکتی جو کہا کہ ہو جاوے ویسے ہی ہو گیا اور قیامت بھی ایسی ہی ہے جیسے فرمایا وما امرنا الا واحدة کلمح بالبصر۔ ہمارا حکم تو ایک ہے
جیسے پلک مارنا۔ یعنے نہایت آسان جیسے کہتے ہیں کہ پلک مارتے ہو گیا۔ ابن ابی حاتم نے یہاں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول وارد کیا جسکا خلاصہ صحیحین
کی حدیث مرفوع ہے کہ آدمی نے اللہ تعالےٰ کی تکذیب کی جبکہ کہا کہ جیسے پیدا کیا تھا پھر دوبارہ اعادہ نہیں کرے گا اور بدگوئی کی جبکہ کہا کہ اس کی جورو
لڑکا ہے حالانکہ اُس کی شان واحد احد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہے۔ ف فی العرائس ان تحرص علےٰ ہداہم فان الحق تعالےٰ
اس میں حبیب کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شفقت مخلوقات پر اور رحمت تا ایسے لوگوں پر جو عذاب اختیار کرنے پر گرے پڑتے ہیں اور اندھے ہونے کے سبب
سے نہیں دیکھتے ہیں بیان فرمائی پھر متنبہ کر دیا کہ تو دل تنگ نہ ہو ان لوگوں کی جہت سے جن کے حق میں ازلی حکم اللہ عز وجل جاری ہو چکا کہ تیری راہ
سے برگشتہ کیے گئے کیونکہ تو اُن کو اس راہ پر نہیں لا سکتا ہے اس لیے کہ سابق ارادہ ازلی قدیم ہے وہ کسی حادث کے روکنے سے نہیں رک سکتا کیونکہ اس کی
مخلوق میں سے عبودیت اُسی کو عطا ہوئی ہے جسکو اُس نے اپنی معرفت سے مخصوص کرکے لباس بندگی سے آراستہ کیا۔ اور جسکو اُس نے لباس قہری پہنایا ہے
اُسپر تجھے یہ قدرت نہیں ہے کہ یہ لباس اُس کے بدن سے اتارے کیونکہ امر قدم کو قدم ہی رفع کر سکتا ہے اور رسولوں کی بعثت تو اسی واسطے ہوتی ہے کہ
شریعت وطریقت واضح بیان کر دیں اور اس واسطے نہیں کہ ہدایت میں شریک ہوں۔ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ سعادت وشقاوت وہدایت
وضلالت ازل میں جاری ہو چکی ہیں اُن میں کچھ تبدیل وتحویل کو گنجائش نہیں ہے اور اپنے اپنے اوقات پر جسموں میں اُن کا ظہور ہوتا ہے اس میں کسی کے فعل واختیار
کو دخل نہیں ہے اور خلق کو اُسپر قدرت نہیں بلکہ ارادہ ازلی سے جاری ہوئے ہیں وہاں انبیاء واولیاء کو کچھ دخل نہیں ہے قولہ انما قولنا لشیء اذا اردناہ الآیہ
اس سے ظاہر ہے کہ وجود کسی شئے کا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اللہ تعالےٰ اُس کو خلق نہ فرماوے جیسے افعال وغیرہ کہ تمام مخلوقات الٰہیہ ہیں اور بندے
اپنے اپنے افعال کے کمانے والے ہیں پس گمراہی کا وجود اللہ تعالےٰ کے پیدا کرنے سے ہے اور جس شخص میں گمراہی پیدا ہوئی وہ اس کی خوشی سے کمانے والا ہے
اور اُسی کو گمراہ کہینگے اور اللہ تعالےٰ فقط پیدا کرنے والا ہے اور ایسی ہی ہدایت کا حال ہے کہ اُس کا پیدا کرنے والا وہی رب تبارک وتعالےٰ ہے۔ واضح ہو کہ
اللہ تعالےٰ کی ذات کے واسطے صفات قدیمہ ازلیہ ہیں از انجملہ ارادہ ومشیت ہے کہ یہ دونوں تو ہر سابق سے سابق ہیں کیونکہ ان دونوں کا جریان واسطے
وجود الوجود کے ہے اور وجود اصل وجود ہے اور ہر صفت الٰہی قدیم ہے تو سبقت اس معنے میں نہیں ہے کہ کوئی صفت حادث ہے کہ جسکو ان دونوں نے وجود
دیا ہے کیونکہ وہ تعالےٰ ابتدا سے پاک ہے ایسی حالت کہ وہاں سابق علم میں مشیت وارادہ سے خالی ہو بلکہ اللہ تعالےٰ نے اشیاء کو قدم میں چاہا اور اُسکا علم
اُس کے ارادہ کے ساتھ تھا اور وجود موجود تھا اس کے علم میں اور مرید تھا اُس کے ارادہ کا اور وہ محض علم وارادہ کے ساتھ تھا اپنی قدرت سے قادر
بایجاد الخلق تھا ولیکن اگر موجود کرتا تو معیت وجودی ہوتی اور جملہ حوادث مخلوقات کو رتبۂ قدم حاصل ہو جاتا لہٰذا ان کو بغیر علت کے مؤخر کر دیا
اور ہر ایک کو اپنے اوقات کے ساتھ موقت کر دیا اور جب کسی حادث کا وجود چاہا تو اُس کا وجود معلوم ہے پس اُس کو پیدا کر دیا بتمام صفت حالانکہ وہ معدوم
تھا تاکہ بحد کمال ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اشیاء کو بذات وبجمیع صفات پیدا فرمایا ہے پس قولہ تعالےٰ یقول لہ کن یہ قول اُس کی صفات میں سے ایک صفت ہے
پس معدوم سے کہا کہ کن یعنے ہمارے پیدا کرنے سے تو پیدا ہو جا پس یہ معدوم بہ کمال جمیع صفات موجود ہو گیا کیونکہ اگر امر وکلام سے خالی ہوتا تو ناقص ہوتا حالانکہ
اللہ تعالےٰ قادر ہے کہ اشیاء کو بحد کمال پیدا کرے بعض مشائخ سے پوچھا گیا کہ کیا ارادہ ومشیت کافی نہ تھے کہ قول کن کا ظہور ہوا۔ فرمایا کہ ارادہ ومشیت
مخفی ہوئے پس اکوان کو معلوم میں ظاہر کیا اور لفظ کن کو ظاہر کیا پس اکوان کو وجود کی جانب خارج کیا۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس آیت میں کہا
کہ یہ بقدر معارف ہے کہ قدرت کی طرف اشارت ہے اور حقیقت میں تو حق کے (یعنے عدم سے وجود دینے والا ۱۲) واسطے کوئی موجد نہیں جیسے اس کے لیے موجود نہیں کیونکہ اس کے واسطے
معدوم نہ تھا پس اشیاء کا ظہور یہ ہے کہ اُس کی ذات سے ظاہر ہوئی ہیں اور اسی کے ساتھ پائی گئی ہیں نہ اس کی صفات سے تو لم یزل ولا یزال اُسکی صفت
ہے مگر بات اتنی ہے کہ بعض کو بعض کے واسطے ظاہر نہ کیا قال المترجم یہ کلام دقیق ومشکل ہے اور خوض کرنے کا مقام نہیں ہے واللہ تعالےٰ ہو الہادی

الی الصواب۔ پھر اللہ تعالے نے اپنی طرف رجوع کرنے والے بندون کا ثواب اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت متواتر رسولون کے مانند ہونا جو قطعی ہے اور جو انکار کرتے ہین اُن کو خوف دلانا۔ اور ہر عالم کی موجودات سے ظہور وحدانیت آلٰہی پر تنبیہ اور ملکوت والون کی بندگی بیان فرمائی بقولہ تعالے

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ربع

اور جنھون نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اسکے کہ ظلم اٹھایا البتہ انکو ہم ٹھکانا دینگے دنیا مین اچھا اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہی

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا

اگر انکو معلوم ہوتا جو ثابت رہے اور اپنے رب پر بھروسا کیا اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے

نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْــَٔـلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۙ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ

کہ حکم بھیجتے تھے ان کی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والون سے اگر تم کو معلوم نہین بھیجے تھے نشانیان لیکر اور ورق اور تجھ کو اتاری ہم نے

النصف

الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ

یاد داشت کہ تو کھولدے لوگون پاس جو اترا ان کی طرف اور شاید وہ دھیان کرین سو کیا نڈر ہوے ہین جو برے داؤ کرتے ہین

اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ

کہ دھنسا دے اللہ انکو زمین مین یا پہونچے انکو عذاب جہان سے خبر نہ رکھتے ہون یا پکڑلے انکو

تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰي تَخَــوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَوَلَمْ

چلتے پھرتے سو وہ تھکانے والے یا پکڑلے انکو ڈراکر سو تمھارا رب بڑا نرم ہے مہربان کیا نہیں

يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَاۗىِٕلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ

دیکھتے جو اللہ تعالے نے بنائی ہے کوئی چیز ڈھلتی ہین چھاؤن انکی داہنے سے اور بائین سے سجدہ کرکے اللہ کو اور وہ عاجزی مین ہین

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَاۗبَّـةٍ وَّالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ يَخَافُوْنَ

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان مین ہے اور جو زمین مین ہے کوئی جانور اور فرشتے اور وہ بڑائی نہین کرتے ڈر رکھتے ہین

ع ۱۰ السجدة

رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝

اپنے رب کا اوپر سے اور کرتے ہین جو حکم پاتے ہین

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا۔ اور جن لوگون نے ہجرت کی اللہ تعالے مین بعد مظلوم بنائے جانے کے لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ضرور ہم اُن کو جگہ دینگے دنیا مین اچھی طرح۔ واضح ہو کہ آیت کریمہ کے معنے اور جسطرح اُس کا حکم قیامت تک باقی ہے مع تفسیر کے آگے لکھینگے اور پہلے مفسرین کے بعضے اقوال مذکور ہوتے ہین بعض نے کہا کہ موقع نزول اس آیت کا دربارہ صہیب و عمار و بلال و خباب رضی اللہ عنہم ہے کہ جنکو مشرکین مکہ غلام حقیر جانتے اور سخت تکلیف دیتے تھے۔ اس قول پر شبہہ کیا گیا کہ سورت مکی ہے اور ان لوگون کی ہجرت بجانب مدینہ ہوئی اور جواب دیا گیا کہ نزول آیات بحکمت تعلیمیہ مقدم و مؤخر ہوا ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ آیات مدینہ مین نازل ہوئی ہون پھر یہ ترتیب لوح محفوظ رکھی گئین بعض نے کہا کہ ابو جندل بن سہیل وغیرہ کے حق مین نازل ہوئی جنکے باپ وغیرہ کافر تھے انھون نے اُن کو مقید کرکے ایذائین دین کہ اسلام سے پھر جادین مگر انھون نے تکلیفین برداشت کین بعض نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جملہ اصحاب مہاجرین کے حق مین ہے جنھون نے مکہ مین کافرون کے ہاتھون سے تکلیفین اٹھائین اور صبر کیا پھر اللہ تعالے کی عبادت اطمینان سے کرنے کے لیے حبشہ کو ہجرت کر گئے پھر اللہ تعالے نے اُن کو مدینہ منورہ مین ٹھکانا دیا او رمومنین مدینہ کو انکا ناصر و مددگار کردیا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ اللہ تعالے اس آیت مین خبر دیتا ہے ثواب عظیم ان مہاجرین کا جنھون نے اللہ تعالے کی رضامندی کیواسطے

اپنا وطن چھوڑا مال ومتاع دوست احباب چھوڑے اور دارالاسلام میں چلے گئے اور شاید کہ سبب نزول وہ ہجرت ہو جو ملک حبش کی طرف واقع ہوئی جبکہ کفار مکہ نے سخت تکلیفیں دیں پس اپنے رب کی عبادت پر قابو حاصل کرنے کو قریب اسّی مرد وعورتوں کے جن میں اکابرین سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مع اپنی بی بی حضرت رقیہ یعنے صاحبزادی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت جعفر بن ابی طالب برادر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہم تھے پس اللہ تعالیٰ نے مکہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مہاجرین کے واسطے دنیا میں عمدہ ٹھکانا وقابو دیئے کا وعدہ دیا اور پھر اُسکو پورا کر دیا اس طرح کہ مدینہ میں انصار رضی اللہ عنہم کے یہاں جگہ دی خلاصہ یہ کہ اس صورت میں آیت بھی مثل سورت کے مکی ہوگی اور ہجرت متحقق ہوگئی اور مترجم کہتا ہے کہ ہجرت فی اللہ کے معانی جو آگے بیان ہونگے اگر ان میں سے سوائے ترک وطن کے دوسرے معنے لیے جاویں تب بھی مکہ میں اترنا قبل ہجرت مدینہ کے بنتا ہے اگرچہ حکم آیت کا ہجرت مدینہ کو بھی شامل ہے فانتظر وتامل۔ قال الشیخ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اور شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ و قتادہ رحمہ نے کہا کہ دنیا میں عمدہ ٹھکانا وہ مدینہ ہے اور مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ رزق پاکیزہ مراد ہے جو دنیا میں دیا گیا شیخ نے کہا کہ دونوں قول صحیح ہیں کیونکہ تبوئۃ کے معنے دونوں باتوں کو شامل بلکہ جملہ اسباب کو جنکے ساتھ آدمی دنیا میں مرضیات الٰہی جل شانہ کو حاصل کرے شامل ہیں اور لکھا کہ یہ وعدہ پورا ہوا کہ انھوں نے اپنے وطن وگھر بار کو چھوڑا اور اموال واعزہ سے منھ موڑا پس اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں بھی بہتر دیا کیونکہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے واسطے کچھ چھوڑے اللہ تعالیٰ اس سے بہتر اس کو نصیب کرتا ہے اور ان کو تو اللہ تعالیٰ نے روے زمین کی سلطنتوں کا مالک کر دیا اور کفار و مشرکین کی گردنیں نیچی کر دیں مترجم کہتا ہے کہ آیت میں اجر واضح اللہ نہایت بلیغ وجامع کلام ہے اور اس کی توضیح یہ ہے کہ ہجرت کے معنے چھوڑ دینا اور اُس کے اقسام ہیں اول تو گھر بار و مال ومتاع وغیرہ کو جو ایسے ملک میں ہو جہاں کفر غالب و اسلام مغلوب ہو چھوڑ کر ایسے ملک کو جانا جو دارالاسلام ہو یا جہاں اسلام کے شرائع پہ عمل کرنے سے کوئی شخص مزاحم نہ ہو اور کوئی خصوصیت اس کی نہیں کہ مکہ یا مدینہ کو جاوے ولیکن جاننا چاہیئے کہ ابتدائے اسلام یعنے زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں مکہ دارالکفر تھا لہذا ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے ملک حبش کی طرف ہجرت کی جہاں کا بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگیا تھا اس کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کا حکم ہوا چنانچہ آپ مع باقی اصحاب کے مدینہ گئے اور حبشہ کے ہجرت والے بھی آپ سے آملے اور اسوقت مسلمانوں پر فرض تھا کہ جہاں کہیں کوئی مسلمان ہو اور قابو پاوے وہ مدینہ میں ہجرت کر آوے ظاہرا اسوجہ سے کہ جماعت اسلام مستقر ہو جاوے کہ اسرار شریعت وفیض صحبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مستفیض ہو کر کافروں کو مغلوب کریں اور تمام ملک اللہ تعالیٰ کے کلمہ توحید سے منور ہو پس اس ہجرت کا ثواب عظیم تھا اور برابر چند سال تک رہا یہانتک کہ مکہ فتح ہو کر دارالاسلام ہوگیا اسوقت فرمایا لا ہجرۃ بعد الفتح یعنے بعد فتح مکہ کے وہ ہجرت فریضہ باقی نہیں رہی ولیکن جہاد ہمیشہ کے لیے باقی رہا۔ پھر اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ قیامت تک ہجرت نہیں ہے یا کبھی ہجرت فرض نہیں ہے کیونکہ بالاجماع جس ملک کفر میں آدمی شرائع ایمان ادا نہ کر سکے وہاں سے ہجرت کر کے جانا اسپر فرض ہے اور شیخ ابن ملک رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح مشارق میں لکھا کہ کسی ملک اسلام میں چلا جاوے کچھ خصوصیت مکہ یا مدینہ کی نہیں اور میں کہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے ولیکن مکہ و مدینہ جو ملک حجاز کہلاتا ہے وہاں جانے اور تنگی سے بسر کرنے میں ثواب عظیم ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دین اس طرح ملک حجاز کی طرف مڑ کر پھر آویگا جیسے سانپ اپنی بانبی کیطرف سمٹ آتا ہے۔ دوم قسم ہجرت سے وہ ہجرت ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا اُن سب کو چھوڑ دے چنانچہ حدیث صحیح میں ہے کہ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ مہاجر کون شخص ہوتا ہے فرمایا کہ جو شخص ہر وہ چیز چھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا اور یہ ہجرت بہ نسبت قسم اول کے زیادہ عام ہے اس لیے کہ جو شخص ایسے ملک میں ہو جہاں دارالاسلام ہو تو وہ اپنے گھر بیٹھے ہجرت کا ثواب عظیم پاویگا جبکہ ہر ممنوع شرعی کو چھوڑ دے۔ اور قسم سوم ہجرت کی زیادہ باریک نظر سے اہل اللہ پہچانتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی غیر کا طالب نہ ہو اور سوائے اس کے ارادہ کے کسی دوسرے کی خواہش پہ نہ چلے حتی کہ اپنے نفس کی خواہش بھی چھوڑے بلکہ نفس کی لذت چھوڑے پس طبیعت کی خواہشوں و نفس کی ہوسات کو اگرچہ شرع میں مباح ہوں چھوڑ دے چنانچہ آخرت پر صدق کے ساتھ یقین کرنے والوں نے بہت سی مزہ دار چیزیں جنکو دل چاہتا تھا اور شرع نے مباح کر دی ہیں اللہ تعالیٰ کے واسطے چھوڑ کر عیش و لذت کا مقام

دار الآخرة ہے پھر ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے خلوص ہونا ضرور ہے کیونکہ حدیث صحیحین میں مصرح ہے کہ الاعمال بالنیات تا قولہ فہجرتہ الی ما ہاجر الیہ۔ یعنے اعمال کا مدار نیتوں پر ہے جس نے اللہ تعالیٰ ورسول کی طرف ہجرت کی نیت خالص کی تو اُس کی ہجرت اللہ تعالیٰ ورسول کی طرف ہوگی اور جس کی نیت یہ ہو کہ وہاں کچھ دنیا حاصل ہوگی یا کسی عورت سے بیاہ ہو جائے گا تو جو نیت میں ہو اُسی کی طرف ہجرت ہوگی۔ ایک شخص نے ام قیس عورت کی دوستی و نکاح میں ہجرت کی تھی پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنور وحی معلوم فرما کر یہ حدیث فرمائی پھر وہ شخص اسی نام سے مشہور رہا کہ ام قیس کے لیے ہجرت کرنے والا ہے۔ اب تجھے معلوم ہوا کہ ہاجروا فی اللہ سب کو شامل ہے ہاجر فی سبیل اللہ اور ہاجر فی حب اللہ اور ہاجر فی دین اللہ اور ہاجر فی صفات اللہ اور ہاجر فی ذات اللہ اور ہاجر فی امر اللہ غرضکہ جملہ اقسام اور جزئیات کو شامل ہے۔ اور واضح ہو کہ آیت میں یہ بھی ہے کہ من بعد ما ظلموا یعنی مظلوم ہو کر ہجرت کی۔ تو یہ واقعہ کا بیان ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم جنکو ہجرت کا مرتبہ پورا نصیب ہوا تھا اُنپر یہی واقع ہوا تھا کہ پہلے وطن میں کافروں کے ہاتھوں سے بہت ظلم اُٹھائے تھے پھر وہاں سے ہجرت کی۔ اور یہ خوب جان لینا چاہیے کہ بظاہر تو ہر وقت ممکن ہے کہ آدمی درجہ اعلیٰ کے اعمال حاصل کرے ولیکن غور سے جس نے دیکھا اور سمجھا وہ جانتا ہے کہ حسن نیت وصدق اور تمام وکمال رجوع رب کی طرف اور اکل حلال اور صدق مقال اور اپنی جورو اور اولاد و دوست واحباب کے حقوق غرضکہ سب باتیں ٹھیک کرکے ایک نماز وایک کام بڑی مشکل سے نصیب ہو سکتا ہے اگرچہ ثواب دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ آخر زمانہ میں مومنین ہونگے کہ بہت سی بے ادبی انسے عفو فرمائی جائے گی اور ذرا سے عمل پر بہت ساثواب پاوینگے۔ خلاصہ یہ کہ مظلوم ہو کر نیت ہجرت ہونا شرط نہیں ہے اور اگر غور سے دیکھو تو ہر شخص خود اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون یعنی اللہ تعالیٰ نے انپر ظلم نہیں کیا ولیکن وے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ اور بڑا ظلم آدمی کا شرک ہے اور واضح ہو کہ ولی اپنے مرتبہ ولایت سے پہلے ایسی عبادت نہیں کر سکتا تھا جیسی معرفت کے ساتھ ولی ہو کر ادا کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ پہلے اُس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور یہی واضح ہو کہ خطرات سے بچنا بغیر فضل و رحمت الٰہی کے مشکل ہے دیکھو یوسف کے مثل پیغمبر پر عتاب ہوا جبکہ قولہ اذکرنی عند ربک کہا تھا۔ اور اکثر ہوتا ہے کہ آدمی کہتا ہے کہ چنے کھائے تھے پیٹ میں اُس سے درد ہوا حالانکہ اسوقت یہ دھیان سے اُتر گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی مؤثر ہے تمام مخلوقات اُسی کے قبضہ میں ہے اگرچہ اُس سے پوچھا جاتا تو یہ نہیں کہتا کہ چنوں کی تاثیر خود ہے مگر اُس کی نظر اسوقت غافل تھی۔ اب غور سے دیکھنا چاہیے کہ اس کلام میں کسقدر بلاغت اعجازی ہے کہ سب صورتوں کو تمام اسرار کے ساتھ شامل ہے اور یہ کلام سوائے اللہ تعالیٰ عالم الغیب کے آدمی سے نہیں ہو سکتا اور اس میں بھی علوم واسرار وہ ہیں کہ ہم لوگوں کی نظر وہاں نہیں پہونچتی اور جب بندہ اپنے رب تبارک وتعالیٰ کی شان میں ہجرت پوری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو پوری نیکی و خوبی عطا فرماتا ہے اور یہ وعدہ اسی دنیا میں ہے وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ۔ اور ثواب آخرت بہت بڑا ہے یعنے دنیا کے وعدہ کے علاوہ اصلی ثواب تو آخرت میں بفضل الٰہی ہے جسکو اللہ تعالیٰ جل شانہ بڑا فرماوے اُس کو بندہ کیا خیال میں لاوے اور وہ جنت ہے جو کہ محل دیدار رب تبارک وتعالیٰ ہے اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ دیدار الٰہی سے بڑھکر کیا چیز ہے اور اُس کا اندازہ آدمی کے خیال میں نہیں آسکتا لہذا اُس کو بہت بڑا فرمایا ہے اور فرمایا۔ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ کاش جانتے ہوتے کہ وہ اکبر ہے تو کافر وظالم لوگ کبھی ظلم نہ کرتے اور وہ راہ مہاجرین وانصار کی اختیار کرتے اور ہزار جان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر فدا ہوتے۔ اور ذکر کیا شیخ ابن کثیر رح نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مہاجرین سے کسی کو اس کا حصہ دیتے تو فرماتے کہ لے اسکو اللہ تعالیٰ تجھے اس میں برکت عطا فرماوے یہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو دنیا میں تجھے دینے کا فرمایا ہے اور جو ثواب تیرے لیے آخرت میں ذخیرہ ہے وہ بحساب افضل ہے پھر یہی آیت کریمہ والذین ہاجروا فی اللہ آخر تک پڑھتے۔ چونکہ ہجرت میں نفس پر مشقت برداشت کرنے میں صبر جمیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق وعنایت پر بھروسا ہے لہذا رب تبارک وتعالیٰ نے اُن کی شناخت میں بطریق مدح بڑھایا کہ الذین
صبروا [illegible]

پیزاد و توشہ و اسباب رہنے پر اور اللہ تعالے کی راہ میں جہاد میں جان قربان کرنے پر اور اولاد کا شہید ہونا دیکھنے پر اور طبیعت کی خواہشات ترک کرنے اور ثابت قدم رہنے پر اور مانند اس کے تمام باتوں پر جنکا حاصل ہونا اللہ تعالے ہی کے فضل پر ہے۔ وَعَلٰی رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۔ اور اپنے رب تعالے ہی پر بھروسا کرتے ہیں اُس کے سوا کسی چیز پر اُن کا بھروسا نہین ہے لہذا کہا گیا کہ ابتدا سے سلوک میں سالک کو صبر لازم ہے اور انتہا سے مرتبہ پر اُس کو توکل حاصل ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ پہلے تو بفعل ماضی اُن کا حال فرمایا کہ اُنھون نے ہجرت کی اور آخر میں بفعل مضارع فرمایا کہ ایسا کرتے ہیں تو اس میں دو باتون کا فائدہ ہے ایک یہ کہ انھون نے ایک کام کیا اور اُس پر ثابت قدم رہتے ہیں۔ دوم یہ کہ اُنھین کی پیروی میں دوسرون کو چاہیے کہ راہ الٰہی مین چلین اور پہچان یہی ہے کہ صبر کرتے اور توکل کرتے ہیں تو انجام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالے اُن کو اچھی طرح رزق غیب سے دیتا ہے اور اپنی مرضیات مین مقبول اور دنیا مین اچھی طرح رکھتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین ۔ واضح ہو کہ شروع کلام مین مشرکون و کافرون کا قرآن سے انکار کرنا اور رسول سے تعجب کر کے ملائکہ کی رسالت چاہنا ذکر کر کے اُن کا خسران و خسارت بیان فرمائی تھی اور مومنون و مطیعین کا ماننا اور پیروی کرنا اور کلام الٰہی کے اقرار اور پیروی سے درجات بیان فرمائے۔ اب کافرون و مشرکون پر اُن کی سمجھ کے لائق حجت قائم کی ہرچند کہ قرآن و رسول پر کوئی چیز حجت نہین بلکہ یہ خود اورون پر اُن کے لیے حجت مین پس فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ۔ اور ہمنے نہین بھیجا تجھ سے پہلے مگر مردون کو وحی بھیجتے تھے انکی طرف اس سے یہ غرض نہین کہ عورتین نہ تھین بلکہ یہ غرض کہ ملائکہ نہین بھیجے بلکہ آدمی بھیجے مگر آدمیون مین سے بھی عورت کو بسبب نقصان کے رسول نہین کیا بلکہ فقط مردون کو رسول کیا ہے۔ پس صریح ہے کہ کسی عورت کو رسالت کی وحی نہین بھیجی ولیکن مریم و مادر موسیٰ وغیرہ رضی اللہ عنہما کو وحی بھیجی تھی جیسا کہ آیات اسپر دلیل ہین اور اس سے یہ ضرور نہین کہ وے نبیہ ہو جاوین کیونکہ یہ وحی بطور رسول بنانے کے نہ تھی اور ہر وحی کچھ وحی نبوت نہین ہوتی ہے کیونکہ فرمایا۔ وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ ۔ یعنے شہد کی مکھی کو تیرے رب نے وحی کی۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ یہ وحی نبوت نہین ہوسکتی ہے غرضکہ قریش و کافرون پر اس طرح حجت قائم کی کہ آدم سے لیکر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک انبیاء کا بھیجا جانا ثابت ہے اور ثبوت اس کا کبھی کبھی زمانہ مین کسی کسی قوم مین نہین بلکہ ہر قوم مین ہے کیونکہ ہر قرن مین اللہ تعالے کا کوئی رسول آیا ہے جیسا کہ شہادت قرآنی موجود ہے اور یہ مت کہو کہ اس کا رسول ہونا سب نے نہین مانا کیونکہ اتنا معلوم ہوا کہ رسالت مع معجزات کا دعوے ایک مرد کی طرف سے واقع ہوا اور اسکو مومن و کافر سب اقرار کرتے ہین اور یہ سب اقرارات مجموعہ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین توریت و انجیل ماننے والون کے پاس موجود تھے تو جب خبر متواتر ہوئی تو قطعی یقینی ہے اور یہ شبہ کہ شاید فرشتہ ہو دور کرنے کو چنانچہ فرمایا۔ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ سو تم پوچھو اہل کتاب سے اگر تم نہ جانتے ہو یعنے اہل کتاب تم کو اپنے یہان کے متواتر اخبار بھی سنا دینگے کہ جو نبی گزرا وہ مرد تھا فرشتہ نہ تھا صرف اسی بات مین اہل کتاب سے پوچھنے کا حکم دینا مراد ہے یعنے یہ غرض نہین ہے کہ جب تم کو کسی بات مین شک ہو تم اہل کتاب سے پوچھ لیا کرو حتی کہ اگر اہل کتاب مین سے کافر لوگ نبوت محمدیہ سے منکر ہون تو بھی مان لو۔ بلکہ فقط اس بات کو پوچھو کہ انکی اُمتون کے رسول آدمی تھے یا ملائکہ۔ شیخ حافظ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب اللہ تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عرب نے اس سے انکار کیا اور کہنے لگے کہ اللہ تعالے کی شان اس سے اعلیٰ ہے کہ اس کا رسول ایک بشر ہو پس اللہ تعالے نے اتارا قوله اكان للناس عجبا ان اوحينا الى رجل منهم الآیہ۔ اور یہان فرمایا وما ارسلنا من قبلك الا رجالا الآیہ یعنے اگلے اہل کتاب سے سوال کر کے اطمینان کرو کہ اُن کی طرف جو رسول بھیجے گئے وہ بھی آدمی ہی تھے یا ملائکہ تھے پس اگر کہین کہ بشر تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے مت انکار کرو۔ لکھا کہ یونہی مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس سے روایت کیا کہ اہل الذکر سے مراد اہل الکتاب ہین یہی قول مجاہد و اعمش کا ہے۔ عبد الرحمٰن بن زید نے کہا کہ ذکر قرآن ہے اور یہ بات اگرچہ خود صحیح ہے لیکن یہان اس سے ارادہ کے معنے نہین ہین کیونکہ کافر لوگ اس سے منکر ہو کر پھر ثابت ہونے کے واسطے اسی کی طرف رجوع کرینگے

[illegible]

سابقہ امتون سے علم مین بڑھ کر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت مین سے جو عالم ہوئے ہین دے دیگر عالمون مین سے بہتر و افضل ہین جس حال
مین کہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مستقیم رہے جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن عباس و حسن و حسین و محمد بن الحنفیہ و امام زین العابدین علی بن
الحسین اور علی بن عبد اللہ بن عباس اور ابو جعفر باقر محمد بن علی بن الحسین اور جعفر بن محمد اور مانند ان کے جو لوگ متمسک بسنت و قائم بصراط مستقیم تھے اور ہر ایک حقدار کا حق
بعدل آلیہ پہچانتے تھے اور بندگان مومنین کے دل انپر مجتمع تھے۔ باجملہ اس آیت مین مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے رسول بھی مثل
آپ کے آدمی تھے لقولہ تعالے قل سبحان ربی ہل کنت الا بشرا رسولا وقولہ الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا۔ وقولہ ما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انہم
لیاکلون الطعام الآیہ۔ وقولہ قل ما کنت بدعا من الرسل یعنے کہدے اے محمد کہ مین انوکھا نہین ہون رسولون سے۔ پس حکم دیا کہ جسکو رسولون کے بشر ہونے
مین متواتر اخبار پر اعتماد نہ ہو اُس کو چاہیے کہ اہل کتاب سابقین سے پوچھے۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ سیوطی رحمہ اللہ تعالے و امام محی السنہ صاحب
معالم التنزیل و جماعت مفسرین نے تصریح کردی کہ اہل کتاب سے فقط اسی سوال خاص کے پوچھنے کا حکم ہے۔ قولہ تعالے۔ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ معجزات
و کتابون کے ساتھ۔ زمخشری نے کشاف مین منجملہ وجوہ اعراب کے اول یہ لکھی کہ اس کا تعلق ما ارسلنا کے ساتھ داخل تحت حکم استثنا مع رجالا ہے اے ما
ارسلنا الا رجالا بالبینات والزبر۔ یعنے ہم نے نہین بھیجا تجھ سے پہلے اے محمد مگر مردون کو معجزات و کتابون کے ساتھ۔ اور ایک یہ توجیہ لکھی کہ متعلق بمحذوف
ہے گویا کہا گیا کہ رجال کو کس چیز کے ساتھ بھیجا تو فرمایا کہ معجزات و کتب بھیجا۔ اور یہ بھی تجویز کیا گیا کہ نوحی کے متعلق ہو اور اس صورت مین بینات سے آیات
کلامی مراد لینا چاہیے اس لیے کہ معجزات وحی کیے نہین جاتے یہ معنے نہین ہوسکتے کہ کہا جاوے کہ وحی حق مقصود ہے۔ غرض کہ ہر حال مین اس کا تعلق فاسئلوا سے نہین ہے یا لہ
بعض غیر مقلدین مدعیون نے دعوے کیا اور یہ معنے لگانے کہ پوچھو اہل الذکر سے اگر تم نہ جانتے ہو پوچھنا ساتھ بینات و زبر کے یعنے تمھارا سوال اہل الذکر سے
اس طرح ہو کہ اُنسے بینات و زبر کی دلیل سے پوچھو۔ اور یہ اس وجہ سے غلط ہے کہ جن کفار مشرکین کو یہان خطاب ہے وہ لوگ بینات و زبر کو مانتے ہی نہ تھے
علاوہ اس کے انجان جاہل کیونکر دلائل سے سوال کرسکتا ہو اور اگر اہل الذکر نے جواب دیا تو وہ کیونکر جانے کہ یہ بینات و زبر سے ہے اور اُس کو کیا فائدہ ہوسکتا
ہے اور اگر جیسے پر اعتماد کرکے سچ مانے تو پہلے ہی اسپر یون اعتماد نہ ہو کیونکہ جو کوئی کسی شخص کو مستقل شارع سمجھ کر اُس کا حکم پوچھے تو وہ کافر ہے پس یہ تو بالاتفاق
معلوم کہ مومن سوال کرے تو وہ شریعت کا حکم مانگتا ہے اور جواب دینے والے عالم کا یہی کام ہے کہ اللہ تعالے و رسول کے حکم سے جو اُس کے نزدیک علم سے
جواب دیدے اور عنقریب ہے زیادہ توضیح آوے گی انشاء اللہ تعالے۔ یہان خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالے نے مشرکون پر قطعی دلیل سے رہنمائی و حجت قائم
فرمادی جو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے سے رسالت حق کا انکار کرتے اور تعجب کرتے تھے اس طرح کہ رسولون کا بشر ہونا متواتر ہو گیا اور تم
لوگ کیونکر متواترات سے منکر ہوکر شک کرتے ہو جیسے آدمی یقینی بات مین کبھی شک مین پڑ جاتا ہے تو اہل کتاب سے پوچھو وہ اپنے علم سے اپنا یقین بیان
کردینگے اور جب معلوم ہوگیا کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہوتے آئے ہین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے اللہ تعالے نے مردون کو رسول کرکے معجزات و کتابون
کے ساتھ بھیجا تو تم پر تردد محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول مانو اور ایمان لاؤ کہ اسی طرح اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم المرسلین فرمایا ہے چنانچہ
فرمایا۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ۔ اور نازل کیا ہم نے تجھ پر اے محمد۔ الذِّكْرَ۔ قرآن کو یعنے جو کہ غافلون کو فاذکر بناتا ہے۔ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ۔ تاکہ تو صاف
بیان کردے لوگون کے لیے یعنے تمام لوگون عرب و روم و شام و ہند و چین و روس و یورپ و افریقہ و امریکہ عموماً سب لوگون کے لیے بیان کردے خود اور
بذریعہ اپنے اصحاب و تابعین و اتباع مومنین کے قیامت تک۔ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ۔ جو ان لوگون کی طرف اُن کے رب نے نازل فرمایا ہے اور
وہ توحید و معرفت الٰہی ہے۔ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ۔ اور تاکہ یہ لوگ فکر کریں۔ واضح ہو جس نے حواس کو جمع کرکے خالص توجہ سے غور کیا اسکو اللہ
تعالے کی وحدانیت مین کچھ شک نہین ہوسکتا اور اللہ تعالے ہی ہادی ہے یہان دو باتین سمجھ لینا چاہیے ایک یہ کہ قرآن نازل فرمایا اور حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تو اس کو صاف بیان کردے تو معلوم ہوا کہ حضرت صلعم کا بیان متوارث رہیگا چنانچہ اوقات نماز کے درمیان رکعات کے
[illegible]

[illegible]

اسپر عمل کیا جاوے اسی واسطے غرری اصل ہے کہ حدیث مبین کو آیت مجمل پر مقدم کیا جاوے اور اسپر اتفاق ہے۔ دوسری بات یہان یہ ہے کہ جاہل بے پڑھا آدمی جو مرتبہ ایمان سے مشرف ہوا جب اس کو کوئی بات شرع کی معلوم نہ ہو تو عالم متقی سے پوچھے اور اُس کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالے نے اہل کتاب کو اہل الذکر قرار دیا بوجہ اُس کے کہ ذکر یعنے کتاب سماوی اُن کے پاس تھی باوجودیکہ وے کتر کتاب پر چلتے تھے اور اہل قرآن ضرور اہل الذکر ہین کیونکہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلعم پر ذکر یعنے قرآن نازل فرمایا اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے تبلیغ رسالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے حصہ وافی پایا چنانچہ قولہ وانزل الی ہذا القرآن لانذرکم بہ ومن بلغ۔ یعنی ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی نیابت مین تبلیغ فرمائی اور بحدیث صحیح بلغوا عنی ولو آیۃ مجھ سے تبلیغ کرو اگرچہ ایک آیت ہو اور بحدیث انما بعثتم متیسرین ولم تبعثوا معسرین۔ یعنے تم بھیجے گئے ہو آسانی کرنے والے اور نہین مبعوث ہوئے ہو سختی کرنے والے اور بحدیث رب مبلغ اوعی من سامع اکثر ہوتا ہے کہ جسکو پہونچائی گئی آیت یا حدیث وہ سننے والے سے زیادہ سمائی رکھنے والا ہو غرضکہ استدلال صحیح واضح ہے کہ اہل القرآن اہل الذکر اور حکم خدا ورسول کے پہونچانے والے تا قیامت ہین کہ میراث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہی علم ہے جیسا کہ صحیح حدیث مین ثابت ہوا ہے پس جو ایمان لایا اور انجان ہے وہ حکم شریعت کو اہل الذکر سے پوچھیگا اگر نہین جانتا ہے بحدیث انما شفاء العی السوال۔ یعنے نہ جاننے والے کی راہ رہ یہی ہو کہ جاننے والے سے دریافت کرے پس ثابت ہوا کہ جو امام محمد باقر علیہ السلام وغیرہ سے آثار مین وارد ہوا کہ اہل الذکر ہم ہین یہی مراد ہے کہ ذکر جو قرآن ہے اسکے اہل ہم ہین اور نہ جاننے والے ہم سے سوال کرین مگر وہی سوال کرینگے جو قرآن پر ایمان لائے ہین اور مسئلہ کے حکم کا نکالنا دلیل قرآن وحدیث سے ہے اور اجماع وقیاس ان دونون سے خارج نہین ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ احادیث متفرقہ کے معانی مین باہم سمجھنا معانی واصول سے توفیق پر سمجھنا وآیات سے اجمال وتفصیل پر واقف ہونا اور ناسخ ومنسوخ وعام وخاص ونص وظاہر ومجمل ومفسر ومحکم ومتشابہ وخفی وغیرہ کا اور اک کرنا عالم کا کام ہے اور انجان بے پڑھا عامی اُسکو نہین سمجھ سکتا اسکا یہی کام ہے کہ عالم سے سوال کرے کہ شریعت حق مین اس مسئلہ کا کیا حکم ہے اور یہ کام نہین کہ مجھے دلائل بتلا دو کیونکہ وہ سمجھ ہی نہین سکتا بلکہ اس کے لیے دلیل یہی ہے کہ سوال کرنے کا اُس کو حکم ہے پس اُس نے موافق حکم کے سوال کر کے اُسکے مطابق عمل کیا اور تقلید کے یہ معنے کہ بغیر کسی دلیل وحکم کے جا کر کسی شخص کی بات مان لینا تو یہ معنی تقلید کے پائے نہین جاتے ہین پس عامی نے حکم کے موافق عالم سے پوچھکر شریعت پر عمل کیا پھر اللہ تعالے نے اس امت مین علما سے مجتہدین پیدا کیے ہر ایک نے راہ الٰہی مین کوشش بلیغ کی اور مسائل کا حکم نکالا اور ہر ایک کے لیے اللہ تعالے نے ثواب جمیل وعدہ دیا اور مقصود یہی ثواب ہے اگرچہ باہم ان مین اختلاف ہوا اور جسکو کچھ علم ہے وہ جانتا ہے کہ ہر ایک صراط مستقیم پر ہے عامی آدمی اس مین بھی ہ۔ دو کرتا ہے حالانکہ یہ بالکل صحیح ہے کہ سب راہ مستقیم پر ہین اور ثواب الٰہی سب کو حاصل ہے اور جسکو کچھ علم ہے وہ یہ بھی سمجھ جائیگا کہ ایک... مسئلہ سے ملے ہوئے اور بھی اس کے متعلقات ہوتے ہین تو وہ اصل اور یہ اس کی فروع ہوتے ہین پس چاہیے کہ جس عالم سے اصل کا حکم لیا ہے فروع بھی اُسی کے موافق رکھے ورنہ لازم آئیگا کہ فروع دوسری اصل کے موافق لیتا ہے ہان یہ ہو سکتا ہے کہ عامی دوسرے مسئلہ مین ایسے عالم سے حکم پاوے اور اُس کو معلوم نہ ہو تو وہ معذور ہے اسی واسطے یہ بہتر نظر آیا کہ کسی مجتہد کے اجتہادات اختیار کرلے لیکن اگر متقی عالم جس سے ان اجتہادات کو لیتا ہے وہ کسی مسئلہ مین ضعف یا اگر احادیث صحیح کے موافق خلاف مجتہد کے بتلادے تو عامی اُسکو ضرور مانے کیونکہ اُس نے مجتہد کے اجتہادات اپنے واسطے اختیار کیے تھے اور اللہ تعالے نے اُسپر اہل الذکر مین سے کسی کو معین نہین کیا تھا پس اس معنے مین مذہب حنفیہ وشافعیہ وغیرہ مین ہر ایک مین اولیاء اللہ گذرے ہین اور سب راہ مستقیم ایک ہین جو لوگ اُن کے موافق شریعت سنت پر عمل کرتے ہین وے باہم محبت رکھتے ہین اور جب کبھی دو شخصون کو باہم متعصب دیکھو تو سمجھو کہ یہ جاہل ابھی اسرار شریعت سے بدتعصب بلکہ ایمانیات سے غافل ہین یہان سے ظاہر ہوا کہ فتح البیان کے مصنف نے جو اس مقام پر تقلید پر سخت کلامی کی جیسی اس کی عادت ہے اور ایک لاطائل تقریر لکھی وہ علم سے نادانی پر مبنی ہے اور تجھکو چاہیے کہ بزرگان دین وعلما سے صالحین کے حق مین نیک گمان رکھے اور سب کے واسطے رحمہم اللہ تعالے کہے اور ہمیشہ حدیث شریف کی تعظیم کرے اور اُسپر دل وجان سے مائل ہو کیونکہ فقہ کی کتابون

[illegible]

متوجہ ہو کر فدا ہونیکے میں نہیں ہوگا اور توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے بالجملہ اس آیت میں بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت پر ذکر نازل فرمایا جیسے
پہلے انبیاء کو بینات یعنے حجتوں و دلیلوں و معجزات کے ساتھ اور زبر یعنے کتابوں کے ساتھ متفرق بھیجا تھا ویسے آپ پر سب مجموعہ کر دیا۔ ابن عباس و مجاہد
وضحاک وغیرہم نے بینات و زبر کی یہی تفسیر فرمائی ہے کما ذکرہ الامام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ پس جس نے قرآن پاک کے ذکر سے نصیحت پائی اور بیان بہشت
رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نور حاصل کیا اور اُس نے تفکر و تامل سے اپنا آغاز و انجام سمجھا اور آپ نے اپنی لیاقت و سمجھ کے موافق سمجھا وہ اہل الذکر
و اہل معرفت سے ہو کر درجہ عالی پر پہونچا خواہ جاہل ہو یا عالم ہو ورنہ بہت پڑھے ہوئے غیر مقلد بیباک سخت دل ہو کر جاہلوں سے بدتر ہو جاتے ہیں اور بہت
سے تقلید کرنے والے قرآن و حدیث و شریعت کے ظاہر و باطن اعمال و اسرار سے جاہل ہو کر گمراہ ہوتے ہیں اللھم اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم
الآیہ والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت و صریح طریقت اور قطعی ارشاد کے بعد انکار کرنے والوں اور تکبر و سرکشی و مکر کرنے والوں کو
اپنے غلبہ و قہر و قوی قدرت و علوی سلطنت سے خوف دلایا اور فرمایا۔ اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِھِمُ الْاَرْضَ یعنے
اب بھی اگر نہیں مانتے اور غور نہیں کرتے تو کیا کفر کے مکر و غرور میں بداعمالیاں کرنے والے اس بات سے نڈر ہو گئے کہ اللہ تعالیٰ انکو زمین میں دھنسا دے
یعنے جس نے پیدا کیا وہ جس طرح چاہے ہلاک کر دے جیسے قارون کو اُس کی سرکشی پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دینے پر سزا ہوئی۔ اور شیخ
ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آگاہی اُسکے حلم و عفو کی ہے کہ گنہگار اُس کی مخلوق گناہ کرتے ہیں اور دوسروں کو گناہ پر
آمادہ کرتے اور زبردستی مجبور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا اور اُن کو رزق دیتا ہے حالانکہ اسکو سب طرح قدرت ہے چاہے اُن کو زمین میں ناپدید
کر دے اس طرح کہ اُن کے نیچے کی زمین شق ہو اور سب کو نگل جاوے۔ اَوْ یَاْتِیَھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ۔ یا اُن پر عذاب الٰہی
ایسی راہ سے آوے کہ اُن کو شعور نہ ہو مثلاً ابر چھاوے اور بجائے پانی کے اُنپر آگ برسے یا غذا اُن کے جسموں میں زہر قاتل ہو جاوے مفسر رحمہ کہتا ہے
کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین فرمایا اور اسی برکت سے جب تک کچھ بھی ایمان رہیگا لوگ کفار و مسلمان ایسے عام عذاب
سے ہلاک نہ کیے جاوینگے جو عذاب استیصال ہو حالانکہ گناہوں کی یہ کثرت جو اکثر ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے ایسے گناہوں سے اگلی امتیں عذاب
سے ہلاک کر دی گئیں۔ اللھم غفرانک۔ یہاں دو باتیں جان لینا چاہیے ایک یہ کہ اکثر قوموں کو رزق اُن کی بداعمالیوں پر ملتا ہے چنانچہ مشکوٰۃ کتاب علامات
قیامت کی بعض احادیث صریح ہیں کہ قرب قیامت والوں کو زناکاری و بے ایمانی وغیرہ بداعمالیوں پر رزق ملیگا اور یہ بات مشاہدہ ہے کہ بعض
لوگوں کو رشوت و حرام پر رزق ملتا ہے اگر وے اس سے پرہیز کریں تو اُن کے رزق وجہ حلال میں برکت نہیں ہوتی ہے جیسے بعضے بندوں کو اللہ تعالیٰ
رزق حلال بے برکت دیتا ہے اور حرام اُن کے حق میں مضر ہوتا ہے اور یہ ہر ایک کے حق میں مشیت آلہیہ ازلی جاری ہے اور ہر چیز اُسی کے قبضہ قدرت
میں مسخر اور اُسی کے حکم قضا و قدر کے نیچے سر جھکائے ہے اگرچہ اُن کو شعور نہ ہو اور دوسری بات یہ ہے کہ عام عذاب ایسی صورت سے کہ عذاب ظاہر ہو
نہیں آتا اور یہ ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے ولیکن بعضی قومیں ایسی وجہ سے ہلاک کیجاتی ہیں کہ انکو شعور نہیں ہوتا۔ اور عام مرضی و بائیں نیک
و بد دونوں قسم کے مرتے ہیں پس بدکاروں کو چونکہ دل سے ایمان دور ہوا یہ خوف نہیں ہوتا کہ اُن کے حق میں عذاب ہے حالانکہ نیکوں کے حق میں یہ موت
عین رحمت ہو جاتی ہے اور یہ سب حدیث سے ثابت ہے اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ مشرکین یہود و نصاریٰ وغیرہ اگر حقیقت اسلام و توحید سے
واقف ہو کر نہ مانیں تو ہمیشہ عذاب میں مبتلا ہوں اور دنیا میں بھی اُن کو غلبہ نہ ہو مگر جب تک مشیت تقدیر یہی جاری ہے کوئی شخص اسلام کی طرف سعی و
کوشش نہیں کرے گا کہ ان کو عام طور پر واقف کرے بلکہ برعکس اُسکے واقفان اسلام بسبب شہوات دنیاوی کے انھیں سے موافقت کرتے ہیں اور
خواری کے ساتھ ایمان برباد کر کے دنیاوی معیشت طفیل حاصل کرتے ہیں اور کیا مشاہدہ نہیں کرتے کہ انپر عذاب ایسی راہ سے آتا ہے کہ شعور نہیں پاتی۔ اَوْ
یَاْخُذَھُمْ فِیْ تَقَلُّبِھِمْ ۔ یا اللہ تعالیٰ اُنکو عذاب میں ماخوذ کرے اُنکے تقلب میں۔ یعنے تقلب کے لوٹ پوٹ جیسے سونے میں کروٹیں بدلنا۔ یا کسی حالت
سے دوسری شکل پر ہو جانا اور جیسے مقیم آدمی سفر کرے یا داؤں گھات سے کسی چیز کے حاصل کرنے میں اطوار بدلنا اور جیسے طرح طرح نعمتوں میں [illegible]

یا ملکون مین طرح طرح کے تصرفات آمد و رفت پیدا کرنا۔ یا بجملہ وضع و حالت بڑھنے و ہٹنے وغیرہ سے جو تبدیل ہو اُسپر تقلب صادق آتا ہے اب اس مقام پر مفسرین کے اقوال ہین کہ مراد سفر و تجارت کی حرکت مین یا تقلب اُن کی خواہشون کے حاصل کرنے مین جو طرح طرح کے حیلون سے ہو یا راتمین کروٹین بدلنے مین جبکہ نہایت اطمینان سے نڈر ہوتے ہین یا آمد و رفت مین۔ **شیخ ابن کثیر** رحمہ اللہ تعالے نے ذکر کیا کہ قولہ فی تقلبھم یعنے معائش اور اُس کے اشغال سفر وغیرہ جو کچھ کہ اللہ تعالے سے غافل کرنے والی چیزین ہین۔ **قتادہ و سدی** رحمہم اللہ تعالے نے کہا کہ اُن کے سفرون مین۔ **مجاہد و قتادہ وضحاک** نے کہا کہ اُن کے رات و دن کے تقلب مین بمانند قولہ تعالے افامن اہل القرے ان یاتیھم باسنا بیاتا وھم نائمون اوامن اہل القرے ان یاتیھم باسنا ضحی وھم یلعبون۔ یعنے کیا نڈر ہوگئے ان شہرون والے اس سے کہ آجاوے انپر ہمارا عذاب رات مین جب وے سوتے ہین کیا نڈر ہوگئے ان شہرون والے اس سے کہ آجاوے انپر ہمارا عذاب دن چڑھے اس حال مین کہ لعب مین مشغول ہین۔ لعب سے مراد ہر ایسے افعال ہے جو اللہ تعالے و آخرت سے غافل کر کے بیفائدہ امور فانی مین مشغول کرین۔ **قال المترجم**۔ ظاہر یہ ہے کہ تقلب جملہ امور کو شامل ہے اور قول قتادہ رحمہ اللہ تعالے مین اس طرف اشارت بھی ہے وقد قال تعالے لا یغرنک تقلب الذین کفروا فی البلاد متاع قلیل۔ یعنے تجھے دھوکا نہ دے یہ بات کہ کافر لوگ ملکون مین تقلب سے پھرتے ہین یہ متاع قلیل ہے یعنے روے زمین پر کافرون کی قسمت ہے یہ مہار اپنی خواہش نفسانی کے موافق عیش کرتے پھرتے دیکھکر دھوکا نہ کھانا چاہیے کہ باوجود کفر و بداعمالیون کے یہ کیونکر اس طرح عیش و ثروت کے ساتھ پھرتے ہین کیونکہ اللہ تعالے نے مخلوق کو پیدا کیا اور اُس کی حکمت وہی جانتا ہے پس چندروزہ دنیا سے فانی کی متاع قلیل اُنکے پاس ہے۔ بالجملہ یہان اُن کو خوف دلایا کہ بیخوف کیون ہوگئے کہ اللہ تعالے اُنکو اُنکے تقلب مین ماخوذ کرے۔ فما ھم بمعجزین۔ تو وے کچھ بھی اللہ تعالے کو عاجز کرنے والے نہین ہین یعنے ذرہ بھی عاجز نہین ہے پس حق عزوجل قوی قادر ہر طرح غالب و قاہر ہے تو بیخوف ہونا یہ معنے ہے پھر بیخوف نہ ہونا چاہیے کہ اُنکے عذاب سے بچنے کے لیے طاعت کرین کیونکہ خوفناک ہونا بھی بغیر قصد رضامندی کے موت ہے۔ او یاخذھم علی تخوف۔ یا اُنکو گرفتار کرے اور بحالت تخوف کے۔ قال الامام۔ یعنے خوف کی حالت مین کہ اللہ تعالے کے عذاب مین پکڑے جانے سے ڈرتے تھے کیونکہ خوف کی حالت مین پکڑا جانا زیادہ سخت ہے لہذا عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ اگر چاہون گرفتار کرون اسی طرح کہ ایک کی موت سے دوسرا خائف ہوا اور یون ہی مجاہد و ضحاک و قتادہ وغیرہم سے مروی ہے **مترجم** کہتا ہے کہ شاید مطلب یہ ہے کہ تخوف یعنے تنقص ہے یعنے کمی کرنا جیسے ابن الاعرابی نے کہا کہ مالون و جانون و پیداوارین گھٹانا یہانتک کہ تھوڑا تھوڑا کر کے سب ہلاک ہون واحدی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ عامہ مفسرین کے قول مین تخوف یعنے تنقص ہے جیسے جانون مین اس طرح کہ قتل سے ہلاک ہوتے ہین یا مرتے ہین یہانتک کہ سب ہلاک ہون۔ **مترجم** کہتا ہے کہ جیسے قولہ تعالے انا ناتی الارض ننقصھا من اطرافھا الآیہ یعنے ہمارا حکم آتا ہے کافرون کی مقبوضہ زمین پر کہ اُس کے اطراف و جوانب سے ہم نقص کرتے جاتے ہین یعنے مسلمانون کے قبضہ مین ہوتی جاتی ہے بیہقی و **واحدی** رحمہ اللہ تعالے نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو منبر پر پڑھا اور فرمایا کہ اُس کی تفسیر کہو تو سب خاموش رہے مگر بنو ہذیل مین سے ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہوا اور کہا کہ ہماری زبان مین تخوف یعنے تنقص ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عرب کے اشعار مین بھی اس کا تذکرہ ہے اس نے کہا کہ ہان ہمارا شاعر کہتا ہے۔ ع تخوف الرحل منھا تامکا قردا + کما تخوف عود النبعۃ السفن یعنے ایسی قوی اونٹنی ہے کہ کجاوہ نے اُس کے جسم سے ناقص کردیا کوہان بھرے ہوئے اونچے کو جیسے کم کر دیتا ہے تیشہ کی مضبوط لکڑی کو سوہان۔ یعنے برابر اُسپر کجاوہ رہنے سے اُسکے کوہان کی جگہ کجاوہ کا اثر بنگیا ہے پس اسی مقام پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار محفوظ رکھو کہ تفسیر مین نہ بھٹکو گے۔ اور بعض نے اس قصہ کو اس طرح ذکر کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا تو اُنکے جواب کے بعد خود کہا کہ میرے نزدیک یہ ہے کہ مواخذہ اسوقت کہ جب تنقص کرتے تھے اللہ تعالے کی نافرمانیون سے۔ پھر لوگ باہر گئے وہان ایک اعرابی نے ایک سے یہی محاورہ بیان کیا کہ مین نے اپنے رب کا تخوف کیا یعنے نافرمانی کی پس اُس نے واپس ہوکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے ذہن مین بھی آیا تھا۔ حاصل اس

مقام کا اوپر سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اُن کو خوف دلایا زمین میں دھنس جانے سے یا آسمان سے عذاب نازل ہونے سے یا ایسے آفات سے جو اچانک
حالت غفلت میں اُنپر طاری ہوں یا انجام یہ ہے کہ ایسی آفات سے جو اُنپر آہستہ آہستہ آکر اُن کو ناقص کریں یہاں تک کہ سب ہلاک ہوں اور اس میں شک
نہیں کہ انسان خود اسی حال میں ہے یہاں تک کہ یکایک موت آتی ہے اور وہ اپنے کردار و اعمال کے موافق اپنی جگہ رجوع کرتا ہے۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے
ان سب صورتوں سے جو ہمارے ناقص خیالات میں آتی ہیں بندوں کو ضرور ماخوذ کر سکتا ہے اور جاہے جس طرح ماخوذ کرے ہر طرح قادر ہے اگرچہ
ہماری سمجھ میں بھی نہ آویں ولیکن وہ حلیم و غفور ہے لہذا فرمایا۔ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ یعنے ولیکن وہ مہلت دیتا ہے کیونکہ تمہارا رب بہت شفقت
و مہربانی والا ہے جلدی بندے کو ماخوذ نہیں کرتا۔ واضح ہو کہ جو بندہ اپنے رب تبارک و تعالیٰ پر یقین کرے پھر اُس سے گناہ ہو جاویں اور وہ ڈرتا ہو تو
اللہ تعالیٰ اُسپر رحم فرماتا ہے اُسکو اختیار ہے کہ گنہگار کو بلا حساب بخشدے اور یہ بھی یاد رکھو کہ عبادت کرنے والا اگر مغرور ہو تو وہ گنہگار خوفناک سے
بُرا ہے اس لیے کہ غرور اللہ تعالیٰ کو بالکل پسند نہیں تو ساری عبادت اُس کی اس گناہ غرور کے مقابلہ میں برباد ہے اور جس نے عالم میں اور اپنی ذات
میں صحیح نظر سے دیکھا اسکو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ تمام مخلوقات پر قاہر ہے اور اُسکے اختیارات سب اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت سے جاری ہیں اور
ہر چیز اُسی کے حکم پر گردن جھکائے ہے چنانچہ بندوں کو عالم کے آیات میں نظر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ أَوَلَمْ يَرَوْا۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا
یعنے دیکھتے ہیں مگر کچھ سمجھ نہیں پاتے تو نہ دیکھنے کے مثل ہے لہذا انکاری استفہام سے فرمایا کہ آیا اُنھوں نے دیکھنے کی طرح نہیں دیکھا۔ إِلَىٰ مَا خَلَقَ
اللَّهُ مِن شَيْءٍ۔ ہر ایسی چیز کو جسکا سایہ پڑتا ہے اللہ تعالیٰ نے اُسکو پیدا کیا ہے یعنے نظر کی محسوسات سے زیادہ محسوس کیا ہو گا سوا اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے
نظر سے دیکھنے والی چیزوں کو دیکھیں کہ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ جھکتے و پھرتے ہیں اسکے سایہ کہ اول میں دن چڑھتے ایک حال پر ہوتے پھر بڑھتے جاتے ہیں پھر
دوپہر ڈھلے دوسری جانب بڑھتے جاتے ہیں یعنی عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ۔ دائیں جانب اور بائیں طرفوں سے۔ واحدی و زمخشری نے کہا کہ یمین
سے بھی دائیں طرفین مراد ہیں بقرینہ شمائل اور چونکہ اس کو جمع کر دیا تو یمین جمع لانے کی حاجت نہ رہی جیسے یولون الدبر جاے یولون الادبار کے۔ الحاصل
دیکھو کہ ان چیزوں کے سایہ مائل ہوتے ہیں دائیں اور بائیں جانبوں سے سُجَّدًا لِّلَّهِ سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو۔ وَهُمْ دَاخِرُونَ۔ درحالیکہ
یہ سایے عاجزی کرنے والے ہیں۔ زجاج نے کہا یعنے یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی طاعت پر مجبول ہیں۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ڈھلتا
ہے آفتاب تو ہر چیز اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کرتی ہے۔ ایسا ہی قتادہ و ضحاک و دیگر ائمہ تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ
نے یہ بھی فرمایا کہ ہر چیز کا سجدہ اُسکا سایہ ہے اور فرمایا کہ پہاڑوں کا سجدہ اُنکا سایہ ہے اور ابو غالب شیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سمندر کی
موجیں اُس کی تسبیح و صلوٰۃ ہیں۔ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِن دَابَّةٍ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سجدہ کرتا ہے جو کچھ ہے
آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں دابہ سے۔ دابہ وہ چیز جو زمین پر حرکت کرے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی
چیز چھوٹی نہیں مگر آنکہ ہر چیز اُسی کے واسطے عبادت کرتی ہے خواہ خوشی سے خواہ کراہت سے۔ اقول مانند اسکے قولہ تعالیٰ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ جسکی تفسیر پہلے گذر چکی ہے اور اہل معرفت کے نزدیک کچھ شک نہیں ہے کہ مومن و کافر و جاندار و بیجان تمام
مخلوقات سب اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ کرتی ہے اور رغبت و کراہت کے معنے بھی واضح ہیں اور مبارک وہ جو رغبت سے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں
حاضر ہیں اللہم اجعلنی منہم۔ اور جس نے پہچانا اُس نے جانا کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شیء قدیر۔ الوہیت اُسی کے
واسطے ہے اور کفر و ہدایت کو اُسی نے پیدا کیا اور ہر چیز اُسی کی مخلوق ہے اور ہر ایک وہی کماتا ہے خواہ مومن ہوتا ہے یا کافر ہوتا ہے جو اس کے واسطے
رب تبارک و تعالیٰ نے مقدر فرمایا ہے اور وہ تمام مخلوق سے پاک ہے آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ آسمانوں میں علاوہ ملائکہ کے خود آسمان وغیرہ اللہ تعالیٰ کے
واسطے سجدہ کرتے ہیں یا یوں تاویل کیجاوے کہ ملائکہ کو مخصوص کیا بقولہ وَالْمَلَائِكَةُ اور اُسی کو سجدہ کرتے ہیں ملائکہ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ اور وے کچھ
تکبر نہیں کرتے مطیع بندے ہیں۔ يَخَافُونَ رَبَّهُم مِّن فَوْقِهِمْ۔ اس حال سے کہ باوجود فرمانبرداری کے ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب کی عظمت و جلال کی

کہ اسکا عذاب و عتاب نہ ہو اُن کے اوپر سے یا اُس کی بلندی شان و عظمت سے جو سب مخلوق پر بالا ہے جیسے قولہ ہو القاہر فوق عبادہ یعنے اپنی مخلوق پر
عالی ہے اس سے ڈرتے ہیں۔ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ۔ باوجودیکہ اُن کی صفت یہ ہے کہ کرتے ہیں جو کچھ حکم دیے جاتے ہیں یعنے اُن کی جبلت اسی طور پر
پیدا فرمائی ہے۔ روایت ہے کہ قرآن پاک میں اس مقام کا سجدہ زیادہ واجبی سجدات میں سے ہے۔ واضح ہو کہ اشیاء مخلوقات کا سجدہ کرنا اور اُن کے سایہ کا
سجدہ کرنا اہل نظر کے واسطے حقائق واقعیہ ہیں اور جنکو نظر نہیں ہے وہ سے متردد ہوتے ہیں پس جلدی نہ کریں یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اُن کو نظر معرفت عطا
فرماوے اور چونکہ آیات متشابہات وہ ہوتی ہیں کہ انکا علم خاص ہے لہٰذا اس آیت کو متشابہات میں نہیں لیا کیونکہ اہل بصیرت کو اس میں کچھ تردد نہیں ہے
اور مبتدیوں کی ناسمجھی سے آیت متشابہ نہیں ہوجاتی ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔ اللہ جل شانہ نے
کتاب مجید کے مکنون حقیقی کو مخفی رکھا سب سے سوائے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں حقائق سے مخاطب فرمایا
اور آپ ہی ان کے واسطے رسول امین تھے تاکہ آپ اُن حقائق کو ایسے بندوں سے بیان کریں جو آپ کے اتباع میں لائق معرفت و امانت ہیں اور حق
عز وجل نے اُن کو برگزیدہ فرمایا اور اُن کو استعداد قبول حقائق ہے اور اُن کے کانوں کو اس سماع کی اہلیت ہے دل اُن کے شہود غیب کے واسطے
حاضر ہیں اور اسرار غیبیہ کے لیے ہمہ تن گوش ہیں تاکہ فکر سے جواہر علوم اس دریائے ناپیدا کنار سے نکالیں اور ہمت عالیہ سے واصل بحضرت قدس ہوں
اور نااہل لوگوں کے پاس اُن کو ضائع نہ کریں کہ درجہ امانت سے ساقط ہوجاویں مترجم کہتا ہے کہ قرآن مجید کے مخفی رکھنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ
قرآن مجید سمجھا نہیں جاتا کیونکہ حق تعالےٰ نے اسکو بالکل آسان کردیا ہے سمجھنے والا ہونا چاہیے ہے اور ہر چیز بیان کردی ہے سننے والا چاہیے بلکہ مراد یہ ہے
کہ ظاہر قرآن ہر آدمی کے واسطے عام ہے اور اُسی کی موافقت سے وہ راہ مستقیم پر ہوجاتا ہے اور جب اس راہ پر ادب سے مستقیم ہوا تو اللہ تعالےٰ کے
فضل سے قرآن پاک کا درجہ اعلےٰ اُس پر ظاہر ہوتا ہے جس کی لیاقت اُس کو پہلے نہ تھی اور اگر اس سے بیان کیا جاتا تو اُس کو فائدہ بھی نہ تھا کیونکہ کمال
سننے سے نہیں بلکہ حاصل ہونے سے ہوتا ہے اور حاصل ہونا اسی طرح ہے کہ پہلے درجہ کے آداب بجا لاوے لہٰذا حدیث طبرانی وغیرہ میں وارد ہوا
کہ جو شخص عمل کرے اُسپر جو جان گیا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کو علم اُس کا عطا فرماتا ہے جو نہیں جانتا یعنی وہاں جاننے سے علم نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالےٰ اُسپر
القاء فرماتا ہے پس مقصود یہ ہوا کہ قرآن پاک کے حقائق و درجات ہیں اور پہلا درجہ تو سب کے واسطے عموماً ظاہر و کافی ہے پھر اُس کے بلند درجات
عالیہ اور ہیں ہمارے شیخ حقیقت مولانا الیہا۔ قدس سرہ علی رحمۃ اللہ علیہ وعلے آبائہ ومشائخہ الکرام نے لکھا کہ قرآن پاک کی حقیقت اگر ظاہر ہو تو بندہ معدوم
و فنا ہوجاوے لیکن جب استعداد ہوجاتی ہے تو اللہ تعالےٰ جل شانہ کی دی ہوئی زندگی سے فیض عظیم پاتا ہے پس مراد شیخ العرائس رحمہ اللہ تعالےٰ کی یہی ہے فافہم
شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مخلوق کی عقل کو قطع کردیا کہ قرآن مجید کی فہم میں دخل دے سوائے عقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ کو
متکلم بیان کرنے کا دیا کہ آپ ہی احکام خلق بیان کریں اور آداب سے مرسوم فرماویں کیونکہ آپ ہر حال میں امین مؤتمن ہیں۔ اقول نے حدیث انا امین من
فی السماء میں امانت والا ہوں اُس کا جسکی شان کبریائی بلند ہے یا جو مراد ہو واللہ سبحانہ اعلم۔ اور حدیث صحاح میں اسرار و عجائب علوم ہیں اور واضح
ہو کہ اس زمانہ میں نہایت سے شرائط ادب کے ساتھ تھوڑا عمل اور بہت علم بہتر ہے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے لہٰذا اکابر مشائخ نے اکثر باتیں بیان
کردی ہیں وبزید من اللہ فضلہ وہو ذو الفضل العظیم۔ قولہ او لم یروا الیٰ ما خلق اللہ من شیٔ الآیہ۔ اس میں حق عز وجل نے اپنی عبادت سے تکبر کرنے والی مخلوق
کی جہالت اپنے بندوں پر ظاہر کردی کہ وے نہیں دیکھتے کہ جیسے اُن کے سایہ اول و آخر وقت میں اپنے خالق عز وجل کو سجدہ کرتے ہیں اور اگرچہ یہ چیزیں محل
عقل میں نہیں تو لوگوں کو آگاہ کرتی ہیں اور اُن کی جہالت کا مقام بتلاتی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالےٰ کی عبودیت سے جاہل ہیں کیونکہ تمام موجودات جنکہ
جمادات ہیں اپنے خالق عز وجل کو سجدہ کرتی ہیں اور انوار تجلی عظمت الٰہی اُنپر واقع ہونے سے ہر ایک اس کے لیے عجز و تضرع میں ہے چنانچہ مروی ہے
کہ حق عز وجل جب چیز کے لیے تجلی فرماتا ہے وہ اس کے لیے خشوع کرتی ہے۔ اس میں ایک معرفت کا بیان ہے وہ یہ ہے کہ جہاں کہیں نفس امارہ شیطانیہ کا
مقام ہے وہاں تکبر و سرکشی موجود ہے باستثنا ایسے شخصوں کے جس نے حق تعالےٰ کو حق کے ساتھ پہچانا اور حق کو حق کے ساتھ دیکھا تو اُن کے نفس اپنے

رب کے واسطے خشوع و سجدہ کرتے ہیں بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حیوان و جماد جس چیز کو پیدا کیا ہو وہ کوئی اپنے خالق عز و جل سے نزاع نہیں کرتے ہیں سوائے انسان کے کہ اُس نے تکبر شروع کیا کہ اپنے واسطے علم و قدرت وغیرہ اور اپنے لیے فردیت وغیرہ ثابت کرتا ہے کیونکہ دعوے کرتا ہے کہ اہل و اولاد اُسکے ہیں حالانکہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے فافہم جب مشرکون کے شبہات دور کر دیے اور توحید بیان فرمائی تو زیادہ توضیح کے پیش شرک سے بدلائل منع فرمایا

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ وَلَهٗ مَا

اور کہا اللہ نے نہ پکڑو معبود دو وہ معبود ایک ہے سو مجھ سے ڈرو اور اسی کا ہے جو کچھ

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ

ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کا انصاف ہے ہمیشہ سو کیا اللہ کے سوا کسی سے خطرہ رکھتے ہو اور جو تمہارے پاس ہے کوئی نعمت سو اللہ کی طرف سے پھر جب

اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْــــَٔرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝

لگتی ہے تم کو سختی سو اسی کی طرف چلاتے ہو پھر جب کھول دی سختی تم سے تب ہی ایک فرقہ تم میں اپنے رب کے ساتھ لگتے ہیں شریک بتانے

لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝

تا منکر ہو جاویں اس چیز سے جو ہم نے دی سو برت لو آخر معلوم کرو گے

وَقَالَ اللّٰهُ یعنے اللہ تعالیٰ نے صاف حکم دیا یا بذریعہ رسولوں کے کہ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ مت بناؤ دو معبود کیونکہ معبود خالق وہ ہے کہ جس میں سب کمال ہوں اور سب سے ظاہر کمال ایک یہ ہے کہ وہ سب سے اعلےٰ ہو اور جب ایک کے سوائے دوسرا بھی معبود مانا جاوے تو نہیں ممکن ہے اس لیے کہ ان دونوں میں سے ایک ہی ایسا ہوگا جو دوسرے سے اعلےٰ ہو تو پھر دوسرا خالق نہ ہوگا۔ اور جب خالق کی یہ شان ہے کہ جو کچھ چاہے جب چاہے سب پیدا کرے اور ہر چیز پر اسکو قدرت ہے تو ظاہر ہو گیا کہ دوسرے کسی کے واسطے یہ بات نہ ہوگی اور کچھ بھی ضرورت غیر کی نہیں ہے پس صاف معلوم ہوا کہ دو خالق ہو ہی نہیں سکتے ہیں تو اب جو کوئی مشرک دو خالق کا قائل ہوا اُس نے صرف اپنے ذہن میں بنا لیا اور حقیقت میں قطعی دلیل سے دوسرا نہیں ہو سکتا ہے اور جب دو نہیں ہو سکتے ہیں تو زیادہ کیونکر ہوں گے پس معلوم ہو گیا کہ جس نے دو معبود اپنی رائے سے بنائے یعنے سمجھ لیے وہ بڑا احمق ہے لہذا ایسے احمقوں کی تنبیہ کرنے کو صاف فرما دیا کہ مت بناؤ دو معبود۔ پھر زیادہ فضیحت و نفرت دلانے کو فرما دیا۔ اثْنَيْنِ۔ دو۔ یعنے اِلٰهَيْنِ صیغہ تثنیہ ہے پھر بھی اثنین فرمایا تو زیادہ تفضیح اسکے رائے کی ہے جو معبود بناوے دو۔ اکثر مفسرین نے کہا کہ یہ تاکید ہے اور معنے اسکے یہی ہیں کہ تاکید سے مقصود نہایت نفرت دلانا اس رائے سے ہے اور یہ بھی فائدہ ہوا کہ الٰہ واحد کا ماننا ضرور ہے صرف شرک کرنا منع ہے اور جن لوگوں نے معبود واحد جل شانہ سے انکار کیا اُن کی حماقت اس درجہ پر پہنچی ہے کہ اُنھوں نے دو نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں خالق بنا لیے کیونکہ ہر چیز کا وجود اسی کی ذات سے قرار دیا اور با وجودیکہ ہر ایک کو فانی دیکھتے ہیں پھر اس کو خالق جاننا اس درجہ سخت حماقت ہے کہ کسی آدمی کی عقل میں اُس کی حماقت نہیں سما سکتی ہے لہذا خالق کے ساتھ غیر کو شریک کرنے سے منع کر دیا اور صاف بتلا دیا۔ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ وہ تو فقط اللہ ایک ہے۔ اس کی شان ہر کمال میں اعلےٰ ہے وہ سب قدرت والا ہے کسی کی اُس کے سامنے کچھ ہستی نہیں ہے جب یہ عظمت و جلال اسکا سمجھے تو پھر مخاطب کر کے اُن سے کلام فرمایا بقولہ۔ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ۔ سو تم مجھی سے ڈرتے رہو کیونکہ سب کچھ اُسی کے قبضہ قدرت میں ہے کسی دوسرے میں کچھ طاقت نہیں ہے لہذا تصریح فرمائی۔ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اُسی کے ملک و خلق و بندے ہیں جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے یعنے جہاں تک تمہاری نظر کام کرے اسکو مخلوق اُسی کی جانو اور اللہ تعالیٰ دانا ہے کہ اُس کی مخلوق کتنی وسیع ہے اور وہ جو چاہے پیدا کرے غرضکہ وہی خالق ہے سب اسی کے قبضہ قدرت میں مسخر ہے۔ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا اور اسی کیلیے ہو طاعت ہمیشہ یعنے ہر چیز مخلوقات میں سے ہر حال میں ہمیشہ اُسی کے واسطے مطیع ہے واصب بمعنے دائم جیسا کہ ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و میمون بن مہران و سدی و قتادہ وغیرہم سے مروی ہے اور اسی معنے میں ہے قولہ تعالیٰ ولہم عذاب واصب اے دائم یعنے کافروں کے لیے ہے عذاب دائمی۔ اور ابن عباس سے ایک

روایت میں بمعنے واجب آیا ہے مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بمعنے خالص آیا۔ کذا ذکرہ الحافظ اور مترجم کہتا ہے کہ جب اسی کے لیے طاعت دائمی ہوئی تو واجب ہوئی اور خالص بھی ہوئی کیونکہ کسی غیر کی طاعت تو کسی وقت و کسی حال میں نہ پائی گئی پھر ظاہر ہے کہ طاعت اسی کے لیے واجب و خالص ہوئی۔ اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جس سے ہدایت و توحید چاہی وہ اسی پر ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے گمراہی سے پناہ مانگتے ہیں اور اگر وہ چاہتا تو سب کو ایک راہ پر کرتا۔ بالجملہ ہر ایک چیز و آدمی اور جو کچھ مخلوق ہے سب اُسی کے حکم پر مقہور و مسخر و مطیع ہے یعنے جس طرح اُس نے چاہا ہر ایک اُسی پر ہے تو کسی کو یہ مجال نہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت کے خود رائے ہو تو کوئی خود مختار نہیں ہے لہذا فرمایا۔ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ۔ سو کیا تم سوائے اللہ تعالیٰ کے غیر سے ڈرتے ہو۔ یعنے اسی پر تقویٰ کرو اور بت و جن و فرشتہ و آدمی کسی چیز کو قادر مت سمجھو۔ پھر ظاہری نظر میں آدمی کو نفع و ضرر دوسروں کی طرف سے معلوم ہوتا ہے اور شبہہ میں پڑتا ہے کہ نفع دینے والا یہ شخص ہے یا ہم کو ضرر پہونچانے والا وہ ہے لیکن جنکو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے وہ اس بارہ میں غور کرتے ہیں اور جب غور کیا تو انکو یہاں دو باتیں ظاہر ہوئیں ایک یہ کہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور اسی کے تصرف سے اس شخص سے یہ فعل ہوا خلاصہ یہ کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور درمیان میں یہ شخص جو نافع نظر آیا اسکے حق میں بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہوا کہ اسکو کار خیر کا کمانیوالا بنا دیا جیسے ظالم ضرر رسان کے ظاہری فاعل پر اللہ تعالیٰ کا قہر ہے کہ اسکو بدی کا کمانے والا بنا دیا۔ دوسرے یہ کہ خود مختار فاعل یہی شخص ہو۔ پھر ان دونوں باتوں کو اُس نے عقل سے صحیح دلائل و صاف بیان سے جس میں خیالی خواہش کو دخل نہ ہو ثابت کرنا چاہا تو دوسری بات ثابت نہ ہوئی کیونکہ ہزاروں دلائل سے یہ بالکل بدیہی ہے کہ آدمی اپنے کاموں و مرض و صحت و فقر و تونگری میں خود مختار نہیں ہے اور اسکو صریح دلیل سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کمال قدرت ہے تو صریح معلوم ہوا کہ وہی فاعل حقیقی ہر فعل کا ہے پھر یہ وہم جو بعضے جاہلوں کو ہوا کہ برے کاموں کا پیدا کرنے والا وہ ہو تو قبیح نام اُس کی طرف منسوب ہوگا اور جس آدمی نے چوری کی وہ چور نہ ہوگا تو جواب یہ ہے کہ جس شخص کے اندر چوری کا فعل ہے وہ چور ہے اور خالق اس فعل کا چور نہیں ہے یعنے کسی چیز کے پیدا کرنے سے بدی نہیں بلکہ اُس چیز کے کمانے سے بدی ہے مثلاً بدشکل وہ شخص ہے جسکی صورت خراب ہوا اور وہ نہیں ہے جس نے پیدا کر دیا اور اس سے زیادہ بعضے جاہل گفتگو کرتے ہیں کہ پھر اسکو بدشکل کیوں کیا اور دوسرے کو خوبصورت کیوں کر دیا تو ایسے احمق کو سمجھانا چاہیئے کہ اُس بے انتہا عالم پر نظر کرے اور پھر اپنی طرف دیکھے کہ جس نے اس عالم کو پیدا کیا وہ بے انتہا حکمت والا ہے اور تیری ہستی اسقدر نہیں ہے کہ تو اس حکمت کو تمام گھیر کر سمجھ لے اور یہ بات بالکل بدیہی ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت وہی جانتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو خلاصہ یہ ہوا کہ نفع پہونچانا اور ضرر پہونچانا حقیقت میں کسی شخص کے اختیار میں نہیں ہے کسی دوسرے سے ڈرنا بیکار ہے ہاں اللہ تعالیٰ نے جس آدمی کے اندر احسان پیدا کیا کہ اُس نے تیرے ساتھ نیکی کی تو تجھ کو صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اُسپر فضل کیا پس تجھے لازم ہے کہ اُس کا شکر ادا کرے لہذا حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر نہ ادا کیا جس نے آدمیوں کا شکر ادا نہ کیا۔ یوں ہی جس کی طرف سے تجھے ضرر و بدی پہونچے تو نے سمجھ لیا کہ الحمد للہ کہ ظالم و بدکار مجھے نہیں بنایا جیسا کہ اسکو قہر سے بنا دیا پھر یہ البتہ چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے کہ وہ فلاں موذی کو مجھ پر مسلط نہ فرما دے پس آدمی کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور اُسی سے اپنے حق میں بھلائی چاہے کیونکہ بالیقین نفع و ضرر اسی کے اختیار میں ہے لہذا بیان فرمایا۔ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ اور جو کچھ تمہارے ساتھ ہے کوئی نعمت ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کسی غیر کی طرف سے نہیں ہے لیکن جس بندے کو تیرے لیے محسن بنا دیا وہ اُسکے واسطے نعمت دیدی تو احسان کرنے والے کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر ادا کرے کہ تیرے اوپر احسان کرنے کی صفت اس میں پیدا کر دی۔ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ۔ پھر جب تجھ کو ضرر پہونچا یعنے مرض و محتاجی وغیرہ جو چیز انسان کو تکلیف و سختی میں ڈالے تب تم اسی کی طرف پناہ ڈھونڈھتے ہو۔ مجاہد و سدی وغیرہ نے کہا کہ اُسی کی طرف گڑگڑا کر دعا مانگتے ہو۔ واضح ہو کہ عرب زیادہ سختی کے وقت اللہ تعالیٰ ہی سے دعائیں مانگتے اور جب مامون ہوتے تو بتوں کی پوجا کرتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر آدمی تکلیف کے وقت اپنے رب رحیم کی طرف التجا (بخوف ۱۲) کرتا ہے گویا اُن کی نظر کو صاف کر دیا کہ مرض و قحط اور وبا وغیرہ بہت سے بے اختیاری امور ہیں کہ اُن میں کچھ تمہاری تدبیریں و حیلہ کام نہیں کرتے ہیں جیسے آسانی و فراخی کے وقت نعمتوں کے پہونچنے میں تو تم دوسروں کی طرف سے اور اپنی

قوت سے خیال کرتے ہو مگر سختی و بیماری میں تو سمجھو کہ جہان کسی کی قوت اور تمہاری طاقت کچھ کام نہیں کرتی ہے پھر جیسے یہ ویسے وہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور اُسنے ہر ایک کو اُسکے اعمال کے لائق اور اُس کی دنیا و آخرت کی بھلائی کے لائق سختی و آسانی دی ہے خلاصہ یہ کہ اس کلام میں گویا تنبیہ کر دی کہ اُسی کی طرف التجا کرتے ہو دعائیں مانگتے ہو اور بیشک اُسی سے التجا کرنا چاہیے تو ہر حال میں اُسی کی طرف رجوع لاؤ کسی دوسری چیز کو یا تدبیر کو کیوں شریک کرتے ہو۔ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ پھر جب اُس نے ضرر کو دور کر دیا تم سے۔ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ۔ تو یہ دیکھو کہ ایک فریق تم میں سے یعنے جاہل مشرک لوگوں کا گروہ۔ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ۔ اپنے رب کے ساتھ جو بالکل قادر قوی ہے اُسکے سوائے کسی میں قدرت نہیں اُس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں یعنے یہ تذکر نہیں رہتی کہ اُسی رب عزوجل نے ضرر دیا اور پھر اُسی نے دور کر دیا بلکہ اُسکے خلاف شرک کی نظر کر کے شرک کرتے ہیں مثلاً بعضے کہتے ہیں کہ فلانے دیوتا کی مانتا کرتے ہی فائدہ ہوا یا فلانی درگاہ پر بے ادبی ہوئی تھی جب چڑھاوا کر لیا تب اُنھوں نے چھوڑا یا کہتے ہیں کہ فلان دوا نے بہت فائدہ دیا اور فلان حکیم نے اچھا کر دیا اور یا ہم نے یہ تدبیر کی اور اُسنے یوں کیا اور ہم نے یہ کیا غرضکہ جو باتیں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ایسی عجیب قدرت سے رکھی ہیں کہ مشرک اُن کو اپنی نظر میں دیکھتا اور موحد اپنی نظر میں پاتا ہے پس کافر و مشرک تو انھیں چیزوں میں سے کسی چیز کو یا تدبیر کو یا کسی فعل کو تاثیر کرنے والا سمجھتا اور شرک لاتا ہے اور توحید والا اپنے رب تعالیٰ کی ہدایت سے اللہ تعالیٰ عزوجل کے سوائے کسی چیز کو قادر و خالق و موثر نہیں جانتا ہے اور کافروں و مشرکوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نہیں دی اور نہ اسکو خواہش ہے تو وے گمراہی کی نظر سے شرک دیکھتے ہیں۔ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ تا کہ کفر کریں یعنے یہ نظر اُن کی کفر کا سبب ہوا تا کہ ہو جاوے اُن کا حال کہ کافر ہوں یا انجام اُن کا یہ کہ کافر ہوں یعنے ناشکری کریں اُس نعمت کی جو ہم نے اُن کو دی۔ گویا بجائے شکر نعمت کے اُن کی طرف سے کفر ہوتا ہے جب اس طرح واضح اُن کو سمجھا دیا تو پھر جھڑکی سے خطاب فرمایا بقولہ۔ فَتَمَتَّعُوْا پس چند روز تمتع اُٹھاؤ۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ عنقریب تم جان جاؤ گے کہ انجام اس شرک و جہالت کا ایک بڑا دُکھ کا جہنم ہے۔ واضح ہو کہ اہل توحید ان آیات کو پڑھتے ہیں اور اپنے رب عزوجل کا شکر ادا کرتے ہیں جان فدا کرنے کا قصد کرتے ہیں اور عاجز ہو جاتے ہیں کہ رب جلشانہ نے اُن کو عقل و توحید و ہدایت عطا فرمائی ہے اسی واسطے قرآن پاک انھیں کے حق میں ہدایت و شفا ہے اور وے ڈرتے ہیں کہ کہیں ہم سے نعمت ایمان نہ چھین جاوے کیونکہ رب تبارک و تعالیٰ غنی حمید ہے پس جب وے نعمت ایمان کو ایسا عزیز جانتے ہیں اور ڈرتے ہیں تو اب کرم ارحم الراحمین اُن کی خطاؤں و گناہوں کو بخشدیتا ہے اور انجام بخیر فرماتا ہے والحمد للہ رب العالمین۔ ف۔ عرائس البیان میں اس مقام پر عوام کے سوائے خاص لوگوں کے واسطے دقیق نظر کا شرک بتلا دیا چنانچہ قولہ تعالیٰ قال اللہ لا تتخذوا الٰہین اثنین الآیہ کی تحت میں لکھا کہ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسری چیز پر محبت کی نظر ڈالے اور اس کو اختیار کرے تو وہ بھی دو خدا بنانے والوں کے حکم میں شامل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ افرأیت من اتخذ الٰہہ ہواہ۔ تو نے دیکھا کہ جس نے بنا لیا اپنی خواہش کو اپنا معبود۔ یعنے رب تبارک و تعالیٰ کی معرفت جسکو حاصل ہوئی اُس نے اُسی کو اختیار کیا اور جب کسی نے اُس کے سوائے دوسری چیز سے دل لگایا تو شرک کیا اور واضح ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت اسی واسطے عین ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہونا اسی طرح ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضامندی جب حاصل ہو گی کہ جہانتک ممکن ہے آپ کے حکموں کی بجا آوری میں کوتاہی نہ کرے اور جس شان سے آپ نے دنیا بسر کی ہے اُسی طرح اسی راہ پر آپ کے پیچھے پیچھے چلے اور آپ کے یاروں کو اور اولاد کو بلکہ عرب کو آپ ہی کے واسطے محبوب رکھے اور زیادہ توضیح مترجم نے قولہ تعالیٰ والذین آمنوا اشد حبا للہ کی تحت میں بیان کر دی ہے۔ اور واضح ہو کہ ماں باپ اولاد وغیرہ کی محبت یہ سب ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت تمام دل کو گھیرے ہے اور اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے تو ان سب پر آدمی کو شفقت و ترحم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہوتا ہے اور یہ بات رفتہ رفتہ یہاں تک ہوتی ہے کہ آدمی کو کافروں و مشرکوں پر اس وجہ سے ترس کھاتا ہے کہ یہ لوگ افسوس ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب میں دوڑے جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کو خیال کرتا ہے تو اپنے رب تعالیٰ کی محبت میں مطمئن ہو جاتا ہے شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جس نے تجرد وحدت کا مزہ چکھا تو اُس سے دو جہان کا تعلق ساقط ہو جاتا ہے

اور اللہ تعالیٰ کی فردانیت سے متفرد اور اُسی کی وحدانیت کے ساتھ موحد ہو جاتا ہے۔ شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ تیرا رب تجھے منع فرماتا ہے کہ تو دو رب بنا دے یا اس کے ساتھ کسی کو شریک بنا دے اور جب تو نے اتنے خدا بنا لیے اور اُس کے ساتھ شریکوں کا مدعی ہوا تو پھر توحید کیونکر تجھ سے درست ہو گی یعنے جب کہ تو اپنے نفس کے احکام بجا لاتا ہے اور اپنی طبیعت کی خواہشوں و ارادوں پر چلتا ہے اور مخلوق کی بنا کی کرتا ہے تو ایسی حالت میں محل عبودیت الٰہی تک تیرا گذر کہاں سے ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے قبائح اعمال میں سے ایسے افعال بیان فرمائے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُنھوں نے نا سمجھی سے دو خدا سے بڑھ کر بکثرت خدا بنا لئے اور صرف بتوں پر منحصر نہیں بلکہ طرح طرح کی وجوہ سے اللہ تعالیٰ سے اعراض کیا اور غیروں بلکہ کبھی کو ترک کر کے اپنے نفس کی پرستش کی۔ قال تعالیٰ۔

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ ۗ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ ۝ وَيَجْعَلُونَ

اور ٹھہراتے ہیں ان کو جنکی خبر نہیں رکھتے ایک حصہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے جو جھوٹ باندھتے تھے اور ٹھہراتے ہیں

لِلَّهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهُ ۙ وَلَهُم مَّا يَشْتَهُونَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا

اللہ کو بیٹیاں وہ اس لائق نہیں اور آپ کو جو دل چاہے اور جب خوشخبری ملے ایک کو بیٹی کی سارے دن رہے اُسکا منہ سیاہ

وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۚ أَيُمْسِكُهُ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ ۗ

اور جی میں گھٹ رہا چھپتا پھرے لوگوں سے مارے برائی اس خوشخبری کے جو سنی اُس کو رہنے دے ذلت قبول کر کر یا اُسکو داب دے مٹی میں

أَلَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۖ وَلِلَّهِ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ ۚ وَهُوَ

سنتا ہے بری چکوتی کرتے ہیں جو نہیں مانتے پچھلے دن کو انھیں پر بری کہاوت ہے اور اللہ کی کہاوت سب سے اوپر ہے اور وہی

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ربع ۱۱۲

ہے زبردست حکمت والا

وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ۔ اور بناتے ہیں یعنے واقع میں تو کچھ نہیں ہے مگر یہ لوگ اپنی طرف سے بناتے ہیں اور چونکہ یہ کچھ بنا نہیں سکتے لہذا صرف اپنے اعتقاد میں تصور باطل باندھ کر اُس پر عمل اس طرح کرتے ہیں کہ لگاتے ہیں ایسی چیز کے لیے جس کی حالت سے واقف نہیں ہیں یعنی بتوں و جن وغیرہ کے لیے جنکو اپنی نادانی سے مؤثر و قدرت والا سمجھتے ہیں یا لایعلمون سے خود بت وغیرہ مراد ہوں اور صیغہ ولطور جمع ذی عقل کے صرف مشرکوں کے دعوے کی وجہ سے ہو یعنے بناتے ہیں مشرکین واسطے ایسی چیزوں کے جو جانتے نہیں ہیں۔ اول اولی ہے یعنے مشرکین اپنی نادانی سے بغیر کسی حجت و برہان کے حصہ لگاتے ہیں ایسی چیزوں کے لیے جنکا شریک ہونا کسی علم سے نہیں جانتے صرف اپنی جہالت سے شیطانی وسوسہ پر سمجھ لیا ہے۔ نَصِيبًا مِّمَّا رَزَقْنَاهُمْ حصہ ایسی چیز سے جو ہم نے اُن کو رزق دیا ہے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی طرف سے رزق دیا اور وے اُس رزق میں سے ایسی چیزوں بتوں وغیرہ کا حصہ لگاتے ہیں جنکا شریک ہونا اُن کو کچھ بھی علم نہیں ہے سدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جیسے فرمایا ہذا للہ بزعمھم وہذا لشرکائنا یعنے مشرکین کہتے کہ یہ اللہ کا اپنے زعم کے موافق اور یہ ہمارے بتوں کا ہے۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ مشرکین عرب کا حال ہے کہ اموال کے حصے کر کے ایک حصہ اپنے بتوں و شیاطین کے واسطے مقرر کیے۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اُن کا خالق و رازق ہے اور اُسی سے نفع و ضرر ہے اور وقت ضرر کے اُسی کی طرف التجا کرتے پھر اللہ تعالیٰ کے دیے رزق میں سے ایسی چیزوں بتوں و شیاطین کا حصہ لگاتے جنکا نفع دینا یا ضرر دینا نہیں جانتے تھے۔ تَاللَّهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنتُمْ تَفْتَرُونَ۔ قسم ہے اللہ عزوجل کی کہ تم پوچھے جاؤ گے اس سے جو تم جھوٹ باندھتے ہو۔ اس میں سخت تہدید ہے۔ اور دیگر آیات میں مشرکوں کا یہ وصف بھی بیان کیا کہ کہتے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ پر افترا تھا۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی ذات و صفات واسطے اس کے لائق جلال ہیں اور عقل کو دخل نہیں اور نقص کی مجال نہیں تو جب اُنھوں نے بتوں و شیاطین کے ساتھ شرک کیا تو یہ بہت بڑا شرک

ہے اور اپنی رائے سے کیا تو اپنے نفس کو خدا بنا لیا جسکے حکم سے یہ اعتقاد کیا پھر جو اللہ تعالےٰ نے رزق دیا اُس کو خالص اُسی کی طرف سے نہ سمجھے بلکہ اپنی کمائی سے اور یہ شرک ہے پھر اس میں تصرف اپنی رائے سے پھر خلاف واقع پھر اللہ تعالےٰ پر افترا کرکے پھر رسول کی ممانعت پر انکار و جدال غرضکہ بے تعداد شرک وقبائح اُن کے اس فعل میں موجود ہیں لہٰذا علماء نے بہت منع کیا کہ کوئی شخص اپنی رائے سے کسی چیز کو شرع نہ بناوے اور خوبی و برائی کسی چیز کی اپنے رائے پر نہ رکھے حتیٰ کہ بعض نے کہا کہ اگر کوئی گناہ کرے تو اس سے بہتر ہے کہ کسی چیز کو رائے سے شرع بناوے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ اسوجہ سے ہے کہ گناہ سے آدمی کافر نہیں ہوتا بخلاف اُس کے اگر رائے سے اُس نے دعوے کیا کہ یہ کام ثواب کا عدہ ہے یا یہ عذاب کا ہے تو اُس نے دعوے شریعت کیا اور ثواب و عذاب اللہ تعالےٰ نے مقرر فرمایا ہے حکم اُسی کی شان ہے۔ پھر اسی قسم کا ایک قبیح فعل اُن کا یہ بیان فرمایا۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ۔ اور بناتے ہیں اللہ تعالےٰ کے لیے لڑکیاں یعنے کفار عرب کمال جہل و عداوت سے کہتے کہ ملائکہ اللہ تعالےٰ کی لڑکیاں ہیں حالانکہ ملائکہ ایک مخلوق آلٰہی نورانی ہے نہ مرد ہیں نہ عورت ہیں اور مردوں کی شکل میں اکثر اوقات ظاہر ہوئے مگر عورتوں کی شکل میں کبھی ظاہر ہونا ثابت نہیں ہوا ہے۔ یہ قول بنو خزاعہ و کنانہ کا تھا۔ واضح ہو کہ جعل کے یہاں بھی وہی معنے ہیں کہ اپنے اعتقاد اور قول میں ایسا ٹھہراتے ہیں ورنہ اُن کے بنانے سے کچھ نہیں ہو سکتا اور نہ واقع میں ہے۔ پھر یہ اعتقاد جناب باری تعالےٰ میں نہایت قبیح ہے اور دعوے علم غیب کفر ہے راست سے ٹھہرانا کفر ہے۔ اللہ تعالےٰ کو مثل مخلوق کے بال بچے والا کہنا کفر ہے۔ سُبْحٰنَهٗ۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات پاک کی تقدیس فرمائی یعنے وہ بدرجہ کمال پاک ہے ایسی تشبیہ سے بھی۔ واضح ہو کہ جس چیز کو دوسری چیز کی طرف احتیاج کسی بات میں ہو وہ مخلوق ہے کیونکہ جو محتاج ہو وہ خالق نہیں ہو سکتا۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ مثلاً سکنجبین جب ہوگی کہ سرکہ آوے و شہد ہو پھر ایک شخص اُس کو بناوے اسی طرح آدمی اپنی زندگی باقی رہنے میں کھانے پینے اور سونے کا محتاج ہے غرضکہ جس چیز کی طرف احتیاج ہو اُس کے موجود ہونے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب قطعی دلیل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالےٰ میں سب قدرت ہے تو بیٹا یا بیٹی اُس کے لیے کچھ معنے نہیں رکھتی کیونکہ وہ جو چاہے پیدا کر دے پھر جو چیز کہو سب اُس کی مخلوق ہوگی تو بیٹا اور بیٹی نہ ہوئی کیونکہ بیٹا و بیٹی آدمی کا جزو ہوتے ہیں اور اللہ تعالےٰ کھانے پینے اور سونے اور جزو کل ہونے سب سے پاک ہے اسی واسطے حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ آدمی نے مجھ کو گالی دی مثل بُرا کہا اور اُس کو یہ لائق نہ تھا اور اُس نے مجھے جھٹلایا اور اُس کو یہ چاہیے تھا پس جھٹلانا اُسکا یہ ہے کہ اُس نے دعوے کیا کہ میں دوبارہ اُس کو پیدا نہیں کر سکتا حالانکہ دوبارہ پیدا کر دینا مجھ پر ویسا ہے جیسے اول مرتبہ پیدا کیا تھا یا اس سے آسان ہے اور اسکا بدگوئی کرنا یہ ہے کہ اُس نے میرے لیے بیٹا و بیٹی و جورو بتلائی حالانکہ میں وحدہ لاشریک الواحد الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہوں یعنے میں اکیلا ان اسباب سے پاک بے پروا ہوں جو کہ نہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ اُسکے ہمسر کوئی ہو سکتا ہے۔ غرضکہ جس نے حماقت چھوڑ کر بتوفیق آلٰہی اپنی عقل سے اللہ تعالےٰ کی پاکی اور عظمت و جلال کی طرف راہ پائی وہ نہایت اطمینان کے ساتھ یقین کرتا ہے کہ احمقوں کے یہ خیالات عجب بیہودہ ہیں کہ جن کی بیہودگی حد سے بے حد جہالت ہے کہ اُس کا اندازہ نہیں ہو سکتا ہے اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے ان کافرون احمقون کی جہالت کے جواب میں اُن کو استدلال کا ارشاد نہیں کیا بلکہ اپنی پاکی بیان فرمائی بقولہ سُبْحٰنَهٗ کیونکہ دلیل تو اُس کے لیے ہے جو عقل اگر نہ رکھتا ہو تو عقل کے پاس تو ہو اور جو حواس میں بھی خوار ہو اُس کو عقلی دلیل بتلانا بیکار ہے اور یہاں ایک وسوسہ شیطانی اکثر لوگوں کو پیدا ہوتا ہے اور اس سے بہت لوگ گمراہ ہوتے ہیں وہ یہ ہے کہ تم نے کہا کہ جو کوئی اللہ تعالےٰ کا بیٹا بیٹی بناوے وہ عقل سے بالکل خارج ہو کر حواس کے دورہ میں ہے بلکہ حواس میں بھی بھدا موٹا بے وقوف حواس والا ہے ولیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً نصرانی اس کے قائل ہیں اور فی الحال اُن کی عقلمندی کی ایجادیں تمام زمانہ میں پھیلی ہوئی ہیں تو تمہارا قول کیونکر مانا جاوے۔ اس کے جواب میں مجھے تم کو اطمینان دینا دو طریقہ سے ہوگا ایک یہ کہ علوم عقلی و علوم حسی کا فرق سمجھاؤں اور دوسرے یہ کہ مثال سے بتلاؤں۔ لیکن پہلا طریقہ اس وجہ سے تمہاری سمجھ میں شاید نہ آوے کہ عقلی علوم جاننے کے بعد فرق معلوم ہو سکتا ہے اور شاید کہ عالم میرے سمجھانے کو اسقدر علم نہ ہو تو میں کہتا ہوں کہ علم کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ مادی ہیں جو حواس سے متعلق ہیں اور فن ریاضی میں حساب و جبر و مقابلہ اقلیدس و مقناطیسی قوت کے فن و طب و کلیں ایجاد کرنا و تار برقی و آلات حرب اور علم مثلث وغیرہ اسی علم کی شاخیں ہیں اور یہ فن ابتدائی علم میں جب تک حواس قوی و قوت واہمہ غالب رہتی ہے

اچھی طرح آتا ہے اسی واسطے تم دیکھتے ہو کہ جوان آدمی کو یہ فنون مشکل سے آتے ہیں اور اطفال کو خوب آتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ مادہ وعقل سے مرکب کر دیئے گئے ہیں جیسے حرکت نموجو انسان وغیرہ کے اجسام میں ہے اُس کا علم واُس کی ماہیت وکیفیت سے بحث کرنا اور افلاک کی قوتیں وطبائع وغیرہ سوم وہ کہ مادہ وصورت دونوں سے خارج صرف عقل کے علوم ہیں۔ اب بالکل سچ وصحیح بات یہ ہے کہ نصاریٰ ہمارے زمانہ کے فقط پہلی قسم کے علم میں ہیں اس سے آگے نہیں بڑھے ہیں کیونکہ بالکل مادی ومحسوس چیزوں میں انھوں نے یہ سب آلات وایجادیں نکالی ہیں جن سے تم متحیر ہوتے ہو اور تم جانتے ہو کہ حواس کی قوتیں جیسے آدمی میں ہیں ویسے جانوروں میں بھی ہیں چنانچہ بیا اپنا گھونسلا ایسا بناتا ہے کہ تم متحیر رہتے ہو پس جانوروں اور آدمی میں اس قوت حواس میں فرق نہیں ہے بلکہ عقل سے فرق ہے اسی واسطے دیکھو کہ علمائے اسلام کی عقلی علوم اس وقت تک تمام نصاریٰ کی سمجھ میں نہیں آتے ہیں اور نادانی سے یہ لوگ اُن علوم کو وہمی نام رکھتے ہیں یعنے برعکس۔ اور یہ دعوے جیسے کہ دیکھا ہوتا کہ جانتے اور ثابت کرتے جیسے مسٹر جسم کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُنکے تمام علوم ریاضی جو اور یورپ نے لکھے ہیں معلوم ہیں تب میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں صحیح ویقینی جاننے کے قابل سمجھو اور قسم ہے اُسی پاک معبود کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جو لوگ انھیں حسّی فنون کو علم عقلی سمجھتے ہیں جانوروں سے امتیاز نہیں رکھتے ہیں مگر ظاہری صورت میں اور میری نظر میں دونوں کا فرق آئینہ کے مانند روشن ہے اے قوم بات مانو اور اللہ تعالیٰ واُس کے رسول صلعم پر ایمان یقینی رکھو اور نصرانیوں کی کلوں میں دھوکا مت کھاؤ اور ہادی وہی اللہ تعالیٰ ہے ولہ الحمد فی الاولےٰ والآخرۃ۔ اور ظاہر ہیں ایسے فتنے موجود ہیں کہ وہی راہ پر رہیگا جسکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اُسی سے ہم ہدایت وتوحید واستقامت چاہتے ہیں۔ بالجملہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کے جواب میں جو بیٹا بیٹی بناتے ہیں صرف اپنی پاکی بیان کی کہ وہ خالق عزّ وجل پاک ہے۔ پھر اُن کو یہ ظاہر کر دیا کہ حواس میں بھی بہت موٹے وبھدّے ہیں کیونکہ بیٹا وبیٹی میں خود فرق کرتے ہیں اور بیٹی سے بیٹا افضل جانتے ہیں اور خواہش کرتے ہیں کہ اُن کے لیے بیٹا ہو پھر عجیب بدحواس لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے بیٹیاں قرار دیں۔ وَلَهُمْ مَا يَشْتَهُونَ۔ اور اُن لوگوں کے لیے وہ جو پسند کرتے ہیں یعنے بیٹے ہیں۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ فرماتا ہے کہ میرے لیے بیٹیاں بناتے اور پسند کرتے ہیں اور اپنے واسطے بیٹیاں نہیں پسند کرتے ہیں پھر خالق عزّ وجل جو چاہے پیدا کرے ہر چیز پر اُس کو قدرت ہے کیا اُس کو عاجز بناتے ہیں کہ جسکو خود مکروہ جانتے ہیں وہی اُس کے لیے ہے وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى۔ اور جب کسی کو اُن میں سے خوشخبری سنائی جاوے لڑکی کی۔ یعنے جب مبارکی دینے والے نے آکر اُس سے کہا کہ میاں مبارک تمھاری بی بی کے پیاری لڑکی پیدا ہوئی ظَلَّ۔ اے صار۔ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا۔ تو ہو گیا اُس کا چہرہ سیاہ یعنے اُس کے چہرے پر سیاہی چھا گئی۔ فن طب میں بیان ہوا ہے کہ جب دل کو صدمہ پہونچا اس طرح کہ وہ بھنچ گیا اور خون کی روانی اور جوش میں کمی ہوئی تو چہرہ پر رونق گھٹی اور سیاہی چھا گئی جیسے زیادہ خوشی کے وقت زیادہ خون جوش کرتا ہے تو چہرہ پر چمک آجاتی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اس مبارکی سے اس کے دل پر اس قدر صدمہ پہونچتا ہے کہ بھنچ کر خون کی روانی میں کمی ہو جاتی ہے۔ وَهُوَ كَظِيْمٌ۔ اور اُس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ غم سے گھٹا ہوا ہو جاتا ہے دل ہی دل میں غم سے ایسا گھٹ جاتا ہے کہ خون کی روانی گویا اسقدر بند ہو جاتی ہے کہ چہرہ پر سیاہی چھا جاتی ہے۔ ایک تو لڑکی کو خود دل سے ناپسند کرتا تھا بوجہ اس کے کہ لڑکا مرد اور لڑکی عورت کا فرق دونوں میں ہے اور دوسرے شیطانی شرع کا عار اُس کو لاحق ہوتا کہ کسی مرد کی تحت میں دینی ہوگی حالانکہ خود اسی طرح پیدا ہوا تھا۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ۔ چھپتا ہے قوم سے۔ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ۔ بوجہ بدی اُس چیز کے جس کی بشارت دیا گیا یعنے اُس کے نزدیک یہ بشارت نہایت بد اور بہت قبیح تھی۔ بعض مفسرین نے زعم کیا کہ لڑکی کی بدی یہ ہے کہ اُسپر زنا کا خوف اور اپنے حق میں عار ہے اور مترجم کے نزدیک یہ وجہ بعید ہے کیونکہ ہر عورت زانیہ نہیں ہوتی ہے بلکہ تکبر سے داماد سے شرم کرتے تھے جیسے ہندوستان میں چھتری ہوتے ہیں اگرچہ زنا کا خوف ایک قسم کا خوف وعار ہے اور ممکن ہے کہ اوہام شیطانی ووساوس کا مجموعہ اُسپر اس وجہ سے حاوی ہوا ہو کہ زندہ درگور کرنے یا اُسپر ظلم کرنے سے جہنم میں سختی کا مادہ ہے کیونکہ شیطان واقعی دشمن ہے چنانچہ فرمایا۔ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ۔ یعنے اس تردد میں ہوتا ہے کہ کیا اُس کو جیتا چھوڑے خواری کے ساتھ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ۔ یا اُس کو توپ دے مٹی میں ضمیر مذکر ویدسّہ کی مذکر بہ رعایت کلمہ ما بُشّر بہٖ ہے اور مراد اس سے لڑکی ہے اور عرب

زمانۂ جاہلیت میں لڑکی کو پیدا ہوتے مار ڈالتے یا آخر زندہ در گور کر دیتے تھے گر مائین اس سے غمناک ہوتی تھین۔ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بنو تمیم کے ایک شخص سے سُنا جس نے اپنی عمر مین ایک مرتبہ اپنا ترس کھانا اس طرح بیان کیا کہ وہ سفر مین تھا کہ پیچھے اُس کی عورت کے لڑکی پیدا ہوئی ماں نے غمناک ہو کر اُس کو اپنی بہن کے یہاں پرورش مین دیدیا جب شوہر آیا تو اُسنے کہا کہ لڑکی تھی مار ڈالی وہ لڑکی وہان پرورش پاتی رہی جب بڑی ہوئی تو کبھی اُس کی ماں دیکھنے کو بلاتی تھی ایک روز اتفاق سے بلایا تھا کہ یہ شخص اُس کا شوہر آگیا اور آخر کار معلوم کر لیا کہ اُسی کی پیاری بیٹی ہے اور اجازت دی کہ اپنے پاس رکھے ایک روز اس کو اُس کی ماں نے بناؤ سنگار سے آراستہ کیا تھا باپ نے اُس کو گود مین لیا تاکہ ماں مطمئن ہو پھر ان کو ایک کام کو بھیجدیا اور خود اُس کو لیکر سیر کے بہانے جنگل مین لے گیا جہاں خود اُس نے گڈھا کھود رکھا تھا اُس لڑکی سے کہا کہ اس گڈھے مین جھانکے وہ بیچاری معصومہ اپنے پیارے باپ کے حکم کے موافق دیکھنے لگی باپ نے اُس کو پیچھے سے ڈھکیل دیا اور اُسپر مٹی ڈالنا شروع کی اور وہ معصومہ لڑکی اندر سے پکارتی تھی اے میرے پیارے باپ اے میرے پیارے ابا اور قسم کھاتا تھا کہ مجھے ترس آیا مگر مین نے سب مٹی اُسپر گرا کر اُس کو زندہ گور دیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ سنکر شفقت سے رونے لگے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے نے قتل اولاد سے سخت منع فرمایا ہے اور ایک آیت مین فرمایا۔ اذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت۔ یعنے وہ ہولناک دن قیامت کا جب اُس لڑکی سے اللہ تعالے شفقت سے پوچھیگا کہ تو کس گناہ مین مار ڈالی گئی۔ یعنے اُس کے قاتل پر غضب الٰہی ہوگا۔ اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ خبردار ہو کہ نہایت بدتر ہے جو یہ کافر لوگ حکم لگاتے ہین۔ اللہ تعالے کی جناب مین یہ بیہودگی و گستاخی کہ اُس کے لیے لڑکیاں بتلاتے ہین اور اپنی لڑکیون کے ساتھ یہ بیرحمی کہ پتھر کا کلیجہ بھی پانی ہو جاوے لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَۃِ مَثَلُ السَّوْءِ۔ جو لوگ ایمان نہین لاتے آخرت پر اُنھین کے لیے بدصفت ہے کہ کافر بے ادب جاہل جانور بے رحم جہنمی بدکردار خوار ہین عذاب دائمی مین گرفتار رہینگے۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔ اور اعلے وصف کمال کہ الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد۔ اللہ تعالے ہی کے واسطے ہے۔ ابن عباس رض نے کہا یعنے لیس کمثلہ شئی۔ اس کے مثل کوئی چیز نہین ہے یہ صفت الٰہی ہے۔ بہرحال یہ مراد نہین ہے کہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی مثال ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالے ہم مثل و مثال سے اعلے و پاک ہے۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ وہ غالب قاہر ہے۔ الْحَکِیْمُ۔ کامل حکمت والا ہے اُس کے افعال و احکام اور اُس کی خلقت سب اُس کی پوری حکمت پر ہے۔ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے سے زیادہ کوئی اذیت پر صبر کرنے والا نہین کہ اُس کی مخلوق اُسی کے واسطے جورو و اولاد بناتے ہین اور وہ اُنکو رزق دیتا ہے اور عافیت سے رکھتا ہے۔ حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جب قوم نے زیادہ اذیت دی اور ایذا دی تو آپ ایک حال مین مستغرق چلے جاتے تھے ناگاہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر رب تبارک و تعالے کی طرف سے سلام پہونچایا اور کہا کہ یہ پہاڑون کا فرشتہ میرے ساتھ آپکے پاس بھیجا گیا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہم نے تیری قوم کا جواب سُنا اور یہ فرشتہ حاضر ہے جو چاہیے اُنکے بارہ مین حکم دیجیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک و تعالے کی حمد ادا کی اور اتنے مین فرشتہ نے سلام کر کے کہا کہ اگر آپ حکم دین تو مین دونون پہاڑون کو اس قوم پر لوٹ دون آپ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے رب مین صبر کرونگا اور مجھے آرزو ہے کہ اللہ تعالے اس قوم کی پشت سے ایسے بندے پیدا فرماویگا جو خالص اُسی کی عبادت کرین۔ اللہم صل علی سیدنا محمد خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم اسقدر رحیم اور رب غفور ارحم الراحمین پس اس اُمت مرحومہ کو مبارک ہو اللھم رب توفنی مومنا والحقنی بعبادک المرسلین والحقنا بعبادک الصالحین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر اللہ تعالے نے اپنا حلم و کرم و کافرون مشرکون کی بےادبی و بدانجام و بجائے قرآن مجید کے انکا وساوس شیطانی قبول کرنا اور اسی دشمن کی اتباع کرنا اور قرآن چھوڑنا اور مومنون کے لیے قرآن پاک مخصوص ہونا فرمایا

وَلَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِظُلْمِھِمْ مَّا تَرَکَ عَلَیْھَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَّلٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰٓی

اور اگر پکڑے اللہ لوگون کو انکی بے انصافی پر نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے انکو ایک

اَجَلٍ مُّسَمًّی ج فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ

وعدہ ٹھہرے تک پھر جب پہونچا انکا وعدہ نہ دیر کرینگے ایک گھڑی اور نہ جلدی اور کرتے ہین اللہ کا

مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ

جو اپنا جی نچاہے اور بتاتی ہین اُن کی زبان جھوٹ کہ اُنکو خوبی ہے آپ ہی ثابت ہوا کہ اُنکو آگ ہے اور وہ

مُّفْرَطُوْنَ ○ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰۤى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ

بڑھائے جاتے ہین قسم اللہ کی ہم نے رسول بھیجے کتنے فرقون مین تجھ سے پہلے پھر سنوارے اُنکے آگے شیطان نے اُن کے کام

وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ وَمَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى

سو وہی رفیق اُنکا ہے آج اور اُنکو دُکھ کی مار ہے اور ہم نے اُتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول سنادے اُنکو جس مین

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

جھگڑ رہے ہین اور سوجھانے کو اور مہر کو اُن لوگون پر جو مانتے ہین

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ یعنے اگر اللہ تعالے حلم سے مہلت نہ دے بلکہ لوگون کے ظلم کرنے پر فوراً مواخذہ فرماوے۔ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ ۔ تو نہ چھوڑے روے زمین پر کوئی جاندار جو زمین پر چلتا ہے ظلم سے مراد یا تو شرک ہے کیونکہ سب سے بڑا اور پورا ظلم وہی ہے یا ہر فعل بد جس سے گنہگار ہوتا ہے۔ حدیث مین ہے کہ اللہ تعالے ظالم کو مہلت دیتا رہتا ہے یہان تک کہ جب اُس کو ماخوذ کرتا ہے تو پھر وہ رہائی نہین پاتا ہے واضح ہو کہ اگر ظالم سے کافر و مشرک مراد ہین اور دابہ سے بھی یہی لوگ اور معنے یہ کہ اگر اللہ تعالے مشرکون کو فوراً ماخوذ کرے تو زمین پر کوئی کافر نہ چھوڑے۔ پس اسکے معنے ظاہر ہین اور شاید کہ دابہ سے ہر جاندار مراد ہو اور بطور مبالغہ ہو کیونکہ روے زمین پر کافر بہت کثرت سے ہین اور آدمی سب مخلوق مین اشرف ہے تو جب سب کافر ہلاک کر دیے گئے تو گویا زمین پر کوئی نہ رہا۔ ولیکن ظاہر یہ ہے کہ ظلم سے شرک مراد ہے اور دابہ سے عام یا ظلم سے بھی عام مراد ہے تو اس صورت مین معنے یہ ہونگے کہ ظالم کی وجہ سے عذاب کرے تو زمین پر کوئی جاندار نہ چھوڑے۔ اس صورت مین شبہہ یہ ہوتا ہے کہ انمین ایسے لوگ بھی ہین کہ جن کا گناہ کچھ نہین ہے تو پھر وے لوگ کیون ہلاک کیے جاوینگے۔ اس کا جواب دو طرح پر ہے اول وہ نظر جو اولیاء الٰہی کو حاصل ہے اور وے کہتے ہین کہ بندہ سے عبادت الٰہی کبھی ٹھیک نہین ادا ہو سکتی کیونکہ وہ سبحانہ تعالے قدیم ہے اور مخلوق حادث ہے اور مترجم کہتا ہو کہ بعضی احادیث اسپر شاہد بھی ہین جیسے قولہ ما عبدناک حق عبادتک حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اے رب ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہوا اور جیسے جنت کے گروہ کو دیدار کے واسطے طلب فرماویگا اور وے بعد کشف حجاب کے عرض کرینگے کہ اے رب اب ہم کو اجازت سجدہ کی ہو کہ ہم نے پہلے ادا نہین کیا۔ اور یہ وہم مت کرو کہ سب گنہگار ٹھہرے اس لیے کہ اللہ تعالے عفو فرماتا ہے اور وسعت سے زائد کسی کو تکلیف نہین دیتا اور اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام و صالحین بندے اللہ تعالے سے استغفار کرتے ہین اور اللہ تعالے نے نیک بندون کی صفات مین سے فرمایا کہ مستغفرین بالاسحار سحر کو استغفار کیا کرتے ہین بالجملہ یہ دعوے ان بزرگون کے نزدیک صحیح نہین کہ کوئی ایسے درجہ پر ہے جسکی نسبت یہ دعوے ہو سکے کہ اسپر کچھ گناہ نہین ہے البتہ یہ ہے کہ اللہ تعالے مواخذہ نہ فرماوے ایسی حالت معصوم بندون کی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب عوام کی سمجھ سے باہر ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالے کے کرم سے جسکا گناہ نہو وہ عذاب سے محفوظ ہوگا اور عیش مین مسرور رہیگا پس جب ظالمون کے ظلم پر مواخذہ ہوا تو اللہ تعالے نے یہ نہین فرمایا کہ سب عذاب مین پڑین بلکہ یہ کہا کہ کسی جاندار کو نہ چھوڑے پس ظالم کو ہلاک کرنا تو انتقام ظلم اور اسکے واسطے عذاب ہے اور ساتھ مین مطیع بے گناہ کا ہلاک ہونا اُسکے لیے رحمت و ثواب ہے اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زندہ رہتا تو زیادہ نیکیان کرتا ولیکن اللہ تعالے نے اسکو اپنے فضل سے سب درجات عطا فرمائے اور یہ اسوجہ سے ہے کہ بعض خاص صورتین ایسی ہین کہ ان مین جب اللہ تعالے کیطرف سے بلا آتی ہے تو گنہگار و بے گناہ سب مبتلا ہو جاتے ہین چنانچہ قولہ تعالے واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ الآیہ کی تفسیر مین تفصیل گذری ہے اور حدیث مین ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے کسی قوم کے حق مین عذاب چاہتا ہے تو عذاب اُن سب کو پہونچ جاتا ہے جو اس قوم مین ہوجود ہون ولیکن قیامت مین گنہگار و بے گناہ ہر ایک اپنی اپنی نیت پر اٹھائے جاوینگے رواہ مسلم اور حدیث

مین ایک لشکر کے حال مین ہے کہ جب بیدا پر پہونچینگے تو اللہ تعالےٰ اُن سب کو زمین مین خسف کردیگا اور فرمایا کہ قیامت مین جو لوگ کہ مجبور کرکے
ساتھ لیے گئے تھے وے اپنی نیتون پر مبعوث ہونگے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ معنے یہ ہین کہ اگر اللہ تعالےٰ حلم نہ فرماوے اور جو کما تے ہین اسکی
وجہ سے مواخذہ کرے تو روے زمین پر کوئی دابہ نہ چھوڑے بلکہ آدمیون کے ہلاک کرنے کے ساتھ سب جاندارون کو ہلاک کردے ولیکن حلم سے اُن کو
ایک وقت تک مہلت دیتا ہے۔ ابو الاحوص سے مروی ہے کہ یہ آیت پڑھکر کہا کہ آدمی کے گناہون کی وجہ سے قریب ہے کہ گوہ کا کیڑا تک ہلاک کیا جاوے
ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیڑا اپنے سوراخ مین بسبب گناہ آدمی کے مرتا نظر آتا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالےٰ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت کی کہ ابوہریرہ نے ایک کو کہتے سنا کہ ظالم کا ظلم فقط اُسی پر پڑتا ہے فرمایا کہ نہین بالقسم ہے اللہ تعالےٰ کی کہ ظالم کے ظلم سے چڑیا اپنے گھونسلے مین
مرجاتی ہے۔ وقال ابن ابی حاتم حدثنا علی بن الحسین انبانا ابو الولید بن عبد الملک ثنا عبد اللہ بن شرحبیل ثنا سلیمان بن عطاء عن سلمۃ بن عبد اللہ عن عم
ابی مشجعۃ بن ربعی عن ابی الدرداء رض قال ذکرنا عند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال ان اللہ لا یؤخر شیئا اذا جاء اجلہ وانما زیادۃ العمر بالذریۃ الصالحۃ
یرزقہا العبد فیدعون لہ من بعدہ فیلحقہ دعاؤہم فی قبرہ فذلک زیادۃ العمر۔ یعنے ابو الدرداء نے کہا کہ ہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے باتین
کین تو آپ نے فرمایا کہ جب چیز کا وقت آجاتا ہے اللہ تعالےٰ اس مین تاخیر نہین فرماتا اور زیادتی عمر مین اسی طرح ہے کہ اولاد صالح اللہ تعالےٰ کسی بندے
کو نصیب کرے جو اُس کے بعد اُس کے حق مین دعا کرین تو اُن کی دعا اُس کو اپنی قبر مین پہونچتی ہے پس یہی اُس کی عمر کی زیادتی ہے بعض تفاسیر مین ہے
کہ ما ترک علیہا من دابۃ۔ اس طرح کہ اُن کو منھ سے سیراب نہ فرماوے یہ قول سعید بن جبیر کا ہے اور سدی نے کہا کہ اُن کے ظلم سے بارش موقوف
کردے جس سے نسل منقطع ہوجاوے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ آدمی کے گناہ سے کیڑا اپنے سوراخ مین معذب ہوتا نظر آتا ہے
اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ زمانہ حضرت نوح علیہ السلام مین ایسا واقع ہوا۔ وَّلٰکِنۡ یُّؤَخِّرُهُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ یعنے اُن کی عمرون
تک جو اللہ تعالےٰ کے علم مین مقرر ہین اُن کو تاخیر دیتا ہے اس مین جو حکمت عظیمہ الٰہیہ ہے وہ اُسی کو معلوم ہے لیکن بہت سی باتین ظاہر ہین اول اُن کو
مہلت معقول۔ دوم انکا عذر دور کردیا۔ سوم اُن کی اولاد مین سے کافر یا موحد جو ہونے والے ہین سب پیدا ہوئے چہارم یہ بھی ہے کہ اہل شرک اپنے
کامون مین غافل مدہوش ہوئے۔ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمۡ پھر جب اُن کی اجل آئی۔ لَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَةً تو مہلت نہین دیے جاوینگے ایک دم
وَّلَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ اور نہ ایک دم اُس سے پہلے ماخوذ ہون خلاصہ یہ کہ جیسے اُن کے واسطے تاخیر اس وقت مقرر سے نہین ہے ویسی تقدیم بھی نہین ہے
اور حکم الٰہی معین و مقرر رہے واضح ہو کہ اسوقت کا آنا ہر ایک کے نزدیک یقینی ہے اور دنیا کی تھوڑی مدت زندہ رہ کر اُس نے مال و متاع گھربار اور
اولاد سب چھوڑ دیا ایسے ہزارون برس کے نشان موجود ہین حالانکہ اس تمام دہر ہزار ہا سال مین سے اُس کا حصہ فقط چند روز تھا پھر یہ خیال نہین
کہ وہان کیا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے انھین کی جنس سے ایسے انبیاء و رسل و صالحین پیدا فرمائے جنھون نے دنیاوی زندگی سے آخرت کا درست
کرنا اُن کو سکھا دیا دکھلا دیا پھر بھی آدمی غافل ہے اور غایت حماقت سے دنیا کو آراستہ کرتا ہے اچھی اچھی چیزون سے حالانکہ ان چیزون کو اللہ تعالےٰ کے
واسطے صدقہ کرتا اور اسی طرح اللہ تعالےٰ کے واسطے ہر ایک فضل و کمال کا مقر ہوتا اور اُس کی پاکی ہر چیز سے جانتا لہٰذا اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَیَجۡعَلُوۡنَ
لِلّٰهِ مَا یَكۡرَهُوۡنَ۔ اور قرار دیتے ہین اللہ تعالےٰ کے لیے وہ جسکو مکروہ جانتے ہین یعنی مثلاً لڑکیان اپنے واسطے مکروہ جانتے ہین مگر اُن کو اللہ تعالےٰ کی طرف
منسوب کرتے ہین شرک سے آپ بچتے ہین اور اللہ تعالےٰ کا شریک بناتے ہین اور اپنے غلام کی اہانت کو اپنی اہانت سمجھتے ہین اور اللہ تعالےٰ کے رسولون کی
اہانت کرتے ہین اور اشیاء مین سے جسکو رکھنا پسند نہین کرتے ہین اُن کو اللہ تعالےٰ کے واسطے قرار دیتے ہین۔ وَتَصِفُ اَلۡسِنَتُهُمُ الۡكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ
الۡحُسۡنٰی۔ اور بیان کرتے ہین اُن کی زبانین جھوٹ کہ اُن کے واسطے بڑی خوبی ہے مثلاً اپنے واسطے بیٹا قرار دیتے ہین اور ہر ایک خوبصورت چیز کو اپنے واسطے
ٹھہراتے ہین حالانکہ سب اللہ تعالےٰ کی مخلوق ہے یہی معنے مجاہد و قتادہ سے مروی ہین۔ زجاج رح نے کہا کہ باوجود اپنے قبیح اعمال کے اپنے واسطے خوبی کا
دعوے ہے یعنے جنت کا جیسے قولہ ولئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنیٰ۔ یعنے اگر مین لوٹایا گیا طرف اپنے رب کے تو میرے لیے اُسکے پاس بہت خوبی ہوگی

مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت بطریق فرض و شک کے ہے جیسا کہ کلمہ لئن دلالت کرتا ہے اور اُس کا مقصود اُس کی تحقیق نہیں ہے اور یہاں جو کلام
ہے وہ بطریق تحقیق ہے اور مشرکین آخرت و جنت کا اقرار نہیں کرتے تھے پس اصح قول اول ہے ولیکن شیخ ابن جریر رح نے اُس کو ذکر کیا اور شیخ ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہی صحیح ہے اور حاصل تقریر شیخ رح یہ ہے کہ ان مشرکون نے بدکاریوں شرک وغیرہ کے ساتھ جنت و خوبی کی تمنا کی اس طرح
کہ اپنے افعال کو ایسا اچھا سمجھا جسکے عوض اُن کو ایسا ثواب و بدلا ملے اور یہ محال ہے چنانچہ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تعالےٰ نے مغازی مین ذکر کیا کہ جب لوگون
نے عمارت خانہ کعبہ کو اس نیت سے توڑا کہ اُس کو دوبارہ بناوین تو نیو مین سے ایک پتھر نکلا جسپر کلام حکمت و نصائح لکھے تھے ازانجملہ یہ تھا کہ تم بدکاریان
کرو اور تم کو نیک بدلا دیا جاوے ہان ایسے جیسے کوئی شخص خاردار درخت لگاوے اور اُس سے انگور کے پھل کھاوے۔ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ
لا بد اُن کے واسطے آگ ہے۔ یعنے جزائے کردار بد اُن کے لیے جہنم ہے۔ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ اور وے بھلائے ہوئے ہین۔ مجاہد و سعید بن جبیر و قتادہ وغیرہم
نے کہا یعنے جہنم مین بھلائے ہوئے ضائع چھوڑے جاوینگے کما قال تعالےٰ فالیوم ننساهم کما نسوا لقاء یومهم هذا آج ہم اُن کو بھلا دینگے یعنے ایسے چھوڑ دینگے
عذاب جہنم مین جیسے کوئی کسی شخص کو بھول جاتا ہے جیسے اُنھون نے بھلایا تھا اپنا ملنا آج کے دن کا۔ یہ معنے بنا بر قراءۃ مفرطون بفتح الراء بقراءۃ حفص رح ہے
اور یہی معنے ابو عبیدہ و ابن الاعرابی و کسائی و فراء رح علماء بیان نے ذکر کیے ہین پس ماخوذ از افراط ہوا اور عرب بولتے ہین افرطت فلانا خلفی یعنی مین نے
فلان کو اپنے پیچھے ڈالدیا اور بھول گیا۔ قتادہ رح سے یہ بھی مروی ہے کہ مفرطون یعنے جلدی سے لیجائے جاوینگے اور مقدم کردیے جاوینگے آگ کیطرف
اس تقدیر پر ماخوذ ہوگا افراط یعنے آگے بھیجنا منزل پر جیسے عرب بولتے ہین کہ افرطتہ یعنے فلان شخص کو ہم نے آگے بھیجدیا کہ منزل پر پانی تلاش کرے۔ پس
یہان مراد فقط جلدی سے مقدم کرکے اُن کے ٹھکانے جہنم مین بھیجدینا لیا گیا۔ اور یہی حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے اور اسی معنے مین ہے حدیث
انا فرطکم علی الحوض یعنے اپنی اُمت مرحومہ سے فرمایا کہ مین تمھارے لیے حوض کوثر پر آگے پہونچ رہنے والا ہون۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ
قتادہ رحمہ اللہ تعالےٰ کے دونون قول مین کچھ منافاۃ نہین ہے اس لیے کہ کافرون مشرکون کا یہی حال ہوگا کہ اُن کو جلدی کرکے ملائکہ بحکم الٰہی عز و جل
اُن کے مقام دائمی جہنم مین پہونچا دینگے پھر وہان ایسے چھوڑ دیے جاوینگے جیسے کوئی بھولا ہوا ضائع چھوڑا جاتا ہے۔ اور بھلائے جانے سے مراد یہ ہے کہ جہنم
مین یہ لوگ ہمیشہ پڑے رہینگے۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ ابن مسعود و ابن عباس کی قراءت مین مفرطون بکسر الراء ہے یعنے ضائع کرنے والے یعنے اُنھون نے
اللہ تعالےٰ کے حدود کو ضائع کیا اور اُس کی توحید و طاعت چھوڑ کر شرک و کفر و معاصی اختیار کیے۔ اور بعض قراءۃ مین مفرطون بتشدید الراء المکسورۃ ہے
اپنے واجبات مین تفریط و ضائع کرنے والے اور قراءۃ اول مشہور متواتر ہے اور مآل معنے سب کے قریب قریب ہین۔ پھر چونکہ آنحضرت صلعم کو اپنی قوم سے
ایذا پہونچی اور باوجود اس قدر ظہور دلائل کے اُن کے جھٹلانے سے گھبراتے یہ دیکھکر کہ سب لوگ جہنم کی طرف دوڑتے ہین تو اللہ تعالےٰ نے تسلی فرمائی بقولہ
تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ۔ قسم ہے وحدہ لا شریک کی کہ ہم نے بھیجا تھا اگلی اُمتون پر تجھ سے پہلے یعنے رسولون کو مع ظاہر معجزات
و آیات بینات کے پس اُنھون نے اپنے رسولون کے ساتھ ایسا ہی کیا اور اُن کو جھٹلایا اور اپنے ہی اعمال شرک کو اچھا سمجھے۔ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ
اَعْمَالَهُمْ پس آراستہ کر دکھلایا اُن کو شیطان نے اُن کے اعمال کو۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے شیطان کو اُنپر مسلط کیا اور اصل مین زینت پیدا کر دینا اللہ تعالےٰ
کی شان ہے مگر شیطان کو وسوسہ کی قدرت دینا اور تسلط دینا اُسی کی قدرت سے ہے بلکہ اُنھون نے شیطان کی پیروی کی اور اُس کا وسوسہ
قبول کیا۔ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ سو وہی اُن کا ولی ہوگا آج کے روز یعنے ناصر و مددگار و متولی اُن کے امور کا اور قرین آج کے روز وہی ہوگا چونکہ شیطان
خود ملعون ہے اور ہمیشہ جہنم مین ہوگا تو اُس کی پیروی کرنے والے اور مطیع اور جن کا وہ سردار و ولی ہو سب اُس کے ساتھ مطرود ہونگے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ
اور اُن سب کے لیے عذاب دردناک ہے۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اور نہین اُتارا ہم نے یہ قرآن پاک تجھ پر کسی حال مین کسی غرض سے اِلَّا
لِتُبَيِّنَ لَهُمُ مگر اس واسطے کہ تو بیان کردے صاف صاف ایسے لوگون کے لیے۔ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ وہ بات جسمین اُنھون نے اختلاف کیا
یعنے شرک کو باطل بیان کردے اور توحید کو حق بتلادے اور فقط حیات دنیاوی و شہوات کو باطل اور دار آخرت و معاد و جزا و سزا کو حق بیان کردے

وَّهُدًى ۔ اور اس واسطے کہ قرآن مجید ہدایت ہو۔ وَّرَحْمَةً اور رحمت ہو۔ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ایسی قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔ یعنے اللہ تعالیٰ عزوجل کی شان پاک و اسرار معارف و آیات سے قلوب مومنین کو بشارت و فرحت ہوتی ہے اور دل سے مواقع شیطان سے اجتناب کر کے اپنے رب کیواسطے خشوع و خضوع کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عین رحمت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عموماً سب کو آیات خلقت و نشانات وحدت کی طرف متوجہ فرمایا۔

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

اور اللہ نے اُتارا آسمان سے پانی پھر اُس سے جلایا زمین کو اُسکے مرے پیچھے اس میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو

ع ۵ يَّسْمَعُوْنَ ۝ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا

سنتے ہیں اور تم کو چوپایوں میں بوجھ کی جگہ ہے پلاتے ہیں تم کو اسکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو کے بیچ میں سے

خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا

دودھ ستھرا رچتا پینے والوں کو اور میووں سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہو اس سے نشہ اور روزی

حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

خاصی اسمیں پتا ہے ان لوگوں کو جو بوجھتے ہیں

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اُتارا۔ سما سے بعض نے کہا کہ سحاب مراد ہے اور بعض نے کہا کہ اوپر کی بلندی مراد ہے اور یہ دونوں معنے قریب ہیں اور ظاہر میں عام فہم ہیں اور بعض نے کہا کہ آسمان سے اُتارا اور اس میں اسرار ہیں اور اس صورت میں کہ آسمان مراد ہو تب بھی سحاب سے اُترنا صحیح ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار اس عالم میں ایسے طور پر جاری ہیں کہ لوگ اپنی نگاہ ظاہری سے ایک حد تک ادراک کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی برستا ہے لیکن نجومی اُسکے واسطے اندازہ مقرر کرتا ہے اور کواکب کی تاثیرات کا قائل ہوتا ہے اور جو شخص کہ فن طبعیات میں کلام کرتا ہے وہ بخارات کی پیدائش و اجتماع و سردی پانے سے بارش کا قائل ہوتا ہے۔ اور تفصیل اُس کی سابق میں گذر چکی ہے۔ حاصل یہ کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو اُتارا جس سے مومنوں کے قلوب میں ہدایت و رحمت کے گل بوٹے و پھلدار میوہ دار درخت طاعت اُگکے اور وے زندہ ہوئے اسی طرح اللہ تعالیٰ عزوجل نے آسمان سے مینھ نازل فرمایا۔ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۔ پس اس مینھ سے زمین کو بعد خشک و مردہ ہو جانے کے زندہ فرمایا پھر ایک زمین میں جداگانہ اثر ظاہر ہوا بعض میں میوہ جات کشمش و منقے وغیرہ پیدا ہوئے اور بعض میں زراعت وغیرہ پیدا ہوئی اور بعض قطعات میں ہری بھری گھاس ہی اُگی اور بعض ایسے کہ اُس نے پانی ہی بھر لیا جس سے آدمی و جانور و کھیتی سیراب ہوئی اور بعض ایسے منحوس تھے کہ اُس میں کچھ بھی نہیں ہوا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۔ یعنے اُس میں اللہ تعالیٰ کے دلائل قدرت و حکمت و توحید کی نشانی ایسی قوم کے لیے ہے جو دل کے کانوں سے سنتی ہیں۔ اس میں ضرورت ہے کہ کسی قدر قلب سلیم کے ساتھ ہوا ور جو شخص سمجھ دار اُس سے بیان کرے وہ کان دھر کر سنتا اور غور سے اللہ تعالیٰ کی توحید و قدرت کو دیکھتا اور یقین کرے۔ اور اسرار ان آیات کو دیکھتا جاوے اور اندھے بہروں کی طرح گذرتا چلا جاوے۔ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۔ یعنے انعام چوپایہ گائے بکری بھیڑ اونٹ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی شان قدرت کو غور کرے تو اُسکو عبرت و نصیحت حاصل ہو کیونکہ انعام میں عبرت موجود ہے از انجملہ جو بیان فرمایا۔ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ یعنے اُس کے ظاہری جسم کے اندر سے ہم تم کو پلاتے ہیں یعنے ایسی چیز پیدا کر دیتے ہیں کہ تم اُس کو پیو۔ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا ۔ درمیان میں فرث و خون کے دودھ خالص یعنی غذا اُسکے پیٹ میں جا کر فرث و خون کے درمیان میں دودھ ہوتی ہے بیضاوی میں ہے کہ اوجھ کے اندر کھائی ہوئی چیز میں بعض قسم کی ہضم کے بعد فرث ہوتی ہیں اور جسم کہتا ہے کہ بعض نے وہم کیا کہ دودھ کی پیدائش اور خون کی پیدائش معدہ میں ہوتی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں کچھ دلالت اس پر نہیں ہے کیونکہ بطون اُسکے اندر کا جسم ہے پس یوں ہوا کہ غذا کھانے سے معدہ کے اندر معدہ کے انضمام سے منضم ہوئی اور صاف حصہ اُس کا جگر میں گیا اور باقی فرث رہا

اور یہ فرث بھی ایسے اجزاء سے ملا ہوا رہا کہ معدہ کی تقویت کے واسطے جو کچھ ضرورت ہے وہ بھی جسقدر رہ گئی اُس میں سے پیدا ہوئی اور باقی بالکل پھوک
بذریعہ آنتوں کے نکل کر روث ہوا اور جگر سے انضمام دوسرا ہوا جس سے خون اور فرث کے درمیان میں یعنی بیچ کے مرتبہ میں دودھ رہا تو دودھ اصل میں خام
خون ہے اور یہ قدرت ہے کہ تھنوں کے انضمام سے سفید ہوا اور باقی حصّہ خون ہو کر اعضا کے جسم میں کام آیا۔ غرضکہ طبیبوں کی تحقیق اس سے مخالف
نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اوجھ میں سے نیچے فرث ہوتا ہے اور اوپر خون ہوتا ہے اور درمیان میں دودھ ہوتا ہے پس خون تو رگوں کی راہ سے جسم میں
جاتا ہے اور دودھ تھنوں کی راہ سے آتا ہے اور رنگ دونوں کا بدلا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ جل شانہ کی حکمت کاملہ سے یہ ایک ظاہری شان ہے
کہ کس طرح ایسی خوبی سے دودھ پیدا کیا جسمیں کچھ میل کسی نجاست کا نہیں بالکل خالص ہوتا ہے۔ سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ پینے والوں کے گلے سے اچھی
طرح اُترتا ہے۔ اُن کو بہت خوشگوار غذا ہے نہ حلق میں پھنسے اور نہ اُس کے مزہ سے دل اُکتاوے اور بدن کو قوت دے اور پیٹ پر بوجھ نہ ہو۔ اطبا نے
اتفاق کیا ہے کہ دودھ نہایت عمدہ غذا ہے۔ واضح ہو کہ تفسیر شیخ امام ابن کثیر کی تلخیص یہ ہے کہ قولہ نسقیکم مما فی بطونہ ضمیر مذکر یہاں نعم کے معنے کیطرف
راجع ہے اگرچہ انعام جمع ہے یعنے مما فی بطن ہذا الحیوان۔ اور دوسری آیت میں مما فی بطونہا آیا ہے یعنے لفظ انعام کی طرف راجع ہے اور دونوں جائز
ہیں۔ اقول سیبویہ نے کہا کہ زبان عرب میں انعام کی طرف ضمیر واحد جاری ہوتی ہے۔ زجاج نے کہا کہ ضمیر مذکر و مؤنث دونوں کا راجع کرنا انعام
کی طرف روا ہے جیسے ہی انعام اور ہو انعام۔ کسائی نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ مما فی بطون ما ذکرنا۔ یعنے ضمیر راجع بمذکور ہے اور فرا رحمہ اللہ تعالےٰ نے
کہا کہ یہی صواب ہے اور یہ بھی مروی ہے کہ انعام و نعم ایک ہیں کبھی مذکر و کبھی مؤنث بولے جاتے ہیں اور ابن العربی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ پس
شیخ نے لکھا کہ قولہ من بین فرث و دم لبنا خالصًا یعنے حیوان مذکور یعنے اُس کی مادہ کے باطن میں دودھ جُدا خالص ہو جاتا ہے خون سے از راہ سپیدی
و مزہ کے پس اُن میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر جاتا ہے یہ اس طرح ہوتا ہے کہ جب غذا معدہ میں پختہ ہو جاتی ہے تو اس میں سے ایک حصہ تو عروق کیجانب
جاتا ہے اور وہ خون ہے اور دودھ تھنوں کی طرف جاتا ہے اور پیشاب مثانہ کی طرف جاتا ہے اور لید مخرج کی طرف جاتی ہے اور اُن میں سے کوئی
دوسرے سے بعد جدا ہونے کی مخلوط نہیں ہوتی ہے۔ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہ خبر مقدم
ہے اور قولہ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا مبتدا ہے یعنے اتخذ ... دلالت کرتا ہے ...
... ہوئے اور خرما و انگوروں کے پھلوں میں سے وہ ہے کہ تم اُس سے بناتے ہو سکر اور رزق خوب۔
اقول اس میں کلمہ من بیانیہ ہے علاوہ اس کے خرما و انگور کی سب قسم سے سکر و رزق حسن بناتے ہیں اس میں بعض کی خصوصیت نہیں ہے اور مقام امتنان
میں عام ہونا ابلغ ہے تبعیض سے بعض رہ جاتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ بعض نے کہا کہ بعد مبتدا کے خبر محذوف ہے اور تتخذون حال ہے یعنے ثمرات
نخیل و اعناب میں سے تم کو البتہ عبرت ہے درحالیکہ تم اُس سے بناتے ہو الخ و لیکن پوشیدہ نہیں کہ علاوہ اعتراض مذکورہ کے ثمر کی خصوصیت نہیں
اور زمخشری نے کشاف میں اس کو نسقیکم کی تقدیر میں قرار دیا یعنے تم کو پلاتے ہیں ثمرات نخیل و اعناب سے و علیٰ ہذا تتخذون بیان ہوگا جو چیز پلائی جاتی
ہے اور اسی کو ایک جماعت نے وجہ وجیہ سمجھا ہے اور یہی احسن ہے لیکن اس صورت میں سکر سے اگر مسکر و شراب مراد ہے تو استقرار منسوخ ہوگا بدین دلیل کہ
یہ سورۃ مکیہ ہے اور تحریم الخمر مدینہ میں نازل ہوئی ہے اور اگر سکر سے وہ مراد ہے جو لذیذ ہو اور اُس کا عطف تفسیری رزق حسن ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا
مذہب ہے تو کچھ اشکال نہیں ہے اور مراد شیرہ انگور و نبیذ تمر و مانند اسکے ہیں۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ دودھ کے سائغ و خوشگوار ہونے کے
بعد دوسرے شربت بیان فرمائے خرما و انگور کے پھلوں کے اور جو اُن سے بنایا کرتے تھے قبل اس کے کہ شراب حرام ہو اور تتخذون منہ سکرا۔ دلالت کرتا
کہ قبل حرام ہونے کے شرعًا حلال تھی اسی واسطے اس سے احسان رکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالےٰ کی استدلال کا جواب ہے کہ
اُنھوں نے فرمایا کہ سکر سے اگر شراب مسکر مراد ہو تو لازم آوے کہ اللہ تعالےٰ نے حرام چیز کا احسان رکھا ہے حالانکہ احسان حلال چیز پر ہے نہ حرام سے کما لایخفیٰ
اور حاصل جواب یہ کہ قبل شراب حرام کرنے کے یہ آیت تھی اسوقت حلت تھی تو احسان رکھنا حلال سے ہوا۔ و لیکن میں کہتا ہوں کہ مکیہ و مدنیہ ہونا ضعیف

روایات سے ثابت ہوا ہے تو نسخ بطور ضعف لازم کیا گیا اور جب تک نفس کلام میں بغیر نسخ کے معنے بنتے ہیں اُسوقت تک نسخ کی طرف جانا ضروری نہیں ہے۔ اور بعضے عوام نے کہا کہ یہاں سے سکر کی حلت ثابت ہوتی ہے ولیکن ہم احادیث کثیرہ پیش کر کے حنفیہ کا قول رد کرتے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بانگ جاہلانہ ہے اس لیے کہ اول تو یہ نسخ کا دعوی ہے اور وہی اشکال وارد ہے جو اوپر مذکور ہوا دوم یہ کہ جو احادیث لاتا ہے سب آحاد ہیں و قطعیات متواترہ کا مقابلہ آحاد سے اس طرح نہیں روا ہے کہ اُس کو نسخ کر دیا جاوے اور اس سے یہ وہم نہ ہو کہ احادیث کو رد کیا جاتا ہے نعوذ باللہ من ذلک بلکہ اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ حدیث ہے تو ایک حدیث کافی ہے کثرت کی ضرورت نہیں مگر تامل اسی میں ہے کہ آیا حدیث ہے یا راوی کی فہم یا کسی وجہ سے اٹکل محل تامل تو نہیں ہے۔ علاوہ اس کے جب نسخ کا قائل ہونا چاہیے کہ آیت و احادیث میں تعارض اور وجہ سے دفع نہ ہو اور یہاں سکر حلال پینے سے دفع ہے فافہم۔ پھر واضح ہو کہ مشہور قول امام ابوحنیفہ کا یہ ہے کہ خمر فقط انگور سے ہے اور باقی شرابیں خمر کے مساوی نہیں ہیں اور فقہاء حنفیہ نے اس کو نقل کیا اور اس میں امام ابویوسف و امام محمد کا اختلاف بھی لکھا ہے۔ اب میں کہتا ہوں کہ اس کے بعد شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ آیت میں دلالت ہے کہ جو سکر کہ انگور سے بنائی جاوے وہ اور جو خرما سے بنائی جاوے دونوں برابر ہیں یعنے دونوں یکسان حرام ہیں جیسا کہ امام مالک و شافعی و احمد و جمہور علماء کا مذہب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اس تقدیر پر ہے کہ سکر سے مسکر مراد لیا جاوے اور بعد تسلیم اس امر کے کہ مسکر مراد ہے میں کہتا ہوں کہ شیخ کے استدلال میں تامل ہے اس لیے کہ آیت تو اس بیان کے لیے ہے کہ ان دونوں کی پھلوں سے تم لوگ سکر بناتے ہو جیسے کہا جاوے کہ مچھلی کے گوشت و بکری کے گوشت دونوں سے کباب بناتے ہو پھر اس سے یہ استدلال کرنا کہ دونوں کا حال یکسان ہے بعید ہے تو مساوات ثابت نہیں ہوتی۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ مسئلہ دوسرا ہے کہ آیا خمر فقط انگوری شراب حرام ہے یا دیگر شرابیں مسکر بھی خمر ہیں تو امام ابوحنیفہ رح کا قول یہ ہے کہ سب مسکر حرام ہیں لیکن خمر شراب انگوری قطعی حرام ہے اور باقی مسکرات اس کے ساتھ لاحق ہیں اور اُن کا مرتبہ مکروہ تحریمی کا ہے غایت یہ ہے کہ عادت علماء میں اُن کے قول پر کلام ہو و لیکن مکروہ تحریمی حق حرمت میں مثل حرام کے ہے جیسے واجب بمنزلہ فرض ہے صرف اعتقاد کا فرق ہے۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے یہ قول صحیح ہو جاوے اور فقہاء متاخرین کا قول اس کے ثبوت میں محل تردد ہے پھر مذہب حنفیہ میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ خمر انگوری و دیگر شرابیں سب حرام ہیں اور اسی پر فتوی ہے اور اسی طرح جو حدیث میں ہے کہ جو و شہد و اناج وغیرہ کی سب شرابیں حرام ہیں مذہب حنفیہ اس کا پابند ہے اور جس میں سے کثیر سے نشہ ہو اس کا قلیل بھی حرام ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سکر وہ ہے جو ان دونوں کے پھلوں سے حرام کی گئی ہے یعنے پھلوں سے بنائی ہوئی شراب وغیرہ حرام اور رزق حسن وہ ہے جو حلال رہے یعنے چھوہارے و مویز اور جو ان سے بنائی جاوے مثل حلال اور دو شاب اور سرکہ و نبیذ یعنے چھوہارے پانی میں بھگو کے ہوتے کا پانی جب تک اس میں جوش و گاڑھا پن نہ آوے جیسا کہ حدیث میں اس کا استعمال اسی بیان سے آیا ہے مترجم کہتا ہے بعضے لوگوں نے اس مقام پر لکھا کہ جماعت علماء حنفیہ نے سکر کے معنے یہ لیے کہ جو شربت مسکر نہ ہوں اور جس کا دو تہائی حصہ پکا کر اُڑا دیا گیا ہوا اور وجہ یہ بیان کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایسی چیز سے احسان رکھتا ہے جو انپر حلال فرمائیں اور اس سے نہیں جو حرام فرمائی ہیں۔ پھر اس شخص نے لکھا کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ خمر حرام کرنے سے پہلے اس آیت کا نزول ہوا تو بھی یہ قول احادیث متواترہ صحیحہ سے مردود ہے انتہی مترجما مترجم کہتا ہے کہ اس کلام میں کون سی چیز احادیث متواترہ سے مردود ہونے کے لائق ہے سوائے تعصب اس شخص کے اور یہ دیکھو کہ حدیث متواتر کے مثال میں علماء کو کرد دیا ہے اور یہ شخص حدیثیں متواتر بیان کرتا ہے ایسے موقع پر فافہم اور واضح ہو کہ ابو عبیدہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ السکر الطعم یعنے سکر بمعنے طعم ہے اور ابن جریر رح نے اسی کو ترجیح دی اور فرمایا کہ سکر وہ ہے جو طعام میں سے کھایا جاوے اور چھوہارے و انگور کے پھلوں سے جس کا پینا حلال ہو اور یہی رزق حسن ہے تو سکرا و رزقا حسنا میں لفظ دونوں مختلف ہیں اور معنے دونوں کے ایک ہیں جیسے قولہ تعالیٰ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ میں بث و حزن کے معنے واحد ہیں انتہی مترجما علی ما نقلہ ابن الجوزی اور مترجم کہتا ہے کہ ابو عبیدہ و ابن جریر کا قول اس لغت کی تفسیر میں مقبول ہوگا اگرچہ بعض لوگ اس کو نہ پہچانیں فافہم۔ پھر واضح ہو کہ خمر وہ ہے جو

خمار عقل ہو یعنے عقل کو خمار میں ڈالدے پس جو لوگ کہ خمر سے پرہیز کریں وہ اہل عقل ہیں اور اوپر کی تفسیر سے معلوم ہوا کہ خصوص بقول حنفیہ نخیل واعناب
سے اہل ایمان وہی کھاتے ہیں جو حلال ہو نہ حرام تو مناسب ہوا ختم اس آیت کا بقولہ تعالےٰ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ۔ اس بیان مذکور
میں بیشک نشانی ہے رب تبارک وتعالےٰ کی وحدانیت وقدرت کی ایسی قوم کے واسطے جو عقل رکھتی ہیں شراب مسکر نہیں پیتے اور نہ شراب غفلت وشرک
سے مدہوش ہیں ۔ اور بنابر اس قول کے کہ سکر سے مراد مسکر ہے تو جاننا چاہیئے کہ اس آیت میں مکہ ہی سے اشارہ کر دیا گیا تھا کہ اس اُمت پر شراب حرام ہوگی
اگرچہ حکم پیچھے آیا کیونکہ خمر سے عقل مخمور ہوتی ہے تو قوم عاقل نہیں رہ سکتی جو شراب پئیں۔ اسی واسطے اللہ تعالےٰ نے اس اُمت پر اُن کی عقلوں کی حفاظت
کے لیے شراب مسکرہ حرام کر دی۔ ف فی اشارات العرائس قولہ تعالےٰ وان لکم فی الانعام لعبرۃ الآیہ۔ واضح ہو کہ حدیث میں ہے کہ شب معراج میں
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر دو پیالے پیش کیے گئے ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا پس آپ نے دودھ اختیار کیا تو آپ سے کہا گیا کہ
فطرت سلیمہ پائی اور اگر شراب اختیار کرتے تو آپ کی اُمت بے عقل گمراہ ہوتی۔ علمار نے دودھ میں محبت الٰہی درمیان ادب وعشق کے جامع صفت مع
فطرت سلیمہ پائی ... صفات کثیرہ کے بیان کی ہیں اور شیخ عارف نے لکھا کہ اس آیت میں عارفین کے لیے جو واقعی اہل عقل ہیں اشارت ہے کہ افعالیات کے اسرار وظہور سے
پاک نظر سے شیر محبت پیتے ہیں اور نازل ظہور ونظورات اور تجلیات صفات کے درمیان اُس کا وجدان ہے اور حصہ اس سے قلوب واسرار وارواح کو
اپنے اپنے مزاج کے موافق بقدر قرب کے ہے یہی اشارت سے ثابت ہے کہ نفس وقلب کے درمیان سے زلال مشاہدہ جو عقول صافیہ میں حاصل ہوتا
ہے ارواح اُس سے پیتی ہیں اور یہی مقامات عبرت ہیں۔ شیخ ابو بکر الوراق رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ چوپاؤں میں عبرت کی نظریں متعدد ہیں
ایک یہ ہو کہ اَنعام اپنے پالنے والوں کے واسطے مطیع ومسخر ہیں اور تو اپنے رب تبارک وتعالےٰ سے سرکش اور ہر بات میں متمرد ہے۔ قولہ ومن ثمرات النخیل
والاعناب الے قولہ رزقاً حسناً ۔ ارواح واسرار کو قلوب وعقل سے شربت محبت حاصل ہوتا ہے اس میں بیہوشی اور فی الجملہ ادب سے تجاوز ہے اور
شربت اُنس حاصل ہوتا ہے جو صفائے انوار فکر سے پیدا ہوتا ہے وہی اُس کی تربیت وجود کے لیے رزق حسن ہے اور یہ دونوں شربت باران تجلی
جمال وجلال سے پیدا ہوتے ہیں اور صفائے وصال سے دونوں کی صفائی ہے جنے اُن کو پیا اُسکو سکر بوجہ شوق کے اور اُنس بجمال پاک بے زوال
حاصل ہوتا ہے قولہ ان فی ذالک لآیۃ لقوم یعقلون۔ ان اشارات ومعارف سے اُسی کو حصہ عبرت ہے جو مغز حقیقت سے وقوف پائے ہیں بلکہ
اللہ تعالےٰ نے اہل عقل کے واسطے خاص اشارات کو تصریح کے ساتھ بیان فرمایا از انجملہ وحی بجانب نحل ہے اور اسی صفت تجلی کے ظہور سے اس
مکھی کے انتظام وخوبی شربت شہد میں آثار ہیں فقال اللہ تعالےٰ عز وجل "شہد کی مکھی"

وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ ۙ﴿۶۸﴾ ثُمَّ

اور حکم بھیجا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنا لے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں چھتریاں ڈالتے ہیں پھر

کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا ؕ یَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِہَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُہٗ فِیۡہِ

کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑی ہیں نکلتی اُن کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے کئی رنگ ہیں اسمیں

شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۶۹﴾

آزار چنگے ہوتے ہیں لوگوں کے اس میں پتا ہے اُن لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں

وَاَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ ۔ اور وحی فرمائی تیرے رب نے نحل کی جانب۔ واضح ہو کہ علمار کے دو قول ہیں ایک یہ کہ وحی مذکور بمعنے الہام ہے
اور دوم یہ کہ قولی ہے مگر ایسے طور پر جو وہاں لائق ہے جس کی ماہیت وکیفیت سے اللہ تعالےٰ واقف ہے اور اللہ تعالےٰ کے خالص بندے بھی
واقف ہو جاتے ہیں۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مراد یہاں وحی سے الہام ہے یعنے بدون کسی سبب ظاہری کے دل میں ایک بات
پیدا کر دینا اور رہنمائی کر دینا۔ اور اس صورت میں قولہ تعالےٰ ۔ اَنِ اتَّخِذِیۡ بمعنے بان اتخذی بتقدیر بار ہوگا یعنے الہام فرمایا نحل کو ساتھ بنا لینے

اور زمخشری وغیرہ نے اُس کو تفسیر قرار دیا یعنے وحی یہ تھی کہ تو بنالے۔ ولیکن ابو عبد اللہ الرازی نے اعتراض کیا کہ ایسا جب قولی نہ ہو بلکہ الہامی ہو تو تفسیری نہین ہوسکتا اور صاحب مغنی نے جواب دیا کہ ازراہ دلالت کے ایسا مین قول کے معنے ہین مگر مراد اس سے الہام ہے۔ خلاصہ یہ کہ مجازاً الہام مراد ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قول دوم پر ایسا، قولی جائز ہے تو یہ اُس کی تفسیر صحیح ہے اور تقدیر کی ضرورت نہین ہے اور واحدی رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ ان جانورون مین اُن کے پیغمبر بھی گزرے ہین اور لکھا کہ ایک جماعت سلف سے یہ قول مروی ہے اور امام رازی رحمہ اللہ تعالے نے کبیر مین اُس کے ساتھ تفصیل ذکر کی اور استدلال معقول بیان کیا کہ چرند وپرند وحشرات کو اللہ تعالے نے "امم امثالکم" آدمیون کے مثل اُمت قرار دیا اور "ان من اُمۃ الا خلا فیہا نذیر" ہر اُمت مین پیغمبر فرمایا تو اُن مین اُن کے پیغمبر ہوئے تو پھر وحی قولی مین اشکال نہین ہے اور کیون نہین جائز ہے کہ جس طرح انسان کو اللہ تعالے نے وحی قولی سمجھنے کی قدرت دی اسی طرح اُن مین بھی ہو اور ہمارا نہ جاننا مستلزم عدم واقعی نہین ہوسکتا جیسے تسبیح جمادات وحیوانات مین کلام مفصل گزرا ہے پس معنے یہ ہوئے کہ تیرے رب نے وحی کی طرف شہد کی مکھی کے یہ کہ تو بنالے۔ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا۔ پہاڑون سے اپنے گھر یعنے اونچے پہاڑون پر جہان مناسب موقع ہے۔ وَّمِنَ الشَّجَرِ۔ اور درختون سے۔ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ۔ اور اُس مین سے جو آدمی اونچا بناتے ہین عریش اونچا مچان وغیرہ اور ظاہرا یہان ہر ایک دیوار وبلندی عمارت کی مراد ہے۔ نحل کے عجائبات مین بعضے حکماے اسلام وفارس نے اچھی تفصیل بیان کی ہے اور جوہری رحمہ اللہ تعالے نے صحاح مین نقل کیا کہ نحل اپنی طبیعت سے اپنے چھتے مین گھریان بشکل مسدس کہ ہر ضلع اُس کا برابر ہوتا ہے بناتی ہین اور اگر مدور یا مربع ہوتے تو اُس مین درمیان مین جگہین خالی رہ جاتین اور مقصود حاصل نہ ہوتا پس اللہ تعالے نے اُس کو وحی فرمائی جس سے اُس نے اسطرح مسدس شکل پر بنائے اور یہ بھی الہام الٰہی کے فیض سے ہے کہ یہ جانور اپنا بادشاہ رکھتے ہین جو سب سے ڈیل ڈول مین بڑا ہوتا ہے اور درجہ بدرجہ چھوٹے حاکم ودربان ہوتے ہین اور سب اُن کی تابعداری کرتے ہین اور ریاست وسیاست کے احکام اُن مین جاری ہوتے ہین ہر ایک اپنے ہی گھر نسلے مین آتی ہے اور سواے نفیس وخوشگوار پھولون وپھلون وغیرہ کے اگر کسی سے ناگوار بدبو پائی گئی تو اُس کو سزا ملتی ہے غرض کہ نہایت انتظام وخوبی سے اُنکا کام جاری ہے۔ واضح ہو کہ باوجود ان تمام باتون کے ان سب کا آدمی کے واسطے پیدا کیا جانا اللہ تعالے کے فضل سے آدمی کی تکریم کے لیے ثابت ہے پھر اللہ تعالے نے اُس کو عجیب حکمت کے واسطے عام اجازت فرمائی بقولہ۔ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ۔ پھر تو ہر قسم کے پھلون سے غذا کھا۔ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا۔ پس چال چل اپنے پروردگار کی راہون مین مطیع ہو کر۔ یہ قول قتادہ وعبد الرحمٰن بن زید سے مروی ہے وعلی ہذا ذللا۔ حال از نحل ہے اور ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ اللہ تعالے نے نحل کو اجازت کھانے کی دی باجازت تقدیری تسخیری کہ ہر قسم کے پھلون سے کھا دے اور وہ راہین چلے جن کو اللہ تعالے نے اُس کے لیے مذلل کر دیا یعنے اُسپر آسان کر دیا ہے چنانچہ بلند پہاڑون ووادی وجنگلون وباغون وغیرہ مین جہان چاہے جاوے پھر ہر ایک اپنے گھونسلے مین واپس آتی ہے کہین نہین بھٹکتی ہے۔ علی ہذا ذللا حال از سُبُل ہے اور کہا کہ یہی قول اظہر ہے اور مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے اس کو صریح بیان فرما دیا ہے۔ ابن جریر نے اسی کو اختیار فرمایا ولیکن کہا کہ دونون قول صحیح ہین۔ ابن زید رحمہ اللہ تعالے نے تصریح بقول اول کی ہے اور کہا کہ یہ یانمانہ قولہ تعالے وذللناہا لہم فمنہا رکوبہم الآیۃ۔ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ لوگ ان مکھیون کے چھتون کو ایک شہر سے دوسرے شہر کو منتقل کر کے لیجاتے ہین اور مکھیان بھی ساتھ ساتھ جاتی ہین۔ یعنے مکھیون کو اللہ تعالے نے مذلل ومسخر ومطیع کر دیا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے یہان ایک روایت غریب لکھی قال ابو یعلی الموصلی حدثنا شیبان بن فروخ حدثنا مسکین بن عبد العزیز عن ابیہ عن انس قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عمر الذباب اربعون یوما والذباب کلہ فی النار الا النحل۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکھی کی عمر چالیس دن کی ہوتی ہے اور مکھی ہر قسم کی دوزخ مین ہے سواے شہد کی مکھی کے۔ مترجم کہتا ہے کہ اسناد اس کی ظاہرا شیخ کے نزدیک قوی ہے کہ کچھ کلام نہین کیا۔ اور مسکین کے والد عبد العزیز ظاہرا عبد العزیز بن صہیب ہین اُن سے ابو داؤد وغیرہ جماعت نے روایت کی اور بعضے حدیث کے یہ مین کہ مکھی منجملہ اُن جانورون کے ہے جن کا وجود جہنم مین ہوگا سواے ایک قسم کے جو نحل یعنے شہد کی مکھی کہلاتی ہے اور شیخ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالے نے بدور السافرہ مین ایک حدیث

روایت کی کہ کل موذ فی النار یعنی ہر موذی جہنم میں ہے اور کہا کہ اس کی اسناد جید صحیح ہے اور علماء نے کہا کہ اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو چیز یا
جو شخص ایذا دینے والی ہو وہ دوزخ میں جائے گی اور دوسرے معنے یہ ہیں کہ ہر موذی چیز جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق فرمائی ہے اُس کا وجود جہنم میں ہوگا
وعلیٰ ہذا مکھی بھی ایسی ہی چیزوں سے ہے جو جہنم میں ہونے کے واسطے مخلوق ہے باستثناء نحل کے۔ اور واضح ہو کہ مکھی و سانپ بچھو وغیرہ جو جہنم میں ہونگے
ممکن ہے کہ وہ بھی اپنی طبیعت سے جہنم کے واسطے ہوں یا عذاب و تعذیب دونوں کے واسطے ہوں نعوذ باللہ من عذاب جہنم۔ بالجملہ حدیث سے شہد کی
مکھی کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی اور کل موذ فی النار سے اُس کا استثنا بھی معلوم ہو گیا اور چالیس روز کی عمر شاید کہ ہر مکھی کے واسطے ہو یا شہد کی مکھی اس سے
بھی مستثنے ہو اور یہ ظاہر ہے اور چالیس روزہ عمر ظاہر اس جنس کی عام طور پر ہو جیسے آدمی کی عام عمر ساٹھ برس اور افراد میں خاصکر تفاوت ہوتا ہے یا یہ ہو
کہ مدینہ یا عرب میں ایسا ہو کیونکہ مقامات کے تفاوت سے آدمی و جانوروں میں فرق ہو جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا نکلتا ہے
ان مکھیوں کے پیٹوں سے۔ شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ شربت جسکے رنگ مختلف ہوتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شراب سے
مراد شہد ہے۔ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مختلف رنگ بوجہ اختلاف اُس کے سن کے ہوتے ہیں یا بسبب فصل و موسم کے۔ خفاجی رحمہ اللہ
تعالیٰ نے لکھا کہ سپید شہد تو جوان مکھی کا اور زرد پوری جوانی کا اور سُرخ بوڑھی کا ہوتا ہے ولیکن پوشیدہ نہیں کہ اس قول پر کوئی دلیل نہیں ہے انتہٰی
مترجم۔ بعض نے کہا کہ یہ اختلاف بوجہ قسم مکھی کے اور جو کھاتی ہیں اُس کے اختلاف سے ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ ایک چھتہ سے ایک ہی رنگ کا
برآمد ہوتا ہے اور دوسرے سے دوسرے رنگ کا پس یہ احتمال بعید ہے کہ سب مکھیوں نے ایک ہی قسم کی غذا کھائی ہو بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہر ملک و اُس کی
پیداوار و رطوبت کے لحاظ سے اور نیز قسم مکھی کے لحاظ سے یہ اختلاف ہو اور اسی پر شیخ ابن کثیر رح نے جزم کیا ہے۔ پھر اُس کے باطن جسم سے شہد کا نکلنا اس
طور پر ہوتا ہے تو شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ موم اپنے پروں سے بناتی ہے اور شہد اپنے مُنہ سے اُگلتی ہے اور دُبر سے بچہ دیتی ہے جمہور مفسرین کا
یہی قول ہے کہ شہد مثل لعاب کے اُس کے مُنہ سے ٹپکتا ہے اور بعض نے کہا کہ اُس کی تھیلی سے نکلتا ہے اور بعض نے کہا کہ کسی بات پر یقین نہیں ہو سکتا ہے
فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔ اس شہد میں لوگوں کے واسطے شفاء ہے جمہور مفسرین کا یہی قول ہے کہ فیہ کی ضمیر شراب مذکور یعنے شہد کی طرف راجع ہے
مجاہد رحمہ اللہ و فراء و ابن کیسان و ایک جماعت علماء نے کہا کہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے یعنے قرآن پاک میں لوگوں کے لیے شفاء ہے شیخ ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ قول فی نفسہ صحیح ہے لیکن اس میں تامل ہے کہ یہاں قرآن مراد ہے اور اس سیاق میں شہد مذکور ہے اور حدیث صدق اللہ و
کذب بطن اخیک۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے الحدیث چنانچہ آتی ہے وہ صریح ہے کہ مراد یہاں شہد ہے۔ اقول
شیخ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کی مراد ظاہر یہ ہے کہ مکھی کی شہد کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہے اور اس میں شفاء رکھنا ممکن ہے اور قرآن پاک خالص
کلام ہے تو وہ سراسر شفاء ہے کقولہ تعالیٰ وننزل من القرآن ما ہو شفاء ورحمۃ للمؤمنین الآیہ۔ غرضکہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس اشارہ پر مبنی
ہے کہ قرآن پاک صفت ہے اور اسی صفت سے یہ فعل ہے جو شہد میں ظاہر ہے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ علیکم بالشفائین العسل
والقرآن۔ تم دو شفاء کو لازم پکڑو شہد کو اور قرآن کو۔ واضح ہو کہ شہد کی شفاء ہونے میں احادیث کثیرہ وارد ہیں ازانجملہ صحیح بخاری شریف میں ابن عباس
رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ فرمایا تین چیزوں میں شفاء ہے پچھنے لگانے میں اور شہد پینے میں اور آگ سے داغ دینے میں مگر میں اپنی اُمت کو داغ سے
منع کرتا ہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ اظہر یہ ہے کہ داغ سے ممانعت تنزیہی ہے ورنہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں مروی ہے قال اکتوی
علی بطنہ سبع کیات یعنی اُس صحابی بزرگ نے اپنے پیٹ پر سات داغ لیے تھے۔ صحیح بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے
آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے بھائی کا پیٹ چلتا ہے فرمایا کہ اُس کو شہد پلا دے اُس نے پلایا پھر آیا اور کہا کہ اُس سے اُس کا پیٹ کا چلنا اور بڑھ گیا
فرمایا پھر جا کر پلا اُس نے پلایا پھر آکر کہا کہ اُس سے اُس کا پیٹ چلنا اور بڑھ گیا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے جھوٹا تیرے بھائی کا پیٹ ہے جا کر
اُس کو شہد پلا اُس نے پلایا پس اچھا ہو گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اعرابی کے دل میں شبہ ہوا کہ شہد سے کہاں شفاء ہوتی ہے تو تنبیہ کر دی کہ اللہ

تعالے کا کلام سچ ہے اور اس میں شفا ہے اور یہ اللہ تعالے نے نہیں فرمایا کہ ایک ہی مرتبہ میں شفا ہوگی یا استطلاق پھر نہ ہوگا کیونکہ استطلاق یہاں
اُس کے حق میں کامل شفا تھا شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ایک عالم نے جو علم طب جانتے تھے فرمایا کہ اس شخص کے پیٹ میں فضلہ
جمع تھا جب اُس نے شہد پلایا تو شہد کی حرارت سے منجمد فضلہ تحلیل ہو کر جلد دفع ہونے لگا اُس سے اُس کو اسہال بڑھا مگر اعرابی نے جانا کہ اُس
مریض کو ضرر ہوا حالانکہ اُس میں اُس کے بھائی کے حق میں نہایت مصلحت تھی پھر اُس کو پلایا تو اچھی طرح سے تحلیل ہو کر دفع ہوا پھر جب سب فضول
دفع ہوگئے تو دست ٹھہر گئے اور اُس کے مزاج معدہ میں صلاحیت ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تندرست ہوگیا صحیحین میں
حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حلوا و شہد اچھا معلوم ہوتا تھا بخاری شریف میں جابر بن
عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں خیر ہو تو پچھنے میں اور شہد کے
گھونٹ میں اور آگ کے داغ میں ہے کہ بیماری سے موافق پڑے اور میں پسند نہیں کرتا کہ داغ لوں۔ رواہ مسلم ایضاً و قد رواہ الامام احمد والطبرانی
باسناد صحیح بنحوہ۔ ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لازم پکڑو دو شفاؤں
شہد و قرآن کو۔ قال الامام ابن کثیر اسنادہ جید تفرد بہ ابن ماجہ مرفوعاً۔ اور ابن جریر نے اُس کو موقوف روایت کیا ہے یعنے صرف حضرت ابن مسعود
رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا۔ پھر لکھا کہ ہم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت پہونچی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص چاہے
کہ شفا حاصل ہو تو اُس کو چاہیے کہ ایک کاغذ میں قرآن مجید کی کوئی آیت لکھے پھر اُس کو مینھ کے پانی سے دھو دے یعنے کسی برتن میں دھو لے پھر
اپنی جورو سے درم مانگے مگر اُس کی خوشی خاطر سے ساتھ لے اور اُس کا شہد خرید کر ملا کر پی جاوے کہ اُس میں کئی وجہ سے شفا ہے اللہ تعالے نے فرمایا
وننزل من القرآن ما ھو شفاء الآیۃ اور فرمایا وانزلنا من السماء ماء مبارکا۔ اور فرمایا فان طبن لکم عن شیء منہ نفسا فکلوہ ھنیئا مریئا۔ اور شہد کے حق میں فرمایا
فیہ شفاء للناس۔ ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ہر مہینہ میں تین روز صبح کو شہد
چاٹ لیا کرے اُس کو بڑا مصیبت بلا سے نہ پہونچیگا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اس کی اسناد میں ایک راوی زبیر بن سعید متروک ہے یعنے
اسناد ضعیف ہے اور ابن ماجہ نے ابی ابن ام حرام سے روایت کی کہ میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تم لازم پکڑو سنا اور سنوت کو
کہ ان دونوں میں ہر بیماری سے شفا ہے سوا سام کے تو عرض کیا گیا کہ سام کیا ہے یا رسول اللہ فرمایا کہ موت۔ عمرو کہتے ہیں کہ ابن ابی عبلہ نے کہا
کہ سنوت شبت ہے اور دوسروں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ سنوت وہ شہد ہے کہ روغن کے کپی میں ہوتا ہے مترجم کہتا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ روغن
رکھنے کے جو کپے ہوتے ہیں اور بظاہر ایسے کپے میں عمدہ رہتا ہوگا۔ اب یہ کلام باقی رہا کہ آیا شہد سے ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے یا خاص بیماریوں سے شفا
ہے تو اول میں اقوال علما نقل کرکے پھر جو میرے نزدیک اس میں ظاہر ہوا ہے لکھونگا واضح ہو کہ ایک جماعت نے فرمایا کہ شفا ہے واسطے عموم ہر مرض کے
اور ہر شخص کے لیے ہے اور دوسرے گروہ نے کہا کہ یہ مخصوص بعض امراض کے واسطے ہے اور اس سے ہر مرض اور ہر شخص کے حق میں عموم نہیں نکلتی ہے اور
لغت عرب کا دستور ہے کہ لفظ عام لاتے ہیں اور اُس سے خاص مقصود ہوتا ہے اور دلیل اس پر یہ ہے کہ شفا نکرہ تحت اثبات ہے اور علما کا اس بات کا
اتفاق ہے کہ نکرہ اثبات کے تحت میں نکرہ سے عموم ثابت نہیں ہوتا اور محققین علمائے اصول بھی اسی طرف گئے ہیں اور اگر کہا جاوے کہ شفا کی تنوین سے
یہ بات ثابت ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ تنکیر سے اس مقام پر تنکیر تعظیم مراد لیجاوے تو بھی اسی قدر ثابت ہوا کہ شفاء عظیم اس میں ہے نہ یہ کہ ہر مرض کے
واسطے پس عموم نہ نکلا اور غایت یہ ہے کہ اکثر امراض سے شفا ہو چنانچہ تجربہ سے ظاہر ہوا کہ تنہا اُس کے استعمال سے اکثر امراض بلغمیہ سے شفا ہوتا ہے اور دیگر ادویہ کے ساتھ ترکیب دینے سے اکثر امراض دیگر میں نافع و مفید ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے کا میلان بظاہر اسی قول دوم کی
جانب ہے چنانچہ اپنی تفسیر میں یہاں صرف اسی قدر لکھا کہ بعض وہ شخص جس نے طب نبوی میں کچھ لکھا ہے کہا کہ اگر آیت میں یوں ہوتا کہ فیہ الشفاء للناس
یعنے شفا نکرہ نہ ہوتا بلکہ الشفاء ہوتا تو وہ ہر مرض کے لیے دوا ہو جاتا و لیکن نکرہ فرمایا تو وہ ہر شخص کے لیے صرف ایسے امراض میں مفید ہے جو سردی

سے ہوں کیونکہ شہد گرم ہے اور دوا اُس کے ضد پر ہوتی ہے انتہٰی مترجماً۔ اور بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول بظاہر قول اول کی طرف مائل ہے چنانچہ لکھا کہ شفاء للناس خواہ تنہا شہد جیسے امراض بلغمیہ میں ہوتا ہے یا دوسری دوا کے ساتھ جیسا سائر امراض میں ہے اس لیے کہ کم ایسے معجون ہیں جس میں شہد جزو نہ ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ سائر سے اگر اُس نے باقی سب امراض لیے تو شفاء عام ہوئی ولیکن پھر اس کا یہ قول کہ کم ایسے معجون ہیں آخر مناسب نہیں ہے۔ اسی واسطے کہا گیا کہ کلام بطریق غالب حال ہے یعنے اکثر امراض میں اُس سے شفاء ہوتی ہے اور نفع اس کا بہ نسبت مضرت کے بہت زیادہ ہے۔ سدی رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ شفاء ان بیماریوں میں جن کی شفاء اس میں ہوتی ہے بعض نے قول اول کی تائید میں کہا کہ شہد جب مسہل ہے تو اعرابی کو اُس کے بھائی کے مرض اسہال میں دینے سے معلوم ہوا کہ شفاء عام ہے ولیکن مترجم کے نزدیک یہ استدلال ضعیف ہے۔ واضح ہو کہ بعضے ملاحدہ و بداعتقاد لوگوں نے زعم کیا کہ حدیث اعرابی خلاف اجماع اطباء واقع ہوئی یعنے بنظر ظاہری بدون معرفت علمی کے ہے اور شیخ خازن رحمہ اللہ تعالیٰ نے اُس کا جواب باصول طبی اسی تفصیل سے ذکر کیا جو ہم نے سابق میں تفسیر شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے اور تمام کلام شیخ جمل نے حاشیہ جلالین میں ذکر کیا ہے اور یہ بھی لکھا کہ ہمارا مقصود اس سے یہ نہیں ہے کہ حدیث کی تصدیق کے لیے ہم طبیبوں کے قول سے تائید چاہیں بلکہ اطباء اگر منکر ہوں تو ہم اُن کو مردود و کافر سمجھینگے انتہٰی مترجماً اور ایک جماعت سلف سے آثار مروی ہیں کہ وے ہر مرض میں شہد سے شفاء چاہتے تھے چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اگر پھوڑے پھنسی کی شکایت ہوتی یا کوئی بیماری ہوتی تو شہد سے علاج کرتے حتے کہ دمل نکلتا تو اُس پر شہد کا لیپ کرتے۔ ابو وجرہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ وے آنکھ میں شہد سے علاج کرتے اور ناک کا علاج و بیماریوں کا علاج شہد سے کرتے تھے جیسا کہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ حق صحیح وہی قول اول ہے کہ شہد تمام بیماریوں میں ہر شخص کے واسطے علاج و شفاء ہے ولیکن طریق علاج ہر مرض و ہر شخص کے لیے جداگانہ ہے اور دلیل اسکے واسطے یہ ہے کہ آیت میں احتمال ہوا کہ نکرہ تحت اثبات سے عموم مراد ہے یا خصوص مقصود ہے کیونکہ یہاں عموم ہونا ضروری نہیں ہوتا بخلاف نکرہ تحت نفی کہ وہ عموم ہوتا ہے ولیکن مثبت میں عموم ہو تو کچھ منافی نہیں ہے پھر ہم نے احادیث و آثار اس قسم کے پائے کہ جن سے معلوم ہوا کہ یہاں عموم مراد ہے از انجملہ حدیث ابی بن ام حرام رضی اللہ عنہ جو ابن ماجہ سے اوپر گذری اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہ اُن میں تصریح ہے کہ ہر بیماری سے دوا ہے تو اب آیت کی توضیح ہو کر یعنے آیت کے عموم پر ہوئے کیونکہ اصول میں یہ بات قرار پائی ہے کہ بیان اگرچہ آحاد روایت سے ہو مگر حکم قرآن ثابت ہوتا ہے نظیر اُس کی مسح الراس ہے کہ چہارم سر کا مسح قطعی فرض مانا گیا حالانکہ آیت مجمل تھی اور بیان حدیث سے ملا تو اب حکم فرضیت کا آیت ہی سے ماخوذ کہلاتا ہے اسی وجہ سے فرضیت کے قائل ہیں اسی طرح یہاں بھی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ جب شہد ہر بیماری کی دوا تھی تو پھر حدیث صحیحین وغیرہ میں پچھنے وغیرہ کے واسطے جو تاکید بعض امراض کے علاج میں مذکور ہے اس کی کیا ضرورت تھی جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اور چیزوں میں شفاء نہ ہو بلکہ شہد میں عام شفاء ہے اور دوسری چیزوں کلونجی و پچھنے و داغ وغیرہ میں خاص ہے اور ممکن ہے کہ ایک شخص کو شہد ایک وقت میسر نہ ہو اور دوسرا علاج میسر ہو بلکہ دونوں میسر ہیں ولیکن دوسری چیز سے علاج سہل الحصول ہے مثلاً خون کا تنقیہ شہد سے دیر میں ممکن ہے اور پچھنے سے آسان ہے یا جیسے شہد سے مادہ شکم دیر میں خارج ہوتا نظر آیا اور بذریعہ تربد یا سنا کے جلد اخراج ممکن ہے تو بدین معنے دوسری چیزوں سے بھی علاج کیا جاوے یا مثلاً شہد سے شفاء ہے اور اگر شہد کے ساتھ اور بھی ملا یا جاوے تو زیادہ آسانی سے اور جلدی سے شفاء ہے جیسے حدیث حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں ہے۔ علاوہ اس کے شہد ہر مرض کی عام دوا ہونے سے یہ لازم نہیں ہے کہ ہر مرض کا طریقہ علاج بھی شہد سے ہر شخص کو معلوم ہو اور نظیر اس کی کالا دانہ یعنے شونیز کا علاج ہے جس کے بارہ میں بھی ہر مرض کی دوا ہونا صحیحین سے مروی ہے حالانکہ ترمذی کی حدیث میں درد شقیقہ کے واسطے اس کا علاج اسکے کھانے کے طریقہ سے نہیں ہے بلکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ سے بطریق سعوط و تحلیل کے اُس کے دانوں کے مختلف تعداد کے مشہور ہے حتے کہ عام دار پر سنکر اس شخص نے اس کے دانہ کھانے سے علاج کیا تھا اور فائدہ نہ ہوا جب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اُس نے بیان کیا

تو آپ نے یہ طریقہ بتلایا پس اس میں صریح دلیل ہے کہ باوجود شفا رہونے کے طریقہ علاج بھی جاننا ضرور ہے ورنہ عام شفا کیسے باوجود طریقہ نہ جاننے سے حصول نہیں ہوتا اور جملہ امراض کے واسطے طریقہ علاج بیان نہیں ہوا ہے اور یہی روایت مذکورہ اسپر دلیل ہے۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث سے یہ مضمون بھی ثابت ہے کہ کثیر تعداد امراض کی ایسی نازل فرمائی جاتی ہے جس کا علاج اطبا نہیں جانتے ہیں پس شہد عام امراض کی دوا نہ ہوا تو جواب یہ ہے کہ علاج تو طریقہ استعمال و دستکاری وغیرہ فعل طبیب ہے تو طریقہ نہ جاننے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوا موجود نہ ہو پس معنے حدیث سے یہ ثابت ہوئے کہ اطبا ان امراض کے واسطے دوا کو اُس طور پر استعمال میں لانا نہیں جانتے جس میں شفا رکھی گئی ہے اور خود حدیث میں مصرح ہے کہ اللہ تعالے نے بیماریاں پیدا فرمائیں اور ہر بیماری کے واسطے دوا پیدا فرمائی ہے۔ یہ صریح ہے کہ لا دوا بیماری نہیں ہے ولیکن اسی حدیث میں تصریح ہے کہ جب اس بیماری کی دوا پہونچ جاتی ہے تو اللہ تعالے کے حکم سے بیمار اچھا ہو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ کبھی بیماری کو دوا نہیں پہونچتی خواہ دوا نہ جاننے سے یا طریقہ اُس کا نہ جاننے سے پس اسی قسم سے شہد ہے کہ اس کی عام شفا میں شک نہیں مگر طریقہ نہیں معلوم بلکہ مختلف اقسام میں سے جس قسم کا استعمال موقع مناسب پر چاہیئے اکثر وہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ تحقیق بطور طب یہ ہے کہ جسم انسانی کی پیدائش خاک سے یہ ترکیب عجیب بقدرت کاملہ آلہیہ واقع ہوئی ہے اور اس کی غذا بھی اللہ تعالے نے اُسی زمین سے مقرر فرمائی ہے اور یہ بھی قدرت خاص ہے کہ اقسام غلہ و میوہ و ترکاریاں ہر ایک کو مختلف منافع کے ساتھ جدا گانہ ترکیب سے اسی زمین سے پیدا کر دیا اور جسم میں اجزائے فلزات سونا چاندی وغیرہ کے مادے بھی ہوتے ہیں اور نباتاتی اجسام میں بھی ہیں اور یہ خاص فنون سے اجسام کے اجزا جدا کرنے سے پہچانے گئے ہیں اور حاذق طبیب اُس کو اچھی طرح سمجھیگا اور عوام کے لیے ایک نظریہ ہے کہ اکثر اقسام تلی کے انڈے جب غور سے ملاحظہ کرو تو اُس میں چاندی سونے کا ملمع نہایت نفیس عجیب قدرت آلہیہ کا ظہور نظر آتا ہے بالجملہ یہ امر محقق ہے۔ پھر انسانی اصناف ہر ملک کے بھی اکثر اسی سرزمین کی آب و ہوا و پیداواری غذا سے متوافق ہوتے ہیں اور اکثر ایک ملک کے آدمی دوسرے ملک کی آب و ہوا و غذا کو برداشت نہیں کرتے پس ترکیب جسمی اس طرفت کی وہیں کے اجزائے خاکی سے خواہ وہ خاک رتیلی ہو یا اُس میں اجزائے طلائی و نقرئی ہوں خواہ دیگر اقسام ہوں مرکب ہوتے ہیں اور وہیں کی پیداوار اس جسم کے تحلیل کو پورا کرتی رہتی ہیں کیونکہ دونوں میں موافقت ہے ولیکن مثلاً ہندوستان کے شمالی حصہ میں آدمیوں و پیداوار کی موافقت ہے اور کسی محنت شاقہ یا کسی سبب سے جسم آدمی کا زیادہ تحلیل ہوا اگرچہ غذا اُس کو دی گئی اُس میں وہ اجزا نہ تھے یا زیادہ نہ تھے جو جسم سے تحلیل ہو گئے ہیں تو پورا نہ ہوگا یا لطافت و کثافت کا فرق ہے اور اس صورت میں اگر ایسی لطیف جامع چیز ہو کہ ہر قسم کے اجزا لطیف کو جس سے لطیف جسم انسانی مرکب ہوا ہے ہر حال میں موافقت کرے اور غذا کے واسطے معین و مصلح ہو تو فوراً فائدہ ہوگا اور اب سمجھ دیکھو کہ شہد ایسی ہی نفیس چیز ہے کہ کہاں ہر قسم کے نباتات و اناج و پھولوں و پھلیوں سے لطافت کے ساتھ اجزا ایسی ہیں جن سے شہد بنتا ہے اور اس میں جملہ اجزا جن کی حاجت ہے موجود ہوتے ہیں مگر دو باتوں کا لحاظ فرض ہے ایک یہ کہ بسا اوقات کم کہ شہد کے اجزا اگر گرمی کے ساتھ چاہیے تو صاف استعمال کرو اور اگر سردی کے ساتھ یا گرمی توڑ کر چاہیے تو جوش دیکر صاف و سرد کر لے کیونکہ جوش دینے سے گرمی اُس کی فرو ہو جاتی ہے جیسا کہ بعض اطبا نے تصریح کی ہے اور دوم یہ کہ اس میں اجزا مختلف ہر قسم کے موجود ہیں اور تم کو ضرورت ہے کہ اس میں فلاں قسم کے اجزا نہ ہوتے کیونکہ اس وقت جسم کی حالت اس کو برداشت نہیں کر سکتی تو اول جسم کی حالت بچا تو پھر شہد سے ایسے اجزا کی قوت توڑنا چاہے تو فوراً فائدہ ہوگا اور ایک تیسری بات کا لحاظ بھی ضروری ہے کہ ملکوں ملکوں کے شہد مختلف ہیں جیسے وہاں کی پیداوار میں اختلاف ہے لیکن جسم جس سرزمین کے خواص سے مرکب ہو اُس کے لیے اُسی قسم کا شہد چاہیئے پس اب تجھے صاف یہ بات معلوم ہوئی کہ شہد کی خوبی جامع ہے لیکن طریقہ علاج و جسم کی شناخت و اقسام شہد میں سے جس قسم کی ضرورت ہے سب کو جاننا چاہیئے ہذا ما سنح لی والحمد للہ رب العالمین

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ۔ البتہ اس تمام مذکور میں ایسی قوم کے لیے نشان قدرت ہے جو فکر کرتے ہیں۔ یعنے اللہ تعالے کی عجائب صنعت و غرائب خلقت میں غور و تامل صحیح کرکے کمال قدرت اور اُسی کی وحدانیت کو عیان و روشن دیکھتے ہیں اور شہد کی مکھی کی پیدائش و اُس کی حرکات بھی

عجیب وغریب نہایت حکمت ومضبوطی کے ساتھ ہیں جو غور سے نظر کرے وہ قطعاً اللہ تعالے کے الہام کا اور اُسی کے خالق علیم قدیر حکیم خبیر ہونے کا اقرار
کریگا اور مترجم نے مختصر طور پر جو تحقیق ظاہری مادیات میں بیان کی ہے اہل عقل جزوی کے واسطے اللہ تعالے کی عجائب صنعت میں غور کرکے
خوشی وسرور بڑھانے والی ہے اور یہیں سے قیاس ہو سکتا ہے کہ اہل عقل کلی کیسے غرائب علوم سے مسرور ہیں وفوق کل ذی علم علیم. ف قال الشیخ
فی العرائس جب اللہ تعالے نے رزق حسن یعنے حلال کو اور وہ رزق کہ جسے ایسی جگہ سے میسر آوے جہاں تیرا گمان نہیں ہے بیان فرمایا تو پھر مواضع حقیقت
کو منازل وحی واختصاص مخلوقات میں جن کو اہل معرفت پہچانتے ہیں بیان کیا بقولہ تعالے واوحی ربک الی النحل الآیہ نحل میں وہ اُس نے اندر مخفیاً
میں جن میں حیات رکھی ہے مواضع خاصہ وحی کو بیان فرمایا کیونکہ اللہ تعالے نے اپنے فیض فضل اور نور صفت ورحمت ذاتی سے ہر ذی روح کو ایک
ایسی جان عطا فرمائی ہے جس سے اُس کی زندگی ہے اور اُسی سے وہ چیز اللہ تعالے کی وحی قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہے اور اسی سے وہ اپنے خالق
عزوجل کو پہچانتی اور مقامات رزق کو جانتی اور اپنے خالق جلشانہ کی عبادت اس طور پر کرتی ہے کہ جو افعال عبودیت کے مناسب ربوبیت میں
بقدر قوت ادا کرتی ہے اور بدون کسی واسطہ کے اپنے رب کی طرف سے الہام قبول کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالے نے سب کو بذات خود الہام فرمایا
ہے کیونکہ یہ سب اُس کے اسرار کے محل ہیں مگر جہان کے عاقل لوگ اس بھید پر مطلع ہونا چاہیں تو کبھی نہیں آگاہ ہو سکتے ہیں سوا اس کے کہ اُس کو
اُسی سے پا دیں پھر بقدر نور الہام کے ان جانداروں سے وہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں جو علم الٰہی میں غیب میں مقدر تھیں اور اسی وحی کو الہام کہتے ہیں
مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالے نے ذی روح جانداروں میں مختلف ارواح رکھی ہیں اور روح کا بھید مخفی ہے اور حیات ہر
ایک کی روح سے ہے اور روح کو قبول فیض از خالق عزوجل ہے اور اسی فیض الہامی سے ہر ایک سے مشیت الٰہی سبحانہ تعالے ایسی چیزیں ظاہر
ہوتی ہیں جن کو اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے یہ کام کیا حالانکہ یہ سب چیزیں جو صادر ہوتی ہیں حقائق ہیں کہ علم غیب الٰہی میں مقدر ہو چکی تھیں فافہم
قال الشیخ پھر الہام کے ساتھ جو وحی ہے اُس کے مراتب ہیں مراتب فعل اور مراتب صفات پس جس شخص کا مشرب کہ الہام افعالی ہے تو جو باتیں
اس سے پیدا ہوتی ہیں اُس کے اقسام بقدر افعال ہوتے ہیں اور جس کا مشرب کہ الہام صفاتی ہے جو اُس سے پیدا ہوں وہ نہایت صاف ونورانی
ہیں. تو نہیں دیکھتا ہے کہ جانداروں میں سے ایک نحل ہے جس کا ثمرہ شہد لطیف ہے جس سے ہر بیمار کی شفا ہے کیونکہ اُس کا الہام مخصوص بصفت ہے
یعنی نحل لہذا اُس کو حکم ہے کہ پاکیزہ درختوں وپھولوں وکلیوں وپھلوں سے لطیف کھاوے اور بلند درختوں وپہاڑوں وعرائش پر اپنا مسکن بنا دے
پس بقدر صفائی وپاکیزگی درختوں وپھولوں کے شہد بھی پاکیزہ ونہایت لطیف ہوتا ہے پس کھانے کا پھل جسقدر زیادہ پاکیزہ ہوگا اسیقدر شہد بھی
بہت پاکیزہ ہوگا. پس حق تعالے نے ارواح کو اسی مثال پر حکم دیا ہے کہ اپنا مسکن دلی وبلند چیزوں سے بہت اونچا رکھے یعنے ذات وصفات کے
پہاڑوں وبلندیوں پر مسکن بناوے اور انوار افعال سے حصہ لے اور مقام حدوث میں مسکن نہ بناوے تا کہ اُس کی علتوں کے ساتھ عادی ہو جاوے
اور اس غبار سے آلودہ نہ ہو چنانچہ حدیث کے اشارہ سے سمجھ دیکھو کہ فرمایا القلوب بین اصبعین من اصابع الرحمن الحدیث یعنے قلوب کا مقام قبضہ قدرت
الٰہیہ ہے پس قلوب وارواح واسرار وعقول کو خالق عزوجل انوار ذات وصفات وافعال میں علیٰ شیرین وخوشگوار کے ساتھ منقلب فرماتا ہے قولہ
ثم کلی من کل الثمرات یعنے انوار ذات وصفات وانوار افعال سے اپنا ثمرہ حاصل کرے جو اُس کے لیے نہایت خوشگوار ہے وقولہ فاسلکی سبل ربک
ذللا اشارہ سے ارواح کو حکم ہے کہ راہ قدم کی ازل وابد وبقا کی فنا ہو کر طے کرے تا کہ اُس کو معرفت غیب حاصل ہو اور وہاں بہار انس سے
معطر ہو اور قدم جلال کی بہار بستان میں سیر کرے. قولہ یخرج من بطونہا شراب مختلف الوانہ الآیہ شربت معرفت بقدم جلال وعزت بقاء وانوار
ذات ہے پس اختلاف الوان بسبب اختلاف دیدار کے ہے کیونکہ ہر صفت سے ایک رنگ علیحدہ ہے جسقدر ہر صفت سے یا جس صفت سے اُس کو
دیدار نصیب ہے ہر ایک کے انوار مختلف ہیں یعنی محبت وعشق وغیرہ ظہور صفات ودیدار سے پیدا ہوتے ہیں اور محبت وعشق وانس وشکر وقبض وبسط و
شوق وغیرہ جا رہ ثمرہ ہر ایک کا رنگ جدا گانہ ہے اور جس شخص کو اُن سے محرومی ہے وہ مریض ہے اور ہر مریض کو انہیں مقامات سے شفا رکھی ہے اور یہ

عسل لطیف جامع ہے کہ رنگ نوری اُس کا از نور حق ہے اور حلاوت از وصل حق ہے پس جب اس شہد سے ان پرندوں کے اندر حصول ہوا تو اُس سے
عبودیت بخشوع وخضوع حاصل ہوتی ہے جو بمنزلہ موم کے ہے اور جب تجلی قدم بصفت محبت نے پرتو دیا تو عسل وموم جدا ہوگئے اور ربوبیت پاک ہے
اور موم عبودیت الگ ہے اور ہر ادب اس میں موجود ہے اور حدیث میں اشارہ ہے کہ ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی۔ یعنے میں اپنے رب کے حضور میں رات
گزارتا ہوں درحالیکہ وہ مجھے کھلاتا و پلاتا ہے مترجم کہتا ہے کہ سبب ورود اس حدیث کا یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پے در پے کئی
روز تک روزہ رکھتے تھے تو بعضے صحابہ رضی اللہ عنہم نے قصد کیا کہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اسی طرح روزے رکھیں پس آپ نے منع فرمایا
انھوں نے جانا کہ ہم پر شفقت کر کے منع کرتے ہیں مگر ہم پہ فضیلت پاویں تو آپ نے متواتر کئی روز تک روزہ رکھا مگر لوگوں سے نہ ہو سکا اور بالکل نیم جان
ہوگئے تب آپ نے یہ حدیث فرمائی کہ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ تم ابھی اس درجہ تک نہیں پہونچے کہ رب عز وجل تم کو کھلا دے پلا دے اور میں اس حال
میں ہوں پس تم اس فعل میں میرے ساتھ مت دوڑو سبحان اللہ تعالے کیا اعلے شان تھی صلے اللہ علیہ وسلم۔ شیخ نے لکھا کہ جس نے ایک قطرہ
اس شربت سے بصفت جذب محبت پی لیا وہ علتہائے (بیماریاں ۱۲) نفسانیہ وامراض شیطانیہ سے پاک ہوگیا اور انوار ربوبیت میں پرورش پا کر آئینہ کے مثل
پاک اور نور سے تندرست ابدی ہوگیا کیونکہ یہ شربت وصال انھیں ہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جنکو دل و جان سے ارادت ہے اور اسکے تن سے عبودیت کا
موم پیدا ہو کر معارف وکرامات سے خاص ہوجاتا ہے اس سے ہر مرید وسالک کو راہ ملتی ہے وقد قال تعالے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
یعنے اے محمد تو ان یہودی ونصرانی ومشرک گمراہوں سے فرما دے کہ اگر تم اللہ تعالے سے محبت چاہتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالے کی محبت اس سے تم کو
حاصل ہوگی۔ شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ الہام سے نحل کو مقام کی دلالت فرمائی اور بتلایا کہ جو اُس کے پیٹ میں آیا اُس کو کہاں رکھے تو
حکم دیا کہ صاف پہاڑ یا بلند درخت پر رکھے کہ خاک ودھول میں نہ ملجاوے پس اس شربت مختلف رنگ میں لوگوں کے واسطے شفا فرمائی۔ یہ شفا جسم
ونفوس کی ہے اور قلوب کی نہیں ہے پس جو شخص کہ اپنے قلب کی اصلاح چاہے وہ پہلے معلوم کرے کہ اوقات شب وروز میں کہاں اُس کو جانا و رہنا چاہئے
دہر حال میں کیا اُس کے قلب پر وارد ہوا اور کس وقت کیا ظہور ہوا پھر اُس کو لے کر تواضع کے ساتھ خلوت اختیار کرے کہ یہ قلب کی غذا ہے اور درجہ کی
غذا اس سے بھی زیادہ لطیف ہے اور وہ یہ ہے کہ حق کا مشاہدہ ہو اور قرآن پاک اسی سے سُنے اور کسی حال میں مخلوقات دو عالم کی طرف التفات
نہ کرے۔ شیخ ابن عطا رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ نحل سے دو چیزیں پیدا فرمائیں دونوں آپس میں ملی ہوئیں جن کا تصفیہ آگ سے ہوتا ہے جب
آگ سے مصفی کی گئیں تو شہد وموم ہوگئیں پس شہد تو خلق کی غذا ہے اور موم جلانے ہی کے کام آتا ہے یوں ہی جس شخص نے اعمال کئے تو ان میں سے جو
خالص اللہ تعالے کے واسطے ہوں وہ تو اللہ تعالے عز وجل کے یہاں بندہ کو اُس کا ثواب ہے اور جو اُس نے شرک وریاکاری سے ملا دیے وہ سوا
جہنم کے اور کسی کام کے نہیں ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید جسم ودرجہ کا تصفیہ اور اوہام واعتقاد کا تصفیہ اسی قیاس پر ہے اور آتش عشق ہر ایک کو
مصفا کر دیتی ہے اور ہر مخلوط جو غیر حق ہو اسی طرح صاف ہوتا ہے واللہ تعالے اعلم۔ شیخ ابو بکر الوراق رحمہ اللہ تعالے نے یہاں ایک لطیف کلام
کہا کہ نحل نے جب حکم مانا اور وہی راہ چلے جس پر اُسے حکم ہوا تھا تو اس کا لعاب تمام مخلوق کے لیے شفا قرار دیا گیا اسی طرح بندہ مومن نے جب حکم مانا اور
اپنے سر باطن کو محفوظ رکھا اور دل سے اپنے رب کی طرف رجوع کیا تو اللہ تعالے اُس کے دیدار و باتوں وخدمت وصحبت کو خلق کے واسطے شفا کر دیتا
جو اُس کو دیکھتا ہے اُس کو اللہ تعالے یاد آتا ہے اور جو اُس کا کلام سُنتا ہے اُس کو نصیحت حاصل ہوتی ہے اور جو اُس کے پاس بیٹھتا ہے وہ نیک بخت ہوجاتا
ہے۔ بعضے بزرگوں نے اس مقام پر ایک لطیفہ فرمایا کہ اللہ تعالے نے عادت کریمہ یوں جاری فرمائی ہے کہ نفیس چیز کو حقیر کے اندر مخفی فرماتا ہے
دیکھو ابریشم کو کیڑوں کے اندر مخفی فرمایا حالانکہ وہ کیڑا بہت ضعیف وحقیر ہوتا ہے اور شہد کو مکھی کے اندر رکھا اور وہ بالکل ضعیف کیڑا ہے اور موتی کو
صدف میں رکھا حالانکہ وہ بدشکل حقیر جانور ہے ایسے ہی پتھر میں لعل وزمرد و سونا و چاندی مخفی کیا اور معرفت وولایت ومحبت کو شکستہ دل ضعیف
مومنین کے دلوں میں مخفی فرمایا حالانکہ اُن میں گنہگار وخطاوار بھی ہوتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ نکتہ لطیف ہے اور اہل جنت فقرا وضعفا ہیں

حالانکہ اہل جہنم مغرور متکبر وبال اور بدکار کفار ہیں اور یہ نمونہ ہے کہ جو لوگ کمال علمی و عملی چاہیں اُن کو لائق ہے کہ مضرات دنیاوی سے پرہیز کریں پھر اللہ تعالےٰ اہادی اللہ تعالےٰ نے عجائب قدرت آلٰہی کو حیوانات چرند و پرند میں بیان کر کے خود انسان کے نفسی عجائب بیان فرمائے بقولہ تعالےٰ۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ۭ

اور اللہ تعالےٰ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو موت دیتا ہے اور کوئی تم میں پہونچتا ہے نکمی عمر کو کہ بھولے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے

اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ

اللہ سب خبر رکھتا ہو قدرت والا اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک سے روزی کی جنکو بڑائی دی نہیں پہونچاتے

رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ جَعَلَ

اپنی روزی انکو جو ان کے ہاتھ کا مال ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہیں کیا اللہ کے فضل سے منکر ہیں اور اللہ نے بنا دیں

لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ

تمکو تمہاری قسم سے عورتیں اور دیے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے اور کھانے کو دیں تمکو ستھری چیزیں

اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝

سو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو نہیں مانتے

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ۔ یعنے پیدا کرنے والا تمہارا اللہ تعالےٰ ہے تم پہلے کچھ نہ تھے پس نظر کرو کہ اللہ تعالےٰ نے تم کو پیدا کیا پھر اب تم ہمیشہ کے واسطے اس گھر میں نہیں ہو۔ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ پھر وہی تم کو وفات دیتا ہے جس کا نمونہ رات کی نیند ہے پھر صبح تم کو زندہ اٹھاتا ہے اسی طرح برابر جاری ہے کہ جسکو پیدا کیا اُس کو اُس کی مقدری عمر ختم ہونے پر وفات دیتا ہے خواہ بچپن میں خواہ جوانی میں خواہ بڑھاپے میں لہذا جس نے عدم سے پیدا کیا وہی وفات سے اپنی طرف لوٹا وے گا یہاں رہنا چند روزہ ہے جسکا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ یعنی تم میں سے وہ ہوتا ہے کہ ارذل عمر تک رکھا جاوے۔ یعنے بری زندگی یہ ہے کہ بوڑھا پھوس ہو جاوے پھر آخر موت ہے ولیکن ایسی زیادہ رذیل و حقیر عمر تک رہنے کی ہوس مت کرو کیونکہ اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا۔ تا کہ نہ جانے بعد جاننے کے کچھ بھی یعنے پہلے اُس کو باتیں معلوم تھیں اور عقل سلامت تھی پھر پھوس بوڑھا ہو کر مثل طفل کے ہو گیا کہ کچھ نہیں جانتا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا یعنے عقل جاتی رہتی ہے اور عالم ہونے کے بعد جاہل ہو جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالےٰ پیدا کر کے مارتا ہے اور پھر جب چاہے زندہ کرتا ہے نیشاپوری رحمہ اللہ تعالےٰ نے اپنی تفسیر میں کہا کہ عقلا اُسکے نزدیک عمر کے چار مرتبے ہیں پہلا مرتبہ سن نمو اور بڑھاور کا جو کہ ابتدا سے اٹھائیس یا تینتیس برس تک ہوتا ہے اور یہی سن شباب و مضبوطی کا ہے دوسرا مرتبہ اُس کے بعد سے چالیس برس تک جو سن وقوف کہلاتا ہے کہ نہ بڑھتا اور نہ گھٹتا ہے مگر عقل اس میں کامل ہو جاتی ہے اور سوم مرتبہ کہولت ہے جو چالیس سال سے ساٹھ برس تک ہے جس میں جسمانی نقصان شروع ہوتا ہے مگر اسقدر ظہور اُس کا نہیں ہوتا کہ افعال میں خبط ہو اور چہارم مرتبہ بڑھاپا و کمزوری ظاہری ہے جو اُس کے بعد آخر عمر تک ہوتا ہے بقول جسکو کہتا ہے کہ اکثر اطبا کے کلام میں بھی مانند اسی کے تقسیم مذکور ہے اور ظاہر اس زمانہ میں ساٹھ برس کا سن بھی مرتبہ کمزوری و بڑھاپا ہے اور یہ سب اکثری حالت کا بیان ہے ورنہ جسمانی ہیئات طاقت و ضعف کے لحاظ سے خاص خاص میں اُسی لحاظ سے اعتبار ہوگا۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ ارذل العمر پچھتر برس ہے۔ ایسا ہی معالم وغیرہ میں بھی مذکور ہے اور قتادہ سے نوّے برس مروی ہیں۔ اور بعض نے اسّی برس بیان کیے ہیں اور شاید معتمد قول اول ہے اور دیگر اقوال باعتبار خاص خاص شخصوں کے ہیں۔ غرضکہ اس سن میں ایسی کیفیت ہو جاتی ہے کہ حواس کے اختلال سے نادانی غالب ہو جاتی ہے اور یہ آیت بجائے قولہ تعالےٰ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ہے۔ یعنے اسفل السافلین سے ارذل عمر مراد ہے اور اس سے

صریح ظاہر ہے کہ آدمی کو زیادہ عمر کی خواہش اسی وقت تک چاہیئے کہ یہ مرتبہ نہ پہونچے اور چاہیئے کہ اپنی جوانی مین عاقبت کے واسطے ذخیرہ
کرے اور حیات دنیاوی کو مستعار ناپائدار جانے۔ امام بخاری رہ نے صحیح مین یہان حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَالْكَسَلِ وَالْهَرَمِ وَاَرْذَلِ الْعُمُرِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَةِ الدَّجَّالِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ۔
یعنے پناہ مانگتے اللہ تعالےٰ سے ایک تو بخل سے یعنے بخیلی کی صفت نہ آوے کیونکہ کبھی ہوتا ہے کہ اول مین بخیل نہ ہو پھر آخر مین بخیل ہو جاوے ۔ جیسے
دوسری حدیث مین آیا ہے کہ جب آدمی بوڑھا ہوتا ہے تو دو چیزین جوان ہو جاتی ہین ایک تو عمر کی ہوس اور ایک مال کی حرص یعنے جس سے بخیلی
پیدا ہو جاتی ہے اور دوم کسل سے کہ جوانی مین با وجود اعتقاد آخرت و سمجھداری کے آدمی کو کسل اسقدر رکھیرتا ہے کہ زاد آخرت نہین پیدا کرتا ہے
اور سوم ہرم یعنے ایسے بڑھاپے سے جو ارذل العمر کو پہونچے و علےٰ ہذا آگے جو ارذل العمر مذکور ہے وہ اسی کی تفسیر ہوگی اور دیگر احادیث مین فقط ہرم
مذکور ہے اور چہارم عذاب قبر سے کہ وہی پہلی منزل آخرت ہے اور پنجم فتنہ دجال سے اور دجال کا فتنہ مثل شیطان کے سخت ہے اور اصلی دجال
اگرچہ ایک ہوگا اور وہ آخر زمانہ مین ہوگا اور سابق مین تحت قولہ تعالےٰ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُھَا لَمْ تَکُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ کَسَبَتْ فِیْٓ اِیْمَانِھَا خَیْرًا الآیہ کی تفصیل
گذر چکی ہے ولیکن اس سے پہلے ایسے دجال قریب تیس کے ہونگے جنکا فتنہ قریب اصل کے ہوگا اور ششم فتنہ محیا و ممات سے اور واضح ہو کہ آدمی کے
لیے اُس کی اولاد اور مال بھی فتنہ ہے لہٰذا چاہیئے کہ بالکل ہر فتنہ سے پناہ نہ مانگے کیونکہ اس صورت مین اولاد و مال بھی نہ دیا جاوے بلکہ ایسے
فتنہ سے جس سے اس کے ایمان کو ضرر ہو سواے اولاد صالح و مال صالح کے یہ دونون آدمی کے لیے نعمت و خیر جاری ہین بالجملہ یہان مقصود یہ کہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارذل عمر سے پناہ مانگی ہے۔ آدمی اس سے پہلے ذخیرہ جمع کر سکتا ہے اور علم و عمل حاصل کر سکتا ہے اور بعد اُس کے
جب اس عمر کو پہونچا تو پھر ہر کام سے عاجز ہو جاتا ہے تو اُس کے لیے آخرت دار نعمت و عیش ہے اور دنیاوی حیات بیکار ہے اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے اس دعا سے تعلیم اُمت کا قصد فرمایا ہے ورنہ آپ پیغمبر افضل الخلق تھے صلے اللہ علیہ وسلم اور پیغمبر کو اللہ تعالےٰ اس حالت کو نہین
پہونچاتا ہے اور واضح ہو کہ امت والون مین سے بھی جو معرفت و نور باطن سے سرفراز ہوا اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اُس کو بھی ببرکت حضرت سید
عالم صلے اللہ علیہ وسلم اس ارذل عمر سے یا اُس کی خرابی سے محفوظ فرماتا ہے چنانچہ عکرمہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ جسنے قرآن پڑھا اُس کو اللہ
تعالےٰ ارذل عمر کو رد نہ کریگا۔ طاؤس رہ سے مروی ہے کہ عالم کبھی خرف نہین ہوتا ہے خرف سے مراد یہی ارذل عمر ہے کہ جس مین خرافت یعنے اختلاط
عقل و اختلال حواس ہو جاتا ہے اور ظاہر وجہ یہ ہے کہ عالم کو نور عقل و مشاہدہ صحیح حاصل ہوا اور نور ایسی چیز نہین ہے جو بوڑھا ہو جاوے اور
یہ سب قدرت الٰہیہ ہے اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ۔ اللہ تعالےٰ علیم ہے اُس کا علم بے انتہا اور بلا اسباب کے ہمیشہ ہر وقت ہر حال مین ہر جگہ یکسان
ہے اور وہی سب قدرت والا ہے جو چاہے پیدا کرے اور جسکو چاہے جس حال پر کردے۔ اس مین مشرکون کو تنبیہ ہے کہ جس چیز وجس خیال سے شرک
کرتے ہین محض جہالت ہے کیونکہ رب تبارک و تعالےٰ مین سب کمال ہین پھر شرک کو کیا مجال ہے پھر اللہ تعالےٰ نے آدمی کے حالات اس درمیان
عمر کے بھی بیان کر دیے کہ سب اُسی کی قدرت سے ہین اور شرک ان مین نہایت جہالت و کمال گمراہی ہے چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰی
بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ۔ اور اللہ عز و جل نے فضیلت دی تم مین سے بعض کو بعض پر رزق مین۔ معنے فضیلت کے یہان زیادتی ہے جیسے حدیث مین آیا افضل
ربوا یعنے بڑھتی سود ہے اور مقصود یہ کہ رزق تم سب کا قبضہ قدرت الٰہی مین ہے وہ بعض کو زیادہ دیتا ہے اور بعض کو کم دیتا ہے اور یہ کسی بندے کے
اختیار مین نہین ہے بقولہ تعالےٰ۔ فَمَا الَّذِیْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّیْ رِزْقِهِمْ عَلٰی مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ۔ پس جن کو رزق مین وسعت دی گئی
وہ رد کرنے والے نہین رزق اپنا اُنپر جو اُن کے ہاتھ و قبضہ مین ہین۔ یعنے اگر زیادتی والے چاہین کہ اپنی جگہ اپنی مملوک کو قائم کرین تو نہین کر سکتے
اور یہ بھی معنے ہین کہ جب رزق ہر ایک مالک و مملوک کا باختیار الٰہی مقدر ہے تو ہر ایک اپنا رزق کھاتا ہے پس جنکو زیادتی دی گئی یعنے آقا اون سے
ممکن نہین کہ جو اُن کا مقدری رزق ہے وہ اپنے مملوک کو دیدین بلکہ ہر ایک اپنا مقدری رزق کھاوینگے۔ فَهُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ۔ تو یہ دونون رزق مین

ہوا بر ہین۔ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غلامون و مملوکون کے حق مین فرمایا کہ تمہارے بھائی ہین ان کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھون کے نیچے کر دیا ہی سو جو تم کھاؤ اُن کو کھلاؤ اور جو پہنو اُن کو پہناؤ اور ایسے کام کا حکم مت دو جو عادت مین اُن کی طاقت سے باہر ہو اور اگر کہو تو خود اُس مین اُن کی مددگاری کرو۔ دوسری حدیث مین ہے کہ الصلوة وماملکت ایمانکم۔ یعنے تاکید جانو کہ تم نماز ٹھیک رکھو اور مملوکون کے ساتھ بھلائی اور نیک برتاؤ کے واسطے میری وصیت لازم پکڑو۔ اس بارہ مین احادیث بہت ہین اور اصل انسان مین آزادی ہے ولیکن فساد و کفر و شرک کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو مملوک کیا اور یہ فائدہ عجیب ہے کہ کفر و شرک کی وجہ سے یہ لوگ مثل جانورون کے ہین تو مزدوری وغیرہ سے کمائین اور اپنے آقا کو جو اللہ تعالیٰ کی بندگی مین مصروف ہے کھلائین اور خود کھائین تاکہ آقا کو تشویش نہ ہو۔ بعض مفسرین نے یہ معنے بیان کیے کہ جنکو رزق وسیع دیا گیا ہے وہ اس مین مملوکون وغیرہ کو شریک اپنا نہین بناتے ہین اور خلاصہ مضمون اُس کا یہ ہے جو ابن عباس رض سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا کہ مشرک لوگ خود ایسے نہین ہین کہ اپنے مال و عورتون مین اپنے غلامون کو شریک بنا دین حالانکہ وہ بھی اُنکے مثل آدمی ہین پھر کیونکر میرے پیدا کیے ہوئے بندون کو میری مخلوق مین میرے شریک بناتے ہین۔ ایسا ہی مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حاصل معنے یہ کہ بت پرستون کو اللہ تعالیٰ نے مثال مین سمجھایا کہ تم اسپر راضی نہین ہوتے کہ تمہارے غلام تمہارے برابر ہون حالانکہ وے تمہارے مثل ہین پھر تم کیونکر میرے بندون کو میرے برابر بنانے پر راضی ہو اور میری عبادت کی طرح اُن کی عبادت کرتے ہو۔ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۔ سو کیا تم اللہ تعالیٰ کی نعمت سے انکار کرتے ہو۔ بعض نے کہا کہ یعنے تم کو اس طرح فضیلت دی پھر تم شرک کرکے اللہ تعالیٰ کی نعمت سے کفران کرتے ہو۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ اُن مشرکون کا بیان ہے کہ کھیتی و چارپاؤن مین سے جو اللہ تعالیٰ نے دیے کچھ حصہ اپنے بتون کے واسطے مقرر کرکے شرک کرتے تھے پس مخلوق کو خالق عز وجل کے برابر کرتے تھے۔ سو تقریر اول یہ معنے ہین کہ تم دونون برابر ہو ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے رزق دیا ہے کیونکہ کوئی دوسرا رازق نہین ہو سکتا ہو تو کیا اس نعمت سے تم کو انکار ہے اور مقصود یہی ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے بتون وغیرہ کو مخلوق آلہی اقرار کرتے ہو پھر اُن کی عبادت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ برابری کرتے ہو حالانکہ تم اپنی مملوک کو اپنے برابر نہین کرتے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے تم دونون کو یکسان رزق دیا ہے۔ ابن ابی حاتم نے حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ حضرت عمر بن الخطاب نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو جو آپ کی طرف سے کوفہ و بصرہ پر عامل تھے لکھا کہ تو اپنے رزق پر قناعت کیجیو کہ دنیا مین اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر رزق مین زیادتی دی ہے تاکہ ہر ایک کو امتحان فرماوے پس جسکو زیادہ رزق دیا اُسکو امتحان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کسقدر زیادہ ادا کرتا ہے اور کیونکر اُس کے حقوق ادا کرتا ہے۔ ذکرہ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسری حالت انسانی ذکر فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے جوڑے تمہین مین سے بنا دیے ہین۔ یعنے آدم علیہ السلام کی پسلی سے حوا رضی اللہ عنہا کو پیدا کیا اور پھر اُن سے نسل انسانی پیدا فرمائی کہ ایک جنس کیوجہ سے باہم ایک دوسرے کی طرف میل کرتے ہین اور نسل پیدا ہوتی ہے۔ وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً اور تمہاری ازواج یعنے عورتون سے تمہارے لڑکے وحفدہ پیدا کر دیے۔ ازواج سے پیدا کرنے مین اُن کو تنبیہ کر دی کہ لڑکیون کو مہربانی سے پرورش کرین اور بیٹون کا احسان رکھا کیونکہ وے لڑکیون سے نفرت کرتے تھے اور یہ کہ اولاد کا حصول تمہارے جنس کی ازواج سے ہے اور مفاد ازواج یہی اولاد ہے جسکا احسان رکھا لہذا اہل السنة کے نزدیک دُبُر یعنے مقام پیخانہ سے وطی کرنا حرام ہے اور نیز لڑکون سے اغلام سخت گناہ ہے۔ اور قولہ تعالیٰ قدموا لانفسکم پارہ سیقول کی آیت مین وطی سے نیت اولاد صالح کی کرے اور جب وطی سے اپنے نفس کی حفاظت حرام سے اور اولاد صالح مقصود ہو تو ثواب ہے جیسا کہ زنا و شہوت پرستی سے عذاب ہے جیسا کہ حدیث مین مصرح ہے۔ پھر حفدہ کی تفسیر مین بظاہر سلف سے مختلف اقوال ہین اور فی الحقیقت کچھ اختلاف نہین ہے اس وجہ سے کہ حفدہ مشتق از حفد بمعنے خدمت ہے جیسے دعائے قنوت مین ہے کہ الیک نسعی ونحفد۔ یعنے تیری بارگاہ مین طاعت سے دوڑتے اور خدمت کرتے ہین اور عرب مین خدمت کرنے والے اُن کی اولاد وغیرہ ہوتی تھی اور کبھی حفدہ خاصکر بیٹیون کی اولاد کو کہتے ہین اور یہ مہربانی و شفقت دلائی کہ بیٹیون کو پرورش

کرنا فی ہون ورنہ ناتا کہان سے بنینگے۔ اور کبھی پوتون و پوتیون کو کہتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ حفدہ لڑکون کی اولاد ہے کما قال
ابن عباس و عکرمہ والحسن والضحاک وابن زید۔ اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالے نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حفدہ ولد اور ولد الولد
ہین یعنے ولد کو بھی شامل ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس تفسیر کے موافق بنین کے بعد حفدہ کا ذکر اس طرح ہے کہ بنین تو فقط نرینہ اولاد ہے اور حفدہ خواہ
لڑکی ہو یا لڑکا ہو اور خواہ لڑکی کی اولاد ہو یا لڑکے کی اولاد ہو پوتے و ناتی دونون کو شامل ہے۔ سنید رحمہ اللہ تعالے نے اپنی تفسیر مین کہا کہ حدثنا
حجاج عن ابی بکر عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ہو کے حیث یحفد و ناس الخ یعنے حفدہ تیرے بیٹے کیونکہ تیری خدمت کرتے ہین اور مدد کرتے ہین اور
مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حفدہ بیٹا و خادم ہے اور دوسری روایت ہے کہ مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ حفدہ نصرت کرنے والے و مدد کرنے
والے و خدمت کرنے والے کہلاتے ہین اور طاؤس وغیرہ نے کہا کہ حفدہ خدمت کرنے والے کہلاتے ہین یہی قول قتادہ و ابو مالک و حسن بصری کا ہے
اور عبدالرزاق نے عکرمہ سے روایت کی کہ حفدہ وہ ہے جو تیری اولاد سے یا اولاد کی اولاد سے تیری خدمت کرے۔ ضحاک رحمہ اللہ تعالے نے کہا
کہ عرب کا تو یہی حال تھا کہ ان کی خدمت اُن کی اولاد کیا کرتی تھی۔ عوفی کی روایت ابن عباس سے ہے کہ حفدہ وہ مرد جو دوسرے مرد کے روبرو خدمت
کرے۔ اور کہا کہ بعضے لوگ زعم کرتے ہین کہ حفدہ آدمی کے ختن ہوتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ ختن داماد و خسر دونون پر بولا جاتا ہے اور کبھی
بہن کے خاوند کو بھی بولتے ہین اور سہر ایسے شخص کو جسکا رشتہ خاندان سے دامادی کا ہو جاوے۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ ختن کے جو
معنے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہین یہ قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ و مسروق و ابو الضحی و ابراہیم نخعی و سعید بن جبیر و مجاہد و قرظی کا ہے اور
اُس کو عکرمہ نے ابن عباس سے بھی روایت کیا ہے اور علی بن ابی طلحہ کی روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ہے کہ حفدہ خسر ہوتے ہین۔ شیخ ابن جریر
رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ یہ سب اقوال حفدہ کے معنے مین داخل ہین کیونکہ اس کے معنے خدمت کے ہین وہ کبھی اولاد سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی
خدمتگارون و داماد و خسر سے حاصل ہوتی ہے پس نعمت ان سب سے حاصل ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اگر ازواج کے متعلق حفدہ ہے
تو حفدہ تمھاری ازواج سے دیے تو اس صورت مین ضرور اس سے مراد اولاد اور اُن کی اولاد اور جو ربیبہ کے دوسرے خاوند سے جو اولاد کہ دوسرے
شوہر کی پرورش مین ہو اور داماد مراد ہونگے کہ جو لڑکیون کے خاوند ہین اور ایسا ہی شعبی و ضحاک کا قول ہے۔ اور لکھا کہ شاید ابو داؤد کی حدیث نضرۃ
بن اکثم مین کہ الولد عبد لک و لد تیرا غلام ہے یہی مراد ہو گی کہ خادم ہے اور اگر اُس کو ازواج پر معطوف کیا جاوے یعنے تمھارے لیے ازواج کر دین
اور حفدہ کر دیے تو خادم مطلقاً داخل ہونگے انتہے مترجماً اور بعضے اہل تفسیر نے لکھا کہ بظاہر حفدہ کا عطف بنین پر ہے تو اولیٰ یہ ہے کہ بنین سے بیٹے مراد
ہین تو حفدہ سے اولاد کی اولاد مراد ہو۔ اور واضح ہو کہ حفید در اصل لغت مین بیٹون اور بیٹیون دونون کی اولاد کو شامل ہے اور کسی ایک کی تخصیص
کرنا پیچھے سے استعمال عرف مین ہو گیا ہے۔ بالجملہ اللہ تعالے نے احسان رکھا کہ پیدا کیا اللہ تعالے نے تم کو اور تمھاری بیبیان اور اُن سے لڑکے اور
اولاد جو تمھاری مددگار ہون اور خدمتگار جو تم کو آرام دین۔ وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور رزق دیا تم کو طیبات سے یعنے پاک لذیذ چیزون سے
ان مین جو حلال ہے وہ ثواب اور فرمان الٰہی کے موافق ہے اور اگر کسی حلال کو حرام طور پر کھایا وہ عذاب ہے اور جن غذاؤن کو حرام کر دیا ہے جیسے سور کا
گوشت تو وہ طیب نہین ہے۔ واضح ہو کہ صحیح یہ ہے کہ بعض چیزین پاک ہوتی ہین مگر اللہ تعالے نے اپنی فرمانبرداری کے امتحان کے واسطے انکو حرام کر دیا
جیسے بعض لوگ شراب کو اسی قسم سے قرار دیتے ہین یا کسی دوسری وجہ سے جو حرام فرمائی ہے اُس سے پیدا ہونے کی وجہ سے حرام ہے جیسے سنکھیا کہ پاک ہے
ولیکن جان کو قتل کرنا حرام کیا اور سنکھیا کھانے سے جان جاتی ہے لہذا حرام ہے۔ بغرضکہ حرام مین دو قسم ہین ایک وہ کہ جو طیب نہین ہین وہ تو بالاتفاق
حرام و رزق بھی نہین ہین اور دوم جو پاک ہین مگر کسی وجہ سے اُن مین حرمت ہے حتے کہ مثلاً دوسرے کا طعام چھین لیا تو اُس کی حرمت ذاتی نہین بلکہ
بالغیر ہے اور اہل السنۃ کے اعتقاد مین یہ رزق ہے مگر اُسپر عذاب ہو گا اسی وجہ سے حدیث صحیح ثابت ہے کہ حرام کھانے کی تیرے سے نماز و دعا وغیرہ
قبول نہین ہوتی ہے۔ اور پھر کے انعام سے اُس کو رلا دیا اور آدمی کو سردار بنا دیا چنانچہ حدیث مین بھی ہے کہ اللہ تعالے قیامت کے روز بندے سے فرماویگا

اُسپر اپنا احسان رکھے گا کہ اے فلان کیا مین نے تجھے تیرا جوڑا نہ دیا تھا اور کیا مین نے تجھے کرم نہ کیا تھا اور کیا مین نے اونٹ گھوڑون کو تیرے تابع نہین کر دیا تھا اور نہین تجھے چھوڑ دیا تھا کہ تو سردار تھا اور عیش کرتا تھا ریاست مین۔ تا آخر حدیث مترجم کہتا ہے کہ تیرا جوڑا دیا۔ یعنے جورو جس سے اولاد اور احفاد ہوئے اور یہان سب کا سردار رہا اور رزق سے عیش کرتا رہا معلوم ہوا کہ خاندان کا بوڑھا سب کا سردار ہے اور دوسری حدیث مین بھی وارد ہے کہ ہم مین سے نہین جو ہمارے بڑے کی تعظیم نہ کرے اور جو ہمارے چھوٹے پر مہربانی نہ کرے۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ نے ان نعمتون سے آدمی کو فضیلت دی پھر وے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہین۔ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ۔ کیا جھوٹی بے بنیاد بات پر اعتقاد لاتے ہین یعنے دوسری چیزین بت و آدمی و جن و شیطان و پری و دیو وغیرہ پر اُن کا اعتقاد ہے کہ اُن کی طرف سے بہت سی باتین مانتے ہین کہ فلان نے ہم کو اب کی بیٹا دیا اور فلان بزرگ کی طرف سے ہمارا یہ کام ہو گیا اور بتون کی پرستش اسی واسطے کرتے ہین تو یہ بے بنیاد لغو جھوٹ بات پر اعتقاد لاتے ہین وَبِنِعْمَتِ اللَّهِ هُمْ يَكْفُرُونَ۔ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت سے انکار کرتے ہین۔ منجملہ کفران نعمت کے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت نہ جاننا اور غیرون کی طرف منسوب کرنا۔ اور جسقدر نعمت بڑھے اُسی قدر اُس کا انکار سخت ہے اور سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق ایمان کی ہدایت ہے حالانکہ بعض قریش اس سے منکر ہوئے اور یہ خیال باطل و شیطانی ہے کیونکہ بتون کی قدرت و عیسیٰ کی ولدیت اور مانند اس کے جسقدر باطل اعتقادات ہین اُن سے نہ بتون کو خبر اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگاہی صرف شیطان کے جمائے ہوئے عقیدے و وہمیات ہین لہذا باطل جملہ شیطان ہے جسپر اعتقاد لاتے ہین اس کلام کے معنے ابن جریج رحمہ اللہ تعالیٰ سے مختصر مروی ہین۔ ف فی العرائس قولہ واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق اسکی تفسیر گزر چکی اور جب نظر بلند کرکے فقط اہل معرفت کے رزق مین دیکھو تو یہان اشارات ہین از انجملہ یہ کہ اہل معرفت ہین روحی رزق مقسوم ہے بعض کے واسطے طاعات ہین کہ اُن کی روح کو بوجہ تصفیہ نفس کے غذا ہے اور بعض کے لیے ارادت ہین یعنے ہمہ تن ارادت مین دائر ہین اور اُسی کی خواہش مین مستغرق ہین اسی طرح بعض کے واسطے مقامات ہین اور بعض کے لیے حالات ہین اور بعض کا رزق مکاشفات ہین اور بعض کو مشاہدات نصیب ہین اور بعض کو حصول معرفت ہے اور بعض کو محبت کا حصہ ہے اور بعض کے واسطے توحید ہے اور بعض کو تفرید ہے پس اشباح کا رزق درحقیقت عبادت وعبودیت ہے اور ارواح کا رزق درحقیقت دیدار انوار ربوبیت ہے اور عقول کا رزق وہ افکار ہین جو صفات الٰہی مین ہون اور قلب کا رزق اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور سب کے سب اپنے رزق کے لیے جناب الٰہی مین محتاج ہین اور بحر قرب و مشاہدہ سے پینے کے بعد اپنے اپنے مشرب کے پیاسے ہین ع نہ گویم کہ بر آب قادر نیند + کہ بر ساحل نیل مستسقی اند۔ اور پھر ایک فرط غیرت سے نہین طاقت رکھتے کہ اہل ارادت مین سے کوئی ان کے ساتھ ہو وذلک قولہ تعالیٰ فما الذین فضلوا برادی رزقہم علی ما ملکت ایمانہم۔ شیخ ابراہیم خواص نے کہا کہ بعض کا رزق طلب مین ہے اور بعض کا قناعت مین اور بعض کا توکل مین اور بعض کا کفایت مین اور بعض کا مشاہدہ مین چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انی اظل عند ربی یطعمنی ویسقینی مین رہا اپنے رب کے پاس ہون وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور یہ حدیث صحیح مین موجود ہے شیخ فضیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ سب سے اعلیٰ رزق جو انسان کو عطا ہوا ہے معرفت ہے اُس کو اپنے رب سے نزدیک کرے اور عقل ہے کہ اُس کو سیدھی راہ پر ادب سے مستقیم رکھے پھر اللہ تعالیٰ نے اس رزق کی پاکی و حلاوت و طہارت بیان فرمائی بقولہ ورزقکم من الطیبات۔ پاکیزہ رزق مین سب سے اعلیٰ مشاہدہ و لقاء ہے کیونکہ اسی رزق سے درحقیقت زندگی ارواح درمعرفت ہے اور زندگی اشباح درعبودیت ہے و زندگی عقول بتفکر اور زندگی قلوب بذکر اور عیش اسرار با دراک علم ربوبیت ہے اور حقیقت مین طیب وہی ہے کیونکہ وہ پاک ازلی قدیم منزہ از حدوث ہے اور ماسوائے اُس کے جو ارزاق ہین وہ معلول ہین اور وہ طیب نہین ہو سکتا رزق طیب کی صورت یہ ہے کہ عارف کے حال سے موافق ہو اُس کو صفائے وقت سے محجوب نہ کرے۔ حارث محاسبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ فیٔ و غنیمت ہے مترجم کہتا ہے کہ علماء نے اجماع کیا ہے کہ مال غنیمت جو جہاد سے حاصل ہو اس سے بہتر حلال رزق نہین ہے اس کے بعد امام ابو حنیفہ نے کہا کہ تجارت ہے اور امام شافعی نے کہا کہ زراعت ہے اور واضح ہو کہ یہ دونون باختلاف زمانہ مختلف ہو جاوینگے جس سے ممکن ہو کہ

اس زمانہ مین تجارت سے زیادہ زراعت بہتر ہو کیونکہ اس زمانہ مین جملہ بیوع فاسدہ وسود ہین اور اگر کسی نے قصد کر کے خریدمین جملہ شرائط کی رعایت رکھی تو شک نہین کہ بائع کے پاس وہ چیز بطور فاسد پہونچی ہے غرضکہ جو شخص قواعد شریعت سے واقف ہے اسپر پوشیدہ نہین کہ مشائخ نے جو اپنے زمانہ مین لکھا کہ عامہ بیوع فاسد مین جیسا کہ فتاوے مین مصرح ہے تو اس وقت ضرور بیوع فاسد ہین اور رہی زراعت تو وہ بھی اس زمانہ مین مخدوش مخمصہ مین ہے مگر کسی قدر تجارت سے غنیمت ہے لہذا اسی پر فتوے ہوگا واللہ تعالے اعلم۔ شیخ نے لکھا کہ شیخ احمد بن ابو احوازمی نے کہا کہ طیبات وہ چیزین ہین جو جنگلون مین مباح ہین مترجم کہتا ہے کہ ہندوستان مین اسوقت جو حاکم ہے اُس نے جنگلون کی لکڑی و گھاس و پانی وغیرہ سب مملوکہ قرار دیا ہے ولیکن واضح ہو کہ جو چیزین اللہ تعالے نے اصلی مباح فرمائی ہین وہ کسی شخص کے روکنے و مملوکہ قرار دینے سے مملوک و ممنوع نہین ہونگی اور یہ قول اقرب ہے واللہ تعالے اعلم۔ البتہ مشکل یہ ہے کہ جس نے بوجہ اصلی حلت کے اس ملک مین جنگل کی چیزون سے لیا اُسکو حاکم وقت سے ضرر پہونچیگا لہذا آدمی مشکل در مشکل مین ہے واللہ الہادی الی السبیل وہو العزیز الحکیم۔ شیخ ابن الجلال رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جو فتوح تجھ کو بدون طلب و حرص کے ہو وہ حلال ہے اقول شاید یہ اُس زمانہ مین ہو جب کہ عموماً لوگون کے پاس مال حلال تھا پس جو کچھ اُس کے پاس پہونچا وہ بھی حلال ملک سے آیا اور اس زمانہ مین اس مین تامل ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ پھر اللہ تعالے نے اپنا فضل و انعام بیان کرنے کے بعد مشرکون کے انکار و شرک کو بطور ملامت بیان فرمایا اور اپنی تنزیہ کی بقولہ تعالے

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا

اور پوجتے ہین — اللہ کے سوا ایسون کو — کہ مختار نہین — انکی — روزی کے — آسمان — و زمین مین سے — کچھ — اور نہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

مقدور رکھتے ہین — سومت — ٹھہراؤ اللہ پر — کہاوتین — اللہ جانتا ہے — اور تم نہین جانتے

اللہ تعالے نے مشرکون کے حال سے بطور انکار و ملامت کے آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے کے ساتھ غیرون کی عبادت کرتے ہین حالانکہ رازق اور انعام کرنے والا ہر طرح اُسپر اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے فقال۔ وَيَعْبُدُوْنَ۔ اور عبادت کرتے ہین یعنے مشرک لوگ قریش و عرب والون سے لیکر قیامت تک کے پوجتے ہین۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوا سے اللہ تعالے کے۔ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ۔ وہ چیز جو اُن کے لیے مالک نہین ہے۔ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا۔ کچھ رزق کی آسمانون و زمین سے کچھ چیز بھی۔ یعنے اُن کو برسانے و اُگانے وغیرہ ہر ایک قسم کے اسباب رزق مین کسی چیز کی قدرت نہین ہے۔ واضح ہو کہ۔ ماموصولہ اکثر اس کا استعمال بیجان و بیعقل چیزون مین ہے تو مراد یہان بت ہین لہذا قتادہ رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ اُس کی تفسیر مین کہا کہ یعنے بت جنکو سوا اللہ تعالے کے پوجتے ہین وہ اپنی پرستش کرنے والون کے لیے کچھ رزق کے مالک نہین ہین مترجم کہتا ہے کہ ماموصولہ عام ہے بیجان و جاندار عاقل سبکو پس اول مین تو بتون وغیرہ کو ماموصولہ سے تعبیر کیا پھر فرمایا۔ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اور نہ اُن کے معبود لوگ کچھ استطاعت رکھتے ہین۔ یہان صیغہ جمع اس وزن پر ہے جو عاقلون کے واسطے مقرر ہے پس اس کی وجہ یہ ہے کہ اول مین تو واقعی حال پر تعبیر کیا کہ جن چیزون کی پرستش کرتے ہین وہ جمادات ہین یا اگر ماموصولہ عام لیا جاوے کہ ملائکہ و حضرت عیسے علیہ السلام وغیرہ سب کو شامل ہو تو بھی حق یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے وہمی خیال کو معبود بناتے ہین اور حضرت عیسے علیہ السلام وغیرہ کو کچھ خبر بھی نہین ہوتی۔ پھر دوسری جگہ صیغہ عقلا سے تعبیر باعتبار مشرکون کے گمان کے ہے کہ مشرک بتون کو اپنے حال سے آگاہ و ذی عقل جانتے ہین۔ واضح ہو کہ کلمہ شَيْئًا جو آیت مین مذکور ہے یہ زبان عربی کی ترکیب مین نادانون کو مشکل ہوجاتا ہے لہذا جاننا چاہیئے کہ اس مین ترکیبی تین صورتین ہین اول یہ کہ لایملک کا مفعول مطلق ہو یعنے مفعول کی صفت تھا تو مفعول حذف کر کے اُس کے قائم مقام ہے اس طرح کہ لا یملک لہم رزقا من السموات والارض ملکا شیئا۔ یعنے کچھ بھی مالک نہین رکھتے۔ دوم یہ کہ رزقًا سے بدل ہے۔ اس پر بعض نے اعتراض کیا کہ اس بدل کا فائدہ نہین ہے کیونکہ اس سے نہ بیان ہے اور نہ تاکید ہے۔ جواب یہ ہے کہ رزقًا سے شیئًا عام ہے پس افادہ ظاہر ہے

وفیہ بحث. سوم یہ کہ رزقاً اس میں عامل ہے اس بنا پر کہ رزق مصدر ہے اُس کا عمل فعل کا ہوگا اور یہی ابو علی فارسی کا قول ہے اور ابن الطراوۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس میں کلام کیا اس طرح کہ رزق سے مراد مرزوق ہے یعنے رزق اس مقام پر وہ چیز ہے جو ان کو رزق دی گئی۔ اور جواب یہ ہے کہ عمل کرنا باعتبار لفظ کے ہے اور لفظ رزق ہر حال میں مصدر ہے خواہ معنے مصدری مقصود ہوں یا اس سے مرزوق کے معنے مراد ہوں۔ یہاں ایک بات یہ ہے کہ اول بیان فرمایا کہ مشرک لوگ جن لوگوں و جن چیزوں کو اپنا معبود بنا کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں وے کچھ مالک نہیں ہیں تو پھر دوبارہ لایستطیعون فرمانے کی کیا ضرورت تھی اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اول میں فقط رزق کے مالک نہیں ہیں مراد لیا جاوے تو دوبارہ اُن کی استطاعت نہ ہونا نفی مقصود ہے اور اگر اول میں شیئًا سے بالکل ملک کی نفی ہے تو ممکن ہے کہ استطاعت ہو پس اس کی بھی نفی کردی اور حاصل کلام یہ ہے کہ کبھی آدمی کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا ہے لیکن استطاعت ہوتی ہے جیسے بادشاہ نے ایک شخص کو یا اپنے غلام کو خرید فروخت سے منع کر دیا تو وہ بحکم سلطنت کے اس کام کا مالک نہیں ہے اور کچھ بھی خرید فروخت نہیں کرسکتا لیکن اُس کو استطاعت باقی ہے چنانچہ اگر بادشاہ اجازت دیدے تو فوراً یہ کام کرسکتا ہے۔ اب معنے آیت کریمہ کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اُن کو پیدا کیا اور ہر طرح کا رزق دیا اور جو کچھ ان کے حق میں نیکی و بدی جاری ہے سب اُسی کی قدرت سے اپنے اپنے وقت پر ہوتی ہے تو اسی کی عبادت انپر فرض ہے مگر مشرک و کافر بندوں کی یہ کیفیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں حالانکہ یہ تو صریح ظاہر ہے کہ دوسروں نے اُن کو پیدا نہیں کیا اور جو خود مخلوق ہوا وہ کچھ پیدا نہ کرسکے اسکی عبادت نہیں ہوسکتی ہے پھر علاوہ پیدا نہ کرنے کے رزق و حیات و نیکی و اولاد وغیرہ جتنی نعمتیں اُن کو رزق دیجاتی ہیں اُن میں سے بھی وے اُن کے حق میں کچھ بھی مالک نہیں ہیں اور مالک نہ ہونے کے ساتھ اُن کو کچھ استطاعت و قدرت بھی نہیں ہے۔ خلاصہ تحقیق یہ ہے کہ دنیا میں ہر چیز جو عدم سے وجود میں آتی ہے حتّے کہ آدمی کے افعال جنکو وہ سمجھتا ہے کہ میں نے کیا حالانکہ مرض کا پیدا ہونا اور اچھا ہونا اور اُس کو بھوک معلوم ہونا اور مانند اس کے ہزاروں فعل ہیں کہ اُن میں اُس کو خود اقرار ہے کہ میری استطاعت سے نہیں ہوتے ہیں مگر اُن کے سوا بہت سے کام ہیں کہ اُن میں نادانی و حقیقت حال سے واقف نہ ہونے کے سبب سے دعوے کرتا ہے کہ میں نے کیا ہے مگر عالم و جاہل میں فرق ہے عالم جانتا ہے کہ یہ کسی میں استطاعت نہیں ہے جو چیز پیدا ہوجاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت سے پیدا ہوتی ہے اسی معبود عزّ و جلّ کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز مقہور و مسخر ہے اور اُسی کی قدرت سے ہر چیز پیدا ہوتی ہے اور ہر آدمی کے افعال و حرکات پیدا ہوتے ہیں اور آدمی کے خیالات میں جو چیز آوے وہ حادث کے اندر ایک چیز حادث ہوئی اور اللہ تعالیٰ جل شانہ قدیم ہے اُس کی شان و قدرت و علم و حکمت بے مثل و بے مانند قدیم ہے پس ممکن نہیں ہے کہ آدمی کی عقل و خیال میں کوئی ایسی چیز پیدا ہو جس سے اللہ تعالیٰ کی مشابہت ممکن ہو اسی واسطے مشرکوں کو اُن کے خیالات دوڑانے سے منع فرمایا بقولہ۔ فَلَا تَضْرِبُوا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ سو تم مت بیان کرو اللہ تعالیٰ کے لیے مثلیں۔ قتادہ رحمہ اللہ کی تفسیر کی توضیح یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزّ و جلّ احد صمد لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوا احد ہے اور جو چیز اُس کی تشبیہ میں لاؤ وہ تمہارے مثل بھی نہیں بلکہ ایک صورت تمہارے اندر خیال میں پیدا ہوئی ہے وہ بھلا اللہ تعالیٰ کے مثل کہاں سے ہوسکتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے لیے دوسروں سے مشابہت و خیالات مت لاؤ قال المترجم یہ کلام نہایت لطیف ہے اور جسقدر غور سے دیکھا جاوے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور اسی سے ثابت ہوا کہ مشرکین جو کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسا بزرگ ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی عبادت نہیں کرسکتا تو بذریعہ ستاروں و بتوں وغیرہ کے اُس کے یہاں تقرب ڈھونڈھنا چاہیے یہ کلام بظاہر اللہ تعالیٰ کی تعظیم معلوم ہوتی ہے لیکن غور سے دیکھو تو بڑی گستاخی ہے اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی تشبیہ اپنے خیال میں نکالی کہ وہ ایسا ہے تو اس کا حکم یوں ہوا۔ اور اگر کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس طرح آگاہ فرمایا لہذا ہم ایسا ہی کرتے ہیں اور ہم اُس کی شان میں کوئی بات نہیں تراشتے ہیں تو صحیح ہوتا لہذا فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ جو شان عظیم اُس کے لائق ہے اور تم نہیں جانتے ہو کہ وہ ایسا ہے اور اس کا حکم یہ ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یعنے میرے ساتھ دوسرا الٰہ مت بناؤ کیونکہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اس کے معنے بھی ہیں جو مذکور ہوئے شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ

تعالیٰ نے کہا کہ فلا تضربوا للہ الامثال یعنی تم اس کے واسطے مانند ونظیر ومثل مت بناؤ۔ ان اللہ یعلم الآیہ یعنی اللہ تعالیٰ کو شاہد ہے کہ انہ لا الٰہ الا ھو اور
تم نادانی سے اس کے ساتھ شرک کرتے ہو۔ دیگر مفسرین نے یہاں اقوال بیان کیے۔ اوّل آنکہ ان اللہ یعلم یعنے اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم پر عبادت
اُسی کی ہے وانتم لا تعلمون جو کہ بتوں وغیرہ کی عبادت سے تم پر عاقبت کی بدانجامی ہے۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حقیقت جانتا ہے اور تم
اُس کو نہیں جانتے ہو تو اُس کی وحی کے سامنے اپنی رائے کو چھوڑو۔ سوم آنکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مثل کیونکر بیان ہوتی ہے اور تم اُس کو نہیں جانتے ہو
اور تمہارا فعل فقط خیالات باطلہ ہیں۔ اقول آگے اللہ تعالیٰ نے خود مثل بیان فرمائی ہے تو اس قول سے توفیق ہو گئی کہ ممانعت اُن کو ضرب المثل
کرنے سے ہے اور جواز خود ضرب المثل کا فرمایا ہے اور حق یہ ہے کہ ممانعت تو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو خیال ومثال سے تشبیہ دے کر مانند
بادشاہوں کے قرار دیکر اسپر اپنی رائے سے حکم نکالنے کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُس کی مثال نہیں فرمائی ہے فافہم اور شیخ ابن کثیر کے کلام میں فلا تضربوا
یعنے فلا تجعلوا ہے کیونکہ ضرب المثل ظاہر الکلام ہوتا ہے اور شیخ رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مثل ومانند ونظیر مت بناؤ لیکن حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ کی تفسیر اس کے موافق ہے پس یہ کہا جاوے گا کہ یہاں ضرب المثل کے معنی ورد پر فلا تضربوا للہ الامثال نہیں ہے بلکہ لغوی معنے پر ہے یا
کہا جاوے کہ ضرب المثل کی تشبیہ پر ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے مانند دوسری چیز کو تصور کرکے ضرب المثل ہو گی پس اُس تشبیہ سے منع کر دیا کہ اس کے
مانند کوئی چیز مت بناؤ فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ فلا تضربوا للہ الامثال۔ اس میں قدم کی پاکی حدوث سے بیان فرمائی کہ کوئی چیز جو حادث ہے
اُس کو کسی طرح ذات پاک قدیم سے مشابہت نہیں ہے پس ضرب المثل ممکن نہیں ہے اور اس میں اہل ایمان کو جو اللہ تعالیٰ سے سخت محبت رکھتے ہیں
بقولہ تعالیٰ والذین آمنوا اشد حبا للہ اشارت ہے کہ مقام محبت وعشق میں شواہد التباس سے قدیم کو منزہ وپاک رکھیں اور حوادث سے تشبیہ والتباس
نہ ہونے دیں اور اُس صورت میں ہے کہ مخلوقات کے دیکھنے میں اور افعال جہان کے تصورات میں حق عزوجل کا ظہور ہے تو حق عزوجل کو مقام التباس
میں حوادث ومخلوقات سے منزہ رکھیں اور مرتبہ فہم الفہم کے ساتھ صفت قدمی کو فعل سے پاک رکھیں اور اُس کی حقیقت ذات کو اوہام واشارات و
عبادات ضرب الامثال سے پاک ومنزہ رکھیں وہ تو قائم بذات خود ہے اور مخلوقات کے ادراک سے ممتنع ہے پس جو مثال بیان کیجاوے جب اُس کو
نظر حقیقت سے دیکھو تو اُس کی ذات وصفات سے خارج ہو گی۔ مترجم کہتا ہے کہ خالص عقل کے واسطے یہ صریح دلیل ہے کہ آدمی مخلوق ہے
اور اُس کے اندر عقل مخلوق ہے اور خیال وحواس یا عقل جبکہ اندر اللہ تعالیٰ کے واسطے مثال وغیرہ تصور کیجاوے وہ مخلوق کے اندر اسوقت میں
مخلوق پیدا ہوئی کیونکہ تصور سے پہلے اس تشبیہ ومثال کا وجود نہ تھا پس اللہ تعالیٰ جو قدیم ہے وہ عقل حادث سے جدا ہے تو پھر عقل حادث کے اندر
حادث سے بالکل مبرا ومنزہ ہے اور کسی حال میں عقل کا ادراک اس درجہ سے یعنے حادث کا حادث ہونے سے تجاوز نہیں کر سکتا تو کبھی آدمی اُس کو
ادراک نہیں کر سکتا ہے۔ یہ قطعی دلیل ہے واللہ تعالیٰ ہو الہادی الیٰ سواء السبیل۔ قولہ ان اللہ یعلم وانتم لا تعلمون۔ اللہ تعالیٰ ہی علیم اسرار ہے اور
لوگ جس بات پر شاہد ہیں وہ انہیں کی ذات وصفات میں ہے اسی واسطے اکابر مشائخ کا قول ہے کہ جو کچھ تیرے ادراک میں آوے اللہ تعالیٰ اُس سے پاک ہے
ولیکن اللہ تعالیٰ کی راہ محبت ومعرفت میں ضرب المثل جائز ہے یعنے اس راہ کے واسطے مثال ہو سکتی ہے یا عالم ربوبیت میں سیر کی مثال ہو سکتی ہے
اور غرض اس سے آسانی کے ساتھ سمجھانا ہوا کرتا ہے تاکہ اس راہ سے ایسے مقام پر واصل ہو کہ جہاں ظہور کے واسطے کوئی مثال نہیں ہو سکتی ہے حالانکہ
اللہ تعالیٰ اس سے بھی منزہ وپاک ہے یہاں لطائف اشارات میں سے عارفوں کے واسطے یہ ہے کہ ظہور حالات و واردات جب منقطع ہو گئے اور
وہ اشتیاق میں مضطرب ہو گئے تو اُن کو نہیں چاہیے کہ اپنے نفس سے خیالات وامثال بنا دیں کیونکہ یہ سب حادث ہوں گے اور خوف کریں کہ محض تشبیہ
میں پڑے رہیں اور راہ غلط کر جاویں اور یہ آیۃ مثل حق جانیں گویا فہمائش ہے کہ امثال مت بناؤ کیونکہ تم امثال نہیں پا سکتے کیونکہ تم اس بات پر
قادر نہیں ہو ولیکن ہم امثال بناتے ہیں جو ادراک ہوتا ہے اُس کی حقیقی شکل پر ہم قادر ہیں اور تم نہیں قادر ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مثل نورہ کمشکوٰۃ
فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الآیہ اور فرمایا ویضرب اللہ الامثال للناس الآیہ اور فرمایا ولہ المثل الاعلیٰ فی السمٰوٰت والارض الآیۃ پس گویا حکم دیا

کہ اللہ تعالیٰ کی امثال واسطے تشبیہ کے مت بیان کرو لیکن اُس کی طرف رہنمائی اور طلب کے واسطے مثل اعلیٰ اُسی کے لیے ہے اور واضح ہو کہ امثال تو تصویر معنوی اُس کی ہے جو غائب ہو حالانکہ حق عزوجل کمال ظہور سے مثال و حقیقت میں متصور و ممکن نہیں ہے ولیکن اہل غیب کے لیے رہنمائی کے لیے البتہ روا ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ شیخ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ ضرب المثل اُس کی ذات و ماہیت کے واسطے روا نہیں ہے کیونکہ ذات کا عقل میں لانا کسی حال میں ممکن نہیں ہے واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمام اشیا سب کا مجموعہ اس سے بھی کم ہے جیسے ایک ذرہ آسمان و زمین کے درمیان جوف میں ہوا کے اندر اُڑتا ہے تو ذات حق عزوجل اس میں کیونکہ ظہور کرے اسی واسطے ضرب المثل سے منع فرمایا کیونکہ اُس کے مثل کوئی چیز نہیں ہے بقولہ تعالیٰ لیس کمثلہ شیٔ۔ تو ذات و کیفیت کا ادراک محال ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ معنے قولہ کیونکہ ظہور کرے یہ ہیں کہ ادراک اُس کی ذات کا محال ہے ورنہ تمام اشیا مظاہر حق سبحانہ تعالیٰ ہیں ولیکن ذات حق عزوجل پاک و منزہ ہے پھر شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اور صفات حق عزوجل کہ جنکا ظہور خلق کے واسطے اُن کی بقا و عزت کے لیے لباس کے طور پر ہے تو وہ ادراک سے منزہ و پاک ہیں مگر ظہور ظاہر ہے پس اُس کی ذات و صفات کسی کے واسطے مثل نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ الاحد الصمد ہے اور اُس کی ماہیت ذات و کیفیت صفات پر وقوف محال ہے اور شیخ نے کہا کہ مثالیں جو قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں وہ اسرار کے جذب کے لیے اور تاکہ اسی میں فنا ہو کر بقا حق سے باقی ہوں۔ پھر حق سبحانہ و تعالیٰ نے دو غلام ایک بخیل اور دوسرا سخی کی مثال بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ عزوجل۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ

اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک بندہ پرایا مال نہیں مقدور رکھتا کسی چیز پر اور ایک جسکو ہم نے روزی دی اپنی طرف سے خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے

سِرًّا وَّجَهْرًا هَلْ يَسْتَوٗنَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

چھپے اور کھلے کہیں برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہے پر وہ بہت لوگ نہیں جانتے

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال یعنے ایسی چیز جس سے تم کو امتیاز حاصل ہو کہ قدرت والے میں اور جو قدرت نہیں رکھتا ہے بڑا فرق عظیم ہے اور مثل میں کوئی عجیب بات ہونی چاہیے تو بعض نے کہا کہ یہاں مثل سے مراد ایک بات ہے اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ اس مثال میں اتنا بڑا فرق موجود ہے جسکی جانب اکثر لوگوں کی نظر غور نہیں کرتی تھی تو باعتبار بے لحاظی کے ان کے حق میں مثل ہے اور مثل در حقیقت وہی ایک حالت ہے جو غلام کو عارض ہے یعنے مملوک ہونا اور کسی تصرف پر اُس کو قدرت نہ ہونا اسی کا بیان بطور بدل کے ہے۔ عَبْدًا ایک بندہ ہے۔ مَّمْلُوْكًا دوسرے کے ملک میں۔ یعنے عبد سے مراد یہاں اللہ تعالیٰ کا بندہ نہیں ہے کیونکہ غلام و آقا دونوں اللہ تعالیٰ کے بندے ہوتے ہیں پس یہاں مراد وہ غلام جو لوگوں میں معروف ہے۔ لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وہ غلام ایسا ہے کہ اُس کو کسی چیز پر قدرت نہیں ہے یعنے کوئی تصرف نہیں کر سکتا ہے یعنے ایسا غلام خیال کرو جو ہر طرح مجبور و تصرف سے ممنوع ہے کیونکہ بعضے غلام ایسے ہوتے ہیں کہ آقا اُن کو تصرفات کی اجازت دیتا ہے جیسے غلام ماذون جسکو تجارت کی اجازت ہے تو وہ خرید و فروخت کر سکتا ہے اور جیسے مکاتب کہ آقا نے اُس کو نوشتہ دیدیا کہ اسقدر روپیہ کما کر دیدے تو آزاد ہے پس اُن کو کچھ تصرف کی اجازت ہوتی ہے مسئلہ اسی مقام سے فقہا نے استدلال کیا کہ غلام کے ملک میں کچھ نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ ایک ایسا غلام ہے جسکو کچھ قدرت نہیں ہے۔ وَّمَنْ اور ایک ایسا شخص ہے کہ رَّزَقْنٰهُ ہم نے اُسکو رزق دیا ہے۔ مِنَّا اپنی طرف سے یعنے فقط اپنے فضل سے کچھ اُس کا ذاتی استحقاق نہیں ہے۔ یعنے ایک آزاد شخص ہے کہ ہم اپنی حکمت و فضل سے جس کو ہم خود جانتے ہیں اپنی طرف سے رزق دیا ہے۔ رِزْقًا حَسَنًا۔ رزق حسن مراد یہ کہ ایسے طور پر وہ رزق ہے کہ لوگوں کی نظروں میں اچھا معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ وہ رزق کثرت کے ساتھ اور ایسی چیزیں ملی ہوئی ہیں کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں پسند کرتی ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ رزق حسن یہاں حلال پاکیزہ وسعت کے ساتھ ہے۔ فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ۔ سو یہ شخص خرچ کرتا ہے اُس رزق حسن میں سے خیرات کی راہوں میں اور طرح طرح کی نیکیوں

میں۔ سِرًّا وَّجَهْرًا۔ پوشیدہ و ظاہر کرکے۔ واضح ہو کہ رزق حسن میں خالی لوگوں کی نگاہ کی خوبصورتی کافی نہیں ہے بلکہ وہ حلال ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے
صدقہ کو حرام سے قبول نہیں فرماتا۔ و حدیث میں ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح۔ مرد نیک کے لیے مال نیک بہت اچھا ہوتا ہے اور حدیث میں ہے
ولا یقبل اللہ الا الطیب۔ اور اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا مگر وہی صدقہ جو پاک ہو۔ اور قولہ منہ۔ یعنے خرچ کرتا ہے اس میں سے۔ تو یہ دلیل ہے کہ مال حلال کو
اس طور سے خرچ کرنا چاہیے کہ سب دوسرے کو نہ دیدے کہ خود فقیر پریشان ہو جاوے اسی واسطے ہو ینفقہ نہیں فرمایا بلکہ ینفق منہ فرمایا۔ اور خرچ اپنے
نفس پر اور اپنے عیال وغیرہ پر ظاہر ہو اور دوسرے محتاج کو دیوے جو قرابت و عیال میں سے نہ ہو تو پوشیدہ اچھا ہے۔ بالجملہ ہر دو آزاد ہے جسکو اللہ تعالیٰ
نے اپنی مشیت و حکمت سے موافق رزق حسن دیا اور وہ اس کو ظاہر و پوشیدہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہے پس پہلا غلام بے مقدور اور دوسرا
آزاد مقدور والا صاحب دو قسم کے شخص ہیں۔ هَلْ يَسْتَوُونَ۔ کیا یہ دونوں یکساں ہیں۔ یعنے نہیں۔ حاصل معنے کہ جیسے تمہارے نزدیک ایک غلام جسکو
اپنے امور میں کچھ قدرت نہیں ہے اور دوسرا آزاد مال دار ہر طرح کی قدرت و فراخی عیش والا خوب خیرات کرنے والا دونوں یکساں نہیں ہیں اسی طرح
تمہارے معبود جمادات ہوں یا جاندار ہوں جنکو خود کچھ نفع و ضرر کی قدرت نہیں ہے اللہ تعالیٰ کے شریک کیونکر ہو سکتے ہیں۔ عطا رحمہ اللہ تعالیٰ
نے کہا کہ مثال میں ابوجہل و حضرت ابوبکر الصدیق ہیں کہ دونوں مساوی نہیں ہیں۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ عوفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ نے کافر و مومن کی بیان فرمائی ہے اور یہی قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا ہے پس غلام مملوک جو کسی چیز پر قادر نہیں ہے وہ کافر ہے اور جسکو رزق حسن دیا گیا کہ ظاہر و پوشیدہ خرچ کرتا ہے وہ مومن ہے
مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ یہ مثال بتوں کی اور حق تعالیٰ عز و جل کی ہے یعنے یہ اور وہ دونوں برابر نہیں ہیں۔ دونوں میں فرق عظیم ہے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ سب تعریف تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے جس نے سب کچھ پیدا کیا وہ سب کا خالق ہے اور جملہ مخلوقات اس کی مملوک غلام ہیں۔ بَلْ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ بلکہ بہتیرے ان میں کے جانتے نہیں ہیں یعنے اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہی نہیں ہیں۔ علماء نے کہا کہ اکثر سے سب مراد ہیں یعنے
مشرکین سب جاہل ہیں اور اگر تمام مخلوقات کو خطاب لیا جاوے تو اکثر سے مراد سب کافر ہیں جو مومنوں سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اشارہ ہے کہ علم کے ساتھ
جو خوبی ثابت ہو وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ثابت ہے اور شرک و کفر وغیرہ کے ساتھ لاعلمی و جہالت ہوتی ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ضرب اللہ
مثلا عبدا مملوکا الآیہ۔ واضح ہو کہ غلام ظاہر میں آزاد کے ملک میں ہوتا ہے اور آزاد جو اس طریقہ میں آزاد کہلاتا ہے وہ طریقت کی راہ سے کبھی خود
غلام مملوک ہوتا ہے کیونکہ جو شخص کہ اپنے نفس کے پنجہ میں اسیر ہوا اور اس کی زبردستی کے نیچے دب کر عاجز ہوا اور اس کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے کو اس
نفس کے خواہشوں سے آزاد کرکے اپنے کمالات پر ترقی کرے بلکہ اسی کے پنجہ میں اس طرح مرنا قبول کرتا ہے کہ اسکے نیچے کوئی اثر باقی نہیں ہے اور ایسے
شخص کو یہ بھی قدرت نہیں کہ اپنے قلب کے خزائن کا مالک ہو اور ذکر و فکر و عجائبات سے حظ وافر پاوے کیونکہ اس کے خزانہ کو نفس و شیطان نے
اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ اور دوسرا بندہ وہ ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ اس کی معرفت و حکمت کے ارزاق حسنہ و مشاہدات و مکاشفات
کے مطاعم لذیذہ سے سرفراز ہے اور وہ اپنے نفس و مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات و قربان کرتا ہے اور لطائف حکمت کو طالبوں پر تقسیم کرتا ہے
اور اس کے عروج سے کوئی شخص واقف نہیں مگر جو اس درجہ پر ہو۔ ان دونوں میں بڑا فرق عظیم ہے مگر جاہلوں کے نزدیک دونوں برابر ہیں بلکہ
جو شخص ان کی رفتار کے ساتھ موافق ہو اور جاہلوں کی خواہش پر فتوے دے اور ان کے ساتھ شریک ہو اسی کو قبول کرتے ہیں وفیہ قال تعالیٰ الحمد للہ
بل اکثرہم لا یعلمون۔ جاہل لوگ بوجہ گرفتاری نفس کے عارف کو جاہل سے تمیز نہیں کر سکتے ہیں اور سچے کو ریاکار سے امتیاز نہیں دیتے ہیں اور سب
تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اس نے اپنے بندوں کو معرفت دی اور اپنے ہی حفظ میں رکھا کیونکہ جہال اگر ان کو پہچانتے تو اپنی طرف مشغول کرکے
ان کی نہ کرتے ولیکن وے لوگ اہل الحق ہیں کہ مع الحق عز و جل باقی ہیں کوئی مشغول کرنے والا ان کی طرف راہ نہیں پاتا ہے و حدیث شریف میں آیا
ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ آوے گا کہ اس وقت منکر معروف ہوگا اور معروف منکر ہوگا یعنے شرع شریف میں جو باتیں ممنوع ہیں خواہ صریح نکلی ہوں یا

یا باریک نظر سے بے ادبیان وغیرہ وہ اسقدر بہرا ایک شخص پر حاوی ہون گی کہ سب اُسی کو راہ طریقت سمجھینگے اور جو معروفِ شرعی تھے یعنے نیک کام ظاہر و باطن کے وے اُن کے نزدیک ممنوعات مین شمار ہون گے حتّےٰ کہ جو کوئی ایسے معروفات پر قائم ہے یا لوگون کو بتلا دے اُس کو بے ایمان کہینگے مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ سے مین اپنے لیے و مومنون کے لیے ہدایت و توفیق مانگتا ہون وہ قبول کرنے والا ارحم الراحمین ہے اس زمانہ مین یہی حال ہے ۔ شیخ نے کہا کہ مثال سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا چاہیئے کہ آدمی اپنے کو جناب باری تعالےٰ کا بندہ بنا دے اور خوشی سے اُس کے احکام بجا لاوے اور اپنے اعمال و احوال مین سے کسی چیز پر نظر نہ کرے کیونکہ وہ درحقیقت مفلس و عاجز ہے پس جس نے اپنے علم و حال و اعمال مین سے کسی چیز پر نظر ڈالی وہ بندگی سے خارج ہے اور رب تبارک و تعالےٰ کے ساتھ جھگڑا کرنے والا ہے اور بندگی یہ ہے کہ سب چیزون کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے دیکھے اور سوائے رب عز و جل کے سب سے خارج ہو جاوے اور سب چیزون کو اُسی سے دیکھے اور اپنی جان کو اُسی کیواسطے جانے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ

اور بتائی اللہ تعالےٰ نے ایک مثال دو مرد ہین ایک گونگا کچھ کام نہین کر سکتا اور وہ بوجھ ہے اپنے صاحب پر جس طرف اُسکو بھیجے

ع ۱ ۲

لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

کچھ بھلا نہ کر لاوے کہین برابر ہے وہ اور ایک شخص جو حکم کرتا ہو انصاف پر اور ہے سیدھی راہ پر

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ تعالےٰ نے بیان فرمائی ۔ یہ دوسری مثال ہے جو اول سے زیادہ واضح ہے اور سمجھدار طرح طرح کے معانی مین اُس کو سمجھتا ہے بلکہ موجود دیکھتا ہے وہ یہ ہے کہ رَجُلَيْنِ ۔ دو مرد ہین ۔ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ ۔ دونون مین سے ایک ابکم ہے بعضے مین علما سے مختلف معنے مروی ہین جسکی زبان سے بات نہ نکلے یا زبان کٹا ہوا یا جو پیدائشی گونگا ہو اور وہ بہرا ضرور ہوتا ہے اور ابن الاعرابی رح نے کہا کہ اندھا بھی ہو ۔ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ ۔ اس کو کسی چیز پر قدرت نہین ہے یعنے کسی کام کا نہین ہے اور اسی قدر پر اکتفا نہین بلکہ ۔ وَهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۔ وہ بھار دہے اپنے مولے پر یعنے اپنی ذات کی پرداخت ضروری بھی نہین کر سکتا بلکہ مولے اُس کی پرداخت کرنے سے اُس کو اپنا اوپر گران و بار خاطر رکھتا ہے ۔ او کسی کام کا نہ ہوتا تو خیر بلکہ یہ حال ہے ۔ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ اُس کو جدھر متوجہ کرے کبھی بھلائی نہ لاوے یعنے جدھر جاتا ہے کوئی بھلائی نہین لاتا بلکہ برائی عرب اپنے محاورہ مین بولتے ہین کہ لا اتینی منک خیر تجھ سے مجھے کبھی بھلائی نہ حاصل ہو گی یعنے ہمیشہ تیری حرکتون سے برائی اور تکلیف پہونچتی ہے ۔ اب خود بتلاؤ کہ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ بھلا یکسان ہے یہ شخص گونگا بہرا نکما بھار و نحس ۔ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۔ اور دوسرا ایسا شخص کہ جو لوگون کو انصاف کا حکم دیتا ہے یعنے خود متصف باعتدال و خوبی ہے کیونکہ جبتک خود عدل ہوا اس مین پوری حکمت و خوبی موجود ہے بلکہ اسقدر کمال ہے کہ لوگون کو بھی اعتدال پر رہنے کا حکم دیتا ہے اُس کی باتین سب اچھی ہین کام سب ٹھیک ہین ۔ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ اور وہ ٹھیک راہ پر قائم ہے ۔ واضح ہو کہ اس کی مثالین اہل عرب کے روبرو موجود تھین اور مقصود یہ تھا کہ پھر لیے ہوتے تو گونگے بہرے نکمے واہیات چیزون کو کس جہالت سے تم مانتے ہو اور محمد رسول اللہ صلعم کو وحی الٰہی سے حق عز و جل کی بندگی کو فرماتا ہے اُس سے انکار کرتے ہو ۔ اب مثالین یہ ہین کہ جو لوگ اہل عقل و فہم تھے اُن کے واسطے اگر تو ابو جہل و اُمیہ بن خلف تھے کہ راہ راست کی کوئی بات نہ کر سکتے اور نہ اُن سے کوئی بھلائی ممکن تھی اور صاحب عدل محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے ۔ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ عوفی رح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ یہ بھی کافر و مومن کی مثال ہے ۔ مترجم کہتا ہے کہ ابکم کافر اور مثال مین یہ ضرور نہین ہوتا کہ ہر جزو اُس کا مطابق کیا جاوے حتی کہ کہا جاوے کہ کافر اپنے رب عز و جل پر بھار و بے حالانکہ اللہ تعالےٰ پاک ہے اُسپر کوئی چیز گران نہین ہو سکتی بلکہ مقصود یہ کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کافر بیکار و خوار ہے اور واضح ہو کہ جب کافر راہ ہدایت پر نہین ہے یعنے اصل جڑ اُس کی فقط دنیا و اُس کی شہوات ہین تو جسقدر اُس کے کام و کلام ہین گے سب اسی بنیاد پر خوار و خراب و بد انجام ہونگے ۔ اور یہ بھی غور سے دیکھو کہ سب کامون مین جڑ دیکھنا اور انجام دیکھنا چاہیئے اور باقی درمیانی کامون کی بھلائی برائی نہین دیکھتے ہین چنانچہ اگر چور بدمعاش کسی بیگناہ قافلہ کو قتل کرکے

لوٹنے چلا تو رہزنی و انجام دونوں خراب ہیں اور اگر کوئی یہ دیکھے کہ اس نے بہت عمدہ نشانہ مار کر قتل کیا یا عمدہ گھات سے چھاپہ مارا تو یہ حماقت کی تعریف ہے۔ اسی طرح مومن کے کام اصل و انجام کی راہ سے بہتر ہوتے ہیں اگرچہ درمیان میں اس سے خطا و گناہ سرزد ہو جاوے۔ اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ سدی و قتادہ و عطا خراسانی رحمہ اللہ نے مثال میں کہا کہ ابکم ایک غلام حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تھا اور صاحب عدل خود حضرت عثمان ہیں اور اسی کو شیخ ابن جریر رحمہ اللہ تعالیٰ نے پسند کیا ہے اور اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا آپ اس کی کفالت کرتے اور اس کو کھانے کو دیتے اور پھر خبرگیری کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ آپ کو صدقہ اور نیک کام سے منع کرتا اور اسلام سے بیزار رہتا تھا مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اس کا نام اُسید بن ابی العیص لکھا ہو۔ شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ مجاہد رحمہ نے اصلی مقصود اسکا یہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جتایا کہ ان کے مقابلہ میں کسی بت وغیرہ کو نسبت نہیں ہو بقولہ تعالیٰ

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۚ اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ پاس چھپی ہیں آسمان اور زمین کی اور قیامت کا کام ایسا ہے جیسے لپک نگاہ کی یا اس سے قریب اور اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

ہر چیز پر قادر ہے

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اور مخصوص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں و زمین کا غیب سے مراد معنے مصدری نہیں ہیں یعنی چھپنا و پوشیدہ ہونا بلکہ مراد وہ چیز جو غائب ہو۔ اگر کہا جاوے کہ غائب تو اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز نہیں ہے تو جواب یہ کہ بندوں سے اور مخلوق سے جو پوشیدہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ بعضے آدمی جو گمان کرتے ہیں کہ فلاں ولی غیب جانتا ہے تو بڑا نادانی ہے اور تحقیق بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کو مختلف علم دیا ہے بعض گنوار تو ایسے جاہل ہوتے ہیں کہ انکو بہت سی ایسی چیزوں کا علم نہیں ہوتا جو سامنے محسوس موجود ہیں اور بعض کو اس سے زیادہ ہوتا ہے اور بعضے حواس کی قوت سے عجیب کلیں ایجاد کرتے ہیں اور طرح طرح کے آلہ بناتے ہیں بلکہ ایسی ایسی چیزیں جنکو تعلق حواس سے ہے اور بعضے عقلاء ہوتے ہیں کہ ان فانی چیزوں سے تجاوز کر کے علوم و اسرار جانتے ہیں۔ غرضکہ فوق کل ذی علم علیم ہر علم والے پر اس سے بڑھا ہوا عالم موجود کیا گیا ہے تو ادنیٰ درجہ والا اپنا اوپر والے کو غیب دان کہہ سکتا ہے کیونکہ جو چیز وہ نہ جانتا تھا وہ اوپر والے کو معلوم ہے اسی طرح دوسرے درجہ والے سے اونچا وہ جانتا ہے جو دوم درجہ والا نہ جانتا تھا ولیکن ہر ایک درجہ والا اپنے علم میں وہی پاتا ہے جو اس کو معلوم ہو چکی ہو غیب نہیں جانتا حتیٰ کہ رسول کو خصوص ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں و جنت و دوزخ وغیرہ سب کا علم تھا حالانکہ ہم لوگوں کی نظر سے یہ چیزیں غائب ہیں چنانچہ یومنون بالغیب کی تفسیر میں یہ بات داخل ہے کہ ایمان لاوے کہ جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ نہیں تھا کیونکہ آپ تو دیکھ چکے تھے اب صاف معلوم ہو گیا کہ غیب وہی رہتا ہے جسکا علم اللہ تعالیٰ نے نہ دیا ہو جب کسی آدمی کو ایک چیز کا علم دیدیا تو اس کے نزدیک وہ غیب نہ رہا مگر دوسرے کم درجہ والے کے نزدیک غیب رہا کیونکہ فرق یہ ہے کہ یقین رکھتے ہیں کہ اس بزرگ کو اللہ تعالیٰ نے اسکا علم دیدیا تو جو میری نظر سے غائب ہے پس صاف معلوم ہو گیا کہ غیب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ تعالیٰ کے اب سمجھو کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ بزرگ کی نظر سے ایک پاس کی چیز پوشیدہ کر دی تو اس کو بھی نہ معلوم ہوگا جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ معلوم نہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام چاہ کنعان میں پڑے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ اسکو دور کی چیز جیسے کہ ساتویں آسمان کی چیز سے مطلع کر دے تو جان جائیگا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو کنعان [illegible] پہنچی اسی طرح کبھی یہ علم نہیں دیا جاتا کہ کل کے روز کیا واقعات ہونے والے ہیں صریح منصوص ہے قولہ تعالیٰ وما تدری نفس ماذا تکسب غدا اور کوئی نفس نہیں جانتی کہ وہ کل کے روز کیا کمائی کریگا اور حدیث میں بھی یہ مضمون صریح منصوص ہے اور کبھی قیامت کی علامات سے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو آگاہ فرمایا ہے چنانچہ احادیث حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں

آنحضرت علامات زمانہ قریب قیامت کے صحیح روایات سے مروی ہوئے ہین حالانکہ اب اُن کا ظہور آنکھون کے سامنے ہوتا جاتا ہے از انجملہ یہ ہے کہ ابتدا
مین اسلام کو زور و غلبہ و شوکت کمال حاصل تھی اور نہایت بڑی سلطنت اسلام کی تھی کہ نصرانیون کو بالکل وحشی جانورون کی طرح پالتے تھے کچھ
اسکا امکان بھی نہ تھا و لیکن حدیث صحیح مین یہ روایت موجود تھی کہ قریب زمانہ قیامت مین روے زمین پر نصرانی سب سے زیادہ ہونگے اور سب پر
غالب ہونگے۔ و دیکھو اس زمانہ مین یہ بالکل ظاہر ہو گیا ہے۔ اگر مین سب لکھون تو بہت بڑی کتاب ہو جاوے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص وہی جانتا ہے
جسقدر اُس کو اللہ تعالےٰ نے آگاہ کر دیا اور اللہ تعالےٰ کا علم بے انتہا ہے اور آدمی مین بے انتہا علم کا ظرف موجود نہین ہے تو سواے اتنے علم کے
جسپر اطلاع دیدی باقی سب اُس کی نظر سے غائب ہے وہ غیب اللہ تعالےٰ ہی کو معلوم ہے اور حضرت موسےٰ و خضر علےٰ نبینا و علیہم السلام کی حدیث
مین صاف مذکور ہے کہ ایک چڑیا نے سمندر سے پانی پیا تو خضر نے موسےٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسےٰ میرا و تیرا و تمام مخلوقات کا علم بمقابلہ علم الٰہی
کے اسقدر بھی نہین جسقدر سمندر سے اس چڑیا کی چونچ مین پانی لگ گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی شان نہایت بزرگ ہے کوئی قیاس نہین کر سکتا اب ایمان
مستقیم رکھو اور خوب سمجھ لو کہ غیب فقط اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہے اُسی کی عبادت و بندگی صحیح ہے اور سوا اُس کے جو کچھ کوئی جاہل شرک کرے
سب اُس کی جہالت ہے اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہے بے مثل و بے مثال و بے مانند و بلا شبہ و بے قیاس و گمان و وہم ہے لم یزل و لا یزال
اُسی کی شان ہے کافرون و مشرکون کا شرک الٹا اُن کی جان کا وبال ہے چونکہ ہمیشہ سے کافر و مشرک لوگ اپنی جہالت سے دعوے کرتے ہین کہ
ہماری زندگی موت یہی ہے جو نظر آتی ہے تو کسی کو روا نہین ہے کہ اللہ تعالےٰ جلشانہ کے مقابلہ مین ایسے دعوے کرے اور اللہ تعالےٰ نے تنبیہ کر دی کہ وَمَا
اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ۔ اور نہین ہے قیامت کا امر مگر جیسے پلک مارنے کی چمک۔ یعنے اللہ جلشانہ جیسا علیم ہے ویسا ہی قدرت والا حکمت
والا سب کمالات والا ہے اُس نے آگاہ فرما دیا کہ قیامت برحق ہے تو اس مین کچھ شک نہین ہے مشرک و کافر لوگ شبہ مین پڑتے ہین کہ مرکر کیسے
زندہ ہونگے اور یہ نہایت جہالت ہے جس نے اُن کو عدم سے پیدا کر دیا وہ کرور مرتبہ چاہے مارے و جلاوے پس یہان تنبیہ کر دی کہ پلک مارنے
اللہ تعالےٰ قیامت قائم فرماویگا یعنے تم لوگ مثل مین آپس مین پلک مارنے کا وقت بہت ہی کم کہتے ہو تو تمھاری سمجھ کے موافق اللہ تعالےٰ نے تنبیہ
کر دی کہ اُس کی قدرت مین کسی چیز کے پیدا کر دینے مین کچھ دیر نہین لگتی ہے اسی واسطے فرمایا۔ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ۔ یا وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے یعنے
تمھاری سمجھ مین جو آوے اُسکو غور سے دیکھ لو کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت اس سے بھی زیادہ ہے۔ بعض مفسرین نے کہا کہ یہ بیان قیامت کی نزدیکی کا ہے یعنے
قیامت کا زمانہ دور نہین ہے اتنا نزدیک ہے اور بات یہ ہے کہ یہ مثال بیان فرمائی اس طرح کہ تمھاری دنیا کی زندگی اگرچہ کرورہا برس تک ہو تب
بھی یہ زمانہ ایک محدود ہے اور قیامت کے بعد زمانہ بے انتہا و غیر محدود ہے پھر جس شخص کو کچھ بھی حساب معلوم ہے وہ جانتا ہے کہ محدود چیز کو غیر
محدود کے ساتھ ذرہ برابر بھی نسبت نہین ہو سکتی ہے اور تصور ہی مین نہین آ سکتی ہے تو قیامت کا زمانہ آگلے بعد والے زمانہ کی بہ نسبت لمحہ بھی
نہین ٹھہرتا ہے۔ یہ مضمون اگرچہ بالکل صحیح ہے مگر ذرا غور سے دیکھنا و سمجھنا چاہیے اور پہلا مضمون یہ تھا کہ قیامت کو قائم کر دینا جب اپنے وقت پر
ہوگا تو اُس کے قائم کرنے مین کچھ دیر نہ ہوگی پلک مارتے اللہ تعالےٰ قائم فرما دیگا۔ زجاج رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ یہی مراد ہے اور یہ مراد نہین
ہے کہ تمھارے پلک مارنے مین پھر قیامت آجاوے گی بلکہ قدرت کاملہ کا بیان ہے کہ وہ بات کہتے ہزارون عالم پیدا فرما دے کن فیکون اُسکی
مثال ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اللہ تعالےٰ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہے جب چاہے کر سکتا ہے تو قیامت اُس کی قدرت کے سامنے
کچھ حقیقت نہین رکھتی ہے و لیکن کافر و مشرک لوگ بے انتہا جاہل بیوقوف ہین کہ اس سے انکار کرتے ہین۔ ف قال فی العرائس قولہ تعالےٰ وللّٰہ
غیب السموات والارض وما امر الساعۃ الآیہ۔ اللہ تعالےٰ عزوجل نے اپنے بندون کو اپنی معرفت کلی سے آگاہ فرمایا اس طرح کہ او سبحانہ تعالےٰ
عالم بعلم ازلی ہے اور قادر بقدرت ازلیہ ہے پس عالم ازلی وہ ہے کہ وجود الوجود سے آگاہ ہوا اور جسکو ہونا کہتے ہین جب جا بجا محقق ہے سب اُس کے علم
سے ہے اور وجود کی ماہیت اور جسکا وجود اُس کی قدرت و حکمت سے ہوا سب اُس کے علم مین تھا اور سب اُس کی قدرت مین جیسا تھا ویسا ہی اب

موجود ہے تو اسپر اس سب کا جڑ سے نابود اور معدوم کر دینا کچھ بھی دشوار نہیں ہو سکتا کیونکہ سب کا قیام اسی کی قدرت سے ہے وہی حی القیوم ہے جو کچھ اُس کے ساتھ چاہے کرے اگر ایجاد کرنا چاہے تو کاف کو نون سے ملنے اور کُن ہونے سے پہلے اُس کو پیدا کر دے بار واضح ہو۔ اس میں اتصال ہے وہ بھی اُسی نے پیدا کیا ہے خود کاف و نون کو یاد۔ وہ ہو کو اُسی نے پیدا کیا تو کیا اسکے پیدا کرنے کے لیے کوئی کن پہلے تھا بلکہ یہ فہمائش قدرت ہے یوں ہی جسکو چاہے معدوم کر دے اور جب غیب السموات والارض اُسی کے واسطے ہے تو اُسپر مطلع نہیں کرتا مگر جسکو چاہے اور انھیں کو چاہتا ہے جو اُس کے بندے اولیاء ہیں رسول و صدیق و شہداء و صالحین مومنین۔ اور اُس کو مردود بندوں کافروں و مشرکوں و شیاطین سے پوشیدہ فرما دیا ہے۔ وقد قال تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء الآیہ وقد قال الا من ارتضیٰ من رسول الآیہ پس جو بندہ کہ غیب پر مطلع ہوا وہ بھی سب سے غیب ہے گویا وہ غیب الغیب پر مطلع ہوا ہے اور سب سے زیادہ اشرف کون غیب ہوگا سوا اسکے خزائن الٰہی کے اور یہ خزائن اُس کے خالص بندوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور ان عجائب حکمت وغرائب علوم کی قدر وہی جانتا ہے جو جانتا ہے شیخ نصر جوہری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بندوں میں اولیاء کو مخفی کر دیا اور اولیاء میں غیب کو مخفی فرمایا اور اُسکے خالص بندوں پر کوئی مطلع نہیں ہوتا سوائے اُسکے اولیاء کے اور اولیاء ہی چھادقی بندے مطلع ہوتے ہیں اور غیب پر مطلع ہونا عزیز الوجود بات ہے اور اس سے بھی زیادہ نادر الوجود بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی کو پہچانے قال المترجم ولی کی شناخت کسی طریقہ سے نہیں ہو سکتی مگر اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اُسی کو اللہ تعالیٰ معرفت عطا فرماتا ہے اور قولہ تعالیٰ الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم الآیہ کی تفسیر میں گذرا کہ جنکے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آوے۔ اور محبت دنیا دل سے دور ہو کیونکہ جب غیب اپنی ذات پاک کے لیے مخصوص فرمایا تو سب مخلوق کو علم سے معزول کر کے اپنی طرف بلایا قال تعالیٰ۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ

اور اللہ نے تمکو نکالا ماں کے پیٹ سے کچھ نہ جانتے تھے اور دیئے تمکو کان اور آنکھیں اور دل

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ اَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ

شاید تم احسان مانو کیا نہیں دیکھے اڑتے جانور حکم کے باندھے آسمان کی ہوا میں کوئی نہیں تھام رہا انکو سوائے اللہ کے

ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ

اسمین پتے ہیں اُن لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں اور اللہ نے بنا دیئے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ اور بنا دیئے تم کو چوپایوں کی

الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ یَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ

کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہیں تم کو جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں اور اُنکی اون سے اور پشم سے اور بالوں سے

اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ۝ وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا

کتنے اسباب اور برتنے کی چیز ایک وقت تک اور اللہ نے بنا دیئے تم کو اپنی بنائی چیزوں کی چھاؤں اور بنا دیں تم کو پہاڑوں میں چھپنے کی جگہ

وَّ جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمُ الْحَرَّ وَ سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ

اور بنا دیئے تم کو کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی کا اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی کا اسطرح پورا کرتا ہے احسان

عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَیْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ۝ یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ

تمپر شاید تم حکم میں آؤ پھر اگر پھر جاویں تو تیرا کام یہی ہے کھولکر سنا دینا پہچانتے ہیں اللہ کا احسان

ع ۱۱

ثُمَّ یُنْكِرُوْنَهَا وَ اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت انمیں ناشکر ہیں

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ ۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو نکالا یعنے اس طرح پیدا کیا بنظر ظاہر اسباب جسکے کہ تم کو نکالا ۔ مِّنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۔ تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے تاکہ تم اُس کے لطف قدرت کو جو طرح طرح کے پیرایہ میں ظاہر ہے غور سے دیکھو ۔ اور جو شخص کہ علم رکھتا ہے اس امر میں جب غور کرے گا پیدائش کے طریقہ کو عجیب پاویگا کہ وضع حمل سے پہلے زندہ بچہ پیٹ میں بہت سخت محبوس ہوتا ہے اور پیدائش کے وقت کیونکر اُس کے واسطے اس محنت گاہ دنیا میں آنے کے لیے وسعت و آسانی دیجاتی ہے اور قبل اس کے اُسکا رزق و عمر و اعمال مع سعادت و شقاوت کے پورے کر دیے جاتے ہیں ۔ جب پیدا ہوا تو بالکل نادان ۔ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۔ تم اُس حال میں کسی چیز کو نہیں جانتے حالانکہ تمام دنیا پیش نظر ہوتی ہے اور کوئی تدبیر و فکر کسی نفع حاصل کرنے یا ضرر دور کرنے کی بالکل نہیں کرتا اور نہ کسی نفع و ضرر کو جانتا ہے مگر خالق عزوجل اُس کو کمال خوبی سے پرورش فرماتا ہے جیسے نکالنا اس طریقہ سے تھا ویسے ہی پرورش کرنا تمہاری نظروں کے روبرو ایک طریقہ پر ہوتا ہے ۔ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ ۔ اور بنا دیے تمہارے لیے کان اور آنکھیں ۔ حرف واو فقط عطف کے لیے ہوتا ہے اس سے یہ لازم نہیں کہ پہلے نکالا پھر کان آنکھیں بنائیں بلکہ یہ دونوں باتیں اللہ تعالیٰ نے دیدی ہیں پس قبل پیدائش کے یہ چیزیں بنا دیں تھیں ولیکن نکالنا پہلے بیان کر کے پھر اُس کے بیان میں نکتہ یہ ہے کہ یہ چیزیں بعد پیدائش کے کام آتی ہیں ۔ اور سمع کو واحد اور ابصار کو جمع اسواسطے فرمایا کہ سمع دراصل مصدر ہے اُس کے معنے مفرد و جمع سب آتے ہیں یہاں جمع مقصود ہے اور مراد آلہ سمع یعنی کان ہیں اور سمع کو مقدم اس لیے فرمایا کہ آنکھ بند کر کے علوم حاصل کرنے میں کان سے کام نکلتا ہے اور ہر نصیحت جو کان سے سُنے یعنے ماننے کار آمد ہے اور آنکھ کے فوائد بھی بیشمار ہیں لیکن علماء نے کان کو آیت کے اشارہ سے اشرف جانا ہے سراج المنیر میں دلائل ذکر کیے مگر بعض آیات میں عمیا و بکما و صما فرمایا ہے یعنے کافروں کی مذمت میں پہلے آنکھ سے اندھے ہونا بیان کیا پھر گونگے پھر بہرے لہٰذا بعضے علماء آنکھ کو مقدم کرتے ہیں ۔ ولیکن جواب یہ ہو سکتا ہے کہ عام منفعت نادر ہونے کو پیچھے بیان فرمایا ۔ بہرحال یہ کوئی ضروری مسئلہ نہیں ہے البتہ اگر کوئی مثلاً قسم کھا جاوے کہ واللہ میرے سب سے اچھے حواس کو یہ غذا یا دوا لگی ہے پھر وہ دوا آنکھ کو یا کان کو لگی ہو تو فتوے دینے میں ضرورت پڑیگی کہ قسم سچی ہے یا جھوٹی ہوئی ۔ بالجملہ احسان رکھا کہ تم کو کان دیے اور آنکھیں دیں ۔ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۔ اور دل دیے ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ بعض کے نزدیک افئدہ دماغ و عقل ہیں جنکے ذریعہ سے نفع و ضرر کی چیزیں پہچانتا ہے اور صحیح یہ ہے کہ افئدہ فقط عقلیں ہیں جنکا مرکز قلب ہیں ۔ اقول بنا بر اس قول کے افئدہ کا ترجمہ عقلیں ہونا چاہیے اور دل کو مجازاً اس معنے میں کہہ سکتے ہیں کہ عقلوں کا مرکز دل ہیں ۔ غرضکہ یہ حواس آدمی کو تھوڑا تھوڑا کر کے حاصل ہوتے جاتے ہیں ۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ اسواسطے دیے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو ۔ یعنے آدمی ان حواس سے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کی بندگی میں مدد پاوے اور ہر عضو و اُس کی قوت کے ساتھ اپنے رب کی طاعت بجالاوے چنانچہ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی تو اُس نے میرے ساتھ لڑائی ظاہر کی اور کوئی بندہ میرے یہاں کسی طاعت کے ساتھ اُس طاعت سے بڑھ کر تقرب نہیں چاہیگا جو میں نے اُسپر فرض کر دی ہے اور ہمیشہ بندہ میری طرف نزدیکی چاہتا ہے نوافل طاعات کے ساتھ یعنے فرائض ادا کرنے کے بعد سنن و مستحبات ہر قسم کی طاعات صلوٰۃ و صوم و زکوٰۃ وغیرہ کے نوافل سے قرب چاہتا ہے یہانتک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پس جب میں نے اُس کو محبوب کیا تو ہو جاتا ہوں اُسکے کان کہ جس سے سنتا ہے اور آنکھ کہ جس سے دیکھتا ہے اور ہاتھ کہ جس سے گرفت کرتا ہے اور پاؤں کہ جس سے چلتا ہے اور اگر کچھ مجھ سے مانگتا ہے تو جو مانگے میں اُس کو دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو جس سے پناہ چاہے اُس کو پناہ دیتا ہوں اور جن اُمور کو میں کرنے والا ہوں کسی میں مجھے اتنا تردد نہیں جو مجھے اپنے بندہ مومن کے قبض کرنے میں ہے جو اپنی موت کو ناگوار رکھتا ہے اور میں اس کے ناخوش کرنے کو مکروہ رکھتا ہوں حالانکہ موت اُس کے لیے ضروری ہے ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس حدیث کے معنے یہ ہیں کہ جب بندے نے خلوص کے ساتھ بندگی کی تو اسکے سب کام اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو جاتے ہیں پس سنتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے اور دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے یعنے بموجب شرع کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کرتا ہے اور گرفت کرنا اور چلنا اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی میں ہوتا ہے سب باتوں میں اللہ تعالیٰ ہی

سے استعانت لیتا ہے اسی واسطے صحیح کے سوا ہے اس حدیث کی بعض روایت میں اسقدر زائد ہے کہ بی یسمع وبی یبصر وبی یبطش یعنے میرے ہی ساتھ سُنتا ہے اور میرے ہی ساتھ دیکھتا ہے اور میرے ہی ساتھ گرفت کرتا ہے۔ آیت میں بھی شکر کرنے کے یہی معنے ہیں مفسر جسیم کہتا ہے کہ خلاصہ معنے شکر کے یہ ہیں کہ جو چیز اللہ تعالے نے دی اُس کو جسطرح مشروع کیا اور حکم دیا ہے اُسی میں صرف کرے گویا یہ شخص اس چیز میں امانت دار ہے اور واضح ہو کہ اولیاء مشائخ نے اس حدیث کے بیان حکمت میں کہا کہ امین جب پوری امانت ادا کرے تو اُس کی خواہش وغرض ذاتی اس چیز میں کچھ نہ ہوگی اور جو کوئی کسی کی امانت میں اپنی غرض بھی چاہے تو خیانت ہوتی ہے لہذا جب اللہ تعالے کے ساتھ کسی نے امانت ادا کرنی چاہی تو ظاہر ہے کہ جان ومال سب اللہ تعالے کی امانت ہے پس جسم کا کھانا پینا سونا اور مال کا رکھنا وصرف کرنا خالص اُسی کے واسطے ہوا اور جسطرح شرع واحادیث وآیات میں بیان ہے جسم وجان کے لیے برتاؤ رکھے تو صاف ظاہر ہے کہ زنا وچوری وتن پروری وغیرہ سب سے پاک ہوگا اور جب ایسے مرتبہ پر پہونچا تو مصداق ــ فارغم از کبر وکینہ وازہوا + یعنے تکبر وکینہ وہواے نفسانی سے پاک ہوگیا۔ جب آثار شیطانی وہواے نفسانی سے چھوٹا تو اُس کی روح کا ظہور ہوا اس روح کی بزرگی اللہ تعالے نے قولہ نفخت فیہ من روحی میں اور قولہ الروح من امر ربی میں بیان فرمائی ہے اور جسکے آثار میں سے صفات ملکیہ ہیں اور یہی مرتبہ اپنی خودی سے فنا ہونے کا اور بقا سے حق عز وجل کے ساتھ باقی ہونے کا ہے اور بزرگوں نے فرمایا کہ یہ قرب معرفت وتوحید ہے اور اسی واسطے اس کا دیکھنا وسننا وچلنا وغیرہ سب حیات قدیم کے ساتھ ہوتے ہیں تو یہ معنے بھی اس حدیث کے صحیح ہیں کہ اُس کے افعال بقوت الٰہیہ ہوتے ہیں اور آثار عبدیت وکرامات جو کچھ خالق عز وجل چاہتا ہے اس بندے سے ظاہر ہوتے ہیں لیکن وہ خود کسی بات کو نہیں چاہتا کیونکہ خواہش سے پاک ہوتا ہے حالانکہ عوام الناس اس کی خوشامد وخدمت اسی غرض سے کرتے ہیں کہ ہمارے واسطے ایسی دعا کریگا اور خدمت نکرینگے تو ناخوش ہوجائیگا۔ اور یہ نادانی ہے ان اللہ تعالے اُن لوگوں سے راضی ہوتا ہے جو اُس کے ولی بندے کی خدمت وخاطر للہ شروع کریں اور ایسے اُس کا عتاب بلکہ غضب ہوتا ہے جو اس کے نیک بندے کو ایذا دیں اور ظاہری صورت تو سب آدمیوں کی یکساں ہے لیکن درمیان میں فرق بے انتہا ہے اور آگاہ رہنا چاہیے کہ بعضے نفس پرست شیطان کے ولی ہوتے ہیں اور اکثر باتیں بتلاتے اور عادت کے خلاف اُن سے بھی جو کاستہ سرزد ہوتے ہیں تو پہچان مشکل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالے نے اپنے بندوں کو نہایت آسان پہچان دیدی ہے اور وہ یہ ہے کہ جو بندہ اللہ تعالے کا ولی ہے وہ پوری طرح شریعت وسنت پر قائم ہوگا اور جو بے پروا ومطلق ہو کہ شیطان کا ولی ہے اُس کو اللہ تعالے نے یہ قدرت نہیں دی کہ شریعت وسنت پر چل سکے اور یہاں وہم کو دخل نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالے کی نہایت رحمت ہے اور عجیب حکمت یہاں یہ ہے کہ عوام الناس بھی دو طرح کے ہیں ایک وہ ہیں کہ آخرت پر یقین کرکے سچے مومن ہیں تو ایسے لوگ تو ولی سے آخرت چاہتے ہیں اور دنیا کی متاع فقط اس نیت سے چاہتے ہیں کہ اُن کو ضرورت وفراغت کے ساتھ اس طرح حاصل ہو کہ اُن کو آخرت کے کاموں میں پریشانی نہ پیدا ہو کیونکہ جب رزق ومعاش میں پریشانی ہوتی تو نماز وروزہ وغیرہ سب اعمال میں فراغت خاطر نہ ہونے سے نقصان ہوتا ہے پس ایسے لوگ تو لا محالہ حقیقی ولی اللہ سے رجوع کرتے ہیں اور دوسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جو دنیا کے طالب ہیں اور کچھ خیال اُن کو آخرت کا نہیں ہوتا ہو یا نہیں ہوتا تو ایسے لوگ جب کسی فقیر کو جو حقیقت میں شیطان کا ولی ہے پاتے ہیں اور صریح دیکھتے ہیں کہ یہ شخص شریعت پر قائم نہیں ہے تو اس سے پرہیز نہیں کرتے بلکہ اُس کی طرف الٹی کو بلا اجازت شرعی کے اچھا سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ ولی کے کام اچھے ہی ہوتے ہیں اگرچہ ہماری سمجھ میں نہ آویں اور یہ نہیں سمجھتے کہ اس کا ولی ہونا تو سمجھ گئے اور ولی کے کام سمجھ میں نہیں آتے ہیں اور حکم شرع جو برا کہتا ہے اور منع کرتا ہے اس کو نہیں مانتے ہیں اور اللہ تعالے نے اُن کو آنکھ کان اور عقل دی تھی کہ راہ مستقیم شرعی پر چلیں سو چاہئے شکر کرنے کے کفران نعمت کیا کیونکہ شکر یہی تھا کہ ہر ایک سے شرع پر چلنے کا کام لیں۔ پھر ایسے ہی لوگ ہوئے جنہوں نے بزرگوں کے روحی تصرفات اُن کے اختیاری سمجھے اور اُن سے بدتر دوسرے ہوئے کہ جنہوں نے اُن کی صورتیں بنا کر اُنکو اپنے امور کا مختار قرار دیا اور قال وقربانی ونذر ونیاز وغیرہ بلکہ صریح عبادات سے شرک کیا حالانکہ پاک کامل قدرت فقط اللہ تعالے عز وجل کے واسطے ہے اور ہر چیز آسمان و آفتاب وستارے وزمین وپہاڑ بلکہ وغیرہ تک اسی کے قبضہ قدرت میں ہر وقت مسخر ہے چنانچہ مشرکوں کو تنبیہ کیا کہ آنکھیں کھول کر غور سے اڑتی ہوئی چڑیا...

آسمان و زمین کے بیچ میں دیکھیں۔ اَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ۔ یعنی کیا ایسے لوگون نے جنکو یہ پہچان و تمیز نہین ہے کہ قدرت الٰہی جل شانہ کسقدر عظیم اور ہر چیز پر
حاوی ہے انھون نے نہ دیکھا پرندون کو اُڑتا ہوا مُسَخَّرٰتٍ۔ درحالیکہ وہ مسخر ہوتے ہین۔ فِیۡ جَوِّ السَّمَآءِ۔ آسمان کے جو مین یعنے اس میدان مین
جو آسمان کی طرف ہے۔ مَا یُمۡسِکُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ۔ نہین روکے ہوتا ہے اُن پرندون کو مگر اللہ تعالےٰ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت سے اس طرح
پیدا کر دیا کہ پرندکے دو بازو ہین اور ہوا رقیق و لطیف ہے اور ہوا مین اسطرح بازو پھیلا کر اُس کو ایک خاص قوت اللہ تعالےٰ کی طرف سے ایسی ہے
کہ برابر اُڑتی رہتی ہے۔ ظاہری اسباب صرف اس کام کے ہین کہ حق تعالےٰ کے عجائب صنعت کو طرح طرح کے پیرایہ مین دیکھا جاوے کیونکہ مچھلی پانی
مین بغیر بازو کے پیرتی رہتی ہے اور اصلی قدرت اللہ تعالےٰ کی ہے۔ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ۔ البتہ اس طرح ظہور قدرت مین یا اس تسخیر مین لَاٰیٰتٍ۔ نشانات
ہین جو اللہ تعالےٰ کی قدرت و وحدانیت پر دلالت کرتے ہین۔ لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ۔ ایسی قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہین یعنے ان آیات سے سب
محروم ہین سواے قوم مومنین کے جنکو اللہ تعالےٰ نے سمجھ عطا فرمائی ہے۔ نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت و جملہ صفات کی معرفت جبھی حاصل ہوتی
ہے کہ رسول علیہ السلام پر ایمان لاوے اور بعد ایمان کے جن چیزون پر نظر کرتا ہے اُسی معرفت کو مشاہدہ کرتا اور سمجھتا ہے اور اُس کا نور بڑھتا جاتا ہے
اسی واسطے قوم مومنین کی تخصیص فرمائی بخلاف کافرون جاہلون کے کہ ہزارون آیات پر نظر ڈالتے چلے جاتے ہین اور کچھ بھی نہین سمجھتے ہین۔ نظیر اسکی یہ ہے
کہ جو شخص مثلاً علم طبعیات سے واقف اور علم اجسام و جر ثقیل کو جانتا ہے جب وہ ریل و تار و دیگر کلون کو اور جملہ آلات حرفیہ کی سیر کرے گا تو ہر مقام
پر اُس کو اپنی معلومات کے موافق ایک عجیب لطف آویگا اور جو اصول صرف اُس کے حواس مین تھے اُن کو خارج مین مشاہدہ کرے گا ایسے ہی امور عقلیہ
و معارف قلبیہ و روحانیہ کے حالات ہین۔ قَالَ الشَّیۡخُ ابۡنُ کَثِیۡر رحمہ اللہ تعالےٰ اپنے بندون کو غفلت سے بیدار کیا کہ پرند کی طرف نظر کرین
جو خالص مخلوق الٰہی ہے یعنے اس مین کچھ اشتباہ بھی نہین ہے کہ وہ آسمان و زمین کے بیچ مین ہوا مین مسخر ہین۔ اس کو کیسے عجیب طور سے پیدا کیا کہ دو
بازون سے اُڑتی ہین اور وہان اُس کو اللہ تعالےٰ ہی اس شان سے رکھتا ہے اس مین اس طرح کی قوتین پیدا کر دی ہین اور ہوا کو اُس کے واسطے مسخر
کر دیا ہے اس مین مومنون کے واسطے نشانات توحید و قدرت الٰہی ظاہر ہین۔ اب بیان ہو گیا کہ جملہ افعال انسانی و حیوانی سب اللہ تعالےٰ کے مخلوق
ہین جیسے انسان خود مخلوق الٰہی ہے تو مخلوق کے افعال بھی مخلوق الٰہی ہین اور انسان کو ان مین نعمتین ملتی ہین چنانچہ فرمایا۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ
بُیُوۡتِکُمۡ سَکَنًا۔ اور اللہ تعالےٰ نے کر دیا تمھارے آرام کے لیے تمھاری بیوت سے بسیرا یعنے آرام گاہ جسمین معیشت وغیرہ کی کوشش و حرکات سے
تھک کر آرام لیتے ہین اور اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو آدمی کو آسمان کی طرح ہر وقت متحرک پیدا کرتا اور یا زمین کی طرح ہر وقت ساکن پیدا کرتا۔ ولیکن اسکو
اضطراب و حرکات کے بعد سکون کی حاجت ہے تو بیوت اُس کے مساکن بنا دیے۔ وَجَعَلَ لَکُمۡ مِّنۡ جُلُوۡدِ الۡاَنۡعَامِ بُیُوۡتًا۔ اور بنا دیے
تمھارے واسطے چوپاؤن کی کھالون کے بیوت۔ یعنے جیسے شہر والے جو ایک جگہ وطن کر لیتے ہین اُن کے لیے مساکن بنا دیے ویسے ہی اہل بادیہ کے واسطے
کھالون و بالون کے خیمہ بنا دیے حتےٰ کہ یہ لوگ اس دنیاوی خفیف زندگی مین بہت آسانی بغیر تشویش کے یہ سامان مہیا کرتے ہین۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ
نے کہا کہ عرب کے خیمون کا بیان ہے۔ بالون کے خیمون کو اس وجہ سے شامل ہے کہ بال بھی کھال پر ہوتے ہین تو کھالون ہی سے خیمہ بالون کے تیار ہوئے
تَسۡتَخِفُّوۡنَهَا۔ ان خیمون کو تم ہلکا پاتے ہو یعنے سفر وغیرہ کی حالت مین تم پر ہلکے و آسان ہوتے ہین چنانچہ فرمایا۔ یَوۡمَ ظَعۡنِکُمۡ تمھارے کوچ کے روز
یعنے کوچ کرنے و سفر کرنے مین باربرداری اس کی ہلکی ہے۔ وَیَوۡمَ اِقَامَتِکُمۡ۔ اور اپنے اقامت کے روز حتےٰ کہ جہان اُترے ان خیمون کو آسانی سے قائم
کیا۔ خلاصہ یہ کہ سفر و حضر دونون حال مین تمپر آسان و ہلکے ہین۔ وَمِنۡ اَصۡوَافِهَا۔ اور کر دیے تمھارے لیے ان جانورون کے صوف سے۔ وَاَوۡبَارِهَا
اور ان کی وبر سے۔ وَاَشۡعَارِهَاۤ۔ اور اُن کے بالون سے۔ اَثَاثًا۔ ہر قسم کا اثاثہ۔ وَّمَتَاعًا اِلٰی حِیۡنٍ۔ اور متاع ایک وقت کے لیے یعنے وقت موت
تک اپنی زندگی کو ضروری سامان مذکور سے پورے کرو۔ واضح ہو کہ اصواف جمع صوف کی اور وہ غنم کے بال ہین یعنے دنبہ دیگر بھیڑون کے پشم۔ اور اوبار
جمع وبر کی اور وہ اونٹ کے بال ہین اور اشعار جمع شعر کی اور وہ بکری کے بال ہین اور اس سے ظاہر ہے کہ انعام کا لفظ اونٹ و گائے و بکری سب کو

شامل ہے اور بعضے لوگ کلام کرتے ہیں کہ بکری پر انعام صادق ہے یا نہیں اور یہ آیت حجت ہے کہ بکری وغیرہ کو بھی شامل ہے۔ اور اثاث کے معنی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے متاع کے بیان کیے اور یونہی مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن و عطیہ عوفی و عطا خراسانی و ضحاک و قتادہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور اسی کو خلیل رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختیار کیا پس اثاث و متاع کا عطف بطور توضیح کے ہے اور اصل میں اثاث کثیر کے واسطے ہے اور بعضے مال کثیر بھی تفسیر کی گئی اور بعض نے بعضے جامہ بیان کیا اور شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اثاث کا لفظ مال و متاع وغیرہ ان سب کو شامل ہے کبھی اموال تجارات کو اور فرش و لباس وغیرہ دیگر متاع کو اثاث بولتے ہیں و علیٰ ہذا اثاث پر متاع کا عطف اس طور پر ہے کہ پہلے عام ذکر کر کے اس پر خاص کو عطف کر دیا جیسے جانور و گھوڑے کیونکہ جانور تو گھوڑوں کو بھی شامل ہے۔ واضح ہو کہ یہ سب نعمتیں عرب کے لوگوں پر انکے معمولات و دسترس کے موافق ہیں اور اسی طریقہ سے سایہ و محافظت کی چیزوں کو بیان فرمایا بقولہ۔ واللّٰہ جعل لکم مما خلق ظلالا یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے بعض سے تمہارے لیے سایہ کر دیا۔ قتادہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مراد درخت ہیں یعنی درختوں سے تم پر سایہ کر دیا بعض نے کہا کہ خیمہ و تھان گاہ وغیرہ جو اوپر مذکور ہوئیں وہ بھی سایہ کرنے والی ہیں۔ ولیکن کبھی مسافر کے پاس وہ بھی نہ ہوں تو سایہ دار درخت پیدا کر دیے ہیں اور کبھی اس کو محفوظ مقام چاہیے کہ جان و مال کی حفاظت ہو اور کبھی سردی گرمی سے دبا ہی جبال و درندہ جانوروں سے مقابلہ میں تن کی حفاظت چاہیے تو فرمایا۔ وجعل لکم من الجبال اکنانا۔ جمع کن یعنی اوٹ چھپاؤ اور ہر ایسی چیز جس سے سردی گرمی مینھ پانی وغیرہ کا بچاؤ ہو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے پہاڑوں سے اکنان بنا دیے یعنی غار و سرب وغیرہ جہاں آدمی پناہ لیتا ہے اور بسبب فقیری و بے سامانی کے دوسرے تکلفات کی طرف دسترس نہیں رکھتا چنانچہ عرب بسبب تنگی و شدت گرمی کے سایہ درخت و اکنان کو زیادہ چاہتے تھے۔ وجعل لکم سرابیل۔ اور بنا دیے تمہارے لیے سرابیل۔ ہر ایک لباس جیسا کہ زجاج رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے قمیص و دیگر کپڑے جو روئی و کتان و صوف وغیرہ سے بنائے جاویں۔ تقیکم الحر جو تم کو بچاویں شدت گرمی سے۔ عرب میں گرمی کی شدت ہے جب ان چیزوں سے بچاؤ ہوا تو ہلکی سردی حاصل ہوگی پس سردی سے بچاؤ خود حاصل ہے اور یہ نکتہ شیخ شہاب نے ریحانہ میں بیان کیا ہے۔ و سرابیل تقیکم باسکم مراد باس سے یہاں فقر و مرض و بہر خوف نہیں بلکہ لڑائی کا ضرر مراد ہے یعنی زرہ و جوشن وغیرہ لوہے کے اور ریشمی لباس جو جنگ میں سپاہ کے لیے پہنتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے بنا دیے۔ یعنی تم کو ایسی سمجھ دیدی کہ یہ سب سامان بناتے ہو اور حق یہ ہے کہ یہ افعال آدمیہ میں جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق آدمی کے واسطہ سے مخلوق ہوتے ہیں کیونکہ مخلوق سے جو مخلوق ہو وہ اللہ تعالیٰ کا مخلوق ہے اسی واسطے یوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیے۔ کذلک یتم نعمتہ علیکم۔ یونہی اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمتیں پوری کرتا جاتا ہے یعنی آگے اور بھی زیادہ تم کو فہم و صنعت دیگا اور تم سے طرح طرح کی آسایش و آرام کی چیزیں پیدا فرماتا جائیگا۔ لعلکم تسلمون۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی و فرمانبرداری پر و سلامتی و معرفت کے ساتھ گردن جھکاؤ اور اسلام لاؤ۔ کیونکہ ان نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ خالق عز و جل کی طاعت خالص اسی کے واسطے کرو اور ان چیزوں سے ایسے طور پر نفع و آرام اٹھاؤ کہ اسی کی طاعت سے شکر ہو۔ ابو الشیخ نے ذکر کیا کہ عطا خراسانی نے کہا کہ قرآن پاک کا نزول عرب کی فہم و معرفت کے انداز پر ہوا ہے یعنی عرب اس وقت میں سب جہان کی قوموں سے زیادہ جاہل و نادان و فقیر و وحشی تھے تو ان کی سمجھ کا جن چیزوں کو وہ چاہتے تھے زیادہ لحاظ ہوا تاکہ باقی ملکوں والے بدرجہ اولیٰ سمجھیں و ہر ایک عظیم نعمت کا شکر ادا کریں چنانچہ تو نہیں دیکھتا کہ من الجبال اکنانا۔ فرمایا حالانکہ سوائے پہاڑوں کے ہموار زمین سے جو تم لوگ اکنان بناتے ہو وہ اس سے بڑھکر آرام کا محفوظ اور بہت زیادہ ہیں ولیکن عرب لوگ اس وقت پہاڑوں کے رہنے والے تھے اور صوف و بر و شعر کے لباس سے احسان رکھا حالانکہ ان کے سوائے ریشم وغیرہ سے تم اس سے بہتر و کثرت سے عمدہ لباس بنائے ہو چنانچہ شام و روم سے دیباج و حریر گراں قدر آتا تھا ولیکن عرب اس وقت ایسے ہی لوگ تھے اور یونہی فرمایا و ینزل من السماء من جبال فیہا من برد۔ کیونکہ عرب اس سے تعجب کرتے تھے حالانکہ برف کا گرانا اور پڑا کرنا اور اس کے عجائبات اس سے زیادہ و بہت ہیں

ولیکن عرب نہین جانتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ ہر ملک والے اپنی عجیب صنائع پر بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر اقرار و ایمان لاوین اور یہ وہم نہ آوین کہ ان خفیف چیزون پر اللہ تعالیٰ نے کیا قدرت ظاہر فرمائی کہ اس سے بہت بڑھ کر ہم پاتے ہین بلکہ ہر چیز مین ظہور قدرت ہے عرب والون مین اُن کے موافق فرمایا اور اسی زمانہ مین دوسرے ملکون مین اس سے بڑھ کر صنعت وحرفت کی چیز عرب مین آتی تھی اور تجارت کے واسطے شام مین جاکر دیکھتے تھے پس دوسرے ملکون کے لوگ زیادہ توحید کا اقرار کرین کہ اللہ تعالیٰ نے انپر اسی طرح کثرت سے اپنی قدرت ظاہر کی ہے۔ فَإِن تَوَلَّوْا یعنے اسلام سے یہ لوگ منہ پھیرلین حالانکہ اصلی فطرت اسلام پر تھی پھر وساوس شیطانی سے اُس کے منہ موڑا پس اگر اسی منہ موڑنے پہ رہین اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تو لایا ہے اس کو قبول نہ کرین تو تجھ پر کچھ باک نہین ہے تجھے تسلی رکھنی چاہیے کہ تو نے حکم ان کے رب کا اُن کو پہونچادیا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ کیونکہ تجھ پر یہی کھلا ہوا پیغام پہونچا دینا واجب تھا۔ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ پہچان لیتے ہین نعمت اللہ کو یعنے اُن کی عقلین مجبور ہوکر اقرار کرتی ہین کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق قدرت والاختیار ہے اُسی نے انعامات اپنے فضل سے پیدا کیے ہین۔ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا۔ پھر اُن نعمتون کا انکار کرتے ہین چنانچہ رزق و مدد بتون و نجوم کی طرف نسبت کرتے ہین اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرون کی عبادت کرتے ہین یا کہتے ہین کہ ہم نے اپنے باپ دادون سے میراث پائی ہین یا خود اپنی قوت سے کمائی ہین یعنے انہین اسباب پر نظر کرتے ہین اور جیسے یہود و نصاریٰ نے تمام علامات سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت جانتے تھے پھر دنیاوی ریاسات سے انکار کرتے تھے۔ وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ اور اکثر اُن مین کے منکر ہین۔ یعنے جہالت سے اُن کی سمجھ ہی مین نہین آتا اور محسوس چیزون کے سوائے کسی چیز کے قائل ہی نہین ہوسکتے ہین یا سرکشی سے منکر ہوجاتے ہین یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا انکار ہے تو اس صورت مین اکثر یعنے کل ہے۔ اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا آنحضرت صلعم نے اُس پر یہ آیت پڑھی وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّن بُيُوتِكُمْ سَكَنًا اور یہ اُس نے کہا کہ ہان پھر پڑھا وَجَعَلَ لَكُم مِّن جُلُودِ الْأَنْعَامِ الآیہ۔ اعرابی نے کہا کہ ہان پھر آخر تک آیات پڑھین اُس نے ہر بار کہا کہ ہان پھر پڑھا كَذَٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ پس اعرابی نے منہ موڑا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ اللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا الآیہ۔ ف۔ فی العرائس جبکہ عَالِمُ الْغَيْبِ تمام اپنی ہی واسطے مخصوص فرمایا تو تمام مخلوق کو اپنے علم سے معزول کیا اور فرمایا وَاللَّهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ الآیہ۔ ظاہری تفسیر مذکور ہوچکی اور بلند نظر سے اشارہ یہان یہ ہے کہ تمام مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے بطن عدم و قدرت و مشیت سے اس طرح نکالا کہ سب اپنی اصل سے جاہل ہین اور ذات وصفات الٰہی کو نہین پہچانتا اور احکام ربوبیت و طاعات عبودیت سے کچھ نہین جانتے پس اپنے نور سمع سے اور بصر سے اور علم سے لباس سمع و بصر و علم پہنایا یعنے فطرت اسلام و ایمان و ایقان پیدا کیا چنانچہ اُس کی قدرت سے اس کا کلام سنتے ہو اور اس کی رؤیت سے اُس کا جمال قدرت دیکھتے ہو اور اُس تعلیم سے اُس کی صفات و ربوبیت و اسرار کو پہچانتے ہو اور تمہارے قلوب اُس کی محبت و شوق مین مستغرق ہوتے ہین لعلکم تشکرون یعنی جان جاؤ کہ اس کا شکر کسی طرح بندہ سے نہین ادا ہوسکتا ہے تو اس کا فضل و احسان ہے واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لَا تَعْلَمُونَ شَيْئًا یعنے عہد ازل کے وقت تم کچھ نہین سمجھتے جو تم سے عہد لیا گیا تھا۔ بعض نے کہا کہ کسی کو نہین معلوم کہ اسپر کیا حکم جاری ہوا کہ وہ سعید ہے یا شقی ہے پھر اہل سعادت کو نور معاملت دیا جس سے اُس کا ذکر سنتے ہین اور بصر جس سے عجائب صنعت دیکھتے ہین اور افئدہ جس سے صنائع عز وجل کو پہچانتے ہین اور دیگر اعضاء و حواس کہ شکر والے شکر ہین پس شاکر وہ ہے کہ ان حواس کی سلامتی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اوپر نعمتین دیکھے جبکہ شکر ادا کرنا اُس سے ناممکن ہے اور کافر وہ ہے جو گمان کرے کہ ان مین سے کسی نعمت کا شکر اس سے ادا ہوسکتا ہے شیخ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ کان اس لیے دیئے کہ اللہ تعالیٰ کا خطاب امر و نہی وغیرہ سنو اور آنکھ دی کہ عجائب قدرت کو دیکھو اور دل دیا کہ اُسکے انعامات کو پہچانو اور شکر کرو کہ ہمیشہ میری نعمتون مین اپنے اوپر جاری جانو اور مجھی سے میری طرف رجوع لاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارواح و عقول کے طیران کی طرف اشارہ فرمایا کہ ارواح کو جو ہوا ملکوت و سما جبروت مین باز و سے عرفان و ایقان اُس کی بارگاہ مجد و کبریائی پر پرواز کرتی ہین اور جاذب

اُن کا جذبہ نور ہے اُن کو وہی حق سبحانہ تعالےٰ اپنے کشف جمال کے ساتھ قہر سطوات جلال سے محفوظ فرماتا ہے کہ ساقط از حضور قرب نہیں ہوتیں اور اُسکی
عظمت میں فنا نہیں ہوتی ہیں قال تعالےٰ الم یروا الی الطیر مسخرات فی جو السماء الآیہ۔ یاد رہے کہ ہمت اس کی طالب قرب منزلت میں بے موقع و
بے ادب واقع ہونے سے مصئون ہیں۔ اِن فی ذٰلک لآیات لقوم یؤمنون۔ اہل حقیقت و رہروان راہ طریقت اور پیروان جادۂ معرفت و شریعت
کے واسطے نشانات عجائب صنعت و غرائب حکمت ہیں کہ وہاں مجال گفتگو نہیں اور بیہودہ فطرت کو گنجائش نہیں قولہ واللہ جعل لکم مما خلق
ظلالاً۔ اس میں لطیف اشارہ بوجود اولیاء ہے جنکے سایہ میں مریدین تابش آفتاب ہجر و دوری سے پناہ لیتے ہیں اور قہر طغیان و شیاطین الانس
والجان سے یہیں محفوظ ٹھکانا پاتے ہیں کیونکہ یہ لوگ زمین میں اللہ تعالےٰ کے سایہ ہیں وفی الحدیث السلطان ظل اللہ فی الارض من اکرمہ اکرمہ اللہ
ومن اہانہ اہانہ اللہ۔ یعنے سلطان روے زمین میں سایہ الٰہی ہے جو اس کا اکرام کرے اللہ تعالےٰ اُس کو بزرگ رکھیگا اور جو اُس کی اہانت کرے
اللہ تعالےٰ اُس کو خوار کریگا۔ مترجم کہتا ہے کہ مولانا جلال رومی رحمہ اللہ تعالےٰ نے مثنوی میں بھی قولہ تعالےٰ الم تر الی ربک کیف مد الظل
سے اولیاء کا اشارہ لیا ہے بقولہ۔ کیف مد الظل نقش اولیاء است۔ قولہ وجعل لکم من الجبال اکنانا جبال سے اکنان قلوب اکابر معرفت و
ظلال اہل السعادت ہیں جنکے اندر وہ لوگ پناہ لیتے ہیں کہ سب چیزوں سے منقطع ہوکر اللہ تعالےٰ ہی کی طرف رجوع لائے ہیں۔ قولہ وجعل لکم سرابیل
تقیکم الحر۔ اہل معرفت کے واسطے سرابیل اُنس ہیں تاکہ آتش محبت میں سوختہ نہوں۔ و سرابیل تقیکم بأسکم۔ اصلی محاربہ انسان کا باہمی نہیں ہے کیونکہ
یہ تو مذموم و ممنوع چیز ہے بلکہ اصلی محاربہ آدمی کا شیطان و نفس کے ساتھ ہے اور یہی جہاد اکبر ہے اور لباس التقویٰ سے واسطہ معرفت سے آدمی ان
دشمنوں پر فتح پاتا ہے قولہ کذالک یتم نعمتہ علیکم مزید نعمت و کمال رعایت ہے کہ ان کو دوری و ہجر سے محفوظ فرمایا اور اپنے لطف کے ساتھ اپنے قہر سے
اُن کی نگہداشت رکھی قولہ لعلکم تسلمون۔ یعنے اس کے حکم عبودیت کے واسطے گردن جھکاؤ اور حکم ربوبیت کے لیے سجدہ کرو۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ
تعالےٰ نے کہا کہ اپنے اولیاء کے لیے اپنے سایہ عنایت میں ٹھکانا دیا اور سرابیل سے اُن کا لباس کیا جس سے شر و ضرر دفع رہے پس یہ لباس تقویٰ
جامع ہے اور اس کی تفاصیل ہیں چنانچہ ایک لباس عصمت ہے جس سے اُن کو محفوظ کیا کہ رب عز و جل کی مخالفت نہیں کرتے۔ لباس توفیق سے
ہمیشہ اُس کی عبادت پر ملازمت رکھتے ہیں۔ لباس خلعت ہے کہ اس سے قرب نصیب ہے قولہ کذالک یتم نعمتہ علیکم۔ نعمت کا پورا فرمانا اس طرح ہے
کہ ان کا خاتمہ بخیر و خوبی ہو اور جملہ امور دین و دنیا میں اُن کی نگہداشت و کفایت و رعایت رہے اور خواہش نفس کی پیروی سے بچائے جاویں
اور سداد اور صلاحیت پر لگائے جاویں تاکہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی کو سب پر مقدم رکھیں۔ بعض نے کہا کہ نعمت پوری کرنا یہ ہے کہ جو حکم اپنا
جاری فرمایا اُسپر وے راضی رہیں۔ ابن عطا رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اتمام النعمہ یہ ہے کہ نعمت پر سکون نہو بلکہ نعمت سے منقطع ہوکر منعم عز و جل کے
ساتھ سکون ہو۔ شیخ حمدون رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اتمام النعمہ دنیا میں تو معرفت ہے اور آخرت میں دیدار ہے یعنے اللہ تعالےٰ نے جس
بندے پر نعمت پوری کی اُس کو دنیا میں معرفت اور آخرت میں دیدار عطا فرمایا۔ شیخ ابو محمد جریری رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اتمام النعمۃ یہ ہے
کہ قلب آدمی کا شرک خفی سے محفوظ رہے اور نفس اس کا ریاکاری سے بچا رہے پھر اللہ تعالےٰ نے اُن لوگوں کا حال بیان فرمایا جو راہ راست سے برگشتہ
ہیں۔ بقولہ یعرفون نعمۃ اللہ ثم ینکرونہا الآیہ۔ اس میں اشارہ ہے کہ جو لوگ توفیق سے محروم ہیں وہ اولیاء اللہ تعالےٰ کو بھی پہچان جاتے ہیں جیسے یہود
و نصاریٰ اُس زمانہ میں حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتے تھے بقولہ تعالےٰ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ لیکن منکر ہوتے ہیں اسیطرح اولیاء کو
پہچانتے ہیں خواہ بکرامات و دیگر آیات و فراسات صادقہ ولیکن توفیق کی راہ سے درحقیقت اُن کو نہیں پہچانتے ہیں اور از راہ بغض و عداوت و حسد
و ظلم کے اُن سے منکر ہوتے ہیں اور اس میں فقط دنیاوی ریاست و منزلت کی خواہش ہے۔ قولہ تعالےٰ واکثرہم الکافرون چنانچہ ولایت اسرار کو
چھپاتے ہیں۔ اس آیت میں جیسے صریح کافروں کی مذمت ہے ویسے ہی اُن عالموں کے لیے بھی ملامت ہے اور اُن قاریوں کے لیے بھی مذمت ہے
جنھوں نے مکر و فریب کا جال پھیلا کر جاہلوں کو اپنے دام تزویر میں گرفتار کرنا چاہا ہے اور عوام کے سامنے اولیاء اللہ کی مذمت کرتے ہیں

منہ اپنی طرف پھیرتی ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالےٰ سے خیانت کرنا چاہتے ہیں مگر اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے اور اُس سے زیادہ کون شقی ہوگا کہ اولیاء حق سے دلائل شریعت دیکھے پھر دنیاوی ریاست کو عوام سے اُسکے عوض خریدے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اُن کو نعمتیں حاصل ہیں مگر اُس کے شکر کی توفیق نہیں پاتے ہیں۔ شیخ نصرآبادی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی نعمت پہچانتا اچھا ہے اور نعمت دینے والے کو پہچاننا سب سے اچھا ہے کیونکہ نعمت پہچاننے کے بعد کبھی کبھی اس سے انکار ہوتا ہے مگر نعمت دینے والے کو پہچاننے کے بعد پھر اس سے انکار نہیں ہوتا بلکہ استقامت حاصل ہوتی ہے۔ واضح ہو کہ حق تعالےٰ نے جن کو پیدا کیا اور اس قدر نعمتیں دیں پھر اُس سے انکار و کفر کیا تو آگے طرح طرح کی اُن کی بد انجامی دار آخرت کی بیان فرمائی بقولہ تعالےٰ

وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝

اور جس دن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقے میں ایک بتانیوالا پھر حکم نہ ملے منکروں کو اور نہ اُن سے توبہ مانگیے

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ

اور جب دیکھیں بے انصاف مار پھر ہلکی نہ ہو اُن سے اور نہ اُنکو ڈھیل ملے اور جب دیکھیں

أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِنْ دُونِكَ ۚ

شریک پکڑنیوالے اپنے شریکوں کو بولیں اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جنکو ہم پکارتے تھے تیرے سوائے

فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَأَلْقَوْا إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ

تب وہ اُنپر ڈالیں بات کہ تم جھوٹے ہو اور پڑیں اللہ کے آگے اُس دن عاجز ہوکر اور بھول جاوے اُنکو

مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

جو جھوٹ باندھتے تھے جو منکر ہوے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی راہ سے اُنکو ہمنے بڑھائی مار پر

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ ۝

مار بدلا اُسکا جو شرارت کرتے تھے

وَيَوْمَ نَبْعَثُ۔ اور بیان فرماوے جسدن اُٹھاوینگے ہم۔ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ ہر ایک گروہ سے۔ شَهِيدًا۔ ایک گواہ۔ یعنے کافروں و مشرکوں پر جو حال دار آخرت میں ہونے والا ہے وہ بیان کردے جسدن یعنے بروز قیامت ہم ہر گروہ میں سے اُس کا گواہ یعنے جو پیغمبر اس اُمت پر بھیجا گیا ہے گواہی دینے کو اُٹھاوینگے چنانچہ وہ گواہی دیگا کہ اے رب میں نے تیرا پیغام اُنکو صاف صاف پہونچا دیا۔ واضح ہو کہ کافر لوگ اپنے سوال جواب میں منکر ہونگے اور اُن کے اعضاء و جوارح اُنپر بدکاریوں و شرک کی گواہی دینگے۔ اور ہر گروہ اپنے پیغمبر کی گواہی سے بھی منکر ہوگا اور آخر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و آپ کے اصحاب ان پیغمبروں کی طرف سے گواہی ادا کرینگے اور یہ سب کمال عدل الٰہی ہے ورنہ اللہ تعالےٰ نے جب ہر ایک کافر کو اُس کے اعمال سے آگاہ فرما دیا وہ علیم خبیر ہے اور مواقع قیامت متعدد ہیں اور تحقیق اس کی سابق میں گذر چکی ہے۔ ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا پھر کافروں مشرکوں کو اجازت نہ دی جائے گی۔ خطیب وغیرہ نے یہاں وہ احتمالات بیان کردیے جن سے عدم اجازت آیات و احادیث میں ثابت ہے کیونکہ یہاں یہ بیان نہیں کہ کس بات کی اجازت نہ دی جائے گی چنانچہ لکھا کہ اجازت نہ دی جائے گی یعنے زیادہ گوئی کی یا دوبارہ دنیا کی طرف عود کرنے اور آزمائے جانے کی یا گواہوں کی حالت گواہی میں بلکہ سب لوگ خاموش ہونگے یا گواہوں سے جھگڑا کرنے کی۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے ارجح وجہ اختیار کی کہ اجازت نہ دی جائے گی یعنے عذر لانے میں کیونکہ کافروں کو خود بھی اپنا جھوٹ عذر لانا معلوم ہے جیسے قولہ تعالےٰ هٰذا یوم لا ینطقون ولا یؤذن لهم فیعتذرون یعنے یہ وہ دن ہے

کہ نہ کفار بولینگے اور نہ اُن کو اجازت دی جائیگی کہ عذر بیان کریں۔ یعنے ایسی کوئی بات جو اُن کے واسطے عذر ہو اسی واسطے یہاں فرمایا۔ وَلَا هُمْ
يُسْتَعْتَبُوْنَ یعنے نہ طلب کیا جائیگا کافرون سے عتبیٰ یعنے رجوع ایسی چیز کی جانب عبادات وغیرہ سے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اُنکو
حاصل ہو۔ خلاصہ یہ کہ اُن کو کسی ایسے فعل کی تکلیف نہ دی جائیگی کہ اُن کے رب عزوجل کو راضی کرے کیونکہ آخرت دار العمل نہیں اور نہ وہان
امتحان و تکلیف ہے اور نہ اُن کو چھوڑا جائیگا کہ دار الدنیا کی طرف عود کریں اور توبہ کرلیں اور اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا کہ اگر وے دنیا کی طرف
پھیرے جاوین تو پھر وہی کرینگے جس سے منع کئے گئے تھے۔ خطیب رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ لا ہم یستعتبون۔ یعنے نہیں زائل کیا جائیگا اُن کا عتبیٰ یعنے وہ چیز
جس پر اُن کو عتاب و ملامت ہو۔ ہروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ معنے یہ ہیں کہ اُن سے یہ نہ چاہا جائیگا کہ ایسی بات کریں کہ عتاب اُن سے زائل ہو
وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا۔ اور جب دیکھیں گے وہ لوگ جنھون نے ظلم کیا یعنے شرک و کفر کیا۔ الْعَذَابَ عذاب کو جسکے مستحق ہیں اور جسکا اُنکو
وعدہ دیا گیا ہے یعنے جب عذاب جہنم اُن کو نظر آویگا۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ تو نہ اُن سے یہ عذاب ہلکا کیا جائیگا یعنے ایک ساعت کمی و تھمہ
نہ ہوگا پس نہ اُن کے واسطے کوئی سفارشی ہے۔ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ اور نہ اُن کو مہلت دی جائیگی۔ اُن کا کوئی مددگار نہیں ہوسکتا کہ
سفارش یا مددگاری کرسکے بلکہ بغیر حساب کے موقف کے میدان سے بہت تیزی کے ساتھ گرفتار ہونگے اور احادیث سے ثابت ہے کہ جب جہنم
لائی جائیگی تو ستر ہزار زمام اور ہر زمام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہونگے پس اس کی ایک گردن اس مخلوقات کے پیچھے بلند ہوکر سخت آواز سے
پکارے گی کہ اُن میں سے کوئی باقی نہ رہیگا مگر آنکہ اس کی ہیبت سے گھٹنون کے بل بیٹھ جائیگا اور کہیگی کہ میں ہر ایک سرکش ظالم پر مسلط کی گئی ہون
جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرا شریک بنایا اور جو ایسا ویسا ہو یعنے کئی طرح کی اقسام لوگون کے بیان کرے گی پھر اُن کو گنکر جیسے چڑیا دانہ چگ
لیتی ہے وہ ان اقسام خلائق کو اُچک لے گی۔ آیات اس معنے میں موجود ہیں کقولہ تعالیٰ اذا رأتہم من مکان بعید سمعوا لها تغيظا وزفيرا واذا القوا
منہا مکانا ضیقا مقرنین دعوا هنالك ثبورا۔ یعنے جب جہنم اُن کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اُس کا غیظ وجوش اور کراہت آوازیں سنینگے اور جب
اس میں تنگ مقام میں ڈالے جاوینگے جکڑے ہوئے تو وہان اپنی موت پکارینگے۔ وکقولہ تعالیٰ ورأى المجرمون النار فظنوا انهم مواقعوها ولم يجدوا
عنها مصرفا۔ یعنے جب بدکار لوگ جہنم کو دیکھیں گے تو یقین کرلیں گے کہ وے اس میں پڑنے والے ہیں اور نہ پاوینگے اس سے کوئی چھٹکارا وکقولہ
تعالیٰ لو یعلم الذین کفروا حین لا یکفون عن وجوههم النار ولا عن ظهورهم ولا هم ينصرون بل تأتيهم بغتة فتبهتهم فلا يستطيعون ردها ولا هم ينظرون۔
یعنے کاش جانتے وہ لوگ جو کافر ہوئے ہیں وہ حال کہ جب نہ روک سکینگے اپنے چہرون کی طرف سے جہنم کی آگ اور نہ اپنی پشت کی طرف سے
اور نہ اُن کو مدد ملیگی بلکہ وہ آپڑے گی اُنپر اچانک پس چوندھیا دیگی اُن کو پس نہ طاقت ہوگی اُن کو اس کے روکنے کی اور نہ وے کچھ مہلت دیے
جاوینگے پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ مشرک لوگ جنکو اپنے زعم میں شریک بناتے ہیں وے مشرکون سے اُس دن سخت محتاجی کے وقت بیزار
ہونگے فقال عزوجل۔ وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ اور جب مشرک لوگ دیکھیں گے اپنے شرکاء کو یعنے اُن لوگون کو جنکو
اپنے گمان میں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا ہے خواہ اسطرح کہ صریح اُسکو خالق وقادر بناتے ہیں یا اس طرح کہ اس کی طرف سے رزق ونفع و
ضرر وغیرہ یا شریعت کے احکام مانتے ہیں غرضکہ جنکے ساتھ شرک کرتے اور دنیا میں اُن کی عبادت کرتے رہے ہیں اُن کو دیکھیں گے۔ قَالُوْا رَبَّنَا
تو کہینگے کہ ہمارے رب۔ هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا یہی لوگ ہمارے شرکاء ہیں یعنے۔ الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ وہ لوگ ہیں جنکو
ہم سوائے تیرے پکارتے تھے۔ بعض علماء نے کہا کہ شاید مقصود یہ ہو کہ عذاب دونون فریق پر تقسیم کردیا جاوے۔ ابو مسلم اصفہانی نے کہا کہ
مشرکین اپنے گناہ کو اُن لوگون پر ڈالنا چاہینگے جن کو اپنا معبود ٹھہرایا تھا۔ واضح ہو کہ بہت سے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور اولیاء اللہ
کو شریک بناتے ہیں ولیکن فقط اپنے زعم میں ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام و اولیاء اُن کے اس فعل سے نہایت بیزار بلکہ جیسا سمجھتے تو اُنکو کافر
فرماتے لہٰذا آخرت میں اُن کو جواب دینگے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ پس ڈالدینگے یہ لوگ ان مشرکون

کافرون پر بات اس طرح کہ۔ اِنَّکُمْ لَکٰذِبُوْنَ تم بیشک جھوٹے ہو۔ یعنے تم نے ہماری عبادت نہین کی اور نہ ہم شرکا ہین بلکہ ہم اللہ تعالیٰ کی
مخلوق ہین اور تم نے اپنی رائے کی عبادت کی ہے۔ قال الشیخ۔ یعنے جنکو معبود دینا یا ہے وے کہینگے کہ تم بالکل جھوٹے ہو ہم نے تم کو کبھی اپنی عبادت
کرنے کو نہین کہا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت مین فرمایا ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ من لا یستجیب لہ الی یوم القیامۃ وہم عن دعائہم
غافلون واذا حشر الناس کانوا لہم اعداء وکانوا بعبادتہم کافرین۔ یعنے اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو سوا ے اللہ تعالیٰ کے ایسے کو پکارے جو قیامت
تک اُس کو جواب نہ دیگا اور وے اُن کی پکار سے غافل ہین اور جب لوگ حشر کو اُٹھائے جاوینگے تو وے اُن کے دشمن ہونگے اور انکی
عبادت سے انکار کرینگے۔ یعنے کہینگے کہ تم نے ہماری عبادت نہین کی۔ وقال تعالیٰ سیکفرون بعبادتہم ویکونون علیہم ضدا۔ یعنے عنقریب قیامت
مین شریکون کی عبادت کرنے سے منکر ہونگے اور انپر دشمنی سے برخلاف دعویدار ہونگے۔ یعنے یہ لوگ تو دنیا مین ان کی عبادت کرکے چاہتے ہین
کہ وے اُن کے مددگار ہون اور سرپرستی کرین حالانکہ وے اُن کے فعل سے واقف ہوکر اُن کے دشمن ہوجاوینگے کیونکہ بندگان حق تعالیٰ اپنے
رب کی عظمت وکبریائی مین اپنے آپ کو کیسے ہین تو ہرگز دوسرے احمقون کے شرک سے راضی نہین ہوسکتے ہین اور جنھون نے انپر معبود ہونے کا نام لگایا
انپر بہتان باندھا پس اُن کے دشمن ہونگے۔ وَاَلْقَوْا اِلَی اللّٰہِ یَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ اور القا کرینگے اللہ تعالیٰ کی طرف اس روز سلم کو یعنے
فرمانبرداری کو۔ قتادہ وعکرمہ رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا یعنے آج کے روز اللہ تعالیٰ کے واسطے ذلیل وگردن جھکائے مطیع ہوجاوینگے کقولہ تعالیٰ
اسمع بہم وابصر یوم یاتوننا۔ یعنے خوب سننے والے وخوب دیکھنے والے ہوجاوینگے جسدن ہمارے حضور مین آوینگے۔ وکقولہ تعالیٰ ولو تریٰ اذ المجرمون
ناکسوا رؤسہم عند ربہم ربنا ابصرنا وسمعنا الآیہ۔ یعنے تو دیکھے جبکہ کافر لوگ جھکائے ہونگے اپنے سرون کو اپنے رب کے حضور مین لے ہمارے رب ہم نے
دیکھا اور سُنا اب ہم کو لوٹا دے کہ ہم نیک کام کرینگے اب ہم کو سب بات کا یقین ہے۔ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ اور گم ہوگیا انسے
جو کچھ وے افترا باندھتے تھے۔ یعنے اللہ تعالیٰ پر افترا کرکے جو شرکا عبادت اپنے خیال مین بناتے تھے آج وے سب زائل ہونگے پس نہ کوئی انکا
سفارشی نظر آویگا اور نہ مددگار وحمایتی معلوم ہوگا اور نہ کوئی ہین وہ صفت ہوگی جو اُنھون نے سوائے حق تعالیٰ جل شانہ کے دوسرون مین زعم
کرلی تھی۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا جنھون نے کفر کیا یعنے خود شرک کرکے یا اللہ تعالیٰ کے وجود ہی سے منکر ہوکر کافر ہوئے وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
اور دوسرون کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا۔ خواہ اس طرح کہ صریح اُنکو شرک سکھلایا اور یا اس طرح کہ ان کے دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی اُنکے
قول وفعل پر دہریہ ونیچیریہ ومشرک ہوگئے تو اُن کے عذاب شدید کو بیان فرمایا۔ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ زیادہ کردیا ہے ہم نے اُنکے
حق مین عذاب پر عذاب۔ کفر وشرک انتہا کے درجہ ضلالت ہے اور عذاب اُس کا بھی انتہا کے درجہ پر ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کے لیے اُنکے
کفر کا عذاب دیا اور اسپر دوسرون کے روکنے کا عذاب دیا اور یہ بطریق شریعت کے تکلیف کو برداشت کرنے سے ہے یا پیروی کرنے والون کے عذاب
سے گمراہ کرنے والون کا عذاب سخت ہے۔ زیادت عذاب کے بعض وجوہ سلف سے مروی ہین ازانجملہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آتشی
بچھو ہونگے جن کے ڈنک مثل بلند درخت خرما کے ہونگے رواہ ابو یعلیٰ الموصلی رحمہ اللہ تعالیٰ اور اُسی کے مثل براء بن عازب سے مرفوع روایت ہے
کما اخرجہ الخطیب وغیرہ۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ بڑے بڑے سانپ وبچھو ہونگے جن کے ایک مرتبہ کاٹنے وڈنک مارنے سے چالیس
سال تک شدت درد باقی رہیگا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آتشی پانچ نہرین اللہ تعالیٰ جل شانہ نے انپر جاری فرمائی ہین بعض سے دن مین
اور بعض سے رات مین اُنپر عذاب ہوگا رواہ ابو یعلیٰ عنہ بنحوہ۔ اور ابن مردویہ نے بروایت جابر رضی اللہ عنہ کے مرفوع روایت کی کہ پانچ نہرین آتشی مین
جو عرش کے نیچے سے جاری ہوکر اہل جہنم کے سرون پر گرتی ہین تین نہرین بمقدار شب اور دو بمقدار روز یہی ہے زیادت عذاب فوق العذاب
بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ۔ بعوض اس کے جو فساد کرتے تھے یعنے یہ سزا زیادت عذاب کی ان کے فساد کفر وشرک وصد عن السبیل کا عوض ہے
ابن کثیر نے کہا کہ اس مین دلیل ہے کہ کافرون کے واسطے عذاب کے بھی مراتب ہونگے جیسے اہل الجنۃ کے لیے جنت مین ثواب کے منازل

بلتے ہیں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُس روز کے خوفناک وقائع میں سے کافروں پر اہل نبوت و ولایت کا اشہاد ذکر فرمایا

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ۚ

اور جس دن کھڑا کرینگے ہم ہر فرقے میں ایک بتانے والا اُنپر اُنھیں میں کا اور تجھکو لاوین بتانے کو ان لوگوں پر

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ○

اور اُتاری ہمنے تجھپر کتاب بیورا ہر چیز کا اور راہ کی سوجھ اور مہر اور خوشخبری حکم بردارون کو

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ۔ یعنے ملر پوری نصیحت کرتے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کافرون کو وہ دن یاد کرین جس دن ہم اُٹھاوینگے ہر گروہ مین ایک گواہ یعنے اس اُمت کا پیغمبر جو کہ ان لوگون کے اوپر گواہی دیگا حالانکہ وہ انھین مین سے ایک بشر ہوگا۔ اور بعض احادیث مین وارد ہے کہ کافر لوگ اپنے پیغمبر کے پیغام پہونچانے سے منکر ہونگے تو وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو اپنا گواہ دیگا اور اظہر یہ ہے کہ آپ کی اُمت مین سے مقدم صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ہین اور باقی اہل ایمان اُن کے اتباع قیامت تک مین پس اُمت محمدی اپنے سے اگلون پر اور اپنے زمانہ والون یعنے قیامت تک کے کافرون پر سب پر گواہ ہے۔ بالجملہ اس اُمت کو اللہ تعالےٰ نے لوگون پر گواہ پیدا کیا ہے یعنے نہایت عادل متدین سچے چنانچہ قولہ تعالےٰ کذٰلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس یعنی یون ہی ہم نے تمکو اے اُمت محمد بنا دیا ہے اُمت عادل تاکہ تم ہوجاؤ گواہ لوگون پر۔ پس یہ لوگ گواہی دینگے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے کلام پاک سے بالکل صحیح و سچ جانتے ہین کہ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور جملہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی اپنی اُمت کو اللہ تعالےٰ کا پیغام صاف صاف سب اچھی طرح پہونچا دیا تھا۔ پھر اس اُمت کی عدالت پر وہ لوگ گواہی چاہینگے پس اکرم الخلق وسید الانبیاء حبیب رب العالمین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی تعدیل قبول ہوگی چنانچہ فرمایا۔ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ۔ اور ہم لاوینگے تجھکو اے محمد ان لوگون یعنی تیری پاکیزہ اُمت پر۔ شَهِيدًا۔ گواہ یعنے عادل ہونے کی تصدیق کرنے والا۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تصدیق فرماوینگے کہ یہ سب عادل ہین اور حق عزّ وجل کی طرف سے یہ شرف و کرامت خاص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور آپ کی برکت سے پھر آپ کی اُمت کو ہے اور اُس دن ہر ایک امر ظاہر ہوگا مگر کفار بالقول تحقیقے ڈوبتا ایک تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہے خالی یہی طریقہ اختیار کرینگے کہ گواہ ہون۔ ف۔ یہاں چند مسائل فقہیہ ثابت ہوتے ہین اول یہ کہ قاضی کا حال عادل ہے تاکہ فریقین مین سے اگر ایک نے عناد سے گواہ چاہا ہے تو باوجود اپنے علم کے اُس سے گواہ طلب کرے اور تفصیل فقہ مین ہے۔ دوم یہ کہ تعدیل کرنے والا یعنے گواہ کو عادل بتلانے والا اگر ایک شخص عادل ہو تو کافی ہے اور یہی مذہب صحیح ہے اگرچہ دو ہونے مین زیادہ احتیاط ہے۔ سوم یہ کہ تعدیل کرنا بھی ایک طرح کی گواہی ہے۔ چہارم گواہ نے اگر اپنی آنکھ سے معائنہ کرنے کے مثل تصدیق حاصل کی ہو جیسے اُمت محمدی نے قرآن پاک سے اگلے انبیاء علیہم السلام کے حق مین حاصل کی تو گواہی ادا کرنا جائز ہے۔ پنجم یہاں گواہ کی گواہی پر گواہ ہونا بھی صحیح نکلا اور یہی مذہب ہے۔ ششم قاضی حاکم کو چاہیے کہ فیصلہ کے وقت فریقین کو یکسان رکھے اگرچہ ایک نہایت معزز و مکرم ہو اور دوسرا نہایت پاجی اور ذلیل ہو۔ ہفتم قاضی اپنے علم پر فیصلہ نکرے یا استثنا بعض وجوہ کے جو فقہ مین مصرح ہین اور واضح ہو کہ کافرون کے اعضاء و جوارح خود گواہ ہونگے تو باوجود ایسی حالت کے انکے واسطے گواہ دیے گئے وعلیٰ ہذا اگر کسی طریقہ سے بے اختیار کرکے مدعا علیہ سے اقرار ظاہر ہوا تو اُس کا اعتبار نہین ہے۔ ف۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ ہٰؤلاء سے مراد انبیاء سابقین ہین یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان انبیاء پر گواہ لائے جاوینگے لیکن آیات و احادیث سے وہی معنے مصرح ہین جو اول مذکور ہوئے اور یہان کئی امور ثابت ہوئے اول یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالےٰ نے عادل متقی قرار دیا ہے پس سب صحابہ عادل ہین ان کے حق مین جو کوئی برا کلام کہے وہ فاسق بدکار تو ہی ہے اور بعضی صورتون مین کافر ہوجائیگا۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بزرگی تمام خلق پر ظاہر ہوئی اور یہ کہ آپ کی اُمت سب اُمتون پر افضل ہے اور یہ صریح قولہ تعالےٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس الآیہ مین بیان ہے اور [illegible]

پس سب سے مقدم وہی ہیں پھر پیچھے اور لوگ ہیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ عادل متقی سے اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاوے اور وہ جان جاوے اور توبہ کر لیے تو عادل ہے اور یہ شرط نہیں کہ کبھی اُس سے چوک نہ ہو لیکن وہ جان بوجھکر اصرار نہ کریگا اور نہ توبہ میں تاخیر کریگا اور یہ ضرور ہے کہ اُسکے نزدیک وہ بات گناہ ہو مثلاً ایک شخص جانے کہ حقہ پینا مباح ہے اور دوسرا اعتقاد کرتا ہے کہ وہ حرام ہے تو اُس کے جاننے سے پہلا شخص فاسق نہیں ہے اور اگر وہ خود جان کر پیتا ہے تو گنہگار ہے۔ پھر واضح ہو کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام اُمت محمدی جو آپ کی سنت پر مستقیم ہے جس معنے سے اس فضیلت کے لائق ہے وہ حقیقت میں اللہ تعالےٰ کا فضل ہے لیکن منجملہ اسباب ظاہری کے ایک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوم قرآن ہے چنانچہ اشارہ فرمایا وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ۔ اور ہم نے اُتاری تجھپر اے محمد کتاب یعنی قرآن۔ تِبْيَانًا۔ صاف واضح بیان۔ لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ اور ہر ایک چیز کے واسطے۔ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔ اور ہدایت ورحمت وبشارت واسطے ان بندوں کے جو فرمانبرداری کرنے والے ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قرآن ہر چیز کا صاف بیان ہے ولیکن ہمارا علم اس سے قاصر ہے اور دوسری روایت میں فرمایا کہ جو کوئی علم چاہے قرآن میں تلاش کرے کہ اس میں اگلوں پچھلوں سب کا علم ہے۔ کرخی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ہر چیز کا بیان قرآن میں اس طرح ہے کہ یا تو خود قرآن میں مذکور ہے یا حدیث پر حوالہ ہے بقولہ تعالےٰ ما اتاکم الرسول فخذوہ الآیہ یعنے جو تم کو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرما دے اس سے بچو اور یا اجماع اُمت پر حوالہ ہے چنانچہ مومنین کی راہ سے انحراف کرنے پر عذاب فرمایا بقولہ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جہنم الآیہ۔ یا اعتبار کرنے کا حکم دیا وہ قیاس ہے پس جملہ علوم شرعیہ اس میں آگئے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس بیان سے احکام شرعیہ کا علم البتہ قرآن سے ثابت ہوا اور مجاہد رحمہ اللہ تعالےٰ سے بھی روایت ہے کہ کل حلال وحرام کا اس میں علم ہے ولیکن شیخ امام حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے واسطے اس قرآن میں ہر علم وہر شے بیان کیگئی ہے پھر لکھا کہ یہی قول زیادہ شامل وعام ہے کیونکہ قرآن ہر علم نافع کو سابق ولاحق سے شامل ہے اور ہر حرام وحلال کے احکام کو اور جس کی طرف لوگوں کو احتیاج ہے امر دنیاوی ہو یا دینی ہو اس میں بیان ہے اور لکھا کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ تعالےٰ نے سب کا بیان بحوالہ سنت شامل کیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ جیسے آدمی خود جانتا ہے کہ ایک کتاب میں ایک علم لکھا ہوا موجود ہوتا ہے مگر کم فہمی کی وجہ سے وہ اُس کو نہیں سمجھ سکتا اسی طرح ابتدائی لیاقت آدمی کی ایسی ہوتی ہے کہ اُس کو قرآن سے بہت سے علوم نہیں سمجھ میں آتے ہیں اور جب قلب پاکیزہ ومنور ہو جاتا ہے وہ سمجھتا جاتا ہے اسی طرح ولی کامل جو کچھ قرآن سے پاتا ہے عوام نہیں پاتے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کلام سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ قصور فہم سے بہت کچھ نہیں سمجھا جاتا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی اشارہ فرمایا کہ الا فہما اعطی الرجل فی القرآن۔ یعنے میرے پاس البتہ ایک سمجھ ہے جو آدمی کو قرآن کے معنے میں دی جاتی ہے اور مترجم نے قولہ تعالےٰ ولا حبۃ فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب الآیہ کی تفسیر میں کچھ تفصیل ذکر کر دی ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ یوم نبعث فی کل امۃ الآیہ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا کہ اُن میں باہم تفضیل ومراتب مقرر کیے پس رسولوں کو نبیوں پر شاہد کیا اور انبیاء کو اولیاء پر شاہد کیا پس تمام مخلوقات کے، وہ بر واولیاء پر انبیاء پر گواہی دینگے کہ خالص توحید والے اور سچی محبت والے تھے اور ہمارے رسول مقبول حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو شاہد صادق فرمایا کہ آپ سب پر گواہ ہوئے یعنے اپنی اُمت کے اصحاب واولیاء پر جو کہ اگلوں پر گواہ تھے پس کوئی وہم نہ رہا کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان میں موجود تھے اور صریح آیات کتاب سے شاہد کیونکہ تعالےٰ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اور قولہ تعالےٰ اولٰئک ہم الصادقون۔ اور قولہ اولٰئک ہم المؤمنون حقا۔ اور قولہ والذین معہ اشداء علے الکفار رحماء بینہم الآیہ اور مانند اس کے آیات آپ پر نازل ہوئی ہیں ولہذا فرمایا قولہ وانزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئ پس کتاب میں ہر حق وباطل کا بیان واضح ہے اس میں صدیق ومنافق کی تمیز بیان ہے وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے روشن چراغ ہے کہ راہ راست صاف وواضح ہوتی ہے اور حقیقت ومعرفت اس سے روشن ہو اُس کے نور سے ہر طالب صادق اوہام وشکوک سے نکلکر نور میں آجاتا ہے وہ خطاب حبیب الی الحبیب ہے اُس کے عجائب بے انتہا ہیں اور اُس نے

علوم قدیم واسقدر ہین کہ تمام درخت اگر قلم ہون اور تمام سمندر روشنائی ہون تو اُس کے عجائب علوم کو تمام نہین کر سکتے ہین وقد قال تعالےٰ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی الآیہ۔ وقال لو کان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیہ پس جو شخص تابع سنت مستقیم ہوا اُس نے بہت بڑا حصہ پایا۔ جوزجانی رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ مخلوق سب باہم بعض پر بعض شاہد ہین اور اُمت محمدی تمام انبیاء کی طرف سے اُن کی سب اُمتون پر شاہد ہین اور آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم فقط اکیلے اللہ تعالےٰ کے یہان عدالت ظاہر کرنے والے اور بالکل مقبول ہین پس جس شخص کو آپ نے مقدم کیا وہ مقدم ہے اور جس کو مؤخر کیا وہ پیچھے رہا اور جس نے آپ کا دامن پکڑا اُس کو نجات ہے اور جس نے آپ سے خلاف کیا وہ برباد گیا واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ کتاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور آپ کو خطاب کیا پس اشارت ہے کہ آپ ہی اس خطاب کے واسطے لائق ہین اور باقیون کو خطاب آپ کی پیروی مین ہے کہ آپ کے بیان سے سمجھین اور مراد الٰہی عز وجل کو پہچانین شیخ ابو عثمان مغربی نے فرمایا کہ کتاب پاک مین ہر چیز کا واضح بیان ہے اور بیان کرنے والے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین شیخ نے لکھا کہ اس مین علوم صفات ونعوت واسما ہین کہ تمام مخلوقات کو حاوی ہین اور بیان طریقہ معرفت صفات ونعوت اسی مین ہے پس اہل ایمان کے لیے ہادی طریق معارف ہے اور رحمہ یدین سے کہ دنیا کو خطاب محبت سے لطائف والطاف کے ساتھ سرفرازی ہے اور اہل محبت کو اُس کے خطاب وسماع سے نعمت تامہ ورحمت کاملہ پہنچی ہے اور بشریٰ یہ ہے کہ ہر صاحب سعادت اپنی سرفرازی کی بشارت پاتا ہے اور اُس کے سامنے سر جھکا کر اپنی سرفرازی کی بشارت دیکھتا ہے اور وہ رضوان الٰہی ہے وقال تعالےٰ ورضوان من اللہ اکبر۔ پھر اللہ تعالےٰ نے عموماً عدل واحسان کا خطاب سب کو کیا ولیکن درحقیقت لائق انھین کو فرمایا جنھون نے نصیحت کو سنا اور وہ اُمت عادل یعنے آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے اور سنت پر مستقیم ہین اس طرح کہ عدل احسان

وترحم کرین وسے وحظوظ النفسانی وممنوعات شرعیہ سے بچین قال تعالےٰ۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کو اور بھلائی کو اور دینے کو ناتے والے کے اور منع کرتا ہے بیحیائی کو اور نامعقول کام کو اور سرکشی کو

يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ○

تم کو سمجھاتا ہے شاید تم یاد رکھو

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ۔ اللہ تعالےٰ حکم فرماتا ہے یعنے ہمیشہ اپنے بندون کو حکم دیتا ہے۔ بِالْعَدْلِ۔ عدل کے ساتھ یعنے بندے عدل پر قائم رہین۔ وَالْاِحْسَانِ۔ اور احسان کے ساتھ یعنے ہمیشہ احسان پر ثابت رہین۔ واضح ہو کہ عدل واحسان کی تفسیر مین علماء کے اقوال ہین۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ عدل یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دین یعنی دل سے یقین کرین کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی الٰہ نہین ہے وہی زبان سے ادا کرین گے۔ احسان ادائے فرائض وواجبات ہے اور بعض نے کہا عدل فرائض ہین اور احسان نوافل ہین۔ سفیان بن عیینہ نے کہا کہ عدل اس مقام پر یہ ہے کہ جو کام اللہ تعالےٰ کے واسطے کرے اس مین ظاہر وباطن یکسان ہو اور احسان یہ ہے کہ ظاہر سے باطن عمدہ ہو بعض نے کہا کہ عدل توحید ہے اور احسان یہ کہ فضل کرتا رہے بعض نے کہا کہ عدل یہ کہ شرک چھوڑے اور احسان یہ کہ اللہ تعالےٰ کی بندگی اس طرح کرے گویا اُسکو دیکھتا ہے اور بعض نے کہا کہ احسان اخلاص ہے بعض نے کہا کہ عدل تو افعال مین اور احسان اقوال مین ہے پس وہی کرے جو عدل ہو اور وہی کہے جو نیک ہو۔ لغت مین عدل کے معنے توسط کے ہین یعنے دونون جانب برابر رہین نہ حد سے بڑھے اور نہ گھٹے۔ اور واضح ہو کہ ان اقوال مین کچھ اختلاف نہین ہے اور بات یہ ہے کہ مراد عدل سے اعتقاد وافعال واقوال سب مین درجۂ اعتدال ہے یعنے ہر ایک چیز کو اُس کی حد پر رکھے اور اس سے تجاوز نہ کرے اسی واسطے کہا گیا کہ عدل یہ ہے کہ ہر چیز کو اُس کے موقع پر رکھے پس اللہ تعالےٰ عز وجل جامع صفات کمال وخالق فرد الجلال ہے اُس کی شان کے ساتھ شرک کرنا خلاف عدل ہے اسی واسطے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اُس کی تفسیر کلمۂ توحید سے کی یعنے لا الٰہ الا اللہ

کیونکہ انصاف سے خلاف ہے کہ اُس کی الوہیت کے ساتھ شرک کیا جاوے پس اُس کی شان مین بے ادبی ہوگی اور جن بتون وغیرہ کے واسطے کوئی ایسی بات ثابت کی جو اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہے تو اُن کو حد سے بڑھایا مگر اُس کے بڑھانے سے وے نہین بڑھ سکتے اور یہ خود کافر ہوا۔ اسی طرح اعمال شرع مین فرائض مقدم پھر نوافل ہین اور معاملات دنیاوی مین عدل مقدم ہے وقال تعالےٰ اعدلوا ہو اقرب للتقوٰی چنانچہ اگر اپنا عزیز قریب بھی ہو یا مقابل مین دشمن بھی ہو تب بھی نفس کی پیروی نہ کرے بلکہ عدل کے ساتھ جو حق ہو حکم کرے اور جب یہ بات معلوم ہوگئی تو صاف ظاہر ہوگیا کہ عدل کے بیان مین جو اقوال ہین سب صحیح ہین اور سب سے اعلےٰ عدل اپنے رب عزّوجلّ کی شان مین لا اِلٰہ الا اللہ کا اعتقاد ہے اور پھر درجہ بدرجہ فرائض عبادات مین و عام سلطنت کے معاملات و خاص شہر و محلہ و دوستون کے معاملات مین پھر سب سے زیادہ خاص اپنے گھر والون و اپنے نفس کے معاملات مین رعایت عدل ہے اور واضح ہو کہ اگر کسی شخص سے مثلاً کام لیا اور اُس کا حق بلحاظ عدل کے روپیہ ہوتا جو دو آنہ مین بگڑ کر نے اُس کو پورا روپیہ دیدیا تو عدل سے خلاف نہین بلکہ عدل کے ساتھ کچھ احسان ہے اور اگر یہ دو آنہ کسی عزیز قرابت والے کی محتاجی کے یا وجود غیر کو دیدیے کہ قریب کے واسطے باقی نہ رہا تو بھی احسان خلاف عدل ہو گیا اور اسی طرح اگر کسی نے خطا کی اور تم کو اس کی سزا دینے کی قدرت ہے مثلاً اُس نے کوڑا مارا اور تم نے قدرت پائی تو اُس کو عوض مین ایک کوڑا مارنا عدل ہے ولیکن عفو کر دینا احسان ہے لہذا شیخ امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ یہاں اللہ تعالےٰ نے عدل کا یعنے انصاف کا حکم دیا اور احسان کی طرف رغبت دلائی جیسے قولہ تعالےٰ فعاقبوا بمثل ما عوقبتم بہ ولئن صبرتم فہو خیر للصابرین[1] مین ہے اور قولہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علے اللہ[2] مین اور مانند اس کے آیات دیگر مین عدل کے جواز اور احسان کی فضیلت کا بیان ہے۔ اور حدیث مین عبادت کا مرتبہ احسان اس طرح مذکور ہے کہ ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔ یعنے ہر حال مین اللہ تعالےٰ کی بندگی اس طرح کرے کہ گویا تو اُس کو دیکھتا ہے سو اگر تو نہین دیکھے تو وہ تجھ کو دیکھتا ہے۔ بالجملہ اللہ تعالےٰ نے جو شریعت مقرر فرمائی آیات عدل ہے اور دوم احسان ہے اور سوم۔ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی۔ یعنے ناتے دارون کے ساتھ نیکی و صلۃ الرحم کا حکم فرماتا ہے پس بحسب قدرت آدمی اپنے قرابت والون کو دیوے۔ بعض نے زعم کیا کہ جو حاجت اُن کو پیش آوے ولیکن صحیح یہ ہے کہ بعض صورت مین محتاج قریب کا نان نفقہ واجب ہے اور بعض صلۃ الرحم مستحب ہے اور اسی قسم سے کوئی تحفہ بھیجنا اور دعوت کرنا اور باہمی الفت رکھنا جیسے کہ زبان سے اُن کے ساتھ نیک گفتگو و خندہ پیشانی سے ملاپ رکھنا جیسے عام مسلمانون کے ساتھ چاہیے وہ بدرجہ اولےٰ اہل قرابت کے ساتھ ہے اور اعلےٰ درجہ اعطاء ہے اور سب کو شامل یہ کلام ہے کہ آیت فآت ذا القربیٰ حقہ یعنی قرابت والے کو اُس کا حق ادا کرنا چاہیے۔ ہر چند کہ عدل و احسان مین یہ بھی داخل ہے ولیکن زیادہ اہتمام کے واسطے اُس کو بیان کر دیا۔ اور حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ رحم کا نام اللہ تعالےٰ نے اپنے پاک نام (رحمٰن) سے مشتق فرمایا جو رحم کو ملائے رکھے اللہ تعالےٰ اُس کو ملاوے اور جو رحم یعنے ناتے کو کاٹے اللہ تعالےٰ اُس کو اپنی رحمت سے منقطع کرے۔ پھر جن چیزون سے اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا وہ بھی تین ہین بقولہ تعالےٰ۔ وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ۔ یعنے اللہ تعالےٰ منع فرماتا ہے فحشاء و منکر و بغی سے پس فحشاء وہ بدکاریان جو کرنے والے سے ظاہر ہوجاوین پوشیدہ نہ رہین اور شرع نے اُس کو معصیت قرار دیکر انکار کے ساتھ منع فرمایا ہو اور منکر وہ معاصی و بدکاریان جو پوشیدہ رہی ہون اور دوسری آیت مین فرمایا قل انما حرم ربی الفواحش ما ظہر منہا وما بطن۔ یعنے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہدے کہ میرے رب عزّوجلّ نے تو فواحش سے قطعی منع کر دیا ہے جو انمین سے ظاہر ہون اور جو باطن ہون یعنی فحشاء سے اور منکرات سے دونون قطعی منع کیا جسکو شرع مین حرام کہتے ہین۔ یعنے اگرچہ انھین معاصی مین داخل ہے ولیکن بنظر اہتمام اس سے منع فرمانے مین تخصیص کی گئی کیونکہ حدیث مین ثابت ہے کہ بغی اور ناتا کاٹنے سے بڑھکر کوئی گناہ اس کا زیادہ سزاوار نہین ہے کہ اللہ تعالےٰ دنیا مین بھی اُس کی عقوبت گنہگار کو پہونچا وے مع اُس عذاب کے جو گنہگار کے لیے آخرت مین رکھیگا ذکرہ الشیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ پھر بغی کی تفسیر مین بھی اقوال ہین یعنی بقولے تکبر اور بقولے ظلم اور بقولے حسد اور بقولے تعدی یعنے دوسرے پر حد سے تجاوز کرنا اور حقیقی معنے بغی کے یہی ہین کہ حد سے تجاوز کرنا پس جملہ معاصی مذکورہ اس مین شامل ہین اور بدلیل قولہ تعالےٰ

[1] یعنے اور اگر بدلا دو تو بدلا دو اُس قدر جتنی تمکو تکلیف پہونچی اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والون کو ۱۲۔
[2] برائی کا بدلا اسی کے مثل برائی ہے پس جس شخص نے معاف کیا اور نیک کام کیے پس اُسکا اجر اللہ پر ہے ۱۲

انما بغیکم علی انفسکم یعنی لوگو تمہاری بغاوت کا وبال تمہیں پر عائد ہے یہ گناہ سب سے زیادہ بدتر ہے اور مترجم کہتا ہے کہ گویا بغی سے تمام معاصی کا
احاطہ کر دیا جیسے عدل سے تمام نیکیوں کا احاطہ کر دیا تھا لیکن عدل سے احسان میں فضیلت ہے لہذا عدل کے بعد احسان کو ملا دیا اور معاصی میں بغی
سے فواحش میں زیادتی ہے لہذا فواحش سے پہلے منع کر کے بغی سے ممانعت فرمائی۔ یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ یعنے اللہ تعالے تمکو ان اوامر
و نواہی کے ساتھ نصیحت فرماتا ہے تاکہ یہ نتیجہ ہو کہ تم ہوشیار ہو جاؤ۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے ذکر فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
فرماتے تھے کہ سب سے زیادہ جامع آیت قرآن کی سورۂ نحل میں ان اللہ یامر بالعدل الآیہ ہے رواہ ابن جریر اور قتادہ رح نے اس آیت میں کہا کہ
زمانہ جاہلیت والے یعنے اسلام سے پہلے عرب جس نیک کام کو کرتے اور اچھا سمجھتے اُس کا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے اور ہر بدکام جس سے کراہت کرتے
اُس سے منع فرمایا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ اسلام نے اُن کی خوبیوں میں سے کوئی ضائع نہیں کی بلکہ بے شمار وہ خوبیاں سکھلائیں
جس سے وہ واقف بھی نہ تھے اور جن امور کو وہ بُرا جانتے تھے اُن سے تو اللہ تعالے نے منع فرمایا ہے کوئی برائی مشروع نہیں فرمائی بلکہ برائیوں
کو بالکل قطع کر دیا یعنے بعض امور کو وہ لوگ بسبب جہالت کے بُرا نہ جانتے تھے ان سب سے منع کر دیا پھر قتادہ رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ اللہ تعالے
نے کمینہ اخلاق و مذموم خصائل سے منع کیا ہے۔ قال الشیخ اور حدیث میں بھی ہے کہ ان اللہ تعالے یحب معالی الاخلاق ویکرہ سفسافہا۔ یعنے
اللہ تعالے اخلاق بلند و بزرگ کو دوست رکھتا ہے اور فرمایا یہ کہ کمینہ اخلاق کو مکروہ رکھتا ہے اور امام حافظ ابویعلی الموصلی رحمہ اللہ تعالے نے کتاب
معرفۃ الصحابہ میں لکھا کہ حدثنا ابوبکر محمد بن الفتح الحنبلی حدثنا یحیی بن محمد مولی بنی ہاشم حدثنا الحسین بن داؤد المنکدری حدثنا عمر بن علی المقدمی عن علی
بن عبد الملک بن عمیر عن ابیہ قال بلغ اکثم بن صیفی الی آخرہ یعنی جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت رسالت کی خبر اکثم بن صیفی کو پہونچی
یعنے عرب کے عقیل حکیم کو تو اُس نے چاہا کہ آنحضرت کی خدمت میں خود آئے مگر اُس کی قوم نے اُس کو نہ چھوڑا اور کہا کہ آپ اس ملک کے اکابر میں سے
سب سے بزرگ ہو تمہارے لیے ہم یہ خفت پسند نہیں کرتے کہ تم خود وہاں جاؤ تو اکثم نے کہا کہ تو پھر میری طرف سے ایسا شخص جاوے کہ جو میرا
پیغام اُس کو پہونچاوے۔ پس دو شخص اُٹھ کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ ہم لوگ اکثم بن صیفی کی طرف سے ایلچی ہیں
اور اُس کا پیغام لائے ہیں وہ پوچھتا ہے کہ تم کون ہو اور کیا چیز اپنے پاس رکھتے ہو۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پوچھتے ہو تو میں
محمد بن عبد اللہ ہوں اور میرے پاس کیا ہے تو میں اللہ تعالے کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں اور یہ آیت پڑھی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر
تک۔ وہ لوگ بولے کہ مکرر پڑھ دیجیے پس آپ نے کئی بار پڑھی یہاں تک کہ اُنھوں نے یاد کر لی اور واپس ہو کر اکثم کے پاس پہونچے اور کہا کہ ہم نے
اُس کا نسب پوچھا تو اُس نے بڑائی نہیں بیان کی مگر ہم نے پایا کہ وہ اشرف قوم قریش میں سب سے زیادہ پاکیزہ نسب ہے اور مضر میں سب سے
شریف ہے اور اُس نے ہم کو چند کلمات سُنائے ہم نے یاد کر لیے اور وہ یہ ہیں جب اکثم نے یہ آیت سُنی تو کہا کہ میں نے جان لیا کہ وہ بزرگ اخلاق کا
حکم فرماتا ہے اور مذموم اخلاق سے منع فرماتا ہے یعنے کلام انتہا سے بلاغت میں ہے پس تم لوگ اُس کی پیروی میں سر ہو اور اس سے خلاف و کفر نے
میں دُم نہ ہو یعنے جلدی کر کے اس کی پیروی میں سروں کے قائم مقام ہو اور پیچھے رہ جانے سے دُموں کی جگہ ہو جاؤ۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالے نے اس
آیت کریمہ کے شان نزول میں ایک حدیث روایت کی کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے
مکان کے سایہ میں بیٹھے تھے کہ اُدھر سے عثمان بن مظعون گزرے اور یہ اُسوقت تک اسلام نہیں لائے تھے آپ نے فرمایا کہ اے عثمان بیٹھتا نہیں
ہے عثمان نے کہا کہ کیوں نہیں پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے ناگاہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگاہ
آسمان کو بلند کر لی اور برابر نظر لڑائے رہے اور پھر نظر کچھ جھکاتے گئے یہاں تک کہ جھکاتے جھکاتے اپنے دائیں جانب زمین پر ٹھہرائی اور عثمان کیطرف
پھر کر دائیں جانب جدھر نظر تھی متوجہ ہو گئے اور ایک حالت طاری ہوئی اور گویا آپ کچھ سُنتے ہیں پھر وہ حالت رفع ہوئی اور آپ نے پھر نظر
آسمان کی طرف اُٹھانا شروع کی یہاں تک کہ بالکل بلند ہو گئی پھر اُس کے بعد عثمان کی طرف متوجہ ہو کر باتیں کرنے لگے بعد اس کے عثمان نے کہا کہ آج میں نے

آپ کی ایسی حالت دیکھی کبھی اور مجھے اتفاق نہین ہوا تھا اور یہ حالت بیان کی پس آپ نے فرمایا کہ ہان میرے پاس میرے رب عزّ و جلّ کا بھیجا ہو
آیا تھا عثمان نے کہا کہ اللہ کا رسول آیا آپ نے فرمایا کہ ہان تو پوچھا کہ کیا پیغام لایا آپ نے فرمایا کہ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان آخر تک آیت پڑھی
عثمان بن مظعون کہتے ہین کہ یہی وقت ہے کہ میرے دل مین ایک نور نے دخل کیا اور ایمان کی جڑ قائم ہوگئی اور میری نظر مین محمد صلے اللہ علیہ وسلم
محبوب ہوگئے. قال الحافظ ابن کثیر اس کی اسناد جید متصل حسن ہے اور راویون مین علی الاتصال ایک دوسرے سے سننا مذکور ہے یعنے راوی
سب ثقہ ہین اور باہم سماع کی تصریح ہے اور اسی حدیث کو مختصر کلام مین ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے ابن ابی العاص الثقفی سے
روایت کی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر حکم پہونچایا کہ اس آیت کو مین اس سورہ کے اس مقام پر رکھون قال واسنادہ لاباس بہ۔ ومعالم
وغیرہ مین ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سب سے بزرگ آیت قرآن مین اللہ لا الٰہ الا ہو الحی القیوم ہے اور بھلائی و برائی کے بیان مین زیادہ
جامع آیت سورۂ نحل کی آیت قولہ ان اللہ یامر بالعدل الآیہ ہے اور اللہ تعالیٰ پر سب کام سونپ دینے اور بھروسا کرنے کے لیے سب سے زیادہ قوا
ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب الآیہ ہے اور سب سے زیادہ اُمید واری کی آیت قولہ یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا
تقنطوا الآیہ۔ ہے۔ شیخ جلال سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اتقان مین بھی اس مضمون کو ذکر فرمایا ہے. حاکم نے مستدرک مین عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ بھلائی و برائی کے بیان مین سب سے زیادہ جامع آیت یہ ہے ان اللہ یامر بالعدل الآیہ۔ اور بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ
نے لکھا کہ اسی آیت کے سبب سے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور لکھا کہ اگر قرآن پاک مین کوئی اور آیت سوائے اس آیت کے نہ ہوتی تو بھی
صادق ہوتا کہ قرآن مجید تبیان لکل شئ وہدیٰ ورحمۃ ہے. ف۔ فی العرائس قولہ تعالیٰ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الآیہ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے
اپنے بندون کو دعوت فرمائی کہ وے لوگ اپنے رب کریم کی صفات سے آراستہ ہون از انجملہ عدل و احسان و شفقت و رحمت و قدس و طہارت ہر ایسی
چیز سے جو اُس کے لائق نہین ہے کیونکہ حق تعالیٰ ہی عادل و محسن والرحمٰن والرحیم ہے ظالم نہین بلکہ اُس کی شان مین ظلم متصور ہی نہین ہے اور وہ
ہر علت سے پاک ہے پس جس بندے کو اُس نے ان صفات کے انوار سے لباس دیا وہ بھی اس نور کے سبب سے عادل محسن مہربان رحیم طاہر صادق
حبیب ولی محبوب مراد و مرید ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس کو محفوظ فرماتا ہے پس جب وہ عدل کرتا ہے تو اول اپنے نفس کے ساتھ اس طرح عدل
کرتا ہے کہ نفس کو شرک سے دور کرتا ہے اور شک اُس سے دفع کرتا ہے اور سوائے خدا کے غیر پر نظر نہین رکھتا اور عبادت کا عوض نہین مانگتا اور دوم
وہ اپنے اور دوسرے بندون کے درمیان خود انصاف کرتا ہے اس طرح کہ دوسرون کا عیب نہین دیکھتا بلکہ ہر حال مین اپنا عیب دیکھتا ہے اور بندون
کے درمیان انصاف کا برتاؤ کرتا ہے اور احسان اس طرح کہ حسب توفیق و قدرت تو احسان کرتا ہے بلکہ جس نے اُس کے ساتھ بدی کی اس کے ساتھ
بھی احسان کرتا ہے اور اپنے رب عزّ و جلّ کی عبادت اس طرح کرتا ہے کہ گویا اُس کو دیکھتا ہے اور غیب اُس کے روبرو حاضر ہے اور نعمتہائے
دنیاوی و دینی دونون مین اہل قرابت کا لحاظ رکھے چنانچہ معرفت و محبت کے واسطے بھی اہل قرابت کی رعایت چاہیے جبکہ ان کو ارادت صادقہ
ہو اور مسلمانون مین سے جاہلون پر ترحم و شفقت رکھے اور اپنے نفس کو فواحش سے روکے اور منجملہ فواحش باطنہ کے دعویٰ انانیت ہے جیسے ہوا و شہوات
ظاہرہ ہین پھر نفس کو ظلم سے روکتا اس طور سے بھی ہے کہ بغاوت نہ کرے یعنے عبودیت سے اُس کو سرکشی و تکبر نہ ہو اور اولیاء اللہ کے قدمون کی خاک
جہان ہون وہان اپنے آپ جوش محبت سے یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی یاد کرے تاکہ اُس کو طمانینت ہو اور عظمت و جبروت و ملکوت الٰہی عزّ و جلّ
سے غفلت نہ ہو اور جانتا رہے کہ حق عزّ و جلّ ہر ذرہ کو محیط اور تمام مخلوق اُس کی عظمت کے سامنے فنا ہے. سلمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عدل
یہ نہین ہے کہ مجاہدہ و ریاضت سے مقابلہ ہو بلکہ عدل یہ ہے کہ ہر حال مین ہمیشہ سے منت اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے اور احسان یہ ہے کہ وفاداری
کے ساتھ مستقیم رہے اسی واسطے کہا گیا کہ تو کو استقامت پر رہو مگر اُس کو شمار مت کر و بعض مشائخ نے کہا کہ عدل و احسان ایسی چیز ہے کہ آدمی اُس کی
استطاعت نہین رکھتا کیونکہ حق تعالیٰ عزّ و جلّ فرماتا ہے ولن تستطیعوا ان تعدلوا۔ اور کہان ممکن ہے کہ آدمی اپنے اور اپنے رب کی نعمتون کے درمیان

عدل کرے کیونکہ ہزاروں نعمتیں ہر دم ہر سانس میں لیتا ہے مگر اُس کی حکمتوں و نصیحتوں کو جو بڑی نعمتیں ہیں ضائع کرتا رہتا ہے اور شکر ادا نہ کرے۔ اور کہاں عدل ہوا کہ تو کسی دم اپنے رب منعم عزوجل کی طاعت سے سکوت کرے اور ٹھہرے جو تجھ پر انعام کرنے سے کسی دم توقف نہیں فرماتا ہے اور احسان یہ ہے کہ موت تک بندہ ٹھیک قائم رہے یعنے اللہ تعالےٰ کی عبادت اس طرح کرتا رہے جیسے اُس کو دیکھتا ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں مروی ہے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی مروی ہے کہ تم لوگ استقامت پر رہو مگر اُس کو شمار مت کرو۔ آگاہ فرمایا کہ کسی کو یہ قدرت نہیں کہ خلق کے درمیان عدل کرے پھر کہاں وہ اپنے اور اپنے رب تعالےٰ کے درمیان عدل مرعی رکھ سکتا ہے۔ واضح ہو کہ فحشاء یہ ہے کہ شریعت کی اہانت کرے یعنے شریعت کے احکام ادب کے ساتھ حتے الوسع ادا کرنے میں بے پروائی کرے اور المنکر یہ ہے کہ گناہ کرنے میں اصرار ہو یعنے نادانی سے اگر ہو گیا تو فوراً ہوشیار ہو کر اُس سے توبہ کرنی چاہیے اور ندامت دل سے بُرا جان کر پھر نہ کرنے کا قصد مصمم ہوا اور جس نے ایسا نہ کیا اُس نے اصرار کیا۔ اور البغی یہ ہے کہ بندوں پر ظلم کرے اور اپنے اوپر ظلم کرے اور جس نے دوسروں پر ظلم کیا اُس نے اپنے اوپر پہلے کیا اور ظاہر ہے کہ اپنے اوپر ظلم کرنا نہایت قبیح ہے۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ عدل یہ ہے کہ بندہ اپنے رب عزوجل کے سوائے دوسرے کسی سے موافق نہ ہوا اور اپنی حد کے سوائے دوسری حد کو نہ دیکھے۔ اقول یعنے اللہ تعالےٰ کی شریعت و احکام پر ہر حال میں موافقت کرنا یہی اللہ تعالےٰ سے موافقت ہے اور خلاف کرنا مخالفت ہے تو مخالفت میں اپنے نفس کی خوشی یا شیطان کی موافقت ہے اور اُس کو چاہیے کہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے وقد قال تعالےٰ ومن یفعل ذٰلک فقد ظلم نفسہ وقال تعالےٰ حرث قوم ظلموا انفسہم۔ وقال تعالےٰ ولکن کانوا انفسہم یظلمون۔ پھر شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ احسان یہ ہے کہ ہر چیز کی اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے دیکھے اُس کے سوائے کسی کی طرف سے نہ دیکھے اور ایتاء ذی القربےٰ پس اللہ تعالےٰ کے واسطے جان فدا کرنا کہ تو اُسی کا اور اُسی کے ساتھ قائم اور اُسی کی طرف راجع ہے اس حق میں مخصوص ہے اور اُسی کے لیے اہل قرابت جسمی کو دینا چاہیے کہ رحم کا اشتقاق اُس نے اپنے نام سے فرمایا ہے۔ فحشاء میں سے افحش یہ ہے کہ اشیاء کی اضافت سوائے حق تعالےٰ کے غیروں کی طرف کرنا کہ وہ اس کا مالک ہے اور یہ اُس نے بنائی ہے کیونکہ مالک و موجد وہی ہے اور المنکر میں سے زیادہ منکر یہ ہے کہ اشیاء کو اللہ تعالےٰ عزوجل کی سوائے غیر کی طرف سے یا غیر کے واسطے دیکھے یعنے نظر عقلی میں ہر چیز کو اللہ تعالےٰ جل شانہ کے واسطے دیکھے اور زبانی محاورہ کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور بغی میں زیادہ قبیح یہ ہے کہ عقل و اسباب پر نظر کر کے زید و عمرو سے خصومت و محبت ہو لعلکم تذکرون۔ یعنے اُس کا فضل و انعام ایک کامل قدرت تمام احسان کے ساتھ تم کو معلوم ہو۔

منجملہ عدل کے وفائے عہد ہے قال تعالےٰ

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ

اور پورا کرو قرار اللہ کا جب آپس میں قرار دو اور نہ توڑو قسمیں پکی کیے پیچھے اور کر کر

اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ

اللہ کو اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو کرتے ہو اور نہ ہو جیسے وہ عورت کہ توڑا اُس نے اپنا سوت کاتا محنت کیے پیچھے

اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ

ٹکڑے ٹکڑے کہ ٹھہراؤ اپنی قسمیں پیٹھنے کا بہانہ ایک دوسرے میں اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو کہ زیادہ چڑھ رہا ہو دوسرے سے یہ تو اللہ پرکھتا ہے تم کو

وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝

اس سے اور آگے کھول دیگا اللہ تم کو قیامت کے دن جس بات میں تم پھوٹ رہے تھے

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ۔ یعنے جو کچھ اللہ تعالےٰ کے ساتھ عہد کرو اُس کو پورا کرو۔ بعض مفسرین نے کہا کہ مراد اس سے وہ عہد ہے جو لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام پر ثابت و قائم رہنے میں کیا تھا لیکن ظاہر یہ ہے کہ بیعت اسلام و جملہ عہود سب کو

شامل ہے جیسے کہ جو عہد ازل میں اللہ تعالے کی توحید کا اور شرک نہ کرنے کا اور رسولوں پر ایمان لانے کا واقع ہوا اُس کو بھی شامل ہے اور نذر کا واجب ہونا اسی دلیل سے ہے۔ بالجملہ عموم عہود کے پورا کرنے کا حکم دیا پھر قسم نہ توڑنے کا حکم دیا بقولہ۔ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا اور مت توڑو قسموں کو بعد اُن کے موکد ہو جانے کے۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالے نے بعض سلف سے حکایت کی کہ توکید قسم کی اس طرح ہوتی ہے کہ ایک بار قسم کھاوے پھر دوبارہ قسم کھاوے اور اگر ایک ہی بار قسم کھائی تو کفارہ نہیں ہے ولیکن یہ قول خلاف اجماع ہے بلکہ توکید قسم یہی ہے کہ اللہ تعالے کے نام پاک کے ساتھ قسم کھائے بکفالت چنانچہ فرمایا۔ وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا۔ درحال یہ کہ تم نے اللہ تعالے کو اپنے اوپر کفیل کر لیا ہے۔ یعنے مثلاً قسم کھائی کہ میں تیرے ساتھ اس طرح برتاؤ کرونگا اور میرے قول پر اللہ تعالے کفیل ہے پس قسم موکد ہو گئی پس معنے یہ ہیں کہ موکد قسم توڑنے میں زیادہ گناہ ہے بہ نسبت غیر موکد توڑنے کے اور یہ مراد نہیں کہ غیر موکد قسم کو توڑنا جائز ہے کیونکہ قولہ تعالے واحفظوا ایمانکم۔ یعنے اپنی قسموں کی حفاظت کرو یعنے مت توڑو ہر ایک قسم کو شامل ہے اور بعض علماء نے کہا کہ جو قسم اللہ تعالے کے نام ذاتی یا صفتی کے ساتھ ہو وہ موکد ہو گئی پس کفیل وغیرہ سے تاکید ضروری نہیں ہے ہاں اس سے تغلیظ ہو جاتی ہے ولیکن اظہر یہی ہے کہ تاکید ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ بدلالت بعض آیات اور احادیث کے علماء نے تصریح کر دی ہے کہ آدمی حلاف یعنے بہت قسمیں کھانے والا نہ ہو اگرچہ قسم سچی ہو پھر بقدر ضرورت قسم جائز ہے پھر وہ دو قسم کی ہے ایک یہ کہ مثلاً دو مسلمانوں میں صلح کرانے کے درمیان میں اُس نے اپنی قسم کی ضرورت دیکھی تو قسم کھائی اور ایسی حالت میں آدمی جھوٹا نہیں ہوتا اگر یہی کہ وہ دوسرا جسکو تو دشمن سمجھتا ہے تیری تعریف کرتا تھا حالانکہ واقع میں اُس نے ایسا نہیں کیا پس گناہ مرتفع ہے لیکن قسم ہو تو کفارہ دینا پڑیگا۔ یا یہ کہ مثلاً غصہ ہو کر قسم کھا گیا کہ میں صلح نہ کراؤنگا پھر اُسی پر صلح موقوف ہوئی تو چاہیے کہ قسم کا کفارہ دے اور صلح کرا دے کیونکہ اُس نے نیکی نہ کرنے پر قسم کھائی ہے اور صحیحین وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی بات پر قسم کھا گیا حالانکہ دوسری بات یعنی جس سے قسم ٹوٹتی ہے اس سے بہتر ہے تو جو بہتر ہے اُس کو عمل میں لاوے اور اپنی قسم کا کفارہ دیوے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے واسطے مثال میں کہا کہ میں تو اگر قسم کھا جاؤں پھر دوسری بات بہتر دیکھوں تو انشاء اللہ دوسری بات کرونگا اور اپنی قسم کا کفارہ دیدونگا۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالے نے تو قسموں کی حفاظت کا حکم دیا جیسا کہ اوپر نقل ہوا تو جواب یہ ہے کہ حفاظت مشروع یہی ہے چنانچہ نیکی اُس نے کی اور قسم کو بلا کفارہ نہیں چھوڑا ذکرہ الشیخ ابن کثیر۔ اور اگر کسی ایسی بات پر قسم کھائی کہ جس کا نہ توڑنا اچھا ہے جیسے کہا کہ واللہ ہر روز ایک مرتبہ اپنے والدین کے لیے مغفرت کی دعا کرونگا تو برابر قائم رہے لیکن اگر کسی روز نسیان سے ٹوٹ جاوے تو کفارہ دیوے اور یا ایسی بات کہ برابر ہو جیسے چھوارا نہ کھاؤنگا تو حفاظت رکھے اور تمام تفصیل کتاب الایمان فتاوے ہندیہ وعین الہدایہ سے دیکھو۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے کی تفسیر میں ہے کہ دو آیتیں دوسری دو مقام پر ہیں ایک یہ کہ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ الآیہ۔ اُس کے معنے دو طرح پر مفسرین سلف سے مروی ہیں اول آنکہ جو ظاہر کلام ہے یعنے مت بناؤ تم اللہ تعالے کو نشانہ اپنی قسموں کا کہ تم نیکی کروگے اور تم پرہیزگاری کروگے اور تم لوگوں میں اصلاح کروگے۔ یعنے مثلاً قسم کھائی کہ واللہ میں یہ نیکی کرونگا اور وہ نیکی کرونگا یا کسی پرہیزگاری کے واسطے کہ واللہ شراب کی صورت نہ دیکھونگا اور علے ہذا القیاس پس اگرچہ یہ افعال اچھے ہیں مگر قسم اُن پر کھانا نہ چاہیے اور چونکہ قسم سوائے اللہ تعالے کے نام کے جائز نہیں تو ناچار اللہ تعالے ہی کے نام کی قسم کھاوے گا اور اللہ تعالے کا نام گویا ہر فعل کے واسطے نشانہ ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ اس صورت میں قسمیں کھانے سے منع کیا خصوص جبکہ ان میں اللہ تعالے کے نام پاک کے ساتھ بے ادبی ہے کیونکہ جب اُس کا نام آوے تو اُس کی عظمت وکبریائی سے اہل ایمان کے رونگٹے خوف وہیبت سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خلاف آدمی تو ہر دم ذرا ذرا سی بات پر قسم کھاتا ہے۔ دوم معنے یہ کہ لا تجعلوا کے بیان سے تقدیر کلام ان لا تبروا الخ ہے یعنے ان افعال کے نہ کرنے پر قسم کھانے میں اللہ تعالے کا نام نشانہ مت بناؤ اور مفصل اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ بالجملہ اس مقام پر جو معنے آیت ہیں کہ قسم کو بعد تاکید کے مت توڑو اُن میں اور لا تجعلوا اللہ عرضۃ الآیہ کے اول معنے میں کچھ منافات نہیں ہے اس لیے کہ یہاں تو قسم داخل عہد و میثاق ہے اور وہاں کسی فعل پر آمادگی یا ترک

[illegible] ۱۲

ومنع پر قسم وارد ہے۔ دوسری آیت قولہ تعالے واحفظوا ایمانکم الآیہ۔ یعنے کفارہ قسم کے بعد حفاظت قسم کا بیان ہے تو مراد حفاظت سے یہ کہ اسکو
بغیر کفارہ کے مت چھوڑ ولہذا جو صحیحین میں ثابت ہوا کہ بہتری کی صورت میں قسم توڑ کر اسکا کفارہ دینا چاہیے اس سے حفاظت قسم میں فرق نہیں آیا
کیونکہ حفاظت بحکم شرع ہے پس بغیر کفارہ کے نہیں چھوڑی گئی۔ اور یہ بھی ایسی ہی قسم میں جو کسی فعل کے کرنے یا نہ کرنے پر خارج سے وارد ہو اور
یہاں عہد و میثاق میں داخل ہے اسی واسطے مجاہد رحمہ اللہ تعالے نے قولہ لا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ مخالفت یعنی زمانہ
جاہلیت کی باہم قسم کے عہد و پیمان مراد ہیں واضح ہو کہ اسلام سے پہلے ایک قبیلہ میں کوئی غیر شخص یا کوئی کنبہ داخل ہونا چاہتا تو باہم
ان میں قسم سے عہد ہو جاتا تا کہ نیکی و بدی میں اس کے ساتھ قرابت کا برتاؤ کرتے تھے۔ قال الامام الحافظ رحمہ اللہ تعالے اور اسی کی
مؤید وہ روایت ہے جو امام احمد نے مسند میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا حلف فی الاسلام
وایما حلف کان فی الجاہلیۃ فانہ لا تزیدہ الاسلام الا شدۃ۔ یعنے اسلام میں حلف نہیں ہے اور جو قسم زمانہ جاہلیت میں واقع ہو گئی تو اس کو اسلام
زیادہ مضبوط ہی کرتا ہے۔ وکذا رواہ مسلم فی صحیحہ ایضًا اور اس کے معنے یہ ہیں کہ اسلام تو خود ایسی چیز ہے کہ جب متحقق ہوا تو کسی قسم کی ضرورت نہیں
ہے ولیکن سابق میں جو عہد ہو چکا اس کے شرائط قسم عہد ہی ہیں اور عہد کا حکم اسلام میں یہ ہے کہ نہایت تاکید سے اس کو پورا کرو پس اسلام سے
وہ اور بھی مضبوط ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ اسلام میں بھی خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مخالفہ کرایا ہے چنانچہ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے مکان میں صحابہ مہاجرین اور صحابہ انصار کے درمیان مخالفہ کرایا۔ تو جواب یہ ہے کہ مخالفہ
یہاں بمعنے مواخاۃ ہے یعنے بھائی بھائی کرادیا اس دلیل سے کہ مخالفہ میں باہم میراث اس طرح نہیں تھی اور یہاں جن دونوں میں مواخاۃ کرائی تھی
وہ باہم وارث ہوتے تھے یہاں تک کہ جب وقت پورا ہو گیا تو اللہ تعالے نے آیت مواریث سے اس کو منسوخ فرمادیا اور خود مفصل قصہ میں صریح
مواخاۃ مذکور ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے ہوئے تشریف لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب میں باہم مواخاۃ کی
لیکن مجھے کسی کے ساتھ بھائی نہیں بنایا تو فرمایا کہ تو میرا بھائی ہے دنیا میں و آخرت میں پس صریح یہ مواخاۃ ہے نہ مخالفت۔ پھر شیخ امام نے ذکر کیا
کہ امام ابن جریر نے اپنی اسناد سے بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قولہ او فوا بعہد اللہ اذا عاہدتم الآیہ پڑھی اور کہا کہ نزول اس کا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ بیعت کرنے میں ہے جو شخص مسلمان ہو جاتا وہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرتا پس اللہ تعالے نے حکم
دیا کہ تم اس بیعت کو پورا کرو اور ایمان کو بعد توکید کے مت توڑ و یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قلت اور مشرکوں کی کثرت پر نظر مت کرو۔ اِنَّ اللّٰہَ
یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۔ اللہ تعالے جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اللہ تعالے غافل نہیں ہے اور نہ مشرکوں کے وہم کے موافق ہے کہ دنیاوی بادشاہ کی
طرح جاسوس و شہر کارکے ذریعہ سے اس کو معلوم ہو بلکہ اس کا علم تمام مخلوق کے ذرات کو ہر دم محیط ہے بلکہ مخلوق کو اپنی جان کا علم ویسا نہیں جیسا اللہ تعالے
جانتا ہے بلکہ وہ الحی القیوم ہے کہ اسی کے علم و حیات و قدرت سے ہر ذرہ باقی ہے پس وفا سے عہد یا توڑنے کو وہ خوب جانتا ہے پس بدون وسواس
و اوہام کے عہد پر قائم رہو۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ۔ اور مت ہو مانند ایسی عورت کے جس کی یہ مثال ہے جو آگے مذکور ہے یا مراد ایک عورت خاص ہے
جو قریش میں معروف تھی جس کو خرقاء کہتے تھے کما قال السدی اور نام اس کا ریطہ بنت سعد بن تیم تھا یا اس کا نام سعیدہ اسدیہ تھا کما روی عن
ابن عباس رضی اللہ عنہ غرضکہ وہ مجنونہ احمق تھی کہ بالوں و چھالوں کو جمع کر کے کاتتی پھر ٹکڑے کر ڈالتی تھی اور اللہ تعالے نے ازل سے اس کی قسمت
میں یہی لکھا تھا پس فرمایا کہ تم لوگ بھی ایسی عورت کے مثل مت ہو کہ جس نے۔ نَقَضَتْ غَزْلَهَا۔ توڑ ڈالا اپنے کاتے ہوا کو۔ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ
اَنْكَاثًا۔ بعد مضبوطی کے ٹکڑے ٹکڑے۔ ابن قتیبہ نے کہا کہ حاصل معنے یہ ہیں کہ عہد پورا کرو اور قسم کو مت توڑو اگر ایسا کروگے تو تم مثل ایسی
عورت کے ہوگے۔ قال الحافظ۔ اور عبداللہ بن کثیر و سدی نے ذکر کیا کہ یہ ایک عورت خرقاء مکہ میں تھی جب کاتتی تو بعد درستی و مضبوطی کے
اس کو توڑ ڈالتی اور مجاہد و قتادہ و ابن زید نے کہا کہ یہ مثال ہے کہ جو نقض عہد کرے وہ ایسا ہے جیسے کسی عورت نے سوت کا کر توڑ ڈالا۔ حافظ

امام نے کہا کہ یہی ارجح ہے خواہ مکہ مین کوئی ایسی عورت ہو یا نہ ہو۔ اقول کرخی رحمہ اللہ تعالے نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے پھر امام نے لکھا کہ قولہ انکاثا
کہ اسم مصدر ہو یعنے نقضت کا مفعول مطلق ہوا سے نقضت غزلہا انکاثا یعنے انقاضًا۔ اور شاید کہ کان کی خبر سے بدل ہوا سے لاتکونوا انکاثا یعنے
انکاث نہ ہو پس جمع نکث بمعنے ناکث ہے یعنے عہد شکن۔ اور اس مین شک نہین کہ کسی شخص کو عہد و پیمان سے مطمئن کر دینا پھر عہد توڑ کر اسکو دھوکا
دینا نہایت خراب بات ہے اور اس سے جو فساد ہے وہ ظاہر ہے حتے کہ کوئی قوم اس کو پسند نہین کرتی اور اگر ہمارے زمانہ مین کوئی قوم ایسی پائی جاے
کہ فریب سے دنیا حاصل کرنے کے لیے فساد کرتے ہون تو دنیا کی خواہش مین اُن کی آنکھین اندھی ہو گئی ہین بالجملہ دوسرا احتمال ارجح ہو کہ عہد شکنی
سے ممانعت ہے لہذا فرمایا۔ تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ تم بناتے ہو اپنی قسمون کو اپنے درمیان فریب و مکر یعنے باہمی اصلاح کی جگہ
قسمون کے ذریعہ سے باہم فساد کرنا چاہتے ہو کہ تمھاری قسم سے دوسرا مطمئن ہو کر دھوکا کھاوے۔ حدیث صحیحین مین موجود ہے کہ ہر ایک غدر کرنے والے
کے لیے ایک جھنڈا اُس کے چوتڑون کے پاس بلند کیا جائیگا کہ یہ غدر فلان بن فلان کا ہے مقصود یہ کہ غدر ایک قبیح چیز ہے اور قیامت مین جو
خوبصورت و قبیح صاف ظاہر ہونگی تو غادر کی فضیحت کے لیے عام اعلام ہوگا۔ قال الامام احمد حدثنا اسمٰعیل حدثنا صخر بن جویریہ عن نافع قال
لما خلع الناس الخ الی آخرہ یعنے امام احمد نے بسند صحیح نافع بن عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ نافع نے کہا کہ جب لوگون نے یزید کی بیعت سے گردن
نکال لی یعنے اللہ تعالے کو شاہد کر کے اُس کے واسطے بیعت کی تھی وہ توڑ دی تو ابن عمر نے اپنی اولاد اور عیال کو جمع کر کے خطبہ پڑھا بعد حمد و ثنا کے
فرمایا کہ ہم نے اللہ تعالے و اُس کے رسول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بیعت پر اُس شخص یزید سے بیعت کی ہے اور مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے سُنا کہ ہر غدر کرنے والے کے واسطے قیامت کے روز ایک جھنڈا بلند کیا جائیگا اور کہا جائیگا کہ یہ غدر فلان بن فلان کا ہے اور سب سے
بڑا غدر سوا اسے شرک کے یہ ہے کہ آدمی کسی شخص سے اللہ تعالے و اُس کے رسول کی بیعت پر بیعت کرے پھر اُس کی بیعت توڑ دے پس تم مین سے
کوئی خلع مت کرے اور نہ خلافت کے معاملہ مین دھوکا کرے ایسا نہ ہو کہ میرے اور اُس کے درمیان جُدائی ہو جاوے۔ قال المترجم
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس حدیث سے خوف ہوا کہ غدر نہ ہو ولیکن یزید نے اللہ تعالے و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت سے قدم ہٹایا تھا
اور یہ بحث علم کلام مین مصرح ہے اور یہان مین اسقدر تنبیہ کرتا ہون کہ کسی ایماندار کو یہ وہم نہ ہو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے کیونکر
بیعت توڑ دی کیونکہ اول تو آنحضرت علیہ السلام نے بیعت نہین کی تھی اور دوم اُسکو اللہ تعالے و رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت دینے سے
بسبب فسق کے انکار فرمایا تھا۔ بالجملہ اللہ تعالے نے حضرت امام علیہ السلام کو اپنی کمال رحمت مین مستغرق کر لیا اور یزید کی گردن پر اُس کے فعل
بدکاری کا مواخذہ وہ رہا جس کا اندازہ اللہ تعالے ہی کے علم مین ہے نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔ بالجملہ منع فرمایا کہ عہد مت توڑو
تم اپنی قسمون کو اپنے درمیان مکر و فریب بناتے ہو۔ أَنْ تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ۔ باین طور کہ پائی جاوے کوئی جماعت جو کہ کثیر التعداد
ہے دوسری جماعت سے یعنی تم حلیف ہو جاتے ہو لوگون کے جب وے تم سے تعداد و قوت مین زیادہ ہوتے ہین تا کہ تمھاری طرف سے اطمینان کرین
پھر جب تم نے اُن پر قابو پایا تو اُن سے غدر کیا پس جب ایسی حالت مین غدر منع ہے تو پہلے سے قابو ہونے کے باوجود غدر بدرجہ اولے منع ہے کذا
فی تفسیر الامام اقول اربی من امۃ مین اُمت سے چھوٹی جماعت مقصود ہوگی یعنے تم سے دوسرے لوگ کثیر التعداد ہین اور ممکن ہے کہ غدر سے ممانعت
کے واسطے عام صورت بین بیان کیا کہ قسم کو فریب اس طریق سے تم قرار دیتے ہو کہ جیسے چھوٹی جماعت اپنے سے بڑی جماعت سے حلف کر کے جب قوت
پاوے غدر کرے۔ بعض مفسرین نے اُس کو نقض عہد کی وجہ قرار دیا یعنے نقض عہد اس جہت سے کرتے ہو کہ تم ایک گروہ کو جس کی طرف جانا چاہتے ہو قوت
و کثرت والا پاتے ہو بہ نسبت دوسری جماعت کے جس کے ساتھ تم نے عہد کیا تھا۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے سے مروی ہے کہ قریش جب اپنے
حلیف لوگون کی قلت دیکھتے اور اُن کے دشمنون مین کثرت پاتے تو حلیف لوگون سے عہد توڑ کر ان کے دشمنون سے حلف کر لیتے پس اس سے منع
کر دیے گئے۔ مترجم کہتا ہے کہ زمانہ جاہلیت مین قریش اچھے عہد و امانت والے تھے چنانچہ غزوۂ اُحد مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی

فرمایا کہ قریش عہد و امانت کے لوگ ہین اور تمام حدیث مع قصہ کے اپنے مقام پر ہے لیکن آخر مین جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لڑائی پر
اصرار کر کے ایمان سے مُنھ موڑ رہے تو موجودہ لوگون کے اخلاق بگڑ گئے پس شاید کہ مجاہد رحمہ نے اس زمانہ کی اُن کی حالت و بعض واقعات کا ذکر کیا
ہے ورنہ قریش والے ایسے بدعہدی سے محفوظ تھے۔ اور اظہر یہ ہے کہ یہ مسلمانون کو خاصۃً اور سب کو عموماً ممانعت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ والون کی قلت دیکھکر مشرکین کی کثرت و مالداری کی وجہ سے عہد شکن نہ ہون۔ حاصل معنے یہ ہوئے کہ اگر تم قسم و عہد کو بعد مضبوطی کے توڑ دو تو
مثل ایسی عورت کے ہو جو اپنا کاتا ہو توڑ ڈالے اور ایسا کرنے مین تم اپنی قسمون کو اپنے درمیان مین فریب و مکر بنا لوگے کہ کثرت و قوت والون کو دیکھکر
قلیل جماعت سے عہد شکنی کرو۔ پھر تنبیہ کی کہ اللہ تعالےٰ کی قدرت مین سب کچھ ہے وہ چاہے اپنے رسول و مومنین کی جماعت کثیر کر دے اور سب
قوت و شوکت انھین کو حاصل ہوا ور مشرکون و نافرمانون کی جماعت ہی نہ رہے بلکہ سب فرمانبردار ہوجاوین پس و ہم مت کرو کہ اگر مومنین اللہ
تعالےٰ کے نزدیک محبوب ہوتے تو کم اور فقیر کیون ہوتے۔ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ۔ اس حال سے تو اللہ تعالےٰ فقط تم کو آزمائش مین ڈالتا ہے یعنے
جو تم مین سے سچے ہین ہر حال مین اسلام اور اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری پر مستقیم رہینگے اور جس بات پر اللہ تعالےٰ کو کفیل کیا ہے اسی پر بھروسا کر کے ثابت
قدم ہونگے اور عہد پورا کرینگے نہ توڑینگے اور جو بدبخت ہے عہد توڑ کر وسواس مین مبتلا ہو جائیگا۔ غرضکہ یہ امتحان ہے تا دنیا مین سچا و جھوٹا متمیز
ہوجاوے۔ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ اور تاکہ قیامت مین تم پر ظاہر کر دے جس مین تم اختلاف کرتے تھے
پس اہل صدق و وفا کے درجات بلند کرے جنھون نے حق کو سچے ایمان سے لیا اور اللہ تعالےٰ پر یقینی بھروسا کیا تھا اور اہل کذب و باطل کو عذاب
دے جنھون نے قسمون سے اللہ تعالےٰ کو کفیل کیا و لیکن قسمین مکر و فریب تھین اللہ تعالےٰ پر بھروسا نہ تھا صرف لوگون کی کثرت و قوت شوکت پر
نظر تھی اسی واسطے عہد توڑ دیا۔ **قال الحافظ الامام** اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قولہ اربیٰ من امۃ یعنے اکثر۔ اقول و صحیح ہو
کہ قولہ اربیٰ زیادہ کے معنے مین ہے اسی سے ربو اسود کو کہتے ہین پس کثرت خواہ بنظر تعداد ہو یا صرف بنظر کثرت مال و شوکت ہو۔ مجاہد رحمہ اللہ
تعالےٰ نے کہا کہ دوسرون کو زیادہ تعداد اور عزت والا پاکر عہد توڑکر اُن سے حلف کر لیتے تھے۔ اسی کے مانند ضحاک و قتادہ و ابن زید سے مروی ہے
اور قولہ یبلوکم اللہ بہ ضمیر بہ کا مرجع سعید بن جبیر سے کثرت مروی ہے کما رواہ ابن ابی حاتم و لیکن شیخ ابن جریر رحمہ نے مضمون جملہ سابق قرار دیا ہے
اور شاید یہی حضرت سعید بن جبیر کی مراد ہے۔ بالجملہ غدر کرنا ممنوع اور سخت معیوب ہے اور شیخ کی تفسیر سے سورہ انفال مین مذکور ہوا کہ حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ نے نصرانی بادشاہ روم سے معاہدہ کیا تھا اور اُس کی مدت مقرر ہوگئی تھی جب قریب ختم کے پہونچی تو معاویہ رضی اللہ عنہ لشکر
لیکر اُن کی جانب روانہ ہوئے اور قریب پہونچ گئے جب میعاد ختم ہوگئی تو اُن پر حملہ کیا اور وہ لوگ غافل تھے پس پیچھے سے عمرو بن عبسہ رضی اللہ
عنہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے آئے اور پکارا کہ اے امیر معاویہ اللہ اکبر اللہ اکبر وفا چاہیے نہ غدر اور مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ
اگر کسی قوم سے کوئی مدت مقرر ہو تو پہلے سے عہد کو نہ کھول ڈالے یہانتک کہ مدت گذر جاوے پس معاویہ رضی اللہ عنہ مع لشکر کے واپس آئے
اقول حضرت عمرو بن عبسہ نے اس واقعہ مین خلاف عہد یہ امر قرار دیا کہ مدت گذرنے سے پہلے اپنے مقام سے لشکر لیکر روانہ ہونا چاہیے تھا بلکہ
بعد مدت گذرنے کے روانہ ہونا چاہیے۔ ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعد مدت گذرنے کے اُن پر حملہ کیا تھا اور وہ لوگ اس وجہ سے غافل تھے
کہ ہنوز مدت باقی ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے ملک مین ہونگے۔ واضح ہو کہ اس آیت مین جیسے قریش کو اور جیسے مومنون کو بیعت آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم توڑنے سے ممانعت ہے ویسے ہی عموماً یہود و غیرہ کو بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عہد توڑنے سے ممانعت ہے حالانکہ پیچھے اُس کے
مدینہ مین یہ صورت واقع ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قلت دیکھکر یہودیون نے عہد توڑ دیا اور قریش کی کثرت دیکھکر اُن سے عہد کر لیا تھا اور میری یہ
مراد نہین کہ آیت اس بارہ مین نازل ہوئی ہے **ف** رفع الالتباس قولہ تعالےٰ واوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم الآیہ واضح ہو کہ اصلی عہد وہ ہے جو بندون نے
اللہ تعالےٰ کے ساتھ میثاق ازلی مین اقرار کیا تھا کہ تو ہی ہمارا رب ہے پس اجسام کے واسطے جیسے دنیاوی پیدائش مین معاملات باہمی کے عہد و فا کرنے کا

حکم دیا جو کہ ظاہر تفسیر ہے ویسے ہی شیخ نے عہد ارواح و عہد ازل کے اشارہ کو بیان کیا اور کہا کہ وہ عہد زیادہ مؤکد ہے جو ارواح نے حضرت رب تبارک و تعالیٰ کے ساتھ اس حال میں دیا جب عدم سے بجبت قدم اُن کا ظہور ہوا اور عہد کیا کہ تیری ربوبیت کے واسطے ہم عبودیت کرینگے اور کسی طرح کا شرک نہ کرینگے اور کسی چیز کو عرش سے لے کر فرش تک تیرے سوا پسند نہ کرینگے پس ہر ایسی چیز سے جو لائق عبودیت نہ ہو باہر ہونگے اور حق تعالیٰ عز و جل نے وعدہ دیا کہ اُن کو دوامی مشاہدہ عطا ہوگا پس حقیقی وفاء عہد متعلق بعنایت الٰہی و رعایت قدیم ہے اور یہ اُنھیں کے واسطے جنھوں نے بطوع و رغبت دہاں قبول کیا ہے ورنہ جنھوں نے اکراہ سے جواب دیا ہے وہ غدر میں مبتلا ہیں اور تمام کوشش جو بندہ سے ظاہر ہوا اُسی عنایت ازلی کا اثر ہے پس اگر ہمارے عہد میں نقض ہوا بوجہ غیرت سابقہ ازلیہ کے اور بوجہ تغیر ہماری صفات کے ایک حال سے دوسرے حال پر کہ فطرت سے بدلکر جہالت میں مبتلا ہوئے تو حادث ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عہد میں نقض نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ حدوث کی تغیر سے پاک ہے اور بڑی وسیع رحمت والا ہے اپنا عہد پورا فرماتا ہے اور اُس کے واسطے کوئی علت نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ ومن اوفی بعہدہ من اللہ یعنے اللہ تعالیٰ سے بڑھکر عہد پورا کرنے والا کون ہے۔ شیخ نصر آبادی نے کہا کہ تو دو عہد کے درمیان ہے ایک عہد الٰہی کہ اُس سے بڑھکر کون عہد پورا کرسکتا ہے اور دوم تیرا عہد پورا کرنا جب تو غور سے نظر کرے تو چشم عبرت سے اپنی ہی طرف دیکھ۔ پھر عہود مختلف ہیں عہود اقوال اور عہود افعال اور عہود احوال اور ان سب میں تجھ سے صدق مطلوب ہے پھر عوام کے عہود ہیں اور خواص کے عہود ہیں اور خواص الخواص کے عہود ہیں پس عوام پر جو عہد ہے یہ ہے کہ ظاہر اعمال پر لازم رہیں یعنے ظاہر شریعت پر مستقیم رہیں اور خواص پر یہ عہد ہے کہ بواطن کی حفاظت رکھیں۔ اور خواص الخواص پر یہ عہد ہے کہ سب سے خالی ہو کر اُس کے لیے ہو جاویں جس کے لیے سب ہے اور فرمایا کہ جس نے عہد کو اپنے بھروسے پر اُٹھایا اُس نے پہلے ہی قدم میں اُس کو توڑ دیا اور جس نے اُس کو بقوت حق عز و جل اُٹھایا تو اُسپر اُس کا عہد و میثاق محفوظ رکھا جاتا ہے۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ عہود و مواثیق تو اول عہد ازل میں ہو چکے پس جو شخص کہ ایفاء عہد پر مستقیم ہوا اُس کے لیے حقائق کے راستہ وقتاً فوقتاً کھولے جاتے ہیں اور جس نے عہد میں خیانت کی تو وہ اپنے وقت کے ساتھ گرفتار رہ جاتا ہے اور راہ ہدایت کے دروازے اُسپر بند ہوتے جاتے ہیں۔ شیخ نے کہا کہ مجھے یہاں ایک نکتہ ظاہر ہوا یعنے قولہ تعالیٰ ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدہا۔ پر نظر کرو کہ اگر عہد و قسم ازل میں بندوں کی جانب سے واقع ہوا تو اُن کو عہود و میثاق کی وفا کرنے میں اختیار ہے اور اگر صرف حق عز و جل کی طرف سے وقوع ہوا اور بندوں کے عہود و قسم اُس کے نتائج و فروع ہیں تو بندوں سے اختیار ساقط ہے اور اُن کے عہود و قسم ٹوٹتے رہتے ہیں اور حق عز و جل کی طرف سے ہمیشہ پورے ہوتے رہینگے کیونکہ وہ تعالیٰ قادر مختار ہے اس کی شان میں تغیر زمان و مکان کو دخل نہیں ہے۔ قال المترجم بندے مکلف ہیں اور تقدیر کا مسئلہ عوام کی سمجھ سے باہر ہے ولیکن اہل الحق کا قول حق ہے یہاں نہ جبر ہے نہ اختیار ہے بلکہ درمیان میں طریق سنت پر عمل ہو واللہ یہدی من یشاء فافہم

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَتُسْـَٔلُنَّ

اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کرتا لیکن بہکاتا ہے جسکو چاہے اور سوجھاتا ہے جسکو چاہے اور تم سے پوچھ ہوگی ہر

عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا

جو کام تم کرتے تھے اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسمیں رکھنے کا بہانہ ایک دوسرے سے کہ ڈگ نہ جاوے کسی کا پاؤں جمے پیچھے اور تم چکھو

السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا

سزا اسپر کہ تم نے روکا اللہ کی راہ سے اور تم کو بڑی مار ہو اور نہ لو اللہ کے قرار پر مول

قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

تھوڑا بیشک جو اللہ کے یہاں ہے وہی بہتر ہے تم کو اگر تم جانتے ہو جو تم پاس ہے نبڑ جائیگا اور جو اللہ پاس ہے

بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
رہنا ہے اور ہم بدلے میں دینگے ٹھہرنے والوں کا حق بہتر کاموں پہ جو کرتے تھے
وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً - یعنے اگر اللہ تعالے کی مشیت میں جاری ہوتا تو تم سب کو ایک امت کر دیتا ولیکن اُس کی مشیت
میں نہیں جاری ہوا اسی لیے تم میں اختلاف دیا ہم بعض ہے بقولہ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقھم یعنے ہمیشہ اُن میں باہم اختلاف
رہیگا سوا اُن کے جن پر اللہ تعالے کا رحم ہے اور اسی لیے ان سب کو پیدا کیا ہے- وَلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ - ولیکن وہ
گمراہ کرتا ہے جسکو چاہتا ہے اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے- اسی وجہ سے بعضے مومن ہیں اور اکثر کافر ہیں اور دونوں اس امتحان میں ہیں یہانتک
کہ اللہ تعالے قیامت میں فیصلہ کرے- وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ - اور ضرور جانو کہ قیامت کے روز تم پوچھے جاؤ گے اُن حرکات
سے جو تم کرتے تھے- یہ سوال محاسبہ و مواخذہ ہے- حدیث صحیح میں ہے کہ بندہ مومن جس سے اللہ تعالے تجاوز فرماوے اُس کے نامہ اعمال اُس کی نظر
سے گذارے جاوینگے مگر گرفت و بازپرس نہ ہوگی اور جس سے بازپرس ہوئی وہ ہلاک ہوا- حساب یسیر یعنے حساب آسان کی یہی تفسیر ہے اور اگر دیگر
احادیث میں سوال اقرار کرانے کے طور پر مومن مغفور سے بھی وارد ہوا ہے لیکن مواخذہ مناقشہ نہ ہوگا- وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ
اور مت بناؤ اپنی قسموں کو فریب اپنے درمیان- فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا - کہ پھسل جاوے قدم بعد اپنے جمے ہونے کے- یہ ایک مثل ہے
ایسے شخص کے حق میں جو سیدھی راہ پر تھا پھر مڑ گیا پس جھوٹی قسموں سے مکر کر کے راہ راست سے قدم مت ہٹاؤ- وَتَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا
صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ - اور چکھو برائی بوجہ تمہارے روکنے کے راہ الٰہی سے اور تمہارے لیے عذاب عظیم ہے
یعنے اگر ایسا کروگے تو تم نے لوگوں کو راہ حق سے روکا کیونکہ کافر جب دیکھیگا کہ مومن نے معاہدہ کر کے غدر کیا تو اُس کو دین حق کے ساتھ وثوق
نہیں رہیگا پس اس سبب سے اسلام میں نہ آویگا اور تم کو دنیا میں اُس کی برائی چکھنی ہوگی اور آخرت میں عذاب عظیم ہوگا- حدیث میں ہے کہ جس
شخص نے کسی معاہدی کو مارا تو اُس کو جنت کی خوشبو نہ ملیگی باوجودیکہ اُس کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ تک پہونچتی ہے- شیخ نظام الدین اولیاء
جو عہد میں داخل ہے ۱۲
دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ اُس کے معنے یہ نہیں ہیں کہ وہ شخص کافر ہو گیا بلکہ بعد [illegible] حساب و قیامت میں مومنوں کے برخلاف یہ شخص
جس نے معاہدی کو قتل کیا ہے اُس خوشبو سے محروم ہوگا- بعض نے کہا کہ فتزل قدم میں قدم مفرد نکرہ ہے تو جب کہ ایک قدم کا پھسلنا اسقدر برا ہو
تو زیادہ قدموں کی لغزش بہت ہی بدتر ہے- واضح ہو کہ معاہدی کا قتل کرنا اور غدر کرنا جان بوجھکر اس طرح ممنوع ہے اور اگر بغیر جانے کسی معاہدی
کو قتل کر دیا تو دیت لازم آویگی جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ سے واقع ہوا اور یہود خیبر نے ایک صحابی کو قتل کر کے انکار کیا وہ راستہ میں پائے
گئے چونکہ یہود مذکور عہد کے ساتھ رکھا گیا تھا اور گواہ نہ تھے اس وجہ سے اُن پر باوجود اُن کی بدعہدی کے اسلام کی طرف سے کچھ قصاص نہ ہوا
بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کو بعد عرصہ کے جلائے وطن کر دیا- اصل بدعہدی یہود کی طرف سے تھی حالانکہ ذمہ مسلمانوں کا ایک ہوتا ہے- یعنے
اگر ذی اختیار سردار نے یا عام میں سے کسی نے عہد دیا تو سب مسلمانوں پر اُس کی حفاظت واجب ہے ولیکن یہود تو آیات الٰہی کو ثمن قلیل کے عوض
فروخت کرتے تھے اسی واسطے اللہ تعالے نے یہاں منع فرمایا کہ- وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا - یعنے مت خرید و یعنے مت بدلو
اللہ تعالے کے عہد کو تھوڑے مول سے- یعنے دنیاوی نفع حقیر کے واسطے اللہ تعالے کا عہد و قسم ہو کہ مت توڑو کہ تم چند روز حقیر مال [illegible] شامت
ابدی پاؤ گے پھر آخرت میں عذاب ہے- اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ - جو اللہ تعالے کے یہاں ہے وہ تمہارے واسطے بہتر ہے یعنے
نعمہائے جنت کہ جن کو کبھی زوال و انقطاع نہیں ہے- اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ - اگر تم جانتے ہو ایمان لائے ہو تو حقیر کو باقی سے مت بدلو-
اس پر قطعی دلیل سب کی سمجھ کے لائق یہ ہے کہ- مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ - جو تمہارے پاس ہے یعنے یہاں اللہ تعالے نے پیدا کر کے اپنی قدرت
واختیار سے تمہارے تصرف میں جسقدر چاہی دیدی ہے وہ فنا ہوگی آدمی خود ہی فنا ہو جاتا ہے- وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ اور جو اللہ تعالے کے

کے یہان ہے یعنے دار آخرت کے پیسے اللہ تعالیٰ نے مہیا فرمائی ہے وہ باقی ہے اُس کے واسطے اللہ تعالیٰ نے کبھی زوال نہین رکھا ہو اور یہ نعمت جنت اللہ تعالیٰ ہر ایک بندے مومن کو اُس کے اعمال کے بدلے عطا فرماوے گا بلکہ بہتر چنانچہ فرمایا۔ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوٓا۔ اور البتہ ہم اپنے فضل سے بدلا دینگے اُن کو جنھون نے صبر کیا یعنے سختی مین اور اللہ تعالیٰ کے عہود کی نگہداشت و طاعت مین اگرچہ کچھ تکلیف ہوئی مگر جمے رہے۔ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ۔ بہتر اُس کا جو کرتے تھے پس اعمال سے جزا و ثواب بہتر وافر ہے ہر نیکی کا بدلہ دس گونہ ہے اور نیکی تو صورت مین جیسی تھی ویسی تھی اور اُس کا ثواب نہایت عیش و عشرت ہے۔ اور بُرائی جو سرزد ہوگئی اللہ تعالیٰ اُس سے تجاوز فرمائیگا جبکہ اُمیدواری کے ساتھ ایمان پر قائم رہا۔ ف فی العرائس قولہ ما عندکم ینفد الآیہ یہان اشارات سے بعض لطائف ثابت ہوتے ہین از انجملہ یہ ہے کہ مواردِ قربت و الوہیت جو بندہ کے دل مین آتے ہین اور اُس کے پاس ہوتے ہین وہ معارفت کے واسطے ہین ولیکن زائل ہون گے اور باقی رہنے کے واسطے اصل الاصل یعنے مشاہدہ ہے از انجملہ معارف بھی جمال معروف ہین فانی ہوتے ہین اور جو انوار صفات ہین وہ البتہ باقی ہین انھین سے معارفت حاصل ہوتے ہین۔ اس مین اُمیدواری عظیم ہے کہ جنھون نے بلا ئے محنت و فراق اُٹھائی ہے اُن کو اُمید سے بڑھ کر ثواب ہے کیونکہ اُن کی اُمید مین اسی قدر ہون کی جتنی اُن کی ہمت و نیت و قصد ہے حالانکہ یہ سب حادث و قاصر و معلول ہین اور دیدار الٰہی عزوجل تمام خلق کے احاطہ سے باہر ہے یعنے وجہ خلق اُس کی کیفیت و ادراک سے بے بہرہ ہے اور وہ بے حساب ہے کما قال تعالیٰ انما یوفی الصابرون اجرہم بغیر حساب۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جو بندون کے پاس اعمال مین سب فانیات ہین اور اللہ تعالیٰ نے جو جزا مقرر فرمائی ہے وہ علی الدوام باقی ہو اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ بندون کے پاس اعمال فرائض و نوافل جو کچھ ہون فانی ہین اور اللہ تعالیٰ کے یہان اُسکے اوصاف و نعوت باقی ہین کیونکہ حادث فنا ہوگا اور قدیم باقی ہے شیخ ابو عثمان نے کہا کہ صبر کی جزا احسن کے واسطے علامات ہین کہ جس نے صبر کیا اللہ تعالیٰ اُس کو رضامندی دیتا ہے پس جسنے قضا پر رضا رکھی اور صابرون کا طریقہ اپنے اوپر لازم کر لیا تو اللہ تعالیٰ اُس کو دنیا و آخرت مین عمدہ ثواب دیگا بعض نے کہا کہ تمھارے اعمال فانی ہین اور احکام اُس کی رحمت حق وغیرہ باقی ہین اور بعض نے کہا کہ تمھارے شوق فانی ہین اور باقی شوق الٰہی بجانب اپنے بندون کے ہے اور یہ فضل بے حساب غیر متناہی ہے پھر اللہ تعالیٰ نے نیک ثواب والون کا بیان فرمایا۔

مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً ۖ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم

جسنے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت جو اور وہ یقین پر ہے تو اُسکو ہم جلا دینگے اچھی زندگی اور بدلہ مین دینگے اُنکو حق انکا

بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ۝

بہتر کامون پر جو کرتے تھے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے بندون کو وعدہ ہے جو نیک کام کرین بحالت ایمان۔ مَنْ عَمِلَ صَٰلِحًا جس نے نیک عمل کیا یعنے قرآن پاک و حدیث کی متابعت و شریعت کے موافق عمل کیا۔ مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ۔ عام ہے کہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت ہو۔ وَهُوَ مُؤْمِنٌ درحالیکہ اُس کا قلب ایمان سے مطمئن ہو اللہ تعالیٰ و اُس کے رسول و آخرت کا یقین ہوا اور جانتا ہو کہ یہ کام شرع مین نیک مشروع ہے۔ فَلَنُحْيِيَنَّهُۥ حَيَوٰةً طَيِّبَةً تو ہم اُس کو زندہ رکھینگے حیات پاکیزہ کے ساتھ۔ یعنے دنیا مین جب تک اُس کی زندگی مقدر فرمائی ہو اللہ تعالیٰ اُس کو پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھے گا۔ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم اور ہم اُن کو سب کو جو ایسی صفت پر نیکوکار ہون گے آخرت مین بدلا دینگے اُن کا ثواب۔ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ بہتر اُس سے جو دنیا مین کرتے تھے۔ یعنے اُن کے اعمال نیک و طاعات سے بدلا بہتر ہے ایک تو دس گونہ اور دوسرے ثواب و رضوان نہایت عظیم الشان ہے۔ واضح ہو کہ یہان علوم ہین اول یہ کہ یہ عوض نیک و ثواب عظیم ہر ایک نیک کام کے واسطے ہے۔ دوم یہان مرد و عورت سب کو صریح وعدہ ہے چنانچہ مرد مثلاً جہاد کرتا ہے اور عورت نہین تو عورت کے واسطے جو احکام

طاعت کئے ہیں وہی عمدہ ثواب کے واسطے کافی ہیں۔ سوم مومن کی شرط ہے کیونکہ کافر کو یا تو آخرت کا یقین نہیں تو وہ وہاں کے واسطے کچھ کرتا ہی نہیں اور یا جانتا ہے کہ دوسرا جہان ہے ولیکن اللہ تعالیٰ کے حکم پر نہیں چلتا بلکہ اپنی شریعت بنا کر کافر جاہل ہے پس شرک کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہو سکتا تو اُس کے عمل کا کچھ اعتبار نہیں ہے ولیکن دنیا میں اُس کو بقدر عمل ملتا ہے چنانچہ آویگا چہارم جزا، دو طرح کی بیان فرمائی ایک یہ کہ دنیا میں اُس کو پاکیزہ زندگی ملیگی۔ دوم آخرت کا ثواب عظیم۔ پھر دنیاوی زندگی پاکیزہ کی تفسیر میں اقوال ہیں چنانچہ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما و ایک جماعت سے مروی ہے کہ حیات طیبہ رزق حلال ہے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قناعت ہے اور یہ قول ابن عباس و عکرمہ و وہب بن منبہ سے بھی مروی ہے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ سعادت ہے یعنے اللہ تعالیٰ اُس کو سعید زندہ رکھتا ہے۔ حسن و مجاہد و قتادہ نے کہا کہ کسی کے واسطے حیات خوشگوار نہ ہوگی مگر جنت میں۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید اُن بزرگوں نے یہ معنے لیے کہ اللہ تعالیٰ مومن نیکوکار کو آخرت میں بحیات طیبہ زندہ رکھیگا ولیکن دوسروں نے اسکو دنیاوی زندگی پر محمول کیا ہے۔ ضحاک رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ وہ رزق حلال و عبادت ہے اور خوش دلی کے ساتھ طاعت کرنا۔ شیخ امام نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ حیات طیبہ ان سب باتوں کو شامل ہے چنانچہ حدیث عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قد افلح من اسلم و رزق کفافا و قنعہ اللہ بما اتاہ۔ یعنے بے شک وہ فلاح پا گیا جو اسلام لایا اور اُس کو کفایت کے لائق رزق دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو جو دیا اُس پر قناعت بخشی۔ رواہ الامام احمد و الترمذی و مسلم و روی الترمذی و صححہ و النسائی بنحوہ۔ مترجم کہتا ہے کہ اسلام و ایمان ایک ہے اور مراد یہ ہے کہ دلی یقین کے ساتھ اعمال و طاعات بھی بجا لایا اور چونکہ کبھی دل میں تصدیق و یقین ہوتا ہے مگر نفس کی سرکشی سے اعمال میں قصور ہوتا ہے تو ایمان بغیر عمل کے ہوتا ہے اس واسطے اسلام فرمایا۔ اور رزق کفاف یہ ہے کہ اس کی ضرورت کے لائق اوسط درجہ کا ہو نہ حاجت سے زائد ہو جیسے دنیاوی شہوات میں اُڑانے کے لیے ہوتا ہے اور نہ کم ہو کہ تکلیف میں ہو اور طاعات ادا کرنے میں پریشان ہو۔ قناعت یہ ہے کہ اتنے رزق پر راضی ہو اور اُس کو شہوات و لذات دنیاوی اور ثروت کی طرف نظر نہ ہو اور اس قدر کفاف پر ناگواری نہ ہو بلکہ اگر ثروت والوں کو دیکھے اور اُس کی طبیعت خواہش کرے تو دل سے نفرت کرے اور اپنے نفس کے خطرہ سے استغفار کرے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے انس بن مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یظلم المومنین حسنۃ یعطی بہا فی الدنیا و یثاب علیہا فی الآخرۃ و اما الکافر فیطعم بحسناتہ فی الدنیا حتی اذا افضی الی الآخرۃ لم تکن لہ حسنۃ یعطی بہا خیرا۔ یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ مومن کی نیکی میں کچھ کمی نہیں فرماتا ہے اُس کو نیکی کے طفیل میں دنیا میں دیتا ہے اور نیکی کا ثواب آخرت عطا فرماتا ہے اور رہا کافر تو وہ اپنی نیکیوں کا عوض دنیا میں دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب آخرت میں پہونچایا گیا تو اُس کی کوئی نیکی ہی نہیں ہوتی جس کے عوض بھلائی پاوے۔ رواہ مسلم فی صحیحہ ایضاً۔ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ سوائے طریقہ عبادات وغیرہ کے دوسرے طور پر مثل صدقہ و خیرات و اہل قرابات سے سلوک کے کافروں سے بھی نیکی شمار ہوتی ہیں اور بعض آیات بھی اس پر شاہد ہیں ولیکن کافروں کو اُن کی نیکیوں کا عوض اس دنیا میں دیدیا جاتا ہے اور وہ دنیاوی ثروت و مال و متاع وغیرہ جس کی خواہش کریں بلکہ اس نیکی کا عوض سوائے اس کے کچھ اور نہیں ہوتا اس لیے کہ توحید حق عز و جل کے ساتھ دار آخرت پر اُن کو یقین ہی نہیں ہے اور حدیث و آیت سے ثابت ہے کہ اعمال کا مدار نیات پر ہے اور یہ بھی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مومن کی نیت اپنے اعمال میں دار آخرت ہوتی ہے لیکن یہ اعمال خالصہ ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے دنیا میں بھی مومن کو اُس کی زندگی ایمان و طاعت پر مع حسنات رہنے کے لیے مناسب سامان عطا فرماتا ہے اور آخرت میں پورا ثواب بدون کمی کے ملیگا بلکہ نیکی کی گنتی کو نہ ہوگی اور اسپر اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے فضل عظیم عطا فرما دیگا۔ والحمد للہ رب العالمین۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ حدیث میں دعا وارد ہے کہ اللہم قنعنی بما رزقتنی و بارک لی فیہ۔ یعنے الٰہی جو تجھے روزی کی ہے اُس پر قناعت مجھ کو دیدے اور مجھے اُس میں برکت فرما دے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اچھے پیشہ سے کمائی

اور اعمال صالحہ پر زندگی پاکیزہ حیات ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل ہے کہ حیات طیبہ اللہ تعالےٰ کی معرفت ہے شیخ ابوبکر الوراق نے کہا کہ طاعات میں حلاوت ہے ساری رح نے کہا کہ حیات طیبہ قبر میں ہو گی کیونکہ مومن موت کے ساتھ دنیا کی مشقت سے راحت پاویگا سہل بن عبداللہ تستری نے کہا کہ حیات طیبہ یہ ہے کہ بندہ کے خیال سے اُس کی تدبیر پر نظر دور کر دیجاوے اور حق عز وجل اپنی مخلوقات کی تدبیر فرماتا ہے اسی پر متعمد رہے بعض نے کہا کہ مخلوق سے بے پروائی ہونا اور حق عز وجل کی طرف محتاج رہنا یہی حیات پاکیزہ ہے قف فی العرائس قول تعالےٰ من عمل صالحاً من ذکر او انثیٰ الآیہ واضح ہو کہ عمل صالح تین چیزوں میں آیا ہے کہ تمام خلق سے اور جو کچھ عالم میں ہے سب سے علیٰحدہ ہونا اور اُس کو قدیم کے مقابلہ میں بنظر حقارت دیکھنا دوم یہ کہ اللہ تعالےٰ کی قضا و قدر پر راضی ہو کہ نفس کو قربان کرنا اور اُس کے امتحان میں لذت پانا سوم یہ کہ ہر حال میں عوض و ثواب سے نظر اُٹھائے رہنا یعنے یہ جانتا کہ یہ کام میں اللہ تعالےٰ کے رضامندی کے واسطے کرتا ہوں و لیکن یہ نہیں کہ مجھے اس کا عوض فلاں نعمت ملے حالانکہ نیک کام کا ثواب اللہ تعالےٰ کے فضل سے ضرور ملیگا پھر یہ شرط ہے کہ وہ بندہ مومن ہو یعنے درجہ یقین پر اپنے حال و اعمال میں خالص نیت اللہ تعالےٰ عز وجل کی قبولیت و رضامندی کی رکھے اور نیز اللہ تعالےٰ جلشانہ نے جو وعدہ احکام غیب کے فرمائے ہیں نور بصیرت سے گویا اُن کا مشاہدہ کرتا ہے اور نیز اُس کی نظر سوائے اللہ تعالےٰ کے سب سے پاک ہو اور یہ بھی یقین رکھے کہ اس کا وجود و اُس کی طاعات کچھ جناب حق عز وجل قدیم کے لائق نہیں ہیں اور یہ بات تو یوں بھی ظاہر ہے کہ جناب کبریا قدیم ہے اُس کی درگاہ کے لائق حادث نہیں تو اس حادث کے اعمال جو حادث در حادث ہیں کیونکر ہو سکتے ہیں بلکہ اللہ تعالےٰ جلشانہ اپنے فضل سے بندوں کو اپنے رضوان سے سرفراز فرماتا ہے یہ اُسی کا فضل عظیم ہے پس جو شخص ان صفات کا ہو حق تعالےٰ عز وجل اُس کے قلب و روح و عقل کو حیات ازلی کی برکت عطا فرماتا ہے یہی حیات طیبہ ہے اُسی سے اُس کے انوار جمال دیکھتا ہے اور اُسی کے وصل سے مانوس اور اُسی کے فضل سے عافیت میں رہتا ہے اور یہ عافیت بحیات طیبہ ہے پس ظاہر و باطن اُس کے لطف کے لباس میں اُس کے قہر سے محفوظ ہوتا ہے اور یہ مقام عافیت خارج از مقام امتحان ہو جاتا ہے یہ ثواب دنیا میں اُس شخص کا ہے جو اپنے رب عز وجل کی طرف متوجہ ہو اگر اُسی کے واسطے نہ اپنی غرض سے اور نہ کسی دوسرے کی لالچ سے پس اُس کی حیات بحی القیوم بلا کدورت وفتور ہے اور ہر دم اُس کو مشاہدہ خارج از کیفیت ہے اور کوئی شخص بدون پاکیزگی کے جس نے حالت کدورات و شہوات نفس و وساوس شیطانی کو پاک نہیں کیا وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حیات طیبہ قناعت ہے شیخ سوسی رح وغیرہ نے اس کی تفسیر میں کہا کہ وہ زندگانی فقر اور صبر ہے جریری رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ فہم سے صبر کرنا ہے شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ دونوں جہان اپنی خاطر سے گرا کر رب عز وجل کے ساتھ باقی رہنا اور یہ بھی کہا کہ روح یقین و صدق نیت قلبی سے زندگی بسر کرنا ہے سہل رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ حیات طیبہ اُس قلب کو ہے کہ کونین سے نظر ہٹا کر اللہ تعالےٰ کے ساتھ زندہ ہے امام جعفر رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ خلق کے ساتھ اپنے نفس سے زندگی کرنا درحالیکہ اُس کا قلب مشاہدۂ الٰہی میں مستغرق ہو اور یہ بھی کہا کہ قلب صافی اور روح مذاقی اور بدن و قالب طاعت میں وافی ہونا بعض نے کہا کہ حسن معرفت و تجرید ہمت کے ساتھ قالب اپنے رب کی یاد میں ہو امام صادق رحمہ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے کہ قناعت و رضامندی کے ساتھ جینا یہ بھی فرمایا کہ جو قلب اللہ تعالےٰ کی محبت میں اور زبان اُسکی یاد میں اور اعضاء و جوارح اُس کی طاعت و خدمت میں ہوں یہی حیات طیبہ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ جب بندے کے واسطے پانچ مقام حاصل ہوتے ہیں ایک شوق عشق سرمدی دوم حیات ابدی اور سوم سچی بندگی چہارم قرب الٰہی اور پنجم ملک ازلی تو یہی حیات طیبہ ہے شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ جو میسر آوے اُس پر رضامندی اور تکالیف مقدرہ پر صبر و شکر کرنا حیات طیبہ ہے کیونکہ کسی نفس کو پاکیزہ حیات نہ ہو گی جب تک وہ قضا و قدر پر راضی نہ ہو شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے قولہ و ہو مومن کے معنے میں کہا کہ نیک کام نہیں ہوتا مگر مومن سے اور جو مومن نہیں اُس کے اعمال کبھی صالح نہیں ہوتے ہیں اور معنے یہ ہیں کہ فی الحال اُس نے نیک کام کیا اور وہ انجام پر مومن مرا کیونکہ فی الحال جو صفائی حاصل ہو

اُس سے کچھ نفع نہیں جب تک کہ انجام میں ایمان نہ ہو کیونکہ خاتمہ کا اعتبار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام لطیف ہے اور بات یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے اس وقت ایمان کا اقرار کیا اور دل سے اُس نے مانا کسی فریب و نفاق کی نیت نہیں ہے پھر اُس نے نماز و روزہ و صدقہ و حج وغیرہ اعمال صالحہ کیے پھر آخر کو وہ مرتد ہو کر مرا نعوذ باللہ منہ تو چاہیے کہ وہ جہنمی نہ ہو اس لیے کہ اعمال صالحہ کا ثواب جنت ہے پس شیخ نے اس کا جواب دیدیا کہ اعمال صالحہ فی الحال صالح بظاہر ہیں اور حقیقت میں نہیں معلوم پھر اگر وہ آخر میں کافر مرا تو اعمال مذکور صالح نہ تھے کیونکہ صالح اعمال فقط مومن کے ہوتے ہیں اور اگر آخر میں مومن مرا تو اعمال مذکورہ صالحہ تھے جن کا ثواب عظیم پاویگا فافہم۔ بعضے کہتے ہیں کہ مومن سے یہاں یہ معنے بھی معلوم ہیں کہ اُس کو یقین ہو کہ میری نجات فقط اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے میرے اعمال اس کا سبب نہیں ہو سکتے ہیں۔ اقول اگر وہم ہو کہ پھر عمل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی سے انکار ہوگا اگر اُس کی شریعت سے منحرف ہو۔ اور اعمال درجات عالیہ ہیں اور اعمال یہاں تک اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتے ہیں کہ بندہ ولی اور مشاہدہ میں حیات طیبہ مستغرق ہوتا ہے فافہم پھر شیخ کے اُستاد رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا کہ یوں بھی کہا جاتا ہے کہ حیات طیبہ وہ قسم قرب ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حیات طیبہ وہ کیفیت محبوب ہو کہتے ہیں کہ حیات طیبہ اولیا رہتے کہ اللہ تعالیٰ اُن کا ہر سوال پورا کرتا ہے اور بہر امید بر لاتا ہے اور خاص لوگ تو وہ ہیں کہ نہ اُن کی کوئی حاجت نہ سوال اور نہ کچھ مقصود و نہ درخواست اور غور کرو کہ دونوں قسم کے اولیا میں کتنا فرق ہے کہ کسی کی حاجت و مراد ہو وہ پوری کر دی جاوے اور کسی کو کچھ حاجت نہیں وہ کچھ نہیں چاہتا کیونکہ جس کی طرف حاجت ہو وہی حاصل ہے قسم اول تو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ادب کے ساتھ قائم ہیں اور قسم دوم بندگان آزاد ہیں اول خواہش نہ ہونے سے بالکل آزادی ہے اور اس حال میں وے اللہ تعالیٰ کی طاعات میں مستغرق ہیں فرشتوں کو کبھی شہوت نہیں ہے لیکن یہ لوگ سردار ہیں اس لیے افضل ہیں اور حدیث میں قرب النوافل کے آخر میں ہے کہ اور اگر مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اُس کو دیتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو اُس کو پناہ دیتا ہوں۔ انتہٰے مترجما۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ قرب النوافل کی ولایت میں ادب سے شریعت و طاعت پر قیام ہوتا ہے

پھر حق تعالیٰ عز و جل نے قرآن پاک کی قرات کے لیے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ

فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى

سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان مردود سے اُس کا زور نہیں چلتا اُنپر

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ

جو یقین رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسا کرتے ہیں اُس کا زور اُنھیں پر ہے جو اُس کو رفیق سمجھتے ہیں اور جو

هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝

اُسکو شریک ٹھہراتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی حکم دیا کہ جب قرآن پڑھنا چاہیں تو اللہ تعالیٰ سے پناہ ڈھونڈیں شیطان رجیم سے۔ اہل تفسیر نے کلام کیا کہ قولہ تعالیٰ فَاِذَا میں فا کیسی ہے بعض نے کہا کہ فا ترتیب ہے یعنے عمل صالح کے بعد اُس کو بیان کیا کہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا کریں اور یہ فعل بھی عمل صالح ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ قراءۃ قرآن کے ساتھ حکم دیا ہے اسی واسطے بعض نے کہا کہ یہ آیت متعلق بقولہ ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی ہے۔ یعنے قرآن پاک باین صفات ہم نے تجھ پر اُتارا۔ فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ سو جب تو اس کتاب قرآن کو پڑھے۔ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ تو پناہ ڈھونڈ اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ راندے ہوئے شیطان سے یعنے استعاذہ کر کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کر کہ تجھ کو اپنی ایک مخلوق شیطان سے جس کو اُس نے ملعون راندہ ہوا کر دیا ہے اور بندوں کے امتحان کے لیے چھوڑا ہے اُس سے پناہ دیوے۔ چونکہ امتحان بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے

اسی واسطے اکثر علما رنے تصریح کی ہے کہ خوف شیطان سے نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ ہی سے ہونا چاہیے کہ اُس کی نافرمانی وخشم سے شیطان کا تسلط نہ کیا جاوے
کیونکہ فرمانبردار بندون پر اللہ تعالےٰ کی رحمت رہتی ہے چنانچہ فرمایا اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ - یعنے شیطان کا کچھ غلبہ وتسلط نہیں ہوتا عَلَى
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - اُن لوگون پر جو ایمان لائے یعنے اللہ تعالےٰ کی وحدانیت وآخرت کا یقین کیا - وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ - اور اپنے رب پر
بھروسا رکھتے ہین - واضح ہو کہ جب ساری قدرت وقوت اللہ تعالےٰ کے واسطے جانتے ہین تو وے لوگ عہد وبیعت کو کبھی کبھی اس خیال سے نہ توڑینگے
کہ دوسرے مخالف فریق مین لوگون کی کثرت وثروت ہے اگرچہ اُن کو کچھ تکلیف بھی پیش آوے کیونکہ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے امتحان ہے اور
قرآن پاک سے یہی تعلیم ہوجود ہے مگر جو لوگ نافرمانی کرتے اور اللہ تعالےٰ کی صفات مین غیر کی شرکت جانتے ہین اُن پر شیطان مسلط ہوتا اور انکو
فہم قرآن سے پردہ کرتا ہے چنانچہ فرمایا - اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ - اس کا قابو تو فقط انھین لوگون پر ہے جو اُس سے دوستی
کرتے ہین حتی کہ اللہ تعالےٰ پر ایمان نہین لاتے اور گناہون کے مرتکب ہوتے اور دنیاوی شہوات مین مبتلا ہو کر انھین کو اصل قرار دیتے ہین اور
آخرت سے غافل ومنکر ہین - بظاہر اگرچہ وے اپنی خواہش وخیال سمجھتے ہین مگر درحقیقت تمام آدمی دماغ مین یکسان ہین یعنے حواس سب کے
پاس برابر ہین پھر حواس مین جو صورت آتی ہے وہی اس مین نقش ہوتی ہے اور یہ صورت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو شیطانی پس کافر لوگ اس
صورت کو اپنے دماغ مین نقش ہونے دیتے ہین اور مومنین اُس کو آنے نہین دیتے یا میٹ دیتے ہین - دوم صورت از جانب فرشتہ تو کافر اُس کو
قبول نہین کرتے اور مومنین اُسی کو قبول کرتے ہین پس کافرون کی دوستی درحقیقت شیطان سے متحقق ہے - وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ
اور ان لوگون پر مسلط ہوتا ہے جو اُس کے ساتھ شرک کرتے ہین - یعنے اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنا درحقیقت شیطان کے ذریعہ سے ہے کیونکہ
بُت اور دیگر اشیا جن کی پرستش لوگ کرتے ہین اُن کو تو پوجنے والون سے نہ خبر اور نہ رضامندی اور اصل مین یہ وسوسہ شیطانی ہی جس کی
عبادت کرتے ہین - ف - یہان چند مقام ہین کہ استعاذہ جس کا حکم دیا ہے یہ حکم کس قسم کا اور کب ادا کرنا چاہیے اور صیغہ اُس کا کس عبارت
سے ہے - شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ یہ حکم مستحب ہے واجب نہین ہے چنانچہ شیخ ابوجعفر ابن جریر وغیرہ امامون نے اُسپر اجماع
ہونا نقل کیا ہے اور جو احادیث اس بارہ مین آئی ہین ہم نے ابتداے تفسیر مین بسط کے ساتھ ذکر کردی ہین اقول اور عطا رحمہ اللہ تعالےٰ سے
مروی ہے کہ استعاذہ واجب ہے - اگر کہا جاوے کہ خطاب تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے جواب یہ کہ اس سے زیادہ تاکید نکلتی ہی کیونکہ
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو باوجود معصوم پیغمبر افضل ہونے کے جب وساوس شیطانی سے پناہ مانگنے کا حکم ہو تو قطعی قیاس صحیح سے ثابت ہوا
کہ اُمت کو بدرجہ اولےٰ یہ حکم ہے - پھر استعاذہ قبل قراءت کے ہونا جمہور کا مذہب ہے چنانچہ شیخ نے لکھا کہ جمہور اسی طرف گئے ہین کہ استعاذہ
قبل التلاوة ہے اور حمزہ رحمہ اللہ تعالےٰ سے جو ائمہ قراءت سے ہین اور ابوحاتم سجستانی سے مروی ہے کہ بعد قراءة کے چاہیے - اقول ظاہر آیت
یہی ہے کہ جب قراءة کرے تو استعاذہ کرے ولیکن بقول زجاج رحمہ اللہ تعالےٰ کے اس کے معنے یہ ہین کہ جب ارادہ قراءت کرے تو تو استعاذہ
پڑھ جیسے نماز کو کھڑا ہو تو وضو کرا ور جیسے کھانا کھائے تو بسم اللہ پڑھ - مسئلہ - مذہب جمہور کے موافق حنفیہ مذہب مین بھی اعوذ پڑھنا
امام کو چاہیے اور مقتدی نہین پڑھے گا اس لیے کہ وہ قراءت نہین کرتا ہے شیخ امام نے لکھا کہ ظاہری احتجاج کے موافق جو حمزہ وابوحاتم سے
مروی ہے اسی کے مثل امام نووی نے شرح مہذب مین حضرت ابوہریرہ ومحمد بن سیرین وابراہیم نخعی سے نقل کیا لیکن صحیح قول جمہور رہے
کہ ابتدا سے قراءت مین چاہیے تاکہ قراءت کرنے والے پر شیطان تلبیس نہ کرے اور اُس کو غور وفکر سے پڑھنے مین مانع نہ ہو - پھر کہ اللہ تعالےٰ نے
فرمایا کہ لیس له سلطان على الذين آمنوا الآیہ پس لازم آیا کہ جو کوئی شیطان کے وسوسہ مین آجاوے وہ مومن نہین کیونکہ مومن ہوتا تو اُسپر قابو
نہ ہوتا - لہٰذا شیخ سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالےٰ نے اس کے معنے یہ بیان کیے کہ شیطان کو مومنون پر غلبہ نہین ہوتا اس طرح کہ اُن کو ایسے گناہ مین
ڈالے جس سے وے توبہ نہ کرین اور دوسرے علما رنے کہا کہ سلطان کے معنے حجت کے ہین یعنے شیطان کو اُن پر از راہ حجت کے غلبہ نہین ہے

پس وے لوگ باطل کو بھی حق نہیں جانیں گے جیسے گمراہ شرک لوگ کرتے ہیں۔ دوسروں نے فرمایا کہ استثنا کے معنی یہ ہیں کہ مومنوں کو اللہ
تعالیٰ نے اپنا بندہ کر لیا اور شیطان سے چھڑا لیا ہے اور قولہ علی الذین یتولونہ۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یعنی اُس کی اطاعت کرتے ہیں
اور دوسروں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اُس کو ولی بنا لیا۔ قولہ والذین ہم بہ مشرکون۔ یعنی اُس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک بنا لیا
اور احتمال ہے کہ با سببیہ ہو یعنی بسبب شیطان کی طاعت کے اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اور بعض نے کہا کہ اموال و اولاد میں
شیطان کو شریک کیا۔ پھر بعض نے کہا کہ قراءت ہر رکعت میں مکرر ہوتی ہے تو استعاذہ ہر رکعت میں قراءت سے پہلے ہونا چاہیے۔ یہ اس
صورت میں ہے کہ ہر رکعت بقراءت علیحدہ ہو اور اگر تمام نماز ایک ہی حکم میں ہے تو اول مرتبہ کا تعوذ سب کے واسطے کافی ہے اور یہی ظاہر مذہب
حنفیہ ہے ولیکن اگر کوئی شخص پڑھے تو کچھ مضائقہ نہ ہونا چاہیے جیسے بسم اللہ قبل الحمد و قبل سورہ کے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر تحسین ہے واللہ
تعالیٰ اعلم۔ پھر تعوذ کا صیغہ مختار حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک قولہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ہے جیسا کہ شیخ سید حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ
نے ذکر کیا۔ ورنہ جس صیغہ سے پناہ مانگے اصل سنت ادا ہو جائے گی۔ ف۔ اشارات مع تفسیر آیات کو عرائس میں بیان کیا کہ قولہ تعالیٰ انہ لیس
لہ سلطان علی الذین آمنوا الآیہ۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ میں صریح بیان کر دیا کہ شیطان کافر و گمراہ کرنے میں اُن بندوں پر غالب نہیں ہوتا
جن کو ازل میں اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا واسطے ایمان و معرفت کے یعنی اُس کے اسماء و صفات کو پہچانتے اور انفراد و انداد کی نفی کرتے ہیں
پس اسکی بندگی میں شرک کو دخل نہیں دیتے اور اسکے وجود توحید کا یقین رکھتے ہیں اور اسی کا تصرف ہر حال میں یقین کرتے ہیں پس اُسکا تسلط ایسے لوگوں پر نہیں کیونکہ وے لوگ
حق تعالیٰ کی نگہداشت و رعایت میں ہیں پس شیطان کو قدرت نہیں دی گئی کہ اُنکے ایمان میں وسوسہ و تردد ڈالے ولیکن دنیاوی شہوات کی راہ سے اُنمیں وسوسہ
ڈالتا ہے پس جب آفتاب جلال اُنکے چہروں و قلوب و ارواح پر چمکتا ہے تو وسوسہ ڈالتے وقت شیطان جل جاتا ہے حتیٰ کہ اُنکو افاقہ حاصل ہو جاتا ہے پس جب افاقہ ہوا تو پھر
اُنمیں وسوسہ ڈالنے کا قصد کرتا ہے پھر جب اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی اُس کے شر سے اور اپنے رب تعالیٰ کی طرف توکل سے پناہ چاہی تو شیطان
ملعون اپنے گھر کا نے ڈھونک کر ایسا پگھلنے لگتا ہے جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے۔ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو کوئی چاہے کہ شیطان
سے محفوظ رہے اُس کو چاہیے کہ اپنا ایمان و یقین ٹھیک کرے پھر اللہ تعالیٰ پر اپنا توکل مضبوط کرے پھر ایمان یہ ہے کہ حالت آسانی و تکلیف
دونوں میں صرف اپنے رب تبارک و تعالیٰ ہی کی طرف رجوع کرے اور اُس کے عوض میں کسی چیز پر راضی نہ ہو۔ اور توکل یہ ہے کہ رزق کیواسطے
اللہ تعالیٰ پر ایسا بھروسا ہو جیسے تجھے اپنے معلوم پر بھروسا ہوتا ہے۔ شیخ نصرآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بندہ اپنی نسبت بندگی کو
اپنے رب عز و جل کے ساتھ درست رکھے تو اُس کے بعد اُس پر کوئی منازعت دیکھا طبیعت یا شیطان کی طرف سے ذہن میں آتا ہے پس
حق تعالیٰ جلشانہ نے بیان فرمایا کہ اُس کی حکمت و قدرت بالغہ سے شیطان کا غلبہ کن لوگوں پر ہے فقال انما سلطانہ علی الذین یتولونہ۔ شیطان
کے مسلط ہونے کے یہ معنی ہیں کہ حیلہ و مکر اور وسواس اُن میں ڈالتا ہے اور خالق عز و جل نے ہر ایک مخلوق میں جو چاہا پیدا فرمایا اور یہ معنی نہیں
ہیں کہ شیطان کو طاقت ہے کہ مخلوق آلہی میں جس کسی کو چاہے گمراہ کر دے بدون اس کے کہ اللہ تعالیٰ چاہے کیونکہ گمراہ کرنا اور ہدایت دینا
صرف اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں منحصر ہے کسی مخلوق کو اُس میں دخل نہیں ہے وہی منفرد بوحدانیت ہے اور شیطان کا تسلط اُسی پر جس کو
اللہ تعالیٰ نے گمراہ ازلی فرمایا ہے پس اپنے تسلط سے وہ بہکاتا اور خوب وسوسہ جماتا ہے اور گمراہ ازلی اُس کے تابع کیا جاتا ہے اس طرح کہ وہ
اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے اور رہے مومنین و مسلمین تو وے کبھی نفس کی مراد پوری کرنے میں اُس کے پیرو ہو جاتے ہیں مگر کفر و ضلال میں اُس کی
پیروی نہیں کرتے ہیں پس مومنوں کے ساتھ اُس کا وسوسہ زیادت گناہ کی غرض سے ہوتا ہے۔ بعض مشائخ نے کہا کہ جس نے اپنی خواہش کی
پیروی کی اُس نے شیطان سے دوستی کی اور جس نے دنیا کی طرف میل کیا اُس نے شیطان کی پیروی کی اور جس نے دنیا میں لوگوں پر بھروسا کی
چاہی وہ شیطان کا مرید ہو گیا اور جس نے ظاہری علم کے خلاف عمل کیا اور مخالفت چاہی اُس نے شیطان کو اپنا ولی بنا لیا اور جس نے

مسلمانون کی خیانت کی اُس نے شیطان کو اپنے قلب پر راہ دیدی اور جو شخص کہ ظاہر و باطن کسی مخالفت شریعت مین پڑا اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اور جس نے شیطان سے دوستی پیدا کی اور اُس کو اپنا ولی بنایا تو وہ حق تعالے عز و جل سے بری ہو گیا پھر منجملہ وساوس شیطانیہ کے جو شبہہ قرآن پاک مین عموماً کافرون کی جہالت سے پیدا ہوتا ہو دفع فرما دیا بقولہ تعالے

وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

اور جب بدلتے ہین ایک آیت کی جگہ دوسری اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اُتارتا ہے تو کہتے ہین تُو تو بنا لاتا ہے یہ نہین پر اُن بہتون کو

لَا يَعْلَمُونَ ○ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ

خبر نہین تو کہہ اُسکو اُتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق تا ثابت کرے ایمان والون کو اور

هُدًى وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ○ وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِّسَانُ

راہ کی سوجھ اور خوشخبری مسلمانون کو اور ہم کو معلوم ہے کہ وہ کہتے ہین اسکو تو سکھاتا ہے آدمی جسپر

الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينٌ ○ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ

تعریض کرتے ہین اُسکی زبان ہے اوپری ہے اور یہ زبان عربی صاف جنکو اللہ کی باتین یقین نہین آتین

اللَّهِ لَا يَهْدِيهِمُ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○ إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

انکو اللہ راہ نہین دیتا اور اُنکو دکھ کی مار ہے جھوٹ بناتے وہ ہین جنکو یقین نہین

بِآيَاتِ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُونَ ○

اللہ کی باتون پر اور وہی لوگ جھوٹے ہین

واضح ہو کہ کمال رحمت سے اللہ تعالے نے اہل القرآن کو ہدایت فرمائی اور ازل سے اپنی عظیم رحمت صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم کے واسطے رکھی تھی کہ اول مین اُن پر ایک مدت کے واسطے جو اُس کے علم مین تھی ایک حکم مقرر کیا خواہ آسان کہ دوسرے وقت مین بجاے اُس کے دوسرا سخت حکم دیا اور یا سخت کہ جیسے اول مین جو کچھ کماتے اُس کو تمام صدقہ کر دینے کا حکم تھا سواے اسقدر کے جو اپنے عیال کے صرف مین آوے پھر منسوخ کر دیا صرف زکوۃ رکھی پس اللہ تعالے علیم ہے اُس نے اپنے بندون کو کمال قرب و منزلت کے واسطے اس طرح درجۂ اعلےٰ پر بلند فرمایا جیسے معلم اپنی اولاد کو آہستہ آہستہ تعلیم کرتا اور بدلتا جاتا ہے اور ایک ہی حالت پر نہین چھوڑتا ہے حالانکہ وہ اول سے جانتا ہے کہ یہ حکم اُس کے واسطے اس عمر تک ہے اور اس درجہ تک ہے پھر اُس کو دوسرے طور سے تعلیم مین ترقی دیکر لیجاوے گا اسی طرح اللہ تعالے جل شانہ نے کمال رحمت سے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو برگزیدہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک حکم کی جگہ دوسرا بدلنا کچھ اس وجہ سے نہین کہ اس حکم مین عیب تھا بلکہ اس وجہ سے کہ حکم اُسی وقت تک لائق تھا ایسے سمجھنا کہ آگلی جہالت و نادانی ہے کہ پہلے حکم کا انجام نہین معلوم تھا کیا آدمی اپنی اولاد کی تعلیم مین جو طریقہ پانچ برس کی عمر مین رکھتا ہے جانتا ہے کہ دس برس کے بعد دوسرا طریقہ بدلا جاوے پس یہان اللہ تعالے جل شانہ کی طرف سے جو [illegible] خیال [illegible] وسوسہ شیطانی ہے [illegible] وہ کافرون کے دلون مین سما گیا تھا جس کی وجہ سے حق کو چھوڑ دیتے ہین پس اللہ تعالے نے اُس کو رد فرما دیا بقولہ وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ یعنی جب ہم نے ایک آیت کا حکم اُٹھا لیا اور بجاے اُس کے دوسرا حکم قائم فرمایا۔ مجاہد رحمہ اللہ تعالے جیسے قول ناسخ من آیۃ [illegible] قتادہ رحمہ اللہ تعالے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ اور اللہ تعالے خوب واقف ہے [illegible] حکم مین جو اُتارتا ہے یعنی حالانکہ اللہ تعالے اپنے علم سے اُتارتا ہے جو نازل کرتا ہے۔ قَالُوا تو کافر لوگ [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہتے ہین کہ إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ یہ تو تیرا افترا ہے تو ہی مفتری ہے

یعنے فرشتہ کا پیغام اللہ تعالے جلشانہ کی طرف سے نہیں ہے حالانکہ یہ کمال حکمت کے ساتھ اللہ تعالے عزوجل کی طرف سے بے جو وہ چاہتا ہے
حکم فرماتا ہے اس میں اُس کی قدرت کی دقیق حکمتیں ہیں مگر کافرون کو بجائے عقل کے جہالت نے گھیرا اور شیطان نے مسلط ہو کر اُن کو گمراہی کی طرف
اندھا کر دیا کہ قرآن وحی سے انکار کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر مفتری ہونے کا شبہہ کیا۔ بَلْ نہیں یعنے تو مفتری ہرگز نہیں ہے بلکہ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ بہتیرے اُن میں سے کچھ علم نہیں رکھتے۔ یا وحی قرآنی کے معنے سے واقف نہیں یا نہیں جانتے کہ نسخ مستلزم
بادانی و افترا نہیں بلکہ کمال ربست و مصلحت ہے۔ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ یعنی منکرون کو کہدے جو اللہ تعالے
تجھے خطاب فرماتا ہے کہ قرآن کو روح القدس جبرئیل نے تیرے رب کی طرف سے بحق نازل فرمایا ہے اُس میں افترا و کذب کو دخل نہیں ہے
وہ انتہا سے مرتبہ اعجاز بلاغت ہے جس کی ایک آیت کے مثل نہیں لا سکتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق و امانت و دیانت سے
خوب واقف تھے اور اقرار کرتے کہ تمام نیک باتون کا حکم دیتے اور برائیون سے روکتے و منع کرتے ہیں خود کسی مال و متاع و ریاست کی
خواہش نہیں کرتے بلکہ یتیم و مفاس وغیرہ کی خود خبرگیری کرتے ہیں قرآن اُن پر معجزہ عظیم ہے جس کی ایک آیت کے مثل نہیں لا سکتے ہیں معجزات
دیگر اُن سے برملا ظاہر ہوتے ہیں پھر ان سب باتون کے باوجود جہالت کے شبہہ ہے کہ قرآن پاک میں نسخ کیونکر ہوتا ہے ایمان سے پھرتے اور
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مفتری بتلا کر کفر کی طرف اصرار کرتے ہیں حالانکہ آیات کے معانی تمام نور و حکمت ہیں کہ جان و دل مطمئن و منور
ہوتا ہے چنانچہ فرمایا۔ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ ثابت رکھے اُن کو جو ایمان لائے کیونکہ آیات سے اُن کے دلون میں ایمان پر ایمان
بڑھتا ہے اور نور پر نور زیادہ ہوتا ہے۔ وَهُدًى اور ہدایت۔ وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ اور بشارت ہے واسطے طاعت کرنے والون کے پس
مومنون کے خلاف کافرون میں اُس کے خلاف قائم حاصل ہوتے ہیں کہ بجائے تثبیت کے اُن میں لغزش و تزلزل پیدا ہوا اور ہدایت
کی جگہ زیادہ گمراہی انکار کی اور بجائے بشارت کے جھڑکی عذاب کے وعدہ کی پاتے ہیں اور اندھیرے پر اندھیرا اُن کے دلون پر طاری ہو جاتا ہے
پھر باوجود اس کے کہ کوئی عرب اپنی طرف سے تعلیم کرنے کا کسی طرح اقرار نہ کرتا تھا اور نہ کسی عجمی کی طرف سے ہرگز گمان ہو سکتا تھا تو خواہ مخواہ
الحاد اور ہٹ دھرمی سے بہتان لگایا کہ عجم کا کوئی شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو سکھلاتا ہے اور عجم کے لوگون میں سے چند غلام یہان مکہ وغیرہ
میں رہتے تھے حالانکہ وہ سب انہیں کافرون کے غلام تھے اور ظاہر ہے کہ جب برادری والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں دیتے تھے
تو یہ غلام کیونکر ساتھ دیتے مگر یہی بہتان لگایا کہ یہ غلام سکھلاتے ہیں جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ملال ہوا تو اللہ تعالے نے تسلی فرمائی اور کافرون کو
ملامت کے ساتھ رد فرمایا بقولہ۔ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ یعنے قسمیہ تاکید سے فرمایا کہ ہم جانتے ہیں کہ
یہ کفار کہتے ہیں کہ محمد کو تو قرآن ایک آدمی سکھلاتا ہے نہ فرشتہ لاتا ہے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے نے لکھا کہ بشر سے ان کا اشارہ ایک
غلام کی جانب تھا جو قبیلہ قریش میں سے بعضے لقبیہ کا مملوک تھا اور مالک اس سے فروخت کرنے کی خدمت لیتا تھا وہ صفا کے پاس
بیٹھا بیچا کرتا تھا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اُس کے پاس بیٹھ جاتے اور اُس کے مصاحب میں اُس سے تسکین کی بات کرتے
اور یہ غلام در اصل عجمی تھا زبان عرب بہت کم جانتا تھا اسی واسطے اللہ تعالے نے فرمایا بقولہ۔ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ
زبان اُس شخص کی جس کی طرف الحاد کرتے ہیں یعنے ہٹ دھرمی سے کہتے ہیں کہ وہ سکھلاتا ہے۔ اَعْجَمِيٌّ عجمی ہے یعنی سوائے عرب کے ہے یا وہ
گنواری بولی بولتا ہے۔ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ اور یہ قرآن صاف زبان عربی ہے پس ایسے شخص سے کیونکر یہ قرآن سیکھا جا سکتا ہے
جو فصاحت و بلاغت میں مرتبہ اعجاز سے باہر ہے اور مرتبہ اعجاز یہ ہوتا ہے کہ بشر کا کام نہ ہو کہ اُس کے مثل زبان بولے اس نے بشر کو عاجز کر دیا ہو
باوجود اس کے تمام ان معارف و معانی کو شامل ہے جو بنی اسرائیل پر متفرق اترے عجمی اُس کو کیونکر سکھلا سکتا ہے یہ قول تو وہ بھی نہ کہیگا جس کو
ذرہ برابر عقل ہو۔ محمد بن اسحٰق نے سیر میں لکھا کہ مجھے خبر پہونچی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی جبر الحضرمی کے غلام سے جو نصرانی

کے پاس جو مروہ کے پاس بیٹھا کرتا اور اُس کو جبر کہتے تھے بیٹھ جاتے پس قریش والوں نے بہتان باندھا کہ آپ اس سے سیکھتے ہیں تو یہ آیت اُتری ایسا ہی عبداللہ بن کثیر سے مروی ہے اقول نہایت تعجب یہ ہے کہ وہ غلام اپنے آقاؤں کو ظاہر نہ کہتا بلکہ جب واقف ہوتا کہ میرا کہا ہوا بیان کیا ہے تو برملا اُس کو ظاہر کرتا پس انتہا سے حماقت وبہتان قریش کا تھا۔ شیخ نے لکھا کہ عکرمہ و قتادہ سے مروی ہے کہ اُس کا نام یعیش تھا اور ابن جریر نے اپنی اسناد سے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ مکہ میں ایک شخص لوہاری کا کام کرتا اور تلواریں بناتا تھا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسکو اسلام کی تعلیم دیتے پس قریش آپ کو اُس کے پاس آتے جاتے دیکھتے تو بہتان لگایا کہ بلعام ہی محمد کو سکھلاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی عبداللہ بن مسلم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے یہاں روم کے دو شخص کاریگر تھے اور اپنی کتاب پڑھا کرتے اور کبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم راہ میں کھڑے ہو کر سنتے پس قریش نے بہتان باندھا تو آیت اُتری۔ زہری رح نے سعید بن المسیب سے روایت کی کہ مشرکوں میں سے ایک شخص وحی لکھتا تھا وہ مرتد ہو کر بیہودہ بکنے لگا۔ دوسرے مفسرین نے اُس کے نام میں اور بھی اقوال بیان کیے مثلاً نصرانی غلام تھا جس کا نام ابو میسرہ تھا۔ یا عداس نام تھا بعض نے کہا کہ دو غلام آہنگر تلواریں بناتے تھے ایک کا نام جبر اور دوسرے کا یسار تھا۔ شیخ نحاس رح نے کہا کہ یہ اقوال باہم متناقض نہیں ہیں کیونکہ شاید متفرق لوگوں میں سے ہر ایک نے ایک ایک شخص کی طرف بہتان باندھا ہو۔ بالجملہ اس میں دو وجہ سے قریش کی ہٹ دھرمی و عداوت ظاہر تھی ایک یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُمی تھے تو غیر زبان سے وقوف مستبعد تھا دوم یہ کہ ایسے فتنہ شاید میں جو غلام ایسا ہوتا وہ اپنے آقاؤں سے پہلے بیان کرتا۔ اور واضح ہو کہ علوم قرآن وعلم اخلاق اس وقت اس قدر مستحکم وقوی علوم کے ساتھ موجود ہیں کہ جو لوگ علوم حکمت میں کمال رکھتے ہیں اُس کے علوم کے سامنے اطفال مکتب ہیں اور قرآن اُس وقت تک بتدریج اترتا پس کمال ثبات وصدق کے ساتھ اُس کی آیات واحکام پورے ہوئے اور تمام اہل کتاب کو صاف اعلام دیا گیا کہ تم پہلے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشرکوں پر غلبہ چاہتے تھے اب جبکہ ظاہر ہو کر آیا تو بسبب جہالت وعداوت انصار کے منکر ہو گئے۔ قرآن پاک نے تمام دینوں پر دین اسلام عنقریب غالب ہونا بیان ہے پس وہ زمانہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں آٹھ برس کے عرصہ میں پورا ہو گیا۔ بالجملہ آیات ثبوت اس قدر کثرت سے ظاہر ہیں کہ سوائے کور باطن کے کوئی منکر نہیں ہو سکتا اور کور باطن خواہ مخواہ آیات سے انکار کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یعنی جو لوگ محض وہم و ہٹ دھرمی کے ساتھ بدون حجت کے آیات الٰہی سے منکر ہوتے ہیں لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے اُن کو راہ نہیں دیتا جس راہ سے نجات پاویں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور لامحالہ اُن کے واسطے آخرت میں عذاب دردناک ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم مفتری وکذاب نہیں ہے۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ۔ وہی لوگ جھوٹ افترا باندھتے ہیں جو۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یقین نہیں لاتے اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر یعنی کافر ملحد لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں جو لوگوں کے درمیان بھی جھوٹے ہوتے ہیں اور رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم تو نہایت صادق القول اور نہایت نیکوکار و اعلیٰ کمال علم و عمل میں معروف تھے اسی واسطے قریش میں صادق امین کے نام سے مشہور تھے کما قال تعالیٰ فانھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بآیات اللہ یجحدون یعنے قریش تجھے جھوٹا نہیں کہتے ولیکن ظالم اللہ تعالیٰ کی آیات سے انکار کرتے ہیں۔ ہرقل بادشاہ روم نے جب ابوسفیان سے پوچھا کہ قبل دعوے رسالت کے تم لوگ کبھی اُس کو جھوٹ سے تہمت کرتے تھے تو یہی کہا کہ کبھی نہیں پس ہرقل نے کہا کہ پھر یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ آدمیوں کے درمیان میں تو جھوٹ کبھی نہ بولے اور جا کر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے پس کاذب مفتری وہ ہیں کہ آیات الٰہی سے انکار کرتے ہیں اور اس سے زیادہ کون افترا ہوگا کہ خالق عزوجل جس نے اُن کو پیدا کیا اور رزق دیتا ہے اُس کے سوا بتوں وستاروں کی گردش اور اپنی قوت سے رزق کے مدعی ہیں اور صحت وعافیت درختوں کی پیداوار و موسم کی نیرنگیاں سب دوسرے اسباب کی قدرت سے کہتے ہیں پس اس سے زیادہ کذب وافترا کیا ہوگا کہ خالق کی صفت مخلوق میں اور خالق ومخلوق کو برابر کرتے ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ یہی لوگ جھوٹے

این - ف۔ فی اشارات العرائس قولہ تعالیٰ قل نزلہ روح القدس الآیہ۔ چونکہ اعدائے دین کفار ومشرکین کو استعداد معرفت بخطاب الٰہی نہین
تھی اسی وجہ سے اُن کی جبلت مین انکار وکفر تھا کیونکہ اُن کی جبلت مرتبہ معرفت الٰہی سے مردود ازلیہ واقع ہوئی تھی اور اُس کے شہود ووجود
سے بالکل بےخبر تھے اُن کو کیا تمیز تھی کہ کلام عزیز سے کیا صادر ہوتا ہے اسی وجہ سے خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اور حکم دیا کہ قل
نزلہ روح القدس من ربک۔ یعنے جو خطاب ہم تجھ کو فرماتے ہین کہ تجھ پر یعنے تیرے قلب پر روح القدس نے قرآن نازل کیا ہے تو اُن کافرون
سے کہدے۔ یعنے اللہ تعالیٰ نے ازل مین کلام فرمایا اور یہ کلام جبرئیل کی طرف وحی فرمایا اور جبرئیل کو حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب محمد صلے اللہ
علیہ وسلم پر نازل کرے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اُن مومنون کو پہونچا دے جنھون نے ارواح سے اللہ تعالیٰ جل شانہ کو میثاق
ازل کے وقت پہچانا اور اُسی کے کلام سے کلام کیا ہے اسی واسطے مومنین کا ثبات اُس کا فیض بیان فرمایا یعنے مومنین اپنے رب عز وجل کے
خطاب کے ساتھ اُس کی معرفت مین ثابت قدم رہین اور اُس کی طاعت مین استقامت قائم رہین۔ وهدًی وبشرٰی للمسلمین۔ یہ صفت
کتاب الٰہی ہے کہ وہ آئینہ معرفت ذات وصفات ہے اور اہل طاعت وایمان کے لیے دوام وصال کی خوشخبری دینے والی ہے اور واضح
ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے کلام چاہا تو خود اپنی ذات پاک سے اس طرح کلام فرمایا جیسا اُس کی شان بلند کے لائق ہے یعنے کسی مخلوق کے فہم کو
رسائی اُس کی کیفیت پر نہین ہے وہ بلا کیفیت اور بدون حرف وآواز کے ہے اُس مین کوئی صفت یا مشابہت یا لگاؤ ایسی بات سے نہین
ہے کہ جو مخلوقات کی ہوتی ہے پھر اپنے کلام کو اپنی قوت سے قوت اور اپنے جلال سے جلالت اور اپنی عظمت سے عظمت عطا فرمائی پس حضرت
جبرئیل علیہ السلام اس کلام کو اپنی لائق قوت سے سُنتا ہے وہ سماعت بقوت قدسیہ ہے جو قدس سے مستعار ہے اگر یہ نہ ہوتا تو عالم ملکوت اُسکی
سماعت سے فنا ہو جاتا۔ قال المترجم حق یہ ہے کہ شیخ وغیرہ اہل الحق نے ایسے اشارات کے بیان مین اسی الفاظ وعبارات سے تعبیر کی
اور جو شخص نور عقل سے متقی ہے وہ جانتا ہے کہ کوئی چیز حادث ایسی نہین ہے کہ قدیم جلشانہ کی صفات کو اپنے فہم مین اپنی قوت سے ادا کرے
کیونکہ وہ پاک عالی متعالی ہے ولیکن اشارات بغیر چیزے کرنے کے سوا کوئی چارہ نہین اور مقصود یہ کہ آدمی اپنی نادانی سے صرف اپنے فہم پر
اکتفا نہ کرے طالب حق ہو اور ہر حال مین اپنے آپ کو نادان جاہل جانے کیونکہ جو ظرف بھرا ہوا اُس مین گنجائش نہین ہے واللہ [illegible]
ہو الہادی پس خلاصہ یہ ہے کہ سماع کلام بھی خود بقوت ربانی ہے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کلام پاک کو اُٹھایا اور آیت
مین ہے کہ۔ اذا قال ربکم قالوا الحق وہو العلی الکبیر۔ اور حدیث مین اُس کی تفسیر ہے کہ کلام کی عظمت سے ملائکہ خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ مین
گرجاتے ہین پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس کلام کو اُٹھایا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف اُترے تاکہ ادا کردین پس حق عز وجل
اس قوت وجلال کو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب پاک کو پہناتا ہے ولیکن حق تعالیٰ جلشانہ کو مخلوقات سے نسبت ومشابہت
نہین اور سما جانا اور پہنچا جانا وغیرہ جو کچھ قیاس مین آوے سب سے وہ پاک ہے لیکن قوت کاملہ الٰہیہ سے قلب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے
اس کلام کو سنا اور محفوظ کرلیا پھر یہی قوت اُس کے تمام وجود مین فیض پاتی ہے پس اللہ تعالیٰ جلشانہ نے اظہار فرمایا کہ اُس کے پاک رسول
علیہ السلام پر یہ عظمت نہایت بھاری ہے چنانچہ ارشاد فرمایا بقولہ تعالیٰ انا سنلقی علیک قولاً ثقیلاً۔ پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس
وحی کے بوجھ مین باقی رہے یہان تک کہ حق تعالیٰ عز وجل نے اس جامع کمالات کو جس کے واسطے تمام مخلوقات مخلوق ہوئی ہے اپنی حفظ
عنایت مین کرلیا پس درحقیقت القاء کرنا اور برداشت کردینا اُسی جلشانہ کی طرف سے ہے اور اگر یہ نہ ہوتا تو سنتے ہی روح القدس مع
تمام ارواح مقدسہ کے پارہ پارہ وفانی ہوجاتے پس جہان تک قدس کی صفت بڑھتی ہے اُس کو اس صفت سے ظہور تمام ہوتا جاتا ہے اور
علل وحوادث سے تعلق نہین ہوتا۔ قال المترجم اسی واسطے احیاء العلوم وغیرہ مین قرآن پاک کی تلاوت کے واسطے مراتب لکھے ہین
جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتدا مین عوام کے مانند تصور یہ قیام اور مجاہدہ وریاضت پر اقدام ہو اور غور سے سمجھا جاوے پھر گویا کہ آنحضرت صلے اللہ

علیہ وسلم کی زبان پاک سے سنتا ہے پس بہ واشت وجو انفرادی سے سُنے پھر گویا بوحی حضرت جبرئیل علیہ السلام سنتا ہے پھر گویا سماع سچی عزوجل ہے اور یہ مرتبہ ظہور ہے کہ اُس وقت حقائق کا انکشاف ہوتا ہے اور ولی کو حاصل ہوتا ہے فافہم۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے فرمایا ارواح کے واسطے نہ کدورت خواب ہے اور نہ لذت شہوات اور نہ موت ہے نہ حیات بلکہ جواہر لطیفہ ہیں وہ لطافت اُن کی حیات قوی ہے اور اسی لطافت سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نام روح القدس ہے۔ پھر اللہ تعالے جل شانہ نے عہد وبیعت اسلام سے ظاہری یا باطنی ارتداد وغیرہ کا حکم فرمایا

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ
جو کوئی منکر ہو اللہ سے یقین لائے پیچھے مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی اور اُس کا دل برقرار ہے ایمان پر لیکن

مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ
جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا سو اُنپر غضب ہے اللہ کا اور اُنکو بڑی مار ہے یہ

بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝
اس واسطے کہ اُنہوں نے عزیز رکھی زندگی دنیا کی زندگی آخرت سے اور اللہ راہ نہیں دیتا منکر لوگوں کو

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝
وہی ہیں کہ مہر کر دی اللہ نے اُنکے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اور وہی ہیں غافل لوگ

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝
آپ ہی ثابت ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ یعنی ایمان لانے کے بعد جس نے اللہ تعالے سے کفر کیا۔ خواہ زبان سے کفر کا کلمہ کہا یا کوئی فعل کفر کا کیا خواہ اپنی خوشی واختیار کے ساتھ یا اس طرح کہ اُس پر کسی نے زبردستی کی۔ تو اُس کا حکم آگے آتا ہے ولیکن اس سے استثناء ہے قولہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ سوائے اُس کے جس پر زبردستی کی گئی حالانکہ اُس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو تو ایسے مجبور آدمیوں کے سوا جس نے بعد ایمان کے کفر لیا یعنی اپنے اختیار کے ساتھ جس کی توضیح یہ ہے۔ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا ولیکن جس نے کھول دیا کفر کے ساتھ سینہ۔ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ۔ تو اُنپر اللہ تعالے کی طرف سے غضب ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ اور اُن کے لیے عذاب عظیم ہے۔ اس آیت کے سمجھنے کے لیے اہتمام چاہیے لہذا پہلے ایمان متحقق ہو پھر کفر کرے اور اُس کا نتیجہ غضب الٰہی وعذاب عظیم دنیا میں وآخرت میں کیونکر ہوگا اور اس میں سے وہ مستثنیٰ ہے جس پر اکراہ ہو تو اکراہ کے معنے کیا ہیں اور کیونکر متحقق ہوتا ہے اور اُس کا حکم کیونکر ہے اور کفر کے واسطے سینہ کھل جاتا یا نہیں کھلتا اُس کے واسطے کیا ثبوت ہے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے کے ساتھ ایمان لانا ائمہ حنفیہ کے نزدیک دل کی تصدیق سے ہوتا ہے چنانچہ قلبہ مطمئن بالایمان صریح ہے کہ ایمان کا محل دل ہے۔ وزبان کا اقرار اس واسطے ہوتا ہے کہ ظاہر میں اُس کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ کیا جاوے کہ اُس پر جہاد نہ ہو یا جزیہ لیا جاوے اور مومنہ عورت سے نکاح کر دیا جاوے اور اُس کے جنازہ پر نماز پڑھی جاوے اور مانند اُس کے احکام اُس کے ساتھ برتے جاویں لہذا اگر کسی نے دل میں یقین کر لیا کہ اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہے اُس طرح کہ جیسے اُس کے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے اور دل میں ایمان اُتر آیا مگر اُس نے ظاہر میں اقرار نہ کیا تو وہ اللہ تعالے کے نزدیک مومن ہے مگر ظاہر میں اُس کے ساتھ کافروں کا برتاؤ کیا جائیگا اور یہ برتاؤ کرنے والوں پر کچھ گناہ نہ ہوگا کیونکہ ہم کو معلوم نہ ہوا اس لیے اقرار کرنا یا افعال اسلام ادا کرنا ہی دلیل تھی وہ پائی نہیں گئی اور واضح ہو کہ خالی اگر کوئی جان لیوے کہ مثلاً

محمد صلے اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں تو یہ کافی نہیں کیونکہ بہت سے یہودی علماء بھی اُس وقت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر جانتے تھے کما
قال تعالے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم وکما قال تعالے ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق۔ کیونکہ حق چھپانا بعد جاننے کے ہے پھر بھی یہ لوگ کافر
رہے بلکہ جاننے کے ساتھ دل میں یقین کو اور مان لینے کو اُتار لینا اور مان لینا ضرور ہے پھر جس نے یقین مان لیا کر چھپایا تو ایک تو وہ خام ہے دوسرے
اُس نے دوسروں کی راہ ماری اس لیے کہ دوسرے بھی ایمان نہ لائے بالجملہ ایمان کا محل دل ہے لیکن شرع میں بعضے اعمال و اقوال ایسے بتلائے گئے
ہیں کہ جب ہم کسی شخص سے جو ایمان لا کر ظاہر ہو گیا یا نہ ہوا ہو اس سے یہ اعمال دیکھیں تو حکم دیدیں کہ اللہ تعالے نے اُس کے دل میں بھی ایمان نہیں اُتارا
مثلاً وہ بتوں کو سجدہ کرے یا مثلاً قرآن پاک کو جھوٹا بتلا دے یا علماء کی بنظر عالم ہونے کے توہین کرے یا شریعت کو ڈھکوسلا بتلا دے یا زنار باندھے
غرضکہ فقہ کی کتابوں میں جن باتوں سے مرتد ہونا لکھا ہے اُن میں سے کوئی بات پائی جاوے تو شرع نے یہ پہچان رکھی ہے کہ اُسکے دل میں ایمان نہیں
آیا پھر اگر ظاہر ہو کر اُس نے ایسا کیا تو مرتد ہے یعنے اُس پر مرتد کا حکم جو بیان ہو گا جاری کیا جاوے اور اگر ظاہر نہیں ہوا تو اُس کے اوپر مرتد کا حکم
جاری نہ ہو گا اگرچہ اللہ تعالے کے نزدیک وہ مرتد ہوا۔ اور فتاوی میں مذکور ہے کہ جس نے اقرار نہ کیا لیکن مسجد میں نماز جماعت وغیرہ ادا کی جس سے
اُس کے اسلام کا حکم دیدیا گیا اور جو یہ اُس پر سے ساقط ہوا تو پھر افعال ارتداد سے مرتد ہونے کے حکم میں ہو گا۔ اور واضح ہو کہ فقہاء نے لفظ تکفیر کا
اطلاق کیا اور یہ تکفیر سے بھی ہو سکتا ہے یعنے کفر کی جانب منسوب کرنا تو اس میں اشارہ ہوتا ہے کہ ظاہر میں اُس کو کافر کہا جاوے اور وہی برتاؤ
کیا جاوے مگر ممکن ہے کہ باطن میں وہ اللہ تعالے کے نزدیک کافر نہ ہو اور یہ بعینہ کفارت بھی ہو سکتا ہے اور یہ تحقیق وقوع ہے اور شیخ شافعی رح
نے حاشیہ درمختار میں نقل کیا کہ یہی اخیر صحیح ہے مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک صواب اس میں تفصیل ہے اس طرح کہ بعضے افعال اس
قسم کے ہیں کہ شرع نے اُن کے صدور کے ساتھ عدم ایمان کا حکم دیدیا ہے جیسے مثلاً کوئی توحید کا کلمہ پڑھے اور بت کو سجدہ کرے تو شرع نے آگاہ
کر دیا کہ اُس کے دل میں یقین نہیں ہے پس ایسے اعمال سے تحقیقی کفر کا حکم دیا جاوے اور بعضے افعال اس قسم کے ہیں کہ ان میں یہ تصریح نہیں ہے
اگرچہ کفر لازم آتا ہے جیسے مجلس وعظ کی اہانت کرنے یا مسخرا پن سے نقل کرنے کے لیے کچھ لوگ جمع ہوئے تو ظاہر شرع میں تکفیر ہے اگرچہ افعال کی نیت بغض
وعناد کی راہ سے نہ ہو بالجملہ اس میں نیت کا باطنی اعتبار ہونا چاہیے اگرچہ ظاہری شرع میں تکفیر ہے اور یہی وجہ ہے کہ مترجم نے فتاوی ہندیہ ترجمہ
فتاوی عالمگیریہ میں احتیاطاً جا بجا تکفیر کو اول معنے میں لیا ہے اور جا بجا بمعنے دوم ترجمہ کیا ہے فاحفظہ پھر واضح ہو کہ یقین ایمانی اللہ تعالے کی
توحید کا یعنے یہ کہ سوا اُس کے کوئی الٰہ نہیں ہے اور صدق رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا اس طرح کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے بندے
و رسول ہیں مع یقین اس کے کہ تمام انبیاء و رسل بندے و رسول تھے و روز قیامت و آخرت کا مع یقین کتاب وحی یعنے قرآن اور دیگر کتب
سماوی اور ملائکہ اور تقدیر الٰہی کے چاہیے غرضکہ ضروریات ایمانی سب کا پورا یقین ہو اگر اُن میں سے اُس نے کسی کا بھی انکار یا شک کیا تو وہ ایمان
سے خارج ہے اور یہ ضروری ہے کہ اُن میں سے ہر ایک بات کو خود سمجھے اور اس مرتبہ پر کہ یا ان اُس کو یقین ہو گیا کہ یونہی ہے ولیکن یہ ضرور نہیں
کہ اُس کو وحی کی کیفیت بھی تحقیق ہو جاوے کیونکہ یہ تو اکابر اولیاء کو آفتابی نورانی عقل سے کچھ منکشف ہوتی ہے تو عوام کا کیا اعتبار ہے مگر یہ بات
اُس کے دل صافی میں یقین کے ساتھ اُتر آوے کہ یہ حق ہے میں نے دل سے مانا اور اپنے رب کو وحدہٗ لا شریک جانا۔ یہاں ایک مقام مشتبہ ہے
کہ جمہور عوام تو یہ نہیں کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ اعمال ثواب روزہ و نماز وغیرہ کے بہت سے مسائل میں اُن کی تقلید کرنی چاہیے کیونکہ دلیل سے
تحقیق کرنا اُن کی استعداد سے باہر ہے لا محالہ کسی دیندار عالم سے شریعت کا حکم حاصل کر کے اُس پر عمل کریں گے خلاصہ یہ کہ اعمال و اعتقادات
دونوں میں سے اعمال میں تقلید جائز ہے اگرچہ اُس کی دلیل نہ جانتا ہو کیونکہ اُس میں جاننا مقصود نہیں ہے بلکہ عمل کرنا مقصود ہے بان نیت خالص
اللہ تعالے کے واسطے ثواب کی امید سے ہو لہذا نیت میں تقلید نہیں ہے رہے اعتقادات تو ان میں دلی یقین ہے اور یہ کسی دوسرے کی تقلید سے
نہیں ہو سکتا تو خود اپنے دل میں یقین چاہیے ہے پس اللہ تعالے کی وحدانیت کا یعنے اللہ تعالے وحدہٗ لا شریک ہے یعنے وہی اللہ ہے کوئی

اُس کے سوائے آلہ نہین ہے اور رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی صادق رسالت کا اور سب باتون کا جو ایمان کے واسطے چاہیے ہین اپنے دل مین یقین ہو اُس مین کسی دوسرے کی تقلید بیکار ہے یعنے یہ بات نہ ہو کہ فلان شخص کہتا تھا کہ مثلاً قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام وحی ہے مین بھی کہتا ہون بلکہ خود یقین کرے کہ قرآن کلام الٰہی ہے پس ہر شخص پر ایمان خود فرض عین ہے اعتقادات ایمانی کے لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ ہمیشہ اپنے دلکو شیطانی وسواس سے بچائے رکھے اور اللہ تعالےٰ کی وحدانیت وصادق رسالت و دار آخرت وجنت و دوزخ و قیامت و قبر کا بلا شک وشبہ کے دل مین پورا یقین رکھے اور یقین کے ساتھ نماز و روزہ وغیرہ اعمال سے بہت جلد ایک نور دل مین آجاتا ہے کہ پھر شیطان کے وسواس کو بھی کم موقع رہتا ہے اور وہ ایسا صاف پہچاننے لگتا ہے جیسے آنکھون والا کنکر کو موتی سے تمیز کر لیتا ہے اور اللہ تعالےٰ کی انتہا سے درجہ کمال کی حرمت یہ ہے کہ اپنے بندہ کو اپنی معرفت وایمان اس طرح دیدے کہ اُس کا دل یقین کے ساتھ کھل جاوے قال اللہ تعالےٰ افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فہو علی نور من ربہ۔ یعنے جو بندہ کہ کھول دیا اللہ تعالےٰ نے اُس کا سینہ واسطے اسلام وایمان کے وہ اپنے رب کی جانب سے نور پر ہوتا ہے۔ اور حدیث صحیح مین ہے کہ جب نور دل مین آجاتا ہے تو سینہ و دل اُس کے لیے کھل جاتا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اُس کی کچھ نشانیان ہین فرمایا کہ ہان یہ ہین کہ دنیا سے فانی سے جو دھوکے کا مقام ہے اپنے کو بچاتا ہے اور دار آخرت کی طرف جھکتا ہے جو ہمیشگی کا گھر ہے اور موت کے لیے سامان مہیا کرتا ہے۔ اس حدیث کے موافق ہر مسلمان اپنے آپ کو پہچان سکتا ہے اور جسقدر کمی دیکھے اُسی قدر کوشش کرے اور اپنے دل کو شیطانی خطرات سے اور کافرون ومشرکون کی باتون سے بچاوے اور اللہ تعالےٰ سے عاجزی کے ساتھ ایمان کامل کی دعا مانگے اللہ تعالےٰ ارحم الراحمین ہے انشاء اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اُس کو یہ نعمت عطا فرماویگا یعنے ایمان کامل جس سے بڑھکر کوئی نعمت نہین بلکہ قیاس مین بھی نہین آسکتی ہے پھر یہ یقین وایمان کسی طرح زائل نہین ہوتا لیکن گناہ کرنے سے دل کے اوپر گھٹا البتہ چھا جاتی ہے اور اگر گناہ ہوگیا پھر اُس نے خوف سے توبہ کر لی تو اللہ تعالےٰ اس گھٹا کو دور کر دیتا ہے اسی واسطے جو کوئی توبہ نہین کرتا بیخوف ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے کہ اُس کو کچھ یقین نہین ہوتا ورنہ ذراسی بات ہے کہ حقیر مال ومتاع کی اُمید پر آدمی پوری مشقت اُٹھاتا ہے اور دنیاوی حاکم جو کبھی سچی بات پر واقف اور کبھی نہین واقف ہو سکتا ہے جرم قانونی کے ارتکاب سے سخت ہراسان ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ بہت حلیم وغفور ہے کہ بندون کی بدکاریون سے خود اُن کی ذات سے زیادہ علیم وخبیر ہو کر اُن کو رزق وصحت ومال واولاد عطا فرماتا ہے اللھم غفرانک۔ بالجملہ کبھی یہ یقین ایسی بدکاریون سے کہ فوراً توبہ نہ کی ہو بے رونق وپوشیدہ ہوجاتا ہے اور کبھی اُس پر ایسے مصائب پیش آتے ہین کہ اُن کو برداشت کرنا مشکل ہوجاتا ہے پس ایسے وقت مین شیطان بہت سے شبہہ سامنے کر دیتا ہے تو بعضے بدقسمت جن کے واسطے ازلی شقاوت لکھی ہے مرتد ہوجاتے ہین اور بعضے خوش قسمت جن کے حق مین ازلی سعادت لکھی ہے ان شبہات کو رد کر دیتے ہین اور یقین مین فرق نہین آنے دیتے اگرچہ جان جاتی رہے۔ اب یہ بیان ضرور ہے کہ یقین دلی تو ہر حال مین باقی رہنا چاہیے ولیکن کیا شرع شریعت مین اس یقین کے برخلاف ظاہری عمل کرنا جائز ہے اگرچہ ظاہری عمل ایسے ہون کہ جو اس امر پر ظاہر مین دلالت کرتے ہون کہ دل مین یقین نہین ہے۔ توضیح یہ ہے کہ بالاتفاق ایسے اعمال نہین جائز ہین سوا ایک صورت کے اور وہ صورت یہ ہے کہ کسی دشمن نے اُسپر اکراہ کیا اور وہ دل سے یقین کو تو جان نہین سکتا پس دل مین یقین واطمینان رہا اور ظاہر مین قول وفعل ایسا کیا جس سے ظاہر ہو کہ دل مین بھی یقین توحید نہین ہے تو یہ معاف ہے۔ پھر اکراہ کے معنے جاننا ضرور ہے واضح ہو کہ اکراہ زبردستی خوف دلا کر مجبور کرنا۔ وہ دو طرح کا ہے ایک یہ کہ جان تلف کرنے کا خوف دلایا دوم یہ کہ مال لینے یا قید کرنے یا کوڑے مارنے وغیرہ کا خوف دلایا پھر یہ شرط ہے کہ خوف دلانے والا ایسا کر سکتا ہو۔ ائمہ حنفیہ مین اختلاف ہے کہ اکراہ فقط ایسے شخص سے معتبر ہے جو سلطان ہو یعنے صاحب سلطنت وغلبہ ہو یا ہر ایسے شخص سے ہو سکتا ہے جو اس فعل پر قادر ہو جس کی دھمکی دیتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سلطنت سے بھی مراد اسی قدر غلبہ وقوت ہے کہ جس بات کی دھمکی دیتا ہے وہ کر سکتا ہو تو دونون قول کے معنے ایک سے ہی ہوجاوینگے بہرحال فتویٰ اسی پر ہے کہ اُس کو قدرت مذکورہ حاصل ہونا

چاہیے سلطان ہو یا کوئی اور ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ دوسری قسم کے اکراہ مین ظاہری قول وفعل کفر کا کرنا بھی روا نہین ہے اور پہلے قسم کی اکراہ
مین جبکہ جان کا خوف ہو ظاہری قول وفعل کفری کہنا روا ہے جب کہ دل کا یقین برقرار ہو۔ آیت مین اسی کا استثنا رہا ہے اور مباح ہونے سے
یہ مراد ہے کہ اگر قتل ہو جاوے اور یہ بھی نہ کرے تو ثواب عظیم ورحمت آخرت ورضوان کریم پاوے۔ محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالے سے ایک
روایت نقل کی جاتی ہے کہ ظاہری قول وفعل کفری سے اگرچہ وہ اللہ تعالے کے یہان مومن رہیگا لیکن ظاہر مین اُس پر حکم دیدیا جائیگا کہ مرتد ہوا
اور اُس کی عورت اُس کے نکاح سے باہر ہو جائے گی۔ اور یہ روایت مختار نہین ہے اور واضح ہو کہ اگر درحقیقت دل سے بھی اُس نے یقین کھو دیا
اور ظاہر مین بھی کفر کیا ہو پھر اُس نے دل سے توبہ کر کے رجوع کر لیا تو مسلمان ہو جائیگا۔ اب اگر ایک شخص نے ظاہر مین کفر کیا پھر دعوے کیا کہ مین نے
دل سے یقین نہ چھوڑا تھا اور اُس کی عورت نے دعوے کیا کہ اس کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے میرا نکاح نہین رہا ہے مین اس کے ساتھ حرام طور پر
نہین رہ سکتی ہون مجھے میر اہر ملے اور مین اب اس سے نکاح بھی نہین کرونگی تو اُس وقت مین یہ دشواری ہوگی کہ مرد کی نیت کا حال کیونکر معلوم ہو
اور یہ بحث طویل ہے فتاوے ہندیہ کے مسائل سے تلاش کرو اور مترجم اس مقام پر بعض روایات متعلق تفسیر لاتا ہے جن مین اس قسم کا اکراہ بعض
صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر واقع ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف
ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میرے ساتھ سے متفرق ہو جاؤ پس جسکو قوت ہو وہ آخر رات تک تاخیر کرے اور جسکو قوت
نہ ہو وہ اول ہی رات مین چلا جاوے پھر جب تم سنو کہ مین نے کسی سرزمین پر قرار پکڑا تو مجھ سے ملجانا پھر حضرت بلال وعمار وخباب اور قریش کی ایک
باندی جو مسلمان ہو گئی تھی مکہ مین رہ گئی کہ صبح ہو گئی پس مشرکون نے ان سب کو پکڑ لیا اور ابو جہل اُن کی ایذا پر سرغنہ ہوا پس بلال کو کہا کہ
پھر کافر ہو جاوے مگر نور یقین ایسا جما ہوا تھا کہ اُنھون نے صاف انکار کیا تو مکہ کی تمازت آفتاب مین جہان چھالے پڑجاتے ہین بلال کو لٹا کر
اُنپر لوہے کی جلتی زرہ رکھتے پھر پہناتے اور کہتے کہ شرک کرے اور بلال کہے جاتے کہ وہ ایک ہی ہے وہ ایک ہی ہے اور خباب رض کو باندھکا کانٹون
مین گھسیٹتے تھے اور عمار رضی اللہ عنہ نے اُن سے ایسا کلمہ کہا جو اُن کو اچھا معلوم ہوا اور رہی وہ باندی تو اُس نے انکار کیا پس ابو جہل ملعون نے
چار میخین گاڑ کر اُس کے چارون ہاتھ باندھے اور اُس کی شرمگاہ مین نیزہ مار کر اُس کو قتل کر دیا رضی اللہ عنہا رضوانا کاملا پھر اُن لوگون نے بلال
وخباب وعمار کو چھوڑا تو یہ لوگ بھاگ کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ پہونچے اور اپنے حال سے آگاہ کیا تو عمار رضی اللہ عنہ پر
وہ اپنا کلمہ جو کہا تھا نہایت شاق تھا اور اُنھون نے نہایت خوف وہراس سے جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض
کیا تو آپ نے فرمایا کہ جسوقت تو نے وہ کلمہ کہا تھا اُس وقت تیرے دل کی کیا کیفیت تھی کیا اُس کلام کے واسطے کھل گیا تھا جو تو نے کہا یا نہین
پس عمار نے عرض کیا کہ نہین۔ اللہ تعالے نے نازل فرمایا الا من اکرہ وقلبہ مطمئن الآیہ یعنے یہ آیت نازل ہوئی۔ شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالے
نے لکھا کہ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول عمار بن یاسر کے حق مین ہے جبکہ مشرکون نے اُس کو سخت ایذائین
دین تا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کفر کرے پس اکراہ کے ساتھ عمار نے مشرکون سے موافقت کی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس عذر خواہی
کرتے ہوئے آئے اور اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری۔ ہکذا قال الشعبی وقتادہ وابو مالک۔ اور بیہقی وابن جریر نے عمار بن یاسر کے قصہ کو روایت کیا
اور اس مین یہ بھی ہے کہ عمار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو برا کہا اور مشرکون کے بتون کی تعریف کی اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے پوچھا
کہ اپنے دل کو کیسے پاتا تھا تو کہا کہ ایمان پر مطمئن تھا تو آپ نے فرمایا کہ ان عادوا فعد یعنے پھر اگر دوبارہ اتفاق ہو تو تجھے ایسا کرنے کا اختیار ہے
اسی واسطے علما نے کہا کہ اگر کفر پر اکراہ کیا جاوے تو جان باقی رکھنے کے واسطے ظاہر مین موافقت کرنی جائز ہے۔ اور یہ بھی جائز ہے کہ
موافقت نہ کرے اور انکار کرے جیسے بلال رضی اللہ عنہ نے کیا حالانکہ مشرکین سخت ایذائین دیتے حتے کہ شدت حرارت مین اُنھون نے بڑا پتھر
اُن کے سینہ پر رکھا اور شرک کو کہا تو انکار کیا اور یہی کہے گئے کہ وہ واحد ہے وہ اکیلا ہے اور کہا کہ اگر اس سے بڑھکر تمھارے جلانے والے کسی کلمہ کو

جانتا تو وہ کہتا رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسی طرح حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہوا کہ جب مسیلمہ کذاب نے اُن سے کہا کہ تو محمد کو رسول اللہ جانتا ہے فرمایا کہ ہاں بیشک پھر کہا کہ مجھے رسول اللہ جانتا ہے فرمایا کہ نہیں تو کذاب نے اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کاٹ کر دیے اُس پر ثابت قدم رہے رضی اللہ عنہ۔ انتہیٰ ملتقطاً۔ واضح ہو کہ عمار بن یاسر سے سوال کونسا دلیل ہے کہ اُس حالت کی نیت معتبر ہے پس فقہاء نے یہاں تین صورتیں لکھی ہیں ایک یہ کہ اُس وقت کفر کی نیت و تصدیق بھی ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص مرتد ہو گیا ولیکن پھر اگر توبہ سے رجوع لاوے تو قبول کیا جائیگا۔ دوم یہ کہ اُس وقت اُس کے دل میں کوئی نیت ہی نہ ہو مثلاً اُس کے دل میں صرف خوف و دہشت اس فعل کی ہے نہ ایمان کا خیال ہے نہ کفر کا ولیکن کفر کا فعل کرتا ہے اس میں اختلاف ہے بعض نے کہا کہ اصل میں ایمان تھا وہی رہا اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ مرتد نہ ہو جانے کے واسطے قلب کا مطمئن بایمان ہونا چاہیے اور تفصیل کلام فتاوے میں ہے اور سوم یہ کہ اُس کا دل مطمئن بایمان ہو اور بوجہ اطمینان کے یہ ہیں کہ ان امور تکلیف کو اور ان افعال کو جو کفر کے کرنے پڑتے ہیں خارج سے سمجھے اور دل میں ایمان کو لیے لگا رہے اور شک نہ رکھے تو ایمان اپنے حال پر ہے اور حدیث صحیح میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ اے ابو ہریرہ شرک نہ کرنا اگرچہ تو قتل کیا جاوے یا آگ میں جلایا جاوے اور ایک حدیث صحیح میں ہے کہ اگلی اُمتوں میں ایسے ہوئے تھے کہ اُن میں سے ایک کے بدن کا گوشت لوہے کی کنگھی سے بدن میں چیر کر نوچا جاتا اگر وہ دین سے نہیں پھرتا تھا اور کسی کے سر پر آرا چلا کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا اور وہ دین سے منہ نہیں موڑتا تھا۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ مفسرین و اہل العلم نے اجماع کیا ہے کہ جس شخص پر کفر کرنے کے لیے اکراہ کیا جاوے یہاں تک کہ اُس کو اپنے قتل کا خوف ہو تو ظاہری کفر کرنے میں مضائقہ نہیں جب کہ اُس کا دل ایمان پر مطمئن ہو اُس پر کفر کا حکم نہ دیا جائیگا اور اُس کی جورو اُس کے نکاح سے بائن نہ ہوگی مترجم کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خود اُس کی نیت کا اعتبار اُس کے قول سے ہو جائیگا اور کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے اور عورت پر بھی حجت ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ یہاں حقیقی امر تو نہ ہوگا لیکن دنیاوی ظاہری احکام میں اُس کا قول حجت ہوگا یا نہیں تو بنقل قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ حجت ہوگا۔ اور عمار رضی اللہ عنہ کا اقرار ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اعتبار فرمایا فافہم۔ واضح ہو کہ اصول میں یہ مسئلہ ہے کہ لزوم کفر کا التزام نہیں ہوتا مثلاً جیسے اس زمانہ میں بعضے جاہل لوگ آپس میں تکفیر کرتے ہیں کہ حنفی مذہب حنفیہ کا مقلد ہے تو اُس نے دوسرے عالم کا قول امر و نہی میں مانا تو لازم آیا کہ اُس نے رب بنایا بدلیل قولہ اتخذوا احبارہم ورہبانہم اربابا الآیہ وتفسیر حدیث عدی بن حاتم کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رب بنانا اُن کا یہ تھا کہ اُن کے امر و نہی میں اتباع کرتے تھے پس مقلد ہیں مشرک ہے اس میں دو قسم کی جہالت ہے اول یہ کہ اصول تحکم و اعتقادات بھی نہیں بلکہ فروع میں کلام ہے دوسرے کفر لازم لینے صریح کا یہاں دخل تک نہیں اور لازم لگا کر تکفیر کی حالانکہ تکفیر بلا لزوم خلاف اجماع مسلمین ہے اور خود یہ لوگ بہت سے شرک خفی سے اپنے آپ کو پاک نہیں کہہ سکتے جیسے خالق افعال فی الواقع اللہ تعالیٰ عز و جل ہے اور ہر قسم کے افعال پر اُن کی نظر زید و عمر کی طرف بلکہ اپنے نفس کی طرف ہوتی ہے پس حلال نہیں ہے کہ ایسے سفیہ و بے علم لوگ تکفیر و تضلیل کا فتوی دیں اور اہل قبلہ کی تکفیر کریں پھر واضح ہو کہ مرتد کی دو قسم ہیں ایک مرد کہ اُس کی آخری سزا قتل ہے اور عورت مرتدہ قتل نہ کیجائیگی۔ دوم طفل جس کے اسلام کا حکم اُس کے والد کی تبعیت میں کیا گیا تو بعد بلوغ کے اگر مرتد بالغ ہو تو قتل نہ کیا جاوے پھر امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا کہ امام بخاری نے باسناد عکرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کچھ لوگوں کو جلا دیا جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے یہ خبر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پہونچی تو کہا کہ میں ہوتا تو آگ میں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے عذاب کرو مگر وہ کرتا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اپنا دین بدل ڈالے اُس کو قتل کرو ولیکن یہ خبر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پہونچی تو فرمایا کہ سچ ہے ابن عباس رواہ البخاری ایضاً۔ اور امام احمد نے باسناد خود ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس یمن میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آئے جنکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یمن پر عامل مقرر فرمایا تھا

پس ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص دیکھا تو پوچھا پس اُنھون نے کہا کہ یہ شخص یہودی تھا مسلمان ہوا پھر یہودی ہو گیا اور ہم دو مہینے سے
اُس کو اسلام کی طرف پھیرنا چاہتے ہیں یہ سنکر معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ مین کھڑے سے نہ بیٹھونگا جب تک تم اس کی گردن نہ مار دو
اور فرمایا کہ اللہ تعالےٰ و اُس کے رسول کے حکم کے موافق ہے کہ جو شخص اپنے دین سے پھرے یا کہا کہ بدلے اُس کو قتل کردو۔ یہ قصہ صحیحین مین دوسرے
الفاظ سے ہے شیخ نے لکھا کہ مسلمان جو اکراہ مین پھنس جاوے اُس کے حق مین افضل یہ ہے کہ دین پر ثابت قدم رہے اگرچہ اس سے وہ قتل
کر دیا جاوے چنانچہ حافظ ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی صحابی کے حال مین لکھا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ کو رومی لڑائی مین
قید کر کے لے گئے اور قسطنطنیہ مین اپنے بادشاہ کے پاس لائے بادشاہ نے کہا کہ تو شریف القوم ہے نصرانی ہو جا مین اپنی بیٹی تیرے بیاہ مین دونگا
اور اپنی بادشاہت مین شریک کر دونگا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمام ملک جس کا تو مالک ہے اور تمام ملک جس کے عرب مالک ہین یہ
اگر یہ سب تو مجھے دے اس پر کہ مین دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پھر جاؤن تو ایک دم پلک مارنے تک کے واسطے بھی نہ کرونگا۔ بادشاہ نے کہا کہ
تو پھر مین تجھے قتل کر دونگا۔ فرمایا کہ تجھے اپنے قصد کا اختیار ہے پس بادشاہ نے حکم دیا تو سولی پر چڑھائے گئے اور تیراندازون کو حکم دیا انھون نے
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤن کے پاس سے تیر نکالے یعنے بچا دیا اور بادشاہ اُن سے کہتا جاتا کہ اب بھی نصرانی ہو جا مگر ہر طرح
اُنھون نے انکار کیا تو اُن کو سولی پر سے اُتروایا اور ایک کڑھاؤ آہنی لاکر اُس کے حکم سے رکھا گیا اور تیل گرم کیا گیا اور اُس نے مسلمان قیدیوں
مین سے بعضے منگوا کر اُس مین ڈلوائے کہ تھوڑی دیر مین اُن کی ہڈیاں سپید سپید اوپر اُترانے لگین پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ پر نصرانیت پیش کی
مگر اُنھون نے انکار کیا تو حکم دیا کہ اس کو بھی اسی کڑھاؤ مین ڈالدو پس چرخ کے ذریعہ سے اوپر اُٹھائے گئے تاکہ ڈالدیے جاوین پس حضرت
عبداللہ رضی اللہ عنہ روئے تو اُس کو طمع ہوئی کہ ڈر کر مان جاویگا پس اُتروایا تب عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مین فقط اس بات سے رویا
کہ اے رب میرے پاس فقط یہ جان حقیر ہے کہ ایک دم مین اس کڑھاؤ مین ختم ہو جائیگی مجھے آرزو تھی کہ جسقدر میرے بدن پر بال ہین
اسقدر میری جانین ہوتین کہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہر ایک پر ایسا عذاب ہوتا بعض روایات مین آیا ہے کہ اُس نے ایک دم کی تکلیف اُن کے
کلام سے سُنکر اپنی عداوت سے اُن کو قید کیا اور چند روز تک کھانا پانی بند کر دیا پھر اُن کے پاس شراب و سؤر کا گوشت بھیجا مگر اُنھون نے اقرار
نہ کیا پھر بلاکر پوچھا کہ تو نے کیون نہین کھایا تو فرمایا کہ یہ تو میرے واسطے حلال ہو گئی تھی مگر مین نے نہ چاہا کہ تو میرے حق مین یا اسلام کے حق مین
بدگوئی کر سکے۔ آخر بادشاہ نے کہا کہ تو میرے سر کا بوسہ لے مین تجھے چھوڑ دونگا کہا کہ فقط مجھے چھوڑ دیگا بولا کہ اور تیرے ساتھ تمام مسلمان
قیدیون کو چھوڑ دونگا پس اُس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے اُن کو مع تمام مسلمان قیدیون کے رہا کر دیا پس جب واپس ہو کر آئے تو
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ بن حذافہ کے سر کا بوسہ لیوے اور مین شروع کرتا ہون پس
کھڑے ہو کر عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیا مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت صریح ہے کہ حق عزوجل کی محبت مین صحابہ رضی اللہ عنہم کو
وہ مرتبہ تھا کہ جس کا اندازہ نہین ہو سکتا ہے اور اس طرح جانبازی کرتے اور اس جمال جلال کے واسطے اپنی جان کو بہت حقیر جانتے تھے
اور آدمی کو اپنے شیخ و اُستاد کے ہاتھ چومنا اور پیر کو مرید کے سر کا بوسہ لینا جائز ہے۔ اور اس مین اشارات و معارف و اسرار ہین کہ جو بندے
اہل الحق و اہل دل ہین وہی سمجھ سکتے ہین مترجم کی وسعت سے باہر ہین فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ اب تلخیص کلام یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آیت مین
مرتد ہونے والون کا حکم بیان کیا و لیکن دل سے ایمان پر ثابت رہنے والون کو اکراہ کی حالت مین ظاہری افعال سے مستثنےٰ فرمایا پس بعض علماء
سے نقل ہے کہ اکراہ کی صورت مین اگر دل با ایمان مطمئن رہا تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ مومن ہے لیکن ظاہر مین اُس کی جورو بائنہ ہو جاتی ہے اگر
کہا جاوے کہ پھر کیا وہ قتل کیا جائیگا تو ان بعض کی طرف سے جواب یہ ہے کہ نہین بلکہ اُس کا اقرار ظاہر مین جدید ایمان پر محمول ہوگا۔ لیکن صحیح یہ
ہے کہ ظاہر مین بھی حکم ارتداد جاری نہ ہوگا۔ پھر بعض علماء نے جن مین حسن بصری و شافعی و اوزاعی و سحنون بھی ہین کہا کہ اکراہ کی صورت مین

اُس کو زبانی کفر کے قول کی اجازت ہے اور فعل کفر مانند غیر خدا کو سجدہ کرنے وغیرہ کی اجازت نہیں ہے ولیکن یہ قول بھی ظاہر آیت کے لائق نہیں
ہے پس صحیح یہی ہے کہ قول و فعل دونوں کی اجازت ہے اور شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ سے اُس کی تجویز میں کلام ہے اور جمہور علماء و موافق نقل قرطبی
کے اجماع مفسرین علماء کے مطابق اکراہ کی صورت میں جبکہ قلب مطمئن بایمان ہو ارتداد و عذاب مدفوع ہے ولیکن اگر کوئی شخص صبر کرے یہانتک
کہ قتل ہو جاوے تو ثواب عظیم پاوے۔ اب رہا وہ بدبخت کہ دین اسلام و توحید عز و جل سے مرتد ہو جاوے وہ قتل کیا جاوے اور یہ دنیاوی
عذاب ہے اور آخرت میں بحکم الٰہی اُس پر عذاب عظیم ہے۔ ذٰلِكَ۔ یہ غضب و عذاب عظیم ہے۔ بِاَنَّهُمُ اس سبب سے ہے کہ اُنھوں نے
اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ محبت سے اختیار کر لیا حیات دنیا کو۔ عَلَى الْاٰخِرَةِ۔ آخرت پر۔ معلوم ہوا کہ ادنےٰ درجہ ایمان کا یہ ہے کہ
آخرت کو دنیا سے بہتر سمجھے۔ اگر کہا جاوے کہ ہر شخص موت کو ناگوار رکھتا ہے تو جواب اس کا احادیث میں ہے کہ بندہ مومن کو وقت موت کے
اللہ تعالیٰ کی رضوان و رحمت کی بشارت دیجاتی ہے پس وہ اللہ تعالیٰ کی لقاء کو چاہنے لگتا ہے۔ غرضکہ ایک چیز کا دل سے یقین کرنا اور ہے
اور کبھی نفسانی خواہش سے ناگوار سمجھنا اور ہے جیسے مریض کو خوب معلوم ہوتا ہے کہ دوا اچھے مفید ہے اور بدپرہیزی مضر ہے ولیکن باقتضائے خواہش
وہ دوا کو مکروہ اور بدپرہیزی کو محبوب رکھتا ہے اور حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ جو علماء تابعین میں سے مفسر ہیں جب حجاج ثقفی ظالم نے اُن کو
گرفتار کر کے قتل کا حکم دیا تو فرمایا کہ تو میرے قتل سے خوار و پشیمان ہوگا اُس نے تکبر سے کہا کہ میں نے تجھ سے اچھے اچھے قتل کر ڈالے تو فرمایا کہ ہاں صحیح
ہے تو نے مجھ سے اچھے شہید کیے اُن کو حیات دنیاوی وبال تھی اور موت کے خواہشمند تھے اور مجھے ابھی زندگی کی ہوس ہے۔ اُس نے نہ مانا اور شہید
کر دیا۔ رات کو حجاج خواب سے چونک پڑا اور بیان کیا کہ سعید مجھ سے کہتے ہیں کہ اُٹھ چل میں تیرے انتظار میں ہوں پھر اُس کے لوگوں نے ہر چند
اُس کی طمانینت کی مگر تسکین نہ ہوئی آخر اُس کے بعد چالیس روز زندہ رہ کر مر گیا۔ غرضکہ جس نے یقین کے ساتھ دنیا کو فانی اور آخرت کو باقی جانا
وہ دنیاوی زندگی کے واسطے بھی ایمان و آخرت کو ترک نہیں کریگا اسی واسطے مرتد ہونے والوں کو فرمایا کہ اُنھوں نے آخرت کو چھوڑا اور حیات
دنیا کو اختیار کر لیا۔ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ اور اللہ تعالیٰ راہ نہیں دیتا ایسی قوم کو جو منکر ہیں یعنے آخرت پر یقین نہیں رکھتے
اور حق یہ ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ عز و جل سے کفر کیا اور اُس کی شان و قدرت کو بھلایا وہ حد قیاس سے زیادہ اُلٹی راہ چلتا ہے کیونکہ وہ
خود عجائب قدرت کا نمونہ موجود ہے پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت ایسی بے انتہا وسیع ہے کہ ملک آخرت و تمام جنت و دوزخ اُس کی قدرت کا
ایک ذرہ ہیں پس اندازہ کرو کہ یہ لوگ کس چیز کا انکار کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ
ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی ہے۔ یہ بھی عجائب صنعت الٰہیہ ہے کہ بظاہر یہ لوگ
خوب سنتے اور خوب تیز نظر سے دیکھتے ہیں لیکن اہل معرفت کو صاف نظر آتا ہے کہ اللہ اکبر اُس کی قدرت ہے کہ یہ لوگ حق سے ایسے اندھے
و بہرے و احمق ہیں۔ واضح ہو کہ انسان کو شرف تمام جانوروں پر اُسی فہم و بصیرت و سماعت سے ہے کہ جو کافروں سے مہر کی ہوئی ہیں تم نہیں
دیکھتے کہ ظاہری بینائی تو گدھ وغیرہ جانوروں میں بہت تیز ہے اور بیا پرندہ کیسی خوبصورتی سے بغیر ہاتھوں کے گھونسلا بناتا ہے اور مانند اس کے حواس
اکثر جانوروں میں انسان سے زیادہ اور قوت زیادہ ہے پس بلاشبہ انسان کو شرف باعتبار حواس کے نہیں بلکہ عقل سے ہے اور اللہ تعالیٰ
کی قدرت ہے کہ باوجود صریح حواس کے کافروں کے حواس پر مہر ہے کہ بیہوش ہیں۔ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ اور یہی لوگ غافل ہیں۔
جب معلوم ہو گیا کہ اس دار فانی کو چھوڑ کر دار باقی میں جانا ضرور اور موت سر پر ہے مگر کافر نے اس کی کچھ پروا نہ کی اور ہمت تمام اسی میں مصروف
کی جسکو کل چھوڑ جائیگا اور وہاں عذاب میں پڑیگا اور وہ عذاب بھی ہر زمانہ بزمانہ ترقی کرتا جائیگا تو اس سے بڑھ کر غفلت کون ہے کہ یہاں
الا کوئی نیکی اُس کے پاس نہیں ہے۔ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔ ٹھیک ہے کہ یہ لوگ آخرت میں فقط یہی خسارت
میں ہیں کیونکہ اوّل تو اُنھوں نے غضب الٰہی کمایا دوم مستحق عذاب عظیم ہوئے سوم حیات دنیا کو پسند کر کے آخرت چھوڑی چہارم ہدایت سے

محروم ہوئے پس تبصیم دل و آنکھ و کان پر مہر ہے پس غفلت میں انتہا درجہ کو پہونچے ہیں نعوذ باللہ تعالیٰ من ذلک

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ

پھر یوں ہے کہ تیرا رب اُن لوگوں پر کہ وطن چھوڑا ہے بعد اُس کے کہ بچلائے گئے پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے تیرا رب

۱۴ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا ع ۱۰

ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے جس دن آویگا ہر جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے اور پورا ملیگا ہر کسی کو جو

عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝

اُسنے کمایا اور اُنپر ظلم نہ ہوگا

یہ اور ایک قسم ہے جو اسلام لائے شیخ نے لکھا کہ مکہ میں کمزور پڑے تھے اُن کی قوم اُنپر تکلیف سے عذاب کرتی تھی اور زنجیروں میں قید رہتے تھے پس اُنھوں نے مجبور ہو کر مشرکوں کے ساتھ موافقت کی پھر اللہ تعالےٰ نے اُن کو قابو دیا پس اپنے اہل و عیال و مال چھوڑ کر مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے اور مومنوں کے ساتھ ہو کر کافروں سے جہاد کیا اور صبر کے ساتھ رضاے الٰہی حاصل کرنے میں قائم رہے تو اللہ تعالےٰ نے رحم فرما کر اُن کو بخش دیا۔ کشاف میں لکھا ہے کہ ثم اس مقام پر دونوں حال میں فرق بعید کے لیے ہے یعنے حال اُن لوگوں کا جنھوں نے مثل بلال و عمار کے تکلیفات اُٹھائیں اور چاہے کچھ موافقت کی ہو مگر علاوہ ہو گئے اور حال دوسروں کا جنھوں نے اتفاق کر لیا مگر فتنہ میں مبتلا ہو کر پھر ایک وقت میں خالص ہو کر ہجرت و جہاد اور صبر کیا۔ اور ظاہر کلام اس کا مقتضی ہے کہ یہ عموماً اُن صحابہ کا بیان ہے جنھوں نے ایذائیں اُٹھائیں پھر ہجرت کر کے صبر کیا ثم یعنے پھر واضح ہو کہ۔ اِنَّ رَبَّكَ تیرا رب۔ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا۔ اُن مردوں کے لیے جنھوں نے مہاجرت کی بعد از آنکہ فتنہ میں پڑے بقراءۃ مجہول یا جنکو کافروں نے فتنہ میں ڈالا بقراءۃ معروف۔ ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا پھر جہاد و صبر کیا پس حاصل یہ کہ اول تو اُنھوں نے فتنہ برداشت کیا جو درحقیقت اللہ تعالےٰ کی طرف سے امتحان تھا اور چونکہ ظہور انوار و معارف ببرکت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنپر مشاہدہ تھا تو امتحان بھی زائد تھا پس اُنھوں نے اس فتنہ میں مضبوطی سے ایمان نہ چھوڑا اور اُسی پر قائم رہے پھر اُنھوں نے ہجرت کی یہ ہجرت مکہ سے مدینہ کبھی یا حبشہ کی طرف والی ہجرت بھی شامل ہو پس آل و اولاد و مال و وطن سب چھوڑ دیا اور اللہ تعالےٰ و اُس کے رسول کے واسطے خلوص نیت رکھی۔ پھر جہاد کیا یعنے اللہ تعالےٰ کے واسطے اُس پر اپنی جان فدا کی کہ اُس کا کلمہ بلند ہو اور اُس کی مخلوق نیک راہ سے لگے پس جان فدا کی اور پھر بغیر مال و متاع کے اور ہر طرح کی تنگی کی تکلیفات پر صبر کیا۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ یعنی ایسی طاعت کے بعد تیرا رب بے شبہہ غفور رحیم ہے گویا اس سے آگاہ فرمایا کہ رب عزّ و جلّ کی مغفرت بہت وسیع ہے لیکن ایسی طاعت کے بعد تو قطعی مغفرت ہے پھر اس مغفرت کے ظہور کا وقت اگرچہ موت کے وقت ہی شروع ہو جاتا ہے پھر پورا وقت بتلا دیا کہ۔ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا۔ یعنے اُس دن کہ کوئی کسی کے کام نہ آوے گا باپ بیٹا جورو بیٹی سب اپنے اپنے نفس کی فکر میں محتاج ہونگے ہر نفس اپنے نفس کی طرف حجت لاویگا کوئی دوسرا کام نہ آوے گا پھر اگر اُس میں ایمان سلامت ہے اور کوئی کام اُس نے رضاے حق عزّ و جلّ کا کیا ہے تو اُسکے واسطے شفاعت بھی ہے اور انجام کو نجات و مغفرت ہے۔ اور شاید یہ معنے ہوں کہ ہر نفس پر اُس کے ہاتھ پاؤں گواہ ہونگے نیکی ہو تو نیکی کے گواہ اور بدی ہو تو برائی کے گواہ ہونگے اور حدیث میں ہے کہ آخر آدمی اپنے اعضا سے کہیگا کہ تمھاری کمبختی ہو کہ تمھاری ہی طرف سے تو میں جھگڑتا تھا۔ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اور اُنپر کچھ ظلم نہ ہوگا یعنے بدی کے بدلے کچھ بڑھایا نہ جائیگا اور اللہ تعالےٰ چاہے کم کر دے اور نیکی کے ثواب سے کچھ کم نہ کیا جائیگا مگر اللہ تعالےٰ ایک نیکی والے کو بہت کچھ بڑھا دیگا اور اُس پر اپنا فضل عظیم عطا فرما دیگا۔ پھر واضح ہو کہ فتنہ کے اقسام میں اعلےٰ یہ ہے کہ دار الکفر وغیرہ میں آدمی اپنے ایمان کے ساتھ طاعت رب عزّ و جلّ ادا کرنے سے باز رکھا جاوے اور اس میں بہت سی صورتیں ایسی پیدا ہوتی ہیں کہ

خود بخود فتنہ مین پڑتا ہی مثلاً اُس کو رزق حلال ملنے کی صورت نہ ہو یا ہو تو بغیر معصیت نہ ہو اور ادنے اقسام مین سے دار الاسلام کے اندر ہجرت ہین جیسے امر بمعروف یا نہی از منکر نہ کرسکے یا کسی کی اولاد زیادہ اور آمدنی کم ہو ولیکن حق تعالےٰ عز وجل نے ایسے شخص کے واسطے جو فرائض و واجبات و طاعات کو ادب سے ادا کرتا ہے اپنے فضل سے کفارات مقرر کردیے ہین مثلاً فرض نمازین اپنے درمیان کے گناہون کے واسطے کفارات ہین اور جمعہ سے جمعہ تک اپنے درمیان کے مع تین روز زائد کے کفارہ ہین اور معیشت کی مشقت کفارہ اور باہم سلام کرنا صدقہ اور عیال کا نفقہ اُسکے واسطے نیکیان و صدقہ اور خود اپنی جان کا کھانا پینا وغیرہ کفارہ و صدقہ ہے۔ غرضکہ آدمی کے واسطے خلوص نیت خود نیکیان ہین اور اللہ تعالےٰ کا فضل عظیم ہے نیک نیت و صدق چاہیے۔ پھر جہاد کی دو قسمین ہین ایک جہاد تو کفار کے ساتھ اس نیت سے قتال کرنا کہ اللہ تعالےٰ کی توحید کا کلمہ بلند ہو اور خلاصہ یہ کہ عدل جاری ہو ظلم مٹ جاوے اور تمام مخلوق رفاہیت و آرام سے اللہ تعالےٰ کی عبادت کرے۔ دوم قسم جہاد کی وہی بڑا جہاد ہے وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کی طاعت مین حُسن نیت کے ساتھ ہر دم نفس کی لڑائی اور شیطانی وساوس کی کشمکش مٹاوے اور ظاہر ہی کہ دل کو ایسے خطرات سے اور نفس کی خواہشون سے بچانا ہر دم اپنی جان سے لڑائی ہے اور ہجرت ایک تو یہ ہو کہ دار الکفر سے نکلکر کسی دار الاسلام مین اس نیت سے جانا کہ وہان اللہ تعالےٰ کی توحید پر قیام کرے۔ شیخ ابن مالک رحمہ اللہ تعالےٰ نے شرح مشارق مین اس کے بعد لکھا کہ کچھ مکہ سے مدینہ جانے کی خصوصیت نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ ہان ہمیشہ جب انسان دار الکفر مین اس طرح مبتلا ہو کہ ایمان کا خطرہ ہو تو کسی ملک اسلام مین چلا جاوے اور حدیث مین ہے کہ انا بری من مسلم بین ظہرانی المشرکین۔ یعنے جو مسلمان کہ کافرون کے درمیان قیام کرے مین اُس سے بری ہون۔ رواہ الطبرانی وغیرہ۔ ولیکن مدینہ ہجرت کے واسطے اس لیے پسند کیا جاوے کہ حدیث مین ہے کہ آخر زمانہ مین ایمان ملک حجاز کیطرف ایسے سمٹ کر پھر جاوے گا جیسے سانپ پھر کر اپنی بانبی کی طرف جاتا ہے پھر ہجرت کی ایک قسم اور بھی ہے اور وہ ہر وقت ہر مسلمان کو حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ حدیث صحاح مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون ہجرت افضل ہے فرمایا کہ ان تہجر ما کرہ ربک۔ یعنے جو بات تیرا رب مکروہ جانتا ہے اُس کو تو چھوڑ دے اور پوچھا گیا کہ مہاجر کون ہے فرمایا کہ من ہجر ما نہی اللہ عنہ۔ وہ شخص کہ جس نے ہر وہ قول و فعل چھوڑ دیا جس سے اللہ تعالےٰ جلشانہ نے منع فرمایا ہے۔ یہ صریح ہے کہ بندہ مومن کو ہر جگہ ہجرت کا ثواب حاصل ہے جبکہ وہ شرع کے موافق تقوے کرے۔ صبر اپنے نفس کو روکنا اُسی حد پر جہانتک اللہ تعالےٰ نے اجازت دی ہے پھر اس سے بڑھ کر طلب آخرت و رضوان الٰہی عز وجل کے لیے مشقت و مجاہدہ و ریاضت پر روکے رہنا کمال ہے اور حدیث مین ہے کہ قیامت کو ندا ہوگی کہ کہان ہین صبر کرنے والے پس وے کھڑے ہونگے تو اُن کے مراتب عالیہ و انعامات غالیہ دیکھکر اُن کے سوائے جو لوگ صابر نہین رہے تمنا کرینگے کہ کاش ہمارے جسم کی بوٹیان قینچیون سے کاٹی جاتین۔ پھر حق تعالےٰ نے ایک مثل بیان فرمائی جسکے مصداق گذر چکے اور قیامت تک جہان کیفیت ہوگی صادق ہو

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ

اور بتائی | اللہ نے کہاوت ایک بستی تھی | چین امن سے | چلی آتی تھی | اُسکو روزی فراغت کی | ہر جگہ سے | پھر ناشکری کی

بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ

اللہ کے احسانون کی | پھر چکھایا اُس کو اللہ نے مزہ کہ اُنکے تن کے کپڑے ہو بھوک اور ڈر | بدلا اُس کا | جو کرتے تھے | اور اُن کو پہونچ چکا

رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝

رسول اُنھین مین کا | پھر اُسکو جھٹلایا پھر پکڑا اُنکو | عذاب نے | اور وہ گنہگار تھے

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور اللہ تعالےٰ نے ایک مثل بیان فرمائی۔ ضرب متضمن معنے جعل ہے لہذا متعدی بدو مفعول ہوا۔ قَرْيَةً۔ ایک قریہ کبھی شہر کو کبھی قصبہ کو اور کبھی گانون کو بولتے ہین مفسرین کے یہان دو قول ہین اول یہ کہ مراد کوئی معین قریہ ہے دوم یہ کہ غیر معین ہے جسکے

جس قریہ پر یہ مثال صادق آوے وہی ہو سکتا ہے قول دوم کی طرف زمخشری و بیضاوی گئے ہیں۔ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تمام قریون مین سے جو اس صفت کا ہو کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت پر اترا کر ناشکری کرے یہ مثال صادق ہے اور جائز ہے کہ اس صفت کا کوئی قریہ مراد ہوا اور یہ بھی جائز ہے کہ اگلی اُمتون مین سے کوئی قوم اس صفت کی ہو گذری ہو اُسی کو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے واسطے مثل بیان فرمایا۔ اکثرون کے نزدیک قول اول راجح ہے اور وہ مکہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد و عوفی سے مروی ہے کہ وہ مکہ ہے واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ مشبہ کو ذکر کیا اور مشبہ بہ کو بسبب واضح ہونے کے نہین بیان فرمایا۔ غرضکہ جمہور مفسرین کے نزدیک آیت کا نزول اہل مکہ کے حق مین ہے اور مین کہتا ہون کہ ارجح قول دوم ہے اسی واسطے قریہ نکرہ ہے اور نزول آیت کا اہل مکہ کے حق مین اس کے منافی نہین ہے اس واسطے کہ مکہ والے بھی بدرجہ اولیٰ ایسے لوگون مین داخل ہین چنانچہ مکہ پر صادق آتا ہے کہ وہ ایک شہر تھا کہ كَانَتْ اٰمِنَةً یعنی امن تھا چنانچہ سورہ لایلاف مین فرمایا۔ وَاٰمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ شیخ امام نے لکھا کہ اس مثل سے مراد اہل مکہ ہین کیونکہ وہ قریہ مامون تھا مُّطْمَئِنَّةً مطمئن تھا۔ یعنی کہ لوگ اُس کے گرد و پیش سے پکڑے جاتے مگر جو حرم کے اندر آجاتا اُس کو کوئی نہین چھیڑتا تھا۔ يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ۔ اس کے یہان اُس کا رزق آتا ہر جگہ سے چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا۔ اولم نمکن لہم حرما آمنا یجبی الیہ ثمرات کل شئ۔ یعنی کیا ہم نے اُن کو مطمئن جگہ یعنی مکہ کا حرم نہین کر دیا کہ اُس کی طرف ہر جیز کے ثمرات لائے جاتے ہین۔ رغدا یعنی آسانی و وسعت کے ساتھ۔ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ۔ پس اُس نے اللہ تعالیٰ کی نعمتون کی ناشکری کی۔ قال الشیخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتون سے انکار کیا شاید اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو بتون کی طرف نسبت دیتے تھے اور سب سے بڑی نعمت انپر بعثت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھی چنانچہ فرمایا الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا واحلوا قومہم دار البوار جہنم۔ کیا تو نے نہین دیکھا ایسے لوگون کو جنھون نے بدل ڈالی نعمت اللہ تعالیٰ کی کفر سے اور اُتارا اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر کا جو جہنم مین یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو کر بدر کے روز قتل ہو کر جہنم مین پڑے۔ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ۔ یعنی جب انھون نے رسول کو نہ مانا اور ہر طرح مخالفت پر جم گئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی امن و وسعت رزق کو بھوک اور خوف سے بدل دیا۔ کیونکہ جب اہل مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی و نہ مانا تو آپ نے انپر بد دُعا فرمائی اللہم اشدد وطاتک علی مضر واجعلہا علیہم سنین کسنی یوسف۔ یعنی اے رب ہمارے تو اپنی سختی سے مضر کو روند اور یہ انپر کر دے قحط کے ساتھ مانند اُن سالہائے قحط کے جو حضرت یوسف علیہ السلام کے وقت مین مصریون پر ہوئے تھے پس اُن کو قحط نے گھیرا یہان تک کہ اونٹ حلال کرتے وقت پشم جن مین خون لگتا اُس کو بھی کھایا اور سورہ دخان وغیرہ سے ثابت ہے کہ بوجہ شدت بھوک کے دن کو آسمان دھوان دھار تاریک معلوم ہوتا۔ اور خوف اُن کو اُسوقت دیا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع اصحاب مہاجرین کے اصحاب انصار رضی اللہ عنہم کے یہان مدینہ ہجرت کر آئے تو آپ کی سطوت و لشکر ہائے مجاہدین کی صولت سے خوفناک ہوئے اور تباہ ہوتے رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے امتحانات بھی اس درمیان مین پورے کیے اور مکہ اپنے رسول و مومنین کے واسطے فتح کر دیا۔ یہ سب جو واقع ہوا۔ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔ بوجہ اُن کی شرک و بداعمالیون کے جس مین سب سے زیادہ تکذیب و ایذائے رسول بھی واقع ہوا۔ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ۔ اور کچھ شک نہین ہے کہ آیا اُن کے پاس رسول اللہ کا انھین مین سے سو اُس کو جھٹلایا۔ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ پس پکڑا اُن کو عذاب نے درحالیکہ وے ظالم تھے۔ یعنی اپنی جانون پر انھون نے ظلم کیا کہ اُسکو عذاب دائمی مین مبتلا کیا پس کبھی مبتلائے قحط ہوئے اور کبھی بدر مین قتل ہوئے اُن کی تجارتین جاتی رہین لوگون نے غلہ بھیجنا موقوف کر دیا عزت و امن و رزق جاتا رہا بجائے اُس کے خوف و تنگی مین پڑے اور جو مراد وہ عذاب ابدی مین پڑا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کر دیا۔ اور اُس گروہ ناشکر کے ضد اصحاب مہاجرین و اہل مدینہ کے اصحاب انصار شکر گذار تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بعد خوف کے امن دیا اور بعد تنگی کے وسیع الرزق کیا اور اُن کو قیامت کے واسطے سردار کر دیا۔ قال الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ یہ جو ہم نے کہا کہ یہ مثل اہل مکہ کے واسطے ہے یہی عوفی نے ابن عباس سے

روایت کیا اور یہی قول مجاہد وقتادہ وعبدالرحمن بن زید کا ہے اور یہی امام مالک نے زہری سے نقل کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مقصود
وقت نزول سے اگرچہ مکہ ہو لیکن مفاد اس مثل کا ہمیشہ ہر ایسے قریہ کے واسطے ہے جو انعامات الٰہی کے ساتھ اترا کر معصیات سے ناشکری کرے
اور اسی معنے میں وہ روایت ہے جو شیخ نے امام ابوجعفر کی تفسیر سے نقل کی کہ مجھ سے حدیث فرمائی ابن عبدالرحیم برقی نے کہا مجھ سے حدیث کی
ابن ابی مریم نے کہا ہم سے حدیث کی نافع بن یزید نے کہا ہم سے حدیث کہی عبدالرحمن بن شریح نے کہا کہ ہم سے عبدالکریم بن الحارث الحضرمی نے کہا
کہ میں نے مشرح بن ہاعان کو کہتے سنا کہ میں نے سلیم بن نمیر رحمہ اللہ تابعی سے سنا فرماتے تھے کہ ہم لوگ ام المؤمنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بی بی کے ہمراہ حج سے پوٹے اور اُس زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ مدینہ میں اپنے
مکان میں گھر سے نکلے مصری باغیوں نے اُن کو گھیرا تھا تو حضرت ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا راہ میں پوچھتی آئیں کہ کیا انجام ہوا یہاں تک
کہ دو سواروں کو دیکھ کر بلایا پوچھا تو اُنھوں نے عرض کی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے پس حضرت ام المؤمنین نے یہ سنکر استرجاع
کیا اور فرمایا کہ قسم اُس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ وہی قریہ ہے جسکے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت آمنۃ یاتیہا
رزقہا الآیہ۔ اور ابن شریح نے کہا کہ مجھے عبید اللہ بن المغیرہ نے ایسے شخص سے جس نے اس سے بیان کیا تھا خبر دی کہ سلیم بن نمیر کہا کرتے کہ وہ مدینہ
ہے مترجم کہتا ہے کہ بوجہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فتنہ عظیم برپا ہوئے اور صحیح بخاری میں حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے وقت میں اُس کو جانتے تھے ولیکن جو کچھ اللہ تعالےٰ چاہتا ہے وہ واقع ہوتا ہے۔ ف اس آیت میں ایک نکتہ
بلاغت زبان عربی کے متعلق بیان کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا فاذاقہا اللہ لباس الجوع والخوف۔ یعنے چکھایا اللہ تعالےٰ نے
اس قریہ والوں کو لباس بھوک وخوف کا۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ پہنایا اُس کو لباس جوع وخوف۔ یہ استعارہ بہت بلیغ ہے کیونکہ مراد اس سے
ہفت سالہ قحط ہے اور قریہ کو اس قحط کا اثر بطور لباس کے ہوا اور لوگوں پر اس سے دُبلا پن وبدرنگی وبدحالی مثل لباس کے چھا گئی با وجود اُسکے
قرینی استعارہ ہوا کہ یہ عذاب دنیاوی ایک ذوق ہے اور اصل عذاب آخرت ابھی باقی ہے علماء بیان نے کہا کہ یہ تجرید الاستعارہ ہے اسطرح
کہ مانند جوع وخوف کے جو انسان کو گھیر لیتی ہے اُس کے واسطے لباس کا استعارہ کیا کیونکہ اُس کا اثر مثل لباس کے آدمی کو شامل ہوتا ہے پھر جوع
وخوف جس سے استعارہ فرمایا تھا اُس کے مناسب ایک وصف ذوق ذکر کیا کیونکہ ذوق کا اطلاق جوع وخوف کے ادراک پر عرب کے
نزدیک بمنزلہ حقیقت کے ہو گیا ہے چنانچہ بولتے ہیں کہ ذاق فلان البؤس والضر یعنے فلاں شخص نے بیماری وخوف وغیرہ کو چکھا یہی تجرید استعارہ
ہے اور اگر لباس کی رعایت سے کسا ہا لباس الجوع ہوتا تو اگرچہ مستحسن ہوتا لیکن تجرید الاستعارہ زیادہ عمدہ ہے۔ امام رازی نے کہا کہ
اہل قریہ کو اس جوع وخوف میں ایک نوع کی حالت مشابہ بمذوق اور حالت بمشابہ ملبوس ظاہر ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے دونوں کی رعایت
سے اذاقہا فرمایا۔ اور پہلے بیان ہوا کہ ذوق سے جو ایک معنوی اظہار خفت کا ہے وہ پہنانے کے لفظ سے نہ ہوتا بلکہ پورا عذاب ظاہر ہوتا جو
خلاف واقع ہے اور عجب کہ بعض ایسے لوگوں نے جو عربی زبان سیکھ جانے کے مدعی تھے یہاں اعتراض کیا چنانچہ حکایت ہے کہ ابن الراوندی نے
جو ایک ملحد شخص زندیق تھا شیخ ابن الاعرابی سے جو امام فن لغت ومشاہیر میں سے ہیں پوچھا کہ کیا لباس کا بھی ذوق دیا جاتا ہے تو شیخ نے
جواب دیا کہ اے نسناس یعنے جنگلی آدمی فرض کر کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے تو عربی فصیح ہونے میں شک نہیں ہے۔ حاصل جواب یہ ہے
کہ قرآن فصیح زبان عرب ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم خود فصیح عرب تھے اور اُس وقت کے تمام فصحاء نے تسلیم کیا اور بلاغت قرآنی کے آگے سر
نیچا کیا تو اب کسی شخص کو جو زبان عربی سیکھے یہ دعوے محض بیجا ہے کہ یہ استعارہ جائز ہے یا نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ علماء بیان یعنے ائمہ فن
بلاغت نے بوجوہ مذکورہ بالا اُس کی تحسین میں مبالغہ کیا ہے۔ ف عرائس البیان میں لکھا کہ قولہ تعالےٰ ثم ان ربک للذین ہاجروا من بعد
ما فتنوا الآیہ کے اشارات سے ہے کہ جو لوگ اہل ارادت صادقہ میں سے ہوں اور اپنے حظوظ نفس کو چھوڑ دیں بعد ازانکہ معصیت وامتحان میں

مفتون ہو چکے ہوں پھر نفس و ہوی کے پھندے سے نکلکر دونوں کو سرنگوں کریں اور عبودیت الٰہی میں مستقیم ہو کر ترک حظوظ نفس پر صابر رہیں اور
محاربہ شیطان میں جہاد کریں تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ان ربک من بعدہا لغفور رحیم۔ جو کچھ اُن سے سابق زمانہ میں گناہ ہوئے اللہ تعالےٰ اُن کو بخشنے والا
ہے اور اب اپنی رحمت کے ساتھ اُن کو محفوظ رکھتا ہے کہ نفس کے پھندے میں گرفتار نہ ہوں پس اللہ تعالےٰ اُن کو ذوق اُنس سے مزہ دیتا ہے کہ پھر اُنکو
طاقت نہیں رہتی کہ ایک دم اُس کی طاعت سے فتور کریں۔ شیخ سہل رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ ایسے بد لوگوں سے دور رہو جاو جن کی صحبت سے
تم کو فتنہ پہونچنے کا خوف ہے پھر کوشش کے ساتھ نیک لوگوں کی صحبت میں جمے رہو اور نیکی کے واسطے تکلیف اٹھانے میں صبر کرو اور ابتدائے
حال کی طرف رجوع کرنے میں کوشش نہ کرو۔ قولہ تعالےٰ یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسہا۔ نفوس میں تفاوت ہے کوئی تو اپنی معصیت سے مجادل
ہوگی اور کوئی اپنی طاعت سے اور کوئی اپنے خوف جہنم سے اور کوئی اپنی امید جنت سے مجادلہ کرے گی بہرحال یہ نفوس اپنے مجادلہ میں مشغول ہو کر
مشاہدۂ رب عزوجل سے غافل ہونگی اور نفس مطمئنہ کہ جسکو سوائے رب عزوجل کے طلب نہیں ہے وہ اپنے رب عزوجل کی حضوری میں انبساط
کے ساتھ عرض کرے گی کہ مجھے دنیا کی دار محنت میں مبتلا سے فراق کیا گیا اور دشمنوں کے ساتھ چھوڑا گیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ مجھے میری
مراد حاصل ہو اور انکشاف دیا جاوے کہ دائمی وصال میں مسرور رہوں۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث میں بھی اہل جنت کے تین فرقے ثابت ہوئے
ایک وہ جو بخوف جہنم عبادت کرتے تھے اور دوم بامید جنت طاعت کرتے تھے یہ دونوں جنتی ہیں اور سوم وہ جو کہ اپنے خالق عزوجل کیواسطے خالص
تھے اور اُن کو اللہ تعالےٰ کے فضل رحمت میں ٹھکانا ہے جنت خود اُن کی آرزو کرے گی شیخ نے کہا کہ جس نفس کو یہ شوق نہیں وہ اپنے مجادلہ میں اپنے
رب تعالےٰ سے محجوب اور اپنے اعمال و آرزو کے ساتھ دنیا و آخرت میں مشغول ہے اور حق تعالےٰ ہر ذی فضل کو اپنے فضل سے سرفراز فرما کر اُس کی
مراد دیدے گا اور ہر نفس بقدر اپنی طاعت کے حصہ پاوے گا اور حق تعالےٰ عزوجل عالم الغیب و عادل ہے اُس کے یہاں بھول چوک
نہیں ہے سب کو اپنے فضل سے جزائے عظیم عطا فرماویگا اور اُس کے ملک سے ذرہ کم نہ ہوگا اور جب چاہے سب کو اپنے جوار رحمت میں جگہ
دے۔ بعض مشائخ خراسان نے کہا کہ مخلوق کا وقت تو اسی میں گیا کہ دنیا میں اپنے اعمال سے مجادلہ اور آخرت میں اپنے نفس سے مجادلہ ہے پھر
معرفت حق عزوجل کے لیے کب فارغ ہونگے۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ مومن کے واسطے نفس نہیں ہے قال تعالےٰ
ان اللہ اشترے من المؤمنین انفسہم۔ پس اُن کے نفوس کو اللہ تعالےٰ نے خرید لیا پھر اُن کے پاس ودیعت رکھا ہے تو اُس میں اُن کا کچھ حق نہیں
ہے بلکہ یہ تو صرف نفس کے اندر امر حق عزوجل کی نگہبانی کرنیپر ہوتے ہیں۔ قولہ وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت آمنۃ الآیہ منجملہ اشارات کے قریہ
مطمئنہ قلب عارف ہے کہ اللہ تعالےٰ کی یاد سے مطمئن تھا اور اللہ تعالےٰ کے کشف جمال سے اللہ تعالےٰ کے لطف میں اُس کے قہر سے اور وسواس
نفس و ہوا جس شیطان سے بے خوف تھا ہمیشہ اُس کا رزق معرفت و محبت و اُنس و مشاہدہ بلا کدورت مشقت و تکلف کے اُس کو پہونچتا تھا پھر اگر
اللہ تعالےٰ نے اُسپر نعمت پوری کرنی چاہی تو اُس سے خطا و نسیان و خیال و گمان دور کر دیا پس ہمیشہ اُس کو اپنے اسرار کی نگہداشت ہے اور اگر اللہ تعالےٰ
نے اُسپر امتحان چاہا تو اُسپر نسیان رکھدیا اور فتوح کے دروازے بند کر دیئے تاکہ ہجر کے مزے چکھے اور خائف ہوجاتا ہے حالانکہ پہلے بیخوف تھا
اور اطمینان کے بعد پریشان رہتا ہے۔ شیخ اُستاد رحمہ اللہ تعالےٰ نے کہا کہ قلب کا فارغ ہونا دوسری چیزوں کی طرف مشغول ہونے
سے ایک بڑی نعمت ہے اور جب کسی بندہ کو یہ نعمت حاصل ہوئی پھر اُس نے اس نعمت کی ناشکری کی اس طرح کہ ہوا و ہوس کے دروازے اپنے
اوپر کھول لیے اور شہوات میں مقید ہوا تو اللہ تعالےٰ جلشانہ اُس کے دل پر تشویش دیدیتا ہے اور صفائے وقت کو مکدر کر کے اُس سے فراغ چھین لیتا ہے
کیونکہ نفس کی کدورت شہوات سے قلب کے انوار زائل ہوجاتے ہیں۔ ثم قال تعالےٰ

فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ○

سو کھاؤ جو | روزی دی تم کو اللہ نے حلال اور پاک | اور شکر کرو | اللہ کے احسان کا | اگر | تم | اُسی کو | پوجتے ہو

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ

یہی حرام کیا ہے تم پر مردہ اور لہو اور سور کا گوشت اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا کسی کا پھر جو کوئی ناچار ہو جاوے

غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَٰذَا

نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بنانے سے کہ یہ

حَلَالٌ وَهَٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ○

حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو جھوٹ باندھتے ہیں اللہ پر بھلا نہیں پاتے

مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ○

تھوڑا سا برت لینا اور انکو دکھ کی مار ہے

قولہ فکلوا۔ بعض علماء تفسیر نے کہا کہ پہلے شکر کا حکم دیا تو بعد اس کے فکلوا بیان کیا اور کھانے کا ذکر اس لیے کہ یہ ذریعہ شکر ہے اور اہل مکہ بلکہ عموماً کافروں مشرکوں میں خود رائی کا عیب ہوتا ہے جس چیز کو جس طرح چاہتے ہیں کھاتے پیتے اور حرام و حلال استعمال کرتے اور اس کو اچھا سمجھتے ہیں اور اہل مکہ تو اس خیالی برتاؤ کو اللہ تعالیٰ کی شریعت کہکر بہتان باندھتے تھے بعض علماء نے کہا کہ فکلوا الکفر چھوڑنے پر فرع ہے یعنے جب تم نے کفر چھوڑا اور ایمان لائے تو کھاؤ یہ چیزیں۔ پہلے یہی معلوم ہوا چاہیے کہ خطاب مشرکوں کو ہے یا مومنوں کو ہے۔ واحدی وغیرہ نے ذکر کیا کہ بعض کے نزدیک خطاب مشرکوں کو ہے اور یہ ظاہر ہے اور جمہور مفسرین نے کہا کہ خطاب مومنوں کو ہے اور ظاہر کلام شیخ ابن کثیر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق بندوں کو عام خطاب کیا پس سب کو شامل ہے اگرچہ وصف الکذب فقط مشرکوں میں ہے مومنوں میں نہیں ہے مگر مومنوں کو اس امر سے ممانعت ہے پس حکم دیا۔ فَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا یعنے کفر و شرک چھوڑ دو اور ناشکری مت کرو پس کھاؤ حلال طیب اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو رزق دیا۔ اس سے مسئلہ نکلا کہ کبھی رزق حرام بھی ہوتا ہے جس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ معتزلہ وغیرہ بعضے فرقے کہتے ہیں کہ رزق حلال ہی ہوتا ہے اور جواب یہ ہے کہ اگر عمر بھر ایک شخص کو حرام میسر آیا تو اس کو کبھی رزق ہی نہیں ملا لہٰذا جو بندے کو ملے وہ رزق ہے مگر امتحان یہ ہے کہ سود اور رشوت و فریب و حرام مزدوری وغیرہ نہ کھاوے نیک کمائی کر کے کھاوے جیسے یہاں فرمایا کہ جو رزق تم کو ملے اس میں سے حلال طیب کھاؤ۔ وَاشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا یعنے اس نعمت کا اور تمام نعمتوں کا۔ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ۔ اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو یعنے اگر سچے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی میں قائم ہو تو اس کی ناشکری مت کرو کیونکہ عبادت اسی کے واسطے ہے جس نے پیدا کیا اور رزق دیا پھر حرام بتلا دیے بقولہ۔ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ یعنے یہی تو ہے کہ تم پر حرام کر دیا اللہ تعالیٰ نے مردار کو اور مردار دو طرح ہوتا ہے ایک وہ جانور جو اپنی موت سے مر جاوے اور دوم وہ کہ حلال کرنے سے پاک نہ ہو یا اللہ تعالیٰ کے نام پر حلال نہ کیا جاوے۔ اور حرام کیا خون کو یعنے دم مسفوح جیسا کہ سورہ انعام میں مفصل گذرا ہے اور مرداروں میں سے مچھلی اگرچہ خود مر جاوے حلال ہے اور خون میں سے جگر یعنے کلیجی حلال ہے۔ اور حرام کر دیا گوشت سور کا۔ سور کی نجاست خود ظاہر ہے سوائے پلید آدمی کے کوئی اس کی رغبت نہیں کر سکتا اور سور نجس العین ہے اس کے گوشت کو ذکر کر دیا کہ حرام ہے تو کھال وغیرہ اور چربی سب بدرجہ اولیٰ حرام و نجس ہیں لیکن سور کے بالوں سے کوئی جوتا گانٹھنا یا چیل صاف کرنے کا کام لینا جائز ہے اور ہدایہ وغیرہ میں جو لکھا کہ امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے کہ سور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے اس روایت کی کوئی اصل صحیح نہیں اور جب ظاہر حدیث کے خلاف ہے تو کسی کو اس پر فتویٰ دینا روا نہیں بالجملہ حرام ہے بالجملہ ائمہ حنفیہ کا اتفاق ہے کہ سور نجس العین ہے البتہ دربارہ کی کھال کی نسبت مشکل ہو کیونکہ

صورت میں ایک روایت مذکور ہے اور وہ بھی ظاہر الروایہ کے خلاف ہے۔ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ۔ اور حرام کر دیا تم پر وہ کہ آواز بلند کی جاوے واسطے غیر خدا کے اُس کے ساتھ۔ واضح ہو کہ اس آیت کے مانند سورہ بقرہ کی آیت گزر چکی ہے اور یہاں فی الجملہ مزید توضیح کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ ہمارے شیخ الشیوخ مولانا عبد العزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی میں یہاں اہل یعنے اہلال کی تفسیر فقط آواز بلند کیجانے سے کی اور یہ نہیں لکھا کہ ذبح کے وقت آواز بلند کیے جانے سے حرام ہوتا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے لکھدیا تو اُس کی تحقیق یہ ہے کہ عرب اپنے بتوں کے لیے نام لے کر آواز سے ذبح کرتے تھے تو بعض مفسرین نے اُسی سبب سے ذبح کی قید ذکر کر دی اور آیت کریمہ عام ہے خواہ ذبح کے وقت آواز بلند کرے یا کسی وقت ولیکن کہا یا جانا بہر حال بعد ذبح کے ہو گا۔ اب یہاں فقہ کا ایک مسئلہ معروف ہے کہ جانور کا قربان کرنا اگر اللہ تعالیٰ کی تقرب کے لیے ہو تو حلال ہے اور اگر کسی غیر کی تقرب کے لیے ہو تو حرام مردار اور وہ شخص مرتد ہو جائیگا۔ مسئلہ اگر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ دوسرے کا نام ملا دے تو ذبیحہ مردار ہو گیا اور یہ مسائل فتاوے کے احکام مرتدین وغیرہ میں صاف لکھے ہیں۔ مسئلہ اگر بادشاہ شہر میں آیا اُس کی آمد کے لیے قربانی کی تو مردار اور وہ شخص مرتد ہے۔ اب جاننا چاہیئے کہ اہلال کے معنے آواز بلند کرنے کے ہیں قاموس سے ظاہر ہے کہ اہل الصبی یعنے طفل نے رونے کی آواز بلند کی۔ اور یوں ہی حج میں لبیک والا آواز بلند کرے۔ اور جوہری نے صحاح میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ وما اہل لغیر اللہ بہ۔ یعنے اُس پر پکارا گیا اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسرے کا نام۔ اور اصل میں اہلال آواز بلند کرنا ہے مترجم۔ پس آیت کے معنے یہ ہوئے کہ جس جانور پر اللہ تعالیٰ کے سوائے دوسرے کا نام پکارا گیا وہ حرام ہے۔ اب معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں خالی یہ معنے نہیں ہیں کہ جو چیز ذبح کیجاوے غیر خدا کے نام پر کیونکہ اہلال کے معنے ذبح کر لینا اور غیر اللہ کے معنے نام غیر اللہ کہنا اپنی طرف سے تقرب ہے۔ اور نظام نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں اجماع علما نقل کیا کہ جو مسلمان اپنے ذبیحہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کا تقرب قصد کرے تو وہ مرتد ہے اور اُس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ یعنے حرام ہوا۔ اب یہاں تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے قربانی کا اعلان کیا اور ذبح کے وقت فقط اُسی کا نام لیا تو ثواب پایا اور ذبیحہ حلال طیب ہے۔ دوم یہ کہ غیر کے واسطے پکارا اور ذبح کرتے وقت غیر کا نام لیا تو مرتد کافر ہوا اور ذبیحہ مردار ہے۔ سوم یہ کہ غیر کے نام کا جانور پکارا اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی تو یہ ذبیحہ حرام مردار ہے جبکہ اُس نے غیر اللہ کا تقرب چاہا لیکن اگر پہلے اُس نے تقرب کے لیے فلاں کے نام کا جانور ٹھہرایا تھا پھر توبہ کر لے اُس نے یہ نیت کی کہ یہ جاندار جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنی مہر سے پیدا کیا اور روح دی ہے اُس کو اللہ تعالیٰ کے واسطے قربانی کر کے ثواب پاؤں پس اسی پر اُس نے ذبح کیا پھر جو ثواب ملا اور یہ بھی اُمید رکھے کہ اللہ تعالیٰ ثواب دیدے اور قبول کر لے تو یہ ثواب جسکو چاہے ہدیہ دے اور حدیث میں ہے کہ ملعون من ذبح لغیر اللہ۔ یعنے وہ شخص ملعون ہے جس نے غیر اللہ کے واسطے ذبح کیا۔ دیکھو اس میں غیر کے واسطے ذبح کرنے پر لعنت ہے اور غیر کا نام ذبح میں لینے کی خصوصیت نہیں ہے تو خواہ ذبح کے وقت اُس کا نام لے یا کسی کا نام لے وہ ذبیحہ مردار اور وہ شخص ملعون ہوا جبکہ اُس نے غیر کے واسطے ایسا کیا۔ واضح ہو کہ دیگر اموال دلہانا کپڑا وغیرہ سے بھی غیر کی طرف تقرب سے گناہ عظیم ہے لیکن حیوان اور دیگر اموال میں ایک فرق یہ ہے کہ آدمی کو روا ہے کہ اپنا مال جسکو چاہے دیدے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شرع میں مال کا اُس کو مالک انتفاعی کر دیا ہے بخلاف روح حیوان کے کہ حیوان کے گوشت پوست سے نفع اُٹھانے کا مالک کیا ولیکن یہ روا نہیں کیا کہ زندہ جانور کے جسم سے گوشت توڑ کر نفع اُٹھاؤ یا اُس کی کھال کھینچو بلکہ روح نکالے جانے کے بعد انتفاع ہے اور روح کا مالک نہیں کیا پس روح نکالنا اس طرح حلال کیا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے نام پر قربان کی نیت سے ذبح کرو حلال ہو گیا اب گوشت و پوست سے نفع اُٹھاؤ پس زندہ جانور سواری وغیرہ کے لیے جس کسی کو چاہو نفع اُٹھانے کیلیے دیدالو مگر حلال ہونے کے لیے تقرب فقط اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے جائز ہے اور واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تقرب خالص کی نیت سے قربان کر کے ثواب چاہے جسکو دیدو اور چاہو کسی مخلوق کی طرف سے نائب ہو کر جناب الٰہی تعالیٰ میں تقرب کی نیت سے ذبح کر دو۔ میں نے اہل ایمان کی

سلامتی دین کے واسطے اتنا کلام واضح کر دیا تاکہ باطل میں مبتلا نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی ہادی ہے۔ بالجملہ مردار و خون و گوشت سور و ما اُہل بہ لغیر اللہ حرام کر دیے پھر باوجود اس کے بندوں پر آسانی کر دی کہ اگر وہ ان چیزوں میں سے کسی چیز کی طرف محتاج ہو تو فی الجملہ تناول مباح ہی چنانچہ فرمایا فَمَنِ اضْطُرَّ یعنی جو بندہ کہ مضطر ہو یعنے بیقرار ہو کر ان میں سے کسی چیز کی طرف محتاج ہو خواہ اُس کی یہ کیفیت دو وقت کے بعد ہو یا دو دن بعد یا تین روز بعد ہو اور اکثر تین روز میں ایسا ہو جاتا ہے۔ غَیْرَ بَاغٍ۔ درحالیکہ وہ بغاوت کرنے والا نہ ہو یعنی کسی دوسرے پر جو ایسی اضطرار میں ہے زبردستی تجاوز نہ کرے۔ وَّلَا عَادٍ۔ اور نہ عدوان کرے یعنے قدر ضرورت سے نہ بڑھے بلکہ اسی قدر کھاوے جسکے ساتھ اس کی جان بچ جاوے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ تو اُس کو کھا لینا مباح ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ واضح ہو کہ بعضے علماء نے کہا کہ اضطرار کے وقت یہ چیزیں حرام نہیں رہتی ہیں اور محققین کے نزدیک حرام یا نجس تو اپنے حال پر رہتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بلا بغاوت و بغیر تعدی کے اس میں سے بقدر ضرورت کھانے کا گناہ دور کر دیا ہے۔ مسئلہ ایک شخص نے مضطر ہو کر مردار میں سے کچھ کھایا پھر اُس کو چاہیئے کہ رزق طیب کمانے کے لیے اللہ تعالیٰ کے نام پر کوشش کرے اگر میسر نہ آوے تو پھر اضطرار کے وقت اُسی قدر مباح ہوگا اور اگر اُس نے کمائی کی تلاش نہ کی باوجودیکہ کر سکتا تھا تو گنہگار ہوگا۔ واضح ہو کہ بغاوت و عدوان کی تفسیر جو مذکور ہوئی امام ابو حنیفہ رح کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے نزدیک باغی سے مراد یہ کہ سلطان وقت پر بغاوت کے واسطے نہ جاتا ہو اور لا عاد سے یہ مطلب کہ مسافروں پر ڈاکہ ڈالنے کا قصد نہ ہو۔ اس قول پر باغی و عادی کو چاہیے بھوک سے مر جاوے مردار کھانا مباح نہ ہوگا اور کلام اس میں سابق اس کے مثل آیت میں گذر چکا ہے۔ واضح ہو کہ تمام مخلوقات کا خالق حضرت باری تعالیٰ جلشانہ ہے جس طرح اُس نے کمال حکمت و قدرت سے بندوں کو تصرف کی اجازت دی اُسی طور پر تصرف جائز ہے اور یہ بندوں کے حق میں عبادت ہے پس یہ روا نہیں ہے کہ کوئی شخص ان چیزوں میں اپنی رائے سے حلت و حرمت لگا دے کیونکہ نفس و روح کا علم اُن کے خالق عزوجل کو ہے اور طریق آخرت عوام کی عقل و سمجھ سے باہر ہے لہٰذا منع فرمایا بقولہ تعالیٰ۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ۔ لاتقولوا کا مفعول الکذب ہے اور ما مصدریہ ہے یعنی لاتقولوا الکذب لاجل وصف السنتکم۔ یہ زجاج و کسائی کا قول ہے اور اسی کو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہے اور معنے یہ ہیں کہ مت کہو جھوٹ کو بوجہ تمہاری زبانوں کے وصف کے کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ مجاہد رح نے کہا کہ بحیرہ و سائبہ کے بارہ میں ہے اور بعض نے کہا کہ مراد اُن کا قول ہے کہ ما فی بطون ہذہ الانعام خالصۃ لذکورنا ومحرم علیٰ ازواجنا۔ حاصل یہ کہ کسی جانور کو حرام یا حلال اپنی زبانی وصف کی وجہ سے مت کہو بدون اس کے کہ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حجت ہو۔ مسئلہ علماء نے کہا کہ بدون دلیل کے کسی کو حرام یا حلال کرنا جبکہ عمداً ہو کفر ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ وہ علم و حکمت سے بندوں پر شرع مقرر فرماتا ہے۔ ابو نضرہ رح سے مروی ہے کہ میں نے جب سے سورہ نحل کی یہ آیت پڑھی تو اُس وقت سے میں فتویٰ دینے سے بہت خوف کرتا ہوں۔ اس میں اشارت ہے کہ یہ بات کچھ جانوروں کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ایک امر کے حکم شرعی میں بدون دلیل کے تحسین یا مخالفت اور تحلیل یا تحریم روا نہیں ہے ورنہ اسی آیت کی وعید میں داخل ہوگا۔ ہمارے زمانہ میں ایسے لوگ ہیں کہ قیاس درکنار اُس کے شرائط و آداب کی رعایت بہت مشکل ہے اُن کے نزدیک باب اجتہاد بہت آسان ہے پس ایک گروہ اس طرف ہے کہ بہت سی نئی باتوں کی نسبت اچھے و حلال و ثواب کا کام ہونے کا حکم لگاتے ہیں اور اپنے قیاس کو جو کسی طرح شرعی نہیں ہے حجت شرعی قرار دیتے ہیں۔ دوسرا گروہ ہے کہ دلائل شرعیہ یعنے احادیث کو اپنے واسطے اجتہاد کرنے کے لیے ہر وقت بالکل سہل کر لیا ہے حالانکہ یہ باب اجتہاد بہت مشکل ہے اور لازم یہ تھا کہ ہر مسئلہ اجتہادی کے تعلقات کو ابواب فقہ کے ساتھ مرتبط کرتے اور دیکھتے کہ کہاں تک اُن کے اوضاع و مبادی اجتہاد سے اُن کے اقوال میں مخالفت پیدا ہوتی ہے اور یقین کرتے کہ مقصود ان افعال سے صرف ثواب طاعت ہو اور یہ اصلی بات ظاہر و باطن کی اصلاح ہی ہے لیکن پر تمام ہمت منحصر رکھتے اور ثواب کے واسطے عبادات شرعیہ پر قائم رہتے اور خود اجتہاد کی تکلیف مالایطاق

سے بچتے یا اول فریق اپنے قیاس کی ضلالت سے دور رہتے کیونکہ دین میں ثواب عظیم کے لیے بہت امور موجود ہیں کچھ اُن کے قیاسی فعل کی حاجت
نہیں ہے بالجملہ اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا کہ بدون لیاقت استدلال شرعی کے کسی امر پر اپنی زبانی وصف سے جھوٹا حکم مت لگاؤ کہ یہ حلال ہے
اور یہ حرام ہے۔ لِتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ۔ جس کا انجام یہ ہو کہ تم جھوٹ افترا باندھو اللہ تعالےٰ پر حالانکہ اُس کی طرف سے کوئی سند
تمہارے پاس اُس کے واسطے نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ مجتہد سے بھی خطا ہوتی ہے تو اُس نے بھی جھوٹ باندھا جواب یہ ہے کہ نہیں بلکہ اُس نے
اللہ تعالےٰ ورسول و اجماع اُمت سے اپنی کوشش خوب صرف کر کے حکم نکالا اپنی طرف سے بلادلیل نہیں کہا تو وہ معذور ہے اسی واسطے
حدیث میں مجتہد خطا کرنے والے کے واسطے بھی ایک ثواب ہے اور مجتہد صواب کے لیے دو نا ثواب ہے اور معلوم ہو چکا کہ اس قول سے صرف
ثواب مقصود تھا وہ ہر طرح حاصل ہے کیونکہ سوائے اعتقادیات کے جو روح کے ساتھ ہیں اُن اعمال کا ثواب باقی رہیگا وہ ہر طرح حاصل ہے
اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ۔ جو لوگ کہ اللہ تعالےٰ پر دروغ باندھتے ہیں فلاح نہیں پاتے ہیں کسی قسم کا نہ دنیا
میں اور نہ دین میں۔ رہا دنیا تو نہایت حقیر و چند سانس کی ہے اس میں سے بھی اس شخص کا حصہ بہت خفیف ہے چنانچہ فرمایا۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ
یعنے دنیا میں متاع قلیل ہے چند روز تمتع اٹھا کر آخر موت ہے اور رہا آخرت میں۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ اور اُن کے لیے عذاب دردناک
ہے۔ حدیث کا مضمون ہے کہ تمام عیش کے ساتھ جو دنیا میں رہا جب عذاب آخرت سے کچھ مزہ چکھیگا تو اُس کو یاد نہ رہیگا کہ اسپر کبھی راحت گذری
اور جس نے وہاں کے عیش سے چکھا اُس کو دنیا کی تکلیف کبھی یاد نہ ہوگی پھر یہ عذاب دائمی ہے اور دنیا تو چند سانس تھی۔ پھر واضح ہو کہ یہود و نصاریٰ
میں یہ آفت پھیل گئی تھی بلکہ اب تک ہے کہ اُن کے علما جسکو چاہتے حرام و جسکو چاہتے حلال کرتے اور لوگ عوام اپنے معتقدوں کے حکم پر چلتے
تھے یعنے اُس کو مختار جانتے کہ وہ جو چاہے حکم دے مثلاً وہ چاہے ایک قوم پر سے روزہ معاف کر دے یا دوسرے مہینہ میں مقرر کر دے لیکن یہود
اوپر جو کچھ حرام کیا تھا اسکو ذکر فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا

اور جو لوگ یہودی ہیں اُنپر ہم نے حرام کیا تھا جو تجھ کو سُنا چکے پہلے اور ہم نے اُنپر ظلم نہیں کیا پر اپنے

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ

اوپر آپ ظلم کرتے تھے پھر یوں ہے کہ تیرا رب اُن لوگوں پر جنھوں نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی اُس کے پیچھے

۱۵ ع ۹ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

اور سنوار پکڑی تیرا رب ان باتوں کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا۔ یعنے فقط یہودیوں پر نہ اوروں پر۔ حَرَّمْنَا۔ ہم نے حرام کر دیا۔ مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ۔ وہ جو
ہم نے تجھ پر نازل کر کے بیان کیا اس سے پہلے حسن رح نے کہا یعنے سورۂ انعام میں اور قتادہ نے پڑھا کہ جہاں یہ فرمایا وعلی الذین ہادوا
حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم الآیہ پھر حرام کر دینا یا تو اس جہت سے ہوتا ہے کہ اُس چیز میں خواہ جسم کے واسطے یا روح قلبی و اسرار باطنی کے
واسطے ضرر ہے اور یا اس وجہ سے کہ جن لوگوں پر کچھ حرام کیا وے سرکش و خود رائے ہیں تو اُنپر سختی لے لیے تکلیف بڑھا دی اور ہمارے سید رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو آگاہ کر دیا کہ لن یشاد الدین احد الا غلبہ۔ یعنے دین میں کوئی شخص شدت اُٹھانے پر آمادہ نہ ہوگا مگر کہ دین ہی اسپر
غالب آجائیگا۔ یعنے چاہیے کہ دین میں آسانی رکھو سختی مت لادو جیسے بعضے وہمی لوگ ذرا ذرا سی بات پر حرام و مکروہ کرنے لگتے ہیں اور بعد
چند مدت کے ایسی سختی سے تھکا کر اُس کے خلاف کرتے ہیں تو اُن کے اعتقاد کے موافق اُنپر وہی سختی ہوگی جیسے یہود نے حدیث تجاوز کیا تھا اسلئے
فرمایا۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ۔ اور ہم نے اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ دین و آخرت کے واسطے تحصیل کی راہ اُنپر آسان رکھی تھی۔ وَلٰكِنْ لیکن وے لوگ

اللہ تعالیٰ عزوجل کی عبودیت میں سر تسلیم پر نہیں رکھتے تھے۔ کانوا انفسہم یظلمون۔ خود ہی اپنی جانوں پر ستم کرتے تھے چنانچہ اول کی آیت میں فرمایا۔ جزینا ہم ببغیہم وانا لصادقون یعنی ہم نے اُن کو یہ بدلا دیا تھا اُن کی خود درانی سرکشی و حد سے تجاوز کرنے کا اور ہم سچے ہیں۔

واضح ہو کہ شیخ ابن الہمام نے حاشیہ ہدایہ میں یہ مسئلہ لکھا کہ شرع میں جہاں کئی طرح جائز ہے اُن میں سے آسان طریقہ اختیار کرنا اور ڈھونڈھنا جائز ہے یا چاہیے کہ مشکل تلاش کرے پھر اُس کی توضیح میں کلام کرنے کے بعد تحقیق یہ لکھی کہ آسان ڈھونڈھنا جائز ہے بلکہ بدلیل احادیث ایسا امر کو مستحب ہونا چاہیے۔ اور بعض علماء نے مفتی کے حق میں ادب لکھا کہ لوگوں پر آسان فتوے دے اور خود اُس کو اختیار ہے کہ زیادت ثواب کے لیے جو طریقہ چاہے اختیار کرے۔ اگر کوئی کہے کہ مترجم نے سابق میں لکھا کہ بدلیل قولہ تعالیٰ وامر قومک یاخذوا باحسنہا یعنی اے موسیٰ اپنی قوم کو حکم دے کہ توریت میں سے جس طرح احسن ہے اُس کو اختیار کریں اور یہاں لکھا کہ آسان لینا مستحب ہے تو جواب یہ ہے کہ جو شخص خلوص رکھتا ہے جب اُس نے دیکھا کہ یہ آسان میں اچھی طرح ادا کر سکتا ہوں تو یہی اُس کے لیے احسن ہے بہ نسبت اُس سخت کے جو بُری طرح ادا کرے گا۔ اور مترجم کا مقصود یہ بھی تھا کہ اہل ایمان اپنے افعال میں سے جو آسانی سے کر سکتے ہیں اور یہ باعتبار اشخاص کے مختلف ہے بعض کسی طریقہ کو آسانی سے کر سکتا ہے اور دوسرا دوسرے کو بہر حال جو اُس پر آسان ہو اُن میں سے احسن اختیار کریں مثلاً ایک شخص ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مدح میں قصیدہ کہہ سکتا ہے اور نیز درود شریف بھی پڑھ سکتا ہے تو اُس کو چاہیے کہ درود شریف پڑھنے میں وقت کی برکت عظیم حاصل کرے کیونکہ یہ اس سے احسن اور نہایت مثمر ثواب و محبوب ہے اور جیسے ایک شخص عالم کو وقت ملتا ہے جس میں وہ درود پڑھ سکتا اور یا طلبہ دین کو حدیث شریف کی تعلیم بھی کر سکتا ہے تو اُس کو چاہیے کہ پڑھانا اختیار کرے کہ اس میں زیادہ خوبی و فضیلت ہے۔ پھر واضح ہو کہ ناشکری و نافرمانی و سرکشی وغیرہ حتیٰ کہ کفر و شرک جو کچھ آدمی سے سرزد ہو گیا اور یہ عمدًا اُس کی نادانی سے ہوا تو اس سے وہ کبھی توبہ سے مایوس نہیں ہے بلکہ توبہ کرکے رجوع لاوے تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے چنانچہ ارشاد فرمایا۔ ثم ان ربک للذین عملوا السوء بجہالۃ۔ پھر بلاشبہ تیرا رب اُن کے حق میں جنھوں نے بدکاری کی جہالت سے کر لیا ہو۔ یہاں اپنے کرم سے بندوں کا عذر بھی فرما دیا کہ اس سے نادانی میں سرزد ہوا اور حقیقت یہ ہے کہ ہر شخص نادانی سے بدکاری کرتا ہے ولیکن دانائی کی خواہش نہ کرنا ایسا کہ ہو جانا اُس کے واسطے غضب ہے پس جس نے نادانی سے بدکاری کی۔ ثم تابوا من بعد ذلک۔ پھر اُس کے بعد اُنھوں نے توبہ کی یعنی اپنی بدکاری کی حالت بدلی اور چھوڑ کر حق تعالیٰ کی طاعت کی طرف رجوع لائے۔ واصلحوا۔ اور اپنی آپ اصلاح کی یعنی وہ بد اعمال چھوڑ کر اُن کے بجائے نیک اعمال کیے۔ ان ربک من بعدہا لغفور رحیم۔ بیشک تیرا رب اُس کے بعد غفور رحیم ہے۔ اُن کو بخشیگا اور اُن پر رحمت فرماویگا۔ اگر کہو کہ کافر اگر کفر چھوڑے تو ابھی مقبول نہ ہوگا جب تک نیک کام نہ کرے تو جواب یہ ہے کہ نہیں بلکہ توبہ اُسی وقت قبول ہوگی بفضل الٰہی کیونکہ کفر چھوڑنا اور لا الٰہ الا اللہ کہنا یہ سب سے بڑا نیک عمل ہے اور توبہ کرنا یہ اصلاح ہے پس معلوم ہوا کہ توبہ کرنے کے بعد جو اصلاح کرنا بیان فرمایا ہو یہ تاکید و توضیح ہے اور فائدہ یہ ہے کہ توبہ وہ ہو جو اصلاح ہے اور بعضے لوگ ظاہر میں توبہ استغفر اللہ کہتے ہیں حالانکہ دل میں چھوڑنے کا عزم نہیں یا فقط زبانی لفظ ظاہر میں ہے تو یہ خود ایک بد کام اور فساد ہے نہ اصلاح پس جس نے توبہ کی مقبول ہے اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے بہت راضی ہوتا ہے اُس سے زیادہ جیسے کسی مسافر کا اونٹ ریگستان بیابان میں جس پر اُس کا کھانا پانی تھا جسکو وہ ایک پیڑ کے نیچے اُتر کر باندھ کر سو گیا تھا جاگا تو وہ گم ہو گیا ہے پس ادھر اُدھر تلاش کی کہیں نہ ملا آخر مایوس ہو کر مرنے پر آمادہ ہوا کہ اسی پیڑ کے نیچے مر جاوے اس غم میں پھر اونگھ گیا جب آنکھ کھلی تو وہ اونٹ پھر کر وہیں آ گیا ہے پس اُس کو جیسی کچھ خوشی ہوگی اُس سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے خوش ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہو جاتا ہے جیسے وہ شخص جس نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ ف۔ فی الحسن قولہ تعالیٰ ثم ان ربک للذین عملوا السوء بجہالۃ۔ یعنی صفات الٰہی عزوجل و قہر و لطف سے نادان رہ کر اُنھوں نے بُرا سب

نفس کی پیروی کی اور وساوس شیطانی کو دل میں اچھا سمجھکر جگہ دی حالانکہ یہ وسواس بالکل قہر تھا ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا۔ پھر جب
اُن کو سوجھ بوجھ ہوئی اور مکائد شیطانی دیکھے اور نفس کو پہچانا اور اپنی خطاکاری وجہالت کو جانا پس اپنی گذشتہ بدکاریوں و عمر تلف ہوجانے
پر نادم ہوئے اور جو بگاڑا تھا اب جسقدر وقت باقی ہے اُسی میں اُس کی اصلاح کی اور پورا تقویٰ وطہارت اور نہ میں کوشش کی اور غفلت
میں جو عمر گذری اُس پر نادم رہے تو اللہ تعالےٰ اُن کو استقامت عطا فرماتا ہے کہ اُس کی طاعت کی نعمت عظیمہ حاصل کریں اور اُن کو قہر سے
محفوظ فرماتا ہے۔ ان ربک من بعدہا لغفور رحیم۔ اُن کے واسطے مغفرت افعال سابقہ فرمائی خواہ اس طرح کہ اُن گناہوں سے تجاوز فرمایا
اگرچہ بندے نے خود وہ اوقات ضائع کیے ہیں خواہ اس طرح کہ ان اوقات کو نیکیاں کر دیا اور یہ بات بندے کی ندامت پر ہے اور اللہ تعالیٰ
عز وجل ارحم الراحمین ہے پھر اس مغفرت کے ساتھ اُن پر رحمت کاملہ عطا کی یعنی آیندہ اُن کو وساوس وقہریات سے محفوظ فرما کر طاعات پر مستقیم
کر دیا۔ شیخ سہل رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ کی نافرمانی وگناہ جس سے ہو جہالت ہی سے ہوگا اور جہالت بہت ایسی ہوتی ہے کہ اُس سے دانائی
سوجھ جاتی ہے جہل سے علم پیدا ہو جاتا ہے اور یہی توبہ کی کنجی ہو جاتا ہے اور توبہ کے بعد نیکی کرنا توبہ کی صحیح ہونے کے لیے ضرور ہے اور جس نے بہت جلد
اپنی توبہ کو نیکیوں سے صحیح نہ کر لیا اُس کی توبہ پھر بگڑ جاتی ہے کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے ثم تابوا من بعد ذلک واصلحوا پس اصلاح ضرور ہے۔
پھر حق تعالےٰ نے اپنے خاص بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حال فرمایا کہ عرب ونیز یہود ونصاریٰ انھیں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور
وہ کس طرح تنہا تمام کافروں میں توحید وطاعت پر تھے فقال عز وجل

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ شَاكِرًا لِأَنْعُمِهِ ط

اصل ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا حکم بردار اللہ کا ایک طرف کا ہو کر اور نہ تھا شریک والوں میں حق ماننے والا اُسکے احسانوں کا

اجْتَبَاهُ وَهَدَاهُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝ وَآتَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ۝

اُس کو اللہ نے چن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر اور دی دنیا میں ہم نے اُسکو خوبی اور وہ آخرت میں اچھے لوگوں میں ہے

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

پھر حکم بھیجا ہمنے تجھکو کہ چل دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا شریک والوں میں

ان ابراہیم کان امۃ۔ یعنی ابراہیم ایک اُمت تھا۔ واضح ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وقت میں تنہا پیغمبر ومومن موحد
تھے اور باقی سب کافر تھے پھر ابراہیم کو اُمت فرمایا۔ حالانکہ امت ایک گروہ ہوتا ہے اور امت لفظ مونث ہے اگرچہ معنے میں مذکر کو شامل ہے
بلکہ اصل ہے تو بعض علماء نے کہا کہ یہ کرامت ابراہیمؑ کی ہے کہ تنہا اُن کو ایک امت قرار دیا۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ مرد عالم کو عرب
اُمت کہتے ہیں اور جس شخص میں سب خوبیاں جمع ہوں وہ اُمت ہے۔ واحدی رح نے کہا کہ سلف کے اکثر مفسرین نے کہا کہ اُمت کے معنے یہاں
خیر ونیکی کا سکھلانے والا یہی ابن مسعود رض سے مروی ہے چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے سفیان الثوری سے باسناد اور اعمش سے باسناد نقل کیا۔
اور کہا کہ مالک رح نے کہا کہ ابن عمر رض نے فرمایا کہ اُمت وہ ہے جو لوگوں کو اُن کا دین سکھلاوے۔ اور شعبی نے باسناد خود فروہ بن نوفل سے نقل کیا
کہ ابن مسعود رض نے فرمایا کہ معاذ ایک اُمت تھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید حضرت ابن مسعود رض نے غلطی سے بجائے ابراہیم کے معاذ کہدیا
بن جبل صحابی معروف رض
پھر خود فرمایا کہ تو اُمت جانتا ہے میں نے کہا کہ اللہ تعالےٰ دانا ہے فرمایا کہ امت وہ شخص جو نیکی سکھلاوے اور معاذ ایسے ہی شخص تھے۔ شیخ ابن جریر رح
نے اس کو کئی وجہ سے ابن مسعود رض سے روایت کیا ہے۔ بالجملہ ابراہیمؑ کی اُمت ہونے کے معنے یا تو یہ کہ خیر کے سکھلانے والے تھے یا نیک خصلتوں کے
جامع تھے یا آنکہ اللہ تعالےٰ کے شرائع کے عالم تھے۔ مجاہد رح سے مروی ہے کہ تنہا مومن تھے اور باقی سب کافر تھے لہذا اُن کو اُمت فرمایا۔ جیسے
آنحضرت صلعم نے زید بن عمرو بن نفیل کے حق میں کہا کہ اُس کو اللہ تعالےٰ تنہا ایک امت اُٹھاوے گا کیونکہ اُس نے جاہلیت والوں کو چھوڑ دیا تھا

قتادہ رح نے کہا کہ امت یعنی امام ہادی تھے اور اسی کو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہے اور یہ جیسے اللہ تعالے نے ابراہیم کے واسطے فرمایا
انی جاعلک للناس اماما۔ یعنے جس کی پیروی کر کے لوگ خیر حاصل کرتے ہیں شیخ ابن الجوزی نے ابن الانباری سے نقل کیا کہ آیت کریمہ میں
اُمت ایسا ہے جیسے عرب بولتے ہیں کہ فلان رحمۃ وعلامۃ اور یہاں تانیث لفظی سے قصد یہ ہوتا ہے کہ اس صفت میں وہ سب مراتب کو جامع
اور بدرجہ انتہا پہونچ گیا ہے کیونکہ مراتب کے مجموعہ کو تانیث لفظی سے تعبیر کرنا معروف ہے اور عرب اسمائے جمع کو جمع و واحد دونوں پر لاتے
ہیں اور مثال اس کی قولہ تعالے فنادتہ الملائکۃ۔ الآیۃ کہ جمع سے مراد جبرئیل فقط ہیں کیونکہ انہیں نے مریم کو منادی کی تھی اور ابراہیم اسواسطے
اُمت ہوئے کہ اللہ تعالے نے ان میں صفات فضائل واخلاق خیر وسمات حمیدہ سے ایک مجموعہ جمع کر دیا تھا جو متفرق ایک اُمت میں پایا جاوے
بالجملہ حضرت ابراہیم کے اوصاف میں سے فرمایا کہ کان امۃ ایک اُمت تھا۔ قَانِتًا لِلّٰهِ۔ قانت یعنی مطیع واسطے اللہ تعالے کے یعنے اس کی حکموں پر
قائم۔ حضرت ابن مسعود رض نے ہر ایک قانت کی تعریف میں کہا کہ جو اللہ تعالے واس کے رسول کی اطاعت میں قائم ہو۔ ابن عباس رض نے کہا
کہ اسلام پر قائم تھے اور اُن کے وقت میں اُن کی قوم کا کوئی شخص اسلام پر سوائے اُن کے نہ تھا اسی واسطے اُن کو امت قانت فرمایا انس بن مالک رض
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ نہیں کوئی بندہ جس کے واسطے ایک اُمت گواہی دے یعنے وہ مسلمان تھا مگر آنکہ اللہ تعالے
اُن کی گواہی اُس کے حق میں قبول فرماتا ہے اور امت ایک مرد سے لے کر زیادہ تک ہیں اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ان ابراہیم کان امۃ۔ رواہ ابن مردویہ
حَنِيْفًا۔ یعنے حنیف تھا اور حنیف وہ ہے کہ باطل دینوں وراہوں سے اپنے قصد سے مڑ کر دین حق میں آوے۔ خلاصہ یہ کہ ابراہیم اُمت تھے اور
اللہ تعالے کے مطیع تھے اور سب گمراہوں سے منہ موڑ کر حق تعالے کی طرف رجوع لانے والے تھے۔ چونکہ قریش کے مشرک اور یہود ونصاریٰ
باوجود شرک وبداعمالیوں کے ابراہیم کو اپنے طریقہ پر سمجھتے اور اس کا صریح رد تو اللہ تعالے نے سورہ آل عمران میں کر دیا ہے یہاں بھی تردید کی
بقولہ۔ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اور وہ نہ تھا مشرکوں میں سے یعنے مشرک ہونا تو درکنار وہ مشرکوں میں سے کبھی نہ تھا۔ لم یکن کا نون کثرت
استعمال سے خلاف قیاس گر گیا۔ غرضکہ وہ خالص موحد تھا بچپن سے آخر عمر تک۔ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ۔ شکر کرنے والا تھا اللہ تعالے کی تمام
نعمتوں کا جو اُس پر فرمائی تھیں۔ واضح ہو کہ سابق میں تحقیق گزری کہ حقیقت میں شکر الٰہی عز وجل ادا نہیں ہو سکتا پس مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالے
کی طاعت میں قائم اور شکر الحمد للہ کرتا رہتا تھا جسکو اللہ تعالے نے قبول کیا اور شاکر قرار دیا۔ اِجْتَبٰهُ۔ اللہ تعالے نے اُس کو چن لیا یعنی
نبوت کے واسطے خاص کیا اور یہ روز ازل میں بعلم الٰہی ہو چکا تھا اس کا ظہور دنیا میں ہوا۔ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ اور اسکو راہ مستقیم
یعنے اسلام ودین حق کی ہدایت دی۔ یہ ہدایت اپنی طرف سے بدون واسطہ کسی نبی کے دی تھی جیسا کہ قولہ تعالے ہم نے آتینا الآیہ کے اوپر سے
بیان فرمایا ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُ فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً۔ اور دی تھی ہم نے اُس کو دنیا میں خوبی۔ یعنے خوبی خصلت یا خوب حالت۔ ظاہر یہ ہے کہ
بدون بدی کے خوبی عام طور پر صادق تھی۔ بقول بعض وہ اولاد صالح ہے۔ واضح ہو کہ شیخ سیوطی نے مبہمات میں اقوال نقل کیے کہ ان کی اولاد
بارہ تھی یا آٹھ ولیکن حضرت اسمٰعیل واسحاق معروف پیغمبر ہیں۔ بقول بعض حسنہ تعریف خوب ہے یعنی اُن کے بعد والے قیامت تک اُن کے
حق میں ثنا وصفت کرتے ہیں جب تک کوئی مسلمان باقی ہے۔ بقول بعضے یہ تشہد میں درود کے اندر ہے بقولے زبان صدق۔ بقولے قبولیت
عام کہ تمام اُمتیں اُن کو مانتی ہیں۔ عمدہ یہ ہے کہ حسنہ اُن تمام خوبیوں کو مع عمر طویل وسعت رزق وغیرہ شامل رکھا جاوے۔ غرضکہ اُس کو دنیا
میں سراسر خوبی عطا کی۔ وَاِنَّهٗ فِى الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اور وہ آخرت میں صالحین سے ہے یعنی جنت میں اعلیٰ مقامات میں ہے۔
اگر وہم ہو کہ یہ سراسر خوبیاں اُن کے بعد کسی پیغمبر میں ہوئیں۔ جواب یہ ہے کہ یہاں نفس خوبیاں حاصل ہیں اور خوبیوں میں سب سے اعلیٰ
درجہ جن کے ذریعہ سے سب سے افضلیت ہو وہ فقط محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص ہو گیا تھا بدلیل احادیث واللہ اعلم پھر بجملہ فضائل
حضرت ابراہیم اپنے بندہ خاص کے فرمایا۔ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا۔ یعنے پھر یہ بیان ہے کہ اے محمد

تجھ کو وحی فرمائی کہ ابراہیم حنیف کی ملت پر اتباع کر یعنی باوجودیکہ تو سید اولاد آدم و افضل الانبیاء و امام المرسلین و افضل الخلائق اجمعین ہے ہم نے
ابراہیم کا مرتبہ بڑھانے کو تجھے اُس کی ملت پر چلنے کا حکم دیا پس تیری ملت وہی ملت ابراہیم ہے۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۔ اور ابراہیم تو
مشرکوں میں سے نہ تھا۔ اس میں صریح مشرکوں کو خوار کر دیا جو اپنی کجروی کو جو شرک و کفر کی نجاسات سے آلودہ تھی ملت ابراہیم بتلاتے تھے۔ ملت
و دین درحقیقت ایک ہی چیز ہے ولیکن شرع الٰہی بہ نسبت رسول کے جو اُس کو پہونچاتا ہے ملت ہے اور بہ نسبت اُمتیوں کے جو اس پر عمل کرتے ہیں
دین ہے۔ پھر ملت سے کیا مراد ہے جس کی پیروی کا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے بقول بعضے وہ توحید و اُس کی طرف دعوت ہے۔ شیخ
ابن جریر رح نے کہا کہ بتوں سے بیزاری اور حق تعالیٰ کی طرف بالکل جھکنا بطریق اسلام۔ واضح ہو کہ بت وہ ہر چیز ہے جو لہو و لعب سے اللہ تعالیٰ
سے غافل کر دے۔ ابو السعود رح نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ مراد اصول و عقائد و اکثر فروع ہیں سوائے ایسے اعمال فروع کے جو بمقتضائے زمانہ تبدیل
کیے گئے ہیں۔ بقول بعضے تمام شریعت ہیں سوائے اس قدر کے جو منسوخ ہو۔ اگر وہم ہو کہ ابراہیم کی اتباع ملت کا حکم ہوا تو وہی افضل ہوئے۔ جواب
اس کا قرطبی رح نے لکھا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ افضل کو اپنے سے مفضول کی پیروی کرنا روا ہے ایسی بات میں جو صواب کی طرف مؤدی ہو
اور افضل پر کوئی نقص نہیں آتا کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم بالاتفاق جماعہ انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں باوجودیکہ قولہ تعالیٰ فبهداهم اقتده۔ سے
آپ کو اقتدائے انبیاء کا حکم ہوا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ اصلی فضل و کرامت اللہ تعالیٰ کی مقبولیت ہے اور مقبولیت الٰہی اُس کے
علم و حکمت قدیم کے مطابق ہے وہاں کسی شخص کے فعل و طاعت کو یا کسی علت و سبب کو دخل نہیں ہے چنانچہ جسکو سب سے افضل کیا وہ اُسی
وقت سے افضل ہے جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم اور علیٰ ہذا درجہ بدرجہ مراتب انبیاء علیہم السلام متفاوت ہیں تو ظاہر ہو گیا کہ جو افضل ہے
چاہے وہ کسی ملت پر ہو افضل ہے اور افضلیت کو اُس سے کوئی تعلق نہیں ہے ہاں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اپنے خاص بندہ کیواسطے محبوب طریقہ اختیار
فرماتا ہے معلوم ہوا کہ وہ ملت ابراہیمی ہے فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ان ابراہیم کان امة قانتا الآیہ۔ ابراہیم باعتبار حقائق کے آدم
ثانی ہیں یعنے اللہ تعالیٰ نے اُن کو پیدا کیا بدیدار جمیع صفات و استیلاء انوار ذات جلت عظمتہ پس تجلی فرمائی قدم کے ساتھ از راہ ذات کے
اور بقاء کے ساتھ از راہ صفات کے اور اسماء و نعوت سے برسم افعال یہ سب تجلی اس کی روح و قلب و عقل و سر کے واسطے واقع ہوئی پس موجود
بوجود حق ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نور کے لیے مشکوٰۃ ہوئے اور تجلی الٰہی سے ایک نور ہوئے اور متخلق بخلق حق و موجود بلطف و مقدس باقدس و خلیل
بخلت ازلی و حبیب بمحبت لم یزلی اور مصطفیٰ باصطفائے الٰہی ہوئے اور وصف بصیر و سمیع و متکلم سب بصفات حق عز و جل انھیں پائے گئے پس وہ
عالم میں عین الحق تھے اور بطن آدم سے اُن کا خمیر تھا پس جو اوصاف سب میں جمع ہوئے وہ ان میں تنہا تھے اسی سے وہ ایک امت تھے
اور مطیع بعبودیت اور آزاد بحنیفیت کہ سوائے جمال حق عزوجل کے کسی طرف مائل نہ تھے لہٰذا فرمایا۔ ولم یک من المشرکین۔ یہ بات کچھ اللہ تعالیٰ
کی قدرت سے دور نہیں کہ عالم کو ایک میں جمع کر دے پھر مزید وصف فرمایا بقولہ شاکرا لانعمہ اجتباہ وہداہ الی صراط مستقیم۔ شکر نعمت اس طرح
کہ جو مراد حق عزوجل تھی اُس کے واسطے اپنے نفس کو فدا کر دیا اور منجملہ طاعت کے تھا کہ اُس کی مراد کے موافق اپنے فرزند کو ذبح کیا اور اُس کی
بلا پر صابر اور اُس کے حکم قضاء پر راضی غرضکہ شاکر بندہ کر دیا۔ اجتباء ازلی تھی کہ خلیل کیا اور اپنی معرفت کی راہ دی اور بکمال استقامت کے
ساتھ پورا کیا۔ قانت۔ وہ ہوتا ہے کہ مقام انس میں اُس کا قلب اپنے رب عزوجل کے ساتھ مطمئن رہا حنیف وہ ہے جس کا دل قدس کی
صفت کے ساتھ مرید رہا ہو۔ بعض بزرگوں نے کہا کہ امت کے یہ معنے کہ خیر کا معلم اور نیکی پر عامل ہے اور بعض نے کہا کہ قانت وہ ہے جو یاد سے کبھی
غافل نہ ہوا اور حنیف وہ ہے جو اپنے کسی عمل کو کسی شرک خفی وغیرہ سے مخلوط نہ کرے۔ بعض نے کہا کہ یہاں شرک سے پاک کرنے میں یہ بھی شامل
ہے کہ ملتا یا نہ ملتا اور نفع و ضرر وغیرہ ایک ہی طرف سے دیکھتے تھے۔ واسطی رح نے کہا کہ شکر نعمت یہ ہے کہ قبول قضاء و قدر کو خوشی سے
کیا نہ بکراہت سے۔ شیخ ابو عثمان نے کہا کہ شاکر نعمت کی شان سے ہے کہ وہ اپنے شکر کو ایک جدید نعمت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیکھتا

اس طرح کہ اُسی نے اُس کو شکر کی توفیق دی تا کہ جان جاتا ہے کہ ہر شکر کی نعمت سے ادائے شکر محال ہے اور فضل الٰہی نہایت وسیع ہے اُس نے محض فضل سے اُس کو اپنی بیشمار مخلوق میں سے شکر کی توفیق دی اور اُسپر ہدایت کا احسان کیا یہ جانتا رہے کہ ہدایت اللہ تعالےٰ کی طرف سے اُسکے واسطے محض فضل سے سابق ہو چکی تھی وہاں اُس کی کوشش کو کچھ دخل نہ تھا۔ بعض نے کہا کہ قنوت جس کے واسطے عطا ہو وہ قانت ہے اور قنوت یہ کہ ہمیشہ حق کے ساتھ قائم رہے اور حنیف وہ ہے جو دین میں استقامت کے درجہ پر ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنا مزید فضل ظاہر فرمایا بقولہٖ وآتیناہ فی الدنیا حسنۃ الآیہ۔ دنیا میں نبوت و رسالت و خلت کا درجہ عظیم دیا اور آخرت میں کمال نعمت ہے کہ ہمیشہ بلا حجاب اُس کو دیدار میسر ہو گا کیونکہ ایسے اوصاف کے واسطے یہ انعام لائق ہے کہ قرب و جوار میں منزلت عالی پاوے۔ اسی واسطے بعض مشائخ نے کہا کہ دنیا میں خوبی جمع کرنے سے یہ نتیجہ ہوا کہ آخرت میں مرتبہ قرب عطا ہو گا۔ بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جیسے مومن بندوں کے دونوں کو معاملات کے واسطے اصلاح پر پیدا فرمایا ہے اپنے انبیاء کو قرب و دیدار دوام کے لیے مخلوق فرمایا ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ یہ فقط خلت ہے وہ اپنے بندوں کا آپ متولی ہو یہاں سے اسی کی طرف جذب ہیں۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ دنیاوی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ بالکل اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے ہو گیا اور غیر کے لیے جگہ نہ رہی پھر آخرت کی خوبی بیان کرنے کی مجال کسی کو کہاں سے حاصل ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ابراہیم کو ہمارے پیغمبر محمد صلے اللہ علیہ وسلم و جملہ انبیاء علیہم السلام کا امام کر دیا تو تمام اُمت کے واسطے بدرجہ اعلےٰ امام ہیں لقولہ تعالےٰ ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم الآیہ ملت کا تمکہ صرف ظاہری حرکات و اعمال سے نہیں جب تک کہ باطنی نیات و خصال جمع نہ ہوں پھر ظاہری تو معلوم ہیں اور ان میں فقط عمل کی صورت میں بندگی پر قیام ہے اور جس قدر اللہ تعالےٰ نے چاہا منسوخ و مبدل فرمایا ہے ولیکن باطنی حصہ ہمیشہ برقرار ہے اور وہ خلت و محبت و رضاء و تسلیم و سخاوت و وفاء اور کرم ذاتی ہے۔ واضح ہو کہ ابتداء سے وحی آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ تھی جس سے اپنے خلیلؑ کو برگزیدہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ درجات آخرت میں فضل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے کیونکہ آپ کی ابتداء تو متابعت خلیلؑ ہے گویا آپ کی ابتداء درجہ خلت ہے پھر آپ کی انتہاء کمال تجرید توحید ہے۔ یہاں سے واجب ہے کہ مرید اپنے شیوخ کا ادب رکھے اور اُن کے واسطے تواضع ملحوظ رہے اگرچہ اللہ تعالےٰ اُس کو بڑا مرتبہ دیدے چنانچہ شیخ دینوری رح نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب اکرم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اتباع خلیل کا حکم دیا کہ پھر کسی کو شیطان وسوسہ نہ دلاوے کہ اتباع سے سرکشی کرے اور ملت ابراہیم سخاوت و نیک خلق ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مزید لطف یہاں تک ہوا کہ حق تعالےٰ کے واسطے دونوں جہان ترک کیے پس اللہ تعالےٰ نے فرمایا وانک لعلیٰ خلق عظیم اور یہ فضل و رحمت الٰہی ہے جو اُس نے اپنے علم قدیم میں مقرر فرمائی واللہ تعالےٰ واسع علیم۔ الٰہی فضل میں سے ہر ایک اُمت کو حصہ ہے چنانچہ یہود کا حال فرمایا

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ہفتے کا دن جو ٹھہرایا سو انہیں پر جو اس میں پھوٹ گئے اور تیرا رب حکم کریگا ان میں قیامت کے دن

فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

جس بات میں پھوٹ رہے تھے

إِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ۔ یہی ہے کہ کر دیا گیا سنیچر ان لوگوں پر جنھوں نے اختلاف کیا اس میں۔ اس کے معنے یا تو یہ ہیں کہ سبت یعنی سنیچر کا وبال اُن لوگوں پر ڈالا گیا اور وہ فقط یہود ہیں پس کسی اور قوم پر نہیں ہے۔ یا یہ معنے ہیں کہ سنیچر کا فرض ہونا صرف یہود پر ہوا۔ چونکہ دونوں معنے واقع ہوئے ہیں اور کلام میں دونوں معنے ظاہر ہوتے ہیں اس لیے دونوں لکھ دیے گئے۔ پھر واضح ہو کہ یہود نے اس میں اختلاف کیونکر کیا۔ تو بیان اُس کا خود یہود کی روایات سے لیا گیا مگر اُنھوں نے مختلف وجوہ بیان کیے چنانچہ علماء نے لکھا کہ ایک تو یہ بیان ہے کہ موسیٰؑ نے یہود کے واسطے ہفتہ کے دنوں میں سے جمعہ کا روز معین کر دیا اور یہود کو آگاہ کیا کہ باقی ایام سے افضل ہے مگر

یہود نے جھگڑا کیا کہ اللہ تعالے نے جمعہ کو بھی مخلوق پیدا کی اور آدم کا داخل ہونا و نکلنا ہوا اور سنیچر کو کچھ نہین پیدا کیا تو یہ دن اس کی عبادت کے لیے اچھا ہے پس اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر موسیٰ کو وحی کی کہ اچھا تو اُن کو اُسی روز پر چھوڑ دے جو اپنے لیے پسند کرتے ہین اور شریعت توریت مین متحکم کر دیا کذا ذکرہ الحافظ الامام رح۔ مترجم کہتا ہے کہ اکثر جاہل یہودی بلکہ اُن کے عالم بھی یہ اعتقاد کرتے ہین کہ سنیچر کو اللہ تعالے نے تھاک کر عرش پر آرام کیا اور اُس کی صورت بھی بتلاتے ہین مگر ایسے کلمات کا لکھنا بھی بے ادبی ہے اللہ تعالے جل جلالہ ایسے احمقون کے افترا سے پاک ہے جو مخلوق کے مانند اُس کی پاک شان کے لیے بہتان بکتے ہین اور انتہا سے حماقت یہ ہے کہ بہر چیز مین جو اس کے سوا ہے کچھ قائل نہین ہین دوسری روایت یہ ہے کہ اللہ تعالے نے یہود کو ہفتہ مین سے ایک دن فقط تعظیم عبادت کے واسطے مقرر کرنے کا حکم دیا جسمین اور کچھ کام نہ کرین پس توریت کی شریعت والون نے جو یہود و نصاریٰ دونون ہین باہم اختلاف کیا پس یہود نے تو سنیچر پسند کیا تھا وہ اللہ تعالے نے انپر لازم کیا پھر جب نصاریٰ ہوئے تو انھون نے اتوار مقرر کیا اور سابق کے پسند کو منسوخ کیا حالانکہ نصرانی اسکے قائل ہین کہ سابق مین انبیا مثل موسیٰ و ہارون و داؤد وغیرہم سب انبیاے بنی اسرائیل علیہم السلام بھی سنیچر ہی کی تقریب پر رہے اور وہی شریعت توریت ہوگیا تھا چونکہ اللہ تعالے نے انھین کی راے پر چھوڑا تھا لہذا ہر ایک پر اُس کا پسند کیا ہوا دن لازم کیا پھر امت محمد صلعم کے لیے اپنی رحمت سے جمعہ کا دن مقرر کر دیا اُن کی راے پر نہین چھوڑا پس اصلی افضل دن اُن کو بتلا کر نعمت پوری کر دی۔ صحیحین وغیرہ مین حضرت ابوہریرہ رض کی روایت سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نحن الآخرون ہم لوگ پچھلے۔ السابقون یوم القیامۃ۔ قیامت کے روز اگلے ہین۔ بید انہم اوتوا الکتاب من قبلنا و اوتیناہ من بعدہم۔ اتنا ہے کہ وے لوگ دیے گئے کتاب آسمانی ہم سے پہلے اور ہم کو کتاب دی گئی اُن کے بعد۔ ثم ہذا یومہم الذی فرض علیہم یعنی الجمعۃ۔ پھر یہ اُن کا دن ہے جو اُن پر فرض کیا گیا تھا یعنی جمعہ کی نسبت فرمایا کہ جو روز انپر خالص عبادت کے لیے فرض ہوا تھا وہ یہ دن ہے۔ فاختلفوا فیہ۔ سو انھون نے اس دن مین اختلاف کیا یعنی اپنی کوشش و راے کے اوپر اعتماد کر کے یہ دن نہ پایا۔ فہدانا اللہ لہ پس اللہ تعالے نے ہم کو اس دن کی ہدایت فرمائی فالناس لنا فیہ تبع الیہود غدا والنصارے بعد غد پس لوگ اس مین ہمارے پیچھے ہین یعنی جمعہ ہمارا ہے یہود کل کے روز یعنی سنیچر مین اور نصارے پرسون یعنی اتوار مین۔ حضرت خدیجہ رض سے امام مسلم نے اسکے مانند روایت کیا ہے۔ پھر واضح ہو کہ سبت مین اختلاف کی کیا صورت ہوئی تو مجاہد رح سے روایت ہے کہ مراد تھی کہ جمعہ مقرر کرین اُنھون نے بجاے اس کے سنیچر کو اختیار کیا یعنی ان کے اختیار پر سنیچر ہی لازم کر دیا گیا۔ ابو مالک و سعید بن جبیر نے کہا کہ سنیچر اختیار کر کے اس کو بعض نے رکھا اور بعض نے حرمت توڑ دی موسیٰ نے ایک شخص کو دیکھا کہ سنیچر کو لکڑی کا گٹھا لادے جاتا تھا اُس کی گردن مار دی۔ اور واحدی وغیرہ نے کہا کہ یہودی گمان کرتے تھے کہ سبت بھی ابراہیم کی شریعت مین سے ہے پس اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا انما جعل السبت علی الذین الآیہ۔ یعنی سبت کی شریعت ان لوگون پر کی گئی تھی جنھون نے اس مین اختلاف کیا اور ابراہیم پر یا دوسرون پر اگلی شریعت نہین فرمائی ہے بلکہ ابراہیم سے ایک زمانہ دراز کے بعد بنو اسرائیل پر سبت مشروع فرمایا ہے واحدی رح نے کہا کہ یہ اکثر مفسرین پر مشتبہ ہو یہان تک کہ بعض مفسرین نے کہا کہ یہان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضے یہودی تو سبت کو دیگر ایام سے محترم جانتے اور بعضے اختلاف کر کے اتوار کو محترم رکھتے تھے حالانکہ یہ غلط ہے یہودی اپنے وقت مین سب متفق تھے اس طرح اختلاف نہین کرنے سے یہ دوسری بات ہے کہ بعض نے گناہ کے طور پر اُس دن عبادت نہ کی ہو۔ اور اتوار کو اُس کے بجاے نصاریٰ نے ایک زمانہ دراز کے بعد نکالا ہے۔ بالجملہ شریعت توریت کے احکام مین سے اجتہادی روز سنیچر کا متعین ہو گیا تھا جیسا کہ آثار و اخبار صحیحہ سے ظاہر ہے پھر نصاریٰ نے اُس کو منسوخ کر کے اتوار کیا جیسے ختنہ شریعت توریت مین واجب تھا اس کو متروک کر دیا اور جیسے سور حرام رہا کبھی حلال نہین ہوا اسکو حلال کر لیا حتی کہ ذبح کرنے کی جگہ گردن مروڑنا پھیل گیا۔ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ۔ اور بے شبہ تیرا رب ضرور حکم فرماوے گا ان لوگون یعنی پھوٹ ڈالنے والون مین قیامت کے روز اُن باتون مین جنمین وے اختلاف کرتے رہے۔ یعنی ہر ایک کو اُسکے عمل کی سزا و جزا دیوے گا کیفر

اللہ تعالے نے اپنے رسول محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ تمام لوگون کو راہ حق کیجانب نیک طریقہ سے ہدایت کرین

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّكَ

بلا ۔ اپنے رب کی راہ پر ۔ پکی باتین سمجھاکر ۔ اور نصیحت کرکر ۔ بھلی طرح ۔ اور الزام دے انکو ۔ جسطرح ۔ بہتر ہو ۔ تیرا رب

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝

بہتر جانتا ہے ۔ جو بھولا اس کی راہ سے ۔ اور وہی بہتر جانے ۔ جو راہ پر ہین

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ یعنی دعوت کر اور بلا طرف اپنے رب کی راہ کے یعنی اسلام کی جانب اور جنکو دعوت فرماوین وہ معلوم ہین یعنے عموماً تمام آدمیون کو کیونکہ آنحضرت صلعم کو برخلاف باقی سب انبیاء علیہم السلام کے اللہ تعالے نے تمام مشرق و مغرب یہود و نصاریٰ و مجوس و ہنود و بودہ سب کو اسلام کی دعوت کے لیے مبعوث فرمایا۔ پھر یہ دعوت آپ نے فرمائی یہانتک کہ جو راہ کو مستقیم کردیا پھر آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین و اتباع تا قیامت اس مین آپ کے جانشین ہوئے اور خصوص صحابہ رضہ نے اشاعت دین حق کے واسطے جو کام کیے اللہ تعالے اُن سے راضی ہوا وہ ایسے ہین کہ سبحان اللہ و بحمدہ تمام زمین نور الٰہی سے منور ہوگئی اور تمام قومون پر شفقت و رحمت کی نگاہ رکھتے تھے جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تھی اور جیسے اللہ تعالے نے ارشاد کیا کہ دعوت فرما اے محمد اپنے رب کی راہ یعنی اسلام کی طرف تمام لوگون کو بِالْحِكْمَةِ حکمت کے ساتھ یعنے ایسے کلام کے ساتھ جو محکم اور صحیح و واضح ہو جیسے قرآن پاک ہے اور حضرت صلعم کی حدیث مین ہے کہ مجھے عطا ہوا قرآن اور اسکے ساتھ اُس کی مثل یعنی حدیث شریف۔ اور یہ بھی حدیث مین ہے کہ مین جوامع کلام دیا گیا ہون یعنے ایک بات ایسی جامع کہ اُس سے دین و دنیا کے بکثرت فوائد صحیحہ نکلتے ہین بعض نے کہا کہ مراد حکمت سے قرآن ہے و بقول بعضے نبوت یعنے حدیث بعض نے کہا کہ ایسے قطعی دلائل سے جو یقین پیدا کرتے ہین اور شک دور کرتے ہین۔ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ اور نیک نصیحت کے ساتھ۔ یعنے ایسے کلام کے ساتھ جو سننے والے کو اچھا معلوم ہو اور اس مین اُس کے حق مین تمام خوبی و نفع ہو۔ لہذا واعظ کو چاہیے کہ سننے والون کے نفع پانے اور اُنکی خیر خواہی مطابق اُنکے حال کے و دنیا و دین مین قطعی لحاظ رکھے اور نیت خالص اُن کی نصیحت ہو۔ اور یہ جو واعظ اپنا تملقہ دکھلانے کو قصہ و حکایا[ت] جنکا موقع ان لوگون کے حال کے مناسب نہین ہے مثلاً انکو ضرورت صحیح اعتقادات و اعمال کی ہے اور وے زہد و تقوی کی حکایات لاتے ہین تاکہ سننے والے قصہ سے خوش ہون چاہے اُن کو فائدہ ہو یا نہ ہو تو یہ خیانت و ملامت ہے کہ دنیاوی غرض سے وعظ کہتے ہین واضح ہو کہ حق با[ت] ہر طرح کہی جاسکتی ہے لیکن ایسے طور پر کہنا چاہیے کہ اپنے نزدیک اس طریقہ سے ان مین زیادہ موثر ہوگی مگر حق سے تجاوز کرنا کسی حال مین روا نہین ہے چاہے سننے والا پسند کرے یا نہین۔ صرف اللہ تعالے کی رضامندی و بندگی پر نظر رکھنا چاہیے پھر واضح ہو کہ کبھی سننے والا ایک جھگڑالو عنادی آدمی ہوتا ہے جس سے اُس کے اقوال توڑ کر سمجھانے کی حاجت ہوتی ہے جیسے یہودی لوگ تھے تو حکم فرمایا۔ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ اور حجت قائم کر انپر ایسے طریقہ سے جو احسن ہے یعنی مہربانی و نرمی کے ساتھ بدون سختی کے یا بدون ایسے کلام کے جس سے وہ خواہ مخواہ دشمنی پر آمادہ ہون۔ مثال اس کی جیسے یہود مدینہ کے اور نجران کے نصاریٰ آپس مین جھگڑنے لگے کہ ابراہیم یہودی تھے اور دوسرے کہتے کہ نصرانی تھے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا۔ قل یا اہل الکتاب لم تحاجون فی ابراہیم وما انزلت التوراۃ والانجیل الا من بعدہ۔ تا قولہ ما کان ابراہیم یہودیا ولا نصرانیا پس نہایت نرمی و ملاطفت سے اُن جاہلون کو روکا اور سچی بات سمجھائی۔ لہذا مفسرین نے کہا کہ دین کے بارہ مین مناظرہ جائز ہے اور اللہ تعالے نے اُسی شخص کو یہ حکم دیا جو حق پر ہو اور غرض اُس کی اظہار حق ہو اور جانے کہ مقابل مین ایک شخص باطل پر ہے اور اسی وجہ سے باہم دلی دوست علماء سلف کے دینی بات مین آپس مین مناظرہ کرتے اور ذرا بھی انمین کبیدگی نہین ہوتی تھی کیونکہ حق کی تلاش مین دونون خوشی خوشی ایک دوسرے کی بات سنتے اور شاگرد رہتے تھے بخلاف اُنکے پچھلے زمانہ مین عالم لوگ وزیرون و بادشاہون کے دربار سے پرچا کر حنفی و شافعی کا مناظرہ اس غرض سے کرتے کہ دوسرے کو قائل ک[رین]

اور یہ مذموم طریقہ پہیلا جس سے باہم رنجش پہیلی جیسا کہ صاحب عین العلم نے اور امام غزالی نے اس کی تصریح کی ہے بعض مفسرین نے کہا کہ آدمیون کی جبلت تین قسم کی واقع ہوئی ہے اول علماء جنکے لیے دعوت بسبیل حکمت ہے۔ دوم ایسے لوگ جنکی طبیعت مین اللہ تعالےٰ نے سلامتی اور نیکی رکھی ہے اور یہی لوگ ہین جنکے واسطے موعظت حسنہ کا طریقہ ہے اور سوم جھگڑالو بد باطن و کجنہاد جنکے واسطے مجادلہ کی ضرورت ہے اور مترجم کہتا ہو کہ ہمارے زمانہ مین یہی لوگ بہت کثرت سے ہین۔ بلکہ ہمارے وقت مین حدیث کے قرب قیامت کے آثار مین سے یہ معجزہ صاف ظاہر ہے کہ اسوقت مین ہر شخص اپنی رائے پر نازان ہے ہر چند اُس کو ظاہر کرو کہ تیری رائے صاف کجی پر ہے مگر اُسکو اپنی رائے چھوڑنا مشکل معلوم ہوتا ہے اور واضح ہو کہ منجملہ مجادلہ حسنہ کے یہ امر بھی ضروری ہے کہ جب خالص نصیحت چاہتا ہے تو خصم کی اذیت دینے پر صبر کرے، چنانچہ حضرت مجاہد رحمہ سے اس آیت مین مروی ہے کہ تجھے اگر کافرون سے ایذا پہونچے تو مُنہ موڑے رہ اور خیال مت کر اور رسالت پہونچانے مین کمی نکرنا بعض علماء نے کہا کہ اس صورت مین یہ آیت منسوخ ہوگی جبکہ قتال وجہاد کا حکم آگیا اور صحیح یہ ہے کہ ان بعض کا قول فقط وہم ہے کیونکہ مجادلہ حسنہ مین ایذا پر صبر کرنا کچھ اس امر کو مانع نہین ہے کہ جہاد کیا جاوے کیونکہ جہاد تو عدل قائم کرنے اور اللہ تعالےٰ کا کلمۂ توحید بلند کرنے کے لیے ہے تو یہ انھین لوگون پر ہے جو مطیع نہ ہون یا کسی طرح نہ مانین سوا اس کے کہ فساد کرتے رہین۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ۔ تیرا رب وہی خوب جانتا ہے۔ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ایسے کو جو اس کی راہ سے بھٹکا یعنی اس دعوت وموعظت ومجادلہ حسنہ سے کسی کو یہ دعوی نہو کہ دوسرا خواہ مخواہ راہ راست پر آجاوے اسلیے کہ ہدایت دینا اور نہ دینا اللہ تعالےٰ کے قبضۂ قدرت مین اور اُسی کی حکمت بالغہ مین ہے جسکو اُس نے ہدایت نہین دی وہ کبھی راہ پر نہ آدیگا مگر اُس کو وہی خوب جانتا ہے۔ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ اور وہی ایسے کو بھی جانتا ہے جو راہ پر آنے والا ہے واضح ہو کہ موعظت کے ساتھ حسنہ فرمایا اور چونکہ جدال مین ظاہری صورت ایسی ہے کہ مقابل یہ سمجھے کہ مجھے قائل کر دیا جائیگا اور مجھ پر شرم طاری ہوگی تو اسکے ساتھ قید لگا دی کہ طریقہ احسن ہو یعنی نہایت خوب ہو پس خالص نیت سے مناظرہ کرنے والے پر لازم ہے کہ ایسے مواقع بچاوے جس سے شیطان وسوسہ ڈالکر خصم کو خواہ مخواہ ہٹ کرنے پر آمادہ کر دے۔ پھر مناظرہ کرنے والا کبھی یہ خیال بھی نہ لاوے کہ میرے خوش سلیقہ سے کچھ اثر نہ ہوگا بلکہ یہ خدمت اس خوبصورتی سے اُسنے اللہ تعالےٰ کے سامنے ادا کی اور رہا نفع دینا ہدایت کا سو وہ فقط اللہ تعالےٰ جلشانہ کے قبضۂ قدرت مین ہے وہی گمراہ کو اور ہدایت پانے والے کو خوب جانتا ہے۔ اور گمراہ کو یہان پہلے بیان کرنا اس وجہ سے کہ کلام انھین کے نفع پہونچانے مین ہو اور اشارہ ہے کہ جھگڑالو ون نے اللہ تعالےٰ کی فطرت سلیمہ کو بدل ڈالا اور اُسپر جمے ہوئے ہین اور یہ کبھی تو اللہ تعالےٰ نے جہل دور کر کے خوبی اسلام ظاہر ہونے کو ان مین رکھا اور کبھی اس وجہ سے کہ اسکے علم مین گمراہ قابل الخیر نہین ہے پس وہ کسی خوب طریقہ سے خوبی نہین پاوے گا۔ شیخ امام ابن کثیرؒ نے شیخ امام ابن جریرؒ سے نقل کیا کہ حکمت سے مراد کتاب یعنی قرآن اور حدیث ہے اور موعظت حسنہ جو قرآن مین ایسے خوفناک وقائع اگلے کافرون کے مذکور ہین جن سے سلیم الفطرۃ لوگ سمجھکر کجی سے باز رہنے اور اللہ تعالےٰ کے عذاب سے ڈرتے ہین اور احسن طریقہ جدال نرمی وشفقت اور میٹھی بول چال ہے جیسے موسیٰ وہارون کو حکم دیا تھا کہ فقولا لہ قولا لینا۔ یعنی تم دونون فرعون سے نرم بول مین کہنا۔ اقول شاید دعوت کرنے والے کے واسطے اس مین خلوص امتحان ہے کہ خصم جسکے لیے بہتری چاہا جب اُس نے سخت جواب دیا تو اپنا نفس بھی آمادہ جواب ہوجاتا ہے اور اخلاص جاتا رہتا ہے واللہ تعالےٰ اعلم اور آخر مین آنحضرت صلعم کو تسلی دی کہ جو نہ مانے اسکے واسطے آپ غمگین ہوتے تھے تو آپ کی نظر اپنی عظمت وجلال کی طرف پھیری کہ کسی مین کچھ قدرت پیدا کرنے کی نہین ہے۔ تیرا کام اُن کو پیغام سنانا ہے۔ باقی اُنکا انجام ہمارے قبضہ مین ہے۔ ف وفی العرائس من الاشارات فی قولہ تعالےٰ ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ الآیہ۔ لازم ہے کہ داعی الی الحق جمہور سے بزبان شریعت کلام کرے اور زبان حقیقت سے گفتگو نہ کرے کیونکہ اگر زبان حقیقت کی گفتگو ہوتی تو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم احق تھے پس اگر زبان حقیقت سے کلام کرین تو وہان عقلین پارہ پارہ ہوجائین گی اور خلق بدون فہم وعلم کے مبہوت رہ جائے گی اور موعظت حسنہ وہ ہے کہ نفس کے لیے اس مین کچھ حصہ ومزہ نہ ہو اور اسی قدر کہے جسقدر سننے والے کی عقل وطاقت ہو۔ بعض مشائخ نے کہا کہ ہر ایک سے

ِس کی مقدار کے موافق کلام کرنا چاہیے اور موعظت حسنہ اسی قدر ہے جس مین امید و رغبت دلا وے اور خوف و ڈر سنا وے ۔ بعض مشائخ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکمت کو مقدم فرمایا اس مین کیا بھید ہے تو فرمایا کہ حکمت حاصل ہو تو زبان سے ٹھیک بات کہے اور دل سے ٹھیک فکر کرے اور اعضا سے ٹھیک جنبش کرے پس کلام و فکر و حرکت سب حکمت پر ہے ۔ شیخ امام جعفر رح نے کہا کہ دعوت بحکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ اسی سے اسی کی طرف دعوت ہو اور موعظت حسنہ یہ ہے کہ مخلوق کو تحت قدرت دیکھے جو تیرا کہنا مان لے اس کا شکر گزار ہو اور جو نہ مانے اسکو معذور جان لے ۔ قولہ وجادلھم بالتی ہی احسن ۔ جدال خوب تر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ اس کی طرف لوگون کو دلالت کرے پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور اُس کی صفات مین سے معرفت اسطرح دلا وے کہ جو مخلوق نے پایا ہو مثلاً اس کے کرم و لطف و رحمت و شفقت وغیرہ سے قدر صالح بیان کرے ۔ بعض نے کہا کہ سوائے انبیاء ع کے جو کوئی جدال اختیار کرے اس مین حظ نفس مین سے کچھ ہوتا ہے اور یہ نہ چاہیے کہ اگر اس نے مانا تو اُسپر غصہ ہو جاوے ۔ قولہ ان ربک ہو اعلم بمن ضل عن سبیلہ یعنی اس مین تیری بات کچھ اثر نہ کرے گی ۔ قولہ وہو اعلم بالمہتدین یعنی وہ لوگ جنکو توفیق ازلی حاصل ہے کہ ہدایت پا جاوین گے پس تیرے فرمان سے اُن کے سینے کھل جاتے ہین ۔ شیخ سہل رح نے فرمایا کہ جس سبیل کی طرف اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلعم کو دعوت کرنے کا حکم دیا ہے وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے کہ یہی راہ سیدھی دنیا سے آخرت کو گئی ہے ۔ پھر ہر ایک طریقہ حسنہ کہ عقوبت وغیرہ مین بھی انصاف و صبر کا حکم دیا

وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۗ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ۝ وَاصْبِرْ

اور اگر بدلا دو تو بدلا دو اُسقدر جتنی تم کو تکلیف پہونچی اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہو صبر والون کو اور تو صبر کر

وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ

اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے اور انپر غم نہ کھا اور مت خفا رہ انکے فریب سے اللہ ساتھ ہے اُنکے جو

اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝

پرہیزگار ہین اور جو نیکی کرتے ہین

اللہ تعالیٰ نے عدل کا ہر حال مین حکم دیا چنانچہ اگر کسی نے ظلم کیا اور اُسپر قابو پایا تو بہتر یہ ہے کہ معاف کرے اور اگر بدلا لینا ہی چاہے تو فرمایا ۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ ۔ اور اگر تم معاقبہ کرو یعنی اسپر جو عقاب و ظلم ہوا اس کا بدلا لینا چاہو ۔ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۔ تو عقاب کرو برابر اسکے جسکے ساتھ تم کو عقاب کیا گیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ظلم کو بھی عقاب فرمایا حالانکہ عقاب دوسرا تو دوسرا فعل ہے اور یہ بطریق مشاکلت کے ہے جیسے بولتے ہین کہ تم پر کوئی ظلم کرے تو تم بھی اسپر اسی قدر ظلم کرو حالانکہ دوسرے کیطرف سے بدلا انصاف کا ہے ظلم نہین ہے ظلم تو اول کی طرف سے ہوا تھا (شکل کی مشابہت سے ۱۲) صورت مین دونون یکسان ہین ۔ عبد الرزاق نے اپنی اسناد سے ابن سیرین رح سے روایت کی کہ مطلب یہ ہے کہ جیسے تم سے کسی نے کچھ لیا تو اُس کے مثل اس سے لے لو ۔ یہی قول مجاہد و ابراہیم و حسن بصری وغیرہم کا ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے چنانچہ کہا کہ یہ آیت ایسے لوگون کے واسطے ہے جنکو کسی ظالم سے کچھ مصیبت پہونچی تو جب اس کو قابو ہو تو ظالم سے ویسا ہی بدلا لیوے جیسا ظلم ہوا اور اس سے زیادہ تجاوز نہ کرے ۔ بغوی رح نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور ابن زید رح نے کہا کہ مسلمانون کو اول مین حکم دیا گیا تھا کہ مشرکون کے ناگوار قول و فعل سے چشم پوشی کرین برداشت ساتھ پھر کچھ لوگ ایسے مسلمان ہوئے جنمین قوت و منعت تھی تو اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر اللہ تعالیٰ اجازت فرما وے تو ہم ان کتون سے بدلا لیوین پس یہ آیت اُتری پھر جہاد سے اُس کا حکم منسوخ ہو گیا ۔ اقول یہ روایت زیادہ قوی نہین ہے اور جہاد سے اس حکم کے منسوخ ہونے کی بھی کوئی وجہ نہین ہے اس لیے کہ اس کا حکم اب تک باقی ہے اور جہاد سے کچھ منافی نہین ہے بظاہر نسخ کے اصطلاحی معنے مراد نہین ہین ۔ اور اگر نزول کے وقت کسی سبب خاص ہو تو بھی حکم آیت کا وہی ہے جو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور عفو ہر حال مین محمود ہے چنانچہ فرمایا ۔ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ

اور اگر تم برابر بدلا لینے سے بھی صبر کرو۔ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ۔ تو بیشک یہ صبر کرنے والون کے واسطے بہت بہتر ہے۔ اور خیرا لکم نہین فرمایا بلکہ خیر للصابرین کہا تو یہ ثنا و صفت کے لیے ہے کہ مدح کے مقام پر ضمیر کی جگہ ظاہر لفظ فرمایا جس سے ظاہر ہوا کہ یہ لوگ درجۂ صابرین مین داخل ہونگے پھر جمہور علما کے نزدیک یہ آیت کچھ منسوخ نہین بلکہ محکم ہے کیونکہ حکم اس کا یا تو برابر بدلا لو اور اگر صبر کرو تو بہت خوب ہے اور صابرون کے واسطے اجر جمیل کی بشارت ہے اور حقوق و قصاص وغیرہ مین مساوات و عدل کو خلاف خواہش نفس کے مرعی رکھنا چاہیے اور حد سے تجاوز نہ ہونے پاوے کہ کچھ بڑھا لیا جاوے اور یہ باتین کبھی منسوخ ہونے کے لائق نہین ہین کیونکہ نسخ تو امر و نہی پر وارد ہوتا ہے۔ ولیکن ابن زید و ابن عباس و ضحاک سے نسخ کے الفاظ مروی ہین تو ظاہر مراد اصطلاحی معنے نسخ کے نہین ہین و نیز سبب نزول سے بھی مخالف ہے۔ ابی بن کعب رضہ سے روایت ہے کہ جب جنگ احد کا دن ہوا تو انصار رضہ مین سے چونسٹھ شہید ہوئے اور مہاجرین مین سے چھ آدمی جن مین حضرت حمزہ بن عبد المطلب بھی تھے اور مشرکون نے انکو مثلہ کر ڈالا یعنے جہالت سے کان ناک وغیرہ کاٹ ڈالے پیٹ پھاڑ ڈالا۔ اور حضرت حمزہ کو بہت زیادہ مثلہ کیا پس انصار نے کہا کہ اگر اللہ تعالی نے ہم کو قریش پر فتح دی تو ہم بھی انپر ان کی کثرت دکھلا دینگے پھر جب فتح مکہ کا روز ہوا تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا وان عاقبتم فعاقبوا الآیہ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم صبر کرینگے اور بدلا نہ لیوینگے۔ لوگو اس قوم سے باز رہو سوا چار آدمیون کے یعنی چار شخص بتلا دیئے کہ ان کو قتل کر دو۔ رواہ الترمذی وقال حسن والنسائی وابن حبان والطبرانی والبیہقی ورواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد۔ اور ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ جب حمزہ رضہ شہید ہوئے تو آنحضرت صلعم انکی شہادت پر آئے اور ایسا حال دیکھا جو آپ کا دل دکھانے والا تھا اس سے زیادہ کوئی منظر نہ تھا حضرت حمزہ رضہ کو مثلہ کر دیا گیا تھا پس فرمایا کہ اللہ تعالے تجھ پر رحمت فرماوے تو میرے علم مین تو ناتا جوڑنے والا اور بہت نیکو کار تھا اور اگر تیرے پچھلون کو غمناک نہ کرتا تو مین تجھے یون ہی چھوڑ دیتا کہ اللہ تعالے تیرا حشر درندون کی متفرق داروداح سے کرتا اور فرمایا کہ واللہ بجائے تیرے مشرکون مین سے ستر آدمی کو مثلہ کرونگا پس جبرئیل نازل ہوئے اور سورہ نحل کے خاتمہ کی آیات لائے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل الآیہ آنحضرت وانکے کھڑے تھے پس آنحضرت صلعم نے صبر اختیار کیا اور اپنی قسم کا کفارہ دیدیا۔ رواہ الطبرانی والبیہقی وغیرہم وقال الحاکم صحیح الاسناد۔ اور ابن عباس نے مرفوعا اس کے مانند روایت کیا جسکو طبرانی وابن المنذر وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ محمد بن اسحق نے عطا بن سائب سے مرسل روایت کی کہ سورہ نحل پوری مکہ مین نازل ہوئی سوا تین آیتون کے جو اسکے آخر مین ہین یہ مدینہ مین نازل ہوئین جب جنگ احد کے بعد جبکہ حمزہ رضہ شہید ہوئے اور مثلہ کیے گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالے نے جب مجھے غلبہ دیا تو مشرکون سے تیس آدمی مثلہ کرونگا جب مسلمانون نے یہ سنا تو کہا کہ واللہ جب اللہ تعالے نے ہم کو غلبہ دیا تو ہم ان مین سے اتنے مثلہ کرینگے کہ عرب نے کبھی اسطرح مثلہ نہ کیا ہو پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا وان عاقبتم فعاقبوا الآیہ۔ اور شعبی وابن جریج نے کہا کہ احد کے واقعہ مین مسلمانون کے قول پر کہ ہم انمین سے مثلہ کرینگے اس کا نزول ہوا انتہی مترجم کہتا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ نزول اس کا احد کے روز ہوا ہے ولیکن صحابہ انصار رضہ نے شاید یہ اختیار کیا ہو کہ ہم بدلا لیوین چنانچہ عبد اللہ بن امام احمد نے ابی بن کعب سے مانند روایت سابقہ کی روایت کی اور اسمین یہ زاید ہے کہ فتح مکہ کے روز کسی انصاری نے کہا کہ آج کے بعد قریش پہچانے نہ جاوینگے پس آنحضرت صلعم نے منادی کرا دی کہ آنحضرت نے سب گورے کالون کو امن دیدی سوائے فلان و فلان و فلان و فلان کے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ہم صبر کرینگے اور بدلا نہ لینگے۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاص کر صبر کرنے کا خطاب فرمایا ہے بقولہ۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ اور تو صبر کر اور نہین صبر تیرا مگر ساتھ اللہ کے یعنے اللہ تعالے کی قوت و توفیق سے ہے اور امت مرحومہ آپ کے تابع ہے ولیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان بہت بلند تھی حتی کہ آپ کو مسلمانون کی شہادت و انکی تکلیفون اور کافرون کی ایذاؤن کا خیال و ملال ہوتا تھا اس کے ساتھ کمال ترحم سے کافرون کے کفر کرنے اور عذاب مین گھسے جانے سے بھی صدمہ پہونچتا تھا لہذا فرمایا۔ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ اور تو انپر غمگین مت ہو یعنی کافرون کے اس طرح کفر کرنے اور آگ جہنم مین جانے پر اصرار کرنے سے تجھکو غمگین نہ ہونا چاہیے حالانکہ بحکم قولہ حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم۔ آپ نہایت خواہش سے چاہتے کہ یہ لوگ عذاب الہی سے باز رہین پس تنگدل ہوتے

تو فرمایا۔ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۔ اور مت ہو تنگی میں اُس چیز سے جو کفار مکر کرتے ہین۔ حاصل آنکہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو
تسلی دی اور اپنی عظمت و حکمت کیطرف پھیر لایہ تمام مخلوقات اس خالق عزوجل کی ہے جو اپنی حکمت سے جو چاہتا ہے کرتا ہے کافرون کیواسطے
جو اُس نے چاہا ہے کرینگے اور اسکا ضرر مسلمانون پر عائد نہین ہوگا کیونکہ انکو اللہ تعالے فتح دیگا ولیکن کافرون کا مکر افضلین کی ذات پر عود کرنے والا ہے کیونکہ
وے چاہتے ہین کہ اپنی تدبیر سے اسلام میٹ دین اور کفر قائم کرین اور اس کا انجام یہ کہ جو اللہ تعالے نے چاہا وہ ہوگا کہ اسلام کا نور چمک جاوے
اور کافرون کا مکر اُن کو جہنم مین پہنچائیگا اور یہی اللہ تعالے نے اُن کے حق مین مقدر فرمایا تو اسکو کوئی روک نہین سکتا ہے اور اُن کے مکر و ایسی نامعقول
حرکات مثلہ وغیرہ سے اہل ایمان کو صدمہ پہونچانے و پریشان کرنے سے ان مین گھبراہٹ کا وسوسہ نہ ہو چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا
یعنے اللہ تعالے کی معیت ہے ان بندون کے ساتھ جنھون نے شرک و گناہون سے تقوی کیا پس اللہ تعالے کا علم محیط اور مدد اور فضل و نصرت
شامل حال ہے تو شیطانی وسوسہ اثر نہین کرسکتا۔ وَّالَّذِينَ هُمْ مُّحْسِنُونَ ۔ اور ان بندون کے ساتھ جو احسان کے مرتبہ پر ہین پس جو ظلم کرے
اس سے عفو کرے اور جو برائی کرے اُسکے ساتھ احسان کرے ایسے بندے اللہ تعالے کے محبوب اور محفوظ ہین۔ اس مین ادب ہے کہ اللہ تعالے کی تمام مخلوقات
پر خواہ کافر ہون یا مومن ہون خواہ آدمی ہون یا جانور ہون سب پر شفقت و ترحم رکھنا چاہیے پس اگر کہا جاوے کہ اس سے جہاد کو مناسبت نہ ہوگی تو
جواب یہ ہے کہ پوری مناسبت ہے بلکہ مناسبت نہ جاننا بے عقلی ہے مثلاً کسی شہر مین ڈاکہ ڈالنے والون نے مسافرون کو مار ڈالنا اور اُن کی اولاد قتل کرنا
وبچون کا پیاسا چھوڑنا شروع کیا تو فرض ہے کہ ان رہزنون سے قتال کیا جاوے حتی کہ اگر سب مارے جاوین تب بھی مضائقہ نہین کیونکہ سب مخلوق
لاکھون امن مین رہے۔ چور کی سزا دینے سے لاکھون بخوف ہوتے ہین جو زہر کھلاوے یا لوگون کو ناحق قتل کرے اس کا قتل کردینا بہت اچھا ہوا اور جہاد
اسی قدر ہے حتی کہ مطیع ہوجاوین تو اُن کو آرام دینا اور اُن کی حفاظت کرنا فرض ہے۔ پھر اگر ایک آدمی بھوک و پیاس سے مرا جاتا ہو اور ایک جانور بھی اور
پانی صرف اسقدر ہے کہ اس جنگل مین ان مین سے ایک کی جان بچ سکتی ہو تو آدمی کا بچانا فرض ہے اور بیانہ ذبح کر دیا جاوے غرض [illegible] عقل سے درجہ بدرجہ
رعایت و حسن ادب و مراتب ہین جو اس کا لحاظ نہ رکھے وہ احمق ہے۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم الآیہ۔ اسکے اشارات
مین بہت سے علوم لطیف ہین از انجملہ یہ کہ اپنے نفس کی خوشی کے واسطے انتقام نہ لینا چاہیے ہان اللہ تعالے کے واسطے جائز ہے اور جو مکروہات بحکم قضا
پیش آوین انپر صبر کرنا اور امتحان مین پورا ہونا اچھا ہے وہ ریاضت والون کا اعلے مقام ہے۔ برابر بدلا لینا تو اول مرتبہ والون کا مقام ہے اور صبر کرنا یہ
اہل رضا کا مرتبہ ہے۔ مرید کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ امور شریعت مین متمسک ہوتا ہے اور شریعت کے رنگ سے رنگا ہوتا ہے اور جو شخص مرتبہ عرفان کو پہونچا
وہ توحید مین مستغرق ہوتا ہے پس ادب تو لباس مریدین کا ہے اور رضا بقضا مقام اہل عرفان کا ہے۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ صبر کرنا یعنے بدلا
نہ لینا اہل صبر کے واسطے بہتر ہے جو عقوبت کرنے کو چھوڑتے ہین حالانکہ اُس کو علم نے مباح کیا ہے اور لازم اس ادب کو یہ ہے کہ صابرون کے لیے ترک
بہتر ہے۔ پھر اللہ تعالے نے اس امر کو کہ جس صبر سے رضا و ترک عقوبت صابرین سے ہوتا ہے وہ بقوت الٰہی عزوجل ہے بقولہ واصبر وما صبرک الا باللہ
یعنے امتحان الٰہی مین بلا پیش آنے سے صبر نہین ہوتا مگر باللہ یعنے اسطرح کہ کشف جمال قدس فرمایا جاوے اور یہ بھی ہے کہ صبر باللہ یہ ہے کہ اللہ تعالے کے
صبر سے بندہ متخلق ہو اور نیز اس صبر کا عوض اللہ تعالے ہے اور نیز ایسے صبر کو آدمی اپنے نفس کے ساتھ نہین کرسکتا ہے پس بلاء الٰہی کا تحمل اللہ تعالے ہی
کے ساتھ ہے بندہ کا بھروسا اپنے نفس پر ہمیشہ بیکار ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ اس مین اشارہ ہے کہ اللہ تعالے وہی انکے پردہ مین رکھنے کا متولی تھا کہ
حضوری سے اُن کو بر وقت معائنہ کسطرح منظور فرمایا اور وہ تین فرقے ہین ایک گروہ وہ کہ قیومیت وازلیت مین برابر باقی بالبقا رہے وقت اس
گروہ پر کوئی آفت انفصال انوار ابدی یا انوار سرمدی مین نہین پہونچی اور ایک گروہ اُس کی زینت و حسن اختیار مین ہوا تو اُن کو غیبت مین مسرور اور کرامات
مین محجوب فرمایا پس وے حقیقت سے محجوب ہین اور ایک گروہ کو شواہد طاعات وذرایع مین رکھا اور تغیر مقام کے خطاب مین اُن کو متلذذ کردیا۔ شیخ
ابن عطا رح نے کہا کہ اللہ تعالے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم بھی فرماتا ہے اور اس کو یہ بھی فرماتا ہے پس یہ مقام اعلی ہے واللہ تعالے اعلم

بالصواب شیخ جعفر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے انبیاء کو صبر کا حکم دیا یعنی فی قولہ تعالےٰ واصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل اور اسمین سے حصہ اعلیٰ واسطے رسول صلعم کے کر دیا کیونکہ صبر آنحضرت صلعم کو اپنے ساتھ فرمایا نہ آنحضرت صلعم کے ساتھ بقولہ الا باللہ شیخ نوری رح نے کہا کہ پیغمبر دو یہ کہ اللہ تعالےٰ کے حکم پر اسی کی قوت سے ہو۔ شیخ اُستاد رح نے کہا کہ حکم صبر بطور تکلیفی احکام کے ہے اور صبر باللہ بطریق معرفت ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اول مین سختی ہے اور آخر مین راحت ہے اور اول امر عبودیت ہے اور دوم آگاہی دہی کہ حق ربوبیت کے یعنی ربوبیت کے احکام نیاد ون پر اسی کی قوت سے پورے ہوتے ہین پھر اللہ تعالےٰ نے آگاہ فرمایا کہ سابق تقدیر پر نظر فرماوے آلہ موارد تابیر مین محزون نہ ہو بقولہ ولا تحزن علیہم ولا تک فی ضیق الآیہ یعنی نظر عالی اس امر کی طرف رہے جو ہماری مراد اُنسے ہے یعنی اسی حال پر رہنا جو سابقہ علم اُنسے متعلق ہوا ہے اور اسکوت دیکھ جو تیری مراد اُنسے ہو کیونکہ حکم ربوبیت سابق پر حکم عبودیت ہے۔ شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کافرون سے کبھی دل تنگ نہین ہوتے تھے ولیکن شفقت نے پہلے سے تنبیہ کر دی ایسے امر سے جو بشریت مین متصور ہو سکتا ہے اگرچہ آنحضرت صلعم اس سے پاک تھے بندہ مترجم کہتا ہے کہ شیخ کے اس کلام مین اجمال ہے واللہ اعلم کیونکہ آنحضرت صلعم کی دلتنگی کافرون کے قول سے جا بجا آیات مین مصرح ہے لیکن کلام اہل ظاہر و علماء محققین کے درمیان اس امر مین فرق یہ ہے کہ یہ دلتنگی و حزن کس طور پر واقع ہوا تھا اور کب تک رہا پس ظاہر مین تو کافرون کے قول سے جیسے عرف مین لوگون کو دلتنگی ہوتی ہے وہ واقع ہوتی تھی اور اہل تحقیق کہتے ہین کہ آنحضرت صلعم امر آخرت و عذاب جہنم کے مکاشفہ سے ہر ایک شخص کو اپنے اپنے مرجع کیطرف جاتے دیکھتے تھے کیونکہ معرفت یقین کے ساتھ بھی بدون مکاشفہ کے یہ امر ظاہر ہے کہ جو شخص امر حق سے انکار کرے اور شرک و کفر پر اصرار رکھے وہ دائمی عذاب جہنم کی طرف جاتا ہے اور عذاب جہنم معاذ اللہ منہ ایسی سخت و شدید ہے کہ اگر دنیا مین دو شخصون مین ایسی سخت دشمنی ہو کہ اس سے زیادہ خیال مین نہ آسکتی ہو پھر اس عذاب مین اسکا دشمن رکھا جاوے مگر اُس کے اختیار سے تو اُمید نہین کہ وہ خوشی سے اجازت دیدے کیونکہ دنیا مین اگر دشمن ہو ایسے انواع تکالیف و عذاب مین رکھا جاوے تو بندہ کم اُس کو روا رکھتا ہے ولیکن آخرت مین ہر ایک کے اعمال خود اُس کے واسطے جہنم یا جنت ہین پس کسی طرح نہین چاہتے تھے کہ یہ لوگ دوزخ مین جاوین حدیث مین ہے کہ ایک شخص نے رات مین آگ جلائی اور کیڑون پتنگون نے اس مین گرنا شروع کیا ہر چند وہ ہٹاتا تھا رہا اسی طرح تم لوگ جہنم کی آگ مین کودے پڑتے ہو اور مین تمہاری کمر ون کو پکڑ کر ہٹاتا ہون پھر یہ صحیح ہے کہ کافر لوگ یہ بھی چاہتے تھے کہ جو اس آگ سے بچالے اُن کو بھی تکالیف دیکر ساتھ کھینچ لیجاوین تو اُن کی حفاظت فرمانے مین کافرون کے ساتھ دشمنی کا برتاؤ کرتے تھے حالانکہ درحقیقت کافرون کے لئے نفع و راحت کے واسطے یہ نہین چاہتے تھے کہ یہ لوگ اللہ تعالےٰ سے کفر یا شرک کرین فافہم واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب شیخ استاد رح نے کہا کہ اس مین اشارت ہے کہ تقدیر پر نظر کرنا چاہیے یعنی اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس جس چیز کا خطر ہمارے بیان مین ہے وہ تجھ مین موثر نہ ہونا چاہیے۔ اور ہم نے جس کی قدر کو ساقط کر دیا اُس کو اُسی اندازہ سے دیکھنا چاہیئے۔ قال المترجم اگر وہم ہو کہ دنیا ہر ایک کو ذلیل و حقیر سمجھے تو جواب یہ ہے کہ نہین یہ مطلب نہین ہے بلکہ یہان دو نظرین ہین اول یہ کہ تمام مخلوقات کو جناب الٰہی عز و جل کے مقابلہ مین بالکل معدوم و ناچیز سمجھے پھر اپنے نفس کی طرف رجوع کرکے اُس کو سب سے حقیر جانے پس عظمت الٰہی عز و جل پر ایمان لاوے اور دوم یہ کہ تمام مخلوقات کو اپنے مقابلہ مین دیکھے تو سب سے اپنے کو حقیر سمجھے اور حضرت خالق عز و جل کی خلقت بہر حال اپنی وضع پر بالکل خوب و بہتر ہے سو پیر ما گفت خطا بر قلم صنع نرفت + آفرین بر نظر پاک خطا پوشش باد + اور اسی معنے مین اس آیت مین سے اشارہ نکالا گیا کہ تمام مخلوق پر شفقت چاہیے فافہم۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کے قلب کو تسلی فرمائی کہ اللہ تعالےٰ ہر متقی محسن کے ساتھ ہے بقولہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون۔ یعنی محبت رب تبارک و تعالےٰ کی ان بندون کے ساتھ ہے جنھون نے اللہ تعالےٰ کی عظمت دیکھکر اُس کی تعظیم کی اور جلال دیکھکر اُس کی بزرگی پہچانی از غیرت سے بیزار ہوئے اور یہ معرفت اُس کی اس حال مین ہو کہ اُس کے جمال مشاہدہ سے بیخود اور انوار قدم مین مستغرق ہون جیسا کہ احسان کی تفسیر حدیث مین آئی ہے پس اللہ تعالےٰ اُن کے ساتھ ہے اس راہ سے کہ اُن کو فانی وجود سے فنا کرکے اپنے وجود باقی سے بقا دیدے شیخ ممشاد دینوری سے روایت

کہ مین نے ایک فرشتہ کو دیکھا وہ کہنے لگا کہ جبکہ کوئی اللہ تعالیٰ کیساتھ مع اللہ ہو وہ فنا ہوسوائے ایک کے مین نے پوچھا وہ ایک کون ہو کہا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ ہو۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے افعال مین تقویٰ کیا تو اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ احسان فرماتا ہے اس طرح کہ اُسکے احوال کو نیک کردیتا ہے۔ امام علی بن موسیٰ الرضاؓ نے اپنے باپ سے انھون نے امام جعفر صادقؓ سے روایت کی کہ تقویٰ سے مراد تقویٰ مع اللہ ہے یعنے سوائے حق عزوجل کے غیر کی طرف نظر نہ ہو۔ اور احسان سے مراد خلق پر احسان ہے یعنے مخلوق کے واسطے شفقت و ترحم ہر حال مین رعایت رکھے۔ واسطی رح نے کہا کہ تقویٰ مین چند امور کی رعایت ہے کیونکر تقویٰ کیا اور کس چیز کا تقویٰ کیا اور کس واسطے تقویٰ کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ انھین تین باتون کی رعایت سے تقویٰ کے مراتب مفصل معلوم ہوتے ہین مثلاً شرک سے تقویٰ کیا ہر چیز سے بیزار ہو کر خلوص طاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے واسطے یا جنت کے لیے یا دوزخ کے خوف سے یا شرک مع جملہ معاصی کے تقویٰ کیا۔ بلکہ اکثر لوگ متفرق افعال مین ان مراتب کو سب مین یکسان نہین رکھ سکتے ہین اور اس معنے مین تقویٰ کے سات مرتبہ ہین سب سے اول شرک سے تقویٰ ہے جس پر ایمان کا مدار ہے اور اعلیٰ مانند تقویٰ انبیاء علیہم السلام کے ہے اور درمیان مین مراتب ہین واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ شیخ اُستاد رح نے فرمایا کہ اہل تقویٰ جنھون نے نظر بصیرت کو غیر سے اٹھایا اور بچایا اور اپنی قوت و طاقت سے بیزار ہو کر اللہ تعالیٰ ہی کے حول و قوت پر بھروسا کیا اور محسن وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی بندگی مین اسطرح قیام کیا گویا وہ دیکھتا ہے اور یہ مشاہدہ مین ہو سکتا ہے۔ قال المترجم حدیث مین ہے ما الاحسان قال ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک یعنے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا اُسکو دیکھتا ہو سو اگر تو نہین دیکھے تو وہ دیکھتا ہے۔

تم بحمد اللہ الجزء الرابع عشر ویتلوہ الخامس عشر من سورہ اسرے انشاء اللہ تعالیٰ۔

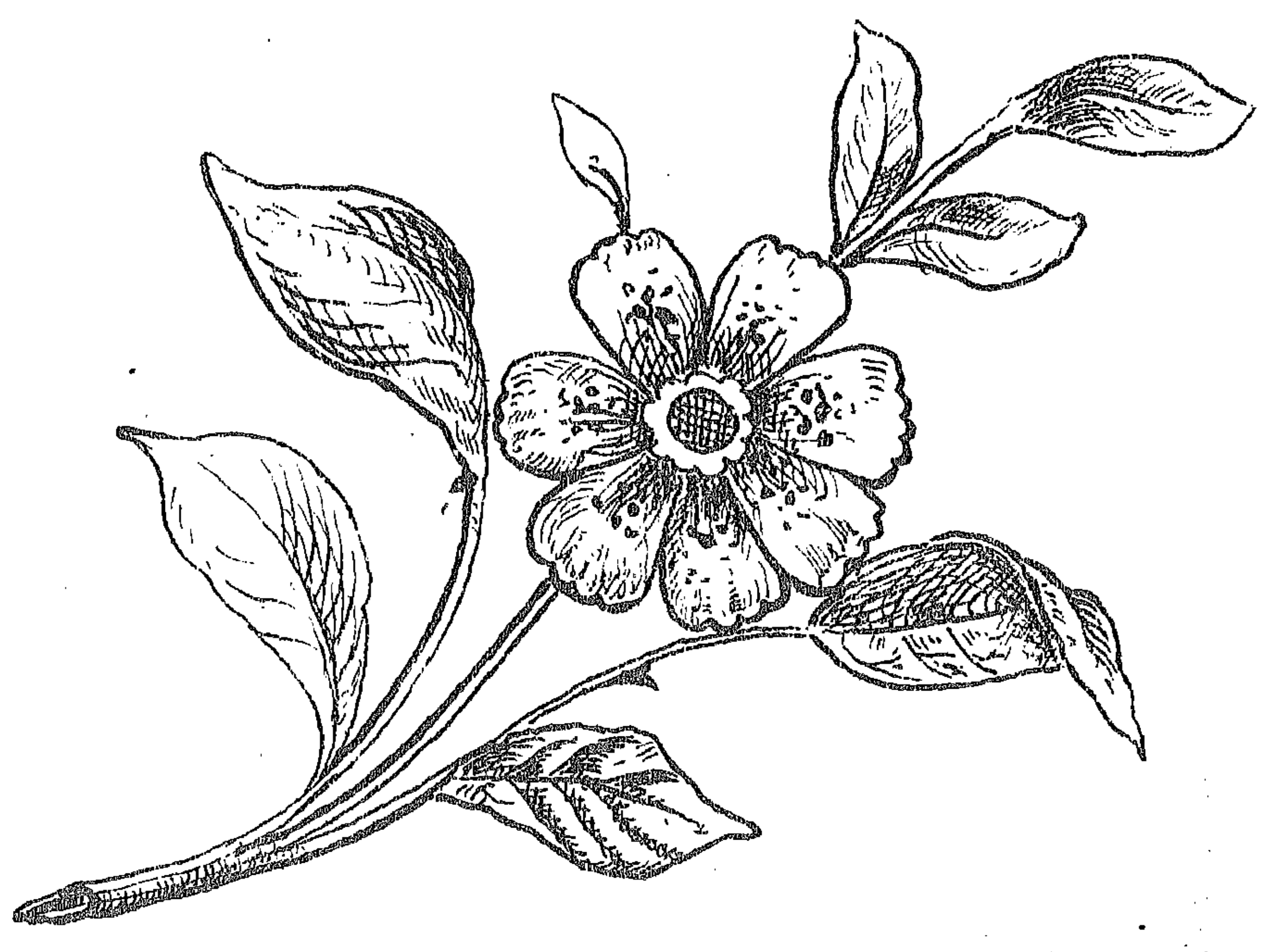

راہِ نجات ۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۔ ۲ر

مفتاح الجنۃ ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۱۲ر

مراۃ الصلوٰۃ اُردو ۔ وضو اور نماز کے ضروری مسائل اور معلومات از مولوی محمد مرتضےٰ صاحب بندوی اعظم گڈھی ۔ ۵ر

حقیقۃ الصلوٰۃ ۔ مع رسالہ بے نمازان ۱ر

ترجمۂ فتاوی عالمگیری ۔ اس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین مرادآبادی اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدوں میں شائع کیا ہے قیمت کامل [illegible]

کشف الحاجۃ ۔ ترجمۂ اُردو بالا بدمنہ از مولوی محمد نورالدین ۔ ۶ر

ہزار مسئلہ ۔ شامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد وسی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالیٰ (۵) حلیۂ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفہ مولوی عبداللہ بن عبدالسلام ۱۰ر

شرع محمدی منظوم ۔ مسائل فقہیہ از محبخان قندہاری ۔ ۳ر

تنبیہ الغافلین ۔ مسائل دینیہ ۔ ۳ر

حیرت الفقہ ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۱ر

جواب السائلین ۔ بطور استفتا ۔ ۲ر

تحفۃ النعم ترجمہ کنز الدقائق ۔ اُردو ترجمہ از مولوی محمد سلطان خان ۔ ۳ر

چہل مسائل فقہ ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری ۔ ۲ر

رسالہ تجہیز و تکفین ۔ از محمد عمر ۔ ۱ر

تعلیم الایمان ۔ ترجمہ فقہ اکبر اس سے بہتر تصحیح عقائد کے لئے دوسری کتاب نہیں مل سکتی ہے اصل کتاب یعنی فقہ اکبر امام ابوحنیفہؒ کی لکھی ہوئی ہے جسکو جناب مولوی نجم الغنی صاحب رامپوری نے اردو میں ترجمہ کیا ۔ ۳ر

فقہ فارسی

ہدایہ ۔ پیشانی پر اصل عربی اور تحت میں ترجمۂ فارسی مع شرح از علماے کلکتہ جو بہت سے متداول ہے ۔ دو مجلد کامل ۔ ۱۰ر

فتح الفتح مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ ۔ ۲ر

تذکرۃ الجمعہ ۔ احکام جمعہ از مولوی عبدالسلام ۱ر

تبیان ۔ در حکم تمباکو و حقہ از ملا معین الدین ۱ر

بدائع منظوم ۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علی ۔ ۳ر

نام حق ۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری ۔ ۲ر

مائۃ مسائل ۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ ۔ ۶ر

شرح وقایہ فارسی ۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی ۔ ۳ر

مسالک المتقین ۔ مرغوب علماے ولایت از مولوی اکبر یار خان ۔ ۲ر

فتاوی برہنہ ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیرالدین ۔ ۱ر

قدوری فارسی ۔ مترجمہ مولانا ابوالقاسم ۱ر

شرح فارسی مختصر وقایہ ۔ از عبدالرحمن جامی ۔ ۳ر

کنز فارسی ۔ از مفتی نصیرالدین کرمانی محشی مع فرہنگ ۔ ۳ر

شرح مختصر وقایہ کرمیری ۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی ۔ ۳ر

رسالہ تنبیہ الانسان ۔ در حلت و حرمت جانوران ۔ ۱ر

رسالہ قاضی قطب ۔ ذکر ایمان و ارکان ۔

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ ۔ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح ۔ ۳ر

فتح القدیر ۔ حل المتین بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند و باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر میں تکملہ زین الدین قندی کامل چار مجلد شائع کنندہ ضخیم جدید ایڈیشن [illegible]

ہدایہ مع شرح الکفایہ ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد میں اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہیں بہ تفصیل ذیل ۔

ہدایہ ۔ جلد اول و ثانی تا آخر کتاب النکاح [illegible]

ایضاً جلد سوم و چہارم تا آخر کتاب ۔ ۱۰ر

شرح وقایہ ۔ از امام صدر الشریعہ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبیٰ یوسف ابن

جنید حلبی داخل درس تقطیع کلان خوشخط وصحیح - عہ/

شرح وقایہ خرد - مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم - ۱۴/

الاشباہ والنظائر - مع شرح حموی معروف مستند متداول - ...

ملا مسکین - از بیوع تا وصایا محشی جدید کامل اور اطراف کابل مین داخل درس ہے - عہ/

مستخلص الحقایق - شرح کنز الدقائق مشہور متداول - ...

مختصر وقایہ محشی - از امام صدر الشریعۃ درسی متداول - ۱۵/

عمدۃ البضاعۃ - فی مسائل الرضاعۃ از مولوی تراب علی مرحوم - ۱۰/

کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ قیمت - ۱۰/

اخلاق وتصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمۂ اخلاق جلالی ۹/

باب دانش - مولفۂ مولوی محمد کریم بخش ۳/

اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۱۴/

ترجمۂ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین مترجمۂ مولانا ابو الحسن فرید آبادی عہ/

خزینۂ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی محمد کریم بخش - ...

بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین ۶/

آبحیات - اخلاق ومواعظ مین مصنفہ منشی کاشی پرشاد - ۴/

کیمیاے حکمت - حصہ اول بیان شریف علم وادب - ۱۳/

پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم کا نظم شعر بہ شعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلدین بتفصیل ذیل -

(جلد اول) ترجمۂ دفتر - ۱ و ۲ و ۳ - ...

(جلد دوم) ترجمۂ دفتر - ۴ و ۵ و ۶ - ...

شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا روم - مترجمہ سید غلام حیدر صاحب ۱۰/

چشمۂ فیض - نظم ترجمۂ اردو پند نامۂ عطار کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۴/

مذاق العارفین - ترجمۂ احیاء علوم الدین عربی ہر چہار جلد کامل - ...

تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی ۱/

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان بالتصویر - کاغذ خانی وسفید رسمی ... - ۱۴/

گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررہ منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۱۲/

شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم جس مین تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - عہ/

گلستان مترجم - فارسی با ترجمۂ اردو - عہ/

گلستان خرد - فارسی - ۱۱/

تضمین گلستان سعدی منشی ہرگوپال صاحب تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان کے اشعار کو تضمین کیا ہے کہ سعدی اور تفتہ کے کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے ...

بہارستان جامی - اخلاق ونصائح مین قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵/

خارستان - حکایات پند ونصائح بطرز گلستان سعدی از ملا مجید الدین - ۸/

بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید خانی - عہ/

بوستان محشی کلان - اس مین ضروری حواشی درج ہین - ۱۳/

بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۱۰/

بوستان محشی خرد - ۸/

بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہین ہے بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی گوبند پرشاد فضا - ۱۳/

بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بے مثل شرح ہے - عہ/

اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - عہ/

المشتہر

منیجر صیغۂ بکڈپو نولکشور پریس لکھنؤ

پارہ ۱۵

یعلمکم الکتاب والحکمة ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون

مفتاح کنوز اسرار ربانی منشور لامع النور فیوض سبحانی مجموعۂ معارف و حقائق ذخیرہ اسرار و دقائق جسمین تفسیر شیخ امام عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی اور تفسیر امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبری وغیرہ اکابر ائمہ کے افادات کیساتھ مین بہت سے مفید التزامات کی رعایت کیگئی ہے عماد دین و ایمان،

الموسوم بہ

مواہب الرحمن
تفسیر القرآن

المشتہر

مع جامع البیان

مصنفہٗ

حبر العلوم العقلیة والنقلیة بحر الفنون الفرعیة والاصلیة قاطع شبہات الملحدین دافع مکائد الغابرین حاوی الفضائل والفواضل عمدة الاماجد والاماثل المتفرد بالعلم الخفی والجلی مولانا مولوی سید امیر علی صاحب فتاوی الہندیہ ترجمۂ عالمگیریہ و عین الہدایہ طاب اللہ ثراہ و جعل الجنة مثواہ مزید اہتمام اور حسن انتظام سے

باہتمام کیسری داس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ

مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ میں چھپی

سنہ ۱۹۴۰ء

اطلاع۔ اس مطبع مین ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ فروخت کے لئے موجود ہے جس کی فہرست ہر ایک شائق کو چھاپہ خانہ سے مل سکتی ہے جسکے معائنہ و ملاحظہ سے شائقین اصلی حالات کتب معلوم فرما سکتے ہیں قیمت بہت ارزان ہے اِس کتاب کے ٹیٹل پیج کے تین صفحہ جو سادے تھے اِن مین بعض کتب اُردو و فارسی و عربی کے درج کرتے ہیں تاکہ بعض کتب موجودہ کارخانہ سے قدردانون کو آگاہی کا ذریعہ حاصل ہو۔

تفاسیر قرآنی اُردو

تفسیر قادری۔ ترجمۂ اُردو تفسیر حسینی مترجمۂ مولوی فخر الدین صاحب کامل دو جلدمیں ۸ ؎،

تفسیر سورۂ فاتحہ۔ مسمی بہ تحفۃ الاسلام از مولوی اکرام الدین ۔ ۲،ر

تفسیر سورۂ یوسف ۔ چہ مصرعہ از مولوی اشرف علی ۔ ۵،ر

پنجسورہ مترجم ۔ باترجمۂ اُردو ۔ ۲،ر

ایضاً فارسی

تفسیر حسینی از مُلا حسین واعظ متعارف متداول پوری تفسیر خوشخط مجلد ۳ ؎،

تفسیر اسرار الفاتحہ مصنفۂ مُلا معین ہروی در تصوف ۱۲،ر

ایضاً عربی

تفسیر بے نقط فیضی ۔ مسمیٰ بہ سواطع الالہام علم کے سر کا تاج سمجھئے جو کتاب خزانہ اکبری شہنشاہ اکبر مین گوہر نایاب مخفی تھی اپنے خزانہ کی منزلت کیجئے عجیب صنعت ہے بالکل بے نقط اسپر عجیب بلاغت و سلاست پھر مبتدا و خبر اور شرط و جزا کی اصطلاح بے نقط فرعون و قارون کا نام بے نقط رُواۃ کا ترجمہ بے نقط شہنشاہ ہند کا عزت کرنا واقعی بجا تھا اور فیضی مصنف کا فخر زیبا و بیجا ہی پایا جیسا سُنا تھا مطبع کی تمام کوشش سے نہایت نفیس نسخہ ملا جسکو جواہر رقم خوشنویس نے لکھا بہت عمدہ چھپا ۔ لیعہ بلا جلد ۔ مجلد ۸ ؎ ،

احادیث اُردو

مظاہر حق ۔ ترجمۂ مشکوٰۃ المصابیح مترجمہ جناب مولانا محمد قطب الدین دہلوی مرحوم و مغفور کامل چار جلدمین ہے حامل المتن یعنے اول عبارت عربی حدیث کی بعدہٗ اسکا ترجمہ اُردو ہیں اس مرتبہ اسمین اسماء الرجال کا بھی اضافہ کیا گیا ہے ۸ ؎،

تحفۃ الاخیار ۔ ترجمۂ اُردو مشارق الانوار مترجمہ مولوی خرم علی ۔ ۱۲،ر

ترجمہ جامع ترمذی حامل المتن جلد اوّل مترجمۂ مولوی فضل احمد انصاری دلاوری لاہوری ۔ یہ ترجمہ نفیس بصرف زرکثیر مطبع نے کرایا ہے اور حقوق ترجمہ بحق مطبع محفوظ و محدود ہیں ۔ للعہ،ر

ایضاً جلد دوم حسب مراتب بالا ۔ ۳ ؎،

حدیث فارسی

اشعۃ اللمعات حامل المتن شرح مشکوٰۃ از مولانا محدث عبد الحق دہلوی چار مجلدات مین جدید الطبع ۸ ؎

ایضاً عربی

تیسیر الوصول الی احادیث جامع الاصول از شیخ عبد الرحمٰن بن علی یمنی معروف ۔ ۳ ؎،

دلائل الخیرات ۔ باترجمۂ فارسی و اسماء متبرکہ و خواص اسماء حسنے معروف ۔ ۶،ر

زاد السبیل الی الجنۃ و السلسبیل فی ذخیرہ احادیث مؤلفۂ مولانا غلام یحیی ۔ ۵،ر

فقہ اُردو

غایۃ الاوطار ۔ ترجمۂ اُردو در مختار مترجمۂ مولوی خرم علی و مولوی محمد احسن کامل چار جلدیں ۸ ؎،

راہ نجات ۔ ضروری مسائل نماز و روزہ وغیرہ ۱،ر

مفتاح الجنۃ ۔ از مولوی کرامت علی جونپوری ۵،ر

حقیقۃ الصلوٰۃ مع رسالۂ بے نمازان ۔ ۱،ر

ترجمۂ فتاوی عالمگیری ۔ اِس مستند کتاب کا ترجمہ مولانا احتشام الدین اور جناب مولانا امیر علی صاحب نے فرمایا ہے اس دفعہ ضخامت کی وجہ سے دس جلدون مین شائع کیا ہے قیمت کامل ۸ ؎،

کشف الحاجۃ ۔ ترجمۂ اُردو مالا بد منہ از مولوی محمد نور الدین ۔ ۴،ر

ہزار مسئلہ ۔ مشامل ہفت رسالہ (۱) ہزار مسئلہ (۲) مسائل ثمانیہ (۳) صد و سی مسئلہ (۴) مناجات بدرگاہ باری تعالی (۵) حلیہ شریف (۶) نور نامہ (۷) چہل مسائل مؤلفۂ مولوی عبد اللہ بن عبد السلام ۔ ۲،ر

شرع محمدی منظوم مسائل فقہیہ از محمد خان قندھاری ۔ ۱۲،ر

سُوْرَۃُ الْاِسْرَاءِ

یعنی سورۂ معراج اِسکا نام سورۂ بنی اسرائیل و سورۂ سبحان بھی ہے اسمین ایک سو گیارہ آیات ہین اور وہ سورہ مکیہ ہے یعنی مکہ مین قبل ہجرت کے نازل ہوئی یہی ابن عباسؓ سے مروی ہے اور ابن الزبیر سے بھی یہی مروی ہے مگر تین آیات کا استثنا ہے ایک قولہ تعالیٰ وان کادوا لیستفزونک الآیہ۔ اسکا نزول اُسوقت ہوا کہ جب بنو ثقیف کا ایلچی گروہ آیا اور جب یہودیون نے کہا کہ مدینہ مقام انبیا نہین ہے۔ دوم قولہ رب ادخلنی مدخل صدق الآیہ۔ وسوم قولہ ان ربک احاط بالناس الآیہ۔ اور مقاتل رحنے اسپر زیادہ کیا قولہ ان الذین اوتوا العلم من قبلہ الآیہ۔ اور بعض نے کہا کہ آٹھون آیتین مستثنیٰ ہین۔ بالجملہ یہ باتین اصلی کلام مین ضروری نہین ہین۔ اور اِس سورہ مین فضیلت تامہ یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی معراج اسمین مذکور ہے اور بخاری نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ اُنھون نے سورۂ بنی اسرائیل و سورۂ کہف و سورۂ مریم کے بارہ مین کہا کہ انھن من العتاق الاول وہن من تلادی۔ اور امام احمد نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم روزہ رکھتے جاتے یہانتک کہ ہم کہتے کہ افطار کرنا نہین چاہتے ہین اور افطار کرتے رہتے یہانتک کہ ہم کہتے کہ روزہ رکھنا نہین چاہتے اور آپ ہر رات سورۂ بنی اسرائیل کو اور سورۂ زمر کو پڑھتے تھے۔ ذکرہ الامام الحافظ رح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع ہے نام سے اللہ کے جو بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ

پاک ہے وہ یعنی اللہ تعالے جو لے گیا اپنے بندے کو یعنے محمد کو رات مین مسجد الحرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ بیت المقدس کو وہ کہ برکت دی ہے ہمنے اُسکے گرد تاکہ ہم اُسکو دکھلا دین

مِنْ اٰيٰتِنَا ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝

اپنی نشانیون سے وہی تو خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔

واضح ہو کہ سبحان مین اختلاف ہے کہ لفظ مین عربی علم صرف کی راہ سے کیا صیغہ ہے اور بعض نے اِسکو علم بھی گمان کیا اور وجہ اسکی الذی کی جانب صفت کی نظر کر کے ہے اور علما نے کہا کہ سبحان باب تفعیل کا مصدر بھی آتا ہے اور اسم مصدر بھی ہوتا ہے اور ہر حال مین وہ علم جنسی واسطے تنزیہ و تقدس کے ہے اور مراد اس سے اظہار پاکیزگی رب تعالیٰ ہے ہر نقص و برائی سے اور یہ نہین کہ پاک کرنے سے اسمین پاکیزگی ہو اور سیبویہ نے کہا کہ عامل اسمین فعل تنزیہ سے ہے اور ظاہر یہ ہے کہ مصدر بمعنی مفعول ہو یعنی تنزیہ ہے اُسکی جو لیگیا اپنے بندے کو اور بعض نے کہا کہ یہ علم تسبیح ہے اور شیخ سیوطی نے کہا کہ مراد یہ کہ جن کلمات سے بندے سے تسبیح واقع ہوتی ہے انکا علم ہے۔ بالجملہ یہ لفظ کمال پاکی بدرجہ انتہا پر دلالت کرنے سے فقط اللہ تعالے کے واسطے مخصوص ہو گیا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ پاک ہے وہ جو لیگیا اپنے بندے کو۔ ف اسرا اول شب یا شب کی رفتار کو کہتے ہین پس قولہ تعالے لَيْلًا رات مین۔ ف بطریق تجرید یا توضیح ہے جیسے کہتے ہین کہ اپنے پانؤن سے چلا حالانکہ چلنا پانؤن ہی سے ہے یا مُنھ سے بات کرہ حالانکہ بات منھ سے ہوتی ہے اور بعض علما نے کہا کہ اسرا کے معنے رات مین لیگیا۔ پھر لیلا سے تقلیل کا فائدہ ہے کہ اسکو نکرہ فرمایا یعنی رات کی تھوڑی مدت مین یہ واقع ہوا اور صاحب کشاف رحنے تائید مین قرارۃ بعض سلف کی پیش کی جنھون نے پڑھا کہ من اللیل یعنی رات کے جزو قلیل مین۔ زجاج رحنے اسری بمعنے سیر لیا جیسا کہ اول مین ترجمہ ہوا اور شاید یہ بسبیل تجرید ہے چنانچہ مذکور ہوا۔ بہرحال معنے یہ ہین کہ پاک ہے وہ جو لیگیا اپنے بندے کو رات مین تھوڑی ساعت مین مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مسجد حرام سے اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا مسجد اقصیٰ کو۔ ف مسجد الحرام نام ہے خانہ کعبہ کی مسجد کا اور مسجد اقصیٰ مسجد بیت المقدس ہے اور اُسکے محاذی آسمان پر

بیت المعمور ہے۔ پھر متکلمین وفقہاء ومفسرین وعلماء سب نے اجماع کیا بلکہ امت میں سے کسی فرقہ وکسی شخص نے اختلاف نہیں کیا کہ مراد عبد سے اس
مقام پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اہل علم نے کہا کہ عبودیت اعلیٰ مقام ہے کیونکہ اگر عبد سے زیادہ کوئی نام مکرم ہوتا تو اس مقام پر فرمایا جاتا پس رسول ونبی وغیرہ
سب سے عبد اشرف ہے۔ اہل الحق یعنے اولیاء ومشائخ نے اسپر بالاتفاق تصریح کی ہے کہ الوہیت وربوبیت میں فرد فقط ذات پاک وحدہ لا آلہ الا اللہ
لا شریک لہ ہے اور عبودیت میں فرد ذات شریف محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور بعد آپ کے تمام انبیاء ہیں پس جسکی عبودیت میں نقص سب سے کم ہے وہ
آپ کے مرتبہ کے بعد ہے اور ظاہر وہ ابراہیم ہیں واللہ تعالےٰ اعلم اسی طرح درجہ بدرجہ مراتب ہیں اور ہر زمانہ میں ایک ولی عبودیت میں بقدم آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم ہوتا ہے وہی قطب وغوث ہوتا ہے اور باقی اولیاء دیگر انبیاء علیہم السلام کے قدم پر ہوتے ہیں وہ سب اس قطب کے تابع ہوتے ہیں بالجملہ مرتبہ
عبودیت نہایت اعلیٰ مرتبہ ہے پھر مسجد اقصیٰ کی تعریف فرمائی بقولہ الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ۔ جسکے گرد ہم نے برکت دی ہے ف۔ اس برکت کی پوری
کیفیت علم آلہی عزوجل میں ہے اور ظاہری برکات میں سے دنیاوی ودینی برکات ظاہر ہیں خازنؒ نے کہا کہ پھلوں سے و دریاؤں ونہروں ودرختوں
سے یا انبیاء وصالحین سے اور وہ سابق میں قبلہ انبیاء علیہم السلام تھی اور مبارک ہے کہ مزارات انبیاء وہاں ہیں اور اُسی طرف قیامت کو خلائق کا حشر
ہوگا۔ اقول حدیث میں ہے کہ مبارک ہو شام کو ستر ہزار فرشتے ہر روز اسپر سایہ کرتے ہیں۔ اور اسکی برکت وتعریف میں آیات واحادیث ہیں۔ پھر واضح ہو
کہ مسجد اقصیٰ کے گرد ان برکات کو فرمایا اور داخل میں بھی فضیلت ہے کہ اسمیں نماز کا ثواب پچاس ہزار نماز کا ہے جیسے مدینہ کی مسجد نبوی صلے اللہ علیہ وسلم
میں اسی قدر ہے اور اس سے دوچند ثواب یعنی ایک لاکھ نماز کا ثواب مسجد الحرام میں ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں بالاجماع ثابت ہے پھر اس اسراء کے
فوائد میں سے بعض پر تنبیہ فرمائی بقولہ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا تاکہ ہم اپنے بندے کو دکھلا دیں اپنی آیات میں سے چنانچہ اس رات میں بڑی بڑی آیات
دکھلائیں ولیکن قدرت وعظمت آلہی کے سامنے یہ آیات بھی تھوڑی ہیں لہذا فرمایا کہ من آیاتنا یعنی بعض آیات دکھلا دیں اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ بیشک
وہی سمیع وبصیر ہے۔ ف۔ بعض نے کہا کہ ضمیر اللہ تعالےٰ جل شانہ کی طرف ہے اور شیخ عکبری نے تبیان میں نقل کیا کہ ضمیر واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
ہے اور یہ مستحسن ہے اس صورت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مدح اور گویا بیان لیاقت معراج ہے یعنی ایسے بندے کو یہ عروج دیا جسکو اپنی قدرت کاملہ
سے اس لائق فرمایا تھا کہ وہی سمیع تھا کہ سماع خطاب آلہی کے لائق تھا اور بصیر تھا کہ آیات کو دیکھتا تھا۔ لہذا دوسرے کسی بندے کو یہ مرتبہ نہیں دیا۔ اب
یہاں مقامات ہیں اول یہ کہ معراج موصوف کب واقع ہوئی۔ دوم کہاں سے واقع ہوئی۔ سوم کس کیفیت سے واقع ہوئی مع دیگر فوائد کے جو شیخ امام ابن کثیر
وسیوطی رحمہ نے ذکر فرمائے ہیں اور جو مترجم کو توفیق دی گئی چونکہ معراج ایک شان عظیم ہے اور اسمیں امتحان بھی ہے کما قال تعالےٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک
الا فتنۃ للناس یعنی نہیں کردیا ہم نے دیدار کو جو ہم نے تجھے دکھلایا مگر امتحان واسطے آدمیوں کے پس وہ لوگ تصدیق کرینگے جنکے ارواح کا نزول صراط مستقیم سے
ہوکر انکے اجسام میں ہوا اور وہ لوگ جھٹلا دینگے جنکی ارواح کا نزول راہ شیطانی سے ہوا لہذا اللہ تعالیٰ نے دونوں کو امتحان میں ڈالا اور وہ ہر ایک بندے
کے قول وفعل کو سنتا وجانتا ہے پس اس مقام پر اہل ایمان کے واسطے احادیث وآثار توضیح کے ساتھ ذکر کردیے جاوینگے کہ انکی ارواح اپنے اپنے وطن کے
حالات سننے سے باغ باغ ہوں اور جو لوگ سیاہ قلب ومنکر ہیں اور بلا دلیل وبے وجہ انکار کرتے ہیں اُنکے اوہام وشکوک کا رد کردیا جاوے پھر چونکہ شیخ
امام ابن کثیر وغیرہ نے بہت تفصیل سے لکھا ہے اور اکثر عوام میں اسقدر قوت نہیں ہوتی کہ تفصیل بسیط کو محفوظ رکھیں لہذا پہلے مختصر طور پر لکھکر توضیح لانا مناسب
ہے۔ واضح ہو کہ امام زہری رحمہ سے مروی ہے کہ معراج آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرکے مدینہ جانے سے ایک سال پہلے واقع ہوئی۔ ایسا ہی عروہ بن الزبیر
سے مروی ہے یعنی ہجرت پر جو سال ہوا اس سے پہلے سال میں ہوئی سدی رحمہ نے کہا کہ چار مہینہ پہلے ہوئی یعنی ہجرت سے سولہ مہینے پہلے ہوئی اور عمرو بن شعیب
عن ابیہ عن جدہ یعنی عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ سترھویں تاریخ ماہ ربیع الاول کو ہجرت سے ایک سال پہلے واقع ہوئی۔ واضح ہو کہ ابن عبد البر نے گمان کیا

کہ ہجرت سے کئی سال پہلے واقع ہوئی اس دلیل سے کہ خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھی اور ہجرت سے پانچ برس یا چار برس پہلے وفات پائی ہے اور یہ مستلزم ہے کہ نماز شب معراج مین فرض ہوئی ہے پس شب معراج کئی سال پہلے واقع ہوئی۔ اور جواب یہ ہے کہ نماز جس صفت سے شب معراج مین فرض ہوئی ہے وہ احکام تھے ورنہ نماز پہلے بھی تھی جیسے طہارت تو مکہ مین تھی مع نماز کے حالانکہ نزول آیت وضو کا مدینہ مین ہوا ہے پس خدیجہ رضہ کے نماز پڑھنے سے یہ لازم نہین آتا ہے اور حضرت عائشہ رضہ سے صریح مروی ہے کہ حضرت خدیجہ رضہ نے انتقال کیا ایسے وقت مین کہ نماز فرض نہین ہوئی تھی۔ غرضکہ اسقدر کافی ہے کہ معراج کب واقع ہوئی پس ہجرت سے سال بھر سے پہلے ربیع الاول کی سترھوین تاریخ ہوئی ہے۔ امر دوم کہ کہان سے واقع ہوئی تو قرآن مجید مین منصوص ہے کہ مسجد حرام سے ہوئی اور حسن وقتادہ رح سے بھی ظاہر قرآن کے موافق مروی ہے کہ عین مسجد الحرام سے معراج ہوئی اور جمہور مفسرین نے کہا کہ حضرت ام ہانی کے مکان سے واقع ہوئی ہے بعض علمار نے زعم کیا کہ قرآن مین مسجد الحرام کے معنے یہ ہوے کہ مکہ سے یا حرم سے۔ اور یہ اطلاق شائع ہے اور مترجم کہتا ہے کہ دونون قول مین کچھ اختلاف نہین ہے کیونکہ بات یہ ہوئی تھی کہ نماز عشار کے بعد آپ ام ہانی رضہ کے مکان مین سوئے کہ جبرئیل علیہ السلام مع جماعت کے آکر آپ کو مسجد الحرام مین لیگئے اور وہان سے معراج کو لیگئے چنانچہ حدیث مالک بن صعصعہ مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس درمیان مین کہ مین مسجد الحرام مین حجر مین تھا کہ الی آخرہ تمام حدیث معراج نقل کی۔ اور واضح ہو کہ روایات مین ام ہانی رضہ کے مکان سے بھی معراج مذکور ہے مگر بات یہی ہے جو مین نے بیان کی اور اسکی تصریح بعض روایات مین موجود ہے چنانچہ انشاء اللہ تعالی آوینگی اور یہین سے ہوشیار رہنا چاہیئے کہ راویون کے کلام جہان باہم مختلف نظر آتے ہین وہ واقعی اپنے محل پر صحیح ہوتے ہین چونکہ دیکھنے والا اس کیفیت کو مشاہدہ نہین کرسکتا تو اسکو بظاہر اختلاف معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی لازم ہو کہ یہ مقام معراج کمال عروج روح کے ساتھ کچھ سمجھ مین آسکتا ہے اسی واسطے کفار جنکے اجسام تر وتازہ اور ارواح سیاہ وضعیف ہین اس مقام کو نہین سمجھتے ہین پس اہل ایمان کو لازم ہے کہ جہانتک سمجھین اسکو شکر کے ساتھ لیوین اور جہان سمجھ مین نہ آوے اسکو ایمان کے ساتھ تسلیم کرین اور منتظر رہین کہ انشاء اللہ تعالے روح پر ایک وقت مین مثل آئنہ کے کھل جائیگا بلکہ تعجب ہوگا کہ پہلے نظر بصیرت پر کیسا پردہ تھا اور اللہ تعالے جل شانہ کے عجائب اسرار اسقدر ہین کہ کوئی انکو احاطہ نہین کرسکتا ہے۔ اور مسجد الحرام کو بحکم الٰہی آدم علیہ السلام نے بنایا اور اسکے چالیس سال بعد مسجد اقصی کو بنایا جیسا کہ مواہب اللدنیہ مین ہے اور داؤد علیہ السلام نے مسجد اقصی کی عمارت مین تجدید کی ہے۔ علمار نے لکھا کہ معراج آسمان کو مکہ سے ہونے اور مسجد اقصی سے ہونے مین یہ حکمت تھی کہ شام محشر خلائق ہوگا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم کردیا کہ آپ کے قدوم کے آثار وبرکت سے آپکی امت پر راہ آسان ہو اور یہ بھی کہ وہان مجمع انبیاء علیہم السلام ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دید ایسے انکو شرف دیا جاوے اور یہ بھی کہ لوگ آپکی نورانیت جسم وروح سے واقف ہوکر تصدیق سے مرتبہ عروج حاصل کرین۔ اب بیان امر سوم کہ کس کیفیت سے واقع ہوئی ہے۔ اول یہ جان لینا چاہیئے کہ احادیث وآثار مین جسقدر بیان ہے وہ نفس کیفیت کے واسطے کافی نہین ہوسکتا جیسے کوئی شخص کسی قسم کی مٹھائی کو بیان کرے تو جسنے کبھی نہ چکھی ہو صرف بیان سے بہت کم واقف ہوگا بلکہ شاید منکر ہوجاوے حالانکہ جسنے چکھی ہے اسکے نزدیک کچھ بھی بعید نہوگا پھر بھی نفس کیفیت سے وقوف نہین ہوسکتا ہے اب جاننا چاہیئے کہ معراج کے بارہ مین قول اول یہ کہ جسم وروح دونون کے ساتھ جاگتے مین واقع ہوئی۔ دوم یہ کہ صرف روح سے واقع ہوئی اور قول سوم یہ کہ مکہ سے بیت المقدس تک مع جسم واقع ہوئی پھر وہان سے آسمانون پر روح سے واقع ہوئی ہے۔ اور صحیح قول اول ہے بلکہ عقائد مین یہ مسئلہ قطعی داخل ہو کہ معراج بنابر قول اول کے بیت المقدس کی مسجد اقصی کو واقع ہوئی حتی کہ جو اس سے انکار کرے اسکو کافر کہا گیا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ اسکے خلاف بعضے صحابہ وتابعین سے نقل کیا جاتا ہے تو جواب یہ ہے کہ انسے روایت کرنے والے آحاد ہین اور ظاہر ہو کہ منفرد راوی کا بمقابلہ معروف مشہور قطعیات کے اختلاف کے طور پر اعتبار نہین ہوسکتا کیونکہ اگر یہی الفاظ ہون تو بھی اسکے معنے تمام سلف وخلف کے موافق بنتے ہین پھر ہم اسکو خواہ مخواہ خلاف پر کیون

محمول کرین۔ اگر کہا جاوے کہ آیت مین تاویل بھی ہوسکتی ہو تو جواب یہ ہو کہ تاویل اپنے قاعدہ سے ہوا کرتی ہے اور بے وجہ تاویل تو تحریف کہلاتی ہے اور قرآن مجید متواتر قطعی ہے تو روا نہین ہے کہ بے وجہ اسکی تاویل بوجہ ایک راوی کی روایت کے کیجاوے اور یہ مذکور ہو چکا کہ راوی کے الفاظ مین بحسب موقع کلام ابہام و اجمال ہوتا ہے جس سے بظاہر خلاف مفہوم ہوتا ہے ولیکن درحقیقت اتفاق ہوتا ہے شیخ امام ابن کثیر رح نے اس مقام پر احادیث کو بہت تفصیل سے ایراد کیا اور مترجم نے مکرر کلمات اور اسانید حذف کرکے زیادات پر اکتفا کیا ہے لہذا زیادتی کو اپنے موقع پر رکھنا چاہیئے۔ (ذکر احادیث وارده در معراج) انس بن مالک رضہ سے روایت ہے کہ جس رات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے معراج ہوئی تو تین شخص آئے قبل اسکے کہ آپ پر وحی کیجاوے اور آپ مسجد حرام مین خواب مین تھے پس اول نے کہا کہ وہ کون ہے دوم نے کہا کہ وہ انہین سے بہتر ہے تیسرا بولا کہ بہتر کو لے لیس پس اس رات یہی تھا اور آپ نے انکو نہین دیکھا پھر دوسری رات مین آئے اس حال مین کہ آپ کا قلب دیکھتا تھا اور آپ کی صفت یہ تھی کہ آنکھین سوتی تھین اور دل نہین سویا کرتا تھا اور انبیا علیہم السلام کا یہی حال ہوتا ہے کہ انکی آنکھین سویا کرتی ہین اور دل نہین سوتے ہین پس فرشتون نے آپ سے کچھ کلام نہ کیا یہانتک کہ آپ کو اٹھا لیگئے اور چاہ زمزم کے پاس رکھا پس جبرئیل نے بذات خود متولی ہو کر آپ کا سینہ چاک کر دیا اور اندر سے نکال کر اسکو اپنے ہاتھ سے آب زمزم سے دھوکر پاک کر دیا پس ایک سونے کا طشت جسمین لگن سونے کی تھی لائے جسمین ایمان و حکمت بھری ہوئی تھی اس سے آپ کا سینہ بھر دیا اور حلق کے عروق لاکر جوڑ دیا پھر آپ کو اٹھا کر آسمان کو لیگئے (درمیان سے کیفیات و وقائع متروک کر دیے ہین) پہلے آسمان تک پہونچے تو فرشتون نے کہا کہ کون ہے کہا کہ جبرئیل۔ بولے کہ ساتھ کون ہے کہا کہ میرے ساتھ محمد ہین بولے کہ انکے پاس بھیجا گیا تھا کہا کہ ہان۔ بولے کہ مرحبا مبارک باد۔ آسمان والون کو آپ کے قدوم سے بہت خوشی ہوئی۔ آسمان والے یہ نہین جانتے جو اللہ تعالے کو اسکے ساتھ اہل زمین سے مقصود ہوتا ہے جب تک آگاہ نہ کیا جاوے پس اول آسمان پر آدم کو پایا۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ یہ آپ کے باپ آدمؑ ہین انکو سلام کیجیے آپ نے سلام کیا آدمؑ نے جواب سلام کے ساتھ کہا کہ مرحبا مبارک اے فرزند تو بہت ہی مبارک بیٹا ہے پھر آپ نے آسمان دنیا پر دو نہرین دیکھین روان پوچھا کہ جبرئیل یہ نہرین کیا ہین کہا کہ نیل و فرات مین ان دونون کے عنصر ہین پھر روانہ ہوئے تو دوسری ایک نہر دیکھی جسپر موتی و زبرجد کا قصر تھا ہاتھ سے دیکھا تو وہ مشک اذفر ہے پوچھا کہ جبرئیل یہ کیا ہو کہا کہ یہ کوثر ہے جو اللہ تعالے نے آپ کے واسطے رکھی ہے (اقول یعنی حوض جسمین نہر کوثر سے پانی آتا ہے) پھر لیکر دوسرے آسمان کو عروج کیا وہان والے ملائکہ نے بھی مثل آسمان اول کے پوچھکر کھولا اور مبارکباد دی پھر تیسرے آسمان کو چڑھا یا اور وہان بھی پھر چوتھے آسمان کو چڑھا یا وہان بھی پھر پانچوین پھر چھٹے پھر ساتوین پر چڑھا یا ہر جگہ بعد پوچھنے کے دروازہ کھول کر مبارکبادی اور ہر آسمان مین انبیا بھی ملے جنکو انس رضی اللہ عنہ نے نام بنام تبلایا تھا مگر مجھے انمین سے یہ یاد رہا کہ ادریسؑ دوسرے آسمان پر اور ہارونؑ چوتھے آسمان پر اور پانچوین پر ایک اور جسکا نام مجھے نہین یاد رہا اور ابراہیم ع چھٹے آسمان پر اور موسی ع ساتوین آسمان پر تھے (مترجم کہتا ہے کہ اسمین بھی شاید سہو ہوا ہے) بالجملہ موسی علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی جناب مین کہا کہ اے رب میری نسبت گمان کیا جاتا تھا کہ تو مجھپر کسی کو بزرگ نہین فرماویگا۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اوپر چڑھا یا گیا جہان سوا اللہ تعالے عزوجل کے کوئی نہین جانتا ہے یہانتک کہ سدرۃ المنتہی آیا اور قرب ہوا حضرت جبار عزوجل کا پس نزدیکی ہوئی دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی۔ پس اللہ تعالے نے آپ کو جو چاہا وحی فرمائی (یعنی بدون واسطہ کے) منجملہ وحی کے یہ کہ تیری امت پر پچاس نمازین شب و روز مین ہین پھر آپ کو اتارا گیا یہان تک کہ آپ موسی علیہ السلام پر گذرے پس موسی علیہ السلام نے روک کر پوچھا کہ اے محمد آپ سے کیا عہد لیا پروردگار نے کہا کہ یہ عہد کہ تیری امت پر پچاس نمازین رات دن مین ہین کہا کہ آپ کی امت اسکو نہین اٹھا سکیگی آپ واپس ہو کر جناب باری تعالے مین درخواست کرین کہ آپ سے اور آپ کی امت سے تخفیف فرماوے (یہ مشیت الٰہی واسطے اظہار منزلت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تھی) پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے جبرئیل کو دیکھا گویا اس بارہ مین مشورہ چاہتے تھے جبرئیل نے اشارہ کیا یعنی ہان اگر آپ کو منظور ہو۔ پس اللہ تعالےٰ عزوجل نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو چڑھایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے موقع پر پہونچکر عرض کیا کہ اے رب میرے مجھے تخفیف دیجاوے کہ میری اُمت اسکو نہین اُٹھا سکتی ہے پس دس نمازین کم کر دین پھر لوٹ کر موسیٰ علیہ السلام تک پہونچے پھر اُنھون نے روکا پس برابر موسیٰ علیہ السلام آپ کو پھیرے جاتے یہانتک کہ اللہ تعٰ نے پانچ نمازین رکھین پھر لوٹتے پر موسیٰ علیہ السلام نے روکا اور کہا کہ اے محمدؐ واللہ مین نے بنو اسرائیل کو اس سے کم پر مائل کیا مگر کمزور پڑے اور چھوڑ دیا اور آپ کی اُمت تو جسم مین بہت کمزور دل و بدن وآنکھ وکان سب مین بہت کمزور ہے آپ واپس جاوین کہ رب عزوجل تخفیف فرماوے۔ ہر بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھتے کہ مشورہ دین اور جبرئیل اُسکو ناگوار نہ جانتے تھے پس اس بار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چڑھائے گئے اور آپ نے عرض کیا کہ اے رب تعالےٰ میری اُمت بہت کمزور جسم و دل و بدن وآنکھ وکان سے ہے پس حضرت رب العزۃ جل شانہ نے فرمایا اے محمدؐ۔ عرض کیا کہ لبیک وسعدیک فرمایا کہ میرے یہان تبدیل نہین ہے جیسا کہ مین نے تجھپر ام الکتاب مین فرض کیا ہے ہر نیکی دس گونہ ہے پس ام الکتاب مین وہ پچاس ہین اور تجھپر پانچ ہین پس آپ واپس ہوکر موسیٰ علیہ السلام پاس آئے پوچھا کہ آپ نے کیا کیا۔ بتلایا کہ رب عزوجل نے تخفیف فرماکر ہر نیکی کو دس گونہ کر دیا۔ موسیٰ نے کہا کہ واللہ مین نے بنی اسرائیل کو اس سے بہت کم پر مائل کیا مگر اُنھون نے ترک کر دیا آپ واپس جاوین کہ رب عزوجل تخفیف فرماوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے موسیٰ واللہ مین بار بار عرض کرنے سے شرما گیا ہون تو کہا کہ اچھا اللہ تعالیٰ کا نام لیکر نزول کیجیے۔ آپ جاگے تو مسجد الحرام مین تھے یعنی جو وقت آپ کے نماز کا تھا اُسوقت آپ مسجد الحرام مین آگئے تھے۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ نے روایت کیا اور امام مسلمؒ نے بھی دوسری اسناد سے روایت کیا ہے جسمین زیادتی وکمی وتقدیم وتاخیر ہے اور امام مسلم نے کہا کہ اس کا راوی شریک بن عبد اللہ بن ابی نمر ہے جو کہ بزرگ پرہیزگار ہے اُسنے اس حدیث کو اچھی طرح محفوظ نہین رکھا اُسکی یاد مین اضطراب ہو گیا اور حافظہ بگڑ گیا ہے جیسا کہ دوسری روایات مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا۔ اقول شیخ شریک رح نے خود ہی کہدیا کہ مجھے یاد نہین رہا ہے جیسا کہ گذرا اور امام ابن کثیرؒ نے کہا کہ بعضے علماء اس حدیث کو خواب پر محمول کرتے ہین یعنی بعضے علماء کے نزدیک معراج اگرچہ ایک ہی مرتبہ واقع ہوئی مگر خواب مین روحانی طور پر کئی بار ہوا ہے پس یہ واقعہ اول مین بطور خواب کے تمہید اس معراج کی تھا جو کہ بدن وروح کے ساتھ پیچھے واقع ہوئی ہا اقول ظاہرا یہ امر کچھ بعید نہین ہو اگرچہ شیخ رح کے نزدیک نہین ہے کیونکہ اول تو آداب حضور سے وقوف ہوا اور دوم یہ کہ دیدار آیات کبریٰ کو اُٹھانا بھی اس جسم کے لیے مشکل ہے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم تو روح سے بڑھکر تھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر لکھا کہ امام ابوبکر بیہقی رح نے کہا کہ شریک رح کی حدیث مین بعضی باتین ایسی زائد ہین جو اُنکے سوا کوئی ثقہ روایت نہین کرتا ہے چنانچہ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ انکی حدیث مین صریح اللہ تعالیٰ کے دیدار پر ہے لیکن حضرت عائشہؓ وابن مسعود وابوہریرہ رضی اللہ عنہم کے کلام مین صریح ہے کہ یہ نزدیکی و دیکھنا جبرئیل کے ساتھ جبرئیل کی اصلی صورت پر ہوا ہے یعنی جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلی صورت پر دو مرتبہ دیکھا کما فی النجم ولقد رآہ نزلۃ اخریٰ الآیہ بیہقی رح نے کہا کہ یہی اصح معنی ہے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ جو بیہقی رح نے کہا یہی حق وصواب ہے۔ امام احمدؒ نے انس بن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ براق میرے پاس لایا گیا وہ چوپایہ سفید ہے گدھے سے اونچا اور خچر سے نیچا اور اپنا قدم وہان رکھتا ہے جہان اُسکی انتہاے نظر پہونچتی ہے مین اُسپر سوار ہوکر بیت المقدس آیا اور چوپایہ اس حلقہ سے باندھا جسمین انبیاء علیہم السلام باندھتے تھے پھر مین نے داخل ہوکر اُسمین دو رکعتین پڑھین پھر باہر آیا پس جبرئیل میرے پاس ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ دودھ کا لائے پس مین نے دودھ کو اختیار کیا پس جبرئیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو پالیا۔ پھر مجھے آسمان دنیا پر چڑھایا اور آگے ملائکہ کا پوچھکر کھولنا اور مبارکباد دینا مثل سابق بیان ہے لیکن ہر آسمان مین پیغمبرون کا ہونا اس تفصیل سے

مذکور ہے کہ اول مین آدم اور دوم مین یحیی و عیسی دونون پسران خالہ اور سوم مین یوسف کو دیکھا کہ حسن کا ایک شطر یعنی نصف حصہ دیے گئے ہین اور چہارم
مین ادریس اور پنجم مین ہارون اور ششم مین موسی تھے اور ہفتم مین ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ بیت المعمور سے تکیہ لگائے ہین اور بیت المعمور مین ہر روز نئے
ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہین جو پھر عود نہین کرتے ہین۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہی کو عروج دیا گیا دیکھا تو اُسکے پتے مثل ہاتھی کے کانون کے اور اُسکے پھل
مثل قلال کے ہین پھر جب اُسکو حکم الٰہی سے ڈھانپ لیا جسنے ڈھانپ لیا تو وہ متغیر ہوگیا پس اللہ تعالی کے مخلوق مین سے کوئی نہین جو اس کی
جمعہ قلہ یعنی مٹکا ۱۲
خوبی بیان کر سکے۔ پھر اللہ تعالی نے مجھے وحی فرمائی جو فرمائی اور مجھپر فرض کین ہر روز و شب مین پچاس نمازین پھر مین اُترا یہانتک کہ موسی علیہ السلام
کے پاس پہونچا پوچھا کہ آپ پر آپ کی اُمت پر رب العزۃ جل شانہ نے کیا فرض کیا مین نے کہا کہ رات دن مین پچاس نمازین۔ کہا کہ واپس ہو کر تخفیف کی
درخواست کیجیے کہ آپ کی امت اسکو برداشت نہین کر سکتی ہے۔ (آخر تک اسی تفصیل سابق سے ہے) یہانتک کہ فرمایا کہ اے محمد یہ پانچ نمازین ہر
روز و شب مین ہین بعوض ہر نماز کے دس ہین پس پچاس ہوگئین اور جو کوئی قصد کریگا نیکی کا پھر نہ کر پاویگا تو اُسکے لیے ایک نیکی لکھی جاوے اور اگر
کر پاوے تو دس نیکیان لکھی جاوینگی اور جو کوئی بدی کا قصد کریگا پھر نہ کریگا تو اُسپر بدی نہ لکھی جائیگی اور اگر اُسنے بدی کر لی تو اُسپر ایک ہی بدی لکھی جائیگی
الی آخر الحدیث۔ اس حدیث کو امام مسلم نے بھی صحیح مین روایت کیا۔ اور یہ سیاق بہ نسبت حدیث شریک رح کے اصح ہے بیہقی رح نے کہا کہ اس حدیث مین
دلیل ہے کہ معراج آسمانی بھی اسی رات ہوئی جس رات کہ اسرا مسجد الحرام سے تا مسجد اقصی واقع ہوا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ جو بیہقی رح نے فرمایا یہی صحیح ہے
اسمین کچھ شک نہین ہے یعنی معراج علیحدہ نہین ہے امام احمد نے من طریق قتادہ رح انس بن مالک رض سے روایت کی کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے واسطے اسرا ہوا آپ کے پاس براق لایا گیا اسپر ساز و سامان زین و لگام آراستہ تھا آپ نے سوار ہونا چاہا تو اُسنے شوخی کی پس جبرئیل
علیہ السلام نے کہا کہ یہ تجھے کیا سوجھی پس واللہ تجھپر کوئی کبھی محمد سے بڑھکر مرتبہ کرامت والا اللہ تعالی کے نزدیک سوار نہین ہوا ہے پس براق پسینہ پسینہ ہوگیا
و رواہ الترمذی ایضاً۔ امام احمد نے من طریق راشد بن سعید و عبدالرحمن بن جبیر رحمہما اللہ کے انس بن مالک سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جب مجھے میرے رب اللہ تعالی عز و جل کی طرف عروج دیا گیا ہے تو مین ایک قوم کی طرف ہو کر گذرا جنکے ناخن نحاس کے تھے انسے وے اپنے
تانبا ۱۲
منھون و سینون کو خراش کرتے تھے مین نے کہا اے جبرئیل یہ کون ہین کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جو لوگون کے گوشت کھاتے اور انکی آبرو ریزی کی
غیبت مین پڑتے تھے۔ و رواہ ابو داؤد ایضاً۔ امام احمد رح نے انس رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے اسرا فرمایا گیا ہے
مین موسی ع پر گذرا کہ وہ کھڑے اپنی قبر مین نماز پڑھتے تھے۔ و رواہ مسلم ایضاً۔ وہو اصح کما قال النسائی۔ اور اس حدیث کو امام ابو یعلی موصلی نے بھی روایت
کیا ہے اور امام ابو یعلی نے روایت کی کہ انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا کہ مجھے براق پر سوار کیا گیا یا کہا کہ گھوڑے پر اور
مین نے اُسکو باندھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ سے اسکا حلیہ بیان کیجیے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کلمہ ذکر کیا پس ابوبکر الصدیق نے
کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ آپ اللہ تعالی کے رسول ہین اور ابوبکر رض نے اُسکو دیکھا تھا۔ اور امام ابوبکر احمد بن عمرو البزار نے اپنی مسند مین ایک حدیث
براق کو وقت جانے شام کے ۱۲
روایت کی اور اسمین ہے کہ میرے واسطے آسمان کا ایک دروازہ کھولا گیا وہان مین نے نور اعظم اور حجاب کے پیچھے رفرف موتی و یاقوت کا دیکھا اور اللہ تعالی
نے جو چاہا مجھے وحی فرمائی۔ امام بزار رح نے کہا کہ سوائے انس رض کے مین نہین جانتا کہ کسی اور نے یہ حدیث روایت کی ہو اور یہ بھی نہین جانتا کہ ابو عمران
الجونی سے سوائے حارث بن عبید کے کسی نے اُسکو روایت کیا ہو اور یہ شخص اہل بصرہ مین سے مشہور پرہیزگار ہے اور اس حدیث کو بیہقی رح نے بطریق
حارث بن عبید کے ابو عمران الجونی سے اسی طرح روایت کیا پھر کہا کہ اسکو حماد بن سلمہ نے ابو عمران الجونی سے اُسنے محمد بن عمیر بن عطارد سے روایت کیا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت مین تھے کہ آپ کے پاس جبرئیل آئے اور آپ کی پشت پر چونکنے سے اشارہ کیا پس آپ کو

ایک درخت تک لیے چلے گئے فرمایا کہ وہاں دو جھولے مثل آشیانہ پرندوں کے تھے پس ایک میں جبرئیل بیٹھے اور ایک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ دراز ہو کر بلند ہوئے یہانتک کہ افق تک پہونچے پس اگر میں اپنا ہاتھ پھیلاتا تو آسمان کو لگتا پھر ایک ذریعہ سے نور کیجانب اُترے تو جبرئیل علیہ السلام بیہوش ہو گئے گویا مالیدہ کمل میں پس میں نے جانا کہ اُنپر خوف مجھ سے زیادہ غالب ہے پھر اللہ تعالی نے وحی فرمائی کہ نبی بادشاہ یا نبی عبد یعنی نبوت مع بادشاہت چاہیئے یا نبوت بعبودیت یعنی نبوت بشان عبودیت و کمال حبت پس جبرئیل ع نے اسی حال میں مجھ سے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کیجیئے پس میں نے عرض کیا کہ اے رب بادشاہت نہیں بلکہ عبد بننا چاہتا ہوں۔ اقول مشکوۃ میں حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے نبوت بعبودیت اختیار کی پس تکیہ دیکر کبھی نہیں کھاتے اور فرماتے کہ نبی عبد ہوں شیخ ابن کثیر رح نے بعد اسکے لکھا کہ یہ روایت اگر صحیح ہو جاوے تو ضرور ہے کہ یہ معراج کے سوائے کوئی واقعہ ہے یعنی منجملہ اسرار و کمالات کے ہے واقعہ معراج خاص نہیں ہے اور ایسے وقائع تو اولیاء اُمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و طفیل سے بہت واقع ہوئے ہیں واللہ تعالی اعلم۔ اور لکھا کہ بزار رح نے کہا کہ حدثنا عمرو بن عیسی حدثنا ابوبحر حدثنا شعبۃ عن قتادۃ عن انس رضی اللہ عنہ کہا انس نے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عز و جل کو دیکھا۔ قال حدیث غریب۔ پھر شیخ نے اماما ابن جریر رح کی روایت انس بن مالک رض کی ذکر فرمائی کہ جب جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق کو لائے تو اُسنے شوخی سے دُم کو حرکت دی پس جبرئیل نے کہا کہ ہاں ٹھہر اے براق کہ واللہ اسکے مثل دوسرا تجھپر سوار نہیں ہوا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا راستہ کے کنارے ہے پوچھا کہ جبرئیل یہ کون ہے کہا کہ چلیے چلیے پھر روانہ ہوئے جہانتک اللہ تعالی نے چاہا پھر دیکھا کہ راستہ سے ہٹی ہوئی ایک چیز آپ کو بلاتی ہے کہ اے محمد آؤ۔ پھر روانہ ہوئے جہانتک اللہ تعالی نے چاہا پھر آپ سے اللہ تعالی کی مخلوق میں سے ایک خلق نے ملاقات کی اور بولے کہ السلام علیک اے اول۔ السلام علیک اے آخر۔ السلام علیک اے حاشر۔ جبرئیل نے کہا کہ سلام کا جواب دیجیے آپ نے دیدیا۔ پھر روانہ ہوئے تو دوبارہ ایسی ہی خلق نے ملاقات کی اور ویسا ہی کہا پھر تیسری بار (یعنے سب کا قدم آخر جھکے) اسی طرح ملاقات ہوئی پھر آپ بیت المقدس کو پہونچے پس آپ پر پانی و شراب و دودھ کے پیالے پیش کیے گئے پس آپ نے دودھ کا پیالہ لے لیا تو جبرئیل نے کہا کہ آپ نے فطرت پائی اور اگر پانی پیتے تو اُمت غرق ہوتی اور اگر شراب پیتے تو آپ اور آپ کی اُمت بے عقل گمراہ ہوتی پھر آپ کے واسطے آدم علیہ السلام مع تمام انبیاء علیہم السلام کے بھیجے گئے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات ان سب کی امامت کی۔ پھر جبرئیل نے کہا کہ وہ جو بڑھیا آپ نے راستہ کے کنارے دیکھی تو دنیا کی عمر میں سے باقی نہیں رہا مگر اسقدر جتنی اس بڑھیا کی عمر رہی ہے اور وہ چیز جو آپ کو بلاتی تھی تو وہ ابلیس تھا چاہتا تھا کہ آپ اسکی طرف جھکیں اور جن لوگوں نے آپ کو سلام کیا تھا وے ابراہیم و موسی و عیسی علیہم السلام تھے (پڑھائی یعنے نماز)۔ وقد رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ ایضاً۔ پھر لکھا کہ دوسرے طریق سے انس بن مالک رض سے امام نسائی نے مجتبی میں روایت کی اور نسائی کی سنن کبیر میں اسکو میں نے نہیں دیکھا اسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براق پر روانہ ہوئے ایک جگہ جبرئیل نے کہا کہ اُترکر نماز پڑھیے میں نے پڑھی پھر کہا کہ آپ جانتے ہیں کہ کہاں آپ نے نماز پڑھی یہ مقام طیبہ ہے جہاں آپ ہجرت کرکے آوینگے پھر روانہ ہوئے پھر کہا کہ اُترکر نماز پڑھ لیجیے اور بتلایا کہ یہ طور سینا ہے جہاں موسی علیہ السلام سے اللہ تعالی نے کلام فرمایا ہے پھر روانہ ہوئے پھر کہا کہ اترکر نماز پڑھیے اور بتلایا کہ یہ بیت لحم ہے جہاں عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا وہاں میرے واسطے تمام انبیاء علیہم السلام جمع کیے گیے اور مجھے جبرئیل نے مقدم کیا پس میں نے اُنکو نماز پڑھائی پھر مجھکو آسمان پر چڑھایا پس میں نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام ہیں آخر حدیث تک بمضمون سابق پھر شیخ نے امام ابن ابی حاتم کی اسناد سے انس بن مالک رض سے روایت کی جس میں ذکر براق کے بعد اسقدر زائد ہے کہ پھر جب بیت المقدس پر پہونچا تو اس دروازہ پر آیا جسکو باب محمد کہتے ہیں وہاں کے پتھر میں جبرئیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے دبا کر سوراخ کر دیا اور براق باندھا پھر جب صحن مسجد پر پہونچے تو جبرئیل نے کہا

کہ آپ نے رب عز وجل سے چاہا تھا کہ حور العین دکھلائیں فرمایا کہ ہان کہا کہ اس جماعت کی طرف چلیے انکو سلام کیا تو انھون نے جواب دیا مین نے پوچھا کہ
تم کون ہو بولین کہ ہم ایسے ابرار نیکو ن کی ازواج خیرات حسان ہین جو پاک ہوئے انمین میل نہین رہا اور ٹھہرے کہ انکو کوچ نہین ہے اور ہمیشگی پائی
کہ انکو موت نہین ہے پھر مین واپس ہوا تو تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ بہت لوگ جمع ہوگئے اور نماز قائم ہوئی ہم سب صف بستہ ہو کر امام کے منتظر ہوئے
کہ جبرئیل نے مجھے ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا مین نے نماز پڑھائی پھر سلام کے بعد جبرئیل نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ آپ نے جانا کہ آپ نے کن لوگون کی امامت کی
بتلایا کہ آپ کے پیچھے ہر نبی نے جسکو اللہ تعالی نے مبعوث کیا ہے نماز پڑھ لی ہے پھر مجھے آسمان کو عروج دیا۔ (پھر آسمانون مین انبیاء علیہم السلام کی ملاقات
آخر تک مذکور ہے) پھر مجھے ساتوین آسمان کی پشت پر چڑھایا یہانتک کہ ایک نہر تک پہونچے جسپر موتی و یاقوت و زبرجد کے آبخورے ہین اور اسپر
سبز پرند نہایت خوبصورت ہین مین نے جبرئیل سے کہا کہ یہ پرند خوش عیش ہین کہا کہ انکا کھانا اس سے زیادہ لذیذ ہے پھر بتلایا کہ یہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالی
نے آپ کو دی ہے (یعنی حوض) اسمین ظروف سونے چاندی کے تھے اور تختہاے یاقوت و زمرد پر روان اور اسکا پانی دودھ سے زیادہ سپید تھا مین نے ایک
برتن سونے کا لیکر اس سے پانی پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیرین اور مشک سے بہتر خوشبودار تھا پھر مجھے لیکر روانہ ہوا یہانتک کہ درخت تک پہونچے
وہان مجھے ایک ابر نے جسمین ہر طرح کے رنگ تھے گھیر لیا اور جبرئیل مجھے چھوڑ کر الگ ہوئے پھر مین اپنے رب عز وجل کے واسطے سجدہ مین گر پڑا
فرمایا کہ اے محمد مین نے جب آسمانون و زمین کو پیدا کیا ہے تجھپر اور تیری امت پر پچاس نمازین فرض کردی ہین (پھر آخر تک ظاہری صورت مین
تخفیف کا تذکرہ مثل سابق ہے) پھر جبرئیل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا بات ہے کہ مین جن آسمان والون سے ملا انھون نے سب نے
مجھے مرحبا مبارکباد دی اور مجھ سے ہنسکر ملے سوائے ایک شخص کے کہ مین نے سلام کیا اسنے جواب دیا اور مبارکباد دی مگر کچھ نہین ہنسا جبرئیل نے کہا کہ
یہ مالک خازن جہنم ہے جب سے پیدا ہوا کبھی نہین ہنسا اور اگر کسی کی ملاقات سے ہنستا تو ضرور آپ ہی سے ہنستا پھر اترکر واپس روانہ ہوئے سوار ہوکر
پھر ہم راہ مین تھے کہ ہمارا گذر قریش کے ایک قافلہ پر ہوا جو اناج لادے لاتا تھا انمین سے ایک اونٹ پر دو گونین تھین ایک سیاہ اور ایک سفید۔
جب براق اس اونٹ کے برابر پہونچا تو وہ بدکا اور چکرایا اور مرگی کھا کر منھ کے بل گرا اور گردن ٹوٹ گئی اور آپ چلے آئے۔ پھر صبح کو آپ نے واقعہ
معراج سے آگاہ کیا جب مشرکون نے سنا تو حضرت ابوبکر رض کے پاس آئے اور انسے بیان کیا کہ آپ کا صاحب یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خبر
دیتا ہے کہ مین اس رات مین ایک مہینہ کی راہ گیا اور واپس آیا حضرت ابوبکر رض نے کہا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے تو سچ فرمایا اور
ہم تو اسکو سچ مانتے ہین ایسی چیزین جو اس سے بھی زیادہ دور ہے ہم آسمانی خبرین اسکی تصدیق کرتے ہین تب مشرکین نے آنحضرت صلعم سے آکر
کہا کہ اسکی نشانی کیا ہے جو تم کہتے ہو فرمایا کہ مین قریش کے ایک قافلہ پر گذرا اور وہ فلان فلان مقام پر تھے تو ہم سے ایک اونٹ بھڑکا اور چکرایا
اسپر دو گونین ایک سپید اور ایک سیاہ لدی تھین وہ مرگا کھا کر گرا اور گردن ٹوٹی۔ پھر جب قافلہ آیا تو لوگون نے اس سے پوچھا تو انھون نے ویسا ہی
بیان کیا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ اسی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق ہوا ہے۔ لوگون نے کہا کہ جو انبیاء آپ کے
پاس حاضر ہوئے تھے بھلا انمین موسی و عیسی بھی تھے۔ آپ نے کہا کہ ہان تو بولے کہ ہم سے انکا حلیہ بیان کیجیے آپ نے فرمایا کہ موسی ایک مرد گندم گون
ہے گویا اسکو ازد عمان کے لوگون مین سے خیال کرو اور عیسی ایک مرد کہ از بدن سیدھے بالون والا اسپر سرخی چھائی ہوئی اسکے بالون سے گویا موتی ٹپکے
پڑتے ہین۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے امام احمد رح کی مسند سے وہ حدیث ذکر کی جو صحیحین مین موجود ہے اور مین اسکو ترجمہ کرتا ہون اسکے راوی نہایت درجہ کے
بزرگ و ثقہ ہین اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی نے دوسرے صحابی مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے شب معراج کا حال بیان فرمایا کہ اس درمیان مین کہ مین حطیم مین تھا۔ قتادہ رح راوی تابعی نے کبھی کبھی کہا کہ حجر[عه] مین تھا کہ میرے پاس

عه حطیم و حجر یکسان ہین ۱۲

ایک آنے والا آیا اُسنے اپنے تین شخصون مین سے درمیانی سے کہنا شروع کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر آیا اور اُسنے چاک کردیا۔ قتادہ کہتے تھے کہ یہان سے یہانتک۔ قتادہ نے کہا کہ جارود رح میرے پاس تھا مین نے پوچھا کہ کیا مطلب ہے جارود رح نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ دونون ہنسلیون کے درمیان گڑھے سے لیکر کوڑی کے اوپر تک جہان بال ہے چاک کردیا۔ فرمایا کہ پھر میرا قلب نکالا پھر میرے پاس ایک طشت سونے کا لایا گیا جو ایمان وحکمت سے بھرا تھا پس میرا قلب دھویا گیا پھر اُسمین بھر گیا پھر بدستور اعادہ کردیا گیا پھر میرے پاس ایک چوپایہ لایا گیا جو خچر سے کم اور گدھے سے بڑا تھا سپید۔ جارود رح نے پوچھا کہ اے ابوحمزہ (یعنی انس رضی ۱۲) وہ براق تھا۔ کہا کہ ہان۔ وہ اپنا قدم وہان رکھتا تھا جہان اسکی انتہائے نظر پڑتی تھی۔ کہا کہ پھر مین اُسپر سوار کیا گیا پھر مجکو جبرئیل لے چلے یہانتک کہ آسمان دنیا پر پہونچے وہان دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کہ کون کہا گیا کہ جبرئیل۔ کہا گیا کہ ساتھ کون ہے جبرئیل نے کہا کہ محمد۔ پوچھا گیا کہ کیا اُنکے پاس بھیجا گیا تھا۔ کہا کہ ہان۔ کہا گیا کہ مرحبا مبارک اسکو اچھی آمد آیا ہے پس ہمارے واسطے کھولدیا گیا جب مین اُسمین داخل ہوا تو دیکھا اُسمین آدم علیہ السلام ہین جبرئیل نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم ہین۔ اُنکو سلام کیجیے مین نے سلام کیا اُنھون نے جواب دیا پھر کہا کہ مرحبا بفرزند صالح ونبی صالح۔ پھر صعود کیا یہانتک کہ آسمان دوم تک پہونچے کھلوانا و پوچھا جانا ومبارکباد بدستور سب آسمانون مین واقع ہوا ہے (پھر جب اُسمین پہونچا تو دیکھا کہ اُسمین یحیی وعیسی دونون برادران خالہ زاد مین بدستور سلام کرنا وجواب ومبارکباد برادر صالح انکی طرف سے) پھر صعود بآسمان سوم اور اُسمین یوسف علیہ السلام پھر چہارم مین ادریس اور پنجم مین ہارون اور ششم مین موسی علیہ السلام تھے اور ہر ایک نے مبارکباد دی پھر اسقدر زائد ہے کہ جب مین نے موسی علیہ السلام کے پاس سے تجاوز کیا تو وہ روئے۔ پوچھا گیا کہ آپ کیون روئے کہا کہ یہ لڑکا صالح میرے بعد بھیجا گیا اسکی اُمت والے اس سے زیادہ جنت مین داخل ہونگے جسقدر میری اُمت مین سے جاوینگے۔ پھر ہفتم مین حضرت ابراہیم تھے جبرئیل نے کہا کہ یہ ابراہیم علیہ السلام ہین انکو سلام کیجیے مین نے سلام کیا اُنھون نے جواب سلام دیا پھر کہا کہ مرحبا بابن صالح ونبی صالح۔ پھر مین بلند کیا گیا سدرۃ المنتہی کو دیکھا کہ اُسکے پھل مثل قلال ہجر کے اور پتے اُسکے مثل گوش فیل کے ہین جبرئیل نے کہا کہ یہی سدرۃ المنتہی ہے اور دیکھا کہ چار نہرین جاری ہین دو باطن مین اور دو ظاہر ہین مین نے کہا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہین کہا کہ دونون باطن نہرین جنت مین ہین اور دونون ظاہر والی نیل وفرات ہین پھر میری طرف کو بیت المعمور اُٹھایا گیا۔ قتادہ رح نے کہا کہ مجھسے حسن بصری نے ابوہریرہ رض سے حدیث مرفوع بیان کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور کو دیکھا کہ اُسمین ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہین پھر دوبارہ عود نہین کرتے ہین۔ پھر قتادہ رح نے حدیث انس رض کو بیان کرنا شروع کیا کہ پھر میرے پاس ایک پیالہ شراب کا اور ایک پیالہ دودھ کا اور ایک پیالہ شہد کا لایا گیا پس مین نے دودھ پی لیا جبرئیل نے کہا یہی فطرت ہے جسپر آپ اور آپ کی اُمت ہے پھر مجھپر پچاس نمازین روزانہ فرض کی گئین۔ (اسکے بعد حضرت موسی علیہ السلام کا مراجعہ مذکور ہے یہانتک کہ پانچ نمازین رہین پھر بھی حضرت موسی ع نے لوٹایا کہ اسمین بھی تخفیف چاہیے) آنحضرت نے فرمایا کہ مین نے اپنے رب تعالی سے یہانتک درخواست کی کہ مین شرمندہ ہوگیا ہون اب مین راضی ہوکر تسلیم کرتا ہون پس مین روانہ ہوا پس ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ مین نے اپنا فریضہ پورا کیا اور اپنے بندون پر سے تخفیف بھی کردی۔ رواہ البخاری ومسلم من حدیث قتادہ بنحوہ۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے حضرت انس رض کی روایت حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے بروایت بخاری ذکر کی اور اسمین اتنی بات زائد ہے کہ آسمان اول مین آدم کو دیکھا اس حال سے کہ اُنکے دائین اسودہ ہین اور بائین اسودہ ہین جب دائین طرف دیکھتے ہین تو ہنس دیتے ہین اور بائین طرف دیکھتے ہین تو رو دیتے ہین جبرئیل سے پوچھا اُنھون نے کہا کہ یہ سب انکی اولاد کے نسمات ہین اور دائین طرف والے جنتی ہین انکو دیکھکر ہنستے ہین اور بائین طرف والے دوزخی ہین اُنکو دیکھکر روتے ہین انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانون مین آدم وادریس وموسی وعیسی وابراہیم

کو پایا مگر یہ ٹھیک یاد نہ رہا کہ اُنکے منازل کسطرح ذکر فرمائے البتہ آسمان اول مین تو آدم علیہ السلام کو ذکر کیا ہے پھر بعد ساتوین آسمان کے امام زہری تابعی راوی نے کہا کہ مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ مجھ سے ابن عباس و ابا حبہ انصاری رضی اللہ عنہما روایت کرتے تھے کہ پھر مجھے عروج دیا گیا یہانتک کہ مین ایسے مستوی پر پہونچا جہان صریف اقلام [آواز قلم ۱۲] سنتا تھا۔ پھر ابن حزم و انس رضی اللہ عنہما نے فرضیت نماز و مراجعہ موسی علیہ السلام ذکر کیا۔ پھر کہا کہ پھر مین جنت مین داخل کیا گیا اُسمین موتیون کی جنابد [قبہا ۱۲] تھے اور دیکھا کہ اسکی خاک مشک ہے۔ قال الامام ابن کثیر رح بخاری نے متعدد طرق سے حدیث معراج کو کتاب الصلوة و ذکر بنو اسرائیل و حج اور احادیث الانبیاء علیہم السلام مین روایت کیا اور مسلم نے اسکو کتاب الایمان مین بھی روایت کیا ہے اور امام احمد نے عبد اللہ بن شقیق کے ذریعہ سے حضرت ابو ذر رض سے روایت کی۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے امام احمد و امام مسلم کی روایات دربارۂ دیدار الٰہی عز و جل ذکر فرمائین جنمین یہ ہے کہ رأیت نوراً مین نے نور دیکھا۔ مترجم کہتا ہے کہ آخرت مین دیدار ہونا قطعی ہے اور بالفعل اس مسئلہ مین سکوت بہتر ہے۔ پھر روایت عبد اللہ ابن احمد کی اسناد سے مانند روایت امام احمد از انس بن مالک از حضرت ابو ذر رض نقل فرمائی۔ پھر روایت حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو بروایت بزار رح ذکر کیا جسکو ترمذی رح نے بھی تفسیر مین روایت کیا ہے۔ واضح ہو کہ شب معراج مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ ان معانی آیات عظمی کی طرف تھی اور اس طرف خیال نہ ہوگا کہ یہان کے پتہ یاد کر لینا چاہیے۔ امام احمد نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب مجھے اسراء ہوا بیت المقدس کا تو قریش نے جھٹلایا (اور آخر اسکے نشانات پوچھنا شروع کیے حالانکہ آپ نے خیال نہ کیا تھا جیسا کہ دوسری روایات مین ہے) پس مین کعبہ کے مقام حجر مین کھڑا ہوا پس اللہ تعالی نے بیت المقدس میرے سامنے کشف کر دیا پس مین نے انکو برابر خبر دینا شروع کی اور مین اسکو دیکھتا جاتا تھا۔ رواہ البخاری و مسلم۔ بیہقی رح نے سعید بن المسیب تابعی رحمہما اللہ سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسراء بیت المقدس ہوا تو وہان آپ ابراہیم و موسی و عیسی علیہم السلام سے بھی ملے اور آپ کے پاس قدح شیر و قدح شراب لائے گئے پس آپ نے دیکھکر قدح شیر لے لیا جبرئیل نے کہا ٹھیک کیا آپ نے فطرت پائی اور اگر شراب لیتے تو آپ کی اُمت بے عقل گمراہ ہو جاتی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کو واپس آئے اور یہان خبر دی تو بہت ایسے لوگ فتنہ مین پڑ گئے جنھون نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ امام زہری رح تابعی نے بیان کیا کہ ابو سلمہ بن عبد الرحمن تابعی کہتے تھے کہ قریش مین سے ایک گروہ نے سفر کا سامان کیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس جاوین چنانچہ جا کر اُنکے قافلہ سے (جو شام سے واپس آتا تھا) ملے اور کہا کہ آپ نے کچھ خبر سُنی کہ محمدؐ یون کہتے ہین کہ مین ایک رات مین بیت المقدس گیا اور واپس بھی آیا۔ ابو بکر رض نے کہا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کہا ہے بولے کہ ہان ہان تو حضرت ابو بکر نے کہا کہ تب مین گواہی دیتا ہون کہ اگر انھون نے ایسا کہا تو سچ کہا۔ کہنے لگے کہ کیا تم اس بات مین تصدیق کرتے ہو کہ ایک رات مین شام گئے اور صبح ہونے سے پہلے مکہ کو واپس آئے۔ ابو بکر نے فرمایا کہ ہان ہم تو اس سے بڑھ کر دوری مین انکی تصدیق کرتے ہین ہم تو آسمانی خبر اُنکے پاس آنے مین اُنکی تصدیق کرتے ہین۔ ابو سلمہ بن عبد الرحمن تابعی رح کہتے ہین کہ یہین سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق ہو گیا اور ابو سلمہ رح نے کہا کہ مین نے جابر بن عبد اللہ رض سے سُنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب اسراء بیت المقدس کی خبر مین قریش نے میری تکذیب کی اور بیت المقدس کے حالات پوچھنے لگے تو مین حجر مین کھڑا ہوا پس اللہ تعالی نے بیت المقدس میرے سامنے ظاہر کر دیا پس برابر مین اُسکے نشانات قریش کو بتلاتا جاتا تھا اور مین اسکو دیکھتا جاتا تھا۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے روایت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی مسند امام احمد رح سے نقل کی اور اسمین اسقدر فائدہ مزید مذکور ہے کہ لوگ باتین کرتے ہین کہ براق کو بیت المقدس کے دروازہ پر جبرئیل نے اسواسطے باندھا تھا کہ بھاگ نہ جاوے اور بات یہ ہے کہ اللہ تعالی عالم الغیب والشہادة نے براق کو آپ کے واسطے مسخر کر دیا تھا۔

وقد رواہ ابوداؤد الطیالسی والترمذی والنسائی فی التفسیر اور واضح ہو کہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بیت المقدس میں نہیں اُترے اور نہ نماز پڑھی اس دلیل سے کہ قرآن مجید کی آیات میں مذکور نہیں ہے۔ ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ دوسروں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو روایت کیا ہے تو وہ مقدم ہے۔ پھر شیخ نے روایت ابو سعید خدری سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے ذکر فرمائی بیہقی رح نے
اپنی اسناد کے ساتھ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ اصحاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم کو لیلۃ الاسراء سے آگاہ فرمائیے۔ فرمایا
کہ اس درمیان میں کہ میں عشاء کے بعد مسجد الحرام میں سوتا تھا کہ میرے پاس آنیوالا آیا اُسنے مجھے جگا دیا میں نے کچھ دیکھا نہیں مگر ایک چیز نظر پڑی
اُسکی طرف میں نے نظر ڈالی پیچھے پیچھے مسجد سے باہر آیا (شق الصدر وغیرہ نہیں ذکر فرمایا) پھر میں نے ایک چوپایہ دیکھا کہ تمہارے چوپایوں میں سے
زیادہ مشابہت اُس سے ان خچروں کو ہے اسکو براق کہتے ہیں اور مجھ سے اگلے انبیاء اسپر سوار ہوا کرتے تھے اُسکا قدم اسکے نظر کے منتہیٰ پر پڑتا ہے
میں اُسپر سوار ہوا اور چلا جاتا تھا اتنے میں میرے دائیں جانب سے ایک آواز دینے والے نے پکارا کہ اے محمدؐ مجھپر نگاہ کر میں تم سے سوال کرتا ہوں
تین مرتبہ کہا۔ مگر میں نے جواب نہ دیا اور نہ ٹھہرا۔ پھر میں چلا جاتا تھا کہ میری بائیں جانب سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ اے محمدؐ مجھپر نگاہ کر
میں تم سے سوال کرتا ہوں مگر میں نے جواب نہ دیا اور نہ ٹھہرا۔ پھر میں چلا جاتا تھا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس نے اپنے ہاتھ کھول دیے تھے اور
ہر طرح کی زینت جو اللہ تعالیٰ نے مخلوق فرمائی ہے اسپر تھی اُسنے کہا کہ اے محمدؐ مجھپر نگاہ کر میں تم سے سوال کرتی ہوں۔ مگر میں نے اسپر التفات نہ کیا
اور نہ وہاں ٹھہرا یہانتک کہ بیت المقدس کو آیا اور اپنا جانور وہاں اس حلقہ سے باندھا جس سے انبیاء باندھا کرتے تھے پھر جبرئیل میرے پاس
دو پیالہ ایک شراب کا اور ایک دودھ کا لائے میں نے دودھ پی لیا اور شراب سے انکار کیا جبرئیل نے کہا کہ آپ نے فطرت پائی پس میں نے کہا
کہ اللہ اکبر اللہ اکبر پس جبرئیل نے کہا کہ آپنے اس سفر میں کیا دیکھا آپ نے دائیں پکارنیوالے کو بیان کیا تو کہا کہ یہ یہود کا بلانے والا ہے
(یعنی شیطان اس صفت سے جسطرح اُسنے یہود کو گمراہ کیا) اور اگر آپ جواب دیتے یا وہاں ٹھہر جاتے تو آپ کی اُمت یہودی ہو جاتی۔ پھر بائیں
(خصلت یہود ۱۲)
پکارنے والے کو بیان کیا تو جبرئیل نے کہا کہ یہ وہی نصاریٰ کا پکارنے والا ہے اگر آپ مان جاتے تو آپ کی اُمت نصرانی ہو جاتی۔ پھر اس
(خصلت نصاریٰ ۱۲)
عورت کو بیان کیا جو ہاتھ کھولے ہر زینت سے آراستہ تھی تو جبرئیل نے کہا کہ یہ دنیا ہے اگر آپ جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی اُمت
دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر میں اور جبرئیل بیت المقدس میں داخل ہوئے ہم دونوں نے دو رکعتیں
نماز پڑھیں پھر میرے پاس وہ معراج لائی گئی جسپر ارواح بنی آدم کو عروج ہوتا ہے خلائق نے اس سے زیادہ خوبصورت معراج نہیں دیکھی
(سیڑھی ۱۲)
ہے تم نے یہ نہیں دیکھا کہ مردہ اپنی آنکھیں آسمان کی طرف پھاڑے ٹکٹکی لگاتا ہے اس معراج سے بھی تعجب کرتا ہے پس میں اور جبرئیل چڑھ گئے
(سپہ سالار ۱۲)
وہاں مجھ سے ایک فرشتہ ملا اُسکو اسمٰعیل کہتے ہیں اسکے سامنے ستر ہزار فرشتے ہیں ہر فرشتہ کے ساتھ ایک لاکھ فرشتے کا لشکر ہے اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے
لا یعلم جنود ربک الا ہو۔ پس جبرئیل نے دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کہ کون ہے کہا کہ جبرئیل پوچھا گیا کہ ساتھ کون ہے کہا کہ محمدؐ پوچھا گیا کہ کیا انکے پاس
بھیجا گیا تھا کہا کہ ہاں پھر ناگاہ میں نے دیکھا آدم علیہ السلام کو اُسی ہیأت پر جس روز انکو اللہ تعالیٰ نے انکی صورت پر پیدا کیا انکے سامنے ان کی
اولاد کی روحیں پیش ہوئیں اولاد مومنین سے کہا جاتا ہے کہ روح طیبہ و نفس طیبہ ہے اسکو علیین میں رکھو اور ارواح فجار کو کہا جاتا ہے کہ روح
خبیثہ و نفس خبیثہ ہے اسکو سجین میں رکھو پس میں کچھ دور چلا وہاں کچھ خوان ہیں جنپر گوشت ہے مگر انکے پاس کوئی نہیں ہے اور میں نے دیکھا کچھ خوان
اور ہیں انپر اور گوشت ہے جو سڑا بدبو دار ہے وہاں کچھ لوگ کھاتے ہیں میں نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں کہا کہ آپ کی اُمت سے یہ وہ لوگ
ہیں کہ حرام لیتے ہیں اور حلال چھوڑتے ہیں پھر میں کچھ دور چلا تو میں نے کچھ قومیں دیکھیں جنکے مشافر مثل اونٹ کے ہیں اور انکے منھ کھولے جاتے ہیں
(ہونٹ ۱۲)

اور اس بدبودار گوشت سے اُنکے مُنہ مین ڈالا جاتا ہے اور اُنکے نیچے سے نکل جاتا ہے مین نے سُنا کہ وے اللہ تعالے سے چِلّاکر فریاد کرتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کون ہین بتلایا کہ آپ کی اُمت سے وہ لوگ ہین جو یتیمون کا مال ظلم سے کھاتے ہین یہ آگ کھاتے ہین اور عنقریب دوزخ مین پہونچینگے پھر مین کچھ چلا کہ مین نے عورتین دیکھین جو اپنی چھاتیون سے لٹکی تھین اور اللہ تعالی سے فریاد کرتی تھین پوچھا کہ یہ کون ہین کہا کہ آپ کی اُمت سے زنا کرنے والیان ہین پھر مین کچھ چلا تو اقوام دیکھی جنکے پیٹ مثل کوٹھریون کے ہین جب کوئی اُٹھتا ہے مُنھ کے بل گر پڑتا ہے اور کہتا ہے الٰہی قیامت قائم نہ کیجیو اور وے سائلہ آل فرعون پر ہین اور سائلہ آکر اُنکو روند جاتی ہے اور وے اللہ تعالی سے فریاد کرتے ہین مین نے پوچھا کہ یہ کون ہین کہا کہ یہ آپ کی اُمت سے وہ لوگ ہین جو سود کھاتے تھے پھر مین کچھ دور چلا تو اقوام ملین جنکے پہلو سے گوشت کا ٹکڑا اُنکے منہ مین دیا جاتا ہے کہ کھاؤ جیسے اپنے بھائیون کا گوشت کھایا کرتے تھے پوچھا کہ یہ کون ہین کہا کہ یہ ہمّاز نمّاز ہین یعنی غیبت و عیب جوئی کرنیوالے ہین۔ پھر مجھے آسمان دوم پر صعود کیا گیا و آگے انبیاء کا تذکرہ ہے ہر ایک مع چند نفر اپنی قوم کے ولیکن دوم مین یوسفؑ و سوم مین عیسیٰؑ و یحییٰؑ و چہارم مین ادریسؑ و پنجم مین ہارونؑ مع چند نفر اور نمّاز انکی ڈاڑھی گویا ناف تک بسبب طول کے اور جبرئیل نے کہا کہ یہ اپنی قوم کا محبوب ہارون ہے و ششم مین موسیٰؑ) موسی بن عمران گندم گون بہت بال والے اگر اُنپر دو قمیص ہوتین تو بال اُنکے اُنکو توڑ جاتے وہ کہتے تھے کہ لوگ کہتے ہین کہ مین اللہ تعالی کے نزدیک اس سے زیادہ بزرگ نہین ہون بلکہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ مجھ سے زیادہ بزرگ ہے۔ مین نے کہا کہ یہ کون ہے جبرئیل نے کہا کہ یہ موسی بن عمران تیرا بھائی ہے ان کے ساتھ بھی چند نفر انکی قوم کے تھے مین نے اُنکو سلام کیا مجھے جواب سلام دیا پھر مجھے ساتوین آسمان کو صعود دیا گیا تو مین نے وہان ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا کہ بیت المعمور سے تکیہ دیے ہوے ہین اچھے خوبصورت ہین مین نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہین کہا کہ آپ کے باپ ابراہیم خلیل اللہ ہین انکے ساتھ بھی انکی قوم سے چند لوگ تھے مین نے سلام کیا اُنھون نے جواب دیا پھر مین نے اپنی امت کے دو شطر دیکھے ایک شطر والون پر سپید لباس مثل کاغذ کے اور دوسرون پر سیاہی مائل ہے پھر مین بیت المعمور مین داخل ہوا اور میرے ساتھ وہ گروہ گیا جنپر سپید لباس تھے اور دوسرا گروہ جنپر میلا لباس تھا روکے گئے حالانکہ وہ بھی بہتری پر ہین پھر مین نے اپنے ساتھیون کے ساتھ بیت المعمور مین نماز پڑھی پھر نکلے اور بیت المعمور مین ہر روز ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہین کہ پھر قیامت تک دوبارہ نہین آتے ہین پھر مین سدرۃ المنتہی کو بلند کیا گیا اُسکی پتیان گویا ایک اُمت کو ڈھانپ لین اور اسمین سے ایک نہر جاری تھی جسکو سلسبیل کہتے ہین اور اس سے دو نہرین پھوٹی تھین ایک کوثر اور دوسری رحمت ہے اُسمین مین نہایا پس اللہ تعالی نے میرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیے پھر مین جنت کو بلند کیا گیا پس ایک جاریہ میرے سامنے آئی مین نے پوچھا کہ تو کسکی ہے بولی کہ زید بن حارثہ کی اور وہان انہار آب تازہ خوشگوار کی اور انہار شیر و انہار خمر لذیذ و انہار عسل مصفّی ہین اور انار اُسکے گویا ڈول چرس ہین اور وہان پرند جیسے تمھارے شتر بختی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے نیک بندون کے واسطے وہ کچھ مہیا فرمایا ہے کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر اُسکا تصور آیا ہو۔ پھر فرمایا کہ میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی مین نے دیکھا کہ اسمین اللہ تعالی کا غضب و زجر و عذاب ہے اگر اسمین پتھر و لوہا ڈالا جاوے تو وہ کھا جاوے پھر وہ بند کر دی گئی پھر مجھے سدرۃ المنتہی کو بلند کیا گیا جسنے ڈھانپ لیا اور اسکے ہر پتے پر فرشتہ اُترا فرشتون مین سے۔ اور مجھپر پچاس نمازین فرض ہوئین پھر آگے مراجعت موسی علیہ السلام و تخفیف عملی کا ذکر مثل سابق ہی ہے پھر صبح کو مکہ والون کو معراج و اسکے عجائب سے آگاہ کیا تو ابوجہل بن ہشام نے کہا کہ تم لوگ تعجب نہین کرتے جو محمد گمان کرتا ہے کہ رات مین بیت المقدس گیا اور واپس آیا اور ہم مین کا آدمی مہینا بھر سواری ہانکتا ہے اور مہینا بھر لوٹتا ہے یہ دو مہینہ کی راہ ہے کہ رات بھر مین طے کر لی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو قریش کے ایک قافلہ سے آگاہ کیا جو جاتے وقت فلان فلان مقام پر تھا اور وہ بدک گیا تھا اور لوٹتے وقت وہ عقبہ کے نزدیک تھا اور قریش کو

اس قافلہ کے ہر آدمی سے واسکے اونٹ سے اور ہر ایک کے متاع سے آگاہ کیا پس ابوجہل بولا کہ یہ تو ہم کو بہت سی نشانیان بتلاتا ہے اتنے مین
انمین سے ایک آدمی بولا کہ ٹھہرو مین بیت المقدس کو خوب جانتا ہون اُسکی عمارت و ہیأت سے اور اُسکی نزدیکی پہاڑ سے خوب واقف ہون.
پس اُسکے نشانات پوچھنا شروع کیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے بیت المقدس منکشف کر دیا گیا کہ مین اسکو ایسے دیکھنے لگا
جیسے تم مین سے کوئی اپنی کوٹھری دیکھتا ہے تو بتلانا شروع کیا کہ اسکی عمارت ایسی ایسی ہے اور ہیأت ایسی ایسی ہے اور پہاڑ سے اُسکا قرب اسقدر ہے
وہ بولا کہ یہ تو تم نے سچ کہا پس اُسنے اپنے لوگون سے کہا کہ اس بات مین تو محمدؐ نے بالکل سچ کہا یا کوئی اسی کے مانند جملہ بیان کیا۔ رواہ ابن جریر وابن
ابی حاتم والبیہقی اور شیخ نے کہا کہ اسمین ایک راوی ابوہارون العبدی جسکا نام عمارہ بن جوین ہے ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہو ولیکن مین
اسکی حدیث یہان اسواسطے لایا ہون کہ دوسری احادیث کے ساتھ شواہد ہین اور نیز شیخ ابوالازہر کی کرامت کے واسطے جس سے راوی موصوف کی
اس حدیث مین البتہ سالم ہونا نکلتا ہے جسکو امام بیہقی نے روایت کیا حیث قال اخبرنا الامام ابوعثمان اسمٰعیل بن عبدالرحمن انبانا ابونعیم احمد بن محمد
بن ابراہیم البزار حدثنا ابوحامد بن بلال حدثنا ابوالازہر یزید بن ابی حکیم قال رایت فی النوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قلت یارسول اللہ رجل من
امتک یقال لہ سفیان الثوری لاباس بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاباس بہ حدثنا عن ابی ہارون العبدی عن ابی سعید الخدری عنک
لیلۃ اسری بک قلت رأیت فی السماء فحدثہ بالحدیث فقال لی نعم فقلت لہ یارسول اللہ ان ناسا من امتک یحدثون عنک فی السری بعجائب
فقال لی ذاک حدیث القصاص یعنی امام بیہقی نے کہا کہ ہم کو خبر دی امام ابوعثمان اسمٰعیل بن عبدالرحمن نے کہا ہمکو آگاہ کیا ابونعیم احمد بن محمد بن
ابراہیم البزار نے کہا ہم سے حدیث بیان کی شیخ ابوحامد بن بلال نے کہا کہ ہم سے حدیث فرمائی شیخ ابوالازہر یزید بن ابی حکیم نے کہا کہ مین نے
خواب مین سرور عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھکر عرض کی کہ یارسول اللہ آپ کی اُمت سے ایک شخص جنکو سفیان الثوری کہتے ہین اس مین کچھ
مضائقہ نہین تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہین یعنی صالح ثقہ ہے تو مین نے کہا کہ سفیان الثوری نے ہم سے حدیث نقل کی بواسطہ ابوہارون
العبدی کے آپ کے صحابی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے انھون نے آپ سے اس رات کا حال کہ جسمین آپ کو معراج ہوئی یون کہ آپ نے فرمایا
کہ مین نے دیکھا آسمان مین پس پوری حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور مین عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ ہان۔ پھر مین نے عرض کیا کہ کچھ لوگ
آپ کی اُمت کے آپ سے معراج مین عجائب نقل کرتے ہین تو فرمایا کہ یہ قصہ کہنے والون کی باتین ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ خواب اگرچہ شرع مین حجت نہین
رکھا گیا ہے مگر اسمین کرامت عظیمہ شیخ ابوالازہر کی اور فائدہ عجیبہ بابت حدیث شیخ ابوہارون کے ہے۔ فافہم۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے حدیث شداد بن اوس
رضی اللہ عنہ کی نقل کی بروایت امام ابوسمٰعیل محمد بن اسمٰعیل الترمذی اور کہا کہ اسکو امام بیہقی نے بھی بروایت امام موصوف دو طریق سے روایت کیا پھر کہا کہ یہ
اسناد صحیح ہو پھر بہت سی احادیث امام بیہقی نے متفرق شواہد روایت کین اور کہا کہ اسکو ابن ابی حاتم نے بھی اپنی تفسیر مین روایت کیا ہو۔ روایت ابن عباس
رضی اللہ عنہ اسکو امام احمد نے روایت کیا اور چند رموز زائد ہین ایک یہ کہ مین جنت مین داخل ہوا تو مین نے وہان بلال کے پیرون کی آواز سنی۔ جبرئیل سے پوچھا
تو کہا کہ یہ آپ کا موذن بلال رضی اللہ عنہ ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس آئے تو فرمایا کہ فلاح پائی بلال رضی اللہ عنہ نے مین نے اسکے واسطے
ایسا ایسا دیکھا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ صحیحین مین موجود ہے کہ مین نے آواز نعال بلال رضی اللہ عنہ سنی اور یہان آکر بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کس عمل سے
تو نے یہ درجہ پایا۔ بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان مجھے تو کوئی بات نہین معلوم سوائے اسکے کہ جب مین نے وضو کیا تو
دو رکعت تحیۃ وضو پڑھی۔ اور دیکھو کہ اسکے بعد جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے تو بلال رضؓ کو مشرکون نے گرفتار کر کے جلتی دھوپ مین
لٹایا اور لوہے کی زرہ جلتی ہوئی پہنائی اور گرم تیل چھڑکا اور ایسے سخت عذاب کیے کہ اس وقت مین رونگٹے کھڑے ہوتے ہین مگر کمال ایمان و نور یقین

ومعرفت اللہ تعالی نے اصحاب مین اسقدر بھر دیا تھا کہ بلال باوجود نالہ وزاری کے یہی کہے جاتے تھے کہ واللہ مین محمد صلعم سے کبھی کفر نہ کرونگا اور اللہ تعالی وحدہ لاشریک ہے الحمد للہ علی ذلک۔ امر دوم یہ زائد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ مین نظر ڈالی تو دیکھا کہ اسمین ایک قوم مردار کھاتی ہے پوچھا تو جبرئیل نے بیان کیا کہ یہ غیبت کرنیوالے لوگ ہین اور وہان ایک مرد کو سرخ رنگ کرنجا دیکھا۔ پوچھا تو جبرئیل نے کہا کہ یہی وہ شخص ہے جسنے ناقہ صالح علیہ السلام کو مارا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ مین نے عمرو بن لحی کو دیکھا کہ دوزخ مین اپنی آنتین کھینچتا پھرتا ہے اور یہ وہ شخص ہے جو پہلے پہل ملک حجاز مین بت لایا یعنی بت پرستی پھیلائی ہے۔ امر سوم پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصی مین آئے تو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے دیکھا تو سب انبیاء ابتداء سے انتہا تک آپ کے پیچھے نماز مین ہین جب سلام پھیر دیا تو آپ کے پاس دو پیالے لائے گئے ایک داہین سے جسمین دودھ تھا اور ایک بائین سے جسمین عسل تھا پس دودھ لیکر پیا تو جسکے ہاتھ مین تھا اُسنے کہا کہ آپ نے فطرت پائی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے پھر امام احمد رح کی اسناد سے ابن عباس سے روایت فرمائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرا بیت المقدس ہوا اور اُسی رات واپس آئے اور لوگون سے اپنی سیر اور نشانات بیت المقدس اور قریش کے قافلہ والون کا حال بیان کیا پس بہت لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ چکے تھے کہنے لگے کہ ہم محمد کی تصدیق نہین کرسکتے اس قول مین پس مرتد ہوکر کافر ہوگئے پھر بدر کے روز اللہ تعالی نے ابوجہل کے ساتھ انکی گردنین مارین اور ابوجہل نے کہا کہ محمد ہمکو شجرة الزقوم سے ڈراتا ہے لاؤ چھوہارے ومسکہ باہم زقم کرو اور کھاؤ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات دجال کو اُسکی صورت اصلی پر آنکھ سے دیکھا کچھ خواب کا دیکھنا یہ نہین ہے۔ ورواہ النسائی قال الحافظ اسنادہ صحیح اور بیہقی نے بطریق حاکم رحمہ اللہ کے تمام اسناد سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج دی گئی مین نے موسی بن عمران کو دیکھا مرد دراز قد گھونگروالا گویا قبیلہ شنوءہ مین سے ہے اور عیسی بن مریم کو دیکھا مرد گدازبدن سپید مائل بسرخی سیدھے بالون والا اور دیکھا مالک خازن جہنم کو اور دجال کو منجملہ ان آیات کے جو اللہ تعالی نے مجھے دکھلائین فلا تکن فی مریة من لقائہ۔ اس حدیث کو مسلم نے صحیح مین ایک طریق سے اور صحیحین مین بخاری ومسلم نے مختصر روایت کیا ہے۔ دوسرے طریق سے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے اسرا ہوا تو میری طرف ایک خوشبو پاکیزہ گذری مین نے پوچھا کہ یہ کیسی خوشبو ہے کہا کہ ماشطہ بنت فرعون ہے اور اُسکی اولاد ہے یعنی فرعون کی دختر کو سنوارنیوالی جو عورت تھی یہ اُسکی و اُسکے اولاد کی خوشبو ہے پھر اُسکا یہ حال بیان کیا کہ اُسکے ہاتھ سے ایک مرتبہ کنگھی گر گئی تو اُسنے اللہ تعالی کا نام لیکر اُٹھایا پس دختر فرعون نے کہا کہ میرے باپ کا نام۔ اسنے کہا کہ یہ میرا رب و تیرا رب و تیرے باپ کا رب ہے وہ بولی کہ کیا میرے باپ کے سوائے تیرا کوئی اور رب ہے اُسنے کہا کہ میرا و تیرا و تیرے باپ کا رب اللہ تعالی ہے فرعون نے اُسکو بلاکر پوچھا اُسنے کہا کہ ہان میرا و تیرا رب اللہ تعالی ہے پس اُسنے حکم دیا کہ کڑھائی تانبے کی گرم کی گئی اور حکم دیا کہ اسمین ڈالی جاوے وہ بولی کہ مجھے تجھ سے ایک حاجت ہے بولا کہ وہ کیا ہے کہا کہ میری ہڈیان اور میری اولاد کی ہڈیان ایک ہی جگہ جمع کردیجیو بولا کہ اچھا اسقدر تیرے حق کی رعایت منظور ہے پس اُسکے ڈالنے کے بعد حکم دیا کہ تمام اسکی اولاد ایک ایک کرکے اسکے ساتھ ڈالدی جاوے یہانتک کہ آخر مین انمین ایک دودھ پیتا بچہ رہا وہ بول اُٹھا کہ اے ماں مضبوط رہ اور کچھ غمناک مت ہو کہ تو حق پر ہے۔ کہا کہ بچپن مین چار بولے ہین ایک یہی اور دوسرا گواہ یوسف اور تیسرا جریج راہب کا گواہ اور چوتھا عیسی بن مریم علیہ السلام۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد اچھی ہے کچھ مضائقہ نہین ہے پھر مسند امام احمد سے بروایت ابن عباس ذکر کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جس رات مجھے اسرا ہوا اور صبح کو مین مکہ مین آیا تو مجھے ایک گھبراہٹ اسوجہ سے ہوئی کہ لوگ میری تکذیب کرینگے یعنی حکم قادر قاہر عزوجل یہ تھا کہ اسکو صاف بیان کردے اور وہی جانتا ہے کہ کس کو ہدایت پر رکھیگا اور کس کو مردود فرماویگا، پس مین مغموم ہوکر ایک طرف ہو گیا اتنے مین بدبخت ابوجہل اسطرف سے گذرا اور میرے پاس آکر ٹھٹھول سے پوچھنے لگا کہ کہو کوئی بات ہے مین نے کہا کہ ہان۔ بولا کیا ہے مین نے کہا کہ رات مجھے اسرا دیا گیا بولا کہ کہان کو مین نے کہا کہ بیت المقدس تک

بولا کہ پھر صبح کو تم ہم مین موجود ہو فرمایا کہ ہان پس اُسنے دیکھا کہ ابھی تکذیب نہ کرون قوم کو بلاؤن ایسا نہو کہ یہ انکار کر جاوین تو اُسنے قوم بنو کعب ابن لوی کو
آواز دی اور کہا کہ اگر قوم کو بلاؤن تو تم بیان کر دگے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہان پس سب گروہ جمع ہوے یہانتک کہ مجلس بھر گئی بولا کہ قوم سے بیان
کرو آپ نے فرمایا کہ رات مجھے اسرا دیا گیا بولے کہ کہان کو فرمایا کہ بیت المقدس تک تو کہنے لگے کہ پھر تم صبح کو ہمارے سامنے موجود ہو فرمایا کہ ہان تو قوم مین
یا تو تالیان پیٹتے والے تھے یا اپنا ہاتھ سر پر رکھے ہوے تعجب سے جھٹلاتے تھے۔ پھر بولے کہ تم ہم سے مسجد بیت المقدس کی نشانیان و حلیہ بیان کر سکتے ہو
اور انمین سے بعضے ایسے تھے جنھون نے اسکو خوب دیکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین برابر انکو حلیہ تبلاتا جاتا تھا یہانتک کہ بعض باتین
بوجہ اسکے کہ مین نے اسطرف نظر نہین کی تھی ملتبس ہوئین تو اللہ تعالی نے مسجد کو میرے سامنے اٹھا دیا مین اسکو دیکھتا جاتا اور جو مجھے یاد بھی نہین تھا وہ بھی
بیان کرتا جاتا تھا پس قوم مین سے جاننے والے کہنے لگے کہ یہ نشانیان تو قسم اللہ تعالی کی اسنے صحیح صحیح بیان کی ہین۔ وقد رواہ النسائی والبیہقی۔ حدیث عبد اللہ
ابن مسعود رض فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرا ہوا پس آپ سدرۃ المنتہی تک پہونچے اور وہ چھٹے آسمان مین ہے اور وہین تک منتہی ہوتا ہے جو چڑھایا جاوے
حتی کہ اس سے قبض کیا جاوے اور اسی پر منتہی ہوتا ہے جو کہ ہبوط اسکے اوپر سے ہو حتی کہ قبض کیا جاوے اور اللہ تعالی نے فرمایا اذ یغشی السدرۃ ما یغشی۔ کہا کہ سونے
کے فراش نے ڈھانپا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئین پانچون نمازین و آیات خاتمہ سورۃ البقرۃ۔ اور مغفرت کیے گئے مقحمات یعنی کبیرہ گناہ اُس اُمتی کے
لیے جو شریک نہ کرے۔ رواہ البیہقی وقد رواہ مسلم فی صحیحہ بیہقی نے کہا کہ یہ جو حضرت ابن مسعود رض نے بیان فرمایا حدیث معراج کا ایک ٹکڑا ہے اور بیہقی نے اسکو حضرت
انس رض کی روایت مالک بن صعصعہ رض سے اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی ذکر کیا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن مسعود رض سے معراج کی روایت اس سے زیادہ تفصیل سے
بھی مروی ہے پھر شیخ نے حسن بن عرفہ کے مشہور رسالہ سے اسکو نقل کیا مگر اسمین کوئی فائدہ زائد نہین ہے سوائے اسکے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بعد مبارکباد
دینے کے یہ وصیت کی کہ آج کی رات تو اپنے رب سے ملنے والا ہے اور تیری امت سب سے پچھلی اُمتون مین سے نہایت کمزور ہے اگر تجھ سے ہوسکے تو تیری سب
مراد اپنی امت ہی کے واسطے ہو اور اس حدیث مین یہ بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام ایسے ایک درخت کے نیچے مع عیال و اولاد تھے کہ جس درخت کے
پھل گویا چراغ تھے شیخ نے اسکے بعد لکھا کہ اس روایت مین بعض باتین ایسی ہین کہ راوی انکے بیان مین منفرد ہے اور صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ آسمانون مین ملاقات کی پھر دوبارہ بیت المقدس کو اترے تو انبیاء علیہم السلام آپ کے ساتھ تھے پھر انبیاء کے ساتھ نماز پڑھی
پھر براق پر سوار ہو کر مکہ کو رجوع فرمایا۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر احادیث یہ ہے کہ اول مین بعض انبیاء علیہم السلام نے آپ کو سلام و مبارکباد دی پھر بیت المقدس
مین بدون تعارف کے آپ نے امامت کی پھر آسمانون مین جبرئیل علیہ السلام کے بتلانے سے پہچانکر سلام ہوا پھر دوبارہ آپ کے ساتھ نزول ہوا۔ واللہ تعالی
اعلم۔ اور واضح ہو کہ امر آخرت ایسے طور پر اللہ تعالی کی عجائب حکمت کاملہ کے ساتھ واقع ہے کہ دنیاوی زندگی کی حالت مین روح کو بدن مین اسکی کیفیت سے
سوائے عقلی جزم کرنے کے حواس سے بہرہ کم ہوتا ہے پس عاقل سلیم القلب کو استقامت شرط ہے تاکہ وساوس شیطانی سے لغزش واقع نہو و اللہ تعالی
عز و جل کی قدرت محیط ہے۔ اور اسکے عجائب بے انتہا ہین واللہ سبحانہ اعلم۔ پھر شیخ نے حضرت ابن مسعود رض کی روایت مسند امام احمد رح سے نقل فرمائی کہ اسرا
مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم و موسی و عیسی علیہم السلام سے ملاقات فرمائی انھون نے آپس مین امر قیامت کا تذکرہ فرمایا پس انھون نے ابراہیم علیہ السلام
کی طرف مرجع رکھا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اسکا علم نہین ہے پھر موسی کی طرف اور انھون نے بھی لاعلمی فرمائی پھر عیسی علیہ السلام کی طرف انھون نے
فرمایا کہ مجھے بھی کچھ علم نہین سوائے اسکے کہ اللہ تعالی نے مجھ سے عہد کیا کہ دجال نکالا جانیوالا ہے اور کہا کہ میرے ساتھ دو آلہ ہونگے جب دجال مجھے دیکھیگا
تو پگھلنے لگیگا جیسے رانگا گلتا ہے پس جب مجھے دیکھیگا تو اللہ تعالی اُسکو ہلاک کریگا حتی کہ درخت و پتھر کہینگے کہ اے مسلم میرے نیچے ایک کافر ہے اسکو آکر قتل کر دے
(یعنے نہایت قرب قیامت کے یہ ہوگا)
پس اللہ تعالی سب دجال والون کو ہلاک کریگا پس لوگ اپنے ملکون و شہرون کو واپس جاوینگے۔ کہا کہ پھر اسوقت یاجوج و ماجوج نکلینگے ہر حدب سے

پھاندتے جاوینگے پس لوگون کے ملک روند ڈالینگے جہان آوینگے اس چیز کو ہلاک کر دینگے اور جس پانی پر گذرینگے اُسکو پی جاوینگے پھر لوگ میرے پاس انکی شکایت کرتے ہوئے آوینگے پس مین اللہ تعالی سے انکے حق مین بددعا کرونگا اللہ تعالی انکو ہلاک و مردہ کر دیگا حتی کہ زمین انکی بدبو سے گندہ ہو جائیگی اللہ تعالی آسمان سے مینہ نازل فرادیگا وہ انکے بوسیدہ جسمون کو بہا کر سمندر مین پھینکیگا پس جو عہد اللہ تعالی نے مجھکو فرمایا ہی اسمین ہے کہ یہ واقعہ جسوقت اسطرح واقع ہوگا تو اسوقت قیامت کی مثال ایسی ہوگی جیسے پورے دنون کے پیٹ کی عورت کہ اسکے گھر والے نہین جانتے کہ کسوقت ناگہان دن مین یا رات مین اسکے لڑکا ہوگا۔ رواہ ابن ماجہ۔ حدیث معراج بروایت عبدالرحمن بن قرط۔ اصل روایت قولہ تعالی تسبح لہ السموات السبع الآیہ کی تفسیر مین حضرت عبدالرحمن رح سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مین مسجد الحرام سے درمیان زمزم و مقام ابراہیم سے مسجد اقصی تک اسرا ہوا اسطرح کہ جبرئیل دائین طرف اور میکائیل بائین جانب تھے اور عروج ہوا یہانتک کہ سموات العلی کو پہونچے پھر جب آپ نے رجوع فرمایا تو بیان فرمایا کہ مین نے آسمانون کی تسبیح مع بہت سی تسبیحات کے سنی آسمان تسبیح کرتے ذوالمہابۃ سے ڈرتے ہوئے صاحب عظمت سے سبحان العلی الاعلی سبحانہ و تعالی یہ روایت سعید بن منصور نے سنن مین روایت کی ہے۔ حدیث متعلق معراج بروایت عمر بن الخطاب رض۔ جب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کو فتح کیا تو عبید بن آدم تابعی نے بیان کیا کہ مین نے حضرت عمر رض سے سنا کہ آپ نے کعب احبار سے فرمایا کہ تیری رائے مین کس جگہ مین نماز پڑھون تو کعب نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھ سے مشورہ لیوین تو صخرہ کے پیچھے پڑھیں تو تمام قدس آپ کے روبرو ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تونے یہودیت کی مشابہت پیدا کی ولیکن وہان پڑھونگا جہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی پس بڑھکر بجانب قبلہ نماز پڑھی پھر واپس ہوکر اپنی چادر بچھائی اور وہان کا جھاڑا ہوا کوڑا اپنی چادر مین لیا اور لوگون نے جھاڑا۔ الشیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صخرہ کی نہ وہ تعظیم کی کہ اسکے روبرو نماز پڑھتے جیسا کعب رض نے اشارہ کیا تھا اور کعب احبار ایسی قوم مین سے تھے جو صخرہ کے یہانتک تعظیم کرتے کہ اُسکو اپنا قبلہ بنا لیا تھا ولیکن کعب رح کو اللہ تعالی نے اپنی عنایت سے اسلام کی ہدایت دیدی تھی لیکن اُنکے اس اشارہ سے عمر رض نے انکو کہا کہ تونے یہودیت کی مشابہت کر لی (یعنی یہود ۱۲) یعنی اُنکی موافقت مین ایسا خیال کیا۔ اور اسی طرح عمر رضی اللہ عنہ نے صخرہ کی وہ اہانت نہ کی جو نصرانی کرتے تھے یہانتک کہ یہودیون کا قبلہ ہونیکی وجہ سے نصرانیون نے اسکو گھور ابنا ڈالا تھا اور اُسپر کوڑا ڈالتے تھے بلکہ قبلہ کی طرف نماز پڑھی اور صخرہ کا تمام کوڑا صاف کرا دیا اور اسکو اپنی چادر مین اُٹھایا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ شبیہ اسکی وہ ہے جو صحیح مسلم مین مرفوع مروی ہے کہ تم لوگ قبرون پر مت بیٹھو اور انکی طرف کو نماز بھی مت پڑھو۔ مترجم کہتا ہے یعنی قبرون کی نہ اہانت کرو اور نہ بیجا طور پر تعظیم کرو۔ حدیث معراج بروایت ابوہریرہ رض یہ طویل روایت ہے اور اسمین غرابت ہے۔ قال الامام ابو جعفر بن جریر حدثنا علی بن سہل حدثنا حجاج حدثنا ابو جعفر الرازی عن الربیع بن انس عن ابی العالیۃ الریاحی عن ابی ہریرۃ او غیرہ شک ابو جعفر فی قول اللہ تعالی عز وجل سبحان الذی اسری بعبدہ الآیہ۔ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل آئے اور انکے ساتھ میکائیل تھے پس جبرئیل نے میکائیل سے کہا کہ آپ زمزم کا طشت لائیے کہ مین اُنکا قلب دھوؤون اور صدر کو شرح کردون پس آپ کا سینہ چاک کرکے اسکو تین مرتبہ دھویا اور میکائیل پے درپے تین طشت لائے پھر شرح صدر کیا پس جو کچھ اسمین غل تھا نکال ڈالا اور اسکو علم و حلم و ایمان و یقین و اسلام سے بھر دیا اور دونون مونڈھون کے درمیان ختم نبوت کی مہر کی پھر ایک گھوڑا (براق ۱۲) لایا اسپر سوار کیا جسکا ہر قدم اسکے منتہاے نظر پر پڑتا تھا پس آپ روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ جبرئیل و میکائیل علیہما السلام روانہ ہوئے پس آپ ایک قوم پر ہوکر گذرے جو ایک روز زراعت کرتے اور دوسرے روز کاٹتے تھے ہر بار جب کاٹتے تو ویسے ہی عود کرتی جیسی تھی آپ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام یہ کیا ہے کہا کہ یہ لوگ اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنیوالے ہین انکی نیکیان سات سو گونہ کی گئی ہین جو خرچ کیا اُسکے لیے خلف ہے اور اللہ تعالی خیر الرازقین ہے پھر ایک قوم پر گذرے جنکے سر ایک پتھر سے مار کر کوفتہ کیے جاتے ہر بار کہ کوفتہ کیے جاتے ویسے عود کرتے جیسے تھے

اور درمیان مین کچھ دیر تاخیر نہین کیجاتی تھی آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو بیان کیا کہ یہ قوم ہے کہ جنکے سر نماز فریضہ ادا کرنے سے بوجھل ہو گئے تھے۔
پھر ایک قوم پر گذرے جنکے آگے شرمگاہ پر ایک چیتھڑا تھا اور انکے پیچھے شرمگاہ پر ایک چیتھڑا تھا اونٹ و جانوروں کی طرح چلتے اور ضریع و زقوم اور رضف
جہنم و اسکے پتھر کھاتے تھے۔ آپ نے پوچھا تو بیان کیا کہ یہ لوگ اپنے اموال کے صدقات نہین ادا کرتے تھے اور اللہ تعالی نے انپر کچھ ظلم نہین کیا اور اللہ تعالی
اپنے بندون پر ظلم نہین فرماتا ہے۔ پھر ایک قوم پر گذر ہوا جنکے سامنے ایک دیگ مین پاکیزہ پختہ گوشت تھا اور دوسری دیگ مین ناپاک کچا تھا وہ لوگ
گوشت خبیث کھانے لگے اور پختہ پاکیزہ چھوڑ دیا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ آپ کی اُمت سے وہ مرد ہے
کہ اسکے پاس حلال پاکیزہ عورت ہوتی ہے اسکو چھوڑ کر خبیثہ حرام عورت کے پاس جاکر رات بھر بسر کر کے صبح کر دیتا ہے اور وہ عورت ہے کہ اُسکا حلال شوہر
موجود ہے اُسکے پاس سے اُٹھکر مرد حرام ناپاک کے پاس جاکر رات اُسکے ساتھ صبح کر دیتی ہے پھر آپ گذرے ایک لکڑی پر راستہ مین پڑی ہوئی دیکھا
کہ جو چیز یا جو کپڑا اس راہ سے گذرتا ہے اسکو پھاڑ دیتی ہے پوچھا تو بتلایا کہ آپ کے امت سے یہ قومین ہین کہ راہون پر بیٹھکر راہ مارتی ہین اور پڑھی آیت
ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون الآیہ۔ پھر آپ گذرے ایک شخص پر کہ اسنے بہت بڑا گٹھا جمع کیا تھا اُسکو اُٹھا نہین سکتا تھا اور وہ اسپر اور زیادہ
لادے جاتا تھا۔ پوچھا اے جبرئیل یہ کیا ہے بتلایا کہ آپ کی اُمت سے یہ وہ شخص ہے کہ اسکے پاس لوگون کی امانات ہین جنکو ادا نہین کرسکتا باوجود اس کے
چاہتا ہے کہ اور لادے جاوے۔ پھر ایک قوم پر گذرے جنکی زبانین اور ہونٹھ لوہے کے قینچیون سے کاٹے جاتے ہین ہر بار جب کاٹے جاتے ہین پھر ویسے ہی
عود کر آتے ہین برابر یہی جاری ہے ایک دم کا فتور نہین ہوتا ہے پوچھا کہ جبرئیل یہ کیا ہے بتلایا کہ یہ وہ لوگ ہین جو فتنہ مین وعظ کرتے ہین۔ پھر ایک پتھر کی طرف
گذرے وہ چھوٹا سا تھا اُسمین سے ایک بڑا بیل نکلتا تھا وہ بیل چاہتا تھا کہ پھر جہان سے نکلا ہے اُسمین چلا جاوے مگر قابو نہین پاتا تھا پوچھا یہ کیا ہے
بتلایا کہ یہ شخص ہے کہ بڑا کلمہ بول گیا پھر نادم ہوا مگر واپس نہین کرسکتا ہے۔ پھر ایک وادی سے گذرے وہان ہوا پاکیزہ خوشگوار و خوشبوے مشک و
آوازسنی پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے بتلایا کہ یہ آواز جنت ہے کہتی ہے کہ اے رب مجھے وہ عطا کر دے جو تونے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے غرفہ و استبرق و حریر و سندس
و عبقری و موتی و مرجان و چاندی و سونا و اکواب و صحاف و اباریق و کاس و شہد و پانی و دودھ و شراب مین بہت کثرت ہوئی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے
کہ تیرے واسطے ہر مرد مسلمان و عورت مسلمہ اور ہر مرد مومن و عورت مومنہ ہے اور جو مجھپر و میرے رسولون پر ایمان لایا اور نیک کام کیا اور میرے ساتھ کسی
چیز سے شرک نہ کیا اور میرے سوائے کوئی مانند نہین بنایا وہ تیرا ہے اور جو مجھ سے ڈرا وہ بیخوف ہے اور جس نے مجھ سے مانگا مین اُسکو دیتا ہون اور جسنے میرے
پاس قرض رکھا مین اُسکو عوض دیتا ہون اور جس نے مجھپر توکل کیا مین اُسکے کام کی کفایت کرتا ہون مین اللہ ہون میرے سوائے کوئی اللہ نہین ہے
مین وعدہ مین خلاف نہین کرتا ہون اور مومنون نے فلاح پائی و تبارک اللہ احسن الخالقین جنت نے عرض کیا کہ اے رب مین راضی ہوئی۔ پھر
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوسری ایک وادی پر پہونچے وہان آواز ہیبتناک ناگوار اور بدبو ناپاک پائی پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کیا ہے بتلایا کہ یہ آواز
جہنم ہے کہتی ہے کہ مجھے عطا کر دے جو تونے وعدہ کیا ہے کہ بہت ہو گئے میرے سلاسل و اغلال و سعیر و حمیم و ضریع و غساق و عذاب اور میرا گہراؤ عمیق ہوا
اور حرارت سخت ہو گئی پس جو مجھ سے وعدہ فرمایا ہے مجھے عطا کر دے اللہ تعالے نے فرمایا کہ تیرے واسطے ہر مشرک مرد اور ہر مشرکہ عورت ہے اور ہر
کافر مرد اور ہر کافرہ عورت اور ہر خبیث مرد اور ہر خبیثہ عورت اور ہر وہ شخص سرکش ہے جو روز قیامت پر ایمان نہین لاتا ہے جہنم نے عرض کیا کہ مین
راضی ہوئی۔ کہا کہ پھر روانہ ہو کر بیت المقدس پر پہونچے اور اُتر کر صخرہ سے اپنا گھوڑا باندھا اور داخل ہو کر ملائکہ کے ساتھ نماز پڑھی جب نماز پوری ہو چکی
تو اُنھون نے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ تمھارے ساتھ کون ہین کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہین بولے کہ انکے پاس تم بھیجے گئے تھے کہا کہ ہان بولے کہ حیاہ اللہ
بہت اچھا بھائی اور نہایت خوب خلیفہ اور بہت اچھی آمد سے تشریف لایا ہے پھر آپ نے ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اُنھون نے اپنے

رب عز وجل کی تعریف شروع کی ابراہیم علیہ السلام نے کہا الحمد للہ الذی اتخذنی خلیلا واعطانی ملکا عظیما وجعلنی امۃ قانتا یؤتم بی وانقذنی من النار وجعلہا
علی بردا وسلاما یعنی تعریف سب اُسی اللہ تعالی کو ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے ملک عظیم دیا اور مجھے امت قانت کیا کہ میری اقتدا کیجاتی
اور مجھے آگ سے چھڑایا اور اسکو مجھ پر ٹھنڈک وسلامتی کردیا۔ پھر موسی علیہ السلام نے رب عز وجل کا شکر ادا کیا کہ حمد سب اللہ تعالی ہی کو ہے جس نے
مجھ سے کلام فرمایا اور ہلاک آل فرعون ونجات بنی اسرائیل میرے ہاتھون کردی اور میری امت مین سے ایک قوم ایسی بنائی جو ہدایت بحق اور اسی پر
عدل کرتی تھی۔ پھر داؤد علیہ السلام نے کہا کہ تعریف اللہ ہی کو ہے کہ میرے واسطے بادشاہت عظیم کردی اور مجھے زبور سکھلائی اور میرے واسطے لوہا نرم کردیا
اور پہاڑون کو میرے لیے مسخر کیا کہ میرے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرندون کو، اور مجھے حکمت وفصل خطاب عطا کیا پھر سلیمان نے تعریف کی کہ حمد اللہ ہی کو ہے
کہ جس نے میرے واسطے مسخر کیا ریاح کو اور شیاطین کو جو میرے لئے بناتے تھے جو مین چاہتا محرابین اور نقش ونگار اور جفن وقدور اور سکھلایا مجھے
پہچاننا پرندون کے بول چال کا اور ہر چیز سے مجھے فضل دیا اور میرے لیے لشکر شیطانون وانسانون وپرندون کے مسخر کردیے اور بہت سے بندگان
مومنین پر مجھے فضیلت دی اور مجھے بادشاہت عظیم دی جو میرے بعد کسی کے واسطے لائق نہین اور میری بادشاہت پاکیزہ کردی کہ اسمین نجاست نہین ہے
پھر عیسی علیہ السلام نے حمد کی کہ سب تعریف اُسی اللہ تعالی کو ہے جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا اور میری مثال آدم کی سی کردی کہ مٹی سے پیدا کرکے اُسکو کہا کہ ہوجا
وہ ہوگیا اور مجھے کتاب وحکمت وتوریت وانجیل سکھلائی اور قوت دی کہ مین مٹی سے پرند کی صورت بناتا اُسمین پھونکتا تو اللہ تعالی کے حکم سے پرواز کرتا۔ اور
مجھے کردیا کہ مین مادرزاد اندھے وکوڑھی کو چنگا کرتا اور مردے کو زندہ کرتا اللہ تعالی کے حکم سے اور مجھے بلند وپاک کیا اور مجھے اور میری ماں کو شیطان رجیم
سے پاک رکھا ہم پر شیطان کو کوئی راہ نہین ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عز وجل کی ثنا بیان فرمائی اور کہا کہ آپ سب نے رب عز وجل کی
ثنا کی اور اب مین ثنا کرتا ہون فرمایا کہ تمام کمال حمد ہے اللہ عز وجل کو جس نے مجھے بھیجا رحمۃ للعالمین اور تمام سب لوگون کی طرف بشیر ونذیر فرماکر
اور مجھ پر قرآن عظیم نازل فرمایا جسمین ہر چیز کا بیان ہے اور میری امت کو سب امتون سے بہتر کیا اور میری اُمت کو اُمت وسط یعنی عادل شاہد کیا اور
میری ہی اُمت کو اولین (دنیا مین ١٢) وآخرین (آخرت مین ١٢) فرمایا اور میرا سینہ شرح فرمایا اور ہر قسم کا وزر مجھ سے دور کردیا اور میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھی کو فاتح وخاتم فرمایا۔ ابراہیم
نے یہ سنکر فرمایا کہ انھین سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تم پر فضیلت ہے۔ ابوجعفر رحمہ اللہ راوی نے کہا کہ خاتم یعنی نبوت کے خاتم اور فاتح سے مراد قیامت کے روز
شفاعت کے ساتھ کھولنے والے در جنت کے۔ پھر تین ظروف سربند آپ کے پاس لائے گئے اُسمین سے ایک مین پانی تھا اُس سے آپ نے بہت خفیف
لیکر چھوڑ دیا پھر دوسرا پیالہ دودھ کا دیا گیا اُسکو پیا یہانتک کہ سیر ہوگئے پھر تیسرا پیالہ شراب کا لایا گیا اُس سے انکار کیا کہ مجھے نہین چاہیے مین
سیر ہون تو جبرئیل نے کہا کہ یہ عنقریب آپ کی اُمت پر حرام کیجائیگی اور اگر آپ اسمین سے پیتے تو آپ کی اُمت سے تھوڑی آپ کی پیروی کرتے پھر
آپ کو عروج دیا گیا آسمان کو اور دروازہ کھلوایا تو پوچھا گیا کہ اے جبرئیل یہ کون ہین کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا کہ انکے پاس بھیجا گیا تھا کہا کہ ہان
بولے کہ حیاہ اللہ یعنی اللہ تعالی اسکو سلامت باکرامت رکھے بہت اچھا بھائی اور بہت اچھا خلیفہ ہے اور نہایت خوب آمد آیا ہے پس آپ داخل ہوئے
تو وہان ایک مرد دیکھا کہ خلقت اسکی پوری ہے اسمین سے کچھ کمی نہین ہوئی جیسے لوگون کی خلقت گھٹی ہے اُسکے داہنی ایک دروازہ ہے اس سے
خوشبوی پاکیزہ نکلتی ہے اور اسکے بائین ایک دروازہ ہے جس سے ہوائے بدبو ناگوار نکلتی ہے جب داہنی طرف کے دروازہ کو دیکھتا ہے تو ہنستا اور خوش
ہوتا ہے اور جب بائین طرف والے پر نظر کرتا ہے تو روکر غمگین ہوجاتا ہے جبرئیل سے پوچھا کہ یہ کون ہے بتلایا کہ یہ آپ کے باپ آدم ہین اور داہنی طرف کا
دروازہ جنت کا دروازہ ہے جب انکو دیکھتے ہین جو آپ کی اولاد مین سے جنت مین داخل ہوتے ہین تو خوش ہوجاتے ہین اور بایان دروازہ جہنم کا ہے جب
اپنی اولاد مین سے اسکے اندر داخل ہونیوالے دیکھتے ہین تو غمگین ہوجاتے ہین پھر جبرئیل نے آپ کو دوسرے آسمان کو عروج کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ آیندہ ہر

آسمان والون سے استفتاح ومبارکباد مع سوال وجواب کے اور ملاقات انبیاء علیہم السلام مذکور ہے چنانچہ دوم مین یحیی وعیسی علیہما السلام تو جوان برادران
خالہ زاد ۔ سوم مین یوسفؑ وچہارم مین ادریسؑ اور پنجم مین ہارون علیہ السلام اپنی قوم کے محبوب مع چند لوگ بنی اسرائیل کے جنسے باتین کرتے تھے
اور ششم مین موسی علیہ السلام ۔ پھر ہفتم مین ابراہیم علیہ السلام اور اسیطرح مذکور ہو کہ جب آسمان ہفتم مین داخل ہوے تو ایک مرد اشمط کو دروازہ جنت
کے نزدیک ایک کرسی پر بیٹھا دیکھا اور آپ کے پاس ایک قوم بیٹھی تھی جنکے چہرہ سفید تھے جیسے سفید قرطاس ہوتا ہے اور دوسری قوم تھی کہ اُنکے
رنگ مین کچھ میل تھا پس جنکے رنگ مین کچھ میل تھا وہ اُٹھے اور ایک نہر مین داخل ہوکر نہائے اور نکلے تو میل سے کچھ کمی ہوگئی پھر دوسری نہر مین نہائے
تو کچھ رنگ زیادہ پاک ہوگیا پھر تیسری نہر مین نہائے تو رنگ بالکل صاف مثل اُنکے ساتھیون کے ہوگیا اور اپنے ساتھیون کے ساتھ آکر بیٹھے ۔ آپ نے
جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا تو بیان کیا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہین روے زمین پر اول یہی اشمط ہوے ہین اور یہ سفید چہرہ والے لوگ
وہ ہین جنھون نے اپنے ایمان کو بالکل شرک سے مخلوط نہین کیا اور یہ دوسرے لوگ جنکے رنگ مین کچھ لگاؤ ہے یہ ایسی قوم ہین کہ عمل صالح کے ساتھ
دوسرے سیئہ کو ملا دیا پس توبہ کی تو اللہ تعالی نے انکی توبہ قبول کرلی اور نہرون مین سے اول نہر رحمت ہے (رحمۃ اللہ ۱۲) دوم نہر نعمۃ اللہ ہے سوم انکو انکے رب نے
شراب طہور پلائی (گناہ ۱۲) پھر آپ سدرۃ المنتہی تک پہونچے آپ سے بیان کیا گیا کہ یہ سدرۃ المنتہی ہے آپ کی امت سے جو آپ کی سنت پر گذرے گا
اسی تک منتہی ہوگا دیکھا تو وہ ایک درخت ہے اسکی جڑ سے نہرین جاری ہین انہار من ماء غیر آسن وانہار من لبن لم یتغیر طعمہ وانہار من خمر لذۃ
للشاربین وانہار من عسل مصفی کما فی الآیہ ۔ وہ ایسا درخت ہے کہ سوار اسکے سایہ مین ستر برس جاوے اُسکو طے نہین کرسکتا اور ایک پتا اس کا
تمام اُمت کو ڈھانپ لے پھر اسکو ڈھانپ لیا نور خلاق عزوجل نے اور ڈھانپا ملائکہ نے جیسا کہ حب الرب تبارک وتعالی سے درخت پر پڑا
اُسوقت مین اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام کیا اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے تو عرض کیا کہ اے رب تونے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا
اور اُسکو ملک عظیم عطا فرمایا اور موسی علیہ السلام سے کلام فرمایا اور داؤد علیہ السلام کو سلطنت عظیم دی اور لوہا اُسکے لیے نرم کیا اور سلیمان کو سلطنت عظیم
دی اور جن وانس وشیاطین اُسکے واسطے مسخر کیے اور ریاح اسکے لیے مسخر کردیے اور ملک وہ دیا کہ اُسکے بعد کسی کے واسطے لائق نہین ہے اور عیسی علیہ السلام
کو توریت وانجیل سکھلائی اور ایسا کردیا کہ وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا اور مردے کو تیرے حکم سے زندہ کرتا اور اُسکو مع اسکی ماں کے شیطان رجیم
سے محفوظ کردیا کہ شیطان کو ان دونون پر کوئی راہ نہین ہے پس رب عزوجل نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ مین نے تجھے خلیل بنایا اور محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو توریت مین حبیب الرحمن لکھا ہے اور مین نے تجھے تمام عالم کے واسطے بشیر ونذیر یعنی رسول کیا اور تیرے واسطے شرح صدر کردی اور وزر
مرفوع کیا اور تیرا ذکر بلند کیا کہ میرے ذکر کے ساتھ ضرور ہے کہ تیرا ذکر ہو اور مین نے تیری امت کو خیر امۃ اخرجت للناس کردیا اور تیری اُمت کو
امۃ وسطا کردیا اور تیری امت کو مخصوص اولین وآخرین کیا اور یہ کیا کہ تیری امت کا کوئی خطبہ جائز نہوگا یہانتک کہ شاہد ہون کہ تو میرا بندہ ومیرا رسول ہے
اور مین نے تیری امت مین سے اقوام ایسے کردیے کہ انکے دل اُنکے قرآن ہین اور مین نے تجھے پیدائش مین سب انبیاء علیہم السلام سے پہلے اور بھیجنے مین
سب سے پیچھے کیا اور قیامت مین فیصلہ ہونے مین سب سے مقدم کیا اور مین نے تجھے سبع مثانی عطا کی جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہین دی گئی تھین
اور مین نے تجھے خواتیم سورہ بقرہ کو زیر عرش کے خزانہ سے عطا کیا جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہین دیا ۔ اور مین نے تجھے کوثر دی اور مین نے تجھے آٹھ حصہ دیے اسلام
(امن الرسول الخ ۱۲)
وہجرت وجہاد وصلوۃ وصدقہ وصوم رمضان وامر بمعروف ونہی از منکر اور مین نے تجھے فاتح خاتم کیا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے
رب نے مجھے چھ باتون سے فضیلت دی مجھے عطا کیے فواتح الکلام اور خواتیم الکلام اور جوامع الحدیث اور مجھے بھیجا لوگون پر سب کے سب پر بشیر ونذیر
اور ڈالدیا میرے دشمنون کے دلون مین رعب ایک مہینہ کی راہ سے اور حلال کردیے میرے واسطے غنیمت کے مال اور مجھ سے پہلے کسی کے واسطے حلال

نہین ہوے تھے۔ اور کردی میرے لیے تمام زمین طہورؔ و مسجد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اور فرض فرمائین اللہ تعالی نے مجھپر پچاس نمازین
پھر جب مین واپس ہوکر موسی علیہ السلام تک آیا آخر تک مراجعت کا حال بمانند احادیث سابقہ مذکور ہے یہانتک کہ موسی علیہ السلام نے آخر مین پوچھا کہ
آپ کو کتنی نمازون کا حکم رہا فرمایا کہ پانچ نمازون کا تو کہا کہ لوٹ کر اپنے رب سے تخفیف کی درخواست کیجیے کیونکہ آپ کی امت تمام امتون سے کمزور ہے
اور مجھے بنی اسرائیل سے سخنی لاحق ہوئی آپ نے کہا کہ مین بار بار اپنے رب کی طرف رجوع لایا یہانتک کہ مین شرمندہ ہوگیا ہون اب مین نہین جاونگا کہا گیا کہ
اے محمد جیسے تو نے پانچ نمازون پر اپنے نفس کو صابر فرمایا ہے تو وے تیرے لیے پچاس نمازون کو کافی ہونگی کیونکہ ہر ایک نیکی دس گونہ ہے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اس بشارت سے بہت خوش ہوے۔ ابوہریرہؓ نے کہا کہ موسیؑ تمام پیغمبرون مین سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سختی سے ہٹ کرکے لوٹاتے تھے جب آپ
انکے پاس سے گذرتے تھے۔ وہذا الحدیث قد رواہ ابن جریر بوجہ آخر والبیہقی والحاکم وابوزرعۃ الرازی بنحوہ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مدار حدیث مزبور کا شیخ ابوجعفر
الرازی پر ہے اسکے حق مین امام ابوزرعہ نے کہا کہ اکثر وہم کرتا ہے اور دوسرون نے بھی اسکو ضعیف کہا ہے اور بعض نے اسکی توثیق کی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اسکے
حفظ مین خرابی ہے تو جس حدیث کو اسنے تنہا روایت کیا ہو اسکے موافق دوسرے ثقہ کامل الحفظ سے مروی نہو تو اسمین غور نظر لازم ہوگا اور اس روایت
کے بعضے الفاظ مین غرابت و نکارت شدیدہ ہے اور کچھ ٹکڑا اسمین خواب کی حدیث کا ہے جو صحیح بخاری مین سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے آئی ہے پس ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ اسنے یہ حدیث متفرق حدیثون معراج یا خواب وغیرہ سے جمع کردیا ہے واللہ اعلم اور امام بخاری و مسلم نے صحیحین مین ابوہریرہ رض سے روایت کیا کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو بیان کیا کہ مین موسی علیہ السلام سے ملا پھر آپ کا حلیہ بیان فرمایا مجھے خیال ہوتا ہے کہ یون کہا کہ ایک مرد دراز قد گھونگھر
والے بال گویا وہ قوم شنوءہ مین سے ہین اور فرمایا کہ مین عیسی علیہ السلام سے ملا پھر انکے حلیہ مین فرمایا کہ گداز بدن سرخی مائل گویا حمام سے برآمد ہوے ہین اور
فرمایا کہ مین ابراہیم علیہ السلام سے ملا اور انکی اولاد مین سے مین انسے زیادہ مشابہ ہون اور میرے پاس دو پیالہ لائے گئے ایک مین دودھ اور دوسرے
مین خمر شراب تھی مجھسے کہا گیا کہ دونون مین سے ایک جسکو چاہیے لے لیجیے مین نے دودھ لیکر پی لیا تو کہا گیا کہ آپ کو فطرت کی ہدایت ہوئی یا آپ نے
فطرت پائی اور یہ کہ اگر آپ شراب پیتے تو آپ کی امت احمق گمراہ ہوجاتی صحیح مسلم مین ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ مین حجر کے مقام مین اس حال سے تھا کہ قریش مجھ سے شب معراج کی سیر کو پوچھتے تھے پس انھون نے بیت المقدس کی بہت سی چیزین پوچھین
جنکو مین نے محفوظ نہین رکھا تھا اس سے مجھے ایسا سخت کرب ہوا کہ اس سے پہلے ایسا کرب مجھے یاد نہین ہے پس اللہ تعالے نے بیت المقدس میرے
واسطے اسطرح بلند کردیا کہ مین اسکو دیکھتا تھا تو جو چیز انھون نے پوچھی اسی سے مین نے انکو خبر دیدی اور بیان فرمایا کہ وہان مین نے اپنے آپ کو
انبیاء علیہم السلام کی ایک جماعت مین دیکھا اور ناگاہ دیکھا کہ موسی علیہ السلام کھڑے نماز پڑھتے ہین اور دیکھا تو وہ گھونگھر والے بال کا گویا شنوءہ کی
قوم کا آدمی ہے اور دیکھا کہ عیسیؑ کھڑے نماز پڑھتے ہین اس سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود ثقفی ہے اور ابراہیم کو کھڑے نماز پڑھتے دیکھا زیادہ مشابہ اس سے
مین ہون پھر نماز کا وقت آیا تو مین نے ان سب کی امامت کی جب فارغ ہوا تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ مالک خازن دوزخ حاضر ہے مین متوجہ ہوا تو اسنے
پہل کرکے مجھے سلام کیا۔ ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد کے ساتھ ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مین نے دیکھا جس رات مجھے
اسراء دیا گیا جب مین ساتوین آسمان کی انتہاء پر پہونچا تو مین نے اوپر نظر کی دیکھا کہ رعد و برق و صواعق ہین اور کہا کہ مین ایک قوم پر گذرا جنکے
پیٹ مثل کوٹھریون کے انمین سانپ بھرے تھے جو باہر سے نظر آتے تھے مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہین کہا کہ یہ لوگ سود خوار ہین پھر جب مین
دنیا کی طرف اترا تو مین نے نیچے نظر ڈالی تو ہجوم و دھوان و آوازین معلوم ہوئین مین نے پوچھا کہ اے جبرئیل یہ کون ہین کہا کہ یہ شیاطین ہین جو آدمیون
کی آنکھون پر ہجوم کیے رہتے ہین جس سے آدمیون کو آسمان و زمین کی قدرت مین فکر نہین نصیب ہوتی ہے اور اگر یہ نہوتا تو عجائب ملاحظہ کرتے وقد

[illegible]

روی ہذا الحدیث الامام احمد وابن ماجہ ایضاً۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بیہقی نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کی عبدالعزیز ولیث بن ابی سلیم و
سلیمان الاعمش وعطاء بن السائب سے اِن تابعین مین سے بعضے اپنی حدیث مین بعض سے زیادہ روایت کرتے ہین ان سب نے حضرت علی بن
ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے اور عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کی اور محمد بن اسحٰق نے باسناد خود ابن عباس وابن مسعود سے اور جویبرؒ نے
ضحاک بن مزاحم تابعی سے روایت کی ان سب نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی رضؓ کے گھر مین بعد عشاء کے استراحت مین تھے پھر طویل
حدیث بیان کی جسمین معراج کی سیڑھی واسکے زینون کی تعداد اور ملائکہ وغیرہ کا ذکر ہے اور کوئی چیز ایسی نہین ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قدرت
سے وہان انکار کیا جاوے بشرطیکہ روایت صحیح ہو اور بیہقیؒ نے کہا کہ سابق مین جو حدیث ہے ابو ہارون عبدی کی روایت سے ذکر کی وہ کافی ہے
واللہ تعالیٰ ہو الموفق اور مین کہتا ہون کہ اس حدیث کو بہت سے تابعین وائمہ مفسرین نے مرسل روایت کیا ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین حدیث
عائشہ رضؓ بیہقی نے باسناد حاکم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
جانب مسجد اقصیٰ معراج ہوئی تو صبح کو آپ نے یہ حال لوگون سے بیان فرمانا شروع کیا تو بہتیرے لوگ جو آپ پر اسلام لائے وتصدیق کر چکے تھے
مرتد ہوگئے اور جاکہ یہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لگائی اور کہا کہ اپنے صاحب کی بات سنو کہ وہ گمان کرتے ہین کہ آج کی رات انکو سیر دی گئی
بیت المقدس تک تو ابوبکر رضؓ نے پوچھا کہ ورکیا انھون نے ایسا کہا ہے بولے کہ ہان ہان تو حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کہ اگر آپ نے یہ فرمایا تو ضرور سچ فرمایا
ہے وہ لوگ بولے کہ کیا تم ایسی بھی تصدیق کرتے ہو کہ ایک رات مین وہ بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس آگئے تو فرمایا کہ ارے ہان ہان ہم تو
اس سے بڑھکر انکی تصدیق کرتے ہین ہم تو یقین کرتے ہین کہ آسمان سے اُنکے پاس صبح وشام خبر آتی ہے۔ اسی سے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق اکبر ہوا۔
حدیث ام ہانی بنت ابیطالب۔ حضرت ام ہانی روایت کیا کرتی تھین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میرے ہی گھر مین سے ہوئی
کہ آپ نے عشاء کی نماز پڑھکر خواب فرمایا اور ہم لوگ بھی سو رہے پھر فجر سے کچھ پہلے آپ واپس تشریف لائے پھر جب آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور ہم نے
آپ کے ساتھ پڑھی تو فرمایا کہ اے ام ہانی مین نے تم سب کے ساتھ عشاء کی نماز اس وادی مین پڑھی جیسا کہ تمکو معلوم ہے پھر مین بیت المقدس گیا پھر
وہان نماز پڑھی پھر مین نے اب تمھارے ساتھ فجر کی نماز پڑھی جیسا تو دیکھتی ہے۔ اس حدیث کو محمد بن اسحٰق نے محمد بن محمد بن السائب کلبی کے واسطہ سے روایت کیا
اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ کلبی راوی متروک ساقط ہے ولیکن یہ حدیث زیادہ بسط کے ساتھ ابو یعلیٰ نے دوسری اسناد سے روایت کی اور ابو القاسم طبرانیؒ
نے بھی دوسری سند سے حضرت ام ہانی سے روایت کی کہ جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو آپ میرے ہی گھر مین خواب مین تھے جب مین
رات مین جاگی تو مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا تو مجھے یہ خوف ہوا کہ ایسا تو نہین ہوا کہ قریش کے کافرون مین سے کوئی بری طرح پیش آیا ہو
اس خوف وتردد مین میری نیند اُچاٹ ہوگئی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا معراج کا حال بیان فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام نے آکر میرا ہاتھ پکڑکر مجھے
باہر نکالے مین نے دروازہ پر دیکھا کہ ایک چوپایہ جو خچر سے نیچا اور گدھے سے اونچا تھا کھڑا ہے مجھے اُسپر سوار کیا پھر روانہ ہوا یہانتک کہ بیت المقدس کو پہونچا پھر
مجھے ابراہیمؑ دکھلائے گئے انکی سیرت وصورت مجھ سے مشابہ تھی اور مجھے موسیٰ علیہ السلام دکھلائے گئے مرد دراز قد خفیف گھونگھر والے بال انکی مشابہت شنوءہ
کے لوگون سے دیتا ہون اور مجھے عیسیٰ علیہ السلام دکھلائے گئے بھاری بھرکم سپید سرخی مائل اُنکی مشابہت مین عروہ بن مسعود ثقفی کو دیکھو اور مجھے دجال
دکھایا گیا اسکی آنکھ داہنی مسیح تھی مشابہت اُسکی قطن بن عبد العزیٰ سے ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ باہر نکلکر
قریش کو آگاہ کرون پس مین نے آپ کا دامن پکڑکر عرض کیا کہ مین آپکو اللہ تعالیٰ کی قسم دلاتی ہون آپ اپنی قوم پاس جاکر بیان کرینگے تو وہی آپ کو
جھٹلاوینگے اور آپ کے کلام سے منکر ہونگے مجھے خوف ہے کہ آپ پر حملہ کرین مگر آپ نے دامن اپنا جھٹکا کر میرے ہاتھ سے چھڑالیا اور باہر چلے گئے اور قریش

پاس گئے اُنکو آگاہ کیا پس جبیر بن مطعم نے کھڑے ہوکر کہا کہ اے محمد اگر آپ کی ایسی شان ہوتی جیسے تم کہتے ہو تو تم یہ بات نہ کہتے جو کہتے ہو حالانکہ تم ہمارے
بیچ مین موجود تھے پھر قوم مین سے ایک دوسرا آدمی بولا کہ اے محمد بھلا تم ہمارے اونٹون کے قافلہ کے پاس سے گذرے تھے فرمایا کہ ہان واللہ فلان
فلان مقام پر تھے اُنکا ایک اونٹ کھو گیا تھا اُسکی تلاش مین تھے پھر پوچھا کہ بنی فلان کے قافلہ کو دیکھا تھا آپ نے فرمایا کہ ہان فلان فلان مقام
اُنکے پاس سے گذرا اور اُنکے ایک اونٹ سرخ کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور اُنکے پاس ایک پانی کا پیالہ تھا وہ مین نے پی لیا پھر اُنھون نے پوچھا کہ ہمکو
آپ بتلائیے کہ اُنکی تعداد کسقدر تھی اور قافلہ مین کون راعی تھے فرمایا کہ مجھے اس شمار وغیرہ کی طرف کوئی توجہ نہین تھی کہ مین یہ شمار کر لیتا پھر آپ
کھڑے ہوے تو حق تعالیٰ عزوجل کی طرف سے آپ کے ملاحظہ مین اونٹ لائے گئے تو آپ نے اُنکا شمار کیا اور جو اُنمین راعی تھے سب جان لیے پھر قریش کو
بیان کیا کہ تم نے مجھ سے بنو فلان کے آدمیون کی تعداد اور اُنکے راعی پوچھے تھے تو اُنکی تعداد اسقدر ہے۔ اور اُنمین فلان فلان راعی ہین اور تم نے بنو فلان
کے آدمیون کو پوچھا تو وہ اسقدر ہین اور اُسکے راعی لوگون مین سے ابوبکر بن ابو قحافہ اور فلان وفلان تھے اور وے سب صبح کو اول وقت ثنیہ پر آجاوینگے
پس لوگ نکل کر ثنیہ پر جا بیٹھے کہ دیکھین ہم سے سچ کہا ہے یا جھوٹ پھر اتنے مین قافلہ اونٹون کا نمودار ہوا تو لوگون نے اُنسے پوچھنا شروع کیا کہ کیا تمھارا
کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا اُنھون نے کہا کہ ہان۔ پھر دوسرے قافلہ سے پوچھا کہ کیا تم مین سے کوئی سرخ اونٹنی گر گئی بولے کہ ہان پھر پوچھا کہ کیا تمھارے
پیالہ مین پانی بھرا تھا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ مین نے ہی پانی بھر کر رکھا تھا اگر نہ معلوم کیا ہوا کہ نہ اُسکو کسی نے ہم مین سے پیا اور نہ کسی نے بہایا پھر
انھون نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ مانا اور تصدیق کی اُسی روز سے صدیق ہوے۔

فصل شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ جب مجھکو ان تمام احادیث صحیحہ وحسنہ وبعض ضعیفہ پر واقفیت حاصل ہو گئی تو یہ بات قطعی ثابت ہو گئی جسمین کچھ بھی احتمال
نہین ہو سکتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے بیت المقدس تک اسرا ہوا اور یہ کہ وہ ایک مرتبہ واقع ہوا ہے اگرچہ راویون کے بیانات باہم کم وبیش
ہین کیونکہ بیان نہ کرنا یا بھول جانا سوائے انبیاء علیہم السلام کے سب لوگون سے ممکن ہے اور بعض لوگون نے بوجہ راویون کے تقدیم وتاخیر بیان کے یہ
زعم کیا کہ معراج کئی مرتبہ واقع ہوئی ہے اور بعضے متاخرین نے صریح لکھا کہ ایک مرتبہ تو مکہ سے فقط بیت المقدس تک واقع ہوئی اور ایک مرتبہ مکہ سے
فقط آسمان کو واقع ہوئی اور ایک مرتبہ مکہ سے بیت المقدس کو اور وہان سے آسمانون کو واقع ہوئی تھی۔ اور اس شخص نے گمان کیا کہ اس تفصیل متعدد سے
راویون کے بیانات متعدد محل پر رکھے جاوینگے اور اُسکو خود ہی پسند کر لیا ولیکن یہ بہت بعید اسوجہ سے ہے کہ سلف صالحین مین سے کسی سے یہ بات منقول
نہین کہ معراج متعدد ہوئی ہے اور اگر ایسا ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو اس سے آگاہ فرماتے اور لوگ متعدد معراج ہونے کو نقل کرتے۔ مترجم
کہتا ہے کہ معراج جو مع جسم مبارک عروج سماوی براہ بیت المقدس کا نام ہے وہ ایک ہی مرتبہ واقع ہوئی ولیکن رویائے نبوت مین بارہا عجائب آیات الٰہیہ کا
دیدار ہوا ہے اور وہ مانند دیدار چشم کے یا اس سے بڑھکر ہے ولیکن جسم شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مانند روح کے ہے اور یہ امر مرد متقی کامل پرہیزگار پر
واضح ہے بلا تردد اسپر یقین واستقامت چاہیے فاستقم۔ پھر شیخ امام ابن کثیر رح نے آیت کریمہ یعنی سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً الآیہ کی تفسیر تلخیص وتوضیح
کے ساتھ اسطرح لکھی کہ اول زمانہ معراج کب تھا تو موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری تابعی جلیل سے روایت کی کہ ہجرت مدینہ سے ایک سال پہلے ہوئی اور
یہی قول عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا ہے اور سدی رح نے کہا کہ سولہ مہینہ پہلے واقع ہوئی۔ دوم ام ہانی کے مکان سے سوتے مین ہوئی یا جاگتے مین
تو حق یہ ہے کہ جاگتے مین مکہ سے بیت المقدس تک بسواری براق ہوئی جب دروازہ مسجد تک پہونچے دروازہ پر براق باندھکر اندر مسجد کے دو رکعتین
تحیۃ المسجد پڑھین پھر معراج لائی گئی اور وہ مثل سیڑھی کے اوٹون دار ہے اُسپر چڑھکر آسمان دنیا کو صعود فرمایا پھر باقی ساتون آسمانون تک اور
ہر آسمان مین اسکے مقربین نے استقبال کیا اور آپ نے اُن انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی جو آسمانون مین موافق اپنے اپنے مرتبہ ودرجہ کے ہین

ف اس وجہ سے کہ وہ پانی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیا تھا ۱۲
ف ثنیہ بلند موضع جہان سے مکہ مین اندر داخل ہوتے ہین ۱۲ اسباب حنفی

یہانتک کہ چھٹے مین موسی علیہ السلام سے اور ساتوین مین ابراہیم علیہ السلام سے ملے اور دونون کی منزلت سے بھی بلند ہوکر ایسے مستوی پر پہونچے جہان
صریف الاقلام سنتے تھے یعنی آواز قلم قدر یعنی جو قلمہاے تقدیر سے ہونیوالا ہے اور آیات عظیمہ مین سے سدرۃ المنتہی کو دیکھا اور اُسکو بحکم الٰہی سونے کے فرش
اور طرح طرح کے رنگون والا کہ نے ڈھانپ لیا اور وہان جبرئیل علیہ السلام کو اصلی صورت پر دیکھا اُنکے چھ سو بازو تھے اور سبز رفرف کو دیکھا کہ اُسنے افق کو
بند کر لیا تھا اور کعبہ زمین کے مقابل بیت المعمور کو دیکھا جو کعبہ آسمانی ہے حضرت ابراہیم عہ اس سے اپنی پشت کا تکیہ دیے ہوے تھے اور اسمین ہر روز
ستر ہزار فرشتے داخل ہوکر عبادت کرتے کہ نکل کر کبھی اسمین قیامت تک عود نہین کرتے ہین اور آپ نے جنت و دوزخ کو دیکھا اور وہان اللہ تعالی نے
آپ پر پچاس نمازین فرض فرمائین پھر اپنے بندون پر لطف و رحمت فرما کر تخفیف کر کے پانچ کردین اور ثواب وہی پچاس رکھا اور اسمین نماز کی شرافت
وعظمت ظاہر ہے پھر آپ اُتر کر بیت المقدس کو تشریف لائے اور آپ کے ساتھ انبیاء علیہم السلام بھی اترے پھر آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کے
ساتھ جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اُسوقت تک مبعوث ہوئے ہین نماز پڑھی اور احتمال ہے کہ وہ اسی روز کی نماز صبح ہو اور بعضون نے زعم کیا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان پر انکی امامت فرمائی ہے لیکن کثرت روایات اسی کو ثبت ہین کہ بیت المقدس مین امامت فرمائی ہے لیکن بعض روایات
مین ہے کہ یہ امر اول ہی جب جاتے تھے تب واقع ہوا اور ظاہر یہ ہے کہ بعد واپسی کے واقع ہوا ہے کیونکہ جب آپ آسمانون مین اُنکے منازل مین گذرے
مین تو جبرئیل علیہ السلام سے ایک ایک کو پوچھتے جاتے تھے اور لائق بھی یہی ہے کیونکہ اول مین تو آپ جناب الٰہی عز وجل مین طلب ہوے تھے تاکہ
آپ پر مع امت کے جو مشیت قدم ہے مفروض ہو پھر بعد اسکے آپ مع اپنے برادران انبیاء علیہم السلام کے مجتمع کیے گئے تاکہ سب پر آپکی فضیلت و امامت
سے شرف و کرامت ظاہر ہوجاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ بات بھی ممکن ہے کہ اول مین تمام انبیاء علیہم السلام اقتدا مین تھے ولیکن آپ نے خاص خاص کسی کی
شناخت نہین کی جیساکہ جبرئیل علیہ السلام نے آگاہ کیا کہ آدم علیہ السلام سے لیکر اسوقت تک کے تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے
پھر آسمانون مین شناخت خاص ہوئی ہے اور نماز فجر ہونا بھی اسوجہ سے مشکل ہے کہ آپ نے بعد عود کے مکہ مین لوگون کے ساتھ پڑھی پس فرض دومرتبہ ہوا جاتا ہے
علاوہ برین آپ کے نفل بعد فجر کے لازم آتے ہین بالجملہ جیسے انبیاء علیہم السلام کا آسمان مین ہونا یا بقیہ تمام انبیاء علیہم السلام کا مسجد بیت المقدس مین مجتمع
ہونا باوجودیکہ اہل دنیا و ظاہری آنکھ والے کسی نے نہین دیکھ پایا اور عجائب آیات الٰہی جل شانہ جیسے صحیح و تحقیق ہین مگر قیاسات کو اسمین دخل نہین حالانکہ
عقل سلیم و نظر بصیرت مین کچھ بھی تردد نہین ہے اسیطرح تمام عروج و نزول کو قیاس پر بٹھانا ٹھیک نہین ہے اور خواب وغیرہ کی دیگر احادیث صحاح مین
حضرت موسی علیہ السلام کو قبر مین نماز پڑھتے دیکھنا یا طواف کعبہ کے واسطے آنا اور جیسے عیسی علیہ السلام اور دجال کو خانہ کعبہ کے گرد طواف کرتے دیکھنا سب
صحیح و تحقیق مروی ہے لیکن حواس کے قیاس کو اس ادراک کی مجال نہین ہے سواے روح کے اسیطرح احادیث معراج مین عاقل کامل کو چاہیے کہ صرف
اٹکل حواس و قیاس پر غور نہ کرے کیونکہ یہ حواس جانورون کے ساتھ مشارک ہین انہین یہ ادراک و لیاقت نہین ہے اور جسنے ایمان یقین کے ساتھ اپنے
رب عز وجل وحدہ لاشریک کی عبادت سے ظلمات کفر و تاریکیون سے نجات پائی وہ صاف یقین و عین نظر روحی سے بغیر اٹکل کے سب صحیح و تحقیق دیکھتا ہے
پس استقامت چاہیے واللہ تعالی ہو الہادی والموفق والحمد للہ رب العالمین۔ پھر شیخ رہ نے لکھا کہ بعد اسکے بیت المقدس سے نکلکر براق پر سوار ہوکر تاریکی
مین مکہ واپس آئے واللہ سبحانہ تعالی اعلم۔ اور رہا یہ کہ احادیث مین آپکے حضور مین بے نظیر ظرف دودھ اور شہد کے یا دودھ و خمر کے یا دودھ و پانی
کے جیسے متفرق روایات مین آئے ہین یا سب کے سب پیش کیے جانے کا وقت۔ تو ورود یہ ہے کہ بیت المقدس مین ہوا اور یہ بھی روایت ہے کہ وہ
آسمان مین ہوا پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہان اور وہان دونون جگہ ہوا ہے کیونکہ یہ بمنزلہ ضیافت مہمان کے ہے واللہ تعالی اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہرا
بیت المقدس مین جہانتک تعلق اس عالم امتحان کا ہے پیش ہونا اور دودھ اختیار فرمانا کرامت ہدایت عظیمہ اصابت فطرت کی تھی اور وہان کرامت

خاص تھی واللہ تعالیٰ اعلم - پھر شیخ رح نے لکھا کہ بعضے لوگون نے اسمین کچھ اختلاف کیا ہی کہ اسرا معراج کا وقوع بدن مع روح ہی ولیکن علما سلف وخلف
قریب قریب سب ہی اس اعتقاد پر ہین کہ معراج روح مع بدن کے جاگتے مین واقع ہوئی اور یہ ہوسکتا ہے کہ سوتے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
معراج سے پہلے کچھ خواب دیکھے ہون کیونکہ حدیث سے ثابت ہی کہ جو خواب دیکھتے وہ مانند سپیدۂ صبح کے نمودار ہوتا تھا پھر معراج مع بدن کے دلیل صریح
یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً - کیونکہ تسبیح تو امر عظیم کے وقت ہوتی ہی تو اگر یہ خواب ہوتا تو اسمین کوئی بڑی بات نہین
جسپر تسبیح کہی جاوے اور کفار قریش کچھ بھی تکذیب کرنے پر آمادہ نہوتے اور آمد ورفت دو ماہہ راہ مین کچھ بھی دقت نہوتی اور بعضے لوگ جو مسلمان
ہوگئے تھے مرتد نہو جاتے اور نیز عبدہ مین عبد نام ہی روح مع جسم کا اور اسرا اسی بدن کے ساتھ ہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وما جعلنا الرؤیا التی اریناک
الا فتنۃ للناس ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رؤیا اس قول مین آنکھون کا دیکھنا ہی یہ خواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھون دکھلایا گیا - کما
رواہ البخاری اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومازاغ البصر وما طغی - اور بصر اس جسم کے آلات مین سے ہی نہ روح کے - اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم براق پر
سوار کیئے گئے اور وہ چوپایہ سپید براق ہی جسکے بدن سے انوار چمکتے ہین اور یہ سواری بدن ہی کے واسطے ہوسکتی ہی نہ روح کے لیے کیونکہ روح کو احتیاج
کسی مرکب کی نہین ہی - بعض نے کہا کہ معراج فقط روح سے ہوئی نہ جسم سے چنانچہ محمد بن اسحٰق نے سیرت مین روایت کی کہ معاویہ بن ابی سفیان سے
جب اسرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوچھا جاتا تو کہتے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رؤیا صادقہ تھا - اور لکھا کہ مجھ سے بعض لوگون نے جو حضرت صدیق کی
اولاد مین سے ہین بیان کیا کہ حضرت ام المومنین صدیقہ رض فرماتی تھین کہ یہان جسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظرون سے گم نہین ہوا ولیکن آپ کو
روح کے ساتھ اسرا دیا گیا - ابن اسحٰق نے کہا حضرت ام المومنین صدیقہ کے اس قول سے انکار نہین کیا گیا ہی کیونکہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ نے
یہی کہا کہ قولہ تعالیٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس الآیۃ کا نزول معراج ہی کے بارہ مین ہوا ہی - اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے
حکایت فرمائی کہ - انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری - (یعنے بروایا تصرکی آیت سے توجیہ کی ۱۲) پھر اسی پر انھون نے عمل کیا پس حضرت صدیقہ رض نے سمجھا کہ وحی اللہ تعالیٰ کی
طرف سے انبیاء علیہم السلام کو جاگتے وسوتے دونون طرح آتی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تنام عیناي وقلبي یقظان - یعنی میری آنکھین
سوتی ہین اور میرا دل جاگتا ہی ابن اسحٰق نے کہا کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہی کہ اسمین سے کون بات واقع ہوئی ہی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیات کا معائنہ کس
حالت پر کیا ہی جاگتے ہوے یا سوتے ہوے اور یہ سب حق وصدق ہی - انتہی کلام ابن اسحٰق - اور امام ابن جریر رح نے اس قول کو نقل کرکے ابن اسحٰق پر ردوانکار
وتشنیع کی اور کہا کہ یہ خلاف ظاہر قرآن ہی اور دلائل تردید مین سے وہی بعض بیان کیے جو اوپر گذر چکے ہین واللہ تعالیٰ اعلم - مترجم کہتا ہی کہ ظاہر
عقائد مین یہ مسئلہ ہی کہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے مین مع جسم شریف کے مکہ سے بیت المقدس تک اور وہان سے آسمانون تک اور
جہان تک اللہ تعالیٰ نے چاہا واقع ہوئی ہی ولیکن جو کوئی کہ مکہ سے بیت المقدس اسرا سے منکر ہو وہ کافر ہے اور واضح ہو کہ معراج مین سلف وخلف کا
اتفاق قطعی ہے بخلاف بعض شاذ روایات کے جو حضرت ام المومنین صدیقہ وحضرت معاویہ سے مروی ہین کہ ایسی روایات سے یہی نہین
کہہ سکتے کہ ان دونون کا قول ہی کہ نہین ہے لہذا ایسے اختلاف کا کچھ اعتبار نہین ہوسکتا - فافہم واللہ تعالیٰ اعلم - **فائدہ جلیلہ** شیخ ابن کثیر رح
نے ذکر فرمایا کہ حافظ ابو نعیم اصبہانی نے کتاب دلائل النبوۃ مین بطریق محمد بن عمر الواقدی رحمہ اللہ روایت کی کہ حدثنی مالک بن ابی الرجال عن
عمرو بن عبد اللہ عن محمد بن کعب القرظی قال الحدیث بطولہ یعنی محمد بن کعب القرظی نے مرسل بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ بن
خلیفہ رضی اللہ عنہ کو بادشاہ قیصر روم ہرقل کے پاس بھیجا پھر حضرت دحیہ کا اسکے پاس آنا اور وقائع ملاقات بیان کیے جس سے ظاہر ہوتا ہی
کہ ہرقل کی عقل بہت وافر تھی پھر ہرقل نے شام سے عرب تاجرون کو بلایا جو کوئی آیا ہو تو لوگ پکڑ کر ابو سفیان عہ صخر بن حرب اسکے ساتھیون کو

عہ ابوسفیان اُس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے لیکن قریش کو ساتھ لیکر لڑتے تھے ۱۲

لیکئے ہرقل نے اُنسے وہ باتین پوچھین وجواب دیے جو روایات صحیحین مین موجود ہین اور اس روایت مین اسقدر زیادہ ہے کہ ابوسفیان برابر
یہ کوشش کرتے تھے کہ بادشاہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی چھوٹائی وحقارت ثابت کرین اور اس روایت مین ابوسفیان نے
کہا کہ واللہ مجھے اس امر سے کوئی مانع نہ تھا کہ مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایسی بات بہتان لگاؤن کہ بادشاہ کی نظر سے گرجاوین سوائے اس امر کے
کہ ایسا نہو کہ مین کوئی جھوٹ بولون اور وہ کھل جاوے تو وہ مجھپر مواخذہ کرے میری کوئی بات سچی نہ جانیگا تب مین نے لیلۃ الاسراء کو ذکر کیا
اور کہا کہ اے بادشاہ مین اسکی ایسی بات ذکر کرون جس سے تجھے معلوم ہوجاوے کہ اُسنے دروغ باندھا ہے بولا کہ وہ کیا بات ہے مین نے بیان کیا
کہ وہ کہتا ہے کہ ایک رات مین وہ ہماری زمین حرم مکہ سے تمھاری اس مسجد ایلیا مین آیا اور اُسی رات صبح ہونے سے پہلے وہ مکہ لوٹ گیا. بادشاہ کے
پاس ایلیا کا بطریق بادشاہ کے سرھانے کھڑا تھا وہ بول اُٹھا کہ مین اس رات کو پہچانتا ہون تب بادشاہ ہرقل نے اسکی طرف دیکھا اور کہا کہ تجھے
اسکا علم کیونکر ہوا اُسنے کہا کہ اے بادشاہ مین کبھی رات کو بغیر مسجد کے دروازے بند کیے نہین سوتا تھا ایک رات مین نے سب دروازے بند کردیے
سوائے ایک کے کہ اس دروازہ کو ہرچند مین نے بند کرنا چاہا وہ بند نہ ہوا تو مین نے خدام وعمال کو بلوا کر حکم دیا کہ زور کرکے بند کرین ہم سب نے
زور کیا اُسکو جنبش بھی نہ ہوئی گویا ہم ایک پہاڑ پر زور کرتے ہین مین نے اُسی وقت نجارون وکاریگرون کو بلوایا انھون نے بہت غور ونظر سے
کہا کہ اس دروازہ پر معلوم ہوتا ہے کہ اوپر سے کڑا اوٹپا وجھکا اور دیوار مُڑی ہے یہ اسوقت ہم سے درست نہین ہوسکتا صبح کو ہم دیکھینگے کہ کہان سے
بگڑا ہے آخر مین لوٹ آیا اور ویسا ہی کھُلے دروازے چھوڑ دیے صبح کو مین پھر گیا تو دیکھا وہ دروازہ درست ہے اور جو پتھر زاویہ مسجد مین ہے جہان
انبیاء علیہم السلام کی سواری بندھتی تھین اُسمین سوراخ ہے اور چوپایہ بندھنے کے آثار ظاہر ہین پس اس تعجب انگیز معاملہ سے مین نے اپنے لوگون سے کہا
کہ یہ تو کسی نبی کے لیے ہوا ہے کہ دروازہ کھُلا رہے اور ضرور اُسنے ہماری اس مسجد مین نماز پڑھی ہے پھر پوری حدیث طویل نقل کی. فائدہ حافظ
الحدیث ابو الخطاب عمر بن دحیہ نے اپنی کتاب التنویر فی مولد السراج المنیر مین حدیث اسراء کو جو انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے مروی ہے ذکر کرکے
اُسپر فوائد وزوائد وعمدہ کلام سے تحقیقات ذکر کرکے کہا کہ اسراء معراج کے بارہ مین احادیث بکثرت متواتر حضرت عمر بن الخطاب وعلی وابن مسعود و
ابوذر ومالک بن صعصعہ وابوہریرہ وابوسعید وابن عباس وشداد بن اوس وابی بن کعب وعبدالرحمن بن قرط وابو حبہ انصاری وابولیلی انصاری وعبداللہ
بن عمرو وجابر وحذیفہ وبریدہ وابوایوب وابوامامہ وسمرہ بن جندب وابوالحمراء وصہیب رومی وام ہانی واسماء بنت ابوبکر الصدیق
وام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہین بعض نے اسکو مطول اور بعض نے مختصر روایت کیا جیسا کہ مسانید مین آیا ہے پھر بعض روایات اگرچہ
بوجہ بعضے راویون کے شرط صحت پر نہو مگر اکثر صحیح ہین اور حدیث معراج کے صحیح ہونے پر تمام مسلمانون نے اجماع کیا ہے اور زندیق وملحدون نے
البتہ اس سے منھ موڑا وہ چاہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھا دین اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسکو روشن رکھیگا اگرچہ کافر لوگون کو یہ بات ناگوار ہو.
مترجم کہتا ہے کہ یہانتک مین نے تفسیر شیخ امام ابن کثیر رح سے نقل کیا اسی قدر کافی ہے لیکن بعض فوائد دیگر تفاسیر سے بھی زائد کرتا ہون. ف ا
امام محی السنہ نے معالم مین روایت بخاری من طریق شریک بن عبداللہ از انس بن مالک رض اپنی اسناد سے اسطرح ذکر فرمائی کہ انس رض نے کہا کہ
ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کعبہ سے اسراء ہوا آپ کے پاس تین شخص آئے قبل اسکے کہ آپ پر وحی بھیجی جاوے اور آپ مسجد الحرام مین
سوتے تھے پس اول نے کہا کہ وہ کون ہے دوم نے کہا کہ وہ سب مین سے بہتر ہے پس سوم نے کہا کہ سب مین بہتر کو لیلو اُس رات تو یہی ہوا پھر انکو
نہ دیکھا پھر دوسری رات آئے اس حال مین کہ آپ کا قلب دیکھتا تھا اور شان یہ تھی کہ آپ کی آنکھین سویا کرتی تھین اور دل نہین سویا کرتا تھا
(پھر معراج کے حالات مین سے بعض ذکر کیے یہانتک کہ کہا) موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے رب مجھے گمان نہ تھا کہ مجھپر ایسی رفعت کسی کو ہوگی پھر

انحضرت صلعم کو بلند کیا گیا ساتوین سے اوپر وہان کہ سوائے اللہ تعالی کے کوئی نہین جانتا ہی پھر سدرۃ المنتہی کو آئے اور نزدیک ہوا جبار رب العزۃ پس قریب ہوا یہانتک کہ ہوا اس سے قاب قوسین یا کم پھر وحی فرمائی اپنے بندے محمد کو جو چاہا پھر فرائض نماز اور حضرت موسی علیہ السلام کی مراجعت و تخفیف و نزول ذکر فرمایا یہانتک کہ کہا پس آپ جاگے اس حال مین کہ آپ مسجد الحرام مین تھے۔ امام محی السنہ نے کہا کہ امام مسلم نے اس حدیث کو مختصر روایت کیا ہے اور محی السنہ نے کہا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ بعض علماء حدیث کا قول ہے کہ ہم نے امام بخاری و مسلم کی صحیحین مین کوئی حدیث ایسی نہین پائی کہ جسکا محمل نہ ہو سوائے اس حدیث کے اور شاید یہ شریک بن عبد اللہ راوی سے سہو ہوا ہے اور یہ اسوجہ سے کہ اس حدیث مین مذکور ہی کہ معراج قبل وحی کے تھی حالانکہ اہل العلم متفق ہین کہ معراج بعد وحی کے قریب بارہ برس گذرنے کے واقع ہوئی ہی اور نیز مذکور ہی کہ دنا فتدلی حضرت جبار رب العزۃ کے ساتھ ہوا حالانکہ حضرت ام المومنین صدیقہ رض سے مروی ہی کہ وہ جبرئیل علیہ السلام تھے محی السنہ نے کہا کہ ہمارے شیخ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ اعتراض صحیح نہین ہی کیونکہ یہ حدیث معراج خواب کا بیان ہی بوجہ اسکے کہ عظائم آیات دکھلانے سے پہلے خواب مین دکھلا دیا پھر جاگتے مین مشرف فرمایا چنانچہ یہ قبل وحی کیے جانے کے واقع ہوا اور نیز آخر حدیث مین ثابت ہی کہ جاگے تو آپ مسجد الحرام مین تھے پس یہ خواب ہی جیسے سال ششم ہجرت مین فتح مکہ دکھلائی گئی پھر تحقیق اسکی آخر سال ہشتم مین واقع ہوئی مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب عمدہ ہی محی السنہ نے لکھا کہ روایت ہی کہ جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہو کر ذی طوی تک پہونچے تو جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میری قوم اسکی تصدیق نہ کریگی جبرئیل نے کہا کہ آپکی تصدیق ابوبکر رض کرینگے وہ صدیق ہی ف امام نووی نے شرح مسلم مین کہا کہ شریک کی روایت مین اوہام ہین جس سے علماء نے انکار کیا جیسے وحی سے پہلے معراج ہونا اور یہ غلط ہی اسکے ساتھ کوئی راوی موافق نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ محی السنہ رح کی اسناد کا جواب صحیح ہی اور شریک رح سے کچھ وہم نہین ہی فافہم ف سراج المنیر مین ہی کہ زید بن اسلم نے اپنے باپ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مین بیت المقدس تک پہونچا تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا ایک پتھر مین سوراخ ہوگیا اس سے براق باندھا اور ایک روایت مین ہی کہ جبرئیل علیہ السلام براق لیکر انحضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا اے محمد سوار ہو جیے پس آپ سوار ہوے ور ساتھ جبرئیل تھے اور براق ہوا مین لیکر اڑا اور جو سماوی طے کرتا چلا پس انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیاسے ہوے تو جبرئیل دو برتن ایک شراب اور ایک دودھ کا لائے اسوقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی آپ نے دودھ کو اختیار کیا جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ فطرت آپ نے پائی اللہ تعالی آپ کے ساتھ آپکی امت کو صواب پر رکھے اور اسی واسطے حضرت صلعم خواب مین دودھ کی تعبیر علم سے دیتے تھے جب آسمان دنیا پر پہونچے تو دروازہ کھلوایا (آگے عروج کا تذکرہ ہے یہانتک کہ فرمایا) پھر حضرت کو لیکر سدرۃ المنتہی تک پہونچے تو جبرئیل نے کہا کہ اعمال بنی آدم یہین تک منتہی ہوتے ہین اور یہ مقام قرار ارواح ہے پس یہ مقام اوپر سے اترنے والے اور نیچے سے چڑھنے والے کی انتہا ہی اور یہی جبرئیل علیہ السلام کا ٹھکانا ہی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہان اترے اور رفرف آیا اسمین بیٹھے اور جبرئیل علیہ السلام نے اس فرشتہ کو سپرد کیا جو رفرف کے ساتھ آیا تھا آپ نے جبرئیل سے ساتھ رہنے کی درخواست کی جبرئیل نے کہا کہ مجھے کچھ قدرت نہین ہی اگر آگے ایک قدم بڑھاؤن تو جل جاؤن ہم مین سے ہر ایک کے واسطے ایک مقام معلوم ہے اور اللہ تعالی نے آپکو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آیات کے دکھلانے کو بلایا ہے پس آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو وداع کیا اور فرشتہ رفرف کے ساتھ ہوے پس رفرف مع فرشتہ کے جاتے تھے یہانتک کہ ایک مستوی پر بلند ہوے جہان صریف اقلام (آواز قلم ۱۲) سنتے تھے جو الواح پر جاری تھے اور جو اللہ تعالی بندون پر جاری فرماتا ہی لکھتے تھے اور جو ملائکہ اعمال عباد لکھتے ہین وقال تعالی انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون پھر آپکے واسطے ایک نور کی موج آئی اور فرشتہ نے تنہا چھوڑ دیا اور رہ گیا پس آپ نے اپنے ساتھ نہ دیکھا تو جانا کہ براق و جبرئیل اسی وجہ سے رہے کہ اپنے مقام سے آگے نہین بڑھ سکیے یون ہی رفرف اپنے مقام تک پہونچکر رہ گیا پھر نور نے آپکو سب طرف سے احاطہ کرکے اپنے اندر لے لیا اور آپکو ایک علم عطا ہوا جو اس سے پہلے بطور وحی کے آپ نہ جانتے تھے وفی السراج ایضاً حدیث مین حضرت موسی علیہ السلام کا قبر مین نماز پڑھنا اور تمام انبیاء کا آپ کے ساتھ پڑھنا جیسے حج کا تلبیہ کہتے آنا وغیرہ مذکور ہی حالانکہ

وہ لوگ دار آخرت مین ہین اسکے کیا معنی ہین جواب دیا کہ نماز بیت المقدس شاید اسواسطے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت سب پر ظاہر ہو اور مترجم کہتا ہو کہ مراد یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیار علیہم السلام کے امام ہین تو سب کو اول مبعوث فرماکر جب محمد صلعم کو مبعوث فرمایا تو سب کو آپ کی اقتدا کرنے کے لیے خاص حیات اتنی مدت کے واسطے عطا کردی کہ انھون نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی اور یہ بھی صحیح ہو کہ دے سب زندہ ہین کیونکہ شہیدون سے افضل ہین اور یہ نماز وغیرہ اُنپر بطریق تکلیف نہین ہے اور لکھا کہ شاید نماز بمعنی تسبیح ہو کیونکہ حدیث مین ہے کہ اہل آخرت کو تسبیح اسی طرح الہام ہوگی جیسے سانس لینے کا الہام ہوتا ہے ولیکن مترجم کے نزدیک حج کی تلبیہ وغیرہ مین یا موسیٰ علیہ السلام کے قیام نماز مین یہ تاویل مناسب نہین ہے اور لکھا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے انبیار علیہم السلام کے واسطے آخرت مین کچھ امور خاص کیے ہون جیسے دے دنیا مین خاص حال پر تھے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ ہوسکتا بلکہ ضرور ہے ولیکن اُنکو ان اعمال کی تکلیفات دینے مین کیا معنی ہین اور ظاہر یہ ہو کہ جسطرح دنیا مین آدمی کو کسی فعل کے کرنے مین خواہ دل سے کیسی ہی خوشی سے کرے بدن پر ایک تکلیف ہوتی ہو یہ تکلیف وہان ممکن نہین ہو کیونکہ ظہور روح کا ہو اور بدن تابع ہوکر بحکم روح ہے تو بالکل تکلیف نہین ولیکن درجات آخرت وفضل باری تعالیٰ بے انتہا رہے تو اس سے انکو درجات مین ترقی ہو واللہ اعلم۔ مترجم کہتا ہے کہ معراج تشریف آیا مسجد سے ہوئی یا حضرت ام ہانی کے گھر سے ہوئی۔ بقاعی رح نے کہا کہ دوسرا قول جمہور کا ہو یعنی ام ہانی کے گھر سے ہوئی اور مسجد سے ہونا ظاہر قرآن ہے لقولہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یون توفیق صحیح ہو کہ ام ہانی کے گھر سے جبرئیل علیہ السلام آپ کو مسجد مین لیگئے وہان زمزم کے پانی سے تطہیر قلب وشق صدر وآرایش کے بعد مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ کو لے گئے اور اکثر علمار نے یہ جواب دیا کہ مسجد الحرام سے مراد حرم ہے جو مسجد کے گرد ہے اور حرم مین ام ہانی کا گھر تھا ولیکن جو مترجم نے توفیق بیان کی اوفق واصوب ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔ شق صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایکبار حضرت حلیمہ سعدیہ کے یہان ہوا اور ایک مرتبہ معراج کے وقت ہوا اور بعض روایات سے چار مرتبہ ظاہر ہوتا ہو۔ واللہ اعلم۔ **مسائل عدیدہ** جو احادیث معراج سے ثابت ہوتے ہین از انجملہ معراج مین مذکور ہو کہ آسمان کا دروازہ کھلوانے و پوچھنے کے جواب مین کہ کون ہو کہا کہ جبرئیل معلوم ہوا کہ ادب یہ ہو کہ اجازت چاہی جب پوچھا جاوے کہ کون ہے تو اپنا نام بتلاوے یہ نہین کہ مین ہون مترجم کہتا ہو کہ دوسری حدیث مین مصرح آیا کہ ایک نے اجازت چاہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو کہا کہ مین ہون آپ نے کراہت سے فرمایا کہ مین مین یعنی نام بتلانا چاہیے از انجملہ یہ کہ آسمان کے واسطے دروازے ہین پس جو شخص اس سے منکر ہو وہ مبتدع گمراہ ہو۔ از انجملہ آدم علیہ السلام وانبیار کا مبارکباد و مرحبا کہنا تو مستحب ہو کہ زیارت کرنے والا اگرچہ افضل ہو جسکی زیارت کرے اسکو مرحبا وغیرہ سے خوشی کرنا چاہیے۔ مترجم کہتا ہو کہ بعض انبیار نے بیٹا کہا اور بعض نے بھائی کہا ہو لہذا بدون قریب ناتے داری کے بھی بھائی کہنا اچھا ہے از انجملہ نبی صالح وفرزند وبرادر صالح وغیرہ الفاظ سے تعریف مین جواز نکلا کہ اگر غرور سے امن ہو تو آدمی کے سچی تعریف مُنھ پر کردے۔ از انجملہ ابراہیم علیہ السلام اپنی پیٹھ کا تکیہ بیت المعمور سے لگائے تھے اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ سے تکیہ لگانا جائز ہے مترجم کہتا ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام عالم آخرت مین ہین اور وہان کے قیاس سے ایسا حکم جو عالم دنیا مین حکم سے خلاف ہو اولیٰ نہین ہے یعنی ظاہری حکم خانہ کعبہ کی طرف پشت کرنے کا ہر ایک آدمی کے لیے ادب سے خلاف اولیٰ ہے مگر یہ کہ بعض احادیث سے ثابت ہوتا ہے لہذا اولیٰ یہ ہے کہ تکیہ نہ لگاوے اگرچہ جواز نکلتا ہے۔ واضح ہو کہ یہ جو احادیث مین واسطے تخفیف تعداد کے مروی ہے کہ پھر مین اپنے رب کی طرف لوٹا تو امام نووی رح نے کہا کہ اسکے یہ معنی ہین کہ جس مقام سے مجھے مناجات کے واسطے شرف عطا ہوا تھا وہان لوٹا اور اللہ تعالیٰ جل شانہ زمانہ ومکان سے اور طرف واشارہ سب سے پاک ہو۔ از انجملہ یہ مسئلہ اصول کا نکلا کہ پچاس کا حکم دیا اور قبل عمل درآمد ہونے کے پانچ تک تخفیف کردی پس جواز نسخ قبل العمل ثابت ہوا۔ از انجملہ سونے کے

طشت کا استعمال آدمیون پر حکم تعبدی سے حرام ہے اور آخرت مین ہوگا اور معراج مین اسکا استعمال ملائکہ نے کیا ہے سوال ارواح کفار آسمان پر
نہین پھر آدم علیہ السلام کیونکر غمگین ہوتے ہین تو جواب یہ ہے کہ دروازہ بائین کی طرف سے جہنم مین جانا دیکھکر غمگین ہوتے ہین اور یہ
عالم آخرت مین سے ہے نہ اس آسمان سے پس سوال وارد نہین ہوتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ غمگین ہونا بھی اس حالت ظہور ازل کا بیان ہی
جسکی کیفیت فہم ظاہر مین نہین آسکتی ہے فافہم۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان کثرت سے مسائل واشارات وعجائب علوم ہین جو اکثر عوام کی فہم سے
اعلی ہین لہذا اس خوف سے کہ شاید وسوسہ شیطانی سے منکر ہون نہین لکھتا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جسوقت ام ہانی کے گھر مین تھے
تو چھت یکایک کشادہ ہوئی اور جبرئیل علیہ السلام اُترے پس ظاہر ہوا کہ کوئی جسم مادی مانع نہین ہوا اور جیسے آپ کا صدر شریف چاک کر کے
دھویا اور پھر برابر کر دیا اور کسی طرح زخم سے آثار مادی نہ ظاہر ہوے کیونکہ حکم آلہی جل شانہ ہر دم ہر چیز کا قیوم ہے اور ہر ایک چیز اُسکے قبضہ
قدرت مین ہے۔ اور جیسے مسجد اقصی کا قریب دار عقیل کے حاضر ہونا واسطے معائنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اسی طرح دقیق علوم ہین جنسے
علماء وعقلاء کے عقول وارواح نہایت مسرور وخوش ہوتے ہین اور انکے ایمان ویقین کو ترقی ونور ملتا ہے لہذا چاہیئے کہ پہلے دل کو ارکان ایمان
وعقائد سے اور بدن کو اعمال شریعت سے منور کرین تب روح کی نظر حواس سے فیض حاصل ہو واللہ تعالی ہو الموفق والہادی الی سبیل الرشاد۔
ف عرایس البیان مین شیخ عارف رحمہ اللہ تعالی نے لکھا کہ قولہ تعالی سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً۔ اس آیت مین چار اشارات ہین اول
اشارہ تقدیس دوم اشارہ غیرت سوم اشارہ غیب اور چہارم اشارۃ السر پس اشارہ تقدیس کلمہ سبحان ہے یعنی معراج اپنی جانب عام فہم مین
خطرہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی جل شانہ کسی مقام یا کسی طرف مین ہے خواہ بلندی ہو یا اور کوئی ہو کہ جب بندہ وراء الوراء تک پہونچا تو
اُس سے واصل ہوا یعنی یہ وہم مت کرو بلکہ پہلے سے سبحان کہکر پاکی جان لو یعنی ہم نہ کہو کہ اپنے بندے کو جب ملکوت سموات پر بلند کیا تو اسکو کسی
مقام پر بلند کیا یا وہ کسی مکان مین ہی کیونکہ کون ومکان اُسکے میدان قدرت مین ایک ذرہ سے بھی کم ہین تو یہ نہین دیکھتا کہ کیسے حدث مین وار دہر
کہ کون قبضۂ قدرت آلہی مین رائی سے کم ہی پس جو نزدیکی اور بلندی یہان فرمائی جاتی ہی وہ تشبیہ دینے والون کے اوہام سے پاک ہی جو وہم کرین کہ اسرا
بوجود ثبوت کسی مکان کی طرف واسطے قرب کے تھا پس پہلے ہی سے کہنا چاہیئے کہ سبحان الذی یعنی وہ پاک ہی ایسے اوہام کی تہمت سے۔ دوم اشارہ غیرت
یہ ہے کہ الذی فرمایا یعنی وہ پاک جسنے اپنے بندے کو یہ اسرار عطا فرمایا اور یون نہین فرمایا کہ وہ اللہ یا وہ رحمن وانند اسکے کوئی نام پاک نہین فرمایا کیونکہ
غیرت قدیم نے چاہا کہ کوئی نہین اسکی بارگاہ کبریا تک واصل ہو سکتا سوائے اسکے بندے کے اور بندہ کو بھی نام ظاہری محمد یا دوسرے نام سے
نہین ذکر فرمایا صلی اللہ علیہ وسلم دونون نام درمیان سے اُٹھا لیے تاکہ کوئی مطلع نہو۔ سوم اشارہ غیب قولہ اسری ہی یعنی ایک بھید تھا ایک رب
عزوجل واُسکے بندے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قولہ لیلاً محل مناجات تھا پس تقدیس سے تو یہ ظاہر ہوا کہ قدم کو حدوث سے فردانیت ہے
اور یہ کہ جہان فضل بے علت وسبب ہے وہان اکتساب وکوشش کو دخل نہین ہی اور یہ کہ مخلوق مین سے اُسکے واسطے اختصاص خاص ہی اور یہ
کہ حادث کو مجال نہین کہ قدم کے ادراک واحاطہ کو پہونچے اور یہ کہ بارگاہ عزت اپنی محدث پر ہی خواہ کوئی عارف وصف نہ کرے بلکہ وہ کسی عارف کی
معرفت سے معزز ومقدس نہین بلکہ عارف نہین بلکہ عارف کو خود وصف ہی اور مبہم نام سے حقائق محبت کھلی اور ظاہر ہوا کہ صمدیت تک ادراک
خلق کی مجال نہین ہی اور اشارہ غیب سے ظہور انوار ربوبیت وانوار علم مجہول ہوتے ہین اور اشارہ سری سے خطاب متشابہات وغوامض علوم مشکلہ
ظاہر ہوے اور آثار قیامت کے واقعات کا اشارہ ہی۔ اسرار اپنے بندے کو محل ارادت سے بمقام محبت اور محل محبت سے بمقام معرفت اور وہان سے
بمقام توحید اور وہان سے بمقام تفرید اور وہان سے بمقام فناء اور وہان سے بمقام بقاء اور وہان سے بمقام اتصاف اور وہان سے بمقام اتحاد فرمایا

پس بندے مین رسوم حدوث سے اُسکا کچھ نہ رہا کیونکہ قدم کا حدوث پر استیلاء ہوا فدنا فتدلّٰی پھر اُسمین فنا ہوا پس فنار و لقار کے درمیان بیان
قاب قوسین او ادنٰی ہوا ایک قوس ازل اور دوسرے قوس ابد پس دونون قوسین مین غلبیت مین غائب ہوا پس غیب باقی رہا تو اوادنٰی ہوا
پس غیرت سے غیب الغیب بھی زائل کردیا گویا وہ فنار الفنار مین تھا پس اس سے بھی فانی کردیا پس خالی اسکا نام مع اسم اشارہ کے باقی رکھا
چنانچہ فرمایا سبحان الذی اسری بعبدہ یعنی وہ باوجود مرتبہ اتحاد کے بوصف عبودیت ہو اور سبحان الذی یعنی منزہ ہو وہ اس بات سے کہ
حوادث کا محل ہو یا وہ حوادث مین حلول فرماوے یا لاہوت کا امتزاج ناسوت سے ہو سبحانہ وہ تسبیح کے ساتھ ازلی سرمدی تھا بندہ کے ایجاد
کرنے سے پہلے سبحان تھا اور عبودیت بندون کے واقع ہونے سے پہلے سبحان تھا قریب و بعید سے پہلے سبحان تھا وہی ہے اپنی ذات و صفات
مین مخلوق کی طرف سے قرب و بعد ہر حال سے ہمیشہ پاک ہو۔ اسرا یہان دیدار فعل و آیات سے بجانب دیدار صفات ہو اور دیدار صفات سے
بجانب مشاہدہ ذات ہے اسکو اپنے مشاہدہ جمال پر شاہد کیا پس اُسنے حق کو حق کے ساتھ دیکھا اور وہان موصوف بوصف حق ہوا پس اسکی
صورت اسکی روح ہوئی اور روح اسکی عقل ہوئی اور عقل اسکا قلب ہوئی اور قلب اُسکا سر ہوا پس حق کو اپنے تمام وجود سے دیکھا کیونکہ اسکا
وجود تمام و کمال عیون الحق سے ایک آنکھ ہوگیا پس حق کو بجمیع العیون دیکھا اور اُسکے خطاب کو بجمیع اسماع سنا اور جمیع قلب سے حق کو پہچانا تا
یہانتک کہ اُسکے عیون و اسماع قلوب و ارواح و عقول سب حق مین فنا ہوگئے پس نظر خلق بحق ہوئی مگر بندہ کے واسطے اسکی نیابت مین کیونکہ
عیون حدوثی عیون الحق مین فنا ہوگئین اور عیون الحق کا مرجع بجانب حق ہو پس حق نے حق کو دیکھا اور حق نے حق کو پہچانا اور حق نے حق سے سنا
اور یہ حق تعالٰی کی کمال رحمت و لطف اپنے بندے خاص پر ہو کیونکہ وہ سنتا دیکھتا ہو چنانچہ آخر حدیث مین فرمایا قولہٗ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ
اپنا کلام خود سنا اور اپنی ذات کو خود دیکھا وہ ازل مین سمیع بصیر تھا اور یہان اپنے بندے کے سمع و بصر سے سنتا و دیکھتا ہو شیخ واسطی رح نے
فرمایا کہ اپنی نفس کی تسبیح فرمائی کہ پاک ہو اس سے کہ اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرا کرنے مین کسی کو دخل ہو کہ ایک حرکت ایک قدم کی اسکی
شرکت سے ہو۔ شیخ ابو یزید رح نے فرمایا کہ جو ظاہر کیا اُس سے پاکیزگی فرمائی اور جو مخفی ہے اُسکو کوئی نہین پہچانتا۔ ابن عطا رح نے فرمایا کہ مقام قرب
و نزدیکی کی پاکیزگی فرمائی کہ کسی حال مین کسی مخلوق کی اسمین تاثیر ہو پس اسرا فرمایا بندہ کی ذات کو اور اسکی روح کو اور اسکے سر باطن کو پس
نہ سر کو علم ہوا جسمین روح ہے اور نہ روح نے جانا جو سر باطن نے مشاہدہ کیا اور نہ نفس کو خبر ہے جو روح و سر کے پاس ہو اور ہر ایک واقف اپنی
حد پر حق کے مشاہدہ مین ہو اس سے بلا واسطے حاصل کرتا ہو وہان شرکت باقی نہین ہو بلکہ حق عزوجل نے اپنے بندے کو تحقق دیا پس اسکو وہان
مقام دیا جہان مقام نہین اور خطاب فرمایا کر اُسکو وحی فرمائی جو وحی فرمائی جل شانہ و عز برہانہ۔ اور نقل فرمایا کہ ایک شخص نے آکر حضرت امام جعفر
بن محمد سے پوچھا کہ مجھ سے معراج کا وصف بیان فرمائیے تو فرمایا کہ کیسے مین تجھ سے ایسے مقام کا وصف کرسکتا ہون جہان جبرئیل نے باوجود اپنی عظمت
مقام کے کچھ نہین سنا اور نہ طاقت پائی۔ واضح ہو کہ معراج مین ابتدا مین مسجد اقصٰی جانے کا سبب یہ ہو کہ وہان آیات کبریٰ مین کہ انوار تجلی کا نزول ہو
ارواح انبیار و اشباح پر اور وہان قرب مین طور سینا اور ربوت اور مصیصہ ہے و مقام ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام ہین اور ان پہاڑون مین
مواضع کشوف حق ہین اسی واسطے فرمایا کہ بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا یعنی علامات شواہد ہمارے مشاہدہ کے تاکہ آیات مین ہمارے مشاہدہ کے لیے
عادت ہو اور تاکہ اُنکے مشاہدہ سے قوت حاصل کرکے آیات عظام ملکوتی کے دیدار کی قدرت ہو اور ملکوت مین عروج کے واسطے سبب ہوا
تاکہ وہان انوار جبروت مشاہدہ فرماوے کیونکہ بندہ مکرم نے درخواست کی تھی کہ ارنا الاشیاء کماہی ہم کو اشیاء جیسے حقیقت مین ہین دکھلادے
یعنی آیات مین صفات بطور آئینہ کے دکھلادے پس حق عزوجل نے اسکو آیات دکھلائین اور وہ عزوجل اس بات پر قادر ہو اور وہ آیات مین حلول

کرنے سے پاک ہے اسی وجہ سے سبحان الذی سے شروع فرمایا۔ اور حکمت اسمین یہ تھی کہ جب اُسکو ملکوت اعلی وملکوت اسفل مین دیدار صفات کی قوت ہوئی تو ذات پاک کے مشاہدہ بلا حجاب کے طاقت ہوئی اور دیدار ذات بلا کیفیت وعلت ہے اور کیونکہ جب کہ دیدار صفات مین عقول متحیر ہین تو ذات پاک مین علت وغیرہ کو کیا دخل ہو سکتا ہے پس وہان آیات وشواہد کچھ نہین ہین بلکہ اُسکو اُسی سے دیکھا نہ اور کسی چیز سے اور بعض مشائخ نے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام کے حق مین فرمایا کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض۔ یعنی مشاہدہ نفس آیات سے ظہور دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرمایا کہ لنریہ من آیاتنا یعنی اپنی آیات سے ہم اُسکو دیدار دین پس آیات سے اسکی آنکھ بند کر لی اور حق کے ساتھ مشغول کیا اور اُسنے آیات مین سے کسی کی طرف التفات نہین فرمایا یہی اُسکے واسطے خلق عظیم تھا۔ بعضے مشائخ اس مقام پر نکتہ بیان کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عام تھی حتی کہ ملائکہ بھی آپ کی اُمت مین تھے ولیکن اہل زمین اپنے طور پر افعال واقوال واعمال مین تھے اور ملائکہ اپنے طور پر آداب حضوری مین تھے پس اللہ تعالی نے رسول کرکے اہل زمین کی تعلیم کو بھیجا کہ انھون نے عبادت سیکھی پھر آسمان کو عروج دیا کہ ملائکہ نے آداب سیکھے وقال تعالی مازاغ البصر وماطغی۔ نہ کسی مقام کی خواہش کی اور نہ طمع اکرام اور ہر خواہش سے تحرز کیا۔ شیخ استاد نے کہا کہ قولہ لنریہ من آیاتنا۔ اول آیات سے پھر صفات سے پھر کشف ذات سے معرفت عطا فرمائی۔ واضح ہو کہ معراج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعلی کمالات سے ہے اور کور باطن بوجہ ہجوم وساوس شیطانی کے اس سے منکر ہوگا ولیکن موسی علیہ السلام کے ظاہری معجزات مثل عصا کا اژدہا ہو جانا اور باطنی معجزات مثل کلام الہی کوہ طور پر اور عطاے توریت وغیرہ ظاہر تھے اور اکثر لوگ اسکے معتقدین بھی معراج سے منکر ہوتے تھے پس آیندہ تذکرہ کیا

اور آیات الہی سے منکرون پر تہدید فرمائی بقولہ تعالی

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝ ذُرِّيَّةَ مَنْ

اور ہم نے دی موسی کو کتاب اور بنا دیا اُسکو ہادی واسطے بنی اسرائیل کے یہ کہ تم لوگ مت بناؤ میرے سوائے کسی کو وکیل اے اولاد انکے

حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝

جنکو ہم نے سوار کر دیا تھا نوح کے ساتھ وہ تھا ہمارا اچھا شکر گذار بندہ

سراج مین لایا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عظیم قدرت سے سیر تھوڑی وقت مین مسجد اقصی تک مع عروج ودیدار آیات کے ذکر فرمائی تو اُسکے پیچھے موسی علیہ السلام کی سیر مصر سے بیت المقدس تک جو زمانہ دراز مین ہوئی بیان فرمائی تاکہ دونون مین فرق ظاہر ہو اور شب معراج مین موسی علیہ السلام کی شفقت اس اُمت پر بہت زیادہ ہوئی جو انکی مراجعت سے نمازون مین تخفیف ہوئی لہذا فرمایا وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ اور دی ہم نے موسی کو کتاب یعنی توریت وَجَعَلْنٰهُ اور ہم نے اس کتاب کو بنا دیا یعنی اپنی عظمت سے هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ہادی واسطے بنی اسرائیل کے یعنی اسطرح کہ توحید واحکام مین عدل کرین۔ اور موسی وانکی قوم کو مصر سے بلاد مسجد اقصی تک سیر دی مگر ناشکری بعضے لوگون سے چالیس سال تک درمیان مین روکے گئے وہان نہ پہونچے اور جتنے نکلے تھے سوائے اہل تقوی وانبیاء کے سب اس سرزمین سے محروم مرے۔ اس سے دونون اسرا مین فرق ظاہر ہوا جیسے قرآن مجید وتوریت مین فرق ہے۔ کذا فی السراج پھر وہ کتاب بنی اسرائیل کے واسطے ہادی ہے اس معنی مین کہ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا مت بناؤ میرے سوائے کسی کو وکیل۔ یا اسلیے کہ تم غیر کو سوائے اللہ کے وکیل نہ بناؤ یعنی ایسا رب مت بناؤ کہ اپنے امور اسی کی طرف سپرد کرو بلکہ اللہ تعالی ہی پر بھروسا کرو اور یہی توحید ہے کہ بولے تو اللہ تعالی کی یاد سے اور فکر کرے تو اُسی کی پاکی اور چاہے تو اللہ تعالی ہی سے مانگے پس سب اللہ تعالی ہی کے لیے ہو جاوے یہی معراج سب سے بہتر ہے اور اتباع نبوت سے تابعدار کو بھی

وصول بمقام عروج ہو لہذا فرمایا۔ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ یعنی اے اولاد انکی جنکو ہم نے نجات دیکر نوح کے ساتھ کشتی مین رکھا۔ تم اپنے باپ کے ساتھ مشابہ بنو۔ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا نوح بندہ شکور یعنی بہت شکر کرنیوالا تھا۔ اسمین ارشاد ہو کہ اے لوگو میری اس عظیم نعمت کا شکر کرو کہ مین نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند رسول معظم مکرم تم پر بھیجا جسکی اتباع سے تمکو بہت اعلیٰ معراج حاصل ہو سکتی ہی۔ واضح ہو کہ حدیث مین اور سلف سے اثرمین وارد ہے کہ کھانا و پانی ولباس و ہر شان مین نوح علیہ السلام اللہ تعالی کی حمد کرتے اسیواسطے بندہ شکور فرمایا اور طبرانی نے سعد بن مسعود ثقفی سے روایت کی کہ نوح کو عبد شکور اس لیے فرمایا کہ جب کھاتے پیتے تو اللہ تعالی کی حمد کرتے تھے۔ امام احمد نے انس بن مالک رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی اپنے بندے سے راضی ہوتا ہو اس بات مین کہ کچھ کھاوے یا کچھ پیوے اسپر اللہ تعا کی حمد کرے۔ کذا رواہ مسلم والترمذی والنسائی۔ امام مالک نے زید بن اسلم سے حکایت کی کہ نوح ہر حال مین اللہ تعا کی حمد کرتے تھے۔ حدیث شفاعت مین بھی مذکور ہو کہ یہ لوگ نوح علیہ السلام کے پاس آوینگے کہ آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہین اور آپ کو اللہ تعالی نے عبد شکور نام کیا ہے آخر حدیث تک۔ کما رواہ البخاری۔ فی السراج المنیر۔ قتادہ رح نے فرمایا کہ لوگ سب اولاد نوح سے ہین کیونکہ نوح علیہ السلام کے ساتھ آپ کے تین بیٹے سام و حام و یافث تھے سب انھین کی اولاد ہین۔ بقاعی رح نے کہا کہ صحیح یہ ہو کہ جو کوئی انکی اولاد کے سوائے انکے ساتھ تھا وہ مرگیا اور کوئی اولاد نہ چھوڑی اور خود نوح کی اولاد اسلیے نہ فرمایا کہ یہ اُنھی اولاد کی اولاد ہین تو یہ دوسرا احسان الٰہی ہو۔ روایت ہو کہ نوح علیہ السلام جب کھاتے پیتے تو کہتے کہ حمد ہو اللہ تعالی کو جس نے مجھ بندے کو اُسکی لذت چکھائی اور میرے جسم مین اُسکی منفعت باقی رکھی اور اُسکی ناکارہ اذیت مجھ سے نکالدی اور ایک روایت مین ہو کہ افطار کے وقت جو اسطرف سے گذرتا اگر محتاج ہوتا تو اپنا کھانا اُسکے سامنے پیش کرتے اور اپنے کھانے سے اُسکے کھانے کو پسند کرکے اُسی کو کھلاتے ف فی العرائس قولہ تعالی انہ کان عبدا شکورا۔ براہ عبودیت وہ واقعی عبد تھا کیونکہ بندگی و شکر گذاری یہی عبودیت ہو کہ تمام نعمتون کو خواہ جسمانی ہون یا روحانی ہون اپنے منعم کی راہ مین صرف کرے اور محبت کی راہ سے وہ محب تھا اور حریت کی راہ سے عاشق تھا اور حر وہ ہو جو سوائے معشوق کے سب سے آزاد ہوا اور غیرت کی راہ سے منفرد بانس تھا کیونکہ وہ سوائے معشوق کے اغیار کا وجود نہین چاہتا تو نہین دیکھتا کہ طوفان کی دعا مین کہا کہ لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا یعنی روے زمین پر کافرون مین سے کوئی گھر والا مت چھوڑ۔ اور شکر گذار اس راہ سے کہ نعمت سے منعم کو دیکھتا تھا نہ نعمت کو اور منعم کو بھی اسطرح کہ اُسکی نعمت جمال و جلال کے حق ادا کرنے سے عاجز ہے گویا اللہ تعالی نے مومنون کو آگاہ فرمایا کہ انکے باپ نوح علیہ السلام معرفت مین کیسے تھے کہ اللہ تعالی کا شکر مقام نعمت و بلا مین ادا کرتے تھے کیونکہ عارف نہین ہوتا جب تک حق کو نعمت دیکھنے مین اور بلا دیکھنے مین دونون طرح نہ دیکھے پس مقام بلا مین صبر کو مقرون برضامندی لیوے اور مقام نعمت مین شکر مقرون بصفائی لیوے اور سخاوت و تقوی کے ساتھ اسی کو اختیار کرے اور جب اس زیور سے آراستہ ہوا تو اسپر آرایش عبودیت موجود ہی قال المترجم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت یعنی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے محامد مین اگلی کتابون مین ہو کہ اسکے ساتھی لوگ درویش ہونگے قائم بامر الٰہی اور ہر نعمت و تکلیف مین دونون حال مین اللہ کی حمد کرینگے فافہم۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ عبودیت یہ ہو کہ دو باتین چھوڑے ایک تو لذت پر سکون کرنا اور دوم حرکت پر اعتماد کرنا یعنی دنیاوی تن آسانی حاصل ہونے پر قلب کو سکون ہوجانا بندگی سے خارج ہو اور نیز حرکات اعمال و افعال پر بھروسا کرنا بندگی سے خارج ہو پس جب یہ دونون باتین مجھ سے جاتی رہین تو اسوقت مین عبودیت کا مرتبہ آیا پس اللہ تعالے کا قلیل فضل اُسکے نزدیک وہی بڑا افضل ہو اور وہ اپنی کثیر خدمت و عبادت کو نہایت حقیر دیکھیگا اور اللہ تعالے کے سواے کسی طرف التفات نہ کریگا اور ایسے بندے کو ہرچند نعمت متواتر کثرت سے پہونچے کسی حال مین منعم سے نہ روکیگی بخلاف اسکے دیکھو بنو اسرائیل کو توریت

دی اور کثرت سے نعمتیں دین مگر انھون نے شکر گذاری چھوڑ کر نعمتون پر نظر ڈالی اور توریت کی ہدایت چھوڑی فساد مین پڑے

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ

اور ہم نے آگاہ کردیا تھا بنی اسرائیل کو کتاب مین کہ تم ضرور فساد مچاؤ گے زمین مین دو مرتبہ اور سرکشی کروگے بڑی سرکشی پھر جب آیا وعدہ

اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۭ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝

ان دونون مین سے پہلا بھیجے ہم نے تم پر اپنے مخلوق بندے لڑائی مین سخت پس داخل ہوے درمیان گھرون کے اور تھا یہ وعدہ ہو جانے والا

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ

پھر ہم نے تم کو ان پر لوٹایا اور امداد فرمائی ہم نے تمھارے مالون اور اولاد سے اور کردیا تم کو تعداد مین بہت اگر تم نے بھلائی کی تو اپنی جانون

لِاَنْفُسِكُمْ ۣ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ۭ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْۗءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا

کے لیے بھلائی کی اور اگر تم نے برائی کی تو اپنی جانون کیلیے پھر جب پہونچا وعدہ پچھلے بار کا کہ وہ لوگ اداس کرین تمھارے منہ اور گھسین مسجد مین جیسے

دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا

بیٹھے پہلے بار اور خراب کرین جس جگہ غالب ہون پوری خرابی آیا ہو رب تمھارا اسپر کہ تمکو رحم کرے اور اگر پھر وہی کروگے تو ہم پھر وہی کرینگے اور کیا ہم نے

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝

دوزخ منکرون کا بندی خانہ

وقف لازم

وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ اور خبر دی ہم نے بنو اسرائیل کو کتاب مین یعنی توریت مین۔ واضح ہو کہ قضی بمعنی آگاہ کرنا و خبر دینا بھی آتا ہے جیسے قضینا الیہ ذلک الامر ان دابر ھؤلاء مقطوع مصبحین۔ پس کتاب سے مراد توریت ہے اور ظاہر اً توریت مین اُسکی خبر دیدینا بھی ایک کرامت تھی جس سے اور بھی زیادہ یقین بڑھ جاوے جیسے اس زمانہ مین مسلمانون کی خرابی و نصاری کی کثرت و غلبہ کی خبر احادیث صحیحہ مین اول سے مروی ہے چنانچہ جس نے معلوم کیا کہ حدیث مین ہے کہ جب امت مسلمہ فساد کریگی تو اُس وقت نصاری بہت کثرت سے باقوت غلبہ بادشاہ ہونگے اور اسی قسم کی احادیث کثیرہ وارد ہین حالانکہ جسوقت سے یہ احادیث مروی ہین اُسوقت نصاری نہایت ذلیل و خوار تھے کہ یہ امید کچھ بھی نہ تھی بعض نے کہا کہ کتاب سے لوح محفوظ مراد ہے یعنی ہم نے لوح محفوظ مین حکم دیدیا ہے ولیکن الی بنی اسرائیل کے معنی ظاہر نہین ہوتے مگر جبکہ الی بمعنی علی لیا جاوے پس اول اولی ہے کہ توریت مین بنو اسرائیل کو آگاہ کردیا۔ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ کہ تم فساد مچاؤگے یعنی ظلم و قتل و گناہون سے زمین مین یعنی ملک شام مین یہی امام سیوطی کا قول ہے اور بقاعی نے کہا کہ بوجہ تقدس و برکات کے گویا زمین وہی ہے اور بیضاوی نے کہا کہ مراد ملک مصر ہے ولیکن صحیح اول ہے کہ شام مین فساد کروگے مَرَّتَيْنِ دو مرتبہ۔ کشاف مین کہا کہ پہلا فساد قتل زکریا علیہ السلام و حبس ارمیا جبکہ اُسنے اللہ تعالی کے خشم سے ڈرایا تھا اور دوسرا فساد قتل یحیی علیہ السلام و قصد قتل عیسی علیہ السلام تھا۔ بیضاوی رح نے کہا کہ پہلا فساد مخالفت احکام توریت و قتل اشعیا یا ارمیا تھا اور دوسرا قتل زکریا و یحیی و قصد عیسی علیہ السلام تھا۔ معالم مین ہے کہ قتادہ رح نے کہا کہ فساد اول مخالفت احکام توریت وارتکاب محارم ہے اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ اول قتل اشعیاء وارتکاب محارم ہے اور فساد دوم مین لکھا کہ قتل یحیی علیہ السلام و قصد عیسی علیہ السلام ہے مترجم کہتا ہے کہ اسرائیلیون کی روایات سے ان باتون کو ڈھونڈھا گیا مگر انکی تاریخین واقوال مبالغہ و کذب سے مملو ہو رہی ہین جیسے سوائے انکے دوسری قومون کا اسوقت حال تھا اور یہی برابر رہا یہانتک کہ زمانہ اسلام سے تاریخون کی صحت لوگون نے سیکھی اور اُسوقت کے ایک زمانہ پیچھے جب دوسری

قوموں مین آدمیت شروع ہوئی تب سے اُنھون نے بھی تاریخون کا التزام کیا لیکن اول کی تاریخین یہودیون اور نصرانیون وغیرہ سب کی اسیطرح خراب حالت مین ہین بلکہ اول مین تو ہزارون وقائع درج نہین ہوتے تھے ہان کہانی کے طور پر رہتے تھے لہذا امام رازی وامام ابن کثیر رح وغیرہ نے لکھا کہ ہم کو تفسیر مین ان روایات کی کچھ حاجت نہین ہی چنانچہ اس مقام پر اسکی ضرورت ہی کہ اُنھون نے دو مرتبہ فساد کیا اور یہ نہایت صاف ہی پس معنی یہ کہ ہم نے بنواسرائیل کو توریت مین آگاہ کردیا کہ تم اس زمین مقدس شام مین دو مرتبہ فساد کروگے۔ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا اور سرکشی کروگے یعنی لوگون پر ظلم وتکبر کے ساتھ بڑی سرکشی فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا پس جب آویگا دونون مرتبہ مین کا پہلا وعدہ بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ توہم تم پر بھیجینگے اپنے کچھ بندون کو اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ سخت خوف وگرفت والے ابن کثیر رح نے کہا یعنی قوت وتعداد مین زیادہ وسامان وشوکت مین بڑھے ہوے فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ط وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا پس داخل ہونگے وسط دیار مین اور یہ وعدہ پورا کیا گیا ہی یعنی تمھارے ملکون کے مالک ہوکر اُنکے درمیان درآوینگے اور بیخوف پھرتے پھرینگے کسی سے اُنکو خوف نہوگا اور یہ وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ سلف وخلف کے مفسرین یعنی صحابہ وتابعین سے انکے بارہ مین مختلف اقوال مروی ہین چنانچہ ابن عباس رض وقتادہ رح سے روایت ہی کہ وہ جالوت جزری واُسکا لشکر ہے پہلے اُنپر مسلط کیا گیا تھا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ پھر ہم لوٹا وینگے تمھارے لیے دوبارہ سلطنت ودولت ان لوگون پر۔ لہذا پھر بنواسرائیل نے جہاد پر عزم کیا اور اشمویل پیغمبر سے درخواست کی کما قال تعالى اذ قالوا لنبي لهم ابعث لنا ملكا نقاتل في سبيل الله۔ چنانچہ طالوت بادشاہ کے ہمراہ اُنپر جہاد کیا اور داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ تعالی نے داؤد کو حکمت وسلطنت دی اور انتظام بحال ہوا اور سرسبزی ہوئی کما قال تعالى وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ اور ہم تمھاری بڑھاور کرینگے اموال واولاد سے وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا اور تم کو تعداد مین کثیر کرینگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانون کی کثرت تعداد بھی رحمت الٰہی ہی لہذا حدیث مین ہی کہ لوگو تم نکاح کرو کہ مین تمھاری کثرت سے اور اُمتون پر مباہات کرونگا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانون مین جہانتک صریح کفر نہو کسی کو خارج نہ کرنا چاہیے اور نہ باہم اختلاف وپھوٹ ڈالی جاوے۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ سعید بن جبیر سے روایت ہی کہ وہ موصل کا بادشاہ سخاریب مع لشکر تھا اور نیز سعید ودوسرون سے روایت ہی کہ بابل کا بادشاہ بخت نصر تھا محی السنہ نے معالم مین کہا کہ ابن اسحاق نے کہا کہ وہ بخت نصر مع لشکر تھا اور یہی اظہر ہے اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن جریر رح نے بسند صحیح روایت کیا کہ سعید بن المسیب جو کبار تابعین مین سے ہین فرماتے تھے کہ بخت نصر ملک شام پر غالب ہوا اور اُسنے بیت المقدس کو اجاڑا دیا اور لوگون کو قتل کیا پھر دمشق مین آیا وہان دیکھا کہ مذبح مین ایک خون اُبلا کرتا ہی جب اُسپر خون پڑتا ہی جوش مارتا ہے بنواسرائیل سے پوچھا کہ یہ خون کیسا ہے اُنھون نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادون سے اسی طرح پایا ہے کہا کہ اُسنے اس خون پر ستر ہزار مسلمانون وغیرہ مین سے قتل کیے یہانتک کہ خون کا ابلنا تھم گیا۔ ہذا اسناد صحیح اور یہی مشہور ہے کہ اسنے بنواسرائیل کے علماء واشراف کو قتل کیا یہانتک کہ کوئی ایسا باقی نہ رہا جو توریت کی محافظت کرے اور اسرائیلیون مین سے ایک خلقت کثیر کو جنمین شاہزادہ وغیرہ بھی تھے گرفتار کرکے بابل لے گیا اور وہان کچھ وقائع ہوے جنکا ذکر طول ہی ولیکن اگر اُن مین سے کچھ صحت کو پہونچے تو اسکی کتابت وروایت جائز ہی۔ بالجملہ بنواسرائیل کو دوبارہ سلطنت وشوکت دی۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اگر تم نیکی کروگے یعنی اپنی ذات کے لیے اللہ تعالی کی فرمانبرداری سے اور دوسرے لوگون پر شفقت ومہربانی سے اور ظلم وسختی دور کرنے سے تو اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ تو اپنے واسطے نیکی کروگے یعنی ہر بھلائی کا اچھا بدلہ خواہ دنیا مین ہو یا دین مین ہو تمھارے ہی واسطے ہی۔ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ط اور اگر تم نے بُرائی کی تو وہ بھی تمھاری نفسون کے لیے ہے یعنی تمھاری نفسون کے اوپر اسکا وبال ہے۔ ظاہر فلھا کی جگہ فعلیھا ہوتا کیونکہ بھلائی کے واسطے لام آتا ہے اور برائی کے واسطے علی یعنی وبال اسپر ہے ولیکن اسمین بلیغ نکتہ یہ ہے کہ نفوس پر جب دونون کا عوض ہے تو گویا آدمی نے دونون اپنے واسطے کمائے پس بجائے نیکی کے

بدی کمانا کسقدر سخت وناگوار ہے اسکو خود اندازہ کرو۔ ولیکن بنواسرائیل ایک زمانہ کے بعد پھر عیش وشہوات مین پڑے اور عہد توڑ دیا تب دوسرا وعدہ
قریب ہوا۔ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ پھر جب دوسرے مرتبہ کا وعدہ آویگا تو آوینگے تمہارے دشمن زبردست لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ تاکہ ہمارے
زبردست قوت والے بندے غمگین کرین تمہارے مُنہون کو وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ اور داخل ہون مسجد مین یعنی بیت المقدس
مین جیسے پہلے مرتبہ کے فساد مین داخل ہوے۔ معالم مین کہا کہ جب دوبارہ حضرت یحیی علیہ السلام کو قتل کیا اور عیسی علیہ السلام کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ
نے اُنپر فارس اور روم کے خردوس وططیوس کو مسلط کیا اُنھون نے بنواسرائیل کو قتل وگرفتار وجلاء وطن کر کے بہت بربادی کی وَلِيُتَبِّرُوْا مَا
عَلَوْا تَتْبِيْرًا اور تاکہ ہلاک وبرباد کرین وہ ملک جسپر غالب ہوے ہین خوب بربادی پھر ان دونون مرتبہ کے بعد بھی رحم فرمایا باوجودیکہ بنواسرائیل نے
اپنے انبیاء کے قتل مین وعلماء وصلحاء کے قتل مین اور شرک وظلم مین حد سے تجاوز کیا تھا۔ مگر تضرع وزاری سے رحم فرمایا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ج
یعنی امید کرو کہ تمہارا رب تمہاری عاجزی وزاری پر رحم کرے۔ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا اور اگر تم نے پھر کفر وقتل وظلم کی طرف عود کیا تو ہم بھی عود
کر کے تم پر مسلط کرینگے اور یہ عذاب دنیاوی ہے اور عذاب آخرت علیحدہ ہوگا۔ کما قال تعالیٰ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا اور جہنم ہم نے
کردی ہے کافرون کے واسطے حصیر ابن عباس رضہ نے کہا حصیر قیدخانہ اور مجاہد نے کہا کہ اسمین محصور ہونگے اور یہی دوسرے تابعین مفسرین سے
مروی ہے اور حسن بصری رحمہ نے کہا کہ حصیر یعنی بچھونا۔ قتادہ رحمہ نے کہا کہ پھر بنواسرائیل نے عود کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر محمد صلی اللہ علیہ وسلم واصحاب
رضی اللہ عنہم کو مسلط کیا کہ جزیہ لیتے ہین۔ بسراج مین ہو کہ قفال رحمہ نے کہا کہ ہم نے عود کی صورت مین عذاب دنیاوی پر اسواسطے محمول کیا کہ سورۂ اعراف
مین اللہ تعالیٰ نے بنواسرائیل کے حق مین فرمایا واذ تاذن ربک لیبعثن علیہم الی یوم القیامۃ من یسومہم سوء العذاب۔ یعنی غضب کے ساتھ اعلام فرمادیا
تیرے رب نے کہ وہ ضرور بنواسرائیل پر مسلط رکھیگا قیامت تک ایسے کو جو انکو سخت عذاب مین رکھے مترجم کہتا ہے کہ انھون نے غضب پر غضب سمیٹا
پس اللہ تعالیٰ نے اُنکو ہمیشہ کے لیے مقہور کردیا کہ ذلت ومسکنت مین پڑے ہین اُنکے واسطے نہ ملک ہے نہ سلطنت ہے۔ واضح ہو کہ جیسے توریت مین
بنواسرائیل کے دو مرتبہ فساد کرنے وخوار ہونے کو بیان فرمایا تھا اسی طرح قرآن مجید مین یہود بنواسرائیل کے حق مین فرمایا کہ ہمیشہ ذلت ومسکنت مین رہینگے
کبھی اُنکے لیے ملک وسلطنت نہوگی اور یہ کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو تحقیق ماننے والے یا نام کے نصرانی ہمیشہ یہود پر غالب رہینگے چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم
ومومنین اور نصرانیون کے تمام فرقے برابر یہود پر غالب رہے اور یہ معجزہ قرآنی مشاہدہ ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث مین وارد ہے کہ
دجال کے ساتھ تاجدار یہودی ہونگے تو شاید یہ مراد ہے کہ اسکے ساتھی ہونے سے اُنکے لباس تاج کے ساتھ ہونگے مگر وہ کہین کے بادشاہ نہین ہونگے
اور شاید یہ مراد ہو کہ دجال کے وقت مین یہودی اسکی تابعداری مین بادشاہ ہونگے واللہ تعالیٰ اعلم۔ واضح ہو کہ اول تبہ بخت نصر کا حملہ آور ہونا ظاہر ہے
اور امام رازی نے فساد دوم قتل یحیی علیہ السلام اور انتقام بخت نصر ذکر کر کے اعتراض کیا کہ تواریخ مین شہادت موجود ہے کہ بخت نصر کا زمانہ حضرت
عیسی ویحیی عم سے بہت پہلے تھا اور لکھا کہ معلوم یہ ہے کہ جس بادشاہ نے یہود سے انتقام لیا وہ قسطنطین بادشاہ روم تھا مترجم کہتا ہے کہ یہ بادشاہ نصرانی تھا
جس نے انتقام لیا اور بعداوت یہود کے سبب سے صخرہ بیت المقدس پر جو قبلہ یہود تھا کوڑا ڈلوایا یہانتک کہ زمانہ اسلام تک یہ جاری رہا چنانچہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس مین بجانب قبلہ کعبہ نماز پڑھی اور بعد اسکے اپنی چادر بچھا کر صخرہ سے کوڑا اُٹھا کر باہر پھینکا پس تمام لوگون نے اسیطرح
ایک دم مین صاف کردیا اور اسی قسطنطین واسکے ساتھی نصرانیون کی نسبت سورۂ بقرہ الٓمٓ مین ہے کہ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا
اسمہ وسعی فی خرابہا الآیات۔ پھر واضح ہو کہ محی السنہ رحمہ اللہ علیہ نے قولہ تعالیٰ وقضینا الی بنی اسرائیل فی الکتاب لتفسدن فی الارض الآیات کی
تفسیر مین ایک حدیث طویل اس قصہ مین روایت کی اور اس حدیث کو ابن جریر رحمہ نے بھی اپنی تفسیر مین اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے مین اول

اُسکو نقل کرکے پھر اسکے بعد شیخ ابن کثیر رح کا کلام ذکر کرونگا۔ امام محی السنہ نے کہا کہ روایت کی سفیان بن سعید ثوری نے منصور بن المعتمر سے اسنے ربعی بن حراش سے اُسنے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بنو اسرائیل نے حدود الٰہی سے تجاوز کیا اور انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر فارس کا بادشاہ بخت نصر مسلط کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے سات سو برس بادشاہ رکھا تھا وہ مع فوج کے شام کو چلا اور بیت المقدس کو محاصرہ کرکے فتح کیا اور یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے خون پر ستر ہزار قتل کیے پھر بنو اسرائیل اور اولاد انبیاء کو قید کر لیا اور بیت المقدس میں جو زیور و آرایش تھی سب نکال لی چنانچہ ایک لاکھ ستر ہزار چھکڑے زیور و آرایش کے نکالے میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ بیت المقدس بہت عظیم تھا فرمایا کہ ہاں اسکو سلیمان بن داؤد نے سونے و چاندی و یاقوت و زبرجد سے بنایا تھا اور اسکے ستون سونے کے تھے اللہ تعالیٰ نے اُسکو یہ دیا اور شیاطین اُسکے لیے مسخر کر دیے تھے کہ پلک مارتے اُسکے پاس یہ چیزیں لاتے تھے پس بخت نصر ان سب کو لیکر روانہ ہو کر بابل پہونچا پس بنو اسرائیل اسکے قبضہ میں سو برس پڑے رہے مجوسی اُنکو غلام بنائے تھے اُنمیں انبیاء بھی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اُنپر رحم کیا اور بادشاہان فارس میں سے کورش نام کو جو مسلمان تھا وحی کی کہ جا کر بقایا بنی اسرائیل کو چھڑا دے پس کورش نے جا کر بنو اسرائیل مع سامان بیت المقدس کے شام میں پہونچا دیے پھر بنو اسرائیل سو برس تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں قائم رہے پھر اُنھوں نے گناہوں کا ارتکاب کیا تب اللہ تعالیٰ نے پھر انطیانوس بادشاہ کو اُنپر مسلط کیا اُسنے شام پر حملہ کیا اور بیت المقدس کو جلا کر لوگوں کو قید کر لیا اور بنو اسرائیل کو کہا کہ اگر تمنے پھر سرکشی کی تو ہم پھر تمکو عذاب میں مبتلا کرینگے پھر اُنھوں نے حدود سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنپر ایک رومی بادشاہ جسکو قاقس بن اسبیانوس کہتے تھے مسلط کیا اُسنے خشکی و تری کی راہ سے اُنپر حملہ کیا اور سامان بیت المقدس نکال کر بیت المقدس کو جلا دیا اور حضرت صلعم نے فرمایا کہ زیور بیت المقدس کی یہ صفت ہے اور اُسکو مہدی خلیفۃ اللہ پھر بیت المقدس میں واپس لاویگا اور وہ ایک ہزار سات سو کشتیاں ہیں کہ بیت المقدس کے دروازہ پر لا کر ڈالی جاوینگی کہ بیت المقدس آراستہ کیا جاوے اور وہیں اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کریگا۔ مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر رح نے اس حدیث کی نسبت لکھا کہ ابن جریر رح نے اس مقام پر باسناد خود حذیفہ رض سے مرفوع مطول حدیث روایت کی اور وہ حدیث لامحالہ موضوع ہے جسکو علم حدیث میں تھوڑی بھی معرفت ہو اُسکو ذرا بھی اُسکی وضع میں شک نہوگا اور پورا تعجب تو اس شیخ سے ہو کہ باوجود اسکے جلالت قدر و امامت کے اسپر کیونکر راج ہوئی اور ہمارے شیخ الحافظ العلامۃ ابو الحجاج المزی نے تصریح کر دی کہ یہ حدیث موضوع مکذوب ہو اور حاشیہ کتاب پر اُسکو لکھدیا۔ انتہی مترجما۔ پھر امام محی السنہ نے لکھا کہ محمد بن اسحاق بن یسار رح نے لکھا کہ بنو اسرائیل میں بدعتیں و گناہ بہت پھیلے اور اللہ تعالیٰ اُنسے تجاوز فرماتا اور اُنپر نیکی فرماتا تھا پھر اول آفت جو اُنپر اُنکے گناہوں کی وجہ سے ڈالی گئی وہ یوں تھی کہ اُنمیں ایک بادشاہ صدیقہ نام تھا اور اللہ تعالیٰ جب کسی کو بادشاہ کرتا تو اُسکے ساتھ ہی ایک نبی مبعوث فرماتا جو اُسکو سیدھی راہ پر رکھتا تھا اور کتاب اسپر نازل نہ ہوتی ولیکن توریت کی پیروی کرنے کا حکم دیے جاتے تھے پھر جب صدیقہ بادشاہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے شعیا بن امصیا کو نبی کیا اور یہ حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے واقع ہوا ہو اور یہ شعیا وہی ہیں جنھوں نے عیسیٰ و محمد علیہما السلام کی بشارت دی تھی کہ بشارت ہو اے سرزمین کہ رب آتا ہو تیرے پاس گدھے کا سوار اور اُسکے بعد اونٹ کا سوار ہو۔ بالجملہ صدیقہ بادشاہ ایک زمانہ دراز تک شام و بیت المقدس کا بادشاہ رہا جب اُسکا زمانہ قریب ہوا تو بنو اسرائیل میں نافرمانی و بدکاریاں زیادہ ہوگئیں اور کثرت سے بدعات پھیل گئیں اور اللہ تعالیٰ نے سنحاریب بادشاہ بابل کو مع لشکر کثیر کے بھیجا وہ چھ لاکھ فوج سے بیت المقدس پر آیا اور بادشاہ بیمار تھا اُسکی ٹانگ میں قرحہ تھا اس سے شعیا پیغمبر نے فرمایا کہ اے بادشاہ بنو اسرائیل تجھپر سنحاریب بادشاہ بابل چھ لاکھ جھنڈے لیکر حملہ آور ہوا ہے اور لوگوں میں اس سے ہیبت چھا گئی ہے بادشاہ اس بات سے متردد ہوا اور بولا کہ اے نبی اللہ آپ کے اوپر کچھ وحی آئی کہ اللہ تعالیٰ ہم دونوں کے درمیان کیا حکم فرماویگا شعیا نے فرمایا کہ مجھکو وحی نہیں اُتری ہے

منزل ۴

اسی درمیان مین شعیا پر اللہ تعالی نے وحی بھیجی کہ صدیقہ سے کہدے کہ وصیت کرے اور اپنی بادشاہت پر جسکو چاہے اپنے خاندان سے خلیفہ کرے پس شعیا نے بادشاہ سے کہا کہ مجھے اللہ تعالے نے وحی فرمائی ہے کہ مین تجھکو آگاہ کرون کہ تو وصیت کردے اور اپنے خاندان مین سے کسی کو اپنا خلیفہ کردے کہ تیری موت ہے جب شعیا نے اس سے کہا تو وہ قبلہ رُخ ہوکر کھڑا ہوا اور اُسنے دو رکعتین پڑھین اور رو کر عاجزی وزاری سے عرض کیا کہ اللھم رب الارباب یا قدوس المتقدس یا رحمن یا رحیم یا رؤف الذی لا تاخذہ سنۃ ولا نوم مجھے یاد دلادے میرے علم و فعل کی اور جس اچھی طرح مین نے بنی اسرائیل پر خلافت کی اور یہ سب تیری طرف سے تھا اور تو مجھ سے زیادہ میرے ظاہر و باطن کا علیم ہے اور تو الرحمن الرحیم ہے پس اللہ تعالے نے اُسکی دعا پر رحم فرمایا اور وہ بندہ صالح تھا پس اللہ تعالے نے شعیا کو وحی فرمائی کہ صدیقہ سے کہدے کہ تیرے رب نے تیری دعا قبول کی اور رحم فرمایا کہ اُسکی عمر مین پندرہ برس کی تاخیر کردی اور اُسکو سنحاریب اُسکے دشمن سے نجات دی پس شعیا نے اُسکو آگاہ کیا یہ سنکر اُسکا غم والم جاتا رہا اور وہ اللہ تعالے کے واسطے سجدہ مین گر پڑا کہ اے میرے اللہ میرے باپ دادون کے اللہ مین تیرا ہی سجدہ کرتا ہون تیری ہی بڑائی اور بزرگی کرتا ہون تو ہی وہ ہے کہ بادشاہت جسکو چاہے دیوے اور جس سے چاہے چھین لیوے اور جسکو چاہے عزت دے اور جسکو چاہے ذلت دے تیرے ہی قبضہ مین سب بہتری ہے جب اُسنے سر اٹھایا تو شعیا نے فرمایا کہ اللہ عزوجل وحی فرماتا ہے کہ تو اپنے آدمی سے کہہ کہ انجیر کا پانی لاکر تیرے قرحہ مین ڈالے صبح کو تو اچھا ہو جائیگا پھر بادشاہ نے شعیا سے عرض کیا کہ رب عزوجل سے سوال کرین کہ ہمارے اس دشمن کے ساتھ کیا حکم ہوتا ہے شعیا نے کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہم نے تیرے دشمن سے تجھے نجات دی اور تیری کفایت کی کہ وے سب صبح کو مرجاوینگے سوائے سنحاریب اور پانچ اسکے خاص لوگون کے جنھین ایک بخت نصر ہے جب صبح ہوئی تو شہر پناہ کے دروازہ پر ایک شخص نے آکر خوشخبری سنائی کہ اے بادشاہ بشارت ہو کہ تیرے دشمن سنحاریب واسکے ساتھی سب مرے پڑے ہین جب بادشاہ نکلا تو لوگون نے سنحاریب کو تلاش کیا مگر مردون مین نہین پایا اور بادشاہ نے اُسکی تلاش مین آدمی روانہ کیے تو اسکو جنگل کے غار سے مع پانچون خواص کے پکڑ لائے اور انکو مسجد جامع مین رکھا اور بادشاہ کو اطلاع دی وہ آیا اور دیکھکر اللہ تعالے کے واسطے طلوع آفتاب سے عصر تک سجدہ مین پڑا رہا پھر سر اُٹھاکر سنحاریب سے کہا کہ تو نے دیکھا کہ ہمارے پروردگار نے تمھارے ساتھ کیا کیا اُسنے اپنی قوت سے اپنی قدرت سے تمکو ہلاک کردیا اور ہم تم دونون غافل ہین سنحاریب بولا کہ مجھے تمھارے رب کی خبر اپنے ملک ہی مین نکلنے سے پہلے آگئی تھی کہ وہ تمھاری مدد کریگا اور تم پر رحم کریگا مگر مین نے کسی راہ بتلانے والے کی بات نہ مانی اور میری کم عقلی نے مجھے اس بلا مین ڈالا۔ صدیقہ نے کہا کہ حمد ہمارے اللہ تعالے کے واسطے ہے جس نے ہمکو تمھارے شر سے نجات دی جسطرح اُسنے چاہا اور ہمارے رب عزوجل نے تجھکو اور تیرے ساتھیون کو اسوجہ سے نہین باقی رکھا کہ تم اللہ تعالے کے نزدیک عزیز ہو بلکہ اسواسطے کہ تم دنیا مین زیادہ بدبختی سمیٹو اور یہان سے چھوٹکر اپنے ملک والون کو خبر دو کہ ہمارے رب عزوجل نے کیسے تم کو ہلاک کیا اور انکو خوف دلاؤ کہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو مین تجھکو مع تیرے ساتھیون کے قتل کر ڈالتا اور تیرا خون مع ساتھیون کے اللہ تعالے کے نزدیک چیچڑی کے خون سے بھی آسان ہے اسین اُسنے کچھ جناب الٰہی عزوجل مین بے ادبی کی تو بادشاہ نے اپنے سردار قیدخانہ کو حکم دیا اُسنے انکی گردنون مین رسی ڈالکر ستر روز تک بیت المقدس و ایلیا کے گرد پھرایا اور ہر روز انکو جو کی دو روٹیان ہر آدمی کو دیتا تھا۔ سنحاریب نے اُس سے کہا کہ تیرا قتل کرنا ہمکو اس ذلت سے اچھا ہے پس بادشاہ نے قتل کے قیدخانہ مین بھجوایا اتنے مین حضرت شعیا علیہ السلام کو اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ بادشاہ سے کہدے کہ سنحاریب کو عزت کے ساتھ اُسکے ملک مین پہونچادے پس بادشاہ نے اطاعت کی اور اسکو عزت کے ساتھ روانہ کیا سنحاریب وہان سے روانہ ہوکر مع ساتھیون کے بابل پہونچا اور لوگون کو واقعہ سے آگاہ کیا تو وہان کے ساحرون وکاہنون نے کہا کہ اے بادشاہ ہم نے تجھ سے پہلے

کہا تھا کہ ایسا واقعہ ہوگا مگر تو نے نہ مانا اس گروہ کے ساتھ مقابلہ نہیں چاہیے تھا پس سنحاریب و اسکے لوگ خوف میں رہے اور سنحاریب اُسکے بعد
سات برس تک زندہ رہا پھر مرا اور اُسنے اپنی جگہ بخت نصر اپنے پوتے کو تخت پر بٹھایا وہ اپنے دادا کے قدم بقدم قائم رہا پھر بنو اسرائیل کے بادشاہ نے
انتقال کیا اور بنی اسرائیل کی سلطنت میں بد انتظامی واقع ہوئی اور آپس مین کشت و خون ہونے لگا اور شعیاء علیہ السلام زندہ تھے مگر بنو اسرائیل
اُنکی نہین سنتے تھے پس اللہ تعالے نے شعیاء علیہ السلام کو وحی کی کہ تو بنو اسرائیل مین خطبہ پڑھنے کھڑا ہوا کہ مین تیری زبان پر وحی کرون پس شعیاء
کھڑے ہوے اور اللہ تعالی نے اُنکی زبان گویا فرمائی کہ اے آسمان سن لے اور اے زمین خاموش ہو کہ اللہ تعالے چاہتا ہے کہ بنو اسرائیل کے شان
حالت ۱۲
بیان فرماوے جنکو اُسنے اپنی نعمت سے پرورش کیا اور اپنے واسطے خاص کیا اور اپنی کرامت و فضل سے دوسرے بندون پر انکو برگزیدہ کیا اور وے
ایسے بکری کی طرح پھرتے تھے جسکا کوئی چرواہا نہو پھر اُسنے پھٹ پھرنے والے کو اور گلہ سے بہک جانیوالے کو یکجا کیا اور شکستہ بیمار کا علاج کیا اور دبلے کو
موٹا کیا اور موٹے کو محفوظ رکھا جب اُسنے ایسا کیا تو اترا کر آپس مین ایک دوسرے کو سینگ مارے اور خون بہایا اور زخمی کیا یہانتک کہ انمین کوئی
ہڈی درست باقی نہ رہی کہ دوسری ٹوٹی ہڈی اُسکی طرف لگا کر باندھی جاوے پس بربادی اس اُمت بدکار کی اُنکو کچھ نہین معلوم کہ کب اُنپر وقت
آجاویگا دیکھو اونٹ کو جب اپنا وطن یاد آجاتا ہے ادھر اُدھر پھرتا ہے اور گدھے کو جب وہ چراگاہ یاد آتی ہے جہان پیٹ بھر اتھا اسی طرف رجوع
کرتا ہے بیل کو جب کھیت گھاس کا یاد آتا ہے جہان موٹا ہوا تھا لوٹتا ہے اور اس قوم کا یہ حال ہے کہ یاد بھی نہین کرتی جہان سے انکا وقت ہو حالانکہ
یہ لوگ عقل دیے گئے ہین اونٹ گدھا بیل نہین ہین اور مین اُنسے ایک مثل بیان کرتا ہون اُسکو سنین اُنسے کہدے کہ تم زمین کو دیکھتے ہو ایک وقت وہ
بجھی ہوئی مردہ پڑی تھی اسمین کچھ آبادانی نہ تھی اور اُسکا پیدا کرنے والا حکیم قوی ہے اُسنے اسکو آباد ان کیا وہ نہین چاہتا کہ اُسکی زمین اُجاڑ ہو اور
وہ سب بات پر قادر ہے یا یون کہو کہ حکیم نے ایک زمین پر ایک باغ بنایا اور چہار دیواری بنا کر اسمین مکانات بنائے اور نہر جاری کی اور اقسام
اقسام کے درخت زیتون و انار و خرما اور انگور وغیرہ کے لگائے اور اُسپر ایک قیم صاحب رائے کو متولی کیا اور اُسکی حفاظت مین سپرد کیا جب
باغ مین اور تیاری کا وقت ہوا تو لوگون نے کہا کہ زمین خشک ہوگئی کیا یہ رائے ہے کہ اسکی دیوار منہدم کرکے نہر پاٹ دیجاوے اور درخت اُکھاڑ
دیے جاوین اور سبزی جلادی جاوے تاکہ جیسے پہلے تھی ویسی ہی ہو جاوے پس تو ان لوگون سے کہدے کہ چہار دیواری میرا دین ہے اور قصر میری
شریعت ہے اور نہر میری کتاب ہے اور قیم اسمین پیغمبر ہے اور پودے یہ لوگ خود ہین اور پودون مین جو پھل آئے ہین وہ انھین لوگون کے خبیث اعمال ہین اور
مین نے اُنپر انھین کے موافق حکم دیا جو انھون نے اپنی جانون پر چاہا ہے اور اُنکی مثال یہ ہے کہ گائے بکری ذبح کرکے میرے پاس تقرب چاہتے ہین حالانکہ
مجھے اُسکا گوشت نہین پہونچتا اور نہ مین کھاتا ہون اور تقوی سے اور جانون کا ناحق قتل ترک کرنے سے تقرب نہین چاہتے کہ مین نے ناحق قتل نفوس
حرام کیا ہے حالانکہ اُنکے ہاتھ ایسے خون سے تر ہو رہے ہین اور اُنکے کپڑے خون ناحق سے سُرخ ہو رہے ہین میرے واسطے مسجدین بنا کر خوب مضبوط کرتے ہین
اور اُسکے اندر صفائی کرتے ہین اور اپنے قلوب و اجسام کو نجس کرتے اور میل و کچیل سے بھرتے ہین مساجد کو زینت دیتے ہین اور اپنے عقول اور اخلاق کو
خراب کرتے ہین تو مجھے کون حاجت ایسے گھرون کی ہے مین کچھ وہان رہتا نہین ہون اور مسجدون کی آرایش کی کون ضرورت ہے مین کبھی وہان جاتا
نہین ہون مین نے مسجدون کے بنانے کا حکم صرف اسواسطے دیا ہے کہ اسمین میری یاد کیجاوے اور تسبیح پڑھی جاوے۔ یہ لوگ کہتے ہین کہ ہم نے روزہ رکھا
مگر وہ قبولیت کے واسطے نہ اُٹھایا گیا اور کہتے ہین کہ ہم نے نماز پڑھی مگر اس سے نورانیت نہ ہوئی اور کہتے ہین کہ ہم نے صدقہ دیا اس سے پاکیزگی نہ ہوئی اور
ہم نے کبوتر کی طرح نرم و حزین آواز سے دعا کی اور بھیڑیون کی طرح آواز سے روئے ہر طرح ہماری دعا و زاری قبول نہین ہوتی ہے اللہ تعالے فرماتا ہے کہ
تو اُنسے دریافت کر کہ کون بات مجھکو تمہاری دعا قبول کرنے سے مانع ہو سکتی ہے کیا مین سب سے بہتر سنتا نہین ہون کیا مین سب سے زیادہ دیکھتا نہین ہون

کیا مین خوب قبول کرنے والا اور ارحم الراحمین نہین ہون مگر اُنکے روزے کیونکر قبول ہون کہ وے اپنے روزے کو دروغ باتون سے ناپاک لباس پہناتے
ہین اور اسپر حرام کھا کر قوت حاصل کرنا چاہتے ہین اور انکی نمازین کیونکر منور ہون کہ اُنکے دل ایسے لوگون کی جانب مائل و مطیع ہین جو مجھ سے لڑائی
و جھگڑا کرتے اور میری حرمات کی ہتک کرتے ہین اور انکے صدقات میرے یہان کیونکر پاکیزگی پاوینگے کہ وے غیرون کے مال پر دست درازی کرکے
صدقہ کرتے ہین اگر ثواب دیا جاوے تو اُنکو ہوگا جنکے مال چھینے گئے ہین اور اُنکی دعائین کیونکر قبول ہون کہ خالی زبان سے ہین قول و فعل موافق
نہین ہین بلکہ فعل تو اس سے بہت دور ہے دعا تو اُسی کی قبول ہوتی ہے جسکا دل پگھلے اور اپنے رب سے عاجزی کرے اور مین تو اُسی کی سنتا ہون
جو عاجز مسکین اپنے آپ کو پرہیزگاری مین رکھتا ہے اور میری رضامندی کی نشانیون مین سے یہ ہے کہ مساکین راضی رہین یہ لوگ جب میرا کلام سنتے ہین
اور انکو پیغام پہونچایا جاتا ہے کہتے ہین کہ یہ تو بنائی ہوئی باتین ہین اوپر سے چلی آئی ہین یا جادوگرون و کاہنون کے قول ہین اور اُنکا دعوی ہے کہ ہم چاہین
تو ایسی ہی باتین بنالین اور چاہین تو جو شیاطین انکو وحی پہونچاتے ہین اس سے علم غیب پر مطلع ہو جاوین اور مین نے تو جس دن آسمانون و زمین کو
پیدا فرمایا حکم جاری و محکم کردیا ہے اور اُسکے واسطے میعاد مقرر کردی ہے کہ وہ خواہ مخواہ واقع ہوگی سو علم غیب جسکا یہ دعوی کرتے ہین اگر اسمین سچے
ہون تو مجھے بتلاوین کہ وہ کب واقع ہوگا اور کس زمانہ مین آویگا اور اگر انکو یہ قدرت ہے کہ جو چاہین لاسکتے ہین تو کہدے کہ ایسی ہی قدرت لاوین جس سے
مین نے احکام نافذ کیے ہین کیونکہ مین تو اُسکو سب دینون پر غالب کرونگا اگرچہ مشرک لوگ بُرا مانا کرین اور اگر انکو یہ قدرت ہے کہ جو چاہین ترکیب دیدین
تو وہ حکمت بنالاوین جس سے مین اس حکم کی تدبیر کرتا ہون اور مین نے آسمانون و زمین پیدا کرنے کے دن یہ حکم پورا کردیا ہے کہ نبوت کو چھلون مین اور
بادشاہت کو چرواہون مین اور عزت کو ذلیلون مین اور قوت کو ضعیفون مین اور توانگری کو فقیرون مین اور علم کو جاہلون مین اور حکمت کو بے پڑھون
مین قائم کرونگا تو ان لوگون سے دریافت کر کہ یہ کب ہوگا اور کون اس کام کے لیے قائم کیا جائیگا اور اس کام کے مددگار انصار کون ہونگے اگر جانتے ہون
تو بتلاوین۔ کہدے کہ مین اس حکم کے واسطے ایک نبی اُمی امین مبعوث کرونگا نہ وہ کسی قسم کے اندھون مین سے اور نہ کسیطرح کے گمراہون مین سے ہے اور نہ زبان کا
سخت اور نہ دل کا کڑا ہے نہ وہ بازارون مین کاؤن کاؤن کریگا اور نہ کسی طرح کے فحش سے اُسکو لوث ہوگا مین اُسکو ہر طرح کے جمال سے آراستہ کرونگا اور ہر ایک
اچھی بزرگ خصلت اُسکو عطا کرونگا سکینت اُسکا لباس اور نکوئی اُسکا شعار اور تقوی اُسکے دلی خطرات اور حکمت اُسکی سمجھ اور صدق و وفا اُسکی طبیعت
اور عفو و بھلائی کی فہمایش اُسکا خلق اور عدل اُسکی سیرت اور حق اُسکی شریعت اور ہدایت اُسکے واسطے خصوصیت و اسلام اُسکی ملت اور احمد اُسکا دین
کرونگا اور اُسکا نام محمد کے ساتھ احمد کرونگا جسکو مین ہدایت بعد ضلالت کے اور علم بعد جہالت کے اور بلند نامی بعد گمنامی کے اور شہرت بعد انجان
ہونے کے اور کثرت بعد قلت کے اور توانگری بعد مفلسی کے دونگا اور اُسی کے وسیلہ سے بندون کو تفرقہ کے بعد جمع کرونگا اور پھوٹ پڑے ہوے دلون مین
اُسی کے واسطہ سے الفت دونگا اُسکی اُمت کو سب اُمتون سے جو لوگون مین پیدا ہوئی ہین بہتر پیدا کرونگا کہ نیک کامون کا حکم کرینگے بُرے کامون سے
منع کرینگے یہ سب میری توحید کے واسطے اور مجھپر ایمان و یقین سے کرینگے کھڑے و بیٹھے رکوع و سجود سے میری نماز پڑھینگے میری راہ مین صف باندھکر
ایکبار لشکر بناکر جہاد کرینگے میری رضامندی کے واسطے اپنے گھربار و مال و اولاد کو چھوڑکر نکل جاوینگے مین اُنکو اپنی تکبیر و توحید و تسبیح و تہلیل و تحمید
و تمجید الہام کرونگا کہ ہر جگہ سفر مین اور وطن مین بیٹھے و کھڑے اور بچھونے پر اور کروٹ سے میرے واسطے تکبیر و تہلیل و تسبیح کرینگے اور بڑے بڑے بادشاہون
کے مُنہون پر میری پاکی اور بزرگی بیان کرینگے میرے واسطے اپنے مُنھ و ہاتھ پیرون کو دھووینگے اُنکی ازارین آدھی ساق تک ہونگی میرے واسطے
قربانیان اُنکی خود انکے خون ہین اور اُنکی انجیلین اُنکے سینون مین ہونگی راتون مین راہب ہوکر میرے واسطے عبادت کرینگے اور دنون کو شیرون
کی طرح میری راہ مین جانبازی کرینگے اور یہ سب میرا فضل ہے جسکو مین چاہون عطا کرتا ہون اور مین بہت بڑے فضل والا ہون جب اشعیاء اپنی

وعظ سے فارغ ہوے تو لوگ اُنپر حملہ آور ہوے کہ انکو بھی قتل کر دین پس وہان سے بھاگے یہانتک کہ ایک درخت سامنے پڑا اور اُسنے اپنا جوف
خالی کر دیا یہ اُسمین گھس گئے وہان ایک کونہ اُنکے کپڑے کا باہر رہگیا تھا اُسمین سے شیطان نے بنواسرائیل کو آمادہ کیا کہ وہ اس درخت مین ہے
ان کمبختون نے آرہ سے اس درخت کو چیر ڈالا اُسکے بیچ مین اُنکے بھی دو ٹکڑے ہو گئے۔ اسکے بعد بنواسرائیل پر انھین مین سے ایک شخص ناشیہ بن اموص
بادشاہ ہوا اور اللہ تعالی نے ارمیا بن خلقیا کو پیغمبر کیا اور یہ اولاد ہارون بن عمران سے تھے اور محمد بن اسحق نے ذکر کیا کہ ارمیا یہی خضر ہین اور خضر اُنکا
نام اسواسطے ہوا کہ ایک روز یہ ایک چٹیل زمین پر بیٹھے جب اُٹھے تو وہ سبزی سے لہلانے لگی پھر بنواسرائیل مین محارم و بدعات و فواحش بہت بڑھ گئے
اور طرح طرح کے حرام کو حلال کرنے لگے پس اللہ تعالے نے ارمیا کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم پاس جا کہ جو مین حکم کرون اُس سے نصیحت کر اور میری نعمتین
یاد دلا اور بدکاریون سے آگاہ کر پس ارمیا نے عرض کیا کہ اے رب مین ضعیف ہون اگر تو مجھے قوت نہ دے اور عاجز ہون اگر تو مجھے غلبہ نہ دے
اور خوار ہون اگر تو مدد نہ فرماوے اللہ تعالے نے فرمایا کہ تجھے یہ نہین معلوم کہ سب امور میری مشیت سے جاری ہوتے ہین اور دل و زبان سب کی
میرے قبضہ مین ہین جدھر مین چاہتا ہون پھیرتا ہون اور مین تیرے ساتھ ہون تجھے کچھ مکروہ نہین پہونچیگا پس ارمیا اپنی قوم کے درمیان کھڑے
ہوے ولیکن متحیر تھے کہ کیا کہون پس اللہ تعالے نے انکو ایک بلیغ خطبہ الہام فرمایا اسمین اُنھون نے طاعت کا ثواب اور نافرمانی و گناہون کا عذاب
بیان کیا اور آخر مین کہا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ مین نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ اُنپر ایسا سخت فتنہ مسلط کرونگا کہ حسین حلیم آدمی متحیر ہو جاوے
اور ایسے سرکش سخت دل کو اُنپر غالب کرونگا کہ اُسکو خالی ہیبت کا لباس دیا گیا اور اُسکے سینہ سے رحمت نکال ڈالی گئی ہے اور اسکے پیچھے اتنا لشکر ہوگا کہ
سیاہ رات کا ٹکڑا معلوم ہوگا پھر اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ مین بنواسرائیل کو ہلاک کرنا چاہتا ہون اور یافث کو مسلط کرونگا اور یافث کی اولاد
اہل بابل ہین جیسا کہ ہم نے سورۂ بقرہ مین لکھا ہے پس اللہ تعالے نے بیت المقدس پر بخت نصر کو بھیجا وہ چھ لاکھ جھنڈون کے ساتھ روانہ ہوا اور
ملک شام کو روندڈالا یہانتک کہ قریب تھا کہ بنواسرائیل کو فنا کر دے اور بیت المقدس کو اجاڑ دیا اور اپنے لشکر کو حکم کیا کہ ہر ایک تم مین سے اپنی
ڈھال بھر کر خاک اُسمین ڈالے پس سب نے ایسا ہی کر کے اُسکو پاٹ دیا پھر حکم دیا کہ شہرہاے بیت المقدس کے بنواسرائیل چھوٹے بڑے سب جمع
ہون جب اکٹھا ہوے تو اُسنے انمین سے سات لاکھ طفل چھانٹ لیے جب اُسنے اموال غنیمت نکال کر چاہا کہ اہل لشکر مین تقسیم کرے تو اُسکے ساتھ کے
بادشاہون نے کہا کہ اے بادشاہ یہ سب غنیمت تیرے واسطے ہے مگر ان اطفال کو ہمارے درمیان تقسیم کر دے جو تو نے بنواسرائیل مین سے چھانٹے
ہین جب اُسنے تقسیم کیا تو ہر سردار کے حصہ مین چند غلام آئے پھر باقی بنواسرائیل کے اُسنے تین ٹکڑے کیے ایک تہائی کو ملک شام مین رہنے دیا اور
ایک تہائی قتل کیے گئے اور ایک تہائی کو قید کر کے لیگیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا جو بنواسرائیل پر اُنکے ظلم کی وجہ سے واقع ہوا اور یہی آیت مین قولہ بعثنا
علیکم عبادا لنا اولی باس شدید۔ سے بیان ہے پھر بخت نصر اپنی بادشاہت پر جبتک اللہ تعالے نے چاہا قائم رہا پھر اُسنے ایک عجیب خواب
دیکھا کہ اُسکو کوئی چیز پہونچی ہے پس اُسنے بنواسرائیل مین سے دانیال و حنانیا و عزاریا و میشائیل کو بلایا اور یہ سب انبیاء علیہم السلام کی اولاد مین سے
تھے اور اُنسے خواب کی تعبیر پوچھی اُنھون نے کہا کہ بادشاہ ہم سے وہ خواب بیان کرے تاکہ ہم تعبیر کہین بولا کہ مجھے تو یاد نہین رہا تم ہی اسکو مع تاویل کے
لاؤ ورنہ تمھارے ہاتھ تمھارے مونڈھون سے جدا کرونگا یہ لوگ اُسکے پاس سے خوفناک نکلے اور اللہ تعالے سے تضرع و زاری کی پس اللہ تعالی نے
انکو اس خواب سے آگاہ کیا اُنھون نے جا کر بخت نصر سے کہا کہ تو نے ایک صورت دیکھی جسکے قدم و پنڈلیان بلی مٹی کی ہین اور گھٹنے و رانین تانبے کی ہین
اور پیٹ چاندی کا ہے اور سینہ سونے کا ہے اور سر و گردن اُسکی لوہے کی ہے بولا کہ ہان یہ سچ ہی کہنے لگے کہ پھر تو اسکو دیکھ رہا تھا کہ آسمان سے اُسپر ایک پتھر گرا اُسنے اس
صورت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا وہی تجھے بھولا ہے بولا کہ تم نے سچ کہا مگر اسکی تعبیر کیا ہے کہنے لگے کہ تو نے بادشاہون کی سلطنتین دیکھین بعض کی حکومت نرم تھی

اور بعض کی خوبصورت تھی چنانچہ کچی مٹی سب سے کمزور ہے اس سے اوپر تانبا ہے پھر اس سے بہتر و خوبصورت چاندی ہے اس سے بڑھکر سونا ہے
پھر لوہا اُن سب سے سخت ہے پھر جو تُونے آسمان سے پتھر گرتا دیکھا جسنے اس سب کو توڑ دیا وہ ایک پیغمبر ہوگا کہ اللہ تعالے اُسکو بھیجیگا وہ ان سب کو
درہم برہم کر دیگا اور یہ کام اُسی کے تعلق ہوگا پھر اُسکے بعد بدستور ملک ہوگا - پھر اہل بابل نے بخت نصر سے کہا کہ اے بادشاہ ہم نے جو غلام بنو اسرائیل کے
تجھسے مانگے اور تُونے ہم کو دیے تو جب سے وے ہمارے ساتھ ہوے ہیں ہم اپنی عورتون کی خصلت اچھی نہیں دیکھتے ہیں کہ عورتون کے منھ
ہماری طرف سے پھر کر اُنکی طرف ہو گئے ہیں شاید کوئی فتنہ برپا ہو پس تو اُنکو ہمارے بیچ سے نکالدے یا قتل کر دے اُسنے کہا کہ تمکو اختیار ہے جسکو
منظور ہو جو غلام اُسکے پاس ہین اُنکو قتل کرے یا نہ کرے جب یہ لوگ قتل کے واسطے جمع کیے گئے تو آپس مین ایک دوسرے کو دیکھکر روئے اور
کہا کہ اے رب ہم پر رحم کر کہ اورون کے گناہون سے ہم قتل ہوتے ہین اللہ تعالے نے اُنپر رحم کا وعدہ فرمایا پس سب قتل ہوے سوائے اُن
لوگون کے جنکو بخت نصر نے قتل سے ممنوع کر دیا تھا اور انھین مین سے دانیال وحنانیا وعزاریا ومیشائیل تھے پھر جب اللہ تعالے نے چاہا
کہ بخت نصر کو ہلاک کرے تو اُسنے ان بنو اسرائیل کو جمع کر کے کہا کہ تم نے دیکھا کہ مین نے اس گھر (بیت المقدس) کے ساتھ اور وہان والون کے ساتھ
کیا کیا ہو اب تمھارا اعتقاد اس گھر کی نسبت کیونکر ہے کہنے لگے کہ وہ بیت اللہ ہو اور یہ لوگ اُسکے متولی تھے اور یہ انبیا کی اولاد ہین انھون نے
گناہ وظلم کیے تو اللہ تعالے نے تجھکو اُنپر مسلط کیا اور رب انکا رب السمٰوات والارض ہو وہی اُنکی بزرگی وعزت کرتا تھا جب اُنھون نے ایسے ایسے
فعل کیے تو اللہ تعالے نے اُنکو ہلاک کیا اور غیرون کو اُنپر مسلط کر دیا - یہ بات اُسکو ناگوار ہوئی اور اُسنے موافق اپنے خیال کے چاہا کہ فلسفی مذہب کا اقرار
کرین اور گمان کیا کہ اُسنے اپنی قوت وجبروت سے یہ سب کام کیا ہے پس اُنسے کہا کہ کیا تدبیر ہے کہ مین آسمان پر پہونچکر وہان والون کو قتل کر کے
اپنی سلطنت قائم کرون کیونکہ زمین مین کوئی میرے مقابلہ کے واسطے نہین ہو انھون نے کہا کہ مخلوقات مین سے کسی کو یہ طاقت نہین ہو اُسنے کہا
کہ غور سے بتلاؤ کہ مین یہ کام کیا چاہتا ہون ورنہ تمکو قتل کرونگا پھر یہ لوگ بہت پریشان وعاجز ہو کر روئے اور جناب باری تعالے مین الحاح کیا
پس اللہ تعالی نے ایک مچھر اپنی قدرت سے بھیجا جو اُسکے نتھنون کی راہ سے چڑھکر اُسکے ام الدماغ تک پہونچکر وہان چمٹ رہا پس اُسکو قرار وسکون نہ ہوتا
جب تک ہتھوڑون سے اُسکا سر ٹھونکا نہ جاتا آخر اُسیطرح مر گیا جب مرا تو اُسکے طبیبون وغیرہ نے اسکا دماغ چاک کیا تو دیکھا کہ کچھ نہین ایک مچھر اُسکے
ام الدماغ کو کاٹ رہا ہو تاکہ اللہ تعالے اپنی قدرت اپنے بندون کو دکھلا دے پھر اللہ تعالے نے بنو اسرائیل کے باقی بچے ہوون کو شام مین پہونچایا وہان انھون نے
عمارت بنوائی اور بڑھے یہانتک کہ جس حال پر پہلے تھے اُس سے اچھے ہو گئے اور وے گمان کرتے ہین کہ اللہ تعالے نے ان لوگون کو دوبارہ زندہ کر دیا تھا
جو قتل کیے گئے تھے بہر حال جب شام مین داخل ہوے تو اُنکے پاس کوئی عہد الٰہی نہ تھا جسپر عمل کرتے اور توریت اس فتنہ مین جل گئی تھی اور
عزیر علیہ السلام بھی انھین قیدیون مین تھے جو بابل پکڑ گئے تھے جب شام مین آئے تو رات دن بسبب توریت کے روتے اور لوگون مین سے نکلکر
پہاڑون وجنگلون مین پڑے رہتے تھے اسی حال مین تھے کہ ایک روز ایک آدمی اُنکے روبرو آیا اور کہا کہ اے عزیر تم کیون روتے ہو کہا کہ مین اللہ تعالے کے
عہد کم ہونے پر روتا ہون بغیر اسکے ہماری دنیا وآخرت کے کام درست نہین ہو سکتے ہین بولا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالے دوبارہ تمکو دیدے فرمایا کہ
ہان اُسنے کہا کہ اچھا جاکر روزہ رکھو اور نہا دھو کر کل کے روز اسی ٹھکانے آؤ عزیر وہان سے آئے اور روزہ رکھکر نہا دھو کر دوسرے دن وہین
جاکر بیٹھے اتنے مین وہ شخص آیا اُسکے پاس ایک پیالہ پانی تھا اور وہ ایک فرشتہ تھا جسکو اللہ تعالے نے بھیجا تھا اُسنے یہ پانی کا پیالہ اُنکو پلایا تو
سب توریت اُنکے سینہ مین منتقل ہو گئی اور وہ غائب ہوا پس عزیر واپس ہو کر بنو اسرائیل پاس آئے اور تمام توریت لکھوائی پھر اللہ تعالے نے
عزیر کو قبض کر لیا مترجم کہتا ہو کہ عزیر علیہ السلام کا قصہ قولہ تعالے او کالذی مر علی قریۃ وہی خاویۃ علی عروشہا الآیہ کے تحت مین گذرا ہو وہان سے

دیکھنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ پھر اسکے بعد بنو اسرائیل نے بدکاریان وگناہ شروع کیے اور اللہ تعالےٰ اُنپر برابر انبیا علیہم السلام بھیجتا تھا تو ایک فریق کو جھٹلاتے اور ایک فریق کو قتل کر ڈالتے غرضکہ ایسی ہی بدکاریان وسخت گناہ کرتے تھے یہانتک کہ آخر مین اللہ تعالےٰ نے اُنپر زکریا ویحییٰ وعیسیٰ علیہم السلام کو بھیجا پھر زکریا مر گئے اور کہتے ہین کہ قتل کیے گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالنے کا قصد کیا تھا اُنکو اللہ تعالےٰ نے اُٹھا لیا اور یحییٰ علیہ السلام کو اُنھون نے قتل کر ڈالا تب اللہ تعالےٰ نے پھر اُنپر بابل کا بادشاہ خردوس مسلط کیا وہ مع لشکر کے روانہ ہوا اور بنو اسرائیل پر غالب آیا تب اُسنے اپنے لشکر کے سردارون مین سے ایک شخص مسمی بیوزرازاذان کو بلایا اور کہا کہ مین نے اپنے پروردگار کی قسم کھائی تھی کہ اگر کبھی بیت المقدس پر غالب ہوا تو اُنکو یہانتک قتل کرونگا کہ اُنکا خون بہکر میرے لشکر کے درمیان پہونچے پس تجھے حکم کرتا ہون کہ جا کر قتل کر یہانتک کہ خون میرے لشکر تک پہونچے پس بیوزرازاذان بیت المقدس مین داخل ہوکر وہان کھڑا ہوا جہان بنو اسرائیل قربانی کیا کرتے تھے وہان اُسنے ایک خون دیکھا کہ جوش مارتا ہے اُسنے پوچھا کہ اے بنو اسرائیل یہ خون کیسا ہی کہنے لگے کہ ہم نے ایکمرتبہ قربانی چڑھائی تھی وہ قبول نہین ہوئی اسوجہ سے یہ خون جوش مارتا ہی اور قریب آٹھ سو برس سے سب قربانیان سوائے اسکے قبول ہوئین اُسنے کہا کہ تم لوگون نے سچ نہین کہا ہی کہنے لگے کہ ہم لوگون سے بادشاہت ونبوت اور وحی جاتی رہی اسوجہ سے یہ قبول نہوا لیکن بیوزرازاذان نے انہین سے سات سو ستر اشراف پکڑ کر اس خون پر قتل کر دیے مگر وہ نہ تھما پھر سات سو غلام اُسپر قتل کیے مگر نہ تھما تو اُسنے سات سو بوڑھے اور عورتین قتل کر دین تب بھی جوش مارتا رہا جب اُسنے دیکھا کہ کسی طرح نہین تھمتا ہی تو کہا کہ اے بنی اسرائیل تم اپنا بھلا چاہتے ہو تو کیون سچ نہین کہدیتے ہو یہ خون قصاص چاہتا ہی مدت سے تم اس سرزمین پر خودمختار رہے تم نے جو چاہا وہ کیا تمھاری خبرون سے معلوم ہی کہ نیکون کو مار ڈالتے تھے لہذا بتلادو ورنہ مین تم سے کسی مرد وعورت کو زندہ نہین چھوڑونگا سب کو اسی خون پر قتل کرونگا جب اُنھون نے دیکھا کہ قتل مین اسکی طرف سے سختی وشدت ہی تو کہا کہ خیر اگر ایسا نہوتا تو ہم نہ بتلاتے ہم مین ایک پیغمبر تھا وہ ہمکو بہت سی باتون سے منع کرتا اور اللہ تعالےٰ کے غضب سے ڈراتا تھا کاش ہم اُسکی پیروی کرتے تو ہمارے لیے بہتری ہوتی وہ ہم سے کہتا تھا کہ ہم پر تم لوگ مسلط کیے جاؤگے مگر ہم نے نہ مانا اور اُسکو قتل کر ڈالا یہ اُس بیگناہ کا خون ہی بیوزرازاذان نے کہا کہ اسکا نام کیا تھا کہنے لگے کہ یحییٰ بن زکریا اُنکا نام تھا اُسنے کہا کہ اب تم نے سچ کہا ہی اور اسی خون کے عوض اللہ تعالےٰ نے تم سے یہ انتقام لیا ہی پھر اُسنے کہا کہ یہان کے دروازے بند کردو اور خردوس کے لشکر کے جو لوگ وہان تھے اُنکو ٹال دیا اور تنہا بنی اسرائیل کے ساتھ رہگیا اور کہا کہ اے یحییٰ بن زکریا پروردگار میرا وتمھارا خوب جانتا ہی جو تمھارے خون کی وجہ سے تمھاری اس قوم کو پہونچا ہی اور جسقدر قتل ہوے ہین اب اپنے رب کے حکم پر یہ خون ٹھہر جاوے قبل اسکے کہ مین انہین سے کسی کو باقی نہ چھوڑون پس اللہ تعالےٰ کے حکم سے وہ خون ٹھہر گیا اور بیوزرازاذان نے اُنپر سے قتل دور کر دیا اور سجدہ مین گیا اور کہا کہ مین اُسی رب پر ایمان لایا جسپر بنو اسرائیل ایمان لائے ہین اور اُسنے بنو اسرائیل سے کہا کہ خردوس نے مجھے حکم دیا ہی کہ مین تم لوگون کو یہانتک قتل کرون کہ تمھارا خون اُس کے لشکر کے بیچ مین پہونچے اور مجھے یہ طاقت نہین کہ اُس سے مقابلہ کرون اُنھون نے کہا کہ پھر جو حکم ہی وہ کرو اُسنے کہا کہ خیر تم لوگ جلدی ایک خندق کھودو اور حکم دیا کہ گھوڑے وخچر واونٹ وگاے وبکری جسقدر ہین سب لاؤ پس سب جمع کیے اُسنے ذبح کر ڈالے اور خون جاری ہوا اور آخر کچھ بنو اسرائیل بھی قتل ہوے اور جو پہلے قتل ہوے تھے اُنکی لاشین بھی وہین ڈلوادین یہانتک کہ خردوس نے یہی گمان کیا کہ یہ سب خون بنو اسرائیل ہی کا ہی یہانتک کہ خون اُسکے لشکر کے بیچ مین پہونچا جب اُسنے حکم بھیجا کہ اب قتل موقوف کرے پھر مع فوج کے بابل لوٹ گیا اور بنو اسرائیل اس واقعہ مین فنا ہوگئے یا قریب فنا ہونے کے پہونچ گئے تھے اور یہ دوسرا واقعہ اُنکے فساد کا ہی کما قال تعالیٰ لتفسدن فی الارض مرتین پس پہلا واقعہ تو بخت نصر واُسکے لشکر کا تھا اور دوسرا واقعہ خردوس واسکے لشکر کا تھا اور یہ پہلے سے بڑھا ہوا تھا پھر اسکے بعد بنو اسرائیل کا جھنڈا بلند نہوا اور

انکی بادشاہت نہ رہی بلکہ بادشاہت روم ویونان کی طرف منتقل ہوگئی ولیکن بنواسرائیل کی تعداد بہت ہوگئی اور روے بیت المقدس واسکے
نواح مین رئیس باقی رہگئے اور تب بھی نعمت وعیش مین تھے مگر پھر انھون نے اسپر بھی بدعتین وبدکاریان پھیلائین تو اللہ تعالے نے انپر روم کے
بادشاہ طیطیوس بن اصطیانوس کو مسلط کیا اُسنے اُنکے ملک کو برباد کردیا اور وہان سے پریشان کرکے متفرق کردیا اور انپر ذلت وخواری کا داغ
ہوگیا کوئی نہین باقی جسپر ذلت ومسکنت نہ برستی ہو اگرچہ مالدار ہو اور بیت المقدس اسی طرح اجاڑ پڑا رہا یہانتک کہ حضرت عمرؓ کا زمانہ آیا اور
مسلمانون نے بیت المقدس کو فتح کیا اور نصرانیون کے قبضہ سے نکالا اور حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے اُسکو آباد کیا قتادہ رحمہ نے فرمایا کہ
اول مرتبہ اللہ تعالے نے جالوت کو بنواسرائیل پر مسلط کیا پھر رحم فرماکر اُسپر بنواسرائیل کو فتح دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا پھر ایک زمانہ کے بعد
بنواسرائیل نے بدکاریان حد سے بڑھائین تو بخت نصر کو مسلط کیا اُسنے بیت المقدس کو اجاڑ دیا اور قتل وغارت کی سدی رحمہ نے باسناد خود
بیان کیا کہ بنواسرائیل مین سے ایک شخص نے خواب مین دیکھا کہ بیت المقدس کی بربادی ایک یتیم کے ہاتھون ہوگی جو بابل کا رہنے والا ہے اسکو
بخت نصر کہتے ہین چونکہ یہہ شخص سچ بولتا تھا تو اسکا خواب سچا ہوتا تھا پس نکلکر روانہ ہوا اور بابل پہونچکر دریافت کرتا ہوا بخت نصر کے یہان
اترا اور بخت نصر لکڑیان توڑنے گیا تھا ایک گٹھا سر پر رکھے ہوے لایا اور اتار کر بیٹھا تو اس اسرائیلی سے باتین کین اُسنے تین درم دیے جسکا کھانا
پینا وشراب خریدی پھر دوسرے روز پھر تیسرے روز یہی کیا پھر اس سے کہا کہ مین چاہتا ہون کہ تو میرے واسطے امان نامہ لکھدے اگر تو کبھی
بادشاہ ہوجاوے ۔ اُسنے کہا کہ تو مجھ سے مسخرہ پن کرتا ہے اُسنے کہا کہ نہین بلکہ مین اپنے واسطے مضبوطی کرکے تیرے پاس کچھ احسان چھوڑنا چاہتا ہون
پس اُسنے امان نامہ لکھدیا پھر اُسنے کہا کہ اگر مین حاضر ہوا اور تیرے گرد لوگ ہوے تو میری رسائی کیونکر ہوگی اُسنے کہا کہ نیزہ یا لکڑی پر بلند کرکے
مجھے دکھلا دیگا تو مین پہچان لونگا۔ پھر واضح ہو کہ بادشاہ بنواسرائیل کا یحییٰ علیہ السلام کی تکریم کرتا تھا اور اپنے تخت پر بٹھلاتا تھا اتفاق سے وہ
اپنی جورو کے دختر پر عاشق ہوا اور ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی لڑکی پر عاشق ہوا پس اُسنے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے اُسکے ساتھ
نکاح کرنے کا سوال کیا آپ نے اس سے بالکل منع کیا یہ خبر اُسکی ماں کو پہونچی تو اُسکے دل مین کینہ پیدا ہوا جسوقت بادشاہ شراب پینے بیٹھا تو اُسنے اس
لڑکی کو سُرخ باریک لباس سے آراستہ کیا اور خوشبو لگاکر زیور پہنایا اور بادشاہ کے پاس بھیجا اور اسکو حکم دیا کہ بادشاہ کو شراب پلانا پھر اگر وہ
کچھ خواہش کرے تو انکار کرنا اور کہنا کہ اس شرط سے کہ میری ایک بات مانے جب مان لے تو کہنا کہ یحییٰ بن زکریا کا سر اس طشت مین لایا جاوے
اُس کمبخت نے یہی کیا بادشاہ نے اقرار کیا کہ کیا چاہتی ہے اُسنے اس طشت مین حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مانگا بادشاہ نے کہا کہ ارے کمبخت اسکے
سواے کچھ اور مانگ وہ بولی کہ مین اسکے سواے کچھ اور نہین چاہتی ہون آخر اُسنے غلبہ شہوت مین حکم دیا کہ یحییٰ علیہ السلام کا سر اس طشت مین لایا
جاوے وہ لاکر رکھا گیا تو سر بولتا تھا کہ تیری بربادی ہو تجھپر کبھی حلال نہین ہے اور بار بار کہتا تھا جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ مذبح مین اُنکا خون
جوش مارتا ہے اُسنے حکم دیا کہ اُسپر مٹی ڈالی جاوے مگر مٹی کو توڑ کر خون چڑھا اور اوبلتا تھا یہانتک کہ اُسپر اسقدر مٹی ڈالی گئی کہ دیوار شہر پناہ تک پہونچی
مگر وہ اسیطرح جوش مارتا رہا پھر صحابین بادشاہ بابل نے ایک لشکر جرار بسرداری بخت نصر کے بنواسرائیل پر روانہ کیا جب بنواسرائیل نے سنا تو اپنے
قلعون مین بیٹھ رہے اور سامان مضبوط کیا اور بخت نصر نے ایک مدت تک انکا محاصرہ کیا آخر محاصرہ سے تنگ ہوکر بخت نصر نے واپسی کا قصد کیا یہین
بنواسرائیل کی ایک بڑھیا نکلی اور اُسنے کہا کہ تو شہر فتح کرنے سے پہلے واپس جاتا ہے اُسنے کہا کہ مجھے محاصرہ مین مدت ہوگئی اور اسباب رسد غلہ وغیرہ سے لشکر کو
تکلیف ہوتی ہے لہذا واپس جاتا ہون اُسنے کہا کہ اگر مین تجھے شہر فتح کرادون تو جو مانگون وہ تو مجھے دیگا وہ یہہ کہ جہانتک مین تجھکو قتل کرنے کا حکم دون
وہانتک قتل کیجیو اور جب منع کرون تو باز رہیو اُسنے کہا کہ ہان منظور ہے بولی کہ صبح کو اپنے لشکر کے چار حصہ کرکے ہر طرف قائم کر اور ہر سردار ہاتھ اٹھاوے

کہ یا اللہ ہم لوگ یحیی بن زکریا کے خون کے قصاص لینے کو چاہتے ہین کہ تو یہ شہر ہم پر فتح کر دے پس دیوارین گر جاوینگی انھون نے یہی کیا اور دیوارین گر پڑین پس لشکر سب طرف سے اندر آیا اُسنے کہا کہ انکے قتل سے ہاتھ روکو اور بخت نصر کو لیے ہوے یحیی علیہ السلام کے خون پہ گیی اور کہا کہ اس خون پر بنو اسرائیل کو قتل کر یہانتک کہ خون تھم جاوے پس اُسنے ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کیے یہانتک کہ وہ ساکن ہوا پھر اُسنے کہا کہ اب قتل سے ہاتھ روک لے کیونکہ جب پیغمبر قتل ہوتا ہے تو اللہ تعالے کا غضب ہوتا ہے یہانتک کہ جس نے قتل کیا اور جو اُسپر راضی ہوا سب قتل کیے جاوین پھر وہ شخص آیا جس نے امان نامہ لکھوایا تھا پس بخت نصر نے اُسکو مع اُسکے گھر والون کے امان دی اور اُسنے بیت المقدس کو اُجاڑ دیا اور اُس مین نجاست ڈالی اور اُسکی بربادی پر رومیون نے بھی اُسکی اعانت کی اس جہت سے کہ بنو اسرائیل نے یحیی علیہ السلام کو قتل کیا تھا اور بنو اسرائیل کے بہت لوگ قید کر کے اپنے ساتھ لیگیا جنمین دانیال اور اولاد انبیاء علیہم السلام تھے اور اپنے ساتھ جالوت کا سر بھی لیگیا پھر جب بابل پہونچا تو وہان صنحابین مر چکا تھا پس بجاے اُسکے بادشاہ ہو گیا اور دانیال و لوگ ساتھی اُسکے نزدیک زیادہ عزت والے تھے پس مجوس نے حسد کر کے بادشا سے کہا کہ دانیال و اسکے ساتھی تیرے رب کی بندگی نہین کرتے اور نہ تیرا ذبیحہ کھاتے ہین اُسنے انکو ایک گڑھے مین مع ایک درندہ کے ڈال دیا دوسرے روز دیکھا تو سب اوپر بیٹھے ہین اور درندہ بھی پانون پھیلائے پڑا ہے اور ایک ساتوان آدمی بیٹھا ہے اُسنے اُٹھکر اسکو ایک تھپیڑ مارا کہ وہ مسخ ہو گیا اور سات برس اس حال سے رہا پھر اللہ تعالے نے اُسکو ہلاک کر دیا۔ ایسا ہی وہب کی روایت ذکر کی اور امام محی السنہ نے بعد اسکے لکھا کہ جن راویون نے یہ بیان کیا کہ بخت نصر نے بنو اسرائیل پر اُسوقت لشکر کشی کی ہے جب انھون نے یحیی علیہ السلام کو قتل کیا تو اہل تواریخ کے نزدیک یہ روایت غلط ہے بلکہ اہل تواریخ سب متفق ہین کہ بخت نصر نے اسوقت حملہ کیا ہے جب بنی اسرائیل نے شعیاء علیہ السلام کو قتل کیا تھا اور بخت نصر کے فتح کرنے سے حضرت یحیی علیہ السلام کی پیدایش تک چار سو اکسٹھ برس کا زمانہ ہے اور جب سے بخت نصر نے بیت المقدس کو خراب کیا تھا اُسوقت سے یہ لوگ بابل مین زمانہ کیوس بن اخشورش بن اسبہیاء مین جو بہمن بن اسفندیار کی طرف سے بابل کا بادشاہ تھا عبادت کرتے رہے پھر بیت المقدس تعمیر ہونے کے بعد اسکندر یونانی کے بیت المقدس پر غالب ہونے تک اٹھاسی برس کا زمانہ ہے پھر اُسکی بادشاہت سے یحیی بن زکریا علیہما السلام کی شہادت تک تین سو تریسٹھ سال ہین پھر لکھا کہ صحیح اس سب مین سے وہ ہے جو محمد بن اسحق نے ذکر کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سابق مین شیخ ابن کثیر رحمہ نے سعید بن المسیب کی روایت جوش خون کی صحیح بیان کی اور وہ زمانہ بخت نصر کا مذکور ہے تو شاید کہ خون شعیاء کا جوش ہو ولیکن اسکی کوئی روایت نہین اور شیخ ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ اس بارہ مین اسرائیلیون کی تواریخ و بیان سے بہت سی روایات مروی ہین اور اکثر مختلف ہین اور مین اُنکے ذکر کرنے سے طول نہین دیتا کیونکہ اُنمین سے بعض روایات کو زندیق بدکار اہل کتاب وغیرہ نے بنا کر ذکر کیا ہے اور بعضون مین احتمال ہے کہ صحیح ہون اور لکھا کہ جو صحت کے قریب ہو اسکی روایت کرنا اور لکھنا جائز ہے ولیکن اللہ تعالے نے ہمکو ان روایات سے مستغنی رکھا ہے کوئی ضرورت ہمکو تفسیر مین انکی نہین ہے بحمد اللہ کہ جسقدر اللہ تعالے نے کتاب مجید مین فرمایا اس سے ہمکو دوسری کتابون سے استغنا ہو گیا تو بھلا تاریخون کا کیا ذکر ہے چنانچہ اللہ تعالے نے یہان آگاہ فرمایا کہ ہم نے توریت مین پہلے سے بنو اسرائیل کو مطلع کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ اس ملک مین فساد کروگے اور جب انھون نے اول مرتبہ فساد کیا یہانتک کہ انبیاء و علماء مین سے ایک خلق کثیر کو قتل کر ڈالا علاوہ محارم و معاصی کے تو اُنپر اُنکا ایک دشمن جنگجو مسلط کیا گیا جسنے بیدھڑک اُنکے سرون کو دھڑ سے جدا کر دیا اور اُنکے شہرون و گھرون مین داخل ہو کر اُنکو ذلیل و مقہور کر دیا اور یہ دنیاوی عوض ہے اللہ تعالے بندون مین سے کسی پر ظلم نہین فرماتا ہے دوسری مرتبہ فساد کیا تو دوسرا دشمن اُنپر مسلط ہوا اور اُسنے اول مرتبہ سے زیادہ ہلاک و برباد کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ سخت غضب اللہ تعالے کا اُس شخص پر ہے جسنے کسی نبی کو قتل یا اُسکو کسی نبی نے قتل کیا ہو۔ واضح ہو کہ اگلے لوگون مین تاریخ کا دستور نہ تھا صرف بڑے بڑے وقائع زبانی کہانی کے طور پر زبان زد رہتے اور

آخر فراموش ہوجاتے اور اکثر واقعات بادشاہون کے واسطے قصہ گو شاعر ایسے سخت مبالغہ کے ساتھ باندھکر بیان کیا کرتے کہ اصلی بات کا پتہ ملنا دشوار ہوجاتا تھا چنانچہ قدیم تاریخین ایران وہندوستان وغیرہ کی شاہدہین اور فرنگستان مین تو ابھی تھوڑے زمانہ تک یہی جہالت طاری رہی جب سے عرب نے تاریخ وعلوم مین کوشش کی تب سے یہ فن جاری ہوا مگر اب تک اخبارات بہت سے جھوٹی خبرون سے بھرے ہوتے ہین کہ جنکی تصدیق نہین ہوسکتی ہے اور جو شخص انصاف کے اندر سچ سے جھوٹ کی طرف جانے مین ڈرے اور پرہیز کرے وہ اسمین کچھ تامل نہین کرسکتا اسیواسطے ہر ایک خبر کی تصدیق کلام الٰہی سے کافی ہے والحمد للہ علی ذالک۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ ان احسنتم احسنتم لانفسکم۔ اشارہ ہے کہ اکثر بندون کے اعمال عوض کے واسطے ہوتے ہین جس سے اُنکے نفوس کو حظ ہوا اور سچی بندگی خالص جو ازل مین بحق ربوبیت الٰہی اُنپر واجب ہوئی تھی ادا نہین کرسکتے پس جس نے نجات کے واسطے عمل کیا اسنے اپنے حظ نفس کے واسطے کیا اور جس نے ثواب کے لیے کیا اپنے حظ نفس کے لیے کیا اور جسنے محبت و اُنس وغیرہ کے واسطے کیا اُسنے اپنے حظ نفس کے لیے کیا ہان جس نے ان اسباب کے سوائے عمل کیا اور کسی سبب وعوض کو دخل نہ دیا بلکہ خالص بندگی پر قیام کیا اور فنا ہوکر شرمندہ ومخجل رہا اُسنے اللہ تعالےٰ کے لیے عمل کیا ولیکن یہ واضح رہے کہ اُسکے اعمال بھی اسی کی طرف رجوع کرتے ہین دو وجہ سے ایک یہ کہ مخلوق کی بندگی لائق بشان خالق عزوجل نہین ہے اور دوم یہ کہ اوتعالےٰ جل شانہ مخلوق کی بندگی اور مخلوق کی نافرمانی دونون سے پاکیزہ ہے کیونکہ وہ الحی القیوم ہے اسکو مطیع کی طاعت سے اُنس نہین اور عاصی کی معصیت سے کچھ وحشت نہین ہے لہذا فرمایا ان اللہ لغنی عن العالمین۔ اسمین ایک عجیب نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مشاہدہ حق کا شاہد ہوا تو اپنے نفس کے لیے کچھ شہود کے حق کے لیے نہوا اور اگر بحق شہود مشاہدہ ہوا حتی کہ مشاہدہ مین فنا ہوگیا تو حق کے مشاہدہ کے اندر اپنے مشاہدہ مین فنا ہوا کیونکہ سطوات عظمت ہر شاہد کے واسطے مفنی ہے شیخ ابوسلیمان دارانیؒ نے کہا کہ دنیا مین عمل کرنے والے کئی وجہ پر عمل کرتے ہین ہر ایک انھین سے اپنا حصہ چاہتا ہے پس جاہل تو غفلت پر عمل کرتا ہے یعنی غفلت مین جو نفس کو جانورون کے مانند بیفکری وتن پروری ہے وہی اُسکا حصہ ہے اور درحقیقت وہی اسکو اسطرح جانور کی صفت پر رکھتا ہے اور ایک عامل اپنی عادت پر عمل کرتا ہے یعنی باعث اُسکے واسطے وہی اُسکی عادت ہے کیونکہ خلاف عادت انسان کو تکلیف دیتی ہے اور ایک متوکل جو فراغت پر طاعات کرتا ہے یعنی وہی حظ توکل اُسکو باعث ہوتا ہے اور ایک زاہد ہے جسکو حلاوت زہد عمل کراتی ہے اور ایک خوف کہ جو خوف پر عمل کرتا ہے اور ایک سچا مومن جو محبت سے عمل کرتا ہے مگر ایسے لوگ تو سب تھوڑون کے تھوڑے ہین قولہ عسیٰ ربکم ان یرحمکم وان عدتم عدنا امید کو بیان کیا اور رحمت کو مقدم کیا اور بیان اسمین تربیت کا ہے گویا مقام خوف سے مقام اُمید مین بلایا اور وحشت پر نظر کرنے سے روکا اور مقام تربیت مین لایا اور عذاب دیکھنے سے نظر دور کراکے رحمت کو دکھلایا ہے اور محصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی رحمت قدیم کو ہر حال مین خواہ اطاعت کرین یا معصیت کرین جاری فرماتا ہے کیونکہ وصف آلٰہی ہر وصف پر غالب ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے امر پر قادر ہے پھر بقولہ تعالےٰ ان عدتم عدنا۔ اکساب قائمہ بمشیت کو ثابت کیا حتی کہ اگر قہریات مین عود کرین تو اللہ تعالےٰ پھر اُنکو اس سے نجات دینے پر عود فرمادے کیونکہ رحمت سابق بر غضب ہے پس جسنے عالم لطف مین عود کیا وہان عود بلطف ہے پس دیدار جلال وہان بلباس لطف ہے علی ہذا بندہ نے اگر معصیت کی طرف عود کیا تو یہ اُسکا عود اپنی جبلت کی طرف ہے جو جہالت وعصیان ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے ازلی لطف وکرم پر عود فرماتا ہے کیونکہ یہ اصل قدم سے ہین اسیطرح عود ہجران کے عوض مین عود بوصال ہے اور مجاہدہ کی طرف عود کرنے سے کشف مشاہدہ ہے اور شیخ ابن عطا رحہ نے فرمایا کہ اسمین بندون کو مہربانی سے راہ راست کی ہدایت ہے پس وہ گناہون کی تاریکی سے طاعات کے انوار مین لاتا ہے سو جس نے سوائے اللہ تعالےٰ کے غیر سے رحمت طلب کی وہ خطاکار گنہگار ہے شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بندہ اگر معصیت کی طرف عود کرتا ہے تو رحمت الٰہی اُسکے مغفرت کی طرف عود کرتی ہے اور شیخ وراق وشیخ استاد وغیرہ کے قول متقارب ہین طاعت مین آسانی وقبول ہے اور توبہ مین دوام فضل ہے پھر بیان فرمایا کہ یہ قرآن اہل عرفان کو اُنکے سلوک مین سب سے بہتر راہ صواب د

طریق مستقیم دکھلاتا ہی کما قال اللہ تعالے۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ وَّاَنَّ

یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے ایسے طریقہ کی جوکہ اقوم ہے اور بشارت دیتا ہو مومنون کو جو عمل کرتے ہین اچھے کہ بیشک اُنکے واسطے ثواب عظیم ہو اور اُنکو

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۠

جو لوگ کہ نہین ایمان لاتے آخرت پر اُنکے لیے ہمنے مہیا ہے دکھ دینے والا عذاب

واضح ہوکہ توریت حضرت موسیٰ ع پر نازل کی اور اُسمین بنو اسرائیل کو نیکی و بدی سے آگاہ فرمایا حتیٰ کہ اُنکے دو مرتبہ فساد کرنے کی بھی خبر دیدی اور ویسا ہی اُنھون نے دنیا مین بدلا پایا اب تمام لوگون کو قرآن مجید کی بزرگی سے آگاہ کیا کہ اپنی دنیا و آخرت کی بہتری کے لیے اُسکا راستہ اختیار کرین پس فرمایا اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یہ قرآن یعنی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہی يَهْدِيْ لِلَّتِيْ ہدایت کرتا ہو ایسے طریقہ کی اور بعض نے کہا کلمہ کی یعنی لا الٰہ الا اللہ کی هِيَ اَقْوَمُ جو کہ نہایت اقوم ہی یعنی پورا عدل و راست ہی جس نے اس طریقہ کو اختیار کیا اُس نے سب سے بہتر عدل اختیار کیا اور اس سے دنیا مین بھلائی اور آخرت مین جنت ہی۔ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور بشارت دیتا ہو مومنون کو جو اسپر ایمان لائے ہین یعنی دل مین یقین کیا ہو الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ وے مومنین جو موافق یقین کے نیک کام کرتے ہین اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۙ یہ بشارت کہ ان مومنون کے واسطے اجر کبیر ہی پس جنت و اُسکی اعلیٰ مراتب جو قیاس سے باہر ہین سب کو شامل ہے اور دنیا کی خوبیان بھی اس مین شامل ہین۔ صالحات اعمال وہی ہین جو قرآن پر ایمان کے ساتھ اس کے موافق ہون پس جو لوگ قرآن پر ایمان لائے اور اُسی کے حکم پر نیک کام کیے وہ دنیا مین سلطنت و حکومت کے لائق ہین وہی سلاطین ہونگے اور آخرت مین اُنکے لیے جنت و نعمت ہے۔ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اور بشارت دیتا ہے یعنی بدبختون کو عذاب کی خوشخبری سناتا ہے جو لوگ کہ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ نہین یقین لاتے آخرت کا۔ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۠ ہم نے اُنکے لیے عذاب درد دینے والا مہیا کیا ہے یعنی جہنم کو۔ مترجم کہتا ہے کہ کافرون کے واسطے بشارت عذاب اُنکے جلانے کو ہے جیسے قولہ فبشرہم بعذاب الیم۔ اور یہ اس صورت مین ہے۔ وان الذین۔ داخل تحت بشارت ہو جیسا کہ شیخ ابن کثیرؒ کا ظاہر کلام ہے اور اگر علٰحدہ ہو تو قرآن سے کافرون کا یہ بدانجام ظاہر ہوا کہ اُنکے لیے جہنم ہے۔ واضح ہو کہ قرآن کا ہادی ہونا معجزہ ہے جو کوئی قرآن پر عمل کرے اُسنے راہ مستقیم چلنا اختیار کیا۔ اور فضائل قرآن احادیث شریف مین بھی بہت کثرت سے وارد ہین اور ایک سے ایک افضل ہین۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم۔ یعنی قرآن مجید اپنے نور سے اپنے اوپر یقین لانے والون کو اللہ تعالے کی طرف مستقیم راہ دکھلاتا ہے جو اُسپر چلے ہر حال مین نیکی و بھلائی پاوے اور یہ راہ طاعت کی ہے کہ سالک کو مقام وصال و کشف جمال مین پہونچاتی ہو اور قرآن کے معانی ظاہری سے ہدایت بحقائق باطنہ ہوتی ہو اور حقائق باطنہ سے وصول بنور حقیقت ہوتا ہو اور اس نور سے وصول باصل صفت ہو اور صفت سے بذات عزوجل پس اُسکو مخفی طریقہ سے سمجھنا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ قرآن کے واسطے اسمار و نعوت و اوصاف ہین اور ایسے صفات ہین کہ عارف صادق کو عیون ذات و صفات دکھلاتے ہین اور اسمار و نعوت و اوصاف وہی اقوم طریقہ ہین کیونکہ اپنے اوصاف سے عوام اُسکے ساتھ سلوک کرتے ہین اور اہل قرآن اُسکی صفات کے ساتھ سالک ہین۔ اور اہل القرآن وے ہین جو حق تعالے کی مراد کے موافق قرآن کے تابع ہوتے ہین اُنکو بشارت ہی کہ انکے لیے دائمی اجر مشاہدہ و کشف بلا حجاب ہی۔ ابن عطار رح نے کہا کہ قرآن راہبر ہو اور اسکی رہبری فقط حق پر ہو تو جو اسکی پیروی پر رہا خواہ مخواہ اُسکو حق سے واصل کریگا پھر حق کے سوا سے گمراہی و ضلالت ہی جسنے اُس سے اعراض کیا خواہ مخواہ وہ جہالت و ہلاکت مین پڑا شیخ ابو عثمان نے لکھا محمد بن الفضل رح کو جس نے

قرآن کے ساتھ تمسک کیا تو اُسکو ہمیشہ استقامت کی توفیق ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ان ہذا القرآن یہدی للتی ہی اقوم۔ پھر لازم ہے کہ آدمی اللہ تعالی سے راہ مستقیم پر ہدایت کی درخواست کرے و بدگوئی سے بچے

وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاۗءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَـتَيْنِ فَمَحَوْنَا

اور دعا کرتا ہے آدمی بُرائی کے ساتھ مانند اسکے دعا کرنے کے بھلائی کے ساتھ اور انسان جلد باز ہے اور ہم نے بنا دیا رات اور دن کو

اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ

دو آیتین سو ہم نے محو کر دیا رات کی آیت کو اور بنا دیا دن کی آیت کو روشن تاکہ تم تلاش کرو فضل کو اپنے رب سے اور تاکہ معلوم کرو شمار برسون کا اور حساب

وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝

اور ہر ایک چیز ہے کہ ہم نے اسکو مفصل کر دیا تفصیل کے ساتھ

ح وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاۗءَهٗ بِالْخَيْرِ یعنی انسان کبھی بے صبری سے اپنی ذات پر یا اولاد و مال پر خیر کی دعا کی طرح بدی کی دعا کر بیٹھتا ہے مثلاً مر جاوے یا برباد ہو یا اُس پر لعنت ہے یا مردود ہو اگر اللہ تعالے اُسکی ایسی دعا بھی قبول کرے تو وہ اپنے ہاتھون آپ برباد ہو اور یہ عورتون مین بہت پایا جاتا ہے کیونکہ سبب اسکا جلد بازی و بے صبری ہے لہذا فرمایا۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ اور انسان عجول ہے یعنی جلد بازی و بے صبری کی صفت رکھتا ہے۔ اس آیت کی تفسیر یون ہی ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے مروی ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ لوگو اپنی جانون پر بددعا مت کیا کرو ڈرو کہ ایسا نہو کہ تمہاری دعا دن رات کی اس ساعت مین پڑے جسمین اللہ تعالے ہر دعا قبول فرما لیتا ہے یعنی رات دن مین ایک ساعت ضرور ایسی ہوتی ہے کہ جو کوئی دعا اُسمین کیجاوے ضرور قبول ہوتی ہے اور ظاہر امراد یہ ہے کہ جو کچھ بھلائی یا برائی جسطرح بندہ مانگتا ہے اُسی طرح دیدی جاتی ہے ورنہ دعا تو ہر وقت اللہ تعالے کے فضل سے قبول ہوتی ہے خواہ وہی چیز اُسکو دیجاوے جو مانگتا ہے اور اگر اسکے حق مین بہتر نہو تو دوسری چیز عوض دیجاوے خواہ اُسی زمانہ مین جلدی یا جسوقت اسکے حق مین بہتر ہو جیسا کہ احادیث مین آیا ہے اور شیخ ابن کثیر رہ نے لکھا کہ حضرت سلمان فارسی و ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس مقام پر انسان کے عجول ہونے کی صفت حضرت آدم سے متوارث ہونا اسطرح بیان فرمایا کہ آدم علیہ السلام کے جسم مین جب روح پھونکی گئی تو سر کی طرف سے شروع ہوئی جب اُنکے دماغ کو پہونچی تو اُنھون نے چھینک لی اور الحمد للہ کہا پس اللہ تعالے نے فرمایا اے آدم تجھ پر تیرا رب رحم فرماوے۔ جب روح اُنکی آنکھون تک پہونچی تو آنکھ کھولا جب اُنکے اعضا مین اور جسم مین ساری ہوئی تو اُسکو دیکھنا شروع کیا اور اُنکو خوشگوار عجیب معلوم ہوا اور ہنوز پاؤن تک نہین پہونچی تھی کہ اُنھون نے کھڑے ہونے کا قصد کیا مگر نہ کھڑے ہو سکے اور کہا کہ اے رب یہ جلدی ہے۔ مسئلہ جلد بازی ہر کام مین مکروہ ہے اور حدیث مین ہے کہ عجلت شیطان کی طرف سے ہے اور آہستگی رحمن کی طرف سے ہے۔ مسئلہ نماز جمعہ و جماعت مین سے اگر خوف فوت ہو تو بھی تیزی سے جس سے وقار جاتا رہتا ہے نہ چلے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے واضح ہو کہ جلد بازی مقابل آہستگی کا ہے اور تاخیر کا مقابل نہین ہے چنانچہ تاخیر کرنا وقت سے بدون حکم شرعی کے مکروہ ہے مثل نماز عشا کی تاخیر تہائی رات تک بحکم حدیث صحیح ہے تو وہ مستحب ہے بخلاف اسکے اگر حج کی استطاعت پائی اور فرض ہوا تو تاخیر بالاتفاق مکروہ ہے یون ہی کنواری لڑکی کا کفو شوہر ملے تو تاخیر مکروہ ہے اور اپنی عاقبت کے لیے نکوئی مین تاخیر مکروہ ہے غرضکہ آہستگی سے کام کرنا سمجھ بوجھکر محمود ہے اور عجلت مکروہ ہے اور کام کو وقت پر کرنا اچھا ہے و تاخیر بلا حکم شرع مذموم ہے اور اُسکی جزئیات فقہ مین بہت ہین۔ سراج مین اس آیت کی تحت مین لایا کہ روایت ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ بنت زمعہ کو جو آپ کی ازواج پاک مین سے ہین ایک قیدی حوالہ کیا وہ قیدی رات کو دردناک نرم آواز سے رونے لگا تو حضرت سودہؓ نے فرمایا کہ تو کیون روتا ہے اُسنے اپنا حال درد دکھ ایسے طور پر بیان کیا کہ آپ کو رحم آگیا اور اُسکی مشکین کھول دین وہ بھاگ گیا جب صبح ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو مانگا پس آپ کو حال سے آگاہی دی گئی آپ نے بد دعا دی کہ الٰہی اس عورت کا ہاتھ کاٹ دے سودہ رہ نے یہ سنکر اپنا ہاتھ بلند کیا کہ اب اللہ تعالےٰ کی طرف سے کاٹا جائیگا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نادم ہوئے اور کہا کہ اللھم انما انا بشر الحدیث یا الٰہی مین تو تیرا بندہ بشر ہون جیسے اور لوگ غصہ ہو جاتے ہین مین بھی غصہ ہوتا ہون سو جسپر مین کوئی بد دعا کرون میری دعا اسکے حق مین رحمت کر دے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث مشکوٰۃ وغیرہ مین ایک یتیمہ لڑکی کے معاملہ مین مذکور ہے کہ اُس کی نسبت کچھ کلمہ فرمایا تھا تو جب اس لڑکی کی متولیہ نے عرض کیا تو آپ نے اسطرح فرمایا اور رہا یہ قصہ جو سبب نزول ذکر کیا ہے بغیر حوالہ بیان کیا۔ پھر لکھا کہ بعض کے قول مین نضر بن الحارث کے حق مین ہے جو کہتا تھا کہ اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ الآیہ۔ اور جنگ بدر کے روز دعا کی کہ دونون گروہ مین سے بہتر کو فتح دے پس اُس روز گرفتار ہو کر قتل کیا گیا اور دیگر کفار قریش جو جہالت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن کو وحی الٰہی نہ جانکر عذاب مانگتے تھے۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا کہ مراد یہ ہے کہ آدمی کبھی ایک چیز کے مانگنے پر ہٹ کرتا ہو جانتا ہے کہ اُسکے حق مین بہتر ہے حالانکہ اس سے درحقیقت اُسکے لیے بہت خرابیان پیدا ہوتی ہین مگر وہ بغیر خوض و غور کے جلد بازی سے اُسی کو چاہتا ہے۔ ف یدع الانسان۔ دراصل یدعوا الانسان بواو ہے ولیکن تمام مصاحف مین بغیر واو لکھا گیا ہے چونکہ تلفظ مین ظاہر نہین ہوتا تھا تو خط مین بھی حذف ہوا اور یہ نکتہ بحر علم صحابہ رضی اللہ عنھم مین سے ملتا ہے اور نظیر اسکی قولہ سندع الزبانیہ۔ اور سوف یوت اللہ المؤمنین۔ اور یوم ینادِ المناد اور فما تغن النذر ہین اور اس باب کے دیگر صیغے بواؤ و یار مکتوب ہوے ہین۔ امام رازی رہ نے کہا کہ یہ صریح دلیل اس بات کی ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس قرآن مجید کو بالکل تحریف سے اور تغیر سے محفوظ فرما دیا ہے کیونکہ واو و یار کا اکثر مقامات کے الفاظ مین قرآن مجید کے اندر موجود ہونا اور صرف ان چند مقامات مین مکتوب نہونا دلیل صریح ہے کہ یہ قرآن جیسے سُنا گیا تھا اُسی طرح نقل ہوا ہے اور اسمین کسی شخص نے اپنی فہم و عقل سے ذرا بھی تصرف نہین کیا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے انعامات دین و عجائب آیات کے ساتھ دنیاوی زندگی مین جن نعمتون سے قدرتین دکھلائی ہین بیان فرمائین بقولہ۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ یعنی ہم نے رات و دن کو دو نشانیان بنا دیا پس یہ اللہ تعالےٰ کی وحدانیت و قدرت کی دلیل ہین۔ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ پھر محو کر دیا ہم نے آیۃ اللیل کو۔ سراج مین کہا کہ آیۃ اللیل کی اضافت بیانیہ ہے اور مراد آیتین سے نفس لیل و نہار ہے اور بعض نے کہا کہ اللیل والنہار ظرف ہین یعنی لیل و نہار مین ہم نے دو آیتین پیدا کین یعنی سورج و چاند پھر محو فرمایا آیۃ لیل کو یعنی چاند کو۔ معالم مین کہا کہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے سورج کو ستر جزر دیے اور چاند کو بھی اُسی قدر دیے پھر چاند مین ایک جزر رکھا اور باقی سورج مین بڑھا دیے۔ حکایت ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ تین مرتبہ اپنا پر چاند پر ملا کہ اُسکا نور مطموس ہوگیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہو کہ قمر کو شمس سے نور پہونچتا ہے تو اُسکے یہی معنی ہونگے کہ سورج مین نور دوچند کر دیا اور چاند مین ایک حصہ رکھا ہے ولیکن خیالات فلسفی صرف اوہام و اٹکل ہوتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رہ نے ذکر کیا کہ ابن جریج نے مجاہد سے روایت کی کہ سورج تو آیۃ النہار ہے اور آیۃ اللیل قمر ہے اسکا محو سواد ہے جو قمر مین ہے اور یون ہی اُسکو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا۔ ابن جریج نے کہا کہ ابن عباس فرماتے تھے کہ قمر بھی اسی طرح روشن تھا جیسے سورج ہے اور محو اسکا وہ سیاہی ہے جو چاند مین ہے اور لکھا کہ شیخ ابن جریر رہ نے متعدد چند طرق سے روایت کیا کہ ابن الکوا رنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کیا کہ یا امیر المومنینؓ چاند مین یہ ٹپہ کیسا ہے فرمایا کہ کیا تو قرآن نہین پڑھتا ہے فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ۔ پس یہ داغ محو ہے۔ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ

النَّهَارِ مُبْصِرَةً اور بنادیا ہم نے آیۃ النہار یعنی سورج کو روشن۔ اور کسائی نے کہا کہ آیۃ النہار خود روز ہے اور مبصر ہونا بمعنی روشن ہونا عرب بولتے ہین کہ ابصر النہار جب ایسا روشن ہو جاوے کہ اُسمین سب نظر آنے لگے۔ مترجم کہتا ہے کہ سورج مراد ہونے مین بھی مبصر بمعنی دیکھنے والا اسی تاویل سے مجاز ہے کہ سورج ایسی چیز ہے کہ اُس سے بینائی ہوتی ہے اور یہ مجاز معروف ہے سراج مین کبیر سے لایا کہ رات و دن بندون کے مصالح دنیا و دین کے لیے دو دلیلین ہین پس دینی دلیل یہ ہے کہ دونون ایک دوسرے کی ضد و جدا جدا ہو کر ایک دوسرے کے پے در پے ہمیشہ آتے رہتے ہین تو سب سے زیادہ قوی دلیل ہے کہ ان دونون کو خود قدرت و قیام نہین ہے بلکہ کسی فاعل مختار کی قدرت سے انمین یہ کیفیات و حالات پیدا ہوتے ہین اور دلیل دنیاوی یہ ہے کہ اگر رات نہو تو اہلی تندرستی کا سکون و راحت حاصل نہوا اور اگر دن نہو تو تصرف و کسب معاش وغیرہ حاصل نہو۔ بالجملہ یہ آیتین دلائل قدرت و وحدانیت الٰہی بھی ہین اور انمین فوائد عظیمہ ہین از انجملہ تنبیہ فرمائی بقولہ لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ تاکہ تم تلاش کرو فضل یعنی معاش اپنے رب عز و جل سے یعنی دن مین اعمال و صنائع و اجارہ وغیرہ سے اُمیدوار ہو کہ اللہ تعالےٰ اس طریقہ سے رزق عطا فرماوے۔ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ط اور تاکہ جانو شمار برسون و حساب کو۔ کیونکہ حساب کا بھی چار مرتبہ پر ہے ساعات و ایام و مہینے و سال۔ گویا عدد کے مراتب چار ہین اکائیان و دہائیان و سیکڑے و ہزار اور بعد اُنکے بھی مکرر آتے ہین۔ بالجملہ عبادات کے روزے و نماز و حج و زکوٰۃ و مدت سفر و جمعہ و عید وغیرہ انھین سے جانتے ہو اور معاملات مین قرضہ و اجارہ و خیار بیع وغیرہ اسی پر مبنی ہین اور واضح ہو کہ علاوہ ان منافع کے اللہ تعالےٰ نے متعدد مواضع مین اُنکے فوائد دیگر بھی ذکر فرمائے ہین پس اس سے یہ لازم نہین آتا کہ انھین فوائد مین حصر ہے یا کہا جاوے کہ اُنکے سوائے بھی بہت منافع عظیم موجود ہین کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ادنیٰ سے اعلیٰ تک کی سمجھ کے لائق منافع ذکر کیے اور جابجا متعدد منافع بیان کرنے سے اشارت کر دی کہ خالق عز و جل کے فعل مین منافع بے شمار ہین کسی حد پر انحصار نہین ہو سکتا۔ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا اور ہر چیز کو ہم نے مفصل تفصیل سے رکھا ہے۔ چنانچہ بیان مین بھی جب ہر ایک چیز کی تفصیل کیجاوے جسکو علما جانتے ہین تو ہر چیز کے واسطے ایک بڑی کتاب ہو اور تمام نہو اور جب حکمت الٰہیہ کو بندہ دیکھتا ہے حالانکہ تمام حکمت سے ایک ذرہ سے بھی کم ادراک نہین کر سکتا تب بھی اُسکو عجائب قدرت و صنعت مین ایک بحر زخار نظر آتا ہے پس اللہ تعالےٰ نے بیان مین اور پیدائش مین ہر طرح عجائب تفصیل سے بندون کو سرفراز فرمایا ہے ولیکن چاہیے کہ علم کے موافق ظاہر و باطن تقوی سے منور ہون تاکہ اندھیرے سے جب اُجالے مین آوین تب نظر آوے۔ ف قال فی العرائس قولہ تعالےٰ ویدع الانسان بالشر دعاءہ بالخیر الآیہ واضح ہو کہ جو شخص قوم مین سے بلند درجہ پر نہین پہونچا وہ دعا کے مقامات کو نہین پہچانتا اور جو کوئی دعا کے مقام کو نہین پہچانتا وہ ہر وقت سوء ادب مین مبتلا رہتا ہے کیونکہ وہ رسوم صوری مین اپنی جہالت سے ایسی چیز مانگتا ہے جو اُسکے خطرات کا سبب ہے کیونکہ بہت سی مرادات اُسکے مقصود مین سوائے ضرر کے کچھ فائدہ نہین دیتی ہین اور وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ عجول ہے صبر نہین کرتا کہ مقام تک پہونچے اور جو چیز اُسکے لائق ہے وہ مانگے شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دعاؤن مین سے سب سے بے خطرہ یہ ہے کہ آدمی یاد کرے اور سوال و دعا مین اپنی پسند نہ رکھے۔ کیونکہ ذکر مین سب طرح کفایت موجود ہے اور دعا مین آدمی بسا اوقات ایسی چیز مانگتا ہے جسمین اُسکی ہلاکت ہی حالانکہ وہ جانتا نہین ہے۔ قال المترجم مطلب یہ ہوا کہ آیت مین یہ بھی معنی شامل ہین کہ آدمی اپنی رائے سے بہتری کے ساتھ دعا کرنے مین درحقیقت بدی کی دعا کرتا ہے اسواسطے کہ ہنوز اس مرتبہ کو نہین پہونچا کہ اُسکو نیک و بد کی تمیز اپنے نفس کے مناسب معلوم ہو جاوے پس انسان کو چاہیے کہ ذکر الٰہی مین مشغول ہو کیونکہ حدیث مین ہے کہ جو بندہ میری یاد مین ایسا مشغول ہوا کہ اُسکو کوئی حاجت و دعا نہین یاد ہے تو مین اُسکو دعا کرنیوالون مین سے سب سے بہتر دیتا ہون۔ معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی مین کفایت ہے اور چاہیے کہ دعا بھی کرے تو ایسا یون نہ کہے کہ الٰہی مجھے یہ چیز دیدے کیونکہ

بسا اوقات یہی چیز اُسکے حق مین فتنہ ہو جاتی ہے عوام کا تو کون ذکر ہے دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ مانگا تھا پھر اُس سے کسقدر گھبرانے لگے تو چاہیئے کہ یون کہے کہ الٰہی مجھے رزق اپنے فضل سے عطا فرماوے جہان سے تیرے علم مین مجھ بندے کے دین و دنیا کے واسطے بہتر ہو۔ جو شخص ہمیشہ ذکر مین رہتا ہے اور دعا و سوال مین اپنی پسند چھوڑتا ہے تو اُسکے لیے اللہ تعالے کے فضل سے جو سب سے بہتر ہے وہ مبذول ہوتا ہے چنانچہ حدیث قدسی مین ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کہ جس بندے کو میری یاد نے مجھ سے مانگنے سے غافل کر دیا یا شاغل کر دیا تو جو کچھ مین مانگنے والون کو دیتا ہون سب سے بہتر اُسکو دیتا ہون۔ قولہ تعالے وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ۔ واضح ہو کہ اہل فہم نے یہان لیل و نہار سے مقام مجاہدہ و مشاہدہ کا اشارہ لیا ہے پس مجاہدہ تو عارفین کی رات ہے اور مشاہدہ صدیقین کا دن ہے پس مقام مشاہدہ مین کشف آفتاب ذات ہے اور شب مجاہدہ مین کشف فی الصفات ہے پس اہل مشاہدہ آفتاب ذات کی دیدار مین ہین اور اہل مجاہدہ ماہتاب صفات کی دیدار مین ہین کیونکہ یہ لوگ بوجہ ضعف حال کے واردات عظمت کے برداشت کرنے سے عاجز ہین اور اگر انوار ذات سے یہ لوگ غائب نہوئے تو اول ظہور مین ہلاک ہو جاتے اور اگر دونون آیتین یکسان ہوتین تو بھی اہل معرفت ہلاک ہو جاتے کیونکہ ہمیشہ مشاہدہ ذات مین رہتے اور کبھی معاون صفات تک نہ پہونچے۔ قال تعالے لتبتغوا فضلا من ربکم۔ فضل حق اس مقام پر معرفت صفات اور عیش مشاہدۂ ذات اور واقف ہونا بمقامات قرب و اوقات حالات ہے قولہ ولتعلموا عدد السنین والحساب۔ یعنی کشوف کی کمی و زیادتی سے اور کمال ہونے سے جو بقبض نور اولیت و آخریت ہوتا ہے زمانہ فراق و وصال دریافت ہو اور مقامات و حالات کا حساب کرو اور ازل و ابد کے دور مین پڑو اور سیارات ارواح و اُنکی حرکات کو جو بروج افلاک وحدانیت مین ہوتے ہین پہچانو۔ قولہ وکل شئ فصلناہ تفصیلا۔ یہان ایسے منازل ہین کہ انکے ادراک سے اوہام منقطع ہین و خیالات دور ہین اور عقول کو انکے اسرار سے انصرام ہے اور قلوب انکے حقائق انوار مین فنا ہین گویا زبان قدر گویائی آید بزبان بلبل مست موارد عشق روزبہان بقلی ان اسرار مبارک کو جو حجاب غیرت کے ساتھ غیرون سے ممنوع ہین بیت نوری رحمہ اللہ سے متکلم ہے ؎ لازلت انزل من ودادک منزلا تتحیر الالباب عند نزولہ۔ یعنی ہمیشہ مین دوستی مین ایک ایسی منزل پر اُترتا ہون جسکے نزول پر عقول متحیر ہوتے ہین۔ بعض مشائخ نے کہا کہ لیل و نہار کو دو طرف واسطے اقامت عبودیت کے بنا دیے ہین ایک دوسرے کے پیچھے آتا اور اسکا خلیفہ ہو جاتا ہے پس جس بندے کی اوقات شبا روزی اُس کام مین رہے جسکے واسطے وہ بندگی مین آیا ہے تو وہ بندہ اہل توفیق مین سے ہے یعنی جملہ ساعات ہر درجہ والا بندہ اپنے لائق کامون مین برضاے الٰہی صرف کرنے پاتا ہے مثلاً ابتدائے حالت مین اسکا فرائض و سنن و نوافل ادا کرنا اور کھانا پینا سونا جاگنا اور کسب معاش سب موافق شرع شریف کے بطریق مستحسن ہے اور یون ہی اس سے زیادہ مرتبہ پر مراقبہ و مجاہدہ یا مشاہدہ ان اوقات مین جیسا چاہیئے اپنی اپنی اوقات مین ہے تو اُسکو اللہ تعالے کی طرف سے توفیق مبارک ہو اور جس شخص نے اپنی ساعات شبا روزی کو مہمل چھوڑ دیا یعنی کچھ ساعات یا اکثر یا سب اُسنے غافل و بیکار چھوڑین اگرچہ اُس نے ان اوقات مین بالکل محنت سے دنیاے فانی و شہوات کا کام کیا ہو پس اُسنے اپنے نفس سے کچھ مطالبہ نہ کیا اور نہ اپنی اوقات کی رعایت و نگہداشت حفاظت کی تو ایسا شخص انہین سے ہے جنھون نے اپنے رب سے توفیق نہ پائی کیونکہ اُسنے اللہ تعالے کی طرف سے فضل نہ پایا کہ صحیح طریقہ سے بندگی کرتا اور کام مین اخلاص پیدا ہوتا اور اس سب کے انجام پانے کے لیے اُسکو اللہ تعالے کی طرف سے مدد حاصل ہوتی۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے نے عوام کافر و مومن کا اور مومنون مین سے اہل کمال کا سابق حال اُنکے ورود کا مشرب عبودیت پر بیان فرمایا بقولہ تعالے

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ۝ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ

اور جو آدمی ہے لگا دی ہم نے اُسکی قسمت اُسکی گردن مین اور نکالینگے ہم اسکو قیامت کے دن نوشتہ جسکو پاویگا کھلا ہوا پڑھ اپنے نوشتہ کو کافی ہے

بِنَفۡسِكَ الۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيۡبًاؕ
آج کے روز تیرا نفس تجھپر حساب کرنے والا

واضح ہو کہ عرب کی عادت تھی کہ جب کسی عمل پر اقدام کرتے اور چاہتے کہ اپنے نزدیک جان جاوین کہ اس سے بہتری ہوگی یا بدتری ہوگی تو پرند طائر کے احوال سے اُسپر استدلال کرتے کہ جو پرند سامنے نظر پڑا وہ خود اڑ گیا یا بھڑکا کر اڑایا گیا اور جب اُڑا تو داہین گیا یا بائین گیا یا اوپر کو اُٹھا ایسے ہی دیگر احوال کہ انہین سے ہر ایک سے اُنھون نے بھلائی و برائی وسعادت ونحوست وغیرہ مقرر کر رکھی تھی پھر جب کثرت سے رواج ہوا تو خود بھلائی و برائی کو طائر کہنے لگے اسی محاورہ پر عرب کو اُنکی زبان مین اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ وَكُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ اور ہر آدمی ہم نے اُسکو لازم کیا ہے طٰٓئِرَهٗ فِىۡ عُنُقِهٖ اس کا طائر یعنی عمل نیک و بد اُسکی گردن مین یعنی گردن محل زینت یا اُسکا مقابل ہے پس اگر اعمال خیر ہین تو مانند زیور کے اُسکی گردن مین زینت ہین اور اگر بُرے ہین تو بد ہیأت ہے معالم مین لکھا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یعنی اسکے عمل اور جو اسپر مقدر ہے ہم نے اُسپر لازم کر دیا ہے جہان ہو اُسکے ساتھ رہیگا۔ مقاتل وکلبی نے کہا کہ یعنی نیکی و بدی اُسکی اُس سے جدا نہو گی یہانتک کہ اُس سے محاسبہ ہو حسن رح نے کہا کہ یعنی اُسکی سعادت ونحوست اُسکے ساتھ ہے۔ مجاہد رح نے کہا کہ جو کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اُسکی گردن مین ایک ورق ہوتا ہے جسمین لکھا ہوتا ہے کہ نیک بخت ہے یا بدبخت ہے۔ علماے معانی نے کہا کہ طائر سے مراد وہ چیز جو اللہ تعالےٰ نے اُسکے حق مین مقدر فرمائی نیک بختی ہو یا بدبختی ہو کہ انجام کو اُسکی طرف جانے والا ہے۔ ابو عبیدہ وقتیبی نے کہا کہ آدمی کا حصہ نیکی و بدی کا مراد ہے۔ امام رازی رح نے کبیر مین تحقیق لکھی جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے خلق کو پیدا کیا اور ہر ایک کے واسطے عقل وفہم وعلم وعمل وعمر ورزق وسعادت وشقاوت سے ایک حصہ خاص کر دیا وہی مقدر ہے اور ممکن نہین کہ آدمی اس سے تجاوز کرے کیونکہ اس آدمی کو جو کچھ ان چیزون مین سے جسوقت جسطرح پہونچنے والا ہے اللہ تعالےٰ اُسکا علیم ہے پس ممکن نہین کہ اُسکے علم کے خلاف واقع ہو تو جسطرح علم الٰہی مین ہے اُسی طرح واقع ہوگا اور یہ چیزین ضرور اسکو پہونچنگی گویا پرندہ ہین کہ اُڑ کر اسکو پہونچینگی اسی معنی مین کنایہ ہے کہ ہر آدمی کا طائر اُسکی گردن مین ہم نے لازم کر دیا ہے اور اسی طرف حدیث مین اشارہ ہے کہ جف القلم بما ہو کائن الی یوم القیامۃ۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ فی عنقہ گردن کا ذکر اسواسطے کہ اعضا مین سے یہی عضو ایسا ہے جسکا نظیر نہین ہے اور جسکی گردن مین کوئی چیز لازم کی گئی تو اُس سے اُسکو چھٹکارا نہین ہے۔ ابن جریر رح نے حضرت جابر رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا عدوی ولا طیرۃ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ یعنی عدوی کچھ نہین جیسے جاہل یہ گمان کرتے تھے کہ یہ مرض و بیماری نہوتی مگر دوسرے سے متعدی ہو کر لگی ہے اور اکثر وہم کرتے کہ فلانے ٹوٹکا کرنے والے نے ایک سے اُتار کر دوسرے پر لگا دیا جیسے کچھ ہندوؤن مین خیالات تھے تو فرمایا کہ یہ عدوی کچھ نہین ہے اور نہ طیرہ ہے یعنی پرند کی اُڑان و داہین بائین جانے اور آواز کرنے وغیرہ سے بھلائی برائی سعادت نحوست مقرر کر رکھی تھی تو کہدیا کہ یہ کچھ نہین ہے اور آیت کریمہ سے تنبیہ فرمائی کہ اللہ تعالےٰ کے کلام سے ثابت ہوا کہ اُسنے ہر ایک کے طائر کو یعنی جو اُسکے اعمال نیک و بد اور مبارک وشوم کو اُسکی گردن مین لازم کر دیا ہے کوئی اس سے تجاوز نہین کر سکتا ہے خواہ مخواہ اُسکو پہونچیگی۔ وَنُخۡرِجُ لَهٗ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ كِتٰبًا اور ہم ہر آدمی کے لیے نکالینگے قیامت کے روز ایک نامہ اعمال لکھا ہوا کہ يَّلۡقٰىهُ مَنۡشُوۡرًا اُس کو ملیگا کھلا ہوا یعنی جو اعمال اُسنے مطابق اپنے طائر گردن کے کیے ہین سب مکتوب و محفوظ ہین یہ نامۂ اعمال اسکو قیامت مین ملیگا اگر سعید ہے تو اسکے داہنے ہاتھ مین اور اگر بدبخت ہے تو بائین ہاتھ مین اور کھلا ہوا ہوگا کہ وہ اور دوسرے لوگ اپنی تمام عمر کے اعمال اول سے آخر تک پڑھیگا اور سب اُسمین جمع پاویگا قال تعالیٰ ینبأ الانسان یومئذ بما قدم واخر بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ ولو القی معاذیرہ۔ اور اس دن ہر ایک پڑھا ہوا اور بے پڑھا یکسان پڑھینگے اور کوئی کچھ نہین بھولیگا سب یاد ہوگا لہذا اس نامۂ اعمال کو دیکھینگے کہ لا یغادر صغیرۃ ولا کبیرۃ الا احصاہا نہین

چھوڑتا کسی صغیرہ کو اور نہ کبیرہ کو مگر آنکہ اُسکو گھیرے ہوئے ہے پس کہا جائیگا کہ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ط تو اپنے نامۂ اعمال کو پڑھ۔ ہر ایک شخص اگرچہ
دنیا مین بے پڑھا ہو وہان صاف پڑھیگا اور اسمین کچھ زیادتی یا کمی نہ دیکھیگا اور اسمین سے ایک لفظ سے بھی انکار نہین کرسکیگا اور اگر جہل وحیلہ سازی
سے انکار کریگا تو اُسپر وہی اعضاء جنکے ذریعہ سے وہ اعمال قبیحہ ہین خود گواہی دینگے۔ حدیث مین ہو کہ بعد گواہی اعضاء سے کہیگا کہ دور ہو بدبختی تمھاری
مین تو تمھاری ہی جانب سے جھگڑا کرتا تھا پس کمال قدرت آلٰہی وقوت خالق عزوجل اور کمال عدل ہو کہ فرمایا كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ
حَسِيْبًا کہ تیرا نفس خود آج اپنے اوپر محاسبہ کرنے والا کافی ہے اُس دن ہر ایک شخص درحقیقت اپنے اوپر انصاف جان لیگا اگرچہ جہالت
سے کچھ جھگڑا کرے پھر یہ حساب اُسکو نافع نہوگا بخلاف اسکے اہل سعادت کی پہچان دنیا مین یہ ہے کہ اپنے نفس سے ہر دم اُسکے اعمال کا محاسبہ کرتے
ہین اور رات کو سوتے وقت تو ضرور اپنے اعمال کو میزان شرع پر انصاف سے تولتے ہین۔ امام احمدؒ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی
کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی کے ہر روزہ عمل پر مہر کردی جاتی ہے یعنی مرحمت قطعی ہوجاتے ہین پھر جب کبھی مومن بیمار ہوتا ہے تو ملائکہ اعمال عرض
کرتے ہین کہ اے رب ہمارے تیرا فلان بندہ کہ وہ روکا ہوا ہے اللہ تعالے عزوجل فرماتا ہو کہ جیسے وہ صحت مین کرتا تھا ویسے ہی اعمال پر ختم کرتے رہو
یہانتک کہ وہ اچھا ہوجاوے یا مرجاوے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اسناد قوی جید ہے معمرؒ نے کہا کہ حسن بصری رحمہ اللہ نے پڑھا قولہ تعالے
عن اليمين وعن الشمال قعيد۔ اور کہا کہ اے آدم کے فرزند تیرے واسطے ایک صحیفہ کھولا گیا ہے اور تجھپر دو بزرگ فرشتے مؤکل ہین ایک تیرے
داہنے اور دوسرا بائین ہے پس جو تیرے داہنے ہے وہ تیری نیکیان محفوظ رکھتا ہے اور جو تیرے بائین ہے وہ تیری برائیان محفوظ رکھتا ہے پس جو تیرا
جی چاہے وہ کر خواہ کم خواہ زیادہ یہانتک کہ جب تو مریگا یہ صحیفہ لپیٹ کر تیری گردن مین ڈالکر تیری قبر مین رکھا جائیگا یہانتک کہ نکالا جائیگا قیامت کو
نامہ اعمال اُسکو کھلا ہوا پاویگا اور حکم ہوگا کہ اُسکو پڑھ پس واللہ اُسنے عدل فرمایا جس نے تجھکو تیری ذات پر حساب کرلینے والا کردیا۔ سراج مین ہے کہ
سدیؒ نے کہا کہ کافر پر سب طرح حجت پوری کردیجائیگی کہ خود وہ اپنی نفس پر محاسب ہوگا۔ اگر یہان کوئی کہے کہ اللہ تعالے نے فرمایا وکفی بنا حاسبین یعنے
ہم حساب کردینے والے کافی ہین اور یہان خود انسان کو اُسکے نفس پر حساب کنندہ فرمایا تو جمع کیونکر ہو جواب دیا گیا کہ یہان حسیب سے مراد شاہد ہے یعنی
تو خود آج کے روز اپنے اوپر کافی شاہد ہوگا یا یہ کہا جاوے کہ قیامت کے موقف جدے جدے ہونگے بعض موقف مین اللہ تعالے اُنکا حساب خود اُنکے حوالہ
فرماویگا اور علم آلٰہی سب کو محیط ہے اور بعض موقف مین خود حساب فرماویگا۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ اس مقام کی آیت مین یہ مراد ہو کہ آدمی اپنے تمام اعمال
اول سے آخر تک دیکھکر خود اپنا حساب کرلیگا کہ وہ کن لوگون مین سے ہے ولیکن اُسکے اس حساب پر کچھ حکم نہ ہوگا کیونکہ حکم فقط اللہ تعالے جل شانہ کی قدرت مین
ہے اور وکفی بنا حاسبین کی آیت مین اوپر سے میزان عدل کا ذکر ہے کہ ہم ہر ذرہ نیکی وبدی کا لاوینگے اور جب ہم حساب پر حکم فرماوینگے تو ہمارا حسیب ہونا کافی ہے
کچھ کمی بیشی اور فروگذاشت نہین ہوسکتا ہے اور یہ مین نے اسواسطے کہا کہ اگر بندہ نے اپنے حساب مین غلط کیا تو حق عزوجل عدل فرماویگا چنانچہ امام احمدؒ
وغیرہ کی روایت مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب اللہ تعالے میری اُمت مین سے ایک کو علیحدہ قیامت مین علیحدہ کھڑا کریگا اور اسکے
ہاتھ مین ننانوے نامہ اعمال کہ ہر ایک اُسکی منتہائے نظر تک دراز ہوگا دیے جاوینگے ان سب مین وہ اپنی بداعمالیان پاویگا پس اُسکو یہی گمان ہوگا کہ مین ہلاک
ہوا پس اللہ تعالے فرماویگا کہ اے بندے میرے ملائکہ نے تجھپر کچھ ظلم تو نہین کیا وہ عرض کریگا کہ اے رب کچھ نہین۔ پھر حکم ہوگا کہ تیرے پاس کچھ عذر ہے عرض کریگا
کہ اے رب کچھ بھی نہین ہے پس گمان کریگا کہ اب وہ ہلاک ہوا اتنے مین حکم ہوگا کہ کیون نہین تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے پس ایک پارہ حریر نکالا جاویگا
جسپر اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله لکھا ہوگا وہ اپنے دل مین کہیگا کہ ان دراز نامۂ اعمال کے مقابلہ مین یہ ٹکڑا کیا کام دیگا۔ حکم ہوگا
کہ اپنے میزان عدل پر حاضر ہو وہ عرض کریگا کہ اے رب اُنکے وزن مین یہ کیا کافی ہوگا حکم ہوگا کہ آج کے دن تجھپر کچھ ظلم نہ ہوگا تو حاضر ہو پس حاضر ہوگا

عہ یہ فضل الٰہی ہے کہ آخر تک ہوسکے لکھو ۱۲

تو جب ہی وہ بطاقہ جسپر کلمہ شہادت دوسرے پلہ مین رکھا جائیگا تو فوراً نامہ اعمال سئیات کا پلہ اونچا ہوجائیگا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ مین کوئی چیز بھاری نہین ہوسکتی ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ کلمہ شہادت اُسکے پاس یقینی تھا اللہ تعالیٰ ہکو اور سب مسلمانون مومنون کو یقین کامل نصیب کرے۔ بالجملہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ شخص اپنے حساب مین غلطی کریگا اور اللہ تعالیٰ کمال عدل وحساب سے اُسکی نیکی ضائع نہین فرماویگا۔ ف فی العرائس وقولہ تعالیٰ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ۔ واضح ہو کہ کافر ومنافق کی گردن مین اسکا طائر ہے اور مومن کے اقسام ہین کہ ازل مین بعض کو ارادت کے لیے اور بعض کو معاملت کے لیے اور بعض کو حالات کے لیے اور بعض کو مشاہدات اور بعض کو مکاشفات اور بعض کو معرفت اور بعض کو محبت اور بعض کو شوق اور بعض کو رغبت اور بعض کو عزم کے لیے اختیار فرمایا ہے اور ہر مقام کے سالک کے لیے اُسکا طائر موسوم بہی نشان سے ہے جو نعمت ربوبیت نے اُسکی گردن مین لازم کیا ہے وہ ازل سے ان نشانات سے معاہد ابد مین نکلتا ہے اُسکو زنگہاے مختلفہ سے کچھ تغیر نہین ہوتا اور نہ ظہور آیات وبرہان سے کچھ تبدل ہوا اور نہ طاعات وعصیان سے کچھ زیادت ونقصان ہو۔ قال تعالیٰ ونخرج لہ یوم القیامۃ کتابا یلقاہ منشورا۔ جو کچھ ارواح کو نشانات مردود یا مقبول ہونے کے ظاہر ہوے وہ کل کے روز حضور بارگاہ مین اس شخص پر ظاہر ہونگے پس وہ اول کو آخر سے اور آخر کو اول سے موافق پاویگا نہ سابق کو آخر سے کمی اور نہ آخر کو سابق سے کچھ زیادتی بالکل متوافق ہونگے قال تعالیٰ اقرأ کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسیبا۔ یہ امر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندون پر پردہ ہے اور اپنے مومن وخالص بندون پر غیرت ہے تاکہ ملائکہ وجن وانس کوئی اُسپر مطلع نہ ہو بلکہ یہ مقامات مناجات اور اسرار مخفیہ مین سے ہے اور حقیقت ابتلا اور عجیب شکوہ ہو۔ شیخ نصرآبادی رح نے فرمایا کہ تیرے نفس پر احوال لازم کیے گئے ہین اور کوئی چیز تجھپر اس سے زیادہ سخت لازم نہین جیسا تیرا نفس لازم ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہو کہ کل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ۔ پس طائر از سعادت وشقاوت محض لازم ہو اور بعض پر صبر کرنا مقام مشاہدہ مین لازم ہو اور بعضون پر بساط قرب مین رعایت ادب لازم ہو اور یہ بہت زیادہ سخت از سخت تر ہے بعض نے کہا کہ ایک تحریر تو تیرے نفس پر ایام وساعت کی لکھی گئی ہے اور ایک تحریر تجھپر ازل مین لکھی گئی ہو اور وہ باہم مخالف نہین ہین بعض نے کہا جو تحریر قیامت مین تجھپر پیش ہوگی تو جان لے کہ تیری زبان اُسکا قلم ہو اور تیرا لب اُسکے واسطے روشنائی ہو اور تیرے ہی اعضاء وجوارح وبند ومفاصل اُسکے واسطے کاغذ ہین تو خود ہی اُسکو کرام کاتبین حافظین کو لکھواتا ہو نہ اسمین کچھ کمی ہوئی نہ زیادتی ہوئی اگر تو اسمین سے کچھ منکر ہو تو تیرے نفس مین سے اُسپر گواہ ہوگا اللہ تعالیٰ فرماتا ہو یوم تشہد علیہم السنتہم۔ شیخ یحییٰ بن معاذ الرازی رح نے فرمایا کہ قال تعالیٰ اقرأ کتابک یعنی وہ کتاب جسکا لکھوانے والا تو خود تھا۔ بعض سلف سے مروی ہو کہ نیک بندہ کا محاسبہ تنہا ہی مین ہوجاتا ہو اور بدکار دنکا عتاب آخرت مین رہتا ہو پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہدایت وضلالت اپنے لیے ہے اور بعثت سے عذاب نہین ہے

مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ

جس نے ہدایت لی تو اُسنے اپنے ہی لیے ہدایت لی اور جو گمراہ بنا تو اُسکی گمراہی اُسکے نفس پر ہو اور نہین گناہ سمیٹتی کوئی گناہ سمیٹنے والی جان کسی دوسری

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝

جان کا گناہ اور ہم تو عذاب کرنیوالے نہین یہانتک کہ ہم بھیجین رسول کو

مَنِ اهْتَدٰى۔ جس نے لی ہدایت یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول وکتاب کو مانا۔ فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ تو اُسنے اپنی ہی جان کے لیے ہدایت اختیار کی یعنی اس ہدایت لینے کی تمام خوبی اُسی کے نفس کو ہے۔ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا اور جو گمراہ بنا اُسکی گمراہی اسی پر ہے کیونکہ وہی دائمی عذاب مین پڑیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ غنی حمید ہے وہ مومن کی طاعت وکافر کی معصیت سب سے پاک ہو بلکہ مومن اُسکی رضامندی ورحمت سے جنت ودائمی نعمت حاصل کرتا ہو اور کافر اُسکے غضب وعذاب سے دوزخ ودائمی کلفت لیتا ہو اُسکی

مومن اُسکی رضامندی ورحمت سے جنت ودائمی نعمت حاصل کرتا ہے اور کافر اُسکے غضب وعذاب سے دوزخ ودائمی کلفت لیتا ہو اُسکی گمراہی سے دوسرے کو کچھ ضرر نہیں ہے۔ سراج مین لکھا کہ کلبی رح نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ بندہ مجبور محض نہین ہے بلکہ اُسکو نیکی یا بدی ہر ایک کے حاصل کرنے کا قابو ہے چنانچہ یہ آیت اُسی کے ساتھ لائق ہو جو فعل پر قدرت رکھتا ہو جسطرح چاہے کرے اور جو کوئی کسی جانب سے ممنوع ومجبور ہو تو اُسکے واسطے یہ لائق نہین ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ مطلب اسکا یہ ہو کہ اہل سنت کے نزدیک بندہ اختیار واکتساب سے مجبور نہین ہے وہ اپنے نفس کے واسطے نیکی کو کما سکتا ہو یا بدی کو کما سکتا ہو اور یہی تمام اہل سنت وجماعت کا بلا خلاف مذہب ہے اور فرقہ جبریہ کہتے ہین کہ آدمی مانند پتھر کے بالکل مجبور ہے اور یہ گمراہی ہے اور فرقہ قدریہ کہتے ہین کہ آدمی کو اپنا فعل نیک وبد پیدا کر لینے کی قدرت ہے اور یہ بھی گمراہی ہے اسواسطے کہ پیدا کرنا فقط اللہ تعالےٰ جل شانہ کی صفت ہو ولیکن اہل سنت کے نزدیک بندہ جس نیکی کو کماتا ہے تو مخلوق بندہ مین یہ نیکی مخلوق ہوتی ہو پس جس خالق عز وجل نے اس بندہ کو مخلوق فرمایا وہ اس مخلوق کے مخلوق فعل کو بھی اُسین مخلوق فرماتا ہے اور یہ ممکن نہین کہ یہ بندہ مخلوق خود خالق ہو جاوے اور یہی تمام اہل سنت کا مذہب ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے صاف مقرر فرمایا کہ ہر شخص اپنے فعل کے اثر سے مخصوص ہوتا ہے بقولہ تعالےٰ۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ اور نہین برداشت کرتا کوئی نفس گنہگار۔ وِّزْرَ اُخْرٰى گناہ کسی دوسری نفس کا یعنی جس نفس نے جو گناہ کمایا وہ اُسی کو اُٹھائے ہوے ہے پہ اُس سے نہین ہو سکتا کہ دوسری نفس کے کمائے گناہ کو اپنے اوپر اُٹھا لیوے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان سے صریح معلوم ہوا کہ مسئلہ اسقاط جو بعضے شہرون کے مسلمانون مین رائج ہے باطل ومعصیت ہے اور اُسکی صورت یہ ہوتی ہے کہ جو مردہ مرگیا اُسکے وارثون نے جسقدر مقدرت ہوئی حسب حیثیت مال واسباب نقد وجنس جمع کرکے چند ملّاؤن یا حافظون وغیرہ کو یا ایک ہی کو اس شرط سے دیا کہ میت کے تمام گناہ اُسپر سے اُترکر تمھارے اوپر ہین اور یہ مال اُسکے عوض تمھارا ہے اور ان لوگون نے اُسکو قبول کیا اور لے لیا۔ پس یہ باطل ہے کیونکہ کسی نفس کو قدرت نہین کہ دوسرے کے گناہ اپنے اوپر لے لیوے۔ اور جان لینا چاہیے کہ یہ ایک مکر شیطان کا ہے اس حیلہ سے اُسنے مالدارون کو مطمئن کرکے فسق وفجور مین بیخوف مبتلا کر دیا کہ تمام گناہ اُنکے بذریعۂ اسقاط کے اُتر جاوینگے حالانکہ بعد موت کے اُنپر حسرت ویاس ہے۔ پھر جو شخص خلاف آیت کریمہ کے یہ اعتقاد کرتے ہین کہ کسی کے گناہ دوسرے برداشت کر لیتے ہین اُنپر کفر کا خوف شدید ہے۔ پھر واضح ہو کہ یہان دو صورتین ہین ایک یہ کہ ایک نفس دوسرے کے گناہ کو اُٹھاوے یعنی خود اپنے اختیار سے اُٹھاوے اور دوم یہ کہ ایک نفس سے دوسرے کے گناہ اُٹھوائے جاوین یعنی اللہ تعالےٰ کے حکم سے دوسرے نفس پر ڈالے جاوین تو پہلی صورت باطل ہو اور وہی آیت کریمہ مین مذکور ہے اور دوسری صورت صحیح ہے چنانچہ حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ دنیا مین ظالم نے جسپر ظلم کیا ہو قیامت مین مظلوم کو اُسکے ظالم کی نیکیان بقدر ظلم کے لیکر دیدی جاوینگی اور اگر اُسکی نیکیان نہون یا کافی نہون تو مظلوم کے گناہون مین سے بقدر ظلم کے لیکر ظالم پر ڈالی جاوینگی پس اس نفس ظالم نے اپنے مظلوم کے گناہون کو اُٹھایا مگر بحکم وقدرت الٰہی اس مظلوم سے منتقل کرکے اس ظالم پر ڈالے گئے۔ اور سراج مین کہا کہ ظالم کا اُٹھانا بسبب اُسکے ظلم کے ہوا تو گویا یہ گناہ اسی نے کیے تھے اور مترجم نے جو اوپر لکھا وہ تحقیق ہو۔ سراج مین لکھا کہ حدیث مین وارد ہو کہ میت پر اُسکے رونے والون سے عذاب ہوتا ہے پس رونے والون کے گناہ اُسپر پڑتے ہین جواب دیا کہ یہ اس صورت مین ہو کہ میت نے رونے کی وصیت کی ہو جیسے عرب جاہلون کا دستور تھا کہ خوب رونے اور رولانے کی وصیت کرتے تھے۔ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہو کہ رونے والیون کے گناہ میت پر نہین پڑتے ورنہ لازم آوے کہ پیٹنے والیان ورونے والیان اس گناہ سے پاک ہوگئین وہ سب گناہ میت پر پڑے بلکہ نوحہ کرنے والیون پر اس رونے پیٹنے کا گناہ سخت ویسا ہی باقی ہے اب رہا یہ کہ میت پر بھی اُنکے رونے سے کچھ عذاب ہوتا ہو یا نہین تو حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہان میت پر بھی عذاب ہوتا ہے

ف [illegible]

فرماتا ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی پس میت پر گناہ نہیں ہوتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالے رحم فرماوے انھون نے جھوٹ روایت نہین کی بلکہ بات یہ تھی کہ ایک یہودیہ عورت مرگئی اُسکے لوگ اُسپر بیٹھے تھے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تو یہان روتے ہین اور وہ اپنی قبر مین عذاب کیجاتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ علماء نے حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ معنی بیان کیے ہین کہ جب میت اس سے راضی ہو چنانچہ امام بخاری رح نے یہی باب لکھا ہے پس خلاصہ یہ ہے کہ اگر میت کا خود طریقہ ہو کہ وہ مردے پر نوحہ کرتا ہو یا اپنے لوگون کو اس سے منع نہ کرتا ہو یا نوحہ پر راضی ہو یا اُس نے وصیت کی ہو کہ اُسپر نوحہ کیا جاوے تو ان سب صورتون مین میت پر بھی عذاب ہوگا اور یہ اُسپر کسی دوسرے کا گناہ نہین ڈالا گیا بلکہ وہ اپنے ہی فعل پر ماخوذ ہوا کہ اُسنے نوحہ کا طریقہ جاری رکھا تھا یا راضی رہتا تھا یا وصیت کی تھی مگر مترجم کہتا ہے کہ اگر منع نہ کرتا ہو تو بعض حنفیہ مشائخ کے قول پر اسمین یون تفصیل ہونی چاہیے کہ اگر وہ شخص ممانعت کرنے کی لیاقت رکھتا ہو پھر نہ منع کیا تو عذاب ہوگا ورنہ نہیں اور بعضے مشائخ کے نزدیک مطلقاً اُسکو منع کرنا چاہیے اور واضح ہو کہ اسکا دل سے مکروہ جاننا بھی منع کرنے کے حکم مین ہے اور یہی ارجح ہے بالجملہ ان صورتون مین اسپر دوسرے کا گناہ نہیں بلکہ خود اسکا گناہ ہے چنانچہ سراج وغیرہ مین کہا کہ اگر میت نے وصیت کی کہ اُسپر نوحہ کیا جاوے یا اسکا تہائی مال نوحہ کرنے والیون کو دیا جاوے یا اُنکی ضیافت کیجاوے تو اُسپر عذاب ہوگا خواہ یہ وصیت پوری کیجاوے یا نہ کیجاوے اور لکھا کہ شیخ ابو حامد رح نے کہا کہ جو مذکور ہے وہ ہر میت و زندہ کو خواہ کافر ہو یا کافر نہ ہو ہر ایک گنہگار کو شامل ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہی تصریح اس حدیث مین ظاہر ہے کہ من سن سنۃ سیئۃ الحدیث جسمین یہ بھی ہے کہ من غیر ان ینقص من آثامھم شئی یعنی حدیث مین صریح ہے کہ جس نے کوئی نیک سنت کو جاری کیا تو اُسکو قیامت تک اپنا ثواب ہوگا اور جو لوگ اس راہ پر چلین اُنکا ثواب ہوگا بغیر اسکے کہ دوسرون کے ثواب سے کچھ کم کیا جاوے اور جس نے کوئی بدراہ نکالی تو اُس پر قیامت تک اُسکا عذاب ہوگا اور جو لوگ اس راہ پر چلین اُنکے گناہ ہونگے بدون اسکے کہ ان لوگون کے گناہون سے کچھ کم کیا جاوے پس حاصل یہ ہوا کہ بدراہ کی پیروی کرنے والون پر خود ہر ایک پر گناہ ہوگا اور ہر ایک پر جسقدر گناہ ہے ہر ایک کے گناہ کے برابر مجموعہ سب کا اُس شخص پر ہوگا جس نے یہ بدراہ نکالی ہے اور پیروی کرنے والون پر سے گناہ کچھ کم نہ ہوگا۔ اور یہی معنی آیت کریمہ ولیحملن اثقالھم واثقالا مع اثقالھم مین مصرح ہین یعنی گمراہ سردار اپنے گناہون کے بوجھون کو اُٹھاوینگے اور بہت سے بوجھ اپنے بوجھون کے ساتھ اُٹھاوینگے۔ قال تعالے ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم یعنی جنکو نادانی سے گمراہ کیا ہے اُنکے گناہون سے۔ امام ابن کثیر رح نے کہا یعنی جو بوجھ گناہ کا خود اُنکے گمراہ ہونے سے اُنپر ہوگا اُسکے ساتھ گمراہ کرنے سے جن لوگون کو گمراہی مین ڈالا ہے اُنکے گناہون کے مثل بوجھ ہونگے بدون اسکے کہ جنکو گمراہی مین ڈالا ہے اُنکے گناہون سے کچھ کم ہو جاوے بلکہ ہر پیروی کرنے والے پر اُسکی گمراہی کا گناہ بھی لدا ہوا ہوگا۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالے عزوجل جس نفس سے چاہے اُسکے گناہ اُتار دے اور یہ صحیح ہے کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ بعض لوگ میری اُمت مین سے آوینگے جنپر پہاڑون کے برابر گناہ لدے ہونگے اللہ تعالے اُنپر سے ان گناہون کو اُتار کر یہود اور نصاریٰ پر ڈالیگا۔ علماء نے کہا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنی گمراہی مین ان لوگون کے واسطے ان گناہون کے ہونے کا دخل ہوگا پس اس وجہ سے یہود و نصاریٰ پر یہ گناہ ڈالے جاوینگے اور اس مین ذرا بھی شک نہین ہے کہ اللہ تعالے جل شانہ کی توحید جن بندون نے یقین کرلی ہے اُنکے ساتھ جو کافر مشرک تو مین کسی قسم کی تکلیف و رنج دینے مین شریک ہون وہ آخرت مین برخلاف مومنون کے ان گناہون کے اُٹھانے کے لائق ہین کیونکہ اللہ تعالے نے اپنے فضل سے رسول بھیجدیے اور کتاب توحید نازل کی اور کمال رحمت سے فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا اور ہم کچھ عذاب کرنے والے نہین ہین یہانتک کہ ہم نے رسول مبعوث فرما دیا یعنی اللہ تعالے کسی بندہ کو عذاب نہین دیتا مگر جب اُسپر حجت قائم ہو جاوے اسطرح کہ رسول اسپر بھیجدیا۔ اور یہ ضرور نہین ہے کہ رسول خود

ہر ایک سے ملکر بیان کرے بلکہ یہ کافی ہی کہ تمام فرنگستان کو معلوم ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول آئے اور قرآن مجید اُنپر نازل ہوا اور سب آدمیون پر اُنکی رسالت عامہ ہی اور اسی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے و تابعین رحمہم اللہ تعالے کے واسطے سے اور پھر علماء و فقہاء کے ذریعہ سے آخر زمانہ تک جو کچھ پہونچا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت مین پہونچا اب جو کوئی منکر ہوگا مستحق عذاب ہی چنانچہ قولہ تعالے کلما القی فیہا فوج سالہم خزنتہا الم یاتکم نذیر الآیات یعنی جب جہنم مین کوئی گروہ کافرون و منکرون کا ڈالا جائیگا تو جہنم کے خازن اُنسے پوچھینگے کہ کیا تمھارے پاس ڈرسنانیوالا نہین آیا کہینگے کہ کیون نہین ہمارے پاس آیا تھا مگر ہم نے جھٹلایا اور کہا کہ اللہ تعالے نے کچھ نہین اُتارا ہی سراج مین کہا کہ رسول کا بھیجدینا متحقق ہو چکا اسطرح کہ آدم علیہ السلام کو بھیجا اور اُنکے بعد برابر انبیاء علیہم السلام بھیجے چنانچہ فرمایا وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی کوئی اُمت باقی نہین ہر اُمت مین ایک رسول ہو گذرا ہی پس تمام انبیاء کا دعوی نبوت اور اُمت کو دعوت کرنا تمام جہان مین مشتہر و منتشر ہو چکا ہی۔ اور مترجم کہتا ہے کہ رسالت حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صورت ہوئی کہ اول اللہ تعالے نے تمام اُمتون مین ایک ایک رسول بھیجدیا وہ اسی اُمت کے واسطے خاص تھا اُسنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی خبر اپنی اُمت کو دیدی چنانچہ آل عمران مین گذر چکا ہی پھر اللہ تعالے نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات روئے زمین کے واسطے بھیجا اور آپ کا زمانہ تمام مین مشتہر ہوتا گیا اسی واسطے آپ نے فرمایا کہ قسم اُسکی جس کے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ اس اُمت مین سے کوئی یہودی یا نصرانی جو کہ میری رسالت کو اور جس واسطے مین بھیجا گیا ہون سُن لیویگا پھر وہ ایمان نلاویگا مجھپر اور نہ مانیگا اُسکو تو ضرور وہ دوزخی لوگون مین سے ہوگا۔ معالم مین لکھا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ کسی چیز کا واجب ہونا جب ہی ہوتا ہی کہ شرع اُسپر واجب کرے۔ مترجم کہتا ہی کہ انسان پر اچھا کرنا لازم اور بُرا ترک کرنا لازم ہی پھر ائمہ حنفیہ کے نزدیک عقل کے ذریعہ سے کچھ تو اچھا اور بُرا معلوم ہو جاتا ہی ولیکن واجب شرعی اُسی وقت ہوتا ہی کہ شرع حکم دے اور معتزلہ کے نزدیک عقل سے سب معلوم ہوتا ہی اور یہ قول کھلا ہوا باطل ہی مگر آنکہ قول معتزلہ دوسرے طور پر نقل کیا جاوے کیونکہ (۳۰) تاریخ رمضان کا دن اور پہلی تاریخ عید کا دن دونون عقل کی راہ سے یکسان ہین حالانکہ شرع سے معلوم ہوا کہ ۳۰ رمضان کا روزہ ایسا اچھا ہی کہ فرض ہی اور یکم شوال عید کے دن روزہ حرام ہی پس عقل سے بالکل کہان بھلائی و برائی معلوم ہوئی۔ اور ائمہ شافعیہ کے نزدیک سب شرع سے معلوم ہوتا ہی اور ہم کہتے ہین کہ ہان فرض و واجب و مستحب و حرام وغیرہ جب ہی لازم ہی کہ شرع حکم دے لیکن اس سے یہ لازم نہین کہ کسی چیز کی خوبی قبل شرع کے پہچانی ہی نہ جاوے کیونکہ شرع سے پہلے بھی سچائی اچھی اور جھوٹ بُرا سب کو معلوم تھا وہی شرع مین بھی وارد ہوا۔ سراج مین لایا کہ اگر کوئی کہے کہ حجت لازم ہونے کے لیے رسول بھیجنا کیون ضروری ہوا کیونکہ اس سے پہلے بھی اُنپر حجت لازم تھی اسلیے کہ اُنکے پاس عقل دی گئی تھی اُنھون نے غفلت کر کے نظر عقلی سے کام نہ لیا تو مستحق عذاب ہوئے۔ جواب دیا گیا کہ غفلت سے بیدار کرنے کے واسطے اور نظر پر متوجہ کرنے کے واسطے بھی بعثت رسول ہی تاکہ یون نہ کہین کہ ہم اس سے غافل تھے تو ہم پر رسول بھیجکر تنبیہ کیون نہ فرمائی گئی۔ مترجم کہتا ہی کہ بعض زمانے ایسے گذرے ہین کہ پہلے ایک رسول آیا مگر اُسکی قوم نے اُسکی شریعت کو ایسا بگاڑ دیا کہ بعد چندروز کے کچھ اعتماد نہین رہا جیسے مثلاً حضرت عیسی علیہ السلام کے بعد تین فرقہ ہوے ایک نے انکو فرزند خدا اور دوم نے خدا اور سوم نے جو صحیح تھا یعنی بندہ و رسول اللہ کہا پس اول دونون فرقون نے ملکر تیسرے کو حقارت کرنے والا گمراہ قرار دیکر قتل کر ڈالا جو بچے وہ پہاڑ دلن مین بھاگ گئے پھر قسطنطین نے اپنے زمانہ مین فرزند کے قول پر سب سے اتفاق چاہا اور جو باتین مناسب معلوم ہوئین وہ جمع کر کے اُسی پر سب سے دستخط چاہے اور اُسمین ہزارون راہب و عالم قتل ہوے اور باقیون سے دستخط لیکر اسی پر مدار کار ٹھہرایا۔ غرضکہ اسقدر شدید تحریفات پھیلائین کہ انجیل صرف حضرت عیسی علیہ السلام کی سوانح عمری کا نام رہگیا اس زمانہ کو زمانہ فترت کہتے ہین پس اُسوقت کے لوگون کا کیا حال ہی تو جاننا چاہیے کہ شیخ عارف

عبدالوہاب شعرانی رہ نے شیخ اکبر محی الدین بن العربی کی فتوحات مکیہ باب دہم سے نقل کیا کہ ایسے لوگ تیرہ ۱۳ قسم مین ہین ازانجملہ چھ قسم اہل سعادت مین سے ہین اور چار شقی ہین اور تین قسم کے اللہ تعالے کی مشیت مین ہین جو چاہے حکم فرماوے پس چھ قسم اہل سعادت مین سے اول وہ کہ جس نے اللہ تعالے کو بنور قلبی واحد جانا جیسے قس بن ساعدہ کہ کہا کرتا کہ مینگنی اونٹ پر اور نشان قدم رفتار پر دلیل ہو تو اس عالم کے واسطے ایک اللہ قادر کامل ہی۔ دوم جسکے دل پر نور وحدت کی ایسی تجلی ہوئی کہ وہ اسکو اپنے دل سے دور نہین کرسکتا قسم سوم جسکے دل مین ڈالا گیا اور اپنے کشف سے منزلت محمد صلعم پر مطلع ہوکر عالم الغیب مین ایمان لایا۔ اول جیسے شاہ حمیر وتبع قسم چہارم جسنے کسی اگلی سچی ملت کی اتباع کی قسم پنجم وہ کہ جسنے اگلے انبیاء کے کتب مطالعہ کرکے محمد صلعم کے شرف سے واقف ہوکر آپ پر ایمان لایا قسم ششم جو اگلے نبی پر ایمان لایا تھا پھر آنحضرت صلعم کا زمانہ پاکر آپ پر ایمان لایا جسکے واسطے دو اجر ہین۔ پھر چار قسم اشقیاء یہ ہین اول جو معطل رہا اگر نظر ودلیل کے طریقہ سے نہین بلکہ کافرون کی نظر تقلید سے۔ قسم دوم جسنے نظر دوڑائی مگر اچھی طرح نہین بلکہ ناقص قسم سوم جسنے تقلید اختیار کرکے شرک کیا قسم چہارم حق پر مطلع ہوکر اس سے عناد کیا۔ پھر تین قسم داخل مشیت یہ ہین اول وہ کہ معطل رہا اور وجود خالق عزوجل کا اقرار نہ کیا بوجہ ضعف مزاج کے۔ دوم وہ جس نے کچھ شرک کیا مگر اسوجہ سے کہ نظر استدلالی مین اس سے قصور ہوگیا قسم سوم جو معطل رہا بعد اثبات کے کہ نہ نظر سے جسکو انتہائے قوت تک پہونچایا ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ اقسام جو شیخ نے ذکر فرمائے ہین قطعی نہین ہوسکتے ہین اور ہمارے امام ابو حنیفہ رہ سے روایت کیجاتی ہی کہ توحید آلہی اسقدر ظاہر ہی کہ شرک کرنے مین کوئی معذور نہ ہوگا۔ اور کتاب آلہی مین سوال وجواب فرعون وموسی علیہ السلام مین ہی کہ قال فما بال القرون الاولی یعنی فرعون بولا کہ کیا حال ہی اگلے قرون کا۔ قال علمہا عند ربی فی کتاب لا یضل ربی ولا ینسی۔ موسی ع نے فرمایا کہ انکا علم میرے رب پاس کتاب مین ہی نہ میرا رب بھٹکتا ہی نہ بھولتا ہی پس حضرت موسی علیہ السلام نے انکے بارہ مین کوئی جواب نہین دیا پس جہانتک قطعی ثبوت ہو جواب دینا بہتر ہی باقی اللہ تعالے کے علم پر حوالہ کرنا اولی ہی اور صحیح مین حضرت ام المومنین صدیقہ رض سے روایت ہی کہ مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ فلان شخص جو حاجیون کی خدمت کرتا تھا یعنی زمانہ نبوت سے پہلے ایک شخص تھا تو بھلا اسکو اس سے نفع ہوگا فرمایا کہ اسنے ایک روز بھی یہ نہین کہا تھا کہ میرے رب قیامت کے روز میری خطائین بخشدے۔ پھر سراج مین لایا کہ امام سیوطی رہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین کو دعوت نبوت نہین پہونچی اور اللہ تعالے فرماتا ہی کہ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اور جس شخص کو دعوت نہ پہونچی اسکا حکم یہ ہی کہ نجات پانے والا مریگا اسپر عذاب نہ ہوگا اور وہ جنت مین داخل ہوگا اور کہا کہ اس مذہب کو ہمارے محققین شافعیہ نے اختیار کیا ہی انمین کچھ اختلاف نہین ہی نہ فقہاء مین اور نہ اصولیون مین۔ اور اسی پر امام شافعی رح نے تنصیص فرمائی اور اسی کو آپ کے اصحاب نے (سیوطی رح نے ۱۲) اختیار کیا ہی۔ قال المترجم یہ قول عام ہی کہ جنکو دعوت نہین پہونچی سب جنتی ہین فافہم۔ پھر شیخ سیوطی رح نے کہا کہ حدیث مین وارد ہی کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا کہ دونون آپ پر ایمان لائے اور ایک جماعت حفاظ اسی قول پر ہین جن مین خطیب البغدادی اور ابو القاسم بن عساکر وابو حفص بن شاہین وسہیلی وقرطبی وطبری وابن المنیر وابن سید الناس وابن ناصر الدین دمشقی وصفدی وغیرہم ہین۔ سراج مین خطیب نے بعد نقل اس کلام کے کہا کہ ہمارے واسطے بہتر یہ ہی کہ ہم اس (ابن حجر مکی ۱۲) بارہ مین خاموش رہین کیونکہ اللہ تعالے نے ہمکو اس بات کے واسطے مکلف نہین کیا ہی اور اسکا علم اپنے رب عزوجل کی طرف حوالہ کرین اور جیسے امام نووی نے بجواب سوال (والدین رسول اللہ صلعم کے ۱۲) گروہ ابن العربی کے کہا کہ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت الآیۃ یعنی یہ امت گذر چکی جو اسنے کمایا اسکے لیے ہی اور تم جو کماؤ وہ تمھارے لیے ہی اور تم سے اسکی پوچھ نہو گی جو وے کرتے تھے یہی جواب ہم اس مقام پر دیدین۔ قال المترجم یعنی یہی جواب کہ خاموشی چاہیے ہمین گفتگو نہ کرنا چاہیے شیخ امام ابن کثیر رح نے اختیار کیا ہی جیسا کہ سابق مین بعض مقام پر گذر چکا ہی اور یہی احسن واسلم ہی صرف ملا علی قاری رہ نے اس بارہ مین البتہ کلام کیا ہی اور مانند حدیث ان ابی واباک فی النار پیش کین ہمین کلام نہ کرنا بہتر ہی اور اس حدیث مین انا

احتمال کافی ہو کہ شاید یہ امر ابتدا ے حال مین واقع ہوا ہو جب تک کہ آپ پر وحی نہین ہوئی تھی واللہ تعالیٰ اعلم۔ بالجملہ اگر والدین حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم واسطے ایمان لانے کے زندہ کیے گئے تو ظاہر یہ ہوتا ہو کہ زمان فترت والے مغفور نہین ہین ورنہ احیار کی کیا ضرورت ہوتی اور یہ ایک سوال ہمارے شیخ علامہ سیوطی رح پر وارد ہوگا مگر آنکہ یہ کہا جاوے کہ ایمان دیدینا واسطے مغفرت کے نہین بلکہ واسطے بلندی مراتب کے تھا۔ اگر کوئی کہے کہ اہل ایمان واہل جنت کے آبا ر وانبیا ر اُنکے ساتھ لاحق کردیے جاوینگے جب کہ داخل جنت ہون اگرچہ اس مرتبہ کے لائق نہ ہون تو مترجم کی طرف سے جواب یہ ہو کہ انمین یہ شرط آیت مین مذکور ہو کہ ایمان کے ساتھ اُنکی اتباع کی ہو پس ایمان لانا اُسوقت مین اسی واسطے ہوگا کہ الحاق ہو واللہ تعالیٰ اعلم شیخ امام ابن کثیر رح نے بعد تفسیر آیت کریمہ کے بآیات دیگر لکھا کہ ایسی آیات دلیل ہین اسپر کہ اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم مین داخل نہ کریگا مگر بعد اسکے کہ رسول اسکے پاس پہونچ جاوے اور لکھا کہ یہین سے بعض حفاظ وعلما ے حدیث نے صحیح بخاری کی اس حدیث مین تردد کیا ہو جسمین ابوہریرہ رض سے مرفوع روایت ہو کہ جنت اور دوزخ نے باہم حجت کی الحدیث یہانتک کہ فرمایا سو جنت وہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی خلق مین سے کسی پر ظلم نہین فرماویگا اور رہی دوزخ تو اُسکے لیے ایک اور مخلوق پیدا کریگا وہ اُسمین ڈالے جاوینگے پھر وہ تین مرتبہ کہیگی کہ اور کچھ زیادہ ہے۔ حفاظ علما رنے کہا کہ دوسری مخلوق پیدا کیا جانا تو جنت کے لیے آیا ہو کیونکہ وہ دار الفضل ہے اور دوزخ تو دار العدل ہے اسمین کوئی نہین جائیگا مگر بعد اسکے کہ اُسپر حجت قائم ہو جاوے یعنی جدید مخلوق پر ابھی حجت قائم نہین ہوئی ہے پھر کیونکر جاوینگے۔ بالجملہ ان علما ر حفاظ نے کہا کہ شاید یہ کلمہ راوی سے اُلٹ گیا ہے اس دلیل سے کہ خود صحیحین مین ابوہریرہ رض سے روایت ہو کہ جنت و دوزخ نے باہم حجت کی الحدیث یہانتک کہ کہا کہ پس دوزخ تو وہ نہ بھریگی یہانتک کہ رکھے اُسمین قدم پس اُسوقت بھر جاویگی اور بعض اسکا بعض کی طرف سمٹ جاویگا اور اللہ تعالیٰ اپنی خلق مین سے کسی پر ظلم نہین فرماویگا اور رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اُسکے لیے ایک اور مخلوق پیدا فرماویگا۔ اب یہان ایک مسئلہ باقی رہا جسمین علما ر ائمہ نے قدیم سے اختلاف کیا ہے وہ یہ ہے کہ جو بچے صغر سنی مین مرگئے اور اُنکے باپ کافر ہین تو انکا کیا حکم ہے اسیطرح جو مجنون مرا یا گونگا بہرا تھا یا اسقدر بوڑھا ہو گیا تھا کہ حواس خبط ہو گئے تھے یا وہ شخص جو زمانۂ فترت مین مرا کہ اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نہین پہونچی تو ان سب کا کیا حکم ہو۔ انکے حال مین احادیث وارد ہوئی ہین اور مین اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کلام ائمہ مین سے ایک فصل ملخص ذکر کرتا ہون اور مترجم نے ان احادیث مین سے اکثر جو صحیح معلوم ہوئی ہین بحذف اسناد لکھا ہے۔ حدیث اول امام احمد نے اسود بن سریع سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص ہین کہ قیامت کے روز جنکی حجت مقبول ہوگی ایک بہرا جو کچھ نہین سنتا ہو اور دوسرا مرد احمق اور تیسرا بوڑھا جسکے حواس خبط ہوے اور چوتھا جو شخص زمانہ فترت مین مرگیا پس بہرا تو یون عرض کریگا کہ اے رب اسلام آیا اس حالت مین کہ مین کچھ نہین سُنتا تھا اور احمق کہیگا کہ اے رب اسلام آیا اور مین اس حال مین تھا کہ لڑکے مجھے کنکریان مارتے تھے اور بوڑھا کہیگا کہ اے رب اسلام آیا اس حال مین کہ مجھے کسی چیز کی سمجھ نہ تھی اور جو فترت مین مرا وہ کہیگا کہ اے رب میرے پاس تیرا کوئی رسول نہین آیا پس اللہ تعالیٰ ان سب سے ہر ایک کا عہد لیگا کہ میرے فرمان کی اطاعت کرین پھر اُنکو حکم بھیجیگا کہ دوزخ مین داخل ہو پس قسم اُس پاک کی جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہو کہ اگر اُسمین داخل ہوتے تو دوزخ اُنپر ٹھنڈک وسلامتی ہو جاتی۔ امام احمد نے اسی اسناد کے ساتھ قتادہ عن الحسن عن ابی رافع عن ابی ہریرہ مرفوع روایت کی جو حدیث اول کے مثل ہو صرف اتنا فرق ہو کہ آخر مین فرمایا کہ پھر جو شخص انمین سے جہنم مین داخل ہوگا وہ اُسپر ٹھنڈک وسلامتی ہوگی اور جو اسمین داخل نہوگا وہ دوزخ کی طرف کھینچکر ڈالا جائیگا۔ اخرجہ اسحٰق بن راہویہ وکذا البیہقی فی کتاب الاعتقاد وقال ہذا اسناد صحیح ورواہ حماد بن سلمۃ عن علی بن زید عن ابی رافع عن ابی ہریرۃ بنحوہ واخرجہ ابن جریر عن ابی ہریرۃ مرفوعا ورواہ معمر عن عبد اللہ بن طاؤس عن ابیہ عن ابی ہریرہ۔ حدیث دوم ابوداؤد الطیالسی نے کہا کہ حدثنا الربیع عن یزید بن ابان قال قلنا لانس الخ

یعنی ہم نے انس بن مالک سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ آپ اطفال مشرکین کے حق مین کیا فرماتے ہین تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُنپر
برائیان نہین ہین کہ اُنکے سبب سے عذاب دیے جاوین اور نہ اُنکی نیکیان ہین کہ اُنکا ثواب دیا جاوے تو اہل جنت سے ہون اقول حدیث اول
کے موافق اُنکا امتحان کر کے مطیع و عاصی معلوم کیا جاویگا۔ حدیث سوم۔ امام ابویعلی نے انس بن مالک رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص قیامت کے روز لائے جاوینگے مولود و معتوہ اور جو فترت مین مرا اور شیخ فانی پس ہر ایک اُنمین سے اپنی حجت لاویگا
پس رب عزوجل جہنم کے ایک ٹکڑے سے فرماویگا کہ ظاہر ہوا اور اُن لوگون سے فرماویگا کہ مین اپنے بندون کے پاس اُنھین مین سے رسول بھیجتا تھا
اور تمھاری جانب مین خود رسول ہون تم سب اسمین داخل ہو فرمایا کہ پھر جسکے حق مین بدبختی لکھی ہے وہ کہیگا کہ اے رب ہم اسمین کہان داخل ہون ہم
اس سے تو بھاگتے تھے اور فرمایا کہ جسکے حق مین سعادت لکھی ہے وہ جلدی سے جا کر اُسمین کود پڑیگا پس پہلے فریق سے اللہ تعالیٰ فرماویگا کہ تم تو میرے
رسولون کی اس سے زیادہ تکذیب و نافرمانی کرنے والے تھے پس دوسرے فریق کو جنت مین اور اول فریق کو دوزخ مین داخل فرماویگا۔ وکذا
رواہ الحافظ ابوبکر البزار رحمہ اللہ تعالیٰ بمثلہ۔ حدیث چہارم۔ حافظ ابویعلی نے مسند مین براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے مسلمانون کے بچون کا حال پوچھا گیا تو فرمایا کہ وے اپنے آباء کے ساتھ ہین اور مشرکون کے بچون کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ وے اپنے
باپون کے ساتھ ہین عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیا کرتے ہین فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اُنکا دانا تر ہے۔ یہ حدیث براء بن عازب نے حضرت ام المومنین عائشہ رض
سے بھی روایت کی۔ حدیث پنجم۔ امام ابوبکر البزار یعنی احمد بن عمرو بن عبد الخالق نے اپنی مسند مین ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شان مسئلہ کو عظیم کر دیا فرمایا کہ جب قیامت کا روز ہوگا تو جو لوگ زمانہ اسلام سے پہلے مر چکے ہین وے اپنے
گناہون کو اپنی پیٹھون پر لادے ہوئے آوینگے اُنسے انکا رب سوال فرماویگا وے عرض کرینگے کہ اے رب تو نے ہمارے پاس کوئی رسول نہین
بھیجا اور تیری طرف سے ہم پر کوئی حکم نہین پہونچا اور اگر تو ہمارے پاس رسول بھیجتا تو ہم سب سے زیادہ تیرے مطیع ہوتے فرماویگا کہ بتلاؤ اگر مین
تمکو کوئی حکم دون تو کیا تم میری اطاعت کروگے وے عرض کرینگے کہ ہان پس حکم فرماویگا کہ قصد کر کے جہنم کو جا کر اسمین داخل ہو پس جاوینگے
جب اُس سے نزدیک ہونگے تو اُسکے واسطے غیظ و کرخت آواز پاوینگے پس اپنے رب عزوجل کی طرف واپس آوینگے پس کہینگے کہ اے ہمارے
رب ہمکو اس سے نکال دے یا ہمکو اس سے چھڑا دے تو فرماویگا کہ کیا تم نے یہ دعوی نہین کیا تھا کہ اگر مین تمکو کسی بات کا حکم دون تو تم میری
اطاعت کروگے پس اُنسے اس بات پر اُنکے عہد لیکر حکم فرماویگا کہ قصد کر و جہنم کو جا کر اُسمین داخل ہو پس جاوینگے جب اسکو دیکھینگے تو اس سے ڈر
اور لوٹ آوینگے اور کہینگے کہ اے رب ہم اس سے ڈر گئے اور ہمکو یہ قدرت نہ ہوئی کہ اسمین داخل ہون پس حکم فرماویگا کہ گھسو اُسمین اوندھے پھر نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وے لوگ اسمین اول مرتبہ داخل ہو جاتے تو اُنپر ٹھنڈک و سلامتی ہو جاتی۔ امام بزار نے کہا کہ متن اس روایت کا غیر معروف
ہے سوائے اسوجہ کے کہ نہین روایت کیا ایوب رح سے مگر عباد رح نے اور نہ عباد رح سے مگر ریحان بن سعید نے۔ امام ابن کثیر رح نے بعد اسکے لکھا کہ مین کہتا ہون
کہ ریحان بن سعید کو ابن حبان نے ثقہ لوگون مین ذکر کیا ہے اور یحیی بن معین و نسائی نے کہا کہ لا باس یعنی اسکا مضائقہ نہین ہے اور ابوداؤد نے
اُنسے روایت نہین کی اور ابوحاتم نے کہا کہ ریحان بن سعید شیخ ہے اُسکی روایت مین مضائقہ نہین ہے اُسکی حدیث لکھی جاوے لیکن تنہا اسی کی حدیث سے
کوئی حجت نہین ہو سکتی ہے۔ حدیث ششم۔ امام محمد بن یحیی ذہلی نے اپنی اسناد سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ زمانہ فترت کا مرا ہوا اور معتوہ اور مولود اپنی حجت لاوینگے پس فترت کے زمانہ مین جو مر گیا وہ عرض کریگا کہ میرے پاس کوئی کتاب نہین
آئی اور معتوہ کہیگا کہ اے رب تو نے میرے واسطے کچھ عقل نہین دی کہ اُس سے کچھ بھلائی یا برائی کو سمجھتا اور مولود کہیگا کہ اے رب مین نے عقل کا وقت ملنے

نہین پایا پس ان لوگون کے واسطے جہنم سے آگ بلند کیجاویگی اور اُنسے کہا جائیگا کہ اسمین داخل ہو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس اسمین وہ داخل ہو جائیگا جو اللہ تعالےٰ کے علم مین نیکبخت تھا اگر اعمال کرنے کی قدرت پاتا۔ اور داخل ہونے سے وہ باز رہیگا جو اللہ تعالےٰ کے علم مین بدبخت تھا اگر عمل کی قدرت پاتا پس اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ تم نے میری نافرمانی کی تو بھلا تم کب مطیع ہوتے اگر میرے رسول تم پر آتے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ بھلا کب میرے رسولون کے محبت پر مطیع ہوتے۔ قال لا یعرف من حدیث ابی سعید الا من طریقہ عن عطیہ رحمہ اللہ۔ حدیث ہفتم ہشام ابن عمار و محمد بن المبارک الصوری نے اپنی اسانید سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ لائے جاوینگے قیامت کو وہ کہ جسکی عقل ممسوخ ہو گئی اور وہ جو فترت پر مرا ہو اور وہ جو صغیر مرا ہو پس ممسوخ العقل عرض کریگا کہ اگر تو مجھے عقل دیتا تو کوئی عقل والا مجھ سے زیادہ سعید نہ ہوتا اور فترت پر مرنے والے کا اور صغیر کا اُسی کے مانند ذکر فرمایا پس اللہ تعالےٰ عز و جل فرماویگا کہ مین تمکو ایک حکم دیتا ہون تم میری اطاعت کروگے پس یہ لوگ عرض کرینگے کہ ہان پس حکم فرماویگا کہ اچھا جا کر دوزخ مین داخل ہو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وے اسمین داخل ہو جاتے تو انکو کچھ ضرر نہ ہوتا مگر اُنپر قابض نکلینگے تو یہ گمان کرینگے کہ جہنم نے جو کچھ اللہ تعالےٰ نے پیدا فرمایا تھا سب کو ہلاک کر دیا پس نہایت تیزی سے بھاگ آوینگے پھر انکو دوبارہ حکم دیگا پھر دوبارہ بھی یون ہی واپس آوینگے تب اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ تمہارے پیدا کرنے سے پہلے مین جانتا تھا جو تم کرنے والے تھے مین نے تمکو اپنے علم پر پیدا کیا تھا اور میرے علم پر تم اپنے ٹھکانے جاؤگے پھر انکو جہنم گرفتار کر لیگی۔ حدیث ہشتم صحیحین مین ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اُسکے والدین اُسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کر دیتے ہین جیسے چوپایہ اپنا بچہ پورے اعضاء کا جنتا ہے بھلا تم اسمین کوئی کان کاٹا ہوا پاتے ہو (یعنی کفار اسکے کان وغیرہ کاٹ ڈالتے ہین) اور ایک روایت مین پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ جو بچہ صغیر مر گیا فرمایا کہ جو وہ کرنیوالا تھا اسکو اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے۔ اور امام احمد رہ نے اپنی اسناد سے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی موسیٰ بن داؤد راوی کہتے ہین کہ جہانتک مجھے علم ہے حضرت ابوہریرہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمانون کے صغیر بچے جنت مین ہین حضرت ابراہیم ع اُنکی کفالت کرتے ہین۔ صحیح مسلم مین عیاض بن حمار سے روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ جل شانہ کا فرمان روایت کیا کہ مین نے اپنے بندون کو حنیف پیدا کیا ہے اور دوسرے صحابی کی روایت سے یون ہے کہ حنیف مسلمان پیدا کیے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم کے حق مین جو حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے اور دودھ پیتے انتقال کر گیے تھے ارشاد فرمایا کہ اُسکے واسطے جنت مین دودھ پلائی ہے اور بخاری کی روایت مین حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ کے بعض فرزند کے حق مین جو آنحضرت صلعم سے انتقال کر گئے فرمایا کہ اُسکے واسطے جنت مین دودائیان دودھ پلانے والیان ہین۔ حدیث نہم حافظ ابوبکر البرقانی نے اپنی کتاب مستخرج علی البخاری مین حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے پس لوگون نے آواز سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اور مشرکون کی اولاد تو فرمایا کہ مشرکون کی اولاد بھی طبرانی نے اپنی اسناد سے سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مشرکون کی اولاد کو پوچھا تو فرمایا کہ وے اہل جنت کے خادم ہونگے حدیث دہم۔ امام احمد رہ نے خنساء بنت معاویہ کے چچا سے رضی اللہ عنہم روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون کون جنت مین ہین فرمایا کہ نبی جنت مین اور شہید جنت مین اور مولود جنت مین اور جو لڑکی زندہ درگور کی گئی وہ جنت مین ہے۔ اقوال علماء بعض علماء اسی حدیث کی وجہ سے کہتے ہین کہ اولاد مشرکین مع اُن لوگون کے جو معتزہ وغیرہ سے اُنکے حکم مین ہین انمین توقف کرنا چاہیے۔ بعض علماء نے سمرہ بن جندب کی حدیث صحیح بخاری کی وجہ سے جزم کیا کہ وے جنت مین ہین کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خواب مین جو بہت طویل صحیح بخاری

مین ہی یون آیا ہی کہ پھر آپ ایک شیخ کے پاس گذرے اور اسکے گرد اطفال تھے پھر جبرئیل علیہ السلام نے بیان کیا کہ یہ ابراہیم ہین اور انکے گرد یہ اطفال اولاد مسلمین ہین اور اولاد مشرکین ہین لوگون نے عرض کیا کہ اولاد مشرکین تھے فرمایا کہ ہان اولاد مشرکین بھی مترجم کہتا ہی کہ اسمین یہ احتمال باقی ہی کہ شاید یہ اولاد مشرکین مین سے وہ ہون جو سابق علم آلہی مین اہل فطرت و اسلام سے تھے کہ اگر بڑے ہوتے تو ایمان لاتے۔ اور بعض علماء نے یقین کر لیا کہ اولاد مشرکین دوزخ مین جاوینگے کیونکہ حدیث مین آیا کہ وے اپنے آباء کے ساتھ ہونگے۔ اور بعض علماء نے یہ اختیار کیا کہ عرصات قیامت مین اُنکا امتحان ہوگا جو اطاعت کریگا داخل جنت ہوگا اور علم آلہی جو اُنکے حق مین سعید ہونے کا تھا وہ ظاہر ہو جائیگا اور جو نا فرمانی کریگا وہ جہنم مین داخل ہوگا اور سابق علم آلہی اُنکے حق مین شقاوت کا ظاہر ہو جائیگا۔ اس قول پر سب دلائل جمع ہو جاتے ہین اور احادیث متقدمہ مین جو باہم ایک دوسرے کی تقویت کرتی ہین یہ مضمون صریح آیا ہی اور اسی قول کو شیخ ابو الحسن علی بن اسمٰعیل اشعری رح نے اہل السنہ والجماعۃ سے حکایت کیا اور اسی قول کی حافظ ابو بکر البیہقی رح نے کتاب الاعتقاد مین تائید کی اور منصور قرار دیا اور اسی طرح دیگر علماء و نقاد محققین نے اسی کو مذہب منصور ٹھہرایا ہی۔ شیخ ابو عمر بن عبد البر النمری نے احادیث امتحان سے جو اوپر گذری ہین بعض کو ذکر کر کے کہا کہ اس باب کی احادیث امتحان چندان قوی نہین ہین اور انسے کوئی حجت قائم نہین ہو سکتی اور اہل العلم انسے انکار کرتے ہین اسوجہ سے کہ آخرت تو دار الجزاء ہی وہ دار امتحان و ابتلاء نہین ہی پھر کیونکر اُنکو آگ مین داخل ہونے کی تکلیف دیجائیگی اور یہ کسی مخلوق کی وسعت مین نہین اور اللہ تعالےٰ کسی نفس کو مکلف نہین فرماتا مگر اُسی قدر جو اُسکی وسعت مین ہو۔ جواب اس قول کا یہ ہی کہ اس باب کی احادیث مین سے بعض تو صحیح ہین چنانچہ بہت سے علماء ائمہ نے اسکی تنصیص فرمائی ہی اور بعض بمرتبہ حسن ہین اور بعضے البتہ ضعیف ہین جنکو صحیح و حسن سے قوت حاصل ہی اور جب ایک ہی باب کی احادیث اسطرح باہم متصل و ایک دوسرے کے واسطے مؤید ہون تو جو شخص انمین نظر کرے اُسکو حجت حاصل ہوگی اور یہ جو شیخ ابن عبد البر نے کہا کہ آخرت دار الجزاء ہے تو اسمین شک نہین کہ وہ دار الجزاء ہے مگر دخول جنت یا القاء جہنم سے پہلے عرصات قیامت مین مکلف ہونا کچھ دار الجزاء ہونے کے منافی نہین ہی کیونکہ جزاء تو یہی جنت یا جہنم ہی اور قبل اس جزاء کے ہر ایک کو پہونچنے کے کچھ منافی نہین کہ عرصات مین مکلف کیے جاوین جیسا کہ شیخ ابو الحسن اشعری نے مذہب اہل السنۃ والجماعۃ سے حکایت کیا کہ اطفال کا امتحان ہوگا اور خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود الآیۃ۔ اور صحاح وغیرہ مین ثابت ہوتا ہی کہ قیامت کے روز مومنین اپنے اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدہ ادا کرینگے اور منافق کو اسکی قدرت نہوگی اور اسکی پیٹھ مثل صفحہ واحدہ کے ایک طبق ہو جائیگی جبکہ سجدہ کا قصد کریگا اپنی گدی کے بل گر پڑیگا۔ اور صحیحین مین اُس شخص کے بیان مین جو سب سے آخر مین جہنم سے نکالا جاوے یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالےٰ اس سے عہود و مواثیق لیگا کہ اس سے سوائے سوال نہ کریگا اور یہ کئی بار واقع ہوگا اور اللہ تعالےٰ فرماویگا کہ اے ابن آدم تو بڑا عہد شکن ہی پھر اُسکو جنت مین داخل ہونے کی اجازت دیگا۔ اور مترجم کہتا ہی کہ علاوہ اسکے جس طرح ان لوگون کو امتحان سے مکلف فرمایا وہ واسطے اظہار اُنکی جبلی صلاحیت و جبلت کے ہی تاکہ حقیقت علم آلہی ظاہر ہو جاوے پھر اگر یہ حقیقی تکلیف نہو تو بھی گنجایش ہی۔ قال الشیخ ابن کثیر رح پھر یہ جو شیخ ابن عبد البر نے کہا کہ کیونکر اُنکو دخول جہنم کے واسطے مکلف کریگا کہ یہ کسی کی وسعت مین نہین ہی تو جواب یہ ہی کہ ایسے عقلی وہم سے حدیث کی صحت مین تردد نہین ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالےٰ قیامت کے روز اپنے بندون کو پل صراط سے عبور کرنے کا حکم فرماویگا حالانکہ وہ جہنم کا پل ہی جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہی اور مومنین اُسپر سے موافق اپنے اپنے اعمال کے مانند برق و مانند ہوا و مانند اسپان تیز رفتار و شتران سریع السیر گذر جاوینگے اور انمین سے بعضے پاؤن سے تیز روندہ اور بعضے بقدم روندہ ہونگے اور بعضے چوتڑون کے بل گھسٹینگے اور بعضے انمین سے خراش اٹھا کر اپنے مُنھ کے بل جہنم مین گر پڑینگے پس یہ جو ان لوگون کے حق مین وارد ہی وہ اس امتحان اطفال سے کچھ کم نہین ہی بلکہ بہت بڑھکر ہی اور آگ مین جانا خارج از وسعت

تکلیفی نہین ہو کیونکہ سنت معروفہ مین وارد ہو کہ دجال کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی اور شارع علیہ السلام نے مومنون کو جو اسکا زمانہ پاوین یہ حکم دیا ہو کہ اسمین سے پیوین جسکو وہ آگ دیکھتے ہون کہ وہ اُنپر ٹھنڈک و سلامتی ہوگا پس یہ بھی اسکی نظیر ہو اور یہی اللہ تعالےٰ نے بنو اسرائیل کو حکم دیا کہ اپنے نفوس کو قتل کرین پس بعض نے بعض کو قتل کیا یہانتک کہ مروی ہو کہ صبح سے دوپہر تک ستّر ہزار قتل ہوے پس اُنھون نے اپنے باپ و بھائی کو قتل کیا اگرچہ وے ایک ابر کے ستر رقیق مین تھے جو اللہ تعالےٰ نے اُنپر بھیجا تھا اور یہ ایک عقوبت تھی جو اللہ تعالےٰ نے اُنکو گوسالہ پرستی پر دیدی تھی پس یہ مشقت بھی نفس پر اس سے کسی طرح کم نہین ہو جو یہان احادیث مین وارد ہوئی ہو واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب **فصل** ۔ جب یہ بات متقرر ہو چکی تو اب ہم کہتے ہین کہ علماء نے مشرکون کی اولاد مین کئی قولون پر اختلاف کیا ہو ۔ **قول اول** یہ کہ وے جنت مین ہین اور حجت اُنکی حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مسلمین کی اولاد اور مشرکون کی اولاد دیکھی ۔ اور حدیث خنساء کی اپنے چچا سے جو امام احمد رح نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ والموؤد فی الجنۃ یعنی جو بچہ مارا جاوے وہ جنت مین ہو ۔ پس یہ استدلال تو صحیح ہو و یہ احادیث عام ہین یعنی ایسے بچون کو بھی شامل ہین جو اللہ تعالےٰ کے علم مین اہل طاعت سے تھے اگر زندہ رہتے اور ایسے بچون کو بھی جو علم آلہی مین عاصی تھے اگر زندہ رہتے تو ممکن ہو کہ مراد دونون قسم مین سے قسم اول ہو یعنی اولاد مشرکین سے حضرت ابراہیم کے ساتھ فقط قسم اول کے بچہ ہون ولیکن جو احادیث ہم نے امتحان کی ذکر کی ہین وے خاص ہین تو عام کی تخصیص ان خاص سے ہوگی پس جن بچون کی نسبت اللہ تعالےٰ کے علم مین ہو کہ وہ مطیع ہین تو اسکی روح کو برزخ مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ رکھتا ہے اور مسلمانون کی اولاد بھی جو فترت پر مرے ہین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہین اور مشرکون کے جن بچون کی نسبت وہ جانتا ہو کہ عاصی ہین تو اسکا معاملہ اللہ تعالےٰ کی طرف ہے اور وہ قیامت مین دوزخ مین جاوینگے جیساکہ احادیث الامتحان اسپر دلالت کرتی ہین اور شیخ اشعری نے اسی کو اہل السنۃ والجماعۃ سے نقل کیا ہو ۔ پھر واضح ہو کہ جو علماء اس بات کے قائل ہین کہ مطلقاً اولاد مشرکین جنت مین ہین انمین پھر دو قول ہین بعضے تو انکو جنت مین مستقل ٹھہراتے ہین اور بعضے کہتے ہین کہ اہل جنت کے خادم ہونگے جیساکہ ابو داؤد الطیالسی کی حدیث انس رضی اللہ عنہ مین ہو جو بروایت علی بن زید ہو اور وہ ضعیف ہو واللہ اعلم ۔ قال المترجم علی بن زید بن جدعان ضعفوہ ولکن الترمذی قد حسن بعض احادیثہ **قول دوم** یہ کہ وے اپنے آباء کے ساتھ جہنم مین ہین اور دلیل اسپر وہ ہو جو امام احمد نے عبداللہ بن ابی قیس سے روایت کی کہ اسنے آکر حضرت ام المومنین عائشہ رضہ سے اولاد مشرکین کو پوچھا تو بولین کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وے اپنے آباء کے تابع ہین تو مین نے کہا کہ یا رسول اللہ بغیر اعمال کیے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تو خوب جانتا ہو جو وے کرنیوالے تھے ابو داؤد نے اسی کو حضرت ام المومنین سے روایت کیا کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مومنون کے بچون کو پوچھا فرمایا کہ وے اپنے آباء کے ساتھ ہین پھر مین نے کہا کہ اور مشرکون کے بچہ فرمایا کہ وے اپنے باپون کے ساتھ ہین مین نے کہا کہ بلا عمل کیے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تو خوب جانتا ہو جو وے کرنے والے تھے ۔ امام احمد نے دوسری اسناد سے حضرت عائشہ رضہ سے روایت کیا کہ ام المومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرکون کے بچون کے واسطے ذکر کیا تو فرمایا کہ اگر تو چاہے تو مین جہنم مین اُنکا بلبلانا تجھے سُنادون اس اسناد مین ابو عقیل یحیی بن المتوکل راوی متروک ہے ۔ اور عبداللہ بن امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنے دو بچون کو پوچھا جو زمانہ جاہلیت مین مر گئے تھے فرمایا کہ وے دونون دوزخ مین ہین پھر جب خدیجہ رضہ کے چہرہ پر کراہت دیکھی تو فرمایا کہ اگر تو اُنکے مکان دیکھتی تو ان دونون سے دشمنی کرتی ۔ خدیجہ رضہ نے پوچھا کہ پھر آپ سے میرے فرزند تو فرمایا کہ مومنین و اُن کی اولاد جنت مین ہین اور مشرکین و انکی اولاد دوزخ مین ہین پھر یہ آیۃ

یہ آیت والذین آمنوا واتبعتهم ذریتهم بایمان الحقنا بهم ذریتهم شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اسکی اسناد مین محمد بن عثمان راوی مجہول الحال ہے اور اُسکے شیخ زاذان نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نہین پایا ہے۔ امام ابوداؤد نے شعبی رح سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ وائدہ وموؤدہ جہنم مین ہے پھر شعبی نے کہا کہ مجھ سے یہی حدیث کی علقمہ نے ابووائل سے اُسنے ابن مسعود رض سے اور جماعت نے اُسکو ابن ابی ہند کی روایت شعبی سے اُسنے علقمہ سے اُسنے سلمۃ بن قیس اشجعی سے روایت کی کہ سلمۃ بن قیس نے کہا کہ مین اور میرا بھائی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ہم نے کہا کہ ہماری ان زمانہ جاہلیت مین مرگئی اور وہ مہمان کی ضیافت کرتی اور قرابت ناتے کو ملائے رہتی مگر اُسنے جاہلیت مین ہماری ایک بہن کو جو بلوغ کو نہ پہونچی تھی زندہ درگور کرکے مار ڈالا تھا تو فرمایا کہ وائدہ وموؤدہ دونون دوزخ مین ہین مگر آنکہ وائدہ کو اسلام زمانہ ملجاوے پس وہ اسلام لاوے۔ ہذا اسناد حسن۔ قول سوم یہ کہ اُنکے بارہ مین توقف کیا جاوے اور ان لوگون کا اعتماد حدیث کے قول اللہ اعلم بما کانوا عاملین۔ پر ہے اور صحیحین مین حضرت ابن عباس رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اولاد مشرکین کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ اعلم بما کانوا عاملین یعنی اللہ تعالے خوب جانتا ہے جو وے کرنے والے تھے۔ ایسا ہی صحیحین مین ابوہریرہ کی حدیث سے مرفوع مروی ہے بعض علمار نے انکو اہل اعراف سے قرار دیا ہے لیکن اس قول کا مرجع یہ ہے کہ وے اہل جنت مین سے ہین کیونکہ اعراف کوئی جاے قرار نہین ہے اعراف والے انجام کار جنت کو جاوینگے جیسا کہ سورۂ اعراف مین اسکی تقریر گذر چکی ہے واللہ تعالے اعلم۔ فصل اور جاننا چاہیئے کہ یہ اختلاف جو مذکور ہوا فقط مشرکون کی اولاد صغیر مین مخصوص ہے اور رہے مومنون کے بچے تو انکے جنتی ہونے مین علمار کے درمیان کچھ اختلاف نہین ہے جیسا کہ قاضی ابویعلی بن الفرار حنبلی نے امام احمد رح سے نقل کیا کہ اطفال مومنین مین کوئی اختلاف اس بات مین نہین کیا جائے گا کہ وے اہل جنت سے ہین اور یہی لوگون مین مشہور ہے اور اسی پر ہم بھی انشاء اللہ تعالے الیقین کرتے ہین ولیکن شیخ ابوعمر بن عبدالبر رح نے بعض علمار سے اس بارہ مین توقف نقل کیا ہے اور یہ کہ اطفال سب خواہ مشرکون کے ہون یا مومنون کے ہون اللہ تعالے کی مشیت مین داخل ہین اور ابن عبدالبر نے کہا کہ ایک جماعت اہل الفقہ والحدیث مین سے اسی طرف گئے ہین اور اُنھین مین سے حماد بن زید وحماد بن سلمۃ وابن المبارک واسحق بن راہویہ وغیرہم ہین اور کہا کہ امام مالک رح نے جو مؤطا مین احادیث درباب تقدیر وارد کی ہین اُنسے لگا ہوا قول ہے اور اسی قول پر اکثر صحابہ رض ہین اور امام مالک رح سے اس بارہ مین کوئی صریح قول مروی نہین ہے ولیکن اُنکے اصحاب مین سے متاخرین کا مذہب یہ ہے کہ مسلمانون کے اطفال جنت مین ہین اور فقط مشرکون کے اطفال داخل مشیت الٰہی ہین۔ یہانتک شیخ ابن عبدالبر کا قول ابن کثیر رح نے نقل کرکے فرمایا کہ اسی کے مانند شیخ ابوعبداللہ قرطبی نے تذکرہ مین ذکر کیا ہے اور لکھا کہ یہ قول غریب ہے یعنی یہ قول منفرد ہے اور ان لوگون نے اس بارہ مین حدیث ام المومنین عائشہ رض کو بھی ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انصار مین سے ایک طفل کے جنازہ مین بلائے گئے مین نے کہا کہ یارسول اللہ طوبی لہ وہ جنت کے عصافیر مین سے ایک عصفور تھا[1] اُسنے کچھ بدی نہین کی اور نہ انکا وقت پایا تو آپ نے فرمایا کہ یا اسکے سوا اے عائشہ رض۔ اللہ تعالے نے جنت کو پیدا کیا اور اُسکے واسطے لوگ پیدا کیے ہین حالانکہ وہ اپنے آبار کے پشت مین ہین اور دوزخ کو پیدا کیا اور اُسکے واسطے لوگ پیدا کیے ہین حالانکہ وے اپنے آبار کی پشت مین ہین۔ رواہ مسلم واحمد وابوداؤد وابن ماجہ ونسائی یعنی جنت ودوزخ کے لوگ کچھ اعمال پر نہین بلکہ پشت پدر مین جو جنتی ہے اُسکا نطفہ ہی اہل جنت کا ہے اسیطرح دوزخی جب نطفہ ہے تب ہی دوزخی ہے۔ شیخ نے کہا کہ چونکہ اس مسئلہ مین کلام کرنا دلائل صحیحہ جیدہ کا محتاج ہے اور کبھی اسمین ایسا شخص کلام کرتا ہے جسکے پاس شارع کی طرف سے علم نہین ہے اسوجہ سے ایک جماعت علمار نے اسمین گفتگو کرنے کو مکروہ جانا ہے چنانچہ یہی ابن عباس و قاسم بن محمد اور محمد بن الحنفیہ وغیرہم سے مروی ہے ابن حبان نے اپنی صحیح مین روایت کی

[1] چڑیا ۱۲

کہ ابن عباس رضہ منبر پر فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اس اُمت کا معاملہ برابر ٹھیک رہیگا جبتک وے اطفال مین اور تقدیر مین گفتگو نہ کرینگے ابن حبان نے کہا کہ اطفال سے مشرکون کے اطفال مراد ہین اور اسیطرح اسکو ابوبکر بزار رح نے روایت کیا ہو اور ایک جماعت نے اسکو ابن عباس سے موقوف روایت کیا ہو- پھر اللہ تعالے نے مالدارون واہل دولت کے فساد اور ظالمون کے ظلم سے بربادی کو فرمایا۔

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا ۝ وَكَمْ

اور جب ہم نے چاہا کہ برباد کرین کسی شہر کو حکم دیا اُسکے آسودگون کو سو اُنھون نے اُسمین فسق کیا پس ٹھیک ہوگیا اُسپر قول سو ہم نے اسکو پورا تباہ کر دیا اور کتنی

أَهْلَكْنَا مِنَ ٱلْقُرُونِ مِنۢ بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِۦ خَبِيرًۢا بَصِيرًا

کھپادین ہم نے سنگتین نوح سے پیچھے اور بس ہو تیرا رب اپنے بندون کے گناہ جانتا دیکھتا

جب اللہ تعالے نے عذاب کی طرف اشارہ کیا تو اُسکے اسباب بیان کیے اور بتلادیا کہ یہ اُسکی تقدیر سے ہو اور وہ علم قدیم ہو فقال تعالے وَإِذَآ أَرَدْنَا اور جب ہم ارادہ کرتے ہین کہ کسی قریہ کو دنیاوی زندگانی مین اچھی طرح زندہ رکھین اور آخرت مین عروج دین تو وہان کے لوگون کے دلون مین حکم کی فرمانبرداری اور رسولون کی پیروی ڈالدیتے ہین اور جب ہم ارادہ کرتے ہین کہ۔ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً کسی قریہ کو ہلاک کرین یعنے آیندہ زمانہ مین۔ أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا تو حکم دیتے ہین یعنی اپنی قدرت تامہ سے جسکے زیر حکم تمام مخلوق ہو ہم حکم دیتے ہین اس گاؤن کے مترفین کو اور یہ حکم تقدیری ہے اور اکثرون نے کہا کہ رسول کی زبان پر ہم حکم دیتے ہین اُسکے مترفین کو کہ اچھے کام وطاعات کرین۔ فَفَسَقُوا۟ فِيهَا پھر وے لوگ فسق کرتے ہین یعنی فرمانبرداری سے باہر ہوجاتے اور باہم ظلم وایذادہی وضعیفون پر زور آوری کرتے ہین یہی معنی ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کیے اور یہی قول سعید بن جبیر کا ہو مترف بمعنے منعم- اور یہان ایک قرارت مشہورہ مین امرنا بتشدید میم ہو لہذا الشیخ ابن جریر رح نے کہا کہ محتمل ہو کہ اسکے معنی یہ ہون کہ ہم نے مترفین کو انپر امیر بنادیا- علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ امرنا مترفیہا یعنی ہم نے اُسکے شریرون کو وہان کے لوگون پر مسلط کیا پس اُنھون نے نافرمانیان کین جب ایسا کیا تو اللہ تعالے نے ان سب کو عذاب سے ہلاک کیا مترجم کہتا ہے کہ وہان کے غریبون کی خطا یہ ہوئی کہ اُنھون نے شریرون کی اتباع اور انکی معیت کی اور اگر وے لوگ ظلم سہتے اور امرا کے افعال سے نفرت کرتے تو وے محفوظ رہتے۔ صاحب کشاف رح نے کہا کہ ظاہر کلام دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالے اُنکو بدکاری کا حکم دیتا ہو تب وے بدکاری کرتے ہین مگر بات یہ ہے کہ یہ کلام مجازی ہے اور معنی یہ ہین کہ اللہ تعالے اُنپر آسودگیون کے دروازے اور راحتون کے سامان کھول دیتا ہو تو اسی حالت مین وے سرکشی وبغاوت کرتے ہین اور لکھا کہ دلیل ظاہر لفظ کی یہ ہے کہ ماموراسی واسطے حذف ہوا ہو کہ فسقوا اسپر دلالت کرتا ہو یعنی حکم دیا فسق کا پس اُنھون نے فسق کیا چنانچہ بولتے ہین کہ امرتہ فقام وامرتہ فقرا یعنی مین نے اُسکو حکم دیا پس وہ کھڑا ہوگیا یا حکم دیا تو پڑھنے لگا پس مامور بہ حذف کیا یعنی مین نے حکم دیا کہ پڑھے وہ پڑھنے لگا یا حکم دیا کہ کھڑا ہو تو وہ کھڑا ہوگیا اسی طور پر یہان ہے کہ حکم دیا فسق کا تو اُنھون نے فسق کیا اور یہ اعتراض نہ کیا جاوے کہ امرتہ فعصانی۔ یعنے مین نے اُسکو حکم دیا تو اُسنے میری نافرمانی کی۔ کیونکہ یہ کلام ایسا ہے کہ اس سے یہ نہین سمجھا جاتا کہ مین نے اسکو معصیت کا حکم دیا اُسنے نافرمانی کی بوجہ اسکے کہ معصیت منافی امر ہے تو حکم سے مامور بہ معصیت قرار دینا مخالف ہوگا اس ضرورت کی وجہ سے ہم نے ظاہر مفہوم کو ترک کیا انتہی کلامہ مترجم امام رازی رح نے کہا کہ یہان اعتراض باقی ہو اسواسطے کہ جیسے قولہ امرتہ فعصانی مین دلالت ہو کہ مامور بہ سوائے معصیت کے دوسری چیز ہو بوجہ اسکے کہ معصیت منافی امر ہے اسی طرح قولہ امرنا مترفیہا ففسقوا فیہا مین دلالت ہو کہ مامور بہ سوائے فسق کے دوسری چیز ہو پس لازم ہوا کہ اس کلام مین دلیل ہو کہ مامور بہ فسق نہین ہو۔ سراج مین لکھا کہ یہ کلام امام رازی کا بہت ظاہر ہو اور معلوم نہین کہ صاحب کشاف نے کیون اصرار کیا

کہ ماموریہ یہان فسق ہی باوجودیکہ اسکا فساد ظاہر ہی پس ثابت ہوا کہ صحیح معنی اس مقام پر وہ ہین جو سب نے ذکر کیے کہ امرنا مترفیہا یعنی ہم نے رسولون کی زبانی اُسکے ارباب نعمت کو طاعات وشکر گذاری کا حکم دیا ففسقوا فیہا۔ مگر ان لوگون نے نہ مانا اور فسق کیا۔ فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ پس ٹھیک ہوگیا اس قریہ پر قول یعنی وہ قول جو ہم نے انکو رسولون کی زبانی نافرمانون کے عذاب کا پہونچایا تھا۔ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا پس ہم نے ہلاک وبرباد کیا اس قریہ کو پورا ہلاک کرنا۔ ملک اخراب وبرباد ہوگیا۔ سراج مین کہا کہ مترفین ارباب نعمت کو اسواسطے خاص کیا کہ انہین حماقت جلد اثر کرتی ہے اور اسلیے کہ اور لوگ اُنکے تابع ہوجاتے ہین۔ اقول دوسری قرارت پر کہ امیر بنادیا اُسکے شریرون کو۔ یہ معنی ہین کہ غربا نے امرا کو اپنا سردار بنالیا اور اُمرا کی بدکاریون مین شریک رہے جیساکہ ابن عباس رضؓ سے علی بن ابی طلحہ کی روایت گذری اور یہی قول ابو العالیہ ومجاہد و ربیع بن انس کا ہے۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ امرنا مترفیہا یعنی کثرت سے کردیا ہم نے اُنکی تعداد کو یہی قول عکرمہ وحسن وقتادہ وضحاک کا ہی اور یہی مالک رح نے زہری سے روایت کیا۔ اور بعض نے امرنا کے معنی کثرنا کے لینے کو حدیث سے لیا ہے جسکو امام احمد رح نے اور خطیب نے لکھا کہ طبرانی نے سوید بن ہبیرہ سے مرفوع روایت کیا کہ خیر المال مہرۃ ماموۃ اوسکۃ مابورۃ۔ یعنے بہتر مال مہرہ ماموره یعنے کثیر النسل اور بہت جننے والی ہے اور لدے ہوے خرما کا گنجان راستہ ہے سراج مین لکھا کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مین آپ کے اس معاملہ کو حقیر دیکھتا ہون یعنی حالت حقارت مین قلیل ہے آپ نے فرمایا۔ انہ سیامر یعنی عنقریب وہ کثیر ہوجائیگا۔ مراد یہ کہ امر بمعنے کثرت ان دونون حدیث مین آیا ہے اسی طرح آیت کریمہ مین بھی امرنا بمعنی کثرنا ہے۔ بالجملہ جب فاسق کثرت سے ہوجاتے ہین تو یہ دلیل ہلاکت ہے اور سراج مین لایا کہ حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوے فرماتے تھے کہ لاالٰہ الا اللہ ویل للعرب من شر قد اقترب یعنی اللہ تعالے کے سوائے کوئی اور معبود قادر نہین ہے مگر خرابی عرب کی ایک ایسے شر سے جو قریب ہوگیا ہی فتح الیوم من روم یاجوج وماجوج مثل ہذہ۔ آج کے روز کشادہ کردیا گیا دیوار یاجوج وماجوج سے اسقدر۔ یعنے ابہام و اُسکے پاس والی اُنگلی سے حلقہ بناکر بتلایا۔ زینب فرماتی ہین کہ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہم لوگ ہلاک کیے جاوینگے درحالیکہ ہم مین اہل صلاح بھی موجود ہون فرمایا کہ ہان جب خبث کثرت سے ہوجاوے۔ علما نے کہا کہ خبث۔ زناکار اور بعض نے کہا کہ خود زناکاری اور بعض نے کہا کہ فسق

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ط اور بہت سے ہلاک کیے ہم نے قرون بعد زمانہ نوح کے۔ یعنے ہم نے اپنی عظمت سے بہت سے قرون جو رسولون کے جھٹلانے والے تھے بعد نوح کے اُنکو ہلاک کردیا جیسے عاد وثمود۔ مترجم کہتا ہے کہ بنو اسرائیل کے فساد ذکر ہوا اُن کی ہلاکت سے یہانتک مناسبت ہے اور مانند بنو اسرائیل کے بہت سے قرون فاسقہ ہلاک ہوے ہین اور سراج مین خطیب نے مانند شیخ ابن کثیر رح وغیرہ کے لکھا کہ اس سے کفار مکہ کو تہدید ہے شیخ نے لکھا کہ کفار مکہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو اللہ تعالے اُنکو اپنی عظمت و صولت سے ڈراتا ہے کہ ہم نے رسولون کے جھٹلانے والے بہت سی اُمتون کو جو بعد نوح کے ہوئین ہلاک کردیا۔ اسمین دلالت ہی کہ آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک جو اُمتین تھین وہ مسلمان گذری ہین جیساکہ ابن عباس نے فرمایا ہی کہ آدم ونوح کے درمیان دس قرون تھے اور سب لوگ اسلام پر گذرے ہین مراد یہان یہ ہے کہ تم اے جھٹلانے والے قریش کچھ ان قرون سے جو نوح کے بعد ہلاک ہوے ہین اللہ تعالے کے یہان کرم نہین ہو حالانکہ تمنے اشرف الرسل واکرم الخلائق محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو تم عقوبت کے واسطے زیادہ لائق ہو۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا یعنی تیرا رب کافی ہے اپنے بندون کے گناہ جاننے کو اور دیکھنے کو یعنی وہ خوب دانا اور بینا ہی۔ اور مراد صیغہ مبالغہ سے یہان مبالغہ نہین بلکہ ارشاد اس امر کا ہی کہ اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی خبیر وبصیر نہین ہی بلکہ وہی خبیر وبصیر ہے کسی دوسرے مین یہ معنی

متحقق نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ ہی کی شان ہے کہ کوئی چیز اُسپر پوشیدہ نہیں ہے سراج میں ہے کہ اللہ تعالےٰ ہر ایک کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے پس ہم لوگ اکثر کسی کو صالح و نیکو کار جانتے ہیں پھر آخر کار اسکا انجام اسکے برخلاف ٹھہرتا ہے اور کبھی دیکھتے ہیں کہ آدمی بہت عبادت میں ہے جب تنہا ہوتا ہے تو بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے نعوذ باللہ من ذلک - واضح ہو کہ قرن سے یہاں مراد اُمتیں ہیں جو اس زمانہ میں گذریں اور دراصل قرن ایک مقدار زمانہ کی ہے اور اسمیں اختلاف ہے سراج میں لایا کہ عبداللہ بن ابی اوفیٰ نے فرمایا کہ ایک قرن ایک صد و بست سال ہے اور بعض نے کہا کہ سو برس اور محمد بن القاسم نے عبداللہ بن بشر المازنی سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اُسکے سر پر رکھا اور فرمایا کہ یہ لڑکا ایک قرن زندہ رہیگا - محمد بن القاسم نے کہا کہ ہم لوگ برابر شمار کرتے رہے یہانتک کہ سو برس پورے ہوئے پھر مرے - کلبی رح نے کہا کہ ایک قرن اسی برس کا ہوتا ہے اور بعض نے کہا کہ چالیس برس کا ہوتا ہے - مترجم کہتا ہے کہ اظہر یہ ہے کہ قرن سو برس کا ہوتا ہے واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب - ف فی العرائس قولہ تعالےٰ واذا اردنا ان نہلک قریۃ امرنا مترفیہا ففسقوا فیہا فحق علیہا القول - اشارہ سے ثابت ہے کہ جب اللہ تعالےٰ دنیا کو خراب فرمانا چاہتا ہے تو اپنے اولیاء بندوں کو اُٹھا لیتا ہے یعنی اُنکو قبض کر لیتا ہے اور اُس میں اعدا کو چھوڑ دیتا ہے پس جب اُس میں سے اہل صدق جاتے رہتے ہیں جنکی دعا سے اللہ تعالےٰ عذاب دور کرتا ہے اور اُن کی برکت سے بلائیں دور کرتا ہے تو پھر اُسکے بعد اللہ تعالےٰ کا قول حق اُنکے عذاب و ہلاکت کا آجاتا ہے اسیطرح اسمیں اشارت سے یہ بات ثابت ہے کہ جب اللہ تعالےٰ مرید کے دل کو خراب و برباد کرنا چاہتا ہے تو اُسکے دل پر خواہش نفسانی کے اور شیاطین کے لشکر مسلط فرماتا ہے یہانتک کہ یہ سب اُسکے قلب کی سرزمین میں پھرتے ہیں اور اُسکو شہوات کے تیز رو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالتے ہیں اور طبیعت کی خواہشیں و نفس کے خطرات اُسپر جم جاتے ہیں - بعض نے آیت کریمہ کے معنی میں کہا کہ نیک بندے جاتے رہتے ہیں اور بدکار شریر لوگ غالب ہو جاتے ہیں - شیخ ابو عثمان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالےٰ دلوں میں سے بدکاری کی نفرت نکال ڈالتا ہے تو ایسے وقت میں مخلوق کی نسبت ہلاک ہونے کا خیال و خوف رکھو - اقول یعنی بدکاریوں کو جب تک لوگ بُرا سمجھیں اور اس سے نفرت کریں تب تک ادنی مرتبہ باقی ہے ورنہ بہتر یہ ہے کہ سب لوگ بدکاریاں بُری سمجھکر ہر ایک شخص کو جس کو بدکاری پر دیکھیں منع کریں اور باہم ایک دوسرے کو راستی پر رکھیں - پھر اللہ تعالےٰ نے دنیا کی خواہش سے بدکاری و انجام خواری پر تنبیہ کی

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا

جو کوئی چاہتا ہو پہلا گھر شتاب دے چکے ہم اُسکو اسی میں جتنا چاہیں جسکو چاہیں پھر ٹھہرایا ہے ہمنے اُسکے واسطے دوزخ کو پیٹھیگا اُس میں بُرا سنکر دھکیلا جا کر

وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۞ كُلًّا نُمِدُّ هَٰؤُلَاءِ ع

اور جس نے چاہا پچھلا گھر اور دوڑ کی اُسکے واسطے جو اُسکی دوڑ ہے اور وہ یقین پر ہے سو ایسیوں کے دوڑ ٹھکانے لگی ہے ہر ایک کو ہم پہونچاتے جائیں اُنکو

وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۞ انْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ وَلَلْآخِرَةُ

اور اُنکو تیرے رب کی بخشش میں سے اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں گھیری دیکھ کیسا بڑھایا ہمنے ایک کو ایک سے اور پچھلے گھر میں

أَكْبَرُ دَرَجَاتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۞

تو اور بڑے درجے ہیں اور بڑی بڑائی

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ یعنی جو شخص خواہش کرتا ہے دار عاجلہ دنیا کو - اسطرح کہ اُسی پر اپنی ہمت کو مقصور رکھتا ہے بایں طور کہ اُس کو

آخرت کا یقین ہی نہین ہی پس وہ خالی دنیا کو چاہتا ہے تو عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ عجلت سے دیدیتے ہین ہم اسکو عاجلہ دنیا مین سے جو ہم
چاہتے ہین یعنی دنیاوی منافع اُسکو حاصل کردیتے ہین مگر اسی قدر جتنے ہم چاہین اور لِمَنْ نُّرِيْدُ اُس شخص کے لیے جسکو ہم چاہین بسراج
مین لکھا کہ پس دنیاوی ہمت پر قصر کرنے والون کے واسطے ایک یہ قید ہے کہ جسکو ہم چاہینگے دینگے اور دوم یہ کہ جو کچھ ہم چاہینگے دینگے اسی
واسطے تو اکثر کافرون و منافقون کو دیکھتا ہے کہ جو کچھ چاہتے ہین اپنے دل مین آرزو مین لیتے ہین مگر دیا وہی جاتا ہے جو مقدر ہے پس بعض اُنکو
ملتی ہے اور بہتون کو دیکھو کہ یہی بعض چاہتے ہین مگر اس سے بھی محروم رہتے ہین تو اُنپر دنیا مین خواری اور آخرت مین خواری دونون جمع ہو جاتی
ہین بعض نے کہا کہ یہ آیت منافقون کے حق مین ہے کہ وے دکھلانے کے واسطے مسلمانون کے ساتھ نماز و قرآن پڑھتے اور غرض اُن کی فقط تو
حصول غنیمت تھی مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے علم حاصل کیا اور اللہ تعالی نے ہدایت دی تو وہ سمجھتا ہے کہ بعض لوگ جو دنیا چاہنے والون
مین سے ہین دنیا مین یہ منافع پاتے ہین کہ وے روے زمین مین اکثر لوگون کا آرام چاہتے ہین مگر اسکے عوض اپنے واسطے دنیاوی منفعت کے
طالب ہین اور بعض لوگ اپنی منفعت چاہتے ہین مگر لوگون کی تکلیف و خرابی کے ساتھ تو محروم رہتے ہین غرضکہ دنیا مین دو قسم ہین ایک وے
جو دنیا چاہتے ہین اور آخرت سے منکر ہین اور دوم وے جو آخرت پر یقین کرتے ہین پس جو دنیا چاہتے ہین اور آخرت سے منکر ہین انھین ہر طرح
خواری ہی کہ دنیا مین سے جسکو اللہ تعالے چاہے اور جسقدر چاہے دنیا کی منفعت دیدے اور وہ بھی بعد چند روز کے فنا ہی۔ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ
جَهَنَّمَ پھر ہم نے اُسکے واسطے جہنم کردی ہے یعنی آخرت کے بدلے اُسنے دنیا چاہی تھی تو آخرت مین اُسکا ٹھکانا جہنم ہی۔ يَصْلٰىهَا اُسمین داخل ہوگا
مَذْمُوْمًا درحالیکہ مذمت کیا ہوا ہوگا۔ مَّدْحُوْرًا ملعون مطرود ہوگا۔ حدیث مین ہی کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اُسمین ہے وہ ملعون ہے
سوا اللہ تعالے کی یاد اور عالم و متعلم کے پس سوا یاد الٰہی و عالم و متعلم کے کہ وہ آخرت کے امور ہین باقی جس نے دنیا چاہی تھی وہ ملعون
مطرود ہوکر جہنم مین گیا کیونکہ آخرت مین اُسکے واسطے یہی ٹھکانا ہی قسم دوم جو آخرت چاہتے ہین اللہ تعالے نے انکے واسطے تین شرطین ذکر فرمائین اول
قولہ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ اور جس نے چاہی آخرت پس آخرت چاہنے والے پر لازم ہی کہ اول نیت آخرت کی درست کرے کیونکہ اُسنے نیک کام کیا
مگر نیت ثواب کی نہ کی تو یہ کام بیکار کیا اُسکو نفع نہ ہوگا کیونکہ حدیث مین ہی کہ الاعمال بالنیات یعنی کامون کا مدار نیتون پر ہی یعنی جس کام کو جس نیت سے
کرے اُسی کی نیت پر ثواب یا عذاب ہوگا یہانتک کہ جس نے دکھلانے کو نماز پڑھی اُسکو بجاے ثواب کے ریاکاری کا عذاب ہی۔ دوسری شرط قولہ
تعالے۔ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا اور سعی کی آخرت کے لیے جسطرح اُسکی سعی کرنی چاہیئے۔ یعنی رسول اللہ صلعم نے جسطرح طریقہ بتلایا ہی یا خود کیا ہی
یا فرمایا ہی اُنکی پیروی کی۔ بسراج مین لایا ہی کہ اس سے ظاہر ہوا کہ جس فعل سے آخرت چاہتا ہی وہ جب ہی آخرت کے لیے ہوگا کہ وہ کام نیکی و طاعات
مین سے ہو یعنی مثلاً اپنی طرف سے ایک کام کو تجویز کرکے آخرت کے لیے نہ بناوے کیونکہ وہ بدعت مذموم ہوگا یا ممنوع شرعی نہو بلکہ مباح ہو اور لکھا کہ
گمراہ لوگ اپنی جہالت سے تقرب کا قصد کرتے اپنی راے کے افعال سے اسطرح کہ بتون کی عبادت کرتے اور اپنی راے سے اُسکے اچھے ہونے کی کئی تاویل کرتے
ایک یہ کہ اللہ تعالے جل شانہ بہت بزرگ و پاک ہی ہم مین سے کسی کو یہ قدرت کہان ہی کہ اُسکی بندگی و خدمت ظاہر کرسکین لیکن یہ ہوسکتا ہی کہ ہم کسی ایسے
مخلوق کی پرستش کرین جو اللہ تعالے کے یہان مقرب ہی مثلاً کسی ستارہ کی یا فرشتہ کی یا مقرب بندے کی اور یہ غلطی سخت ہی دوم یہ کہ انھون نے دعوی کیا
کہ ہم نے یہ مورتین انبیاء و اولیاء کی بنائی ہین اور انکی عبادت سے یہ مقصود ہی کہ یہ لوگ اللہ تعالے کے یہان خوش ہوکر ہماری سفارش کرینگے اور یہ طریقہ بھی
فاسد ہی اس سے انکو سواے عذاب کے کچھ فائدہ نہین ہی سوم یہ کہ ہندوستان مین ہندو لوگ کبھی اپنی جان قربان کرتے ہین اور دیبی پر بھینٹ چڑھاتے ہین
اور کبھی جلکر خاک ہو جاتے ہین یہ سب باطل مذموم طریقہ ہی اور یہی حال نصرانی و دیگر باطل مذاہب کا ہی کہ اس سے انکو کچھ حاصل نہین ہے

سواے دنیاکے اُنکا مقصود کچھ نہین اور حدیث امام احمد مین ہو کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ دنیا اسکا گھر ہو جسکا گھر نہین اور اُسکا مال ہو جسکے واسطے مال نہین اور دنیا کے لیے وہ جمع کرتا ہو جسکو عقل نہین ہو۔ بالجملہ آخرت طلب کرنے والے کو لازم ہے کہ نیت ٹھیک کرے اور جو طریقہ اُسکے لیے کوشش کا ہے وہ اختیار کرے۔ شرط سوم یہ کہ وَهُوَ مُؤْمِنٌ درحالیکہ وہ مومن ہو یعنی نیت وعمل کے وقت وہ یقین رکھنے والا ایماندار ہو کیونکہ نیک کام کے مثمر ثواب ہونے کے لیے شرط ہے کہ ایمان ہو اگر نہ ہوگا تو ثواب بھی نہ ہوگا بعض متقدمین سے سراج مین لایا کہ اُنھون نے اس آیت کو پڑھکر فرمایا کہ جسکے پاس تین باتین نہ ہون اُسکے اعمال بیفائدہ ہین ایمان ثابت اور نیت صادق اور عمل جو طریقہ صواب پر ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ اگر کہا جاوے کہ حدیث صحیح امام مسلم وغیرہ سے ثابت ہے کہ جو لوگ زمانہ جاہلیت مین اسلام سے پہلے جنھون نے صدقہ وصلہ رحم وغیرہ کے مانند نیک کام کیے تھے پھر وے اسلام لائے اور نیک کام کیے تو اُنکو اپنے پہلے نیک کامون کا بھی ثواب ملیگا۔ حالانکہ اُسوقت اُنھین کوئی شرط نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ وہ زمانہ فترت کا تھا اور جب وہ زمانہ اسلام مین مسلمان ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اسلام کے آدمی سے وہ فعل سرزد ہوے ہین اور زمانہ فترت کے لوگون کا حکم عنقریب مذکور ہو چکا ہے پس وہ اعمال مثمر ثواب بطور مخصوص ہین حتی کہ اگر وہ زمانہ اسلام پاکر اسلام نہ لاتا تو ماخوذ ہوتا اور کچھ ثواب نہ تھا یا یون کہا جاوے کہ یہ ایک فضل اللہ تعالے کا اُس شخص کے لیے ہے جو زمانۂ اسلام مین مطیع ہوا۔ بالجملہ اب اتفاق ہے کہ اعمال نیک کے مثمر ثواب ہونے کے لیے یہ تین شرطین ہین جو لوگ اِن شرطون پر عمل کرین۔ فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا پس ایسے بلند ہمت لوگ جنھون نے ان شرطون پر عمل کیا تو اُن کی سعی مشکور ہے یعنی مقبول ہے اسپر اُنکو ثواب ملیگا خواہ دس گونہ یا سات سو گونہ یا بیشمار جسقدر اللہ تعالے چاہے موافق اُسکے خلوص کے اور سراج مین لایا کہ باوجود اس ثواب کے بعض کے لیے ابواب دنیا بھی کشادہ کر دیے جاتے ہین جیسے داؤد وسلیمان علیہما السلام اور ایسے لوگ دنیاوی احوال مین بھی موافق رضاے آلہی کے کام کرتے ہین۔ اور بعض سے دنیا دور کر دی جاتی ہے کہ یہ اُسکی کرامت کے لیے ہوتا ہو کہ بسا اوقات فقر اُسکے لیے بہتر ہوتا ہے پس حاصل یہ ہے کہ اگر ولی کے نزدیک دنیا موجود ہو تو اُس سے اُسکی بزرگی نہین اور اگر نہ ہو تو اس سے اُسکی حقارت نہین بلکہ بزرگی وبے بزرگی تو اعمال ہونے اور نہ ہونے پر ہے۔ تنبیہ سراج مین لایا کہ جس نے کوئی فعل کیا پس یا تو اُسنے اس فعل سے دنیاوی بھلائی حاصل کرنیکا قصد کیا اور یا اُس سے آخرت کی بھلائی کا قصد کیا یا ان دونون کا قصد کیا یا اُنھین سے کسی کا قصد نہ کیا پس اگر اُسنے فقط دنیا حاصل کرنے کا قصد کیا یا فقط آخرت حاصل کرنے کا قصد کیا تو اِن دونون کا حکم اللہ تعالے نے ذکر فرمایا ہم۔ رہی قسم سوم کہ عمل سے دنیا وآخرت دونون مقصود ہین تو اسکی پھر تین قسمین ہین ایک یہ کہ طلب آخرت راجح ہو۔ دوم یہ کہ طلب آخرت مرجوح ہو۔ سوم یہ کہ دونون خواہشین برابر ہون۔ پس اگر طلب آخرت راجح ہو تو بھلا یہ عمل مقبول ہوگا یا نہین تو اسمین دو راے ہین ایک یہ کہ مقبول نہوگا کیونکہ حدیث مین اللہ تعالے کا فرمان آیا ہے کہ انا اغنى الشركاء عن الشرك من عمل عملا اشرك فيه معي غيري تركته وشركه یعنی اللہ تعالے فرماتا ہے کہ سب ساجھیون مین سے مین بالکل بے پرواہ ہون تو جس کسی نے کوئی کام کیا جسمین میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کیا تو مین اُسکو اُسکے شرک کے ساتھ چھوڑتا ہون۔ اور یہ بات بھی ہو کہ اللہ تعالے کی رضامندی چاہنا یا تو مستقل اُنکے لیے اس کام کرنے کا باعث وداعی ہوگا یا نہوگا پس اگر اول ہو تو ممکن نہین کہ پھر دوسری کسی خواہش کو اس کام کے ہونے مین دخل ہو سکے کیونکہ جو حکم کسی سبب کامل کی جانب منسوب ہوا تو پھر اس کامل سبب مین کوئی جز ناقص نہین ہو کہ دوسرے سبب سے پورا کیا جاوے تو ممکن نہین کہ دوسری چیز کو اُسمین دخل ہو۔ اور اگر باعث فقط رضوان آلہی نہو بلکہ اور کچھ بھی ہو تو اس فعل کا باعث یہ مجموعہ ہوا اور یہ مجموعہ کا مجموعہ فقط خواہش رضاے آلہی عزوجل نہین ہو کیونکہ جو چیز دو چیزون سے ملی ہوئی مجموعہ ہو وہ ان دونون

مین سے کوئی چیز نہین ہوسکتی تو واجب ہوا کہ جس فعل مین رضاے آلہی راجح و دنیا دونون کی خواہش شامل ہو اس سے رضاے آلہی کا ثواب نہین ہوسکتا یہ تو ایک راے مذکور ہوئی اور دوسری راے یہ ہے کہ وہ مقبول ہوگا کیونکہ طلب آخرت جب راجح ٹھہری دنیا پر تو جسقدر دنیا کی خواہش ہو اسکے مثل رضاے آلہی کی خواہش تو برابر ہوگئی اور باقی کسی قدر فقط رضاے آلہی کی خواہش رہی تو اس سے یہ فعل مقبول ہونا چاہئیے اور جس صورت مین کہ فعل کا باعث طلب دنیا و رضاے آلہی دونون برابر ہون تو علما نے اتفاق کیا ہو کہ وہ مقبول نہین ہو لیکن اتنی بات ہے کہ خالی دنیا کی خواہش ہونے سے یہ خواہش جو آدھی آخرت کی ہے بہتر ہے۔ رہی قسم چہارم جبکہ فعل کے واسطے کوئی نیت نہ ہو تو اسکا حکم اس بنا پر ہوگا کہ آیا قدرت والے سے فعل کا صدور بدون مقتضی کے ممکن ہے یا نہین ہو تو جو لوگ کہتے ہین کہ ممکن ہے تو وے کہتے ہین کہ اس فعل کا اثر باطن مین کچھ نہین ہے اور ظاہر مین وہ حرام ہو اسلیے کہ فعل عبث ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہان اسقدر تنبیہ میرے خیال مین موافق تصریح علما کے یہ بھی چاہئیے کہ آدمی نے اگر نفس کی صیانت کے واسطے نکاح کیا تو عورت کا کھانا کپڑا اُسپر واجب ہو تو اس واجب کے واسطے کسب معاش واجب ہے وہ جس حرفہ و طریقہ حلال و جائز سے ہو اداے واجب کی سبیل ہے پس اگر معاش دنیا حاصل کرنا بہ نیت اداے حقوق ہو تاکہ فقر و سوال سے بچے تو یہ دنیا نہین ہے بلکہ اسمین ثواب ہو اور اگر اُسنے دنیا کے واسطے اس طور پر کہ جمع اموال دنیاوی کی نیت قطع نظر از آخرت ہو تو یہ سکون بجانب دنیا ہو پس جو شقوق کہ سراج مین مذکور ہین اسی معنی مین دنیا اور آخرت پر محمول کرنا چاہئیے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ پھر ہر ایک طالب دنیا و آخرت کے واسطے اللہ تعالے نے اپنی عام عطا کا ذکر فرمایا بقولہ كُلًّا ہر ایک کو طالب دنیا ہو یا طالب آخرت ہو۔ نُمِدُّ ہم مدد دیتے ہین عطا سے هٰٓؤُلَآءِ ان طالبان دنیا کو وَهٰٓؤُلَآءِ اور ان طالبان آخرت کو مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ تیرے رب کے عطا سے یعنی تیرا رب ہر ایک فریق کا پرورش کرنے والا ہے ہر ایک کو اپنے عطا سے مدد دیتا ہے۔ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا اور نہین ہے تیرے رب کی عطا روکی ہوئی۔ نہ کسی مومن سے اور نہ کسی کافر سے بلکہ اُسنے پہاڑون و میدانون و دریاؤن مین بیشمار سونا و چاندی ولوہا وغیرہ اور موتی و جواہرات و درختون کے پھل اور آدمیون کے کھانے کی چیزین و جانورون کی غذائین پیدا فرمائی ہین کہ سواے اللہ تعالے کے اُنکا کوئی شمار نہین کرسکتا اگر سب آدمی جمع ہون اور ان سب کو جمع کرنا چاہین تو تھک جاوین اور ممکن نہ ہو پس اسکے عطا مین امتناع و روک نہین ہو بلکہ اگر اُسنے مومن کو تنگی دی تو دنیاے فانی کے شہوات سے جو فانی لہو و لعب ہو روکا اور اگر مومن کو وسعت دی تو ایسے شخص کو جو اداے حقوق سے رضاے آلہی حاصل کرے۔ شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین لکھا کہ قولہ عطاء ربک محظورا۔ قتادہ رح نے کہا کہ محظور نہین یعنی اسمین کمی نہین ہوتی ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا کہ ممنوع نہین ہو یعنی اُسکو کوئی شخص روک نہین سکتا ہو۔ پھر اللہ تعالے نے بندون کو اپنی عطا مین اس طور پر نظر کرنے کا حکم دیا کہ جس سے دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت ہو پس فرمایا۔ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ نظر کرو کیسی فضیلت ہم نے دی ہے بعض کو بعض پر۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ دنیا مین بعض کو فقیر کیا اور بعض کو غنی کردیا اور بعض درمیانی ہو اور بعض خوبصورت ہو اور بعض بدصورت ہو اور بعض متوسط ہو اور بعض بچہ مرجاتا ہو اور بعض بوڑھا پھوس ہوجاتا ہو اور بعض متوسط عمر پاتا ہو بعض حاکم ہو بعض محکوم ہو بعض لٹیرا ہے بعض نیک معاش ہو۔ سراج مین لکھا کہ یعنی دنیا مین دیکھو کہ بعض مومن کو فقیر تنگدست رکھا اور بعض مومن کو غنی مالدار کیا اور یونہی بعضے کافر کو بالکل محتاج رکھا اور بعض کافر کو بہت مالدار کیا۔ نصائح حکما مین ہو کہ دنیاوی بادشاہت کافر کی ہوتی اور باقی رہتی ہو مگر ظالم کی بادشاہت پایدار نہین ہوسکتی ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ کفر و شرک سب سے بڑا ظلم ہو لیکن مراد ظلم سے یہان یہ ہو کہ جس سے روے زمین کی آبادی اور لوگون و تمام جانورون کے آرام و آسائش مین تنگی و تکلیف ہو اور سب سے زیادہ تکلیف یہ ہو کہ جانین خوفناک حالت مین رہین اور لوگون کے مال زبردست آدمیون سے

خطرہ مین ہون تجارت و زراعت اور لوگون کی معیشت مین سرسبزی بے کھٹکے نہ ہوسکتی ہو- بالجملہ دنیاوی روزی کی تقسیم اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت و قدرت سے فرمائی ہے جیسا کہ دوسری سورہ مین فرمایا- نحن قسمنا بینہم معیشتہم فی الدنیا ورفعنا بعضہم فوق بعض درجات- یعنی ہم نے دنیا مین ان سب کی معاش زندگی انمین تقسیم فرمائی ہے اور بعض کے بعض پر درجات اونچے رکھے ہین- اکثر علماء و حکماء نے کہا کہ دنیاوی مراتب کے برعکس آخرت کے مراتب اکثر ہوجاتے ہین جیسا کہ حدیث مین ہے کہ فقراء مہاجرین پانچ سو برس پہلے مالدار مہاجرین سے جنت مین جاوینگے اور دوسری حدیث مین ہے کہ سب سے پہلے مین جنت کا دروازہ کھلواؤنگا اور داخل ہونگا اور میرے ساتھ فقراء مہاجرین ہونگے- اور صحاح احادیث سے ثابت ہے کہ مومن کے سب کام آخرت کے لیے ہوتے ہین اور اللہ تعالیٰ آخرت کے ثواب کے ساتھ دنیا مین سے بھی اُسکو حیات طیبہ عطا فرماتا ہے- بالجملہ جو لوگ دنیاوی نظر کرتے ہین وہ دیکھتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے باہم انمین تفاوت رکھے ہین- وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا اور آخرت بہت بزرگ ہے از راہ درجات کے بہ نسبت دنیا کے اور اسکی تفضیل بہت بزرگ ہے کیونکہ درجات آخرت کی بزرگی درجات دنیا کی نسبت ایسی زیادہ ہے جیسے آخرت کی بزرگی دنیا پر ہے حدیث مین وارد ہے کہ اگر دنیا کی قدر اللہ تعالیٰ کے یہان مچھر کے پر برابر ہوتی تو دنیا مین سے کوئی کافر ایک گھونٹ پانی نہ پاتا- ہر شخص جانتا ہے کہ دنیا چند روزہ ہے اور آخرت دائمی بے انتہا ہے پھر محدود چیز کو غیر محدود سے کوئی نسبت نہین ہوا کرتی ہے پس آدمی اگر دنیا کی بلندی چاہے تو اُسپر حیف ہے اس سے بہتر یہ ہے کہ آخرت چاہے کیونکہ دنیا کی بزرگی اگر اُسنے جانکاہی کرکے حاصل کی پھر مرگیا تو سب باطل ہوا بخلاف آخرت کے کہ وہ ہمیشہ باقی و بلند ہے- روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت مین ایکبار دروازہ پر بہت سے وہ لوگ جو قریش کے شریف کہلاتے تھے اور دوسرے اُنسے گھٹے ہوے لوگ جمع تھے تاکہ اجازت آنے کی ملے پس اُنکی طرف سے اجازت ملی کہ پہلے بلال و صہیب آوین پس ابوسفیان پر یہ حکم بہت گران گذرا کہ ہم لوگون سے پہلے یہ بلائے گئے پس سہیل بن عمرو نے ابوسفیان سے کہا کہ ہم لوگون کو تو انھین کی طرف سے دبا گیا ہی اللہ تعالیٰ نے انکو دعوت کرنیوالا بنایا اور ہمکو وہ بنایا جسکو اُنھون نے دعوت کی یعنی اسلام کی طرف بلایا اُنھون نے جلدی سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف سعی کی اور ہم پیچھے رہے اب تجھکو چاہیے کہ ہوش کرکہ یہ تو دروازہ عمر رضہ کا ہی پھر آخرت مین تفاوت کیسا ہوگا- شیخ ابن کثیر رح نے تفاوت آخرت مین لکھا کہ آخرت مین بعضے کافر تو جہنم کے آخری نیچے طبقہ مین انواع عذاب مین ہونگے- اور بعضے اُنسے اوپر یکرہ جہنم کا حال ہی پھر جنت مین بعضے بلند و بعضے نیچے ہونگے حدیث مین ہے کہ جنت کے سو درجہ مین ہر درجہ مین اتنا فرق ہی جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہی اور صحیح حدیث مین ہی کہ اوپر کے درجات والے اہل علیین کو دیکھینگے اسطرح غور نظر سے جیسے افق آسمان کے اونچے غائب ستارے کو غور سے دیکھ پاتے ہین- طبرانی کی روایت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندہ چاہتا ہے کہ دنیا مین اسکا کوئی درجہ بلند ہو اور وہ دیدیا جاتا ہی تو ضرور آخرت کے درجہ سے اس سے بہت زیادہ اُسکو پست کردیا جاتا ہی اور آپ نے یہی آیت وللآخرۃ اکبر درجات الآیہ پڑھی- ف قال الشیخ العارف فی العرائس قولہ تعالیٰ من کان یرید العاجلۃ عجلنا لہ فیہا ما نشاء لمن نرید- اشارت ہی کہ جس شخص نے دنیا کی طرف میل کیا اُسنے کمینہ و فرومایہ حصہ چاہا گویا اُسنے ذرا صبر نہ کیا اور جلدی سے فانی حصہ حاصل کیا اور یہ اسکی طبیعت خسیس اور دنی ہمت کا نتیجہ ہی اور یہ اسوجہ سے ہوا کہ اُسکو معلوم نہین ہی بلکہ یقین نہین ہی کہ دنیا زائل ہونے والی ہی جلد زائل ہوجائیگی اور اسکی وجہ سے عذاب و حساب شدید ہوگا پس اللہ تعالیٰ نے اُسکی بعض مراد کو دنیا مین دیدیا کیونکہ وہ آخرت و اُسکے بلند درجات سے محروم ہی پھر بھی اُسکو دنیا مین اپنی پوری مراد کبھی حاصل نہوگی- واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ دنیا چھوڑ دینے مین آخرت کا مشاہدہ ہی اور جس نے آخرت کو مشاہدہ کیا اُسنے دنیا چھوڑ دی جیسے مشاہدہ ابدیت مین غرور نفس زائل ہوتا ہی اور مطالعہ صفات حق مین بندے

لیے اُسکی صفات ساقط ہوجاتے ہین حتی کہ گویا اپنے آپ مین کچھ طاقت وقدرت نہین دیکھتا ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے آخرت چاہنے والے کو بیان کیا جس نے دنیا کو اور اُسکی فانی لذات کو چھوڑ دیا ہے بقولہ ومن اراد الآخرۃ وسعیٰ لہا سعیہا وہو مومن فاولئک کان سعیہم مشکورا یہان اللہ تعالےٰ نے دو شرطین ارادہ آخرت مین بیان فرمائین۔ ایک تو سعی اور دوم شرط ایمان یعنی چاہیے کہ اُسکی کوشش بصفت مشاہدہ آخرت ہو اور غیب کو دیکھے ویقین صادق ہو تاکہ اُسکی کوشش ان درجات عالیہ ومقامات شریفہ کے جو اللہ تعالےٰ نے وعدہ دیے ہین مقارن ہو اور اُسکی سعی وکوشش حصہ قلبی وروحی کے ساتھ ہو۔ اقول جیسے حدیث حارثہ مین ہے کہ اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ گویا مین قیامت کو قائم دیکھتا ہون اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہوگئی ہے اور میزان عادل قائم ہے اور ہر ایک اپنے حسن نیت و اعمال کے حساب مین ہے۔ الحدیث۔ قولہ وہو مومن یعنی عارف باللہ تعالےٰ وبصفاتہ ہو یعنی اللہ تعالےٰ عزوجل کا اور اُسکی صفات پاک کا عارف ہو اور اپنے عمل کو خالص اللہ تعالےٰ کے واسطے جانتا ہو کوئی عمل نہ ہو مگر بعلم اور کچھ سعی نہ کرے مگر بہ شوق حق عزوجل کہ اُسکی دیدار سے فائز اور اُسکے جوار مین اکرم ہوگا اور ہمیشہ اُسکے مشاہدہ مین باقی ہوگا۔ اور سعی مشکور یہ ہے کہ حق عزوجل ایسے بندہ عامل کے واسطے دنیا مین فی الحال مشاہدہ منکشف فرما دے کیونکہ تاثیر قبولیت یہ ہے کہ ابتداءً کرامات ظاہر ہون اور انوار مشاہدات کا ظہور ہو قال المترجم شیخ نے بھی بعض مقامات مین تصریح فرمائی ہے کہ طریق سنت پر استقامت اصل ہے اگرچہ کشوف نہون لیکن صدق یقین اسطرح کہ گویا دیکھتا ہے اور اسکو کمال یقین امور غیب کا جیسے آج کے پیچھے کل ہے مشکل ہے۔ شیخ نے لکھا کہ شیخ قاسم نے فرمایا کہ شرط ارادت آخرت کی حسن سعی ہے کیونکہ ہر گروہ کے واسطے ارادہ آخرت ہے اور جانتا ہو کہ وہ آخرت کے لیے سعی کرتا ہے اور سعی وہی کرتا ہے کہ اُسکی رفتار استقامت پر ہو یعنی آخرت کے اعمال پر بطریق سنت مستقیم ہو اور جو کچھ شریعت اُسپر واجب کرتی ہے اسکو بجا لاوے پس شرط سعی کی باستقامت اور شرط استقامت کی بایمان ہے کیونکہ جس شخص نے آخرت کا ارادہ کیا اور جسطرح اُسکا قصد کرنا چاہیے ہے کیا تو چاہیے کہ اسپر مستقیم رہے کیونکہ بہت سے آخرت کے قصد کرنے والے ظاہر مین مستقیم ہوتے ہین مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک ایمان سے خالی اور نیکی کے لباس سے ننگے ہوتے ہین اور بہت سے آخرت کی سعی کرنے والے جو اچھی طرح اُسکی سعی کرتے ہین انکی کوشش مقبول نہین ہے بعض مشائخ نے کہا کہ دنیا کی کوشش تو بدن سے ہوتی ہے اور آخرت کی کوشش دل سے ہوتی ہے اور اللہ تعالےٰ کی جانب سعی کرنا بلند ہمت سے ہوتی ہے۔ مترجم کہتا ہے ظاہر امراد بلند ہمت سے یہ ہے کہ دنیا وآخرت دونون کو چھوڑے اور اُسی کے واسطے کرے جو کچھ کرے۔ شیخ ابو حفص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سعی مشکور وہ ہے کہ جسمین دکھلانا وسنانا نہ ہو اور نہ اپنی نفس کی طرف نظر ہو یعنی یہ نہین کہ اس نفس سے یہ کار خیر ہوا ہے اور نہ اسمین ثواب کی خواہش ہو بلکہ خالص لوجہ اللہ تعالےٰ ہو کہ اسمین کسی اور چیز کی شرکت نہ ہو تو یہ سعی مشکور ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا کہ ساعی دنیا وساعی آخرت مین سے ہر ایک کو بقدر اسکی سعی وہمت کے ہے بقولہ تعالےٰ کلا نمد ہؤلاء وہؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظوراً۔ اسمین اللہ تعالےٰ جل شانہ کے عدل واستغناء کا وصف ہے کہ وہ کسی اُمیدوار کی اُمید کو خوار نہین فرماتا ہے کیونکہ اُسکی بخشش مین کچھ ممانعت نہین یعنی کوئی اسکا روکنے والا نہین اور کوئی چیز مسترد کرنیوالی نہین ہوسکتی ہے پس وہ ہر ایک کو بقدر اسکے ہمت کے جزاء دیتا ہے پس عطاء دنیاوی تو حظ النفس ہے اور عطاء آخرت حظ قلوب ہے۔ امام جعفر علیہ السلام سے مروی ہے کہ عطایائے دنیاوی اللہ تعالےٰ کی طرف سے غفلت ہین اور عطایائے آخرت اللہ تعالےٰ کے ساتھ قرب ومنزلت ہین پھر اللہ تعالےٰ نے دونون فریق کا باہم تفاوت وتفاضل بیان فرمایا بقولہ انظر کیف فضلنا بعضہم علی بعض پس دنیا مین بعض عابدون کی فضیلت بعض دیگر پر از راہ طاعات ہے یعنی بعض عابد طاعات کرتے ہین تو انکی طاعات سے دوسرے عابدون کو زیادہ میسر ہے اسیطرح عارفون مین دنیا مین معارف ومشاہدات کی راہ سے فضل ہے پس عابدین تو آخرت مین درجات جنات کی راہ سے

متفاوت ہونگے اور عارفین وہان وصال رضوان مین متفاضل ہونگے وقد قال تعالے وللآخرة اکبر درجات واکبر تفضیلاً پس صفائے وصال تو التفات بلا عتاب ہے اور حصول المراد بلا حجاب ہے۔ شیخ ابن عطار رحہ نے کہا کہ جس بندہ کے واسطے اللہ تعالے نے ایک عنایت سے تولی فرمائی اور اسکے اعمال سب اللہ تعالے کے واسطے ہوگئے تو اس سے نیچے والون پر اسکو فضیلت ہے پس فضیلت تو درمیان خلق کے ہوتی ہے اور خلق اُسکے نزدیک طاعات مین بزرگ نہین ہوتی اور نہ مخالفات سے مغضوب ہوتے ہین اول یعنی فضل وعنایت الٰہی عزوجل سے بندون کی قبولیت ہو پس بسا اوقات ایک شخص بہت عبادت ادا کرتا ہے مگر اس سے دوسرا افضل اسوجہ سے ہے کہ اسکا یقین زائد اور عجز سے اسکا بھروسا اللہ تعالے پر بہت ہے۔ شیخ واسطی رہ نے کہا کہ فضل بعض کو بعض پر بمعرفت واخلاص وتوکل ہے اور لکھا کہ آخرت کے فضائل مین افضل وہ ہو کہ سوابق عنایت ازلی جو ایک پر دوسرے سے زائد ہین وہ اُسکو بلند درجات پر لے گئے اور سب سے بلند درجہ آخرت مین ہے کہ روان ہو بساط قرب پر اور مشاہدہ حضور سے سرفراز ہو۔ سراج مین لکھا کہ جب اللہ تعالے عزوجل نے بیان فرمایا کہ بندے دو قسم کے ہین بعضے کافر ہین کہ فقط دنیا کو اپنے اعمال سے چاہتے ہین اور وے اہل عذاب ہین اور بعضے اپنے اعمال سے بندگی الٰہی کا قصد کرتے ہین اور وے اہل ثواب ہین اور اُنکے واسطے تین شرطین لگائین تو پھر ان مجمل شرطون کی تفصیل فرمائی پس پہلے حقیقت ایمان کی شرح شروع کی اور ایمان کے اجزاء مین سے سب سے اشرف اللہ تعالے کی توحید ونفی شرک ہو پس اسی کی عبادت صحیح ہو پھر والدین کے ساتھ احسان وعدم ایذا کو ملا دیا لقولہ

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۝ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ

مت بنا ٹہرا اللہ تعالے کے ساتھ کوئی دوسرا رب کہ تو بیٹھ رہے مذموم خوار کیا ہوا اور حکم دیدیا تیرے رب نے کہ مت پرستش کرو مگر اُسی رب کی اور نیکی کرو والدین کیساتھ

اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ كِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۝

اچھی طرح اگر پہنچ جاوین تیرے نزدیک بڑھاپے کو دونون مین سے ایک یا دونون تو مت کہیو اُنسے اُف اور مت جھڑکیو اُنکو اور کہہ اُنسے بات کرامت کی

وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝ؕ

اور نیچا رکھ اُنکے لیے بازو عاجزی کا شفقت سے اور کہہ اے رب ہمارے تو رحم فرماوے دونون پر جیسے کہ ان دونون نے مجھے پالا ہو چھوٹے پن مین

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ مت بنا تو اللہ تعالے کے ساتھ جسکے واسطے سب خوبیان ثابت ہین۔ اِلٰـھًا اٰخَرَ کوئی دوسرا معبود کہ خواہ مخواہ باطل ہے۔ سراج مین کہا کہ بعض کے قول مین صیغۂ خطاب واسطے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے ولیکن مراد اور لوگ ہین اور مترجم کہتا ہے کہ حقیقی خطاب ظاہر احضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہین ہے اسلیے کہ آگے کلام مین فرمایا ہے کہ والدین اگر بوڑھے ملین تو الی آخرہ اور یہ ظاہر ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین انتقال فرما چکے تھے پس غایت یہ ہو سکتا ہے دونون آیات مین سے بعض کی صلاحیت آپ کے واسطے حقیقی تھی اگرچہ مجموع نہ ہو ولیکن شرک کی صلاحیت بھی نہ تھی لہذا خطاب آپ کو مجازی ہے اور مراد خطاب سے اور لوگ ہین جیسے کسی مجمع مین سے بادشاہ فقط اپنے وزیر کو بوجہ کرامت کے خطاب کرے اور مقصود اس سے اورون کے لیے ارشاد ہو پھر سراج مین لایا کہ اولی یہ ہو کہ یون کہا جاوے کہ یہ خطاب انسان کو ہو یعنی اے انسان یعنی جو لائق خطاب ہے۔ شیخ ابن کثیر رحہ نے کہا کہ مراد امت مین سے وہ لوگ ہین جو مکلف ہین یعنے اے بندہ مکلف اپنی سعی آخرت وعبادت رب تعالے مین اسکا کوئی شریک مت بنا۔ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا کہ جسکا یہ نتیجہ ہوکہ تو بیٹھے مذموم یعنی شرک کرنے پر مذمت کیا گیا یعنی تیرے شرک کرنے سے حقیقت مین تو کچھ بھی نہ ہوگا مگر تیرے حق مین دنیا مین یہ نتیجہ ہوگا کہ تو مذموم ہو جاے گا مَّخْذُوْلًا خوار کیا ہوا کیونکہ رب عزوجل تیری مدد نہ فرماویگا بلکہ تجھے اُسکے حوالہ کریگا جسکو تو شریک لایا ہو حالانکہ وہ کسی نفع وضرر کا مالک نہین

بلکہ مالک صرف اللہ تعالےٰ وحدہ لاشریک ہے۔ سراج مین کہا کہ مشرک کاذب ہے اور کاذب لائق مذمت وخواری ہے اُسکو غیر سے نفع نہ ہوگا شیخ ابن کثیرؒ
نے لکھا کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو فاقہ پہونچا پس وہ آدمیون کے پاس لے بیٹھا تو اُسکے فاقہ کا انسداد
نہ ہوگا اور جس نے اللہ تعالےٰ سے عرض کیا تو اللہ تعالےٰ اُسپر تونگری بھیجتا ہے خواہ کسی وقت پر یا بالفعل رواہ الامام احمد وابوداؤد والترمذی و
قال حسن صحیح غریب۔ سراج مین لکھا کہ اسوجہ سے کہ دلیل سے ثابت ہے کہ سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی مالک ومدبر نہین ہے وہی حی القیوم ہے تو سب
نعمتین اُسی کی طرف سے حاصل ہونگی پس جس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو اُسنے بعض نعمتون کو اللہ تعالےٰ کے سوائے دوسرے
کی طرف نسبت دیا پس وہ سوائے خواری مذمت کے کسی چیز کا مستحق نہین ہے۔ تنبیہ واحدیؒ نے کہا کہ قولہ فتقعد منصوب ہے کیونکہ بعد الفاء
وہ جواب نہی واقع ہوا ہے اور نصب اسکو حرف اَنْ کی وجہ سے ہے جو یہان مضمر ہے جیسے کہین کہ لاتنقطع عنا فنجفوک یعنی ہم سے جدائی مت کیجیو کہ
ہم تجھپر جفا کرین یعنی لایکن منک انقطاع فیحصل لک ان نجفوک۔ تو جو کچھ بعد فاء ہے وہ اس حرف سے متعلق بجملہ متقدمہ ہے اور علماء نحو نے اسکو
جواب اسواسطے کہا ہے کہ وہ جزاء کے مشابہ ہے اور دوم مسبب از اول ہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے بعد اعتقاد توحید کے عبادت وحدہ لاشریک کا حکم دیا
بقولہ۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ اور حکم دیا تیرے رب نے یہ کہ مت پوجو گر اسی کو۔ یعنی لوگون مین سے جسقدر مکلف ہین کوئی
شخص سوائے رب عزوجل وحدہ لاشریک کے کسی کی پرستش نہ کرے۔ اسمین فرضیت عبادت الٰہی کا حکم اور ممانعت عبادت غیر سے ہے کیونکہ
عبادت وہ فعل ہے جو نہایت تعظیم کو شامل ہو اور نہایت تعظیم اسی کو لائق ہے جس نے عابد کو پیدا کیا اور لائق عبادت کیا اور ہر طرح کا انعام و
افضال عطا کیا اور منعم سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین ہے پس سوائے اُسکے کوئی بھی لائق عبادت کے نہین ہے شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ قضی
یہان بمعنی امر ہے یعنی حکم دیا۔ اور مجاہدؒ نے کہا کہ قضی بمعنی وصی یعنی تیرے رب نے وصیت فرمائی اور یہی قراءت ابی بن کعبؓ ابن مسعود وضحاک بن مزاحم
کی ہے۔ سراج مین لایا کہ میمون بن مہران نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ وقضی ربک اصل مین ووصی ربک تھا پس دونون واو مین سے ایک
صاد سے لگگیا تو قضی ربک پڑھا گیا پھر فرمایا کہ اگر قضی اپنے اصل پر ہوتا تو کوئی بھی اللہ تعالےٰ کی مخالفت نہ کرسکتا اور کسی سے گناہ ممکن نہ ہوتا کیونکہ
قضائے الٰہی کے خلاف ہونا محال ہے۔ امام رازی نے کہا کہ یہ قول بالکل بعید ہے اسلیے کہ اگر ایسی ہی تاویل جائز ہو تو قرآن سے امان اُٹھ جاوے اور
حجت نہ رہے اور یہ بڑا طعن ہے اور مترجم کہتا ہے کہ ابن عباسؓ سے اس روایت کے ثبوت مین کلام ہے ولیکن اگر کوئی شخص دوسرا بھی ایسا لفظ کہے تو اُسکے
واسطے یہی جواب ہے ورنہ ابن عباسؓ سے تو یہ روایت ثابت نہین ہوئی ہے۔ ہان یہ ہوسکتا ہے کہ جو مجاہدؒ سے مروی ہے کہ قضی بمعنی وصی ہو بدون اسکے
کہ وقضی اصل مین ووصی تھا۔ پس معنی یہ کہ تیرے رب نے وصیت کی کہ سوائے اسکے کسی کی بندگی مت کرو۔ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ اور وصیت
کی والدین کے ساتھ احسان کی اور اگر قضی بمعنی امر ہے تو یہ کہ حکم دیا الخ اور بعض نے کہا کہ واحسنوا بالوالدین احسانا یعنی نیکی کرو والدین کے ساتھ
اچھی طرح۔ پس محسن کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی مدد اور نصرت ہے۔ دوسری آیت مین فرمایا ان اشکرلی ولوالدیک یعنی شکر کر میرے واسطے اور اپنے
والدین کے واسطے۔ یہان اللہ تعالےٰ نے اپنی توحید کے بعد ہی والدین کے ساتھ احسان وفرمانبرداری کو ملا دیا تو حدیث صحیح مین وارد ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے سب سے بڑھ کر گناہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ اشراک باللہ یعنی اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ پوچھا گیا کہ پھر اسکے بعد تو فرمایا کہ والدین
کی نافرمانی۔ الحدیث۔ غرضکہ سب سے بڑا گناہ بعد شرک کے نافرمانی والدین ہے اور معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بعد اپنی توحید کے والدین کی فرمانبرداری
واحسان کو شرف دیا ہے۔ سراج مین لایا کہ یہان دو تنبیہ ہین۔ اول یہ کہ اللہ تعالےٰ نے خالص توحید کے ساتھ اپنی عبادت کے حکم کے بعد
والدین کے ساتھ احسا ن کا حکم دیا تو انمین کیا مناسبت ہے پس اُسکے کئی وجوہ ہین۔ وجہ اول یہ کہ انسان کے وجود کا سبب حقیقی وہ اللہ تعالےٰ کی

ایجاد ہے کہ اسنے پیدا کر دیا اور سبب ظاہری والدین ہین پس اللہ تعالے نے اول تعظیم سبب حقیقی کا حکم دیکر پھر تعظیم سبب ظاہری کا حکم دیا۔
وجہ دوم یہ کہ جو چیز موجود ہو یا وہ قدیم ہے یا حادث ہے اور واجب یہ کہ موجود قدیم کے ساتھ آدمی کا معاملہ تعظیم و عبودیت چاہیے ہے اور
موجود حادث کے ساتھ باظہار شفقت چاہیے اور حدیث مین جو آیا کہ خلق یہ کہ تعظیم حکم آلہی کی اور شفقت مخلوق آلہی پر۔ تو مراد اس سے شفقت
ہے اور شفقت کے واسطے زیادہ لائق والدین ہین کیونکہ اُنکے انعام بچہ پر بہت ہوے ہین پس قولہ بالوالدین احسانا سے خلق پر شفقت کرنے کا اشارہ
ہے۔ وجہ سوم یہ کہ منعم کا شکر واجب ہے پھر حقیقی منعم وہی حق سبحانہ تعالے ہے اور کبھی ہوتا ہے کہ بعضے پیدا کرنے والے کا تجھپر انعام ہوا اور اسکا شکر
واجب ہوتا ہے کیونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ جو کوئی لوگون کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ تعالے کا شکر ادا
نہین کریگا۔ پھر خلائق مین سے کسی کا احسان آدمی پر اسقدر نہین ہوتا جسقدر والدین کا ہوتا ہے کیونکہ والدین مین سے ولد ایک قطعہ و ٹکڑا
ہوتا ہے چنانچہ حدیث مین ہے کہ فاطمۃ بضعۃ منی یعنی حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے حق مین فرمایا کہ فاطمہ ایک ٹکڑا مجھ سے ہے
اور نیز والدین کی شفقت اولاد پر بہت بڑی ہوتی ہے اور انکی طبیعت مجبول ہوتی ہے کہ ہر طرح کی بھلائی اولاد کو پہونچاوین اور ہر طرح کی بدی کو
اولاد سے دور رکھین پس ضرور ہوا کہ والدین کی نعمتین اولاد پر بہت ہوتی ہین بلکہ آدمی سے آدمی کو جو بھلائی پہونچتی ہے انھین سے سب سے بڑھکر
یہی نعمت والدین کی ہے جو اولاد کو پہونچتی ہے اور نیز یہ کہ آدمی پر وہ انعام زیادہ اعلیٰ ہوتا ہے کہ جب وہ نہایت درجہ کا ضعیف و عاجز ہو اور والدین کا
انعام اُسی وقت مین ہوتا ہے کہ جب وہ ہر چیز کے واسطے اُنکا محتاج ہوتا ہے پس اس انعام کا موقع نہایت اعلیٰ ہے۔ اور نیز یہ کہ غیر کو آدمی بھلائی پہونچانے
مین کبھی یہ قصد رکھتا ہے کہ اُسکو بھی بھلائی پہونچے اور کبھی کچھ اور قصد ہوتا ہے مگر والدین کا بھلائی پہونچانا اپنی اولاد کو کچھ اس غرض سے نہین ہوتا ہے
پس یہ انعام بہت پورا و کامل ہے پس ان وجھون سے ثابت ہوا کہ مخلوقات مین سے کسی کا احسان و انعام دوسرے پر ویسا نہین ہے جیسا کہ والدین کا اولاد
پر ہوتا ہے اسی واسطے اللہ تعالے نے پہلے منعم حقیقی اللہ عزوجل کے شکر کو یاد لاے عبادت خالص شروع کیا پھر اُسکے ساتھ ہی شکر نعمت والدین کو بیان فرمایا۔
اگر کہا جاوے کہ بالطبع والدین نے سبب اولاد ہونے مین خواہش نفسانی کو بھی دخل دیا تھا جس سے لازم آگیا کہ فرزند پیدا ہوا اور پیدا ہوکر عالم آفات
و معاصی مین آگیا تو والدین کا کون انعام اولاد پر ہوا حتی کہ بعض فلسفی اپنے باپ کو مارا کرتا اور کہتا کہ اسی نے مجھکو اس عالم کون و فساد مین داخل کیا
اور مجھے موت کے لیے نشانہ بنایا اور اسی کی وجہ سے مین فقر و فاقہ و اندھاپن و لولا و لنگڑا ہونے کے واسطے خوف زدہ ہون اور ایک شخص فلسفی ابو العلاء
گذرا ہے اس سے پوچھا گیا کہ ہم تیری قبر پر کیا لکھین تو اُسنے کہا کہ میری قبر پر لکھنا کہ یہ اُسکے باپ کا اُسپر ظلم ہے اور مین نے کسی پر ظلم نہین کیا ہے۔
اسی طرح بادشاہ اسکندر سے پوچھا گیا کہ تیرے اُستاد کا تجھپر حق زیادہ ہے یا تیرے والد کا اُسنے کہا کہ اُستاد کا حق زیادہ ہے کیونکہ اسنے میرے
پڑھانے سکھلانے مین طرح طرح کی سختیاں اُٹھا کر مجھے نور علم مین پہونچایا اور رہا والد تو اُسنے لذت جماع کی خواہش کی تھی پس مجھے اس عالم
کون و فساد مین نکالا۔ اور نیز مروی ہے اچھے باپون سے وہ ہے جس نے تجھے علم سکھلایا۔ اس طویل تقریر کے اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ
والدین نے اگرچہ اول مین لذت نفسانی کا قصد کیا ہو لیکن ایک تو داعی اس فعل کے لیے بالطبع ہے اور اولاد بالفعل غیر موجود ہونے سے داعی
نہین تا کہ وجود اولاد ہو پھر بھی جب سے یہ بچہ پیدا ہوا اسوقت سے لیکر اُنھون نے نہایت غور سے یہ اہتمام کیا کہ فرزند کو ہر طرح کی لائق
خوبیان پہونچین اور اُسکے اوپر سے سب طرح کے آفات و بلائین دور ہون اور اُنھون نے انھین ہر طرح کی تکلیف و مشقت اپنے اوپر اُٹھائی
یہانتک کہ وہ سن بلوغ کو پہونچا پس کیا جسقدر خوبی و بہتری آدمی کو پہونچتی ہے سب مین سے یہ اعلیٰ و اشرف نہین ہے۔ ضرور ہے۔ تو اب سب
شبہات ساقط ہو گئے۔ مترجم کہتا ہے کہ باپ مستقل سبب اور خالق اپنی اولاد کا نہین ہے حتی کہ بعضے لوگ تمنا کرتے ہین اور اُنکے اولاد نہین ہوتی ہے

پس جس نے باپ پر یہ الزام لگایا وہ ٹھل جاہل ہے۔ پھر سراج مین لایا کہ تنبیہ دوم یہ ہے کہ آیت کریمہ کے نظم سے کئی معنی نکلتے ہین اور ہر ایک سے والدین کے حق مین احسان کی تاکید و مبالغہ نکلتا ہے اوّل یہ کہ اوپر کی آیت مین سعی عالم آخرت کی تاکید فرماکر اسکے بعد اُسکو بیان فرمایا تو یہ دلیل ہے کہ والدین کے ساتھ احسان کرنا اور نافرمانی نہ کرنا بھی منجملہ ان اصلی طاعات کی ہے جنسے آخرت کی سعادت حاصل ہوتی ہے دوم یہ کہ اول توحید کا ذکر کیا پھر طاعت خالص کا پھر فرمانبرداری والدین کا تو تیسرا درجہ اُسکا رکھا پس معلوم ہوا کہ اسکا درجہ بہت بڑا ہے سوم یہ کہ بالوالدین احسانا فرمایا اور احسانا بالوالدین نہین تاکہ ظاہر ہو کہ والدین کے حق مین اہتمام شدید چاہیے۔ چہارم یہ کہ احسانا کو نکرہ رکھنے مین تعظیم ہے پس نکلا کہ احسان عظیم کامل کرنا چاہیے کیونکہ اُنکا احسان بھی تجھپر درجہ غایت کو پہونچ گیا ہے تو تیرا احسان بھی انپر اسی طرح ہونا چاہیے پھر بھی فضیلت اسی کے واسطے ہوگی جس نے پہلے پہل کیا ہے اور مثل مشہور ہے کہ جس نے جو احسان پہلے کر دیا اُسکا عوض ادا نہین ہو سکتا ہے۔ پھر چونکہ اللہ تعالے عز و جل خالق ہے خوب جانتا ہے کہ والدین وقت بڑھاپے کے اولاد پر گران ہو جاتے ہین لہذا اہتمام کے واسطے حکم دیا کہ اِمَّا دراصل اِنْ ما ہے حرف اِن شرطیہ اور ما زائدہ جس سے معنی کی تقریر و تاکید ہوتی ہے۔ یعنے اگر یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ پہونچین تیرے پاس بڑھاپے کو۔ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا خواہ دونون مین سے ایک یا دونون یعنی مثلاً عجز و ضعف سے یا کسی طرح ناداری سے مضطر ہو کر تیرے پاس محتاج ہون اُنکا کوئی کفالت کرنے والا نہین ہے کیونکہ سب سے پہلا حق اُنکا پسر پر ہے پس جیسے تو بچپن مین انکے پاس تھا ویسے ہی بڑھاپے مین وے تیرے پاس ہون خواہ ایک یا دونون یعنی کچھ مجموعہ دونون کا ہونا شرط نہین ہے بلکہ دونون مین سے کوئی ہو۔ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ یعنے مت سُنا اُنکو کوئی بُری بات حتی کہ اُف تک مت سُنا جو برے کلام مین سے بہت آخر درجہ کا ہے تا فیف اُف کہنا اور مراد یہ ہے کہ کوئی کلام ایسا مت کہ جو اُنکے کانون کو ناگوار ہو اور کسی وقت مین انکی جناب مین گستاخ کلام مت کر حتی کہ اُف یعنی اتنا فعل بھی انکی شان مین تجھ سے سرزد نہونا چاہیے۔ عطا بن ابی رباح نے کہا کہ نہ مت کر یعنی اپنا ہاتھ اُنپر ناگواری سے مت چھوڑ کذا فی تفسیر الامام ابن کثیر رح۔ سراج و معالم وغیرہ مین ہے کہ اُف مت کہہ یعنی انکو ضجر مت کر۔ زجاج نے کہا کہ اُف بمعنے نتن اور یہی مجاہد رح کا قول ہے کیونکہ مجاہد رح نے کہا کہ اُف مت کہہ یعنی انکو قذر یعنی گھنونا مت کہہ جیسے وے تجھ سے بچپن مین نہین گھناتے تھے[تنگ ساد دل ۱۲] جبکہ تو اُنپر پخانہ پیشاب[بدبو ۱۲] کر دیتا تھا اور ایک روایت مین مجاہد رح نے کہا کہ اگر تجھکو انسے کوئی ایسی بو پہونچے جس سے تجھے اذیت ہوتی ہے تو انسے اُف مت کہہ۔ بالجملہ حق تعالے نے والدین کے حق مین وصیت فرمانے مین بہت مبالغہ فرمایا ہے چنانچہ اپنی توحید کے بعد ہی والدین کے ساتھ احسان کرنے کو تحت القضاء داخل کیا یعنی قضی ربک بمعنی حکم محکم دیا تیرے رب نے "اس حکم محکم کے تحت مین ایک تو اپنی توحید اور دوم والدین پر احسان بیان فرمایا پھر اُنکے ساتھ ادب کی نگہداشت و شفقت کی تکمیل کا یہانتک حکم دیا کہ ذرہ برابر قول و فعل کی اجازت نہین دی باوجودیکہ ایسے حالات و معاملات والدین کی طرف سے پیش ہو سکتے ہین کہ آدمی اُسپر صبر کرنے مین نفس سرکش کے ساتھ بے قابو ہو جاوے۔ اور حدیث مین فرمایا ہے کہ خبردار تم والدین کی نافرمانی سے بچو کہ جنت جسکی خوشبو ہزار برس کی راہ سے آتی ہے اس خوشبو کو نہین پاویگا مان باپ کی نافرمانی کرنے والا اور نہ وہ جس نے ناتا کاٹا اور نہ بڑھاپے کا زنا کار اور نہ وہ جو تکبر سے اپنے ازار کھینچے کبریائی تو فقط اللہ رب العالمین ہی کی شان ہے۔ فضیل بن عیاض رح سے پوچھا گیا کہ والدین کے ساتھ نیکوکار کون ہے فرمایا کہ جو شخص اُنکی خدمت کے لیے کسل سے نہ اُٹھے۔ غرضکہ اللہ تعالے نے والدین کے حق مین پانچ باتون کا حکم دیا۔ اول تو مذکور ہوئی کہ اُف مت کہہ اور دوم قولہ تعالے۔ وَلَا تَنْهَرْهُمَا اور دونون کو زجر مت کر یعنی اگر ایسا فعل کرین جو تجھے خوش نہ معلوم ہو تو بھی ایسا لفظ مت کہہ جس سے اس فعل پر جھڑکنا پایا جاوے۔ یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ اُف تو اس سے کم ہے جب اُف سے منع کیا تو خود ہی ثابت ہو گیا کہ زجر بالکل ممنوع ہے جواب دیا گیا

کہ تافیف کی ممانعت سے مراد یہ کہ کم وبیش کسی پر زجر کا اظہار نہ ہو اور انتہار کی ممانعت سے مراد یہ کہ ایسی بات مین مخالفت اُنکے رد کرنے وجھٹلانے
کے طور پر نہ ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ لاتنہرہما انکے فعل پر زجر سے ممانعت ہے پس ظاہر یہ ہے کہ اُف سے ممانعت موافق تفسیر حضرت مجاہد رح کی اُنکی
جانب سے کوئی امر ناگوار کہ وہ نہ سمجھے اور عدم زجر سے مراد اُنکے کسی قول وفعل پر نہ جھڑکے۔ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا اور کہہ اُنسے قول کریم۔
یعنی کلام عمدہ پاکیزہ نرم جیسا کہ اُنکے ساتھ مقتضائے ادب ہے۔ سراج مین لایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جیسے یون کہے یا ابتاہ یا
اُمّاہ۔ اے ابّا اے امّان۔ عطار سے مروی ہے کہ اُنسے بات کرتے وقت اُنکی طرف آنکھ نہ اُٹھاوے اور نہ تیز نظر کرے کہ یہ دونون باتین
قول کریم سے منافی ہین۔ یہان ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا کہ انی اراک وقومک فی ضلال
مبین یعنی مین تجھکو اور تیری قوم کو کھلی ہوئی گمراہی مین دیکھتا ہون تو جواب دیا گیا کہ اسقدر فہمائش اللہ تعالے کی حق کی رعایت سے ہے
اور حق الٰہی عزوجل سب پر مقدم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ سورہ لقمان مین فرمایا ان جاہداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعہما یعنی اگر والدین
یہ کوشش کرین کہ تو میرے ساتھ شریک کرے ایسی چیز جسکا تجھے علم نہین تو مت اُنکی اطاعت کر۔ اور حدیث مین ہے کہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ
الخالق۔ نہین فرمانبرداری کسی مخلوق کی اپنے خالق کی نافرمانی کرنے مین۔ اسی واسطے بعض صحابہ رضہ نے جنکی مان نے کھانا پانی چھوڑا تھا
کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پھر جاوے اُس صحابی رضی اللہ عنہ نے نہ مانا۔ فقہ مین ہے کہ اگر جہاد مین آدمی کا باپ کافرون کی جانب سے
لڑے اور بیٹا و باپ لڑائی مین مقابل ہوجاوین تو چاہیے کہ باپ کو مجبور کرکے کسی مقام پر دبا وے تاکہ دوسرا کوئی آکر اُسکو قتل کر دے اور یہ بطریق اولی
ہے۔ اور واضح ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ مین جو کافر لڑتے تھے وہان باپ کو قتل کرنا بعض صحابہ انصار رضہ سے واقع ہوا ولیکن حضرت
ابوبکر رضہ نے اپنے باپ کا مقابلہ چاہا تھا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اسکی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضہ کے والد مسلمان ہونے والے تھے
پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے معلوم فرماکر منع کر دیا۔ چہارم قولہ۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ اور پست کر
ان دونون کے واسطے بازوے ذلت کو رحمت سے یعنی کمال تواضع وشفقت کے ساتھ اُنسے برتاو کرے پس تواضع ازراہ شفقت فرض ہے نہ
ازراہ ننگ وعار کے اور نہ کسی اور غرض سے بلکہ جیسے اُنھون نے تجھپر محبت سے نگاہ رکھی ہے۔ جناح الذل کے معنے ذلت کے بازو حالانکہ ذلت
کے بازو نہین ہوتے ہین تو یہ استعارہ ہے۔ قفال رح نے کہا کہ اس استعارہ کی توجیہ مین دو تقریرین ہین۔ اول یہ کہ پرند جب اپنے بچہ کی پرورش کرنا
چاہتا ہے تو اپنے بازو پست کرکے اپنی تربیت مین لیتا ہے پس خفض الجناح کنایہ پرورش سے ہے گویا حکم دیا گیا فرزند کو کہ اپنے والدین کی کفالت و تواضع
سے کرے جیسے بچپن مین اُنھون نے فرزند کے ساتھ کیا ہے۔ دوم یہ کہ پرند جب اُڑنا چاہتا ہے تو بازو پھیلا کر بلند ہوتا ہے اور جب اُڑنا چھوڑتا ہے تو بازو ملاتا ہے
پس بازو ملانا کنایہ سربلندی چھوڑکر تواضع ونرمی اختیار کرنے سے ہوا۔ اور چونکہ مدار استعارہ کا تخییل پر ہے تو یہان ذل کے واسطے بمانند پرند کے
بازو قرار دیکر اُنکے لیے خفض ہوا۔ پانچوان حکم جو والدین کے واسطے ہے یہ کہ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا اور دعا کر کہ اے میرے رب تو ان دونون پر رحم فرما۔
كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا جیسے ان دونون نے مجھے پرورش کیا اس حال مین کہ مین صغیر تھا۔ اول تو فرزند کو خود اُنپر شفقت ورحمت کا حکم دیا پھر
دعاے رحمت الٰہی کا حکم دیا پس خالی اپنی شفقت پر اکتفا نہ کرے جسکو بقا نہین ہے کیونکہ یہ خود فانی و اُسکی رحمت بھی فانی ہے بلکہ دعا کرے اللہ تعالے سے
کہ وہ رحمت باقیہ سے دستگیری فرماوے اور اُنکی شفقت ورحم کا بدلا یہ رحمت الٰہی ہو۔ سراج مین لایا کہ رحمت الٰہی کی دعا کرنے کا اُنکے حق مین جب
حکم ہے کہ والدین مسلمان ہون اور اگر دونون کافر ہون تو یہ حکم منسوخ ہے پس کافرون کے لیے ہدایت کی دعا کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ رحمت ہر ایک کے لیے
مخصوص ہے پس مسلمان والدین کے لیے رحمت آخرت کی دعا کرے جو رحمت مسلمانون کے واسطے ہے اور کافرون کے لیے وہ رحمت چاہنا مقتضی ہے کہ انکو

ہدایت فرماوے پس ہدایت وہی رحمت ہو لہذا نسخ کے قائل ہونے کی کچھ ضرورت نہین ہو علاوہ اسکے تخصیص کا قائل ہونا آسان ہو بہ نسبت نسخ کے۔ فافہم
ابن عباس رضہ نے البتہ کہا کہ پھر اللہ تعالے نے نازل کیا قولہ ما کان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا الآخر۔ سراج مین لکھا کہ بعض علماء سے سوال کیا گیا
کہ والدین کے ساتھ نیکوکاری کیونکر ہو فرمایا کہ انپر اپنی آواز بلند نہ کرے اور نہ انکی طرف نظر لڑاوے اور نہ تیز نظر ہوا ور تیری طرف سے کوئی ظاہری و باطنی
مخالفت وے نہ دیکھین اور انپر ترحم و شفقت رکھے جب تک زندہ رہین اور انکے واسطے رحمت کی دعا کرے جب وے انتقال کرین اور انکے مرنے
کے بعد انکے محبتون کی خدمت مین قائم ہو۔ امام ابن کثیر وغیرہ نے لکھا کہ والدین کی خدمت گذاری و نیکی کے بارہ مین بہت سی احادیث وارد ہوئی ہین
ازانجملہ انس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جیسے ہی منبر پر چڑھے فرمایا آمین آمین آمین عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ نے
کس چیز پر آمین فرمائی آپ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اے محمد خوار ہو ناک اس شخص کی جسکے پاس آپ کا ذکر ہوا اور اُسنے آپ پر
درود نہ پڑھا مین نے کہا کہ آمین۔ پھر کہا کہ خوار ہو ناک اسکی جسپر رمضان کا مہینہ آیا پھر نکل گیا اور اسکی مغفرت نہ کی گئی مین نے کہا کہ آمین۔ پھر کہا کہ خوار ہو
ناک اسکی جس نے اپنے والدین کو یا ایک کو پایا اور انھون نے اسکو جنت مین داخل نہ کیا کہیے آمین تو مین نے کہا کہ آمین۔ امام احمد نے مالک بن الحرث سے
بواسطہ دوسرے صحابی رضہ کے روایت کی کہ اسنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جس نے لا لیا اپنے ساتھ کھانے پینے مین والدین مسلمان کے
یتیم بچہ کو یہانتک کہ وہ بچہ مستغنی ہو جاوے تو البتہ اسکے لیے جنت واجب ہو گئی اور جس نے کسی مرد مسلمان کو آزاد کیا تو وہ دوزخ سے اسکا فکاک
ہو جائیگا اسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو دوزخ سے آزاد ہو گا۔ اسی حدیث کی دوسری روایت مین ایک تو یہ زائد ہو کہ مالک رضہ [چھوڑا ہوا ۱۲]
بن الحارث نے اپنی برادری کے ایک صحابی رضہ سے یہ روایت کی ہو اور دوسری بات یہ زائد ہو کہ اور جس نے اپنے والدین یا ایک کو پایا پھر دوزخ
مین گیا تو اللہ تعالے نے اسکو دور کر دیا۔ اس حدیث کو دوسری وجہ سے امام احمد نے مالک بن عمرو القشیری رضہ سے روایت کیا ہو۔ امام احمد نے
ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوار ہوئی ناک پھر خوار ہوئی ناک پھر خوار ہوئی ناک اس شخص کی جس نے پایا دونون
والدین یا انمین سے ایک کو انکے بڑھاپے مین پھر جنت مین داخل نہ ہوا۔ حدیث صحیح ورواہ مسلم فی صحیحہ۔ امام احمد نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوار ہو ناک اس شخص کی کہ جسکے نزدیک میرا ذکر ہوا اور اسنے مجھپر درود نہ بھیجا اور خوار ہو ناک اسکی جسپر رمضان آیا
اور نکل گیا اور اسکی مغفرت نہ ہوئی اور خوار ہو ناک اسکی جسکے پاس اسکے والدین نے بڑھاپا پایا اور انھون نے اسکو جنت مین داخل نہ کیا۔ ربعی بن ابراہیم
راوی نے کہا کہ میری یاد مین یہی ہے کہ والدین یا دونون مین سے ایک کو فرمایا ہو۔ ورواہ الترمذی اور امام احمد نے مالک بن ربیعہ ساعدی رضہ سے
روایت کی کہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ انصار مین سے ایک مرد نے آکر عرض کیا کہ میرے والدین کے مرنے کے بعد اب بھی مجھپر
انکے ساتھ نکوئی مین سے کچھ باقی رہا ہو کہ اسکو ادا کرون آپ نے فرمایا کہ ہان چار باتین ہین انپر صلوٰۃ اور انکے واسطے استغفار کرنا اور انکے عہد کو پورا کرنا اور انکے
دوستون کا اکرام کرنا اور انکے ناتے کا صلہ رحم کرنا حالانکہ ناتا تیرے لیے واسطے وہی ہو جو انکی طرف سے تجھے حاصل ہوا ہو پس یہ نکوئی تجھپر انکی موت کے بعد
انکے لیے باقی رہی ہو رواہ ابو داؤد و ابن ماجہ۔ امام احمد رح نے جاہمہ سلمی کے بیٹے معاویہ سے روایت کی کہ جاہمہ رضہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نے جہاد کا ارادہ کیا ہو اور مین حضور مین واسطے ارشاد مشورہ کے حاضر ہوا ہون آپ نے فرمایا کہ بھلا تیری مان کوئی
ہے فرمایا کہ ہان تب آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو اسکی خدمت کو اپنے اوپر لازم کر لے کہ جنت اسکے پاؤن کے پاس ہو پھر متفرق مجلس مین دوبارہ وسہ بارہ
ایسا ہی ارشاد فرمایا۔ رواہ النسائی و ابن ماجہ۔ امام احمد نے مقدام بن معدی کرب سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اللہ تعالے تم کو وصیت کرتا ہو تمھارے باپون کے حق مین اللہ تعالے تمکو وصیت کرتا ہو تمھاری ماؤن کے حق مین پھر اللہ تعالے وصیت کرتا ہو تمھاری

ف اس سے اشارہ ہوا کہ ... ساتھ والدین کی ... ۱۲

ف یعنی ان دونون ... ۱۲

ماؤن کے حق مین۔ اللہ تعالےٰ وصیت کرتا ہی تمکو سب سے زیادہ قریب والے پھر اُسکے بعد کے سب سے زیادہ قریب کے واسطے۔ ورواہ ابن ماجہ ایضا۔ یہی معنی امام احمد نے ایک صحابی سے جو بنی یربوع مین سے ہین مرفوع روایت کی اور امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار نے اپنی مسند مین بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خانہ کعبہ کے طواف مین ایک شخص اپنی مان کو اپنی گردن پر چڑھائے ہوے طواف کراتا تھا پھر اُسنے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بھلا مین نے اپنی مان کا حق ادا کردیا آپ نے فرمایا کہ نہین اور نہ ایک ناخن برابر یا ایسا ہی کچھ فرمایا۔ قال البزار وفی اسنادہ الحسن بن ابی جعفر بضعف۔ ہکذا ذکرہ الحافظ ابن کثیر رح اور معالم وسراج وغیرہ مین ہی کہ ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ ایک مرد نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ میری زندگی مین کون ہی جسکے ساتھ میرا احسان کے ساتھ بسر کرنا سب سے اچھا ہی آپ نے فرمایا کہ تیری مان پھر تیری مان پھر تیرا باپ پھر تیرا باپ پھر درجہ بدرجہ جو تجھ سے زیادہ قرابت والا ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور فقہاء نے کہا ہے کہ مالی احسان مین باپ کی نسبت مان مقدم ہے اور حکم ماننے مین باپ مقدم ہے۔ ابوہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ کوئی فرزند اپنے باپ کا عوض نہین ادا کرسکتا مگر جبکہ باپ کو مملوک پاوے پھر اُسکو خریدے پس اُسکو آزاد کرے۔ یہ حدیث صحیح مین ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جہاد کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ تیرے مان باپ زندہ ہین اُسنے عرض کیا کہ ہان تو فرمایا کہ پھر انھین کی خدمت مین جہاد کر۔ حدیث صحیح۔ یعنی اُنکی خدمت گذاری وادائے حقوق مین باوجود تکلیف ونفس کے ناگواری کے دل کو راضی رکھکر خدمت کرنا افضل جہاد ہے۔ ترمذی کی حدیث مین ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رضائے الٰہی والدین کی رضامندی مین ہے اور اللہ تعالےٰ کی ناخوشی والدین کی ناخوشی مین ہے ابوالدرداء رضہ سے روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے چاہے اُسکی محافظت رکھ اور چاہے ضائع کردے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے یہ مراد نہین کہ آدمی کو محافظت کرنے کا یا ضائع کرنے کا اختیار ہے بلکہ یہ تہدید سخت ہی جیسے قولہ تعالےٰ آمنوا بہ اولا تومنوا۔ حضرت ابن مسعود رضہ سے روایت ہی کہ مین نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ کو کون کام سب سے زیادہ پسند ہے فرمایا کہ اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔ مین نے عرض کیا کہ پھر کون آپ نے فرمایا کہ والدین کے ساتھ نکوئی کرنا پھر مین نے عرض کیا کہ پھر کون آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی راہ مین جہاد کرنا۔ شیخ ابن عیینہ رح سے پوچھا گیا کہ میت کی طرف سے صدقہ دینے کا کیا حکم ہے فرمایا کہ یہ صدقہ میت کو پہونچتا ہے اور مرے ہوے لوگون کے لیے استغفار سے زیادہ کوئی چیز نافع نہین ہی اور اگر کوئی چیز اس سے زیادہ بھی میت کے لیے نافع ہوتی تو اللہ تعالےٰ تمکو تمھارے والدین کے حق مین حکم فرماتا حالانکہ اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین تمکو تمھارے والدین کے لیے مکرر وصیت فرمائی ہی۔ مترجم کہتا ہی یعنی آیت وصیت والدین مین یہی فرمایا کہ قل رب ارحمہما آخر یعنی موت کے بعد اُنکے لیے دعا واستغفار کریں اگر صدقہ زیادہ نفع دیتا تو صدقہ کا حکم فرماتا پس معلوم ہوا کہ سب سے زیادہ نافع استغفار ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ صدقہ دینے کی قدرت ہر ایک شخص کو نہین ہوتی ہی لیکن استغفار ہر شخص کرسکتا ہے اور واضح ہو کہ تمام امت اہل سنت کا اجماع ہے کہ میت کو مالی صدقہ کا ثواب پہونچتا ہی اور دعا واستغفار مین امت کا اجماع ہے اور رہا ثواب قراءت قرآن یا اذکار یا نوافل وغیرہ کا ثواب تو ایک جماعت فقہاء کے نزدیک یہ بھی پہونچتا ہی پس معلوم ہوا کہ میت کے واسطے دعا واستغفار کرنا بہتر ہی یا مالی صدقہ دینا اچھا ہی جب یہ نہوسکے تو قراءۃ قرآن وغیرہ کا ثواب پہونچاوے یا دونون ہوسکتے ہون تو دونون طرح ثواب پہونچاوے اور بعضے لوگ میت کا کھانا جوڑا کرنے مین سودی روپیہ قرض لیکر یا جائداد یتیمون وبیوگان کی فروخت کرکے اس نیت سے کرتے ہین کہ بدنامی وعار ہوگی یہ بالکل بربادی ہی کہ ایسی بدنیتی سے میت کے واسطے ثواب نہ ہوا اور ناحق دنیا کے نام کے خیال مین جائداد ومال برباد گیا پس اللہ تعالےٰ سے خوف کرنا چاہیے۔ سعید بن المسیب رح سے مروی ہے کہ جو کوئی اپنے والدین کے ساتھ نکوئی کرتا ہو وہ بُری موت سے نہین مریگا۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

عرض کیا کہ میرے والدین بوڑھے ہو کر اس حد کو پہونچ گئے ہین کہ جسطرح انھون نے میرے بچپن مین میری پرداخت کی تھی ویسی ہی انکی پرداخت مجھے کرنی ہوتی ہے تو کیا مین نے انکا حق ادا کر دیا آپ نے فرمایا کہ نہین کیونکہ وے دونون تو تیرے ساتھ ایسی پرداخت کرتے اور چاہتے کہ تو زندہ رہے اور تو انکے ساتھ ایسا کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ مر جاوین۔ روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اپنے باپ کی کہ وہ میرا مال لے لیتا ہے پس آپ نے اُسکے باپ کو بلایا دیکھا تو وہ ایک بوڑھا آدمی ہے عصا پر ٹیک دیتا ہے اس سے پوچھا تو اُسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ لڑکا کمزور تھا اور مین قوی تھا اور یہ محتاج تھا اور مین توانگر تھا پس اُسوقت اس سے مین کچھ چیز نہین روکتا تھا اور آج مین کمزور ہون یہ قوی ہے اور مین فقیر ہون یہ توانگر ہے اور یہ مجھپر اپنے مال سے بخل کرتا ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم روئے اور فرمایا کہ جو ڈھیلا و پتھر اُسکو سُنیگا وہی رویگا پھر اُس لڑکے سے فرمایا کہ تو اور تیرا مال تیرے باپ کے ہین۔ ہذا حدیث حسن۔ روایت ہے کہ ایک نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی مان کی بدخلقی کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ اسوقت تو وہ بدخلق نہ تھی کہ تجھے نو مہینہ لئے اپنے پیٹ مین رکھا بولا کہ بدخلق نہ تھی آپ نے فرمایا کہ اُسوقت بدخلق نہ تھی کہ تجھے دو برس دودھ پلایا بولا کہ بدخلق نہ تھی آپ نے فرمایا کہ اُسوقت بدخلق نہ ہوگی کہ تیرے لیے اُسنے راتین جاگتے مین اور دن گذار دیے وہ بولا کہ مین نے اسکا بدلا اُتار دیا ہے آپ نے فرمایا کہ وہ کیا اُسنے کہا کہ اُسکو گردن پر لادکر مین نے حج کیا ہے آپ نے فرمایا کہ کچھ بدلا نہین اُتارا ہے۔ چونکہ والدین کے حق کی وصیت سخت تھی تو انمین سُستی کرنے سے اور نیز دلی خیال مین وسوسہ آنے سے تحذیر فرمائی لقولہ رَبُّكُمْ یعنی حقیقت مین تم پر احسان رکھنے والا کہ اُسی نے والدین کو تم پر مہربان کیا اور انکو پرورش کا سامان و توفیق دی وہ اَعْلَمُ سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ بِمَا فِي نُفُوْسِكُمْ جو کچھ تمھارے دلون مین ہے خواہ والدین کے ساتھ سب طرح نیکوکاری کا قصد ہو یا اُسکے برعکس ہو لہذا دل کے اندر جسطرح ہے اُسکے برخلاف ظاہر کرنے مین کچھ نفع نہین ہوگا مگر آنکہ اپنے نفس کو ایسی بات پر آمادہ کرے جو والدین کے حق مین شفقت کا باعث ہو پس نفس کی ناگواری و سرکشی مضر نہین ہے جبکہ اپنی نفس کو خوار کرکے اُنپر ترحم و شفقت پر آمادہ رہے۔ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ۔ اگر تم صالح ہوگے یعنی نفس الامر مین متقی محسن ہوگے۔ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا۔ تو مغفرت پاؤگے کیونکہ تمھارا رب ہمیشہ رجوع لانے والون کے لیے غفور ہے۔ صالح وہ ہے کہ ایسے فعل پر مستقیم رہے جو دلیل سے اچھا ہو پس اشارہ فرمایا کہ آداب یعنی کثرت سے نفس کو زیر کرکے بار بار رجوع لانے سے اللہ تعالے استقامت دیتا ہے۔ احیا مین بعض بزرگون سے نقل ہے کہ ستر مرتبہ نفس کی سرکشی کے بعد انکو ایک کام پر استقامت نصیب ہوئی شیخ امام ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اوابین کی تفسیر مین قتادہ رح نے کہا کہ اطاعت کرنے والے اہل صلوٰۃ۔ ابن عباس رض نے کہا تسبیح کرنے والے۔ اور ایک روایت مین ابن عباس رض نے فرمایا کہ مطیع و محسن لوگ۔ بعض سلف نے کہا کہ وہ لوگ جو مغرب و عشاء کے درمیان نماز پڑھتے ہین۔ بعض سلف نے کہا کہ جو لوگ چاشت کی نماز پڑھتے ہین۔ مترجم کہتا ہے بعض احادیث سے اسکا ثبوت ہوتا ہے اور بعض سلف نے کہا کہ اوابین وہ لوگ کہ گناہ مین مبتلا ہوے پھر توبہ کرلی پھر مبتلا ہوے پھر توبہ کرلی یہی سعید بن المسیب رح کا قول ہے کما رواہ عبد الرزاق و ابن جریر اور عطاء بن یسار اور سعید بن جبیر و مجاہد رح نے فرمایا کہ اوابین جو لوگ نیکی کی طرف رجوع لاتے ہین اور عبید بن عمیر نے کہا کہ جو لوگ تخلیہ مین اپنے گناہون کو یاد کرکے اللہ تعالے سے استغفار کرتے ہین اور یہی مجاہد رح سے بھی مروی ہے اور عبد الرزاق نے عبید بن عمیر سے روایت کی کہ ہم لوگ اواب حفیظ اسکو کہتے ہین جو اسطرح اپنے جلسہ مین کہے کہ اللّٰہم اغفر لی ما اصبت فی مجلسی ہذا یعنی الٰہی مین نے جو اپنی اس مجلس مین گناہ پایا ہو اُسکو مجھے بخشدے۔ شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ اولی یہ ہے کہ اواب وہ کہ جو گناہ سے توبہ کرے اور معصیت سے طاعت کی طرف رجوع لاوے اور مکروہات الٰہی سے مرضیات الٰہی کی طرف رجوع لاوے شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول بھی صواب ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا بربوبیۃ قدیمہ

کے واسطے ازل مین عبودیت خالصہ بصفت تجرید از دید ارغیر واجب ہوئی ہے کیونکہ ازل مین او تعالے موصوف بربوبیت تھا اور ہمیشہ اسکی صفت
احدیت ہے اور عبودیت کا حق کسی غیر کے لیے فی الحقیقت محال ہے کیونکہ حادث البتہ حادث کی بندگی اپنے خیالات مین کرتا ہے مگر یہ عبودیت بالکل
مجازی ہے اور عبودیت حقیقی نہین واقع ہوتی مگر اسی کے واسطے جو ازلی ابدی ہے اور عبودیت یہ ہے کہ قدیم کو حادث سے منفرد یقین کرے اور جانے کہ
وہی تمام مین متصرف ہے اور اُسکی عزت کے سامنے فنا ہووے اور والدین کے ساتھ جو احسان کا حکم دیا تو اس وجہ سے کہ یہ اسکا فعل خاص ہے
اور ایجاد کرنے مین اُسکے فعل کی تعظیم واحترام اُسکی صفت کے احترام سے ہے اور اُسکی صفت کا احترام مثل اُسکی ذات کے ہے پس والدین کا
احسان واحترام وتعظیم کرنا اللہ تعالے کے احترام واجلال سے ہے پھر چونکہ شیخ طریقت واستاد حقیقت منجملہ تین باپون کے سب سے بہتر ہے لہذا
اللہ تعالے کی محبت مین اُنکی پیروی وتعظیم کرنا سب پر مقدم ہے۔ قال المترجم بعض آثار سے ثابت ہے کہ باپ تین ہین ایک وہ کہ جسکے نطفہ سے
پیدا ہوا اور ایک وہ کہ جس نے تجھے اپنی دختر دی یعنی خسر اور ایک وہ کہ جس نے تجھے تعلیم دی اور ان سب مین بہتر وہ ہے جس نے تجھے تعلیم دی۔
جب یہ معلوم ہوا تو حق حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا سب سے افضل ہے لہذا آپ کے ازواج مطہرات تمام مومنون کی مائین ہین
پھر جس نے کسی شیخ طریقت واُستاد حقیقت سے فیض پایا وہ سب سے افضل ہے اسی کو شیخ رح نے بیان کیا فافہم بعض مشائخ نے کہا کہ عبودیت
یہ ہے کہ ارباب کو قطع کرے یعنی صفات آلہیہ مین کسی دوسرے کو رب نہ بناوے حتی کہ کسی کی طرف سے نفع وضرر بھی نہ جانے اور اسباب سے
گردن چھڑادے یعنی کسی سبب کو مؤثر نہ سمجھے کہ مثلاً پانی برسے تو کھیتی ہو بلکہ اصل مین مؤثر اللہ تعالے ہے اور وہی اپنے فضل سے بندے کی معیشت
وجملہ اسباب کو دیتا ہے اور جو تدبیر وسبب نکالا جاتا ہے یہ بھی اُسی کی طرف سے ہے اور اُسکے حکم کی فرمانبرداری ہے اور یہی امتحان نفس پر مشکل ہے
کہ سبب برانگیختہ کرنے کا یہی حکم ہے اور یہ بھی حکم ہے کہ سبب کی طرف نظر نہ ہو پس عبودیت یہ ہے کہ ارباب کو قطع کرے اور اسباب سے علیحدہ ہو اور حق
عزوجل کی طرف رجوع لاوے۔ شیخ ابو عثمان مغربی رح نے فرمایا کہ جو بندہ مقام عبودیت مین مستقیم ہوجاتا ہے تو مشاہدہ غیب کے واسطے اس کا
سر باطنی ظاہر ہوتا ہے اور جو وہ چاہتا ہے قدرت الٰہی اُسکو پورا کردیتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جو شخص مقام عبودیت مین ہے وہ اپنی خواہش نفسانی سے کچھ
نہین چاہتا ہے اُسکی خواہش بھی پاکیزہ وموافق تقدیر ہوتی ہے لہذا قدرت الٰہی سے جو وہ چاہے پورا ہوتا ہے۔ قولہ ربکم اعلم بما فی نفوسکم یعنی جو کچھ تمھارے
نفوس مین اجلال الٰہی وتعظیم کبریائی وشہود نعمت سے ہے کہ انوار آیات کو عقل سے مشاہدہ کرتے ہو اور روح سے نور صفات دیکھتے ہو اور سر باطن سے
اُسکی ذات سے مانوس ہو ان سب کو تمھارا رب جانتا ہے وہی علیم ہے کہ تم چاہتے ہو کہ اسکی رضامندی کے لیے اپنے وجود کو قربان کرو اور صبر سے رہو
اور اُسکے حکم قضا پر ثابت قدم رہو اور صالحین سے یہ اشارہ ہے کہ خطرات نفسانی کو اُنس روحانی سے دور کرو اور صفت حادث کو فنا کر کے
معرفت کے ساتھ صفت قدیم پر نظر رکھو اور فانی ہو کر اس سے اُسی کی طرف تمھارا قرار ہو۔ فانہ کان للاوابین غفورا۔ اوّاب وہ ہے کہ اُس سے اسی کی طرف
رجوع لاوے اسطرح کہ اُسکے حضور مین شرمندہ ہو اور اس سے اُسکی فضل کا کہ زیادت قرب ہے متمنی ہو کیونکہ جو کوئی اسکی طرف تضرع وزاری وتواضع وعاجزی
سے رجوع لاتا ہے اور اسکے جلال قدرت اور عظمت کبریائی مین فنا رہوتا ہے اُسکو اپنے کرم سے بخشدیتا ہے اسمین ایک نکتہ ہے کہ اللہ تعالے نے بما فی نفوسکم فرمایا یعنی نفوس کا
ذکر کیا اور قلوب وارواح واسرار کو نہین فرمایا اور نہ عقول کا ذکر فرمایا تو نکتہ یہ ہے کہ خوب جانتا ہے جو وہ تمھارے نفوس مین خواہش ناکارہ ہے
اور نفس کی طبیعت مائل ہے کہ سرکشی وانکار کرے اور طاعت سے معصیت کی طرف بھاگے اسی واسطے فرمایا کہ ان تکونوا صالحین یعنی نفس کی ناگوار
خواہشون سے مُنہ موڑ کر اُسکے پیروی چھوڑ کر اللہ تعالے کی طرف رجوع لانے والے ہوجاؤگے تو وہ غفور ہے کہ جو کوئی اس طرح ندامت سے اُسکی
طرف رجوع لاوے اُسکے اگلے گناہون کو بخشدیتا ہے اور اہل حقیقت کے نزدیک یہ بھی خواہش نفس کا گناہ ہے کہ مشاہدہ غیب کی آرزو ہو شیخ

سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غفور ہے یعنی اسکے بندون مین سے جو کوئی اُسی کی طرف رجوع لاوے اُسکی مغفرت فرماتا اور اُسپر رحم کرتا ہے۔ شیخ ابو عثمان رح نے فرمایا کہ اواب وہ ہے جو کثرت سے دعا مین مصروف ہو۔ بعض مشائخ نے فرمایا کہ اواب وہ ہے کہ اپنی طاقت و قوت سے بری ہو کر اللہ تعالیٰ پر ہر حال مین بھروسا کرے پھر اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ نیکوکاری کا حکم دیکر اہل قرابت حقیقی کے ساتھ نیکی کا حکم دیا۔ اور سراج مین لایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کا حکم دیا تو اُسکے بعد تمام اہل قرابت و ذوی الارحام کے ساتھ اور غیرون کے ساتھ نکوئی کا حکم عام دیا اور اسراف وغیرہ سے منع کیا بقولہ تعالیٰ

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ

اور دے قرابت والے کو اُسکا حق اور مسکین کو اور مسافر کو اور نہ اسراف کر کسی طرح کا بیشک اسراف کرنے والے برادران

الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاۗءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا

شیاطین ہین اور شیطان ہے اپنے رب کا ناشکرا اور اگر تو منھ موڑے ان لوگون سے بطلب رحمت کے اپنے رب کی جانب سے جسکا تو امیدوار ہے

فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ۝

تو کہدے اُنسے بات آسانی کی

وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى یعنی وے قرابت والے کو خواہ وہ قرابت والا ماں کی جانب سے ہو یا باپ کی جانب سے ہو یا دونون کی جانب سے ہو اگرچہ دور کے رشتہ کا ہو۔ حَقَّهٗ اُسکا حق۔ یہ خطاب ہر ایک شخص کو ہے کہ اپنے اقارب کو اُنکے حقوق عطا کرے خواہ صلہ رحم کے ہون یا محبت و ملاقات کے یا انکی مددگاری و اچھی برتاؤ کی۔ بالجملہ اہل قرابت سب ایک مرتبہ کے نہین اور نہ ایک حال کے ہین بعضے محتاج ہوتے ہین تو سراج مین لایا کہ اگر خود مالدار خوشحال ہو اور اہل قرابت محتاج ہون تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان سب کو نفقہ دینا لازم ہے اور امام شافعی کے نزدیک نفقہ لازم نہین مگر باپ پر اولاد کا یا اولاد پر باپ کا اور بس۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اس قول پر جو امام اعظم سے نقل کیا اگر سب سے زیادہ قریب والا رشتہ دار مالدار ہو اور اس سے دور کا محتاج ہو اور یہ شخص ایک کو نفقہ دے سکتا ہے تو دور والے کو نفقہ دیوے اور اگر سب اہل قرابت مالدار ہین تو اُنکی زیارت کرنا اور محبت کی باتین کرنا اور اُنکے کامون مین شرکت و مددگاری کرنا اور مانند اسکے حقوق ہین انکو ادا کرے۔ سراج مین لایا کہ بعض کے قول مین قرابت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی قرابت مراد ہے یعنی عموماً سب کو حکم دیا کہ حقوق قرابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ادا کرین اور چونکہ صدقہ اُنکے حق مین جائز نہین ہے تو مالی طور پر اُنکو ہدیہ دیوین اور سوائے مالی حقوق کے انکی تکریم و تعظیم کو لحاظ رکھین اور مترجم کہتا ہے کہ اگر آیت مین فقط اہل قرابت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مقصود نہ ہون تو بھی اہل قرابت رسالت کے حقوق بطریق عام حکم کے داخل ہونا چاہیے کیونکہ اُنکے حقوق عام پر لازم ہین لیکن قرابت رحم ثابت نہ ہونے سے جیسے عام پر رحم کے حقوق ہوتے ہین اس طریق پر نہونگے۔ وَالْمِسْكِيْنَ اور دے مسکین کو اُسکا حق یعنی اگرچہ قرابت والا نہ ہو پس اہل قرابت مین جو مسکین ہو اُسپر صلہ رحم و مسکین دونون راہ سے دو ثواب ہین اسی واسطے حدیث مین ہے کہ مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور قرابتی محتاج پر صدقہ کرنا صلہ رحم و صدقہ ہے۔ وَابْنَ السَّبِيْلِ اور دے مسافر کو اسکا حق مراد ابن السبیل سے مسافر جو اپنے مال سے علحدہ ہونے سے اُسوقت محتاج ہو اگرچہ اپنے گھر مین بڑا تونگر ہو لہذا حدیث ابن ماجہ مین ہے کہ سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر سوار آوے سبب یہ ہے کہ گھوڑا شاید اُسکے سفر کی ضروریات مین سے ہو۔ بالجملہ سائل کے حق مین تو احادیث کثیرہ وہ ہین جنسے بے ضرورت سوال کی حرمت اور اُسکا عذاب ثابت ہے اور دینے والون کے حق مین یہ حکم ہے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ مین اکثر ایسے لوگ ہین جنھون نے سوال کر کے

حاصل کرنا اپنا پیشہ کرلیا ہے اور وے کسب معیشت مین کبھی توجہ نہین کرتے ہین لہذا انکو دیتے ہین گویا سوال کرنے کی عادت مین اُنکی اعانت ہے حالانکہ ہر طرح تندرست ہونے سے وے کمائی کرین اگر اُنکو سوال مین کچھ نہ دیا جاوے اور بعض فروع اسکے فقہ مین مذکور ہین شیخ ابن کثیر رحہ نے تفسیر مین لکھا کہ اس آیت مین صلہ ارحام واحسان کا حکم دیا اور حدیث مین ہے کہ جسکو خوش معلوم ہو کہ اُسکے رزق مین فراخی دیجاوے اور اسکی موت مین تاخیر دیجاوے اُسکو چاہیے کہ صلہ رحم کرے۔ حافظ ابو بکر البزار رحہ نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب آیت وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور انکو باغ فدک عنایت کیا امام بزار رحہ نے کہا کہ اس حدیث کو فضیل بن مرزوق راوی سے فقط ابو یحیی تیمی وحمید بن حماد بن ابی الجزار نے روایت کیا ہے کوئی اُنکا ثقہ شاگرد روایت نہین کرتا اگر اسکی اسناد صحیح ہو تو اسمین اشکال سخت ہے کہ یہ آیت تو مکہ مین نازل ہوئی ہے اور فدک اسکے بعد ساتوین سال ہجرت مین فتح خیبر کے ساتھ ملا ہے پھر یہ اُسکے ساتھ کیونکر ملجاویگا مترجم کہتا ہے کہ علاوہ اسکے اُمت کا اتفاق ہے کہ حضرت صلعم نے باغ فدک حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کو نہین دیا ہے شاید مراد یہ ہو کہ فدک کی حاصلات مین سے جیسے اپنے ازواج مطہرات کا حصہ نفقہ رکھتے تھے ویسے ہی اپنی بضعہ دختر کو دیتے تھے اور یہ کہا جاوے کہ معنی یہ ہین کہ چونکہ یہ حکم نازل ہو چکا تھا لہذا جب فتح خیبر مین سے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے واسطے فدک رکھا تو اُسمین سے صاحبزادی کو دیا واللہ تعالے اعلم۔ سراج مین لکھا کہ جب اللہ تعالے نے اسی طرح عطاے حقوق کی رغبت دلائی کہ اموال بھی راہ آلہی مین خرچ کرین اور معلوم ہے کہ نفس کے افعال بہت کم افراط وتفریط سے خالی ہوتے ہین تو حکم دیدیا کہ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا یعنی اور کسی قسم کا اسراف مت کر اسراف مال کا خرچ کرنا ایسی صورت مین کہ نہین خرچ کرنا چاہیے۔ اور بات یہ تھی کہ زمانۂ جاہلیت والے اپنے نام کے لیے اور دکھلانے سُنانے کو فضول خرچ کرتے اور اپنے اشعار مین اسکو بیان کرتے تھے پس اللہ تعالے نے حکم دیا کہ نفقہ وخرچ اپنی اوجہ پر ہو جس سے اللہ تعالے کا تقرب حاصل ہو۔ شیخ ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ اللہ تعالے نے خرچ کرنے کا حکم دیا مگر اسراف سے منع فرمایا بلکہ اوسط طریقہ کا حکم دوسری آیت مین دیا بقولہ تعالے والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ بیشک اسراف کرنیوالے شیطانون کے بھائی ہین۔ ف اخوان الشیاطین ہونے سے یہ مطلب کہ شیاطین کے مشابہ ہین۔ سراج مین نقل کیا کہ اخوان الشیاطین یعنی شیطانون کے طریقہ پر ہین یا اُنکے دوست ہین کہ جو کچھ وے انکو بیہودہ خرچ کرنے کا حکم دیتے ہین اُسکی فرمانبرداری کرتے ہین یا جہنم مین شیاطین کے ساتھ ایک زنجیر مین مسلسل ہونگے۔ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا یعنی صفت اُس جنس شیطان کی جو بھلائی سے دور اور برائی مین منہمک ہے یہ ہے کہ وہ اپنے رب سے جس نے اُسکو تربیت کیا اور اُسکے ساتھ احسان کیا ہے ناشکری کرنے والا ہے یعنی باوجود حجت کے جہانتک اللہ تعالے کے ظاہری وباطنی نعمتون کو چھپا سکتا ہے چھپاتا ہے تو اسکی پیروی نہ کرنی چاہیے کیونکہ وہ ایسے ہی افعال کی راہ لگاویگا بعض علماء نے کہا کہ یہ آیت عادات عرب کے واسطے رد ہے کہ وے لوگ مالون کو لوٹ مار سے جمع کرکے پھر تکبر وفخر سے خرچ کرتے اور قریش کے مشرکین اپنے مالون کو اسواسطے خرچ کرتے کہ لوگون کو راہ حق سے روکین اور دین اسلام واہل اسلام کی توہین ولسکے دشمنون کی اعانت کرین پس اس آیت مین اُنکے افعال کے قبیح ہونے پر تنبیہ ہے اور سراج مین لکھا کہ واضح رہے کہ جو آدمی اعتدال پر خرچ نہین کر سکتا تو بخیل ہونے سے زیادہ خرچ کرنے کی طرف جھکا ہوا ہونا بہتر ہے اور تدبیر یہ ہے کہ خواہش نفس کے موافق مال خرچ کرنے مین ہاتھ کشادہ کرتا اور شیخ ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ سواے راہ حق کے مال خرچ کرنا تبذیر ہے اور یہی قول ابن عباس رضہ کا ہے اور مجاہد رحہ نے کہا کہ اگر طریقہ حق مین کوئی اپنا سب مال خرچ کر دے تو وہ مبذر نہین ہے اور اگر کسی نے ایک سیر کھجور سواے راہ حق کے خرچ کی تو وہ مبذر ہے۔ قتادہ رحہ نے کہا کہ تبذیر یہ ہے کہ اللہ تعالے کی نافرمانی وفساد مین مال خرچ کرے اور امام احمد نے انس بن مالک رضہ سے روایت کی کہ بنو تمیم مین سے ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے پاس حاضر ہوکر عرض کیا کہ مین بہت مالدار ہون اور میرے آل و اولاد بھی بہت ہین اور لوگ آجاتے ہین تو مین کیونکر خرچ کرون اور کیا کرون آپ نے فرمایا کہ تو اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتا ہی عرض کیا کہ ہان تو فرمایا کہ وہ تجھے پاک کریگی اور اپنے ناتے دارون کے ساتھ صلہ رحم کر اور سائل و پڑوسی اور مسکین کا حق پہچانے رہ اُسنے عرض کیا کہ مجھے مختصر بتلا دیجیے پس آپ نے قولہ تعالے وآت ذا القربی حقہ الآیہ پڑھ دی پس اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اللہ تعالے کافی ہے جب مین نے اپنے مال کی زکوٰۃ آپ کے ایلچی کو دیدی تو مین بری ہوگیا آپ نے فرمایا کہ ہان اگر تو نے میرے ایلچی کو زکوٰۃ دیدی تو تو بری ہوگیا اور تجھکو اسکا ثواب ہی اور گناہ اسی کو ہوگا جس نے اسمین تغیر کیا بسراج مین مذکور ہی کہ حضرت ابن مسعود رضہ سے تبذیر کو پوچھا گیا تو فرمایا کہ مال کو اُسکے حق کے سوائے راہ مین خرچ کرنا تبذیر ہے اور بخشش یہ ہی کہ اللہ تعالے کی فرمانبرداری مین مال خرچ کرے۔
روایت ہی کہ بعض سلف نے راہ خیر مین اپنا بہت مال خرچ کر دیا تو اُنکے دوست نے کہا کہ اسراف مین ثواب نہین ہے تو جواب دیا کہ نیکی مین اسراف نہین ہی۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف گذرے وہ وضو کرتے تھے فرمایا کہ اے سعد یہ کیا اسراف ہی اُنھون نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا وضو مین اسراف ہے فرمایا کہ ہان اگرچہ تو ایک جاری نہر پر بیٹھا ہو۔ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا یعنی جب تجھ سے سوال کرین تیرے اقربا اور لوگ جنکو دینے کا ہم نے تجھے حکم دیا ہی اور تیرے پاس اسوقت کچھ نہین ہی اور تو نے اُنسے اعراض کیا اسوجہ سے کہ کچھ موجود نہ تھا۔ فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا تو انکو سہولت کے ساتھ وعدہ دیدے کہ اگر اللہ تعالے کی طرف سے رزق پہونچا تو عنقریب تمھارے ساتھ صلہ رحم و مواسات کرونگا انشاء اللہ تعالے پس قول میسور وعدہ ہی اور یہی تفسیر مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و حسن بصری و قتادہ وغیرہم سے مروی ہی۔ اور معالم وغیرہ مین ہی کہ نزول اسکا بلال و صہیب و مہجع و سالم و خباب رضی اللہ عنہم کے حق مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بعضے اوقات اپنی محتاجی سے ضرورت کا سوال کرتے اور آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو آپ شرم سے مُنھ موڑتے اور اُس رزق کا انتظار کرتے جسکے آنے کی اُمید رکھتے تھے پس حکم دیا کہ ایسے وقت مین اُنسے قول میسور کہنا چاہیے یعنی جو اُنکے دلون پر آسان ہو جس سے دلتنگ نہون۔ ابو حیان رح نے کہا کہ بعد نزول اس آیت کے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کچھ نہ ہوتا تو سائل کو فرماتے کہ اللہ تعالے ہمکو اور تم کو اپنے فضل سے رزق عطا فرماوے۔ ابتغاء رحمۃ من ربک۔ بجاے کچھ نہ ہونے کے واقع ہوا ہی کیونکہ جسکے پاس کچھ نہ ہو وہ طالب رزق ہوتا ہے پس نہونا یہ سبب طلب ہی اور طلب اسکا مسبب ہی پس سبب کی جگہ مسبب کو رکھا گیا ہی۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وآت ذا القربی حقہ والمسکین وابن السبیل اس کلام پاک کا اشارہ مقام طریقت مین یہ ہی کہ ان لوگون کے حقوق اس مقام مین یہ ہین کہ طریقت مین اُنکی تربیت کیجاوے اور وہ اسطرح ہے کہ ان لوگون سے حقائق معاملات کے اور حالات کے اور معارف و کواشف و علوم غیبیہ بیان کرے پس ذو القربی وہ ہین جو برادران معرفت کہ بلند مقامات مین پہونچ گئے اور مسکین وہ ہی کہ سچّے ارادت سے مرید ہوا اسکو لطف الٰہی نے سوائے حق کے اور خواہش سے سکون دیدیا ہو اور ابن السبیل محب صادق ہی پس عارف کا حق یہ ہی کہ اسرار کو پھیلایا جاوے اور مسکین کا حق یہ ہی کہ اُس سے انوار کا ذکر ہو اور محب کا حق یہ ہی کہ اُس سے شمائل محبت کا بیان ہو تاکہ عارفون کو تمکین زیادہ ہو اور اہل محبت کا شوق بڑھے اور مریدون کی رغبت زیادہ ہو۔ دوسرا اشارہ یہ ہی کہ ذا القربی روح ہی اور مسکین عقل ہی اور ابن السبیل قلب ہی پس روح کا حق تو پاکیزہ سماع اور حسن جمال ہی اور عقل کا حق فکر و تفکر ہے اور قلب کا حق ذکر و تذکر ہے اور نیز یہ کہ روح کا حق فراغت ہی اور عقل کا حق طاعت ہی اور قلب کا حق یہ کہ مشاہدہ کی جستجو مین خلوت سے مانوس ہو پس ان حق والون کو انکا حق دینا چاہیے۔ روح ذو القربی اسوجہ سے ہوئی کہ خلق کی پیدائش سے پہلے وہ قرب مشاہدہ مین تھی اور عقل اسواسطے مسکین ہوئی کہ وہ حقیقت وحدانیت کی ادراک سے مفلس ہی اور قلب واسطے ابن السبیل ہوا کہ وہ ذات کی معرفت کے واسطے ایک حال سے دوسرے

حال پر صفات کی راہ مین منقلب ہوتا ہے پھر اللہ تعالےٰ نے طریقہ خرچ ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ

اور مت بنا اپنے ہاتھ کو طوق بندھا ہوا اپنی گردن کی جانب اور مت پھیلا اسکو پورا پھیلانا کہ تو بیٹھ رہے ملامت کیا ہوا منقطع تیرا رب کشادہ کر دیتا ہے

الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝

رزق جس شخص کے واسطے چاہے اور تنگ کرتا ہے وہ اپنے بندون کے ساتھ خوب آگاہ دیکھنے والا ہے

اللہ تعالےٰ نے جو حکم مومنون کو بطور وصف کے سورہ فرقان مین دیا کہ خرچ مین درجہ اوسط چاہیے وہی یہان فرمایا کہ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ اور مت کر دے اپنے ہاتھ کو یعنی بوجہ بخل کے۔ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ مغلول بجانب اپنی گردن کے گویا وہ غل کی وجہ سے گردن مین بندھا ہوا ہے کہ کشادہ نہین ہو سکتا اور نہین پھیلتا ہے یعنی خرچ کرنے سے ایسا مت روک کہ تجھ پر اور تیرے اہل وعیال پر تنگی ہو اور صلہ رحم ونیکیان سب سے ہاتھ رک جاوے۔ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ اور مت پھیلا اُسکو پورا پھیلانا حتیٰ کہ ایسا اسراف ہو جاوے کہ تیرے ہاتھ مین کچھ نہ رہے۔ سراج مین ہے کہ حکماء نے کتب اخلاق مین لکھا کہ ہر خلق کے دو جانب ہین ایک افراط یعنی زیادتی کی اور دوسرے تفریط یعنی کمی کے اور یہ دونون مذموم ہین اور لائق تعریف انہین اعتدال ہے پس خرچ مین یہانتک کمی کہ بخل ہو جاوے مذموم اور یہانتک ہاتھ کھولنا کہ اسراف ہو جاوے مذموم ہے اسکا انجام یہ کہ۔ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا یعنی اگر پہلی صورت ہو کہ ہاتھ یہانتک بند کرے کہ بخل ہو جاوے تو ملوم ہوگا کہ سب لوگ تجھ پر ملامت کرینگے اور تیری بھلائی سے نا اُمید ہونگے اور اگر دوسری صورت ہو کہ خرچ مین یہانتک ہاتھ کشادہ ہو کہ کچھ نہ رہے تو محسور ہوگا یعنی ممنوع منقطع جیسے حسیر چوپایہ وہ کہ چلنے سے ضعیف وعاجز ہو کر بیٹھ رہا پس ملوماً محسوراً بطور لف ونشر مرتب ہے کہ بخیل ہونے کا انجام ملوم ہونا اور طاقت سے زیادہ خرچ کرنے کا انجام محسور ہونا۔ واضح ہو کہ یہان کشافؒ وبیضاویؒ وامام رازیؒ نے یہ روایت لکھی کہ حضرت جابرؓ نے کہا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکا آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ میری مان نے مجھے حضور مین اسواسطے بھیجا ہے کہ آپ اُسکو قمیص عطا فرما دین کہ اُسکے پاس نہین ہے وہ پہنے پس آپ نے فرمایا کہ ایک ساعت سے دوسری ساعت پر یعنی اپنی درخواست کو ایک وقت سے تاخیر دیکر دوسرے وقت پر رکھے اسوقت دریغ نہین ہے دوسرے وقت ہوگی پلٹ کر وہ جاکر پھر واپس آیا اور عرض کیا کہ وہ مجبوری سے یہی قمیص مانگتی ہے جو آپ کے تن مبارک پر ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قمیص[12] اُٹھکر اندر تشریف لے گئے اور وہی قمیص اتار دی اور آپ اُسی طرح برہنہ رہے انہین بلال رضؓ نے نماز کے واسطے اذان دی اور انتظار کیا مگر آپ تشریف نہ لائے تو آپ کے اصحاب متردد ہو کر بعد مشورہ کے بعضے آپ کے پاس گئے وہان آپ کو اس حال سے دیکھا تب یہ آیت نازل ہوئی یعنی ہوتے ہوئے بخل نہ چاہیے اور نہ سب دیدیا جاوے کہ مجبوری ہو۔ شیخ ولی الدین عراقی رحؒ نے کہا کہ مین اس واقعہ کی روایت واسناد سے واقف نہین ہوا اور شیخ ابن حجر رحؒ نے بھی اُسکی واقفیت سے انکار کیا کذا فی السراج۔ قفال رحؒ نے محسور کی توجیہ مین کہا کہ جس نے اپنا کل مال خرچ کر دیا اُسکی تشبیہ محسور کے ساتھ دی گئی یعنی ایسے شخص کے ساتھ جو سفر مین بوجہ سواری تھک کر بیٹھ جانے کے رک گیا ہو اور وجہ تشبیہ یہ کہ جیسے وہ سواری اُس شخص کے واسطے منزل مقصود پہونچانے والی تھی اُسی طرح اسقدر مال انسان کے واسطے گویا سواری تھا کہ اسکو ایک مہینہ یا ایک سال تک پہونچاتا پس جیسے وہ سواری جب منقطع ہوئی تو آدمی منزل کے بیچ ہی مین پڑا رہگیا راستہ مین عاجز متحیر ہے اسی طرح آدمی نے جب ماہواری کفایت وضرورت کی مقدار کو اس سے کم روز مین خرچ کر ڈالا تو اس مہینہ کے اندر ہی عاجز متحیر رہگیا اور جو کوئی ایسا کرتا ہے اُسکو ملامت ہوتی ہے اسکے لوگون سے اور اُن محتاجون سے جو اُسکی طرف سے نفقہ پانے کے محتاج تھے اور کہتے ہین کہ محض بے تدبیر ہے اور اسکو کچھ احتیاط نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ قفال نے رحؒ نے ملوم محسور دونون کو اسی شخص سے متعلق کیا جس نے ہاتھ پورا

کشادہ کر دیا ہو یعنی اگر ہاتھ پورا کشادہ کرے تو ملوم محسور ہوگا اور سابق تفاسیر کے موافق قولہ فتقعد انجام دونون کا ہو یعنی بخیل ملوم اور کشادہ دست محسور رہے
اور یہ زیادہ خوب ہو اور قفال رحمہ اللہ کی توجیہ اگرچہ پسندیدہ ہو لیکن منقول وہی اول ہو چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے لکھا کہ ابن عباس و حسن و قتادہ و
وابن جریج وابن زید وغیرہم نے فرمایا کہ مراد یہان بخل و اسراف ہو۔ صحیحین مین ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بخیل
و خرچ کرنے والے دونون کی مثال ایسی ہو کہ دو مردون پر گردن سے سینہ تک لوہے کی زرہ ہو پس خرچ کرنے والا تو جب خرچ کرنا چاہتا ہو تو وہ زرہ
یہانتک کشادہ ہو جاتی ہو کہ اُسکی کھال پر اُسکی انگلیون تک ڈھانپ لیتی ہو اور بخیل جب کچھ خرچ کرنا چاہتا ہو تو زرہ کی ہر کڑی اپنی جگہ ایسی چپک جاتی
ہو کہ وہ اُسکو کشادہ کرنا چاہتا ہو مگر نہین کشادہ ہوتی ہو۔ صحیحین مین اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسماءؓ
سے فرمایا کہ یون یون اور یون خرچ کرتی رہ اور مت بھر رکھیو کہ اللہ تعالے تجھپر بھر رکھے یعنی تجھے نہ دیوے اور تھیلی کا منھ مت باندھو کہ اللہ تعالے تجھپر بند
کردے۔ صحیح مسلم مین ابوہریرہ رضؓ سے مروی ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے مجھے فرمایا کہ تو خرچ کر تجھے نفقہ دیا جائیگا صحیحین مین ابوہریرہ رضؓ
سے روایت ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی دن نہین ہوتا کہ جس مین بندے صبح کرتے ہین مگر آنکہ آسمان سے دو فرشتے اُترتے ہین ایک کہتا ہو
کہ الٰہی خرچ کرنے والے کو اُسکے بجاے اور دے اور دوسرا کہتا ہو کہ الٰہی بخیل کو تلف دے۔ مترجم کہتا ہو کہ بخیل کا مال تلف ہونا ظاہر ہو کہ چند روزہ
زندگی مین اُسنے یہ مال جمع کیا اور اُسکی حفاظت مین اپنی عمر برباد کی نہ کھایا نہ کھلایا اور نہ کوئی نیکی اُس سے حاصل کی پھر مرا تو سب اسکے ہاتھ سے
نکل گیا اور عمر و مال سب تلف ہوا۔ صحیح مسلم مین ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کم ہوا مال کسی صدقہ سے
اور نہین بڑھاتا اللہ تعالے کسی بندہ کو جس نے خرچ کیا ہو مگر عزت اور جس نے کہ اللہ تعالے کے واسطے عاجزی کی اللہ تعالے اسکو سربلند کرتا ہو۔ عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہو کہ فرمایا لوگو بچو بخل سے کیونکہ اسنے تم سے اگلون کو ہلاک کیا انکو بخل کرنے کا حکم دیا پس انھون نے بخل کیا اور انکو
قطع الرحم کا حکم دیا انھون نے ناتے کے حقوق کاٹے اور انکو فسق و فجور کا حکم دیا وہ گناہ انھون نے کیے بیہقی کی روایت مین ہو کہ جو کوئی کچھ صدقہ نکالتا ہے
تو ستر شیطان کے کلّے شکستہ ہوتے ہین۔ امام احمد نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خرچ
کرنے مین درمیانی چال چلا وہ کبھی مفلس نہ ہوگا۔ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۤءُ تیرا رب کشادہ کر دیتا ہو رزق جسکے لیے چاہتا ہو۔ وَيَقْدِرُ
اور کمی فرماتا ہو جسکے اوپر چاہتا ہے۔ یعنی اللہ تعالے ہی رزاق ہو کشایش و تنگی اُسی کے اختیار مین ہو جسطرح چاہتا ہو وہی اپنی مخلوق مین تصرف فرماتا ہے
پس جسکو چاہتا ہو توانگر کرتا ہو اور جسکو چاہتا ہو فقیر کرتا ہو کیونکہ اسمین اسکی مصلحت ہو اسی واسطے فرمایا۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا وہی ہو
ہمیشہ اپنے بندون کے ساتھ دانا و بینا یعنی خوب جانتا و دیکھتا ہو کہ کون لائق توانگری ہو اور کون لائق درویشی ہو چنانچہ حدیث مین ہو کہ اللہ تعالی نے
فرمایا کہ میرے بندون مین سے وہ بندہ ہو کہ اُسکے واسطے بہتر نہین مگر فقیری اور اگر مین اسکو توانگر کردون تو اُسکے دین مین فساد ڈالے اور میرے بندون مین سے
وہ ہو کہ اُسکے واسطے بہتر نہین مگر توانگری اور اگر مین اسکو فقیر کرون تو اسکا دین بگاڑ دے کذا فی تفسیر الامام الحافظ رح۔ اور واضح ہو کہ کبھی بعضے لوگون کے حق مین
توانگری بطریق استدراج ہوتی ہو یعنی توانگری دیجاتی ہو کہ وہ اپنے اوپر بھلائی خیال کرکے گمراہی مین زیادہ ڈوبا رہے اور کبھی کسی شخص پر محتاجی اسکے حق مین
عقوبت ہوتی ہو اور ہم اللہ تعالے سے ان دونون سے پناہ مانگتے ہین ف اس آیت کریمہ کے اشارات سُننا چاہیے کہ عرائس البیان مین ہو قولہ تعو ولا تجعل
یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط۔ اشارہ مقام حقیقت کا یعین یہ ہو کہ حقتعالے نے ادب سکھلایا کہ تنگی کرنے یا کشادہ کرنے مین اور روکنے یا دینے
مین درجہ اعتدال چاہیئے کہ قبض و بسط خاطر مین امر الٰہی کی موافقت پر ہوتے ہین اور رسوم ظاہری کی صورت پر نہین ہوتے ہین پس کبھی تو آدمی کسی رسم
ظاہری سے منقبض ہوتا ہو حالانکہ وہ ماثور نہین ہو اور کبھی بسط ہوتا ہو حالانکہ وہ بھی ماموربہ نہین ہو پس عارف صادق اللہ تعالے کی طرف سے روے زمین پر

[illegible] ۱۲

خازن ہو وہ قبض وبسط موافق حکم کے فرماتا ہے۔ اسمین اشارہ ہو کہ عارف صادق کے پاس جو کچھ حاضر ہو وہی اسکے لائق ہو جب کہ محتاج ہو کیونکہ وہ منزل (خزانہ دار ۱۲)
ازل وابد کی سفر مین ہو اور اگر اسکا مرکب ایک لحظہ تھک جاوے تو وہ ہزار برس کی راہ سے باز رہے اور دوسرا کوئی شخص جو مقام عبودیت مین ہو اسکی برابری
نہین کر سکتا ہو۔ اور یہ کلام از قسم سخاوت وبخل نہین ہو اور انبیاء وصدیقین کی جبلت مین بخل نہین رکھا جاتا ہو انکا مذہب تو خیرات کرنا ہوتا ہو
اور ہم نے جس طرف اشارہ کیا یہ معرفت کی حقیقی حکمت ہو پھر عارف کو چاہیے کہ جیسے تن کی پرورش کے لائق احوال مین درجہ اعتدال رکھتا ہو اسیطرح
روحی پرورش وتربیت مین اعتدال چاہیے یعنی سالکین کے واسطے نہ اسقدر تنگی کرے کہ فضائل معرفت بالکل نہ پھیلاوے اور نہ ایسی کشایش کرے
کہ ایسی بات ذکر کر دے جسکو نہین اٹھا سکتے تو ہلاک ہو جاوین شیخ ابو سعید قرشی رح نے کہا کہ اس آیت مین اشارہ کیا کہ آدمی نہ تو بسط وسخاوت پر قائم ہو
اور نہ منع وبخل پر کھڑا ہو بلکہ ہر حال مین اللہ تعالےٰ کی رحمت پر مستقیم ہو بعض مشائخ نے کہا کہ جو تیرا نہین اسکا بخل مت کر اور عطا کی تمنا مت کر کیونکہ
مالک در حقیقت اللہ تعالےٰ کا ہو اور آدمی اسمین تقسیم کرنے والا ہوتا ہو کہ لوگون کے حقوق بانٹ دے چنانچہ حدیث مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ مین تو بانٹنے والا ہون اور دینے والا فقط وہی اللہ تعالےٰ ہے پھر ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى

اور مت مار ڈالو — اپنی اولاد کو — بخوف محتاجی کہ ہم رزق دیتے ہین — انکو اور تم کو — انکا قتل کرنا — بڑی خطا ہو — اور مت قریب ہو زنا کے

اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝

یہ تو حد بھر فحش ہے — اور بہت خراب راہ ہو

اللہ تعالےٰ نے والدین کی وصیت پوری فرما کر اپنا رزاق ہونا ثابت کرکے اولاد کے بارہ مین وصیت کی بقولہ تعالےٰ۔ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ اور مت
قتل کرو اپنی اولاد کو۔ اولاد کے نام سے والدین کی محبت انپر بڑھائی ہر چند کہ والدین واولاد سب اللہ تعالےٰ کے بندے مخلوق ہین مگر ایک تو
اولاد کہا کہ والدین اولاد کے قتل سے دور بھاگین اور دوسرے انھین کی طرف نسبت کی کہ کوئی اپنی اولاد پر ظلم نہین کرتا پس اپنی اولاد کو
مت قتل کرو۔ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ بخوف فقر وفاقہ کے۔ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ہم انکو رزق دیتے ہین اور تم کو یعنی جب جان چکے کہ رزق دینے
والا اللہ تعالےٰ ہو تم مین سے کوئی شخص رازق نہین ہو تو انکو رزق کی طرف سے فقیری کے خوف سے مت قتل کرو اور جان رکھو کہ اگر اولاد کے ساتھ
تمکو ایک روٹی ملی تو اولاد نہونے کی صورت مین بھی تم کو اسی قدر رزق ملتا۔ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا یعنی اولاد کا قتل کرنا خواہ فقیری کے
خوف سے ہو یا کسی اور خیال سے ہو جیسے راجپوت وعرب جاہل لڑکیون کو عار وشرم کی وجہ سے قتل کرتے تھے بہر حال سب طرح بڑی خطا ہے
یہ بڑا کبیرہ گناہ ہو۔ ابن کثیر رح کے قرارت مین خطاء بفتح طار ومد ہو اور ابن ذکوان کی قرارت مین بدون مد ہو اور باقیون کی قرارت مین بکسر الخار
وسکون طار ہو۔ رمانی رح نے کہا کہ خطا بکسر خار وسکون طار کے واسطے اسی صورت مین استعمال ہوتا ہو کہ جب عمداً برخلاف صواب کے عمل کرے اور بفتح
خار وطار کبھی بغیر تعمد کے بھی ہوتا ہو خلاصہ یہ کہ اول لفظ تو عمداً خلاف صواب بدراہی کے فعل کو کہتے ہین اور دوم کبھی عمداً ہوتا ہو اور کبھی چوک جانے مین
مستعمل ہوتا ہو پس جمہور کی قرارت مین مبالغہ ہو کہ یہ بات ایسی واضح ہو کہ جو کوئی چوک جانے کا دعویٰ کرے بالکل جھوٹا ہو اسکا عذر قبول نہ ہوگا بلکہ
عمداً بدکاری کبیرہ گناہ شمار ہوگا۔ صحیحین مین عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت ہو کہ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کون گناہ سب سے بڑا ہو فرمایا کہ تو اللہ تعالےٰ
کے واسطے ہمسر بناوے حالانکہ اُسی نے تجھے پیدا کیا ہو مین نے عرض کیا کہ پھر کون ہو فرمایا کہ تو اپنے فرزند کو قتل کرے اس خوف سے کہ تیرے ساتھ اسکو طعام دیا جائیگا
مین نے عرض کیا پھر کون ہو فرمایا کہ تو اپنے پڑوسی کی جورو سے ملکر زناکاری کرے۔ امام رازی وغیرہ نے ذکر کیا کہ اولاد کی پرداخت کی وجہ سے واجب ہوئی اول یہ

کہ والدین کے ظاہری سبب سے اولاد کا وجود ہوا اور اولاد اس حال مین نہایت ضعیف ہین اور سوائے والدین کے اُنکا کوئی تکفل نہین ہو اسی سبب سے
اولاد پر بھی والدین کی پیری ضرورت مین کفالت فرض ہو بعوض اسکے جو اُنھون نے اولاد کے ساتھ برتاؤ کیا ہو اگرچہ والدین کا احسان بہت بڑا ہو وہ
اولاد سے ادا نہین ہو سکتا ہو۔ دوم یہ کہ اگر والدین اپنے اولاد کی کفالت سے انکار کرین تو یہ عالم برباد ہو جاوے۔ سوم یہ کہ پیدائشی تعلق قرابت ایسی قرابت ہے
کہ اس سے زیادہ نہین ہو سکتی کیونکہ والدین و اولاد مین تعلق جزو اور ٹکڑا ہونے کا ہو اور یہ محبت کا سب سے بڑا سبب ہو پس اگر باوجود اسکے محبت نہو تو دلیل ہو کہ
روح بہت غلیظ اور قلب نہایت سخت ہو اور یہ بداخلاق مین سے سب سے بدتر ہو پس یہان حکم دیا تاکہ بدتر اخلاق دور ہون اور اولاد کہنے مین لڑکے
و لڑکیان دونون شامل ہین اور عرب زمانہ جاہلیت مین لڑکیون کو دو خیال سے قتل کر ڈالتے تھے ایک تو یہ کہ لڑکیون سے کمائی کا کوئی فائدہ نہین ملتا
اور لڑکے لوٹ مار وغیرہ سے بھی حاصل کراتے تھے اور دوم یہ کہ جب جوان ہوئین تو شاید اُنکا کفو نہ ملا تو زنا کاری کرین یا غیر کفو سے نکاح کر دی جاوین
بہر حال شرم و عار شدید ہو پس اللہ تعالے نے انکو اس سے منع فرمایا کیونکہ ترحم و شفقت دونون قسم مین سے ہر ایک پر بوجہ اولاد ہونے کے ہو اور آپس مین دونون
برابر ہین اور باقی جو کچھ خوف ہو وسوسہ شیطانی ہو مثل مشہور ہو کہ بعضے لڑکون سے لڑکیان کرور درجہ بہتر ہین پھر زنا کاری سے مرد و عورت سب کو منع فرمایا
بقولہ تعالے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنیٰٓ یعنی زنا کے پاس مت جاؤ۔ یعنی زنا کرنا تو دور ہو اسکے پاس بھی مت جاؤ۔ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً کیونکہ وہ حد سے
بڑھا ہوا قبیح ہو۔ زنا کاری مین بہت سے فتنہ پیدا ہوتے ہین جیسے چوری و لڑائی و قتل کرنا اور نسب کا ضائع کرنا اور باطل طریقہ سے نطفہ پیدا ہونا
پس حد بھر قبیح فعل ہو۔ وَسَآءَ سَبِيْلًا اور بری راہ ہو یعنی زنا کا راستہ بہت برا ہو۔ وقال الامام احمد حدثنا یزید بن ہارون حدثنا جریر حدثنا سلیم
بن عامر عن ابی امامۃ یعنی امام احمد نے اس اسناد سے ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک مرد نوجوان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا
اور عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے زنا کرنے کی اجازت دیجیے پس لوگ اسپر متوجہ ہوئے اور اسکو جھڑکا پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے
قریب ہو جب وہ نزدیک ہوا تو فرمایا کہ بیٹھ جا وہ بیٹھ گیا پس فرمایا کہ تو اپنی مان کے واسطے اسکو پسند کرتا ہو یعنی زنا کاری کیجاوے۔ اُسنے کہا کہ واللہ
نہین پسند کرتا اللہ تعالے مجھے آپ پر فدا کرے فرمایا کہ اور لوگ بھی اپنی ماؤن کے حق مین اسکو پسند نہین کرتے ہین فرمایا کہ بھلا تو اسکو اپنی بیٹی کے واسطے
پسند کرتا ہے اُسنے کہا کہ واللہ یارسول اللہ نہین پسند کرتا اللہ تعالے مجھے آپ پر فدا کرے فرمایا کہ اور لوگ بھی اسکو اپنی بیٹیون کے حق مین نہین پسند
کرتے فرمایا کہ بھلا اسکو اپنی بہن کے حق مین پسند کرتا ہے عرض کیا کہ واللہ نہین پسند کرتا اللہ تعالے مجھے آپ پر فدا کرے فرمایا کہ اور لوگ بھی اسکو اپنی
بہنون کے حق مین نہین پسند کرتے فرمایا کہ تو اسکو اپنی پھوپھی کے واسطے پسند کرتا ہے عرض کیا کہ واللہ نہین مجھے اللہ تعالے آپ پر فدا کرے فرمایا کہ اور
لوگ بھی اسکو اپنی پھوپھیون کے حق مین نہین پسند کرتے ہین فرمایا کہ بھلا تو اسکو اپنی خالہ کے حق مین پسند کرتا ہو عرض کیا کہ نہین واللہ آپ پر اللہ تعالے
مجھے فدا کرے فرمایا کہ اور لوگ بھی اسکو اپنی خالاؤن کے حق مین نہین پسند کرتے ہین راوی (حضرت ابوامامہ ١٢) نے کہا کہ پھر آپ نے اپنا دست مبارک اسپر رکھا اور فرمایا
کہ اللھم اغفر ذنبہ وطہر قلبہ وحصن فرجہ یعنی الٰہی اسکا گناہ بخشدے اور اسکا قلب پاک کردے اور اسکی شرمگاہ کو محفوظ کردے۔ راوی نے کہا کہ پھر اسکے
بعد وہ نوجوان ایسا ہو گیا کہ کسی چیز کی طرف التفات نہین کرتا تھا۔ ابن ابی الدنیا نے روایت کی کہ حدثنا عمار بن نصر حدثنا بقیۃ عن ابی بکر بن
ابی مریم عن الہیثم بن مالک عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال ما من ذنب بعد الشرک اعظم عند اللہ من نطفۃ وضعہا رجل فی رحم لا یحل لہ۔ یعنی ہیثم بن
مالک رض نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ شرک کے بعد کوئی گناہ اللہ تعالے کے نزدیک اس سے بڑھکر نہین کہ آدمی
اپنا نطفہ ایسے رحم مین ڈالے جو اُسکے واسطے حلال نہین ہو جب اللہ تعالے نے قتل اولاد اور اسراف سے منع فرمایا تو اسکے بعد عموماً قتل نفس و خصوصاً
اسراف مال یتیم سے منع فرما کر بعد تاکید وفاے عہد کے تین باتون کا حکم دیا بقولہ تعالے

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا

اور مت مار ڈالو جان کو جو کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کردی ہے مگر حق کے ساتھ اور جو کوئی مارڈالا گیا مظلوم بناکر تو ضرور ہم نے کردیا اسکے ولی کے لیے غلبہ سو مت

يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُورًا ۝ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ

اسراف کرے قتل میں بیشک وہ نصرت دیا گیا ہے اور مت پاس جاؤ مال یتیم کے مگر طریقہ سے جو احسن ہے یہانتک کہ وہ پہونچے مضبوطی کو

وَاَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ

اور پورا کرو عہد کو عہد تو ضرور پوچھا جائیگا اور پورا کرو پیمانہ کو جب تم ناپو اور وزن کیا کرو ترازو سے جو راست ہے یہ بات

خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝

بہتر اور بہت خوب ہے ازراہ انجام کے

پہلے قتل اولاد سے منع فرماکر عموماً قتل نفس سے جو ناحق طور پر ہو منع فرمایا بقولہ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ اور مت قتل کرو نفس کو۔ اَلَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ وہ نفس جسکو اللہ تعالیٰ نے محرم کیا ہے یعنی اسلام و عہد سے اسکو معصوم و لائق احترام کردیا ہے پس جو لوگ کافر ہیں اور اُنسے معاہدہ نہیں ہے حتی کہ اُنپر جہاد کا حکم ہووے اس کرامت میں داخل نہیں ہیں اور جو کفار کہ مطیع اسلام ہوکر دارالاسلام میں آباد ہیں اُنکی جانوں و مالوں کی حفاظت مسلمانوں پر واجب ہے اور جزیہ اُسی کا عوض ہے اور جن کافروں سے کسی مدت کا معاہدہ ہو اُنکا قتل کرنا بھی ایام صلح میں نہیں جائز ہے غرضکہ اسلام لانے یا عہد کرنے سے جو جانیں محفوظ ہیں انکو مت قتل کرو۔ اِلَّا بِالْحَقِّ مگر حق کے ساتھ یعنی ایسے امر کے ساتھ قتل کرو جو اُنکا قتل کرنا بحکم شرع مباح کرتا ہے۔ و فی تفسیر الامام الحافظ یعنی حق شرعی کے ساتھ قتل کرنا روا ہے چنانچہ صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال نہیں خون کسی مرد مسلمان کا جو کہتا ہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ مگر تین باتوں میں ایک کے ساتھ ایک تو جان کے عوض میں جان کو مارو دوم جورو والا مرد یا شوہر والی عورت زنا کرے سوم جو ترک کرے دین کو جدا ہو جماعت سے۔ اور صحاح میں ہے کہ ایک مسلمان کے قتل سے تمام دنیا کا زوال اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان ہے۔ معالم میں ہے کہ حلال نہیں خون کسی مسلمان کا مگر تین میں سے ایک کے ساتھ وہ شخص کہ کافر ہوگیا بعد ایمان کے یا اُسنے زنا کیا بعد محصن ہونے کے یا قتل کیا اُسنے کسی جان کو بدون عوض جان کے تو اُسکے قصاص میں قتل کیا جاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ کلمہ طیبہ کی شہادت سے مراد یہ ہے کہ ظاہری اسلام پر اکتفا کیا جاوے پس اگر دل سے اعتقاد نہ ہو تب بھی ہم اُسکے ظاہر کے موافق مسلمانوں میں اسکو شامل کرینگے اور وہ مسلمان ہوگا لیکن شرع نے بعضے قول و فعل ایسے فرمادیے ہیں کہ اگر وے اس سے ظاہر ہوں تو ہم اسکے کافر و مرتد ہونیکا حکم دینگے جنکی تفصیل فتاوی ہندیہ کی کتاب المرتدین میں جلد دوم میں مذکور ہے جیسے بت کو سجدہ کرتا ہے یا قرآن کو کلام مصنوعی بتلاوے یا نماز زکوۃ وغیرہ کا منکر ہو تو اس صورت میں وہ تین باتوں میں سے ایک یعنی مرتد ہونے و دین بدلنے میں داخل ہوکر واجب القتل ہوجائیگا اگر توبہ نہ کرے۔ پھر جان کے عوض قتل کیا جانا مباح ہے لیکن یہ کام حاکم اسلام کا ہے حتی کہ ہر ایک کو روا نہیں ہے کہ اگر زید نے بکر کو قتل کیا تو بکر کو قصاص میں مار ڈالے بلکہ حاکم ہی مقتول کے ولی کو بعد ثبوت کے اجازت دیگا۔ یہ مسئلہ البتہ یہاں ہے کہ اگر خون اسکا مباح ثابت ہوچکا اور قتل کیے جانے کا حکم ہوچکا پھر ولی کے سوا کسی دوسرے نے جاکر قیدخانہ میں اُسکو قتل کیا تو اس قاتل سے قصاص نہ لیا جائیگا یہی صحیح ہے اسی طرح محصن یعنی مرد جورو والا اور عورت شوہر والی اگر زنا کریں تو جب حاکم کے نزدیک زناکاری گواہوں سے ثابت ہوجاوے جو طریقہ اُسکا مذکور ہے تب سنگسار کیا جاوے لیکن اگر گواہوں نے پتھر مارنے سے انکار کیا تو ثبوت میں شک ہوکر چھوڑا جائیگا غرضکہ یہ بھی اپنے طریقہ سے بحکم قاضی اسلام ثابت ہوتا ہے۔ دین بدلنے کا بیان ہوچکا۔

پھر امام ابوحنیفہ رح کے یہان مرتد کو مستحب ہو کہ سمجھایا جاوے اور اُسکا شبہہ دور کیا جاوے اور توبہ کرائی جاوے پھر نہ مانے تو قتل کیا جاوے اور
عورت اگر دین سے پھر جاوے تو کسی حال مین قتل نہ کیجائیگی مگر فہمایش دیجاوے قید کیجاوے اور اس سے نکاح روا نہین ہے سراج مین لکھا کہ
جیسے مسلمان کا دین اسلام سے پھر کر دوسرے دین پر ہوجانا ویسے ہی کافر کا ایک ملت سے دوسری ملت پر ہوجانا خواہ دوسرے دین پر ٹھہرے
یا نہ ٹھہرے۔ مترجم کہتا ہے کہ مرتد ہمارے نزدیک فقط وہی ہے جو اسلام چھوڑ کر کفر پر جاوے اور کافرون کی ملتین سب کفر ہین۔ اور لکھا کہ فقہار نے
یہان اور چند چیزون مین اختلاف کیا ہے۔ ازانجملہ یہ کہ جس نے نماز چھوڑی پس اگر اُس سے منکر ہوکر چھوڑی تو بالاتفاق مرتد ہو قتل کیا جاوے
اور اگر کسل سے چھوڑی تو امام شافعی رح کے نزدیک چند شرائط معلومہ کے ساتھ واجب القتل ہے اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک واجب القتل
نہین ہے اُسکا گناہ عظیم ہے جیسے کنوارا مرد یا عورت زنا کرے۔ ازانجملہ یہ کہ جو شخص اغلام کرے یعنی لونڈون یا مردون کے ساتھ فعل فاحشہ کرے
تو امام شافعی کے نزدیک فاعل کو قتل کرنا واجب ہے اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک واجب نہین ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ ہمارے نزدیک قتل کرنا
اُسکے واسطے حد مقرری نہین ہو اور یہ فعل نہایت درجہ نجش ہے پس حاکم کو اختیار ہے کہ اُنپر دیوار ڈھاوے یا دریا مین غرق کردے یا اُسکے مانند
سزا دیوے اور احادیث صحاح مین ہے کہ حضرت ابوبکر رضہ نے اغلام کے فاعل و مفعول دونون پر دیوار گروادی اور مروی ہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ
نے جلوا دیا مگر حدیث صحیح مین جلانے کی سزا دینے سے ممانعت ہو لہذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آیندہ ایسی سزا نہین دی۔ ازانجملہ یہ کہ اگر جادوگر نے
اقرار کیا کہ مین نے عمداً اپنے جادو سے فلان کو قتل کر ڈالا تو امام شافعی کے نزدیک وہ واجب القتل ہو اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک واجب القتل
نہین ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر کوئی شخص ہو کہ راہ مین لوگون کو نشہ دیکر مال لوٹتا ہو یا ایسے طور پر فساد کرتا ہو تو اگر کئی مرتبہ ظاہر ہو اگرچہ معائنہ کے گواہ
نہ ہون تو امام اُسکو قتل کرسکتا ہو اور فتاوی کی کتاب التعزیر مین ایسے مسائل دیکھنا چاہیے۔ ازانجملہ اگر کسی نے دوسرے کو بغیر دھار کی چیز کے صرف
بھاری چیز سے قتل کیا تو قاتل واجب القتل ہو یہ امام شافعی رح کا قول ہو اور مترجم کہتا ہو کہ باب شہید مین اسکا بیان مصرح ہو وہان دیکھو۔ ازانجملہ
یہ کہ جس نے چوپایہ کے ساتھ وطی کی تو اکثر فقہار کے نزدیک وطی کرنے والا واجب القتل نہین ہو اور یہی امام ابوحنیفہ و ائمہ معروفین کا مذہب ہے
لیکن چوپایہ ذبح کرکے جلا دیا جاوے یہ حدیث مین آیا ہو اور یہی قول فقہ مین بھی صحیح ہو۔ اور بعضے فقہار کے نزدیک وطی کنندہ واجب القتل ہو پھر ان
مسائل مین ہر ایک فقیہ نے جن دلائل شرعیہ سے اپنا مختار حکم نکالا ہو وہ فقہ مین مصرح ہین۔ مترجم کہتا ہو کہ یہان ایک بات اور بھی جان لینا چاہیے کہ ہمارے
نزدیک اگر باپ نے بیٹے کو قتل کیا اگرچہ ناحق ہو تو باپ اُسکے قصاص مین قتل نہ کیا جائیگا اور واضح ہو کہ جو قاتل چھوڑ گیا اسپر دیت لازم ہونے اور
بردہ آزاد کرنے یا دو مہینہ کے پے درپے روزے رکھنے کے احکام موافق آیت سورۂ نسار کے فقہ مین مصرح ہین اور اگر مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کیا تو آیا قصاص
مین قتل کیا جاوے یا نہین اسمین اختلاف فقہ مین مذکور ہو اور اگر مالک نے اپنے غلام کو قتل کیا تو اُسپر قصاص نہوگا مگر حاکم اسکو تعزیر دیگا اور وہ شرعی
سزا ادا کرے لیکن اگر غیر کے غلام مسلمان کو قتل کرے تو ہمارے نزدیک اسپر قصاص ہو مع اُن شرائط کے جو فقہ مین مذکور ہین۔ حاصل یہ کہ اگر حکم شرعی ہو
روزہ وغیرہ ۱۲
تو حق شرعی سے جان کو قتل کرنا مباح ہو اور جیسے شرع نے اپنے حکم و اختیار سے قتل کردیا اور بدون اسکے آدمی کو سخت منع فرمایا کہ جان کو جو معصوم محرم ہے
مت قتل کرو اور دوسرے مقام کی آیت مین بیان فرمایا کہ ناحق جان مارڈالنے والا ایسا ہو کہ گویا اسنے تمام جہان کی جانین مارڈالین اور دوسری
آیت مین قصاص کا فائدہ بتلا دیا کہ اس سے تم لوگون کی زندگی ہو کیونکہ جو شخص جانے کہ مین بھی مارڈالا جاؤنگا وہ باوجود بیباک و ظالم ہونے کے اس سے
باز رہیگا ورنہ جس نے ایک جان کی آبرو نہ سمجھی نڈر ہوگیا اُسنے سب جانون کی حرمت کھوئی کہ جیسے ایک جان ویسے سب پس قصاص مشروع ہونیکی یہی حکمت
ہے اور یہان فرمایا کہ۔ وَمَنۡ قُتِلَ مَظۡلُوۡمًا اور جو کوئی قتل کیا گیا مظلوم یعنی کسی ظلم سے مظلوم ہو یعنی حق شرعی سے مقتول نہ ہوا ہو بلکہ کسی ناحق

طور پر مقتول ہوا۔ فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا تو ہم نے مقتول مذکور کے ولی کے لیے قابو کر دیا ہے۔ ولی وارث ہوتا ہے خواہ سب سے مقدم ہو جیسے بیٹا یا باپ پھر اُسی ترتیب سے پھر اور میراث والے پس ولی خواہ نزدیک کا ہو یا دور کا ہو وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مسلط کیا گیا ہے۔ معالم میں کہا کہ سلطانًا یعنی قوت و ولایت اپنے مظلوم مقتول کے قاتل پر اس امر کی کہ اسکو بہ اجازت شرعی قتل کر سکتا ہے یہ مجاہد کا قول ہے اور ضحاک نے کہا کہ سلطان اسکے واسطے یہ ہے کہ اسکو اختیار ہے چاہے قاتل سے قصاص لے لے یعنی جس طریقہ سے بعد اثبات کے حکم شرعی بذریعہ قاضی و حاکم ہوا کرتا ہے اور چاہے دیت لیکر قاتل کو عفو کر دے۔ مسئلہ ہے کہ اگر ایک ولی نے عفو کیا تو دوسرے ولی کو قصاص کا اختیار نہ رہا بلکہ وہ بھی دیت ہی لے سکتا ہے اور انتقال عفو سے بجانب دیت ہو جاتا ہے اور مفت بھی چنانچہ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ سلطانًا یعنی ولی کو سلطنت دی قاتل پر کہ وہ مختار ہے چاہے قصاص میں قتل کرے اور چاہے دیت پر عفو کرے اور چاہے مفت معاف کر دے جیسا کہ سنت میں ایسا ثابت ہوا ہے۔ بالجملہ مقتول کے ولی کو سلطنت دی گئی ہے۔ فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ حمزہ و کسائی کی قرات میں فلا تسرف بتاء فوقیہ ہے یعنی پس تو قتل میں اسراف مت کر۔ باقیوں کی قرات میں بیاء تحتیہ ہے یعنی پس وہ قتل میں اسراف نہ کرے پھر اگر خطاب یا غیبت سے مراد ظالم قاتل ہے تو معنے یہ ہوے کہ جب قتل ناحق سے ولی مقتول مسلط کیا گیا ہے کہ وہ قاتل کو قصاص میں قتل کر سکتا ہے تو اے قاتل ظالم سمجھے ایسے قتل ناحق کرنے میں جو کہ اسراف ہے پڑنا نہ چاہیے۔ اور اگر ولی مقتول مراد ہے تو یہ معنی ہوے کہ ولی مقتول جو کہ مسلط کیا گیا ہے اسکو قتل قصاص میں اسراف نہ چاہیے۔ اسراف کی تفسیر میں کئی وجہ ہیں ایک یہ کہ ولی کو نہ چاہیے کہ قاتل کے ساتھ دوسرے کو بھی قتل کرے۔ ابن کثیر رح نے تفسیر میں لکھا کہ یہ ابن عباس کا قول ہے اور محی السنۃ نے معالم میں کہا کہ یہی اکثر مفسرین کا قول ہے اور بات یہ تھی کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کسی قبیلہ میں سے کوئی مقتول ہوتا تو اولیاء مقتول صرف اتنی بات پر راضی نہیں ہوتے تھے کہ فقط قاتل کو قتل کریں جب تک کہ اس سے اشرف قتل نہ کریں۔ سعید بن جبیر نے کہا کہ جب قاتل ایک ہی ہو تو عوض میں ایک جماعت کو اُسکے اقربا سے قتل نہ کریں اور جاہلیت والے ایسا کرتے تھے۔ وجہ دوم قتادہ نے کہا کہ قاتل کو قصاص میں قتل کر کے پھر اُسکو مثلہ نہ کرے یعنی اُسکے کان ناک کاٹنا اور پیٹ چاک کرنا وغیرہ حرکات اس قاتل کے لاش کے ساتھ نہ کرے۔ سراج میں لایا کہ اسراف کی تفسیر میں تیسری وجہ یہ ہے کہ قاتل کو چھوڑ کر سب قبائل سے اشرف منتخب کر کے انمیں سے خاص خاص لوگوں کو قتل کرے جیسا کہ جاہلیت والے کبھی ایسا کرتے تھے تو اس سے منع فرما دیا۔ قفال رحمہ اللہ نے کہا کہ اسراف میں ان سب وجوہ سے ممانعت داخل ہونا کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ یہ سب صورتیں اسراف ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ ولی مقتول کو قصاص میں یہ بھی قابو نہ دیا جاوے کہ مثلاً وہ کُھٹل چُھری سے ذبح کرے۔ بالجملہ منع فرمایا کہ ولی مقتول قتل قصاص میں اسراف نہ کرے۔ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا وہ نصرت دیا گیا ہے۔ مفسرین نے ضمیر مذکور کے مرجع میں اختلاف کیا کہ وہ سے کون مراد ہے۔ معالم وغیرہ میں مجاہد رح سے ذکر کیا کہ مقتول کی طرف راجع ہے یعنی مقتول مظلوم کو نصرت دی گئی ہے دنیا میں تو اسطرح کہ اسکے قاتل پر قصاص واجب ہے حتیٰ کہ اگر کسی کا ولی نہ ہو تو سلطان اُسکا ولی ہے اور آخرت میں اسطرح کہ مقتول کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اور اس کا قاتل جہنم میں جائیگا۔ واضح ہو کہ باہمی دونوں میں مقاتلہ نہ ہو ورنہ آخرت میں خالی قاتل کی سزا جہنم نہیں ہے بدلیل اسکے کہ حدیث صحیح میں ہے کہ جب دو مسلمان باہم تلوار لیکر مقابلہ میں بھڑیں تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں لوگوں نے عرض کیا کہ بھلا یہ تو قاتل تھا اس مقتول کا کیا قصور ہے فرمایا کہ وہ بھی حریص تھا کہ اپنے مقابل کو قتل کرے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ مجاہد رح کا قول اس صورت میں مناسب ہے کہ فلا یسرف فی القتل سے مراد قاتل ہو یعنی قاتل کو یہ فعل اسراف نہ چاہیے انہ کان منصورا کیونکہ مقتول کو دنیا و آخرت میں نصرت دی گئی ہے حتیٰ کہ جماعت اسلام و گروہ مسلمین مع سلطان کے مقتول کی طرف سے مواخذہ واجب ہے۔ پھر معالم و تفسیر ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ قتادہ کے قول میں یہ ضمیر ولی مقتول کی طرف راجع ہے یعنی ولی مقتول کو نصرت

دی گئی ہو کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت لے پس اسی قدر پر اکتفا کرے اور اس سے زیادہ نہ چاہیے اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یعنی ولی مقتول
کو نصرت ہے شرعاً براہ غلبہ و قدرت کے۔ اور شیخ امام نے اس کلام کی تفسیر میں فقط اسی قدر پر اکتفا کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ فلا یسرف مین
قاتل مراد لیکر یہ تفسیر قتادہ رح کی انسب ہے جیسا کہ معالم مین بعض کا قول مذکور ہے۔ اور اگر فلا یسرف مین ولی مقتول کو اسراف سے ممانعت
ہے تو قولہ انہ کان منصورا کی ضمیر بجانب قاتل راجع ہونا مناسب ہے اور توجیہ اسکی سراج وغیرہ مین اسطرح مذکور ہے کہ ولی مقتول کو اسراف
نہ چاہیے کیونکہ قاتل منصور ہے اسلیے کہ اللہ تعالے کی طرف سے اُسپر زیادتی حرام ہے اور اسلیے کہ جب اُسکے فعل سے زیادہ اُسپر دنیا مین عذاب ہوا
تو آخرت مین اُسکو نصرت ہوگی۔ مترجم کے نزدیک یہ توجیہ ہو واللہ تعالے اعلم۔ اولی یہ ہو کہ تفسیر مین یون کہا جاوے قولہ من قتل مظلوما جو
کوئی مظلوم مقتول ہوا۔ فقد جعلنا لولیہ سلطانا۔ تو اُسکے ولی کے واسطے ہم نے قاتل پر سلطنت و غلبہ شرعی دیدیا ہو کہ قاتل کو قصاص مین قتل
کرے بمعاونت المسلمین و امام المسلمین۔ فلا یسرف فی القتل۔ تو قاتل کو ایسا اسراف نہ کرنا چاہیے کیونکہ ایک عالم کے مقابلہ مین وہ بہر حال مجبور ہوکر ماخوذ
ہوگا اور ولی مقتول اسپر غالب ہوگا۔ انہ کان منصورا۔ قدرت الٰہی مین ولی مقتول منصور ہو پس قاتل لامحالہ مقہور ہوگا۔ امام ابن کثیر رح نے یہان
ایک لطیف استنباط نقل کیا یعنی قولہ تعالے من قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا مین لکھا کہ امام الحبر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے
عموم سے نکالا کہ سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہو جائیگی اسوجہ سے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی وہی تھے اور عثمان رض مظلوم شہید ہوے
تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے قاتلان عثمان کا مطالبہ کرتے تھے کہ قاتلون کو مجھے سپرد کیجیے تاکہ مین اُن سے
قصاص لون اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مہلت چاہتے تھے کہ امر خلافت مین جو فتنہ پھیل گیا ہو یہ فرو ہو جاوے اور بات جم جاوے تو ایسا کیا جائیگا
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ امیر معاویہ رض سے چاہتے کہ شام کا ملک سپرد کردیں پس معاویہ رض نے اس سے انکار کیا یہانتک کہ قاتلان عثمان رض کو سپرد
کرین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت سے بھی انکار کیا اور تمام شام کے اہل اسلام اُنکے ساتھ ہوگئے پھر انجام کو جسطرح ابن عباس رض نے استنباط کیا تھا
وہی ہوا کہ سلطنت معاویہ رض پر مستقر ہوگئی اور یہ عجب بات اور عجیب استنباط ہو اس استنباط کو طبرانی نے اپنے معجم مین اسطرح روایت کیا کہ حدثنا یحیی
بن عبد الباقی قال حدثنا ابو عمیر بن النحاس حدثنا ضمرۃ بن ربیعۃ عن ابن شوذب عن مطر الوراق عن زہدم الجرمی قال کنا فی سمر ابن عباس الخ یعنے
ہم لوگ حضرت ابن عباس کے پاس اُنکے کلام سننے کو حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا کہ مین تم سے ایک بات بیان کرتا ہون کہ نہ وہ پوشیدہ ہو اور نہ علانیہ ہو
بات یہ ہو کہ جب اس مرد کا واقعہ ہوا جو کچھ ہوا یعنی حضرت عثمان کا تو اسوقت مین نے علی رض سے کہا کہ سب سے کنارہ کرو کہ اگر تم کسی سوراخ کے اندر
ہوگے تب بھی تلاش کرکے نکالے جاؤگے مگر انھون نے نہ مانا اور قسم ہو اللہ عز و جل کی کہ ضرور تم پر معاویہ رض سلطان ہو جائیگا اور یہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالے
فرماتا ہو کہ ومن قتل مظلوما فقد جعلنا لولیہ سلطانا الآیہ اور ضرور ہو کہ تمکو قریش اُس چال چلن پر جو فارس و روم کا طریقہ ہو مجبور کرینگے اور ضرور ہو کہ ایک
وقت یہود و نصاری و مجوسی تمہارے امور کے قیم ہونگے پس ایسے وقت جسنے وہ اختیار کیا جو دین سے پہچانتا ہو تو نجات پائی اور جس نے چھوڑا اور ضرور تم
چھوڑوگے تو ایسے ہو جاؤگے جیسے اگلی امتون مین سے ایک امت پس ہلاک ہوگے جسمین وے ہلاک ہوے۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ استنباط اس سے زیادہ
عجیب ہے جسقدر مذکور ہوا کیونکہ سلطنت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جلد ہوگئی ولیکن اسمین آخر زمانہ مین نصاری کا غلبہ مذکور ہو کہ آج دیکھا جاتا ہو کہ مسلمانون
کے قیم مختلف طریقون سے یہی لوگ ہین حتی کہ اکثر ملکون مین نصرانی بادشاہ ہین اور کہین مال سے اور سامان سے اور کہین قرضہ سے مسلمانون کے واسطے
یہ قومین قیم امور ہین اور اس کلام مین یہی اشارہ کردیا کہ تم لوگ ضرور اپنے دین کے امور چھوڑ دوگے۔ خلاصہ یہ کہ مسلمانون کو بوجہ دین پر قیام کے غلبہ
تھا پھر جب انھون نے اُسکو چھوڑا تو دوسری اقوام کے مثل ہوگئے پس اب جو زبردست ہو وہی حاکم ہو حالانکہ سامان جنگ و فنون حرب مین

نصرانیون سے کم رہے لہذا مغلوب ہوے اور امر الٰہی مقدر و لا محالہ ہونے والا ہی سراج مین لکھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے جانین تلف کرنے سے ممانعت
کردی تو اسکے بعد مال تلف کرنے سے ممانعت فرمائی اور اموال یتیم کو مخصوص بیان فرمایا کیونکہ یتیم بسبب صغر سنی و ضعف کے اموال کی جانب زیادہ احتیاج
رکھتا ہی لہذا فرمایا وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ اور مت پاس جاؤ مال یتیم کے یعنی اسمین اسراف سے تصرف کرنا تو پاس جانے اور لینے کے بعد ہوگا
تم اسکے پاس ہی مت جاؤ۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جو امور ایسے ہون کہ غالباً وہان نزدیک ہونے سے آدمی مبتلاے فتنہ ہو جاتا ہے تو اگرچہ آدمی کو
عزم جزم ہو کہ مین مبتلا نہین ہونگا تب بھی نزدیک نہ جاوے مثلاً شراب خانہ کی صحبت مین نہ جاوے اگرچہ اسکا عزم ہو کہ ہرگز نہین پیونگا کیونکہ
حدیث مین ہے جو چراگاہ کے گرد گھومے وہ نزدیک ہے کہ اسمین مبتلا ہو جاوے اسی واسطے حکم دیدیا کہ کسی قصد و کسی ارادہ سے یتیم کے مال کے پاس
مت جاؤ۔ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ۔ سواے اُس طریقہ کے جو احسن ہے یعنی مقصود یہ نہین ہے کہ یتیم و اُسکے مال کو تنہا چھوڑو بلکہ اسمین فساد کی
نگاہ سے ہر طرح بچو اور اصلاح کی نگاہ سے دیکھو اور اُس مال کے پاس جاؤ اور جسطرح اُسمین بہتری ممکن ہو کرو حدیث صحیح مین ثابت ہو کہ حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اور یتیم کا کفالت کرنے والا جنت مین اسطرح ہونگے اور آپ نے بیچ اور کلمہ کی دونون انگلیان ملائین۔ بالجملہ یتیم کی
غور پرداخت اور کفالت کرنے مین بڑا درجہ ہے تو اسکے مقابلہ مین جو اسکے ساتھ بدی کرے گا اسکا گناہ بھی عظیم ہے لہذا فساد سے منع کر دیا اور اچھی طرح
سے پرداخت کو مستثنیٰ کیا۔ طریقہ احسن مین دو وجہ ہین ایک یہ کہ اُسکے مال مین اسطرح تصرف کر دے کہ جس سے وہ مال بطور حلال کے بڑھتا جاوے
مثلاً حفاظت کے ساتھ مُفت اسکو تجارت مین لگادے اور سب نفع اسی مین ملاتا جاوے وجہ دوم یہ کہ مجاہد رحمہ نے ابن عباس رض سے روایت کی
کہ اگر یتیم کا پرداخت کرنے والا اُسکی پرداخت جب ہی کر سکتا ہے کہ اپنی محتاجی و ضرورت کے لائق اُسکے مال سے کھاوے تو بطور معروف اسمین سے
کھاوے اور جب اُسکو فراغت حاصل ہو تو جسقدر کھایا ہی ادا کر دے اور اگر اُسکو فراغت حاصل نہ ہوئی یہانتک کہ مر گیا تو اُسپر کچھ مواخذہ نہین ہی۔
امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ مراد یہ ہے کہ اموال یتیم مین تصرف مت کرو مگر ایسے طریقہ سے جو اسکے حق مین بہتر ہو وقال تعالیٰ ولا تاکلوہا اسرافا وبدارا
ان یکبروا یعنی اموال یتیم کو مت کھاؤ اسراف و مبادرت کرنے کے طور پر بخوف اسکے کہ یتیم بالغ ہو کر لے لینگے۔ ومن کان غنیا فلیستعفف۔ اور جو کوئی
تم مین سے تو انگر ہو تو اسکو چاہئے کہ یتیم کے مال سے عفت و پرہیزگاری چاہے۔ ومن کان فقیرا فلیاکل بالمعروف۔ اور جو کوئی تم مین سے محتاج ہو تو
بطور معروف کے اسمین سے کھاوے۔ صحیح مسلم مین ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوذر مین تجھے کمزور دیکھتا ہون
اور مین تیرے لیے وہ پسند کرتا ہون جو اپنی جان کے لیے پسند کرتا ہون تو مت حاکم بنیو دو آدمیون کے درمیان اور مت متولی ہو جیو یتیم کے مال کا۔ حاصل
یہ کہ یتیم کے مال مین بطور احسن متولی ہونا ثواب عظیم رکھتا ہے اور فقہ مین مذکور ہی کہ اگر یتیم کے مال مین سے کوئی چیز خود خریدے تو سب سے زیادہ
دام دیوے بشرطیکہ وہ مال فروخت کرنے مین یتیم کے حق مین نفع ہو کسی طرح نقصان نہو اور اگر اپنا مال اُسکے واسطے فروخت کرے اور خریدنے مین یتیم کا
نفع ہو تو سب سے کم دامون کو دیوے اور اسطرح بیع جائز ہو سکتی ہی اور تفصیل اپنے مقام پر ہی۔ پھر ایسی اصلاح کے ساتھ متولی کی ولایت یتیم پر
باقی رہتی ہے حَتَّى يَبْلُغَ یہانتک کہ پہونچ جاوے یتیم۔ أَشُدَّهُ اپنی مضبوطی کو سراج مین لایا کہ اشد یہ ہی کہ بالغ ہونے کے بعد اس سے
نیک چال چلن و تمیز کے آثار پائے جاوین جیسا کہ دوسری آیت مین آیا کہ وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوا النکاح فان آنستم منہم رشدا فادفعوا الیہم
اموالہم یعنی بعد بلوغ کے پھر اگر اُنسے رُشد کے آثار ظاہر ہون تو انکے اموال انکو دیدو۔ اور مترجم کہتا ہو کہ ہمارے نزدیک یہ شرط وجوب کی نہین ہی
اور تفصیل اسکی اسی آیت کے تحت مین پارہ پنجم شروع مین گذر چکی۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے زنا و قتل حرام کرنے و مال یتیم بطور حرام کھانے سے منع فرما دیا
تو اسکے پیچھے تین باتون کی بجا آوری کا حکم فرمایا۔ اول قولہ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ۔ اور پورا کرو عہد کو یعنی اگر اللہ تعالیٰ سے تم نے ایمان کا اقرار

اوامر کی بجاآوری ومنہیات کے ترک کا عہد کیا اور جیسے نذر کرکے عہد کرلیا ہو تو اسکو پورا کرو یا تم نے لوگون سے کسی قول وفعل جائز پر عہد کیا تو اسکو پورا کرو اور واضح ہو کہ اگر کسی نے عید کے دن کے روزہ کی نذر کی تو ہمارے نزدیک منعقد ہوجائیگی اور معاصی کی نذر مین کفارہ ادا کرے اور توبہ کرے اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا البتہ عہد پوچھا گیا ہے۔ معالم مین فرمایا کہ سدی رح نے کہا کہ عہد مسئول ہے یعنی مطلوب ہے یعنی عہد کا مطالبہ ہے کہ پورا کیا جاوے پس عہد کرنے والے سے مطالبہ ہوگا کہ ضائع نہ کرے اور سراج وغیرہ مین لایا کہ ایک یہ معنی ہین کہ عہد مسئول ہے یعنی صاحب عہد۔ پس مضاف حذف ہو کر مضاف الیہ اُسکی جگہ رکھا گیا اور حاصل یہ ہوا کہ صاحب عہد سے اسکا عہد پوچھا جائیگا۔ شیخ ابن کثیر رح نے اسی پر اقتصار کیا ہے۔ سراج مین کہا کہ وجہ سوم یہ کہ نفس عہد سے پوچھا جاوے کہ بھلا تو کیون توڑا گیا اور کیون تو پورا نہ کیا گیا اور مقصود اس سے عہد کرنے والے وضائع کرنے والے پر تبکیت ہے جیسے موؤدہ (زندہ درگور ۱۲) لڑکی کے حق مین فرمایا واذا الموؤدة سئلت بای ذنب قتلت اور جیسے عیسی علیہ السلام کے واسطے فرمایا واذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم أانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰہین۔ پس خطاب اگرچہ عیسی علیہ السلام کو ہے ولیکن مقصود اس سے نصرانیون پر ملامت وانکار ہے اور واضح ہو کہ عہد فعل ہے اور افعال مخلوق الٰہی ہین پس اُسکا وجود ہے اگر معدوم ہوتا تو عہد سے کچھ لازم نہ آتا کیونکہ وہ کوئی چیز نہ ہوتا لہذا مثل اعمال وافعال بندون کے یہ بھی موجود ہے۔ حکم دوم قولہ تعالے وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ اور پورا کرو ناپ کو جب تم ناپو یعنی جب دوسرے کو ناپ دو تو پھر پورا ناپو اُس مین کمی نہ ہو۔ پس اگر اپنے واسطے کسی سے ناپ لیا تو مضائقہ نہین کہ اپنے حق سے کم لیوے کذا فی السراج۔ اور مترجم کہتا ہے کہ جن چیزون مین سود ہوتا ہے جیسے گیہون کے عوض گیہون خریدے یا چاندی کے عوض چاندی ہو تو اُن مین بالکل برابری شرط ہے پس اگر ان چیزون مین اُسنے اگرچہ خود ناپ لیا مگر کم لیا تو بیع فاسد ہوگی۔ فافہم۔ حکم سوم قولہ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ وزن کرو بہ ترازو سے عدل جسمین کچھ کجی نہو۔ حفص وکسائی وحمزہ کی قرأت مین قسطاس بکسر قاف بروزن قرطاس ہے اور باقیون کی قراءۃ مین بالضم ہے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ وہ میزان یعنی ترازو ہے اور مجاہد رح نے فرمایا کہ قسطاس بزبان رومی عدل ہے اور مستقیم یعنی جسمین کجی ودھکا دو پھیر نہین ہوتا ہے۔ سراج مین لکھا کہ قسطاس اگر رومی لفظ ہو تو بھی قرآن کے عربی ہونے مین کچھ اعتراض نہین ہوسکتا اسواسطے کہ عجمی لفظ کو جب عرب اپنے محاورات واستعمال مین اعراب کے ساتھ بمانند کلمہ عربی کے نکرہ معرفہ کرکے بولتے ہین تو وہ عربی ہوجاتا ہے۔ معالم مین بعد نقل قول حضرت مجاہد رح کے لکھا کہ سوائے مجاہد کے اورون نے کہا کہ قسطاس عربی ہے ماخوذ از قسط بمعنی عدل۔ اور لکھا کہ حسن رح نے کہا کہ وہ قبان ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قبان معرب گپان ہے بہت بڑی ترازو کو کہتے ہین اور امام محی السنہ نے لکھا کہ قسطاس ترازو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی ہو پس اگر اصل لفظ رومی ہو تو عرب نے اسکو ہر ترازو مین خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو استعمال کیا اور اگر اصل عربی ہو تو کچھ تردد نہین ہے۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا یعنی یہ امر جسکا حکم دیا گیا کہ پھر پورا ادا کرو تمھارے لیے دنیا وآخرت دونون مین بہتر ہے بہ نسبت کم ناپ تول کے اور بہتر انجام ہے دنیا وآخرت مین۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ خیر یعنی بہتر ہے تمھارے لیے تمھاری معیشت دنیاوی کی راہ سے بھی اور عقبی کی راہ سے بھی اور اسی واسطے فرمایا واحسن تاویلا یعنی تمھاری آخرت مین نیک انجام ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ خیر ہے ازراہ ثواب کے اور احسن ہے ازراہ عاقبت کے ابن عباس یون فرمایا کرتے تھے کہ اے گروہ موالی تم نے ایسے دو کام لیے ہین کہ جنکے سبب سے تم سے پہلے لوگ ہلاک ہوچکے ہین یہ ناپ اور یہ تول۔ اور قتادہ نے کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی آدمی جو کسی حرام پر قابو پاوے پھر اُسکو چھوڑ دے مگر چھوڑنا فقط اللہ تعالے کے خوف سے ہو تو اللہ تعالے اسکی عوض اسکو دنیا مین قبل آخرت کے وہ چیز دیدیگا جو اس سے بہتر ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحاح مین بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بازار مین غلامون کو ناپ تول کرتے دیکھکر فرمایا کہ تم نے وہ کام لیا ہے جسکے سبب

اگلے لوگ ہلاک کیے گئے پس عدل کے واسطے ارشاد کیا۔ اور قتادہ رحنے جو معنی حدیث کے بیان فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی کسی حرام کو
بخوف الٰہی چھوڑے تو اللہ تعالے دنیا مین اسکو اس سے بہتر بدل دیتا ہے اور یہ جلد عوض ہی اور آخرت کا عوض بہتر ہوگا۔ سراج مین اور کبیر
وغیرہ مین اسکے سوائے فوائد بھی بیان کیے چنانچہ لکھا کہ بہتری دنیا کی یہ ہے کہ دنیا مین بدنامی سے چھوٹتا ہی اور لوگون مین اعتبار ہوتا ہے اور
آخرت کی بہتری یہ ہی کہ عذاب شدید سے بچ گیا اور احسنُ تاویل یعنی دونون جہان مین نیک انجام اسطرح ہی کہ دنیا مین جب تطفیف سے حذر کیا
تو انجام کو لوگ اسپر بڑا بھروسا کرنے لگینگے اور دل اُسکی طرف مائل ہونگے اور چند روز مین وہ مالدار ہوجائیگا اور ہم نے بہت دیکھا کہ آدمی امانت داری
مین اور خیانت نہ کرنے مین مشہور ہوگیا اور تجارت مین لوگون کے دل اسکی طرف جھکے اور اُسکو بہت نفع حلال حاصل ہوا کہ وہ تونگر ہوگیا اور آخرت
مین انجام نیک ظاہر ہی کہ ثواب عظیم و خلاص از عذاب الیم حاصل ہوگا۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث مین ہی کہ تاجر سچا امانت دار قیامت مین انبیاء و شہداء
و صالحین کے ساتھ ہوگا۔ ف فی العرائس قولہ تعالے واوفوا بالعہد ان العہد کان مسؤلا حقیقت کا اشارہ یہ ہی کہ اصل مین عہد وہ عہد ازل ہے
کہ وجود اشباح (اجسام) سے پہلے ارواح سے حق عزوجل نے عہد لیا تھا کہ کبھی سوائے اللہ تعالے کے غیر سے مشغول نہ ہون پس عہد اول کو پورا کرو کہ ہر نفس
سے اُسکی پرسش ہوگی اور دنیا مین ہر ایک کی حالت اسکے واسطے سوال ہے یعنی ہر نفس کو لازم ہی کہ اپنی ہر ایک حرکت کے وقت اپنے آپ مطالبہ
کرے کہ یہ اُسنے اللہ تعالے کے واسطے کی ہی یا کسی غیر کے واسطے ہی پس جسکے کام سب اللہ تعالے کے واسطے ہون اسکو مبارک ہی اور یہ اللہ تعالے کا اسپر
فضل ہی پھر عوام اپنے اعمال کو ظاہری شرع کے موافق نیک نیت پر رکھین اور خواص مین اقسام ہین چنانچہ محب کا عہد محبت ہی اور عارف کا عہد
معرفت ہی اور موحد کا عہد توحید ہی اور ابتدا مین مرید کا عہد اُسکی ارادت ہی پھر انہین سے ہر ایک عہد کے واسطے رعایت ہی چنانچہ مرید اپنی عہد ارادت
کی رعایت اسطرح کرے کہ وجود کو قربان کرے اور محب کو چاہیے کہ سوائے محبوب کے ہر ایک چیز کے گم ہونے پر صبر کرے اور عارف اپنے عہد معرفت
مین اپنی ہمت کو دونون جہان سے بری کرے اور موحد کا عہد اسطرح وفا ہوگا کہ قدم کو حدوث سے منفرد کرکے لقاء حق مین فنا ہوجاوے شیخ
حمدون قصار رحنے فرمایا کہ جس شخص نے اللہ تعالے کے عہود کو ضائع کیا تو وہ آداب شریعت کو بدرجہ اولی ضائع کریگا۔ شیخ یحیی بن معاذ رازی رح
نے کہا کہ تیرے رب کے تجھپر عہد ہین ظاہر و باطن پس اسرار پر عہد یہ ہی کہ سوائے حق عزوجل کے کسی کو مشاہدہ نہ کرے اور عہد روح پر یہ ہی کہ مقام قربت
سے جدا نہو اور قلب پر یہ عہد ہی کہ خوف کو نہ چھوڑے اور نفس پر ادائے فرائض کا عہد ہی اور جوارح (اعضاء) پر یہ عہد ہی کہ آداب شرعی کو ملحوظ رکھے اور
مخالفات کو یکقلم چھوڑدے قولہ واوفوا الکیل اذا کلتم الآیہ۔ اشارت اسمین یہ ہی کہ مریدون کے حالات جہانتک مقتضی ہین عارف کو چاہیے
کہ علوم موافق انکے حال کے پورے نہ دیوے اور انکو نصیحت کرنے و ادب دینے مین ملال آگین نہو پھر اوسط درجہ والون کو آگاہ کرین کہ اپنے
دعوی کو میزان عدل مین تولین اور اپنے معاملات کو اندازہ کرین تاکہ انکے دعوی خالی از اعمال نہ ہون بلکہ قول و فعل موافق ہون پھر پورا
پیمانہ اخلاص ہی اور میزان عدل وہ صدق ہی پس جو شخص کہ اعمال و احوال مین مخلص صادق ہوا اللہ تعالے اسکو لطائف کرم و فضل سے
اسقدر دیتا ہی کہ اُسکا شمار نہین ہوسکتا ہے اور تمام مخلوق اُسکے وصف مین تر زبان ہوتی ہی کیونکہ وہ اپنے رب عزوجل کے ساتھ عدل مین ہے۔
مترجم کہتا ہی کہ ابتدائے حال مین قسطاس مستقیم یعنی شرع شریف کتاب و سنت پر اندازہ کرنا چاہیے اور حدیث مین صدق و اخلاص وغیرہ سب کا
حکم موجود ہی اور ایفائے کیل یہ کہ احسن طریقہ اور احسن عمل کو نفس کے واسطے اختیار کرکے نفس سے نیک نیت کے ساتھ اس عمل کو کرے اور میزان
عدل صراط مستقیم پر اندازہ کرے اور نفس کو ملامت کرے پھر اگر بھلائی پاوے تو اللہ تعالے کی حمد و ثنا کرے کیونکہ یہ اسکا ایک فضل ہی اور جہانتک برائی پاوے
تو اپنے نفس کو ملامت کرے یہانتک کہ اللہ تعالے استقامت عطا فرماوے بعض مشائخ نے کہا کہ کیل پورا دینا چاہیے کیونکہ تیرا وزن بھی تولا جائیگا

اور تیرا پیمانہ ناپا جائیگا پس اگر تو نے اپنے نفس کا پیمانہ پورا بھر دیا ہو تو تیرے واسطے پورا بھر دیا جائیگا اور اگر تو نے اسکے واسطے کمی کی ہو تو تیرے واسطے کمی کیجائیگی

پھر اللہ تعالے نے تین باتوں سے ممانعت کے بعد توحید پر ختم فرمایا بقولہ تعالے

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۤىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ وَلَا تَمْشِ

اور مت کہہ　وہ بات کہ تجھے نہیں اسکا کچھ علم　البتہ　کان اور آنکھ　اور دل　ہر ایک ان سب میں سے　سوال کیا جائیگا　اور مت چل

فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۝ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ

زمین پر　اتراتا ہوا　تو ہرگز نہیں پھاڑ ڈالیگا　زمین کو　اور کبھی نہ پہونچیگا　پہاڑوں تک طول میں　یہ سب　برائی اسکی　تیرے

عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۝ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ

رب کے یہاں مکروہ ہے　یہ انہیں میں سے ہے جو تجھے وحی کی تیرے رب نے　حکمت سے　اور مت بنائیو　اللہ تعالے کے ساتھ کوئی　دوسرا رب کہ تو ڈالا جاوے

جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝

جہنم میں　ملامت کیا ہوا　ملعون

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ معالم میں لکھا کہ تقف قفو سے ہے لغت میں اسکے معنی نشان کی پیروی کرنا عرب بولتے ہیں کہ قفوت فلانا اقفوہ اور قفیت بھی کہتے ہیں یعنی بواو اور بیا دونوں طرح آیا ہے اور اقفیتہ بھی بولتے ہیں یہ سب اُسوقت کہتے ہیں کہ کسی کے قدم کے نشان پر چلا ہو۔ شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ کی تفاسیر میں ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لاتقف یعنی مت کہہ۔ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ لا تقف مالیس لک بہ علم یعنی مت بات پھینک کسی پر ایسی چیز کی جسکا تجھے علم نہیں ہے۔ محمد بن الحنفیہ نے کہا کہ جھوٹی گواہی مت دے۔ قتادہ رح نے کہا یعنی مت کہہ کہ میں نے دیکھا حالانکہ تو نے نہیں دیکھا اور میں نے سنا حالانکہ تو نے نہیں سنا اور مجھے معلوم ہوا حالانکہ تو نے نہیں جانا کیونکہ اللہ تعالے ان سب سے سوال فرماویگا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ مضمون ان سب کا یہ ہے کہ علم جس بات کا حاصل نہ ہو وہ بات مت کہہ اور علم اپنے طریقہ سے یقینی ہوتا ہے تو جب علم نہیں ہے تو گمان ہوگا اور وہ بطور وہم کے یا بطور خیال کے ہوتا ہے لہٰذا دوسری آیت میں صریح منع فرمایا کہ اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم یعنی بہتیرے گمان سے پرہیز کرو کہ بعضے گمان گناہ ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ لوگو بچاؤ اپنے آپ کو گمان سے کیونکہ گمان جھوٹی باتوں سے ہے اور ابوداؤد کی حدیث میں ہے بئس مطیۃ الرجل زعموا۔ یعنے آدمی کا مدار کار اس بات پر کہ انھوں نے زعم کیا یعنی گمان کیا یہ بدتر ہے اور دوسری حدیث میں ثابت ہے کہ جو آدمی نے نہیں دیکھا اُسکو بمنزلہ دیکھنے کے قرار دینا سب سے بڑا بہتان دروغ ہے۔ سراج میں لایا کہ قولہ لاتقف مالیس لک بہ علم یعنی اے آدمی اُس چیز کی پیروی مت کر جسکا تجھے علم نہیں خواہ وہ قول ہو یا فعل ہو اور حاصل اسکا یہ ہے کہ جو چیز اُسکو معلوم نہ ہو اُسکے ساتھ حکم نہ لگاوے۔ امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ یہ ایک قضیہ کلیہ ہے جسکے تحت میں انواع مندرج ہیں جیسے جھوٹ گواہی کسی قول یا فعل کی دینا چنانچہ ابن عباس سے مروی ہے یعنی مت گواہی دے مگر اسی چیز کی جو تیری آنکھوں نے دیکھی اور تیرے کانوں نے سنی اور تیرے دل نے خوب سمجھ لیا ہے اور قتادہ کا قول اوپر مذکور ہوا اور بعض نے کہا کہ مراد یہ کہ کسی کو زناکاری کی تہمت مت لگا اور بعض نے کہا کہ جھوٹ بولنے سے ممانعت ہے اور بعض نے کہا کہ مراد ممانعت مشرکوں کو اُن کے اعتقادات و باپ دادوں کی تقلید سے۔ بعض نے کہا کہ قفو بمعنی بہتان ہے اور اصل اسکی قفا سے ہے گویا وہ اُسکے پیٹھ پیچھے کہتا ہے اور یہ معنی غیبت ہے حدیث میں ہے کہ من قفا مومنا بما لیس فیہ الحدیث یعنی جس نے غیبت کی کسی مومن کی ایسی چیز کے ساتھ جو اسمیں نہیں ہے تو محبوس رکھیگا اُسکو

گدی ۱۲

اللہ تعالے ردغۃ الخبال مین رواہ الطبرانی وغیرہ ردغہ دوزخیون کا کیچڑ ہے یعنی دوزخیون کے تن سے پیپ لہو وغیرہ کے کیچڑ مین غیبت کرنے والا محبوس رہیگا۔ سراج مین کہا کہ لفظ تو عام ہے سب کو شامل ہے پس کسی بات کی تخصیص بیکار ہے۔ یہان ایک سوال وارد ہوتا ہے کہ اس آیت مین دلیل ہے کہ قیاس ممنوع ہے کیونکہ اس سے فقط ظن وگمان کا فائدہ ہوسکتا ہے اور گمان مغائر علم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ قیاس منصوص بعلت بھی قطعی ہوتا ہے لہذا سوال مین ماورائے اس قیاس کے لیا جاوے اور واضح ہو کہ سنت متواترہ و مشہورہ اور اسی قسم سے مخصوصہ کے سوائے باقی احادیث آحاد بھی ظنی ہین پس مراد یہ کہ قیاس کے اقسام ظنی و سنت و علی ہذا آیات کی ظنیات سب ظنی ہین اور شرع نے انکو قبول کیا ہے حالانکہ یہان ممانعت پائی جاتی ہے۔ جواب دیا گیا کہ یہان جو حکم عام مذکور ہے اسمین تخصیص ہوئی ہے کیونکہ دینی اعمال مین مجرد گمان کے حکم دینا بالاجماع جائز ہے یا مراد علم سے اعتقاد راجح ہے جو اسناد سے مستفاد ہو خواہ قطعی ہو یا ظنی ہو اور اس معنی مین اسکا استعمال خوب شائع ہے اور بہت سے مسائل مین اسکا استعمال ہوا ہے۔ از انجملہ یہ کہ فتوی پر عمل کرنا عمل بگمان ہے کیونکہ فتوی لینا جاہل کو کسی عالم کے قول پر عمل کرنا ہوتا ہے اور نیک گمان سے اسکا صدق یقین کرتا ہے علاوہ اسکے جہان سے عالم نے نقل کیا وہ بھی مظنون ہے۔ از انجملہ گواہی پر عمل کرنا گمان پر عمل ہوتا ہے حالانکہ اسی پر عمل کرنا شرع سے واجب ٹھہرایا گیا ہے کیونکہ یہی راہ اُسکے علم کی ہے۔ از انجملہ یہ کہ مسافر وغیرہ کو قبلہ کی جستجو کرنا واجب ہے حتی کہ اگر بغیر کوشش کے لاابالی نماز پڑھ لی تو نماز نہین ہوتی حالانکہ ایسی کوشش دریافت قبلہ مین مفید ظن ہے۔ از انجملہ جو چیزین غیر کی مملوکہ کسی نے تلف کردین اور اُنکے عوض مین قیمت واجب ہوتی ہے تو اُنکی قیمتون کے اندازہ مین خالی گمان پر مدار ہے اور ایسے ہی جنایات کا ارش تجویز کرنا گمان پر ہے کیونکہ سوائے گمان کے اُس کی کوئی راہ نہین ہے۔ از انجملہ فصد کا جواز اور پچھنے لگانا اور دیگر معالجات سب گمان پر مبنی ہین۔ از انجملہ جب جورو خاوند مین نفاق ہو تو بحکم الٰہی عزوجل فابعثوا حکما من اہلہ وحکما من اہلہا۔ ایک ایک حکم (پنچ) بھیجنا صرف مظنون پر ہے یعنی دونون کے دلون مین اصلاح ایک دوسرے کی طرف سے ہونا بطور مظنون معلوم ہوا۔ از انجملہ شخص معین پر یہ حکم لگانا کہ یہ مومن ہے صرف مظنون ہے کیونکہ ایمان کا محل قلب ہے اور اسکے واسطے نشانات ظاہری البتہ ہوتے ہین پس باوجودیکہ یہی علامات منافق مین بھی پائے جاتے ہین جب زید پر مومن ہونے کا حکم لگایا تو احتمال ہے کہ مومن نہ ہو پس غالب گمان پر یہ حکم لگایا گیا ہے اور اس گمان یعنی ظن پر بہت سے احکام مبنی ہین جیسے باہمی میراث دو مسلمانون کے درمیان۔ اور جیسے اس شخص کو مقابر مسلمین مین دفن کرنا اور جواز نکاح وغیرہ۔ اور حلت ذبیحہ و مانند اسکے بہت احکام ہین۔ از انجملہ دوستون کی دوستی پر اعتماد اور دشمنون کی دشمنی پر مدار کار یہ سب مظنون طریقہ پر ہین اور حدیث سے بھی ثابت ہین کہ ہم لوگ ظاہر پر حکم کرتے ہین اور باطن کا متولی اللہ تعالے ہے پس جس شخص نے یہ گمان کیا کہ ظن پر عمل نہین جائز ہے اسکا قول باطل ہے اور قیاس شرعی واجب العمل ہوتا ہے یہی صحیح ہے اور مترجم کہتا ہے کہ وقائع و نوازل کی تعداد کسی حد پر محدود نہین ہے اور ہر واقعہ کے واسطے قرآن و حدیث مین تصریح نہین ہے پس وہ واقعہ بدون حکم شرعی کے نہین رہ سکتا کہ آدمی اپنی نفس کی خواہش سے جو چاہے عمل کرے پس لامحالہ ضرورت قیاس و اجتہاد کی ظاہر ہے اور یہ تصریح کردی گئی کہ قیاس خود مثبت نہین ہے بلکہ قیاس سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلان حدیث یا آیت یا اجماع کے حکم کے افراد مین سے یہ واقعہ بھی ہے اور بھید اسمین یہ ہے کہ اعمال سے مقصود ثواب و نور ایمان ہے پس اللہ تعالے عزوجل نے کوشش سے غیر منصوصہ وقائع مین عمل کرنے سے ثواب عطا فرمایا جس سے اس اُمت مرحومہ پر آسانی بھی ہوئی اور ثواب بھی بڑھ گیا پس جو ظن کہ بمقتضائے دلیل شرعی ہو وہ جائز بلکہ واجب العمل ہے اور یہان جس سے منع فرمایا اُسکی تفسیر وہی ہے جو گذری کہ بغیر علمی طریقہ کے کسی بات پر حکم لگانا نہین چاہیے۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ یعنی کان و آنکھ جو حواس طریقہ دریافت ہین اور فواد یعنی دل جو آلہ ادراک ہے۔ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا یہ سب اشیاء عظیمہ ہر ایک سے سوال ہوگا پس ہر ایک کے

لائق اسکا سوال مخصوص ہوگا۔ سراج مین لکھا کہ ظاہر آیت دلالت کرتی ہو کہ ان اعضاء وجوارح سے سوال کیا جائیگا پس یہان تین وجوہ ہین
اول یہ کہ معنی یہ ہین کہ بندہ سے سوال ہوگا بابت ان اعضاء کے جس بندہ کے اندر یہ موجود ہین کیونکہ سوال اُسی سے صحیح ہوتا ہو جو عاقل ہو اور یہ
اعضاء عاقل نہین تو مراد یہی ہو کہ ان اعضاء والے آدمی سے سوال ہوگا جیسے قولہ تعالےٰ واسال القریۃ التی کنا فیہا یعنی برادران یوسف علیہ السلام
نے باپ سے کہا کہ دریافت کرلے اس گانٔون سے جسمین ہم تھے حالانکہ مراد یہ ہو کہ اُس گانٔون والون سے۔ ایسے ہی یہان ہو کہ مثلاً انسان سے کہا
کہ کانون سے تونے کیا طاعت کی پھر یہ راگ وغیرہ کیون سُنا جسکا سُننا تجھے حلال نہ تھا اور یہ نصیحت کیون نہین سُنی جس سے تجھے توفیق دیجاتی۔
اور آنکھ سے کیا کام کیا پھر کیون فلان طرف نظر کی جدھر تجھے نظر کرنا حلال نہ تھا اور علی ہذا دل ہو کہ تونے کیون ایسی بات پر عزم جزم کیا جسپر عزم تجھے
حلال نہ تھا۔ وجہ دوم یہ کہ آیت مین تقدیر یہ ہو کہ اولئک الاقوام کان عنہ مسؤلا یعنی ان سب اقوام سے دربارہ ان اعضاء کے سوال ہوگا مثلاً
کہا جائیگا کہ تم کان کو کس کام مین لائے آیا طاعت مین یا معصیت مین۔ ایسے ہی دیگر اعضاء کا حال ہو اور یہ اسوجہ سے ہو کہ حواس بمنزلہ نفس کے
آلات کے ہین اور نفس اُنپر سردار ہو کہ ہر ایک کو اُسکے کام مین لگاتا ہو پس اگر اُسنے طاعت مین لگایا تو مستحق ثواب ہو اور اگر اُسنے گناہ مین لگایا تو مستحق
عذاب ہو۔ وجہ سوم یہ کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یوم تشہد علیہم السنتہم وایدیہم وارجلہم بما کانوا یعملون یعنی جس دن کہ گواہی دینگی اُنپر اُنکی زبانین و ہاتھ و
پانٔون اس چیز کی جو وے کرتے تھے پس ان اعضاء کا گواہی دینا اسی طور پر ہوگا کہ اللہ تعالےٰ انہین ایسی حیات پیدا فرمادیگا جس سے گواہی دیوین
پس اسی طرح کچھ بعید نہین ہو کہ اللہ تعالےٰ سمع وبصر وفواد مین ایسی حیات پیدا فرمادے پھر ان اعضاء سے سوال کیا جاوے۔ محی السنۃ نے معالم
مین اپنی اسناد کے ساتھ شکل بن حمید رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا نبی اللہ مجھے ایک
استعاذہ سکھلا دیجیے کہ مین اُس سے پناہ مانگا کرون پس میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ کہہ اللہم انی اعوذ بک من شر سمعی وشر بصری وشر لسانی وشر قلبی وشر منیی۔
یعنی الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون اپنے کانون کی بدی سے اور اپنی آنکھون کی بدی سے اور اپنی زبان کی بدی سے اور اپنے قلب کی بدی سے
اور اپنی منی کی بدی سے۔ راوی نے کہا کہ منی سے مراد یہی پانی ہو جو نطفہ ہوجاتا ہو۔ پھر دوسری نہی قولہ تعالےٰ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا
یعنی اور زمین مین اتراتا ہوا مت چل۔ مرح دراصل نہایت فرحت کو کہتے ہین اور آیت مین مراد یہ ہو کہ ایسی چال نہ چلے جس سے تکبر وسرکشی معلوم ہو
اور زجاج رحمہ نے کہا کہ اکڑتا ہوا فخر کرتا ہوا نہ چلے۔ اسکا مقابل رفتار نرم وتواضع کی ہو چاہے جلدی وتیزی سے ہو لقولہ تعالےٰ عباد الرحمن الذین
یمشون علی الارض ہونا۔ پھر اُسکی وجہ بتلائی لقولہ تعالےٰ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ تو ہرگز نہین پھاڑ ڈالیگا زمین کو یعنی اپنے تکبر سے
سوراخ نہین کرسکتا کہ اسکی انتہا کو پہونچے۔ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا۔ اور طول مین کبھی پہاڑ کو نہین پہونچ جائیگا۔ اس مین اترانے
واکڑنے والے کی حماقت کا بیان ہو کہ اُسکی جہالت وغرور سے سوائے بیہودگی کوئی فائدہ حاصل نہین ہوتا اور اسمین اشارہ ہو کہ آدمی ایک ضعیف
خلقت ہے وہ زمین نہین پھاڑ سکتا اور نہ پہاڑ تک لنبا ہوسکتا ہو پس اُسکو اوپر اور نیچے سے کئی جمادات قوی گھیرے ہوے ہین اور وہ اُنسے
بہت کمزور ہے پس ایسے کمزور محصور کو غرور نہین چاہیے۔ اسکے واسطے یہ نصیحت ہے کہ اے آدمی تواضع اختیار کر اور غرور مت کر کیونکہ تو اللہ تعالےٰ
کے مخلوقات مین سے ایک ضعیف خلقت ہے جو آسمان وپتھرون اور زمین کے درمیان محصور ہے تو تجھے ایسی حرکت کرنا حماقت ہو جو قوی طاقتور
کے مانند ہو۔ بعض علماء نے کہا کہ اسطرح اسواسطے فرمایا کہ جو شخص تکبر سے کھیلا رہا ہوا چلتا ہے وہ کبھی ایڑی پر چلتا ہے اور کبھی پنجون پر چلتا ہے
تو حکم ہوا کہ ایڑی کے بل چلنے سے تو زمین نہین پھاڑ سکتا ہو اور پنجون کے بل چلنے مین پہاڑ برابر نہین پہونچ سکتا ہو۔ امام ابن کثیر رحمہ نے کہا کہ
قولہ لن تخرق ای لن تقطع یعنی تو زمین کو نہین قطع کریگا یہ قول ابن جریر رحمہ کا ہو مترجم کہتا ہو کہ بعض نے کہا کہ لن تثقب یعنی تو زمین مین سوراخ

نہ کرے گا۔ ظاہر اس چال سے یہ قصد ہے کہ زمین اُس کے پاؤں کے نیچے حقیر ہے اس کے تکبر و غرور کو برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ زمین کے قطع و سوراخ سے اس کے آخر تک پہونچ جاوے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ کبھی ایسے شخص کو برخلاف اس کے قصد کے سزا دیجاتی ہے چنانچہ حدیث صحیح مین ثابت ہے کہ تم سے پہلے لوگون مین سے ایک شخص اس درمیان مین چلا جاتا تھا اور اُس پر دو چادرین تھین ان مین اکڑتا تھا کہ ناگاہ زمین مین دھنسا دیا گیا پس وہ زمین ہی مین لہراتا رہیگا قیامت تک۔ اسی طرح اللہ تعالے نے قارون کے حال سے آگاہ فرمایا جب وہ اپنی زینت مین ڈوبا ہوا نکلا تھا کہ اللہ تعالے نے اسکو مع اسکے مکان کے زمین مین خسف کر دیا۔ اور حدیث مین ہے کہ جس نے اللہ تعالے کے واسطے تواضع کی تو اللہ تعالے اُسکو بلند کرتا ہے یعنی وہ اپنی نفس مین تو حقیر ہوتا ہے اور لوگون کے نزدیک اللہ تعالے اُسکو بزرگ کر دیتا ہے اور جو شخص تکبر چاہتا ہے تو وہ اپنے نزدیک بڑا بنتا ہے مگر لوگون کے نزدیک وہ حقیر ہوتا ہے یہانتک کہ نیک لوگ اُسکو کتے و سور سے زیادہ حقیر جانتے ہین۔ ابن ابی الدنیا نے کتاب الخمول والتواضع مین روایت کی کہ ابو بکر ہذلی نے کہا کہ ایک وقت ہم لوگ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے کہ ادھر سے ابن الاہیم گذرا یعنی منصور اور اُسپر خز کے جبات تھے کہ بعض کو بعض پر کر کے اپنی ساق پہ باندھا تھا اور اپنی قبا کو کشادہ کیے ہوے تھا اور وہ اتراتا ہوا چلا جاتا تھا ناگاہ حضرت حسن کی نظر اُسپر پڑی فرمایا کہ اف اف ناک اپنی بلند کیے ہوے ثانی العطف و مصعر الخد ہے اپنے عطفات کو دیکھتا ہے اے احمق الیسی نعمتون مین جنکا شکر ادا نہین کیا اور نہ اُسکی یاد کی اور نہ اس حالت نعمہا ے گوناگون مین اللہ تعالے کے حکمون کو لیا اور نہ اُسنے اللہ تعالے کا کوئی حق ادا کیا واللہ اپنی خواہش نفس پر آدمی چلتا ہے اور اتراتا ہے دیوانہ ہے اُسکے ہر عضو پر نعمت ہے اور شیطان سے اُسپر لعنت ہے ابن الاہیم نے اسکو سُنا اور واپس ہو کر حسن رض سے عذر کیا تو فرمایا کہ مجھ سے عذر مت کر و اپنے اللہ تعالے سے جا کر توبہ کر وا اور یہی آیت پڑھی۔ روایت ہے کہ بختری عابد نے ایک شخص کو اولاد علی کرم اللہ وجہہ سے دیکھا جو کہ اپنی چال مین اکڑتا تھا اس سے کہا کہ اے فلانے جس سے تجھے بزرگی ہے اُسکی تو یہ چال نہ تھی راوی کہتا ہے کہ اُنھون نے یہ چال چھوڑ دی اور پھر نہین چلے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اکڑتا ہوا چلتے دیکھکر فرمایا کہ شیطان کے بھائی کئی ہین۔ اور حدیث صحیح مین مروی ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جس وقت میری امت اکڑاتی ہوئی چلیگی اور انکی خدمت کرینگے فارس و روم کے شہزادے تو اُسوقت اللہ تعالے اُنکے شریرون کو انکی نیکون پر مسلط کر دیگا۔ امام محی السنہ نے اپنی اسناد سے بطریق امام ترمذی رح روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب چلتے تو ایسے جھکے ہوے چلتے گویا کسی اونچائی سے اُترتے ہین۔ اور ابو ہریرہ رض سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت حُسن مین نہین دیکھا گویا آفتاب آپ کے چہرہ مبارک مین روان ہے اور مین نے نہین دیکھا کسی کو جو زیادہ تیز چال ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے گویا زمین آپ کے واسطے لپٹتی جاتی ہے اور ہم لوگ تھکا ڈالتے اپنے کو کوشش مین آپ کے ساتھ چلنے مین اور آپ کچھ زیادتی کا قصد نہین کرتے تھے۔ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا۔ واضح ہو کہ سیئہ مین دو قرارت ہین امام نافع و ابن کثیر و ابو عمرو نے بفتح ہمزہ و تا منون منصوب پڑھا بدون اضافت کے یعنی سیئۃ مقابل حسنہ۔ اور باقیون نے بضم ہمزہ و ہا مضمومہ بدون تنوین کے باضافت پڑھا ہے یعنی ان اقسام کی برائی تیرے رب کے نزدیک مکروہ ہے اور بنابر اولی قرارۃ کے سیئۃ خبر کان ہے اور اسکی تانیث لفظ کل کے معنی کا لحاظ کر کے درست ہے اور مکروہا کا مذکر لانا بنظر لفظ کل ہے پس یہ وہم دفع ہو گیا کہ سیئۃ مکروہۃ چاہیے تھا یا سیئا مکروہا چاہیے تھا زمخشری نے کہا کہ سیئہ حکم مین اسمار کے ہے بمنزلہ لفظ ذنب کے اور اسم جب ہے تو صفات کا حکم اس سے جاتا رہا تو اسکی تانیث کا اعتبار لازم نہ ہوگا لہذا سیئۃ و سیئا دونون مین کچھ فرق نہین ہے تو نہین دیکھتا کہ الزنا سیئۃ بھی کہنا درست ہے جیسے السرقۃ سیئۃ درست ہے تو چاہیے اسکو

مذکر کی طرف نسبت کرو اور چاہو مؤنث کی طرف اسناد کرو فرق نہین ہی۔ رہا مکروہا کا نصب تو اسمین کئی وجہین ہین اول یہ کہ وکان کی خبر ثانی ہی۔ دوم یہ کہ سیئۃ سے بدل ہی اور یہ وجہ ضعیف ہی کیونکہ مشتق سے بدل ڈالنا قلیل ہی اور مترجم کہتا ہی کہ جب اشتقاقی معنی ملحوظ نہ ہون تو وجہ ضعف ظاہر نہوگی۔ سوم یہ کہ عند ربک کی ضمیر مستتر سے حال ہی کیونکہ وہ سیئۃ کی صفت واقع ہی۔ چہارم یہ کہ سیئۃ کی صفت واقع ہوا ہی اور یہ وہم کہ مؤنث کی صفت مذکر نہین ہوسکتا تو مدفوع ہی اسطرح کہ اُسکے موصوف کی تانیث مجازی ہی۔ ابوحیان نے اسکو رد کر دیا کہ یہ جواز اسوقت ہی کہ جب خود مؤنث مجازی کی طرف اسناد ہوا اور اگر اسکی ضمیر کی طرف اسناد ہو تو نہین جائز ہے۔ اب رہا بیان اس آیت کی تفسیر کا تو امام ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ سیئۃ بدون اضافت کی قرارت پر یہ معنی ہین کہ کل یہ جس سے ہم نے منع کیا ہی قولہ ولا تقتلوا اولادکم سے لیکر یہانتک یہ کل سیئات ہین جنپر مواخذہ ہوگا اور اللہ تعالے کے نزدیک مکروہ ہین وہ نہین پسند فرماتا اور نہ اُنپر راضی ہی اور بنا بر قرارۃ سیئہ باضافت کے معنی یہ ہین کہ کل یہ کہ جو ہم نے ذکر فرمایا قولہ وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ سے یہانتک تو اسکا قبیح اللہ تعالے کے نزدیک مکروہ ہی اسی طرح سے شیخ ابن جریر رحمہ اللہ نے اسکی تفسیر بیان فرمائی ہی خطیب رح نے سراج مین لکھا کہ قولہ تعالے کل ذلک یہ اشارہ اُن تمام مذکور کی طرف ہے کیونکہ جو پہلے گذرا ہے وہ منہیات و مامورات ہین یعنی بعض ایسے امور ہین جنسے ممانعت فرمائی اور بعض ایسے امور ہین جنکی بجاآوری کا حکم دیا گیا ہی اور قولہ تعالے لا تجعل مع اللہ الٰہا آخر سے یہانتک پچیس باتین ہین اور مین آسانی کر دینے کی غرض سے ان سب کو یہان لکھتا ہون۔ اول یہ کہ اللہ تعالے کے ساتھ دوسرا الٰہ مت بناؤ اور دوم وسوم وقضی ربک ان لا تعبدوا الا ایاہ۔ کیونکہ اسمین دو باتین ہین ایک تو غیر کی عبادت سے ممانعت یہ دوم ہے اور ایک خالص اللہ تعالے کی عبادت کا حکم یہ امر سوم ہی چہارم والدین کے ساتھ احسان۔ پنجم والدین سے اُف نہ کہے ششم انکو نہ جھڑکے وانتہار نہ کرے ہفتم انسے پاکیزہ بات کہے جسمین تکریم نکلتی ہو۔ ہشتم انکے واسطے بازوے شفقت کو عاجزی کے ساتھ لپیٹ رکھے۔ نہم انکے واسطے دعا کرے کہ رب ارحمہما کما ربیانی صغیرا۔ دہم ذوی القربی کے حقوق دیوے۔ یازدہم مسکین کا حق ادا کرے۔ دوازدہم مسافر کا حق دیوے۔ سیزدہم اسراف نہ کرے چہاردہم اہل حقوق سے قول میسور کہے یعنی نرم وخوش جس سے امید نہ ٹوٹے۔ پانزدہم اپنے ہاتھ کو اپنی گردن مین مغلول نہ کرے یعنی بخل نہ اختیار کرے شانزدہم بالکل ہاتھ کشادہ نہ کرے یعنی اسراف نہ کرے۔ ہفدہم یہ کہ اپنی اولاد کو بخوف فاقہ مت قتل کرو۔ ہیژدہم نفس معصوم کو مت قتل کرو۔ نوزدہم مظلوم مقتول کے ولی کو ہم نے غلبہ دیا ہی یعنی حکم دیا ہی کہ اہل اسلام پر واجب ہی کہ بتعمیل حکم الٰہی مقتول مظلوم کے ولی کو قصاص دلاوین۔ بستم قتل مین اسراف مت کرے یعنی قتل کا فعل باسراف مت کرے یا قصاص مین قتل کرنے مین اسراف مت کرے بست ویکم عہد کو پورا کرو۔ بست ودوم ناپ پوری دو بست وسوم تول مین ترازو اور ڈنڈی عدل کے ساتھ رکھو۔ بست وچہارم ایسی بات مت کہ جسکا تجھے علم نہین ہی۔ بست وپنجم زمین پر اتراتا ہوا اکڑ کر مت چل۔ پس ان جملہ احکام مین سے بعض تو اوامر ہین یعنی انکے بجالانے کا حکم ہی اور بعضے منہیات ہین کہ اُنکے ترک کرنیکا حکم ہی پس جو ممنوعات ہین انھین کی نسبت اللہ تعالے نے فرمایا کہ کان سیئہ اس کا بد۔ عند ربک مکروہا۔ تیرے رب کے نزدیک مکروہ ہی یعنی اللہ تعالے اُن بد افعال کو مبغوض رکھتا ہی اور پسند نہین کرتا ہی پس بندہ عاقل کہ وہ ضرور مومن ہوگا کبھی وہ فعل نہ کریگا جسکو اسکا رب کریم جل شانہ مکروہ رکھتا ہے۔ ذٰلِکَ مِمَّآ اَوْحٰٓی اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ۔ یعنی یہ احکام مذکورہ سابق خواہ اوامر ہین یا منہیات ہین اس حکمت مین سے ہین جو تجھکو اے سرور عالم تیرے رب رحیم نے وحی فرمایا ہی حکمت دراصل معرفت حق عز وجل ہی اور معرفت ذات وصفات اعلی واجل ہی مگر معرفت ذات صرف مرتبہ ایقان ہی اور کنہ ذات باری تعالے محال ہی یہ کسی مخلوق کی مجال نہین ہی اور منجملہ حکمت کے یہ بھی ہی کہ اعمال مرضیہ کو جاننا اسواسطے کہ اسپر عمل کیا جاوے۔ رہا کلام اسمین کہ حکمت صرف علم ہی یا علم وعمل دونون ہی تو بعض کے نزدیک فقط علم ہی اور بعض کے نزدیک مجموعہ ہی اور شاید ارجح یہ ہی کہ حکمت علم ہی ولیکن اسکا جاننے والا حکیم

نہ ہوگا جب تک کہ مقتضائے علم کے موافق عمل نہ کرے کیونکہ جو عامل نہ ہوا اُسکا جاننا بمنزلہ نہ جاننے کے ہے۔ اور اہل معرفت کے نزدیک علم حکمت
میں وہ بھی ہے کہ بعد شرائع ظاہرہ جاننے اور اُسپر عمل کرنے کے اللہ تعالیٰ اُسکو ایسا علم عطا فرماتا ہے کہ وہ نہ جانتا تھا کیونکہ روایت ہے کہ جس نے
عمل کیا اُسپر جو جانا تو اللہ تعالیٰ اُسکو وہ علم دیتا ہے جو نہ جانتا تھا اور واضح ہو کہ کشف و کرامات کچھ حکمت میں سے نہیں ہیں بلکہ اکابر اولیاء نے
تصریح کر دی کہ یہ ذمائم میں اگر اُنکے واسطے قصد ہو ہاں جسکو قرب ہے اُسکو کبھی کشف ہوتا ہے۔ تفسیر کبیر و سراج وغیرہ میں ہے کہ ان امور کو حکمت کئی وجہ
سے کہا گیا۔ اول یہ کہ مرجع ان امور کا یہ ہے کہ توحید پر قائم ہو اور انواع طاعات و نیکیوں پر عامل ہو اور دنیا سے مُنھ موڑے اور آخرت پر رجوع لاوے
پس جس شخص اکرم افضل الخلق کی طرف سے ان امور کی تعلیم ہوئی وہ کسی طرح راہ شیطان کی تعلیم نہیں ہو سکتی ہے بلکہ فطرت سلیمہ کو بعد ان امور کے
کسی معجزہ کی ضرورت نہیں ہے وہ قطعاً جانے گا کہ یہ داعی بجانب ارحم الراحمین ہے۔ وجہ دوم یہ کہ یہ احکام جو ان آیات میں مذکور ہیں ایسے امور ہیں
جنکی رعایت کرنا اور حفاظت سے اُنپر عمل کرنا جملہ دینوں و ملتوں میں ضروری ہے کبھی انکو نسخ نہیں ہو سکتا پس محکمات ہیں لہذا حکمت ہوئی۔ وجہ سوم
یہ کہ حکمت تو معرفت حق عز و جل ہے اور جاننا اعمال خیر کا تاکہ اُنپر عمل کیا جاوے جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس امر توحید تو معرفت حق عز و جل کا اشارہ
ہے اور اعمال خیر کا جاننا دوسری قسم ہے پس مجموعہ احکام مذکورہ عین حکمت ہیں کہ توحید پر اعتقاد صحیح کے بعد ان اعمال نیک پر عمل کرے اور منہیات
سے باز رہے۔ ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ الواح توریت میں جو موسیٰ ؑ کو عطا ہوئی تھیں یہ آیات تھیں۔ پھر واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے
ان احکام کو شروع فرمایا تھا بقولہ لا تجعل مع اللہ الٰہا آخر اور یہاں ختم فرمایا بقولہ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ۔ اسمیں تنبیہ یہ ہے کہ تمام
امور کا مبدا اور منتہی یہی توحید ہے اور یہ کہ جس نے کسی امر کے بجا لانے میں یا کسی ممنوع کے ترک کرنے میں غیر کا قصد کیا تو اسکی سعی ضائع ہوئی اور
تنبیہ یہ ہے کہ راس الحکمۃ یہی توحید ہے اور یہی عین مقصود ہے پھر جس نے توحید نہ کی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو اسکا آخرت کا انجام
بتلا دیا کہ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا یعنی تو شرک مت کر کہ اگر کرے گا تو ڈالا جائیگا جہنم میں ملوم مدحور پس ملوم تو اسطرح کہ اللہ تعالیٰ
و مخلوق تجھے ملامت کرینگے بلکہ تیرا نفس خود تجھے ملامت کریگا اور مدحور بمعنی ملعون و مطرود بمعنی اس حال سے جہنم میں ڈالا جاویگا کہ تو ملامت
کیا ہوا مطرود ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ مراد اس خطاب سے وہ لوگ ہیں جو زمانہ رسالت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے لیکر قیامت تک
ہوں مگر بواسطہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خطاب فرمایا۔ حاصل یہ کہ خطاب سے مراد امت ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو بالاجماع
رسول معصوم ہیں اللھم صل علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔ سراج میں لایا کہ اللہ تعالیٰ نے اول آیت میں مذموما مخذولا ذکر فرمایا اور یہاں
ملوما مدحورا۔ فرمایا تو فرق درمیان ذم و لوم کے یہ ہے کہ آدمی سے بیان کیا جاوے کہ جس فعل کا تو مرتکب ہوا ہے وہ فعل قبیح و زشت ہے تو یہ معنے
اُسکے مذموم ہونے کے ہیں پھر اس سے کہا جاوے کہ تو نے یہ فعل قبیح کیوں کیا اور کس چیز نے تجھے ایسا فعل قبیح کرنے پر آمادہ کیا تھا تو یہ ملامت
ہے پس اول میں مذموم ہوتا ہے اور آخر میں ملوم ہوتا ہے اور مخذول و مدحور میں یہ فرق ہے کہ مخذول عبارت از ضعیف ہے عرب بولتے ہیں کہ تخاذلت
اعضاؤہ یعنی اسکے اعضا سُست و ضعیف ہو گئے اور مدحور بمعنی ملعون و مطرود ہے اور طرد کرنا ہانک دینا اور اسکی خفت کرنا اور اہانت کرنا پس مخذول
تو یہ ہوا کہ اسکی اعانت نہ کی گئی اور اسکو اسکے نفس کے حوالہ کر دیا گیا اور انسان ضعیف اپنی سرکش طبیعت کے قبضہ میں پڑ کر مرتکب اسکی شہوات و خواہشوں کا ہو گیا
پس اول میں مخذول ہوا پھر انجام کو مدحور و اہانت کیا گیا اللھم نعوذ بک من ذلک۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ ولا تقف ما لیس لک بہ علم الآیہ۔
اسکے اشارات میں سے ہے کہ بندہ عارف کو ظاہر و باطن میں عتاب ہوتا ہے پس ظاہر تو معاملات ہیں اور باطن حالات ہیں پس اگر ان سے صدق کا مطالبہ
ہے اگر نہ ہو تو عتاب ہے اور حواس ظاہر کے ساتھ زبان کو صریح نہیں ذکر فرمایا ولیکن قولہ لا تقف میں مذکور ہے کیونکہ معنی یہ ہیں کہ ایسی چیز کو زبان سے مت

بیان کرے جو تو قلب سے نہیں جانتا ہے اور نہ آنکھوں سے دیکھی اور نہ کانوں سے سُنی ہے کیونکہ یہ سب اعضاء پوچھے جاوینگے پس زبان سے تو دعوی کا سوال ہوگا اور آنکھ سے پوچھا جائیگا کہ سوائے بطور عبرت کے اور طرح کیوں نظر کی اور کان سے سوال ہوگا کہ ایسی بات کیوں سُنی جس سے کچھ نفع نہوا اور قلب سے جو سوائے ذکر الٰہی کے اسپر جاری ہوتا تھا پوچھا جائیگا۔ واسطی رح نے کہا کہ اسمین اشارت ہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف جوبات بیان کرے بطریق حرمت بیان کرے اور مقام اجازت سے تجاوز نہ کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ مثال اسکی قولہ تعالےٰ انھم عبادک یعنی مغفرت و عذاب کسی کا حکم نہ لگاوے اور یہ بطریق ادب ہے۔ شیخ ابو سعید الخراز رح نے فرمایا کہ جسکے دل میں معرفت نے ٹھکانا کیا وہ دونوں جہان میں سوائے اسکے کچھ نہیں دیکھتا سنتا ہے تو اُسی سے اور مشغول ہوتا ہے تو اسی کے ساتھ شیخ قارسی رح نے کہا کہ بعض حکماء کا قول ہے کہ اپنے علم سے اپنا حال ڈھونڈھو اور حال سے اپنا دل اور اپنے دل سے اپنی گھڑی اور اپنی گھڑی سے اپنا قلب اور اپنے قلب سے ذکر اور ذکر سے اپنی مراد اور مراد سے اپنی آرزو تا کہ صادقین میں سے ہو جاؤ اور ان تمام چیزوں میں اپنے خطرات ڈھونڈھو کیونکہ بحکم الٰہی ان اعضاء سے سوال ہوگا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اہل شرک و فسق کا ابطال فرمایا۔

أَفَأَصْفَاكُمْ رَبُّكُم بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا ۚ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ۝ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي ع ۴ ۱۰

کیا تم کو چھانٹ لیا۔ تمھارے رب نے بیٹوں کے ساتھ اور بنائیں اپنے ملائکہ سے لڑکیاں تم تو کہتے ہو ایک بڑی بات اور البتہ ہم نے بیان کر دیا

هَٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ۝ قُل لَّوْ كَانَ مَعَهُ آلِهَةٌ كَمَا يَقُولُونَ إِذًا لَّابْتَغَوْا

اس قرآن میں تاکہ وے لوگ نصیحت پکڑیں اور انکو زیادہ ہوتا ہے وہی بدکنا تو کہہ اگر ہوتے اسکے ساتھ آلہہ جیسے تم لوگ کہتے ہو تو اسوقت ضرور خواہش کرتے

إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۝ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ عُلُوًّا كَبِيرًا ۝ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَاوَاتُ السَّبْعُ

صاحب العرش کیطرف راہ کی پاک ہے وہ اور بزرگ ہے بہر الیسے قول سے جو وہ کہتے ہیں بڑی بزرگی کا تسبیح کرتے ہیں اسکے لیے ساتوں آسمان

وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ إِنَّهُ

اور زمین اور جو شخص انمیں ہے اور نہیں کوئی چیز مگر یہ کہ تسبیح کرتی ہے اسکی حمد کے ساتھ ولیکن تم نہیں سمجھتے ہو انکی تسبیح کو

كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝

وہ بہت حلم والا بڑا مغفرت کرنے والا ہے

شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ مشرکین ملعون نے ملائکہ کو عورتیں قرار دیا پھر انکو اللہ تعالےٰ کی بیٹیاں ٹھہرایا پھر اُنکی پرستش کی ان تینوں باتوں میں غلطی و گمراہی اختیار کی یعنی بدون علم کے سب اٹکل سے زعم و گمان کیا پس اللہ تعالےٰ نے انکار ورد فرمایا بقولہ۔ أَفَأَصْفَاكُمْ رَبُّكُم بِالْبَنِينَ کیا تمھارے رب نے تمکو بیٹوں کے ساتھ چھانٹا ہے یعنی کیا تمھارے رب نے خلوص و صفائی کے ساتھ تمکو افضل اولاد یعنی بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا اور انمیں سے اپنے واسطے کچھ حصہ نہیں لیا۔ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا اور اسنے ملائکہ سے عورتیں بنائیں یعنی تمھارے مردود قول کے موافق اپنے واسطے بیٹیاں بنائیں حالانکہ صریح تمھارے عقول کے خلاف ہے کہ غلاموں کو تو چیزوں میں سے عمدہ دیجاوے اور آپ کے واسطے بدتر ہو جسپر غلام استکراہ کرتے ہیں۔ اگر کوئی گمان کرے کہ اس استدلال میں اگر کہا جاوے کہ نصرانی قائل ہیں کہ مسیح ابن اللہ اور یہود قائل ہیں کہ عزیر ابن اللہ تو بیٹیں میں سے بھی ہو گئے۔ جواب یہ ہے کہ کلام اس نوع میں ہے کہ اشرف اولاد پسر ہیں تو تمکو صرف بیٹیاں ملنی چاہیے تھیں نہ اشتراک اور یہ استدلال نہیں ہے کیونکہ توحید باری عز اسمہ و اسکی پاکی اسقدر زیادہ ظاہر و باہر ہے کہ آفتاب اسکا نمونہ کمتر ہے اور آفتاب اپنے واسطے خود دلیل ہے تو حق عز و جل اس سے زیادہ پاک و جدا و لاشریک ہے بلکہ مقصود کلام کا ان احمقوں کو انکی شدت حماقت پر تنبیہ ہے لہذا فرمایا إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا۔ یعنی

تم لوگ ذرا غور کرو کہ بہت بڑی بات کہتے ہو جسکے سننے سے آسمان و زمین کانپتے و تھرّاتے ہین قریب ہو کہ پھٹ جاوین۔ تم اللہ تعالیٰ سبحانہ عز و جل کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہو۔ سراج و کبیر وغیرہ مین ہو کہ اولاد کی نسبت کرنا مقتضی ہو کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اجزاء سے مرکب ہوا اور جو چیز مرکب ہو وہ اجزاء کے بعد ہو گی تو اجزاء مقدم ہوے پس لازم آیا کہ وہ واجب الوجود سب سے مقدم اور قدیم نہین ہو حالانکہ یہ صریح باطل ہے تو یہ کتنی بڑی حماقت ہو علاوہ ازین اولاد اپنے زعم مین اعتقاد کرکے لڑکا و لڑکی مین سے جو عمدہ تھا وہ اپنے واسطے قرار دیا اور بدتر کو اللہ تعالیٰ کے لیے ٹھہرایا یہ دوسری حماقت سخت تر ہو اگر کہا جاوے کہ کیا لڑکیان بدتر ہوتی ہین تو جواب یہ کہ وے لوگ تو لڑکیون کو یہانتک بُرا جانتے کہ زندہ درگور کرتے اور پیدایش کی مبارکباد نہین لیتے تھے اور اصل مین بھی لڑکون کو فی الجملہ لڑکیون پر فضیلت ظاہر ہو کہ مردون کو انبیاء بنایا گیا ہو اور اسمین کلام نہین ہو کہ بعضے مرد جو فسق و فجور سے درجہ انسانیت سے خارج ہو جاتے ہین اُنسے نیک پارسا عورت اچھی ہو لیکن مرد کی قسم کو عورت پر فضیلت ہو پس کافرون نے کمال حماقت سے دونون قسم مین سے اعلیٰ کو اپنے واسطے رکھا اور اخس و ارذل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا۔ اور علاوہ اسکے ملائکہ جنکو قدرت و قوت شدید ہو حتیٰ کہ انمین سے ایسے ہین کہ زمین کو اُلٹ دین اور پہاڑ اکھاڑ دین انکو عورتین زعم کیا اور یہ بھی جہالت شدیدہ ہو۔ پھر چونکہ اس بیان مین نہایت صریح تنبیہ و توضیح ہو مگر کفار لوگ اپنی حماقت سے باز نہ آئے تو فرمایا۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ یعنی ہم نے اس قرآن مین طرح طرح اعلیٰ بیانات سے انکو نصیحت کی کہ عبرت کے واسطے قصص فرمائے اور امثال ذکر کیے اور دلائل و احکام وغیرہ بطور وعدہ ثواب و وعید عذاب امر و نہی وغیرہ کے اُنکے آغاز و انجام و موت و حیات ہر طرح کے یقینیات و قطعیات کے ساتھ بیان فرمایا۔ لِيَذَّكَّرُوْا تاکہ وے نصیحت پکڑین مگر انکو کچھ نفع نہ ہوا۔ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا اور اس تصریف و تذکیر نے انمین کچھ اثر نہ بڑھایا سواے نفرت کے یعنی بجاے اثر نور و الفت و محبت کے انمین نفرت اور زیادہ ہو گئی۔ اصل یہ تھا کہ انکو اپنے رب عز و جل سے اُنس و الفت ہوتی اور نہ تھی تو اس قرآن سے ہو جاتی مگر بجاے اسکے انمین دوری و وحشت بڑھی۔ ابوحیان نے کہا کہ لغت مین تصریف کے جس سے صرفنا ماخوذ ہو یہ معنی ہین کہ ایک چیز کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیرنا پھر یہ کنایہ ہو گیا اچھی طرح خوب واضح بیان سے حمزہ و کسائی کی قرات مین لیذکروا بدون تشدید از ذکر ہو یعنی سوچ لین و غور کرین۔ و باقیون کی قرات مین تشدید ہو۔ یہان ایک تلویح ہے کہ ایمان والے مین قرات قرآن سے ایک اُنس و خضوع بڑھتا ہو بخلاف کافرون کے سراج مین ہو کہ حضرت سفیان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب اس آیت کو پڑھتے تو رو کر کہتے کہ اے رب اسنے مجھے تیری جانب خضوع بڑھایا جس نے تیرے اعدا مین خالی نفرت بڑھائی ہو۔ پھر چونکہ مشرکین مین یہ بھی حماقت بدیہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سواے اور بھی آلہہ قرار دیتے جنکی پرستش کرتے تھے اور یہ توحید کے خلاف ہو اور صرف اٹکل و گمان کی بات ہو تو اسکو رد فرمایا اور ان کی حماقت پر تنبیہ کی بقولہ تعالیٰ قُلْ۔ کہدے اے محمد صلعم یعنی انکو فہمایش و تنبیہ کردے کہ لَّوْ كَانَ مَعَهٗ۔ اگر ہوتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ آلہہ جیسے تم کہتے ہو حالانکہ اگر دنیا مین اسطرح ایک ادنیٰ کے واسطے سلطان کہا جاوے تو مضحکہ ہو پھر یہ تو سمجھو کہ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا تب تو بڑی خواہش کرتے راہ کی طرف ذی العرش کے یعنی مخالفت کرکے دنیاوی بادشاہون کی طرح مقہور کرنا چاہتے۔ واضح ہو کہ بندگی اسکی جو خالق آلہہ ہو اور آلہہ مین تمام کمالات ضرور ہین از انجملہ پوری قدرت کہ جس سے ہر جاندار حیوان و انسان کو ہر وقت اُسکی خواہش و ضرورت کے موافق جو چاہے دیدے اور ہر مظلوم جسکو چاہے بچاوے اور جسکو چاہے اُسکے کردار کی سزا دے غرضکہ اسکو ہر طرح کے نفع پہونچانے و ہر طرح کے ضرر دور کرنے کی قدرت کامل ہو تو ضرور ہی کہ ہر دم ہر مخلوق کے سب حال کا اسکو علم ضرور ہو پس جب ایک ایسا کامل ہوا تو کسی آلہہ کی ضرورت نہین ہو وہی صاحب العرش ہو گویا کہ سلطنت کامل جو عرش

سے تعبیر ہی اسی کے واسطے ہوئی لہذا آلہ ذو العرش ہی اس سے معلوم ہوا کہ سواے ایک کے دوسرا آلہ نہین ہو سکتا لہذا دوسری آیت مین فرمایا
کہ لو کان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا یعنی اگر سواے اللہ تعالے کے دونون آسمانون و زمین مین کوئی آلہ ہوتے تو یہ مخلوق تباہ ہو جاتی۔ اور واضح ہو
کہ بعضے علمارنے زعم کیا کہ یہ اسوجہ سے ہوتا ہی کہ باہم آلہہ مین اختلاف ہوتا تو ہر ایک دوسرے پر غلبہ چاہتا تو مخلوقات تباہ ہوتی مگر اسپر اعتراض
وارد ہوا کہ شاید باہم متفق ہو کر کاروائی کرتے تو کچھ بربادی نہ ہوتی اسکا جواب دیا کہ یہ خلاف عادت ہی کیونکہ عادت یون ہی جاری ہی کہ اختلاف
ہوتا ہی اسپر اعتراض کرنے والے نے کہا کہ پھر یہ دلیل قطعی نہ ہوگی کیونکہ اختلاف تو عادت کی راہ سے ہوتا ہی لیکن احتمال یہ باقی ہی کہ شاید انکی عادت
اختلاف کی نہ ہو تو ثبوت نہ ہوگا۔ اسکو مان لیا کہ ہان یہ دلیل سمجھ مین آجانے کے لیے کافی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ سب غلط ہی اور صحیح یہ ہی کہ یہ دلیل قطعی ہی اور
اسکی تقریر یہ ہے کہ تمام عالم ہر حال مین اپنے خالق عز و جل کے قبضۂ تدبیر مین رہتا ہی اگر ایک لحظہ بھی نہو تو فنا ہو جاوے اور یہ قاعدہ ہے کہ
جو چیز کسی دوسری چیز کے واسطے اسکے وجود کی علت ہی تو علت جب تک قائم ہی وہ چیز قائم رہیگی جب نہ ہو تو قائم نہ رہیگی جیسے جب تک ہاتھ کو
حرکت ہو تب تک کنجی کو حرکت ہوتی رہیگی اور اگر ہاتھ کو ٹھہراؤ تو کنجی بھی ٹھہر جاویگی جب یہ معلوم ہوا تو ہم کہتے ہین کہ اس عالم کا خالق آلہ صرف
ایک ہی ہو سکتا ہی اور اوپر بیان ہوا کہ اسمین سب کمالات ہونگے کسی طرح کا نقصان نہ ہوگا پس اگر کوئی کہے کہ سواے ایک کے دوسرا بھی ہو سکتا ہے
تو ہم پوچھتے ہین کہ اول مین صفت علو تھی یعنی سب سے عالی اور سب اُسکے قبضۂ تدبیر مین ہین اور ظاہر ہی کہ سب سے عالی صرف ایک
ہو سکتا ہی پس اگر اول ہی تو دوسرا نہین ہو سکتا اور یہ بدیہی ہی اور اگر دوم ہی تو اول نہین ہو سکتا غرضکہ یہ صفت کمال صرف ایک مین منحصر ہی
اور اگر یہ صفت کسی مین نہ ہو تو کوئی آلہ نہ ہوگا ولیکن اول مین ہی تو پس وہی اللہ ہی اور باقی ممکن نہین ہی۔ علاوہ اسکے جب اول مین علو و اُس کے
قبضہ مین باقی سب کا قیام ہی تو ہم پوچھتے ہین کہ دوسرا جسکو تم آلہ کہتے ہو وہ بھی اول کے قبضہ تدبیر مین مقہور ہی یا نہین ولیکن ابھی معلوم ہوا کہ سواے
اُسکے جو کچھ موجود ہی سب اسکے قبضۂ تدبیر مین ہی تو دوسرا جو اول کے قبضۂ تدبیر مین ہی آلہ نہین ہو سکتا کیونکہ وہ ناقص محتاج مقہور ہی اور دوسرا
جب کہ خود مقہور مجبور ہی تو وہ اول پر بوجہ نقصان کے قاہر قادر نہین ہو سکتا کیونکہ وہ کامل قاہر قادر ہی پس قطعی ثابت ہوا کہ اس آیت سے
صرف وحدت الٰہی ثابت ہوتی ہی اور وہ قطعی ہی اور یہین سے ظاہر ہوا کہ حضرت باری تعالے جل شانہ کی جناب مین ایسے بیہودہ اوہام کو گنجائش ہی
نہین ہی اسی واسطے اپنی ذات پاک کی تسبیح فرمائی لقولہ سُبۡحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوۡلُوۡنَ عُلُوًّا کَبِیۡرًا یعنی ہر نقص و عیب سے کمال پاکیزہ ہی
اور متعالی ہی یعنی کمال صفات مین ہر وہم و گمان و خیال سے بے انتہا بلند ہی کیونکہ جو وہ کہین وہ انھین کا وہم و خیال و گمان ہی وہ ان سب سے
متعالی ہی علو کبیر کے ساتھ پس بے انتہا پاک و بزرگ ہوا اسی واسطے عارفان کبریٔ جلال کہتے ہین کہ عظمت و شان الٰہی ہر بشر کے وہم و خیال و گمان
سے باہر ہی کیونکہ آدمی مخلوق ہی اور جو وہم و خیال وغیرہ انسان مین ہی وہ بھی مخلوق ہی اور ان اوہام کا دوڑانا یہ مخلوق کے اندر قوت وہم مخلوق کا
ایک فعل مخلوق ہی پس جو کہ اسقدر ضعیف خلقت ہو اُسکو پاک قدیم سے ذرا بھی مناسبت نہین ہی۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ یہان علوا کبیرا فرمایا اور
علو اکبر نہین فرمایا تو اسمین کیا فائدہ ہی جواب دیا کہ اولاد و جورو و شرکا وغیرہ جن چیزون کی نسبت مشرکین کفار جو احمق ہوتے ہین جانورون سے
بدتر ہین اللہ تعالے جل شانہ کی طرف کرتے ہین ان چیزون مین اور اللہ تعالے مین اسقدر منافات و جدائی ہی کہ ذرا بھی نسبت نہین ہو سکتی ہی
اور یہ تباین اس حد تک بے انتہا ہی کہ یہان کچھ زیادتی کا وہم بھی نہین صحیح ہی تو صیغہ تفضیل اکبر یہان بے معنے ہوگا جب کہ یہان زیادتی و کمی
کی گنجایش ہی نہین ہی۔ حمزہ و کسائی کی قراءت مین تقولون بتا رخطاب ہی یعنی اے مشرکو جو تم کہتے ہو۔ اور باقیون کی قراءت بیا رتحتیہ ہی۔ پھر
بیان فرمایا کہ اللہ تعالے کی تسبیح تمام اسکی مخلوقات کرتی ہی وصف کمال کے ساتھ پس فرمایا۔ تُسَبِّحُ لَہُ السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرۡضُ تسبیح

کرتے ہین اس اللہ ذوالعظمۃ والکبریا العلی الکبیر کے واسطے آسمان ساتون اور زمین ساتون۔ وَمَنْ فِيْهِنَّ اور جو عقل والے انمین ہین یہ سب
خاصۃً اللہ تعالے ہی کے واسطے تسبیح کرتے ہین پھر عاقل وغیر عاقل سب کی تسبیح کو بیان فرمایا بقولہ۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اور نہین ہے شے
مین سے کوئی بھی اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ۔ مگر آنکہ وہ تسبیح کرتی ہے اُسکی حمد کے ساتھ۔ یعنی ہر چیز پڑھتی ہی کہ سبحان اللہ وبحمدہ اور امام بخاری نے
آخر صحیح مین روایت کی کہ دو کلمہ ہین کہ زبان پر ہلکے ہین اور میزان مین بھاری ہین اور اللہ عز وجل کو محبوب ہین وہ سبحان اللہ وبحمدہ
وسبحان اللہ العظیم ہین۔ طبرانی کی روایت عبد الرحمن بن قرط مین ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے داہنے جبرئیل و بائین میکائیل تھے
دونون آپ کو لیکر اڑے یہانتک کہ آسمانون تک پہونچے پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے واپس ہوکر بیان فرمایا کہ مین نے آسمان مین تسبیح سنی
مع بہت سی تسبیحات کے آسمان تسبیح پڑھتے تھے اپنے خالق صاحب ہیبت کے واسطے ڈرتے ہوے اسکی بزرگی سے کہ سبحان العلی الاعلی سبحانہ وتعالے
وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ۔ ولیکن تم انکی تسبیح کو نہین سمجھتے ہو۔ ضمیر تسبیحہم مین دلالت ہی کہ ایسے مخلوق ذی عقل مین سے بھی ہی کہ بہت آدمی
انکی تسبیح کو نہین سمجھتے ہین جیسے حیوانات ونباتات وجمادات کی تسبیحات کو نہین سمجھتے ہین کیونکہ یہ آیت تو جملہ اشیاء حیوانات ونباتات وجمادات
کو شامل اور عام ہی کہ یہ سب تسبیح کرتے ہین جیساکہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا اور کہا کہ دو قول ہین انمین اشہر یہی ہی کہ یہ سب تسبیح کرتے ہین۔ محی السنہ
نے معالم مین لکھا کہ ابن عباس سے مروی ہی کہ ہر چیز زندہ کوئی ہو تسبیح کرتی ہی اور قتادہ نے کہا کہ مراد حیوانات ونامی چیزین ہین عکرمہ نے کہا
کہ درخت تسبیح کرتا ہی اور لکڑی کا ستون نہین تسبیح کرتا ہی۔ مقدام بن معدی کرب سے مروی ہی کہ خاک تسبیح کرتی ہی جبتک بھگوئی نجاوے پھر جب
بھگوئی گئی تو تسبیح چھوڑتی ہی اور پتی جبتک درخت پر ہی تسبیح کرتی ہی اور جب گری تو تسبیح ترک کرتی ہی اور کپڑا جبتک نیا ہی تسبیح کرتا ہی جب میلا ہوا تو تسبیح
چھوڑ دیتا ہی اور پانی جبتک جاری ہی تسبیح کرتا ہی جب ٹھہر گیا تو تسبیح چھوڑ دیتا ہی اور وحش وطیور اپنی روانی اور پرواز مین تسبیح کرتے ہین اور جب ساکن
ہوے تو تسبیح ترک کرتے ہین۔ ابراہیم نخعی رح نے فرمایا کہ ہر چیز خواہ جاندار ہو یا بے جان (جانور ۱۲) ہو اسکی تسبیح کرتی ہی حتی کہ دروازہ کا کواڑ اور چھت کی کڑیان
مجاہد رح نے کہا کہ ہر چیز اپنے اللہ تعالے کی تسبیح کرتی ہی خواہ زندہ ہو یا مردہ ہو یا جماد ہو اور اسکی تسبیح یہ ہی سبحان اللہ وبحمدہ۔ مترجم کہتا ہی کہ جن بزرگون
نے کہا کہ پتی جبتک تازہ رہتی ہی تسبیح کرتی ہی اور جب خشک ہوجاتی ہی تو تسبیح چھوڑتی ہی اسکے واسطے اقتباس اس حدیث سے بھی ہو سکتا ہی جو صحاح
مین ہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو قبرون مین دیکھا کہ دونون عذاب کیے جاتے ہین فرمایا کہ ان دونون پر عذاب کیا جاتا ہی اور کچھ بڑی بات
پر عذاب نہین کیے جاتے ایک تو چغلخوری کرتا تھا اور ایک پردہ نہین کرتا تھا پیشاب کرنے مین۔ پھر ایک تازہ شاخ خرما لیکر دو ٹکڑے کرکے دونون پر
ایک ایک رکھدی اور فرمایا کہ امید ہی کہ جبتک یہ خشک نہون انپر سے عذاب مین تخفیف ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس شاخ کی تری مین ایسا
جو خشک ہونے مین نہین ہی اور وہ تسبیح تھی۔ ولیکن ستون حنانہ کی روایت مشہور صحاح مین سے ہی اسی واسطے محی السنہ نے معالم مین لکھا کہ جمادات
مین اللہ تعالے کا ایک علم ہی کہ سوائے اسکے غیرون کو اسپر وقوف نہین ہی تا پس اُسپر ایمان لانا چاہیئے اور اُسکا علم جناب آلہی مین سپرد کرنا چاہئے
اور لکھا کہ بعض علماء معانی نے اس آیت مین تاویل کی کہ آسمانون وزمین اور سوائے عقلاء کے دیگر حیوانات ونباتات وجمادات انکی تسبیح کے
معنی یہ ہین کہ جبتک یہ ایک لطیف ترکیب وخوبصورت صفت پر ہین اپنے خالق عز وجل کی پاکی قدرت پر دلالت کرتے ہین پس یہی بمنزلہ
تسبیح کے ہی۔ امام محی السنہ نے اسکے بعد لکھا کہ صحیح قول اول ہی یعنی ان اشیاء کی تسبیح حقیقی ہے اور یہی سلف سے منقول ہی اور سراج مین لکھا کہ
ابن الخازن رح نے کہا کہ قول اول اصح ہی اور وہی سلف سے منقول ہی اور احادیث اسی پر دلالت کرتی ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ آیات بھی صریح
ہین بمانند قولہ تعالے وسخرنا مع داود الجبال یسبحن والطیر۔ یعنی ہم نے مسخر کردیا داؤد کے ساتھ پہاڑون کو کہ تسبیح کرتے تھے اور پرندون کو۔ اور اگر

کوئی تاویل کرے کہ یہ ایک خاص طور پر اللہ تعالےٰ نے انکو قوت تسبیح دیدی تھی تو جواب یہ ہے کہ ایسی تاویل کی ضرورت اسوقت ہو گی کہ دوسری آیات حقیقی تسبیح کی جو انکی عام جبلت میں ہو مثبت نہون۔ وماننذ قولہ تعالےٰ الم تران اللہ یسبح لہ من فی السموات والارض والطیر صافات کل قد علم صلاتہ وتسبیحہ یعنی تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ ہی کے لیے تسبیح کرتے ہین وہ جو آسمانون و زمین مین ہین اور پرند باز و پھیلائے ہر ایک نے اسکی صلوٰۃ و تسبیح جان لی ہے یہین سے مقدام بن معدی کرب کا قول ہے کہ پرند جب تک اڑتا ہے تسبیح کرتا ہے پھر سکون ہوا تو تسبیح ترک کرتا ہے ولیکن دوسری احادیث سے ثابت ہوا کہ اڑنا کچھ قید تسبیح نہین ہے پھر پہاڑون کا عظمت الٰہی سے شق ہونا اور انسے پانی جاری ہونا وغیرہ آیات مین مصرح ہے اور اسی طرح آسمانون و زمین و پہاڑون پر امانت کا پیش کیا جانا اور انکا پناہ مانگنا اور قولہ تعالےٰ قالتا آتینا طائعین وغیرہ صریح ہین کہ انکو اللہ تعالےٰ کی معرفت کا ایک علم ہے اور واحدی رح نے بھی سلف سے یہی نقل کیا اور تفسیر کبیر وغیرہ مین ایک استدلال لطیف نقل کیا ہو کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم یعنی چوپایون و پرندون کو آدمیون کے مثل اُمتین قرار دیا اور فرمایا کہ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر یعنی ہر اُمت مین اُسکا نبی گذرا ہے تو معلوم ہوا کہ چار پایون و جانورون و پرندون مین انکے انبیاء ہین۔ اور مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک انصاری کے اونٹ نے شکایت کی پس اظہر یہ ہے کہ بنی آدم کا پیغمبر تمام مخلوقات کے پیغمبرون کا سردار ہے اور شاید کہ مخلوقات کے انبیاء کو پیغمبر بنی آدم سے تعلق ہے پھر مترجم کہتا ہو کہ تسبیح انسانی سب سے محبوب ہے اور یہان ایک بھید ہے کہ آدمی جب بھوک سے تسبیح کرنے سے عاجز ہو تو حلال جانور کو ذبح کرکے کھانا جو اسکے حق مین مباح ہو وہ اسی معنی مین مستحسن ہو کہ انسانی تسبیح اس سے اشرف ہے واللہ تعالےٰ اعلم فافہم۔ شیخ ابن کثیر رح نے تسبیح کو حیوانات و نباتات و جمادات مین عام قرار دیکر لکھا کہ صحیح بخاری مین ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ ہم لوگ طعام کا تسبیح کرنا سنتے تھے درحالیکہ وہ کھایا جاتا تھا اور ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث مین ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریان اپنے دست مبارک مین لین اُنسے تسبیح سنی گئی جیسے شہد کی مکھیون کی آواز ہوتی ہو اور ایسے ہی حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے ہاتھون مین سے سنی گئی اور یہ حدیث مسانید مین مشہور ہو امام احمد رح نے حضرت انس رضہ سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کے یہان گئے دیکھا کہ انکے چوپایہ سواری کے کھڑے ہین اور انپر کجاوہ باندھنے کا انتظام ہے پس اس قوم سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ انپر سوار ہو سالم اور انکو چھوڑو سالم اور بازارون و راستون مین اپنی باتین کرنے کے واسطے انکو کرسیان مت بناؤ کہ بسا اوقات سواری کا جانور اپنے سوار سے بہتر ہوتا ہو اور سوار سے وہ زیادہ اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والا ہوتا ہو۔ سنن نسائی مین عبداللہ بن عمر رضہ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کے قتل کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسکا بولنا اسکی تسبیح ہو۔ قتادہ رح نے عبداللہ بن باقی کے واسطہ سے عبداللہ بن عمرو سے روایت کی کہ آدمی نے جب لا آلہ الا اللہ کہا تو یہ کلمہ اخلاص ہو کہ اللہ تعالےٰ کسی شخص سے کوئی عمل قبول نہین کرتا یہانتک کہ وہ یہ کلمہ کہے اور جب اُسنے الحمد للہ کہا تو یہ کلمہ شکر ہو جس نے یہ نہین کہا اُسنے اللہ تعالےٰ کا کچھ شکر ادا نہ کیا اور جب اُسنے اللہ اکبر کہا تو یہ کلمہ آسمان و زمین کا درمیان خالی بھر دیتا ہو اور جب اُسنے سبحان اللہ کہا تو یہ کلمہ صلوٰۃ خلائق ہو کہ اللہ تعالےٰ نے کسی کو اپنی مخلوقات مین سے نہین چھوڑا مگر آنکہ انکو صلوٰۃ و تسبیح کا مقرر کیا ہو یعنی ہر مخلوق کوئی ہو اسکو پڑھتی ہو اور جب بندہ نے کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہو کہ میرا بندہ اسلام لایا اور میرے واسطے گردن جھکائی قبول کرے۔ امام احمد نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اسپر طیلسان کا ایک جبہ تھا جسمین دیباج کا فیتہ تھا یا دیباج کی گھنڈیان تھین پس اُسنے کہا کہ یہ تمھارا سردار چاہتا ہو کہ ہر ایک چرواہے کے لونڈے کو بلند کرے اور ہر سردار زادہ کو پست کرے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غضبناک اسکی طرف کھڑے ہوے اور اسکے جبہ کے بند کو پکڑ کر

کھینچا پھر فرمایا کہ مین تجھپر العقل کے کپڑے نہین دیکھتا پھر آپ واپس ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ جب نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو اپنے بیٹونکو بلایا اور فرمایا کہ مین تم دونون کو وصیت کرنا چاہتا ہون تم کو دو باتون کا حکم کرنے کا دیتا ہون اور تم کو دو باتون سے منع کرتا ہون پس مین تمکو اللہ تعالے کے ساتھ شرک کرنے سے اور تکبر کرنے سے منع کرتا ہون اور تمکو لا آلہ الا اللہ کا حکم کرتا ہون کہ اگر یہ سب آسمان اور زمین اور جو کچھ انمین ہی ایک پلہ مین رکھے جاوین اور لا آلہ الا اللہ دوسرے پلہ مین تو اسی کلمہ کا پلہ بھاری ہوگا اور اگر آسمان و زمین ایک حلقہ ہون پھر انپر لا آلہ الا اللہ رکھا جاوے تو ان سب کو ریزہ ریزہ کردے اور مین تمکو سبحان اللہ وبحمدہ کا حکم دیتا ہون کہ یہ سب چیز کی نماز ہی اور اسی سے ہر چیز کو رزق دیا جاتا ہی۔ امام احمد نے اس حدیث کو دوسری اسناد سے بھی روایت کیا اور یہ فقط مسند امام احمد مین ہی۔ اور ابن جریر رح نے اسکو جابر بن عبد اللہ رض سے مرفوع روایت کیا کہ کیا مین تمکو اس سے آگاہ نہ کرون جسکا نوح علیہ السلام نے اپنے پسر کو حکم دیا تھا کہ تو کہا کر سبحان اللہ وبحمدہ کیونکہ یہ نماز خلق کی اور تسبیح خلق کی ہے اور اسی کی وجہ سے خلق کو رزق دیا جاتا ہے۔ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد ضعیف ہی۔ اور لکھا کہ عکرمہ نے اس آیت مین کہا کہ اسطوانہ تسبیح کرتا ہی اور درخت تسبیح کرتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر ایہی صحیح ہے اور معالم سے اوپر منقول ہوا کہ اسطوانہ نہین تسبیح کرتا ہے۔ واللہ تعالے اعلم۔ اور بعض سلف نے کہا کہ دروازہ کی تسبیح اسکی آواز ہی اور پانی کی تسبیح اسکی رفتار کی آواز ہی۔ اور سفیان ثوری رح نے بواسطہ منصور کے ابراہیم نخعی رح سے روایت کی کہ طعام تسبیح کرتا ہے۔ اس قول کے واسطے سورۂ حج کی آیت سجدہ شاہد ہی یعنی ہر چیز جاندار و بیجان تسبیح کرتی ہے اور دوسرون نے فرمایا کہ تسبیح وہ کرتی ہے جسمین روح ہو یعنی حیوانات و نباتات چنانچہ قتادہ نے کہا کہ ہر چیز جسمین روح ہے درخت وغیرہ سے تسبیح کرتی ہے اور ضحاک و حسن بصری رح نے کہا کہ ہر چیز جسمین روح ہے۔ شیخ ابن جریر رح نے ابو الخطاب رح سے روایت کی کہ ہم لوگ یزید الرقاشی کے ساتھ ایک دعوت مین تھے اور وہان حسن بصری بھی تھے پس لکڑی کا خوان آگے کیا گیا تو یزید الرقاشی نے کہا کہ اے ابو سعید یہ خوان تسبیح کرتا ہے تو حسن رح نے جواب دیا کہ کبھی تسبیح کرتا تھا یعنی جب سبز تھا پھر شیخ ابن کثیر رح نے اس قول کے استیناس کے واسطے وہی حدیث ابن عباس ذکر کی جو مترجم نے اللہ تعالے کے فضل و توفیق سے سابق مین ذکر کردی ہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دو قبرون پر سبز شاخ پھاڑ کر رکھی اور فرمایا کہ امید ہے کہ ان دونون سے تخفیف عذاب رہے جبتک یہ لکڑیان خشک نہون۔ اور بعض مفسرین نے نقل کیا کہ سدی رح نے کہا کہ دریا مین جو مچھلی شکار ہوتی ہی یا پرند شکار کیا جاتا ہی تو اس سے کہ تسبیح الہی ضایع کردیتا ہی۔ سراج وغیرہ مین ہے کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ مین ایک پتھر ہے کہ جن ایام مین میری بعثت ہوئی ہے مجھے سلام کرتا تھا اور اب بھی مین اسکو پہچانتا ہون۔ مترجم کہتا ہی کہ اُحُد کا محبوب ہونا اور آپ سے محبت کرنا صحیح مین موجود ہی اور لکھا کہ ابن عمر رض سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک ستون سے تکیہ دیکر خطبہ پڑھا کرتے تھے جب آپ کے واسطے منبر بنایا گیا تو منبر پر خطبہ پڑھنے لگے پس وہ ستون لکڑی کا نرم آواز سے رویا پس آپ نے اُتر کر اپنا ہاتھ اُسپر پھیرا اور ایک روایت مین ہی کہ اسکو گلے سے لگا لیا اور آہستہ اس سے کچھ کہا پس خاموش ہوگیا۔ یہ احادیث دلالت کرتی ہین کہ جمادات بولتے اور تسبیح کرتے ہین۔ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا۔ اللہ تعالے بہت حلم والا اور بڑا مغفرت کرنے والا ہے یہ اسکی حلم مین سے ہی کہ تم کو مہلت دیدی اور تمہاری غفلت پر تمکو مواخذہ فی الحال نہین فرمایا اور تم ایسے جاہل ہو رہے ہو کہ باوجود اشرف المخلوقات ہونے کے تسبیح سے غافل ہو اور سب چیزین تسبیح کرتی ہین اور وہ بڑا غفور ہی کہ جب توبہ کرکے رجوع لاتے ہو قبول فرماتا ہی۔ بخاری و مسلم مین ابو ہریرہ رض سے روایت ہی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء مین سے ایک نبی کو ایک چیونٹی نے کاٹا تو اسنے حکم دیا کہ چیونٹیون کا چھتا جلا دیا گیا پس اللہ تعالے نے اُسپر وحی بھیجی کہ تو نے ایک چیونٹی کے عوض مین اُمتون مین سے ایک امت کو جو تسبیح پڑھتی تھی جلا دیا۔

حسن البصري ۱۲

ابو الشیخ نے اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ زراعت تسبیح کرتی ہے اور اسکا ثواب کاشتکار کو ہوتا ہے اور کپڑا تسبیح پڑھتا ہے اور اُسوقت کہتا ہے کہ اگر تو مومن ہے تو مجھے دھو ڈال۔ اور ابو الشیخ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ہر چیز تسبیح کرتی ہے سوائے کتے اور گدھے کے حسن بصری رح سے مروی ہے کہ قولہ ان من شئی الا یسبح بحمدہ کی تفسیر توریت میں بقدر ہزار آیات کے تھی توریت میں تھا کہ پہاڑ اسی کی تسبیح کرتے ہیں اور درخت جنگلوں میں اور جہاں جہاں لگے ہیں اُسی کی تسبیح کرتے ہیں اور فلان چیز اسکی تسبیح کرتی اور فلان چیز اُس کی تسبیح کرتی ہے تمام تفصیل مذکور ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے تسبح لہ السموات السبع والارض الآیۃ۔ حقایق اشارات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالے عزوجل نے مخلوق کو اپنی قدرت قدیمہ ازلیہ سے اور مشیت سابقہ سے اور ارادہ قدیمہ سے جو قائم بذات پاک ہے اور علم وحکمت سے پیدا کیا پس عادم سے یہ وجود جسپر آثار صفات قدم ظاہر ہیں پیدا ہوا اور اس میں اُس کے آثار قدرت ظاہر ہوئے پس اشیا میں قدرت کا ظہور ارواح وعقول وزبانیں ومعرفت ہیں اور انکے ومعدن قدرت کے درمیان سے حجاب اُٹھا دیا کہ مصادر فعل ظاہر ہوئے اور اشیا نے مصادر فعل وقدرت کے مشاہدہ کیے پس ارواح کو اہتزاز وجنبش ہوئی اسطرح کہ اپنے معدن سے عشق ہوا اور زبان سے توحید کی اور خالق کی تسبیح وتقدیس کی اور یہ بات اس حیات ازلی کی تاثیر سے ہے جو ان اشیا پر فایض ہوتی ہے پس یہ سب چیزیں اپنی زندگی میں یعنی زندہ ہوتے ہیں اسی حیات ازلی سے قائم ہیں یعنی اسی حیات ازلی سے ان اشیا کی زندگی کا قیام ہے اور اسی زبان سے اپنے صانع کی تسبیح کرتے ہیں اور یہ بوجہ غلبہ انوار قدرت واستیلا عظمت کے ہے پس سموات کی تسبیح بزبان عظمت ہے اور زمین کی تسبیح بزبان قدرت ہے اور جو چیزیں اُنکے درمیان ہیں پس اُنمیں جو ذی روح ہیں وہ بزبان صفات وافعال اپنے اپنے مراتب کے موافق تسبیح کرتے ہیں اور تمام اشیاے نباتاتی وجماداتی اہل ظاہر کے قول پر تسبیح کرتی ہیں اور اہل معرفت کے نزدیک تسبیح بزبان اوصاف واسما ونعوت ہے اور عارفین کی تسبیح بزبان ذاتی ہے کیونکہ وہ تجلی آفتاب ازلی وابدی میں ہیں ولیکن سب کی تسبیح کو کوئی پہچانتا نہیں ہے سوائے اُس شخص کے جسکے سر باطن وروح وعقل وقلب وصورت پر حق عزوجل نے ذات وجمیع صفات سے تجلی فرمائی ہے اور اشیا کے واسطے عارفین کے نزدیک روحانی ملکوتی زبانیں ہیں کہ غیبی زبان واشارات سے وے حق عزوجل کی تسبیح کرتی ہیں اس تسبیح کو کوئی سنتا بھی نہیں ہے مگر وہی لوگ جو شہود غیب میں ہیں کہ نطق انکا سچ ہے اور عقل سچ اور عرفان انکا سچ ہے اور تسبیح جمادات کی تصدیق کے لیے وہ حدیث ہے جو حضرت انس بن مالک رض نے روایت کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ آپ نے ایک مٹھی سنگریزے اپنے ہاتھ میں لیے اُنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنی شروع کی یہانتک کہ ہم نے تسبیح اچھی طرح سنی پھر انکو ابوبکر رض کے ہاتھ میں دیا یہانتک کہ ہم نے تسبیح سنی پھر انکو عمر رض کے ہاتھ میں دیا اُنھوں نے تسبیح پڑھی یہانتک کہ ہم نے تسبیح سُنی پھر عثمان کے ہاتھ میں دیا وہاں بھی ہم نے تسبیح سنی پھر وہ ہمارے ہاتھوں میں دیے تو ہمارے ہاتھوں میں انھوں نے تسبیح نہ پڑھی اور اس حدیث کی تصدیق اس آیت سے ہے کہ یا جبال اوبی معہ۔ یعنی اے پہاڑو تسبیح پڑھو اسکے ساتھ اور یہ تو مشہور بات ہے کہ داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ تسبیح پڑھتے تھے چنانچہ آیت کریمہ میں مصرح ہے۔ قولہ انہ کان حلیما غفورا اسکے حلم وغفران سے ہے کہ اُسنے تمام مخلوقات کو اپنی ذات پاک کی معرفت بصفات قدیمہ ازلیہ ابدیہ عطا فرمائی اگر یہ نہ ہوتا تو خلق کا وجود نہ ہوتا اور نہ اسکی زبان سے ذکر نکلتا ولیکن کرم سے ہر ایک کو زبان دی جس سے سب نے اسکی حمد وتسبیح کی پس اسکی حمد ہر ذرہ کو شامل ہے اور اسکی تعریف ہر ذرہ بلسان تسبیح ادا کرتا ہے شیخ ابو عثمان نے فرمایا کہ تمام مخلوقات مختلف زبانوں سے اللہ تعالے کی تسبیح ادا کرتے ہیں ولیکن یہ تسبیح انکی نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے مگر وہی لوگ جو علما ربانی ہیں جنکے دلوں کے کان کھلے ہیں۔ پھر اللہ تعالے نے بعد الوہیت کے

بیان کے رسالت کی تعریف مائی

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ۝ وَّ

اور جب تو پڑھے قرآن کو تو ہم کر دیتے ہیں تیرے درمیان اور درمیان ان لوگوں کے جو ایمان نہیں لاتے آخرت کا پردہ ڈھانپنے والا اور

جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ

ہم کر دیتے ہیں انکے دلون پر ڈھکنے اس سے کہ اسکو سمجھین اور انکے کانون مین ٹھیٹھ اور جب تو ذکر کرے اپنے رب کو قرآن مین

وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ

اکیلا تو پھر جاتے ہین اپنے پشت کے رخ نفرت کرتے ہم جانتے ہین جو وے سننا چاہتے ہین جب کان لگاتے تیری طرف اور

اِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ

جب وے مشورہ کرتے ہین جب کہتے ہین ظالم لوگ کہ تم نہین پیروی کرتے ہو مگر ایک مرد کی جو جادو مین پھنسا ہوا ہے دیکھ تو کیسے انھون نے تیرے حق مین

الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

مثلین بنائین سو بھٹک گئے پس کوئی راہ نہین پاتے ہین

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ یعنی اور جب تو قرآن پڑھے وہ قرآن کہ کوئی بیان مثل اسکے واضح نہین ہے جَعَلْنَا تو ہم اپنی عظمت کے ساتھ کر دیتے ہین۔ بَيْنَكَ تیرے بیچ مین۔ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اور ان لوگون کے بیچ مین جو سولے دنیاوی محسوسات کے آخرت پر ایمان نہین لاتے۔ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا حجاب مستور۔ وہ حجاب انکے دلون پر چھا جاتا ہے کہ جو کچھ تو پڑھتا ہے انکی سمجھ مین نہین آتا اور نہ اس سے نفع اُٹھاتے ہین۔ یہ حجاب ویسا ہوتا ہے جیسے محسوسات مین اُسکی نظیر کھاری و میٹھے سمندر کے بیچ مین پردہ ہے کہ باہم نہین ملتے۔ شیخ ابن کثیر رحمہ نے لکھا کہ قتادہ و ابن زید نے کہا کہ حجاب مستور وہی اکنہ ہین جنکو فرمایا۔ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً۔ اور ہم کر دیتے ہین انکے دلون پر اکنہ یعنی اغطیہ جمع غطاء اور مراد ڈھکنا۔ اَنْ يَّفْقَهُوْهُ بکراہت اس امر کے کہ قرآن کو سمجھین۔ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا اور کر دیتے ہین ان کے کانون مین وقر یعنی ٹھیٹھ جس سے وہ فائدہ مند سننا نہین سنتے ہین مانند اسکے دوسری آیت ہے۔ قالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ وفی آذاننا وقر ومن بیننا وبینک حجاب۔ یعنی جب قدرت الٰہی اپنے بارہ مین مشرکون نے سن لی تو خود بھی کہنے لگے کہ ہمارے قلوب اُس سے جسکی طرف تو بلاتا ہے ڈھکنے مین ہین اور ہمارے کانون مین ٹھیٹھ ہین اور ہمارے اور تیرے درمیان پردہ ہے۔ پھر حجاب مستور جب کہ اغطیہ کے معنی مین ہے تو مستور جو بروزن مفعول ہے بمعنی ساتر ہوا جیسے قولہ تعالے کان وعدہ ماتیا۔ مین ماتیا بروزن مرمیا مفعول بمعنی فاعل ہے یعنی اسکا وعدہ خواہ مخواہ آنے والا ہے ایسے ہی حجاب مستور یعنی پردہ چھپانیوالا ہے اور حجاب کے بعد مستور کا فائدہ یہ ہے کہ پردہ کبھی خفیف مانع ہوتا ہے تو مستور کہنے سے معلوم ہوا کہ یہ حجاب بالکل ساتر رہا اور بعض نے کہا کہ حجاب مستور یعنی وہ پردہ ایسا ہے کہ خود پوشیدہ کیا ہوا ہے اسکو عام نظرین نہین دیکھ سکتی ہین باوجود اسکے وہ کافرون وانکی ہدایت کے درمیان حائل و مانع ہے اور شیخ ابن جریر رحمہ نے اسی کو ترجیح دینے کی طرف میل کیا ہے اور بعض نے یہ تفسیر کی کہ کافرون کے اور تیرے درمیان ہم ایک پردہ کر دیتے ہین بعض اوقات قرآن پڑھنے سے کہ وے ان ظاہری آنکھون سے تجھے نہین دیکھ سکتے ہین شیخ ابن کثیر نے لکھا کہ حافظ ابو یعلی موصلی نے اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ جب سورہ تبت یدا ابی لہب اُتری تو ام جمیل ابو لہب کی کافی

جورو بڑبڑاتی ہوئی آئی اور کہنے لگی کہ مذمم (بجائے محمد ۱۲) ہمارے پاس آیا ہم نے اسکا دین نکال پھینکا اور اسکی بات نہ مانی ۔ وہان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کے پہلو مین ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے تو ابو بکر رض نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ مردار آتی ہی ایسا نہ ہو آپ کو دیکھے اور اسکے ہاتھ مین پتھر تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے نہین دیکھیگی اور آپ نے کچھ قرآن پڑھا اور قولہ اذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لایومنون بالآخرۃ حجابا مستورا ۔ پھر آکر وہ کھڑی ہوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہین دیکھا اور ابو بکر رض سے بولی کہ اے ابو بکر مجھے خبر پہونچی ہے کہ تیرے ساتھی نے میری ہجو کی ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واللہ وہ شاعر نہین ہین کہ تیری ہجو کی ہو ۔ پس یہ کہتی ہوئی پھری کہ قریش کا قبیلہ جانتا ہی کہ مین اسکے سردار کی بیٹی ہون ۔ امام سیوطی رح نے کہا کہ نزول اسکا ایسے ہر شخص کے حق مین ہی جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فریب کا ارادہ کیا پھر واضح ہو کہ مراد قرآن سے یا تو مطلق قرآن ہی اور یا سورہ نحل کی آیت قولہ اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم وسمعہم الآیہ اور سورۂ اسرا مین قولہ وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ الآیہ اور سورہ حٰم جاثیہ کی آیت افرایت من اتخذ الٰہہ ہواہ واضلہ اللہ علی علم الآیہ پس اللہ تعالے ان آیات کی برکت سے آپ کو مشرکون کی آنکھ سے پوشیدہ رکھتا تھا ذکرہ الخطیب اور قرطبی رح نے کہا کہ ان آیات کے ساتھ اول سورۂ یٰس تا قولہ فہم لایبصرون بھی زیادہ ہونا چاہیے کیونکہ سیرت مین ہی کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کا ارادہ کیا تو مکان مین بجاے اپنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سلایا اور وصیت کی کہ قریش کو انکی امانتین میری طرف سے ادا کردینا اور تسکین دیدے کہ کچھ خوف نہین ہی اور یہان قریش کے فاسق و فاجر لوگ مشورہ کرکے آپ کے قتل پر آمادہ ہوے اور انمین سے چھ آدمی تلوارین لیکر آپ کے دروازہ پر منتظر ہوے کہ جس وقت نکلین تو سب ایکبارگی قتل کردین تاکہ خون آپ کا ان چھ آدمیون کے مختلف قبائل پر پھیل جاوے تو بنو ہاشم کو سب قبائل سے لڑنے کی قدرت نہ ہوگی ناچار خون کا عوض مال لینے پر راضی ہوجاوینگے ۔ پس آپ کو معلوم ہوا کہ یہ بدکار دروازہ پر ہین پس آپ اول سورہ یٰس تا فہم لایبصرون پڑھتے ہوے ایک مٹھی خاک لیکر انکے منہون اور سرون پر چھڑکتے ہوے باہر چلے گئے اور اللہ تعالے نے ان بدکارون کی آنکھین اندھی کردین کہ کسی نے آپ کو نہ دیکھا اور نہ ہوش ہوا یہانتک کہ صبح ہوگئی صبح کو شیطان نے بشکل انسان ان سے آکر کہا کہ کمبختو یہان کھڑے کیا کرتے ہو وے لوگ چونک اٹھے اور یکایک مکان مین گھسے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پایا اور پوچھا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے جانتا ہی کہ اسکا رسول کہان ہی اور ان بدکارون نے اپنے منہ اور سرون کو خاک آلودہ پایا اور ہر ایک اپنی راہ چلا گیا ۔ مترجم کہتا ہی کہ ہوسکتا ہی کہ قرآن مجید جامع اوصاف ہو کہ اسکی قرأت سے ظاہری نظر سے بھی مشرکین اندھے ہوجاتے ہون مگر جب یہ قصد کیا جاوے اور باطنی نظر سے ہمیشہ اندھے ہوتے ہین کہ انکے دلون پر ڈھکنے ہوتے ہین جس سے دل مین نہین سماتا اور کانون مین ثقل کہ جس سے نفع نہین ہوتا اور اسی شرک مین منہمک رہجاتے ہین اور سراج مین خطیب نے ذکر کیا کہ روایت ہی کہ ابو سفیان و نضر بن الحارث و ابو جہل وغیرہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے اور آپ کی باتین سنتے تھے ایک روز نضر بن الحارث نے کہا کہ مجھے معلوم نہین ہوتا کہ محمد کیا کہتا ہی سواے اتنی بات کے کہ مین اسکے ہونٹھ ہلتے ہوے دیکھتا ہون ۔ ابو سفیان نے کہا کہ مین تو بعض باتون کو سچ خیال کرتا ہون اور ابو جہل نے کہا کہ وہ مجنون ہی اور ایسی ہی ابو لہب و حویطب بن عبد العزی نے کہا ۔ غرضکہ باوجود اسقدر وضوح و تبیان کے قرآن کی فہم سے ایسے عاری تھے ۔ وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ اور جب تو ذکر کرتا ہے اپنے رب کو فِي الْقُرْآنِ قرآن مین وَحْدَهُ اکیلا یعنی انکے بتون کو متروک و باطل کرتا ہی مثلاً لا الٰہ الا اللہ کہتا ہی یا قرآن کی آیات توحید پڑھتا ہی ۔ وَلَّوْا عَلَىٰ أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا ۔ تو منہ موڑتے ہین اپنے پیٹھون کی طرف نفرت کرتے ہوے یعنی اللہ تعالے کی توحید سے اسقدر بیزار ہین ۔ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ قتادہ رح نے فرمایا کہ جب مسلمانون نے لا الٰہ الا اللہ کہا تو مشرکون نے اس سے انکار کیا اور انپر یہ قول بہت گران گذرا پس ابلیس و اسکے لشکر نے اسکو

تنگ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے یہی منظور فرمایا کہ اسکو جاری فرماوے اور بلند کرے اور جو اسکے واسطے قتال کرے اُسکو نصرت دے اور تمام پر اُس کو
غالب کردے اس کلمہ کو تو اسی چھوٹے سے جزیرہ والے پہچانتے ہیں جو چند رات دن میں طے ہو جاتا ہے۔ ابن جریر نے یہان ابن عباس رضہ سے
قولہ ولوا علی ادبارہم نفورًا کی تفسیر مین روایت کیا کہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے شیاطین ہین شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول غریب ہے ورنہ
شیاطین تو قرأت قرآن و اذان و ذکر الٰہی سے بھاگ جاتے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید ابن عباس کی مراد وہ آدمی ہون جو شیاطین کے کمال
طاعت مین شیاطین الانس ہوتے ہین۔ خطیب نے ذکر کیا کہ قولہ وحدہ منصوب ہونے کی دو وجہ ہین ایک یہ کہ نصب اسکو حال واقع ہونے
سے ہے اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اور یہ ضمیر کی طرف مضاف ہے تو جواب یہ کہ لفظ مین اگرچہ معرفہ معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت نکرہ ہے کیونکہ بمعنے منفردًا ہے
اور دوم یہ کہ منصوب بالظرفیت ہے اور خطیب نے قولہ نفورًا مین لکھا کہ اس مین بھی دو وجہ ہین ایک یہ کہ نفور مصدر ہو تو مفعول مطلق ہے مگر فعل کے
لفظ سے نہین ہے اور معنی مین واحد ہے کیونکہ ولوا اور نفور ایک ہی معنی مین ہین پس یہ مفعول مطلق واسطے تاکید کے ہے اور دوم یہ کہ نفور حال از
فاعل ہے اور اس صورت مین وہ جمع نافر ہے جیسے قعود جمع قاعد اور شہود جمع شاہد وغیرہ۔ اور لکھا کہ علماء مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ قرآن سنتے وقت
کافرون کی حالت کئی طرح پر ہوتی تھی بعضے تو لہو مین ڈالتے تھے چنانچہ اولاد قصی مین سے دو بھائی دو طرف کھڑے ہو کر تالیان بجاتے اور سیٹی
دیتے اور اشعار پڑھکر مخلوط کرتے تھے تاکہ سننے مین خلل ہو اور بعضے جب قرآن مین ذکر الٰہی سنتے تو مبہوت رہجاتے اس مین سے کچھ نہین سمجھتے تھے
اور بعضے جب آیات توحید و مذمت مشرکین سنتے تو پیٹھ پھیر کر چل دیتے۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ ہم خوب جانتے ہین وہ بات جسکے
سبب سے کان لگاتے ہین۔ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ جبکہ تیری جانب کوشش سے سننے کو کان لگاتے ہین تاکہ تیری قرأت سنین۔ وَاِذْ هُمْ
نَجْوٰٓى اور جب کہ وے باہم شوریٰ کرنیوالے ہین یعنی باہم مشورہ کرتے ہین اسطرح کہ سننے سے مُنھ موڑکر باہم ایک دوسرے کی طرف نظر اُٹھاتے
ہین کہ کس ذریعہ سے لوگون کے دلون سے اعتقاد و میلان دور کرین چنانچہ بیان فرمایا۔ اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا
مَّسْحُوْرًا جبکہ ظالمین یعنی قریش کے سردار لوگ یہ کہتے ہین کہ تم نہین پیروی کرتے مگر ایک مرد مسحور کی یعنی ایک مرد کی جو خداع مین گرفتار ہے
اور اسکی عقل مغلوب ہو گئی ہے خطیب نے ذکر کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت علی رضہ کو حکم دیا کہ طعام تیار کرکے اشراف
قریش کو بلاؤ جب آئے تو آپ نے قرآن انکو سُنایا اور توحید کی طرف بلایا اور کہا کہ لا الٰہ الا اللہ کہو تاکہ عرب تمہارے مطیع ہون اور عجم
تمہارے دین پر آوین اُنھون نے انکار کیا اور قرآن سنتے وقت کہتے کہ ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔ اگر کہا جاوے کہ اُنھون نے پیروی نہین
کی تھی پھر کیونکر کہتے تھے جواب دیا گیا کہ معنی یہ ہین کہ اگر تم پیروی کرو تو پیروی ایسے مرد کی ہوگی جو مسحور ہے۔ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ
دیکھ تو کیسے ان گمراہون نے تیرے واسطے مثلین بیان کین یعنی بعض نے شاعر و بعض نے جادوگر اور بعض نے جادو مین پھنسا ہوا اور بعض نے
کاہن و بعض نے معلم و بعض نے مجنون بیان کیا حالانکہ تجھ مین اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ بھی نہین بلکہ تو رسول اللہ سید المرسلین امام الانبیاء
والصدیقین والشہداء والصالحین ہے یہ سب لوگ خود گمراہ ہین۔ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا پس خود گمراہ ہوے تو اس
سے اُنکے حق مین یہ نتیجہ ہوا کہ نہین استطاعت پاوینگے راہ کی یعنی راہ حق نہ پاوینگے کیونکہ راہ حق تیری طاعت و پیروی مین ہے پس اگر تجھ سے
منکر ہون تو سواے گمراہی کے کوئی راہ نہین ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے اس آیت کی تفسیر مین لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد صلے اللہ
علیہ وسلم کو باہمی مشورہ کفار قریش سے جو خفیہ کیا کرتے تھے آگاہ فرمایا کہ اپنی قوم سے پوشیدہ انکے سردار تیری قرأت سننے کو اسواسطے آتے ہین
کہ کوئی اپنی راے مین شاعر بتاوے اور کوئی ساحر وغیرہ اور آخر مین سب نے مسحور قرار دیا۔ اور لکھا کہ محمد بن اسحاق نے اپنی کتاب سیرت

مین محمد بن مسلم بن شہاب زہری سے روایت کی کہ ابو سفیان بن حرب وابو جہل بن ہشام اور اخنس بن شریق الثقفی ایک رات اپنے مکان سے اسواسطے نکلے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی قرأت سنین اور آپ اپنے گھر مین رات کو پڑھا کرتے تھے پس ہر ایک نے اپنے واسطے ایک ٹھکانا مقرر کیا کہ وہان بیٹھکر سنتا تھا اور ایک کو دوسرے کا ٹھکانا معلوم نہ تھا پس رات مین انھون نے سنا یہانتک کہ جب فجر ہوگئی تو متفرق ہوگئے جب راستہ مین ملے تو ایک نے دوسرے کو ملامت کی اور کہا کہ اب ایسا مت کرو کہ اگر تم مین سے بعضے بیوقوف تمکو دیکھینگے تو تمہارے اس فعل سے اُسکے دل مین کچھ اور بات پڑجائیگی۔ جب دوسری رات آئی تو پھر اُنمین سے ہر ایک اپنے ٹھکانے آیا اور رات مین سنتے رہے دوسرے روز پھر راہ مین ملے تو آپس مین تذکرہ ہوا اور سب نے پہلے روز کی طرح عہد کیا کہ اب نہ آوینگے پھر جب تیسری رات ہوئی تو ہر ایک نے اپنا ٹھکانا لیا اور رات مین سنکر طلوع فجر کے بعد متفرق ہوے تو راہ مین مجتمع ہوے تو بعض نے بعض سے کہا کہ آج ہم جدا نہ ہونگے یہانتک کہ باہم ایک بات پر عہد کرلین کہ آیندہ ایسا نہ کرین پس یہ عہد کرکے متفرق ہوگئے پھر صبح کو اخنس بن شریق نے اپنا عصا لیا اور نکل کر ابو سفیان کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابو حنظلہ تم نے جو محمد سے سُنا اس مین مجھے اپنی رائے بتلاؤ ابو سفیان نے کہا کہ اے ابو ثعلبہ واللہ مین نے بہت سی باتین سنین کہ جنکو مین نے جان لیا اور انکی مراد بھی جان لی اور بہت ایسی باتین بھی سنین کہ نہ مین نے اُنکے معنی جانے اور نہ مراد معلوم ہوئی۔ تو اخنس نے کہا کہ جسکی تو نے قسم کھائی مجھے بھی اسی کی قسم کہ یہی میرا حال ہی پھر ابو سفیان کے پاس سے نکل کر ابو جہل کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اے ابو الحکم تو نے جو محمد سے سُنا اُس مین تیری کیا رائے ہی وہ بولا کہ تو نے تو سُن لیا ہی اور بات یہ ہی کہ ہم نے اور بنو عبد مناف نے شرافت مین جھگڑا کیا کہ کون زیادہ شریف ہی سو اگر اُنھون نے کھانا کھلایا تو ہم نے بھی کھانا دیا اور انھون نے غریبون کو سواری دی تو ہم نے بھی دی اور اُنھون نے مفلسون کو دیا تو ہم نے بھی دیا یہانتک کہ جب ہم دونون گھٹنون کے بل برابر ہوے اور ایسے ہوگئے جیسے گاڑی کی جوڑی گھوڑون کی ہوتی ہی تو انھون نے دعویٰ کیا کہ ہم مین ایک نبی ہی اُسپر آسمان سے وحی آتی ہی تو پھر یہ بات کہان سے لائی جاوے اور ہم کیونکر پاوین مین تو واللہ کبھی نہ ایمان لاؤنگا اور نہ کبھی تصدیق کرونگا پھر اخنس اُسکو چھوڑ کر چلا آیا۔ ف فی العرائس قولہ تعالے واذا قرأت القرآن جعلنا بینک وبین الذین لا یؤمنون الآیہ۔ اسمین اشارت ہی کہ جب تک آدمی صدق واخلاص سے معاملات مین اپنے درجہ کو نہین پہونچتا اسوقت تک اس درجہ کے لائق معانی سے مشرف نہین ہوتا اور اسرار سے واقف نہین ہوتا اور ہر ایک کی قرأت علٰحدہ ہی پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا یہ مرتبہ ہی کہ جب آپ پڑھتے تو فہم کتاب ومعانی حقایق کے درمیان انکے قلوب وعقول وارواح کے درمیان غیرت الٰہی کا حجاب ہوتا تھا پس ظاہری ابصار سے اسرار صفات نہین دیکھ سکتے تھے پس بیکار ہوجاتے تھے اور قلوب کے کانون سے لطائف حکمت نہین سنتے تھے کہ دلون مین مؤثر ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن پڑھتے تو آپ نور صفات سے منور اور تجلیات سے موشح ہوجاتے کیونکہ مشاہدۂ ذات وصفات حاصل ہوتا تھا اور اہل الحق کے نزدیک اشارہ ہی کہ جب آپ اس مقام پر پہونچتے تو غیرت قدم نہ چاہتی کہ ایسے مستغرق بندے کو کوئی غیر دیکھے سوائے اسکے جو مقامات مین اسکے ہمقدم ہو اور اگر کوئی آپ کو اس حال مین دیکھتا تو ہیبت الٰہی سے اسکی عقل پراگندہ وروح پرواز کرجاتی قولہ وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ الآیہ اس قول پر دلیل ہی اور اشارہ ہی کہ جب تجلیات کلام الٰہی مین مستور ہوا تو جو نگاہین لائق ان تجلیات کے نہین ہین انسے بھی ضرور مستور رہیگا اور یہ لوگ وہی مشرکین اہل باطل ہین جن کو قرآن واسکے احکام پر ایمان نہین جس سے آخرت سے بھی منکر ہین۔ حاصل یہ کہ قرأت قرآن کی حالت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کافرون ومشرکون کی نظر سے اسوجہ سے محجوب ومستور ہوتے تھے کہ قرآن مجید بیان صفات پاک ہی اور قرأت اسکے ظہور تجلیات وسکینت ہی اور ان تجلیات

ورحمت خاصہ کا پرتو اُن لوگون کے واسطے ہی جو مطرود بارگاہ ازل نہون پس جو لوگ کہ آخرت سے منکر و مشرک و کافر ہین انکی نظرون پر حجاب مستور کردیا جاتا ہی اور یہ بدین معنی ہمیشہ ضروری ہی کہ یہ نعمت خاصہ مطرودین کو کبھی نصیب نہوگی اسیواسطے شیخ رحنے کہا کہ بہت سے اہل الصدق جو اغیار و کفار سے بھاگنا چاہتے ہین وہ قرآن کے پردہ مین پوشیدہ ہوتے ہین پس جملہ ضرر سے مصئون ہوجاتے ہین مثلاً اسنے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہا کہ مخلوق کی نگاہون سے مخفی ہوگیا اور یہ حال ایسے لوگون کا ہی جو متقی اور مخفی ہین بعض مشائخ نے کہا کہ جس نے اپنے اعمال سے حصن چاہا یا اپنی نفس مین یا اپنی جنس کے آدمیون سے حصن چاہا اُسنے اپنا وقت برباد کیا وہین ہلاک ہوگا جہان اُسنے امن چاہا ہی اور جس نے کتاب الٰہی سے حصن چاہا وہ اچھے حصن مین ہی اور جہانتک ترقی کرے امون و مصئون ہی شیخ ابو یزید رح جب اس آیت کو پڑھتے تو اپنے لوگون سے فرماتے کہ تم جانتے ہو کہ یہ حجاب کون ہی یہ حجاب غیرت ہی حدیث مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالے سے بڑھکر کوئی غیرت والا نہین ہی قولہ واذا ذکرت ربک فی القرآن وحدہ الآیہ ۔ جب حق عز وجل کو بصفات حق ذکر کیا بصفت وحدت و فردانیت اسطرح کہ حبیب منفرد محبیب ہوا اور متوحد بوحدت حبیب ہوا اور اُسکی صفات سے متصف ہوا تو اسکا وجود ربانی صمدانی وحدانی جبروتی ملکوتی ہوگیا پس جو حادث اُسکے نزدیک کیا جاوے وہ زائل ہوجائیگا اور اُس سے ہر شیطان دور بھاگیگا ۔ جب قرآن مین اثبات توحید و نبوت کا بیان ہوچکا اور امر معاد ثابت ہوگیا اور دلائل مذکور ہوے اور باوجود ظہور نبوت کے انکے انکار پر انکی جہالت بیان کردی تو نہایت نفیس تقریر سے اہل عقل کو کافرون و مشرکون کی گمراہی دربارۂ انکار معاد کے ایک بدیہی و ظاہر بات مین بیان فرمائی بقولہ تعالے ۔

وَقَالُوٓا أَءِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا أَءِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۝ قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ

اور کہتے ہین کہ بھلا جب ہم ہوجائینگے ہڈیان ۔ اور بوسیدہ ریزہ ۔ توکیا ہم مبعوث ہونے والے ہین ایک مخلوق ۔ جدید ہوکر ۔ کہدے کہ ہوجاؤ تم ۔ پتھر ۔ یا

حَدِيدًا ۝ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ مَن يُعِيدُنَا ۖ قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ

لوہا ۔ یا اور کوئی مخلوق اس قسم سے ۔ جو تمھارے دل مین بڑی ہی ۔ سو پھر کہینگے ۔ کہ کون ہمکو دوبارہ پیدا کریگا ۔ کہدے کہ وہی جسنے تمکو بنایا ایجاد کیا تھا اول بار

مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هُوَ ۖ قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ

سو پھر وے ہلاوینگے ۔ تیری طرف اپنے سرون کو ۔ اور کہینگے کہ کب ہوگا یہ ۔ کہدے کہ عنقریب یہ ہونا معلوم ہوتا ہے ۔ جسدن تم کو بلاوے گا

فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۝

تو تم جواب دوگے ۔ اسکی حمد کے ساتھ ۔ اور جانوگے کہ تم نہین ٹھہرے تھے مگر بہت کم

وَقَالُوٓا یعنی مشرکین جو توحید و نبوت و آخرت کے منکر ہین باوجود اس اقرار کے کہ ابتدا مین اللہ تعالے نے انکو ایجاد فرمایا ہی کہتے ہین بطور استفہام انکاری کے کہ أَءِذَا كُنَّا کیا جب ہم ہوجاوینگے یعنی یہ تو ضروری ہی کہ ہم ہوجاوینگے عِظَامًا وَّرُفَاتًا ہڈیان و ریزے ۔ مجاہد رحنے کہا کہ رفات یعنی خاک اور ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ نے روایت کی کہ رفات یعنی غبار ۔ أَءِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا تو بھلا کیا ہم نئی پیدائش سے مبعوث ہونگے ۔ حاصل اس شبہہ کا یہ ہی کہ ان گمراہون نے خیال کیا کہ آدمی کیواسطے موت لازم ہی اور مرنے کے بعد جسم گل کر اعضا متفرق و منتشر ہوجاتے ہین خون ہوا کے ساتھ اور خاک زمین مین علی ہذا سب اپنے اپنے مناسب اجسام سے ملجاتے ہین پھر کیونکر سمجھ مین آوے کہ دوبارہ بھی اجزاء مرکب ہونگے اور کیونکر انمین دوبارہ روح عود کریگی ۔ اور جواب ظاہر ہی کہ جب اللہ تعالے کا علم کامل و قدرت کاملہ ہی اور اسنے ابتدا مین جب کچھ بھی وجود نہ تھا تب پیدا کردیا تو اب دوبارہ اسکی ترکیب و تالیف و اعادۂ روح و عقل پر بدرجۂ اولیٰ قادر ہے پس جسنے اللہ تعالے کو

ما نا یعنی اُسکے علم و قدرت کامل کو سمجھ گیا تو اُسکو یہ شبہہ کچھ بھی پیدا نہین ہو سکتا۔ قُلْ کُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا تو اُنسے کہدے کہ تم پتھر یا لوہا ہو جاؤ۔ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ یا کوئی مخلوق اس قسم سے جو تمہارے دل مین بڑی ہو۔ بعض نے ذکر کیا کہ شیخ ابن جریرؒ نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ اگر تم کو اس امر مین تعجب ہو کہ اللہ تعالےٰ تمکو گوشت پوست پیدا کر دیگا تو تم سختی مین اور قوت مین پتھر و لوہا یا اور کوئی جسکو بڑا سمجھتے ہو ہو جاؤ اگر تمکو قدرت ہو۔ خطیب نے سراج مین لکھا کہ یہ امر الزامی کے معنی یہان نہین ہین کہ تم پتھر وغیرہ ہو جاؤ اگر ہو سکو۔ بلکہ معنی یہ ہین کہ اگر تم پتھر یا لوہا وغیرہ جو بالکل خشک و دنیا مین بے روح ہو وہ ہو جاؤ تب بھی اللہ تعالےٰ تم کو دوبارہ زندہ کرکے حشر کے واسطے مبعوث فرماویگا۔ اوّل بات یہی ہو جو خطیب نے ذکر فرمائی اور یہی معنی تفسیر امام ابن کثیر و محی السنہ وغیرہ سے ظاہر ہین اور قولہ خلقا مما یکبر فی صدورکم یعنی ایسی مخلوق مین سے ہو جاؤ جو تمہارے خیال مین حیات کے قابل ہی نہین ہو تو اسکو بھی اللہ تعالےٰ اپنی قدرت سے زندہ کرے گا۔ ابن اسحٰق نے مجاہد سے روایت کی کہ مین نے ابن عباس رضہ سے پوچھا کہ اسکے کیا معنی ہین فرمایا کہ موت یعنی اگر تم موت ہو جاؤ جو حیات کی ضد ہے تو بھی اللہ تعالےٰ اسکو زندہ کریگا اور ابن عمر رضہ سے بھی مروی ہو کہ اُسکی تفسیر مین فرمایا کہ یعنی اگر موت ہو جاؤ تو تم کو زندہ کرونگا اور یہی قول سعید ابن جبیر و ابو صالح و حسن و ضحاک سے مروی ہو اور خطیب نے کہا کہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہو۔ ہمارے وقت کے بعض لوگون نے اپنی کتاب مین اس تفسیر کو بعید جانا کیونکہ پتھر و لوہے سے ترقی مقصود ہو اور موت کوئی ایسی چیز نہین ہے کہ محسوس ہو۔ اور مین کہتا ہون کہ ترقی اس بات مین مقصود ہو کہ پتھر و لوہے سے بھی زیادہ بے روح و نا قابل حیات چیز ہو جاؤ اور ظاہر ہو کہ موت ضد حیات ہو اور ہر شخص اُسکو خیال کرتا ہو تو کچھ بھی بعید نہین بلکہ نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ امام مالک نے ذکر کیا کہ سلف کہتے تھے کہ وہ موت ہو۔ اور واضح ہو کہ مجاہد رح نے کہا کہ یعنی آسمان ہو جاؤ زمین ہو جاؤ پہاڑ ہو جاؤ اور جو چاہو وہ ہو جاؤ بہر حال اللہ تعالےٰ تم کو اعادہ کریگا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مراد موت کی تفسیر سے انحصار نہین ہو بلکہ معنی یہ کہ جو چیز تم اپنے خیال مین زندگی سے بعید اور بالکل نا قابل حیات جانو وہ ہو جاؤ حتی کہ موت ہو جاؤ تو اسکو بھی اللہ تعالےٰ زندہ کریگا شیخ ابن جریر رح نے اس مقام پر یہ حدیث ذکر کی کہ جب جنت والے جنت مین اور دوزخ والے دوزخ مین اپنے اپنے ٹھکانے ہو جاوینگے تو موت لائی جاویگی گویا سیاہ مینڈھا ہو اور جنت و دوزخ کے درمیان کھڑی کیجائیگی پھر اہل جنت سے کہا جائیگا کہ تم اسکو پہچانتے ہو کہینگے کہ ہان پھر دوزخ والون سے کہا جائیگا کہ تم اسکو پہچانتے ہو کہینگے کہ ہان پھر وہ جنت اور دوزخ کے درمیان ذبح کر دی جائیگی اور پکار دیا جائیگا کہ اے اہل جنت تمہارے لیے ہمیشگی ہو کبھی موت نہین ہو اور اے اہل دوزخ تمہارے واسطے بھی ہمیشگی ہو کبھی موت نہین ہو۔ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا۔ یعنی پھر زیادہ انکار کے ساتھ پوچھینگے کہ جب ہم پتھر یا لوہا یا اس سے بڑھکر غیر قابل حیات ہو گئے تو ہمکو دوبارہ پیدا کون کریگا۔ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ کہدے کہ وہی جس نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا یعنی جب تم کچھ بھی نہ تھے اور اب اپنے کو کچھ بتلاتے ہو جیسے وہ قادر خالق عز و جل اُسوقت کہ تم کچھ نہ تھے تمہارے پیدا کر دینے سے عاجز نہ ہوا وہی اب بھی تم کو دوبارہ مبعوث کرنے سے کچھ بھی عاجز نہین ہو فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ یعنی ٹھٹھول سے تیری جانب اپنے سر ہلاوینگے وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ۔ اور کہینگے کہ یہ کب ہو۔ یون ہی ابن عباس و قتادہ رح نے اُسکی تفسیر فرمائی ہو کہ یہ قول انکار و ٹھٹھول سے کہتے تھے جیسے قولہ تعالےٰ یقولون متی ہذا الوعد ان کنتم صادقین یعنی کہتے ہین کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ یعنی اسکے وقوع کو جھوٹ جانتے اور یہانتک حماقت سے بعید جانتے کہ اسی وقت مانگتے تھے جیسے قولہ تعالےٰ یستعجل بہا الذین لا یؤمنون بہا۔ یعنی قیامت کو جلدی مانگتے ہین وے لوگ جو اس سے منکر ہین اور ایمان والے جو قیامت کو مانتے ہین اس ہولناک واقعہ سے ڈرتے ہین۔ اسی طرح یہان یہ معنی ہین کہ غایت استبعاد سے کہتے کہ یہ ہوگا کب یعنی سچ ہو تو لاؤ۔ قُلْ عَسٰٓى اَنْ

يَّكُوْنَ قَرِيْبًا کہدے کہ ڈر وہ تم سے قریب ہو خواہ مخواہ آنے والا ہو اسوقت کچھ نہ کر سکوگے پس جو آنیوالا ہے وہ خواہ مخواہ قریب ہو اُسکو دور نہ سمجھنا چاہیئے علاوہ اسکے دنیا چند روزہ ہے پھر آخرت کے آثار ہین تو نہایت قریب ہو اور یہ بھی ظاہر ہو کہ دوبارہ پیدایش کے بعد بے انتہا چلا گیا ہو اس بے انتہا کے ساتھ اس دنیاوی حیات کے چند روز کچھ نسبت نہین رکھتے گویا کچھ بھی نہین ہین ۔ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ جس دن تمکو بلاویگا سو تم اُسکے حمد کے ساتھ جواب دوگے یعنی سب کہوگے کہ اسکے حکم کی فرمانبرداری ہو اور اُسکے ارادہ کی بندگی ہو ۔ یہی معنی علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کیے ہین اور قتادہ رح نے کہا یعنی اسکی معرفت وطاعت کے ساتھ قبول کا جواب دوگے ۔ بعض نے کہا کہ یعنی تم لوگ جواب دوگے حاضری کا اور اسکی شان عظیم کے لیے ہر حال مین حمد ہو ۔ اور بعض نے کہا کہ یعنی اُسکی حمد کرتے ہوے اٹھوگے اور حدیث مین ہو کہ لا آلہ الا اللہ ۔ اس کلمہ کے لوگون پر انکی قبرون مین کچھ وحشت نہین ہو گویا مین اس کلمہ والون کو دیکھ رہا ہون کہ اپنی قبرون سے اُٹھتے ہین اور اپنے بالون سے خاک جھاڑتے ہین اور لا آلہ الا اللہ کہتے ہین اور ایک روایت مین ہو کہ الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن ۔ کہتے ہین ۔ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا اور گمان کروگے کہ تم نہین ٹھہرے مگر قلیل ۔ خلاصہ یہ کہ تم کو اُسوقت خود ہی معلوم ہوگا کہ تم بہت کم ٹھہرے ہو اور بہت جلد قیامت آگئی بمانند قولہ تعالے اذا دعاکم دعوة من الارض اذا انتم تخرجون یعنی جب تم کو زمین سے ایک پکار پکاریگا تو اُسی دم تم نکل کھڑے ہوگے ۔ یعنی اُسکے حکم کے واسطے کوئی مانع ومخالف نہین ہو کما قال تعالے فانما ہی زجرة واحدة فاذا ہم بالساہرة ۔ ایک زجر مین لوگ نکل کر روے زمین پر آجاوینگے ۔ اور اسوقت مین باہم گفتگو بھی ہوگی کہ کس قدر ٹھہرے یقسم المجرمون ما لبثوا غیر ساعة یعنی باہم قسم کھاوینگے کہ ایک ساعت کے سواے نہین ٹھہرے ۔ پھر پکارنے والا کون ہو تو شیخ جلال الدین محلی رح نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام پکارینگے کہ اے بوسیدہ ہڈیو اور ا[illegible] بند شکستہ اور گوشت پارہ پارہ اور پریشان بال تمکو اللہ تعالے حکم فرماتا ہو کہ فیصلہ قیامت کے واسطے مجتمع ہو ۔ واضح ہو کہ مشرکون نے سوال کیا کہ یہ کب ہوگا اسکے جواب مین یہی حکم ہوا کہ قریب ہوگا اسوجہ سے کہ اصل سوال امکان بعثت وحشر سے تھا وہ ثابت کر دیا لہذا امام رازی رح نے کبیر مین کہا کہ جب دلیل قطعی سے ثابت ہوگیا کہ بعثت وحشر ممکن ہو تو اس سوال کو کہ کب ہوگا اصل سے کچھ تعلق نہین ہو کیونکہ اسکے واسطے دلیل عقلی نہوگی بلکہ بتلایا جاوے کہ کب ہوگا ولیکن اللہ تعالے نے صریح فرما دیا ہو کہ اسکا معین وقت فقط علم الٰہی مین ہو ہان یہ بتلا دیا کہ قریب ہو اور حدیث مین اسوقت کے واسطے آثار بہت سے ذکر فرمائے ہین اور مترجم کہتا ہو کہ زمانۂ رسالت سے پیچھے یہ آثار ظاہر ہونا شروع ہوے حالانکہ اسوقت جو حالت تھی اس سے بعضے آثار بالکل بعید تھے ولیکن قدرت الٰہیہ سے زمانہ کی تغیرات ایسی واقع ہوئین کہ اُسوقت سے وے آثار ظاہر ہوتے جاتے ہین مثلاً حدیث مین مذکور ومروی ہوا ہو کہ جب امام مہدی علیہ السلام کا زمانہ بالکل قریب ہوگا تو اُسوقت نصرانی باوجودیکہ عقل روحانی سے بالکل بہرے گونگے ہونگے مگر ظاہری حواس کی قوت سے تمام روے زمین پر غالب اور سب سے زیادہ ہونگے اور ایک روایت مین یہ بھی ہو کہ مسلمانون کے قبضہ مین اسوقت سواے حیرہ وشام کے اور قریب مصر کے ایک قطعہ زمین کے اور سواے عرب کے اور بلاد نہین ہونگے اور مترجم کے خیال مین اسکے بھی آثار ظاہر ہین واللہ تعالے اعلم ۔ ف فی العرائس قولہ یوم یدعوکم فتستجیبون بحمدہ الآیہ اسمین اشارت اہل الحق کے واسطے یہ ہو کہ جب عارفین دنیا کو چھوڑ کر مشاہدۂ حق عزوجل مین واصل ہونگے اور اسکے لطف مین مستغرق ہونگے تو عرض اکبر یعنی قیامت کے روز انکو دعوت ہوگی کہ اے میرے بندگان اولیا ءو اصفیا اس روز حاضر ہو کر صنائع قدرت وافعال حکمت کو اس مخلوق مین مشاہدہ کرو پس ثنا وحمد کے ساتھ جواب دینگے اور عزت وجلال الٰہی کی قسم سے ایک لحظہ ترک نہین چاہینگے اور اکثر ہزار ہزار برس دیدار مین رہینگے مگر اسکو بہت قلیل جانینگے اور انکو اسقدر وقت گذرنا اس لذت عیش وسرور مین معلوم نہ ہوگا جیسے اہل الدنیا کو اپنے دنیا کی ناپاک لذات مین نہین معلوم ہوا حتی کہ تم نے دیکھا قولہ تعالے وتظنون ان لبثتم الا قلیلا ۔ ایسے ہی وے لوگ

ہاہم اس زمانہ وصال کو قلیل خیال کرینگے ۔ یہان ایک دوسرا نکتہ یہ ہو کہ عارفین اس دنیا مین قیدخانہ مین محبوس ہین جس دن انکو دعوت اجل پہونچتی ہو تو حمد و ثنا کے ساتھ جواب لبیک لاشریک لک لبیک دیتے ہین پس اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کرتے ہین کہ اُسنے انکو قیدخانہ ہجر سے و مکان محرومی سے و جوار شیطانی سے و تکلیفات گردش سرا و گرما و چنین و چنان سے نکالا پس کہتے ہین کہ الحمد للہ الذی اذہب عنا الحزن ۔ اور اسمین ایک اشارہ ہو کہ مشیت و تقدیر جاری ہونے و خشم و رضا کے آثار مین جمہور اپنے اپنے گمان مین ہین اور جب حق عز و جل انکو دعوت فرما ویگا اور وہان امر مشیت و تقدیر بصفت رضا ظاہر ہوگا اور نیکون سے خطر دور ہو جائیگا تو اس خوشی مین انکے زبان سے حمد و ثنا جاری ہوگی گویا انکے گمان کے خلاف سرور ظاہر ہوا اور عاشق کا گمان جس سختی کا ہوتا ہو معشوق کے نزدیک وہ بات اس سے زیادہ آسان ہوتی ہو اور یہی وجہ ہو کہ تعریف کا جواب دینگے کیونکہ تقدیس پر تو انکو عشق ہی تھا علاوہ اسکے تسبیح و تقدیس بعد تمام معرفت کے ہو اور یہان معرفت مین اپنا قصور صریح جانتے ہین کیونکہ حقیقت مین اسکو نہ پہچانا اور نہ یاد کیا اور نہ عبادت کی پس جب کشف مشاہدہ کے وقت تمام معارف و حقائق کو فانی دیکھینگے تو ندا رحق عز و جل کے جواب مین اُسی کی حمد و ثنا بیان کرینگے یہ حمد وہ ہو جس سے اللہ تعالےٰ جل شانہ نے ازل مین اپنے حمد و ثنا فرمائی پس معنی یہ کہ اللہ تعالےٰ اپنے قدس و کمال و عزت و جلال سے ہر عارف کی معرفت سے اعلیٰ و اجل ہو اور حادث کو قدیم سے تباین ہو گویا یہ حمد ان لوگون کی طرف سے بدین معنی ہو کہ اپنے اعمال و حالات و معارف و علوم سے گم ہو گئے ۔ پس اللہ تعالےٰ کا شکر کیا کہ انھون نے جو کچھ کرامت پائی وہ حدوث کے کسی علت و سبب سے نہین پائی بلکہ رب غفور و شکور کے فضل سے ہو بعض مشائخ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے جسکو دعوت سنائی تو اسکو جواب کی توفیق عطا فرمائی اور جسکو نہین سنائی تو کیا جواب دیگا جس نے کچھ نہین سنا جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ حمد الٰہی ادا کرین کہ اللہ تعالےٰ نے انکو لائق دعوت کر دیا۔

وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ

اور کہدے میرے بندونکو کہ کہین وہ بات کہ جو احسن ہو بیشک شیطان نزغہ ڈالتا ہو اُن مین بیشک شیطان تو انسان کے لیے

عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ

کھلا ہوا دشمن ہے تمہارا رب خوب جانتا ہو تمکو اگر وہ چاہے تمپر رحم کرے یا اگر چاہے تمکو عذاب کرے اور نہین بھیجا ہم نے تجھے انپر

وَكِيْلًا ۝ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ

وکیل اور تیرا رب خوب جانتا ہو اسکو جو ہو آسمانون و زمین مین اور ہم نے فضیلت دی بعض نبیون کو دوسرے بعض پر اور

اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝

دی ہم نے داؤد کو زبور

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اشرف الخلق کو خطاب فرمایا کہ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ اور کہدے میرے بندون کو ہر چند کہ سب کافر و مومن اللہ تعالےٰ کے بندے ہین مگر اللہ تعالےٰ نے اپنی جانب نسبت کی بندگی قرآن پاک مین اکثر جگہ مومنون کے واسطے مخصوص فرمائی ہو مانند قولہ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان یعنی شیطان کو فرمایا کہ میرے بندے ہین کہ اُنپر تجھے کچھ قابو نہین ہو ۔ وقولہ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ بشارت دے میرے بندون کو جو سنتے ہین بات پھر پیروی کرتے ہین احسن بات کی ۔ وقولہ فادخلی فی عبادی ۔ سوا اے نفس داخل ہو میرے بندون مین اور مانند اسکے آیات ہین ۔ لہذا معالم و سراج وغیرہ مین مراد مومنین لی اور یہی تفسیر امام ابن کثیر رح وغیرہ مین ہو پس معنی یہ ہین کہ اے اشرف الخلق صلی اللہ علیہ وسلم مومنون سے کہدے کہ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ یہان علما کے تین قول ہین اول اس بنا پر کہ یقولوا یعنی قول و فعل ہے

پس اُنکی صفت خصلت ہو یعنی قول و فعل انکا وہ خصلت ہو جو کہ احسن ہو اور جب کہ انکا قول و فعل خود بہتر ہوگا تو شیطان کو اُن کے
درمیان جھگڑا ڈالنے اور تحریش دلانے کا موقع نہ ملیگا۔ دوم اس بنا پر کہ قول انکا کافرون کے ساتھ ہو پس کافرون سے ایسا کلمہ کہین جو حسن
ہو۔ معالم مین ہو کہ کلبی رح نے کہا کہ مشرکین ایذا دیتے مومنون کو انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو اللہ تعالی نے یہ آیت
اُتاری اور مراد احسن سے کلمۂ توحید لا اِلٰہ اِلا اللہ ہو اور حسن رح سے مروی ہو کہ کافر سے کہے کہ ہدایت کرے اللہ تم کو اللہ تعالے نیک راہ چلاوے معالم
مین ہو کہ یہ حکم قتال یعنی جہاد کی اجازت سے پہلے تھا پھر نسخ ہوا اور مترجم کہتا ہو کہ بنا بر تفسیر مذکور کے ضرورت نسخ کی نہین اسواسطے کہ قول احسن
ہر حال مین بہتر ہو اور بعض نے کہا کہ آیت کا نزول حضرت عمر بن الخطاب رض کے حق مین ہو کہ انکو بعضے کفار نے بُرا کہا تھا پس اللہ تعالے نے
عفو کا حکم دیا۔ سوم یہ کہ مومنون کو یہ حکم باہمی محاورات و گفتگو مین ہو چنانچہ شیخ ابن کثیر رح نے اسی پر اقتصار کیا اور کہا کہ اللہ تعالے اپنے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتا ہو کہ اسکے مومنین بندون کو حکم دے کہ آپس کی گفتگو مین کلمہ پاکیزہ و بہتر بولا کرین۔ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ یَنۡزَغُ بَیۡنَهُمۡ
شیطان انکے درمیان فساد ڈالتا ہو یعنی اگر ایسا نہ کرین تو شیطان اُنکے بیچ مین فساد ڈالنے کا موقع پاویگا۔ حدیث مین ہو کہ شیطان مایوس
ہوا کہ جزیرہ عرب مین اسکی پرستش کیجاوے ولیکن انمین تحریش کا موقع پاتا ہو۔ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ کَانَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوًّا مُّبِیۡنًا۔ انسان
کے لیے شیطان کھلا دشمن ہو۔ شیخ امام نے لکھا کہ اسی وجہ سے منع فرمایا کہ مسلمان اپنے بھائی کی طرف دھاردار ہتھیار سے اشارہ نہ کرے
کہ اکثر اوقات شیطان اسکے ہاتھ سے جُدا کر دیتا ہو یعنی شاید کہ اسکے ہاتھ سے دور ہو کر اسکے بھائی مسلمان کے لگ جاوے تو بھی کہا جائیگا کہ
اُسنے مارا۔ امام احمد رح نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنے بھائی
مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے کیونکہ وہ نہین جانتا کہ شاید شیطان اسکے ہاتھ سے جدا کرے تو یہ شخص دوزخ کے گڈھے مین جا پڑے
یعنی قاتل گنہگار ہو۔ یہ حدیث صحیح مین بھی موجود ہو۔ حسن بصری رح نے ایک مرد بنی سلیط سے روایت کی کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس آیا آپ ایک گروہ لوگون کے درمیان بیٹھے یہ فرمارہے تھے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہو نہ اسپر ظلم کرتا ہو اور نہ اُسکو خوار
چھوڑتا ہو اور تقوی یہان ہوتا ہو۔ راوی کہتا ہو کہ اپنے سینہ مین اشارہ کیا اور جن دو شخصون نے اللہ تعالے کے واسطے باہم محبت کی پھر انمین جدائی
ہوگئی تو دونون مین سے کسی نے دوسرے کی بات کو بیان کر دیا تو بیان کرنے والا بدتر بیان کرنیوالا بدتر ہو۔ رواہ الامام احمد۔ بالجملہ
ینزغ بینہم کی ضمیر سے اُسوقت باہم مومنین مراد ہین اور بنا بر قول دوم کے بینہم سے مراد یہ کہ مومنون اور کافرون کے درمیان فساد ڈالتا ہو۔ پس یہ
حکم اس معنی مین ہو کہ جادلہم بالتی ہی احسن یعنی کافرون کے ساتھ اچھے طریقہ سے گفتگو کرنا چاہیئے اور یون نہ کہے کہ تم لوگ دوزخی ہو یا ملعون ہو اور
جیسے فرمایا لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم یعنی سواے اللہ تعالے کے چیزون وغیرہ کو مشرکین پکارتے ہین ان چیزون کو
برا مت کہو کہ وے اللہ تعالے کو سرکشی سے نادانی کے ساتھ برا کہین۔ اسی معنی مین حسن رح سے مروی ہو کہ مشرک کو یون کہے کہ اللہ تعالے تجھپر رحم کر دے تیری
مغفرت کر دے۔ وجہ یہ کہ ہمکو انکا انجام معلوم نہین ہو لہذا سراج وغیرہ مین کہا کہ اللہ تعالے نے اُلتی ہی احسن کی تفسیر فرمائی تعلیم عدل لقولہ تعالے۔
رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِكُمۡ تمھارا رب تمکو خوب جانتا ہو یعنی ہر ایک کے انجام کار سے وہی علیم ہو اور وہی اپنی مخلوق کا بالکل مختار ہو جو چاہے کرے۔ اِنۡ
يَّشَاۡ يَرۡحَمۡكُمۡ اگر چاہے تم پر رحمت کرے یعنی اسطرح کہ تمکو ہدایت توحید و استقامت دیدے۔ اَوۡ اِنۡ يَّشَاۡ يُعَذِّبۡكُمۡ یا چاہے تمکو عذاب کرے
یعنی اسطرح کہ تم کو ہدایت نہ دے گمراہ کرے پس حاصل یہ کہ اے میرے مومنین بندو تم کافرون کی حقارت مت کرو یہ یقین کر لو کہ وے خواہ مخواہ
دوزخی ہین پس انکو عار دلاؤ کیونکہ اس سے فائدہ کچھ نہین بلکہ دلون مین غیظ و غضب پیدا ہوتا ہو اور وجہ یہ ہو کہ انجام کار مجہول ہے اس کو

اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے پس جس قول و فعل کا اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے اُس سے تجاوز مت کرو پھر اللہ تعالےٰ نے خطاب کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پھیرا تاکہ باقی ادنیٰ لوگ سب بدرجہ اولیٰ اسمیں داخل و متنبہ ہوں چنانچہ فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا اُنپر وکیل یعنی حفیظ و کفیل نہیں کیا کہ تجھپر لازم ہو کہ انکو اسی حد تک رکھے جسمیں اللہ تعالےٰ کی رضامندی ہے بلکہ ہمنے تجھے بشیر و نذیر کیا ہے پس خود بھی مشرکوں کی مدارات کرو اور اپنے اصحاب کو حکم دو کہ مومنین بھی انکے ساتھ مدارات کریں۔ پھر اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوقات کے واسطے اپنا ہی علم مخصوص فرمایا کہ اسی علم کے موافق ہر ایک اپنی اپنی راہ پر قبضہ قدرت الٰہی میں مسخر ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا بقولہ تعالےٰ۔ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور تیرا رب خوب جانتا ہے اسکو جو آسمانوں و زمین میں ہے۔ قال الامام ابن کثیر رح یعنی وہ خوب جانتا ہے جو تم میں سے مستحق ہدایت ہے اور جو نہیں ہے۔ قال فی السراج یعنی اسکا علم فقط تم ہی پر مقصور نہیں ہے بلکہ تمام موجودات و معدومات سے اور تمام آسمانوں و زمین سے متعلق ہے پس وہ ہر ایک کا حال جانتا ہے اور جو باتیں اسکے حق میں مصلحت ہیں اور جو مفسدہ ہیں وہی جانتا ہے اور ہر ایک کی اختلاف صورت کی طرح اسکے دین و اخلاق و احوال کو اور حسن انجام پر وہ ہی خوب جانتا ہے بیضاوی رح نے لکھا کہ اس سے قریش کے کافروں کا رد ہے جو بعید جانتے اور کہتے کہ ابوطالب کا یتیم کیونکر پیغمبر ہو سکتا ہے اور ننگے بھوکے کیونکر اسکے اصحاب ہو سکتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اشرف الخلائق مع اصحاب کا اسطرح نام لینا کافروں ہی کا کام ہے اور شفاء وغیرہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اسطرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام پاک لیوے یعنی یوں تعبیر کرے تو بعضے علماء مالکیہ نے فتویٰ دیا کہ وہ مرتد قتل کیا جاوے واضح ہو کہ بمن فی السموات کی باء کس سے متعلق ہے تو ابو علی فارسی رح کے نزدیک یہاں یعلم مقدر ہے پس معنی یہ کہ تیرا رب بڑا دانا ہے وہ جانتا ہے کہ جو آسمانوں الخ اور تقدیر کی وجہ یہ لکھی کہ اگر مقدر نہ ہو بلکہ اعلم سے متعلق کیجاوے تو لازم آتا ہے کہ علم الٰہی بمن فی السموات والارض کے ساتھ مخصوص ہو جاوے۔ اور جمہور علماء نے کہا کہ یہ با متعلق اعلم ہے اور کچھ تقدیر کی ضرورت نہیں ہے اور یہ جو کہا کہ علم الٰہی کی تخصیص لازم آتی ہے یہ صرف وہم ہے اسلیے کہ جہاں تک ذکر کیا اُس سے یہ لازم نہیں کہ باقی کا علم نہیں ہے غرضکہ مذکور کے سوائے غیر مذکور کی نفی لازم نہیں ہے اور مفہوم اللقب اصولیوں کے نزدیک یہی ہے۔ کرخی رح نے کہا کہ جمہور کے نزدیک مفہوم اللقب کچھ بھی حجت نہیں ہے البتہ فقط ابوبکر دقاق رح مع چند لوگوں کے قائل ہیں کہ مفہوم لقب حجت ہو سکتا ہے بالجملہ مخلوقات میں سے ہر ایک کو اسکی تمام ذات و صفات و حالات سے اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے اُسپر کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے ہر ایک کو اسنے وہ دیا ہے جو اسکے لائق ہے اور اسی طرح بعض آدمیوں کو بعض پر اپنے علم کے موافق فضیلت دیتا ہے چنانچہ انبیاء علیہم السلام میں اسنے ایسا کیا ہے کما قال تعالےٰ۔ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰي بَعْضٍ اور ہمنے اپنی عظمت و اختیار قدرت سے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر یعنی انبیاء علیہم السلام کو مخلوقات پر فضیلت دیکر باہم انبیاء علیہم السلام میں بعض کو بعض پر فضیلت دی جیسے موسیٰ ؑ کو تکلیم کی فضیلت دی اور ابراہیم علیہ السلام کو خلیل الرحمن ہونے کی فضیلت دی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو محبوبیت تامہ و معراج خاصہ سے فضیلت دی پس بنو اسرائیل یا عرب میں سے کوئی اس نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تفضیل سے منکر نہیں ہو سکتا شیخ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ جیسے دوسری آیت میں فرمایا تلک الرسل فضلنا بعضہم علی بعض منہم من کلم اللہ ورفع بعضہم درجات۔ اگر کوئی کہے کہ حدیث صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا تفضلوا بین الانبیاء یعنی انبیاء کے درمیان فضیلت مت بتلاؤ۔ تو جواب یہ کہ حدیث میں مراد یہ ہے کہ خالی خواہش سے اور حمیت عصبیہ سے ایسا کرنا منع ہے کیونکہ کسی شخص کی حمایت کرنے اور کہنے سے کوئی افضل نہیں ہو سکتا جیسے کسی کے نہ کہنے سے کوئی کم رتبہ ہو کیونکہ فضیلت و بزرگی دینا صرف اللہ تعالےٰ کی رحمت میں ہے بلکہ جو کوئی بدون دلیل کے خالی اپنی رائے سے یا خواہش سے

ایسا کرے وہ مرتکب گناہ سخت ہے کیونکہ جو امر اللہ تعالے کے اختیار میں ہے اور اُسی کے علم میں ہے اُسکا خود دعوی کیا۔ اور جب دلیل قائم ہوئی کہ فلان افضل ہے تو دلیل کا اتباع کیا جاوے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں یہ آیت دلیل ہے کہ بعض کو بعض پر فضیلت ہے پھر علماء میں اختلاف نہیں کہ انبیاء علیہم السلام میں سے جنپر کتاب آسمانی نازل ہوئی وے ان انبیاء سے افضل ہیں جو رسول نہ تھے پھر رسولون میں سے اولوالعزم افضل ہیں بقولہ تعالے فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل۔ اور وے پانچ ہیں نوح و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ و محمد صلے اللہ علیہ و علیہم اجمعین اور اسمین بھی اختلاف نہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان سب میں افضل ہیں پھر آپکے بعد حضرت ابراہیم پھر حضرت موسی پھر حضرت عیسی ع ہیں اور ہمنے دوسرے مقام پر اسکو دلائل کے ساتھ مفصل بیان کیا ہے آقول یہ سب امام ابن کثیر رحمہ اللہ کی تفسیر کا ترجمہ ہے اور یہی صحیح و صواب ہے پس جو کچھ اس زمانہ میں صاحب فتح البیان نے تحت قولہ تلک الرسل فضلنا الخ کی تفسیر میں زعم کیا کہ انبیاء علیہم السلام مین تفضیل نہ دینا چاہیئے کہ اُسپر کوئی دلیل قائم نہیں ایک لغو تقریر ہے اور مترجم نے وہین اسکو رد کر دیا ہے۔ الحمد للہ کہ شیخ ابن کثیر رح سے موافق ہے قولہ تعالے وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا۔ اور دی ہم نے داؤد کو زبور یعنی اس طرح مین لایا کہ جیسے موسی کو توریت و عیسی کو انجیل دی پس یون ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن دیکر خاتم المرسلین اور تمام انبیاء علیہم السلام پر افضل کیا بلکہ تمام مخلوق اسی کی وجہ سے پیدا کی تو سب خلق پر افضل فرمایا ہے۔ اگر کہا جاوے کہ یہان داؤد علیہ السلام کی خصوصیت ذکر کا کیا سبب ہے تو جواب اسکا کئی وجہ سے دیا گیا ہے آول یہ کہ اول مین اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ ہم نے بعض نبیون کو بعض پر فضیلت دی پھر داؤد علیہ السلام کی فضیلت زبور دینے سے بیان فرمائی حالانکہ داؤد کو بادشاہت عظیم دی گئی تھی تو اس سے تنبیہ کر دی کہ جو فضیلت اوپر مذکور ہوئی ہے وہ براہ علم و دین ہے نہ از روے مال و سلطنت۔ وجہ دوم یہ کہ مقصود آیت سے فضیلت و رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور توریت مین اللہ تعالے نے آپکی فضیلت رسالت مع اصحاب کے ذکر فرمائی ہے کما قال تعالے ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون یعنی اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم وجہ سوم یہ کہ قریش کے لوگ اہل نظر نہ تھے اور نہ انہین علم تھا بلکہ علی باتوں کو یہود سے پوچھتے اور یہودی شبہات نکالکر انکو دیتے تھے اور یہودی کہا کرتے کہ موسی علیہ السلام کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ توریت کے بعد کتاب ہے پس اللہ تعالے نے توڑ دیا کہ ہم نے بعد موسی علیہ السلام کے داؤد پر زبور نازل کی ہے اور مترجم کہتا ہے کہ زبور کے بعد انجیل بھی ہے ولیکن یہودی اس سے منکر تھے۔ امام بخاری رح نے صحیح مین ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ داؤد پر قرآن آسان کر دیا گیا تھا حکم دیتے کہ انکی سواریان تیار کی جاوین پس زین سے آراستہ ہونے سے پہلے فارغ ہو جاتے۔ بقاعی رح نے کہا کہ یہان داؤد علیہ السلام و زبور کی خصوصیت ذکر کے واسطے بہت بڑی مناسبت ہے کہ توریت مین بعثت کا بالکل ذکر نہین ہے اور نار کے واسطے صرف ایک مقام پر جحیم مذکور ہے اور زبور مین نار و ہاویہ و جحیم بہت جگہ مذکور ہین۔ ف فی العرائس و قولہ تعالے ربکم اعلم بکم ان یشا یرحمکم الآیہ علم آلہی سبحانہ تعالے تمام معلومات کے وجود سے پہلے ازلی تھا اور جتنے علت و سبب خیال کیے جاتے ہین وہ سب سے اول تھا کیونکہ قدیم ہے اور اسباب و علل سب حادث ہین پس اُسنے تمام مخلوقات مین سے اپنے علم و ارادہ کے ساتھ قبول معرفت و استعداد برداشت امانت کے لیے ارواح مقربین و عارفین کو اختیار فرمایا اور ان ارواح کو مقامات غیب مین رکھا جہان قدم کی زیارت کرتی تھین اور انکو مقامات عبودیت و امتحان دکھلائے کہ قہر و لطف کا ظہور کیونکر ہوتا ہے پس بعض ارواح کو مقام مشاہدہ مین اور بعض کو مواقف وصل میں اور بعض کو مقام قرب مین محجوب رکھا اور وہ جانتا تھا اس شوق کو جو اہل شوق کا اسکی جانب ہے اور جو عشق کہ محبین کا اسکی درگاہ مین ہے اور جو اُنس کہ مانوسین کو اسکی جانب مین ہے اور جو استغراق عارفین کو دریائے عظمت مین ہے اور جو حیرت موحدین کو میدان ازلیت مین ہے پس بعض پر دیدار جمال سے رحم فرمایا حتی کہ اسکے ساتھ سرمدی زندگی سے باقی رہے اور بعض پر

تسلط سطوات عظمت فرمایا کہ اس عذاب مین فنا ہو کر محض فنا مین فیض لقا نہ پایا بلکہ فنا عین بقا ہی اور یہ اپنی ذات پاک پر عبرت ہی پس عارفین پر اُسکی رحمت تو کشف و وصال بلا حجاب ہی اور اُسکا عذاب اُنپر اُنکے دلون پر غلبہ نکرت ہی۔ اور یہ ہمیشہ عادت الٰہی اپنے خاص بندون کے ساتھ جاری ہی ولیکن عنایت الٰہی عزوجل سابق ہی کہ انکو اپنی معرفت کے لیے چھانٹ کر عذاب فرقت سے نجات دیدی ہی اور جب وہ غافلین کو مطرود کرنا چاہتا ہی تو اپنی جانب متوجہ ہونے سے پھیر کر غیر کی طرف مشغول کرتا ہی حتی کہ وہ دیدار آیات و رحمت کاملہ سے غافل ہو جاتا ہی۔ شیخ قاسمؒ نے فرمایا کہ مخلوقات مین اللہ تعالے کا علم سابق ہو چکا ہی کہ کون واسطے رحمت کے اور کون واسطے عذاب کے مخصوص ہی اور یہ اسکا ارادہ قدیم ہی اور کوئی چیز اسکے ارادہ کے واسطے بدلنے والی نہین ہی اور اُسنے مخلوق مین سے ہر ایک کو داغ رحمت و داغ عذاب سے موسوم کر دیا ہی پس وہ مخلوق موافق اپنے داغ موسوم کے جو ابتدا مین ہو چکا ہی انتہا کو پہونچیگا حتی کہ جسکے لیے داغ عذاب موسوم ہی وہ آخر مین عذاب پر مریگا اور جسکے لیے رحمت ہی وہ کار ثواب پر مریگا۔ قال المترجم حدیث سے بھی ثابت ہی کہ آدمی عمر بھر بد اعمال کرتا ہی اور وہ اہل جنت مین سے ہی تو آخر مین ایسے عمل پر مرتا ہی کہ جس سے وہ جنت مین داخل ہوتا ہی اور آدمی عمر بھر نیک اعمال کرتا ہی اور وہ اہل دوزخ مین سے ہی تو آخر مین ایسے عمل پر مرتا ہی کہ جس سے وہ دوزخ مین داخل ہوتا ہی اور اس حدیث کی تصدیق صریح قصہ ساحران موسی علیہ السلام ہی کہ یہ سب ساحر عمر بھر سحر مین تھے اور آخر مین اس عالی درجہ قبولیت پر شہید ہوے۔ شیخ استاذ رحؒ نے کہا کہ ہر مخلوق پر یہ دروازہ مسدود ہی کہ وہ اُسکے نفس کے حال سے واقف ہو پس کوئی نہین جانتا کہ وہ کس قسم مین سے ہی اور اسکا انجام کیا ہی تاکہ ہر ایک کا دل اپنے رب کے ساتھ متعلق رہے پس ہر ایک پر اسکا انجام مشتبہ رکھا ہے اور فرمایا کہ ربکم اعلم بکم۔ حدیث رحمت کو حدیث عذاب پر مقدم فرمایا یعنی فرمایا کہ ان یشأ یرحمکم پھر فرمایا کہ ان یشأ یعذبکم۔ اسمین امیدوار کو زیادہ قوت ہی کہ وہ رحمت کا امیدوار ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اکثر علمار نے کہا ہی کہ آدمی کو چاہیے کہ حیات مین اُسپر خوف غالب رہے اور جبوقت انتقال کا وقت ہوتا تو عمل کا وقت باقی نہین ہی پس اپنے رب کریم عزوجل کی بخشش و مغفرت پر یقین قوی رکھے۔ اور حدیث مین ہی کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ مین اپنے بندہ کے گمان پر ہون جو اُسکو میرے ساتھ ہی۔ اور حدیث مین ہی کہ ایک جوان انصاری کی وفات کے وقت آپ تشریف لے گئے تو پوچھا کہ کس حال مین ہی اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین اپنے گناہون سے خوف کرتا ہون ولیکن اپنے رب عزوجل کی رحمت کا امیدوار ہون آپ نے فرمایا کہ ایسے وقت مین یہ دونون باتین جمع ہون تو ضرور ہی کہ اللہ تعالے مغفرت فرما دے۔ پھر اللہ تعالے نے علم قدیم پر تفضیل مقامات بیان فرمائی بقولہ تعالے وربک اعلم بمن فی السموات والارض ولقد فضلنا بعض النبیین علی بعض الآیہ یعنی اللہ تعالے آسمانون والون سے خوب آگاہ ہی کہ وہان کے ملائکہ کو شرف قرب و مقام خوف و عبودیت عطا فرمایا ہی اور انھین سے بعض کو بعض پر ذکر و تسبیح و عبادت و طاعت و ادب و خوف و خشیت مین تفضیل دی ہی اور وہی خوب جانتا ہی جو اُسنے زمین والون کو دیا ہی یعنی شریعت و طریقت و حقیقت و انھین بھی بعض کو بعض پر ذکر و تسبیح و عبادت و خوف و خشیت مین تفضیل دی اور بعض کو بعض پر مراسم سلوک مین امتیاز دیا اور شریعت واسطے عموم کے عطا فرمائی کہ عام لوگ اسکی پابندی کرین اور خصوص کے واسطے طریقت ہی اور خاص الخاص بندون کے لیے حقیقت ہی پھر جب درجات ولایت پورے ہوے تو اسکے بعد ترقی درجات نبوت مین ہی پس مرسلینؑ کو اخبار غیب الغیب عطا کیے اور نبیین کو خبر غیب دی اور تمام مراتب قرب انپر کشف فرمائے اور انکو ہمتین عطا فرمائین کہ عالم ملکوت مین سائر ہین اور میدان جبروت مین طائر ہین اور یہ سیر بارواح و اسرار ہی پھر مقامات قرب مین بعض کو بعض پر فضیلت دی پس بعض کو مقام دنو مین رکھا اور بعض کو مقام دنو الدنو کا شرف دیا اور بعض کو تجلی و بعض کو تدلی دی اسی طرح کلام و خطاب و معارف و کواشف مین فضیلت دی پس بعضے انمین سے اہل رویۃ القدم ہین یعنی دیدار قدم انکو میسر ہی اور بعضے درجہ رویۃ البقا مین ہین اور بعضے مرتبۂ دیدار صفات مین ہین اور انکو متشابہات کا علم بھی ہی اور بعضے مشرف بدیدار ذات و معرفت خاص مین پس قولہ تعالے

ہوالاول والآخر والظاہر والباطن کے لوگ یہی ہین پس اہل قدم یہی اہل الاول ہین اور بقاء والے اہل الآخر ہین اور صفات والے اہل الظاہر ہین اور ذات والے اہل الباطن ہین پس آدم علیہ السلام کو اصطفائیت بعلم اسمار ونعوت وصفت وتجلی ذات حاصل ہوئی تو وہ مقام عین الجمع مین تھے بدلیل قولہ علیہ السلام ان اللہ خلق آدم علی صورتہ۔ اللہ تعالے نے آدم کو اسکی صورت پر پیدا کیا یعنی صورت مقام اصطفائیت مین مظہر تجلیات عین الجمع ہو اور اسیوجہ سے بعضے اکابر نے ضمیر کو راجع بجانب حق عزوجل قرار دیا لیکن یہ مقام دقیق لائق بحث ظاہری نہین ہو اسی واسطے علماے ظاہر اس سے منکر ہین حالانکہ اسمین جو نکتہ اہل الحق نے بیان کیا ہو اُس سے جسمیت وغیرہ کچھ لازم نہین ہو بلکہ اسطرف تو اسکا رخ بھی نہین ہو۔ اور نوح کو اصطفائیت سلطنت ومعجزہ وقبولیت دعا حاصل ہوئی اور مراد سلطنت سے ظاہری حکومت نہین بلکہ غلبہ قہری ہو اور اصطفائیت خلیل علیہ السلام کی بخلت وسماع ومقام التباس ہو بدلیل قولہ ہذا ربی۔ اور افراد قدم از حدوث بدلیل قولہ انی بریٔ مما تشرکون ہو اور موسی علیہ السلام کو اصطفائیت بخطاب اعلی وسماع کلام ازلی وتجلی خاص ہو اور عیسی علیہ السلام کی اصطفائیت بدرجۂ قدس ہو اُسکو روح قدسی کردیا اُس کلمہ علیہ سے جو نفخ فرمایا اور داؤد علیہ السلام کو زبور سے ممتاز فرمایا جسمین اخبار ذات وصفات ہین اور اسکو مقام عشق عطا فرمایا اور مزامیر صفات سے حسن صوت والحان بلبل باغ قدم عطا کردیا اور سلیمان کو اصطفائیت بادشاہت سے دی اور یوسف علیہ السلام کو جمال حسن ازلی سے لباس دیا کہ طلوع صبح صفت سے عالم فعل مین اسکا چہرہ مشرقستان نور حسن ہوگیا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو جو اصطفائیت حاصل ہوئی وہ فضل عظیم الٰہی ہو کہ جو کچھ ان افراد اولوالعزم وغیرہم علیہم السلام کو دیا تھا سب کا مجموعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا اور ما سوا اسکے معراج سے مخصوص فرمایا اور دین وتجلی خاص وتدلی ودنو الدنو اور صحبت کبریٰ ومجلس اعلی ومقام قاب قوسین اوادنی ہبہ فرمایا پس قوس ازل سے جو باقی سب کو دیا تھا آپ کو عطا کیا اور باقی قوس ابد سے آپ کو مخصوص کیا پس دونون قوس کے درمیان صرف محمد صلعم مخصوص رہے اور وہان مرتبہ رفیق اعلی کے سوائے اور کچھ نہین ہوسکتا ہو پس فضائل غیر محصور ہین جیسے عرش سے تحت الثری تک کی ذات غیر محصور ہین بلکہ جن کرامات سے مخصوص فرمایا ہو اُنکا عالم وہی جل شانہ حق سبحانہ تعالے ہو۔ شیخ محمد بن فضیل رحمہ نے کہا کہ انبیاء کی فضیلت خصائص سے ہو جیسے خلت وکلام ومعراج وغیرہ پس انہین سے بعض کو بعض پر فضیلت دی اور محمد صلعم کو ان سب پر فضیلت عطا فرمائی تو نہین دیکھتا کہ آپ نے فرمایا انا سید ولد آدم ولا فخر مین اولاد آدم کا سردار ہون اور فخر نہین کرتا کیونکر فخر کرتے کہ سب سے جدا اپنے رب کے ساتھ رفیق اعلی مین تھے پس ادب کا لحاظ رکھتے تھے اور اگر فخر کرتے تو اسی قرب ومنزلت کا جو کسی کو حاصل نہین تو جب وہان فخر نہین کیا تو ظاہر ہو کہ اپنے ہم جنس لوگون پر سرداری کا کیا فخر کرتے صلے اللہ علیہ وآلہ وعلیہم اجمعین

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

تو کہہ کہ پکارو انکو جنکو گمان کرتے ہو اللہ تعالے کے سوائے سو وے کچھ اختیار نہین رکھتے دور کرنے ضرر کا تم سے اور نہ پھیرنے کا ایسے لوگ ہین جو کہ

يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ط

پکارتے ہین چاہتے ہین تلاش سے اپنے رب کی جانب وسیلہ کہ کون انمین اقرب ہے اور امید کرتے ہین اسکی رحمت کی اور ڈرتے ہین اسکے عذاب سے

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝

بیشک عذاب تیرے رب کا وہ ہو جس سے پرہیز کرنا واجب ہو

اللہ تعالے فرماتا ہو کہ قُلْ کہدے اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ان مشرکون سے جو سوائے اللہ تعالے کے دوسرون کو معبود بنا کر انکو پکارتے اور اپنے نفع وضرر کی انسے توقع کرتے ہین کہ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ پکارو انکو جنکو تم اللہ تعالے کے سوائے آلہہ گمان کرتے ہو خواہ بُت ہون یا

اور کوئی ہون تم کو اُنسے نہ کچھ نفع ہو نہ ضرر و دفع ہو کیونکہ قادر مختار خالق جل شانہ ہو اور جب اسکی کمال قدرت و علم و حکمت تمام مخلوق کو ذرہ ذرہ کو محیط ہو اور سب کا قیام اُسی سے ہو اور سب کی زندگی و بقاء و حرکت و سکون و تمام باتین اسی کے قبضۂ قدرت مین ہین وہی حی القیوم ہو تو دوسرے کو اسمین دخل ہی نہین ہو۔ فَلَا يَمْلِكُونَ پس یہ لوگ کچھ قدرت نہین رکھتے كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ دور کرنے ضرر کے تم سے یعنی جب انہین ذاتی صفت ملک و اختیار و قدرت کی نہین ہو تو کیونکر اسکا اثر ہو سکتا ہو پس بالکل نہ ہوگا وَلَا تَحْوِيلًا اور نہ انکو یہ اختیار ہو کہ تم پر سے تحویل کرین یعنی یہ بھی قدرت نہین رکھتے کہ تم سے ہٹا کر دوسرے پر محول کرین پس ان باتون پر قدرت والا وہی اللہ تعالے وحدہ لاشریک ہو اسی کی تمام مخلوق ہو اُسی کا حکم ہر دم انمین جاری ہو اور وہی اپنی مخلوق مین جسطرح چاہتا ہو تصرف کرتا ہو اسی نے انبیاے سابقین بھیجے تھے جنکو سرفراز کیا اور اُسی نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ممتاز فرما کر رسول کیا اور رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کمال مرتبۂ قرب و منزلت کے تم کو اپنی بندگی کی طرف نہین بُلایا بلکہ اُسی رب عز وجل کی طرف متوجہ فرماتا ہو اور تم جن لوگون کو پکارتے ہو وے بھی مخلوق ہین اگرچہ برگزیدہ ہون مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے کم ہین جیسے ملائکہ و مسیح وغیرہ تو وے خود اپنے رب عز وجل کی طرف متوجہ ہین پس بدرجۂ اولی تمہاری جہالت سے ناراض و تمہارے دشمن ہونگے۔ أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ یہ لوگ جنکو مشرکین پکارتے ہین۔ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ خود ڈھونڈھتے ہین اپنے رب کی طرف درجہ اور وسیلہ کہ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ کہ انمین کون زیادہ نزدیک ہو یعنی نیک اعمال و طاعات سے وسیلہ ڈھونڈھتے ہین کہ قرب مزید حاصل ہو جیسے مسابقہ مین ایک دوسرے پر سبقت چاہتا ہو اور یہ بیان اُنکے حرص کا نہین ہو بلکہ کمال رغبت طاعات کا اور غایت آرزوے قرب و منزلت کا ہو۔ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ۔ اور اُمید کرتے ہین اُسکی رحمت کی۔ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ اور ڈرتے ہین اُسکے عذاب سے یعنی باوجود نیک اعمال کے کبھی ان اعمال پر نظر نہین کرتے بلکہ اللہ تعالے کی رحمت کے امیدوار اور اس کے عذاب سے خوفناک رہتے ہین کیونکہ وہ تمام عالم سے غنی و بے پرواہ ہو کسی کی طاعت سے اُسکو شوق نہین اور کسی کی نافرمانی سے وحشت نہین بلکہ ہر ایک کا نیک و بد اُسکے واسطے ہو پھر آگاہ فرمایا کہ انکا خوف اپنے موقع پر ہو کیونکہ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا تیرے رب کا عذاب ایسا ہو کہ اُس سے پرہیز کرنا واجب ہو۔ جب معلوم ہوگیا کہ جنکو پکارتے ہین جناب باری تعالے مین انکی خود یہ حالت ہو تو پکارنے والے کسقدر گمراہ ہین اور جنکو پکارتے ہین وے خود ان پکارنے والون کے کسقدر دشمن ہونگے جوکہ اُنکے رب عز وجل سے اسطرح مخالفت کرتے ہین اور پھر انھین کو پکارتے ہین معالم وغیرہ مین مذکور ہو کہ روایت کیا جاتا ہو کہ مشرکین پر سخت قحط واقع ہوا جسمین انھون نے کتے وغیرہ تک مار کھائے آخر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی تب اس آیت کا نزول ہوا کہ جنکو پکارتے ہو اُنسے فریاد مانگو دیکھو کہ کچھ بھی تم سے ضرر نہین دور کر سکتے ہین شیخ ابن کثیر رح نے اسکو نہین لکھا اور قحط شدید تو قریش مین وہی واقع ہوا تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایذار دینے سے آپ کی بددعا کرنے سے پڑا تھا واللہ تعالے اعلم۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اہل شرک کہتے کہ ہم ملائکہ کے اور مسیح کے اور عزیر کے الوہیت کے قائل ہین اور الذین یدعون یعنی یدعونہم اور وہ ملائکہ و مسیح و عزیر ہین اور بخاری رح نے تفسیر قولہ اولئک الذین یدعون یبتغون الآیہ مین روایت کی کہ عبد اللہ بن مسعود رض نے کہا کہ کچھ لوگ جنون مین سے معبود بنائے جاتے تھے اور ایک روایت مین ہو کہ انسان مین سے کچھ لوگ جنون مین سے کچھ لوگون کو پوجتے تھے پس جنی تو مسلمان ہوگئے اور یہ لوگ اُسی دین کو پکڑے رہے۔ اور قتادہ رح نے اپنی اسناد سے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ آیت کا نزول دربارہ چند عرب کے ہوا کہ وے لوگ کچھ جنون کو پوجتے تھے پس جنی تو مسلمان ہوگئے اور یہ لوگ انسانی جو انکی عبادت کرتے تھے انکو جنیون کے اسلام سے شعور نہ ہوا پس یہ آیت اُتری۔

اور ایک روایت مین ابن مسعود رضؓ سے یون مروی ہے کہ چند لوگون کو پوجتے جو ملکی گروہ سے تھے جنکو جن کہتے ہین سدی رحمہ نے
ابن عباس رضؓ سے روایت کی کہ قولہ یبتغون الی ربھم الوسیلۃ ایھم اقرب یعنی جیسے عیسیٰ و اُن کی ماں و عزیر وغیرہ۔ مغیرہ نے ابن عباس سے
روایت کی کہ وہ عیسیٰ و عزیر و شمس و قمر ہین اور مجاہد رحمہ نے کہا کہ عیسیٰ و عزیر و ملائکہ ہین۔ ولیکن شیخ ابن جریر رحمہ نے قول ابن مسعود رضؓ کو اختیار کیا
بدلیل اسکے کہ آیت مین یبتغون الی ربھم الوسیلۃ۔ بصیغہ مضارع ہو جس سے ماضی کی تعبیر نہین ہو سکتی تو اس مین عیسیٰ و عزیر و ملائکہ نہین داخل
ہونگے اور کہا کہ وسیلہ بمعنی قربت ہو جیسا کہ قتادہ رحمہ نے فرمایا ہو۔ مترجم کہتا ہو معنی یہ ہین کہ یبتغون سے معلوم ہوا کہ اب ایسا کرتے ہین کہ وسیلہ
ڈھونڈھتے ہین اور ملائکہ و عیسیٰ و عزیر علیہم السلام گذر چکے اور ملائکہ کے واسطے ماضی سے وقت ہو تو یہ لوگ داخل نہین ہو سکتے اور مترجم
کہتا ہو کہ ان بزرگون کے واسطے عالم برزخ مین بھی ایک حال ہو جسکا قیاس نہین ہو سکتا پس شاید کہ بمعنی استمرار ہو فافہم۔ ف فی العرائس
قولہ تعالےٰ اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربھم۔ اس آیت سے اللہ تعالےٰ نے اہل بطالت کے ناکون کو خوار کر دیا جو سوائے حق عز و جل کے
غیرون کی طرف عبودیت کا اشارہ کرتے ہین خواہ ملائکہ ہون یا انبیا ہون مانند عیسیٰ و عزیر علیہما السلام کے اور مانند بعضے مومنین جن کے اور
اہل کفر و شرک اپنی بدکاری و گمراہی سے ان لوگون کی جانب معبود ہونے کا اشارہ کرتے ہین حالانکہ یہ بندے دروازہ کبریا ازل پر قائم اور
انوار عظمت کے تحت مین عاجز ہین کہ عظمت آلٰہی کی صولت سے فنا ہو جاوین اللہ تعالیٰ سے وسیلۂ قرب کو ڈھونڈھتے ہین کیونکہ اُسکے سلطان
قہر سے خوفناک ہین اور کشف جمال کے اُمیدوار ہین قولہ ویرجون رحمتہ ویخافون عذابہ۔ پھر سب سے زیادہ خاص وسیلہ اُسکا کرم قدیم ہے
اور بعد اسکے اقرب وسیلہ بجانب حق تعالےٰ وہ شخص ہو کہ جس کی معرفت حق تعالےٰ کے ساتھ زیادہ ہوا اور اُس سے خوفناک زیادہ ہوا اور مقام
وسیلہ مقام شفاعت ہو اور یہ مقام خاص محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہو وہی مقام محمود ہو اور دوسرون کے واسطے جو شفاعت ہو وہ
اُسی مقام کی شاخین ہین جو دوسرون کو پہونچی ہین اور سب سے زیادہ قرب کا وسیلہ جناب باری تعالیٰ مین یہی ہین اور باقی سب لوگ خواہ
ملائکہ ہون یا انبیا ہون یا اور لوگ ہون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو وسیلہ پکڑتے ہین پھر اللہ تعالےٰ نے یہ وسیلہ چاہنے والون کو اس وصف
سے یاد فرمایا کہ امیدوار و خوفناک ہونگے پس خوف کا صدور تو انوار عظمت کے ظہور سے ہے اور امید کا صدور اُسکے انوار جمال کے ظہور سے ہے
پس جو بندہ صادق ہوا وہ جناب حق عز و جل کی طرف بازوی نور جمال و جلال پر پرواز کرتا ہو اور یہ دونون اُسی کی طرف سے بندہ کے لیے وسیلہ
ہین جو اُسکو قرب مین پہونچاتے ہین پس جلال کے دیدار سے فنا ہو جاتا ہو اور جمال کے دیدار سے باقی ہو جاتا ہو اور انھین دونون سے نظام عبودیت
و عرفان ربوبیت ہے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اُمید و خوف دو بازو ہین کہ آدمی کو استقامت کے ساتھ منزل رضوان کو لیے جاتے ہین
جب دونون برابر ہوتے ہین تو اسکے احوال ٹھیک قائم رہتے ہین اور اگر دونون مین سے کوئی پلہ بھاری ہوتا ہو تو دوسرا باطل ہو جاتا ہو تو نہین
دیکھتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر مومن کا خوف و امید وارسی تولی جاوین تو دونون برابر اُترین بعض مشائخ نے کہا کہ امید
رحمت یہ کہ رحیم سبحانہ تعالےٰ تک پہونچنے کی طلب ہو اور خوف عذاب یہ کہ اُسکے ہجران و انقطاع سے پناہ مانگے کیونکہ اس سے زیادہ کوئی عذاب
نہین ہو۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امید رحمت ظاہر مین جنت ہو اور حقیقت مین اللہ تعالےٰ کی حسن معرفت ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے امور قدر مین سے
اپنی حکمت بالغہ کے موافق ایک اشارہ فرمایا بقولہ تعالےٰ

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ

اور نہین ہو کوئی قریہ مگر آنکہ ہم اسکو ہلاک کرنے والے ہین روز قیامت سے پہلے یا اسکو عذاب کرنیوالے ہین عذاب سخت یہ تھا

ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ۭ وَاٰتَيْنَا

ایساہی کتاب مین لکھاہوا اورہم کوکوئی چیز رد کنے والی نہین کہ ہم آیات بھیجدین مگر یہ کہ جھٹلایا ہے انکو اگلون نے اوردیاہمنے

ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ۭ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ۝

ثمود کو ناقہ آنکھون کے سامنے دیکھا پھر انھون نے اسپر ظلم کیا اورہم نہین بھیجتے آیات کے ساتھ مگر تخویف

اس آیت مین اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ خوف ورجا اہل حق مین ہوگی اوراہل کفروعناد اپنی منزل پرجانے والے ہین اورانکو آیات و معجزات ودلائل کچھ فائدہ نہین دے سکتے اورجو اُسنے لوح محفوظ مین لکھدیا وہ حتمی ہو پس یہ بھی لکھاکہ۔ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا یعنی نہین کوئی قریہ باقی مگر آنکہ ہرقریہ کو یعنی ہر قریہ والون کو ہم ضرورہلاک کرنے والے ہین قیامت سے پہلے اوراگر بالکل ہلاک نہ کیا توانکو سخت عذاب کرینگے پس بالکل ہلاک تو جیسے قوم ثمود واہل ایکہ وغیرہ گذرے اوراگر بالکل ہلاک نہین توطرح طرح کے مصائب وبلاؤن وقتل وغارت مین مبتلا کرینگے چنانچہ قریش مکہ آخر مین اپنی سرکشی کی وجہ سے انھین مبتلا ہوے۔ مقاتل رحمہ نے کہاکہ یہ بیان ہو ہرگروہ کے فانی ہونے کا پس ہرقریہ والے دائمی نہین بلکہ ہالک ہین اگر صالح ہونگے تواچھی موت سے مرینگے اورقریہ اُجاڑ ہوگا اوراگر بدکار مشرک ہین توانواع عذاب سے تباہ ہونگے۔ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا یہ بات لوح محفوظ مین مسطور ہو پس باقی سوائے حق جل جلالہ کے اورکوئی چیز نہین ہو حضرت عبداللہ بن مسعودرض سے روایت ہوکہ جس گاؤن مین زنا وسود خواری ظاہر ہوتی ہو اللہ تعالے اُسکے برباد کرنے کا حکم دیتا ہو۔ کتاب سے مراد لوح محفوظ ہو اورامام ترمذی نے عبادہ بن الصامت رض سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اول جو چیز اللہ تعالے نے پیدا کی وہ قلم ہو پس حکم دیا کہ لکھ اسنے اجازت چاہی کہ کیا لکھون حکم ہوا کہ جو ابدالابد تک ہونے والا ہو وہ تقدیر لکھدے۔ پھر چونکہ قریش نے چند معجزات جنکا رخ دنیا کو آباد کرنا اورآخرت سے انکار وبے پروائی کی طرف تھا جوکہ ایمان کے اصلی مقصود سے بالکل خلاف ہو ایسے معجزات مانگے اوردعوی کیاکہ یہ ملین توہم ایمان لے آوینگے اوریہ بات ممکن ہوکہ دنیاوی دولت وثروت بہت کچھ حاصل ہونے پربھی اہل ایمان اس ہیچ کی طرف سے توجہ اٹھا لیتے ہین اورآخرت پرجس کا ایک بالشت تمام دنیا وما فیہا سے بہتر ہو متوجہ ہوجاتے ہین توامید تھی کہ شاید ایمان لاوین اورقریش نے انھین آیات پرہٹ کی اورآنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم انکے انجام عذاب وہلاک پرترحم کرکے بہت چاہتے کہ کسی طرح ایمان لاکر سرداری آخرت سے مشرف ہون توچاہیے کہ انکی ہٹ کے موافق یہ معجزات وآیات دیدیے جاوین پس اللہ تعالے نے فرمایا۔ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اورہم کو کوئی چیز مانع نہین ہوکہ ہم آیات بھیجدین یعنی جن باتون کے واسطے کفار قریش ہٹ کرتے ہین کما قال تعالی فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ یعنی کہتے کہ ایسی آیت لاوے جیسی اگلی بھیجی گئی تھی۔ لن نؤمن لك حتى تفجر لنا من الارض ينبوعا یعنی بعضے کہتے کہ ہم کبھی تجھپر ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ تو اس زمین حجاز سے چشمہ رواں جاری کردے۔ تو اللہ تعالے نے آگاہ فرمایاکہ ہم کو آیات دینے سے کوئی چیز مانع نہین ہے۔ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ۔ ولیکن آیات کو اگلون نے جھٹلایا یعنی اگلون کی طرح جو یہ لوگ آیات مانگتے ہین توہم بغیر کسی موانع کے دے سکتے ہین لیکن اگلے کب ایمان لائے تھے جو یہ لوگ ایمان لاوینگے چنانچہ عالم شہادت مین انھون نے انکار کیا اور سخت عذاب سے ہلاک ہوے پس علم آلہی مین عالم غیب مین ہوکہ مثل اگلون کے یہ بھی ایمان نہین لاوینگے اورخود بھی ظاہر ہوکہ معجزات دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے ہو تاکہ پیغمبر جو کچھ عذاب سے ڈراتا ہو انکو سچ مانکر ڈرین پس تصدیق کے واسطے کسی قسم کا معجزہ ہو کافی ہو اور

جب بدبخت شقی ہو تو جیسے اُسنے اس معجزہ کی نسبت کہدیا کہ یہ جادو ہو اسی طرح تمام معجزات کی نسبت یہی کہیگا اور جو نیکبخت سعید ہو کہ اپنے انجام کو دیکھتا ہو اُسکو خواہ مخواہ ایسے معجزات کی ضرورت نہین ہو چنانچہ بہت سے اگلون کی ہٹ ہم نے پوری کی مگر اس سے سوائے گمراہی بڑھنے کے انکو کچھ فائدہ نہوا چنانچہ فرمایا ۔ وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً اور دیا ہم نے ثمود کو جو قوم صالح علیہ السلام تھی ناقہ جس طرح اُنھون نے ہٹ کرکے پہاڑ سے پیدا ہونا مانگا تھا درحالیکہ وہ صاف روشن واقع ہوا اس لائق کہ ہر دیکھنے والا اُس سے عجائب قدرت والوہیت و توحید مین بصارت حاصل کرے ۔ فَظَلَمُوْا بِهَا ۔ مگر وے ایمان نلائے بلکہ اُسکے ساتھ ظلم کیا یعنی اسکو ہلاک کیا اور نہ مانا یا اُسکے جھٹلانے سے اپنی جانون پر ظلم کیا آخر سب کفر کرنے والے برباد ہوے پھر یہ لوگ کیونکر ہٹ کرتے ہین اور ثمود کے ناقہ کا ذکر خاصکر اسواسطے فرمایا کہ وہ بلاد عرب مین انکی حدود سے بہت قریب کا واقعہ ہو اور شیخ امام ابن کثیر رح نے اس آیت کی تفسیر مین لکھا کہ سنید رح نے اپنی تفسیر مین سعید بن جبیر سے روایت کی کہ مشرکون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ گمان کرتے ہین کہ آپ سے پہلے انبیاء گذرے بعض کے واسطے ہوا مطیع کردی گئی تھی اور بعض مردے کو زندہ کرتے تھے پس اگر آپ چاہتے ہین کہ ہم آپ پر ایمان لاوین تو دعا کیجیے کہ آپ کا پروردگار ہمارے واسطے اس کوہ صفا کو سونا کردے پس اللہ تعالے نے آپ پر وحی بھیجی کہ مین نے تیرے قوم کا قول سنا پس اگر تو چاہے تو مین یہی دیدون جو کہتے ہین پھر اگر ایمان نہ لائے تو عذاب نازل ہوگا کیونکہ ایسی آیت کے نزول کے بعد کچھ انتظار و مہلت نہین ہو اور اگر تو چاہتا ہو کہ مہلت چاہے اپنی قوم کے واسطے تو مین اُنکے حق مین مہلت دیتا ہون آپ نے عرض کیا کہ اے رب مین آہستگی و مہلت چاہتا ہون انکو مہلت دیدے ۔ ایسا ہی قتادہ و ابن جریج وغیرہما سے مروی ہو مترجم کہتا ہو کہ حکمت الٰہیہ اسمین ظاہر تھی کہ قریش مین سے موجودہ لوگ جو آیات کے واسطے ہٹ کرتے تھے کمتر ایمان لانیوالے تھے انکے حق مین کفر مقدر تھا کسی آیت پر ایمان نہ لاتے ولیکن انکی پشت و نطفہ مین اور باقی لوگ تقدیر مین ایمان والے اور اللہ تعالے کی راہ مین کمال صدق سے جانین قربان کرنیوالے مجاہدین تھے پس اگر ہٹ کرنیوالون کو انکی آیات دیجاتین اور وے ایمان نلاتے تو نزول عذاب مین سب ہلاک ہوتے پس کمال قدرت و حکمت سے موافق تقدیر کے واقع ہوا ۔ شیخ امام نے لکھا کہ امام احمد رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ اہل مکہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوہ صفا کو سونا کردو اور یہ پہاڑ و پتھر یہان سے ہٹا دو کہ ہم تونگری کے ساتھ زراعت کرین تو آپ کو حکم ہوا کہ چاہو انکے واسطے آہستگی و مہلت لو اور چاہو انکو وہ دیدیا جاوے جو ہٹ کرتے ہین پھر اگر انھون نے کفر کیا تو ہلاک ہونگے جیسے اگلی امتین ہلاک ہوئین پس آپ نے مہلت چاہی اور اللہ تعالے نے نازل فرمایا وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ الآیہ ۔ رواہ النسائی ۔ اور ابن جریر رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالے ہمارے واسطے کوہ صفا کو سونا کردے اور ہم آپ پر ایمان لے آوینگے آپ نے فرمایا کہ تم ایسا کروگے کہنے لگے کہ ہان پس آپ منتظر ہوے اُسیوقت جبرئیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اللہ تعالے سلام فرماتا ہو اور ارشاد کرتا ہو کہ اگر تو چاہے تو یہ لوگ اس حال مین صبح کرین کہ کوہ صفا سونا ہو پھر اسکے بعد جس نے انمین سے کفر کیا تو ایسا عذاب کرونگا کہ عالمین مین سے کسی کو نہ کیا ہو اور اگر چاہے تو انکے واسطے ابواب توبہ و رحمت کے کشادہ کردون آپ نے عرض کیا کہ مین یہی چاہتا ہون کہ ابواب توبہ و رحمت کشادہ کردیے جاوین ۔ حافظ ابو یعلی موصلی نے باسناد روایت کی زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ جب نازل ہوا قولہ تعالے وانذر عشیرتک الاقربین یعنی ڈرسنادے اپنے کنبہ کے نزدیک والون کو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ ابوقبیس پر کھڑے ہوکر پکارا کہ اے آل عبد مناف مین نذیر ہون مترجم کہتا ہو کہ عرب مین دستور تھا کہ جو کوئی اپنے کو نذیر کہکر چلاتا تو سمجھتے کہ کسی دشمن کا یا کسی آفت و حملہ کا ڈرسنانے کو بلاتا ہو پس فوراً دوڑتے تھے پس قریش سب آکر جمع ہوگئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور بچنے کی فہمایش کی ۔

کہنے لگے کہ تو گمان کرتا ہو کہ نبی ہو تجھے وحی آتی ہو اور سلیمان کے واسطے ہوا مسخر کردی گئی تھی اور پہاڑ اسکے واسطے مسخر تھے اور موسی کے واسطے سمندر مسخر کیا گیا اور عیسی مردہ کو زندہ کرتا تھا پس تو بھی دعا کردے کہ اللہ تعالے یہ پہاڑ یہان سے ہٹادے اور اس زمین پر نہرین جاری کردے تو ہم کھیت تیار کرکے انمین کھیتی کرین یا پھر دعا کردے کہ اللہ تعالے ہمارے مردون کو زندہ کردے کہ ہم انسے باتین کرلین اور وے ہمکو بتلادین نہین تو پھر دعا کردے کہ اللہ تعالے ہمارے واسطے اس پہاڑی کو جسپر تو کھڑا ہو سونا کردے کہ ہم اس سے سونا کاٹ لیا کرین اور ہمکو جاڑے و گرمی کے سفر سے راحت ملے حضرت زبیر نے کہا کہ ہم آپ کے گرد ہی تھے کہ اتنے مین آپ پر وحی نازل ہوئی جب وحی ختم ہوئی تو آپنے فرمایا کہ قسم اسکی جسکے قبضہ مین میری جان ہو کہ جو تم نے مانگا وہ اللہ تعالے نے مجھے دیا اور اگر مین چاہون تو ہو جاوے ولیکن اللہ تعالے نے مجھے اختیار دیا کہ چاہون باب رحمت سے تم لوگ داخل ہو پس جو گردن جھکاویگا مومن ہوگا اور چاہون جو تم مانگتے ہو تم کو اسی کے حوالہ کیا جاوے تب باب رحمت نہ پاؤگے تب کوئی تم مین سے مسلمان نہوگا لہذا مین نے باب رحمت اختیار کیا پس تم مین ایمان لانیوالے ہین اور کہا کہ مجھے میرے رب نے آگاہ فرمایا کہ جو تم مانگتے ہو اگر اسنے وہ دیدیا پھر اسکے بعد تم کافر ہوے تو تم پر وہ ایسا عذاب کریگا کہ عالمین مین سے اُسنے کسی کو ایسا عذاب نہین کیا ہو اور یہ آیت نازل ہوئی وما منعنا ان نرسل بالآیات آخر تین آیات پڑھین اور نازل ہوا قولہ ولو ان قرآنا سیرت بہ الجبال الآیہ پس معنی یہ ہین کہ جو کچھ تیری قوم نے مانگا اُسکے دینے مین ہم کو کوئی روک نہین ہم چاہین حکم دیدین اور فوراً ہی ہو جاوے جو ہم چاہین لیکن تیری قوم پر ترحم ہو کیونکہ اگلون نے جو مانگا ہم نے دیا پھر اُنھون نے پیغمبر کو جھٹلایا اور یہ بھی ہمارا فرمان جاری ہو کہ بعد ایسی آیت کے نزول کے اگر جھٹلادین تو جڑ سے تباہ کردیے جاوین چنانچہ ثمود کو انکے ہٹ پر ناقہ پہاڑ سے نکال دیا مگر بعضے لوگ انمین سے مسلمان نہوے پھر اُنھون نے ظلم کیا اور خالق عزوجل سے کفر کیا رسول کو جھٹلایا بلکہ اس کی کوچین کاٹ کر ہلاک کیا پس صالح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ کہدے کہ تمتعوا فی دارکم ثلثۃ ایام ذلک وعد غیر مکذوب۔ جیتے رہو اپنے گھرون مین تین دن یہ وعدہ غیر مکذوب ہو پس اللہ تعالے نے سب کو تباہ وہلاک کردیا۔ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰیٰتِ اِلَّا تَخْوِیْفًا یعنی ارسال آیات تو تخویف ہی کے لیے ہم کرتے ہین۔ قتادہ رح نے کہا یعنی اللہ تعالے لوگون کو خوف دلاتا ہو جن آیات سے چاہے تاکہ لوگ عبرت حاصل کرین اور کہا کہ ہم سے بیان کیا گیا ہو کہ ابن مسعود رض کے وقت مین کوفہ مین زلزلہ آیا تو فرمایا کہ اے لوگو تمھارا رب چاہتا ہو کہ اسکی درگاہ مین عذر و توبہ کرو پس عاجزی کرو۔ یون ہی روایت ہو کہ عمر بن الخطاب رض کے وقت مین مدینہ مین زلزلہ آیا کئی بار پس عمر رض نے کہا کہ لوگو تم نے احداث پھیلایا ہو واللہ اگر پھر عود ہوا تو ایسا اور ایسا کرونگا۔ اور حدیث صحیحین مین ہو کہ سورج وچاند آیات الٰہی مین سے دو آیتین ہین کسی کی موت یا زندگی کی وجہ سے انمین کسوف وخسوف نہین ہوتا ہو بلکہ اللہ تعالے اپنے بندون کو تخویف دیتا ہو جب تم اسکو دیکھو تو اللہ تعالے کے ذکر اور دعا و استغفار کی طرف جلدی سے رجوع ہو پھر کہا کہ اے امت محمد اللہ تعالے سے زیادہ کوئی غیور نہین ہو اس بات مین کہ اسکا غلام واسکی باندی زنا کرین اے امت محمد اگر تم جانتے جو مین جانتا ہون تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے۔ معراج مین لایا کہ ارسال آیات مین تخویف ان لوگون کے واسطے ہو جنپر رسول بھیجا گیا پس اگر ڈرے تو نجات پائی ورنہ دو صورتین ہین ایک یہ کہ یہ آیات انھون نے ہٹ کرکے مانگی تھین تو دنیا ہی سے عذاب استیصال مین گرفتار ہو کر سب ہلاک ہو جاتے ہین اور اگر آیات غیر مقترحہ ہون تو عذاب آخرت مین ماخوذ ہین پس اس زندگی مین مہلت ہو اگر کہا جاوے کہ اصل مقصود تو ان آیات سے یہ ہوتا ہو کہ جس شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہو اسکی تصدیق کرین اور اسکے قدم پر ایمان لاوین تو تخویف مین یہ مقصود کیونکر حاصل ہوا جواب یہ ہو کہ تخویف اول ہوتی ہو تب تصدیق ضروری ہو جاتی ہو تو وہی باعث ہو۔ ف فی العرائس وما نرسل بالآیات الا تخویفا۔ نفوس کے واسطے کرامات دو مرتبہ پر ہو ایک یہ کہ نفس اپنے رب عزوجل پر ایمان مین مطمئن ہو اور

دوم یہ کہ معصیت الٰہی سے باز رہے اور معجزات وآیات عظیمہ دیکھنے مین نفس کو تخویف ہو اور عقل کو تحذیر ہو اور قلب کو گڑگڑاہٹ ہے اور روح کو ترویح ہو جس سے انس پیدا ہوتا ہو اور سر باطن کے واسطے اجلال ہو اور سر السر کے لیے معرفت و توحید و یقین ہو جس سے صفت کے بعد مشاہدہ ذات (راحت ۱۲) مین ترقی کرتا ہو۔ حارث محاسبی رح نے کہا کہ جو آیات اللہ تعالےٰ اپنے بندون مین ظاہر فرماتا ہو وہ کامل اہل طاعت کے واسطے رحمت ہین اور اوسط درجہ والون کے لیے تنبیہ ہین اور عاصیون کے لیے تخویف ہین۔ امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا کہ ارسال آیات مین تخویف کیا ہو فرمایا کہ نصیحت اور عصیان سے پرہیز کرنا۔ شیخ نے کہا کہ ہر انسان کے واسطے یہ آیات موجود ہین کہ اول شباب ہوتا ہو پھر متغیر کرکے وہ سن کہولت پر کر دیا جاتا ہو پھر بوڑھا کر دیا جاتا ہو اور احوال مین تغیر دیا جاتا ہو کہ وہ کبھی معصیت سے طاعت کی طرف رجوع کرے یا ایک وقت سے دوسرے وقت مین نصیحت پکڑے۔ سراج مین لایا کہ پھر جب قوم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ آیات مانگین جنپر ہٹ کی تھی اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ اُنکے اظہار مین اس قوم کے واسطے بہتری نہین ہو تو اس سے اس قوم کو جرأت زیادہ ہوئی اور طعن کیا کہ اگر سچ رسول ہوتے تو معجزات لاتے جو ہم نے مانگے تھے پس اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب کو تقویت دی اور بیان فرمایا کہ ہم اسکو نصرت و قوت دینگے اور اسلام کو ظاہر کرینگے بقولہ تعالےٰ

وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ط وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

اور یاد کرو جب ہمنے تجھے کہا تھا کہ تیرے رب نے گھیر لیا ہو لوگون کو اور نہین کر دیا ہمنے وہ دیکھنا جو تجھے ہمنے دکھایا تھا مگر فتنہ واسطے لوگون کے

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِي الْقُرْاٰنِ ط وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا

اور وہ درخت جو لعنت کیا گیا ہو قرآن مین اور ہم انکو خوف دلاتے ہین مگر اس سے انکو کچھ نہین بڑھتا سواے سرکشی کے حد سے بڑھے ہوے

وَ اور یاد کر اے اشرف الخلق اِذْ قُلْنَا لَكَ جبکہ ہم نے تجھ سے فرمایا کہ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ تیرے رب نے احاطہ کر لیا لوگون کو یعنی از راہ علم و قدرت کے پس سب لوگ اُسی کے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین کسی کو طاقت نہین کہ اسکی مشیت سے باہر ہو جاوے پس کوئی بات نہین کر سکتے مگر وہی جو اُسنے مقدر فرمائی اور جاری کی ہو اور اللہ تعالےٰ تیرا حافظ و ناصر ہو ان لوگون کے ہٹ کرنے پر توجہ مت کر اور تبلیغ رسالت کا جو کچھ تجھکو حکم ہو وہ جاری کر وہی تجھکو نصرت و قوت دیگا کما قال تعالےٰ واللہ یعصمک من الناس شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اسمین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ رسالت پر تحریض ہو کہ اللہ تعالےٰ تمام لوگون پر قادر و قاہر ہو اور سب اُسکے قبضۂ قدرت کے تحت مین مقہور مغلوب ہین۔ مجاہد و عروۃ بن الزبیر و حسن و قتادہ وغیرہم نے کہا کہ قولہ احاط بالناس یعنی تجھے اُسنے محفوظ فرما دیا ہو۔ حاصل یہ ہو کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو توجہ دلائی کہ ہم نے تجھے آگاہ کر دیا کہ تمام لوگ قدرت الٰہی کے تحت مین ہین وہ اپنے علم و قدرت سے اُنپر محیط ہو تو انکو کوئی اختیار حاصل نہین کہ مثلاً جو آیات مانگتے ہین اُنکے ملنے پر خود اختیاری ایمان لاوین بلکہ اُسکے قبضہ قدرت سے نہین نکل سکتے اور ایسے ہی اگر یہ آیات نہ دیجاوین تو تیری تکذیب مین غلو کرکے تجھے ایذا پہونچاوین یہ بھی نہین اختیار رکھتے کیونکہ قولہ واللہ یعصمک من الناس سے ہم نے فرما دیا پس کوئی اُسکے قہر سلطان سے باہر نہین ہو سکتا پس تو رسالت الٰہی کو پورا کر اور اللہ تعالےٰ اپنے دین کو سب پر روشن کریگا۔ بعض نے کہا کہ ناس سے مراد اہل مکہ ہین اور احاطہ کے معنی یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ انکو مغلوب و مقہور کریگا۔ مترجم کہتا ہو کہ حاصل یہ ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تسکین دی کہ تجھے بتلا دیا گیا کہ اللہ تعالےٰ تمام بندون پر محیط ہو پس اہل مکہ جو آیات پر اقتراح کرتے ہین وہ اسکے احاطہ قدرت مین ہین انکے حق مین ایمان نہین ہو تو آیات سے انکو کچھ فائدہ نہ ہوگا بلکہ وے مقہور و مقتول ہونگے۔ سراج مین کہا

کہ روایت ہے کہ جب بدر کے روز یعنی اس سورہ شریفہ کے نزول کے تیسرے سال مین جنگ بدر کے روز جب فریق کفار قریش جو کہ ہزار کے قریب تھے اور فریق اصحاب مومنین جو قریب تین سو کے تھے مقابل ہوے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُسوقت حضرت ابو بکر رضہ کے ساتھ اس عریش مین تھے جو آپ کے واسطے بنایا گیا تھا اور دعا کرتے تھے کہ الٰہی مین تجھ سے تیرا عہد و وعدہ مانگتا ہون پھر وہان سے نکلے اور آپ پر زرہ تھی اور صحابہ رضہ کو قتال پر برانگیختہ فرمایا اور فرماتے جاتے سیھزم الجمع و یولون الدبر یعنی عنقریب جماعت کفار بھاگینگے اور پیٹھ پھیرینگے مترجم کہتا ہے کہ عہد و وعدہ دلیل ہے کہ اُن کافرون کے مغلوب و مقہور ہونے کے واسطے پہلے سے ارشاد ہو گیا تھا جو احاطہ الٰہی لوگون پر آیت مین مذکور ہے اور دعا کرنا ادب تھا کہ جناب الٰہی عز و جل غنی مستغنی ہے اور سراج مین لایا کہ جب ادل روز آپ میدان بدر مین وارد ہوے ہین تو فرماتے تھے کہ واللہ گویا مین قوم قریش کے مقتل دیکھ رہا ہون اور آپ زمین کی طرف اشارہ کرتے کہ یہ مصرع فلان ہے یعنی وہ مقتول ہو کر یہان گر کر مریگا اور یہ مصرع فلان ہے قوم مین سے متعدد لوگون کے نام لیے یہ روایت صحیح مین موجود ہے اور راوی کہتے ہین کہ واللہ جہان آپ نے فرمایا تھا اُس سے بالشت بھر تجاوز نہ تھا پھر قریش نے آپ کے اس فرمانے کو سنا تو سرکشی سے مضحکہ مین ڈالا - پھر سراج مین کہا کہ ما نرسل بالآیات پر عطف فرمایا قولہ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ یعنی جو دیدار ہم نے تجھے شب معراج مین مشاہدہ کرایا اسکو ہم نے نہین کیا مگر فتنہ واسطے لوگون کے یعنی تیرے واسطے تو وہ کرامت عظیمہ تھی اور لوگون کے لیے ہم نے اسکو امتحان و فتنہ کر دیا اس طور پر کہ حکم دیدیا کہ اسکو لوگون سے ظاہر کر دو اور نعمت رب کو بیان کرو پس یہان رویا سے مراد معراج ہے اور الناس سے مراد اہل مکہ اور وہ لوگ جو اس امتحان مین آئے سراج مین لکھا کہ بعض نے زعم کیا کہ رویا کی لفظ مین دلالت ہے کہ یہ خواب تھا اور جواب دیا کہ یہ کچھ نہین اسواسطے کہ لغت مین رویت اور رویا دونون مین کچھ فرق نہین ہے مترجم کہتا ہے کہ جس شخص نے یہ وہم کیا کہ رویا خواب ہی ہوتا ہے تو اس نے اس مقام پر یون تفسیر کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ آپ مع اصحاب کے مکہ مین داخل ہوے اور آپ مدینہ مین تھے پس آپ مع اصحاب کے عمرہ کے واسطے روانہ ہوے جب حدیبیہ پہونچے تو مشرکین قریش نے بقصد قتال راہ روکی اور آپ نے صلح کر لی ایک مدت کے واسطے اور مشروط تھا کہ دوسرے سال آکر عمرہ ادا کرین اسطرح کہ قریش تین روز کے واسطے مکہ خالی کر دینگے پس آپ واپس آئے تو یہ بات بعض مسلمانون کے لیے فتنہ ہو گئی پھر جب مکہ فتح ہوا تو نازل ہوا قولہ لقد صدق اللہ رسولہ الرویا بالحق - اس کلام پر اعتراض کیا گیا کہ یہ خواب مدینہ مین تھا اور یہ سورہ مکیہ ہے اور بعض نے جواب دیا کہ ہو سکتا ہے کہ شاید آپ نے مکہ مین دیکھا ہو اور اسکا وقوع مدینہ سے ہوا - خفاجی رح نے کہا کہ یہ بیفائدہ تکلف بعید ہے صحیح قول اسکی تفسیر مین وہی ہے جو مذکور ہوا کہ اس سے مراد رویا ے معراج ہے اور اسمین لوگون کے واسطے فتنہ یہ ہوا کہ جب آپ نے بحکم الٰہی اسکو لوگون سے بیان کیا تو کافرون نے تکذیب کی اور علاوہ انکے بہت لوگ جو بظاہر اسلام لائے تھے مرتد ہو گئے اور سابق آیت معراج مین اول سورہ مین بعض احادیث سے مذکور ہوا کہ یہ مرتد یہ و زید رہ مقتول ہوے پس معلوم ہوا کہ رب عز و جل نے لوگون کا احاطہ کیا ہے وہی علیم ہے کہ کون شقی ہے اور کون سعید ہے حتی کہ اس رویاے معراج سے حق تعالے نے مرتد ہونے والے اشقیاء کو خارج کر دیا اور بخلاف انکے جو بندے مخلص تھے اُنکے ایمان کا نور زیادہ ہو گیا پس اس سبب سے یہ رویا لوگون کے واسطے فتنہ ہوئی - وفی تفسیر الامام الحافظ رح اور بخاری رحمہ اللہ نے عکرمہ عن ابن عباس رضہ روایت کی کہ قولہ وما جعلنا الرویا التی ارینٰک - کہا کہ یہ رویاے عین ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دکھلائی گئی اس رات کہ آپ کو اسرا عطا ہوا تھا اور کہا کہ والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن - وہ شجرۃ الزقوم ہے - ایسا ہی امام احمد و عبد الرزاق وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی اور یہی عوفی نے ابن عباس سے روایت کی - اور اسیطرح رویا کی تفسیر اسرار معراج کے ساتھ مجاہد و سعید

بن جبیر وحسن بصری ومسروق وابراہیم وقتادہ وعبدالرحمن بن زید اور بہتون سے مروی ہی اور کہا کہ پہلے گذرا کہ بعضے لوگ جو اسلام پر تھے اس معراج کے سننے سے منکر ہوکر مرتد ہو گئے کیونکہ انکے عقول وقلوب نے اسکو برداشت نہ کیا پس جبکا علم انہین نہ آیا اُس سے انکار کر بیٹھے اور اسی واقعہ کو اللہ تعالےٰ نے دوسرون کے واسطے ثبات ویقین کر دیا پس اسی معنی مین یہ فتنہ یعنی امتحان ہوا۔ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ اور اس شجرہ کو جو قرآن مین ملعون ہی یہ عطف ہی رویا پر بلکہ بعض مفسرین نے کہا کہ تقدیم وتاخیر ہی تقدیر کلام یہ ہی وما جعلنا الرویا التی اریناک والشجرة الملعونة فی القرآن الا فتنة للناس یعنی نہین کیا ہم نے رویا کو جو تجھے دکھلایا اور شجرہ کو جو قرآن مین ملعون ہی مگر لوگون کے لیے فتنہ کیونکہ اس شجرہ مین بھی امتحان تھا کیونکہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج مین جحیم کو دیکھا تو اسکی جڑ سے شجرہ اُگا ہوا دیکھا پس آگاہ فرمایا کہ شجرة الزقوم اصل الجحیم مین اُگتا ہی پس اہل صادق نے دل سے یقین کیا اور کچھ بعید نہین جانا کیونکہ قدرت الٰہی بے انتہا ہی اور اہل کذب وشک نے انکار کیا۔ سراج مین لکھا کہ اکثر مفسرین نے کہا کہ شجرہ ملعونہ سے مراد شجرة الزقوم ہی جو قولہ تعالےٰ ان شجرة الزقوم طعام الاثیم مین مذکور ہی یعنی درخت زقوم بدکارون کا طعام ہی اسمین لوگون کے واسطے دو طرح پر فتنہ ہوا ایک یہ کہ ابن الزبعری نے کہا کہ ہم نہین جانتے زقوم مگر چھوہارا و مسکہ پس ملا کر کھایا اور کہا کہ یہی زقوم ہی اور ایسا ہی ابوجہل نے کہا۔ دوم ابوجہل نے کہا کہ جب جہنم پتھرون کو جلا دیتی ہی پھر یہ گمان کیونکر ہو سکتا ہی کہ آگ مین درخت ہو۔ چنانچہ اسی بارہ مین اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا۔ انا جعلناہا فتنة للظالمین الآیات۔ یعنی ہم نے اسکو ظالمون کے واسطے فتنہ کر دیا ہی اور نازل ہوا کہ ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ کیونکہ قدرت الٰہی اس سے زیادہ ہی کہ تمام مخلوق کے اوہام اسکا ایک ذرہ اندازہ کرین اور صرف اتنی بات کہ آگ کے اندر درخت زقوم ہو کچھ بھی بعید نہین ہی کیونکہ قدرت الٰہی عز وجل سے ظاہر ہی کہ سبز درختون سے آگ نکلتی ہی حالانکہ وہ درخت نہین جلتا ہی اور کچھ بعید نہین کہ اللہ تعالیٰ آگ مین ایسی جنس سے درخت پیدا کرے جسکو آگ نہ جلاوے بلکہ اسکی غذا اسی سے ہو اور یہ نمونہ موجود ہی کہ بلاد ترک مین سمندر کیڑا ہی جس سے ٹوپیان بناتے ہین جب اسمین میل بہت ہو جاتا ہی تو آگ مین ڈال دیتے ہین اسمین سے میل جل جاتا ہی اور باقی ٹوپی صحیح سالم رہجاتی ہی اسمین آگ کچھ نہین اثر کرتی ہے اور نعامہ کو دیکھو کہ آگ کی چنگاریان کھا جاتا ہی اور آگ سے سرخ کیا ہوا لوہا کھالیتا ہی اور اسکو کچھ ضرر نہین ہوتا ہی۔ اگر کہا جاوے کہ قرآن مین اس درخت کے واسطے لعن نہین ہی پھر کیونکر فرمایا کہ الشجرة الملعونة فی القرآن۔ اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول یہ کہ شجرہ مذکور کے ملعونہ ہونے سے مراد اسکے کھانے والون پر لعنت ہی یعنی کفار ومشرکین جنکی غذا یہ درخت ہوگا اور انپر قرآن مین لعنت مذکور ہی پس معنی یہ کہ الشجرة الملعونة فی القرآن اہلہا یعنی درخت وہ کہ لعنت کی گئی ہی قرآن مین اُسکے کھانے والون کو اس لئے کہ شجرہ مذکورہ کا درحقیقت کچھ گناہ نہین ہی کہ اسپر لعنت واقعی ہو بلکہ جو لوگ ملعون کہ اُسکے کھانے والے ہونگے انکی وجہ سے نظم کلام مین ملعونہ اُسکی صفت واقع ہوئی ہی۔ وجہ دوم یہ کہ عرب ہر طعام مضر کو ملعون کہتے ہین۔ وجہ سوم یہ کہ لعن کے معنی لغت مین دور کرنا۔ چونکہ یہ درخت اچھی صفتون وخاصیتون سے بہت دور پیدا کیا گیا ہی لہذا الملعونہ ہوا بالجملہ شجرہ ملعونہ کی یہ تفسیر زقوم کے ساتھ ابن عباس ومسروق وابومالک وحسن بصری وبہتون سے مروی ہی اور سلف مین کوئی اسکے خلاف معلوم نہین ہوا۔ ولیکن ابن جریر رح نے منقطع روایت کی کہ سہل بن سعید نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب مین قریب وفات کے دیکھا کہ آپ کے منبر پر بنو امیہ مانند بندرون کے کودتے ہین تو اس سے آپ کو ناگواری پہونچی یہانتک کہ اسکے بعد نہین ہنسے حتی کہ وفات فرمائی اور اللہ تعالےٰ نے اسی بارہ مین نازل فرمایا وما جعلنا الرویا التی اریناک الآیہ۔ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اسکی اسناد بالکل ضعیف ہی اس کا راوی محمد بن الحسن بن زبالہ اور اُس کا شیخ عبدالمہیمن دونون بالکل متروک ضعیف ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ علاوہ اسکے یہ آیت مکیہ ہی اور خواب مذکور اگر صحیح ہوتا تو قریب وفات کا واقعہ ہی تو اس بارہ مین کیونکر نزول ہو سکتا ہی۔ سراج مین اور معالم وغیرہ مین ہی کہ بعض نے کہا کہ درخت مذکور سے

مراد ہوو ہین جنپر قرآن مین لعنت مذکور ہی اور یہ کچھ نہین ہی کیونکہ اُنسے فتنہ کیا ہی اور بعض نے کہا کہ شیطان اور بعض نے کہا کہ ابوجہل اور بعض نے کہا کہ درخت کشوث جو دوسرے درخت پر لپٹ کر خشک کر دیتا ہی۔ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ شیخ ابن جریر رح نے اختیار فرمایا کہ مراد رویا سے معراج اور شجرہ ملعونہ سے شجرۃ الزقوم ہی اور فرمایا کہ یہی صحیح ہی اسوجہ سے کہ علمار تاویل وتفسیر سلف رحمہم اللہ سے بالاجماع یہی مروی ہی۔ خلاصہ تفسیر کا یہ ہوا کہ اے اشرف الخلق صلے اللہ علیہ وسلم تجھ سے ہم نے کہدیا تھا کہ تیرا رب اپنے علم وقدرت سے لوگون پر محیط ہی پس کسی کو اپنے اختیار سے کچھ مجال نہین ہی تو اپنی تبلیغ رسالت کو پورا کر اور یہ نہین ہو سکتا کہ حفظ الٰہی کے بعد تجھے کوئی صدمہ پہونچا وے جیسے یہ نہین ہو سکتا کہ کفار اپنی ہٹ کی آیات پا دین تو اپنے قول کے موافق ایمان لے آوین اور رب عزوجل جانتا ہی کہ کون سعید ہی اور کون شقی ہی اور وہ خبیث وطیب کو علحدہ فرماتا ہی پس معراج کا دیدار جو ہم نے تجھے دکھلایا وہ تیرے حق مین عروج کمال ہی مگر لوگون پر بیان کرنے کا حکم یہ لوگون کے واسطے امتحان تھا کہ اس مین اہل سعادت کو علوم معارف ومدارج حاصل ہوئے اور جو اہل شقاوت مختلط تھے وہ بدبختی سے تکذیب مین پڑے اور یون ہی شجرۃ الزقوم کا بیان کہ اصل الجحیم مین اگتا ہی اور بدکارون کا طعام ہی یہ بھی لوگون کے واسطے امتحان تھا کہ اللہ تعالے عزوجل کی قدرت کاملہ پر ایمان لاتے ہین یا نہین اور یہ سب آیات الٰہی ہین جنسے لوگون کو تخویف دی گئی ۔ وَنُخَوِّفُهُمْ اور ہم انکو تخویف دیتے ہین۔ فَمَا يَزِيدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا پس یہ تخویف انکو نہین بڑھاتی کچھ سوائے طغیان کبیر کے یعنی اس سے اہل فتنہ وبدبختی کو کچھ فائدہ نہین پہونچا بلکہ طغیان اور بڑھتا جاتا ہی اور یہ وہی احاطہ الٰہی ہی حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آنکھون دیکھا جانتے تھے کہ یہ سب صحیح ہی اور یہ بھی دیکھتے تھے کہ اہل سعادت مثل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کس طرح مرتبہ صدیق اکبر اس سے پاتے جاتے ہین پس یہ مقام تسکین وطمانیت کا ہی کہ رب عزوجل اپنی مخلوق پر محیط ہی جو وہ چاہتا ہی وہی ہوتا ہی کچھ آیات وتخویف مؤثر نہین ہین پس بتقدیریکہ اللہ تعالے وہ آیات ظاہر فرماوے جن کو ہٹ کرکے مانگتے ہین تو اُنسے کچھ فائدہ نہ ہوگا سوائے اسکے کہ جہل وعناد زیادہ بڑھاوین اور جن آیات سے انکو تخویف دی گئی اسکا نتیجہ یہی ہوا پس ترحم الٰہی تعالے نے انکے حق مین ان آیات کے نہ دینے سے بہتری فرمائی کہ چندے انکو مہلت ہی ورنہ ابھی ہلاک ہوتے۔ پھر جب قوم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے عناد بڑھایا اور واہیات طور پر ہٹ کرکے آیات مانگنے لگے اور معجزات باہرات سے انکار کیا اور حبس قحط وشدت وغیرہ مین مبتلا ہوے اُسنے کچھ فائدہ نہ دیا اور باعث اسکا دو باتین تھین ایک حسد اور دوسرا تکبر پس تکبر سے تو اپنے کو بڑا سردار سمجھتے اور حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے عار سمجھتے تھے اور حسد اس امر پر کہ اللہ تعالے عزوجل نے ہمارے درمیان مین سے انکو برگزیدہ فرماکر نبوت سے ممتاز فرمایا تو اللہ تعالے نے ابلیس کا حال بیان فرمایا کہ انھین دونون باتون سے ملعون ہوا اور اسی کے اتباع مین جو لوگ علم الٰہی مین اشقیا ہین اُسکے مطیع ومنقاد ہونگے اور تھوڑے لوگ خالص بندے اہل سعادت ہونگے فقال تعالے

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا ۝ قَالَ

اور بیان کر دے جب ہمنے کہا ملائکہ کو کہ آدم کو سجدہ کرو پس انھون نے سجدہ کیا لیکن ابلیس وہ بولا کہ کیا مین سجدہ کرون ایسے کو جسے تو نے پیدا کیا مٹی سے کہنے لگا

اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۡ لَىِٕنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

بھلا دیکھ تو یہ جسکو تو نے مجھ سے چڑھایا اگر تو مجکو ڈھیل دے قیامت کے دن تک تو اسکی اولاد کو ڈھاٹی دے لون مگر تھوڑے سے

قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاۗؤُكُمْ جَزَاۗءً مَّوْفُوْرًا ۝ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ

فرمایا جا پھر جو کوئی تیرے ساتھ ہوا انمین سے سو دوزخ ہی تم سب کی سزا پورا بدلا اور گھبرا لے ان مین جسکو گھبرا سکے

مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا
اپنی آواز سے اور پکار لا اُن پر اپنے سوار اور پیادے اور ساجھا کر اُن سے مال اور اولاد مین اور وعدے دے انکو اور
يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ۝
نہین دیتا انکو شیطان وعدہ دیتا مگر غرور بیشک میرے بندے ہین کہ نہین تجکو انکے اوپر قابو اور کافی ہے تیرا رب وکیل

اسمین بیان ہے کہ ابلیس کو آدم کے ساتھ قدیمی عداوت ہے اور باعث عداوت اسکا تکبر اور آدم کو خاکی و حقیر نظر سے دیکھنا اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنا اور اپنے خیال و غرور کی وجہ سے شرم و عار کے آگے حکم خالق عز و جل سے انحراف کرنا اور بے ادبی کرنا جناب الٰہی مین۔ یوم القیامہ تک زندگی کی خواہش واسطے اولاد آدم کی بربادی کے اور یہ امر حکمت الٰہی مین مقدر ہونا۔ ابلیس کو موت سے تا نفخ صور مہلت ہونا شیطان کے واسطے قابو ان لوگون پر جنکو اپنے علم ازل کے موافق مطرود فرمایا ہے اور شیطان کا اضلال بصوت تخییل رجل۔ مشارکت شیطانی در اموال و اولاد۔ وعدہ شیطانی غرور کا۔ اہل ایمان پر شیطان کو قدرت نہ ہونا۔ اللہ تعالے بندگان مومنین کے واسطے خود کفیل ہے قال اللہ تعالے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور بیان کر دے جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا یعنی فوراً تعمیل کرنے کا۔ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ سجدہ کرو آدم کے لیے۔ شیخ سیوطی نے لکھا کہ سجدہ تحیت تھا جھک کر جیسے اگلی امتون مین بھی جائز تھا یعنی یہ سجدہ عبادت نہ تھا مگر اللہ تعالے کے حکم کی فرمانبرداری کرنا اللہ تعالی کی عبادت تھی۔ فَسَجَدُوْٓا پس سب نے سجدہ کیا۔ اِلَّآ اِبْلِيْسَ لیکن ابلیس جو انمین موجود تھا اُسنے سجدہ نہ کیا۔ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِيْنًا بولا کہ کیا مین سجدہ کرون ایسے کے لیے جسکو تو نے طین سے پیدا کیا طین نمناک مٹی بھیگی ہوئی کیونکہ جسم آدم ع کے واسطے مٹی پانی مین تر کرکے چھوڑی گئی تھی یہانتک کہ سیاہ ہو گئی۔ بالجملہ اُسنے جسم آدمؑ کی پیدائش طین سے دیکھکر اپنے آپ کو اُس سے اچھا جانتا رہا اور جب اُسی کے واسطے ملائکہ کو جو نور سے مخلوق ہین سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اُسکی جبلی خباثت ظاہر ہوئی اور اُسنے سجدہ سے انکار کیا اور اپنے واسطے فضیلت کا دعوی کیا چنانچہ صریح دوسری آیت مین مذکور ہے قال انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین یعنی مین اس سے بہتر ہون تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسکو کیچڑ سے۔ یہ قصہ سات مقام پر مذکور ہے سورۂ بقرہ و اعراف و حجر و تو یہ و کہف و طٰہ و صٓ۔ اور پورا کلام سابق مین گذر چکا ہے۔ اور معالم مین ہے کہ سعید بن جبیر رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالے نے ابلیس کو بھیجا تھا وہ ایک مٹھی خاک روے زمین سے اسکی شور و شیرین مٹی سے لایا اس سے آدم مخلوق ہوے پس جسکو شیرین سے پیدا کیا وہ سعید ہے اگرچہ وہ کافر کا بیٹا ہو اور جسکو شور سے پیدا کیا وہ بدبخت ہے اگرچہ نبی کی اولاد ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالے نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا تھا وہ اقسام و الوان زمین سے ایک مٹھی خاک لیگئے یہ تو صحیح ہے اور جو روایت ابن عباس ذکر کی اگر صحیح ہو تو شاید ایسا ہوا ہو کہ جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ شیطان بھی بھیجا گیا ہو تاکہ وہ اقسام انسان سے براہ جبلی کیفیت سے آگاہ ہو۔ ابلیس نے اسقدر جرأت پر اکتفا نہ کیا اور دوسری جرأت کی قَالَ اَرَءَيْتَكَ بولا کہ مجھے آگاہ فرما دے۔ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ یہ جسکو تو نے مجھپر فضیلت دی ہے۔ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ۔ اے اخرتنی اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اگر تو نے مجھے تاخیر دی تا روز قیامت۔ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ تو احتناک کرونگا اُسکی ذریت کا یعنی گمراہ کرکے جڑ سے اُکھاڑ دونگا عرب بولتے ہین کہ احتنک الجراد الزرع ٹیڈی نے کھیتی کو احتناک کر دیا یہ اُسوقت کہتے ہین جب وہ بالکل کھا گئی ہو اور بعض نے کہا کہ عرب بولتے ہین کہ حنک الدابۃ یعنی نکیل دی یعنی جانور کو پانچے کے جبڑے سے نا تھ لیا تو معنی یہ کہ ذریت کو ہانکونگا جیسے چاہونگا۔ بعض نے کہا یعنی اُسپر غلبہ کرونگا اغوا کرکے۔ اِلَّا قَلِيْلًا سوا تے قلیل لوگون کے وہ انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین ہین اور وے بہ نسبت

کافرون کے ہمیشہ ہر زمانہ مین تھوڑے رہے ہین اہمین کئی باتین معلوم ہوئین اول یہ کہ اسنے یہ آرزو ظاہر کی کہ اگر تو مجھے قیامت تک مہلت دے تو معلوم ہوا کہ قادر قوی فقط حق تعالی عزوجل ہے۔ دوم شیطان تا قیامت باقی ہے۔ سوم آدم علیہ السلام کو گمراہ کرنے کا دعوی نہ کیا بلکہ ذریت کا کیونکہ آدم علیہ السلام داخل قلیل مذکورین ہین ذریت کا لفظ بیٹا و بیٹی دونون پر بولا جاتا ہے اور بیٹی کی اولاد بھی ذریت ہے حتی کہ اگر کسی نے وصیت کی کہ میرا مال بعد میرے مرنے کے میری ذریت پر وقف ہے تو اسکا حکم نکالنے کے لیے ذریت کے معنی و مصداق دیکھنا چاہیئے۔ چہارم احتناک ذریت سے ظاہر ہوا کہ جڑ سے اکھڑ جانے مین جو اولاد آدم کہ کافر و مشرک مرے وے آدم علیہ السلام سے منقطع و علیحدہ ہو گئے اور انکا استیصال ہو گیا کیونکہ آدم علیہ السلام ہمیشہ کے لیے جنت مین ہین اور یہ اولاد ہمیشہ کے لیے جہنم مین ہین۔ پنجم اسنے جو دعوی کیا کہ مین احتناک کرونگا اس سے اُسکی قدرت مراد نہین ہے بلکہ اللہ تعالے نے سوائے اپنے بندون یعنی قلیل کے باقیون پر اسکو تسلط دیا ہے تو اسنے اسی تسلط کا دعوی کیا بدون شکر کے کیونکہ شیطان کے واسطے کوئی فعل خیر نہین ہے بخلاف اسکے جن بندون کو اللہ تعالے نے شیطان سے چھڑایا ہے وے ہر حال مین اللہ تعالے کا شکر ادا کرتے ہین اور اپنی قوت کا دعوی نہین کرتے بلکہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم پڑھا کرتے ہین اسیواسطے شیطان نے قلیل پر یہ دعوی نہین کیا اور یہ قلیل وہی ہین جنکو اللہ تعالے نے فرمایا ان عبادی لیس لک علیھم سلطان پس ثابت ہوا کہ حکمت آسیہ ہے آدم مین سابق سے جاری ہے اور جو لوگ داخل قلیل ہین شیطان کو اُنپر قابو نہین ہے اور جنپر اسکو قابو ہو وے کسی آیت و معجزہ سے انتفاع نہین پاتے ہین۔ پھر یہان یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ شیطان نے کہان سے یہ بات دریافت کی کہ مجھے غلبہ دیدیا جائیگا ہر ایک ذریہ پر سوائے قلیل کے۔ اسکا جواب کئی وجہ سے دیا گیا اول یہ کہ ملائکہ سے سُنا تھا کہ یہ لوگ زمین پر فساد و خونریزی کرینگے دوم یہ کہ اُسنے آدمی مین عزم نہین پایا اور خواہش جوف خالی مین پائی تو جان لیا کہ وہ شہوات کے وقت قابو مین نہین رہیگا۔ سوم یہ کہ اُسنے پہچانا کہ جسم مرکب از قوت شہوت بہیمیہ و قوت ظنون خیالی شیطانیہ اور قوت عقلیہ ملکیہ اور قوت غضبیہ ہے اور جان لیا کہ یہی بعض قوی اول مین مستولی ہونگے پھر قوت عقلیہ تو آخر مین غالب ہوگی تو اول ہی سے جب عادت و الفت شہوات و گمراہی کے ڈالدی تو قوت عقلیہ کی طرف آخر مین توجہ ہی نہین ہوگی اور اگر ہو تو بھی وہ مغلوب و خراب ہوگی پس جو نتیجہ اسنے ذکر کیا وہ لازم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ سب توجیہات امام رازی کی تبعیت مین خطیب نے سراج مین بھی ذکر کیے ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ ارئیتک ہذا یہ ابلیس ملعون کی طرف سے کفر کے ساتھ بے ادبی و جرأت ہے اور رب عزوجل حلم فرماتا ہے۔ قولہ لاحتنکن ذریتہ۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یعنی مین غالب ہو جاؤنگا اسکی ذریت پر۔ مجاہد رح نے کہا یعنی مین گھیر لونگا۔ اور ابن زید نے کہا یعنی گمراہ کردونگا اور یہ سب تفسیرین قریب قریب ہین اور معنی یہ ہین کہ جسکو تو نے مجھپر شرف دیا ہے اگر تو نے مجھے مہلت دی قیامت تک تو مین اسکی ذریت کو گمراہ کردونگا سوائے قلیل کے۔ قَالَ اذْهَبْ۔ یعنی اللہ تعالے نے فرمایا کہ تو جا یعنی پورا کر جو تو نے اپنے خیال مین ٹھان لیا ہے اور یہ جانا مقابل آنے کا نہین ہے بلکہ یعنی روان ہو کہ مین نے تجھے مہلت دی اور سورہ حجر مین مذکور ہو چکا کہ شیطان کو مہلت قیامت تک نہین ہے بلکہ نفخ صور تک ہے یعنی اول نفخہ جسمین تمام مخلوق مریگی شیطان بھی مر جاویگا پھر چالیس برس یا ایک مدت کے بعد جسکا علم حقیقی اللہ تعالے کو ہے سب مخلوقات واسطے قیام قیامت کے اُٹھائے و زندہ کیے جاوینگے۔ بالجملہ جب ابلیس نے مہلت چاہی اور وہ منظور ہوئی تو اللہ تعالے نے اسکے واسطے چند باتین فرمائین اول تو یہ کہ روان ہو۔ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ پس جو کوئی تیرا تابع ہوگا ان اولاد آدم مین سے۔ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ تو جہنم تمھاری جزا ہے یعنی تیری اور جو تیری پیروی کرین سب کا عوض جہنم ہے جَزَآءً مَّوْفُوْرًا یہ بدلا پھر پورے

جیسے خبیث وناپاک عمل کروگے انکا پورا بدلا پاؤگے۔ اور وہی جہنم ہے۔ مجاہد رح نے فرمایا کہ جزاء وافر ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ تم پر جزاء موفر ہے اسمین سے تمھارے واسطے کچھ کمی نہ ہوگی۔ مترجم کہتا ہے کہ بعضے اکابر نے جیسے شیخ ابن العربي رح ہین جیساکہ اپنی تفسیر مین تحت قوله تعالے خالدین فیہا مادامت السموات والارض الا ماشاء ربک الآیہ لکھا ہے اس آیت سے اشارہ نکالتے ہین کہ اہل جنت کی طبیعت و جبلت قلبی بہمہ وجوہ موافق جنت ہے اور اہل جہنم کی جبلت قلبی موافق جہنم ہے حتی کہ وے جنت مین اگر ڈالے جاوین تو مر جاوین جیسے نجاست کے کیڑے کو گلاب مین ڈالنا اُسکے لیے موت ہے پس معلوم ہوا کہ جہنم ان لوگون کے واسطے جزاء موفور ہے۔ دوسری بات یہ فرمائی۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ اور اُبھار کر جدا کر جسکو تو استطاعت پاوے انمین سے۔ بِصَوْتِكَ اپنی آواز کے ساتھ۔ مجاہد رح نے کہا کہ گانے و لہو کے ساتھ یعنی شیطان کے وسوسہ سے ان لوگون نے گانا سیکھا اور لہو کے مزامیر وغیرہ بنائے اور انکی شہوات مین مشغول ہوکر حق سے منقطع ہوگئے۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ اپنی دعوت اور پکار سے یعنی انکو اللہ تعالے کی معصیت کی جانب بلاکر اور چونکہ شیطان کے واسطے آواز اسطرح ہے کہ لوگ بلاوین لہذا ابن عباس رض نے فرمایا کہ جو کوئی اللہ تعالی کی نافرمانی کی طرف بلاوے وہ شیطانی داعی ہے اور یہی قول قتادہ رح کا ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین مروی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک خط مستقیم کھینچا اور اسکے دونون طرف بہت کثرت سے خطوط نکالے اور آگاہ فرمایا کہ راہ مستقیم راہ حق ہے اور اسکے پہلو مین راہین شیطان کی ہین ہر راہ پر ایک بلانیوالا ہے جس نے کسی بلانے والے کو مانا تو وہ اُسکو جہنم تک پہونچا دیگا۔ اور دوسری حدیث مین اپنے زمانہ وصحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین کے زمانہ کے بعد فرمایا کہ پھر وہان جہنم کے دروازون پر کھڑے ہوے بلانے والے پیدا ہونگے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ مستقیم راہ پر نفس کے واسطے سختی ہے اور جنت انھین مکارہ سے گھری ہوئی ہے جیساکہ حدیث مین ہے کہ حفت الجنة بالمکارہ۔ پس نفس اس صاف مستقیم راہ پر مبتلاے شہوات نہین ہوسکتا اور اسکے پہلو مین جو کج راہین ہین وہ شہوات وخواہش نفسانی سے مملو ہین اور چونکہ ہر نفس کی خواہش مختلف ہوتی ہے تو ہزارون لاکھون راہین طرح طرح کی خواہشون کے ساتھ ہین پس نفس ان خواہشون کی جانب راغب ہوکر اسطرف چلا جاتا ہے اور برابر خوش ومسرور ہوتا ہوا چلا جاتا ہے یہانتک کہ جہنم مین پہونچ جاتا ہے اور جہنم انھین شہوات سے گھری ہے یعنی ایسی چیزون سے جنکی طرف نفس للچاوے جیساکہ حدیث مین ہے کہ حفت النار بالشہوات یعنی جہنم ایسی غضبناک چیز کی طرف کون جاتا مگر وہ ایسی چیزون سے گھری ہے کہ نفس کو انکی جانب خواہش ولالچ کثرت سے ہوتا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہان سے ایک تنبیہ یہ بھی معلوم ہوئی کہ جو لوگ گمراہی کی جانب بلانے والے ہونگے انکو شیطانی تعلیم سے ایسے ایسے عجائب صنعت وحرفت وعجیب اشیاے نادرہ کی ایجاد معلوم ہوگی جنکی جانب لوگون کی خواہش مزید ہو پھر جو لوگ راہ مستقیم پر ہین وہ اپنے علم سے دریافت کرلیتے ہین کہ ان چیزون کا انجام کیا ہے اور فضل الٰہی سے فوراً معلوم کرلیتے ہین کہ انجام ہیچ اور بد صرف چندروزہ ہوس مین مبتلا ہوکر آخر کو خواری جہنم ہے برخلاف انکے جو بدبخت کہ شقی ہین اور وے انجام کو وہین جانیوالے ہین ان مین جب خواہش غلبہ کرتی ہے تو آخر کو یہ سمجھ لیتے ہین کہ انجام کیا اور سواے اسی زندگی دنیاوی کے باقی سب خیال ہے پس بے دھڑک اسی طرف مائل ہوکر منہمک ہوجاتے ہین اور آخر جہنم مین جاتے ہین نعوذ باللہ من ذلک۔ پھر واضح ہو کہ قولہ من استطعت منہم مین ضمیر منہم کا مرجع اگر تمام ذریت آدم ہے تو مراد یہ ہے کہ جنپر تجھے استطاعت دیدیجاوے اُن سب مین سے کیونکہ قلیل پر اللہ تعالے کی طرف سے اسکو استطاعت وقدرت ہی نہ ملیگی۔ اور اگر منہم کی ضمیر اسی گروہ کی طرف ہے جو سواے قلیل کے اسکے متبعین ہونگے تو ظاہر ہے کہ ان سب پر شیطان کو استطاعت دیدی جاتی ہے پس اسوقت مراد یہ ہے کہ یہ گمراہ لوگ بھی سب ایک ہی تلبیس سے پھندے مین نہین آسکتے ہین بلکہ جسپر تجھے صوت سے استطاعت

جو نفس پر گران ہوکر گزرین ۱۲

لے انکو اپنی صوت سے علیحدہ کرلے۔ سوم۔ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ اور ہانک لگا اُنپر۔ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ اپنے خیل ورجل کے ساتھ۔ جلب آواز کرخت سے پکارنا۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یعنی حملہ کر اینپر اپنے لشکر سے سواروں وپیادوں سے کیونکہ رجل جمع راجل بمعنی پیادہ ہی جیسے رکب جمع راکب ہی اور مطلب یہ کہ اُنپر تسلط کر ہر چیز سے جسکی تجھے قدرت دیجاوے اور یہ امر تقدیر وحکمت الٰہیہ مین سے ہی۔ معالم وسراج مین ہی کہ ابو الضحی نے ابن عباس سے روایت کی کہ جو کوئی الله تعالے کی نافرمانی مین سوار ہوکر چلے یا پیادہ چلے وہ شیطانی سواروں وپیادون مین سے ہی۔ علی ہذا جو کوئی معصیت کی طرف داعی ہو وہ اسمین داخل ہی۔ اور محتمل ہی کہ حقیقی لشکر مراد ہو اسطرح کہ شیطان کے واسطے شیاطین کا لشکر ہو جسمین سوار وپیادہ ہون۔ اقول لشکر کا ہونا تو احادیث کثیرہ مین وارد ہی کلام اسمین ہی کہ سوار وپیادہ کی صفت کے ساتھ ہین اور اسمین کوئی تردد نہین کہ ایسے ہون۔ اور حدیث مین ہی کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر رکھتا ہی پھر بعوث بھیجتا ہی یعنی لشکرون کو بھیجتا ہی معالم مین لکھا کہ مقاتل نے کہا کہ مراد یہ کہ اپنے لشکر کے سوارون اور پیادون سے اینپر استعانت لے۔ سراج رح مین ہی کہ بعض نے کہا کہ یہ ایک ضرب المثل ہی جیسے کوئی شخص کسی کام مین نہایت مستعدی سے کوشش کرتا ہی تو کہتے ہین کہ جد بالخیل والرجل یعنی سوار وپیادہ سے اسمین کوشش کر۔ اور معالم مین کہا یعنی انپر اپنے مکائد وحیلہ جمع کر دے۔ امام رازی رح نے کہا کہ یہی معنی اقرب ہین کہ بطور ضرب المثل ہی اور زمخشری نے کشاف مین کہا کہ یہ کلام موقع تمثیل مین وارد ہوا ہی پس ابلیس کے تسلط کے جو مغوین پر رکھتا ہی مثال دی ایک غارت کرنیوالے سے جو ایک قوم پر آپڑا اور اسنے انکو ایک کرخت آواز دی جس سے وے اپنے گھرون سے جدا ہوے اور انمین جنبش وہل چل پڑگئی اور غارت کنندہ اپنے سوارون وپیادون کو لیکر اُنپر جاپڑا پس اُسنے سب کو جڑ سے منقطع کر دیا۔ خیل کا اطلاق سوارون پر ہوتا ہی جیسا کہ حدیث مین ہی کہ یاخیل الله ارکبی۔ اے شہسواران الٰہی سوار ہو چلو۔ اور کبھی خالی گھوڑون پر بولا جاتا ہی۔ معالم مین ہی کہ مجاہد وقتادہ رح نے کہا کہ ابلیس کے سوار وپیادہ جنون وانسانون مین سے ہین اور اہل تفسیر ابن عباس وغیرہ نے کہا کہ الله تعالے کی نافرمانی کے ساتھ جو سوار وپیادہ ہو وہ لشکر ابلیس سے ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ یہان تنبیہ ہی کہ جو لوگ راہ مستقیم پر ہین انکو چاہیے کہ ایسے سوار وپیادہ پر نظر موانست نہ رکھین جو دنیا کے واسطے اپنی خواہشون مین مبتلا ہون مسئلہ جو بادشاہ کافر ہو اور ساری اسکی کوشش دنیا کے واسطے ہو اُسکی آرائش لشکر کے دیکھنے کو جانا کیسا ہی تو جواب یہ ہی کہ فتاوے کتاب الشہادات مین ہی کہ اگر بادشاہ کے جلوس دیکھنے کو راستہ پر آتا ہی پس اگر عبرت حاصل کرنے کے واسطے آیا تو عدالت ساقط نہوگی گواہی کے قابل رہیگا اور اگر جلوس دیکھنے کو آیا تو عدالت ساقط ہوجائیگی پس اُسی کی نظیر اس مسئلہ کا حکم ہی اور گھوڑدوڑ وغیرہ کا حکم بھی اسی سے نکلتا ہی۔ چہارم قولہ تعالے وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ اور مشارک ہو اُن کے ساتھ اموال مین اور اولاد مین۔ اموال مین مشارکت تو ابن عباس ومجاہد رح نے کہا کہ جو اموال الله تعالے کی نافرمانی وگناہ مین خرچ کرتے ہین عطاء نے کہا کہ وہ سود ہی۔ حسن رح نے کہا کہ وہ جمع کرنا اموال کا حرام وغیر مشروع طور پر اور اسکو حرام مین خرچ کرنا۔ ایسا ہی قتادہ نے کہا اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ وہ جانورون مین سے بحیرہ وسائبہ بنانا اور یہ قول ضحاک وقتادہ سے بھی مروی ہی۔ شیخ ابن جریر رح نے کہا کہ اولی یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ آیت کریمہ ان سب کو شامل ہی کذا فی تفسیر الامام رح۔ بالجملہ مال مین ہر ایسا تصرف جو شرعی وجہ سے مخالف ہو خواہ ظاہر مین یا نیت مین خواہ لینا ہو یا صرف کرنا ہو سب شیطانی مشارکت ہی جیسے غصب وچوری وسود وغیرہ یا جانورون کے کان کترنا اور بحیرہ وسائبہ وغیرہ بنانا۔ اور واضح ہو کہ اکثر لوگ نیات کے فساد سے شیطانی شرکت مین پڑتے ہین اور سب سے زیادہ افسوس کے قابل ہمارے زمانہ مین میت کا کھانا ہوتا ہی لہذا مین اسکی ضروری تفصیل لکھتا ہون۔ واضح ہو کہ والدین

اور دوسری میت کے واسطے دعا و استغفار بہت عمدہ ہی تو پہلی کوشش یہ دل مین کرنی چاہیے کہ خود انکے واسطے استغفار کرین اور جہانتک نیک لوگ میسر آدین اُنسے استغفار کی درخواست کرین۔ باقی رہا دو طرح کا ثواب اور بھی پہونچانا ممکن ہی ایک یہ کہ قرآن مجید پڑھکر یا پڑھواکر یا نوافل و اذکار تسبیح وغیرہ کا ثواب پہونچانا تو ہمارے اکثر علما رحنفیہ قائل ہین کہ اسکا ثواب پہونچتا ہی مگر بعضے ہمارے علما اور دوسرے امام نہین قائل ہین بالجملہ ہمارے نزدیک جہانتک ممکن ہو اسطرح کا ثواب پہونچایا جاوے اور دوم یہ کہ مالی صدقہ دینا اللہ تعالےٰ کے واسطے اور ثواب میت کے واسطے تو اسمین سب ہمارے علما رحنفیہ اور باقی ائمہ اہلسنّت متفق ہین کہ اسکا ثواب پہونچتا ہی اب معلوم ہوا کہ مالی صدقہ نہایت اچھا تھا اور میت بیچارے کو جو اعمال سے منقطع ہو چکا ہی یہ ثواب نہایت غنیمت تھا ولیکن ظاہر ہی کہ جب صدقہ کرنے والے کو ثواب ہو تو وہ اس ثواب کو میت کو ہبہ کرے تب اُسکو ثواب پہونچے سوا اسکے کہ میت نے تہائی مال کی وصیت صدقہ کی کی ہو مگر وارثون کی یہ کیفیت ہی کہ میت کا کھانا اس غرض سے کرتے ہین کہ ہم برادری کو بلاکر کھانا نہ دین تو بدنامی ہوگی تو اس نیت سے کھانے کا ثواب یہی نام ہی پھر اگر روپیہ موجود نہین تو سودی روپیہ یتیمون کی جائداد مکفول کرکے لیکر اس کام مین اُٹھاتے ہین تو میت کو معلوم ہو چکا کہ وارث کی بدنیتی سے کچھ ثواب نہ ملا ولیکن وارث پر علاوہ مشارکت شیطانی کے دوسرا گناہ سودی لینے کا ہوا کیونکہ سود دیکر لینا اگر جائز ہو تو شرعی ضرورت کے واسطے ہی جس سے مجبوری و چارہ نہ ہو۔ اور تیسرا گناہ یتیمون کی جائداد مین تصرف کا اور یہ بڑا گناہ عظیم ہی اور چوتھے برادری کے لوگ اکثر تونگر ہوتے ہین انکو یہ کھانا اول تو کھانا نہ چاہیے دوم ثواب صدقہ کا برباد ہوا جبکہ اسنے صدقہ کے طور پر نہ دیا پنجم اسنے ایک رسم نکالکر برادری کے غریبون پر یہ سختی ڈالدی کہ آیندہ انکو بھی شرم و عار لاحق ہوئی غرضکہ جہانتک دیکھتے جاؤ یہ سب شیطانی وسوسہ سے اسکی پیروی ہے جس سے وارث خود مرتکب گناہ شدید ہوا اور مال برباد ہوا اور میت کو کچھ ثواب نہ پہونچا پس دیکھو کہ شیطان کا مطلب کس طرح حاصل ہوا اور اگر وارث خالص نیت سے جسقدر ممکن ہوتا بغیر اسکے کہ یتیمون کے مال مین تصرف کرے خالص اللہ تعالےٰ کے نام پر غریبون محتاجون کو جیسے وہ برادری والے ہوتے صدقہ کرتا خواہ نقد جس سے غریب چندروز کھاتا یا خود اُسی طور سے کھانا پکاکر کہ چندروز تک دیا جاوے پاکیزہ مال بدون وسوسہ نام و ننگ کے خیرات کرتا تو سب کے حق مین بہتر ہوتا۔ بالجملہ شیطانی شرکت مالون مین بہت وجہ سے ہوتی ہی اور اسکا کلیہ یہی ہی کہ جو مذکور ہوا کہ خلاف شرع تصرف شیطانی شرکت ہی۔ رہا اولاد مین شرکت کرنا تو عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ زنا کرکے اولاد حاصل کرنا خواہ مرد حاصل کرے یا عورت پس شرعی طور پر حلال پاک اولاد دو طور سے ہی ایک یہ کہ نکاح کرے ایسی عورت سے جو اس کی مملوکہ نہ ہو اور اُس سے نکاح کرنا روا ہو اور دوم یہ کہ خریدے ایسی عورت کو جسکی نسبت یہ معلوم نہ ہو کہ وہ آزاد ہی یا ذمیون مین سے کسی کی لڑکی ہی کیونکہ مثلاً قحط پڑا اور اُسی حالت مین کسی ہندو قوم نے یا کسی اور قوم نے جو آزاد معلوم ہی اپنی اولاد کو کسی مسلمان کے ہاتھ بیچ ڈالا تو یہ بیع باطل ہی اور وہ عورت اسکی لونڈی مملوکہ کبھی نہوگی بلکہ آزاد ہی اگر بدون نکاح کے اُس سے وطی کرے تو اولاد حرام ہوگی۔ پھر اگر وجہ دوم کے موافق کسی عورت کو خریدا اور بیع صحیح ہوئی اور اُس سے مالک نے وطی کی اولاد ہوئی پھر کسی نے آکر دعوی کیا کہ یہ میری لڑکی ہی اور مین آزاد ہون اور عادل گواہون سے اسنے قاضی کے یہان ثابت کیا یا مثلاً اُسنے دعوی کیا کہ میری جورو ہی تو بعد ثبوت کے وہ عورت اسکو دلادیجاویگی اور آیندہ یہ شخص جس نے خریدا ہی اُس سے وطی نہین کرسکتا گویا تین طلاق ہوگئین لیکن جو اولاد ہوئی ہی وہ اُسنے بوجہ شرعی قصد کرکے حاصل کی تو وہ حلال ہی پھر آیندہ اُس سے چاہے نکاح کرلے اگر ہو سکتا ہو۔ بالجملہ مشارکت در اولاد یہ کہ بقول ابن عباس رضا اولاد زنا ہی یہی قول مجاہد و ضحاک کا ہی اور واضح ہو کہ زنا کی اولاد مین باپ کا کچھ حق نہین ہی وہ ماں کو ملیگی۔ اور رہا ایسی اولاد کی مغفرت تو عامہ علما کے

نزدیک زنا کی وجہ سے اُسپر کچھ نہ ہوگا باقی جیسے اعمال کرے ویسا پاوے اور بعض کے قول مین وہ اعراف مین ہوگا مترجم کہتاہے یہ جنتی
ہونے کی طرف راجع ہو اسواسطے کہ اعراف کوئی رہنے کا ٹھکانا دائمی نہین ہو۔ علی ابن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی اولادین
شیطان کی مشارکت وہ ہو جو انھون نے سفاہت کے ساتھ بغیر علم کے مار ڈالی یعنی جیسے لڑکیون کو زندہ درگور کردیتے یا گلا دبا کر مار ڈالتے
تھے۔ قتادہ رہ نے حسن بصری رہ سے روایت کی کہ حسن رہ نے فرمایا کہ واللہ شیطان نے انکے ساتھ اموال و اولاد مین مشارکت کر لی
انھون نے اولاد کو اپنے ساتھ مجوسی بنا ڈالا یا یہودی یا نصرانی بنالیا اور سواے اسلام کے دوسرے رنگ سے رنگا یعنی جیسے نصرانی رنگا
کرتے ہین۔ ایسا ہی قتادہ کا قول ہو اور ابو صالح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ مشارکت شیطانی اولاد مین یہ کہ اولاد کا
نام عبد الحارث یا عبد العزی یا عبد الشمس رکھا یعنی جیسے عبد المسیح یا رام داس وغیرہ رکھے غرضکہ مخلوق کا بندہ اسکا نام کیا۔ سراج مین
ہو کہ جعفر بن محمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ شیطان اپنے ذکر کو مرد کے ذکر سے باندھتا ہو اگر مرد نے اپنی جورو کے ساتھ وطی کرنے مین
بسم اللہ نہ پڑھی تو اسکی جورو کے ساتھ شیطان بھی رہتا ہو اور اسکی فرج مین انزال کرتا ہو جیسے مرد انزال کرتا ہو۔ روایت ہو کہ ایک شخص نے
ابن عباس سے کہا کہ میری جورو سوتے سے چونکی اس حال مین کہ اسکی فرج کے اندر شعلہ آتش تھا تو فرمایا کہ یہ جن کے وطی سے ہو۔ مترجم
کہتا ہو کہ یہ مرفوع بھی روایت کیجاتی ہو۔ شیخ امام ابن کثیر رہ نے کہا کہ شیخ امام ابن جریر رہ نے کہا کہ اولی یہ ہو کہ یون کہا جاوے کہ ہر بچہ
جسکو عورت جنی اور اُسکی ولادت مین اللہ تعالے کی نافرمانی کی گئی خواہ اسطرح کہ نام اسکا وہ رکھا جو اللہ تعالے کے نزدیک مکروہ ہے
یا اسکو ایسے دین مین لایا گیا جو اللہ تعالے کی مرضی نہین ہو یا اُس عورت سے جو اُسکی ماں ہو زنا کیا گیا یا اسکو والدین مین سے کسی نے
قتل کیا یا زندہ درگور کیا یا اُسکے سواے کوئی فعل جس سے اللہ تعالے کی نافرمانی لازم آتی ہو خواہ اُس اولاد کی وجہ سے کیا مثلاً اُس کی
منت ناجائز مانی یا اُس لڑکے مین کیا مثلاً اسکی چوٹی رکھی تو ابلیس کے ساتھ شرکت مین داخل ہوا کیونکہ اللہ تعالے نے کسی طرح کی شرکت کو
مخصوص نہین کیا ہو پس ہر وہ چیز جسمین یا جسکی وجہ سے اللہ تعالے کی نافرمانی کی گئی یا جسمین یا اُسکی وجہ سے شیطان کی اطاعت کی گئی تو یہ
مشارکت ہو۔ یہ جو شیخ ابن جریر رہ نے فرمایا وہ متجہ ہو اور سلف مین سے ہر ایک نے ظاہر البطور مثال کے بعضی مشارکت کی تفسیر کردی ہو اور
صحیح مسلم مین عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالے عز وجل فرماتا ہو کہ مین نے
اپنے بندون کو حنیف پیدا کیا پھر آئے اُنکے پاس شیطان پس پھیر لیا اُنکو انکے دین یعنی فطرت سے اور حرام کیا اُنپر جو مین نے اُنکے واسطے حلال
کیا تھا اور صحیحین مین ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مین سے کوئی اپنے جورو کے پاس آنا چاہے پھر اُسنے پڑھی بسم اللہ اللھم جنبنا
الشیطان وجنب الشیطان ما رزقتنا یعنی بسم اللہ اے رب ہمارے دور رکھ ہم سے شیطان کو اور دور رکھ شیطان کو اُس چیز سے جو تو ہم کو
نصیب کرے تو اگر ان دونون مین کوئی بچہ مقدر ہوا تو اسکو کبھی شیطان سے ضرر نہ پہونچیگا۔ معالم وسراج مین ہو کہ آثار مین آیا ہے
کہ ابلیس جب زمین کو نکالا گیا تو عرض کرنے لگا کہ اے رب تو نے مجھے آدم کی جہت سے جنت سے نکالا تو مجھے اُسپر مسلط کردے اور اسکی اولاد پر۔
حکم ہوا کہ تو مسلط ہو۔ بولا کہ مجھے اسکی استطاعت کہان ہو مگر تیری قوت سے پس میرے لیے کچھ بڑھا دے فرمایا۔ استفزز من استطعت منہم بصوتک
الآیۃ۔ حضرت آدم نے عرض کیا کہ الٰہی مجھپر اور میری اولاد پر ابلیس کو تسلط دیا گیا اور مجھے کچھ قدرت و قوت نہین مگر تیرے ساتھ۔ حکم ہوا کہ تیری
جو اولاد ہوگی مین اُسی کو اُسپر مسلط کرونگا جو اسکی حفاظت کرین۔ عرض کیا کہ کچھ زیادہ فرما دے فرمایا کہ نیکی کا عوض دس گونہ ہو اور بدی اپنے
مثل ایک ہی ہو۔ عرض کیا کہ کچھ اور زیادہ فرما دے حکم دیا کہ توبہ مفروض ہو جب تک جسم مین روح رہے۔ عرض کیا کہ کچھ اور بڑھا دے فرمایا کہ اے

مقبلہ لہ ۱۲

بندو جنھون نے اپنی جان پر اسراف کیا ہو الله تعالے کی رحمت سے مایوس مت ہو الله تعا سب گناہ بخشتا ہو اور خبر مین روایت ہو کہ ابلیس نے کہا
کہ اے رب تو نے اولاد آدم مین انبیاء اُتارے اور اُنپر کتابین اُتارین تو میرے پاس کون کتاب ہو جسکو پڑھون فرمایا کہ شعر عرض کیا کہ میرے
مشاعر کیا ہین فرمایا کہ وشم عرض کیا کہ میری طرف سے ایلچی کون ہین فرمایا کہ کاہن لوگ تیرے ایلچی ہین عرض کیا کہ میرا طعام کیا ہو فرمایا ہر وہ کھانا
ہو آدم کا جسپر میرا نام نہ لیا جاوے عرض کیا کہ میرا پینا کیا ہو فرمایا کہ ہر نشہ کی چیز جو حلال نہ ہو تیرا پانی ہو عرض کیا کہ پھر میرا مسکن کہان ہو فرمایا
کہ حمامات۔ اُسنے عرض کیا کہ میری مجلس کہان ہو فرمایا کہ بازارین تیری مجلس ہین اُسنے عرض کیا کہ مجکو جال چاہیے کہ جس سے شکار کرون فرمایا
کہ عورتین تیرے جال ہین اُسنے عرض کیا کہ میرے لیے اذان چاہیے ہو فرمایا کہ مزامیر تیری اذان ہین۔ الرجیم جو شیطان کو دیا گیا۔ وَعِدْهُمْ
اور آدمیون کو وعدہ دے یعنی بیہودہ وبد انجام وعدے جیسے یہ کہ جنت کچھ نہین اور نہ دوزخ ہو اور کیونکر ہو سکتی ہو اور کہان ہو اور احمق لوگ
گویا تمام زمین وآسمان وما وراے دونون کے سب پر واقف ہین اور ہنوز انکو اپنے پیٹ کی آنت نظر نہین آتی ہو اسکے قول و وسوسہ کو خوب
مانتے ہین اور اسی قسم سے انکو وعدہ دیا کہ تمھارے بت و آلہہ کا سواے حق عز وجل کے جو کچھ ہین تمھاری بندگی سے راضی ہین اور سب تمھاری
سفارش کرینگے کہ یہ ہمارا ہو اسکو عذاب نہ ہو بلکہ جنت مین اعلیٰ مقام پر رکھا جاوے حالانکہ ان مشرکون کے جو خلاف حکم الٰہی کے شرک کرتے ہین دشمن ہین
کیونکہ حق عز وجل کی محبت مین مستغرق ہین پس جو کوئی حق عز وجل کیطرف رجوع لایا ہو اسکے بھی دوست ہین اور جو حق تعا سے غافل ہو اسکے دشمن ہین
اور اسی قسم سے یہ کہ شریف نسب الله تعا کے نزدیک اکرم ہو اور جیسے توبہ مین تاخیر کرنا اور دنیاوی فانی چیز کو لینا اور آخرت کو ادھار سمجھنا اور مانند اسکے بیہودہ و
باطل وعدے اسواسطے فرمایا۔ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا یعنی ان کافرون کو نہین وعدہ دیتا ہو شیطان مگر غرور یعنے دھوکا و فریب باطل جس سے انجام کو
ہلاک ہون اور پچتاوین۔ غرور کے معنے یہ کہ باطل کو ایسی زینت دینا جس سے گمان ہو جاوے کہ یہ حق ہو اسطرح مین لایا کہ غرورا کو نصب ہو نہین کی وجہ مین یا تو وہ مصدر
محذوف کی صفت ہو یعنی وعدا غرورا۔ یا مفعول لہ ہو یعنی غرور کے واسطے انکو وعدہ دیتا ہو تاکہ وعدہ سے غرور مین پڑین۔ یا وہ مفعول بہ ہو
علی الاتساع یعنی وعدہ انکو نفس غرور دیتا ہو۔ اگر کہا جاوے کہ الله تعالے نے کیونکر یہ چیزین شیطان کے لیے ذکر فرمائین حالانکہ الله تعالے فحشاء کا
حکم نہین دیتا ہو تو جواب دیا گیا کہ الله تعالے نے ان کامون کے واسطے حکم نہین دیا بلکہ یہ بطور تہدید کے ہو جیسے کہا جاوے کہ تیرا جو جی چاہے
وہ کر یعنی جیسا کریگا ویسا بھریگا۔ پھر جب الله تعالے نے اسکو کہا کہ جہانتک تجھ سے ہو سکے انکے ساتھ کر تو حدیث مین ہو کہ اسنے کہا کہ قسم ہے
تیری عزت کی کہ جہانتک انکو بہکاؤنگا کہ تیرے معاصی مین غرق ہو جاوین پس حق تعالے نے فرمایا کہ قسم مجھے اپنی عزت کی کہ برابر ہمیشہ انکو
بخشونگا جبتک مجھ سے توبہ کرین اور یہان فرمایا۔ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ یعنی میرے بندے جنکو مین نے اس
لائق کیا ہو کہ میری جانب منسوب ہونے کی انھین کرامت ہو کہ میرے بندے کہلاتے ہین اور تقویٰ وطہارت کے ساتھ میری بندگی پر قائم ہین
تو نہین تجھکو انپر کچھ قابو۔ پس تجھے یہ قدرت نہین ہو کہ تو انکو اغوا کرکے ایسے گناہ مین ڈالے کہ وہ بخشا نہ جاوے کیونکہ مین نے انکو اپنے اوپر توکل
کرنے کی توفیق دیدی ہو۔ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا اور تیرا رب کافی ہو انکا وکیل یعنی حافظ وناصر اور شیطان سے بچانے والا۔ ابو ہریرہ رضہ سے
روایت ہو کہ حضرت صلے الله علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ مومن اپنے متعلق شیاطین کو انکی چوٹی پکڑکر اسطرح مقہور رکھتا ہو جیسے تم مین سے کوئی
اپنے اونٹ کو سفر مین اپنے تابع ومقہور رکھتا ہو۔ رواہ الامام احمد۔ علماے محققین نے کہا کہ الله تعالے کی معصیت سے بچنا نہین ممکن مگر جبکہ ہی
کہ الله تعالے اپنے بندہ کو اپنی عصمت مین نگاہ رکھے اور الله تعالے کی طاعت ادا کرنا نہین ممکن مگر جبھی کہ الله تعالے اپنی رحمت سے قوت دے
ولاحول ولاقوۃ الا بالله العزیز الحکیم۔ ف۔ اہل حق نے کہا کہ جن چیزون سے شیطان کو استطاعت دی گئی کہ مخلوق کو اغوا کرے جب اسے

اسباب جمع ہوتے ہین تو اللہ تعالے اسکے نتائج کو پیدا کردیتا ہی پس خالق اور قوت والا فقط وہی ہی اور شیطان کو خود کوئی قدرت نہین ہی مگر جب ہی کہ اللہ تعالے چاہے اور حدیث مین ہی کہ شیطان آدمی مین مانند خون کے روانی کے جاری ہی۔ اور حدیث مین ہے کہ وہ اپنی سونڈ کو آدمی کے قلب پر رکھتا ہی لیکن جب بندہ مومن نے اپنے رب عزوجل کو یاد کیا تو وہ پیچھے بھاگ جاتا ہی پھر جب غافل ہوا تو چلا آتا ہی پس اللہ تعالے وہی وحدہٗ لاشریک خالق قادر ہی جل شانہ وعز سلطانہ جیسا اللہ تعالے نے اپنی توحید اور کمال قدرت اور لوگون پر احاطہ بیان فرمایا تو بعضے افعال قدرت اور لوگون پر نعمت کا ذکر فرمایا بقولہ تعالے

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ وَاِذَا

رب تمہارا وہ ہی جو جاری کرتا ہی تمہارے لیے کشتی سمندر مین تاکہ ڈھونڈھو اسکے فضل سے وہ ہی تمہارے اوپر بہت مہربان اور جب

مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۭ وَكَانَ

چھو گیا تم کو ضرر سمندر کے بیچ مین تو بھول گئے اسکو جسے پکارتے سوائے اللہ کے پھر جب نجات دیکر اتارا تم کو خشکی مین تم نے منھ موڑا اور

الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ۝ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا

آدمی تو بڑا ناشکرا ہے سو کیا نڈر ہوے کہ دھنسا دے تمکو جنگل کے کنارے یا بھیجدے تم پر آندھی پھر نہ پاؤ اپنا کوئی کام

لَكُمْ وَكِيْلًا ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ

بنانے والا یا نڈر ہوے ہو کہ پھر لیجا دے تم کو اسمین دوسری بار پھر بھیجے تم پر ایک جھونکا باد کا پھر ڈوبا دے تمکو

بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ۝

بدلا اس ناشکری کا پھر نہ پاؤ تمہاری طرف سے ہم پر اسکا دعوی کرنے والا۔

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ۔ تمہارا رب وہ ہی جو جاری کرتا ہی تمہارے لیے فلک یعنی کشتی۔ فِي الْبَحْرِ۔ سمندر مین یعنی تمام احاطہ وقدرت تمہارے رب کو ہی اور رب تمہارا جو تم مین متصرف وتمہارے ادنی واعلی وہر کام کا مدبر ہی وہ ہی جو تمہارے نفع کے لیے سمندر مین کشتی کو جاری فرماتا ہی۔ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ تاکہ تلاش کرو اسکے فضل سے یعنی نفع تجارت اور طرح طرح کے متاع جو تمہارے پاس نہ تھین اور انکی تمکو حاجت ہی۔ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا۔ یعنی یہ فعل اسوجہ سے کہ اللہ تعالے ہمیشہ سے ازلاً وابداً تم پر مہربان ہی چنانچہ اسی مہربانی سے تمہاری ضروریات کو مہیا کردیا اور ہر کام کی سبیل آسان کردی بسراج وغیرہ مین کہا کہ ربکم سے خطاب اس مقام پر عام ہی خواہ مومن ہو یا کافر ہو اور اسکے بعد کا خطاب فقط مشرکون کی طرف ہی۔ اور مترجم کہتا ہی کہ آیت مین اشتباس ہی کہ بندون کے افعال کو اللہ تعالے پیدا فرماتا ہی اور ہر چیز مین جو اثر موجود ہی اسکی تاثیر قدرت سے ہے اور صرف کشتی کا ذکر اسواسطے فرمایا کہ ادنی سے اعلی تک اسقدر سے واقف ہین اور اس سے زیادہ خواص پانی کے اور اس سے انتفاع عام فہم مین نہین ہی مگر اسمین ارشاد ہی کہ بحری تجارت مین منفعت ہی۔ پھر فرمایا۔ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ اور جب تمکو اے مشرکو پہونچا ضرر سمندر مین یعنی ایسی حالت خطرناک ہوئی کہ تم کو جان ومال کے ضرر کا احتمال ہوا تو۔ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ گم ہوگیا تمہاری خاطر و یاد سے ہر وہ جسکو سوائے اللہ تعالے کے پکارتے تھے یعنی پرستش کرتے تھے پس سب کو پکارنا مفقود ہوا۔ اِلَّآ اِيَّاهُ مگر فقط اللہ تعالے کو پس خلوص سے تم نے ایسے وقت اسی کو پکارا یہ جان کر کہ اسوقت اسوائے اسکے کوئی نجات دینے والا نہین ہی اور اسنے تمہاری فریاد پر رحم کیا۔ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ پس اسنے جب تمکو نجات دی

ڈوبنے وتلف ہونے سے اور آہستہ آہستہ تم کو خشکی مین لایا۔ اَعۡرَضۡتُمۡ تو اب تم نے اخلاص سے مُنھ موڑا اور مطمئن ہوکر پھر اشراک کرنے لگے اور زعم کیا کہ لات ومنات نے تمکو بچا لیا ہی اور کسی نے ہُبل کی نسبت اعتقاد کیا کہ اُسنے بچایا غرضکہ اپنے اپنے اوہام سے ہر ایک نے جس کا اعتقاد کرتا تھا اسکی مدد سے بچ جانے کا دعوی کیا۔ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡرًا اور یہ نوع انسان بڑی ناشکری ہی نعمتون سے منکر ہو جاتی ہی اس جہت سے کہ سختی کے وقت اللہ تعالے کے فضل ورحمت پر تمسک کرتا ہی اور آسانی کے وقت اُس سے مُنھ موڑ کر دوسرون کا احسان مانتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جیسے تمھارے لیے سمندر مین سوائے حق عزوجل کے کوئی نہین ویسے ہی خشکی مین بھی وہی ہی۔ چنانچہ عکرمہ بن ابی جہل کے حق مین واقع ہوا کہ جب فتح مکہ کے روز عکرمہ رضی اللہ عنہ بھاگے اور سمندر مین کشتی پر سوار ہوکر چاہا کہ حبشہ مین چلے جاوین کشتی روانہ ہوئی تھی کہ اتنے مین آندھی کی ہواے سخت آئی تو جہاز کے مالکون نے اعلان کیا کہ ہوا کی شدت زیادہ ہی کوئی بچنے کی صورت نہین مگر آنکہ خالص اللہ تعالے عزوجل سے دعا مانگو اور یہی ہمارے جہاز کا دستور ہی اسطرح نجات ملجاتی ہی پس اس تلاطم مین سب نے یہی کہا کہ اے ہمارے پیدا کرنیوالے تو ہی ہمارا مالک ہی تو چاہے زندگی دے چاہے مارے ہم امیدوار ہین کہ جہاز کو نجات دے حکم الٰہی سے ہوا موقوف ہوئی اور جہاز صحیح وسالم رہا کچھ صدمہ نہین پہونچا۔ عکرمہ رض نے اپنے دل مین غور کیا کہ اگر سمندر مین اس کے سواے کوئی اور نفع نہین پہونچا سکتا ہی تو خشکی مین بھی کوئی اور نافع نہین ہی الٰہی مین نے عہد کیا کہ اگر تو مجھے یہان سے نکالے تو جاکر مین اپنا ہاتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مین دون کہ تیرے عفو سے مین اسکو رؤف ورحیم پاؤن پس سمندر سے نکل کر عکرمہ رض سیدھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام لائے اور اسلام بہت اچھا ہوا ذکرہ الامام فی تفسیرہ اور مین کہتا ہون کہ شام کے جہاد مین بعلبک کی لڑائی مین شہید ہوئے رضی اللہ تعالے عنہ

اگر وہم ہو کہ آدمی کفور ہوا تو نیک بندون کا کیا حال ہی جواب دیا گیا کہ مراد یہ ہی کہ آدمی کی طبیعت ایسی ہی و لیکن جسکو اللہ تعالے معصوم ومحفوظ رکھے وہ صالح رہتا ہی اور دوسرا جواب یہ ہی کہ جوبات ایک نوع کے لیے ہو وہ اُس نوع کے ہر فرد مین ضرور نہین ہی مثلاً کہتے ہین کہ عورت سے مرد اچھا ہوتا ہی پھر ظاہر ہی کہ بہت سے مرد بدکار فاسق فاجر سے عورت صالحہ عفیفہ عاقلہ عالمہ بہت بہتر ہی۔ اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ يَّخۡسِفَ بِكُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ یعنی خشکی مین پہونچکر تم اللہ کے انتقام وعذاب سے مطمئن ہو بیٹھے کیا تم کو اطمینان ہی کہ اللہ تعالے مع تمھارے خشکی کا ایک گوشہ خسف کر دے یعنی زمین مین دھنسا دیوے۔ اَوۡ يُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ حَاصِبًا۔ یا تم پر حاصب بھیجدے۔ حاصب پتھرون کا مینھ چنانچہ فرمایا انا ارسلنا علیهم حاصبا الا آل لوط۔ اور یہ پتھرون کا مینھ تھا جیسا کہ دوسری آیت مین ہی کہ امطرنا علیهم حجارۃ من طین پس یہ جہنم کے پتھر تھے جو مٹی سے بنے ہوئے تھے۔ پس جیسے سمندر مین غرق سے ڈرے تھے فرمایا کہ خشکی مین اسکو اختیار ہی کہ زمین کو تم سمیت خسف کر دے یا پتھر برسا کر ہلاک کر دے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَكُمۡ وَكِيۡلًا پھر تم نہ پاؤ گے اپنے واسطے کوئی کفیل جو تمکو خسف وپتھرون سے بچاوے جیسے سمندر مین نہین پاتے تھے۔ واضح ہو کہ اللہ تعالے مختار ہی چاہے بلا سبب انکو ہلاک کر دے ولیکن یہ تفہیم لطیف ہی کہ سبب پر یہ لوگ نظر رکھتے تھے اور قدرت وصفات الٰہی تعالے پر ہنوز ایمان نہین لائے تھے تو جسطرح سمندر مین ڈرے تھے اُسی طرح خشکی مین وہی موقع خوف کا بلکہ اس سے زیادہ سمجھا دیا تاکہ توحید کی طرف رجوع لاوین پھر تو اللہ تعالے جل شانہ کے کمال قدرت سے آگاہ ہو جاوینگے مگر قبل اسکے موافق انکی فہم کے سمجھایا بلکہ اور آسان فرمایا کہ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ کیا تم بےخوف ہو گئے ہو کہ اَنۡ يُّعِيۡدَكُمۡ فِيۡهِ تَارَةً اُخۡرٰى تم کو اعادہ کر دے سمندر مین دوسری بار فَيُرۡسِلَ عَلَيۡكُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيۡحِ پس اُسوقت تم پر بھیجے ریح قاصف مین سے۔ ابن عباس نے فرمایا کہ قاصف سمندر کے ریح سخت جو جہازون کو تباہ وغرق کر دیتی ہی یعنی عذاب کی ریح قاصف بھیجے۔ فَيُغۡرِقَكُمۡ پس تم کو غرق کر دے۔ بِمَا كَفَرۡتُمۡ بسبب

تمھارے کفر کرنے کے۔ یعنی چاہے پھر تم کو سمندر مین لوٹا کر وہین اس کفر کی سزا دیدے جو تم نے خشکی مین آکر کیا۔ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ پھر تم نہ پاؤ گے اپنے واسطے کوئی۔ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ہم پر اُسکا مطالبہ کرنے والا یعنی کوئی بھی تمھارا حامی نہین اور نہ کسی کا کچھ حق ہے کہ ہم سے تمھاری بابت مطالبہ کر سکے۔ ابن عباس رضہ نے فرمایا یعنی مددگار نہ پاؤ گے۔ مجاہد رح نے کہا کہ کوئی نہین جو تمھارا عوض لینے کو تمھارے بعد قائم ہو۔ قتادہ رح نے کہا کہ کسی سے یہ خوف نہین کہ تمھارے بعد اسکی طرف سے ہم پر کچھ مطالبہ ہوگا۔ واضح ہو کہ قرآن مجید مین جہان ریح ہے وہ ہواے عذاب ہے مانند قولہ ریحًا صرصرًا۔ اور جہان ریاح ہے بمعنی رحمت ہے ریاح مبشرات و ریاح لواقح وغیرہ۔ فاحفظ ف واضح ہو کہ اہل ایمان کے بھی باعتبار تقوی کے مراتب ہین حتی کہ سب سے اعلی مرتبہ تقوی بھی کمال عبودیت الٰہی تعالے کے واسطے کافی نہین تو نہین دیکھتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عبودیت سے عاجزی کا اعتراف فرمایا ہے پس جو لوگ نیچے مراتب مین ہین وے درحقیقت عبودیت مین ظالم ہین ولیکن کمال رحمت الٰہی ہے کہ ادنی مرتبہ تقوی کا یہ ہے کہ کفر و شرک سے بیزار ہو جو ظاہری شرع مین وارد ہے پس عذاب جہنم دائمی یا کفر وغیرہ کا اطلاق اسی حد پر ہے اور اُسکے بعد اوپر کا مرتبہ ابتدائے تقوی ہے اور دوام جہنم وغیرہ کی سزا اسکے لیے نہین ہے جب یہ معلوم ہوا تو جاننا چاہیے کہ قولہ تعالے واذا مسکم الضر فی البحر ضل من تدعون الا ایاہ کے اشارہ مین عرائس البیان مین ہے کہ عارف کے واسطے کرامات و ولایت و فراست و مقامات و حالات و مکاشفات و معارف و دعوی اتحاد وغیرہ ہوتے ہین لیکن جب وہ دریاے ازل و ابد مین پڑتا ہے اور سطوات عظمت مین فنا ہونے لگتا ہے تو سب معارف بھول جاتا ہے صرف وہی باقی اور سب فانی ہوتا ہے پھر جب اس بحر ناپیداکنار سے عالم تعین کی طرف آتا ہے تو معرفت عود کرتی ہے۔ قولہ فلما نجاکم الی البر اعرضتم۔ عبودیت کی حالت صدق مین معرفت استقامت ہے اور نعمت و بلا کو یکسان دیکھنا۔ ابن عطار رح نے کہا کہ جو کوئی حالت سختی و آسانی مین اللہ کے ساتھ یکساں نہ ہو خالص اللہ تعالے کے واسطے نہین ہے اور جو کوئی سختی کی حالت مین غیر کی طرف ملتجی ہو وہ بدکار بندون مین سے ہے اسکو ادب سے درستی ہوگی۔ واضح ہو کہ آداب دعا مین سے ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ حالت آسانی مین اپنے رب عز و جل سے پوری تضرع و عاجزی سے دعا مانگتا رہے تاکہ سختی کے وقت اُسکی دعا قبول ہو اور یہ نہین چاہیے کہ آسانی کے وقت بے پروا و غافل رہے اور سختی کے وقت طول طویل دعائین مانگے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور بیشک ہم نے بزرگ کیا بنو آدم کو اور انکو سوار کیا ہم نے خشکی و تری مین اور رزق دیا ہم نے انکو پاکیزہ چیزون سے اور فضیلت دی ہم نے ع ۱۰

عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۝

انکو بہتون پر ان لوگون سے جنکو ہم نے پیدا کیا ہے پوری فضیلت

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ یعنی اور ہم نے اپنی عظمت سے بنو آدم کو مکرم کر دیا۔ حافظ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے کہ ہم نے بنی آدم کو تشریف و تکریم دی ہے اس بات مین کہ انکو اچھی ہیأت پر کمال کے ساتھ پیدا کیا۔ کقولہ تعالے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یعنی ہم نے انسان کو بہت اچھے تقویم مین پیدا کیا یعنی مستقیم القامت دو پاؤن پر چلتا ہے اور ہاتھون سے کھاتا ہے اور دیگر حیوانات چار پاؤن پر چلتے ہین اور منھ سے کھاتے ہین اور آدمی کے لیے کان آنکھ دل پیدا کیے جنسے اسکو سمجھ بوجھ ہوتی ہے اور اُنسے نفع اٹھاتا ہے اور چیزون مین امتیاز و تفریق کرتا ہے اور نفع دینے والے کو ضرر دینے والے سے امتیاز کرتا ہے اور ہر ایک کے خواص و اثر

دریافت کرتا ہی سراج مین لکھا کہ یہان یہ بیان نہین فرمایا کہ کس بات مین آدمی کو تکریم دی ہی اور علما اسکو پہچانتے ہین ولیکن علماے مفسرین کی روایات مختلف ہین چنانچہ ابن عباس نے کہا کہ ہر چیز مُنھ سے کھاتی ہی سواے آدمی کے کہ وہ اپنے ہاتھون سے کھاتا ہے مترجم کہتا ہی کہ بندر وغیرہ بھی ہاتھون سے کھاتا ہی ولیکن مجموعی حالت آدمی کے ہاتھون سے کھانے مین بے شبہہ اور تمام جانورون سے ممتاز ہی اور لکھا کہ خلیفہ ہارون رشید کی مجلس مین کھانا آیا ہارون نے چمچہ منگوایا اُسوقت امام ابو یوسف قاضی بیٹھے تھے اُنھون نے فرمایا کہ آپکے دادا ابن عباس نے تفسیر مین کہا ہی کہ قولہ لقد کرمنا بنی آدم یعنی اُنکے انگلیان دین جنسے کھاتے ہین اتنے مین چمچہ آیا تو ہارون نے واپس کردیا اور انگلیون سے کھایا۔ اور ابن عباس سے یہ بھی روایت ہی کہ کرمنا یعنی بالعقل۔ اور ضحاک رح نے کہا یعنی نطق و تمیز۔ اور بعض نے کہا کہ مخلوقات پر فضیلت فرمائی ہی اور ظاہر ہی کہ مخلوقات مین سے خود بعض پر بعض افضل ہی تو اقسام مٹی پر آدمی کو نمو کی فضیلت ہی اور نامی اجسام پر حیات کی اور حیوانون پر نطق سے فضیلت ہی اقول نطق سے مراد ادراک و عقل ہی۔ عطا رح نے کہا کہ اعتدال قامت وکشیدگی سے اور باقی حیوانات اپنے چہرہ پر منکوس ہین بعض نے کہا کہ درخت تو بہت طویل القامت ہوتا ہی تو اس قول مین یہ شرط بھی ہی کہ اعتدال قامت مع عقل و حواس کے۔ بعض نے کہا کہ مردون کو داڑھی سے اور عورتون کو گیسوؤن سے۔ بعض نے کہا کہ اسطرح فضیلت دی کہ باقی اشیا اُسکے واسطے مسخر کردین۔ بعض نے کہا کہ انھین مین سے خیر امت یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم ہین۔ بعض نے کہا کہ تکریم حُسن صورت سے ہی چنانچہ خلقت انسان مین فرمایا فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ تفسیر کبیر مین امام رازی رح نے کہا کہ اگر تو چاہے تو ایک ہی عضو مین غور کر مثلاً آنکھ کو اسمین حدقہ تو سیاہ پیدا کیا پھر سپیدی سے آکر احاطہ کردیا پھر سپیدی کو سیاہی سے احاطہ کیا پھر اس سیاہی کو سپیدی اجفان سے احاطہ کیا پھر سپیدی اجفان پر سیاہی حاجبین محیط ہی پھر اس سیاہی پر سپیدی پیشانی محیط ہی پھر اس سپیدی پر سیاہی سر کے بالون کی محیط ہی اور یہ تو ایک نمونہ بیان ہوا ہی انتہی اقول آنکھ کے طبقات کو امام رازی رح نے نہین ذکر کیا کہ انمین باریک حکمت عجیب ہی۔ سراج مین لکھا کہ انسان کے اشرف ہونے پر اسطرح بھی استدلال کیا گیا ہی کہ موجود یا تو ازلی ابدی ہوگا وہ تو اللہ تعالے جل شانہ ہے یا نہ ازلی ہوگا اور نہ ابدی ہوگا اور یہ عالم دنیا مع جملہ نباتات و حیوانات و معادن وغیرہ کے ہی اور یا ازلی ہوگا ابدی نہ ہوگا اور یہ ممتنع الوجود ہی کیونکہ جو ازلی ہو وہ قدیم ہی اور قدیم کا عدم محال ہی اور یا ازلی نہوگا ابدی ہوگا۔ اور یہ انسان و فرشتہ ہی پس اس قسم کو اول سے یعنی خالق عز و جل سے تو کچھ نسبت نہین ہو سکتی ولیکن دوم و سوم سے افضل ہی لیکن اس قسم مین انسان و فرشتہ دونون داخل ہین تو معلوم ہوا کہ انسان اکثر مخلوقات سے افضل ہی مترجم کہتا ہی کہ اس قسم مین جن و شیاطین بھی داخل ہین تو فائدہ تکریم انسان کا ظاہر نہ ہوگا پس حق یہ ہی کہ کرامت انسان ہیأت مجموعی ظاہری و باطنی ذات و صفات کے ساتھ ہی اور وہ تکریم بقولہ نفخت فیہ من روحی سے اور قولہ قلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم۔ سے ظاہر ہی۔ اور چونکہ ہیأت مجموعی ہی اسی وجہ سے جہت تکریم کو ذکر نہین فرمایا بلکہ تکریم کو بیان فرمایا کہ ہم نے بنی آدم کو تکریم دی۔ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ اور سوار کیا ہم نے انکو خشکی مین یعنی چوپاؤن و دیگر سواریون پر اور سمندر مین کشتیون وغیرہ پر۔ اور اسمین اشارت ہی کہ جو کچھ انسان نے اپنی صنعت سے بنایا وہ بھی پیدائش آلہی ہی کیونکہ انسان خود مخلوق ہی اور مخلوق کبھی خالق نہین ہو سکتا تو مخلوق سے جو چیز ظاہر ہو وہ خالق ہی کی مخلوق ہی۔ بالجملہ جاندار چیزین انکی سواری مین مسخر کین اور اُنکو عقلی الہام و حواس کے قانون سے مشرف کرکے جہاز و کشتیان وغیرہ بنوا دین کہ تری مین سفر کرتے اور طرح طرح کی چیزین حاصل کرتے ہین۔ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ اور ہم نے انکو طیبات سے رزق دیا یعنی لذیذ رزق و حلال قوت دیا اور یہ اسوجہ سے کہ غذائین

یا حیوانیہ ہین یا نباتیہ ہین اور دونون قسمون مین سے انسان الطف واشرف کھاتا ہو وہ بھی اچھی طرح صاف کرکے اور اچھی طرح پختہ وخوشگوار
کرکے اور یہ بات فقط انسان کو حاصل ہو- لہذا پیاز وغیرہ جو چیزین کہ بدبودار ہوتی ہین اگرچہ مباح ہون مگر انکو کھاکر مسجد مین جانا جبکہ
بو آتی ہو مکروہ ہو اور مولی بھی پیاز کے حکم مین ہو اور ہر وہ چیز جس سے معتدل المزاج سلیم الطبع کراہت کرے مکروہ ہو- وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى
كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۠ اور ہم نے انکو تفضیل دی بہتون پر ان ذوی العقول مین سے جنکو ہم نے پیدا کیا ہو پوری فضیلت یعنی
ہم نے بہت سے ذوی العقول مخلوق پر انکو پوری فضیلت دی یعنی انسان کو اسکی ذات مین خوبصورت شکل سے اور صفات عدل و
جامع ہونے ہین اور عقل و روح مین جسکے علم سے نتائج سعادت پیدا ہوتے ہین دوسری مخلوقات ذوی العقول پر فضیلت دی معالم
وسراج وکبیر وغیرہ مین ہو کہ ظاہر آیت دلیل ہو کہ بنی آدم کی فضیلت بہتون پر ہو کل پر نہین ہو اور ایک جماعت علماء نے کہا کہ سوائے
ملائکہ کے سب پر فضیلت ہو اور یہ قول ابن عباس سے روایت کیا جاتا ہو اور اسی کو زجاج نے اختیار کیا ہو اور واحدی رح نے بسیط مین
اسکو روایت کیا ہو- کلبی رح نے کہا کہ ملائکہ پر بھی فضیلت سوائے ایک خاص گروہ کے جنمین جبرئیل ومیکائیل وغیرہ ہین- اور ایک قوم نے
کہا کہ بنی آدم کو تمام مخلوق اور سب ملائکہ پر فضیلت ہو اور انپر وارد ہوتا تھا کہ آیت مین کثیر کا ذکر ہو کل کا ذکر نہین ہو تو انھون نے جواب دیا
کہ کبھی اکثر مقام کل مین آتا ہو مانند قولہ تعالےٰ ہل انبئکم علیٰ من تنزل الشیاطین تا قولہ تعالےٰ واکثرہم کاذبون پس یہان بالاتفاق اکثرہم سے
مراد کل ہین اقول عقائد مین یہ ہو کہ مجموع بشر تو مجموع ملائکہ سے افضل ہین اور خاص بشر مانند انبیاء علیہم السلام کے خاص ملائکہ سے افضل
ہین اور عوام بشر عوام ملائکہ سے افضل ہین- صاحب اصطلاحات صوفیہ نے اشارہ کیا کہ اس نزاع کو دور کرنا چاہیے کہ اس سے کوئی
ضرورت متعلق نہین ہو- امام محی السنہ نے معالم مین اور ابن عادل رح وغیرہم نے یہ اختیار کیا کہ عوام بشر سے عوام ملائکہ افضل ہین
اور خواص ملائکہ سے خواص بشر افضل ہین لقولہ تعالےٰ اولئک ہم خیر البریۃ- اور مترجم کہتا ہو کہ یہ قول بنظر مفہوم ظاہری وحفظ النفس کے
زیادہ سلامت طریقہ کا ہو- شیخ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس آیت کریمہ سے استدلال کیا گیا کہ جنس بشر کو جنس ملائکہ پر فضیلت ہے
قال عبد الرزاق اخبرنا معمر عن زید بن اسلم (ثقہ ۱۲) یعنی عبد الرزاق نے معمر رح سے انھنے زید بن اسلم سے روایت کی کہ ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب
(فی سندہ ۱۲) تو نے بنی آدم کو دنیا دی ہو وے اسمین سے کھاتے اور عیش کرتے ہین اور ہم کو تو نے یہ نہین دیا ہو پس ہم کو آخرت دیدے پس اللہ تعالےٰ نے
فرمایا کہ قسم مجھکو اپنے عزت وجلال کی کہ مین صالح اولاد اُس شخص کی جسکو مین نے اپنے ہاتھون پیدا کیا ہو یعنی اپنی صفت خاص سے پیدا
کیا ہو ویسا نہین کرونگا جنکو مین نے کہا کہ ہو جا وہ ہو گئے یعنی آدم کے حق مین فرمایا کہ خلقت بیدی پس ایسے آدم کی اولاد صالح مانند
ملائکہ کے جو کُن سے پیدا ہو گئے ہین برابر نہ کیجاینگی- ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ حدیث اس وجہ سے مرسل ہوئی یعنی زید بن اسلم تابعی ثقہ ہین-
مترجم کہتا ہو کہ ثقہ کا ارسال ہمارے نزدیک حجت ہو علاوہ اسکے تابعی کا قول ایسے امر مین جسمین اجتہاد کو دخل نہ ہو حکم مین مرفوع حدیث
کے ہو اور آگے یہی روایت متصل آتی ہو اگر کہا جاوے کہ آیت سے افضلیت بشر پر کیونکر استدلال کیا حالانکہ اسمین کثیر پر فضیلت مذکور ہو
تو جواب یہ ہو کہ اس حدیث سے جب معلوم ہوا کہ ملائکہ پر انسان صالح کو فضیلت ہو تو معلوم ہوا کہ آیت مین کثیر یا بمعنی کل ہو یا ملائکہ منجملہ
مفضول کے ہین- اور یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہو ولیکن خبر واحد سے تفسیر معلوم ہو جانے کے بعد حکم اصل آیت کی طرف منسوب ہوتا ہے یعنی
بعد تفسیر کے معلوم ہوا کہ آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہو تو قطعی ہوئی اور اسپر اعتقاد جائز ہو- پھر شیخ ابن کثیر رح نے اسکو متصل ذکر کیا کہ
قال الحافظ ابو القاسم الطبرانی حدثنا احمد بن محمد بن صدقۃ البغدادی حدثنا ابراہیم بن عبد اللہ بن خارجۃ المصیصی حدثنا حجاج بن محمد

حدثنا ابو غسان محمد بن مطرف عن صفوان بن سلیم عن عطار بن یسار عن عبداللہ بن عمرو عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فذکر نحوہ یعنی طبرانی نے اس اسناد مذکور سے عبداللہ بن عمرو سے مرفوع روایت کی کہ ملائکہ نے کہا اے رب تو نے بنی آدم کو دنیا دیدی انہیں کھاتے پیتے اور پہنتے ہین اور ہم لوگ تیری تسبیح کرتے ہین حمد کے ساتھ اور نہ کھاتے ہین اور نہ پیتے ہین اور نہ لہو مین پڑتے ہین پس جیسے اُنکے واسطے دنیا کردی ہی ہمارے لیے آخرت کردے اللہ عزوجل نے فرمایا کہ صالح اولاد اس شخص کو جسکے حق مین مین نے فرمایا کہ خلقت بیدی مانند نہ کرونگا اُس شخص کی جسکے واسطے مین نے کہا کُن پس وہ ہوگیا۔ ابن عساکر نے بطریق محمد بن ایوب الرازی روایت کی کہ حدثنا الحسن بن علی بن خلف الصیدلانی حدثنا سلیمان بن عبدالرحمن حدثنی عثمان بن حصن بن عبیدۃ بن علاق سمعت عروۃ بن رویم اللخمی حدثنی انس بن مالک عن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال الحدیث یعنی ابن عساکر نے اپنی اسناد مذکور کے ساتھ حضرت انس سے مرفوع روایت کی کہ ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب تو نے ہم کو پیدا کیا اور بنو آدم کو اور بنی آدم کے لیے ایسا کردیا کہ کھانا کھاتے اور پانی پیتے اور کپڑے پہنتے ہین اور عورتون سے نکاح کرتے ہین اور جانورون پر سوار ہوتے ہین سوتے و راحت حاصل کرتے ہین اور ہمارے لیے انہین سے کچھ نہین کیا تو انکے لیے دنیا کردی اور ہمارے لیے آخرت کردے تو اللہ تعالے نے فرمایا کہ جسکے حق مین مین نے فرمایا کہ خلقت بیدی ونفخت فیہ من روحی۔ اُسکو مانند اسکے نہ کرونگا جسکے حق مین مین نے کہا کہ کُن پس پیدا ہوگیا۔ طبرانی نے کہا کہ حدثنا عبدان بن احمد حدثنا عمر بن سہل حدثنا عبداللہ بن تمام عن خالد الحذاء عن بشر بن شغاف عن ابیہ عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ یعنی طبرانی نے اس اسناد کیساتھ عبداللہ بن عمرو سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالے کے نزدیک کوئی چیز زیادہ مکرم ابن آدم سے نہ ہوگی۔ عرض کیا گیا کہ اور نہ ملائکہ آپ نے فرمایا نہ ملائکہ اور ملائکہ تو بمنزلہ سورج وچاند کے مجبور ہین۔ ہذا حدیث غریب جدا۔ قلت وقد رواہ البیہقی فی شعب الایمان والخطیب فی تاریخہ سراج مین ہی کہ ابوہریرہ رضہ نے مرفوع روایت کی کہ بندہ مومن اپنے رب عزوجل کے نزدیک زیادہ بزرگ ہی اُن ملائکہ سے جو اسکے قرب کے ہین رواہ محی السنۃ فی المعالم والواحدی فی البسیطہ۔ اگر کہا جاوے کہ اول آیت مین کرمنا فرمایا تھا اور آخر مین فضلنا فرمایا انہین کیا فرق ہے جواب یہ کہ اللہ تعالے نے انسان کو دوسرون پر امور طبیعیہ ذاتیہ تکرم کیا مانند عقل ونطق وخط وصورت خوب وغیرہ پھر بواسطہ عقل کے اسکو عقائد حقہ واخلاق فاضلہ حاصل کرنے کی قوت سے تفضیل دیدی مترجم کہتا ہی کہ اس سے لائح ہوتا ہی کہ فضیلت انھین افراد کو ہے جنھون نے بواسطہ تکریم اولی کے عقل سے اخلاق فاضلہ وعقائد حقہ حاصل کیے تو پھر آدمیون کی فضیلت بہت سی مخلوقات پر اسطرح ہوسکتی ہی کہ آدمیون مین سے جو مشرف العقل واخلاق فاضلہ ہین وے باقیون پر تفضیل دیے گیے ہین ولیکن کسی مفسر نے اسکو نہین لکھا ہی فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ولقد کرمنا بنی آدم الآیہ۔ کرامت الٰہی انسان کے واسطے تمام خلق کے وجود سے سابق ہی کیونکہ یہ اسکی صفات واختیار ومشیت ازلیہ مین سے ہی یعنی آدمی کو مکرم کرنا اللہ تعالے کا فعل اسکی صفت سے صادر ہی اور وہ صفت قدیم ہے تو یہ تکریم قدیم ہی اُسوقت تک کسی مخلوق کا وجود بھی نہ تھا پھر خلق کو اپنی رحمت سے پیدا کیا اور آدم واسکی اولاد کو اپنی کرامت سے پیدا کیا تمام خلق داخل کرامت ہی پس رحمت تو واسطے عموم خلق کے ہی اور کرامت واسطے خصوص کے ہی پس تمام خلق کو واسطے آدم و اسکی اولاد کے پیدا کیا اور آدم واولاد آدم کو اپنے واسطے پیدا کیا اسی واسطے فرمایا واصطنعتک لنفسی۔ آدم کو اپنا خلیفہ بنایا اور اسکی اولاد کو اپنے باپ کا خلیفہ بنایا اور ملائکہ وجن انکی خدمت مین رکھے اور امر ونہی وخطاب انھین کے ساتھ مخص کیا اور کتاب انھین پر نازل فرمائی اور دوزخ وجنت وآسمان وزمین وسورج وچاند وستارے وتمام آیات انھین کے واسطے ظاہر فرمائی گئین اور تمام خلق انھین کے

طفیل مین ہین تو نہین دیکھتا کہ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی شرافت مین فرمایا کہ لولاک لما خلقت الکون - اگر تو نہ ہوتا تو مین خلق کو
پیدا نہ کرتا اور آدمیون کے لیے کرامت ظاہر ہی اور وہ انکی خلقت کی برابری و اعتدال ہی اور پاکیزگی صورت و حسن فطرت و جمال چہرہ
کہ اس مین کان ناک آنکھ زبان پیدا کی اور قامت مستوی دیا اور خوبصورت چال و گرفت دی اور کلام سنتے ہین اور زبان سے
بولتے ہین اور آنکھ سے آیات دیکھتے ہین اور یہ میراث ہی فطرت آدم علیہ السلام کی جو حسن صنعت الٰہی سے بصفت خاص صادر ہوئی
اور وہ صفت قولہ تعالے خلقت بیدی یعنی اللہ تعالے جسم سے پاک ہی تو مراد ید سے صفت خاص ہی پس آدمیون کے چہرہ کا نور معدن
نور صفت سے ہی پس صفات کے انوار نے آدم و انکے ذریات کو منور کر دیا پس آدمی از راہ صفات و ہیأت و حسن و جمال کے پاک
صفات قدس سے منور و اسی خلق پر ہوئے چنانچہ حدیث مین ہے کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ یعنی اپنی صورت پر آدم کو پیدا کیا
پس اس سے ہرگز تشبیہ مراد نہین ہی بلکہ مدارج صفات قدس کے موافق متخلق ہونا پس آدم کی خلقت منظر و مظہر صفات قدس ہے
کہ اس سے جمیع صفات کا ظہور ہوتا ہے اور یہ معنی نہین ہین کہ اللہ تعالے کے واسطے کوئی صورت ہی تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا پس
فرق یہ ہی کہ دیگر مخلوقات مین حتی کہ ملائکہ مین بھی یہ جامعیت نہین ہی کہ مظہر صفات قدس کا جامع ہو - پھر آدمیون کے لیے کرامت باطنی ہی
اور وہ عقل و قلب و روح و نفس و سر باطن ہے اور اس لشکر مین اللہ تعالے کے خزاین ربوبیت ودیعت ہین پس نفس تو اُس کے
جنود قہر کے ساتھ ہی لہذا اسکے عدوان و حد سے تجاوز کرنے کو شیطان سے ارتباط خاص ہی اور شیطان مظہر قہر ہے اور عقل اسکی جنود لطف
کے ساتھ ہے اور قلب اسکے جنود تجلی صفات کے ساتھ ہی اور روح اُسکے جنود تجلی ذات کے ساتھ ہی اور رہا سر باطن تو وہ اس کے علوم
اسرار کے ساتھ مین مستغرق ہی پس وہ سب مکرم ہین بکشف صفات انھین سے جنکو دیدار صفات ہی وہ مکرم بدیدار صفات ہین اور جنکو
دیدار کشوف ذات ہے وہ کشوف دیدار ذات سے مکرم ہین اور مشاہدہ مین مشرف ہین - **قال المترجم** یہ کلام لطیف ہے اور شاید
کہ اشارہ ہے کہ انسان مین سے بنی آدم کو مکرم و مفضل کیا ہی اور بنو آدم وہ ہین جو آدم کی اولاد مین رہے اور مانند پسر نوح کے انکے
حق مین یہ حکم نہ ہوا کہ لیس من اہلک - اور شیطان کے استفزاز و قطع سے وہ آدم علیہ السلام کی فرزندی سے خارج نہین ہوے اور
جانورون مین داخل نہین کیے گئے بحکم قولہ اولئک کالانعام بل ہم اضل - تو جو لوگ انسان مین سے اسطرح خارج ہوکر آدمیت سے
منقطع ہوے اور جانورون کے نیچے درجہ مین ملحق ہوے انکو بوجہ آدمی نہ رہنے کے یہ تشریف حاصل نہین ہے واللہ تعالے اعلم - بالجملہ
اللہ تعالے نے اپنی کرامت دینے سے یہ کیا کہ عقول کو اپنی آیات پہچنوائین اور نفوس کو اپنی عبودیت سے آگاہ کیا اور قلوب کو اپنی صفات
کی معرفت دی اور ارواح کو جلال ذات کا مشاہدہ عطا کیا اور اسرار کو علوم اسرار سے مستفیض فرمایا پس عارفین کو اپنے سمع سے
سے سنا دیا اور اپنی بصر سے دکھا دیا اور اپنے کلام سے خطاب دیا اور اپنے علم سے قلوب اور اپنے سر سے اسرار دیے اور اپنے انوار صفات
سے ارواح عطا فرمائین اور انوار افعال سے عقول دیدین پس اپنے خلق سے انکو مزین و آراستہ کیا اور اپنے وصف سے موصوف فرمایا
پس از راہ اتصاف کے تو متصف ہین اور براہ اتحاد کے متحد ہین اور از راہ عبودیت کے ربوبیت مین بازوے سایہ قدم اپنے رب عز و جل
کے ساتھ ہمیشہ پرواز کرتے ہین پس جو ذکر ہوا اُس سے کون کرامت بڑھی ہوئی ہے اے کریم ابن الکریم اور اے آدم ابن آدم اے
عارف بقلی تو جانتا ہی کہ تو کون ہی یہ ناسوت فنا ہو جاتا ہی لاہوت مین اور لاہوت ہی باقی رہجاتا ہی ناسوت کے لیے اور مخاطبت لاہوت
کی لاہوت سے (خود شیخ ۱۲) ہو جاتی ہی عارفین تجھے مجالس سرادق مجد الکبریا سے دیکھتے اور عالم بقا مین تجھ سے خوش ہوتے ہین اللہ تعالے تیرے

وقت کو پاکیزہ رکھے تو کہان سے آیا اور کہان تیرا ٹھکانا ہے تجھے کوئی نہین پہچانتا ہے۔ پھر حق سبحانہ تعالے نے انکی تفضیل دینے کے موقع سے علت وسبب کو ساقط کر دیا اس جہت سے کہ اُسنے آدم واولاد کو اول سے اپنی کرامت سے اور محبت سابقہ سے مکرم کیا ہے پھر بیان فرمایا کہ کرامت دیکر اُن کو اپنی عزت وجلال کے ساتھ میدان صفات مین لسواری عنایات سوار کیا اور دریاے ذات مین کشتی محبت پار لگایا۔ لقولہ وحملناہم فی البر والبحر۔ میدان نعوت وصفات مین انوار صفات کے ساتھ ان کو پھرایا اور دریاے ناپیداکنار ذات مین کشتی محبت پر انوار ذات کے ساتھ روان کیا پس انھون نے میادین صفات کی سیر مین جواہر بلکہ معادن معارف حاصل کیے اور دریاے ذات کی سیر مین صدف جواہر کو اشف پائے۔ انکو میدان عبودیت مین مرکب معرفت پر سوار کرکے پھرایا اور دریاے ذات مین بحر ربوبیت کے اندر مرکب محبت پر سوار فرمایا اور میدان مجاہدات مین مرکب شریعت پر سوار کرکے منازل طے کرائین اور بحر مشاہدات مین مرکب حقیقت پر سوار کرکے مقامات حالات کی سیر مین دکھلائین۔ پھر انکے اسرار کو مائدہ علوم غیبیہ سے حصہ دیا اور انکی ارواح کو فیض وصلت سے سرفراز کیا اور انکے قلوب کو لطائف قرب کا رزق دیا اور انکے عقول کو دقائق حکمت کا حصہ ملا اور انکے اشباح بھی محروم نہ رہے کہ فیض عناصر نعلی کا علم پایا کہ کس طرح تاثیر قدرت سے اور سایۂ رحمت سے نور آفتاب کفایت وماہتاب عنایت چمکتا ہے اور وہ جسم مظہر ومرکب ہوجاتا ہے پس وے تمام حالات مین خوان رحمت پر مائدہ کرامات سے سیراب ہین۔ وقال ورزقناہم من الطیبات۔ پس رزق طیب اس سے بہتر کون خیال کرسکتا ہے اور اس کو خیال سے کون سمجھ سکتا ہے پھر انکو مخلوقات سے علیحدہ کرکے حلہ مغفرت پہنائے اور اپنا مقرب کرکے مکان وصلت مین جگہ دی اور تمام خلق کو انکی خدمت مین متعین کر دیا لقولہ وفضلناہم علی کثیر ممن خلقنا الآیہ۔ شیخ ابن عطار نے کہا کہ کرمنا بنی آدم۔ اسمین ابتدا انپر نیکی کے قبل طاعات کی ہے اور دعا سے پہلے اجابت ہے اور سوال سے پہلے عطا ہے انکی سب حاجات کی کفایت فرمائی تاکہ خود اُسی کے واسطے ہون جسکے لیے کل ہے اور اُسی کے قبضہ مین کل کی کفایت ہے۔ ذوالنون رح نے کہا کہ تکریم بحسن آواز ہے۔ جنید رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے فہم کے ساتھ ہے بعض نے کہا کہ تکریم بخلق ہے اور بعض نے کہا کہ خلقت کی درستی اور اعتدال کی وجہ سے ہے اور قامت مستوی ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ اسطرح مکرم کہا کہ اُنکے واسطے جہان وجو کچھ اسمین ہے مسخر کر دیا تاکہ یہ لوگ اسکی تسخیر مین نہ پڑین اور اپنے رب عز وجل کی عبادت مین مصروف ہون۔ شیخ جعفر نے کہا کہ بنی آدم کی تکریم بجہت معرفت ہے بعض نے اشارہ مین کہا کہ حملناہم فی البر یعنی نفس اور البحر یعنی قلب پس جسکو اللہ تعالے نے اسکے نفس پر سوار کیا اسکو نور تدبیر سے مشرف کیا اور جسکو قلب پر سوار کیا اسکو نور تائید سے منور کیا پھر جسکو نور تائید نہین ملا اور صرف نور تدبیر اُسنے پایا ہے تو وہ عنقریب ہلاک ہوجائیگا۔ شیخ واسطی رح نے اشارات مین کہا کہ البر وہ نعوت جو ظاہر ہوئے اور البحر وہ حقائق جنکو پوشیدہ فرمایا ہے اور کہا کہ مشاہدۂ ابدی مین وقت مقسوم فصل ووصل ہے اور اشارہ اسکا البر والبحر سے ہے۔ شیخ ابوعثمان رح نے کہا کہ رزق طیب وہ رزق حلال ہے اور کہا کہ تفضیل بنی آدم کی تمام خلائق پر بواسطہ معرفت ہے۔ شیخ ابوحفص نے کہا کہ خلائق پر تفضیل اس امر مین ہے کہ آدمیون کو انکے عیوب نفس پر مبصر کر دیا۔ جنید رح نے کہا کہ اس معنی مین کہ انکو فراست عطا کی ہے۔ سیاری رح نے کہا کہ علماء کو جہال پر اسطرح فضیلت دی کہ عالم لوگ اللہ تعالے کی معرفت واسکے احکام کا علم رکھتے ہین جب اللہ تعالے نے انسان کے واسطے کرامت دنیاوی ظاہر فرماکر دی تو احوال درجات آخرت بیان فرمائے

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ

بیان کرو وہ دن کہ ہم بلاوینگے ہر گروہ کو انکے امام کے ساتھ سو جسکو دی گئی کتاب اُسکے داہنے ہاتھ مین تو ایسے لوگ پڑھینگے

كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝

اپنی کتاب کو اور نہ ظلم کیے جاوینگے ایک تار اور جو رہا اس دنیا مین اندھا تو وہ آخرت مین اندھا ہو اور سب سے زیادہ راہ بھٹکا ہو

بوجھکر اور بیان کردے وہ دن کہ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ جسمین ہم بلاوینگے ہر گروہ کو اُنکے امام کے ساتھ زجاج وغیرہ نے کہا کہ وہ دن قیامت کا ہی اور اُناس بالضم اور کبھی ہمزہ کو تخفیف کے لیے حذف کرتے ہین تو ناس خلاف قیاس رہجاتا ہی اور امام لغت مین ہر وہ کہ جسکے ساتھ اقتدا کیجاوے خواہ نبی ہو یا دین مین مقدم ہو یا کتاب ہو۔ غرضکہ جسکی پیروی پر آدمی رکھا گیا وہ اسکا امام ہے خواہ راہ راست پر ہو یا گمراہی پر ہو پس نبی اپنی امت کا امام ہی اور خلیفہ اپنی رعیت کا امام ہی اور قرآن تمام مسلمانون کا امام ہے لہذا مصحف عثمان رضی اللہ عنہ کا نام امام ہی اور نمازی قوم کا امام وہ جسکے پیچھے نماز مین اقتدا کرتے ہین۔ پھر مفسرین و اہل علم کے امام کی تفسیر مین اقوال ہین بعضے سلف سے منقول ہین اور بعضے بطریق استنباط ماخوذ ہین اور بعضے ظاہری طور پر راے ہین اور مین پہلے اُن اقوال سے شروع کرتا ہون جو اعتماد کے قابل نہین ہین اور آخر مین جمہور کے نزدیک معتمد قول لکھونگا۔ اول یہ کہ مراد امام سے مائین ہین یعنی ہر شخص اپنی ماں کے نام سے پکارا جائیگا اور یہ قول محمد بن کعب القرظی کی طرف منسوب کیا جاتا ہی اور توجیہ اسکی یہ کہ امام جمع ام کی ہی ابن عادل نے کہا کہ یہ صحیح نہین کیونکہ ام کی جمع امام نہین آتی پس ایسے شخص کا یہ قول ہوگا جو صناعت و زبان عرب نہین جانتا ہی زمخشری نے کشاف مین کہا کہ بدع التفاسیر مین سے یہان یہ تفسیر ہی کہ امام جمع ام کی ہی اور لوگ قیامت مین اپنی ماؤن کے نام سے پکارے جاوینگے نہ باپون کے نام سے اور حکمت اسمین رعایت حق عیسی علیہ السلام و اظہار شرف حسنؓ و حسین رضی اللہ عنہما ہی اور یہ کہ اولاد زنا کی فضیحت نہ ہو۔ پھر لکھا کہ تفسیر بدعت ہی اور یہ حکمت بدعت اور مین سوچ مین ہون کہ دونون مین سے کون بڑھکر ہی۔ خلاصہ یہ کہ یہ تفسیر نہین صحیح ہی اور یہ جو مشہور ہی کہ لوگ اپنی ماؤن کے نام سے پکارے جاوینگے یہ بھی صحیح نہین ہی اسواسطے کہ صحیحین مین ابن عمر رضؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالے اولین و آخرین کو قیامت کے روز جمع فرما دیگا تو ہر ایک عذر کرنیوالے کے چوتڑ پاس ایک جھنڈا بلند کیا جائیگا اور پکار دیا جائیگا کہ یہ عذرہ فلان بن فلان ہی۔ اس حدیث مین باپ کا نام مذکور ہے فلانہ اسکی مان کی طرف اضافت نہین ہی۔ دوم قول ابو عبیدہ رح جو علماے معانی و حدیث سے ہین کہ مراد امام سے صاحب مذہب ہی یعنے مثلاً کہا جاوے کہ فلان بن فلان عالم کی پیروی کرنے والے کہان ہین اور ایسا ہی قرطبی رح نے نقل کیا کہ بعض نے کہا کہ اپنے مذاہب کیساتھ پکارے جاوینگے دنیا مین جسکی تقلید کرتے تھے پس کہا جائیگا کہ یا حنفی و یا شافعی و یا معتزلی و یا قدری وغیرہ اور یہ قول بھی بعید ہی اور مدارک و بیضاوی و معالم و سراج و ابن کثیر و کبیر وغیرہ کسی نے اسکو ذکر بھی نہین کیا اور ظاہر ہی کہ مثلاً حنفی و شافعی وغیرہ پیچھے زمانہ مین ظاہر ہوے ہین اور اگلے لوگ اس سے خارج رہی اور علاوہ اسکے یہ تمام اولین و آخرین پر صادق نہین آتا ہی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ ابو عبیدہ کے قول پر صاحب مذہب خارج رہگیا کہ اسکے واسطے کون امام ہی اور جو قرطبی نے نقل کیا اسمین اگر نفس مذہب مراد ہی تو اعمال شر کا ذکر نہین اور سب پر صادق نہین ہی علاوہ اسکے مدار اسکا راے پر نہین ہو سکتا بلکہ مرجع نقل ہوگا کیونکہ یہ ایک امر متعین علم الٰہی مین ہی پس راے و قیاس کو اسمین دخل نہین ہی۔ قول سوم ابن عباس رضؓ سے مروی ہی کہ امام کیساتھ خواہ امام ہدایت ہو یا امام ضلالت ہو۔ قول چہارم بھی ابن عباس رضؓ سے مروی ہی کہ اپنے زمانہ کے امام اور اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کیساتھ بلائے جاوینگے۔ پنجم بعض نے کہا کہ امام یعنے معبود کے ساتھ۔ اور یہ بھی قول بعید غیر صحیح ہی۔ ششم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب ہی کہ امام سے مراد اسکے زمانہ کا امام ہی پس ہر گروہ اپنے زمانہ کے امام کے ساتھ بلایا جائیگا جسکے حکم کی پیروی کرتا اور اسکے مخالفت پر باز رہتا تھا۔ اقول ایک حدیث مین مروی ہی کہ جو

مرا اور اُسنے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا تو اُسکی موت جاہلیت کی ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ جاہلیت والے اپنا امام نہین پہچانتے تھے اور یہ اسوجہ سے کہ اُن مین امامت کا طریقہ نہ تھا۔ اور تمام لوگ البتہ دو باتون مین منحصر ہین ہر زمانہ مین یا تو تابع نبوت تھے تو پیغمبر امام ہے یا منکر تھے تو انکا امام شیطان ہے اور شیطان کے انواع تبعیت جداگانہ ہین جیسے پیغمبر کے اتباع مین ہین فتم۔ مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ امام اُنکا نبی ہو اور انس رض سے بھی ایسا ہی مروی ہو پس کہا جائیگا کہ لاؤ تبعین ابراہیم علیہ السلام کو اور لاؤ متبعین موسی علیہ السلام کو اور لاؤ متبعین عیسیٰ کو اور لاؤ متبعین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اور اسی کو زجاج رح نے اختیار کیا اور اسمین ایک مرفوع حدیث بھی روایت کیجاتی ہو اور شیخ جلال الدین سیوطی رح نے اسکو اصح قرار دیا ہو یا امام بمعنے نامہ اعمال کو ارجح قرار دیا بسراج مین کہا کہ مرفوعا ابو ہریرہ رض سے مروی ہو کہ قیامت کے روز ندا دیجائیگی کہ اے امت ابراہیم و اے اُمت موسیٰ و اے اُمت عیسیٰ و اے اُمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پس وہ اہل الحق کھڑے ہوجاوینگے جنھون نے انبیاء علیہم السلام کی اتباع کی ہو پس اپنی کتابین اپنے داہنے ہاتھون مین لینگے پھر کافرون کو آواز دیجائیگی کہ اے اتباع ثمود اور اے اتباع فرعون و اے اتباع فلان و فلان پس وے نام پکارے جاوینگے جو کفر کے سردار و رئیس تھے۔ قول ششم ابن زید نے کہا کہ امام ہر اُمت کی کتاب آسمانی ہو پس پکارا جاویگا کہ اے اہل توریت و اے اہل انجیل و اے اہل قرآن۔ اقول اس سے اہل الکفر خارج ہین اور شاید کہ وے اپنے زمانہ والی کتاب کے کافرون مین داخل ہو کر پکارے جاوین قول ہفتم اور یہی اصح ہو کہ مراد نامہ اعمال ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے تفسیر مین لکھا کہ آیت مین اخبار ہو کہ اللہ تعالے قیامت مین ہر اُمت سے اُسکے امام کے ساتھ محاسبہ فرماویگا اور علماء نے امام مین اختلاف کیا ہو۔ مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ امام اُنکا نبی ہو اور یہ بمانند قولہ تعالے ولکل امة رسول فاذا جاء رسولهم قضي بينهم بالقسط وهم لا يظلمون۔ بعض سلف نے کہا کہ یہ بہت بڑا شرف اصحاب حدیث کے واسطے ہو کیونکہ اُنکا امام فقط آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہین اور ابن زید رح نے کہا کہ امام وہ کتاب ہو جو اُنکے پیغمبر پر اُنپر شریعت مقرر ہونیکو اُتری اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا اور ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت کی کہ اُنھون نے بھی فرمایا کہ امام یعنی ان کی کتابین اس قول مین احتمال ہو کہ شاید وہ کتاب مراد ہو جو آسمان سے اُنپر شریعت کے واسطے اُتری جیسا کہ ابن زید کا صریح قول ہو کہ شاید کہ نامہ اعمال مراد ہو جیسا کہ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ بامامهم یعنی بکتاب اعمالهم یعنی مراد امام سے ہر ایک کا نامہ اعمال ہے اور یہی قول ابو العالیہ و حسن و ضحاک کا ہو اور یہی قول ارجح ہو بدلیل قولہ تعالے وكل شيء احصيناه في امام مبين یعنی اُنکے اعمال مین سے ہر چیز کو ہم نے احصاء کر لیا ہو امام مبین مین یعنی نامہ اعمال مین وقد قال تعالے وكل شيء احصيناه كتابا۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا ترى كل امة جاثية كل امة تدعى الى كتابها الآية۔ اور یہ منافی نہین کہ ہر اُمت کے واسطے اُسکا نبی بھی شاہد بنا کر لایا جاوے کیونکہ یہ ضرور ہے کہ ہر اُمت پر اُسکے اعمال کا ایک شاہد بھی ہو کقولہ تعالے واشرقت الارض بنور ربها ووضع الكتاب وجيء بالنبيين والشهداء الآية۔ و قولہ تعالے فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا لیکن مراد یہان امام سے نامہائے اعمال ہین مترجم کہتا ہو کہ اسمین ایک تردد یہ ہو کہ بامامهم مضاف بضمیر جمع ہو اور سب کے واسطے ایک نامہ اعمال نہ ہوگا پس شاید کہ کل اناس مین سے ہر شخص کا ایک نامہ اعمال ہو اور ضمیر جمع باعتبار کل کے ہو۔ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ پس جس شخص کو دیجائیگی کتاب اسکی یعنی اسکا نامہ اعمال اسکے داہنے ہاتھ مین۔ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ ایسے لوگ پڑھینگے اپنی کتاب کو۔ چونکہ کتاب در اصل مصدر ہو لہذا جمع کی ضرورت نہین ہو۔ مراد یہ کہ وے اپنے نامہ اعمال مین اعمال صالحہ پاکر خوشی کے ساتھ پڑھینگے اور انکو سرور ہوگا۔ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا

اور نہ ظلم کیے جاوینگے ایک فتیل بھی فتیل وہ دراز ڈورا جو تخم خرما کے شگاف مین ہوتا ہی۔ اور مراد یہ کہ انکی حسنات مین ذرہ برابر بھی نقصان نہ دیا جائیگا۔ سراج مین باتباع جلالین لکھا کہ فتیل چھلکا جو خرما کی گٹھلی مین ہوتا ہی اور صحیح وہ ہی جو شیخ ابن کثیر رح نے لکھا اور شاید کہ جلالین کی یہی مراد ہو پس ملا علی قاری رح کا اعتراض حاشیہ جلالین مسمی بجمالین ساقط ہوگیا۔ اگر کہا جاوے کہ اہل یمین کی تخصیص کیا ہی کہ وے اپنی کتاب پڑھینگے اسلیے کہ اہل شمال یعنی بائین ہاتھ والے بھی پڑھینگے جواب یہ ہی کہ بائین ہاتھ والے اپنے نامۂ اعمال مین شرک وکفر بدکاریان وقبائح ومہلکات عظیمہ ایسے دیکھینگے کہ خوف سے انکی زبان بند ہوگی اور پڑھنا نہ چاہینگے نعوذ باللہ من ذلک۔ بالجملہ ارجح تفسیر یہان امام کے نبی سے یا نامۂ اعمال سے ہی جیسا کہ جلالین مین اختیار فرمایا ہی اور اول کو شیخ ابن جریر رح نے اور دوم کو شیخ ابن کثیر رح نے ارجح ٹھہرایا اور مدارک مین بھی اسکا اشارہ ہی۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اس بارہ مین حافظ ابوبکر البزار رح نے ایک حدیث روایت کی فقال حدثنا محمد بن یعمر ومحمد بن عثمان بن کرامۃ قالا حدثنا عبید اللہ بن موسی عن اسرائیل عن السدی عن ابیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی قول اللہ تعالے یوم ندعو کل اناس بامامھم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انمین سے ایک بلایا جاویگا پس اسکی کتاب اسکے داہنے ہاتھ مین دیجاویگی اور کشادگی دیجاویگی اسکے جسم مین اور روشن سپید کیا جائیگا اسکا چہرہ اور اسکے سر پر ایک تاج موتیون کا رکھا جائیگا جو چمکیگا پس وہ اپنے اصحاب کی طرف واپس آویگا وے اسکو دور سے دیکھینگے اور کہینگے کہ الٰہی اسکو ہمارے پاس بھیجدے اور ہمارے لیے اسمین برکت دے پس وہ انکے پاس آویگا اور انسے کہیگا کہ خوش ہو کہ تم مین سے ہر مرد کے واسطے مثل اسکے ہی اور رہا کافر تو سیاہ کیا جائیگا اسکا چہرہ اور اسکے جسم مین درازی کردیجائیگی اور اسکے ساتھی اسکو دیکھینگے پس کہینگے کہ اللہ تعالے کی پناہ اس سے یا اسکے شر سے الٰہی اسکو ہمارے پاس مت لائیو پس وہ انکے پاس آویگا وے لوگ کہینگے کہ الٰہی اسکو ہم سے دور خوار کردے وہ کہیگا کہ خدا تم پر لعنت کرے تم مین سے ہر شخص کے واسطے ایسا ہی ہی۔ ورواہ ابن ابی حاتم وابن حبان وابن مردویہ ورواہ الحاکم وقال حدیث صحیح الاسناد ورواہ الترمذی وقال حدیث حسن۔ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ۔ جو کوئی ہووے اسمین۔ ابن عباس ومجاہد وقتادہ وابن زید نے کہا یعنی اس حیات دنیا مین اَعْمٰى۔ اندھا اللہ تعالے کی حجت وآیات وبینات سے یعنی جو شخص اس دنیا مین معرفت الٰہی سے اندھا رہا اور ایمان نہ لایا۔ فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ تو وہ آخرت مین بھی اندھا ہوگا۔ وَاَضَلُّ سَبِيْلًا اور بڑھکر گمراہ اس سے کہ دنیا مین تھا نعوذ باللہ من ذلک۔ سراج مین لایا کہ جو یہان اندھا ہو یعنی افعال ایسے کرے جیسے اندھا چیزون کے لینے مین نہین جانتا کہ اس نے نافع پائی یا مضر لی اسی طرح یہ بھی حرام وحلال وحسن وقبیح مین فرق نہ کرے تو وہ آخرت مین بھی اندھا ہوگا یعنی وہان بھی اس کا قلب تاریک وبے تمیز ہوگا۔ بلکہ زیادہ گمراہ ہوگا اسواسطے کہ دنیا تو مقام خیرات وترقی اسباب ہی جس سے تاریکی قلبی دور ہوکر روشنی پیدا ہو اور وہان تو کچھ نہین ہی۔ عکرمہ رض سے مروی ہی کہ اہل یمن کے چند لوگ حضرت ابن عباس کے پاس آئے اور انمین سے ایک نے اس آیت کو پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے آیات پڑھو انھون نے پڑھا قولہ تعالے ربکم الذی یزجی لکم الفلک الی قولہ تفضیلا۔ پس آپ نے فرمایا کہ جن آیتون کو دیکھا ومعائنہ کیا اگر انسے کوئی اندھا ہو اس دنیا مین تو آخرت سے جسکو اسنے نہین دیکھا اور نہ معائنہ کیا ہی زیادہ اندھا ہوگا۔ مترجم کہتا ہی کہ اس صورت مین خلاصہ معنی یہ ہوے کہ اندھے ہونے سے انکی نعمتون مذکورہ سے اندھا ہونا مراد ہی یعنی جس نے دنیا کی ان نعمتون کو دیکھکر قدرت الٰہی کا اقرار نہ کیا اور ان نعمتون کو بطور نشانیون کے نہ دیکھا اور انکو نعمتین نہ دیکھا تو وہ آخرت سے اور زیادہ اندھا ہوگا کیونکہ آخرت کو اسنے معائنہ ہی نہین کیا ہی ولیکن یہ تفسیر بطور فوائد کے قرار دینا

اولی ہی- پھر سراج مین لکھاکہ بعض نے آخرت مین اندھے ہونے کو آنکھون کے اندھے پر محمول کیا جیسے قولہ تعالے ونحشرہ یوم القیامۃ
اعمی یعنی دنیا مین جو مشرک کافر مرا اُسکو ہم قیامت مین اندھا اُٹھاوینگے- قال رب لم حشرتنی اعمی وقد کنت بصیرا قال کذلک اتتک
آیاتنا فنسیتہا یعنی وہ عرض کریگا کہ اے رب تونے مجھے اندھا کیون اُٹھایا حالانکہ مین آنکھون والا تھا فرماویگا کہ یون ہی ہماری آیات
تیرے پاس آئی تھین تو نے اُنکو بھلا دیا- اور فرمایا ونحشرہم یوم القیامۃ علی وجوہہم عمیا وبکما وصما یعنی ہم انکو قیامت کے روز محشور کرینگے
انکے منھون کے بل اندھے وگونگے وبہرے- حدیث صحیح مین بھی ہے کہ ایسے لوگ مُنھ کے بل محشور ہونگے عرض کیا گیا کہ کیسے چلینگے فرمایا کہ
جس نے انکو پیرون کے بل چلایا وہ بڑا قادر ہے کہ اُنکو مُنھ کے بل چلاوے اور فرمایا کہ وے اپنے مُنھ سے ہر کھوبروا و نیچے نیچے کو بچاتے
جاوینگے- ف فی العرائس قولہ تعالے یوم ندعو کل اناس باما مہم- ہر عارف کا امام اُسکا وہ مقام ہے جو اُسکو اللہ تعالے کی
جناب پاک مین براہ احوال وخطاب وقرب ووصال ومعارف وکواشف وعلوم وحکمت حاصل ہی پس محبین مقام محبت مین بلائے
جاوینگے اور مشتاقین منازل شوق مین اور عاشقین مقام عشق مین اور عارفین مقام معرفت مین وموحدین مقام توحید مین بلائے
جاوینگے اقول حدیث مین بھی اہل الصلاح کی دعوت اپنے اپنے منازل مین مصرح ہی چنانچہ جو اہل الصوم سے ہو وہ باب ریان سے
بلایا جائیگا اور تمام حدیث صحاح مین ہی اور شیخ نے لکھا کہ مریدین اپنے مشائخ کے نام سے اُنکے منازل مین بلائے جاوینگے- شیخ
ابن عطا رح نے فرمایا کہ ہر مرید اپنی مراد کو پہونچایا جائیگا اور ہر محب اپنے محبوب سے ملایا جائیگا اور جو مدعی تھا وہ اپنے دعوی سے
ملایا جائیگا اور ہر متمنی کو وہ چیز دیدی جائیگی جسکی وہ تمنا کرتا تھا- امیر المومنین علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ جس نے
دنیا مین اللہ تعالے کو نہ پہچانا وہ آخرت مین بھی نہ پہچانیگا- کما قال اللہ تعالے ومن کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی پس جس نے دنیا مین
اسکا ذکر سُنا اور اُسکو نہ دیکھا اسطرح کا دیکھنا کہ آیات مین اُسکی صفات کا ظہور دیکھے تو آخرت مین وہ مشاہدہ کشف ذات سے محروم ہوگا اور جو
شخص دنیا مین معرفت عبودیت سے اندھا رہا تو وہ آخرت مین معرفت ربوبیت سے اندھا ہوگا اور جو شخص دنیا مین اولیاء کی دیدار سے
محروم رہا وہ آخرت مین اللہ تعالے کے نزدیک انکی مراتب کے دیکھنے سے محروم ہوگا کیونکہ اولیاء آلہی مدارج عالیہ مین خاص رحمت مین ہونگے
تو غیر شخص انکے دیکھنے سے بوجہ خامی نظر کے محروم ہو جائیگا- اور شیخ جنید رح نے کہا کہ جو شخص اس دنیا مین مشاہدہ فضل سے اندھا ہو وہ
آخرت مین مشاہدۂ ذات سے اندھا ہوگا- مترجم کہتا ہی کہ مقصود یہ ہی کہ دنیا مین اعمال واسباب پر نظر نہ ہو بلکہ اختیار وکرامت فقط فضل ازل
سے دیکھے وجانے ورنہ دنیاوی اعمال محض بیکار ہونگے اور یہ بھی شیخ رح نے کہا کہ جو دنیا مین اللہ تعالے کے احسان وفضل کے دیکھنے سے
اندھا ہو وہ آخرت مین دیدار وصال قرب سے اندھا ہوگا- جب اللہ تعالے نے آیات متقدمہ مین اقسام نعمت کو شمار کیا اور اسکے پیچھے
آخرت مین درجات مخلوق کو بیان فرمایا اور اہل سعادت کے احوال کی تشریح فرمائی تو اب اُسکے ساتھ ایسے بعض حالات بیان فرمائے
جو مکر وتلبیس شیطان سے شیاطین الانس کی طرف سے فریب وخداع کے پیش آتے ہین تاکہ انسے پرہیز کیا جاوے

وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ
اور وہ تو لگے تھے کہ تجکو بچلا وین اس چیز سے جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف تا باندھلاوے تو اسکے سوائے اور تب پکڑتے تجکو

خَلِيْلًا ۝ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۝ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ
دوست اور اگر نہ ہوتا کہ ہم نے تجکو ٹھہرا رکھا تو تو لگ ہی جاتا جھکنے انکی طرف تھوڑا سا تب ضرور چکھاتے ہم تجکو دونا مزہ زندگی مین

وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا

اور دونا مرنے مین پھر نہ پاتا تو اپنے واسطے ہم پر مدد کرنے والا

اللہ تعالے آگاہ فرماتا ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بدکارون وشریرون کے مکر وفریب سے محفوظ وسلامت وثابت قدم ومعصوم رکھتا ہے اور وہی اپنے رسول کے امور کا متولی ہے اور ناصر ہے اور اسکو کسی مخلوق کیطرف موکول نہین فرماتا بلکہ خود اسکی ولایت وحفاظت وامداد ونصرت وتائید فرماتا ہے چنانچہ فرمایا۔ وَاِنۡ كَادُوۡا لَيَفۡتِنُوۡنَكَ ان مخففہ از مشددہ ہے اور لام فارق ہے یعنی دنیاوی حیات مین یہ لوگ اندھے پن سے تیری عصمت کو نہین جانتے اور قریب ہوے تھے کہ تجھے فتنہ مین ڈالین یعنی اسطرح تجھ سے مل بیٹھتے تھے کہ تجھے اپنے قصد کی طرف مائل کرین معالم وسراج وغیرہ مین ہے کہ اس آیت کے سبب نزول مین اختلاف ہے عطار رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ یہ آیت بنی ثقیف کے وفد کے حق مین ہے کہ وے لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے بیعت کرنے آئے ہین اس شرط پر کہ آپ ہمکو تین باتین عطا کرین آپ نے فرمایا کہ وے کیا ہین کہنے لگے کہ ایک یہ کہ ہم نماز مین نہ جھکین یعنی ہمکو اس مین جھکنا نہ پڑے اور دوم یہ کہ اپنے بت ہم اپنے ہی ہاتھ سے توڑین کوئی اور نہ توڑے اور سوم یہ کہ آپ ہمکو لات وعزی سے ایک سال منع نہ کرین مگر ہم اُسکی عبادت نہین کرینگے آپ نے فرمایا کہ نماز بے رکوع کا تو یہ حال ہے کہ وہ دین کسی کام کا نہین جسمین نہ رکوع ہوا ورنہ سجود ہوا اور رہا بتون کا توڑنا تو اچھا تم کو اختیار ہے کہ اپنے ہاتھون توڑو اور لات وعزی کا ذکر تو مین اسکی بابت تم کو ہرگز اجازت نہین دیتا۔ اور ایک روایت مین ہے کہ انھون نے یہ بھی درخواست کی کہ ہماری وادی کو اسی طرح آپ حرم بنا دین جیسے کہ حرم ہے کہ اسکے وحش وطیور وشجر حرام ہین پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار فرمایا تب کہنے لگے کہ یارسول اللہ ہماری خواہش یہ تھی کہ عرب یہ بات سنین کہ آپ نے ہمکو ایسی بات عطا کی جو اور کسی کو نہین دی اور اگر آپ کو یہ خوف ہو کہ عرب یہ کہینگے کہ آپ نے ثقیف کو وہ بات عطا کی جو اور کو نہین دی تو آپ یہ فرما وین کہ مجھے اللہ تعالے نے اسکا حکم دیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے اور باتین موقوف کین پس انھون نے گمان کیا کہ ہم کو یہ باتین عطا ہونگی پس فریب آمیز خوشامدین وتحریض کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان لوگون کو سخت آواز سے جھڑکا اور کہا کہ تم ہو توفون کی بک بک سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خاموش ہو رہے۔ اقول شیخ سیوطی رح نے کہا کہ مروی ہے کہ ثقیف نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ آپ ہماری وادی کو حرم بنا دین اور اُسپر اسحاح کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ انتہی۔ اور سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو بوسہ دیتے تھے کفار قریش نے عداوت کی اور کہا کہ ہم حجر اسود کو خالی نہ چھونے دینگے جب تک ہمارے بتون کو نہ چھوو۔ ایک بار حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا کہ مجھپر کیا گناہ ہوگا اگر مین چھوؤن اور اللہ تعالے تو جانتا ہے کہ مین اُنسے کارہ ہون پس یہ آیت اُتری۔ اور روایت ہے کہ قریش نے درخواست کی کہ آیت رحمت کو آیت عذاب کر دے اور مانند اسکے لغویات کی خواہش کی تاکہ ایمان لاوین پس نازل ہوئی۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ ابوجہل وامیہ بن خلف اور چند لوگ قریش کے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پاس آئے اور کہا کہ اچھا آپ آکر ہمارے بتون کو مسح کر دیجیے اور ہم آپ کے ساتھ آپ کے دین مین داخل ہونگے اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر قوم کا فراق سخت گذرتا تھا چاہتے تھے کہ مسلمان ہو جاوین پس نرم ہو کر انکو فہمایش کی تو اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی اور ایسا ہی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور جبیر بن نفیر رض سے روایت ہے کہ قریش نے آکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر تم ہماری طرف رسول بھیجے گئے ہو تو کمینہ وغلامون کو اپنے پاس سے دور کرو تاکہ ہم آپ کے اصحاب ہون پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم

بعد مشورہ کے کچھ مائل سے ہوئے تو اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی مترجم کہتا ہو کہ ان روایت کے ثبوت مین کلام ہو اور اسیوجہ سے شیخ ابن کثیر رح نے انہین سے کسی روایت کو مسند نہین کیا اور نہ کوئی ذکر فرمائی اور شاید کہ بعض روایات مین سے کچھ واقع ہوا ہو ولیکن تفسیر آیت کریمہ ان اسباب پر موقوف نہین ہو ولیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ بسا اوقات اسباب نزول کئی ایک جمع ہو جاتے ہین اور تفسیر مین اسباب نزول کا بیان ایک فائدہ عظیم کے واسطے ہو اور وہ یہ ہو کہ اکثر امور کا حکم آیات مین موجود ہو مگر با توجہ نہ ہونے سے نہین ملتا اور بسا اوقا توجہ سے بھی بوجہ طریقہ نہ معلوم ہونے کے نہین نکلتا لہذا اسباب واقع ہونے پر جب آیت اُتاری گئی تو اس سے استخراج سمجھ لیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آیات کسی سبب کے ساتھ خاص نہین ہین بلکہ مختلف و متعدد اسباب کا حکم انہین موجود ہو اور یہان سے معلوم ہوا کہ اسباب نزول مین ایک حکمت خاصہ ہو جس سے علماے امت مجتہد ہوے اور اُنکے فیض سے علم شایع ہوا- بالجملہ اس مقام پر بیان اس امر کا بطور کلی اور عام ہو کہ اللہ تعالے نے اپنے فضل سے اپنے رسول علیہ السلام کو معصوم رکھا حالانکہ شیطان کے وساوس اور تابعین شیطان جو انسان ہین اُنکی شرارت ہر ایک کے ساتھ ہو اور نفوس انسانی بالطبع جنس کی جانب مائل ہوتے ہین لہذا فرمایا- وان کادوا لیفتنونک یعنی وانھم کادوا لیمیلونک الی فتنة مشرکین متبعین شیطان نے بوسوسۂ شیطانی ایسا فتنہ اُٹھایا تھا کہ یہ لگتا تھا کہ تجھے فتنہ کی جانب مائل کرین- عن الذي اوحينا اليك اس چیز سے جو ہم نے تجھے وحی فرمائی ہو- اس سے مراد یہ ہو کہ شیطان کا فتنہ جو اسکے متبعین نے اُٹھایا وہ ایسا سخت فتنہ تھا کہ گویا وہ عنقریب پہونچا کہ تجھے حکم وحی سے بجانب فتنہ مائل کرے- لتفتري علينا غيره تاکہ تو ہم پر افترا باندھے غیر وحی کو اور یہ تمام وحی کو شامل ہو حتی کہ نفس توحید کو بھی مع احکام و وعدہ و وعید وغیرہ پس صورت افترا یہ کہ جو وحی نہین ہو اسکو وحی کہے یا اسکے ساتھ مثل وحی کے برباد کرے یا جو وحی ہو اسمین تغیر کرے حتی کہ غیر وحی ہو کر وحی مفہوم ہو- وَاِذًا- اور اُسوقت کہ جب تو اُن کو خواہش کی طرف میل کرے- لاتخذوك- ضرور تجھے بنالیوین غایت رغبت سے- خليلا اپنا دلی دوست اور لوگون سے اظہار کرین کہ انکے کفر مین تو انسے موافق و انکے شرک پر راضی ہو پھر جو شخص کفار کا خلیل ہو وہ اللہ تع کا خلیل نہین ہو سکتا اور حاصل یہ کہ تجھے اللہ تعالے نے اپنے فضل قدیم و رعایت عظیم سے آنکھون والا کیا کسی طرح اندھا نہین کیا کہ تو نے دیکھکر کبھی انکی طرف میل نہین کیا اور کبھی کفر و شرک کی کسی بات کو اچھا نہین سمجھا جس سے تیری فضیلت تمام مخلوق پر ہو- وَلَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے اپنی عظمت سے تجھے ثابت قدم رکھا حق پر کیونکہ ہم نے تجھے رسول معصوم کیا ہو مانند انبیاء معصومین کے- لَقَدْ كِدْتَّ- قریب ہوتا کہ تو تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ- جھکتا انکی طرف- شَيْئًا قَلِيْلًا کچھ تھوڑا سا یعنی انحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالے نے اس مرتبہ عالی پر مخلوق کیا تھا کہ اگر تثبیت بھی نہ فرماتا تو آپ رکون و میل کی جانب قریب ہوتے اور وہ بھی بہت قلیل- یہ وصف عظیم ہو اسیواسطے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہو کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم قرآن ہو یعنی وہ جبلت ہو اللہ تعالے کے فضل سے ایسی مخلوق ہوئی تھی کہ جو فضل قرآن پر عمل سے حاصل کیا جاتا ہو آپ کی جبلت ہی اُسکے موافق تھی- پھر یہان دوسرا فضل عظیم یہ ظاہر فرمایا کہ درصورت عدم تثبیت کے تو کافرون کی جانب جُھکنا تو نہ ہوتا مگر قریب ہو جاتا وہ بھی بہت قلیل ہوتا بوجہ اسکے کہ آپ کو قوم کے ایمان پر حرص تھا ولیکن اللہ تعالے نے اپنی رعایت قدیم سے تثبیت فرمائی کہ آپ انکی طرف کچھ جھکنے سے قریب بھی نہین ہوے- سراج مین لایا کہ یہ اسوجہ سے ہو کہ حرف لولا فائدہ دیتا ہو کہ اگر امر اول نہ ہوتا تو امر دوم ہوتا ولیکن امر اول کے وجود سے امر دوم نہ ہوا جیسے بولتے ہین کہ لولا انتم لکنا مومنین یعنی قیامت مین کفار اپنے سردارون سے کہینگے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن ہوتے- اور جیسے لولا زید لھلک خالد یعنی اگر زید نہ ہوتا

تو خالد ہلاک ہوجاتا اگر زید تھا تو خالد ہلاک نہ ہوا پس یہان ثابت ہوا کہ اگر اللہ تعالےٰ کی تثبیت واسطے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ ہوتی تو آپ اُنکی جانب جھکنے کے قریب کچھ ہوجاتے ولیکن اللہ تعالےٰ کی تثبیت ازلی آپ کے واسطے تھی تو آپ کچھ بھی انکی طرف جھکنے کے قریب بھی نہین ہوے اور یہ صریح ہو کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کافرون کی درخواست قبول کرنے کا کبھی قصد بھی نہین کیا باوجودیکہ خواہش قوی داعی تھی۔ یہان یہ مسئلہ نکلا کہ آدمی گناہ سے جبھی بچ جاتا ہو کہ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے اُسکو حق پر ثابت قدم رکھے لہذا ضرورہے کہ آدمی ہروقت اپنے رب عزوجل سے پانچون وقت نماز مین بھی ہدایت کی درخواست کرے پس ہر نماز مین اھدنا الصراط المستقیم کی دعا سے دو فائدے عظیم ہین اول یہ کہ ایمان وغیرہ تو حاصل ہو اگر اسکے موافق ثابت قدم رہنا آخر عمر تک جبھی ہوسکتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہدایت سے اسکو ثابت قدم رکھے اور دوم یہ کہ ثابت قدم ہونے سے ہر آدمی کو مراتب اعلیٰ کشف وکرامات کے جنکی انتہا نہین ہے حاصل ہوتے ہین۔ اور بعضے لوگون کو گناہون سے زیادہ دنیاوی رزق ملتا ہو اور یہ درحقیقت استدراج وعذاب ہی جسکو وے اچھا سمجھتے ہین جیسے یہان متنبہ فرمایا بقولہ تعالےٰ وَاِذًا اور اسوقت یعنی جبکہ بالفرض تجھے تثبیت الٰہی لم حاصل نہوتی اور تو مشرکون کی طرف مائل کیا تو ۔ لَّاَذَقْنٰكَ ہم تجھے چکھاتے ضِعْفَ الْحَيٰوةِ دونی زندگی وَضِعْفَ الْمَمَاتِ اور دونی موت۔ چنانچہ حدیث مین ہو کہ آخر زمانہ مین جب قیامت کے آثار ظاہر ہوجاوینگے تو ایک قوم ہوگی جو فسق وفجور مین گدھون کی طرح بیباک ہونگے اور انکو اسی مین رزق ملیگا۔ مفسرین نے یہان مضاف مقدر کیا اور کہا کہ تقدیر یہ ہو کہ ضعف عذاب الحیوۃ یعنی اگر تو ان مشرکون کی طرف جھکنے کے قریب ہوتا اور دل مین قصد کرتا تو ہم تجھے دوچند عذاب حیات اور دوچند عذاب ممات چکھاتے بعض نے کہا کہ ضعف الحیوۃ سے مراد دوچند عذاب آخرت ہو جبکہ دائمی حیات دیجاویگی کیونکہ عذاب دنیا منقطع ہوا اور ضعف ممات سے دوچند عذاب قبر مراد ہو ولیکن اول ظاہر ہوا اور امام رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ حاصل کلام یہ ہو کہ اگر تو خطرات شیطانی کو اپنے دل مین جگہ دیتا اور اپنے قصد کو انکی جانب مائل کرنے مین منعقد کرتا تو تو مستحق ہوتا دوچند عذاب کا حیات دنیاوی مین اور دوچند عذاب کا حیات اُخروی مین اور تیرا عذاب مشرک کے عذاب سے دنیا وآخرت مین دوچند ہوتا۔ سراج مین لکھا کہ اس عذاب کے دوچند ہونے مین سبب یہ ہو کہ انبیاء علیہم السلام پر اللہ تعالےٰ کی نعمتون کے اقسام بہت زیادہ ہین خصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ ہین تو پھر اُنسے گناہ کا وقوع بھی بہت زیادہ ہوگا تو اُسپر عذاب کا استحقاق بھی کئی گونہ ہوگا۔ اور نظیر اسکی ازواج رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین یعنی مومنون کی اُن ماؤن کے حق مین جو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بیبیان تھین فرمایا کہ یا نساء النبی لستن کاحد من النساء یعنی اے نبی کی بی بیو تم اور کسی عورت کے مانند نہین ہو۔ اور فرمایا۔ یا نساء النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ یضاعف لہا العذاب ضعفین یعنی اے نبی کی بی بیو جو کوئی تم سے کسی فاحشہ فعل کی مرتکب ہو جسپر ثبوت ہو تو اسکے لیے عذاب دوچند ہی۔ یہان سے معلوم ہوا کہ جیسے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام مین بڑا ہو ویسا ہی آپ کی بی بیون کا مرتبہ عورتون مین بڑا ہے۔ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا یعنی دوچند عذاب کی صورت مین پھر تو کوئی نہ پاتا ہم پر اپنا مددگار یعنی کوئی موجود یا موہوم نہین ہو جو اللہ تعالےٰ کے عذاب سے تجھے روکے یا تیری اور طرح مدد کرے۔ ولیکن رحمت الٰہی نے تجھے فضل عظیم کے ساتھ ثابت قدم رکھا نیشاپوری نے اپنی تفسیر مین کہا کہ واضح ہو کہ فتنہ سے قریب ہونا اس امر پر دلالت نہین کرتا کہ فتنہ مین پڑجاوے اور کسی گناہ پر دھکیل دیا جانا اسکی دلیل نہین کہ اس گناہ کا اقدام ہوا پس اس آیت سے یہ لازم نہین آتا کہ عصمت انبیاء علیہم السلام مطعون ہو مترجم کہتا ہے

کہ اس آیت سے طعن عصمت نکالنا جیسا کہ بعضے ایسے فرقہ کرتے ہین جو انبیاء علیہم السلام کے معصوم ہونے کے نہین قائل ہین محض جہالت ہی
بلکہ برعکس اسکے یہ آیت دلیل عصمت ہی اور ہم نے بیان کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتنہ سے قریب بھی نہین ہوے اور نیشاپوری رح
کی غرض یہ ہی کہ اگر کوئی بیوقوف اسطرح دلیل لاوے کہ گناہ پر دھمکی جب ہی دیجاتی ہی کہ وہ گناہ ممکن الوقوع ہو تو جواب یہ ہی کہ وقوع
نہین ہو سکتا اور امکان ذاتی سے کچھ ضرر نہین ہی اور فائدہ تہدید کا امت کے واسطے ہی اور اقدام در کنار یہان قریب خطرہ بھی نہین تھا
کیونکہ اول خطرہ پھر اُسپر جم جانا پھر قریب ہونا پھر اختیار پھر اقدام پھر وقوع پس یہان اقدام و وقوع کا ذکر ہی نہین ہو سکتا اور خطرہ بھی
نہین تھا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہی پس آیت دلیل کمال فضیلت و کمال عصمت ہی فافہم ۔ ف فی العرائس من اشارات قولہ تعالے ولولا
ان ثبتناک الآیہ تثبیت مقامات حقیقت مین سے ایک مقام ہی اور یہ مقام حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے سب سے اعلی حاصل تھا
پس واضح ہو کہ اللہ تعالے نے روح پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو جب پیدا کیا تو وجود کے پیدا کرنے سے پہلے پیدا کیا پس اسکو تاپ اکنار ملک ازل
و ابد مین دوڑا دیا پس روح نے دیدار صفات سے علوم غیب الغیب کو جانا اور وہ علم مجہول پہچانا جو لطفیات ازلی و قہریات ازلی سے
صادر ہوتا ہی اور علم العلم مین جانا کہ راہ قہر و لطف ان دونون کا منتہی وصول عین الذات ہی اور اصل قدم مین ان دونون مین کچھ
فرق نہین دیکھا پس جب آپ نے ہر دو طریق کو قدیم سے قدم تک اور ابد سے ابد تک واضح پہچانا اور سولے تغایر صفت کے اور طور سے
پہچانا پھر محل رسالت مین آکر حقیقت طریقہ وصول الی الحق دونون کے ساتھ معلوم کیا مگر کفار کو طریق لطف کے واسطے لائق نہ پایا اور
نہ انمین یہ استعداد دیکھی کہ طریق لطف سے انکا ایصال کیا جاوے تو قریب ہونے کو تھا کہ جنبش سر السر سے بوجہ اسکے علم مجہول جاننے کے
یہ ہو کہ کافرون کو اسی طریقہ قہر سے بجانب حق عز وجل دعوت فرما دین کیونکہ راہین کچھ معتبر نہین ہین بلکہ اعتبار اصول الحق کا ہے پس
اللہ تعالے عز وجل نے علم قدیم کامل سے منع فرما دیا کہ مکنون غیب الغیب کے اسرار مکنون کو افشا نہ کرین کہ ربوبیت کے پردہ مین جاہلون
کی حماقت سے رخنہ ہو اور عبودیت کے احکام مضمحل ہو جاوین ۔ قال تعالے لقد کدت ترکن الیہم شیئا قلیلا ۔ قریب تھا کہ تو اس جانب
مائل ہو کہ کافرون کو بطریق مجہول بجانب حق دعوت کرے اور یہ حرکت نفس النفس کی سر السر سے ہوتی ہی جو بحر قہریات مین غوطہ زن ہو کر
پھرتا ہی اے عارف خوف مت کر اور کہہ دے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جس علم کے ساتھ تھے اسکے ساتھ تھے مع اس نفس کے جو لباس قہر ربوبیت
ہی اور عارف صادق اس سے خالی نہین ہوتا ہی کیونکہ اسکا سلوک جانب حق عز وجل کے بسر قہر و بسر لطف دونون ہوتا ہی اور جو
شخص اسکی طرف ان دونون راہون سے نہین چلا وہ اسکی معرفت مین کامل نہ ہوگا پس عتاب تو بہت تحرک سلسلہ ان اسرار کے ہے
اور اللہ تعالے اپنے جلال عظمت سے اس سلسلہ کا محرک ہو جاتا ہی کہ واسطے تعریف شان کے اور واسطے امتحان کے پس تعریف تو حق
عارف ہی کہ اسکو شناخت دی گئی اور معرفت حق معروف ہی کہ حق عز وجل کی معرفت اسکو حاصل ہوئی اور اللہ تعالے محفوظ رکھے
عارفین کو ان اسرار کے پردہ فاش کرنے سے جب کہ اعتبار کے واسطے ہون ۔ شیخ حسین رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے اپنے علم پر خلق کو پیدا کیا
اور وہ علم العلم ہی اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پیدائش مین سب خلق سے اعظم ہین اور سب سے آپ کا مرتبہ زیادہ ہی پس آپ کو اپنی جانب
دعوت کرنیوالا قرار دیا پس آپ کی وجہ سے اور واسطہ سے تمام لوگ اللہ تعالے کی طرف ظاہر و باطن واصل ہوتے ہین پس مالک العلم
اور علم ہی صلے اللہ علیہ وسلم اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم بحق عز وجل ثابت ہوے پس تثبیت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہوئی وہ بحق عز وجل
تھی عمرو بن عثمان مکی رح نے کہا کہ لقد کدت اور یہ حالت ایک شے کے درمیان دو چیزون کے ہی اور نہ ادھر سے خارج ہوا اور نہ اُدھر داخل ہوا

اور آپ کو امر عظیم پر وقوف دشان عجیب پر قیام تھا اور علم غیب پر اطلاع تھی اور وہ پاکیزگی نفس اور کمال علم بر رب عز وجل ہے پس یہ خطاب حق عز وجل کی طرف سے پہونچا جو مساوی اس خوف کے ہے جو مخالفت مین پڑجانے سے ہوتا ہے اور یہی خواص وعوام مین فرق ہے کہ خواص کو خطرہ نفسانی پر وہ خوف ہوتا ہے جو عوام کو معاصی مین واقع ہوجانے سے نہین ہوتا ہے۔ ابن عطا رح نے کہا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام کو تو زلت واقع ہوجانے کے بعد عتاب کیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو قبل وقوع کے یہ خطاب کیا تاکہ حفظ شرائط محبت بکمال ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کلمات تو سب سنے گئے اور مجھ ضعیف کے نزدیک ان آیات مین کسی طرح کا عتاب نہین ہے بلکہ کمال مدح ہے اور اوپر اشارہ گذرا اور بات یہ ہے کہ سابق سے یہ بیان فرمایا کہ ان ربک احاط بالناس۔ رب عز وجل کے قبضہ قدرت مین تمام مخلوق ہے اور یہ بھی بیان فرمایا کہ ظہور قہر یعنے ایجاد شیطان کی جانب استطاعات اپنی قدرت وقوت سے دیدیے۔ اور ہر مخلوق اپنی استعداد کے موافق اسکے قبضہ قدرت مین ہے وان ہے پس مشرکین جو ایمان لانے والے نہین ہین اُسی راہ پر شیطان کے اتباع مین خوش ہونگے کیونکہ انہین وہی استعداد ہے اور فتنہ شیطان عام ہے اور انہین سے اللہ تعالے اپنے بندون کو اسکی سلطنت سے محفوظ فرماتا ہے حتی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خود ہی اپنے کمال لطف ورحمت کاملہ سے محفوظ کیا ورنہ قریب تھا کہ کچھ میل واقع ہو اور یہی محل امتحان تھا پس معلوم ہوا کہ میل ہونا تو ممکن نہ تھا بوجہ اسکے کہ آپ کی پیدایش کو قیاس نہین کیا جاسکتا کیونکہ تمام مخلوقات مین ایک فرد خاص تھے اور یہان تو اس حال مین قرب بھی نہین ہونے دیا پس دلیل کمال فضل کی ہے۔ کما قال تعالے وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ تیرے اوپر قدیم سے اللہ تعالے کا فضل عظیم ہے۔ پھر ذکر فرمایا اللہ تعالے نے بعض وقائع کا جو امتحانی صورت مین واقع ہوے اور اللہ تعالے نے معصوم فرمایا ہے

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَا يَلْبَثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ ع۸

اور وہ تو لگے تھے گھبرانے تجھکو اس زمین سے کہ نکال دین تجھکو یہان سے اور تب نہ ٹھہرینگے تیرے پیچھے مگر تھوڑا

سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝

دستور پڑا ہوا ہے ان رسولون کا جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے اور نہ پاویگا تو ہمارے دستور مین تفاوت

وان۔ وانہم۔ کادوا لیستفزونک من الارض لیخرجوک منہا اور البتہ وے لوگ قریب ہوے کہ تجھے جنبش دین یعنی بسبب عداوت ومکر کے زمین سے تاکہ تجھے اس زمین سے نکالین۔ ولیکن ان لوگون سے اسکا وقوع نہ ہونے پایا۔ بلکہ اللہ تعالے نے اپنے قبضہ تسخیر مین انکو مجبور رکھا۔ استفزاز یعنے ازعاج بھڑکا دینا اور گھبرا دینا۔ اس آیت کے سبب نزول مین بھی اختلاف ہے ولیکن دو قول ہے اور پھر دونون مین سے ایک زیادہ ضعیف ہے تو گویا اس مین ایک ہی قول ہے۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے اور سراج ومعالم مین کہا کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ کو ہجرت فرمائی تو یہود نے حسد کیا اور عبد اللہ بن ابی وغیرہ منافقون نے چاہا کہ یہان نہ رہین پس آپ سے کہا کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت ملک شام مین ہوئی اور وہ زمین مقدس ہے اور وہین ابراہیم علیہ السلام رہتے تھے اگر آپ شام کو چلے جاوین تو ہم آپ پر ایمان لاوین اور آپ کی پیروی کرین اور ہم کو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ بخوف روم کے وہان نہ جاوینگے پس اگر آپ اللہ تعالے کے رسول ہین تو اللہ تعالے آپ کو اُنسے محفوظ رکھیگا پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے لشکر جمع کیا اور ذوالحلیفہ مین یا مدینہ سے کچھ فاصلہ پر لوگ اکٹھا ہوے تاکہ لوگ آپ کو بعزم خروج دیکھین اور ایمان لاوین پھر

یہ آیات اترین تو آپ واپس ہوے۔ اور یہی قول کلبی رح کا ہی بیہقی رح نے من طریق الحاکم اسناد کے ساتھ عبد الرحمن بن غنم سے روایت کی کہ یہود نے ایک روز حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کہا کہ اے ابو القاسم اگر آپ سچے نبی ہین تو شام مین جائیے کیونکہ شام زمین محشر اور زمین انبیاء ہی پس آپ نے انکے قول کی تصدیق کی اور غزوہ تبوک کا جہاد کیا جسمین کچھ ارادہ نہ تھا سواے شام کے جب آپ تبوک مین پہونچے تو یہ آیات نازل ہوئین پس اللہ تعالے نے آپ کو واپسی کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہین آپ کی زندگی اور وہین موت اور وہین سے بعثت ہی شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد مین نظر ہی اور اظہر یہ کہ وہ صحیح نہین ہی مترجم کہتا ہی کہ یہ دونون روایتین سبب نزول مین کئی وجہ سے صحیح نہین ہین اول یہ کہ سورہ بنو اسرائیل مکیہ ہی اور یہ آیت بنا بر روایت اول کے مدنی اور بنا بر روایت دوم کے تبوکی ہوتی ہی۔ دوم یہ کہ تبوک کے وقت یہود کے ایمان لانے کی اسلام کو اسقدر خواہش نہ تھی۔ سوم یہ کہ روایت اول سے ظاہر ہوتا ہی کہ آپ نے صرف دکھلانے کو لشکر باہر جمع کیا تھا اور یہ محض واہی قول ہی اسکا ذکر کرنا سواے رد کرنے کے غرض سے اور طور پر جائز نہین ہے۔ وجہ چہارم یہ کہ صدق نبوت کے واسطے زمین شام مین ہونا کچھ بھی نہین ہی چنانچہ حضرت ہود یمن مین اور صالح مقام حجر مین اور بے شمار انبیاء اپنی اپنی قوم مین گذرے بدلیل قولہ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ تو یہ سب امتین شام مین نہ تھین اور کیونکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم احمق یہود کے قول کی تصدیق کرسکتے تھے پس یہ کسی بیوقوف نے وضع کی ہی اور اسپر طرہ یہ کہ آپ نے اُنکے قول پر مدینہ سے ہجرت کر کے شام کو چلے جانے کا قصد کر کے عملدرآمد کر دیا اور یہ بات سواے کسی جاہل کے جو معرفت نبوت سے بہرہ نہ رکھتا ہو کوئی نہین کہیگا اسواسطے کہ ہجرت کرنا یا کسی مقام تک سے نہ ہوا یہانتک کہ اللہ تعالے نے حکم دیا پھر مدینہ کو متعین فرمایا اور وہی آپ کے واسطے دار الہجرۃ قرار دیا اور یہی آپ کو وحی سے معلوم اور یہی توریت وغیرہ مین مفصل تھا نہ آنکہ دوسری ہجرت بجانب شام بدون حکم الٰہی واقع ہوتی اور پھر بھی باوجود امن کے اصحاب سے کچھ نہین کہا گیا۔ وجہ پنجم صحیح روایت ابن عباس رض سے اور دیگر ائمہ سلف سے کہ یہ دربارہ ہجرت بمدینہ ہے اس روایت کے معارض ہی بالجملہ یہ دونون روایتین نقل کرنا بھی حلال نہین مگر جبکہ اس غرض سے ہو کہ تنبیہ کر دیجاوے کہ یہ روایتین واہی بالکل بے اعتبار اور ظاہرا کسی جاہل کی بنائی ہوئی ہین۔ اور صحیح وہ ہی جو معالم و سراج و ابن کثیر وغیرہ سے تلخیص کر کے لکھا جاتا ہی کہ مجاہد و قتادہ رح نے کہا کہ مراد زمین سے زمین مکہ ہی اور مشرکین نے قصد کیا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے نکال دین مگر اللہ تعالے نے انکو مقہور رکھا یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ وَاِذًا لَّا یَلۡبَثُوۡنَ خِلٰفَکَ اِلَّا قَلِیۡلًا۔ اور اسوقت جبکہ تجھے اخراج کرین تو نہ ٹھہرینگے خلاف تیرے یعنی تیرے اخراج کے بعد مگر زمانہ قلیل۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ اشارہ قریش کے مشورہ اخراج کا ہو کہ اُنھون نے باہم مشورہ کیا تھا تو بعض اہل الرائے نے یہ راے دی کہ یہان سے نکال باہر کرو اسمین فتنہ فرو ہوگا مگر بعض نے کہا کہ دوسرے مقام پر فتنہ کی قوت ہوگی تو اُسنے کہا کہ خبر گیری کرنا آسان ہی۔ اور اہل تفسیر نے کہا کہ معنے یہ ہین کہ اگر اُنھون نے نکالا تو پھر مکہ مین نہ ٹھہرینگے مگر تھوڑے دن۔ اور یہی ہوا کہ جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وہان سے ہجرت کی حالانکہ انھون نے سخت ایذائین دینی شروع کی تھین تو پھر اُسکے بعد صرف ڈیڑھ برس گذرا تھا کہ اللہ تعالے نے بدون وعدہ کے آپ کے قلیل اصحاب کو کثیر جماعت قریش کے ساتھ بدر مین مقابل کر دیا اور آپ کو فتح و قوت دی کہ سب ایذا دینے والے سرکش مارے گئے اور اکثر قید ہوے اور شکست کھا کر بھاگے اسی واسطے فرمایا۔ سُنَّۃَ مَنۡ قَدۡ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَکَ مِنۡ رُّسُلِنَا یعنی اللہ تعالے نے اپنے حبیب کے ساتھ جاری کیا وہ طریقہ جو اُن پیغمبرون کا ہی جو آپ سے پہلے اللہ تعالے نے بھیجے تھے کہ جب مشرکون نے ایذاء دیکر رسول کو اپنے درمیان سے

بکالا تو عذاب مین مبتلا ہوے اور سنت یعنی عادت قضاے الٰہی اور طریقہ جاری ہی پھر اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم عین رحمت نہ ہوتے تو کفار قریش بالکل نابود ہو جاتے پس آپ کے ہوتے ہوے وہ لوگ بچے تھے لقولہ تعالے وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم یعنی تیرے ہوتے ہوے اُنکے درمیان مین انکو اللہ تعالے عذاب کرنے والا نہین ہی۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ تعالے واذًا لا یلبثون۔ کے یہ معنے کہ بعد تیرے اخراج کرنیکے۔ حالانکہ اُنھون نے اخراج کی قوت نہین پائی حتی کہ آپ نے حکم الٰہی سے ہجرت فرمائی ہی تو جواب یہ کہ ہان ہجرت بحکم الٰہی واقع ہوئی اور اُنھون نے آپ کو پکڑکر اخراج کرنے کی قدرت نہین پائی ولیکن ظاہری سبب حکم خروج کا وہی ہوئے کہ ایمان نہ لائے اور جو ایمان لایا اُسکو مارا پیٹا اور آپ کو طرح طرح کی ایذا دی اسوجہ سے انکی جانب نسبت دی گئی۔ اگر کہا جاوے کہ قولہ سنۃ من قد ارسلنا مین سنت مضاف بجانب من ہی جس سے مراد انبیاء ورسل ہین تم نے سنت الٰہیہ کیون کہا۔ جواب یہ کہ سنت اصل مین اللہ تعالے کا طریقہ مقرر فرمایا ہوا ہی اور چونکہ وہ رسولون کے واسطے ہوا اسواسطے رسولون کی طرف اضافت کی کہ وہی اس طریقہ پر عامل ہوے یعنی جس طریقہ پر اگلے رسول گذرے کہ اُنکے اخراج کے بعد قوم پر عذاب ہوا وہی یہ طریقہ ہمارا تیرے ساتھ ہوا ہی۔ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا۔ اور تو ہماری سنت کے واسطے تحویل نہ پاویگا یعنی کوئی آئین تغیر نہین ہوسکتا ہی۔ مترجم کو مناسب معلوم ہوا کہ تنبیہ و فہم معنی عام کے واسطے یہان ایک حکایت بیان کرے۔ ابو النصر سید موسی علیہ الرحمہ نے اپنے والد ماجد حضرت سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ سے روایت کی کہ آپ فرماتے تھے کہ مین نے پچیس سال تک صحراے عراق مین سفر کیا اور کسی مقام پر مسکن نہین بنایا ہر روز اس دنیاے فانی کے مقامات مین جہان وقت آیا سویا اور جہان جگہ پائی رہا اور حق تعالے عز وجل کے روزی پر شکر کیا اتفاق سے ایک دفعہ ایک مقام پر سفر واقع ہوا کہ دو روز تک کچھ میسر نہ آیا اور تیسرے روز رات مین مجھے بیتابی ہوئی آخر مین ایک کھیت پر پہونچا مگر وہان کوئی آدمی نہ تھا جس سے اجازت لیکر حلال رزق حاصل کیا جاوے ناگاہ ایک آواز نہایت خوشگوار کہ مین نے کبھی نہین سنی تھی میری کان مین آئی کہ اے عبد القادر قدر ضرورت اس رزق مین سے لے لے کہ ہم نے تیرے واسطے حلال کر دیا مین اس آواز کے شوق مین اس جانب متوجہ ہوا اور دیکھا تو ناگاہ وہ صحرا ایک نور سے منور ہو گیا کہ اُسکے مثل مین نے نہین دیکھا اور اُسمین سے ایک تمثال عجیب جس سے غش آجاوے ظاہر ہو کر خطاب کیا کہ مین ہون تیرا رب اور تیری سعی اس راہ مین مقبول ہی تو اپنی جان کو زیادہ ہلاکت مین مت ڈال کہ ہم نے اس مین سے تجھے مباح کیا۔ شیخ کہتے ہین کہ مین نے تامل کیا کہ اللہ تعالے نے قرآن مین فرمایا ہی کہ فلا تجد لسنتنا تحویلا یعنی تو ہمارے طریقہ مقررہ کے واسطے تغیر نہین پاویگا اور ظاہر ہی کہ شریعت الٰہی تا قیامت یکسان ہی اس مین جب تغیر نہین ہوگا تو میرے واسطے اس حلت و اباحت کے کیا معنی ہین پس مین نے ضرور گمان کیا کہ یہ فتنہ شیطان ہی پس مین نے اللہ تعالے سے پناہ مانگی اعوذ باللہ العلی العظیم من الشیطان الرجیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ اتنے مین وہ نور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آواز غمناک آئی کہ افسوس اے عبد القادر تو اپنے علم سے بچ گیا ورنہ مین نے بہت سے اس مقام تک طے کرنے والون کو یہان سے واپس کر دیا ہی مین نے اللہ تعالے کا شکر کیا اور جواب دیا کہ اے شیطان مجھکو اللہ تعالے تجھ سے بچاوے پھر تو اپنی تلبیس سے باز نہین آیا کہ تو نے مجھے مغرور کیا کہ مین اپنے علم سے بچا ہون بلکہ اللہ تعالے نے اپنی رحمت سے جو علم مجھے دیا تھا اُسکی مجھے ہدایت دی اور اپنے لطف عام سے مجھے بچا دیا الحمد للہ رب العالمین۔ یہان سے ظاہر ہوا کہ شریعت الٰہیہ مین کسی شخص خاص کے واسطے کوئی تحویل نہین ہوتی ہی۔ بعضے فقیری لباس والے جو دعوی کرتے ہین کہ جو شخص درجہ فقر مین کامل ہوا اُس سے نماز روزہ وغیرہ ظاہری عبادات ساقط ہو جاتے ہین اُسپر فرض نہین رہتے ہین باطل ہی اور جو اعتقاد کرے

گمراہ ہی اسی طرح شراب وغیرہ کا اُسکے حق مین مباح جاننا اس خیال سے کہ وہ شراب نہین پیتا نہین معلوم کیا چیز ہی اور ہم نے ایک مرتبہ دودھ دیکھا تھا یہ سب گمراہی و فتنہ شیطان ہی کیونکہ اسکے معتقد لوگ دنیاوی منفعتون کی لالچ سے اُسکے پاس جاتے اور نفع اُٹھا کر دین مین اُسکے معتقد اور گمراہ ہوتے ہین اور خوف نہین کرتے کہ شراب کو ایک نظر بندی کرنے والا اُنکی نظر مین دودھ دکھلا سکتا ہے پھر دودھ کو چھوڑ کر وہ شراب کیون منگواتا ہی اور حکم شریعت کا جس طرح متعلق ہی اُسمین تحویل نہین ہو سکتی ہی شیخ مخدوم جہانیان رحمۃ اللہ تعالےٰ نے لکھا کہ مین بحکم سیروا فی الارض سیر عبرت حاصل کرنے کو جاتے جاتے ساحل ملیبار پر اُترا اور شہر مین جا کر مین نے مرد صالح دریافت کیا لوگون نے مجھے ایک مکان کا پتہ دیا وہان جا کر مین نے دیکھا تو وہ شہر کے قاضی عبدالعزیز نامی ہین انھون نے شرعی اخلاق سے مجھے مہمان کیا۔ رات کو مین نے اُنسے دریافت کیا کہ یہان کوئی شخص اہل الدین سے ہی اُنھون نے مجھسے انکار محض کیا مین نے کہا کہ کوئی درویش ہین آخر اُنھون نے کراہت کے ساتھ کہا کہ مرد خدا یہان باہر شہر کے ایک شخص شریعت سے بیباک مدعی ہے اسکے اس شہر والے معتقد ہین مین نے دل مین گمان کیا کہ قاضی شرع ہونے سے شاید اسکی بے شرع پابندی سے ناخوش ہین صبح کو مین نے بعد نماز کے پھر قاضی صاحب سے اُسکا پتہ پوچھا انھون نے بہت کراہت سے بیان کیا کہ اس جانب شہر کے ہی اور راستہ مین بہت لوگ آتے جاتے ہونگے اگر جانا منظور ہی تو کوئی دقت نہین ہی مین باوجود کراہت قاضی صاحب کے روانہ ہوا راستہ مین تمام تانتا لگا تھا بلا تکلف مین شہر سے باہر لوگون کے میل مین چلا گیا یہانتک کہ اس ٹیلہ پر پہونچا جسپر وہ درویش رہتے تھے دیکھا کہ تمام ٹیلہ آدمیون کی کثرت سے بھرا ہوا ہی اور سبھی بسر معلوم ہوتے ہین مین متحیر ہوا کہ وہ کون ہین کہ فوراً ایک درویش نے آواز دی کہ او فلانے مبارک ہو ادہر آ۔ مین قریب گیا اور تعجب کیا کہ انھون نے میرا نام کیونکر جانا۔ اور گمان کیا کہ کامل بزرگ ہین قاضی صاحب کا خیال انکی نسبت بدگمانی ہی جب پاس گیا تو انھون نے خاطر سے بٹھلایا اور لوگ اپنی اپنی مرادون کے واسطے ہجوم کرتے اور پاؤن چومتے جاتے تھے اتنے مین انھون نے بوتل اُٹھا کر ایک کوزہ بھر کر پیا اور دوسرا کوزہ مجھے تواضع کیا مین نے اسکو دیکھا تو وہ شراب تھی مین نے انکار کیا تھوڑی دیر بعد مین چلا آیا پھر دوسرے روز گیا اور اسی طرح بیٹھا۔ دوسرے روز انھون نے شراب کے بارہ مین اصرار کیا اور کہا کہ تو کچھ وہم مت کر اگر راہ چاہتا ہی تو یہ ہی مین کچھ حیران ہوا و متردد ہو کر آخر مین نے یہ مضبوط سمجھا کہ شریعت مین حرام ہی تو ظہور خیر اور انوار اس راہ سے نہین ہو سکتا ہی مین نے انکار کیا وہ بزرگ کسی قدر ناخوش ہوئے پھر مین رخصت ہو کر چلا آیا رات مین سویا تو مین نے خواب مین ایک باغ نہایت نفیس دیکھا کہ اُسکے مثل نظر سے نہین گذرا اور نہ میرے گمان مین آتا تھا مین نے اُسے دیکھا اور اسکی تازگی و خوشبو سے بے اختیار اسکی طرف چلا کہ اُسمین داخل ہون جب دروازہ پر پہونچا تو مین دروازہ پر وہی فقیر دیکھا کہ ہاتھ مین سونٹا لیے ہوئے روکتا ہی اور وہی پیالہ بھرا شراب سے اُسکے ہاتھ مین ہی مجھ سے کہا کہ اگر اسکو پیو تو اندر جانے پاؤگے ورنہ اجازت نہین ہی مین نے انکار کیا تو اُسنے مجھے اجازت نہ دی۔ یہ خواب دیکھکر مین چونکا اور دیر تک متحیر رہا اور طرح طرح کے ترددات کے بعد پھر سو گیا اور وہی خواب دیکھا پھر چونکا تو مجھے زیادہ تحیر اور اضطراب ہوا اور تردد زیادہ ہو گیا پھر اُسی حال مین سویا تو تیسری مرتبہ بھی اسی طرح عجائب دیکھے پھر جو خواب سے اُٹھا تو مجھے تذبذب ہوا کہ اسمین کوئی بھید ہی اور خیال آیا کہ یہ کوئی کامل درویش ہے اور شاید کہ اسکی ناخوشی سے مجھے ضرر پہونچے اور دل مین خیال کیا کہ صبح کو اسکا کہنا مان لینا چاہیے اور معاً شراب کے خیال سے مجھے تشویش پیدا ہوئی اور مین نے اُٹھکر تہجد کی نماز آخر وقت پڑھی اور بعد نماز کے بہت عاجزی والحاح کے ساتھ جناب باری تعالےٰ مین گریہ وزاری کی کہ مین اس حال مین متردد و متحیر ہون اور میرے

خیال مین یہی آیا ہی آلہی تیری ہدایت کا امیدوار ہون اگر تو مجھے ہدایت نہ دے تو میری گمراہی ہی آلہی جو بہتر ہو مجھے اسی کی ہدایت ہو اسی گریہ وزاری مین آنکھ لگ گئی دیکھتا ہون کہ ایک محفل مین لوگ آتے جاتے ہین مین بھی حاضر ہوا تو معلوم ہوا کہ مجلس پاک سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم ہی اور کثرت انور سے آنکھین نہین ٹھہرتی ہین اور اصحاب عظام رضی اللہ عنہم بھی موجود ہین مین بھی پایان مجلس مین حاضر ہوا آپ نے سر مبارک اٹھایا تو مین نے ادب سے سلام کیا اور عرض کیا کہ میری مان باپ آپ پر قربان ہون شراب حرام ہی آپ نے فرمایا کہ تجھے نہین معلوم کہ اللہ تعالے نے شراب سب پر حرام فرمائی ہی مین نے عرض کیا کہ ایک فقیر مجھسے اصرار کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ وہ یہی ہے مین نے دیکھا تو دور ایک طرف وہی فقیر کھڑا ہی مین نے عرض کیا کہ حضور وہ یہی ہی آپ نے عصاے مبارک پھینک کر مارا وہ گرا اور لوٹ کر سُور ہو کر ایک طرف کو بھاگا۔ پھر مجھسے فرمایا کہ جا اب تو اُسکو نہ پاویگا اور جان لے کہ شراب حرام ہی۔ اتنے مین میری آنکھ کھلی تو فجر کا وقت شروع تھا مین نے جلد نماز پڑھی اور میری ساری ہمت اُسطرف تھی کہ مین جاکر اس فقیر کو دریافت کرون۔ بعد نماز کے فوراً روانہ ہوا تھوڑا گیا تھا کہ بعضے لوگ اسطرف سے پھرے آتے تھے اور کہتے تھے کہ افسوس ہماری شامت اعمال سے آج شاہ صاحب نہین معلوم کہان چلے گیے۔ مین زیادہ تیز روانہ ہوا جاکر ٹیلہ پر چڑھا تو حقیقت مین وہان کوئی نہ تھا پھر مین نے اللہ تعالے کی حمد وثنا کی اور قاضی عبد العزیز رحمہ اللہ سے وہ قصہ بیان کیا انھون نے کہا کہ مین آپ کو پہلے ہی منع کرتا تھا والحمد للہ علی ذلک۔ جب اللہ تعالے نے توحید ومعاد ونبوت اور تقدیر وحفظ آلہی بیان کر دیا تو افضل الاعمال نماز کو فرمایا

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا ۝ وَ

کھڑی رکھ نماز سورج کے ڈھلنے سے رات کی اندھیری تک اور قرآن پڑھنا فجر کا بیشک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہی روبرو اور

مِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ۖ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝

کچھ رات جاگتا رہ اسمین یہ بڑھتی ہی تجھکو شاید کھڑا کرے تجھکو تیرا رب تعریف کے مقام مین

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ قائم کر نماز کو۔ یعنی اُسکے پورے ارکان وشرائط ادا کرکے گویا ایسا کر دے کہ خود قائم ہو جاوے اور یہ سب عبادتون کا لب لباب ہی کیونکہ اسمین مناجات اپنے رب عز وجل کے ساتھ ہی اور ہر غیر سے اپنے منھ موڑنا ہی اور ہر چیز سے فانی ہو جانا ہی کیونکہ جب انوار بارگاہ عزت کا ظہور ہوتا ہی تو تمام چیزین فانی ہو جاتی ہین۔ اعلی مرتبہ اسکا احسان ہی کہ عبادت کرے رب عز وجل کی اسطرح کہ گویا اسکو دیکھتا ہی اگر نہ دیکھتا ہو تو وہ تجھے دیکھتا ہی۔ اور آثار مین ہی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کسی عمل کے ترک کو کفر نہین جانتے تھے مگر نماز کے ترک کو یعنی اُسکے ترک سے قریب کفر کے پہونچ جاتا ہی اور حدیث مین ہی کہ جسنے نماز عمداً ترک کی تو کافر ہوا یعنی قریب ہو گیا کفر کے۔ حدیث مین ہی کہ ہمارے ومشرکون کے درمیان فرق نماز ہی۔ بالجملہ امام ابو حنیفہ کے اجتہاد مین کفر سے مراد یہ کہ بہت نزدیک کفر کے ہو جاتا ہی اور امام شافعی کے نزدیک ایسا وہ مرتد واجب القتل ہو جاتا ہی اگر توبہ نہ کرے۔ پھر اُسکے ارکان وشرائط فقہ مین مفصل مذکور ہین صرف ایک تنبیہ کیجاتی ہی کہ ہمارے بعض علما نے کہا کہ نماز مین نیت اگر شروع مین خلوص عبادت کی ہو پھر وہ غافل ہو جاوے تو نماز ہو جائیگی اور یہی قول مختار رکھا گیا ہی اور شاید کہ یہ حکم فقہ ہی اور شیخ ابراہیم حنبلی نے اپنے رسالہ مین حضرت غوث اعظم سید عبد القادر جیلانی حنبلی رحمہ اللہ تعالے سے نقل کیا کہ نیت تمام نماز مین رکن ہی لہذا جہانتک ممکن ہی نیت کے حاضر رکھنے مین کوشش چاہیے۔ پھر سراج مین لایا کہ اسمین ایک بڑا اشارہ اس بات کا ہی کہ نماز کی مددگاری دشمنان ظاہری وباطنی پر سب سے زیادہ ہی اسی واسطے حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر

جب کوئی امر دشوار ہوتا تو نماز کی طرف مبادرت کرتے تھے۔ لہذا نماز کی مدد سے آدمی شیطانی مکر اور دوسرون کے مکائد سے بچتا ہے اور موافق حکم کے چاہیے کہ نماز کو نہایت آراستگی سے ارکان و شرائط کے ساتھ ادا کرے پھر اُسکے واسطے اوقات کا اشارہ فرمایا موافق اسکے جو معراج مین فرض فرمایا تھا بقولہ۔ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ یعنی قائم کر نماز کو وقت دلوک شمس کے وہان سے تاریکی رات تک۔ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اور قرآن فجر یعنی نماز صبح۔ اسمین پانچون نمازون کا وقت آگیا۔ پھر قولہ لدلوک الشمس کے لام مین دو قول ہین ایک یہ کہ لدلوک بمعنی بعد دلوک یعنی بعد ڈھلنے آفتاب کے۔ دوم یہ کہ بمعنی وقت ہی یعنی وقت زوال آفتاب کے کیونکہ نماز ظہر کی زوال آفتاب کے ساتھ واجب ہو جاتی ہی۔ دلوک مصدر ہی بمعنی ڈھلنا اور آفتاب جب ٹھیک دوپہر سے ڈھلتا ہی تو عرب اسکو دالکہ کہتے ہین اور نیز جب غروب ہوتا ہی تب بھی دالکہ کہتے ہین۔ ازہری رح نے کہا اسوجہ سے کہ وہ دونون حالتون مین ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک حالت سے دوسری حالت پر ٹل گیا اور قاموس مین لکھا کہ دلکت الشمس اسوقت کہتے ہین جب آفتاب غروب ہو یا جب زرد پڑجاوے یا مائل ہو یا ٹھیک نصف النہار سے زائل ہو۔ اب اسمین کلام ہی کہ یہان کیا مراد ہی تو سراج وغیرہ مین لکھا کہ تین قول ہین اول یہ کہ مراد زوال ہی اور یہی قول ابن عباس و ابن عمر و جابر و اکثر تابعین کا ہی اور دلالت کرتا ہی اُسپر قول حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظہر یعنی آیا جبرئیل میرے پاس وقت دلوک آفتاب کے جسوقت ڈھلا پس میرے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی۔ قول دوم یہ کہ مراد مغرب ہی یہ قول ابن مسعود رض کا ہی اور واحدی رح نے بسیط مین بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا اور یہی قول ابراہیم نخعی و ضحاک و سدی رح کا ہی اور اسی کو فراء رحمہم اللہ تعالے نے اختیار کیا۔ قول سوم یہ کہ دلوک وقت زوال سے تا غروب آفتاب ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے نقل کیا کہ قولہ لدلوک الشمس ایک قول یہ کہ یعنی وقت غروب آفتاب کے یہ قول ابن مسعود و مجاہد و ابن زید کا ہی۔ دوم یہ کہ دلوک الشمس زوال آفتاب ہی۔ اسی کو شعبی نے ابن عباس رض سے اور نافع و زہری نے ابن عمر رض سے روایت کیا اور روایت زہری کی مالک رح کی تفسیر مین ہی اور یہ قول ابو برزہ اسلمی رض کا ہے اور یہ ابن مسعود رض و مجاہد رض سے بھی مروی ہی اور یہی قول حسن و ضحاک و ابو جعفر محمد باقر اور قتادہ رح کا ہے اور اسی کو ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور استشہاد مین حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ پیش کی کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور جسکو اصحاب مین سے چاہا دعوت کی پس میرے یہان سے کھانے سے فارغ ہو کر زوال آفتاب کے وقت نکلے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے نکلکر آواز دی کہ نکلو اے ابو بکر یہ وقت ہے کہ دلوک ہوا آفتاب۔ مترجم کہتا ہی کہ بالکل ظاہر بات یہ ہے کہ دلوک کے معنی زوال سے غروب تک ہین جیسا کہ قاموس مین مذکور ہوا اور صحابہ رض و تابعین رح کے درمیان اسمین اختلاف نہین ہے اور دلیل اسپر یہ ہی کہ سراج مین جو حدیث نقل کی کہ اتانی جبرئیل لدلوک الشمس حین زالت فصلی بی الظہر اور اس سے اُسنے دلوک بمعنی زوال پر استشہاد کیا ہے اسمین تحقیق یہ ہی کہ یہ حدیث تو صحاح بلکہ صحیح مین ہی اور اسمین استدلال قول ثالث کے واسطے ہی کہ دلوک کا اطلاق زوال سے غروب تک ہے بدلیل اسکے کہ اگر دلوک فقط زوال کے معنی مین ہو تو قولہ حین زالت معنی اول کے تاکید و تفسیر ہوگی اور جب کہ دلوک ممتد تا غروب تھا تو اس قول سے دلوک کا اول وقت متعین کر دیا یعنی جس دلوک کے وقت جبرئیل آئے وہ وقت زوال کا دلوک تھا اور یہ تاسیس ہی اور علم بلاغت مین مقرر ہو چکا کہ تاکید پر محمول کرنا جائز نہین جب تک تاسیس پر محمول ہو پس معلوم ہوا کہ حدیث مین بھی اسی معنی مین آیا ہی اور رہا یہ کہ اختلاف سلف نہین تو دیکھو کہ ابن مسعود و مجاہد رضی اللہ عنہما سے دونون قول مروی ہین پس مغرب کا جو قول انسے مروی ہی وہ انھون نے موقع کلام مین دلوک کا

ایکسا وقت بیان کیا ہو اور اس سے یہ لازم نہین کہ دلوک کا اسی معنی مین انحصار ہو اور حضرت ابن عباس رضہ وغیرہم نے یہان کی مراد
شروع سے جسوقت سے ہو وہ بیان فرمائی بالجملہ قول ثالث ماخوذ ہو اور سراج مین کہا کہ اسی معنی پر آیت مین ظہر وعصر ومغرب سب داخل
ہو جاوینگے پس ظہر ومغرب تو ظاہر ہو اور رہی عصر تو اسوجہ سے داخل ہو کہ اسکا اول وقت وہ ہو جب اصفرار آفتاب یعنی زردی شروع
ہوتی ہو اور قوی دلیل اسی معنی ثالث لینے پر یہ ہو کہ اللہ تعالے نے عشار کا وقت داخل کرنے کے لیے قولہ الی غسق اللیل بڑھا دیا یعنی تاریکی
شب۔ اور وہ عشار کا وقت ہو اور مغرب یہان محدود سے خارج نہین ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اول وقت عصر کا اصفرار آفتاب سے شروع
ہوتا ہو تو اس اصفرار و زردی سے یہان وہ زردی مراد نہین ہو جو غروب کے وقت ہوتی ہو بلکہ تیزی وچمک جو ظہر مین ہوتی ہو وہ زائل
ہو جاوے اور میرے نزدیک عصر داخل ہونے کے واسطے قاموس کا یہ قول کہ زرد پڑ جاوے یا مائل ہو کافی ہو اور مائل ہونے سے وہ میلان
مراد ہو جو ظہر کے بعد جھکنے کا ہوتا ہو۔ بلکہ جب دلوک وقت زوال سے آفتاب غروب ہونے تک ہو تو وقت عصر خود اسمین داخل ہو کیونکہ دلوک
اصل مین ایک حالت سے دوسرے پر تغیر و تحویل و زوال ہو۔ سراج مین کہا کہ دلوک مین وقت ظہر وعصر ومغرب کا اسطرح داخل ہوا کہ
ایک لفظ مشترک کو اپنے مختلف معانی مین استعمال کیا گیا۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ بنا بر اسکے کہ علمار شافعیہ کے نزدیک استعمال مشترک کا
ایک ہی اطلاق مین مختلف معانی مین اسطرح کہ مختلف معانی مراد ہون جائز ہو اور ہمارے نزدیک یہ نہین جائز ہو اور تجھے معلوم ہو گیا
کہ وہ لفظ مشترک ہی نہین ہو بلکہ ایک وقت ممتد ہو جسمین الی غسق اللیل تک چارون وقت ظہر وعصر ومغرب وعشار داخل ہین۔ وقرآن
الفجر سے پانچوین نماز بھی شامل ہو پس آیت مین پانچون نماز کا بیان آگیا۔ جیسا کہ سنت متواترہ سے برابر عملدرآمد قطعی مفروض چلا آتا ہو پس معنی
ثالث دلوک کے لینا واجب ہو۔ امام رازی رح نے کبیر مین اور ابن عادل نے کہا کہ کلام الٰہی کو ایسے معنی پر محمول کرنا اولیٰ ہو جسکا افادہ زیادہ ہو
اقول یہ اولیٰ راجح ہو پس راجح کو چھوڑکر مرجوح کی جانب جانا جائز نہین تو تیسرے معنی لینا واجب ہوا۔ اب رہا یہ کہ قرآن الفجر کو نصب کیون
ہو بعض نے کہا کہ منصوب باغرار ہو یعنی ایسا اسم فعل مقدر ہو جس سے آمادگی ظاہر ہو جیسے آنکہ علیک بقرآن الفجر۔ اور یہ قول رد کر دیا گیا کہ اسم
فعل کا عمل باوجود مقدر ہونے کے نہین ہو سکتا ہو۔ فرار رح نے کہا کہ اقم الصلوة کی صلوة پر عطف ہو یعنی اقم الصلوة واقم قرآن الفجر۔ اور مراد
قرآن الفجر سے صلوة الفجر ہو اور نماز فجر مین قرآن الفجر سے تعبیر اس اشارہ کے لیے ہو کہ اسمین قرآن زیادہ پڑھا جاوے بہ نسبت دوسری نمازون کے
زجاج نے کہا کہ اسمین ایک فائدہ عظیمہ یہ ہو کہ نماز نہین ہوتی بدون قرارت کے حتی کہ نماز گویا قرارة ہو اور یہ اصم معتزلی پر حجت ہے جس نے
گمان کیا کہ قرارة کوئی رکن نہین ہو اور ہمارے ائمہ اربعہ وجمہور علمار کے نزدیک نماز بغیر فاتحہ نہین ہوتی ہو۔ پھر چونکہ نوم ونیند سے اٹھنا
آدمی پر شاق ہوتا ہو حتی کہ اذان فجر مین الصلوة خیر من النوم سے ترغیب دیجاتی ہو یہان اللہ تعالے نے عظیم ترغیب کی چیز ذکر فرمائی
بقولہ تعالے۔ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا بیشک نماز فجر مشہود ہو یعنی اسوقت پر رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہین
پس رات والے صعود کر جاتے ہین اور دن والے اترکر نماز فجر سے عصر تک رہتے ہین پھر عصر کے وقت بھی رات کے واسطے دوسرے ملائکہ اترتے
ہین اور نماز عصر مین بھی ملائکہ دن کے جو اسوقت چڑھنے والے ہین اور ملائکہ رات کے جو اترے ہین جمع ہوتے ہین لہذا عصر وصلوة الوسطی کی
بھی تاکید دوسری آیت مین آئی ہو بقولہ تعالے حافظوا علی الصلوات والصلوة الوسطی۔ مگر نماز عصر مین قرارة باآواز بلند نہین ہو تو قرآن الفجر
صرف نماز صبح مین ہو جسکو ملائکہ رغبت سے سنتے ہین اور ابوہریرہ رضہ سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قول اللہ عز وجل ان
قرآن الفجر کان مشہودا مین فرمایا کہ حاضر ہوتے ہین اسمین ملائکہ شب وملائکہ روز دونون گروہ اسوقت مین جمع ہو جاتے ہین امام رازی رح

نے کہا کہ اسمین دلیل قاطع قوی ہو کہ نماز فجر مین تاریکی سے شروع کرنا بہ نسبت روشنی کے افضل ہو کیونکہ جب تاریکی مین شروع کیا تو اسوقت
رات کے ملائکہ حاضر ہونگے پھر جب ترتیل قرات سے زیادتی کے ساتھ نماز مین امتداد ہوا تو تاریکی زائل ہو جاویگی اور دن کے فرشتے حاضر ہونگے
اور جب آدمی نے روشنی کے وقت شروع کیا تو اسوقت رات کے فرشتون مین سے کوئی نہین رہا تو جو معنی آیت مین مذکور ہین حاصل نہونگے
پس ثابت ہوا کہ اس آیت مین دلیل ہو کہ اول وقت نماز افضل ہو انتہی مترجا مترجم کہتا ہو کہ یہ استدلال امام رازی سے بعید ہے کیونکہ
اسمین دو وجہ سے خطا ہو اول یہ کہ تاریکی سے اگر مراد یہ رکھی کہ رات سے شروع کردے تو اسکا کوئی قائل نہین ہو اور اگر بعد طلوع فجر کے
مراد ہو تو اسوقت سے نہار شرعی شروع ہوتا ہو پس اگر ملائکہ رات کے بعد نہار شرعی کے نہین رہتے ہین تو اسوقت بھی کوئی باقی نہ رہنا چاہیے
اور اگر دن سے بعد طلوع آفتاب مراد ہو تو روشنی مین شروع کرنے سے ملائکہ رات کے وقت بھی حاضر رہینگے اور ملائکہ دن کے آجاوینگے
پس دونون جمع ہو جاوینگے اور ظاہر یہ ہو کہ دن کے ملائکہ کو غلس و تاریکی کے وقت سے آنے کی ضرورت نہین بلکہ طلوع سے کچھ پہلے آجاوین
تو اس سے ثابت ہوا کہ اسفار افضل ہو اور حدیث مین بھی وارد ہو کہ اسفار کرو یا روشن کرو فجر کو کہ اسمین تمھارا ثواب بڑھتا ہو۔ پھر جو امام رازی نے
نتیجہ نکالا کہ اول وقت نماز افضل ہو تو یہ نتیجہ عجیب ہو اسلیے کہ استدلال سے اگر ثبوت ہوتا تو فقط نماز فجر کا ہوتا اور اس سے ہر نماز کا اول وقت
مستحب ہونا بلا دلیل ہو امام حافظ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن مسعود و ابوہریرہ سے مرفوع اس آیت مین روایت ہو کہ فرمایا کہ اسمین رات کے
ملائکہ اور دن کے ملائکہ حاضر ہوتے ہین۔ بخاری رح نے ابوہریرہ رضہ سے مرفوع روایت کی کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز پر پچیس درجہ بڑھتی ہو
اور رات کے ملائکہ اور دن کے ملائکہ نماز فجر مین حاضر ہو کر مجتمع ہوتے ہین ابوہریرہ کہتا ہو کہ پڑھو اگر چاہو کہ ان قرآن الفجر کان مشہودا۔
اور امام احمد نے ابوہریرہ رضہ سے مرفوع روایت کی کہ اس نماز مین مجتمع ہوتے ہین رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے۔ ورواہ الترمذی و
قال حدیث حسن صحیح والنسائی وابن ماجہ وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وصححہ الحاکم ورواہ البیہقی وابن مردویہ۔ اور صحیحین مین
مالک رح کے طریق سے ابوہریرہ رضہ سے مروی ہو کہ یکے بعد دیگرے تم مین رات مین ملائکہ اور دن مین ملائکہ آتے جاتے ہین اور دونون
گروہ نماز فجر مین اور نماز عصر مین جمع ہوتے ہین پس جو فرشتے رات کو تم مین رہے تھے وے عروج کرتے ہین پس اُنسے رب عزوجل پوچھتا ہو
حالانکہ وہ خوب جانتا ہو کہ تم نے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا وے کہتے ہین کہ جب ہم اُنکے پاس گیے تھے جب بھی وے نماز پڑھتے
تھے اور جب ہم نے انکو چھوڑا تب بھی نماز پڑھتے تھے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن مسعود رضہ نے کہا کہ دونون گروہ حرس یعنی نگہبانون کے
نماز فجر مین جمع ہوتے ہین ایک صعود کرتے ہین اور دوسرے مقیم رہتے ہین اور یہی قول ابراہیم نخعی و مجاہد و قتادہ و بہتون کا اس آیت کی
تفسیر مین ہو۔ ابن جریر رح نے یہان ابوالدردا رضہ سے مرفوع روایت کی کہ تنزل الرب الخ یعنی نزول الٰہی عزوجل کی حدیث یہان
ذکر کی اور یہ کہ اللہ تعالے فرماتا ہو کہ کون مجھ سے مغفرت مانگتا ہو کہ مین اُسکی مغفرت کرون اور کون مجھ سے سوال کرتا ہو کہ مین اسکو عطا
کرون اور کون مجھ سے دعا کرتا ہو کہ اُسکی دُعا قبول کرون یہانتک کہ فجر طلوع ہوتی ہو پس یہی فرماتا ہو کہ وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان
مشہودا پس اسمین حاضر ہوتے ہین ملائکہ رات کے اور ملائکہ دن کے۔ مترجم کہتا ہو کہ بعد طلوع فجر کے شہود ملائکہ ہو اور اللہ تعالے عزوجل کی
قدرت کاملہ ہو کہ ان ملائکہ کا شہود تمام روے زمین کی مساجد و جماعتون کے ساتھ ہو اور یہ ایسا بھید ہو کہ جس شخص کا خیال اسکے دماغ مین
محصور ہوا اور روحی کوئی نور اسکو حاصل نہ ہو وہ سمجھ نہین سکتا بلکہ ماننا لیوے یہانتک کہ اللہ تعالے اسکو روحی نور عطا فرمادے تب خود
بخود واضح ہو جائیگا۔ واضح ہو کہ سراج مین فجر کو اول وقت شروع کرنے کی خوبی مین ایک عقلی اشارہ کبیر رازی سے نقل کیا کہ آدمی نے

جب نماز صبح کو اول وقت سے شروع کیا تو اسوقت قوی تاریکی عالم پر چھائی ہوتی ہو جب قراءۃ ممتد ہوئی تو اس حال مین عالم مین ایک انقلاب ہوتا ہو کہ تاریکی سے روشنی ہوتی جاتی ہو پس تاریکی تو مناسب موت ہو اور روشنی مناسب حیات ہو پس جب آدمی نیند سے اُٹھا تو گویا موت سے حیات مین آیا اور عدم سے وجود مین آیا اور سکون سے حرکت مین آیا اور یہ عجیب حالت ایسی ہوتی ہو کہ عقل سلیم شاہد ہے کہ یہ تبدیل و انقلاب دنیا نہین ممکن مگر ایک خالق عزوجل سے جو حکمت بالغہ کے ساتھ مدبر ہو اور سب طرح قادر ہو پس عقل اس نور سے منور اور اس معرفت سے موثر ہو کہ مرض قلبی سے نجات پاتی ہو کیونکہ اکثر مخلوقات اپنے قلبی امراض مین مبتلا ہین اور وہ محبت دنیا و حرص و حسد و تفاخر و تکاثر ہو اور یہ دنیا مثال مریض خانہ ہو جو بیمارون سے بھرا ہو اور انبیاء علیہم السلام ایسے مانند حاذق طبیبون کے ہین اور مریض کا مرض کبھی تو ایسا قوی ہو جاتا ہو کہ بدون قوی علاج کے وہ صحت نہین پاتا اور کبھی بیمار ایک شخص جاہل ہوتا ہو کہ طبیب کی بات نہین مانتا اور نہ اسکی اطاعت کرتا ہو اور بہت باتون مین اس سے مخالف ہو جاتا ہو کیونکہ طبیب حاذق جب کہ مشفق ہوتا ہو تو وہ شفقت سے ہر طرح اس مرض کے دور کرنے مین کوشش کرتا ہو اور اگر اسکو بالکل زائل کرنے پر قادر نہین ہوتا تو اسکو کم کرنے مین کوشش کرتا ہو اور جب کہ مرض دنیا تمام خلق پر مستولی تھا اور اسکا کچھ علاج نہین سوا اسکے کہ اللہ تعالے کی طرف بلایا جاوے اور اسکی خدمت و طاعت مین لگایا جاوے اور یہ علاج نفس پر شاق ہو کمتر اسکو قبول کرکے گردن جھکاتے ہین تو انبیاء علیہم السلام نے بحکمت آلہیہ اسکی تقلیل مین سعی کی اور مخلوق کو بندگی و عبودیت مین اُسوقت سے لگایا جب سے کہ دے خواب سے اول ہی اول اُٹھین کیونکہ اس سے اس مرض کا ازالہ رفتہ رفتہ ہو سکتا ہے۔

اقول یہ ایک نکتہ ہو کہ منجملہ حکمت مشروعہ کے شمار ہوگا ولیکن اسی پر مدار کار نہین ہو سکتا اور شارع نے اکثر اوقات مشغولی دنیا مین مفروض نماز سے اشتغال مذکور کم کر دیا جیسے وقت عصر ہو اور امر الٰہی اس سے زیادہ واضح ہو کہ ایسی توجیہات کی ضرورت ہو۔ پھر اللہ تعالے نے نماز تہجد کا حکم فرمایا مگر خاصکر اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا بقولہ۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ اور رات سے پس تہجد کر قرآن کے ساتھ۔ یعنی رات مین سے کسی قدر حصہ نماز کے واسطے لے پس تہجد کر یعنی ہجود و خواب کو ترک کر قرآن کے ساتھ۔ ابوعبیدہ و ابن الاعرابی نے کہا کہ ہجود کے معنی سونا و جاگنا دونون ہین پس یہ لغت اضداد مین سے ہو جب آدمی سو جاتا ہو تو کہتے ہین کہ ہجد الرجل۔ اور جب نیند چھوڑتا ہے نہین سوتا تو بھی کہتے ہین کہ ہجد الرجل۔ ازہری رح نے کہا کہ ہجود اصل مین سونے کو کہتے ہین جو رات مین ہو ولیکن جب اس سے صیغہ تفعل بنایا جاوے تو تجنب کے معنی پیدا کرتا ہو جیسے اثم گناہ کرنا اور تاثم بمعنی گناہ سے اجتناب کرنا اور ایسے ہی حرج و تحرج ہو پس تہجد بمعنی ہجود سے اجتناب کرنا۔ اور اسمین اشارہ ہوا کہ تہجد کے لیے رات مین تکلف کرکے نیند کو دور کرنا اور نماز مین قرأت قرآن کے ساتھ قیام کرنا چاہیئے اور واحدی نے نقل کیا کہ تہجد رات مین نماز پر قیام کرنا۔ مجاہد و علقمہ و اسود نے کہا کہ تہجد بعد خواب کے ہو رات مین۔ اور سراج مین کہا کہ مراد آیت مین قیام شب واسطے ادائے نماز نفل کے ہو پس تہجد حاصل نہ ہوگا جب تک بعد خواب کے نماز نفل کے واسطے نہو اور ابتدا مین یہ قیام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر اور اُمت پر فرض تھا بقولہ تعالے یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا۔ پھر اسی سورہ مزمل کی آخر آیات سے اسکا نسخ ہوا پھر پانچ وقت کے فرائض سے اسکا بھی نسخ ہوا اور قیام اللیل بحکم قولہ فاقرءوا ما تیسر من القرآن سے مستحب رہ گیا مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین وجوب باقی رہا۔ مترجم کہتا ہو کہ اس کلام مین نظر ہو اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قیام طویل و کثیر کرتے تھے چنانچہ مغیرہ بن شعبہ رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے شب کا قیام کیا یہانتک کہ آپکے قدم سوج گئے۔ اس بارہ مین آپ سے کہا گیا کہ آپ ایسی تکلیف اٹھاتے ہین حالانکہ اللہ تعالے نے آپکے واسطے اگلے پچھلے سب گناہ بخش دیے ہین تو فرمایا کہ

کیا مین بندہ شکر گذار نہ ہون۔ پس یہ وقت وہی اول سورہ مزمل کا حکم ہو اور اللہ تعالے نے آپ کے گناہ متقدم ومتاخر بخشنے کا حکم سورۂ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ مین ارشاد فرمایا ہو پس وجوب ونسخ کے بعد بقاے استحباب یہان ظاہر نہین ہو اور صحیح یہ ہو کہ اول وآخر روز مین دو دو رکعت کی فرضیت تھی۔ اور اگر عموماً قیام شب اول مین فرض ہوتا تو ایک ٹکڑا آپ کی معیت مین مخصوص نہ ہوتا اور کلام اسمین انشاء اللہ تعالے آویگا۔ بالجملہ یہان حق تعالے نے حکم دیا کہ رات مین سے ایک ٹکڑے مین قیام کر پس قرآن کے ساتھ بیدار ہو یعنی نماز مین نَافِلَۃً لَّکَ زیادت ہے واسطے تیرے۔ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہو کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزین ہین کہ وے مجھپر فریضہ ہین اور وے تمھارے واسطے سنت ہین وتر ومسواک ورات کا قیام۔ سراج مین لکھا کہ صحیح یہ ہو کہ تہجد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین بھی منسوخ ہوگئی اور دلیل نسخ کو امام مسلم نے روایت کیا ہو انتہی کلامہ مترجما۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید وہ حدیث مراد ہو جسمین مذکور ہو کہ اگر رات مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھون پر نیند کا غلبہ ہوتا تو طلوع آفتاب اور ظہر کے درمیان انکو قضا کر لیتے تھے۔ واضح ہو کہ نفل کے معنی لغت مین اصل پر زیادتی کے ہین پس یہان نفل سے یہ معنی ہو سکتے ہین کہ قیام شب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین فرائض پر زائدہ ہو مگر وہ نفل ہو کیونکہ قولہ فتہجد مین اگرچہ صیغہ امر کا ہو اور وہ مفید وجوب ہو لیکن نافلۃ سے تصریح ہونا بھی قرینہ ہو کہ امر سے وجوب مراد نہین ہو۔ اس قول پر قیام شب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نفل ہوا اگر سورۂ مزمل سے وجوب نکلتا ہو اور وہ مقدم ہو تو ظاہر اس آیت سے نسخ ہوا۔ پھر جب تہجد آپ پر نفل تھی اور آپ نے اُسپر مواظبت فرمائی تو ہم لوگون کیواسطے وہ سنت موکدہ ہوئی۔ جیسا کہ اصول مین اسکا بیان ہو۔ اگر کہا جاوے کہ احادیث کثیرہ موجود ہین جنسے قیام شب کے واسطے تاکید نکلتی ہو۔ جواب یہ ہو کہ دلیل مذکورہ سے تاکید عملی ہے اور احادیث کثیرہ سے تاکید قولی ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تاکید کرنا ترغیب امر غیر واجب ہو۔ بعض نے کہا کہ یہان یہ معنی بھی ہو سکتے ہین کہ قیام شب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر فرائض پر زائد ہو لیکن یہ زائد واجب ہو۔ اس قول کو رد کیا گیا کہ آیت مین تصریح نافلہ ہونے کی موجود ہو پھر وجوب نہ ہوگا۔ اور مترجم کہتا ہو کہ آیت کے نافلہ سے مراد زائدہ ہو خواہ فرائض پر نفل زائد ہو یا واجب زائد ہو۔ اور اس سے نفل اصطلاحی مراد نہین ہو۔ واحدی رح نے کہا کہ رات کی نماز مخصوص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے زائد کی گئی تھی مگر اس سے آپ کے درجات بلند مین اور زیادتی مقصود تھی اور کفارہ گناہون کے لیے زیادت نہ تھی کیونکہ آپ کے گناہ متقدم ومتاخر مغفور تھے پس وہ نماز آپ کے حق مین زائد ہوئی نہ واسطے کفارہ گناہون کے بخلاف ہم لوگون کے کہ ہمارے گناہ بہت کثیر ہین تو ہمارے لیے وہ زائد نہین ہے بلکہ گناہون کا کفارہ ہے ہم اسی واسطے عمل کرتے ہین کہ ہمارے گناہ بخشے جاوین اور کہا کہ یہی تمام مفسرین کا قول ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ اگر نماز تہجد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی بطور خصوص تو وہ ہم لوگون پر تطوع رہی یعنی نفل ہوئی جس سے کفارہ گناہ اور فرائض کا نقصان پورا کرنے کی امید واری ہو جیسا کہ اصول مین مذکور ہو کہ جو آپ پر واجب ہو وہ ہمارے واسطے آپ کی تبعیت کی راہ سے نفل ہو بشرطیکہ اس مین اتباع جاری ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ شرط لگائی کہ اس مین اتباع جاری ہو یہ اسواسطے کہ مثلاً آپ کے واسطے چار سے زیادہ بیبیان مخصوص تھین مگر ہم پر جواز نہین ہو اور مانند اسکے اور تمام کلام اصول مین ہو۔ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ تعالے ومن اللیل فتہجد بہ نافلۃ لک ابعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد فرائض کے قیام شب کا حکم دیا جیسا کہ صحیح مسلم مین ابوہریرہ رضہ سے مرفوع روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ نماز نہا سے فرائض کے بعد کون نماز افضل ہو فرمایا کہ رات کی نماز یہی نماز یہان تہجد سے مراد ہو کیونکہ تہجد وہ ہو جو نیند سے لینے

کے بعد ہوا اور یہی علقمہ و اسود و ابراہیم نخعی اور بہتون کا قول ہی اور یہی زبان عرب مین معروف ہی اور یون آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل
کہ آپ بعد نیند کے تہجد پڑھتے تھے احادیث مین ابن عباس و عائشہ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہی اور وہ اپنے مقام پر تفصیل
سے مذکور ہی۔ اور حسن بصری رح نے کہا کہ وہ بعد عشار کے ہے اسکے معنی یہی لیے جاوینگے کہ بعد خواب کے ہے۔ مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک
عموم اوقات تہجد جو کہ بعد نیند کے ہو اس سے اوقات رمضان کی تخصیص کیجاوے کیونکہ حدیث عائشہ رضہ مین رمضان و غیر رمضان
مین گیارہ رکعات سے زائد نہین کرتے تھے۔ اور یہ بھی ثابت ہی کہ تراویح کبھی اول پڑھی کبھی اوسط کبھی آخر مین پس مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ
یہی قیام شب تھا کہ رمضان مین اس شان سے ادا ہوا ولیکن ظاہر اعلمار نے حدیث عائشہ رضہ کو ماسوائے تراویح پر محمول کیا ہی واللہ اعلم
پھر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ نافلۃ لک۔ مین اختلاف کیا گیا بعض نے کہا کہ مراد یہ کہ فقط وجوب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے
مخصوص ہی پس ان علمار نے قیام اللیل کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین واجب قرار دیا اور امت کے لیے نہین اور اسی کو عوفی نے
ابن عباس رضہ سے روایت کیا اور یہی امام شافعی رح کا ایک قول منجلہ دو قول کے ہی اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہی اور مترجم
کہتا ہی کہ مذہب حنفیہ مین بھی [illegible]ست پر نماز تہجد کا وجوب نہین ہی۔ اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم کے سب گناہ مغفور تھے اس معنی مین آپ
کے لیے تہجد کو نافلہ فرمایا ہی اور دیگر امت کے واسطے نوافل سے کفارہ گناہان ہوتا ہی یہ قول مجاہد رح کا اور مسند امام احمد مین ابوامامہ باہلی رضہ
سے مروی ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ قول اول کے مؤید وہ حدیث ہی جو طبرانی نے معجم اوسط مین اور بیہقی رح نے سنن مین حضرت ام المومنین صدیقہ
رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزین ہین کہ وہ مجھپر فرائض ہین اور وے تمھارے لیے سنت
ہین وتر و مسواک و قیام اللیل۔ مترجم کہتا ہی کہ قیام اللیل آپ پر مفروض ہونے مین اشکال یہ ہی کہ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ
آپ کبھی آنکھون پر غلبہ نیند کی وجہ سے رات مین نہین پڑھتے تو بعد طلوع آفتاب کے دوپہر کے درمیان قضا کر لیتے تھے پس بعض نے تو
محمول کیا کہ قیام اللیل اول مین آپ پر فرض تھا پھر فرضیت منسوخ ہوگئی۔ اسپر یہ اشکال وارد ہوا کہ قضا کرنا دلیل وجوب ہی اور جواب
یہ ہی کہ عموماً ہر شخص کے واسطے فرمایا کہ جسکا کوئی ورد رات مین ہو اور وہ نہ ہو سکے تو اگر اسکو بعد طلوع آفتاب کے دوپہر کے درمیان قضا
کر لے تو گویا اُسنے اپنے وقت پر ادا کیا۔ اور ایسا ہی کلام وتر مین ہی کہ آپ کبھی اسکو سواری پر پڑھتے تھے اور یہ نفل ہونے کی دلیل ہی اور اسپر بھی
قضا کرنے کا اشکال وارد ہوتا ہی اور وہی جواب ہی جو اوپر گذرا ولیکن ہمارے ائمہ حنفیہ کے اصول اس تاویل کو محتمل نہین ہین اسواسطے
کہ انکے نزدیک سوائے سنت فجر کے نوافل کی قضا نہین ہی اور مترجم کہتا ہی کہ اوفق روایت قضائے سنت ہین وہ لیجاوے کہ جسمین
وارد ہوا کہ سنن مؤکدہ کے واسطے قضا ہی تو پھر کچھ اشکال نہ ہوگا اور تمام احادیث سے موافقت رہیگی والحمد للہ رب العالمین۔ پھر واضح ہو
کہ نماز شب کے فضائل مین آیات و احادیث کثیرہ وارد ہین اور فضیلت اسقدر زائد ہی کہ کمتر نوافل مین پائی جائیگی گویا صالح ہونا
اسپر موقوف ہی اور جو لوگ قرآن جانتے ہین اور رات کو سورہتے ہین انکی خسارت کے بارہ مین بھی احادیث ہین اور واضح ہو کہ علمار مین
معروف یہ ہی کہ جو عالم کہ دن مین تعلیم دین مین مشغول رہے اگر قیام شب کی وجہ سے دینی تعلیم مین خلل ہو تو اسکو قیام شب ترک کرنا
اور تعلیم دینا چاہیے ولیکن دونون کا احراز اُسکے حق مین افضل ہی۔ پھر اللہ تعالیٰ عزوجل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق مین
نافلہ سے مزید درجات کی توجیہ بیان فرمائی گویا کہ اس کرامت سے آراستگی اس معنی مین ہی کہ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا
مَّحْمُوْدًا۔ یعنی امیدوار ہو کہ قریب اللہ تعالیٰ تجھے مقام محمود مین قائم فرماویگا۔ تمام مفسرین نے اتفاق کیا ہی کہ کلمہ عسی اللہ تعا

کیطرف سے واجب ہی یعنی یہان معنی یہ ہین کہ ضرور اللہ تعالے تجھے مقام محمود مین مبعوث فرماویگا۔ علماء معانی نے کہا کہ اسکی وجہ یہ ہی کہ لفظ عسیٰ سے امید دلانا ہوتا ہی اور جو کوئی دوسرے کو کسی چیز کی امید دلاکر محروم کرے تو اسکے واسطے عار ہی اور اللہ تعالے عزوجل عالی متعالی ہی اس امر سے کہ اُسکا کرم کچھ بھی ناقص ہو اور وہ کسی کو کسی چیز کی طمع دلاکر پھر نہ دیوے کیونکہ اسکو کچھ مانع نہین ہے۔ واضح ہو کہ جہان مفسر کا لفظ بولا جاتا ہی اس سے مراد وہ لوگ ہین جو سلف وخلف علماے تاویل تھے اور یہ جو کتاب بنانے والے کو مفسر کہتے ہین تو وہ انھین علماء تاویل کے اقوال جمع کرتا ہی اسکو یاد رکھنا چاہیے۔ اب واضح ہو کہ مقام محمود کون مقام ہی تو درحقیقت اسمین ایک قول ہی ولیکن بعضے متاخرین علماء نے بھی کچھ اقوال لکھدیے ہین لہٰذا اُنکا ذکر کرنا اس مقام پر مناسب ہی۔ قول اول یہ کہ مقام محمود وہ مقام ہی کہ جہان حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز تمام لوگون کی شفاعت کے لیے کھڑے ہونگے کہ جس شدت ومحنت مین وہ لوگ ہین رب عزوجل انکو اُس سے فیصلہ کرکے راحت دے۔ سراج مین لکھا کہ واحدی رح نے فرمایا کہ مفسرین نے اجماع کیا ہے کہ وہ مقام شفاعت ہی چنانچہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مین فرمایا کہ یہ مقام وہ ہی کہ اسمین اپنی امت کے لیے شفاعت کرونگا مترجم کہتا ہی کہ اسمین تو خاص اپنی اُمت کی تخصیص ہی اور ظاہر احادیث استراحت مین تمام امتون کے واسطے شفاعت ہی۔ واحدی کی عبارت یہ ہی کہ مفسرین نے اجماع کیا کہ مقام محمود وہ مقام ہی کہ فصل القضاء کے لیے آپ شفاعت کرینگے۔ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ امام ابن جریر نے فرمایا کہ اکثر علماء تاویل فرماتے ہین کہ یہ مقام وہ ہی کہ جہان محمد صلے اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اسواسطے کھڑے ہونگے کہ تمام لوگون کی شفاعت کرین تاکہ انکا پروردگار عزوجل انکو اس روز کی سختی وشدت سے راحت دے۔ قول دوم مقام محمود وہ مقام ہی جہان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو لواء الحمد دیا جائیگا۔ اقول اسکو قول اول سے منافات نہین ہی کیونکہ ہوسکتا ہی کہ وہان آپ کو لواء الحمد دیا جاوے اور آپ شفاعت فرماوین۔ ولیکن اس قول سے مقام محمود نام کی یہ وجہ نکلی کہ آپ کے پاس لواء الحمد ہوگا اور آدم سے لیکر سب انبیاء علیہم السلام اُسکے نیچے ہونگے اور بعض نے کہا کہ مقام محمود اسلیے کہ ہر ایک آپ کی حمد کریگا یعنی تعریف اور قول سوم یہ کہ مقام محمود یہ کہ اللہ تعالے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ اپنی کرسی پر بٹھاویگا۔ اسکو شیخ ابن جریر رح نے ایک جماعت علماء سے منجملہ مجاہد رح بھی ہین حکایت کیا ہی اور اسمین ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہی۔ اقول یہ متشابہات مقامات مین سے ہی اس مین قیاس یا تصور باندھنا گمراہی ہی اور نزول باری تعالے عرش پر بروز قیامت وغیرہ صحاح احادیث وآیات مین بھی کیفیت مجہول ہے اور علم یقینی ہی۔ نقاش رح نے ابو داؤد سجستانی سے جنکی سنن ابو داؤد ہی نقل کیا کہ فرماتے تھے کہ جو کوئی اس حدیث سے انکار کرے ہمارے نزدیک وہ متہم ہی یعنی اہل سنت والجماعت سے خارج ہی کیونکہ اہل حدیث اس حدیث کو برابر روایت کرتے چلے آئے ہین۔ ولیکن شیخ ابن عبد البر مالکی رح نے کہا کہ مجاہد رحمہ اللہ اگرچہ علماء تاویل وتفسیر مین سے ہین لیکن مجاہد رح سے دو قول ایسے ہین کہ اہل علم نے انکو ترک کیا ہی ایک تو یہی کہ اللہ تعالے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کرسی پر بٹھاویگا اور دوم وجوہ یومئذ ناضرۃ۔ کی تفسیر مین کہا کہ ینتظر الثواب۔ بہر حال یہ قول بھی قول اول سے منافی نہین ہی کیونکہ ممکن ہی کہ اللہ تعالے آپ کو یہ شرف عطا کرے اور وہان آپ لوگون کی شفاعت کرین۔ دیلمی نے مسند فردوس مین ابن عمر رض سے مرفوع روایت کی کہ اللہ تعالے مجھے اپنے ساتھ تخت پر بٹھاویگا۔ ابو وائل نے روایت کی کہ ابن مسعود رض نے کہا کہ عرش پر بٹھاویگا۔ ولیکن انکے اسانید کو دیکھنا چاہیے کہ کیا حال ہی۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ کرسی پر بٹھاویگا۔ بالجملہ شفاعت کے باب مین احادیث بہت کثرت سے ہین اور پہلے جس شخص نے شفاعت سے انکار کیا وہ عمرو بن عبید ہی اور تمام اہل سنت

متفق ہین کہ یہ شخص گمراہ بدعتی ہی اور صاحب کشاف نے دعوی کیا کہ یہ ہر مقام ہی جہان انواع کرامات سے حمد کا استحقاق ہوا اور جواب یہ ہے کہ شفاعت کے واسطے احادیث متواترہ ہین جو قطعی یقینی کا فائدہ دیتی ہین اور ہم لوگ اپنی رائے ناقص سے مثل شیطان کے معارضہ کرکے نصوص کو رد نہین کرتے ہین جیسے معتزلہ کا قاعدہ ہی اور صاحب کشاف معتزلی ہی پس موافق نصوص قطعی کے ہم شفاعت کو قطعی کہتے ہین۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے اس مقام پر مقام شفاعت و دیگر خصائص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا ہی اور بہت مناسب معلوم ہوا کہ انکا ترجمہ کردون شیخ نے بسند صحیح لکھا کہ حذیفہ رض نے کہا کہ اللہ تعالے لوگون کو ایک میدان مین جمع فرماویگا کہ پکارنے والے کی آواز سب سنین اور نظر سب پر نفوذ کر جاوے سب لوگ ننگے پاؤن ننگے بدن جیسے اول مین مخلوق ہوے تھے کھڑے ہونگے۔ کسی کو مجال بات کرنے کی نہ ہوگی مگر اللہ تعالے کی اجازت سے۔ اتنے مین پکاریگا کہ یا محمد پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم عرض کرینگے کہ لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک والشر لیس الیک والمهدی من هدیت وعبدک بین یدیک ومنک والیک لامنجا ولا ملجأ منک الا الیک تبارکت وتعالیت سبحانک رب البیت۔ پس یہی مقام محمود ہی جسکو اللہ تعالے عز وجل نے آیت مین ذکر فرمایا ہی۔ ابن عباس رض نے کہا کہ مقام محمود مقام شفاعت ہی یہی ابن ابی نجیح نے مجاہد رح سے روایت کیا اور یہی حسن بصری کا قول ہی۔ قتادہ رح نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم وہ ہین کہ قیامت کے روز اول آپ ہی کے واسطے زمین شق ہوگی اور آپ ہی اول شفاعت کرنے والے ہونگے اور اہل العلم یقین رکھتے تھے کہ یہی مقام محمود وہی جو آیت مین مذکور ہے۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ مین کہتا ہون کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے قیامت کے روز خاص ایسی تشریفات و بزرگیان مخصوص ہین کہ انمین کوئی بھی آپ کے ساتھ شریک نہین ہی اور نہ کوئی انمین آپ کا ہمسر ہے اول یہ کہ پہلے آپ ہی کے واسطے زمین شق ہوگی۔ دوم آپ سوار میدان محشر کو جاوینگے مترجم کہتا ہی کہ آپ کے ساتھ مین لوگ بھی سوار ہونگے مگر کوئی تنہا اور کوئی دو اور دس تک واحدیث فی المصابیح والمشکوٰۃ۔ سوم لواء الحمد آپ کے دست مبارک مین ہوگا کہ آدم اور انکے بعد والے انبیاء علیہم السلام سب اسکے نیچے ہونگے۔ چہارم حوض کوثر کہ موقف قیامت مین اس سے بڑا حوض نہین ہوگا اور نہ اس سے زیادہ سیرابی ہوگی۔ قال المترجم اشارہ ہی کہ حوض دیگر انبیاء علیہم السلام کے واسطے بھی ہونگے اور واضح ہو کہ نہر کوثر جو جنت مین ہی وہ مخصوص آپ ہی کے واسطے ہی اور ظاہراً اسی سے آپ کا حوض اور دیگر انبیاء کے حیاض بھرے ہونگے پنجم آپ ہی کے لیے شفاعت عظمی ہوگی کہ اللہ تعالے اہل موقف کے درمیان فصل القضاء فرماوے اور یہ اسوقت ہوگا کہ پہلے لوگ حضرت آدم سے یہ درخواست کرکے مایوس ہونگے پھر نوح سے پھر ابراہیم سے پھر موسیٰ سے پھر عیسیٰ سے ہر ایک یہی کہدیگا کہ مین اسکے لائق نہین ہون یہانتک کہ عیسی علیہ السلام کی دلالت سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم پاس آوینگے مین کہونگا کہ ہان مین اسکے واسطے ہون مین اسکے واسطے ہون چنانچہ حدیثین ہم انشاء اللہ تعالے ذکر کرینگے۔ ششم یہ کہ آپ ایسے اقوام کے واسطے شفاعت کرینگے جنکے لیے دوزخ مین لیجانے کا حکم ہوچکا ہوگا پس وے واپس لائے جاوینگے۔ ہفتم تمام انبیاء مین سے پہلے آپ کی امت مین فیصلہ کیا جائیگا۔ ہشتم سب سے پہلے آپ اجازت سے پل صراط پر [illegible] رکھینگے۔ نہم جنت مین داخل ہوکر پہلے شفاعت کرنے والے آپ ہونگے جیسا کہ حدیث صحیح مسلم مین ثابت ہی۔ وہم حدیث الصور مین ہی کہ مومنین سب نہین داخل ہونگے جنت مین مگر آپ ہی کی شفاعت سے۔ یازدہم جنت مین سب سے پہلے آپ ہی داخل ہونگے اور آپ ہی کی امت سب امتون سے پہلے جنت مین داخل ہوگی۔ دوازدہم آپ چند اقوام کی بلندی درجات کے لیے شفاعت کرینگے حالانکہ ان اقوام کے اعمال ان درجات کے لائق نہین پہونچے ہونگے۔ سیزدہم آپ صاحب وسیلہ ہین اور وسیلہ جنت مین ایک مقام ہی کہ اس سے بلند کوئی مقام نہین ہی۔ چہاردہم وسیلہ کا

مقام سوائے آپ کے کسی اور کے لائق نہین ہی اور جب آپ کو اللہ تعالے شفاعت کی اجازت دیگا واسطے گنہگارون کے تو ملائکہ اور انبیاء و مومنین شفاعت کرنے پاوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اتنے مخلوقات کی سفارش فرماوینگے کہ جنکی تعداد سوائے اللہ تعالےٰ عز وجل کے کسی کو نہین معلوم ہی اور کوئی شخص آپ کے مثل اس شفاعت مین نہین پہونچ سکیگا اور مین نے یہ بیان آخر کتاب السیرۃ کے باب الخصائص مین مفصل لکھا ہی اور یہان ان احادیث کو لاتا ہون جو مقام محمود کے بارہ مین وارد ہین۔ بخاری رحمہ نے حضرت ابن عمر رضہ سے روایت کی کہ لوگ قیامت کے روز جثا ہونگے ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی کہینگے کہ اے فلان شفاعت کر اے فلان شفاعت کر یہانتک کہ شفاعت آخر کو محمد صلعم تک پہونچیگی پس یہ دن ہی کہ اللہ تعالے آپ کو مقام محمود مین مبعوث فرماویگا۔ ابن جریر و بخاری نے ابن عمر رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آفتاب نزدیک ہوجائیگا یہانتک کہ پسینا آدھے کان تک پہونچیگا پس اس حال مین لوگ آدم ؑ سے فریاد کرینگے وہ فرماوینگے کہ مین وہ نہین ہون جو اس کام کا کرنے والا ہی پھر موسیٰؑ سے وہ بھی اسیطرح جواب دینگے پھر محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پس آپ خلق کے درمیان مین شفاعت قبول کیے جاوینگے پس آپ چلکر آوینگے یہانتک کہ باب جنت کا حلقہ پکڑینگے پس اُس روز اللہ تعالے آپ کو مقام محمود مین مبعوث فرماویگا تمام مجمع عرصات قیامت آپ کی حمد کرینگے۔ مترجم کہتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ مقام محمود اس واسطے اسکا نام ہی کہ اہل المجمع آپ کی تعریف و حمد کرینگے۔ بخاری رحمہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اذان سنکر کہے کہ اللھم رب ھذہ الدعوۃ التامۃ والصلوۃ القائمۃ آت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ والعثہ مقاما محمودا الذی وعدتہ تو اسپر قیامت کے روز میری شفاعت نازل ہوگی۔ امام احمد نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو مین انبیاء ؑ کا سردار اور اُنکا خطیب ہونگا اور اُن کا صاحب شفاعت ہونگا کچھ فخر سے نہین کہتا ہون۔ رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح۔ ورواہ ابن ماجہ۔ اور ہم نے حدیث ابی بن کعب دربارہ قراءۃ قرآن علی سبعۃ احرف پہلے ذکر کردی جسکے آخر مین ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے کہا اللھم اغفر لامتی اللھم اغفر لامتی۔ الٰہی میری اُمت کی مغفرت کردے الٰہی میری اُمت کی مغفرت کردے۔ اور تیسری دعا کو مین نے اس دن کے واسطے رکھ چھوڑا جس دن تمام خلق میری جانب رغبت لاوینگی حتی کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔ امام احمد نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ قیامت کے روز مومنین مجتمع ہونگے پس انکو الہام ہوگا کہ آپس مین کہینگے کہ کاش ہم اپنے رب عز وجل کے یہان شفیع لاوین تاکہ ہمکو ہماری اس جگہ سے راحت دے پس آدم ؑ کے پاس آوینگے کہ اے آدم آپ ابو البشر ہین آپ کو اللہ تعالے نے اپنی قدرت سے پیدا کیا اور آپ کے لیے اپنے ملائکہ سے سجدہ کرایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھلائے پس ہمارے واسطے اپنے رب تعالے کے یہان شفاعت کیجیے کہ ہمکو ہمارے اس ٹھکانے سے راحت دیوے پس آدم علیہ السلام کہینگے کہ مین اس منزلت پر نہین ہون اور اپنی وہ چوک یاد کرینگے جو جنت مین ہوگئی تھی پس اپنے رب عز وجل سے حیا کرینگے اور کہینگے کہ تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ پہلا رسول ہی جسکو اللہ تعالے نے اہل زمین پاس بھیجا پس نوح کے پاس آوینگے وہ کہینگے کہ مین اس منزلت پر نہین ہون اور اپنی وہ چوک یاد کرینگے کہ اپنے رب عز وجل سے ایسا سوال کیا تھا جسکا انکو علم نہ تھا پس اسوجہ سے اپنے رب عز وجل سے حیا کرینگے۔ ولیکن تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ وہ خلیل الرحمن ہی پس ابراہیم ؑ پاس آوینگے وہ فرماوینگے کہ مین اس منزلت پر نہین ہون ولیکن تم موسیٰ علیہ السلام پاس جاؤ اس سے اللہ تعالے نے کلام کیا اور اسکو توریت دی ہی پس موسیٰ پاس آوینگے وہ کہینگے کہ مین اس مرتبہ پر نہین ہون اور اسے بیان کرینگے اپنا ایک نفس کو قتل کرنا بغیر نفس کے پس اسوجہ سے

اپنے رب تعالے سے شرماوینگے ولیکن تم عیسی کے پاس جاؤ کہ وہ عبداللہ ورسولہ یعنی بندہ اللہ کا اور اسکا رسول ہے اور اسکا کلمہ اور اسکی طرف سے
روح ہے پس عیسی ع کے پاس آوینگے وہ فرماوینگے کہ مین اس منزلت پر نہین ہون ولیکن تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم پاس جاؤ کہ وہ بندہ ہے کہ
اللہ تعالے نے اسکی، اگلی پچھلی چوک سب بخشدی ہے پس میرے پاس آوینگے پس مین کھڑا ہوکر مومنون کی دو صفون کے بیچ مین چلونگا
یہانتک کہ اپنے رب عز وجل سے اجازت مانگونگا پس جب مین اپنے رب تعالے کو دیکھونگا تو اسکے واسطے سجدہ مین گر پڑونگا پس
جہانتک چاہیگا مجھے چھوڑ دیگا پھر مجھسے کہا جائیگا کہ اے محمد اپنا سر اٹھا جو کہہ وہ سنا جائیگا اور سفارش کر تیری سفارش قبول کیجائیگی اور
مانگ جو چاہے تجھے دیا جائیگا پس مین اپنا سر اٹھاؤنگا اور اپنے رب تعا کی حمد وثنا وہ بیان کرونگا جو مجھے سکھلا دیگا پھر مین شفاعت کرونگا
پس میرے واسطے ایک حد مقرر کردیگا پس مین اُس حد تک لوگون کو جنت مین لیجاؤنگا پھر مین دوبارہ اپنے رب عز وجل کیطرف جاونگا
جب اپنے رب عز وجل کو دیکھونگا تو اسکے واسطے سجدہ مین گر پڑونگا پس جب تک چاہیگا مجھے سجدہ مین چھوڑیگا پھر مجھ سے کہا جائیگا کہ
محمد اپنا سر اٹھا کہہ سُنا جائیگا اور مانگ دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول ہوگی پس مین اپنا سر اٹھاؤنگا پس اللہ تعالے کی
تحمید کرونگا ایسی حمد کے ساتھ جو وہ مجھے سکھلاویگا پھر مین شفاعت کرونگا پس میرے واسطے ایک حد مقرر فرماویگا پس مین لوگون کو
جنت مین داخل کرونگا پھر مین تیسری بار اپنے رب عز وجل کی طرف عود کرونگا جب اپنے رب عز وجل کو دیکھونگا تو اسکے لیے سجدہ مین
گر پڑونگا پس مجھے جب تک چاہیگا چھوڑ دیگا پھر کہا جائیگا کہ محمد سر اٹھا کہہ سنا جائیگا اور مانگ دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت
قبول کیجائیگی پس مین اپنا سر اُٹھاؤنگا پس ایسی حمد سے اسکی تحمید کرونگا جو وہ مجھے تعلیم فرماویگا پھر مین شفاعت کرونگا پس میرے لیے
ایک حد مقرر فرماویگا سو مین انکو جنت مین داخل کردونگا پھر مین چوتھی بار اپنے رب عز وجل کی طرف عود کرونگا پھر عرض کرونگا اے
میرے رب تعالے اب کوئی باقی نہین مگر وہی جسکو قرآن نے روکا ہے۔ قتادہ رح نے کہا پس ہم سے انس رض نے بیان کیا کہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکال لیا جائیگا دوزخ سے وہ جس نے کہا لا الٰہ الا اللہ اور اسکے قلب مین جو کے برابر خیر تھی پھر دوزخ سے نکالا جائیگا
وہ جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اسکے قلب مین برابر گیہون کے خیر تھی پھر نکالا جائیگا دوزخ سے جس نے کہا لا الٰہ الا اللہ اور اسکے دل مین
برابر ذرہ کے خیر تھی۔ یہ حدیث صحیحین مین بھی موجود ہے۔ امام احمد نے انس بن مالک رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
بیان فرمایا کہ مین کھڑا انتظار کرتا ہونگا اپنی امت کا کہ صراط سے عبور کرے ناگاہ میرے پاس عیسی ع آوینگا اور کہیگا کہ اے محمد یہ گروہ انبیاء کا
آپکے پاس آیا ہے یا کہا کہ مجتمع ہوتا ہے کہ اللہ تعالے سے دعا کرین کہ تمام امتون مین تفریق فرماوے جہان وہ چاہے بسبب اس غم کے
جسمین وے گرفتار ہین کیونکہ مخلوق کا پسینے نے مُنھ بند کرلیا ہے پس مومنون پر تو مثل زکام کے ہے اور کافرون کو موت نے گھیرا ہے پس
مین کہونگا کہ ٹھہر کر انتظار کر یہانتک کہ مین تیرے پاس واپس آؤن پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جا کر عرش کے نیچے کھڑے ہونگے
وہ مقام آپکو ملیگا جو کسی فرشتہ برگزیدہ ونبی مرسل کو نہین ملا ہے پس اللہ تعالے عز وجل جبرئیل کو وحی فرماویگا کہ جا کر محمد صلے اللہ علیہ
وسلم سے کہے کہ اپنا سر اٹھا اور مانگ تجھے دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری سفارش قبول کیجاویگی پس مین شفاعت کرونگا اپنی امت مین
کہ ننانوے مین ایک آدمی نکال لاؤن پھر مین برابر اپنے رب عز وجل کی طرف جاؤن آؤنگا پس جب جاؤنگا ہر مرتبہ مجھے شفاعت
عطا ہوگی یہانتک کہ اللہ تعالے عز وجل نے مجھے اسمین سے یہ عطا کیا کہ اے محمد ساتھ داخل کرلے اللہ تعالے کی مخلوق مین سے وہ جس نے
ایک روز اخلاص سے گواہی دی ہو کہ لا الٰہ الا اللہ۔ اور اسی پر مرا ہو۔ امام احمد نے بریدہ رض سے روایت کی کہ وہ معاویہ رض کے پاس گئے

وہان ایک شخص بات کرتا تھا پس بریدہ رضؓ نے کہا کہ اے معاویہ رضؓ مجھے بات کرنے کی اجازت دو معاویہ رضؓ نے کہا کہ اچھا اور گمان یہ کیا کہ پہلے آدمی کے مانند بات کرینگے پس بریدہ رضؓ نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مین نے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ مین اُمید کرتا ہون کہ قیامت کے روز اتنے لوگون کی شفاعت کرون جتنے زمین پر درخت اور ڈھیلے ہین اور کہا کہ تم اے معاویہ اسکی اُمید کرتے ہوا ور علی رضی اللہ عنہ نہین امید کرتے۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ طعن کیا کہ ایسی شفاعت گنہگارون کے واسطے ہو امید ہے کہ گنہگار اسی مین بخش دیے جاوین جسکی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امید ہو پس تم بھی اسی کی امید کرو۔ امام احمدؒ نے ابن مسعود رضؓ سے روایت کی کہ ملیکہ کے دونون بیٹے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ ہماری والدہ اپنے شوہر کا اکرام کیا کرتی اور اولاد پر مہربانی کرتی اور مہمان نوازی کا ذکر کیا اور کہا کہ اتنی بات ہو کہ اُسنے اُس زمانہ جاہلیت مین ایک دختر کو زندہ درگور کیا تھا پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھاری مان دوزخ مین ہو حضرت ابن مسعود رضؓ نے کہا کہ دونون واپس ہوے گرغمناکی انکے چہرہ سے ظاہر تھی پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ دونون واپس آئے اور خوشی انکے چہرہ سے ظاہر ہوتی تھی بامید اسکے کہ کوئی بات ظاہر ہوئی ہو پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری مان تمھاری مان کے ساتھ ہو اتنے مین ایک منافق نے آہستہ سے کہا کہ اس شخص سے اسکی مان کو تو کچھ فائدہ نہین ہوتا اور ہم اُسکے قدم بقدم چلتے ہین۔ پھر ایک شخص نے انصار مین سے جس سے زیادہ پوچھنے والا ہم نے نہین دیکھا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یارسول اللہ کیا اللہ تعالے نے آپکو آپ کی والدہ یا والدین کے حق مین کچھ وعدہ دیا ہو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالے چاہے اور مجھے اس بارہ مین کچھ طمع نہین دلائی ہان مین قیامت کے روز مقام محمود مین کھڑا ہونگا تو انصاری نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ مقام محمود کیا مقام ہو فرمایا کہ یہ وہ مقام ہو کہ جب تم لوگون کو ننگے بدن ننگے پاؤن بے ختنہ کیا ہوا لادینگے پس سب سے پہلے جسکو لباس پہنا جائیگا وہ ابراہیم علیہ السلام ہین اللہ تعالے حکم دیگا کہ میرے خلیل کو لباس پہناؤ پس ایک جوڑا اسپید لاکر انکو پہنایا جائیگا پھر وہ عرش کے روبرو کھڑے ہونگے پھر میرا لباس لایا جائیگا مین اسکو پہنکر عرش کے دائین جانب ایسے مقام پر کھڑا ہونگا کہ وہان کوئی نہین کھڑا ہوگا اسمین مجھے اولین وآخرین غبطہ کرینگے اور فرمایا کہ انکے لیے کوثر سے حوض کی طرف راہ کھول دیا جائیگا۔ منافقون نے کہا کہ پانی کبھی نہین جاری ہوا مگر حال پر یا رضراض پر۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حال اسکی مشک ہو اور رضراض اسکا لوء لوء ہو ایک منافق نے کہا کہ مین نے آج کے مانند کوئی بات نہین سنی۔ پانی تو جب حال یا رضراض پر جاری ہوتا ہو تو وہان نباتات اگتی ہو پس انصاری نے پوچھا کہ یارسول اللہ وہان کچھ نباتات بھی ہونگے فرمایا کہ ہان سونے کی شاخین ہونگی منافق نے پھر آہستہ سے کہا کہ آج مین نے عجیب بات سنی شاخ جب ہوتی ہو تو پتیان بھی اگتی ہین اور پھل بھی ہوتے ہین پھر انصاری رحمہ اللہ نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسمین پھل بھی ہونگے آپ نے فرمایا کہ ہان اقسام جواہر کے پھل ہونگے اور اسکا پانی دودھ سے بہت زیادہ سفید ہوگا اور شہد سے بہت زیادہ میٹھا ہو گا جو اسمین سے ایک گھونٹ پیے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم ہوگا وہ پھر کبھی سیراب نہ ہوگا۔ ابوداؤد الطیالسی رحؒ نے عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت کی کہ پھر اللہ تعالے عز وجل شفاعت کی اجازت دیگا پس روح القدس جبرئیل کھڑے ہونگے پھر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہونگے پھر موسیٰ و عیسیٰ کھڑے ہونگے۔ پھر انکے بعد بھی چوتھے بار آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت کو کھڑے ہونگے پس اتنے لوگون کی شفاعت کرینگے کہ بعد آپکے پھر کوئی اتنی شفاعت نہین کریگا اور ذکر کیا کہ مقام محمود وہی ہو جو اللہ تعالےٰ نے قولہ عسیٰ ان یبعثک ربک الآیہ مین فرمایا ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہر اسکے بعد پھر شفاعت صلحاء امت وغیرہم کی ہوگی۔ واللہ اعلم۔ امام احمدؒ نے کعب بن مالکؓ سے

روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالے قیامت کے روز مبعوث فرماویگا پس مین اور میری اُمت ایک بلند مقام پر
کھڑی ہونگی اور میرا رب عز وجل مجھے ایک سبز پوشاک پہناویگا پھر مجھے اجازت عطا ہوگی پس مین عرض کرونگا جو کچھ اللہ تعالے چاہے
پس یہی مقام محمود ہے۔ امام احمد رحنے ابو الدرداء رضسے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اول وہ شخص ہونگا
کہ جسکو قیامت کے روز سجدہ کی اجازت دیجائیگی اور مین ہی پہلا وہ شخص ہونگا جسکو سجدہ سے سر اٹھانے کی اجازت ہوگی پس مین
اپنے سامنے والون پر نظر کرونگا پس تمام امتون مین سے اپنی امت کو پہچانونگا اور اپنے پیچھے ایسا ہی پہچانونگا اور اپنے داہنے اسیطرح
اور اپنے بائین اُسی طرح معلوم کرونگا پس ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیسے آپ اپنی امت کو نوح ؑ سے اپنی امت تک والون
مین سے پہچانینگے فرمایا کہ میری امت والے سپید چہرہ سپید ہاتھ پاؤن والے یعنی غر محجل ہونگے وضوء کے اثر سے اور سوائے انکے کوئی ایسا
نہین ہوگا اور پہچانونگا کہ یہ لوگ اپنے نامۂ اعمال اپنے داہنے ہاتھون مین دیے جاوینگے اور انکو پہچانونگا کہ انکی اولاد انکے روبرو چلتی
ہونگی۔ مترجم کہتا ہے کہ ایک حدیث مین آیا ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وضوء کیا اور فرمایا کہ یہ وضوء میرا ہے اور مجھ سے پہلے انبیاء کا ہے
اس حدیث کے معنی مین شامی رحنے حاشیہ درمختار مین اور دوسرون نے ایک سوال پیش کیا کہ جب اگلے انبیاء کا بھی یہی وضوء تھا
تو پھر آپ کی اُمت مخصوص غر محجل کیونکر ہوگی اور جواب ایک تو یہ دیا کہ یہ وضوء اگلے انبیاء کا تھا اور انکی امتون کا نہین تھا اور اس کے
سوائے اور بھی جوابات دیے ہین اور مترجم کہتا ہے کہ اگلی امتون مین اس صفت کے ساتھ وضوء معروف نہین ہے چنانچہ آپ کے وقت
کے یہود اس وضوء سے واقف نہ تھے اسطرح کہ انکی شریعت مین ہو اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نور واثر عطا کرنا اسی فعل پر مخصوص ہوتا ہے
جو اللہ تعالے مشروع فرماوے اور کسی عقلی وضع یا تکلیف اختراعی پر نہین ہے حتی کہ اگر کوئی شخص وضوء کو اس صفت کے سوائے
دوسرے طور پر بدل دے جسکو وہ زیادہ طہارت سمجھے اور جسمین زیادہ تکلیف ہو تو اس مین ہرگز یہ اثر نہین ہوگا بلکہ اس وضوء سے نماز
ادا نہ ہوگی پس یہ وضوء اسی امت کے واسطے مخصوص ہے یا اسکا یہ اثر اس امت کے لیے خاص ہے۔ امام احمد رحنے ابو ہریرہ رضسے
روایت کی اور صحیحین مین بھی ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا پھر اس مین سے دست نکالکر
آپ کی طرف بڑھا گیا اور آپ اسکو پسند فرماتے تھے پس آپ نے اسمین سے نوچا پھر فرمایا کہ مین قیامت کے روز تمام لوگون کا سردار ہونگا تم اس کو
جانتے ہو کہ یہ کیونکر ہوجائیگا یہ اسطرح ہوگا کہ اللہ تعالے اولین و آخرین کو ایک ایسے میدان ہموار مین جمع کریگا کہ پکارنے والا اپنی آواز سب کو
سنا دے اور نگاہ سب پر کام کرجاوے اور آفتاب قریب ہوگا پس لوگ غم وکرب سے اس حالت پر پہونچینگے کہ نہ انکو اٹھانے کی طاقت
رہیگی اور نہ تحمل کرسکینگے پس لوگ آپس مین کہینگے کہ یہ حال نہین دیکھتے جسمین تم گرفتار ہو جو اس حد کو پہونچا ہے تم اسکو نہین ڈھونڈتے
جو تمھارے رب عز وجل کے یہان تمھاری شفاعت کرے پس بعضے لوگ بعض سے کہینگے کہ تم آدم ؑ کو لو پس آدم علیہ السلام کے پاس
آوینگے اور کہینگے کہ اے آدم آپ ابو البشر ہین اللہ تعالے نے آپ کو دست قدرت سے پیدا کیا اور آپ مین اپنی روح پھونکی اور ملائکہ کو
آپ کے لیے سجدہ کا حکم دیا انھون نے سجدہ کیا آپ اپنے رب کریم کے یہان ہماری شفاعت کرین آپ نہین دیکھتے کہ ہم جس حال مین
ہین آپ نہین دیکھتے کہ جو ہم کو پہونچا ہے پس آدم ؑ کہینگے کہ میرا رب آج ایسے غضب مین ہے کہ کبھی ایسے غضب مین نہین ہوا اور
نہ اسکے بعد کبھی ایسا ہوگا اور اُسنے مجھے شجرہ سے منع کیا تھا مجھ سے لغزش ہوئی نفسی نفسی یعنی مجھے اپنی جان کی فکر ہے مجھے اپنی جان کی
فکر ہے مجھے اپنی جان کی فکر ہے تم میرے سوائے دوسرے کے پاس جاؤ تم نوح ؑ کے پاس جاؤ۔ پس وے لوگ نوح ؑ کے پاس آوینگے

اور عرض کرینگے کہ اے نوح ع آپ اہل زمین کی طرف پہلے رسول ہین اور آپ کو اللہ تعالے نے عبد شکور فرمایا ہو آپ ہماری شفاعت
اپنے رب عز وجل کی جناب مین کر دین آپ دیکھتے ہین کہ ہم جس حال مین ہین آپ دیکھتے ہین کہ جو ہمکو پہونچا ہو پس نوح ع کہینگے کہ
آج میرا رب ایسے غضب مین ہے کہ نہ کبھی ایسا غضب ہوا اور نہ ایسا کبھی پھر ہوگا اور میرے پاس ایک دعا تھی مین نے اپنی قوم پر
وہ دعا کر دی نفسی نفسی تم میرے سوا کسی دوسرے کے پاس جاؤ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ پس ابراہیم علیہ السلام کے
پاس آوینگے اور عرض کرینگے کہ اے ابراہیم آپ اہل زمین مین سے اللہ تعالے کے پیغمبر و خلیل ہین آپ دیکھین تو کہ ہم جس حال مین ہین
اور جو ہم کو پہونچا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کہینگے کہ میرا رب آج ایسے غضب مین ہو کہ نہ ایسا غضب کبھی ہوا اور نہ اسکے بعد کبھی ایسا ہوگا
پھر اپنے وہ معاملات ذکر کیے جو دروغ کی شکل مین ہوے اور کہا نفسی نفسی نفسی۔ تم میرے سوا دوسرے کے پاس جاؤ موسی ع
کے پاس جاؤ پس موسی ع کے پاس آکر عرض کرینگے کہ اے موسی ع آپ رسول اللہ ہین آپ کو اللہ تعالے نے اپنی رسالت کے ساتھ
لوگون پر اور اپنے کلام کے ساتھ برگزیدہ کیا ہے آپ اپنے رب کے یہان ہماری شفاعت کیجیے آپ دیکھتے ہین کہ ہم جس حال مین ہین
آپ دیکھین تو کہ ہم کو کیا پہونچا ہو پس موسی ع اُنسے کہینگے کہ میرا رب آج ایسے غضب مین ہو کہ نہ کبھی ایسا ہوا اور نہ کبھی ایسا ہوگا
اور مین نے ایک نفس (قبطی ۱۲) کو قتل کیا تھا اگر قبل اسکے کہ مجھے اسکے قتل کا حکم دیا جاوے نفسی نفسی تم میرے سوا کسی دوسرے کے
پاس جاؤ عیسی ع کے پاس جاؤ پس عیسی علیہ السلام کے پاس آوینگے اور کہینگے کہ اے عیسی آپ رسول اللہ اور اُسکا وہ کلمہ ہین جو
اسنے مریم کو القا کیا اور اُسکی طرف سے روح ہو اور آپ نے تو لوگون سے گہوارہ مین کلام کیا ہو آپ اپنے رب عز وجل کی جناب
مین ہماری سفارش کا کلمہ کہدیجیے آپ دیکھتے ہین کہ ہم جس حال مین ہین اور دیکھتے ہو کہ ہم کو جو پہونچا ہو۔ عیسی ع اُنسے کہینگے کہ میرا رب
آج ایسے غضب مین ہے کہ نہ ایسا کبھی غضب مین ہوا اور نہ کبھی پھر ایسا ہوگا اور اپنی لغزش کچھ نہین بیان کی یہی کہا کہ نفسی نفسی
تم میرے سوا دوسرے کے پاس جاؤ تم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ پس لوگ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آوینگے
اور عرض کرینگے کہ یا محمد آپ رسول اللہ و خاتم النبیین ہین اللہ تعالے نے آپ کے واسطے مخصوص یہ کیا کہ اگلی و پچھلی لغزش سب
معاف کر دی ہین آپ ہماری شفاعت اپنے رب عز وجل کے یہان کر دیجیے آپ دیکھین تو کہ ہم کس حال مین ہین اور دیکھیے کہ ہمکو
کیا پہونچا پس مین کھڑا ہو جاونگا اور وہان سے عرش کے نیچے آونگا اور اپنے رب عز وجل کے واسطے سجدہ مین گر پڑونگا پس اللہ تعالے
اپنے محامد و حسن ثنا مین سے وہ الہام و کشف فرماویگا کہ مجھ سے پہلے کسی پر اسکو مفتوح نہین فرمایا ہو پھر کہا جائیگا کہ اے محمد
اپنا سر اٹھا اور مانگ تجھے دیا جائیگا اور شفاعت کر تیری شفاعت قبول ہوگی پس مین اپنا سر اٹھاؤنگا اور عرض کرونگا کہ اُمتی
یا رب یعنی اے رب میری اُمت۔ امتی یا رب امتی یا رب۔ پس حکم دیا جائیگا کہ اے محمد اپنی اُمت سے ان لوگون کو جنپر حساب نہین ہے۔
ابواب الجنۃ کے باب ایمن سے داخل کرلے اور وے دوسرے ابواب جنت مین لوگون کے ساتھ شریک ہین (یعنے تری عام امت والے ۱۲) پھر آپ نے فرمایا کہ قسم اسکی
جسکے قبضہ مین محمد کی جان ہو کہ جنت کے دو کواڑ کے درمیان اتنا فرق ہو جیسے مکہ سے حمیر یا مکہ سے بصرہ۔ یہ حدیث صحیحین مین ہو امام
مسلم نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین سید اولاد آدم ہون قیامت کے روز اور پہلا وہ
شخص ہون جسکے لیے قیامت کے روز قبر شق ہوگی۔ اور پہلا شفاعت کرنے والا اور پہلا وہ شخص جسکی شفاعت قبول ہوگی ابن جریر
نے ابوہریرہ رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قولہ عسی ان یبعثک الآیہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ شفاعت ہو اور

امام احمد کی روایت مین ابو ہریرہ رضہ سے یون ہو کہ فرمایا وہ مقام ہو کہ جہان اپنی امت کے واسطے شفاعت کرونگا۔ عبدالرزاق نے علی بن الحسین یعنی امام زین العابدین علیہما السلام سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالے زمین کو مانند چمڑے ادیم کے بچھا دیگا اور کسی آدمی کو اُسپر نہ ملیگا مگر پاؤن رکھنے کی جگہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اول وہ شخص ہونگا جو بلایا گیا اور جبرئیل عم اللہ تعالے کے عرش سے بائین جانب ہوگا اور واللہ اس سے پہلے کبھی جبرئیل نے اللہ تعالے کو نہین دیکھا پس مین عرض کرونگا کہ اے رب اس نے مجھے خبر دی کہ اللہ تعالے نے اسکو میرے پاس بھیجا ہو اللہ عز وجل فرماویگا کہ اسنے سچ کہا پھر مین شفاعت کرونگا اور عرض کرونگا کہ اے رب تیرے بندون نے اطراف زمین مین تیری عبادت کی ہو اور کہا کہ یہی مقام محمود ہے ہذا حدیث مرسل مترجم کہتا ہو کہ ہمارے نزدیک مرسل حجت ہو اور وجہ مرسل ہونے کی یہ ہو کہ امام زین العابدینؒ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہین پایا ہو۔ واضح ہو کہ سابق حدیث شفاعت مین جب کہ بار چہارم عود فرمایا ہو تو کہا کہ اے رب اب کوئی باقی نہین سوائے اسکے جسکو قرآن نے حبس کیا ہو مراد یہ کہ جسپر بحکم قرآنی خلود فی النار واجب ہوا ہو اور یہ تفسیر قتادہ رح سے مروی ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے۔ اقم الصلوة لدلوک الشمس الآیہ۔ جب آفتاب قہر جباری سے یعنی قبضۂ قدرت الٰہی مین مسخر ہونے سے ڈھلتا ہو تو اس ساعت مین انوار عظمت کے لیے سجدہ کرتا ہو پس اس ساعت مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حضور مین قیام کرنے اور سجدہ کرنیکا حکم دیا کہ کشف عظمت کا وقت ہو اور یہی حال وقت عصر مین ہو گویا آفتاب وقت زوال کے رکوع مین ہو اور وقت عصر مین سجود مین تا وقت غروب اور جب غروب ہوا اور تاریکی شب طاری ہوئی تو وہان غلبۂ سطوات عظمت ہو پس اسکی رات سجدہ کرتی ہے اور اسکے سجود مین ستارے دوران کرتے ہین تا طلوع فجر پھر جب فجر طلوع کرتی ہو تو اسکے واسطے عمود صبح سجدہ کرتا ہو جو کہ نہ رات مین ہے اور نہ دن مین ہو اور اس وقت مین طلوع جمال وجلال ہو اور اسوقت مین اللہ تعالے کے واسطے ارواح واجسام سجدہ کرتے ہین بسبب غلبہ روح قدس کے اور اسوقت شہود حق بوصف صفات ہو وقد قال تعالے وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا۔ شاہد اُسکی ذات و مشہود اُسکی صفات ہین اور یہ اوقات دلیل ہین کہ ہمیشہ آدمی اپنی اوقات کی حفاظت کرے ورقلب سے مشاہد غیوب مین حاضر رہے بعض مشائخ نے کہا کہ بعض اوقات سحر مین اٹھنا اپنے اُٹھنے والے کے واسطے یہ مشہود اور اسپر شاہد ہین اور شیخ استاد رح نے کہا کہ بدن سے نماز کے واسطے اوقات متعین ہین اور سر و قلب سے مواصلت دائمی ہو اور جب حفظ اوقات شب و روز سے فراغت ہوئی تو اوقات کشف صفاتی وذاتی سے آگاہ فرمایا بقولہ ومن اللیل فتہجد بہ الآیہ اور مقصود تہجد سے کشف جمال واسطے نمازیون کے جوف شب مین ہو اور یہ مقام محمود ہے اور امیدواری اس مقام پر محل رجا ہو پس عارفین کے واسطے جوف اللیل مین انوار جلال ذات منکشف ہوتے ہین جب کہ انکے آنسو جاری ہوتے اور فریاد بلند ہوتی ہو پس اسکو اُسی سے دیکھتے ہین نہ اپنے تہجد سے بلکہ انکو کشف قدس کی مراد سے مقامات انس کی طرف شائق کیا جب وہان پہونچتے ہین تو اپنے نفوس کو بھول جاتے ہین اور اللہ تعالے کے حضور مین عاجزی سے گرتے ہین پس روتے اور اس سے رحمت کافیہ کا سوال کرتے ہین اور خبر مین وارد ہو کہ اللہ تعالے عز وجل ان نمازیون کے چہرون پر رحمت فرماتا ہو جو جوف لیل مین نماز پڑھتے ہین اور شیخ اُستاد رح نے کہا کہ عوام کے واسطے مقام محمود وہ ہے جب حالت شہود مین بیٹھتے ہین اور کہا جاتا ہو کہ وہ اہل کبائر کے واسطے شفاعت کا مقام ہو۔ پھر اللہ تعالے نے دار کفر سے باہر ہونے اور دار ایمان مین داخل ہونے کی دعا تعلیم فرمائیؒ

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا
اور کہہ اے رب پیٹھا مجکو سچا پیٹھانا اور نکال مجکو سچا نکالنا اور بنا دے مجکو اپنے پاس سے ایک حکومت کی
نَّصِيْرًا ۝ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝
مدد اور کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹھ بیشک جھوٹھ ہے نکل بھاگنے والا

حسن بصری رح نے کہا کہ جب کفار مکہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا اور یہانتک حد سے تجاوز کیا کہ باہم مشورہ باندھا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالو یا نکال باہر کرو یا زنجیرون مین مقید کرو تو اللہ تعالے نے مکہ والون سے خبر روکی اور اُنپر جہاد چاہا یعنی اُسنے مقدر فرمایا تھا کہ جب اہل مکہ کی نوبت یہان تک پہونچے تب اُنپر جہاد کا عذاب آوے پس اپنے رسول علیہ السلام کو حکم دیا کہ مکہ سے نکلکر مدینہ مین داخل ہون۔ امام احمد نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مین تھے پھر ہجرت کا حکم دیا اور نازل فرمایا قولہ۔ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ اور کہہ اے رب داخل کر مجھے مدخل صدق مین قتادہ رح نے کہا کہ مراد مدینہ ہے۔ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ اور باہر لا مجھے مخرج صدق سے قتادہ نے کہا کہ مراد مکہ ہے۔ شاید کہ ادخال مدینہ کو مقدم اسلیے فرمایا کہ مکہ وطن مالوف چھوڑنے سے اصحاب کے دلون پر وحشت نہ ہو اور پہلے سے واقف ہو جاوین کہ مدخل صدق کے ساتھ مدینہ مین داخل ہوتے ہین یہی قول مدخل و مخرج کے بارہ مین ابن عباس و حسن کا ہے۔ اور مانند روایت احمد کے ترمذی نے روایت کی اور کہا کہ حدیث حسن صحیح ہے۔ معالم و سراج مین لایا کہ ضحاک نے کہا اخراج مخرج صدق وہ مکہ سے ہے کہ مشرکون سے باامن باہر آوین اور ادخلنی مدخل صدق یہ دوبارہ مکہ مین فتح و فیروزی کے ساتھ داخل ہونا مراد ہے۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ادخلنی مدخل صدق وہ موت یعنی ادخال قبر ہے اور اخرجنی مخرج صدق وہ حیات بعد موت ہے یعنی قیامت کا اخراج ورنہ انبیاء علیہم السلام قبر مین زندہ ہوتے ہین سراج و معالم وغیرہ مین ہے کہ مجاہد نے کہا کہ ادخلنی یعنی اس امر مین جو مجھے تبلیغ رسالت کا سپرد ہوا ہے و اخرجنی یعنی دنیا سے مجھے نکال مخرج صدق یعنی ایسے حال مین کہ جو حق واجب اس کام کے انجام دینے مین تھا وہ پورا ہو گیا ہو۔ بعض نے کہا کہ غار مین داخل کرنا اور اس سے صحیح و سالم نکلنا مراد ہے۔ بعض نے کہا کہ ادخال جنت اور اخراج از مکہ مراد ہے اور بعض نے کہا کہ ادخال قبر مین اور اخراج یوم البعث مراد ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اشہر الاقوال وہی قول اول ہے و وہی اصح ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے۔ اقول یہان ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اگر آیت قبل خروج مکہ کے حکم ہجرت مین اُتری تو یہ آیت مکیہ ہے جیسے یہ سورۂ مکیہ ہے ولیکن سابق مین گذر چکا کہ اسمین سے آٹھ آیات مستثنیٰ ہین از انجملہ یہ آیت بھی ہے۔ اور یہی شیخ سیوطی رح نے ذکر کیا ہے۔ بعض نے اسکا یہ جواب دیا کہ بیضاوی رح نے تمام سورہ کو مکی رکھا ہے اور کچھ استثنا نہین کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جواب نہین ہے اور مین کہتا ہون کہ یہان کچھ اشکال نہین وارد ہوتا اور بات یہ ہے کہ اول حکم ہجرت دیا گیا پس آپ مکہ سے روانہ ہو گئے جب قریب مدینہ کے پہونچے یا درمیان مین مکہ و مدینہ کے تو یہ آیت نازل ہوئی اور چونکہ اصطلاح یہ ہے کہ جو بعد ہجرت نازل ہو وہ مدنی ہے اسواسطے مدنیات مین استثنا کیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ادخلنی مدخل صدق کو مقصود اولے کی وجہ سے مقدم فرمایا ہے اور چونکہ یہ دعا ہے کہ بعد حکم ہجرت کے ہے تو حکم ہجرت مقدم ہے۔ پھر واضح ہو کہ قول اول اگرچہ اصح ہے لیکن اسکے یہ معنی ہین کہ نزول کا سبب وہی ہوا ولیکن اس سے یہ لازم نہین کہ معنی آیت کے دوسرے اقوال کو شامل نہون لہذا روایت عوفی از ابن عباس بھی درست ہے لہذا بحسب معنے

وہ قول پسندیدہ ہے جو سراج مین تفسیر بقاعی رح سے منقول ہو کہ مقصود یہ ہو کہ ہر مقام حسی و معنوی اور دنیوی و اخروی جہان تو مجھے
داخل کرنا چاہے وہان مدخل صدق داخل کر یعنی صدق کا داخل کرنا ہوا ور ایسے ہی جہان سے خارج کرنا چاہے وہان سے صدق کا
خارج کرنا ہو۔ اور لکھا کہ مراد مدخل و مخرج سے ادخال و اخراج ہو اور مدخل و مخرج کو صدق کی طرف اضافت کرنا بطریق مدح ہو گویا
اللہ تعالیٰ سے اچھی ادخال و اچھی اخراج کی دعا ہو کہ انہین کوئی مکروہ پیش نہ آوے۔ وَّاجۡعَلۡ لِّيۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِيۡرًا اور
کردے میرے لیے اپنے پاس سے ایک سلطان مددگار یعنی درخواست ہو کہ تقویت بحجت و بقہر و قدرت دیدے اور سراج وغیرہ مین لایا
کہ سلطان نصیر یعنے حجت ظاہرہ جس سے مجھے ہر ایسے شخص پر نصرت دے جو میرا مخالف ہو اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی
اور آگاہ فرمایا کہ واللہ یعصمک من الناس۔ اور فرمایا الا ان حزب اللہ ہم الغالبون۔ اور فرمایا لیظہرہ علی الدین کلہ۔ اور فرمایا
لیستخلفنہم فی الارض۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ حسن بصری رح نے اس آیت کی تفسیر مین کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو
اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا کہ ملک فارس اور عزت فارس کو نکال کر محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کردیگا اور ملک روم و عزت روم کو نکالکر
محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے کردیگا۔ اقول اور حدیث مین پایا جاتا ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اول سے یہ بات معلوم تھی چنانچہ
مروی ہو کہ آپ سایۂ کعبہ مین بیٹھے تھے کہ مین نے جا کر کہا کہ یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ مشرکون کی ایذا رسے وقت ہو آپ نے فرمایا کہ واللہ
اس امر یعنی توحید کو اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہو حتی کہ ایک بڑھیا حیرہ مین تک چلی جائیگی اور حج کریگی سواے اللہ تعالیٰ کے کسی سے
اسکو خوف نہوگا ولیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو اور اصل حدیث صحاح مین ہو مین نے ملخص ترجمہ کردیا ہو۔ شیخ نے لکھا کہ اور قتادہ رح نے کہا
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ اس کام کے واسطے ایک سلطان کی ضرورت ہو جو دین الٰہی کی نصرت کرے پس آپ نے
بحکم الٰہی دعا کی کہ ایک سلطان دے جو مددگار ہو کتاب الٰہی و حدود الٰہی و فرائض کا اور دین الٰہی کو قائم رکھے کیونکہ سلطان ایک
رحمت ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسکو بندون کے درمیان اسنے رکھا ہو اور اگر یہ نہو تو بعضے دوسرون پر لوٹ مار کرین اور طاقتور کمزور کو
کھا جاوے۔ اور مجاہد رح نے کہا کہ سلطانا نصیرا یعنی حجت غالبہ۔ اور شیخ ابن جریر نے قول حسن و قتادہ رح کو اختیار کیا اور وہی ارجح بھی
ہو اسواسطے کہ حق کے ساتھ ایک شخص قاہر چاہیے کہ جو کوئی حق سے عداوت کرے و مخالفت کرے اسکو مقہور کرے چنانچہ قولہ انزلنا الحدید
فیہ باس شدید الآیہ۔ مین اسکا بیان ہو اور حدیث مین آیا ہو کہ اللہ تعالیٰ روکتا ہو سلطان سے اسقدر کہ نہین روکتا قرآن سے یعنی
سلطانی ہیبت سے بہت لوگ فواحش و گناہون سے بچتے ہین حالانکہ قرآن کے خوف و تہدید سے اتنا نہین ہوتا کیونکہ بہت لوگ تساہل
کر جاتے ہین اور یہی واقع ہو۔ سراج وغیرہ مین ہو کہ بعد فتح مکہ کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عتاب رض بن اسید رض کو اہل مکہ پر
عامل کیا اور فرمایا کہ روانہ ہو کہ مین نے تجھے اہل اللہ پر عامل کیا پس عتاب رضی اللہ عنہ ریاکارون و منافقون پر بہت سخت تھے اور
مومنون کے واسطے بہت نرم تھے اور کہتے کہ واللہ مین نہین جانتا کسی پچھڑنے والے کو جو نماز سے پچھڑے مگر منافق کو پس اہل مکہ نے کہا کہ
یا رسول اللہ آپ نے اہل مکہ پر عتاب رض بن اسید رض کو جو سخت دل گنوار ہو عامل مقرر کیا پس آپ نے فرمایا کہ مین نے خواب مین دیکھا
کہ گویا عتاب ابن اسید دروازہ جنت پر آیا اور حلقۃ الباب کو پکڑ کر سخت جھنجھوڑا کہ وہ کھول دیا گیا پس وہ انہین داخل ہوا پس اللہ تعالیٰ نے
اسلام کو عزت دی کیونکہ اسنے مومنون کی نصرت کی اور ظالمون کو مقہور کیا پس یہی سلطان نصیر ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ
علیہ وسلم کو حکم دیا کہ دعاے موصوف کے قبول ہونے کا اعلان کردے بقولہ۔ وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ یعنی دوست و دشمن سب سے کہدے

کہ آگیا حق یعنی جو مجھے رب عز و جل نے حکم کیا اور نازل فرمایا ہے۔ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ۔ اور مضمحل و ہلاک ہوگیا باطل یعنی خلاف حق جو کچھ تھا سب زہوق ہین آگیا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا یعنی باطل اگرچہ کسی وقت ہین اسکی دولت و صولت ہوجاوے گر وہ اپنی جبلت و طبیعت سے زہوق ہین ہے اللہ تعالیٰ نے ازل مین مقدر کر دیا ہے کہ وہ جلد زائل ہوتا اور مٹ جاتا ہے اور مثال اسکی سیل پر کوڑا چڑھا ہوا ہے کہ بظاہر کوڑا اوپر ہے لیکن بعد چند روز کے وہ زائل ہوجاتا ہے اور پانی باقی و نافع رہتا ہے۔ امام بخاری نے تفسیر مین روایت کی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم الفتح کو مکہ مین داخل ہوے اور خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے ہر قوم کا ایک بت تھا پس آپ ایک چھڑی سے جو آپ کے ہاتھ مین تھی بتون کو چونکتے اور کہتے جاء الحق وزہق الباطل الآیہ۔ پس بت اپنے منھ کے بل اوندھا ہوجاتا تھا۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ وہ قبائل عرب کے بت تھے کہ انھین کی جانب حج کرتے اور ان کے آگے سجدہ مین گرتے پس بیت نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی کہ اے رب کب تک ان بتون کی عبادت کیجاویگی سواے تیرے پس اللہ تعالیٰ نے بیت کو وحی فرمائی کہ مین نئی نوبت تیرے واسطے پیدا کرنے والا ہون پس مین تجھے ایسے سجدہ کرنے والی پیشانیون سے بھر دونگا جو تیری جانب نسر طائر کی طرح ٹوٹین اور ایسی شفقت سے آوین جیسے پرند اپنے انڈون کی طرف آتا ہے اور تیرے گرد تلبیہ سے میدان گونج جائیگا اور روایت ہے کہ یوم الفتح کو جبرئیل علیہ السلام نے آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اس چھڑی کو لے لیجیے اور بتون کو گرا دیجیے پس آپ ہر بت کے پاس آتے اور اسکی آنکھ مین چھڑی چونکتے اور فرماتے جاء الحق وزہق الباطل الآیہ۔ پس وہ بت جو زمین مین مضبوط گڑا ہوتا تھا اپنے منھ کے بل گر پڑتا یہانتک کہ سب بت گرا دیے اور رہگیا خزاعہ کا بت جو کعبہ کے اوپر تھا اور قواریر صفر کا تھا پس آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ اسکو لے لیں اپنے کندھے پر علی کرم اللہ وجہہ کو اٹھالیا وہ اوپر چڑھ گئے اور اسکو اکھاڑ کر پھینک دیا کہ وہ ٹکڑے ہوگیا اور کفار اہل مکہ تعجب کرتے اور کہتے تھے کہ ہم نے محمد سے زیادہ ساحر نہین دیکھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے حافظ ابو یعلی کی روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ذکر کی کہ ہم لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ مین داخل ہوے اور خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے بامر اللہ تعالیٰ وہ اوندھے گرائے گیے اور آپ یہ آیت پڑھتے تھے۔ اور صحیحین مین ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوم الفتح کو مکہ مین داخل ہوے اور خانہ کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت تھے پس آپ اپنے ہاتھ کی چھڑی سے انکو چونکتے جاتے اور کہتے جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا۔ وجاء الحق وما یبدء الباطل وما یعید۔ یہانتک کہ سب بت گر پڑے۔ ف

فی العرائس قولہ تعالیٰ وقل رب ادخلنی مدخل صدق الآیہ۔ اشارہ سے ثابت ہے کہ مقام حقیقت مین مطلوب یہ ہے کہ مقام قدم مین غیر سے فانی ہوکر بصدق محبت داخل کیا جاوے کیونکہ وہان مدخل صدق ہے اسلیے کہ سواے حق کے وہان خودی سے کچھ باقی نہین ہے اور مقام فنا سے بصفت بقا حق نکالا جاوے تاکہ بقا بمشاہدہ رفیق اعلیٰ ہو کیونکہ وہان مخرج صدق ہے کیونکہ وہان سواے حق کے کسی کو بندے کے ساتھ بقا نہین ہے اور قولہ واجعل لی من لدنک سلطانا نصیرا یعنی وہان انوار سلطان عزت سے ایسا نور عطا ہو کہ بندہ استقامت پر رہے اور عظمت مین فانی نہو جاوے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ ادخال تو مدخل صدق عبودیت کا ہو اور اخراج مخرج صدق ربوبیت کا ہو۔ اور اپنی طرف سے سلطان کبریائی سے قوت اتصاف واتحاد عطا ہو۔ شیخ سہل رح نے کہا کہ ادخلنی یعنے تبلیغ رسالت کے کام مین مجھے مدخل صدق کے طور پر داخل کر تاکہ مین کسی کی طرف میل نہ کرون اور ارکان تبلیغ مین کوئی فروگذاشت نہ کرین۔ اور قولہ اخرجنی یعنی مجھے اس مقام سے نکال اسطرح کہ مین سب فرمانبرداری کے ساتھ سلامت ہون اور تیری

رضامندی پاؤں اور ہر طرح موافقت عبودیت مین ہون اور میرے لیے اپنی طرف سے سلطان نصیر دے جو مجھے اس کام مین حق کے ساتھ مزین رکھے اور غالب مجھ پر حق ہو نہ ہوائے نفس حضرت جعفر رض نے کہا کہ مجھے اس مین داخل کر اس طرح کہ تیری رضامندی مطلوب ہوا ور اس کام سے نکال اس حال مین کہ تو راضی ہو۔ اور اشارہ کیا کہ کسی کام کے متولی ہونے کی خواہش اس طور پہ صحیح ہو کہ حق تعالے اس کے سرانجام کا خود متولی ہو یعنی بندہ کے واسطے وہی مددگار ہوا ور مشاہدہ صفات سے نکلنا بجانب مشاہدہ ذات کے مرغوب ہے۔ واسطی رح نے کہا کہ جسکو حق تعالے نے کمال شرف دیا ہے اس نے اپنی نفس سے سچی احتیاج بجانب الٰہی ظاہر کرکے سچائی کی اس سے درخواست کی اور اُسی سے اسرار کی زینت ہے۔ شیخ فارس رحمہ اللہ نے کہا کہ یہان سلطان نصیر سے اللہ تعالے کی صفات پاک مین سے اس سلطان کی خواہش ہو جو نفس پر غالب رہے اور اس کی خواہش کو ہیبت و خوف الٰہی کی باگ سے روکے۔ پس اس کا نفس غلبہ وحدانیت سے ٹوٹ جاوے اور دشمن شیطان کے مکر کو دیکھے اور معاونت الٰہی سے دشمن کا مکر کچھ مضر نہو۔ سہل رح نے کہا کہ زبان جو اللہ تعالے کے واسطے بولے اور غیر کے واسطے کچھ نہ بولے پس اللہ تعالے نے دعا ر قبول کی بقولہ وما ینطق عن الھوی۔ شیخ جعفر نے کہا کہ حقیقت احتیاج کی سچی استقامت ہو مدخل تو احتیاج عبودیت ہو اور مخرج وسعت ربوبیت ہو۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ ادخال صدق یہ ہو کہ کسی چیز مین داخل ہوا ور قدم رکھے تو اللہ تعالے کے واسطے اور اسی کی قوت سے ہو غیر کو اس مین دخل نہ ہوا ور اخراج صدق یہ ہو کہ کسی کام سے نکلنا یا کسی چیز کو چھوڑنا اللہ تعالے کے واسطے اُسی کی قوت سے ہوا س مین غیر کو دخل نہ ہوا ور سلطان نصیر یہ ہے کہ داخل یا خارج ہونے کو بھی لحاظ نہ کرے یعنے اس مین کوئی حظ اپنی نفس کے واسطے ملحوظ نہ ہوا ور جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان سب معنی مین مستقیم ہوے تو اللہ تعالے نے حکم دیا کہ خلق کو آگاہ کردے کہ حق ظاہر ہوا ایسے ظہور کے ساتھ کہ جسمین کچھ شک نہین ہو اور ابہام وتاریکی دور ہو گئی بقولہ وقل جاء الحق وزھق الباطل الآیہ۔ حق تو حق ہو اور باطل تمام جہان ہو اور حق علم ہو اور باطل جہالت ہو حق معرفت ہو اور باطل نفس وہوی ہو اور حق وہ ہو کہ جو تجلی حق واسکے الہام سے ظاہر ہوا ور باطل وہ ہو جو ہواے نفس و وساوس شیطانی سے ہو پس جب ہدایۃ مکاشفہ کے انوار سے ظہور ہوتا ہو تو نفس کے آثار و شیطان کے وساوس باطل و مضمحل ہو جاتے ہین شیخ فارس رحمہ اللہ نے کہا کہ حق وہ ہو جو تجھکو راہ حقیقت کا آمادہ کرے اور اسی کی پیروی کراوے اور باطل وہ ہو جو تجھ پر کام کو شاق کردے اور تیرے وقت کو پریشان کرے۔ اور کہا جاتا ہو کہ خطرات مین سے حق وہ ہو جس سے تیرا جذب بجانب حق عز وجل ہو اور باطل وہ ہو جو تجھے غیر حق کی طرف بلاوے اور حق سے روکے۔ اقول شیخ نے جسقدر امور لکھے جنمین داخل وخارج کے معنے پائے جاتے ہین اور جو کچھ دیگر مشائخ واکابر نے نقل کیے اور جسقدر شیخ استاد رح نے بیان کیے اور جسقدر معانی حق وباطل کے بیان کیے یہ سب منجملہ مدخل صدق وغیرہ کے ہین اور سابق مین جو تفسیر بقاعی رح سے منقول ہوئی وہ جامع ہو اور یہ سب صورتین اسکے تفاصیل ہین واللہ تعالے اعلم جب اللہ تعالے نے توحید ونبوت وبعث وحشر ونشر بیان کردیا اور قضاء وقدر کو بیان فرمایا پھر بعد اسکے نماز پر تنبیہ کی اور جو آئین اسرار مین ظاہر فرمائے اور بعضے بیان سابق کے موافق حق کو غالب وباطل کو مغلوب دکھلا دیا اب قرآن پر متوجہ کیا جو ان سب کا جامع ہو بقولہ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا

اور ہم اتارتے ہین قرآن مین سے جس سے روگ چنگے ہونا اور مہر ایمان والون کو اور گنہگارون کو یہی بڑھتا ہو نقصان

وَإِذَآ أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ۝ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ
اور جب ہم آرام بھیجین انسان پر ٹلا جاوے اور ہٹاوے اپنا بازو اور جب لگے اسکو برائی رہجاوے آس ٹوٹا تو کہہ ہر کوئی کام کرتا ہی
عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا ۝
اپنے ڈول پر سو تیرا رب بہتر جانتا ہی کون خوب سوجھا ہی راہ

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ - من یہان تین معنی کو محتمل ہی اور ہر ایک کا بیان کرنا ضرور ہی تاکہ جو صحیح ہو اسکے موافق ترجمہ و معنی سمجھے جاوین۔ سراج وغیرہ مین لکھا کہ اول وجہ یہ کہ من بیان جنس کے واسطے ہی یہ قول زمخشری نے کشاف مین و بیضاوی نے تفسیر مین اور ابن عطیہ نے اور ابو البقار نے اعراب القرآن مین بیان کیا اور ابو حیان رح نے اسکو رد کر دیا باین دلیل کہ من بیانیہ کے واسطے ایسی چیز مبہم مقدم ہونا چاہیے جسکا اُس سے بیان ہو اور یہان وہ مقدم ہی اور یا ہو موخر ہی۔ وجہ دوم یہ کہ من تبعیضیہ ہی مگر حوفی رح نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اس سے لازم آتا ہی کہ قرآن مین سے بعض شفا نہ ہوا ور ابو البقار رح نے جواب دیا کہ قرآن مین سے بعض وہ ہی جو جسمانی مرض سے شفا دیتا ہی اور یہ پایا گیا چنانچہ روایت ہی کہ ایک جماعت صحابہ کی ایک گاؤن مین اتری ان لوگون نے مہمانی نہ کی پھر ایسا اتفاق ہوا کہ اُنکے سردار کو بچھو نے کاٹا پس ان لوگون نے اپنی سب تدبیرین کین کچھ نفع نہ ہوا پھر ایک چھوکری دوڑتی ہوئی آئی اور کہا کہ ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹا تم مین سے کوئی رُقیہ جانتا ہو تو جھاڑ دے انمین سے بعض نے کہا کہ ہان مین جانتا ہون لیکن تم لوگون نے ہم کو مہمان نہ کیا تو مین بغیر عوض کے نہین جھاڑونگا پس ان لوگون نے اجرت قبول کی اور وہ بکریان تھین۔ انھون نے جا کر جھاڑا وہ اچھا ہو گیا اب بعض نے کہا کہ ہم کو نہین معلوم تھا کہ تم رُقیہ کرتے ہو انھون نے کہا کہ بیشک مین رقیہ نہین کرتا ہون ولیکن مین نے خالی سورہ فاتحہ پڑھکر دم کر دی ہی اور تمام حدیث صحیح بخاری مین ہی۔ پس یہان من تبعیضیہ بہ نسبت بعض امراض کے ہی یعنی امراض جسمانی ورنہ وہ سب کا سب تمام امراض جسمانی و قلبی کے واسطے شفار ہی کہ قلب کے امراض جہل و تکبر و کفر وغیرہ بد اعتقادات سے شفار دیتا ہی۔ وجہ سوم یہ کہ من ابتدار غایت کے واسطے ہی اور یہ قول ابو حیان کا ہی اور ابن عادل نے کہا کہ یہ واضح ہی پس معنی یہ ہین کہ ہم قرآن سے اتارنا شروع کرتے ہین مَا هُوَ شِفَاءٌ وہ جو کہ شفار ہی۔ پس جسمانی شفار کی روایت اوپر گذری اور قلبی شفار ظاہر ہی پس اس سے تندرستی جسمی ہوتی ہی اور دین کی تقویم اور نفس کی اصلاح سے قلبی درستی ہوتی ہی وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ مومنون کے لیے رحمت ہی اور باعث سکینت و طمانینت ہی اور حدیث مسلم رح مین مروی ہی کہ ایک صحابی رح قرآن پڑھتے تھے رات مین اور اُنکے قریب اُنکا گھوڑا بندھا تھا وہ بدکا یکبارگی بھڑکا انھون نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مثل پارہ ابر کے سفید ایک چیز اتری تھی انکی خاموشی سے اوپر اُٹھنا شروع ہوئی پھر جب پڑھنے لگے تو نزدیک آنے لگی پھر گھوڑا بھڑکا غرضکہ صبح کو انھون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ یہ سکینت ہی کہ قرآن کے ساتھ نازل ہوتی ہی۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ وہ رحمت ہی یعنی اس سے ایمان و حکمت و طلب خیر و رغبت حاصل ہوتا ہی اور یہ خاص اُسی کے واسطے ہی جو اسپر ایمان لایا کہ یہ وحی الٰہی عز و جل قرآن کریم ہی کہ اسمین کسی طرف سے باطل کو گنجایش نہین ہی اسکو حکیم حمید نے اتارا ہی پس اسکو مانکر سچ جانکر اسپر عمل کیا۔ سراج مین لکھا کہ اور یہ عجیب ہی کہ یہی شفار بقولہ - وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا - ظالمون کو سوائے خسارت کے کچھ نہین زیادہ کرتی ہی۔ شیخ امام نے لکھا کہ یعنی جو کافر اپنے نفس پر ظالم ہی اسکو قرآن سننے سے سوائے دوری و کفر کے نہین ملتا پس بجائے رحمت کے لعنت اور بجائے شفار کے مرض کفر و شک و نفاق پیدا ہوتا ہی۔ قتادہ رح نے کہا کہ مومن نے جب اسکو سُنا تو اس سے نفع لیا اور حفظ کیا اور یاد رکھا اور ظالم کافر نے جب سُنا تو نہ اس سے نفع پایا اور نہ یاد کیا

بلکہ اپنے نفس کو زیادہ عذاب کے روبرو پیش کر کے برباد کیا بسراج مین لایا کہ خسارہ ونقصان اسوجہ سے زیادہ ہوتا ہو کہ جب کافرون پر اسکے دلائل وآیات سے حجت قائم ہوگئی پھر انھون نے مُنھ موڑا تو اس سے کفر اور بھی شدید ہوگیا اور دارمی نے سنن مین قتادہ رح سے روایت کی کہ جو قرآن کے پاس بیٹھا پھر اُٹھا تو یا زیادتی کے ساتھ یا نقصان کے ساتھ۔ پھر اللہ تعالے نے اسکا سبب اصلی بیان فرمایا کہ یہ کافر ومطرود لوگ کیون اسقدر گمراہی کے جنگلون مین تباہ پھرتے ہین اور کیون خسارت وخواری اُٹھانے مین منہمک ہین اور وہ سبب یہ ہو کہ انکو دنیا کی محبت ہو اور مال وجاہ مین رغبت ہو اور اعتقاد کرتے ہین کہ یہ بات انکو بوجہ انکی کوشش کی حاصل ہو جاتی ہو لہذا فرمایا۔ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ۔ یعنی آدمی کی طبیعت اس بات پر مجبول ہو کہ جب ہم اسپر نعمت دیتے ہین۔ اَعْرَضَ تو اعراض کرتا ہو۔ بعض نے روایت کی کہ ابن عباس نے کہا کہ انسان یہان ولید بن المغیرہ ہو اور شاید کہ انھون نے مثال کے طور پر اسکو بیان کیا ہو اگر انسے یہ روایت صحیح ہو ورنہ بقول امام رازی کے یہ تخصیص بعید ہو اور مراد جنس انسان ہو یعنی جنس انسان کے یا کافر کی جبلت اسپر مجبول ہو کہ جب ہم اسکو مال وعافیت واولاد ورزق ونصرت وہر مراد دیتے ہین تو وہ ہم سے اعراض کرتا ہے یعنے اللہ تعالے کی طاعت وبندگی سے منھ موڑتا ہو۔ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ۔ اور تباعد کرتا ہو اپنے پہلو کے ساتھ۔ مجاہد رح نے کہا کہ ہم سے دور ہو جاتا ہو اور شاید کہ تکبر مراد ہو۔ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوْسًا۔ یعنی اگر اسکو شر پہونچا اور وہ حوادث ومصائب زمانہ ہین تو بالکل مایوس ہو جاتا ہو کہ اب اسکو کبھی بہتری نہ ملیگی اور حاصل یہ ہو کہ اگر آدمی کو نعمت ودولت ملتی ہو تو وہ اسپر مغرور ہو کر اللہ تعالے کی یاد بھول جاتا ہو اور اگر دنیا سے محروم ہوا تو اُسپر غم وافسوس چھا جاتا ہو اور اللہ تعالے کی یاد کے واسطے فارغ نہین ہوتا تو ایسا شخص ہمیشہ خواری مین ہو پس محفوظ وہ بندے ہین جنھون نے صبر کیا اور نیک کام کیے جیسا کہ قولہ تعالے لیقولن ذہب السیات عنی انہ لفرح فخور الا الذین صبروا وعملوا الصالحات الآیہ مین بیان ہو۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ کہدے کہ ہر ایک شکر کرنے والا وکفر کرنے والا عمل کرتا ہو اپنے شاکلہ پر یعنی ایسے طریقہ پر جو متشاکل وہمشکل ہو اسکی روح کے اور ہمشکل ہو اسکے جسپر ہم نے اس کو مخلوق کیا ہو خواہ خیر ہو یا شر ہو۔ یعنی جو شخص نیکی پر مطبوع ومخلوق ہو وہ اُسی جبلت کے موافق عمل کرتا ہو اور جو شخص بدی پر مطبوع ہو وہ بد جبلت کے موافق عمل کرتا ہو۔ علی ہذا شاکلہ بمعنی طریقہ موافق جبلت ہو اور ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ ابن عباس نے فرمایا کہ علی شاکلتہ ای علی ناحیتہ پس شاکلہ بمعنی ناحیہ ہو۔ مجاہد رح نے کہا کہ اپنی جبلت وطبیعت پر اور قتادہ رح نے کہا کہ اپنی نیت پر اقول یہی قول حسن بصری رح کا ہو اور بخاری رح نے کتاب التفسیر مین اسی سے تفسیر کی ہو اور ابن زید رح نے کہا کہ اپنے دین پر۔ زمخشری رح نے کہا کہ مراد مذہب ہو جو ہمشکل اسکے حال کے ہو ہدایت ہو یا ضلالت ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ یہ تفاسیر باہم متقارب ہین اور عمدہ وہ ہو جو معالم مین ذکر کیا کہ ہر شخص اُس جبلت پر عمل کرتا ہو جسپر اللہ تعالے نے اسکو مجبول فرمایا خواہ خیر ہو یا شر ہو اور زمخشری کی تفسیر کا مبنی اسی پر ہو کہ دین بھی اُسی کے موافق طریقہ ہوگا۔ پس یہ مومن کے لیے مدح اور کافر کے لیے مذمت ہو اور حاصل یہ ہو کہ جو خیر پر سعید مجبول ہو وہ اُسکے موافق عمل کریگا اور جو شر پر شقی مجبول ہو وہ اُسکے موافق عامل ہوگا۔ پھر انمین بھی متفاوت درجات ہوتے ہین حتی کہ مومنون مین بعضے ایسی طبیعت پر مجبول ہین کہ ہمہ تن خیر ہین اور بعضے متفاوت درجات پر ہین۔ اگر کہا جاوے کہ کبھی سعید مخلوق ہوتا ہو مگر اسباب الفت وصحبت وغیرہ ایسے پیش آتے ہین کہ مدت تک وہ حالت کفر مین رہتا ہو جواب یہ کہ اُسوقت بھی وہ ترحم وحیاء وعدل وغیرہ اخلاق مین نیکی کی طرف مائل ہوگا اگر کہا جاوے کہ تعلیم سے اخلاق بدل جاتے ہین جواب یہ ہو کہ فی الواقع تبدیلی نہین ہوتی ہو اگر کہا جاوے کہ

پھر تعلیم بیفائدہ ہوجاوے اور اسکا کوئی قائل نہین ہی جواب یہ کہ تعلیم بیفائدہ نہین ہوتی ہی اسواسطے کہ شریر کو تعلیم سے ایسی راہ پر لگالیتے
ہین کہ اس سے نیکون کو ضرد وصدمہ نہین پہونچنے پاتا ہی اور رہا یہ کہ وہ خود جبلت مین بدل جاتا ہی یہ نہین ہوسکتا۔ اسواسطے کہ حکماء
کے نزدیک اخلاق تابع مزاج ہین جیسے ترکیب سے مزاج گرم یا سرد مثلاً مخلوق ہوا ہی وہ اگر بدلا جاوے تو موت عارض ہو پس جب مزاج
قابل تبدیل نہین تو اخلاق بھی قابل تبدیل نہین ہین اور شرع مین بھی یہی منصوص ہوتا ہی چنانچہ امام احمد نے بسند منقطع حضرت
ابو الدرداء رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سنو ایک پہاڑ کو کہ اپنی جگہ سے ٹل گیا تو اسکی تصدیق
کرلو یعنی ہوسکتا ہی اور اگر تم سنو کسی شخص کو کہ اپنی طبیعت سے متغیر ہوگیا تو اسکی تصدیق مت کرو کیونکہ وہ عنقریب پھر اسی جبلت پر
عود کریگا جسپر مخلوق ہوا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ مثلاً اگر کسی مین غضب زیادہ ہو تو حالت جہل مین اُسکو ظلم کے ساتھ کام مین لاتا تھا پھر جب
وہ تعلیم سے درست ہوجاوے تو اسکو بدکارون کے ساتھ کام مین لاویگا یہ تو ظاہری عقل کے موافق کلام ہی اور حق یہ ہی کہ مدار سعادت
وشقاوت پر ہی پس جسکو اللہ تعالے نے روح سعید سے پیدا کیا ہی اسکے جسم کے دو حال ہین یا تو موافق روح کے ہی یا اس سے کچھ مخالف ہے
کیونکہ بالکل اُسکے ضد نہین ہوسکتا ہی پس اگر جسم موافق ہی تو ہمیشہ وہ نیکی پر ہوگا اور اگر جسم اس سے مخالف ہی تو درجہ بدرجہ اندازہ مخالفت کے
حساب سے وہ بعض بعض افعال مین جو جسمانی تعلقات رکھتے ہین نیکی سے اسی قدر منحرف ہوگا۔ اور جسکی روح مین اللہ تعالے نے شقاوت
رکھی ہی اگر اسکا جسم موافق ہی تو وہ ہمیشہ بدی مین اعلی درجہ پر ہوگا اور اگر جسم اس سے مخالف ہی تو جسقدر مخالفت زیادہ ہوگی اُسی قدر اس کے
جسمانی تعلق کے افعال نیکی کے ساتھ ہونگے اور یہ تحقیق قابل توجہ وقبول ہی واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ بالجملہ معنی آیت کریمہ کے یہ ہین کہ بطور
تہدید کے مشرکون کے حق مین حکم دیا کہ تو کہدے کہ ہر ایک شقی ہو یا سعید ہو اپنی مقتضاے طبیعت پر جو مشاکل اُسکے مذہب کے ہی عمل
کرتا ہی۔ فَرَبُّكُمْ۔ پس تسبب ہوا اس سے کہ تمھارا رب۔ اَعْلَمُ۔ سب سے زیادہ یعنی کامل علم والا ہی۔ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۔ اُس
شخص کا جو دونون فریق مین سے زیادہ ہدایت پر ہی طریقہ مین یعنی دوسرے کیہ جو کہ اضل سبیلا ہی اسکو بھی خوب جانتا ہی پس اسپر کوئی چیز
پوشیدہ نہین ہی وہ ہر ایک شاکر گذار متبع حق ومطیع کو اُسکا عوض دیگا اور ہر ایک بدکار کافر ناشکرے نافران کو اسکا عوض دیگا کیونکہ
اللہ تعالے نے اصل مین ہر ایک کو جس خلقت پر پیدا کیا ہی اُس سے وہی خوب آگاہ ہی اور دوسری مخلوق ہین وہ تو اپنے ہمجنس کو تجربہ وغیرہ
سے پہچان سکتے ہین اور یہ پہچاننا علم الٰہی کے طریقہ سے کچھ بھی نسبت نہین رکھتا ہی۔ ف فی العرائس قولہ تعالے وننزل من القرآن ماہو
شفاء الآیہ واضح ہو کہ کفر وشرک کی حد شرع مین معلوم ہی اور یہ حد ایسی ہی کہ جو اسپر مرا اسکا ٹھکانا جہنم ہی جو قہر الٰہی ہی اور اس حد سے علیحدہ
مبائن جہت مین حد ایمان ہی اور جو اسپر مرا اُسکا ٹھکانا جنت ہی پھر جیسے کفر کی جہت مثلاً بائین جانب غیر متناہی ہی اسیطرح ایمان کی جہت
دائین جانب غیر متناہی ہی پس حد ایمان کے اندر داخل ہو کر اعلی مراتب کے واسطے سعی کیجاتی ہی ولیکن اعلی مراتب کے لحاظ اول حد ایمان پر
جو شخص ہی اسمین کچھ میل کچیل ہی اگر وہ دور ہوا تو درجہ دوم پر ترقی کی پھر درجہ سوم کے لحاظ سے دوم مین میل کچیل ہی وہ دور ہوا تو درجہ سوم
مین چہارم کی نسبت کچھ میل کچیل ہی علی ہذا القیاس مراتب کی حد نہین الا وہ مرتبہ کہ جسپر حضرت سرور عالم محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہین ولیکن
وہ نبوت اللہ تعالے کی اصطفائیت ازلیہ ہی کہ دوسرے کے لیے بالکل ناممکن ہی ولیکن حد معلوم ہی اور تجھے معلوم ہوچکا کہ معراج وغیرہ مین
جب آپ کا سینہ چاک کیا گیا تو جبرئیل علیہ السلام نے سینہ کو غسل دیا اور بعض روایات مین ایک چیز نکالی اور کہا کہ بس اسقدر
آپ سے حظ الشیطان تھا تو پھر اب قیاس کرسکتے ہو کہ دیگر انبیاء مین بھی ہوگا اور قیاس کرسکتے ہو کہ عوام مین کسقدر شدت ہوگی۔ جب

یہ معلوم ہوا تو معلوم ہوگیا کہ بعد ایمان کے بھی مراتب اعلیٰ کی نسبت کرکے آدمی مین امراض رہتے ہین مگر وہ کوئی مرض اس قسم کا نہین ہے جسکی سزا دائمی دوزخ ہو اب سنو کہ شیخ رحمہ نے یہان کچھ اشارات ذکر کیے کہ قرآن مجید خطاب الٰہی اپنے بیمار بندون کے ساتھ ہے پس جو اولیا رہین انہین بھی مریض محبت اور بیمار شوق و سقیم عشق کے واسطے شفا ہے اور ایسے ہی جو کوئی معرفت کے بوجھ سے دب گیا ہو یا توحید کی عظمت سے مضمحل ہو اُسکے لیے شفا ہے پس قرآن ہر مریض کے واسطے شفا ہے اور ہر ایک کے واسطے شفا اسکے مرض کے موافق ہے پس جہان شوق دلانے کا خطاب ہے وہ شائقین کے شوق کا علاج ہے اور خطاب صحبت شفاے مریض محبت ہے اور خطاب معرفت شفاے مجروحان معرفت ہے اور خطاب توحید شفاے بیماران توحید ہے پس تجلی صفات و سبحات ذات سے جب انکو دوا پہونچتی ہے شفا رہوتی ہے اور ایسے لوگون کی دوا رسے یہ مطلب نہین کہ یہ مرض زائل ہوجاوے کیونکہ یہ مرض ہی نہین بلکہ ہزار وصد ہزار تندرستی اسپر قربان اسکے نام پر قربان ہے[ل] اسیرش نخواہد رہائی زبند + شکارش نجوید خلاص از کمند + نشاید بدارو دوا کردشان + کہ کس مطلع نیست بر دردشان + ولیکن مزید انکے حق مین تسکین ہے اور تقلیل یعنی فراق انکے حق مین ہلاک ہے۔ پھر قرآن پاک مومنین کے واسطے رحمت ہے تو ظاہر کی راہ سے معاملات مین رحمت ہے اور حالات کی راہ سے عارفون کے واسطے خاص رحمت ہے۔ شیخ استاد رحمہ نے کہا کہ قرآن شفا ہے علما ر کے واسطے بیماری جہل کی شفا ہے اور یہ مت کہو کہ دوا ہے اسلیے کہ اور دوا رسے احتمال ہوتا ہے کہ شفا ہو یا نہ ہو اور یہان قطعی شفا ہے اور مومنون کے واسطے بیماری شک سے شفا ہے اور عارفون کے واسطے مرض نکرت سے شفا ہے یعنی نکرت زائل ہوجاتی اور معرفت آجاتی ہے۔ اور محبین کے واسطے سوزش اشتیاق و محبت و انس سے شفا ہے اور مریدین و طالبین کے لیے مرض مایوسی سے شفا ہے۔ قولہ واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونا بجانبہ۔ اشارہ حقیقت مین اُسکا تعلق بندہ عارف سے بھی ہوتا ہے اور وہ خاصیت حدوث مین سے ہے پس جب اُسنے رائحۂ اتحاد کی خوشبو پائی عبودیت سے سرگران ہوا اور یہ عیب و گمراہی ہے اور بات یہ ہے کہ جب عارف پر انعام عظیم کیا باین طور کہ اسکو متصف بصفات فرمایا تو وہ خوشبوے انس و نور قدس سے خوش وقت ہوا اور حق کو بجی اسکے نفس فعل مین دیکھا اور وہ اسکا فعل ہے تو حالت سکر مین انانیت کا دعوی کر بیٹھا اور بغیر تکلف بشریت و رعونت نفس کے حالت وجد مین مقام عبودیت سے اعراض کیا پس اس حالت مین اللہ تعالےٰ اس سے اس لطف کو درجہ بدرجہ کم کرکے اس حال سے محجوب فرماتا ہے اُسوقت وہ اس مقام سے مایوس اور اپنے دعوی سے خجل ہوجاتا ہے اقول شیخ منصور رحمہ نے اسی مقام مین دعوی کیا اور حضرت غوث اعظم سید عبد القادر علیہ الرحمہ سے مروی ہے کہ اگر مین ہوتا تو اسکو اس ضلالت سے نکال لیتا۔ اور شاید مراد اس سے فقط تنبیہ ہے ورنہ امور قدر اپنے حال پر بمشیت الٰہیہ جاری ہین اور شاید حق تعالےٰ نے مشروط فرمایا ہو واللہ اعلم۔ شیخ واسطی رحمہ نے اس مقام مین کہا کہ نعمت پر نظر کرکے منعم سے مُنھ موڑا اور سب سے بڑی نعمت ہدایت و ایمان و معرفت و ولایت ہے اور بندہ کبھی خود اس سے چھوٹتا نہین کہ اسکو اپنے نفس سے دیکھتا ہے حالانکہ سب اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہے پس یہی منعم عز وجل سے اعراض ہے کہ اپنی نفس سے دیکھے اور یہ کہ طاعت سے اپنے واسطے نور دیکھے اور اس سے لذت حاصل کرے اور طاعت پر سکون و اطمینان ہو جائے کہ اس سے مین دوزخ سے چھوٹا۔ شیخ اُستاد رحمہ نے کہا کہ جب ہم اس سے موجبات خوف دور کردیتے ہین اور امال کی رسی ڈھیلی کردیتے ہین اور اسباب وسامان رفاہیت اسکے لیے مہیا کردیتے ہین تو اسپر نسیان چھا جاتا ہے اور اسباب عصیان اسکے دستگیر ہوتے ہین تو شکر سے برطرف ہوکر موافقت شریعت و طریقت سے مُنھ موڑ جاتا ہے قولہ تعالیٰ قل کل یعمل علی شاکلتہ۔ فطرت بحسب اختلافات مقام مختلف ہے پس عارفین کی فطرت تو مقامات عرفان کے واسطے مخلوق ہے اور موحدین کی فطرت مقامات توحید کے واسطے اور محبین کی فطرت مقامات محبت کیلیے

[ل] اس کا اسیر خلاصی نہین چاہتا اُس کا شکار بھی رہائی کا خواہان نہین - یہ مریض دوا بھی کرنا نہین چاہتا - اسلیے کہ اسکے درد کی کسی کو خبر ہی نہین ۱۲ سید جعفر علی عفی عنہ

اور متوسطین اہل الایمان ویقین کی فطرت واسطے معاملات وشرائع ودین کے مفطور ہو اور اہل مشاہدہ کی فطرت واسطے شہود وصفات
کے اور تجلی ذات کے پیدا کی گئی ہو پس اُن مین سے ہر ایک طریقہ عبودیت پر واسطے زیادتی معرفت ربوبیت کے اُسے اپنی فطرت کے موافق
طریقہ پر عمل کرتا رہتا ہو پس ہر ایک کے لیے اسکی فطرت کے واسطے مزید قربت ومکاشفہ ومشاہدہ پیدا ہوتا ہو اور ہر ایک جسکے واسطے تیزی سے
شوق الٰہی وفنا رفی اللہ دیا گیا ہو وہ سب سے زیادہ قریب ہو قولہ فربکم اعلم بمن ہو اہدے سبیلا - وہی ہو جسکے حق مین سرعت فنا منظور ہے
ابن عطار نے کہا کہ ہر ایک کا عمل اسکے سر باطن کی ودیعت پر ہو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعملوا فکل میسر لما خلق لہ یعنی تم لوگ
عمل کیے جاؤ کیونکہ ہر ایک پر وہی آسان ہو یعنی وہی اُس سے ہو سکتا ہو جسکے لیے وہ پیدا کیا گیا ہو شیخ جعفر رح نے فرمایا کہ ہر ایک اُس
مکنون کو ظاہر کرتا ہو جو اُسکے اندر خیر وشر سے ودیعت ہو شیخ استاد رح نے کہا کہ جو چیز ضمائر کو محبوب ہوتی ہو وہی سرائر پر لائح ہوتی ہے
پس جسکا جوہر کدورت سے صاف ہوتا ہو تو اس سے وہی باتین ظاہر ہوتی ہین جو تعریف کے لائق ہین اور جسکی طبیعت کدورت پر مجبول
ہو اُس سے ساتھیون کو بدبو کے سواے مشک کی خوشبو نہین مل سکتی اور نظیر اُسکی قولہ تعالے والذی خبث لایخرج الا نکدا - اور معرفت
اولیاء الٰہی مین سے ہو کہ جمعیت خاطر حاصل ہو واللہ تعالے اعلم - پھر جب معلوم ہوا کہ منشاے خیر وشر انسان کی طبیعت وروح کی اصلیت
ہو تو اسی کے بعد روح کا سوال ذکر فرمایا بقولہ تعالے

وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ ۖ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا

اور پوچھتے ہین تجھ سے روح کو — کہدے کہ روح میرے رب کے امر سے ہو — اور نہین دیا گیا تمکو — علم مین سے مگر قلیل

اس آیت مین ایک مقام یہ ہو کہ سبب نزول اس آیت کا کیا واقع ہوا - دوم روح جس سے سوال ہوا ہو اس سے کیا مراد ہو اور سوم
علم قلیل وآیت کے معنی کیا ہین - بسراج ومعالم وغیرہ مین ہو کہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ قریش نے مجتمع ہو کر آپس مین گفتگو کی کہ محمد صلے اللہ
علیہ وسلم ہم لوگون مین پیدا ہوے اور جوان ہوے اور ہمیشہ صدق وامانت مین رہے کبھی ہم نے دروغ وخیانت سے اُنکو متہم بھی نہین پایا
اور اب انھون نے یہ دعوی کیا تو راے یہ ہو کہ کچھ لوگون کو یہود مدینہ کے پاس بھیجین اور اُنسے دریافت کرین کیونکہ وے لوگ اہل کتاب ہین
پس ایک جماعت کو انھون نے مدینہ بھیجا جنھون نے یہود سے یہ بات ذکر کی تو یہودیون نے کہلا بھیجا کہ تین باتین پوچھو پس اگر سب باتون کا
جواب دیا یا انمین سے کسی کا جواب نہ دیا تو وہ نبی نہین ہو اور اگر دو باتون کا جواب دیدے تو وہ نبی ہو اول اس سے پوچھو کہ زمانہ اول مین
چند جوان تھے جو گم ہوگئے تھے اور انکی ایک شان عجیب تھی وہ کیا قصہ ہو - دوم ایک شخص گذرا کہ مشرق زمین ومغرب زمین کو پہونچا -
سوم روح کیا چیز ہو پس ان لوگون نے واپس ہو کر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ کل کے روز جواب دونگا
اور انشاء اللہ تعالے نہین کہا پس وحی مین تاخیر ہوگئی مجاہد رح نے کہا کہ بارہ روز تک اور بعض کے قول مین پندرہ روز تک اور
بعض کے قول مین چالیس روز تک اور اہل مکہ کہتے تھے کہ ہم سے تو کل کا وعدہ کیا اور اب کچھ خبر نہین دیتے ہین اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم تاخیر وحی سے غمگین ہوے اور اہل مکہ کا قول آپ پر شاق گذرا پھر جبرئیل علیہ السلام وحی لائے قولہ تعالے ولا تقولن لشیٔ انی
فاعل ذلک غدا الا ان یشاء اللہ - یعنی مت کہا کر کسی چیز کو کہ مین کل اسکو کرنے والا ہون مگر آنکہ اللہ تعالے چاہے یعنی جب کسی کام کے
کرنے کو ہو تو انشاء اللہ کہو اور جوانون کے قصہ کو لائے کہ ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم الی آخرہا اور جو مشرق سے مغرب تک پہونچا
اسکے واسطے لائے ویسئلونک عن ذی القرنین الی آخرہا - اور روح کے بارہ مین نازل ہوا - وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ تجھ سے پوچھتے ہین

روح سے یعنی کیا اسکی ماہیت ہی اور کیونکر عذاب ہوگا قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ کہدے کہ روح میرے رب کے امر سے ہی یعنی اسکی
شان سے ہی اور وہی اسکے علم سے آگاہ ہی اور اُسی نے اپنے واسطے مخصوص رکھا ہی۔ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا اور تم کو جو
علم دیا گیا ہی وہ بہت تھوڑا ہی اس فہم کے لائق نہین ہی۔ زمخشری رح نے کشاف مین کہا کہ پس آپ نے دونون قصے بیان فرمائے اور
تیسرا امر روح مبہم رکھا اور وہ توریت مین بھی مبہم ہی پس جب یہود کو معلوم ہوا تو اپنے سوالات سے بہت پشیمان ہوے۔ امام رازی نے
جو اس روایت مین بعض کا طعن ذکر کیا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہی کہ آپ کہتے کہ مین اسکو نہین جانتا ہون حالانکہ وہ خلق مین مشہور مسائل سے
ہی۔ جواب یہ کہ یہ طعن محض بیہودہ ہی کیونکہ جواب نہ دینا علامات نبوت سے ہی کیونکہ انکے سوال کا تو واقعی جواب دیدیا لیکن وہی جواب دیا
جو اللہ تعالے نے حکم دیا اور جسکی ماہیت وہ نہین جان سکتے تھے اسکا بیان کیونکر ہو سکتا تھا اور خیال امام رازی کا کہ روح وہ نفس مدبرہ
واسطے بدن کے ہی محض وہم ہی۔ بالجملہ یہ روایت دلیل ہی کہ یہ آیت مکہ مین اُتری ہی اور تمام سورہ مکی ہی۔ امام ابن کثیر رح نے اور دوسرون نے
بھی ذکر کیا کہ امام احمد رح نے عبد اللہ بن مسعود رض سے روایت کی کہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرب المدینہ مین چلا جاتا تھا اور
آپ ایک جریب خرما پر تکیہ دیے تھے کہ آپ کا گذر ایک قوم یہود پر ہوا پس بعض نے بعض سے کہا کہ اس شخص سے روح کا سوال کرو
اور بعض نے کہا کہ مت پوچھو کہ ایسی بات نہ کہے جو تم کو مکروہ ہو بعض نے کہا کہ پوچھو پس روح کا سوال کیا پس آپ برابر اس شاخ خرما پر
تکیہ دیے تھے مجھے معلوم ہوا کہ آپ پر وحی کیجاتی ہی پھر آپ نے کہا ویسئلونک عن الروح الآیہ۔ پھر بعض یہود نے بعض سے کہا کہ ہم نے تو
تم سے کہا تھا کہ اس سے مت پوچھو۔ رواہ البخاری ومسلم۔ اور بخاری کی روایت مین ہی کہ پھر انھون نے روح کا سوال کیا مگر آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم ٹھہر گئے کچھ جواب نہین دیا پس مین نے جانا کہ آپ پر وحی کیجاتی ہی پس مین اپنی جگہ پر ٹھہر گیا جب وحی اتر چکی تو آپ نے کہا
ویسئلونک عن الروح الآیہ۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ظاہر سیاق بادی الراے مین مقتضی ہی کہ یہ آیت مدنیہ ہی اور نزول اسکا اسوقت ہوا ہے
جب یہود نے مدینہ مین آپ سے روح کا سوال کیا ہی باوجودیکہ یہ سورہ پوری مکیہ ہی اور جواب اسکا یون دیا جاتا ہی کہ ہو سکتا ہی کہ مکہ مین اتری
پھر دوبارہ مدینہ مین نازل ہوئی اور شاید یہ ہو کہ اُسوقت یہ وحی نازل ہوئی ہو کہ انکے سوال کا جواب اس آیت سے دیدے جو پہلے اُتر چکی ہے
مترجم کہتا ہی کہ کلام مین ایک اشارہ اسطرف پایا جاتا ہی اور وہ یہ ہی کہ روایت مین اسطرح مذکور ہی کہ جب وحی اُتر چکی تو آپ نے کہا
ویسئلونک الخ اور یون نہین کہ پڑھا پس اشارہ ہی کہ سابق نزول کی آیت سے جواب دیا اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ منجملہ دلائل کے
جنسے معلوم ہوتا ہی کہ یہ آیت مکیہ ہی ایک یہ ہی جو امام احمد رح نے بسند جید بواسطہ عکرمہ کے حضرت ابن عباس رض سے روایت کی کہ قریش نے
یہود سے کہلا بھیجا کہ ہمکو کوئی بات بتلا دو کہ ہم اُس شخص سے اسکا سوال کرین پس یہود نے کہا کہ اس سے روح کو پوچھو تو قریش نے پوچھا
پس یہ آیت نازل ہوئی ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ پھر یہود نے کہا کہ ہم کو تو علم کثیر دیا گیا
ہی ہم کو تو توریت عطا ہوئی ہی اور جسکو توریت ملی اسکو حکمت وخیر کثیر عطا ہوئی تب اللہ تعالے نے نازل فرمایا قل لو کان البحر مدادا لکلمات
ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی الآیہ۔ اور ابن جریر کی روایت مین اسی اسناد سے عکرمہ رح سے ہی کہ تب اللہ تعالے نے نازل فرمایا
ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمات اللہ الآیہ۔ یعنی تم کو جو علم دیا اور اس سے اللہ تعالے نے تم کو
دوزخ سے نجات دی تو یہ خیر کثیر ہی ولیکن وہ اللہ تعالے کے علم کے مقابلہ مین قلیل ہی۔ محمد بن اسحاق نے عطاء بن یسار سے روایت کی کہ
مکہ مین اتری وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کی تو احبار یہود آئے اور کہنے لگے کہ ہم کو یہ خبر

پہونچی ہی کہ تم پڑھتے ہو کہ ما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ تو کیا ہم کو آپ نے مراد لیا یا اپنی قوم کو مراد لیا ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے سب کو مراد لیا ہے وہ کہنے لگے کہ آپ پڑھتے ہین کہ ہم کو توریت دی گئی ہی اور اسمین ہر چیز کا بیان ہی پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بمقابلہ علم الٰہی کے قلیل ہی اور تم کو اللہ تعالے نے اسی قدر دیا ہی کہ اگر تم اسپر عمل کرو تو تمھین نفع ہو اور نازل فرمایا اللہ تعالے نے ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ الآیہ۔ مترجم کہتا ہی کہ خلاصہ یہ ہوا کہ اس آیت کا نزول مکہ مین ہوا اور مدینہ مین اسی کے موافق یہود کو سوال روح کا جواب دیا گیا اور جب انھون نے اپنے علم کو قلیل نہ مانا تو آیہ ولو ان ما فی الارض الآیہ اتری ہی۔ اب رہا کلام اسمین کہ سوال کس بات کا اور کس چیز کا ہی تو ظاہر قول علماء تفسیر کا یہ ہی کہ سوال روح کی ماہیت سے تھا اور نہ آثار اسکے ظاہر ہین ولیکن ابن کثیر رح نے روایت عوفی رح از ابن عباس رضہ نقل کی کہ بات یہ تھی کہ یہود نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم کو آگاہ کرو روح سے اور کیونکر روح کو جو جسم مین ہی عذاب کیا جائیگا اور روح تو اللہ تعالے کی طرف سے ایک امر ہی۔ جب آپ نے اس آیت کریمہ سے جواب فرمایا تو کہنے لگے کہ یہ آپ کے پاس کون لایا ہی آپ نے فرمایا کہ جبرئیل میرے پاس اللہ تعالے عزوجل کے پاس سے لایا ہی کہنے لگے کہ آپ کے پاس ہمارا دشمن لایا ہی تو اللہ تعالے نے نازل فرمایا قل من کان عدوا لجبرئیل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ الآیہ۔ مترجم کہتا ہی کہ اس سے معلوم ہوا کہ سوال روح و اسکی کیفیت عذاب دونون سے تھا پھر شیخ امام نے لکھا کہ قتادہ رح نے کہا کہ روح سے مراد یہان جبرئیل ہین اور قتادہ رح نے کہا کہ ابن عباس اسکو چھپاتے تھے۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ روح ایک فرشتہ ہی ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ ایک قول ہی کہ مراد یہان ایک ایسا عظیم الخلقۃ فرشتہ ہے کہ جتنی سب مخلوقات ہی اور طبرانی رح نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالے کا ایک فرشتہ ہی اگر اس سے کہا جاوے کہ ساتون آسمانون و زمینون کو ایک لقمہ کرلے تو وہ کر جاوے اسکی تسبیح یہ ہی کہ سبحانک حیث کنت شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہی اور شیخ ابو جعفر ابن جریر رح نے بسند منقطع راوی مجہول سے حضرت علی بن ابی طالب رضہ سے روایت کی کہ انھون نے اس آیت مین کہا کہ روح ایک فرشتہ ہی جسکے ستر ہزار منھ ہین اور ہر منھ مین ستر ہزار زبانین ہین ہر زبان سے ستر ہزار لغات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہی اور ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہی جو قیامت تک ملائکہ کے ساتھ پرواز کرتا ہی شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ اثر اسناد مین غریب ہے اور عجیب ہی۔ اور سہیلی نے کہا کہ حضرت علی رضہ سے مروی ہی کہ روح ایک فرشتہ ہی اسکے ایک لاکھ سر ہین اور ہر سر مین ایک لاکھ چہرہ ہین اور ہر چہرہ مین ایک لاکھ منھ ہین اور ہر منھ مین ایک لاکھ زبانین ہین ہر زبان سے مختلف لغات مین اللہ تعالے کی تسبیح کرتا ہی سہیلی رح نے کہا کہ بعض کے قول مین مراد اس سے ایک قسم ملائکہ کی ہی جو بنی آدم کی صورت پر ہین اور بعض کے قول مین ایک مخلوق ہی کہ وے ملائکہ کو دیکھتے ہین اور ملائکہ انکو نہین دیکھتے ہین پس وے ملائکہ کے حق مین ایسے ہین جیسے آدمیون کے حق مین ملائکہ ہین۔ سراج مین لایا کہ ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ روح وہ جبرئیل ہین اور یہی قول حسن و قتادہ رح کا ہی۔ مجاہد رح نے کہا کہ مخلوق ہین بصورت بنی آدم انکے ہاتھ پاؤن و سر ہین نہ وے فرشتہ ہین اور نہ آدمی ہین اور کھانا کھاتے ہین۔ سعید بن جبیر رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے سواے عرش کے کوئی مخلوق روح سے بڑی نہین پیدا کی اگر وہ چاہے کہ ساتون آسمانون و زمینون کو ایک لقمہ کرلے تو کر جاوے روح کی خلقت بصورت ملائکہ ہی اور اسکے چہرہ کی صورت آدمیون کے مانند ہی وہ قیامت کے روز عرش کے دائین جانب کھڑے ہونگے اور ستر حجابون مین سب سے زیادہ قرب الٰہی روح کو ہی اور وہ اہل توحید کی شفاعت کرتے ہین اور اگر روح و ملائکہ کے درمیان پردہ نور نہ ہو تو سب ملائکہ جل جاوین شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ سہیلی رح نے کہا کہ بعض لوگون نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہود کو جواب نہ دیا اس وجہ سے کہ انھون نے تعنت کے طور پر پوچھا تھا اور بعض نے کہا کہ جواب دیا

اور سہیلی رحہ نے اسپر اعتماد کیا کہ قولہ قل الروح من امر ربی۔ امر سے مراد شرع ہی یعنی شرع مین داخل ہو اور تمکو معلوم ہے کہ اسکے معرفت کی کوئی راہ بطور طبیعت یا فلسفہ کے نہین ہی بلکہ اُسکا علم از راہ شرع ہو سکتا ہی تو شرع مین داخل ہو۔ شیخ ابن کثیر رحہ نے کہا کہ سہیلی رحہ نے جو مسلک اختیار کیا یعنی شرع مین روح کا علم ہو سکتا ہے مقام نظر و تامل ہی پھر سہیلی رحہ نے علماء کا اختلاف اس بارہ مین نقل کیا کہ روح وہی نفس ہی یا اور ہی اور تقریر یہ کی کہ وہ ایک ذات لطیف مانند ہوا کے ہی تمام جسم مین ساری ہی جیسے درخت کی رگون مین پانی ساری ہوتا ہی اور مقرر کیا کہ فرشتہ جو روح کو جنین مین پیٹ کے اندر پھونکتا ہی وہی نفس بشرط اتصال بدن ہی اور بدن سے اسکو مدح یا مذمت حاصل ہوتی ہی پھر وہ یا نفس امارہ ہی یا نفس مطمئنہ ہی اور کہا کہ جیسے پانی درخت کے واسطے حیات ہی پھر اسکے اختلاط سے پانی کا ایک خاص نام ہو جاتا ہی مثلاً انگور مین ملا پھر نچوڑا گیا تو وہ پانی نہین ہی بلکہ دبس یا خمر ہے اور اسوقت مین اسکو پانی کہنا بطور مجاز ہی ایسے ہی نفس کو روح بھی نہین کہا جاتا مگر اسی مجاز طور پر کہتے ہین اور یون ہی روح کو بھی نفس بطور مجاز کہہ سکتے ہین پس حاصل اس قول کا یہ ہی کہ روح تو نفس کی اصل و اسکا مادہ ہی اور نفس مرکب از روح و اتصال روح ببدن ہی پس روح نفس ہی ایک وجہ سے نہ ہر وجہ سے اور یہ معنی عمدہ ہین واللہ اعلم مین کہتا ہون کہ لوگون نے روح کی ماہیت اور اسکے احکام مین کتابین تصنیف کی ہین اور سب سے عمدہ جس نے اسمین کلام کیا ہی وہ حافظ ابن مندہ ہی۔ سراج وغیرہ مین ہی کہ بعض کے نزدیک آیت مین روح سے مراد وہ روح ہی جو انسان کی خلقت مین مرکب ہوتی ہی جس سے انسان کی حیات ہی۔ امام محی السنہ نے معالم مین کہا کہ یہی اصح ہی اور ایک قوم نے اسمین کلام کیا کہ وہ کیا چیز ہی تو بعض نے کہا کہ وہ خون ہی کیا نہین دیکھتے کہ جب آدمی مرجاتا ہی تو اسمین سے کچھ زائل نہین ہوتا سواے خون کے۔ اور ایک قوم نے کہا کہ وہ سانس ہی اس دلیل سے کہ سانس کے روک لینے سے حیوان مرجاتا ہی اور ایک قوم نے کہا کہ وہ جسم کے اعراض مین سے ہی اور ایک قوم نے کہا کہ وہ جسم لطیف ہی اور بعض نے کہا کہ روح ایک معنی ہین جنمین نور و طیب و علم و علو و بقاء مجتمع ہی تو نہین دیکھتا کہ جب آدمی زندہ ہوتا ہی تو اسمین یہ تمام صفات موجود ہوتے ہین اور جب مرا تو یہ سب زائل ہو جاتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ اقوال اس قسم کے ہین کہ انہین سے خود ایک دوسرے کی تردید کرتا ہی مثلاً جنھون نے دعوی کیا کہ روح وہ خون ہی انپر لازم آتا ہی کہ خون زائل ہونے کے ساتھ علم وغیرہ بھی زائل ہوا ہی حالانکہ دماغ موجود ہے اور یہ خیال تو صحیح ہی کہ شاید اسی روح کے ساتھ خون زائل ہوتا ہو تو اسی پر کیونکر یقین کر لیا جاوے کہ وہ فقط خون ہی اور اسمین کچھ شک نہین کہ دیوانہ و مجنون کے اندر بہت زیادہ خون ہوتا ہی مگر ان اوصاف سے بے بہرہ ہی اور وہی خون دوسرے جانورون مین بھی بکثرت ہے تو خواہ مخواہ اس جسم کی ترکیب کو دخل ہوا و علی ہذا القیاس باقی اقوال کی بھی یہی کیفیت ہی۔ امام محی السنہ نے معالم مین کہا کہ اقوال مین سے اولی قول ہے کہ روح کی ماہیت کو اللہ تعالے کے علم پر چھوڑا جاوے اور یہی اہل السنہ والجماعہ کا مذہب ہی۔ عبد اللہ بن بریدہ نے کہا کہ اللہ تعا نے روح پر کسی مقرب فرشتہ و پیغمبر مرسل کو مطلع نہین کیا پھر واضح ہو کہ ما اوتیتم کا خطاب فقط عوام و یہود کو ہوا یا حضرت صلے اللہ علیہ و سلم بھی شامل ہین پس بعض نے کہا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہین شامل ہین اور بعض نے کہا کہ شامل ہین اور مروی ہی کہ یہود نے کہا کہ کبھی تو آپ کہتے ہین ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ اور کبھی یہ کہتے ہین کہ ما اوتیتم من العلم الا قلیلا حالانکہ ہمکو توریت عطا ہوئی ہے۔ علامہ زمخشری نے کہا کہ یہود نے جہالت سے جو اعتراض کیا کچھ بھی وارد نہین ہوتا اسواسطے کہ قلت و کثرت معنی اضافی ہین مثلاً لاکھ روپیہ بہت ہی لیکن بہ نسبت سو یا ہزار کے ولیکن بہ نسبت ہزار کرور کے بہت قلیل ہی تو ایک ہی چیز اپنے اوپر کی نسبت قلیل ہوتی ہی اور اپنے نیچے کی نسبت کثیر ہوتی ہے لہذا بمقابلہ علم الہی کے بندون کا علم بہت قلیل ہے اور بندون مین سے جسکو علم الکتاب ہی وہ غیرون سے

کثیر العلم ہی بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم روح کے معنی جانتے تھے ولیکن اس سے آگاہ نہ فرمایا اور یہان آگاہ کرنا رسالت مین مضر نہین ہے اسواسطے کہ یہ علم نبوت سے متعلق ہی بلکہ پیغام کے طور پر اسکو نہ پہونچانا مفروض تھا۔ امام بغوی رح نے معالم مین کہا کہ اصح یہ ہی کہ روح کا علم اللہ تعالے نے اپنے ہی تک مخصوص رکھا ہی۔ اور ابو یزید سے مروی ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم گذر گئے اور آپ روح کو نہین جانتے تھے۔ امام رازی رح نے کہا کہ قولہ قل الروح من امر ربی یعنی میرے رب کا فعل ہی اور یہ جواب دلالت کرتا ہی کہ انھون نے یہ سوال کیا تھا کہ روح قدیم ہی یا حادث ہی تو جواب دیا کہ نہین بلکہ حادث ہی اور اسکا وجود اللہ تعالے کے فعل سے ہوا ہی اُسی نے اسکو پیدا وایجاد کیا ہی پھر امام رازی نے اسپر یہ حجت پیش کی کہ روح ابتدائے فطرت مین علوم سے خالی ہوتی ہی اور اسکو معرفت حاصل نہین ہوتی ہی پھر اسکے بعد اسکو معارف وعلوم حاصل ہوتے جاتے ہین پس وہ ہمیشہ ایک حال سے دوسرے حال پر اور ایک حد نقصان سے بجانب کمال تغیر وتبدل کرتی جاتی ہی اور یہ تغیر وتبدل حدوث کی علامت ہی لہذا قولہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ یہ دلیل ہی اس امر کی کہ روح حادث ہی چنانچہ تم کو ابتدائے فطرت سے اسوقت تک اکتساب سے علوم حاصل ہوئے تو یہ تغیر واقع ہوا پس تمھاری روح حادث ہی۔ سراج مین خطیب رح نے کہا کہ امام رازی کی طرف سے یہ قول لطیف ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ میرے نزدیک صواب یہی ہی کہ پوچھنے والون نے ماہیت روح سے سوال کیا اور انکو جواب ملا کہ تم کو علم قلیل دیا گیا ہی اور یہ بات کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس خطاب مین شامل ہین یا نہین تو شاید کہ نہ شامل ہون اور مؤید اسکی وہ روایت صحیح ہی کہ آحاد قراءت مین وما اوتوا من العلم الا قلیلا۔ آیا ہی یعنی پوچھنے والون کو علم قلیل عطا ہوا ہی۔ پھر یہ ممکن ہی کہ بہت سے علماء یا سب ہی ماہیت روح سے واقف نہ ہون کیونکہ مرجع اسکا امر اللہ عز وجل ہے اور صفات باری تعالی کی کُنہ حقیقت سے کوئی آگاہ نہین ہو سکتا ہی اور رہا سوائے کُنہ حقیقت کے اور طور پر علم الروح تو اس سے سکوت ہے اور اولی یہان وہی ہی جو امام محی السنہ نے کہا کہ یہ علم جناب باری تعٰ کی طرف موکول کرنا چاہیے۔ ہان یہ ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ اقوال پریشان جنھون نے جسمانیات ومحسوسات مین کلام کیا اور چاہا کہ جسم کے اجزاء مین سے روح کو بھی قرار دین اور محسوسات کی نظر سے تجاوز نہین کر سکے تو اس مین حق یہ ہے کہ جسم واسکے حواس وغیرہ دوسری چیز ہین اور روح لطیفۂ الٰہیہ دوسری چیز ہی اور مومن کی روح خوشبودار نہایت پاکیزہ خوشبو کے ساتھ ہوتی ہی اور کافر کی روح بدبودار نہایت گندی بدبو کے ساتھ ہوتی ہی۔ اور اکابر اہل الحق نے روح کے واسطے حواس علیحدہ ثابت کیے ہین اور وہ صحیح ہی حتی کہ اگر جسمانی بعضے اعضاء وحواس باطل ہون اور روحی حواس اس شخص کے ظاہر ہو گئے ہون تو کچھ ضرر نہ ہوگا مثلاً ممکن ہی کہ بے پاؤن کا آدمی تیز دوڑے۔ اور سہیلی رح نے جو روح ونفس مین تفرقہ وامتیاز بیان کیا تو ایک مجہول سے دوسرے مجہول مین امتیازی گفتگو ہی کہ اس معنی مین نفس بھی مجہول ہی اگر نفس سے سوال کیا جاوے تو روح کا جواب ہوگا پس نہایت عمدہ یہی ہی کہ اسقدر جان لیوے کہ وہ جسم کے اجزاء مین سے نہین ہی پھر زیادہ اسمین کلام بیکار ہی بلکہ اللہ تعالے عز وجل کی فرمانبرداری پر ثابت قدم ہو کر پاکیزہ ہو کہ سوائے ماہیت کے اور طور پر خود ہی علم حاصل ہوگا انشاء اللہ تعالے اور یہ موقوف بفضل الٰہی ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ویسئلونک عن الروح الآیہ اللہ تعالے نے ظاہری علوم رسمی مین علم روح کو مبہم فرمایا مگر انبیاء واولیاء کے واسطے علم مکاشفہ مین اُسکو ظاہر کر دیا اسطرح کہ مکاشفہ مین انکو روح مع اوصاف کے دکھلا دی اور یہ اللہ تعالے کا ایک بھید اُنکے پاس ہوتا ہے اور وے اُسکو چھپاتے ہین کیونکہ افہام خلق کے اسقدر ادراک نہین کر سکتی ہین ولیکن انبیاء واولیاء اس روح کی ماہیت سے واقف نہین ہوتے ہین۔ قال المترجم مین نے جو کچھ اوپر لکھا اسکے لکھنے کے بعد شیخ رحمہ اللہ کے اشارات مین اس بیان پر مطلع ہوا

الحمد للہ کہ میرے اوہام مذکورہ شیخ رحمہ اللہ کے علم مکاشفہ سے موافق ہوئے ثم الحمد للہ علی ذلک پھر شیخ رحمہ اللہ نے ماہیت روح پر وقوف نہ ہونیکی
دلیل بیان فرمائی کہ اسوجہ سے کہ اللہ تعالے فرماتا ہی کہ قل الروح من امر ربی۔ اور اسکی ماہیت پر کوئی مطلع نہین سوائے اسکے پیدا کرنیوالے کے
اور خلق اسکی ماہیت پر کیونکر مطلع ہو کیونکہ خلق بھی معدوم تھی اور وہ بھی معدوم تھی پھر اُسپر حق عزوجل نے ذات وصفات قدسیہ کو بصفت
تجلی وکشف کے عیانا بدون حجاب عدم کے ظاہر کرکے اسکو پیدا کیا وہی روح ہی پس روح کو اللہ تعالے نے اپنی قدرت قدیمہ اور ارادہ
ازلیہ سے اُسوقت ایجاد کیا جب کہ صفات نے ذات کو اور ذات نے صفات کو مشاہدہ کیا اور ہر صفت نے دوسری صفت کو مشاہدہ کیا اور
صفات نے فعل کو مشاہدہ کیا اور فعل نے عدم کو مشاہدہ کیا پس موجود مباشر معدوم ہوا اور قدم کے مباشر عدم ہونے سے ظہور روح ہوا اور
وجود روح ہوا جو موجود بوجود ذات وصفات ومشاہدات ہی اور شہود روح بصفت ظہور کامل جامع متصف بصفات حق متخلق باخلاق
حق ہی اور اسکا یہ مرتبہ پہونچا کہ فیض فعل سے تمام جہان کو محیط ہی یعنی تمام ثمرات اسی سے ہین پس جہان کہین اسکا عکس پڑتا ہی اسکو حیات
کاملہ تامہ حاصل ہوتی ہی کہ پھر موت نہین رہتی ہی اور اُسکے خاصہ سے ہی کہ وہ ہر خوبصورت مستحسن کی جانب میل کرتی ہی اور ہر آواز پاکیزہ
اور خوشبوے پسندیدہ کی طرف میل کرتی ہی کیونکہ اسکا جوہر لطیف پاکیزہ ہی۔ ظاہر اسکا غیب اللہ ہی اور باطن اسکا سر اللہ ہی اور وہ مصور
بصورت آدم ہی اور خلق اللہ آدم علی صورتہ۔ کے یہ معنی ہین کہ اللہ تعالے نے آدم کو اُسی کی صورت پر پیدا کیا ہی اور جب اللہ تعالے نے
آدم کو پیدا کرنا چاہا تو اسکی روح حاضر فرما کر آدم کو اُسی روح کی صورت پر پیدا کیا اسی واسطے حدیث مین وارد ہوا کہ خلق اللہ آدم علی
صورتہ۔ ابہام کے ساتھ فرمایا بضمیر مذکر یعنی علی صورتہ اور علی صورتہا نہین فرمایا اگرچہ روح مونث سماعی ہی۔ ابن عباس رضؓ نے کہا کہ روح
ایک مخلوق ہی اللہ تعالے کی مخلوق مین سے اُسکو اللہ تعالے نے آدم کی صورت پر پیدا کیا ہی یعنی ہر آدمی کی روح اسکی صورت پر ہی اور جو
آسمان سے اتارا گیا اُسکے ساتھ ضرور ایک روح ہوتی ہی۔ ابو صالح نے کہا کہ روح مانند ہیأت انسان کے ہی اور انسان نہین ہی۔ مجاہد رح
نے کہا کہ روح بصورت بنی آدم ہی اُسکے ہاتھ پاؤن اور سر ہی وہ کہاتے پیتے ہین نہ وہ آدمی ہین نہ ملائکہ ہین۔ یہ جو مین نے ذکر کیا یہ علم کثیر
نہین ہی بلکہ اللہ تعالے نے تو فرمایا کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا یعنی تمکو قلیل علم ہی اور میرا علم اس قلیل مین سے بھی بہت اقل ہی بعض مشائخ نے کہا
کہ روح شعاع حقیقت ہی جسمون مین اسکے آثار مختلف ہوتے ہین اور بعض نے کہا کہ روح ایک لطیفہ ہی جو اللہ عزوجل کی طرف سے معروف
مقامات مین ساری ہوتی ہی اسکے بارہ مین اسقدر ہم کہ سکتے ہین کہ وہ موجود بایجاد الٰہی ہی اور زیادہ کچھ نہین کہ سکتے ہین۔ واسطی رح نے
فرمایا کہ جب اللہ تعالے نے ارواح اکابر یعنی اپنے خاص بندون کی ارواح کو پیدا کیا تو انپر اپنی معرفت کی چادر اڑھا دی پس خود اپنی
معرفت اُنسے ساقط کردی بوجہ اس معرفت کے اور اپنے علم سے انکو لباس دیدیا جس سے وہ ساقط ہوگیا جو اُسنے اپنی ذاتی علم سے جانا تھا
پس اُسکی معرفت وہی رہی جو حق تعالے نے اُسکو معرفت دی اور اُسکا علم وہی رہا جو حق عزوجل سے اسکو علم حاصل ہوا پھر اس روح کو
اپنی محبت سے جو اسکے ساتھ ہی اسکی محبت پر خالق عزوجل کے ساتھ مصور فرمایا۔ کہا جاتا ہی کہ روح کا خروج از کون ووجود نہین ہوا
کیونکہ اگر خروج اسکا وجود سے ہوتا تو اسپر ذلت ہوتی تو کہا گیا کہ پھر اسکے جمال وجلال کے درمیان سے کس چیز سے نکلی بملاحظہ اشارہ اور
حق عزوجل نے اسکو چادر جمال سے ڈھانپا اور حلہ حسن سے ملبوس فرمایا اور اپنے سلام سے سلامتی دی اور اپنے کلام سے تحیت عطا کی پس
وہ ذلت کُن سے آزاد ہی۔ ابو سعید الخراز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ روح کیا مخلوق ہی فرمایا کہ ہان اور اگر یہ نہ ہوتا تو وہ ربوبیت کا اقرار
نہ کرتی جو عہد ازل کے وقت واقع ہوا ہی اور روح ہی سے بدن پر حیات کا نام ڈالا ہی اور روح ہی سے عقل ثابت ہوئی ہے اور

روح ہی سے حجت قائم ہو اور اگر روح نہ ہوتی تو عقل معطل وبیکار ہوتی اسپر کوئی حجت قائم نہ ہوتی اور نہ اسکی کوئی حجت ثابت ہوتی واسطی رحمہ سے سوال کیا گیا کہ جب روح ظاہر کی گئی تو اسکا ٹھکانا کہان تھا فرمایا کہ ارواح کو اجسام سے پہلے پیدا کیا اور مقبوض فرمایا جہان تھی حتی کہ جو معائنہ کیا وہ عیان ہوا کیونکہ ارواح کے نزدیک یہ دنیا وآخرت برابر ہی۔ پھر جب بیان فرمایا کہ لوگون کو علم قلیل دیا گیا ہو تو تنبیہ کیا کہ اگر حق تعالے چاہے وہ بھی لے لے بقولہ تعالے

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ٥ اِلَّا رَحْمَةً
اور اگر ہم چاہین تو لیجاوین اسکو جو ہم نے تجھے وحی فرمایا ہو پھر تو نہین پاویگا اپنے لیے اسکا ہمپر کوئی وکیل ولیکن رحمت ہو
مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ٥ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا
تیرے رب سے بیشک اسکا فضل تو تجھ پر بہت بڑا ہے کہدے کہ اگر اکٹھے ہون انسان اور جن اس کام پر کہ لا دین
بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ٥ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ
مثل اس قرآن کا تو نہین لادینگے اسکا مثل اور اگرچہ ہوجاوین بعضے بعضون کو مددگار اور بیشک ہم نے لوٹ پھیر کے بیان کردی
فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ز فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ٥
اس قرآن مین ہر ایک مثال سے پھر نہ مانا بہتیرے لوگون نے مگر انکار ہی کیا

اسمین اللہ تعالے نے نعمت قوی وفضل عظیم اپنے بندہ رسول کریم محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم پر بیان فرمایا در بارہ وحی قرآن کے چنانچہ فرمایا۔ وَلَئِنْ شِئْنَا یعنی اگر ہماری مشیت متعلق ہو۔ ارادہ دوسری چیز ہو اور مشیت دوسری چیز ہو کیونکہ جو ارادہ ہوا وہ ضروری ہوتا ہو مشیت سابقہ کفر وایمان کے ساتھ متعلق ہو مگر ارادہ سے فرق ہو اور یہ فرق دلیل کے ساتھ عقائد مین مذکور ہو اور یہان تو یہی فرمایا کہ اگر ہم چاہین۔ لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْ تو لیجاوین اسکو جو کہ۔ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ہم نے تجھے وحی کیا ہو۔ یعنی اگر ہم چاہین تو قرآن تیرے قلب وحفظ سے اور جہان تم لوگون نے لکھ رکھا ہو سب لیجاوین اور اٹھا لیوین۔ خواہ اسطرح عیانا یا دل سے بھلا دین اور لکھا ہوا محو فرمادین اور یہ اگرچہ عادت کے خلاف ہو لیکن اللہ تعالے کی قدرت مین نہایت ہی آسان ہو جب کہ بندہ دوسرے کے ساتھ اسکو بطور بندون کے کرسکتا ہو۔ واضح ہو کہ عادت تو اس چیز کی ہوجاتی ہو جسکو آدمی سو پچاس برس ایک حال پر دیکھتا رہا ہو اور ممکن ہے کہ حکمت الٰہیہ مین اتنی مدت تک یا اس سے زیادہ ہزار دو ہزار برس تک خلاف اس عادت کے ضروری نہ ہو تو خلاف واقع نہ ہوگا اور وہی ایک سلسلہ جاری رہیگا پس عادت واسکی مخالفت کا تو کچھ اعتبار نہین ہو اور یہ جو اس زمانہ مین بہت سے احمق اس کو خلاف عقل سمجھتے ہین اُنسے نہایت تعجب ہو کہ اپنے وجود کو اور تمام چیزون کے وجود کو خلاف نہین سمجھتے اور کیا دلیل رکھتے ہین کیونکہ اصلی دلیل خلقت وپیدائش ہو اور وہ ایک قدرت ہو جیسے اس عنوان سے متعلق ہوئی اسی طرح جس ممکن عنوان سے کہا جاوے ہوسکتا ہے پس جس بات کا ہونا ممکن ہو اُسمین کوئی محال عقلی لازم نہ آتا ہو وہ ہوسکتا ہو اگرچہ ہم نے ایسا کبھی نہ دیکھا ہو اور محال عقلی سے یہ مراد ہو کہ مثلاً جزو اپنے کل سے بڑا ہو یہ محال ہو اور دو نقیض کا ایک حال مین یکجا جمع ہونا محال ہو علیٰ ہذا القیاس۔ جو محال عقلی نہ ہو وہ ممکن ہو اور ظاہر ہو کہ اگر قرآن دل سے بھلا دیا جاوے اور کتاب سے محو کردیا جاوے تو کچھ محال نہین ہو اور یہ اگرچہ واقع نہین ہوا مگر آخر واقع ہوگا چنانچہ شیخ امام ابن کثیر رحمہ نے ذکر فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ لوگون پر ایک سرخ ہوا جانب شام سے آویگی

آخر زمانہ مین ۱۲ ابن کثیر

پس کوئی آیت کسی شخص کے دل مین یا مصحف مین باقی نہ رہیگی پھر ابن مسعود رض نے پڑھا قولہ تعالے وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا
الیک ثُمَّ پھر بعد اس لیجانے کے لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا کوئی کفیل ہم پر اس کام کا اپنے واسطے نہ پاویگا کہ وہ تجھے اس کو
یا اسمین سے ایک آیت کو بھی واپس لادے جیسے وکیل ایسے کام کا ملتزم ہوجاتا ہی مراد کفیل ہی جو ضامن ہوتا ہی۔ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ ط
حرف الا۔ استثنا متصل ہی تو وکیل سے استثنا ہی یعنی وکیل نہ پاویگا مگر رحمت الٰہی کہ اگر پھر رحمت الٰہی ہو تو واپس دیدیا جاوے۔ یا استثنار
منقطع ہی تو تقدیر کلام یہ ہی کہ لکن الانشار رحمۃ من ربک یعنی لیکن ہم ایسا نہین چاہتے رحمت ہی تیرے رب کی تجھپر۔ یا تقدیر یہ کہ لکن رحمۃ
من ربک القینا الی قرب الساعۃ لیکن تیرے رب کی طرف سے رحمت سے ہم نے اسکو قیامت کے قرب تک باقی رکھا ہی کیونکہ قیامت
کے قریب اٹھالیا جائیگا چنانچہ سعید بن منصور نے اور حاکم نے اور طبرانی و بیہقی وغیرہم نے ابن مسعود رض سے روایت کی کہ یہ قرآن
عنقریب اٹھالیا جائیگا۔ پوچھا گیا کہ کیسے اور اسکو تو اللہ تعالے نے ہمارے دلون مین محفوظ کردیا اور ہم نے مصاحف مین لکھ لیا ہی فرمایا
کہ ایک رات مین ہوا آویگی پس نہ چھوڑیگی وہ کوئی آیت دل مین نہ مصحف مین مگر آنکہ اٹھالیجاویگی پھر تم صبح کروگے اس حال مین کہ
تمھارے پاس قرآن سے کچھ نہ ہوگا پھر یہی آیت پڑھی۔ قال الحاکم صحیح الاسناد اور ایسا ہی ایک جماعت صحابہ سے موقوف و مرفوع دونون
طرح مروی ہی۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اللہ تعالے کی رحمت سے باقی ہی اور یہ رحمت بہ برکت حضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی۔ إِنَّ فَضْلَهُ
كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا یعنی فضل الٰہی ہمیشہ سے تجھپر بڑا ہی بسبب اسکے کہ علم و قرآن تجھپر باقی رکھا یا اُسکا فضل تجھپر بڑا ہی اس سبب سے
کہ تجھکو سید اولاد آدم کیا اور خاتم النبیین کیا اور مقام محمود عطا کیا اور قرآن تجھپر باقی رکھا۔ امام رازی نے یہان ذکر کیا کہ اللہ تعؔ کا
احسان دو قسم کا علماء پر ہی اول یہ کہ اللہ تعالے نے اس علم کو انپر آسان کردیا۔ دوم یہ کہ اُنپر محفوظ باقی رکھا پس ہر ذی علم پر واجب ہی
کہ اللہ تعالے کی ان دو نعمتون کو فراموش نہ کرے اور اسکا شکر یہ ادا کرے۔ سراج مین کیفیت رفع القرآن مین حدیث ابن مسعود رض
نقل کی مانند اسکے جو اوپر مذکور ہوئی اور آخر مین اسقدر زیادہ ہی کہ پھر لوگ اشعار مین پڑجاوینگے۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے
مروی ہی کہ نہوگی قیامت یہانتک کہ اٹھالیا جادے قرآن جس راہ سے نازل ہوا ہی وہان اسکی آواز مثل شہد کی مکھی کے آواز کے ہوگی
عرش کے نیچے۔ پس رب عز وجل فرماویگا کہ تیرا کیا حال ہی وہ عرض کریگا کہ اے رب مجھے تلاوت کیا جاتا ہے مگر کچھ عمل نہین کیا جاتا ہے
ایک روایت ابن مسعود رض سے یون ہی کہ اول جو چیز تم اپنے دین سے گم کروگے امانت ہی اور آخر مین جو گم کروگے نماز ہی اور ایک قوم ہوگی
کہ نمازین پڑھینگی اور کچھ دین انمین نہین ہے اور یہ قرآن ہی کہ ایک روز تم صبح کروگے اس حال مین کہ اسمین سے کچھ تمھارے پاس نہ ہوگا
پھر اللہ تعالے نے قرآن کی فضیلت عظیمہ بیان فرمائی جسکو رحمت سے باقی رکھا ہی کہ یہ سوائے رحمت الٰہی عز وجل کے کسی طرح حاصل
نہین ہوسکتا اگرچہ تمام جہان جن وانس وغیرہ جمع ہوکر کوشش و مددگاری کرین یہ تو حال ہی اور کفار عاجز ہوکر اسقدر ہٹ دھرمی
کرتے کہ کبھی ایک آیت و سورہ کے برابر نہ لاسکے مگر کہتے کہ ہم چاہین تو ایسا کہین پس فرمایا قُلْ کہدے عام لوگون سے تاکہ فضیلت
قرآن سے متنبہ ہون اور خاصکر کافرون سے جو دروغ ہٹ دھرمی کرتے ہین کہ۔ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ اگر جمع ہوجاوین سب
انسان وَالْجِنُّ اور سب جن۔ یعنی انسان سب خواہ انکو نہ جانتے ہون یا جانتے ہون کہ بڑے بلیغ و فصیح و حکیم ہین اور جن خواہ کاہن ہون
یا نجومی یا رمال یا کوئی جسکو بڑا غیب دان جانتے ہون یہ سب کے سب مجتمع ہون ایک جگہ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ اس
کام پر کہ لاوین مثل اس قرآن کا۔ بلاغت و حسن نظم مین اور عجائب حکمت اسرار و معانی مین مثل ہو لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ نہین

لاوینگے اسکے مثل یعنی نہین قادر ہین کہ اُسکے مثل لاوین پس قرآن کا اعجاز نظم مین ہو اور بلاغت کی تالیف مین اور اسرار حکمت و معانی
و اخبار غیب مین اور وہ کلام انتہاے بلاغت پر ہو کہ کسی طرح کلام مخلوق سے مشابہ نہین ہو اور اگر کلام مخلوق ہوتا تو اسکے مثل لا سکتے بمترجم
کہتا ہو کہ اسکی بلاغت و فصاحت تو محسوس ظاہر ہو اور اخبار غیب مین بھی معائنہ ہین اور رہے اسرار حکمت و علوم صفات و عجائب دقائق نفس
جو بے انتہا اور دقیق ہین وہ البتہ غیر محسوس ہین کہ بعد علم و عمل کے اللہ تعالےٰ منکشف فرماتا ہو اور اُسوقت آدمی عیاناً جانتا ہو کہ کسی طرح
اسکا مثل امکان مین نہین ہو پھر واضح ہو کہ اسکی فصاحت و بلاغت حسی تو ابتدا سے نزول سے اسوقت تک ہر زمانہ مین کروڑون کی شہادت
سے اسقدر متیقن و ثابت ہو کہ اسمین اب کسی کو توجہ کرنے کی بھی ضرورت نہین ہو کیونکہ علماے ہندوستان و کابل و بخارا و خراسان و فارس
و شیراز و روم و شام بے انتہا روہ گذرے جنھون نے فن بلاغت مین بڑی بڑی کتابین بنائین اور کروڑون شعرا بلیغ و فصیح گذرے
سب نے قرآن کی بلاغت کے سامنے گردن جھکائی نہ اسوجہ سے کہ وے مانتے تھے بلکہ از راہ بلاغت کے جہان ہر قاعدہ پر اشعار عرب و کلام
کی مثالین دین وہان قرآن پاک کی آیت سے جو مثال دی اسمین ظاہر کیا کہ جس بلاغت کی مثال ہو وہ تو اس آیت مین ظاہر ہو علاوہ
اسکے اس آیت مین اتنی بلاغات اور زائد ہین کہ اسی نظم سے اجتماع ہوا ہو پھر سب سے زیادہ دلیل اعجاز قرآن کی یہ ہو کہ تمام عرب جنکی
زبان تھی اور وے اس زمانہ مین بلاغت و فصاحت کے بڑے مدعی تھے اور خانہ کعبہ پر قصائد لٹکائے تھے کہ کون اسکے مثل لاتا ہو جب سے
قرآن مجید نازل ہوا اسوقت سے اسکی بلاغت و فصاحت کے سامنے سب نے اپنا دعوی چھوڑ دیا اور اپنی لن ترانی بھول گئے پس
معلوم ہو گیا کہ تمام عرب نے جس قرآن کی بلاغت و فصاحت کے آگے سر جھکایا تو اب اسمین کوئی تردد نہین ہو سکتا اور یہ بھی معلوم ہوا
کہ اگر اس زمانہ مین کوئی نصرانی یا یہودی یا اور کوئی اسمین کچھ اعتراض پیدا کرے تو اس شدت سے احمق ہو کہ ایک غیر ملک کا آدمی
جس نے کچھ ٹوٹی پھوٹی عربی زبان سیکھی اور خود اہل زبان نہین اور اس ملک کا نہین ہو پھر بھی اسقدر نہین جانتا جسقدر روم و شام
وغیرہ کے علما جنکی تصانیف سے اُسنے کچھ سیکھا ہو متبحر و ماہر تھے تو پھر وہ عرب اہل زبان سے بدرجہا بدتر و بے زبان ہو پھر سابق زمانہ کے فصحاء
و بلغاء عرب سے تو بے انتہا بدتر ہو وہ دعوی کرے کہ اسمین کچھ ہو اور اسکو اپنی حماقت پر شرم نہ آوے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ پس یہی صحیح ہو کہ
یہ قرآن بذات خود بے مثل اور لوگون کو عاجز کرنیوالا ہو۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے محمد بن اسحاق کی روایت کو حضرت ابن عباس سے ذکر کیا
کہ یہود نے آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دعوی کیا کہ ہم اس قرآن کے مثل لا سکتے ہین پس نازل ہوا قولہ لا یاتون بمثلہ۔ وَلَوْ كَانَ
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ یعنی اگرچہ بعضے انمین سے بعض کی پشتی و مددگاری کرین۔ شیخ نے لکھا کہ روایت ابن اسحاق مین نظر ہے
اور یہ سورۃ مکیہ ہو اور یہود آپ کے پاس مدینہ مین مجتمع ہوے تھے مترجم کہتا ہو کہ اصل مین روایت یون ہو کہ جب اہل مکہ سے
تحدی کی گئی کہ تم اس کے مثل ایک سورت لاؤ پھر سب سے چھوٹی سورت لاؤ پھر آیت لاؤ تو قریش نے یہود مدینہ سے اس بارہ مین
استمداد چاہی کہ تم اہل کتاب ہو ہمکو بتلاؤ انھون نے قریش سے کہا کہ ہم اسکے مثل لا سکتے ہین مگر ان گمراہون سے کیا ہو سکتا تھا جب ا
لائے اور قریش و عرب نے خود ضعیف سمجھا تو عاجز ہو کر خاموش ہوے پس اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا کہ قل لئن اجتمعت الانس والجن
الآیہ۔ پس برملا انپر اعلان کر دیا گیا کہ تم لوگ باہم لاکھ مددگاری کرو بلکہ جن و انسان تمام مجتمع ہو جاوین تو اسکے مثل نہین لا سکتے ہین
اسی پر یہ حجت تمام ہو گئی۔ روایت ہو کہ ایک عرب نے بعض آیات سنکر پڑھنے والے کی طرف سجدہ کیا اُسنے کہا کہ مجھے کیا سجدہ کرتا ہے
اُس نے کہا کہ مین بلاغت ان آیات کو سجدہ کرتا ہون۔ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ یعنی ہم نے لوگون کے مختلفہ وجوہ سے لوگون کے

واسطے بیان کیا۔ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ اس قرآن میں مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر ایسے معانی جو نہایت خوبی و خوش اسلوبی میں مثل کے مانند ہیں بعض نے کہا یعنی ہر ایک قسم کی چیزیں وعدہ و وعید و احکام و امثال و قصص و عبرت و توحید و صفات وغیرہ کو اور مِن کل مثل یعنی ہر قسم کی ایک مثال۔ اور مترجم کہتا ہے کہ انہیں تمام نفوس کے وجوہ شامل ہیں یعنی نفوس کے وجوہ مختلف ہوتے ہیں بعض ایک اسلوب کلام سے موافق ہیں اور بعض دوسرے سے مثلاً کسی کو استعارات پسند ہیں اور کسی کو تمثیلات غرضکہ وجوہ نفس کے موافق بھی انہیں موجود ہیں پس جو نفس اس لائق ہے ہر ایک کے واسطے انہیں مواقع ہیں کہ اس نفس میں اثر کریں اور وہ نصیحت پکڑے۔ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا پس انکار کیا اکثر لوگوں نے مگر کفر و انکار کرنا۔ واضح ہو کہ یہ ناس بصورت انسان ہیں جیسے کفار عرب وغیرہ اور معنی انسانیت اور روح پاکیزہ انہیں نہیں ہے لہذا انہیں اس کلام پاک کے نور نے جگہ نہ پائی بلکہ اوہام کی تاریکی کو انہیں موافقت آئی اور بالکل بے بنیاد کو تحقیق سمجھے اور حق کو ناحق مانا۔ اگر کہا جاوے کہ اِلّا استثناء بعد نفی کے ہوتا ہے جیسے ماضربت الا زیداً۔ اور یہ جائز نہیں کہ ضربت الا زیداً پھر ابیٰ اکثر الناس الا کفوراً۔ کیونکر جائز ہوا تو جواب یہ ہے کہ ابیٰ بمعنی نفی ہے گویا کہا کہ فلم یرضوا الا کفوراً۔ اور یہ فصاحت عالی ہے کہ کلام مثبت ایسے عنوان میں ہے کہ مفید نفی و مصحح استثناء رہے۔ پھر جب دلیل سے ثابت ہو گیا کہ قرآن مجید کمال درجہ بلاغت و اعجاز پر ہے جیسے محمد صلے اللہ علیہ وسلم دعوی کرتے ہیں اور کفار عرب و یہود وغیرہ سب اسکے معارضہ سے عاجز ہوے اور حجت حق انپر لازم آئی اور حق غالب ہوا تو مغلوب ہو کر جیسے مبہوت ہوتا ہے کہ بیہودہ ہٹ دھرمی کرتا ہے اسی طرح حیرت میں پریشان ہو کر بیہودگی سے اپنی نفسانیت کے معجزات مانگنا شروع کیے کما قال تعالےٰ

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۙ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ

اور کہنے لگے کہ ہم تو تجھے کبھی نہ مانینگے جبتک یہ نہو کہ تو روان کر دے ہمارے لیے زمین حجاز میں چشمہ یا ہووے تیرے لیے باغ خرمے اور انگور کا

فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۙ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ

پس پھوڑ نکالے تو نہرون کو اسکے درمیان اچھی روانی سے یا گرا دے آسمان کو جیسے تو نے زعم کیا ہے ہمارے اوپر ٹکڑے یا لاوے اللہ

وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا ۙ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى

و ملائکہ کو قبیل یا ہووے تیرے لیے مکان سونے کا یا تو چڑھ جاوے آسمان میں اور ہم تیرے چڑھنے پر بھی نہ مانینگے یہانتک

تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

کہ تو اتار لاوے ہم پر ایک کتاب کہ اسکو ہم پڑھیں تو کہدے کہ پاک ہے میرا رب میں نہیں ہوں مگر ایک بشر بھیجا ہوا اللہ تعالیٰ کا

کفار قریش نے چھ قسم کی باتوں سے عناد پھیلایا اور اصلی مقصود یہ تھا کہ قرآن کے مقابلہ میں ہماری عاجزی سے لوگوں کے دلوں میں وقعت آئی ہے تو ہٹ دھرمی چاہی اور یہ کہ شاید ہوس دنیاوی پر محمد صلے اللہ علیہ وسلم راضی ہو جاویں اور پھر وہی باطل جاری ہو اور انہیں بہت بڑا دخل شیطان کے وساوس کا تھا اور انہیں بڑی حکمت بالغہ الٰہی عز و جل موجود ہے غرضکہ منجملہ چھ معجزات کے اول۔ وَقَالُوْا اور کہنے لگے کفار قریش اور جو عرب انکی دوستی و پیروی میں تھے۔ لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ ہم تو کبھی تجھے نہ مانینگے حَتّٰى تَفْجُرَ یہانتک کہ تو اچھی طرح روان کر دے۔ لَنَا ہمارے لیے۔ مِنَ الْاَرْضِ زمین حجاز میں جو ریگستان بے آب ہے۔ يَنْۢبُوْعًا۔ چشمہ کثیر الماء جس میں کثرت سے پانی ہو اور جوش مارتا ہو کہ کبھی خشک نہ ہو۔ عاصم و حمزہ و کسائی کی قرات میں تفجر بفتح تا و سکون فا کے

لیل یعنی یہ کہ تو روان کر دے یعنی مبالغہ نہین ہے۔ معجزہ دوم۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ یعنی خالی تیرے واسطے ہو جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ
بڑا باغ خرما اور انگور کا۔ عنب پھل انگور کے۔ حالانکہ مراد درختان انگور ہین جیسے نخیل درختان خرما ولیکن عنب کے درخت سے زیادہ
کام کا عنب یعنی پھل ہے۔ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا یعنی اسکے وسط مین تو نہرین جاری کرے پس یہ نفع خود تیری ذات کے واسطے
مخصوص ہوگا اور ہم مان لینگے اسمین غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ملاک الامر انکے نزدیک دنیاوی مال ومتاع کا حصول ہے خواہ کسی کو ہو اور
جسکو یہ نہو وہ خوار ہے۔ معجزہ سوم۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا یا گرا دے تو آسمان کو جیسے تو نے زعم کیا ہے ہم پر ٹکڑے
یعنی جیسے کفر وشرک پر وعید وتہدید کی گئی کہ اللہ تعالے چاہے تم پر آسمان کے ٹکڑے گرا دے سب مرجاؤ تو وہی کہا کہ اچھا یہی کر دے۔
عجب ہے کہ اگر یہ کر دیا جاوے تو کیسے ایمان لاوین حالانکہ انھون نے کہا کہ ہم اسوقت ایمان لاوینگے کہ تو یہ کر دے یا یہ کر دے یا یہ کر دے
مگر مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے تھے اور مراد ان باتون سے یہ تھی کہ نہ یہ چیزین ہونگی اور نہ ماننا پڑیگا مگر
شاید یہ شخص اپنے دروغ سے باز آوے اور بتون کی تعریف وبت پرستی مین رخنہ نہ ہو اور یہ غرض نہ تھی کہ واقعی تصدیق کے لیے کوئی بات ہو
حتی کہ اگر ہوتی تو بھی نہ مانتے کیونکہ وے تو آسمان کے ٹکڑے اپنے اوپر گرواتے اور پھر ایمان لاتے تھے نافع وابن عامر وعاصم کی قرات مین
کسفا بفتح سین ہے جمع کسفہ جیسے قطع جمع قطعہ اور باقیون کی قرات مین سکون سین ہے اور معنی واحد مین جیسے دمنہ کی جمع دمن ہے اور
نصب اسکو بنا بر حالیت کے ہے دونون قراتون پر۔ مطالبہ چہارم۔ اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۔ یا لے آ اللہ تعالے و
ملائکہ کو مقابلہ مین نظر کے یعنی آنکھون کے سامنے ہم سب کو دکھین اور کچھ پوشیدہ نہ ہو۔ مترجم کہتا ہے کہ کس قدر جہالت ودلیری وبیحیائی
تھی کہ اللہ تعالے جل شانہ اپنے خالق عز سلطانہ کے ساتھ اسقدر دلیری کرتے تھے ولیکن سچ یہ ہے کہ سب عوام جاہل ہوتے ہین جن کے
واسطے نور ایمان نہین ہے وہ بے ادبی کرتے ہین۔ اور مراد یہ کہ اپنے ساتھ اللہ تعالے وملائکہ کو ہماری آنکھون کے مقابلہ مین عیاناً لاؤ کہ
تمھاری صدق رسالت پر گواہی دین۔ ضحاک رح نے کہا کہ قبیلاً جمع قبیلہ ہے تو یہ لفظ متعلق بملائکہ ہوگا یعنی ملائکہ کو گروہ گروہ ہر قبیلہ علحدہ
علحدہ لاؤ۔ ابن ہانی نے کہا کہ قبیلاً یعنی کفیل لاؤ کیونکہ کفیل بھی قبیل ہوتا ہے یعنی قبول کرتا ہے۔ معجزہ پنجم یہ کہ دنیاوی منزلت مین
کوئی شان ہو۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ یا تیرے لیے ایک گھر سونے کا ہو۔ یہ قول ابن عباس کا ہے کہ زخرف یعنی سونا اور
ابن مسعود کی قرات بجاے زخرف کے ذہب۔ مروی ہے اور شاید کہ بطور تفسیر پڑھ دیا ہو اور اصل مین زخرف بمعنی زینت ہے۔ سراج مین کہا
کہ من زخرف یعنی سونے کا مزین بزینت ہو۔ اقول یہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور ہمارے نزدیک فقہ مین نہین جائز ہے۔ معجزہ ششم اَوْ تَرْقٰى فِي
یا تو چڑھ جاوے فِي السَّمَآءِ آسمان مین درجہ درجہ اور ہم تجھے چڑھتا دیکھین وَ اور اسپر بھی لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ ہرگز ہم تیرے چڑھنے
پر ایمان نہ لاوینگے حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا یہانتک کہ تو ہم پر ایک کتاب اُتارے۔ اور ہم اس کتاب کو بھی نہ مانینگے جب تک ایسی نہ ہو
کہ نَّقْرَؤُهٗ کہ ہم اسکو پڑھ لین اسمین لکھا ہو کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔ اور حق یہ ہے کہ اگر ایسا واقع بھی ہوتا تب بھی کفار نہین
ایمان لا سکتے تھے اور اس سے مراد انکی فقط یہ تھی کہ ایسا نہ ہو سکتا ہے نہ ہم ایمان لا سکتے ہین۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا۔ ولو فتحنا علیہم بابا من السماء
فظلوا فیہ یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا۔ یعنی اگر انپر خود آسمان سے ایک دروازہ کھول دیتے پھر برابر وے اسمین چڑھتے تو یہی کہتے کہ ہماری
نگاہین مسدود ہو گئین ہین یعنی ہماری ڈھٹبندی کی گئی ہے۔ امام ابن کثیر رح نے تفسیر امام ابن جریر سے باسناده نقل کیا کہ ابن عباس رض نے
بیان کیا کہ عتبہ وشیبہ دونون بیٹے ربیعہ کے اور ابوسفیان بن حرب اور ایک شخص بنی عبدالدار کا اور ابو البختری واسود بن المطلب و

زمعہ بن الاسود اور ولید بن المغیرہ اور ابوجہل بن ہشام وعبداللہ بن ابی امیہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن وائل اور حجاج کے دونون بیٹے نبیہ ومنبہ۔ یہ لوگ بعد غروب آفتاب کے پشت کعبہ پر جمع ہوے اور باہم گفتگو کی کہ محمد کے پاس ایک آدمی بھیجکر بلاؤ اور بحث وگفتگو ختم کرکے اپنی طرف سے عذر پورا کردو۔ پس ایک آدمی بھیجا کہ آپ کی قوم مین سے اشراف لوگ جمع ہوئے ہین تاکہ آپ سے گفتگو کرین پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جلد تشریف لائے اس امید پر کہ شاید انکو کوئی بات ظاہر ہوئی ہو اور آپ کو ان لوگون کی ہدایت مین زیادہ حرص تھا اور پسند کرتے تھے کہ یہ لوگ اسلام لادین اور انکی سرکشی آپ پر شاق تھی پس آپ آکر انکے پاس بیٹھے انھون نے شروع کیا یہ کہنا کہ اے محمد ہم نے تمھارے پاس آدمی بھیجا اس مطلب سے کہ اپنی طرف سے عذر پورا کردین اور ہم تو واللہ نہین جانتے کہ کسی نے عرب مین سے اپنی قوم پر وہ داخل کیا ہو جو تم نے داخل کیا کہ تم نے اپنے باپ دادون کو بُرا کہا اور دین مین عیب لگایا اور عقلون کو بیوقوفی بنادیا اور آلہہ کی بدگوئی کی اور جماعت مین پھوٹ ڈالدی کوئی قبیح بات باقی نہین رہی جو تم نہ لائے ہو اب ہمارے تمھارے درمیان مین کچھ باقی نہین رہا ہے پس اگر تم اس بات سے جو لائے ہو یہ چاہتے ہو کہ مال جمع کرو تو ہم خوشی سے اپنے اموال مین سے تمھارے لیے اسقدر جمع کردیتے ہین کہ تم ہم مین سب سے زیادہ مالدار ہوجاؤگے اور یہ چھوڑدو اور اگر اس سے شرف چاہتے ہو تو ہم سب تم کو اپنا سردار بنالیتے ہین اور اگر تم اس سے بادشاہت چاہتے ہو تو ہم اپنے اوپر تم کو بادشاہ کیے لیتے ہین اور اگر یہ شخص جو تمھارے پاس باتین لاتا ہو کوئی رئی یعنی جن ہو کہ تم پر غالب ہوگیا ہو اور ایسا اکثر ہوتا ہے تو ہم اپنے اموال خرچ کرکے تمھارے لیے طبیب اور علاج تلاش کرین کہ آپ اچھے ہوجاوین یہ ہم تم سے اپنا عذر ختم کیے دیتے ہین پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مجھے یہ کچھ نہین ہو جو تم کہتے ہو مین جو کچھ لایا ہون اس سے مین تمھارے اموال نہین چاہتا ہون اور نہ مجھے تم پر شرف کی خواہش اور نہ مین تم پر بادشاہت کا خواہشمند ہون ولیکن اللہ تعالے نے مجھے تمھارے پاس رسول کرکے بھیجا ہے اور مجھپر یہ کتاب اُتاری ہو اور مجھے حکم دیا ہے کہ تمھارے واسطے بشیر ونذیر ہون پس مین نے رسالت الٰہی تم کو پہونچا دین اور تمھاری خیر خواہی کی سو اگر تم اسکو قبول کرو جو مین لایا ہون تو یہ تمھارا حصہ دنیا مین بھی ہو اور آخرت مین بھی ہو اور اگر تم اسکو رد کروگے تو مین اللہ تعالے کے حکم پر صبر کرونگا یہانتک کہ وہی میرے اور تمھارے درمیان جو چاہے حکم کرے غرضکہ اسی کے مانند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خواہ یہ کلمات یا اسی طرح کہے۔ پھر روسا قریش بولے کہ اے محمد اگر تم ہم سے یہ بات نہین قبول کرتے ہو جو ہم نے تم پر پیش کی ہو تو تم یہ بات جانتے ہو کہ دنیا کے لوگون مین کوئی شخص ہم سے زیادہ تنگ سینے کا نہین ہو اور نہ قلیل المال اور نہ معیشت مین زیادہ تکلیف مین ہو تو اپنے رب سے سوال کرو کہ جس نے تم کو بھیجا ہے وہ ہمارے یہان سے یہ پہاڑ ہٹادے جنسے تنگی ہورہی ہے اور ہمارے ملک کو وسیع کردے اور اس مین نہرین جاری کردے جیسے شام وعراق مین دریا بہتے ہین اور ہمارے باپ دادے جو مرچکے ہین ان کو پھر زندہ کرکے ہمارے پاس بھیجدے اور ان مین سے قصی بن کلاب ضرور ہون کہ وہ بہت سچے تھے پس ہم ان سے پوچھینگے کہ جو تم کہتے ہو سچ ہو یا جھوٹ ہو پس اگر تم نے ہمارا سوال پورا کردیا اور اُنھون نے تمھاری تصدیق کی تو ہم تمکو سچا مان لینگے اور جان لینگے کہ تمھارا مرتبہ اللہ تعالے کے نزدیک ہے اور اُس نے تم کو اپنا ایلچی بناکر بھیجا ہو جیسا تم دعوی کرتے ہو۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنسے فرمایا کہ مین اسواسطے نہین بھیجا گیا ہون کہ ایسی باتین کرنے کی مجھے قدرت ہے اور مین اللہ تعالے کے پاس سے وہی لایا ہون جو تم کو پہونچاتا ہون وہ مین نے پہونچادیا اگر مانو تو تمھارے واسطے دنیا وآخرت مین حصہ ہو اور اگر رد کروگے تو مین صبر کرونگا اللہ تعالے کے حکم پر یہانتک کہ وہ میرے وتمھارے درمیان حکم فرماوے۔ پھر کہنے لگے کہ اگر تم ہمارے واسطے یہ نہین کرتے ہو تو اپنے رب سے اپنے واسطے مانگو کہ وہ ایک فرشتہ تمھارے ساتھ

بھیجدے کہ وہ تمھاری بات کی تصدیق کرے اور تمھاری طرف سے ہم سے سوال وجواب کرے اور ہم اُس سے پوچھ لین پھر وہ تمھارے
لیے باغ بنادے اور خزانہ مہیا کر دے اور مکانات تیار کردے سونے وچاندی کے کہ تم کو اس حالت سے استغنا رہو جسمین ہم تم کو دیکھتے ہین
کیونکہ بازارون مین کھڑے ہوتے اور معاش ڈھونڈھتے ہو جیسے ہم لوگ اُسکی تلاش کرتے ہین ایسا ہو تو ہم پہچانین کہ تم تمھارے رب کے
نزدیک ہم سے زیادہ فضیلت ہے اور تم کو اُسنے رسول بنایا ہی جیسے تم گمان کر بیٹھے ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین
یہ نہین کرونگا اور نہ مین اپنے رب عز وجل سے یہ چیزین مانگنے والا ہون اور مین اسواسطے تمھارے پاس بھیجا نہین گیا ہون بلکہ اُس نے
مجھے بشیر ونذیر فرمایا ہی جو مین لایا ہون اگر اسکو قبول کرو تو وہ تمھارا حصہ دنیا وآخرت مین ہی اور اگر رد کروگے تو مین حکم الٰہی پر صبر کرونگا
یہانتک کہ وہ میرے تمھارے درمیان حکم کرے۔ تب کہنے لگے کہ اچھا پھر آسمان کے ٹکڑے ہم پر گرادو تم تو گمان کرتے ہو کہ تمھارا رب چاہے
تو اسکو کر سکتا ہی کیونکہ ہم تم پر ایمان نہ لاوینگے مگر جب تم ایسا کر دکھلاؤ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالے کے اختیار
مین ہی وہ چاہے تمھارے ساتھ ایسا کرے تب کہنے لگے کہ اے محمد کیا تمھارے رب کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تمھارے ساتھ بیٹھکر یہ سوالات
کرینگے اور جو ہم نے تم سے طلب کیے وہ طلب کرینگے تو پہلے ہی سے تم کو بتلا دیا ہوتا جو تم ہمکو جواب دیدیتے کہ تمھارا رب اس کو کرے گا
یا نہین کرے گا۔ جبکہ ہم اُسکو قبول نہ کرین جو تم لائے ہو۔ ہم کو تو یہ خبر پہونچی ہے کہ تم کو یہ باتین ایک شخص یمامہ کا سکھلاتا ہے جس کو
رحمن الیمامہ کہتے ہین اور ہم تو واللہ کبھی رحمن پر ایمان نہ لاوینگے اور اے محمد ہم تو اپنی طرف سے عذر پورا کر چکے اور خبردار کہ ہم تم کو اس
بات پر نہین چھوڑینگے جو تم ہمارے ساتھ کرتے ہو یہانتک کہ تو ہم کو مار ڈالے یا ہم تجھے مار ڈالین۔ انمین سے ایک بولا کہ ہم تو ملائکہ کو
پوجتے ہین اور وے اللہ تعالے کی بیٹیان ہین اور ایک بولا کہ ہم تو کبھی تجھپر ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ تو لاوے اللہ تعالے وملائکہ کو
آنکھون کے روبرو۔ جب ایسی گفتگو کرنے لگے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے اُٹھ کھڑے ہوے اور چلے تو آپ کے ساتھ
عبد اللہ بن ابی امیۃ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن المخزوم بھی اٹھا اور وہ آپ کی پھوپی عاتکہ بنت عبد المطلب کا بیٹا تھا اُسنے
کہا کہ اے محمد آپ پر آپ کی قوم نے جو پیش کیا وہ آپ نے سُنا مگر کچھ بھی آپ کو قبول نہ ہوا پھر انھون نے اپنے واسطے کچھ اور چاہے
کہ تم ہی کرو تاکہ اللہ تعالے کے یہان تمھاری منزلت انکو معلوم ہو وہ بھی تم نے نہ کیا پھر انھون نے مانگا کہ جس سے خوف دلاتے ہو
وہی ابھی لادو کہ وہ عذاب معلوم ہوجاوے وہ بھی نہ ہوا واللہ مین تو کبھی تمپر ایمان نہ لاؤنگا یہانتک کہ تم آسمان کے واسطے ایک
سیڑھی بناؤ اور اسپر چڑھو اور مین دیکھتا جاؤن یہانتک کہ آسمان پر پہونچو اور اپنے ساتھ ایک کھلا ہوا صحیفہ لاؤ جس کے ساتھ
چار فرشتہ ہون جو تمھاری گواہی دین کہ تم ایسے ہی ہو جیسے بیان کرتے ہو اور قسم خدا کی اگر تم ایسا کرو تو بھی مجھے گمان ہی کہ مین تمھاری
تصدیق نہین کرونگا پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے پھر گیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اپنے گھر واپس آئے مگر غمناک
ومحزون تھے کیونکہ بلانے کے وقت آپ کو امید کچھ اور تھی اور اب معلوم ہوا کہ وے لوگ اور زیادہ دوری چاہتے ہین شیخ ابن کثیرؒ
نے لکھا کہ یہ جلسہ جسمین یہ لوگ جمع ہوے تھے اگر اللہ تعالے کو معلوم ہوتا کہ ان لوگون کی درخواست بنظر ہدایت وارشاد ہے یعنی چاہتے
ہین کہ ہم ہدایت پاوین اور حق ظاہر ہوجاوے تو انکی درخواستین قبول ہوتین ولیکن علم الٰہی مین یہ تھا کہ یہ لوگ کفر وعناد سے ایسا
چاہتے ہین چنانچہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکے بعد اللہ تعالے کی طرف سے ارشاد ہوا تھا کہ اگر تو چاہے تو جو یہ لوگ چاہتے ہین ہم
دیدین پھر اگر انھون نے کفر کیا تو مین اس قوم کو ایسا عذاب کرونگا جو کبھی کسی کو نہ کیا ہوا اور اگر تو چاہے تو اُنپر دروازہ رحمت وتوبہ کا کھول دون

پس آپ نے عرض کیا کہ دروازہ رحمت و توبہ کا کھول دیا جاوے جیسا کہ سابق مین قولہ تعالے وما منعنا ان نرسل بالآیات الآیہ کی تفسیر مین حضرت زبیر بن العوام وابن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہوا ہی۔ اور لکھا کہ انھون نے چاہا تھا کہ زمین حجاز مین یہان وہان نہر بن جاری کردے تو یہ بات اللہ تعالے پر بالکل سہل ہی اگر چاہتا ہو جاتی جب کہ اُسی نے تمام زمین پیدا کی ہی اور اگر چاہتا وہ سب باتین ہو جاتین جو انھون نے مانگی تھین ولیکن علم الٰہی تعالے محیط ہی کما قال تعالے واذ قلنا لک ان ربک احاط بالناس الآیہ۔ وقال تعالے ان الذین حقت علیهم کلمة ربک لا یومنون ولو جاءتهم کل آیة حتی یروا العذاب الالیم۔ یعنی جن لوگون پر تیرے رب کا کلمہ ٹھیک ہو چکا وہ ایمان نہین لاوینگے اگرچہ اُنکے پاس سب معجزات آیات آجاوین یہانتک کہ وے عذاب الیم دیکھ لین۔ قال تعالے ولو اننا نزلنا الیهم الملائکة وکلمهم الموتی وحشرنا علیهم کل شئ قبلا ما کانوا لیومنوا الآیہ۔ یعنی اگر ہم اُتارتے اُنپر ملائکہ اور گفتگو کرادیتے اُنسے مُردون سے اور محشور کرتے اُن پر ہم ہر چیز کو بھیجدیتے تو بھی اس لائق نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ اور دوسرے مقام کی آیت مین توجیہ فرمائی کہ ملائکہ اگر ہم بھیجتے تو اُن کی زبان سے بے فہم ہوتے اور اگر بصورت بشر بھیجتے تو ملتبس ہو کر منکر ہوتے۔ حاصل یہ کہ جنکے حق مین ایمان مقدر نہین فرمایا وے کسی طرح ایمان نہین لاسکتے ہین۔ اور واضح ہو کہ قوم شعیب نے بھی اسی طرح عذاب مین جلدی کی تھی تو اُنپر اللہ تعالے نے عذاب یوم الظلہ سے مواخذہ کیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نبی التوبہ ونبی الرحمہ ہین آپ رحمة للعالمین مبعوث ہوے ہین تو آپ نے ختم نہ کیا اور اُن کے واسطے مہلت چاہی کہ اللہ تعالے اُنکے نطفہ والون مین سے ایسے پیدا کرے جو شرک چھوڑین اور توحید اختیار کرین اور یہی واقع ہوا چنانچہ ان لوگون مین سے بھی بعضے مسلمان ہوے اور اچھا اسلام لائے حتی کہ عبد اللہ بن ابی امیہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہو کر پیچھے ہو لیا تھا اور قسم شدید کھائی تھی کہ کبھی ایمان نہ لاؤنگا وہ ایسا اچھا اسلام لایا اور توبہ کی کہ نیک صحابہ مین سے ہوا رضی اللہ عنہ قولہ تعالے حتی تنزل علینا کتابا نقرؤہ۔ مجاہد رح نے کہا کہ مراد اس سے یہ کہ ایک ایک صحیفہ نام بنام ہو کہ یہ اللہ تعالے کی طرف سے بنام فلان بن فلان ہی کہ ایمان لاوے مترجم کہتا ہی کہ شاید انھون نے کتبا جمع کتاب پڑھا ہو یا کتاب اسم جنس سے یہ معنی لیے ہون سراج مین لکھا کہ آیت مین اشارہ ہی کہ نبی صادق ہونے کے واسطے یہ شرط نہین ہے کہ متواتر معجزات جتنے طلب کیے جاوین سب دیے جاوین اسواسطے کہ یہ دروازہ اگر کھولا جاوے تو لازم آوے کہ تصدیق کے واسطے کوئی حد نہ ہو کیونکہ جو معجزہ دیا اس سے یقین نہ ہوا تو اور معجزہ کی ضرورت ہوئی اُسپر کون قطعی یقین کا باعث ہوا جو اول کے واسطے نہ تھا تو اور معجزہ چاہیے ہی پس کہین حد نہ ہو گی کہ اُسپر پہونچنے سے قطعی یقین ہوا اور معاندین کا عناد منقطع ہوا اور جاہلون کی جہالت سے جھگڑا رہا باوجودیکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے ایسے معجزات باہرہ ظاہرہ مثل شق القمر وغیرہ کے دیے گیے تھے کہ آیندہ کسی اور معجزہ کی ضرورت نہ تھی۔ مترجم کہتا ہی کہ اس زمانہ مین اکثر لوگ ایسے ہین کہ معجزہ شق القمر سے انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ تاریخون مین کسی قوم کے یہ تذکرہ نہین پایا جاتا ہی لہذا مین چاہتا ہون کہ جو قریب اس گفتگو مین یہ لوگ لائے ہین اسکو ظاہر کر دون اور اس بات مین تحقیق بیان کر دون جس سے اہل عدل کو تسکین و اطمینان ہو۔ واضح ہو کہ قرآن مجید بالکل اسی حال پر ہی جسطرح حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور آپکے حیات مین بے شمار آدمیون نے حفظ کر لیا اور لاکھون آدمیون کو مانند حفظ کے تھا جو اسکی تلاوت کرتے تھے اور زمانہ صحابہ رض مین لاکھون کی نوبت حفظ کی پہونچی اور کرورون بلکہ بیشمار آدمیون نے مصاحف سے تلاوت کی اور سب نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے شاگردی کے ساتھ پڑھا اور اُن سے کرورون سلسلہ تعلیم کے پیدا ہوے اور برابر ابتک اسی طرح سلسلہ اسناد کا چلا آتا ہی اور اسمین ایک حرف کا بھی

تغیر نہین ہو اور قراءات متعددہ خود حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین تھین اور انھین پر اسکا نزول ہوا ہو۔ کوئی قوم وملت
جو مسلمان بھی نہین ہو اُسکو بھی یہ مجال نہین ہو کہ اسکا انکار کرسکے کہ قرآن مین کوئی تغیر نہین ہوا بلکہ بالاتفاق سب قومین اقرار کرتی ہین
کہ یہ کتاب پاک اسی حال پر ہو جسطرح زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مین تھی اسمین کوئی تغیر نہین ہوا اب ہم کہتے ہین کہ قرآن مجید مین
موجود ہو کہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ نزدیک ہوئی قیامت اور دو ٹکڑے ہوا چاند۔ جب یہ منصوص قرآن مین ہو تو اب ہم کہتے ہین
کہ یہ اُسوقت نازل ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ مین تھے اور آپکی قوم قریش جو آپکی نبوت سے بالکل منکر تھی اور
اسوجہ سے کہ اسلام مین انکے بتون کی مذمت ہو آپکے بالکل جانی دشمن ہوگئے تھے اور یہ بھی اقرار کرتے تھے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم
بہت سچے امانتدار ہین کبھی ہم نے انکو جھوٹ یا خیانت سے متہم بھی نہین پایا حالانکہ چالیس برس انمین بسر ہوئی تھی تب نبوت ہوئی
ہو۔ اب ہم کہتے ہین کہ جب یہ آیت قرآن مین اُتری ہو اگر جھوٹ ہوتا تو قریش کو بلکہ تمام عرب کو صریح جھوٹ معلوم ہوتا پھر کیونکر وے
لوگ سچائی کا اقرار کرتے اور کیونکر قرآن مین اُترتا کہ انہم لایکذبونک۔ وے تجھے جھوٹا نہین بتلاتے ہین۔ فقد لبثت عمرا من قبلہ
الآیہ کیونکر برملا سنائی جاتی جسکا یہ خلاصہ ہو کہ مین اس سے پہلے ایک عمر تک تم مین رہا تم جانتے ہو کہ مین نے کبھی جھوٹ نہین کہا پس
معلوم ہوا کہ عرب مین سے کوئی شخص اسکا انکار نہین کرتا تھا اور جو لوگ تلوار سے لڑنے وقتل کرنے مین دریغ نہین کرتے تھے وے بھی مانتے
تھے کہ ہان ایسا ہوا اور یہ دوسری بات ہو کہ اُسکو جادو بتلاتے یا نظربندی کہتے تھے۔ پھر اگر نعوذ باللہ یہ جھوٹ ہوتا تو یہ کروڑون دشمن
جو خون کے پیاسے تھے اس جھوٹ کو روم شام فارس خراسان مصر وغیرہ مین سب کہین مشہور کردیتے ولیکن اس مین سے ایک
ذرہ بھی نہین واقع ہوا تو معلوم ہوگیا کہ تمام عرب کے کروڑون آدمی اس واقعہ کے قائل ہین۔ اور اسقدر کثرت سے بے تعداد لوگون کی
شہادت جو انکی زبانی ہو اس واقعہ کے قطعی ثبوت ووقوع کے واسطے بالکل کافی ہو۔ اب وسوسہ بعضے لوگون کا بیان کرتا ہون کہ جو
اس سے انکار کرتا ہو وہ اسوجہ سے انکار کرتا ہو کہ دوسری قومون کی تاریخون مین اسکا تذکرہ نہین ہو تو ہم پہلے اسمین بحث کرتے ہین کہ
دوسری قومین وانکی تاریخین اس زمانہ مین کس حال پر تھین۔ واضح ہو کہ علم تاریخ زمانہ مین عرب کے نور علم سے پھیلا ورنہ اس سے پہلے
جو قومین تھین اُنکا مختصر نمونہ سننا چاہیے اوّل اہل فارس۔ انمین ہزارون بادشاہ گذرے اور انمین صحیح صحیح وقائع بہت ہوے
اب تاریخ فارس تلاش کرو تو اُسکا یہ حال تھا کہ جو کوئی نادر واقعہ ہوا وہ لوگون نے اپنی زبان مین بنایا اور طرح طرح کے استعارات
ملاکر ایسا خلط مبحث کردیا کہ اصلی مضمون ہی اُس سے سمجھ مین نہین آتا پھر اس زمانہ والے یا اور سو برس تک انتہا رہے کہ اس بات سے
کچھ آشنا ہونے کی وجہ سے سمجھتے رہے اور پھر تو وہ ایک کہانی ہوگئی جسمین نہین معلوم کس قدر تبدیل وتحریف ہوگئی کہ اصل بات کا پتہ بھی
نہین چلتا ہو پھر یہ سب جو تحریف کی ہوئی تھی کہین قلم بند نہین ہو بلکہ داستان کہنے والے بادشاہون کو سوتے وقت قصہ مین سُناتے چلے
آتے ہین اب فارس کی تاریخ دیکھو کہ جب عرب مین اسلام پھیلا اور فارس کی بادشاہت کو زوال ہونے لگا اُسوقت یزدگرد نے
نامہ خسروان تیار کرایا جسمین دیوون کی لڑائی اور اُنکی صورتین اور رستم و دیواکوان کی جنگ ومازندران کا دیو سفید اور ہزارون قصص
اس قسم کے ہین کہ کوئی عاقل تاریخ جاننے والا اُسکی کچھ اصلیت سمجھتا ہو کہ کیا تھی حتی کہ خود فردوسی نے جس نے شاہنامہ نظم کیا ہو زلیخا کے
دیباچہ مین لکھتا ہو کہ ؎ دوصد زان نیرزد بیک مشت خاک۔ یعنی نامہ خسروان وبادشاہون کے قصے ووقائع کی جو روایات
عام کی زبان پر ہین ایسی دروغ وبیہودہ ہین کہ ایک مٹھی خاک کی قیمت انکی دوسو داستانون سے زیادہ ہو۔ ایسے ہی اہل ہند کی

تاریخون کو دیکھو کہ وہ بندرون کی لڑائی اور وہ بیان کہ فلان پہلوان نے اپنے تیر پر بٹھلاکر اتنے ہزار کوس پھینکدیا پھر بھلا کوئی
تاریخ جاننے والا ان وقائع کی اصلیت سے واقف ہو سکتا ہی۔ خیر یہ باتین ہون جیسی ہون ہم اس سے بحث نہین کرتے ہین بلکہ یہی کہتے
ہین کہ انھین تاریخ لکھنے کا دستور ہی نہ تھا اور کبت کہنے والے نادر وقائع کو عجیب پیرایہ مین جسکو اصل بات سے بہت ہی کم لگاؤ رہجاتا
تھا باندھا کئے او دل کی طرح گایا کرتے تھے اور ہر زمانہ گویا صفحہ ہستی کا ایک ورق سادہ ہوتا تھا۔ یہ جو ہم نے بیان کیا ہی اسپر انگریز وغیرہ
سب اقرار کرتے ہین اب رہا حال انگریزون کے اس خطہ کا تو اس مین ذرہ بھی شک نہین ہی کہ اسوقت ایشیائی ملکون مین ایک تہذیب
تھی اور وہ خطہ یورپی تو بالکل جنگل تھا اور کون اُس سے انکار کر سکتا ہے کہ ابھی سو برس اُدھر تو انگلستان بڑا بھاری جانورخانہ تھا
اب ہم صحیح طور پر کہتے ہین کہ جب سے اللہ تعالے نے عرب کو اسلام دیا اور انھون نے تمام علوم وفنون کو ترقی دیکر دوست و دشمنون مین
فرق نہ کیا بلکہ تمام قومون کو سکھلایا اور بڑھایا اور ہزارون فنون مین سے ایک فن تاریخ پر پوری توجہ کی اور نہایت صحت اسناد کے
ساتھ جو باتین لکھی وہ لکھی اور اسناد مین ثقاہت کی شرائط رکھی جنمین ادنے یہ ہی کہ اسکا جھوٹ کبھی اسکے گھر والون یا محلہ والون کو ثابت نہ
ہوا ہو اور ہر قسم کے وقائع و نوادر و تغیرات خواہ وہ بادشاہ وعام آدمی کے بدنام کرنے والے ہون یا نیکنام کرنے والے ہون بے کم و کاست
لکھدینا یہ اس فن کے لائق آدمی کا کام تھا برخلاف انکے اگلی قومین تو اس بات پر فخر کرتی تھین کہ انکے شاعر و کبت کہنے والے نے برائی کا تو
کبھی نام ہی نہ لیا ہر برائی کو ایسے پیرایہ مین بیان کیا کہ وہ بھلائی ہو گئی مثلاً رستم نے اسفندیار کو قتل کیا تو وہ اس پیرایہ مین کہ سیمرغ کے
تیر سے وہ فریب کے ساتھ مقتول ہوا ورنہ ہمارے بادشاہ کے مانند کسی مین طاقت نہ تھی۔ پھر انھین عرب کو دیکھکر اور انھین سے سیکھ کر
دوسری قومین ہوش مین آئین اور انھون نے بھی تاریخ کا سلسلہ نکالا مگر اب کیا ہو سکتا ہی پرانے افسانہ تو کس قدر قیاسی رنگ سے
رنگے اور جو اٹکل مین معلوم ہوا اسکو قیاس کے موافق کرکے نقل کیا پھر یورپ والون نے تو اس مین کمال ہی کر دیا کہ اگلون کی داستانون
مین سے جو اسلام کے پیشتر وقائع ہوے ہین قیاس دوڑاکر خوب تراش خراش کر لی۔ ہان جو تاریخین کہ مسلمانون کی دستیاب ہوئین انمین
البتہ بات نکلنے سے نکل سکتی ہی اور جو تاریخین اسلام کے متعلق مذہب ہین انکی تحقیق بلاشبہہ پایۂ اعتبار پر موزون ہے۔ جب تجھے
یہ حال بخوبی معلوم ہو چکا تو مجھے اب یہ کہنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی ہی کہ جو تاریخ نہایت صحیح طور پہ باسناد موجود ہے اُسکی بات کا
اسوجہ سے انکار کیا جاتا ہے کہ بے بنیاد قصون کہانیون کے کہنے والے لوگون نے اسکو نہین بیان کیا اب سوائے بیوقوفی یا جہل مرکب
یا ہٹ دھرمی کے یہ اور کیا ہو سکتا ہے لہذا لازم ہی کہ ایسے بے انصاف جاہلون کی بات غلط ہمیشہ مردود کر دی جاوے اور کبھی
سچی بات کا انکار نہ کرنا چاہیے فافہم و استقم۔ اب مین پھر اصل تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ اس بیان سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ قطعی
ایسے معجزات موجود تھے جنکے ہوتے ہوے صدق دعوی نبوت کے واسطے اور کسی معجزہ کی ضرورت نہین تھی کیونکہ معجزہ صرف سچائی
نبوت کے ظاہر ہونے کے لیے ہوتا ہی پھر باوجود اسکے جب وہ جادو اور نظربندی وغیرہ پہ محمول کیا گیا تو آیندہ کس معجزہ کی نسبت امید ہو سکتی
ہی کہ وہ ایسی لغویات کلمات سے رد نہ کیا جائیگا اور واضح ہو کہ نبی بھیجنا اللہ تعالے کا فضل ہی اور اسپر نبی کے واسطے معجزہ دینا یہ فضل پر فضل
ہی ورنہ مخلوق کو اپنے خالق عزوجل کی بندگی کرنا فرض لازم ہی تو ایسا خیال کرو کہ معجزہ مین ایسی ہٹ کرنا گویا ایمان لانے مین بڑا احسان کرتے
ہین کس قدر بیہودگی ہی اور یہ بھی واضح ہو کہ معجزہ باختیار نبی نہین ہوتا بلکہ وہی خالق عزوجل اپنی قدرت سے پیدا کر دیتا ہی تو جب
ان لوگون نے ایسی گستاخی کی اور اپنے اوپر جو فرض تھا اسکو ادا کرنا درکنار پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو رد کیا اور جھٹلایا اور احسان رکھا کہ

یہ کرو تو ہم تمھین مان لینگے نتیجہ یہ ہوا کہ حق عز وجل نے جو بالیقین ہر ایک کی طاعت و معصیت سے مستغنی ہے ان جاہلون کو کچھ مانگے نہ دیا اور اگر عجز و اصلاح کے ساتھ واقعی فرمانبرداری کے قصد سے مانگتے تو وہ ہر بات پر قادر ہے لہذا اپنی حمد و تسبیح کے ساتھ جواب دینے کا حکم دیدیا بقولہ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ تو کہدے کہ پاک بے نیاز ہے میرا رب۔ یعنی انکے ہٹ کرنے سے تعجب دلایا کہ کسقدر جاہل ہین اور جو کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ آوے اس سے پاکی اور تنزیہ بیان کی کہ خوار یا مخلوق کی تعریف و بدگوئی و معصیت وغیرہ سب سے وہ پاک ہے اور کون اس پر حکومت کر سکتا ہے اور کہان ہے وہ جو اسکی قدرت مین شریک ہو سکے پس کسی کو طاقت نہین کہ کوئی آیت و معجزہ لا سکے لہذا فرمایا ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا یعنی مین نہین ہون مگر بشر رسول۔ فی السراج یعنی مین تو ایک بشر ہون اُسی قدر قدرت جیسی کچھ بشر کو دی گئی ہے مجھے بھی ہے مگر رسول ہون جیسے مجھ سے پہلے بیشمار رسول گذرے ہین اور وے اپنی قوم پر وہی معجزہ لا سکتے تھے جو اللہ تعالےٰ نے انکے ہاتھون پر ظاہر کر دیا جو اُنکی قوم کے حال سے مناسب ہوتا تھا اور خود معجزہ لانا انکے اختیار مین نہ تھا اور نہ وے اللہ تعالےٰ عز وجل پر حکومت کر سکتے تھے کہ اُسکو مجبور کر کے معجزہ لاوین۔ مترجم کہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ عز وجل ہدایت فرماوے تو بشر رسول کی قدر پہچانی جاوے ولیکن یہ لوگ کفار جو اللہ تعالےٰ عز وجل ہی کی معرفت سے جاہل تھے بشر رسول کو کیونکر پہچانتے۔ امام احمد رح نے اسناد سے جسمین ایک راوی علی بن یزید ہین ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب عز وجل نے مجھپر پیش فرمایا کہ تیرے واسطے بطحاء مکہ کو سونا کر دیا جاوے مین نے عرض کیا کہ اے میرے رب نہین بلکہ مین ایک روز سیر ہو کر کھاؤنگا اور ایک روز بھوکا رہونگا جب بھوکا ہونگا تو تیری جانب تضرع لا کر تجھے یاد کرونگا اور جب سیر ہونگا تو تجھے یاد کر کے حمد و شکر کرونگا۔ ورواہ الترمذی ایضًا وقال علی بن یزید یضعف فی الحدیث یعنی کہا ترمذی نے کہ اسمین علی بن یزید راوی اپنی حدیث مین ضعیف کہا جاتا ہے ولیکن کہا کہ یہ حدیث درجہ حسن پر ہے یعنی دوسرے راویون کی قوت سے یہ مرتبہ ہے مترجم کہتا ہے کہ باوجود اس تمام شوکت کے جو اخیر زمانہ مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی کبھی دو وقت سیر ہو کر نہین کھایا اور کبھی ایک درم سے زائد اپنے پاس نہین رکھا اور کبھی دنیا پر توجہ نہین کی پس علماء نے کہا ہے کہ آخرت پر ایمان لانا اور عالم دین ہونا اسکا ادنی مرتبہ یہ ہے کہ آخرت کو دنیا سے اچھا جانے اور اسکی طرف توجہ رکھے پس اس دار فانی مکروہ کی جانب توجہ کرنا جہالت ہے اور اسلام اسکے منافی ہے اور تو غور سے دیکھ کہ کفار قریش جنھون نے آیات ہٹ باندھی تھی کہ ہم ایمان لے آوینگے اگر یہ باتین ہون تو ان باتون سے سوائے دنیائے فانی کے اور کچھ چاہتے تھے اور سوائے آخرت کے انکار کے کچھ نہ تھا تو یہ تو اول ہی سے انکار اسلام تھا گویا یون درخواست کی کہ ہم کو آخرت سے منھ موڑنے دو تو ہم آخرت پر ایمان لاوین یا ہم کو کفر اختیار کرنے دو تو ہم مومن ہوجاوین جب اس مقام کو غور سے دیکھ لیا جاوے تو تجھے معلوم ہو جاوے کہ اگر یہ لوگ عناد سے بھی نہ مانگتے تو بھی قابل قبول نہ تھے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ پھر جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو بشر رسول کہا تو اسکے بعد اللہ تعالےٰ نے کافرون کا انکار بشر رسول ہونے سے مردود کر دیا

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ قُلْ

اور نہین روکا لوگون کو ایمان سے جب انکے پاس ہدایت آگئی مگر اس قول نے جو کہا کہ کیا بھیجا اللہ تعالےٰ نے بشر رسول کہدے

لَوْ كَانَ فِى الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ۝

کہ اگر ہوتے زمین مین ملائکہ کہ چلتے ہوتے مطمئن ہو کر تو ہم اپر اُتار دیتے آسمان سے فرشتہ رسول

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ۝

تو کہدے کہ کافی ہو اللہ تعالیٰ گواہ میرے درمیان اور تمھارے درمیان وہی ہو اپنے بندون کے ساتھ خبر دار دیکھنے والا

انمین کافرون کا استعجاب اس امر سے مذکور ہو کہ اللہ تعالے نے بشر کو رسول بنا یا اگر بناتا تو ملائکہ کو بناتا جیسے اگلی اُمتون کی نسبت فرمایا۔ ذلک بانہ کانت تاتیھم رسلھم بالبینات فقالوا ابشر یھدوننا الآیہ یعنی کفر و انکار کی وجہ یہ ہو کہ اگلی اُمتون پر بھی انکے رسول آتے معجزات کے ساتھ پس کہتے کہ کیا بشر ہم کو ہدایت کرینگے۔ جیسے فرعون کی قوم نے کہا کہ قالوا انؤمن لبشرین مثلنا یعنی کہا ہم موسیٰ و ہارونؑ پر ایمان لاوین جو دونون ہمارے مثل ہین۔ اسی طرح کفار قریش کے ایمان نہ لانے کا حال بیان فرمایا۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اور نہین روکا لوگون کو یعنی قریش وغیرہ کو جو اکثر حصہ تمام ہین سے ہر زمانہ مین ہوتے ہین اسی واسطے اکثر الناس وغیرہ نہین فرمایا گویا بہت قلیل تو ایمان لاتے ہین جنکا شمار نہین اور لوگون کا یہ حال ہو کہ انکو نہین روکا کسی چیز نے۔ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اس امر سے کہ ایمان لے آوین۔ اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى جبکہ پہونچ گئی اُنکے پاس ہدایت۔ یا قرآن یا اُنپر حجت توحید قائم ہوگئی۔ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا مگر ان کے اس قول نے کہ اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا کیا اللہ تعالے نے بشر کو رسول بھیجا ہو یعنی باوجود حجت قائم ہونے کے جب لوگ ایمان نہین لاتے تو کوئی چیز انکو ایمان سے مانع نہ تھی سوا ے اس اضطراب کے کہ اللہ تعالے نے بشر کو رسول کیونکر بنایا ہوگا لہٰذا یہ رسول نہین ہوسکتا اور اگر اللہ تعالے کو رسول ہی بھیجنا تھا تو فرشتہ بھیج سکتا تھا۔ پس اُنکو اول تو اس سے انکار تھا کہ اللہ تعالے رسول کیا بھیجے گا اور اگر مان لیا جاوے تو وہ بشر نہین ہوسکتا تو فرشتہ ہوگا۔ ولو شاء اللہ لانزل ملائکۃ الآیہ اور اگر اللہ تعالے چاہتا تو ملائکہ بھیجدیتا۔ اسی پر شاہد ہو۔ حالانکہ بشر انکے جنس سے ہو اور اُسکی بات سمجھتے اور اُسکے چال چلن کے مطابق عمل کرسکتے ہین پس ہر طرح بشر ہی اُنکے واسطے متعین ہو اور اگر فرشتہ اپنی صورت پر بھیجا جاتا تو اُسکے صدمہ وہیبت سے مر جاتے اور اگر بصورت آدمی بھیجا جاتا تو پھر اُسکو بشر مکار کہتے اور نہ مانتے تو بشر کے لائق بشر رسول ہو لہٰذا فرمایا۔ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ کہدے کہ اگر زمین پر ملائکہ ہوتے یعنی یہان کی خلافت اگر بجائے آدمی کے ملائکہ سے ہوتی اور وے اپنے افعال مین خلاف توحید کے شرک کرتے اور اعمال مین بیراہ روی کرتے يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ یعنی جیسے تم اس مین مطمئن پھرتے ہو وے بھی پھرتے لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا تو ہم اُنپر آسمان سے فرشتہ کو رسول بھیجتے۔ وہ اُنکے جنس سے ہوتا۔ بالجملہ آدمی عاقل اپنے افعال مین مثل جانورون کے لااُبالی نہین چھوڑا جاسکتا کہ جو چاہے اور جسطرح چاہے عمل کرے کچھ حرام حلال کی تمیز نہ ہو اور ہر ایک دوسرے کی جورو کو اپنی جورو بناوے یا بیٹی کو بی بی بناوے اور اولاد کو چاہے مار ڈالے اور مال جسکا پاوے لے لے یہ خوب ظاہر ہو کہ ایسے افعال بالکل بیہودہ و محض جہالت ہین کوئی قوم و ملت ایسی مجموعی حالت کو روا نہین رکھتی ولیکن بعض قومین تو بیٹی کو جورو بنا نا روا رکھتے ہین اور بعضے اولاد کو مار ڈالنا جائز سمجھتے ہین پھر الزام سب قومون مین مشترک ہو کہ انکی رائے بالکل غلط کرتی ہو اور ابھی ایک حصہ روح کی تہذیب کا جو اصلی مقصود ہو ذکر مین نہین آیا تو خالی ظاہری اعضاء و حواس کے افعال مین یہ بیراہ روی ہو کوئی بات ٹھیک نہین معلوم ہوتی اور رہے اعمال باطنہ تو اُنسے وقوف ہی نہین ہو پس ضرور ہوا کہ ایک آدمی ایسا ہو جسکے اعمال ظاہری ٹھیک معلوم کرلیے جاوین اور یہ کہ کسطرح وہ انکا برتاؤ کرتا ہو کیسے کھاتا اور کیسے کماتا اور کیسے نکاح کرتا اور کیسے سوتا اور کیسے باہمی برتاؤ کرتا ہو اور اس سے اعمال باطنی سیکھے جاوین پس وہی رسول ہو اور ضرور ہے کہ وہ انسانی جنس سے ہو پھر جو آیا اُسکی تصدیق کے لیے معجزہ دیدیا اور تم کو عقل ہو کہ دیکھو وہ تم سے کوئی چیز دنیا کی نہین چاہتا بلکہ دنیا کو

تمہارے واسطے چھوڑتا ہو اور کیسے نیک کامون کی تمکو ہدایت کرتا ہو اور کیسے انصاف وعدل کو شائع کرتا ہو پس وہ صادق ہو قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ کہدے کہ اللہ تعالےٰ کا شاہد ہونا میرے و تمہارے درمیان کافی ہو اگر جھوٹ ہو تو اُسپر ہوگا اور تم صدق کو اور نیک کام کو لیتے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نبوت کا دعوی دروغ کرے تو اس سے انتقام لیا جائیگا۔ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا وہ اپنے بندون پر خبردار و دیکھتا ہو۔ پس وہ کاذب کو فروغ نہین دیتا ہو۔ روایت ہو کہ دجال پہلے درمیان عراق کے نبوت کا مدعی ہو کر ظاہر ہوگا مگر لوگ اسکو مار پیٹ کر نکال دینگے اور کوئی نہین مانیگا۔ پھر جبکہ حق تعالےٰ خبیر بصیر ہے تو وہ مہتدی کو جو ہدایت اختیار کرے اور گمراہ کو جو ہدایت سے انکار کرے خوب جانتا ہو اور وہی علیم خالق ہو

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ

اور جسکو اللہ تعالےٰ ہدایت دے وہ تو ہدایت پاوے اور جسکو اُسنے گمراہی مین رکھا تو ایسون کے لیے تو نہ پاویگا اولیا سوائے اللہ تعالےٰ کے اور ہم انکو محشور کرینگے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ

قیامت کے روز انکے چہرون کے بل اندھے و گونگے و بہرے ٹھکانا اُنکا جہنم ہو ہر بار جب تھمے بھڑک بڑھا دینگے ہم انکے لیے

سَعِيْرًا ۝ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا

بھڑک یہ بدلا ہو انکا بسبب اسکے کہ اُنھون نے کفر کیا تھا ہماری آیات سے اور کہا تھا کہ کیا جب ہم ہوگئے ہڈیان و ریزے کیا پھر ہم

لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓي

مبعوث ہونے والے ہین نئی پیدائش سے کیا انھون نے نہ جانا کہ اللہ تعالےٰ جسنے پیدا کیا آسمانون و زمین کو وہ قادر ہو اس

اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

بات پر کہ پیدا کر دے انکے مثل اور ٹھہرا دی انکے لیے ایک مدت کہ کچھ شک نہین اسمین سو انکار کیا نہ مانا ظالمون نے مگر کفر کرنا

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ جسکو اللہ تعالےٰ ہدایت کرے یعنی اسکے دل مین ہدایت پیدا کر دے۔ فَهُوَ الْمُهْتَدِ تو اُسی نے ہدایت پائی اور وہ خواہ مخواہ ہدایت پر ہو پھر کسی کو یہ قدرت نہین ہو کہ اسکو گمراہ کرے۔ واضح ہو کہ نافع و ابو عمرو نے یا کو بعد دال کے وصل مین ثابت رکھا اور وقف مین نہین اور باقیون نے وقف و وصل دونون صورتون مین حذف کیا ہو۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ اور جسکو اللہ تعالےٰ نے گمراہ کیا فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ تو ہرگز نہ پاویگا تو ان گمراہون کے لیے۔ اَوْلِيَآءَ ایسے متولی جو انکو ہدایت کر دین مِنْ دُوْنِهٖ سوائے اللہ تعالےٰ کے پس کوئی چیز انکے حق مین نافع نہین ہو سکتی جسکو اللہ تعالےٰ نہ چاہے۔ اور قیامت مین ہر ایک کے اعمال کے موافق ظہور ہوگا لہذا فرمایا وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اور ہم اپنی قدرت و طاقت سے انکو محشور کرینگے قیامت کے روز جہان اس حکمت کا ظہور مقرر ہے پھر وہ محشور کرنا اس شکل سے ہوگا کہ ان گمراہون کو محشور کرینگے۔ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ انکے چہرون پر یعنی مُنھ کے بل پس وے لوگ مُنھ کے بل بطریق اہانت کے کھینچے جاوینگے جیسے انھون نے اللہ تعالےٰ کے سجود سے انکو دور رکھا تھا۔ امام احمد نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کیونکر لوگ اپنے چہرون کے بل محشور ہونگے فرمایا کہ جس نے انکو پیرون کے بل چلایا وہ قادر ہو کہ انکو انکے چہرون کے بل چلاوے۔ رواہ البخاری و مسلم اور ایک روایت مین ہو کہ خوب جان رکھو کہ وے لوگ اپنے چہرہ سے ہر کانٹے و اونچے نیچے کو بچاتے چلینگے یعنی جیسے آدمی پاؤن بچا کر رکھتا ہو۔ امام احمد رح نے ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابو ذر رض

اپني قوم مین وعظ کو کھڑے ہوے اور کہا کہ اے بنو غفار بات کہو مگر قسم مت کھاؤ کیونکہ صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے بیان فرمایا کہ لوگ محشور ہونے مین تین فوج ہونگے ایک گروہ تو سواری پر کھاتے پیتے لباس کے ساتھ ہونگے اور ایک فوج پاؤن چلتی وقدمون دوڑتی ہونگی اور ایک فوج ہوگی کہ ملائکہ انکو اُنکے چہرون کے بل کھینچینگے اور انکو آگ طرف محشر کے لیجاویگی پس ایک نے عرض کیا کہ دو کو تو ہم نے جانا اور تیسري فوج جو پیرون چلینگي اور دوڑینگي اُنکا کیا حال ہو تو فرمایا کہ اللہ تعالے سواریون پر آفت ڈال دیگا کہ کوئی سواری باقی نہ رہیگی یہانتک کہ آدمي کا نہایت عمدہ باغ ہوگا وہ اونٹنی کے واسطے دینا منظور کریگا مگر نہ پاویگا مترجم کہتا ہی کہ قریب قیامت کے ایک آگ برانگیختہ کیجاویگی جو لوگون کو اُنکے محشر کی طرف ہانک لیجائیگي جہان دوپہر کو ٹھہرینگے انکے ساتھ ٹھہریگي اور جہان رات کو پڑینگے انکے ساتھ رہیگی۔ یہ حدیث صحیح مین وارد ہی اور مراد اسمین لوگون سے کفار مشرکین ہین اور یہ حال ظاہر ابتداے محشر کا ہوگا اور جب قبر سے مرکر اُٹھینگے تو اُسوقت قیام قیامت ہوجائیگا اور اُسوقت ایسے مبعوث ہونگے جیسے پیدا ہوے تھے یعنی ننگے بے ختنہ بریدہ۔ سراج مین اسکی حکمت مین لکھا کہ حکماء اسلام نے فرمایا ہی کہ کافرون کی ارواح کو دنیا سے سخت تعلق ہوتا ہی اور اُسکی لذّات پر سخت فریفتہ ہوتے ہین اور ان روحون کو عالم انوار سے تعلق نہین ہوتا اور بارگاہ عزت سے منحرف ہوتے ہین پس چونکہ انکے قلوب وارواح کے چہرے دنیاے دنی کی جانب متوجہ ہوتے ہین لاجرم انکا حشر بھی انکے چہرون کے بل ہوگا۔ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا اس حال مین کہ اندھے ہونگے کچھ نہین دیکھینگے اور گونگے ہونگے کہ کچھ نہین بولینگے اور بہرے ہونگے کہ کچھ نہین سنینگے اور یہ حال ایک وقت ہوگا پھر دوسرے وقت نہ ہوگا یہ بدلا اُسکا ہی کہ جو دنیا مین صم وبکم وعمی رہے اور نہ حق سنا اور نہ حق بولے اور نہ حق دیکھا پس محشر مین انکو وہی بدلا ایسی حالت مین دیا گیا جب نہایت مجبور ومحتاج تھے کذا ذکرہ الامام ابن کثیر رح اور سراج مین لایا کہ ایک شخص نے ابن عباس رضہ سے سوال کیا کہ اس آیت مین تو اندھے وگونگے وبہرے ہونا مذکور ہی اور اللہ تعالے نے فرمایا وراے المجرمون النار یعني مشرکین آگ کو جب دیکھینگے۔ معلوم ہوا کہ اندھے نہین ہونگے۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا سمعوا لہا تغیظا وزفیرا۔ سنینگے دوزخ کے واسطے غیظ وآوازہاے کرخت۔ معلوم ہوا کہ آواز سنینگے اور اللہ تعالے نے فرمایا دعوا ہنالک ثبورا مشرکین اُسوقت اپنی ہلاکت کہکر چلاّوینگے۔ تو گونگے نہین ہونگے۔ پس اسمین کیا معنے ہین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اندھے ہونے سے یہان یہ مراد ہی کہ جیسے دنیا مین حق دیکھنے سے اندھے تھے ویسے ہی ہان حق چیزین کا جو ثواب ہی وہ کچھ نہ دیکھینگے جس سے اُن کو خوشی ہو اور جیسے دنیا مین حق سننے سے کان بہرے کرلیے تھے ویسے ہی آخرت مین ایسی چیز نہ سنینگے جس سے بشارت ہو اور جیسے دنیا مین حق سے گونگے تھے ویسے ہی آخرت مین کوئی حجت نہ بول سکینگے۔ حاصل یہ کہ جیسے دنیاوی حالت مین انکو صم بکم عمی فرمایا ہی حالانکہ ظاہری حواس سے بیکار ہونا نہین مراد ہے ایسے ہی وہان مراد ہی اور عطاء رح کی روایت ابن عباس رضہ سے یہ ہی کہ اندھے تو نظرت ہونگے یعني جو اللہ تعا نے اپنے اولیاء کے واسطے رکھا ہی اُسکو نہین دیکھ سکینگے اور بکم ہونگے اللہ تعالے کے مخاطبہ اور ملائکہ کے مخاطبہ سے اور صم ہونگے اللہ تعالے کی ثناء سے مترجم کہتا ہی یہ جواب صحیح ہی اور جو اشارہ شیخ ابن کثیر رح نے کیا وہ اس بنا پر ہے کہ ظاہری حواس سے بھی اندھے گونگے بہرے ہونگے اور خلاصہ جواب اسوقت یہ ہی کہ احوال قیامت ومحشر کے مختلف ہین پس بعض اوقات و احوال مین ایسے ہونگے اور بعضے اوقات مین نہونگے اور جو سراج مین مذکور ہی اظہر واحسن ہی اور اسی کو امام رازی نے کبیر مین پسند کیا ہے۔ پھر واضح ہو کہ ہر خیر وخوبی آخرت مین جنت کے اندر ہی تو اس سے تو یہ لوگ محروم ہونگے وہان اندھے گونگے بہرے بیکار ہین۔ اب رہا اُنکا ٹھکانا تو فرمایا کہ۔ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اُنکا ٹھکانا جہنم ہی۔ اسمین طبقات ہین جنکو درکات کہتے ہین ہر ایک مشرک موافق اپنے اعمال کے

جس طبقہ کے لائق ہے وہان ہوگا چنانچہ منافقین درک اسفل مین ہونگے اور آگ اُنپر بھڑکیگی۔ كُلَّمَا خَبَتْ ہر بار جب بجھیگی یعنی قریب ہوگا کہ بجھ جاوے جب کہ انکے گوشت و پوست کو جلا دیگی تو زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا زیادہ کرینگے ہم اُنکے واسطے سعیر یعنی سوزش و بھڑک کو اور وہ اسطرح کہ انکے گوشت و پوست کو دوبارہ مانند اول کے اعادہ کردیا جائیگا بقولہ تعالے بدلنا ہم جلوداً غیرہا۔ اول چمڑے کے سولے دوسرے بدل دینگے پس وہ بھڑک اٹھیگی گویا یہ سزا اُسکی ہے کہ ان لوگون نے اپنے اجسام کو ناپاک حالت مین رکھا اور اُس سے انکار کیا کہ یہ جسم بعد موت کے اعادہ کیا جائیگا تو اللہ تعالے نے انکو برابر بعد فنا کے اعادہ کردیا۔ ذٰلِكَ یہ عذاب عظیم جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا جزا انکی ہے بوجہ اسکے کہ انھون نے ہماری آیات قرآنی وغیرہ کو جھٹلایا۔ دوام عذاب کی یہ وجہ ہے کہ تمام عمر انکے لیے مہلت تھی کہ مانو اور اقرار کرو اور توبہ کرو مگر وے ہر روز مرتے دم تک انکار بلکہ اصرار کرتے رہے حتی کہ اگر دوام ہوتا تو ہمیشہ منکر رہتے تو دوام عذاب اسکا بدلا ہے۔ وَقَالُوْا اور کہتے ہین یعنی قدرت الٰہی عز وجل سے انکار کرتے اور کہتے ہین کہ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا کیا جب ہم ہوجاوینگے عظام یعنی ہڈیان وَّرُفَاتًا بوسیدہ پارہ پارہ ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا تو کیا ہم مبعوث ہونگے نئی پیدائش سے یہ دوبارہ انکار مین سخت تاکید کی اور اپنی مضبوطی ظاہر کی اور قطعی عزم اس امر کا کہ بعث بالکل غلط ہے چنانچہ اول ہمزہ استفہام انکاری پھر دوبارہ ہمزہ استفہام انکاری سے تاکید کی گویا یہ بات آفتاب سے زیادہ واضح ہے کہ بعث بالکل غلط ہے اُسی کی سزا ہے کہ انکا یہ انکار دائمی اور عذاب مکرر گوشت و پوست کا تبدیل سے دائمی ہے۔ حالانکہ دراصل بعث کا ہونا آفتاب سے زیادہ واضح قدرت الٰہیہ مین ممکن ہے لہذا فرمایا۔ اَوَلَمْ يَرَوْا کیا انھون نے نہ دیکھا یعنی نہ جانا اور یہ جاننا بمنزلہ آنکھ سے دیکھنے کے ہے کہ۔ اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اللہ تعالے جسنے آسمانون و زمین کو پیدا کیا ہے قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وہ قادر ہے کہ اُنکے مثل پیدا کردے۔ اس مین دو معنی ہوسکتے ہین ایک یہ کہ اللہ تعالے قادر ہے کہ انکو دوبارہ اعادہ کردے کیونکہ جسنے اول اُنکو ایجاد کردیا وہ چاہے دوبارہ پیدا کردے۔ دوم یہ کہ جسنے آسمانون و زمین کو پیدا کیا چاہے اُنکے مثل دوسرا پیدا کردے واحدی رہ نے کہا کہ معنی تو وہی اول ہین کہ چاہے دوبارہ اعادہ کردے کیونکہ محاورہ مین اعادہ کو مثل کہتے ہین پھر جب دلیل سے بیان کردیا کہ بعث و حشر امور ممکنہ ہین اور اللہ تعالے کی قدرت مین داخل ہین تو ابیہان بیان فرمایا کہ اس کے وقوع کے واسطے اللہ تعالے کے نزدیک ایک وقت مقدر ہے بقولہ تعالے۔ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ اور انکے واسطے ایک مدت مقرر کردی جسمین کچھ شک نہین ہے یعنی قیامت و بعث کے واسطے ایک وقت مقرری ہے اُسوقت وقوع ہوجائیگا اور شاید یہ مراد ہو کہ انکی حیات دنیاوی کے واسطے ایک وقت اجل مقرر ہے جسکے بعد قبر مین زندگی ہوگی اور موت مین کسی کو شک نہین ہے۔ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا مگر ظالمون نے باوجود ان دلائل کے انکار کیا سوائے کفر کے یعنی سوائے کفر کرنے کے اور کچھ نہ مانا۔ حاصل یہ کہ اُنکے جملہ مفاسد کا جو اقتراح آیات مین تھے جواب مع دلائل دیدیا اور عذاب کی تعجیل کا بھی جواب دیا کہ وہ تو خواہ مخواہ آنے والا ہے اور اسکی ایک مدت مقرر ہے وہ گذرنے والی ہے اور آدمی تو جب مرا جب ہی اُسکی قیامت قائم ہوگئی کما فی الحدیث الصحیح۔ جب کفار نے کہا کہ ہم ایمان نہ لاوینگے جب تک زمین مین نہرین یا چشمے نہ جاری ہون تاکہ زراعت سے اموال کثیر جمع کرلین حالانکہ معیشت کافی رزاق عز وجل کی طرف سے ہے اور آدمی کے لیے اُسی قدر ہے کہ کھاوے پہنے دیوے۔ تو بیان فرمایا کہ رحمت رب کو لیے تو بخل کرو

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ۝

کہدے کہ اگر تم لوگ مالک ہوجاؤ میرے رب کے رحمت کے خزانون کے تو اسوقت تم بخل سے روک رکھو اس خوف سے کہ خرچ نہ ہوجاوے اور آدمی تو بڑا بخیل ہے

قُلْ کہدے ان مشرکون ہٹ کرنے والون وغیرہ سے کہ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ اگر تم ہی مالک ہوجاؤ کوئی دوسرا تمہارا شریک نہ رہے
خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ خزانون رحمت الٰہی کے جو غیر متناہی ہین خواہ رزق کے ہون یا اور کسی چیز کے اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ تو اسوقت بھی
تم روک رکھو اور نہ خرچ کرو اپنی بعضی ضروریات مین خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ بخوف نتیجہ خرچ کرنے کے یعنی یہ خوف کرو کہ ایسا نہ ہو ہم فقیر
ہوجاوین حاصل یہ کہ اگر تم بے انتہا خزانہ کے بھی مالک ہوجاؤ تو بھی تم اپنے بخل و دنائت پر رہو اور یہ اُنکے بخیلی پر مبالغہ عظیم ہے واضح ہو
کہ قولہ لو انتم ۔ زمخشری نے کہا کہ یعنی لو تملکون انتم ۔ پس حرف لو کا داخل ہونا فعل پر خواہ ظاہر ہو یا مقدر ہو ضرور ہے اور بیضاوی رح
نے بھی اسی کی تبعیت کی اور یہ نحویان کوفہ کا مذہب ہے اور بصری نحوی اسکو منع کرتے ہین کہ فعل مضمر متصل ہو ۔ اور یہ تو علم الاعراب کی
گفتگو ہے اور رہا علم البیان تو جس فعل سے انتم کو رفع ہے اس فعل کو حذف کرنا اور بصورت ابتدا و خبر کے کلام ظاہر کرنا دلیل اس امر کی ہے
کہ بخیلی کے ساتھ بھی لوگ مخصوص ہین ۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا اور انسان بڑا بخیل ہے ۔ انسان اسواسطے نام ہوا کہ وہ اپنے
نفس سے اُنس رکھتا ہے اسی واسطے ہر بات کو ٹھیک ۔ نہین جانتا ۔ اگر کہا جاوے کہ انسان مین بعض سخی و کریم ہوتے ہین جواب کئی وجہ سے
دیا گیا اول یہ کہ اصل انسان مین بخل ہے کیونکہ وہ محتاج پیدا کیا گیا اور محتاج کے واسطے ضرور ہوتا ہے کہ کچھ ترکہ چھوڑے جس سے اپنی
حاجات کو دفع کرے اور اپنی اوقات پر لحاظ رکھے ولیکن کبھی وہ خارجی اسباب کے لحاظ سے جواد کریم ہوجاتا ہے ۔ دوم یہ کہ آدمی خیرات
کرنے مین تعریف وغیرہ کا قصد کرتا ہے اور یہ کہ فرائض و واجب پورے کردے تو اُسنے جو خرچ کیا وہ اسی واسطے خرچ کیا کہ اسکا عوض
حاصل کرے تو درحقیقت وہ بخیل ہے ۔ وجہ سوم یہ کہ مراد انسان سے یہان وہ ہین جو بیان سابق سے معہود ہین یعنی جنکو خطاب کیا گیا ہے
کبیر و سراج اور بعض نے لکھا کہ یہان دو قول ہین ایک یہ کہ نزول اسکا مخصوص مشرکون کے حق مین ہے اور یہی حسن بصری کا قول ہے
اور دوم یہ کہ آیت عام ہے اور یہی جمہور کا قول ہے جیسا کہ ماوردی رح نے حکایت کیا ہے تفسیر امام ابن کثیر رح مین ہے کہ قتورا ابن عباس و
قتادہ رح نے کہا یعنی بخیل روک رکھنے والا جیسے اللہ تعالے نے فرمایا کہ ان الانسان خلق ہلوعا اذا مسہ الشر جزوعا و اذا مسہ الخیر منوعا الا
المصلین اسکے نظائر قرآن مین بہت ہین پس اللہ تعالے انسان کا من حیث انسان ہونے کے یہ وصف فرماتا ہے کہ وہ بخیل ہے باستثنار اسکے
جسکو اللہ تعالے نے توفیق و ہدایت دی ۔ صحیحین مین موجود ہے کہ ید اللہ ملائی یعنی دست کرم اللہ تعالے کا بھرا ہوا ہے اُسکو شب و روز کی بخشش
عام کچھ کم نہین کرتی ہے مجھے بتلاؤ کہ بھلا کیا خرچ ہوا جب سے آسمان و زمین پیدا کیے ہین دیکھو اس خرچ نے اسکے داہین دست قدرت سے
کچھ کم نہین کیا ۔ ف فی العرائس قولہ تعالے قل لو انتم تملکون خزائن الآیہ ۔ اللہ تعالے کے اس کلام مین اس بات پر آگاہی عطا ہوئی کہ
نفس امارہ انسانیہ کی سجیہ کیونکر واقع ہوئی ہے تو بیان فرمایا کہ وہ نفس بخیل پیدا ہوئی کہ جسکو یہ حرص ہے کہ دنیا جمع کرے اور دنیا پر ہر طرح
متوجہ ہو اور پھر اُسکو اپنے پاس رکھکر روکے کیونکہ وہ آخرت سے اندھا ہے اور اُسکے عیش و دائمی بقا سے اندھا ہے اور ادھر بھی دنیا کی
اصلیت و اُسکے فنا ہونے کو نہین پہچانتا ہے اور یہ نفس جب ایسی روح سے نزدیک کیجاتی ہے جو صادق و عاشق ہے اور ایسی عقل سے جو
قدسی نوری ہے اور ایسے قلب سے جو ملکوتی ہے اور ایسے سر باطن سے جو جبروتی ہے تو یہ نفس اپنی جبلت و خلقت سے نکل کر زائل ہوجاتے
یعنی بخل وغیرہ صفات ذمیمہ اسکے مضمحل ہوجاتے ہین اور حرص سے ساکن ہوکر خیرات کے ساتھ سخی ہوجاتے ہین اور یہ نفس اولیاء و انبیاء
کو حاصل ہوتا ہے اور نفس انبیاء تو کسی حال مین امارہ نہ تھا بوجہ عصمت الٰہی کے اور ہمیشہ سخی رہا جو حریص نہ تھا اور نفس عامہ ہر حال مین اپنی
فطرت پر ہے سوا نادر نفوس کے کہ کبھی اللہ تعالے بعض کافر کو سخی کردیتا ہے اور کبھی بعضے مومن کو بخیل کردیتا ہے شیخ حمدون رح نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ نے حقیقت طبائع وجبلت خلق سے آگاہ فرمایا تو خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم اسکے مالک ہوتے جنکا مین مالک ہون اقسام خزائن و رحمت سے تو تمپر تمھاری طبیعت کی بدی بخل وجمع ومنع سب غالب ہوجاتے - پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو تسلی فرمائی کیونکہ جب اکثر لوگون نے آیات الٰہی ومعجزات سے انکار کیا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے انکے ضلال کا حکم فرمایا اور جسکی نسبت ضلال کا حکم ہوا اسکی ہدایت نہین ممکن تو بیان فرمایا کہ اگلے انبیاء کے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے -

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ

اور ضرور ہم نے دی تھین موسی کو نو آیتین کھلی ہوئین سو دریافت کرلے بنواسرائیل سے جب موسی انکے پاس آیا تو اس سے فرعون نے کہا مین تو

لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ۝ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تجھے گمان کرتا ہون اے موسی جادو مین پھنسا ہوا کہا کہ ضرور تو نے جان لیا کہ نہین اتارا ہے ان آیات کو مگر رب السموات والارض نے

بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ۝ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ

بصائر اور مین تو تجھے گمان کرتا ہون اے فرعون برباد ہوا پھر اسنے چاہا کہ منقطع کردے انکو زمین سے پس ہمنے غرق کردیا اسکو

وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ۝ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ

اور جو اسکے ساتھ تھے سب کو اور کہا ہمنے اسکے پیچھے بنی اسرائیل کو کہ رہو تم زمین مین پھر جب آویگا وعدہ

الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ۝

آخرت کا تو لا دینگے ہم تم کو سمیٹ کر

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ یعنی ہم نے موسی علیہ السلام کو نو آیات بینات عطا فرمائین یعنی واضح دلائل جو اس کی نبوت پر قطعی دلیل تھین - فَسْئَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ پس دریافت کرلے بنواسرائیل سے جب انکے پاس موسی آیا ہے - اسمین خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے اور مراد اور لوگ ہین اور یہ بھی ہوسکتا ہو کہ آپ ہی مقصود ہون مگر حکم تعمیلی نہین ہے کہ آپ پر سوال کرنا فرض ہوجاتا بلکہ غرض اس امر کا عام اظہار اور یہودیون پر حجت ہے جنکے کہنے سے قریش نے روح وغیرہ کا سوال کیا تھا - قولہ اذ جاءہم مین ضمیر ہم کا مرجع بنواسرائیل ہین پس اصل نبوت حضرت موسی علیہ السلام کی بنی اسرائیل کی طرف تھی اور فرعون انکے ضمن مین داخل ہوا کہ اس سے کہا گیا کہ بنواسرائیل کو رخصت کردے یا ضمیر ہم بنواسرائیل کی طرف بوجہ اسکے ہو کہ موسی علیہ السلام بھی بنواسرائیل مین سے تھے اور نبوت آپ کی اسرائیلیون وقبطیون دونون کی طرف ہو واللہ اعلم - پھر اسمین دو قول ہین کہ آیات بینات سے کیا مراد ہین آیات احکامی یا آیات معجزاتی پس بعض نے کہا کہ آیات احکام وآیات کتاب مراد ہین بدلیل اس حدیث کے جو امام احمد نے بطریق عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ کے صفوان بن عسال مرادی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک عالم یہودی نے دوسرے عالم یہودی سے کہا کہ آؤ چلو اس نبی کے پاس تو اس سے اس آیت کا سوال کرین ولقد آتینا موسی تسع آیات بینات دوسرے نے کہا کہ نبی مت کہو کہ اگر وہ سنیگا تو اسکی چار آنکھین ہوجاوینگی پس دونون نے آکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ ہین (۱) مت شریک کرو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو (۲) مت چوری کرو (۳) مت زنا کرو اور (۴) مت قتل کرو اس نفس کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو مگر بحق (۵) مت جادو کرو (۶) مت سود کھاؤ (۷) مت کسی بیگناہ کو صاحب سلطنت وحکومت پاس لیجاؤ اس غرض سے کہ وہ اسکو قتل کردے (۸) مت بہتان لگاؤ

کسی پاک عورت شوہر والی کو۔ یا رث بھاگو جہاد مین لڑائی سے۔ ان دونون مین شعبہ رح کو شک ہی اور تم پر اے یہود خاصۃً یہ کہ سنیچر مین حد سے تجاوز مت کرو۔ پس دونون یہودیون نے آپ کے ہاتھون و پاؤن کو بوسہ دیا اور کہا کہ ہم گواہی دیتے ہین کہ آپ نبی ہین آپ نے فرمایا کہ پھر کون بات تم کو میرے اتباع سے مانع ہی کہنے لگے کہ یہ وجہ ہی کہ داؤد علیہ السلام نے دعا کی ہی کہ ہمیشہ اُنکی اولاد مین نبی ہوا ور ہمکو یہ خوف ہی کہ اگر ہم مسلمان ہوجاوین تو یہودی ہم کو قتل کر ڈالینگے۔ رواہ ابن جریر فی تفسیرہ من طرق وابن ماجہ والنسائی وکذا رواہ الترمذی وقال حسن صحیح۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ حدیث مشکل ہی اور عبد اللہ بن سلمہ (راوی حدیث ۱۲) اگرچہ صالح ہین لیکن انکی یاد مین کچھ خرابی ہے اور محدثین علماے رجال نے انمین کلام کیا ہی اور شاید یہان بھی بات یہ ہوئی کہ یہودیون نے دس امور وصایا کا جو توریت مین موسیٰ ع پر نازل ہوے ہین سوال کیا اور انھون نے انکو نو آیات بینات خیال کیا یا یاد مین وہم ہوگیا اور یہ بات ظاہر ہی کہ یہ احکام وصایاے توریت ہین اور ایسی چیزین نہین ہین جنسے فرعون پر حجت قائم ہو حالانکہ اس تسع آیات بینات سے فرعون پر حجت معقود ہی واللہ تعالے اعلم۔ قول دوم یہ کہ یہان آیات معجزات مراد ہین شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ وہ نو آیات یہ ہین عصا[۱] اور ید بیضا[۲] و قبطیون پر قحط شدید و فلق البحر[۴] و طوفان[۵] بارش و ٹیڑیان[۶] و قمل[۷] و مینڈک و خون[۹] آیات مفصلات علٰحدہ علٰحدہ دی گئین یہ قول ابن عباس رض کا ہی مترجم کہتا ہی کہ فلق البحر تو فرعون کے غرق کے وقت ہوا ہی۔ پھر لکھا کہ محمد بن کعب قرظی رح نے کہا کہ وہ عصا و ید بیضا و طوفان و ٹیڑیان و قمل و مینڈک و خون و طمس و حجر ہین یعنی قولہ ربنا اطمس علی اموالھم الآیہ سے جو طمس و حجر نکلتا ہی اور نیز ابن عباس و مجاہد و عکرمہ و شعبی و قتادہ نے کہا کہ وہ عصا و ید بیضا و اناج کے قحط و پھلون کی کمی اور طوفان و ٹیڑی دل اور قمل اور مینڈک و خون ہی اور یہ قول ظاہر جلی حسن قوی ہی اور حضرت حسن بصری نے قحط اناج کا اور نقص ثمرات کا ایک ہی قرار دیا ہی اور اُنکے نزدیک نوین آیت وہ ہی کہ عصاے موسیٰ نے ساحرون کی رسّیان و ڈنڈے سب نگل لیے تھے۔ غرضکہ فرعونیون نے ان آیات سے تکبر کیا نہ مانا اور علم الٰہی مین کافر تھے اور ظلم و سرکشی سے باز نہ آئے اور ان آیات واضحات نے انمین کچھ اثر نہ کیا۔ ایسے ہی جن لوگون نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے ہٹ کر کے مانگا تھا کہ لن نؤمن لک حتی تفجر لنا من الارض ینبوعا الآیہ۔ اگر یہ سب آیات انکو دیدی جاتین تو ایمان نہین لاسکتے تھے مگر وہی لوگ جنکو اللہ تعالے چاہے ولیکن فرعون والے ایمان نہ لائے تو بعد ان آیات کے غرق کر دیے گئے جیسے کہ عادت الٰہی عز وجل جاری ہی یون ہی یہ لوگ بھی بعد ان آیات کے مہلت نہ پاتے اور ایمان جب کہ مشیت الٰہی عز وجل مین ہی تو آیات کا ہونا نہ ہونا یکسان ہی پس جو آیات عطا کی گئین وہ نہایت اعلی وادق تھین پھر یہ اُنکے حق مین رحمت تھی کہ چندے باقی رکھی جاوین اور اُن مومنون پر کرم تھا جو اُن کی اولاد مین سے ہوے ورنہ جو نہین ایمان لانے والے تھے انمین یہ آیات بھی اثر نہین کرسکتی تھین جیسے فرعون وغیرہ مین نافع نہ ہوئین چنانچہ فرمایا۔ فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ پس فرعون نے موسیٰ سے کہا یعنی براہ انکار و تکبر کے کہا کہ اِنِّي لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا۔ اے موسیٰ مین تجھے مسحور گمان کرتا ہون یعنی تو فریب دھوکے مین ہی تیری عقل مغلوب ہی تو جو کچھ آثار تجھ سے ظاہر ہوتے ہین سحر کے ہین۔ اس زمانہ مین سحر غالب تھا اور اسکے کرشمہ اُسی طرح لوگون مین معروف تھے تو اسنے آیات موسوی کو بھی سحر گمان کیا جیسے قریش نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان تتبعون الا رجلا مسحورا۔ قرار دیا۔ واضح ہو کہ دوسرے مقام پر آیا ہی کہ اسنے موسیٰ علیہ السلام کو ساحر کہا لہذا مسحور یہان دلالت کرتا ہی کہ اسنے ساحر کہنے مین مبالغہ کیا کیونکہ صفات مین عرب جب بجاے اسم فاعل کے مثلاً بجاے ساحر کے اسم مفعول مثلاً مسحور کہتے ہین تو مقصود مبالغہ ہوتا ہی گویا وہ سحر کرتے کرتے اس کمال کو پہونچا کہ خود مسحور ہوگیا جب باوجود واضح آیات کے فرعون نے نہ مانا تو قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ لَقَدْ عَلِمْتَ تو ضرور جان چکا ہی کہ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ

نہین اُتارا ان آیات معجزات کو۔ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مگر رب نے آسمانون کے وزمین کے یعنی اُنکے پیدا کرنیوالے اور اپنی تدبیر وتسخیر مین رکھنے والے الحی القیوم نے بَصَآئِرَ درحالیکہ یہ آیات بصائر ہین یعنی ایسی بینات ہین کہ انمین میری تصدیق رسالت بچشم بصیرت نظر آتی ہی اور سحر تو ایک ایسی چیز ہو کہ وہ پہچان لیا جاتا ہی سحر کو معجزہ کے ساتھ کیا مقابلہ ہی۔ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اور مین تو اے فرعون تجھے مثبور جانتا ہون اور ثبور ہلاک ہی مراد یہ کہ تجھے ملعون مطرود جانتا ہون جو دوزخ مین اپنے اوپر ثبور وہلاک پرپٹکر چلاویگا فرعون نے جو گمان اپنا موسی علیہ السلام کی نسبت بیان کیا وہ خالی عناد اور تکبر تھا اور محض غلط تھا اور موسی ؑ نے جو بیان کیا وہ حق صحیح باعلام الٰہی عزوجل تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ گفتگو فرعون کے ساتھ آخر زمانہ مین اُسکے غرق ہونے کے قریب ہوئی ہے بچند وجوہ اول آنکہ یہان جملہ نو آیات کا انکار فرعونی مذکور ہی اور یہ سب یکے بعد دیگرے ختم ہوئین دوم حضرت موسی علیہ السلام کو حکم تھا کہ اس سے نرم کلام کرین جب تک انکو امید ہو بقولہ تعالے لعلہ یتذکر او یخشی یعنی تم امید کرو جب تک کہ وہ کچھ نصیحت پکڑے یا اللہ تعالے سے ڈرے اور یہان حضرت موسی علیہ السلام نے اسکو مثبور کہدیا اور بعد مثبور ہونے کے کچھ امید بہتری اُسکے حق مین نہین ہے سوم اُس سے کہدیا کہ لقد علمت یعنی تو خوب جان چکا۔ اور یہ بعد وقائع ان جملہ آیات کے ہو کیونکہ اول مین تو صرف عصا و ید بیضا دکھلایا تھا اور فرعون کی سخت کلامیون کا بہت نرمی سے جواب ارشاد فرمایا تھا اور آخر مین اس قوم کے ہلاک وازلی کفر سے آگاہ فرمایا ہی۔ بالجملہ موسی علیہ السلام نے صرف گمان سے یہ کلام نہین کہا تاکہ وہم ہو کہ ایسا گمان کرنا بعید ہی۔ اور سراج مین اسکے واسطے ایک تکلف کیا کہ ظن بمعنی یقین نہین بلکہ بمعنی گمان ہی چنانچہ لکھا کہ موسی علیہ السلام کا گمان قریب یقین ہی اور ممنوع گمان مین سے اسوجہ سے نہین ہو کہ انھون نے ان امارات[نشانات ١٢] سے ماخوذ کیا کہ یہ آیات ومعجزات بہت ظاہر وباہر تھے جنمین کوئی عاقل یہ شک نہین کرسکتا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے نہین ہین اور اسنے اسی بندہ موسی علیہ السلام کی تصدیق رسالت کے واسطے اُسکے ہاتھون جاری کیے ہین پس جب تو بوجہ حسد وعناد وبغاوت وجہالت وتکبر وحب الدنیا کے ان سب سے منکر ہو گیا تو ایسے شخص کا انجام ثبور وہلاک ولعن وطرد ہی۔ فی تفسیر الامام قولہ مثبورا ای ہالکا۔ یہ قول مجاہد وقتادہ کا ہی۔ ابن عباس نے کہا یعنی ملعون۔ وضحاک نے کہا کہ مغلوب۔ ولیکن تفسیر مجاہد ان سب کو شامل ہی اور لکھا کہ موسی علیہ السلام سوائے ان آیات مذکورہ کے اور بہت سے آیات دیے گئے تھے ازانجملہ انھون نے حجر کو عصاء سے مارا جس سے بارہ چشمے جاری ہوے۔ ازانجملہ بنو اسرائیل پر ابر کا سایہ کرنا ومن وسلوی اترنا اور سوائے انکے جو آیات بعد مصر سے برآمد ہونے کے بنو اسرائیل کو دکھلائے گئے۔ اور سراج مین زیادہ کیے کہ موسی علیہ السلام کی زبان سے عقدہ جاتا رہا جس سے لکنت ہوتی تھی اور لکھا کہ بقاعی رح نے کہا کہ نو آیات توریت مین اس ترتیب سے ہین عصا پھر خون پھر مینڈک پھر قمل پھر بہائم کا مرنا پھر سخت سردی والے اولے جو اللہ تعالے نے مع نار مضطرم کے بھیجے کہ جس حیوان ونبات پر گذرتی اسکو ہلاک کردیتی تھی پھر ٹڈیان پھر تاریکی پھر آدمیون وغیرہ مین سے ابکار[پیٹ مارے کی اولاد ١٢] کی موت۔ اور مترجم کہتا ہی کہ بقاعی نے جو نقل کیا کہ توریت مین اس ترتیب سے ہی بالکل قابل اعتبار نہین ہوسکتا ہے اسواسطے کہ توریت متواتر[کنوارے ١٢] نہین رہی اور تحریف متعدد نسخون مین موجود ہی تو اعتماد ساقط ہو گیا۔ بیضاوی مین زائد ہے بنو اسرائیل پر پہاڑ اُٹھایا جانا مثل سایۂ ابر کے۔ اور لکھا کہ محمد بن کعب قرظی رح نے بیان کیا کہ پتھر ہو جانا چنانچہ مرد اپنی جورو کے ساتھ بچھونے پر تھا کہ دونون پتھر ہو گئے اور عورت کھڑی روٹی پکاتی تھی کہ پتھر ہو گئی۔ بالجملہ فرعون واسکی قوم نے باوجود ان معجزات کے ایمان سے انکار کیا بلکہ ایذا دینے اور نیست کردینے کا قصد کیا چنانچہ فرمایا۔ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ پس فرعون نے چاہا کہ انکو یعنی موسی مع بنو اسرائیل کو

عہ قال ابن ... [illegible]

زمین سے منقطع کردے خواہ اسطرح کہ سب کو ہلاک کرے تو روے زمین سے نیست کرے یا نکال باہر کرے اور زمین مصر سے برباد کرے جیسے کفار قریش نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چاہا کہ انکو آوارہ کرین یا قتل کرین۔ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا پس ہمنے اسکو اور انکو جو اُسکے ساتھ تھے سب کو غرق کردیا یعنی دریاے قلزم مین۔ اور ظاہر یہ ہو کہ فرعون نے بنو اسرائیل کو گرفتار کرکے برباد کرنا چاہا تھا کہ زمین مصر سے بے کھٹکے ہو جاوے اور اللہ تعالے نے اس مکار کو مع ساتھیون کے ہلاک کرکے بنو اسرائیل کو ملک مصر بے کھٹکے دیدیا اسی طرح کفار قریش کو خوف چاہیے کہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عذاب سے نہ بچینگے پس ایسی آیات مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے بشارت ہو کہ اللہ تعالے آپ کے ساتھ وہی طریقہ برتاؤ فرماویگا جو آپ کے سابق۔ ادران نبوت کے ساتھ ہوا کہ انکو نصرت و فتح دی اور سرکشون کو ہلاک کیا۔ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ اور ہم نے حکم دیا بعد غرق کرنے فرعون و قوم کے لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنو اسرائیل کو جو فرعونیون کے تحت قدرت مین ذلیل و خوار تھے بعوض اُنکے صبر و تقوی کے کہ اسْكُنُوا الْاَرْضَ بسو تم زمین مین یعنے جہانسے اسنے تم کو نکالنا و برباد کرنا چاہا تھا فَاِذَا جَآءَ پھر جب آیا یعنی خواہ مخواہ آویگا۔ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ وعدہ آخرت کا یعنی قیامت کا جِئْنَا بِكُمْ تو ہم اپنی عظمت قدرت سے تم کو لاوینگے یعنی دونون فریق کو۔ لَفِيْفًا مختلط یعنی فرعونیون کو اور تم کو بعث قیامت مین زندہ کرکے مختلط لاوینگے کہ اسوقت کسی کا حکم دوسرے پر نہ ہوگا اور نہ کوئی کسی کو دفع کر سکیگا یہ حالت نہ ہوگی جو دنیا مین تھی پھر بعد اسکے تم اختلاط سے جدا جدا ممتاز کیے جاؤگے۔ ابن عباس و مجاہد و قتادہ و ضحاک نے کہا کہ لفیفا اے جمیعا۔ اس آیت مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے فتح مکہ کی بشارت ہو اور سورہ مکیہ ہو قبل ہجرت کے نازل ہوئی اور یہی ہوا کہ اہل مکہ نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکال دینے کا ارادہ کیا بقولہ تعالے وان کادوا لیستفزونک من الارض الآیہ لہذا اللہ تعالے نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مکہ کو قہراً فتح کیا اور یہی دو قول مین سے زیادہ مشہور ہو اور صلح سے فتح ہونے کا قول غیر مشہور ہو لیکن آپ نے حلم و کرم سے وہان کے لوگون کو مملوک نہین کیا بلکہ آزاد رکھا۔ مترجم کہتا ہو کہ آیت مین دلالت ہو کہ بعد ہلاک فرعون کے بنو اسرائیل کو اسی زمین مصر مین رہنے کی اجازت ہوئی تھی اور علماء کے یہان دو قول ہین ایک یہ کہ بعد غرق فرعون کے بنو اسرائیل پھر مصر کو نہین گئے اور دوسرا قول یہ کہ پھر مصر گئے تھے پس بنا بر قول اول کے آیت مین قولہ اسکنوا الارض کی تاویل یہ ہو سکتی ہو کہ حکومت مین لاؤ اس زمین کو۔ اور ظاہر یہ ہو کہ بنو اسرائیل بکثرت تھے پس جہانتک قابل جہاد لوگ تھے انکو لیکر حضرت موسی ؑ جہاد کو روانہ ہوے تاکہ شام کو کفار سے خالی کرین اور باقی لوگ مصر مین رہے یہانتک کہ اللہ تعالے نے شام فتح کردیا واللہ تعالے اعلم۔ ف فی العرائس ولقد آتینا موسی تسع آیات حقائق اشارات مین یہ آیات جو ظاہر ہین تحقیق انکے آثار باطنی بھی تھے پس ملاحت نظر و حسن چہرہ و کشادگی عقدہ زبان و شرح صدر کما قال رب اشرح لی صدری۔ اور مہیبت از جانب حق عز و جل جو اُسپر چھائی ہوئی تھی بقولہ تعالے وآتینا موسی سلطانا مبینا حتی کہ انھون نے بنو اسرائیل کو حکم دیا کہ اپنے آپ کو قتل کرو تو انھون نے گردن جھکائی اور انبساط بقولہ تعالے ان ہی الا فتنتک تضل بہا من تشاء الآیہ اور عبدہ اور قبولیت دعا بقولہ تعالے ربنا اطمس علی اموالہم اور شریعت مجموعہ آیات ہین اور نیز فلق البحر و عصا کا قلب ماہیت ہو کر سانپ ہو جانا و ید بیضاء و مقام تجلی و سماع کلام پاک۔ و غلبہ شوق و من و سلوی اور پتھر سے پانی جاری ہونا اور مورت سونے کو جلا کر خاک کر دینا۔ شیخ جعفر رح نے کہا کہ منجملہ آیات کے جنسے موسی ؑ کو مخصوص فرمایا تھا اصطناع یعنی قولہ واصطنعتک لنفسی۔ اور القاء محبت بقولہ والقیت علیک محبۃ منی۔ اور کلام بقولہ کلم اللہ موسی تکلیما۔ اور مقام خطاب مین ثابت قدم رکھنا اور سمندر مین محفوظ رکھنا اور ید بیضاء

ید بیضاء دینا اور الواح عطا کرنا۔ شیخ ابن عطار رح نے کہا کہ منجملہ آیات کے مشاہدہ مین برداشت قوت خطاب۔ اور دیدار کے لیے درخواست بمراجعت اور یہ دونون بڑی آیات مین سے ہین۔ ف مترجم کہتا ہو کہ یہان ایک مقام لطیف اور باقی رہا وہ یہ ہو کہ عصاے موسی علیہ السلام اژدہا ہوجاتا تھا۔ پس یہان اصل مسئلہ یہ ہو کہ کیمیا جس سے خسیس دھات کو ترکیب سے شریف دھات بنا لیتے ہین۔ صحیح ہو یا نہین صحیح ہو۔ اس مسئلہ کی کوئی روایت متقدمین سے نہین ملتی ہو اور علامہ ابن عابدین نے مقدمہ رد المحتار مین اسمین کلام کیا اُسکا خلاصہ یہ ہو کہ علامہ ابن حجر رح نے اسکو ذخیرہ وغیرہ سے نقل کیا اور بنا اُسکی یہ ہو کہ آیا قلب ماہیت ممکن ہو یا نہین پس شیخ ابو علی سینا وانطاکی وغیرہم سے نقل کیا کہ محال ہو ممکن نہین ہو اور بعضے فقہا بھی اُسی طرف ہین۔ اور بعضے فلسفیہ کے نزدیک ممکن ہو اور امام رازی اور ایک جماعت نے اُسی طرف میل کیا ہو کیونکہ اگر ممکن نہو معجزہ باطل ہوجائیگا پس اس قول کے موافق لکھا کہ جو شخص صناعت کیمیا جانتا ہو اور اُسپر اعتماد ہو اور جو دھات بناوے وہ اصل مین بدل گئی ہو کہ کبھی اُسمین تو یہ و ملمع ظاہر نہو تو جائز ہو ورنہ بدون اسکے حرام ہو اور مترجم کہتا ہو کہ صواب میرے نزدیک یہ ہو کہ مسئلہ مین اسطرح تفصیل ہو کہ انقلاب ماہیت سے اگر یہ مراد ہو کہ آدمی کی ترکیب سے ممکن ہو تو باطل ہو اور اگر یہ مراد ہو کہ خالق عزوجل کیطرف سے ممکن ہو تو بالکل صحیح ہو۔ لہذا کیمیا کا حکم یہ ہو کہ وہ ممنوع و حرام ہے اور رہا یہ اعتراض امام رازی رح کا کہ معجزہ باطل ہوگا اس قول پر نہین وارد ہوتا ہو کیونکہ معجزہ بفعل باری تعالے ہو اور رسول صرف واسطہ ہوتا ہو بلکہ معجزہ اس قول پر قطعی دلیل نبوت ہو کیونکہ جب عصاے موسی ؑ مثلاً اژدہا ہوگیا اور حقیقت مین ہوگیا تو قطعی معلوم ہوا کہ یہ انقلاب ماہیت بفعل باری تعالے ہو پس صحیح ہو کیونکہ بشر کے امکان سے خارج ہو بخلاف اسکے اگر مانا جاوے کہ بشر سے بھی انقلاب ماہیت بترکیب کیمیا وغیرہ ممکن ہو تو یہان ہوسکتا ہو کہ کسی ترکیب سے ایسا کرلیا ہو۔ اسی واسطے ساحران موسی علیہ السلام نے جب یقین کرلیا کہ یہ عصا واقعی اژدہا ہوگیا تھا تو انھون نے قطعی یقین کرلیا کہ اسمین انسانی فعل کو بالکل دخل نہین ہو اور یہ فعل باری تعالے ہو فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

پھر قرآن پاک کی فضیلت و نعمت بیان کی

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۘ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ

اور حق ہی کے ساتھ ہمنے اسکو اتارا اور حق ہی کے ساتھ اترا اور ہمنے تجھے نہین بھیجا مگر خوشی اور ڈر سنانے والا اور اُتارا قرآن جدا کیا اسکو تاکہ تو اسکو پڑھے

عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ۝

لوگون پر تھوڑا کرکے طریقہ سے اور ہمنے اسکو اتارا ہی تنزیل سے تھوڑا تھوڑا

وقف لازم

اللہ تعالے اپنی کتاب مجید سے خبر دیتا ہو۔ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ یعنی اور قرآن کو ہم نے متلبس بحق ہو اُتارا۔ یا مع حق اسکو اتارا مانند قولہ تعالے لکن اللہ یشہد بما انزل الیک انزلہ بعلمہ یعنی مع علمہ یعنی متضمن علم الٰہی جسپر تم کو اطلاع دینا چاہی از صفات توحید و اوامر و نواہی وغیرہ۔ ابو علی فارسی رح نے کہا کہ بار دونون جگہ بمعنی مع ہو۔ اور تقدیم واسطے تخصیص کے ہے یعنی حق کے ساتھ متضمن اتارا ہو اسمین باطل کا کچھ لگاؤ نہین ہو۔ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ اور حق ہی کے ساتھ نازل ہوا۔ یعنی جیسا اُتارا ویسا ہی نازل ہوا۔ بعض نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ حق ہی کے ساتھ ہم نے اسکا نزول مقدر کیا اور جیسا مقدر کیا اسی طرح نازل ہوا۔ یا معنی یہ ہین کہ ہم نے اسکو آسمان سے حق ہی کے ساتھ اتارا اسطرح کہ ملائکہ کی رصد کے ساتھ محفوظ رہا اور یون ہی محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اُترا کہ اسمین شیطان کی تخلیط کچھ نہین ممکن ہوئی۔ بعض نے کہا کہ حق اول بمعنی امور حقہ اور حق دوم سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم یعنی ہم نے اسکو امور حقہ ہی کے ساتھ اتارا اور وہ حق ہی پر اُترا جو کہ محمد صلے اللہ

علیہ وسلم ہین- اس سے رد ہو کفار کا کہ وحی الجن یا وحی الشیطان کہتے تھے تو ظاہر کر دیا کہ یہ باطل آدمیون کے واسطے ہوا کرتی ہین اور محمد
رسول برحق ہین- شہاب کے حاشیہ مین ہو کہ حق دونون جگہ باطل کا ضد ہو پس اول سے مراد وہ حکمت الٓہیہ ہو جو اسکے اتارے جانے کو
مقتضی تھی پس اسی حکمت حقہ پر اُتارا ہو اور دوسرے حق سے مراد وہ عقائد و احکام ہین جو اسمین موجود ہین پس وہ علوم حقہ کے ساتھ
اُترا ہو- قال الامام ابن کثیر قولہ بالحق نزل یعنی حق کے ساتھ اے محمد تجھے پہونچا ہر طرح محفوظ محروس جسمین کسی خلط کا شائبہ بھی نہین
اور نہ کچھ زیادتی و نقص ہو کیونکہ اسکو فرشتہ امین مطاع ذومرہ شدید القوی جبرئیل عہ نے پہونچایا ہو- وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ
نَذِیْرًا یعنی اور ہم نے تجھکو کافرون کا ذمہ دار جوابدہ نہین بنایا کہ تجھے انکی سرکشی و تکذیب سے اضطراب ہو بلکہ تجھکو تو ہم نے مکرم رسول
بنایا صرف یہ تیرا فرض ہو کہ بشارت دیدے انکو جو اطاعت کرین اور ڈرسنادے اُنکو جو نافرمانی کرین- اور اللہ تعالےٰ اپنے بندون کا
دانا خبیر ہو ہر ایک کو اُسکے قول و فعل کی جزا و سزا دیگا پس تو انکے کفر سے کچھ غمگین مت ہو- پھر وہ جو مانگتے تھے کہ ہمکو مجموعہ کتاب لا دو تو
اسکے جواب مین ارشاد فرمایا کہ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ یعنی اور کتاب یہ قرآن ہم نے تجھے دیدیا مبین و
مفصل کہ تو اسکو لوگون پر ایک مدت مین ٹھہراؤ کے ساتھ پڑھدے یہان جمہور کی قراءت فرقناہ- از فرق تخفیف ہو یعنی اسکو واضح کر دیا
اور صاف بیان کر دیا یا اسمین حق و باطل کو جدا کر دیا ہو اور ابن کثیر رح نے لکھا یعنی لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے بیت العزۃ مین اتار دیا
یعنی رمضان کی لیلۃ القدر مین پھر وہان سے تئیس[۲۳] برس مین بحسب وقائع و حکمت الٓہیہ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر اُترا- یہ
عکرمہ نے ابن عباس رض سے روایت کیا- اور ابن عباس رض سے قراۃ تشدید کی بھی روایت ہو ماخوذ از تفریق یعنی ہم نے قرآن کو مجموعہ
نہین اتارا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا تاکہ لوگون پر مدت مین ٹھہرا کر پڑھے ابو عبید رح نے کہا کہ قراءۃ تخفیف مجھے زیادہ پسند ہو کیونکہ اسکی
تفسیر یہ ہو کہ بیناہ یعنی واضح بیان کر دیا اور تشدید کی صورت مین معنی زائد نہین ظاہر ہوتے اسوجہ سے کہ آگے فرمایا- وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا
اور ہم نے اُسکو اُتارا تنزیل کے طریقہ سے یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے- اور ابن الاعرابی نے کہا کہ کلام[عہ] مین فرقناہ تخفیف ہو اور اجسام مین
فرقناہ بتشدید ہو- و علی ہذا دونون قراءتون کے ایک معنی ہونگے جمل حاشیہ جلالین مین لکھا کہ تشدید کی قراءت حضرت علی و ایک
جماعت صحابہ رض سے اور تابعین سے مروی ہو اور اسمین دو باتین مزید ظاہر ہوتی ہین یا تو تفریق آیات در بیان امر و نہی وغیرہ یا
متفرق اُتارا جانا- قولہ علی مکث یعنی آہستگی و ٹھہراؤ کے ساتھ کہ اس سے فہم مین خوب آتا ہو اور حفظ آسان ہو اور تنزیل مین ایک
رحمت و مصلحت عظیم ہو کہ اگر یہ لوگ مجموعہ کتاب دیدیے جاتے تو بھاگ جاتے اور اسکو برداشت نہ کر سکتے پس تنزیل مین انپر شفقت ہو
کذا ذکرہ الشیخ السیوطی فی الاتقان- ف قال الشیخ فی العرائس فی اشارات قولہ تعالےٰ بالحق انزلناہ و بالحق نزل- اشارت ہے کہ
ربوبیت کے حق کے ساتھ ہم نے قرآن کو صدیقین و مقربین کے دلون پر نازل فرمایا ہو تاکہ ہم انکو اپنی ذات پاک و صفات ازلی ابدی کی
معرفت عطا فرماوین اور اُنکے اسرار عالم غیب مین دور کرین تاکہ ہمارے اسرار کو اور خزانہائے بادشاہت کاملہ کو اور عجائب قدرت کو
تمام ذرّون مین مشاہدہ کرین کیونکہ قرآن پاک تو ذات و صفات کے واسطے کنجی ہو بلکہ آیات کنجیان ہین اور ملک و ملکوت کے خزائن
انھین سے کھلتے ہین اور قرآن کا نزول بحق عبودیت بھی ہو تاکہ لوگون کو مراتب و مقامات عبودیت پہچنوائے جاوین جیسے صدق و اخلاص
وغیرہ معاملات تاکہ اس سمندر مین ارواح قدسیہ و قلوب روحانیہ و عقول صافیہ سیر کرین اور پاکیزہ بدن اسمین صاف ہون کیونکہ
ان چیزون کو مقام خضوع معلوم ہوجاتا ہو اور حق مین فنا ہونا معلوم ہوجاتا ہو اور وہی انکا اسمین مطلوب ہوجاتا ہو قولہ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

عہ یعنی یہ کلام مفروق ہے یعنی مبین و مفصل ہے اور یہ جسم متفرق ہو یعنی علیحدہ علیحدہ پارے ہین ۱۲

مبشر او نذیرا۔ مبشر تو ہر ایسے شخص کے واسطے جو قرآن کے واسطے لائق اور اُسکا اٹھانے والا ہو اور قبول و یقین و معرفت و تمکین کے ساتھ لیتا ہو اور نذیر اُس شخص کے لیے جو حکم الٰہی تعالےٰ سے مایوس ہو کر بیٹھ رہا اور شان الٰہی عز وجل کو نہ پہچانا اور نہ اپنے آپ کو پہچانا۔ شیخ جعفر رح نے فرمایا کہ حق نے قرآن کو اپنے خاص بندون کے دلون پر نازل فرمایا اور اسکے مکنون فوائد و عجائب معانی اور لطائف نورانی سے اُنکے اسرار روشن ہوگئے اور اُنکے دل اُسکے صیقل سے پاک ہوگئے اور جوارح و اعضا اُسکے نور سے روشن ہوگئے۔ اور نزول اسکا بحق ہوا یعنی حق سبحانہ عز وجل ہی تا فضل سے اُنپر قرآن و اسکے انوار و برکات مذکورۃ الصدر کا نزول ہوتا ہو پس ذو الفضل وہی ہو اور اس کی معرفت و ہدایت اسی کی طرف سے ہوتی ہو۔ شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ مبشر اس شخص کے واسطے جو متوجہ ہو کر اپنا دل لگا دے اور نذیر اس شخص کے واسطے جو اپنا منھ موڑے اور دوسری جانب جاوے

قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ

کہدے تم قرآن پر ایمان لاؤ ۔ یا ۔ نہ لاؤ ۔ جو لوگ کہ دیے گئے ہین ۔ علم اسکے ۔ پہلے سے ۔ جب وہ انپر پڑھا جاتا ہو تو گر پڑتے ہین

لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

ٹھوڑیون کے بل سجدہ کرتے ۔ اور کہتے ہین کہ ۔ پاک ہو رب ہمارا بے شک ہے وعدہ ہمارے رب کا ۔ بالکل پورا ۔ اور گر پڑتے ہین ٹھوڑیون کے بل

یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝

روتے ہوے اور قرآن بڑھا دیتا ہو انکا گڑگڑانا

سجدہ فرض

قل کہدے اے محمد کہ اٰمِنُوْا بِهٖۤ ایمان لاؤ قرآن پر اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا یا مت ایمان لاؤ اے سوار انتم بہ ام لا یعنی قرآن تو بذات خود حق صریح ہو اسکو اللہ تعالےٰ نے نازل فرمایا ہو خواہ تم اسپر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ یہان سے واضح ہوا کہ آمنوا بہ صیغۂ امر ہو اور لا تومنوا صیغہ نہی ہو پس یہ معنی نہین ہین کہ اول سے حکم مراد ہو یا دوسرے سے ممانعت مراد ہو پس امر و نہی سے ہر ایک کے معنی مراد نہین ہین بلکہ نہایت وعید ہو کہ تم مانو یا نہ مانو اپنے کیے کا بدلا پاؤ گے اور قرآن تو قطعی حق ہو اُسکے آثار ظاہر ہین اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ جن لوگون کو قرآن سے پہلے علم دیا گیا یعنی اہل کتاب توریت و انجیل مین سے صالح لوگ جنکی صلاحیت یہ ہو کہ اپنی کتاب پڑھے اور اسکے احکام قائم کیے اور تبدیل و تحریف سے پرہیز کیا جیسے ورقہ بن نوفل و عبد اللہ بن سلام و سلمان فارسی وغیرہم تو انھون نے اگلی کتابون مین قرآن کی فضیلت و عظمت کو جانا اور حقیقت وحی کو پہچانا اور نبوت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قطعی مطابق پایا تو ایسے لوگون کا یہ حال ہو کہ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ جب انپر یہ قرآن پڑھا جاتا ہو تو یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا گرتے ہین ٹھوڑیون کے بل سجدہ کرتے زجاج رح نے کہا کہ ذقن پر دونون جبڑے ملتے ہین اور جب آدمی سجدہ مین جانا شروع کرتا ہو تو ذقن سب سے پہلے زمین سے قریب ہوتی ہو۔ بعض نے کہا کہ ذقن سے کنایہ جبڑے سے ہو اور جب زیادہ خشوع سے آدمی سجدہ کرتا ہو تو اکثر اپنی داڑھی کو خاک آلودہ کر دیتا ہو کیونکہ داڑھی کے پاک رکھنے مین مبالغہ کیا جاتا ہو تو جب اسی کو خاک آلودہ کر دیا تو انتہاے تعظیم ادا کی۔ بعض نے کہا کہ آدمی پر جب خوف غالب ہوتا ہو تو اکثر وہ اوندھا زمین پر گرتا ہو تو اذقان پر گرنا کنایہ ہو کمال خوف و جذبۂ شوق سے۔ اگر کہا جاوے کہ یخرون للاذقان۔ کی جگہ یسجدون نہ فرمانے مین کیا حکمت ہو جواب یہ ہو کہ یسجدون کہنے مین یہ معلوم ہوتا ہو کہ جیسے سہولت سے آدمی سجدہ کرتا ہو ویسی سجدہ کرتے ہین اور یخرون سے ظاہر ہوا کہ ایسی جلدی اس تعظیم بجا لانے مین کرتے ہین کہ گویا گر پڑتے ہین مگر ساتھ ہی قولہ سجدًا سے تصریح کر دی کہ فعل اضطراری

نہین ہی بلکہ معنی یہ ہین کہ دل سے اس تعظیم کے بجالانے مین جلدی کرتے ہین مگر سجدہ کرتے ہوے. خلاصہ یہ ہوا کہ علم سابق سے یہ لوگ قرآن کی تعظیم و تکریم کو جانکر جب وہ پڑھا جاتا ہو تو اللہ تعالے کے لیے سجدہ مین گرجاتے ہین. وَيَقُولُونَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ. اور کہتے ہین یعنی سجدہ کی حالت مین کہ پاکی ہو ہمارے رب کی اُسکا وعدہ جو سابق کتابون مین ہو کبھی دروغ نہین ہو سکتا. اِنْ ای انہ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا. بیشک ہمارے رب کا وعدہ مفعول ہو. مفعول کے معنی کردیا گیا یعنی ایسا وعدہ ہو کہ گویا وہ ہوگیا پس جو وعدہ اگلی کتابون مین فرمایا تھا کہ قرآن مجید نازل کیا جائیگا اور محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہونگے اور جابہ انوار و برکات و ثواب و عقاب سب ٹھیک ہو اس مین قریش کے جاہلون پر تشنیع ہو کہ جہالت سے اُسکو ٹھیک نہین سمجھتے ہین. بالجملہ جو لوگ علم سابق سے وعدہ پاتے تھے وہ محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اور قرآن کے نزول سے جب وعدہ پورا دیکھتے جاتے ہین تو اللہ تعالے کی تسبیح کرتے ہین پھر جب مواعظ قرآن انمین اثر کرتے ہین تو روتے ہوے دوسرا سجدہ کرتے ہین کما قال وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ اور گرتے ہین سجدہ مین يَبْكُوْنَ روتے جاتے ہین یعنی نرمی قلب سے جو مواعظ قرآن سے پاتے ہین. وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا اور زیادہ کرتا ہے سماع قرآن انکے لیے خشوع کو. کمال تواضع و عاجزی سے اللہ تعالے کی طرف رجوع کرنا اُنپر قرآن کا اثر ہوتا ہو. آداب القرآن سے ہو کہ اسکی تعظیم مین مبالغہ کرے اور رونا مستحب ہے اور اگر رولائی نہ آوے تو رولائی لاوے اور مترجم کہتا ہو کہ اس سے یہ مراد نہین کہ ظاہری صورت بناوے بلکہ یہ معنے ہین کہ جب انوار عظمت و معرفت قلب مین ہوتے ہین تو سنتے ہی جذب شوق سے آنسو بہنے لگتے ہین اور وہ بے اختیاری ہے اور اگر یہ مرتبہ حاصل نہو تو غور سے اپنے دھیان کو لگاوے اور خوف و عذاب و ثواب کے سمجھنے سے دل کو لگاوے کہ وہ خوفناک ہوکر رویگا اور میل دھو ویگا. ابوہریرہ رضہ سے مروی ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے کے خوف سے رویا وہ داخل جہنم نہوگا جبتک کہ دودھ دوہا ہوا پھر تھنون مین واپس نہ جاوے اور کسی شخص پر راہ جہاد کا غبار اور جہنم کا دھوان جمع نہین ہوگا رواہ الترمذی والنسائی. خلاصہ یہ کہ جیسے دوہا ہوا دودھ پھر تھنون مین نہین جاسکتا ایسے ہی خدائے تعالے کے خوف سے رونے والا جہنم مین نجائیگا اور اللہ تعالے کی راہ مین چلنے سے جو غبار پڑا اُسکے ساتھ پھر جہنم کا دھوان جمع نہ ہوگا. ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ دو آنکھین ہین جنکو آگ نہین چھویگی ایک وہ آنکھ جو اللہ تعالے کی خوف سے روئے اور ایک وہ آنکھ جو رات کو جہاد مین نگہبانی کرتی رہے رواہ الترمذی یعنی جہاد مین جہان لشکر اترا اس لشکر کے شبخون دشمنون سے نگہبانی کرنے والے پر جہنم حرام ہو. ف فی العرائس قولہ تعالے ان الذین اوتوا العلم الآیہ. اشارت سے ظاہر ہوتا ہو کہ قرآن کا اثر ان بندون پر زیادہ ہوتا ہے کہ جنکو قبل خلق کے ابتدائے ازل مین معرفت دی گئی اور یہ ارواح عارف تھے اور عالم بصفات حق تھین اور شرائع و عبودیت ظاہر ہونے سے پہلے وہ حق تعالے سے حق کو بلا واسطہ و حجاب کے سماعت کرتی تھین جب عالم وجود مین آنے کے بعد بواسطہ بدن کے اُنپر کلام الٰہی پڑھا جاتا ہو تو یہ اُن کے جوش کو اُبھار دیتا ہے کہ محبت بھڑک جاتی ہے اور شوق الٰہی مین جنبش کرتی ہین اور لذت خطاب الٰہی سے راحت پاتی ہین اور اس کی مراد کو پہچانتی ہین پس اُسکے حکم کیواسطے خضوع و خشوع کرتی ہین جب کلام حق انھون نے سُنا تو انکے قلوب مین ہیجان محبت ہوتا ہو پس اس وجود کے قربان کرنے پر جوش کرتے ہین اور اس کی عظمت و جبروت کے سامنے گر پڑتے ہین اور کوئی حیلہ نہین پاتے مگر یہی کہ خاک پر سر رکھکر اسکی عظمت و سلطنت کے سامنے خضوع کرتے ہین اور شرک و شریک و مخالفت و مساہم سب سے اسکی پاکی بیان کرتے ہین کما قال تعالے ویقولون سبحان ربنا. اور اسکے شوق مین بوجہ گرفتاری کے

ے یعنی جیسے یہ محال ہو ویسے ہی اسکا جہنم مین جانا محال ہے ۱۲

مگر سجدہ کرتے وروتے ہین کما قال تعالے ویخرون للاذقان یبکون الآیہ اسکے شوق جمال مین روتے ہین اور اُسکی محبت مین آنسو بہاتے ہین اور اُسکی عظمت کے سامنے دم بخود ہوجاتے ہین یہ خوف کرتے ہین کہ وہ پاک بے پرواہ ہو اتنی بے صبری پر ناخوش نہ ہو یہ رونا کیسا پاکیزہ ہو یہ گڑگڑانا کیسا لذیذ ہو رونا اسی سے اسی کی طرف ہو سے دلآرام دربر دلآرام جوے۔ محبوب بغل مین اور پھر ڈھونڈتے ہین پاہو نہ پانے پر رونا ہو اور نہین پایا مگر پانے مین رونا ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے کہا کہ سماعت قرآن کس شان پر ہو بندہ نے جب قرآن سنا تو اسکا سر باطنی واسطے سماع قرآن کے خشوع مین آیا اور سچے برہان سے اُسکا قلب منور ہوا اور جوارح اسکی فرمانبرداری کے زیور سے آراستہ ہوئے۔ ابو یعقوب سوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رونا کئی قسم کا ہے ایک رونا اللہ تعالے کی طرف سے اور وہ اسطرح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو سعادت یا شقاوت جاری ہوئی اُسکے خوف سے روئے دوم اللہ تعالے پر رونا اور وہ اسطرح ہو کہ حسرت و افسوس کرکے روئے اور جو حصہ کہ اللہ تعالے سے اسکو ملنا چاہیے تھا اس کے ضائع ہونے پر روئے۔ سوم اللہ تعالے کے واسطے رونا اور وہ اسطرح کہ اللہ تعالے کے ذکر سے اور اُسکے وعدہ و وعید و قرب و منزلت کی یاد سے روئے۔ چہارم رونا اللہ تعالے کے ساتھ اور یہ رونا کمال معرفت ہو کہ اس رونے مین اس سے کوئی حظ اُسکو نہ ہو شیخ قاسم رحمہ اللہ نے کہا کہ رونا کئی طرح پر ہوتا ہو ایک جاہلون کا رونا کہ جو اپنے جاہل ہونے پر روئین دوم عالمون کا رونا جو اپنے قصور پر روتے ہین سوم صالحین کا رونا جو اس خوف سے روتے ہین کہ فضل و عنایت مین سے کچھ کم نہ کر دیا جاوے۔ چہارم اماموں کا رونا جو اس خوف سے روتے ہین کہ سبقت نہ ہوئی قلت اسکے دو معنی ہو سکتے ہین ایک یہ کہ بحکم قولہ منہم سابق بالخیرات۔ یہ سبقت نہ ہوئی۔ اور دوم یہ کہ اُنپر اورون کو سبقت دی گئی ہو جیسے معراج کی حدیث مین حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم جب موسی علیہ السلام سے تجاوز فرما گئے تو وہ روئے کہ مجھپر سبقت دی گئی ہے۔ پنجم شہسواران توحید کا رونا کہ وہ ہیبت و محبت و متواتر انوار سے روتے ہین شیخ استاد رح نے فرمایا کہ قرآن کا سننا ایک قوم کے دلون مین مؤثر ہوا اور ایک قوم کے اسرار کو حیرت مین ڈالنے والا ہو پس جنکے دلون مین مؤثر ہوتا ہو وہ علماء ہین اور جنکے دلون کو حیرت مین ڈالتا ہو اسطرح کہ اسرار متحیر ہو جاتے ہین وہ موحد ہین پھر علماء کے دلون مین اُسکی تاثیر یہ کہ صحیح استدلال دیکھتے ہین اور موحدین کے اسرار مین حیرت ہونا جمال و جلال کے شہود سے ہو۔ پھر جب اللہ تعالے نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے شرف نبوت کو ظاہر فرمادیا اور منکرون کے شبہات رد کر دیے تو عموماً دعاء الٰہی عزوجل اور اسکے کمال توحید کو مع طریقہ عبادت کو بیان فرمایا بقولہ تعالے

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۚ وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ

تو کہدے کہ نام لو اللہ یا لو رحمٰن کسی نام کو تم پکارو وہی ہو اس کے واسطے نام ہین بہت اچھے اور مت جہر کر اپنی نماز کے ساتھ

وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ

اور مت مخافت کر اسکے ساتھ اور ڈھونڈھلے بیچ مین اسکے ایک راہ اور تو کہہ کہ سب حمد ہی اللہ کو جسنے نہین بنایا فرزند اور نہ تھا

یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ۝

اسکا کوئی شریک (ساجھی) بادشاہت مین اور نہ اسکا کوئی متولی جہت ذلت سے اور بزرگی بیان کر اسکی بہت بزرگی

قُلِ کہدے اے محمد ان مشرکون سے جو اللہ تعالے کے واسطے رحمن کے نام سے منکر ہین صفت رحمت سے گویا انکار ہو تو انسے کہدے کہ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّامَّا تَدْعُوْا پکارو اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام اللہ لیکر پکارو یا نام الرحمن پکارو کچھ فرق نہین

یا دونون بہتر ہین - فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى کیونکہ اسکے بہت نام اچھے ہین - ابن عباس و مکحول سے روایت ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے سجدہ مین کہتے تھے کہ یا اللہ یا رحمن - اسکو ایک مشرک نے سنا تو کہا کہ محمد زعم کرتے ہین کہ مین ایک ہی کو پکارتا ہون حالانکہ وہ دو کو پکار رہے ہین پس اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری - رواہما ابن جریر رح کذا فی تفسیر ابن کثیر - سراج و معالم وغیرہ مین اس مشرک کا نام ابو جہل لکھا ہو اور حضرت عائشہ رض سے مروی ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آواز سے دعا کرتے اور کہتے یا اللہ یا رحمن تو اہل مکہ نے سنکر کہا کہ دو کو پکارتے ہو اور توحید کا دعوی کرتے ہو پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی - اور مترجم کہتا ہو کہ اس قول پر یہ آیت مکی ہو اور جن لوگون نے کہا کہ تمام سورہ مکیہ ہو انکے واسطے مؤید ہو دلیکن اس سے پہلے کی آیت سجدہ مین قولہ اذا یتلی علیہم یخرون للاذقان الآیہ مین تامل ہو اسلیے کہ اہل کتاب پر قرآن کی تلاوت مدینہ مین واقع ہوئی ہو اور جواب یہ ہو سکتا ہو کہ ورقہ بن نوفل مکہ مین تھے یا کہا جاوے کہ اہل مکہ مین سے بعض نے مدینہ مین جاکر ان آیات قرآنیہ مین سے کچھ سنا یا ہو واللہ تعالے اعلم - اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اول جب قرآن اترا ہو تو اسمین الرحمن کا نام قلیل تھا اور اہل کتاب مین سے جو لوگ مسلمان ہوے تھے مانند عبداللہ بن سلام و ابن یامین وغیرہ علمار کے انکو ایک گرانی تھی کیونکہ توریت مین یہ نام بہت ہو پس انھون نے الرحمن کے نام سے دعا کرنے کو دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی یعنی چاہو اللہ کے نام سے دعا مانگو یا الرحمن کے نام سے دونون اچھے ہین پس قریش نے کہا کہ یہ کیا حال ہے کہ محمد ایک کو پکارتے تھے اب دو کو پکارتے ہین اور ہم تو رحمن اسی یمامہ والے کو جانتے ہین یعنی مسیلمہ کذاب کو رحمن الیمامہ کہتے تھے پس نازل ہوا قولہ وہم بذکر الرحمن ہم کافرون - اور بھی نازل ہوا قالوا وما الرحمن مشرکین کہنے لگے کہ الرحمن کون ہو پس مومنین اہل کتاب تو خوش ہوے اور کفار قریش بحکم قولہ وزادہم نفورا - انکو نفرت بڑھی اور یہی ہو قولہ تعالے الذین آتیناہم الکتاب یفرحون بما انزل الیک ومن الاحزاب من ینکر بعضہ - یعنی جن لوگون کو ہم نے کتاب دی وے خوش ہوتے ہین اس سے جو تجھپر اتارا گیا اور احزاب مین سے وہ ہو جو اسمین سے بعض کا انکار کرتا ہو - ذکرہ فی السراج وغیرہ - وعلی ہذا یہ آیت مدنیہ ہو لیکن اس روایت کا ثبوت حضرت ابن عباس سے چاہیے ہے اور شاید کہ بیان مین تقدیم و تاخیر ہو پس مشرکین مکہ تو بسم اللہ الرحمن الرحیم مین الرحمن سے منکر تھے اور کہتے کہ رحمن ہم نہین جانتے ہم تو یمامہ والے رحمن الیمامہ کے سوائے کوئی رحمن نہین جانتے ہین اور واللہ ہم کبھی اسکے نام پر نہین پکارینگے اور نہ مانینگے پھر انکو تنبیہ کی گئی کہ اللہ تعالے کے اسمائے حسنی ہین جنمین سے اللہ و الرحمن بھی ہو جس سے چاہو پکارو بہتر ہو پھر مانند قولہ ہو اللہ الذی لا الہ الا ہو الرحمن الرحیم الآیہ وغیرہ سے جب مدینہ مین تشریف لائے تو اہل کتاب خوش ہوے واللہ تعالے اعلم - سراج مین لکھا کہ اگر کہا جاوے کہ ادعوا زیداً او ادعوا عمروا تو ظاہر ہوتا ہو کہ زید و عمرو دونون الگ الگ ہین پس ابو جہل کا شبہہ تو ہو سکتا تھا جواب یہ ہو کہ ادعوا یہان پکارنے کے معنی مین مستعمل ہی بلکہ بمعنے سموا ہو یعنی نام لو اللہ کا یا تم نام لو الرحمن کا پس مراد یہان مسمی نہین ہو بلکہ اسم ہو اور حرف او بمعنی اختیار ہو چاہو یہ نام لو یا وہ نام لو - اور واضح ہو کہ حسنی صیغہ مونث اسم تفضیل ہو بوجہ جمع ہونے لفظ اسمار کے جو موصوف واقع ہوا ہو اور جمع حکم میں مؤنث کے ہوتا ہو صفت کو بھی مونث لایا گیا اور وہ اصلی مونث نہین ہو - اور اللہ یا الرحمن وغیرہ کے احسن الاسمار ہونے کے یہ معنی ہین کہ انمین تمجید و تقدیس و تعظیم کے مستقل معانی موجود ہین - اور اسمار حسنی مین سے ننانوے کا بیان قولہ وللہ الاسمار الحسنی کی تفسیر مین گذر چکا ہو - وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ اور جہر مت کر اپنی نماز کے ساتھ - وَلَا تُخَافِتْ بِهَا - اور مخافت مت کر اسکے ساتھ - یعنی نہ جہر کر اور نہ مخافت کر - وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اور اسکے درمیان مین راہ تلاش کر - یعنی جہر و مخافت کے درمیان پڑھنا چاہیے اور ظاہر کلام مین نماز کا ذکر موجود ہو لیکن سلف سے یہان متعدد

اقوال مروی ہین ازانجملہ یہ کہ نزول اسکا نماز کے بارہ مین ہو جیسا کہ ظاہر کلام ہو اور ازانجملہ یہ کہ نزول اسکا دعا یا تشہد کے بارہ مین ہو ازانجملہ یہ کہ اہل کتاب کے طریقہ سے جو اچھا نہ تھا احتراز کرنے کے حکم مین ہو۔ شیخ ابن کثیر رح کی تفسیر مین ہے کہ امام احمد رح نے بطریق سعید بن جبیر رحمہ اللہ ابن عباس رض سے روایت کی کہ نزول اس آیت کا کہ ولا تجہر بصلوتک الآیہ اسوقت ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکہ مین پوشیدہ رہتے تھے اور کہا کہ یہ بات یہی تھی کہ جب آپ اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھتے تو قراءۃ قرآن کے ساتھ جہر کرتے تھے پس جب مشرک لوگ سنتے تو قرآن کی بدگوئی کرتے اور جس نے اُتارا اسکی برائی کرتے اور جو لایا اسکے ساتھ بدزبانی کرتے تھے کہا ابن عباس رض نے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ولا تجہر بصلوتک یعنی مت جہر کر اپنی قرارت کے ساتھ کہ مشرکین سنکر قرآن کے ساتھ بدزبانی کرین ولا تخافت بہا اور اسکی قرارت مین مخافت بھی مت کر اپنے اصحاب سے کہ انکو نہ سنا دے کہ تجھ سے سیکھ نہ سکین وابتغ بین ذلک سبیلا یعنی درمیانی طریقہ اختیار کر۔ یہ روایت صحیحین مین بھی موجود ہو اور ایسا ہی ضحاک نے ابن عباس رض سے روایت کیا اور اتنا بڑھا دیا کہ پھر جب آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو یہ حکم ساقط ہوگیا پھر جو چاہتے وہ کرتے تھے۔ اور محمد بن اسحق نے بطریق عکرمہ از ابن عباس روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز مین قرآن جہر سے پڑھتے تھے تو مشرکین متفرق ہوجاتے اس سے انکار تھا کہ قرآن سنین اور کوئی آدمی جب یہ قصد کرتا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کی کچھ تلاوت سنے جب آپ نماز مین ہون تو مشرکون کے خوف سے انکی چوری سے کان لگا کر سنتا اور اگر ان مین سے کسی کو دیکھتا تو اس کی ایذا کے خوف سے چلا جاتا اور نہ سنتا سو اگر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مخافت سے پڑھتے تو جو لوگ چوری سے سننا چاہتے تھے وے کچھ نہین سُن سکتے تھے تب اللہ تعالے نے نازل فرمایا ولا تجہر بصلوتک یعنی تاکہ مشرکین متفرق نہ ہوجاوین ولا تخافت بہا۔ یعنے پھر وہ شخص نہ سُن سکے جو چوری سے سننا چاہتا تھا شاید کہ وہ بعضی سنی ہوئی بات سمجھے اور نفع اُٹھاوے وابتغ بین ذلک سبیلا یعنے درمیان کا طریقہ اختیار کرو۔ یہی قول عکرمہ وحسن بصری وقتادہ کا ہے کہ نزول اس آیت کا نماز کی قرارت کے بارہ مین ہو اور شعبہ رح نے اپنی اسناد سے حضرت ابن مسعود رض سے روایت کی کہ جس نے اپنے کانون کو سنایا اُسنے مخافت نہین کی۔ اقول اس روایت سے ظاہر ہوتا ہو کہ مخافت ممنوعہ یہ ہے کہ اپنے کانون کو بھی نہ سنا دے اور ظاہر مذہب حنفیہ یہی ہو کہ اگر ایک شخص نے اس طرح پڑھا کہ خود بھی نہ سنا تو قرارت نہین جائز ہے اور بعض روایت مین ہو کہ ادنی درجہ مخافت کا یہ ہے کہ حروف کی تصحیح ہو اور مترجم کے نزدیک اسکی تاویل یہی ہے کہ خود سنے اسلیے کہ حروف کی تصحیح و بے تصحیح بغیر اسکے معلوم نہین ہوسکتی ہے۔ اور شیخ ابن جریر نے اپنی اسناد سے روایت کی کہ محمد بن سیرین نے کہا کہ مجھے خبر دی گئی ہو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز مین قرارت پڑھتے تو اپنی آواز خفض کیا کرتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ بلند کیا کرتے تھے تو ابو بکر رض سے کہا گیا کہ ایسا کیون کرتے ہو کہا کہ مین اپنے رب عز وجل سے مناجات کرتا ہون اور وہ میری حاجت جانتا ہو کہا گیا کہ اچھا کرتے ہو اور عمر رض سے کہا گیا کہ ایسا کیون کرتے ہو تو کہا کہ مین مطرود کرتا ہون شیطان کو اور جگاتا ہون اونگھتے ہوے کو تو کہا گیا کہ اچھا کرتے ہو پھر جب یہ آیت اُتری ولا تجہر بصلوتک ولا تخافت بہا الآیہ تو ابو بکر رض سے کہا گیا کہ آواز کچھ بلند کرو اور عمر رض سے کہا گیا کہ آواز کچھ پست کرو۔ ہکذا ذکرہ الشیخ ابن کثیر اور معالم وغیرہ مین یہ روایت اسی قدر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اپنے اصحاب رض کے گھرون کا دورہ کیا تو ابو بکر رض نماز مین اپنی قرارت آواز خفی پڑھتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ بآواز بلند پڑھتے تھے پھر صبح کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رض سے کہا کہ اپنی آواز کیون پست کرتے ہو انھون نے کہا کہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہون اور وہ میری حاجت جانتا ہو اور عمر رض سے فرمایا کہ کیون بلند کرتے ہو عرض کیا کہ شیطان کو ہانکتا ہون اور سوتون کو جگاتا ہون پس آپ نے ابو بکر رض کو کہا کہ

اپنی آواز کچھ بلند کرو اور عمر رضہ سے فرمایا کہ اپنی آواز کچھ پست کرو۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ روایت بعض صحاح مین بھی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ مدینہ کا ہے اور مکہ مین تو فرائض بھی متقرر نہ ہوے تھے مگر ہجرت سے ایک سال پہلے معراج مین مگر شاید کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اسوقت مین تہجد ادا کرتے ہون جیسے سورۂ مزمل سے ظاہر ہوتا ہے واللہ تعالے اعلم۔ ابن کثیر رحہ نے لکھا کہ عکرمہ نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ نزول اس آیت کا دعا رکے بارہ مین ہے اور ایسا ہی حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کما فی المؤطا۔ و ایسا ہی مجاہد رحہ و سعید ابن جبیر و ابو عیاض و مکحول و عروہ بن الزبیر رحہ نے کہا ہے۔ عبد اللہ بن شداد رضہ سے روایت ہے کہ بنی تمیم مین سے ایک اعرابی مسلمان ہوا جب آنحضرت صلعم سلام پھیرتے تو وہ بلند آواز سے کہتا کہ اللہم ارزقنی ابلا و ولدا۔ الٰہی مجھے اونٹ و اولاد روزی کر۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اقول اس سے معلوم ہوا کہ دعا مین جہر کرنا بدرجۂ اوسط جائز ہے ولیکن لازم ہوگا کہ پست کرنا جائز تھا اور جواب یہ ہے کہ پست کرنے سے یہ مراد ہے کہ خود بھی نہ سنے تو وہ نہین جائز ہے ولیکن وارد ہوتا ہے کہ ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ سے دعا خفیہ مستحسن ہے پس بعض نے کہا کہ اول آیت اس دوسری آیت سے منسوخ ہے اور امام رازی نے کہا کہ یہ قول بعید ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ جب مخافت ممنوعہ وہ ہوئی کہ خود بھی نہ سنے تو آیت مین خفیہ سے اسقدر لینا چاہیے کہ خود سُن لے پس نسخ کی حاجت نہ رہی البتہ یہ بات معلوم ہوئی کہ قولہ مین ذلک بین مراتب ہین یعنے اسقدر پست کہ خود نہ سنے ممنوع ہے اور اسکے بعد ایک درجہ یہ کہ خود سنے فقط اور دوم یہ کہ پاس والا بھی سُنے اور تیسرا یہ کہ اول صف والے سُن لین چوتھا یہ کہ دوسری صف والے بھی سنین۔ بالجملہ امام کی قراءت اسقدر کہ تمام صف والے سنین ممنوع نہ ہوگی بشرطیکہ صفین اسقدر ہون کہ آواز معقول سے اُنکو سُنا سکے۔ پھر اس سے زائد جہر مکروہ ہوگا۔ اور پہلے معلوم ہو چکا کہ ضحاک نے ابن عباس سے جو روایت کی کہ آیت دربارہ قراءت کے ہے اور مکہ تک اس کا حکم رہا پھر مدینہ مین آپ کو اختیار ہوا کہ جسطرح چاہین پڑھین یہ دلیل ہے کہ یہ حکم منسوخ ہوا۔ واللہ تعالے اعلم۔ قول دیگر یہ کہ آیت دربارہ تشہد ہے چنانچہ ابن جریر نے اپنی اسناد کے ساتھ عائشہ رضہ سے روایت کی کہ قولہ لا تجہر بصلوتک الآیہ کا نزول تشہد کے بارہ مین ہے۔ اور یہی محمد بن سیرین سے مروی ہے۔ اقول اس صورت مین صلوۃ کا اطلاق تشہد پر ہوا ہے۔ قول دیگر یہ کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ لا تجہر بصلوتک یعنی لوگون کے لیے آئینہ کرنے کو مت پڑھ و قولہ ولا تخافت بہا یعنی لوگون کے خوف سے ترک مت کر۔ اور حسن بصری رح سے مروی ہے کہ قولہ لا تجہر بصلوتک الآیہ کہا کہ معنی یہ ہین کہ ظاہر مین نماز کو خوب بنا کر مت پڑھ اور باطن مین اُسکو خراب مت کر۔ ایسا ہی عبد الرزاق نے بواسطۂ معمر رحہ کے حسن بصری سے روایت کی ہے اور یہی عوف رح و قتادہ نے حسن سے روایت کیا۔ قول دیگر یہ کہ عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم رحہ نے کہا کہ اہل کتاب مخافت کرتے تھے پھر انمین سے ایک پادری ایک کلمہ کو آواز سے پڑھتا پس اسکے ساتھ اسکے پیچھے اور لوگ بھی اسی کلمہ پر چیخنے پس اللہ تعالے نے اس آیت مین ایسے جہر سے منع کر دیا جیسے وہ شخص پادری کرتا اور ایسی مخافت سے منع کر دیا جیسے قوم والے کرتے پھر درمیانی راہ وہ تھی جو جبرئیل علیہ السلام نے نماز مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے مقرر کر دی تھی مترجم کہتا ہے کہ ان اہل تفسیر موجودہ مین سے کسی نے اس مقام پر کوئی قول تطبیقی نہین لکھا ہے اور مترجم کو جو ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سبب اولی وہی قراءت نماز ہے اور ثانیا اس مین دعا و جملہ ارکان نماز مین جہر و مخافت داخل ہے اور جہر و مخافت مین ریاکاری کرنا ممنوع یا ریا کے خوف سے بالکل ترک بھی ممنوع ہے اور خلاصہ یہ کہ توسط ان اعمال مین براہ عقل و نیت محمود ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب جب اللہ تعالے نے اہل شرک کے جہالات رد کر دیے اور کمال قدرت و عظمت و توحید ثابت فرما دی تو اب خلاصہ اپنی توحید کا حمد کے ساتھ فرمایا بقولہ۔ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور کہدے کہ سب تعریف اللہ تعالے کے واسطے ہے یعنی اُس ذات پاک خالق عز و جل کے لیے

جو سب کمالات والا ہے اور کوئی عیب جو مشرک لگاتے ہین اُسکی درگاہ عزت کے لائق نہین اور وہ پاک ہو ازانجملہ مشرکون کے رد کرنے
کے تین صفات سلبی بیان فرمائے اول۔ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وہ پاک جس نے نہین بنالیا فرزند۔ اس مین اشارت ہو کہ خالق وہی ہو
تو جو کوئی ہوتا اُسکا مخلوق ہوتا پس اُسنے فرزند نہین لیا جیسے نصرانی کافر وغیرہ کہتے ہین کبیر مین رازی رح نے لکھا کہ الحمد یعنی تمام کامل حمد
ایسی ذات کے لیے بتلائی جس نے فرزند نہین لیا یعنی وہ بیٹا جو رہ سے یک ہے تو اُسکے کئی وجوہ ہین اول یہ کہ کسی کا فرزند وہ ہوتا ہو جو اُسکے
اجزا مین سے کسی جزو سے پیدا ہوا ہو پس جس کسی کا فرزند ہو وہ ضرور اجزا سے مرکب ہوگا اور جو چیز کہ مرکب ہوتی ہو وہ اجزا موجود ہو کر
تب مرکب ہو کر پائی جاسکتی ہو تو مرکب کو احتیاج ہو اجزا کی طرف کیونکہ اگر اجزا نہ ہون تو یہ مرکب کبھی نہ ہوگا پس یہ مرکب قدیم نہین ہو سکتا اور
قدیم وہ ہے کہ وہ بالکل کسی چیز کی طرف محتاج نہ ہو کیونکہ جو محتاج ہو وہ جسکی طرف محتاج ہوا اُسی سے حادث ہے اور حادث مخلوق کو کمال
کہان سے ہوا تو وہ کمال حمد کا مستحق نہ ہوا تو ولد والے کے لیے حمد نہین ہے پس حمد اُسی کے واسطے ہے جسکے فرزند نہین ہے۔ وجہ دوم یہ کہ
جس کسی کے فرزند ہو وہ سب نعمتین اپنے فرزند کے لیے رکھتا ہے اور یہ نہین ہو سکتا کہ اُسکو طاقت و قدرت سب کچھ ہو پھر اُسکے غلام اُسکے فرزند کو
قتل کر ڈالین جیسے نصرانی دعوی کرتے ہین یا جسکا فرزند ہوتا ہے وہ ہر طرح کی آسایش اُسی کے واسطے افضل دیتا ہو پھر جب فرزند نہین ہوتا تو
نعمتین اپنے غلامون کو دیدیتا ہو مگر اللہ تعالے اپنے بندون کو بڑی بڑی نعمتین دیتا ہے چنانچہ بادشاہ بناتا ہے تو ثابت ہوا کہ اس نے فرزند
نہین لیا جیسے کفار نصرانی انتہا سے نادانی کی وجہ سے افترا باندھتے ہین پس حمد اُسی کے لیے ہے جس نے بندون پر کمال انعام کیا اور
فرزند نہین اُس کے لائق ہے۔ وجہ سوم یہ کہ جسکے فرزند ہوتا ہے وہ بعد باپ کے قائم مقام ہوتا ہے تو باپ ایسا ہوگا کہ ہمیشہ انعام و اکرام
بندون پر نہین کر سکتا تو کمال حمد کا مستحق نہ ہوگا حالانکہ اللہ تعالے ہمیشہ بے انتہا زمانہ تک اپنے بندون پر انعام و اکرام کرنے والا ہے اور کوئی
اسکے قائم مقام ہونے کے لائق نہین ہے کیونکہ وہ تو سب سے اعلی اور سب قدرت والا اور سب اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہین تو ظاہر ہے
کہ نادان نصرانی کے قول پر بیٹا ان سب باتون سے خالی ہوگا کہ وہ اُسی وقت سب سے اعلی نہ ہوا اور اگر کہا جاوے کہ کسی دوسرے
وقت ہوجائیگا تو معلوم ہوا کہ اس مین تغیر ہوتا رہتا ہے تو وہ ضرور حادث ہے کیونکہ جسمین تبدل و تغیر ہو وہ حادث ہے پھر کہان سے وہ قدیم
ہو سکیگا اور وہ قدرت والا بھی نہین ہے اور اُسکے قبضہ مین سب مسخر بھی نہین بلکہ وہ خود مسخر و مقہور ہے تو وہ کہان سے قائم مقام فرزند ہو سکتا
ہے اور یہ بالکل ظاہر و صاف باتین ہین جو انکو نہ سمجھے بڑا احمق ہے۔ قسم دوم صفات ثلثہ سلبیہ مین سے یہ ہے۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيكٌ
فِي الْمُلْكِ اور نہ تھا اُسکا کوئی ساجھی بادشاہت مین۔ کیونکہ وہ تو سب سے اعلی و سب کمال والا ہے پھر اُسکا ساجھی کس طرح کا ہو سکتا ہے
اگر برابر کا ہو تو سب سے اعلی نہ ہوا اور اُس کے قبضہ مین مقہور و مسخر ہوا اور ساجھی سے اختیار کامل نہین رہتا اگر وہ سب صفت مین
کامل ہے تو ساجھی مجبور ہوتا پھر ساجھی کیونکر ہو سکتا ہے پس سلطان ذو الجلال والاکرام وہی وحدہ لاشریک ہے جسکا کوئی ساجھی بادشاہت
مین نہین ہو سکتا پس ہر انعام و اکرام جو بے انتہا طریقہ سے اُسنے بندون پر برسادیا ہے وہ اُسی کا انعام ہے وہی حمد کے واسطے مستحق ہے۔
قسم سوم صفات سلبیہ سے قولہ۔ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ یعنی اور نہ تھا اُسکا کوئی ولی اس راہ سے کہ اس مین کوئی عاجزی یا ضرورت
تھی جسکو اُس کے ولی نے بوجہ دوستی و موالات کے اُس سے دفع کی کیونکہ وہی قادر قوی کامل حاکم ہے جو چاہے کرے جو کچھ اس کے
سوا ہے سب اس کی مخلوق اور اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر و مجبور ہے۔ پس اس کلام مین تمام اوہام شیطانی کی نفی کردی کہ اس کا
کوئی شریک نہین ہو سکتا نہ تو اُسکے جنس کا کیونکہ وہ جنس سے پاک ہو بیٹا وغیرہ کچھ نہ ہوا اور نہ اُسکے غیر جنس کا اور نہ اختیار سے اور نہ مجبوری سے

کسی طرح شریک نہین ہوسکتا اور نہ اُسکا معاون ہوسکتا ہے جب یہ شان ہے تو کمال حمد و ثنا اُسی کے شایان ہے وہی کامل متفرد بالنعام واحسان ہے اُسکی عظمت و کبریائی کے تصور مین وہم وگمان بیچارے عاجز و عقل حیران ہے لہذا فرمایا۔ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا اور اُسکی کبریائی بیان کر انتہا سے درجہ کبریائی و عظمت کا وہ اپنی ذات مین متوحد و صفات مین متفرد و کامل ہے وہی تمام محامد کا مستحق ہے تمام بے انتہا مخلوقات اُسکے ارادہ کن سے موجود ہے تو یہ سب مخلوقات اُسکے ادنی اشارہ مین معدوم ہے پھر تو پہاڑون و آسمانون وغیرہ کی بڑائی مین حیران ہورہا ہو تو اُسکی عظمت دیکھ جسکی قدرت کے سامنے یہ سب معدوم ذرہ کے برابر ہے اور جو انکین سے موجود ہے وہ اُسی کی شان عالی متعالی ہے اسی واسطے اُسکے حبیب اکرم نمونہ قدرت متوحد محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آیت العزت یہ ہے الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک آخر تک۔ یہ حدیث امام احمد نے مسند مین معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز جو لوگ پہلے جنت مین بلائے جاوینگے وے لوگ ہونگے جو آسانی و سختی دونون حال مین اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے رہے ہین۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحمد سر ہے شکر کا جس بندہ نے اللہ کی حمد نہ کی اُسنے اُسکا شکر نہ کیا۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل الدعاء الحمد ہے اور افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب باتین چار ہین لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر و سبحان اللہ و الحمد للہ ان چارون مین سے جس سے چاہے شروع کرے کچھ مضر نہین ہے۔ رواہ مسلم فی صحیحہ۔ سراج مین ہو کہ ابن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یہ قول الٰہی عزوجل قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن الآیہ۔ تو فرمایا کہ یہ چوری سے امان ہے۔ کہا کہ مہاجرین مین سے ایک شخص نے سوتے وقت اس آیت کو پڑھ لیا تھا رات مین کافرون مین سے ایک چور اُسکے مکان مین آیا اور سب اسباب گھر کا جمع کیا اور لاد کر لے چلا۔ مالک مکان جاگتا تھا کچھ سوتا نہ تھا لیکن خاموش تھا یہانتک کہ چور دروازہ تک پہونچا دیکھا کہ دروازہ بند ہے پھر اُسنے آمد و رفت تین بار کی اور ہر بار دروازہ بند پایا پس مالک مکان ہنس پڑا اور کہا کہ مین اپنے مکان کو محفوظ کر لیتا ہون۔ روایت ہے کہ بندہ کا اللہ اکبر کہنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہو۔ شیخ ابن کثیر رحہ کی تفسیر مین ہو کہ امام ابن جریر نے قتادہ رحہ سے روایت کی کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے لوگون کو یہ آیت سکھلایا کرتے تھے الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً الآیہ۔ خواہ چھوٹا ہوتا یا بڑا ہوتا سب کو سکھلاتے تھے۔ رواہ ابن جریر۔ عبد الکریم بن ابی امیہ سے روایت ہے کہ بنو ہاشم مین سے جو لڑکا صاف بولنے لگتا تو اُسکو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سات بار قولہ تعالیٰ الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً آخر تک سکھلاتے تھے۔ رواہ عبد الرزاق فی مصنفہ ابن جریر رحہ نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن کعب القرظی رحہ سے روایت کی کہ یہود و نصاریٰ کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹا لیا۔ اور عرب کہتے کہ لبیک لا شریک لک الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک۔ یعنی اے رب ہم تیری خدمت مین حاضر ہین کوئی تیرا شریک نہین سوا ایسے شریک کے جو تیرا ہے تو اسکا مالک ہے اور جسکا وہ مالک ہے اُسکا بھی تو مالک ہے اور فرقہ صابیہ اور فرقہ مجوس کہتے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے مددگار نہ ہوتے تو وہ عاجز ہو جاتا پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اُتاری قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولداً ولم یکن لہ شریک فی الملک ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا۔ شیخ ابن کثیر رحہ نے کہا کہ ایک حدیث مین آیا ہو کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کا نام آیۃ العزۃ رکھا ہے اور بعض آثار مین وارد ہو کہ جس گھر مین رات کو یہ آیت [آیت عزت ۱۲] پڑھ دی جاوے اس مین چوری یا آفت نہ پہونچیگی واللہ اعلم اور حافظ ابو یعلی نے مسند مین ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی کہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اسطرح نکلا کہ میرا ہاتھ آپ کے دست مبارک مین تھا یا آپ کا

مبارک ہاتھ میرے ہاتھ مین تھا پس آپ ایک مرد کے پاس آئے جو ذلیل ہیات سے تھا آپ نے فرمایا کہ اے فلان جو مین دیکھتا ہون تیری حالت کس چیز سے پہونچی اُسنے عرض کیا کہ بیماری و محتاجی سے ہے آپ نے فرمایا کہ مین تجھے چند کلمات نہ سکھلاؤن کہ تجھ سے بیماری و مفلسی دور کرین اُسنے عرض کیا کہ ضرور سکھلا دیجیے اور مجھے ایسے کلمات کے بدلے اسکی خوشی نہین کہ مین آپکے ساتھ جنگ بدر یا اُحد مین حاضر ہوتا ابوہریرہ نے کہا کہ یہ سنکر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور فرمایا کہ کیا اہل بدر و اہل احد وہ پاوینگے جو فقیر قناعت کرنے والا پاویگا ابوہریرہ نے کہا کہ مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے بھی سکھلا دیجیے فرمایا کہ اے ابوہریرہ کہہ توکلت علی الحی الذی لایموت الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن لہ شریک فی الملک الآیہ۔ پھر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس آئے اور حالت میری اچھی ہوگئی تھی مجھ سے فرمایا کہ اچھا ہے مین نے عرض کیا کہ یارسول اللہ برابر مین وہی کلمات کہا کرتا ہون جو آپ نے مجھے سکھلا دیے ہین۔ قال الشیخ اسنادہ ضعیف و فی متنہ نکارۃ واللہ اعلم۔ سراج مین ہے کہ عبداللہ بن کعب سے روایت ہے کہ توریت کا شروع وہ ہے جو سورہ انعام کا شروع ہے اور خاتمہ یہ ہے جو اس سورہ شریف کا خاتمہ ہے۔ واضح ہو کہ کشاف مین زمخشری نے یہان فضائل مین ایک موضوع حدیث لکھی اور عجب کہ صحاح احادیث سے منکر ہوجاتا ہے اور موضوعات کا مقر ہوتا ہے اور اسکی تبعیت مین اس موضوع کو بیضاوی و ابن عادل نے بھی ذکر کیا ہے۔ ف فی العرائس فی اشارات قولہ تعالے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن الآیہ۔ تفسیر اسکی عام کے واسطے اوپر گذری اور اسمین اہل معرفت کے لیے اشارات ہین پس جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے نے اپنے بندون کو ان دو اسم خاص کی معرفت کی طرف بلایا ان دونون اسم مین اسرار تمام اسمار و صفات ذات کے اور نعوت و افعال کے موجود ہین پس اللہ اسم ذات ہے اور یہ اسم عین الجمع ہے اور الرحمن بھی اسم عین الجمع ہے مگر الرحمن تحت اسم اللہ مندرج ہے کیونکہ اسم ذات عین الکل ہے چنانچہ جب تو نے اللہ کا ذکر کیا تو عین الکل کو ذکر کیا پس قول تو خبر ہے اور خبر اثر ہے اور اثر ذکر ہے اور ذکر فکر ہے اور فکر نور فعل کا وقوع ہے اور نور فعل مقرون بنور صفت ہے اور نور صفت مقرون بنور ذات ہے پس جب تو نے اُسکا نام لیا تو ذکر کیا اور جب اُسکو ذکر کیا تو خشوع کے ساتھ صورت اُسکی فعل مین فنا ہوگئی اور جب صورت فنا ہوئی تو عقل نے اسکو ذکر کیا پس عقل بھی اُسکے اسم مین فنا ہوئی اور جب عقل فنا ہوئی تو قلب نے اسکو وصف و صفت کے ساتھ ذکر کیا اور قلب بھی صفت مین فنا ہوا اور جب قلب فنا ہوا تو روح نے اسکو ذات کے ساتھ ذکر کیا پس روح بھی مرتبہ قدم مین فنا ہوئی اور جب روح فنا ہوئی تو اسکو سر باطن نے ذکر کیا مگر باطن علم کے ساتھ پس سر باطن بھی غیب مین فنا ہوا اُسوقت سر السر نے غیب الغیب مین اسکا ذکر کیا تو وہان از راہ عبودیت کے نہ اسم درمیان ہے اور نہ کوئی وصف ہے اور حقیقت مین اسم بھی رہا وہ ایک مین ایک ہی قال اللہ تعالے وکل شیٔ ہالک الا وجہہ۔ پس جب بندہ قول اللہ مین اسطرح ہوا یا الرحمن کہنے مین اسطرح ہوا تو یہ مصدر صفت القدم والبقار ہے اور مصدر قدرت و حیات ہے پس جب اُسنے اللہ کہا تو سب فنا ہوگیا اور جب اُسنے الرحمن کہا تو براہ اتصاف و اتحاد کے سب کا بقار ہوگیا تو متصف ہونا رحمانیت کے ساتھ ہوجاتا ہے اور اتحاد الوہیت کے ساتھ ہوجاتا ہے شیخ حسن رحمہ اللہ نے کہا کہ کوئی اللہ تعالے کو نہین پکارتا مگر بطریق ایمان یعنی ہر بندہ جو اللہ کو پکارتا ہے تو یہ پکارنا و نام لینا براہ ایمان صحیح ہے اور یہی ہوسکتا ہے اور رہا حقیقی پکارنا و نام لینا تو وہ ہو نہین سکتا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین اشارہ کیا کہ حقیقی پکارنا بلحاظ تمام حقیقت کے تو وہ اللہ تعالے جل شانہ کی خود صفت ہے اور بندہ کا حقیقت مین پکارنا وہ از جانب حق عز وجل ہے جب اُسکو صفت بقار حقیقی حاصل ہوتی ہے اور وہ حدوث کی صفت نہین ہے واللہ تعالے اعلم۔ شیخ واسطی رحمہ نے فرمایا کہ اسماے الٰہی حصر مین داخل نہین ہین یعنی ننانوے نام اسقدر ہین کہ اگر بندہ حفظ کرے تو

جیسے پاوے اور اسکے یہ معنی نہین ہین کہ اُسکے صرف اسی قدر نام ہین بلکہ اُسکے نام داخل حصر نہین ہو سکتے ہین اور اسکی ذات کی طرف اشارہ نہین ممکن ہی اور نہ وہ حقیقت مین کسی صفت سے موصوف ہو سکتا ہے سوا ے صفت مدح کے یعنی اللہ تعالے جل شانہ کے واسطے اوصاف حقیقی ہین لیکن بندہ کا وصف کرنا اُسکے لیے درحقیقت وصف نہین ہو سکتا اور مدح کا مرجع وہی ہی تو مدح اسکے لیے ہے خواہ کیسی ہی مدح ہو اور حق عز وجل وہ اوہام وافہام سے خارج ہے نہ کوئی وہم اُس تک پہونچ سکتا ہے اور نہ فہم کو اس تک رسائی ہے پس جو کچھ وہم نے سوچا اور جو کچھ فہم نے سمجھا وہ سب وہم وفہم کے اندر مخلوق چیز ہے اور حق تعالے خالق عز وجل ہی پس دونون مین مباینت ہی تو اُسکے نعوت وصفات اُسکے حیطۂ امکان مین کہان ہین شیخ اُستاد رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے کی بڑی نعمت اپنے بندون پر یہ ہے کہ اُس کے پاک نامون سے انکے اسرار روشن کیے تو انکے ذکر مین ایک باغ سے دوسرے باغ مین سیر کرتے ہین اور ہر مقام پر نئے طور سے اُنس حاصل کرتے ہین اور کہا جاتا ہے کہ تو انگورون کی نزہت خاطر اپنے باغون مین جہان ریاحین کے درخت اُگتے ہین حاصل ہوتی ہے اور فقرا رکی نزہت خاطر حق تعالے کی تسبیح مین ہے کہ اس سے جو انوار جلال وجمال کشف ہوتے ہین انکے اسرار راحت عجیب پاتے ہین کہ اُسکے سامنے تمام دنیا ایک خارستان ہے پھر واضح ہو کہ اللہ تعالے نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اُسکی حمد کرے کیونکہ درحقیقت اُسکے حمد کرنے کے لائق وہی حبیب مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور کوئی اس لائق نہین ہے اپنے حمد کا حکم دیا اسطرح کہ بارگاہ قدم جل شانہ ہر ہستی کی ابتدا سے پاک ہے کیونکہ اُسکے قدم کی ابتدا خود قدم ہو اور وہ زمانہ سے باہر ہے تو ابتدا کا دخل ہی نہین ہو سکتا اور قدم القدم اپنی پاکیزگی مین محل حوادث نہین ہو سکتا لہذا فرمایا لم یتخذ ولدا تمام چیزین جو اُسکے سوا ہے اُسکے حرف کُن سے موجود ہے تو کاف و نون اس سے پاک ہے کہ محل حوادث ہو پس ظہور کونین از کاف و نون ہے کہ قدم کی قدرت سے عدم سے ظاہر ہوے اور جب کہ خیال و اوہام کا انقطاع ہو گیا کہ اولیت کو ادراک نہین کر سکتے تو اسرار موحدین کو فرحت و سرور دینے کو یہ بیان کر کے کہ قولہ ولم یکن لہ شریک فی الملک الخ وہان کوئی مخالف ہمسر نہین ہو سکتا تو نقص فنا سے نکلکر اُسکے سایۂ بقا مین داخل ہونا انکے لیے عین سرور ہوا پس جب اسکی ذات پاک ہر طرح کے نقص وعلت سے پاک ہے اور متفرد بلفردانیت حقیقی ہے اور منزہ از اوہام ہے جو عدد و وہم وخیال سے اسکی طرف اشارہ لاوین تو اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اُسکی تعظیم کمال سے تکبیر کہے بقولہ وکبرہ تکبیرا پس یہان تشبیہ نہین اور نہ تعطیل ہے بلکہ یہ تکبیر قلب مین ظہور کبریائی کے ساتھ ہی پس اسکی درگاہ عالی متعالی اس امر سے بالکل پاک ہے کہ وہان کوئی منکر و سرکش ہو۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ بڑی منت وکامل احسان تجھپر یہ ہے کہ تیرے دل کو آگاہ کر دیا کہ تو اُسکے شکر مین قصوروار ہی اور بعض نے کہا کہ جب تو اسکی تعظیم کرنے سے عاجز ہی تو اُسی سے فریاد کر کہ تجھے موافق تعظیم کی رہنمائی فرماوے تم بحمد اللہ سبحانہ تعالے

سُوْرَةُ الْکَہْفِ مَکِّیَّۃٌ

سراج مین لکھا کہ یہ سورہ مکیہ ہے باستثنا رقولہ تعالے واصبر نفسک الآیہ۔ اور اسمین ایک سو دس آیتین ہین اول ہین الکہزار پانچ سو ستتر کلمہ ہین جنکے حروف چھ ہزار تین سو ساٹھ ہین۔ شیخ جلال محلی رح نے کچھ استثنا نہین کیا اور قرطبی رح نے کہا کہ یہ سورہ تمام مفسرین کے قول مین مکیہ ہی اور یہی قول ابن عباس وابن الزبیر رضی اللہ عنہما کا ہے اور چند علما سے مروی ہے کہ اول سورہ یعنی قولہ صعیدا جرزا تک مدینہ مین نازل ہوا ولیکن اول قول اصح ہی۔ اور وہی شیخ ابن کثیر رح نے لکھا ہے کہ مکیہ ہے اور اُسکے فضائل مین جو احادیث وارد ہین اُنکو اسناد کے

ساتھ ذکر فرمایا ولیکن مترجم بحذف اسانید ترجمہ کرتا ہے کہ امام احمد رح نے ابو اسحق رح سے روایت کی کہ مین نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سنا کہ صحابہ مین سے ایک شخص نے سورہ کہف کے تلاوت کی یعنی رات مین اور مکان مین گھوڑا بندھا تھا اُسنے بھڑکنا شروع کیا اُسنے نگاہ کی تو ایک پارہ ابر نے اسکو ڈھانکا ہے صبح کو اُسنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے فلان پڑھا کر کہ یہ سکینت تھی جو قرآن کے وقت نازل ہوتی ہے۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی اپنی اپنی صحیح مین روایت کیا ہے اور یہ شخص جس نے سورہ کہف پڑھی تھی وہ حضرت اُسید بن حضیر تھے جیسا کہ طبرانی نے بیان کیا ہے اور یہ اُسید بن حضیر انصار کے سردارون مین سے ہین اور امام احمد نے معدان بن ابی طلحہ کے طریق سے حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اول سورہ کہف سے دس آئتین حفظ کین وہ فتنۂ دجال سے محفوظ رہا۔ رواہ مسلم فی صحیحہ وابو داؤد والنسائی اور ترمذی کی روایت مین تین آیات اول کہف حفظ کرنے کا لفظ ہے اور ترمذی نے بعد روایت کے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور واضح ہو کہ دس آیات اول کہف کی ایک رکوع معروف ہے اور توفیق دونون مین یہ ہے کہ اصلی حفظ تین آیات مین ہے ولیکن وے اس رکوع مین دس آیات کے اندر ہین واللہ تعالے اعلم۔ اور امام احمد نے معدان سے اُسنے ابو الدرداء رض سے یون بھی روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے سورۂ کہف کے آخر کی دس آیات پڑھین وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہا۔ اس حدیث کو بھی امام مسلم و نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ فتنہ دجال سے محفوظ ہونے کے لیے اول دس آیات بھی کافی ہین اور آخر دس آیات بھی کافی ہین اور شاید یہ بات ہو کہ اول دس آیات کے حفظ کرنے سے فتنہ دجال سے محفوظ ہو جاوے اگرچہ مثلاً فتنہ کے روز اُسنے انکی تلاوت نہ کی ہو اور دس آیات اخیرہ مین حفاظت پڑھنے پر ہے اور واضح ہو کہ دجال اصلی کے وجود ظہور سے پہلے ایسے فتنہ واقع ہونگے کہ وہ بھی دجال کے فتن مین شامل ہین اور ایسے ہونگے کہ عقلمند آدمی بھی متحیر ہوگا کہ ان فتنون کو عوام پر سے کیونکر دفع کرے جیسے ہمارے زمانہ مین حالت ہو کہ دنیاوی سامان واسباب ایسے طریقے اہل کفر و باطل لوگون کو دیا گیا کہ لوگ متحیر ہین حالانکہ اہل علم جانتے ہین کہ عقل جس نورانی جوہر کا نام ہے اس سے یہ دنیا کے اندھے بہرے بے نصیب ہین مگر عام جاہل نادان لوگ نہین سمجھتے ہین تو اہل عقل بھی حیران ہو جاتے ہین اور یہ اسوقت ہے کہ اہل عقل خود اس گرداب تحیر مین لغزش نہ کھاوین پس اسوقت لائق و ضروری ہے کہ دس آیات اول کہف سے حفظ کرا دی جاوین فافہم۔ شیخ نے لکھا کہ نسائی کی ایک روایت مین ہے کہ جس نے دس آیات سورہ کہف سے پڑھین تو وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہا۔ اس روایت مین مطلق دس آئتین مذکور ہین اول یا آخر کی تصریح نہین ہے اور نسائی نے الیوم واللیلہ مین ثوبان رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دس آئتین آخر سورہ کہف سے پڑھین تو یہ اسکے لیے دجال سے عصمت ہین۔ شیخ نے لکھا کہ سالم بن ابی الجعد رح نے اول روایت کو بواسطہ معدان کے ابو الدرداء رض سے روایت کیا اور الیوم واللیلہ کی روایت کو خود سالم نے ثوبان رض سے روایت کیا تو احتمال ہے کہ سالم رح نے اول کو ابو الدرداء رض سے بواسطۂ معدان رح سنا ہو اور ثوبان سے خود سُنا ہو پس دونون صحیح ہین اور راوی سب ثقہ ہین۔

اور امام احمد نے ابن لہیعہ کی جہت سے معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اول سورہ کہف کو اور آخر سورہ کہف کو پڑھا تو اُسکے لیے ایک نور اسکے قدم سے سر تک ہوگا اور جس نے سورہ کہف کو سب پوری سورہ کو پڑھا تو اسکے واسطے نور ہوگا جو آسمان و زمین کے بیچ مین ہے۔ اس حدیث کی تخریج مین امام احمد منفرد ہین دوسرے ائمہ حدیث نے تخریج نہین کی اور لکھا کہ امام حافظ ابو بکر بن مردویہ نے اپنی اسناد سے جو غریب ہے ابن عمر رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھی تو اُسکے واسطے اُسکے زیر قدم سے عنان السما تک ایک نور چمکیگا کہ قیامت کے روز اسکے لیے روشنی کردیگا اور دونون جمعہ کے درمیان کی اُسکے واسطے مغفرت کیجائیگی۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس حدیث کے مرفوع ہونے مین تامل ہو یعنی قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہین معلوم ہوتا اور احسن احوال اُس کا یہ ہے کہ ابن عمر رضہ پر موقوف ہو یعنی قول حضرت ابن عمر رضہ ہے اور ایسا ہی سعید بن منصور نے اپنی سنن مین ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول روایت کیا جس نے جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھی تو اسکے واسطے چمکیگا نور اُسکے اور بیت العتیق کے درمیان مین۔ یون ہی سفیان ثوری رح نے بھی ابو سعید رضہ سے موقوف روایت کی ہے ولیکن حاکم ابو عبد اللہ رح نے اپنی اسناد سے ابو سعید خدری رضہ سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے روز سورہ کہف پڑھی تو اسکے واسطے ایک نور چمکا جو کہ اسکے دونون جمعہ کے درمیان ہے پھر حاکم نے کتاب مستدرک مین بعد روایت اس حدیث کے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر امام بخاری و مسلم نے اسکو اپنی اپنی کتاب مین ذکر نہین کیا ہے۔ پھر اگر یہان وہم ہو کہ امام حاکم رح تساہل کرکے اکثر اسانید کو صحیح کہہ دیتے ہین تو ان کے شاگرد امام بیہقی کی جانب سے تقویت و تائید موجود ہے اس طرح کہ حافظ امام بیہقی ابو بکر رحمہ اللہ نے بھی ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا پھر بیہقی رحمہ اللہ نے کہا کہ اسکو دوسرے ثقہ راویون نے بھی ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت کیا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے سورہ کہف جیسی نازل ہوئی ہے پڑھی تو قیامت کے روز اُس کے لیے نور ہوگا۔ مترجم کہتا ہے کہ ان دونون روایتون کے معنے ایک ہین اور بات یہ ہے کہ جو کوئی اُس وقت تلاوت کرے گا تو اس کو یہ نور حاصل ہوگا لیکن ابھی اس کا ظہور نہین ہوگا بلکہ قیامت کی تاریکی مین جب لوگ اندھے ہونگے اس پڑھنے والے کو یہ نور ملجاوے گا والحمد للہ رب العالمین۔ حافظ ضیاء مقدسی نے مختارہ مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مرفوع روایت کی کہ جس نے سورہ کہف پڑھی جمعہ کے روز تو وہ آٹھ روز تک ہر فتنہ سے محفوظ ہے اور اگر اس اٹھوارے مین دجال نکلا تو وہ اس سے محفوظ رہیگا۔ کذا ذکر الحافظ الامام ابن کثیر رح اور ابن مردویہ نے حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مین تم کو آگاہ نہ کرون ایسی سورت سے جسکی عظمت نے درمیان آسمان و زمین کو بھر لیا ہے اور اس کے لکھنے والے کو اس کے برابر ثواب ہے اور جو اُس کو جمعہ کے روز پڑھے تو بخشا جائے گا وہ زمانہ جو اُس کے اور آیندہ جمعہ کے درمیان ہے مع زیادتی تین روز کے اور جس نے اس مین سے آخر کی پانچ آیات پڑھین اپنے سوتے وقت تو اللہ تعالے اُس کو اُٹھاوے گا رات مین جس وقت چاہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ذکر کیا کہ ہان یا رسول اللہ ہم کو ضرور آگاہ فرمائیے آپ نے فرمایا کہ وہ سورہ کہف ہے۔ عبد اللہ بن مغفل سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ گھر جس مین سورہ کہف پڑھی جاوے اس رات اُسمین شیطان نہین داخل ہوگا۔ رواہ ابن مردویہ۔ بالجملہ اس سورہ شریف کے فضائل مین احادیث و آثار وارد ہین اور جسقدر ذکر کیے گئے نیکبخت کے لیے کافی ہین اور اُسکی بعض آیات کی تفسیر مین سبب نزول کا ذکر آویگا انشاء اللہ تعالے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یعنی شروع ہے۔ اللہ تعالے کے نام سے جسکا کوئی ہمسر اور شریک نہین وہ الرحمن ہو جس نے کمال رحمت سے یہ قرآن اُتار کر کمال نعمت حاصل ہونے کے راستہ پر لگایا وہ الرحیم ہو کہ نیک بندون پر اسکی رحمت خاصہ دنیا و آخرت مین مبذول ہو کذا فی السراج

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِيۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰى عَبۡدِهِ الۡـكِتٰبَ وَلَمۡ يَجۡعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ؕ ۝ قَيِّمًا لِّيُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِيۡدًا

سب تعریف اللہ ہی کو ہے جسنے اُتاری اپنے بندہ پر کتاب (قرآن) اور نہین کی اسکے واسطے کچھ کجی وہ مستقیم ہے تا کہ خوف دلاوے عذاب سخت کا

مِّنۡ لَّدُنۡهُ وَيُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ الَّذِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۝ مَّاكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا ۝

اللہ کی طرف سے اور خوشخبری دے مومنون کو جو لوگ کیا کرتے ہین نیکو کاریاں یہ کہ انکے واسطے ثواب نیک ہے (جنت) اسمین برابر ٹھہرنے والے ہونگے ہمیشہ

وَّيُنۡذِرَ الَّذِيۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝ مَا لَهُمۡ بِهٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمۡ‌ ؕ كَبُرَتۡ كَلِمَةً

اور ڈر سنادے انکو جو کہتے ہین کہ لیا ہے اللہ نے فرزند نہین انکو اس کا کچھ بھی علم اور نہ اُنکے باپ دادون کو بہت بڑا بول ہے جو نکلتا ہے

تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاهِهِمۡ‌ ؕ اِنۡ يَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا كَذِبًا ۝

اُنکے منھون سے نہین بولتے ہین مگر بالکل جھوٹ بات

شروع مین حق عز وجل نے اپنی حمد بیان فرمائی ابن کثیر رح نے کہا کہ ابتدائے تفسیر مین گذر چکا کہ اللہ تعالےٰ شروع سورت مین اور آخر مین اپنی حمد فرماتا ہے کیونکہ وہ ہر حال مین محمود ہے لہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ - اول و آخر اُسی کے لیے حمد ہے لہذا فرمایا - اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ اسکی پوری تفسیر سورہ فاتحہ مین گذر چکی ولیکن یہان اول مین کچھ مقدر نہین ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ بندون کو حکم دیا ہے کہ اسطرح کہین بخلاف سورہ فاتحہ کے کہ وہان قولہ ایاک نعبد الخ اس بات کی دلیل ہے کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین - بندون کی زبان سے ہے یعنی حکم دیا کہ تم لوگ یون کہو الحمد للہ آخر تک - اور یہان خود اپنی حمد فرمائی ہے لہذا شیخ جلال محلی رحمہ اللہ نے فائدہ خطاب مین یہان تین احتمال بیان فرمائے ایک یہ کہ مقصود اس سے آگاہ کرنا اس بات کا کہ تمام حمد مخصوص اللہ تعالےٰ ہی کے لیے ہے اور فائدہ اسکا یہ کہ بندے جو اپنے رب عز وجل پر ایمان لائے ہین اسبات سے آگاہ ہوکر ایمان رکھین کہ محامد اسی کے واسطے ہین - اور اس صورت مین یہ جملہ لفظاً و معنیً خبریہ ہوگا - دوم یہ کہ مراد اس سے انشاء ثناء ہے یعنے اللہ تعالےٰ کے واسطے تمام حمد کرنا تو جملہ انشائیہ ہوا لفظ مین بھی اور عرفاً معنی مین بھی - سوم یہ کہ آگاہ کرنا اور تعریف کا انشاء دونون مقصود ہین ولیکن یہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز ہے اور احکام مین ائمہ حنفیہ کے نزدیک ایسی جمع نہین جائز ہے - فافہم - اور ظاہر احتمال دوم ہے کہ وہ خبر سے منقول ہوکر عرف مین انشاء کے معنی دیتا ہے کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے - اَلَّذِيۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰى عَبۡدِهِ الۡـكِتٰبَ جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی - الکتاب معروف بلام سے مراد قرآن مجید ہے - سراج مین لکھا کہ یہان استحقاق حمد اس امر پر رکھا کہ اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی تو وہ مستحق حمد و شکر ہے پس اسمین تنبیہ ہے کہ کتاب نازل کرنا بہت ہی بڑا اُسکا انعام ہے جسکا شکر واجب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص فرمایا اسوجہ سے کہ قرآن مجید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خاص نعمت ہے اور باقی تمام لوگون پر عموماً نعمت ہے پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر خصوصاً نعمت اسطرح کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس کتاب سے بہت سے علوم پر مطلع کر دیا - جیسے اسرار علوم توحید و تنزیہ حق تعالےٰ و صفات جلال و اکرام و اسرار احوال ملائکہ و انبیاء علیہم السلام و احوال قضاء و قدر وغیرہ اور عالم زیرین کا تعلق عالم بالا سے کس طرح ہے اور عالم دنیا کو عالم آخرت سے کیونکر تعلق ہے اور نزول قضاء از عالم غیب کس کیفیت سے ہوتا ہے اور عالم جسمانی کو عالم روحانی سے کس طرح ربط ہے اور مانند اسکے علوم پر مطلع فرمادیا اور ظاہر ہے کہ یہ بہت بڑی نعمت ہے اور رہا یہ کہ کتاب کا نازل فرمانا ہم لوگون پر بھی نعمت ہے تو ایک تو اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر نعمت بواسطہ آپ کے ہم لوگون پر نعمت ہے اور دوم یہ کہ ہمارے اعمال و اعتقادات نفس و شیطان کے وسوسہ اور شہوات مین مختلط تھے انکا متمیز کرنا اور بھلا برا پہچاننا ممکن نہ تھا ہم نے کتاب سے امتیاز کیا اور وعدہ و وعید سے نیک و بد نفس کو راہ راست پر آمادہ کیا اور

عذاب سے بچے اور ثواب حاصل کرنے مین کوشش کی پس اہل علم جانتے ہین کہ اس کتاب مین انتہاے درجہ کمال ہے ہرایک اپنی مقدار فہم سے اس سے نفع پاتا ہے تو لازم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حمد وشکر ادا کرین وآپ کی تبعیت مین سب امت والے شکر ادا کرین۔ یہان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقام مدح مین بجاے رسولہ یا نبیہ وغیرہ کے عبدہ فرمایا تو عبد ہونا کمال اور اعلی درجہ کی صفت ہے اور علماے اولیاے صالحین متفق ہین کہ عبودیت کمال اعلی واول ہو اور بعض علماء رح نے لکھا کہ معبود عز وجل فرد ہے یون ہی عبدہ صلے اللہ علیہ وسلم فرد ہے تو سب سے اشرف ہونا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بسبب اکمل ہونے عبودیت کے ہے اور عبدہ مین اپنی طرف اضافت کرنا پوری بزرگی عطا کرنے کی راہ سے ہے یعنی ایسے اپنے بندے پر کتاب نازل فرمائی جو سب مخلوق سے اشرف واکمل ہے گویا وہی عبد ہے باقی کوئی اس کمال پر نہین پہونچا پایا گیا۔ پھر اللہ تعالے نے کتاب کے دو وصف بیان فرمائے یعنی ایسی کتاب اُتاری جسکا پہلا وصف یہ کہ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا۔ اور نہین کی اسکے اندر کجی یعنی اسمین کوئی اختلاف نہین اور نہ تناقض ہو کیونکہ وہ حق تعالے عز وجل کی طرف سے حق ہے وقال تعالے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا یعنی اگر وہ کتاب سواے اللہ تعالے کے غیر کے پاس سے ہوتی تو اسمین بہت اختلاف پاتے۔ اگر کہا جاوے کہ وصف کیونکر ہوا حالانکہ بواو ہے۔ تو جواب یہ کہ مراد وصف سے اصطلاح نحوی نہین بلکہ معنی لغوی مقصود ہین اور نحو کی ترکیب مین تو یہ جملہ کتاب کا حال ہو اور واو حالیہ ہو۔ وصف دوم قولہ قَیِّمًا یعنی کتاب کو اس حال سے اُتارا کہ اس مین کچھ اختلاف بیانی نہین ہے اور اس حال سے کہ وہ قیم ہے اور قیم ایسے مستقیم کو کہتے ہین جسمین نہ کچھ جھکاؤ ہو اور نہ افراط وتفریط ہو۔ بسراج مین ہے کہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ قیم سے مراد یہ کہ مستقیم معتدل ہے نہ اسمین افراط ہو نہ تفریط ہو۔ اسی کو ابن کثیر رح نے اختیار کرکے اُسی پر اکتفا کیا ہے۔ امام رازی نے کبیر مین کہا کہ میرے نزدیک اس معنی مین اشکال ہو کیونکہ جب اعوجاج نہین تو وہی استقامت ہے پس جب کہا کہ عوج نہین کیا تو معنی یہ کہ مستقیم کیا پھر قیم کی بھی تفسیر مستقیم کے ساتھ تکرار معنوی ہوگئی اور جواب دیا گیا ہے کہ تکرار نہین ہے اسواسطے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر مین ایک چیز مستقیم ہوتی ہے مگر اسمین کچھ نہ کچھ جھکاؤ ہوتا ہے تو قیما کہنے سے تاکید کردی کہ یہان حقیقی اعتدال مراد ہے اور بعض نے قیم کے اور معنی لیے مثلاً یہ کہ اگلی کتابون کے واسطے نگہبان ہے پس جو قرآن مین ہے وہی اگلی کتاب مین بھی ہے اور جو کوئی تحریف کرے قرآن بتلاویگا کہ یہ محرف ہے کتاب آسمانی مین اسطرح ہے جس طرح قرآن مین ہے۔ بالجملہ قیم کے وہ معنی لیے جیسے مال وقف پر ایک قیم ہوتا ہے یا یتیم بچون پر قیم ہوتا ہے کہ اُن کی اصلاح ودرستی پر ٹھیک قائم رہتا ہے ایسے ہی قرآن مجید اگلی کتابون پر محافظ ہو اور امام رازی رح نے کہا کہ حق میرے نزدیک کہ قیما سے مراد یہ کہ وہ مخلوق کے لیے سبب ہدایت ہے اور وہ قائم مقام اُس شخص کے ہے جو یتیمون کے مال پر محافظ ہوتا ہے یعنی مخلوق کے لیے دنیا ودین کی بھلائی کا متکفل ہے پس ارواح انسانی مانند اطفال کے ہین بلکہ نفوس بشری مانند اطفال کے ہین جو نیکی بدی مین امتیاز نہ کرنے سے اپنی خواہش مین سراسر ضرر کرنے والے بدچلنی کو اپنے نزدیک دل سے مرغوب ومحبوب سمجھتے ہین اگر اُسی پر چھوڑے جاوین تو سب برباد کرین ولیکن قیم انکی نگہداشت کرکے انکو اُن کی دلی رغبتون سے روکتا ہے جس سے انجام کو عیش تمام عمر کا عزت کے ساتھ پاتے ہین اسیطرح قرآن بمنزلہ قیم کے ہے جو شفقت سے نفوس انسانی کی اصلاح پر قائم رہتا ہے اور واضح ہو کہ جو چیز کہ دوسرے کو کامل بنانے والی ہو وہ چاہیے کہ اپنی ذات مین خود کامل ہو تب دوسرے کو کامل کرسکتی ہے اور خود اپنی ذات مین تمام ہو تو ناقص کے متمم ہوسکتی ہے پس قولہ لم یجعل لہ عوجا سے اشارہ ہے کہ قرآن بذات خود کامل ہے اسمین کچھ نقص نہین ہے۔ اور قولہ قیما۔ اشارہ ہے کہ وہ دوسرون کو کامل کرنے والا ہے اور کہا کہ نظیر اسکی قولہ تعالے لاریب فیہ ہدی للمتقین الآیہ پس لاریب فیہ۔ سے اشارہ ہے کہ کتاب بذات خود انتہاے صحت پر ہے جس مین ذرہ بھی شک کو گنجایش نہین ہے حتی کہ عاقل پر واجب ہو کہ اسمین کچھ شک نہ کرے پھر ہدی للمتقین۔ سے اشارہ ہے کہ وہ سبب ہو ہدایت خلق کی اور

ان کو کامل کرنے والی ہے۔ پھر سراج مین ذکر کیا کہ قیماً کے نصب مین نحویون نے کئی وجوہ بیان کیے ہیں۔ اول زمخشری نے کشاف مین اُس کو
فعل مقدر سے منصوب قرار دیا چنانچہ کہا کہ قیماً حال از کتاب نہین ہو سکتا کیونکہ قولہ تعالے ولم یجعل لہ عوجا کا عطف انزل پر ہے پس وہ
صلہ کی جگہ مین داخل ہے اور حال کا ایسی جگہ ہونا نہین جائز ہے اور کہا کہ جب یہ باطل ہوا تو ضرور ہوا کہ وہ فعل مقدر سے منصوب ہو یعنی وجعلہ
قیما۔ کیونکہ جب اللہ تعالے نے فرمایا کہ اسکو عوج نہین کیا تو لازم ہوا کہ مستقیم کیا پس جملہ قیماً یعنی اُسکو مستقیم کیا۔ پھر اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تمہارے
کہنے سے معلوم ہوا کہ جب عوج نہین کیا تو لازم ہے کہ مستقیم کیا پھر قیماً کہنے سے فائدہ کیا ہے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اس سے تاکید کا فائدہ ہے
کہ کلام اپنے حقیقی معنی پر محمول کیا جاوے یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز کو مستقیم کہتے ہین حالانکہ غور سے دیکھا جاوے تو اس مین خفیف کجی
ہوتی ہے جسکا اعتبار نہ کرکے مستقیم کہہ دیتے ہین اور یہان قیماً کی تاکید سے ظاہر کر دیا کہ مراد استقامت حقیقی ہے جسمین کسی طرح کچھ بھی کجی نہین
ہے۔ وجہ دوم یہ کہ قیماً حال دوم ہے اور ولم یجعل لہ عوجا۔ بواؤ حالیہ حال اول ہے اور ایک ذوالحال سے متعدد حال ہونا جائز ہے وجہ سوم
یہ کہ قیماً حال ہے ولیکن بدل ہے حال اول سے اور جب جملہ حکم مین مفرد کے ہو تو اس سے مفرد بدل حال ہو سکتا ہے۔ پھر جس فائدہ کے واسطے
اس کتاب موصوف کو اُتارا ہے اس کو بیان فرمایا بقولہ۔ لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡهُ۔ تاکہ خوف دلاوے
عذاب سخت کا حق تعالے کی طرف سے۔ یعنی عام کافرون کو اللہ تعالے کے عذاب شدید سے ڈراوے یہ کتاب۔ وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ
اور یہ کتاب بشارت دے مومنون کو یعنی جو اس کتاب پر یقین لائے ہین اور اُسپر مضبوط جمے ہوے ہین جن کی شان یہ ہے کہ۔ الَّذِیۡنَ
یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ جو نیکو کاریان کرتے ہین۔ صالحات وہ اعمال ہین جنکے کرنے کا حکم دیا گیا خواہ وہ اعضاے ظاہری سے ادا ہوتے
ہون خواہ دل و اعضاے باطنی سے ادا ہوتے ہون اور کوئی عمل جو اعضاے ظاہری سے ادا ہوتا ہے کبھی پورا نہین ہوتا جب تک باطنی فعل
اسکے ساتھ نہ ہو اور ادنی اس مین خلوص نیت ہے اور بعضے اعمال فقط باطنی ہین جیسے تکبر کو حرام جاننا اور اس سے دور رہنا۔ پھر ان اعمال صالحہ
کا کرنا اُسی صورت سے نیکیان ہوتا ہے کہ خلوص نیت سے اللہ تعالے کے واسطے بامید ثواب و بنظر فرمانبرداری ادا کرے۔ رہا یہ کہ جن امور سے
منع کیا گیا جو کوئی اس ممانعت کی جہت سے باز رہے اُسکو ثواب ہے۔ پھر سوال یہ ہے کہ منہیات پر کس وقت ثواب ملتا ہے بعض نے کہا کہ ترک کرنے پر ثواب ہے اور
بعض نے کہا کہ اُسوقت ثواب ہے کہ ممنوع فعل کے اسباب و متقاضی جمع ہون مثلاً زناکاری کے اسباب جمع ہوے اور اُسنے بخوف الٰہی احتراز کیا اور
جب تک اسباب جمع نہین تب تک ثواب نہین ہے ورنہ ہر دم آدمی کو لاکھون ثواب ہوتے رہین اور مترجم کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ
جس وقت ایک شخص نے ایمان لا کر عزم کیا کہ احکام و اوامر ادا کرونگا تو اس کا مجموعی ثواب ملا اور جب اُسنے ہر ایک کو ادا کرنا شروع کیا تو اس
عمل کا وس گونہ ثواب یا زیادہ ملتا گیا اور عزم کیا کہ ممنوعات سے احتراز کرونگا تو مجموعی ثواب حاصل ہوا پھر جب متقاضی اسباب جمع ہونے پر
احتراز کیا تو خاص ثواب ملتا گیا اور اگر سرکشی نفس سے مبتلا ہوگیا تو گناہ لکھا گیا پھر اگر توبہ کر لی تو اللہ تعالے غفور رحیم ہے اور پھر اسی طرح کلیہ احتراز کا
ثواب ہے مگر ہر دم جدید نہین ہوتا واللہ تعالے اعلم۔ بالجملہ یہ کتاب بشارت دیتی ہے اُنکو جو اُسپر یقین لائے اور نیک کام کرتے ہین اس امر کی
بشارت کہ۔ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ان کے واسطے مزدوری نیک ہے اور وہ جنت ہے لہذا فرمایا۔ مّٰكِثِيۡنَ فِيۡهِ اَبَدًا درحالیکہ
اس اجر حسن مین رہنے والے ہونگے ہمیشہ کو یعنی کبھی موت و انقطاع نہین ہے۔ واضح ہو کہ اول تو عموماً کافرون کے واسطے انذار فرمایا تھا کہ
لینذر باساً شدیداً یعنی انذار کرے کافرون کو عذاب سخت سے۔ پھر ان کافرون کے بعض جزئیات بیان کر دیے بقولہ۔ وَّیُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ
قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا اور خوف دلاوے اُنکو جنھون نے کہا کہ بنا لیا ہے اللہ تعالے نے فرزند۔ اس سے تنبیہ فرمائی کہ اقسام کفر مین سے یہ

زیادہ قبیح ہے کہ خالق جل شانہ کے لیے فرزند کا بہتان لگایا جاوے۔ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحق نے کہا کہ یہ عرب کے مشرک لوگ ہین جو کہتے ہین کہ ملائکہ اللہ تعالے کی بٹیان ہین بسراج وغیرہ مین ہے کہ جن لوگون نے اللہ تعالے کے واسطے فرزند کا بہتان باندھا وہ تین فرقہ ہین اول تو کفار عرب جو ملائکہ کو بیٹیان بتلاتے تھے دوم نصاری جو مسیح کو بیٹا بتلاتے اور سوم وہ یہود جو عزیر م کو بیٹا بتلاتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ سب بہت قبیح بات کہتے ہین ولیکن انہین سے نصرانی سب سے زیادہ قبیح ہین کیونکہ وہ فرزند و جورو دونون ثابت کرتے ہین بلکہ اللہ تعالے کو تین مین سے ایک کہتے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے انکو رد کر دیا اور دو طور پر تہدید فرمائی ایک تو قولہ تعالے۔ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ۔ انکو اُسکا کچھ علم نہین ہے کیونکہ کچھ وجود کسی بات کا ہو تو اس سے علم کا تعلق ہو اور یہان کچھ نہین ہے پھر بدون علم کے اللہ تعالے کے جناب مین افترا باندھتے ہین ولیکن کہتے کہ ہم اپنے باپ دادون کی تقلید کرتے ہین تو اسکو رد کر دیا کہ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ رہ نہ اُن کے باپ دادون کو اسکا علم تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقلید ایسے اعتقادات مین نہین ہو ولیکن تقلید سے فی الجملہ علم آتا ہے مگر جسکی تقلید کی اسکو اسکا علم ہو۔ اسی واسطے اہل ایمان کے نزدیک عقائد مین تقلید نہین ہو سکتی ہے یعنی یون کہنا کہ فلان شخص کا جو عقیدہ ہے وہی ہمارا ہے بلکہ خود اُسکے دل مین یقین ہونا چاہیے۔ اور عقائد مین حقائق علمی پر مدار ہے اسی واسطے جناب باری تعالے کی طرف کوئی صفت نسبت کرنے مین قطعی دلیل چاہیے جسمین احتمال نہ ہو اور جیسا ہم جانتے ہین کہ مثلاً اللہ تعالے کسی مقام پر متمکن ہونے یا مخلوقات کے مانند ہونے سے پاک ہے تو قولہ تعالے الرحمن علی العرش استوی۔ مین یہ تو قطعی ہے کہ اللہ تعالے کسی چیز پر خواہ عرش ہو یا کوئی ہو متمکن نہین ہے اور ظاہر آیت سے اگرچہ علم آتا ہے لیکن تاویل کو محتمل ہے تو قطعی نہین رہا پس ہم اسی کو اختیار کرتے ہین کہ اللہ تعالے تمام مشابہت و نقائص سے پاک ہے اور ظاہر مین جو سمجھ مین آتا ہو کہ عرش پر متمکن ہے یہ بھی نہین ہے بلکہ وہ سب پر قادر ہے اور عرش ایک جسم ہے جو تمام عالم کو محیط ہے تو اس آیت سے ظاہر ہوا کہ عرش مع اپنی محاط کے اُسکے قبضہ قدرت مین مسخر ہے پس اس عقیدہ سے کوئی شک نہین ہے لہذا اس زمانہ مین جو استوا ء عرش کا مسئلہ عوام مین پھیلا ہے اُس مین بلا ضرورت گفتگو ہے اور بیفائدہ اوہام مین ڈالنا جسکا انجام کفر ہو خطرناک ہو۔ فافہم واللہ تعالے اعلم۔ امام رازی رح نے لکھا کہ اللہ تعالے کے واسطے فرزند تو ممکن ہی نہین محض محال ہے پھر یہ کیونکر فرمایا کہ مالہم بہ من علم ولا لآبائہم کیونکہ انکو یا اُنکے باپ دادون کو اسکا علم کہان سے ہوتا جب ایک چیز کا وجود ہی نہین ہے۔ جواب دیا کہ کسی چیز کا علم نہ ہونا دو طرح سے ہوتا ہے ایک یہ کہ وجود اُس چیز کا ہے مگر علم کے اسباب حاصل نہ ہونے سے بعض کو اُسکا علم نہ ہوا اور دوسری طرح یہ ہے کہ اُس چیز کا وجود ہی نہین ہے تو علم وغیرہ کچھ بھی نہین ہو سکتا اور یہان بھی دوسری صورت ہے اور پہلی صورت نہین ہے مگر اس طور سے بیان مین یہ فائدہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جہالت سے اس بات کے کہنے مین کچھ جاننے کے پابند نہین تھے بلکہ جو چاہا وہ کہدیا تو تنبیہ کی کہ اسکے واسطے علم تلاش کرین اور ہرگز نہ پاوینگے تو چھوڑ دینگے اور ایسا سخت کلمہ پھر اللہ تعالے کی جناب مین نہ کہینگے جسکی نسبت فرمایا۔ كَبُرَتْ بڑی بات ہے كَلِمَةً بول کی راہ سے یعنی یہ کیسا بڑا بول قبیح ہے جو تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ انکے منھون سے نکلتا ہے۔ کلمہ تو ہمیشہ منھ سے ہی نکلتا ہے مگر تنبیہ کی کہ یہ بات جب اُنکے دلون مین آتی تھی تب ہی اُس سے خوفناک ہو کر دل سے دفع کر دیتے اور اللہ تعالے سے پناہ مانگتے مگر یہ نہین کیا بلکہ بیباک جاہل اسکو منھ سے بھی نکالتے ہین۔ اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ تخرج یعنی نکالتے رہتے ہین یہ بھی نہین کہ زبان سے نکل گیا تھا تو اس سے توبہ و استغفار کرتے۔ پھر اللہ تعالے نے تنبیہ کر دی کہ اس کلمہ کا علم انکو کہان سے ہوتا وہ تو محال باطل ہے لقولہ۔ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ نہین کہتے ہین اِلَّا كَذِبًا مگر محض دروغ۔ یعنی جو کچھ اس بارہ مین کہتے ہین وہ محض دروغ ہے اور کچھ بھی نہین ہے پس کسی وجہ و طریقہ سے اسمین کچھ سچائی نہین

ہو سکتی ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ آدم کی اولاد نے مجھے بدگوئی سے یاد کیا حالانکہ اسکو یہ نہیں پہونچتا تھا اُسنے کہا کہ میرے واسطے فرزند و
جورو ہے حالانکہ میں احد صمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد ہوں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ کلمہ جناب باری تعالےٰ میں ایسا سخت
ہے جیسے کوئی کسی کو گالی دے بلکہ میں کہتا ہوں کہ ایک آدمی دوسرے کو جو گالی دیتا ہے کیسی ہی بری گالی ہو اُسکی جنس ممکن ہے مثلاً بدھونے
اپنی ماں سے بدکاری کی تو ایک مرد بھی دوسرے اجنبی عورت سے بدکاری کرتا ہے بلکہ ماں کے ساتھ قبیح زشت فعل کا وقوع ہوا ہے چنانچہ
حدیث میں قرب قیامت والوں کے نسبت ہے کہ اگلی امتوں یہود و نصاری وغیرہ میں سے جس نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری
کی ہے تو اس اُمت کے قیامت کے قریب والوں میں سے ایسا شخص ملیگا جو اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ
گالی ممکن بلکہ واقع ہے بخلاف اس کلمہ قبیح کے جو کفار جناب باری تعالی کی شان میں کہتے ہیں کہ وہ ممکن ہی نہیں سراسر محال ہے
یہاں سے اس کلمہ کی قبیح ہونے کو قیاس کرنا چاہیے ہے شیخ ابن کثیر رح نے بعد اسکے لکھا کہ محمد بن اسحاق رح نے اس سورہ کریمہ کے سبب
نزول میں لکھا کہ مجھ سے اہل مصر کے ایک شیخ نے جو ہمارے یہاں چالیس برس سے آتا ہے حدیث بیان کی عکرمہ سے اُسنے ابن عباس رض
سے کہ قریش نے نضر بن الحارث و عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ میں احبار یہود کے پاس بھیجا اور کہا کہ احبار سے محمد کا حال پوچھنا اور سب حال
بیان کر دینا اور صفت پوچھنا کیونکہ وہ لوگ اگلی کتاب والے ہیں اور انبیاء کا جو علم اُنکے پاس ہے وہ ہمارے پاس نہیں ہے پس یہ دونوں
روانہ ہو کر مدینہ میں آئے اور احبار یہود سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حال بیان کر کے پوچھا کہ تم کیا جانتے ہو اور کہا کہ تم اہل توریت ہو
ہم تمھارے پاس اس غرض سے آئے ہیں کہ تم کو ہمارے اُس شخص کی حالت سے آگاہ کرو پس یہود نے انسے کہا کہ ہم تمکو تین باتیں بتلاتے
ہیں تم انکو اُس سے دریافت کرو اگر وہ تم کو آگاہ کر دے تو جان لو کہ وہ پیغمبر رسول ہے اور اگر نہ بتلاوے تو جان لو کہ اسنے جھوٹا دعوی کیا
ہے پھر تم اسکے بارہ میں اپنی راے تجویز کرنا جو تمھارے خیال میں آوے ایک تو یہ پوچھو کہ اگلے زمانہ میں کچھ جوان کافروں کے خطرے سے علیحدہ
چلدیے تھے اور انکی ایک شان عجیب واقع ہوئی وہ کیا قصہ ہے اور ایک یہ پوچھو کہ ایک مرد مشارق و مغارب زمین تک پہونچا اسکی
خبر کیونکر ہے اور ایک اُس سے روح کو پوچھو کہ وہ کیا ہے پس اگر تم کو اس سے آگاہ کر دے تو نبی مرسل ہے اور ایک روایت میں ہے کہ
مراد یہ تھی کہ روح کا یہ جواب دے کہ وہ علم الٰہی میں ہے تم کو اس قدر علم نہیں ہے اور باقی دونوں کا قصہ بیان فرما دے بالجملہ کہا کہ
تم کو جواب دیدے تو پیغمبر رسول ہے اسکی اتباع کرو اور اگر نہ بتلاوے تو وہ مفتری ہے پھر جو تمھاری راے میں آوے اسکے حق میں کرنا پس
عقبہ و نضر دونوں واپس آئے اور قریش سے کہا کہ اے گروہ قریش ہم تمھارے و محمد کے درمیان ایک قول فیصل لائے ہیں ہمکو احبار یہود نے
چند امور بتلا دیے ہیں پھر وہ قریش سے بیان کیے انھوں نے آکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان امور کا سوال کیا آپ کی زبان مبارک
سے نکل گیا کہ کل کے روز میں تمھارے سوالات کا جواب دونگا اور آپ نے انشاء اللہ تعالےٰ نہیں کہا پس قریش واپس گئے اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم پر پندرہ روز تک وحی نہ آئی اور نہ جبرئیل آئے یہانتک کہ اہل مکہ میں ہل چل پڑی کہ محمد نے ہم سے کہا تھا کہ ہم کل کے روز
تم کو آگاہ کرینگے اور اب ہمارے سوالات کا کچھ جواب نہیں دیتے ہیں یہانتک کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وحی کے دیر کرنے سے
غمگین ہو گئے اور اہل مکہ کی گفتگو آپ کو بہت گراں گذرنے لگی پھر جبرئیل علیہ السلام سورۂ اصحاب کہف کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے
لائے جسمیں اللہ تعالےٰ نے اُنکے سوالات کا جواب فرمایا ہے۔ انہم فتیۃ آمنوا بربہم الی آخرہ اور قولہ یسئلونک عن ذی القرنین الی آخرہ
اور قولہ یسئلونک عن الروح الآیۃ اور اسمیں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حکم دیا کہ انشاء اللہ تعالےٰ کہا کریں اور کافروں پر محزون ہونے سے

منع فرمایا ہے ف فی العرائس من حقائق قولہ تعالے الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب الآیہ۔ اللہ تعالے نے اول مین اپنے ذات پاک کا
وصف فرمایا اور وہ سبحانہ تعالے موصوف بحمد ازلی ہے جس وقت حمد کرنے والون مین سے کسی کا وجود بھی نہ تھا اُسکی حمد کافی رہی ہو جسپر کتاب
اپنے بندہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل فرمائی ہو اور اگر کتاب نازل فرمانے کے واسطے اپنی حمد کو اپنے بندے کی طرف موکول فرماتا تو اس کی
حمد تمام جہان کو پیچاتی اور کوئی اسکی حمد کو برداشت نہ کرسکتا تھا پس احسان فرماکر اپنے بندے کی طرف سے خود اپنی حمد فرمائی اور وہی کتاب
اُتارنے کا شکریہ ہوگیا تاکہ اپنے بندے پر راہ عبودیت آسان فرماوے کیونکہ قدیم کی حمد کو قدیم کے سواے کوئی نہین اٹھا سکتا ہے پس اس سے
اپنے بندے کو تمام مخلوق پر مشرف فرمایا۔ اقول حاصل یہ ہے کہ الحمد للہ کلام قدیم اور وصف قدیم ہے کیونکہ صفات باری تعالے قدیم ہین
پس حمد الٰہی قدیم ہے جس حال مین کہ حادث کا وجود ہی نہ تھا اور کتاب اُتارنا اسی پر مترتب کیا پس ظاہر ہوا کہ کتاب اتارنے کا شکریہ جو بندے پر
واجب تھا اسکو خود ہی قدم مین ادا فرمایا کیونکہ اگر خود ادا نہ فرماوے تو کوئی بندہ اس حمد کو ادا نہین کرسکتا ہے کیونکہ قدیم کی لائق وہی
حمد ہے جو قدیم سے ہو پس اس سے اپنے بندے پر شرف وکرامت دوچند کردی کہ ایک تو کتاب دی اور شکریہ اسکا خود ادا فرمادیا اور اگر
بندہ پر موکول فرماتا تو تمام مخلوق اسکی عظمت کو اٹھانے سے عاجز ہوتی اور سب فنا ہوجاتی فافہم۔ اور بندے کو اپنا بندہ فرمایا اسمین
تشریف وتکریم مزید ہے اور اس سے بڑھکر کون بزرگی ہوگی کہ کسی کے حق مین وصف بندے ہونے کا ثابت فرماوے کیونکہ تمام مخلوقات
اسکی عبودیت کے لائق نہین اور کیونکر عبودیت اٹھا سکتے ہین کہ اول سطوات عظمت مین تمام جہان فنا ہے اسمین گویا بندون کو
تعلیم ہے کہ حمد کرو اللہ تعالے کی جس نے کلام ازلی سے اپنے بندہ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو معرفت دی اسطرح کہ پہلے اُسکو وہ طاقت دیدی
کہ اُسکے کلام کو سنے اور وحی کی استعداد پاوے اور دیدار کی قوت ہو تاکہ اُسکو ایسی زبان سے ادا کرے کہ جسمین کچھ کجی نہ ہو اور اغیار
اسکی سمجھ سے قاصر ہون اور اپنے نزدیک سمجھ جاوین اور اگر اسکو بزبان ازلی اتارا جاتا تو عرش سے فرش تک اسکو کون سمجھتا مگر وہی جو اسکی
صفات سے متصف ہوتا پس حمد سب لوگون پر واجب ہے اس جہت سے کہ اُسنے اپنے بندہ پر اپنا ایسا کلام اتارا کہ اسمین صفات ازل کا
مشاہدہ ہے اور بندہ مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکی کتاب سے اُسکی مراد کو بیان کیا شیخ ابن عطا رح نے کہا قولہ علی عبدہ۔ اسمین پوری
عبدیت کو اپنی طرف نسبت فرمایا یعنی عبد مخلص اور عبد حقیقت مین وہ ہے جسکی کچھ ملک خود نہ ہو۔ اقول اس سے ظاہر ہوا کہ جسمین کچھ
خودی ہو وہ عبودیت مین کامل نہین ہے۔ اور یہ بھی شیخ نے کہا کہ کتاب ایک فرمان ظاہر ہے جسمین اسرار باطنی مقرر ہوتے ہین۔ قولہ
الذین یعملون الصالحات ان لہم اجرا حسنا حقیقت مین عمل صالح یہ ہے کہ وجود حق عزوجل کے سامنے اپنے وجود سے بیزار ہو تب اجر حسن
یہ کہ مشاہدہ بلا حجاب حاصل ہو اور بہشت کے واسطے ہے بعض مشائخ نے کہا کہ عمل صالح وہ ہے جس سے خالص رضاے الٰہی مقصود ہو
کچھ اور غرض نہ ہو اور اجر حسن یہ ہے کہ بندہ کو حضوری مالک سے محجوب نہ کیا جاوے قولہ کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم جس نے رب عزوجل کا
مقام مشاہدہ نہین پایا ولیکن اُسکی معرفت کا دعوی کرتا ہے اور اپنے واسطے احوال اسکی معرفت کے بیان کرتا ہے حالانکہ ذات وصفات
سے جاہل ہے نہ اُسکو دیدار مشاہدہ ہوا اور نہ سماعت خطاب ہے اور کلمہ معرفت سے اسکی طرف اشارہ کرتا ہے تو اللہ تعالے کے نزدیک اُس کی
طرف سے یہ بڑا بول ہے کیونکہ اُسنے اللہ تعالے پر جھوٹ باندھا اور جو معرفت بیان کی وہ بے علم وبلا دلیل ہے اور بات تو یہ ہے کہ جس نے مشاہدہ کیا
اور اُس سے خبر دی وہ بھی غیر کی خبر ہے اور وہ بھی بجاے اس کلمہ بے ادبی کے شمار ہے اسی واسطے فرمایا۔ ان یقولون الا کذبا۔ واسطی رحمہ اللہ
نے کہا کہ جس نے ذکر کیا اُسنے اللہ تعالے پر افترا باندھا شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ سب سے بڑا بول اسکا دعوی ہے جس نے اللہ تعالے کی

معرفت مین کچھ دعوی کیا اور اللہ تعالے کی طرف اشارت کی اور اللہ تعالے کی طرف سے کچھ بات کہی یا مقام انبساط مین پڑ گیا کیونکہ یہ سب جھوٹون کی باتین ہین اور جو سچا ہوتا ہے وہ اپنے اوپر احوال مین سے کچھ ظاہر نہین ہونے دیتا ہے۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ جس نے قبل از وقت ان معارف مین سے کسی مین کلام کیا وہ انھین لوگون مین سے ہے جنکی حق تعالے نے مذمت فرمائی ہے۔ قال المترجم ظاہر شیخ رحمہ اللہ کے قول کے یہی معنی ہین کہ جو معرفت کا حق ہے اس سے مخلوق عاجز ہے جبکہ خود سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے عجز کا اعتراف فرمایا ہے تو دوسرے کا یہ دعوی دروغ ہوگا اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ انکشاف کے مراتب نہ ہون ولیکن یہ سب مراتب خود انسان کو اپنی ذات کے معارف ہین اور مقام انبساط یہ ہو کہ اللہ تعالے کی رحمت پر مغرور ہو کر گستاخی کے کلمات جنمین اپنے وجود نفس کو کچھ دخل ہو بیان کرے اور کبھی اہل فنا کی زبان سے بیخودی مین کلمات نکلتے ہین جنکو حق عز وجل رحمت سے معاف فرماتا ہے واللہ تعالے اعلم۔ پھر چونکہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کافرون کی گمراہی سے اور بے ادبی سے غمناک ہوتے تو تسلی فرمائی

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ اِنَّا جَعَلْنَا

شاید تو ہلاک کرنیوالا ہے اپنے آپ کو اُنکے مُنھ موڑ کر بھاگنے کا نشان قدم پر اگر وے نہین ایمان لاوین اس بات پر غم کرکے ہمنے تو بنا دیا ہے

مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا

جو زمین پر ہے زمین کی زینت کے لیے تاکہ ہم ان لوگون کو امتحان کرین کہ ان مین کون نیک کام مین اچھا ہے۔ اور ہم کر دینے والے ہین جو کچھ زمین پر ہے

صَعِيْدًا جُرُزًا ۝

سپاٹ کو بے نشان ہلاک کیا

جس قوم کی کیفیت اللہ تعالے عز وجل سے جاہل ہونے اور گستاخانہ کلمات مین اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ جو اوپر بیان ہوئی اور قول انکے کذب ہی ہین تو ایمان لانے والے نہین ہین اُسپر دل کو ثابت کر لینا چاہیے کہ توحید کے سنتے ہی مُنھ موڑ کر چل دینگے اور آیات و معجزات رسالت پر خواہ کچھ ہی ہون ایمان نہین لاوینگے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بسبب کمال شفقت کے چاہتے کہ یہ لوگ مسلمان ہو جاوین تو جب وے لوگ بھاگتے تو آپ غمگین ہوتے لہذا اللہ تعالے نے فرمایا کہ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ شاید کہ تو ہلاک ہو اپنے نفس کا اُن کے نشان قدم پر۔ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔ اگر وے ایمان نہ لاوین اس حدیث یعنی قرآن پر بوجہ شدت غم کے یعنی اگر وے اس قرآن پر ایمان نہ لاوین اور منھ موڑ کر چلین تو شاید تو شدت غم سے اپنے آپ کو ہلاک کرے۔ بخع کے معنی مین اخفش و فراء رح نے کہا کہ جہد یعنی تھکا ڈالنا۔ کسائی رح نے کہا ضعیف کر ڈالنا اور بہت لاغر و زیر کر دینا۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ ہلاک کرنا پس معنی یہ کہ شاید تو اپنے نفس کو تھکا ڈالنے والا یا لاغر و زیر کر دینے والا یا ہلاک کرنے والا ہے۔ سمین رح نے کہا کہ لعل یہان اپنے معنی مین ہے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے فعل پر امید دلائی خوفناک امر کی یعنی تو اپنے اس شفقت پر اپنے حق مین یہ امید کر کہ شاید یہ نتیجہ ہو اور بعض کے نزدیک بمعنی استفہام ہے یعنی کیا تو ایسا کرنے والا ہے اور یہ نحاۃ کوفیین کی رائے ہے اور بعض کے نزدیک بمعنی نہی ہے یعنی ایسا مت کر جیسے قولہ تعالے فلا تذہب نفسک علیہم حسرات یعنی اُنپر حسرت و افسوس کے ہجوم لا کر اپنی نفس کو ضائع مت کر۔ وقولہ علی آثارہم یعنی اُن کے جدا ہونے اور مُنھ موڑنے کے بعد۔ اور اسفا قتادہ رح نے کہا کہ غم و اندوہ۔ مجاہد رح نے کہا کہ جزع۔ اور ابن عباس رض نے کہا کہ عتبہ بن ربیعہ و شیبہ بن ربیعہ و ابوجہل و نضر بن الحارث و امیہ بن خلف و عاص بن وائل و اسود بن المطلب اور ابو البختری وغیرہ سب

ایک بات پر متفق ہوگئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر قوم کا انکار قرآن سے و مخالفت توحید سے گران گذرا اور آپ کو سخت غم و اندوہ
لاحق ہوا تو اللہ تعالے نے یہ آیت اُتاری اور حاصل اسکا یہ ہے کہ یہ قوم اگر ازلی مردود ہین تو انکے انکار سے تجھے نہین چاہیے کہ اپنی نفس کو
شدت غم سے ہلاک کرے پھر وجہ بیان فرمائی بقولہ تعالے اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا یعنی ہم ان لوگون سے انتقام
فی الفور لے لیتے ولیکن ہم نے روے زمین کے لیے جو روے زمین پر ہے زینت کی ہے خواہ درخت و نباتات و جمادات ہون یا آدمی و دیگر
حیوانات ہون۔ سراج مین لایا کہ بعض نے کہا کہ مراد آدمی ہین کہ وے زینت زمین ہین۔ بالجملہ زمین پر تین چیزین ہین جمادات و نباتات
و حیوانات پھر حیوانات مین سے اشرف انسان ہے۔ ابن عباس رضہ سے مروی ہے کہ مراد علما و مردان خدا ہین کہ زمین کے لیے زینت ہین
اور سعید بن جبیر رضہ سے اسکی مثل مروی ہے۔ حسن بصری رحہ نے کہا کہ وے مردان خدا جو اللہ تعالے کی توحید و عبادت کرتے ہین بعض
نے کہا کہ زینۃ لہا یعنی زینت لاہل الارض۔ امام رازی رحہ نے کہا کہ جیسے بحکم قولہ تعالے زینا السماء بزینۃ الکواکب۔ آسمان کی زینت ستارے ہین
اسی طرح زمین کی زینت ہر وہ چیز ہوسکتی ہے جو روے زمین پر اسکی خوبصورتی پیدا کرتی ہے۔ قال الامام الحافظ رحہ اللہ تعالے نے خبر دی
کہ ہم نے دنیا کو دار فانی بنایا اور اسکو زینت سے مزین کیا مگر وہ زینت باقی دائمی نہین بلکہ فانی زائل ہے۔ لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ
عَمَلًا۔ تاکہ اس سے ہم لوگون کا امتحان کرین کہ انمین کون شخص بہت نیک ہے از راہ عمل کے۔ غرضکہ مقصود اس زینت کے ساتھ طرح
طرح کے منافع و مستلذات پیدا کرنے سے لوگون کا امتحان ہے کہ کون اخلاص کے ساتھ حق تعالے کی توحید و طاعت پر قیام کرتا ہے اور
کون اس دنیا پر دل دھرتا ہے۔ قال الامام رحہ اور قتادہ رحہ نے ابو نضر رحہ سے انے ابو سعید خدری رضہ سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا شیرین خوشگوار سبزہ زار ہے اور اللہ تعالے تمکو اسمین خلیفہ کرنے والا ہے دیکھنے والا کہ تم اسمین کیسے عمل کرتے ہو پس
بچو دنیا سے اور بچو عورتون سے کیونکہ پہلا فتنہ بنی اسرائیل مین عورتون سے پھیلا۔ رواہ مسلم وغیرہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اسمین تنبیہ کی
کہ عورتون کا فتنہ بھی سخت ہوتا ہے جس سے بنو اسرائیل برباد ہوے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ اس اُمت کا پہلا فتنہ بھی یہی ہون بلکہ
دوسری حدیث مین آیا ہے کہ بنو اسرائیل کا فتنہ عورتین تھین اور میری اُمت کا فتنہ مال ہوگا اور مترجم کہتا ہے کہ اب تو اس اُمت مین مال
و عورتین دونون فتنہ ہین۔ پھر جب بیان فرمایا کہ زمین کو ہم نے اسکی اشیاء سے زینت دی ہے مگر امتحان کے واسطے نہ اسلیے کہ آدمی اُس مین
عیش آرام سے سکون کرے اور ہمیشہ باقی رہے تو متنبہ کر دیا کہ ان لذات کو ترک کرنا چاہیے اور آخرت اختیار کرنا چاہیے کہ یہ سب فانی و فتنہ
و امتحان ہے پس فرمایا۔ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا یعنی بعد زینت و آرائش امتحانی کے ہم زمین کو صعید جرز کرنے
والے ہین اسطرح کہ جو زمین پر ہے اُسکو نیست کرینگے۔ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی یعنی جو کچھ زمین پر ہے اُسکو ہلاک کرنے والے ہین۔
قتادہ نے کہا کہ صعید وہ زمین جسپر درخت و نباتات کچھ نہ ہو اور ابن زید نے کہا کہ جسپر کچھ بھی نہ ہو ابن اسحاق رحہ نے کہا کہ یعنی جو زمین پر ہے
فانی ہے اور مرجع سب کا اللہ تعالے کی طرف ہے پس تو جو سنتا ہے اور دیکھتا ہے اس سے غمگین مت ہو۔ حضرت ابن عمر رضہ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا الآیہ پڑھی تو مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اسکے کیا معنی ہین فرمایا کہ
امتحان کیا جاوے کہ کون احسن ہے از راہ عقل کے اور محارم الٰہی سے زیادہ پرہیزگار ہے اور اللہ تعالے کی طاعت مین زیادہ جلدی
کرنے والا ہے۔ سراج مین کہا کہ ظاہر آیت مین دلالت ہے کہ ما علیہا فنا ہونگے اور زمین کا فنا ہونا نہین ظاہر ہوتا مگر دیگر آیات سے معلوم
ہوا کہ زمین بھی باقی نہ رہیگی۔ قال المترجم یہان تو بیان سے اسی قدر ظاہر ہوتا ہے کہ زمین پر جن لذات مین منہمک ہین وے مع ان لذات

کے فانی ہین اور جب فنا ہو نگے تو زمین ایک صعید جرز رہجائیگی پھر چاہے زمین تبدیل کیجاوے اور فنا کیجاوے ۔ اور اس توجیہ سے ظاہر ہوا کہ صعید جرز اصل مین زمین ہے اور ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ما علیہا ہی پس بعض نے تاویل کی کہ صعید جرز بمعنی ہلاک معدوم ہے یعنی جو کچھ روے زمین پر ہے وہ نیست و برباد کیا جائیگا اور ظاہر یہ ہے کہ ما علیہا کو صعید جرز کرنا اسطرح کہ ما علیہا کو نیست کرنے سے زمین صعید جرز ہو جائیگی اور بعض نے ذکر کیا کہ ابو عبیدہ رح نے کہا کہ صعید وہ زمین جو مستوی ہو ۔ زجاج رح نے کہا کہ سبزہ اُگانے والا قطعہ ہونے کے بعد جو راستہ ہو کر بالکل بے نبات ہو گیا ۔ اور جرز کو فراء رح نے کہا کہ جس زمین مین نباتات نہ ہو جرز ہے ۔ صفت صعید کی جرز کے ساتھ مجاز بوجہ علاقہ مجاورت ہے ۔ وا لحاصل محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کافرون کی تکذیب و مخالفت کی وجہ سے غم و اندوہ کرنے سے منع فرمایا اس جہت سے کہ روے زمین ان چیزون سے جو اُسپر موجود ہین زینت اسی واسطے کی ہے کہ اس سے سعید و شقی امتحان کیے جاتے ہین اور یہ ایک وقت تک کے واسطے ہے جب دنیا کی عمر پوری ہوگی اُسوقت ہم اس سب کو فنا کرکے ان لوگون مین سے ہر ایک کو اُسکا بدلا دینگے شقی ہوا تو شقاوت و عذاب پاویگا اور سعید ہے تو سعادت و ثواب پاویگا اور یہ ہر ایک کے واسطے لازم ہے ف ۔ عرائس مین اشارات مین سے فرمایا کہ قولہ تعالے فلعلک باخع نفسک علی آثارہم ۔ اس مین اظہار ہے کہ حبیب مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کو جناب باری تعالے مین محبت کمال ہے کہ نظام طریق محبت و عبودیت عباد کو محبوب رکھا اور مخلوق الٰہی پر شدت سے اہتمام و حرص فرمائی ۔ اور اسی کے غلبہ سے آپ نے دریاے اولیت و سابق عنایت مین غوطہ مارا کہ قدر مقدر مین درخواست نسخ ہو نہ بذات خود کیونکہ آپ کو توحید و تنزیہ جلال الٰہی کا علم تھا کہ جو چاہے وہ ہو حتی کہ جسقدر مقدرات ہین چاہے سب بدل دے اور تمام کافرون کے لیے چاہے تو مغفرت کر دے اور اُسکے برہان و سلطان مین کچھ نقص نہ آوے پس حق تعالے جل شانہ نے آگاہ فرمایا کہ یہ رسم اسرار ربوبیت ہے اور اس پردہ کو منکشف تو نہین کر سکتا کہ محیط ہو کیونکہ حق تعالے اپنے اسرار غیوب پر غیور ہے ۔ بعض مشائخ نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ اپنے سر باطن کو ان کافرون کی طرف مشغول مت کر بلکہ ظاہری ابلاغ رسالت کر دے اور ہدایت دینا ہمارے اختیار مین منحصر ہے جسکو چاہتے ہین دیتے ہین ۔ قولہ انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا ۔ اللہ تعالے نے زمین مین تو آیات سفلیہ ظاہر فرمائین ہر ایک چیز سے جو از قسم دریا و سمندر و درخت و پہاڑ و زمین و نباتات و جمادات و ریاحین ہین پیدا فرمائین اور ہر چیز پر قدرت الٰہی کا لباس ہے اور اسکو آئینہ نظر عارفین بنا دیا تاکہ ہمین نظر کرین اور اسکے انوار جمال و جلال کو اُسمین دیکھین اور اس سے بڑھکر اس چیز مین زینت نہین کہ نور بہار و صنعت الٰہیہ اس مین سے نظر آوین ۔ ؎ عاشق صنع خدا با فر بود ۔ پھر امتحان مین اس صنعت کے دیکھنے والے ایک گروہ مختار ہین اور دوسرے لوگ اس نور سے اندھے ہین صرف محل زینت کو دیکھتے ہین ؎ عاشق مصنوع او کافر بود ۔ یہ لوگ انھین مصنوعات پر دلدادہ ہین چنانچہ فرمایا القولہ تعالے لنبلوہم ایہم احسن عملا ۔ نیک عمل یہان یہ ہے کہ زینت کو اور جس چیز مین زینت ہے اسکو دونون کو چھوڑے اور زینت دینے والے مین مشغول ہو اسکے آثار جمال ہر ذرہ مین ظاہر ہین تو جس نے اسطرح نظر کی اُسنے تو اشیاء کو بنظر حقیقت دیکھا اسی واسطے مروی ہے کہ اللہم ارنا الاشیاء کما ہی ۔ الٰہی ہمکو اشیاء اس حال پر دکھلا دے جسپر حقیقت مین ہین ۔ یہ بھی اشارہ ہے کہ زمین کی زینت اولیاء اللہ ہین اور مخلوق کا اُنکے وجود سے امتحان ہے کہ اُنکے حقوق کون پہچانتا ہے پس جس نے انکو نظر حرمت سے دیکھا وہ نیک عمل کرنے والا ہے شیخ ابن عطاء رح نے بنابر تفسیر اول کے کہ زینت سے اشیاء مخلوقہ نباتات و حیوانات وغیرہ کی زینت ہی یہان فرمایا کہ نیک عمل اُسکا ہی جس نے دنیاے فانی کی چیزون سے اعراض کرکے ترک کیا ۔ سہل رحمہ اللہ نے کہا کہ احسن العمل وہ ہی کہ دنیا مین اُسنے صرف اللہ تعالے پر بھروسا کیا ۔ اور یہ بھی کہا کہ احسن العمل وہ ہے کہ

سنت طریقہ کے موافق مستقیم رہا۔ قاسم رح نے کہا کہ زینۃ الارض انبیاء و اولیاء و علماء ربانی و اوتاد ہین اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالے کے بندے جملہ اہل معرفت و محبت و توحید والے زمین کی زینت ہین کہ ستارے و چاند و سورج ہین شیخ جنید رح نے کہا کہ جن بندون کو اللہ تعالے کی طرف سے فہم دی گئی ہو انھین کا یہ حال ہو کہ جو روے زمین پر اُسکی زینت ہو اُس سے وے عبرت حاصل کرتے ہین اور اسی عبرت کی نگاہ سے وہ کسی زینت کی چیز سے مشغول نہین ہوتے ہین اور زینت کے واسطے کوئی کام نہین کرتے بلکہ اُنکے کام اُس پاک خالق عز و جل کے واسطے ہین جس نے ان زینت کی چیزون کو پیدا کیا ہے اور قولہ تعالے لنبلوہم ایہم احسن عملا یعنی کون اعلی ہمت والا ہے کہ ہمت بلند سے بخوشی خاطر ان فانی چیزون سے منھ موڑ کر باقی کے ساتھ مشغول ہو۔ واسطی رحمہ اللہ نے کہا کہ امتحان مین دیکھا جاتا ہے کہ کس نے اپنے قلب کو خوب فارغ کیا اور نیت کو اچھی طرح صاف کیا کہ اسکو اسواے زینت پیدا کرنے والے کے کسی چیز سے تعلق یا قصد نہین ہے۔ بعضے فرماتے ہین کہ مخلوق بندون سے تو زینت روے زمین کی ہے اور جنت کی زینت اہل معرفت سے ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ زمین کی زینت اولیاء اللہ سے ہے جو زمین کے واسطے امان ہین۔ اقول حدیث مین بھی آیا ہے کہ آسمان کے واسطے امان ستارے ہین جب جاوین تو آسمان پر اُسکا وقت موعود آویگا اور میرے اصحاب اس زمین کے واسطے امان ہین جب جاوین تو زمین پر اُسکا وعدہ موعود آویگا والحدیث فی الصحاح۔ بعضے مشائخ نے کہا کہ اسرار موحدین مین جب انوار توحید کے روشن ہوتے ہین تو اُنکے نور سے تمام زمین جگمگا جاتی ہے شیخ استاد رح نے کہا کہ احسن العمل وہ ہے کہ جسکی نیت صادق اور طویت خالص ہو۔ پھر جب اللہ تعالے اپنے اولیاء کو اپنی درگاہ قدیم مین جگہ دیگا تو زمین اپنی زینت سے صعید جرز یعنی زمین خشک بے نبات ایک چٹیل میدان رہجائیگی۔ حادث فانی ہین اور بقاء فقط وجہ ربک ذو الجلال والاکرام کو ہے فقال تعالے وانا لجاعلون ما علیہا صعیدا جرزا۔ اشارہ ہے کہ انوار صفات کے آفتاب مغارب افعال مین غروب ہو جائینگے پس آئینہ فعل مین کوئی اثر نور صفت کا نہ رہیگا کیونکہ نور صفت اپنے معدن نور الذات کی طرف رجوع کر جائیگا اور اسکا ظہور اس جہت سے ہوگا کہ اولیاء صدیقین کے قلوب کو اپنے مقامات معہود کی طرف سلب کر لیا جائیگا جب وے اپنے ٹھکانے پہونچ جائینگے تو انکے ساتھ انوار صفات بھی چلے جاوینگے شیخ واسطی رح نے اس آیت مین کہا کہ دیکھو یہ تمام مخلوقات عظیم و وسیع ہے ایک اشارہ مین اسکو صعید جرز کر دیا تو تمام عالم کروڑون اجسام بمقابلہ قدرت حق عز و جل کے وہ ذرہ بھی نہین جو ہوا مین ناپید ہو کر اُڑا پھرتا ہے۔ اب اللہ تعالے نے سوالات قریش سے اصحاب کہف کا ذکر فرمایا لقولہ تعالے

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ

کیا تو خیال رکھتا ہے کہ غار اور کھوہ والے ہمارے قدرتون مین اچنبھا تھے جب جا بیٹھے وہ جوان کھوہ مین

فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي

پھر بولے اے رب دے ہمکو اپنے پاس سے مہر اور بنا ہمارے کام کا بناؤ پھر تھپک دیے ہمنے انکے کان اس

الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝ ع ۲ ۱۲

کھوہ مین کئی برس گنتی کے پھر ہمنے انکو اٹھایا کہ معلوم کرین دو فرقون مین کسنے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ رہے

یہان سے اللہ تعالے نے اصحاب کہف کے واقعہ سے آگاہ فرمایا ہے پس پہلے تو مجمل ذکر فرمایا پھر ضروری تفصیل فرمائی ہے فقال ام حسبت بل حسبت۔ یہان حرف بل واسطے اس معنی کے ہو کہ ایک بیان سے دوسرے بیان مین منتقل کیا اور اضراب کے لیے نہین ہے اور بعض نے استفہام کو متضمن لیا اور خطاب اگرچہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے لیکن یہ تعریض ہے کافرون پر کہ نہایت عجیب قدرت و شان الوہیت

قرآن پاک سے ظاہر ہے لیکن کافرون نے اس قصہ سے صدق نبوت پر دلیل تسلیم کی اور اُن کے اندھے بہرے ہونے کی دلیل ہو پس فرمایا
ام حسبت کیا تو نے خیال کیا کہ۔ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ وَالرَّقِیۡمِ۔ کہف والے ورقیم والے کَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا تھے ہماری آیات مین سے
عجیب۔ قال ابن کثیر رح یعنی امر اصحاب کہف ورقیم ہماری آیات وقدرت عظیم کے سامنے کچھ ایسا عجیب نہین ہے کیونکہ اس سے زیادہ عجیب
تو ان آسمانون وزمین وپہاڑ وسورج وچاند وغیرہ کی پیدائش اور ان سب کو عجیب حکمت سے ہر روز جاری رکھنا اور نہایت عجیب صنائع
قدرت جو انہین ظاہر مین نظر آتا سب کے سامنے موجود ہے یعنی اصحاب کہف انھین مخلوقات مین سے تھے اور فعل الٰہی جیسا بعض کے ساتھ ویسا
کل کے ساتھ ہو پس ایک پتی جو زمین سے پیدا ہوتی ہو دراصل وہ خاک کی ترکیبی نمود ہے اور غور سے دیکھو کہ عجائب صنعت نے تمام جہان کو اسکے
مثل لانے سے حیران کر دیا مگر لوگ بیہوشی مین نظر ہی نہین ڈالتے ہین۔ غرضکہ قدرت الٰہی ظاہر باہر ہے وہ نہایت عجیب ہے چنانچہ مجاہد رح نے
کہا کہ یعنی ہماری آیات مین سے اس سے زیادہ عجیب موجود ہین۔ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ ہم نے جو تجھے قرآن وسنت وعلم
دیا ہو وہ اصحاب کہف کی شان سے افضل ہے۔ ابن اسحق نے کہا کہ یعنی جو حجتین مین نے اپنے بندون پر ظاہر کر دی ہین وہ اصحاب کہف سے زیادہ
عجیب ہین یعنی اسکی قدرت مین جس نے آسمان وزمین وغیرہ پیدا کر کے محفوظ فرمایا تو اسکی قدرت مین کچھ عجیب نہین کہ اسنے ایک گروہ کو مدت تک
خواب مین اسکے جنس کے لوگون سے محفوظ رکھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ کہف تو وہ ایک غار تھا پہاڑ مین۔ یعنی چھوٹا ہوتا ہو تو غار کہتے ہین
اور بڑا وسیع ہوتا ہے تو کہف کہلاتا ہے اور اسی غار مین فتیۂ مذکورین نے پناہ لی تھی۔ رقیم کو عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کیا کہ وہ قریب
ایلہ کے ایک وادی ہو اور یہی عطیہ وقتادہ کا قول ہے اور ضحاک نے کہا کہ کہف وادی کا غار ہے اور رقیم اس وادی کا نام ہے۔ مجاہد رح نے کہا
کہ رقیم انکے مکانات ہین اور بعض کہتے تھے کہ وہ وادی ہو جسمین انکا کہف تھا۔ عبدالرزاق نے اپنی اسناد سے ابن عباس رض سے روایت کی کہ کعب کا
گمان تھا کہ رقیم وہ قریہ ہو جسمین اصحاب کہف رہتے تھے اور ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی کہ رقیم وہ پہاڑ ہے جسمین کہف ہے۔ محمد
بن اسحاق نے مجاہد کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ اس پہاڑ کا نام بنجلوس تھا۔ قال المترجم حیات الحیوان مین منجلوس لکھا ہے
ولیکن اکثر روایت وہی ہے جو یہان مذکور ہے۔ ابن جریج نے شعیب جبائی سے روایت کی کہ پہاڑ کا نام بنجلوس ہے اور کہف کا نام حیزم ہے اور
کتے کا نام حمران ہے۔ ابن جریج نے عکرمہ کے طریق سے ابن عباس سے روایت کی کہ مجھے نہین معلوم کہ رقیم کوئی نوشتہ ہے یا عمارت ہے علی بن
ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رقیم نوشتہ ہے۔ سعید بن جبیر رح نے کہا کہ رقیم پتھر کی لوح ہے جسپر اسوقت کے لوگون نے اصحاب کہف کا
حال لکھکر کہف پر رکھا تھا۔ اور یہی عبدالرحمن بن زید نے کہا کہ رقیم نوشتہ ہے اور شاہد اسکا قرآن سے پڑھا کہ قولہ کتاب مرقوم شیخ ابن کثیر رح
نے کہا کہ یہی آیت سے بھی ظاہر ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح نے اختیار کیا ہے اور کہا کہ رقیم بروزن فعیل بمعنی مرقوم ہے جیسے مقتول وقتیل
ومجروح وجریح واللہ تعالیٰ اعلم۔ سراج مین لکھا کہ بعض کے قول مین وہ تختی رانگ کی تھی جسمین اصحاب کہف کا نام وانکا قصہ لکھکر در کہف پر
رکھدیا گیا تھا۔ امام محی السنہ نے معالم مین کہا کہ تمام اقوال مین یہی زیادہ ظاہر قول ہے اور بعض نے کہا کہ لوگون نے انکے نام وقصہ کو پہاڑ
مین کھود دیا تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان اور بھی اقوال ہین از انجملہ یہ کہ رقیم انکے درمون کا نام تھا اور یہ قول سخیف ہے اور ابن عباس سے
روایت کیا جاتا ہے کہ انکے پاس ایک کتاب مرقوم تھی جسمین اصل توحید کی شریعت عیسیٰ علیہ السلام تھی جسپر وے تمسک کرتے تھے۔ اور یہ قول
جب صحیح ہو کہ وہ لوگ بعد زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے ہون ولیکن تفصیلی قصہ جو آگے آویگا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وے لوگ مقدم ہین اور یہی شیخ
ابن کثیر رح کے قول سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور بعض نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رقیم انکے کتے کا نام ہے اور یہ روایت ضعیف ہو۔ سراج مین

ایک یہ قول ذکر کیا کہ اصحاب رقیم ایک دوسری قوم ہے علاوہ اصحاب کہف کے اور اُنکے حال کو موافق ایک حدیث کے بیان کیا جو صحاح مین ہے مگر حدیث مین کچھ تغیر ہے مین اسکو موافق حدیث صحاح کے ترجمہ کرتا ہون کہ یہ تین آدمی تھے سراج مین لکھا کہ گھاس وغیرہ کی تلاش مین نکلے تھے اور حدیث مین ہے کہ راہ طے کرتے تھے اتفاق سے آندھی پانی نے لیا تو ایک غار مین اُنھون نے پناہ لی پس پہاڑ سے ایک پتھر جدا ہوکر گرا اور اس غار کے مُنہ پر ڈھنک گیا یعنی دانہ پانی کی اور نکلنے کی کوئی راہ نہ رہی آپس مین ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم لوگ اپنا اپنا سب سے زیادہ امید کا کام یاد کرو اور اسکے وسیلہ سے دعا مانگو شاید اللہ تعالے اسکی برکت سے رحم کرے پس انمین سے ایک نے کہا کہ مین نے ایک روز مزدور کیے تھے جب دوپہر کا وقت ہوا تو اور ایک مزدور آیا اسکو مین نے مزدوری پر رکھا اور باقی دن اُسنے بھی باقیون کے ساتھ کام کیا شام کو مین نے سب کو مزدوری دی اور اُس مزدور کو بھی پورے دن کی مزدوری انکے برابر دی انمین سے ایک مزدور غصہ ہوگیا اور اُسنے مزدوری نہ لی چھوڑکر چلا گیا مین نے اسکی مزدوری کو ایک کونہ مین رکھدیا ایک روز میری طرف سے گاؤن کا گلہ گذرا مین نے اُسکے واسطے ایک بچھیا خریدی پھر اُس بچھیا کی اولاد بڑھی جہانتک اللہ تعالے نے چاہا اتفاق سے وہی مزدور ایک وقت میرے پاس آیا بوڑھا ضعیف ہوگیا تھا اُسنے مجھے اپنی شناخت بتلائی اور اپنی مزدوری یاد دلائی مین نے اسکو یہ سب گلہ دیا اور کہا کہ یہ تیری مزدوری کا ہے الٰہی اگر مین نے یہ کام خالص تیری رضامندی کے لیے کیا ہو تو ہم سے یہ پتھر کشادہ کردے پس وہ پتھر اسقدر سرکا کہ انکو روشنی نظر آنے لگی۔ دوسرے نے کہا کہ ایک وقت میرے شہر مین قحط پڑا اور مجھے آسودگی تھی اور مین اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اس قحط مین اُسنے مجھ سے طلب کیا تو مین نے انکار کیا مگر اُسی شرط سے کہ وہ مجھ سے ملے اُسنے نہ مانا اور چلی گئی حتی کہ تیسری مرتبہ اُسنے اقرار کیا اور مین نے اسکو دوسو یا تین سو دینار جو ٹھہرے تھے دیدیے جب مین نے اُسکا پردہ کھولا اور اُسکے ساتھ کام چاہا تو وہ تھرتھرائی اور آنسو بھر لائی مین نے اُس سے کہا کہ کیا ہوا اُسنے کہا کہ خوف کر اللہ تعالے کا اور انگوٹھی کا ناک بغیر حق کے مت توڑ۔ مین نے دیکھا کہ یہ عورت اس سختی و مصیبت مین اللہ تعالے سے ڈرتی ہے اور مین اس راحت مین نہ ڈرون پس مین نے اُسکو چھوڑا اور اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ اشرفیان بھی واپس نہ لین الٰہی اگر مین نے تیرے خوف سے یہ کام کیا ہو تو ہم پر سے اس پہاڑ کو کھول دے پس پتھر سرک گیا یہانتک کہ آپس مین ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچاننے لگے تیسرے نے کہا کہ میرے ماں باپ بوڑھے تھے اور میرے پاس بکریان تھین مین انکو چراتا اور پانی پلاتا پھر گھر مین لاتا اور دودھ اپنے والدین کو پلاکر سیراب کردیتا ایک روز مجھے مسافت بعید پڑی اور بارش نے روک لیا تو رات ہوگئی جب گھر واپس پہونچا اور دوہانی لیکر مین نے دودھ دوہا اور والدین کے پاس لایا دیکھا کہ وہ دونون سوگئے ہین۔ مجھے گران معلوم ہوا کہ مین انکو جگا کر بے چین کرون پس مین دودھ کا برتن لیے اُنکے سرہانے حاضر رہا کہ جاگین تو پہلے انکو پلاؤن پھر باقی خرچ مین لاؤن اور بال بچہ بھوک سے روتے چلاتے تھے مگر مین نے والدین پر کسی کو ترجیح نہ دی اُنکے جاگنے کے انتظار مین رہا یہانتک کہ تمام رات گذر گئی صبح کو وے دونون جاگے تب مین نے انکو پلایا الٰہی اگر مین نے تیری رضامندی کے واسطے یہ کام کیا ہو تو یہ پتھر ہم پر سے ہٹادے کہ ہم راہ پاوین پس اللہ تعالے نے کشادہ کردیا۔ سراج مین معالم وغیرہ سے نقل کیا کہ ایسا ہی واقعہ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ واقع ہوا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ روایت کیا جاتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے بعض نے اصحاب کہف کو دیکھا اور جب اورون کو دکھلانے لائے تو وہ مقام مخفی کردیا گیا وہان اُنھون نے کچھ نہین دیکھا واللہ تعالے اعلم۔ اِذْ۔ اذکر۔ اَوَی الْفِتْیَۃُ بیان کر جب جگہ ڈھونڈھی فتیہ نے۔ جمع فتی نوجوان۔ مراد وہی ہین جنکے حال سے سوال کیا گیا تھا وہ لوگ اپنی قوم وعزیز واقارب ماں باپ کو چھوڑکر اپنا دین لیکر بھاگے کہ

کافرون کی طرف سے فتنہ مین نہ پڑین اور انھون نے پناہ ڈھونڈھی۔ اِلَى الْكَهْفِ کہف مین وسیع غار مین یعنی غار مین گئے اور وہین رہے اور اُس کو اپنا ملجا وماوی بنایا۔ اور نوجوان اُسکی صفت ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک نوجوان صالح زیادہ قبول ہوتا ہے بہ نسبت ایسے بوڑھے کے جو مرنے کے قریب رجوع لایا۔ اور بھاگنے کی وجہ یہ تھی کہ اُنکے عزیز واقارب سب کافر تھے اور بادشاہ دقیانوس بُت پرست ظالم تھا اُسنے مع قوم کے اُن نوجوانون کو بھی بُت پرستی پر مجبور کرنا چاہا اور یہ لوگ شہر افسوس کے رہنے والے تھے اور رومیون کی زبان مین افسوس نام ہے اور عرب اُسکو طرطوس کہتے ہین جب انھون نے بادشاہ وقوم کی طرف سے جبر وسختی دیکھی کہ اللہ تعالےٰ کے سوا غیر کی عبادت پر مجبور کرتے ہین تو ہر ایک اپنے اپنے گھر گیا اور زاد وراہ لیکر سب متفق ہوکر بھاگ گئے اور شہر کے قریب ایک غار مین پہاڑ پر آئے اور اسمین چھپ رہے وہین اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے اور کھاتے پیتے تھے اور خفیہ ایک شخص انھین سے طعام لاتا مگر وے لوگ خوفناک رہتے تھے اور جب غار پر آئے تو یہ دعا کی تھی۔ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً اے ہمارے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت دے۔ اس رحمت مین دنیا مین امن کے ساتھ رزق وضروریات ہین اور آخرت مین مغفرت ہے وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا اور مہیا فرما دے ہمارے لیے ہمارے اس امر مین ہدایت یعنی جو توحید ہم نے پائی ہے اُسمین اصلاح وہدایت پر ہمکو ثابت فرما دے اور جو بات اس مین ہم لوگون کی سمجھ کے موافق درکار ہے مہیا کر دے۔ ابن کثیر رح نے کہا یعنی ہمارا انجام نیک و تیری رضامندی ہو جیسا کہ حدیث مین ہے اقضیت لنا من قضاء فاجعل عاقبتہ رشداً یعنی جو حکم تو ہم پر جاری فرما دے تو اس کا انجام ہمارے واسطے نیک کر دے۔ اور مسند امام احمد مین بشر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کی روایت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ دعا فرماتے کہ اللھم احسن عاقبتنا فی الامور کلھا واجرنا من خزی الدنیا وعذاب الآخرۃ یعنی الٰہی نیک کر دے ہمارا انجام سب کامون مین اور چھڑا دے ہم کو خواری دنیا سے اور عذاب آخرت سے۔ بالجملہ یہ گروہ اسمین اللہ تعالےٰ کی توحید پر عبادت کرتا تھا مگر اپنی قوم و کافرون سے خوفناک تھے ایک روز قبل مغرب کے یا بعد مغرب کے اس بارہ مین باتین کرتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے اُنپر نیند غالب کر دی کما قال تعالےٰ۔ فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ یعنی ہم نے انکو سُلا دیا کہف مین۔ گویا انکے کانون کو آوازین سننے سے بند کر دیا جو گہری نیند مین ہوتا ہے تو یہ کنایہ ہے کہ انکو گہری نیند سے سلا دیا۔ سِنِينَ عَدَدًا سالہا ئے معدود عرب کے نزدیک قلیل تو گنتی مین آتے ہین اور جہان زیادہ ہوئے تو کثیر غیر معدود ہو جاتے ہین۔ اور اصحاب کہف اول نیند مین تین سو سے اوپر نو برس سوئے تو یہان دو طرح توجیہ کی گئی اول یہ کہ ایک یوم اللہ تعالےٰ کے یہان جیسے یہان کے ہزار برس پس یہ قلیل وقت ہے جسکو لوگ کثیر خیال کرتے ہین اور دوم یہ کہ معنی یہ ہین کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک وہ وقت معدود ہے اگرچہ لوگ واقف نہ تھے بالجملہ یہ نیند بھی انکی دعا قبول ہونے کے آثار مین سے تھی کہ تمام زحمت سے انکو بخوف آرام سے سلا دیا۔ شیخ امام ابن کثیر رح نے اسکی تفسیر مین لکھا یعنے جس وقت کہف مین داخل ہوئے تو ہم نے اُنپر نیند غالب کر دی پس بہت برسون تک سویا کیے۔ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ پھر ہم نے ان کو اٹھایا یعنی اس نیند سے اٹھایا جیسے موت کے بعد لوگون کو قیامت مین اٹھا دینگے۔ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا تاکہ ہم جانین یعنی ہمارے علم مین جو مدت ہے وہ ظاہر ہو کہ اختلاف کرنے والون مین سے کس نے شمار رکھا ہے اُنکے وہان ٹھہرنے کی انتہائے مدت کا۔ اور بات یہ ہوئی کہ جب جاگے تو انھون نے آپس مین گفتگو کی کہ کس قدر سوئے بعض نے پورا دن یا اس سے کم بیان کیا بعض نے کچھ زائد کہا۔ پھر ایک کو روپیہ لیکر بازار سے خفیہ خرید طعام کو بھیجا وہان ایک زمانہ دراز کے بعد اس زمانہ کا روپیہ دیکھکر لوگون مین

چرچا ہوا اور بھید کھلا اور اُسوقت وہان کچھ لوگ کافر تھے اور کچھ مومن تھے پس احتمال ہے کہ حزبین دو گروہ سے مراد خود اصحاب کہف مین سے اختلافی دو گروہ ہون کہ جو علم الٰہی مین ہے انپر ظاہر ہوجاوے تاکہ جان جاوین کہ وعدۂ الٰہی بعثت قیامت کا برحق ہے اور احتمال ہے کہ اس زمانہ کے مومن و کافر دو گروہ مراد ہون جنھون نے اُنکی مدت قیام مین اختلاف کیا تھا۔ محی السنہ نے معالم مین کہا کہ جس زمانہ مین اصحاب کہف جگائے گئے اُسوقت کے مومنون مین باہم اُنکی مقدار لبث مین اختلافی دو گروہ مراد ہین۔ ابن جریج رح نے کہا کہ اُنھون نے اصحاب کہف کے شہر سے نکلنے کا دن اور تاریخ و مہینہ و سال لکھا تھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے مجمل کردیا کہ اصحاب کہف کے بارہ مین جو دو فریق مختلف ہوے تھے انہین سے شمار کرنے والا ظاہر ہوجاوے۔ مترجم کہتا ہے کہ انکے مبعوث کرنے سے ایک فریق کا احصا ر ظاہر ہوا تو یہ دونون فریق پہلے سے مختلف ہونا چاہیے کہ ہر ایک فریق نے اختلافی شمار لگایا تھا وہ اُنکے مبعوث ہوتے فیصلہ ہوگیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اصحاب کہف خود مختلف ہوئے کہ کس قدر مدت سوئے پھر بازار مین جانے سے وہ اختلاف رفع ہوا۔ یہانتک اس حال کو مجمل طور پر اللہ تعالے نے بیان فرمایا اور آگے تفصیل ہے۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا۔ حق تعالے نے آگاہ کیا کہ اسکی عظیم قدرت و عجائب شان اس سے کہین بلند ہے کہ کوئی شخص اصحاب کہف و رقیم کے تین سو برس کچھ اوپر کہف مین ایک انید سو نے سے تعجب کرے اور وے لوگ مقام اُنس و باغات قدس مین غائب تھے مگر غیرون سے اور ہمارے حضور مین حاضر تھے اور وسعت قدرت الٰہی مین سے ادنی نمونہ یہ ہے کہ اگر ایک پھول کھولدیا جاوے تو تمام عالم جنگلون میدانون مین سٹر اوین اور جو آیات ہمنے تجھ مین اے حبیب صلعم ظاہر فرمائی ہین وے اہل نظر کے لیے اصحاب الکہف سے کہین زیادہ عجیب ہین اور قدرت قدیم مین کسی موہوم و معدوم پیدا کرنے سے عجز نہین ہے شیخ حسین رح نے فرمایا کہ اصحاب کہف سایۂ معرفت اصلیہ کے نیچے ہین وہ کسی حال مین اُنسے زائل نہین ہوتا ہے اسیواسطے مخلوق سے انکے آثار پوشیدہ ہوگئے ہین۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ نیند یہ ہے کہ انکو اُنسے سلب کرلیا اور انکو انکی خودی سے لے لیا اور اُنکے و اغیار کے درمیان پردہ فرمایا اور مانوس ہوکر غار مین جو غیرون کے لیے وحشت کا مقام ہے اُنکو راحت دی اور وہان امن سے رہے پھر اُنکو اپنی خودی سے فنا کردیا اور ارادت نفسی سے غائب کرکے سایۂ رحمت معرفت مین لیا پس حضرت قدیم عز و جل مین عشق کے ساتھ مقیم ہین قولہ عجبا۔ شیخ جنید رح نے کہا یعنی کچھ تعجب مت کر کہ تیری شان تو انکی شان سے بہت بڑھکر عجیب ہے کہ تجھے ایک رات مسجد الحرام سے مسجد الاقصی کو معراج عطا فرمائی اور سدرۃ المنتہی کو پہونچایا اور آیات کبری کو دکھلادیا اور رات گذرنے سے پہلے بستر پر واپس کردیا بعض نے کہا کہ اصحاب الکہف مثل سوتے ہوے آدمی کے ہین نہ انکو وقت و زمانہ کا علم ہے اور نہ محل و مکان کو پہچانتے ہین زندے ہین مگر مردہ کی صورت ہین افاقہ مین ہین مگر بظاہر بیہوش ہین ہوشیار ہین مگر ظاہر مین سوتے ہین نہ کسی کو انکی جانب راہ ہے اور نہ انکو کسی غیر کی جانب پرواہ ہے اُنکو ہیبت الٰہی کا شامیانہ چھایا ہوا ہے اور پردۂ تعظیم و حجاب عظمت نے انکو گھیر لیا ہے اور نور عرش سے نورانی ہورہے ہین۔ قولہ تعالے اذ اوی الفتیۃ الی الکہف۔ اول مراد اصحاب کہف سات آدمی تھے اور دوسرا زمرہ تین آدمی اصحاب رقیم تھے اور ان دونون گروہ کو اللہ تعالے نے معرفت عطا فرمائی تھی اور اصلی خلقت مین اللہ تعالے نے انکو فتوت دی تھی جس سے فتی و فتیہ ہوئے اور وہ فتوت اُنکی یہ تھی کہ سوائے اللہ تعالے کے سب سے اُنھون نے اعراض کیا اور کہف رحمت کیطرف متوجہ ہوے اور وہان سایۂ جمال اور شہود انوار مین جگہ پکڑی اور مانوس ہوکر اپنی جانون کو اللہ تعالے کے واسطے قربان کیا ایسے مقام پر جہان انکی نفس کے واسطے زراعت و تجارت وغیرہ کا کچھ حصہ نہین تھا پھر جب منزل انس و مشاہد قدس مین مستقیم ہوے اور اُنکے قلوب اپنے رب عز و جل کی رحمت سے منور ہوے تو انھون نے ہدایت و رعایت کی دعا مانگی۔ کما قال تعالے۔ فقالوا ربنا آتنا من لدنک رحمۃ الآیہ یعنی معرفت کاملہ د

توحید عطا فرما وے اور ایسی ہدایت عنایت فرما کہ تیری محبت مین بغیر زوال وامتحان کے مقام قرب و وصال مین پہونچین شیخ استاد رح نے کہا کہ ظاہر مین انکو کہف جمال مین جگہ دی اور باطن مین وہ مقام انکے واسطے جہد اقبال تھا کہ سایہ عنایت و وصال مین سورہے اور جب انھون نے قلب مین کشف و رضوان الٰہی معائنہ کیا اور صفاے وقت کو دیکھا اور اسکے جاتے رہنے سے خوف کیا تو التجا کرکے دعا کی پس اللہ تعالیٰ نے انکو انکی خودی سے غائب کردیا اور انکو خواب مین سلادیا بقولہ تعالیٰ فضربنا علیٰ آذانہم الآیہ ان لوگون کے وجود سے فقط ایک کو حواس مین سے ذکر کیا وہ کان ہین پس جملہ وجود و حواس کو انوار جلال مین مستغرق کردیا اور غیرت الٰہی نے اغیار سے انکو پوشیدہ و علیحدہ کرلیا اور ایک کان کا حاسہ باقی رہا تھا اُسپر پردۂ غیرت ڈالدیا کہ پھر اغیار کی آوازین نہین سنتے تھے اور انکو قبہ عصمت مین محفوظ فرمایا اور اپنے مشاہدہ مین انکو انس عظیم دیا اور اپنی خودی سے خارج کرلیا اور رسوم بشریت اُنسے زائل ہوگئی پس بقا انکے حق کے ساتھ رہی کہ حق کو بحق دیکھتے رہے یہان ایک نکتہ لطیف ہے کہ جب انھون نے انوار قدم کو دیکھا تو اسکی عظمت سے مبہوت ہوگئے کہ سماع خطاب کی طاقت نہ رہی اور اگر سنتے تو مقام فنا مین مستحکم نہ ہوتے کیونکہ مقام خطاب مین استلذاذ و انس و انبساط و بقا رہی پس کمال توحید کے واسطے انکو ایسے استلذاذ سے بھی فنا کردیا تاکہ تمام طلبیات انکو توحید کی طرف سے ہون۔ اور یہ بھی اشارہ ہے کہ انکے ظاہری کان بھی باطنی کانون کی طرف رجوع کرگئے تو دل کے کانون سے اور ارواح و اسرار کے کانون سے انھون نے خطاب حق عز وجل کو سنا اور ظاہری آوازین غیرون کی انکو نہین پہونچتی تھین بعض نے کہا کہ ظاہری سماعت اُنسے لے لی تاکہ سواے خطاب حق کے اور کچھ نہ سنین اور ظاہری آنکھین بھی معطل کردین کہ سواے حق کے دوسری طرف نظر نہ کرین پس انکو غیرون کی طرف التفات نہ رہا اور غیرون کو اُنسے بھی سروکار نہ رہا۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ خلاصہ اشارات یہ ہے کہ ہم نے انکو صفات بشری سے باہر کردیا اور صفات قدسی مین انکو فنا کردیا ہم نے اُنکے ظاہر و باطن کو مقدس کردیا اور انکو قبضۂ قدرت مین عین راحت کے ساتھ سلایا پھر اظہار قدرت کے واسطے اُن کو پہلی شکل و ہیات پر پھیرا بقولہ تعالیٰ ثم بعثناہم۔ اور یہ بھی شیخ ابن عطا رح نے فرمایا کہ خواب مین کانون کو دخل نہین ہوتا ولیکن اللہ تعالیٰ نے ضربنا علیٰ آذانہم فرمایا ہے اسکا فائدہ یہ ہے کہ مختلف آوازین نہ سنین کہ بیدار ہوجاوین بلکہ تمام خلق سے راحت مین رہین۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو نفسانی حواس سے باہر کرلیا اور جو کچھ مشاہدہ کرتے تھے اُس سے ماخوذ کیا اور یہ سب فانی چیزین تھین پس انکو عالم حقیقت کی طرف پھیرا تو آنکھون و کانون سے اُنھون نے حقائق غیب کو دیکھا اور شہود احدیت اور صفات صمدیت مین مستغرق ہوے پس جب شہود غیب سے مقام سکر مین پہونچے اور اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس سکر سے مقام ہوشیاری مین تمکین و استقامت کے ساتھ قائم ہون تو انکو مبعوث فرمادیا بقولہ تعالیٰ ثم بعثناہم لنعلم ای الحزبین احصیٰ لما لبثوا امدا۔ حالت سکر مین اور حالت بیداری مین انکا تفاوت ظاہر ہو پس انکو مقام استقامت مین لایا کہ منازل قرب کو بیداری کے ساتھ جانین کیونکہ حالت سکر مین بوجہ وجد و حالت کے انھون نے ناپیداکنار دوام و سرمد کو دیکھا اور معرفت سے نہین دیکھا تھا پس انکو اس حال سے کامل کردیا جیسے اس حیات مین آدمی بوجہ اتباع طریق سنت کے کامل ہوتا ہے ان لوگون کو اس طریقہ سے کامل فرمایا تاکہ اہل ارادت کی طرح مسالک حقیقت سے آگاہ و کامل ہون۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگون کا قصہ بعض تفصیل سے ارشاد فرمایا

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ط اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ۝ وَّرَبَطْنَا عَلٰى

ہم سناتے ہین تجکو انکا احوال تحقیق وہ کئی جوان ہین کہ یقین لائے اپنے رب پر اور زیادہ دی ہمنے انکو سوجھ اور گرہ دی انکے

قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ

دل پر جب کھڑے ہوئے پھر بولے ہمارا رب ہے رب آسمانون اور زمین کا نہ پکارینگے ہم اسکے سوائے کسی کو ٹھاکر تو کہی ہم نے بات

اِذًا شَطَطًا ۝ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ

عقل سے دور یہ ہماری قوم ہو پکڑے ہین انھون نے اسکے سوائے اور پوجتے کیون نہین لاتے اُنکے واسطے کوئی سند کھلی

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا

پھر اس سے گنہگار کون جسنے باندھا اللہ پر جھوٹھ اور جب تم نے کنارہ پکڑا اُنسے اور جنکو وہ پوجتے ہین اللہ کے سوائے اب جا بیٹھو

اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ۝

اُس کھوہ مین پھیلاوے تم پر رب تمھارا کچھ اپنی مہر اور بناوے تمکو تمھارے کام کا آرام

شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہان سے تفصیلی قصہ شروع کیا بقولہ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ یعنی ہم انکی خبر تجھپر ظاہر کیے دیتے ہین صدق کے ساتھ۔ اہل حق کے اخبار مین بھی رحمت ہے کیونکہ قرآن عین رحمت ہے تو ان اخبار مین بھی رحمت ہے اسیواسطے بعض ائمہ تابعین سے وارد ہے کہ نیکون وصالحین کے تذکرہ سے رحمت نازل ہوتی ہے اور چاہیے کہ بزرگون کے تذکرہ کو سچائی وتحقیق سے بیان کرے اسمین بیہودہ جھوٹی روایات کو نہ ملاوے اور بیان حالات مین حقایق پر نظر ہو جیسے یہان خالق عز وجل نے اپنے ان بندون کا حال بتلایا کہ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ یہ لوگ شباب نوجوان تھے۔ بعض مفسرین نے لکھا کہ انمین ایک شخص بادشاہ دقیانوس کا وزیر تھا اور یہ سب اس شہر کے اشراف لوگ تھے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے بیان فرمایا کہ یہ لوگ نوجوان تھے اور ایسے لوگ حق کے قبول کرنے مین زیادہ لائق ہوتے ہین بہ نسبت بڈھون کے جو تمام عمر باطل مین مغموس رہے اسی واسطے قریش مین سے اکثر نوجوان لوگ مسلمان ہوے اور جو لوگ کہ قریش مین سے بوڑھے تھے وہ اکثر دین باطل پر مرے اور سوائے قلیل کے مسلمان نہ ہوے ایسے ہی اصحاب کہف کو اللہ تعالے نے بتلایا کہ وے نوجوان تھے اور مجاہد رح نے کہا کہ مجھے خبر پہونچی ہے کہ انمین سے بعضون کے کانون مین بالے پڑے تھے پس اُنکا حال فرمایا۔ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ یہ لوگ اپنے رب پر ایمان لائے یعنی دوسرون نے تو کسی محسوس چیز ومخلوق چیز کو اپنا خالق اور چھانٹ کر اپنا رب بنایا اور اکثر انکی قوم کے لوگ بت پرست تھے اور ان لوگون نے کسی چیز کو اپنا خالق وکفیل نہین مانا بلکہ یہ ایمان لائے کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے سب کو پیدا کیا ہو اور باقی ہم سب اُسکے مخلوق ہونے مین برابر ہین پس اقرار کیا کہ سب مخلوقات کا خالق ایک وحدہٗ لاشریک ہے۔ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى اور بڑھا دی ہم نے اُنکو ہدایت یعنی اس ایمان پر اُنکو توفیق دی وثابت قدم رکھا۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ایسی آیات سے امام بخاری وغیرہ بہت سے امامون نے دلیل پکڑی کہ ایمان بڑھتا گھٹتا ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک نفس ایمان نہین گھٹتا بڑھتا ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ ایمان تو یقین ہے اور اللہ تعالے نے پہلے فرمایا کہ آمنوا بربہم۔ پس ایمان تو متحقق ہو گیا اور زیادتی وکمی اُسکے انوار مین ہوتی ہے اور اس سے کسی نے انکار نہین کیا اور نفس ایمان کی کمی بیشی کے کچھ معنی نہین ہین اسی واسطے امام غزالی شافعی وغیرہ نے نفس ایمان مین کمی بیشی کا اقرار بھی نہین کیا پس حق یہ ہے کہ یہ خواہ مخواہ کا اختلاف ہے اور جس راہ سے امام ابوحنیفہ رح کہتے ہین کہ گھٹتا بڑھتا نہین ہے اس سے کوئی منکر نہین اور جس طرح صفات کی راہ سے زیادتی کمی ہوتی ہے اس سے امام رح نے انکار نہین کیا تو اصل مسئلہ یہ ہوا کہ نفس ایمان یقین ہے وہ کمی زیادتی کو محتمل نہین ہے کیونکہ یقین جو ایمان کہلاتا

اگر اسمین کمی ہو تو ایمان نہ رہا پس زیادتی اسپر براہ صفات ہوتی ہے جیسے یہان ثابت قدمی و صبر و طاعت سے انوار زیادہ کیے اور اگر کوئی
طاعت چھوڑے تو نور مین کمی ہوگی پس صفات مین زیادتی و کمی ہوتی ہے اور یہ سب کے نزدیک بالاتفاق ہے ربیع بن انس رح سے مروی
ہے کہ ایمان کے ساتھ اخلاص بڑھایا۔ سراج و معالم وغیرہ مین لکھا کہ قولہ وزدناہم یعنی بعد ایمان لانے کے ہم نے بڑھا دیا۔ ہدی یعنی اُنکے
دلون مین معارف ڈالدیے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کے دین پر تھے اور اللہ تعالے خوب جانتا
ہے کہ کیا بات تھی گو ظاہر یہ ہے کہ یہ لوگ ملت نصرانیہ سے پہلے تھے کیونکہ اگر یہ لوگ ملت نصرانیہ پر ہوتے تو یہودیون کو انکے اخبار و حالات
پر توجہ نہ ہوتی ورنہ انپر اعتبار کرتے کیونکہ یہودیون کو انسے مباینت تھی اور سابق مین مذکور ہو چکا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ قریش نے یہود کے پاس آدمی
بھیجے تھے کہ ایسے چند سوالات ہم کو بتلا دو کہ جنسے ہم محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا امتحان کرین تو انھون نے منجملہ تین سوال کے یہ سوال بھی دیدیا تھا کہ
ان لوگون کے حال سے دریافت کرین کیونکہ اُنکے واسطے ایک شان معرفت کی عجیب ہے۔ تو انہین دلیل ہے کہ یہ خبر اہل کتاب کے نزدیک
محفوظ تھی اور یہ کہ ملت نصرانی سے یہ واقعہ پہلے ہوا ہے۔ وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اور ہم نے اُنکے دلون پر ربط کر دیا یعنی جیسے چند چیزون کو
رسی سے مضبوط باندھ دیتے ہین ہم نے انکے دلون کو باہم مربوط کر دیا تھا کہ بقول قتادہ رحمہ اللہ کے اُنکے دلون مین ایمان دیا اور صبر و استقامت
کے ساتھ باندھ دیا کہ ثابت قدم رہے اور اُنکو تزلزل نہین ہوا۔ اِذْ قَامُوْا جبکہ کھڑے ہوے۔ فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
پس کہا کہ ہمارا رب آسمانون و زمین کا رب ہے۔ اُنھون نے کسی مخلوق و محسوس کو رب نہین بنایا بلکہ جان لیا کہ ان تمام مخلوقات کا
پیدا کرنے والا ایک رب ہے وہی ہمارا رب ہے۔ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا ہم اسکے سوائے کسی آلہ کو کبھی نہین پکارینگے یعنی کسی کو
اپنا معبود نہین بناوینگے نہ بطور شرک کے اور نہ مستقل کیونکہ رب تو واحد ہے۔ لَقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا جس وقت ہم دوسری چیز کو معبود
بناوین تو ہم نے قول شطط کہا یعنی اپنی جان پر ظلم کیا قتادہ رح نے کہا کہ جھوٹ کہا سدی رح نے کہا کہ ظلم کیا یعنی اگر ایسا کہین تو ہمارا قول باطل و
ظلم ہوگا۔ مجاہد رح سے روایت ہے کہ یہ لوگ بغیر وعدہ کے شہر کے ایک طرف باہر کو جمع ہو گئے انھین سے ایک بڑا تھا اُسنے کہا کہ مین اپنے دل
مین پاتا ہون کہ ہمارا رب آسمانون و زمین کا رب ہے پس سبھون نے کہا کہ ہم بھی ایسا ہی پاتے ہین پس سب اس بات پر کھڑے ہو گئے کہ ربنا
رب السموات والارض پس کھڑے ہونے سے یہ مراد ہے کہ سب اس اعتقاد توحید پر قائم ہو گئے۔ اور امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ سلف و خلف
کے بہت سے مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ روم کے بادشاہون و سردارون کی اولاد مین سے تھے اور ایک روز یہ لوگ اپنی قوم کی عید مین
انکے ساتھ نکلے اور اُنکی قوم کا دستور تھا کہ سال مین ایک روز شہر کے باہر میدان مین جمع ہوتے اور اپنے اپنے بتون کو پوجتے اور انکے نام پر قربانیان
کرتے تھے اور اُنکا ایک بادشاہ سرکش ظالم تھا اُسکا نام دقیانوس تھا وہی لوگون کو اس بات پر آمادہ کرتا اور شاہی حکم دیتا تھا کہ ایسا کرین
پس جب تمام لوگ اُس دن وہان جمع ہوے تو یہ لوگ بھی اپنے اپنے کنبہ کے ساتھ گئے وہان انھون نے نظر غور سے دیکھا کہ انکی قوم جو بتون کو
پوجتی ہے مخلوق کی پرستش باطل ہے اور جان کو جو اُنکے نام پر قربان کرتے ہین اس سے بدتر ہے یہ پرستش و قربانی اُسی کے نام پر ہونا چاہیے
جس نے پیدا کیا اور پیدا کرنے والا سب کا ایک ہی ہے پس ہر ایک اپنے کنبہ سے علیحدہ ہو گیا تاکہ اُنکے ساتھ اس بدکاری مین شریک ہونا نہ پڑے
اور علیحدہ ہو کر ایک مقام پر قوم سے دور بیٹھ گیا اتفاق سے یہ لوگ سب اُسی مقام پر جمع ہوے اور وہ ایک درخت کا سایہ تھا اور
ان مین سے ایک دوسرے کے قصد سے واقف نہ تھا بلکہ جس نے اُنکے دلون مین ایمان ڈالا تھا اُسی نے اُنکو وہان اکٹھا کر دیا تھا جیسا
کہ بخاری رح کی حدیث مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ارواح جنود مجندہ ہین جنہین باہم

تعارف ہوا ہے وہ محبت سے لجاتے ہین اور جنمین تناکر ہوا ہے وہ مختلف رہتے ہین یعنی جنھون نے اپنے رب عز وجل کو پہچانا ہے وے باہم الفت رکھتے ہین اور جنھون نے نہین پہچانا اُنمین اختلاف رہتا ہے اور اس حدیث کو امام مسلم رح نے بھی ابوہریرہ رضہ سے روایت کیا ہے بالجملہ ہر ایک دوسرے سے اس یقین کو چھپاتا تھا جو اُسکے دل مین تھا بوجہ خوف کے جو اُسکو دوسرے کی طرف سے اس بارہ مین تھا یہانتک کہ اُنمین سے ایک نے کہا کہ قسم ہے اے یارو کہ تم مین سے ہر ایک اپنے کنبہ سے کسی وجہ سے علیحدہ ہوگیا ہے تم کو چاہیے کہ اپنا اپنا بھید ظاہر کرو پس ایک نے کہا کہ مین نے تو اپنی قوم کے حرکات واعمال دیکھے تو مجھے بالکل باطل معلوم ہوے کہ یہ لوگ پتھرون ومخلوق کے آگے سر رکھتے ہین اور عبادت کے لائق تو وہی ہے جس نے یہ سب آسمان وزمین پیدا کیا ہے اب مین نے تو ظاہر کردیا تم بھی بتلاؤ تو دوسرا بولا کہ واللہ میرے دل مین بھی یہی ہے اور تیسرے نے بھی یہی کہا غرضکہ سب نے یہی کہا حتی کہ سب کے سب ایک ہی کلمہ ایمان پر متفق ہوگئے اور سب باہم محبت سے بھائی ہوگئے اور سب نے اپنے واسطے ایک عبادتخانہ بنایا جسمین سب فقط اللہ تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت کیا کرتے تھے اور کافر لوگ جو تعظیم بتون کی کرتے اُس سے زیادہ اپنے دل سے یہ لوگ حق عز وجل کی عبادت کرتے تھے اس مین کچھ روز گذرے آخر اُنکی قوم اس سے آگاہ ہوئی اور یہ خبر اپنے بادشاہ کافر کو پہونچائی اُسنے ان لوگون کو اپنے سامنے بلوایا اور حال دریافت کیا انھون نے اسکو حق جواب دیا اور توحید الٰہی عز وجل کی جانب اُسکو بلایا یہی فرمایا کہ اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموات والارض یعنی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہوکر کچھ خوف نہ کیا اور اُنکو تزلزل نہ ہوا بلکہ اللہ تعالے نے اُنکے واسطے ہدایت زیادہ کردی تھی اور اُنکے دلون کو ربط دیدیا تھا پس اللہ کے ساتھ ایمان پر مربوط رہے اور اللہ تعالے کی طرف بلایا۔ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ان لوگون نے یعنی ہماری قوم نے بنالیے ہین رب عز وجل کے سواے بہت معبود یعنی شرک سے اُنکی عبادت کرتے اور اُنکے نام پر قربانی کرتے ہین۔ لَوْلَا يَأْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ۔ کیون نہین لاتے کوئی کھلی دلیل ان بتون وغیرہ کی الوہیت وعبادت پر یعنی اُنکے پاس شرک کی اور سواے حق تعالے کے غیرون کی عبادت والوہیت کی کوئی دلیل نہین ہے۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا پس جب اُنکے پاس شرک کی کوئی دلیل نہین تو ایسے شخص سے کون بڑھکر ظالم ہوگا جو اللہ تعالے پر بہتان باندھے۔ زمخشری نے کہا کہ آیت مین دلیل ہے کہ دین مین تقلید باطل ہے جب تک کہ حجت ظاہر نہ ہوا قول اعتقاد وہی برحق ہین جسپر اہل سنت والجماعۃ قائم ہین یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت اسی پر تھی اسی پر اہل سنت والجماعہ ہین۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ جب ان لوگون نے دقیانوس کو یہ جواب دیا تو اس نے توحید سے انکار کیا اور ان لوگون کو دھمکایا اور ڈرایا اور جو لباس اپنی قوم کی زینت سے پہنتے تھے اُنکے اُتروانے کا حکم دیا اور ان کو ایک وقت تک مہلت دی تاکہ اس عرصہ میں اپنی ذلت وخواری کو دیکھکر جس راہ پر ہین اس سے پھرین اور قوم کافرون کے ساتھ شریک ہون۔ یہ بات مہلت کی اُنکے حق مین اللہ تعالے کا ایک لطف تھا کہ اس مین موقع پاکر وے لوگ اپنے دین کی حفاظت کے لیے اپنی قوم کے یہان سے بھاگ گیے اور فتنے واقع ہونے کے وقت بھی امر مشروع ہے کہ دین کو لیکر فتنہ سے فرار ہوجاوے جیسا کہ حدیث مین ہے کہ قریب زمانہ ہے کہ تم مین سے آدمی کا بہتر مال بکریان ہون کہ اُنکو ہانک کر کسی پہاڑ کے درہ مین یا گھاس کی جگہہ چلا جاوے فتنون کی وجہ سے بھاگ کر اپنا دین بچاوے۔ پس ایسی حالت مین لوگون سے عزلت اختیار کرنا مشروع ہے اور اسکے سواے اور حالت مین عزلت نہین کیونکہ اس سے ترک جمعہ وجماعات لازم آتی ہے پس جب انھون نے اپنی قوم سے سواے بھاگ جانے کے مفر نہین دیکھا تو اپنے دلون کو اس بات پر مضبوط کیا کہ راحت وآرام واہل واموال ومان وباپ سب کو چھوڑین اور باہم مشورہ مضبوط کرلیا جیسا کہ

السد تعالے نے آگاہ فرمایا۔ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ اور جب تم نے اس قوم کافرون کو اور جسکو وے
پوجتے ہین سوائے السد تعالے کے سب کو چھوڑا تو۔ فَأْوٗا اِلَى الْكَهْفِ غار مین اپنا ٹھکانا پناہ کا ڈھونڈھو یعنی چلو غار کی طرف
جاکر اُس مین اپنے واسطے پناہ کی جگہ بناوین۔ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ پھیلا دیگا یعنی کشایش و وسعت دیگا تمھارے
لیے تمھارا رب اپنی رحمت سے۔ پس تمھارے رزق مین وسعت دیگا اور تم کو تمھاری قوم سے چھپاوے گا۔ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ
اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ اور آسان کر دیگا سامان تمھارے لیے تمھارے اس کام مین ایسی چیز سے کہ تم نفع پاؤ اگر کہا جاوے کہ یہ قول
انھون نے کیسے کہا تو جواب دیا گیا کہ خلوص نیت سے اور السد تعالے پر بالکل بھروسا کر کے کہا کہ السد تعالے رحمت فرماکر ہمارے کام کو
درست کر دیگا۔ جب یہ لوگ نکل کر غار مین چلے گئے اور قوم و کنبہ والون نے نہ پایا تو بادشاہ کو اطلاع کی اور سبھون نے اُنکو تلاش کیا
پس کہا گیا ہے کہ تلاش کرنے والون نے پہاڑ و غار سب تلاش کیے مگر انکو نہ دیکھا اور السد تعالے نے اُنکو اندھا کر دیا جیسے آنحضرت
صلے السد علیہ وسلم مع صدیق رضی السد عنہ کے جب غار مین مخفی ہوے اور قریش والون نے کد و کاش سے تلاش کیا یہانتک کہ غار پر
آئے اور حضرت ابو بکر رض نے کہا کہ یارسول السد اگر ان مین سے کوئی اپنے قدم کی طرف نگاہ کرے تو ہم کو دیکھ لیگا تو آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیرا گمان ایسے دو بندون کے ساتھ کیا ہے جنکا تیسرا السد تعالے ہے یعنی السد تعالے کے قبضۂ قدرت مین سب ہین
کوئی نہین دیکھ سکتا ہے پس حضرت صلے السد علیہ وسلم کے غار کا قصہ اصحاب کہف سے زیادہ عظیم الشان ہے بالجملہ کافرون نے اُنکو
نہ دیکھا اور نہ پایا اور بعضے کہتے ہین کہ لوگون نے تلاش کر کے پایا کہ غار مین گھس گئے ہین تو بادشاہ نے کہا کہ ہم نے جو سزا چاہی تھی اُس سے
زیادہ سزا انھون نے خود گوارا کی پس حکم دیا کہ غار کا مُنھ بند کر دو کہ اُسمین مرجاوین ولیکن یہ روایت صحیح نہین ہے اسواسطے کہ
وہ غار وسیع تھا اور ہر ایک اُس مین داخل ہو سکتا تھا اور السد تعالے نے آگاہ فرمایا ہے کہ آفتاب دونون وقت اس مین جاتا تھا اور
قولہ لو اطلعت علیہم سے ظاہر ہے کہ آدمی اُنکو دیکھ سکتا ہے۔ سراج و معالم سے یہ قصہ اسطرح معلوم ہوا کہ محمد بن اسحق بن یسار رح نے ذکر کیا
کہ اہل انجیل نے بیباکی اختیار کی اور اُن مین گناہون کی کثرت ہوگئی اور بادشاہون نے یہانتک بیہودگی کی کہ بتون کو پوجنا شروع کیا
اور بتون کے نام پر قربانیان کرنے لگے اور اُن مین کچھ لوگ دین مسیح علیہ السلام پر باقی تھے اور السد تعالے وحدہ لاشریک کی عبادت
کرتے تھے اور جس بادشاہ نے ان مین یہ فساد برپا کیا تھا وہ روم کے بادشاہون مین سے ایک شخص دقیانوس تھا جس نے بت پرستی کی
اور بتون پر بھینٹ چڑھائی اور جس نے اُسکی مخالفت کی اُسکو قتل کیا اور وہ روم کے شہرون و قصبات مین اترتا پھر وہان کسی کو نہ چھوڑتا
جو بتون کی پرستش نہ کرے ورنہ اُسکو قتل کر دیتا پس سب کو اُنکے دین سے فتنۂ کفر مین ڈالدیتا۔ اسی طرح وہ شہر افسوس پر اُترا اور اصحاب کہف کا
بھی شہر تھا پس اہل ایمان پر یہ امر گران گذرا اور لوگ اس سے چھپنے و بھاگنے لگے جدھر جس نے راہ پائی بھاگا پس اُسنے فوج مین سے ایک
دستہ متعین کیا انھون نے لوگون کو تلاش کیا اور گھرون و تہ خانون وغیرہ سے نکال کر اُسکے سامنے پکڑ لائے اُسنے لوگون کو اختیار دیا کہ چاہو
قتل ہونا منظور کرو یا کہ انعام کے ساتھ بتون کی پرستش کرنا بدل منظور کرو پس بعض نے دنیاوی زندگی کو اختیار کیا اور کفر مین پڑے اور اہل ایمان
نے نہ مانا پس انھون نے اپنی جانین قتل و عذاب کے لیے سپرد کرنا شروع کین اور اس ظالم کافر نے انکو قتل کر کے ٹکڑے ٹکڑے کیا اور اُنکے
ٹکڑے شہر پناہ کے ہر دروازہ پر رکھے اور یہ فتنہ دراز ہو گیا جب ان فتیہ یعنی اصحاب کہف نے یہ حال دیکھا تو سخت غمناک ہوے اور سب
لوگ دعا و نماز و تسبیح و استغفار مین مشغول ہوے اور یہ سب روم کے اشراف مین سے سات یا آٹھ تھے ان سب نے رو کر السد تعالے کی طرف

تضرع وزاری کی کہ الٰہی اپنے ایمان والے بندون پرسے یہ فتنہ دور کر دے اور سب مجتمع ہوکر اپنے عبادت خانہ مین گئے وہان بادشاہی دست
فوج نے انکو پاکر گرفتار کیا اس حال مین کہ یہ لوگ سجدہ مین رو رہے تھے اور فوج والون نے اُنسے کہا کہ تم کیون بادشاہ سے مخالف ہوے تم
اُسکی خدمت مین حاضر ہوا اور فوج والے وہان سے چلے گئے اور جاکر بادشاہ سے کہا کہ ہم تو لوگون کو تیرے آلہہ کے لیے قربانی کرنے پر جمع کرتے
ہین مگر تیرے خاندان کے یہ نوجوان لوگ تیرے حکم کو مضحکہ بناتے ہین اور تیرا حکم کچھ نہین مانتے ہین جب اُسنے سُنا تو ان سب کو بلوایا یہ لوگ اس
حال سے آئے کہ اُنکی آنکھون سے آنسو جاری تھے اور چہرے خاک آلودہ ہو رہے تھے اُسنے کہا کہ تمھین کیا ہوا کہ تم ہمارے آلہہ کے ذبح قربانی مین
حاضر نہ ہوے اور کیون تم نے اس شہر کے سردارون کی طرح عبادت نہ کی اب مین تم کو اختیار دیتا ہون کہ چاہو سردارون کے مانند رہو اور
آلہہ کی عبادت کرو اور اُنپر قربانی چڑھاؤ اور چاہو تو خواری کے ساتھ قتل ہونا منظور کرو مین تم کو ضرور قتل کرونگا پس انمین سے جو بڑا تھا
اسکا نام مکسلمینا تھا اُسنے کہا کہ ہمارا رب وہ ہے جسکی عظمت نے آسمان و زمین کو بھر دیا ہے ہم کبھی اُسکے سوا کسی کی عبادت نہین کرتے ہین حمد
و تکبیر و تسبیح اُسی کے واسطے خالص ہے ہم اُسی کی عبادت کرتے ہین اور ہم اُسی سے نجات و بھلائی چاہتے ہین اور رہے یہ بت تو ہم کبھی انکی عبادت
نہین کرینگے جو تیرا جی چاہے تجھ سے ہو سکے کر اور ساتھیون نے بھی یہی جواب دیا۔ اس جواب کو سُنکر بادشاہ نے اُنکے لباس و زیور اُتارنے کا
حکم دیا جو اُنکے بدن پر از قسم خلعت و جواہر وغیرہ تھا اور کہا کہ عنقریب مین تم پر عذاب کرونگا جو مین نے تم سے کہا ہے اور جلدی کرنے مین
مجھے کوئی چیز مانع نہین ہے سوا اسکے کہ مین تم لوگون کو ابھی نوجوان دیکھتا ہون تمھاری عمرین تھوڑی ہین لہذا تم کو جلدی ہلاک کرنا مجھے
پسند نہین کیونکہ تمھاری رائے مضبوط نہین ہے مین تمھارے لیے ایک میعاد مقرر کرتا ہون اس عرصہ مین تم اپنے بارہ مین غور کرو اور اپنی
عقل کی طرف رجوع کرو شاید تمھاری سمجھ درست ہو جاوے اور اپنے پاس سے نکلوا دیا پھر وہ وہان سے قریب کے ایک دوسرے شہر مین
اپنی غرض سے گیا جب ان نوجوانون نے دیکھا کہ وہ دوسرے شہر کو گیا ہے تو اسکی آمد سے خوفناک ہوے کہ جب آویگا تو ہم کو یاد کرے گا اور
ہمارے حق مین رائے قائم کریگا لہذا اُسکے آنے سے پہلے ہم خود اپنے حق مین مناسب رائے تجویز کرین اور موقع فرصت کو غنیمت جانین پس باہم
مشورہ کو بیٹھے آخر انکی رائے اس امر پر قائم ہوئی کہ ہر ایک اپنے اپنے گھر مین جاوے اور جو خرچہ میسر آوے اُسکو لاوے اور اس مین سے زاد راہ
خریدے اور سب کے سب چلکر اس شہر سے قریب ایک غار ہے اُس مین پوشیدہ ہوکر اللہ تعالے کی عبادت کرین پھر جب دقیانوس آوے گا تو
اُسوقت کوئی راہ نہ ہوگی جب باہم یہ رائے قرار پائی تو ہر ایک نے اپنے گھر کی راہ لی اور موافق قرارداد کے وہان سے خرچہ لائے اور متفق ہوکر
زاد راہ لیکر غار کی طرف روانہ ہوے اور اُنکا ایک کُتا تھا وہ بھی اُنکے پیچھے ہو گیا جب اس غار مین پہونچے تو وہین ٹھہر رہے اور کعب احبار نے
کہا کہ یہ لوگ راہ مین ایک کُتے کی طرف سے گذرے وہ اُنکے ساتھ ہو گیا اسکو انھون نے ہانک دیا پھر وہ ساتھ ہو گیا پھر اُسکو مارا انکا پھر وہ
ساتھ ہو گیا کئی دفعہ انھون نے اسکو مارا اور بار بار وہ پیچھے ہو لیتا تھا آخر اس کتے نے ان لوگون سے کہا کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو میرے کسی
صدمہ سے مت ڈرو اور مین تو اللہ تعالے کے دوستون کو دوست رکھتا ہون تم سو نا اور مین تمھاری نگہبانی کرونگا۔ اور ابن عباس رض
نے کہا کہ رات کو دقیانوس کے خوف سے بھاگے اور سات آدمی تھے راہ مین ایک چرواہے کی طرف سے گذرے وہ بھی اُنکے دین پر اُن کا
ساتھی ہو گیا اور اُسکا کُتا بھی اسکے پیچھے ہو گیا اور شہر سے نکل کر غار مین آئے اور غار قریب شہر کے تھا۔ ابن اسحق نے کہا کہ پھر جب غار مین
آئے اور وہان ٹھہرے تو اُنکا کچھ کام نہ تھا سوا اسکے کہ رضائے الٰہی کے لیے نماز پڑھتے روزہ رکھتے دن رات تسبیح و تکبیر کہتے تھے اور سب نے
اپنا زاد راہ ملا کر انمین سے ایک جوان کو دیدیا تھا جس کا نام تملیخا تھا وہ ان سب کے واسطے شہر سے پوشیدہ کھانا خرید لاتا تھا اور وہ

ان سب مین دلیر و خوبصورت عقیل تھا اور جب شہر مین جاتا تو اپنے اچھے کپڑے اُتار ڈالتا اور فقیرون کے سے کپڑے پہنکر جاتا جو دروازون پر ٹکڑے مانگتے ہین اور شہر سے طعام و پانی و ضروریات خرید کر خبر کی جستجو کرتا کہ میرے ساتھیون کا کچھ تذکرہ پھیلا ہے یا نہین پھر اپنے ساتھیون کے پاس واپس جاتا اسی حال پر جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا یہ لوگ اس غار مین رہے پھر دقیانوس آیا اور شہر کے بڑے لوگون کو حکم دیا کہ بتون کے واسطے قربانی کرین اس حکم سے اہل ایمان کو گھبراہٹ ہوئی اور تملیخا اپنے لوگون کے واسطے اُسوقت طعام خریدتا تھا وہ اپنے ساتھیون کے پاس روتا ہوا آیا اور اُسکے ساتھ تھوڑا طعام تھا اور اُسنے ساتھیون کو آگاہ کیا کہ وہ ظالم آج شہر مین داخل ہوا اور ہم لوگ بھی یاد کیے گئے ہین اور شہر کے بڑے لوگ ہمکو بھی تلاش کرتے ہین پس سب لوگ گھبرائے اور سجدے مین گر پڑے دعائین مانگتے تھے و عاجزی کرتے تھے کہ الٰہی ہمکو فتنہ سے محفوظ فرما دے پھر تملیخا نے کہا کہ بھائیو سجدہ سے سر اُٹھاؤ اور کھانا کھاؤ اور اپنے رب عز و جل پر بھروسا کرو پس اُنھون نے سجدہ سے سر اٹھائے انکی آنکھون سے آنسو جاری تھے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرکے آفتاب غروب ہونے پر کچھ طعام کھایا پھر بیٹھکر باتین کرنے لگے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و قدرت کا باہم ذکر کرنے لگے اتنے مین اللہ تعالیٰ نے اُنپر گران خواب کی نیند ڈالی اور اُن کا کُتا اپنے پانون پھیلائے غار کے دروازہ پر پڑا تھا جو حالت انکو پہونچی وہ اس کُتے کو بھی پہونچی اور یہ لوگ اُسوقت اچھے ایمان و یقین کیساتھ تھے اور انکا نفقہ اُنکے سرون کے پاس رکھا تھا پھر جب دوسرا روز ہوا تو دقیانوس نے ان لوگون کو تلاش کیا مگر نہ پایا تو اُسنے اپنے سردارون مین سے اور شہر کے رئیسون مین سے بعض سے کہا کہ مجھے ان جوانون کی حرکت سے جو بھاگ گئے صدمہ پہونچا چونکہ میرے حال سے خوب واقف نہ تھے تو اپنی جہالت سے گمان کیا کہ مین اُنپر غضبناک ہون اور مجھے یہ نہ تھا کہ مین اُنکے ساتھ جہالت کا برتاؤ کرتا اگر وے رجوع کرکے میرے آلہہ کی تعظیم کرتے تو مین انکو بہت کچھ سرفرازی دیتا شہر کے رئیسون نے کہا کہ حضور کی سرفرازی بہت بڑی ہے اور یہ لوگ تو ایک بدکار نافرمان قوم تھی اور آپ نے تو انکو ایک وقت مہلت کا دیا تھا اگر انکو عقل ہوتی اور کچھ تمیز رکھتے ہوتے تو اس مدت مین رجوع کرتے ولیکن ان لوگون نے توبہ نہین کی ہے یہ سُنکر اُسکو سخت غصہ آیا اور انکے والدین کے پاس آدمی بھیجا جب ہر ایک کا باپ حاضر ہوا تو پوچھا کہ سچ بتاؤ تمھاری اولاد کہان ہے جنھون نے میری نافرمانی کی ہے انھون نے کہا کہ ہم نے تو حضور کی کچھ نافرمانی نہین کی اور ہم کو حضور کے عدل سے امید ہے کہ ایسے سرکشون کے عوض مین ہم قتل نہ کیے جاوینگے جنھون نے حضور کی نافرمانی کی اور ہمارا مال لے گئے اور بازارون مین اُڑا دیا اور جاکر ایک پہاڑ پر چڑھے جسکو بنجلوس کہتے ہین۔ جب انھون نے یہ کہا تو اُسنے انکو رہا کر دیا اور سوچتا رہا کہ ان نوجوانون کے حق مین کیا کرے پس اللہ تعالیٰ نے اُس کے دل مین یہ ڈالا کہ غار کا مُنھ بند کر دے اور اللہ تعالیٰ نے ان نوجوانون کے حق مین چاہا کہ انکو بزرگ کرے اور انکو پچھلی قومین جو آنیوالی ہین اُنکے واسطے نشان قدرت الٰہی بنا دے اور ظاہر کر دے کہ قیامت ضرور آنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ قبر کے مردون کو ضرور اُٹھاویگا پس دقیانوس نے حکم دیا کہ غار کا دروازہ بند کر دیا جاوے اور کہا کہ جیسے اس غار مین گھسے ہین ویسے ہی انکو مسدود کر دو کہ بھوکے پیاسے مر جاوین اور یہ غار جسکو انھون نے پسند کیا تھا اُنکے واسطے قبر ہو جاوے اور وہ گمان کرتا تھا کہ یہ لوگ جاگتے ہین جو اُن کے ساتھ کیا جاتا ہے اُسکو جانتے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انکو خواب کی طرح قبض فرمایا تھا پس خوب نیند مین تھے۔

پھر دقیانوس کے گھرانے مین سے دو مسلمانون نے جو اپنا ایمان چھپائے تھے باہم مشورہ کیا کہ ان نوجوانون کا حال رانگ کی دو تختیون مین لکھکر تانبے کے صندوق مین بند کر کے وہان کی عمارت مین دفن کر دین شاید قیامت سے پہلے کوئی قوم مومنین اُنکے حال پر واقف ہو اور صندوق کی تختی سے اُنکا حال کُھلے پس یہی کیا۔ پھر جبتک دقیانوس کی زندگی تھی وہ زندہ رہا اُس کے بعد مر گیا اور اُسکی قوم ہلاک

ہوئی اور بعد اسکے بہت سی پشتین ہلاک ہوئین۔ مترجم کہتا ہے کہ ظاہر اصریح قصہ وہ ہے جو شیخ ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا ہے اور جو اس مقام پر محمد بن اسحق رح کی روایت سے مذکور ہوا اسمین خلط ہوگیا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنکا قصہ و لوح اصحاب جسپر حال کندہ کیا اور عمارت مین دفن کیا یہ اُسوقت واقع ہوا ہے جس زمانہ مین یہ لوگ خواب سے بیدار کیے گئے ہین اور اُنکے حال پر اُسوقت کے مسلمانون نے وقوف پایا ہے اور وہان مسجد و عمارت بنائی گئی ہے ورنہ آگے کی آیات مشعر ہین کہ غار مذکور کھلا ہوا رہا اور آفتاب روان رہتا تھا۔ واضح ہو کہ اصل مطلب قرآن پاک سے ظاہر ہے اور زیادہ تفصیل کی ہمکو فہم معانی و حقائق علوم کے واسطے حاجت نہین ہے اور اصل قصہ کی تحقیق پر تمام گروہ یہود و نصاریٰ کا جو اُسوقت موجود تھا متفق تھے پس اگر اُسوقت کوئی انمین سے یا غیرون مین سے منکر ہو تو وہ جاہل ہے اُسکا کچھ اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ ہم نے ایک اصل کلی مین جابجا بیان کردیا کہ قرآن مجید اس امر کے واسطے اصل ہے کہ اُسکے نزول کے وقت اہل کتاب یہود و نصاریٰ جو بے شمار تھے کسی نے اُس سے انکار نہ کیا تو یہ خبر متواتر ہے اور متواتر کا انکار جہالت و عداوت کہلاتا ہے۔ قولہ احصی بالبثو۔ احصیٰ یہان فعل ماضی ہے اے ایہم اضبط الاوقات لبثہم۔ اور بعض نے اسکو اسم تفضیل کا صیغہ خیال کیا۔ کشاف مین زمخشری نے کہا کہ یہ ٹھیک نہین ہے اسواسطے کہ اگر ہو تو احصی باب افعال سے اسم تفضیل ہو ولیکن ثلاثی مجرد کے سوائے ابواب سے اسم تفضیل افعل کا لانا قیاسی نہین ہے اور مانند اعدی و افلس وغیرہ کے شاذ ہین اور شاذ پر قیاس نہین ہوسکتا ہے اور واضح ہو کہ سراج وغیرہ مین اصحاب کہف کا قصہ حضرت عبید بن عمیر رض سے اسطرح نقل کیا کہ اصحاب کہف ہنوز نوجوان لڑکے طوق و کنگن وغیرہ پہنے گیسو دار تھے اور اُنکے ساتھ اُنکے شکار کھیلنے کا کتا تھا اور یہ لوگ اپنی اپنی قوم کے ساتھ اپنی عید مین نکلے تھے جہان قوم کے لوگ بتون کو پوجتے اور اُنپر بھینٹ چڑھاتے تھے اور انمین سے ایک شخص بادشاہ کا وزیر تھا پھر اللہ تعالے نے انکے دلون مین ایمان ڈالا اور انھون نے اللہ تعالے سے خوف کیا اور تنہا تنہا اپنی قوم سے علیحدہ ہوگیے اور آخر تک مانند اسکے نقل کیا جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا ہے ف فی العرائس قولہ تعالے نحن نقص علیک نباہم بالحق الآیہ۔ قصہ تو ظاہر تفسیر مین مذکور ہوا اور یہان کچھ تلویحات و اشارات ہین از انجملہ یہ کہ اول اس قصہ کو مجمل فرمایا پھر مفصل شروع کیا تو تلویح ہے کہ حبیب کا تذکرہ حبیب سے خوشگوار ہوتا ہے اللہ تعالے نے ان جوانون کا تذکرہ جنھون نے محبت مین اپنی جانین حق عز و جل کے واسطے قربان کین اپنے حبیب کریم محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم سے مکرر اجمال و تفصیل سے بیان فرمایا۔ تاکہ حبیب اکبر صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ مین اہل محبت منازل محبین و عارفین کو پہچانین کہ کیسے میدان شوق و راہ عشق مین گھر بار مان باپ یار اغیار چھوڑکر نوجوانان محبت نے قدم رکھا تاکہ رغبت و شوق زیادہ ہو و قولہ نحن نقص علیک یعنے ہم اُنکی خبر اسرار کی تحقیق تجھپر ظاہر فرماتے ہین تاکہ تو جان لے کہ میدان بے پایان قیومیت مین کس طرح سرگردان ہوکر مجلس قرب و بارگاہ اُنس مین فائز ہوے اور دریاے دوام مین غوطہ مارکر معارف کے جواہر حاصل کیے واضح ہو کہ یہ جوانان محبت تھے جو اغیار سے منفرد ہوکر میرے واسطے خالص ہوگئے اُنکے چہرے خوبصورت اور اُنکے دل انوار آفتاب جمال قدم سے روشن تھے اور اُنکے اسرار انوار قدس سے مقدس تھے اور اُنکے اجسام و ابدان میری مجلس اُنس مین غائب ہوگئے انھون نے مجھے میرے فضل سے پہچانا اور مجھی سے مانوس ہوکر اغیار سے متوحش ہوے اور غار مین قیام کیا کس قدر پاکیزہ اُنکا حال و مقال میرے ساتھ تھا کہ مین نے انکو زیادت نور جمال سے شوق و اشتیاق بڑھا دی جس سے انھون نے راہہاے معارف ذات و صفات کو پہچانا اور یہ نور انکے واسطے ابد تک روز بروز بڑھتا جاتا ہے اسواسطے کہ میرے نور کے لیے نہایت نہین ہے اور یہ بھی اشارت ہے کہ انکے واسطے مشاہدہ و قرب و وصال و معرفت و کمال محبت کو زیادہ کردیا اور

یہ فتیہ اصحاب فتوت تھے کہ اُنھون نے حق عزوجل کے واسطے اپنی جانون کو قربان کیا اور اُنکی طلب درحقیقت معدن محبت تھی اور تمام جہان سے مُنھ موڑکر راہ معرفت مین آتے تھے اور وجود کو موجود قدیم کے واسطے قربان کرتے تھے۔ شیخ ابن عطار رح نے فرمایا کہ قولہ زدناہم ہدی یعنی نور بڑھادیا اور زیادت الٰہی کی مقدار کون اندازہ کرسکتا ہے اسی واسطے آفتاب اُنکے غار سے پہلو بچا کر جاتا تھا بخوف انکے نور کے کہ ایسا نہو کہ انکے نور سے آفتاب کا نور مطموس ہوجاوے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ قولہ نحن نقص علیک نباہم بالحق یعنی متلبس بانوار حق تاکہ اُنکو توبچشم مشاہدہ دیکھ لیوے۔ شیخ سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے انکو فتیہ کے نام سے یاد فرمایا کیونکہ وہ لوگ اللہ تعالے پر بلا واسطہ ایمان لائے اور قیام اُنکا اللہ تعالے کی طرف اسطرح ہوا کہ اُنھون نے جوانمردی سے علائق کو قطع کردیا۔ شیخ فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ فتوت جس سے فتیہ کا نام ہوتا ہے یہ ہے کہ بھائیون کی لغزشون سے چشم پوشی کرے۔ شیخ ابوعثمان رح نے فرمایا کہ فتوت یہ ہے کہ شرع کی اتباع کرے اور سنن کی راہ اختیار کرے اور سینہ کشادہ رکھے یعنی کسی واقعہ سے تنگدل نہو اور لوگون کے ساتھ تنگدلی نہ کرے اور نیک خلق کا برتاؤ رکھے۔ شیخ جنید رحمہ اللہ نے کہا کہ قولہ زدناہم ہدی یعنی ہم نے انکو پیشوا بنادیا کہ اس راہ پر اُنکی ہدایت اختیار کیجاتی ہے اور خود انکو ہدایت کی راہ لینے والا کردیا۔ بعض نے اُسکے معنی مین کہا کہ انپر راہ قرب و وصال کو آسان کردیا۔ اقول یہ سب معانی متلازم ہین۔ فافہم۔ بعض نے کہا کہ نحن نقص علیک مین تلویح ہو کہ احباب کا ذکر زبان حبیب سے محبوب ہے اور زیادت اس مین کمال مرغوب ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ فتیہ اسواسطے ہوے کہ وے اللہ تعالے کے ساتھ قائم ہوے اور کہین نہین ٹھہرے یہانتک کہ اُنکو وصول الی اللہ حاصل ہوا۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ اول انکو بلا طفت سے حاضر کیا پھر قولہ زدناہم ہدی سے اُنکو کشف انوار بڑھائے پس اول اُن کو آگاہی دیدی پھر اس آگاہی کو یہانتک بڑھایا کہ یقین ہوگیا پھر اُنکے یقین و معرفت و ایمان و ثبات قلبی کو یہانتک بڑھایا کہ فرمایا و ربطنا علی قلوبہم اذ قاموا یعنی جب مقام محبت مین بشرط وفات عبودیت قائم ہوے اور مشاہدہ مین اُنکے ابصار و اسرار نے نفوذ کیا اور براہین عقلیہ سے مطمئن ہوے۔ پھر اُنکے ارتباط قلبی کو اپنی طرف مضاف فرمایا یعنی یون کہا کہ ہم نے اُنکے قلوب مرتبط کردیے کیونکہ اپنی ذات پاک کی معرفت خود ہی بلا واسطہ انکو دیدی پھر جب وے لوگ عالم ملکوت مین داخل ہوے اور سبحات و عظمت و جبروت کو دیکھا تو قریب ہوتا ہے کہ ایسی حالت مین قلوب اول ہی دفعہ ظہور انوار عزت و ہیبت مین فانی ہوجاوین پس اس سرزمین پر کوہ استقامت ڈالا اور مسمار محبت سے اُن پر میخ گاڑدی کہ معرفت مین مرتبہ استقامت حاصل ہو جب کہ وے بازوے شوق سے مقام وصلت کی طرف جنبش کرتے تھے اور یہ حالت امواج عظمت کے انوار کی ہے کہ بحر قدم کے تھپیڑے یہان برداشت کرنا مشکل ہے اسی واسطے انکو ترحم سے مشاہدہ انوار صفت لفعل مین ڈالا کہ عدم سے وجود مین کس نے ان چیزون کو نکالا ہے فقال عزوجل فقالوا ربنا رب السموات والارض۔ اگر انکو خوف زوال بحر قدم مین نہ ہوتا تو وہان سے غائب ہوکر رسوم عدم کی جانب توجہ نہ کرتے ولیکن پھر بھی اُنکے قلوب کو ربط اپنے معدن سے تھا اگرچہ رسم عدم کے مشاہدہ مین تھے اسواسطے فرمایا لن ندعو من دونہ الٰہا۔ درمیان مین سب کو معدوم دیکھتے تھے اور اُسی کو موجود پاتے تھے اگر ہم وسائط کو نظر وسائط دیکھین تو لقد قلنا اذا شططا۔ ہم جب ہی ایسا کرسکتے ہین کہ ہم کو راہ کج ملے اور حدوث سے قدم کو افراد کرنے مین خطا کرین۔ شیخ ابن عطار رح نے فرمایا کہ اُنکے اسرار کو حق تعالے نے نشان حق سے موسوم فرمایا بقولہ اذ قاموا پس قیام اُنکا حق کے واسطے حق کے ساتھ ہوا۔ فقالوا یہ اظہار ارادت و دعوت ہے۔ ربنا رب السموات والارض۔ یہ اپنے صفات سے بالکلیہ رجوع بجانب صفات حق عزوجل ہے اور اپنے علم سے رجوع بحقیقت علم حق تعالے ہے یعنی اُنھون نے معرفت مین علم الٰہی پر رجوع کیا کہ رب وہ ہے جو رب آسمانون و زمین کا ہے اور اُسکے جاننے کو ہمارا

علم نہین بلکہ خود اُسی کا علم ہے تو اللہ تعالے کی معرفت خود اوتعالے جل شانہ کو ہے ہم اُسی کے علم کی طرف رجوع لاتے ہین - لن ندعوا
من دونہ الٰہا کسی بات مین ہم اُسکے سوائے غیر پر اعتماد نہین کرتے ہین پس صفات مین اسی کی صفات پر اعتماد ہے اور معرفت مین اسی
کے علم پر اعتماد ہے - لقد قلنا اذا شططا یعنی اگر اسکے سوائے ہم اور کچھ کہین تو ہمارا قول شطط ہوگا یعنی حق سے بعید ہوگا پس قول وہ ہے
جو بحق ہو تو ہم اُسی پر اعتماد کرین ورنہ اسکے سوائے جو قول ہو وہ بے اعتماد ہے اور حق سے بعید ہے - شیخ جعفر رح نے فرمایا کہ قیام ان کا
حق کی جانب بحق ہوا اور یہ قیام ادب ہے اور اللہ تعالے کا پکارنا دعاے صدق ہے اور انھون نے ادب کے ساتھ دعا کرکے اپنی محتاجی
ظاہر کی اور نہایت لجاجت سے اُسکی طرف پناہ ڈھونڈھی - اور اول مرحلہ مین انھون نے کہا کہ ربنا رب السموات والارض - یہ افتخار
و تعظیم کے طور پر ہے کہ وہ رب ہمارا رب ہے جس نے ان بڑی بڑی مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور اسمین کافرون کی نظر بھی دوڑتی ہے کیونکہ
انکو سوائے محسوسات کے کچھ نظر نہین آتا ہو پس انھون نے کمال تعظیم سے یہ بیان کیا پھر حق تعالے عز و جل نے اُنکے اس ادب و تعظیم کا
عوض کافی عطا فرمایا کہ اُنکو عمدہ جواب حسن خطاب سے اسطرح دیا کہ اُنپر اپنی آیات عظیمہ سے وہ کچھ ظاہر فرمایا کہ اس سے رسولون کو تعجب
ہے چنانچہ فرمایا ولو اطلعت علیہم لولیت منہم فرارا ولملئت منہم رعبا - یعنی اے رسول کریم اُنپر اپنی عظمت کا سایہ اسقدر ڈال دیا اور اسقدر
ہیبت الٰہی اُنپر چھائی ہوئی ہے کہ اگر اُنپر جھانکے تو اُلٹے پاؤن بھاگے اور رعب سے بھر جاوے - شیخ نے یہان ایک مسئلہ لکھا کہ بعضے
مشائخ نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ وقت سماع اور ذکر کے جو لوگ وجد مین آکر متحرک ہوتے ہین وہ جائز ہے مترجم کہتا ہے
کہ توضیح یہ ہے کہ مزامیر و باجا وغیرہ تو اکثر فقہاء و مشائخ صوفیہ کی تصریح سے ناجائز ہے اور اسکا ضرر مبتدیون پر زیادہ ہوتا ہے اگرچہ مشائخ
پر اسکا اثر کم ہو لیکن ناجواز اسکا ظاہر ہے اب راگ کا نا تو ظاہر فقہ مین فقہاء نے تصریح کی ہے کہ وہ بھی نہین جائز ہے جیسا کہ حنفیہ کے معتمدات کتب فقہ
مین مصرح ہے اور بعض نے تفصیل کی کہ جو بطور راگ کے تال و سُر و گت وغیرہ پر ہو وہ حرام ہے اور جو خوش آوازی سے ہو وہ جائز ہے اور اسی طرف
اکثر فقہاء حنفیہ و شافعیہ و مشائخ نے میل کیا ہے اور شیخ نے یہان بعض مشائخ سے اسکا جواز اس آیت سے نقل کیا اور دلیل اسکی یہ بیان کی کہ
جب قلوب کا ارتباط عالم ملکوت و مقام قدس سے ہوگا تو اسکو ہر طرح کے اذکار اور طرح طرح کے سماع جو اُسپر وارد ہون متحرک کرینگے اور
شیخ نے خود تحقیق کیا کہ اصل اسمین قولہ تعالے وربطنا علی قلوبہم اذ قاموا ہے یعنی بجہت ربط قلبی کے قیام ہوا - تو جو معنے بعض مشائخ نے
بیان کیے ہین خوب ہین بشرطیکہ قیام یہان قیام بصورت ہو یعنے بصورت ظاہری قائم ہوگئے بسبب جذب کے - اور اگر قیام یہان
از راہ حفظ و رعایت ہو یعنی اس بات پر جم گئے اور مستقیم ہوگئے اور ربط یہان اس راہ سے ہو کہ انکو مقام تلوین سے نقل کرکے مقام تمکین
مین پہونچا دیا تو ایسی حالت مین اس آیت سے استدلال کرنا اس امر پر کہ حالت وجد مین سکون چاہیے ہے اولی و احسن ہے جبکہ
ربط بمعنے تمکین ہو اور قیام بمعنے استقامت ہو - انتہی مترجما اور مترجم کہتا ہے کہ حاصل یہان استدلال کا یہ ہے کہ اللہ تعالے نے
فرمایا ربطنا علی قلوبہم اذ قاموا - تو اس سے معلوم ہوا کہ ربط قلبی کی صورت مین جذب دل سے آدمی کھڑا ہو جاتا ہے جیسے اصحاب کہف
کو ربط قلبی عالم ملکوت کے ساتھ ہوا تو جذب شوق مین کھڑے ہو گئے فقالوا ربنا رب السموات والارض الآیہ - تو ثابت ہوا کہ سماع کے
وقت جب ربط عالم ملکوت سے ہو تو وجد مین کھڑے ہو جانا جائز ہے - شیخ رحمہ اللہ نے اس استدلال مین یہ کلام کیا کہ یہان قاموا کے
معنے کیا ہین اگر یہ معنے ہین کہ کھڑے ہو گئے یعنے جیسے آدمیون مین کھڑا ہو جانا پاؤن کے بل ہوا کرتا ہے اور ربط سے قلب کو تعلق عالم ملکوت
سے دنیا مراد ہے تو یہ استدلال ہو سکتا ہے اور اچھا ہے اور اگر یہان قاموا سے مراد یہ کہ اس بات پر قائم ہو گیے تو یہ ظاہری صورت کا

قیام نہین ہے بلکہ بمعنے استقامت ہے یعنے اس بات پر مستقیم ہو گئے اور جم گئے اور ربط سے مراد تسکین دلی و اطمینان قلبی ہے جو کہ مرتبہ استقامت و تمکین مین حاصل ہوتا ہے تو معنے یہ ہونگے کہ وے لوگ محل تلوین و اضطراب سے بلند ہو کر مقام تمکین و طمانینت پر پہونچ گئے پس آیت سے استدلال ہو گا کہ حالت وجد مین سکون کے ساتھ رہے مترجم کہتا ہے کہ یہی دوسرے معنے اولی ہین اسواسطے کہ مقام تلوین تو ابتدا ہر مقام تھا جو اُن کے واسطے اول بیان فرمایا تھا پھر قولہ زدناہم ہدی۔ کے بعد قولہ ربطنا علی قلوبہم۔ بیان فرمایا ہے تو یہ مرتبہ تمکین و استقامت ہے واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ اور شیخ رح نے اسپر بعض مشائخ کے قول سے شاہد پیش کیا کہ بعض نے اُس کی تحقیق مین کہا کہ قولہ ربطنا علی قلوبہم ہم نے اُن کے دلون پر ربط کیا یعنے اس خبر سے کہ جس سے ہم نے اُن کے دلون کو یقین کامل دیا تو پھر دلون مین نفس کے وساوس و گمان کو اور شیطانی خطرات و اوہام کو گنجایش نہ رہی۔ قولہ تعالے واذا اعتزلتموہم وما یعبدون الا اللہ فاووا الی الکہف۔ اللہ تعالے نے اصحاب کہف کے صدق و اخلاص سے آگاہ فرمایا کہ وے لوگ نہایت سچائی کے ساتھ خلوص دل سے ایمان لائے تھے اور اللہ تعالے پر ایمان لانے سے اور نجات حاصل ہونے سے کہ کفر و ضلالت سے چھوٹے نہایت خوش ہوے تھے اور بہت فرحت اُنکو اس بات سے تھی کہ مقام خلوت مین مجتمع ہوے پس اُسکے حقائق اشارات مین سے ہے کہ جب تم نے مقامات نفوس و خواہش کو اور اُن کے قرب و یگانگت کو چھوڑا اور سچے یقین کے ساتھ منفرد ہوے ہو تو تم کو چاہیے کہ اللہ تعالے کے سایہ کرم و جوار قدم مین پناہ لاؤ۔ قولہ ینشر لکم ربکم من رحمتہ۔ یعنی لطائف علم غیبیہ تم کو عطا فرماوے اور نعمت مشاہدہ تم کو بخشے اور انوار قرب و محبت سے سرفراز کرے قولہ ویہیئ لکم من امرکم مرفقا۔ یہی کام ایمان کا جسکے وسیلہ سے تم اپنی مراد چاہتے ہو کہ منزل قرب و دیدار سے فائدہ ہو اس مین تم کو مرفق و آسانی عطا فرماوے اور وہ دولت اُنس و محبت قدسی ہے اقول اس مین اشعار ہے کہ بار عبودیت کی برداشت ذرہ محبت سے بآسانی اُٹھ سکتا ہے شیخ اُستاد رح نے فرمایا کہ جب غیر سے عزلت اختیار کی جاوے تو یہ اللہ تعالے کے قرب کا وسیلہ ہوتی ہے بلکہ قرب الٰہی نہین حاصل ہوتا جب تک غیروں سے عزلت و انقطاع نہ ہو مترجم کہتا ہے کہ حکما نے لکھا ہے کہ انقطاع اغیار کے دو طریقہ ہین بعضے تو لوگون کی جماعت مین اُنکے حقوق ادا کرنے کے باوجود ہر ایک سے منقطع رہتے ہین اور یہ اعلی مرتبہ کے مرد ہین اور دوم یہ کہ بخوف فتنہ لوگون سے عزلت اختیار کرے اور یہ دلیل ہے کہ بسبب ضعف کے بوجھ نہین اُٹھ سکتا ہے شیخ نے لکھا کہ پھر اللہ تعالے نے اپنے مزید لطف سے جو اصحاب کہف پر تھا آگاہ فرمایا کہ اللہ تعالے نے اُن پر سے تاثیر عناصر کو دفع کیا جس کی اصل گویا طبیعت آفتاب و ماہتاب و سیارات سے ہے اور اُنپر سے حرارت آفتاب و اُس کی شعاع کو دور کیا تاکہ اُن کے اجسام کو احکام روحانی سے تغیر نہ ہو گویا اُن کو عالم قدس کے حجلہ اُنس مین داخل کر دیا اور یہ عالم قدس اُسی غار مین بنا دیا اور حق تعالے قادر ہے کہ ایک چیونٹی کی آنکھ مین ہزار جنت پیدا کر دے پس جب اُنکو حجلہ انس مین جگہ دی تو حدثیت کے تغائر کو اُنسے دور رکھا اور غیرت قدم سے کسی خلقت کو اُنپر مطلع نہین فرمایا اور اسی غیرت سے ہے کہ آفتاب کو اُنپر طلوع سے محجوب کر دیا حالانکہ آفتاب فلک چہارم پر ہے پس جب آفتاب کو کہ سبب انور عالم ہے اُنسے محجوب کر دیا تو دوسری مخلوقات کو اُنپر کیسے اطلاع ہو سکتی ہو لہذا خاصہ کرامات کو جو عطا فرمائین بیان کیا

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ

اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ جاتی ہے انکے کھوہ سے داہنے کو اور جب ڈوبتی ہو کترا تی ہے اُنسے

الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ

بائین کو اور وہ میدان مین ہین اُسکے یہہ قدرتون سے اسکی جسکو راہ دیوے اللہ وہی آوے راہ پر اور جسکو وہ بچلاوے

فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ۟

پھر تو نہ پاوے اُسکا کوئی رفیق راہ پر لانے والا

کرسے اور دیکھتا ہے تو۔ خطاب ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یا ہر ایک ذی عقل کو۔ سراج مین کہا کہ مراد اس خطاب سے یہ نہین
مخاطب ہے وہ اس کیفیت کو دیکھتا ہے ولیکن بول چال اُسی محاورہ پر ہوتا ہے۔ اقول اور بعض نے کہا کہ خطاب حضرت صلے اللہ
لم کو ہے اور جیسے پردہ دور کرکے بیت المقدس وغیرہ آپ کے روبرو معائنہ کرائے گئے تھے اُسی طرح یہ بھی آپ کو معائنہ کرا دیا گیا۔ اس
ن خطاب مجاز نہین بلکہ حقیقت ہے کہ تو اس کیفیت کو اللہ تعالے کے دکھلانے سے دیکھتا ہے کہ اَلشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ
وقت طلوع کرتا ہے یعنی اول وقت۔ تَّزٰوَرُ مالک رح نے زید بن اسلم سے روایت کی اور ابن عباس وسعید بن جبیر
نے کہا یعنی میل کرتا وجھکتا ہے۔ عَنْ كَهْفِهِمْ انکے غار سے ذَاتَ الْيَمِيْنِ داہین ہاتھ کی طرف یعنی آفتاب اپنے داہین
کہف کے سامنے سے جھکتا ہے۔ وَاِذَا غَرَبَتْ اور جب آفتاب غروب ہوتا ہے یعنی قریب غروب کے تَّقْرِضُهُمْ
کترا جاتا ہے اُنسے بائین جانب یعنی تو آفتاب کو دیکھتا ہے کہ جب اول وقت طلوع کرتا ہے تو انکے کہف سے داہین
تاکہ انکو حرارت وتیزی نہ پہونچے اسی طرح برابر چڑھتا رہتا ہے اور غروب کے واسطے جب ڈھلتا ہے تو انکے غار سے بائین
ایان وبایان طلوع کے وقت سے لحاظ کیا گیا ہے پس طلوع کے وقت داہین جھکتا ہے اور بائین چڑھتا ہے اور غروب کے
تا ہے۔ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ اور وے لوگ کہف کے بیچ مین کشادگی مین ہین کہ انکو ہوائے خوشگوار پہونچتی رہتی ہے
کہا کہ مراد یہ کہ آفتاب انپر نہین پہونچتا کیونکہ اگر دھوپ پہونچتی تو انکے بدن وکپڑے جلنے لگتے۔ پھر واضح ہو کہ مفسرین کے
ل وہ جو شیخ ابن کثیر رح نے اختیار کیا کہ اس غار کا دروازہ جانب شمال کو ہے کیونکہ اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا کہ آفتاب
انپر داخل ہوتا ہے تو دھوپ داہین جانب گھٹتی جاتی ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جتنا آفتاب اونچا ہوتا جاتا ہے اتنی ہی دھوپ
ن جانب جھکتی جاتی ہے تاآنکہ دوپہر تک ایسے مقام پر کچھ بھی دھوپ نہین رہتی ہے اور وقت غروب کے فرمایا کہ تقرضہم
ہوتا ہے انکے غار مین شمال دروازہ سے تامل کرنے سے جو ہم نے کہا اُسکی حجت ظاہر ہوجاتی ہے اور ابن عباس
کہا کہ تقرضہم یعنی تترکہم انکو چھوڑ دیتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ ہماری زبان مین اسکا ترجمہ کہ کترا جاتا ہے نہایت نفیس ہے۔
کی کیفیت مین کوئی امر عجیب نہین ہے ولیکن یہ تردد ہے کہ اگر پہاڑ اس غار کے جنوب ہے تو بعد طلوع کے انہین تھوڑی دیر بعد
دی ہوگی اور علی ہذا غروب کے وقت بھی اور اگر دوسری جانب ہے تو ایسے طور پر ہونا ضرور ہے کہ آندھی پانی سے بچاؤ ہو
تمام چیزون کو اپنے قبضہ قدرت مین رکھا ہے ہر ایک چیز جب ہی اثر کر سکتی ہے کہ وہ تاثیر دے فافہم۔ دوم وہ جو بعض
جو دیکہ یہ لوگ کھلے مقام مین ایک غار کے اندر ہین اور وہ وسیع مقام ہے کہ انپر ہر وقت تمام دن دھوپ پارہ سکتی ہے
ائی اور آفتاب مسخر ہے کہ بظاہر وہان دھوپ ہو ولیکن آفتاب کی تاثیر کچھ نہین ہے کہ وقت طلوع کے داہین جانب
میل کرتا ہے اور انکو وسیع فضاء غار مین چھوڑتا ہے بدلیل قولہ تعالے۔ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ یہ بات کہ آفتاب

باوجود اُنکے مکان وسیع کشادہ ہونے کے جہان ازراہ عادت کے آفتاب پہونچنا چاہیے نہیں پہونچتا تو یہ آیات الٰہی سے ہے اور اسکی قدرت
واختیار کے دلائل سے ہے۔ زجاج رح نے کہا کہ آفتاب کا یہ فعل بدون اسکے کہ دروازہ کہف کا ایسی جانب ہو کہ جس سے یہ لازم آتا ہو اللہ تعالیٰ
کے افعال قدرت میں سے آیت ہے اور یہ ہو سکتا ہے کہ وہان ابر وغیرہ کی جہت سے ایسے اسباب بھی ہون جس سے اُنکو معتدل وخوشگوار ہوا
پہونچتی ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس غار کا مقام نہیں بتلایا کہ وہ کس ملک کی کس زمین پر ہے کیونکہ ہمکو اس سے
کچھ فائدہ نہیں ہے علاوہ اسکے لوگ شرک وکفر میں مبتلا ہوتے اور وہان مجاورت وآبادی پیدا کرکے ایذا دیتے اور امتحان میں بھی نقص
ہوتا اور اس سے کوئی شرعی فائدہ متعلق نہ تھا بلکہ اسکے اخفا میں ہی مصلحت ظاہر ہے ولیکن بعض مفسرین نے تکلف کیا ہے اور اقوال ذکر کیے
ہیں ازانجملہ ابن عباس سے روایت کیا جاتا ہے کہ وہ ایلہ کے قریب ہے اور محمد بن اسحٰق نے زعم کیا کہ وہ نینوی کے قریب ہے اور بعض نے کہا کہ
روم کے شہرون میں سے ایک جگہ ہے اور بعض نے کہا کہ بلقا کے شہرون میں سے کسی جگہ ہے۔ سراج منیر میں ہے کہ سعید بن جبیر رح سے روایت ہے
کہ ابن عباس رض نے کہا کہ ہم نے معاویہ رض کے ساتھ روم کی جانب جہاد کیا اور ہمارا گذر اُس کہف کی طرف ہوا جسمین اصحاب کہف تھے تو
معاویہ رض نے کہا کہ کاش ہم اُنکو کشف کرتے تو اُنکو دیکھتے تو ابن عباس رض نے کہا کہ اس سے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو منع کیا گیا جو تجھ سے
بہتر تھے بقولہ تعالیٰ لو اطلعت علیہم لولیت منہم فرارا۔ پھر معاویہ رض نے کچھ لوگون کو خفیہ غار کے اندر روانہ کیا کہ جاکر دیکھو وہ لوگ داخل ہوکر مضبوط
لگے کہ کچھ دور گئے اور بھاگ کر بیان کیا کہ اُدھر سے ایک جھونکا آیا جس نے ہمکو باہر پھینک دیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت کی اسناد دیکھنی
چاہیے ولیکن مترجم کہتا ہے کہ دوسری ایک روایت صحیح ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض پر اصحاب کہف کشف کر دیے گئے تھے اس نے
رضی اللہ عنہ چاہا کہ اپنے ساتھیون کو بھی دکھلادُن فوراً واپس ہوکر بعض کو ساتھ لیکر گیا تو پھر کسی طرح راہ کا نشان نہ پایا واللہ تعالیٰ اعلم بالجملہ
یہ امور مخفی ہیں اور یہ بھی عجائب قدرت الٰہی میں سے اس روے زمین پر ہے جسمین اہل عقل جنکو نور بصیرت حاصل ہے حیران رہجاتے
ہیں اور اہل غفلت اپنے کامون میں مصروف ہیں۔ مَنۡ یَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ جسکو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وہی راہ پر ہے
وَمَنۡ یُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرۡشِدًا اور جسکو اُسنے بھٹکایا اور راہ نہیں دی تو ہرگز تو اسکے واسطے کوئی ولی نہ پاویگا جو
اُسکو راہ پر لاوے۔ ف فی العرائس قولہ تعالیٰ وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کہفہم الآیہ۔ اسمین حقائق کا اشارہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
انکو کہف اسرار میں مخفی کیا اور وسیع مقام انوار میں اُنکو جگہ دی اور مشاہدۂ جمال میں حاضر کیا اور آفتاب عظمت وعزت کبریا سے جو مطلع
قدم سے طلوع کرتا ہے اور مغرب ابد میں پھر رجوع کرتا ہے اور وہی ایک شان قدیم ہے اور حدوث کو اُسکی تاب نہیں ہے اس آفتاب سے
انکو ایسے حال میں رکھا کہ خوشگوار بقار دوام سے زندہ رہیں اور فنا نہ ہوجاوین گویا اُنکو مشاہدۂ نور جمال میں تربیت فرمایا اور قہر عزت جلال
سے محفوظ رکھا کہ متلاشی وفانی نہ ہوجاوین اور ہوشیاری وبقار کے ساتھ باقی رہیں اور اگر ایسا فضل عمیم نہوتا تو انوار وحدت میں باقی نہ رہتے
پس خود انکی نگہداشت اپنی ذات سے فرمائی اور اب وے پُرفضا مقام وصال میں ہیں کہ آفتاب کبریائی اُنکے کہف قدرت سے داہنی
جانب ازل وبائین جانب ابد میں مائل ہے اور وے لوگ وسط مشاہدہ جمال وجلال میں قہر سلطان ذات سے محروس ومحفوظ ہیں ورنہ
اول ظہور میں فنا ہوجاتے اور اس سے بڑھکر کون آیت ہے کہ عین ظہور میں فنا نہیں ہوتے اور بقار بالحق مع الحق ہے اور انس بالحق للحق ہے
اسطرح کہ شاہد بالعد علی العدہین اور اپنے حواس سے باہر ہیں یہ کمال غیرت قدم ہے کہ انکو اُنکی خودی سے محجوب کردیا اور احساس اُنسے دور
کردیا اور حوادث کو اُنسے رفع کیا تا کشف نہایت صافی اور قرب بہت واضح وکبید بہت خفی ومشاہدہ نہایت لطیف اور روح نہایت

قریب و وقت نہایت خوشگوار ہوا اور اس اشارہ کو وہی سمجھ سکتا ہی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ذوق مستقیم رکھتا ہو قال تعالیٰ من یہدی اللہ فہو المہتدی جس نے اپنے نفس کو پہچانا اور اولیاء کی قدر جانی وہ اللہ تعالیٰ سے عارف ہے اور جو کوئی ازل مین محروم رہا وہ ہرچند اپنی جان کو مجاہدہ مین ہیجان وحیران کرے ہر حال مین محروم ہی۔ قال تعالیٰ ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا۔ جو شخص لائق وصال نہ ہو اُس کی سب خوبیان گناہ ہین۔ سبحان اللہ یہ سبعہ سیارہ یعنی سات مردان خدا کہان غیب مین غائب ہوئے اور مشاہدہ رب عز وجل مین فائز ہوئے انکی جستجو کرنے والے میدان معارف وکواشف مین دور دور پھرے اور کہین اُنکو دیکھنے نہ پائے بہت زمانہ گذرا اور آسمان نے چکر کھائے اور بہت اُمتین اس درمیان مین انکو ڈھونڈتے پھرین مگر کسی کے ہاتھ نہ آئے۔ یہ غیرت حق اُنپر چھائی ہی وہ سلاطین ملک معرفت ہین کہ تاج کرامت سر پر رکھے ملک غیب مین سلطنت کرتے ہین شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ قولہ تری الشمس اذا طلعت تزاور عن کہفہم۔ یہ بات اسوجہ سے ہی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو نور ہدایت سے ایک نور نہایت قوی عطا فرمایا ہی اور آفتاب کے واسطے ایک روشنی ہی حالانکہ اُنکا نور ہی تو آفتاب پر جب نور غالب ہی تو آفتاب کو کسوف آجائیگا لہذا اس خوف سے آفتاب اُنکے کہف سے ایک طرف جھکا رہتا ہی۔ بعض مشائخ نے کہا کہ آدمی کا دایان اُسکا قلب ہی اور بایان اُسکا نفس ہی اور رعایت دونون پر دور کرتی ہی اور اگر یہ نہو تو وہ ہلاک ہو جاوے۔ شیخ ابن عطا رح نے قولہ من یہدی اللہ فہو المہتدی۔ الآیہ مین کہا کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی محجوب نہین ہوتا مگر وہی جو یہ چاہے کہ اپنی حرکات سے اُس تک پہونچے ولیکن اُس تک کوئی نہین پہونچتا مگر وہی جو اُسکی صفت سے اُس تک پہونچنا چاہے۔ شیخ واسطی رح نے کہا کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہے اول ایمان بلا علت ہی اور آخر بلا علت ہی اور یہ حق عز وجل کی صفت ہی اسمین کسی خلق کو دخل نہین ہی اور ظاہر ہو گیا کہ جس نے ہدایت پائی وہ ہی جو اپنے تمام اوصاف سے جدا ہو کر متصف بصفات حق عز وجل ہو گیا پھر حق تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اُن کے حالات زائد بیان فرمائے کہ وے لوگ اپنی ارواح سے انوار قدم مین غائب ہین اور اسرار وعقول وقلوب ونفوس واجسام اُنکے اپنے اپنے مواقع مین اللہ تعالیٰ کی شان ربوبیت کے حضور مین بکرامت عبودیت مستغرق ہین فقال اللہ تعالیٰ

وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ

اور تو اُنکو جاگتے خیال کرتا ہی حالانکہ وے میٹھی نیند مین ہین　اور ہم اُنکو کروٹین دیتے ہین　داہنے پہلو پر　اور بائین پہلو پر　اور اُنکا کتا　پھیلائے ہے

ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۚ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ۝

اپنے دونون بازو دروازے پر اگر اُنپر تو جھانکے　تو مڑکر　اُنسے　بھاگے　اور اُنسے رعب مین بھر جاوے

وَتَحْسَبُهُمْ یہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی یا ہر ایک ذی عقل کو ہے اور معنی یہ کہ تو اُنکو خیال کرتا ہی یعنی دیکھے تو ایسا خیال کرے کہ اَیْقَاظًا جاگتے ہوئے ہین۔ وَّهُمْ رُقُوْدٌ اور حال یہ کہ وے سوتے مین شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ بعض اہل علم نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اُنکے کانون پر پردہ کر دیا تو اُنکی آنکھین کھلی رہین تاکہ بند ہونے سے خراب نہ ہو جاوین۔ اور بھیڑیے کا حال بیان کیا ہی کہ وہ بھی ایک آنکھ بند اور ایک آنکھ کھلی سوتا ہے جیسے عرب کے شاعر نے بھیڑیے کے حال مین لکھا ہی کہ ؎ ینام باحدے مقلتیہ ویتقی + باخری الرزایا فہو یقظان نائم ؛ یعنی ایک آنکھ بند کیے سوتا ہے اور دوسری کھلی ہوئی سے آفات کو بچاتا رہتا ہے تو وہ جاگتا سوتا دونون ہی وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ یعنی اور ہم انکی نیند مین اُنکو دونون طرف کروٹین بدلتے رہتے ہین تاکہ زمین اُنکے اجسام کو نہ کھاوے یہ سعید بن جبیر رح سے مروی ہے اور امام رازی رح نے کہا کہ یہ قول اس واقعہ سے بھی زیادہ عجیب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ

جمع یقظ بکر قاف ۱۲

جب قادر ہے کہ انکو تین سو برس سے زیادہ سونے مین زندہ رکھے تو وہ زیادہ قادر ہے کہ زمین اُنکے اجسام کو نہ کھانے پاوے بغیر اسکے
کہ انکی کروٹین بدلی جاوین انتہی و کرخی و خطیب نے جواب دیا کہ اللہ تعالے کی قدرت مین کچھ شک نہین ولیکن غالباً ہر چیز کا ایک
سبب کردیا ہو اور یہ موافق عادت کے ہے اور ارواح کو روک رکھنا خلاف عادت ہو تو اسپر قیاس نہین ہوسکتا ہو مترجم کہتا ہو کہ
یہ بھی خلاف عادت ہے کہ کوئی جسم صدہا سال زمین پر سے نہ اُٹھے اگرچہ وہ کروٹین لیتا رہے اور نہ کھاوے نہ پیوے پس امام رازی رح کا
یہ مطلب ہو کہ جو کچھ اللہ تعالے نے اُنکے عجائب احوال مین ذکر فرمایا اُسکے سبب کو منحصر نہ کرنا چاہیے ہان اگر اسطرح کہا جاوے کہ تقلیب مین
یہ بھی فائدہ نظر آتا ہے اور اصل حقیقت اُسکی اللہ تعالے عز وجل کے علم مین ہے تو یہ درست ہے۔ ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ابن عباسؓ
نے کہا کہ اگر کروٹین نہ لوائی جاوین تو زمین انکو کھا جاوے۔ اور لکھا کہ بعض سلف سے روایت ہے کہ سال مین دو مرتبہ کروٹ بدلوائی جاتی
ہین۔ سراج و معالم وغیرہ مین ہے کہ یہ ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ دو بار تقلیب سال مین ہوتی ہے اور مجاہد رح سے مروی ہے کہ نو برس
ایک کروٹ اور نو برس دوسری کروٹ رہتے ہین بعض نے کہا کہ سال مین عاشوراء کے روز ایک دفعہ کروٹ بدلی جاتی ہو۔ زجاج نے کہا
کہ کثرت سے کروٹین بدلی جانے کی وجہ سے آدمی انکو جاگتا خیال کرتا ہے۔ امام رازی رح نے کہا کہ ان تقدیرات مین عقل کو کچھ دخل نہین ہے
صرف اللہ تعالے کی طرف سے اعلام ہونے سے معلوم ہوسکتے ہین اور اللہ تعالے نے قرآن مین کچھ نہین فرمایا اور نہ کسی صحیح حدیث مین بیان آیا
تو کیونکر یہ بات معلوم ہو کہ کب کروٹ بدلی جاتی ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی صحیح ہے اور ظاہرا یہ تقدیرات یہود و نصاری کی روایت سے
مسلمانون نے بیان کی ہین واللہ تعالے اعلم پھر کروٹین لوانا قدرت آلٰہی سے ہوتا رہتا ہو اور قرطبی نے کہا کہ شاید ملائکہ بحکم آلٰہی بدلواتے ہون
اُسکو اللہ تعالے نے اپنی طرف نسبت فرمایا ہو لیکن اول اقوی و اظہر ہے۔ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ اور اُنکا کتا پھیلائے
ہو اپنے دونون ہاتھ دروازہ کے صحن پر۔ ابن عباس و مجاہد و سعید بن جبیر و قتادہ نے کہا کہ وصید دروازہ کا فناء اور یہ لفظ وصید و
اصید دونون ہے اور اُنکے کتے نے غار کے دروازے پر اپنی عادت کے موافق ہاتھ پھیلائے اور ابن جریر نے کہا کہ اُنکے دروازہ کی نگہبانی
کرتا ہے اور یہ اُسکی طبیعت کی بات ہو کہ کتے دروازے پر نگہبانی کرتے رہتے ہین اور وہ دروازہ غار کے باہر تھا کیونکہ ملائکہ ایسے گھر مین نہین
جاتے جسمین کتا ہو جیسا کہ حدیث صحیح مین ہو اور نہ ایسے گھر مین جسمین تصویر صورت ہو اور نہ جسمین جنبی ہو اور نہ اسمین جسمین کافر ہو جیسا کہ حدیث
حسن مین آیا ہو۔ بعض نے لکھا اللہ تعالے نے اُنکے کتے کو اُنکے ساتھ ذکر فرمایا کیونکہ کتے نے مردان خدا کو محبوب رکھا پس اللہ تعالے نے اسکو
بھی اُنکے ساتھ ذکر کیا پھر مسلمانون کی کیا حالت اندازہ کیجاتی ہے کہ انہین تو عقد ایمان ہے و کلمہ اسلام ہے اور رسول کریم مصطفے حبیب اکرم
محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے اور آپ کے آل و اصحاب سے محبت کرتے ہین پس اسمین ان مسلمانون کے واسطے تسلی و تشفی ہو جو قصوروار
گنہگار ہین مگر دل سے صالحین بندگان آلٰہی عز وجل کو دوست رکھتے ہین و اولیاء اللہ سے محبت کرتے ہین اور یہ محبت دل سے فقط آخرت
و رضاے آلٰہی عز وجل کے واسطے ہو۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ان اصحاب کہف کی برکت اس کتے کو پہونچی اور اس حالت مین نزول
رحمت جو خواب کی صورت مین اُنپر ہوئی اُنکا ساتھی یہ جانور بھی اس برکت مین شامل ہوگیا اور نیکون کی صحبت کا یہ فائدہ ہو کہ اس کتے کا
ذکر و نام و کام مشہور ہوا حتی کہ قرآن پاک مین مذکور ہے۔ مترجم کہتا ہو کہ حدیث مین اہل الذکر کے پاس آجانے والے کو جو اس طرف سے
آتا تھا صرف دیکھنے کھڑا ہوگیا اُسکی نسبت آیا کہ اللہ تعالے نے اسکو بھی ساتھ مین بخشدیا تو ملائکہ نے عرض کیا کہ اے رب وہ تو انہین سے
نہ تھا صرف اسطرف آیا اور کھڑا ہوگیا تھا فرمایا۔ ہم القوم لا یشقی جلیسہم۔ یہ ایسی قوم ہین کہ جو اُنکے پاس بیٹھ جاوے وہ شقی و محروم نہ ہوگا۔ دیکھو

کہ موافق اس حدیث کے آدمی محروم نہ تھا اس آیت سے کتا تک محروم نہ ہوا والحمد للہ رب العالمین۔ شیخ ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ یہ کتا انہین سے کسی کے شکار کا کتا تھا اور یہی قول اشبہ ہے اور بعض نے کہا کہ بادشاہ کے باورچی کا کتا تھا اور اُسنے اصحاب کہف کے ساتھ موافقت کی اور دین قبول کیا اور ساتھ دیا تھا تو کتا بھی اُنکے ساتھ ہو گیا تھا واللہ تعالے اعلم۔ اور امام حافظ ابن عساکر نے ہشام بن الولید دمشقی کے حال مین لکھا کہ حدثنا صدقۃ بن عمر الغسانی حدثنا عباد المنقری سمعت الحسن البصری یقول یعنی حسن بصری فرماتے تھے کہ ابراہیم علیہ السلام کے مینڈھے کا نام جریر تھا یعنی جو مینڈھا بجائے فرزند کے انکو قربانی مین دیا گیا تھا اور سلیمان علیہ السلام کی ہُدہُد کا نام عنقز تھا اور اصحاب کہف کے کتے کا نام قطمیر تھا۔ اقول مجاہد رح نے اُسکا نام قطمورا کہا ہے واللہ اعلم۔ اور جس گوسالہ کو بنی اسرائیل نے پوجا تھا اُسکا نام بہموت تھا۔ اور آدم علیہ السلام ہندوستان مین گرے تھے اور حوا رضی اللہ عنہا جدہ مین گری تھین اور ابلیس لعین دشت بیسان[1] مین گرا تھا اور سانپ اصفہان مین گرا تھا۔ شیخ نے کہا کہ شعیب جبائی نے اسکا نام حمران بیان کیا ہے اور اسکے رنگ مین کئی اقوال ہین مگر ان باتون کا کچھ حاصل نہین اور نہ کچھ فائدہ ہے اور نہ اسکی ہمکو کچھ حاجت ہے اور نہ ہمارے پاس اُسکی کوئی دلیل ہے بلکہ یہ رجم بالغیب ہے جس سے ہم کو ممانعت کی گئی ہے۔ پھر اللہ تعالے نے فرمایا۔ لَوِ اطَّلَعۡتَ عَلَيۡهِمۡ اور اگر تو انپر اطلاع کرے یعنی اوپر سے انکو جھانکے لَوَلَّيۡتَ مِنۡهُمۡ فِرَارًا تو اُلٹے پاؤن اُنسے بھاگے وَلَمُلِئۡتَ مِنۡهُمۡ رُعۡبًا اور رعب سے انکی طرف سے بھر جاوے یعنی اللہ تعالے نے اُن پر ایک ہیبت ڈالدی ہے کہ کوئی اُنسے قریب نہین ہو سکتا اور نہ چھو سکتا ہے یہانتک کہ اللہ تعالے انکو اس خواب سے جگاوے اور زجاج و مہدوی و قشیری و نحاس نے ذکر کیا کہ یہ اس وجہ سے ہے کہ انکے ناخن و بال بڑھے ہوے و آنکھین کھلی ہوئین اور اجسام بہت لنبے چوڑے اور وہ جگہ نہایت متوحش ہے اس سبب سے کوئی نہین دیکھ سکتا اور دیکھے تو خوفناک ہو جاوے ولیکن رد کر دیا گیا کہ جاگنے مین انھون نے باہم اختلاف کیا تھا کہ ایک دن سوئے یا اُس سے کم سوئے پس اگر بال بڑھے و ناخن بڑھے اور ہیات بدلی ہوتی تو خود جان لیتے ایسا اختلاف نہ ہوتا۔ بعض نے کہا کہ آنکھین کھلی ہونے سے ہے بعض نے کہا کہ اللہ تعالے نے رعب سے روک دیا کہ کوئی اُن تک نہین پہونچ سکتا ہے۔ ابن عطیہ رح نے کہا کہ صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالے نے انکو اسی حالت مین محفوظ فرمایا ہے جسپر وے سوئے تا کہ اُنکے واسطے اور غیرون کے واسطے اللہ تعالے کی قدرت کی نشانی ہو پس نہ اُنکے کپڑے بگڑے اور نہ اُنکی کوئی حالت متغیر ہوئی اور جاگنے کے بعد آپس مین کچھ نئی ہیات انکو نہین معلوم ہوئی بلکہ جو شخص بازار کو بھیجا گیا اُسنے شہر کی عمارات وغیرہ سے البتہ انکار کیا اور نہ پہچانا اور اگر خود اپنی حالت و صفت مین تغیر پاتے تو وہی اُنپر اہم ہو جاتی کذا ذکرہ القرطبی فی تفسیرہ۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالے وَتَحۡسَبُهُمۡ أَيۡقَاظًا وَهُمۡ رُقُودٌ۔ اللہ تعالے نے انکو عالم غیب مین وہ کمال حسن دیا کہ ظاہر مین بھی انوار قربت اُنسے ظاہر ہین اور سوتے ہوے آدمی کے چہرے پر جیسی وحشت ہوتی ہے اور چہرہ بگڑا ہوا ہوتا ہے وہ اُنپر کچھ نہین ہے بلکہ اُنکی صورت سے آثار حسن ان پیشانی کے جاگتے ہوے معلوم ہوتے ہین اُن کی روحین مانند اُنکے اجسام کے تھین اور اُنکے اجسام مانند اُنکی ارواح کے ہین اسی واسطے مروی ہے کہ ہمارے اجسام مانند ارواح کے ہین گویا کمال حسن غیبت و تمکین سے غائب نہ ہونے کے مانند ہین اور یہ تو غور کر کہ حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا کہ انکو تو جاگتا ہوا دیکھے۔ اور یہ شواہد تمکین سے ہے اور کمال لطافت حال ہے کہ جب مشاہد قرب مین حاضر ہوے تو قرب سے بھی قرب مین غائب ہوے اور قرب القرب سے بھی غیب الغیب مین غرضکہ اُنکی مسافرت ازلی مین برابر ایک مقام سے دوسرے مقام کو ترقی ہے وقال المترجم اہل حق جو اپنے آپ سے فانی ہوتے ہین وہ عالم فانی سے سوتے اور عالم باقی مین جاگتے ہین اور انکا پہچاننے والا کس درجہ

[1] دشت بیسان اور نخل بیسان کا ذکر حدیث دجال میں ہے ۱۲

ہین اعلیٰ منازل کا سردار چاہیے کیونکہ مشارب متفاوت ہین پس آیت مین واللہ اعلم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال علوے مرتبت کا بیان ہے کہ قرب کے تمام منازل آپ کے واسطے مفتوح ہین تو آپ بہر حال اُنکے اس رقود مین دوسری جانب عالم غیب کی بیداری مین جانتے ہین فافہم واللہ تعالے اعلم بالصواب۔ قولہ تعالے ونقلبہم ذات الیمین وذات الشمال اللہ تعالے نے تقلیب اُن کی اپنی طرف خاص فرمائی کہ ہم اُنکو تقلیب دیتے ہین تو اسوجہ سے کہ اُنکو نور ازل وابد مین خود مستغرق فرمایا اور خود ہی وہان منازل بے انتہا مین منقلب فرماتا ہی چنانچہ دیدار افعال سے انوار اسمار مین اور انوار اسمار سے انوار نعوت مین اور انوار نعوت سے انوار صفات مین اور وہان سے انوار ذات مین قلب فرمایا غرضکہ ہر دم انکو ایک عالم سے دوسرے عالم مین ایک صفت سے دوسری صفت مین تقلیب دی اور وے دونون صفت کے درمیان سائر ہین پس ارواح کو انوار ازل مین اور ازل الازل مین کہ جسکے واسطے پایان نہین ہے اور اُنکے قلوب کو ابد مین اور ابد الابد مین جسکے واسطے انتہا نہین ہی اور عقول کو آسمانہاے حقائق مین اور اسرار کو باغہاے علوم مین سیر دی اور ہر دم لطف سے منزلت رفیع فرمائی اور وصول بمراد مین ترقی دی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وے تقلب مقامات وسیر حالات مین پڑے رہتے ولیکن اپنے لطف ورحمت سے اُنکو تقلب سے عالم صفات مین لایا اور اگر انکو انکے نفوس کے ساتھ چھوڑتا تو ازل سے ابد تک ایک صفت سے دوسری صفت کو نہ پہونچتے بلکہ خود کرم سے انکو عالم صفات مین لایا اور دریاے وحدت مین ڈالا کہ وہان بحر ذات مین مستغرق ہوے اور تقلب سے اُنکو موج طوفان کبریا وعظمت نے دریاے ناپیداکنار بقار مین پہونچایا اور مسند تمکین کے قرب سر الاسرار نے کبھی تو قدم کی نکرت کو اور کبھی بقار کی معرفت کو دیکھا شیخ ابن عطار رح نے فرمایا کہ تقلب اُنکا دونون حالت قبض وبسط مین اور جمع وتفرقہ مین ہوتا رہا پس جہان تفرق تھا وہان انکو جمع کیا پس مقام عین الجمع مین جمع ہوے اور بعض نے کہا کہ ہر دو حالت فنار وبقار مین اور کشف واحتجاب مین وتجلی واستتار مین تقلیب دیتے ہین یعنی کبھی مقام فنار مین رکھتے ہین اور کبھی حالت بقار مین اور کبھی حالت حجاب مین رکھتے ہین اور کبھی حالت کشف مین غرضکہ ان حالات مین تقلیب دیتے ہین شیخ ابن عطار رح نے کہا کہ وتحسبہم ایقاظا وہم رقود۔ یعنی کمال عیش کے ساتھ بارگاہ جمال وجلال مین مقیم ہین اور انکو وقت وزمانہ ومکان کا کچھ علم نہین ہے زندہ ہین اور لوگ انکو مردہ خیال کرتے ہین سوتے ہین مگر جاگتے ہین نہ انکی طرف کسی کو راہ ہے نہ اُنکو کسی سے تعلق ہے اور حضوری ومشاہدہ کا مقام وہی ہے کہ سایۂ صفات مین سکون عیش ہو شیخ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ یہ مقام فنار وبقار کا ہے فانی بحق اور باقی بحق ہین نہ وے سوتے ہین جیسے لوگ سوتے ہین اور نہ جاگتے ہین جیسے لوگ غفلت کے مارے ہین اُنکے بشری اوصاف اُنسے زائل ہوے اور اب اوصاف حق اُنپر ظاہر ہین حیات قدیم سے زندۂ جاوید ہین اور یہ بھی کہا کہ یہ لوگ اہل وجد مین سے واصل بحق ہین جب اُنھون نے ایمان پر استقامت کی تو حق تعالے نے اُنپر جلال قدرت کو کشف فرمایا کہ وے حق تعالے کی حفاظت مین مدہوش ہین اور شیخ اُستاد رح نے کہا کہ یہ لوگ اپنی خودی سے فانی کرکے وجود حق عزوجل سے باقی کیے گئے پس اپنی خودی سے سوتے ہین اور وجود حق سے جاگتے ہین اور فرمایا کہ قولہ عزوجل نقلبہم۔ یہ بیان ہے کہ رب عزوجل جس نے پیدا کیا تھا اُسنے اس مرتبہ پر انکو نہایت اچھی پرورش مین لیا کہ اُن کے ظاہر وباطن کا وہی کفیل ہے اور وے عین راحت مین مسرور ہین بعضون نے فرمایا کہ اہل الحق کی پہچان وہ ہے جو اللہ تعالے نے اصحاب کہف کے واسطے اشارہ فرمایا ہی کہ تحسبہم ایقاظا وہم رقود ظاہر مین باطن سے فرق ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ مقام عین الجمع مین ہین تو احوال ایک وقت تک جاری رہتے ہین مگر وے لوگ حفظ الٰہی مین ہین شیخ نے کہا کہ قولہ نقلبہم مین ایک امر آیات متشابہات کے ہے کہ ذات الیمین و

ذات شمال کی تقلیب جناب باری عز وجل مین اسی شان سے ہی جو آدم علیہ السلام کے حق مین ہوا پس ان لوگون مین وہ صفت حضرت آدم کی خلقت سے ملی ہی کہ فرمایا خلقت بیدی پس اُنکو انوار دست قدرت بقار و قدم کی حاصل ہوئے اور تقلب بذاتہا مین ربوبیت محض صفت سے حاصل ہوئی وہان تشبیہ و حلول کا امکان نہین ہی اور بجانب شمال عبودیت واقع ہوئی اور اگر یہ نہ ہوتا تو سلطان کبریائی کی عظمت سے فانی ہوجاتے پس صفات سے بجانب حدوث منقلب فرمایا کہ بقار بحق مع الحق ہو ورنہ قدم کے ساتھ حدوث کی بقار نہین ہوسکتی ہی لیکن تلخی حدوث سے انکو دریاے عرفان مین لایا کہ مقام فنار و بقار مین اور قبض و بسط مین و جمع و تفرقہ مین سیر کرین اور عارفون کے مقامات سیر مین سے یہ لطیف ہین اور اہل توحید کا تقلب عالم ملکوت و جبروت کے درمیان دائر ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت عظیم کا نمونہ جو بندگان عارفین اولیار پر رکھتا ہی اسطرح ظاہر فرمایا کہ اُنکی برکت سے ایک کتے کو شامل کرلیا چنانچہ ذکر فرمایا بقولہ وکلبہم باسط ذراعیہ بالوصید بعض نے اشارہ کیا کہ اس کلب مین اللہ تعالیٰ نے کافرون سے مخالف قلب رکھا کیونکہ کافرون کو اولیار الٰہی سے نفرت ہوتی ہے اور اس مین ایک قلب روحانی رکھا جس نے اُنکے ساتھ مین معارف کا نور پایا اور بجانب حق عز وجل جذب ہوا پس رب عز وجل خالق نے اُسکو شان ربوبیت و طریق عبودیت بواسطہ ان اصحاب کے ظاہر کیا پس اسکی روح بھی روحانی تھی اور حق تعالےٰ نے اصحاب کو جو لباس کرامت پہنایا اُنکے سایہ مین یہ کلب بھی اُنکا ہوکر داخل ہوگیا اسی واسطے اُسنے حدوث کے مقامات سے فرار کرکے اُس وحشت کے غار پر قیام کیا اور وہان اُسنے برخلاف ظاہر کے عین موانست و وصلت کو پایا۔ اے عاقل تجھکو کلب کی صورت نہ دیکھنا چاہیے کیونکہ صفات کو برداشت کرنے والے اُسکے حقائق فعل ہین اور فعل مین کلب ہو یا اور ہو سب برابر ہین کہ سب اسی کے فعل سے موجود ہین اور افعال و صفات اپنے اپنے معاون ہین تفضیل سے پاک ہین اور فعل جس سے کلب کو پیدا کیا وہ کچھ کم نہین اور جس نے غیر کو بنایا وہ افضل نہین بلکہ فعل ایک شان پر ہے اور یہ اختیار ہے کہ ایک کو دوسرے پر فضل دیا پس بعض کو بعض پر فضیلت براہ علم و حکمت ہی اور جب اللہ تعالےٰ سبحانہ اپنی مخلوق مین سے کسی کو اپنی محبت و معرفت و حسن عنایت کے واسطے اختیار فرماتا ہی تو یہ ازلی ہے پس اُسکے واسطے سبب نہین ہوتا اور نہ اُسکا نسب و صورت دیکھی جاتی ہے اور نہ اُسکا رتبہ دیکھا جاتا ہے بلکہ اُسکے ارادہ قدیم کے موافق اُسپر ازلی عنایت کے احکام جاری ہوتے ہین اور وہ جوہر فائق و تریاق لائق ہوجاتا ہے اسی اختیار و قدرت قدیم سے اُس کتے کو نمونہ بنایا کہ ہزارون انسان صورت کافرون سے افضل کیا اور ان کافرون کے حق مین کہا کہ اولئک کالانعام بل ہم اضل پھر اس کلب کو وصید پر رکھا تو اس مین فضل کا تفاوت ہی جو فضل کہ اصحاب کہف کا انسانون پر تھا وہ فجوۃ کہف مین تھے اور کلب ادب سے وصید پر تھا شیخ ابوبکر الوراق نے فرمایا کہ صالحین کے ساتھ بیٹھنے اور اُنکے جوار مین رہنے سے مخلوق کو اثر حاصل ہوتا ہے اگرچہ انکے ہم جنس نہون۔ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالےٰ نے اصحاب کہف کو ذکر فرمایا تو اُنکے ساتھ کتے کو بھی ذکر فرمایا ؎ نام من رفت ست روزی بر لب جانان بسہو ❊ اہل دل را بوی جان می آید از نامم ہنوز ❊ بعضے کہتے ہین کہ کلب اسی ادب سے مذکور ہوا کہ اُسنے ادب کے ساتھ اپنا مقام وصید پر دیکھا اور وہان سے تجاوز نہ کیا پھر حق تعالےٰ نے اُنکے بیان مین زیادہ کیا کہ انکو لباس ہیبت پہنا دیا تھا اور انوار جلال و عظمت سے اُنپر سایہ کردیا بقولہ لو اطلعت علیہم الآیہ۔ یہان شیخ رح نے طول کلام سے خطاب کی اس صورت مین توجیہ کی کہ خطاب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے ولیکن شیخ محی الدین ابن العربی رح نے خطاب کو عام کی طرف لیا اور کہا کہ ہم نے اُنپر انوار عظمت سے لباس دیدیا تھا اور تو نے نفوس مجرد نہین دیکھے تھے تو ہیبت سے تو فرار ہوجاتا اور رعب سے بھر جاتا اور شیخ ابو الکس رح نے خطاب آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ہونے مین یہ توجیہ کی کہ اللہ تعالے نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ابتدا خلق سے روح و عقل و قلب و سر و
نفس سے ہر طرح حسن مشاہدہ و نور جمال سے تربیت فرمایا اور انتہائے قرب و صال مین جگہ دی اور وداد و انس و انبساط و بسط وغیرہ
جہات رحمت سے تربیت فرمایا لہذا آپ عین رحمت تھے اور قہریات بھی آپ پر لباس لطف کے ساتھ ظاہر ہوئے پس جیسے موسی علیہ السلام کو
نبیٔ مرید نہین بلکہ نبی مراد کیا تھا اسی طرح حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حبیب محبوب موصول بوصال کمال و معروف بجمال فرمایا بلکہ موسی
علیہ السلام سے اکمل و افضل تھے تو جنکو اسطرح تربیت فرمایا ہے انھون نے قہریات کو بلباس قہر نہین دیکھا اسی واسطے موسی علیہ السلام
نے جب عصا کو اژدہا لوٹتے دیکھا تو خوف سے ہٹے اور یہ خوف اس قہر سے تھا جس کا لباس اللہ تعالے نے انکو پہنا دیا تھا اسی طرح
اللہ تعالے فرماتا ہے کہ ہم نے اپنی عظمت و ہیبت کا لباس اُنکو پہنا دیا ہو تا کہ غیرت حق سے ان لوگون پر اختفا رہے اور کوئی غیر اُن پر
واقف نہ ہو پس اسقدر ہیبت و عظمت کا لباس پہنایا ہے کہ کوئی اُنکو جھانک نہین سکتا ہو اور تیرے واسطے عین بصیرت ہے و لیکن
مراد الٰہی ہر چیز سے جسطرح مقصود ہے بلا ممانعت ظاہر ہوتی ہو پس تجھکو اور زیادہ بصیرت کے ساتھ ظاہر ہو گی کہ اگر تو مطلع ہو تو کمال
بصیرت سے قہریات کو دیکھکر فرار ہو اور رعب الٰہی سے بھر جاوے حالانکہ اس لباس کے تحت مین وہ لوگ عین رحمت کے ساتھ آرام
مین ہین اور اسکا اجرا تجھپر اسواسطے ہو کہ تو نے ہمہ تن رحمت مین تربیت پائی ہے کبھی قہریات کو بلباس قہر نہین دیکھا اور اسی وجہ سے
یہ ہوتا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اُن کافرون کے واسطے ایمان کی تمنا کرتے تھے جو سراسر مقہور ملبوس بقہر ظاہری و باطنی تھے کیونکہ قہریات
آپ کو بلباس رحمت ظاہر ہوتے تھے اور لکھا کہ اس مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے کچھ نقص نہین ہو کیونکہ آپ اگرچہ دیدار حسن و
جمال سے تربیت دیے گئے اور دونون صفات الٰہی قہر و رحمت مین سے عین رحمت کا ظہور تھے جیسے شیطان مخالف عین قہر کا ظہور ہی تاہم
جمیع صفات عظمت الٰہی و لغوت کبریا ر عالم عین الجمع و جمع الجمع وحدت مین آپ پر بلباس حسن و جمال منکشف تھے۔ شیخ ابو جعفر رحنے کہا کہ اگر
تو از خود انپر اطلاع فرماوے تو مرعوب ہو کر فرار کرے اور اگر اطلاع فرمانا تیرا لحق عزوجل ہو تو انہین آیات وحدانیہ مشاہدہ کرے۔ قال المترجم
اس مقام سے ایک وہم دور ہو گیا وہ یہ ہو کہ اول مین ہم نے بیان کیا ہو کہ قولہ وتری الشمس اذا طلعت مین خطاب بر وجہ حقیقت ہے
کہ آپ کو دکھلا دیا گیا اور مجاز نہین ہو اور یہان فرمایا کہ اطلاع سے تو مرعوب ہو کر بھاگے تو جواب یہ ہے کہ یہ اطلاع الٰہی ہے اور فرار کا
حکم خود کسی کے اطلاع سے ہے علاوہ برین ظہور قہریات بلباس رحمت کا مشاہدہ ممکن ہے اور اس معنی کا جان لینا بھی ممکن ہے کہ اگر
بدون صنع الٰہی عزوجل کے نظر کرے تو خوفناک ہو کر بھاگے۔ پس اس سے یہ اندازہ صریح معلوم ہو گیا کہ اسی وجہ سے یہ مقام مخفی اور
محجوب ہو کسی شخص کو انپر اطلاع کی مجال نہین ہے اور واضح ہو کہ یہود و نصاری وغیرہ اس واقعہ کی تاریخ و کتابون سے شاہد تھے
اور اُنکے سوال مین حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر وحی وارد ہوئی اور اسی وحی مین یہ اطلاع دی گئی کہ کمال ہیبت سے کسی کو انپر اطلاع
کی مجال نہین ہو یعنی اللہ تعالے نے قدرت سے انکو مخفی و محجوب رکھا ہو پس اس زمانہ مین جو بعضے جاہل لوگ سخیف العقل گمراہ جن کے علوم
عقلی مین نادانی مشہور عام ہو اور محسوسات ریاضی مین دستکاری پر نازان ہین عجب جاہلانہ طور سے کہتے ہین کہ وہ غار کہان ہے اور یہ
تعجب ہے کہ انھون نے یہ تسلیم کر لیا کہ لوگون نے پہاڑون اور اُنکے غارون مین سے سب کو معائنہ کر لیا اور یہ تسلیم نہ کیا کہ قدرت الٰہی سے
وہ محجوب ہین حالانکہ کسی عاقل کے نزدیک بلکہ کوئی ریاضی جاننے والا بھی جسکو علم جغرافیہ مین مداخلت ہے کبھی اُسکو تسلیم نہین کر سکتا کہ
روے زمین کے غار و پہاڑ ان لوگون نے یا کسی نے مطالعہ کر لیے ہین ہان اگر اسوقت یہ کہا گیا ہوتا کہ وہ غار فلان مقام پر ہو اور جاہلون کے

واسطے زیادت کا مقام ہو کہ اُسپر نذرین چڑھاوین اور منتین مانین تو بعد وہان جانے اور نہ پانے کے الزام ہوتا اور جو مقام مخفی کیا گیا ہے
اُس سے اعتراض جہالت ہے ہان یہ سوال ہوسکتا ہے کہ آیا قدرت آلٰہی مین ممکن ہے کہ وہ تمام مخلوق مین سے کسی مقام پر چاہے کہ
مخلوق سے مخفی رہے تو ہوسکتا ہے یا نہین اور مانند اسکے جس چیز پر بناے کار ہو پہلے اُسمین کلام کیا جاوے تو ثابت ہو کہ باقی امور
فروعی سب خود طے ہوسکتے ہین اور پریشان گفتگو محض وسوسہ شیطانی اور بے فائدہ جہالت ہو واللہ تعالےٰ یہدی من یشاء ونعوذ باللہ
من الضلال شیخ ابن عطاء رح نے فرمایا کہ فرار اسوجہ سے کہ اُنپر اللہ تعالےٰ کے انوار کا ورود تھا اور شاہیانہ تعظیم ان پر تانا ہوا تھا اور
اُسپر چادر ہیبت پڑی ہوئی تھی اور شیخ حسین رح سے نقل کیا کہ فرار تیرے نزدیک بے قدری سے ہے واقول یہ بہت بعید ہو اور شاید
کہ خطاب عام ہوا اور پھر بھی حضرت صلعم داخل نہون اور پھر شیخ جعفر رح سے مانند اول کے نقل کیا اور ظاہر اشارت حقیقت وہ ہو
جو اول بیان فرمایا واللہ تعالےٰ اعلم

وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۭ قَالَ قَاۗىِٕلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۭ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ
اور یون ہی ہم نے انکو اُٹھایا تاکہ آپس مین پوچھ گچھ کرین ان مین سے ایک بولا کہ تم کتنا ٹھہرے بولے کہ ہم ٹھہرے ہونگے ایک روز
بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۭ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ
یا اس سے کچھ کم بولے تمھارا رب خوب جانتا ہو جو تم ٹھہرے سو بھیجو اپنے مین سے ایک کو اس روپیہ کے ساتھ جانب شہر کے سو غور کر دیکھے
اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ۝ اِنَّهُمْ اِنْ
کہ کون ہے پاکیزہ طعام مین سو لاوے تم کو کچھ رزق اُس سے اور تلطف کرے اور نہ آگاہ ہونے دے تمسے کسی کو وے لوگ اگر
يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا
قابو پاوینگے تمپر تو سنگسار کرینگے تم کو یا دوبارہ لوٹاوینگے تم کو اپنی ملت مین اور ایسا کرکے تم کبھی پھر چھٹکارا نہ پاؤگے اور یون ہی ہم نے اطلاع دی
عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ
اُنپر تاکہ جان جاوین یہ کہ وعدہ اللہ کا سچ ہو اور یہ کہ قیامت ضرور ہو اسمین کچھ شک نہین ہو جب وے جھگڑتے تھے آپس مین
اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ۭ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓي اَمْرِهِمْ
اپنے کام مین پس اُنھون نے کہا کہ بناؤ اُنپر عمارت اُنکا رب خوب جانتا ہے اُنکو بولے وہ جو غالب آئے اپنے امر پر
لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ۝
کہ ہم تو بناوینگے اُنپر ایک مسجد

وَكَذٰلِكَ اور یون ہی بَعَثْنٰهُمْ ہم نے انکو مبعوث فرمایا یعنی جیسے ہم نے اُنکے ساتھ ایمان عطا کرنے اور کافرون سے محفوظ رکھنے وانکے
ایمان پر ثابت قدم رکھنے اور اسقدر طول مدت تک غار مین سلانے کی کرامتین فرمائین یون ہی ہم نے اُنکو خواب سے جگایا جس سے
وے دنیا مین قدرت الٰہی کی آیت ہوجاوین اور اپنے حال سے آگاہ ہون اور خود قیامت پر یقین کرین اور دوسرے انکی ذات
سے یقین لاوین پس ہم نے انکو اُٹھایا۔ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ تاکہ اُنکے اظہار حال سے شروع ہو کر انجام کو اللہ تعالےٰ کی عجیب
قدرت دیکھین چنانچہ انھون نے اسکا احساس کیا کہ ہم لوگ عادت معہود سے زیادہ سوئے ہین اور اوپر ہم نے دو روایتین لکھی ہین ایک

یہ کہ رات مین بادشاہ کے خوف سے بھاگے اور صبح ہوتے غار مین چھپے اور وہان سو گئے اور دوسرے یہ کہ غار مین کئی روز تک رہے ایک روز
جب دقیانوس کی آمد سنی تو مغرب کے بعد باتین کرتے متفکر سو گئے۔ اور ظاہر روایت اول ہے اور اب یہ رہا کہ انھون نے کیون سوال کیا تھا
جیسا کہ فرمایا۔ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ انمین سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنا ٹھہرے بعض مفسرین نے کہا کہ کہنے والا انکا
سردار مکسلمینا تھا بعض مفسرین نے کہا کہ انھون نے اپنی ہیات وناخن وبال مین تغیر دیکھکر یہ سوال کیا اور یہ صحیح نہین ہے جیسا کہ اوپر
اسکی تفصیل گذر چکی بلکہ وہ اسی صورت وہیات پر اُٹھے تھے جیسے سوئے تھے۔ بعض نے کہا کہ انھون نے یہ احساس کیا کہ ہم عادت سے
زیادہ سوئے ہین اور یہی ظاہر ہے تو اورون نے جواب دیا قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا۔ بولے کہ ہم ایک روز ٹھہرے ہین۔ کہا گیا کہ اسوجہ سے
یہ جواب دیا کہ قریب غروب آفتاب کے وہ بیدار کیے گئے تھے تو انھون نے گمان کیا کہ ہم آج صبح کو غار مین داخل ہوے اُسوقت تک قریب
ایک روز کے ہوا۔ ولیکن آفتاب اُسوقت باقی تھا اسلیئے بولے کہ اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ یا دن سے کچھ کم ٹھہرے۔ یہان سے معلوم ہوا کہ
دو حزب ہوے ایک نے ایک یوم اور دوسرے نے بعض یوم کہا۔ اسی سے قولہ تعالے ای الحزبین احصی لما لبثوا کی تفسیر انھین مین سے
دو حزب نکالی گئی ہے۔ اور ابن عباس رضہ نے اسی کلام سے استدلال کیا کہ انکی تعداد سات آدمی تھے کیونکہ قائل منہم ایک آدمی تھا
جس نے سوال کیا اور جواب دینے والے۔ قالوا لبثنا صیغہ جمع ہے تو تین سے کم نہ ہونگے اور یہ دو فریق ہین تو چھ ہوے اور ایک سائل
ملاکر سات کم سے کم ہین پھر انھون نے اس ناحق اختلاف کو حسن ادب کے ساتھ دور کر دیا۔ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ بولے
کہ تمھارا رب خوب آگاہ ہے کہ تم کتنا ٹھہرے یعنی اس بیکار گفتگو سے کچھ فائدہ نہین ہے اپنے کام کی بات کرو۔ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ
بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ پس تم بھیجو اپنے مین سے ایک کو اپنا یہ ورق لیکر شہر کو۔ ورق چاندی خواہ سکہ ہو یا بے سکہ ہو
چنانچہ حدیث مین ہے کہ رقہ یعنی ورق مین دسوین کا چوتھائی ہے یعنی چالیسوان حصہ زکوٰۃ ہے۔ اسمین ایک تو یہ ادب ہے کہ کسی کو بھیجو
معین نہ کیا دوم احباب جس کو معین کرین وہ بے عذر چلا جاوے یا جو خدمت مقرر ہو بجا لاوے۔ سوم انھون نے اپنے ساتھ روپیہ
لے لیا تھا تو معلوم ہوا کہ اپنے ساتھ ضرورت کی چیز رکھنا امر مشروع ہے اور یہان ورق سے مراد سکہ دار روپیہ ہے اور اسطرح رکھ لینے
سے اللہ تعالے پر توکل باطل نہین ہوتا ہے اسواسطے کہ حقیقت توکل کی تو یہ ہے کہ اسباب ہر کام کے آدمی مہیا کرے ولیکن نظران اسباب پر
نہ ہو بلکہ مسبب یعنی اللہ تعالے پر ہو پس مسافر کو زاد راہ لینا متوکل کا طریقہ ہے اسی واسطے حضرت ام المومنین عائشہ رضہ سے بعض نے
دریافت کیا کہ اے ماں جو شخص احرام مین ہو وہ اپنی کمر مین ہمیانی باندھے فرمایا کہ اپنا نفقہ اپنے ساتھ مضبوط باندھے رہے یعنی بالکل جائز
بلکہ مستحب ہے بلکہ واجب ہے کہ ضائع نہ کرے اور نقل ہے کہ علما مین سے ایک شخص بہت مفلس تھا لیکن اُسکو بہت آرزو تھی کہ حج خانہ کعبہ
ادا کرے یہ بات اُسکے شہر والون کو معلوم ہو گئی تو جب کوئی قافلہ جاتا تو ان عالم کے پاس آتا اور الحاح کرتا کہ آپ چلیے آپ اُسکے حق مین
دعا کرتے اور شکریہ ادا کر کے رخصت کر دیتے ایک مرتبہ ایک شخص نے بعد قافلہ والون کے چلے جانے کے پوچھا تو فرمایا کہ اس سفر کے واسطے
دو چیزین چاہیے ہین کمر پر توشہ اور اللہ تعالے پر بھروسا۔ کذا فی السراج اور المدینہ بالف لام سے معہود مدینہ یعنی اُنکا شہر افسوس ہے جیسا
کہ نیشاپوری وخطیب وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور وہ روم کے شہرون مین سے تھا جسکو زمانہ اسلام مین طرسوس کہتے ہین اور واحدی رحمہ نے کہا
کہ کشف مین ہے کہ یہ دوسرا شہر تھا کیونکہ افسوس اعمال طرسوس سے ناحیہ ہے اور شہر نہین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ کچھ نہین معلوم
کہ وہ کون مقام ہے اور تواریخ والے جسکا نام لیتے ہین اور اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی تاریخون سے سنا جاتا ہے اُسکا نشان نہین ملتا

اور قیاس سے طرسوس پر محمول کر لیا ہے پس حاصل یہ کہ ان متوکلین نے کہا کہ اپنون مین سے ایک کہ یہ روپیہ دیکر بھیجو شہر کو یعنی جہان اُنکا غار تھا اُس سے قریب کے شہر کو بتلایا کہ وہان بھیجو۔ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا پس وہ شخص جاکر نظر کرے کہ ایہا یعنی اے اہلہا ازکی طعاما کون شخص ان شہر والون مین سے خوب پاکیزہ ہے طعام مین۔ ابن عباس نے کہا کہ ذبیحہ مین کون خوب حلال ہے کیونکہ عامۂ اہل شہر مجوس تھے اور انمین کچھ ایسے تھے جو اپنا ایمان چھپاتے تھے۔ مجاہد رح سے مروی ہے کہ اُنکا بادشاہ ظالم تھا اور لوگ زبردستی غریبون کے اموال غصب کرتے تھے تو غصب وغیرہ سے پاک دیکھنے کو کہا تھا۔ اور بعض نے کہا کہ ازکی بمعنی اکثر ہے یعنی زیادہ کہان سے مل سکتا ہی جو سستا دیوے اور شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ صحیح قول اول ہی کیونکہ مقصود انکا حلال طیب تھا خواہ قلیل ہو یا کثیر ہو۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ اول تو قصہ مین بادشاہ دقیانوس بُت پرست کا ذکر ہے اور یہان روایت کی کہ عامۂ اہل شہر مجوس تھے۔ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان جوانان کہف نے اپنے شہر کے سوا سے بھاگ کر کہین اجنبی شہر مین کوئی غار پایا وہان چھپ رہے تھے ولیکن قوم وہی کافر یہان بھی تھے جنسے بھاگے تھے۔ اور وہ ازین اگر اپنا شہر ہوتا تو واقف ہوتے کہ کون ازکی الطعام ہی۔ بہرحال کچھ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ اپنے ہی شہر مین سے ازکی الطعام کو اس وجہ سے نہ پہچانتے ہون کہ یہ لوگ سردار و اشراف قوم تھے اور مجوس ہونا بھی منافی نہین اس معنی مین کہ مراد یہ ہے کہ بازاری لوگ اس شہر کے اکثر مجوس تھے یا بت پرست گردن مارتے ہین جیسے مجوس بدین معنی مجوس کہا ہو۔ مقصود یہ ظاہر ہے کہ اُنھون نے اپنون مین ایک شخص کی روانگی کا مشورہ دیا کہ جاکر حلال پاکیزہ دیکھکر خریدے۔ فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ تو اس شخص سے خرید کر تمھارے پاس رزق لادے۔ چونکہ ایسی تفتیش مین وہ لوگ جان لیتے کہ یہ کسی دوسری ملت پر ہی اور وہ اسلام ہے کہ حلال کی جستجو کرتا ہے تو تاکید کی کہ بہت لطیف طریقہ سے یہ کام کرے بقولہ۔ وَلْيَتَلَطَّفْ اور چاہیے کہ لطافت و نرمی و آہستگی سے سب کام کرے آنے مین جانے مین اور وہان حلال کی تلاش مین اور خرید مین ہوشیاری و لطافت ہو۔ اور اسکا فائدہ مصرح بتلا دیا کہ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا اور نہ شعور دلاوے تمھارے ساتھ کسی کو۔ سراج مین کہا یعنی خبر نہ دے تمھاری۔ اور صحیح یہ ہے کہ مراد انکی یہ تھی کہ ایسا برتاؤ نہ کرے نادانی سے کہ جس سے لوگ چوچ جاوین اور آگاہ ہو جاوین۔ کیونکہ یہ شخص اصحاب مین سے تھا خود خبر نہ دیتا اور اُسپر بدگمانی جائز نہ تھی پس ہوشیار کر دیا کہ ایسا برتاؤ نہ کرے جس سے لوگ ہوشیار ہو جاوین پھر اسکا ضرر بتلا دیا کہ۔ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ اگر وے لوگ کفار قوم ظاہر ہونگے تم پر۔ ابن کثیر رح نے کہا یعنی تمھارا ٹھکانا جان لینگے۔ سراج مین کہا کہ تم پر مطلع ہونگے جانکر۔ مترجم کہتا ہے کہ معنی یہ ہین کہ وے لوگ اگر تم پر قابو پاوینگے یعنے آگاہ ہوکر غلبہ کرکے تم کو گرفتار کرکے اپنے قابو مین لاوینگے تو يَرْجُمُوْكُمْ تم کو رجم یعنی پتھرون سے مار کر ہلاک کرینگے۔ یا تو اس قوم کا دستور ہوگا کہ اسطرح مارتے ہون یا مراد یہ کہ بری طرح تم کو ہلاک کرینگے کہ جب کہ تم اُنکے دین کفر مین جانا منظور نہ کرو۔ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ یا منظور کرو تو دوبارہ ایمان سے نکال کر تم کو اپنی ملت مین لاوینگے۔ یعنی ہدایت سے پہلے جس برے حال ضلالت پر تم تھے اُسی مین پھیرا ہ لیجاوینگے غرضکہ تمھارا حال ان دو باتون مین منحصر ہوگا یا تو قتل ہو اور یا اُنکے ساتھ ملت کفر و گمراہی مین جاؤ اور جب تم نے گمراہی اختیار کی تو انجام برا ہی۔ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا اَبَدًا اور ایسی صورت مین تم ہرگز کبھی فلاح نہ پاؤگے سراج مین لکھا کہ انھون نے کیونکر یہ کہا کہ کبھی فلاح نہ پاؤگے حالانکہ اگر جان بچانے کو کسی کی زبردستی سے زبان پر کلمہ کفر جاری کر دے اور دل مین ایمان ہو تو کچھ ضرر نہین ہوتا ہی جواب دیا گیا کہ انھون نے خوف کیا کہ اگر ظاہر مین کفر پر رہے اور وہی اقوال و اعمال کرتے رہے تو آخر زیادہ احتمال ہے کہ نفس حقیقت مین کفر پر جم جائیگا پس یہ خیال کر کے ڈرتے تھے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ مطلب ہو کہ اگر ایکی دفعہ وے لوگ تم پر قابو پاوینگے تو دو حال سے

خالی نہین یا تو قتل کرینگے یا اس حد تک تم کو سختی و تکلیف سے گرفتار کرینگے کہ تم انکی ملت مین عود کرو اور اُسوقت تم کو چھٹکارا نہین ملے گا کیونکہ وے لوگ بہت نگہداشت رکھینگے جیسا کہ عادت سے معلوم ہو اور شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ انکی مراد یہ تھی کہ دقیانوس والون سے یہ خوف کرتے تھے کہ اگر تمھارا اٹھکانا اُنکو معلوم ہوگیا تو برابر تم کو عذاب و تکلیف دینگے یہانتک کہ تم اس سختی کو نہ اٹھا سکو پس یا تو انکی ملت مین عود کر جاؤ یا مر جاؤ اور اگر تم نے اُنکے ساتھ گمراہی و کفر مین موافقت کی تو ہرگز کبھی تم کو فلاح نہ ہوگی نہ دنیا مین اور نہ آخرت مین بلکہ مترجم کہتا ہے کہ سراج مین جو سوال موافق تفسیر کبیر امام رازی رح کے نقل کیا کہ تقیہ ہو سکتا ہے تو صحیح جواب یہ ہے کہ تقیہ اسوقت کچھ مشروع نہ تھا چنانچہ بنی اسرائیل نے تقیہ نہین کیا اور جانین دیدین بخلاف اس امت مرحومہ کے کہ اُنکے ضعف سے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی برکت و رحمت سے جان کے جانے کے وقت زبانی اظہار کفر جائز ہوا اور رہے اصحاب کہف تو انکو مسئلہ تقیہ سے کہان سے اطلاع ہوئی جو انپر یہ سوال وارد ہو بلکہ یہ دلیل ہے کہ تقیہ اسوقت روا نہ تھا۔ فافہم۔ بالجملہ اصحاب کہف نے ایک شخص کو اپنے مین سے سمجھا بجھا کر بھیجا اور یہی سبب ہوا اُنکے ظاہر ہو جانے کا کہ اس زمانہ کے لوگون نے انکو معلوم کیا اور جب سے غار مین داخل ہو کر تھکے ماندے سو گئے تھے اُسوقت سے ابتک تین سو نو برس کا زمانہ گذر ا تھا پس انھون نے یہ کوشش کی کہ ہم لوگ ظاہر نہ ہونے پاوین اور اللہ تعالےٰ جل شانہ نے اسی سے اُنکو ظاہر کیا چنانچہ فرمایا۔ وَكَذٰلِكَ اور یون ہی اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ اطلاع دیدی ہم نے اُنپر لوگون کو عثرت اگرچہ لغزش ہے ولیکن جب آدمی کہین جا پڑتا ہے حالانکہ غافل تھا تو اُسکو دیکھکر پہچان لیتا ہے پس یہ لغزش سے جا پڑنا باعث علم ہو جاتا ہے اسی طرح یہان ہوا کہ لوگ بالکل غافل تھے اچانک اُنکے روپیہ پر اُنکی نظر پڑی اور دیکھکر جان گئے اور حکمت الٰہی اصل مین کسی کو معلوم نہین مگر جہانتک ظاہر فرمایا ایک یہ ہے کہ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ تاکہ جان لیوین یعنی یقین کر لین کہ وعدہ اللہ تعالےٰ کا سچ ہے۔ بعض نے کہا کہ خود اصحاب کہف اُسکی آیت اپنے اوپر دیکھکر جان لین اور بعض نے کہا کہ نہین بلکہ لوگون کو انپر مطلع کیا کہ لوگ وعدہ الٰہی کو کہ مردے معبوث کریگا بیقین جان لین وَاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا اور یہ بات بیقین جان لین کہ قیامت مین کچھ شک نہین ہے وہ ضرور ہونیوالی ہو اور ہر شخص اپنے جسم کے ساتھ اُٹھایا جائیگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اسمین کچھ مضائقہ نہین کہ جاننے والے دونون فریق ہون خود اصحاب کہف بھی اور دوسرے لوگ بھی پس قولہ کذلک بعثناہم یعنی ہم نے اُنکو خواب سے مبعوث فرمایا۔ اور قولہ کذلک اعثرنا علیہم یعنی ہم نے لوگون کو انپر مطلع کیا۔ ان دونون کا بڑا فائدہ جو ظاہر فرمایا گیا یہ ہے کہ لیعلموا ان الخ یہ لوگ یعنی اصحاب کہف بھی اور دوسرے لوگ بھی یہ جان لین کہ وعدہ الٰہی سچ اور قیامت بیشک آنے والی ہے۔ پھر اصحاب کہف نے اگر کسی شریعت سے توحید کو جانا تھا تو اب انھون نے ایک آیت دیکھکر اطمینان پایا اور اگر توحید کی ہدایت اللہ تعالےٰ نے انکو بلا واسطہ دیدی تھی تو اب اُنکو قیامت کا علم دیا گیا کہ وہ ہونے والی ہے اور رہے وہ لوگ جنکو اطلاع دی گئی تو انکو بھی قیامت مین شک تھا چنانچہ شیخ امام ابن کثیر رح نے لکھا کہ بہتیرے سلف رحمہم اللہ نے ذکر کیا کہ اُس زمانہ والون کو قیامت کے معاملہ مین شک پیدا ہو گیا تھا اور عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اُنمین سے ایک گروہ کہتا تھا کہ فقط روحین اُٹھائی جاوینگی اور اجسام نہین اٹھائے جاوینگے اور بعضے کہتے کہ نہین بلکہ اجسام وارواح دونون سے بعث ہوگا ولیکن عقلی اوہام و فلسفی خیالات مین یہ لوگ گفتگو کرتے اور حقیقت مین عقلی علوم سے غافل تھے تو خواہ مخواہ اس خوض مین راہ باطل اختیار کرتے اور اوہام و خیالات پر جم جاتے تھے اور روز بروز گمراہی کی ترقی ہوتی جاتی تھی اور جو لوگ راہ راست پر تھے وہ کم ہوتے جاتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ نے اصحاب کہف کو اُٹھایا اور لوگون کو یہ آیت دکھلا دی۔ اور سلف رحمہم اللہ نے بیان کیا ہو کہ جب انمین سے ایک شخص نے چاہا

کہ نکلکر شہر مین جاکر روپیہ سے اپنے ساتھیون کے لیے طعام خرید لاوے تو اُسنے راستہ چھوڑ کر پگڈنڈی اختیار کی اور تعجب مین چلتے چلتے شہر تک پہونچا اور سلف رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے کہ اس شہر کا نام افسوس تھا اور یہ شخص جو گیا تھا اپنے دل مین گمان کرتا تھا کہ وہی شہر ہے جس سے ہوکر عنقریب ہم لوگ غار مین گئے ہین حالانکہ وہان بالکل لوگ بدل گئے اور پشتین گذر گئین اور خاندان پرانے تباہ ہو گئے اور درمیان مین کتنے تباہ ہوے اور مر گئے اور اب نئے خاندان اور نئے لوگ ہین وہ پرانے خاندانون سے واقف بھی نہین رہے ملک بدل گیا سلطنت بدل گئی لوگ بدل گئے اب اُسنے جو دیکھا تو اس شہر کی کوئی علامت نہین جہان اُسکو گمان تھا اور کسی کو خواص و عوام سے کچھ نہین پہچانتا نہ صورت مین نہ لباس مین۔ نہ چال چلن مین۔ یہ دیکھکر اُسکو تحیر ہوا کہ الٰہی یہ کیا سانحہ ہے کیا مین خواب دیکھتا ہون یا مجھے جنون ہو گیا ہے مجھے تو کچھ نہین ہوا ولیکن مین ابھی کل کے روز اس شہر سے گذرا ہون تب اُسکی یہ صورت نہین تھی۔ پھر اپنے دل مین سمجھا کہ یہان زیادہ ٹھہرنا اچھا نہین ہے پس ایک طعام فروش کی دوکان پر پہونچا اور اپنا روپیہ دیکر اس سے طعام جلدی مانگا۔ اُسنے جب اس شخص کو دیکھا تو کچھ نہ پہچانا کہ کہان کا اجنبی ہے اور روپیہ دیکھا تو اور بھی تعجب کیا اور اپنے پڑوس کے دوکاندار کو دیا اُسنے بھی تعجب کیا اور تیسرے کو دیا اسطرح ہاتھون ہاتھ لوگون نے دیکھنا شروع کیا اور وہان جماؤ ہو گیا اور آخر کہنے لگے کہ شاید اسنے کوئی خزانہ گڑا ہوا پایا ہے تب اس سے پوچھا کہ سچ بتاؤ یہ کیا بات ہے اور تم کون ہو اس مرد خدا نے بتلایا کہ مین اسی شہر کا رہنے والا ہون اور کل تک تو مین یہان تھا اور بادشاہ دقیانوس ہے ان لوگون نے ایسی باتون سے اسکو مجنون تصور کیا یا کوئی جاسوس فریبی ہے اسکو گرفتار کر کے حاکم کے پاس لے گئے اُسنے دریافت کرنا شروع کیا اُسنے سب حال بیان کیا مگر وہ متحیر تھا کہ یہ کیا بات ہوا اور مین کس حال مین ہون پس جب اُسنے حاکم و بادشاہ کو اس سے آگاہ کیا تو ان لوگون نے اُسکی تعظیم کی اور اُسکے ساتھ غار کی طرف روانہ ہوے اور شہر والے بھی گئے یہانتک کہ غار پر پہونچے اُسنے کہا کہ مجھے چھوڑو کہ پہلے جاکر اپنے لوگون کو مطلع کرون۔ پھر یہان روایت کی جاتی ہے کہ بادشاہ و لوگون کو یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ کیونکر غار مین گیا اور اللہ تعالے نے اُنکی نظرون سے غار پوشیدہ کر دیا اور یہ بھی روایت کیجاتی ہے کہ نہین بلکہ بادشاہ وغیرہ وہان داخل ہوے اور اُنکو دیکھا اور باہم معانقہ و سلام کیا اور بادشاہ مسلمان تھا اُسکا نام تندوسیس تھا اس سے اصحاب کہف خوش ہوے اور باتین کین اور پھر اسکو سلام کر کے رخصت کیا اور اپنے مقام پر جاکر لیٹے اور اللہ تعالے نے انکو وفات دیدی۔ مترجم کہتا ہے کہ شاید دونون روایتون مین توفیق اسطرح ہو کہ اول مین بادشاہ و ارکان شہر نے اُنکو پایا اور ملاقات ہوئی پھر بعد اسکے جب دوبارہ ان لوگون نے چاہا تو اللہ تعالے نے مخفی کر دیا اور ہیبت چھا گئی۔ قولہ وکذلک اعثرنا علیہم یعنی جیسے ہم نے انکو سلایا تھا اُسی ہیات و شان سے جنمین کچھ تغیر نہین ہوا تھا اُنکو اُٹھا دیا اور اس زمانہ والون کو انپر مطلع کیا لیعلموا ان وعد اللہ حق تاکہ معلوم کرین کہ وعدہ الٰہی برحق ہے۔ وان الساعۃ لاریب فیہا اور قیامت ہونے مین کچھ شک نہین ہے۔ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ جب کہ وے لوگ اپنے درمیان اپنے امر مین جھگڑتے تھے یعنی اپنے اس عقیدہ مین کہ قیامت ہوگی یا نہوگی جھگڑتے تھے بعضے اسکو ثابت کرتے تھے اور بعضے منکر ہوتے تھے کہ اعادہ معدوم کا کیونکر ہوگا پس اللہ تعالے نے اصحاب کہف کا ظاہر ہونا منکرون پر حجت کر دیا اور ثابت کرنے والون کے پاس ایک آنکھون دیکھی حجت ہو گئی حاصل یہ کہ ہم نے اُنکو خواب سے بیدار کر کے اُنپر لوگون کو اسوقت مطلع کیا کہ جب وے امر قیامت مین جھگڑتے تھے۔ بعض نے کہا کہ اذ یتنازعون کا تعلق اذکر فعل محذوف سے ہے کیونکہ مطلع ہونے کے بعد تنازع ہوا ہے اور مترجم کہتا ہے اس شخص نے تنازع دربارہ قیامت نہین کیا بلکہ تنازع اصحاب کہف کی تعداد و مدت وغیرہ مین کیا اور مروی ہے کہ اصحاب کہف کے قصہ کو بعض اُنکے وقت کے لوگون نے جو خفیہ مسلمان تھے

انکے غار کے دروازہ پر مدفون کر دیا تھا۔ اور ظاہر یہ ہے کہ یہان تنازع دربارہ قیامت مراد ہے فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا کہنے لگے کہ انکے اوپر عمارت بناؤ۔ رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ۔ انکا رب اُنکے حال سے خوب آگاہ ہے شاید جب لوگون نے راہ نہ پائی اور ہیبت سے عاجز ہوے تو وہان ایک نشان چاہا کہ یادگار رہے۔ اور شاید اسوجہ سے کہ لوگ وہان راہ نہ ڈھونڈھین جیسے حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار شریف ایک حظیرہ سے محفوظ ہو اور بات یہی ہو کہ جب بادشاہ واُسکے لوگ واقف ہوے اُسوقت وے زندہ تھے پھر اُن کو لوگون کے سامنے اللہ تعالے نے وفات دی تو پھر ان لوگون نے تجویز کیا کہ عمارت بناوین۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا یعنی اُنکے غار کا دروازہ بند کردو اور اپنے حال پر انکو چھوڑ دو۔ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا کہا ان لوگون نے جو غالب تھے اُنکے امر پہ کہ ہم تو بناوینگے اُنپر مسجد۔ شیخ ابن جریر رح نے انمین دو قول نقل کیے ایک یہ کہ انمین کے مسلمان تھے۔ دوم یہ کہ مشرک تھے اور ظاہر یہ ہے جنھون نے یہ کہا وے حاکم تھے جنکا حکم نافذ تھا و لیکن رہا یہ کہ یہ لوگ اچھے تھے جو شرع مین محمود ہوتے ہین یا نہین تو غور نظر سے معلوم ہوتا ہے محمود نہ تھے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ اللہ تعالے یہود و نصاری پر لعنت کرے کہ انھون نے اپنے انبیاء و صالحین کی قبرون کو مساجد بنا لیا۔ آپ اُنکے فعل سے اہل اسلام کو ڈراتے تھے کہ ایسا نہ کرین۔ مسجد بنانے سے غرض یہ نہین تھی کہ اُنکی قبرون کی طرف نماز پڑھتے تھے بلکہ یہ غرض تھی کہ وہان مسجد بنا کر اُسمین نماز پڑھتے تھے۔ اور روایت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت مین جب عراق مین دانیال پیغمبر علیہ السلام کی قبر پائی گئی تو حکم دیدیا کہ وہ لوگون کی نظر سے مخفی کر دیجاوے اور جو اوراق وہان پائے گئے جنمین کچھ ملاحم وغیرہ لکھے تھے وہ دفن کر دیے جاوین کذا فی تفسیر الامام رح۔ اور خازن نے کہا کہ۔ الذین غلبوا علی امرہم سے مراد بادشاہ تندوسیس واُسکے ارکان دولت ہین کیونکہ اُنھین کا حکم نافذ تھا اور وے مسلمان تھے۔ اور مسجد بنانے سے یہ غرض تھی کہ وہان نمازین پڑھین اور برکت حاصل کرین اور یہ اپنی رائے سے اختراع کیا تھا۔ اور زجاج رح نے کہا کہ اسمین اشعار ہے کہ اُنکے ظاہر ہونے پر مومنین غالب ہوے جو قیامت مین بعث و نشور کے قائل تھے کیونکہ مساجد تو مومنون کے واسطے ہوا کرتی ہین۔ واضح ہو کہ سراج و معالم وغیرہ مین یہ قصہ کسی قدر تفصیل سے مذکور ہے اور توضیح یہ کہ محمد بن اسحق بن یسار رح نے ذکر کیا کہ اصحاب کہف جس زمانہ مین جگائے گئے ہین تو اس ملک کا بادشاہ مرد صالح مسلمان تھا اسکو تندوسیس کہتے تھے اور مترجم کہتا ہے کہ حیات الحیوان مین تاودوسیوس مذکور ہے واللہ اعلم جب اسکی بادشاہت کو ایک مدت گذری تو اسکی بادشاہت مین لوگون نے جتھے جتھے بنانے شروع کیے اور لوگون مین فلسفی الحاد پھیلا بعضے تو دین اسلام پر رہے کہ قیامت و بعث کے قائل تھے اور بعضے جھٹلانے لگے اور بعضے کہتے کہ روح پر جہل وغیرہ کی تکلیف ہوگی اور جسم نہین اُٹھایا جا سکتا ہے اور بادشاہ اس بات سے بہت غمگین ہوا اور اُسنے جناب باری تعالے مین گریہ و زاری کی کیونکہ اُسنے دیکھا کہ روز بروز ملحدین کی جماعت بڑھتی جاتی ہے اور مومنین مغلوب ہوتے جاتے ہین اور لوگ اسطرف رجوع ہین کہ سوائے دنیا کی زندگی کے پھر حیات نہ ہوگی اور بادشاہ نے سردارون کے پاس آدمی بھیجے جنکی پیروی عوام لوگ کرتے تھے اور فلسفہ وغیرہ کا انمین جوش تھا اور اُنسے اعتقاد قیامت وغیرہ عقائد اسلام کے بارہ مین فہمایش کی مگر انمین کچھ اثر نہ ہوا اور قریب پہونچا کہ تمام لوگ دین اسلام سے خارج ہو جاوین جب بادشاہ نے یہ دیکھا تو اپنے گھر مین عبادتخانہ مین داخل ہوا اور مسوح پہنا اور اپنے بدن پر سے آرایش اُتار دی اور خاک پر بیٹھا اور جناب باری تعالے مین شب و روز عاجزی و گریہ و زاری کرتا کہ اے رب عز و جل تو ان لوگون کا اختلاف دربارہ قیامت کے دیکھتا ہے اے رب عز و جل تو ایسی کوئی آیت بھیجدے کہ اُنکی جہالت کے فلسفی خیالات مغلوب ہون اور

لوگ اس جہالت سے نجات پاوین پس اللہ تعالے نے جو اپنے بندون کی ہلاکت نہین چاہتا ہے دعا کو قبول فرمایا اور فتیہ اصحاب کہف کو ظاہر فرمایا تاکہ لوگون پر اُنکی شان ظاہر ہو اور لوگون پر حجت قائم ہو اور اہل حق جانین کہ قیامت برحق ہے اسمین کچھ شک نہین ہے اور بندہ صالح تندوسیس کی دعا قبول ہو اور مومنون مین سے جو لوگ جاہلون کے اوہام وخیالات کے دلائل سے اسلام سے منتشر ہوگئے تھے مجتمع ہو جاوین۔ اور اس غار پر ایک عمارت بنی تھی اللہ تعالے نے اس شہر والون مین سے ایک شخص کے دل مین ڈالا کہ یہ عمارت توڑکر اُسکے مصالح واینٹون سے اپنی بکریون کا حظیرہ بناوے اسنے اس کام کے لیے دو مزدور مقرر کیے اُنھون نے اس عمارت سے پتھر علیحدہ کرنا شروع کیے اور اُنسے یہ حظیرہ بناتے جاتے تھے یہانتک کہ جب غار کے مُنھ پر پہونچے تو وہان سے پتھر ہٹائے اُسوقت حضرت باری تعالے نے جو قدرت عظیم والا مردون کو زندہ کرنے والا ہے فتیہ کو حکم دیا کہ وے اُٹھ بیٹھے اور غار کے مُنھ خوش وخرم چہرہ لہلہاتے ہوے بیٹھکر آپس مین ایک دوسرے کو سلام کیا گویا وے اُسی وقت جاگے ہین جسوقت روز جاگتے تھے اور اُٹھکر نماز پڑھنے مین مشغول ہوے جیسے روز پڑھتے تھے اُنکے چہرون یا رنگ ولباس وہیات مین کسی طرح کا تغیر نہین محسوس ہوتا تھا جس سے ایک دوسرے کے بارہ مین کچھ برائی دیکھتا بلکہ ویسی ہی ہیات تھی جیسے سوئے تھے اور انکو یہی معلوم ہوتا تھا کہ اُنکا بادشاہ دقیانوس ہے اور وہ اُنکی تلاش مین ہے پھر جب نماز پڑھ چکے تو تملیخا سے جو اُنکے کھانے پینے کا منتظم تھا کہنے لگے کہ جاکر خبر لاؤ کہ کل کے روز ظالم بادشاہ سے لوگون نے ہمارے معاملہ مین کیا کہا ہے اور اُن کے خیال مین یہی تھا کہ جیسے ہم سویا کرتے تھے ویسے ہی کچھ سوئے ہین ولیکن انھون نے کچھ احساس کیا کہ زیادہ دیر تک سوتے رہے ہین تو بعض بولا کہ تم کتنا سوئے ہو دوسرون نے جواب دیا کہ ایک روز کی مقدار پھر اورون نے جواب دیا کہ کچھ کم ہو تب سب بولے کہ اللہ تعالے جانے کتنا سوئے ہو یہ سب اُنکے نزدیک آسان سی بات تھی پھر تملیخا نے اُنسے کہا کہ کل تو شہر مین تمھاری تلاش تھی کہ ظالم بادشاہ چاہتا تھا کہ تم کو سامنے بلاوے اور تم اُسکے بتون کے واسطے عبادت وقربانی کرو پھر اللہ تعالے جو چاہے وہ ہوگا۔ یہ سنکر اُن کے سردار مکسلمینا نے اُنسے کہا کہ اے بھائیو۔ تم خوب جانو کہ اللہ تعالے سے ملنے والے ہو سو جب تم کو یہ کافر بت پرستی وغیرہ کے واسطے بلاوے تو تم ایمان کے بعد کفر مت اختیار کرو اور موت برحق ہے پھر انھون نے تملیخا سے کہا کہ تو شہر کو جا اور خبر لا کہ وہان ہمارے بارے مین کیا گفتگو ہوئی ہے اور لوگ آپس مین کیا باتین کرتے ہین اور ایسی لطافت وہوشیاری سے کام کیجیو کہ ہمارے حال سے کوئی آگاہ نہ ہو اور ہمارے واسطے طعام خرید لائیو اور یہ کام تملیخا ہی کے سپرد تھا اُسنے اپنے کپڑے اُتار دیے اور خراب کپڑے فقیرون کے سے پہن لیے اور سب کے مشترک خرچ مین سے ایک روپیہ لیا جسپر دقیانوس کا سکہ تھا اور تملیخا وہان سے روانہ ہوا جب غار کے دروازے پر پہونچا تو پتھر ٹوٹے پائے مگر کچھ خیال نہ کیا اور وہان سے روانہ ہوکر بیراہ چلتے چلتے شہر کے دروازہ پر پہونچا تو خفیہ راہ پر نگاہ رکھتا تھا اور کنارہ رہتا تھا اس خوف سے کہ شہر کی جان پہچان لوگون مین سے کوئی اسکو دیکھکر پہچان نہ لے کہ دقیانوس کے یہان گرفتار ہو جاوے اور یہ نہین جانتا تھا کہ دقیانوس بدبخت مع اپنے ساتھیون کے قریب تین سو برس پہلے مرچکا ہے پھر جب شہر پناہ کے دروازہ پر آیا تو اُسپر اہل ایمان کا نشان دیکھا کیونکہ اُسوقت امر ایمان ظاہر تھا تو تعجب سے اُسکو دیکھتا رہا اور خفیہ دائین بائین نظر کی پھر یہ دروازہ چھوڑکر دوسرے دروازہ پر آیا وہان بھی ایسی ہی علامتین دیکھین اور تعجب سے خیال کرنے لگا کہ کیا یہ وہ شہر نہین ہے جسکو پہچانتا تھا اور وہان بہت لوگ نئے طرز وانداز کے دیکھے جنکو کبھی پہلے نہین دیکھا تھا انکو دیکھتا چلا جاتا تھا اور تعجب مین تھا اور کبھی خیال کرتا کہ وہ حیران ہے پھر اسی دروازہ پر لوٹ آیا جہان سے گیا تھا اور خود بخود متعجب تھا کہ الٰہی یہ کیا بات ہے ابھی کل تو مسلمان لوگ

ان علامتون کو چھپاتے تھے اور آج ظاہر ہین شاید مین خواب دیکھتا ہون پھر چادر سر پر ڈالکر شہر کے اندر گیا اور وہان کی بازاری دیکھی اور لوگون سے سُنا کہ وے اسلام کی علامت ظاہر کرتے ہین تو ایک دیوار سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ ابھی کل تو جو کوئی اسطرح کرتا قتل کیا جاتا آج کیا بات ہے کہ اسطرح علامات اسلام ظاہر ہین اور غار سے قریب تو سوائے اس شہر کے کوئی شہر نہین ہے پھر ایک جوان سے ملکر پوچھا کہ بھائی یہ کون شہر ہے اُسنے کہا کہ افسوس اسکا نام مشہور ہے تو اور زیادہ متعجب ہوا کہ کیا مجھے جنون ہوگیا ہے مین کس حال مین ہون آخر یہ رائے ٹھہرائی کہ فوراً یہان سے باہر جانا چاہیئے کہ مجھے کوئی آفت نہ پہونچے پس جلدی سے طعام فروش سے قریب ہوا اور اپنا روپیہ نکالکر ایک کو دیا کہ مجھے اس کا طعام دیدے اُسنے جو اس روپیہ کو دیکھا تو اُسکے نقش و شکل سے تعجب کیا اور اپنے ساتھی کو دیا کہ یہ شخص مجھے یہ روپیہ دیتا ہے اُسنے بھی غور سے دیکھا اور تیسرے کو دیدیا اسی طرح وہ ہاتھون ہاتھ پھرنے لگا اور لوگ آپسمین کہنے لگے کہ شاید اس شخص نے کہین سے کوئی خفیہ خزانہ جو زمانہ دراز سے زمین مین دفن تھا پایا ہے یہ روپیہ اُس ہی کا ہے تملیخا نے جو دیکھا کہ یہ لوگ آپس مین مشورہ کرتے ہین تو اُسے شک نہ رہا کہ انھون نے مجھے پہچان لیا ہے اور میرے ہی بارے مین یہ مشورہ ہے تو خوف سے کانپنے لگا اور جانا کہ یہ لوگ گرفتار کر کے دقیانوس کے پاس لیجانا چاہتے ہین اور بازار کے اور لوگ جمع ہوتے جاتے اور تملیخا کی صورت کو غور سے دیکھتے اور نہ پہچانتے آخر تملیخا نے کہا کہ مجھے مہربانی کر کے چھوڑ دو تم نے روپیہ لے لیا وہ دیکھو اور مجھے طعام کی حاجت نہین ہے لوگ کہنے لگے کہ اے جوان آخر تمھارا کیا نام ہے اور کون ہو اور کہان سے آئے ہو ہم کو یہ تو معلوم ہوگیا کہ تم نے کوئی خزانہ پایا ہے جو کسی اگلے زمانہ کا زمین مین مدفون تھا اور تم چاہتے ہو کہ اسکو اکیلے اکیلے ہضم کر لو اگر ہم کو بھی اس مین شریک کرو تو البتہ ہم پوشیدہ رکھین ورنہ ہم تجھے سلطان کے سپرد کر دینگے جب تملیخا نے یہ سُنا تو کہا کہ واسطے مین نے تو کوئی خزانہ مدفون نہین پایا اور مین نے تو ہر چیز جس سے خوف کیا دور کر دی انھون نے کہا کہ باتین نہ بناؤ اور یہ روپیہ تو خود شاہد ہے اگر بھلا چاہتے ہو تو ہم کو ساتھ لیے چلو اور اس خزانہ مین ہماری بھی شرکت کر دو تملیخا یہ سنکر حیران ہوا اور کچھ جواب نہ دے سکا انھون نے اُسکی چادر سے اُسکی گردن باندھکر حاکم کے مکان کا راستہ لیا اور شہر کے راستہ پر جدھر سے گذرتے تھے جو سنتا تھا کہ اس جوان نے مدفون خزانہ پایا ہے ساتھ ہو لیتا تھا مگر اسکو دیکھکر کہتے کہ یہ شخص تو اس شہر کا نہین ہے اور ہم نے تو اسکو کبھی نہین دیکھا ہے جب لوگ بہت سے جمع ہوگئے اور باتین پوچھنے لگے تو تملیخا نے خاموشی اختیار کی اور اسکو یقین تھا کہ اُسکے باپ بھائی شہر مین ہین جب سنینگے تو ضرور آوینگے اور وہ تو اس شہر کے بڑے رئیسون مین سے ہے اور آخر ان مین سے کوئی شخص آکر مجھے انکی قید سے چھڑا دیگا اتنے مین لوگ اسکو سردار شہر کے پاس جنکے ہاتھ اس کا انتظام تھا لے گئے اور وہ دو شخص تھے ایک کا نام اریوس اور دوسرے کا نام اسطیوس تھا جب اُنکی جانب چلے تو تملیخا کو گمان ہوگیا کہ ضرور مجھے دقیانوس کے پاس لیے جاتے ہین اور اسنے دائین بائین دیکھنا شروع کیا اور لوگ مسخرہ بناکر ہنستے اور وہ روتا تھا اور کبھی آسمان کو سر اٹھاتا تھا اور کہتا کہ الٰہی تو آسمان کا رب اور زمین کا رب ہے آج مجھے صبر جمیل عطا کر دے اور مجھے اس ظالم کے سامنے قوت دے اور اپنے دل مین کہتا کہ میرے اور میرے بھائیون کے درمیان جدائی ہوگئی کاش وے لوگ جانتے کہ مین کس حال مین گرفتار ہوگیا ہون تو آتے اور ہم سب کے سب اس ظالم کے سامنے کھڑے ہوتے جیسے ہم سب نے ایمان پر اتفاق کیا تھا کہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ شرک نہ کرینگے اور زندگی و موت مین جدا نہ ہونگے پھر جب اسکو دونون حاکمون کے پاس لے گئے تو اُسنے تعجب کیا اور دقیانوس کو نہ پایا تو رونا موقوف کیا اور سکون سے کھڑا ہوا پھر اریوس و اسطیوس نے روپیہ ہاتھ مین لیا اور پوچھا کہ اے جوان تو نے یہ خزانہ کس زمین مین پایا ہے تملیخا نے کہا کہ مین نے کوئی خزانہ نہین پایا ولیکن یہ روپیہ میرے باپ کا ہے اور اُسی شہر کا سکہ ہے ولیکن مجھے

حیرانی ہے کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ ایک نے کہا کہ تو کہان کا ہے تملیخا نے کہا کہ مین اپنی دانست مین اسی شہر کا ہون پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے اور تجھے کون پہچانتا ہے تملیخا نے اپنے باپ و بھائیون وغیرہ کو بیان کیا لوگون مین سے کسی نے اسکے باپ بھائیون و شناساؤن مین کسی کو نہ پہچانا اور حاکم نے کہا کہ تو مرد کذاب معلوم ہوتا ہے سچ بات نہین کہتا ہے۔ تملیخا سخت متعجب و متحیر ہوا اور اپنا سر جھکا لیا اتنے مین بعض نے کہا کہ یہ مجنون معلوم ہوتا ہے ایک بولا کہ جنون نہین مگر عمداً بنتا ہے کہ رہا کر دیا جاوے تب ایک حاکم نے کہا کہ اے شخص تو جانتا ہے کہ ہم تجھ کو چھوڑ دینگے اور تیری تصدیق کر لینگے کہ یہ تیرے باپ کا مال ہے حالانکہ اس روپیہ پر تین سو برس سے پہلے کا سکہ ہے اور تو نوجوان آدمی ہے تو چاہتا ہے کہ ہم کو فریب دیکر مسخرہ بنا دے حالانکہ ہمارے بال سفید ہوگئے اور یہ تیرے گرد اس شہر کے عقلا موجود ہین اور یہان کا خزانہ ہمارے ہاتھ مین ہے اس خزانہ مین اس ضرب کا کوئی روپیہ اشرفی نہین ہے میری راے ہے کہ مین حکم دون کہ تجھے جھوٹ بولنے پر سزا دیجاوے تاکہ تو سچ بتلا دے کہ یہ خزانہ کس زمین پر تو نے پایا ہے جب اُسنے یہ کہا تو تملیخا نے فرمایا کہ لوگو مجھے ایک بات بتلاؤ جو مین تم سے پوچھون اگر تم بتلا دوگے تو میری خبر سچ سچ تم کو ظاہر ہو جاویگی۔ بولے کہ پوچھو ہم نہ چھپا دینگے تملیخا نے کہا کہ بادشاہ دقیانوس کا کیا حال ہے کہنے لگے کہ اسوقت تو یہان کیا بلکہ روے زمین پر جہانتک ہم جانتے ہین ہم کو کوئی دقیانوس بادشاہ نہین معلوم ہے ہان ایک زمانہ دراز گذرا کہ اُسوقت یہان ایک بادشاہ دقیانوس تھا وہ مدت ہوئی مر گیا اور اُسکے بعد لوگون کی بہت سی نشتین گذر گئین اور زمانہ کا انقلاب ہو گیا تب تملیخا نے کہا کہ مین اسوقت سخت متحیر ہون اور کوئی شخص میرے قول کی تصدیق نہ کریگا ہم چند جوان تھے اور اُسی بادشاہ دقیانوس نے زبردستی چاہا کہ ہم بت پوجین اور اُنپر بھینٹ چڑھاوین ہم اُسکے خوف سے کل ہی راتون رات یہان سے بھاگے اور کوہ بنجلوس کے غار مین چھپے وہان سو گئے آج اسوقت ہم جاگے اور یہ روپیہ لیکر مین اپنے ساتھیون کو وہان چھوڑ کر اُنکے واسطے طعام خریدنے آیا ہون اور یہ دریافت و پتا لینے کہ بادشاہ نے کیا کیا ہے جب یہان پہونچا تو اس حالت مین گرفتار ہون جو تم دیکھتے ہو اور میرے اصحاب وہان میرے انتظار مین ہونگے۔ جب تملیخا نے یہ بیان کیا تو لوگون نے کہا کہ ہان ہم نے یہ تذکرہ سُنا ہے کہ سات آدمی نوجوان گم ہوے تھے اور اریوس واسطیوس نے کہا کہ اے قوم شاید یہ اللہ تعالے نے ہمارے واسطے ایک آیت بھیجی ہے تو اس جوان کے ساتھ چلو پس دونون مع تمام شہر کے صغیر و کبیر کے اصحاب کہف کی طرف روانہ ہوے تاکہ انکو دیکھین اور یہان یہ حال تھا کہ جب ساتھیون نے دیکھا کہ تملیخا کو دیر ہوئی اور وہ مقدار معہود مین کھانا پانی نہ لایا تو گمان کیا کہ وہ گرفتار ہو گیا اور بادشاہ کے پاس اُسکو لے گئے اسی درمیان مین کہ وے خائف و غمناک تھے کہ اُنھون نے پہاڑ کی طرف گھوڑون کی آواز اور لوگون کا شور سُنا پس اُنکو یقین ہوا کہ لوگ ہماری گرفتاری کو دقیانوس کی طرف سے آتے ہین پس اُنھون نے آپس مین ایک دوسرے کو سلام کر کے وصیت کی اور وداع کیا اور نماز کو کھڑے ہو گئے اور بعد نماز کے آپس مین کہا کہ چلو اپنے بھائی تملیخا کے ساتھ ہون کہ وہ اسوقت بادشاہ ظالم کے روبرو ہوگا وہ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ اتنے مین اریوس و اسطیوس مع لوگون کے دروازہ کہف پر پہونچے اور تملیخا نے پیشقدمی کی اور اندر گیا تو روتا تھا اُسکو دیکھکر اصحاب بھی رونے لگے اور پوچھا کہ کیا خبر ہے اُسنے سب حال بیان کیا پس سب نے جانا کہ یہ ایک قدرت آلہیہ ہے کہ اُسکے حکم سے وے لوگ اتنے زمانہ طویل تک سوتے رہے اور اب اسواسطے جگائے گئے ہین کہ لوگون کے واسطے ایک نشان قدرت ہون اور بعث پر حجت ہون اور لوگ یقین کرین کہ قیامت آنے والی ہے اس مین کچھ شک نہین ہے پھر تملیخا کے نشان قدم پر اریوس مع لوگون کے داخل ہوا تو غار کے دروازے پر ایک صندوق تانبے کا دیکھا جسپر چاندی کی مہر تھی پس اُسنے رؤسا شہر کو بلایا اور اُنکے سامنے اس صندوق کو کھولا تو اس مین رانگ کی دو لوحین یعنی تختیان پائین جنمین

کھدا ہوا تھا کہ کسلمینا و مخشلمینا و تملیخا و مطرونش و کشطونش و سیرونش و سطیونش- نوجوان تھے جو ایمان لیکر دقیانوس بادشاہ ظالم سے بھاگے اس خوف سے کہ انکو دین سے فتنہ مین نہ ڈالے اور اس غار مین گھسے جب اُسکو خبر ہوئی تو اُسنے غار کا دروازہ بند کردیا اور پتھرون سے چنوادیا اور ہم نے ان دونون تختیون مین اُنکا حال لکھدیا ہے کہ پچھلے لوگ اُنکی مضبوطی دین کے بارہ مین جانین جب کبھی اُسکو پاوین- جب انھون نے یہ پڑھا تو اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کی اور تسبیح پڑھی جس نے اُنکو بعث کی آیت دکھلائی پھر بلند آواز سے تسبیح و تکبیر کہی اور اصحاب کہف کے پاس گئے تو دیکھا کہ وے خوش بیٹھے ہین اُنکے چہرے چمک رہے ہین اور اُنکے لباس اُسی طرح ہین کچھ میلے یا خراب نہین ہوے ہین پس اریوس و اُسکے لوگ سب اللہ تعالےٰ کے واسطے سجدہ مین گرے اور تسبیح و تکبیر کہی پھر اصحاب کہف سے ملے اور اُنسے قصہ سُنا اور اریوس و اسطیوس نے یہ خبر فوراً بادشاہ کو پہونچائی کہ جس نے غمناک ہوکر گوشہ اختیار کیا تھا اور وہ بادشاہ صالح تندوسیس تھا کہ آپ جلدی تشریف لائیے شاید آپ بھی اللہ تعالےٰ کی آیات مین یہ آیت دیکھین جو آپ کی سلطنت مین اللہ تعالےٰ نے ظاہر فرمائی ہے اور تمام عالم کے لیے یہ آیت کردی کہ لوگ بعث و حشر پر یقین لاوین پس آپ جلدی تشریف لائیے کہ اللہ تعالےٰ نے اُنکو قریب تین سو برس سے زیادہ سے وفات دی تھی اور اب جگایا ہے جب بادشاہ کے پاس یہ خبر پہونچی تو وہ کھڑا ہوگیا اور غم جاتا رہا اور اسکی عقل ٹھیک ہوئی پھر اُسنے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا کی کہ اُسنے وہ نور نہین بجھایا جو اُسنے میرے باپ دادون کو اور بندہ صالح قسطنطینوس بادشاہ کو دیا ہے اور روانہ ہوا اور اسکے ساتھ اہل شہر بھی روانہ ہوے جب پہاڑ پر پہونچے اور غار مین آئے تو اصحاب کہف نے تندوسیس کو دیکھا اور خوش ہوکر سجدے مین گرے اور تندوسیس نے آکر اُنکو گلے لگالیا اور رویا اور وے اُسکے سامنے بیٹھے تسبیح و تکبیر کہتے تھے پھر انھون نے بادشاہ سے کہا کہ اب ہم آپ کو مع لوگون کے وداع کرتے ہین اور اللہ تعالےٰ تجھکو اور تیرے لوگون کو انس و جن کے شر سے محفوظ رکھے یہ کہکر بادشاہ کو کھڑا چھوڑکر وے لوگ اپنے اپنے بستر پر گئے اور سوئے اور اللہ تعالےٰ نے اُنکو قبض کرلیا اور بادشاہ تندوسیس اُنکے پاس آیا اور اپنا لباس اتارکر اُنکو اڑھایا اور حکم دیا کہ ہر ایک کو ایک صندوق زری مین رکھدین پھر جب رات کو بادشاہ اپنے مقام پر سویا تو اُسنے خواب مین دیکھا کہ وے کہتے ہین کہ اے بادشاہ ہم لوگ سونے سے نہین پیدا ہوے اور نہ چاندی سے ولیکن ہم خاک سے پیدا ہین تو ہم کو وہین اُسی حال پر چھوڑ دے کہ ہمارا انجام خاک ہی کی طرف ہے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ ہم کو مبعوث فرماوے پس بادشاہ نے انکو اسی حال پر چھوڑا اور جب نکلے تو اللہ تعالےٰ نے انکو پوشیدہ کردیا اور وہان ایک رعب عظیم چھا گیا کہ پھر کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ وہان جاوے- بعض کا بیان ہے کہ تملیخا کو اول گرفتار کرکے بادشاہ تندوسیس کے پاس لے گئے اُسنے پوچھا کہ تو کون ہے اُسنے کہا کہ مین اسی شہر کا ہون اور مین کل کے روز رات مین بھاگا ہون اور اپنے ساتھیون کا نام لیا اور اپنے باپ دادون کو بتلایا ولیکن کسی نے انکو اور اُنکے ٹھکانے و گھرون کو کچھ نہین پہچانا بادشاہ نے کہا کہ میرے خزانہ مین ایک لوح ہے اُسپر لکھا ہے کہ چند جوان اگلے زمانہ مین گم ہوے ہین پس لوح منگواکر جو ملایا تو اُس مین تملیخا کا نام نکلا اور تملیخا نے کہا کہ باقی میرے ساتھی ہین پس جب بادشاہ نے سُنا تو مع ارکان دولت و عوام ریاست کے سوار ہوا اور تملیخا کے ساتھ غار کے دروازہ پر آیا پس تملیخا نے کہا کہ مجھے پیشتر جانے دو کہ مین اپنے ساتھیون کو تمھارے آنے کی بشارت دون کیونکہ اگر وے لوگ تم کو اچانک دیکھینگے تو انکو خوف ہوگا پس اُسنے جاکر بشارت دی لیکن اُسکی روح مع ساتھیون کے قبض کی گئی اور بادشاہ و اسکے ساتھی بیہوش ہوگئے جب ہوش ہوا تو انھون نے خوف و رعب سے راہ نہین پائی- کذا ذکرہ الخطیب رحہ اور تحقیق روایت سابق مین مع وجوہ مذکور ہوئی ہے واللہ تعالےٰ اعلم اور شاید تطبیق یہ ہو کہ ایک مرتبہ اُنھون نے عام طور پر اصحاب کو دیکھا پھر راہ نہین پائی اور خوف سے بیہوش ہوگئے واللہ تعالےٰ اعلم- پھر خطیب رحہ نے لکھا کہ بعد

اسکے اہل شہر مین تنازع ہوا۔ کما قال تعالےٰ اذ یتنازعون بینہم امرہم۔ درباره علامت عمارت بنانے کے فقالوا یعنی کافرون نے کہا کہ ابنوا علیہم بنیانا۔ اُنکے گرد عمارت بنادو۔ قال الذین غلبوا الخ یعنی مومنون نے مسجد کے واسطے کہا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ بعض نے کہا کہ انپر عمارت بنادو کہ وہان کوئی جانے نہ پاوے اور کوئی اُنسے واقف نہ ہو اور بعض نے کہا کہ مسجد بناؤ کہ یہان نماز پڑھین اور اُس مین دلالت ہے کہ یہ سب لوگ مسلمان تھے واللہ تعالےٰ اعلم۔ ف فی العرائس قولہ تعالےٰ وکذلک بعثناہم لیتساءلوا بینہم چونکہ باہمی سوال مین انتشار ہے اور کسی بات پر قرار نہین ہے اسواسطے شیخ رح نے اس سے اشارہ لیا کہ یہ لوگ مقام تمکین مین نہین پہونچے تھے بلکہ اول ہی وقائع غیب مین تھے اور اہل ابتدا مین سے ہین کہ مقام اُنکا بدایت معرفت وہجوم مواجید ہے اسی واسطے اس ہجوم غیب مین انکو ایمان ہوا کہ نگاہ نہین ٹھہری اور مقام قرب مین متزلزل ہوے اور اگر وے لوگ محل تمکین مین ہوتے اور سلوک مین بیدار وہوشیار ہوتے تو احساس ورسوم معاملہ سے غائب نہو جاتے بلکہ اُنکا حال اس سے مشابہ ہوتا جو ہمارے سرور عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی یعنی قرب کامل مین ثابت ہوے اور منزل اعلیٰ مین مستقیم ہوے اور انوار قدم وبقا مین مستقر ہوے مگر ہر طرح بیداری وصفائی کے ساتھ جسمین کمال تمکین تھی چنانچہ آداب عبودیت کے ساتھ فرمایا کہ لا احصی ثناء علیک مجھے محفوظ نہین کوئی ثنا جو تیری شان کے واسطے کافی ہو۔ انت کما اثنیت علی نفسک۔ تو اس ثنا کے لائق ہے جیسا تونے خود اپنی ثنا فرمائی ہے۔ اور حال یہ ہے کہ جو احکام ربوبیت حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئے اور مشاہدات عطا ہوے اگر فرض کرو کہ تمام اولین وآخرین اس لائق کرکے انپر وارد کیے جاتے تو سب کے سب ہیجان وحیران ہوجاتے عقلین پراگندہ ہوتین اور روحین اڑ جاتین اور قلوب فنا ہوجاتے اور جانین ہلاک ہوجاتین لیکن مریدون ومحبین وعاشقین کے واسطے زمانہ سکر کیا خوب ہوتا ہے کہ سکر وصال انکو قیل وقال واشتغال سے لے لیتا ہے اور انوار جمال وجلال مین غائب کر دیتا ہے حتی کہ ذوق وصال مین تمام جہان سے کسی چیز کا احساس نہین کرتے ہین اور یہ کیسے اچھے اوقات ہوتے ہین کہ مرور زمان سے انکو کچھ خبر نہین ہوتی ہے۔ اور عاشقان جمال کے لیے زمانہ وصال بہت قلیل ہوجاتا ہے کہ تمام دہر وزمانہ اُنکے حق مین ایک ساعت مشاہدہ ہے اور تمام اہل عالم کی عمرین جمع کرو تو اُن کی منزل اُنس مین ایک لمحہ ہے پس زمانہ قرب تو قلیل ہے اور زمانہ فراق طویل ہے اور یہ غیرت عشق ہے کہ زمانہ ہجران رنگین ہے وے دن کو رات سے امتیاز نہین کرتے اور آفتاب کی گرمی وچاند کی سردی کچھ نہین پہچانتے ہین قولہ قال قائل منہم کم لبثتم الآیہ۔ مقام وصال مین ٹھہرے اور لذت جمال حاصل کی اور گفتگو مین یہ لغزش ہوئی تو نشۂ حال سے یہ سکر ہے مقام فراق مین اُنھون نے زمانہ وصال یاد کیا اور منزل وحشت مین اُنس خلوت یاد کیا اور مقام ہجر مین مشاہدہ وقرب یاد کیا۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ حبیب کے ساتھ محب کا قیام اگرچہ طول ہو مگر اُسکے نزدیک قلیل ہے اور وہ اسکو ہیچ نظر آتا ہے اگرچہ تمام زمانہ گذر جاوے کیونکہ اُسکی انتہا شوق کا حال جیسے ابتدا کا ہو پس جب مقام جذب سے مقام سلوک مین رجوع کیا اور مقام روحانیہ سے مقام بشریت مین رجوع کیا اور یہان ضرورت اسکی ہوئی جس سے انسان کی زندگی ہے تو حقائق طریقت کو کام مین لائے کما قال تعالےٰ فابعثوا احدکم بورقکم ہذہ الی المدینۃ الآیہ چونکہ مقام خلوت کی لذت اُنکو حاصل ہو چکی تھی تو سب نہ نکلے اور آخر ایک کے نام یہ مقرر کیا کہ جاکر رزق حاصل کرے اور سوال نہ کیا بلکہ کسب معاش کو اختیار کیا چنانچہ کہا فابعثوا احدکم بورقکم ہذہ۔ پھر اسکو تاکید کی کہ ورع وپرہیزگاری وتقوی اختیار کرے کیونکہ طریقت مین پرہیزگاری ضرور ہے اور یہ حقیقت کے حقوق مین سے ہے اور یہی اماموں کا دستور رہا ہے اسی واسطے شیخ ذوالنون رح نے کہا کہ نور تقوی کو نور معرفت سے برابری نہین اور

نور معرفت کو نور تقویٰ سے کمال ہے اور اسکو مراقبہ یعنی نگہداشت کا حکم دیا تاکہ کوئی اُنپر مطلع نہ ہو۔ اس مین یہ بیان بھی ہے کہ کسب معیشت مین سعی کرنا بھی توکل مین سے ہے کیونکہ اصحاب کہف بحمد اللہ کچھ مقام توکل سے خالی نہ تھے پھر بھی اُنھون نے اکتساب اختیار کیا تو یہ توکل سے منافی نہین بلکہ یہ بھی توکل مین سے ہے اور ایک اسمین یہ بیان بھی ہے کہ جو لوگ وجد و حال و مکاشفہ و مقال مین سے ہین اُنکے واسطے غذا ر محمود و لطیف طعام سے چاہیے کیونکہ اُنکی ارواح عالم قدس سے ہین اور اُنکو وہی لائق ہے جو اہل اُنس کو لائق ہے کہ کھانا پاکیزہ ہو جسکی طرف رغبت ہو اور لباس خوبصورت ہو۔ شیخ جعفر بن احمد رازی رح نے کہا کہ یوسف بن الحسین رح نے اپنے بعض اصحاب کو نصیحت کی کہ جب تو اہل معرفت کے واسطے کوئی چیز لیجاوے تو لطیف لیجائیو کیونکہ اللہ تعالے قصہ اصحاب کہف مین خریدار طعام کو فرمایا کہ ولیتلطف متر جم کہتا ہے کہ معنی یہ لیے کہ رزق مین لطیف و پاکیزہ کو تکلف سے حاصل کرے فافہم۔ اور وصیت کی کہ جب تو زاہدون و عابدون کے واسطے کوئی چیز لیجاوے تو جیسی ملے ویسی لیجا کیونکہ وے لوگ ہنوز اپنے نفس کو ذلیل و خوار کرنے مین مصروف ہین اور اُسکو خواہش کی چیزون سے روکتے ہین۔ شیخ ابو عبد الرحمن رح نے فرمایا کہ مین نے حضرت ابو عثمان مغربی سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ مریدین کا ارفاق بعنف سے یعنے انمین کوئی لطافت نہین بلکہ سختی ہے اور عارفین کا ارفاق بلطف ہے یعنی مرفق انکے واسطے لطیف چاہیے۔ شیخ اُستاد رح نے ولیتلطف کو لطف خلق کے معنی مین لیا یعنی جس سے کوئی چیز خریدنا اُسکے ساتھ حسن خلق و لطف کا برتاؤ رکھنا پس وصیت حسن خلق کی ہے اور کہا جاتا ہے کہ جو شخص اہل معرفت سے ہو اُسکو موٹا لباس اور موٹا جھوٹا کھانا موافق نہین ہے اور کہا جاتا ہے کہ جو لوگ مجاہدہ و ریاضت مین ہون اُنکے لائق موٹا لباس و موٹا مہین کھانا ہے اور جو شخص معرفت کے مرتبہ پر پہونچ گیا اُسکو نہین موافق ہر گز عمدہ کھانا لطیف اور خوبصورت کپڑا کیونکہ اُسکو جمیل سے رغبت ہے۔ قولہ تعالے ربہم اعلم بہم۔ اسمین بیان ہے کہ یہ قوم یعنی اصحاب کہف مشاہدہ جلال ازل مین ایسے مرتبہ کو پہونچے تھے کہ دریاے توحید مین غرق ہو کر انھون نے جواہر توحید و اسرار محبت و قرب وصال مین سے وہ کچھ حاصل کیا تھا کہ اغیار کو اُنپر اطلاع نہین ہو سکتی ہے لہذا غیر سے اُنکے حال کا وقوف رفع کیا گویا ظاہر فرمایا کہ سطوات عزت و قہر ربوبیت نے مستولی ہو کر انکو فنا کر دیا ہے پس حاصل یہ ہوا کہ موجود مین فانی ہونے کے اس مقام پر وہ پہونچے ہین کہ نظر اغیار اُنسے بالکل محجوب ہے اور مشاہدۂ قدم سے جس منزل کو اُنھون نے پایا ہے غیر نہین دیکھ سکتا ہے۔ ابن عطا رح نے کہا کہ ربہم اعلم بہم یعنی اُنکا رب ہی اُنسے آگاہ ہے کہ کیسے عجائب قدرت و لطائف صنعت اُنپر ظاہر فرمائے ہین اور اُنکو آیات بینہ بتادیا پس اغیار اُنپر مطلع نہین ہو سکتے پھر اللہ تعالے نے اہل کتاب کے اقوال جو اٹکل سے کہتے تھے دربارہ شمار اصحاب کہف کے مع اشارت تحقیق بیان فرمایا۔

سَيَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ

پوچھے تو کہینگے کہ | تین تھے | چوتھا | اُنکا کتا | اور کہینگے کہ | پانچ ہین | چھٹا اُنکا | کتا ہے | غیب کی گفتگو

وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۥ ۣ فَلَا

اور کہینگے کہ | سات ہین | اور اُنکا آٹھوان اُنکا کتا ہے | تو کہدے کہ میرا رب خوب جانتا ہے اُنکا شمار نہین اُنکو جانتا کوئی | مگر قلیل لوگ | پس

تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۣ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ۝

نہ گفتگو کر اُنکے بارہ مین مگر سرسری | ظاہر طور پر | اور مت فتوی لیجیو اُنکے بارہ مین ان گون مین سے کسی سے بھی

قصہ اصحاب کہف ختم ہونے اور سوال کا جواب ہو جانے کے بعد اللہ تعالے نے اسقدر رمز سے آگاہی دی کہ لوگ اُنکی تعداد مین مختلف ہین پس

سوال مذکور جوکہ امتحان کی غرض سے کافرون نے پیش کیا تھا اُسپر مزید اعلام فرمایا کہ ان لوگون کے اُنکی تعداد مین مختلف اقوال ہین اور بعض
نادانی سے بلا دلیل اٹکل سے اُنکی تعداد مین کلام کرتے ہین اور اس کلام الٰہی مین ایک لطیف بیان اور علم ہے جسکی جانب انشاء اللہ تعالےٰ
اشارہ آویگا اور یہان تین اقوال بیان فرمائے بقولہ۔ سَيَقُولُونَ حرف سین زبان عرب مین زمانہ استقبال کے واسطے مخصوص ہے تو
ظاہر ہوتا ہے کہ اُنکا اختلاف پہلے سے نہ تھا بلکہ اب آیندہ ہوگا حالانکہ اہل کتاب کا اختلاف پہلے سے ہے تو جواب یہ ہے کہ معنی کلام کے یہ
ہین کہ اہل کتاب یہ قصہ سُنکر اُنکی تعداد بیان کرنے مین اختلاف کرینگے گویا یون کہا کہ بعد اس قصہ کے تو ان لوگون سے جو جاننے کا دعویٰ کرتے
ہین اور امتحان کا سوال پیش کرتے ہین اُنکی تعداد دریافت کر تو تجھے یہ جواب دینگے کہ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ای ہم ثلثہ حال کون الکلب
جاعلہم اربعۃ یعنی ثلثہ خبر مبتدائے محذوف ہے اور رابعہم کلبہم جملہ حال ہوا اور واحدی رح نے ابو علی الفارسی رح سے نقل کیا کہ یہان جملہ پر واؤ
حالیہ نہین ہے حالانکہ جب اسمیہ جملہ حال ہوتا ہے تو واو حالیہ آتا ہے تو اسوجہ سے نہین آیا کہ جملہ اول ہم ثلثہ متضمن ذکر واو ہے یعنی ثلثہ کے بعد
رابع ہوتا ہے تو اور ایک زائد ہوا۔ اور یہی حال ہے قولہ۔ وَيَقُولُونَ اے وسیقولون خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ غرضکہ چھ تک
عدد مین ایک ایک کی ترقی سے متضمن حرف عطف ہے جسکے اظہار واو کی ضرورت نہین ہے سات پر آکر ایک عقد پورا ہو جاتا ہے۔ بالجملہ یہ
دو قول بیان فرمائے کہ بعض تو یہ بیان کرینگے کہ تین وے اور چوتھا اُنکا کُتّا تھا مفسرین نے کہا کہ یہ نصاریٰ کا قول ہے جو عرب کے نصاریٰ سے
نجران کہتے تھے اور بعض یہ بیان کرینگے کہ پانچ تھے اور چھٹا اُنکا کُتّا تھا اور بیضاوی مین ہے کہ یہ یہود کا قول تھا اور سدی رح سے مروی ہے
کہ یہ بھی نصاریٰ کے ایک فریق کا قول ہے اور بعض نے اسی کو ٹھیک خیال کیا یعنی دونون قول نصاریٰ کے ہین اور ظاہراً اسکی وجہ یہ ہے کہ
محمد بن اسحٰق نے تاریخ مین اصحاب کہف کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی باقی اُمت مین سے خیال کیا ہے ولیکن پہلے گذرا کہ یہود بھی انکے قائل تھے
اور انھین نے انکو سوال مین پیش کیا تھا پس اگر یہ اُمت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوتے تو یہود اُنکے دشمن ہوتے علاوہ اسکے یہ واقعہ ایسے قریب زمانہ کا
ہوتا کہ اس سے بہت لوگ واقف ہوتے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے ان دونون قولون کو مردود کر دیا بقولہ۔ رَجْمًا بِالْغَيْبِ۔ یہ مصدر فاعل یقولون سے
حال ہے بتاویل اسم فاعل اے راجمین بالغیب۔ اور رجم دراصل پتھر پھینکنا اور غائب پر پتھر پھینکنا ایک محض اٹکل ہوتی ہے کہ جو بیکار جاتا ہے
اور اگر شکار کے لگ بھی گیا تو بلا قصد لگا کیونکہ غائب اسکو معلوم نہ تھا پھر یہ کلمہ کنایہ ہوگیا ہر ایسی بات سے جو گمان واٹکل سے کہی جاوے اور
اُسپر کوئی دلیل وشاہد علمی نہ ہو کما قال الطیبی والخطیب وغیرہما۔ خلاصہ یہ ہوا کہ یہ دونون کہنے والے اٹکل سے بلا دلیل یہ تعداد بیان کرتے
ہین اور اٹکل سے سچائی نہین ملتی ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہان تین قول بیان کیے ہین تو اسمین دلالت ہے کہ چوتھے قول کا کوئی
قائل نہین ہے یعنی چوتھا قول یہان نہین ہے پھر جب دونون قول اولین کو ضعیف کر دیا کہ رجم بالغیب ہین تو باقی تیسرا قول معلوم ہوا کہ
صحیح ہے اور مترجم کہتا ہے کہ تین قول بیان فرمائے ان تین کے کہنے والے موجود تھے اور شاید کہ جو بات صحیح ہے اُسکا کہنے والا کوئی نہ ہو تو
اس سے یہ یقین نہین ہوسکتا کہ تیسرا قول صحیح ہے ہان بعض آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحیح تیسرا قول ہے یعنی قولہ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ
كَلْبُهُمْ اور ایک فریق کہینگے کہ سات تھے اور آٹھوان اُنکا کُتّا تھا۔ اس قول کی نسبت یہ نہین فرمایا کہ رجم بالغیب ہے اور جب اول دونون
کو رجم بالغیب کہا تو اسمین دلالت نکلی کہ اُنکے سوائے تیسرا قول رجم بالغیب نہین ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہان وثامنہم پر واو عطف بیان کیا
بخلاف اول ودوم کے تو اس واو سے یہ معنی ہین کہ تیسرا فریق کہیگا کہ سات تھے پھر فرمایا کہ وثامنہم کلبہم اور اس قول پر مقرر رہا کہ آٹھوان کُتّا
ہے پس واو عطف سے آٹھوان بیان کر کے گویا مقرر کر دیا کہ سات تھے لیکن وارد ہوتا ہے کہ اسکے آگے فرمایا۔ قُلْ رَّبِّيٓ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ تو کہدے

کہ میرا رب اُنکے شمار سے خوب آگاہ ہے۔ مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ اُنکو کوئی نہین جانتا مگر قلیل یعنی قلیل لوگون کے سوا ے کوئی
نہین جانتا ہے۔ یہ کلام دلالت کرتا ہے کہ انکی تعداد کا علم اللہ تعالےٰ کی طرف سپرد ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے جواب دیا کہ اس سے یہ
مراد ہے کہ ایسی باتون مین زیادہ خوض و اختلاف کرنا نہین چاہیے بلکہ اللہ تعالےٰ کے سپرد کرنا چاہیے کیونکہ اس سے کوئی امر شرعی متعلق
نہین اور نہ کوئی کمال نفس ہے۔ اور یہ مراد نہین کہ سواے اللہ تعالےٰ کے کوئی نہین جانتا کیونکہ خود ہی قلیل کو مستثنیٰ فرمایا ہے تو معلوم ہوا
کہ قلیل اُسکو جانتے ہین۔ تو اُنکے واسطے دلیل و برہان ہوگی۔ قتادہ رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ مین بھی ان قلیل مین سے ہون
جنکو اللہ تعالےٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے وے سات تھے۔ ایسا ہی عطاء خراسانی نے ابن عباس سے روایت کیا۔ اور ابن جریر رح نے کہا کہ حدثنا
محمد بن بشار قال حدثنا عبد الرحمن بن مهدی حدثنا اسرائیل عن سماک بن حرب عن عکرمة عن ابن عباس قال انا من القلیل کانوا سبعة۔ یعنے
ابن عباس نے کہا کہ مین بھی قلیل مین سے ہون وے سات آدمی تھے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ روایتین ابن عباس سے صحیح اسانید
کے ساتھ ہین۔ اور محمد بن اسحق نے عبد اللہ بن ابی نجیح سے اُسنے مجاہد رح سے روایت کی کہ مجھ سے حدیث بیان کی گئی ہے کہ اُن مین بعضے
ایسے کم سن تھے کہ ہنوز اُسکی گردن مین چاندی کی ہنسلی پڑی تھی۔ پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اصحاب کہف کے بارہ مین جدال سے
منع فرمایا بقولہ۔ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا اور مت جدال کیجیو اصحاب کہف کے بارہ مین۔ مگر مراء ظاہر یعنی سرسری کلام
سے تنبیہ کر دینا کافی ہے۔ رازی رح نے لکھا یعنی انکی تعداد مین اہل کتاب کی خواہ مخواہ تکذیب کرنا کچھ حاصل نہین یعنی جیسے رسول پر
واجب ہے کہ مشرکون و بدکارون کے شرک و بدکاری کو رد کرے ویسے یہان اصحاب کہف کی تعداد مین رجماً بالغیب والون پر رد کرنا
لازم نہین کیونکہ یہ کوئی امر شرعی نہین ہے پس اگر وے جھوٹ بکتے ہین تو کہا کرین رازی نے کہا کہ مراء ظاہر یہ کہ اُنسے صرف اسقدر کہنا
کافی ہے کہ تمھارے اس عدد معین کرنے پر کوئی دلیل موجود نہین ہے۔ وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا ان مین سے کسی سے اصحاب کہف
کے بارہ مین کچھ مت پوچھ۔ ابن عباس رض نے کہا یعنی جو ہم نے تجھپر نازل فرمایا وہ کافی واضح ہے اس سے زیادہ کچھ ضرور نہین ہے اور
مقصود اس سے اہل اُمت کو تنبیہ ہے کہ اہل کتاب سے اصحاب کہف کے حالات نہ پوچھین کیونکہ وہ بیباک ہین شاید جھوٹ باتین
بتا دین تو اُس کی تصدیق کرلین اور شاید بعض باتین سچ کہین اور اس کی تکذیب کیجاوے اور اس کا کوئی حاصل نہین ہے تو پوچھنا
بیکار ہے بلکہ متضمن خطرات ہے۔ واضح ہو کہ اہل تفسیر نے یہان اصحاب کہف کے نام بھی بیان کیے ہین چنانچہ اول مین بھی خطیب سے
اُنکے نام نقل ہو چکے ہین اور اس مقام پر خطیب نے لکھا کہ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ اُنکے نام یہ ہین مکسلمینا و تملیخا و مرطونس و بدیونس
و دونواقس و کشفططونس و مسلمینا۔ اور امام رازی نے کبیر مین لکھا کہ اُنکے نام یہ ہین کہ مکسلمینا و تملیخا و مسلمینا۔ اور یہ تین آدمی بادشاہ کے
داہنی جانب والے ہین اور مرنوش و دبرنوش و شاذنوش۔ اور یہ بادشاہ کی بائین جانب والے ہین ان لوگون سے بادشاہ مہمات مملکت
مین مشورہ لیتا تھا اور ساتوان کشفططونس اور یہ چرواہا تھا جو اُنسے موافق ہو گیا تھا جب بھاگے ہین اور مترجم کہتا ہے کہ شاید بائین جانب
والون کے نام بطور لقب کے بیان کیے ہون۔ اور شیخ ابن کثیر رح نے محمد بن اسحق کی روایت مین لکھا کہ اُنکے نام یہ ہین مکسلمینا اور وہ سب مین
بزرگ تھا اور اُسی نے سب کی طرف سے بادشاہ سے گفتگو کی تھی اور محشلینا و تملیخا و مرطونس و کسطونس و بیرونس و دنیموس و بطونس و قالوس
شیخ نے لکھا کہ اسیطرح اس روایت مین واقع ہوا ہے یعنی یہ تعداد نو ہین اور شاید کہ ابن عباس کا یہ کلام ہو گا کیونکہ اُنسے صحیح روایات مین
سات ہین پس محتمل ہے کہ محمد بن اسحق نے اپنی طرف سے بیان کیا ہو یا کسی راوی نے زیادہ گنا ہو واللہ اعلم اور لکھا کہ اصحاب کہف کے نام ان

ناموں سے رکھنا اور کتے کا نام حمران وغیرہ رکھنا اُسکے صحیح ہونے مین تامل ہے اور غالباً یہ نام وغیرہ اہل کتاب سے لیے گئے ہین حالانکہ اللہ تعالیٰ
نے منع فرمادیا ہے اشارہ سے کہ اہل کتاب سے اس بارہ مین کچھ مت پوچھو کیونکہ صحیح معلوم ہوجاوے تو کچھ فائدہ مترتب نہین ہے ف علماء نے
اسمین کلام کیا کہ قولہ تعالےٰ ویقولون سبعۃ وثامنھم کلبھم مین واو عاطفہ ہے اور پہلے دونون جگہ واو عاطفہ نہین ہے تو یہ واو کیسا ہے اور اول
مین ہم نے واحدی سے نقل کیا کہ ابوعلی الفارسی رح نے بدون واو کے توجیہ مین کہا کہ جملہ اول متضمن واؤ ہے حالانکہ تیسرے قول مین بھی ویسی ہی
ترکیب ہے پھر یہان واو کا اظہار ہے۔ پھر اگر جواب دیا جاوے کہ مضمر کرنا اور ظاہر کردینا دونون جائز ہے تو اسمین کچھ شک نہین ولیکن سوال
یہ ہوگا کہ یہان اظہار مین فائدہ کیا ہے۔ اسکے جواب کے لیے انتظار کرنا چاہیے۔ اور یہان دوسرے علماء کے اقوال نقل کیے جاتے ہین اخفش و
کوفیون کی راے مین یہ واو زائد ہے کیونکہ اصل معنی کے فائدہ دینے مین واو کے ہونے یا نہ ہونے کو کچھ دخل نہین ہے۔ یہ کرخی نے نقل کیا ہے
اور مترجم کہتا ہے کہ اسمین یہ مراد نہین ہوسکتی کہ اصل معنی کے سواے اس واو کو کسی مزید معنی کے افادہ مین دخل نہین ہے کیونکہ اس صورت
مین لازم آویگا کہ ایک محض بیفائدہ حرف داخل ہے اور یہ قرآن مجید مین محال ہے تو قول وہ کہنا چاہیے جو بیضاوی رح کی تفسیر مین ہے کہ
یہ واو زائد اسی فائدہ کے وسطے ہے کہ صفت کا لصوق موصوف کے ساتھ ہو اور دلالت پائی جاوے کہ موصوف کا اس صفت سے
متصف ہونا امر ثابت ہے۔ اور اسی طرف زمخشری نے میل کیا اور اسی کو ابن ہشام نے مغنی مین اختیار کیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہان معنوی
فائدہ اس سے خواہ واو عاطفہ ہو یا زائد ہو ایک نکتہ ظاہر ہے کہ یہ کلب ہر قول پر انکے ساتھ ہے اور بمنزلہ اتصاف بصفت کے ہے ولیکن
دونون قول سابق مین واو مقدر ہے اور تیسرا قول جو مختار ہے اسمین اظہار ہے کہ یہ کتا اُنسے علیحدہ مگر شمول رحمت مین انکے ساتھ ہے اور
ان سات کے ساتھ یہ آٹھوان شمار ہے ولیکن ان سب کا درجہ یکسان بڑھا ہوا ہے اور یہ اس درجہ پر نہین ہوسکتا ہے اور اول دونون
قول مین یہ معنی ظاہر نہین ہے فافہم واللہ تعالےٰ اعلم۔ پھر واضح ہو کہ بعض کے نزدیک واو عاطفہ ہے گویا فریق ثالث کا قول یہ ہے کہ ہم سبعۃ
اور اللہ تعالےٰ نے مزید فرمایا وثامنھم کلبھم۔ اور بعض نے کہا کہ واو حال ہے۔ ابن ہشام رح نے کہا کہ ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ واو ثمانیہ ہے
یعنی سات کی گنتی کے بعد آٹھ پر واو لایا جاتا ہے اسکو واو ثمانیہ نام رکھا ہے چنانچہ ادبا مین سے مانند حریری وغیرہ کے اُسکے قائل ہین اور نحویون مین
سے مانند ابن خالویہ وغیرہ کے اور مفسرین مین سے مانند ثعلبی رح کے اسکے قائل ہین ولیکن اسکو کوئی نحوی نہین پسند کرسکتا اس لیے کہ اُس سے
نہ کوئی حکم اعرابی متعلق ہے اور نہ کوئی معنوی بھید اسمین موجود ہے کہ سات کے بعد آٹھ پر واو آیا کرے۔ کافیجی رح نے اُسکی توجیہ مین کہا کہ یہ واو
کوئی جدید نہین بلکہ درحقیقت واو عطف ہے ولیکن چونکہ اسکا استعمال ایک محل خاص کے ساتھ ہوتا ہے یعنی شمار مین سات کے بعد آٹھ پر
واو ہوتا ہے تو متضمن امر غریب داعتبار لطیف ہے اسوجہ سے اُسکا نام بھی خاص کردیا اور واو ثمانیہ رکھا بوجہ مناسبت سبعہ کے کیونکہ سبعہ
اُنکے نزدیک عقد کامل ہوگیا کیونکہ مراتب اعداد مین اکثر اصول کو شامل ہے جیسے ہمارے شمار مین دس ہے تو آٹھ سے وے الگ جدید عقد
شروع کرتے ہین تو ان دونون مین ایک وجہ سے اتصال و ایک وجہ سے انفصال ہے اور یہی مقتضی عطف ہے مترجم کہتا ہے کہ کبھی نہین
کیونکہ شمار اعداد میں دوسرا عقد ہو ۱۲
سے فقط وجہ اتصال کا لحاظ کرتے ہین جہان سات کے بعد ایک ہی نسق سے ارتباط مقصود ہوتا ہے تو واو عطف نہین لاتے ہین پس توجیہ مذکور
اس بیان کے واسطے ہے کہ واو لانا اس مراد سے ہے اور یہ غرض نہین کہ وہ ضروری ہے پس قفال رح نے جو اعتراض کیا کہ واو ثمانیہ کچھ چیز نہین
ہے بدلیل قولہ تعالےٰ ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر۔ حالانکہ سات صفات کے بعد آٹھوین پر
واو نہین ذکر کیا۔ تو یہ اعتراض وارد نہین ہوتا کیونکہ واو مذکور ضروری نہین ہے اور یہان صفات کو ایک نسق مین شمار کرنا مقصود ہے جنین

کوئی جہت فصل کی مراد نہین ہے اور نظیر واو ثمانیہ کی تین آیات مین موجود ہے ازانجملہ قولہ تعالے والناہون عن المنکر کہ سات کے بعد الناہون کو واو سے بیان کیا۔ اور قولہ تعالے جاؤہا وفتحت ابوابہا۔ یہ جنت کے بارہ مین بواو ہے اور وہین جہنم کے بارہ مین بدون واو ہے کیونکہ ابواب جہنم سات ہین اور ابواب جنت آٹھ ہین اور قولہ تعالے ثیبات وابکارا کیونکہ صفات بدون واو ذکر کرکے آٹھوین مین بواو بیان فرمایا ہے۔ فافہم واللہ اعلم۔ سابق مین گذرا کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے قصہ اصحاب کہف پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مین کل جواب دونگا پس وحی مین پندرہ روز تاخیر ہوگئی اور آپ محزون وغمگین ہوے اور نازل ہوا قولہ تعالے

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَایْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ز وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى

اور مت کہیو کسی چیز کو کہ مین اُسکو کرنے والاہون کل کے روز مگر یہ کہ اللہ تعالے چاہے اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جاوے اور کہہ کہ قریب امید ہے

أَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ۝

کہ ہدایت دے مجھے میرا رب اس سے بھی زیادہ نزدیک کے از راہ رشد کے

اسمین اللہ تعالے کی طرف سے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے ایک ادب کا جب کہ کسی چیز کے کرنے کا عزم ہو آیندہ زمانہ مین تو فرمایا وَلَا تَقُولَنَّ۔ اور مت کہیو لِشَایْءٍ کسی چیز کے بارہ مین یعنی جسکے کرنے کا عزم ہو کہ إِنِّي فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا مین اسے کردینے والا ہون کل کے روز۔ یعنی یون مت کہو کہ مین کل کے روز اس بات کو کرونگا۔ کل کی کوئی خصوصیت نہین ہے زمانہ مستقبل مراد ہے تو کسی آیندہ وقت کے حق مین کسی بات کے کردینے کا دعوی نہ کرے۔ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر اس شرط کے ساتھ کہ کردونگا اگر اللہ تعالے نے چاہا۔ اور یہ استثناء اعم احوال سے ہے یعنی کسی حال مین یہ مت کہہ الا بحال مشیت الٓہی عز وجل۔ رازی رح وغیرہ نے لکھا کہ اسمین سبب یہ ہے کہ جب آدمی نے کہا کہ مین یہ کام کردونگا فلان وقت تو کچھ ابعد نہین کہ اُسوقت سے پہلے مرجاوے اور یہ بھی بعید نہین کہ اگر زندہ رہے تو ایسے موانع مجبوری کے پیش آوین کہ اسکو نہ کرسکے تو اس حالت مین اُسکی بات لغو ہوگی اور انبیاء علیہم السلام سے یہ زیادہ بعید ہے لہذا حضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر واجب کردیا کیونکہ جب مشیت الٓہی پر موقوف رکھا ہو تو پورا نہ ہونے سے کچھ لازم نہین ہے ولیکن واضح رہے کہ وقت وعدہ کے اُسکے دل مین قصد اُسکے پورا کرنے کا ہوا ور اگر اسوقت قصد نہ ہو تو آدمی باطن مین جھوٹا ہوگا۔ بالجملہ لازم ہے کہ اللہ تعالے کی مشیت پر اسکو چھوڑے جو ہونے والا ہے کیونکہ غیب کا علم اُسی کو ہے کہ ہوگا یا نہین اور اگر ہوگا تو کس کیفیت سے ہوگا چنانچہ صحیحین مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے قسم کے ساتھ کہا کہ مین اُس رات اپنی ستر عورتون اور ایک روایت مین اپنی نوے عورتون اور ایک روایت مین اپنی سو عورتون کے پاس جاؤنگا یعنی اپنی بیبیون و باندیون کے پاس رہونگا تو ہر عورت اُنمین سے ایک لڑکا جنیگی جو اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کریگا پس فرشتہ نے اُس سے کہا کہ کہہ انشاء اللہ تعالے مگر سلیمان نے نہ کہا یعنی یہ توفیق نہ پائی پھر ان جورؤون کے پاس گئے مگر اُنمین سے کوئی عورت نہ جنی سواے ایک عورت کے جو آدھا بچہ ڈال گئی پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُسکی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ اگر سلیمان انشاء اللہ تعالے کہتا تو قسم مین حانث نہ ہوتا اور اپنی مراد پا جاتا اور ایک روایت مین ہے کہ تو وے سب لڑکے ہوتے جو سوار ہوکر اللہ تعالے کی راہ مین جہاد کرتے۔ بعض نے کہا کہ قولہ الا ان یشاء کے یہ معنے ہین کہ الا ان یاذن اللہ یعنی مگر جب کہ تجھے اللہ تعالے اجازت دے۔ پس حاصل یہ ہوگا کہ کسی چیز کے کرنے کو اپنی طرف سے مت کہا کرو اور اُسوقت کہا کرو کہ جب اللہ تعالے کی طرف سے اجازت ہو۔ اس صورت مین اس کلام سے یہ بیان ہوا کہ اللہ تعالے قادر مختار ہر کسی کا اُسپر

حکم نہین ہے تو کوئی یہ نہین کہہ سکتا کہ ایسا کرینگے پھر اللہ تعالےٰ اُسکو کردے کیونکہ اُسکو اختیار ہے کہ پورا کرے یا نہ کرے۔ مترجم کہتا ہے کہ مآل دونون کا قریب قریب ایک ہی ہے لیکن دوسرے معنی مین یہ حکم مخصوص نشان نبوت ہوگا کہ کسی چیز کے کرنے کو نہ کہے جبتک اجازت ازجانب حق تعالےٰ منہو جاوے اور اول معنی مین ہر ایک کہہ سکتا ہے لیکن اسی شرط کے ساتھ کہ اللہ تعالےٰ چاہے۔ اور اسی کو جمہور نے اختیار کیا ہے۔ بسراج مین لایا کہ بہت سے فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی جورو سے کہا کہ تجھے انشاءاللہ تعالےٰ طلاق ہے تو عورت پر طلاق نہین واقع ہوگی کیونکہ جب اسنے اللہ تعالےٰ کی مشیت پر معلق کیا تو جب ہی واقع ہوگی کہ ہمکو مشیت الٰہی اس عورت پر وقوع طلاق کی معلوم ہو اور وہ ہم سے پوشیدہ ہے ہم اسکو جان نہین سکتے مگر اس طور پر کہ اس عورت پر طلاق کسی طرح واقع ہوجاوے تو مشیت ہونا جب ہی معلوم ہو کہ طلاق پڑ جاوے اور طلاق پڑنا جب ہی معلوم ہو کہ مشیت ہو تو یہ دور ہے کہ ہر ایک کا جاننا دوسرے کے جاننے پر موقوف ہے پس طلاق واقع نہ ہوگی۔ اقول یہی امام ابوحنیفہ رح کا قول ہے کہ طلاق یا قسم یا معاہدہ وغیرہ جس عقد کے ساتھ ملاکر انشاءاللہ تعالےٰ کہا جاوے وہ عہد نہین رہتا حتی کہ اگر قسم کھائی کہ انشاءاللہ تعالےٰ ایسا کرونگا پھر نہ کیا تو کچھ کفارہ وغیرہ نہین ہے اور طلاق مین بھی جیسا کہ مذکور ہوا طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر معاہدہ وغیرہ کے آخر مین انشاءاللہ تعالےٰ لکھا تو عہد لازم نہین رہا۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ اور یاد کر اپنے رب کو جب تو بھول جاوے۔ ابن عباس رض نے کہا یعنی جب انشاءاللہ تعالےٰ کہنا بھول جاوے رواہ الطبرانی اور دوسری روایت مین ہے کہ یعنی جب انشاءاللہ بھول جاوے تو جس وقت یاد آوے استثناء کہہ لے اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے اور ہم مین سے کوئی اسطرح پیچھے استثناء نہین کرسکتا ولیکن قسم وغیرہ مین ملاکر استثناء کرے۔ ابوالعالیہ و حسن بصری نے کہا کہ جب استثناء بھولے تو وقت یاد ہونے کے انشاءاللہ تعالےٰ کہہ لے۔ ابن عباس رض سے روایت ہے کہ جس نے قسم کھائی اسکو چاہیے کہ جب انشاءاللہ تعالےٰ یاد آوے کہہ لے اگرچہ سال بھر ہوجاوے۔ کذا فی تفسیر الامام الحافظ رح اور سراج وغیرہ مین ہے کہ کلام کو بغیر انشاءاللہ تعالےٰ کہنے بعد پھر انشاءاللہ تعالےٰ ملانے مین اختلاف ہے ابن عباس رض نے کہا کہ اگر مدت دراز کے بعد استثناء یاد آوے اور وہ استثناء کہے تو قسم کا حنث دور ہونے کو کافی ہے۔ طاؤس سے روایت ہے کہ اسی مجلس مین استثناء ملسکتا ہے۔ عامہ فقہاء کے نزدیک جب تک کلام مین ملاکر نہ کہے اُسکا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور لکھا کہ ابن عباس نے اسطرح استدلال کیا کہ قول تعالےٰ واذکر ربک اذا نسیت کسی وقت معین کے واسطے مخصوص نہین ہے بلکہ جملہ اوقات کو شامل ہے تو اس سے لازم آیا کہ جس وقت یاد کرے استثناء صحیح ہوگا۔ عامہ فقہاء کی دلیل یہ ہے کہ اگر اسطرح استثناء مراد ہو تو لازم آوے کہ کوئی عقد و کوئی عہد دنیا مین درست نہ ہو چنانچہ نقل ہے کہ خلیفہ منصور بغدادی نے سنا کہ ابوحنیفہ رح نے استثناء منفصل مین ہمارے دادا حضرت ابن عباس سے مخالفت کی ہے اسطرح کہ ابن عباس کے نزدیک علحدہ کلام سے مدت کے بعد انشاءاللہ تعالےٰ کہنا کافی ہوتا ہے اور ابوحنیفہ کا قول ہے کہ نہین مفید ہے تو ابوحنیفہ کو طلب کیا اور اُنسے اس خلاف مین انکار کیا تو ابوحنیفہ رح نے کہا کہ اسکا وبال تیری ہی طرف رجوع کریگا کیونکہ تو لوگون سے اپنی خلافت کی بیعت قسم سے لیتا ہے تو کیا تو راضی ہے کہ یہان تیرے پاس بیعت پر عہد قسم سے دیجاوین اور باہر نکل کر انشاءاللہ کہہ لین تو اُنپر تیری بیعت پوری کرنا لازم نہ ہوئی۔ یہ سنکر ابوحنیفہ رح سے راضی ہوگیا اور انکی دلیل کی بہت تعریف کی۔ مترجم کہتا ہے کہ ابن عباس رض سے جو کلام خطیب رح نے نقل کیا اور جو استدلال ذکر کیا درحقیقت وہ کلام ابن عباس کا نہین ہے اور نہ اُنکا یہ استدلال ہے بلکہ اُنکے کلام اصلی سے یہ کلام ماخوذ کیا اور کلام کے موافق یہ استدلال بنا دیا گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ مجاہد رح نے اُنسے روایت کی کہ جس آدمی نے قسم کھائی ہو اور

انشاء اللہ تعالے بھولا تو وہ شخص انشاء اللہ تعالیٰ کہے اگرچہ یہاں بھر ہوگیا ہو۔ اس سے لوگون نے سمجھا کہ اُنکا مطلب یہ ہے کہ قسم کا حنث دور
ہونے کو کافی ہے اور وہ پھر حانث نہ ہوگا اور خیال کیا کہ اُسکی دلیل یہ ہوگی کہ قولہ اذا نسیت سے وقت تذکر عام نکلتا ہے پس یہی اُنکی
دلیل بیان کی اور صحیح یہ ہے کہ مطلب ابن عباس رضہ کا یہ ہے کہ جب وہ استثناء بھول گیا تو سنت یہ ہے کہ جب یاد آوے استثناء کہے
پس سنت کا ثواب پاویگا اور غفلت کا گناہ اس سے ساقط ہو جائیگا اگرچہ قسم مذکور مین حانث ہو چکا ہو تب اسکو یاد آوے تب بھی
کہہ لے اور رہا حانث ہونے کا حکم تو یہ اُسپر لازم رہیگا جب کہ اُسنے ملا کر نہیں کہا ہے جب کہ دوسری روایت طبرانی کی جو اوپر مذکور ہوئی
شاہد ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے ابن جریر رح سے بھی تاویل نقل کر کے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور ابن عباس کے کلام کی تاویل کے واسطے یہی معنے
لائق ہین واللہ تعالے اعلم۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ آیت مین ایک معنی دیگر نکلتے ہین قولہ واذکر ربک اذا نسیت یعنی جب تو بھولے تو
اپنے رب کو یاد کر پس تعلیم ہے کہ نسیان کے وقت اللہ تعالے کی یاد کرنی چاہیے کیونکہ نسیان از جانب شیطان ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ
نے فرمایا وما انسانیہ الا الشیطان ان اذکرہ یعنی مجھے اُسکی یاد مین لانے سے شیطان ہی نے بھلا دیا تھا پس نسیان از جانب شیطان ہے
اور رب عز وجل کی یاد اس نسیان کو دور کرنے والی ہے۔ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا اور تو کہہ کہ نزدیک
امید ہے کہ مجھے میرا رب ہدایت دے اس سے زیادہ قریب کی۔ رَشَدًا از راہ رشد وصواب کے یعنی زیادہ صواب ورشد کی مجھے ہدایت
دیدے اور معنی یہ ہین کہ جب تجھ سے کوئی چیز پوچھی جاوے جسکو تو نہین جانتا ہے تو اسکے واسطے اللہ تعالے سے سوال کر اور اسکی طرف
متوجہ ہو کہ اس بارہ مین تجھے بہتر رشد وصواب کی توفیق دے اور تجھکو آگاہ کر دے۔ ذکرہ الامام اور سراج مین لکھا کہ یہ معنی بھی ہو سکتے
ہین کہ قصہ اصحاب کہف بیان کرنے سے میری صدق نبوت پر دلیل دی تو مجھے اور بھی زیادہ رشد کی اُمید ہے چنانچہ اس سے زیادہ دلیل
انبیاء علیہم السلام کے حالات واخبار غیب دیے جو صدق نبوت وتحقیق رسالت حضرت خاتم المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم پر نہایت
واضح دلائل ہین۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ولا تقولن لشیء انی فاعل ذلک غدا الآیہ۔ اللہ تعالے نے اپنے حبیب اکرم صلے اللہ علیہ
وسلم کو منازل عبودیت ومشاہد ربوبیت مین ادب سکھلایا کہ وجود کو ظہور وجود قدیم ازلی مین محو کرے اور کل کو مقام توحید مین قائم
باللہ دیکھے اور یہ مقام عین الجمع ہے اور قدم کو حدوث سے منفرد دیکھے اور یہ محض تجرید وتفرید ہے اور علم مخلوق کو مشیت ازلی سے
منقطع کر دیا پس دو باتین بتلائین اثبات کسب یعنی مخلوق کو چاہیے کہ علم حاصل کرنے کا طریقہ جاری رکھے اور سابقہ تقدیر پر یقین
رکھے پھر قولہ الا ان یشاء اللہ سے اسرار مشیت سب پر مبہم کر دیے بعض نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خود مختار نہین چھوڑا
کہ شریعت کے سوائے اُسکے اسرار مین سے جو چاہین خبر دین بلکہ جو حق عز وجل نے خبر دی اُسی قدر خبر دینے کا اختیار دیا پھر اپنی
قدرت واسرار علوم غیب بیان کرنے کی اجازت نہین دی قولہ واذکر ربک اذا نسیت۔ اس مین تنبیہ ہے کہ جس نے مشاہدہ حق
مین اپنی نفس کو دیکھا اور اُسپر حکم کی جہت سے علوم حاصل کرنا لازم ہوا ہے اور اس سے اکتساب وسہو نفس ساقط نہین ہوا ہے تو اُسکو
حق سے نسیان ہوتا ہے کیونکہ پہلے قولہ لا تقولن لشیء الآیہ کہنے کے بعد قولہ اذکر ربک الخ دلیل ہے کہ جب کسی نے اپنی نفس کو مشاہدہ کیا تو مشاہدہ
رب عز وجل سے غائب ہوا پس اسکو یاد کر یعنے اُسکے مشاہدہ مین اپنے نفس سے غائب ہوا اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جب تو متصف بصفات
ومتحد ہوا اور تجھپر انانیت کا بھید غالب ہو پس جب تو نے مقام انانیت مین رب کو یاد کیا تو وہان التباس کو جو مکر قدم کہلاتا ہے کچھ
دخل نہین رہا تو جب قدم کو یاد کیا تو اُسکا عدم ظاہر ہو گیا اور جب اُسکا عدم ظاہر ہوا تو حدوث فانی ہو گیا اور قدم باقی رہا اور وہان

ربوبیت کے نزدیک امر عبودیت ظاہر ہوا۔اور یہان یہ بھی اشارت ہے کہ یاد کر اپنے رب تعالے کو جب کہ تو اُسکے مشاہدہ مین غائب ہوجاوے جسکو ذکر کرتا ہے تاکہ وحدانیت مین فنا رسے چھوٹ جاوے اور بقاے حق عزّ وجل کے ساتھ باقی رہے اور دیدار ابدی حاصل ہو کیونکہ اگر رب عزّ وجل کا ذکر نہ ہوا ور ذات مذکور سے اُسکے ذکر کی طرف رجوع نہ ہو تو اسمین فنا رہوجاوے اور حقائق وجود کو نہ پاوے کیونکہ مجذوب فانی کو وہ نہین ملتاہے جو سالک متمکن کو حاصل ہوتا ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ یاد کر اپنے رب کو جبکہ اُسکے مشاہدہ سے اپنا حظ فراموش ہوجاوے اور اُسکے شہود سے اپنے اوپر غائب ہوجاوے پس یاد کر تاکہ ذکر سے دیدار مذکور پر فائز ہوا ور یہ بھی اشارہ ہے کہ یاد کر رب کو جب کہ اُسکا ذکر کرنا تجھکو تجھے فراموش ہو کیونکہ مذکور کے دیدار مین ذکر کو دیکھنا درحقیقت مذکور کا نسیان ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جب حدوث اپنا فراموش ہوجاوے تو رب عزّ وجل کو یاد کرے کیونکہ اُسکا ذکر درحقیقت ذکر نہین ہوگا جب تک کہ ماسوا سے اِسکے سب فنا رنہو جاوے اور جب حدوث قدم مین فنا رہوجاتی ہے تو ذکر صافی ہوجاتا ہے اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جب نسیان ہو ہر جسم خیال اس چیز کے جو تو نے اُس سے پایا ہے تو رب عزّ وجل کو یاد کر اسلیے کہ ذکر کے مقامات مین توقف کرنا ذکر کے واسطے حقیقت مین حجاب ہے۔اور یہ بھی اشارہ ہے کہ جب نسیان تیرے نفس کا درمیان مین ہو تو رب عزّ وجل کو یاد کر کیونکہ اپنے وجود کو باقی دیکھنے سے ذکر درحقیقت الفراد کے ساتھ نہ ہوا اور قدم کو حدوث سے منفرد نہ دیکھا۔پھر حق تعالے نے خطاب مین اشارہ کیا کہ اہل معرفت کو امیدوار فرماوے کہ اعلی واقرب مراتب کے امیدوار ہین بقولہ وقل عسی ان یہدین ربی لاقرب من ہذا رشدا۔آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تمام خلق سے اللہ تعالے عزّ وجل کی جناب مین نفس معرفت واصطفائیت ازلی کے ساتھ قرب حاصل تھا لیکن بحر معرفت ازلی ناپیداکنار ہے باوجود اس کامل شرافت کے آپ کی معرفت اُسکے مقابلہ مین گویا ایک قطرہ تھی پس حق عزّ وجل نے حکم دیا کہ حقائق معرفت ازلی مین سے زیادہ مانگین اور اقرب جو وصول الوصول مین زائد قرب ہو کیونکہ حق تمام وجوہ سے غیر متناہی ہے شیخ ابن عطار رح نے کہاکہ جب تو اپنی نفس کو اور خلق کو بھول جاوے اسوقت رب عزّ وجل کو یاد کر کیونکہ اورون کے اذکار سے میرا ذکر ممتزج نہین ہوتا ہے اور شیخ جنید رح نے کہاکہ ذکر کی حقیقت یہ ہے کہ ذاکر اسمین فنا رہوجاوے اور مشاہدہ مذکور مین ذکر ہو۔شیخ شبلی رح نے کہاکہ یہ خطاب اہل حقیقت کو حقیقی نہین ہے کیونکہ محق کب حق کو فراموش کرتا ہے۔قال المترجم اس مین تامل ہے کیونکہ حقیقت ذکر موافق مذکور ہے اور مذکور جب جملہ وجوہ سے غیر متناہی ہے تو ذکر بھی غیر متناہی ہے اور مخلوق اس غیر متناہی کو متحمل نہین ہوسکتا پس غایت یہ ہے کہ اہل الحق کو حق سے فراموشی نہین ہوتی بدین معنی کہ اہل غفلت کو فراموشی ہوتی ہے یہ فراموشی اہل حق کو نہین ہو لیکن یہ کہ اہل حق کو جمیع وجوہ سے یاد ہے یہ مشکل ہے فافہم واللہ تعالے اعلم۔شیخ جنید رح سے یہ بھی مروی ہے کہ حقیقت ذکر یہ ہے کہ مذکور کے ساتھ ذکر سے بھی فراموش ہو پس قولہ واذکر ربک اذا نسیت مین اشارت ہے کہ جب ذکر کو بھی بھول جاوے تو مذکور تیری صفت ہوگی۔شیخ رح نے کہاکہ مجھے یہان ایک نکتہ ظاہر ہوا کہ حق جمیع صفات وذات سے غیر متناہی ہے اور سب کا ذکر مخلوق پر واجبی حق ہے اور صفات قدیمہ وذات پاک کا ذکر حادث سے غیر ممکن ہے تو گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا کہ جمیع الذکر مخلوقات کا اُسکی صفات پاک قدیم کے ایک ذرہ برابر نہین پہونچا پس تمام مخلوق کے تمام اوقات جو ذکر مین صرف ہون وہ درحقیقت مرتبہ نسیان مین ہین کیونکہ اس ذکر کا مرتبہ قدم تک نہین پہونچتا ہے تو گویا اشارہ ہے کہ ہر ذکر کے بعد ذکر چاہیے اور درمیان مین کچھ فتور نہ ہو کیونکہ یاد تو ہمیشہ برابر ہو جب ہو کیونکہ بعد ہر ذکر کے باقی سے نسیان ہے تو ذکر کبھی منقطع نہ ہوگا۔لہذا ارشاد ہوا کہ قل عسی ان یہدین ربی لاقرب من ہذا رشدا۔ یعنے

مجھے ایسی معرفت عطا فرماوے کہ معرفت مذکور بصفت مشاہدہ و دیدار ذات وصفات عطا ہو اسطرح کہ مین اور میرا ذکر اسمین فنا ہو۔ شیخ جنید رح نے کہا کہ ذکر کے اوپر ایک امر تبہ ہے کہ وہ رشد مین اقرب ہے اُسکے ذکر سے اور وہ تجدید نعوت ہے کہ تجھے اُسکے یاد کرنے سے تجدید ہوتی ہو قبل اسکے کہ اللہ تعالےٰ کے ذکر سے اللہ تعالےٰ کی طرف سبقت ہو۔ اور مجھے یہان ایک اور نکتہ ظاہر ہوا کہ ذکر وقت نسیان کے بدین معنی کہ جب اُسکو بزبان حدوث ذکر کیا تو یہ نسیان ہے اور اگر حقیقت ذکر چاہیے تو متصف بصفات حق ہو کر مجھے میری صفت سے ذکر کر یعنے اُس زبان سے جو مجھ سے تجھے عطا ہوئی ہے بعد اتصاف مذکور کے تاکہ اس صورت مین حقیقی ذکر پر فائز ہو۔ پھر اللہ تعالےٰ نے قصہ اصحاب کہف مین آخر آیت بیان فرمائی بقولہ

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۝ قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۚ لَهٗ

اور مدت گذری انپر اپنی کھوہ مین تین سو برس اور اوپر سے نو تو کہہ اللہ خوب جانتا ہو جتنی مدت وہ رہے اُسی پاس

غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَبْصِرْ بِهٖ وَأَسْمِعْ ۚ مَا لَهُمْ مِّنْ دُونِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۚ وَّلَا يُشْرِكُ

ہین چھپے بھید آسمان وزمین کے عجب دیکھتا اور سنتا ہے کوئی نہین بندون پر اُسکے سوا مختار اور نہین شریک کرتا

فِي حُكْمِهٖ أَحَدًا ۝۱

اپنے حکم مین کسی کو

مفسرین کے یہان دو قول ہین ایک یہ کہ یہ آیت بھی کہنے والون کے قول کا بیان ہے اور دوم یہ کہ اس آیت سے اللہ تعالےٰ نے اصحاب کہف کی مقدار لبث بیان فرمائی ہے۔ شیخ ابن جریر رح نے ذکر کیا کہ بنو اسرائیل نے اختلاف کیا تھا کہ لوگون کے اطلاع ہونے کے بعد اصحاب کہف کب تک غار مین رہے تو بعض نے کہا کہ تین سو برس اور بعض نے کہا کہ تین سو نو برس فعلی ہذا معنی یہ ہین کہ کہا لوگون نے وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِينَ اور ٹھہرے اصحاب کہف اپنے غار مین تین سو برس یعنی بعد لوگون کے اطلاع کے۔ اور یہ ایک فریق کا قول ہے اور دوسرا فریق تو کہا۔ وَازْدَادُوا تِسْعًا۔ اور بڑھا لئے نو برس پس اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا کہ یہ لوگ کہنے والے غلطی کرتے ہین بلکہ یہ مدت تو وہ ہے جب تک سوتے رہے ہین اور اُسکے بعد جگائے گئے ہین اور اسکے بعد کی مدت کسی بشر کو معلوم نہین ہے تو حکم دیا کہ اس بارہ مین مخالفانہ گفتگو فضول امر ہے بلکہ اللہ تعالےٰ کے علم پر چھوڑنا چاہیے۔ قُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا۔ کہدے اللہ تعالےٰ خوب جانتا ہے جسقدر وے ٹھہرے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ آدمی کسی آیت کی تفسیر کرتا ہو اور جانتا ہے کہ یون ہی ہے ولیکن جتنی آسمان وزمین مین دوری ہے اتنی دور چلا جاتا ہے اصل معنی نہین پاتا ہے پھر پڑھا قولہ تعالےٰ ولبثوا فی کہفہم الآیہ۔ اور کہا کہ قوم کتنے دنون ٹھہری تو لوگون نے کہا کہ تین سو نو برس تو فرمایا کہ اگر یہی مقدار ہوتی تو اللہ تعالےٰ نے پھر فرمایا کہ قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ ولیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے لوگون کے بیان اور بیہودہ اختلافات کو ذکر فرمایا کہ سیقولون ثلٰثۃ رابعہم کلبہم ویقولون الی آخرہ پھر فرمایا وسیقولون لبثوا فی کہفہم الآیہ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ شاید مراد ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ ہے کہ قوم کے لوگ مطلقاً اسکی لبث کی مقدار اسقدر خیال کرتے حالانکہ بعد اطلاع کے پھر اُنکا حال مخفی ہو گیا تو اگر قبل اطلاع کے اول دخول غار سے جگائے جانے تک یہ مقدار کہتے اور پھر اللہ تعالےٰ کے علم پر چھوڑتے یا مطلقاً اللہ تعالےٰ کے علم پر چھوڑتے تو دلیری وجرأت زبان کی نہ ہوتی کیونکہ غیب کی بات زبان سے نکالنا جہالت اور دلیری ہے۔ قرطبی رح نے کہا کہ اسمین دو قول ہین کہ اصحاب کہف کس حال مین ہین بعض نے کہا کہ مر گئے اور

اجسام اُنکے خاک مین مل گئے اور بعض نے کہا کہ زندہ ہین خواب مین ہین اجسام اُسی طرح ہین پس ابن عباس سے مروی ہے کہ بعض غزوات شام مین لوگ انکے ساتھ تھے اور مقام کہف پر گذرے اور وہان ہڈیان دیکھین تو ابن عباس نے کہا کہ وہ قوم تھی کہ مدت طویل سے مرکر فانی ہو چکی ہین۔ اقول شیخ ابن کثیر رح نے اپنی تفسیر مین ذکر کیا کہ قتادہ رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ ابن عباس نے حبیب ابن مسلمہ کے ساتھ جہاد کیا اور بلاد روم مین اُنکا گذر ایک غار پر ہوا جسمین انھون نے ہڈیان دیکھین تو ایک نے کہا کہ یہ اصحاب کہف کی ہڈیان ہین تو ابن عباس رح نے کہا کہ خاک ہو گئین انکی ہڈیان اکثر تین سو سال سے رواہ ابن جریر رح۔ اس سے معلوم ہوا کہ اُنکا گذر مقام کہف پر نہین ہوا تھا جیسا کہ قرطبی کے کلام سے وہم ہوتا ہے بلکہ ایک غار تھا اُسکو کہف مذکور گمان کیا ورنہ فی الحقیقت کہف مذکور مخفی ہے اور رہا کلام ابن عباس تو محتمل ہے کہ اُنھون نے ہڈیون پر یہ حکم لگانے سے ناخوش ہو کر طعن کیا ہو کہ تین سو سے زیادہ سال تک تو اللہ تعالے نے اُنکو خواب مین رکھا کوئی کیونکر دعوی کر سکتا ہے کہ یہ اُنکی ہڈیان ہین بلکہ معلوم نہین کیا حال ہے واللہ اعلم۔ پھر قرطبی نے کہا کہ ایک فرقہ نے یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسی بن مریم علیہ السلام حج خانہ کعبہ ادا کریگا اور اسکے ساتھ والون مین اصحاب کہف بھی ہونگے کیونکہ انھون نے ہنوز حج نہین کیا ہے۔ یہ شیخ ابن عیینہ رح نے ذکر فرمایا ہے اور اسی کے مانند توریت وانجیل موجود مین ہے اور ہم نے اس روایت کو پورا پورا اپنے تذکرہ مین بیان کر دیا ہے پس اس روایت کے موافق وے مرے نہین اور نہ مرینگے بلکہ قبل قیامت کے مرینگے۔ انتہی مترجماً۔ یہ تو ایک تفسیری قول تھا اور قول دوم یہ کہ یہان اللہ تعالے نے آگاہ فرمایا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ یہ آیت خبر ہے اللہ تعالے کی طرف سے اپنے رسول علیہ السلام کو کہ کس قدر مدت اصحاب کہف اول مرتبہ جگائے جانے تک سوتے رہے ہین تو یہ تین سو برس شمسی ہین اور نو برس قمری حساب سے اُسپر زیادہ ہین کیونکہ شمسی حساب سے ہر سو برس پر قمری تین برس بڑھتے ہین لہذا تین سو برس شمسی پر نو برس قمری حساب سے زیادہ ہوے۔ مترجم کہتا ہے کہ امام رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ یہ مشکل ہے اسواسطے کہ حساب سے یہ کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا ہے اور مین کہتا ہون کہ یہ عجیب ہے اسواسطے کہ سرسری حساب جسمین عوام کو بھی تردد نہین ہے یہ ہے کہ ہر تین سال مین ایک مہینہ بڑھتا ہے بلکہ کچھ زیادہ تحقیق ہے تو تین سو سال مین سو مہینہ سرسری طور پر اور ایک سو آٹھ مہینہ تحقیق حساب مین بڑھے ولیکن مترجم کے نزدیک شمسی وقمری کے حساب کو آیت مین داخل کرنا بلا ضرورت ہے جبکہ آیت مین مصرح ہے کہ تین سو پر نو برس زائد یعنی تین سو نو برس تھے اب رہا بیان اسکا کہ عنوان کلام مین ازدیاد نو برس کو اسطرح کیون فرمایا ہے تو یہ بلیغ ہے کہ نفس بیدار ہو کر قدرت آلہیہ مین خوض کرتا ہے کہ تین سو پر اور نو برس بڑھے ہوے ہین۔ پھر شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ وقولہ تعالے قل اللہ اعلم بما لبثوا اسکے یہ معنی ہین کہ جب تجھ سے سوال کیا جاوے کہ کتنے دن ٹھہرے اور تیرے پاس علم نہو اور اللہ تعالے کی طرف سے آگاہی بھی نہ ہوئی ہو تو ایسی صورت مین اُسکا علم اللہ تعالے پر مفوض کر دے کہ وہی خوب جانتا ہے جسقدر ٹھہرے۔ مترجم کہتا ہے کہ یعنی مثلاً دریافت کیا جاوے کہ اول سے درمیانی جگائے جانے تک اور پھر اُسوقت سے ابتک کیا مدت ہے تو تجھے چاہیے کہ کہدے اللہ تعالے خوب جانتا ہے کہ وے کس قدر ٹھہرے۔ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اسی کے واسطے مخصوص ہے غیب آسمانون وزمین کا۔ یعنی وہی اُسکو جانتا ہے یا جس شخص کو اپنی مخلوق مین سے ان غیوب مین کسی بات پر مطلع کردے تو وہ جان جاوے۔ شیخ رح نے لکھا کہ اس آیہ کے یہ جو معنی ہم نے بیان کیے ہین اسی پر ہین اکثر علماے تفسیر جیسے مجاہد رح اور اکثر علماے سلف و خلف رحمہم اللہ تعالے اور قتادہ رح نے کہا کہ قولہ تعالے ولبثوا فی کہفھم الآیہ۔ اہل کتاب کا قول اللہ تعالے نے ذکر فرمایا کر اُسکو رد کر دیا بقولہ تعالے قل اللہ اعلم بما لبثوا الآیہ۔ اور کہا کہ عبد اللہ بن مسعود رض کی قرات مین بھی یون ہے وقالوا ولبثوا فی کہفھم الآیہ۔ یعنی یہ قول اور لوگون کا ہے

پس یہ قول قتادہ و مطرف بن عبداللہ کا ہے ولیکن قتادہ رح کے اس قول میں تامل ہے کیونکہ اہل کتاب جو بات کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ تین سو ۳۰۰
برس وہ لوگ رہے یعنی شمسی حساب سے پس اگر اللہ تعالیٰ اہل کتاب کا قول نقل فرماتا تو ازدیاد نو برس کا بیان نہ ہوتا۔ اور ظاہر یہاں یہ ہے کہ یہ
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اخبار ہے کہ اصحاب کہف اتنے دنوں ٹھہرے ہیں اور اہل کتاب کی حکایت قول نہیں ہے اور اسی کو شیخ ابن جریر رح
نے اختیار کیا ہے اور لکھا کہ قتادہ نے جو قرأۃ ابن مسعود رض نقل کی ہے وہ روایت منقطع ہو پھر جمہور کی قرأۃ کے مقابلہ میں شاذ ہے تو اس سے
حجت قائم نہیں ہو سکتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ کذا ذکرہ الحافظ رح اور ابن عطیہ نے کہا کہ قولہ لبثوا فی کہفہم۔ سے مراد وہ لبث ہے جو اول خواب
سے تا بیداری درمیانی ہوا جو لوگوں کو مطلع کرنے کے واسطے ہوئی اور قولہ قل اللہ اعلم بما لبثوا۔ سے وہ لبث مراد ہے جو اس بیداری کے
بعد ہوا ہے اور شاید کہ اہل کتاب اپنی اٹکل سے اسمیں گفتگو کرتے ہوں تو ذکر دیا کہ اول مقدار تین سو نو برس ہے اور بعد کی مقدار کو سوائے
اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا غیب اسی کے واسطے ہے۔ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ خوب بصیر ہے وہ غیب کا اور خوب سمیع ہے۔ ابن جریر رح
نے کہا کہ مدح میں کمال ہے گویا کہا کہ ما ابصرہ وما اسمعہ۔ اور تاویل کلام یہ ہے کہ کیا خوب دیکھنے والا ہے اللہ تعالیٰ ہر موجود کو اور کیا
خوب سننے والا ہے اسپر کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ قتادہ نے کہا کہ پس کوئی دیکھنے والا اللہ تعالیٰ سے زیادہ نہیں اور نہ زیادہ سننے والا ہے۔
ابن زید نے کہا کہ جو چیز مخلوقات سے موجود ہے حاضر و غائب سب کے افعال و اقوال دیکھتا و سنتا ہے کذا فی تفسیر الامام رح اور دوسری
تفاسیر میں ہے کہ مفاد اس کلام کا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھنے کی چیزوں میں اور سننے کی چیزوں میں قیاس سے باہر ہے کوئی
دیکھنے و سننے والا اسکے مانند دیکھنا و سننا نہیں رکھتا ہے بلکہ قیاس سے ادراک نہیں کر سکتا ہے اسکے دیکھنے میں غائب و حاضر و رات و
دن و زمین کی تہ در تہ کی اندر اور ہزاروں پردوں میں مخفی اور ہزار در ہزار ظاہر سب یکسان ہیں اور ہر چیز کا رخ و پشت و جوف و ذرہ
ذرہ اور کروروں بے شمار چیونٹیاں و بے انتہا پتیاں و گھاس کے باریک ریگین اور بے انتہا خلقت ہر دم و ہر ساعت اسکے دیکھنے میں یکسان
ہیں اور یہی حال سننے میں ہے پس غیب السموات والارض اسی کے واسطے مخصوص ہے۔ بعض نے کہا کہ ابصر بہ صیغہ التعجب نہیں ہے بلکہ
ضمیر راجع بحق عزوجل ہے اور معنی یہ ہیں کہ دیکھ اسکے ساتھ یعنی دیکھنا اس نظر سے ہو جو اللہ تعالیٰ نے وحی سے یا نور ایمان سے دیدی اور مترجم
کہتا ہے کہ اول اولی بظاہر تفسیر ہے اور دوم قول اگر اشارات میں شامل ہو تو مناسب ہے اور اسی صورت میں مراد اس سے ابصار بحق
عزوجل یعنی نعوت حق ہے اور وہ معنی قرب نوافل کے ہیں جیسا کہ سابق میں توضیح گذری ہے فافہم۔ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ
نہیں ہے اہل سموات وارض کے لیے یا اصحاب کہف کے لیے کوئی متولی امور سوائے اللہ تعالیٰ کے تو وہی انکے حال سے خوب آگاہ ہے۔ خلق
اسی کی ہے اور حکم اسی کا ہے۔ وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ہے۔ پس لازم ہے کہ کوئی اسکے
غیب میں باتیں نہ بناوے اور کسی بات پر حکم نہ لگاوے اور جو بات اسنے بتلا دی اسکا بیان کرنا اسی کا حکم ہے۔ بسراج میں لکھا کہ قولہ فی
حکمہ ای فی قضائہ یعنی جو بات اللہ تعالیٰ نے جاری کی انہیں مخلوقات آسمان و زمین وغیرہ میں سے کسی کو شریک نہیں کرتا یعنی کسی کو اسمیں
کچھ دخل نہیں ہے کیونکہ وہ بذات خود غنی ہے اور بعض نے کہا کہ حکم یہاں غیب ہے یعنی اسکے غیب میں کسی کو دخل نہیں ہے اور اس سے
لازم ہے کہ ہر شخص اعتقاد رکھے کہ اسکے حکم و غیب اور سب باتوں میں کوئی اسکا شریک نہیں ہے۔ واضح ہو کہ کرامات اولیاء اللہ کچھ شرک
نہیں ہے لیکن جو شخص جہالت سے انکی نسبت یہ اعتقاد رکھے کہ ولی مختار ہے جو چاہے کرے یا یہ چاہے تو ہمارے واسطے ایسا ہو جاوے تو یہ
جہالت ہے اور اسنے اعتقاد توحید میں خلل ڈالا اور بعضے سمجھدار لوگ بھی کہہ بیٹھتے ہیں کہ فلاں ولی چاہے تو یہ ہو جاوے ولیکن انکا مطلب

یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے قصد وارادہ سے فانی ہے اور قبضۂ قدرت الٰہی مین مثل بے اختیار اطفال کے پرورش پاتا ہے تو اس کی زبان جب ہی جاری ہوگی جب اللہ تعالےٰ جل شانہ چاہے تو انکا یہ قصد ہوتا ہے کہ اُسکی زبان پر کچھ جاری ہو تو ہم کو پتہ معلوم ہو کہ اللہ تعالےٰ کا اسمین کیا حکم ہے۔ پھر جس نے بڑی نعمت پہچان لی کہ قبول بارگاہ الٰہی ہونا کمال بزرگی ہے اور یہ کہ اللہ تعالےٰ ظاہر و باطن بندہ کا ولی ومتولی امور ہوا اور دنیاے فانی سے فنا ہو یہ عین حیات وزندگانی دائمی ہے تو وہ ولی کی قدر پہچان گیا اور اُسنے دیکھ لیا کہ اصحاب کہف رحمہم اللہ تعالےٰ کیسے سایۂ رحمت مین دنیا سے غافل اور قبضۂ قدرت الٰہی مین پرورش پاتے اور زندہ جاوید ہین اور اگر یہ دنیاے ناچیز ونا پائدار کچھ چیز ہوتی تو خواب سے بیدار ہونے پر تو انکو ایک روپیہ کا طعام لذیذ کھلا دیا جاتا بلکہ جن نعمتون مین وے لوگ سرفراز ہین انکے مقابلہ مین دنیاوی لذائذ تلخ وناگوار ہین ولیکن یہ عجیب پردہ وبھید ہے کہ دنیاوی بیداری حاصل ہونے مین انھون نے دنیاوی بھوک وغذا کی خواہش کی پس اس قصہ مین ایک مسلسل بیان ہے جس سے سب حال معلوم ہوگیا اور یہ بیان جسقدر ہے بہت سے کمالات علمی کو شامل ہے۔ فافہم۔ سراج وغیرہ مین مذکور ہے کہ ہمارے اصحاب رحمہم اللہ اہل السنۃ والجماعۃ نے اسی قصہ سے کرامات اولیاء حق ہونے پر حجت پائی اور تمام منکرون کو جو کرامات اولیاء سے اور عادت کے برخلاف امور جاری ہونے سے انکار کرتے ہین مغلوب ومقہور کیا۔ اور ہم نے سورہ یونس مین تحت قولہ تعالےٰ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ ولی کی پہچان وصفت بیان کردی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اہل سنت کے اعتقادات پر اور فرائض وواجبات پر مستقیم اور جہانتک ممکن ہوسکتا ہے طریق سنت کے اتباع پر حریص ہوتا ہے اور ظاہر وباطن یکسان ہوتا ہے۔ پھر کرامات اولیاء صحیح ہونے پر آیات قرآن واحادیث صحیحہ وآثار متواترہ اور عقل سب شاہد ہین پس قرآن مجید مین سے حجت چند آیات ہین۔ الحجۃ الاولی قصہ مریم علیہا السلام ہے جسکی تفسیر سورۂ آل عمران مین گذری اور اس مین بہت سی کرامات ہین کیونکہ وے نبی نہ تھین تو ملائکہ نے اُنسے باتین کین بچپن مین اُنکو رزق ملا بقولہ کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا قال یا مریم انی لک ہذا الآیہ۔ جذع نخلہ سے پختہ تازے چھوہارے گرے۔ وما نند اُسکے وہان غور کرو۔ الحجۃ الثانیۃ قصہ اصحاب کہف ہے تین سو نو برس سوتے رہے۔ آفتاب اُنسے کترا تا تھا دہین اُن کو ضرر نہین پہونچاتی تھی۔ بھوک پیاس اُن کو نہین ستاتی تھی۔ بغیر کھانے پانی کے اتنی دراز مدت زندہ رہے۔ بغیر بیداری کے تندرست رہے۔ آندھی پانی وہان نہین پہونچتا تھا۔ الحجۃ الثالثۃ قولہ تعالےٰ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا آتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک۔ یعنی سلیمان علیہ السلام نے جب بلقیس کی نسبت حکم دیا ہو تو ایک شخص نے جسکے پاس کتاب سے علم تھا سلیمانؑ سے یہ کہا کہ مین اُسکے تخت کو تمھارے پاس لاتا ہون قبل اسکے کہ تمھاری پلک پھرے۔ اور فوراً حاضر کردیا۔ اس سے کرامت ظاہر ہے اور وہ اسقدر دور کی مسافت کیونکر طے کر گیا و لایا اور یہ شخص علم کتاب رکھتا تھا تو ولایت کی کرامت ہے اور متحسم کہتا ہے کہ اگر یہ آیت استدلال مین نہ لیجاوے تو قرآن مین آیات ہین کہ صریح شاہد ہین۔ اور ثبوت کے واسطے اگر اسقدر آیات نہ ہوتین بلکہ ایک ہی ہوتی تو کافی تھی اور انکار اُس کا جہالت وگمراہی وقلب کی کجی وایمان کا خلل ہے پھر اُسکے ساتھ احادیث صحیحہ مشہورہ بہت ہین ولیکن خطیب رحمہ اللہ نے ان احادیث مین اختصار واجمال کیا ہے پس جو مقصود ہے وہ صاف بیان ہے اور اصل حدیث اپنے مقام پر کتب حدیث مین دیکھ لے جسکا جی چاہے از انجملہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گہوارہ مین نہین کلام کیا مگر تین بچون نے ایک عیسی علیہ السلام اور ایک طفل نے زمانہ جریج مین اور ایک طفل دیگر پس عیسی علیہ السلام کا کلام کرنا تو معلوم ہوا اور جریج ایک شخص بنی اسرائیل مین سے عابد زاہد تھا اور اُسکی ماں زندہ تھی وہ ایک روز نماز

پڑھتا تھا اسکی ماں کو اسوقت اپنے بچہ کے دیکھنے کو جی چاہا تو اُسنے پکارا کہ او جریج۔ وہ نماز مین تھا اُسنے رب عزوجل سے عرض کیا کہ اے
رب میری ماں و میری نماز ہے یعنی ماں کا دیکھنا اچھا یا نماز پڑھنا پھر نماز پڑھنے لگا پھر اُسکی ماں نے دوبار اپکارا اُسنے پھر جناب باری تعالے
مین مانند اول کے عرض کیا اور نماز پڑھنے لگا پھر تیسری بار ایسا ہی ہوا یہ بات اُسکی ماں کو ناگوار گذری اور اُسنے بددعا کی کہ الٰہی اسکو
موت نہ آوے جب تک یہ بدکار عورت کا مُنھ نہ دیکھے اور بنو اسرائیل مین ایک عورت بدکار تھی اُسنے لوگون سے دعوی کیا کہ مین ایسی ہون
کہ جریج کو فتنہ مین ڈالدونگی کہ وہ مجھ سے زنا کرے۔ پھر وہ جریج کی طرف آئی اور کوشش کی مگر کچھ قابو نہ پایا مجبور ہوئی اور وہان ایک
چرواہا تھا جو رات کو جریج کے صومعہ مین آکر سو رہتا تھا جب یہ بدکار عورت اپنے مکر مین جریج سے عاجز ہوگئی تو اُسنے اس چرواہے کو اپنی
طرف لبھایا اور اُسنے اُسکے ساتھ زنا کیا اور اُسکے پیٹ رہا جس سے بچہ پیدا ہوا پھر کہنے لگی کہ میرا یہ بچہ جریج کے نطفہ سے ہے پس بنو اسرائیل
جریج کے پاس آئے اور اسکا صومعہ توڑ ڈالا اور اُسکو بُرا بھلا کہا اس مرد خدا نے صبر کیا اور اس طفل کو چونکا اور کہا کہ تیرا باپ کون ہے
ابوہریرہ کہتے ہین کہ گویا مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہون جب آپ نے مبارک ہاتھ سے اشارہ کیا کہ او لڑکے تیرا باپ کون ہے
اُسنے کہا کہ چرواہا یہ دیکھکر بنو اسرائیل نادم ہوے اور جو حرکت اُنسے سرزد ہوئی تھی جریج سے اُسکا عذر کیا اور کہا کہ ہم آپ کا صومعہ سونے
و چاندی سے بناوین اُسنے انکار کیا اور جیسا تھا ویسا ہی بنا لیا۔ مترجم کہتا ہے کہ تیسرے طفل کا حال بیان ہونے سے پہلے جریج کے
طفل سے ایک مسئلہ نکلتا ہے وہ سن لینا چاہیے مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے ایک عورت سے جو اسکی جورو نہین اور نہ اسکی باندی ہے
جس سے وطی حلال ہو بلکہ اُسپر حرام ہے ایسی عورت سے زنا کیا اور بچہ پیدا ہوا تو امام ابوحنیفہ و شافعی و سب فقہاء کے نزدیک یہ بچہ
اس زناکار مرد کا وارث نہین ہو سکتا اور اپنی ماں کے ساتھ لاحق کیا جائیگا اور اگر بجاے اسکے لڑکی جنی ہو تو مرد بدکار کا بھائی یا خود اسکی
لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہین تو امام شافعی و بخاری و دیگر فقہاء کا یہ قول ہے کہ اُن مین رشتہ نہین قائم ہوگا اور نکاح کرنا جائز ہے
اور یہ قول حضرت علی رض یا ابن عباس رض سے بخاری رح نے روایت کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید انمین بھید یہ ہے کہ رشتہ ایک
حرمت و کرامت ہے اور جب یہ نہین تو استحقاق کرامت نہ ہوا یا یہ شیطان کے دخل سے ہے بہرحال کچھ ہو یہ ان فقہاء کا قول ہے اور
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالے کے نزدیک یہ نہین جائز ہے اور ان مین رشتہ قائم ہوگا اور زنا کرنے والا اس دختر کا باپ ہوگا چنانچہ شاہد
منصوص اُسپر جریج کا قصہ ہے کہ وہ طفل جو زنا سے پیدا ہوا تھا اس سے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے اُسنے کہا کہ چرواہا تو معلوم ہوا کہ وہ
باپ ہو گیا پس اب نکاح حرام ہے اور یہی قول واللہ اعلم صحیح و ماخوذ ہے۔ فافہم۔ رہا تیسرا طفل تو ایک عورت تھی اُسکے ساتھ ایک طفل تھا
جو اُسکا دودھ پیتا تھا اتنے مین اُدھر سے ایک مرد نوجوان خوبصورت سوار گذرا عورت نے دیکھکر کہا کہ الٰہی میرے لڑکے کو ایسا کیجیو پس لڑکا
بولا کہ الٰہی مجھے ایسا نہ کیجیو پھر اُدھر سے ایک عورت گذری لوگ کہتے جاتے تھے کہ اُسنے چوری کی اُسنے زنا کیا اور ماری جاتی تھی اُسکو دیکھکر
طفل کی ماں نے کہا کہ الٰہی میرے بیٹے کو ایسا نہ کیجیو پس لڑکے نے کہا کہ الٰہی مجھے ایسا ہی کیجیو۔ طفل کی ماں نے اُس لڑکے سے اُسکی شکایت کی
تو پھر بول اُٹھا کہ وہ سوار تو ایک مرد ظالم تبہ کار تھا مین نے نہین چاہا کہ مین اُسکے مثل ہون۔ اور یہ عورت تو لوگ اسکو کہتے کہ ارے
تو نے زنا کیا ہے حالانکہ اُسنے زنا نہین کیا اور لوگ اسکو کہتے کہ تو نے چوری کی ہے حالانکہ اُسنے چوری نہین کی ہے اور وہ کہتی کہ حسبی اللہ۔
مجھے میرا اللہ تعالے کافی ہے پس مین نے چاہا کہ اُسکے مثل ہون مترجم کہتا ہے کہ مصیبت مین مبتلا ہونے والے کے مثل کیونکر اُسنے خواہش کی
حالانکہ یہ حدیث مین منع ہے تو جواب یہ ہے کہ آخر کا حرف کہ حسبی اللہ اسکا جواب ہے یعنی مصائب کی خواہش کرنا اسواسطے ممنوع ہے کہ مصیبت مین

صبر نہ کرنے سے زیادہ ابتری ہوجاتی ہے ولیکن جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی بلاؤن مین اسطرح صابر وشاکر ہو کہ اُسنے سب کچھ چھوڑا صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا کافی کرلیا تو اُسکے واسطے ثواب عظیم اسقدر ہے کہ وہ اندازہ سے باہر ہے فافہم۔ از انجملہ خبر غار ہے اور وہ مشہور ہے صحیح مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگون مین سے تین آدمی تھے کہ انکو رات مین جگہ ایک غار مین ملی وے اسمین گھس گئے پس پہاڑ مین سے ایک پتھر ٹوٹ کر گرا اور اُسنے اُنکے غار کا مُنھ بند کر دیا الی آخر الحدیث اور مین نے یہ حدیث تحت قولہ ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا۔ پوری بیان کر دی ہے۔ از انجملہ حدیث ہے کہ بہت سے پراگندہ بال وگرد پڑے ہوئے شکستہ وخستہ جنکا کچھ شمار نہ کیا جاوے اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اُسکی قسم پوری کرتا ہے۔ اِس حدیث مین کوئی تفریق وتفصیل اس بات کی نہین کہ کس بات پر قسم کھاوے تو اُس کی کرامت کے واسطے ہر بات پوری ہوجاویگی۔ اور مترجم کہتا ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث ثلاثی مین حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کا حال مذکور ہے کہ انکی دختر ربیع بنت انس نے انصار مین سے ایک لڑکی کے دانت توڑ دیے یعنی کھیل مین اور اُنھون نے قصاص کا دعوی کیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم بیان کیا۔ انس رضہ نے کہا کہ یارسول اللہ کیا آپ ربیع کے دانت توڑینگے واللہ یارسول اللہ اُسکے دانت نہ توڑیے آپ نے فرمایا کہ اے انس اللہ تعالیٰ کی کتاب مین قصاص ہے قسم مت کھا پس مدعی لوگ قصاص کے دعوی سے باز آئے اور دیت پر راضی ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے بندون مین سے ایسے ہین کہ اگر اُسپر قسم کھالین تو وہ انکی قسم پوری کرتا ہے۔ یعنی باوجود فہمائش کے مدعی لوگ دیت پر راضی نہ ہوے تھے اور آپ ہی دیت پر بعد قسم حضرت انس کے راضی ہوگئے۔ از انجملہ وہ حدیث ہے جو سعید بن المسیب نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس درمیان مین کہ ایک شخص اپنی گائے ہانکے لیے جاتا تھا اُسپر بوجھ لادا تھا کہ گائے نے منھ موڑا اور متوجہ ہوکر بولی کہ مین اسواسطے نہین پیدا کی گئی ہون مین کھیتی کے لیے مخلوق ہون پس لوگون نے آپس مین کہا کہ سبحان اللہ گائے بولتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان لایا مین اس بات پر اور ابوبکر وعمر۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث طویل ہے اور اسمین بھیڑیے کی گفتگو وغیرہ بھی مذکور ہے اور صحابی جو حدیث کے راوی ہین اُنھون نے کہا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اسوقت مجلس مین موجود تھے۔ اہل الحق نے کہا ہے کہ اسمین اشارہ ہے کہ یہ دونون رضی اللہ عنہما اسوقت اپنے غوث رسالت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دائین وبائین وزیر تھے جیسے ہر زمانہ مین ایک قطب کے ایسے دو وزیر ہوتے ہین اور ترمذی کی روایت مین مذکور ہی ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے آسمانی دو وزیر جبرئیل و میکائیل ہین اور زمینی دو وزیر ابوبکر وعمر ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضہ کے جنازہ پر کھڑے ہوے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو اپنے دونون صاحبین کے ساتھ داخل کرے یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وابوبکر رضہ کے ساتھ داخل کرے کیونکہ مین نے بہت سُنا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوے کہ داخل ہوا مین اور ابوبکر وعمر اور نکلا مین وابوبکر وعمر یعنی اپنے ساتھ دونون کو شریک کیے رہتے تھے۔ از انجملہ حدیث ابوہریرہ رضہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس بیچ مین کہ ایک شخص تھا اُسنے بادل سے آواز سُنی کہ باغ فلان بن فلان کو سیراب کردے پس وہ بادل روانہ ہوا تو یہ شخص بھی اُسکے پیچھے روانہ ہوا جاکر اُسنے آگے دیکھا کہ پانی نے اس باغ کو سیراب کر دیا پس یہ شخص اندر گیا کہ یہ کون شخص ہے جاکر دیکھا کہ ایک آدمی بیلچہ کدال سے اُسکو درست کر رہا ہے پانی کے راستہ بناتا ہے اس سے کہا کہ تیرا کیا نام ہے اُسنے بتلایا کہ فلان بن فلان جو اُسنے بادل سے سنا تھا۔ پوچھا کہ تو اپنے اس باغ مین کیا کرتا ہے جب اُسکو توڑتا ہے اُسنے کہا کہ تجھے اس پوچھنے سے کیا فائدہ ہے وہ شخص بولا کہ مین اسوجہ سے پوچھتا ہون کہ مین نے بادل سے ایسی ایسی آواز سُنی

تب اُس آدمی نے کہا کہ خیر جب تو نے یہ بات کہی تو مین کہتا ہون کہ جب مین اسکا غلہ لیتا ہون تو اُسمین سے ایک تہائی اپنے عیال کے واسطے رکھ لیتا ہون اور تہائی مسکینون و محتاجون کو خیرات کر دیتا ہون اور ایک تہائی اسی باغ مین لگاتا ہون۔ یہ سب احادیث صحیحین مین و صحاح مین بھی موجود ہین۔ اور صحاح مین احادیث کثیرہ موجود ہین جنکا لانا تطویل ہے اور رہے آثار تو اس کثرت سے ہین کہ اُنکا شمار نہین ہو سکتا ولیکن تھوڑے آثار صحابہ خلفار راشدین سے شروع کر کے لکھتا ہون۔ از انجملہ صحیح ہوا کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور آپ کا جنازہ لیکر قبر مبارک رسول اللہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پہونچے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سلام کیا کہ السلام علیک یا رسول اللہ یہ جنازہ ابو بکر کا دروازہ پر ہے پس دروازہ فوراً کھل گیا اور آواز آئی کہ لاؤ حبیب کو حبیب کے پاس۔ یہ ایسی کرامت ہے کہ اُسکا مثل نہین دیکھا جا سکتا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ سے بہت سی کرامات بسند صحیح مروی ہین از انجملہ آپ نے ایک لشکر آذربیجان کو بھیجا اور اُسپر ساریہ بن الحصن کو سردار کیا پھر ایک روز مدینہ مین جمعہ کے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ پڑھتے تھے اور جماعت صحابہ نماز مین حاضر تھے کہ ناگاہ خطبہ پڑھتے پڑھتے آپ زور سے چلائے کہ اے ساریہ پہاڑ پہاڑ۔ اس مین بعضے صحابہ متحیر ہوے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ مین نے وہ تاریخ لکھ لی پھر تھوڑے دن بعد اس لشکر کی طرف سے قاصد آیا اور بیت المال کا حصہ غنیمت لایا اور اُسنے بیان کیا کہ یا امیر المومنین یہ عجیب بات ہوئی کہ ہم سے جمعہ کے روز کفار سے لڑائی ہوئی اور ہم نے اُنکو شکست دی اور وقت نماز جمعہ کا تھا اور کافرون نے ہمارے واسطے پہاڑ پر کمین کی تھی اور قریب تھا کہ ہم لوگ اس غفلت مین سب ہلاک ہو جاوین کہ ناگاہ ہم نے ایک آواز سُنی کہ یا ساریہ الجبل الجبل اے ساریہ پہاڑ پہاڑ پس ہم نے ہوشیار ہو کر انتظام کیا اور اللہ تعالے نے مومنون کو بچایا اور کافرون نے شکست پائی اور بہت مال غنیمت ہم نے پایا اُنمین سے یہ پانچوان حصہ بیت المال کا سردار نے بھیجا ہے۔ قاصد چاہتا تھا کہ وہ آواز لوگون نے حضرت عمر رضہ کی وہان پہچانی تھی تو اس ذکر سے تحقیق ہو جاوے۔ آپ نے کچھ نہین کہا لیکن وہ بات مشہور ہو گئی۔ واضح ہو کہ ولی کی کرامت دراصل اپنے پیغمبر علیہ السلام کی تصدیق کا معجزہ ہوتا ہے جسکی پیروی سے اس ولی کو یہ کرامت ملی ہے اور امام رازی رح نے کہا کہ بعض اہل تذکیر سے مین نے نکتہ سُنا کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر و عمر کو اپنے سمع و بصر کی منزلت پر فرمایا ہے تو عمر رضی اللہ عنہ نے بصر ہونے کی فضیلت سے لتنے دراز فاصلہ کو اپنے سامنے دیکھا۔ از انجملہ یہ ہے کہ مصر کے دریاے نیل مین جاہلون کے زمانہ مین یہ رسم جاری تھی کہ سال مین وہ ایک وقت پر تھم جاتا اور اسکا سیلاب نہین ہوتا تھا اور تمام مصر کی کھیتی اسی پر ہے تو وہ جب سیلاب نہ لاتا تو اہل مصر نہایت پریشان ہوتے یہانتک کہ ایک خوبصورت لڑکی کو زیور سے آراستہ کر کے اس مین ڈالتے تب اُسمین جوش و سیلاب آتا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت مین مصر فتح ہوا اور اسلام کا زمانہ آیا تو وہان کے فتح کرنے والے سردار نے جو عمرو رضہ بن العاص تھے اُنھون نے جب یہ سنا تو انکار کیا وہان کے لوگون نے کہا کہ اے سردار ہم لوگ پریشان ہونگے چنانچہ وقت آیا تو وہ سیلاب نہ لایا پس عمرو بن العاص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سب حال لکھا کہ وہ سیلاب نہین لایا پس عمر رضی اللہ عنہ نے لڑکی چڑھانے کی سخت ممانعت لکھی اور ایک پرچہ پر لکھا کہ از جانب بندۂ خدا عمر بجانب نیل مصر خبردار ہو کہ اگر تو اپنے حکم سے جاری ہوتا ہے تو مت روان ہو اور اگر اللہ تعالے کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو برابر جاری ہو۔ اور حکم دیا کہ میرا یہ پرچہ اُس مین ڈالا جاوے جیسے یہ خط آپ کا اس مین ڈالا گیا تو دریاے نیل جوش مین آیا اور بڑے شور سے اسمین آواز ہوئی اور ایسا سیلاب آیا کہ کبھی نہین آیا تھا اور پھر کبھی وہ نہین رکا اور یہ دیکھکر ہزارون کافر مسلمان ہو گئے۔ از انجملہ یہ ہے کہ جب مدینہ مین حضرت عمر رضہ کے وقت مین زلزلہ آیا اور لوگون کو

نقصان پہونچا تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو تم نے کچھ احداث شروع کیا ہے خبردار رہو اور لوگ رو دئے پھر زلزلہ آیا تو زمین کو دُرہ مارا کہ ٹھہر
اللہ تعالے کے حکم سے پس فوراً سکون ہوگیا اور پھر زلزلہ نہ آیا۔ ازانجملہ مدینہ کے ایک محلہ مین آگ لگی اور لوگون کو خوف ہوا کہ شہر جلجائیگا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک پرچہ پر لکھدیا کہ اے آگ بجھ اللہ تعالے کے حکم سے۔ لوگون نے یہ پرچہ آگ مین نیزہ پر باندھکر جیسے پہونچایا
ہے فوراً آگ بجھ گئی ازانجملہ بادشاہ روم نصرانی کا ایلچی حضرت امیر المؤمنین عمر رضہ کے پاس آیا اور مدینہ مین پہونچکر اُسنے تعجب کیا کہ خلیفہ کا
در دولت کہان ہے اور گمان کیا کہ شاہان روم کی طرح محل وقصر ہوگا لوگون نے کہا کہ اُنکے واسطے یہ کچھ نہین ہے وہ تو کسی جنگل مین لیٹین
جاتے ہونگے وہ جنگل کی طرف روانہ ہوا اور آخر لوگون نے دور سے پتہ دیا کہ وہان اس پانی پر ہین اُسنے آکر دیکھا کہ اپنا درہ اپنے سر کے نیچے
رکھکر خاک پر سوگئے ہین ایلچی کو خواہ مخواہ خوف نے گھیرا لیکن اُسنے تعجب کیا کہ یہی وہ شخص ہے جس سے تمام مشرق ومغرب کے لوگ تھرتھراتے
ہین اور یہ تو اس حال پر ہے پھر اپنے دل مین قصد کیا کہ لاؤ اکیلا پاکر سوتے مین اُسکو قتل کردون کہ لوگ اُس سے خلاصی پاوین جب ابھی
اُسنے تلوار نکالی اور اُٹھاکر چلا کہ ناگاہ زمین سے دو شیر نکلے اور اُسکی طرف غصہ مین چلے یہ خوف سے کپکپانے لگا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ پڑی
اُسکے شور سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوے اور کچھ نہ دیکھا تو اس سے خوف وچلانے کا سبب پوچھا اُسنے یہ سب حال سچ سچ بیان کیا
اور قدمون کو بوسہ دیکر مسلمان ہوگیا۔ امام رازی رح نے کہا کہ اس سے زیادہ متواتر یہ معانی ہین کہ زینت دنیا سے بالکل دور رہتے
اور اپنی مزدوری سے کھاتے اور ہیبت اور شوکت کے سامان مین سے کچھ نہین رکھتے تھے باوجود اسکے اسقدر دور دراز تک کی بڑی سلطنت
پر مشرق سے مغرب تک اُنکی حکومت تھی اور دبدبہ وہیبت الٰہی اُنپر اسقدر تھی کہ کسی کو سرتابی کی مجال نہ تھی اور جس نے تواریخ کو دیکھا
وہ خوب جانتا ہے کہ زمانہ حضرت عمر رضہ سے اسوقت تک جو اُنکو میسر ہوا کسی کو میسر نہین ہوا ہے پھر باوجود اس حالت کے جسمین زینت و
ہیبت کی کوئی چیز نہین تھی کچھ شک نہین کہ رعب وہیبت الٰہی سے انھون نے تمام سلطنتون پر سیاست کی ہے اور یہ بہت بڑی
کرامت ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضہ سے بھی بہت سی کرامات مروی ہین ازانجملہ بعض صحابہ رضہ سے مروی ہے کہ مین راستہ مین جاتا تھا
ناگاہ میری نظر ایک خوبصورت عورت پر پڑی اور پھر مین نے اسکو غور سے دیکھا پھر مین وہان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس
آیا آپکے پاس لوگ تھے پس آپ نے ناگاہ خشم سے فرمایا کہ تم مین سے بعض کا کیا حال ہے کہ میرے پاس آتے ہین حالانکہ اسکی آنکھون نے
زنا کیا ہے آیندہ اگر مین نے ایسا پایا تو اسکو حد مارونگا بعد اسکے مین نے پوچھا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کیا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی
وحی آتی ہے فرمایا کہ نہین لیکن فراست ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ہے کہ ڈرو فراست مومن سے کہ وہ اللہ تعالے کے نور سے دیکھتا
ہے۔ ازانجملہ یہ کہ جب آپ شہید ہوے اور زخم سے خون ٹپکا تو قرآن مجید پڑھتے تھے پہلا قطرہ اس آیت پر پڑا فسیکفیکہم اللہ وہو السمیع العلیم
یعنی قریب ہے کہ تیرے واسطے اللہ تعالے کافی ہوگا انکو سزا دینے مین۔ اور یہی ہوا کہ جن لوگون نے یہ فتنہ برپا کیا تھا پریشانی مین پڑے اور
اِدھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضہ کے خون کا دعوی کیا اور بہت لڑائیان ہوئین ولیکن حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ بعد کو
خلیفہ ہوے اور حق ہر حال مین آپکے ساتھ تھا اور آپکے اتباع مین اہل فتنہ کے واسطے بھی غنیمت ہوا کہ عذاب ظاہری سے بچ گئے
ولیکن پریشانی اٹھاکر مرے۔ ازانجملہ روایت ہے کہ جہجاہ غفاری نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے عصا کھینچکر آپکے گھٹنے پر مارا تھا
پھر بعد اسکے جہجاہ کے گھٹنے پر آکلہ کی بیماری ہوئی یعنی وہ بیماری کہ بدن سڑنے لگتا ہے اور کسی تدبیر سے نہین اچھا ہوتا ہے اندر ہی اندر کھاتا
جاتا ہے نعوذ باللہ منہ۔ رہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ تو آپکی کرامات مین بہت کثرت ہے ازانجملہ یہ ہے کہ ایک غلام اسود آپ سے محبت

رکھتا تھا اُسنے چوری کی وہ آپ کے سامنے لایا گیا آپ نے اُس سے کہا کہ کیا تو نے چوری کی ہے اُسنے کہا کہ جی ہان پس آپ نے اُسکا ہاتھ کاٹ دیا اور چھوڑ دیا وہ جاتا تھا کہ راہ مین اُسکو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ و ابن الکوا رحمہ اللہ ملے۔ ابن الکوا نے کہا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹ ڈالا اُسنے جواب دیا کہ امیر المومنین یعسوب المسلمین داماد رسول و زوج بتول کرم اللہ وجہہ نے۔ سلمان رض نے پوچھا کہ انھون نے ہاتھ کاٹا اور تو مدح کرتا ہے اُسنے کہا کہ کیون نہ مدح کرون کہ اُنھون نے حق پر میرا ہاتھ کاٹا اور مجھے آگ سے چھڑایا سلمان رضی اللہ عنہ نے آکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ حال بیان کیا آپ نے اسود کو بلایا اور اپنا ہاتھ اُسکے بازو پر رکھا اور ایک رومال سے ڈھانک دیا اور کچھ دعا کی پڑھین تو ہم نے آسمان سے ایک آواز سُنی کہ رومال ہٹاؤ پس ہم نے ہٹایا تو وہ ہاتھ اچھا ہوگیا تھا یعنی پورا درست ہوگیا تھا کرامات آپ کی مشہور مستفیض ہین اور باقی صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک جماعت سے بہت کچھ کرامات مروی ہین انہین سے ہم چند ذکر کرتے ہین۔ از انجملہ محمد بن المنکدر نے سفینہ مولی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ مین کشتی مین سوار ہوکر روانہ ہوا ناگاہ وہ کشتی ٹوٹ گئی جس مین مین سوار تھا اور مین ایک تختہ پر رہگیا اور وہ تختہ مجھے ایک جنگل گنجان مین پھینک گیا جس مین شیر رہتا تھا وہ شیر نکلا اور میری طرف کو آیا مین نے اُس سے کہا کہ اے ابو الحارث مین سفینہ ہون مولی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پس شیر میرے آگے آگے ہوگیا مجھے راستہ بتلاتا چلا جب مین جنگل سے باہر ہوگیا تو اُس نے گونجتی ہوئی آواز کی میری سمجھ مین آیا کہ مجھے وداع کرتا ہے اور لوٹ گیا۔ از انجملہ انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ عشا کے بعد اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور ایک صحابی انصاری دونون حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد مین باتین کرتے رہے یہانتک کہ رات زیادہ آئی پھر آپ کے پاس سے نکل کر روانہ ہوے اور رات بہت اندھیری تھی پس انہین سے ایک کا عصا روشن ہوگیا دونون اُسکی روشنی مین چلے جہان راستہ بدلا وہان دوسرے کے ساتھ بھی آدھی روشنی ہوگئی اور ایک روایت مین ہے کہ دوسرے کا عصا روشن ہوگیا پس ہر ایک اُس روشنی مین اپنے اپنے گھر پہونچ گیا۔ از انجملہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اُنسے کہا گیا کہ تمہارے لشکر مین بعضے لوگ شراب پیتے ہین پس رات کو سوار ہوکر لشکر مین پھرے تو ایک شخص کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ہے اور اسکے ساتھ شراب ہے اُس سے پوچھا کہ یہ کیا چیز ہے اُسنے کہا کہ سرکہ ہے فرمایا کہ الٰہی سرکہ ہو وہ شخص خوش ہوکر اپنے لوگون کی طرف چل دیا کہ مین بچ آیا جب اپنے ساتھیون کے پاس گیا تو کہا کہ یارو ایسی شراب لایا ہون کہ کبھی عرب نے پینے کو نہ پائی ہوگی فخر سے بیان کیا جب انھون نے کھولا تو دیکھا کہ سرکہ ہے تو اُس سے کہا کہ ارے تو سرکہ لایا ہے اُسنے دیکھا تو نادم ہوا اور کہا کہ واللہ یہ خالد کی دعا سے ہوا ہے۔ از انجملہ مشہور واقعہ خالد رض کا زہر پی لینے کا ہے کہ بادشاہ کفار کے ایلچی نے منجملہ تحفہ کے زہر ہلاہل کی ایک شیشی دی کہ بادشاہ کے خزانہ کی ہے اور آپ لڑائی مین جس دشمن کو دیدین فوراً مرجاوے اور اُسکی بہت تعریف کی اور اسکے واسطے تاثیرین بیان کین یہانتک کہ آپ نے تکبیر کہی اللہ اکبر اور اُسکو کھول ڈالا اُسنے ہر چند گھبرا کر عجز کیا کہ یہ قاتل ہے آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھکر اُسکو پی لیا اور کچھ بھی نہ ہوا یہ دیکھکر وہ ایلچی سخت متحیر اور نادم ہوا از انجملہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ راستہ مین جاتے تھے اس راہ مین شیر کھڑا تھا اور اسطرف لوگون کی جماعت اسکے ڈر سے نہین جاسکتی تھی پس آپ نے راستہ سے اس درندہ کو ہانک دیا پھر فرمایا کہ آدمی پر درندے اُسوقت تک مسلط ہوتے ہین کہ آدمی اُنسے ڈرتا ہے اور اگر وہ اللہ تعالے کے سوائے کسی سے نہ ڈرے تو اُسپر کوئی چیز مسلط نہ ہو۔ از انجملہ علاء حضرمی سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے علاء حضرمی کو غازیون کے ساتھ بھیجا یہ لوگ جاتے تھے راہ مین ایک دریا حائل ہوگیا پس علاء حضرمی رضی اللہ عنہ نے اسم اعظم پڑھا اور سب کے سب پانی پر چلے گئے۔ تقریب التہذیب مین بعضے صحابہ رضی اللہ عنہ کے ذکر مین ہے کہ بعد موت کے لوگون سے باتین کین پھر جنازہ پر مستور ہے اور شیخ ابن حجر عسقلانی نے

اسد الغابہ کی تلخیص اصابہ فی اسماء الصحابہ مین بہت کچھ کرامات ہین سے لکھی ہین ولیکن صحابہ رضؓ مین ایسے خوارق عادات کم تھے بوجہ اسکے کہ وہ لوگ استقامت مین درجہ اعلی رکھتے تھے اور نور نبوت اُسوقت تک دلون مین مستقر تھا اور خود اُنکے چہرے سے ظاہر تھا اسیواسطے کرامات متاخرین مین بعد صحابہ وتابعین کے بہت ظاہر ہوے ہین اور اولیاء اللہ کی حالات وتذکرات کی کتابین اس سے بھری پڑی ہین جنکو کوئی شمار نہین کرسکتا ہے جو چاہے اُنکو مطالعہ کرلے اور امام رازی وغیرہ نے کرامات کے جواز پر دلائل عقلیہ بھی بیان کیے ہین اور وہ کئی وجہ سے ہین۔ وجہ اول یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین بیان کیا کہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی کو ایذا دی تو مین نے اُس سے لڑائی کا اشتہار دیا۔ یہ کمال تہدید ہے کہ ولی کی ایذا کو اپنے ساتھ لڑائی قرار دیا اور کون مخلوق ہے جو اُس خالق عزوجل وحدہ لاشریک سے محاربہ کرے پھر یہ معنی اس حدیث سے زیادہ موکد ہوگئے کہ اللہ تعالے قیامت کے روز فرماویگا کہ اے آدمی مین مریض ہوا تو نے میری عیادت نہ کی۔ مین نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے نہ پلایا مین نے تجھ سے کھانا چاہا تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا بندہ عرض کریگا کہ الٰہی مین یہ کیسے کرسکتا تھا اور تو رب العالمین ہے اللہ تعالے فرماویگا کہ میرا فلان بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اُسکی عیادت نہ کی اور تجھے یہ نہین معلوم تھا کہ اگر تو عیادت کرتا تو اُسکو میرے پاس پاتا اور ایسا ہی کھانے وپانی مین مذکور ہے اور اصل حدیث صحیح بخاری وغیرہ مین موجود ہے پس معلوم ہوا کہ اولیاء الٰہی ان درجات عالیہ ومقامات رفیعہ پر پہونچتے ہین تو ایسی صورت مین کون مشکل رہی کہ اللہ تعالے انکو روٹی پانی دے یا جانور مسخر کردے۔ بلکہ کچھ بھی مشکل نہین ہے کہ تمام جہان اُسکے لیے مسخر کردے ولیکن سب کچھ اُسکے قبضۂ قدرت مین مسخر ہے تو چاہیے اُسکی زبان وہاتھ سے جاری کردے۔ وجہ دوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث قدسی مین فرمایا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے کسی بندے نے میری طرف تقرب اس سے زیادہ محبوب فعل سے نہین چاہا کہ جو مین نے اُسپر فرض کیا ہے اُسکو ادا کیے اور بندہ نوافل سے برابر میری طرف تقرب چاہتا ہے یہانتک کہ مین اُسکو محبوب کرلیتا ہون پھر جب مین نے اسکو محبوب کرلیا تو مین اُسکے لیے کان ہوجاتا ہون کہ مجھ سے سنتا ہے اور آنکھ ہوجاتا ہون کہ مجھ سے دیکھتا ہے اسیطرح زبان وہاتھ وپاؤن کو بیان کیا اور فرمایا کہ پھر وہ مجھی سے سنتا ہے اور مجھی سے دیکھتا ہے اور مجھی سے بولتا ہے اور مجھی سے چلتا ہے۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ اُنکے کان وغیرہ مین اللہ تعالے کے سواے غیر کے لیے کچھ حصہ نہین رہا ہے اور یہ مقام بہت زیادہ شریف ہے اس سے کہ سانپ اژدہا یا درندہ کسی کے واسطے مسخر ہو یا خوشۂ انگور کسی کو ملجاوے پس جب اللہ تعالے کے فضل سے بندہ ان درجات عالیہ کو پہونچا تو اسمین کون مشکل ہے کہ جنگل مین اُسکو ایک روٹی اور ایک گھونٹ پانی دیدیا جاوے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالے نے بندہ کو محبت وطاعت وایمان وشکر ورضامندی وغیرہ نعمتین عالی عطا فرمائین تو بعد انکے دنیاوی مخلوقات کی چیزین سب ہیچ وفانی ہین سے جو کچھ دیدے بالکل بعید نہین ہے تو کرامات سے انکار کرنے والے باوجود ظہور ان امور کے محض جہالت سے انکار کرتے ہین منکرون کے چند اوہام ہین جنکو بیان کرکے انکی غلطی پر تنبیہ کردینا مناسب ہے۔ وہم اول یہ کہ خرق عادت کو اللہ تعالے نے رسول کی تصدیق کے لیے معجزہ رکھا ہے پس اگر یہ خرق عادت ولی کی طرف سے کرامت ظاہر ہو تو پیغمبر کی رسالت پر دلیل نہ رہے۔ اس وہم کا جواب یہ ہے کہ ولی کی کرامت درحقیقت اپنے پیغمبر کی تصدیق کا معجزہ ہوتی ہے کیونکہ ولی وہ ہے جو اپنے پیغمبر علیہ السلام کی اُمت مین سے اُسکی رسالت کی تصدیق کرتا ہے اور لوگون کو اُسکی سنت پر ہدایت کرتا ہے حتی کہ اگر وہ ایسا نہ ہو تو گمراہ ہے ولی نہین ہے پس اُسکی کرامت سے پیغمبر کی رسالت کی زیادہ تصدیق ہوتی ہے برخلاف متوہم کے کہ اُسنے اپنے وہم سے اُسکو برعکس سمجھا تھا یہ کیسی نادانی ہے اور حاصل یہ ہے کہ پیغمبر صاحب شرع ودعوی نبوت ہے اور ولی متبع شرع وسنت پر قائم ہونے کا حریص اور اس امر سے خوفناک ہوتا ہے کہ اسکے افعال

موافق سنت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نہین ہین اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تصدیق کرنے والا ہوتا ہے پس اُسکے ہاتھ سے جو کرامت ہوتی ہے وہ دلیل ہے کہ یہ شخص راہ راست پر ہے اور وہ شرع اُسکے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم صحیح وصادق رسول ہین اور یہی معنی ہین کہ ولی کی کرامت درحقیقت اُسکے پیغمبر کی تصدیق کے واسطے معجزہ ہو اور جسقدر نبوت کا زمانہ زیادہ گذرے اُسیقدر ولی کی کرامات زیادہ افضل ہین اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ولی وہ ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی شرع وسنت پر مستقیم ہو۔ وہم دوم یہ کہ شرع مین مدعی پر گواہ لانا واجب ہے اور منکر پر قسم ہے پس اگر ولی مدعی ہو تو اُسکی کرامت کی تصدیق سے چاہیے کہ اُسپر گواہ لانا لازم نہو ورنہ لازم آتا ہے کہ اُسکو جھوٹا سمجھین اور اگر گواہ نہ مانگین تو شرع کا حکم نہ مانین۔ اس وہم کا جواب یہ ہے کہ کرامت امر باطنی ہو اور اس سے لازم نہین آتا کہ ولی کو سہو نہوا ہو تو ممکن ہو کہ اُسنے سہو سے دوسرے پر دعوی کیا ہو پس گواہ ضرور ہین علاوہ اسکے یہ امر کچھ اُسکی کرامات مین سے نہین ہے۔ علاوہ اسکے شرع کا اتباع اسکی ولایت کی تصدیق ہے پس حکم آلہی جو عام کے واسطے ہے وہی اُسکے واسطے ہو۔ اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ کرامت ایک فعل حق عزوجل ہے جو اُسنے بندہ مقرب مین پیدا کر دیا اور ولی کا فعل اختیاری نہین ہو پس ولی پر مانند اورون کے یہ لازم ہے کہ شرع کے افعال واحکام بجالاوے اور جب کبھی اللہ تعالے چاہے اُسکے ہاتھ وزبان وغیرہ سے کرامت ظاہر کردے اور ہمارے نزدیک ولی کے واسطے یہ شرط نہین کہ وہ معصوم ہو۔ وہم سوم یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو ہجرت مین مکہ سے مدینہ کو کئی روز مین پہونچے پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ ولی ایک روز مین مکہ معظمہ پہونچ جاوے۔ اور اللہ تعالے نے فرمایا تحمل اثقالکم الے بلد لم تکونوا بالغیہ الا بشق الانفس یعنی یہ جانور تمھارے بوجھ کو ایسے شہر مین پہونچاتے ہین کہ جہان تم نہین پہونچتے مگر اپنی جان پر مشقت اٹھا کر۔ پس اگر ولی ایک شہر سے دور ملک کو دم مین پہونچ جاوے تو اس آیت مین طعن ہوگا۔ جواب وہم یہ ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم قبل ہجرت کے رات مین بیت المقدس تک اور وہان سے جہانتک اللہ تعالے نے چاہا تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے مگر مکہ سے مدینہ کو کئی روز مین تشریف لے گئے تو جیسے ہر ایک فعل باختیار آلہی عزوجل ہے یون ہی اگر ولی بغیر کرامت کے جاوے تو بہت مدت مین پہونچے اور اگر اللہ تعالے اُسکو بطور کرامت پہونچاوے تو جتنی جلدی چاہے پہونچاوے اور رہا آیت مین بیان اسی قدر ہے کہ جیسے عادت مین لوگ جاتے ہین اسطرح بدون سواری مشقت سے پہونچو اور یہ ولی کے حق مین بھی مسلم ہے اور یہان تو کرامت کے طور پر فعل آلہی سے پہونچنے مین کلام ہے۔ اب تمام اوہام دفع ہو گئے اور خوب جان لینا چاہیے کہ جن لوگون کو ایسے اوہام طاری ہوتے ہین اُنکو معارف آلہی واحوال قلوب وقرب نوافل وغیرہ مدارج کرامت سے بالکل غفلت وجہالت ہوتی ہے اسی وجہ سے طرح طرح کے حیلے اُنکا نفس اٹھاتا ہے اور شیطان اپنے وسواس سے اُنکو پستی مین گراتا ہو اور اگر طریق سنت پر مستقیم ہوتے اور قلب مین انوار وفیوض حاصل ہوتے تو خود ہی پہچان لیتے کہ حق کیا ہے اور وہ اسطرح ظاہر ہے کہ کسی وہم کو وہان گنجایش نہین ہے۔ امام رازی وغیرہ نے لکھا کہ کیا یہ جائز ہے کہ ولی اپنی ولایت کا دعوی کرے یا نہین پس محققین مین سے ایک قوم نے کہا کہ نہین جائز ہے اور مترجم کہتا ہے کہ یہ اختلاف کا اشارہ کچھ بھی نہین ہے اہل الحق کے نزدیک بالاتفاق کوئی شخص اپنی نسبت مرتبہ ولایت کا دعوی نہین کر سکتا ہے حتی کہ وے اپنے واسطے مرتبہ ہی نہین ثابت کرتے ہین پھر جو لکھا کہ جواز دعوی کے قول پر ولی ونبی مین فرق یہ ہے کہ کرامت قطعی نہین ومعجزہ قطعی ہے مترجم کے نزدیک یہ دو وجہ سے سہو ہے اول یہ کہ مدعی ہونے کا جواز بے معنی ہے اور دوم یہ کہ کرامت تو اتباع سنت ہو اور خرق عادت اُسکی دلیل ہو پس قطعی وبے قطعی کی تفصیل ایک اجنبی بات بیان فرمائی پھر ایک بات کا افادہ فرمایا کہ اہل الحق کے نزدیک ولی کو چاہیے کہ ہمیشہ خائف وترسان ہو اور اکثر اوقات جو حق تعالے سے بندہ کو انقطاع ہو جاتا ہو [illegible]

کرامات کے مقام مین ہوتا ہے اسی واسطے تو محققین کو دیکھتا ہے کہ وے کرامات سے ایسے ڈرتے ہین جیسے کوئی سخت قسم کی بلا سے ڈرتا ہے
اور کرامت سے اُنس ہونا راہ سے قاطع ہونے پر چند امور دلالت کرتے ہین جنسے ثابت ہوتا ہو کہ کرامت سے اُنس ہونا راہ سے قاطع ہو اول یہ کہ
کرامات ایسی چیزین ہین جو حق سبحانہ تعالے سے مغائر ہین اور غیر حق سے اُنس ہونا حجاب ہو اور جو شخص کہ محجوب از حق ہو وہ کیونکر مرتبہ قرب
و منزلت مین پہونچیگا وجہ دوم یہ کہ جس شخص نے اپنے دل مین اعتقاد کیا کہ وہ مستحق کرامت ہوگیا بوجہ اپنے اعمال کے تو اسکے دل مین اپنے
اعمال کی ایک وقعت بہت بڑی ہوگی اور جسکے دل مین اعمال کی وقعت عظیم ہو وہ رب عز وجل سے جاہل ہو کیونکہ اگر وہ رب عز وجل کو
پہچانے تو جان لے کہ تمام طاعات جسقدر ممکن ہین اگر سب جمع کیجاوین تو جلال الٰہی کے مقابلہ مین سراسر قصور ہین اور جسقدر شکر کیا جاوے
اگرچہ بے انتہا ہو جب اُسکی نعمت کے مقابلہ مین آوے بالکل ہیچ ہو اور جسقدر معارف وحقائق وعلوم ہین سب اسکی عزت وشان کے مقابلہ
مین حیرت وجہالت ہین اور مین نے بعض کتابون مین پڑھا ہو کہ شیخ ابو علی الدقاق رحمہ اللہ کی مجلس مین یہ آیت پڑھی گئی الیہ یصعد الکلم الطیب
والعمل الصالح یرفعہ۔ تو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس امر کی علامت کہ تیرے عمل کو حق تعالے نے اُٹھایا ہے یہ ہے کہ تیرے ذہن مین تیرے عمل
کے واسطے اُٹھانے کا نشان نہ رہے اور اگر باقی رہے تو جان لے کہ تیرا عمل تیری نظر کے سامنے ہو وہ نہین اٹھایا گیا اور اگر تیری نظر مین نہ رہے تو وہ
مقبول اور اٹھا لیا گیا ہو۔ وجہ سوم یہ کہ صاحب کرامت نے یہ کرامت اسی وجہ سے پائی کہ اُسنے عاجزی وتضرع جناب باری تعالے مین کیا اور
جب اُسنے تکبر وسربلندی کی اور کرامات سے اپنے آپ کو کچھ سمجھا تو وہ چیز تو باطل ہوگئی جسکے وجہ سے اُسنے کرامات کا درجہ پایا تھا تو یہ ایسا طریق ہے
کہ اُسکے ثبوت سے عدم ہوجاتا ہو یعنی اگر وہ شخص اپنی کرامت کو اپنی نظر مین ثابت کرے تو نیست ہوجائیگی اور اگر نیست کرے تو ممکن ہو کہ ثبوت ہوجاوے
اسی وجہ سے جب حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے فضائل ومناقب شریف کو بیان فرماتے تو آخر مین فرما دیتے کہ لا فخر یعنی مین فخر سے نہین کہتا
ہون بلکہ رسالت پہونچانے کے طریق پر آگاہ کرتا ہون اور فخر میرا اپنے رب عز وجل سے ہو جس نے یہ کرامات وفضائل مجھے عطا فرمائے ہین۔ وجہ
چہارم یہ کہ اللہ تعالے نے مخلص بندون کے وصف مین فرمایا کہ یدعوننا رغبا ورہبا پس رغبت ثواب مین اور رہبت عذاب سے اور بعض نے کہا
کہ رغبت وصال مین اور رہبت عقاب سے اور بعض محققین رحہ نے کہا کہ احسن یہ ہے کہ یون کہا جاوے کہ رغبت ہم مین اور رہبت ہم سے یعنی
ہمارے واسطے رغبت کرتے ہین اور ہم سے ڈرتے ہین اور یہ معنی سب امور کو شامل ہین پس اسقدر بیان مین اہل عقل واہل سعادت کے واسطے
کفایت ہے اللہ تعالے ہمکو مع اقارب وعشائر واحباب کے اہل ولایت محمدیہ مین سے کردے بطفیل سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پھر
جب قرآن مجید جو کہ عجائب قدرت الٰہی واسکی شان عالی متعالی پر مشتمل ہو اور اسی مین قصص اصحاب کہف وغیرہ مذکور ہین اس بات پر صریح دلیل ہو
کہ وہ معجزہ وحی الٰہی ہو تو حکم دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مع اصحاب مومنین اسکی تلاوت رکھین

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا

اور تلاوت کر جو وحی کیا گیا تجھے تیرے رب کی کتاب سے کوئی نہین بدلنے والا اُسکے کلمات کا اور کبھی نہ پاویگا تو سواے رب کے کوئی ملجا

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا

اور روکے رکھو اپنے نفس کو ان لوگون کے ساتھ جو پکارتے ہین اپنے رب کو اول وقت اور آخر وقت چاہتے ہین اسکی رضامندی اور نہ

تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا

تجاوز کرین تیری آنکھین اُنسے چاہتی ہون زینت حیات دنیا کو اور مت اطاعت کیجیو اُس شخص کی کہ غافل کردیا ہمنے اسکے دل کو اپنی یاد سے

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ○

اور وہ پیچھے لگا اپنی خواہش کے اور اسکا کام حد سے بڑھا ہوا ہو

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ اور تلاوت کر جو وحی کی گئی تجھپر تیرے رب کی کتاب سے یعنی قرآن کی تلاوت کر سراج
مین کہا کہ یعنی اسکی تلاوت کر اور جو اُسمین حکم ہے اُسی اتباع کر اور اُسپر عمل کر۔ واضح ہو کہ اتل از تلاوت ہے تو اسکے یہی معنی ہوے کہ تلاوت کر
اور اگر تلو سے ہے جسکے معنی اتباع کے ہین تو یہ معنی ہوے کہ اتباع کر اُسکی جو تجھے وحی ہوئی ہے پس شاید کہ سراج مین دونون سے اشتقاق کے
معنی بیان کر دیے اور شاید کہ مقصود یہ ہو کہ تلاوت کرنے سے مقصود عمل ہے۔ پھر اگر کہا جاوے کہ تلاوت تو آپ کرتے تھے بعض نے جواب دیا
کہ مراد یہ ہے کہ تلاوت پر مواظبت کر ہمیشہ تلاوت کیا کر۔ پھر واضح ہو کہ اگر آیت کا مقصود عمل کی تاکید ہے تو تلاوت آپ پر واجب ہوئی ورمقدار
معلوم نہین کہ کل یا البعض۔ اور من کتاب بیان ما اوحی کا ہے یعنی جو وحی کی گئی وہ کتاب ہے اور بعض مراد نہین ہے۔ اور میرے نزدیک ظاہر
یہ ہے کہ مقصود آیت سے ابلاغ رسالت ہے جیسا کہ شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ اللہ تعالے اپنے رسول علیہ السلام کو حکم فرماتا ہے کہ کتاب عزیز کی
تلاوت کرین اور لوگون کو پہونچا دین۔ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ نہین بدل ہے اُسکے کلمات کا کوئی یعنی کوئی تغییر یا تحریف نہین کر سکتا
وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اور نہین پاویگا تو اُسکے سوا کوئی ملجا۔ ابن جریر رح نے کہا کہ فرماتا ہے کہ اے محمد اگر تو نہ تلاوت کرے
اُسکی جو تجھے وحی کیا گیا ہے قرآن سے تو تیرے واسطے کوئی جاے پناہ سواے اللہ تعالے کے نہین ہے بمانند قولہ تعالے یا ایہا الرسول بلغ
ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ۔ اور بمانند قولہ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد یعنی تجھسے سوال
کریگا کہ رسالت پہونچائی۔ کذا ذکرہ الامام رح اور یہ صریح ہو کہ مقصود آیت کا تاکید عمل نہین کیونکہ وہ تو آپ کا داب خلقی تھا بلکہ مقصود ابلاغ
قرآن ہے کہ لوگون پر تلاوت کرو۔ پھر قولہ لا مبدل لکلماتہ مین بعض نے سوال کیا کہ نسخ سے تو تبدیل ہوتی ہو اور جواب دیا کہ نسخ سے کلمات
کی تبدیل نہین ہوتی ہے بلکہ نسخ یہ ہے کہ منسوخ کا حکم ایک وقت معین تک کے واسطے ہوتا ہو اسوقت تک رہا پھر دوسرے وقت کے واسطے
دوسرا حکم آیا تو منسوخ کلمات اپنے وقت پر بحال خود ہین اور ناسخ کلمات بجاے خود ہین اور سراج مین لکھا کہ اس سوال و جواب کی کچھ
حاجت نہین جب کہ کہا گیا کہ کوئی شخص اُسکے کلمات کا مبدل نہین ہے سواے اُسکے۔ اور مین کہتا ہون بلکہ شیخ ابن کثیر رح کا قول اولی ہو
کہ کوئی اُسکے حکم مین تغییر و تحریف نہین کر سکتا ہے۔ قولہ ملتحدا بعض نے کہا کہ تفسیر و بیان مین سواے اسکے کسی اور کی طرف مرجع نہین ہے۔
وَاصْبِرْ نَفْسَكَ اور روک رکھ اپنے نفس کو۔ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ۔ ان لوگون کے ساتھ جو پکارتے ہین اپنے رب کو بِالْغَدٰوةِ
وَالْعَشِيِّ اول وقت و آخر وقت يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ چاہتے ہین اسکی رضامندی یعنی اُن لوگون کے ساتھ مجالست فرما جو اللہ تعالے کی
تسبیح و تہلیل و تقدیس و تحمید و تکبیر کرتے ہین اللہ تعالے کے بندون مین سے خواہ وے فقیر ہون یا تونگر ہون قوی ہون یا ضعیف ہون۔
عبد اللہ بن عمر رض سے روایت ہے کہ وے لوگ ہین جو پانچون نمازون مین حاضر ہوتے ہین اور ایسا ہی ابن عباس رض سے مروی ہو یعنی اول
وقت و آخر وقت سے پانچون نمازین مراد ہین سبب نزول آیت مین مروی ہو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہ جن لوگون کی تالیف قلوب
منظور تھی جیسے عیینہ بن بدر و اقرع بن حابس و عباس بن مرداس وغیرہ یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اچھا
ہو تا کہ آپ صدر مجلس مین بیٹھتے اور ان لوگون و اُنکے جبون کی بدبو سے پوشید رہتے اور مراد انکی سلمان و ابوذر و فقراء مسلمین تھے جنپر بالون کے
جبے رہتے اور اُن مین پسینہ آتا تھا تو ہم لوگ آپ کے ساتھ بیٹھتے اور آپ سے باتین کرتے اور آپ سے قرآن اخذ کرتے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا

واتل ما اوحی الیک من کتاب ربک تا قولہ تعالے انا اعتدنا للظالمین نارا الآیہ۔ رواہ البیہقی وغیرہ اور ابو الشیخ نے اپنی روایت مین یہ بھی زیادہ کیا کہ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوے اور انکو ڈھونڈھنے لگے جنکی نسبت فرمایا کہ واصبر نفسک مع الذین الآیہ تو آپ نے انکو مسجد کے موخر مین پایا کہ وہان اللہ تعالے کی یاد کر رہے تھے پس فرمایا کہ الحمد للہ کہ اُسنے مجھے موت نہین دی یہانتک کہ میری اُمت مین ایسے لوگ کر دیے کہ اُنکے ساتھ مجھے بیٹھنے کا حکم دیا تمھارے ہی ساتھ میری زندگی و موت ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے اس سبب نزول کو نہین لیا بلکہ ذکر کیا کہ اس آیت کے نزول مین کہا جاتا ہے کہ اشراف قریش کے بارہ مین نازل ہوئی جب انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ تنہا ہمارے ساتھ بیٹھیے اور بلال وعمار و صہیب و خباب و ابن مسعود وغیرہ ضعفاء مسلمین کو اس مجلس مین شریک نہ ہونے دیجیے بلکہ اُنکے واسطے کوئی جلسہ علیحدہ رکھیے پس اللہ عز وجل نے نازل فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی الآیہ پس وہان تو حکم دیا کہ انکو طرد مت کرو یعنی اپنی مجلس سے کافرون تونگرون کو بٹھلانے اور اُنکے ایمان کی حرص مین انکو مت ہانکو اور یہان فرمایا۔ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم۔ یعنی بلکہ اُنکے ساتھ اپنی نفس کو صبر دو اور بیٹھو کیونکہ محتاجون و مساکین کے ساتھ بیٹھنے سے دنیا نظرون مین خوار ہو جاتی ہے اور نفس کو اس فانی مین سے کفاف پر صبر رہتا ہے۔ صحیح مسلم مین سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ ہم چھ نفر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے میں اور ابن مسعود اور ایک ہذیل کا آدمی اور بلال اور دو کے نام مین بھول گیا ہون تو مشرکون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان لوگون کو ہانک دیجیے ایسا نہو کہ ہم پر جرأت کرین پس حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دل مین کچھ آیا جو اللہ تعالے نے چاہا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا ولا تطرد الذین یدعون ربہم الآیہ۔ انفرد بہ مسلم فی صحیحہ۔ پھر شیخ رح نے غداۃ و عشی کے ذکر مین فضیلت کی احادیث مع بعض روایات متعلق تفسیر ذکر فرمائین مع اسانید جنکی تلخیص یہ ہے کہ امام احمد نے ابو امامہ باہلی رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکلے اور ایک قاص یعنی واعظ کچھ وعظ کرتا تھا وہ خاموش ہو رہا تو آپ نے فرمایا کہ ذکر بیان کر کہ مین اگر بعد نماز فجر کے بیٹھون یعنی ذکر مین یہانتک کہ آفتاب طلوع ہو جاوے تو مجھے چار بردے آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے۔ اور امام احمد نے کردوس بن قیس سے جو کوفہ مین عامہ لوگون کے واعظ تھے روایت کی کہ مجھے ایک شخص نے اصحاب بدر مین سے خبر دی کہ مین نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے اگر مین ایسی مجلس مین بیٹھون تو مجھے چار بردے آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے شعبہ راوی کہتے ہین کہ مین نے پوچھا کہ کیسی مجلس۔ تو مجھ سے عبد الملک بن میسرہ میرے شیخ نے کہا کہ کوئی شخص نصیحت و ذکر کرتا تھا ابو داؤد طیالسی نے انس رضہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مین ایسی قوم کے ساتھ بیٹھون جو اللہ تعالے کا ذکر کرتے ہون نماز فجر سے یعنی بعد نماز فجر کے طلوع آفتاب تک تو مجھے اس سے زیادہ پسند ہے جسپر آفتاب طلوع کرتا ہے یعنی تمام دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے اور اگر مین اللہ تعالے کا ذکر کرون نماز عصر سے غروب آفتاب تک تو مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ مین آٹھ بردے اولاد اسمعیل سے آزاد کرون جنمین سے ہر ایک کی دیت بارہ ہزار ہے۔ راوی نے کہا کہ ہم نے وہین حضرت انس کی مجلس مین شمار کیا تو سب دیتین ملکر چھیانوے ہزار ہوئین اور یہان بعض کہتے ہین کہ چار بردے اولاد اسمعیل سے اور قسم اللہ تعالے کی کہ نہین فرمایا مگر آٹھ بردے کہ دیت ہر ایک کی بارہ ہزار ہے مترجم کہتا ہے کہ ابو داؤد طیالسی کی اسناد یہ ہے حدثنا محمد حدثنا یزید بن ابان عن انس رضہ یون ہی تفسیر ابن کثیر کے نسخہ مین ہے اور یہ اسناد صحیح ہے اور واضح ہو کہ راوی نے دیت اسی مجلس مین شمار کرنے کو جو بیان کیا تو یہ تمہید اُسکی تھی کہ بعضے چار بردے روایت کرتے ہین جنکی دیت ۴۸ ہزار رہوئی حالانکہ ہم کو آٹھ کی روایت یاد بھی ہے اور دیت کا حساب بھی ہم کو ۹۶ ہزار یاد ہے فافہم۔ اور حافظ ابو بکر البزار رح نے ابو مسلم الاغر کوفی سے مرسل روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک مجلس کی طرف گذرے ایک شخص سورہ کہف پڑھتا تھا وہ خاموش ہو رہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وہ مجلس ہے کہ جنکے ساتھ مجھے صبر

نفس کو روکنے کا حکم ہوا ہی۔ اور بزار رح نے دوسری اسناد سے اُسکو ابو مسلم الاغر سے اُسنے ابوہریرہ و ابو سعید خدری سے مرفوع روایت کیا ہی اور امام احمد نے
انس بن مالک رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین کوئی قوم کہ مجتمع ہوکر ذکر کرین اللہ تعالے کا انکی کچھ غرض نہ ہو
سواے رضاے الٰہی کے مگر ضرور ہی کہ آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہی کہ کھڑے ہو درحالیکہ تمھاری مغفرت کردی گئی ہی تمھاری برائیان بدل کر
بھلائیان کردی گئی ہین۔ تفرد بہ احمد رحمہ اللہ۔ اور طبرانی رح نے عبد الرحمن بن سہل بن حنیف سے روایت کی کہ جب نازل ہوا قولہ۔ واصبر
نفسک مع الذین یدعون ربہم الآیہ تو اسوقت آپ اپنے ازواج مین سے کسی گھر مین تھے تو نکلکر ان لوگون کو ڈھونڈنے لگے تو آپ نے ایک قوم
کو پایا جو اللہ تعالے کی یاد کر رہے تھے بعضے انمین پریشان بال اور خشک کھال اور ایک ہی کپڑے مین لپٹے تھے جب انکو دیکھا تو انکے ساتھ بیٹھ گئے
اور فرمایا کہ حمد ہے اللہ تعالے کو جس نے میری اُمت مین ایسے لوگ رکھے کہ مجھے حکم دیا کہ اپنی نفس کو انکے ساتھ مین صبر دون۔ سراج بن خطیب نے
ذکر کیا کہ ابو سعید خدری رض سے روایت ہی کہ مین ایک ٹکڑی ضعفاء و مہاجرین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا انمین بعضے بعض کو بسبب برہنگی کے
چھپاتے تھے اور ایک قاری انمین قرآن پڑھتا تھا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے اور فرمایا کہ تم لوگ کیا کرتے تھے ہم نے کہا کہ یا رسول اللہ ہم مین
سے ایک آدمی قرآن پڑھتا تھا اور ہم سنتے تھے پس آپ نے فرمایا کہ الحمد للہ جس نے میری امت مین ایسے کردیے کہ مین اپنے نفس کو انکے ساتھ صبر دون
پھر ہمارے درمیان مین بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بشارت ہو تم کو اے فقراء مہاجرین قیامت کے روز پورے نور کی سو تم تونگرون سے پانچ سو برس پہلے
جنت مین داخل ہوگے۔ بالجملہ اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان لوگون کے ساتھ اپنے نفس کو صبر دے جو اول وقت و آخر وقت یعنی
ہمیشہ اپنے رب عزوجل کو پکارتے ہین کچھ انکا مطلب نہین ہی صرف اُسکی رضامندی چاہتے ہین۔ اور فرمایا کہ۔ وَلَا تَعۡدُ عَيۡنَاكَ عَنۡهُمۡ
اور نہ تجاوز کرین تیری دونون آنکھین اُنپر سے یعنی تو اُنسے بالکل تجاوز مت کر غیرون کی طرف جو ظاہر مین شرف اور ثروت والے کافر ہین۔ تُرِيدُ
زِينَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ درحالیکہ تو ارادہ کرتا ہو زینت حیات دنیا کا یعنی مساکین مین اور دوسرون مین زینت دنیا کا فرق دیکھ کر مساکین سے
نظر ہٹا کر دوسرون پر ڈالے۔ اس سے یہ مطلب نہین ہی کہ تو زینت حیات دنیا کو چاہتا ہی بلکہ انمین امتیاز کرنا فقط زینت دنیا کی وجہ سے ہوگا کیونکہ
عقبیٰ کی راہ سے تو مساکین ممتاز ہین۔ وَلَا تُطِعۡ مَنۡ أَغۡفَلۡنَا قَلۡبَهُۥ عَن ذِكۡرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ أَمۡرُهُۥ فُرُطًا اور اسکی اطاعت
مت کیجیو جسکا قلب ہم نے غافل کردیا ہی اپنی یاد سے اور وہ پیچھے پڑگیا اپنی خواہش کے اور اسکا کام حد سے بڑھا ہوا ہی یعنی اُسکے اقوال و افعال
سارے غفلت و حماقت ہین۔ واضح ہو کہ قولہ لاتعد عیناک عنہم۔ سے یہ معنی نکل آئے تھے لیکن خوب تاکید سے ممانعت کے واسطے قولہ ولا
تطع من اغفلنا۔ کو بڑھا دیا۔ بعض نے کہا کہ وہ امیہ بن خلف ہی اور بعض نے عیینہ بن بدر کو بیان کیا اور صحیح یہ ہی کہ وہ لوگ جنھون نے ذاکران
حق عزوجل کو دور کرنے کو کہا تھا مراد ہین اور ابن بریدہ رض سے روایت ہی کہ ایک روز گرمی کے وقت عیینہ بن حصن فزاری قبل مسلمان ہونے کے
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے پاس سلمان رضی اللہ عنہ تھے جنکے جبہ سے پسینہ کی بو اُڑتی تھی تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا
کہ جب ہم لوگ آپ کے پاس آوین تو آپ ایسے لوگون کو ہٹا دیا کرین کہ ہمکو ایذا نہو جب ہم چلے جاوین تو آپ جانین اور وے جانین تب یہ قول
نازل ہوا۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ سورہ مکیہ ہی اور سلمان رض کا اسلام مدینہ مین تھا اور فزاری بھی وہین آیا تو روایات مذکورہ کی صحت اسی وقت ہو سکتی
ہی کہ آیت مذکورہ مستثنی ہو فافہم واللہ تعالے اعلم۔ ف عرائس مین ہی کہ قولہ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم الآیہ۔ اہل حقیقت یہان بارہا
اشارہ لیتے ہین کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دنیا مین صبر گران تھا تو اس آیت سے تسلی فرمائی کیونکہ آپ قلب سے ملکوت مین اور روح سے
جبروت مین اور سر باطن کے ساتھ مشاہدہ قدم مین اور عقل کے ساتھ انوار غیب مین مشتاق محو تھے اور دنیا مین آپ پر صبر گران تھا بین طور

کہ بصورت خلق کے ساتھ ہون گویا منازل قاب قوسین مین مشاہدہ جمال وجلال مین چاہتے پس حق سبحانہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ اپنے نفس کو
اُن فقراء عاشقین کے ساتھ محبوس فرماوے جو تمام اوقات مین مشتاق جمال ہین ہر وقت خواہش وجہ کرتے ہین چاہتے ہین کہ بازوے محبت سے
عالم وصال مین پرواز کرین پس تیرے حضور مین انکو تسلی رہیگی کیونکہ تیرے دیدار سے انکو ظہور اس جمال کا ہے پس تو اُنکے ساتھ مرافقت وموافقت
فرماویگا اور سر وعقل وروح وقلب سے عالم غیب مین ہوگا کیونکہ یہ سب تجلی کبریا کے مقامات ہین اور تیرے جوار قلب مین دونون جہان کی
گنجائش نہین ہے کیونکہ تیرا قلب معدن اسرار علیین وعرش تجلی قدم ہے وہان کسی عدم کو گنجائش نہین ہے قولہ ولاتعد عیناک عنہم کیونکہ وے لوگ
تیری چشم پاک سے جب کہ وہ میرے مشاہدہ مین ہے آئینہ سے میری صفات کو مشاہدہ کرینگے قولہ ولاتطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا۔ اور وہ درمیانی
وسائط پر نظر ہے واسطے زیادت معرفت کے اور وجہ یہ کہ وسائط درحقیقت مورث غفلت ہین اور حق سبحانہ تعالے نے قلوب خلق کو خود خلق سے
امتحان مین محجوب کیا ہے چنانچہ وہ مخلوق کو دیکھکر حقیقت سے غافل ہوجاتے ہین پس بعضے غافل کا سبب غفلت جنت ہے اور بعضے غافل کا
سبب غفلت خوف جہنم ہے اور بعضے غافل کا سبب غفلت غرور عبودیت ہے یعنی عبادت پر غافل ہے اور بعض کا سبب غفلت خواہش مزدوری
وثواب ہے اور بعضے غافل خواہش کرامات مین غافل ہین اور بعضے مجاہدات مین۔ اور بعضے غافل کا سبب غفلت عیش دنیا ہے اور سب سے زیادہ
باریک سبب غفلت کا لذت وسکون اُس چیز پر ہے جو وہ حق سے پاوے اور مقام حظوظ پر توقف کر جاوے پس یہ سب خالص ازل کے مشاہدہ
سے محجوب ہین پس ظاہر مین تو اہل دنیا سے پرہیز مراد ہے اور اشارہ مین ایسے لوگون سے بھی پرہیز مراد ہے جو اپنے مقامات پر متوقف اور احوال کے
حظوظ مین محجوب ہورہے ہین۔ شیخ ذوالنون رح نے کہا کہ اللہ تعالے نے اس آیت مین تونگرون کو حکم دیا کہ فقیرون سے مخلوط رہین اور
فقیرون کی سنت اختیار کرین۔ شیخ عمرو المکی نے کہا کہ صالحین وفقراء صادقین کی صحبت اہل جنت کے واسطے عیش ہے کہ رضا سے یقین کی
طرف اور یقین سے رضا کی طرف آمد ورفت ہوتی رہتی ہے۔ شیخ ابو عثمان رح سے پوچھا گیا کہ غفلت کیا ہے فرمایا کہ جو اللہ تعالے نے حکم دیا اُس کو
چھوڑ بیٹھے اور اسکی متواتر نعمتون کو بھول جاوے اور بعض مشائخ رح نے کہا کہ غفلت ایک سرا قلب کو دیجاتی ہے اور اس سے منعم حقیقی سے پردہ
ہوجاتا ہے۔ شیخ سہیل رح نے فرمایا کہ غفلت یہ ہے کہ اپنا تمام وقت بیکاری مین بیفائدہ ضائع کرے اور شیخ استاد رح نے فرمایا کہ یہان آیت مین
واصبر نفسک مذکور ہے اور قلبک نہین فرمایا ہے تو اسوجہ سے کہ قلب آپکا ہر حال مین مع الحق عز وجل تھا پس آپ کو فقراء کی صحبت کا ظاہری طور پر
حکم دیا اور باطنی سر کو اپنے ساتھ رکھا واللہ تعالے اعلم۔ جب کافرون نے زور دیا کہ آپ فقراء صادقین کو اپنے پاس سے ہٹادین تاکہ ہم بیٹھین
اور آپ کی بات سنین شاید ایمان لاوین اور اللہ تعالے نے اہل الذکر مخلصین کو ہٹانے سے منع فرمایا یا کہ حکم دیا کہ اپنے نفس کو انکے ساتھ صبر سے
رکھین اور اہل غفلت کی تباع نہ کرین تو حکم فرمایا کہ

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ
اور کہدے کہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے سو جسکا جی چاہے وہ مانے اور جسکا جی چاہے وہ نہ مانے ہمنے تو مہیا کر لی ہے ظالمون کے لیے آگ جسکے
بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۚ بِئْسَ الشَّرَابُ ۚ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ○
سرادق نے ظالمون کو گھیر لیا ہے اور اگر فریاد چاہینگے تو مدد دیے جاوینگے ایسے پانی سے جو مثل تلچھٹ کے ہے منھون کو بھون دیتا ہے بری خراب چیز پینے کو ہے اور بڑی خراب جگہ ہے جس سے ارتفاق ہو دوزخ کا
یہان حکم دیا کہ کافرون کی بات پر التفات نہ فرماوے۔ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ یعنی اور کہدے اے محمد لوگون سے کہ یہ جو مین تمہارے پاس
لایا ہون تمہارے رب عز وجل کی طرف سے یہ حق ہے اسمین کچھ شک نہین ہے۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ سو جس کا

جی چاہے ایمان لاوے و جسکا جی چاہے کفر کرے۔ یہ بطور تہدید و سخت وعید کے ہے۔ جو ایمان لایا وہ سعید ہے کہ اُسنے حق کو لیا تو اُسکی ظاہری حیات کا
اعتبار نہ ہوگا اور جس نے کفر کیا اُسنے حق کو چھوڑا وہ بدبخت ہے اگرچہ تونگر و ملبوس بلباس ظاہری ہو اُسکا کچھ اعتبار نہین وہ بڑا ظالم ہے اِنَّآ اَعْتَدْنَا
لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا ہم نے ظالمون یعنی مشرکون و کافرون کے لیے مہیا کی ہے آگ اَحَاطَ بِھِمْ سُرَادِقُھَا جسکے سرادق نے ظالمون کو گھیرا ہے
سرادق نار اُسکے چار طرف کی دیوارین۔ امام احمد رح نے ابوسعید خدری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سرادق النار کو
فرمایا کہ چار دیوارین ہین ہر دیوار کی چوڑائی چالیس برس کی راہ ہے۔ رواہ الترمذی و ابن جریر ایضاً۔ و رواہ الحاکم و صححہ۔ ابن جریر رح نے
ابن عباس رض سے روایت کی کہ سرادق یعنی آگ کی دیوار۔ راغب رح نے لکھا کہ سرادق فارسی معرب ہے اور واحد ہے اور اُسکے مثل کوئی مفرد
نہین کہ اُسمین الف کے بعد دو حرف ہون۔ جوہری نے کہا کہ لغت مین سرادق وہ شامیانہ ہے جو صحن پر تانا جاتا ہے اور قتیبی رح نے کہا کہ سرادق
وہ حجرہ جو خیمہ کے گرد ہوتا ہے اور آیت مین گویا آگ کے محیط ہونے کی تشبیہ اس حجرہ سے ہے جو اپنے اندر والے کو ہر طرف سے محیط ہوتا ہے۔ امام احمد نے
یعلی بن امیہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان البحر ہو من جہنم یعنی سمندر وہ جہنم سے ہے پھر یہ آیت پڑھی نارا احاط بہم
سرادقہا۔ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا۔ اور اگر اُنھون نے غوث مانگا یعنی اگر شدت آتش و حرارت سے چھوٹنے کے لیے اُنھون نے مدد چاہی یُغَاثُوْا بِمَآءٍ
غوث دیے جاوینگے پانی سے مگر اس پانی کی دو صفتین بیان کین صفت اول۔ کَالْمُھْلِ مانند مہل کے ہوگا اور صفت دوم۔ یَشْوِی الْوُجُوْہَ
منھون کو بھون دیگا پس یہ درحقیقت غوث دینا نہین ہے کیونکہ مقصود غوث سے یہ ہوتا ہے کہ وہ فریاد کرنے والے کو اس سختی و مصیبت سے چھڑاوے
اور جو پانی اُنکو دیا گیا اور اُسکے پینے پر لاچار ہوے اُسنے انکی تکلیف کو اور بڑھا دیا لہذا فرمایا۔ بِئْسَ الشَّرَابُ کتنا برا یہ شربت ہے جس سے انکو مدد
دی گئی ہے۔ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا اور کتنا برا مرتفق ہے یہ مقام جہنم۔ اصل مین ارتفاق یہ کہ گال کے نیچے تکیہ رکھنا۔ لہذا کہا گیا اُمتکا ہے قتیبی رح
نے کہا کہ مرتفق مجلس و منزل۔ مجاہد رح نے کہا کہ مجتمع یعنی جہان اکٹھا ہونگے سعید بن جبیر رح نے کہا کہ اہل جہنم جب بہت بھوکے ہونگے تو فریاد کرینگے
انکو درخت زقوم دیا جائیگا اُسمین سے کھاوینگے تو انکے مُنھ کی کھال جُھلس جائیگی اگر وہان کوئی گذرے تو زقوم مین انکی کھال کا نشان پاوے پھر انپر
پیاس غالب ہوگی تو فریاد کرینگے پس انکو پانی دیا جائیگا مانند مہل کے اور وہ انتہاے درجہ کا گرم ہوگا جب اسکو منھ کے قریب لیجاوینگے تو اُسکی
حرارت سے اُنکے چہرون کی کھال بھنکر گر پڑے گی مہل ابن عباس رض نے کہا کہ مہل گاڑھا پانی جیسے زیت [روغن ۱۲] کی تلچھٹ گیٹھ ہوتی ہے مجاہد رح
نے کہا کہ وہ مانند خون و پیپ کے ہے۔ عکرمہ رح نے کہا کہ وہ شے ہے کہ اسکی حرارت انتہا کو پہونچی ہے۔ دوسرے علما و تابعین اہل تفسیر نے فرمایا
کہ ہر چیز جو پگھلائی جاوے۔ قتادہ رح نے کہا کہ ابن مسعود رض نے ایک ٹکڑا سونے یا چاندی کا پگھلایا اور کہا کہ مہل سے اسکو زیادہ مشابہت
ہے۔ ضحاک نے کہا کہ جہنم کا پانی سیاہ اور جہنم سیاہ اور اُسکے لوگ سیاہ ہونگے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ ان اقوال مین باہم کچھ منافات
نہین ہے کیونکہ مہل ان سب بری صفتون کو شامل ہے کیونکہ وہ سیاہ بدبودار گاڑھا شدت کا گرم ہوتا ہے اسی واسطے دوسرے مقام پر فرمایا
یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ اور امام احمد کی حدیث ابوسعید خدری رض مین جو اوپر سرادق کے بارہ مین مرفوع گذری ہے اُس مین مذکور ہے کہ اور
فرمایا کہ ماء کالمہل یعنی جیسی زیت کی تلچھٹ تو جب کافر اُسکو اپنے مُنھ سے نزدیک کریگا تو اُسکے چہرے کی کھال اُس مین گر پڑے گی اسیطرح
ترمذی نے جامع مین بروایت رشدین بن سعد اُسکو اخراج کیا اور رشدین کے حفظ مین کلام کیا گیا ہے۔ اور عبد اللہ بن المبارک نے
ابوامامہ رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قولہ یسقی من ماء صدید یتجرعہ کی تفسیر مین فرمایا کہ اپنے منھ سے قریب کریگا پھر
اُس سے اُبکائیگا پھر جب پاس لاویگا تو اسکا چہرہ بھن جائیگا اور کھال کی پوستین جو سر پر ہے اُسمین گر پڑیگی اور جب پی جائیگا تو آنتین کٹ

گرینگی اللہ تعالے فرماتا ہی وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ الآیہ - پھر شیخ نے مرتفقا کی تفسیر مین کہا کہ جہنم بری منزل ومقیل ومجمع موضع ارتفاق ہی - ف فی العرائس قولہ تعالے وقل الحق من ربکم الآیہ - علم آلہی مین تھا کہ حضرت حق سبحانہ تعالے کے علوم غیب واسرار عجیب و احکام متشابہ کی جانب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شفقت سے اپنی اُمت کو لیجاتے ہین اور زیادہ بوجھ اُنپر نہین ڈالتے جو انکی فہم سے باہر ہو تو حکم دیا کہ قل الحق من ربکم - طریق ہدایت کو گمراہی سے ممتاز بیان فرما دے تو وہی تابع ہوگا جو توفیق ازل سے سعید ہوا ورنہ مانیگا جو ازلی گمراہ ہی پس حق رب عز وجل کی جانب سے ہی جو وہ کرتا ہی اسکی تقدیر حکمت بالغہ کے ساتھ حق ہی - شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ حق عز وجل نے خلق کے واسطے راہین ہدایت وحقیقت کی بیان فرمادی ہین پس جو اس مین سالک ہی وہ توفیق ہی اور جو اعراض کرتا ہے وہ خذلان ازلی ہی بعض نے کہا کہ جسکے واسطے حق نے ہدایت چاہی اُسکو ایمان کی راہ دیدی اور جسکے لیے گمراہی چاہی اُسکو راہ کفر دیدی اور یہی ضلال بعید ہی پھر اللہ تعالے نے اہل ایمان کی بزرگی بیان فرمائی - بقولہ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا ۝ أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ

البتہ جو لوگ ایمان لائے اور کیے نیک کام تو ہم نہین ضائع کرتے اجر اُس شخص کا جو خوب رہا اپنے کام مین ایسے لوگ ہین جنکے باغات ہین اقامت کے

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُونَ ثِيَابًا خُضْرًا مِنْ سُنْدُسٍ

جاری ہین انکے نیچے سے نہرین زیور پہنائے جاوینگے اُنہین کنگنون سے سونے کے اور پہنائے جاوینگے کپڑے سبز سندس سے

وَإِسْتَبْرَقٍ مُتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۚ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ۝

اور استبرق سے درحالیکہ وے لوگ تکیہ دیے ہونگے اسمین اریکہ یعنی تختون پر بہت خوب ثواب ہی اور بہت خوب منزل ارتفاق ہی

یہ انعامات مومنین کا بیان شروع ہی بعد عقوبات کافرین کے ذکر کرنے کے مومنین معتقدین کو بیان کیا - إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا جو لوگ ایمان لائے یعنی اس حق پر جو تجھے وحی کیا گیا ہی یعنی قرآن پر - وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور کیے اعمال صالحات پس علم وعمل دونون مین حق کے ساتھ ہین تو اُنکے واسطے اُنکا ثواب ہے - إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا کیونکہ ہم ضایع نہین کرتے ثواب نیکوکار کا - لا نضیع اجرہم ہم اُنکا اجر ضائع نہین کرتے - بجاے اسکے لا نضیع اجر من احسن عملا - کہا تو اسمین بجاے ضمیر کے اسم ظاہر کو لانا ہوا جس سے فضیلت کا بیان ہوتا ہی اور اشارہ ہوگیا کہ صالحات پر عمل کرنا چاہیے کہ نیکی کے طور پر ہو - ریاکاری وغیرہ نہو پس جس نے ریاکاری سے نماز پڑھی تو عمل تو صالحات مین سے ہے اُسکو کیا ولیکن اُسنے احسان نہ کیا یعنی نیک نہ ہوا اپنے عمل مین - کذا ظہر للمترجم واللہ اعلم - اور بعض نے کہا کہ قولہ انا لا نضیع الآیہ جملہ معترضہ ہے اور قولہ ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات - کی خبر آگے کا قول ہے یعنی قولہ - أُولَٰئِكَ لَهُمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ ایسے ہی لوگ ہین جنکے واسطے جنات اقامت ہین یعنی باغات جنمین محل وقصور بنے ہین انہین ہمیشہ کی اقامت ہی تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ انکے نیچے نہرین جاری ہین - بعض نے کہا کہ اُنکے مکانات وقصر ومحل کے نیچے بہتی ہین اور اللہ تعالے نے فرعون کا قول بیان فرمایا کہ ہذہ الانہار تجری من تحتی - یہ نہرین میرے نیچے جاری ہین - تو معلوم ہوا کہ اس شہر کے نیچے بہتے ہونا بھی یہی محاورہ ہی یا میرے تحت تصرف ہین - بالجملہ مکانات انکے ایسے ہونگے اور يُحَلَّوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ حلیہ یعنی زیور دیے جاوینگے جنت مین کنگن سے سونے سے - زجاج رح نے کہا کہ اساور جمع اسورہ ہے اور اسورہ جمع سوار ہی اور وہ ایک زیور ہے کہ ہاتھ کے پہونچے پر پہنتے ہین اور وہ بادشاہون کی زینت کا لباس ہے جیسے سابق بادشاہان ایران پہنتے تھے ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اساور جمع سب ذہب کے ہونگے ولیکن دوسری آیت مین فضہ اور لولو کبھی

ہین۔ اور مِن اساور بیان بعض حلیہ کا ہے تو ایک زیور شاہانہ بیان کردیا بخاری و مسلم وغیرہما نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی کہ نبی صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے حلیہ وہان تک پہونچیگا جہانتک وضو پہونچتا ہی۔ پھر واضح ہو کہ معنی اس زیور کے اور سونے و چاندی کے صحیح
ہین ولیکن تمھارے پاس جو سونا مثلاً ہی اُسپر قیاس مت کرو گویا اصل و نقل کا فرق ہے وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا۔ عطف ہے یحلون پر
بفعل مجہول جس سے اشعار ہی کہ پہنانے والے خادم وغیرہ ہونگے اور معنی یہ کہ پہنائے جاوینگے لباس سبز مِّنْ سُنْدُسٍ۔ سندس کا
سبز تو نظر مین خوبصورت معلوم ہوتا ہی اور اُس سے تازگی ہوتی ہے۔ کسائی نے کہا کہ سندس رقیق باریک جمع ہے واحد اسکا سندسہ ہی۔ وَّ
اِسْتَبْرَقٍ اور استبرق کا۔ استبرق جو گندہ ہو اور واحد اسکا استبرقہ ہے یہی مفسرین کا قول ہی کہ دونون جمع ہین اور بعض نے کہا کہ جمع
نہین ہین اور کہا گیا کہ استبرق دیباج اور کہا گیا جو سونے کے تارون سے بنی ہو۔ قتیبی نے کہا کہ وہ فارسی معرب ہے۔ جوہری نے کہا کہ
اسکی تصغیر ابیرق آتی ہے۔ یحییٰ رح نے تفسیر مین لکھا کہ اہل لغت مین اختلاف ہی کہ استبرق عربی ہی تو مشتق از بریق ہی اسمین چمک ہوتی ہی یا معرب
استبرہ ہی۔ ابن کثیر رح نے لکھا کہ اللہ تعالے نے فرمایا ولباسھم فیھا حریر۔ اُنکا لباس جنت مین حریر ہوگا۔ اور یہان اسکی تفصیل فرمائی کہ سندس
و استبرق کا۔ سندس تو باریک کپڑے بڑھیا جیسے قمیصین و اسکے مانند چیزین۔ اور استبرق گندہ دیباج اور اسمین چمک ہوتی ہی۔ انتہی مترجما
اور محمد بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ جنت مین ایک درخت ہی جس سے سندس پیدا ہوتا ہے اسی کے اہل جنت کے لباس ہین۔ عکرمہ سے
مروی ہے کہ استبرق دیباج گندہ۔ اور ایسا ہی مجاہد سے مروی ہے۔ سورۃ الرحمن مین فروش کے حق مین آیا کہ بطائنھا من استبرق یعنی فرشون کے
استر استبرق کے ہین۔ شیخ جلال محلی رحمہ اللہ نے سورہ ھل اتی کی تفسیر مین کہا کہ لباسھم فیھا حریر۔ تو لباس کا ابرہ تو سندس کا ہوگا اور استر استبرق کا
ہوگا۔ واضح ہو کہ طوبی کی تفسیر مین مروی ہے کہ اس سے اہل جنت کے لباس پیدا ہونگے۔ مسئلہ اس حیات دنیا مین جو زیور مرد کو سونے چاندی کا
ممکن ہی وہ یہی ہے جو تم دیکھتے ہو اور جیسے دنیا کو آخرت سے نسبت ہی ویسے ہی اسکی چیزون کو آخرت کی چیزون سے نسبت ہی اگرچہ نام مشترک ہین
تو جن لوگون نے آخرت اختیار کی ہی اسکی نظیر دنیا مین اُنپر حرام ہی پس زیور سونے و چاندی وغیرہ کا مرد پر حرام ہی اور انگوٹھی مہر کی ضرورت کی قدر
ساڑھے چار ماشہ چاندی کے جائز ہی اور بعض فقہا نے کہا کہ صرف اُسکو جائز ہی جسکو مہر کی ضرورت ہو۔ اور سونا مرد پر بالکل حرام ہی۔ عورتون کو یہ دونون
زیور و اُنکے سواے جائز ہین۔ مرد پر کوئی چیز جو زیور کے طور پر پہنے حرام ہی حریر ریشم کا مرد پر حرام ہی۔ بالجملہ اہل جنت اس ناز و نعمت سے مزین بزیور و
لباس فاخرہ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ تکیہ لگائے ہونگے جنت مین ارائک پر۔ خواہ چار زانو بیٹھکر یا کروٹ سے۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہان
چار زانو مراد ہونا اشبہ ہی اور یہی معنی حدیث مین ہین جہان فرمایا کہ اما انا فلا آکل متکئا یعنی مین اپنے آپ کھاتا نہین متکی ہو کر یعنی چار زانو بیٹھکر۔ یعنے
مغرور نشست نہین بیٹھتا تو یہ مکروہ ہی۔ اور ارائک جمع اریکہ کی وہ تخت ہی جو حجلہ کے اندر ہو اور حجلہ ایسا ہی ہوتا ہی قبہ جو ہمارے زمانہ مین معروف ہی
اور عبد الرزاق نے معمر سے اُسنے قتادہ سے روایت کی کہ ارائک خود حجلہ ہین اور معمر نے کہا کہ سواے قتادہ کے اورون نے کہا کہ ارائک وہ تخت ہین
جو حجلون مین ہون۔ انتہی مترجما۔ اور یہی اخیر قول زجاج نے لکھا اور بعض نے تفسیر کی کہ یہ سونے کے تخت ہین موتی و یاقوت سے جڑاؤ۔ اور ابن عباس رضہ
نے فرمایا کہ ارائک تخت ہین جو حجال کے اندر ہین اُنپر فرش گدگدے ایک فرسخ کے اونچے ہین اور کہا کہ تخت اریکہ نہین کہلاتا جب تک حجلہ مین نہو
ابن ابی حاتم نے اپنی اسناد کے ساتھ ہیثم بن مالک طائی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد جنت مین تکیہ لگائیگا بقدر
چالیس برس کے اس ہیات کو بدلیگا نہین اور اس سے کچھ ملول نہوگا اور اس حال مین اُسکے پاس وہ سب آتا رہیگا جو اُسکا جی چاہے اور اسکی
آنکھون کو ٹھنڈک دے۔ نِعْمَ الثَّوَابُ بہت اچھا ثواب ہی یہ جو اُنکو اللہ تعالے نے مقام رضوان و کرامت یعنی جنت مین نیک بندون کو

روزی کیا۔ وَحَسُنَتْ اور نہایت خوب ہی یہ حجلہ کے اندر تختون پر۔ مُرْتَفَقًا تکیہ گاہ یا پہ نشین جنت ومنزل ومجلس۔ اس مین پانچ اقسام بمثل ہین اول جنات عدن دائمی دوم انہار جاری اقسام اقسام کے جو بے مثال ہین سوم آرایش زیور جو انھون نے دنیا مین سے ترک کیا چہارم لباس حریر بے مثال جو دنیا مین ترک کیا پنجم شاہانہ تختون پر متکا وجلوس۔ ف قولہ تعالے نعم الثواب وحسنت مرتفقا۔ اللہ تعالے نے دوسرے مقام پر فرمایا کہ رضوان من اللہ اکبر یعنی رضاے الٰہی سب سے بڑھکر ہی اور اُسکی تفسیر نہین فرمائی کیونکہ وہ لوگون کے خیال سے باہر ہی شیخ نے عرائس مین لکھا کہ جن لوگون نے نیک اعمال کیے اللہ تعالے نے انکے واسطے اپنے کرم ورحمت سے جزاے بمثال مقرر فرمائی وقرب ومشاہدہ عطا کیا اور تخت کرامت پر حجلہ انس مین انکو لباس انوار جمال وجلال سے مزین فرمایا پس زیور کرامت ولباس لطف ورحمت سے مزین ہوے اور انکا استناد وبھروسا اُسی کی طرف ہی۔ اقول اس سے یہ مراد نہین ہی کہ زیور ولباس جو ظاہر مین مذکور ہی وہ نہ ہوگا بلکہ ظاہر مذکور کے ساتھ کرامت ورحمت انوار مشاہدہ ورضوان الٰہی عظیم ہی جسکا اندازہ آدمی کو بعد تقوی وپرہیزگاری کے ہوتا ہی۔ اور لکھا کہ نعم الثواب اُسکا دیدار ہی اور سب سے بہتر انکو نعمت دیدار جمال وجلال ہی۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ حجلہ قرب مین تخت انس پر ریاض قدس مین باغ وصال کے اندر ہر حال مین دیدار جمال حضرت سلطان عز وجل مین میسر ہونگے۔ استاد رح نے کہا کہ انکو جسطرح کی نعمت ہی حلہ وصال مین تاج کرامت پہنے ہوے زیور رحمت سے آراستہ تخت راحت پر متمکن حجلہ قرب ومنزلت مین شراب محبت پیتے ہین۔ پھر اللہ تعالے نے دنیا چاہنے والے وآخرت چاہنے والے کی مثال فرمائی

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا

اور بتا اُنکو کہاوت دو مردون کی بنا دیے ہمنے ایک کو دو باغ انگور کے اور گرد اُنکے کھجورین اور رکھی

بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا لا وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ۝ وَّكَانَ لَهُ ثَمَرٌ ج

دونون کے بیچ مین کھیتی دونون باغ لاتے اپنا میوہ اور نہ گھٹاتے اسمین سے کچھ اور بہائی ہمنے ان دونون کے بیچ نہر اور اسکو پھل ملا

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّأَعَزُّ نَفَرًا ۝ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ج قَالَ

پھر بولا اپنے دوسرے سے اور جب باتین کرنے لگا اُس سے مجھ پاس زیادہ ہی تجھسے مال اور آبرو کے لوگ اور گیا اپنے باغ مین اور وہ برا کر رہا ہی اپنی جان پر بولا

مَآ أَظُنُّ أَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ أَبَدًا ۝ لا وَّمَآ أَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً لا وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ إِلٰى رَبِّيْ لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا

مجکو نہین آتا خیال مین کہ خراب ہو یہ باغ کبھی اور مجکو خیال مین نہین آتا کہ قیامت ہوتی ہی اور اگر کبھی پہونچایا مجکو میرے رب کے پاس پاؤنگا بہتر اس سے

مُنْقَلَبًا ۝ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ أَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ

اُسطرف پہونچکر کہا اسکو دوسرے نے جب بات کرنے لگا کیا تو منکر ہوگیا اُس شخص سے جسنے بنایا تجکو مٹی سے پھر بوند سے پھر پورا کر دیا تجکو

رَجُلًا ۝ ط لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ أُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ أَحَدًا ۝ وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لا لَا

مرد پر مین تو کہون وہی اللہ ہی میرا رب اور نہ مانون ساجھی اپنے رب کا کسی کو اور کیون نہ جب تو آیا تھا اپنے باغ مین کہا ہوتا جو چاہا اللہ کا کچھ

قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ ج إِنْ تَرَنِ أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ فَعَسٰى رَبِّيْٓ أَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ

زور نہین مگر دیا اسکا اگر تو دیکھتا ہی مجکو کہ مین کم ہون تجھسے مال اور اولاد مین تو امید ہی کہ میرا رب دیوے مجکو تیرے باغ سے بہتر

وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝ لا أَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ

اور بھیجدے اُسپر ایک بھبھوکا آسمان سے پھر صبح کو رہجاوے میدان چٹپٹ یا صبح کو ہو رہے اسکا پانی خشک پھر نہ سکے تو اسکو

لَهٗ طَلَبًا ۝ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ

ڈھونڈھ لاوے اور سمیٹ لیا اسکا سارا پھل پھر صبح کو رہگیا ہاتھ نچاتا اُس مال پر جو اسمین لگایا تھا اور وہ ڈھا پڑا تھا اپنی چھتریون پر اور کہنے لگا

يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝

کیا خوب تھا اگر مین ساجھی نہ بناتا اپنے رب کا کسی کو اور نہ ہوئی اسکی جماعت کہ مدد کرین اُسکو اللہ کے سوائے اور نہ ہوا وہ کہ بدلہ لے سکے

هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝

وہان سب اختیار ہی اللہ سچے کا اسی کا انعام بہتر ہے اور اسی کا دیا بدلہ

یہ مثل عجیب ایسے دو شخصون کی ہو کہ ایک نے دنیاوی مال دولت پر بھروسا کیا اور تن کی پرورش کی اس حال مین کہ اللہ تعالےٰ سے کفر کیا اور دوسرے نے دنیاوی مال سے قدر ضرورت وحاجت اکتفا کیا اور اپنے تن وروح کو طاعات الٰہی مین لگایا اور اپنے ساتھی پر کفر سے ملامت کی جو اپنی حالت مجموعی کو باقی سمجھتا تھا یعنی غرور وغفلت سے ایسا ہو گیا تھا کہ اپنا انجام نہین دیکھتا تھا پس ساتھی نے اُسکو ہر چند سمجھایا اُسکے خیال مین نہ آیا آخر کو ایک روز موت آئی اور مال برباد ہوا اور اسکا بدن خراب ہوا اور وہ گرفتار عذاب ہوا اور اپنی غفلت وجہالت پر افسوس کرنے لگا اور دوسرا بندہ مومن عیش وراحت مین آیا اور اُسکو اپنے دنیاوی قلت کے عوض اللہ تعالےٰ نے کثرت آخرت وعیش ونعمت عطا فرمائی اور کافر نے وہان کچھ نہ پایا اور سب شرک بھول گیا اور افسوس اسکا بیفائدہ ہوا اور وہان کوئی شریک اُسکا مددگار نہ ہوا کہ ولایت سب اللہ تعالےٰ ہی کے لیے ہو۔ لہذا شیخ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلے اللہ تعالےٰ نے اُن مشرکون کا حال بیان کیا جو مفلس ومحتاج مسلمانون کے ساتھ بیٹھنے سے پرہیز کرتے اور تکبر سے عار سمجھتے اور اُنپر اپنے اموال واولاد سے فخر کرتے تھے اور اللہ تعالےٰ عزوجل سے جس نے اُنکو دیا تھا شرک وکفر کرتے تھے پھر اب کافرون متکبرون ومومنان مفلس کی مثل دو شخصون سے بیان فرمائی ایک مالدار وایک غریب سے اور دونون کا انجام جو لامحالہ ضروری ہو بیان فرمایا تاکہ تنبیہ ہو۔ اور مانند اسکے بیضاوی ومعالم وسراج وغیرہ مین ہو کہ جب کافرون نے اپنے اموال کی کثرت سے اور اعوان وانصار کی قوت سے غریب مسلمانون پر افتخار کیا تو اللہ تعالےٰ نے اس مثل مین بیان کیا کہ یہ چیزین موجب افتخار نہین ہین ہو سکتا ہو کہ فقیر تونگر ہو جاوے اور تونگر فقیر ہو جاوے اور آخر مین یہی ہوا اور تونگری وفقیری سب زائل وفانی چیزین ہین یہ پائدار نہین ہین اور جس بات پر افتخار ہو سکتا تھا وہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری وعبادت مین کثرت وقلت ہو اور یہان تو یہ فقط فقرا مومنین کو حاصل ہو پس مثل سے بیان فرمایا بقولہ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اور بیان کردے اُنکے واسطے ایک مثل یعنی اُن کافرون کے لیے جو اپنی تونگری پر تکبر کرتے اور مومنون مین سے غریبون پر نظر حقارت ڈالتے ہین اور انکے ساتھ بیٹھنے سے تکبر وغرور کرتے اور اُنکے ہانک دینے کی درخواست کرتے ہین یہ مثل بیان کردی رَّجُلَيْنِ دو مردون کی آخر تک۔ نصب مثلًا ورجلین کا اس بنا پر کہ دونون اضرب کے مفعول ہین بعض نے کہا کہ مفعول اول رجلین اور مفعول دوم مثلا ہو یعنی بیان کردے دو شخصون کو مثلًا۔ اور بعض نے کہا کہ رجلین کی ذات مراد نہین بلکہ خبر رجلین مراد ہو یعنی مثل بیان کردے خبر دو مردون کی۔ اور واضح ہو کہ مثل مذکور کی جو مراد ہو وہ تو اول مذکور ہو چکی اور وہ ہر وقت ہر زمانہ مین ایسے شخصون پر صادق ہو ولیکن اس مین کلام ہو کہ جن دو شخصون کو مثل گردانا گیا ہے یہ مثال مین مقدر کیے گئے ہین یا حقیقت مین بھی کوئی دو شخص تھے جنکا یہ حال ظاہر مین واقع ہوا ہو۔ پس امثال مین مقدر ہونا تو اصلی معنی ہین اور سب مفسرین نے اُسپر اتفاق کیا کیونکہ مقصود وہی ہے ولیکن بعض نے کہا کہ دو شخص محقق بھی تھے۔ معالم وسراج وغیرہ نے سوائے شیخ ابن کثیر رح کے ذکر کیا کہ بعض کے قول مین بنو مخزوم مین سے

دو شخص اہل مکہ کے حق مین نازل ہوئی ایک حضرت ابوسلمہ اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور حضرت ام المومنین ام سلمہ
کے پہلے شوہر تھے اُنکے انتقال کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آئین پس ایک تو ابوسلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن یالیل ہین یہ
مومن تھے اور دوسرا انکا بھائی کافر اسود بن عبدالاسد بن یالیل تھا۔ ان دونون کی مثل ہو اور بعض نے کہا کہ عینیہ بن حصن فزاری
و اُسکے ساتھیون کو اور حضرت سلمان فارسی و اُنکے ساتھیون کو بنی اسرائیل کے دو بھائیون سے تشبیہ دی مترجم کہتا ہے کہ مثال مین
آخر تک انجام مقصود نہ ہوگا کیونکہ عینیہ بن حصن آخر مین مسلمان ہو گئے تو وہ کافر مرے نہین ہین یا ظاہری مثال مقصود ہو بہر حال بنواسرائیل
کے دو بھائیون سے مثال ہے کہ ان مین سے ایک مومن تھا کہ ابن عباس کی روایت مین اُسکا نام یہودا تھا اور مقاتل کی روایت مین تملیخا
تھا اور دوسرا بھائی کافر تھا اُسکا نام قطروس تھا اور وہب رح کی روایت مین اُسکا نام قطفر تھا اور انھین دونون کا قصہ سورہ والصافات
مین بقولہ قال قائل منہم انی کان لی قرین آلخ سے مذکور ہو اور قصہ انکا جیسا کہ عبداللہ بن المبارک نے معمر رض سے اُسنے عطار خراسانی سے روایت
کیا یون ہو کہ دو بھائیون نے بنواسرائیل مین سے آٹھ ہزار دینار اپنے باپ کی میراث سے مشترک پائے پھر دونون نے آدھے آدھے بانٹ لیے
پھر کافر نے ہزار دینار کو ایک زمین خریدی پس مومن نے کہا کہ الٰہی فلان نے ہزار دینار کو ایک زمین خریدی ہو اور مین تجھ سے ہزار دینار کو
جنت مین زمین خریدتا ہون پس ہزار دینار صدقہ کر دیے پھر اُسکے کافر بھائی نے ہزار دینار سے ایک مکان عمدہ بنوایا پس مومن نے کہا کہ
الٰہی اسنے ہزار دینار کو دنیا مین عمدہ عمارت بنائی ہو اور مین تجھ سے ہزار دینار کو جنت مین ایک مکان خریدتا ہون پس ہزار دینار صدقہ
کر دیے پھر اُسکے ساتھی کافر نے ہزار دینار لگا کر اپنا بیاہ کیا اُسنے کہا کہ الٰہی فلان شخص نے ہزار دینار سے دنیا مین اپنا نکاح کیا اور مین تجھ سے
ہزار دینار سے جنت کی عورتون سے ایک عورت کے نکاح کی اُمید رکھتا ہون پس اسنے ہزار دینار صدقہ کر دیے پھر اُسکے ساتھی نے ہزار
دینار سے خادم و اسباب آرایش وغیرہ تجمل کی چیزین خریدین اُسنے کہا کہ الٰہی فلان شخص نے دنیاوی آرایش چاہی ہو اور مین تجھ سے جنت مین
نعمت چاہتا ہون پس ہزار دینار صدقہ کر دیے خلاصہ مطلب یہ کہ جسقدر اُسنے دنیا و اُسکی آرایش مین غلو کیا اُسی قدر دوسرے نے
آخرت کی طلب کی۔ روایت ہو کہ مرد مومن ایک دفعہ اُسکے پاس گیا تو وہ اسکو لیے ہوے پھرا اور اپنی شوکت و حشمت کے اموال و اولاد سب
دکھلائے اور تکبر و افتخار کیا اور مومن کی تفہیم کو کہ یہ سب فانی ہو اس سے آخرت درست کرتا جا اُسنے کچھ نہ مانا مترجم کہتا ہو کہ ظاہر یہ ہو کہ مرد مومن
نے سب خیرات نہین کیا اور شاید کہ میراث سب خیرات کر دی ہو اور جس سعی و محنت سے وہ پہلے بسر کرتا ہو اُسی پر اکتفا کیا ہو ورنہ آدمی کے واسطے یہ
ممنوع ہو کہ اسقدر خیرات کر دے کہ خود فقیر ہو جاوے اور پھر اُسکو سوال کرنے کی نوبت آوے ولیکن اگر اسقدر ہمت والا ہو کہ فقیری مین معاش
حاصل کرنے پر مستعد ہو اور کمی و بیشی مین گذر کیے جاوے کسی سے سوال نہ کرے اور عیال کو فاقہ مین نہ ڈالے تو وہ بہتر ہے اور مضائقہ نہین ہے
واللہ تعالے اعلم۔ بالجملہ مومن کی نصیحت کہ اس کافر نے نہ مانا اور آخر ایک وقت کے بعد اس دنیا سے دونون فنا ہوے اور انجام اس کافر
کے حق مین خراب ہوا تو یہ مثال ان دونون پر مطابق ہو مترجم کہتا ہو کہ خواہ یہ دونون شخص مراد ہون یا نہ ہون مقصود اصلی مثال سے یہ
ہو کہ دنیا پر مغرور شخص اور دنیا کو فانی جانکر طالب آخرت شخص کی مثال ایسی ہو کہ دو مرد تھے جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ ہم نے
دونون مین سے ایک کیواسطے دو باغ دیے یعنی کافر کے لیے دو باغ کر دیے۔ سدی رح نے بنواسرائیل کی روایت کے قصہ مین کہا کہ باغ تو
اسکا ایک تھا مگر درمیان مین وسیع نہر جاری تھی تو دو باغ ہو گئے تھے یحیی بن ابی عمرو الشیبانی رح نے کہا کہ نہر ابو فرطس کی وہی دونون باغون
کی نہر تھی اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ یہ نہر شہر رملہ مین مشہور ہے۔ پھر دونون باغون کی کیفیت تازگی کی بیان کی کہ یہ دونون باغ تھے مع

اَعْنَابٍ انگور کے یعنی درختان انگور تھے وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ اور ہم نے دونون کو گھیر دیا تھا نخل یعنی درختان خرما سے یا پھلدار درختون سے یہ ایک لطافت ہو کہ باغ انگور کے گرد سب طرف سے درختان پھلدار ہون تو انگور عمدہ ہوتے ہین علاوہ اسکے ہر موسم مین پھل موجود ہوتا ہو اور اقسام کے پھل پیدا ہوتے ہین اور اُسپر مزید یہ کہ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا۔ اور ہم نے دونون کے بیچ مین زراعت کردی تھی جس سے قوت روزینہ حاصل ہوتا تھا کہ وسط اسکا زراعت سے بھرا ہوا اور گرد اسکے انگور کے درخت اور اُنکے گرد نخلستان اور درمیان مین نہر جاری پس دونون باغ قوت حبوب و فواکہ و پھلون سے نہایت خوبصورت شکل پر بھرے ہوے تھے عمارات ملی ہوئی پھر اُنمین پیداوار ہر قسم کی بھی خوب ہوتی تھی چنانچہ فرمایا كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا دونون باغ ہر ایک لایا اپنے پھل۔ وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ اور نہین کمی کی کسی باغ نے پھلون سے شَيْـًٔا کچھ بھی۔ یعنی جیسے افراط سے آنے چاہیے تھی ویسے ہی نخل کے پھل اور انگور آئے اور خوب اناج پیدا ہوا۔ ابن عباس رضہ نے کہا کہ کسی درخت مین کچھ کمی نہین ہوئی بعض نے کہا یعنی کسی سال مین کمی نہین ہوتی تھی تو یہ باغ برخلاف باغون کے کہ جنمین ایک سال زیادتی اور ایک سال کمی ہوتی ہو یہ دونون باغ عجیب تھے کہ ہر سال انمین کثرت سے برابر پیداوار ہوتی تھی۔ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا۔ اور ہم نے جاری کردی دونون کے وسط مین ایک نہر یعنی ہمیشہ وہ دونون کو پانی پہونچاتی اور کبھی منقطع نہین ہوتا تھا وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ اور اُس شخص کے واسطے ثمر تھا۔ ابن کثیر رح نے کہا کہ ابن عباس و مجاہد و قتادہ سے مروی ہو کہ یعنی مال تھا یعنی سواے دونون باغ کے اقسام مال سونا چاندی وغیرہ تھا جس سے وہ ہر طرح کے خرچہ پر قادر ہوتا تھا جو اس باغ کی تعمیر و زراعت مین صرف ہو۔ اور بعض نے کہا کہ ثمر سے پھل مراد ہین اور ابن کثیر رح نے کہا کہ یہی اظہر ہو اور مؤید اسکی دوسری قرأت ثُمُر بضمتین ہو کہ وہ جمع ثمر بمعنی پھل ہو مترجم کہتا ہو کہ ثمر سے مراد اموال بطور مجاز ہو تو ہوسکتا ہو کہ ثُمُر بضمتین سے انواع اموال مراد ہو اور ظاہر مین یہان اموال کے معنی زیادہ معقول ہین اور شاید شیخ نے جو پھل کے معنی اظہر لیے وہ اسوجہ سے کہ قولہ اُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ مین پھلون کی آفت مراد ہو تو یہان بھی یہی مراد ہو۔ واللہ اعلم۔ بالجملہ بیان فرمایا کہ اسکے واسطے پھل تھے یعنی اقسام پیداوار سے موجود تھے یا دیگر اموال بھی تھے۔ پھر ایک وقت مین اس کافر کا بھائی جو مومن تھا اُسکے پاس آیا اور دونون جمع ہوے۔ فَقَالَ پس کافر بولا لِصَاحِبِهٖ اپنے ساتھی یعنی مومن سے۔ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ درحالیکہ اس سے باتین کرتا تھا یعنی وہ کہتا اور یہ کہتا باہم دونون مین گفتگو ہو رہی تھی اس حال مین اس کافر نے اس مومن سے تین باتین نالائق کہین اول یہ کہ۔ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا۔ نفر بمعنی رہط اور وہ دس سے کم پر بولتے ہین یعنی مین بہ نسبت تیرے مال مین زیادہ ہون اور میرا گروہ زیادہ ہو تجھپر غالب ہون شاید کہ اولاد و عشیرہ و خدمتگار وغیرہ مراد ہین غرضکہ ایک بات شنیع تو اُسنے یہ کہی کہ جس سے مال و اولاد کے ساتھ مومن پر افتخار کیا اور تکبر کے ساتھ تعلّی کی کہ مین تجھ سے برتر ہون اور دوسری آگے آتی ہو۔ مفسرون نے کہا کہ پھر یہ کافر اپنے ساتھی مومن کا ہاتھ پکڑے ہوے اپنے اموال کی سیر کراتا ہوا تا کہ اُسکو وہ چیزین دکھلاوے جنپر تکبر و افتخار کرتا تھا وہان سے لے چلا۔ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ اور ساتھ لیے ہوے داخل ہوا اپنے باغ مین واضح ہو کہ یہان دو باغ مین سے ایک باغ بصیغہ مفرد فرمایا تو علماء نے کہا کہ شاید اسوجہ سے کہ وہ اسکو ایک ہی باغ مین فقط لے گیا ہو یا یہ کہ دونون متصل ہونے سے بمنزلہ واحد ہین یا پہلے ایک مین لے گیا پھر دوسرے مین لے گیا تو اول ایک ہی جنت مین داخل ہونا لازم ہو یا یہ کہ دونون کے ذکر سے کوئی غرض متعلق نہین کیونکہ جو بات ہو وہ ایک ہی سے حاصل ہو یا صرف ایک ہی کے بیان پر کفایت فرمائی شیخ جلال محلی رح نے فرمایا کہ جنت کا اسم مفرد اسوجہ سے ہو کہ مراد روضہ ہے یعنی دونون باغ کو شامل ہو اور شہاب رحمہ اللہ نے حاشیہ بیضاوی مین کہا کہ جنت کی اضافت جب اُسکی طرف ہوئی تو مفید استغراق ہوئی جیسے الف لام استغراق سے فائدہ ہوتا ہو کیونکہ اس باغ کے سواے اسکا کوئی باغ نہ تھا اور

کشاف مین زمخشری نے بھی یہی اشارہ کیا کہ مراد جنت سے اسکی جنت ہی مومن کی جنت نہین تو یہ تحقیر ہی یعنی وہ اپنی اس جنت مین گیا جسپر آئندہ اُسنے کلمات کفر بیان کیے ہین۔ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ درحالیکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرنے والا یعنی کافر اپنے رب تعالےٰ کے ساتھ تھا۔ اسی سبب سے قَالَ۔ اُسنے کہا کیونکہ شدت سے غافل اور اپنی حرص مین گرفتار و اوہام و خیالات کا پابند تھا کہ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا مین نہین گمان کرتا ہون کہ فنا ہو جاوے یہ جنت۔ یعنی مومن نے جو اسکو کفر کرنے پر خوف دلایا کہ اللہ تعالےٰ کفر کی شامت سے اسکو برباد نہ کردے اس سے خوف کر اور ایمان لاکر اسکی بندگی کر اور نعمت کا شکر ادا کر تو اُسنے باغ مین کہا اگر وہ نہر لبریز بھری ہوئی اور شاداب باغ دکھلایا اور کہا کہ یہ سب تمھارے خیالات ہین اور مین نہین گمان کرسکتا کہ یہ برباد و خشک ہو جاوے جتنے اسباب چاہیے سب موجود ہین۔ یہ اُسکا دوسرا قول شنیع ہی پس اُسنے دنیا پر بھروسا کیا اور ساری انسانی پیدائش کا نتیجہ یہی دنیاوی زندگی خیال کیا اور انسان کو اُسنے مانند خود رو گھاس و درختون کے کر دیا بلکہ اُنسے بد تر کیونکہ جنگل مین ہزارون درخت ہین کہ ہزارون برس رہتے ہین کہ آدمی چند روز مین اُنکے سامنے فنا ہو جاتا ہی اور جو سمجھدار ہین وہ خوب سمجھتے ہین کہ یہ سب فنا ہے اور باقی آخرت ہے یہان کی زراعت کا پھل وہان ہی مگر اس کافر نے تیسرے قول سے اسکا بھی انکار کیا۔ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً اور مین تو گمان نہین کرتا قیامت کو آنیوالی۔ زجاج رحمہ نے کہا کہ اسنے اپنے ساتھی کو آگاہ کر دیا ان دونون قول سے کہ وہ کافر ہی تیری طرح مومن نہین ہی۔ پھر اُسنے ایک کلمہ اپنے تکبر کے ساتھ مومن کی تضحیک کے طور پر ایسا کہا کہ آئندہ نصیحت کا دروازہ بند ہے وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ اور اگر مین بالفرض تیرے اعتقاد کے موافق اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی جاؤن تو واللہ میری شان یہ ہے کہ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا مین وہان منقلب ہو کر اس سے بھی بہتر پاؤنگا۔ جیسے قریش مین سے عاص بن وائل نے کہا تھا کہ لئن رجعت الی ربی ان لی عنده للحسنی یعنی اگر مین ان لون کہ مین اپنے رب کی طرف لوٹایا جاؤنگا تو ضرور ہا تو کہ مجھ ایسے شخص کے لیے وہان بھی بڑی نعمت و خوبی ہی یعنی اپنے آپ کو تکبر سے اس لائق خیال کیا کہ یہان میری شان و خوبی و پسندیدگی کی وجہ سے مجھے یہ سب ملا ہی وہان اگر وہ مالک ہو تو مجھے اس سے بھی بہتر ملیگا۔ یہ گویا تعریض بھی کہ تم تو رب عز و جل کے نزدیک ہیچ ہو کہ یہان تمھارے واسطے کچھ نہین ہے ایسا ہی وہان بھی نہ ہوگا۔ یہ کمال درجہ کی جہالت تھی اور اللہ تعالےٰ کی قدرت و حکمت و شان سے بالکل جاہل احمق تھا۔ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ جواب دیا اُس کافر کو اُسکے ساتھی مومن نے۔ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ درحالیکہ اُس سے محاورت مین باتین کرتا جاتا تھا یعنی اسکی باتون پر انکار کیا اور اللہ تعالےٰ کی عظمت و جلال کے سامنے اس کی باتون کو بہت قبیح پاکر اُس سے کہا کہ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ارے کیا تو نے کفر کیا اُس خالق عز و جل سے جس نے تجھے پیدا کیا مٹی سے۔ یعنی تیری اصل خلقت مٹی ہی کہ اس سے آدم علیہ السلام پیدا ہوے تو بھلا تو نے اُسپر ایمان لانے سے انکار کیا اور اُسکے ساتھ کفر کیا جس نے تجھے خاک سے اپنی قدرت کے ساتھ بنایا کہ اُسکو نطفہ کی صورت کیا۔ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ پھر تجھے نطفہ سے نکالا۔ اسوقت طفل مجبور محض ہوتا ہی نہ وہ کمائی کرسکے نہ اُسکے پاس مال اور نہ کچھ سمجھ و اختیار، مردہ بدست زندہ ہوتا ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے والدین پالا و لوگ اُسکو پالتے ہین اور در حقیقت اللہ تعالےٰ پرورش فرماتا ہی۔ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا پھر تجھے اُسنے پورا آدمی کر دیا یعنی ایسا تجھے اُسکی قدرت و کمال مین شک ہی کہ کیونکر مرکر دوبارہ پیدا ہوگا اور قیامت تیرے گمان مین نہین آتی ہی اور اُسی خاک و نطفہ کی پیدائش پر تو اسقدر مغرور ہی حالانکہ جب خاک و نطفہ تھا تو تجھے کیا غرور ہو سکتا تھا تو اب اُسکا شکر فرض ہے جس نے تجھکو پورا آدمی کر دیا اور کمانے پینے کو دیا اُسی اور نے تیرے ساتھ ایسا نہین کیا اور نہ کوئی کر سکتا ہی جسکو تو اپنا رب سمجھتا اور اسکی بندگی کرنے پر مرتا ہی اور شرک لاتا ہی۔ لٰكِنَّا۟ لیکن انا اقول لیکن مین تو یہی کہتا ہون کہ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وہی اللہ میرا رب ہی جسکا کوئی شریک نہین ہی وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا اور مین بھی اپنے

رب کے ساتھ کسی کو شریک نہین کرتا ہون ۔ اول تو مومن نے اسد تعالے کی توحید کہ وہ وحدہ لاشریک ہی بیان کی پھر اپنا حال بتلایا کہ مین اسکی ہدایت سے اُسکے ساتھ شرک کرتا بھی نہین ہون ۔ قفال رح نے یہان کئی وجہ بیان کیے اول یہ کہ مین کسی بات مین شرک نہین کرتا پس مین تو انگری و فقیری کو اُسی کی طرف سے دیکھتا ہون پس جب اُسنے مجھے دیا تو اسکی حمد کرتا ہون اور اگر وہ کچھ مجھے مبتلا کرتا ہی تو مین خاموش رہتا ہون و صبر کرتا ہون اور اُسی سے عافیت چاہتا ہون اور میری یہ حالت نہین ہی کہ جس وقت وہ مجھے نعمت دیتا ہے تو مین اُسکی ناشکری کرون اور اموال و اولاد اور اعوان و انصار کی کثرت کو اپنی ذات کی خوبی خیال کرون ۔ یہ جواب اس معنی مین کہ جب کافر مذکور نے کثرت مال و جاہ پر اپنی ذات کا غرور کیا تو اُسنے اپنے نفس کو گویا اسد تعالے کا شریک ثابت کیا ۔ دوم یہ کہ کافر مذکور شاید بُت پرست تھا تو اسکے شرک پر انکار کیا ۔ سوم یہ کہ اُسنے بعث و قیامت سے انکار کیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہی تو اسد تعالے کی قدرت سے انکار کیا اور عاجز قرار دیا تو مثل مخلوق کے اعتقاد کیا اور یہ شرک ہی تو رد کر دیا کہ فضل آلہی سے مین ایسا نہین کرتا ہون کہ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک کرون یعنی نہ اعتقاد مین اور نہ فعل مین جیسے تو کرتا ہی ۔ وَلَوْلَآ اور تو نے یہ کیون نہ کہا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ جب تو اپنے باغ مین آیا تھا تو قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ کہا ہوتا کہ ماشاء اسد جو اسد تعالے نے چاہا وہ پیدا کیا اور مجھے دیا تو یہ ساری قدرت و صفت اُسی کی ہی لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کچھ قوت نہین مگر اسد تعالے کے ساتھ یعنی کسی کو قوت کہ خود حاصل کرے اور نہ کسی مین طاقت کہ اسکو باقی رکھے مگر جو ہی اسد تعالے کی قوت سے ہی ۔ واضح ہو کہ یہ کلمہ جو اس کافر کو تعلیم کیا نہایت بزرگ کلمہ ہی اس کلمہ سے خوبی پر نظر نہین لگتی ہی نہ اپنی اور نہ پرائی ۔ ابن ابی حاتم نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی کہ رسول اسد صلے اسد علیہ وسلم نے مجھے چند کلمات تعلیم فرمائے ہین کہ مین انکو کرب و سختی کے وقت کہتی ہون اسد اسد ربی لا اشرک بہ شیئاً یعنی اسد میرا رب ہی مین نہین شریک لاتی اُسکے ساتھ کسی چیز کو ۔ ابو یعلی و ابن مردویہ و بیہقی نے انس رضہ سے روایت کی کہ حضرت صلے اسد علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور یہی بات ہی کہ جس بندہ پر اسد تعالے کوئی نعمت اہل یا مال یا فرزند کی دے پھر وہ کہے کہ ماشاء اسد لا قوۃ الا باسد تو اسد تعالے اُس سے ہر آفت کو دور فرماویگا یہانتک کہ اسکی موت آوے اور یہی آیت پڑھی ۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اسکی اسناد مین عیسی بن عون عن عبد الملک بن زرارہ عن انس رضہ ہی اور حافظ ابو الفتح ازدی رح نے کہا کہ اسکی حدیث صحیح نہین ہی ۔ مترجم کہتا ہی کہ یہ اسناد ضعیف ہی ولیکن اُسکو تقویت حاصل ہی کیونکہ انس رضی اسد عنہ سے یہ معنی موقوف مروی ہین ولیکن موقوف یہان بمنزلہ مرفوع کے ہے اور شیخ نے لکھا کہ بعض سلف نے فرمایا ہی کہ جس شخص کو کوئی بات اپنے حال یا مال یا فرزند سے اچھی معلوم ہو تو اُسکو چاہیے کہ یون کہے کہ ماشاء اسد لا قوۃ الا باسد یعنی زبان سے کہے اور دھیان کریگا کہ اُسکے معنی یہ ہین کہ جو اسد تعالے نے چاہا ویسا ہوا ہی کچھ قوت نہین مگر اسد تعالے کے ساتھ تو تمام خوبی اسد تعالے کی طرف راجع ہوگی ۔ اور امام احمد نے ابو ہریرہ رضہ سے روایت کی کہ رسول اسد صلے اسد علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مین تجھے راہ نہ بتاؤن ایک خزانہ کی جنت کے خزانون سے اور ایک روایت مین زیادہ کہا کہ جو عرش کے نیچے ہی مین نے عرض کیا کہ ہان بتلا دیجیے میرے مان باپ آپ پر فدا ہون فرمایا کہ کہا کر لا قوۃ الا باسد ۔ شیخ نے کہا کہ امام احمد اس روایت مین منفرد ہین صحیح مین ابو موسی رضی اسد عنہ کی حدیث ہی کہ مجھسے حضرت صلے اسد علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا مین تجھے راہ نہ بتاؤن ایک خزانہ کی جنت کے خزانون سے جو عرش کے نیچے ہے مین نے عرض کیا کہ ہان تو فرمایا کہ لا حول ولا قوۃ الا باسد ۔ اس کلمہ کی تعریف و بزرگی مین آثار و احادیث وارد ہین ۔ پھر جب مومن نے اُسکو توحید اعتقادی سکھلائی اور توحید عملی بتلائی اور سکھلایا کہ سب باتون کو اسد تعالے کے سپرد کیا کرے تو کافر نے جو اسیران اموال فانی اور دوستان خیالی کی وجہ سے تکبر کیا تھا اُسکا جواب دیا کہ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا اگر تو نے دیکھا مجھے کہ مین تجھسے کمتر ہون از راہ مال و فرزند کے فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ تو مجھے امید ہی کہ میرا اسد مجھے دیدے بہتر تیری

جنت سے خواہ دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ کیونکہ اسکی قدرت میں سب ہے وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا اور بھیجدے تیری جنت پر حُسْبَانًا
مِّنَ السَّمَآءِ آسمان سے حبان۔ ابن الاعرابی نے کہا کہ حبان جمع حبانہ یعنی سحاب و وسادہ و صاعقہ۔ ابن عباس و قتادہ و ضحاک نے
کہا کہ حبانا من السماء یعنی عذاب آسمان سے بھیجے اور یہی مالک رح نے زہری نے روایت کیا اور ظاہر یہ ہے کہ مراد بارش عظیم ہے جو کھیتی و درختوں کو
جڑ سے اُکھاڑ دے۔ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا پس صبح کو وہ اس حال میں ہو کہ صعید ہو جسپر گھاس کا نام نہیں اور زلق ہو یعنی پھسلو کہ جسپر
قدم پھسلتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ تو نے جو یہ دعوی کیا کہ تیری یہ جنت ایسی ہے کہ اسپر کوئی آفت نہیں آسکتی اور فنا نہیں ہو سکتی ہے یہ تو بہت شاداب ہے
تو مجھے لگتا ہے کہ اللہ تعالے اسپر آسمان سے زور شور کا آندھی پانی بھیجے کہ بجلیوں سے درخت تباہ ہوں پانی سے برباد ہوں زمین بے نبات رہجاوے وہ بھی
کیچڑ کہ جسپر پاؤں نہ ٹھہرے۔ مترجم کہتا ہے کہ ویرسل کا عطف یؤتین پر ہے اور جسی کے تحت میں داخل ہے پھر اگر یہ قصہ کسی دو شخص کا ہے تو یہ بندہ مومن کی
ولایت میں سے ہے کہ اُسنے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ اللہ تعالے تیرے باغ پر یہ آفت نازل کرے اور وہی ہوا پھر یرسل پر عطف کیا قولہ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا
غَوْرًا یا صبح کرے پانی اُسکا غائر ہو کر یعنی نہر وغیرہ سب جذب ہو جاوے کہ کسی حیلہ سے ہاتھ نہ آوے علاوہ از زمین جب زمین سے پانی جذب
ہو گیا تو خشک زمین پر درخت نہیں ٹھہر سکتا اگرچہ کنوین سے پانی مل بھی جاوے اور ہر حال میں پانی جذب ہو جائیگا تو ایسی غائر حد پر پہونچ
جاوے کہ فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ طَلَبًا پھر تو نہ استطاعت پاوے اُسکے طلب کی۔ یہانتک کہ اس بندہ مومن نے اس مشرک کافر کو سمجھایا ولیکن
حق عز و جل اپنی مخلوق کا دانا ہے اُسنے اس وقت تک اس کافر کو سمجھ نہ دی اور وہ اُسکی نصیحت پر ایمان نہ لایا۔ پھر جو کچھ مومن کی زبان سے
نکلا تھا وہ اس کافر کے باغ کے ساتھ واقع ہوا چنانچہ فرمایا۔ وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِ اور ہلاک کر دیا گیا اس کافر کا ثمر یعنی باغ یا مع دیگر اموال جنپر وہ تکبر
کرکے اتراتا تھا اور بندہ مومن کو خوار سمجھتا تھا۔ احاطہ گھیرنا اور مراد اس سے جب کہ مجہول ہو آفت کا گھیرنا ہوتا ہے پس کنایہ ہے اُسکی بربادی سے۔
اور ثمر ہا نہیں فرمایا کہ جنت کی طرف ضمیر راجع ہوتی بلکہ اس کافر کے ثمر کو بتلایا تو مراد یہاں اُسکا باغ مع حاصل ہیں کہ سب آفت میں برباد ہوے
فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ پس صبح کی اس حال میں کہ اپنی ہتھیلیاں لوٹتا تھا یعنی کف افسوس ملتا تھا یعنی اُسکے ہاتھ میں کچھ نہ تھا تو حسرت کھاتا
و افسوس کرتا تھا عَلَىٰ مَا أَنفَقَ فِيهَا اُس مال پر جو باغ میں صرف کیا تھا۔ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا اس حال میں کہ وہ باغ ڈھا پڑا
تھا اپنے کھمبوں پر اسکی اصل یہ ہے کہ دیواریں دستون عمارت کی گریں اور اُوپر سے چھت بیٹھ جاوے گویا بالکل برباد ہو جاوے تو یہ کنایہ برباد ہو جانے
سے ہے۔ اور بعض نے کہا کہ عروش و عریش و ستون جنپر درختان انگور کی بیل چڑھائی جاتی ہے جب اوسے گرے تو مع انگوروں و درختوں کے لے
گرے۔ ولیکن اول اظہر ہے پس اس حال کو دیکھکر وہ کف افسوس ملتا تھا۔ وَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّي أَحَدًا اور کہتا تھا کہ کاش میں نے
شرک نہ کیا ہوتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔ پس اُسکو ندامت اُسوقت ہوئی کہ جب کچھ فائدہ نہیں ہے اور وہ بھی اسوجہ سے کہ دنیا اُسکے ہاتھ سے
جاتی رہی نہ اسوجہ سے کہ وہ ایمان کیوں نہیں لایا تاکہ عقبی میں نور کرامت ہوتا اور یہ سب اُسکی عقل کا قصور ہے کہ جو چیزیں اُسکو ان خواہش سے نظر
آتی ہیں پس فقط انھیں پر اسکا وقوف تھا اور اسکے آگے نہیں مانتا تھا۔ غرضکہ جب اسنے اپنے باغ کی بربادی دیکھی تو جانا کہ یہ اُسکے شرک کی شومی
ہے پس اُسنے تمنا کی کہ کاش میں مسلمان ہو گیا ہوتا کہ یہ میرا باغ تو بربادی سے بچ جاتا۔ سراج میں لکھا کہ اس کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ آفت ہلاکت
اُسکے شرک کی نحوست سے پڑی اور شرک میں ایسی ہی نحوست ہوا کرتی ہے کہ اموال برباد ہوتے ہیں حالانکہ یہ مراد نہیں ہے کیونکہ دنیا میں مشرکوں کو
زیادہ یہ چیزیں آرام سے دیجاتی ہیں اور مومنوں پر بلا نازل کیجاتی ہے چنانچہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ولولا ان یکون الناس امۃ واحدۃ لجعلنا لمن یکفر
بالرحمن لبیوتہم سقفا من فضۃ یعنی اگر یہ نہوتا کہ لوگ ایک ہی گروہ ہو جاوینگے تو ہم کر دیتے کہ جو شخص کفر کرتا اللہ تعالے سے اسکے بیوت کی چھت

چاندی کی یعنی جب اُنھون نے دنیا ہی اختیار کی اور اللہ تعالے سے کفر کیا تھا تو ہم انکو دنیا اسقدر دیدیتے۔ تو ظاہر ہی کہ اس سے کافرون کو دنیاوی دولت تو بہت زیادہ ملی۔ اور حدیث صحیح مین ہی کہ بلا کے ساتھ مخصوص انبیاء علیہم السلام ہین پھر اولیاء ہین پھر امثل فامثل یعنی درجہ بدرجہ رتبہ والے ہین تو پھر یہ مشرک کیون محروم ہوا۔ جواب دیا گیا کہ تمام عمر اُسنے تحصیل دنیا مین صرف کی اور تمام عمر مین ہر دم آخرت سے مُنھ موڑے رہا تو جب دنیا بالکل جاتی رہی تو پھر دنیا و دین دونون نہ رہے محض محروم رہگیا تو اسکی حسرتین بہت بڑھگئین۔ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ اور نہ تھی اُسکی کوئی جماعت کہ اسکی مدد کرین جس بلا مین پڑگیا ہی اُس سے خلاصی مین مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سوائے اللہ تعالے کے جس سے وہ منکر و کافر و مشرک رہا ہی۔ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا اور وہ نہ تھا اپنی ذات سے انتصار رکھنے والا یعنی سوائے اللہ تعالے کے کسی مین طاقت نہین ہی اور وہ کافر نہ خود طاقت رکھتا تھا اور نہ اسکے انصار کوئی ہوسکتے ہین۔ اور اسنے جو لوگ یا جو چیزین شرک بنائی تھین وہ محض خیالات تھے۔ پھر اگر یہان وہم ہو کہ اُسنے جب افسوس کیا کہ کاش مین نے اپنے رب سے شرک نہ کیا ہوتا تو شرک سے نادم ہوا چاہیے تھا کہ مومن ہو جاوے پھر کیونکر فرمایا کہ اسکا کوئی ناصر نہین ہی تو جواب یہ ہی کہ اسنے یہان شرک سے ندامت اسواسطے کی کہ مین مسلمان ہوجاتا تو میری جنت باقی رہتی تو اسکی رغبت اسلام کی بوجہ دنیا کے تھی کچھ اللہ تعالے عزوجل کی توحید کے واسطے تھی اسی واسطے اللہ تعالے نے قبول نہین فرمایا۔ اور جب اس مثل سے یہ نتیجہ نکلا کہ دنیا کافر کی جنت ہی تو بعد موت کے وہ شرک پر افسوس کریگا مگر اسی جنت کی بربادی پر نہ اللہ تعالے کی توحید پر اور اُسوقت قبول نہین ہی۔ یہ بھی نتیجہ نکلا کہ حکم اللہ تعالے ہی کا ہی جو نصرت دیتا ہی اپنے اولیاء کو بعد اُنکی ذلت کے اور تونگر کرتا ہی انکو بعد انکی فقیری کے اور ذلیل کرتا ہی اعداء کافرون و مشرکون کو بعد اُنکے تکبر و سرکشی کے اور انکو محتاج و خوار کر دیتا ہی بعد انکی تونگری کے تو حکم فقط اسی کا ہی اور جو کوئی اسکے سوائے ہی مانند خیالی تصویر کے ہے کہ حقیقت مین اسکا کچھ وجود نہین ہی تو اسکو مصرح فرمادیا بقولہ تعالے۔ هُنَالِكَ ایسے شدائد عظیمہ کے وقت مانند موت و قیامت مین۔ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ولایت واسطے اللہ تعالے حق عزوجل کے ہے جمہور کی قرأت ولایت بفتح واو ہی۔ سراج مین کہا یعنی نصرت یعنی وہان تو نصرت صرف اللہ تعالے ہی کی ہی کسی اور کی نہین ہوسکتی ہی۔ درحقیقت کہین بھی کسی اور کی نصرت نہین ہی لیکن دنیا مین آسائش کے وقت تو امتحان کی حالت مین نظرین خطا کرتی ہین اور وہان ظہور ہوجاتا ہی شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ ولایت کی قرأۃ مختلف ہی۔ جمہور نے ولایت بفتح الواو پڑھا تو معنی یہ ہین کہ وہان تو موالات واسطے اللہ تعالے ہی عزوجل کے ہی یعنی وہان ہر ایک مومن و کافر سب ہی اللہ تعالے کی موالات کی طرف رجوع لاوینگے اور اُسی کی درگاہ مین عاجزی کرینگے بمانند قولہ تعالے فلما راوا باسنا قالوا آمنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین یعنی جب ہمارا عذاب دیکھینگے تو کہینگے کہ ہم ایمان لائے اللہ تعالے وحدہ پر اور کفر کیا ہم نے اُس سے جسکو ہم شریک لاتے تھے اور جیسے فرعون نے وقت معائنہ عذاب کے ایمان کا اقرار کیا۔ بعض نے واو کو کسرہ دیا ہی یعنی حمزہ و کسائی رحمہم اللہ تعالے کی قرأت مین واو مکسور ہی بمعنی ملک پس معنی یہ ہین کہ وہان حکم فقط اللہ تعالے حق عزوجل کا ہی۔ پھر الحق کو بعض نے رفع دیا اس بناء پر کہ وہ صفت ولایت ہی یہی قرأت ابوعمرو اور کسائی کی ہی یعنی ولایت حق وہان اللہ تعالے ہی کے لیے ہی جیسے قولہ تعالے الملک یومئذ الحق للرحمن۔ اور سراج مین کہا کہ اسمین تنبیہ ہی کہ ایسے وقت لوگون کا جزع و فزع صرف اللہ تعالے ہی کی طرف نہ غیر کی طرف ہونا دلیل قطعی ہی کہ وہی حق ہی اور جو اسکے سوائے ہی باطل ہی اور عارضی چیز پر فخر کرنا نہایت جہل ہی اور مومنون کو فخر نہین پہونچتا اور انکا ہانک دنیا کسی حال مین روا نہین ہی اور حقیقت مین اُنکا فقر تونگری ہی جو عنقریب حقیقت کے طور پر ظاہر ہوگا اور باقیون کی قرأت مین الحق بکسر قاف ہی اس بناء پر کہ وہ صفت اللہ کی واقع ہی بمانند قولہ تعالے ثم ردوا الی اللہ مولاہم الحق الآیۃ۔ لہذا فرمایا۔ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وہی خیر ہی از راہ ثواب کے وَّخَيْرٌ عُقْبًا اور خیر ہی از راہ انجام و عاقبت کے یعنی جو اعمال کہ خالص اللہ عزوجل کے واسطے ہوتے ہین

ثواب انکا بہتر اور انجام اُنکا بالکل محمود و مسعود ہے امام رازی رحمہ وغیرہ نے اُسکو بر تقدیر لیا یعنی اگر بر تقدیر اسکے کہ کوئی غیر ثواب دے سکتا تو اس سے ثواب الٰہی بہتر ہے۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اصح یہ ہے کہ یہاں اسم تفضیل کسی کی نسبت کر کے نہیں ہے بلکہ بذات خود بہتر ہے واللہ تعالے اعلم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ہنالک الولایۃ للہ الحق۔ اسمین اشارہ ہے کہ قیامت مین اللہ تعالے اپنے اولیاء کو محفوظ فرماویگا کہ ظہور جلال مین متحیر نہون پس جب انکو قہر ربوبیت سے محفوظ فرماویگا اور انکو منازل وصل مین داخل کریگا پس یہ ولایت و مودت حقا وہی ہے کہ ازل مین اسکے ساتھ اہل الود کو مخصوص فرمایا ہے اور یہ منزلت بہت رفیع ہے جسکے اندازہ مین زبان قاصر ہے اور ولایت حق دنیا و آخرت مین وہ ہے کہ جو اسکے اختیار ازلی سے اور ارادہ قدیمہ سے صادر ہوئی ہے اور حقیقت اس ولایت کی یہ ہے کہ جسکو اس ولایت سے سرفراز فرمایا ہے اُسکو خوار نہین کریگا۔ واسطی رحمہ نے کہا کہ اللہ تعالے جسکا متولی فی الحقیقت ہے وہی ولی ہے۔ شیخ ابن عطا رحمہ نے کہا کہ حق تو اس بندہ کے محق صادق ہونے سے سابق ہے اور وہ تجھے اپنے حق کی جانب بلاتا ہے پس جب تو اپنی ذات کے واسطے اُسکا طالب ہو تو تجھے حاصل ہو پس قولہ ہو خیر ثوابا یعنی ان لوگون کے لیے جو اسکے طالب ہون وہ بہتر ثواب ہے نہ طالب جنت کے لیے کیونکہ وہ طالب جنت ہے۔ چونکہ ظاہر مین کافرون کو دنیا حاصل ہے تو اس حیات دنیا کی حقیقت بیان فرمائی

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ

اور بیان کر دے اُنکے لیے مثال زندگانی دنیا کی جیسے مینھ کا پانی کہ ہمنے اُسکو آسمان سے اُتارا پس اسکی وجہ سے گنجان ہوگئی نبات زمین کی پھر ہو گئی

هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

وہ سوکھی تنکی کہ اڑائے پھرتی ہین اسکو ہوائین اور اللہ تعالے تو ہر چیز کے اوپر خوب قدرت والا ہے مال اور بیٹے زینت ہین زندگانی دنیاوی کے

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝

اور باقیات صالحات بہتر ہین تیرے رب کے یہاں از راہ ثواب کے اور بہتر ہین تمنا کی راہ سے

وَاضْرِبْ لَهُمْ یعنی ان کافرون کے لیے جو اموال و اولاد پر فخر کرتے ہین بیان کر دے مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مثال اس ادنی حیات کی جو دنیا ہے کہ کیسی جلد ہری بھری معلوم ہوتی ہے پھر کیسی جلدی زائل ہو جاتی ہے۔ كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ جیسے پانی کہ ہمنے اسکو آسمان سے اُتارا۔ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ پس اس پانی سے مختلط ہوئی نبات زمین کی یعنی اُگی اور بڑھکر آپس مین گندھی جیسے کثرت سے گھاس کے جھنڈ مین دیکھا جاتا ہے تو اسپر خوشہ و تازگی و سبزی معلوم ہوتی ہے پھر جب پانی منقطع ہوا تو خشک ہو گئی۔ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا پس سوکھی تنکے ہو گئی۔ تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ کہ اُسکو ریاح ہر طرف اڑائے پھرتی ہین خلاصہ یہ کہ حیات دنیا کو اللہ تعالے نے امطار سے تشبیہ دی کہ جب تک امطار سے مدد ملے گھاس ہری رہے وہ منقطع ہوا اور سوکھکر تنکے ہو کر اُڑ گئی اسی طرح جب تک حیات کا قوام رہا زندگی رہی منقطع ہوا اور خاک ہو گیا۔ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا۔ اور اللہ تعالے ہر شے پر قادر ہے یہ بھی اپنی قدرت سے کر دیتا ہے اور وہ بھی کر دیتا ہے اول اُسکو اُگاتا پھر بڑھاتا پھر زائل کر دیتا ہے اسی طرح دنیا کا حال ہے کہ پہلے تو ہوس کے ساتھ پیدا ہوتی ہے پھر اُسکے حسن و تازگی مین دل مبتلا ہوتا ہے پھر انحطاط ہو کر زوال ہو جاتا ہے اللہ تعالے نے حیات دنیا کی مثال کئی جگہ بیان فرمائی ایک یہان اور ایک سورہ یونس مین بقولہ انما مثل الحیوۃ الدنیا کما انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام حتی اذا اخذت الارض الآیہ اور سورہ زمر مین بقولہ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء فسلکہ ینابیع فی الارض الآیہ۔ اور سورہ حدید مین بقولہ کمثل غیث اعجب الکفار نباتہ الآیہ اور حدیث صحیح مین ہے کہ الدنیا خضرۃ حلوۃ یعنی دنیا ہری بھری شیرین ہے الی آخر الحدیث جب بیان فرما دیا کہ صحیح بات کو غور سے دیکھو کہ امتداد زمانہ کا مدت دراز سے ہے اور آدمی کی دنیاوی حیات کی مثال جیسے مینھ کا پانی

برسات تک گھاس ہری رہی اور منقطع ہوا کہ تنکے ہو کر اڑ گئی اور یہی حال دنیا کا ہے کہ جو چیز ہے آدمی کے حق مین جلد زائل ہونے والی ہے وہ فنا کے لیے آمادہ بیٹھی ہے تو فرمایا کہ اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ مال اور بیٹے یعنی اولاد بیٹا ہو یا بیٹی ہو ولیکن کافرون کو بیٹے زیادہ عزیز تھے انھین پر فخر کرتے تھے تو انھین کو بیان کر دیا کہ مال اور بیٹے زِیۡنَۃُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا زینت ہین حیات دنیا کی۔ اور مذکور ہوا کہ کل حیات دنیا سریع الزوال آمادۂ فنا ہے تو مال و اولاد بھی زائل ہونے والے ہین اور جو چیز زائل ہو جانے والی ہو اُسپر ایسا دل لگانا کہ آخرت خراب ہو عاقل کا ہرگز کام نہین یا اُسپر فخر کرنا محض حماقت ہے تو نتیجہ نکلا کہ مال و اولاد پر دل لگانا بے عقلی اور فخر کرنا محض حماقت ہے اور یہ بھی نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جو شخص فانی پر دل لگاوے اُسکا انجام حسرت و افسوس ہے جیسے مثال رجلین مین کافر نے مومن کی نصیحت نہ مانی اور انجام کو حسرت و افسوس اٹھایا۔ پھر کفار جن مسلمانون پر فخر کرتے تھے ان مسلمانون نے اموال وغیرہ سے دل اٹھا کر اپنی آخرت کے واسطے سامان جمع کیا تھا تو جو کچھ کافرون کے پاس تھا وہ فانی و سریع الزوال تھا اور جو ان مومنون کے پاس تھا وہ اُنکے ساتھ آخرت مین باقی تھا۔ وَالۡبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیۡرٌ عِنۡدَ رَبِّکَ ثَوَابًا وَّخَیۡرٌ اَمَلًا یعنی ثواب و اُمید مین اللہ تعالے کے یہان باقیات صالحات بہتر ہین۔ اسمین مومنون کو بھی نصیحت ہے کہ جو کام کرتے ہین اگرچہ وہ جواز شرعی کے ساتھ ہون لیکن بعضے محض خیر و باقی ہین اور بعضے مخلوط ہین اور بعضے جائز و مباح ہین جیسے پیٹ بھر کر روٹی کھانا جائز ہے لیکن بیفائدہ ہے اور جیسے مسائل خرید و فروخت کے کہ یہ خود آخرت کی باقیات سے نہین ہین بلکہ اُنکے سیکھنے و لوگون کو بتلا دینے مین ثواب ہے وہ آخرت مین باقی ہے اور جیسے نماز و ذکر الٰہی کہ یہ بالکل خیر و آخرت مین باقی ہین مترجم کہتا ہے کہ یہان دو مقام ہین کہ آدمی توقف کر کے سمجھ لے اول یہ کہ مال و اولاد مین اللہ تعالے کا حکم کیا اور حال کیونکر ہے دوم یہ کہ باقیات صالحات سے کیا مراد ہے پس مقام اول مین دو باتین ہین ایک یہ کہ مال تو اللہ تعالے نے ہر ایک کو اپنی مشیت کے موافق مقدر دیا ہے بندہ مومن کو اپنے باقیات صالحات کے اہتمام کے ساتھ ضروری ہے کہ کھانے پینے مین قدر کفایت حاصل ہو تو اُسکے حاصل کرنے مین جو جائز طریقہ شرع سے اختیار کرے اس وقت بوجہ وجوب و ضرورت کے امید ہے کہ باقیات صالحات مین شمار ہو اور قدر کفایت وہ ہے کہ تن ڈھک جاوے اور کپڑے کی ضرورت رفع ہو جاوے اور نفقہ فرض اُسپر سے ساقط ہو جاوے اور اوسط درجہ مین کہ کچھ آسانی کے ساتھ ہو کسی قدر حصہ مین کمی ہے واللہ اعلم اور حدیث مین ہے کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح۔ یعنی حلال مال مرد صالح کے واسطے خوب ہوتا ہے اور یہ اُسوقت ہے کہ اُسنے یہ مال حلال اپنی صلاحیت کے ساتھ پایا ہو اور صلاحیت یہ کہ باقیات صالحات کا اہتمام ضائع نہ کیا ہو جیسے مثلاً ایک شخص نے اپنے غلام کو تجارت کے واسطے مقرر کیا اور اُسکو نفع کثیر حاصل ہوا اور یہ شخص اپنی باقیات صالحات کے اہتمام مین ہے اور اللہ تعالے نے آیات مین مال خرچ کرنے و اسکی حفاظت کا طریقہ بیان فرمایا ہے اور احادیث مین بھی آیا ہے ولیکن یہ مال اس بندہ صالح کے اعتقاد مین اور اعمال مین تفاخر و زینت نہین ہوتا بلکہ زراعت آخرت ہوتا ہے پھر باوجود اسکے علمار محققین نے کہا ہے کہ فقیری کا درجہ اس سے بڑھکر اسوجہ سے ہے کہ اسکو اللہ تعالے نے دنیا مین نہین دیا اور باوجود اسکے وہ اللہ تعالے کی تقدیر پر دل سے راضی و آخرت کے اہتمام مین ہے اور حدیث صحیح مین یہ مضمون ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مین سے فقرا نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ تونگر لوگ سب حصہ لے گئے آپ نے فرمایا کہ یہ کیا کہتے ہو انھون نے عرض کیا کہ جیسے ہم نماز پڑھتے ویسے وہ بھی پڑھتے ہین جیسے ہم روزہ رکھتے وے بھی رکھتے ہین اور وے زکوٰۃ دیتے و صدقہ کرتے اور مانند اسکے ثواب مالی حاصل کرتے ہین اور ہم نہین حاصل کر سکتے تو فرمایا کہ مین تم کو سکھلا دون کہ جو تم اُسکو کرو تو کوئی تمھارے برابر نہ پہونچیگا مگر جو ایسا کرے پس آپ نے انکو سکھلایا کہ ہر نماز کے بعد ۳۳۔ بار سبحان اللہ ۳۳۔ بار الحمد للہ و ۳۴۔ بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ انھون نے یہی کرنا شروع کیا جب اہل مال نے سنا تو انھون نے بھی یہی

پڑھنا شروع کیا تو پھر فقرا نے آکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ وے بھی ایسا کرتے ہیں تو فرمایا کہ اللہ تعالے کا فضل ہے جسکو چاہے دے۔ اصل حدیث صحاح میں ہے ولیکن واضح ہو کہ فقرا باوجود اسکے جنتی تونگروں سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ اور علما میں اختلاف ہے کہ صلاحیت کیساتھ تونگری بہتر ہے یا فقیری بہتر ہے اور دلائل ہر ایک کے اپنے مقام پر مذکور ہیں ولیکن صحیح یہ ہے کہ فقیر صالح مطلقاً بہتر ہے جبکہ فقر پر راضی ہو۔ حاصل یہ ہوا کہ آیت میں جو مال کی مذمت ظاہر ہوتی ہے وہ ان کافروں کے اطوار پر جو اس پر دل لگاتے و زینت دنیا چاہتے اور جمع کرنے میں سرگرم اور اُسپر فخر کرتے اور محتاجوں کو ذلیل سمجھتے تھے اور خلاصہ اسکا ایک بات کہ مال زینت حیات دنیا کی غرض سے مذموم ہے خواہ کافر کے پاس ہو یا مسلمان کے دل میں ایسا خیال ہو۔ دوسری بات اولاد ہے تو جب اولاد بھی زینت حیات دنیا کے واسطے مقصود ہو تو یہ اُس شخص کے حق میں مذموم ہے اور اگر ولد صالح چاہے جو اسکے حق میں دعا کرے بعد موت کے یا مثلاً یہ شخص عامی ہے اور اُس سے عالم ہونے کی یا ولی ہونے کی اُمید کرے تو یہ زینت دنیا نہیں ہے اور اللہ تعالے نے مدح کے ساتھ فرمایا والذین یقولون ربنا ہب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ تو اسمیں اولاد کی خواہش اسطرح ممدوح ہے اور قولہ تعالے والذین یکنزون الذہب والفضۃ الآیہ کی تفسیر میں گذر چکا کہ جب صحابہ رضنے پوچھا کہ پھر ہم کیا جمع کریں تو فرمایا کہ عورت صالحہ جو اپنے شوہر کے لیے آخرت کے کام میں معین ہو۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی بشارت دی گئی لیکن وے اس حال میں تھے کہ اللہ تعالے کی فرمانبرداری میں انکو اولاد کی محبت مانع و مخل نہیں ہوتی تھی چنانچہ فرزند کو قربانی کرنے میں کچھ خیال نہ کیا اور آمادہ ہوگئے تھے بلکہ اپنے نزدیک چھُری پھیر دی تھی اور قدرت الٰہیہ تھی کہ چھری دنبہ کی گردن پر چلی اور اللہ تعالے نے اپنے پیغمبر کو سچا کر لیا اور ایک پیغمبر کو ذبح سے بچا دیا اور حدیث میں ہے کہ میں اور یتیم کی کفالت کرنیوالا جنت میں اسطرح ہونگے اور اپنے بیچ کی انگلی اور کلمہ کی دونوں ملائیں۔ اور اولاد کی پرورش کے فضائل بھی احادیث میں ہیں پس حاصل یہ کہ اولاد جب بغرض زینت حیات دنیا ہو اور اُسکو آخرت کے کام سے مانع ہو بوجہ اسکے کہ اُسکو اولاد سے کثرت سے الفت ہے تو یہ مذموم ہے۔ مقام دوم یہ کہ باقیات صالحات کیا ہیں تو شیخ امام ابن کثیر رحنے لکھا کہ حضرت ابن عباس و سعید بن جبیر و بہت سے سلف نے فرمایا کہ باقیات صالحات پانچوں نمازیں ہیں۔ اقول شاید مراد اس سے نماز مع اپنے توابع اذکار و تسبیح وغیرہ کے ہیں ولیکن روزہ بھی خالص ہے کہ حدیث قدسی ہے کہ الصوم لی وانا اجزی بہ۔ یعنی روزہ میرے واسطے ہے اور میں ہی اُسکا ثواب ہوں۔ اور عطاء بن ابی رباح و سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ باقیات صالحات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ہیں اور امیر المومنین عثمان بن عفان رضسے پوچھا گیا کہ باقیات صالحات کیا ہیں فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ و سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہیں۔ اور امام احمد نے حارث مولی عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ایک روز عثمان رضبیٹھے اور ہم انکے ساتھ بیٹھے پھر موذن آیا یعنی جماعت تیار ہے پس آپ نے ایک برتن میں وضو کرنے کو پانی منگوایا میرا گمان ہے کہ اسمیں ایک مد ہوگا پھر وضو کیا پھر فرمایا کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپنے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر حضرت نے فرمایا کہ جس نے میرے اس وضو کے مانند وضو کیا پھر کھڑے ہوکر ظہر کی نماز پڑھی تو ظہر و صبح کے کے درمیان میں جو اس سے ہوا ہو بخشدیا جائیگا پھر اُسنے عصر پڑھی تو عصر اور ظہر کے درمیان جو ہوا ہو بخشا جائیگا پھر اُسنے مغرب پڑھی تو مغرب و عصر کے درمیان جو ہوا ہو بخشا جائیگا پھر اُسنے عشا پڑھی تو جو عشا و مغرب کے درمیان اس سے ہوا وہ بخشا جائیگا پھر وہ شاید سوئے کہ رات بھر لوٹتا رہے پھر اگر وہ اُٹھا اور اُسنے وضو کیا اور صبح کی نماز پڑھی تو عشا اور صبح کے درمیان جو اس سے ہوا بخشا جائیگا انھیں کے حق میں ہے ان (یعنی تہجد نہ پڑھے) الحسنات یذہبن السیات۔ یہی حسنات ہیں کہ دور کردیتے ہیں سیات کو لوگوں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین یہ تو تفسیر حسنات کی معلوم ہوئی پھر

باقیات صالحات کیا ہیں فرمایا کہ یہ لا الٰہ الا اللہ و سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ہیں تفرد بہ الامام احمد۔ امام مالک نے بواسطہ عمارہ بن عبداللہ بن قسیط کے سعید بن المسیب سے روایت کی کہ باقیات صالحات سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ہیں اور دوسری روایت سعید رح سے ہے کہ یہ پانچ کلمات ہیں یعنی جو اوپر مذکور ہوئے۔ ابن عمر رض نے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر و سبحان اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ باقیات صالحات ہیں۔ اس روایت میں الحمد للہ نہیں ہے۔ مجاہد رح کے قول میں الحمد للہ ہے لیکن لا حول ولا قوۃ الا باللہ مذکور نہیں ہے اور ایسا ہی عبدالرزاق نے حسن و قتادہ رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن جریر نے ابو سعید رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باقیات صالحات میں سے بہت زیادہ جمع کرو۔ عرض کیا گیا کہ وے کیا ہیں فرمایا کہ ملت۔ عرض کیا گیا کہ وہ کیا ہے فرمایا کہ تکبیر و تہلیل و تسبیح والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ و قد رواہ الامام احمد۔ مترجم کہتا ہے کہ میں یہاں دیگر مفسرین کے اقوال نقل کر کے پھر باقی حصہ تفسیر امام ابن کثیر رح کا نقل کرونگا۔ باقیات صالحات کی تفسیر میں اقوال ہیں اول یہ کہ جو فقرا مہاجرین کرتے تھے جنکے حق میں نزول اس آیت کا ہوا ہے۔ یہ قول رد کر دیا گیا کہ سبب خاص کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ عموم لفظ کا اعتبار ہے تو جو چیز باقی و نیک عمل ہو داخل ہونا چاہیے۔ قول دوم نمازہائے پنجگانہ۔ اور اعتراض ہوا کہ اسکے سوائے بھی اعمال صالحہ ہیں۔ قول سوم اذکار جو اوپر مذکور ہوئے۔ قول چہارم پاکیزہ قول۔ قول پنجم یہ کہ باقیات صالحات وہ نیک اعمال ہیں جنکے ثمرات ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔ سراج میں لکھا کہ یہ قول اعم و اشمل ہے اسمیں نماز و اعمال حج و روزہ رمضان و سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور پاکیزہ کلام اور سوائے انکے ہر قول و عمل جو تجھے محبت الٰہی و اسکی معرفت و خدمت کی جانب داعی ہو یہ سب باقیات صالحات ہیں برخلاف اسکے جو قول و عمل تجھے خلق کی جانب مشغول کرے وہ اس سے خارج ہے کیونکہ سوائے حق عزوجل کے جو کچھ ہے سب فانی ہے تو اس سے مشغول ہونا اور اسپر خرچ کرنا اور اسکے لیے سعی کرنا سب ضائع ہے اور حق عزوجل تو وہ بذات پاک خود باقی ہے تو اسکی محبت و معرفت و طاعت و خدمت میں مشغول ہونا بھی باقی ہے اسکو زوال نہیں ہے اور مترجم کہتا ہے کہ شاید تحقیق یہاں وہ ہے جسکی جانب اول میں نے اشارہ کیا ہے کہ باقیات صالحات وہ اعمال ہیں جو خالص توحید و تعظیم صفات الٰہی عزوجل و خالص اسکے طاعات ہیں پس نماز و روزہ و تسبیح و تہلیل وغیرہ اسمیں داخل ہونگی اور نماز کے واسطے وہاں باقی ہونا ایک صورت کے ساتھ آیا ہے اور ایسے ہی روزہ و تلاوت قرآن وغیرہ اور انکے سوائے اور بھی اعمال خیر ہیں حتیٰ کہ حدیث میں ہے کہ حتی اللقمۃ تجعل فی فی امرأتک۔ یعنی وہ بھی نیکی ہے جو لقمہ تو اپنے جورو کے منہ میں دے یعنی جورو کا نان نفقہ جو دیوے وہ نیکی ہے ولیکن بقاء ان نیکیوں کا براہ ثواب ہے کہ انکا عوض جنت میں نعمتیں ہیں اور خود یہ خیرات بذاتہا باقی نہیں ہیں فافہم واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ پھر شیخ امام ابن کثیر رح کی تفسیر میں ہے کہ سالم بن عبداللہ کے آزاد کیے ہوئے عبداللہ بن عبدالرحمن نے بیان کیا کہ مجھے سالم رح نے ایک ضرورت سے محمد بن کعب القرظی کے پاس بھیجا اور فرمایا کہ محمد بن کعب سے کہدینا کہ مجھ سے زاویہ قبر کے پاس ملاقات کریں مجھے کچھ ضرورت ہے۔ کہا کہ پھر دونوں میں وہاں ملاقات ہوئی ایک نے دوسرے کو سلام کیا پھر سالم رح نے فرمایا کہ آپ باقیات صالحات کس کو شمار کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر و سبحان اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ تو سالم نے کہا کہ تم نے لا حول ولا قوۃ الا باللہ کو کب سے اسمیں داخل کیا ہے انھوں نے کہا کہ میں برابر اسمیں داخل رکھتا ہوں۔ پھر دو یا تین مرتبہ کلام کو لوٹایا مگر محمد بن کعب اسی پر جمے رہے اور کہا کہ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو سالم رح نے کہا کہ ہاں تو محمد بن کعب نے کہا کہ مجھ سے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حدیث فرمائی کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ پھر مجھے چڑھایا آسمان کو وہاں میں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور پوچھا کہ اے جبرئیل یہ تیرے ساتھ کون ہے جبرئیل نے کہا کہ محمد ہیں انھوں نے مجھے مرحبا و اہلا و سہلا کہا اور فرمایا کہ اپنی امت کو تاکید کرو کہ وہ اس جنت میں استکثار کریں کہ اس کی تربت

طیب واُسکی زمین وسیع ہی مین نے پوچھا کہ غراس جنت کیا ہین کہا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ مترجم کہتا ہو کہ محمد بن کعب نے اس حدیث سے نکالا کہ یہ
کلمہ بھی باقیات صالحات مین سے ہی یعنی بذات خود باقی رہتا ہو اور یہ نہین ہو کہ اُسکا ثواب خالی ملتا ہو فافہم۔ امام احمد رح نے باسناد خود روایت کی اسطرح
کہ حدثنا محمد بن یزید عن العوام عن رجل من الانصار قال خرج علینا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یعنی انصار کے ایک شخص نے جو اولاد نعمان بن بشیر
مین سے تھے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نکلکر ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم لوگ مسجد مین تھے یہ بعد نماز عشاء کا حال ہو پھر آسمان کی
طرف اپنی نظر اُٹھائی پھر نیچی کرلی یہانتک کہ ہم نے گمان کیا کہ آسمان مین کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہو پھر فرمایا کہ تم لوگ خبردار رہو کہ میرے بعد قریب زمانہ
مین ایسے امراء ہونگے کہ جھوٹ بولینگے اور ظلم کرینگے پس جس نے کہ اُنکے جھوٹ مین اُنکی تصدیق کی اور موافقت کی اُنکے ظلم مین تو وہ مجھسے نہین اور نہ مین
اُس سے ہون اور جس نے کہ نہین تصدیق کی اُنکے جھوٹ مین اور نہ موافقت کی اُنکے ظلم مین تو وہ مجھ سے ہو اور مین اُس سے ہون اور خبردار ہو کہ
سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر یہی باقیات صالحات ہین۔ امام احمد رح نے ابوسلام سے اُسنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک مولی سے
روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ باتون کے واسطے مبارک خوبی ہو وے کیسی بھاری ہین میزان مین لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور
سبحان اللہ اور الحمد للہ اور پانچوان فرزند صالح جو وفات پاوے اور اسکا والد ثواب کے واسطے صبر کرے اور فرمایا کہ مبارک خوبی ہو پانچ باتون کے لیے
جو اللہ تعالے کی ملاقات کرے درحالیکہ ان باتون پر یقین رکھتا ہو تو جنت مین داخل ہوگا ایمان لاوے اللہ تعالے کے ساتھ اور دن قیامت پر اور
جنت پر اور دوزخ پر اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر اور حساب پر۔ امام احمد رح نے حسان بن عطیہ سے روایت کی کہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ
سفر مین تھے پھر ایک منزل پر اُترے پس اپنے غلام سے کہا کہ میرے پاس شفرہ لے آکہ مین اُس سے کھیل کرونگا تو مین نے انپر اس فعل سے انکار کیا تو فرمایا کہ
جب سے مین اسلام لایا ہون کوئی کلمہ نہین بولا مگر آنکہ مین نے اسکی لگام دیدی یا مہار دیدی سوائے اپنے اس کلمہ کے پس تم اسکو مجھپر یاد مت رکھو اور
یہ یاد رکھو جو مین تم سے کہتا ہون مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ جب لوگ سونے وچاندی کا خزانہ جمع کرین تو تم لوگ ان
کلمات کا خزانہ جمع کرو۔ اللھم انی اسألک الثبات فی الامر۔ الٰہی مین تجھسے درخواست کرتا ہون ثابت قدمی کی دین پر۔ والعزیمۃ علی الرشد۔ اور
مضبوطی کا قصد ہدایت پر۔ واسألک شکر نعمتک۔ اور درخواست کرتا ہون توفیق شکر نعمت کی۔ واسألک حسن عبادتک۔ اور مانگتا ہون توفیق بہتر
حسن عبادت کی۔ واسألک قلبا سلیما۔ اور تجھسے مانگتا ہون قلب سلیم۔ واسألک لسانا صادقا۔ اور تجھ سے سچی زبان مانگتا ہون۔ واسألک من
خیر ما تعلم۔ اور جو تیرے علم مین بہتر ہو اُسمین سے تجھسے مانگتا ہون۔ واعوذ بک من شر ما تعلم۔ اور تیرے علم مین جو شر ہو اُس سے مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون
واستغفرک لما تعلم انک انت علام الغیوب۔ اور تجھسے اُن سب گناہون کی مغفرت چاہتا ہون جو تو جانتا ہو تو ہی تو پوشیدہ باتون کا اچھا جاننے والا
ہے۔ پھر اس حدیث کو امام احمد نے ونسائی نے دوسری وجہ سے روایت کیا ہو۔ طبرانی رحمہ اللہ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جو لوگ
طائف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اول آئے اُنمین مین بھی تھا پس اول وقت مین اپنے اہل کے پاس سے نکلا اور عصر کے وقت منیٰ مین آیا
پس مین پہاڑ پر چڑھا پھر اُترا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مسلمان ہوگیا اور آپ نے مجھے قل ہو اللہ احد سکھلائی اور یہ کلمات سکھلائے
سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور فرمایا کہ یہ باقیات صالحات ہین۔ اور اسی اسناد سے طبرانی رح نے روایت کی کہ جو شخص رات مین اُٹھا
اور وضو کیا اور کلی سے مُنھ صاف کیا پھر اُسنے سو مرتبہ سبحان اللہ کہا اور سو مرتبہ الحمد للہ کہا اور سو مرتبہ اللہ اکبر کہا اور سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہا تو اس کے
گناہ بخشدیے جاوینگے سوائے ناحق خون کے کہ وہ باطل نہین ہوا کرتے ہین۔ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ باقیات
صالحات یہ ذکر الٰہی ہین لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور تبارک اللہ اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور استغفر اللہ اور صلے اللہ

علی رسول اللہ اور روزہ وحج وصدقہ اور آزاد کرنا اور جہاد اور صلہ رحم اور تمام نیک اعمال اور یہ سب باقیات صالحات ہین کہ اپنے لوگون کے ساتھ جنت مین رہینگے جب تک آسمان وزمین قائم ہین مترجم کہتا ہو کہ حضرت ابن عباس کی اس روایت مین منصوص مذکور ایسے ہی اعمال ہین جو بذات خود باقی ہین اور خالص لوجہ اللہ تعالے ہین فافہم۔ عوفی رح نے ابن عباس سے روایت کی کہ باقیات صالحات وہ پاکیزہ کلام ہو۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ باقیات صالحہ جملہ اعمال صالحہ ہین اور اسی قول کو شیخ ابن جریر نے اختیار فرمایا ہو۔ فافہم۔ ف فی العرائس قولہ تعالے والباقیات الصالحات خیر عند ربک الآیہ۔ محبت دائمی پر غبار حرمان کا اور داغ حدوث کا نہین آتا ہو اور نیز وہ معرفت ہو جو اللہ تعالے کے دیدار ذات صفات سے عارفون کے دلون مین آتی ہے اور باقیات صالحات ہین سے انس باللہ عز وجل اور اسکی توحید مین اخلاص اور غیر سے منفرد ہو کر اللہ تعالے عز وجل کے ساتھ ہونا اور یہ منازل عارفون کے ساتھ باقی ہین اور یہ صالحہ ہین انہین کچھ کجی نہین ہو اور یہ اچھے منازل ہین کیونکہ یہ وصف بقاے عارف مع بقاء الحق ہین یعنی حق عز وجل ہمیشہ باقی ہو تو وصف بقاے عارف دائمی ہو۔ جعفر صادق علیہ السلام نے کہا کہ جو امور تفرید توحید کے ہین وہ باقیات صالحات ہین کیونکہ وہ توحید کرنیوالے کی بقار کے ساتھ اور توحید کرنیوالا بقاے حق عز وجل جی دائمی باقی ہو۔ شیخ ابن عطار رح نے فرمایا کہ اعمال صالحہ خالص اور نیات صادقہ اور ہر وہ فعل جس سے خالص رضاے الٰہی مقصود ہو باقیات صالحات ہین۔ قال المترجم یہی سابق مین مترجم کو توفیق عطا ہوئی اور الحمد للہ کہ وہ شیخ رحمہ اللہ کے اس قول سے متوافق ہو۔ شیخ یحیی بن معاذ رازی نے فرمایا کہ وہ نصیحت خلق ہو۔ مترجم کہتا ہو کہ شاید یہ قول استنباط حدیث سے ہو کہ الدین النصیحۃ یعنی دین یہی نصیحت ہو یعنی اپنے آپ کو اور تمام مخلوق کو اور تفسیر اسکی حدیث مین آئی ہو کہ اللہ تعالے کے واسطے اور رسول کے واسطے خیر خواہی اور سردار مسلمانون کے لیے اور عام مسلمانون کے لیے خیر خواہی کرنا۔ پھر جب اللہ تعالے نے دنیا کی بے ثباتی و ناپائداری بیان فرمائی اور آخرت کو لازم بتلا دیا اور باقیات صالحات کی جانب ارشاد کر دیا تو اب بیان فرمایا کہ جن لوگون نے عقل نہین حاصل کی دنیا پر مغرور رہے انکا اور جو نصیحت سے ہوشیار ہوے انکا انجام ضروری کیا ہے

وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۝ وَعُرِضُوا عَلَىٰ رَبِّكَ

اور جس دن ہم روان کرینگے پہاڑون کو اور تو دیکھے گا زمین کو کھلا ہوا اور محشور کرینگے ہم انکو سو ہم باقی نچھوڑینگے انمین سے کسی کو اور پیش کیے جاوینگے تیرے رب کے سامنے

صَفًّا لَّقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّن نَّجْعَلَ لَكُم مَّوْعِدًا ۝ وَوُضِعَ الْكِتَابُ

صف کر کے تم ہمارے یہان آئے جیسے ہم نے تم کو پیدا کیا تھا اول بار بلکہ تم نے گمان کر لیا تھا کہ ہم تمہارے لیے کوئی وعدہ گاہ نہ کرینگے اور رکھی جاویگی کتاب

فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا

سو تو دیکھیگا گنہگارون کو کانپتے خوف سے اس چیز سے جو اسمین ہو اور کہینگے کہ ہاے خرابی ہماری کیا ہو اس کتاب کے لیے کہ نہین چھوڑتی کسی گناہ چھوٹے کو اور نہ

كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۝

بڑے کو مگر سبکو گھیر لیا ہو اور پایا ان لوگون نے جو کیا سامنے اور ظلم نہین کریگا تیرا رب کسی پر

آیت کریمہ مین اللہ تعالے نے ہولناک واقعات قیامت سے آگاہ کرنے کو چند انواع ذکر فرمائے ہین۔ اول ویوم نسیر الجبال اور بیان کر دے وہ دن کہ ہم روان کر دینگے پہاڑون کو یعنی انکی جگہون سے انکو زائل کر دینگے۔ کما فی قولہ تری الجبال تحسبہا جامدۃ وہی تمر مر السحاب۔ وقولہ تعالے وتکون الجبال کالعہن المنفوش۔ اور مانند اسکے آیات کثیرہ ہین اور آیت مین یہ بیان نہین ہو کہ پہاڑ زائل کر کے کہان جاوینگے۔ رازی رح نے تفسیر کبیر مین کہا کہ محتمل ہو کہ اللہ تعالے انکو کسی جگہ منتقل فرماوے اور اسکو مخلوقات کے واسطے بیان نہین فرمایا یعنی مخلوق الٰہی علاوہ اس زمین کے

بیشمار ہیں پس یہ تو کوئی تردد نہیں ہو سکتا ہے کہ پہاڑ کہاں جاوینگے بلکہ غایت یہ ہے کہ بیان نہیں فرمایا۔ اور حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہاڑون کو منتقل نہیں
فرماویگا بلکہ زائل و معدوم کردیگا بدلیل قولہ تعالیٰ ویسئلونک عن الجبال فقل ینسفہا ربی نسفا فیذرہا قاعا صفصفا الآیہ اور بدلیل قولہ تعالیٰ وبست الجبال
بسا فکانت ہباء منبثا یعنی دھنی روئی کی طرح ہوکر پھر پارہ پارہ ہوکر پھر ذرہ ذرہ اڑجاوینگے۔ ابوعمر و ابن عامر کی قراءۃ تسیر بضم التاء و فتح السین و فتح الیاء
یعنی روان کیے جاوینگے پہاڑ جیسے قولہ تعالیٰ وسیرت الجبال فکانت سرابا یعنی پہاڑ اپنی جگہون سے زائل کیے جاوینگے پس ریگ سراب ہو جاوینگے
اور قولہ تعالیٰ واذا الجبال سیرت۔ اور جبکہ پہاڑ زائل کیے جاوینگے یعنی انہین صیغہ مجہول ہے ویسے ہی یہان تسیر مجہول ہے اور فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے
اور باقیون نے نسیر بنون و کسر الیاء پڑھا بقیاس قولہ وحشرناہم کہ وہان اسناد فعل اپنی قدرت کیطرف ظاہر ہے۔ بہرحال معنی واضح ہین کہ پہاڑون کو
اللہ تعالیٰ زائل و معدوم فرماویگا۔ اور واضح ہو کہ صریح نہیں فرمایا کہ جسدن ہم پہاڑون کو زائل کرینگے۔ اسواسطے کہ مخلوق انکی ہولناک حالت فنا ہونے کو
کہ اپنے مقامات سے اکھڑ کر روئی کیطرح اڑتے ہوے ریزہ ریزہ ہوکر سراب ہونگے آنکھون دیکھین۔ نوع دوم۔ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً۔ اور تو زمین کو
دیکھیگا کھلا ہوا۔ یعنی ہر مقام سے صاف ایک قاع صفصف برابر میدان کہ نہ اسمین اونچائی ہوگی اور نہ نیچائی اور نہ پہاڑ اور نہ وادی اور اسمین کسی کا نشان
نہ ہوگا اور نہ کوئی مکان جسکی آڑ مین مخلوق دم لے اور نہ درخت ہوگا نہ سایہ ہوگا پس اس دن سایہ کسی کے واسطے نہیں سوا سایہ اللہ تعالیٰ کے یعنی اسکی
قدرت سے نیک بندون کو سایہ ملیگا۔ اور بعض نے کہا کہ زمین کے بارز و ظاہر ہونے کے یہ معنی ہین کہ جو کچھ اسکے پیٹ مین ہے سب اگل دیگی پس جوف ظاہر
ہو جائیگا۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح مین ہے کہ زمین اسدن ایک شفاف آئینہ ہوگی اور خون و مظالم بندون کے سب اپنے جوف سے نکال دیگی تو دار
پار نظر آئیگا اور قولہ تعالیٰ یوم تبدل الارض غیر الارض الآیہ کی تفسیر مین تفصیل و تحقیق گذر چکی ہے بالجملہ یہ بھی ایک ہولناک منظر ہوگا اور نوع سوم قولہ وَّ
حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ یعنی ہمنے حشر کیا خلائق کو ایسے وقت کہ ہر بات پوشیدہ ظاہر ہوگی اور ہر قبیح کھل جائیگا اور حساب بال
بال کا ہوگا اور حساب لینے والا علام الغیوب عزوجل ہوگا سو فرماتا ہے کہ ہم نے نہیں چھوڑا اولین و آخرین مین سے کسی کو کیونکہ اللہ تعالیٰ پر بھول نہیں اور
نہ عجز ہے کما قال تعالیٰ قل ان الاولین والآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم الآیہ وقال تعالیٰ ذلک یوم مجموع لہ الناس الآیہ حشر کے معنے جمع کے ہین۔
اگر کہا جاوے کہ پہلے تو تسیر مستقبل اور تری مستقبل فعل ہین اور یہان حشرنا ماضی ہے تو اسمین کیا حکمت ہے بعض نے کہا کہ ماضی واسطے اس دلالت کے کہ محشور ہونا
ایسا قطعی ہے گویا ہم نے حشر کردیا تو ہر ایک اپنا انجام سوچے۔ پس ماضی سے مراد مستقبل ہے و لیکن مستقبل کو بطور ماضی تعبیر کرنے مین یہ اشارہ ہے۔ بعض نے کہا کہ واؤ
یہان اور مابعد مین حالیہ ہے یعنی پہاڑون کی تسییر ہم کرینگے اس حال مین کہ محشور کیا ہم نے سب کو تاکہ سب لوگ ان ہولناک وقائع کو مشاہدہ کرین پس
قبرون سے اٹھانا قبل سے ہوگا گویا یون فرمایا کہ اور حال یہ کہ ہم نے لوگون کو ان ہولناک وقائع سے پہلے مبعوث کر کے اٹھاکر محشور کر دیا تاکہ انکو مشاہدہ کرین
یہ معنی زمخشری وغیرہ نے ذکر کیے ہین۔ اور نغادر مغادرت سے ہے اور باب مفاعلت دونون طرف سے ہوتا ہے جیسے مقاتلت باہم ایک دوسرے کو قتل کا قصد
کرنا مگر یہان ایک طرف سے ہے جیسے تعاقب اللصوص ہم چورون کا پیچھا کرتے ہین تو یہ معنی نہیں کہ اور چور بھی ہمارا پیچھا کرتے ہین اسی طرح یہان ہے کہ ہم نے نہیں
چھوڑا انمین سے کسی کو۔ پھر منہم کی ضمیر ذوی عقل کے واسطے ہے حالانکہ محشور تو جانور و بہائم و چرند پرند سب ہونگے لیکن مقصود یہان اہل جنت و دوزخ ہین
لہذا بعد اس حشر کے کیفیت پیش ہونے کی بیان فرمائی۔ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا۔ اور پیش کیے گئے تیرے رب کے حضور مین صف کر کے۔ شاید
ایک صف ہو بقولہ تعالیٰ یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا۔ یا صفوف ہر ایک کے علیحدہ ہون کما فی قولہ جاء ربک والملک صفا صفا۔ اور شاید کہ صفوف
بمنزلہ ایک صف کے ہون جیسے خانہ کعبہ کے گرد صفوف بمنزلہ صف واحد ہین اور بعض نے کہا کہ صف سے مراد یہان قیام ہے بقولہ تعالیٰ فاذکروا اسم اللہ
علیہا صواف۔ یعنی کھڑے ہوکر۔ وقد قال تعالیٰ یوم یقوم الناس لرب العالمین جس دن کھڑے ہونگے لوگ رب العالمین کے واسطے پھر جو لوگ

قیامت سے منکر اور دار آخرت کے قائل نہین ہوتے تھے انکو ملامت فرمائی جاویگی بقولہ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا تم تو آگئے ہماری حضور مین۔ کَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ جیسے ہم نے تمکو اول مرتبہ پیدا کیا تھا۔ اُسمین دو باتین نکل آئین کہ منکرون کو دوبارہ مبعوث ہونے سے انکار تھا حالانکہ جسنے اول مرتبہ پیدا کیا وہ دوبارہ اعادہ پر صریح قادر ہی تو ملامت کردی کہ تم ویسے ہی آئے جیسے ہم نے تم کو عدم سے اول مرتبہ پیدا کردیا تھا۔ اور دوسری بات یہ نکلی کہ دنیا مین جن چیزون پر مرتے تھے اور اموال و اولاد و گھربار و باغ و مکانات پر تفاخر و تکبر کرتے تھے وہ تمھارے پاس اسوقت کچھ بھی نہین ہی ویسے کورے ننگے آئے ہو جیسے اول مرتبہ پیٹ سے پیدا ہوے تھے پس تم آئے ضرور اور محتاج آئے تم نے اپنا انجام نہین سوچا۔ اور اُسکے واسطے کچھ فکر نہ کی اور سامان جمع نہ کیا۔ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا بلکہ تم نے تو یہ زعم کرلیا تھا کہ ہم تمھارے لیے کوئی میعاد نہین کرینگے۔ موعد مقام و وقت موعود یعنی قیامت۔ غرضکہ اس گھمنڈ پر تم رسولون سے منکر ہوتے اور انکو ایذا دیتے اور دنیاوی حیات پر مغرور اُسکے واسطے اموال و انصار جمع کرتے اور آخرت کا سامان جمع کرنے والے بندون مومنون پر طعن کرتے اور اُنکو ذلیل و خوار بناتے اور اُنپر تکبر کرتے تھے حالانکہ آج اُن کے پاس سامان و سلطنت ہی آرام و راحت ہی نور و منزلت ہی حسن و جمال ہی اور تم پر خواری و ذلت ہی بے یار و مددگار ہونگے ہاتھ خالی محتاج ہو شدت و تکلیف ہی عذاب سامنے ہولناک ہی بدشکل ہو مُنھ سیاہ ہین آنکھون کے سامنے اندھیرا چھایا ہے نہ کہین درخت ہی نہ سایہ ہی نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہی۔ واضح ہو کہ ابتدا بعث مین جب قبر سے اُٹھائے جاوینگے مومن و کافر سب برہنہ اصل پیدایش پر ہونگے۔ ابن عباس رضہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم مین کھڑے ہوے اور نصیحت کا خطبہ پڑھا پس فرمایا کہ اے لوگو تم محشور کیے جاؤگے اللہ تعالےٰ کی طرف ننگے پاؤن ننگے بدن بغیر ختنہ کیے ہوے اللہ تعالےٰ فرماتا ہی کما بدأنا اول خلق نعیدہ وعدا علینا انا کنا فاعلین یعنی جیسے ہم نے تم کو پیدا کیا اول پیدایش پر ویسا ہی دوبارہ اعادہ کرینگے ہم پر وعدہ ہی ہم ضرور اُسکو کرنے والے ہین اور خبردار ہو کہ سب سے پہلے جسکو لباس پہنایا جائیگا قیامت کے روز وہ ابراہیم علیہ السلام ہی اور خبردار ہو کہ وہان میری اُمت سے کچھ لوگون کو لایا جائیگا پس انکو گرفتار کیے بائین جانب کا راستہ لیا جائیگا یعنی جہنم کی طرف کا جدھر کفار ہین پس مین عرض کرونگا کہ اے رب میرے اصحاب ہین پس کہا جائے گا کہ تجھے معلوم نہین کہ ان لوگون نے بعد تیرے کیا احداث کیا پس مین بھی کہونگا جیسے بندہ صالح یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ کنت علیھم شہیدا ما دمت فیھم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم تا قولہ العزیز الحکیم۔ پھر مجھ سے کہا جائیگا کہ جب سے تو نے اسکو چھوڑا یہ برابر اپنی ایڑیون کی طرف پیٹھ پھیرے گئے۔ علما نے کہا کہ ان لوگون سے مراد وہ بکرا لعض عرب کے گنوارون کا ہے جو مجبوری سمجھکر مسلمان ہوگئے تھے بعد آپ کی وفات کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سرکشی کی اور مرتد ہوگئے اور آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لشکرون سے لڑائی مین مقتول ہوے اور بعضے بھاگ گئے اور واضح ہو کہ اول پیدایش کے مانند اعادہ ہونا جو مذکور ہے اُس سے سب طرح اول کے مثل ہونا مراد نہین ہے کیونکہ اول مین تو طفل بے عقل نابالغ ہوتا ہے بلکہ مراد صرف ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ بریدہ ہونے مین ہی۔ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ محشور کیے جاوینگے لوگ ننگے پاؤن ننگے بدن بے ختنہ بریدہ۔ تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مرد اور عورتین سب بعض کو بعض دیکھینگے تو آپنے فرمایا کہ اے عائشہ وہ واقعہ اس سے زیادہ سخت ہولناک ہے کہ کسی کی نظر اُسطرف ہو۔ رواہ البخاری ومسلم اور ایک روایت مین نسائی کی زیادہ ہی کہ ہر ایک آدمی کی اُس دن ایک حالت ہوگی کہ اسی مین مشغول سب سے بے پروا ہو گا بقولہ تعالےٰ لکل امرئ منھم یومئذ شان یغنیہ مترجم کہتا ہے کہ ہول قیامت سے آنکھین پھٹی رہجاوینگی بقولہ تعالےٰ لا یرتد الیھم طرفھم۔ اور ٹکٹکی اوپر کو باندھے ہونگے بقولہ فاذا ھی شاخصۃ ابصار الذین کفروا۔ اور دل اُڑے ہوے ہونگے بوجہ ہول و دہشت کے بقولہ وافئدتھم ھواء۔ غرضکہ وہ منظر ایسا ہولناک ہی کہ ہر شخص دوسرے سے غافل

ہوگا اور غضب الٰہی و عذاب کے معائنہ سے کوئی کسی کی طرف التفات بھی نہین کریگا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ محشور ہونگے لوگ تین گروہ رغبت کرنے والے ڈرنے والے اور دو ایک اونٹ پر اور تین ایک اونٹ پر اور چار ایک اونٹ
پر اور دس ایک اونٹ پر اور باقیون کو آگ اکٹھا کر کے محشر کو ہانکیگی جہان یہ لوگ قیلولہ کرین وہان انکے ساتھ قیلولہ کریگی اور جہان یہ لوگ رات
گذارین وہان اُنکے ساتھ رات گذاریگی اور جہان صبح کرین اُنکے ساتھ صبح کریگی اور جہان شام کرین وہان شام کریگی یعنی برابر ہر حال و وقت
مین اُنکو ہانکے چلیگی۔ اور قولہ تعالے یحشرہم علی وجوہہم عمیا و بکما و صما۔ کی تفسیر مین گذرچکا کہ کفار لوگ مُنھ کے بل محشور ہونگے پھر واضح ہو کہ اُس
دن ہر ایک پڑھ سکیگا خصوص اپنے نامۂ اعمال کو اور اس مین پڑھا و بے پڑھا سب برابر ہونگے۔ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ۔ اور رکھی جائیگی کتاب
یعنی نامۂ اعمال۔ اور مفرد اس وجہ سے ہے کہ معنی اسکے جنس و جمع ہین یعنی ہر ایک کا نامۂ اعمال جس مین صغیرہ و کبیرہ و جلیل و حقیر و ذرہ ذرہ
تک ہوگا اس کے ہاتھ مین رکھا جائیگا نیک ہے تو داہنے مین اور شقی ہے تو بائین مین۔ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ۔ پس
تو دیکھیگا گنہگارون کو خوف سے کانپنے والا اس چیز سے جو نامۂ اعمال مین ہے۔ یعنی شرک و کفر سے اور افعال قبیح و اعمال شنیع سے اور تمام ہمت دنیا
کی طرف اموال و اولاد کے ساتھ فخر و تکبر اور اولیاء اللہ کے ساتھ عداوت و طرح طرح کی بدکاریان کہ خود آدمی اُنکو بھول جاتا و فراموش کرتا
ہے بلکہ سمجھتا بھی نہین ہے وَيَقُوْلُوْنَ۔ اور مجرمین کہینگے کہ يٰوَيْلَتَنَا۔ ہائے حسرت و افسوس و ہلاکت و بربادی اس مین تو ہمارے لیے
مفر نہین ہے۔ مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ اس نامۂ اعمال کو کیا ہے یعنی کیسا نامۂ اعمال ہے کہ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ
اَحْصٰىهَا چھوڑتا نہین صغیرہ کو اور نہ کبیرہ کو مگر آنکہ سب کو گھیرے ہوے ہے۔ کرام کاتبین نے ہر ذرہ ذرہ لکھدیا ہے اور یہ اُنپر حجت ہے ورنہ
اللہ تعالے علام الغیوب ہے سب جانتا ہے اور واضح رہے کہ کرام کاتبین کی تحریر اُنپر اُنکی ذاتی حجت ہوگی جیسے کسی نے خود لکھا ہو اور یہ معاملہ
اُسوقت صاف ظاہر ہو جاوے گا۔ صغیرہ و کبیرہ کی مثال مین ابن عباس رض کا قول مروی ہے کہ صغیرہ تبسم اور کبیرہ قہقہہ۔ مترجم
کہتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہوگی کہ فرق صغیرہ و کبیرہ مین ایسا ہوتا ہے جیسے تبسم و قہقہہ مین ہے ورنہ تبسم تو گناہ نہین ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم تبسم فرماتے تھے اور قہقہہ کبیرہ نہین ہے اصح تو یہ ہے کہ جائز ہے مگر مکروہ اور بعض کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور صغیرہ و کبیرہ کی مثال
سعید بن جبیر رح سے مروی ہے کہ صغیرہ چھونا اور بوسہ لے لینا اور کبیرہ زنا کرنا۔ بعضے علماء نے کہا کہ پہلے انکو صغائر نظر آوینگے کیونکہ صغائر سے
ہی بڑھکر کبائر کے مرتکب ہوے پس صغیرہ گناہون سے احتراز کرو بخوف اسکے کہ کبائر مین مبتلا ہو جاؤ اور سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار خبردار بچو ایسے گناہون سے جنکو تم حقیر سمجھتے ہو کہ حقیر گناہون کی مثل ایسی ہے جیسے
ایک قوم ایک وادی مین اُتری اور ہر ایک اُن مین سے ایک پتلی پتلی لکڑی لایا اُنھون نے ان سب سے روٹیان اپنی پکالین اور یاد
رکھو کہ جن گناہون کو حقیر سمجھا جاوے وہ ہلاک کرنے والے ہوتے ہین۔ طبرانی رح نے سعد بن عبادہ رض سے روایت کی کہ جب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم غزوۂ حنین سے فارغ ہوے تو ہم لوگ ایک خشک میدان مین اُترے جہان کچھ نہ تھا تو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جمع
کرو جو کوئی لکڑی پاوے لے آوے اور جو کوئی جھڑی پاوے یا کچھ پاوے لا دے تو ایک ہی ساعت گذری تھی کہ وہان انبار ہو گیا حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اسکو دیکھتے ہو ایسے ہی آدمی پر گناہ جمع ہو جاتے ہین جیسے تم نے اسکو جمع کیا ہے پس چاہیے کہ آدمی اللہ تعالے سے
ڈرے اور کوئی گناہ صغیرہ یا کبیرہ نہ کرے کیونکہ وہ اسپر شمار ہوتا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین یہ مطلب نہین ہے کہ آپ نے اس دکھلانے
کے واسطے اس انبار کو جمع کرایا تھا بلکہ اُس لشکر کی لکڑیون کی حاجت رفع فرمائی و لیکن جب سامنے جمع ہو گیا تو اس کو دیکھکر صحابہ رضی اللہ عنہم کو

یہ نصیحت فرمائی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم-بالجملہ یہ لوگ اپنے نامہ اعمال مین ہر صغیرہ وکبیرہ کا احاطہ پاوینگے- وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا اور پاوینگے جو اُنھون نے کیا تھا حاضر-اس مین دو صورتین ہین ایک یہ کہ اپنے نامہاے اعمال مین اپنے سب کردار حاضر پاوینگے یعنی لکھے ہوے ہونگے-اور دوم یہ کہ جیسے نماز روزہ وغیرہ اعمال صالحہ اپنے خوبصورت اشکال کے ساتھ آوینگے-شاید ویسے ہی کافرون کے قبائح تمام خبیث صورتون کے ساتھ موجود ہون ولیکن مذکور قول اول ہے- وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا اور تیرا رب کسی پر ظلم نہین کریگا بلکہ نیکوکارون کو انکے اعمال صالحہ کا عوض پورا پورا اور اپنی طرف سے فضل عظیم کے ساتھ زیادہ کرکے ثواب عطا فرماویگا اور یہ انپر کرامت ہے اور بدکارون کو اُن کے اعمال قبیحہ کا بدلا اُسی قدر بدون زیادتی کے دیدیگا وہ اُنکی سزا جہنم ہو اور یہ عدل دیکھو کہ پہلے سے ہر ایک کو آگاہ کردیا کہ ایسے اعمال کا یہ عوض و ثواب ہے اور ویسی بدکاریون کا یہ عذاب ہے پس قیامت کے روز سب کو حاضر کرکے عدل سے فیصلہ فرماویگا-ابوالقاسم عبدالرحمن بن مندہ رح نے کتاب التوحید مین معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز آواز رفیع سے جسمین خوف دہشت نہین ہے منادی فرمائیگا کہ اے میرے بندو یعنی مومنین بندو مین ہون اللہ لا الٰہ الا انا-کوئی اللہ نہین سواے میرے مین ارحم الراحمین ہون اور احکم الحاکمین ہون اور بہت جلد حساب کرنے والا ہون اے میرے بندو تم پر آج خوف نہین اور نہ تم غمگین ہوگے اپنی حجت پیش کرو اور آسانی پاؤ جواب دینے مین کہ تم سے سوال و حساب ہوگا اے میرے ملائکہ تم میرے بندون کو اُن کے قدمون کی انگلیون کے اطراف پر حساب کے لیے کھڑا کرو-قرطبی رح نے کہا کہ یہ حدیث اس آیت کی تفسیر مین واضح بیان ہے مین نے اسکو کتاب تذکرہ مین لکھدیا ہے اور بہت سے مفسرین نے اسکو نہین ذکر کیا شیخ ابن کثیر رح نے حدیث صحیحین یہان ذکر فرمائی کہ ہر غدر کرنے والے کے لیے قیامت کے روز جھنڈا اسکے چوتڑون کے پاس ہوگا جس سے وہ پہچانا جائیگا-اور لکھا کہ قولہ لا یظلم ربک احدا یعنی کسی پر اپنی مخلوق مین سے ظلم نہ فرمائیگا بلکہ عفو فرماویگا درگذر فرماویگا بخشیگا رحم فرماویگا اور جسکو چاہیگا بقدر اس کے گناہ بمقتضاے حکمت و عدل کے عذاب کریگا اور جہنم کو کافرون سے اور گنہگارون سے بھر دیگا پھر مسلمان گنہگارون کو اسمین سے نجات دیگا اور کافرون کے واسطے وہان ہمیشگی کردیگا وہی حاکم ہے-امام احمد رح نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جابر رض نے کہا کہ مجھے ایک حدیث پہونچی کہ ایک شخص نے اُسکو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے پس مین نے ایک اونٹ خریدا اور اُسپر کجاوہ درست کرکے اُسکی جانب روانہ ہوا ایک مہینہ چلا یہانتک کہ شام مین اُسکے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ہین مین نے دربان سے کہا کہ جاکر کہدے کہ دروازے پر جابر کھڑا ہے تو اس سے کہا کہ جابر بن عبداللہ-مین نے کہا کہ ہان پس جلدی سے اپنا کپڑا روندتے ہوے نکلے اور مجھے لپٹالیا اور مین نے بھی گلے سے لگا یا پھر مین نے بیان کیا کہ مجھے تم سے روایت پہونچی ہے کہ تم نے ایک حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے دربارہ حساب قیامت کے تو مین ڈرا کہ قبل اسکے کہ مین اُسکو تم سے سنون شاید تم مرجاؤ یا مین مرجاؤن-تو فرمایا کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ اللہ عزوجل لوگون کو قیامت کے روز یا کہا کہ بندون کو محشور فرماویگا ننگے بدن بے ختنہ برہنہ بہم-مین نے کہا کہ بہم کیا تو کہا کہ اُنکے ساتھ کچھ نہ ہوگا پھر اُنکو آواز دیگا ایسی آواز کہ دور والا ویساہی سُنے جیسا قریب والا سُنے کہ مین بادشاہ ہون مین دیان ہون یعنی بدلا دینے والا اور قصاص کرادینے والا ہون پس کسی شخص کے لیے اہل جہنم مین سے نہین ہوسکتا کہ وہ جہنم مین جاوے درحالیکہ اس کا کسی شخص پر اہل جنت مین سے حق ہو جبتک کہ مین اُس سے اُسکا قصاص نہ دلادون اور کسی کے لیے اہل جنت مین سے یہ نہین ہوسکتا کہ وہ جنت مین جاوے درحالیکہ اس کا کسی شخص پر اہل جہنم مین سے حق ہو جبتک کہ مین اُس سے قصاص دلادون

اگرچہ ایک چپت ہو توہم لوگون نے یعنی جو اسوقت رسول اللہ صلعم کی خدمت مین حاضر تھے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ حق کا بدلا کس چیز سے دلوایا جائیگا ہم تو ننگے پانون ننگے بدن بے ختنہ بریدہ اور بالکل کوئی چیز نہ رکھتے ہونگے فرمایا کہ نیکیون و بدیون سے قصاص دلوائیگا۔ مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین جو مذکور ہے کہ دور والا ویسا ہی سنے جیسا قریب والا سنے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہان کوئی دوری و نزدیکی نہوگی تو آواز ہر شخص کو ہر جگہ یکسان سنائی دیویگی فافہم۔ عبد اللہ بن امام احمد نے حضرت عثمان بن عفان رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سینگون والے جانور سے بے سینگون والون کے لیے قصاص لیا جائیگا۔ شیخ نے کہا کہ اسکے شواہد موجود ہین اور مترجم کہتا ہو کہ صحاح مین خود موجود ہے اور اسقدر زیادتی کے ساتھ کہ پھر بعد قصاص لیے جانے کے ان جانورون کے واسطے حکم ہوگا کہ تم خاک ہوجاؤ یعنی سب خاک ہوجاوینگے اور یہ اللہ تعالے عزوجل دانا ترہو کہ اس حالت مین اُنکے آرام وغیرہ کی کیا کیفیت و کیا انجام ہوگا۔ سراج مین خطیب نے ذکر کیا کہ امام رازی رح نے یہان ایک حدیث رسول اللہ کی جانب نسبت کرکے نقل کی ہو یعنی تامل ہو کہ حدیث ہو یا نہین ہو بہرحال مضمون یہ ہو کہ قیامت کے روز یوسف و ایوب و سلیمان بلائے جاوینگے پھر لوگون سے حساب لیا جائیگا پس مملوک بلایا جائیگا اور اس سے کہا جائیگا کہ تجھے میری عبادت سے کون چیز مانع ہوئی وہ کہیگا کہ تو نے مجھے آدمی کا غلام کردیا تھا اُسنے مجھے فراغت نہ دی پس یوسف علیہ السلام بُلائے جاوینگے کہ یہ تیرے مانند مملوک کردیا گیا تھا اگر اسکو میری عبادت سے کوئی چیز مانع نہوئی پس اُسکے واسطے دوزخ کا حکم دیا جائیگا پھر مرض مین گرفتار بلایا جائیگا اور پوچھا جائیگا کہ تجھے میری عبادت سے کون چیز مانع ہوئی وہ کہیگا کہ مجھے بیماری نے روک دیا تو ایوبؑ بلائے جاوینگے کہ اس کو تجھ سے زیادہ سخت بیماری دی گئی تھی مگر وہ اسکو میری عبادت سے مانع نہوئی پس عذر نہ سُنا جائیگا اور دوزخ کا حکم دیا جائیگا پھر بادشاہ بلایا جائیگا اس سے کہا جائیگا کہ تجھے میری عبادت سے کون چیز مانع ہوئی وہ کہیگا کہ مجھے سلطنت کے کاروبار سے فرصت نہوئی تو سلیمانؑ بُلائے جاوینگے کہ مین نے اسکو تجھ سے زیادہ دیا تھا مگر وہ اسکو میری عبادت سے مانع نہوا تیرا عذر کچھ نہین ہو پس اسکو دوزخ کا حکم دیا جائیگا۔ مترجم کہتا ہو کہ اس روایت کو حدیث کہنے مین تامل کیا جاوے جب تک اُسکی اسناد معلوم نہوا اور یہ کہ کس محدث نے اسکو اخراج کیا ہو اور شاید کہ بعضے وعظ کہنے والون نے اسکو ترغیب دلانے یا خوف دلانے کے واسطے ذکر کیا ہو اور اسمین عوام کو انبیاء اولو العزم پر قیاس کیا ہو واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ معاذ بن جبل رض نے روایت کی کہ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی جگہ سے بندے کے قدم قیامت کے روز نہ ہلنے پاوینگے یہانتک کہ اس سے چار باتون کا سوال کیا جاوے اسکے جسم سے کہ اسکو کس مین مبتلا کیا تھا اور اسکی عمر سے کہ اسکو کہان کھویا اور اُسکے مال سے کہ اسکو کہان سے کمایا اور کس مین خرچ کیا اور اسکے علم سے کہ اُس سے کیا عمل کیا۔ رواہ الترمذی وغیرہ ورواہ یحیی بن معین کما فی البستان للشیخ عبد العزیز الدہلوی۔ ف فی العرائس قولہ تعالے ویوم نسیر الجبال وتری الارض بارزۃ الآیہ اشارات سے ہے کہ اللہ تعالے عزوجل قیامت کے روز اپنی عظمت سے پہاڑون پر تجلی فرماویگا پس وے جڑ سے اکھڑ جاوینگے اور ہوا مین اُڑینگے اور بعض سے بعض ٹکراوینگے اور اللہ تعالے کے خوف و ہیبت سے غبار ہوجاوینگے اور زمین صاف ہموار کشادہ رہجاویگی حتی کہ جو اسپر کھڑے ہونگے ان مین ایک دوسرے مین کچھ حجاب نہوگا۔ شیخ ابن عطا رح نے کہا کہ اس کلام سے ارشاد و دلالت بتلائی کہ اُس دن تمام جبروت و عظمت کا اور تمام قدرت و ہیبت کا ظہور ہوگا تاکہ بندہ اس موقف کے واسطے سامان کرے اور اپنا ظاہر و باطن اُس روز کے خطاب کے لیے درست کرے۔ اور شیخ استاد رح نے کہا کہ اسوقت ابدال سب کو موت دیدی جائیگی جو اس زمین کے واسطے اوتاد ہین اور انھین مین قطب بھی ہوگا پس زمین کے پہاڑ جو اوتاد ہین قیامت کے روز اُکھاڑے جاوینگے اور جو حقیقت مین اوتاد عالم ہین یعنی سردار صالحین اُنکو موت دیدی جائیگی

پس پہاڑ زائل ہوجاوینگے۔ قولہ تعالےٰ وعرضوا علیٰ ربک صفا ہر ایک گروہ اپنی صف مین ہوگا تا کہ لوگ اہل مقامات و ولایات کو پہچانین اور ہر ایک جسکو دعوی لباط عزت کا ہے اپنے موقع پر ہوگا بقدر اسکے کہ انھون نے دار فنا مین تکلیف برداشت کی ہے پس بعضے تو مشاہدہ منت مین ہونگے اور بعضے مشاہدہ وصلت مین ہونگے اور بعضے مشاہدہ صفات مین اور بعضے مشاہدہ ذات مین ہونگے پس جسکا مشرب محبت ہو وہ بحر جمال مین ہوگا اور جسکا مشرب ہیبت ہو وہ بحر جلال مین ہوگا اور جسکا مشرب معرفت ہو وہ بحر صفات مین ہوگا اور جسکا مشرب توحید ہو وہ بحر ذات مین ہوگا اور جسکا مشرب یہ ہو کہ وہ قدرت افعال مین جولان تھا تو اس کا مقام جوار جنت ہے اور جو کوئی ان سب سے محجوب ہو تو اس کا مقام جہنم ہے۔ شیخ استاد رح نے کہا کہ یوم العرض کے روز ہر ایک اپنے اپنے مقام پر شاہد ہوگا اور ہر ایک اپنے مقام کے لائق لباس پاویگا پس بعض تو لباس تقوی سے آراستہ ہونگے یعنی انھون نے دونون جہان سے پرہیز کیا اور ذات پاک کو چاہا اور بعضے قمیص ہدایت سے مزین ہونگے اور بعضون کو وجد کی صدری ملیگی اور بعضے محبت کے لباس مین ہونگے اور بعضون کو لباس شوق ملیگا اور بعضے حلہ وصال سے آراستہ ہونگے۔ کہا جاتا ہے کہ سب لوگ ان صفات سے جن کو انھون نے اپنے واسطے بنایا ہے سب ہر ایسی صفت سے مجرد کر دیے جاوینگے سوا اس صفت کے جسپر اُن کو فطرت سے پیدا کیا ہے پس منادی ندا کریگا کہ یہ وہ ہے جس نے اطاعت و تقوی کیا۔ اور وہ یہ ہے جس نے نافرمانی و کفر کیا اور یہ وہ ہے جس نے حاضر ہوکر پایا اور یہ وہ ہے جو منھ موڑ کر منکر ہو گیا اور یہ وہ ہے جس نے پہچانا اور اقرار کیا اور یہ وہ ہے جس نے نہ مانا اور اصرار کیا اور یہ وہ ہے جس نے نعمت ہم سے پائی اور شکر کیا اور یہ وہ ہے جسنے احسان بھلایا اور کفر کیا اور یہ وہ ہے جسکو ہم نے شراب محبت سے سرشار کیا اور لقاء کے رحمت کے لیے ہوشیار کیا اور حفظ و عنایت سے بیدار کیا اور ایک وہ ہے جسپر ہم نے محبت کا داغ لگا دیا اور راہ وصال سے محروم کر کے گمراہی کے راستہ لگا دیا اور توفیق سے محروم کیا اور خجالت سے مغموم کیا۔ قولہ لقد جئتمونا کما خلقناکم اول مرۃ۔ اس مین اشارہ ہے کہ اہل الحق جو وہان حاضر ہوکر پاوینگے وہ مشاہدہ فطرت ازلیہ پر ہوگا جہان اعمال و احوال نہ تھے اور نہ نطق و اقوال تھے اسکی نظر رحمت کے محتاج تھے کہ جس آنکھ سے اسکو دیکھین اور اُسکے سمع کرم کے محتاج تھے کہ اس سے اسکا خطاب سنین اور اسکی طرف سے قلب کے محتاج تھے کہ اُس کو اسی سے سمجھین اور اُسکی طرف سے روح کے محتاج تھے کہ اسی کے ساتھ زندہ رہین وہان اوصاف بشریت سے فانی اور اسرار قہر ازلی سے مغلوب تھے اور دہشت جبروت سے اثقال عظمت کے تحت مین تھے گویا عدم سے ساتھ عاجزی کے نکلکر انوار قدم مین آئے اپنے آپ سے پوچھتے ہوے کہ تم کس حال پر تھے اور معرفت جلال و محبت جمال مین اب کہان ٹھہرے ہو پس فضل عمیم خالق و کرم رازق عزوجل اُنکو جواب پر آمادہ فرماویگا کہ ہم لوگ عہد ولایت مین بچون کی طرح شیر محبت پیتے اور قرب منزلت مین رہتے اور غبار وحشت سے بےخوف تھے اور اب ہم لباس عبودیت پہنے ہوے دار محنت و امتحان سے ملامت لادے آئے ہین تیرے کرم کے محتاج ہین قولہ ووجدوا ما عملوا حاضراً۔ نامہ اعمال زاہدون و عابدون کے واسطے ہے اور نامہ اطاعت و معصیت عوام کے لیے ہے اور نامہ محبت و شوق و عشق ان لوگون کے واسطے ہے جو خاص ہین انہین کتنے کثرت سے آہ و زاری و عجز و انکساری مکتوب ہوگی اور کس کثرت سے غیرت و اشتیاق وغیرہ ہونگے اور ان نامہ اعمال مین حقائق انوار اسرار بھرے ہونگے جس سے فضائل ان بزرگون کے مکشوف ہو جاوینگے اور اُنکے نامہ اعمال کو اولین و آخرین دیکھکر اپنی نادانی و عاجزی و اللہ تعالےٰ کی معرفت سے جہالت و سرکشی کا اقرار کرینگے۔ اور واضح رہے کہ بہت سے اہل معرفت اس شان پر ہونگے کہ اُنکے نامہ اعمال نہین ہو سکتے ہین اور وہ اہل سر السر ہین اور وہان جو کچھ جاری ہے وہ کرام کاتبین نے نہین معلوم کیا اور کیونکر

لکھتے جو انھون نے نہ دیکھا اور نہ پہچانا پس ایسے عارف کے اعمال قلبی ہین اور اُس کا قلب غیبی ہے اور غیب ازلی ہے کہ اُسپر سواے حق سبحانہ تعالےٰ کے کوئی مطلع نہین ہے چنانچہ مروی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ایسے بندے ہین کہ اُنکے حال سے کوئی فرشتہ مطلع نہین ہوتا ہے اور یہ خاص خاص لوگ ہین۔ ظاہر اشارہ اس آیت مین یہ ہے کہ جس شخص کے دل مین کوئی خطرہ ہو جو مذموم ہے اس سے پرہیز کرے اور خوف کرے کہ وہ سب اُس دن ظاہر ہونگے اور کوئی دم جو وہ غیر حق عزوجل کی طرف ملتفت ہوا ہے وہ مکتوب ہوگا۔ شیخ ابوحفص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قرآن پاک مین سب سے زیادہ سخت آیت میرے دل پر یہ ہے کہ فرمایا ووجدوا ما عملوا حاضراً۔ اہل خصوص نے مخالفات کو دیکھا تو اُنمین ہلاکت ہے یعنی جن اعمال مین حکم الٰہی سے مخالفت کی ہے اس مین ہلاکت ہے اور جب انھون نے موافقات کو دیکھا یعنی ایسے عمل جو حکم کے موافق اور شرع مین محمود ہین تو انکو ریاکاری وغیرہ سے مخلوط پایا اور آخری خوف خواہش عوض یا لذت نفس ہے تو جو لوگ نیک ہین اُن کو مخالفت کی بہ نسبت موافقت کے افعال سے زیادہ خوف ہے اقول ظاہر مراد یہ ہے کہ مخالفت کرنے والے اسقدر نہین ڈرتے جسقدر یہ لوگ حکم کی فرمانبرداری کرنے والے قصور سے ڈرتے ہین کیونکہ مخالفت کے مقابلہ مین تو عفو و مغفرت الٰہی ہے اور شفاعت حضرت سید المرسلین صلعم ہے اور موافقت مین جو بےادبی ہوئی وہ سخت اور زیادہ خطرناک ہے اور اگر اس مین کوئی اور خطرہ نہ ہوتا تو یہی کیا کم تھا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا لیسال الصادقین عن صدقهم یعنی وہان صادقین سے انکے صدق کا سوال ہوگا اور ظاہر ہے کہ اہل صدق خطرناک اور خوفناک ہین کہ کون اس سوال مین پورا اُترتا ہے۔ فافہم۔ پھر جب کافرون نے حق تعالےٰ سے کفر کیا اور اموال واولاد پر فخر و تکبر کیا اور اہل طاعت و ایمان کو حقیر دیکھا تو انھون نے شیطان کی پوری اتباع کی اور جو لوگ آدم عم کی اتباع پر تھے اُنسے مخالفت ہے لہذا اللہ تعالےٰ نے قصہ ابلیس پر مطلع کیا

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ

اور جب ہمنے فرمایا ملائکہ کو تم سجدہ کرو آدم کے لیے سو انھون نے سجدہ کیا سواے ابلیس کے کہ وہ تھا جن مین سے سو اُسنے فسق کیا (نکل گیا) حکم اپنے رب سے

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝ مَآ

سو کیا تم بناتے ہو اسکو اور اسکی اولاد کو اپنے ولی دوست حالانکہ وے تمھارے دشمن ہین بُرا ہے ظالمون کے لیے بدلا نہین

اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝

مین نے ان لوگون کو شاہد کیا تھا پیدا کرنے مین آسمانون اور زمین کے اور نہ پیدا کرنے مین خود انکے اور مین نہ تھا گمراہ کنندون کو اپنا مددگار بنانے والا

وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ

اور جس دن کہ فرمادیگا کہ پکارو میرے شریکون کو جنکو تم نے زعم کیا سو پکارینگے انکو پس وے جواب نہ دینگے اُنکو اور بنادیا ہمنے انکے درمیان مین

مَّوْبِقًا ۝ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝ ع

جہنم کا وادی اور دیکھا مجرمون نے آگ کو سو گمان کیا انھون نے کہ بےشک ضرور وہ اسمین پڑنے والے ہین اور کہین نہ پایا انھون نے آگ سے مقام بچاؤ کا

ابلیس علیہ اللعنۃ نے آدم علیہ السلام پر اپنے زعم مین اپنے اصل و نسب کی راہ سے فخر کیا اور کہا کہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اُسکو تو مٹی سے بنایا ہے یعنی مین اُس سے اصل و نسب مین اشرف ہون سو مین کیسے اُسکے لیے سجدہ کرون اور اُسکے سامنے تواضع کرون یون ہی مشرکون نے فقراء مسلمین کے ساتھ یہی معاملہ کیا یا اُس سے بڑھکر کیا کہ ہم کیونکر ان رذیل فقیرون کے

ساتھ بیٹھین کیونکہ ہم لوگ شرفا رخاندانی لوگ ہین اور یہ لوگ رذیل ہین اور ہم لوگ تونگر اور یہ لوگ محتاج فقیر ہین پس اللہ تعالے
نے یہان سجدہ آدم علیہ السلام کا حال بیان فرمایا کہ تنبیہ ہو کہ یہ طریقہ ابلیس کا ہے جو اُسنے آدم علیہ السلام کے ساتھ اُسوقت برتا تھا
جب ملائکہ کے ساتھ مین ابلیس کو بھی آدم علیہ السلام کے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا کما قال اللہ تعالے۔ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اور
جب کہا ہم نے ملائکہ سے یعنی تمام ملائکہ سے جنکے اندر ابلیس بھی تھا۔ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ تم سجدہ کرو آدم کو۔ یہ سجدہ بعض کے نزدیک
رکوع کے مانند جھک کر بدون سر ٹیکنے کے سجدہ تحیہ تھا۔ یہ شیخ سیوطی رح کا مختار ہے اور بعض کے نزدیک سر ٹیک کر تھا۔ شیخ امام
ابن کثیر رح نے کہا کہ سجدہ تشریف و تکریم تھا یعنی جیسے اگلی اُمتون مین جائز تھا۔ کما قال تعالے فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا
لہ ساجدین۔ یعنی جب مین اُسکو پورا کرون وُاس مین اپنے پیدا کی ہوئی روح پھونکون تو گر پڑو اُسکے لیے سجدہ مین۔ تو معلوم ہوا کہ یہ
اس کی تکریم تھی اور سجدہ گر پڑنے یعنی پیشانی کے بل تھا۔ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ پس سب ملائکہ نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے
یہ ترجمہ جب ہے کہ ابلیس بھی جنس ملائکہ سے ہو۔ اور اگر اُن کی جنس سے نہ ہو تو ترجمہ یہ ہے کہ سب ملائکہ نے سجدہ کیا لیکن ابلیس کہ اُسنے
سجدہ نہ کیا۔ مترجم کہتا ہے کہ اصل خلقت مین ایک جنس ہونے کی ضرورت نہین ہے اگر جنس ساجدین کا اعتبار کیا جاوے یعنی جن
لوگون کی طرف سجدہ کرنے کا حکم تھا ان سب نے حکم کی فرمانبرداری کی اور سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ كَانَ مِنَ الْجِنِّ کہ وہ جن مین
سے تھا۔ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ پس نافرمانی کی اور باہر ہو گیا حکم سے اپنے رب کے۔ اس مین دلالت ہے کہ باعث نافرمانی اسکا
یہ ہے کہ وہ جن مین سے تھا یعنی ملائکہ مین سے ہوتا تو نافرمانی نہ کرتا پس ملائکہ کے حق مین یہی اصح ہے کہ وے نافرمانی نہین کرتے ہین لقولہ
تعالے لایعصون اللہ ما امرہم ویفعلون ما یؤمرون۔ یعنی نافرمانی نہین کرتے اللہ تعالے کی جو اُنکو حکم دیا اور وہی کرتے ہین جو حکم دیے جاتے
ہین یعنی جو حکم دیا جاتا ہے اس کی فرمانبرداری کرنے لگتے ہین اور کام اُنسے وہی ہو جاتا ہے جو حکم ہے اس مین کچھ خطا بھی نہین ہوتی ہے
شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ قولہ من الجن۔ یعنی خباثت اُس کے اصل مادہ کی تھی کیونکہ وہ مخلوق مارج النار سے ہے کما فی قولہ تعالے
والجان خلقناہ من مارج من نار۔ اور دوسری آیت مین ہے من نار السموم۔ اور حدیث صحیح مسلم مین حضرت عائشہ رض سے مروی ہے کہ
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیدا کئے گئے ملائکہ نور سے اور پیدا کیا گیا ابلیس من مارج من نار۔ مارج النار سے اور پیدا کیا گیا
آدم اس طور سے کہ قرآن مین تم کو بتلایا گیا ہے۔ غرضکہ ضرورت کے وقت ہر برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اُس مین ہے اور حاجت کے وقت
اُس کی طبیعت خیانت کرتی ہے اور بات یہ تھی کہ ابلیس نے ملائکہ کے ساتھ تعبد پیدا کیا اور انھین کے افعال سے متوسم ہوا اور عبادت
اختیار کی اسی واسطے ملائکہ کے خطاب مین وہ بھی داخل ہوا مگر مخالفت سے اُس نے گناہ کیا اور اللہ تعالے نے خبر دیدی کہ وہ اصل مین جن
سے ہے یعنی آگ سے پیدا ہوا ہے کما فی الآیہ خلقتنی من نار وخلقتہ من طین۔ یعنی شیطان نے کہا کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے
اور حسن بصری رح نے فرمایا کہ ابلیس کبھی ایک دم کے واسطے بھی ملائکہ مین سے نہ تھا اور وہ جن کی اصل ہے جیسے آدم علیہ السلام بشر کی
اصل ہین۔ رواہ ابن جریر باسناد صحیح عنہ۔ اقول حسن رح سے مروی ہے کہ بُرا کرے اللہ تعالے ان قومون کا جو گمان کرتے ہین کہ ابلیس ملائکہ
مین سے تھا اور اللہ تعالے فرماتا ہے کہ کان من الجن۔ اور بعض کے نزدیک جن کے معنی لغت مین اجتنان و ستر ہین یعنی جو نظر سے پوشیدہ
ہو اسی واسطے پیٹ کے لڑکے کو جنین کہتے ہین پس اس معنی مین ملائکہ وغیرہ جو پوشیدہ ہین سب جن ہین اور اسی معنی مین ہے قولہ تعالے وجعلوا
بینہ وبین الجنۃ نسبا۔ اور قرار دیا اُنھون نے درمیان اللہ تعالے اور درمیان جنہ کے نسب۔ یعنی قریش کہتے کہ ملائکہ بیٹیان اللہ تعالے کی ہین

تعالے اللہ علوا کبیرا۔ ولیکن مین کہتا ہون کہ یہ معنی یہان لینا اور ملائکہ کی جنس مین شامل کرنا بہت بعید بلکہ قریب ہی کہ صحیح نہ ہون اسواسطے کہ کان من الجن ففسق عن امر ربہ۔ کے معنی یہ ہونگے کہ ابلیس چونکہ ان چیزون سے تھا جو آدمی کی نظر سے پوشیدہ ہین یعنی ملائکہ مین سے تو اُس نے نافرمانی رب کی کی حالانکہ یہ وجہ کچھ نہین کہ پوشیدہ ہونے پر نافرمانی متفرع ہو تو ظاہر یہی ہے کہ استثنا منقطع ہے اور وہ جنس ملائکہ سے نہین ہے علاوہ اسکے مابعد کلام سے معلوم ہوا کہ ابلیس کی ذریات اولاد ہین اور ملائکہ کے توالد وتناسل نہین ہے پھر اگر کسی مشترک وصف کی وجہ سے جنسیت کہی جاوے جیسے مثلاً اجتنان و پردگی کی وجہ سے تو حقیقی جنسیت نہین ہے مجاز ہے اور ایسے تو انسان کو بھی بوجہ عاقل ہونے کے جنس ملائکہ وجن سے کہہ سکتے ہین مگر کلام یہان اصل جنس مین ہے پھر واضح ہو کہ حضرت ابن عباس رضہ سے ایسی روایات ہین جو سرسری نظر مین دلالت کرتی ہین کہ ابلیس جنس ملائکہ سے ہے ولیکن انہین دو طرح سے غور نظر لازم ہے اول یہ کہ اس روایت کے معنے کیا ہین دوم یہ کہ وہ کلام کیسے راویون نے روایت کیا اور حضرت ابن عباس رضہ نے بنو اسرائیل سے نقل کیا ہے کیونکہ حدیث مین تو تصریح موجود نہین ہے بلکہ برخلاف مراد کی یہ مصرح ہے کہ خلقت آدم وجن وملائکہ کی مختلف اصل سے ہے شیخ امام ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا کہ ضحاک نے ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ابلیس ملائکہ کے احیا مین سے ایک حی سے تھا جسکو جن کہتے ہین اُن کی پیدائش نار سموم سے ہے اور وہ ملائکہ مین رہتا تھا اس کا نام حارث تھا اور جنت کے خازنون مین سے خازن تھا اور ملائکہ کی پیدائش ایک نور سے ہے سواے اس حی کے۔ اور کہا کہ جن جو قرآن مین مذکور ہین وہ مارج النار سے پیدا ہوے ہین یعنی آگ جب التہاب پاتی ہے تو اوپر اُسکے لپٹ اور زبانہ پیدا ہوتا ہے اس سے جن پیدا ہوے ہین۔ مترجم کہتا ہے کہ اس روایت مین تصریح ہے کہ ملائکہ اور جن کی اصل مادہ مین اختلاف ہے اور پوشیدگی کی وجہ سے جن کا اطلاق ملائکہ پر بھی ہے۔ اور ابلیس اسی قسم کے ملائکہ مین سے تھا اور وہ اصلی ملائکہ مین رہتا تھا انکی اصل سے نہ تھا اور خود تصریح کر دی کہ ملائکہ کی پیدائش نور سے ہے اور اس گروہ کی جنمین ابلیس ہے انکی پیدائش مارج من النار سے ہے پھر ضحاک نے ابن عباس رضہ سے یہ بھی روایت کی کہ ابلیس اشرف ملائکہ سے انہین اکرم از راہ قبیلہ کے تھا اور جنت پر خازن تھا اور اُسکو آسمان دنیا کی سلطنت تھی اور زمین کی سلطنت تھی قضاے الٰہی سے اُسکے دل مین یہ خیال آیا کہ مجھے اس سے تمام اہل آسمان پر شرف ہے جس سے اُسکے دل مین تکبر آیا اسکو سواے اللہ تعالے کے کوئی نہین جانتا تھا پھر اللہ تعالے نے اس سے یہ غرور ظاہر کرایا جبکہ اسکو آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ کا حکم دیا تو اُس نے استکبار کیا اور وہ علم الٰہی مین کافرون مین سے تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ معنی اس روایت کے یہ ہین کہ ابلیس کو ملائکہ مین شرف تھا اور اسکی شرافت سے اُس کے قبیلہ کو شرف تھا اور اس سے یہ لازم نہین کہ وہ ملائکہ کی اصل سے ہو بلکہ وہ اصل مین جن اس معنی مین تھا جو مارج من النار سے پیدا ہوے ہین۔ ابن جریر رح نے ابن عباس سے روایت کی کان من الجن یعنی وہ خازن جنان مین سے تھا جیسے آدمی کو کوفی وبصری ومکی کہتے ہین۔ ابن جریر نے سعید بن جبیر سے روایت کی کہ ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ ابلیس خازنان جنت مین سے تھا آسمان دنیا کے کام کا مدبر تھا۔ سعید بن المسیب رح نے فرمایا کہ وہ ملائکہ دنیا کا رئیس تھا۔

اقول ان دونون روایتون مین کوئی بات نہین جس سے معلوم ہو کہ وہ ملائکہ کے اصل سے تھا۔ ابن اسحٰق نے بواسطہ طاؤس کہ ابن عباس رضہ سے روایت کی کہ ابلیس قبل اس کے کہ یہ گناہ اس سے سرزد ہو ملائکہ مین سے تھا اُسکا نام عزازیل تھا اور ملائکہ مین سب سے زیادہ عبادت مین کوشش کرنے والا اور سب سے زیادہ علم والا تھا اُسی نے اُسکو غرور پر آمادہ کیا اور ایک حی مین سے تھا جن کو جن کہتے ہین۔

مترجم کہتا ہے کہ اخیر کا یہ فقرہ اُسکے اصل کا بیان ہے کہ وہ جن مین سے تھا جو مارج النار سے مخلوق ہین اور اول مین جو بیان کیا

کہ قبل ارتکاب معصیت کے وہ ملائکہ سے تھا اُسکے یہ معنی ہین کہ وہ ملائکہ مین رہتا تھا اور اُن مین شمار ہوتا تھا اور یہ معنی نہین کہ اصل خلقت مین بھی اُن مین سے تھا۔ اور دوسرے طریق سے ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ ملائکہ سے ایک قبیلہ جن سے ہے اور ابلیس انھین سے تھا اول یعنی جن مین سے ایک قبیلہ بھی ملائکہ کے ساتھ کر دیا گیا تھا اُن مین سے ابلیس تھا۔ اور کہا کہ آسمان و زمین کے بیچ مین موسوس تھا پس اُس نے خداے تعالے کے حکم کی نافرمانی کی تو اللہ تعالے نے اُسکو مسخ کر کے شیطان کر دیا۔ اور کہا کہ اگر آدمی کی خطا تکبر مین ہو تو اُس سے اُمید مت کر اور اگر کوئی اور گناہ ہو تو اُسکے حق مین اُمید کر۔ اور سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ قولہ کان من الجن یعنی وہ اُن خازنون مین سے تھا جو جنت مین کام کرتے ہین۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ اس بارہ مین بہت سے آثار سلف سے مروی ہین اور اکثر اُن مین سے اسرائیلیات سے ہین یعنی جو انھون نے بنو اسرائیل کی روایتون سے نقل کیے ہین تا کہ اُن مین غور کیا جاوے اور بہت اُنھین سے ایسے ہین کہ ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ یہ کذب ہین کیونکہ قرآن حق کے صریح مخالف ہین اور یون تو کوئی نہین لکھا کہ تبدیل و زیادت و نقصان و تحریفات سے خالی ہو اور ہمارے پاس قرآن پاک موجود ہے کہ اُسکے ہوتے ہوے ہم کو غیرون کی باتون سے استغنا رہے اور بنو اسرائیل نے بہت سی باتین بنا لی تھین اور اُن مین سے حفاظ نہین تھے جو بناوٹ اور کذب کو دور کرتے ہین جیسے اس اُمت مرحومہ کے واسطے اللہ تعالے نے پیدا کیے جنھون نے نہایت حفظ و اتقان کے ساتھ احادیث کو پرکھا اور اُن مین سے صحیح و ضعیف و موضوع کو الگ کیا اور بنانے والون کی جڑ پکڑی کہ تم کس اسناد سے کہتے ہو اور جن بزرگون سے اُنھون نے نشان دیا اُن کے دوسرے شاگردون سے مقابلہ کیا جنھون نے اُس کے دروغ کو کھول دیا اور خود شیخ نے تکذیب کی حتی کہ بنانے والے نے خود اقرار کیا کہ مین نے اس غرض سے یہ بہتان باندھا تھا اور یہ سب توفیق آلٰہی اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا حفظ ہے والحمد للہ رب العالمین۔ بالجملہ معلوم ہوا کہ اصل ملائکہ نور سے ہے اور اصل جن کی مارج من النار ہے غایت یہ ہے کہ ابلیس و اُسکا گروہ جو جن کہلاتے ہین یہ پہلے ملائکہ مین تھے بلکہ وہ بڑا معزز و مکرم اور اُس کا قبیلہ اُس کی وجہ سے مکرم تھا پھر وہ نافرمانی پر مسخ ہو کر مع قبیلہ و ذریات کے خارج کیا گیا۔ اور آدم کا مع ذریات آدم کے دشمن ہو گیا لہذا فرمایا۔ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ سو کیا تم لوگ بناتے ہو اُس کو اور اسکی ذریات کو اولیاء سواے میرے یعنی تم کو وہ حقارت سے دیکھے اور ہم تمھاری جہت سے اُس کو مطرود کرین پھر یہ نتیجہ ہو کہ تم اُسی دشمن جانی و اُسکی ذریات کو اپنے نزدیک دلی دوست بناؤ۔ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ حالانکہ وے تمھارے دشمن ہین۔ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ظالمون کے لیے بہت برا بدل ہے کہ اللہ تعالے ارحم الراحمین کو جس نے انکو مکرم و مشرف کیا ہے چھوڑ کر اُس کے عوض اپنے دشمن شیطان و ذریات کو اپنا دوست بنانا چاہتے ہین۔ آیت مین دلیل ہے کہ شیطان کے ذریات ہین اور عرب مین ذریت لڑکا و لڑکی دونون پر بولا جاتا ہے۔ معالم وغیرہ مین مذکور ہے کہ شعبی رح نے کہا کہ مین ایک روز بیٹھا تھا کہ جمّال سامنے آیا اور اُسنے پوچھا کہ مجھے آگاہ فرمائیے کہ ابلیس کی جورو ہے مین نے کہا کہ مین اُس کے عرس مین حاضر نہین ہوا پھر مجھے اللہ تعالے کا قول یاد آیا افتتخذونه وذريته اولياء من دوني۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ ذریت بغیر جورو کے نہین ہوتی تو مین نے کہا کہ ہان ہے۔ قتادہ رح نے کہا کہ شیاطین کے اولاد پیدا ہوتی ہے جیسے بنو آدم کے ہوتی ہے۔ مجاہد رح نے کہا کہ شیطان کی ذریت مین سے لاقیس۔ و لہان یہ دونون طہارت و نماز مین وسوسہ ڈالتے ہین۔ اقول و لہان کا ذکر حدیث طہارت مین بھی باب وسوسہ مین آیا ہے۔ اور ہفاف و مرہ ہے اور مرہ سے اُسکی کنیت ابومرہ ہے۔ زلنبور یہ بازارون مین لوگون کو لغو بولنے و لغو فعل اور جھوٹی قسمون پر آمادہ کرتا ہے لوگ اپنے اسباب کی تجبا

تعریف کرتے ہین اور نیز یہ شخص مصائب مین افعال حرام کے واسطے وسوسہ دیتا ہے جیسے عورتین مصیبت مین منھ نوچتی اور منھ پر طانچہ
مارتی ہین اور لوگ گریبان پھاڑتے ہین اور اعور دہ نہ ناپر مامور ہے کہ مرد کے احلیل مین پھونکتا ہی اورعورت کے چوتڑ مین پس دونون
اس فعل پر آمادہ ہوتے ہین اور مطروس وہ جھوٹے اخبار و باتون کو لوگون کی زبان پر ڈالتا ہے اور وے بیان کرتے ہین حالانکہ
اس کی کوئی اصل نہین پاتے ہین اور داسم وہ ہے کہ جب آدمی اپنے گھر مین داخل ہوا اور بسم اللہ نہ پڑھی اور نہ اللہ تعالے کو یاد کیا تو
اسکے ساتھ داخل ہوتا ہے اور جب اس نے کھایا اور بسم اللہ نہ پڑھی تو ساتھ کھاتا ہے۔ اعمش نے کہا کہ مجھے کئی بار اتفاق ہوا کہ مین گھر مین
داخل ہوا اور بسم اللہ بھول گیا اور مین نے سلام بھی نہین کیا پھر یہ ہوا کہ مین نے لوٹا رکھا دیکھا تو کہا کہ اسکو یہان سے اٹھاؤ اور لوگون
سے جھگڑا کرنے لگا پھر مجھے یاد آگیا تو مین نے کہا کہ یہ داسم ہے داسم یعنی پھر فوراً بسم اللہ پڑھ لی اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھ لیا
اور اُبی بن کعب نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ وضو کا ایک شیطان ہے جسکو ولہان کہتے ہین پس پانی مین وسواس
سے بچو قلت قدر واہ الترمذی وغیرہ۔ اور واضح ہو کہ بعضے وہمی لوگ زیادہ پانی سے وضو کرتے ہین اور وہم و وسواس مین پڑتے ہین اور
اپنے فعل کی خوبی پر بعضے سلف کے آثار لاتے ہین جیسے مثلاً عبد اللہ بن عمر رضہ وضو مین آنکھین پھاڑ کر اندر پانی ڈالتے تھے اور شیخ ابن القیم
نے اغاثۃ اللہفان مین اس کی تحقیق کردی حاصل اسکا یہ ہے کہ احتیاط اور چیز ہے اور وسواس اور چیز ہے اور فرق یہ ہے کہ آدمی اگر احتیاط
نہ کرے تو بھی اس کے دل مین کوئی وسواس نہین ہوتا اور جسکو وسواس ہے جب تک وہ پانی بہت سا نہ بہا دے تا اینکہ وسواس دور
ہو تب تک اسکے دل مین خلجان رہتا ہے اور کہا کہ ابن عمر رضہ سے جو مروی ہے تو اس مین دو باتین ہین ایک یہ کہ اللہ تعالے نے چہرہ دھونے کا
حکم دیا ہے اور چہرہ مین آنکھین داخل ہین اور وہ کھلی بھی رہتی ہین اور بند بھی رہتی ہین تو شاید انکا مذہب یہ ہو کہ آنکھون کا اندر بھی کھلے ہوئے
مین داخل ہے تو اس کا دھونا فرض ہے دوم احتیاط یہ ہو کہ انکو بھی دھولیا جاوے جیسے غسل مین ظاہری بدن دھونا چاہیے اور منھ کے اندر
کبھی کھلتا ہے اور کبھی نہین لہذا حنفیہ کے نزدیک احوط اس مین مضمضہ وکلی ہے اور ناک کے اندر بھی اور یہان احتیاط واجب ہے پس
یہ معنی تو احتیاط کے ہین اور وسواس از جانب شیطان ہوتا ہے جسکا نام ولہان ہے وہ مذموم ہے فافہم صحیح مسلم مین عثمان بن ابی العاص
سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شیطان آکر میرے درمیان اور میری نماز و میری قرأت کے درمیان حائل
ہوگیا اور میری قرأۃ کو مجھ پر ملتبس کرنے لگا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایک شیطان ہے اسکا نام خنزب ہے جب تجھے وہ محسوس
ہو تو اللہ تعالے کی جانب مین اس سے پناہ مانگ اور اپنے بائین جانب تین مرتبہ تھوک دے مین نے ایسا ہی کیا پس اللہ تعالے نے مجھ سے
اس کو دور کردیا۔ امام مسلم نے صحیح مین جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس اپنا
تخت پانی پر رکھتا ہے پھر اپنے لشکرون کو بھیجتا ہے جو لوگون کو فتنہ مین ڈالتے ہین پھر اس سے بہت قریب مرتبہ والا وہ ہوتا ہے جو سب سے
بڑا فتنہ کرآیا ہو پھر ان مین سے ایک آتا ہے کہتا ہے کہ مین نے ایسا ایسا کیا تو کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہین کیا پھر اور ایک آتا ہے وہ بیان کرتا ہو کہ مین نے
اسکو نہ چھوڑا یہانتک کہ اس مین اور اسکی جورو مین جدائی کرائی تو اسکو اپنے نزدیک کرلیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بہت اچھا ہے اور اعمش تابعی
جو راوی حدیث ہین کہتے ہین کہ مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ یون کہا تھا کہ اپنے گلے سے لگا لیتا ہے۔ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ اکثر مفسرین کے نزدیک
معنی یہ ہین کہ نہین شاہد کرلیا تھا مین نے انکو جنکو کافرون نے اپنا دلی دوست بنایا ہے یعنی شیطان و اسکی ذریت کو خَلْقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ پیدا کرنے مین آسمانون و زمین کے۔ یعنی مین نے آسمانون و زمین کے پیدا کرنے مین ان شیاطین کو شاہد نہین کیا تھا۔ وَلَا

خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ اور نہ پیدا کرنے مین خود اُن کے یعنی نہ اُن کے بعض کو پیدا کرنے مین اُنکے بعض دیگر کو شاہد کر لیا حتی کہ اللہ تعالےٰ نے بغیر
کسی کے شاہد کرنے کے آسمانون و زمین کو پیدا کیا اور تمام مخلوقات کو مع ابلیس و ذریات وغیرہ کے خود بدون کسی کے شاہد کرنے کے پیدا کیا
تو جب اُن مین سے کسی کا وجود ہی نہ تھا پھر اُنکو پیدا کیا تو اُنکے پیدا کرنے مین یہ خود شاہد کیونکر ہو سکتے تھے اور جب شاہد ہی نہین ہو سکتے
تو مددگار یا مشیر و صلاح کار کیونکر ہوتے اور پھر ہوتے بھی تو گمراہ کرنے والے مددگار و مشیر ہوتے یہ کمال جہالت کافرون کی ہے لہذا فرمایا۔
وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا اور مین نہین تھا بنانے والا گمراہ کنندون کو مددگار اصل عبارت تو یہ تھی کہ مین اُن کو
مددگار بنانے والا نہ تھا۔ مگر بجائے اُن کے گمراہ کرنے والے بیان فرمائے تاکہ ذرا غور کرو کہ کہان شرک کرتے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ کافر
لوگ تو بتون وغیرہ کو اپنے آلہہ و شرکا بتلاتے تھے اور شیاطین کو تو نہین بتلاتے تھے پھر بات کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے کافرون کو ملامت کی
کہ وے شیاطین کو اولیا بناتے ہین جواب یہ ہے کہ جو بات واقع مین ہے اُسکو غور کرو تو معلوم ہو جاوے کہ کافرون نے درحقیقت
شیاطین کو اولیا بنایا ہے اور اپنی اصل یعنی آدم علیہ السلام سے منقطع ہو کر شیطان کے ساتھ واصل ہو گئے ہین اور بتون کی تعظیم و شرک
کے اعتقادات وغیرہ بھی اس انقطاع کے اسباب و وسائط ہین اور یہ بات ظاہر ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے آپ کو بادشاہ سمجھے تو اُسکے
سمجھنے سے کچھ نہین ہو سکتا ایسے ہی اگر غیر کو سمجھے تو بھی لغو ہے جب تک کہ وہ حقیقت مین بادشاہ نہ ہو۔ اب جاننا چاہیے کہ شیطان نے انکو
قبولیت سے جو آدم کو اور جو اُن کے قدم پر اُنکی ذریت ہو عطا کی گئی تھی اس قبولیت سے اور رحمت سے اسطرح جدا کیا کہ اُن مین وسواس
ڈالے کہ تم مین جو فلان شخص بڑا بزرگ گذرا وہ چاہے تو تم کو رزق ملے اُس کی خوشامد و تعظیم کرو اُنھون نے وسوسہ قبول کیا اور یہی کیا تو
اُنکو مل گیا پس یقینی و قطعی ہو گیا اور خواب مین بھی اُن کو صورت دکھلا دی کہ اسطرح کیا کرو چلو اسی پر جم گئے اور لوگون مین پھیل گیا پس
درحقیقت یہ شیطان کی پیروی ہے کہ اُسکے وسوسہ کو مان لیا اور اللہ تعالےٰ کی توحید قطعی کو جس نے اُنکو پیدا کیا اور رزق دیتا ہے اور وہی
ہر طرح خالق مالک ہے اس وسوسہ کے مقابلہ مین چھوڑ دیا تو اللہ تعالےٰ کے بدل مین شیطان رجیم کو لیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے سمجھایا کہ مین نے
شیاطین کو نہ آسمانون و زمین کے پیدا کرنے مین شاہد کیا اور نہ خود اُن کی پیدائش مین شاہد کیا اور نہ میری شان ہے کہ گمراہ کرنے والون کو
مددگار بناؤن۔ یہ معنی جو مذکور ہوے اکثر مفسرین کا قول ہے اور دوم معنی بنا بر اینکہ ضمیر اَشْهَدْتُّهُمْ۔ راجع بجانب کفار ہے جنھون نے حضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے فقراء مسلمین کو مجلس سے ہانک دینے کو کہا تھا پس معنی یہ ہین کہ نہین شاہد کیا تھا مین نے آسمانون و زمین کے پیدا
کرنے مین اور اُن کی جانین پیدا کرنے مین پس وے لوگ عالم کی تدبیر مین میرے شریک نہین اور نہ مین نے کسی امر مین دنیا و آخرت کے
امور مین اُنسے معاضدت چاہی کیونکہ یہ گمراہ لوگ ہونگے وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا۔ پھر یہ لوگ کس بات پر ایسی سرکشی کرتے ہین جیسے
تمام مخلوق پڑی ہے یہ بھی پڑے رہین بلکہ یہ لوگ گمراہ ہین اور جو تکبر کرتے ہین وے راہ پر نہین۔ امام رازی رح نے کہا کہ یہ معنی میرے
نزدیک اقوی ہین اور کہا کہ اس معنی کے واسطے موکد یہ ہے کہ ضمیر کا مرجع تمام مذکورات مین سے جو اقرب موجود ہو چاہیے اور یہان بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ
مین ظالمین مرجع قریب تر ہے جس سے مراد کفار ہین پس یہان بھی وہی مراد ہین۔ معنی سوم اس بنا پر کہ کفار اس امر سے جاہل ہین
جو ازل مین ہر ایک کے واسطے واقع ہوا کیونکہ سعادت علم الٰہی سے ازلی ہے اور شقاوت بھی ازلی ہے اور ازل کو سوائے اللہ تعالےٰ کے کوئی
نہین جانتا تو سب کے سب جاہل ہین کیونکہ مَا اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ الی آخرہ۔ اور جب تم لوگ مع تمام کافرون کے علم الٰہی سے جاہل ہو
تو کیونکر تم اپنے نفس کے واسطے بلندی و علو مرتبت و کمال کا حکم لگاتے ہو اور زعم کرتے ہو کہ تم ایسے ہو کہ اگر قیامت ہو تو بھی تمھارے واسطے

یہان سے بڑھ کر خوبیان ہونگی اور دوسرون پر ذلت وکمینگی کا حکم لگاتے ہو بلکہ تکبر وترفع تو شیطان کا شیوہ ہے جنکو یہان تکبر ہے وہ شیطان کے ساتھ وہان ملعون ومطرود ہین۔ اور مترجم کہتا ہے کہ اظہر معنی اول ہین کہ جن لوگون کو تم نے سواے حق عز وجل کے اولیاء بنایا ہے وے تمھارے مثل مخلوق عاجز ہین اور احکام قضا وقدر جو جاری ہوتے ہین موافق حکم ازل کے ہین کچھ نئے احکام نہین ہین جن مین کوئی مددگاری ومشورہ جاری ہو پس تمام مخلوق اور یہ لوگ سب برابر عاجز ہین کسی چیز کے مالک نہین اور نہ اللہ تعالے نے آسمانون وزمین کی پیدائش مین ان کو شاہد کیا تھا اور نہ وے اُسوقت موجود تھے پس حق تعالے نے بذات خود سب چیزون کو پیدا کیا اور وہی سب کا مدبر ہے اور ہر ایک کے واسطے اُسی کی تقدیر ہو چکی ہے کوئی وزیر ومشیر ونظیر نہین ہو سکتا ہے۔ کما قال تعالے قل ادعوا الذین زعمتم من دون اللہ لا یملکون مثقال ذرۃ فی السموات ولا فی الارض وما لھم فیھما من شرک وما لہ منھم من ظھیر یعنی کہدے کہ بلاؤ اُن کو جنکو تم سواے اللہ تعالے کے آلہہ گمان کرتے ہو وے ایک ذرہ کی نہین قدرت رکھتے ہین نہ آسمانون مین اور نہ زمین مین اور نہ اُن کی کچھ ان دونون مین شرکت ہے اور نہ کوئی ان مین سے اللہ تعالے کا مددگار ہے۔ پھر جب بیان فرمادیا کہ حالت اصلی لوگون کی یہ ہے کہ تم نے اصل مین تو شیاطین کو اپنا دلی دوست بنایا ہے اور ظاہر مین اپنے مثل کچھ مخلوق بندون کو اللہ تعالے کا شریک بناتے ہو تو انجام تمھارا قیامت مین یہ ہوگا جو فرمایا بقولہ۔ وَيَوْمَ يَقُوْلُ اور اے محمد بیان کردے اُن کو یاد کرو وہ دن کہ فرماویگا اللہ تعالے یعنی بواسطہ ملائکہ کے کیونکہ بحکم قولہ لا یکلمھم اللہ یوم القیامۃ۔ اللہ تعالے قیامت مین کافرون سے کلام نہین فرماویگا یعنی خود اور ملائکہ کے واسطے سے بطور جھڑکی وغضب کے حکم دیگا کہ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ پکارو میرے شرکا کو۔۔۔ اور شرکا در حقیقت تو کوئی بھی نہین پس مراد یہ ہے کہ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اُن کو جنھین تم نے اللہ تعالے کے شرکا گمان کیا ہے فَدَعَوْهُمْ پس وے پکارینگے فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ سو اُن کو وے کچھ جواب نہ دینگے۔ اگر یہ مراد ہے کہ ان گمراہون پر ظاہر کیا جاوے کہ وے بالکل عاجز ہین تو ظاہر ہے کہ انکی سفارش وغیرہ کسی مین اُن کو اختیار نہین ہے خواہ کوئی ہون کیونکہ بت وگذرے نیک لوگ وشیاطین وملائکہ وعیسیٰ علیہ السلام کوئی بھی اُن کے پکارنے پر جواب نہین دے سکتے ہین کیونکہ کافرون کی سفارش کرنے کا اختیار ہی نہین ہے بلکہ مومنون کی سفارش بھی اُسوقت کر سکینگے کہ آنحضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اجازت ہوجاوے تو آپ کی تبعیت مین اورون کو بھی اجازت ہوگی اور کافرون کے واسطے بت وغیرہ تو محض بیہودہ ہین اور حضرت عیسیٰ وغیرہ نیک لوگ بجاے سفارش اور کافرون کی پکار سننے کے اُنکے دشمن ہو جاوینگے اور خوف سے جناب باری تعالے مین عرض کرینگے کہ اے رب عز وجل تجھے معلوم ہے کہ ہم ان گمراہون کے فعل سے ناواقف اور ہم جانتے بھی ہون تو بالکل تیرے ساتھ شرک پر راضی نہین ہین اور رہے شیاطین جو اُنکے اصلی اولیا ہین وے خود مطرود ہین۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ یہ گمراہ اپنے زعم کے شرکا کو بلاوین تو یہ لوگ جہالت سے اُنکو پکارینگے مگر وے اُنکو کچھ جواب نہ دینگے اور اُسوقت انکی مایوسی بڑی خوفناک ہوگی۔ وے خود اپنی جان کی فکر مین ہونگے ان بدبختون کو کیا جواب دین بلکہ ان بدبختون کے ساتھ اُنکو عداوت ہوگی اور یہ لوگ بے حساب دائرہ کفر مین رہجاوینگے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا کہ تمام مجمع حشر کے سامنے ان گمراہون کو بطور ملامت کے حکم ہوگا کہ جن کو تم شرکا گمان کرتے تھے پکارو۔ یہ لوگ پکارینگے اور جواب نہ پاوینگے تو خوار وناامید رہجاوین گے۔ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا اور ہم نے اُن کے درمیان ایک موبق کردی۔ موبق جاے ہلاک۔ شیخ امام نے لکھا کہ ابن عباس وقتادہ اور بہت سے سلف نے فرمایا کہ موبق مہلک یعنی جاے ہلاک اور قتادہ نے عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ موبق ایک وادی عمیق ہے کہ

قیامت مین اہل ہدایت واہل ضلالت کے درمیان اُس سے تفریق کردیجائیگی۔ قتادہ رح نے کہاکہ موبق وادی جہنم ہے۔ انس بن مالک
رضی اللہ عنہ نے کہاکہ موبق وادی جہنم ہے اُس مین خون وپیپ بھرا ہے رواہ ابن جریر۔ حسن بصری رح نے کہاکہ موبق عداوت یعنی
دونون کے درمیان عداوت حائل ہوگی۔ شیخ نے کہاکہ ظاہر سیاق یہان یہ ہے کہ مراد موبق سے مہلک ہے جہان ہلاک ہوجاوین
اور چھٹکارا نہ ہو اور یہ ہوسکتا ہے کہ موبق جہنم کے کسی وادی کا نام ہو اور موبق سواے جہنم کے بھی کوئی ہولناک مقام ہو۔ اور آیت مین
اللہ تعالےٰ نے بیان فرمادیا کہ کافرون کو اُن لوگون سے جنکو شریک بناتے تھے کچھ نصیب نہ ہوگا بلکہ بجاے اُنکے ہلاک کا مقام ملیگا
اور اگر بینہم کی ضمیر مومنون وکافرون کی طرف ہو جیساکہ عبد اللہ بن عمرو کی روایت سے ظاہر ہے تو معنی یہ ہوے کہ کافرون نے جن
مومنون کو اپنے واسطے آلہہ بنایا تھا اُن تک کافرون کی رسائی کی کوئی صورت نہین ہے کیونکہ دونون مین سے ہرایک کا مقام علیحدہ
ہے اور درمیان مین موبق حائل ہے۔ وقد قال تعالےٰ ویوم تقوم الساعۃ یومئذ یتفرقون۔ یعنی قیامت کے روز دونون جُدا
ہوجائینگے وقال تعالےٰ وامتازوا الیوم ایہا المجرمون۔ یعنی مجرم علیحدہ کردیے جاوینگے۔ بالجملہ بجاے مدد وشفاعت کے کافرون کو موبق
نظر آویگا جو جہنم کی راہ ہے وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ اور دیکھین گے گنہگار لوگ آگ کو یعنی کفار کو آگ نظر آوے گی۔ فَظَنُّوْٓا
اَنَّھُمْ مُّوَاقِعُوْھَا۔ پس یقین کرینگے کہ وے لوگ اس سے خلط ہونے والے ہین۔ جب کوئی چیز دوسری چیز سے پوری قریب
ہوتی ہے تو اُس کو مواقعت کہتے ہین تو معنی یہ کہ ضرور اس سے بالکل ملجانے والے ہین یعنی کفار جب جہنم کو دیکھینگے جو اسطرح لائی جاویگی
کہ اُس کے واسطے ایک شور وجوش ہوگا اور ستر ہزار باگ ہونگی اور ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے کھینچتے ہونگے اور وہ اپنے رب عز وجل سے
درخواست کرتی ہوگی کہ اے رب آج میرا حصہ مجھے عطا کردے اور مجھے بھردے پس کفار یقین کرینگے کہ لامحالہ وے لوگ اس مین
جانے والے ہین۔ وَلَمْ یَجِدُوْا عَنْھَا مَصْرِفًا اور اس سے کوئی مصرف نہ پاوینگے یعنی کوئی راہ نہ پاوینگے کہ اُس سے پھر جاوین۔
شیخ ابن جریر رح نے باسناد حسن حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر جہنم کو دیکھیگا
پس گمان کرے گا کہ وہی اس مین ملنے والا ہے چالیس برس کی راہ سے یعنی دیکھنا وگمان ہونا اُس کو اُسوقت سے ہوگا کہ چالیس
برس کی راہ ہوگی۔ امام احمد رح نے ابو سعید خدری رض سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافر بقدر پچاس ہزار
برس کے قیامت مین رکھا جائیگا جیسے اُس نے دنیا مین عمل نہین کیا اور کافر جہنم کو چالیس برس کی راہ سے دیکھکر یقین کرے گا کہ
وہ اس مین جاملنے والا ہے۔ شیخ ابن کثیر رح نے کہاکہ یہ عذاب اول سے دیدیا گیا۔ ف۔ فی العرائس قولہ تعالےٰ افتتخذونہ وذریتہ
اولیاء الآیہ۔ اللہ تعالےٰ نے صریح بیان فرمایا کہ اس کی ساحت کبریائی تمام اضداد وانداد سے پاک ہے اور نور وظلمت وابلیس
واُس کی ذریت وبت وصورت کوئی اُس کی بارگاہ عزت مین لگاؤ نہین رکھتی جو چیز ہے اُس کے سطوات عزت کی چمک مین
فنا ہے تو کوئی شناعت اُس سے بدتر نہین ہے کہ سواے اس کی عزت وکبریائی کے کسی اور چیز پر اعتماد کیا جاوے۔ شیخ یحیی بن معاذ رح
نے فرمایا کہ کوئی شخص کبھی اللہ تعالےٰ کا ولی نہ ہوگا اور نہ مقام ولایت کو پہونچیگا جس نے سواے اللہ تعالےٰ کے کسی چیز پر اعتماد کیا اور
دوسرے پر نظر رکھی اور دوست ودشمن مین امتیاز نہ کیا۔ شیخ حسن رح نے کہاکہ اس آیت سے اللہ تعالےٰ نے تجھے نہایت لطیف طریقہ
سے سواے اپنے سب سے چھوڑایا اور اپنی طرف بلایا ہے۔ قولہ۔ ما اشہدتہم خلق السموات والارض الآیہ اس مین اللہ تعالےٰ نے اپنے قدم
ذات وصفات پر متنبہ کیا کہ اُسوقت کچھ نہ تھا اور حدوث کا نام ونشان نہ تھا اُس کا وجود پاک بجمال وجلال وصفات کمال

ہمیشہ سے قدیم ہے اُسکے واسطے ابتدا ر وانتہا نہین ہے وہ حدوث کے نقص سے پاک ہے اور وہان کسی عقل وفہم وعلم کو ادراک نہین ہے پھر جب اُس نے خلق کو پیدا کرنا چاہا تو اپنی صفت بطریق تجلی مشاہدہ فرمایا تو عدم سے خلق کو نکالا تو وہان کون حادث تھا اور قدم تو منزہ وپاک ہے کہ وہان حدوث کی معیت ہوا ورخلق کو دخل ہو تو جب یہ شان عالی متعالی خارج از حد عقل وادراک ہو تو حادث کی وہان مداخلت کا ذکر کیا ہو سکتا ہے ولیکن اللہ تعالےٰ نے صفات مقدسہ کو اپنے بندون پر ظاہر فرمایا اور کافرون پر حجت تمام کردی اور حقیقت مین اسرار صفات مندرج تحت اسرار ذات ہین اور اُسکے اسرار ذات مخفی اور اسرار صفات ہین وہان عقول عاجز ہین اور قلوب کو اُسکے عرفان کی منزلت نہین ہے اور ارواح کو بھی اُسکے ادراک کا خطرہ نہین ہو اور اسرار کو بھی اتنی ہمت نہین ہو وہ پاک معبود جل شانہ بذات پاک ممتنع ہو کہ تمام مخلوق اُسکے اسرار ذات وصفات کا ادراک کر سکے اور تمام خلق تو ایک تجلی عزت مین فنا رہے۔ شیخ ابو سعید الخراز رح نے کہا کہ تمام مخلوق اُس امر سے عاجز ہو کہ اس کو یہ ادراک ہو کہ اُسکی کوئی صفت فی ذاتہ کیونکر ہو یا اصلی کنہ حقیقت کیونکر ہو اور اُسکو یہ بھی نہین معلوم کہ خود اُسکی ذات کی کنہ حقیقت کیونکر ہو تو پھر وہ ذات وصفات خالق عزوجل کو کیونکر جان سکتی ہو۔ اللہ تعالےٰ مخلوق ۱۲
نے بعد بیان امثال وہول قیامت کے قرآن کی جامعیت بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ وَمَا
اور ہمنے تو خوب بیان کردیا اس قرآن مین واسطے لوگون کے ہر شے سے مثال اور آدمی سب سے بڑھکر ہے جدال مین اور
مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ
نہین روکا لوگون کو ایمان لانے سے جب اُنکے پاس ہدایت آئی اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے مگر اس امر نے کہ آوے اُنپر طریقہ اگلون کا یعنی عذاب
اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ
یا آوے اُنپر عذاب روبرو ہوکر اور ہمنے نہین بھیجا رسولون کو مگر بشارت دینے والے اور ڈرانے والے اور جھگڑا کرتے ہین
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝ وَمَنْ
وہ لوگ جنھون نے کفر کیا باطل کے ساتھ تاکہ کمزور کرین باطل کے ذریعہ سے حق کو اور بنایا اُنھون نے میری آیات کو اور جس سے ڈرائے گیے مضحکہ اور کون
اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ
بڑھکر اس سے ظالم ہو کہ جو نصیحت دیا گیا اپنے رب کی آیات سے سو اُسنے منھ پھیرلیا اور بھولا جو آگے بھیجا ہے اُسکے ہاتھون نے ہمنے کردیے ہین اُنکے دلون پر
اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ۝
پردے اس بات سے کہ قرآن کو سمجھین اور اُنکے کانون مین ٹھینٹھ اور اگر تو اُنکو بلاوے ہدایت کی راہ تو کبھی نہین راہ لینگے اُسوقت ابدتک
وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ
اور تیرا رب بڑا بخشنے والا رحمت والا ہے اگر اُنکو گرفتار کرے بیزا مین اُسکے جو کمایا تو جلد بھیجے اُنپر عذاب بلکہ اُنکے واسطے ایک موعد مقرر
يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝ ع
ہرگز نہین نہ پاوینگے اس سے نجات کا ٹھکانا اور یہ شہر ہین کہ ہلاک کردیا ہمنے اُنکو جب اُنھون نے ظلم کیا اور کردیا ہمنے اُنکی ہلاک کے لیے ایک وقت مقرر

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا۔ تصریف گردانا اور اُلٹ پھیر کرنا صاف کر بیان کرنا و معنی یہ کہ اور ہم نے بیان کیا لوگون کے واسطے اور توضیح کردی

اموری اور تفصیل کردی۔ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ اس قرآن مین آدمیون کے لیے۔ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ہر مثل کی جنس سے مثال تاکہ وے حق سے نہ بھٹکین اور راہ راست سے خارج نہون باوجود ایسے بیان کے انسان جھگڑے کرتا ہے۔ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا اور نوع انسان سب سے بڑھکر ہے جدال مین یعنی انسان کی جبلت مین مجادلہ ومخاصمہ ہے کہ حق کے مقابلہ باطل کے ساتھ جھگڑتا ہے یہ توانسان کی جبلی طبیعت ہے لیکن جنکو اللہ تعالے ہدایت ونور سے سرفراز فرماتا ہے وے ایسا نہین کرتے مگر یہ کہ سہو ہو جاوے۔ اور واضح ہو کہ جدال کبھی توحید الٰہی مین کرتا ہے یا رسالت محمد صلے اللہ علیہ وسلم یا دیگر رسولون مین اور قیامت یا مانند اسکے اعتقادات ایمانی مین تو یہ جدال کفر ہے اور کبھی سچی بات مین اور اس کا حکم یہ کہ جیسی بات ہو ولیکن جب اُسنے توحید وایمان مین جدال نہ کیا تو وہ مومن ہے اور ماسوائے ایمان کے جس بات مین جھگڑے وہ گناہ ہوگا اور کبھی ادب مین جھگڑتا ہے تو یہ بے ادبی ہے اور کبھی مستحب کے خلاف مین تو یہ ترک استحباب ہے کہ اُس مین نہ جھگڑنا اچھا تھا۔ بالجملہ اس تفسیر مین توانسان سے عام مراد ہے خواہ کافر ہو یا مومن ہو ولیکن کافر تو توحید وایمان وباقی امور سب مین اُسکی طبیعت جھگڑالو ہوگی سوائے ان امور کے جو اسکی خواہش یا دنیاوی لذات ہین اور مومن کبھی توحید وایمان مین نہ جھگڑیگا اور بعد اس کے پھر جب اس کا قلب منور ہو اُسی قدر حق بات زیادہ پہچانیگا اور کبھی مستحب کے خلاف بھی سہو سے سرزد ہوجاتا ہے چنانچہ امام احمد نے صحیح اسناد سے روایت کی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایک رات حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آئے ہین اور آپ کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھے تو فرمایا کہ تم دونون نماز نہین پڑھتے یعنی رات مین نوافل ادا نہین کرتے تو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے نفس اللہ تعالے کے قبضۂ قدرت مین ہین جب ہم کو اُٹھانا چاہتا ہے اُٹھا دیتا ہے جب ہی مین نے یہ کہا ہے کہ آپ پھر چلے اور مجھ سے کچھ نہین کہا اور مین نے سُنا کہ آپ پھرنے مین اپنے ہاتھ اپنی ران مبارک پر مارتے اور یہ کہتے ہین وكان الانسان اكثر شئ جدلا۔ یہ حدیث صحیحین مین بھی موجود ہے جسکو حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین نے اپنے والد حسین بن علی کے واسطہ سے اپنے دادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت عام ہے اور معالم وغیرہ مین کہا کہ یہی اصح ہے اور بعض نے کہا کہ انسان سے مراد فقط کافر ہین۔ ابن عباس رض نے کہا کہ مراد نضر بن الحارث ہے جو قرآن مین جھگڑتا تھا اور کلبی نے کہا کہ وہ ابی بن خلف جمحی ہے۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ یعنی لوگون پر جب ہدایت وقرآن آیا تو انکو ایمان لانے ورب عز وجل کی جناب مین توبہ واستغفار کرنے سے کوئی امر مانع نہین ہوا اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا مگر یہ بات مانع ہوئی کہ چاہا کہ اُنپر وہ عادت الٰہی جاری ہو جو اگلون پر وقت جدال وانکار کے جاری ہوئی تھی کہ عذاب سے تباہ وہلاک کردیے گئے یا آوے اُنپر عذاب قبلا یعنی قرات اہل کوفہ جمع قبیل یعنی انواع عذاب طرح طرح کے آوین اور بکسر اول وفتح دوم۔ ابن عباس رض نے کہا یعنی مقابلہ مین آنکھون کے سامنے۔ مجاہد رح نے کہا یعنی یکایک آوے۔ حاصل یہ کہ ایمان لانے مین فقط اسکے منتظر ہو رہے کہ یا تو اگلون کی طرح ہلاک کیے جاوین تب یقین ہو یا طرح طرح کے عذاب انکی آنکھون کے سامنے ظاہر ہون تب مانین یعنی جدال سے واضح آیات وحجت کو نہین مانتے بلکہ یہ چاہتے ہین کہ وہ عذاب آجاوے تو مانین حالانکہ جب عذاب سے تباہ کیے گئے تو کیا مانینگے یا چاہتے ہین کہ عذاب آنکھون دیکھ لین حالانکہ اُسوقت نجات کہان سے پاوینگے۔ شیخ ابن کثیر رح نے لکھا یعنی کوئی چیز انکو اتباع ہدایت وقرآن سے نہین مانع ہے سوائے اُنکی اس خواہش کے کہ جس عذاب سے وہ ڈرائے جاتے ہین اُسکو آنکھون سے معائنہ

کرلین چنانچہ قریش کے کفار نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا فاسقط علینا کسفا من السماء ان کنت من الصادقین۔ اور بعضون نے کہا ائتنا بعذاب اللہ ان کنت من الصادقین۔ اور بعض سخت جھگڑالو کہنے لگے کہ اللّٰھم ان کان ہذا ہو الحق فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم۔ خلاصہ یہ کہ واضح آیات وروشن حجتین ومعجزات قاہرہ قطعی تھے اُنکا نہ کچھ جواب دیا اور نہ اُن مین کوئی وجہ نکال سکے ولیکن جدال سے نہ مانا اور ایمان لانا اسپر موقوف رکھا کہ عذاب آوے یا آنکھون دیکھلین اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُسکو طلب کیا وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ یعنی ہم تو رسولون کو بشارت دینے اور ڈر سنانے کے واسطے بھیجتے ہین اُنپر یہ لازم نہین کہ خواہ مخواہ لوگون سے قبول کراوین یا جو وے مانگین اُن کو لاوین کیونکہ اللہ تعالے اپنے بندون کا علیم وخبیر ہے۔ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ اور کفار لوگ جھگڑتے ہین باطل کے ساتھ تاکہ سست کردین حق کو یعنی کافرون کی غرض اس جدال سے یہ ہوتی ہے کہ حق کو ضعیف کرین اور باطل کو قوی کرین جیسے کہتے ہین کہ تم تو ہمارے ایسے بشر ہو اور کیا اللہ تعالے کو رسول بھیجنے کے لیے آدمی ملا۔ غرضکہ ایسی باطل باتون سے جو محض جہالت ونادانی ہین کافرون کی یہ غرض ہوتی ہے کہ سچ کو جھوٹ کرین اور جھوٹ کو سچ بناوین وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا۔ اور انھون نے بنالیا میری آیات کو اور جسکے ساتھ ڈرائے گئے مضحکہ پس مرادما انذروا سے مراد۔ ما انذروا بہ ہے جس چیز کے ساتھ ڈرائے گئے تھے اور شاید کہ مراد قرآن ہو اور شاید کہ عذاب جہنم وغیرہ ہو اور ابو حیان نے ما انذروا مین ما مصدریہ قرار دیا یعنی انذار وڈرانے کو مضحکہ بنالیا اور یہ سخت گناہ وکمال بے ادبی ہے کہ خالق عزوجل کی آیات کو مضحکہ بنایا جاوے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ یعنی اور اس سے بڑھکر کون ظالم ہے یعنی اپنی نفس پر ظلم کرکے تباہ کرنے والا ہے کہ جسکو اُسکے پروردگار کی آیات سے نصیحت دی گئی اور ہوشیار کیا گیا مگر اُسنے ان آیات سے مُنھ موڑا یعنی نہ مانا اور مضحکہ بنالیا اور فراموش کردیا جو اُسکے ہاتھون نے آگے بھیجا ہے یعنی اپنی بدکاریان بھول گیا یعنی اُنسے استغفار وتوبہ نہین کی اور آیات کے ساتھ ایمان نہین لایا۔ واضح ہو کہ مخلوق پر واجب ہے کہ اپنے خالق عزوجل کو پہچانے اور اُسپر ایمان لاوے اور اُسی کی طاعت کرے کیونکہ اُسی نے پیدا کیا ہے۔ پھر نہ مانا تو سخت گناہ کیا۔ اُسی نے پھر رزق دیا عافیت دی سلامتی دی اولاد دی مال دیا تو اُسی کی طاعت فرض ہے۔ پھر نہ مانا۔ پھر اُسنے رسول بھیجا اور رسول نے خالص اللہ تعالے کے واسطے اُنکو نصیحت کی اور کچھ اُنسے نہین مانگا تب نہ مانا اللہ تعالے نے آیات وحجتین نازل فرمائین اور رسول کو معجزات دیے اور ہر طرح سمجھایا۔ تب بھی نہ مانا۔ اب اس سے بڑھکر کون گمراہ ظالم ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ایسے سرکش نافرمان نے جو کچھ عمر بھر کیا وہ سب ایسی حالت مین کہ خالق عزوجل ومالک رزاق سے برخلاف رہتا ہے بالکل گناہ ہی گناہ ہین۔ پھر اللہ تعالے عزوجل نے اپنی عظمت وتوحید وتمام قدرت وسلطنت کا اشارہ فرمایا کہ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ ہم نے کردیے ہین اُن کے دلون پر پردے تاکہ قرآن کو نہ سمجھین۔ یعنی اُن کے دلون پر مہر ہے پس وہ ظالم ہین اور آیت مین دلیل ہے کہ سمجھ وہ معتبر ہے جو دل کی سمجھ ہو اور جو حواس آنکھ کان ناک وخیال وغیرہ سے سمجھ ہو وہ بغیر دل کے سمجھ کے ہیچ ہی خصوصاً انسان مین کیونکہ حواس کے افعال تو جانورون مین بھی موجود ہین پھر جیسے بیا پرند جھونجھ بناتا ہے آدمی کبھی نہین بنا سکتا جبکہ اُسکے ہاتھ کاٹ دیے جاوین اور گدھا گھچ کی طرح بہت دور سے نہین دیکھ سکتا اور شیر کی طرح طاقت نہین رکھتا۔ اسی واسطے اللہ تعالے نے کافرون کے حق مین فرمایا کہ لھم قلوب لا یفقھون بہا یعنی اُنکے قلوب ایسے ہین کہ اُنسے سمجھ نہین پاتے ہین۔ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا

اور اُن کے کانون مین وقر یعنی گرانی و ٹھینٹھ ہین یعنی سنتے وہ ہین جو باطل ہو اور حق کے سننے سے بالکل بہرے ہین اور یہ اللہ تعالے کی
ایک حکمت بالغہ ہے۔ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا اگر تو اُن کو حق کی طرف بلاوے تو اُسوقت
کبھی اُس کی جانب راہ نہ پاوینگے پس معلوم ہوا کہ وے اندھے و گونگے و بہرے و جانور ہین بلکہ جانورون سے بدتر ہین جو اپنی جہالت سے
اپنے آپ کو سب سے عمدہ و صاحب فخر و ثروت و مال و دولت سمجھتے ہین اور مسلمانون پر نظر حقارت ڈالتے ہین جیسے کتا ایک پہاڑ پر یا سور
جنگلی اونچے پر کھڑا ہو کر سب سے اپنے آپ کو بلند سمجھے۔ اور اُسی پر اعتماد کرے۔ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ اور تیرا رب بڑا بخشش
کرنے والا صاحب رحمت عام ہے دنیا سے حقیر و مردار کو اُس نے پیدا کیا اس دنیا سے یہ لوگ اور سب ایک وقت تک پرورش
پاتے ہین ولیکن کافر لوگ سرکشی و بے ادبی و گستاخی کرتے ہین تو رب عزوجل غفور اور رحمت والا ہے اُسکی عام رحمت و خاص رحمت
دو طرح ہے پس عام رحمت یہان سب کو شامل ہے پس کافرون کو بھی عذاب نہین کرتا۔ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ
لَهُمُ الْعَذَابَ اگر اُن کے افعال پر جو اُنھون نے کمائے ہین جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے اُنسے مواخذہ کرے تو جلدی اُنپر عذاب کرے حتی کہ وے
آخرت کی رحمت خاص سے تو محروم ہین یہان کی عام رحمت سے بھی محروم ہو جاوین اور پھر سوائے جہنم کے کوئی ٹھکانا نہ پاوین بَلْ لَّهُمْ
مَّوْعِدٌ بلکہ اُنکے واسطے ایک جگہ و وقت مقرر ہے اور وہ موت کے بعد سے ظہور آثار کا ہے اور قیامت کے روز خاص ہے کہ وہان اس
عذاب کو جہنم مین دیکھینگے۔ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا اور ہرگز نہ پاوینگے سوائے اسکے کوئی چھٹکارے کی جگہ پس موعد وہی
جہنم ہے یا موعد روز قیامت ہے جس سے چارہ نہین کہ وہ وقت و روز لامحالہ اُنپر آنے والا ہے۔ وَتِلْكَ الْقُرٰى اور یہ دیکھو قری
یعنی شہر و بستیان ہین جیسے عاد و ثمود و مدین و قوم لوط وغیرہ۔ یعنی ان شہرون کے لوگون کے حال پر نظر کرو کہ اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا
ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا جب اُنھون نے ظلم و کفر و شرک کیا۔ وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا۔ اور ہم نے اُن کی ہلاکت کے لیے
ایک موعد کر دیا یعنی ایک وقت معلوم مقرر کر دیا کہ نہ اُس سے پہلے اور نہ اُس سے پیچھے ایک ساعت کا بھی درنگ و فرق نہ ہوا اسیطرح
قریش وغیرہ جو انتہائے سرکشی مین غرق ہوے تو مقام بدر و دیگر فتوحات مین اپنے اپنے وقت مقدر پر سب مارے گئے اور دنیا و
دولت سب برباد ہوئی اور عذاب دیکھ لیا۔ حدیث مین ہے کہ بدر کی لڑائی کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تین دن وہان ٹھہرے
اور تیسرے روز اُس گڈھے پر گئے جس مین ابوجہل وغیرہ قریش کے سرکش قتل ہونے کے بعد ڈالے گئے تھے اُنسے آواز بلند فرمایا کہ
ہم نے تو وہ پایا جو ہمارے رب عزوجل نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور تم نے پایا جو تم سے وعدہ فرمایا تھا۔ تمام حدیث صحاح مین ہے
ف واضح ہو کہ جیسے ظلم کرنے سے اہلاک جسم کا بطور قتل یا موت ہوتا ہے اُسی طرح قدرت الٰہی باطن انسان مین جاری ہے چنانچہ
آدمی موجود اور اُس کا قلب مردہ کر دیا جاتا ہے اور یہی حال نفس و روح وغیرہ کا ہے اور ہر ایک انھین سے بہت سے احکام و اشارہ کو
شامل ہے گویا فی نفسہ ایک شہر ہے لہذا شیخ عارف رح نے عرائس مین قولہ وتلک القری اہلکناہم الآیہ کی اشارت مین لکھا کہ نفوس و
قلوب و عقول و ارواح و اسرار و صدور و اجسام یہ سب حقیقت مین شہر ہین ولیکن اُنکا ظہور عموماً نہین ہے بلکہ محض عوام لوگ جن مین
کفار شامل ہین وہ تو صرف اجسام کو دیکھتے ہین اور اسی شہر مین رہتے ہین اور اُسکے واسطے ظاہری حواس ہین اور ہر ایک جس کے لیے
احکام کثیرہ ہین تو جب یہ لوگ ان حواس کو اس کام مین نہین لگاتے جسکے واسطے اللہ تعالے نے اُنکو پیدا کیا ہے یعنی اُنکو خالق عزوجل کی عبودیت
مین نہین لگاتے ہین اور کان مثلاً خطاب حق عزوجل سننے کے لیے ہو اُسکو نہین سنتے تو ایسی حرکتون سے ظلم ہوتا ہے اور جب وہ حد سے بڑھا تو اللہ تعالیٰ

ان حواس کو مسخ کر دیتا ہی کبھی تو ظاہری حالت مین بھی جیسے قولہ قلنا لہم کونوا قردۃ خاسئین۔ اور کبھی صرف باطنی حالت سے چنانچہ بہت لوگ باطن صورت سے مسخ ہو جاتے ہین اور خود آگاہ نہین ہوتے ہین کیونکہ اپنے نفس کے مخلوق ہونے پر شاہد نہین تھے تو اپنے نفس کی ماہیت وحقیقت نہین پہچانتے ہین یہین سے کہا گیا کہ جو نفس کو پہچانے رب تعالے کو پہچانے۔ پھر اہل الصدر یعنی جنکے سینہ اسلام کے لیے کشادہ کر دیے گئے ہین اُنھون نے اگر اُسکی نگہداشت نہ کی اور شائبہ نفاق سے پاک نہ رکھا تو اسیر وسواس کے لشکرون کا ہجوم ہوتا ہی اور وے اُسکو تباہ وخراب کر دیتے ہین تو قریہ مذکورہ اسطرح تباہ ہوتا ہے۔ اہل النفوس جنکو مکائد نفس سے آگاہی ہوئی اگر اُنھون نے نفس کو اسطرح پاک نہ کیا کہ مجاہدہ سے اُسکو صاف کرین تو چھوڑ دیے جاتے ہین کہ نفس اپنی شہوات مین چرے اور صفاے ذکر سے محجوب ہو۔ اور اہل قلب نے اگر قلب کو انوار غیب کے ساتھ رعایت نہ رکھا اور خطرات مذمومہ کو اُس سے دور نہ کیا تو ملک آخرت کے دیدار سے قلب محجوب ہوتا ہی اور اگر اہل عقل نے عقل کو اسطرح استعمال نہ کیا کہ وہ افکار صفات مین جولان ہو اور لطائف اذکار مین سیر کرے تو وہ غرائب انوار سے محجوب ہو جاتی ہے اور اہل ارواح نے اگر روح کو میدان ملکوت مین بطلب مشاہدہ جبروت جولان نہ کیا تو رسوم کی پابندی مین وہ حق سے شاغل ہو جاتی ہی اور اہل الاسرار نے اگر اُسکے حقائق و ماہیت کو نہ پہچانا اسطرح کہ اسرار تو اللہ تعالے کے علوم غیبی کے راستہ ہین تو وہ احکام ربوبیت کے کشف سے خالی چھوڑے جاتے ہین۔ اہل الظاہر نے اگر منعم کو نہ پہچانا اسطرح کہ نعمت کی طرف مشغول رہے تو اللہ تعالے اُنکو اپنی طرف سے منھ موڑے ہوے نعمت مین مشغول کر کے ہلاک کر دیتا ہی۔ شیخ ابو بکر بن طاہر رح نے کہا کہ جب لوگون نے اللہ تعالے کی نعمتون کا جو اُنپر تھین شکر نہ کیا اور بمقابلہ بلاء کے رضامندی وصبر نہ کیا تو ہلاک کر دیے گئے۔ شیخ واسطی رحمہ اللہ تعالے نے کہا کہ جب اُنھون نے ہمارے اختیار کی خوبی کو ناخوش جانا یعنی جو کچھ ہمنے اُنکے واسطے مقدر کیا تھا اُسپر راضی نہ ہوے تو ہم نے اُنکو اُنکے سوء تدبیر کے حوالہ کیا اور ہلاک ہوے نعوذ باللہ منہ۔ پھر اللہ تعالے نے حضرت موسی وخضر علیہما السلام کا حال بیان فرما کر تنبیہ کی کہ یہودیون نے امتحانی سوالات قریش کو دیے تھے کہ اگر یہ اخبار بیان کر دین تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہین اور اصل یہ ہی کہ نبوت کے واسطے یہ شرط نہین ہی کہ تمام اخبار اسکو معلوم ہون بلکہ شان نبوت وحی ہی چنانچہ موسی علیہ السلام باوجود اس نور نظر کے خضر علیہ السلام کے امور سے واقف نہ ہوئے کما قال تعالے

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ

اور جب کہا موسی نے اپنے جوان کو مین نہ ہٹونگا جبتک نہ پہونچون دو دریا کے ملاپ تک یا چلتا جاؤن قرنون پھر جب پہونچے دونون دریا کے

بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۝ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا

ملاپ تک بھول گئے اپنی مچھلی پھر اُسنے اپنی راہ کری دریا مین سرنگ بنا کر پھر جب آگے چلے کہا موسی نے اپنے جوان کو لا ہمارے پاس ہمارا کھانا

لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ۝ قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ

ہمنے پائی اپنے اس سفر مین تکلیف بولا وہ دیکھا تو نے جب ہمنے جگہ پکڑی اس پتھر پاس سو مین بھول گیا مچھلی

وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ۝ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ

اور یہ مجھکو بھلایا شیطان ہی نے کہ اُسکا مذکور کرون اور وہ کر گئی اپنی راہ دریا مین عجب طرح کہا یہی ہی جو ہم چاہتے تھے

فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ۝ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ

پھر اُلٹے پھرے اپنے پیر پہچانتے پھر پایا ایک بندہ ہمارے بندون مین کا جسکو دی تھی ہمنے اپنی مہر اپنے پاس سے اور

عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝

سکھایا تھا اپنے پاس سے ایک علم کہا اُسکو موسیٰ نے کہے تو تیرے ساتھ رہوں اسپر کہ مجھکو سکھادے کچھ جو تجھکو سکھائی ہے بھلی راہ

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ۝ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ۝ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ

بولا تو نہ سکے گا میرے ساتھ ٹھہرنا اور کیونکر ٹھہرے دیکھکر ایک چیز جو تیرے قابو میں نہیں اُسکی سمجھ کہا تو پاوے گا

اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ۝ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ

اگر اللہ نے چاہا مجھکو ٹھہرنے والا اور نہ ٹالونگا تیرا کوئی حکم بولا پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی چیز جبتک میں شروع

لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۝ ع

کروں تیرے آگے اُسکا مذکور

واضح ہو کہ اس قصہ میں عجائب علوم وغرائب اشارات ہیں اور جہانتک مترجم کو استخراج وتصریحات علماء وائمہ اولیاء رحمہم اللہ تعالےٰ سے توفیق ہوگی مختلف مقامات میں اشارہ سے تنبیہ کرتا جائیگا اور اسقدر اشارت بھی کافی ہے کہ اُسکی آیات غرائب سے مملو ہیں خصوص احادیث مرفوعہ کے ملانے سے استخراج ہوتے ہیں۔ پھر علماء تفسیر رحمہم اللہ تعالےٰ نے کہا کہ بندہ جسکو علم لدنی دیا گیا تھا وہ خضر علیہ السلام ہیں اور اسمیں دو قول ہیں کہ وے پیغمبر تھے یا ولی تھے پھر اُسمیں اختلاف ہے کہ وے برابر زندہ ہیں یا انتقال کیا۔ اسمیں سے ہر ایک کی توضیح وتحقیق انشاء اللہ تعالےٰ آویگی۔ اور جو شخص کہ خضر علیہ السلام کے پاس بغرض سیکھنے کے گیا تھا وہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اور علماء رح نے کہا کہ موسیٰ وہی موسیٰ بن عمران از اولاد لاوی بن یعقوب ہیں جو بنی اسرائیل میں سے اُنکے رسول اور صاحب توریت ہیں جنکا تذکرہ قرآن مجید میں جابجا مذکور ہے۔ اور چند لوگوں نے جن میں نوف بکالی تابعین میں سے بھی ہیں کہتے تھے کہ یہ موسیٰ بن عمران نہیں تھے بلکہ موسیٰ بن میشا بن یوسف بن یعقوب تھے اور یہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے نبی ہوگذرے ہیں۔ امام محی السنہ نے کہا کہ قول اول اصح ہے اور قفال رح نے اسپر حجت پیش کی کہ قرآن میں جہاں اللہ تعالےٰ نے موسیٰ کا ذکر فرمایا مراد اس سے موسیٰ بن عمران صاحب توریت ہیں اور یہاں بھی مطلق نام موسیٰ مذکور ہے تو واجب ہو کہ اسی طرف منصرف ہو اور اگر ایسی صورت میں کوئی دوسرا شخص مراد ہوتا تو ضرور تھا کہ پہلے اسکا کچھ حال بیان کردیا جاوے جس سے اُسکی پہچان ہوجاوے اور موسیٰ بن عمران سے امتیاز ہوجاوے ورنہ بالکل بلاغت وعقل کے خلاف ہوگا جیسے ابوحنیفہ تو فقہ میں امام معروف کی طرف منصرف ہے اگر اس نام سے ہم کوئی اور شخص ارادہ کریں تو قید تعریفی لگانا واجب ہے مثلاً ابوحنیفہ دینوری نے کہا یا مانند اسکے جس سے مشہور اطلاق سے شبہہ رفع ہوا قول یعنی عرف بھی حقیقت عرفی ہے اور جب عرف فقہا میں ابوحنیفہ کا اطلاق امام اعظم کوفی پر ہے تو حقیقت عرفی ہو پھر اگر اسی طرح اطلاق کے ساتھ ہم دوسرا شخص مراد لیں تو حقیقت عرفی چھوڑکر مجاز لیں تو لازم آویگا کہ لفظ بدون قرینہ کے مجاز کی طرف راجع کریں اور یہ ممنوع ہے۔ اور جن لوگوں نے کہا کہ یہاں موسیٰ سے صاحب توریت نہیں مراد ہیں اُنکی طرف سے یہ جواب مذکور ہے کہ قرینہ یہاں یہ ہو کہ موسیٰ علیہ السلام پر توریت اُترنے اور کلام بلا واسطہ ہونے اور اسقدر معجزات عطا ہونے کے بعد یہ بعید ہو کہ وہ سیکھنے واستفادہ حاصل کرنے کے لیے بھیجے جاویں اور یہ جواب رد کردیا گیا کہ اسمیں کچھ بھی بعید نہیں ہے کہ ایک عالم بہت کچھ جانتا ہو ولیکن علم مثلث نہ جانتا ہو مثلاً تو اُسکو سیکھنے کے واسطے ایسے شخص کی طرف رجوع لاوے جو اور علوم میں اس سے کمتر ہے اور یہ تو امر متعارف ہے۔ بالجملہ یہی معتمد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام وہی صاحب

توریت ہین - وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی اور بیان کردے اے محمد جب کہ کہا موسی نے یعنی جو بنو اسرائیل کا رسول تھا اور اُسپر توریت اُتاری گئی
اور بنو اسرائیل اس سے خوب واقف ہین اُسنے کہا - لِفَتٰهُ اپنے جوان سے اور وہ یوشع بن نون علیہ السلام ہین جو بعد موسی علیہ السلام
کے پیغمبر ہوے اور اُسوقت موسی علیہ السلام کے اصحاب خاص مین سے تھے - ابن کثیر رح نے لکھا یعنی یہ مضمون کہ مجھ سے کہا گیا ہو کہ مجمع البحرین
پر ایک بندہ اللہ تعالے کے بندون مین سے ایسا علم رکھتا ہو کہ موسی کو اُسکی خبر نہین ہو مین چاہتا ہون کہ اُسکی جانب کوچ کرون - لَآ
اَبْرَحُ یعنی برابر مین چلا جاؤنگا حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ یہانتک کہ پہونچ جاؤن جہان دونون سمندرون کا مجمع ہے - اَوْ
اَمْضِيَ حُقُبًا یا چلا جاؤن برسون یعنی اگرچہ مدتون چلا جاؤن - ابن جریر رح نے کہا کہ بعض اہل علم کے قول مین قبیلہ قیس کی زبان
مین حقب ایک سال ہے اور عبد اللہ بن عمرو سے روایت کی کہ حقب اسی برس اور مجاہد رح نے کہا کہ ستر خریف - مترجم کہتا ہو کہ ایک
حقب اسی برس ہو تو حقبا جمع کی مقدار نامعلوم رہے اسی طرح مجاہد کا قول بھی لہذا علی بن ابی طلحہ والبی رح نے ابن عباس رض سے قولہ
امضی حقبًا - کی تفسیر مین کہا یعنی دہر طویل تک - اور قتادہ و ابن زید نے بھی ایسا ہی کہا ہو - پھر بحرین کی تفسیر بھی مروی ہوئی ہو قتادہ سے
مروی ہے کہ وہ بحر فارس و بحر روم ہو اقول انکا مجمع کہان ہے وہ مقام متعین نہوا - محمد بن کعب سے مروی ہے وہ انتہاے ملک افریقہ پر
یعنی انتہاے مغرب پر طنجہ کے قریب ہے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہو کہ وہ افریقہ مین ہو یعنی اُسکے گرد ہے اور
ابن عباس رض سے نقل کیا جاتا ہو کہ بحرین وہ موسی و خضر علیہما السلام ہین - مترجم کہتا ہو کہ یہ ظاہری تفسیر نہین ہو بلکہ اشارہ البتہ یہ ہو سکتا ہے
کہ موسی علیہ السلام ایک علم کے بحر زخار تھے اور خضر علیہ السلام کو دوسرا علم لدنی دیا گیا تھا ان دونون کے اتصال سے آب حیات ہے -
سراج مین ہو کہ بخاری رح نے حدیث روایت کی کہ موسی علیہ السلام بنو اسرائیل مین خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے پس پوچھا گیا کہ روے زمین پر
کون سب سے زیادہ عالم ہو موسی نے کہا کہ مین ہون پس اللہ تعالے نے عتاب کیا جب کہ یہ نہین کہا کہ اللہ تعالے جانتا ہو کہ کون سب سے
زیادہ عالم ہو پس اللہ تعالے نے موسی کو وحی کی کہ مجمع البحرین پر میرا ایک بندہ ہو وہ تجھ سے زیادہ عالم ہو موسی علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رب
کیونکر مین اس سے مل سکون فرمایا کہ مچھلی کو لیکر ایک مکتل مین رکھ لے جہان تو اسکو گم کرے وہ وہین ہو - ابن کثیر رح نے لکھا کہ مچھلی نمکین بھونکر
لے لی تھی - فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا پھر جب دونون موسی و یوشع مجمع بین البحرین پر پہونچے - نَسِيَا حُوْتَهُمَا تو دونون بھول گئے
اپنی مچھلی - اصل بھولنا تو یوشع بن نون سے تھا و لیکن محاورہ مین یون بولتے ہین مثلا کہتے ہین کہ وہ لوگ روانہ ہوے اور اُنھون نے
فلان مقام سے اپنا توشہ لادا حالانکہ اس کا متعہد وہی ہو جسکے سپرد یہ کام تھا - بالجملہ وہ مچھلی جو پیٹ پھاڑی ہوئی بھونی ہوئی نمکین ساتھ
لے لی تھی اور طعام کے وقت اسمین سے کھاتے جاتے تھے اُسکو وہان بھولے - ابن کثیر رح نے لکھا کہ جب مجمع البحرین پر پہونچے تو وہان ایک چشمہ پہاڑ
کے اندر تھا اور اتفاق سے اُسکے قریب جاکر اُترے اور پتھر پر سر رکھکر سو گئے تھے اور مچھلی کو اس پانی کے اثر سے پہونچا تو وہ مضطرب ہوئی اور مکتل
سے تڑپ کر پانی مین جا پڑی پس یوشع علیہ السلام جاگ پڑے اور مچھلی کو دیکھا کہ پانی مین چڑھتی جاتی ہو اور پانی اُسکے لیے مثل طاق کے
ہوگیا ہے اور آپس مین ملتا نہین ہے - فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا پس بنا لیا اُسنے اپنا راستہ سمندر مین مانند سرب کے یعنے
جیسے زمین سرب یعنی سرنگ ہوتی ہے - ابن جریر رح نے ذکر کیا کہ ابن عباس رض نے کہا کہ اُسکا اثر پانی مین ہو گیا گویا پتھر ہے پانی نہین ہو
اور عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ مچھلی جہان پانی کو چھوتی تھی وہ خشک مثل پتھر کے ہو جاتا تھا - محمد بن اسحٰق نے حدیث
حضرت صلعم مین روایت کیا کہ ایسا حوض کبھی آدمیون نے نہ دیکھا جیسا کہ مچھلی کی چال سے پانی مین بنا تھا کہ مثل روشندان کے بنا ہوا

چلا گیا تھا یہانتک کہ موسیٰ ؑ نے لوٹ کر اُسکو دیکھا اور سمجھا ناکہ ہم یہی چاہتے تھے۔ اقول حدیث آگے آویگی۔ اور یہ سرب دور تک کنارے کی
طرف سے چلی گئی تھی یہانتک کہ اسکی انتہا ایک جزیرہ تک تھی اسی کے نشان پر موسیٰ وہان پہونچے اور خضر ؑ کو پایا۔ ولیکن یوشع ؑ کے
جاگنے اور یہ حال عجیب دیکھنے کے بعد جب موسیٰ ؑ جاگے تو یوشع ؑ اُنکے ادب و رعب مین اُنسے یہ حال بیان کرنا بھول گئے فَلَمَّا جَاوَزَا
پھر جب دونون تجاوز کر کے اس مقام سے جو پتھر کی چٹان کے پاس تھا وہان سے گذر گئے ابن کثیر رح نے لکھا کہ ایک مرحلہ نکل گئے تھے
قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا تو موسیٰ نے یوشع سے کہا کہ لا ہمارا صبح کا کھانا یعنی مچھلی کے ساتھ تاکہ قوت حاصل ہو لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا
هٰذَا نَصَبًا ہمکو پہونچا تعب اپنے اس سفر مین یعنی جو اس مقام سے جہان سوئے تھے یہانتک گذرا ہے پس سفرنا ہذا مین ہذا سے اسی مرحلہ
کی طرف اشارہ ہے جو مچھلی گم ہونے کے بعد تجاوز کر گئے تو اسی سفر مین موسیٰ علیہ السلام کو تھکن معلوم ہوئی۔ قَالَ کہا فتی یعنی یوشع نے موسیٰ سے
اَرَءَيْتَ یہ آپ نے دیکھا کہ۔ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ جب ہم آ پہونچے صخرہ تک۔ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ تو مین مچھلی کو
بھول گیا۔ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ۔ اور نہین بھلایا اُسکو مجھے مگر شیطان نے کہ مین اُس کا ذکر کرون وَاتَّخَذَ
سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا۔ اور اُس نے تو لیا تھا اپنا راستہ سمندر مین عجیب یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے کھانے کو مانگا اور غذا ہر
مین اس مچھلی سے ٹکڑا ہوتا تھا تو فتی یوشع نے جواب مین بطور استفہام تعجب کے کہا کیونکہ یہ عجیب بات ایسی تھی کہ آدمی قریب تھا
کہ ایسی قدرت الٰہی کو نہ بھولے اور بیان کرے ولیکن بھول گئے تو تعجب سے کہا کہ آپ نے یہ دیکھا کہ جب ہم صخرہ پر پہونچے تو وہان
مین نے مچھلی کو گم کیا وہی مجمع البحرین اور میعادگاہ ہوگی ولیکن مجمع البحرین نہین کہا کیونکہ صخرہ تو ایک خاص مقام تھا اور شاید کہ مجمع البحرین
وسیع مقام مراد ہو تو جہان وقوع ہوا اُسکو بیان کر دیا کہ صخرہ کے پاس جب اُترے تو مین نے مچھلی کا واقعہ آپ سے ذکر نہین کیا اور یہ مراد
نہین کہ مین خود مچھلی کو بھول گیا بلکہ یہی مراد ہے کہ مچھلی کے واقعہ کو ذکر کرنا بھول گیا اُسوقت جب کھانے مین مانگی گئی تو اُس کا واقعہ
یاد آیا اور مجھے شیطان نے وسوسہ دلا کر اسکا ذکر کرنا فراموش کرا دیا تاکہ ہم لوگ اس مقام سے یہانتک تعب اُٹھاوین اور وہ مقام بھول جاوین
جہان مانند مجمع البحرین کے مجمع موسیٰ و خضر سے علوم حاصل ہوتے اور جس سے شیطان کو سخت غم ہوتا پس اُسنے مجھے اس کا ذکر کرنا بھلا دیا
اور مچھلی وہان گم ہوئی اسطرح کہ اُسنے سمندر مین اسطرح اپنا راستہ لیا کہ وہ عجیب ہے۔ طبری کی تاریخ مین ابو الشجاع سے مروی ہے کہ
مین وہان گیا اور مین نے اُس کو دیکھا تو وہ مچھلی کا ایک طرف ہے اُسمین اُسی طرف والی آنکھ ہے اور دوسری طرف کچھ گوشت نہین ہے
بلکہ کھال باریک ہے جسکے نیچے کانٹے نظر آتے ہین۔ بہر حال وہ مچھلی وہان گم ہوئی۔ قَالَ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ذٰلِكَ یہی مقام تو
مَا كُنَّا نَبْغِ وہ ہے جسکو ہم تلاش کرتے تھے نبغ کی یا رحالت وقف مین مرسوم نہین ہوتی اور بحالت وصل مین بھی مرسوم ہوتی ہے اور
ابن کثیر قاری کے نزدیک دونون حالت مین مرسوم ہوتی ہے۔ فَارْتَدَّا پس دونون لوٹ پڑے۔ عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا اپنے نشان
قدم پر۔ قَصَصًا درحالیکہ انھین نشان پر قدم دھرتے آتے تھے۔ قتادہ رح نے کہا یعنی جیسے گئے تھے انھین پیرون لوٹے۔ سراج
مین ہے کہ اگر کہا جاوے کہ یوشع علیہ السلام کو شیطانی وسواس سے مغلوبیت کیونکر ہوئی کہ اُسکو بھول گئے حالانکہ اللہ تعالےٰ نے
فرمایا انما سلطانہ علی الذین یتولونہ یعنی شیطان کا غلبہ انھین پر ہوتا ہے جو اُس کے ساتھ دوستی کرین تو جواب یہ ہے کہ غلبہ شیطان اور
چیز ہے اور وسوسہ سے فراموشی ہونا دو طرح پر ہے ایک یہ کہ مضر ہو اور دوم یہ کہ اُس مین مزید قرب و منزلت ہو تو یہان غلبہ نہ تھا کیونکہ اب
انھون نے یاد کر لیا اور اُنکے حق مین مضر نہ تھا جس سے کوئی طاعت فوت ہوئی ہو بلکہ اُنکے حق مین ترقی ہوئی اسطرح کہ اول سفر سے صخرہ

تک موسیٰ علیہ السلام کو تعب معلوم نہین ہوا اور یہ اللہ تعالےٰ کی قدرت تھی تو جو سفر نیک کہ مشقت کے ساتھ ہو اُس مین زیادہ عروج ہے لہذا اسی سفر مین اس ایک مرحلہ مین وہ مشقت جمع کردی گئی تاکہ کامل ہو پس شیطان نے جو اُنپر مکر کا داؤن چلنا چاہا تھا اللہ تعالےٰ نے اس مکر کو اُن کے حق مین عین صواب کر دیا اور یہ بھی فائدہ ہوا کہ اُنھون نے صخرہ تک پہونچکر پانی کو اسی طرح منجانب و سرب کی حالت مین دیکھا اور وہ سرب مقام مطلوب تک منتہی ہوچکا تھا۔ اور مانند اسکے دوسرے خوارق عادات ہین۔ ایک تو بھونی ہوئی مچھلی زندہ ہوگئی اور دوم یہ کہ مچھلی مین سے جو کھایا گیا جو ایک طرف کا حصہ تھا وہ پورا ہوگیا مترجم کہتا ہے کہ یہی ظاہر ہے کہ وہ مچھلی مسلم ہوگئی اور تاریخ طبری سے جو روایت گذری چندان معتبر نہین ہوسکتی اور اگر وہی صحیح ہو تو زیادہ عجیب ہے کہ نصف مچھلی اسطرح زندہ رواں ہوئی اور سوم یہ کہ پانی اپنے بدخل سے رکا رہا و مانند اسکے آیات قدرت ہین۔ اور ایسے امور کچھ بھی مستبعد نہین چنانچہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام مین واقع ہوئے ہین بیہقی نے او احمد دلائل النبوۃ مین اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بھونی ہوئی بکری لائی گئی پس آپ نے بعض اصحاب سے فرمایا کہ مجھے اسکا دست دیدے اور بکری مین سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دست زیادہ پسند تھا پس اُسنے پیش کیا پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اسکا دست دیدے پس اُسنے دوسرا دست پیش کیا اُسکے بعد پھر آپ نے فرمایا کہ اُس کا دست مجھے دیدے تو قبل اسکے کہ وہ شخص ہاتھ ڈالے پہلے سے بول دیا کہ یا رسول اللہ دست تو دو ہی ہوتے ہین اور مین آپ کو پیش کرچکا ہون پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اُسکی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ اگر تو خاموش رہتا تو برابر مجھے دست دیے جاتا جب تک مین کہتا کہ مجھے دست دے۔ وقد رواہ غیرہ ایضاً اور اس مین خبر صریح ہے کہ اگر خاموش رہتا تو اللہ تعالےٰ اُس کے دست یکے بعد دیگرے پیدا فرماتا اور وہ دیے جاتا۔ اور رہا اس مچھلی کا زندہ ہونا تو نظیر اُس کی وہ ہے جو خیبر کے ایک یہودیہ نے بکری بھونکر اُس مین زہر ملا کر بعد فتح خیبر کے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی تھی تو جب آپ نے اس مین سے دست کو لیا تو اُسنے کہا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے نہ کھایئے کہ مجھمین زہر ملایا گیا ہے۔ بلکہ یہ اُس سے بہت بڑھکر ہے کیونکہ وہ مچھلی بھنی ہوئی تو فقط زندہ ہوگئی اور اُس بھونی بکری کے دست نے باتین کین اور وہ باتین بزبان انسانی۔ اور ایسے ہی جذع خشک کا رونا اور پتھرون کا سلام کرنا اور سنگریزون کا تسبیح پڑھنا اور درختون کا رواں ہونا اور مانند اسکے اور بھی زیادہ بڑھکر بہ نسبت زندہ کے اندر حیات عود کرنے کے بیہقی نے دلائل النبوۃ مین عمرو بن سواد سے روایت کی کہ امام شافعی رح نے کہا کہ جو اللہ تعالےٰ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا وہ کسی نبی کو نہین دیا تو مین نے امام سے کہا کہ پھر عیسیٰ ع کو تو مردے زندہ کرنا دیا تھا تو امام نے فرمایا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو ٹیک سے خشک ستون زندہ کرنا دیدیا جس سے تکیہ دے کر آپ خطبہ پڑھتے تھے اور جب منبر تیار کیا گیا تو وہ بچون کی طرح رویا کہ خوب اُس کی آواز سنی جاتی تھی تو یہ اُس سے بہت بڑھکر ہے انتہی مترجم خطیب رح نے کہا کہ مردے زندہ کرنے مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بلکہ آپ کی بعض اُمت سے بہت کچھ مروی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم صفہ مین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت آئی اور اُس کے ساتھ اس کا لڑکا تھا پس آپ نے عورت کو تو عورتون کی ملاقات مین بھیجدیا اور اُس کے لڑکے کو ہمارا مہمان کر دیا پھر وہ کچھ ہی دن ٹھہری تھی کہ اُسکے لڑکے کو مدینہ کی وبا لگی اور وہ چند روز بیمار رہکر انتقال کرگیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُسکی آنکھین بند کردین اور اس کی تجہیز کا حکم دیا پھر جب ہم نے اُسکو نہلانا چاہا تو آپ نے حکم دیا کہ جاکر اُسکی ماں کو اطلاع کردے پس اسکی ماں آئی اور اُسکے قدمون کے پاس بیٹھ گئی اور وہ دونون قدم اُسکے پکڑلیے اور کہنے لگی کہ الٰہی مین اپنی خوشی کے ساتھ تیری فرمانبردار ہوئی ہون و اسلام لائی ہون اور مین نے

بتون سے بیزاری کرلی ہے اور رغبت سے تیری طرف ہجرت کرکے آئی ہون الٰہی مجھے بت پرستون کا مطعون نہ بنائیو اور اس مصیبت سے مجھپر ایسے بار کو مت ڈالیو کہ مجھسے اُٹھ نہ سکے انس رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ واللہ اس عورت نے اپنا کلام تمام نہ کیا تھا کہ یکایک اس لڑکے نے اپنے قدم ہلائے اور اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور اُسکے بعد پھر زندہ رہا یہانتک کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور یہانتک کہ اُس کی مان نے انتقال کیا۔ اور رہا یہ کہ اس قصہ مین پانی کا جم جانا تو چاہے پہلے پھٹ کر جم جاوے اور چاہے ضرورت کے واسطے پہلے سے نہ پھٹے یکسان ہے چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور اسپر علاء بن الحضرمی رضہ کو سردار کیا پس راہ مین اُنکو سخت گرمی پہونچی اور وے بہت پیاسے ہوے۔ بعض اہل لشکر نے کہا کہ جب آفتاب غروب ہونے کو ڈھلا تو سردار نے ہمارے ساتھ دو رکعتین پڑھین پھر اپنے ہاتھ دعا کو بڑھائے اور ہم لوگ آسمان مین کچھ نہین دیکھتے تھے پس قسم ہے اللہ تعالے کی کہ سردار نے اپنے ہاتھ نیچے نہ کیے تھے کہ اللہ تعالے نے ایک ہوا بھیجی اور سحاب پیدا کیا اور اُسنے پانی اُنڈیل دیا کہ ہم نے ہانڈیان و مشکین بھرلین اور پیا و پلایا پھر ہم لوگ روانہ ہوکر دشمن تک پہونچے تو ہم کو ایک خلیج اُترکر جزیرہ مین جانا تھا تو سردار نے خلیج پر توقف کیا اور کہا کہ یا علی یا عظیم یا حلیم یا کریم پھر کہا کہ بسم اللہ پار اُترو پس ہم روانہ ہوگئے اور پانی سے ہمارے جانورون کے کھر نہین تر ہوتے تھے پس ہم نے وہان دشمن کو پاکر حملہ کیا اور فتح کرکے قتل و گرفتار کیا پھر ہم لوٹ کر خلیج پر آئے تو پھر وہان سردار نے مثل اول کے کہا اور ہم اُسی طرح اُتر آئے خطیب رح نے کہا کہ ایسی کرامات مین روایات بہت کثرت سے ہین۔ اب ہم تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہین کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنے فتی کے اپنے نشان قدم پر لوٹے۔ بقاعی رح نے کہا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمین ریگ کی تھی تو ظاہر واللّٰہ اعلم یہ ہے کہ وہ مجمع نیل و بحر شور کا مقام رشید یا دمیاط پر ملک مصر سے ہے اور مؤید اسکا وہ ہے جو حدیث مین آیا کہ ایک چڑیا نے کشتی مین جاتے وقت پانی پیا تھا کیونکہ بحر شور سے چڑیا پانی نہین پیتی ہے اور بلاد رشید مین یہ بات مشہور بھی ہے کہ یہ واقعہ انھین کے وہان واقع ہوا ہے کہ ایک مچھلی کا ایک طرف کا دھڑ ندارد تھا اور پانی مین روان تھی اور کہتے ہین کہ وہی مچھلی تھی واللہ اعلم انتہی کلامہ۔ اور شیخ ابن عادل رح نے کہا کہ کلام مین کوئی ایسا لفظ نہین ہے جس سے معلوم ہو کہ وہ بحرین کون ہین اور مجمع انکا کس مقام پر مراد ہے پھر اگر کسی حدیث صحیح سے کچھ ثابت ہو تو البتہ اُسپر اعتماد ہوگا ورنہ اُسمین قیاسات کی گفتگو سے سکوت کرنا چاہیے انتہی کلامہ۔ بالجملہ موسیٰ علیہ السلام مع فتی کے نشان قدم پر آتے آتے وہان پہونچے جہان مچھلی گم ہوئی تھی تو وہان پانی مین اُسکا نشان پایا مثل سرب کے اور وہ نشان چلا گیا تھا ایک جزیرہ تک تو اُسی نشان پر وہان پہونچے۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا وہان اُنھون نے ہمارے بندون مین سے ایک بندہ پایا یہی خضر علیہ السلام ہین جیسا کہ احادیث صحیحہ مین دلیل موجود ہے۔ اور اسمین اختلاف ہے کہ انکا نام و نسب کیا ہے بعض نے کہا کہ بنو اسرائیل مین سے تھے اور بعض نے کہا کہ اُن بادشاہون مین سے تھے جنھون نے دنیا ترک کرکے زہد اختیار کیا اور کہا گیا کہ نام اُنکا بلیا بن ملکان ہے اور وہ نوح علیہ السلام کی نسل سے ہین اور کنیت ابو العباس ہے اور ابن عباس رضہ سے روایت کیجاتی ہے کہ آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے ہین اور انکی عمر مین تاخیر دی گئی ہے یہانتک کہ وہی دجال کو جھوٹا بتلاوینگے اس روایت کی صحت مین نظر ہے بلکہ دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح نہین ہے بخاری وغیرہ نے ابوہریرہ رضہ سے مرفوع روایت کی کہ وہ ایک صاف خشک زمین پر بیٹھے تھے وہ اُنکے نیچے سبز ہری بھری ہوگئی۔ بعض نے کہا کہ وہ ایک فرشتہ تھے اور یہ صحیح نہین اور نہ قابل اعتبار ہے۔ اور شیخ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کتاب الرد علی المنطقین مین لکھا کہ بعضے ملحد صوفی یہ گمان کرتے ہین کہ ارسطو وہی خضر تھا جو موسیٰ علیہ السلام سے ملاقی ہوا اور یہ قول انکا نہایت کھلا ہوا بدتر جھوٹ ہے اور خضر بقول صواب اس سے

بہت پہلے انتقال کر چکے ہین اور جو لوگ کہتے ہین کہ خضر زندہ ہین جیسے مسلمانون مین سے بعضے عابدین و زاہدین و عامہ اور بہت سے یہود و نصاریٰ تو اُنھون نے اسمین ایسی غلطی اُٹھائی کہ جسمین کچھ شک نہین ہی اور اُنکے غلطی کھانے کا سبب یہ ہوا کہ اکثر ایسے مقامات مین جہان آدمی کا گذر نہین یا کمتر ہی اُنھون نے ایسے شخص کو دیکھا جو صورت سے زاہد معلوم ہوتا ہی اور اُسنے کہا کہ مین خضر ہون حالانکہ یہ ایک شیطان ہوتا ہی جو بصورت آدمی متمثل ہو گیا اور اُسنے ظاہری راہ بتلانے وغیرہ سے اُسکو مطمئن کیا اور باطن مین عقیدہ فاسد کر دیا اور ہم نے تو اس بات کو بہت سے واقعات سے معلوم کر لیا ہی حتیٰ کہ ہمین ربوہ دمشق مین جہان ہم نے یہ کتاب لکھی ہی ایک شخص نے دونون پہاڑون کے بیچ مین ایک شخص کی صورت دیکھی جس نے دونون پہاڑون کے درمیان کو بھر لیا اور اسکا سر پہاڑ کے چوٹی تک پہونچا تھا اُسنے کہا کہ مین خضر ہون اور مین نقیب الاولیا رہون اور جس شخص نے اُسکو دیکھا تھا اُس سے کہا کہ تو مرد صالح اور تو ولی اللہ ہے اور اپنا ہاتھ بڑھاکر اُس شخص کا کُدال جسکو ایک میل پر بھول آیا تھا اور لینے جاتا تھا اُٹھا کر اُس شخص کو دیدیا۔ اور ایسی حکایات بہت ہین اور ہر وہ شخص جس نے خبر دی کہ مین نے خضر کو دیکھا ہی اور وہ شخص سچا آدمی ہی تو تین حال سے خالی نہین یا تو جو اُسکے ذہن مین ہی وہ اُسکے واسطے متخیل ہو گیا اور اُسنے گمان کیا کہ مین نے خضر کو دیکھا جیسا کہ بہت سے ارباب ریاضات کو واقع ہوتا ہی کہ قوت تصور قوی ہو کر بعضے مظنون اُن کے واسطے خارج مین متخیل ہو جاتے ہین اور یا یہ ہوا کہ کوئی جنّی اُسکے واسطے بصورت انسان متصور ہوا تاکہ اُسکو ظاہری راستہ بتاوے یا دنیا کی کوئی چیز دیدے و باطن مین اُسکو گمراہ کرے اور یہ بہت زیادہ واقع ہوتا ہے اور ہم نے اس قسم سے بہت معلوم کیا جسکا بیان کرنا طویل ہی۔ اور یا یہ ہوا کہ اُسنے در واقع کسی انسان کو دیکھا مگر گمان کیا کہ ایسے مقام پر آدمی کا کیا کام ہی یہ تو خضر ہی پھر اگر اُس جنّی یا انسی نے بھی کہدیا کہ ہان مین خضر ہون تو جیسے اُسکو بالکل یقین ہو گیا حالانکہ اُسنے غلط کہدیا اور سچی بات تو ان اقسام ثلثہ سے خارج نہین ہی۔ اور احادیث تو اس بارہ مین بہت ہین جنسے معلوم ہوا کہ خضر زندہ نہین ہین تو مقصود شیطان کا اس سے قریب ہی اور لوگ اسمین دھوکا کھاتے ہین اسی واسطے کسی صحابی سے منقول نہین کہ اُسنے خضر علیہ السلام کو دیکھا اور نہ کبھی خضر سے ملاقات کی حالانکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بہ نسبت تمام خلائق کے علم و ایمان مین اکمل تھے اور یہی وجہ تھی کہ شیطان کو اُنپر تلبیس کا قابو نہ ملا جیسا کہ اُسنے بہت سے عابدون پر اپنا دام تلبیس پھیلا دیا اور اسی وجہ سے بہت سے کفار یہود و نصاریٰ کے پاس وہ آتا ہی جسکو خضر گمان کر لیتے ہین اور اُن کی بیعہ و کنیسہ مین آتا ہے اور اکثر ایسے باتین کرجاتا ہے اور در حقیقت وہ شیطان ہے کہ اُن کو گمراہ کر جاتا ہی اور خضر علیہ السلام زندہ نہین ہین اور دلیل قطعی اسپر یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو اُنپر واجب تھا کہ حضرت رسول اللہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ایمان لاتے اور آپ کے ساتھ جہاد کرتے جیسا کہ اللہ تعالے نے عہد لیا ہے بقولہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ الآیۃ اور خضر نے تو عوام الناس مین بعض کی کشتی درست کر دی تو صحابہ رضی اللہ عنہم مین کیون نہ آئے اور وہ اگر نبی ہون تو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم اُنسے افضل ہین اور اگر وہ نبی نہ ہون تو ہمارے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وزیرین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اُنسے افضل ہین جیسا کہ اپنے مقام پر مفصل مدلل مذکور ہے انتہی مترجما من الفتح اور اس مین کلام آخر قصہ مین انشاء اللہ تعالے آویگا۔ غرضکہ موسیٰ و فتی نے وہان خضر کو پایا جسکو اللہ تعالے نے اپنے بندون مین سے ایک بندہ بیان فرمایا۔ اور اُسکے دو وصف بتلائے اول۔ اٰتَيۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا ہم نے اُسکو اپنے پاس سے رحمت دی تھی۔ ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ رحمت یہان نبوت و ہدایت ہے۔ اور جمہور مفسرین وغیرہم کے نزدیک وہ ولایت ہے پس ظاہر ہوا کہ خضر کی نبوت کا قول بعض کا ہی اور جمہور کے نزدیک وہ ولی تھے۔ اور دوسرا وصف

عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا اور ہمنے اسکو اپنے پاس سے ایک علم سکھلایا تھا یعنی علم الغیب مین سے کچھ علم اُس کے لیے مخصوص
کردیا تھا پس اسقدر اورون کے نزدیک غیب تھا اور خضر کے واسطے غیب نہین رہا تو یہ نہین کہا جا سکتا کہ خضر علم الغیب جانتا تھا
تاکہ لازم آوے کہ علم الغیب اللہ تعالے کے واسطے مخصوص نہین ہے ہان یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے بنسبت وہ ایسی چیزین جانتا تھا
جو غیب ہین۔ زجاج رح نے کہا کہ اس قصہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص خوب علم جانتا ہو اُسکو یہ نہ چاہیے کہ طلب علم ترک کرے اور نہ چاہیے
کہ اپنے کو سب سے زیادہ عالم جانے۔ امام بخاری وغیرہ نے اسی سے استدلال کیا کہ علم طلب کرنے کے واسطے رحلت و سفر افعال ثبوت
سے ہی۔ سراج وغیرہ مین لایا کہ جب موسی علیہ السلام خضر کے پاس پہونچے تو کہا کہ السلام علیک اُنھون نے کہا کہ تیری اس زمین پر
سلام کہان ہے پھر کہا وعلیک السلام یا نبی بنو اسرائیل تو موسی نے کہا کہ آپ کو کس نے بتلایا کہ مین بنو اسرائیل کا نبی ہون کہا کہ جسنے
آپ کو بتلایا کہ مین اس جگہ ہون۔ اور لکھا کہ خضر علیہ السلام زمانہ فریدون مین تھے اور ذوالقرنین کے مقدمہ لشکر پر تھے اور زمانہ موسی
علیہ السلام تک باقی رہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ضعیف قول ہی یعنی اس کا ثبوت قوی نہین ہے اور لکھا کہ بعض نے کہا کہ موسی علیہ السلام
نے اپنے رب تعالے سے سوال کیا تھا کہ اے رب تیرے بندون مین سے تجھے کون زیادہ محبوب ہے فرمایا کہ جو مجھے یاد کرے اور نہ بھولے
پوچھا کہ تیرے بندون مین کون اچھا قاضی ہے فرمایا کہ جو حق کے ساتھ حکم کرے اور خواہش نفس کو دخل نہ دے۔ پوچھا کہ تیرے بندون
مین کون زیادہ عالم ہے فرمایا کہ جو لوگون کے علم تلاش کرکے اپنے علم مین ملاتا ہے تاکہ شاید ایسا کلمہ پاجاوے جو اُسکو نیک خصلت
کی ہدایت کرے یا بدخصلت سے احتراز بتلاوے پوچھا کہ تیرے بندون مین اگر مجھ سے افضل ہو تو مجھے اُس کی راہ بتلاوے فرمایا کہ
خضر تجھ سے زیادہ عالم ہے پوچھا کہ مین کہان تلاش کرون فرمایا کہ کنارہ سمندر پر صخرہ کے پاس پوچھا کہ کیسے پاؤن فرمایا کہ مکتل مین
ایک مچھلی رکھ لے جہان گم ہو وہین ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ابن جریر نے روایت کی ہو و لیکن صحیح اس بارہ مین وہ ہے جو آگے حدیث
شریف و روایات صحیحہ مین آویگا انشاء اللہ تعالے۔ اور رازی وغیرہ نے قولہ علمناہ من لدنا علما مین لکھا یعنی ایک علم ہمنے اُسکے دل مین
بغیر واسطہ ڈالدیا۔ مترجم کہتا ہے کہ غزالی رح نے احیاء مین لکھا جسکا حاصل یہ ہو کہ ریاضات وغیرہ سے قلب کا دروازہ جانب اعلیٰ کو
مفتوح ہو جاتا ہی جس سے علم لدنی بغیر طریقہ تعلم و تعلیم کے حاصل ہوتا ہی اور رازی وغیرہ نے کہا کہ اہل تصوف ایسے علم کو جو بطریق مکاشفہ
حاصل ہو علم لدنی کہتے ہین پس جب بندہ نے ریاضات مین سعی کی اور ظاہر کو عبادات سے مزین کیا اور نفس کو علائق سے خالی کیا اور
اخلاق رذیلہ سے پاک کیا اور اخلاق جمیلہ سے زیور دیا تو قوائے حسی و خیالی ضعیف ہو جاتے ہین اور قوائے عقلیہ قوی ہوتے اور انوار الٰہیہ
جو عقل مین منور و روشن نظر آتے ہین اور معارف حاصل ہوکر علوم بغیر واسطہ کے کامل ہوتے ہین اور اسی کو علم لدنیہ کہتے ہین۔ مترجم کہتا ہی کہ
اہل تصوف کے نزدیک جسم و قوائے ظاہری و نفس کو ظاہر و باطن جب شریعت پر مضبوط و متمرن کر لیتا ہی اور قلب مین نور ایمان راسخ ہو جاتا
ہی تو اُسمین وہ علم حاصل ہوتا ہے جو کشف ہی اور طبرانی وغیرہ کی حدیث سے ثابت ہی کہ جب آدمی نے عمل کیا اُسپر جو جانا تو اللہ تعالے اُسکو
علم اسکا دیتا ہی جو اُسے نہین جانا پس یہی علم خضر علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ قَالَ لَهٗ مُوْسٰی یعنی کہا موسی نے خضر سے بطور ادب تلطف
کے هَلْ اَتَّبِعُكَ کیا مین آپ کی اتباع کرون عَلٰٓی اَنْ تُعَلِّمَنِ تعلمنی ثبت رکھا یا کو نافع و ابو عمرو نے وصل مین نہ وقف مین۔ و
ابن کثیر نے دونون حالتون مین اور باقیون نے حذف کیا۔ اس شرط پر کہ آپ مجھے سکھلا دیجیے۔ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا کچھ اس مین سے
جو آپ کو سکھلایا گیا ہی رشد یعنی علم کہ جو مجھے راہ صواب کا ارشاد کرے۔ اسمین دلیل ہی کہ سیکھنے والا تابع سکھلانے والے کے ہی اور اس سے یہ نہین

ثابت ہوتا کہ خضر کا مرتبہ موسی سے بڑھا ہوا ہی کیونکہ کبھی فاضل کوئی بات اپنے شاگرد سے لے لیتا ہی جسکو فقط شاگرد ہی جانتا ہو اور یہان علم موسی
علیہ السلام کا علم شریعت و حکم بسبب ظاہر تھا اور علم خضر علیہ السلام کا علم بعض غیب کا و معرفت باطن کا تھا۔ اور بعضے گمراہون نے یہان سے
زعم کیا کہ ولی کا مرتبہ نبی سے بڑھا ہوا ہوتا ہی چنانچہ موسی علیہ السلام نبی کو خضر ولی سے سیکھنے کا حکم ہوا ہی اور یہ زعم بالکل کفر ہی جب حضرت موسی
علیہ السلام نے خضر سے یہ درخواست کی تو۔ قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا خضر نے کہا کہ آپ نہین استطاعت پائینگے
میرے ساتھ صبر کی۔ شاید حضرت خضر نے یہ بھی علم لدنی سے معلوم کیا ہو جب ہی حرف انّ و لن وغیرہ سے تاکید کے ساتھ کہا کہ آپ
میرے ساتھ صبر نہ کرسکوگے۔ یا اس دلیل سے کہ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا اور کیسے آپ صبر کروگے ایسی بات پر کہ آپ نے
اسکا احاطہ نہین کیا آگاہی سے یعنی جس بات کا آپ کو علمی احاطہ نہین ہے اُسکے فقط ظاہری حال کو دیکھکر آپ کیونکر صبر کرینگے حالانکہ
ظاہر مین وہ منکر و مذموم معلوم ہوتے ہین اور مرد صالح ایسے کامون کو دیکھکر اُنپر صبر نہین کرتا ہی۔ قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا
وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا موسی نے کہا کہ عنقریب آپ پاوینگے۔ انشاء اللہ تعالے صابر اور مین نہین نافرمانی کرونگا آپکی کسی امر مین یہی
طریقت ہی کہ شیخ صالح جو اپنی نفس کے واسطے امور شریعت و طریق سنت پر مستقیم ہی اُسکے اتباع مین اُسکے کسی امر مین نافرمانی نہ کرے۔ مترجم
کہتا ہی کہ یہان مجھپر ایک سوال وارد ہوا کہ موسیٰ نے انشاء اللہ کہا تھا مگر پھر بھی کام پورا نہ ہوا اور جواب یہ ظاہر ہوا کہ اگر اُسی قدر رہتا تو
انشاء اللہ تعالے پورا ہوجاتا ولیکن بعد اسکے خضر علیہ السلام نے اُنپر ایک شرط لگائی کہ سوال نہ کرین اور موسی علیہ السلام نے اُسکی نسبت
کچھ جواب نہین دیا سوا ے منظوری ظاہری کے اور آخر اسی شرط مین خلل ہوا کہ قبل از وقت اُنھون نے سوالات کیے اور وہی باعث
افتراق ہوا فافہم اور مین نے کسی تفسیر مین اس سے تعرض نہین دیکھا کبیر و سراج وغیرہ مین ہی کہ اس آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ
موسی علیہ السلام نے آداب کیے اور تلطف کیے بہت انواع کی رعایت رکھی اول تو ہل اتبعک مین اجازت چاہی کہ مین اپنی نفس کو آپ
کے تابع کرون دوم اپنے نفس کو اُن کے تابع کرنے کی تصریح کردی اقول ضرور ہی کہ نفس تابع حکم شیخ ہو و فی الحدیث کوئی مومن نہ ہوگا
جب تک اُس کا نفس یعنی خواہش اُس کے تابع نہو جو مین لایا ہون۔ سوم قولہ علی ان تعلمنی سے اقرار کیا کہ مجھے نہین معلوم اور آپ عالم
ہین۔ چہارم مما علمت سے بعض وہ علم مانگا جو خضر کو معلوم تھا گویا کہا کہ مین یہ نہین چاہتا کہ آپ مجھے اپنے برابر کردین بلکہ جو آپ کو علم ہی
اس مین سے ایک جزو مجھے بھی عطا کرین۔ پنجم اسمین یہ صریح اقرار ہی کہ آپ کو اللہ تعالے کی طرف سے یہ علم حاصل ہی مجھے اس مین کچھ وہم
و شک نہین ہے۔ ششم رشدا سے درخواست ارشاد و ہدایت ظاہر ہی۔ ہفتم ستجدنی ان شاء اللہ صابرا مین اُنکی مرضی پر نظر ہی۔ ہشتم ولا اعصی لک
امرا۔ آپ کے حکم کی نافرمانی نہین کرونگا پس معلوم ہوا کہ متعلم پر واجب ہی کہ پورے طور سے تواضع و عاجزی کا اظہار کرے اور معلم کی شان مین
نظر عظمت کا لحاظ رکھے اور معلم پر ہمیشہ نرمی واجب نہین بلکہ اگر وہ سختی کو مناسب سمجھے تو احیانًا یا کسی وقت تک سختی کرے واللہ تعالے اعلم۔
روایت ہی کہ جب موسی علیہ السلام نے تعلیم کی درخواست کی تو خضر نے کہا کہ علم کے واسطے توریت کافی اور شغل کے واسطے بنو اسرائیل کافی ہین
تو موسی علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالے کے حکم سے حاضر ہوا ہون۔ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَن شَيْءٍ خضر نے کہا کہ پھر اگر آپ
میری اتباع کرتے ہین تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی چیز حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا یہانتک کہ مین خود آپ سے اُسکا ذکر بیان کرون
حضرت خضر نے اپنی اتباع کے واسطے خود نہین کہا بلکہ اختیار دیا کہ اگر تم یہ اختیار کرو تو ایسا نہ کرنا یعنی یہ شرط کی کہ جبتک مین خود نہ بیان کرون
تم اس مین سوال نہ کرنا پھر اللہ تعالے نے انکے درمیان کے وقائع فرمائے

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ

پھر دونون چلے یہانتک کہ جب چڑھے ناؤ مین اُسکو پھاڑ ڈالا موسی بولا تونے اُسکو پھاڑ ڈالا کہ ڈباوے اسکے لوگون کو تونے کی ایک

شَیْئًا اِمْرًا ۝ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ۝ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَلَا

چیز انوکھی بولا مین نے نہ کہا تھا تو نہ سکے گا میرے ساتھ ٹھہرنا کہا مجھکو نہ پکڑ میری بھول پر اور نہ

تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ۝ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةً ۢ بِغَیْرِ

ڈال مجھ پر میرا کام مشکل پھر دونون چلے یہانتک کہ ملے ایک لڑکے سے اُسکو مار ڈالا موسی بولا تونے مار ڈالی ایک جان سُتھری بن بدلے

نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّكْرًا ۝

کسی جان کے تونے کی ایک چیز نامعقول

مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ حدیث مین بھی آیا ہے اور امام ابن کثیر رح وغیرہ نے حدیث کو اس مقام پر وارد کرکے پھر آیات کی تفسیر بھی لکھی ہے اور مترجم چاہتا ہے کہ حدیث شریف کے سیاق مین آیات کی تفسیر اپنے موقع پر آجاوے اور بعضے مضامین جو تفاسیر مین مزید ہین آیت کے ذیل مین مذکور ہو کر پھر بقیہ حدیث بیان کر دیجاوے تاکہ مضامین کو حاوی اور اختصار کے ساتھ ہو اور بعض آیات پیچھے سے تفسیر کیجاوین پس امام بخاری رح نے سعید بن جبیر رح سے روایت کی کہ مین نے ابن عباس رض سے کہا کہ نوف بکالی رح (واعظ اہل کوفہ جسکی ماں کعب احبار کے نکاح مین آئی تھین) زعم کرتا ہے کہ موسی جو خضر کی ملاقات کو گیا تھا وہ موسی نہین جو صاحب توریت و بنو اسرائیل کا رسول تھا۔ ابن عباس رض نے فرمایا کہ وہ عدو اللہ جھوٹا ہے (یہ غصہ مین کہدیا کہ خلاف حدیث کے اہل کتاب کی تحریفات پر اعتماد کرتا ہے ورنہ نوف بکالی مرد مسلمان سچے مسلمانون مین سے تھے اور یہ اُنسے غلطی ہوگئی تھی) مجھسے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے (یہ علماے اہل کتاب مین سے ہین) حدیث بیان فرمائی کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے کہ موسی علیہ السلام بنو اسرائیل مین خطبہ پڑھنے کھڑے ہوے مترجم کہتا ہے کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ بعد ہلاک فرعون کے جب بنو اسرائیل مصر مین مستقر ہوے تو اللہ تعالے نے موسی ع کو حکم دیا کہ بنو اسرائیل ع کو وقائع قدرت الٰہی یاد دلاوے کما قال تعالے وذکرہم بایام اللہ۔ اور بخاری رح کی دوسری روایت مین ہے کہ موسی رسول اللہ نے ایک روز لوگون کو وعظ فرمایا یہانتک کہ جب لوگون کی آنکھون سے آنسو جاری ہوے اور لوگون کے دل نرم ہوگئے تو آپ واپس چلے پس موسی سے سوال کیا گیا کہ آدمیون مین سے سب سے زیادہ علم والا کون ہے تو فرمایا کہ مین ہون۔ اقول دوسری روایت بخاری مین یون ہے کہ جب واپس ہوے تو ایک شخص نے ان تک پہونچکر پوچھا کہ اے اللہ تعالے کے رسول بھلا تم سے زیادہ علم والا بھی کوئی اس زمین پر ہے فرمایا کہ نہین پس اللہ تعالے نے اُنپر عتاب کیا جب کہ اُنھون نے اللہ تعالے کی طرف علم کو نہ پھیرا یعنی یہ نہ کہا اللہ تعالے اعلم ہے پس اللہ تعالے نے اُنپر وحی بھیجی کہ ہان میرا ایک بندہ ہے مجمع البحرین مین وہ تجھ سے زیادہ علم والا ہے۔ موسی نے عرض کیا کہ یارب کس طرح مین اُس سے مل سکتا ہون حکم فرمایا کہ اپنے ساتھ ایک مچھلی لے اور اُسکو مکتل مین رکھ پھر جہان تو اس مچھلی کو گم کرے وہ وہین ہے پس ایک مچھلی لیکر اُسکو مکتل مین رکھا اور چلے اور اُنکے ساتھ اُنکا فتی یوشع بن نون علیہ السلام چلا۔ اقول دوسری روایت مین ہے کہ ایک مردہ مچھلی لی۔ اور تیسری روایت مین ہے کہ وہ مالح یعنی نمکدار رکھی ہوئی تھی۔ جہان اُسمین روح پھونکی جاوے وہان ہے پھر مچھلی لیکر اُسکو مکتل مین لیا اور اپنے فتی سے کہا کہ مین تجھے تکلیف نہین دیتا مگر مجھے آگاہ کر دیجیو جہان تجھ سے مچھلی جدا ہو یوشع نے کہا کہ یہ تو کوئی بڑی تکلیف آپ نے نہین دی ہے پھر چلے یہانتک کہ جب دونون صخرہ کے پاس آئے

تو دونون نے سر رکھا اور سو گئے اور مکتل مین مچھلی تڑپی اور اُس سے نکل گئی اور جا کر سمندر مین گری فاتخذ سبیله فی البحر سربا سمندر مین اُسنے اپنا راستہ سرب بنایا اور اللہ تعالے نے مچھلی سے پانی کا روان ہونا روک دیا کہ وہ اُسپر مثل طاق کے ہو گیا پھر جب موسی جاگا تو ساتھی بھولگیا کہ اُسکو مچھلی کی خبر دے اقول دوسری روایت مین ہی کہ پھر ایک وقت مین کہ وہ ایک درخت کے سایہ مین ایک مقام آبشار مین تھے کہ ناگاہ مچھلی تڑپی اور موسی اُسوقت سو رہا تھا تو فتی نے کہا کہ مین اُسکو نہ جگاؤن یہانتک کہ جب موسی جاگا تو ساتھی مچھلی کی خبر دینا بھول گیا اور مچھلی تڑپی یہانتک کہ سمندر مین جا پڑی اور اللہ تعالے نے اُس سے پانی کا روان ہونا روک دیا گویا اُسکا نشان پتھر مین ہی اور عمرو بن دینار راوی نے پان کی طرح اُسکی شکل بتلائی پھر دونون باقی دن اور رات بھر چلے حتی کہ جب دوسری صبح ہو گئی اور دن ہوا تو موسی علیه السلام نے اپنے فتی سے کہا کہ لاؤ ہمارا اسوقت کا کھانا کہ ہم کو اس سفر مین تعب پہونچا کما قال تعالے آتنا غداءنا لقد لقینا من سفرنا هذا نصبا۔ اور موسی نے تعب نہین پایا یہانتک کہ اُس مقام سے جہان اللہ تعالے نے اُسکو حکم دیا تھا آگے بڑھ گیا تو فتی نے کہا کہ ارایت اذ اوینا الی الصخرة فانی نسیت الحوت وما انسانیه الا الشیطان ان اذکره واتخذ سبیله فی البحر سربا۔ آنحضرت صلے اللہ علیه وسلم نے فرمایا کہ مچھلی کے واسطے سرب تھا اور موسی و فتی کے لیے عجب تھا۔ اقول ظاہرا موسی کو اُسوقت فتی کے قول کی تصدیق سے عجب ہوا اور واپس ہو کر دیکھ کر عجب معائنہ ہو گیا۔ تو موسی نے فرمایا ذلک ما کنا نبغ فارتدا علی آثارهما قصصا۔ آنحضرت صلے اللہ علیه وسلم نے فرمایا کہ پھر دونون واپس ہوے اپنے نشان قدم پر ڈھونڈتے چلے آتے تھے۔ اقول یعنی کوئی راہ معمول نہ تھی بلکہ ایسا مقام تھا جہانتک آدمیون کا گذر نہ تھا فافہم۔ یہانتک کہ اُس صخرہ تک پہونچے تو ناگاہ پایا ایک مرد کہ مسجی بثوب ہی یعنی کپڑے مین لپٹا ہوا ہی۔ اقول ایک روایت مین چادر مین لپٹا ہوا پایا۔ اور ایک روایت مین ہی کہ پس خضر کو پایا جو کنارہ سمندر پر ایک سبز نہالچہ پر تھا اور سعید بن جبیر نے کہا کہ ایک کپڑے مین جسکا ایک کنارہ اپنے پاؤن کے نیچے اور دوسرا کنارہ سر کے نیچے کیا تھا مترجم کہتا ہی شاید لپٹے ہوے تھے اور سبز نہالچہ سے شاید کنایہ ہو کہ ہری گھاس پر تھے واللہ تعالے اعلم پس موسی نے اُسکو سلام کیا تو خضر نے کہا کہ کہان ہی تیری زمین مین سلام۔ اقول دوسری روایت مین ہی کہ موسی نے اُس کو سلام کیا تو اُسنے اپنا چہرہ کھولا اور کہا کہ کہان میری زمین مین سلام ہی تو کون شخص ہی موسی نے کہا کہ مین موسی ہون تو خضر نے کہا کہ بنی اسرائیل کا موسی ہی کہا کہ ہان اور کہا کہ مین آپ کے پاس آیا ہون کہ مجھکو اُس مین سے رشد سکھلا دو جو تم کو سکھلایا گیا ہی۔ اقول دوسری روایت مین ہی کہ۔ کہا کیا حال ہی کہا کہ جبتک تعلمنی مما علمت رشدا قال انک لن تستطیع معی صبرا۔ اے موسی مین ایک علم پر ہون اللہ تعالے کے علم سے جو اُسنے مجھے سکھلایا ہی تو اُسکو نہین جانتا ہی اور تو ایک علم پر ہی اللہ تعالے کے علم سے جو اللہ تعالے نے تجھے سکھلایا ہی مین اُسکو نہین جانتا ہون اقول دوسری روایت مین ہی کہ خضر نے کہا کہ کیا تجھے یہ کافی نہین ہی کہ توریت تیرے ہاتھ مین ہی اور تجھے وحی آتی ہی اے موسی مجھے ایک علم ہے کہ مجھے سزاوار نہین ہی کہ تو اُسکو جانے اور تجھے ایک علم ہی کہ مجھے سزاوار نہین کہ مین اُسکو جانون موسی علیه السلام نے کہا کہ ستجدنی ان شاء اللہ صابرا ولا اعصی لک امرا۔ تو خضر نے موسی سے کہا کہ فان اتبعتنی فلا تسالنی عن شئی حتی احدث لک منه ذکرا مترجم کہتا ہی کہ یہ عذر تو پہلے بیان کر دیا تھا کہ دونون قسم کے علوم مختلف ہین ایک دوسرے کو حاصل نہین ہین یا جمع نہ ہونا چاہیے تو اب خضر کے علم پر جو بعضے آثار مترتب ہوتے ہین وہ دیکھ لیتا رہیگا تو اسکی نسبت یہ شرط لگائی کہ وجہ نہ پوچھنا یہانتک کہ مین خود ہی بیان کرونگا اور بعد ملاقات موسی و خضر علیهما السلام کے یوشع بن نون فتی موسی کا ذکر نہین ہی شاید اسوجہ سے کہ بقول بعض کے یوشع کو واپس کر دیا تھا اور شاید اسوجہ سے کہ اصل مقصود دونین موسی علیه السلام ہین تو انھین کا ذکر رہا اور یہی صحیح ہی فافہم واللہ اعلم پھر دونون روانہ ہو کر سمندر کے کنارے کنارے چلے پس

ایک کشتی گذری ان لوگون سے باتین کین کہ ہم کو سوار کر لو انھون نے خضر کو پہچانا۔ اقول دوسری روایت مین ہو کہ انھین اس کنارے سے اُس کنارے پار اتارنے کی ڈونگی تھی ایک کشتی گذری تو اُنسے باتین کین انھون نے خضر کو پہچانا اور کہنے لگے کہ عبداللہ الصالح یعنی اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ ہو۔ سعید بن جبیر نے کہا یعنی خضر پس انھون نے آپس مین کہا کہ بغیر کرایہ کے ہم اسکو سوار کر لینگے۔ فحملوہم بغیر نول یعنی یہ کہکر انھون نے خضر کو بغیر اُجرت کے سوار کر لیا پھر جب دونون کشتی مین بیٹھے تو موسیٰ آگاہ نہ ہوے مگر اُسوقت کہ خضر نے ایک تختہ اُس کشتی کے تختون مین سے بسولے سے اُکھاڑ لیا تھا دوسری روایت مین ہو کہ اُسمین شگاف کیا اور اُسمین میخ گاڑ دی اور تیسری روایت مین ہو کہ اُس شگاف سے پانی نہین آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ایسی قوم ہو جس نے ہمکو بغیر اجرت سوار کر لیا اور تم نے قصد کر کے عمداً اُنکی کشتی مین شگاف کر دیا۔ اخرقتہا لتغرق اہلہا لقد جئت شیئاً امرا۔ قال الم اقل انک لن تستطیع معی صبرا۔ قال لا تواخذنی بما نسیت ولا ترہقنی من امری عسرا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی بار سوال تو موسیٰ علیہ السلام سے نسیان تھا۔ اور فرمایا کہ ایک عصفور یعنی چڑیا آکر کنارہ سفینہ پر گری اور اُسنے سمندر مین ایک چونچ ماری پس خضر نے موسیٰ سے کہا کہ نہین میرا اور تیرا علم بمقابلہ علم الٰہی کے مگر جیسے اس عصفور نے اس سمندر سے کم کیا پھر دونون اُس کشتی سے باہر ہوے پس اس بیچ مین کہ دونون سمندر کے کنارے چلے جاتے تھے کہ خضر نے ایک طفل کو دیکھا جو لڑکون کے ساتھ کھیل رہا تھا پس خضر نے اُسکا سر پکڑا اور اپنے ہاتھ سے اُکھاڑ لیا کہ اُسکو قتل کر دیا۔ اقول دوسری روایت مین ہو کہ اول سوال موسیٰ نے بھولے سے کیا اور دوم شرطاً اور تیسرا عمداً تھا۔ یعلی نے کہا کہ سعید رح نے روایت کی کہ خضر نے لڑکون کو کھیلتا پایا اُن مین سے ایک طفل کافر خوبصورت کو پکڑ کر لٹا کر چھُری سے ذبح کیا۔ مترجم کہتا ہو کہ ظاہراً وہان چھُری کی حاجت نہ تھی جیسے کشتی توڑنے مین بسولے کی حاجت نہ تھی ولیکن ممکن ہو کہ ظاہر اسباب کا استعمال کیا ہو جو اپنے ساتھ لائے ہون یا اُسی وقت حاصل ہو گئے ہون پھر اول روایت و دوسری روایت مین اختلاف نہین بلکہ اتفاق اسطرح ہو کہ اول اُسکو چھُری سے کاٹا پھر ہاتھ سے اُسکا سر اُسکے دھڑ سے الگ کر لیا فافہم پس موسیٰ علیہ السلام نے خضر سے کہا کہ اقتلت نفساً زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئاً نکرا۔ قال الم اقل لک انک لن تستطیع معی صبرا۔ دوسری روایت مین ہو کہ ایسی نفس زکیہ کو جو حنث کو نہین پہونچا تھا یعنی بالغ نہین ہوا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مرتبہ سوال موسیٰ علیہ السلام کا بہ نسبت اول کے سخت تر ہو گیا۔ قال ان سالتک عن شیٔ بعدہا فلا تصاحبنی قد بلغت من لدنی عذرا فانطلقا حتی اذا اتیا اہل قریۃ استطعما اہلہا فابوا ان یضیفوہما فوجدا فیہا جداراً یرید ان ینقض۔ یعنی جھکی ہوئی دیکھی پس خضر نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ فاقامہ یعنی ہاتھ کے اشارہ سے اُسکو سیدھا کر دیا۔ اقول دوسری روایت مین ہو کہ یون اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور ہاتھ اونچا کیا پس وہ سیدھی ہو گئی اور یعلی رح نے کہا کہ مجھے خیال پڑتا ہو کہ سعید رح نے حدیث کی تھی کہ اپنے ہاتھ سے مسح کیا پس سیدھی ہو گئی مترجم کہتا ہو کہ اسمین صریح ہو کہ کسی آلہ و اسباب کا استعمال نہین کیا اور بعض راویون نے روایت کی جو صحیح کی نہین ہین کہ گرا کر اُسکو گارے وغیرہ سے اُٹھایا اور یہ سہو ہو ٹھیک وہی ہو جو صحیح مین مروی ہو فافہم پس موسیٰ نے کہا کہ ہم لوگ ایک قوم پر آئے جنھون نے نہ ہمکو کھانا دیا اور نہ ہماری ضیافت کی۔ لو شئت لاتخذت علیہ اجرا۔ تم چاہتے تو اس کی اجرت لے لیتے دوسری روایت مین ہو کہ سعید نے کہا کہ اجرت وہ لیتے کہ جسکو ہم کھاتے۔ قال ہذا فراق بینی وبینک سانبئک بتاویل ما لم تستطع علیہ صبرا۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمکو آرزو رہی کہ کاش موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تاکہ ہم پر اُنکے اور واقعات بیان کیے جاتے۔ سعید بن جبیر رح نے کہا کہ ابن عباس اسطرح پڑھتے وکان اما مہم ملک یاخذ کل سفینۃ صالحۃ غصبا۔ اور پڑھتے کہ واما الغلام فکان کافرا وکان ابواہ مومنین۔ اقول دوسری روایت مین ان بزرگ ثقات

نے سوائے سعید کے روایت کی غیرون سے گمان کیا کہ ابن عباس کہتے تھے کہ غاصب بادشاہ کا نام ہدد بن بُدد تھا اور طفل مقتول کا نام حیسور تھا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہان تک حدیث صحیح مذکور ہوئی اور اب مین تفسیر آیات کو ذکر کرتا ہون۔ قال تعالیٰ۔ فَانْطَلَقَا پس چلے دونون یعنی موسیٰ وخضرؑ۔ قشیری نے کہا کہ اظہر یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بعد ملاقات خضر کے یوشع کو واپس کر دیا تھا اور ابو العباس نے کہا کہ نہین بلکہ متبوع کا ذکر کیا اور تابع کو چھوڑ دیا ورنہ یوشع ساتھ تھے اور مترجم کہتا ہے کہ یہی اصح ہے جیسا کہ مین نے صحیح حدیث سے اُسکا صریح اشارہ ذکر کر دیا ہے پس معنی یہ ہین کہ موسیٰ وخضر دونون روانہ ہوئے اور ساتھ مین یوشع علیہ السلام بھی تابع تھے دونون سمندر کے کنارے کنارے چلے جاتے تھے یہانتک کہ ایسے مقام پر پہونچے کہ وہان اس کنارے سے اُس کنارے پار ہو سکتے تھے وہان چھوٹی کشتیان پڑی ہوئی تھین اور لوگون کو عبور کراتی تھین جیسا کہ بعض روایات حدیث مین ہے پھر ایک کشتی گذری اُس سے خضر نے سوار کرانے کی درخواست کی کشتی والون نے خضر کو پہچان کر بغیر اجرت کے سب کو سوار کر لیا۔ حَتّٰٓی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ یہانتک کہ جب سوار روانہ ہوئے کشتی مین۔ بعض روایات حدیث مین ہے کہ کشتی دھار مین پہونچی تو۔ خَرَقَهَا خضر نے اُسکو پھاڑ دیا یعنی شگاف کر دیا اسطرح کہ اُسمین سے ایک تختہ اکھاڑ دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک امر فظیع دیکھا کہ اُنکے احسان کے عوض یہ برائی ہے اور بڑھکر یہ کہ کشتی والے سب پانی بھرنے سے اس بیچ دھارے مین ڈوب جاوینگے تو قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا کہا کہ تو نے اسکو پھاڑ دیا کہ جسکا نتیجہ ہو کہ تو کشتی والون کو غرق کرے یعنی سب جانین ضائع ہون اور احسان کا بدلا بدی ہو۔ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا بیشک تو نے کیا ایک امر عجیب۔ یہ قتیبی کا قول ہے اور قتادہ رح سے مروی ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا کہ امرٌ بڑی سخت آفت اور اسی کے قریب اخفش نے ذکر کیا۔ حاصل یہ کہ تو نے بڑی سخت آفت برپا کی۔ یعنی احسان کا بدلا بدی اور مال برباد اور سب سے بڑھکر جانین برباد۔ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا خضر نے کہا کہ مین نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ تو میرے ساتھ صبر نہ کریگا۔ روایت ہے کہ کشتی مین پانی نہین چڑھا۔ جب خضر علیہ السلام نے شرط یاد دلائی تو موسےٰ علیہ السلام نے عذر کیا۔ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ کہا کہ مجھ سے مواخذہ نہ فرما ایسی بات کا کہ مین بھول گیا۔ یہ اُس صورت مین کہ ما موصولہ ہے اور اسمین دلالت ہوگی کہ جو کام آدمی بھولے سے کرے اُسپر مواخذہ نہین ہے جیسے روزہ مین بھول کر کھانے سے روزہ نہین ٹوٹتا اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک عذاب آخرت کا مواخذہ نہین ہوتا ولیکن دنیا مین بعض امور مین پورا کرایا جائیگا مثلاً نماز مین بھولے سے باتین کین تو نماز ٹوٹ گئی اُسکو پھر پورا پڑھے۔ بھولے سے قسم جھوٹی کر لی تو کفارہ دیوے اور جہانتک قسم کی حد ہے پورا کرے ولیکن گناہ نہ ہوگا۔ آیت مین ما مصدریہ بھی دوسری تفسیر ہے تو اس صورت مین ائمہ حنفیہ کے واسطے تصریح ہے اور معنی یہ ہین کہ مجھ سے مواخذہ نہ فرما میری بھول پر یعنی جو مین نے وعدہ کر دیا تھا کہ آپ کے اتباع مین اپنے کو سپرد کر کے کچھ انکار فعل پر نہ کرونگا اس مین فراموشی ہوگئی تو فراموشی معاف کرو سراج مین ہے کہ ابن عباس رضہ نے کہا کہ موسیٰ بھولے نہ تھے ولیکن یہ کلام تعریض کے طور پر ہے یعنی صرف اسقدر کہا کہ میری فراموشی پر مواخذہ مت کیجیو اور یہ نہین کہا کہ میرے اس معاملہ مین فراموشی پر مواخذہ نہ کرو تاکہ یہان بات بنی رہے ولیکن صحیح کی حدیث سے مذکور ہوا کہ اول سوال موسیٰ سے نسیان تھا اور دوم شرط تھا اور سوم عمداً تھا۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ حدیث سے مراد یہ ہو کہ موسیٰ علیہ السلام اس عجیب معاملہ کا کشف جلدی چاہتے تھے ولیکن جب اُنھون نے انکار کیا تو اُسکو نسیان پر محمول کیا یعنی یون ٹال دیا کہ مجھ سے فراموشی پر مواخذہ مت کرو۔ وَلَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا اور میرے معاملہ مین مجھپر ضیق کی سختی مت ڈال۔ سراج مین لکھا کہ روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات دیکھی تو اس شگاف مین اپنا کپڑا بھر دیا۔ اور روایت ہے کہ اس شگاف سے پانی ہی نہین چڑھا تفسیر کبیر وغیرہ مین ہے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ

ہوسی علیہ السلام کا یہ قول کہ این تونے شگاف کردیا کہ لوگون کو غرق کرے اگر یہ قول صادق ہو تو لازم آویگا کہ خضر سے بڑا گناہ سرزد ہوا اور
اگر وہ نبی ہون تو لازم آوے کہ نبی سے معصیت سرزد ہوئی اور اگر یہ قول کاذب ہو تو موسی علیہ السلام سے کذب سرزد ہونا لازم آوے جواب دیا کہ
ہر ایک دونون مین سے صادق ہو مگر اس علم کے موافق جو اُسکے نزدیک ہو اور مترجم کہتا ہو کہ موسی علیہ السلام نے کوئی خبر نہین دی جس مین
صدق وکذب جاری ہو بلکہ استفہام کیا ہو اور استفہام مین صدق وکذب جاری نہین ہوتا ہو۔ پھر سوال ذکر کیا کہ موسی علیہ السلام نے
عہد کیا تھا کہ خضر پر اعتراض نہ کرین تو خلاف عہد کیونکر کیا جواب دیا کہ ہر ایک نے اپنے قصد کے موافق وفاے عہد کیا کیونکہ موسی ؑ کے
خیال مین یہ نہین گذرا کہ مین عہد کرتا ہون کہ ایسی چیز پر انکار نہ کرونگا جو میری شریعت مین منکر معلوم ہو اور خضر نے یہ قصد کیا تھا کہ نفس الامر
مین جو فعل منکر ہو وہ مجھ سے صادر نہ ہوگا۔ مترجم کہتا ہو کہ حق یہ ہو کہ اول تو موسی ؑ سے نسیان تھا اور دوم شرط کہ اگر پھر کرون تو ساتھ نہ
رکھنا پھر تیسری مرتبہ جلدی کی اور چاہا کہ یہ اسرار معلوم ہو تو شرط کے موافق عذر کر لیا پھر یہان ایک سوال ہو کہ خضر سے تعرض کیون نہین
ہوتا تھا اور عنقریب سوال مع جواب آتا ہو۔ فَانْطَلَقَا پھر دونون روانہ ہوے یعنی کشتی سے اُتر کر ساحل پر روانہ ہوے حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا
غُلٰمًا یہانتک کہ جب دونون ایک غلام سے ملے یعنی ایک طفل کو پایا جو لڑکون کے درمیان کھیل رہا تھا اور بلوغ کو نہین پہونچا تھا
اور وہ خوبصورت تھا اُسکو پچھاڑ کر چھری سے ذبح کیا پھر اُسکا دھڑ ہاتھ سے الگ کر دیا۔ فَقَتَلَهٗ پس اُسکو قتل کر دیا حتی کہ جب یہ فعل کیا تو
قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ موسیٰ نے کہا کہ تونے ایک نفس زکیہ کو قتل کیا بغیر قصاص کے یعنی بغیر عوض کسی جان کے جسکو
اُسنے مارا ہوتا تو یہ نفس زکیہ یعنی نفس معصوم محترم رہا جسکا قتل کرنا روا نہین ہو طفل کا نام جیسور مذکور ہو حسن بصری وغیرہ سے مروی ہو کہ یہ طفل
نہین بلکہ جوان تھا اور رہزنی وغیرہ کیا کرتا اور مال چھین لاتا اور والدین کے پاس آجاتا تھا اور ضحاک سے مروی ہو کہ طفل تھا ولیکن فساد
پھیلاتا پھرتا جس سے اُسکے صالح والدین اذیت پاتے تھے۔ اور اُبی بن کعب سے مروی ہو کہ وہ کافر پیدا ہوا تھا اگر رہتا تو والدین کو طغیان
وکفر مین مبتلا کرتا۔ اور ابن جریر رح نے اُبی بن کعب سے مرفوع روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس طفل کو خضر نے
قتل کیا وہ جس روز مخلوق ہوا تو کافر مخلوق ہوا تھا۔ امام رازی نے کبیر مین کہا کہ قرآن مین بیان نہین کہ اس طفل کو تنہا پایا تھا یا لڑکون مین
کھیلتا تھا وہ مسلمان تھا یا کافر تھا اور بالغ تھا یا صغیر تھا ولیکن غلام کا لفظ لایق ہو کہ صغیر کے واسطے ہو اگرچہ بالغ پر بھی بولا جاتا ہو اور
قولہ بغیر نفس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ طفل نہ تھا کیونکہ طفل تو قصاص مین بھی قتل نہین کیا جاتا ہو تو بالغ ہوگا۔ بقاعی نے کہا کہ شاید اُن کی
شریعت مین طفل سے بھی قصاص ہو۔ رازی رح نے یہ بھی کہا کہ قرآن سے یہ بھی ظاہر نہین ہوتا کہ اُسکو چھری سے ذبح کیا یا اُسکا سر دھڑ سے
اُکھاڑا یا سر اُسکا دیوار سے مارا۔ مترجم کہتا ہو کہ تجھے حدیث مرفوع سے معلوم ہوا کہ ایک روایت مین چھری سے ذبح ہو اور دوسری روایت
مین ہاتھ سے اُکھاڑنا اور مین نے دونون مین توفیق بیان کر دی ہو اور بعض سلف سے یہ بھی مروی ہو کہ دیوار سے مار دیا اور شاید کہ بعد کو
اُسکا اُکھاڑا ہوا سر دیوار سے مار دیا ہو یا اول دیوار سے مار کر ذبح کر کے جدا کر دیا ہو اور اسی پر موسی علیہ السلام نے فوراً انکار کیا کہ تونے نفس محترم
کو بغیر قصاص کے مار ڈالا۔ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ای فعلت فعلا منکرا۔ تونے بلاشک یہ فعل منکر کیا بعض نے کہا کہ اول مین جب
کشتی پھاڑی تو کہا کہ شَيْـًٔا اِمْرًا۔ اور یہان شَيْـًٔا نُّكْرًا کہا اور نکر بہ نسبت اول کے زیادہ قبیح ہو کیونکہ کشتی کا تدارک ممکن ہو کہ تختہ پھر جڑ دیا جاوے
بخلاف اس قتل کے کہ اُسکا تدارک ممکن نہین ہو۔ اور بعض نے کہا کہ اول ہی زیادہ آفت و فساد ہو تو نکر سے امر زیادہ ہو کیونکہ اس قتل مین
ایک جان ضائع ہوئی اور کشتی کے غرق مین بہت سی جانین تلف ہوتین بعض نے کہا کہ موسی علیہ السلام نے اسکو مستبعد جانا کہ نفس کو

بغیر نفس قتل کیا جاوے اور یہ تاویل نہ کی کہ سوائے اس وجہ کے اور وجوہ سے بھی قتل نفس حلال ہے یہان سوال وارد ہوتا ہے کہ خضر علیہ السلام نے کیونکر کشتی کو پھاڑ دیا اور کیونکر اس طفل کو قتل کیا حالانکہ لوگ موجود تھے وہ منکر ہوتے بعض نے جواب دیا کہ شاید بغیر اطلاع لوگون کے یہ فعل کیا ہو اور شاید کہ لوگون نے اُنکو پہچان لیا اور جانا کہ جو کرتے ہین وہ موافق حکم الٰہی تعالےٰ کے کرتے ہین تو حکم الٰہی پر راضی ہو گئے ہون اور مترجم کہتا ہے کہ حدیث مین ظاہر ہے کہ لڑکون مین وہ لڑکا کھیلتا تھا اُسکو پکڑ کر اسطرح قتل کیا اور عدم اطلاع ایسی حالت مین غیر ممکن ہے اور رہا یہ کہ لوگون نے انقیاد حکم کیا ہو تو زیادہ بعید ہے جبکہ گانوٴن والون نے اُنکو مہمان نہ کیا اور کھانا نہین دیا۔ اور ظاہر وہ ہے جو ابن المنذر و ابن ابی حاتم نے ابو العالیہ رحمہ اللہ سے روایت کی کہ خضر اللہ تعالےٰ کا ایسا بندہ تھا کہ اُسکو آنکھ نہین دیکھتی تھین سوائے اسکے کہ اللہ تعالےٰ نے جسکے واسطے چاہا کہ اُسکو دیکھ لے تو اُسنے دیکھ لیا اور جب چاہا دکھلا دیا پس قوم مین سوائے موسیٰ علیہ السلام کے اورون نے اُسکو نہین دیکھا اور اگر قوم والے اُسکو دیکھ پاتے تو کشتی غرق کرنے مین مانع ہوتے اور طفل کو قتل کرنے مین مانع ہوتے بعض لوگون نے اسپر اعتراض کیا کہ کشتی والون نے خضر کو پہچانا اور بغیر اُجرت سوار کر لیا تھا جیسا کہ حدیث مین مروی ہے تو معلوم ہوا کہ آنکھین دیکھتی تھین اور جواب یہ ہے کہ موسیٰ و یوشع کو ضرور آنکھین دیکھتی تھین اور اُنکو سوار کرتا تھا تو خضر ظاہر ہو سے اُنکے ساتھ سوار کر لیے جاوین۔ بالجملہ جو اثر کہ حضرت ابو العالیہ رح سے مروی ہے قابل توجہ و فکر اہل عقل ہے اور وہ بہت سے مقامات مین اس قصہ مین مداخلت رکھتا ہے واللہ تعالےٰ اعلم۔ عطار رح سے روایت ہے کہ نجدہ حروری نے یعنی خوارج کے سردار نجدہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو لکھا اور اُسمین سوال کیا کہ لڑائی مین اطفال کو قتل کرنیکا کیا حکم ہے تو ابن عباس رض نے لکھا کہ اگر تو خضر ہو کہ کافر کو مومن سے تمیز کر سکے تو اطفال کو قتل کر و لیکن تو نہین پہچانتا ہے اور حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اطفال کے قتل سے منع کیا ہے تو اطفال کے قتل سے علیحدہ ہو مسلم و ابو داؤد و ترمذی وغیرہم نے اُبی بن کعب سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ غلام جسکو خضر نے قتل کیا تھا وہ کافر مطبوع ہوا جب مطبوع ہوا تھا اور اگر وہ بلوغ کو پہونچتا تو اپنے والدین کو طغیان و کفر مین ارہاق کرتا۔ اقول یہ حدیث صریح ہے کہ قبل بلوغ کے اُسکو قتل کیا ہے اور امام رازی رح کو ظاہراً اس حدیث پر اطلاع نہین ہوئی یا سہو ہوا ہو فافہم۔ بالجملہ جب موسیٰ ع نے اعتراض کیا کہ تم نے ایک نفس محترم کو بدون اسکے کہ اُسپر قصاص ہو قتل کر دیا تو یہ بڑا گناہ کیا

آیندہ پارہ شانزدہم شروع ہے

تنبیہ الغافلین۔ مسائل دینیہ۔ ۱۰ر
حیرت الفقہ۔ مسائل مشکلہ فقہ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۱ر
جواب السائلین۔ بطور استفتا۔ ۲ر
[illegible]الدقائق۔ اردو ترجمہ از مولوی سلطان خان۔ ۱۲ر
پہیلی مسائل فقہ۔ از مولوی ابراہیم حسین بنگلوری۔ ۲ر
[illegible]الہ تجہیز و تکفین۔ از محمد عمر۔ ۱ر

فقہ فارسی

ہدایہ پیشانی پر اصل عربی اور تحت مین ترجمہ فارسی مع شرح از علمائے کلکتہ جو مدت سے متداول ہے۔ دو مجلد کامل۔ عللہ ر
شرح سفر السعادت۔ از مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی معروف۔ ۳ر
گنج الگنج۔ مسمی بہ غایۃ الشعور از ملا محمد شاہ۔ عہ ر
تذکرۃ الجمعۃ۔ احکام جمعہ از مولوی عبدالسلام۔ ۵ر
تبیان۔ در حکم تمباکو وحقہ از ملا معین الدین۔ ۱ر
بدائع منظوم۔ مسائل فقہ نظم فارسی از ملا ناظم علیؒ۔ ۲ر
نام حق۔ مشہور درسی از شیخ شرف الدین بخاری۔ ۱ر
مائۃ مسائل۔ سو مسائل از مولانا احمد اللہ رحمہ اللہ۔ ۶ر
شرح وقایہ فارسی۔ مع حاشیہ ملتقی الابحر از شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔ عہ ر
مسلک المتقین۔ مرغوب علمائے ولایت از

مولوی الہ یار خان۔ عہ ر
فتاوی برہنہ۔ جامع ابواب فقہ از مفتی نصیر الدین۔ ۱۲ر
قدوری۔ سترجمہ مولانا ابوالقاسم۔ ۶ر
شرح فارسی مختصر وقایہ۔ از عبدالرحمن جامی۔ ۱۵ر
کنز فارسی۔ از مفتی نصیر الدین کرمانی محشی مع فرہنگ۔ ۱۳ر
مالابد منہ۔ از قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ مع وصیت نامہ۔ ۲ر
شرح مختصر وقایہ کورمیری۔ از مولانا جلال الدین سمرقندی۔ ۱۲ر
رسالہ تنبیہ الانسان۔ در حلت وحرمت جانوران۔ ۱ر
رسالہ قاضی قطب۔ ذکر ایمان و ارکان۔ ر

فقہ عربی

برجندی شرح مختصر وقایہ۔ از مولانا عبدالعلی برجندی معتبر شرح۔ ۳ر
فتح القدیر۔ حاشیہ متن بقلم جلی ہدایہ اور بقلم خفی فتح القدیر از امام کمال الدین بن الہمام نہایت مستند باعظمت شرح مشہور و معروف اور آخر مین تکملہ زین الدین آفندی کامل چار مجلد جناتی کنندہ ضخیم جدید الطبع۔ ۵ عہ ر
ہدایہ۔ محشی بحواشی جدیدہ جناب مولانا محمد حسن سنبھلی مرحوم مولانا نے جن فوائد کا اضافہ فرمایا ہے وہ قابل دید ہین ہر چہار جلد کامل دو مجلدات مین بشرح ذیل

(۱) جلدین اولین عبادات۔ للعہ ر
(۲) جلدین آخرین معاملات۔ صہ ر
ہدایہ مع شرح الکفایہ۔ از سید جلال الدین کرمانی بہت معروف و مستند متداول چار جلد مین اس شرح ہدایہ پر حاشیے بہت مستند لکھے گئے ہین بہ تفصیل ذیل۔
ہدایہ جلد اول وثانی تا آخر کتاب النکاح۔ للعہ ر
ایضاً جلد سوم وچہارم تا آخر کتاب۔ للعہ ر
فتاوی قاضیخان مع سراجیہ از امام قاضی حسن بن منصور قاضی خان مستند معتمد معروف متداول دو جلد کامل۔ معہ ر
شرح وقایہ۔ از امام صدر الشریعۃ جلی قلم مع کامل حاشیہ ذخیرۃ العقبی یوسف ابن جنید چلپی داخل درس تقطیع کلان خوشخط وصحیح۔ ۱۲ر
شرح وقایہ خورد مع دائرہ ہندیہ متوسط قلم۔ ۱۰ر
الاشباہ والنظائر مع شرح حموی معروف مستند متداول۔ ۳ر
ملا مسٹھو۔ از بیوع تا وصایا محشی جدید کابل اور اطراف کابل مین داخل درس ہے۔ ۱۲ر
مستخلص الحقایق۔ شرح کنز الدقائق مشہور متداول۔ ۱۲ر
عینی شرح کنز الدقائق۔ محشی ہر چہار جلد مستند معروف متداول دو مجلد میں۔
(۱) جلدین اولین عبادات مین۔ عللہ ر
مختصر وقایہ محشی۔ از امام صدر الشریعۃ درسی متداول۔ ۱۱ر
عمدۃ البضاعۃ۔ فی مسائل الرضاعۃ از

مولوی تراب علی مرحوم - ۱ر
کنز الدقائق عربی - جدید حواشی کے ساتھ
قیمت ۱۰ر

اخلاق و تصوف اردو

جامع الاخلاق - ترجمہ اخلاق جلالی - ۷ر
باب دانش - مولفہ مولوی محمد کریم بخش - ۲ر
اوقات عزیزی - از سید غلام حیدر خان ۴ر
ترجمہ عوارف المعارف - کامل دو جلد مین
مترجمہ مولانا ابو الحسن فرید آبادی - ۸ر
خزینہ دانش - ہوشمندی کی تعلیم از مولوی
محمد کریم بخش - ۳ر
بحر الحقیقت - اصلاح نفس مین - ۳ر
انجیات - اخلاق و موعظت امین مصنفہ
منشی کامتا پرشاد - ۳ر
کیمیائے حکمت - حصہ اول بیان شریف
علم و ادب - ۲ر
پیراہن یوسفی - اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم
کا نظم شعر بشعر اور حاشیہ پر اردو مین حاصل
مطلب مع فوائد تصوف - کامل دو جلد مین
بتفصیل ذیل
(جلد اول) ترجمہ دفتر ۱ و ۲ و ۳ - زیر طبع
(جلد دوم) ترجمہ دفتر ۴ و ۵ و ۶ - زیر طبع
شجرۂ معرفت محشی - منتخبات مثنوی مولانا
روم بترجمہ سید غلام حیدر صاحب - ۸ر
چشمۂ فیض - نظم ترجمہ اردو پندنامہ عطار
کلام عارف کامل حضرت شیخ فرید الدین قدس سرہ
از مولوی عبد الغفور خان بہادر - ۲ر

مذاق العارفین - ترجمہ احیاء علوم الدین عربی
ہر چہار جلد کامل [illegible]
تہذیب احسانی - مولفہ حکیم احسان علی - ۳ر

کتب اخلاق فارسی (اہل سنت)

گلستان - جلی قلم کاغذ سفید گندہ محررۂ منشی
شمس الدین صاحب اعجاز رقم مرحوم ۸ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم آخر مین
مشکل معانی کی فرہنگ کاغذ حنائی و سفید ۱۲ر
گلستان با تصویر - کاغذ حنائی و سفید رسمی
۹ر
گلستان مع فرہنگ - متوسط قلم رسمی محررۂ
منشی شمس الدین صاحب مرحوم - ۸ر
گلستان محشی اردو - اسپر طلبا کی آسانی کے
لئے اردو کے حواشی دیئے گئے ہین - ۱۴ر
شرح گلستان - از شیخ ولی محمد صاحب
اکبر آبادی شارح مثنوی مولانا روم اس مین
تصوف کے نکات کو خوب حل کیا ہے - ۱۳ر
گلستان مترجم - فارسی با ترجمہ اردو - ۱۲ر
گلستان خرد - فارسی - ۵ر
تضمین گلستان سعدی - منشی ہرگوپال صاحب
تفتہ سکندر آبادی نے اس صفائی سے گلستان
کے اشعار کو تضمین کیا ہو کہ سعدی اور تفتہ کے
کلام مین فرق کرنا بھی دشوار ہے - ۷ر
بہارستان جامی - اخلاق و نصائح مین
قابل قدر کتاب ہے از مولانا جامی - ۵ر
خارستان - حکایات پند و نصائح بطرز
گلستان سعدی از مرزا مجد الدین - ۸ر

عقد گل و عقد منظوم - یعنی انتخاب
گلستان و بوستان - ۹ر
بوستان جلی قلم - محررۂ منشی شمس الدین صاحب
اعجاز رقم مرحوم کاغذ سفید حنائی - [illegible]
بوستان محشی کلان - اس مین ضروری
حواشی درج ہین - ۱۳ر
بوستان محشی متوسط قلم - چھاپہ مطبع علوی
نہایت ہی صحیح اور صاف چھپی ہے - ۸ر
بوستان محشی خرد - ۵ر
بوستان مترجم منظوم - معمولی ترجمہ نہیں ہے
بلکہ کمال یہ ہے کہ بوستان کی بحر مین
ہر شعر کا شعر مین ترجمہ کیا ہے از منشی
گوبند پرشاد فضا - ۱۲ر
بہار بوستان - بوستان کی جامع شرح از منشی
ٹیکچند بہار صاحب بہار عجم بیمثل شرح ہے - ۸ر
اخلاق جلالی محشی - منشی فاضل کے کورس مین
ہے اور عموماً طلبا کے درس مین داخل ہے - ۸ر
اخلاق ناصری - منتہیان فارسی کے درس مین
داخل ہے اور اخلاق مین بڑے پایہ کی کتاب ہے
از علامہ نصیر الدین طوسی کاغذ سفید گندہ - ۱۲ر
اخلاق محسنی - داخل درس از ملا حسین واعظ
کاشفی - ۸ر
مثنوی سلسبیل - اخلاق و موعظت مین ایک در
بے بہا ہے از حکیم منور حسین صاحب امروہوی - ۲ر
مجموعہ صد پند سودمند - حضرت لقمان کے
نسخہ قابل قدر نصائح - ۲ر پائی

۹۳۱۷۳

۱۳۰ت DUE DATE ۲۹۷۶۱۳